



بادشاہ گر

ایم اے راحت



یہ حیرت صرف چند لمحے کے لیے تھی دوسرے ہی لمحے انہوں نے لڑکی کو اپنے پاس سے دور کر دیا اور غرالی ہوئی آواز میں بولے۔

”کون ہو تم اندر کیسے داخل ہوئے کیسے یہاں آ گئے۔“

”معافی چاہتا ہوں مسٹر ٹائی بورٹ آپ کی عیش گاہ میں آ کر آپ کے معمولات میں دخل اندازی کی مجھے امید ہے کہ آپ اپنی شرافت سے کام لیتے ہوئے اس کے لیے مجھے معاف کر دیں گے۔“ مسٹر ٹائی بورٹ نے سامنے رکھی ہوئی بوتل اٹھائی اور اسے پوری قوت سے میرے منہ پر کھینچ مارا میں نے بڑی احتیاط سے بوتل کو اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا وقت سے پہلے شور شرابا نہیں چاہتا تھا البتہ میں نے سہمے ہوئے انداز میں کئی قدم پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔

”میں آپ سے معافی چاہتا ہوں مسٹر ٹائی بورٹ لیکن بات کچھ ایسی ہی تھی۔“

”کتے کے پلے اس وقت یہاں کسی کو پر مارنے کی گنجائش بھی نہیں ملتی کسی کو اجازت نہیں ہے کہ جب میں اپنی خواب گاہ میں پہنچ جاؤں اور قیامت برپا ہو جائے ایٹم بم گر پڑے یا کوئی بھی آواز ہو کوئی اس طرف آنے کی کوشش نہ کرے میں پوچھتا ہوں تو بند دروازے سے اندر کیسے داخل ہو گیا۔“

”یہی آپ نے نہیں سوچا مسٹر ٹائی بورٹ بلکہ آپ کا شکریہ کہ آپ نے مجھے اس بات سے آگاہ کر دیا کہ اس وقت آپ کی مدد کے لیے کوئی نہیں آ سکتا۔“

”کیا مطلب۔“ مسٹر ٹائی بورٹ پہلی بار چونکا تھا۔

”میں آپ سے کچھ معلومات کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں یہ معلومات مجھے فراہم کر

دیکھنے میں خاموشی سے یہاں سے چلا جاؤں گا اور سنیے یہ بوتل میں واپس پھینک کر آپ کے سر پر مار سکتا ہوں بہتر ہے اس قسم کے احترامانہ اقدامات سے گریز کیجئے۔“

”تو تم مجھ سے کچھ معلوم کرنے کے لیے یہاں آئے ہو۔“

”ہاں۔“

”کون ہو تم۔“ مسٹر ٹائی بورٹ کے لہجے میں مذاق کا عنصر شامل ہو گیا تھا لڑکی البتہ وہاں سے سہمے ہوئے انداز میں اٹھ گئی تھی اور مسہری کے برابر جا کھڑی ہوئی تھی۔

”مسٹر ٹائی بورٹ کیا آپ مجھے میرے سوالات کا جواب دینا پسند کریں گے۔“

”سرکاری آدمی ہو۔“ مسٹر ٹائی بورٹ کا لہجہ نرم ہو گیا بہر حال عمر بھر کا تجربہ تھا ایسے وقت پر اور ایسے اوقات میں جن لوگوں کا لہجہ نرم اور رویہ بہت ٹھنڈا ہو جائے یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جنہیں اپنے آپ پر بہت زیادہ اعتماد ہوتا ہے اور وہ واقعی کچھ کرنے کے اہل بھی ہوتے ہیں مسٹر ٹائی بورٹ اپنی جسامت سے ایسے ہی نظر آ رہے تھے اور میں جانتا تھا کہ مجھے خاصا سخت مقابلہ کرنا پڑے گا ہاتھ میں پکڑی ہوئی بوتل کو میں نے ایک خالی جگہ دیکھ کر رکھ دیا یہ بوتل بھی ہتھیار بن سکتی تھی لیکن میں اسے مسٹر ٹائی بورٹ کے ہاتھوں میں ہتھیار بننے نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ چنانچے میں نے ایسی جگہ منتخب کی تھی جہاں سے اسے آسانی سے نہ اٹھایا جاسکے۔

مسٹر ٹائی بورٹ نے بدستور اپنی کرسی پر بیٹھے بیٹھے کہا۔

”ہاں تو تم نے اپنا تعارف نہیں کرایا۔“

”آپ مجھے مکمل طور پر سرکاری آدمی سمجھ لیجئے مسٹر ٹائی بورٹ حالانکہ کسی طور میں اپنے اور آپ کے درمیان کسی کی مداخلت نہیں چاہتا تھا لیکن اب یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ میں اس لڑکی کو باہر نکل جانے دوں کیونکہ باہر جا کر یہ جو کچھ کرے گی وہ میرے حق میں نقصان دہ ہوگا۔“

”نہیں لڑکی یہیں رہے گی البتہ تم کہاں جاؤ گے اس کا فیصلہ بعد میں کر لیا جائیگا تم یہ بتاؤ کہ کیا تم حکومت کے آدمی ہو؟“

”میں اس کا اقرار کر چکا ہوں۔“

”کسی باہر کی ایجنسی سے تعلق رکھتے ہو۔“

”جی آپ نے زیر مز کے بارے میں سنا ہوگا میرا تعلق زیر مز گروپ سے ہے۔“ میں

نے کہا۔

”اوہ نو ذریعہ گڈ ویری گڈ تب تم یقینی طور پر مجھ سے مسٹر ہینڈون کے بارے میں معلومات کرنے کے لیے آئے ہو گے۔“

”میں بھی اس کے جواب میں آپ کی ذہانت کی تعریف کر سکتا ہوں واقعی ایسی ہی بات ہے۔“

”بچھلے دنوں میں نے سنی تھی یہ بات بلکہ مسٹر ہینڈون نے ہی مجھے آگاہ کیا تھا کہ زیر مز قبیلے کے کچھ افراد جو باقاعدہ دنیا بھر میں اپنا ایک نظام پھیلانے ہوئے ہیں اس وقت اسکا رٹو میں مقامی حکومت کے حق میں کام کرنے کے لیے آگئے ہیں ان سے ذرا ہوشیار رہوں اب مسٹر ہینڈون جیسی شخصیت سے تو میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں کچھ ضرورت سے زیادہ ہی ہوشیار ہوں اصل میں بات یہ ہے مائی ڈیز نام بھی بتا دو اپنا۔“

”وہ آپ کے لیے بے کار ہوگا۔“ میں نے کہا۔

”تو پھر زیر مز کہہ دینا کافی ہے۔“

”ہاں یقیناً“

”ہاں تو مائی ڈیز زیر مز اصل میں انسان کسی مقام کے حصول کے لیے اگر وہ ممکن محنت کر لے جو اسے کرنی چاہئے تو پھر اسے اس مقام تک پہنچنے میں زیادہ دقت نہیں ہوتی میں نے یہ جگہ مذاق میں نہیں حاصل کی ہے اور نہ ہی کسی کے کندھے پر رکھ کر میں یہاں تک پہنچا ہوں جو مقام میں نے حاصل کیا ہے تم یقین کرو بڑی مشکلات کے بعد پہلے میں ایک اخبار فروش تھا ایک ہار کر کی حیثیت سے میں نے زندگی کا ایک بڑا حصہ گزارا اور اس کے بعد رفتہ رفتہ اس دنیا کو پہچاننے کی کوشش کی پھر اس کے بعد آہستہ آہستہ میں نے یہ محسوس کیا کہ دنیا میں اپنا مقام بنانے کے لیے اپنے آپ پر بھروسہ کرنا ضروری ہے اور اپنے آپ میں اتنی قوت حاصل کرنا انتہائی ضروری ہے کہ مد مقابل پر قابو پایا جاسکے اگر تم ایسا نہیں کر سکتے تو پھر تمہارے لیے گندی نالیوں میں جینے کے سوا اور کوئی ذریعہ نہیں رہ جاتا۔“

”یہ اہم بات ہے مسٹر ٹائی بورٹ اور واقعی میں آپ سے اتفاق کرتا ہوں۔“

”ابھی نہیں تم مجھ سے اس وقت اتفاق کرو گے میری جان جب مجھے مکمل طور سے دیکھ

لو گے تو پھر آؤ چلو شروع ہو جائے ہمارے اور تمہارے درمیان کام کی بات۔“

”جی میں یہی چاہتا ہوں۔“

”گڈ۔“ مسٹر ٹائی بورٹ نے کہا اور اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے سیلینگ سوٹ میں ملبوس وہ اچھی خاصی جسامت کے مالک نظر آ رہے تھے انہوں نے میز پر رکھے ہوئے سامان کو دیکھا اور پھر میز کو اٹھا کر ایک جانب رکھ دیا اس کے بعد وہ اپنی آستین چڑھانے لگے ان کے ہاتھوں کی مضبوط کلایاں نمایاں ہو گئی تھیں لڑکی کے چہرے پر سہمی ہوئی کیفیت تھی وہ بدستور اپنی جگہ ساکت کھڑی تھی یوں لگتا تھا جیسے اسے سکتہ ہو گیا ہو مسٹر ٹائی بورٹ دو قدم آگے بڑھے اور بولے۔

”ہاں اب بولو کیا چاہتے ہو؟“

”مسٹر ہینڈون کے بارے میں معلومات مسٹر ہینڈون کے پانچ ٹھکانے معلوم ہوئے تھے مجھے جن میں سے ایک یہ ہے کیا مسٹر ہینڈون یہاں موجود ہیں؟“

”نہیں وہ یہاں موجود نہیں ہیں۔“

اس وقت وہ کہاں مل سکیں گے؟“

”میں جانتا ہوں مگر تمہیں بتانا نہیں چاہتا۔“ اس نے کہا۔

”افسوس مجھے بس یہی معلوم کرنا ہے آپ سے“

”تو پھر معلوم کرو یہ بتاؤ اس کا کیا ذریعہ ہوگا۔“

”آپ کو ماروں گا۔“ میں نے پرسکون لہجے میں کہا اور مسٹر ٹائی بورٹ کا چہرہ آہستہ آہستہ سخت ہونے لگا۔

”جتنی گستاخی تم نے مجھ سے اب تک کی ہے نازندگی میں شاید کوئی اس کی جرات نہیں کر سکتا باقی ساری باتیں بعد میں سب سے پہلے تم نے جو الفاظ کہے ہیں میں تمہیں ان کی قیمت چکا دوں۔“ مسٹر ٹائی بورٹ نے کہا اور پھر انہوں نے ایک عجیب طریقہ کار استعمال کیا انہوں نے دونوں ہاتھ پھیلائے جھکے اور پھر دونوں ہاتھ زمین پر ٹکائے اور جس طرح کوئی دوڑنے والا دوڑنے کے لیے اشارت لیتا ہے اسی طرح وہ جھک گئے میں خاموشی سے ان کی یہ کوشش دیکھ رہا تھا لیکن اس کے بعد مسٹر ٹائی بورٹ نے دوڑنے کے بجائے مجھ پر دونوں ہاتھ پھیلا کر چھلانگ لگائی اور ایک عجیب انداز اختیار کیا وہ کسی تیر کی طرح سیدھے ہو کر میرے بدن کی طرف آئے تھے اور میں نے زمین پر لیٹ کر دونوں پاؤں ٹکائے اور انہیں پوری قوت سے پیچھے کی سمت اچھال دیا مسٹر ٹائی بورٹ مارشل آرٹ کے ماہر معلوم ہوتے تھے کیونکہ

انہوں نے جس انداز میں پہلا حملہ کیا تھا وہ کوئی معمولی انداز نہیں تھا اور بہت بڑی اور عظیم مہارت کے بعد یہ کیفیت حاصل کی جاسکتی تھی کہ فضا میں کسی راکٹ کی طرح بلند ہو کر کوئی ایک سمت اختیار کی جاسکے اور مد مقابل پر حملہ کیا جائے لیکن مجھے بھی بروقت ہی سوچھی تھی اور میں نے مسٹر ٹائی بورٹ کو صحیح معنوں میں پہلا عظیم نقصان پہنچا دیا تھا اور کبھی کبھی یہ ہوتا ہے کہ پہلی ہی کوشش کارگر ہو جاتی ہے۔ مسٹر ٹائی بورٹ اس طرح میرے پیٹ پر ٹکرا کر مجھے پہلے ہی حملے میں قابو میں کر لینا چاہتے تھے لیکن میں نے جس قوت سے اپنی دونوں ٹانگیں سیدھی کر کے انہیں پیچھے اچھالا تھا اس نے ان کا سارا توازن خراب کر دیا اور جب وہ زمین پر گرے تو سر کے بل گرے اور ایک لمحے کے لیے چکرا کر رہ گئے لیکن اچھی شخصیت تھی کھڑے ہو کر اس نے پھر مجھ پر دوبارہ اسی انداز میں حملہ کیا اور اس بار میں نے اپنی جگہ خالی دے کر اس کی گردن اپنی بغل میں دبائی اور اسے ایک مخصوص انداز میں ٹیڑھا کر کے زمین پر دے مارا پھر میں نے اس کی دونوں ٹانگیں پکڑ کر مروڑیں اور انہیں ایک مخصوص داؤ سے ایک دوسرے پر ٹکا کر خود اس کے اوپر بیٹھ گیا مسٹر ٹائی بورٹ کے حلق سے کھرا

”ہاں مسٹر ٹائی بورٹ مسٹر ہینڈون۔“ لیکن میرا جملہ ادھورا گیا۔ مسٹر ٹائی بورٹ نے غالباً اپنی آخری قوت جمع کر کے اپنی دونوں ٹانگوں کو سیدھا کیا تھا اور وہ مجھے اپنی قوت کے سہارے اچھالنے میں کامیاب ہو گیا لیکن میں نے فضا ہی میں قلابازی کھائی اور سیدھا ہو گیا۔ مسٹر ٹائی بورٹ نے بھی دونوں ہاتھ زمین پر ٹکا کر ایک لمبی چھلانگ لگائی تھی اور اس بار وہ مسہری پر پہنچے تھے پھر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی کیونکہ انہوں نے نیچے کے نیچے سے ریوالور نکال لیا تھا بعض اوقات انسان کی چھوٹی سی کوشش بھی اس کے لیے بڑی کارآمد ثابت ہوتی ہے مسٹر ٹائی بورٹ ایک لمحے کے اندر ساری اخلاقیات بھول گئے تھے اور انہیں اپنی قوت کی جانب سے بھی اعتماد نہیں رہا تھا۔ چنانچہ وہ آتش ہتھیار کا سہارا لینا چاہتے تھے پھر وہ پستول نکال کر سیدھے کھڑے ہو گئے اصولی طور پر تو انہیں چاہئے تھا کہ پستول کے وزن سے یہ اندازہ لگا لیتے کہ اس وقت اس میں کار تو س موجود نہیں ہیں اور ویسے بھی انہیں یہ قدیم ساخت کا ریوالور ساتھ نہیں رکھنا چاہیے تھا اس وقت تو نہایت جدید ریوالور موجود ہوا کرتے ہیں جن سے ایک لمحے میں اندازہ ہو جاتا ہے کہ وہ لوڈ ہیں یا نہیں لیکن مسٹر ٹائی بورٹ شاید قدامت پسند بھی تھے ریوالور میری جانب سیدھا کر کے بولے۔

”تم اس قدر شاندار آدمی ہو یقین کرو میرے ہاتھوں قتل ہو گئے تو طویل عرصے تک افسوس کرتا رہوں گا۔ میں نے مارشل آرٹ میں بہت وقت ضائع کیا ہے اور میں مارشل آرٹ کا ڈان ہوں لیکن اپنے پہلے داؤ پر جس طرح میں نے تمہارا عمل دیکھا اس نے مجھے دنگ کر دیا ہے یہ بتاؤ ریک لنک پر یہ داؤ استعمال کرنا کون سا آرٹ ہے۔“

”مسٹر ٹائی بورٹ جان بچانے کے لیے جو کچھ بھی موقع پر سوچ جائے آپ اسے کوئی بھی نام دے لیں یہ تو آپ کی اپنی پسند پر منحصر ہے۔“

”جینا چاہو گے۔“

”بالکل۔“

”تو حکومت کی وفاداری چھوڑ دو کم از کم تین مہینے تک میرے قیدی بن کر زندہ رہو اور جب مجھے اس بات کا یقین ہو جائے کہ تم میرے وفادار بن گئے ہو تو میں تمہیں آزادی دوں گا اور اس کے بعد تمہیں زندگی کے جویش حاصل ہوں گے وہ تمہیں کوئی بھی نہیں دے سکے گا اگر تم زیر زبھی ہو تب بھی یوں سمجھ لو کہ یہاں تمہارا مشن بے مقصد رہے گا کیا خیال ہے؟ میری یہ پیشکش قبول کرتے ہو۔“

”دلکش اور موثر پیش کش ہے لیکن اس سے پہلے آپ میرا ایک کام کر دیجئے بعد میں آپ کی تمام باتیں مان لوں گا میں۔“

”ہاں بولو کیا۔“

”مسٹر ہینڈون کہاں ہیں؟ مجھے ان کا پتا بتا دیجئے بلکہ اگر ممکن ہو سکے تو مسٹر ہینڈون کو ختم کرنے میں میری مدد کیجئے۔“ مسٹر ٹائی بورٹ کی آنکھیں سرخ ہو گئیں انہوں نے کہا۔

”گویا تم مجھ سے مذاق کر رہے ہو۔“

”اگر آپ اسے مذاق سمجھتے ہیں تو مجھے اس کا افسوس ہے لیکن درحقیقت یہ مذاق نہیں ہے بلکہ میرا مشن ہے پانچ جگہوں میں سے مسٹر ہینڈون کو اس پہلی جگہ پر نہ پا کر میں دوسری جگہ کوشش کروں گا اور یہ چاہوں گا کہ یا تو آپ خود ان کی صحیح نشاندہی کر دیں ورنہ پھر آپ کو اس دنیا سے رخصت کر دیا جائے۔“

”اس کے باوجود کہ تم میرے ہاتھ میں ریوالور دیکھ رہے ہو۔“

”ہاں پہلے آپ یہ بتائیے کہ کیا آپ مسٹر ہینڈون کی نشاندہی کر سکتے ہیں؟“

”کسی قیمت پر نہیں۔“

”تو پھر مجھے مجبوراً نئی جگہ کی تلاش کے لیے آپ کا خاتمہ کرنا پڑے گا۔“

”افسوس تمہیں مارتے ہوئے مجھے دکھ ہو رہا ہے سوری ڈرائنگ کیا ایک لاش کی موجودگی میں تم اپنے جذبات کو قابو میں رکھ سکتی ہو۔“ مسٹر ٹائی بورٹ نے کہا لڑکی کچھ نہیں بولی تھی مسٹر ٹائی بورٹ نے ریوالور سامنے کر کے اس کا ٹرائیگر دبا دیا ایک مدہم سی آواز نکل کر رہ گئی اور مسٹر ٹائی بورٹ ٹرائیگر دباتے چلے گئے اب ان کے چہرے پر حیرت کے آثار نظر آرہے تھے میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”آپ کو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ میں جسمانی طور پر ہی نہیں ذہنی طور پر بھی آپ پر حاوی ہوں مسٹر ٹائی بورٹ آخری بار آپ سے کہہ رہا ہوں کہ آپ بتانا پسند کریں گے کہ مسٹر ہینڈون کہاں ہیں؟“

”کتے کے بچے میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔“ مسٹر ٹائی بورٹ نے ریوالور مجھے پر کھینچ مار لیکن میں نے اسی طرح اسے کیچ کر لیا جس طرح شراب کی بوتل پکڑی تھی اور پھر مسٹر ٹائی بورٹ پاگل ہو کر مجھ پر چھوڑ پڑے اور پاگل کتے کا جوا انجام ہوتا ہے وہ دنیا جانتی ہے پہلے تو میں انہیں کھیلاتا رہا اور اس کے بعد میں نے ان کی گردن پکڑ کر بازوؤں میں دبائی اور اسے پوری قوت سے موڑ دیا مسٹر ٹائی بورٹ کی گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی یہ ایک حقیقت تھی کہ ہینڈون کے بارے میں معلومات حاصل نہ ہونے پر مجھے غصہ بھی تھا اور یہ بات بھی میں جانتا تھا کہ اگر مسٹر ٹائی بورٹ کو میں نے زندہ چھوڑ دیا تو وہ میری موت کا سبب بن جائے گا اور میں آگے کچھ بھی نہیں کر سکوں گا۔ مسٹر ٹائی بورٹ کے منہ اور ناک سے خون بہہ نکلا تو لڑکی چیختی ہوئی دروازے کی جانب بھاگی لیکن اب اس کے سوا کوئی اور چارہ کار نہیں تھا کہ میں اسے بھی ٹھنڈا کر دوں جیسے ہی وہ میرے قریب سے گزری میں نے اس کے لمبے خوبصورت بال پکڑے اور اس کے بعد اس کی گردن کی ہڈی بھی توڑ کر مسٹر ٹائی بورٹ کے قریب ڈال دی۔ دو انسان میرے ہاتھوں ختم ہو چکے تھے خیر ماضی میں تو بہت کچھ ہو چکا تھا اس لیے یہ میرے لیے نئی بات نہیں تھی۔ یہ بدکار لڑکی بھی اپنی موت کا سامان کر کے یہاں تک آئی تھی میں کوئی بھی خطرہ مول نہیں لینا چاہتا تھا جو کرنے کا عہد کر کے آیا تھا وہ کرنا ہی تھا مجھے اور پھر یہ اندازہ بھی تھا کہ ان لوگوں کا تعلق روز آگنا نریشن سے ہے۔ بات کو اگر گہرائی کی جانب لے جاتا تو دل کی

حالت بہت عجیب ہو جاتی تھی اور دل کی آواز کو نظر انداز کر دینا کوئی آسان کام نہیں ہوتا میں بھی ایسا کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتا تھا۔ چنانچے ان دونوں کو ختم کرنے کے بعد میں نے افسوس بھری نگاہوں سے انہیں دیکھا مسٹر ٹائی بورٹ تو خیر جو کچھ تھے ہی لیکن خوبصورت لڑکی کے بھیا تک اور مسخ چہرے کو دیکھ کر مجھے دکھ ہو رہا تھا پتا نہیں کن حالات کا شکار ہوگی لیکن بہر حال یہ ان کا اپنا ذاتی معاملہ تھا میرے پاس ایک پرسکون دقت تھا اور اس وقت میں ایسی جگہوں کی تلاشی لے لینا چاہتا تھا جہاں مسٹر ٹائی بورٹ کے کاغذات وغیرہ مجھے مل سکیں پوری عمارت کی تو بات نہیں کرتا تھا اتنا زیادہ شیر دل بن کر کام کرنا حماقت کے سوا اور کچھ نہیں تھا لیکن کم از کم مسٹر ٹائی بورٹ کا یہ بیڈ روم جس کے بارے میں انہوں نے کہا تھا کہ ان کی مرضی کے بغیر کوئی چڑیا بھی پر نہیں مار سکتی ہو سکتا ہے کسی ایسی کیفیت کا امین ہو کہ مجھے اس کے بارے میں کچھ معلومات حاصل ہو جائیں بہر حال میں نے تلاشی لینا شروع کر دی خوبصورت الماریوں اور ریکوں کا جائزہ لیتے ہوئے میری نگاہ ایک ڈرینگ الماری پر پڑی اتفاق کی بات یہ ہے کہ اس میں ڈریس تو بے شک ٹنگے ہوئے تھے لیکن کچھ ہنگر اپنی جگہ سے ہٹے ہوئے تھے اور ان کے پیچھے مجھے ایک عجیب سی چیز نظر آرہی تھی غالباً کوئی تجوری تھی جس میں ہینڈل لگا ہوا تھا الماری کے عقبی حصے میں یہ ہینڈل ٹائپ کی چیز ہونا ذرا ایک عجیب سی بات تھی میں نے احتیاط کے ساتھ پہلے اسے چھو کر دیکھا اور جب یہ اندازہ ہو گیا کہ اس میں کوئی کرنٹ وغیرہ نہیں ہے تو ہینڈل کو پکڑ کر زور سے کھینچا لیکن ہینڈل کھینچتا تھا کہ سامنے کی الماری اوپر اٹھتی گئی اور اس کے عقب میں ایک دروازہ نمودار ہو گیا میں حیرت اور دلچسپی سے اس دروازے کو دیکھنے لگا اور پھر آہستگی سے اندر داخل ہو گیا۔ پانچ سیڑھیاں نیچے جاتی تھیں اور جیسے ہی میں نے آخری سیڑھی پر قدم رکھا تھا ایک دم سے وہاں تیز روشنی پھیل گئی یہ ایک کمرہ تھا اور اس کمرے میں ایک شخص موجود تھا جو اس وقت مسہری پر سو رہا تھا میرے دل کی دھڑکنیں ایک دم تیز ہو گئیں کیا یہ ہینڈون ہے میں نے سوچا ایک لمحے کے لیے میں سکتے کے عالم میں کھڑا رہا اگر یہ ہینڈون ہے تو کیا اس نے اپنے لیے یہ جگہ محفوظ تصور کی ہے؟ کیا وہ اس انداز کی زندگی گزار رہا ہے بات ذرا تعجب خیز تھی لیکن مارگو نے ہینڈون کے جو پانچ ٹھکانے بتائے تھے یہ ان میں سے ایک تھا بہر حال میرے لیے اس سے زیادہ سنسنی خیز لمحات اور کچھ نہیں ہو سکتے تھے اس دوران مجھے ہینڈون کی تصویریں دکھادی گئی تھیں میں اس کے چہرے کو پہچان سکتا تھا ابھی تک اسے

میری آمد کا اندازہ نہیں ہو سکا تھا لیکن چونکہ کمرے میں روشنی پھیل گئی تھی جو کسی خاص میکزم کے ذریعے ہو جاتی ہوگی اس لیے کچھ لمحوں کے بعد وہ کسمسایا اور پھر اس نے آنکھیں کھول دیں اس کا چہرہ تصویر کے مطابق نہیں تھا جسم بھی ہلکا پھلکا تھا شیو بڑھی ہوئی تھی بال بکھر ہوئے تھے اور چہرے پر کمزوری نظر آرہی تھی ایک لمحے میں میرے ذہن نے یہ فیصلہ کر لیا کہ یہ کسی قیمت پر ہینڈون نہیں ہو سکتا بلکہ کوئی اور ہی شخصیت ہے۔ وہ پھرتی سے اٹھ کر بیٹھ گیا اور عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا میں خود بھی حیران سا کھڑا اسے دیکھ رہا تھا پھر اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”کک کیا بات ہے رات کے اس وقت تم یہاں اور شاید میں تمہیں پہلی بار یہاں دیکھ رہا ہوں۔“ میں ایک دم سنبھل گیا اور میں نے ایک قدم آگے بڑھ کر کہا۔

”کون ہو تم اور یہاں کیا کر رہے ہو؟“

”کیا تم میرے بارے میں نہیں جانتے میرے بھائی میرے دوست میں خود تم سے یہ سوال کرنا چاہتا ہوں تم کون ہو؟ کیا کوئی اجنبی جسے اس عمارت کی حقیقت نہیں معلوم کیا تم جانتے ہو کہ یہ کون سی جگہ ہے۔“ میری آنکھیں اس شخص کا جائزہ لے رہی تھی اور میرا ذہن چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ یہ کسی مشکل کا شکار ہے غالباً اس تہ خانے کا قیدی ایک نگاہ چاروں طرف ڈالنے کے بعد میں نے اس سے کہا۔

”تم بتا سکتے ہو مجھے اپنے بارے میں کہ تم کون ہو؟“

ہاں کیوں نہیں میرا نام ایلیوس مور ہے اور میں میں ایک سرکاری محکمے کا افسر اعلیٰ ہوں ایک انتہائی اہم عہدے پر یہاں کام کرتا ہوں لیکن تقریباً ڈھائی مہینہ ہو گیا میں یہاں قیدی ہوں اور مجھے ٹائی بورٹ نے قید کر رکھا ہے۔“

”اوہ کیا میں تمہاری اس بات پر یقین کر لوں۔“

”خدا کے واسطے اگر تم کوئی ایسی شخصیت ہو جسے میرے بارے میں معلوم نہیں ہے اور جو ٹائی بورٹ کے ساتھ نہیں ہے تو مجھے یہاں سے نکال لو اگر تم اسکا رٹوز کے وفادار بھی ہو تب بھی انسانیت کے نام پر مجھے یہاں سے نکالو میں میں بڑی مشکل میں ہوں اس انداز میں مرنا نہیں چاہتا میری مدد کرو میرے بھائی تمہارا یہ احسان میں زندگی بھر نہیں بھولوں گا۔“

”مسٹر ایلیوس مور اگر آپ واقعی ایسی ہی مشکل کا شکار ہیں تو پھر آپ یوں سمجھ لیجئے کہ آپ کی بد

بختی کا وقت ختم ہو گیا آپ کو میں یہاں سے باہر لے جاؤں گا مجھے یہ بتائیے کہ مسٹر ہینڈون کے بارے میں آپ کو کچھ معلوم ہے۔“

”صرف اتنا کہ وہ اس بغاوت کا سربراہ ہے اور اس حکومت کا خاص نمائندہ جو اسکا رٹو میں بغاوت کی ذمے دار ہے یوں سمجھ لیجئے کہ اگر ہینڈون کا خاتمہ ہو جاتا ہے تو اس بغاوت پر با آسانی قابو پایا جاسکتا ہے۔ کیا تمہیں ہینڈون کی تلاش ہے۔“

”ہاں۔“

”کیا تم اسکا رٹو حکومت کے حامی ہو؟“

”ہاں۔“

”کیا تم مارشل ویڈن سے متعلق ہو کیا تم فیڈرینو سے دلچسپی رکھتے ہو؟“

”یہ سب کچھ بالکل درست ہے۔“

”تو خدا کے لیے مجھے یہاں سے نکال کر لے چلو باقی ساری باتیں میں تمہیں بعد میں

بتا دوں گا۔“

”میں یہاں ایسی چیزوں کی تلاش کرنا چاہتا ہوں مسٹر ایلیوس مورجن سے مجھے میرے

اس کام میں مدد مل سکے۔“

”کچھ نہیں ملے گا“ کچھ نہیں ملے گا یہاں یہ لوگ شیطان کی طرح چالاک ہیں۔ انہوں

نے اپنے تحفظ کے لیے ہر طرح کا بندوبست کر رکھا ہے تم یقین کرو بہت چالاک لوگ ہیں یہ

کچھ نہیں ملے گا، تمہیں یہاں میری بات مان لو میرے دوست یقین کر لو میری بات پر تمہیں

یہاں کچھ نہیں ملے گا۔“

”تم کیسے یہ بات پورے اعتماد کے ساتھ کہہ سکتے ہو۔“

”اس لیے کہ میں یہاں کے چپے چپے کی تلاشی لے چکا ہوں اور اسی تلاشی کے چکر

میں یہاں آکر چھنسا ہوں یہ جگہ بے شک ہینڈون کا ایک مرکزی ڈیپارٹمنٹ ہے لیکن یہاں وہ

ایسی کوئی چیز نہیں رکھتے جس سے ان کے بارے میں کچھ معلومات حاصل ہو سکیں اگر تم

مناسب سمجھو تو جس قدر جلد ممکن ہو سکے یہاں سے نکل چلو ٹائی بورٹ اس وقت کسی مصروفیت

میں ہی ہوگا اگر وہ آگیا تو ہمارے لیے یہاں سے نکلنا ناممکن ہو جائے گا۔“

”اور میں تم پر یقین کر لوں مسٹر ایلیوس مور۔“

”تم مجھ پر واقعی یقین کر لو میں تمہارا شکر گزار ہوں گا۔“ میں نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا بہر حال مجھے تو ہینڈون کی تلاش تھی۔ ٹائی بورٹ مارا جا چکا تھا اور کوئی صورت حال ایسی نہیں تھی جس سے اس کے بارے میں مجھے مزید کچھ معلومات حاصل ہو سکتیں بحالت مجبوری ایلیوس مور سے تعاون کرنے کا فیصلہ کیا اور میں نے کہا۔

”یہاں کوئی چیز ایسی ہے جسے تم اپنے ساتھ لینا چاہتے ہو۔“

”یہاں کوئی بھی چیز ایسی نہیں ہے سوائے میری زندگی کے۔“

”ٹھیک ہے آؤ میں نے ایک فیصلہ کرنے کے بعد کہا اور پھر اس تہہ خانے سے باہر

نکلنے کے راستے کی جانب چل پڑا۔ ایلیوس مور اگر سچا آدمی ہے تو دیکھا جائے گا ویسے یہ اندازہ

ہو گیا تھا کہ ہینڈون یہاں موجود نہیں ہے اس کے بعد وقت برباد کرنا بے کار تھا۔ چنانچہ

سیڑھیاں طے کرنے کے بعد ہم اس الماری کے ذریعے باہر نکل آئے باہر ٹائی بورٹ اور لڑکی

کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں کمرہ روشن تھا ان لاشوں کو دیکھ کر ایلیوس مور کے چہرے پر شدید

حیرت کے آثار پھیل گئے وہ دوڑتا ہوا ٹائی بورٹ کے قریب پہنچا اسے دیکھا اس کے چہرے پر

حیرت اور خوشی کے آثار نمودار ہو گئے پھر اس نے میری جانب دیکھا اور پر مسرت لہجے میں

بولی۔

”یہ ٹائی بورٹ ہے کیا یہ مر گیا؟“

”ہاں۔“

”اور یہ لڑکی، لڑکی۔“

”یہ بس یہ مرنے آئی تھی۔“

”تم مگر ٹائی بورٹ کی موت کی اطلاع ادا ہو ان لاشوں کو ٹھکانے لگانے کا بندوبست کرو

کہیں..... انہیں ٹھکانے لگانا ضروری ہے ورنہ ورنہ بات وقت سے پہلے کھل جائے گی

میرے دوست میں تمہیں بہت کچھ بتا دوں گا میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ کرو ان لاشوں کو اٹھا کر

تہہ خانے میں پہنچا دو اس تہہ خانے کے بارے میں بقول ٹائی بورٹ کے کسی کو کچھ بھی نہیں

معلوم یہ دونوں لاشیں کافی عرصے تک یہاں پوشیدہ رہ سکتی ہیں اس وقت تک جب تک کسی

ذریعے سے ان کے جسموں کے سڑنے کی بدبو اس عمارت میں نہ پھیل جائے اس بات کا مجھے

اچھی طرح اندازہ ہے اور اس بات کا اندازہ اس سے لگا لو کہ خود اب تک ٹائی بورٹ مجھے

کھانے وغیرہ کی چیزیں پہنچاتا رہا ہے اس نے اپنے کسی ملازم کو بھی اس نہ خانے کے بارے میں نہیں بتایا اس کا کہنا یہی تھا کہ وہ تہہ خانہ صرف اس کے علم میں ہے اور کسی کے علم میں نہیں ہے اب میں یہ نہیں جانتا کہ تم نے اسے کیسے تلاش کر لیا شاید میری تقدیر نے تمہاری رہنمائی کی ہے۔“

”اور اس کے بعد ایلوس مور نے ان لاکھوں کو تہہ خانے تک پہنچانے میں میری مدد کی اور انہیں مسہری پر لیٹا کر آہستہ سے بولا۔

”مائی بورٹ آج تک نجائے تو نے اپنے کتنے قیدیوں کو اس تہہ خانے میں اس مسہری پر سونے کے لیے مجبور کیا ہوگا اور یہ بھی ممکن ہے کہ جس طرح تو نے مجھ سے کہا تھا کہ جب تک میں زندہ ہوں یہاں رہوں گا ہو سکتا ہے تیرے دوسرے قیدی موت کے بعد ہی یہاں سے نکل سکے ہوں لیکن آج تو اس مسہری پر سو رہا ہے وقت اپنی کہانی خود بخود دہراتا ہے ٹھیک ہے مسٹر مائی بورٹ میں تمہارے حق میں دعائے خیر کروں گا۔“ اور اس کے بعد ایلوس مور واپس پلٹ گیا اور میں خاموشی سے اس کی یہ مدہم مدہم سرگوشیاں سن رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ یہ شخص مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش تو نہیں کر رہا لیکن بہر حال جو کچھ بھی ہے وہ اپنے آپ کو حکومت اسکارٹو کا نمائندہ بتا رہا ہے اگر وہ نمائندہ ہے تو ممکن ہے کہ اس سے کچھ کام کی باتیں معلوم ہو جائیں اور اگر نہیں ہے تب بھی بہر حال مجھے اس سے کوئی بہت زیادہ فرق نہیں پڑتا تھا اور میں اس سلسلے میں ذرا برابر پریشان نہیں تھا جو کچھ ہے دیکھا جائے گا آگے چل کر دیکھوں گا اور سوچوں گا کہ میرا اگلا قدم کیا ہونا چاہیے اس کے بعد ہم نے باہر نکلنے کے لیے انتہائی محتاط راستے منتخب کیے تھے اور میں ایلوس مور کے ہمراہ باہر نکل آیا تھا۔ مائی بورٹ کی کہانی ختم ہو گئی تھی اور واقعی جیسا کہ ایلوس مور کا کہنا تھا کہ تہہ خانے کے بارے میں کسی کو علم نہیں چنانچہ یہ لاشیں اسی وقت دستیاب ہو سکیں گی جب ان کی سٹراند باہر کا رخ اختیار کرے گی اور بہر حال بدبو کو باہر نکلنے کے لیے کوئی نہ کوئی راستہ مل ہی جائیگا لیکن ابھی میرے سامنے چار ٹھکانے اور تھے جہاں پر مجھے ہینڈون کو تلاش کرنا تھا۔ یہ پہلا کام تو ہو گیا تھا زیادہ سے زیادہ یہی ہو سکتا تھا کہ جب مائی بورٹ کی تلاش ہو تو اسے گمشدہ سمجھ لیا جائے اور اس وقت تک اس کے بارے میں زیادہ جدوجہد نہ کی جائے جب تک کہ اس کی گمشدگی کو ایک پراسرار گمشدگی نہ تصور کر لیا جائے۔ ایلوس مور کے ساتھ اس عمارت سے باہر نکلنے کے بعد میں آہستہ قدموں

سے اسے ساتھ لیے ہوئے ایک طرف چل پڑا تھا۔ وہ واقعی بہت بری حالت میں نظر آ رہا تھا ننگے پاؤں تھا لیکن جیسی شخصیت تھی اس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ بری حالت کا شکار ہونے کے باوجود اس کے اندر ایک وقار ہے اور وہ ایک عجیب سی کمی محسوس کر رہا ہے اس نے آہستہ سے کہا۔

”میرا جوحلیہ ہو رہا ہے اس کے تحت۔“

”فکر مت کرو یہ بتاؤ اب یہاں سے کہاں جانا پسند کرو گے۔“ میں نے اس سے کہا اور وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا اور بولا۔

”کیا تمہارے پاس کوئی ایسا ٹھکانہ ہے جہاں تم مجھے لے جا سکو۔“ جواب میں میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی میں نے آہستہ سے کہا۔

”وہ ایک ایسی جگہ بھی ہو سکتی ہے جس کی بعد میں تم کسی کو نشاندہی کر دو۔“

”ہاں تمہارا یہ شک بہتر ہے لیکن یوں کرو میں تمہیں ایک جگہ بتاتا ہوں وہاں کے لیے کوئی ٹیکسی وغیرہ کر لو اور مجھے وہاں ساتھ لے چلو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ وہاں لے جا کر تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا یقین کر سکتے ہو تو کر لو۔“

”کر لیا۔“ میں نے ہنس کر کہا اور پھر اس ٹیکسی اسٹینڈ کی جانب بڑھ گیا جو تھوڑے فاصلے پر نظر آ رہا تھا رات کا وقت تھا ایلوس کی حالت پر کسی نے کوئی خاص طور سے غور نہیں کیا تھا۔ یہ بات زیادہ تشویش ناک تھی کہ وہ ننگے پاؤں تھا لوگ اسے کچھ بھی سمجھ سکتے تھے لیکن ٹیکسی میں بیٹھتے ہوئے ٹیکسی ڈرائیور تک اندازہ نہیں ہو سکا کہ کوئی شخص ننگے پاؤں اس کی ٹیکسی میں بیٹھا ہے میں ایلوس مور کے ساتھ پچھلی سیٹ پر ہی بیٹھا تھا اور ٹیکسی ڈرائیور کو ایلوس مور نے ایک پتا بتا دیا تھا چنانچہ ٹیکسی اشارت ہو کر چل پڑی میں خاموشی سے اطراف کا جائزہ لے رہا تھا ویسے ایلوس مور جس کیفیت میں نظر آ رہا تھا اور اس کے ساتھ جو واقعات پیش آئے تھے ان کے تحت عقل تو تسلیم نہیں کرتی تھی کہ اس وقت وہ اپنے اس محسن یعنی میرے ساتھ کوئی نازیبا سلوک کرے گا لیکن پھر بھی اپنے آپ کو ہوشیار رکھنا بہت ہی ضروری تھا ٹیکسی جس علاقے میں داخل ہوئی وہ بہت ہی گنجان تھا اور یہاں مکانات بھی پاس پاس بنے ہوئے تھے حالانکہ اسکارٹو میں نے یہ بات محسوس کی تھی کہ یہاں کا طرز تعمیر بھی بہت اچھا ہے اور اگر کبھی کسی زمانے میں قدیم عمارتیں ہوں گی تو وہ اب ختم کر کے ان کی جگہ نئے مکانات بنا دیے گئے تھے فلیٹوں

کی تعداد بھی بہت زیادہ تھی اور اسے ایک جدید ترین آبادی کہا جاسکتا تھا شہر کی سڑکیں چوڑی بازار زندگی سے بھرپور اور ہر چیز سے خوشحالی کا احساس ہوتا تھا۔ لیکن اس وقت ہم جس علاقے میں داخل ہوئے تھے اسے کسی قدر پس ماندہ علاقہ کہا جاسکتا تھا ایلیوس مور نے پتا نہیں کیوں اس علاقے کا انتخاب کیا تھا ہو سکتا ہے یہاں اس کے پاس کوئی جگہ موجود ہو پھر ہم ٹیکسی سے اتر گئے اور ایلیوس مور نے تقریباً سو قدم کا فاصلہ پیدل طے کیا اور اس کے بعد ایک چھوٹی سی گلی میں داخل ہو گیا۔ گلی کے بالکل درمیانی حصے میں رک کر اس نے سیڑھیاں طے کیں اور پھر ایک فلیٹ کے سامنے رک گیا۔ یہ فلیٹ چھوٹے چھوٹے تھے اور خاصے گندے بنے ہوئے تھے جس فلیٹ کے دروازے پر اس نے دستک دی تھی وہ چند منٹ کے بعد کھل گیا اور دہلی پتلی سی جسامت کا ایک شخص نظر آیا جس کا حلیہ خاصا خراب نظر آ رہا تھا ایلیوس نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

”ایمن میں ایلیوس مور ہوں۔“ جس شخص کو ایمن کے نام سے مخاطب کیا گیا تھا وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ایلیوس مور کو دیکھنے لگا پھر بولا۔

”کیا تم نے کسی فلم میں اداکاری شروع کر دی ہے آؤ اندر آ جاؤ یہ کون ہے؟“

”بکواس بند کیے بغیر دروازہ بند کر کے میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔“ ایلیوس مور نے کسی قدر سخت لہجے میں کہا اور ایمن نے اس کے حکم کی تعمیل کی ایک بڑا سا کمرہ تھا اور بس باقی اس میں کچھ بھی نہیں تھا جگہ جگہ گندے برتن شراب کی بوتلوں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے ایلیوس مور نے ایمن سے کہا۔

”تم باہر جا کر مرو۔ ہمیں رات کے قیام کے لیے یہ فلیٹ درکار ہے۔“

”تم دونوں تو مرد ہو پھر مجھے بھلا باہر بھگانے کی کیا ضرورت ہے یہیں کسی گوشے میں میں بھی پڑ جاؤں گا۔“

”تم نے سنا نہیں۔“

”خیر باہر گیلری میں موجود ہوں۔“

”چابیاں کہاں ہیں؟“ ایلیوس مور نے پوچھا۔

”یہاں کسی الماری میں تالا نہیں ہوتا۔“

”ایمن نے جواب دیا اور پھر دروازے کی جانب مڑتا ہوا بولا۔

”یہ سامنے والی گلی کے بائیں حصے میں میری قیام گاہ ہے اگر کوئی ضرورت ہو تو مجھے آواز دے لینا فاصلہ زیادہ نہیں ہے۔“ اس کے بعد وہ باہر نکل گیا تھا اب تک کے تمام ماحول کو میں نے حیران نگاہوں سے دیکھا تھا۔ ایلیوس مور نے کہا۔

”ایمن ایک سرکاری آدمی ہے ابھی تک ڈیوٹی دیتا ہے لیکن جو کام اس کے سپرد کیا گیا ہے وہ ایسا ہی ہے کہ اسے اس حلیے میں رہنا پڑتا ہے ویسے تمہیں تعجب ہو گا کہ اس کی دہری شخصیت ہے جب یہ ہوش و حواس میں ہوتا ہے اور اپنے گھر جاتا ہے تو وہاں موجود لوگ اس طرح مستعد ہو جاتے ہیں جیسے ان کے درمیان کوئی بھیڑ یا گھس آیا ہو تم نے ایسا لاگر بھیڑ یا کہیں نہیں دیکھا ہو گا میرے ہی مجھے کا آدمی ہے اور میرے ماتحتوں میں شمار ہوتا ہے لیکن انتہائی قابل اعتماد۔“

”کیا تم یہاں حلیہ تبدیل کر سکتے ہو۔“

”اس کا بندوبست رات کو تو نہیں ہو سکتا صبح کو ہو جائے گا ویسے مجھے یہاں اپنے کچھ لباس مل جائیں گے چونکہ بعض معاملات میں مجھے کبھی کبھی ان کی ضرورت پیش آتی رہتی ہے ویسے بھی ایمن میرا راز دار ہے اور اس نے کئی بار مجھے میری خوشنور بیوی سے بچایا ہے۔ تفصیلات جانے دو پہلی بات تو یہ کہ وہ میرے تصور میں خوشگوار نہیں ہے دوسری بات یہ کہ تمہارے لیے بے مقصد ثابت ہوگی۔“

”بعض تفصیلات کہے بغیر ہی علم میں آ جاتی ہیں مسٹر ایلیوس مور۔“ پھر ہم لوگوں نے اپنے لیے رات کے قیام کی جگہ بنائی اور اس کے بعد میں ایلیوس مور سے گفتگو کرنے لگا اس نے کہا۔

”اپنے بارے میں جس حد تک بھی بتانا چاہو بتا دینا اور جو بات نہ بتانے کی ہو میں اسے پوچھنے کے لیے کسی بھی صورت میں تم پر دباؤ نہیں ڈالوں گا اپنے بارے میں تو اتنا ہی کہہ سکتا ہوں اور زبانی ہی کہہ سکتا ہوں کہ برا آدمی نہیں ہوں جن حالات کا شکار ہونا پڑا ہے اور جس طرح تم نے مجھے وہاں سے نکال کر میری مدد کی ہے اس کے بعد تو تمہارا غلام بن گیا ہوں اور احسان مند بھی ہوں چنانچہ کوئی ایسا عمل نہیں کروں گا جس سے تمہیں نقصان ہو یا کوئی اور تکلیف پہنچے بے فکر رہنا۔“

”میں بے فکر ہوں میرے بارے میں فکر مت کرو مسٹر ایلیوس مور اتنا تو تمہیں بتا چکا

ہوں کہ مرآتعلق زیرز سے ہے اور مقامی حکومت نے زیرز سے اپنے کام کے سلسلے میں مدد طلب کی ہے جہاں تک معاملہ مسٹر فیڈرینو کا ہے تو ہم یہی چاہتے ہیں کہ مسٹر فیڈرینو بر سر اقتدار رہیں اور کیسہال جو اس مشکل کا شکار ہو گیا ہے ہمیں زندہ سلامت مل جائے مارشل ویڈن ہینڈون کے سلسلے میں جس قدر متردد ہے اس کے بارے میں بھی تمہیں معلوم ہوگا بس یوں سمجھ لو کہ یہ ایک الجھا ہوا معاملہ ہے اور مسٹر کیسہال اگر دستیاب ہو جاتے ہیں تو صورت حال بہتر ہو جائے گی باقی سارے معاملات مقامی حکومت کے ہیں۔ جنہیں نہ میں سمجھتا ہوں اور نہ سمجھنے کی خواہش رکھتا ہوں کیونکہ میرا تعلق اسکاٹو سے نہیں ہے۔“

”آہ اگر ایسی بات ہے تو تم یہ سمجھ لو کہ تم میرے لیے بڑی اہمیت کے حامل ہو مجھے اس مشکل سے نجات دلا کر تم نے بہت بڑا کام کیا ہے مگر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہئے؟“

”ہمارا اصل مسئلہ یہی ہے مائی ڈیز ایلیوس کہ ہمیں اب کیا کرنا چاہئے میرے ذہن میں اس سلسلے میں ایک تجویز ہے۔“

”کیا۔“ اس نے سوال کیا۔

”جو شخص تمہاری جگہ کام کر رہا ہے وہ ہمارے لیے بہت کارآمد ثابت ہوگا۔ تم انتہائی خاموشی سے اپنے گھر جاؤ اور اتنی ہی خاموشی سے اس شخص کو اپنے قبضے میں لے کر اس کی جگہ حاصل کر لو لیکن ظاہر یہ کرو کہ تم ایلیوس مور نہیں بلکہ وہی ہو جو باغیوں کا آلہ کار ہے اور ہینڈون کے لیے کام کر رہا ہے اس طرح تمہیں ہو سکتا ہے کوئی اتنی اہم بات معلوم ہو جائے جس سے ہم مسٹر کیسہال کا سراغ پا سکیں بہر حال یہ ساری باتیں اپنی جگہ میں ایلیوس مور سے یہ کام لے کر اپنے بھی بہت سے مفادات حاصل کر سکتا تھا۔ ایلیوس مور تو خوشی سے اچھل پڑا تھا اس نے تھیر آئیزنگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

”جب حکومت اسکاٹو نے زیرز کو اپنی مدد کے لیے طلب کیا ہے تو کم از کم اتنا تو میں جانتا ہوں کہ زیرز یقینی طور پر اس قدر طاقت ور ہوں گے کہ حکومت ان سے مدد لینے پر تل گئی بالکل ٹھیک ہے بالکل ہی مناسب ہے اور اس سے عمدہ تجویز کوئی اور نہیں ہو سکتی میں اپنی عمارت میرا مطلب اپنی رہائش گاہ پر پہنچ جاؤں تو یہ سمجھ لو کہ اس شخص کو قابو میں کرنا میرے لیے کوئی مشکل کام نہیں ہوگا دن کی روشنی میں یہ بھی اندازہ لگا سکوں گا میں کہ کون کون سے ایسے

نئے افراد موجود ہیں جو اب میری حیثیت سے کام کرنے والے کے مددگار ہیں یہ کام میں با آسانی کر سکتا ہوں اور اب جب کہ ہم نے اپنا یہ منصوبہ بدل دیا ہے اور یہ طریقہ کار اختیار کرنے کا فیصلہ کیا ہے تو میرا خیال ہے کہ اس میں ہمیں دیر نہیں کرنی چاہئے تاکہ کسی تبدیلی کا خطرہ پیدا ہو جائے میں فوری طور پر اس عمل کے لیے تیار ہوں اور مجھے اب اس شخص کی بھی ضرورت نہیں ہے اگر تم میرا ساتھ دو۔“

”کسی کی بات کر رہے ہو۔“

”ایمن اور اس کے اس فلیٹ کی۔“

”میرا خیال ہے خاموشی سے یہاں سے چل پڑو ایمن کر کچھ بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔“

”اور میرا حلیہ بھی یہی رہنا چاہئے کہا خیال ہے تمہارا۔“

”ٹھیک ہے۔“

”ویسے تم میرا ساتھ دو گے نا اس سلسلے میں۔“

”ہاں میں تمہارے ساتھ ہوں۔“ ایک بار پھر ہمیں سفر کرنا پڑا تھا لیکن اس بار ایلیوس نے اتنا کام کیا تھا کہ کسی نہ کسی طرح ایمن کے چھوٹے چھوٹے جوتے اپنے پیروں میں ڈال لیے تھے حالانکہ وہ جوتے اس کے پیروں میں تنگ تھے لیکن بہر حال کام اتنا چل گیا تھا کہ اس کے پیروں میں جوتے نظر آئیں اور اس کے بعد ہم خاموشی سے اس کمرے کا دروازہ بند کر کے باہر نکل آئے ایمن کو بالکل پتا نہیں تھا کہ اس کے مہمان واپس جا چکے ہیں نیچے آنے کے بعد کافی فاصلہ طے کیا گیا اور تب ٹیکسی ہمیں دوبارہ مل سکی اور اس ٹیکسی میں بیٹھ کر ایلیوس مور نے اپنی رہائش گاہ کا رخ کیا تھا اور جس جگہ ٹیکسی رکی وہ ایک شاندار جگہ تھی چھوٹے سا خوبصورت مکان جس کا لان بہت خوبصورت نظر آ رہا تھا ایلیوس نے آہستہ سے کہا۔

”مین گیٹ سے داخل ہونے کی بجائے آؤ میں تمہیں چور دروازے سے اندر لے جاتا ہوں یہ چور دروازہ خاص طور سے میں نے اپنے آنے جانے کے لیے بنوایا تھا کیونکہ کبھی کبھی اپنی بیوی سے چھپ کر مجھے نکلنا پڑتا ہے اور میری بیوی انتہائی خطرناک عورت ہے دروازہ بنانے کے دوران میں نے اسے ملک سے باہر بھیج دیا تھا اور وہ اس بات پر بہت خوش تھی کہ پہلی بار اسے میرے بغیر کہیں جانے کا موقع مل رہا ہے لیکن اس دوران میں نے جو کارروائی کی

وہ میرے لیے بہت شاندار اور کارآمد رہی اور میں آج تک اس پر فخر کرتا ہوں آؤ میں تمہیں دکھاؤں ایک انوکھا دروازہ۔“

”اور دروازہ واقعی انوکھا تھا بظاہر سپاٹ دیوار تھی لیکن اس دیوار میں کچھ ایسا امکنزم لگا ہوا تھا جسے دبانے سے ایک چھوٹا سا گول دروازہ نمودار ہو جاتا تھا اور اس دروازے کی دوسری جانب ایک راہداری اور راہداری کا اختتام عمارت کے بالکل اندرونی حصے میں ہوتا تھا اور یہاں پہنچنے کے بعد ایلوس مور آہستہ سے بولا۔

”وہ سامنے میری خواب گاہ نظر آرہی ہے پتا نہیں ویسے تو ساری باتیں ٹھیک ہوں گی لیکن جس شخص نے میری جگہ لی ہے اگر وہ میری جگہ کو برقرار رکھنے میں معاون ثابت ہو رہا ہے اور اسے کوئی دقت پیش نہیں آرہی تو اس کا مطلب ہے کہ میری بیوی سے وہ اچھی خاصی مارکھا چکا ہوگا۔ وہ اصل میں مارشل آرٹ کی ماہر ہے اور ایسا ہاتھ جھاڑتی ہے کہ انسان کم از کم پندرہ منٹ تک چکر کھاتا رہے بس یوں سمجھ لو کہ قدرت نے مجھ پر ایک عذاب نازل کیا ہے پتا نہیں میرا ہم شکل اس عذاب کو کیسے برداشت کر رہا ہے۔“ پھر ہم اس کمرے کے دروازے پر پہنچ گئے اندر مدہم روشنی پھیلی ہوئی تھی اور دروازے کے شیشوں سے مسہری پر سونے والے کو با آسانی دیکھا جاسکتا تھا ایلوس کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا اس نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

”یہ ہے وہ بد بخت شخص جس نے میری شخصیت پر قبضہ جمایا ہوا ہے۔“

”ایلوس اسے قابو میں کرنے کے بعد کیا ہمارے پاس ایسی کوئی جگہ موجود ہے جہاں ہم اسے اپنے قبضے میں رکھ سکیں۔“

”بالکل بے فکر ہو جس حال میں تم نے مجھے دیکھا ہے اب میں اس قدر معمولی حیثیت کا مالک بھی نہیں ہوں ویسے مجھے تعجب ہے کہ کسی کو اس پر شبہ نہیں ہو سکا لیکن خیر کوئی بات نہیں ہے تیار ہو۔“

”ہاں۔“ میں نے جواب دیا اور ایلوس نے ایک خاص طریقہ کار سے دروازے کو کھول لیا ویسے بھی دروازہ شاید اندر سے بند نہیں تھا چنانچہ ہم دونوں اندر داخل ہو گئے لیکن وہ شخص جس نے ایلوس کی جگہ لی ہوئی تھی غیر محتاط آدمی نہیں تھا۔ ہم نے اندر داخل ہوتے ہوئے ذرا برابر آہٹ نہیں ہونے دی تھی لیکن اس شخص کو احساس ہو گیا کہ کوئی گڑبڑ ہے وہ جاگا اور پھر اس نے انتہائی پھرتی سے تنکے کے نیچے ہاتھ ڈال کر پستول نکالا لیکن یہی تو وہ لمحات ہوتے ہیں

جب اگر انسان ہوشیاری سے کام لے لے تو کامیابی حاصل ہو جاتی ہے ورنہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے جیسے ہی میں نے محسوس کیا کہ سونے والا جاگا ہے تو میں نے ایک لمبی چھلانگ اس کے بستر پر لگا دی اور اس سے پہلے کہ وہ پستول کو استعمال کر سکے میں نے اس کی کلائی پر کرائے کا ایک ایسا ہاتھ مارا کہ اس کے حلق سے کراہ نکلی گئی دوسرے ہاتھ نے پستول اس کے ہاتھ سے نکال دیا تھا اور میں نے فوراً ہی یہ پستول اٹھا کر اس کی دہنی آنکھ پر رکھ دیا اور ایک بے رحمانہ دباؤ ڈالتے ہوئے غراتے ہوئے اس سے کہا۔

”اگر ذرا برابر آواز نکالی یا جنبش کی تو شاید مجھے ٹرانسگر دبانے کی ضرورت نہ پیش آئے اور پستول کی یہ نال میں تمہاری آنکھ کے ہی سوراخ میں نہ اتار دوں اس لیے پہلے اپنی زبان پر کنٹرول رکھو آواز باہر نہ نکلنے پائے اس کے بعد حواس قائم کرو۔“ آنکھ پر جو دباؤ پڑ رہا تھا اس سے اس نے یہ اندازہ لگا لیا کہ صورت حال اس کے حق میں بالکل خراب ہو گئی ہے اور اس کے لیے اذیتوں کے سوا اور کوئی باقی چیز نہیں رہی ہے ادھر ایلوس میری کارروائی سے مطمئن نظر آ رہا تھا اس نے پھرتی سے کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر دیا تھا اور یہ اس کی ذہانت کا ثبوت تھا میں نے اس شخص کی آنکھ پر دباؤ ہلکا کرتے ہوئے کہا۔

”اگر تمہیں ہوش آگیا ہے تو میں تمہیں چھوڑوں۔“ اس نے گردن ہلائی وہ بے حد خوفزدہ نظر آ رہا تھا ویسے میں یہ دیکھ چکا تھا کہ وہ ایلوس ہی کے میک اپ میں ہے اور یقینی طور پر اس کے چہرے پر بہترین میک اپ کیا گیا ہے اس کے بعد پستول میں نے اس کی آنکھ پر سے ہٹایا اور اسے گریبان سے پکڑ کر اٹھایا پھر مسہری سے نیچے اتار لایا۔

”مسٹر ایلوس تمہارا دوست تمہارے سامنے ہے ہمیں اس کی زندگی اور موت سے کوئی دلچسپی نہیں ہے کیونکہ ہم اس سے کچھ معلوم نہیں کرنا چاہتے۔“

”بے شک۔“

”چنانچہ سب سے پہلے اس کی آرام گاہ کا بندوبست کرو۔“ میں نے کہا اور اس کے ساتھ ہی میں نے اس کے سر کی پشت پر ایک ضرب لگا دی اس کے دونوں ہاتھ فضا میں پھیلے لیکن دوسری ضرب نے اسے ہوش و حواس سے بیگانہ کر دیا میں نے اسے زمین پر گرنے سے بچایا تھا اور احتیاط کے ساتھ نیچے لیٹا دیا تھا۔ شپ خوابی کے لباس میں ملبوس تھا اور اس وقت اس کے پاس کوئی اور چیز نہیں تھی تب میں نے ایلوس سے کہا۔

”اصولی طور ہر ہم اس پر تشدد کر کے یہ معلوم کر سکتے تھے کہ یہاں اس نے کس حد تک نیچے گاڑے ہوئے ہیں اور اس کے ساتھی کون کون اور کہاں کہاں ہیں لیکن یہ رسک ہو جاتا ایلوں ہو سکتا ہے یہ کسی طریقے سے ان لوگوں کو اپنی جانب متوجہ کر لیتا اور ہمیں مشکلات کا سامنا کرنا پڑ جاتا۔“

”بالکل ٹھیک کہتے ہو اس کی پرواہ مت کرو کل دن کی روشنی میں یہ دیکھ لوں گا کہ یہاں کی صورت حال کیا ہے؟ کون سا چہرہ نیا ہے اور کون سا پرانا بلکہ کل ایک باقاعدہ گیم کھیلا جائے گا اور اس شخص کے ساتھیوں کے بارے میں معلومات حاصل کی جائیں گی۔“

”ٹھیک ہے اب مجھے بتاؤ وہ تہہ خانہ کون سا ہے جہاں اسے رکھا جاسکتا ہے۔“

”آؤ میرے ساتھ۔“ اس نے کہا اور اپنی خواب گاہ کے ایک گوشے کی جانب بڑھ گیا سفید رنگ کی ایک خوبصورت الماری نظر آرہی تھی اس نے الماری کے ایک حصے کو دبایا ویسے تو یہ وزنی الماری شاید چار آدمی بھی مل کر نہ سرکا سکتے لیکن جو جگہ اس نے دبائی تھی وہ غالباً کوئی لیور تھا جسے دبانے سے الماری خود بخود دو فٹ آگے سرک آئی اور پیچھے سے اندر جانے کا راستہ بن گیا دیوار سپاٹ تھی لیکن نیچے ایک گہرا غلاف نظر آ رہا تھا اور یہ غلاف ایسا تھا کہ اس میں آسانی سے اتر آجاسکے بڑے اچھے میکنزم کے ساتھ یہ جگہ بنائی گئی تھی ہم نے نفلی ایلوں کو گھسیٹا اور اسے اس خلا تک لے آئے پھر اس کے بعد ایلوں مور نے نیچے تک میری رہنمائی کی تھی تہہ خانہ زیادہ گہرائی میں نہیں تھا اور بہت بڑا بھی نہیں صاف شفاف ستھرا..... جگہ ایسی بنائی گئی تھی کہ گھٹن کا گزرنہ ہو صرف ایک بستر تھا اس کے علاوہ اور کوئی چیز موجود نہیں تھی ایلوں نے کہا۔

”یہ جگہ ہے اور اس کے بارے میں مرے علاوہ کسی اور کو کچھ معلوم نہیں اور یہ بھی اندازہ ہے مجھے کہ میرے غیر موجودگی میں کوئی اس تہ خانے کو دریافت نہیں کوسکا ہے۔“

”اب رسی اور ایسا کپڑا لے آؤ جس سے ہم اسے باندھ کر یہاں ڈال دیں کیونکہ اب ایک دو گھنٹے سے پہلے تو یہ ہوش میں نہیں آئے گا۔“

”اگر ہم یہ رات جاگ کر گزار لیں تو کیا حرج ہے۔ ہوش میں آنے کے بعد اس سے کچھ سوالات کریں گے۔“

”ایلوں میرا خیال ہے اسے یہاں قید کرنے کے بعد ہمیں سوالات وغیرہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کل صورت حال کو دیکھ لیا جائے گا بلکہ کیا خیال ہے اگر میں اس کے

ساتھ رہوں تو۔“

”نہیں تمہیں تو یہاں تکلیف ہوگی۔“

”بظاہر تو کوئی ایسی صورت حال نظر نہیں آرہی۔“

”ہوں میرے دوست کہ تم میرے ساتھ ہی رہو کم از کم اس وقت تک جب تک

صورت حال کی کوئی مناسب وضاحت نہ ہو جائے۔“

”میں تمہارے ساتھ ہوں ایلوں لیکن مجھے یہاں کسی حیثیت سے رکھو گے۔“

”اس کی فکر مت کرو میرے دوست اکثر یہاں آتے جاتے رہتے ہیں تم میرے

دوست کی حیثیت سے یہاں قیام کر سکتے ہو۔“ میں نے کچھ لمحے سوچا کہ تہہ خانے میں وقت گزارنا بے حد مشکل کام تھا حالانکہ نفلی ایلوں کو زمین پر ڈالنے کے بعد میں آرام سے مسہری پر سو سکتا تھا اور اس وقت مجھے کسی اور شے کی ضرورت بھی نہیں تھی لیکن پھر بھی میں نے ایلوں کے ساتھ ہی آنا مناسب سمجھا ایلوں مجھے اپنے کمرے میں لے گیا تھا وہ ایک عجیب سی وحشت کا شکار نظر آ رہا تھا پھر اس نے کہا۔

”برابر کا کمرہ میری بیوی کا ہے لیکن وہ تاریک پڑا ہوا ہے جب کہ میں تمہیں بتا دوں

کہ وہ کم بخت روشنی جلا کر سونے کی عادی ہے۔“

”مطلب۔“

”مطلب یہ کہ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے وہ وہاں ہے ہی نہیں۔“

”تم یوں کرو ایلوں کہ اپنا حلیہ درست کر کے شب خوابی کا دوسرا لباس پہن لو تا کہ کوئی

تم پر شبہ نہ کر سکے اور اس کے بعد اس کمرے کی تلاشی لے ڈالو ممکن ہے کوئی ایسا ٹرانسمیٹر وغیرہ موجود ہو جس پر وہ لوگ اپنے ساتھی سے رابطہ قائم کرتے ہوں جو تمہارے میک اپ میں ہے۔“

”بالکل ٹھیک کہتے ہو۔“ اس کے بعد ایلوں نے ایک گھنٹہ صرف کیا تھا اور پھر وہ اپنی

اصلی شکل میں آ گیا تھا اب تک جو کچھ اس پر بتی تھی وہ ایک الگ بات تھی لیکن اب اپنے گھر

میں آنے کے بعد اور آزادی محسوس کرنے کے بعد اس کی شخصیت میں ایک عجیب سی تیزی اور

چستی پیدا ہو گئی تھی اس کے بعد وہ پورے کمرے کی تلاشی لیتا رہا پھر اس کے بعد اس نے کہا۔

”نہیں کوئی خاص انتظام نہیں کیا گیا اب گھر میں مین ملازم ہیں ایک ڈرائیور دو اور ان

فمنس نے ان لوگوں کو شبہ نہیں ہونے دیا اور ان لوگوں کو میری اس بدلی کیفیت میں کوئی شبہ نہیں ہو سکا ہے میں پوری طرح اندازہ لگا چکا ہوں لیکن اس کے باوجود اگر تم چاہو تو امونیا سے ان کے چہرے دھوا کر دیکھ لو کہ اس کے چہرے پر میک اپ ہے یا نہیں۔“

”ٹھیک ہے پہلے یہ کام کر لیتے ہیں پھر اس کے بعد کچھ اور سوچیں ہیں۔“ ایلیوس بولا

ملازموں کو ہم نے جس عمل سے گزرا اس پر وہ سخت حیران تھے اس کے بعد ایلیوس سوالات کرتا رہا اس نے یہاں آنے جانے والوں کے بارے میں پوچھا اور ملازم اسے جواب دیتے رہے ایلیوس نے آخر میں مجھے یہ بات بتائی۔

”بیگم صاحبہ تو گئی ہوئی ہیں اور تقریباً پندرہ روز کا پروگرام بنا کر گئی ہیں یعنی جو بھی صورت حال ان کے اور نقلی ایلیوس کے درمیان طے ہوئی ہو اس کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم لیکن اس نے یہاں اپنے قیام کے لیے ایک بہتر طریقہ کار اختیار کیا اور کم بخت کتنا خوش نصیب ہے ورنہ اس سے پہلے میری لاکھ کوششوں کے باوجود منحوس عورت کبھی پندرہ دن کے لیے اپنے والدین سے ملنے نہیں گئی اصل میں اس کے والدین ایک دوسرے شہر میں رہتے ہیں۔“

”چلو یہ اچھا ہے ہمیں کام کرنے کے لیے کچھ وقت مل جائے گا۔“

”اب یہ بتاؤ کہ کیا کریں کس طرح اس بارے میں مزید معلومات حاصل کریں۔“

”آؤ اب اس سے ملاقات کرتے ہیں۔“ پھر نقلی ایلیوس سے ہم نے ملاقات کی اس کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے منہ میں کپڑا پھنسا ہوا تھا وہ غالباً اس دوران اپنی کیفیت پر اچھی طرح غور کر چکا تھا اس نے اصلی ایلیوس کو دیکھا اور اس کی آنکھیں بند ہو گئیں ایلیوس اس کے قریب پہنچا اور اس نے اس کے بال کھینچتے ہوئے کہا۔

”آنکھیں بند کر لینے سے بلی نہیں بھاگ جاتی دوست اب اگر تم زندگی چاہتے ہو تو اپنے بارے میں تمام تفصیلات بتاؤ ورنہ اس کے بعد تمہارے ساتھ جو کچھ بھی ہوگا۔ تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔“ مجھے خود بھی واقعی اس کا احساس نہیں تھا کہ ایلیوس اندرونی طور پر اتنا خطرناک نکلے گا۔ اس نے اس شخص سے حقیقتیں اگلوانے کے لیے ایک خاص طریقہ کار اختیار کیا تھا مجھے اندازہ بھی نہیں تھا کہ اس کے گاؤں کی جیب میں کوئی ایسی چیز موجود ہے یہ ایک چپٹی سی شیشی تھی جس پر سائیفن لگا ہوا تھا اور پتا نہیں اس کے اندر جو سیال موجود تھا وہ تیزاب

کا جائزہ لینا ہے کہ ان میں سے کوئی اس کا آدمی تو نہیں ہے۔“

”مگر یہ کام تو دن ہی میں ہو سکتا ہے۔“

”بالکل بالکل اس کا جائزہ لینا پڑے گا ہمیں..... اس وقت تک اس شخص کو اس کی جگہ ہی رہنے دیا جائے۔“ پھر ایلیوس نے کہا۔

”بہتر ہوگا میرے دوست کہ اب تھوڑی دیر آرام کر لو میں نہیں چاہتا کہ تم بھی تھکن شکار ہو کر بیمار ہو جاؤ چنانچے میں بھی سو جاتا ہوں تم بھی سو جاؤ۔“

”میرے لیے جگہ بتاؤ۔“

”تمہارے لیے جگہ میرے دل میں ہے تم اس مسہری پر آرام سے سو جاؤ میں اپنے لیے دوسری جگہ تلاش کیے لیتا ہوں بلکہ تھوڑا سا جائزہ بھی لے لوں کہ میری بیگم صاحبہ کہاں ہیں۔“

”اب اگر تم اس حالت میں ان کے پاس پہنچ بھی گئے تو وہ شبہ نہیں کر سکیں گی۔“ ہم نے کہا اور ایلیوس مسکراتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا میں مسہری پر لیٹ گیا تھا اور اس کے بلے میں نے اپنے ذہن کو آزاد چھوڑ دیا اس وقت سو جانا ہی مناسب تھا کیونکہ ذہنی ورزش تو ابھی کافی کرنی تھی ویسے اس دوران مجھے ایک دوبارہ ریم کا خیال بھی آیا تھا لیکن ان جذباتی باتوں حماقت کا درجہ دینے کے سوا اور کوئی کام نہیں تھا ریم اپنے طور پر مصروف ہوگی ہمارے درمیان کوئی ایسا رشتہ موجود نہیں تھا جسے جذباتی رشتہ کہا جاسکے چنانچے ریم کو نظر انداز کر دینا مناسب تھا ویسے بھی وہ اپنے طور پر کام کر رہی تھی اور میں اپنے طور پر دیکھیں کون کامیابی۔ زیادہ قریب پہنچتا ہے پھر نجانے کس وقت نیند آگئی تھی اور اس کے بعد مجھے ایلیوس نے جھنجھوڑ کر اٹھایا تھا۔

”معاف کرنا میرے دوست وقت کافی ہو گیا ہے مجھے یقین ہے سب سے پہلے تمہارا ناشتہ کی ضرورت ہوگی اور میں بہت دیر انتظار کر چکا ہوں ناشتا بالکل تیار ہے آؤ پہلے ناشتہ لیں اس کے بعد کام شروع کرتے ہیں۔“

”ناشتہ کرتے ہوئے میں نے اس سے کہا۔“

”ملازموں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔؟“

”جہاں تک میرا اپنا اندازہ ہے وہ تینوں وہی ہیں جو میرے ملازم تھے یقینی طور پر

دیا۔ یہ کام اس نے مجھ سے پوچھے بغیر کر ڈالا تھا۔ وہ شخص پھر دھاڑا اور زمین پر اس کے تڑپنے کا انداز عجیب و غریب تھا وہ بہت دیر تک اس طرح تڑپتا رہا جس سے اس کی شدید اذیت کا محسوس ہوتا تھا میں ایلوس کی شخصیت پر غور کر رہا تھا پھر چند لمحات کے بعد وہ سرد ہو گیا تو ایلوس نے کہا۔

”میں اسے ٹھکانے لگانے کے بعد آتا ہوں تم اوپر جانا چاہو تو جاؤ ہم اس کے بعد اس کی بتائی ہوئی باتوں کی روشنی میں یہ فیصلہ کریں گے کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہئے۔“ اس شخص کے ساتھ جو کچھ ہوا تھا وہ میرے لیے بڑا تکلیف دہ تھا لیکن بہر حال ایلوس بھی ان کے قبضے میں رہا تھا۔ ہاں یہ ایک نیا انکشاف تھا مجھ پر کہ ایلوس اس قدر بے رحم آدمی ہے جب وہ میرے پاس واپس پہنچا تو خاصا نارل نظر آ رہا تھا۔ اس نے کہا۔

”اور میں اپنی بیوی کو کئی بار یہ وارننگ دے چکا ہوں کہ حد کے اندر رہے حد سے آگے بڑھنے کی کوشش کی تو ایک دن میں اس کے ساتھ یہی سلوک کروں گا تم یقین کرو میرے لیے ایک لاش کو ٹھکانے لگا دینا کوئی مشکل کام نہیں ہے وہ کم بخت کی بچی مجھے زندگی بھر تنگ کرتی رہی ہے اور اب میں اس سے تنگ آ گیا ہوں۔“

”تو کیا یہ محلول تم نے اس کے لیے حاصل کیا تھا؟“

”نہیں یہ ایک سرکاری راز ہے اور افسوس میں تمہیں بتانا پسند نہیں کروں گا لیکن اس کا طریقہ تم نے دیکھ لیا یہ واقعی خوفناک چیز ہے جو کسی بھی شخص کو زبان کھولنے پر مجبور کر سکتی ہے اور ضرورت پڑنے پر اس سے زیادہ شاندار ہتھیار ہمارے پاس کوئی اور نہیں ہو سکتا۔“ ایلوس کا معاملہ جہاں تک میرے ذہن میں تھا کہ اس سے مجھے معلومات بھی حاصل ہوئی تھیں اور ایک ساتھی بھی حاصل ہو گیا تھا لیکن ہینڈون کے وہ چار ٹھکانے ابھی تک میرے علم میں تھے اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ سب سے پہلا کام یہ کروں کہ ہینڈون کی صحیح رہائش گاہ کا پتہ لگاؤں البتہ نقلی ایلوس مور نے ہمیں جو مخصوص جگہ بتائی تھی وہ ان چار ٹھکانوں سے بالکل مختلف تھی میری اور ایلوس مور کی اس سلسلے میں خاصی بحث ہوئی ایلوس کہنے لگا۔

”ہو سکتا ہے کہ اس بد بخت نے ہمیں مس گائیڈ کرنے کی کوشش کی ہو چونکہ ایسی جگہ کے بارے میں ابھی تک میرے علم میں کوئی بات نہیں ہے۔“

”لیکن کیا ایسی کوئی جگہ موجود ہے؟“

تھا یا کوئی اور چیز ایلوس نے سب سے پہلے اس کی مشق اس کے بازو پر کی تھی۔ شب خوابی کا لباس جو ایلوس کا اپنا ہی تھا ایک لمبے کے اندر گل گیا اور اس شخص کے بازو سے ہلکا ہلکا دھواں اٹھنے لگا وہ اس بری طرح دہانے لگا تھا جیسے اس کی گردن پر چھری پھیر دی گئی ہو لیکن میں نے بھی جو کچھ دیکھا تھا وہ بھی لرزادینے والی چیز تھی وہ جگہ جہاں ایلوس نے اسپرے کیا تھا پہلے تو جلی تھی پھر اس کے بعد وہاں کا گوشت اپنی جگہ چھوڑتا چلا گیا تھا اور غالباً سوراخ ہڈی تک پہنچ گیا تھا خدا کی پناہ یہ تیزاب نہیں ہو سکتا بلکہ کوئی ایسی ہی بھیا تک چیز تھی جسے استعمال کرنے سے یہ سب کچھ ہو سکتا تھا۔ ایلوس نے کہا۔

”میں اگر اسے دیوار پر اسپرے کروں تو دیوار میں دس منٹ کے اندر اندر آ پار سوراخ ہو جائے گا۔ یہ ایک عجیب و غریب ایجاد ہے جو خصوصی طور پر ہمیں ایک خاص مقصد کے لیے دی گئی تھی۔“ ایلوس اس وقت مجھے بہت پر اسرار نظر آیا لیکن وہ شخص جو شدید اذیت کا شکار ہو گیا تھا اب خوفناک کرب کے عالم میں تھا۔

”ہاں اب سب سے پہلی بات یہ بتاؤ کہ تمہیں یہاں کس نے بھیجا تھا اور میری حیثیت میں رہ کر تم کیا کیا کچھ کر چکے ہو دیکھو ایک بات ذہن میں رکھنا اگر ایک لفظ بھی غلط نکلا تمہارے منہ سے تو میں تمہیں۔“

”سانتا مارگو، سانتا مارگو میں سانتا مارگو کا ساتھی ہوں اور اسکا رٹو ہوں اور اسکا رٹو کے لیے کام کر رہا ہوں ایلوس کے بارے میں مجھے تمام تر معلومات فراہم کرنے کی ہدایت کی گئی تھی اور ایلوس کو اغواء کر کے ان لوگوں نے اپنے قبضے میں کر لیا تھا میں نے بہت سے کاغذات کی نقول جو ایلوس کی تحویل میں ہیں ان تک پہنچا دی ہیں اور اب دو یا تین دن کے اندر اندر مجھے واپس بلایا جانے والا تھا۔“ اس شخص نے اپنی تکلیف سے مجبور ہو کر اور اس خوفناک اسپرے کی شیشی کو دیکھ کر وہ تمام باتیں اگل دی تھیں جو ضروری تھیں تب ایلوس نے مجھے دیکھا اور بولا۔

”اب اس شخص کے بارے میں بتاؤ۔“

”ہم ابھی اس بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے۔“

”مگر میں فیصلہ کر سکتا ہوں۔“ ایلوس نے کہا۔

”مثلاً۔ میں نے کہا اور ایلوس نے اس کے دل کے مقام پر خوفناک سیال اسپرے کر

اس تمام کارروائی کے دوران ایلیوس مور مجھے ایسی شخصیت ملی تھی جس کے بارے میں اپنے طور پر اطمینان بخش انداز میں کہہ سکتا تھا کہ اس کا رٹو میں وہ میرے لیے سب سے زیادہ کار آمد ہے اور ممکن ہے کہ آئندہ بھی یہی شخص سب سے زیادہ کار آمد ثابت ہو۔ ایلیوس مور کی رہائش گاہ بھی اطمینان بخش تھی اور اپنے طور پر اس نے ان تینوں ملازموں کو میرے بارے میں اچھی طرح سمجھا دیا تھا، ایک ملازم جو کارڈ رائٹر تھا وہ اس کے ساتھ ہی چلا گیا تھا باقی دو افراد نے مجھے اپنی خدمات پیش کر دی تھیں۔ میں نے یہ دن پرسکون رہ کر ہی گزارا۔ شام کو ساڑھے پانچ بجے ایلیوس مور وہاں پہنچ گیا۔ وہ خاصا پریشان اور مضطرب نظر آتا تھا، اس نے کہا۔ ”بس انہوں نے اتنا احسان کیا ہے مجھ پر کہ ان فائلوں کی مائیکروفلمیں بنالی ہیں۔“ ایک خاص قسم کا پاؤڈر جو مائیکروفلم بنانے کے لیے ہوتا ہے وہ اس قسم کے کاغذات پر پایا گیا ہے لیکن وہ سب کے سب محفوظ ہیں۔ میں نے آج صرف یہ کام کیا ہے کہ ان کی جگہ بدل دی ہے لیکن بہر حال ان کاغذات کا علم انہیں ہو جانا ہمارے لیے جس قدر نقصان دہ ہے مجھے اس کا احساس ہے۔ اب یہ ضروری ہے کہ میں بھی اپنی عزت بچانے کے لیے زندگی کی بازی لگا کر کام کروں۔ مائی ڈیئر مسٹر وائش منصور آپ کی مجھے اس سلسلے میں قدم قدم پر ضرورت پیش آئے گی ویسے بھی آپ اس سلسلے میں کام کر رہے ہیں۔

”ہاں اب یہ بتاؤ اس ٹھکانے کے سلسلے میں تم نے معلومات حاصل کرنے کے لیے کیا کیا؟“

”کل کا دن میں بہ آسانی اس کام میں گزار سکتا ہوں۔ آج کا دن تو نکل ہی گیا۔“ اور

”ہاں اسے تلاش کیا جاسکتا ہے۔“
 ”اور کیا تم اس تلاش میں میری مدد کر سکتے ہو؟“
 ”تمہارے لیے میں زندگی تک دے سکتا ہوں میرے دوست تم میرے دل میں اپنا مقام نہیں سمجھ سکتے۔“

”ہوں ٹھیک ہے لیکن مائی ڈیئر ہمیں اس ٹھکانے کے بارے میں معلوم کرنا ہے۔“
 ”اور اگر تم یہ سوچتے ہو کہ میں تمہارا ساتھ چھوڑ دوں گا اور تمہیں تنہائی کام کا موقع دوں گا تو ایسی کوئی بات نہیں ہے میں آج کا دن تھوڑی دیر اپنے افس میں گزاروں یہ معلوم کر لوں کہ اس شخص کم بخت نے کون کون سے میرے کاغذات کی نقول اس تک پہنچا دی ہیں اور کون سے کاغذات غائب کر دیئے ہیں بس اتنا معلوم ہونے کے بعد میں اپنے آپ کو آزاد محسوس کروں گا اور اگر میں نے یہ محسوس کیا کہ کچھ ایسے کاغذات وہاں سے غائب ہیں جن کی گمشدگی میرے لیے موت کا باعث بن سکتی ہے تو پھر مجبوری ہوگی ہم تم دونوں ہی گم ہو جائیں گے چونکہ مجھے اپنے آپ کو پوشیدہ رکھنا ہوگا۔“ میں نے ایلیوس مور کی بات سن کر کہا۔
 ”اس کی لاش کا کیا کیا؟“

”اس کی لاش میں نے ایسی جگہ پہنچا دی ہے جہاں سے وہ اسی وقت دریافت ہوگی جب پورے شہر کی ڈرنیج کی جائے گی اور سال میں ایک بار ایسا ہوتا ہے لیکن ابھی اس کام کے لیے بھی آٹھ ماہ پڑے ہوئے ہیں اور آٹھ ماہ میں صرف انہیں ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ دریافت ہوگا جو پانی کے ساتھ بہتا ہوا بہت دور نکل جائے گا۔“

”اس کا مطلب ہے تم نے اسے کسی گٹر لائن میں اتار دیا ہے۔“
 ”اس کے علاوہ کوئی اور چار کار ہی نہیں تھا اور وہی اس بد بخت کے لیے بہتر جگہ تھی جس نے مجھے اس قدر اذیتوں میں مبتلا رکھا ہے۔“ ایلیوس مور نے جواب دیا اور میں نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر ایلیوس مور کے بارے میں سوچنے لگا۔“



پھر یہ رات ہم لوگوں نے مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے ہوئے گزاری۔ ریتیم اپنے طور پر کام کر رہی تھی اور یقینی طور پر اسے کوئی ایسا اشارہ یا کامیابی حاصل نہیں ہو سکی تھی جس کی اطلاع دینے کے لیے وہ مجبور ہو جاتی چنانچہ اس نے مجھ سے رابطہ قائم نہیں کیا تھا۔ میں نے بھی یہ طے کر رکھا تھا کہ کام کی بات ہوئی تب ہی ریتیم سے رابطہ قائم کرنا مناسب ہوگا۔ ورنہ وہ سر لگنے کی کوشش کرے گی۔ چنانچہ میں نے خاموشی اختیار کیے رکھی تھی۔ بہر حال دوسرے دن ایلیوس نے جس طرح بھی اپنا کام کیا ہو مجھے اس بارے میں نہیں معلوم لیکن وہ نکل گیا تھا پھر اس نے مجھے فون کیا تھا۔

”میں تمہیں ایک ریسٹورنٹ کا نام بتا رہا ہوں اس کے قریب میں تمہارا انتظار کروں گا اور شاید تمہیں کام کی کچھ باتیں بتا سکوں گا۔ اب سے ایک گھنٹے کے بعد مجھ سے مل لو۔“ میں ٹھیک ایک گھنٹے کے بعد اس ریسٹورنٹ کو تلاش کرتا ہوا وہاں پہنچ گیا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ میرے سامنے تھا۔

”ہاں‘ اب بتاؤ کیا صورتحال معلوم کی تم نے؟“

”وہ کام ہوا ہے دوست جس کے لیے میں بس یہی کہہ سکتا ہوں کہ یہ صرف تمہاری برکت ہے‘ میرا خیال ہے میں نے ہینڈون کے بارے میں ایک ایسی جگہ کا پتا لگایا ہے جہاں بڑے کام کی باتیں ہو سکتی ہیں۔“

”مثلاً۔“

”مثلاً ایک اور نام علم میں آیا ہے جو اس وقت ہینڈون کا دست راست ہے۔ ہم لوگ بھول کر بھی نہیں سوچ سکتے تھے کہ ایسی کوئی شخصیت ہینڈون کے ساتھ کام کر رہی ہوگی۔“

”کون ہے وہ؟“

”تم شاید اسے نہیں جانتے ہو اس کا نام مائیک بورن ہے اور ہینڈون اس وقت جس جگہ موجود ہے وہ مائیک بورن کی رہائش گاہ ہی ہے مگر مائیک بورن کے بارے میں تمہیں یہ بتا دوں کہ مقامی حکومت کا بہت اہم آدمی سمجھا جاتا ہے۔“

”ہاں‘ یہاں اصل میں یہ بات خاص طور سے محسوس کی جا رہی ہے کہ بے شمار افراد جو باغیوں کے ساتھ شامل ہیں وہ حکومت کے اہم ستونوں میں سے ہیں۔ بس یہی چیز ابھی تک پریشان کیے ہوئے ہے ورنہ باقی سب کچھ تو ٹھیک ٹھاک ہے۔“

”تو اب پھر تمہارا کیا پروگرام ہے اس سلسلے میں؟“

”میرا خیال ہے کہ ہم ہینڈون پر ہاتھ ڈالیں‘ ہو سکتا ہے کہ ہینڈون اگر ہمارے قبضے میں آجائے تو خود بخود مسٹر کیسھال کا پتا معلوم ہو جائے۔“

”ٹھیک ہے‘ میں تمہارے ساتھ ہوں۔“

”ویسے ایک بات میں تمہیں بتاؤں میں تنہا ہی وہاں جاؤں گا‘ یہ ضروری ہے۔“

”ارے کیوں‘ کیا تم مجھے کسی طور کنزور سمجھتے ہو۔ دیکھو ایک بار میں بے شک ان کے قبضے میں آ گیا تھا لیکن اب یہ سمجھ لو کہ میں دوبارہ ان کے جال میں نہیں پھنسوں گا۔ میں تمہیں مکمل طور سے مدد دوں گا اور میں سمجھتا ہوں کہ میرے پاس جو معلومات موجود ہیں وہ بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔“

”میری جان تم نے مجھ سے کہا ہے کہ تم اسکاٹو میں مقامی حکومت کے وفادار ہو اور زیر ز سے تعلق قائم کر کے تم نے صرف یہ چاہا ہے کہ مارشل ویڈن اور فیڈرینو اس سلسلے میں اپنا اقتدار قائم رکھیں تو پھر یہ ضروری ہے کہ چند باتیں میری بھی مان لو۔“ اس نے پر خیال انداز میں رخسار کھجاتے ہوئے کہا۔

”اگر تم اتنا ہی ضروری سمجھتے ہو تو خیر تمہاری مرضی میں واقعی تمہیں مجبور نہیں کروں گا۔ بعض معاملات ایسے ہوتے ہیں جن میں یہ مجبوریاں سامنے رکھی جاتی ہیں۔“

”مجھے اس بارے میں تفصیلات بتاؤ۔“

”علاقے تک میں تمہیں پہنچا دوں گا۔ وہ ایک تین منزلہ عمارت ہے۔ اصل میں ان لوگوں نے ایک مخصوص طریقہ کار رکھا ہے یعنی ویسے تو وہ یہاں انتہائی صاحب حیثیت ہیں اور ظاہر ہے جب اس قسم کے مشن چلائے جاتے ہیں تو مالی طور پر بڑا پاورفل ہونا ضروری ہے لیکن ان لوگوں نے یہ طریقہ کار رکھا ہے کہ خودعوام میں گھسے رہیں اور کام کریں‘ تو میں تم سے کہہ رہا تھا کہ ایک انتہائی معروف جگہ ایک تین منزلہ عمارت ہے۔ اس عمارت میں مختلف قسم کے دفاتر ہیں‘ دوسری منزل پر بھی دفاتر ہیں اور تیسری منزل پر بھی انہوں نے تیسری منزل کو بری طرح گھیر رکھا ہے اور ایک بات میں تمہیں بتاؤں کہ وہاں پر حفاظت کا انتہائی معقول انتظام ہے۔“

”اس کا تمہیں کیسے پتا چلا مائی ڈیز ایلیوس مور۔“

”میں نے بڑی گہری نگاہوں سے وہاں کا جائزہ لیا ہے۔ عمارت کی تیسری منزل پر تو

منزل پر پہنچا رات کا یہ وقت دفاتر کے بند ہونے کا وقت تھا لیکن کچھ دفاتر میں اب بھی روشنی تھی غالباً کچھ لوگ خصوصی کاموں میں مصروف تھے۔ میں نے اس بات کو بھی محسوس کیا اور بڑی اچھی طرح سامنے والا راستہ استعمال کرتے ہوئے اوپر چڑھنے لگا۔ راستہ بالکل دشوار گزار نہیں تھا۔ عمارت کے عقبی طرف بھی لوہے کی سیڑھیاں لگی ہوئی تھیں جنہیں ایبرجنسی میں استعمال کیا جاسکتا تھا۔ بہر حال میں تھوڑا سا آگے بڑھا اور پھر میں نے یہی سیڑھیاں استعمال کرنا مناسب سمجھا اول تو یہ کہ یہ سیڑھیاں عمارت کے عقبی حصے میں تھیں اور عقبی حصے میں جوگلی تھی وہ خاصی تپتی تھی، بہر حال سیڑھیاں پہلی منزل کے بعد دوسری منزل تک پہنچ کر ختم ہو گئیں اور اس کے بعد مجھے پھر زینوں کی ہی جانب سفر کرنا پڑا یہاں تک کہ جب میں تیسری منزل کے قریب پہنچا تو یہ پوری منزل ان لوگوں کے قبضے میں تھی اس لیے رات کے حصے میں انہوں نے دروازہ بند کر لیا تھا لیکن پھر میں نے اس کے لیے بھی ایک طریقہ کار دریافت کر لیا۔ دوسری منزل کی بالکنی کو میں نے بغور دیکھا تھا اگر نیچے اتر کر اس دوسری منزل تک پہنچا جائے اور پھر وہاں سے اس لوہے کے زینے کے ذریعے تیسری منزل کا راستہ اختیار کیا جائے تو بہ آسانی وہاں تک پہنچا جاسکتا تھا۔ جبکہ سامنے کے دروازے سے یہ راستہ کھلے ہوئے ملنا ممکن نہیں تھا۔ چنانچہ میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس جگہ پہنچا اور پھر وہاں سے اپنی پسند کے مطابق اس پتلی سی راہداری میں اتر گیا جو آگے چل کر چوڑی راہداری میں تبدیل ہو جاتی تھی یہاں تیسری منزل کا ایک راستہ موجود تھا، بہر حال میں وہاں پہنچ گیا اور ایک جگہ کھڑے ہو کر آٹھیس سننے کی کوشش کرنے لگا۔ ہو سکتا ہے یہاں باقاعدہ پہرے کا بندوبست ہو۔ چنانچہ صورتحال کا جائزہ لینا بڑا ضروری تھا اور میرا اندازہ بالکل درست نکلا یہاں اس راہداری میں بے شک تاریکی چھائی ہوئی تھی لیکن تاروں کی مدد مدام روشنی نے اسے تھوڑا بہت نمایاں کر رکھا تھا اور میں نے ایک لمحے کے اندر محسوس کر لیا تھا کہ وہاں پہرے کا معقول بندوبست ہے، دو محافظ ٹپکتے ہوئے میری جانب آرہے تھے اور ان دونوں کے کاندھوں سے رائفلیں لٹکی ہوئی تھیں، میں جس جگہ کھڑا ہوا تھا وہ ایسی نہیں تھی کہ وہاں میں اپنے آپ کو مکمل طور سے محفوظ سمجھ سکوں، دیوار سے چپک کر کھڑا ہو جانا ایک الگ بات ہے۔ لیکن قریب پہنچنے کے بعد کوئی بھی اس سیاہ دھبے کو بہ آسانی محسوس کر سکتا تھا جو اچانک دیوار میں نمودار ہو گیا ہو اس سلسلے میں کیا کیا جاسکتا ہے۔ میں نے ایک لمحے میں فیصلہ کیا اور سوچا کہ دیے تو جو صورتحال ہوگی اس سے بچنے کے لیے

خیر مختلف افراد سے تمہارا واسطہ پڑے گا لیکن باہر بھی ان کے آدمی نگرانی کرتے رہتے ہیں۔ میں نے دو ایسی کاریں دیکھی ہیں جن میں دو دو افراد بیٹھے ہوئے ہر وقت مستعدی سے عمارت کے دروازے پر نگاہ رکھے رہتے ہیں۔“

”ٹھیک ہے۔ تم فکر مت کرو میں اس سلسلے میں اپنے آپ کو مطمئن پاتا ہوں۔ ہاں مجھے کچھ اشیاء کی ضرورت ہوگی جنہیں فراہم کرنا تمہارے لیے بہت ضروری ہے۔“

”دل تو یہ چاہتا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہی رہوں لیکن تمہاری مجبوریوں ہاں جس چیز کی تمہیں ضرورت ہو مجھے بتا دو تا کہ میں جلد از جلد تمہیں وہ اشیاء مہیا کر دوں۔“

اور پھر ایلوس مور کے بارے میں میرا جو اندازہ تھا وہ بالکل درست ہی ثابت ہوا۔ اس نے مجھے میری مطلوبہ اشیاء فراہم کر دی تھیں۔ زندگی میں بہت سے دور گزارے تھے کوئین میکوویا نے مجھے سپر مین بنا دیا تھا اور ایسی ایسی چیزیں میرے لیے مہیا کر دی تھیں کہ جس کے بارے میں اگر کسی سے تذکرہ بھی کرتا تو وہ سن کر حیران رہ جاتا لیکن بہر حال کوئین میکوویا کا مسئلہ بھی کچھ عجیب و غریب کیفیت اختیار کر چکا تھا اور اب میں اس سے اتنی دور رہنا چاہتا تھا کہ دوبارہ اسے تکلیف نہ دوں۔ اس نے بھی غالباً میرا پیچھا چھوڑ دیا تھا۔ چنانچہ میں تو اس جگہ کا تربیت یافتہ تھا۔ ایلوس مور نے جس جگہ کے بارے میں مجھے بتایا تھا۔ وہاں پہنچ کر میں نے پہلے ایک عام آدمی کی حیثیت سے قرب و جوار کا جائزہ لیا، اس وقت میری کیفیت ایک بالکل ایسے شخص کی تھی جو بہت عرصے سے مصائب کا شکار رہا ہو، میرے پاس ایک پھٹی ہوئی جیکٹ تھی۔ لیکن اس پھٹی ہوئی جیکٹ کے اندرونی حصے میں جو کچھ موجود تھا وہ بڑی اہمیت کا حامل تھا۔

بہر حال وقت گزرتا رہا اور میں نے اس عمارت کا بھرپور جائزہ لے لیا، مجھے اندازہ ہو گیا کہ وہ شخص جس کا نام ایلوس مور ہے کم از کم ذہنی طور پر انتہائی طاقتور ہے اور اس سلسلے میں اس نے مجھے جو معلومات فراہم کی تھیں وہ بالکل درست تھیں، اس جگہ جہاں وہ تین منزلہ عمارت تھی، دو کاریں پارک تھیں اور ان کے جو نمبر مجھے بتائے گئے تھے وہی تھے۔ میں نے دونوں کاروں میں دو افراد کو بیٹھے ہوئے دیکھ بھی لیا تھا، علاقہ پر رونق تھا۔ بہر حال میں ایک لمبا چکر کاٹ کر اس عمارت کے عقب میں آ گیا اور سامنے کے بجائے پیچھے سے اندرونی منزل پر جانے کے لیے میں نے قدم بڑھا دیے، بہر حال میں اندر داخل ہو کر سیڑھیاں عبور کرتا ہوا پہلی

کارروائی کرنا پڑے گی لیکن کھڑے رہنے کی نسبت لیٹ جانا زیادہ مناسب ہے۔ چنانچہ میں دیوار کے ساتھ ساتھ زمین پر لیٹ گیا اور اس کے بعد میں نے آہستہ آہستہ آگے بڑھنا شروع کر دیا، میں خود ان لوگوں سے فاصلہ کم کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا میں اس فاصلے کو عبور کرتا رہا، وہ دونوں محافظ اپنی رائفلیں سنبھالے ہوئے تھوڑے سے آگے آئے اور اس کے بعد پلٹ کر دور چلے گئے، میں دیوار سے لگا آہستہ آہستہ ریگلتا ہوا اس عمارت کے ایک ایک کمرے کے سامنے سے گزرتا رہا اور پھر میں نے بالکل آخری حصے کی جانب دیکھا، یہاں سے راہداری دوسری جانب مڑ گئی تھی اور پہرہ دینے والے محافظ اسی سمت جا رہے تھے۔ بہر حال اب اس کے بعد مجھے کوئی نہ کوئی عمل کر ڈالنا تھا۔ چنانچہ میں نے ان محافظوں کی واپسی کا انتظار شروع کر دیا۔ اب میرے اندر وہی قوت ابھر آئی تھی جو ایسے خطرناک معاملات میں کام کرتے ہوئے میری فطرت میں پیدا ہو جاتی تھی۔ میں بارہا اس کیفیت کا تجزیہ کر چکا تھا۔ شاید آپ کو یاد ہو کہ کسی زمانے میں روز آگنا زینشن والوں نے مجھ پر کچھ تجربات کیے تھے۔ ان تجربات کو وہ ان مقاصد کی تکمیل کے لیے استعمال کرنا چاہتے تھے لیکن بعد میں میرے اندر پیدا کی جانے والی یہی تمام کیفیات ان کے لیے عذاب جان بن گئی تھیں اور انہیں بہت سے نقصانات اٹھانے پڑے تھے۔ انہوں نے اپنی سائنسی قوتوں سے کام لے کر میرے اندر یہ کیفیت بھی پیدا کی تھی کہ جب کبھی میں اپنے آپ کو خطرات میں گھرا ہوا محسوس کرتا تھا تو میرے اندر سے ایک ایسی اعصابی قوت نمودار ہو جاتی تھی جو مجھے دنیا کے ہر خطرے سے بے نیاز کر دیتی تھی اور اس وقت میں زیادہ طاقتور اور چوکنا ہو جاتا تھا۔ چنانچہ اس وقت بھی میں ایسی ہی کیفیت کا شکار تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ مجھے ان محافظوں کو ٹھکانے ہی نہیں لگانا ہے بلکہ عمارت کے اندر بھی پہنچانا ہے۔ ویسے یہ اندازہ بھی مجھے ہو گیا تھا کہ وہ محافظ جو چھت پر ٹہل رہے ہیں خاصے تربیت یافتہ ہیں ان میں سے ایک دوسرے کے پیچھے اس طرح ٹہل رہا تھا کہ اس کی حفاظت کر سکے، مجھے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ ان دونوں کو بیک وقت ختم نہیں کیا جاسکتا، چنانچہ مجھے جو کچھ بھی کرنا تھا بڑی احتیاط کے ساتھ کرنا تھا اور ایسے کسی قدم پر عمل کرنا تھا کہ ان دونوں کو ایک ہی وقت میں شکار کیا جاسکے اگر کسی ایک کو ذرا بھی موقع مل گیا تو لازمی بات تھی کہ پھر دوسرے پر قابو پانا مشکل ہو جاتا اور اس بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ عمارت میں کتنے افراد موجود ہوں۔ چنانچہ اس وقت زبردست مہارت کے ساتھ کام کرنا ہی کامیابی کی

مہارت تھی ورنہ پھر شدید نقصان اٹھانے کے لیے تیار رہنا چاہیے تھا اور میں نے تو اب ویسے بھی ہر طرح کا چیلنج قبول کر لیا تھا۔ چنانچہ میں نے اپنے دونوں ہاتھ اس طرح پھیلائے لیے کہ ان دونوں کے درمیان کا فاصلہ میرے ہاتھوں کی گرفت میں آجائے، پھر وہ آہستہ آہستہ ادھر بڑھنے لگے ان کے قدموں کی دھمک مجھے اپنی کپٹی میں محسوس ہو رہی تھی۔ اس وقت مجھے ایک زبردست کارنامہ سرانجام دینا تھا اور اس کے لیے انتہائی مہارت کے ساتھ عمل کرنا تھا، پہلا محافظ میرے سامنے سے گزرا، اسے محسوس نہیں ہوا کہ دیوار کے پاس کوئی انوکھی چیز ہے لیکن یہ صرف ایک لمحے کی بات تھی اب اندھا تو وہ نہیں تھا اور پھر راہداری اس قدر شفاف تھی کہ کسی اجنبی چیز کا ہر دم احساس ہو جائے البتہ جھونک میں وہ میرے پاس سے گزر گیا تھا اور اسی درمیان دوسرا محافظ بھی میرے قریب سے گزرا، پہلا محافظ میری مدد کے لیے آگے بڑھ آیا تھا، میں اسے اپنی مدد ہی کہہ سکتا ہوں اس لیے میرے ہاتھوں کی ریچ اتنی نہیں رہی تھی جتنی میں چاہتا تھا اور اگلا محافظ ذرا سا آگے نکل گیا تھا البتہ واپس پلٹ کر اس نے اپنے منہ سے کچھ کہنے کی کوشش کی اور اسی دوران میں نے اپنے بازوؤں اور کلائیوں کی پوری قوت استعمال کی، میرے ہاتھ دونوں سمت سے ان کی گردنوں پر پڑے تھے اور اس قوت سے پڑے تھے کہ ان دونوں کے سر آپس میں ٹکرا گئے تھے بالکل ایسی ہی آواز سنائی دی تھی جیسے کچے تربوز کے پھٹنے کی آواز ہوتی ہے، پتا نہیں میری کلائیوں میں اس وقت اتنی قوت کہاں سے آگئی تھی یا پھر یہ زندگی اور موت کا معاملہ تھا ان کے حلق سے آوازیں تک نہ نکل سکیں۔ میں نے ایک بار پھر ان کے بال پکڑے، طریقہ کار بہت ہی شاندار رہا تھا۔ چنانچہ میں نے پوری قوت سے ان دونوں کے سر ایک بار پھر ٹکرا دیئے اور اس بار ان کے حلق سے ہلکی ہلکی آوازیں نکل گئیں لیکن میرا کام ہو چکا تھا میں نے انہیں ایک لمحے کے اندر بے بس کر دیا اور پھر زمین پر ان کے گرنے کا دھماکا بھی ہوا تھا لیکن اب اتنا خطرہ تو مول لینا ہی تھا۔ چنانچہ میں نے دونوں کے زخروں پر ہاتھ جمادیئے اور بدن کی پوری قوت اپنے ہاتھوں پر منتقل کر دی۔ نتائج عمدہ ہی نکلے تھے۔ ویسے بھی خدا کے فضل سے میں ایک طاقتور آدمی ہوں، چند لمحوں کے بعد ہی ان کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ گئے۔ میں نہیں جانتا تھا کہ وہ زندگی سے محروم ہو گئے ہیں یا پھر ہوش و حواس سے اس وقت یہ باتیں جاننے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ میں نے راہداری کے دوسرے سرے پر کچھ آہٹیں سنی تھیں غالباً ان کے گرنے کی آوازیں اور ان کے منہ سے نکلنے والی آوازیں پر کوئی نہ کوئی

چونکہ کر اس جانب متوجہ ہوا تھا، میں نے ایک لمحے کے اندر ان کے جسموں کو گھسیٹا اور دیوار کے ساتھ ساتھ لٹا دیا، میرا اندازہ درست نکلا تھا۔ کیونکہ دوسری راہداری ایک دم روشن ہوئی تھی اور مجھے اس کی وجہ بھی معلوم ہو گئی تھی۔ کسی ایسے کمرے کا دروازہ کھلا تھا جس کے اندر تیز روشنی پھیلی ہوئی ہوگی اور اس کی وجہ سے یہ روشنی راہداری میں پھیل گئی تھی۔ میں دم روک کر کھڑا ہوا گیا۔ تبھی کسی کی آواز سنائی دی۔

”سائمن، روش کدھر ہو تم لوگ، سائمن، روش۔“

عجیب گونج دار آواز تھی جو سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ کیسی شخصیت کی ہے۔ پھر قدموں کی چاپ سنائی دی اور میں ہوشیار ہو گیا لیکن اچانک ہی مجھے یہ احساس ہوا کہ قدموں کی چاپ اس جانب نہیں بڑھ رہی بلکہ غالباً مخالف سمت جاری ہے اپنی جگہ سے تھوڑا سا کھسک کر میں نے سامنے کی سمت دیکھا اور مجھے وہ نظر آ گیا جو شاید غلط فہمی میں اس طرف آنے کے بجائے راہداری کے دوسرے حصے کی جانب جا رہا تھا اور اس خیال کا شکار تھا کہ شاید وہ دونوں محافظ اس سمت گئے ہیں۔ میں نے ایک لمحے کے اندر فیصلہ کیا اور برق رفتاری سے دوڑتا ہوا اس روشنی کی جانب بھاگا اگر یہ شخص اس کمرے سے تنہا نکلا ہے تو اس کی واپسی سے پہلے میں اس کمرے میں داخل ہو جاؤں اور اپنے آپ کو کہیں پوشیدہ کر لوں، لیکن بڑا ہی لطف آیا اس وقت جب میں اپنے اس کام کو مکمل کر کے اس کمرے میں داخل ہوا اور میں نے اپنے سامنے ایک شخص کو کھڑے پایا جو بڑی اچھی شخصیت کا مالک تھا، خوب صورت لباس میں ملبوس لیکن اس بد بخت کا چہرہ میرے علم میں تھا یعنی تمام مصیبتوں کی جڑ، یہ ہینڈون تھا سو فیصد ہینڈون، ایک طرف جہاں میرا دل خوشی سے اچھل پڑا تھا وہیں مجھے یہ احساس بھی تھا کہ ہینڈون معمولی شخصیت نہیں ہے بلکہ یقینی طور پر یہاں اس نے معمولی انتظامات نہ کر رکھے ہوں گے، بہر حال میرے لیے ایک دلچسپ صورتحال پیدا ہو گئی تھی۔ ہینڈون نے تعجب بھری نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر نہایت پرسکون انداز میں کئی قدم پیچھے ہٹ گیا تھا۔ ایک لمحے کے لیے میں نے اس کی شخصیت پر غور کیا۔ اب تک مجھے اس کے بارے میں جو معلومات حاصل ہوتی رہی تھیں ان کے تحت یہی اندازہ قائم کیا جاسکتا تھا کہ وہ انتہائی خونخوار شخصیت کا مالک تھا ایک ہیبت ناک آدمی ہوگا لیکن یہ شخص یقینی طور پر ایسا نہ تھا جیسا اس کے بارے میں کہا گیا تھا بلکہ نہ جانے کیوں وہ مجھے کسی قدر ایک مہذب انسان نظر آیا، حلیہ بھی اتنا برا نہیں تھا اور اس کے پیچھے ہٹنے

کے انداز میں بھی یہ کیفیت نہیں تھی کہ وہ فوری طور پر مجھ سے مقابلے کا خواہشمند ہے البتہ تھوڑا سا پیچھے ہٹنے کے بعد اس نے مجھ سے سوال کیا۔

”تم میرے لیے اجنبی ہو اور کچھ ایسا احساس ہوتا ہے مجھے جیسے خفیہ طریقے سے یہاں داخل ہوئے ہو۔ کیا انیمبر سے تمہاری ملاقات ہوئی؟“ میں نے کوئی جواب نہیں دیا بلکہ پھرتی سے پیچھے ہٹ کر دروازہ بند کر دیا تاکہ وہ شخص جو آگے گیا ہے واپس پلٹے تو فوری طور پر اندر نہ داخل ہو سکے کیونکہ بہر طور اسے دونوں محافظوں کی لاشیں دستیاب ہو جائیں گی اور وہ صورتحال سے واقف ہو جائے گا۔ میرے دروازہ بند کرنے پر بھی ہینڈون نے کسی خاص رد عمل کا اظہار نہیں کیا تھا بلکہ وہ پیچھے ہٹ کر بالکل گوشے میں پڑی ہوئی ایک کرسی پر بیٹھ گیا تھا بس ایسا ہی انداز تھا جیسے کوئی تھکا ہوا آدمی ہو، پھر وہ آہستہ سے بولا۔

”کون ہو اور کس مقصد سے یہاں تک پہنچے ہو دیے میں تمہیں ایک بات سے آگاہ کر دوں کہ یہ دروازہ جو تم نے اپنے عقب میں بند کیا ہے اس کے بند کرنے سے کوئی فائدہ نہیں کیونکہ انیمبر کے پاس اس کی چابی موجود ہے اور وہ باہر سے اسے کھول سکتا ہے۔“ ہینڈون نے ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ درحقیقت مجھے دروازے پر سرسراہٹ سی محسوس ہوئی اور پھر اس سے پہلے کہ میں پلٹتا دروازہ پوری توجہ سے کھلا اور انیمبر اندر داخل ہو گیا۔ اس کا نام مجھے ہینڈون کی زبانی ہی معلوم ہوا تھا، آنے والا شخص شاید مارشل آرٹ کا بہت بڑا ماہر تھا اور جانتا تھا، دشمن کو کسی طرح زیر کرنا چاہئے، ایک انتہائی خوب صورت داؤ کے تحت اندر داخل ہوتے ہی وہ سیدھا زمین پر لیٹ گیا اور اس طرح سلف لگائی کہ ایک لمحے کے اندر مجھ تک پہنچ گیا، اس نے اپنی دونوں ٹانگیں میرے گھٹنوں کے جوڑ پر ماری تھیں اور چونکہ یہ داؤ واقعی میرے لیے اجنبی تھا اس لیے میں مار کھا گیا۔ میں جس طرح اپنا توازن کھو بیٹھا کہ مجھے خود اس کا اندازہ نہیں ہو سکا تھا اور دوسرے لمحے میں اوندھا اسی کے اوپر گر پڑا۔ وہ غالباً مجھے لپکنے کے لیے تیار ہی تھا۔ چنانچہ اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر اس نے میری پسلیوں پر ضربیں لگائیں اور درد کی شدت سے میں دوہرا ہو گیا مجھے یوں لگا تھا جیسے ان ضربوں سے میرے پچھلے پھٹ گئے ہوں شدید تکلیف کو برداشت کرتے ہوئے میں نے لوٹ لگائی اور وہ جو دوبارہ اپنے ہاتھ پھیلا کر مجھ پر دوبارہ ضرب لگانے کی کوشش کر رہا تھا صرف ایک ہاتھ سے میری پشت پر ضرب لگانے میں کامیاب ہو سکا اور میں اس کے دوسرے ہاتھ سے پھسلتا ہوا لڑھک کر اس سے کچھ فاصلے پر

پہنچ گیا۔ اس نے بھی میرے ہی انداز میں لوٹ لگائی اور ایک بار پھر مجھ تک پہنچنے کی کوشش لیکن اس بار میں نے پلٹ کر ایک لات اس کی گردن پر رسید کر دی صرف ایک لمحے کے۔ اس کے حلق سے ایک آواز سی نکلی تھی لیکن دوسرے لمحے اس نے کسی بڑے ڈانسر کی طرح کرٹ بدلی ایک ہاتھ پر اپنے بدن کو گھمایا اور پھر سیدھا کھڑا ہو کر ایڑیوں پر گھوم کر میری دائیں جانب آ گیا وہ انتہائی توانا اور پھر تیل معلوم ہوتا تھا پاؤں بہت زیادہ مضبوط اور اعصاب قوت ناقابل یقین حد تک طاقتور محسوس ہوئی تھی اس کے انداز میں ذرہ برابر خوف یا پریشانی نہیں تھی بلکہ اس کے موٹے موٹے ہونٹوں پر ایک عجیب سی مسکراہٹ پھیل گئی تھی ایسے لوگوں سے مجھے اچھی واقفیت تھی جو کسی مد مقابل کو سامنے دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور ان کا انداز فکر ہوتا ہے کہ چلو کوئی تو ایسا ملا جس سے اپنی پسند کی جنگ کی جاسکتی ہے اور اس کی تصدیق کے الفاظ سے بھی ہوگی وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا تھا۔

”جان دار لگتے ہو، سنو مجھ سے بھرپور مقابلہ کرو میں بہت دن سے کسی مد مقابل کے لیے ترس رہا ہوں کوئی کم بخت نکلتا ہی نہیں اگر تم میرے دونوں ہاتھوں کی ضربیں برداشت کئے ہو تو سنو میں تمہیں اپنا طریقہ جنگ بتا دوں، میں کیکیٹس ہوں اور تم سے کیکیٹس لڑوں گا۔“ درحقیقت یہ نام میرے لیے بھی اجنبی تھا اور میں نہیں جانتا تھا کہ مارشل آرٹ کی کیکیٹس کا کیا مقام ہوتا ہے لیکن اس وقت کسی معلومات کی گنجائش نہیں تھی اس نے اپنا دہاتھ سیدھا کیا اور پھر اسے ایک جھٹکا دیا۔ غالباً اس کی آستین میں چھپا ہوا ایک سیدھا نوک دھنجر اس کے ہاتھ میں آ گیا اس نے دھنجر کو ہاتھ میں پکڑا اور اسے سانپ کے پھن کی طرح میرے سامنے لہرایا۔ میں سناٹے میں آ گیا تھا دل میں میں نے سوچا کہ بھائی کیکیٹس یہ تو کون شریفانہ جنگ نہ ہوئی میں خالی ہاتھ ہوں اور تم کیکیٹس، لیکن سوچ کی زبان نہیں ہوتی، وہ انتظار کرنے کی کیفیت میں نہیں تھا بلکہ اس نے ایک عجیب سے انداز میں اپنے ہاتھ کو جنبش دی اور پھر ایڑیوں پر گھوم کر بجلی کی طرح ہاتھ چلایا، یہ میرا دھم نہیں تھا بلکہ یا تو حقیقت تھی یا پھر ممکن۔ مجھے دھوکا ہوا ہو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے اس کے ہاتھ کی جسامت بڑھ گئی ہو، نوک دار، میرے بازو پر لگا تھا اور اگر تھوڑا سا اور آگے بڑھ جاتا تو یقینی طور پر میرے بازو پر لگنے والا بڑا شدید ہوتا ایسا کہ شاید مجھے ناکارہ ہی کر دیتا البتہ میرا لباس کٹ گیا تھا اور میں اس مہارت کو داد دینے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ میں نے اسے مہلت دیے بغیر خود بھی اس پر وار کیا۔

وہ ایڑیوں کے بل پر گھوم کر خود کو بچا گیا۔ حقیقت میں اس وقت ایک مشینی انسان سے جنگ کرنا تھا اب یہ ضروری تو نہیں کہ فیملوں کے ہیرو کی طرح ہر شخص پر اپنی مرضی کے مطابق قابو پالیا جائے۔ اصل میں جسامت تو جو کچھ بھی اس کی تھی وہ ایک الگ بات تھی لیکن کم بخت کے ہارے بدن میں بجلیاں دوڑتی ہوئی محسوس ہوتی تھیں اس کے مسلز سے اندازہ ہو رہا تھا کہ مختلف پوزے اپنا اپنا عمل کر رہے ہیں وہ میرے ارد گرد اس طرح ناچ رہا تھا کہ میں اسے نہو بھی نہیں پار رہا تھا بہر حال میں نے اس سے تھوڑا سا فاصلہ اختیار کیا، دوسری طرف مجھے ہینڈون کی طرف سے بھی خطرہ تھا۔ ہینڈون جس طرح خطرناک شخصیت کا مالک قرار دیا گیا تھا اس کی نسبت اس وقت وہ نہایت پرسکون تھا اور اب بھی میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ اس کے ہارے پر ایک تماشائی کی سی حیثیت نہیں بلکہ ایک گہری سنجیدگی طاری ہے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ اس جنگ کے اختتام کا منتظر ہو اور یہ بھی لگ رہا تھا کہ بذات خود وہ اس جنگ میں کوئی حصہ لینے کا خواہش مند نہ ہو لیکن یہ تمام باتیں سوچنے یا غور کرنے کا وقت بھلا کہاں تھا میں تو اس غریبیت سے نپٹ رہا تھا جو کسی بھی لمحے مجھے موت کی نیند سلا سکتا تھا اس کی آنکھوں کی پلک اس کے لڑنے کا انداز اس سے پہلے بھی میرا سابقہ بہت سے خطرناک لوگوں سے پڑ چکا تھا لیکن یہ اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اس وقت ایک انوکھی ہی کیفیت سے دوچار تھا، اچانک ہی مجھے موقع ملا اور میں نے اس وقت اس پر حملہ کیا جب وہ دھنجر کا دار مجھ پر کر کے اپنی ناکام کوشش میں پلٹ کر اپنے آپ کو سنبھالے ہوئے تھا اس بار میں نے کوشش کی تھی کہ اس کے ہاتھ سے دھنجر چھین لوں مگر وہ اس موقع پر بھی پھرتی دکھا گیا، میرا ہاتھ اس کی کلائی پر سے پھلتا ہوا اس کے چہرے پر جالگا تھا اور مجھے یقین تھا کہ اس کی ناک میرے ہاتھ کی زد میں آئی مگر اس نے اس زوردار ضرب کو بھی برداشت کر لیا، وہ بلا کا خود اعتماد معلوم ہوتا تھا اور تعجب کی بات تھی کہ اس نے آہستہ سے آنکھیں بھیج کر گردن جھکی اور انتہائی ماہرانہ انداز میں مجھ پر حملہ کیا اس کی کوشش تھی کہ وہ میری گردن ہی شانوں سے اتار پھینکے اگر میں اچھل کر پیچھے نہ ہٹ جاتا تو اس بار شاید وہ کامیابی حاصل کر لیتا اس کے ہاتھ میں دبا ہوا عجیب و غریب ساخت کا دھنجر جواب اس کی انگلیوں کا ایک حصہ معلوم ہو رہا تھا ہر طرف سے مجھ پر لپک رہا تھا اور اگر اس وقت میں بھی ایک عجیب و غریب رقص نہ کر رہا ہوتا تو یقینی طور پر میرے بدن پر اتنے زخم بن چکے ہوتے کہ ان کا گنا مشکل ہو جاتا دھنجر ہینڈون کے سکون پر مجھے حیرت تھی۔

ہینڈون اس طرح بیٹھا ہوا تھا جیسے اس کی اس معاملے میں کوئی غرض ہی نہ ہو۔ اب صور حال یہ تھی کہ اس وسیع و عریض کمرے کے درمیانی حصے میں ایک ایسی ناقابل یقین جگہ ہو رہی تھی جس کا صحیح نام بھی نہیں لیا جاسکتا تھا یا اگر اسے کمرے سے شوٹ کر کے کسی سامنے پیش کیا جاتا تو وہ اپنی زندگی کی حیرت انگیز جنگ دیکھتا میں یہ سوچ رہا تھا کہ اس تیلے شخص پر قابو پانا آسان نہیں ہو گا کوئی ایسا ہی عمل کرنا چاہیے جو اسے حیران کر دے اور اس کا ردی ایک ترکیب میری سمجھ میں آگئی چھت سے فانوس لٹک رہا تھا گویہ فانوس اس وقت روشن نہیں تھا لیکن اس کی بناوٹ ایسی تھی کہ اگر میں کوشش کرتا تو برق رفتاری سے اس فانوس تک پہنچ سکتا تھا اور اس کے بعد کم از کم اسے حیران کر کے کوئی ایسا عمل کر لیتا جو اس کی توقع خلاف ہوتا اس وقت میں دفاعی جنگ لڑ رہا تھا اور اسے مجھ پر فوقیت حاصل تھی میں نے اپنی اس کوشش پر عمل کر ڈال اور برق رفتاری سے فانوس پر چھلانگ لگائی حالانکہ فانوس زمین سے تقریباً کوئی نو فٹ اونچا تھا لیکن میں نے اپنے اندازے کی بنا پر اس میں کامیابی حاصل لی اور فانوس کے سب سے آخری پیس کی راڈ پکڑ کر لٹک گیا بڑے مزے کی بات ہوئی تھی غالباً اس وقت اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش میں مصروف تھا اور اس نے یہ نہیں دیکھا تھا میں نے کیا حرکت کی ہے اپنے آپ کو سنبھال کر وہ پھر پلٹا لیکن اسے یہ اندازہ نہیں ہو سکا کہ میں فانوس پر پہنچ گیا ہوں میں نے اسے پاؤں بھی اوپر کر لیے تھے اس نے خنجر والا ہاتھ آگے بڑھایا اور مجھے نہ پا کر کسی قدر حیران ہو گیا پھر اس نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے چاروں طرف دیکھا فانوس کی جانب اس کی توجہ نہیں گئی تھی اور میں سمجھتا تھا اس سے اچھا موقع مجھے کوئی انہیں مل سکے گا۔ چنانچہ جیسے ہی وہ میری زد میں آیا میں نے پوری قوت سے اپنے دونوں پاؤں اکٹھے کر کے اس کے سر پر مارے اور فانوس چھوڑ دیا اس بار وہ بری طرح اچھل کر نیچے گرا اور کچھ اس طرح گرا تھا کہ اس کی گردن بھی مڑ گئی تھی بس اس کے بعد میں اگر اسے موقع دیتا شاید مجھ سے بڑھابے وقف روئے زمین پر دوسرا نہ ہوتا ایک بار اسے گرانے کے بعد دو با اٹھنے دینا اپنی زندگی کے لیے سب سے بڑا خطرہ ہو سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے اسے ٹھوکروں رکھ لیا اور اتنی زوردار ٹھوکریں اس کے جسم پر ماریں کہ آپ کو بتانا نہیں سکتا لیکن محسوس یہی ہوا تھا جیسے کسی پتھر کی سل پر ٹھوکریں مار رہا ہوں اگر یہ یقین نہ ہوتا کہ وہ انسان ہی ہے تو اپنی اس کوشش پر مجھے خود ہی شرمندگی ہوتی مجھے ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے میری ان ٹھوکروں کا اس پر کو

نہ ہو رہا ہو لیکن کچھ لمحوں کے بعد یہ خیال غلط ثابت ہو گیا کیونکہ میری ٹھوکرا اس کی کینٹی پر پڑی تھی اور اس بار وہ اوندھا ہو گیا تھا اس نے دونوں ہاتھ اپنے سر پر رکھے اور یوں محسوس ہوا کہ وہ اپنے چکراتے ہوئے دماغ پر قابو پانے کی کوشش کر رہا ہو۔ چنانچہ میں نے اس موقع کو بہمت جانا اور اس کے بعد پے در پے ٹھوکریں اس کے سر کے اس حصے پر مارتا رہا جسے نشانہ بنا کر میں نے صحیح معنوں میں اپنا مقصد حاصل کیا تھا۔ وہ اب بری طرح اچھل رہا تھا مجھے اصل اندازہ ہینڈون کی طرف سے تھا لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ میری عقل چکرا کر رہ گئی تھی ہینڈون اس طرح ان سارے معاملات سے بے تعلق نظر آ رہا تھا وہ ناقابل یقین بات تھی یہاں تک کہ میں نے آخر کار اس دیو کو پچھاڑ لیا اور اس کے بعد میں برق رفتاری سے ہینڈون کی جانب چھبہ ہوا۔ ہینڈون اب بھی اس طرح بیٹھا ہوا تھا میں اس کی طرف بڑھتا ہی اس نے کوئی بات نہیں کی تھی۔

”کیا آپ پتھر اگے ہیں مسٹر ہینڈون اگر آپ سمجھتے ہیں کہ آپ کی یہ خاموشی آپ کو ہالے گی تو اس خیال کو دل سے نکال لیجئے۔ میں آپ کی چھوڑوں گا نہیں۔“

ہینڈون کے پتھر اگے ہوئے وجود میں جیسے میرے ان الفاظ سے جان پڑ گئی۔ وہ آہستہ سے بولا۔

”اگر مجھ سے گفتگو کیے بغیر تم مجھے دشمن سمجھ کر ہلاک کرنا چاہتے ہو تو ایکبر جیسے شخص کو اس طرح شکست دے دینے والے سے میں جنگ نہیں کر سکتا جو کرنا چاہو کر لو مجھ سے بات کرنا چاہتے ہو تو میں اس کے لیے حاضر ہوں۔“

”سب سے پہلے آپ یہ بتائیے کہ کیسے حال کہاں ہے؟ کیا اسی عمارت میں.....؟“

”کیسے حال اس عمارت میں نہیں ہے لیکن وہ جہاں ہے میں تمہیں اس کا بتا سکتا ہوں تمہیں وہاں پہنچنے میں کوئی دقت نہیں ہوگی۔“

”گلد بات عمدہ ہے لیکن مسٹر ہینڈون آپ نے اس طرح ہتھیار کیوں ڈالا ہے؟“

”یہ سوال بھی تم اس وقت اگر نہ کرتو بہتر ہے۔“

”چلیے ٹھیک ہے یہ بتائیے کہ اس عمارت میں اس وقت کتنے افراد موجود ہیں؟“

”اس وقت تقریباً تیرہ افراد یہاں ہیں اور وہ جو سامنے کا لے رنگ کی بیل لگی ہوئی ہے اسے دبا دیا جائے تو وہ بہترین ہتھیاروں کے ساتھ یہاں پہنچ جائیں گے۔ اصل میں تم نے

اسے حیران کر کے شکست دی ہے ورنہ اس کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ یہ کم از کم بیس آدمیوں کے برابر طاقت رکھتا ہے“ میں نے اپنے انداز میں کسی قدر حیرت پیدا کرتے ہوئے کہا۔

”اور مائی ڈیئر مسٹر بینڈون تم مجھے اس کے بارے میں اس طرح بتا رہے ہو جیسے تمہارے لیے کوئی اجنبی شخص ہو۔“

”تفصیلات میں اگر فوراً ہی چلے جانا چاہتے ہو تو تمہاری مرضی ہے اگر کیس حال کا حاصل کرنا چاہتے ہو تو پھر جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس پر عمل کرو اور بہتر ہے کہ زیادہ وقت ضائع نہ کرو تم“ اس بات کا امکان تو نہیں ہے کہ اس وقت یہاں کوئی آئے گا۔ ہاں ذرا اتنا بتا دو کہ باہر موجود پہرے دار کسی پوزیشن میں ہیں اگر وہ یہاں تک آسکتے ہیں تب تم خطرے میں ہو۔ پہلے ان کا بندوبست کر لو اس کے بعد باقی باتیں کرنا۔“ میں کسی قدر تحیر زدہ انداز میں بینڈون کو دیکھنے لگا۔ یہ شخص انتہائی چالاکی سے مجھے بے وقوف بنا رہا ہے اور ایک عجیب و غریب کیفیت کا اظہار کر کے شاید ذہنی طور پر مجھے معطل کر دینا چاہتا ہے حالانکہ اس میں کوئی شک نہیں کہ دوران جنگ یعنی اس وقت جب میں اس دیو قامت اور فولادی انسان سے مقابلہ کر رہا تھا اگر بینڈون مداخلت کرتا تو میرے لیے بڑی مشکل پیش آجاتی اور شاید میں اس جنگ کو اپنی زندگی کی آخری جنگ قرار دے دیتا لیکن بینڈون نے پرسکون رہ کر ایک عجیب و غریب کیفیت کا مظاہر کیا تھا یہ شخص یا تو دوسروں کو متحیر کر دینے کا عادی تھا یا پھر اس قدر طاقت ور اور ایسی قوتوں سے آراستہ جن کی موجودگی میں اسے اپنے دشمن سے کوئی خطرہ محسوس نہ ہوتا ہو۔ بہر حال اس نے مجھے بے شک متحیر کر دیا تھا یہ الگ بات ہے کہ میں اس تحیر کا اظہار نہیں کر رہا تھا۔ بینڈون نے کہا۔

”ابھی حالانکہ کافی دیر تک اس بات کا خطرہ نہیں ہے کہ نیچے موجود سیکورٹی کے افراد کو اس جنگ اور انیمبر کی شکست کے بارے میں علم ہو جائے گا۔ میں نے تم سے پہلے داروں کے بارے میں پوچھا ہے ان کی کیا کیفیت ہے؟“

”دونوں بے ہوش پڑے ہوئے ہیں۔“

”کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ تم انہیں بھی یہیں اٹھا لاؤ ویسے میں تمہیں مشورہ دیتا ہوں کہ انیمبر کے سلسلے میں زیادہ غلط فہمی کا شکار نہ ہو یا تو اسے قتل کر دو یا پھر اس طرح کر دو کہ وہ تم پر

دوبارہ وار نہ کر سکے۔ یہ انسان نہیں جنگلی جانور ہے۔ تمہاری ٹھوکروں نے بے شک اسے بے ہوش کر دیا ہے لیکن زیادہ دیر تک یہ بے ہوش نہیں رہ سکے گا۔“

”سٹر بینڈون کیا آپ اپنی تلاشی دینا پسند کریں گے؟“

میں نے کہا اور وہ کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے دونوں ہاتھ اوپر تک بلند کر لیے تھے جنہی طور پر اس شخص نے میرا دماغ چکرا کر رکھ دیا تھا۔ یہ یہاں اس سازش کا سربراہ تھا اور اسی نے ایما پر کام ہو رہے تھے جس شخص سے بھی میری ملاقات ہوئی تھی اس نے ایک ہی بات کہی تھی کہ بینڈون ایک خطرناک ترین شخصیت ہے اور یہ بات تو بڑی مشکل سے سامنے آئی تھی کہ بینڈون کو ہی اسکا ٹو میں اس بغاوت کا سربراہ متعین کیا گیا تھا لیکن یہ جس طرح تعاون کر رہا تھا اور اپنے آپ کو ایک بے ضرر انسان ثابت کرنے کی کوشش کر رہا تھا اس چیز نے مجھے چکرا کر رکھا دیا تھا اور جب میں نے اس کے پورے بدن کی تلاشی لے ڈالی اور اپنے نظریے کے مطابق ایک ایسا دھم بھی نہ چھوڑا جو ایک سوئی اس کے پاس ہونے کے مترادف ہوتا یعنی یہ کہ وہ شخص کسی بھی طرح کے ہتھیار سے مسلح نہیں تھا اور نہ ہی اس کے پاس کوئی ایسی چیز برآمد ہوئی تھی جس سے یہ انداز ہوتا کہ وہ کسی کو اطلاع دے کر اس صورت حال کو کہیں اور پہنچا کر اور

میں باتوں میں لگا کر اپنا الو سیدھا کرنا چاہتا ہے تو میں نے اس سے کہا۔

”اس شخص کو میں بلاوجہ قتل نہیں کرنا چاہتا“ تم اسے ہاندھنے میں میری مدد کرو۔“

”وہ جو سامنے میز کی دراز ہے اس میں ایک رسی پڑی ہوئی ہے بلکہ وہ رسی نہیں خاص قسم کے تاروں کا ایک کواٹل ہے وہ اس کام آسکتا ہے لیکن میں تمہیں پھر بتائے دے رہا ہوں کہ اس سلسلے میں جلدی کرو اور کوئی کسر نہ چھوڑو اگر تم اجازت دو تو میں باہر جا کر ان پہرے داروں کو مدد گھسیٹ لاؤں حالانکہ اس وقت اگر اوپر کی آوازیں نیچے نہیں پہنچی ہیں تو باقی کسی کے آنے کا کوئی امکان نہیں ہے لیکن پھر بھی احتیاط ضروری ہے۔“

”نہیں مسٹر بینڈون انہیں وہیں پڑا رہنے دیجئے جو ہوگا دیکھا جائے گا اگر میں کمرے سے باہر جا کر انہیں اٹھا کر لانے کی کوشش کرتا ہوں تو اس دوران آپ کو غائب ہونے کا موقع مل جائے گا اور یہی کیفیت بعد کی بھی ہے یعنی یہ کہ اگر میں آپ کو اجازت دیتا ہوں تو بھلا آپ کی واپسی یہاں کیوں ہوگی۔“

”نہیں مسکرانے لگا اور پھر بولا۔“

”پھر ایک ہی ترکیب ہو سکتی ہے۔“

”آپ ان دونوں کی فکر بالکل مت کریں مسٹر بینڈون تاروں کا وہ کوائل کون سی دروازے میں بتایا ہے آپ نے؟“

”میں تمہیں نکال کر دیتا ہوں۔“ اس نے کہا اور میز کی جانب بڑھا لیکن میں پھرتی سے اس کے قریب پہنچ گیا اور میں نے اس سے کہا۔

”وہ بھی مجھے نکالنے دیں زیادہ بہتر ہوگا۔“

”محتاج ہونا اچھی بات ہے اور پھر ظاہر ہے تم میرے دوست نہیں دشمن ہو۔“ لیکن اس کے کہنے کے مطابق وہاں مضبوط تاروں کا ایک بڑا سا کوائل موجود تھا یہ تاریکی میں نہیں آئے تھے لیکن اتنا میں جانتا تھا کہ ان سے بہ آسانی اس شخص کو کسا جاسکتا ہے۔ چنانچہ میں اس کے قریب پہنچ گیا۔ مسٹر بینڈون بھی میرے ساتھ ہی تھے انہوں نے اسے سیدھا کیا تو میں نے دیکھا کہ ایمر کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں اور وہ بے سدھ نظر آ رہا ہے۔ مسٹر بینڈون نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

”اوہ میرے خدایہ تو مر گیا! یہ تو واقعی مر گیا۔ دیکھو اس کے سینے میں سانسوں کا زیروہم نہیں ہے۔“ میں نے بھی ایک لمحے میں محسوس کر لیا تھا کہ ایمر مر چکا ہے۔ میں نے بے دریغ اس کے جسم کے تمام حصوں پر ٹھوکریں ماری تھیں ہو سکتا ہے کچھ ٹھوکروں نے اس کے دل پر بھی ضربیں لگائی ہوں اور اس کا دل پھٹ گیا ہو۔ بظاہر باہر سے کچھ علامات نہیں تھیں لیکن اس کی آنکھوں کی رنگت سانسوں کی غیر موجودگی اور سرد ہوتا ہو بدن یہ بتا رہا تھا کہ اب اس کے جسم میں روح باقی نہیں رہی ہے۔ میں ایک ٹھنڈی سانس لے کر سیدھا ہو گیا، پھر میں نے مسٹر بینڈون سے کہا۔

”آپ براہ کرم یہ نہ سمجھئے کہ میں آپ کی جانب سے غیر مطمئن ہوں۔“

”پہلے یہ بتاؤ تمہا ہو یہاں پر یا کوئی اور بھی تمہارے ساتھ ہے اپنی زندگی بچانے کا بندوبست کرو، کوئی بھی گڑبڑ ہو سکتی ہے میں نہیں چاہتا تمہاری کامیابی ناکامی میں تبدیل ہو جائے بہت زیادہ خوش فہمیاں انسان کو نقصان ہی پہنچاتی ہیں۔“

”آپ کی اس مہربانی اور مشورے کا انتہائی شکریہ مسٹر بینڈون۔“ میں نے کہا بات واقعی صحیح تھی اور سمجھ میں آتی تھی۔ چنانچہ اس وقت ایک ہی فیصلہ کر سکتا تھا وہ یہ کہ ریتیم سے

ابطال قائم کر کے اسے اپنی مدد کے لیے بلاؤں، ذہن میں مسٹر ایلیوس مور کا بھی خیال آیا تھا لیکن بہر حال ایلیوس کو فوری طور پر اس کام میں شامل نہیں کیا جاسکتا تھا۔ ریتیم اور میں اپنے اپنے طور پر کام کر رہے تھے اور ہمارے درمیان یہ بات طے ہو گئی تھی کہ ہم اپنے اپنے طور پر کام کریں گے اور اس کوشش میں کامیابی حاصل کر لیں گے۔ میں بینڈون تک پہنچ گیا تھا تو اب ڈرامائی انداز میں سارے کام خود ہی کر کے ریتیم تک نہیں جانا چاہتا تھا بلکہ بینڈون کے ذریعے مجھے لیہال کے بارے میں بھی معلومات حاصل ہو سکتی تھی اس کے لیے فوری طور پر ریتیم کی امداد موصول کرنا ضروری تھا۔ چنانچہ میں نے انتہائی ضروری حالات میں استعمال کرنے کے لیے اپنے پاس موجود ٹرانسمیٹر نکالا اور ریتیم کو کال کرنے لگا، ایک لمحے کے اندر میری کال موصول کر لی گئی تھی۔

”ہاں! میں جانتی ہوں کون بول رہا ہے۔“

”ریتیم میں تمہیں ایک پتا بتا رہا ہوں اس پتے پر جس قدر جلد ممکن ہو زیریں کے ایک گروپ کے ساتھ پہنچ جاؤ۔ خبردار بہت سے مسلح افراد تمہیں موجود ملیں گے جو مدافعت کر سکتے ہیں بڑی احتیاط کے ساتھ اس کی آخری منزل پر آ جاؤ اور میں یہاں تمہیں منتظر ملوں گا۔“ ایک لمحے کے لیے ریتیم کی آواز سنائی نہیں دی تھی۔ میں نے پھر اسے مخاطب کیا تو وہ بولی۔

”ہاں! ٹھیک ہے آخری منزل پر یعنی یعنی.....“

”ہاں“

”اوکے! میں پہنچ رہی ہوں۔“ اس نے کہا اور میں نے ٹرانسمیٹر بند کر دیا لیکن اچانک ہی مجھے اچھل کر دروازے کی جانب متوجہ ہو جانا پڑا کوئی اس دروازے سے اندر داخل ہوا تھا۔ میں فوری طور پر ہر خطرے کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو گیا لیکن ریتیم کو دیکھ کر عجیبی بات ہے میرے حواس بھی گم ہو گئے تھے۔ میں نے تو ابھی ابھی ٹرانسمیٹر پر ریتیم کو اس عمارت کے بارے میں اطلاع دی تھی اور اسے اس کا پتہ بتایا تھا کوئی زندہ وجود پلک جھپکتے اس طرح کسی جگہ نہیں پہنچ سکتا! یہ تو روجوں کا ہی کمال ہو سکتا ہے۔ ریتیم نے حیران نگاہوں سے پہلے زمین پر پڑے ہوئے ایمر کو دیکھا تھا، پھر بینڈون کو اور اس کے بعد مجھے، پھر اس کے ہونٹوں پر دل کش مسکراہٹ پھیل گئی تھی اس نے کہا۔

”یقین کرو مائی ڈیئر دانش منصور! اپنے آپ سے پہلے تمہاری اس کامیابی پر میں حسد کا

شکار نہیں ہوئی بلکہ انتہائی خوش ہوں۔ تمہاری اس کامیابی کو میں اپنی کامیابی تصور کرتی ہوں۔“
 ”اب اگر مجھے بے ہوش ہو جانے سے بچانا چاہتی ہو تو یہ بتاؤں کہ تم اتنی برق رفتاری سے یہاں کیسے پہنچ گئیں۔“

”نیچے موجود تیرہ افراد کو قابو میں کر لیا گیا ہے بلکہ بحالت مجبوری انہیں ہلاک کر دیا گیا ہے اور میں تیسری منزل کی سیڑھیوں سے اوپر آچکی تھی اور اس تھا اور روشن کمرے کو دیکھ کر اس کی جانب بڑھ رہی تھی کہ ٹرانسمیٹر پر تمہاری کال موصول ہوئی۔“
 ”کیا واقعی، لیکن تم.....“

”ہاں، میں بھی اپنے ذرائع سے کام لے رہی تھی اور آخر کار اس عمارت پر میری نشاندہی ہوئی تھی۔ سچی بات تو یہ ہے کہ میں تمہیں اس عمارت پر کارروائی کرنے کے بعد کامیاب ہو کر سر پر اُزدینا چاہتی تھی لیکن تم مجھ سے آگے نکلے مجھے خوشی ہے اور مسٹر بینڈون۔“
 ”یہاں خوشیاں منانے کی بجائے اگر تم چاہتے ہو کہ کیسہال کو حاصل کرو تو جو کچھ میں سن چکا ہوں اس کے تحت مجھے یہ اندازہ ہے کہ تمہارے آدمی یہاں موجود ہیں، خدا کے لیے مجھے یہاں سے لے چلو جہاں دل چاہے لے چلو، اس وقت تمہیں اس عمارت کے ارد گرد کوئی اور ایسی شخصیت نہیں ملے گی جس سے تمہیں خطرہ ہو۔ یہ میری تلاشی لے چکا ہے اور یہ بھی نہ سمجھنا کہ میں کسی اور کو اپنے اس طرح قابو میں آجانے کا پیغام دے دوں گا لیکن تم خطرہ مول لے رہے ہو مجھے یہاں سے لے جا کر ایسی جگہ قید کرو جہاں تم مجھے محفوظ سمجھو اور اس کے فوراً بعد کیسہال کو حاصل کرنے کے لیے میرے بتائے ہوئے پتے پر ریڈ کرو کیا سمجھے۔“ ریتیم نے بھی مجھے حیرت بھری نگاہوں سے دیکھا تھا۔ میں نے مختصر الفاظ میں ریتیم کو صورت حال سمجھائی اور ریتیم تیار ہو گئی لیکن اس کے باوجود ہم نے مسٹر بینڈون کو عمارت سے باہر لے جاتے ہوئے ان کے دونوں ہاتھ ان کی پشت پر باندھ دیئے تھے اور منہ میں کپڑا ٹھونس دیا تھا اس کے ساتھ ساتھ ہی ان کی گردن سے ریوالور کی نالی بھی لگائی تھی۔ ریتیم نے جو کچھ بھی کہا تھا سچ کہا تھا زیر ز اس وقت اس پوری عمارت میں قابض ہو گئے۔ ہمیں اس عمارت سے کچھ نہیں لینا تھا حالانکہ کرنے کے لیے تو بہت سے کام موجود تھے لیکن سب سے بڑی بات یہ تھی کہ اس وقت ہم انتہائی سنسنی خیز کیفیت سے دوچار تھے اور یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ آنے والے لمحات میں کیا صورت حال رہے اس لیے پہلے یہاں سے نکل جانا ضروری تھا بعد میں سوچا جائے گا کہ آگے

کیا کیا جائے یہ تھی صورت حال، چنانچہ مسٹر بینڈون کو نیچے لایا گیا، زیر زمین گاڑیوں میں موجود تھے، جن میں سے ایک ریتیم کے استعمال میں تھی اسی گاڑی میں مسٹر بینڈون کو بٹھایا گیا، تاحد نظر خاموشی اور سناٹا چھایا ہوا تھا لیکن مسلح زیر ز دور دور تک نگاہیں رکھے ہوئے تھے۔ چنانچہ ایک گاڑی آگے اور ایک پیچھے چل پڑی جن میں زیر ز سوار تھے ہماری کار درمیان میں تھی اور خود ریتیم اسے ڈرائیو کر رہی تھی جبکہ میں اور مسٹر بینڈون کچھلی سیٹ پر تھے اور میں نے مسٹر بینڈون کو کور کر رکھا تھا چونکہ اس وقت ہمارے کسی ایسی منزل کی جانب تھا جس کے بارے میں مجھے نہیں معلوم تھا۔ چنانچہ میں نے راستے میں ریتیم سے اس کے لیے کوئی سوال بھی نہیں کیا۔ سفر اچھا خاصا طویل ثابت ہوا اور ہم ایک ایسی عمارت میں داخل ہو گئے جو شہر سے تھوڑے فاصلے پر نواحی علاقے میں کسی فارم ہاؤس کی شکل میں تھی۔ ریتیم نے بہر حال مجھ سے زیادہ بہتر طریقے سے یہاں اپنا ٹھکانہ بنایا تھا اور فارم ہاؤس کی عمارت کے اندرونی حصے میں اس نے شاندار انتظامات کر رکھے تھے غالباً یہ عمارت پہلے سے زیر ز کے قبضے میں تھی کیونکہ ریتیم بہتر طور پر جانتی تھی کہ زیر ز دنیا کے مختلف گوشوں میں پھیلے ہوئے ہیں اور بڑی اچھی حیثیتوں کے مالک ہیں، تینوں گاڑیاں ساتھ ساتھ رک گئیں، راستے میں کوئی ایسا مشکل مرحلہ پیش نہیں آیا تھا جو باعث پریشانی ہوتا۔ مسٹر بینڈون کو سب سے پہلے ایک کمرے میں پہنچایا گیا اور پھر ان سے کین تھاں کے بارے میں تفصیلات معلوم کی گئیں۔ مسٹر بینڈون نے کہا۔

”کیسہال ابھی تک یہیں موجود ہے اگر ان لوگوں کو موقع مل جاتا تو وہ فوری طور پر اسے یہاں سے منتقل کر دیتے، لیکن بہر حال انہیں یہ بھی احساس ہے کہ ان کے خلاف بھی اعلیٰ پیمانے پر کام ہو رہا ہے اور کوئی بھی اتنی آسانی سے کیسہال کو یہاں سے نکال کو نہیں لے جاسکتا، چنانچہ ابھی انہوں نے اسے ایک عمارت میں قید کر رکھا ہے اور موقع کے منتظر ہیں۔“

”عمارت کا پتا؟“ ریتیم نے سوال کیا۔

”پوری طرح ذہین نشین کر لو ابھی رات کا کافی وقت باقی ہے مجھ سے مغز ماری کرنے کی بجائے بہتر ہے کیسہال کو بھی یہاں تک لے آؤ اور اس کے بعد تم لوگ جس طرح مناسب سمجھو ویسے اگر تم چاہتے ہو کہ میں ان لوگوں کی نشاندہی بھی کر دوں جو اس سلسلے میں مکمل طور پر ذمہ دار ہیں تو میں یہ بھی کر سکتا ہوں لیکن تم جس طرح مناسب سمجھو کیا تم رات بھر میں یہ کارروائی کر سکتے ہو؟“

”ایک سوال میں آپ سے کرنا چاہتا ہوں مسٹر ہینڈون؟“
میں نے کہا۔

”ہاں بولو۔“

”کیا اس عمارت میں جہاں آپ قید تھے باقاعدہ کام ہوتا ہے اور ان لوگوں کو پتا چل جائے گا کہ عمارت کی کیفیت کیا ہے۔“

”عمارت پوری طرح ہمارے قبضے میں ہے اور اگر تم وہ تیرہ افراد قتل کر چکے ہو جو وہاں موجود تھے تو سمجھو کہ ابھی اس عمارت کے سلسلے میں کوئی اہم کارروائی نہیں ہوگی یا پھر اتفاقیہ طور پر اگر کسی کو جانے کی ضرورت پیش آجائے یا کسی اہم سلسلے میں کوئی مجھ سے گفتگو کرنا یا مشورہ کرنا چاہے تو پھر صورت حال بگڑ جائے گی اور اصل مجرم روپوش ہو جائیں گے کیسہال کو برآمد کرنے کے ساتھ ساتھ اگر تم چند افراد کو اپنے قبضے میں اور کرلو تو سمجھو کہ عارضی طور پر تم ان لوگوں کو ابھی صورت حال کی اطلاع نہ ہونے دو گے۔“

”ہاں اور وہ نام بھی بتائیے۔“ میں نے کہا اور ریتیم کسی قدر پریشانی سے میری صورت دیکھنے لگی، لیکن بہر حال میں مسٹر ہینڈون سے ان ناموں کی تفصیلات معلوم کرنے لگا اور جو نام میرے علم میں آئے تھے وہ واقعی بڑے تعجب خیز تھے کیونکہ یہی تو وہ لوگ تھے جو ہینڈون کی بازیابی کے لیے سرگرداں تھے اور یہ چاہتے تھے کہ ہینڈون ان کے قابو میں آجائے اور مسٹر کیسہال وزیر اقتصادیات رہا ہو کر مارشل ویڈن کی تحویل میں آجائیں۔ بہر حال اس قسم کی سازشیں اتنے اعلیٰ پیمانے پر ہوتی ہیں اور زیر زبانی درحقیقت اس کام کو بہت بڑے چیلنج کے طور پر قبول کیا تھا۔ جب مسٹر ہینڈون یہ تفصیلات بتا چکے تو میں نے اس کمرے سے باہر نکلنے کے بعد ریتیم سے کہا۔

”ہاں ریتیم تم اس بارے میں کیا کہتی ہو؟“

”میرا خیال ہے میری زندگی میں اتنے مشکل لمحات پہلے کبھی نہیں آئے بڑے بڑے خطرناک مراحل میں میں نے خود کو پرسکون رکھا ہے۔ کیروشین قبائل کے درمیان جس طرح تم نے مجھے دیکھا دانش منصور! اس سے تمہیں اندازہ ہو گیا ہوگا میں جن حالات میں کام کر لینے کی عادی ہوں لیکن سچ بتا رہی ہوں کہ مسٹر ہینڈون کو یہ تمام باتیں کرتے دیکھ کر میری حیرت انتہا کو پہنچی ہوئی ہے۔“

”اب صرف میرے پاس ایک ہی ذریعہ رہ جاتا ہے۔“
”کیا؟“

”اس کا نام ایلوس مور ایک عجیب و غریب شخصیت ہیں میں نہیں جانتا اس کے وسائل کیا ہیں لیکن بہر حال میں تنہا یہ سب کچھ نہیں کر سکتا اور میں سمجھتا ہوں کہ زیر زبانی تعداد بھی اتنی نہیں ہے کہ وہ راتوں رات ان جگہوں پر چھاپے ماریں اور وہ عمل کر ڈالیں جو ہم چاہتے ہیں۔“

میرے پاس اس وقت یہاں تقریباً ساٹھ آدمی جمع ہو چکے ہیں۔ اصل میں اس صورت حال سے واقفیت حاصل کرنے کے بعد میں بھی بڑی برق رفتاری سے کام کرتی رہی ہوں۔ میں نے قرب و جوار سے زیر زبانی بڑی تعداد جمع کر لی ہے اور یہ فارم ہاؤس بڑی وسعتوں میں ہے اگر ہم راتوں رات ان پانچ افراد کو جمع کر لیں جن کے نام ہمارے سامنے لائے گئے ہیں تو یہ سمجھو کہ عارضی طور پر تو ہم ان لوگوں کو معطل کر ہی دیں گے باقی جہاں تک معاملہ اس عمارت کا ہے وہاں سے اگر مقامی سیکورٹی کو کچھ لاشیں ملیں تو فوری طور پر وہ یہ تو نہ جان سکیں گے کہ قاتل کون ہے۔ ہاں یہ الگ بات ہے کہ اس کی تشہیر ہو جائے گی اور کچھ لوگ یہ جان جائیں گے کہ مسٹر ہینڈون مقامی حکومت کے قبضے میں آچکے ہیں، بڑا غور کرنے کا مقام تھا دماغ میں کچھوی پک رہی تھی تب میں نے مدہم لہجے میں کہا۔

”تو پھر ایک اور تدبیر میرے ذہن میں آتی ہے مائی ڈیر ریتیم۔“
”کیا؟“

”عمارت سے تمام لاشوں کو غائب کر دیا جائے اور کسی خاص ذریعے سے وہاں سیکورٹی لگا دی جائے۔“

”تم نے ابھی ایک شخص کا حوالہ دیا تھا غالباً ایلوس مور۔“

”ہاں حکومت کا ایک اہم رکن جو اس وقت میرے ساتھ مکمل طور سے شان دار تعاون کر رہا ہے۔ میں اسے ان حالات سے آگاہ کر کے مدد لے سکتا ہوں۔“
”بات اصل میں جلد بازی کی ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ یہ تمام لوگ پوشیدہ ہو جائیں اگر تم ناگوار نہ محسوس کرو تو ایک بات میں تم سے کہوں دانش منصور؟“

”ہاں بولو۔“

”ایلوں مور سے اگر تم مدد لے سکتے ہو تو صرف اتنی مدد لو کہ اس عمارت کو مقامی سیکورٹی کی تحویل میں دے دو اور کسی کو یہ پتہ نہ چلنے دو کہ اس عمارت کے گرد پہرہ لگا ہوا ہے اور اگر کوئی اس عمارت میں داخل ہونے کی کوشش کرے تو اسے انتہائی احتیاط سے گرفتار کر لیا جائے اور اسی عمارت میں قید کر لیا جائے۔ میرا مطلب صرف اتنا ہے کہ کیونکہ وہ عمارت بڑی احتیاط کے ساتھ اپنی تحویل میں لی ہوئی تھی اور صرف اہم افراد ہی یہ بات جانتے ہیں کہ شہری آبادی کے بچوں بچ اس عمارت کو انتہائی خطرناک مقصد کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے چنانچہ ہم ان لوگوں پر راتوں رات ہاتھ ڈال لیتے ہیں اور اس کے علاوہ مسٹر کیسھال کو برآمد کرنے کی بھی کوشش کرتے ہیں یوں عارضی طور پر ہمیں تھوڑا سا وقت مل جائے گا باقی جہاں تک تعلق رہے گا مقامی حکام کا تو مناسب صورت حال سامنے آئے گی۔ میں پھر پورا امداد حاصل ہو جائے گی لیکن اس شرط پر کہ پہلے ہم مسٹر کیسھال کو برآمد کر لیں۔“

”تو پھر تم یوں کرو کہ اپنے ان افراد کے گروپ بناؤ اور ہر گروپ کا ایک انچارج مقرر کر کے اسے مطلوبہ پتے پر روانہ کر دو۔“

”ہمیں یہ بھی خیال رکھنا ہوگا دانش منصور کہ مسٹر بینڈون جو انوکھا تعاون ہم سے کر رہے ہیں اس کا پس منظر کیا ہے یہ شخص جو گہری چال چل رہا ہے وہ ہمارے اور ہمارے ساتھیوں کے لیے موت کا باعث بن سکتی ہے۔ یہ ساری باتیں ہمیں سوچنا ہوں گی اور اس کے لیے ہمارے پاس بہت مختصر وقت ہے۔“ میں نے سر دنگا ہوں سے ریتیم کو دیکھا اور کہا۔

”جس مقصد کے لیے ہم لوگوں نے قدم آگے بڑھائے ہیں اس میں اصولی طور پر ہمیں تنہا ہونا چاہیے کیونکہ اس کا مقصد دولت کا حصول یا کسی ملک سے وفاداری نہیں۔ ہم تو اپنے طور پر کچھ چاہتے ہیں اور اس کے لیے ہی سرگرم عمل ہیں لیکن تم اپنے قبیلے کے ساتھ ہو اور تمہیں ان پر مکمل اعتماد ہے اس بات کے مکمل امکانات ہر لمحہ موجود ہیں گے کہ تمہارے قبیلے کے افراد ان کوششوں میں موت کا شکار ہوتے رہیں گے اگر اس قدر احتیاط سے کام لینا ہے تو میرے خیال میں ان لوگوں کو تکلیف نہ دینا ہی بہتر ہوگا۔“

”اوہ تم میری بات کا برا مان گئے مائی ڈیر دانش منصور، نہیں میرا یہ مطلب بالکل نہیں ہے میں تو یہ کہہ رہی تھی۔“

”میں ایلوس مور سے مکمل طور پر مدد طلب کر سکتا ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ اس

قدر صاحب اختیار ہے اور مجھ پر اعتماد کرتا ہے کہ کوئی وجہ بتائے بغیر وہ یہ سب کچھ کر سکتا ہے مجھے تعجب ہے کہ تم جس طرح معلومات حاصل کر کے اس عمارت تک پہنچے اور تم نے وہ مرحلہ مل کر ڈالنا چاہا جس کے لیے ہم کام کر رہے تھے لیکن اب تم اس قدر محتاط انداز میں سوچ رہی ہو۔“

”آئی ایم سوری، میرا یہ سوچنا غلط ہے۔“

”ایلوں مور سے میں اس عمارت کی حفاظت کی نگرانی بھی نہیں طلب کر رہا بلکہ ایک ذرا سی ترمیم اس میں کر لو کہ ساٹھ میں سے دس افراد کو سادہ لباس میں اس عمارت کے گرد پھیلا دو اور وہ کام جو ہم مقامی لوگوں سے لینا چاہتے تھے وہ زیر زکی ہی نگرانی میں کراؤ اور اس کے بعد ایک ٹیم اپنے طور پر منتخب کر کے کیسھال کو برآمد کرنے کے لئے چل پڑو۔“

”ار کے۔“ ریتیم نے مستعدی سے کہا اور پھر وہ اپنے طور پر اپنے ساتھیوں سے رابطے قائم کرنے لگی۔ سارا پروگرام طے ہو گیا اور تھوڑی دیر کے بعد اس نے مجھے اطلاع دی کہ مطلوبہ افراد کی گرفتاری کے لیے اس کے ساتھی پوری ذمہ داری کے ساتھ روانہ ہو چکے ہیں تب ہم نے پانچ افراد کے ایک گروپ کو اپنے ساتھ لیا اور اس کے بعد مسٹر بینڈون کے بتائے ہوئے پتے پر چل پڑے جہاں کیسھال کو رکھا گیا تھا بقیہ پانچ افراد کو مسٹر بینڈون کی نگرانی کے لیے اس فارم ہاؤس پر چھوڑ دیا گیا تھا ویسے اس میں کوئی شک نہیں کہ ریتیم کے مل جانے کے بعد میرے ذہن میں ایک نئی امنگ بیدار ہو گئی تھی وہ ایک انوکھے اور پراسرار قبیلے کی سربراہ تھی اور قبیلے کے افراد ایسے اپنا روحانی پیشوا بھی مانتے تھے بڑی تعجب خیز تھی اور میرے اپنے حساب سے بڑی مضحکہ خیز بھی کیونکہ روحانیت کا تو ریتیم سے کوئی تعلق بھی نہیں تھا لیکن بہر حال کیا کہا جاسکتا ہے البتہ مارشل آرٹ کے قدیم اصولوں کے مطابق روحانیت کا تعلق اس آرٹ سے بھی ہو سکتا ہے کچھ ایسی ہی کہانی ہے مارشل آرٹ کی بہر حال اس وقت ان تمام چیزوں پر غور کرنے کے لیے ہمارے پاس کوئی وقت نہیں تھا۔ ریتیم شدت سے اس بات پر حیران تھی کہ مسٹر بینڈون کو کیا ہو گیا۔

”اگر اس شخص نے کوئی بہت گہری چال چلی ہے صورت حال کی نزاکت کا احساس کر کے تو اس بات کو ذہن میں رکھنا دانش منصور کہ وہ چال معمولی نہیں ہوگی یقینی طور پر وہ ہماری موت کا سامان بھی بن سکتی ہے۔ بینڈون نے آخر اپنے آپ کو اس طرح کیوں بنا کر پیش کر دیا

”ہمیں گے۔“ پولیس کی کئی کاریں وہاں پہنچ گئی تھیں اور تیزی سے سائرن بجا رہی تھیں بہت سے پولیس والے پوزیشن لیے ہوئے نیچے اتر آئے تھے جو افراد اطراف میں جمع ہو گئے تھے ان سے ہٹنے کے لیے کہہ دیا گیا تھا اور اب اس کے سوا کوئی اور چارہ کار نہیں تھا کہ ہم دونوں اپنے پوشیدہ ہونے کا بندوبست کریں۔ ہم نے دوڑ لگا دی اور مختلف راہداریوں سے گزرتے رہے پھر میں اور ریتیم ایک ساتھ ہی ایک ایسی جگہ منتخب کرنے میں کامیاب ہو گئے جہاں ہم با آسانی چھپ سکتے تھے۔ ڈرائنگ روم جو کہ بہت زیادہ وسیع تھا اور اس میں بڑی خوب صورتی سے الماریاں بنائی گئی تھیں ان میں سے ایک الماری ہمارے لیے بڑی کارآمد ثابت ہوئی۔ یہ عجیب و غریب ساخت کی الماری تھی زمیں پر اس طرح نصب کی گئی تھی کہ گھوم جاتی تھی اور دو افراد اس میں بہ آسانی سما سکتے تھے کچھ عجیب سی نوعیت تھی اس کی لیکن ہمارے پاس اس کے سوا کوئی اور چارہ کار نہیں تھا کہ ہم اس میں پناہ لیں الماری کو سامنے کے رخ سے پیچھے رخ پر تبدیل کر لیا گیا اور یہ پچھلا رخ دیوار سے جالگا۔ ہمیں ابھی یہاں داخل ہوئے کچھ ہی لمحات ہوئے تھے کہ دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں عمارت کے مختلف گوشوں میں گونجنے لگیں اور پھر چند افراد اندر داخل ہو گئے۔ یہ پولیس والے تھے مستعد اور چاک و چوبند اور صورت حال کا جائزہ لیتے ہوئے یہاں تک پہنچے تھے ان کے ہاتھوں میں پستول دبے ہوئے تھے اور وہ کسی بھی لمحے کسی بھی خطرے سے نمٹنے کے لیے مکمل طور سے تیار تھے۔ بہر حال یہ صورت حال کچھ اجنبی سی تھی اور ایک لمحے کے لیے دماغ بھی چکر لگے تھے اور ہم یہ سوچ رہے تھے کہ ہم اگر ان کی نگاہوں میں آگئے تو اپنے بارے میں انہیں کیا بتائیں گے۔ پھر کمرے میں کچھ آوازیں گونجنے لگیں اور ہم نے ان آوازوں پر کان لگا دیے۔

”ہاں آفیسر میں خود حیران ہوں بات میری سمجھ میں بالکل نہیں آرہی آپ مسٹر پوپ سے ملیے ہم دونوں تو یوں سمجھ لیجئے کہ بس زندگی کے آخری لمحات گزار رہے ہیں اور اس بات کے منتظر ہیں کہ کب ہماری زندگی کی کہانی ختم ہوتی ہے جہاں تک ہمارے کسی دشمن کا تعلق ہے تو آپ یہ سمجھ لیجئے بلکہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیجئے کہ کیا عمر کے اس دور میں دشمنی پالی جاسکتی ہے۔“

”آپ کے متعلقین میرا مطلب ہے اس عمارت میں آپ لوگ۔“

”ہم تنہا رہتے ہیں مسٹر پوپ اور ہم بڑی آسان اور سادہ سی زندگی گزار رہے ہیں۔“

کیا صرف اس لیے کہ صورت حال اس کے حق میں نہیں تھی ایسی صورت میں وہ ہمیں بھٹکا سکتا ہے جب کہ تم دیکھو ان لوگوں نے کیا شان دار منصوبہ بندی کی تھی یعنی اپنے ٹھکانے دور دور اور محفوظ جگہ پر بنانے کی بجائے انہوں نے ایک ایسی عمارت کو منتخب کیا تھا جو آبادی کے پیچھے تھی اور اس سے ایک بڑا فائدہ اور بھی ان کو تھا کہ اگر کوئی عظیم کارروائی ہو جاتی ہے تو عمارت کے ایک ایک گوشے کو وہ لوگ اپنی پناہ گاہ اور مدافعت کے لیے استعمال کر سکتے تھے تو دانش منصور جیسی شخصیت ہی تھی جس نے ان کے اس منصوبے کو ناکام بنا دیا لیکن سوال یہ یہ ہوتا ہے کہ اب.....“

”بات اصل میں یہ ہے ریتیم کہ جب کچھ صورتیں سامنے آتی ہیں تو ہمیں ان کا تجزیہ کرنا ہی پڑتا ہے۔ ہمارے پاس بھلا کون سے ذرائع ہیں جس سے ہم یہ معلوم کر سکیں کہ کیا ہے اور کیا جھوٹ اب دیکھتے ہیں کہ کیا صورت حال ہوتی ہے۔“

آخر کار ہم مسٹر بینڈن کے بتائے ہوئے پتے پر پہنچ گئے اور ہم نے اس عمارت اچھی طرح جائزہ لیا۔ زیر زمین ہمارے ساتھ تھے۔ ریتیم نے انہیں مختلف جگہوں پر تعینات کیا اور اس کے بعد ہم دونوں اس عمارت میں داخل ہو گئے یہ ایک اندھی کارروائی تھی فوری طور پر قدم اٹھا کر ہم ان لوگوں کو حیران کر دینا چاہتے تھے لیکن یہاں ذرا سی گڑبڑ ہو گئی۔ کیونکہ جیسے ہی ہم عمارت کے اندرونی حصے میں داخل ہوئے اچانک ہی ہم پر گولیوں کی بوچھاڑ ہو گئی خود رہتھیار سے یہ فائرنگ ہم پر کی گئی تھی اور ایک لمحے کے اندر اندر ہمیں احساس ہو گیا کہ ہم بڑی طرح گھیر لیے گئے ہیں۔ ہم پر فائرنگ کرنے والے بہت سے انسان تھے۔ اب اس کے بعد مجبوراً ریتیم کو ان لوگوں کو اشارہ کرنا پڑا جو یہاں محفوظ مقامات پر تھے۔ چنانچہ انہوں نے جوابی کارروائی شروع کر دی یہ بھی ایک گنجان اور رہائشی علاقہ تھا اتنا گنجان تو نہیں تھا کہ مکانات آس پاس ہوتے اور اندھا دھند چلنے والی گولیاں دوسروں کو نقصانات پہنچا سکتیں لیکن یہ ضرور ہوا کہ چاروں طرف سے لوگ جمع ہونا شروع ہو گئے اور صورت حال انتہائی سنگین صورت اختیار کر گئی اور پھر جب پولیس گاڑیوں کے سائرن سنائی دیئے تو بحالت مجبوری ریتیم کو زیر زمین کو اطلاع دے کر وہاں سے ہٹنا پڑا۔

”تم لوگ گولیاں چلانا بند کر دو اور فوراً یہاں سے فاصلہ اختیار کر لو بلکہ عوام میں شامل ہو جاؤ اور صورت حال کا جائزہ لؤ یعنی اطلاع تک تمہیں کوئی عمل نہیں کرنا ہم خود صورت حال کو

ہمیں تو خود تعجب ہے ویسے میں آپ کو بتاؤں ہوا کیا ہے۔؟“

”جی آپ کا کیا خیال ہے اس بارے میں“

”صرف ایک دو ایسی پارٹیاں جو شاید ایک دوسرے کی دشمن تھیں ایک دوسرے تعاقب کرتی ہوئی یہاں تک پہنچی ہیں۔ وہ لوگ صرف ایک آسان راستہ دیکھ کر ہماری رہائش گاہ میں داخل ہو گئے ہیں اور پھر دونوں پارٹیوں نے ایک دوسرے پر گولیاں چلائی ہیں لیکن آخر کار وہ بھاگ گئے۔ اب یہ اندازہ ہے کہ یہاں کوئی اور موجود نہیں ہے پھر بھی آپ براہ کرم تلاشی لے لیجئے گا کہیں بعد میں ہم کسی مشکل میں گرفتار نہ ہو جائیں۔ آہ دیکھئے انہوں نے کتنا نقصان پہنچایا ہے ہماری اس رہائش گاہ کو ہم تو بڑی محدود آمدنی والے لوگ ہیں کچھ ایسی کارروائیاں کر رہی ہیں جن سے تھوڑا سا روپیہ ہمیں حاصل ہو جاتا ہے اور وہی ہمارا ذریعہ معاش ہے تصور میں بھی نہیں لاسکتے اس بات کو کہ کوئی یہ سوچ کر یہاں ہنگامہ آرائی کرے کے لیے داخل ہو سکتا ہے کہ یہاں سے اسے دولت وغیرہ ملے گی، بھلا ہم غریبوں کے پاس رکھا ہے پھر بھی آفیسر آپ براہ کرم یہاں کی تلاشی لے لیجئے۔“

”ہاں..... ہاں“ مطمئن رہیں۔ مجھے افسوس ہے مسٹر اینڈ مسز پوپ کہ آپ کو زخمی سے دوچار ہونا پڑا ویسے میں آپ کی بات سے بالکل اتفاق کرتا ہوں ظاہر ہے دو فوجیں آپس میں جنگ پر آمادہ نہیں ہو گئیں، کوئی ایسا ہی کھیل معلوم ہوتا ہے لیکن کم بختوں نے بڑا تباہی مچائی ہے۔ خیر آپ اطمینان رکھیے ویسے یہ بتائیے کہ خود آپ کے اپنے ذہن میں کونسا تصور تو نہیں ابھرتا یعنی کچھ ایسے لوگ جو آپ کو نقصان پہنچانا چاہتے ہوں“

”میں آپ کو تمام صورت حال بتا چکی ہوں نہ تو ہماری کسی سے کوئی دشمنی ہے اور نہ ہی ہم کسی ایسے شخص کا تصور کر سکتے ہیں جو اس عمارت میں کسی بری نیت سے داخل ہو۔“

”ٹھیک ہے۔ میں تلاشی لیے لیتا ہوں اور اگر اس کے باوجود آپ کو کوئی احساس ہوا بعد میں آپ مجھے اطلاع دے دیجئے یہ میرا کارڈ۔“ پولیس آفیسر نے اپنا کارڈ کسی مسز پوپ دیتے ہوئے کہا۔ جس کی آواز بوڑھی تھی اور یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ اس کی عمر پینتھ ستر سے اوپر ہے۔ میں اس وقت کچھ بھی نہیں سوچ رہا تھا کہ اب پولیس چلی جائے تو اس سے آگے کے بارے میں سوچا جائے۔ ہم لوگ تو سانس بھی نہیں لے پارہے تھے، تھوڑی دیر تک وہاں گفتگو ہوتی رہی پھر اس کے بعد پولیس آفیسر نے مسٹر اینڈ مسز پوپ کی فرمائش پر ہلکی پھلکی تلاشی

بعد است کیا۔ شکر ہے اس لماری کے بارے میں نہیں سوچا گیا اور ہم محفوظ ہی رہے پتہ نہیں چلا سکا کہ مسٹر اینڈ مسز پوپ بھی اس لماری کا جائزہ لینے کے لیے پولیس آفیسروں سے بات نہیں کئے، قصہ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا تھوڑی دیر کے بعد ڈرائنگ روم خالی ہو گیا اور ہم نے اس کی صورت حال بالکل مختلف ہے پھر تھوڑی دیر کے بعد ایک بار باہر قدموں کی آوازیں سنائی دیں، یہی شکر تھا کہ ہم نے جلد بازی نہیں کی تھی۔ مسٹر اینڈ مسز پوپ اسی کمرے میں موجود تھے اور اتنے خاموش بیٹھے ہوئے تھے جیسے خود بھی سانس نہ لے رہے ہوں لیکن اندازہ کھلا تھا اور آفیسر اندر داخل ہوا تھا اور پھر آفیسر نے کہا۔

”آپ بالکل بے فکر ہو جائیں۔ یہ واقعی صرف ایک اتفاق تھا کہ دو پارٹیاں جنگ کرتی ہوئی یہاں آگئی تھیں، لیکن پوری عمارت میں کسی کا نام و نشان نہیں ہے۔ وہ لوگ فرار ہو گئے ہیں اور ہم کچھ ملنے والے شواہد کی بنا پر ان کے تعاقب میں جا رہے ہیں۔ میرا کارڈ آپ کے پاس ہے کوئی بھی خاص بات محسوس کریں تو فوری طور پر مجھے اطلاع دیجئے۔ یہ میرا موبائل نمبر ہے۔“

”تھینک یو آفیسر ہم ذاتی طور پر آپ کے شکر گزار ہیں۔“

”مسز پوپ ہی ضرورت سے زیادہ بول رہی تھیں۔ مسٹر پوپ تو ابھی تک خاموش ہی ہے تھی پھر ایک بار عمارت میں گہرا سناٹا چھا گیا لیکن وہ دونوں اب بھی یہیں موجود تھے پھر بتلی بار مسٹر پوپ کی آواز ابھری۔

”یہ بات باعث تشویش ہے آخر کسی کو یہاں تک آنے کی ضرورت کیوں پیش آئی جو ہمارے آدمیوں کو ان سے مقابلہ کرنا پڑا ویسے انہوں نے عقل سے کام لیا اتنی ہنگامہ آرائی کے بعد ان کا یہاں سے نکل جانا ہی بہتر تھا اور میں سمجھتا ہوں کہ اس سلسلے میں خاصی ذہانت سے کام لیا گیا، لیکن آخر وہ لوگ تھے کون؟“

”دیکھو ڈیر میں صرف ایک بات کہہ سکتی ہوں کہ اگر اس عمارت میں چھوٹی سی ہنگامہ آرائی بھی ہوئی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ یہ ٹارگٹ بن گئی ہے اور ہمیں فوری طور پر عمل کرنا چاہیے یعنی یہ کہ مسٹر کیسہال کو یہاں سے فوری طور پر منتقل کر دینا چاہیے یہی ذہانت کی بات ہے۔“ ایک لمحے کے اندر اندر ہمارے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے میری ساری توجہ اسی جانب لی ہوئی تھی۔ مسٹر پوپ نے کہا۔

”یہ کام میں کر چکا ہوں۔“

”کیا مطلب؟“

”تم نہیں سمجھتیں، واش روم میں جا کر میں نے سب سے پہلے یہی ہدایت کی تھی لوگ انڈر گراؤنڈ بھی ہو گئے تھے۔ تہہ خانے سے انہوں نے وہ سیدھا راستہ اختیار کیا کیسہال کو لے کر روانہ ہو گئے ہیں۔ یہ عمارت تو اب بالکل ہی مشکوک ہو گئی، تھوڑا گزار لو اس کے بعد ہم خود بھی یہ جگہ چھوڑ دیں گے۔“ یہ الفاظ ریتیم نے بھی سنے تھے مطلب ہے کہ مسٹر کیسہال اسی عمارت کے کسی تہہ خانے میں موجود تھے اور اب یہاں آرائی ہوئی تھی اس لئے ان دونوں نے انہیں یہاں سے منتقل کر دیا تھا۔ مسٹر پوپ کہ واش روم میں گئے ہوں گے اور وہاں سے انہوں نے کسی ٹرانسمیٹر وغیرہ پر اپنے سنا ہدایت کر دی تھی، اندازہ یہ ہو رہا تھا کہ ہم یہاں ایک بار پھر ناکامی سے دوچار ہونے والے تھے ایسے موقع پر خطرہ لیے بغیر کوئی چارہ کار نہیں تھا، پولیس آفیسر یہ کہہ کر نہیں کہ یہاں وہ پولیس کے افراد کو تعینات کر دے گا بلکہ اپنے طور پر وہ ان لوگوں کے تعاقب گیا تھا، اس کا مقصد تھا کہ میدان خالی ہے کیونکہ مسٹر پوپ نے بقیہ افراد کو بھی روانہ کر اب یہی دونوں بتا سکتے تھے کہ مسٹر کیسہال کو لے کر وہ کہاں گئے ہیں۔ بہر حال چند لمحہ بعد ہم نے اپنے طور پر وہ خطرہ مول لینے کا فیصلہ کر لیا اور اس کے بعد اچانک ہی الما کر باہر نکل آئے لیکن ہم نے دیکھا کہ سامنے ایک صوفے پر بیٹھا ہوا جوڑا اس برق کے بارے میں سوچا بھی نہیں جاسکتا یہ دوسری بات ہے کہ میں نے اور ریتیم نے انہی لمحے کا موقع نہیں دیا تھا۔ ریتیم تو کسی پھر کی طرح گھومتی ہوئی بوڑھی پر جا کر پڑی نے دونوں ہاتھ زمیں پر لگا کر ٹانگیں پھیلا دی تھیں اور لٹو کی طرح گھومتی ہوئی بوڑھی تھی۔ پھر اس کی لات بوڑھی کے جڑے اور سینے پر پڑی اور بوڑھی اچھل کر کافی دور جا مرد کی کیفیت بھی اس سے زیادہ مختلف نہیں ہوئی تھی میں نے اس کی گردن اپنی بغل میں اس کے دونوں ہاتھوں میں قبضہ کر ڈال دی تھی اور پھر اس کے لباس کی تلاشی لے کر بغل سے پستول نکال لیا تھا، بوڑھی کے پاس سے البتہ پستول برآمد نہیں ہوا تھا ریتیم نے اسے نیچے قالین پر دے مارا اور اس کی پنڈلیوں پر کھڑی ہو گئی، بوڑھی کے حلق سے کراہیں نکلی ریتیم نے جھک کر انگوٹھا اس کے حلقوم پر رکھ دیا۔

”صرف ایک لمحہ پھر اس کے بعد اس زندگی سے تمہاری دل چسپی ختم ہو جائے گی اس اپنی زبان بالکل بند رکھو۔“

وہ دونوں دہشت زدہ ہوئے تھے اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے ہمیں دیکھ رہے تھے ویسے لی مر سیدہ ہیں، کم بخت اس عمر میں نجانے کیوں اور کس کے لیے کام کر رہے تھے ورنہ یہ عمر تو لہان سے گزارنے کی ہوتی ہے۔ وہ ہم سے مقابلہ نہیں کر سکے اور ہم نے انہیں گریبان سے لٹا کر صوفے پر بٹھا دیا، وہ دونوں خوف زدہ نگاہوں سے ہمیں دیکھ رہے تھے پھر ریتیم نے مجھ سے کہا۔

”تم باہر کا جائزہ لے لو اور اپنے طور پر حفاظت کا بندوبست کر لو، میں باقی کام کرتی ہوں۔“

”ٹھیک ہے۔“ میں نے کہا اور اس کے بعد انتہائی برق رفتاری سے میں عمارت کا ایک کونہ لگا آیا۔ اب حالات بالکل پرسکون تھے، لوگ جو تھوڑی دیر پہلے جمع ہو گئے تھے پولیس والوں کی زبانی اصل صورت حال معلوم کر کے واپس چاچکے تھے، اس بات کا خطرہ تھا کہ ہمیں پڑوس کے لوگ اس بوڑھے جوڑے سے ازارہ ہمدردی کے طور پر اندر نہ آجائیں اس کے لیے میں نے مین دروازہ بند کر دیا تھا اور یہ طے کر لیا تھا کہ لاکھ گھنٹی بجتی رہے دروازہ نہیں کھولیں گے، پھر میں اندر آ گیا، ریتیم خاموشی سے اپنی جگہ کھڑی انہیں گھور رہی تھی، میں نے کہا۔

”ٹھیک ہے اب باہر کچھ بھی نہیں ہے۔“

”اوکے ہاں تو دوستو! ابھی تم گفتگو کر رہے تھے کہ مسٹر کیسہال کے بارے میں کیا تم چاہتا پسند کرو گے کہ مسٹر کیسہال کو کہاں شفٹ کیا ہے تم نے اور اس تہہ خانے کا راستہ کون سا ہے جو تھوڑی دیر پہلے مسٹر کیسہال کا قید خانہ بنا ہوا تھا۔“

”تم کون ہو پتہ کیا تمہیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہے نہ ہم کسی مسٹر کیسہال کو جانتے ہیں اور نہ اس سے کوئی تعلق ہے اور نہ اس عمارت میں کوئی قید خانہ ہے اور نہ ہی.....“ ابھی ریتیم اتنا ہی کہنے پائی تھی کہ ریتیم نے اس کے سفید بالوں کی ایک لٹ اپنی انگلی میں لپیٹی اور باقی انگلیوں سے۔

پڑ کر اسے پوری قوت سے ایک جھٹکے سے کھینچ لیا لٹ اکھڑ کر ریتیم کے ہاتھ میں آ گئی تھی اور ریتیم کے حلق سے ایک دلدوز چیخ نکلی تھی لیکن ریتیم نے اپنا پاؤں اوپر اٹھایا اور جوتے کی نوک

بوڑھی کے منہ میں ٹھونس دی اور اس کے بعد وہ خوشخوار آواز میں بولی۔

”اگر تم نے حلق سے دوسری آواز نکالی تو میں یہ پورا جوتا تمہارے حلق میں اتار دوں اور اس کے بعد تم جانتی ہو کہ تمہارا کیا حشر ہوگا۔“ بوڑھی شدید خوفزدہ ہو گئی تھی ادھر بوڑھا پھٹی پھٹی آنکھوں سے بوڑھی کو دیکھ رہا تھا اور اس کے چہرے پر ایک دم سے غم کے نقوش نمودار ہو گئے تھے۔

”باندھ دو ان دونوں کو۔“ ریتم نے مجھے سے کہا اور میں نے ریتم کی اس ہدایت پر کیا بوڑھے کے دونوں ہاتھ پشت پر باندھ دیئے گئے۔ وہ بری طرح مدافعت کر رہا تھا لیکن بہر حال یہ مداخلت اس کے لیے بے مقصد ثابت ہوئی اسی طرح بوڑھی کے ساتھ بھی سلوک کیا تھا۔

”ہاں اگر تم چاہتے ہو کہ بڑھاپے میں کسی طور تمہارا ساتھ نہ چھوٹے تو مجھے بتاؤ مس کیسہال کو کہاں لے جایا گیا ہے۔“

”میں کہتا ہوں کہ تم لوگ.....“ بوڑھے نے کہنا چاہا لیکن ریتم نے جھک کر بوڑھی عورت کو نیچے گرا دیا اور پھر اس کی پنڈلی پر زور دار پاؤں مارا بوڑھی ایک بار پھر کٹے ہوئے بکرے کی طرح چیختی تھی بوڑھے جسم کی ہڈی ریتم جیسی طاقت ور عورت کے سامنے کچھ ثابت نہ ہوئی اور چور چور ہو گئی۔ ریتم نے دوسرا پاؤں بوڑھی کی گردن پر رکھا اور بوڑھی ہاتھ پاؤں مارنے لگی۔ بوڑھا جلدی سے بولا۔

”سنو میری بات سنو بتاتا ہوں بتاتا ہوں میں بتا رہا ہوں ابھی بتا رہا ہوں۔“ لیکن ریتم جو کچھ کر چکی تھی وہ بہت کافی تھا بوڑھی کی آنکھیں پھیل گئی تھیں اور وہ اس دنیا کو چھوڑ چکی تھی لیکن بوڑھا شاید یہ بات نہیں سمجھ سکا وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

”ہاں تو پھر کیا کہتے ہو تم۔“ میں نے کہا۔

”اے چھوڑ دو اے چھوڑ دو پلیز وہ تو وہ تو بالکل بے گناہ ہے قصور میرا ہے اصل میں سارے کام میں نے کئے ہیں۔“

”جواب، جواب، صرف جواب یہ بتاؤ کہ وہ لوگ کیسہال کو کہاں لے گئے ہیں؟“

”ایک اپارٹمنٹ میں، تم براہ کرم اس عمارت اور اپارٹمنٹ کا نمبر نوٹ کر لو میں بتا رہا ہوں۔“ بوڑھے نے کہا اور ایک پتا بتایا۔

”اور اگر یہ پتا غلط ہوا تو۔“

”نہیں غلط نہیں ہے بالکل ٹھیک، ٹھیک کہہ رہا ہوں میں، پلیز میری بات سنو تم، تم لیکن اسے تو چھوڑ دو اس جلا دڑکی سے کہو کہ میری بیوی کو چھوڑ دے۔“ بوڑھا غصا مضطرب نظر آ رہا تھا۔ ریتم نے بوڑھی کی کروٹ بدلا دی تھی تاکہ بوڑھا اس کی صورت نہ دیکھ سکے اور اس کے منہ میں نے بوڑھے سے بہت سی باتیں معلوم کیں لیکن اس سے زیادہ کا وقت میرے پاس نہیں تھا۔

میں اپنا کام سرانجام دینا تھا چنانچہ بحالت مجبوری عمر کی اس آخری منزل پر پہنچنے والے اس شخص کو جو نجانے کس کے لیے ساری کاروائیاں کر رہا تھا زندگی سے محروم کرنا پڑا پھر میں نے ریتم کی جانب دیکھا تو وہ بولی۔

”بوڑھی پہلے ہی مر چکی ہے۔“

”آؤ میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اس عمارت سے اور کچھ نہیں ملے گا لیکن بہر حال ہم نے ملنا ہے جس جگہ کا اس نے اشارہ کیا ہے کیا واقعی مسٹر کیسہال کو وہاں لے جایا گیا ہے ہمیں۔“

”آؤ۔“ اس کے بعد ہم دونوں باہر نکل آئے تھے باہر آکر ایک مناسب جگہ دیکھ کر ریتم نے سب سے پہلے اپنے ان پانچ ساتھیوں سے رابطہ کیا اور چند لمحات کے بعد مجھے خوشخبری ملی کہ زیر زمیں مکمل طور سے محفوظ ہیں اور ہم سے زیادہ فاصلے پر نہیں ہیں۔

”ان سے کہو ہمارے تعاقب میں چل پڑیں۔“

”اوکے۔“ ریتم نے کہا اور انہیں ہدایات دے کر ہم ایک بار پھر اس طرف چل پڑے۔ جس عمارت کا ہمیں پتا بتایا گیا تھا۔ ریتم نے بالکل صحیح سمت اختیار کی تھی فاصلہ ملے کرتے ہوئے آخر کار ہم اس عمارت میں پہنچ گئے۔ عمارت ایک اچھی خاصی وسیع و عریض تھی اور اس کے احاطے میں جو چہل پہل نظر آرہی تھی اس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہ لوگ بھی ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی پہنچے ہیں ہمارے دلوں کی دھڑکنیں تیز تھیں ایک بار پھر ہمیں شاید ہنگامہ آرائی کرنا پڑی یہاں بھی ریتم نے اپنے پانچوں ساتھیوں کو ویسی ہی ہدایت دیں ان لوگوں کو محفوظ رکھنا بھی ضروری تھا کیونکہ بہر حال یہ تو بعد ہی میں پتا چل سکتا تھا کہ ہم مقامی حکومت کے لیے کام کر رہے ہیں یا ہمارا مقصد کچھ اور ہے سیکورٹی کے عام افراد تو یہ بات نہیں جانتے تھے کہ ہماری

کیا حیثیت ہے چنانچے میں نے اور ریتیم نے عمارت کا جائزہ لیا اندر داخل ہونے کے لیے ہمیں مناسب جگہ درکار تھی لیکن عام آدمی کے لیے اس عمارت میں داخل ہونے کا بظاہر کوئی ذریعہ نہیں تھا اور ہم بہت دیر تک اس کا جائزہ لینے کے بعد کم از کم اس بات سے مایوس ہو گئے تھے کہ بیرونی گیٹ کے علاوہ اور کوئی جگہ بھی اس عمارت میں داخل ہونے کے لیے استعمال نہیں کی جاسکتی ہے۔ ریتیم نے مجھ سے کہا۔

”یہ بات تو طے ہے کہ مسٹر کیسھال کو یہاں منتقل کرنے کے بعد وہ لوگ فوری طور پر انہیں یہاں سے ہٹانے کی کوشش نہیں کریں گے بلکہ صورت حال معلوم کریں گے ہنگامہ آرائی شدت اختیار کر چکی ہے ممکن ہے زیرِ زان دوسرے لوگوں کو گرفتار کرنے میں کامیاب ہو گئے ہوں اس طرح خاصی مشکلات پیش آجائیں گی۔ کیا خیال ہے کیا کیا جائے۔“

”اس کے علاوہ کوئی اور چارہ کار نہیں کہ ہم بیرونی راستے سے ہی اندر داخل ہوں لیکن اس میں شدید خطرات لاحق ہیں۔“ اؤ کم از کم یہ اندازہ تو لگایا جاسکے کہ باہر کی سست کیا ہو رہی ہے۔“ اور پھر ہم لوگوں نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور بیرونی راستے منتخب کر کے آگے بڑھ گئے اور پھر ایک ایسی بات ذہن میں آئی جو ناقابل یقین تھی لیکن اس کے سوا چارہ کار ہی نہیں تھا میں نے گیٹ پر کھڑے ہوئے ان دو مسلح افراد کو دیکھ لیا تھا جو مستعدی سے اپنی ذمہ داریاں پوری کر رہے تھے تب میں نے ریتیم سے کہا۔

”ریتیم وہ دیکھو ہمارے اندر داخل ہونے کا ذریعہ۔“

”یعنی وہ پہرے دار۔“

”سو فیصدی۔“

”لیکن طریقہ کار۔“

”ہنگامی۔“

”اوکے۔“

”لیکن اس کے لیے ہمیں دو لمبے چکر کاٹنے ہوں گے۔ تم پوری عمارت کا چکر لگا کر اس طرف سے آؤ اور میں ادھر سے جاتا ہوں۔“

”ٹھیک ہے۔“ ریتیم نے کہا اور تیزی سے دوڑتی ہوئی عمارت کا بغلی فاصلہ طے کر کے اس کے عقب پر اور پھر وہاں سے اس کے دوسرے کونے میں پہنچ گئی۔ عمارت کے پہرے دار

لپٹ کے باہر ہی موجود تھے غالباً ضرورت سے زیادہ ہی مستعدی کا مظاہرہ کر رہے تھے لیکن ہم کو دیکھ کر وہ یہ اندازہ نہیں لگا سکے کہ دوڑ کر آنے والی عورت کون ہے اور دونوں ہی سبکا ہو گئے۔ یہ موقع ریتیم کیلئے بھی بڑا کارآمد ثابت ہوا تھا۔ میں نے عقب سے دے پاؤں آگے اٹھانے پر چھلانگ لگا دی اور دونوں کو رگڑتا ہوا زمین تک لے گیا ریتیم اچھل کر پیچھے ہٹ گئی لیکن اس کے بعد ہم نے ماہر جمناسٹوں کی طرح اچھل کود کر کے ان کے سروں پر اپنے ہاتھ برسانا شروع کر دیئے اور چند ہی ٹھوکروں نے انہیں نڈھال کر دیا پھر میں نے یہ محسوس کیا کہ ریتیم بے شک لڑکی ہے مارشل آرٹ کی ماہر بھی ہے لیکن ایک طاقتور لڑکی ہے کیونکہ اس نے محافظ کو اپنے کندھے پر اٹھا کر با آسانی ایک لمبا سفر طے کیا تھا دوسرے محافظ کو میں سمجھالے ہوئے تھا ہم انہیں لیے ہوئے عمارت کے بغلی حصے میں پہنچ گئے اور اس کے بعد ہم نے انہیں بے لباس کر دیا۔ ریتیم نے جس محافظ کا لباس پہنا وہ اس کے قدم و قامت سے انہیں زیادہ تھا اور اس ڈھیلے ڈھالے لباس میں وہ جو کچھ نظر آرہی تھی اسے دیکھ کر میرے منہ سے بے اختیار قہقہہ نکل گیا۔ ریتیم خود بھی ہنس پڑی اس نے کہا۔

”ایسا بے تکا محافظ کسی نے نہ دیکھا ہوگا آؤ۔“ اور پھر ہم محافظوں کی وردی میں گیٹ تک پہنچ گئے یہاں سے آگے بڑھے تو گیٹ سے اندر داخل ہوئے اور گیٹ کو مضبوطی سے بند کر کے ہم اندر دینی عمارت میں پہنچ گئے۔ اس سے بڑا خطرہ شاید ہی کسی نے مول لیا ہو لیکن جو شخص سامنے آیا اسے دیکھ کر ایک لمحے کے لیے ہم سخت خوفزدہ ہو گئے چونکہ یہ بھی ایک عام قامت انسان تھا اس نے ہم دونوں کو دیکھا اور پہلے اس کے چہرے پر حیرت کے آثار نمودار ہوئے لیکن پھر اس نے فوراً ہی پستول نکال لیا لیکن ریتیم اس کے لیے پہلے سے تیار تھی اس نے اپنے پستول سے اس کے ہاتھ پر گولی چلائی اور یہی بات ہماری کامیابی کا باعث بن گئی اس کا ہاتھ ہاتھ کھائی کے پاس سے ٹوٹ گیا اور پستول اس کے ہاتھ سے نکل گیا لیکن اتنا جاندار تھا وہ کہ اس نے آف تک نہ کی اور دونوں ہاتھ پھیلا کر ہم پر چھلانگ لگا دی۔ یہ حقیقت ہے کہ اس فائنات میں کوئی بھی حرف آخر نہیں بڑے بڑے طاقتور پڑے ہوئے ہیں وہ ہم دونوں کی گردنوں کو اپنے بازوؤں سے ضرب لگاتا ہوا آگے بڑھ گیا اور ہم دونوں زمین پر گر پڑے لیکن طاقت اس نے یہ کہ اس نے فوراً ہی ہم پر چھلانگ لگا دی اب ایسا تو ممکن نہیں تھا کہ اس کی کوشش کامیاب ہو جاتی ہم دونوں لڑھک کر اس کی گرفت سے نکل گئے اور جیسے ہی وہ زمین

پر اوندھا گرا ہم نے پھرتی سے اس پر چھلانگیں لگا دیں پھر اسے قابو میں کرنے کے لیے جتنے جتن کرنے پڑے تھے ہمارا دل ہی جانتا تھا۔ ہم نے اس کی دونوں ٹانگیں الگ الگ تھیں اور پوری قوت سے انہیں اپنی جانب کھینچ رہے تھے کئی بار اس نے اپنی ٹانگوں کو آپہر ملا کر ہمیں ایک دوسرے سے ٹکرایا لیکن ریتیم بھی اور میں بھی اس کی ٹانگ چھوڑنے پر آمادہ ہوئے ہم نے اسے اٹھنے کا موقع نہیں دیا تھا البتہ خود اسیا ٹھانے کی کوشش میں ناکام رہے۔ درندہ خیال یہی تھا کہ دونوں مل کر پہلے اسے جھولا جھولائیں اور پھر دیوار پر دے ماریں؟ بخت اتنا دوزخی تھا کہ یقین کریں حیرت ہوتی ہے۔ بہر حال جو کچھ ہم کر رہے تھے اس۔ اسے تھوڑا سا نڈھال کر دیا تھا پھر میں نے اس کی دونوں ٹانگیں بخل میں لیں اور بوشن کر کے انداز میں اپنے پاؤں زمین پر جما کر ٹیڑھا ہو گیا وہ با آسانی مجھے اپنی دونوں ٹانگوں بہت فاصلے پر پھینک سکتا تھا لیکن ریتیم نے بھی اس موقع پر کام کر دکھایا وہ اچھل کر اسے گردن پر سوار ہو گئی اور زور زور سے اپنے گھٹنے سے اس کی گردن پر ضرب لگانے لگی جم بٹا پردہ اپنی ٹانگوں پر پوری قوت صرف کرنے میں ناکام ہو گیا۔ اس ایک دیو کو مارنے لیے ہمیں جتنی محنت کرنا پڑی تھی ہمارا دل ہی جانتا تھا بمشکل تمام ہم اسے ٹھکانے لگانے کامیاب ہو سکے۔ ہم نے اس کی ریڑھ کی ہڈی پر ضربیں لگائیں سر پر چوٹیں لگائیں ٹانگوں پر ضربیں لگائیں اور اس کے بعد کہیں جا کر اسے نڈھال کرنے میں کامیاب ہو سکے جب زندگی سے محروم ہو گیا تو میں نے گہری سانس لی اور ریتیم کو دیکھنے لگا ریتیم ہنس کر بولی۔

”لطف آ رہا ہے۔ قسم لے لو دانش منصور لطف آ رہا ہے۔ اب بھی اگر ہم مسٹر کیسھال تلاش نہ کر سکے تو ہم پر لعنت۔“

اور اس کے بعد ہم اس عمارت کا جائزہ لینے لگے وہ لوگ چونکہ مسٹر کیسھال کو زیادہ وقت پہلے یہاں نہیں آئے تھے اس لیے مسٹر کیسھال ایک بڑے سے کمرے میں ہم دستیاب ہو گئے انہیں ایک کرسی سے باندھ دیا گیا تھا منہ میں کپڑا ٹھونسا ہوا تھا ہاتھ کرسی۔ پشت پر باندھ دیئے گئے تھے اور پاؤں ویسے ہی بندھے ہوئے تھے ہمیں دیکھ کر انہوں عجیب بے بسی سے پلکیں جھپکائیں ایک دکھ کا سا احساس ہوا تھا لیکن اس سے زیادہ خوشی کی بات ہو سکتی تھی کہ اس وقت ہم مسٹر کیسھال کے پاس موجود تھے اور پھر ہم نے یہ فیصلہ کر لیا راستے میں آنے والی رکاوٹ کو ہٹانے میں کوئی دقت محسوس نہیں کریں گے مسٹر کیسھال کو ہم

بھی دینا پڑا تھا۔ میں نے ریتیم سے کہا کہ وہ مسٹر کیسھال کے وجود کو پوری طرح سنبھالے رکھے باہر کے معاملات میں دیکھتا ہوں میرے دونوں ہاتھوں میں ریوا لور دے ہوئے تھے اور چار آدمیوں کو گرانہ پڑا تب کہیں جا کر ہم اس کا ریتیم پہنچے تھے جسے لے کر ہم یہاں سے نکل سکتے تھے۔ ڈائرینگ ریتیم کو دی تھی اور خود اپنے دونوں ریوا لور سنبھالے ہوئے ایک ایک طرف نگاہ رکھے ہوئے تھا لیکن یہ اندازہ مجھے تھوڑی دیر کے بعد ہو گیا کہ ہمارا تعاقب نہیں کیا جا رہا پھر ہم اس عمارت میں داخل ہو گئے جہاں ایلیوس مور نے جمع لگایا ہوا تھا اور اپنی شاندار کامیابی پر نازاں تھا لیکن مسٹر کیسھال کو دیکھ کر اس کا منہ بھی حیرت سے کھلے کا کھلا رہ گیا تھا پھر وہ آگے بڑھا اور اس نے مسٹر کیسھال کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

”کیا آپ مسٹر کیسھال ہی ہیں جناب میرا نام ایلیوس مور ہے۔“ مسٹر کیسھال نے اسے دیکھا اور آہستہ سے بولے۔

”مجھے فوری طور پر آرام کی ضرورت ہے براہ کرم اگر تم لوگ میرے ساتھ مخلص ہو اور میری زندگی چاہتے ہو تو فوری طور پر میرے لیے ڈاکٹر کا بندوبست کیا جائے اندر سے میں بہت خراب کیفیت محسوس کر رہا ہوں۔“

”او کے سراو کے۔“ پھر باقی کام ایلیوس مور کا ہی تھا۔ ہمارا کام یہ رہ گیا تھا کہ ہم ان پانچوں گرفتار شدگان کی حفاظت کریں جنہیں زیر زنی نے بڑی کامیابی کے ساتھ حاصل کر لیا تھا ایلیوس مور تو ہمارا ایک طرح سے غلام ہو کر رہ گیا تھا بہر حال وہ جانتا تھا اسے کس سے رابطے قائم کرنے ہیں۔ چنانچہ اسی عمارت کے گرد بے شمار فوجی جوان پھیل گئے اور اس عمارت کو ایک دم سے سی پی آئی کی حیثیت حاصل ہو گئی ہمیں جو کچھ کرنا تھا وہ ایک الگ بات تھی لیکن مسٹر کیسھال کے لیے فوراً ہی ایک سرکاری ڈاکٹر آ گیا اور اس کے ساتھ ساتھ نجائے کون کون آیا تھا۔ یہ عمارت جو دیسے تو کوئی اہمیت نہیں رکھتی تھی لیکن اس وقت شاید اسکا رٹو کی سب اہم عمارت بن گئی تھی۔ کیونکہ ہینڈون بھی اسی عمارت میں قید تھا باقی وہ افراد بھی جو مقامی حکومت کے سرکردگان سمجھے جاتے تھے لیکن جن کے بارے میں آخر کار خود مارشل ویڈن نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ ان کی موت ان کی زندگی سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔ چنانچہ انہیں خاموشی سے محفوظ کر دیا جائے اور موقع ملتے ہی موت کے گھاٹ اتار دیا جائے مسٹر ویڈن اب کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتے تھے ہاں البتہ ایلیوس مور کی صورت حال بالکل مختلف تھی یہاں تک کہ وہ وقت آ گیا جب

مل میری رائے کا تعلق ہے تو آپ صرف اتنا ضرور کریں اگر مناسب سمجھیں کہ ان لوگوں کو زندگی سے محروم نہ کریں بلکہ انتہائی احتیاط کے ساتھ ایک طویل عرصے تک ان پر گہری اور کڑی نگاہ رکھیں اور ان کا نام منظر عام سے ہٹا دیں تاکہ ان پر انھار ختم ہو جائے اور اس کے بعد آپ اپنا کنٹرول تو قائم کر ہی سکتے ہیں میں آپ کو بھی مشورہ دے سکتی ہوں بہر حال دیکھ لیجئے کا جیسے آپ مناسب سمجھیں۔“

”سارے لوگوں کو میں اپنے طور پر یہ سہولت دے سکتا ہوں لیکن مسٹر بینڈون تو کسی حمایت کے مستحق ہی نہیں ہیں۔“

”اور یہی ایک ایسا معاملہ ہے جس کے سلسلے میں ہم آپ سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں مارشل ویڈن۔“

”مسٹر بینڈون کو آپ ہمارے حوالے کر دیتے ہیں صرف اتنا سا معاملہ ہے بات اصل میں یہ ہے کہ مسٹر بینڈون نے جس طرح ہماری مدد کی ہے آپ سوچ بھی نہیں سکتے یہ سمجھ لیجئے کہ مسٹر کیسہال کی برآمدگی مسٹر بینڈون کی نشاندہی پر ہی ہوئی ہے۔“ ان الفاظ پر مارشل ویڈن شدید حیران رہ گیا تھا۔ ریتیم نے کہا۔

”یہ ایک بڑی سچائی ہے اور ظاہر ہے ہم آپ کو کوئی ایسی غلط بات نہیں بتائیں گے جو ہمارے معیار کے خلاف ہو اور بعد میں آپ کو ہمارے بارے میں یہ سوچنا پڑے کہ شاید ہم اپنے مفادات کے لیے سب کچھ کرتے رہے ہیں۔“

”آپ کے مفادات اب میرے مفادات سے بالکل الگ نہیں ہیں اور آخری وقت تک یہی کوشش کرتا رہوں گا کہ جس طرح بھی بن پڑے میرے اور آپ کے درمیان وہ یکاگت اور تعاون برقرار رہے جس سے آپ ہمارے بارے میں بہتر انداز میں سوچ سکیں اور یہ محسوس کریں کہ ہمارے لیے کام کر کے آپ نے درحقیقت غلطی نہیں کی ہے لیکن مسٹر بینڈون کے بارے میں مجھے تعجب ہے جبکہ یہ بات میرے علم میں تھی کہ مسٹر بینڈون ہی ایسی شخصیت ہیں جو اس پورے مشن کو کنٹرول کر رہی ہے یعنی مجھے منظر عام سے ہٹانے کی کوشش۔“

”یہ بات بالکل درست ہے لیکن حقیقت یہی ہے کہ مسٹر کیسہال کی برآمدگی مسٹر بینڈون ہی کی مرہون منت ہے۔“

ان پانچوں افراد کو انتہائی خاموشی کے ساتھ موت کا نشانہ بنا دیا گیا۔ مسٹر بینڈون ابھی باقی ہے اور انہیں کچھ معلومات کے لیے محفوظ کر لیا گیا تھا۔ ایلوس مور نے انتہائی دیانتداری کے ساتھ بات مارشل ویڈن کو بتا دی تھی کہ زیر ز نے اس سلسلے میں اپنا کیا کردار ادا کیا ہے۔ مارشل ویڈن نے ریتیم سے کہا۔

”میڈم میں جانتا تھا کہ آخر کار آپ ہمارے لیے کچھ نہ کچھ ضرور کریں گی۔ درحقیقت مجھے آپ کے بارے میں جو معلومات حاصل ہوئی تھیں ان کا ذریعہ میں آپ کو بتا سکتا ہوں۔ آپ یوں سمجھ لیجئے کہ اس کے لیے میں کچھ ایسے لوگوں کا احسان مند ہوں جنہوں نے بڑی مہربانی کی میرے ساتھ اور مجھ سے کہا کہ میں زیر ز سے رابطہ قائم کروں بہر حال اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس سازش کو ختم کر کے آپ نے اسکا رٹو پر جو احسان کیا ہے کم از کم حکومت اسکا رٹو اس وقت تک آپ کے احسان کو نہیں بھول سکتی جب تک کہ میں برسرِ اقتدار ہوں آپ اپنی شرائط اپنے ذہن میں طے کر لیجئے میں آپ سے انتہائی پر غلوس فرمائش کرتا ہوں کہ اگر آپ اسکا رٹو میں ہی زیر ز کا ہیڈ کوارٹر بنالیں تو میں آپ کو وہ تمام سہولتیں فراہم کر سکتا ہوں جن کی آپ خواہش مند ہوں گی۔“

”آپ کا بے حد شکریہ جناب اس سلسلے میں ہم لوگ آپس میں مشورہ کر سکتے ہیں ویسے آپ کی تصحیح کے لیے میں یہ بتا دوں کہ زیر ز کی سربراہ میں نہیں بلکہ مسٹر دانش منصور ہیں اور تمام فیصلے اور تمام احکامات انہی سے ہمیں حاصل ہوتے ہیں اور آئندہ بھی ہوتے رہیں گے تاہم میں اس سلسلے میں مسٹر دانش منصور سے گفتگو کرنے کے بعد آپ کو ضرور زحمت دینا چاہوں گی۔ اسکا رٹو بہترین جگہ ہے اور اگر ہم یہاں اپنا ہیڈ کوارٹر بنالیں تو ہمیں بہت سی آسانیاں حاصل ہو سکتی ہیں بشرطیکہ آپ کو اس سلسلے میں کوئی دقت نہ ہو۔“

”میں اپنی پیشکش کر چکا ہوں جو صرف ایک منروئے پر مشتمل نہیں ہے۔ ہاں اب یہ بتائیے کہ ان لوگوں کے بارے میں آپ کی اپنی کوئی رائے یا مشورہ میری مراد ان گرفتار شدگان سے ہے جنہیں میں نے بحالت مجبوری گرفتار کیا ہے۔“

مسٹر ویڈن یہ بات آپ زیادہ بہتر طور پر جانتے ہیں کہ ان میں سے کون غلط فہمی کی بنیاد پر آپ کی مشکلات کا باعث بنا ہے اور کون درحقیقت ان لوگوں کا آلہ کار ہے جو آپ کو اقتدار سے ہٹا کر کام کرنا چاہتے ہیں۔ بہر حال اس کا فیصلہ آپ بہتر طور پر کر سکتے ہیں جہاں

”بہر حال آپ دیکھ لیجئے گا بعد میں ان کے لیے کیا کرنا ہے۔ وہ آپ اپنے طور پر سوچ سکتے ہیں۔“ مارشل ویڈن تیار ہو گیا تھا، ابتدائی معاملات میں جو کارروائی ہم لوگوں نے کی تھی وہ ایک الگ نوعیت کی حامل تھی لیکن اب ہم ان تمام معاملات سے بری الذمہ ہو گئے تھے۔ ایلیس مور ہمارے ساتھ مسلسل تعاون کر رہا تھا۔ مسٹر ہینڈون کو جس عمارت میں رکھا گیا تھا وہ خاصی محفوظ عمارت تھی اور پہلی بار ہم نے مسٹر ہینڈون سے ان سارے مسائل سے نمٹنے کے بعد تفصیلی ملاقات کی۔ مسٹر ہینڈون خاموش فطرت طبع کے مالک تھے۔ ہمیں دیکھ کر انہوں نے پھینکی سی مسکراہٹ کے ساتھ ہمیں خوش آمدید کہا اور کہنے لگے۔

”کیجیے آپ لوگ مسٹر کیسھال کو برآمد کر سکے یا نہیں۔“ جواب میں میرے اشارے پر ریتھم نے مسٹر ہینڈون کو پوری تفصیل بتادی تھی۔ مسٹر ہینڈون نے کہا۔

”ان میں سے تین نام بالکل درست ہیں باقی دو افراد کے بارے میں آپ بہتر سمجھتے ہیں لیکن مجھ سے زیادہ صحیح نشاندہی اور کون کر سکتا ہے اس بارے میں آپ یہ سمجھ لیجئے کہ وہ تینوں اسکارٹوں کی بغاوت کے ذمہ دار ہیں اور یہ بھی ایک سچائی ہے کہ اسکارٹوں کو مکمل طور پر میں نے تربیت دی ہے اور اس کے علاوہ اسکارٹوں میں بغاوت کو ہوا دینے کا مکمل طور پر ذمہ دار میں ہوں۔“

”لیکن مسٹر ہینڈون اس کے بعد آپ کے اندر یہ تبدیلی پیدا کیوں ہوئی؟“

”بیکار سوال ہے۔ آپ یہ بتائیے تمام معاملات پر آپ کا کنٹرول ہو چکا ہے تو اب مسٹر ویڈن میرے بارے میں فیصلہ کیوں نہیں کرتے۔ میں آرزو مند ہوں اس بات کا کہ میری زندگی کا خاتمہ کر دیا جائے۔“

”مسٹر ہینڈون اصل میں یہ بات تو آپ کے علم میں آچکی ہے کہ زیریں ایک ایسا گروپ ہے جو نہ تو دہشت گرد ہے نہ ملکوں کے سربراہوں کے قتل میں ملوث ہونے والا کوئی گروپ لیکن اس قوم کی کارروائیوں میں حصہ ضرور لے لیا کرتے ہیں جس میں انسانی مفاد پوشیدہ ہو اور ہم اس میں کوئی دقت نہیں محسوس کرتے۔ بہر حال ہم یہ نہیں کرتے کہ آپ ہماری ہر بات مان لیں لیکن ہم آرزو مند ہیں اس بات کے کہا آپ ہمیں اس بات کی تفصیل بتائیے گا کہ آپ اس معاملے میں اتنے سرگرم کیوں رہے اور اس کے بعد آپ نے یہ سب کچھ کیوں کیا یعنی ہمارے ساتھ تعاون۔“

”بنیادی وجہ جاننا چاہتے ہو تو سنو وہ حکومت جس کے بارے میں تمہیں علم ہے کہ ساری اس اپنے اقتدار کے علاوہ کوئی اور اقتدار نہیں چاہتی اور اس نے اس سلسلے میں کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ مجھے استعمال کرنے کے لیے شدید ظلم پر آمادہ ہو گئی تھی اس وقت بھی یہ بیوی بچے اس کے قبضے میں ہیں اور ان کی زندگی کی ضمانت یہی ہے کہ میں اسکارٹوں میں بغاوت کو کامیاب کراؤں اور وہاں ان کا اقتدار قائم کروں۔ آپ یہ سمجھ لیجئے کہ میں ان باتوں بلیک میل ہو کر اس کام پر آمادہ ہوں اور اپنے تین بچوں اور بیوی کی زندگی کے لیے یہ کچھ کرتا رہا ہوں جبکہ میں دل سے اس بات کا بالکل مخالف رہا اور میں نے کبھی نہ چاہا کہ میں ایسا کروں، یقین کریں یا نہ کریں یہ صورتحال ہے آپ اگر چاہیں تو میں آپ کو تفصیل دے دیتا ہوں جس طرح سے بھی آپ کا ذریعہ بن سکے۔ آپ اس بارے میں معلوم کر لیں گے کہ علاوہ کوئی اور بات نہیں تھی۔“ مسٹر ہینڈون کی زبانی یہ بات سن کر ہم لوگ ششدر رہ گئے تھے۔ ریتھم نے مجھ سے کہا۔

”او میرے خدا! یہ بتاؤ مائی ڈیئر دانش منصور کہ اعلیٰ ترین معاوضوں کے عوض ہی ہم وہ ام کر سکتے ہیں جسے بعد میں ہم ایک انسانی مسئلہ کہہ کر اپنے آپ کو اعلیٰ ظرف اور اعلیٰ شخصیت والا سمجھ لیا کرتے ہیں یا پھر ایسے معاملات میں بھی ہماری کچھ ذمہ داری ہے جس میں ہمارا مالی مفاد وابستہ نہ ہو۔“

”سو فیصد ہے۔“

”تو پھر مسٹر ہینڈون جنہوں نے ہمارے ساتھ اس سلسلے میں تعاون کیا ہے ہماری توجہ کے مستحق ہیں اور لازمی طور پر ہمیں ان کے لیے کچھ کرنا چاہئے یہ انسانی اصولوں کے مطابق ہے۔“ میں سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ پھر میں نے کہا۔

”لیکن اس سے پہلے ایک اور فیصلہ کرنا ہو گا ریتھم۔“

”کیا۔“

”وہ یہ کہ ہم یہاں اپنا ہیڈ کوارٹر بنائیں گے بھی یا نہیں۔“

”مائی ڈیئر دانش منصور میں زیریں کے ایک بڑے گروپ کے سامنے اور مسٹر مارشل ویڈن کے سامنے اس بات کا اظہار کر چکی ہوں کہ اب زیریں کے بارے میں ہر طرح کا فیصلہ کرنے والے مسٹر دانش منصور ہیں اور یہ زیریں کے چیف ہیں۔ اور دانش منصور میں یہ کوئی

احسان نہیں کر رہی تم پر زیمز مجھے اپنا روحانی پیشوا سمجھتے ہیں لیکن اس روحانیت کی ایک داستان ہے وہ کیوں ایسا کرتے ہیں اس کی ایک کہانی ہے اور اگر میں اصولوں سے ہٹ بات نہ کروں اب صحیح معنوں میں تم زیمز کی سربراہی اور ان کی روحانی راہنمائی کے حقدار چکے ہو کیونکہ تم نے مارشل آرٹ میں اسے شکست دی ہے جسے میں شکست نہیں دے پائی اور میں نے جو ایک نام تراشا ہوا تھا شیرک، تم نے اپنے آپ کو اس پر مکمل ذمہ دار ثابت ہے۔ تو اگر ایک پراسرار روحانی رشتے کو تم تسلیم کر لو حقیقت یہ ہے کہ اب تم میرے بھی ماما ہو۔ یہ صرف ایک محبت کی بات نہیں ہے بلکہ ایک حقیقت ایک سچائی ہے۔

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی، میں کچھ لمبے ریتم کو دیکھتا رہا پھر میں نے کہا۔

”ریتم محبت، سچائی بہت سی چیزیں ایسی ہوتی ہیں جن کے بارے میں ہم خوبصورت انداز میں تذکرہ تو کر سکتے ہیں لیکن کبھی کبھی ہمیں ان کے اظہار میں دقتیں پیش آتی ہیں۔ ا میں اسے موضوع نہیں بنانا چاہتا میری زندگی میں ابھی کوئی اور مقصد شامل نہیں ہے۔ رخسار جائے تو میں اب بھی کوئی پرسکون گوشہ اپنانے کے لیے تیار ہوں۔ میرا دل نہیں چاہتا کہ میں ان ہنگامہ آرائیوں میں اتنے علی پیمانے پر حصہ لوں۔ لیکن میں کیا کروں نجانے میری تقدیر میرے سب کچھ کیوں لکھا گیا۔ میری کہانی تو بہت مختصر، بہت معمولی اور سادہ سی تھی لیکن خیر تقدیر سے شکوہ تو سبھی کو ہوتا ہے“

معاملہ یہ ہے کہ زیمز کے ہیڈ کوارٹر کے بارے میں تم پہلے فیصلہ کرو میں کیا ہوں مجھے کیا سمجھتی ہو اسے میرے اور اپنے درمیان رہنے دو۔“

”دیکھو ذیمز دانش منصور اسکارٹو میں مارشل دیڈن کو ابھی ہماری اشد ضرورت ہے۔ اپنی حکومت کو مستحکم کرنے کے لیے وہ کئی ادارے رکھتا ہے مگر یہ ادارے ابھی تجربے کا نہیں ہیں اور یہی وجہ ہے کہ وزیر اقتصادیات کو اس مصیبت میں گرفتار ہونا پڑا۔ وہ تو خوش بختی تھی ہماری کہ ہم ہینڈون تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے اور باقی سارے معاملات حل ہو گئے۔ ہینڈون نے جو کہانی سنائی ہے وہ اپنی جگہ ایک الگ نوعیت کی حامل ہے بات وہیں تک آ جاتی ہے یعنی روز آرگنائزیشن۔ یہ بات بھی طے ہے کہ اس معاملے میں صرف وہ بڑا ملک ملوث نہیں ہے جسے ہم اس کا ذمہ دار سمجھ رہے ہیں بلکہ وہاں جو اقتدار ہمارے لیے بہت بڑا چیلنج ہے اور ہمیں وہی کرنا ہے یعنی ہم دونوں کو ایک ہی شخصیت کی تلاش ہے۔ زیمز کے حوالے

سے کبھی اور ہم زیمز کے سربراہ نہ ہوتے تو تب بھی اپنے دل کی لگن کو نظر انداز نہیں کر سکتے تھے وہ تو ہماری زندگی کا مقصد ہماری سب سے بڑی ضرورت ہے۔“

”بے شک اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ میں اس سے کب انکار کر رہا ہوں۔“

”انکار کی بات نہیں ہے مسئلہ یہ ہے کہ ہمیں کھوسیا کی بجائے اگر یہاں اسکارٹو میں اپنا ہیڈ کوارٹر بنانے کا موقع مل رہا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جب حالات کو اپنے لیے ناموافق دیکھیں گے تو کہیں بھی اپنا یہ ہیڈ کوارٹر ٹرانسفر کر سکتے ہیں۔ میں اب سارے اعداد و شمار تمہارے سامنے پیش کر دینا چاہتی ہوں۔ یہ بات پہلے سے میرے ذہن میں تھی کہ میں ایسا کروں لیکن صورتحال وہی رہی یعنی یہ کہ ہم اس مسئلے میں الجھے رہے اور کوئی موثر قدم نہ اٹھا سکے۔ تم کیا سمجھتے ہو اب کچھ باقی رہ گیا ہے میرا مطلب ہے مارشل ویڈن کے لیے ہمیں جو کچھ کرنا تھا اس کی تکمیل ہو چکی ہے یا کچھ باقی ہے۔“

”میرے خیال میں مارشل ویڈن کے ساتھ ہمیں ایک مینٹگ کر لینی چاہیے۔ ہم لوگوں کو جو عزت اور مقام یہاں ملا تھا اس کے تحت مارشل ویڈن نے ان لوگوں سے بچنے کے بعد جو کھلم کھلا اس کے دشمن تھے از سر نو اپنا کام شروع کر دیا تھا۔ کیس حال وزیر اقتصادیات ہی نہیں بلکہ مارشل ویڈن کے دست راست تھے اور اس کے بعد مارشل ویڈن نے اپنے گرد جو حصار قائم کیا تھا اس سے ہم دونوں نے بھی اطمینان کا اظہار کیا۔ مینٹگ کے دوران مارشل ویڈن نے کہا۔“

”میں ایسا کوئی ذریعہ نہیں رکھتا کہ زیمز کو یہ عمل کرنے پر مجبور کر سکوں لیکن میری دلی آرزو ہے کہ اگر آپ لوگ یہاں اسکارٹو میں ہر وہ آسائش حاصل کر کے ہر وہ ضرورت پوری کر کے جو آپ کے ذہن کے گوشوں میں موجود ہو یا آپ کے لیے کوئی مسئلہ ہو قیام کر سکیں تو آپ ہاں سمجھ لیجئے کہ میں اپنی حکومت کو مستحکم ترین سمجھوں گا۔ جس انداز میں آپ نے یہ تمام کام کر کے مجھے اور میری حکومت کو مستحکم کیا ہے میں سمجھتا ہوں ابھی ہم لوگ اپنی سیکورٹی کو اتنا مستعد نہیں پاتے کہ وہ اس طرح کام کر سکتی جس طرح آپ نے کر ڈالا ہے۔ یہ ہماری خواہش داری آرزو ہے ہماری درخواست ہے کہ ہر شرط پوری کر کے آپ لوگ یہاں قیام کریں اور اس بات سے بالکل مطمئن رہیں کہ آپ کے ذاتی معاملات میں کبھی کوئی مداخلت نہیں کی جائے گی۔“

”مارشل ویڈن آپ کی یہ پیشکش جس قدر خلوص پر مبنی ہے ظاہر ہے کسی بھی رشتے سے کسی بھی ناطے سے ہم اس سے انکار نہیں کر سکتے بالکل ایسا ہی ہوگا اور ایسا ہی ہو سکتا ہے اگر آپ اسے پسند کریں تو ہمارے لیے جو کچھ بھی ضروری ہوگا وہ ہم آپ سے طلب کریں گے مثلاً ایک شاندار عمارت جو ہمارے ہیڈ کوارٹر کی حیثیت رکھتی ہو لیکن تمام باتوں کے علاوہ ہم آپ سے یہ بھی کہنا چاہتے ہیں کہ جب بھی کبھی آپ کو یہ محسوس ہو کہ ہم آپ کے لیے گراں ہیں اور ہماری سرگرمیاں آپ کو نقصان پہنچا سکتی ہیں تو آپ ہم سے کہہ سکتے ہیں۔“ مارشل ویڈن نے پراسرار نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ پھر بولا۔

”پہلی بات تو یہ ہو جاتی ہے کہ میں اور میرے وہ تمام ساتھی افراد جو اس سلسلے میں آپ سے عقیدت رکھتے ہیں یا اس مشکل سے نکلنے کے بعد خوشیاں منا رہے ہیں اس بات کے خواہش مند ہیں کہ آپ یہاں رہیں اور یہیں اپنا ہیڈ کوارٹر بنائیں۔ باقی بعد میں جو کچھ بھی ہوگا ہم لوگ آپس میں مل کر طے کر لیں گے۔ آپ کو اس پر کوئی اعتراض تو نہیں ہے۔“

”نہیں، بالکل نہیں۔“ میں نے جواب دیا۔ مارشل ویڈن کے ساتھ یہ میٹنگ بہت عمدہ رہی تھی۔ ہینڈون ابھی ہماری تحویل میں تھا اور اس سلسلے میں ہم کوئی فیصلہ نہیں کر سکے تھے لیکن اس وقت مجھے حیرت ہوئی جب رات کو ایسے وقت جب ہم اپنی آرام گاہوں میں آرام کر رہے تھے ہمارے سیکورٹی گارڈز نے ہمیں اطلاع دی کہ ایک شخصیت ہم سے ملنا چاہتی ہے اور وہ کہتی ہے کہ ملنا انتہائی ضروری ہے اور اگر ہم اس سے مل لیں تو بڑے کام کی بات ہو سکتی ہے۔

”نام نہیں بتایا اس نے اپنا۔“

”نہیں جناب۔“

”کیا حلیہ ہے؟“

”ذرا پراسراری شخصیت کا حامل ہے وہ آدمی تنہا کارڈرائیو کر کے آیا ہے۔“

”بلاؤ، لیکن اس کا پوری طرح جائزہ لے لو کہ وہ مسلح تو نہیں ہے۔“ کچھ دیر کے بعد جو شخص ہمارے سامنے آیا اور اس نے اپنے فلیٹ ہیٹ کا گوشہ اٹھا کر چہرہ ہمیں دکھایا تو ہم دنگ رہ گئے۔ یہ مارشل ویڈن تھا۔ سیکورٹی کے بغیر اتنے پراسرار انداز میں وہ ہمارے پاس پہنچا تھا۔ یہ بات ہمارے لیے بڑی تعجب خیز تھی۔ ہم شدید حیرت کے عالم میں اسے دیکھنے لگے۔ مارشل ویڈن نے کہا۔

”اور کبھی کبھی کچھ دوستیاں ایسی ہی جان کا عذاب بن جاتی ہیں۔ تمام تر لین دین کے لیے بھی آپ لوگوں کو میرے لیے جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے معذرت کے سوا اور کوئی نالیں ہے میرے پاس۔“

”مارشل، یقینی طور پر آپ کی اس وقت آمد کسی خاص مقصد کے تحت ہوگی۔“

”ہاں، جب اسکارٹو کے بارے میں اس میٹنگ میں گفتگو ہو رہی تھی تو اچانک کچھ الفاظ بولے ہوئے پر آتے آتے رہ گئے، تو میں نے سوچا کہ وہ لوگ جو وہاں موجود ہیں سب اسے اچھے ساتھی اور اچھے رازدار ہیں لیکن اس کے باوجود جو پیشکش میں آپ کو کرنا چاہتا تھا اس کے لیے میں نے یہی فیصلہ کیا کہ پہلے آپ سے بالکل تمنا کی میں یہ گفتگو کی جائے اس کے بعد اچھے ذمہ دار لوگوں کو اپنا رازدار بنالیا جائے جن پر اتنا اعتماد ہو جتنا اپنے آپ پر۔“

”ایسی کیا خاص بات ہے؟“

”وہ میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں اور اس کے لیے وقت نہیں ضائع کروں گا۔ معافی تو ملے گی مانگ چکا ہوں کہ اس وقت آپ کے آرام میں خلل انداز ہوا۔“

”نہیں مارشل ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ کام کی بات کے لیے ہر وقت موزوں ہوتا ہے۔“ میں نے کہا۔

”میں نے پیشکش کی تھی کہ زیر زکا ہیڈ کوارٹر اسکارٹو ہی میں بنالیا جائے اور اس کے لیے میں ہر سہولت دینے کے لیے تیار ہوں۔ وہ پیشکش پوری طرح خلوص پر مبنی تھی۔ اصل میں آپ لوگ یا میں جو شکار ہوئے ہیں وہ روز آرگنائزیشن کے شکار ہوئے ہیں۔ ہمارے وزیر اقتصادیات کو صرف اس لئے اغوا کیا تھا کہ انہوں نے ایک ایسا منصوبہ بنایا تھا جو اسکارٹو کی حیثیت میں ایک شاندار اضافہ کرتا کہ دیکھنے والے دیکھتے رہ جاتے کچھ ایسے راز ہمارے پاس محفوظ ہیں جنہیں ابھی منظر عام پر نہیں لایا جاسکا۔ لیکن کم بخت روز آرگنائزیشن اپنے خفیہ دستروں کو ایسی جگہوں پر بھیجتا رہتا ہے جہاں کے بارے میں اسے یہ معلومات ہوتی ہیں کہ ہاں معدنی ذخائر یا ایسی اشیاء موجود ہیں جنہیں اگر صحیح انداز میں حاصل کر کے استعمال کیا جائے تو ان سے ملکوں کی تقدیریں بدل سکتی ہیں۔ روز آرگنائزیشن جیسا کہ آپ لوگ جانتے ہیں کہ پوری دنیا پر اپنی اقتصادی حکومت قائم کرنا چاہتا ہے اور اس سلسلے میں اس کا عمل جاری ہے ہمارے لیے بھی یہی مشکل اسے درپیش تھی۔ ہمیں جو معلومات حاصل ہوئی ہیں ان کے

”ایک سوال کر سکتا ہوں۔“

”ہاں ضرور“

”ہینڈون کے لیے آپ نے کیا فیصلہ کیا؟ وہ ابھی آپ ہی کی تحویل میں ہے۔“

”بہت اچھا ہوا آپ نے یہ سوال کر ڈالا مارشل ویڈن ہینڈون کی کہانی بڑی عجیب ہے آپ سنیں گے تو حیران رہ جائیں گے۔“

”مطلب۔“ مارشل ویڈن تجسس بھرے انداز میں بولا۔ اور میں نے ہینڈون کے بارے میں مکمل تفصیلات مارشل ویڈن کو بتادیں۔ مارشل ویڈن ششدر رہ گیا تھا بہت دیر تک خاموش رہا پھر اس نے کہا۔

”تو افسوسناک بات ہے اب جب ہمیں کامیابی حاصل ہو گئی ہے اور ہینڈون نے ہمارے لیے یہ سب کچھ کیا ہے تو فرض تو ہم پر بھی عائد ہوتا ہے کہ کسی طرح ہینڈون کی معاونت کریں۔“

”ہم اسی بارے میں غور کر رہے ہیں۔“

”ٹھیک ہے اس کے بعد ہینڈون کی کہانی کا کوئی حصہ منظر عام پر نہیں آئے گا۔ میں یہ یہ چاہتا ہوں کہ آپ مجھ پر مکمل اعتماد کریں اور ہر کام کے سلسلے میں یہ محسوس کریں کہ آپ سے بہترین تعاون کر رہا ہوں۔“

”مارشل اب اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں رہی ہے ہاں ہم ضرورت محسوس کریں تو آپ سے براہ راست رابطہ قائم کریں گے۔“ پھر مارشل اسی انداز میں رخصت ہو گیا۔

”میرا خیال تھا وہ بہت دیر تک خاموش بیٹھی رہی پھر اس نے کہا۔“

”نیند تو خراب ہو ہی گئی کیا خیال ہے کافی پیو گے۔“

”میرا خیال ہے ریتیم اس وقت ہم آرام کریں صبح کو اس بارے میں گفتگو کریں

”ٹھیک ہے۔“ ریتیم نے کہا۔

”دوسری صبح ناشتے کے بعد ہم دونوں ایک دوسرے کے آنے سامنے بیٹھ گئے تو ریتیم

بارے میں مختصر میں نے آپ کو بتا دیا ہے ایسی صورت میں اگر ہم اسکارٹو میں زیر زکا ہیڈ کو اپنا قائم کر لیتے ہیں تو اس سے ہمیں بیشتر فائدے حاصل ہوں گے مثلاً اسکارٹو کی اقتصادی ترقی زیر زکا نگرانی میں ہو یہاں تیل بھی ہے سونے کے ذخائر بھی پلائیم کی کانیں بھی ہیں۔ یہ آپ کو وہ تمام شواہد مہیا کروں گا جن کی وجہ سے ہمیں یہ معلومات حاصل ہوں گی لیکن ان تمام شواہد کو دبا دیا گیا۔ میں واحد فرد ہوں جو یہ بات جانتا ہوں یا پھر کچھ میرے ایسے ساتھی جن میں اپنے آپ کی طرح ہی بھروسہ کرتا ہوں۔ آپ سمجھ رہے ہیں نامیری بات۔ میں چاہتا ہوں کہ زیر زکا نگرانی میں اسکارٹو کی حکومت چلتی رہے کام تو وہی لوگ کریں گے جن کا یہ کام ہے لیکن ہمیں ایک تحفظ حاصل رہے گا۔ اور اس کے بعد ہم زیادہ پرسکون طریقے سے اپنی ترقی جاری رکھ سکیں گے۔ آپ یہ سمجھ لیجئے کہ یہ میری زندگی کی بہت بڑی آرزو ہے اور میں اسے پوری کرنا چاہتا ہوں۔“

”ہمارے اور آپ کے درمیان اس سلسلے میں شرائط کیا ہوں گی۔“

”بہت عمدہ بات کہہ دی آپ نے وہ جس کا میں خواہشمند تھا۔ میں ہر طرح سے آپ کے ساتھ تعاون پر حاضر ہوں اور اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ اسکارٹو کی حکومت میں آپ کے افراد بھی شامل ہوں تو آپ یقین کیجئے کہ یہ آپ کی نہیں میری خواہش ہوگی۔“ میں ہنسنے لگا میں نے ریتیم کی طرف دیکھا تو ریتیم آہستہ سے بولی۔

”خیر اس حد تک ہم نہیں چاہیں گے لیکن ایک بات ذہن میں رکھی جائے کہ ہم کسی کے لیے کوئی ناجائز کام نہیں کریں گے۔“

”آپ جس کام کو ناجائز محسوس کریں اس کے بارے میں مجھے فوراً بتادیں میری ضد بالکل نہ ہوگی میں خود بھی یہی چاہتا ہوں کہ روز آرگنائزیشن کے خلاف مہم جاری رہے میں آپ کی ہر طرح کی سہولتیں معلومات اور آپ کو ضرورت کا تمام مواد فراہم کروں گا۔“

”ٹھیک ہے اگر ایسی بات ہے تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔“ میں نے کہا اور وہ مسکراتے ہوئے گردن ہلانے لگا پھر بولا۔

”آپ یقین نہیں کریں گے اس بات سے مجھے کس قدر خوشی ہوئی ہے الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔“

”شکریہ مارشل ویڈن اب آپ اطمینان رکھیں اب ہم ہر طرح سے آپ کے ساتھی

”کچھ سوال میرے ذہن میں ہیں جو میں تم سے کرنا چاہتی ہوں دانش منصور۔“
 ”ہاں کہوں۔“

”نمبر ایک اگر میں تم سے تمہارے نام میں تبدیلی کرنے کی گزارش کروں تو کیا تم قبول کر لو گے۔“ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی میں نے مدہم لہجے میں کہا۔
 ”میرے لیے کوئی نئی بات نہیں ہوگی۔ ریتیم بہت بار درجنوں بار مختلف لوگوں نے مختلف ناموں سے پکارا ہے۔ ناموں سے کیا ہوتا ہے انسان کی اپنی شخصیت مکمل حیثیت ہے۔“

”تو پھر میں تمہیں شیرک کا نام دینا چاہتی ہوں۔“ میں ہنسنے لگا میں نے کہا۔
 ”گویا تم میری ہڈیاں تڑوانے پر تلی ہوئی ہو۔“
 ”کیا مطلب؟“

”شیرک کی حیثیت سے مجھے مختلف لوگوں سے مارشل آرٹ کے مقابلے کرنا گئے۔ یقین کرو میں مارشل آرٹ کا بہت زیادہ ماہر نہیں ہوں۔ بس یہ سمجھ لو کہ جس مذہب جن لوگوں سے تعلق رکھتا ہوں ان میں ایک چیز قدرتی ہے وہ یہ کہ جب اپنے مد مقابل شکست دینے کا فیصلہ کر لیتے ہیں تو پھر مد مقابل کو شکست کھانا ہی پڑتی ہے۔ یہ ہمارے جذبات ہوتے ہیں جو ہر وقت اتنے مخلصانہ طور پر سامنے نہیں آتے تم میرے مذہب بارے میں زیادہ نہیں جانتی ہوگی یا جانتی بھی ہوگی تو کم از کم ان جذبات کے ساتھ نہیں ہوگی جو جذبے ہمارے سینے میں ہوتے ہیں۔ ہم نیک اور سچے جذباتوں کے ساتھ ہمیشہ ہو جاتے ہیں لیکن عام حالات میں اگر تم نے مجھے کسی سے بھڑا دیا تو وہ میری ہڈی پسی رکھ دے گا۔“ ریتیم ہنسنے لگی اور بولی۔

”نہیں ایسی بات نہیں ہے میں شیرک کو بہت کم منظر عام پر لاؤں گی۔ زیر شیرک کے نام سے بہت زیادہ متاثر ہوتے ہیں بے شک یہ ایک تراشہ ہوا نام ہے لیکن جس طرح اس وقت اس نام کی رونمائی کی تھی وہ اس کے شایان شان تھی یا یوں سمجھ لو کہ یہ بھی عزت کا معاملہ ہے۔“

”بابا ٹھیک ہے اگر صرف میرا نام دانش منصور سے شیرک کروینے سے تمہاری بچ جاتی ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔“

”دلی طور پر شکر گزار ہوں۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہینڈون کے سلسلے میں کیا سوچا مارشل ویڈن کی پیشکش ہمیں ہر لحاظ سے بہتر نظر آتی ہے۔ قبرص میں میں نے جو سلسلہ شروع کر رکھا ہے اس کی تفصیل تقریباً تمہارے علم میں ہے لیکن جس قدر پائیدار ہم یہاں ہوں گے ہیرا خیال ہے وہاں نکوسیا میں نہیں ہو سکتے سمجھ رہے ہونا تم۔“
 ”ہاں میں سمجھ رہا ہوں۔“

”کیا ایسے حالات میں ہمیں مارشل ویڈن کی یہ پیشکش قبول نہیں کر لینی چاہیے۔“
 ”یہ پیشکش تو ہم قبول کر چکے ہیں۔“
 ”تمہیں اعتراض تو نہیں ہے۔“

”نہیں میں نے خود مارشل ویڈن سے اس سلسلے میں اعتراف کیا تھا۔“
 ”اب دوسری بات مسٹر ہینڈون کی آجاتی ہے۔“

”سب سے بڑی بات یہ ہے کہ مسٹر ہینڈون سے ہم نے اب تک اپنے مقصد کی بات نہیں کی ہے۔“

”ہاں یقین کرو شاید میری زبان سے بھی دوسرا جملہ یہی نکلتا۔“
 ”تیسری بات مسٹر ہینڈون کے اپنے بیوی بچوں کا معاملہ بھی اس کے بارے میں ہمیں دلسوزی سے سوچنا ہے۔“
 ”بالکل ایسا بھی کرنا ہے۔“

”آؤ پھر مسٹر ہینڈون سے ملاقات کریں۔“ مسٹر ہینڈون کی صحت گرتی جا رہی تھی وہ لازمی بات ہے غور و فکر میں ڈوبا ہوا تھا اور جانتا تھا کہ کیا ہو چکا ہے۔ ہمیں دیکھ کر اس نے بڑے پر خلوص انداز میں گردن ہلائی اور بولا۔

”میرے پاس تم لوگوں سے کہنے کے لیے کچھ بھی نہیں ہے بس میں یہ چاہتا ہوں کہ مجھ پر رحم کرنا اور مجھے میری ان برائیوں کی سزا نہ دینا میں زندگی نہیں مانگتا تم سے بس ایک بات کا خواہشمند ہوں اگر ممکن ہو سکے تو میری بیوی اور بچوں کے حصول کے لیے کچھ کرو۔“
 ”مسٹر ہینڈون آپ کا تعلق براہ راست روز آرگنائزیشن سے رہ چکا ہے۔“

”ہاں بالکل میں روز آرگنائزیشن کا ہی نمائندہ ہوں۔“
 ”آپ کو علم ہے کہ روز آرگنائزیشن کیا کیا کرتا رہا ہے۔ میں دانش منصور کا نام لینا

چاہتا ہوں آپ کے سامنے دانش منصور کے بارے میں آپ کچھ جانتے ہیں؟“
 ”ہاں روز آرگنائزیشن کے ریکارڈ میں دانش منصور کے بارے میں مکمل تفصیلات موجود ہیں اور اسے روز آرگنائزیشن کی سب سے زیادہ خطرناک شخصیت یعنی اس کے دشمنوں میں سب سے زیادہ خطرناک قرار دیا گیا ہے۔“

”ابھی کچھ عرصہ قبل اس کی بیوی رخسار کو ایک اسرائیلی ایجنٹ کے ذریعے حاصل کیا گیا تھا۔ کیا آپ کو ایک اس کے بارے میں کچھ معلوم ہے۔“ ریتیم نے سوال کیا۔
 ”نہیں میں نہیں جانتا لیکن اس سلسلے میں ایک نام کی نشاندہی کر سکتا ہوں۔“
 ”وہ کیا؟“ ریتیم نے سوال کیا۔

”مٹر فیرون اصل میں اسرائیلی حکمہ جاسوسی کے سب سے بڑے افراد کے ساتھ جس شخص کا سب سے گہرا تعلق ہے اس کا نام فیرون ہی ہے ویسے فیرون فیلڈ آفیسر ہے یعنی وہ دنیا کے کسی بھی ملک میں روز آرگنائزیشن کے لیے کام کرنے نکل جاتا ہے اور وہاں سے اس کام کی تکمیل کر کے واپس آتا ہے۔ اسرائیلی حکمہ موساد کے ایک رکن ایرش واش کے ذریعے غالباً یہ کام کیا گیا تھا۔ یہ بات تذکرے کے طور پر کبھی میرے سامنے آئی تھی زیادہ نہیں جانتا۔“
 ”ایک اور شخصیت ہے جس کا نام سہیل تھا جو روز آرگنائزیشن میں موجود ہے یعنی اس کے عتاب زدگان میں۔“

”سہیل کو میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ سہیل روز آرگنائزیشن کا ایک سرگرم کارکن تھا لیکن شاید کسی موقع پر اس نے روز آرگنائزیشن کے کچھ کاموں سے انحراف کیا تھا جس کے نتیجے میں اسے زیڈ ڈپارٹمنٹ پہنچا دیا گیا تھا۔“
 ”زیڈ ڈپارٹمنٹ۔“ میں نے سوال کیا۔

”ہاں ایک ایسا خفیہ سیل جس کے بارے میں کوئی بھی نہیں جانتا کہ کہاں واقع ہے لیکن جن لوگوں کو ذہنی اعتدال پر لانا ہوتا ہے انہیں زیڈ ڈپارٹمنٹ کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔ ہینڈون کا یہ انکشاف سن کر ریتیم کے چہرے پر غم کے جو تاثرات ابھرے تھے۔ میں نے انہیں اچھی طرح محسوس کیا تھا۔ میں نے سوال کیا۔

”کیا زیڈ ڈپارٹمنٹ کے حوالے کر کے ان کی زندگی ختم کر دی جاتی ہے۔“
 ”بالکل نہیں ان لوگوں کا طریقہ کار بہت ہی عجیب ہے ان کے اپنے قوانین ہیں ویسے

اس میں تو کوئی شک کی بات نہیں ہے کہ یہ لوگ دنیا پر حکومت کر رہے ہیں سرمایہ دار ساری دنیا کو اپنی مٹھی میں لپیٹے ہوئے ہے اور اس وقت روز آرگنائزیشن واحد ادارہ ہے جو بڑے سرمائے سے ملکوں کی تقذیروں پر اثر انداز ہوتا ہے اور ہر جگہ اپنی پسند کے لوگ لاکرڈن دگنی اور رات گئی ترقی کر رہا ہے۔ اس نے اپنے کام بھی اس طرح متعین کئے ہوئے ہیں میں یہ کہہ رہا تھا کہ کام کے جو لوگ ہوتے ہیں اور جو راستہ بھٹک جاتے ہیں زیڈ ڈپارٹمنٹ ایک طرح سے ان کی تربیت کرتا ہے اور یہ تربیت بھی تشدد پر مبنی نہیں ہوتی بلکہ وہ ان کی ذہنی تربیت کرتا ہے۔ ریتیم خاموشی سے ہینڈون کو دیکھ رہی تھی۔ میں نے سوال کیا۔

”مسٹر ہینڈون کیا یہ ممکن ہے کہ آپ ہماری اتنی رہنمائی کریں کہ ہم ان دو شخصیتوں کو تلاش کر سکیں۔“

”مجھے سوچنے کا موقع دیجئے بلکہ مجھے کم از کم یہ بتا دیجئے کہ میرا مستقبل کیا ہے؟ بات اصل میں یہ ہے

کہ جو حقیقتیں میں نے بتائی ہیں اگر ان سے آپ کو کوئی فائدہ پہنچا ہے تو یقینی طور پر مجھ پر یقین کرنے کے بعد آپ میرے حق میں کچھ نرمی اختیار کریں گے اور اگر اس کے امکانات نہیں ہیں اور صورت حال مسلسل میرے حق کے خلاف ہے تو کم از کم ایک فیصلہ ہو جانے دیجئے تاکہ میں بھی اپنے طور پر کچھ سوچ سکوں کچھ لمحات گزار سکوں۔“

”مسٹر ہینڈون شاید اتفاق سے آپ سے اس بات کا تذکرہ نہیں ہوا لیکن میں اتنا آپ کو بتا دینا ضرور پسند کرتا ہوں کہ زیر ز آپ کے حق میں ہر طرح کا کام کرنے کے لیے تیار ہیں۔ آپ نے ہماری مدد کر کے ہمارے ساتھ تعاون کیا ہے نتیجے میں آپ بالکل محفوظ ہیں جبکہ دوسرے لوگ خراب صورت حال کا شکار ہو چکے ہیں۔ ہاں باقی جہاں تک معاملہ رہا آپ کے بیوی بچوں کا تو آپ اطمینان رکھیے اس سلسلے میں کوئی بہت ہی موثر کارروائی کی جائے گی۔ ہم اس پر پورا غور کر رہے ہیں۔“

”آپ نے ایک طرح سے مجھے نئی زندگی دے دی ہے۔ یہ الفاظ ادا کر کے آپ کا دل شکر گزار ہوں میں جو بھی منصوبہ آپ کے ذہن میں ہو براہ کرم اس کی تکمیل کیجئے جہاں تک میرا تعلق ہے تو ظاہر ہے میں آپ سے ہر طرح کا تعاون کروں گا کیونکہ بہر حال میں اس عالم تو نہیں ہوں لیکن پھر بھی.....“

”ان تمام باتوں کو ذہن سے نکال دیجئے جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ اس کی پرواہ بالکل نہ کیجئے گا“ سمجھ رہے ہیں نا آپ۔“

”ہاں“ کیوں نہیں۔“ اس نے جواب دیا اور پھر بولا۔

”میں ذرا ذہنی طور پر خود کو مجتمع کر لوں اس کے علاوہ ایک ایسی پوشیدہ جگہ ہے میری یادداشتیں محفوظ ہیں لیکن میرا وہاں جانا ابھی بالکل مناسب نہیں ہوگا۔ آپ یقیناً میں کوئی فضول بات نہیں کر رہا“ میں نے اپنے طور پر بھی اپنے تحفظ کا بندوبست کیا تھا حاکم میں جن حالات سے گزر رہا تھا میرا دل ہی جانتا ہے مجھے تھوڑا سا موقعہ دیں میں آپ کا طور پر ایسا راستہ فراہم کروں گا جس سے آپ کو ان دو شخصیتوں کے حصول میں کامیابی حاصل ہو۔“ ہینڈون نے بہر حال جو کچھ کہا تھا وہ ذہن میں اترتا تھا۔ میں نے اور ریتھ نے اس میں اب نئی منصوبہ بندیوں کا آغاز کر دیا“ ادھر مارشل ویڈن ہمارے ساتھ ہر طرح کا تعاون رہا تھا اور ہماری خواہش کے مطابق وہ تمام تیاریاں بھی کر رہا تھا جس کے ہم خواہشمند تھے لوگ ہم سے بہت زیادہ مخلص ہو گئے تھے زیر زک کے لئے ہر طرح کی سہولتیں فراہم کر رہے تھیں ویسے ان کی تعداد یہاں جتنی بھی تھی ہم نے اسی پر اکتفا کیا تھا۔

بیرون ممالک میں جو سارے کام ہو رہے تھے وہ اپنے طوم پر الگ الگ تھے۔ میری کئی ملکوں کو دانش منصور کے اکاؤنٹس کے سلسلے میں کچھ کاغذات زیر زک بھیجے اور معاملات اپنی جگہ زیر زک نے نہایت ذہانت کے ساتھ میرا سرمایہ اسکارٹو منتقل کرنا شروع کر دیا اور ہم لوگ اپنے طور پر منصوبہ بندیاں کرتے رہے یہاں تک کہ ایک بہترین تصور ہمارا ذہن میں آیا اور ہم نے اس پر عمل کرنے کا آخری فیصلہ کر لیا۔ مارشل ویڈن کو بھی اس میں ہم نے اپنا راز دار نہیں بنایا تھا“ ہوا یوں کہ ایک دن ہم ہینڈون کے پاس پہنچے اور ہم اس سے کہا کہ ہم اس کے چہرے پر میک اپ کرنا چاہتے ہیں۔ ہینڈون ہماری کسی بات اختلاف نہیں کرتا تھا۔ جو میک اپ میں نے ہینڈون کے چہرے پر کیا وہ نہایت عجیب و غریب تھا اس کی پیشانی پر ایک ایسا نشان بنایا گیا تھا جو گولی کا نشان محسوس ہوتا تھا اس کے علاوہ نے بازوؤں سینے اور کمر پر زخموں کے نشان ڈالے گئے تھے اور اس کے بعد ہم نے کچھ ایلے نتیجے میں ایک پراسرار کہانی اخبارات میں منظر عام پر آئی جو ہینڈون سے متعلق تھی۔ مارشل ویڈن کے خلاف سازش کا خاتمہ تو ہوا ہی تھا اور اخبارات اس کے بارے میں کھل

لے تھے صورت حال واضح ہو گئی تھی۔ اسکارٹو زک کی بغاوت کچل دی گئی تھی اور حکومت کا ایک سامنے آیا تھا حکومت نے ان تمام افراد کو عام معافی دینے کا اعلان کر دیا تھا جو بغاوت میں شامل تھے“ حکومت نے یہ اعتراف کیا تھا کہ یہ ان لوگوں کی غلطی نہیں تھی بلکہ بڑے پیمانے پر اسرار اور بڑی قوتیں اسکارٹو کے خلاف زیر عمل تھیں لیکن اب ان کا خاتمہ کر دیا گیا تھا اور اس سازش کے سربراہ کا نام ابھی صیغہ راز میں رکھا گیا تھا لیکن پھر ہماری اس تجویز کے بعد ایک دن ہینڈون کا نام بھی بمعہ اس کی تصویروں کے سامنے آ گیا اور اس میں بتایا گیا کہ وہ ان جو اس سازش کا سرغنہ تھا مفرد تھا اور اس کی تلاش میں ہر ممکن کوشش کی جا رہی تھی“ میں وہ سامنے آیا اور آخر کار پولیس کی گولیوں کا نشانہ بن گیا۔ اخبارات کو یہ تمام خبریں ملادیر کے ساتھ مہیا کی گئی تھیں ادھر زیر زک جو اس بڑے ملک میں موجود تھے جہاں سے یہ افرواکی شروع ہوئی تھی اطلاع دے دی گئی تھی کہ مسٹر ہینڈون کی فیملی کے بارے میں معلومات حاصل کریں اور اس کی تفصیلات سے آگاہ کریں۔ اس کام میں بھی ایک طویل عرصہ لگا“ خود ہینڈون اپنی تصویریں دیکھ کر ششدر رہ گیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ بات اس کی سمجھ میں نہیں آئی تھی لیکن بات جب سمجھ میں آئی تو ہینڈون نے میرے قدم پکڑ لئے تھے۔ زیر زک نے پہلے ہمیں اطلاع دی تھی کہ مقامی حکومت نے ہینڈون کی بیوی اور اس کے تین بچوں کو قتل کر دیا ہے کیونکہ ہینڈون ہی شکار ہو چکا ہے وہاں یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ ہینڈون اسکارٹو کی سازش ناکام ہونے کے بعد اسکارٹو کی پولیس کے ہاتھوں مارا گیا“ چنانچہ اس کے بیوی بچوں کو قبضے میں رکھنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ زیر زک نے جو بھی اطلاع دی کہ وہ چار افراد جو تین بچوں اور ایک خاتون پر مشتمل ہیں اپنے گھر میں منتقل ہو چکے ہیں تو یہاں سے انہیں ایات جاری کی گئی کہ جس طرح بھی ممکن ہو سکے انہیں پوری حفاظت کے ساتھ مختلف ملکوں سے گزرتے ہوئے آخر کار اسکارٹو تک پہنچا دیا جائے اور اسکارٹو میں ان کا استقبال کیا گیا۔ ہینڈون اپنی بیوی اور بچوں کو دیکھ کر جس کیفیت کا شکار ہوا وہ منطقی نوعیت کی حامل تھی۔ ہم نے اس وقت ان کے ساتھ رہنا مناسب نہیں سمجھا تھا“ بعد میں ہینڈون سے ملاقات ہوئی تو ان نے جس حد تک بھی ایک انسان اپنی سپاس گزاری کا اظہار کر سکتا ہے یہ اظہار اس نے کیا اور پھر ہم نے اس سے اپنے مطالبے کا اظہار کیا تھا“ وہ بولا۔

”ابن تھوڑا سا وقت اور آہ“ اب میں اسکارٹو کا شہری ہوں۔ آپ لوگوں نے میرے

ساتھ جو سلوک کیا ہے اس کا صلہ تو میں آپ کو شاید ہزاروں بار کی زندگی پانے کے باوجود نہ دے سکوں، لیکن بہر حال میں یوں سمجھ لیجئے کہ اب ان دونوں شخصیتوں کے حصول میں فریق ہوں۔ براہ کرم مجھے باہر نکلنے کا موقعہ دیا جائے۔“

”اس کے لئے تمہیں اپنا حلیہ تبدیل کرنا پڑے گا ہینڈون۔“ میں نے کہا۔

”آپ نے جو حلیہ دیکر مجھے باہر بھیجا تھا وہ بڑی حیثیت کا حامل تھا اور یقیناً خود بھی ششدر رہ گیا تھا، لیکن اب بھی آپ ہی میرے لیے جو بھی فیصلہ کریں گے وہ سے مناسب اور بہتر ہوگا۔“

”ہوں، ٹھیک ہے مقصد صرف آپ کا چہرہ تبدیل کرنا ہے اور وہ با آسانی کر لیا جاسکتا ہے۔“ ہینڈون نے کہا۔ ”ہینڈون کے چہرے پر میک اپ بھی میں نے ہو اور ایسا میک اپ کیا تھا کہ وہ خود بھی ششدر رہ گیا تھا۔ پھر اس کے بعد ہم نے ہینڈون کی آزادی کے ساتھ باہر نکلنے کا موقع دیا۔ مارشل ویڈن کا یہ معاملہ تھا کہ پس جو ہم کہہ رہے تھے وہ سوچتا تھا کہ یہ سب کچھ ہے اور اس میں کہیں بھی کوئی سوچنے کے لائق کوئی بات نہیں یہ سب چیزیں ایسی تھیں جس نے ذہن کو خاص طور سے مطمئن کیا تھا اور ہم کافی فرحانہ حالات میں وقت گزار رہے تھے ادھر ہینڈون اپنے طور پر مصروف عمل تھا اور آخر کار ایک وہ ہمارے پاس پہنچ گیا، میرے اور ریتیم کے درمیان بہر حال یہ معاہدہ تو ہو ہی چکا تھا کہ کی جو پہلٹی ہے اور جس کے تحت دنیا کے کسی بھی ملک کو ہماری ضرورت پیش آسکتی ہے اس سے پہلو نہیں بچائیں گے اور اس کام کو اسی احتیاط کے ساتھ عمل میں لائیں گے جس سے جو احتیاط ضروری ہو۔ چنانچہ ہینڈون نے ہمیں مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا۔

”آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں ویسے بھی بہت دن ہو گئے ہیں ایک مطمئن گزار رہا ہوں میری بیوی اور میرے بچے اب حقیقتوں کو جان چکے ہیں اور وہ بھی آپ۔ چاہتے ہیں تو مجھے اپنی خدمت میں آنے کا موقع دیجئے۔“

”ایسا کیوں نہ ہو مسٹر ہینڈون کہ آپ ہماری ایک اچھی سی دعوت کر ڈالیے۔“

”اتنی جرات نہیں کر سکا تھا لیکن یہ میری خوش بختی ہوگی۔“ اور ہم آخر کار ہینڈون کو پاس پہنچ گئے۔ ہینڈون نے ہمارا پر جوش استقبال کیا تھا۔ میں اور ریتیم جب وہاں تو ہینڈون کی بیوی زینس نے ہمارا استقبال کرتے ہوئے کہا۔

”ایک خوبصورت جوڑا جو اگر تمام باتوں سے مختلف انداز میں دیکھا جائے تو اس پر ہنسنا ہے اور دل چاہتا ہے کہ اس جوڑے کو مبارک باد دی جائے لیکن مجھے حیرت ہے کہ لوگوں کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہے۔“

”ہاں افسوس محترمہ زینس یہ المیہ ہے ہمارے ساتھ۔“

”وجہ۔“

”وجہ یہ ہے کہ محترمہ ریتیم کی ابھی تک شادی نہیں ہوئی میری شادی ہو چکی ہے لیکن ابھی گم ہے۔“

”کیا؟“ زینس کا منہ حیرت سے پھیل گیا اور ہینڈون کا زبردست قہقہہ گونج اٹھا اس کا۔

”ہاں یہ اتفاق ہے کہ مجھے بھی اس بارے میں کوئی تفصیل نہیں معلوم کہ ان دونوں کا میں کیا رشتہ ہے؟ مطلب تم نہیں سمجھیں یہ میاں بیوی نہیں ہیں۔“

”اؤت تب تو میں نے.....“

”نہیں، محترمہ زینس کبھی کبھی ایسی تفریحات دلچسپ معلوم ہوتی ہیں۔“ بعد میں مسٹر نے مجھ پر جو انکشاف کیا وہ میرے لیے برآمد و ز تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس غلطی نے میری کیا کیفیت کر دی ہے۔ اس نے کہا۔

”خاصی پرانی بات ہے روز آرگنائزیشن کے پاس کچھ ایسی تفصیلات پہنچی تھیں جن میں ان کے ایک پراسرار علاقے میں واقع ایک ایسے ہیڈ کوارٹر کا تذکرہ کیا گیا تھا جس میں ہمارے امور پر کام ہو رہا تھا اور کوئین میکوویا نامی کوئی خاتون وہاں زبردست سائنسی سرگرمیوں میں مصروف تھی پھر روز آرگنائزیشن نے دنیا کے کئی ملکوں سے مدد لے کر بارسلونہ کے ان علاقوں پر تباہ کاری چمائی اور بعد میں یہ علم ہوا کہ کوئین میکوویا کا وہ ہیڈ کوارٹر تباہ ہو گیا وہاں سے فرار ہو گئی کیونکہ اس کی لاش دستیاب نہیں ہو سکی تھی لیکن پھر اب سے کچھ عرصے بعد روز آرگنائزیشن کو یہ اطلاع ملی کہ کوئین میکوویا نے پھر ایک چھوٹے سے علاقے میں اپنی روایتوں کا آغاز کر دیا ہے اور ایک بار پھر وہاں منظم ہو رہی ہے۔ کوئین مکوویا کے بارے میں طے کر لیا گیا تھا کہ وہ ایک خطرناک عورت ہے اور دنیا میں کبھی نہ کبھی بڑے خطرناک لوگوں کے ساتھ منظر عام پر آئے گی اور اس وقت اسے اس قدر قوت حاصل ہو چکی ہوگی کہ

دنیا اس کا مقابلہ نہ کر سکے اس چیز کو بڑی تشویش کی نگاہ سے دیکھا جا رہا تھا اور اس پر غور جا رہا تھا یہاں تک کہ آخر کار تمام تر اندازوں کے مطابق ایک منظم ترتیب کی گئی اور میکوویا پر حملہ کیا گیا۔ اصل میں اس وقت کوئین میکوویا انڈورا میں کچھ کارروائیوں میں مصروف تھی اور انڈورا جس کے بارے میں آپ کو یقینی طور پر معلومات حاصل ہوں گی کہ جنوب مغرب یورپ میں واقع ہے اور اسپین اور فرانس کے درمیان موجود ہے اس کا دارالحکومت لاویلا اور یہ کئی ملکوں کے زیر اثر چل رہا ہے تو مطلب یہ ہے کہ لاویلا کے شمال مشرق میں آرگنائزیشن نے اپنا ایک بہت بڑا اسٹیشن قائم کر رکھا ہے اور وہاں روز آرگنائزیشن مفادات کے لئے کام ہو رہا ہے۔ مطلب یہ کہ کوئین میکوویا جو وہاں شاید اپنا کوئی ایسا قدم چاہتی تھی جو روز آرگنائزیشن کے مقاصد کے خلاف ہو اور پھر ویسے بھی وہ کوئین میکوویا خاتمہ چاہتے تھے چنانچہ انڈورا کے نواح میں انہوں نے اپنے مفادات حاصل کر لئے کوئین میکوویا کو اس کے پورے گروپ کے ساتھ ختم کر دیا گیا۔

”اس بات کا پتا کیسے چلا مسٹر بینڈون کہ کوئین میکوویا ختم ہو گئی۔“

”آپ یہ سمجھ لیجئے کہ یہ بالکل تصدیق شدہ اطلاع ہے۔“ میں نے ایک لمحے کے آنکھیں بند کر لیں تھیں۔ ریتیم نے چونک کر مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

”خیریت، کوئین میکوویا کی موت پر کیا تمہیں کوئی افسوس ہوا ہے کوئی تعلق رہا ہے۔“

”ہاں ریتیم، بس یہی سمجھ لو کہ رہا ہے۔“ میں نے افسردگی سے کہا۔

”بہر حال مجھے افسوس ہے۔“ ریتیم بولی اور میں ذہنی طور پر سوچوں میں ڈوب گیا۔



دنیا میں کوئی بھی انسان کتنا ہی طاقتور ہو، کتنے ہی وسائل رکھتا ہو لیکن کبھی زندگی میں ایسی بے بسی محسوس کرتا ہے کہ اسے اپنے آپ پر ہی غصہ آنے لگے۔ خیر میری کیفیت تو ایسی نہیں تھی میں نے تو ہمیشہ ہی اپنی ذات کو کمتر سمجھا تھا۔ کبھی اس بات پر گمان نہیں کیا تھا کہ میں بہت بڑے بڑے کام کر رہا ہوں اور مجھ جیسے شخص کو یہ گمان کرنا بھی نہیں چاہئے تھا۔ ماضی نے کسی بھی لمحے پر غور کر لیتا تو اپنی بے بسی اور بے کسی کا احساس ہو جاتا تھا۔ جو شخص اپنی حقیقت تلاش نہ کر سکے اسے دنیا میں کوئی حیثیت اختیار کرنے کا کیا حق ہے؟ بے اوقات ہوتا ہے وہ مکمل طور پر۔ کچھ بھی نہیں ہوتا۔ میں نے لوگوں کی دانست میں دنیا فتح کر لی تھی۔ ہر جگہ کامیابیاں حاصل کی تھیں۔ ان میں بہت کچھ کھویا تھا۔ بہت کچھ پایا تھا لیکن وہ چیز جو میری زندگی کا پہلا مسئلہ تھی۔ میں اس مسئلے کو حل نہیں کر سکا تھا۔ اب اگر اس کے بعد اپنے آپ کو کچھ سمجھ لیا جائے تو بے وقوفی کے سوا اسے کیا کہا جاسکتا ہے؟ بہر حال جینا تو تھا۔ خودکشی کرنے کا کوئی تصور ذہن میں نہیں تھا۔ وہی والی بات ہے کہ انسان شاید زندگی کو سب سے زیادہ قیمتی سمجھتا ہے اور میں نے کبھی یہ نہیں سوچا تھا کہ میں انسان نہیں ہوں۔ انسان نہ ہوتا تو اپنی ضرورت کی سب سے قیمتی شے حاصل نہ کر لیتا، یعنی اپنی شناخت۔ جس کے حصول میں پوری زندگی گزر گئی تھی۔ بڑے اچھے اچھے ساتھی آئے تھے زندگی میں اور چلے گئے تھے۔ بس وقت تھا جو میرا سب سے قدیم اور سب سے مستحکم ساتھی تھا۔ نہ جانے کیسے کیسے کردار ملے تھے زندگی میں ان ہی میں ریتیم بھی تھی۔ ریتیم جس کا مقصد بھی میرے مقصد سے مختلف نہیں تھا اور اتفاق سے ہمارے راستے یکجا تھے۔ اس کی پاکیزہ محبت اپنے بھائی کی تلاش میں سرگرداں تھیں اور

مجھے نجانے کیا کیا چاہئے تھا۔ ہاں میرے خیال میں بدنصیب رخسار تھی جس کی تقدیر میں زندگی کے پرسکون لمحات لکھے ہی نہیں تھے۔ وہ ایک خواب دیکھتی تھی اور جب خواب سے جاگتی تھی کسی نہ کسی عذاب میں ہی گرفتار ہوتی تھی نہ جانے کہاں ہوگی، نہ جانے کیا کیا سوچتی ہوگی بہر حال انسان کے بس میں یہ سب کچھ نہیں ہوتا۔ یہ فیصلے تقدیر کے ہوتے ہیں اور ہزاروں بار کی کہی ہوئی بات ہے کہ تقدیر سے کوئی جنگ نہیں کر سکتا۔ نہ کر سکا ہے۔ چنانچہ دو ہی باتیں ہیں، وقت کے دھاروں پر سفر کرتے رہو اور اپنی خواہشوں کے لئے آسمان کی جانب نگاہیں اٹھائے رہو وہاں سے اشارہ ہوگا تو سب کچھ ہو جائے گا بس اسی کو ایمان بھی کہتے ہیں اور کچھ انسان کی انتہا بھی ہوتی ہے۔ ریتیم کے پاس بے پناہ سرمایہ اکٹھا ہو چکا تھا۔ زیر زکے نام پر دینا بھر میں جو کچھ کرتی تھی وہ بہر حال ایک اہمیت کا حامل تھا۔ اس میں بہت سوں کے مفادات بھی ہوا کرتے تھے۔ اپنی جستجو اور اپنی تلاش بھی۔ بقول ریتیم کے مقدس قبیلے کے افراد ایک مقدس پیشوا کی حیثیت سے اس کا احترام کرتے تھے۔ یہ بھی ایک انوکھی بات تھی جس پر ریتیم بعض اوقات خود ہنستی تھی اور کہتی تھی۔

”تم بتاؤ! میرے اندر کیا تقدیر ہے۔ زمانے ساز ہوں، زمانہ سے بس اتنی تو محبت رکھتی ہوں کہ میرے مقاصد پورے ہوتے ہیں۔ آرزو یہ ہے کہ میرا بھائی مجھے مل جائے جب بھی کبھی سہیل مجھے ملا تو تم یقین کر دو دانش منصور! میں گوشت نشین ہو جاؤں گی اور اس کے بعد دنیا سے اپنے بہت سے رشتے ختم کر لوں گی۔ بس اپنے بھائی کے ساتھ زندگی کی ہر خوشی حاصل کر لوں گی۔ تم چاہے مجھ سے کتنی ہی بڑی قسم لے لو۔ اس کے علاوہ میں اپنی زندگی کا اور کوئی مقصد نہیں سمجھتی۔“ میں اس کے جذبات کی پذیرائی کے لئے خاموش رہا تھا۔ پھر ریتیم نے مجھ سے پوچھا۔

”تم ایک بات بتاؤ دانش منصور!“

”ہاں پوچھو!“

”تمہیں رخسار کے علاوہ کسی اور سے بھی محبت ہے؟ میرا مطلب ہے رخسار تو تمہاری بیوی ہے۔ تم سے چھن گئی ہے۔ میں کسی عورت کی بات تو نہیں کر رہی۔ تمہارے کردار کی بلندی کا مجھے احساس ہے اور یقین کر دو میرے دل میں تمہارے لئے بڑی عزت ہے۔ مجھے معاف کرنا کبھی کبھی میرا دل چاہتا ہے کہ میں تم سے بہت بے تکلفی سے گفتگو کروں۔ یہ سوچ

کہ بات کروں تم سے کہ نہ میں عورت ہوں اور نہ تم مرد۔ ہم دو بے جان ستون ہیں جو ایک دوسرے کے آمنے سامنے کھڑے ہیں۔ ہمارے ذہنوں میں جذبات کا کوئی ایسا عمل دخل نہیں ہے جو کبھی ہمیں ایک دوسرے کی جانب چورنگا ہوں سے دیکھنے پر مجبور کر دے۔ سمجھ رہے ہونا یہی بات؟“

”ریتیم! تم بار بار یہ الفاظ کیوں کہتی ہو، کیا تم اس بات پر یقین کر و گی کہ میری زندگی میں بے شمار ساتھی آئے ہیں مگر میں نے اپنے آپ کو کسی کے لئے مجبور نہیں سمجھا۔ میں نے اپنا ایک معیار تلاش کیا ہے، دوستوں کے لئے، اگر کوئی اچھے معیار کا دوست مل گیا تو میرا دوست رہا ورنہ چند دنوں کا ساتھ اور اس کے بعد واپسی۔“

”مجھے تو نہیں چھوڑ دو گے نا؟“

”اس دن ریتیم جب تمہیں سہیل اور مجھے رخسار مل جائے گی۔“ میں نے جواب

دیا۔

”ہاں، یہ ٹھیک ہے، تو میں یہ پوچھ رہی تھی کہ کوئی اور ایسی شخصیت یا کوئی اور

خواہش؟“

”میرے بارے میں جتنا تم جانتی ہو نا ریتیم! وہ نامکمل ہے۔ میں نے ایک ایسے گھر میں آنکھ کھولی جہاں میں ایک معمولی سے نوکر کی حیثیت سے اپنی بساط بھر کام کرتا رہا یعنی کہ نمونہ سا فرنیچر اور فرش کی جھاڑ پونچھ کرتا تھا۔ تھوڑا سا بڑا ہوا تو گھر کے دوسرے کام شروع کر دیے میرے تصور میں کوئی خاص بات نہیں تھی جو عورت ماں کی حیثیت سے مجھ سے روشناس کرائی گئی تھی وہ درحقیقت میری ماں نہیں تھی اس کے بارے میں مجھے بعد میں معلوم ہوا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ جس گھر میں، میں رہتا ہوں اور میرا باپ کہاں ہے؟ پھر میں ان کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا اور ریتیم! آج تک ناکام ہوں۔ زندگی میں لاتعداد الٹ پھیر آئے اور اسی دنیا کے رہنے والوں نے مجھے فولاد بنا دیا لیکن یہ فولاد آج بھی اپنی محبتوں کو ترسا ہوا ہے اور میں اب بھی انہیں تلاش کر رہا ہوں۔ شاید یہ تلاش مکمل ہو جائے۔ جہاں تک محبت کی بات ہے ریتیم تو میں تمہیں ایک سچی بات بتاؤں؟ اپنے وطن کا ہر شخص مجھے انتہائی قریبی عزیز اور ایسا دوست لگتا ہے جس سے چھڑنے کو دل نہیں چاہتا۔ لیکن میں ان سے چھڑ گیا ہوں۔ ریتیم میرے ملک میں غربت ہے آج بھی کبھی کبھی کسی بک اسٹال پر جب میں اپنے وطن کا کوئی

اخبار کوئی رسالہ کوئی کتاب دیکھ لیتا ہوں تو اسے احتراماً خرید لیتا ہوں کہ اس کی رقم میرے وطن تک پہنچے۔ پتا نہیں کس کے کام آجائے۔ کبھی کبھی اخبارات ہاتھ لگ جاتے ہیں میں پڑھ ہوں کہ وہاں ایک عورت نے اپنے چھ بچوں کو نہر میں پھینک کر خودکشی کر لی کیونکہ اس کے پاس ان بچوں کی پرورش کے لئے کچھ نہیں تھا۔ ریتیم! میں گھٹنوں روتا رہتا ہوں۔ میں سوچتا ہوں کاش! میں اپنے وطن کی یہ غربت دور کر سکتا۔ کاش میں وطن عزیز کو کوئی ایسی فراہمی کر سکتا جس سے اسے کچھ حاصل ہو سکتا۔ ریتیم ایک دم چونک کر مجھے دیکھنے لگی تھی، پھر اس نے کہا۔
 دانش! ایک بات کہوں میں؟“

”ہاں ریتیم بولو۔“

”دانش! ہم لاتعداد لوگوں کے لئے کام کرتے ہیں۔ اس سے بڑی بڑی قومات وصول کرتے ہیں۔ ہم زیرزمین کے لئے بہت کچھ فراہم کرتے ہیں۔ ہمارا بھی اس میں صحیح حصہ ہے۔ اگر ہم چاہیں تو اس حصے کو بہت زیادہ بڑھا سکتے ہیں۔ بڑے بڑے کاموں کی بڑی بڑی زمینیں وصول کی جائیں۔ ان میں میرا بھی حصہ ہو تمہارا بھی ہو۔ ہم ایک ایسا ادارہ بنا لیتے ہیں دنیا کے کسی ایسے ملک میں جہاں زیرزمین ہمارے اس ادارے کو کنٹرول کر سکیں۔ پھر یہ ادارہ مختلف شکلوں میں تمہارے حصے کا معاوضہ تمہارے وطن بھجواتا رہے تم وہاں تقسیم کا ایک نظام قائم کرو، بلکہ بہتر یہ ہے کہ اس ادارے کی معرفت حکومت کو امداد فراہم کرو۔ اور حکومت وہاں غریبوں کو امداد فراہم کرے۔ کیا کہتے ہو تم؟“ میں نے حیرت سے ریتیم کو دیکھا۔ درحقیقت اس انداز میں پہلے کبھی نہیں سوچا تھا۔ ساری دنیا سے خراج وصول کر رہا تھا اور کر سکتا تھا۔ خود میرا بے پناہ سرمایہ لندن کے بینکوں میں پڑا تھا۔ کیوں نہ اس سلسلے میں کارروائی کی جائے اور یہ سرمایہ دانش منصور میموریل سوسائٹی کے نام سے اپنے وطن کو منتقل کیا جائے اور ایک پورا لائحہ عمل متعین کر دیا جائے۔ ریتیم میری صورت دیکھ رہی تھی۔ اس نے کہا۔

”کیوں! کیا کہتے ہو میری اس تجویز کے بارے میں؟“

”ریتیم بہت اچھی تجویز ہے۔ ممکن ہو سکتا ہے یہ۔“

”تمہارے ہاں کہہ دینے کی دیر ہے دیکھو میں کیا کرتی ہوں۔“ پھر ایک دلچسپ مشغلہ ہاتھ آ گیا اور لندن میں زیرزمین کے کارکنوں کے گروپ نے ریتیم کی خواہش کے مطابق کام شروع کر دیا۔ یہ کام بہت بڑا اور مشکل تھا۔ لیکن بہر حال اس کا ذیلی ہیڈ کوارٹر لندن میں

قائم کر دیا گیا اس کے لئے ایک باقاعدہ اسٹاف متعین کیا گیا اب صورت حال مختلف تھی۔

لندن میں بہت سی یادوں کو چھوڑ آیا تھا۔ یہیں سے رخسار گنوائی تھی لیکن اس وقت مجھے ان باتوں کے امکانات نہیں تھے۔ ایرش داش اور کچھ اور دشمنوں کے درمیان پھنس کر میں اپنی شخصیت کھو بیٹھا تھا۔ کوئین میکوویا جو میری عزیز ترین ہستی تھی اور جس نے میرے لئے بہت کچھ کیا تھا اس دنیا سے رخصت ہو گئی تھی۔ نہ جانے کیا کیا یادیں لندن میں باقی تھیں۔ بہر حال ہمیں محتاط انداز میں کام کرنا تھا کیونکہ ہماری زمینوں پر دوستوں سے زیادہ دشمنوں کی کاشت ہوتی تھی اور اس کے لئے ہم مجبور تھے البتہ اس ادارے کو تکمیل پاتے دیکھ کر مجھے بے پناہ خوشی ہو رہی تھی اور جب اس ادارے کے تحت مجھے یہ معلوم ہوا کہ میرے وطن میں دانش میموریل سوسائٹی کا وجود زیر عمل آ گیا ہے تو مجھے بے پناہ خوشی ہوئی اور نہ جانے کیوں دل کو ایک عجیب سے سکون کا احساس ہوا۔ اس ادارے کے تحت غریب علاقوں میں اور ان تمام جگہوں پر یہ اعلان کر دیا گیا کہ یہاں سے غریب لوگوں کو باقاعدہ امداد ملے گی۔ اور اس کے لئے انہیں محنت کرنا ہوگی۔ یہ وہ پروگرام تھا جو میں نے ابتدا میں زیر عمل لانا چاہا تھا۔ لیکن بعد میں روز آرگنائزیشن اور ڈان سنٹر نے اس پروگرام کو بڑی محنت کے ساتھ فیل کر دیا تھا اور میں اس میں کامیاب نہیں ہو سکا تھا ایک بار پھر اس کا آغاز ہوا تھا اور اس کے لئے مجھے بہت سے منصوبے تراشے پڑے تھے اس بات کی ڈائریکٹ تکمیل ذرا مختلف انداز میں ہوئی تھی اور میں نے کوشش کی تھی کہ اب اس میں کوئی گڑبڑ نہ ہونے پائے۔ اپنے نام کو بہت زیادہ منظر عام پر نہیں لانا چاہتا تھا میں۔

قومات وطن بھیجنے کا طریقہ کار بھی ذرا مختلف رکھا گیا تھا۔ لندن میں قائم شدہ اس ادارے کو ہدایات کر دی گئی تھیں کہ دانش میموریل سوسائٹی سے وہ معلومات حاصل کرتا رہے کہ کون کون سی اشیاء کی ضرورت ہے تاکہ وہ اشیاء بھی فراہم کی جاتی رہیں فراہمی کے اس نظام سے میں اور بھی بہت سے فائدے مستقبل میں حاصل کرنا چاہتا تھا۔ ریتیم کے تعاون سے یہ بہت بڑا کام ہوا تھا اور اس کام نے درحقیقت مجھے زندہ رہنے کا حوصلہ بخشا تھا اور جب بھی کبھی رات کی تنہائیوں میں مجھے موقع ملتا میں خدا کے حضور ہاتھ پھیلا کر بیٹھ جاتا اور کہتا کہ معبود کریم اگر ان میں سے ایک بھی کاوش تجھے پسند آجائے تو اس کے صلے میں مجھے میرے ماں باپ اور رخسار واپس کر دینا اور کچھ نہیں مانگوں گا میں تجھ سے۔ ایک بھوکے کا پیٹ بھر جائے ایک گھر

خودکشی سے گریز کر لے تو بس میری یہ آرزو پوری کر دینا۔ ایسے لحاظ میں میری آنکھوں سے آنسو نکل آتے تھے۔ لیکن آنسو ہمیشہ پوشیدہ رکھنے کے لئے ہوتے ہیں اگر کسی کو تمہاری آنکھوں سے آنسو نظر آجائے تو تم بے وقعت اور بے حقیقت ہو جاتے ہو۔ پھر ہمارے پاس ایک فائل آیا۔ ریتھم نے شاید اپنے طور پر اس کی دیکھ بھال کی تھی اور اس وقت جب اس نے فائل میرے حوالے کیا تو مجھے دانش منصور کہہ کر نہیں مسٹر شیرک کہہ کر مخاطب کیا تھا۔ اس کے اس مخاطب پر ہی میں چونک پڑا تو وہ بولی۔

”مسٹر شیرک ایک بہت بڑے ملک کے دارالحکومت سے زیریں کے کارکنوں نے یہ فائل ترتیب دے کر بھیجا ہے مختصر سی بات ہے لیکن اصل معاملہ یہ ہے کہ وہ بہت بڑا ملک ہم سے ایک بیکنج ڈیل کرنا چاہتا ہے اور اس کے عوض اس نے دو کروڑ یو ایس ڈالر کا معاوضہ پیش کرنے کی پیشکش کی ہے بہت مختصر الفاظ میں اس کی ترتیب ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمیں شاید ایک مشکل کام سرانجام دینا پڑے لیکن میں سمجھتی ہوں کہ یہ ایک مناسب معاوضہ ہے اگر آپ پسند کریں تو۔“ میں نے فائل کا مطالعہ کیا واقعی اس کے کہنے کے مطابق بڑی مختصر سی تفصیل تھی لیکن بہر حال! معاوضے کی بات بھی تھی میں نے کہا۔

”اوہو، مسٹر شیرک شاید وہ تفصیل آپ کے ذہن سے نکل گئی۔ میرا مطلب ہے وہ فہرست جس میں ڈان سنٹر اور روز آرگنائزیشن کے نمائندوں کے نام ترتیب دیے گئے تھے آپ نے خصوصی طور پر ایک نام نہیں پڑھا۔ جس میں ڈان ہولی کیمرس لکھا ہوا ہے۔“ ڈان ہولی کیمرس“ ڈان سنٹر کے زمانے میں امریکا میں ڈان سنٹر کی نمائندگی کرتا تھا اور اس کے بعد اس نے کئی ملکوں میں اپنا اثر قائم کیا اور امریکا کے نام پر اس نے یہ ساری کارروائی کی لیکن حکومت امریکا کو اس بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا کہ اس کے ایک بہت بڑے ادارے کا رکن اس کے نام پر ان ملکوں سے کیا ڈیل کر رہا ہے بعد میں جب اس کے بارے میں معلومات حاصل ہوئیں تو امریکا کے تمام انتظامی ادارے حرکت میں آ گئے۔ لیکن ڈان ہولی روپوش ہو گیا اور اس کے بعد سے اب تک اس کا کوئی پتا نہیں چل سکا لیکن وہ کچھ ایسی کارروائیاں کر رہا ہے جن کی تفصیل ظاہر ہے ہمیں اس وقت تک نہیں بتائی جاسکتی جب تک کہ ہم اپنی آمادگی کا اظہار نہ کر دیں۔“

”جس دوسرے ملک کی تم بات کر رہی ہو کیا وہ حکومت امریکا سے اس سلسلے میں

مدد نہیں لے سکتا۔“

”اس کے کچھ اپنے مسائل ہیں اور کچھ ایسے ذاتی معاملات بھی جنہیں وہ کسی حکومت کو نہیں بتا سکتا۔ اس لئے پرائیویٹ طور پر اس نے ڈان ہولی کے خلاف زیریں کی خدمات حاصل کرنے کا اظہار کیا ہے یعنی ہو گا یہ کہ ہمارا تعلق حکومتی افراد سے رہے گا۔ ہم ان کی ضروریات پوری کریں گے۔ وہ اپنے طور پر سارے معاملات مکمل کر کے اگر مناسب سمجھیں گے تو حکومت امریکا سے رابطہ قائم کریں گے۔ مطلب یہ کہ یہ ان کا بالکل ذاتی معاملہ ہے اب یہاں دو کروڑ یو ایس ڈالر بھی ہیں جس میں سے پچاس لاکھ یو ایس ڈالر تمہارے وطن بھیج دیئے جائیں گے۔“

پچاس لاکھ کے اکاؤنٹ میں کھولوں گی اور باقی ایک کروڑ زیریں میں تقسیم ہو جائیں گے۔“

”تمہاری یہ تقسیم بتاتی ہے کہ تم ذہنی طور پر اس کیس کو لینے کے لئے تیار ہو گئی ہو۔“

”نہیں اس پر میرا کوئی شناختی نشان نہیں ہے۔ میری مراد اس فائل پر ہے اس فائل پر شناختی نشان مسٹر شیرک لگائیں گے یعنی منظوری یا نا منظوری کا۔ ایک کراس، اس کیس کو اپنے ہاتھ میں لینے کے لئے نا منظوری کا اظہار ہو گا اور لیس کا لفظ اس کیس کی منظوری کے لئے ہو گا۔ کیا خیال ہے مسٹر شیرک؟“ اس نے ایک خوب صورت بال پوائنٹ میرے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔ میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی اور فائل پر لیس لکھ دیا۔

☆.....☆.....☆.....☆

طیارہ اسکائی لینڈ ایئر پورٹ پر اتر گیا۔ میں پہلے بھی یہاں آچکا تھا اور اس برف کے شہر پر بہت سی مصیبتیں نازل کر چکا تھا لیکن اس وقت صورتحال بالکل مختلف تھی۔ آج یہاں ایک اور حیثیت سے داخل ہوتا تھا۔ برف کا یہ شہر بے حد حسین تھا اور یہاں کی زندگی جدید ترین لیکن برف سے ڈھکی ہوئی تھی۔ ہم نے پہلے ہی یہاں کے ایک شاندار ہوٹل میں اپنے لئے کمر اک کر لیا تھا۔ مسٹر اینڈ مسٹر شیرک کو ریسور کرنے کے لئے ہوٹل کا نمائندہ ایک قیمتی کیڈلک لئے ہوئے موجود تھا اور اس کے ہاتھ میں پلے کارڈ دبا ہوا تھا۔ بہر حال ہم کیڈلک کی جانب بڑھ گئے اور کیڈلک نے ہمیں ہمارے ہوٹل پہنچا دیا اور آخر کار ہم ہوٹل کے اس وسیع و عریض کمرے میں داخل ہو گئے۔ بہ ظاہر ہمارا تمام کام کا تمام انداز ایسا ہی تھا جیسے ایک نوجوان

میں ہے۔ ویسے بھی مجھے ریتیم کی یہ خوبی پسند تھی کہ وہ جب کام کے موڈ میں ہوتی تھی تو صرف کام کرتی تھی۔ اور سیر و تفریح میں فضول وقت ضائع نہیں کرتی تھی۔ چنانچہ کافی سے فراغت حاصل کرنے کے بعد اس نے مسٹر سیڈان سے ٹیلی فون پر رابطہ قائم کیا اور کچھ لمحوں کے بعد ایک بھاری آواز ابھری۔

”ہاں! کون ہے؟“ یہ ٹیلی فون اس طرح کا تھا کہ اگر دل چاہے تو دوسری طرف سے آنے والی آواز پہ آسانی اس کے اسپیکر پر سنی جاسکتی تھی اور اس وقت یقینی طور پر ریتیم نے یہ سن لیا کہ آن کیا تھا کہ میں بھی اس گفتگو میں شریک ہو جاؤں۔ ریتیم نے کہا۔

”ہیلو مسٹر سیڈان، آپ کی چیپتی یہاں آچکی ہے۔ آپ اس سے ملاقات کرنا پسند کریں گے۔“

”ہاں کیوں نہیں، میں کس وقت اور کہاں حاضر ہو جاؤں۔“ سیڈان نے کہا۔

”میرے ہوٹل کا نام اور نمبر میرا مطلب ہے روم نمبر لکھ لیجئے، جب بھی آسکیں مجھے خوش ہوگی۔“

”تو پھر اگر میں کھانا آپ ہی کے ساتھ کھاؤں تو؟“

”خود رساڑھے آٹھ بجے۔“ ریتیم نے کہا اور فون بند کر دیا۔ ایک لمحے کے لئے اس کے ہونٹوں پر ایک عجیب سی نفرت کی لہر لکیر کی شکل میں کچھ نظر آئی تھی لیکن اس نے کچھ کہا نہیں۔ ساڑھے آٹھ بجے ہمارے کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی۔ آنے والی شخصیت ایک چوکور جسم کا مالک شخص تھا جس کا چہرہ بے تاثر بلکہ کسی قدر کرخت اور شخصیت میں کوئی ایسی بات تھی جو پسند نہیں آتی۔ وہ بہت مذکورب انداز میں اندر آیا تھا اور اس نے کہا تھا۔

”ہیلو میڈم! آپ کو دیکھ کر بہت خوشی ہوئی ہے۔ یہ رکی الفاظ نہیں ہیں بلکہ آپ جانتی ہیں کہ آپ سے ہمارا روحانی رشتہ بھی ہے۔“

”لیکن مسٹر سیڈان! آپ بوڑھے ہوتے جا رہے ہیں۔ مرانا کرم تشریف رکھئے۔“

ریتیم نے ناخوشگوار لہجے میں کہا اور مسٹر سیڈان کے چہرے پر ایک لمحے کے لئے پریشانی کے آثار نمودار ہوئے۔ پھر وہ ریتیم کے اشارے پر بیٹھتا ہوا بولا۔

”یہ ناخوشگوار لہجہ اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ مجھ سے کوئی غلطی ہوگئی ہے جہاں تک بوڑھے ہونے کا اصل معاملہ ہے تو آپ یقیناً کچھ میڈم ایسا تو ہوا ہے اور میں نے کئی

جوڑے کا ہو سکتا ہے اور ریتیم بھی بڑی اچھی اداکاری کر لیتی تھی اور اب اس اداکاری میں کوئی جذباتیت نہیں تھی۔ اپنے کپڑے لے کر غسل خانے کی جانب بڑھتے ہوئے اس نے مجھ سے کہا۔

”اور بہت مناسب ہوگا ڈارلنگ تم عمدہ سی کافی منگواؤ، یہ کافی لمحوں میں ہماری تھکن دور کر دے گی۔“ یہ کہہ کر وہ مسکراتی ہوئی واش روم میں داخل ہوگئی تھی۔ میں نے روم سروس کو ٹیلی فون کر کے کافی طلب کر لی۔

جہاز کے سفر میں بھلا تھکن کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔ میں آرام دہ کرسی پر دروازہ ہو گیا اور آنکھیں بند کر لیں۔ ریتیم کے انداز اور اس کے الفاظ پر غور کرنے لگا تھا۔ کوئی بھی دیکھنے والا ہم دونوں کے بارے میں یہ اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ ہمارے درمیان میاں بیوی کا رشتہ نہیں ہے۔ خیر ہوٹل کے رجسٹر میں تو ہمارے نام مسٹر اینڈ مسز شیرک ہی درج تھے لیکن اگر درج نہ بھی ہوتے تو ہم دونوں جس طرح ایک دوسرے کے ساتھ پیش آتے تھے دیکھنے والوں کو شبہ بھی نہ ہوتا کہ ہمارے درمیان اصل میں یہ رشتہ نہیں ہے۔ اپنی پسندیدہ لڑکی کے ساتھ چلتے ہوئے اگر کوئی بھکاری پیسے مانگتے ہوئے یہ کہہ دے کہ اللہ جوڑی سلامت رکھے تو وہ جوڑی بلاوجہ بن جاتی ہے اور اس کے بعد حالات پیچیدگی اختیار کر لیتے ہیں لیکن پہلی بات تو یہ کہ ریتیم کا تعلق ایسے علاقوں سے نہیں تھا جہاں یہ جذباتی کھیل ہوتے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ وہ ایک ٹھوس لڑکی تھی الفاظ کچھ بھی ہوں لیکن اصل بات دل سے تعلق رکھتی ہے اور عمل کی ہوتی ہے چنانچہ میں انتظار کرتا رہا۔ پھر ویٹر کافی لے کر دروازے سے اندر داخل ہوا تھا اور ریتیم واش روم سے باہر آئی تھی۔ ویٹر نے کافی ہمارے سامنے سجادی۔ اور پر ادب انداز میں واپس چلا گیا۔ ریتیم میرے سامنے دوسری آرام کرسی پر بیٹھ کر کافی بنانے لگی۔ کافی کے ساتھ اور بھی چند چیزیں تھیں جو ہوٹل کی اپنی پیشکش تھی۔ ہم دونوں دیر تک خاموش رہے تھے۔ ریتیم نے کہا۔

”یہاں ہماری اس آرگنائزیشن کا چیف نمائندہ سیڈان ہے۔ سیڈان ایک اچھا آدمی ہے اور یہاں ایک ڈیپارٹمنٹل اسٹور میں منیجر کی حیثیت سے ملازمت کرتا ہے۔ اب میں ٹیلی فون پر سیڈان سے رابطہ قائم کروں گی اور وہ ہمیں بتائے گا کہ ہمیں مزید کیا کرنا ہے؟“

میں نے خاموشی سے کافی کے چند گھونٹ لئے۔ ریتیم نے بھی کچھ نہیں کہا تھا۔ میرے خاموش رہنے کا مطلب یہ تھا کہ وہ جو کچھ کرنا چاہتی ہے شوق سے کرے۔ مجھے اس سے کوئی سروکار

بار اپنے دل میں سوچا ہے کہ میڈم سے کہوں کہ اب میری خدمات محدود کر دیں۔“
”ابھی نہیں! جب آپ کے ریٹائر ہونے کا وقت آئے گا۔ آپ کو ریٹائر کر جائے گا۔“

”لیکن میں ابھی دنیا میں رہنے کا خواہش مند ہوں بے شک مجھے میری ڈیوٹی ریٹائر کریں۔ دنیا سے نہیں۔“

”واقعی آپ بہت زیادہ بوڑھے ہو گئے ہیں مسٹر سیڈان۔ اپنا نعم البدل تلاش کر لیجئے۔ آپ کو ریٹائر کر دوں گی۔ ویسے کیا آپ کے خیال میں آج تک میں نے اپنے ساتھی کو جسمانی نقصان پہنچایا ہے؟“

”پتا نہیں کیوں، طبیعت میں یہ کم بخت شوفی پیدا ہو جاتی ہے اور الفاظ صحیح نہیں ہوتے۔ ویسے آپ مجھے میری غلطی تو بتائیے۔“

”میں نے فون پر آپ سے کیا کہا تھا؟“
”کب؟“

”جب آپ کو فون کیا تھا۔“
”میرا مطلب ہے آج؟“
”جی۔“

”معافی چاہتا ہوں میڈم، کوئی ایسی بات یاد نہیں آرہی جو اہمیت کی حامل ہو۔ واقعی اگر کوئی خاص ہی بات تھی تب تو آپ کا کہنا ہی ٹھیک ہے۔ براہ کرم صرف ایک بار بتا دیجئے گا۔“

”میں نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی چہیتی آگئی ہے اس لمحے سے اور ایک جملے سے آپ کو کیا تاثر ملتا ہے؟“

”یہی کہ میری چہیتی آگئی ہے۔“ مسٹر سیڈان نے جواب دیا اور ریتم کو بے اختیار ہنسی آگئی۔

”بس یا اور کچھ؟“

”آپ قسم لے لیجئے میڈم! اس وقت واقعی اپنے آپ کو گدھا نمبرون محسوس کر رہا ہوں۔“

”جواب میں آپ نے کہا تھا کہ میں کب حاضر ہو جاؤں۔ چہیتی کہنے کا مطلب یہ تھا کہ کوئی ایسی لڑکی جو آپ کو اپنا بزرگ سمجھتی ہو اور آپ کو اپنے آنے کی اطلاع دی رہی ہو اور آپ نے فوراً ہی باادب ہونے کا اظہار کر دیا کہ میں کب حاضر ہو جاؤں؟ بزرگ اپنے بچوں سے ایسے سوال تو نہیں کرتے۔ آپ سے یہ الفاظ کہنے کا مطلب یہ تھا کہ آپ بھی بزرگانہ انداز میں جواب دیں تاکہ کوئی ہماری گفتگو سن بھی رہا ہو تو یہ سوچے کہ کسی لڑکی نے اپنے کسی بزرگ سے رابطہ قائم کیا ہے اور پھر فون پر آپ مسلسل مودبانہ لہجہ اور آپ، آپ کا لفظ استعمال کرتے رہے۔ اب اگر کوئی ہماری تاک میں ہو اور ہماری اس ملاقات کا اندازہ لگانے کی کوشش کرے تو کیا وہ شبہ کا شکار نہیں ہو سکتا۔“

”میرے خدا! میرے خدا۔“ مسٹر سیڈان نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑ لیا۔ پھر آہستہ سے بولے۔

”بالکل مانتا ہوں، خلوص دل سے تسلیم کرتا ہوں۔“

”خیر آئندہ خیال رکھئے گا۔ اب سنائیے کیا پوزیشن ہے؟“

”آپ کی آمد کی اطلاع مل گئی تھی اور یہ اطلاع بھی کہ آپ نے اہل ذیل کو منظور کر لیا ہے۔ چنانچہ میں نے بات آگے بڑھا دی۔ یہاں ہمارا تعلق میرا مطلب ہے اسکاٹی لینڈ میں مسٹر روڈ پارک سے رہے گا۔ اور مسٹر روڈ پارک کا کہنا ہے کہ جب بھی آپ اجازت دیں وہ آپ سے ملاقات کرے گا۔“ اس دوران نہ تو ریتم نے میرا مسٹر سیڈان سے تعارف کرایا تھا اور نہ مسٹر سیڈان نے میرے بارے میں پوچھنے کی جرات کی تھی۔ آخر میں ریتم نے کہا۔

”آپ مسٹر روڈ پارک سے ہماری ملاقات کرائیں گے لیکن یہ ملاقات براہ راست نہیں ہوگی۔“

”وہ تو میں جانتا ہوں لیکن آپ اسی ہوٹل میں قیام کریں گی؟“

”نہیں ہمیں قیام کے لئے جگہ درکار ہوگی۔“

”فلٹ بھی مل سکتا ہے اور مکان بھی۔ کیا پسند کریں گی آپ؟“

”فلٹ اگر محفوظ ہے تو یقینی طور پر زیادہ بہتر رہے گا ہاں علاقہ پر رونق ہونا چاہئے اور سہولتیں مکمل۔“

”میڈم کے لئے ان کے جاں نثار جو کچھ کر سکتے ہیں ضرور کریں گے تو آپ کب

یہاں سے شفٹ ہو رہی ہیں۔“

”آج! اور جب آپ کہیں۔“

”نیچے نیلے رنگ کی ایک مرسڈیز کھڑی ہوئی ہے۔ یہ اس کی چابی ہے۔ میں اس سے چلا جاؤں گا وہ اس وقت آپ کی تحویل میں رہے گی۔ کچھ دیر کے بعد آپ کو فون کر دوں اور وہ جگہ بتا دوں گا جہاں آپ کو پہنچانا ہے۔ کیا آپ کو اس جگہ تک پہنچنے میں دقت ہوگی؟“

”آپ کا میڈل تو کر دیں گے نا۔“

”ہاں بالکل۔“

”تو پھر ٹھیک ہے آپ کو تفصیلات معلوم ہو گئیں۔ باقی ذمہ داری آپ سنبھال لیں۔ آپ یوں سمجھ لیجئے کہ ہم یہ کام سرانجام دے رہے ہیں اور ان سے ملنے یہ میرے ساتھی۔ ڈینش ہیں۔ سیڈ ڈینش یوں سمجھ لیجئے کہ شمرک کے خصوصی ساتھی ہیں اور شمرک نے انہیں اپنا کام، نیا نام دے کر یہاں بھیجا ہے۔“

”ہیلو! مسٹر ڈینش۔“ اس شخص نے اٹھنے کی کوشش کی تو میں نے اس بھاری بدلا والے کو خود نہ اٹھنے دیا۔ چوکور بدن کو اٹھنے میں بھی خاصی دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ اس کی مدد کرنا ضروری تھا۔ میں نے خود اس سے ہاتھ ملایا اور اس کے بعد وہ میرے ہاتھ سہارا لے کر کھڑا ہو گیا۔

”تو میڈم! مجھے اجازت دیں۔“

”جی۔“

اور وہ مشینی انداز میں باہر نکل گیا۔ ریتیم اس کے جانے کے بعد میری طرف دیکھ کر مسکرائی اور بولی۔

”ان لوگوں کو ہینڈل کرنا پڑتا ہے۔ بعض اوقات ذرہ برابر غلطی بہت بڑے نقصان کا باعث بن جاتی ہے۔“

”لیس میڈم!“ میں نے جواب دیا اور ریتیم ہنس پڑی۔

مرسڈیز ان نے جس فلیٹ کا تذکرہ کیا تھا اور جہاں ہم اس نیلی مرسڈیز میں پہنچے تھے اور مسٹر سیڈان نے اس عمارت میں ہمارا استقبال کیا تھا وہ فلیٹ واقعی ایک شاندار رہائش گاہ کہی جاسکتی تھی۔ ہر طرح کی آسائشوں اور آرائشوں سے مزین اس فلیٹ کو میں نے اور ریتیم

دونوں نے ہی پسند کیا تھا۔ مسٹر سیڈان نے سوالیہ انداز میں ریتیم کو دیکھا تو وہ بولی۔

”ٹھیک ہے مسٹر سیڈان اچھی جگہ ہے۔ مجھے اور مسٹر ڈینش دونوں کو پسند آئی۔“

”ٹھیک یو میڈم اب آپ یہ لیجئے، یہ مشین ہمیں ان ہی کی جانب سے دی گئی ہے اور اس پر ہم ان سے رابطہ قائم کر سکتے ہیں۔ آپ جس طرح بھی مناسب سمجھیں میں اس کا اہتمام استعمال آپ کو بتائے دیتا ہوں۔“

”ٹھیک۔“ ریتیم نے کہا۔ جسے مسٹر سیڈان نے مشین کہا تھا وہ ایک چھوٹا سا ریڈیو لپ ریکارڈر معلوم ہوتا تھا۔ اس کے بٹن بھی اسی انداز کے تھے لیکن یہ ریڈیو لیٹ ریکارڈر نہیں بلکہ ریڈیو ٹرانسمیٹر تھا اور سیڈان نے بتایا کہ کس طرح ہمیں بات کرنی ہے۔ پھر مسٹر سیڈان اس فلیٹ کے بارے میں مکمل بریفنگ دے کر وہاں سے چلے گئے تھے۔ ریتیم نے ہنس کر کہا۔

”ایک اچھے انسان کو جب زندگی گزارنے کا خیال آتا ہے تو وہ زیادہ سے زیادہ کیا چاہتا ہے۔ میں ایک نارمل انسان کی بات کر رہی ہوں۔“ میں نے مسکراتی نگاہوں سے ریتیم کو دیکھا اور کہا۔

”تم خود بتاؤ ریتیم۔“

”میں اگر انسانوں کی طرح زندگی گزار رہی ہوتی اور میری زندگی کے ساتھ یہ زمین المیہ منسلک نہ ہوتا تو یقیناً اس وقت میرے ذہن میں پیدا ہونے والا یہ تصور ان ہی بات کی پیداوار ہے۔ خوب صورت کار، یہ خوب صورت فلیٹ اور تم جیسا کوئی خوب صورت گھر جس کا ذریعہ آمدنی اتنا ہو کہ گزارا آسانی سے ہو سکے۔ بس اتنی ہی انسان کی اصل خواہش ہے۔ اس سے آگے پیچھے کی باتیں میرے اپنے خیال میں بس کہانی ہے۔“ میں ریتیم کی بات پر اس کر خاموش ہو گیا۔ میں جانتا تھا کہ یہ الفاظ اس نے بے تکلفی سے کہہ دیئے ہیں لیکن اصل میں وہ ان سے مجھے متاثر کرنا چاہتی ہے اور نہ اس کے پس پردہ اس کا کوئی مقصد ہے۔ پھر یہ وقت کا تعین کر کے ہم نے اس مشین کو استعمال کیا اور کچھ وقت کے بعد ایک بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

”میرا نام روڈ پارک ہے اور مجھے بتایا گیا تھا کہ آپ مجھ سے رابطہ قائم کریں گی۔“

”ہیلو مسٹر روڈ پارک۔“

”آپ کیسے ہیں۔“

”ٹھیک ہوں اور آپ کے لئے کچھ نہ کر کے افسردہ بھی ہوں لیکن بہر حال! ہم ذمہ داریوں کو اپنی ذات کی خواہشات سے افضل سمجھتے ہیں اور انہیں افضلیت کا درجہ دہیں۔ میں آپ سے اس مشین پر جو گفتگو کر رہا ہوں خود تو اس کی جانب سے مطمئن ہوں۔ کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ یہ ہماری اپنی ایجاد ہے۔ اب اس کی فریکوئنسی کہیں نہیں ہے یہ گفتگو ہم اس مشین پر کر رہے ہیں اس میں کسی قسم کی ایسی گنجائش نہیں ہے کہ کوئی اور ہماری بات کو سن سکے۔“

”بالکل ٹھیک۔“

”اور میڈم میں اس بات کا خواہش مند ہوں کہ ہماری آپ کی گفتگو بالکل مکمل جامع ہو۔ اس میں کہیں کوئی وہم والی بات نہیں ہونی چاہئے۔“

”بالکل ٹھیک۔ آپ مجھ سے سوال کیجئے اس بارے میں۔“

”میڈم پہلی بات تو یہ ہے کہ کیا آپ کو ہماری یہ پیشکش منظور ہے۔“

”ہاں۔“

”تو اس سلسلے میں ہم جس طرح بھی آپ کو مطمئن کر سکتے ہیں اس کے لئے ہمارے ہر عمل مکمل سمجھئے۔ یہ فیصلہ کرنا آپ کا کام ہے۔ اس مشن کے سرکاری سربراہ کا مجھے دیا گیا ہے اور ہر طرح کے اختیارات بھی۔ ویسے بھی میں اپنی حکومت کا ایک ذمہ دار ہوں۔ آپ سے جو کچھ گفتگو کروں گا آپ یہ سمجھ لیجئے کہ وہ مکمل ہوگی اور کوئی ایسی بات اس سلسلے میں اگر آپ مجھ سے کرنا چاہیں۔“

”ادائیگی کا طریقہ کیا ہوگا؟“ ریم نے سوال کیا۔

”دینا کے جس ملک میں جس اکاؤنٹ میں آپ چاہیں یہ رقم آپ کے کہنے کے مطابق جمع کرا دی جائے گی اور اس کے کاغذات آپ کو پیش کر دیے جائیں گے۔“

”تو پھر ٹھیک ہے مسٹر روڈ پارک، ہم آپ کو بہت جلد ایک اکاؤنٹ نمبر اور پتہ دے گے آپ یہ رقم اس اکاؤنٹ میں جمع کرا دیجئے گا اور کاغذات ملنے پر ہم کام کا آغاز کر دیں گے۔“

”آپ بے شک ایسا ہی سمجھتے، لیکن ایک شخص ایسا ہے جس کے بارے میں آم سے خصوصی طور پر کچھ کہنا چاہتا ہوں۔“

”جی فرمائیے۔“

”آپ نے ہماری یہ پیش کش قبول کر لی ہے؟ اور ہمارے درمیان ایک ایماندارانہ معاہدہ ہو چکا ہے جتنی جلد ممکن ہو سکا یہ رقم آپ کے اکاؤنٹ میں آپ کے مطلوبہ ملک میں پہنچ جائے گی۔ لیکن اگر آپ کام کا آغاز کر دیں تو اس سلسلے میں کوئی اعتراض ہوگا آپ کو؟“

”اگر آپ یہ چاہتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ وہ کام اتنی جلدی ہی شروع ہو جانا چاہئے اور اس کا شروع نہ ہونا آپ کے لئے نقصان دہ ہو تو میں اس کے لئے تیار ہوں۔“

”میں اس اعتماد کے لئے شکریہ ادا کرتا ہوں، ہماری یہ پہلی اخلاقی کارروائی ہے جس میں آپ نے پہل کی ہے آپ دیکھیں گے کہ ہم بھی آپ کے لئے آج اور مستقبل میں اچھے دوست ثابت ہوں گے۔“

”ٹھیک ہے آپ کام بتائیے۔“

”ایک اور سوال آپ سے کرنا چاہتا ہوں۔“

”جی کیجئے۔“

”میڈم کیا میں اور آپ کبھی آمنے سامنے بیٹھ کر گفتگو نہیں کر سکتے۔“

”آپ کہتے ہیں کہ آپ کی یہ مشین ہر طرح کے شکوک سے پاک ہے تو فوری طور پر اس کی کیا ضرورت پیش آگئی؟“

”نہیں فوری طور پر نہیں، کسی بھی وقت، بعد میں سہی۔“

”تو پھر میں یہی کہوں گی کہ کیوں نہیں، ہمارے رابطے بہر حال ہمیں ایک دوسرے

کے سامنے لائیں گے اور مجھے آپ سے ملنے میں کوئی عار نہیں ہوگی۔“

”شکریہ، سب سے پہلا کام ایک آدمی کا قتل ہے آپ یہ نہ سمجھیں کہ ہم ایک شخص کو اپنے راستے سے نہیں ہٹا سکتے لیکن افسوس یہ کہ وہ شخص ہم میں سے ایک ہے۔“

”جی.....“ ریم نے حیرت سے کہا۔

”ہاں، زندگی میں کبھی کبھی ایسے ناخوشگوار کام بھی سرانجام دینے ہوتے ہیں، یہ شخص

جس کا نام وکٹر ہے ہمارا اپنا آدمی تھا، ہمارے ایک اہم ادارے کا سرگرم کارکن ہے، حالانکہ اس

کے پاس بہترین وسائل ہیں۔ ایک ادارہ اس نے ذاتی طور پر بنایا ہوا ہے جو امپورٹ

ایکسپورٹ کرتا ہے لیکن نہ جانے کس طرح وہ ہمارے دشمنوں کے جال میں پھنس گیا۔ نہ

”تو آپ اسے بے نقاب کیوں نہیں کرتے۔“ ریتیم بہت مناسب سوال کر رہی تھی۔ وہ بار بار میری جانب دیکھتی بھی جاتی تھی مقصد یہ تھا کہ اگر وہ کہیں غلط گفتگو کر رہی ہے تو میں اسے اشارہ کروں لیکن چونکہ وہ بالکل اطمینان بخش طریقے سے گفتگو کر رہی تھی اس لئے میں نے اس کی باتوں میں کوئی مداخلت نہیں کی۔

”ہمیں ان لوگوں پر مکمل اعتماد ہے لیکن وکٹر مین نے ایسی فضا پیدا کر دی ہے کہ اگر ہم اس بات کو کوڈ منکوز کرتے ہیں تو وہ لوگ باقاعدہ ایک خاص سیکشن کے مخالف ہو جائیں گے اور ہو سکتا ہے کہ آپس ہی میں خونی ہو جائے۔ اس نے ان لوگوں کو یہ یقین دل رکھا ہے کہ اس کے دشمن پیدا ہو گئے ہیں جو اسے حکومت کی نگاہ میں گرانا چاہتے ہیں جبکہ جن لوگوں کو اس نے دشمن قرار دیا ہے وہ بے چارے ابھی تک یہ بھی نہیں جانتے کہ ایسی کوئی بات ہوئی ہے۔“ ریتیم خاموش ہو گئی۔ صورتحال سمجھ میں آرہی تھی پھر ریتیم نے کہا۔

”مسٹر روڈ پارک میں آپ سے چند سیکنڈ کا وقفہ چاہتی ہوں۔“

”بالکل بالکل، کیوں نہیں۔“ اس نے کہا لیکن میں نے ہاتھ کے اشارے سے ریتیم سے کہا کہ اس کی یہ پیشکش منظور کر لے چنانچہ کچھ لمحے خاموشی کے بعد ریتیم بولی۔

”ٹھیک ہے مسٹر روڈ پارک، پیکیج ڈیل میں اور کیا کام ہیں۔“

”اس شخص سے نجات حاصل کرنے کے بعد ہم ڈان ہولی کیمرس کے بارے میں بات کریں گے لیکن آپ یہ سمجھ لیجئے کہ یہ ضروری ہے، گویا یہ ایک نمونہ ہوگا، زیر زکی کارکردگی کا، اور اس بات سے بے فکر رہئے کہ ہمارے اور آپ کے درمیان جو ڈیل ہوئی ہے اس میں کہیں کوئی بددیانتی کی جائے گی یا کوئی نئی کہانی درمیان میں لائی جائے گی۔ آپ اس سلسلے میں پلیز ہم پر مکمل اعتماد کر لیں اور ہم کوشش کریں گے کہ آپ کے اعتماد پر پورے اتریں۔“

میں نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلائی تو ریتیم نے کہا۔

”ٹھیک ہے مسٹر روڈ پارک اب آپ وکٹر مین کے بارے میں ہمیں تفصیلات فراہم کر دیں۔“ میں نے فوراً ایک بال پوائنٹ اور پیڈ سنہال لیا اور روڈ پارک جو کچھ کہتا رہا ہم اسے نوٹ کرتے رہے، پھر روڈ پارک نے ہمیں نیک تمنائوں کی دعا دی اور اس کے بعد یہ سلسلہ منقطع ہو گیا۔ مشین کے بٹن آف کر کے ریتیم نے میری جانب دیکھا اور بے اختیار ہنس پڑی۔ میں نے بھی اس کے ساتھ مسکرانے پر اکتفا کیا تھا، پھر میں نے کہا۔

جانے کس طرح کی بات میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ عموماً ہمارے اہم اداروں کے لوگ انہیں نہیں ہوتے اور ہم ان پر مکمل اعتماد کرتے ہیں، ہمارے لئے زیادہ دکھ کی بات یہ ہے کہ میں سے ایک ایسا شخص کم ہو گیا جو اعلیٰ صلاحیتوں کا مالک تھا لیکن یہ جاننے کے باوجود کہ لوگ بھی اپنے ہی بل پر جی رہے ہیں اس نے نہ جانے کیوں اپنی زندگی داؤ پر لگا دی خطرات مول لے لئے، بہر حال یہ ایک افسوسناک امر ہے۔ جس پر ہم بے پناہ دکھی ہیں اور کسی بھی طور پر اسے معاف نہیں کر سکتے، کیونکہ ہمارے بہت بڑے بڑے اور اہم راز اس پاس موجود ہیں اور یہ بات ہمارے علم میں آچکی ہے کہ ان میں سے ہر راز کی وہ بڑی پزیر قیمتیں وصول کر رہا ہے۔ اس نے اپنی شخصیت کو پوری طرح کیش کر لیا ہے اور اس کی فزبردست ترقی کرتی جا رہی ہے۔ وہ اپنا کاروبار پھیلا رہا ہے لیکن ہم اسے اس کا موقع نہ دے سکتے کہ وہ ہمارے راز ان تک پہنچا دے۔“

”تو کیا وہ اب بھی آپ کے اس اہم محکمے میں کام کر رہا ہے؟“

”ہاں۔“

”جب آپ کو یہ بات معلوم ہو چکی ہے مسٹر روڈ پارک کہ وہ ایک خدار ہے اور آپ کے راز باہر پہنچا رہا ہے تو آپ نے فوری طور پر اس کے خلاف کارروائی کیوں نہیں کی، آپ اسے اس کے عہدے سے ہٹا کر گرفتار بھی کر سکتے ہیں۔“

”بالکل ٹھیک سوال کیا آپ نے، درحقیقت اس کی بھی وجہ ہے۔“

”وہ وجہ آپ بتانا پسند کریں گے۔“ ریتیم نے سوال کیا۔

”اس کے پاس ایک ایسا گروپ ہے یا یہ کہنا چاہئے کہ اس کے ساتھ ایک ایسا گروپ ہے جو خدار نہیں ہے بلکہ حکومت اسکاٹ لینڈ کا وفادار ہے لیکن اس گروپ کو ٹریپ کر رکھا ہے اور اگر یہ بات منظر عام پر لائی جائے کہ وہ خدار ہے تو وہ گروپ شدت سے حکومت کا مخالف ہو جائے گا اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ اسکاٹ لینڈ کا ایکشن گروپ ہے اس گروپ میں سارے کمانڈو شامل ہیں جو مختلف کام سرانجام دیتے ہیں۔“

”یعنی اس بات کا آپ کو علم ہے کہ وہ کمانڈو اس کے غلط کاموں میں اس کے

ساتھی نہیں ہیں۔“

”مکمل علم ہے۔“

”ہنسی کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی؟“

”وہ بس، ڈیئر دانش، ہر شخص جو عمل کرتا ہے اس میں اپنے آپ کو مطمئن کر کے“
کی تاویل میں تلاش کر لیتا ہے، مسٹر روڈ پارک نے ایک شخص کو قتل کرنے کے لئے مجھے نیک
تمناؤں کی دعا دی ہے جبکہ کسی انسان کی زندگی لینا کوئی نیکی کا کام نہیں ہے۔“
میرے ہونٹوں پر ایک تلخ مسکراہٹ پھیل گئی، میں نے کہا۔

”ہاں اس وقت تک کسی انسان کی زندگی لینا کوئی نیک کام نہیں ہے جب تک کہ
انسان دوسروں کی زندگی کے لئے کوئی بڑا خطرہ نہ بن جائے۔“ ریتیم ایک بار پھر ہنس پڑی، ا
تھس کر بولی۔

”دیکھو نا ہم نے بھی بہر حال اپنے آپ کو مطمئن کرنے کے لئے ایک ذریعہ نکال
لیا۔“ میں نے اس بار ریتیم کی ہنسی میں شرکت نہیں کی تھی اس کا تو ایک ہی مسئلہ تھا اس
بھائی اسے دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہزاروں انسانوں کی توجہ اور احترام حاصل تھا جبکہ میرے
ساری زندگی وطن کی خدمت میں گزری تھی اور اب بھی میرے سینے میں وطن کے پیار کا جذبہ
سمندر کی طرح موجزن تھا لیکن میرے اپنے ہی وطن میں میرا داخلہ ممنوع تھا اور وہاں کے لئے
میں ایک مجرم تھا ایسے حالات پیدا کرنے والے میرے لئے کیا حیثیت رکھتے تھے اگر وہ
سارے کے سارے جمع ہو کر میرے سامنے آجاتے تو اس وقت میری دلی خواہش یہ ہوتی کہ
میرے پاس ایک مشین گن ہو اور اس میں نہ ختم ہونے والی بیٹ لگی ہو اور میں ان میں سے
ایک ایک فرد کو اتنی گولیاں ماروں کہ ان کے چھوٹے چھوٹے گوشت کے ٹکڑے، ہڈیاں، ریزہ
ریزہ ہو کر فضا میں بکھر جائیں اور میرے درمیان ان کے گوشت کی دیوار بن جائے۔ اس
دائرے میں کھڑا ہو کر میں اپنے آپ کو جس قدر پرسکون محسوس کروں شاید زندگی میں کبھی مجھے
ایسے سکون کا احساس نہ ہوا ہو، بہر حال یہ انسان کی اپنی سوچ ہوتی ہے جس میں کبھی کبھی وہ انتہا
پسند ہو جاتا ہے اور ایسی باتیں سوچ لیتا ہے جن کا حقیقت میں کوئی وجود نہیں ہوتا، میری اس
سنجیدگی پر ریتیم بھی سنجیدہ ہو گئی، غالباً اسے احساس ہو گیا تھا کہ اس کی گفتگو کا کوئی حصہ میرے
سینے پر ضرب کا باعث بنا ہے، بہت اچھی لڑکی تھی، ساری باتیں اپنی جگہ جس حیثیت کی بھی
مالک تھی میری حیثیت کو ہمیشہ مددگار رکھتی تھی اور میرے ہر خیال کا احترام کرتی تھی، میں نے
اس کے چہرے پر سنجیدگی پائی تو مسکرا دیا اور پھر میں نے کہا۔

”تو پھر اس سلسلے میں ریتیم، کیا پروگرام ترتیب دے رہے ہیں ہم؟“

”ویسے یہ بات تو طے پا چکی ہے کہ مسٹر مین یا وکٹر مین اس دنیا میں اپنے دن
کے کرچکے ہیں، ہمیں تو بہر حال حقیقتوں کا سراغ لگائے بغیر اسکاٹ لینڈ کے مسٹر روڈ پارک
پر خواہش کی تکمیل کرنی ہے، کیونکہ ہم نے بہر حال ان سے سودا کیا ہے اور ہم اپنے سودے
کا تکمیل کریں گے۔“

”ہاں بالکل، ہمارا اصول یہی کہتا ہے لیکن اگر.....“

”نہیں ریتیم، اگر مگر کی کوئی گنجائش نہیں ہے، ہم کہاں حقیقتوں کا سراغ لگاتے پھر
میں ٹھیک ہے یہ نمبر ایک بات ہوئی ہے۔ ویسے اب میرے ذہن میں یہ چیلنج ذیل کا مقصد
رہا ہے میں اکثر سوچتا رہا ہوں کہ ایسے بہت سے کون سے کام ہوں گے جو حکومت اسکاٹ
ہم سے لینا چاہتی ہے لیکن اب مجھے صحیح طور پر اس کا اندازہ ہو گیا ہے۔ اسکاٹ لینڈ کی
حکومت ہم سے اپنے دشمنوں کے خلاف ایک بڑا آپریشن کرانا چاہتی ہے اور خود اپنے آپ کو
نہیں ملوث نہیں کرنا چاہتی، لیکن ابھی مسٹر روڈ پارک سے ایک اور گفتگو بھی کرنی ہے اور میں
سمتا ہوں یہ گفتگو ان کے لئے دلچسپ ہوگی۔“

”کیا۔“

”ابھی تم ریتیم، ابھی اس سلسلے میں سوال نہ کرو، پہلے میں اپنے ذہن میں اس تصور
کا جزیں مضبوط کر لوں۔“

”ٹھیک ہے مائی ڈیئر دانش منصور، جب انسان کسی کو اپنے آپ سے بڑا مان لیتا
ہے اور اس کے ذہن میں یہ تصور پیدا ہو جاتا ہے کہ اس سے زیادہ ذہن اور اس سے زیادہ اعلیٰ
سے کی شخصیت ایک کام کر رہی ہے تو اس کام میں مداخلت میں سمجھتی ہوں جہالت کے
ادب ہے۔“

”خیر نہیں ریتیم، زیر زکو ساری دنیا میں کنٹرول کرنا معمولی بات نہیں ہے اس سلسلے
میں بہر حال تمہارا ایک کردار ہے جسے چیلنج نہیں کیا جاسکتا۔ اب ریتیم ہمیں مسٹر وکٹر مین کے
سے میں ذرا سی چھان بین کرنا ہوگی اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ کام مجھے چوبیس گھنٹے کے اندر
کر لینا چاہئے۔“

”ایک درخواست کروں مسٹر شیرک۔“ اچانک ہی ریتیم کا لہجہ بدل گیا اور میں نے

چونکہ کراسے دیکھا۔ ریتیم کی آنکھوں میں نیم خوابیدہ سی کیفیت تھی۔ نہ جانے کس خیال میں گئی تھی وہ۔ اور اس نے مجھے شیرک کہہ کر مخاطب کیا تھا، جب میں کچھ نہ بولا تو وہ بولی۔
”یہ کام میں خود سرانجام دوں گی۔“

”کیوں ریتیم؟ کیا مجھے اس کے لئے ناقابل سمجھتی ہو۔“ میں نے کہا۔
”نہیں مسٹر شیرک، بڑے بڑے کام آپ کے سپرد، چھوٹے چھوٹے کام کرنے دیا کریں، تاکہ ایک دن ریتیم، ایک بالکل ہی بیکار شے بن کر نہ رہ جائے۔“

”یہ کام تو تم کر رہی ہو ریتیم، میں تو صرف تمہارے ساتھ قدم ملا رہا ہوں۔“
”میں ہاتھ جوڑ کر درخواست کرتی ہوں ڈیئر دانش منصور کہ مجھے اس کام کے اپنے آپ کو آزمانے کا موقع دو اور مجھے کوئی مشورہ بھی نہ دو۔“ میں نے ایک گہری سانس اور کہا۔

”ٹھیک ہے ریتیم، یہ ذمہ داری اگر تم اپنے ذمے لینا چاہتی ہو، تو ظاہر ہے پہلے بہت کچھ کرتی رہی ہو، میں تمہیں روکوں گا نہیں۔“

”اگر میں ناکام ہو جاؤں یا کہیں کوئی ایسی غلطی کر بیٹھوں جس کا ازالہ ممکن نہ ہو مجھے معاف کر دینا، یا مناسب سمجھو تو میری مدد کر دینا۔ ورنہ یقین کرو مجھے کوئی شکایت نہیں ہوگی، بات یہ ہے کہ میں خود بھی بائبل رہنا چاہتی ہوں اور مجھے یقین ہے کہ ایک مخلص اور دوست کی حیثیت سے تم مجھے اس سے روکو گے نہیں۔“

”ہاں، میں تمہیں اس سے نہیں روکوں گا۔“ میں نے جواب دیا۔

بات اصل میں یہ تھی کہ میں تو ویسے اپنے آپ کو ہمیشہ کی مانند تنہا سمجھنے میں کو اعتراض نہیں رکھتا تھا لیکن انسان کو کبھی کبھی ایسے بہتر سہارے مل جاتے ہیں کہ وہ انہیں زندگی کے لئے بہت ضروری سمجھتا ہے، میں اس وقت جو زندگی گزار رہا تھا وہ بہت اعلیٰ پایہ کی تھی، پہلی بات تو یہ تھی کہ مجھے ایک سربراہ کی حیثیت حاصل تھی ایک ایسے گروہ کے سربراہ جو پوری دنیا میں پھیلا ہوا تھا اور ریتیم جو اس گروہ کی مجھ سے پہلے سربراہ تھی اب میری ہر بات پر آنکھیں بند کر کے گردن ہلاتی تھی بے شک رشید ناگی نے میرے لئے وطن عزیز میں کچھ کیا تھا اور ایک طویل عرصہ ایسا گزارا تھا میں نے جس میں مجھے ہر طرح کی برتری حاصل رہی تھی لیکن ان سب کے خاتمے کے بعد میری دنیا ہی بدل گئی تھی اور اب بہت عرصے کے

ایک بار پھر وہی ماحول ملا تھا لیکن اس کا ذریعہ ریتیم تھی اور اس بات کو کسی طور نظر انداز نہیں کرنا ہے تھا چنانچہ میں ریتیم سے ہر مسئلے میں اتفاق کر لیا کرتا تھا۔ بہر حال میں نے ریتیم سے کہا۔
”ریتیم یہ جگہ تمہارے کام کے لئے نہایت موضوع ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ چند دنوں میں اپنے ہوٹل کے اس کمرے میں گزار لوں جو میں نے اپنے لئے مخصوص کیا ہے تو تمہیں اعتراض تو نہیں ہوگا۔“

”ریتیم نے ایک گہری نگاہ سے مجھے دیکھا اور بولی۔
”دانش منصور، ہمارے درمیان یہ معاہدہ ہو چکا ہے اور اگر نہیں ہوا ہے تو اب کرلو گم ہم دونوں ایک دوسرے سے ناراض نہیں ہوں گے اگر کسی کو کسی بات پر اختلاف یا اعتراض ہو تو ہمیں قسم کھانی پڑے گی کہ ہم اس اختلاف کے اعتراض کو ایک دوسرے کے سامنے پیش کر رہے ہیں، ناراض نہیں ہوں گے کسی سے۔“ میں نے اپنا ہاتھ بڑھا کر کہا۔
”ٹھیک ہے ریتیم لیکن اس کے بعد اگر دل میں بدگمانی کا کوئی تصور قائم رہا تو یہ معاہدہ ٹوٹ جائے گا۔“

”ٹھیک ہے۔“ ریتیم نے میرے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا اور مسکراتی ہوئی بولی۔
”ہوٹل میں جانے کا کیوں خیال آیا؟“
”میں چاہتا ہوں کہ تم بھرپور طریقے سے اپنا کام سرانجام دو اور مجھ سے اس بارے میں کوئی مشورہ نہ کرو۔“ ریتیم خوش ہو گئی کہنے لگی۔

”یقین کرو تمہارے مل جانے کے بعد میں جس طرح اپنے آپ کو معطل محسوس کرنے لگی تھی اس کے بعد یہ تجربہ میرے لئے انتہائی دلچسپی کا باعث ہے، او کے دانش منصور! اے، تم جانا چاہو تو جاسکتے ہو مجھے یہیں سے کام کرنا ہوگا۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ.....“
”میں سمجھتا ہوں، ہوٹل سے ایسے کام نہیں کئے جاسکتے، پھر میں نے اپنے لئے ایسے ہی الگ منتخب کر لیا، ہوٹل پہنچنے کے بعد میں باہر نکلا اور اسکاٹی لینڈ کے ایسے علاقوں کا دورہ لینے لگا جہاں بازار وغیرہ تھے اپنی مطلوبہ اشیاء مجھے ایک ایسے اسٹور سے حاصل ہوئیں جو مائی اسٹور کے نام سے پہچانا جاتا تھا اور درحقیقت اس میں ہر طرح کی ورائٹی موجود تھی۔ سیلز مین نے مجھے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

”اگر میرا خیال غلط نہیں ہے جناب تو آپ مارلن پیس ہیں۔“

اجم سے رابطہ نہیں قائم کیا تھا۔ اگر کیا بھی ہوگا تو کوئی ایسی بات نہیں ہوگی جو قابل غور ہوگی۔
 چنانچہ ریتیم خوش اسلوبی سے اپنا کام سرانجام دے رہی تھی۔ وکٹر مین کے اور جو کچھ بھی مشاغل
 ہوں گے وہ اپنی جگہ لیکن وہ اسکاٹنگ کے لئے باقاعدہ جاتا تھا۔ میڈولین اسکاٹنگ پارک
 صرف مہرز کے لئے ہوتا تھا لیکن کبھی کبھی وہاں کے منتظمین اسکاٹنگ کے کسی شوقین مہمان کو
 اس کا بیرونی پاسپورٹ دیکھ کر اسکاٹنگ کی اجازت دیتے تھے۔ وہاں اچھا خاصا رش ہوا کرتا
 تھا۔ پہلے ہی دن مجھ سے پہلے ریتیم کو اور اس کے بعد مجھے میڈولین اسکاٹنگ پارک میں آنے
 جانے کا طریقہ معلوم ہو گیا۔ ریتیم نے دوسرے ہی دن اپنا پاسپورٹ وہاں جمع کرنا اسکاٹنگ
 ایڈیا میں جانے کا پروانہ حاصل کر لیا میں بھی اس سلسلے میں خاص طور سے تیاریاں مکمل کر کے
 پہنچا اور میں نے کبھی بھی طور ریتیم کو یہ ظاہر نہیں ہونے دیا کہ میں مسلسل اس کا تعاقب کر رہا
 ہوں۔ بہر حال میں یہ اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ ریتیم کس طرح اپنا کام سرانجام دینا چاہتی ہے
 میں نے دیکھا تھا کہ وہ تنگ لباس نہیں پہنتی۔ یقینی طور پر شاید اس لئے کہ تنگ لباس میں
 ہتھول نمایاں ہو سکتا ہے۔ کئی بار میں نے اسے اسکاٹز پہن کر وکٹر کا تعاقب کرتے ہوئے
 دیکھا۔ میں خود بھی انتہائی احتیاط کے ساتھ ان دونوں کو لگا ہوں میں رکھتے ہوئے اسکاٹنگ کرتا
 تھا۔ میرے ذہن میں سب سے بڑی بات یہ تھی کہ کہیں اسے کوئی نقصان نہ پہنچ جائے کیونکہ
 بہر حال معاملہ ایک ایسے خطرناک آدمی کا تھا جو کلکی پیانے پر ایک جرم کر رہا تھا۔ میں نہیں جانتا
 تھا کہ ریتیم اسے قتل کرنے کے لئے کیا طریقہ کار اختیار کرے گی۔ پھر اس دن موسم بھی انتہائی
 مناسب تھا اور سب سے بڑی بات یہ کہ رش زیادہ نہیں تھا۔ درجہ حرارت زیر 20 سے شاید
 سینٹی گریڈ زیادہ تھا۔ ریتیم کو میں نے وقت سے پہلے میڈولین پارک جاتے ہوئے دیکھا جب
 وہ میڈولین پارک میں داخل ہوئی اور ضروریات سے فارغ ہو کر اندر پہنچی تو باہر پارکنگ میں
 وکٹر مین کی کار نظر نہیں آئی تھی اس کا مطلب ہے کہ وہ ابھی پہنچا نہیں۔ یا تو یہ ہو سکتا ہے کہ وہ
 آج نہ ہی آئے یا پھر شاید مجھے اس کا ٹائم نوٹ کرنے میں دقت ہو گئی تھی۔ البتہ میں نے ریتیم
 کو تیاریاں کر کے اسکاٹز باندھتے ہوئے دیکھا تا حد نظر برف کے ڈھلان پھیلے ہوئے تھے۔
 سفید برف کی سطح پر حسین رنگ بکھرے ہوئے تھے۔ وسیع و عریض اور انتہائی خوفناک اسکاٹنگ
 ایریا میری نگاہوں کے سامنے تھا۔ مجھے تعجب ہوا کہ ریتیم وقت سے پہلے کیوں آگئی ہے؟ میں
 نے اس سے خاصا فاصلہ اختیار کیا اور خصوصاً برفانی ٹیلیوں کی آڑ لیتا ہوا آہستہ آہستہ برف پر

”تم نے کیسے اندازہ لگایا۔“ میں نے مزاحیہ انداز میں پوچھا۔
 ”سرا آپ نے جو یہ میک اپ کا سامان خریدا ہے آپ کی شکل دیکھ کر مجھے پہلا
 شبہ ہو گیا تھا کہ آپ میرے جانے پہچانے اداکار ہیں، سرا آپ کی فلم، ”وارن اینڈ پیس۔“
 بے حد پسند تھی۔“
 ”شکریہ، شکریہ۔“

”سرا اگر آپ میرے ساتھ ایک تصویر بنالیں تو.....؟“
 ”سنو، میں تصویر نہیں بنواتا۔ میرا سامان پیک کراؤ۔“

”یہ اداکار بھی کتنے بد دماغ ہوتے ہیں، چار فلمیں کامیاب ہو گئیں تو سمجھ لیا
 آسمان تک پہنچ گئے، مجھے کیا ضرورت پڑی ہے اور میں کون سا یہ تصویر کسی آرٹ گیلری
 پیش کروں گا۔“ سیلز مین برا مان گیا اور میں پیکٹ لیتا ہوا مسکراتا ہوا وہاں سے نکل آیا پھر
 پہنچنے کے بعد میں نے اپنے چہرے میں تھوڑی سی تبدیلیاں کیں، یہ تبدیلیاں بہت عمدگی سے
 لگی تھیں۔ میں نے جب محسوس کیا کہ اب اگر ریتیم بھی مجھے قریب سے دیکھے گی تو پہچان
 سکے گی اور اس اطمینان کے ساتھ میں باہر نکل آیا اور پھر میں نے ایک کار کرائے پر لی اور
 کی رہائش گاہ کی جانب چل پڑا۔

ریتیم بھی رواجی انداز کی لڑکی تھی۔ اس لئے غالباً اس نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ
 تک وہ اپنا کام سرانجام نہیں دے گی مجھے فون تک نہیں کرے گی۔ چنانچہ میں نے بھی
 پریشان کرنا مناسب نہیں سمجھا اور انتہائی خفیہ طور پر اس کی نگرانی کرتا رہا۔ میں نے بخوبی
 اندازہ لگا لیا کہ ریتیم نے بڑی خوش اسلوبی سے وکٹر مین کی مصروفیات کا جائزہ لیا ہے اور
 تعاقب کرتی رہتی ہے۔ تعاقب کرنے کے انداز سے مجھے یہ احساس ہو گیا کہ ریتیم بلاوجہ
 اتنے بڑے گروہ کو کنٹرول نہیں کر رہی تھی۔ اسے اس کا سلیقہ اور مہارت حاصل تھی کیونکہ
 مین بھی ایک ایسے ادارے سے تعلق رکھتا تھا جس میں ہوشیاری ہی زندگی کی ضمانت
 ہے۔ ایسے لوگ عموماً اپنے اطراف سے چوکنے رہتے ہیں اور وکٹر مین کو بھی میں نے
 اکیٹو دیکھا تھا۔ لیکن یقینی طور پر وہ تین دن کی مسلسل کاوشوں کو نہیں جان سکا تھا جو ریتیم کر
 تھی۔ ریتیم کے طریقہ کار کا میں بخوبی جائزہ لے رہا تھا۔ مجھے اندازہ ہو گیا کہ وہ مکمل طور
 پہلے وکٹر مین کے مشاغل کا جائزہ لینا چاہتی ہے۔ ویسے اس دوران شاید مسٹر روڈ پارک

پھسلتا رہا۔ میں ایک ایسے کھلاڑی کی طرح اسکاٹنگ کر رہا تھا جو نو آموز ہو اور اس نے تھوڑا ہی دن پہلے اس کھیل کا شوق کیا ہو پھر میں نے ریتیم کو برق رفتاری سے دوڑتے ہوئے دیکھا وہ رفتار بڑھانے کے لئے دھری ہو گئی تھی۔ کوئی تین سو فٹ نیچے جا کر یہ راستہ بائیں سمت ہوا تھا اور اس کے دونوں طرف درخت بکھرے ہوئے تھے۔ ریتیم وہیں رک گئی پھر ڈھیلے ڈھالا لباس کا مطلب میری سمجھ میں آیا۔ اس لباس سے اس نے دور بین نکالی اور ایک مخصوص زاویے سے سامنے کی سمت دیکھنے لگی۔ اس نے کھائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت بھی دیکھا تھا۔ میں ایک جگہ رک کر انتظار کرنے لگا۔ ریتیم نے اپنی اسکاٹنگ اتار کر برف میں گاڑ دیں اس کے بعد اس نے اپنی جیب سے کوئی چیز نکالی میں سمجھ نہیں پایا کہ اب اس نے کیا چیز نکال ہے۔ پھر میں نے اسے ایک درخت کے پاس جاتے ہوئے دیکھا۔ وہاں سے ہٹ کر دوسرے درخت کے پاس آئی تھی۔ لیکن بہر حال میں اس کا جائزہ لیتا رہا ایک بار پھر اس اسکاٹنگ اپنی جگہ سے نکال کر پیردوں میں باندھیں اور ایک درخت کا سہارا لے کر کھڑی ہو گئی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ قصہ کیا ہے۔ اسکاٹنگ کرنے والے کئی بار میرے آس پاس گزرے اور چند لمحوں کے بعد پیلے رنگ کے مخصوص لباس میں وکٹر مین کو دیکھا گیا۔ وہ اپنا ماہر اسکاٹنگ تھا اور ہر طرح کے تنگ موڑ تیزی سے پار کر لیا کرتا تھا اور یہی شاید اس کی عادت تھی اور شاید اس عادت کو ریتیم نے خاص طور سے نوٹ کیا تھا پھر میں نے دیکھا کہ وکٹر مین اسی سمت جا رہا ہے۔ غالباً یہ بھی ریتیم کی سوچ تھی اور سچی بات یہ ہے کہ اس سلسلے میں وہ سے بازی لے گئی تھی کیونکہ میں نے نہ تو اتنے ٹائمنگ نوٹ کئے تھے اور نہ ہی جائزہ لیا تھا وکٹر مین کون سے علاقے کو خاص طور سے پسند کرتا ہے بہر حال میں نے دیکھا کہ اب وہ اس طرف جا رہا ہے جدھر وہ موجود تھی تب میں نے اسے وہاں سے ایک طرف ہٹکتے ہوا دیکھا۔ دو چار لمبے ڈگ بھرتی ہوئی وہ تیزی سے پھسلتی ہوئی درختوں میں جا گھسی۔ وکٹر مین برق رفتاری سے برف پر پھسلتا ہوا تقریباً پینتالیس یا پچاس میل فی گھنٹہ کی رفتاریں ان درختوں کے درمیان چل رہا تھا۔ ریتیم کی پالیسی ابھی تک میرے سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ لیکن چند ہی لمحوں کے بعد میں نے اپنی جگہ سے جو منظر دیکھا اسے دیکھ کر ایک لمحے کے لئے ذہن بھی جھنجھٹا گیا تھا۔ وکٹر مین کا سر اس کے دھڑ سے الگ ہو کر فٹ بال کی مانند لڑھکتا کوئی پچیس سے تیس فٹ دور جا گرا تھا۔ اور پھر وہاں سے لڑھکتا ہوا برف کی گہرائیوں

اب ہو گیا تھا۔ اس کا بقیہ جسم سفید برف پر خون کے رنگین نشانات بنا رہا تھا اور تڑپ رہا تھا۔ تندرست و توانا آدمی بہر حال اپنے بدن میں اتنی قوت ضرور رکھتا ہے کہ تھوڑا سا جدوجہد کرے۔ اس کے بے سر کا جسم کئی فٹ تک آگے بڑھا اور پھر درختوں سے ٹکرا کر رک گیا۔ کچھ لمحوں کے بعد میں نے ریتیم کو دیکھا جو برق رفتاری سے پھسلتی ہوئی اس طرف آ رہی تھی۔ اور اب بات میری سمجھ میں آ گئی تھی۔ وہ سفید رنگ کا ایک باریک سا تار تھا۔ جسے ریتیم نے دونوں ہاتھوں کے درمیان باندھ دیا تھا۔ اور یہی ایک شاندار عمل تھا۔ ریتیم نے وہ تار درختوں سے لٹھل کر لپیٹا اور اس کے بعد پھسلتی ہوئی وہاں سے دور چلی گئی۔ کیونکہ بہر طور بلندی سے الٹ پر اگر وکٹر مین کا جسم نہ دیکھا جائے تو سرخ خون ضرور دیکھا جاسکتا تھا۔ اور اس کے بعد ایسی طور پر اس کی تحقیقات بھی ہوتیں۔ البتہ جب میں نے ریتیم کو کلب کے استقبال پر آ کر پاپا سپورٹ وغیرہ وصول کرتے ہوئے اور اینڈنٹ کو مسکرا کر اس سے باتیں کرتے ہوئے دیکھا تو میں سمجھ گیا کہ ریتیم اپنا کام ختم کر چکی ہے اور اس کے بعد شاید دوبارہ کبھی وہ کلب نہیں نہ آئے۔ بہر حال یہاں سے میں نے اس کا تعاقب ترک کر دیا تھا۔ لیکن ریتیم کے اہلکار کو میں نے بخوبی دیکھا تھا اور یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ میرے بغیر بھی وہ اعلیٰ کارکردگی کا مظاہرہ کر سکتی ہے اور یقینی طور پر پریمرس نے اسے بلاوجہ ہی اپنا سربراہ نہ بنالیا ہوگا۔ اب اس کے بعد مجھے ہوٹل میں واپس جانا تھا اور یہ دیکھنا تھا کہ ریتیم اب اس سلسلے میں کیا کارروائی کرتی ہے۔ ویسے اس نے جو طریقہ کار اختیار کیا تھا بے مثال تھا۔ اور میں اس سے بہت متاثر ہوا تھا۔ خاصا وقت مجھے ہوٹل آئے ہوئے گزر گیا۔ لیکن ریتیم کی طرف سے نہ کوئی ٹیلی فون موصول ہوا۔ نہ کوئی اور پیغام اور میں انتظار کرتا رہا۔ لیکن اس فیصلے کے ساتھ کہ جب تک ریتیم مجھے خود مل نہیں کر لے گی میں اس کے پاس نہیں جاؤں گا۔ بہر حال یہ ساری باتیں اب اپنی جگہ میں ریتیم کی کارکردگی سے بہت متاثر ہوا تھا لیکن میرا یہ خیال غلط نکلا کہ ریتیم شاید کسی خاص وجہ سے مجھ سے رابطہ نہیں کرنا چاہتی کیونکہ عین اس وقت جب میں سونے کی تیاریاں کر رہا تھا ریتیم کی کال مجھے موصول ہوئی اور میں ٹیلی فون کی جانب متوجہ ہو گیا۔ آپریٹر نے میرے ایماء پر مجھے کال دی تو ریتیم کی آواز سنائی دی۔

”میرے محبوب! آ جاؤ میں انتظار کر رہی ہوں۔“

اس کے بعد اس نے فون بند کر دیا۔ میں چند لمحے کے لئے اس پر حیران رہ گیا تھا۔

یہ کیا حرکت تھی اس کی؟ البتہ آواز پہچاننے میں میں نے غلطی نہیں کی تھی۔ کچھ دیر کے بعد ہوٹل سے باہر نکل آیا۔ اپنا میک اپ میں نے تبدیل کر لیا تھا۔ کیونکہ اب اس کی ضرورت تھی۔ غرض یہ کہ چاروں طرف سے محتاط رہ کر آخر کار میں ریتیم کی رہائش گاہ میں داخل ہوا وہ شب خوابی کے لہاوے میں ملبوس میری منتظر بیٹھی ہوئی تھی۔ مجھے دیکھ کر مسکرائی اور بولی۔
”اب اتنا حق تو پہنچتا ہے مجھے کہ ٹیلی فون پر جس طرح چاہے تمہیں مخاطب کر لوں۔“

”اگر تم مناسب سمجھتی ہو تو اس طرزِ مخاطب پر مجھے بھلا کیا اعتراض ہو سکتا۔ ویسے کام مکمل ہونے کی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔“ وہ مسکرائی اور بولی۔
”تمہارا کیا خیال ہے؟ کام مکمل ہونے سے پہلے مجھے تمہاری یاد نہیں آ سکتی۔“
بھی مسکرا دیا۔ اور میں نے کہا۔

”کیا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ ابھی کام مکمل نہیں ہوا۔“

”شاید ایسا ہی ہوا ہو اور میرا دل تمہیں دیکھنے کو چاہا ہو۔ آخر تم یہ کس بنیاد پر کہہ ہو کہ ایسا ہوا؟“

”مائی ڈیئر ریتیم! اب تم نے مجھے کچھ ذمہ داریاں سونپ دی ہیں تو میں بھلا تمہارے کارکردگی سے کیسے نادانف رہ سکتا تھا۔ مگر یہ ضروری تھا کہ میں تمہارے اطراف سے بے رہوں۔ میڈولن اسکائنگ پارک میں درختوں کے درمیان تار باندھ کر وکٹر مین کی گڑا اڑانے کا کھیل اگر کوئی ٹیکنیکل مشکل درپیش نہ ہوتی تو یقینی طور پر میں سلولائیڈ پر منتقل کر لیتا۔ لیکن یہ ضروری بھی نہیں تھا۔“

”مجھے بتاؤ؟“

”کون سے دن کا تذکرہ کروں۔ اس دن جب تم نے وکٹر مین کو ای۔ ون اسکائنگ پہلی بار دیکھا تھا یا اس کے بعد دوسرے اور تیسرے دن کی بات کروں جب میڈولن اسکائنگ پارک میں پھسل رہی تھیں۔“ ریتیم کا چہرہ ایک لمحے کے لئے بے رونق ہو گیا تھا۔ وہ کچھ دیر مجھے سادہ اور سپاٹ نگاہوں سے دیکھتی رہی پھر بولی۔

”میں اعتراف کرتی ہوں کہ میں تمہیں اپنے قرب و جوار میں نہیں دیکھ سکی۔“

”مشکل بھی تھا کیونکہ میں نے چہرے پر میک اپ کیا ہوا تھا اور تم جب کاؤنٹر

اپس ورت ورت کر کے واپس آ رہی تھیں تو میں سیدھا اپنے ہوٹل کی جانب چل پڑا تھا۔
انے گردن جھکالی تو میں نے کہا۔

”نہیں ریتیم! یہ غلط ہے، ہم لوگ ایک دوسرے کو اپنے دلچسپ تجربے سے آگاہ کرتے رہیں گے اور کوئی بھی اس میں یہ محسوس نہیں کرے گا کہ وہ کہیں ہلکا پڑ گیا ہے۔ اس بات خراب ہو جاتی ہے۔“

”ہاں! میں جانتی ہوں لیکن تعجب ہے واقعی بہت تعجب ہے۔“ تعجب مسٹر روڈ پارک کی ہوا تھا۔ جو دوسرے ہی دن اچانک آدھمکے تھے۔ ان کی کار ہماری رہائش گاہ کے احاطے کی تھی اور اس وقت ہم ناشتے وغیرہ سے فراغت حاصل کر چکے تھے۔ مسٹر روڈ پارک بہت اب نظر آرہے تھے۔ اندر داخل ہوتے ہی انہوں نے بے تکلفی سے ریتیم کا ہاتھ پکڑا اور اس سے لگا کر بولے۔

”مجھے یقین تھا۔ مجھے یقین تھا۔“ میں نے ریتیم کی طرف دیکھا تو وہ شرماتے ہوئے ادبی۔ میں نے کہا۔

”مجھے بھی یقین تھا۔“ مسٹر روڈ پارک نے تعجب سے میری طرف دیکھا اور بولے۔
”اور طریقہ قتل دیکھو! کمال ہے واقعی کمال ہے۔ ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں کر سکا کہ ہوا کیسے؟ اور اچانک ہی مسٹر وکٹر مین اپنی گردن سے محروم کیسے ہو گئے اور گردن اتنا۔ فاصلے طے کر کے برف پر سرخ لکیریں بناتی ہوئی گہری گھائیوں میں کیسے جا پڑی۔ اعلیٰ پیمانے پر تحقیق ہو رہی ہے اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ مسٹر وکٹر مین بہر حال بی آدمی تھا۔“

”آپ کو ہماری کارکردگی سے اطمینان ہوا، مسٹر روڈ پارک۔“

”زیریں کی سربراہ بھلا معمولی شخصیت تو نہیں ہو سکتی۔ یقین کیسے نہ ہوتا۔ آج کو اس سلسلے میں اہم مینٹنگ ہے۔ البتہ ذاتی طور پر میں تم لوگوں کو مبارکباد دینے آ گیا۔ تمہو کہ یہ پہلا کام مکمل ہوگا۔ رات کی مینٹنگ کے بعد کل اگر تم لوگوں کو فرصت ہو تو مجھے ت کے لئے وقت دو اس وقت تو میں جنگلی نیل کی طرح بغیر اجازت کے اندر گھس آیا

اصل میں میرے بھی کچھ جذبات تھے جن کی میں نے تکمیل کی ہے اور اس پر عمل

بھی کیا ہے۔“ میں خاموش نگاہوں سے مسٹر روڈ پارک کو دیکھ رہا تھا جن کا چہرہ شدت سے سرخ ہو رہا تھا۔

”جانے سے پہلے ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں میڈم!“
”جی فرمائیے!“

”یہ طریقہ قتل جس کا ابھی کسی کو حال نہیں معلوم ہو سکا آخر کیا تھا؟“
”سوری مسٹر روڈ پارک بہت سی باتیں بتانے کے لئے نہیں ہوتیں۔“

”ٹھیک ہے ٹھیک ہے لیکن اس طرح گردنیں جادو کی قوتوں سے تو کٹ جاتی اور کوئی طریقہ کار کم از کم میری سمجھ میں تو نہیں آیا۔ دیکھو اس قتل کا سراغ لگانے والے جا کہاں تک اپنا فرض پورا کرتے ہیں۔“ آخر کار مسٹر روڈ پارک چلے گئے اور ہم ان کی باتوں بہت دیر تک ہنستے رہے۔ میں نے ریتیم سے کہا۔

”گویا اس دفعہ میدان تمہارے ہاتھ میں رہے گا۔“

”نہیں! بلکہ میں اس وقت کا انتظار کروں گی جب کوئی بہت ہی اعلیٰ پیمانے کا اسپیج میں ہمارے سپرد کیا جائے گا۔ اس وقت مسٹر شمرک اپنی شاندار صلاحیتوں کا مظاہرہ کریں گے۔“ میں مسکرا کر خاموش ہو گیا تھا۔ بہر حال پھر وقت گزرتا رہا۔ رات کی میننگ ا کرنے کے بعد دوسرے دن مسٹر روڈ پارک ہمارے پاس پہنچ گئے۔ حالانکہ مسٹر روڈ پارک اس طرح آنا جانا کافی خطرناک ہو سکتا تھا۔ بلکہ وہ مشین اسی لئے مہیا کی گئی تھی کہ ہمارا تو دوسروں کی نگاہوں میں نہ آ سکے۔ مسٹر روڈ پارک نے کہا۔

”میں جانتا ہوں کہ ابتدا میں ہم لوگوں نے یہ کوشش کی تھی کہ ایک دوسرے سے فاصلہ اختیار کیا جائے لیکن جیسا کہ میں نے اس فریکوئنسی کے بارے میں آپ لوگوں سے تھا کہ یہ کہیں اور سے ٹریس نہیں کی جاسکتی۔ اس لئے میں نے یہاں آنے میں کوئی قباحت محسوس نہیں کی اور یہ کوشش کی کہ آپ کو براہ راست تمام تفصیلات سے آگاہ کروں۔ بہر حال رات کی میننگ میں یہ طے پایا گیا ہے کہ اب آپ یہاں سے منتقل ہو جائیں اور ہمارا دارالحکومت زیکولینڈ چلیں۔“

”کیا مطلب؟“

”زیکولینڈ تک کا سفر آپ کو بذریعہ جہاز ہی کرنا ہوگا۔ صرف 35 منٹ کا فاصلہ

ہے اور یہ فاصلہ طے کرنے کے بعد آپ زیکولینڈ پہنچ جائیں گے۔ زیکولینڈ میں ہمارا نمائندہ ہاتھ آپ کو ریسو کرے گا اور اس کے بعد آپ کی رہائش گاہ کا بندوبست۔“

”لیکن مسٹر روڈ پارک! پہلے ہمیں اس بارے میں کچھ نہیں بتایا گیا تھا کہ زیکولینڈ جانے کے بعد ہماری یہاں واپسی بھی ہوگی۔“

”شاید آپ کو زیکولینڈ میں ہی یہ کام سرانجام دینا پڑے یا پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ واپس یہیں آئیں۔“

”یہ ایک انوکھی بات ہے جو پہلے ہمارے ذہن میں نہیں تھی۔“ ریتیم نے کس قدر انوش گوارانداز میں کہا اور مسٹر روڈ پارک خوشامد پر اتر آئے۔ پھر انہوں نے کہا۔

”وہ شہر اس شہر سے زیادہ خوبصورت ہے اور وہاں آپ کے لئے خصوصی انتظامات کیے گئے ہیں۔ اس بار آپ کو اپنے طور پر نہیں بلکہ ہم سرکاری طور پر آپ کو وہاں خوش آمدید کہیں گے۔“ اس کے بعد میں نے خاموشی اختیار کر لی تھی اور ظاہر ہے اگر میں خاموش ہو گیا ہوتا تو ریتیم کا خاموش ہونا بھی ضروری ہی تھا۔ مسٹر روڈ پارک اس سلسلے میں ہمیں بریف کرتے رہے اور پھر تمام تر تفصیلات معلوم کرنے کے بعد ہم نے انہیں خدا حافظ کیا۔ باقی انتظامات انہوں نے اپنے طور پر کرنے تھے چنانچہ دوسری صبح زیکولینڈ جانے والا طیارہ ہمیں لے کر چل پڑا راستے میں ہم لوگوں نے خاموشی اختیار کی تھی۔ سفر 35 منٹ کا بھی نہیں تھا بلکہ جہاز تیس منٹ کے بعد زیکولینڈ ایئر پورٹ پر اتر گیا تھا۔ خوش گوار نم آلود موسم میں جب ہم ایئر پورٹ کی لڑت سے باہر نکلے تو دبلے پتلے قد و قامت کی ایک نہایت ہی دلکش لڑکی نے ہمارا استقبال کیا اور گردن خم کر کے بولی۔

”تشریف لائیے جناب! میں آپ کی انیڈنٹ ہوں۔“

بہر حال اب ہم خطرات سے بے نیاز ہو کر ہر کام کرنے کے عادی ہو چکے تھے۔ لڑکی بہترین ڈرائیونگ کر رہی تھی۔ شاندار مرسلٹیز ہمیں ساتھ لئے ہوئے چل پڑی۔ لڑکی نے اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں کی تھی۔ اس کے بعد ہمیں ایک فائیبوشار ہوٹل کے احاطے میں اترنا پڑا اور یہاں جس شخصیت نے ہمارا استقبال کیا تھا اسے دیکھ کر ایک لمحہ کے لئے ہمارے ہونٹ سکڑ گئے۔ یہ مسٹر روڈ پارک ہی تھے۔ انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”آئیے آپ لوگ اپنے کمرے میں چلیے۔ خوشی کی بات یہ ہے کہ میرا کرا آپ

کے کمرے کے بالکل سامنے ہے۔ روڈ پارک کے ساتھ ہم کمرے تک پہنچے اور وہاں نے انہوں نے اپنے کمرے کا رخ اختیار کیا اور پلٹتے ہوئے کہنے لگے۔

”آپ ذرا کچھ وقت آرام کر لیں اس کے بعد ہمارے درمیان میٹنگ ہوگی۔ کمرے میں آکر ریم نے کہا۔“

”یہ لوگ کچھ زیادہ ہی پراسرار بننے کی کوشش کر رہے ہیں۔“

”بہر حال! ہم ان کے لئے کام کرنا تو قبول کر چکے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ پہلے مرحلے کی تکمیل کے بعد دوسرے مرحلے میں داخل ہونے کے لئے انہیں اپنے طور پر بھی بہت کچھ سوچنا ہوگا۔“ ریم میری صورت دیکھنے لگے پھر بولی۔

”بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو یہ بات میرے ذہن میں ہے کیونکہ بہر حال ہم ان میں سے نہیں ہیں اور باہر کے لوگوں کو ملکی راز بتانا ایک مشکل کام ہے چاہے ان پر کتنا ہی اعتبار کیوں نہ ہو جائے۔ پھر مسٹر روڈ پارک نے خود ہی ہم سے رابطہ قائم کیا تھا۔“ انہوں نے کہا۔

”بہت سے افراد میں نے اس بات پر مامور کر دیئے تھے کہ وہ یہ معلوم کریں کہ کوئی ایسی شخصیت تو نہیں ہے جو ہمارے آس پاس موجود ہو میرا مطلب آپ سمجھ رہے ہیں۔ مشکوک شخصیت۔“

”جی!“

”اور مجھے پتا چلا گیا کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے اور یہ ایک خوش آئند بات ہے کہ ہماری طرف کوئی متوجہ نہیں ہوا۔ ویسے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جس طرح ڈولین اسکاٹنگ پارک میں وکٹر مین کو ختم کیا گیا اس سے زیرس کی شان جھلکتی ہے۔ بلاشبہ آپ کے جس کارکن نے بھی یہ کام کیا ہے ہم اسے ماسٹر کہہ سکتے ہیں اور یقینی طور پر ہم اپنے معاملات سے فراغت حاصل کرنے کے بعد اسے خصوصی پرائز دیں گے کیونکہ اس نے کام بڑی خوبصورتی سے کیا ہے۔“

”شکریہ! مسٹر روڈ پارک۔“

”اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دوسرے مرحلے کے لئے آپ لوگ کیا طے کرتے

ہیں۔“

”مطلب؟“

”میں دوسرے اور سب سے اہم مسئلے کے لئے آپ کو حقیقتیں بتانا چاہتا ہوں۔“

”پہلی بات تو آپ یہ بتائیے کہ اس سلسلے میں مرحلے کتنے ہوں گے۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ جو پیکیج آپ ہم سے کرنا چاہ رہے ہیں اس کی مکمل تفصیل ہمیں مل جائے۔“

”میں سمجھتا ہوں بس یہی دوسرے مرحلے تھے ہو سکتا ہے ان میں کچھ شاخیں پھوٹ آئیں

ظاہر تو اور کوئی ایسی بات نہیں ہے۔“

”ٹھیک! تو آپ پورے اعتماد کے ساتھ اب اس دوسرے مرحلے پر گفتگو کر سکتے ہیں اگر آپ یہ سمجھ رہے ہیں کہ یہ ہوٹل جو آپ نے منتخب کیا ہے اور یہ کمرہ جہاں ہم لوگ اس وقت موجود ہیں ہر طرح سے محفوظ اور تسلی بخش ہے تو پھر بات شروع کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔“

”ہاں! اس کے چاروں طرف میرے آدمی تعینات ہیں کمرے کے باہر بھی چونکہ میں آپ کو یہاں خصوصی طور پر لے آیا ہوں اس لئے ان انتظامات کی ذمہ داری بھی میں نے ہی لی ہے اور اس وقت تک یہ ذمہ داری قبول کروں گا جب تک آپ ہمارے مہمان ہیں یا پھر آپ خود ہی اس سلسلے میں انکار نہیں کر دیتے۔“

”جی مسٹر پارک۔“

”اب میں اصل گفتگو کی جانب آتا ہوں اور آپ ذرا اس پر غور فرمائیے۔“

”جی۔“

”این۔ او۔ ایل۔“

”جی۔“ ریم نے کہا۔

”یہ ہمارے تین شہروں کے نام کے پہلے لفظ ہیں۔ ہمارے یہاں فائلوں میں انہیں صرف این۔ او۔ ایل لکھا جاتا ہے۔ ویسے تو ان شہروں کی اہمیت اپنی جگہ ہے لیکن آپ یہ سمجھ لیجئے کہ ہمارے لئے یہ اس لئے اہم ہیں کہ یہاں ہماری اسلحہ ساز فیکٹریاں اور اسلحے کے بڑے بڑے ذخیرے ہیں ہم نے عقل مندی سے کام لیتے ہوئے ان فیکٹریوں کو ایسی جگہ پر بنایا ہے جہاں دشمن کے طیارے کتنی ہی بمباری کریں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اس کے علاوہ ایسی فیکٹریوں اور ذخیروں کے سلسلے میں جس قدر احتیاط رکھی جاسکتی ہے وہ رکھی گئی ہے لیکن اس کے باوجود ہمیں انتہائی شدید نقصان کا سامنا کرنا پڑا ہے۔“

”کیسا نقصان؟“ میرے منہ سے بے اختیار نکل گیا اور مسٹر روڈ پارک کے چہرہ پر غم کے تاثرات پھیل گئے پھر انہوں نے کہا۔

”جانی اور مالی نقصان اور انتہائی شدید۔“

”کیا ان ذخائر کو کوئی نقصان پہنچا ہے؟“

”ہاں! یہ تو شکر ہے کہ یہ زیر زمین تھے اور اس کے علاوہ آبادی سے زیادہ قریب بھی نہیں تھے اس لئے یہ نقصان کم رہا لیکن ترتیب سے تم یوں سمجھ لو کہ این میں ہمارا ایک ذخیرہ تباہ کیا گیا اس میں تقریباً تیس افراد ہلاک اور کوئی چھ کروڑ ڈالر کا اسلحہ تباہ ہوا۔ اس حادثے میں یہ سوچ کر نظر انداز کیا گیا کہ ذخیرہ گاہ کے اندر موجود کسی شخص کی غلطی سے ایسا ہو گیا لیکن اس کے تھوڑے ہی عرصے کے بعد ہمارے شہر اد میں ایک فیکٹری اسی طرح دھماکے سے اڑ گئی۔ ایک سو سات افراد اس میں ہلاک ہوئے اور چونکہ فیکٹری شہر سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھی اس لئے ذخیرہ گاہ سے راکٹ اڑ کر شہری آبادی پر گرے ان افراد میں جن کا میں نے تذکرہ کیا ہے بے گناہ شہریوں کی ہلاکت بھی شامل تھی۔ وہ تو شکر ہوا تھا کہ اس وقت فیکٹری بند تھی اور ورکر وہاں کام نہیں کر رہے تھے۔ تیسرا عظیم نقصان شہر ایل میں ہوا جہاں ہمارا بہت بڑا ذخیرہ تباہ کر دیا گیا اور تقریباً ڈھائی ماہ تک قرب و جوار کے جنگلوں میں آگ لگی رہی جس سے لاکھوں درخت تباہ ہو گئے اور اس آگ کو بجھانے کے سلسلے میں ہمیں کروڑوں ڈالر خرچ کرنا پڑے۔ ایک ہی انداز کے یہ تین حادثے ہونے کے بعد ہماری ساری کوششیں اس بات پر صرف ہونے لگیں کہ ہم اس کا پس منظر تلاش کریں اور اب آپ کو یہ بتانے میں ہمیں کوئی وقت نہیں محسوس ہوتی کہ جہاں تک ہمارے خفیہ اداروں کی رپورٹس کا تعلق ہے آپ یہ سمجھ لیجئے کہ ڈان ہولی کیمرس اس تباہی میں جگہ جگہ نظر آتا ہے۔“

”اوہ! آپ نے اس بارے میں بتایا تھا۔“

”ہاں! لیکن مکمل تفصیل نہیں بتائی ہم نے آپ کو یہ تو بتا دیا تھا کہ یہ مجرم ہماری بغل میں ہی ہے ہم ہی میں سے ایک ہے اور ہم ہی میں سے نکلا ہے۔ ہماری انٹیلی جنس نے اس بارے میں خبر دی ہے کہ پورے ملک سے خطرناک جرائم پیشہ افراد غائب ہو گئے ہیں لیکن ان کے اہل خاندان جس طرح عیش و عشرت کی زندگی گزار رہے تھے اس سے ہمیں شبہ ہوا کہ ان کے سربراہ یعنی خاندانوں کے سربراہ اتنی دولت کہاں سے حاصل کر سکے کہ ان کی تقدیریں ہی

نہیں چنانچہ اس سلسلے میں کارروائی کی گئی اور ہمارے اس شبہ کی تصدیق ہو گئی۔ ڈان ہولی ان تمام لوگوں کو جمع کر کے ایک بڑی فورس بنائی تھی اور ان لوگوں کو باقاعدہ تربیت دی گئی پھر سب سے اہم اطلاع جو ہمیں ملی سب سے زیادہ سنسنی خیز تھی۔ یعنی یہ کہ جب این میں بی ذخیرہ گاہ کو نقصان پہنچا تو ڈان ہولی کو وہیں دیکھا گیا یہی صورتحال او میں تھی اور آخری باب ایل میں ہمارا سب سے بڑا نقصان ہوا تو ڈان ہولی اس وقت وہاں موجود تھا۔

کے سے تین روز پہلے کی اطلاع تھی کہ ڈان ہولی کو ایل میں دیکھا گیا جہاں سے وہ اس لمحے کے بعد فوراً غائب ہو گیا تھا۔“

”لیکن جناب یہ تو بہت بڑا حادثہ تھا اب ہم دنیا سے اتنی دور بھی نہیں رہتے کہ دنیا بارے میں ہمیں معلومات حاصل نہ ہو۔“ مسٹر روڈ پارک نے بڑے دکھ بھرے انداز میں کہا۔

”اتنا بڑا جانی اور مالی نقصان بے شک اس اہمیت کا حامل تھا کہ فوری طور پر اس کی بیانات فراہم کی جائیں لیکن حکومت کے اعلیٰ ترین عہدیداران نے مل کر یہ فیصلہ کیا کہ اس کو پوشیدہ رکھا جائے اور جس طرح بھی بن پڑے ایسی کوششیں کی جائیں کہ عام پبلک کو اس بارے میں معلومات حاصل نہ ہوں۔ دو صورتیں ہیں۔ ہماری اپوزیشن ہمارے خلاف ایک

میں کوئی نہ کوئی مسئلہ تلاش کر کے ہنگامہ کر دیتی ہیں اور حکومت کمزور پڑ جاتی ہے۔ ہم جتے ہیں کہ پہلے ڈان ہولی پر ہاتھ ڈال دیا جائے۔ اس کے بعد ہم اس عظیم نقصان کی راج اپنی حکومت کے عوام کو دیں۔“

”کمال کی بات ہے ویسے مسٹر روڈ پارک آپ کے خیال میں ڈان ہولی یہ تمام کارروائی کیوں کر رہا ہے؟“ اس سوال پر مسٹر روڈ پارک خاموش ہو گئے۔ پھر انہوں نے کہا۔

ہے اور جہاں وہ نظر آتا ہے کوئی بہت بڑا حادثہ ہو جاتا ہے۔“
 ”واقعی بہت خطرناک آدمی ہے وہ۔“

”تمام تر حالات یہی بتاتے ہیں کہ ذخیروں کی تباہی کا ماہر ڈان ہولی کو قوت کا آلہ کار بن گیا ہے اور ہمیں بہت پیچھے ہٹانے کی فکر میں سرگرداں ہے ہم نام نہاد سکتے لیکن ہمارے قرب و جوار میں کئی ایسے ممالک ہیں جو اسکاٹ لینڈ کو اس حیثیت میں پسند نہیں کرتے اور اس کے خلاف انوکھی کارروائیوں میں مصروف رہتے ہیں۔ مسٹر اور آپ یہ بات اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ اس وقت ہم شدید مشکل کا شکار ہیں۔ تین عظیم برداشت کر چکے ہیں ہم اور خطرہ ہے کہ کہیں ہمیں چوتھا نقصان بھی نہ برداشت کرنا پڑے“
 ”کیا مطلب؟“

”زیکو لینڈ کا جزو اں شہر نی کہلاتا ہے پی فار پارکونا۔ سمجھ رہے ہیں نا آپ؟ شہروں کے نام بھی اسی انداز کے ہیں۔ پارکونا میں بھی ہماری بہت عظیم الشان اسلحہ فیکٹری کر رہی ہے اور کچھ عرصہ پہلے ہمیں اطلاع ملی کہ ڈان ہولی کو پارکونا کے ایک انتہائی شان ہوٹل میں دیکھا گیا ہے۔ جب ہمیں یہ اطلاع ملی تو ہم نے اپنی ایجنسیوں کے کئی گروپ روانہ کئے لیکن شاید آپ اس بات پر یقین نہ کر سکیں میڈم اینڈ مسٹر کہ ان تینوں گروپوں چار پانچ اور چھ افراد جو بنیادی کارکردگی کے حامل تھے اچانک ہی غائب ہو گئے آج تک ان کہیں پتا نہیں چل سکا۔ اندازہ یہ ہے کہ ان کی لاشیں یا تو جلا کر خاکستر کر دی گئیں یا گہرائیوں میں دفن کر دی گئیں کہ کہیں بھی ان کا پتا نہیں چل سکا۔ البتہ تھوڑے عرصے کے ہمارے ایک خاص ایجنٹ نے ہم سے رابطہ قائم کیا اور بتایا کہ وہ تمام افراد قتل کر دیئے گئے اور ان کی لاشیں کسی مشینی ذریعے سے غائب کر دی گئی ہیں۔ یعنی یہ کہ ہڈیاں گوشت سمیت نہیں کر ان کا پاؤڈر بنا دیا گیا ہے اور وہ پاؤڈر شاید زمینوں میں چھڑک دیا گیا ہے تاکہ کو ایک جگہ سے وہ دستیاب نہ ہو۔“

میں دلچسپی سے مسٹر روڈ پارک کا یہ نظریہ سن رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ کیا ایسا ممکن ہے؟ لیکن اپنے اس سوال کا جواب خود میرے پاس موجود تھا۔ یقینی طور پر ایسا ہو سکتا ہے کیونکہ سائنس بہت بڑی قوت بن چکی ہے اور سائنسی طور پر یہ سب کچھ کر دینا مشکل کام نہیں ہے پھر ریتیم نے مسٹر روڈ پارک کی طرف دیکھا تو مسٹر روڈ پارک نے کہا۔

”اتنی زیادہ دیانت داری کے ساتھ آپ کو یہ تفصیلات بتا دی گئی ہیں یعنی یہ کہ آپ نہ سمجھیں کہ جو کام آپ کرنے جا رہے ہیں وہ آسان ہے یقیناً وہ ایک مشکل کام ہے جو آپ کو سرانجام دینا ہے ہم ان دو اسباب کے منتفی ہیں کہ آپ براہ کرم یہ کام ہمارے لئے کریں اور آپ نے کنٹرولر مین کو ختم کر کے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ زیریں کا انتخاب ہمارے لئے کارباعت ہے۔ کیا سمجھے؟“

”گویا اب ہمیں زیکو لینڈ سے پارکونا روانہ ہونا ہوگا؟“ ریتیم نے سوال کیا اور مسٹر روڈ پارک کی آنکھوں میں لجاجت کے آثار پیدا ہو گئے۔ بہر حال ہم کچھ لمحے سوچوں میں ا رہے پھر ریتیم نے کہا۔

”مسٹر روڈ پارک ہمارے پارکونا روانہ ہونے کا انتظام کب کریں گے؟ یا ہمیں خود کرنا ہوگا۔“

”آپ یوں سمجھ لیجئے کہ آپ کو سیاحتی پاسپورٹ جاری کر دیئے گئے ہیں آپ کے کاغذات بھی اسی انداز کے ہیں جو میں ابھی تھوڑی دیر کے بعد آپ کے حوالے کر دوں گا۔ اس کے بعد سیاحوں کی حیثیت سے پارکونا جانا ہوگا۔ اب آپ یہ بتائیے کہ آپ کو پارکونا جانے پر کوئی اعتراض ہے یا اس سلسلے میں آپ اپنی طرف سے کوئی تفصیل دینا چاہیں گے۔“

”ہم وہاں جانے کے لئے تیار ہیں۔“ ریتیم نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے میں پھر بقیہ انتظامات کئے دیتا ہوں۔“

مسٹر روڈ پارک نے کہا۔ اس کے بعد وہ ہمارے کمرے سے باہر نکل گئے۔ ریتیم کے چہرے پر میں نے کسی قدر سنجیدگی کے آثار دیکھے تھے۔ مسٹر روڈ پارک کے جانے کے بعد، یہ تک وہ خاموش رہی۔ مجھے احساس ہو رہا تھا کہ وہ کسی ناخوش گوار کیفیت کا شکار ہے۔ جب یہ خاموشی طویل ہو گئی تو میں نے کہا۔

”ریتیم! اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی پھر بولی۔

”جی۔“

”کیا بات ہے؟“

”ڈیئر دائلش! تم کچھ محسوس کر رہے ہو؟“

”کیا.....؟“

”کوئی خاص بات؟“ اس نے کہا اور میں اسے غور سے دیکھنے لگا۔ پھر میں کہا۔

”نشان وہی کرو۔“

”نہیں میرا مطلب ہے ان لوگوں کے انداز میں۔ پہلی بات تو یہ کہ انہوں ایک خاص کیفیت رکھی ہے۔ مثلاً یہ کہ ابھی تک مسٹر روڈ پارک کے علاوہ ہمیں اور کوئی ایسا شخص نہیں ملا جس کا تعلق اسکاٹی لینڈ سے ہو اور وہ اسکاٹی لینڈ کا کوئی اہم عہدہ دار ہو۔ بات صرف روڈ پارک تک ہی رہی ہے۔“

”تو پھر اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟“

”مسٹر روڈ پارک کی حیثیت کا بھی تو یقین ہونا چاہئے۔“ وہ بولی اور میں اس سے نظریے پر غور کرنے لگا اور پھر میں نے کہا۔

”ریتیم! سب سے بڑی بات یہ ہے کہ مسٹر روڈ پارک یہاں ہمیں جو آسائش فراہم کر رہے ہیں وہ ایک عام آدمی کے بس کی بات نہیں ہے۔ انہیں حکومت کی پوری مدد حاصل ہے اور اس بات سے اس کی تسلی ہو جاتی ہے کہ مسٹر روڈ پارک ایک صحیح شخصیت ہیں۔“

”چلو یہ بھی مان لیتی ہوں میں لیکن کیا ان کا رویہ ہمارے ساتھ اسکول ماسٹر جیسا نہیں ہے؟“

”وہ کیسے؟“

”اب دیکھو نا کہاں پہنچے تھے اور کہاں تک آگے اور آگے کے بارے میں معلوم نہیں ہے کہ وہ ہمیں مزید کیا کہیں گے؟ پارکونا کے بعد ہمیں کہاں جانا پڑے گا۔“ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی میں نے کہا۔

”ریتیم! ذرا حالات پر غور کرو وہ لوگ خود جن کیفیتوں کا شکار ہیں اس سے یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ صورت حال کتنی سنگین نوعیت کی حامل ہے۔ ان کے دشمن ان کے سب سے گہرے دوست ہیں اور سچی بات یہ ہے کہ آستین میں چھپے ہوئے خنجر کو دیکھنا بڑا مشکل کام ہوتا ہے۔ وہ اس وقت جس کیفیت سے گزر رہے ہیں مجھے اس کا پورا پورا احساس ہے۔“

”گویا تم مسٹر روڈ پارک کے عمل سے مطمئن ہو۔“ ریتیم نے کہا۔

”تم غیر مطمئن ہو؟“

”نہیں پلیز میں نے جو کچھ کہا اس کا مجھے جواب دو؟“

”ہاں میں یہ سمجھتا ہوں کہ حکومت کا ایک کارندہ اگر مکمل اختیارات کے ساتھ ساتھ تعاون کر رہا ہے تو ہمیں اس پر اعتراض بھی نہیں ہونا چاہئے۔“ ریتیم کے ہونٹوں اٹھ پھیل گئی اور پھر میں نے اس کی پیشانی سے فکر مندی کی لکیریں مٹتی ہوئی دیکھیں وہ

”ہم۔“

”اگر تم مطمئن ہو تو میرے غیر مطمئن ہونے کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے؟“

”نہیں ریتیم! میرا خیال ہے کہ اس سلسلے میں ہمیں کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی۔ روڈ پارک کے انداز کو میں سمجھ رہا ہوں ان کی مجبوریوں بھی سمجھتا ہوں حقیقی ہیں اور کوئی بات نہیں ہے جس پر ہمیں شبہ ہو۔“

”اوکے، اوکے،“ البتہ اب یہاں سے میں تھوڑا سا طریقہ کار بدل دینا چاہتی

”بولو کیا؟“

”پورے اعتماد کے ساتھ کہہ رہی ہوں مائی ڈیئر دانش! کہ اب تم آگے بڑھو میں تقریریں چلی جاتی ہوں۔“

”وہ کیوں.....؟“

”دیکھو ساری باتیں اپنی جگہ لیکن بہر حال! یہ طے ہے کہ کسی دوسرے پر مکمل انحصار کر سکتے۔“

”ہمیں مسٹر روڈ پارک کو اپنا رہبر نہیں سمجھ لینا وہ کر بھی کیا سکتا ہے بوڑھا آدمی۔“

”ی آگئی میں نے کہا۔“

”کچھ ناراض ہو گئی ہو روڈ پارک سے؟“

”بالکل نہیں۔ بالکل نہیں۔“

”خیر چھوڑو! تو اب کیا چاہتی ہو کیا پردہ گرام ہے؟“

”ہاں! میرا خیال ہے میں سیڈان سے رابطہ قائم کرتی ہوں اور اس سے رابطہ قائم کرنے کے بعد میں اس سے کہتی ہوں کہ ایک گروپ فوری طور پر پارکونا روانہ کر دے خود میں مجھ سے ایک مخصوص جگہ ملاقات کرے تاکہ ہم لوگ پارکونا میں اپنی پوزیشن سنبھال

لیں۔ ہمیں روانہ تو ہونا ہے کسی بھی وقت روانہ ہو سکتے ہیں۔ سیڈان کے لئے پارکونا کوئی مشکل کام نہیں ہوگا۔“

”میں تم سے اتفاق کرتا ہوں۔“ میں نے کہا اور ریتیم نے میرے سامنے ہی سے اس بارے میں گفتگو کی۔

”لیس میڈم!“ سیڈان کی موب آواز ابھری۔

”سیڈان..... پارکونا کے بارے میں کیا جانتے ہو.....؟“

”خوبصورت شہر ایسا کہ اسکاٹ لینڈ والے اس پر فخر کرتے ہیں۔“

”تمہارا وہاں کوئی مقام ہے؟“

”ہاں میڈم۔ ہماری ایک بہت بڑی آئل ریفائنری وہاں کام کر رہی ہے

میں ہمارے چودہ افراد موجود ہیں اچھے عہدوں کے مالک ہیں یہ لوگ بلکہ آپ یوں کہیں کہ آئل ریفائنری کا انجینئرنگ ڈیپارٹمنٹ ان ہی کے حوالے سے چل رہا ہے اور جدید انتظامات ہیں وہاں پر۔“

”ارے واہ! یہ تو تم نے ایک خوشخبری سنائی ہے مجھے۔ اصل میں ہم پارکونا رہے ہیں اور ڈیڑ سیڈان ذرا آئل ریفائنری کے بارے میں مجھے تفصیلات بتا کر تم فوراً پر وہاں اپنے ان لوگوں کے ساتھ روانہ ہو جاؤ مجھے وہاں کے بارے میں تفصیلات فراہم وہاں ہمیں زبردست کارروائی کرنی ہے۔“

”جی میڈم!“ مسٹر سیڈان نے کہا اور اس کے بعد مسٹر سیڈان ریتیم کو اس میں تفصیلات بتانے لگا۔ مسٹر سیڈان سے رابطہ منقطع ہونے کے بعد ریتیم نے مسکراتی ٹانگوں سے مجھے دیکھا اور بولی۔

”بعض دفعہ جب دنیا کے اجنبی ترین علاقوں میں مجھے ایسی مدد حاصل ہو جاتی تو میں یہ سوچتی ہوں کہ اب تک جو کچھ ہوا ہے وہ بے کار نہیں گیا۔“ میں نے مسکراتے گردن ہلا دی تھی۔

پہلی ملاقات کے کوئی سولہ گھنٹے کے بعد مسٹر روڈ پارک نے ہم سے ملاقات کی ہم نے بھی اپنے آپ کو بہت زیادہ پریشان کرنے کی ضرورت نہیں محسوس کی تھی کیونکہ بہر کام تو کرنا ہی تھا اور جیسا کہ ریتیم نے ایک بار اس کا اظہار کیا تھا کہ مسٹر روڈ پارک ایک

مکمل ماسٹر کارڈر ادا کر رہے ہیں یعنی قدم قدم پر ہمیں لاعلمی میں رکھ کر بعد میں گائیڈ کیا ہے چنانچہ بعد کی گفتگو میں میں نے بھی ریتیم سے یہی کہا تھا کہ اگر روڈ پارک نے یہ ذمہ سنبھال لی ہے تو یہ تو اچھی بات ہے ہم بہت سی ذمہ داریوں سے خود بچ گئے ہیں کہ اس کم از کم یہ ہوگا کہ اگر کوئی ہماری راہ پر لگ بھی جاتا ہے تو اسے زیر سر کے بارے میں ہمیں معلوم ہوگا بلکہ وہ صرف مسٹر روڈ پارک کے بارے میں ہی سوچیں گے اور ریتیم نے اس بات پر اتفاق کیا تھا بہر حال مسٹر روڈ پارک خود ہمارے کمرے میں آئے تھے اور آنے کے بعد انہوں نے مسکراتی ہوئی نگاہوں سے ہمیں دیکھا تھا۔

”ایک نوجوان جوڑا اگر اس قدر ذہانت کا مالک ہو جس کا اظہار وکٹر مین کے قتل کا مظاہر ہوتا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ ایک شاندار مستقبل اس کے سامنے ہوتا ہے۔

خیر میرا خیال ہے تم لوگ بھی میری اس خوشامد بھری باتوں کو پسند نہیں کرو گے۔ موضوع پر آ جاتے ہیں۔ کچھ عرصہ پہلے ہم نے ایک بہت ہی ذہین لڑکی کو وہاں بھیجا تھا۔ اس وقت کی بات ہے جب ہمارے وہ ایجنٹ جو وہاں کام کر رہے تھے ہم سے بچھڑ گئے تھے ہمیں ان میں سے دو کی لاشیں موصول ہو گئی تھیں اور تیسرے کی تلاش یوں سمجھ لو تقریباً ناکام رہی تو اس وقت ہم نے اپنے ڈیپارٹمنٹ کی ایک ہوشیار لڑکی سائو کا کو وہاں بھیجا تھا۔ لڑکی ہوائی کی رہنے والی ہے بچپن ہی سے اسے یہاں اسکاٹ لینڈ میں حکومت کا تعاون مل رہا اور یہیں اس کی تربیت کی گئی سانولے سلونے رنگ اور تباہ کن نقوش کی مالک اس نے نجانے کس طرح اپنا ایک مقام بنایا اور اہم ترین کام اس کے سپرد کئے جانے میں اسے کو کبھی کوئی مشکل نہیں ہوئی۔ چنانچہ سائو کا کو وہاں روانہ کر دیا گیا اور ایک طویل عرصے تک سائو کا بھی گم رہی تو اس کے بارے میں کچھ بتا نہیں چل سکا خیال یہ ہوا کہ وہ کسی نے کا شکار ہو گئی ہے لیکن ابھی چند روز قبل سائو کا نے ہمیں کچھ پیغامات دیئے تو اس نے کہ وہ کچھ کرنے میں تو ناکام رہی ہے لیکن معلومات کا ایک شاندار ذخیرہ اس کے پاس ہوا ہے، میں تمہیں یہ پیغام اس کی آواز میں سنا تا ہوں۔“ اس کے بعد مسٹر روڈ پارک نے ہمیں سائو کا کے بارے میں سب سے چھوٹا ٹیپ ریکارڈ کہہ سکتے تھے اس کی لمبائی اور چوڑائی صرف ایک انچ تھی ننھے ننھے ہٹن بڑی احتیاط سے دبانے لگے تھے۔ بہر حال مسٹر روڈ پارک نے اس ننھے سے ٹیپ ریکارڈ سے ایک آواز سنائی جو اس

کے حجم سے کتنی زیادہ بڑی تھی اس کا صحیح اندازہ نہیں لگایا جاسکتا ہے بس ایک واضح اور آواز تھی سانسو کا شکل و صورت کی جیسی بھی ہو لیکن اس کی آواز بڑی دلکش تھی وہ کہہ رہی تھی ”مسٹر روڈ پارک میں نے جو کچھ بھی کیا ہے اس کے بارے میں تفصیل تو اس مختصر سی کیسٹ پر نہیں سناسکتی بس آپ یوں سمجھ لیجئے کہ اس وقت یعنی اس وقت بھی آپ یہ آواز سن رہے ہیں میں یہ بات کہہ سکتی ہوں کہ ڈان ہولی آپ لوگوں کی طرف مکمل ہوشیار ہے وہ پارکونا میں ہر اجنبی پر نگاہ رکھتا ہے اور اس نے ایک مضبوط جال بنایا ہے جس کے تحت وہ کام کر رہا ہے چنانچہ اس کے بعد آپ جو بھی قدم اٹھائیں اتنا منتخب موثر ہو کہ اس میں کوئی شک و شبہ باقی نہ رہے آپ سمجھ لیجئے آپ کا ہر غلط قدم آپ کے حق نقصان دہ ہی ہوگا اور اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا آپ کو بلکہ آپ کے نقصانات کی فہرست مزید کچھ طویل ہو جائے گی آپ سمجھ رہے ہیں میری بات۔ میرے معاملے میں آپ بالکل نہ کیجئے گا اور نہ ہی مجھے تلاش کرنے کی کوشش کیجئے گا کیونکہ میں نے جو طریقہ کار اختیار کیا اب اگر میں خود بھی اس سے بٹنے کی کوشش کروں تو کامیاب نہیں ہو سکوں گی ہاں اگر آپ کوئی آدمی مجھ سے رابطہ قائم کرے تو مجھے اس کے لئے ہوشیار کر دیجئے گا مجھ سے رابطہ کرنے کے لئے ایک کوڈ ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ ”پھول بے حد نازک ہوتے ہیں۔“ شخص بھی یہ کوڈ دہرا کر مجھ سے گفتگو کرے گا اسے آپ کا آدمی سمجھوں گی اور کوئی خاص بات نہیں میرا ٹیلی فون نمبر بھی نوٹ کر لیجئے تاکہ مجھے پیغام دینے میں آسانی ہو۔“ اور اس کے اس نے اپنی آواز میں اپنا ٹیلی فون نمبر دہرایا تھا پھر کہا تھا۔

”یہ میرا ذاتی نمبر ہے اور اس فون کارڈ پر صرف میں ہی اٹھاتی ہوں اگر میں جگہ موجود نہ ہوں تو صرف تھنٹی بجتی رہے گی لیکن براہ کرم کوئی پیغام چھوڑنے کی کوشش نہ جائے اچھا مسٹر روڈ پارک خدا حافظ۔“ ان الفاظ سے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ کوئی بہت ہی ذرا لڑکی ہے کہ اتنے مختاط انداز میں اس نے ساری باتیں کہی تھیں کوڈ بھی مجھے بہت پسند آیا تھا مسٹر روڈ پارک نے کہا۔

”پھر کیا خیال ہے؟“

”ٹھیک ہے مسٹر روڈ پارک ہم لوگ روانہ ہو رہے ہیں۔“

”یہ فیصلہ کرنا آپ کا کام ہے کہ کس طرح آپ وہاں اپنا کام سرانجام دیں گے۔“

”میری اپنی خدمات اس سلسلے میں حاضر ہیں۔ آپ براہ کرم مجھے تفصیلات بتا دیجئے۔“ مسٹر روڈ پارک نے کہا۔

”اور میڈم۔“

”ہم اپنے انتظام خود کر لیں گے مسٹر روڈ پارک بہر حال آپ نے زیریں سے رابطہ کیا ہے کسی اور سے نہیں۔“ ریتیم نے کہا اور مسٹر روڈ پارک نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا کر ہر بولے۔

”خود اعتماد بھی ہو۔ بہت اچھی ہو۔ دونوں بہت اچھے ہو۔“ پھر مسٹر روڈ پارک چلے گئے ریتیم نے مسکرا کر کہا۔

”تو پھر تم روانہ ہو رہے ہو مائی ڈیر دائل منسور!“

”اگر تم کہو.....؟“

”نہیں! کیسی بات کر رہے ہو؟ ہمیں یہ کام سرانجام دینا ہے اور مجھے تم پر اعتماد ہے لڑکی کی خوبصورت آواز سے میں ذرا پریشانی کا شکار ہو گئی ہوں۔“ ریتیم نے مذاق کرنے کی لٹش کی میں نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

”کیوں.....؟“

”بھئی انسان بہر حال انسان ہوتا ہے۔“

”تم نے آج تک میرے اندر کوئی انسانیت پائی؟“

میں نے ریتیم سے سوال کیا اور وہ بے اختیار قہقہہ مار کر ہنس پڑی۔

”واہ! کیا عمدہ جملہ ہے۔ انسانیت کے علاوہ تمہارے اندر اور ہے کیا؟“ اس نے

ہواب دیا اور میں مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔

بعد کے منصوبے کے تحت میں پارکونا روانہ ہو گیا مسٹر روڈ پارک نے ہمیں یہ اختیار دیا تھا کہ ہم باقی معاملات میں اپنے لئے خود فیصلہ کریں چنانچہ یہ طے ہوا کہ ریتیم اپنے وسائل کے ساتھ پارکونا پہنچے گی اور مسٹر سیدان اور ان کا گروپ وہاں سے اس کے ساتھ ہوگا میں اپنے دور پر کام کروں گا چنانچہ تمام تر پروگرام طے کرنے کے بعد میں پارکونا چل پڑا۔ پارکونا کے ایسٹار ہوٹل کراؤن میں میرے لئے کمرہ مخصوص ہو چکا تھا اور مجھے ایک معزز اور صاحب ثبات سیاح کے طور پر وہاں روشناس کرایا گیا تھا اور آخر کار پارکونا پہنچ کر کراؤن میں منتقل

ہو گیا۔ ویسے اس میں کوئی شک نہیں جیسا کہ مسٹر روڈ پارک نے پارکونا کے بارے میں بتایا کہ دنیا کے بہت کم شہر اتنے خوبصورت ہو سکتے ہیں جتنا پارکونا ہے۔ میں نے یہاں پہنچتے ہی اس بات کی تصدیق کر دی تھی۔ ہمارا یہ ہوٹل کافی حد تک بلندی پر بنا ہوا تھا اور انتہائی شانہ ہوٹل تھا۔ چونکہ پارکونا کی جغرافیائی حیثیت مجھے معلوم نہیں تھی اس لئے میں تھوڑا سا اس ناواقف تھا لیکن یہاں ہوٹل پہنچ کر مجھے اندازہ ہوا کہ پارکونا سمندر کے کنارے آباد ہے۔ خصوصاً ہوٹل میں میرے کمرے کی اپنی کھڑکی سے سمندر کا منظر اس قدر دلکش تھا کہ طبیعت پناہ خوش ہو جاتی تھی۔ ہوٹل کی لابی میں لاتعداد سیاح موجود تھے اس کا مطلب تھا کہ یہاں محکمہ سیاحت کافی مصروف رہتا ہوگا بہر حال میں اپنے کمرے میں پہنچا اور وہاں سب سے پہلے میں نے سمندر ہی کا جائزہ لیا تھا ہوٹل کے اس کمرے میں ضروریات زندگی کی وہ تمام اشیاء موجود تھیں جن کی ضرورت ہو سکتی تھی آخری حصے میں ایک گیلری بھی تھی البتہ موسم چونکہ گرم اس لئے ایئر کنڈیشن سے باہر نکلنے میں دقت محسوس ہو سکتی تھی پھر سب سے پہلے میں دروازہ بند کیا اور کمرے کی ایک ایک شے کا جائزہ لینے لگا اب چونکہ یہاں سے میری جداگاندگی کا آغاز ہوتا تھا اس لئے تمام تر باتیں مجھے ہی کرنا تھیں۔ میں نے بہت عمدگی کے ساتھ اندازہ لگایا کہ یہاں کوئی ایسی چیز موجود نہیں ہے جو محکوک ہو اور اس کے بعد بے اختیار میرے دل چلہا کہ میں ساحل سمندر کی طرف جاؤں اور وہاں کی تفریحات میں حصہ لوں کم از کم اگر تمام چیزوں کا حق تو مجھے حاصل تھا۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد میں اپنے کمرے سے باہر نکل آیا میں نے ایک انتہائی خوبصورت لباس زیب تن کیا تھا اور سمندر میں نہانے کا لباس بھی ساتھ لے لیا تھا۔ ساحل سمندر پر وہ چھوٹے چھوٹے کیبن میں نے بنے ہوئے دیکھ لئے تھے جن میں لباس تبدیل کرنے کا مقول انتظام تھا۔ ہر کیبن کے دروازے پر ایک آدمی تعینات تھا کافی فاصلے پر ایک بلند ٹاور بنا ہوا تھا جہاں بڑی بڑی دوربینیں لگی ہوئی تھیں اور ساحلی محافظان دور بینوں کے ذریعے دور دور تک بکھرے ہوئے سیاحوں کو دیکھ رہے تھے کہ کہیں کسی کو کوئی دقت پیش آئے تو وہ ان کی مدد کے لئے دوڑ پڑیں۔ یہ ساحل میری توقع سے زیادہ خوبصورت تھا یہاں کی ریت سفید اور ریشم کی طرح ملائم تھی اور یہاں آنے کے بعد اپنے آپ کو قابو میں رکھنا ایک مشکل کام تھا۔ کچھ دیر تک میں اس انوکھی ریت پر چہل قدمی کرتا رہا اور اس کے بعد بے اختیار دل چاہا کہ پانی میں جاؤں۔ چنانچہ ایک کیبن پر پہنچ کر میں نے اپنا لباس تبدیل

بہترین انتظامات تھے نئے لباس کو وہاں کے اسٹینڈنٹ نے ہینگر کیا اور میں نہانے کا لباس پہنے باہر نکل آیا اور اس کے بعد پانی کی جانب بڑھ گیا۔ ہلکے پانی میں بہت دیر تک نہانے کے بعد جب پانی سے دل بھر گیا تو ساحل کی طرف بنے ہوئے چھوٹے چھوٹے اوپن سورسوں میں سے ایک کی جانب چل پڑا جہاں خوبصورت بورڈ لگے ہوئے تھے اور ان بورڈوں کی اسٹیشل ڈشز اور دوسری درائی کی تفصیلات موجود تھیں۔ قرب و جوار میں حسین وجود بنے ہوئے تھے میں نے ایک میز سنہال لی اور چند لمحات کے بعد ویٹر مینو لے کر میرے آگیا میں نے اس میں سے چند چیزیں منتخب کیں جن کے بارے میں مجھے اندازہ تھا کہ یہ ان کی غلاظت سے پاک ہوں گی۔ لیکن یورپین غلاظت سے۔ بہر حال میں بیٹھ کر انتظار کرنے لگا اور انتظار کرتے ہوئے ابھی مجھے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ میں نے غسل کے لباس میں ایک انتہائی خوبصورت لڑکی کو اپنی میز کی طرف آتے ہوئے دیکھا اس کے ہاتھ میں بکام تھا اور وہ میرے قریب آئی اور میں نے محسوس کیا کہ وہ ایک بھرپور عورت ہے اور میں کوئی شک نہیں کہ اتنے متناسب جسم کی مالک نوجوان لڑکیاں کم ہی ہوتی ہیں۔ اس نے بے باکی سے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں اور آہستہ سے مسکرا دی۔ سانولا سلونا لیکن خود خال اتنے جاذب نگاہ کہ دل کو مٹھی میں جکڑ لیں شاید اس سلونی مسکراہٹ میں غنیمتوں کی لڑی کا حسن اپنی جگہ نمایاں حیثیت کا حامل تھا۔ میرے ذہن کو ایک ہلکا سا سا لگا ہوائی حسینہ کا بھی یہ حلیہ بتایا گیا تھا مجھے۔

”کیا میں آپ کے پاس بیٹھ سکتی ہوں جناب؟“

میں نے سرسری نگاہوں سے اسے دیکھا تو وہ بولی۔

”دیکھئے پھول بہت نازک ہوتے ہیں۔ انہیں اگر نظر انداز کر دیا جائے تو پھول کا

خوش جاتا ہے۔“

”ہاں! پھول بہت نازل ہوتے ہیں مس سائو کا۔“ میں نے کہا۔

”میرے خدا! مجھے اپنے آپ کو داد دینی چاہئے آپ دیکھ رہے ہیں کہ ساحل پر

کیا آدمی دنیا کے لوگ بکھرے ہوئے ہیں۔ یہ سب سیاح ہیں اور کم از کم پارکونا کے لئے

لی ہیں لیکن میں نے ایک صحیح جگہ کا رخ کیا ہے اور اگر میں آپ کو مسٹر ڈینش کہوں تو غلط نہیں

ہے۔“ وہ کرسی گھسیٹ کر بیٹھتی ہوئی بولی۔

اور پھر کہنے لگی۔

”ویسے ایک بات میں آپ سے ضرور کہنا چاہتی ہوں یوں تو زندگی میں بہ لوگ ملتے ہیں۔ کام اپنی جگہ کام ہوتا ہے لیکن اگر درست ملاقاتی یا ساتھی خوش شکل اور تو آپ یقین کیجئے انسانی فطرت کے تحت اس کی محبت دل میں کچھ بڑھ جاتی ہے۔ جو ایک گلوکار بہت اچھا گلوکار ہوتا ہے لیکن اگر بد شکل ہو تو اس کی آواز سے محبت تو ختم نہیں لیکن اسے دیکھنے کے بجائے صرف سننے کو دل چاہے گا اور اگر گلوکار خوش شکل ہو اور تم تھوڑا سا کمزور بھی ہو تو پھر اس کی کشش بے پناہ بڑھ جاتی ہے۔ آپ میرا مطلب سمجھا ہیں نا۔“

”آپ کیا لینا پسند کریں گی؟“

”نہیں! البتہ آپ کے سامنے میں شراب نہیں دیکھ رہی۔“

”کبھی نہیں دیکھیں گی۔“

”گلد۔ جب کہ میں پی رہی ہوں۔“ اس نے کہا اور خود اپنے کپے پر ہنس بڑی دلکش ہنسی تھی اس کی۔ حقیقت یہ ہے کہ اپنے سانولے سلونے چہرے اور جانب نقو بنا پر وہ اتنی قوت رکھتی تھی کہ کسی کو بھی اپنے سحر میں گرفتار کر لے۔

لیکن میں تو پہلے ہی محو تھا۔ مسوور بھی نہیں بلکہ ایک ایسا مجبور شخص تھا جس زندگی کی لطافتیں چھین لی گئی ہوں۔

ساری دنیا ایک جانب لیکن رخسار کا سحر شاید آخری سانس تک نہ ٹوٹا بہر حال ہم لوگ بیٹھے رہے میں نے اس سے کہا۔

”آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی ہے مس سائنو کا میں آپ کو مس ہی کہوں نا؟“

”میرا خیال ہے کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔“ وہ بولی اور پھر ہنس پڑی۔ اسے زیادہ ہنسنے کی عادت تھی ایسے لوگ بہت اچھے ہوتے ہیں کہنے لگی۔

”مجھے آپ کے بارے میں تمام تفصیلات مل چکی ہیں مسٹر ڈینش۔“

”لیکن کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ ہم اس آزاد اور خوبصورت ماحول میں بیٹھ کر صبر ایک خوبصورت ساحل اور اس پر بکھرے ہوئے انسانوں کی باتیں کریں۔“

”میں بھی یہی چاہتی ہوں اتنا تعارف کافی ہے ویسے رات کو ساڑھے نو بجے“

اور بات سے فارغ ہو کر میں آپ کے پاس پہنچوں گی۔“

”ہاں یہ مناسب رہے گا۔“ میں نے کہا اور پھر وہ کافی دیر تک مجھ سے باتیں کرتی رہی اور اس کے بعد اٹھ گئی میں جائزہ لیتا رہا تھا کہ قرب و جوار میں کوئی گہری نگاہ تو ہم پر نہیں پڑے لیکن ایسی بات نہیں تھی لوگ اپنی اپنی تقریحات میں مصروف تھے اور دور دور تک کوئی ایسا شخص نظر نہیں آ رہا تھا جو خصوصی طور پر ہماری جانب متوجہ ہو۔ بہر حال میں اس حسین لڑکی کے بارے میں بہت دیر تک سوچتا رہا پھر میں بھی وہاں سے اٹھ گیا میں نہیں جانتا تھا کہ ریتیم یہاں پہنچی یا نہیں؟ اگر پہنچی بھی ہے تو مجھ سے کتنے فاصلے پر ہے اور اس نے اس لڑکی کو دیکھا ہے یا نہیں؟ ویسے میں نے کئی بار ریتیم کے انداز میں ایک بے بسی سی محسوس کی تھی یوں لگا جیسے وہ میرے قریب آنا چاہتی ہو لیکن اپنے کہے ہوئے الفاظ کو خود ہی اپنے قدموں تلے روندنا بھی پسند نہیں کرتی ہو اگر ایسا کرتی وہ تو یقینی طور پر میرے لئے الجھن پیدا ہو جاتی کیونکہ بارہا زندگی کی ٹیڑھی میڑھی شاہراہوں پر بھٹکا ہوا اپنے آپ کو پارسا نہیں کہہ سکتا۔

رخسار کے بعد بھی کچھ ایسے وجود مجھ تک پہنچے جنہوں نے کسی نہ کسی شکل میں مجھے متاثر کیا اور میری قربت حاصل کی لیکن شاید ہوش و حواس کے عالم میں ایسا کبھی نہیں ہو سکا تھا۔ اس لئے میں ریتیم کو بھی ایک فاصلہ دینا چاہتا تھا ہم دونوں کے مقاصد ایک تھے۔ ویسے تو دانش منصور کی حیثیت سے میں نے طویل عرصے تک ماحول پر حکمرانی کی تھی لیکن بدلے ہوئے وقت کا دل سے قائل تھا اور یہ بات اچھی طرح جانتا تھا کہ وقت جس طرح انسان کی تقدیر پر حاوی ہوتا ہے بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ تقدیر اس کے وجود پر حاوی ہوتی ہے اور انسان کچھ نہیں کر پاتا۔ میرے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا تھا اور میں بہر طور اس بات کا قائل تھا کہ وقت کی کہانی کبھی نہیں بدلی جاسکتی انسان اس کے لئے دعا ہی کر سکتا ہے۔ میں نے اس سے معلوم کر لیا تھا کہ رات کا کھانا وہ کس وقت کھائے گی اس نے کہا تھا کہ وہ کھانے وغیرہ سے فراغت حاصل کرنے کے بعد ہی آئے گی چنانچہ میں نے روم سرورس کو ٹیلی فون کر کے اپنے لئے ہلکا پھلکا کھانا طلب کر لیا تھا اور اس سے فراغت بھی حاصل ہو گئی تھی۔ دیار غیر میں زندگی گزر رہی تھی کھانے پینے میں اتنی احتیاط ضرور برت لیا کرتا تھا کہ وہ چیزیں نہیں کھاتا تھا جو ذرا بھی مشتبہ ہوں ہاں قدرت کی نعمتیں جو زمین میں اگتی ہیں اور ایسی چیزیں جن کے بارے میں یقین ہوتا ہے کہ ناپاک ہاتھوں سے نہ گزری ہوں گی وہ کھالیا کرتا تھا کیونکہ پیٹ کا دوزخ بھرنا بھی

ضروری ہوتا ہے۔ وہ وقت کی بہت پابند تھی ٹھیک ساڑھے دس بجے میرے کمرے دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی میں نے دروازہ کھولا تو وہ اندر آگئی اور مسکراتی ہوئی والے صوفے پر بیٹھ گئی میں نے دروازہ بند کیا اور اس کے سامنے آگیا وہ ہنس کر بولی۔

”شاید آپ کو یہ سن کر خوشی ہو مسٹر ڈینش کہ میری رہائش گاہ آپ سے زیادہ پر نہیں ہے۔“ میں نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا تو وہ بولی۔

”ہاں آپ کے سامنے والی رو میں تیسرا روم میرا ہی ہے۔“

”پہلے سے؟“ میں نے سوال کیا۔

”پہلے سے مراد یہ کہ تقریباً ایک ہفتے سے کیونکہ مجھے یہ اطلاع مل چکی تھی کہ یہ آپ کے لئے ریزرو ہو چکا ہے اور ہم لوگوں کو قریب رہنے کے لئے میرا یہاں ہونا ضروری ہے۔“

”دویری گڈ اس کا مقصد ہے کہ مسٹر روڈ پارک بہترین کارکردگی کے حامل ہیں۔“

”آپ یقین کیجئے وہ میرے پاس ہیں لیکن میں ان کی اعلیٰ کارکردگی کی دل قائل ہوں تقریباً یہ سمجھ لیجئے کہ ہم اپنے کام میں یکتا ہیں۔“

”کیوں نہیں! آپ اپنی ذات میں بھی یکتا ہیں۔“ میں نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھی اس نے اپنے لباس میں لگی ہوئی ایک بروج کے دو مو دبائے جن کا رنگ گہرا سبز تھا اور یقینی طور پر وہ قیمتی پتھروں سے بنے ہوئے تھے لیکن اس ساتھ ہی درمیان کا سرخ نگینہ بھی روشن ہو گیا۔ ہاں! اس نے کمرے کا پورا چکر لگایا دروازے کے قریب پہنچی سرخ نگینہ سرخ ہی رہا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ واپس آکر بیٹھ گئی۔

”ڈی ٹیکٹر؟“ میں نے اس سے سوال کیا؟

”ہاں! ضروری تھا ہم یہ جائزہ لے لیں کہ کہیں ہماری گفتگو سننے کے انتظامات نہیں کئے گئے۔“

”احتیاط ضروری ہے لیکن میں نے بھی اس کا جائزہ لے لیا تھا۔“

”یقینی طور پر زیریں کے بارے میں بڑی پراسرار کہانیاں میں نے سنی ہیں حالانکہ ان پراسرار کہانیوں کو سننے کے بعد آپ جیسی دلکش شخصیت اگر نگاہوں کے سامنے آئے تو حیرت ہوتی ہے کہ اتنے خوبصورت لوگ بھی اس طرح کے کام سرانجام دے لیتے ہیں۔“ میں

ہاں کے اس بروج کو قریب سے دیکھا اور گردن ہلا کر کہا۔

”درمیان میں یا قوت ہے؟“

”ہاں! اور یہ زمرہ۔“ اس نے سبز موتیوں کی جانب اشارہ کر کے کہا۔

”لیکن طریقہ کار؟“

”یہ یا قوت اسپارک کرنے لگتا ہے کیونکہ اس کے نیچے بہت ننھی سی بیڑی لگی ہوئی

”عمدہ چیز ہے۔ اب تم مجھے یہ بتاؤ کہ یہاں کیا صورت حال ہے؟“

”مسٹر روڈ پارک نے آپ کو ان دو ایجنٹوں کے بارے میں تو بتایا ہوگا۔“

”تین کے بارے میں بتایا تھا۔“

”ہاں۔ دو کی لاشیں تو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھی تھیں تیسرے کے بارے

میں آج تک یہ پتا نہیں چل سکا لیکن ایک بات میں جانتی ہوں اگر وہ زندہ ہوتا تو ہم سے قاتل ضرور کرتا اندازہ یہی ہے کہ ان تینوں کو قتل کر دیا گیا ہے۔ ویسے آپ یقین کیجئے میں لوگوں کو ذاتی طور پر جانتی تھی کتنے اچھے لوگ تھے وہ کتنے ذہین اور اعلیٰ کارکردگی کے حامل۔ ہم ان کی کمی کو کبھی نہیں بھول سکیں گے۔“

”ہونہ! اب آپ یہ بتائیے کہ ڈان ہولی کے بارے میں آپ کے پاس کیا

معلومات ہیں؟“

”یہ بات میں نے اپنے پاس تک کو نہیں بتائی کیونکہ ہر بات بتا دینے کے لئے نہیں

تی اس کا انتظار کرنا پڑتا ہے۔“

”کون سی بات؟“

”یہی سوال جو آپ نے مجھ سے کیا ہے۔“

”لیکن اس کا کوئی جواب تو ہوگا؟“

”جواب ہے۔“

”وہ کیا ہے؟“

”آپ یوں سمجھ لیجئے کہ آپ سے بہت وقت پہلے میں اس تک پہنچ گئی تھی اور میں

نے اس کے ٹھکانے کا بھی پتا لگا لیا تھا۔“

”ویری گڈ۔ ویری گڈ لیکن کیا یہ حیرت کی بات نہیں ہے کہ آپ نے اس بارے میں مسٹر روڈ پارک کو اطلاع نہیں دی۔“

”حیرت کی نہیں آپ یوں سمجھ لیجئے کہ میں اپنے مزید آدمیوں کو ضائع نہیں چاہتی تھی بہر حال میرا تعلق اسکاٹی لینڈ سے ہے یہاں کے رہنے والے میرے ساتھی، میرا دوست میرے ہم وطن بھی ہیں۔ آپ یہ نہیں کہیں گے کہ میرا تعلق ہوائی سے ہوگا میرے نفقہ میرے آبائی وطن کی عکاسی کرتے ہیں لیکن میرا ذہن و دل اسکاٹی لینڈ کا دیوانہ ہے کیونکہ میں نے اپنا ہوش سنبھالا ہے۔“

”اس لحاظ سے آپ ایک بہترین خاتون تصور کی جاسکتی ہیں۔“
”شکریہ!“

”چلتے اب یہاں سے آگے چلتے ہیں۔“

”آپ کو یہ تو بتا ہی دیا گیا ہوگا کہ وہ انتہائی خطرناک آدمی ہے یہاں اس کا ایک بہت بڑا بار ہے جو کارٹھیل کہلاتا ہے۔“
”کارٹھیل۔“

”ہاں اس نے کچھ لوگوں کا مذاق اڑایا ہے اس کا نام کارٹھیل رکھ کر لیکن آپ یوں سمجھ لیجئے کہ کارٹھیل اس کی حکومت ہے اور وہاں اس کا راج ہے بے شمار خطرناک افراد درمیان وہ رہتا ہے۔“
”گویا آپ پورے اعتماد کے ساتھ یہ بات کہہ سکتی ہیں کہ وہ کارٹھیل میں موجد ہے۔“

”بے شک اور پارکونا میں یہ جگہ اس کے بارے پہلے سے موجود تھی۔ اصل میں وہ اتنا گریٹ پلانر ہے کہ آپ سوچ نہیں سکتے مسٹر ڈینش اس نے اپنے منصوبے کے لئے نجا کہاں کہاں اپنے ہاتھ پاؤں پھیلا رکھے ہیں۔ خیر مطلب یہ تھا کہ میں کارٹھیل میں ہی اس سے ملی تھی اور تھوڑے ہی عرصہ میں میں نے یہ محسوس کیا کہ وہ میری جانب متوجہ ہے۔“
”گڈ، ویری گڈ، کیا اس نے اس کا اظہار نہیں کیا؟“

”کیوں نہیں، اظہار کرنے کے بعد ہی تو صورت حال کا صحیح اندازہ ہوتا ہے۔“ اس سے آگے کی بات مجھے نہ پوچھنا تھی اس سے اور نہ میں نے پوچھی، جب کہ شاید ایک عورت کی

سے وہ اس بات کی توقع کر رہی تھی کہ میں اس سے یہ سوال کروں کہ اگر وہ اس آدمی تک پہنچی تو کیا اس کی قربت بھی اس نے اختیار کی ہے؟ شاید عام طور سے اس کے اندر یہ احساس ہوتا ہے کہ دوسرے کو اپنی برتری کا شکار کر کے وہ اسے حسد میں مبتلا ہے۔ یہ حسد ان کے مد مقابل کو لمحوں میں ان کے قریب پہنچا دیتا ہے لیکن شاید اس نے غلط کی تھی جس کے آثار تھوڑی دیر کے بعد اس کے چہرے پر بھی دکھ لئے۔ ایک لمحے کے اسے اپنی ناکامی کا افسوس ہوا تھا لیکن اس نے فوراً ہی اپنے آپ کو نارمل کر لیا تھا۔ اس کے دل کی مسکراہٹ بحال ہو گئی اور پھر اس نے کہا۔

”جہاں ایک میرا اپنا انداز ہے مسٹر ڈینش! مسٹر روڈ پارک نے آپ کو تفصیلات تو بتا دی ہوں گی۔ این اوایل اور اس کے بعد پی۔“
”ہاں! مجھے علم ہو چکا ہے کہ اسلحہ کی فیکٹری اور ذخیرے تباہ کرنے کے بعد اب وہ نامیں ہے اور خیال یہ ہے کہ پارکونا میں کوئی سنگین حادثہ پیش آنے والا ہے۔“
”بالکل۔“

”لیکن مس سائیکو کیا پارکونا کے اسلحہ کے ذخائر اسے ہی غیر محفوظ ہیں کہ حکومت کی صحیح طور پر نگرانی نہیں کر سکتی۔“

”یہ بات نہیں ہے مسٹر ڈینش، بات اصل میں امر کی ہے۔ مطلب سمجھ رہے نا؟ ہم اس بات کا شکار ہیں کہ یہ یہ معلوم نہیں کہ اس نے کس کس کو اپنا آلہ کار بنا رکھا ہے اور ان کون کیا کیا کام سرانجام دے رہا ہے۔ ایک اور مشکل یہ بھی ہوتی ہے نا کہ ایسی خفیہ دن پر جہاں ذمہ دار لوگ کام کرتے ہیں نئے لوگوں کو بھی نہیں بھیجا جاسکتا یعنی ان ذمہ داروں کو ہٹا کر یہ ذمہ داری کچھ نئے لوگوں کے سپرد کی جانے کی کوشش کی جائے تو اس میں بھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ پہلی بات تو یہ کہ نئے لوگوں میں سے اگر اس کے کچھ ساتھی نکل آئے دوسری بات یہ کہ وہ ایسی جگہ نا تجربہ کار لوگوں کو دیکھنا پسند نہیں کریں گے تو اصل خوف ہمارا ہے۔“

”لیکن آپ کہتی ہیں کہ یہاں اس نے باقاعدہ کارٹھیل نامی ایک جگہ بنا رکھی ہے۔“
”پارکونا کا سب سے بڑا بار جسے دیکھو گے تو جی خوش ہو جائے گا۔ ایک بات تو تم نا اچھی طرح سمجھتے ہو مسٹر ڈینش کہ انسان ہر خوبصورت چیز کی جانب لپکتا ہے تو اس بار میں

آنے والے معمولی لوگ نہیں ہوتے اور ان غیر معمولی لوگوں سے اس نے بہت اچھے تعلقات بنائے ہیں۔ ہم اگر براہ راست ان پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کریں، میرا مطلب یہ ہے کہ اور اس کے ساتھیوں پر تو زبردست مداخلت ہوگی اس کے علاوہ ہم اس کی آنکھ سے خط نہیں رہ سکتے۔ ہاں اجنبی لوگ اگر اس کے خلاف کسی وقت بھی کوئی کارروائی کریں تو بات سکتی ہے۔“ بات میری سمجھ میں آگئی تھی۔ میں نے کہا۔

”ٹھیک ہے! اچھا اب یہ بتائیے کہ کیا میں اسے دیکھ سکتا ہوں۔“

”بلاشبہ جب دل چاہے بس تمہیں ذرا سمجھنا پڑے گا۔ ویسے اگر میری بات محسوس نہ کر سکو تو میں ایک بات تم سے کہنا چاہتی ہوں کہ عورت کی تاریخ بڑی خطرناک بلکوں کی تقدیریں بدلنے میں، بادشاہوں کو فقیر بنانے میں، دنیا کے بڑے بڑے کارنامے انجام دینے میں بہت سی جگہوں پر عورت کا ہاتھ نظر آتا ہے۔ کوئی مانے یا نہ مانے۔“

”نہیں یہ تو میں مانتا ہوں۔“ میں نے کہا۔

”ہاں، تم اپنی آنکھوں سے دیکھو گے کہ وہ میری صورت دیکھ کر موم ہو جاتا ہے بہت زیادہ لگاؤ کا اظہار کرتا ہے۔“

”اور تم خود مائی ڈیئر؟“ میں نے اس سے سوال کیا اور ایک لمحے کے لئے میں نے سانسو کا کی آنکھوں میں خوشی کی چمک دیکھی۔ غالباً وہ کوئی ایسا ہی جملہ سننے کی منتظر تھی چند لمحہ خاموشی رہی اور اس کے بعد بولی۔

”دوسری بات یہ ہے کہ عورت کا دل اس کائنات کا سب سے بڑا معما ہے اور کبھی وہ خود اپنے آپ کو سمجھنے میں بھی ناکام رہتی ہے۔“

”بہر حال اب یہ بتاؤ کہ ہمیں کب روانہ ہونا ہے۔“

”بہتر ہے کل شام میں اپنے ڈرائیور کے ساتھ آؤں گی۔“

”اوکے۔“ میں نے جواب دیا۔ اسے یقین نہیں تھا کہ میں اسے اس طرح جانے کی اجازت دے دوں گا اس کے جانے کا انداز بھی بے حد عجیب تھا اور اس نے کئی بار مجھ سے پوچھا تھا کہ کیا وہ جائے؟ آخری بار میں نے ہنس کر کہا تھا۔

”آپ کا جانا میرے اور آپ کے دونوں کے حق میں مفید ہوگا مس سانسو کا۔“ اس نے اس کی وضاحت نہیں طلب کی تھی۔ طلب بھی کرتی تو میں وضاحت کرنا نہیں چاہتا تھا

مرحل وہ چلی گئی اور میں سوچنے لگا کہ اب مجھے فوری طور پر ریتیم کو اس بارے میں اطلاع دینی چاہیے۔

”یہ اندازہ بھی ہو جائے گا کہ ریتیم یہاں آگئی ہے یا نہیں اور اس کے لئے ٹرانسمیٹر ہاں موجود تھا جو ریتیم ہی نے فراہم کیا تھا اور میری کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں لگا ہوا تھا۔“

لے ٹرانسمیٹر آن کیا تو فوری طور پر ریتیم ہی سے رابطہ قائم ہوا تھا۔ ریتیم نے کہا۔

”اور میں منتظر تھی کہ کب وہ جائے اور کب تم مجھ سے رابطہ قائم کرو۔“ میرے

انہوں پر معنی خیز مسکراہٹ پھیل گئی، میں نے کہا۔

”اس کا مطلب ہے ریتیم۔۔۔۔۔“

”بہت خوب صورت ہے وہ واقعی۔ اعتراف کرتی ہوں کہ مجھ جیسی لڑکی بھی اسی

مٹی کی آرزو کرنے لگی کہ کاش میں مرد ہوئی اور تمہاری جگہ مجھے اس کی یہ قربت حاصل ہوتی۔“

”سنو، سب خیریت ہے۔“

”ہاں، اور میں بے چینی سے تمہارے انکشاف کی منتظر ہوں۔“

”باقی عملہ؟“

”آچکا ہے مسٹر سیڈان نے بہترین انتظامات کئے ہوئے ہیں۔“

”ویری گڈ، پھر ایک خوش خبری سنو۔“

”کیا؟“

”وہ جانتی ہے کہ ڈان ہولی کہاں ہے؟“

”اوہ! واقعی مگر مسٹر روڈ پارک تو نہیں جانتے۔“

”کوئی بھی نہیں جانتا اس کے سوا۔“

”کچھ سمجھ میں نہیں آئی بات۔“

”وہ اپنے طور پر کام کر رہی ہے اور یہ نہیں چاہتی کہ شکنجہ مضبوط ہونے سے پہلے کسی

اس کے بارے میں بتائے اس کا سوچنا ایک حد تک ٹھیک ہے۔“

”کیوں؟“

”ظاہر ہے اس نے جس قدر محنت کی ہوگی کوئی کمزور ہاتھ اگر اس پر پڑے تو اس

نت ضائع بھی جاسکتی ہے اور وہ نہیں چاہتی کہ ایسا ہو۔“

”میں سمجھ رہی ہوں۔ ویسے وہ لڑکی خاصی ذہین معلوم ہوتی ہے۔ خوبصورت تو ہے ہی۔“ ریتیم نے دوبارہ کہا۔

”اور اس ذہین لڑکی نے بقول اس کے ڈان ہولی کو اپنی جانب راغب کر لیا ہے۔ ڈان ہولی کو کوئی شبہ بھی نہیں ہے۔“
”ویری گڈ۔“

”دوسری بات یہ کہ ہم کل شام کو ڈان ہولی کو دیکھ رہے ہیں۔“

”کہاں۔“ ریتیم نے سوال کیا۔

”کارٹمیل بار میں۔“ میں نے کہا۔

”گڈ، اس بار کی بھی میں نے ابھی ابھی تعریف سنی ہے۔“

”یہ بار ڈان ہولی کی ملکیت ہے۔“

”انکشاف ہے میرے لئے۔“ وہ بولی۔

”ابھی اور بھی بہت سے انکشافات ہوں گے، پھر کیا پروگرام ہے؟“

”مطمئن رہیں مجھے میری ڈیوٹی بتاؤ۔“

”قرب و جوار میں رہنا ہوگا ایک جگہ کی نشان دہی ہوئی ہے۔ اس کے بارے میں بھی مزید معلومات حاصل کرنا ہوں گی۔ باقی تم خود سمجھتی ہو ڈیئر۔“
”اوکے۔“

”خدا حافظ۔“ میں نے کہا اور اس کے بعد ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔ رات اور دوسرا دن میں نے پرسکون ہو کر گزارا تھا۔ بہت زیادہ ہنگامہ آرائی نہیں کی۔ وہ مقررہ وقت پر میرے پاس پہنچ گئی۔ میں نے اس سے کہا۔

”کیا خیال ہے ہمیں ایک ساتھ اس کے سامنے نہیں آنا چاہئے۔“

”ارے نہیں، ایسی بات نہیں ہے تم میرے ساتھ ہی رہو گے۔ اچھا ہے تمہیں اس سے قریب ہونے کا موقع ملے گا۔“

”خطرناک بات تو نہیں ہو جائے گی؟“

”تمہیں اصل میں یہ دکھانا چاہتی ہوں میں کہ جب میں اس کے سامنے پہنچتی ہوں تو وہ عقل و خرد سے عاری ہو جاتا ہے۔“

دل تو چاہا تھا کہ ایک زوردار قہقہہ لگاؤں۔ بیوقوف عورت! اب کیا کہوں اس کے لئے۔ میں۔ عورت مرد کے لئے جتنی دیر تک خطرناک ثابت ہو سکتی ہے وہ لمحات بے حد مختصر ہوتے ہیں۔ اس کے بعد اچھی طرح مرد کے حواس جاگ جاتے ہیں اور عورت کے سارے ہونے بکھڑے رہ جاتے ہیں۔ بہر حال وہ ایک حسین جگہ تھی جہاں ہم پہنچے تھے۔ قرب و جوار ہمارے نہایت سرسبز اور خود کار ٹمپل کا جائے وقوع اتنا حسین کہ اس پر سے نگاہیں ہٹانے کو نہ چاہے۔ کار پارکنگ یارڈ پر رک گئی اور ہم کار سے باہر نکل آئے۔ شام کا سہانا وقت جگہ کو عین بنارہا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ کارٹمیل بار کے بارے میں جتنی تعریفیں سنی تھیں، کچھ اس سے بھی آگے کی تھی۔ اسے بڑی خوش ذوقی سے بنایا گیا تھا اب خوش ذوق کون تھا اس میں کہا جاسکتا۔ اسی طرح وہاں کی رونق بھی اتنی ہی شاندار تھی۔ جگہ جگہ شراب کے کاؤنٹر لگائے تھے اور وہاں پر ہر طرح سے شراب کی سپلائی کا کام تھا۔ اس کے علاوہ بقیہ چیزیں۔

”اور تم کہتے ہو کہ تم شراب نہیں پیو گے؟ لیکن تمہیں کم از کم تھوڑی بہت ادا کاری اور ہارے کی۔ وہ، وہ دیکھو۔ وہ شاید میری ہی جانب آرہا ہے۔ وہ مجھے دیکھ چکا ہے۔“ میں نے بھی اس جانب دیکھا۔ وہ ایک شاندار سوٹ میں ملبوس تھا تقریباً چھٹ پانچ انچ اس کا قد اور جو لباس اس نے اپنے بدن پر پہنا ہوا تھا وہ اتنا قیمتی اور حسین تھا کہ کارٹمیل کی خوش فہمی اسی جیسے شخص کی ذہنیت کا نتیجہ ہو سکتی تھی۔ میں نے اس کا بھرپور جائزہ لیا تھا۔ کھلاڑیوں طرح مضبوط جسم کا مالک، نشانے بہت چوڑے اور کمر پتلی، چال ڈھال اور ہاتھوں کی جنبش، انداز سے پتا چلتا تھا کہ مارشل آرٹس سے بھی واقفیت رکھتا ہے۔ مارشل آرٹس کے ماہرین ال جس انداز میں بدل جاتی ہے اس کی چال بھی اسی انداز کی تھی۔ شخصیت ایسی تھی کہ اس کا متاثر ہونے بغیر نہ رہ سکے۔ سانسو کا نے اس انداز میں مجھے دیکھا جیسے اپنے آئینہ مات کے لئے معذرت طلب کر رہی ہو اور پھر اس کی جانب بڑھ گئی۔ میں غیر متعلق سا رہا تھا اور میں نے یہ انداز لگانے کی کوشش کی تھی کہ عام لڑکیوں کی طرح سانسو کا کہیں غلط کام کا شکار تو نہیں ہے لیکن ایسا نہیں تھا۔ سانسو کا نے جو کچھ کہا تھا وہی سچ نکلا۔ ڈان ہولی میں نے اسے دیکھا اور اس کے ہونٹوں پر ایک دلکش مسکراہٹ ابھر آئی۔ میں اس بات کا اف کئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا کہ اس کی حسین شخصیت لڑکیوں کو ایک لمحے میں پکھلا دینے

کے لئے کافی ہے۔ وہ بلاشبہ مردانہ حسن کا شاہکار تھا۔ چند قدم آگے بڑھ کر وہ سائو کا قریب پہنچا اور اس نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر بے تکلفی سے اسے اپنی جانب گھینٹے ہوئے کہا۔

”ہیلو، سائو! تمہیں سائو کا کہنے کے بجائے میں ہمیشہ تمہیں سائو کہتا ہی رہا کرتا ہوں۔ ایک ایسا زہر جو انسان کو دوسرا سانس بھی نہ لینے دے۔ کہو کیسی ہو؟“ چونکہ میں سائو کا سے زیادہ دور نہیں تھا اس لئے میں نے اس کے یہ الفاظ سمجھ سنے تھے۔ سائو کا مسکرائی اور بولی۔

”گویا تم مجھے ناگن کہنا چاہتے ہو۔“

”بالکل نہیں، ناگن ایک ایسا لفظ ہے جو کسی کو براہ راست نہیں کہا جاسکتا۔ زہر ناگ کے اندر ہوتا ہے لیکن تم مجسم زہر ہو۔ ایسا زہر جو دراصل زہر ہو کر بھی تریاق کا درجہ رکھتا ہے۔“ تمہاری باتیں دیوانہ کرنے کے لئے کافی ہیں لیکن اس وقت میں تمہیں اس کزن سے ملانا چاہتی ہوں۔ ان سے ملو یہ مسٹر ڈینش ہیں۔“

”اوہ مسٹر ڈینش، میرا نام ڈان ہولی ہے۔“ اس نے آگے بڑھ کر میری جانب ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا اور پھر بولا۔

”میں تمہیں کارٹھیل میں خوش آمدید کہتا ہوں۔“

”شکریہ مسٹر ہولی! حیرت کی بات یہ ہے کہ سائو کا نے آپ سے ملاقات کرنا بغیر آپ کے بارے میں اتنا کچھ بتا دیا تھا کہ میں آپ کو کسی تعارف کے بغیر پہچان سکتا تھا۔“ جواب میں اس نے زبردست قہقہہ لگایا اور بولا۔

”بہت شکریہ، میں جانتا ہوں، سائو کا ایسی ہی دوست ہے اور میں آپ کو اسے ساتھ میز پر دعوت دیتا ہوں، آئیے۔“ اس سے پہلے کہ میں اس سے کچھ کہہ سکتا وہ ایک میز کا جانب بڑھ گیا۔ اس میز پر دو تین افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے بڑی حقارت سے ہاتھ ہلا کر وہ سب اپنی جگہ سے اٹھ گئے۔ تین ویٹر اس جانب دوڑ پڑے تھے انہوں نے میز صاف کی، کرسیاں گھسیٹیں اور ڈان ہولی ہم دونوں کو بیٹھنے کا اشارہ کر کے خود بھی ہمارے سامنے بیٹھ گیا۔ پھر اس نے ہاتھ اٹھا کر ویٹر سے کچھ کہنا چاہا تو سائو کا جلدی سے بول پڑی۔

”ڈینش کے لئے صرف جوس ان کا لیور خراب ہے، حد سے زیادہ پینے کی وجہ سے

میں نقصان پہنچا ہے اور ڈاکٹروں نے.....“

”ان کی آنکھوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا ہے۔ خیر ایک جوس لاؤ اور ہم دونوں لئے.....“ ویٹر نے گردن خم کی جیسے وہ جانتا ہو کہ ان دونوں کو کیا چاہئے.....“ میں البتہ فکا کی اس جرات سے خوش تھا، اس نے میری طرف دیکھ کر کہا.....

”مسٹر ڈینش کہاں سے آئے ہیں؟“

”بہت لمبے سفر سے، مجھ سے ملنے کے لئے آئے تھے، میں انہیں یہاں لے

”بہت اچھا کیا تم نے اور سنائے مسٹر ڈینش، کیا مشاغل ہیں آپ کے، آپ کے سا کی بناوٹ جڑے بتاتے ہیں کہ آپ سخت دل سخت گیر اور مضبوط قوت ارادی کے مالک لیکن زیادہ شراب نے آپ کی قوت ارادی کو بھی نقصان پہنچایا ہوگا۔ یہ ایسی ہی بد بخت چیز کیوں سائو کا، آئی ایم سوری، سائو کا، کم از کم تمہیں تمہارے کزن کے سامنے سائو کا کہنا چاہئے۔“

”ہم دونوں بہت بے تکلف ہیں۔“ سائو کا نے میری طرف رخ کر کے کہا۔

”یہ بات بھی تم مجھے بتا چکی ہو۔“ میں مسکرا کر گردن خم کرتے ہوئے بولا۔ ویسے شخص کی باتوں پر یقین نہیں تھا، میری آنکھوں کی بناوٹ کو اس نے بتا دیا تھا کہ میرا لیور ہے اور اسی طرح جڑے اور ہاتھوں کے بارے میں بھی اس نے قیاس آرائیاں کی تھیں یہ کوئی ایسی بات نہیں تھی۔ ایک چرب زبان آدمی اسی طرح بات کر سکتا تھا۔ کچھ دیر کے چیزیں فراہم کر دیں گئیں جس کے لئے اس نے کہا تھا وہ بولا۔

”اور ڈیز، سائی، ویسے تم اب کافی ناغہ کرنے لگی ہو لیکن مسٹر ڈینش کے لئے میں معاف کئے دیتا ہوں یقینی طور پر ان دنوں تم ان کی وجہ سے مصروف رہی ہوگی۔ تمہیں نہ ہو کہ میں نے کہا تھا کہ میں ہر شام تمہارا انتظار کرتا ہوں۔“

آپ کا کہنا بالکل درست ہے ڈان ہولی۔ اصل میں ڈینش بہت جلد واپس چلے گئے۔“

”نہیں ایسی بات نہیں۔ انہیں ایک ہفتے تک میری طرف سے قیام کی دعوت دو اور ریحات کرانا میرا کام ہے میں اپنا ہیلی کاپٹر تمہیں دے دوں گا۔ انہیں خوب گھمانا

رہی تھی اور شاید اس نے بھی پستول نکال لیا تھا۔ چند لمحوں تک ہم دونوں سانس روکے رہے۔ سانسو کا نے اپنی انگلی سے میرا سینہ کھنکھایا غالباً وہ یہ کہنا چاہتی تھی کہ میں اسے چھوڑ دوں۔ چونکہ وہ صورتحال کو پوری طرح سمجھ چکی تھی اس لئے میں نے اسے خود بھی چھوڑ دیا۔ پھر لڑھکتی ہوئی ایک سمت چلی گئی اور اچانک ہی میں نے دوسرا سایہ دیکھا۔ دوسرے سائے پر نے فوراً ہی فائر کیا اور ایک بار پھر مجھے کراہ سائی دی۔ سائی لینسر لگے ہوئے پستول سے کئی فائر ہوئے اور میں نے دوبارہ اس نشانے پر فائر کیا۔ میں نے اسے لڑکھڑاتے ہو دیکھا تھا لیکن پھر اچانک ایسا لگا جیسے وہ زمین میں گم ہو گیا ہو۔

”شاید کوئی اور بھی ہو۔“ سانسو کا نے سرگوشی کی۔

میں نے سانسو کا سے اختلاف نہیں کیا تھا لیکن یہاں رکنا بھی خطرناک تھا چنانچہ میں نے کہا۔

”ہمیں احتیاط سے مخالف سمت بڑھنا ہوگا۔ یہی شکر ہے کہ انہوں نے بھی لینسر لگے ریوالتور استعمال کئے ورنہ خود ہمیں بڑی مصیبت سے دوچار ہونا پڑتا۔ آؤ۔“ میں سانسو کا ہاتھ پکڑا اور آگے کھسکے گا۔ کوشش کر رہا تھا کہ قدموں کی چاپ نہ ہونے پائے۔ پھر اختیاری طور پر میرا رخ اس طرف ہو گیا جدر میں نے حملہ آوروں کو غائب ہوتے دیکھا تھا، چاند بادلوں سے اٹھکیلیاں کر رہا تھا۔ آس پاس کے مناظر کبھی بہت نماں ہو جاتے اور کبھی مدہم کیونکہ کارٹریل کی تیز روشنیاں ہر طرف مدہم اجالا پھیلانے ہوئے تھیں۔ اچانک سانسو کا نے میرا بازو دبایا اور مجھے روکنے کی کوشش کی میں رک گیا تھا۔

”مسٹر ڈینش۔“ اس کی سرگوشی ابھری۔

”ہوں۔“

”وہ۔ وہ۔“ اس نے ایک طرف اشارہ کیا۔ گھاس کے شفاف قطعے پر خون بڑے بڑے دھبے نظر آ رہے تھے۔ میری آنکھوں نے ان کی سمت متعین کی تو اختتام آ درخت کے قریب ہوا۔

ہم دونوں اندازے سے اور بے آواز اس کی طرف بڑھنے لگے جو ابھی ہمارے لئے نامعلوم تھا۔ پھر ہم اس نامعلوم وجود کے قریب پہنچ گئے۔

وہ مقامی ہی تھا ایک درخت سے کمرٹکا کے بیٹھا تھا۔ اس نے اپنے منہ میں درخت

اپنے اور گھاس بری طرح ٹھونس رکھی تھی تاکہ اس کے منہ سے کراہیں خارج نہ ہو سکیں لیکن موٹوں میں ہی تھا۔ ہمیں قریب پا کر اس نے ہیجانی انداز میں اپنے بدن کو جنبش دی اور اس کا سانسو کا نے اپنے پستول سے لگاتار دو فائر کر کے اسے زندگی سے نجات دے دی۔

”اوہ۔ سانسو۔“ میں نے جھلاہٹ میں اس کے پستول پر ہاتھ مارا اور پستول دور جا ہا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے درخت کے پاس بیٹھے نوجوان کے قریب چھلانگ لگا دی لیکن وہ توڑ چکا تھا۔ دونوں نشانے ایسے لئے گئے تھے کہ اسے ایک لمحے کا موقع نہیں ملا تھا۔ میرا ہاتھ بھینچنا کر رہ گیا۔ یہ شخص ہمیں بہت کچھ بتا سکتا تھا۔

”لیکن.....“

”مر گیا.....؟“ سانسو کا نے پوچھا۔

”آؤ.....“ میں نے کہا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ نہ جانے ہوں میری طبیعت کچھ بوجھل ہو گئی تھی۔



”میں اپنی اس غلطی کو کبھی معاف نہیں کر سکتی۔“

میں نے اسے دلا سہ دے کر کہا۔

”سانو کا پہلی بار میں تمہیں اس حد تک جذباتی دیکھ رہا ہوں جبکہ عام حالات میں تم

غیر جذباتی لڑکی ہو۔“

اس نے نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا اور پھر آہستہ سے بولی۔

”ایسی بات نہیں ہے مسٹر ڈینش۔“

”یعنی۔“

”جذبات اگر انسانی زندگی میں شامل نہ ہوں تو غالباً وہ انسانیت کے معیار سے نیچے گر

تا ہے۔ ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ کسی کے اندر جذبات ہی نہ ہوں۔“

وہ اشاروں میں بہت آگے کی بات کہہ گئی تھی لیکن میں نے اس وقت بیزارى سے اس لئے اس اشارے کو ٹال دیا۔ میں یہاں کسی عورت سے ملاقات کرنے نہیں آیا تھا۔ یہ تو خیر جو پوچھ بھی تھی وہ الگ ہی سلسلہ تھا۔ ہم زیریں کو ان کے مشن میں ہر طرح سے کامیابی دینا اپنے تھے اور میرے اپنے ذہن میں خیالات کی ایک ہلکی سی لہر بھی دوڑ گئی تھی۔ اپنے وطن کے لئے بہتری کا کوئی بھی موقعہ میں ہاتھ سے نہیں جانے دے سکتا تھا۔ مسٹر روڈ پارک سے اور خود سانو کا سے مختلف موضوعات پر تھوڑی بہت گفتگو ہوئی تھی۔ میں نے تو صرف معلومات حاصل کی تھیں اور مجھے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ اسکاٹ لینڈ ہلکے ہتھیاروں کی تیاری میں اپنا کوئی مقابل نہیں رکھتا۔ ہلکے ہتھیاروں کی یہ کھیپ دنیا کے مختلف ملکوں کو سپلائی ہوئی ہے اور یہ بڑے معقول ہیں۔ میرے دل میں یہ آرزو پیدا ہو چکی تھی کہ اگر ایسی ہی بات ہے تو زیریں سے اپنا حصہ مول کرتے ہوئے میں ہلکے ہتھیار طلب کروں گا اور اس شرط پر کہ انہیں میرے وطن پہنچا دیا جائے۔ باقی سارے کام اپنی جگہ حالانکہ ابھی تک میں نے ریتھم سے بھی اپنی اس خواہش کا اظہار نہیں کیا تھا۔ بس میرے دل میں تھی یہ بات کہ میں ایسا کروں۔ خیر ابھی یہ سب بعد کی باتیں تھیں۔ دیکھنا یہ تھا کہ میں اپنے معاملات کو کس حد تک آگے بڑھا سکتا ہوں۔ اس کے بعد ہم نے ہوٹل واپسی کر لی تھی سانو کا نے مجھ سے کہا۔

”بہر حال آج کا یہ تجربہ ہمارے لئے بے حد بھیانک ثابت ہوا ہے۔“

سانو کا میری صورت دیکھ رہی تھی۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

”نہیں فوری طور پر یہ قدم نہیں اٹھانا چاہئے تھا سانو کا۔“

”کیا مطلب؟“ وہ تعجب سے بولی۔

”یہ شخص اگر زندہ رہتا تو ہمیں بہت کچھ بتا سکتا تھا۔“

”اوہ تو کیا مجھ سے غلطی ہوئی؟“ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میرے اس رویہ

سانو کا کچھ لمحات کے لئے مضطرب ہو گئی اور اس نے دکھ بھری آواز میں کہا۔

”آئی ایم سوری مسٹر ڈینش، آئی ایم سوری مجھے بہت افسوس ہے لیکن واقعی میں

حواس پر قابو نہیں پاسکتی تھی۔ میں نے سوچا کہ اگر یہ زندہ رہا تو کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم لوگ

اٹھا جائیں۔ کیونکہ بہر حال ہمارے لئے یہ سب کچھ غیر متوقع تھا۔“ میں نے اب

جواب نہیں دیا تو اس نے آہستہ سے کہا۔

”مسٹر ڈینش۔“

”ہونہ۔“

”کیا آپ اس لڑکی کو معاف نہیں کر سکتے۔“ میں نے ایک دم اپنے آپ کو سنبھال

کہا۔

”نہیں سانو کا آؤ۔ اس قسم کے معاملات میں نفع نقصان تو ہوتا رہتا ہے۔ ٹھیک

ٹھیک ہے کوئی بات نہیں ہے جو ہو گیا ہونے دو آؤ۔ میرا خیال ہے اب یہاں رکنا بے

ہے۔“ وہ درحقیقت بہت زیادہ افسردہ ہو گئی تھی۔ ہم لوگ وہاں سے آگے آگئے۔ سانو

”کیوں.....؟“

”بس میں تمہیں ڈان ہولی کیمرس سے ملانا چاہتی تھی۔“

”وہ تو تم نے مجھے اس سے ملا دیا۔“

”لیکن اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ میری توقع کے خلاف تھا۔“

”پھر۔“

”بس مجھے یہ احساس ہوتا ہے جیسے ڈان ہولی کیمرس تمہاری شخصیت سے واقف

ہو۔“

”تمہارا خیال ہے ہم پر جو گولیوں کی پوچھاڑ ہوئی وہ ڈان ہولی کیمرس ہی کے ہوئی۔“ سائو کا نے لگا ہیں اٹھا کر مجھے دیکھا پھر بولی۔

”تمہارا کیا خیال ہے اس کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے؟“

”ویسے تو بہت سی باتیں سوچی جاسکتی ہیں، لیکن واضح خیال یہی ہے کہ یہ کام ڈان کیمرس کا ہی ہو سکتا ہے۔“ سائو کا کافی دیر تک خاموش رہی۔ میں نے بھی خاموشی اختیار تھی تو وہ بولی۔

”اس سے ایک اور بات کا اظہار بھی ہوتا ہے۔“

”کیا.....؟“ میں نے کہا۔

”وہ کسی کو بھی خاطر میں نہیں لاتا حالانکہ تم نے اپنے کانوں سے اس کے الفاظ میرے سلسلے میں وہ ہمیشہ ایسی ہی کیفیت کا اظہار کرتا رہتا ہے۔ جیسے وہ مجھے بہت پسند کرتا بہت زیادہ چاہتا ہو۔“

”تو پھر.....؟“ میں نے سوال کیا۔

”لیکن اپنے کسی مقصد کو خراب ہوتے دیکھ کر وہ مجھے بھی موت کا شکار بنا سکتا ہے۔“

سائو کا کے ان الفاظ پر مجھے ہنسی آگئی۔ اب میں اسے کیا کہتا کہ ہر عورت ایسی

حماقت آمیز سوچوں میں مبتلا ہوتی ہے۔ وہ سوچتی ہے کہ اگر کوئی اپنے مفاد کا وسیع و عریض

تعمیر کرتا ہے اور اس کے بعد اس محل میں اس کی پسند کا ایک ڈیکوریشن پس اس کے

نقصان دہ ثابت ہوتا ہے تو وہ ڈیکوریشن پس کی بقا کے لئے اپنے محل کو گرا دے گا لیکن

سوچیں ایسی نہیں ہوتیں۔ جنہیں کسی کے سامنے بیان کیا جائے بس کسی کا دل رکھنے کے لئے

بھولی باتیں ہی تو بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔ مجھے بھی اس سلسلے میں خاموشی اختیار کرنی چاہی تو میں نے خاموشی اختیار کی اور وقت گزارنے لگا۔ یہاں تک کہ ہم ہوٹل واپس پہنچ

میں نے سائو کا سے کہا۔

”کیا خیال ہے۔ ڈاننگ ہال میں بیٹھیں۔“

”اصل میں آج میری کارکردگی جتنی ناقص رہی ہے۔ اس کے بعد میرا دل نہیں چاہتا

لی تقریب میں حصہ لوں۔“

”کچھ پیس گے.....؟“

”کمرے میں ہی منگوا لیں گے۔“ سائو کا نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ پھر ہم

ما کمرے کی جانب بڑھ گئے تھے اور چند ہی لمحوں کے بعد میں کمرے میں داخل ہو گیا

ایک لمحے کے اندر اندر مجھے محتاط ہو جانا پڑا تھا۔ کمرے میں یہ روشنی میں نے نہیں کی تھی۔

طور پر کسی اور نے یہ روشنی جلائی تھی۔ غالباً میرے انداز پر سائو کا بھی چونک پڑی تھی۔ پھر

نے اندر کا منظر دیکھا اور سائو کا کے ہونٹوں سے ایک آوازی نکل گئی۔

”اوه میرے خدا!“ کمرے کی حالت ایسی ہو رہی تھی جیسے وہاں زلزلہ آیا ہو۔ الماری

یں، اٹپٹی سب کچھ کھلے ہوئے تھے۔ سامان چاروں طرف بکھرا ہوا تھا۔ اس نے آہستہ

کہا اور پھر بولی۔

”میرے خدا، میرے خدا اس کا مطلب ہے کہ۔“

”ہاں۔ اس کا مطلب یہ ہے ڈیز سائو کا کہ وہ لوگ میرے بارے میں مکمل طور سے

بچکے ہیں۔“

سائو کا سوچ میں ڈوب گئی اور اس نے آہستہ سے کہا۔

”یہ تو بہت برا ہوا۔ اب کیا ہوگا؟“

میں مسکرا دیا میں نے کہا۔

”اب جو ہوگا وہ دیکھا جائے گا۔“

”لیکن ڈیز تمہاری زندگی خطرے میں پڑ گئی ہے۔“

میں ہنسنے لگا میں نے کہا۔

”یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔“

”وہ تو ٹھیک ہے لیکن اس کی وجہ میں ہوں۔“

”وہ کیسے.....؟“ میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

”میرا خیال ہے مجھے بہت زیادہ جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہئے تھا۔ تمہیں

طور پر ڈان ہو لی کیمرس سے ملانا ایک غلط عمل ثابت ہوا۔“

میں نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ بہر حال بہت سے معاملات ایسے ہوتے

جن میں زبان بند رکھنا ہی مناسب ہوتا ہے۔ وہ بہت زیادہ افسردہ نظر آرہی تھی اس نے کہا

”آہ! میں غلطی پر غلطی کر رہی ہوں۔ وہاں میں نے اس شخص کو ہلاک کر کے تم

مرضی کے خلاف عمل کیا اور اب ایک بار پھر میں بہت بڑی غلطی کر بیٹھی۔“

”غلطیاں جب ہو جاتی ہیں تو ہو چکی ہوتی ہیں چلو آؤ سامان درست کریں۔“ وہ

پڑی اور بولی۔

”یہ تو دیکھو کیا چیزیں غائب ہو چکی ہیں۔“

میں نے اپنے سامان کو درست کرتے ہوئے اس بات کا جائزہ لیا لیکن پہلی بات تو

ایسی کوئی چیز میرے سامان میں تھی ہی نہیں جو کسی کو میری شخصیت کے بارے میں

دوسری بات یہ کہ میں پہلے بھی ایسے بہت سے معاملات سے دوچار ہو چکا تھا۔ خیال صرف

تھا کہ میں روشنی میں آچکا ہوں اور اس کے لئے مجھے احتیاط رکھنی تھی۔ تمام سامان درست

کرنے کے بعد میں نے کہا۔

”ہم چائے وغیرہ کے بارے میں سوچ رہے تھے۔“

”میں تو بہت پریشان ہو چکی ہوں۔“

”ہمیں آئندہ کا پروگرام بھی ترتیب دینا ہے۔“

”یقیناً.....!“

”البتہ تمہیں ایک کام کرنا ہے۔“

”کیا.....؟“

”اب اس کے بعد..... اچھا خیر چھوڑو۔ یہ باتیں بعد میں کریں گے۔“ میں نے

سامان پر ایک تنقیدی نظر ڈالی اور اس کے بعد روم سروس کو ٹیلی فون کر کے کافی طلب کر لی

پھر میں اور سائٹو کا آٹھ بیٹھ گئے۔ سائٹو کے چہرے پر بدستور ماتی کیفیت طاری

نے منس کر کہا۔

”کسی مسئلے کو دس منٹ سے زیادہ اپنے ذہن پر طاری کرنا مناسب نہیں ہوتا سائٹو۔“

”میں کچھ فیصلے کر رہی ہوں۔“

”کیسے فیصلے.....؟“

”میرے خیال میں اب مجھے ڈان ہو لی کیمرس کے گرد چکر لگانے چاہیں۔“

”کیا مطلب.....؟“

”یہ بات میں اس سے معلوم کروں گی کہ تم پر گولی چلانے والے کون تھے۔ کیا اس کے

یا کوئی اور؟“

”اگر اس نے یہ کیا بھی ہوگا تو کیا وہ تمہیں اس بارے میں بتائے گا؟“

”میں خود بھی تو کچھ کر سکتی ہوں۔“

”ہونہ، ویسے تو تم اپنے طور پر آزاد ہو ڈیڑ سائٹو کا۔ بھلا میں تمہیں مشورہ دینے کی کیا

رکھتا ہوں۔“

”بالکل ٹھیک۔“ اس نے کہا۔

تھوڑی دیر کے بعد ویٹر نے دروازے پر دستک اور ہماری اجازت پر اندر آ گیا۔ اس

ادب سے کافی کے برتن ہمارے سامنے رکھ دیئے تھے پھر کہا تھا۔

”اور کوئی حکم جناب؟“

”شکریہ ویٹر دروازہ بند کرتے جانا۔“ میں نے کہا اور ویٹر چلا گیا۔ سائٹو کا کافی کے

کی جانب ہاتھ بڑھا دیا تھا۔ میں اسے کافی بناتے ہوئے دیکھتا رہا۔ کافی کا ایک گلاس

میرے سامنے رکھا اور دوسرا اپنے قریب، کچھ اس طرح مضطرب نظر آرہی تھی وہ کہ بار بار

پر اداسی طاری ہو جاتی تھی۔ اس دوران خاموشی ہی رہی تھی۔ اس نے کافی کی پیالی

س سے لگانے کی کوشش کی تو میں نے جلدی سے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ پیالی سے تھوڑی سی

چھلک گئی تھی۔ اس نے چونک کر مجھے دیکھا تو میں نے مسکرا کر کہا۔

”نہیں جان! مجھے تمہاری زندگی عزیز ہے۔“

”کیا.....؟“ اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹ گئیں۔

”سب کچھ ہو سکتا ہے۔“

”کیا مطلب.....؟“

”وہ لوگ ہماری یہاں موجودگی سے واقف ہو چکے ہیں۔ سامان کی تلاشی اس با گواہی دیتی ہے۔“

”تو پھر.....؟“

”اس کافی میں زہر بھی ہو سکتا ہے۔“

”کیا.....؟“ اس نے بے اختیار کافی کی پیالی نیچے رکھ دی۔

”ہاں ہو سکتا ہے۔“

”اوہ میرے خدا۔ تو کیا آپ کو اس بات کا پہلے سے شبہ تھا؟“

”نہیں۔ اچانک ہی یہ بات میرے ذہن میں آئی۔“ میں نے کہا اور وہ عجیب سے

میں مجھے دیکھنے لگی۔ پھر آنکھیں بند کر کے گردن جھکتی ہوئی بولی۔

”آپ نے مجھے سحر زدہ کر دیا ہے مسٹر ڈینش، اتنا ذہین اور اتنی اعلیٰ کارکردگی کا شخص میں نے زندگی میں پہلی بار دیکھا ہے۔ واقعی آپ کو زیرس کے بڑوں میں شامل کا حق حاصل ہے۔ اوہ میرے خدا، واقعی! لیکن مسٹر ڈینش۔ اس طرح تو یہ ہوٹل اب آپ کے لئے مشکوک ہو چکا ہے۔“

”میں یہی کہنے والا تھا، ڈیڑ سا نونو۔ تمہیں اپنی اصلی کیفیت میں رہنا ہوگا۔ میں تم

اس بات سے اتفاق کرتا ہوں کہ تم ایک بار پھر ڈان ہولی سے ملاقات کرو۔ اس کا

حاصل کر کے یہ معلوم کرنے کی کوشش کرو کہ ہم دونوں پر گولیاں برسانے والے کون

ڈان ہولی اگر تم سے متاثر ہونے کا اظہار کرتا ہے تو وہ فوری طور پر صرف تمہیں ہلاک کر۔

کوشش نہیں کرے گا۔ ہو سکتا ہے وہ تمہیں اپنے جال میں پھانسنے اور کسی جگہ لے جا کر تم

میرے بار میں معلوم کرنے کی کوشش کرے تو اس وقت تم بہتر سمجھتی ہو کہ تمہیں اس بارے

اس سے کیا کہنا ہے؟ جہاں تک میرا معاملہ ہے میں بہر حال تھوڑا سا وقت تو اس ہوٹل

گزاروں گا اور یہ دیکھوں گا کہ کوئی دوبارہ مجھ تک آنے کی کوشش کرتا ہے یا نہیں۔ البتہ

بات تم مجھے بتاؤ۔“

”کیا.....؟“ اس نے متاثر لہجے میں کہا۔

”فرض کرو ڈان ہولی اگر تمہیں ٹریپ کر لیتا ہے اور کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش

”تو کیا تم اپنا تحفظ کرنا جانتی ہو؟“

”اس سلسلے میں تم مکمل طور پر اطمینان رکھو ڈیڑ ڈینش۔ میں اپنا دفاع کرنا جانتی

ہوں۔“

”اوکے۔ پھر اب ہم تم دونوں رخصت ہوتے ہیں۔“

”ایک کام کرتی ہوں میں۔“

”کیا.....؟“

”یہ تھوڑی سی کافی میں خود پی لیتی ہوں اسے میں اپنے ساتھ لے جاؤں گی اور یہ تجربہ

رانے کی کوشش کروں گی کہ اس میں زہر ہے یا نہیں؟“

”فائدہ؟“ میں نے سوال کیا۔

”کیا مطلب؟“

”مطلب یہ کہ اگر اس میں زہر مل گیا تو تم کیا کرو گی؟“

”ہمیں پتا تو چل جائے گا۔“

”نہیں۔ بے کار باتوں میں ضائع کرنے کے لئے ہمارے پاس وقت نہیں ہے۔ اب تم

ارو کہ کافی واش روم میں جا کر بیسن میں بہا دو۔ پانی کا ٹل کھول دو اور پھر برتنوں کو یونہی

بنے دیا جائے۔ ہم یہ دیکھیں گے بلکہ تم بھی محسوس کرنا کہ کافی کے اثرات دیکھنے کے لئے کوئی

آئٹم پہنچتا ہے یا نہیں؟“

”اوکے!“ اس نے میری ہدایت پر عمل کیا تھا اور اس کے بعد جب وہ کمرے سے

نے لگی تھی تو اس نے کہا تھا۔

”اور اس کے بعد ڈیڑ۔“

”مجھے کوئی ایسا ٹیلی فون نمبر دو جہاں میں تمہیں رنگ کر کے اپنی خیریت بتا سکوں۔“

”نوٹ کر لو۔“

”بولو۔“

”لکھو تو سہی میں پیڈ اور پین دیتی ہوں۔“

”نہیں میں لکھ لوں گا۔“

”کیا مطلب.....؟“

”میں اپنے ذہن میں لکھ لوں گا۔“

”اوہ۔“ اس نے کہا اور ٹیلی فون نمبر بتا دیا۔ میں نے اسے اپنے ذہن میں فٹ کر لیا وہ بولی۔

”یاد رہے گا؟“

”اوکے شب بخیر۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ کمرے سے باہر نکل گئی۔ اے کے جانے کے بعد میں نے کمرے کا دروازہ اندر سے بند کیا اور پھر انتہائی ذہانت کے ساتھ ایک بار دوبارہ یہ جائزہ لیا کہ کمرے میں کوئی ایسی چیز تو موجود نہیں ہے جس کے ذریعے یہاں کے معاملات باہر تک جا رہے ہوں۔ تمام ترکوششوں کے باوجود ایسی کسی شے کا اندازہ نہیں سکا تھا لیکن سوچنے کے لئے میرے پاس بہت کچھ تھا۔

ایک بار پھر میں نے موجودہ صورت حال پر غور کیا۔ ریتیم سے مدد لینا ابھی بالکل ٹھیک نہیں تھا۔ حیرت کی بات تو یہ تھی کہ ریتیم میرے ہر اشارے پر میری ضرورت پوری کرنے کے لئے موجود ہے اور یہاں اس کے ساتھ اس کے اپنے آدمی بھی ہیں لیکن کیا ضرورت تھی۔ اسے کام مجھے تنہا ہی کرنے چاہیے اور میں کر رہا تھا۔ کچھ اتنی پریشانی کی بات بھی نہیں تھی، معاملات خوش اسلوبی سے چل رہے تھے۔ یہ سب کچھ تو ہوتا ہے۔ مجھے بھی اس بات کا اندازہ ہو گیا تھا کہ میرے خیال میں ڈان ہولی نے غلطی کی تھی کہ اس طرح میرے سامان کی تلاشی لینے کی کوشش کی۔ یا کارٹریل میں مجھ پر یہ قاتلانہ حملہ کیا گیا۔ اس طرح تو میں ہوشیار ہو گیا۔ ڈان ہولی کو اپنا یہ منصوبہ عمدگی سے زیر عمل لانا تھا اس طرح کہ میں پہلے ہی حملہ میں ڈھیر ہ جاتا۔ دشمن کو ہوشیار کر دینے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے لئے مشکلات پیدا کی جائیں۔ بات دونوں طرف ایک ہی تھی پتا نہیں کس طرح میرا دشمن مجھ سے واقف ہو گیا تھا۔ یعنی ڈان ہولی کیمرس اور اب معاملات میرے لئے ذرا سے مشکل ہو گئے تھے۔

میں نے چند لمحے خاموشی اختیار کی پھر اس کے بعد کسی نئی سوچ کے تحت میں نے اپنا دروازہ اندر سے کھول دیا اور اپنے بستر پر تکیے اس طرح رکھے کہ محسوس ہو کہ کوئی شخص سو رہا ہے۔ ریشمی چادر میں نے اوپر تک پھیلا دی اور خود سامنے والے صوفے کے نیچے لیٹ گیا۔ بس ایک احساس تھا ایک خیال تھا لیکن بعض اوقات خیالات قدرتی طور پر ذہن میں اترتے ہیں اور یہ احساس ہوتا ہے کہ ہم نے جو کچھ سوچا وہ قدرتی طور پر تھا اور یقینی طور پر مسئلہ دوسرا

تھا۔

غالباً کوئی ایک گھنٹہ ہوا تھا میری آنکھوں میں غنودگی ریگنٹے لگی تھی کہ دفعتاً میں نے دروازے پر کچھ آٹھیس سی سینس اور میری آنکھیں پوری کی پوری کھل گئیں۔ اس کے بعد مجھے اس کی تین بلکی آوازیں سنائی دی تھیں اور میرے کان ان آوازوں سے ناواقف نہیں تھے۔ دروازہ بند ہوا لیکن اس کے ساتھ ہی میں بجلی کی سی تیزی سے لڑھکتا ہوا صوفے کے نیچے سے نکلا اور برق رفتاری سے دوڑتا ہوا سامنے کی سمت آ گیا۔ دروازے سے باہر نکلتے ہی میں راہداری کے آخری سرے پر ایک انسان کو دوڑتے ہوئے دیکھا۔ غالباً اسے بھی یہ احساس ہوا تھا کہ اس کے علاوہ بھی کوئی دروازے سے باہر نکلا ہے میں پوری رفتار سے دوڑا اور راہداری سے گھوما تو میں نے لفٹ کا دروازہ کھلتے اور بند ہوتے ہوئے دیکھا۔ وہ جو کوئی بھی تھا۔ لفٹ کے ذریعے نیچے جا رہا تھا۔ لفٹ کے قریب ہی سیڑھیاں تھیں۔

میں جس برق رفتاری سے ان سیڑھیوں پر بھاگا۔ وہ بھی میری زندگی کی ایک اہم رفتار تھی۔ لیکن سچی بات یہ ہے کہ میں لفٹ کا ساتھ نہیں دے سکا تھا۔ خوش قسمتی یہ تھی کہ کسی نے اس طرح دیوانوں کی مانند مجھے بھاگتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ ورنہ مذاق بھی بنتا اور کیفیت یہی جاتی چونکہ میں شب خوابی کے لباس میں تھا میں نے لفٹ کو دیکھا وہ کھلی پڑی ہوئی تھی اور نیچے بہت سے ایسے افراد تھے جن کے بارے میں کوئی بات نہیں کہی جاسکتی تھی کہ ان میں سے کون تھا جس نے میرے کمرے میں کارروائی کی تھی۔ اس کے بعد میں لفٹ میں بیٹھ کر اوپر آیا۔ راہداری اب بھی سنسان پڑی ہوئی تھی۔ وقت ہی اتنا ہو گیا تھا کہ ہوٹل کی چہل پہل ختم ہو گئی تھی۔ بس کچھ ایسے لوگ تھے جو بد مستیوں کے مارے ہوئے اپنی آوارگی میں مصروف تھے۔ کمرے میں داخل ہو کر میں نے دروازہ اندر سے بند کر لیا۔

اب ذرا ہوشیار ہونا ضروری تھا۔ بستر کے قریب پہنچا اور یہ دیکھ کر میں نے گہری سانس لے لی کہ میرے بنائے ہوئے جسم میں تین سوراخ موجود ہیں۔ جو یقینی طور سے گولیوں کے تھے اور گولی چلانے والا ایک ماہر نشانہ باز تھا چونکہ جس جگہ پر اس نے نشانہ لیا تھا۔ وہاں لگنے والی گولیاں انسان کو چیتنے نہیں دیتیں۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور میں نے دل ہی دل میں کہا کہ دشمن اگر چالاک ہو تو مقابلے کا مزہ بھی آتا ہے۔ ٹھیک ہے تم لوگوں نے اپنی کارروائی کا آغاز پورے طور سے کر لیا ہے۔ میرا خیال ہے مجھے بھی اب تمہارے معیار کے

لیکن ٹیکسی چلاتا ہوں تو اس کا مقصد یہ ہے کہ ڈاکے نہیں مار سکتا۔ آپ اطمینان سے بیٹھئے۔ میں آپ کو آپ کی پسندیدہ جگہ لئے چلتا ہوں۔“ پھر واقعی اس نے مجھے جس جگہ اتارا وہ بہت عمدہ کلب تھا۔ شبینہ کلب۔ جہاں راتیں جاگتی ہیں۔ میں نے ٹکٹ وغیرہ خریدا اور اس کے بعد لان سے گزر کر ایک خوبصورت جگہ آ گیا۔ یہاں شاندار اسٹیج بنا ہوا تھا۔ مدہم سی روشنی ہال میں تھی لیکن اسٹیج اس طرح سے روشنیوں کی زد میں لیا گیا تھا کہ وہ دودھ کی طرح سفید ہو رہا تھا اور اس پر ایک دودھیا لڑکی رقص کر رہی تھی۔ اس کے ہاتھوں میں جلتی ہوئی مشعلیں تھیں۔ لڑکی کے پرکشش جسم میں جیسے پارہ بھرا ہوا تھا۔ وہ مشعل لئے ہوئے رقص کرتی رہی اور میں اس کے رقص سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ پھر میں نے محسوس کیا کہ میرے برابر کی سیٹ پر کوئی آ کے بیٹھ گیا ہے۔ یہ ایک بھاری بھر کم جسم کا ایک مقامی نوجوان تھا۔ میں ایک نگاہ اس پر ڈال کر لڑکی کی جانب متوجہ ہو گیا۔ یہاں اور بھی بہت سی سیٹیں خالی تھیں۔ نوجوان کا میرے پاس آ کر بیٹھ جانا کوئی تعجب خیز بات نہیں تھی۔ لڑکی واقعی فن رقص کا بہترین مظاہرہ کر رہی تھی۔ وہ اس طرح مشعلیں گھما رہی تھی کہ اس کے گرد آگ کا ایک گول دائرہ بن گیا تھا اور اس دائرے کا کوئی مدہ ٹوٹا ہوا نہیں محسوس ہوتا تھا۔ میرے برابر آ کر بیٹھنے والا نوجوان خاموشی سے رقص دیکھ رہا تھا۔ اچانک ہی اس نے کہا۔

”پھول بے حد نازک ہوتے ہیں اور ہمیں ان کا زیادہ خیال رکھنا چاہئے۔“

میں نے چونک کر اسے دیکھا۔ یہ جملے ادا کرتے وقت اس کا رخ بالکل سامنے ہی تھا۔ وہ خاموشی سے ادھر دیکھ رہا تھا۔ میں نے بھی کوڈ کا جوابی جملہ بڑبڑایا تو اس نے کہا۔

”پارکنگ میں ایک کار کھڑی ہوئی ہے سیاہ رنگ کی بیوک ہے نمبر 9000 یعنی نو ہزار

آپ آرام سے یہ پروگرام دیکھئے اور اس کے بعد اٹھ کر وہاں آجائیے۔“

میں خاموشی سے سامنے دیکھتا رہا۔ نوجوان اس وقت اٹھ گیا جب لڑکی کا رقص ختم ہوا۔

تالیوں کا طوفان آ گیا تھا اور لوگ اسے بڑی داد دے رہے تھے۔ لڑکی نے واپس آنے کے بعد گردن خم کی اور تماشاخیوں کی واد کا شکریہ ادا کرنے لگی۔ اس کے بعد چھ سات لڑکیوں پر مشتمل

ایک اور گروپ آ گیا اور اس نے نئے انداز سے رقص شروع کر دیا لیکن ظاہر ہے اب میں

بسکون نہیں رہ سکتا تھا۔ مجھے امید نہیں تھی کہ کسی کو یہاں میری موجودگی کا علم ہو چلے گا۔

بوشیار بھی رہنا چاہتا تھا کیونکہ یہ کوڈ کسی اور کو بھی معلوم ہو سکتا تھا۔ بہر حال رسک لئے بغیر

مطابق ہی مصروف عمل ہو جانا چاہئے۔ اب اس کے بعد کم از کم یہ رات کمرے میں نہیں گزارنی چاہئے تھی چنانچہ میں نے لباس تبدیل کیا۔ ایسی تمام ضروری اشیاء جیسویں میں رکھ کر جن کی مجھے اہم ضرورت ہو سکتی تھی پھر کمرہ کھول کر رہداری میں جھانکا اور اس کے بعد خاموشی سے باہر نکل کر رہداری میں چلتا ہوا لفٹ تک پہنچا۔ لفٹ نے مجھے نگلی منزل پر پہنچا دیا تھا۔ کاؤنٹر پر کمرے کی چابی دیئے بغیر میں آہستہ سے نگلی راستے سے اتر کر باہر نکل آیا تھا۔

اصل میں اب اس کے بعد مجھے بخوبی یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ ہوٹل میرے لئے خندوڑ

ہے۔ یہاں کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ فوری طور پر جگہ تبدیل کر لینی چاہئے۔ ریتیم سے رابطہ بھی قائم

کر سکتا تھا لیکن ریتیم اپنا کام سرانجام دے چکی تھی۔ بعد کی ذمہ داری میری تھی۔ مسٹر روڈ پارک

بھی ذہن میں تھے لیکن بات وہی آ جاتی ہے۔ ان لوگوں نے زیریں سے رابطہ قائم کیا تھا اور

اس کا معاوضہ بھی ادا کرنے والے تھے۔ میرے لئے یہ ضروری تھا کہ پہلے ذرا چویش سنجالا

لوں۔ بات اگر اسکاٹی لینڈ کے ایک کارکن کی ہوتی تو میں مان لیتا لیکن یہاں تو مسئلہ بالکل

الگ ہی تھا۔ یعنی یہ کہ اسکاٹی لینڈ میں مجھے بہت سے عجیب و غریب کام سرانجام دینا تھے۔

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ میرے ہاتھ میں ابھی تک کوئی سرائیں نہیں آیا تھا۔ جہاں سے میں

با آسانی آگے بڑھ سکتا۔ اب اس وقت میں نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ رات اگر ان ہی سڑکوں

گزارنی پڑے تو گزار لی جائے۔ کوئی حرج نہیں ہے۔ اس وقت اگر کوئی اور ہوٹل بھی تلاش

جائے تو ذرا سی مشکل پیش آجائے گی۔ بہر حال سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کیا جائے۔ سڑکیں

سنسان تھیں۔ میں نے ایسے کسی شبینہ ٹائٹ کلب کی تلاش شروع کر دی۔ جہاں راتیں جا

ہیں۔ ایسی جگہ عمدہ ہو سکتی ہے بہر حال اس کے بعد کافی دیر تک میں چلتا رہا تھا اور پھر ایک ٹیکسی

کی جانب بڑھ گیا تھا جو ٹیکسی اسٹینڈ پر کھڑی ہوئی تھی۔ ٹیکسی ڈرائیور چاق و چوبند آدمی تھا۔

دروازہ کھول کر اندر بیٹھتے ہوئے میں نے سب سے پہلے اس کے ہاتھ میں ایک نوٹ تمھایا اور

کہا۔

”میں سیاح ہوں۔ لوٹنے کی کوشش کرو گے تو گولی مار دوں گا۔ رات گزارنا چاہتا ہوں

کسی ایسی جگہ لے چلو جہاں ایک پرسکون رات گزار لی جائے۔“ ٹیکسی ڈرائیور نے ہنسنے

ہوئے کہا۔

”نہیں جناب اگر ڈاکا زنی اتنا آسان کام ہوتا تو میرے خیال میں وہی کرنا ضروری

چارہ کار نہیں تھا۔ اب جو کچھ بھی ہے اسے برداشت کرنا ہی پڑے گا!

تھوڑی دیر کے بعد میں اپنی جگہ سے اٹھا۔ آہستہ سے چلتا ہوا پارکنگ لاٹ پر آ میں نے اس سفید رنگ کے فوارے کو دیکھا جو روشنی کی دھاریں بہا رہا تھا۔ کچھ لمے فوارے کے پاس کھڑا چاروں طرف کا جائزہ لیتا رہا۔ یہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کوئی میری جانب متوجہ تو نہیں ہے۔ پھر میں آہستہ آہستہ پارکنگ لاٹ کے درمیان کار تلاش کرنے لگا۔ کالے رنگ کی بیوک نظر آئی۔ نمبر 9000 تھا۔ میں وہاں پہنچا تو میٹر ڈرائیونگ سیٹ پر اسی نوجوان کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ اس نے کہا۔

”براہ کرم تشریف رکھئے حالات پر سکون ہیں۔“

پھر اس نے کار اشارت کی اور اسے مہارت سے آگے بڑھا دیا۔ میں نے اس سے ”ہم کہاں چل رہے ہیں۔“

”آپ کی اپنی جگہ۔ اصل میں یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ آپ اس وقت ان سڑکوں کیوں نکلے ہوئے ہیں؟ براہ کرم ذرا بات کر لیجئے۔“

اس نے ٹرانسمیٹر میری جانب بڑھا دیا جو اس کے سامنے ڈیش بورڈ پر رکھا ہوا ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کیا اور دوسری جانب سے مسٹر روڈ پارک کی آواز سنائی دی۔

”ہیلو مسٹر ڈیش۔“

”ہیلو۔ مسٹر روڈ پارک۔“

”ہم آپ کی کار روانی کو گہری نگاہ سے دیکھ رہے ہیں۔“

”کوئی تبصرہ کرنا چاہتے ہیں آپ؟“

”بالکل نہیں۔ اصل میں اتنے بے پرواہ بھی نہیں رہنا چاہئے آپ سے کہ آپ کا

نقصان پہنچ جائے۔“

”بے حد شکریہ!“

”یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں ہم کہ اس وقت آپ کسی خاص مقصد سے باہر نکلے ہیں

کوئی پریشانی ہے؟“

”کوئی خاص بات نہیں ہے بس یہ سمجھ لیجئے کہ جہاں میرا قیام تھا وہ جگہ روشنی میں

ہے۔“

”اوہو، کوئی خاص بات؟“

”مجھ پر تھوڑے ہی وقفے میں کئی قاتلانہ حملے ہو چکے ہیں اور اس وقت یوں سمجھ لیجئے کہ میں اپنے قاتلوں کو دھوکا دے کر کسی محفوظ جگہ کی تلاش میں نکلا ہوں۔“

”کیا آپ کے لئے کسی محفوظ جگہ کا انتخاب کیا جائے؟“

”عارضی طور پر اگر ممکن ہو۔“

”اوکے۔ بعد کی گفتگو بعد میں۔“ روڈ پارک نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ روڈ پارک کی آواز ابھری۔

”ذرا یہ ٹرانسمیٹر ہیری کو دے دیجئے۔ ہیری یہ نوجوان ہے جو کارڈرائیو کر رہا ہے۔

میں نے ٹرانسمیٹر ہیری کو دے دیا۔ تو ہیری بولا۔

”سر۔“

”ہیری انہیں آئرن ہاؤس لے جاؤ اور وہاں ان کے قیام کا بندوبست کرو۔“

”اوکے سر۔“

”اوکے۔“ پھر ہیری نے ٹرانسمیٹر بند کیا اور خاموشی سے سامنے دیکھنے لگا۔ اس نے ایک چوراہے پر جا کر رخ بدلا اور برق رفتاری سے آگے بڑھتا رہا۔ اب اس کی کار ایک شکستہ ٹرک پر دوڑ رہی تھی لیکن بیوک ایسی شکستگی کی پروا نہیں کرتی۔ سارے جھٹکے یہ شاندار کار برداشت کر رہی تھی۔ چاند نکل آیا تھا لیکن بادلوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے اس کے ساتھ آنکھ مچولی کھیل رہے تھے۔ اچانک ہی ہیری نے کہا۔

”سرایک کار ہمارا تعاقب کر رہی ہے۔“

”کیا.....؟“ میں اچھل پڑا لیکن موقع ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ ہیری کو شاید بہت دیر میں کار کے تعاقب کا احساس ہوا تھا اور جو کار تعاقب کر رہی تھی وہ اصل میں کار بھی نہیں تھی۔ وہ ایک نہایت مضبوطیگن تھی۔ جو عام طور پر وزنی سامان لوڈ کرنے کے لئے استعمال کی جاتی ہے اور ہمارے بالکل قریب پہنچ چکی تھی۔ بند و گیگن نے پوری قوت سے بیوک کو ٹکڑا کر مارا۔ ہیری نے اسٹیئرنگ سنبھالنے کی بہت کوشش کی لیکن کار سڑک پر اتر گئی۔ اسی وقت و گیگن سے گولیوں کی بوچھاڑ پڑی اور میں نے پھرتی سے بدن کو نیچے جھکا لیا لیکن کار اچھلنے لگی تھی۔ میں نے ذرا کوشش کر کے ہیری کو دیکھا۔ اس نے گردن گھما کر میری طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں

میں دہشت چمک رہی تھی۔ پھر اس کی گردن، سر اور بائیں شانے سے خون کے فوارے پڑے۔

اس کے ساتھ ہی بیوک الٹ گئی تھی۔ وہ بغلی سمت الٹی ہوئی پڑی تھی اور میں سیٹول کر کئی بار اپنے جسم کو بچانے کی کوشش کر رہا تھا۔ یہ میری انتہائی کوشش تھی۔ مجھے اندازہ چند لمحوں کے بعد بیوک میں آگ لگ جائے گی۔ اس سے پہلے اگر جان بچ سکتی ہے تو جائے۔ ایک سائیڈ کا دروازہ تو اندر دبا ہوا تھا دہنی سمت کے دروازے کو میں نے نہ جانے وقت کے ساتھ کھولا اور اس کے بعد میرا جسم بیوک سے اچھل کر باہر نکل آیا۔ مجھے یہ نہیں تھا کہ قرب و جوار میں کیا ہے۔ نہ یہ اندازہ تھا کہ جس راستے پر یا جس جگہ میرا زمین پر پڑنے والے ہیں۔ وہ کیسی جگہ ہے؟ البتہ ایسے اندازے ہونے میں دیر نہیں لگتی خوش قسمتی تھی کہ وزنی بیوک صرف اچھل کر رک گئی تھی۔ اگر وہ گہرائیوں میں چلی جاتی زندگی کی ایک خوبصورت رات یہیں پر ختم ہو جاتی۔

میں زمین پر قدم نہیں جما سکا تھا اور اس کے بعد جس طرح میں لڑھکا تھا۔ میری جگہ بھی ہوتا۔ اسے اپنے حواس پر قابو پانا مشکل ہو جاتا۔ نہ جانے کتنی دور تک لڑھکتا چلا گیا۔ بہت سے پتھر اور کانٹے میرے بدن سے ٹکرائے تھے۔ انہوں نے میرا لباس بھی پھاڑ دیا۔ پھر میرا سر کسی پتھر سے ٹکرایا اور میں نے نہ جانے کس جذبے کے تحت ان ستاروں کو پکڑنے کوشش کی جو میرے اطراف میں گردش کرنے لگے تھے لیکن خیالی ستارے کہیں ہاتھ آتے ہیں۔ البتہ یہ حواس اپنے ساتھ لے جاتے ہیں اور اس طرح خود بیوک کے پٹرول ٹینک پھٹنے کے دھماکے کا بھی علم نہ ہوا بس سارے کام قدرت سنبھال لیتی ہے۔ ورنہ پچاس کاہرے بیوک کے ٹکڑوں میں سے کوئی بڑا ٹکڑا مجھ پر گر سکتا تھا۔ میرے جسم کو آگ لگ تھی اور بے ہوش جسم وہیں جھلس کر ایک پر لطف ماحول پیدا کر سکتا تھا۔

پھر جب آنکھ کھلی تو مجھے محسوس ہوا کہ میں کھردری زمین پر پڑا ہوا ہوں۔ میرے اطراف میں کیا ہے اس کا کوئی اندازہ نہیں ہو رہا تھا لیکن قرب و جوار میں شدید بدبو پھیلی تھی۔ میں نے کوشش کر کے دانت اور آنکھیں بھیجنے کر آنکھیں کھولیں اور قرب و جوار ماحول کو دیکھنے کی کوشش کی۔ میں نے محسوس کیا کہ میرے اطراف میں دیواریں ہیں۔ گویا مکمل تاریکی پھیلی ہوئی تھی لیکن پھر بھی یہ اندازہ ہو رہا تھا۔ مجھے اندازہ نہیں ہو سکا کہ یہ کون

ہے۔ دیواروں کا مطلب یہ تھا کہ میں وہاں نہیں ہوں۔ جہاں میرے ساتھ یہ صورت حادثہ پیش آیا تھا۔ بے چارہ بہری کیا پر لطف بات ہے۔ مرکزی کردار ہمیشہ ہی بچتا ہے۔ اگر مرکزی کردار نہ بچنے پائے تو ظاہر ہے کہ کہانی آگے کیسے بڑھے گی۔ جب کہ کہانی آگے بڑھنا ہوتا ہے۔ کم از کم اس وقت تک جب تک کہ اس کے اختتام کا تعین نہ ہو جائے۔ کہانی کے اختتام کا بھی تعین نہیں ہوا تھا۔ اس لئے کہانی تو آگے بڑھنی ہی تھی غرضیکہ خاصا وقت ہوش میں آنے کے بعد گزر گیا۔ پھر ظاہر ہے تجسس جاگنا تھا اور جب تجسس جاگتا ہے تو بدن میں قوت آ جاتی ہے۔ مجھے کچھ آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں۔ ان آوازوں کے دے میں مجھے کوئی اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور میں نے محسوس کیا کہ میرے بدن میں توانائی موجود ہے۔ اس تاریک کمرے میں کوئی راہ تلاش کرنے کی کوشش لی تو تیز ہواؤں نے میری رہنمائی کی تھی۔ یہ ایک کھڑکی تھی جس میں شیشے لگے ہوئے تھے لیکن اسے کھولا جاسکتا تھا۔ میں آہستہ آہستہ کھڑکی کے پاس پہنچ گیا اور میں نے اس کے شیشے کھول کر باہر جھانکا۔ باہر تاریکی نہیں تھی۔ میں نے اس سندان پتھریلی مرکز کو دیکھا۔ جس کے دونوں طرف مکانات بنے ہوئے تھے۔ ایک عجیب سی جگہ تھی یہ مکانات کا اندازہ بھی پھوٹے چھوٹے کانچ جیسا تھا۔ ان میں چیمیاں بنی ہوئی تھیں اور ان چیمینوں سے دھوئیں کی لکیریں باہر نکل رہی تھیں۔ ساتھ ساتھ ہی اس جگہ سے روشنی بھی چھن رہی تھی اور باہر تیز ہوا چل رہی تھی۔ میں اس روشنی کو دیکھ رہا تھا کہ اچانک ہی میں خود بھی روشن ہو گیا۔ اپنے اس روشن ہو جانے کی وجہ ایک لمحے تک تو میری سمجھ میں نہ آسکی تھی لیکن دوسرے لمحے عقب کی آہٹوں نے مجھے بتا دیا کہ میرے روشن ہو جانے کی وجہ کیا ہے؟ دروازے میں ایک لمبا تڑنگا آدمی کھڑا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹے سائز کی رائفل دبی ہوئی تھی اور باہر کی روشنی چونکہ پوری کی پوری اندر آ گئی تھی۔ اس لئے میں اسے اور وہ مجھے بخوبی دیکھ سکتا تھا۔ وہ ایک انتہائی بد شکل آدمی تھا جس کی ناک کئی ہوئی تھی اور اس کا پیٹ چپکا ہوا تھا۔ گال عجیب سے انداز میں پھولے ہوئے تھے۔ دہانہ بے حد چھوٹا اور ہونٹ کافی بھیا تک نظر آئے تھے پھر اس نے غالباً مسکرانے کی کوشش کی تھی اور یہ مسکراہٹ جس قدر بھیا تک تھی۔ اس کا اندازہ نہیں ہو سکتا تھا۔ پھر اس کے حلق سے ایک غرائی ہوئی سی آواز نکلی۔

”ہیلو“

”ہیلو۔“ وہ غالباً میری چمکتی آواز سے تھوڑا سا حیران ہوا تھا۔

”کیا حال ہے تمہارا؟“

”پتا نہیں؟“

”کیا مطلب.....؟“

”ابھی میں نے اپنے حال پر غور نہیں کیا ہے۔“

”تمہارے گھٹنوں کی چھوٹی چھوٹی خراشوں پر ٹیپ لگا دیئے گئے ہیں۔“

”میں کوئی تکلیف نہیں محسوس کر رہا۔“

”سپر مین ہو؟“

”بالکل نہیں۔“

”چلو آؤ باہر آؤ۔“ اس نے کہا۔

”بہتر ہے اس وقت میں تمہارے احکامات ماننے پر مجبور ہوں۔“

”یہ رائفیل دیکھو۔ اپنے ہاتھ میں لے کر دیکھو۔“

”نہیں یہ تمہارے ہاتھ میں ہی اچھی لگتی ہے۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ تھپ

مار کر ہنس پڑا۔ پھر اس نے کہا۔

”اگر تم یہ رائفیل لینے کے لئے ہاتھ بڑھاتے تو جانتے ہو میں کیا کرتا؟“

”اول تو تم رائفیل میرے ہاتھ میں دیتے ہی نہیں۔ دوسری بات یہ میں ایسی کوشش نہ

کرتا۔“

”یہ پوچھو کہ اگر تم یہ کوشش کرتے تو میں کیا کرتا؟“

”یہ پوچھنا ضروری ہے؟“

”ہاں ضروری ہے۔“ وہ پاگلوں کی طرح غرایا اور اچانک ہی مجھے احساس ہوا کہ

نامکمل چہرے میں کوئی خاص بات ہے۔ اس کی آنکھوں میں دیوانگی کی جھلک تھی۔ میں

سہمی ہوئی آواز میں پوچھا۔

”تم کیا کرتے؟“

”میں سب سے پہلے تمہارے پیٹ میں لات مارتا اور اس کے بعد تمہارے چہرے

اپنے شانے پر رکھ کر تمہیں رائفیل کی نال پر رکھ کر دے مارتا۔ اسٹیو آئن کے بارے میں جا

ہو۔“

”نہیں۔“

”میرا پیرو ہے۔ چلو باہر نکلو۔“ میں سچ سچ اب اس بات پر یقین کر چکا تھا کہ میں کسی

دیوانے کے قبضے میں ہوں۔ باہر نکل کر اس نے کہا۔

”تم نے اگر بھاگنے کی کوشش کی تو ہم سب سے پہلے تمہیں دونوں ٹانگوں سے محروم کر

دیں گے۔ اگر تمہاری ایک ایک ٹانگ میں آٹھ آٹھ گولیاں اتر جائیں تو ہڈی چور چور ہو جائے

گی اور اس طرح کہ دوبارہ کوئی ماہر سے ماہر ڈاکٹر بھی ان ہڈیوں کو جوڑ نہیں سکے گا۔“

”مجھے معلوم ہے کہ آٹھ آٹھ گولیاں چلنے کے بعد ہڈیاں سولہ سولہ ہو جاتی ہیں۔“

”چلو آگے بڑھو۔“ میں خاموشی سے اس دروازے سے باہر نکل آیا۔ دروازے کے

دوسری جانب ایک بڑا سا کمرہ تھا جس میں تیز روشنی جل رہی تھی۔ اس کے بعد ایک اور کمرہ اور

پھر ایک ایسا حصہ جہاں تھوڑے ہی فاصلے پر غالباً وہی ویگن کھڑی ہوئی تھی جس سے ہیری

کی کار کو نکل مار کر اسے گرایا گیا تھا۔ ویگن کے پاس دو آدمی اور کھڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے

ویگن کا عقبی دروازہ کھول دیا اور مجھے اندر بٹھالیا گیا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر ایک شخص بیٹھ گیا۔ وہ

رائفل بردار جس سے میری پہلی ملاقات ہوئی تھی۔ میرے پاس آکر بیٹھ گیا۔ پھر دوسرا آدمی

ڈرائیونر کے برابر بیٹھا اور ویگن اشارت ہو کر چل پڑی۔ بہت ہی شاندار چیز تھی یہ ویگن انجن

بے آواز تھا اور وہ لوگ بالکل خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ تھوڑی دیر کے

بعد ویگن بلندی پر چڑھنے لگی ہے۔ اس کا شاندار انجن اپنی ذرا بھی آواز نہیں پیدا کر رہا تھا۔

شاندار کوالٹی تھی۔ بہر حال بیوک جیسی بڑی گاڑی کو نکل مار کر پھینک دینے والی گاڑی معمولی تو

نہیں ہو سکتی۔ میں البتہ اب یہ غور کر رہا تھا کہ آنے والے وقت میں کیا ہونے والا ہے۔ سارا

کھیل چوٹ ہو گیا تھا فی الحال اب نئے سرے سے یہ دیکھنا تھا کہ آگے کے معاملات کیا

رہتے ہیں لیکن صورت حال کی خوف ناک کیفیت کا مجھے بھرپور احساس ہو گیا تھا اور میں

خاموشی سے یہ سفر کر رہا تھا ابھی کسی طرح کی جدوجہد کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا کیونکہ

صورت حال انتہائی سنگین تھی۔

میں یہ بھی محسوس کر رہا تھا کہ یہ لوگ مجھے کس جگہ لے جا رہے ہیں اور میں پارکونا کے

کون سے علاقے میں ہوں۔ سفر چونکہ خاصا طویل رہا تھا۔ اس لئے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ کم از

کم سفر شہری آبادی تک محدود نہیں رہا ہے بلکہ خاصے طویل راستے پر چلنے کے بعد بلندیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ چڑھائی پر گاڑی کافی دیر تک چلتی رہی تھی۔ آخر کار وہ رک گئی اور ان لوگوں نے مجھ سے نیچے اترنے کے لئے کہا۔ میں نے ان کی ہدایت پر عمل کیا تھا اور ایک لمبے کے اندر یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ یہ کوئی بھی جگہ ہے انتہائی بلندی پر ہے۔ میرے سامنے ایک عظیم الشان عمارت تھی جس کا طرز تعمیر انتہائی قدیم تھا۔ پہاڑی پتھروں کو تراش کر انہیں جوڑا گیا تھا اور ان سے یہ عمارت بنائی گئی تھی۔ ان پر کائی لگی ہوئی تھی لیکن عمارت خاصی مضبوط معلوم ہوتی تھی۔ وہ لوگ مجھے مختلف راہداریوں سے گزارتے ہوئے آخر کار ایک دروازے تک لائے قرب و جوار کی دیواریں بھی ان ہی پتھروں سے بنی ہوئی تھیں اور بہت سنسنی خیز نظر آ رہی تھیں۔

دروازہ کھول کر مجھے اندر داخل کر دیا گیا اور اس کے بعد بغیر کچھ کہے سنے دروازہ بند کر دیا گیا۔ میں نے اندر کا ماحول دیکھا۔ کمرے کا فرش اور دیواریں نم آلود تھیں اور اس کمرے کی کل کائنات ایک بڑی سی میز اور ایک کرسی تھی۔ میز پر دو چھوٹی چھوٹی موم بتیاں جل رہی تھیں جن کی وجہ سے ماحول بے حد پراسرار نظر آ رہا تھا۔ پھر میں نے یہ سوچا کہ بیٹھنے کے لئے کرسی کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں ہے۔ لیٹنے کو دل چاہے تو یہ زمین اور پھر یہ خوف ناک عمارت، ممکن ہے زمانہ قدیم میں یہ کوئی قید خانہ ہی ہوتا لیکن پھر میں نے اپنے اس خیال کی تصدیق کر لی۔ اتنے اچھے لوگ بہت کم ہوا کرتے تھے۔ جو قید خانے بھی اس قسم کے بنائیں۔ قید خانہ نہیں یا تو اس وقت یہ عمارت فوجی تحویل میں ہے چونکہ اپنے جائے وقوع کے لحاظ سے یہ ایک بہترین جگہ تھی جہاں فوجی میٹنگیں وغیرہ کی جاسکتی تھیں اور چونکہ اس وقت صورت حال ایسی ہی تھی۔ اسکاٹی لینڈ کی حکومت ان باغیوں کے خلاف کمر بستہ تھی۔ جنہوں نے اسلحہ فیکٹریاں اڑانے کا کام سنبھالا ہوا تھا۔ یہ باغی صرف بیرونی لوگ تو نہیں ہوں گے بلکہ اندرونی طور پر بھی ان میں کچھ لوگ مصروف عمل ہوں گے۔ اب جو کچھ بھی ہو گا سامنے آجائے گا۔

کافی دیر تک میں اس کرسی پر بیٹھا کچھلتی ہوئی موم بتیوں کو دیکھتا رہا تھا۔ پھر دروازے پر آہٹیں سنائی دیں۔ اس کمرے میں چھت کے قریب بنے ہوئے دو چھوٹے چھوٹے چوکور روشن دانوں کے علاوہ اور کوئی ایسی جگہ نہیں تھی جس سے کوئی داخل ہو یا باہر جاسکے۔ سوائے اس بیرونی دروازے کے دروازہ آہستہ آہستہ کھلا اور میں نے ایک بہترین جسامت کے آدمی

کو دیکھا جو دروازے میں کھڑا ہوا تھا اس کے پیچھے دو افراد مشعلیں اٹھائے ہوئے کھڑے تھے وہ آگے بڑھا اور بالکل نپے تلے قدموں سے بالکل فوجی کے سے انداز میں میرے سامنے پہنچ گیا۔ اس کی آواز بے حد گونج دار تھی اور اس کی سر کی ہڈی توڑ کر اسے دیکھنے والی بڑی بڑی آنکھیں لیکن وحشت کی چمک لئے ہوئے۔

”ممکن ہے تم میرے بارے میں جانتے ہو اور اگر نہیں جانتے تو میں تعارف کرانے میں کوئی دقت نہیں محسوس کرتا میرا نام ڈیوڈ فورمین ہے اور میں حکومت اسکاٹی لینڈ کا وزیر دفاع ہوں۔“

میرے سر سے لے کر پاؤں تک گرمی کی لہر دوڑ گئی تھی۔ گویا میرا اندازہ بہت درست نکلا تھا۔ میں نے اپنے چہرے سے البتہ کسی کیفیت کا اظہار نہیں ہونے دیا۔ اس نے کہا۔

”اور یہ بات میرے علم میں آچکی ہے کہ تم لوگ اسکاٹی لینڈ کے خلاف ہونے والی کارروائیوں میں شریک ہونے کے لئے بیرونی دنیا سے آئے ہو۔ مزید معلومات کے تحت یہ پتا چلا ہے کہ زیریں نامی کسی آرگنائزیشن سے تمہارا تعلق ہے۔ زیریں کے بارے میں کافی تفصیلات معلوم ہو چکی ہیں ہمیں اور اس دوران ہم نے تمہارے بارے میں مکمل تفصیلات معلوم کی ہیں۔ تمہاری سربراہ ایک عورت ہے اور وہی زیریں کے تمام معاملات کو کنٹرول کرتی ہے یہاں پر تمہارے علاوہ کسی اور شخص کو کارروائیاں کرتے نہیں دیکھا گیا ہے۔ یا تو تم زیریں کے کوئی اہم اور سرگرم کارکن ہو۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں سوچا جاسکتا۔ ایک اچھے انسان کی حیثیت سے اور ایک ایسے شخص کی حیثیت سے جو اپنی کارروائیوں کی بازی ہار چکا ہو اور اپنے دشمن کا قیدی ہو اور ساتھ ساتھ ہی عقل مند بھی ہو۔ کیا تم ہمیں یہ بتانا پسند کرو گے کہ زیریں کی سربراہ کہاں ہے؟ تم لوگ یہاں کتنے افراد کارروائی کر رہے ہو اور ان کا قیام کہاں ہے۔ زیریں کی سربراہ کا اسکاٹی لینڈ سے کیا سمجھوتا ہوا ہے۔ یہ تمام باتیں ہم تم سے معلوم کرنا چاہتے ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ تم ان باتوں کا جواب دو گے۔“

اب اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتا تھا کہ میں بھی اپنی اصل حیثیت میں آ جاؤں۔ چنانچہ ایک لمحے کے اندر اندر میرے ذہن سے خوف کے تمام پردے ہٹ گئے۔ فطری طور پر انسان کسی بات سے متاثر ہوتا ہے اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ وہ بہر حال ایک انسان ہے، لیکن جب مجھ جیسا شخص اپنے آپ کو سنبھال لے تو سامنے والے کے لئے خاصی مشکلات پیدا

ہاں تک ہمارا معاملہ ہے تو میں تمہیں بتاؤں کہ ہمارے لئے تمہاری زبان کھلوانا آسان ترین ام ہے اور جہاں تک میرا تعلق ہے میں یعنی ڈیوڈ فورمین، تو تم یہ سمجھ لو کہ میں اسی کام کا ماہر ہوں۔ یہ میری شخصیت کا دوسرا روپ ہے۔“

آپ مسلسل مجھے خوف زدہ کئے جا رہے ہیں مسٹر فورمین!“ میں نے بغیر کسی چلک کے کہا اب اس کا پارہ چڑھنے لگا۔ وہ بولا۔

تم خود کو بہت زیادہ پر اعتماد بنا کر پیش کرنے کی کوشش کر رہے ہو لیکن تم اصلیت کو نہیں مان رہے جیسے کوئی مقصد نگاہوں کے سامنے ہوتا ہے تو انسانیت کے بہت سے پہلو نظر انداز کرنے پڑتے ہیں اور ہم اس وقت اسی عالم میں ہیں۔ حکومت اسکاٹی لینڈ اس وقت جن لوگوں کے ہاتھوں میں ہے۔ وہ اسکاٹی لینڈ کے باشندوں کے صحیح ترجمان نہیں ہیں۔ وہ اپنے عادات کے لئے کام کر رہے ہیں اور یہ بات ہوش مند حلقوں میں اچھی طرح محسوس کر لی گئی ہے کہ وہ اسکاٹی لینڈ کے وفادار نہیں ہیں جب کہ ہم یہاں کے نوے فیصد عوام کے ترجمان ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ہم عوامی پیمانے پر کام کر رہے ہیں۔“

خیر آپ خود یہ بات تسلیم کر چکے ہیں مسٹر فورمین کہ ہم لوگوں کا تعلق بیرونی دنیا سے ہے۔ ہم آپ کے اندرونی معاملات کو نہیں جانتے۔ البتہ اتنا میں ذاتی طور پر کہہ سکتا ہوں کہ جب کسی طرح کی بغاوت شروع ہوتی ہے تو اس بغاوت کو ہوا دینے کے لئے باغیانہ عمل کرنے والے اسی قسم کی کہانیاں تراشتے ہیں۔ عوام کو ان راستوں پر لانے کا یہی ایک طریقہ تو ہوتا ہے۔“ میرے ان الفاظ پر وہ حقارت سے مسکرایا اور بولا۔

”ٹھیک ہے تم اس کے علاوہ اور کیا تبصرہ کر سکتے ہو؟“

”تبصرے کی بات نہیں اگر تم عوامی نمائندے ہو تو پھر وہ اسلحہ فیکٹریاں تباہ کرنے کا کیا جواز ہے؟“ وہ تو تمہاری اپنی ہی ملکیت ہیں اور اپنا نقصان کر کے کیا تم اسکاٹی لینڈ کے بقول تمہارے نوے فیصد عوام کی نمائندگی کر رہے ہو؟“ ڈیوڈ فورمین نے ایک لمحہ کے لئے آنکھیں بند کر لیں۔ غالباً وہ یہ فیصلہ کر رہا تھا کہ وہ اس جواب میں کیا کہے۔ پھر وہ بولا۔

”گویا تم نے اس بات کا اظہار کر کے اپنی بے پناہ واقفیت کو منظر عام پر لانے کا فیصلہ کیا۔ خیر میں بھی تمہیں اسی پیمانے پر جواب دوں گا۔ اسلحہ فیکٹریاں تباہ کرنے کا فیصلہ کسی قدر نا سمجھ لوگوں کا تھا اور جب ہماری دوسری ٹیم نے اس کارروائی کے انتظامات سنبھالے تو یہ سلسلہ

ہو جاتی ہیں۔ خاص طور سے یہ بات جان کر کہ وہ میری اندر کی گہرائیوں سے ناواقف ہے یہ نہیں جانتا کہ میں زیریں کے علاوہ بھی اور بہت کچھ ہوں۔ میں نے کہا۔

”سر آپ سے مل کر بے حد خوشی ہوئی اور افسوس اس بات کا ہے کہ مجھے اس طرح یہاں لایا گیا۔“

”ایک منٹ، ایک منٹ۔“ اس نے میری بات کاٹ کر انگلی اٹھاتے ہوئے کہا۔

”جی سر۔“

”یہ الفاظ بالکل مت کہنا کہ تمہارا تعلق زیریں سے نہیں ہے۔“

”اگر آپ اس کا حکم دیتے ہیں تو میں یہ الفاظ نہیں کہوں گا۔“

”شٹ اپ۔ بہت زیادہ چالاک بننے کی کوشش مت کرو۔“

”ٹھیک ہے۔ سر مجھے بتا دیجئے کہ میں کیا بننے کی کوشش کروں؟“

”دیکھو مائی ڈیر، تمہارے پاس اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ تمہیں خود بھی اندازہ ہو گیا ہوگا کہ اب تم کس کیفیت میں ہو اور یہ بھی اندازہ ہو گیا ہوگا تمہیں کہ ہم تمہیں بلاوجہ ہی گرفتار کر کے نہیں لائے تمہیں کارٹھیل میں دیکھا گیا۔ ایک لڑکی تمہارے ساتھ تھی، کارٹھیل میں جو کچھ ہوا وہ تمہارا ٹیٹ تھا۔ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تم ہمارے چند آدمیوں کو ہلاک کرنے میں کامیاب ہو گئے اور ہم تمہارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے تو بے وقوفی ہے تمہاری، تمہیں بھون کر رکھا جاسکتا تھا لیکن ہم پہلے ٹیٹ کرتے ہیں کارکردگی دیکھتے ہیں پھر شخصیتوں کا اندازہ لگاتے ہیں۔ جہاں تک ان چند افراد کی ہلاکت کا مسئلہ ہے تو تم یہ سمجھ لو کہ وہ ہمارا میسریل تھے۔ جو بہر حال کسی نہ کسی کام میں استعمال ہوتا ہے اور اس کا استعمال ہو جانا کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔“

میں اس شخص کی گفتگو کے انداز کو دیکھ رہا تھا اس نے اپنا تعارف نہایت اطمینان سے کرا دیا تھا اور رفتہ رفتہ یہ بات یاد آ رہی تھی کہ اسکاٹی لینڈ کے اخبارات کا سرسری طور پر جائزہ لیتے ہوئے میں نے ڈیوڈ فورمین کی تصویر بھی دیکھی تھی اور اس کے عہدے کے بارے میں بھی مجھے علم تھا کہ وہ اسکاٹی لینڈ کا وزیر دفاع ہے بلکہ کبھی کسی مرحلے پر کسی نے مجھے اس کے بارے میں کوئی بات بھی کی تھی۔ جو اس وقت مجھے یاد نہیں تھی مجھے اس کی آواز دوبارہ سنائی دی۔

”اور سنو روایتی انداز میں اپنی زبان بند رکھ کر ہمیں تشدد کے لئے مجبور نہ کرو۔ ہمارے تشدد کا انداز بھی تمہیں اتنا پسند آئے گا کہ تم دل ہی دل میں تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکو گے۔“

ترک کر دیا گیا کیونکہ واقعی یہ سب ایسے ہی تھا۔
 ”گڈ! ویسے میرے خیال میں مسٹر ڈیوڈ فورمین آپ سب لوگ ڈان ہولی کیمرس
 زیر اثر کام کر رہے ہیں۔“
 ”تمہیں اتنی زیادہ گہرائی میں جانے کی ضرورت نہیں لیکن اگر یہ جاننا چاہتے ہو کہ
 ہولی کیمرس اور میرا معاملہ کیا ہے تو یوں سمجھ لو کہ وہ میرا دست راست ہے۔
 ”میں تو صرف عرض کر رہا تھا.....“
 ”تم کچھ عرض نہیں کرو گے۔ تم صرف سنو گے۔“
 ”جی سائیے۔“

”بہت جلد اسکاٹ لینڈ میں حکومت تبدیل ہو جائے گی۔ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ کراپے
 قاتل ہو کر تم ایک بڑی آرگنائزیشن کو ختم کر سکتے ہو تو ایک ہوش مند انسان کی حیثیت سے
 بتاؤ کہ کیا یہ ممکن ہو سکتا ہے؟“

”مسٹر ڈیوڈ فورمین! میں بہت معمولی سا آدمی ہوں لیکن اتنا جانتا ہوں کہ جن لوگوں
 آپ نے ان کاموں کے لئے مخصوص کیا ہے وہ اس کی اہلیت نہیں رکھتے اور اس کا سب
 بڑا ثبوت میں آپ ہی کے الفاظ میں آپ کو دے سکتا ہوں۔ یعنی یہ کہ مجھے قتل کرنے کی کوشش
 کی گئی تھی آپ اپنی ناکامی چھپانے کے لئے اسے صرف ٹیٹ کہتے ہیں کہہ لیجئے لیکن میں
 جانتا ہوں کہ کوشش پوری پوری کی گئی تھی۔“

”خیر جو کچھ جانتے ہو یا جو کچھ سمجھتے ہو ہم اس کی بات بالکل نہیں کریں گے اور اب
 ساری کہانی میرے سامنے دہرانے کے بجائے تم مجھے یہ بتاؤ کہ زیریں نے اپنا ہیڈ کوارٹر کہا
 بنایا ہے؟ کون سے شہر میں کام کر رہے ہو تم لوگ پارکونا میں کتنے افراد کام کر رہے ہیں
 کہاں کہاں ہیں؟“

”ٹھیک ہے اب آپ یہ سمجھ لیجئے کہ میں آپ کو اس سلسلے میں کچھ نہیں بتانا چاہتا۔
 جانتا بھی ہوں تو کم از کم آپ سے اس موضوع پر بات کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔“

”ٹھیک! میں نے کہا تھا کہ میری اذیت رسانی کا طریقہ ذرا بالکل مختلف ہے۔ چلو
 شروع کر دو اور پہلے اسے اچھی طرح مارو اور اس کے بعد اسے میرے سامنے پیش کرو
 آگے بڑھنے والے دو افراد تھے۔ وہ دونوں میرے قریب پہنچے۔ ایک نے میرے بالوں

ڈالنے کی کوشش کی لیکن میرے دونوں ہاتھ پھیلے اور میں نے اس کی دونوں کنپٹیوں پر اپنا
 ہاتھ دکھا دیا۔ میرے ہاتھوں کی ہتھیلیاں کنپٹیوں پر دونوں طرف سے اس کے پڑی تھیں اور
 اس کے حلق سے ایک دل خراش چیخ نکل گئی تھی۔ پھر میرا ایک گھٹنا دوسرے آدمی کے پیٹ پر
 اور وہ چیخ مار کر دوہرا ہو گیا۔ اس کے جھٹکنے ہی میں نے کرائے کا کھڑا ہاتھ اس کے سر پر مارا
 وہ اوندھے منہ زمین پر آ رہا ان دو افراد کی کارروائی کے بعد اچانک ہی دروازے نے گارڈ
 کا شروع کر دیئے اور اس وقت میرے لئے اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں
 اپنی دہشت بٹھا دوں چنانچہ میں نے اپنے عمل کے اس حصے کو تازہ کیا جس کی مجھے قدیم
 اعلیٰ تربیت دی گئی تھی اور جن لوگوں نے یہ تربیت دی تھی ان ہی کے زیرِ تحت آج بھی میں
 اسی پر وہ داؤ استعمال کر رہا تھا۔

یہ ایک دلچسپ بات تھی۔ روز آرگنائزیشن کے زیرِ تحت یہ تمام کارروائی ہو رہی تھی۔ میں
 آرگنائزیشن کا نام لے سکتا تھا لیکن بات اس وقت خطرناک ہو جاتی کیونکہ ان لوگوں کو یہ
 احساس ہوتا کہ زیریں کا ایک رکن یہ بات کیسے جانتا ہے کہ اسکاٹ لینڈ کی بغاوت کے پس
 منہ روز آرگنائزیشن کا منحوس منصوبہ کام کر رہا ہے لیکن روز آرگنائزیشن کی ہی دی ہوئی
 تربیت سے لحوں کے اندر اندر میں نے وہاں انسانوں کے ڈھیر لگانا شروع کر دیئے کراہیں
 ہیں گونج رہی تھیں اور بے ہوش ہونے والوں کی تعداد بڑھتی جا رہی تھی۔ البتہ یہ جاننے کے
 لئے کہ سامنے سے آکر وہ لوگ مجھ پر قابو نہ پاسکتے۔ دوسری کارروائی کی گئی۔ یہ میں نہیں دیکھ سکا
 کہ یہ کارروائی ڈیوڈ فورمین کے کہنے پر کی گئی ہے یا پھر میرے ہاتھوں مار کھانے والوں میں
 سے کسی نے یہ عمل کر ڈالا ہے۔

میرے سر کی پشت پر ایک زوردار ضرب پڑی تھی اور اس کے بعد میں فضا میں تیرنے لگا
 تھا۔ یہاں تک کہ میں فضا میں ہی ڈوب گیا اور پھر جب میں ڈوب کر ابھرا تو پتھروں سے بنے
 گئے ایک اجنبی کمرے میں پڑا ہوا تھا اور میرے چاروں طرف چھوٹی چھوٹی سلاخوں والی
 ٹھیکیاں تھیں۔ کچھ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے میں انتہائی بلندی پر بنے ہوئے ایک کمرے میں
 پڑا ہوا ہوں کیونکہ کھڑکیوں سے جو کچھ نظر آ رہا تھا وہ بالکل قریب موجود بادلوں کے علاوہ اور
 کچھ نہیں تھا۔

میں اب بہت زیادہ کمزوری محسوس کر رہا تھا تو میں نے محسوس کیا کہ میرے ہاتھوں میں

انتہائی وزنی پتھر بندھے ہوئے ہیں۔ ایک عجیب و غریب انداز تھا یہ قید کا یعنی مجھے کسی نہیں باندھا گیا تھا بلکہ کلائیوں میں لوہے کی پٹیاں فٹ کر کے ان کے کندوں سے دو باندھ دیئے گئے تھے۔ اتنے وزنی کہ میں آسانی سے انہیں ان کی جگہ سے نہیں ہلا سکتا۔ کیفیت پیروں کی بھی تھی پھر میں زور سے چیخا۔

”کوئی ہے.....؟“ یہاں کوئی ہے۔“ اور دو لڑکیاں اندر آ گئیں۔ انہوں نے صورت لباس پہنا ہوا تھا اور پورا پورا میک اپ کیا ہوا تھا۔ ان کے چہرے بے حد حسین بڑے نازک تھے۔ انہوں نے اپنے پیروں میں خاص قسم کے بوٹ پہنے ہوئے تھے۔ کے ساتھ بوٹوں کا یہ انداز میری سمجھ میں نہیں آیا تھا وہ اندر آئیں تو میں نے ان میں سے کہا۔

”مجھے پانی پلاؤ۔“ میرے الفاظ سن کر وہ ہنس پڑی اور اس نے میرے پیٹ ٹھوکر ماری۔

”پانی۔“ وہ بولی اور اس کے بعد انہوں نے کمرے میں رقص کرنا شروع کر دیا پورے کمرے میں تھرکتی پھر رہی تھیں۔ تو ان میں سے ایک نے بالکل سر کی پشت پر جوتے کی ٹھوکر سے ایک ضرب لگائی اور میرے منہ سے چیخ نکل گئی۔ بلاشبہ اب یہ بانہ کرنے میں مجھے عار نہیں تھی کہ ڈیوڈ فورمین کا تشدد کرنے کا طریقہ بہت عجیب تھا۔ لڑکیاں رقص کرتے ہوئے میرے جسم پر ٹھوکریں مار رہی تھیں اور مجھے یوں محسوس ہوتا تھا ہر ٹھوکر اپنے وزن سے ہزار گنا زیادہ طاقت رکھتی ہو۔ پھر میں نے ڈیوڈ فورمین کو دیکھا وہ ڈھیل چیئر پر بیٹھا نظر آیا تھا اور دو آدمی اسے آگے بڑھا رہے تھے۔ میری حیرت کی انتہا پہلے تو میں نے ڈیوڈ فورمین کو بالکل تندرست و توانا اپنی جگہ پر کھڑے ہوئے دیکھا وہ ڈھیل چہر پر کیسے پہنچ گیا لیکن اندازہ یہ ہوا کہ وہ بہت بڑا ڈراما باز تھا۔ قریب پہنچ کر وہ چیئر سے نیچے اترا ایک لمحہ مجھے گھورتا رہا اور اس کے بعد میرے قریب ہی اکڑوں بیٹھ گیا اس نے میرے بالوں میں انگلیاں ڈالیں اور انہیں اپنی مٹھی میں جکڑ لیا۔ وہ مجھے زور زور سے جھنجھوڑنے لگا اور اس کے بعد اس کے لئے ہاتھ کا تھپڑ میرے منہ پر پڑا اور شاید میرا کہیں سے پھٹ گیا کیونکہ سیال نمی کے ساتھ ہی میرے منہ میں نمک کا ذائقہ کھل گیا اس نے کہا۔

ہاں زیریں کا ہیڈ کوارٹر کہاں ہے؟ اور یہاں کتنے افراد کام کر رہے ہیں۔“ بے وقوف ہوں، اگر تم سمجھتے ہو کہ اس طرح سے کچھ معلوم کر سکتے ہو تو لڑائی کرتے ہرے ان الفاظ کے جواب میں وہ ہنس پڑا اور کہنے لگا۔

”بے بس انسان جب کبھی ضد پر آ جاتا ہے تو اچھی طرح مار کھانے کے بعد ہی بولتا ہے تجربہ چلو تم رک کیوں گئیں؟“ اور اس کے بعد وہ پیچھے ہٹ گیا اور ڈھیل چیئر پر جا ہوں نے ڈھیل چیئر پیچھے ہٹا لی تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ سخت اذیت دے کر اور دانداز اختیار کر کے کسی شخص کو نفسیاتی الجھن کا شکار آسانی سے کر سکتے تھے اور بار بار اس اذیت کو محسوس کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ میرے سر میں چکر آنے لگے کئی ٹھوکریں مر پر پڑی تھیں۔ میری آنکھیں چڑھنے لگیں اور مجھے یہ احساس ہوا کہ میرا ذہن ڈوبتا ہے لیکن چند ہی لمحوں کے بعد انتہائی تنگ پانی میرے بدن کو بھگو گیا۔ میری آنکھیں خود بخود مل گئیں۔ میں نے دیکھا کہ ایک شخص بالٹی لئے ہوئے کھڑا ہے اور برف کی طرح سرد پانی میرے جسم پر ڈالا ہے۔ میرے ہوش میں آتے ہی ڈیوڈ فورمین کی آواز پھر ابھری۔

”زیریں کی سربراہ کیا اسکاکی لینڈ میں موجود ہے؟ اس وقت پارکونا میں تمہارے کتنے مکر رہے ہیں۔ جواب دو۔“

”تھو۔“ میں نے اس کے منہ پر تھوکنے کی کوشش کی لیکن میرا تھوک اس کے منہ پر نہیں نہ خون کی دھار میرے منہ سے نکلی تھی۔

”ٹھیک ہے کام کرتے رہو لیکن پھویشن بدل دو۔“ اور پھر یہ پھویشن بدل دی گئی۔ وہ ل کے دو برتن لے کر آ گئے تھے۔ یہ برتن انہوں نے میرے کانوں کے گرد بجانا شروع کیا اور ان کی جھنجھناہٹ میرے سارے وجود کو تباہ کرنے لگی لیکن اب صورت حال موٹی تھی۔ میں اب ذاتی طور پر ان تمام باتوں کو محسوس کر رہا تھا اور ان سے ہار ماننے کا یہ ہے کہ دانش منصور ان سے شکست کھا گیا۔ ایک بار پھر انہوں نے اپنے اس عمل کو ڈیوڈ فورمین تعریفی لہجے میں بولا۔

”ہائی ڈیر تم جو کوئی بھی ہو میں تمہاری قوت برداشت کی داد دیتا ہوں۔ اگر تم زیریں م کارکن ہو تو اب ذرا میں اپنے سوالات کے انداز بدل رہا ہوں۔ مجھے یہ بتاؤ کہ سے تمہارا کوئی روحانی رشتہ ہے۔ میں نے سنا ہے کہ زیریں ایک قبیلے کا نام ہے اور

قبیلے کے افراد زیر سر کے سربراہ کے عقیدت مند ہیں۔ کیا تم صرف عقیدت کو اذیتیں برداشت کر رہے ہو؟ یا اس کے پس منظر میں دولت ہے۔ اگر دولت ہے تو کتنی دولت ہے؟ تم جیسا آدمی ہمیں درکار ہے جو اپنے مقصد کے لئے اتنا مخلص صرف اپنے مقصد کے لئے مخلص ہو اور یہ اذیتیں برداشت کر رہے ہو تو اطمینان رکھو اس معاوضے سے بیس گنا معاوضہ زیادہ ادا کریں گے اور تمہیں اپنے ساتھ شامل کر جواب دینا پسند کرو گے؟“ میں نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلائی جیسے کہنا چاہتا ہوں اس کا جواب دینا پسند کروں گا۔ وہ خوش سے اپنی جگہ سے اٹھا اور نیچے آکر میرے رک گیا۔ پھر بولا۔

”بلاوجہ اتنی اذیت اٹھائی تم نے۔ پہلے ہی سودے کی بات کر لیتے۔ ہاں بولو، پہلے مجھے اس بات کا جواب دو کہ کیا تم میری یہ پیش کش قبول کرنے کے لئے تیار ہو میں نے کچھ بولنے کی کوشش کی لیکن منہ میں خون بھرا ہوا تھا۔ نہیں بول سکا۔ سمجھا کہ میری آواز کمزوری کی وجہ سے نکل نہیں پاری چنانچہ ایک بار پھر وہ ڈھیل چلا کر میرے پاس آیا اور جھک کر مجھ سے پوچھنے لگا۔

”ہاں جواب دو۔“ اور اس بار میں نے ایک مخصوص انداز میں اپنے منہ ہونے خون کی پھوڑا اس کے منہ پر اچھال دی تھی اور اس کے نتیجے میں کیا ہوا تھا؟ مہلت مجھے نہیں مل سکی تھی۔ میں اپنی اس بے ہوشی کا شکر گزار تھا جس نے مجھے اس دور کر دیا تھا لیکن مصیبت بہت جلد پھر سے مجھ پر نازل ہو گئی۔ میں ہوش میں آگم ہوش میں آیا تو میں نے ایک عجب سی خوشبو اپنے ناک سے نکراتے ہوئے محسوس رات گزر چکی تھی۔ صبح ہو گئی تھی لیکن وہ بے سود میرے بدن سے چپکی ہوئی لیٹی تھی۔ سے آنکھیں پھاڑے رہ گیا۔ اپنے محسوسات پر غور کیا۔ یہ اندازہ لگانے کی کوشش میں ہوں بھی یا نہیں۔ عالم بے ہوشی میں کہیں کوئی بے نکا خواب تو نہیں دیکھ رہا لیکن نہیں درحقیقت ایک خوبصورت سی نوعمر لڑکی تھی۔ عمر انیس یا بیس سال کے قریب ہاں بے تکلف انداز میں گہری نیند میرے بستر پر سو رہی تھی کہ ہوش و حواس ساتھ ہی اور حیرت کی بات یہ تھی کہ بدن کے نیچے انتہائی نرم بستر محسوس ہو رہا تھا۔

واقعی میں نے دل میں سوچا کہ ڈیوڈ فورمین کے اذیت دینے کے انداز دو

ہیں۔ یہ بھی شاید کوئی اذیت ہی تھی جو مجھے دی گئی تھی اور کچھ اور باتیں بھی میں نے جنہیں الفاظ میں لانا ذرا مشکل کام ہے۔ بس میں نے اس اور نئی اذیت کو آہستگی بدن سے دور کیا اور دشت زدہ انداز میں مسہری کے دوسری جانب سے اٹھ گیا۔ زرد نگاہیں چاروں طرف کا جائزہ لے رہی تھیں۔ ڈریس اسٹینڈ پر مجھے اپنا لباس اٹھار آگیا۔ سب سے پہلے میں نے اپنے جسم کو تہذیب سے آشنا کیا اور اس کے بعد کی جانب دیکھا یہ سوچنا بھی فضول تھا کہ دروازہ کھلا ہوا ہوگا۔ بس میں قیدی تھا اور دل کا احساس میرے دل میں موجود تھا۔

میں نے اس لڑکی کی جانب دیکھا اور یہ دیکھ کر میں تھوڑا سا سنبھل گیا کہ وہ بھی ایسی تھی۔ اس کے نقوش پر کشش لیکن آنکھیں کسی قدر چھوٹی تھیں۔ البتہ ان کا چھوٹا ہونا ان کے حسن میں اضافہ کر رہا تھا اور وہ اس وقت اپنی چھوٹی چھوٹی آنکھوں سے مجھے دیکھ

”کون ہو تم۔“ میں نے سوال کیا۔

”ڈریلا۔ ڈریلا مورگن۔“ اس نے جواب دیا۔

”یہاں کیوں آئی ہو؟“

”کیا مطلب.....؟“

”مطلب یہ ہے کہ تم یہاں۔“

”ہاں۔ ہاں آگے بولو۔“ اس نے بے غیرتی سے مسکراتے ہوئے کہا۔

”دیکھو میں ہاتھ پاؤں سے آزاد ہوں پر چونکہ انہوں نے مجھے زخمی کر دیا ہے۔ یہ ان کا

ہے اور یہاں وہ جو دل چاہے کر سکتے ہیں۔ باہر کی دنیا میں اب بھی مجھے اگر چھوڑ دیا

تو تم یوں سمجھ لو کہ میں ان میں سے آدھے ختم کر دوں گا۔ مجھے سب سے زیادہ اذیت ان

اس سے ہوتی ہے۔“

وہ ہنس پڑی اور اس نے کہا۔

”وہ لوگ تمہیں اذیت ہی تو دینا چاہتے ہیں۔“

”اور تم ان کی آلہ کار ہو۔“

”دیکھو اب صورت حال بالکل بدل گئی ہے۔ مسٹر ڈیوڈ فورمین نے مجھے ہدایت کی ہے

کہ اپنی ہر کوشش اس بات میں صرف کروں کہ تم ہمارے ساتھیوں میں شامل ہو جاؤ۔ ساتھ کام کرو۔ تمہیں دنیا کی ہر شے میا کی جائے گی تم بہت شاندار شخصیت کے مالک ہوؤ۔ ڈیوڈ فورمین تم پر اذیتوں کے پہاڑ توڑنے کے باوجود بار بار اس بات کو دہرا رہے ہیں۔ یہ شخصیت ان کے ہاتھ لگی ہے۔ اگر زیریں کے پورے گروپ میں تم جیسے ہی افراد موجود ہوں تو مسٹر فورمین کا کہنا ہے کہ زیریں ہمارے مشن کے لئے بہت نقصان دہ ثابت ہوئے۔ پلیز میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی لیکن پھر بھی میں تم سے درخواست کروں گی کہ اپنے اذیتیں نہ ڈھاؤ۔ یہ لوگ تمہیں ختم کر دیں گے کیونکہ اتنی شاندار شخصیت کو وہ دشمنوں نہیں دیکھ سکتے۔ میں نہیں چاہتی کہ تمہیں مزید نقصان پہنچے۔“

”مگر میں ایسا کیسے کر سکتا ہوں ڈریلا۔“

”پھر کیا مشکل ہے؟ بس روپوش ہو جاؤ۔ زیریں کے بارے میں بتا دو انہیں کے بعد صحت حاصل کر لو۔ پھر ہمارے ساتھ مل کر کام کرو۔ میں تمہیں ایک بات مستقبل میں ہمیں بڑے عہدہ داروں کی ضرورت بھی ہوگی اور تمہیں بڑے سے بڑا جائے گا۔ صرف اتنا سا کام کر لو۔ کہ ہمارا یہ مقصد پورا کر دو۔“

”تم یہ بتاؤ کہ اس کے لئے مجھے کیا کرنا ہوگا۔“

”صرف اور صرف اپنے آدمیوں کا پتا بتا دو۔ زیریں کی سربراہ کے بارے میں ویسے میں تمہیں بتاؤں ہمارا ایکشن آج سے تیسرے دن شروع ہو جائے گا۔ فرض کر لو کہ یعنی زیریں یا اسکاٹی لینڈ کے دوسرے افراد کوئی لمبی چال بھی چل رہے ہیں۔ اختتام بالکل قریب ہے۔“

”ایکشن میں کیا کر رہے ہو تم لوگ؟“

”بہت بڑے بڑے لوگوں کی صفائی کچھ ایسی عمارتوں کا خاتمہ، جو اسکاٹی لینڈ کی میں بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔ یہ کام پورے اسکاٹی لینڈ میں شروع ہونے والا ہے کے لئے ایک عظیم الشان دہشت گردی کا منصوبہ تیار کر لیا گیا ہے۔“

”ہم! عجیب سی بات ہے بہت عجیب۔ لیکن بہر حال ایسا کرو تم مجھے تھوڑا سا غور کر موقع دو۔ اگر تم چاہو تو مسٹر ڈیوڈ فورمین سے کہہ سکتی ہو کہ میں نے صرف تمہارے مہلت مانگی ہے۔“

میں نے اس کے چہرے پر خوشی کے اثرات دیکھے تھے پھر اس نے کہا۔

”یہ بتاؤ کہ یہ مہلت کتنی طویل ہوگی؟“

”کتنا وقت دے سکتی ہو تم مجھے؟“

”چوبیس گھنٹے سے لے کر چالیس گھنٹے تک چونکہ اس کے بعد ہمارا ایکشن شروع ہو گا۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ پہلے ایک مرحلہ مکمل کر لیں اس کے بعد دوسرے مرحلے پر کام کریں۔ اگر ہم نے ایکشن شروع کر دیا تو یقین کرو اس کے بعد ہمیں زیریں کی پروا نہیں ہوگی۔“

”ہونہ، اچھا تو ٹھیک ہے دیکھ لو۔ میں چالیس گھنٹے کے اندر اندر تمہیں جواب دے گا۔“ میں نے کہا۔

”اوکے اور اب یہ سمجھ لو کہ تمہاری شخصیت بدل چکی ہے۔ تم اب ایک معزز مہمان ہو میں ماننا دیتی ہوں۔“

وہ دروازے کی جانب بڑھی اور بچ مچ مجھے یہ اندازہ نہیں ہو سکا کہ دروازہ کس طرح کھلا ہو۔ ریویو کنٹرول تھا ویسے اس کمرے کا حدود اور بعد بھی ذرا مختلف تھا یہ پتھروں سے نہیں ہوا تھا بلکہ اس کی دیواروں کی فنشنگ بہت شاندار تھی۔ سارا فرنیچر مسہری وغیرہ۔ دلچسپ یہ تھی کہ اس کا کوئی جھروکا نہیں تھا بلکہ بس ایک جگہ ایئر کنڈیشنڈ لگا ہوا تھا۔ میں نے ان چیزوں کا جائزہ لیا اچانک دروازہ پھر کھلا اور آنے والوں سے میرا سامنا ہو گیا سب سے اُسے سفید لباس میں ملبوس ایک ڈاکٹر ٹائپ کی لڑکی تھی۔ اس کے پیچھے دو اور افراد جو میڈیکل ہیں میں ہی تھے لیکن ان دونوں کے پیچھے چار اور آدمی جو مسلح تھے اور ہر صورت حال سے نمٹنے کے لئے تیار۔ اس طرح سے سات آدمیوں کا یہ گروپ میرے پیچھے ہٹنے کے بعد اندر آ گیا ہوا آنے والی ڈاکٹر ٹائپ کی عورت نے مجھ سے کہا۔

”اپنا لباس اتار دو۔“

”شٹ اپ۔“

”کیا.....؟“

”کیا بکواس کر رہی ہو تم۔“

”مجھے تمہاری ڈریسنگ کرنی ہے۔“

اشارہ کیا اور میں نے کان پھر اس کے ہونٹوں کی طرف کر دیا۔

”میں تم سے جو گفتگو کروں گی وہ اسی سلسلے میں ہوگی مجھے اپنا معالج رہنے دینا۔ تم نے ل گھٹے کی مہلت مانگ کر جس عقل مندی کا ثبوت دیا ہے میں اس کے لئے تمہاری فکوداد دیتی ہوں۔

”ہاں بالکل۔“ میں نے بھی سرگوشی کے انداز میں کہا اور وہ مسکرا کر پیچھے ہٹ گئی۔ اکا اس قدر شاندار لڑکی ثابت ہوگی میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ بہر حال اس نے ایک نے اندر اندر اپنی شخصیت کا حصہ مجھ تک پہنچا دیا تھا۔ وہ کہنے لگی۔

”بہت خوب صورت ہیں آپ مسٹر۔“

”کس نام سے مخاطب کروں آپ کو۔“

”تم مجھے ڈینش کہہ سکتی ہو ڈاکٹر۔“

”مسٹر ڈینش میرا آپ سے ایک مطالبہ ہے۔“

”کیا؟“

”اتنے خوب صورت بدن کو داغ دار کرنا میں سمجھتی ہوں مناسب نہیں ہے۔ ایک ڈاکٹر

نیشیت سے میں آپ سے یہ بات کہہ رہی ہوں۔ اس جسم کی حفاظت کیجئے۔“

”میں نے کہیں کانٹوں دار جھاڑیوں میں چھلانگ نہیں لگائی بلکہ میرے جسم پر یہ داغ ہی لوگوں کے دیئے ہوئے ہیں۔“

”میں یہی چاہتی ہوں کہ مزید داغ آپ کے جسم پر نہ پڑنے پائیں۔ آپ ان لوگوں کو نہیں تفصیل سے بتا دیں کہ زیرس کہاں کہاں مقیم ہیں۔ ان کے کوڈ ورڈز ان سے رابطہ کا زیرس کی سربراہ، یہ تمام چیزیں آپ انہیں بتا دیں۔ آپ دیکھئے اس کے نتیجے میں آپ یا کیا ملتا ہے۔ ہم لوگ دوستوں کو بھرپور جواب دیتے ہیں اور ہماری دوستی ایک حسین غل میں جس قدر معاون ثابت ہو سکتی ہے۔ آپ تصور بھی نہیں کر سکتے۔“

”میں نے کہا ہے کہ مجھے غور کرنے کا موقعہ دیا جائے۔“

”حالانکہ یہ عقل مندی کی نشانی نہیں ہے۔ بھلا اتنی شاندار پیشکش پر غور کرنے کا کیا

ہے؟ اس کے باوجود اگر آپ اس بات سے مطمئن ہیں تو پھر جیسا آپ پسند کریں۔“

”جی۔ مجھے سوچنے کا موقعہ دیجئے۔ تھوڑا سا۔“ میں نے کہا اور پھر بولا۔

”ایک منٹ کے اندر یہاں سے بھاگ جاؤ۔“

”سنو پلیز میں ڈاکٹر ہوں۔ مجھ سے کسی طرح کا خوف نہ کھاؤ۔“

”تم سے سب سے زیادہ خوف کھانا چاہئے لیکن تمہارے ساتھ جو یہ لوگ آئے ہیں کیا ہیں؟“ اس نے ایک لمحہ کے لئے مجھے دیکھا پھر پلٹ کر انہیں دیکھا اور اس کے بعد بولا ”سب لوگ باہر چلے جاؤ۔“ بہت جرات مندانہ فیصلہ تھا بہت بڑا قدم تھا۔ بہر حال ماننے کی بات ہو وہ ماننی چاہئے۔ ایسا لگا تھا جیسے وہ میری بات سے ذرا بھی خوف زدہ نہ ہو اور نہ اسے میری شخصیت سے کوئی خوف ہو، سوچنا تو پڑتا ہے ایسے کسی کردار کے بارے چنانچہ وہ لوگ باہر چلے گئے۔ ڈرینگ کا سارا سامان اندر موجود تھا۔ ریموٹ کنٹرول دور بند ہو چکا تھا۔ اس ڈاکٹر ٹائپ عورت کے احکامات میں شاید اتنی ہی جان تھی کہ مسلح افراد بھی کوئی تکلف نہ کیا تھا اور فوراً باہر چلے گئے تھے۔ تب وہ مجھے دیکھ کر مسکرائی اور بولی۔

”اب لباس اتار دو۔“

”میرے جسم کا اندرونی حصہ کوئی خاص زخمی نہیں ہے۔“

”پھر بھی میں دیکھنا چاہتی ہوں۔“ اس نے کہا پھر بولی۔

”میں نے تم پر اعتماد کیا ہے براہ کرم مجھے قتل کر دینا۔ میرے اعتماد کو قتل نہ کرنا سمجھے؟“ بڑی سبھی ہوئی لڑکی یا عورت تھی۔ بہر حال جسم کو جس حد تک اس کے سامنے لاسکا میں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ اس نے جو ڈرینگ کی اور اس کے بعد انجکشن لگایا اس میرے ٹوٹے پھوٹے جسم کو اس طرح ترد تازہ کر دیا جیسے اب حیات میرے وجود میں آتا گیا ہو۔ میں نے شکر گزار نگاہوں سے اپنی اس ڈاکٹر کو دیکھا وہ مسکرا رہی تھی۔ پھر اس نے دونوں ہاتھ کی انگلیاں سیدھی کیں اور مجھے قریب آنے کا اشارہ کیا۔ اس کا یہ اشارہ میری میں نہیں آسکا تھا لیکن بہر حال میں اس کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے اپنے دونوں بازو میری میں حائل کر دیئے۔ میں نے اس کے کاندھوں پر ہاتھ رکھا ہی تھا کہ اس نے اشارے سے کان قریب لانے کے لئے کہا اور میں اس کے قریب آ گیا۔ میں نے جیرانی سے اسے دبا پھر اس نے اپنے ہونٹ میرے کان سے لگا دیئے اور سرگوشی میں بولی۔

”اسی طرح مجھ سے چپکے کھڑے رہو۔ میں سائنو کا ہوں۔“ میرے جسم کو ایک شدید لگا تھا وہ خاموشی سے مجھے دیکھتی رہی اور میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے، پھر اس نے گرا

”لیکن اس کے ساتھ ایک شرط بھی ہے۔“

”شرط۔“

”جی ہاں۔“

”کیسی شرط؟“

”آپ کے ان جادو اثر ہاتھوں کا لمس اگر دیر تک میرے پاس رہے تو کوئی حرج..... وہ چند لمحات سوچتی رہی پھر اس نے کہا۔

”دیکھئے اس کے لئے بھی مجھے اجازت لینا ہوگی۔ میں دوبارہ آپ کے پاس اور آپ سے بات کروں گی لیکن اس وقت جب میری ڈیوٹی ختم ہو جائے گی۔“

”یہ واپسی کم از کم کتنی دیر میں ہو سکتی ہے؟“

”ایک گھنٹہ دو گھنٹے یا زیادہ ہے زیادہ تین گھنٹے۔“

”چلئے ٹھیک ہے آپ کی واپسی سے پہلے میں اپنے بارے میں سوچتا رہوں گا آپ سے گفتگو کر کے ان کے بارے میں۔“

وہ آہستہ سے ہنسی اور واپسی کے لئے پلٹ گئی۔ لیکن میرے لئے وہ سوچ کے

سے دروازے کھول گئی تھی۔ ”سانو کا دی گریٹ۔“ اس نے ڈان ہوئی کیمرس کے پاس

جانے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس کے بعد سے مجھے اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا لیکن

وقت اس نے اپنے کردار کا جو روپ پیش کیا تھا اسے دیکھ کر میں نے دل میں یہ سوچا

واقعی وہ باکمال شخصیت ہے۔ اب پتہ نہیں ان لوگوں کے درمیان وہ کیسے داخل ہوئی۔ کہ

ہولی کے سہارے؟ کیا وہ ڈان ہوئی کو ٹریپ کرنے میں کامیاب ہو گئی تھی۔ کیا ہوا ہے

میں تو کچھ بھی نہیں آیا تھا لیکن بہر حال یہ ایک سچائی تھی کہ اس وقت میں اس سے بہت

متاثر ہو گیا تھا۔ ایسی اعلیٰ کارکردگی کی مالک شخصیتیں میرے لئے بڑی اہمیت کی حامل

تھیں۔ بہر طور یہ سب کچھ ہوا تھا لیکن اس کے بعد میرے ذہن کی چرخی تیز رفتاری سے

تھی اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ سانو کا کے آجانے سے مجھے بڑی سہولت حاصل ہو گئی ہے

اس کا کہنا بالکل درست تھا یہاں کی آوازیں باہر سنی جاتی تھیں اور چونکہ وہ ان

کارروائیوں میں سب سے زیادہ کارآمد ثابت ہوئی تھی اور اس نے ان کی دانست میں

متاثر کر لیا تھا۔ اس لئے اسے فوراً اس بات کی اجازت دے دی گئی کہ مجھے تہانہ چھوڑا جا۔

مے گھٹنے سے زیادہ نہیں گزرا تھا کہ وہ دوبارہ دروازے سے اندر داخل ہو گئی اور میں اس کو

لے کر مسکرا دیا۔ اس وقت اس نے لباس بھی مختلف پہنا ہوا تھا اور اپنے ساتھ چائے کی ایک

لی لے کر آئی تھی جس پر بہت سی چیزیں بھی ہوئی تھیں۔ کہنے لگی۔

”ایک عورت اپنے مرد کا ہر طرح سے خیال رکھتی ہے چاہے وہ کسی بھی روپ میں ہو۔ تم

مجھ سے جس لگاؤ کا اظہار کیا ہے مائی ڈیر مسٹر ڈینش اس سے میرے دل میں عورت کا

بہت احساس جاگا ہے۔ میں نے ڈاکٹر کی حیثیت سے تمہیں جو انجکشن دیا تھا اس نے یقیناً

میں سکون بخشا ہوگا اور اس کے بعد اس کے اندر کی کیفیات جاگیں۔ میں نے یہ پوچھا کہ

میں کھانے پینے کے لئے کچھ دیا گیا ہے یا نہیں؟ اور اس کے بعد دیکھو میں تمہارے لئے کیا

علامات کر کے لائی ہوں۔“

ڈان کی مچلی سطح پر اس نے ایک کپڑا ڈالا ہوا تھا جب وہ کپڑا ہٹا تو یہ دیکھ کر میری

لمبیں بری طرح پھیل گئیں کہ اوپر کیک پیسٹری چائے کے سامان کے بعد تھوڑے سے پھل

کھے ہوئے تھے لیکن ان پھلوں کے نیچے بہت اعلیٰ پیمانے کے دو ریوالور جگمگا رہے تھے جو

مٹے ہلکے اور نہایت کارآمد تھے ان کے ساتھ میگزین ایک طرف سجے ہوئے تھے۔ جیسے

مانے پینے کی چیزیں ہوں۔ میں انہیں دیکھ کر مسکرایا تو وہ بھی مسکرا دی۔ میں نے کہا۔

”اور دلچسپ بات یہ ہے کہ آپ نے پہلے اپنا نام بتایا ڈاکٹر نہ اب۔“

”اصل میں ڈاکٹر کا لفظ میری زندگی سے اس طرح چپکا ہوا ہے کہ اس کے بعد میں اپنا

م ہی بھول گئی ہوں۔ یہاں عام طور پر لوگ مجھے ڈاکٹر کہتے ہیں اگر تم مجھے ڈاکٹر کہو تو کم از کم

باری شخصیت میں مجھے اجنبیت کا احساس نہیں ہوگا ڈاکٹر کا لفظ وسیع ترین معنوں میں

تعمال کیا جاسکتا ہے۔“ میں ہنس دیا تو وہ بولی۔

”بیٹھو میں تمہارے لئے چائے بناتی ہوں۔“ یہ اسلحہ جو وہ لے کر آئی تھی اتنا مختصر اور

اندر تھا کہ میں باآسانی اسے اپنے پاس چھپا سکتا تھا۔ اس نے خود بھی اس سلسلے میں میری

دی اسلحہ محفوظ کر نیکے بعد میں کھانے پینے کی چیزوں کی جانب متوجہ ہو گیا اور وہ اس سلسلے میں

ری پذیرائی کرنے لگی۔ ہم لوگ ایک عمدہ ڈراما کر رہے تھے۔ سانو کا نے جو میک اپ اختیار

یا تھا ایک ڈاکٹر کی حیثیت سے وہ بہت زیادہ دلکش اور دلچسپ نہیں تھا لیکن ویسے وہ خاصی

شش لگ رہی تھی چنانچہ کھانے سے فراغت حاصل کر کے میں نے اس سے کہا۔

”تھینک یو ڈاکٹر کاش میرے جسم پر اتنے زخم نہ آتے آپ یقین کیجئے میں اپنی زخم بدترین اذیت سے گزرا ہوں۔“

”تم ایک ڈاکٹر سے یہ بات کہہ رہے ہو؟ مجھے اس کا پورا پورا اندازہ ہے اور میں تمہیں جو دوائیں دی ہیں وہ تمہارے لئے انتہائی سکون کا باعث بنیں گی اگر دواؤں کے ساتھ کوئی مشورہ بھی چاہتے ہو تو مجھے بتاؤ۔“

”مشورہ۔“

”ہاں۔“

”ڈاکٹر مشورہ خود دیتے ہیں۔“

”تو پھر میں تمہیں مشورہ دے رہی ہوں کہ جو کچھ تم سے پوچھا جا رہا ہے تم اس کا جواب دے دو۔ بات یہ ہے کہ اب تم ہمارے چنگل سے نکلنے میں کامیاب تو نہیں ہو جیسی کہ تمہیں پیشکش کی گئی ہے اگر تم ہمارے لئے کارآمد ثابت ہو گے تو تمہارا مستقبل شاندار ہو گا۔ ورنہ دوسری صورت میں یہ زخم کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ ہم تمہیں آسانی صاف کر دیں گے۔“

”ڈاکٹر اس دوران میں بہت کچھ سوچتا رہا ہوں اگر آپ یہ مشورہ نہ بھی دیتیں تو میں فیصلہ کرتا کہ ہتھیار ڈال دوں۔“

”کیا مطلب؟ یعنی..... یعنی۔“ سائو کا نے اپنے لہجے میں خوشی کا اظہار کرتے ہو کہا۔

”اوہ تھینک یو ڈیزر۔ تھینک یو ویری مچ۔ تم نے یہ اعزاز مجھے بخشا ہے اور میں یہ خبری ان لوگوں کو سنانے جا رہی ہوں۔“ سائو کا نے مجھے آنکھ ماری اور اس کے بعد باہر گئی۔ آنے والے لمحات بڑے سنسنی خیز تھے۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ کافی دیر تک نہیں آئی کوئی بھی ایسا شخص مجھ تک نہیں پہنچا جو مجھ سے اس سلسلے میں گفتگو کرنے والا ہو لیکن بعد اندازہ ہوا کہ وہ لوگ شاید آپس میں کچھ مشورے کر رہے تھے اور تھوڑی دیر کے بعد چاروں طرف سنائے پھیل گئے تو سائو کا پہلے اندر آئی اور اس کے پیچھے میں نے جس شخص دیکھا اسے دیکھ کر ایک لمحے کے لئے میرے سارے اعصاب میں کھنچاؤ پیدا ہوا تھا۔ یہ ڈاکٹر ہولی کیمرس تھا۔ سائو کا نے واقعی کمال کر دکھایا تھا۔ یعنی ڈان ہولی جیسے چالاک آدمی کو

اپنے ٹرانس میں لے لیا تھا اور دھوکا دے کر خود اس کے ساتھ یہاں تک آگئی تھی۔ ڈان ہولی کیمرس نے میرے قریب پہنچ کر کہا۔

”مجھے خوشی ہے کہ تم نے ہمارے ساتھ تعاون کا فیصلہ کر لیا۔ یہ حقیقت ہے تمہاری زندگی اگلے میں ممکن تھی ورنہ آسانی سے تم شکار کر لئے جاتے۔“

سائو کا نے ایک اشارہ کیا اور میں نے گردن خم کر دی۔ اس کے بعد میں اپنا ہاتھ آگے مار کر ڈان ہولی کی جانب بڑھا اور میں نے کہا۔

”مسٹر ڈان ہولی! میں اپنے آپ کو آپ کے دوستوں میں شامل کر کے خوش ہوں۔“

ڈان ہولی نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دیا اور بس وہیں اس کی شامت آگئی۔ میں جانتا تھا کہ اس وقت اس کے منہ سے آواز نکلنے کا مطلب یہ ہے کہ ایک لمحہ کے اندر سارا راز کھل جائے۔ میں نے اس کے ہاتھ کو ایک زوردار جھٹکا دیا اور وہ مجھ پر آگرا لیکن میں اپنے دوسرے عمل کے لئے تیار تھا۔ اس کی گردن میرے بازو کی گرفت میں آئی اور میں فوراً ہی اسے اپنے کندھے پر رکھ کر نیچے بیٹھ گیا اور اس کے بعد ایک زوردار جھٹکا میں نے اس کی گردن کو ابا۔ گردن کی ہڈی ٹوٹنے کی آواز صاف سنائی دی تھی اور ڈان ہولی کی آنکھیں خوف سے پھٹ گئی تھیں لیکن پھر وہ ایک لمحہ بھی نہ جی سکا اور میں نے اس کی گردن توڑ کر اسے نیچے ڈال دیا۔ سائو کا نے کہا۔

”اس کا لباس اس کا لباس۔“ پھر اس نے جلدی سے اپنا منہ بند کر لیا لیکن میں اس کا مطلب سمجھ گیا تھا۔ کچھ ہی لمحوں کے بعد میں نے ڈان ہولی کا لباس اپنے لباس پر ہی چڑھا لیا اور اس کے انداز میں اپنی جگہ سے باہر نکل آیا۔ پہلے ایک پہرے دار نے مجھے دیکھ کر سلیوٹ کیا مگر ہم روشنیاں ہماری مدد کر رہی تھیں۔ پھر سائو کا ڈاکٹر کی حیثیت سے میرے ساتھ تھی۔ چنانچہ اس لمبی راہداری میں چلتے ہوئے ہم باہر آ گئے۔ جو بھی ہمیں مل رہا تھا وہ سلیوٹ کر کے سنبھل رہا تھا یہاں تک کہ ہم اس پر اسرار عمارت کے بڑے گیٹ کے پاس پہنچ گئے۔ گیٹ کے پاس کچھ پہرے دار مستعد بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے ایڑیاں بجائیں اور ہم سیڑھیاں اتر کر پارکنگ میں آ گئے لیکن اچانک ہی ان لوگوں نے ہم پر غور کیا اور اس کے بعد فوراً ہی عقب سے آوازیں آئیں۔

”اے رکو، رک جاؤ، رک جاؤ ورنہ گولی چلا دیں گے۔“ اس کے بعد ہم نے بھاگنا

شروع کر دیا۔ دوسری جانب سے فائرنگ شروع ہو گئی تھی۔ جواب میں، میں نے بھی ہسٹول نکال کر فائرنگ شروع کر دی اور اوپر سے چیخیں لہرائیں لیکن ہم نے ان کی پروا بغیر بھاگنا شروع کر دیا تھا۔ سائنو کا میرا ساتھ دے رہی تھی اور میں نے اس کا ہاتھ پکڑا تھا۔ ہم دونوں انتہائی برق رفتاری سے دوڑ رہے تھے۔ اچانک ہی سائنو کا بری طرح لڑکا اور میں نے اس سے کہا۔

”سنجاولو خود کو سنبھالو۔“ لیکن سائنو کا زمین پر بیٹھتی چلی گئی۔ کئی پہرے دار پیچھے آ رہے تھے۔ میں نے اندھا دھند فائرنگ کر کے انہیں ہلاک کر دیا اور نئے میگزین لگا کر سائنو کا طرف رخ کر کے بولا۔

”سائنو کا اٹھو۔“ لیکن دوسرے لمحے سائنو کا کے منہ سے خون کی پھوار نکلی اور اس زور سے میرا بازو ہتھکتا ہوا اور اس کے بعد بے جان ہو گئی۔ ایک لمحہ کے لئے مجھے بے پناہ ہوا تھا لیکن پھر دو سنسناتی ہوئی گولیوں نے مجھے ہوش میں آنے کی مہلت دے دی اور میں نشانہ لے کر ادھر گولیاں چلا دیں۔ دو چیخیں سنائی دی تھیں۔ میں نے جھک کر سائنو کا کو دیکھا دم توڑ چکی تھی۔ ایک لمحے کے لئے میرے دل میں غصے کا طوفان ابھرا اور جی چاہا کہ وہاں پلٹ کر ان لوگوں میں گھس جاؤں اور فائرنگ شروع کر دوں لیکن یہ ایک جذباتی سوچ تھی اس کا نتیجہ میں جانتا تھا۔ میں وہاں سے آگے بڑھا اور پھر میری نگاہ اسی مضبوط ویگن پر پڑ جس سے بیوک کو ٹکر ماری گئی تھی اور اس کا کچھ بھی نہیں بگڑا تھا۔ ویگن کا ڈرائیور غالباً ویگن میں تھا گولیوں کی آوازیں اس نے سن لی تھیں اور چونک کر باہر جھانکنے لگا تھا۔ پھر وہ اچانک ہی نیچے اتر اور بولا۔

”کون ہے یہ گولیاں کیسی چل رہی ہیں؟“

”وہ شاید فرار ہو رہا ہے۔“ میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا اور ڈرائیور میرے قریب پہنچ گیا۔

”کون کیا وہی قیدی؟“

”ہاں۔“ میں نے کہا اور کرائے کا بھرپور وار اس کی گردن پر مارا اور پھر اس کا سر زام سے پکڑ کر زمین پر دے مارا۔ اس کے بعد میں نے ویگن کا جائزہ لیا چابی اس میں لگی ہوئی تھی۔ چابی اگر اس میں نہ ہوتی تو یقینی طور پر اس کے پاس ہوتی لیکن یہ اچھا تھا جو مجھے زیادہ

لے نہ ہوئی۔ ویگن میں داخل ہو کر میں نے ڈرائیونگ سیٹ کے برابر والی سیٹ پر لیٹ گئی۔ لیکن ابھی دیکھی تھی اور کیا ہی عمدہ بات تھی۔ ہسٹول بے شک اب تک کارآمد ثابت آئے لیکن پیچھے سے جو لوگ دوڑے چلے آ رہے تھے۔ ان کے لئے اسٹین گن ضروری ہیں میں نے فوراً اسٹین گن اٹھائی اور اسے سیدھا کر کے ان پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ وہ پھل کر گرے تھے اور اس کی فوراً بعد میں نے ویگن اشارت کر دی تھی اور برق رفتاری سے لئے ہوئے گیٹ کی جانب بڑھ گیا تھا۔ میں جانتا تھا کہ گیٹ بند ہو گا اور وہ لوگ اردکنے کی آخری کوشش کریں گے لیکن یہ مضبوط ویگن خود ان کے لئے مشکل بن گئی۔ اس کی ٹکر سے گیٹ اکھاڑ کر پھینک دیا اور اس کے بعد برق رفتاری سے ویگن دوڑاتا ہوا ڈھلان پر سے اتر کر سیدھی سڑک پر آیا اور پھر نہ جانے کس کس طرح میں یہ سفر کے شہری آبادی تک پہنچا تھا۔ پر اب میرے لئے اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں تھا تو میں مسٹر روڈ پارک سے رابطہ قائم کروں یا پھر ریتیم سے۔ کیونکہ فوری طور پر مجھے کوئی رکاوٹ تھی۔ میں ویگن دوڑاتا رہا۔ شہری آبادی میں داخل ہونے کے بعد میں نے ویگن اس روک دی جہاں میں اسے روک سکتا تھا۔ پھر وہاں سے ٹیکسی لے کر میں اپنے ہوٹل میں جاتا تھا کہ یہ ہوٹل مخدوش ہے لیکن بہت پرانی حکینیک میں نے استعمال کی۔ ہوٹل کے بعد میں نے ایک نیا کمرہ بک کرایا اور اسی ہوٹل کے ایک اور کمرے میں منتقل ہو جو کچھ ہوا تھا یا جو کچھ میں کر کے آیا تھا وہ اتنا سنسنی خیز تھا کہ اب صورت حال بدل سکتی میں سوچ رہا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہئے لیکن میرے پاس فی الحال کوئی طریقہ کار ناہاں یہ بات میں محسوس کر رہا تھا کہ ہوٹل کے اس نئے کمرے میں، میں کم از کم کچھ کے لئے محفوظ ہوں۔ ویگن کمرہ دینے والوں نے میرے نقش و نگار پر غور نہیں کیا تھا اس بات پر ضرور حیران ہوئے کہ جب ایک کمرہ میرے پاس موجود ہے تو دوسرا کمرہ لینے تک ہے؟ لیکن رات کا وقت تھا اور شاید کاؤنٹر منیجر بھی بدلا ہوا تھا۔ چنانچہ اس نے میری صورت پر غور نہیں کیا تھا۔ سو میں نے سوچا نیند اگر پوری ہو جائے تو انسان کی صلاحیتیں بادل بڑھ جاتی ہیں۔ چنانچہ مجھے پہلے اپنی نیند پوری کرنی چاہئے۔ پہلے تو میں نے یہ سوچا ریتیم وغیرہ سے رابطہ قائم کیا جائے لیکن اب یہ اس وقت سب کچھ مناسب نہیں تھا۔ میں ہوا تھا کہ سائنو کا کس طرح اپنی قربانی دے کر میری جان بچانے کا باعث بنی۔ مجھے

واقعی اس بات پر حیرت تھی لیکن اب جو ہونا تھا وہ تو ہو چکا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا تھا۔
ایسا سب کچھ کیسے ہو گیا۔ بہر حال بہت سی باتیں سمجھ میں آنے والی نہیں ہوتیں
خیالات سے بچنے کا واحد ذریعہ یہ ہوتا ہے کہ اپنی دل پاور کو استعمال کر کے نیند کی آ
پناہ لے لی جائے سو میں نے ایسا ہی کیا تھا اور دوسرے دن تقریباً گیارہ بجے تک سو
میری رات انتہائی پرسکون گزری تھی۔ بڑے عیش کے ساتھ میں نے روم سروس کو
کر کے ناشتا طلب کیا۔ آرام سے ناشتا کیا۔ اس کے بعد صورت حال کا جائزہ لے کر
باہر کے مناظر دیکھے۔ پھر اس کمرے سے نکل کر اپنے پہلے کمرے میں پہنچ گیا۔ یہاں
نے اپنا ایک اچھا سا لباس نکالا۔ یہ کمرہ میرے لئے کافی خطرناک تھا۔ چنانچہ لباس
آسانی سے اپنے کمرے میں واپس آ گیا۔ غسل خانے میں سوچنے کے سب سے بہترین
ہوا کرتے ہیں اور دنیا کی اہم ترین باتیں غسل خانے میں بیٹھ کر ذہن میں آتی ہیں۔
میں سوچ میں ڈوب گیا۔ پانی کی پھواریں جیسے میرے دماغ کو تروتازہ کر رہی تھیں
اگلے فیصلے پر غور کر رہا تھا۔ آخری فیصلہ یہی کیا کہ مسٹر روڈ پارک کی بجائے اب ریتیم
قائم کیا جائے چونکہ اور بھی بہت سے معاملے ذہن میں تھے ریتیم سے رابطہ قائم کر
ذرائع میرے پاس موجود تھے۔ میں نے جب ریتیم کو مخاطب کیا تو اس کا لہجہ خوشی سے
تھا۔

”ڈیئر دانش ہم تو یوں سمجھ لو کہ ایک طرح سے اپنے ہاتھ پشت پر باندھے بیٹھے
ہیں۔ تم کیا کر رہے ہو؟ اس بارے میں نہ مجھے کچھ معلوم ہے اور نہ مسٹر روڈ پارک کو۔“
”روڈ پارک سے تمہارا رابطہ ہے ریتیم؟“

”دن اور رات وہ انتظار کر رہے ہیں کہ کب تمہاری طرف سے انہیں کوئی پیغام
ویسے تم خیریت سے تو ہونا؟“

”بالکل خیریت سے ہوں۔ میرا پتا نوٹ کرو۔ مجھے یہاں سے ریسو کرو۔ میں خطر
حالات میں گھرا ہوا ہوں۔“

”ہاں ہاں بتاؤ! اس کی تو تم فکر ہی نہ کرو۔ اگر اسکاٹ لینڈ کی پوری فوج تمہارے
لگ جائے تو زیریں ان سب کے حلق سے تمہیں نکال کر لے جاسکتے ہیں۔“
میں نے اسے ہوٹل کا پتا بتایا تو وہ بولی۔

”ڈارک بلیو کار تھوڑی دیر کے بعد تمہارے ہوٹل کے دروازے پر پہنچ جائے گی۔
ایمان رکھنا، حفاظت کے لئے بے شمار افراد موجود ہوں گے یا تو تم نیچے پہنچ جاؤ یا پھر ہمیں بتاؤ
ام ادر آجائیں۔“

”نہیں اب ایسا بھی نہیں۔ کار کا نمبر بتاؤ۔“ اور ریتیم نے کار کا نمبر دہرا دیا۔

”کتنی دیر میں پہنچے گی یہ کار؟“

”میں منٹ کے اندر اندر۔“

”اوکے۔“ انیسویں منٹ پر میں ہوٹل کے اس کمرے سے نکل آیا اور اپنے طور پر
مطابقت کرتا ہوں نیچے پہنچ گیا۔ نیلے رنگ کی کار میں نے فٹ پاتھ کے پاس ہی کھڑی ہوئی
یعنی تھی۔ اس کا ڈرائیور عقبی دروازہ کھولے کھڑا ہوا تھا۔ قرب و جوار کا تو خیر میں کوئی اندازہ
نہیں کر سکا لیکن ڈرائیور کو شاید میرے بارے میں مکمل طور پر بتا دیا گیا تھا۔ میں پچھلے
دروازے سے اندر داخل ہو گیا اور ڈرائیور نے اسٹیرنگ سنبھال لیا۔ ایک لمحہ کے اندر میں نے
محسوس کیا تھا کہ کار بلٹ پروف ہے اور گولی اس پر اثر انداز نہیں ہو سکتی۔ وہ فاصلے طے کرنے
گئی ڈرائیور مستعدی سے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ زیریں اس وقت کہاں ہیں
اور کار کی کس طرح حفاظت کر رہے ہیں؟ یہ بھی کمال کا عملہ تھا۔ آخر کار مجھے ایک عمارت میں
لے جایا گیا اور عمارت کے برآمدے میں ریتیم نے میرا استقبال کیا۔ مسٹر سیڈان اس کے ساتھ
موجود تھے۔ دونوں نے آگے بڑھ کر مجھے پہلو کیا اور ریتیم میرے ساتھ اندر داخل ہو گئی۔ جب
کہ مسٹر سیڈان باہر ہی رک گئے تھے۔ ہم ایک بڑے ڈرائیونگ روم میں پہنچے اور ریتیم نے مجھے
بینیٹ کی پیشکش کی پھر بولی۔

”تھکن دور کرنے کے لئے کافی بہترین چیز ہوتی ہے اور میں نے اس کے لئے ہدایت
کردی ہے۔“ ریتیم کے الفاظ پورے بھی نہیں ہوئے تھے کہ ایک ملازم ٹائپ کا آدمی کافی لئے
ہوئے اندر آ گیا۔ ریتیم نے اسے باہر جانے کا اشارہ کیا اور خود کافی بنانے لگی۔ پھر اس نے
کافی میرے سامنے رکھ دی اور اپنی پیالی خود اٹھالی۔

”ہاں۔“

”بڑی سنگین صورت حال ہے ریتیم۔“

”یقیناً ہوگی اندازہ ہو رہا ہے۔“

”اب تم ایسا کرو ایک پیڑ اور پین منگا کر اپنے پاس رکھ لو۔ میں تمہیں سارے نکات بتاتا ہوں۔“ اس نے کافی کی پیالی رکھی اور میری ہدایت پر عمل کر کے میرے سامنے پیڑا پین کے ساتھ آگئی۔ پھر میں اسے اپنے منصوبے کے مطابق ایک ایک نکتہ سے آگاہ کرے لگا۔ چند تفصیلات بتا کر میں نے کہا۔

”ڈان ہولی اصل آدمی نہیں تھا اور اصل آدمی یہاں کا وزیر دفاع مسٹر ڈیوڈ فورڈ ہے۔“ ریتیم نے حیرت سے میری صورت دیکھی پھر پیڑ پر غالباً یہ پوائنٹ بھی لکھنے لگی لیکن اچانک ہی وہ اچھل پڑی۔ اس نے کہا۔

”کیا تمہیں؟ کیا نام بتایا؟“

”ڈیوڈ فورمین۔“

”اوہ! مائی ڈیز، اف مائی ڈیز۔ کیا یہ نام تمہاری ذہن میں نہیں ہے۔“

”ڈیوڈ فورمین۔“

”ہاں یہ ڈان شہر کا سنٹر آفسر تھا اور یوگوسلاویہ میں ایک بہت بڑی کمپنی کا مالک ہے۔ بعد میں یہ غائب ہو گیا تھا اور ڈان سنٹر روز آرگنائزیشن میں ضم ہو گیا تھا۔“

”میری فہرست میں اس کا نام نہیں ہے۔“

”لیکن میری فہرست میں ہے۔“

”ہو سکتا ہے اس کا نام مجھ سے مس ہو گیا ہو۔“

”ہاں ہو سکتا ہے۔“

”تب تو یہ کام کا آدمی ہے۔“

”بہت زیادہ کام کا آدمی۔“

”یہ عمارت کیسی ہے؟“

”مسٹر روڈ پارک نے مہیا کی ہے۔“

”محفوظ ہے؟“

”ہاں۔“

”تمہیں یقین ہے؟“

”پورا پورا۔“

”تو ٹھیک ہے۔ سارے معاملات اپنی جگہ لیکن ڈیوڈ فورمین کو اس عمارت میں پہنچنا۔“

”پہنچ جائے گا۔ اب تم یہ بتاؤ اس سلسلے میں آخری اطلاعات کیا ہیں؟“

”ڈان ہولی کو میں نے قتل کر دیا ہے۔ وہ جگہ ایک غلط جگہ ہے۔ پرانے طرز کی بنی ہوئی ہے یہاں شاید ان لوگوں کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ بہر حال میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ ڈیوڈ فورمین نری آدمی ہے لیکن میرے سامنے وہ آخری آدمی کی حیثیت سے آیا ہے۔ وہ لوگ ہم سے ہو چکے ہیں اور ہمارے ہیڈ کوارٹر کے بارے میں تشویش کا شکار ہیں۔ ان کی سب سے بڑی شہ ہے کہ ہمارا ہیڈ کوارٹر ان کے علم میں آ جائے۔“

”یعنی زیریں کا؟“

”ہاں۔“

”وہ ویسے میرا خیال ہے ہم اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کر سکتے اور ہمیں روڈ پارک سے ناٹم کر لینا چاہئے۔“

”اس کے ساتھ ساتھ ڈیزر ہمیں مسٹر روڈ پارک سے اور بھی گفتگو کرنی پڑے گی۔“

”بھلا وہ کیا؟“ ریتیم نے پوچھا اور میں اسے اپنا موقف بتانے لگا۔ ریتیم بڑے غور و توجہ ہی سے میری باتیں سن رہی تھی۔ اس نے نہایت مخلصانہ لہجے میں کہا۔

”مائی ڈیزر دانش منصور، تمہاری وطن دوستی تو میں اچھی طرح جانتی ہوں اور سمجھ چکی ہوں جس ملک کو تم جیسے جاں نثار مل جائیں اس ملک کو کوئی بڑے سے بڑا دشمن بھی نقصان نہیں لٹا۔ میں مغرور ہوں اس بات پر کہ تم جیسا محبت وطن میرا ساتھی ہے بے فکر ہو مسٹر روڈ سے اس موضوع پر گفتگو ہوگی اور ہم سب سے پہلے تم سے یہ معاہدہ کر لیں گے۔ اب اری اجازت ہو تو میں مسٹر روڈ پارک سے رابطہ قائم کر لوں۔“

”ہاں جیسا کہ میں نے تمہیں بتایا کہ وہ لوگ کچھ گھنٹوں کے بعد اپنا آپریشن شروع کر گئے۔ ان کے آپریشن سے پہلے اگر ہم نے ان پر حملہ نہ کر دیا تو سمجھ لو کہ اس کے بعد لینڈ کوز بردست نقصان سے دوچار ہونا پڑے گا۔“

”اس وقت اسکاٹی لینڈ کا نہیں ہمارا اپنا معاملہ بھی ہے کیونکہ ہماری کامیابی ہی ہمارے بے عملی شکل دے سکتی ہے لیکن تم بے فکر رہو۔ اس معاہدے کے بعد بھی بقیہ گفتگو ہوگی۔“

”دیکھیے میڈم! مجھے ایک بات پر ذرا تردد ہوگا جس ملک کو آپ یہ اسلحہ بھیجیں گی اس ملک کی لینڈ سے کوئی جھگڑا ہے تو شاید یہ شرط پوری نہ کی جاسکے اور اگر کوئی جھگڑا نہیں ہے تو آپ یہ سمجھ لیجئے کہ ہم اس معاہدے کی تکمیل کے لئے حاضر ہیں کیا آپ اس ملک کا نام پسند کریں گی۔“

ریتم نے میری جانب دیکھا تو میں نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا دی۔ گویا میں نے اپنے وطن کا نام لینے کی اجازت دے دی تھی اور اس کے بعد ریتم مسٹر روڈ پارک سے میری گفتگو کرنے لگی۔ میرا ذہن اپنے وطن کے خیالات میں کھو گیا تھا۔ نہ جانے کون کون سی باتیں میرے ذہن کے پردوں سے اندر آ گئی تھیں اور پھر ریتم کی آواز نے ہی مجھے چوڑکایا۔

”کہاں کھو گئے دانش!“

”کہیں نہیں۔“

”میں جانتی ہوں۔ بہر حال مسٹر روڈ پارک پہنچ رہے ہیں اور انہوں نے کہا ہے کہ مجھے لمبوی بہت دیر لگ جائے گی لیکن وہ تمہاری اس خواہش کا جواب ہاں یا نہیں میں لے کر آئیں گے۔ البتہ میں نے اس سے کہہ دیا ہے کہ جواب ہاں میں ہونا چاہئے ورنہ شاید زیریں اپنے معاہدے کو پورا نہ کر سکیں۔“ میں نے ہمنوں نگاہوں سے ریتم کو دیکھا اور ریتم نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”ہم میں سے کسی کا مقصد نہ میرا نہ تمہارا دولت نہیں ہے دانش۔ میں اپنے بھائی کو ہانتی ہوں تم رخسار کو اور اس کے بعد جو کچھ ہم دونوں کی چاہتیں ہیں انہیں ہم دونوں اچھی طرح سمجھتے ہیں۔“

”پھر بھی ریتم تم میری ہر خواہش کی جس طرح تکمیل کرتی ہو میں اس کے لئے ہمیشہ تمہارا شکر گزار رہوں گا۔“ اور ریتم نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ اس کی آنکھیں بہت ہلکے رنگ کی تھیں لیکن اس نے بہت جلد اپنے آپ پر قابو پالیا اور بولی۔

”کسی بھی لمحے ہمیں جذباتی نہیں ہونا چاہئے دانش، کیونکہ ہمارے جذباتی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہم ختم ہو جائیں۔“

میں نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلائی پھر ہمیں مسٹر روڈ پارک کا کافی دیر تک انتظار کرنا پڑا۔ اٹھانے سے قبل انہوں نے اپنے آنے کی اطلاع نہیں دی تھی۔ بس اچانک ہی نمودار

ہاں اگر اجازت ہو تو میں مسٹر روڈ پارک سے رابطہ قائم کر لوں؟“

”ذرائع تو ہیں۔“

”یقیناً۔“ اس نے کہا اور پھر بڑے ٹرانس میٹر پر ریتم نے میرے سامنے ہی مسٹر روڈ پارک سے رابطہ قائم کیا اس پر مسٹر روڈ پارک کی آواز سنائی دی۔

”ہاں میڈم میں مسٹر روڈ پارک بول رہا ہوں۔“

”مسٹر روڈ پارک آپ نے جو رہائش گاہ ہمیں مہیا کی ہے ہمیں وہاں آپ کی ضرورت ہے۔“

”میں پہنچ جاؤں گا۔“

”لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی آپ اپنے ملک کے سربراہ سے یہ اجازت لے کر آئے گے کہ اگر اس سازش کے خاتمے کے لئے زیریں سے کوئی نیا معاہدہ کرنا پڑا تو آپ کو اختیار ہے۔“

”نئے معاہدے کی تفصیل بتائیں گی آپ میڈم؟“

”ہاں کیوں نہیں۔“

”تو بتا دیجئے تاکہ میں مکمل گفتگو کرنے کے بعد آؤں۔“

”مسٹر روڈ پارک آپ کی اسلحہ کی کئی فیکٹریاں تباہ ہو چکی ہیں لیکن اس کے باوجود بے پناہ اسلحہ بنا رہے ہیں۔“

”ہلکے اسلحہ کی لاتعداد فیکٹریاں اب بھی کام کر رہی ہیں۔“

”کیا یہ اسلحہ فروخت کرتے ہیں آپ؟“

”دنیا کے بیشتر ممالک اسلحہ کی لینڈ کا بنا ہوا اسلحہ پسند کرتے ہیں اور ہم اسلحہ کے لئے بڑا سوداگر ہیں۔“

”زیریں کے اور آپ کے درمیان جو مالی معاہدہ ہوا ہے اگر ہم اس کا تینتیس فیصد سے اسلحہ کی شکل میں وصول کریں تو آپ کو کوئی اعتراض ہوگا؟“

”میرا خیال ہے بالکل نہیں۔ لیکن آپ اتنے اسلحہ کا کیا کریں گی؟“

”ہمیں یہ اسلحہ ایک مخصوص ملک پہنچانا ہوگا۔ یوں سمجھ لیجئے ہمارے کاروبار کا ایک

ہوئے تھے ہاتھ میں ایک بریف کیس اٹھائے ہوئے تھے۔ یہ شخصیت بھی بہت عمدہ تھی میں شک نہیں تھا۔ مسٹر روڈ پارک نے ہم دونوں سے مصافحہ کیا اور پھر ہماری پیشکش پر ایک بیٹھ گئے اور بولے۔

”میں جس قدر سنسنی محسوس کر رہا ہوں اس کا آپ لوگ تصور بھی نہیں کر سکتے۔ اصل ایک عجیب سی اطلاع ہمیں موصول ہوئی ہے حالانکہ یہ اطلاع معمولی پیمانے پر ہمارے ہے لیکن بہر حال اس کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔“

”کیا آپ بتانا پسند کریں گے مسٹر روڈ پارک۔“

”بس اتنا معلوم ہوا ہے ہمیں کہ کوئی بہت بڑا آپریشن کچھ گھنٹوں کے بعد شروع ہوا ہے۔ یعنی اسکا کی لینڈ کے باغیوں کی جانب سے۔ وہ آپریشن کیا ہو گا اس کا کوئی اندازہ نہیں ہے لیکن احتیاط کے پیش نگاہ اسلحہ فیکٹریوں کی نگرانی بہت سخت کر دی گئی ہے اور دوم ایسے اہم پروجیکٹ بھی فوج کے حوالے کر دیئے گئے ہیں جنہیں نقصان پہنچنے کا خطرہ ہے۔“

”گویا ایک نامکمل اطلاع آپ کے پاس ہے۔“

”ہاں اسے سو فیصد نامکمل ہی کہا جاسکتا ہے لیکن ہم اسے مکمل نہیں کر سکتے۔ البتہ کے خلاف فوری عمل ضروری ہے جس کا آغاز ہم نے کر دیا ہے۔“

”مسٹر روڈ پارک ایک بات آپ ہمیں بتائیے وہ یہ کہ کیا آپ اپنے تمام عہدیداروں کو مکمل بھروسہ رکھتے ہیں؟“

”سوائے صدر مملکت کے اور کسی عہدیدار پر مکمل بھروسے کا دعویٰ نہیں کیا جاسکتا یا جیسے چلی سطح کے لوگ ہیں جو اپنے وطن کی بھلا چاہتے ہیں اور وطن سے مخلص ہیں۔“

”ٹھیک۔ اچھا اب آپ یہ بتائیے مسٹر روڈ پارک کہ صدر مملکت سے ملاقات کرنا آپ نے ہماری خواہش کے بارے میں بات کی؟“

”ایک منٹ۔“ مسٹر روڈ پارک نے کہا اور اپنا بریف کیس کھول کر اس میں سے ا بہت خوب صورت فائل کو نکال لیا۔ اسے کھول کر ہمارے سامنے رکھتے ہوئے انہوں نے کہا

”جو کچھ فیصد کی ادائیگی اسلحہ کی شکل میں دینا کے کسی بھی ملک میں کی جاسکتی ہے سلسلے میں ہماری حکومت کو کوئی اعتراض نہیں ہے۔ عارضی طور پر یہ مسئلہ صرف صدر مملکت

میں ہے اور صدر مملکت نے کہا ہے کہ ہم تو ہیں ہی اسلحہ کے بیوپاری یہ معاہدہ ہمیں خلوص لہجے سے منظور ہے لیکن ابھی اس کی تشہیر نہ کی جائے کیونکہ اسلحہ کا معاہدہ ایسا ہے کہ بہت سے مالک اس پر اعتراض کرتے ہیں۔ صدر مملکت کا کہنا ہے کہ اسلحہ خفیہ طور پر تمام تر انتظامات لے ساتھ روانہ کر دیا جائے گا۔ ان انتظامات کے بارے میں کسی کو پتہ بھی نہیں ہو گا کہ اسلحہ لے یہ جہاز کون سے ملک جا رہے ہیں۔ بس جب وہ سمندری حدود عبور کر کے کسی مخصوص جگہ مل ہوں گے تب بھی زیادہ سے زیادہ جاسوس طیارے یہ خبر بھیج سکیں گے کہ ان کے خلاف ایملی عمل نہیں کیا جائے گا یہ دیکھیں اسکا کی لینڈ کی حکومت کی جانب سے یہ مکمل اجازت نامہ اور اسلحہ کی تفصیل۔ میں نے یہ کام آپ کی خواہش کے مطابق مکمل کر لیا ہے اور اس کے رہی یہاں پہنچا ہوں۔“

”بہت شکر یہ مسٹر روڈ پارک۔ یہ کام بھی لے سکتے ہیں۔“

”سو فیصدی۔ اس کی نقول ہمارے پاس رہیں گی۔ یہ سب میں آپ کی خواہش کے اہتمام کر کے لایا ہوں۔ اصل میں یہ اصول ہے کہ جب ہم کسی سے ایک خطرناک کام لے رہے ہیں تو اسے اتنے اعتماد میں لیں کہ اسے ہمارا کام کر کے خوش ہو۔“

”جی مسٹر روڈ پارک۔ آپ بھی مطمئن رہئے آپ کا کام اتنی ہی خوشی اور خوش اسلوبی سے کیا جائے گا جتنا آپ ہمارے معاملے میں دلچسپی لیں گے۔“

”یہ تو مجھے یقین ہے۔ اچھا خیر آپ یہ بتائیے کہ تازہ ترین صورتحال کیا ہے؟“

”آپ کو یہ سن کر خوشی ہوگی مسٹر روڈ پارک کہ ہم نے باغیوں کے اصل ٹھکانے کا پتہ لگا ہے اور اس پر آپ ریڈ کر کے صحیح طریقہ کار استعمال کر سکتے ہیں۔“

”ہونہ۔ یہ سب سے بڑا کام ہے۔“

”اور اب آپ اس کے بعد کچھ افسوس ناک اطلاعات بھی سنئے۔“

”کیا؟“

”ایک نام آپ کے سامنے لیا جا رہا ہے آپ ذرا اس پر غور کیجئے۔“

”کیا نام؟“

”آپ نے ڈان ہولی کیمرس کو اس کا ذمہ دار قرار دیا تھا۔“

”سو فیصدی۔“

”لیکن کیا آپ کو یہ سن کر تعجب نہیں ہوگا کہ ڈان ہولی کیمرس اصل میں اسے سلسلے میں ٹو ہے۔“

”کیا واقعی؟“

”ہاں۔“

”تو کیا آپ لوگ نمبرون کا پتہ لگا چکے ہیں؟“

”ہاں۔“

”اوہ میرے خدا کون ہے وہ؟ بتانا پسند کریں گے۔“

میں نے ریتیم کی طرف دیکھا اور ریتیم نے میری طرف۔ پھر ریتیم آہستہ سے بولی۔

”مسٹر ڈیوڈ فورمین۔“ ریتیم کے ان الفاظ پر مسٹر روڈ پارک کی جو کیفیت ہوئی تھی وہ بڑی

تشویش ناک تھی۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے ہم دونوں کو دیکھتا رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

”اوہ مائی گاڈ، کیا واقعی، کیا واقعی؟“

”ہاں۔“

”ایک بات کا یقین کرو گے تم لوگ؟“

”جی۔“

”مجھے شبہ تھا۔“

”ڈیوڈ فورمین پر؟“

”ہاں اور اس شبہ کی وجہ اس کی کچھ خفیہ حرکتیں تھیں جن کا مفہوم میری سمجھ میں نہیں آیا۔“

لیکن کیا تم اس بات پر بھی یقین کرو گے کہ ڈیوڈ فورمین صدر مملکت کا انتہائی اعتماد کا آدمی ہے۔“

”کیا اتنے اعتماد کا کہ صدر مملکت ڈیوڈ فورمین کو زیرس کے بارے میں بھی بتا سکے

ہیں؟“

”نہیں اصل میں یوں سمجھ لو کہ صدر مملکت بہت نفس انسان ہیں۔ شاید اس بات

انہوں نے اپنے اہل خاندان کو بھی نہ بتایا ہو کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ کون سی باتیں راز میں

رکھنے سے سب کی زندگی ہے۔“

”یہی اچھی بات ہے کہ ڈیوڈ فورمین کو زیرس کے بارے میں مکمل اطلاعات مل چکی

اور ہم نے ڈان ہولی کیمرس کو راستے سے ہٹا دیا ہے۔“

”یعنی اسے ہلاک کر دیا گیا؟“

”ہاں ضروری تھا۔“

”میرے خدا میرے خدا، واقعی آپ لوگ جنات ہیں، جادوگر ہیں آپ۔ ہم یہ سب تو

معلوم کر سکتے تھے مگر اب کیا کرنا ہے۔“

”جس آپریشن کی خبر آپ نے دی ہے جس کی تفصیل آپ کو نہیں معلوم ہوئی۔ آپ جانتے

وہ کیا ہے؟“

”کیا آپ جانتے ہیں۔“

”ہاں۔“

”نہیں میں نہیں جانتا۔“

”آپ نے اسلحہ فیکٹریوں کی نگرانی شروع کر دی ہے؟“

”ہاں۔“

”اصل آپریشن آپ کے ملک کے ان تمام عہدیداروں کے خلاف ہے جو باغیوں میں

ل نہیں ہیں۔ اب سے پچیس گھنٹے کے اندر اندر ان لوگوں کو ان کی رہائش گاہوں میں ہلاک

دیا جائے گا۔ اس کے مکمل انتظامات کر لئے گئے ہیں۔“

روڈ پارک کو اس بات پر چکر آ گیا تھا لیکن اس نے خود کو سنبھال کر کہا۔

”تو یہ ہے انکا آپریشن؟“

”جی مسٹر روڈ پارک۔“

”ٹھیک ان کے ہیڈ کوارٹر کے بارے میں بھی آپ کچھ کہہ رہے تھے۔“

”ہاں۔“

”کیا؟“

”ہم آپ کو اس کی سچویشن بتاتے ہیں اس سچویشن پر آپ اندازہ لگائیے کہ وہ کون سی جگہ

ملتی ہے۔“

”بتائیے۔“ ریتیم نے میری جانب دیکھا اور میں اس راستے کے بارے میں بتانے لگا

ا سے گزر کر میں اس بلند جگہ پر پہنچتا تھا اور وہاں وہ عمارت موجود تھی۔ روڈ پارک نے ایک

بار پھر دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا پھر وہ آہستہ سے بولا۔

”ہوم پارلیمنٹ، ہوم پارلیمنٹ ہاؤس تھا مگر زمانہ قدیم کا۔ ہمارے نوادرات میں ہے۔ مگر وہاں ہم نے مگر ٹھیک ہے اوہو۔ ٹھیک ہے ٹھیک ہے وہ ڈیوڈ فورمین کی تحویل میں اف میرے خدا اف۔“

”اب یہ کچھ کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا مسٹر روڈ پارک آپ یہ بتائیے کہ اس میں پہلا قدم کیا ہونا چاہئے۔“

”کیا آپ میری رہنمائی نہیں کریں گے؟ ویسے میرا براہ راست رابطہ صدر مملکت سے ہے اور میں وہ انتظامات کر کے آیا ہوں کہ اگر آپ ابھی اسکاٹ لینڈ کے صدر سے کرنا چاہیں تو میں یہیں ان کی آپ سے بات کر سکتا ہوں۔“

”ٹھیک۔ آپ ان سے ہماری بات کر دیجئے یا آپ خود بات کر لیجئے۔ یہ اس سے بہتر رہے گا۔“

”ٹھیک ہے۔“ مسٹر روڈ پارک نے اپنے بریف کیس کی غلی سطح سے ایک ٹرانسمیٹر اور اس پر کچھ نمبر ڈائل کرنے لگا۔ ایک باریک سی آواز سنائی دی۔

”ہیلو۔“

”مس این میں روڈ پارک بول رہا ہوں۔“

”جی۔“

”زیروومن سے بات کرائیے۔“

”انتظار کرنا ہوگا۔“

”میں لائن پر ہوں۔“

”اوکے۔“ پھر تھوڑی دیر کے بعد ایک بھاری آواز سنائی دی۔

”مسٹر روڈ پارک۔“

”سر آپ کا خادم۔“

”کہو کیا بات ہے؟“

”زیمرس کے سربراہ آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔“

”بات کراؤ۔“

”سر ہم تمام صورت حال کا جائزہ لے چکے ہیں مسٹر روڈ پارک کی اجازت سے آپ پر ایک نام کا انکشاف کیا جاتا ہے کہ آپ کو اعصابی طور پر اپنے آپ کو قابو میں کرنا ہوگا کیونکہ یہ نام آپ کے لئے اہمیت کا حامل ہے۔ ہم اس شخص کو اپنی تحویل میں چاہتے ہیں تاکہ اس سے مزید معلومات حاصل کر سکیں۔ اس سلسلے میں ہمارے پاس ایک مشورہ موجود ہے۔“

”ہاں کہیے۔“

”سر آپ خفیہ طور پر پارلیمنٹ کا اجلاس طلب کر لیجئے اور تمام عہدے داروں کو اپنے پاس کسی محفوظ جگہ بلا لیجئے۔ یہاں بلانے کے بعد مکمل طور پر وہ فوج کی تحویل میں دے دیجئے گا کیونکہ یہ آپریشن اب سے چند گھنٹے کے بعد شروع ہو نیوالا ہے۔ وہ انسپکٹوریوں کی تباہی کا نہیں ہے بلکہ وہ ان تمام لوگوں کی ہلاکت کا منصوبہ ہے۔ یہاں میرا مطلب ہے اجلاس طلب کر کے یہیں سے انہیں فوجی تحویل میں دے سکتے ہیں۔“

”اوہ مائی گاڈ یعنی یہ آپریشن جس کی اطلاع مسٹر روڈ پارک نے دی تھی۔“

”اسی کی بات کر رہی ہوں میں۔“

”آپ کو یقین ہے۔“

”سر اپنے اس یقین کا ثبوت ہر طرح سے پیش کروں گی میں۔“

”جی اور وہ نام ہے؟“

”مسٹر ڈیوڈ فورمین۔“ ریتیم نے کہا اور دوسری طرف کافی دیر کے لئے خاموشی طاری ہو

گئی۔ مسٹر روڈ پارک کو خود ہی بولنا پڑا۔

”سر۔“

”تمہیں یقین ہے روڈ پارک؟“

”سر ابھی تک ہم زیمرس پر بھروسہ کر رہے ہیں ویسے ڈان ہولی کیمرس کو ہلاک کر دیا

گیا ہے اور ہوم پارلیمنٹ ہاؤس ان کی سرگرمیوں کا مرکز ہے۔“

خاموشی طاری ہو گئی تھی اور انتظار کیا جانے لگا پھر آواز آئی۔

”یہ سب کچھ درست ہے؟“

”جی سر۔“

”ٹھیک ہے پھر میں ایک ہنگامی اجلاس طلب کئے دیتا ہوں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی

”فرح کی سہولت مہیا کریں۔“
”اوکے۔“

”اوکے۔“ دوسری جانب سے کہا گیا اور سلسلہ منقطع ہو گیا۔

”اور اب اس کے بعد پارلیمنٹ ہاؤس کے گارڈ کی وردی درکار ہوگی آپ اپنے آدمیوں کو طلب کر لیجئے گا میں یہ کام کرتا ہوں۔ اگر آپ کو اعتراض نہ ہو تو میں مطلوبہ سامان یہیں منگوا لوں۔“

”اعتراض کی گنجائش کہاں ہے مسٹر روڈ پارک، البتہ ہمیں تھوڑی دیر کے لئے اجازت دیجئے۔“

”مسٹر روڈ پارک سے اجازت حاصل کرنے کے بعد میں اور ریتیم وہاں سے اٹھ گئے۔ ریتیم نے کہا۔“

”کوئی گڑبڑ تو نہیں ہوئی تا مسٹر دانش۔“

”نہیں سب کچھ ہمارے منصوبے کے مطابق ہی ہے۔“

”گویا ہم اپنے پروگرام کے اس آخری مراحل میں ہیں آپ اب تک کی ہونیوالی کارروائی سے مطمئن ہیں نا؟“
”مکمل طور پر۔“

”ہم ایک بڑا کام کر رہے ہیں۔“

”بلاشبہ۔“

”اوکے مسٹر سیڈان کو ہدایت دے کر میں اپنے آدمی بلوالیتی ہوں۔“

”منتخب لوگ ہونے چاہیں۔“

”آپ اطمینان رکھئے۔“ پھر اس کے بعد کی کارروائی ریتیم نے کی تھی۔ مسٹر سیڈان کو ہدایت دینے کے بعد ریتیم نے کہہ دیا تھا کہ پندرہ منٹ کے اندر اندر ان لوگوں کو یہاں پہنچ جانا چاہئے اور بہر حال یہ بات میں نے بہت پہلے دیکھی تھی کہ یہاں ان لوگوں میں ڈسپلن بنیادی حیثیت رکھتا تھا۔ یعنی ریتیم کی طرف سے ملنے والی ہر ہدایت ان لوگوں کے لئے قابل تہلیل ہوتی تھی، پندرہ منٹ کے اندر اندر جو کچھ ہوا اسے دیکھ کر میں حیران رہ گیا تھا۔ وہ لوگ یہاں پہنچ گئے تھے۔ پھر مسٹر روڈ پارک انہیں ہدایات جاری کرنے لگے اور انہیں بتا دیا گیا کہ انہیں کیا

میں این سی سے بھی رابطہ کر رہا ہوں وہ تو مشکوک نہیں ہے؟“

”نہیں سر۔“ ریتیم نے جواب دیا۔

”آپ مطمئن ہیں؟“

”بالکل مطمئن ہوں۔“

”ہوم پارلیمنٹ ہاؤس کی جانب ہم لوگ کارروائی کر ڈالیں۔“

”بالکل سر، لیکن اس سے پہلے آپ پارلیمنٹ سے ہنگامی اجلاس طلب کر لیں۔“

”میں اس کی کارروائی کرتا ہوں۔ روڈ پارک تمہیں ان لوگوں کے ساتھ ہی رہنا ہے،

میں انہیں بھی طلب کروں گا۔“

”ضروری ہے سر۔“ ریتیم نے کہا۔

”سوچو میں تمہیں کوڈ مارشل دوں گا۔ یعنی صبح کا آغاز ہو گیا ہے۔“

”ٹھیک ہے سر۔ لیکن یہ پیغام آپ ہمیں اس وقت دیں جب آپ کے طلب کردہ تمام

افراد پارلیمنٹ ہاؤس پہنچ جائیں آپ فوری طور پر وہاں پہرہ لگوا دیجئے اور خاص طور سے اس بات کا خیال رکھیے گا کہ کوئی بھی شخص ڈیوڈ کے ساتھ نہ آنے پائے اس کے سوا آپ لوگوں کو اس وقت لیجئے جب وہ پارلیمنٹ ہاؤس میں قدم رکھیں۔“

”ٹھیک ہے۔ ایسا کیجئے ذرا سا پروگرام بدلے دیتا ہوں میڈم ہو سکتا ہے آپ ہمارے

سامنے آنا پسند نہ کریں لیکن یہ سمجھ لیجئے کہ آپ کے ہر راز کو زندگی سے زیادہ قیمتی رکھا جائے گا

پارلیمنٹ ہاؤس تک اگر آپ ہمارے ساتھ رہیں تو کوئی حرج تو نہیں ہے۔“ ریتیم نے میری

جانب دیکھا اور میں نے غور کر کے اسے اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اس بات کو قبول کر لیا جائے

بلکہ زیر زکے کچھ افراد بھی ساتھ لے لئے جائیں اور اس کا اظہار ریتیم نے کیا۔

”سر ہمیں کم از کم آٹھ افراد کی گنجائش دی جائے۔“

”میں آپ کو پچاس افراد کی گنجائش دیتا ہوں اس سے اچھی کوئی بات نہیں ہوگی کہ

پارلیمنٹ ہاؤس کی ذمہ داریاں زیر زسنجال لے۔“

”تب ہم صرف آٹھ افراد کی اجازت چاہتے ہیں، باقی انتظامات آپ کو اپنی خواہش

کے ذریعے کرنا ہوں گے۔“

”ٹھیک ہے آپ لوگ پارلیمنٹ ہاؤس پہنچ جائیں مسٹر روڈ پارک آپ ان لوگوں کو ہر

مسٹر ڈیوڈ فورمین نے ایک لمحے کچھ سوچا ادھر ادھر دیکھا۔ میں انہیں ساتھ لے کر چل پڑا۔
پھر محسوس طریقے سے میرے ساتھ آئے ہوئے وہ گاڑی بھی میرے ساتھ چل پڑے۔ میں
روڈ پارک سے کہا۔

”مسٹر پارک! آپ کو معلوم ہے کہ آپ کو کیا کرنا ہے یعنی یہ ذمہ داری آپ کو پوری
لی ہے جو آپ کے سپرد کی گئی ہے۔“

”ٹھیک ہے۔“ میرے اور روڈ پارک کے درمیان ان الفاظ کو مسٹر ڈیوڈ فورمین نے
میں سے سنا تھا لیکن کچھ اظہار نہیں کیا تھا۔ ڈیوڈ فورمین کو میں ایک طرف لے گیا۔ ریتیم اور
ساتھی بھی بڑی احتیاط کے ساتھ اس سمت آرہے تھے اسی ٹرک کے پاس پہنچ کر جس
اہم لوگ یہاں آئے تھے۔ میں نے مسٹر ڈیوڈ سے کہا۔

”میں آپ کے وفاداروں میں سے ہوں جناب! میں اور میری سسر ہم لوگ آپ کے ساتھ
اہم تعاون کرنا چاہتے ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ اس وقت یہاں کیا ہونے والا ہے۔“

”کیا ہونی والا ہے؟“ مسٹر ڈیوڈ نے متحیر لہجے میں کہا۔

”پارلیمنٹ ہاؤس میں جتنے افراد آچکے ہیں یہ واپس نہیں جائیں گے۔ اصل میں ان
کو اس بات کا پتا چل گیا ہے کہ ہمارا نیا آپریشن کیا ہے؟“ مسٹر ڈیوڈ فورمین کا چہرہ سرخ
ہوا۔ انہوں نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

”تمہارا کوڈ؟“

”اگر آپ ایک لمحہ بھی ضائع کریں گے تو وہ لوگ آپ کو لے جانا چاہیں گے آپ
سے ساتھ آئیے میں اپنا کوڈ آپ کو بتائے دیتا ہوں۔“ میں نے کہا اور مسٹر ڈیوڈ فورمین
اختیار ٹرک کے پچھلے حصے پر چڑھ گئے۔ میں بھی ان کے ساتھ ہی تھا۔ کچھ لوگوں نے
یونگ سیٹ سنبھال لی۔ ریتیم بھی میرے پاس آگئی۔

”پہلے کوڈ بتاؤ۔ ورنہ میں شور مچاتا ہوں۔“

”ایک منٹ ایک منٹ مسٹر ڈیوڈ فورمین یہ دیکھئے.....“ میں نے اسے اپنی جانب متوجہ
اور ریتیم کو اشارہ کر دیا۔ ریتیم نے ایک زوردار ہاتھ مسٹر ڈیوڈ فورمین کی گردن پر مارا، دوسرا
پھرتیسرا میں نے مسٹر ڈیوڈ فورمین کا منہ بھینچ دیا تھا اور آخر کار وہ لمبے ہو گئے۔ ٹرک اسٹارٹ
ریوس ہوا اور پارلیمنٹ ہاؤس کی عمارت سے باہر نکل گیا۔ ہم لوگ خوش اسلوبی سے

کام سرانجام دینا ہے چنانچہ وہ لوگ اپنی اپنی ذمہ داریاں سنبھالنے لگے۔ میں یہ کارروائی دیکھ
رہا تھا۔ ادھر مسٹر روڈ پارک بھی اپنے فرائض خوش اسلوبی سے سرانجام دے رہے تھے۔ ایک
بڑی گاڑی یہاں پہنچی تھی جسے ہم چھوٹے سائز کا ٹرک کہہ سکتے ہیں۔ اس پر کیڑوں لگا ہوا تھا اور
پچھلے پردہ پڑا ہوا تھا۔ آنے والے ہماری ضروریات کے مطابق وردیوں کے ڈھیر لائے تھے
کیونکہ یہ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ کون سی وردی کس کے جسم پر فٹ ہو۔ پھر میں نے اور ریتیم نے
بھی یہ وردیاں پہنی تھیں اور ہلکا سا میک اپ بھی کر لیا گیا تھا۔ چنانچہ ان تمام تیاریوں کے بعد
ہم لوگ مسٹر روڈ پارک کے ساتھ چل پڑے۔ پارلیمنٹ ہاؤس کی عمارت پر یہ سفر ختم ہوا تھا۔
یہاں خاصی گہما گہمی دیکھی جا رہی تھی۔ فلیگ لگی ہوئی گاڑیاں آ کر رک رہی تھیں۔ پوری
عمارت فوجیوں کے کنٹرول میں تھی اور آنے والے کسی قدر متحیر نظر آرہے تھے۔ میں نے ان
میں مسٹر ڈیوڈ فورمین کو بھی دیکھا جو حیران حیران سے اپنی کار سے اتر کر پارلیمنٹ ہاؤس کے
برآمدے میں دوسرے لوگوں سے تبادلہ خیال کر رہے تھے۔ اس وقت انتہائی ضروری تھا کہ ہم
لوگ میک اپ میں ہوں چنانچہ گاڑی کی حیثیت سے ہم لوگ آگے بڑھ گئے۔ پھر جب تمام
کورم پورا ہو گیا تو پارلیمنٹ ہاؤس کے دروازے کھل گئے۔ مملکت کا صدر موجود تھا اس کے
علاوہ بحری، بری اور فضائی افواج کی سربراہان بھی جن کے بارے میں روڈ پارک نے بتایا تھا
کہ وہ مکمل طور پر قابل اعتماد ہیں خفیہ اداروں کے رکن بھی تھے۔ ہمارا کام بالکل مختلف تھا۔ تمام
لوگ ایک ایک کر کے اندر داخل ہو رہے تھے میں اور ریتیم مستعد تھے۔ چنانچہ جب مسٹر ڈیوڈ
فورمین پارلیمنٹ ہاؤس کے دروازے سے اندر داخل ہونے لگے تو میں نے ان کے سینے پر
ہاتھ رکھ دیا۔

مسٹر ڈیوڈ فورمین کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا تھا۔ انہوں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔
”یہ کیا بدتمیزی ہے؟“

”سر معاف کیجئے گا آپ کو ایک اہم بات بتانی ہے اگر آپ ذرا سی زحمت کریں۔“
”تم ہو کون؟“

”یہ بھی میں آپ کو بتا دوں گا لیکن آپ یہ سمجھئے کہ یہ آپ کے مطلب کی بات ہے۔“
”کہاں جانا ہے؟“

”بس ذرا تھوڑی سی دور۔“

اپنا کام سرانجام دے کر واپس پلٹ پڑے تھے۔ پارلیمنٹ ہاؤس میں جو کچھ ہونیوالا تھا ذمہ داری مسٹر روڈ پارک کی تھی۔ اب ظاہر ہے اسکاٹی لینڈ کا سارا نظام تو ہم نے نہیں سنبھالا تھا۔ اپنا کام آخر کار ہم نے خوش اسلوبی سے سرانجام دے دیا تھا۔

مسٹر ڈیوڈ فورمین کو ہم اسی عمارت میں لے آئے۔ ہمارے ساتھ جو زیریں تھے انہیں ہدایات دیں۔ مسٹر سیڈان بھی موجود تھے۔ مسٹر سیڈان نے اس بات کی ذمہ داری قبول کر لی کہ اس عمارت کے چپے چپے کو بیرونی دنیا سے محفوظ رکھا جائے گا اور اس کی ذمہ داری وہ قبول کرتے ہیں۔ مسٹر ڈیوڈ فورمین کو لے کر ہم ایک کمرے میں داخل ہو گئے۔ مسٹر فورمین ابھی تک بے ہوش تھے۔ انہیں اس کمرے میں لٹا دیا گیا۔ ہم نے اس بات کا دم لے لیا تھا کہ اس کمرے میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے جس سے ڈیوڈ فورمین اپنے آپ کو نقصان پہنچا سکے۔ میں نے بذات خود واش روم تک کا جائزہ لے لیا تھا اس کے بعد مسٹر فورمین کے لباس کو میں نے اور ریتیم نے مل کر اتار لیا اور صرف زیر جامہ ان کے بدن پر دیا گیا تاکہ کہیں مسٹر ڈیوڈ فورمین خودکشی وغیرہ کرنے کی کوشش کریں تو اس میں کامیاب نہ سکیں یہ تمام کام اطمینان بخش طریقے سے سرانجام دے لئے گئے تو مسٹر ڈیوڈ فورمین کو وہ کمرے میں چھوڑ کر ہم کمرے سے باہر آ گئے۔ ریتیم نے کہا۔

”اس شخص کو خودکشی نہیں کرنی چاہئے۔“

”اگر ایسی کوئی کوشش کرنی بھی ہے اسے تو فوری طور پر نہیں کرے گا۔“

”ہاں وہ بہت مغرور اور خود سر ہے۔“

”لازمی امر ہے۔“

ہم دونوں ایک بڑے سے کمرے میں آ گئے۔ ریتیم نے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا۔

”دانش کیا ہم بہت بڑے لوگ نہیں ہیں۔“

میں نے مسکراتی نگاہوں سے ریتیم کو دیکھا اور کہا۔

”بچوں کی سی باتیں کر رہی ہو ریتیم۔“

”بڑا بچہ۔“ ریتیم نے کہا اور کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

میں اس کی ذہنی کیفیت کو سمجھ رہا تھا اس ہنسی میں ہزاروں آنسو گندھے ہوئے تھے۔

نے کہا۔

”ریتیم ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم کسی بھی مرحلے پر جذباتی نہیں ہوں گے۔“

”ہاں ہم نے فیصلہ کیا ہے مگر دیکھو میں تو ہنس رہی ہوں۔“

”خود کو سنبھالو ریتیم۔“ میں نے کہا اور ایک دم سے ریتیم کی آنکھوں میں آنسو ابل

اے۔ اس نے سر جھکا لیا اور سسک سسک کر رونے لگی۔ میں نے آگے بڑھ کر اس کے لانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

”ریتیم، یہ معاہدے کی خلاف ورزی ہے جب آنسو آنکھوں سے بہہ جاتے ہیں تو اندر لے آگ ٹھنڈی ہو جاتی ہے کیا تم اس آگ کو ٹھنڈا کر رہی ہو۔“

ریتیم روتی رہی میں اسے دلا سے دیتا رہا۔ پھر جب اس کے اندر کا غبار نکل گیا تو اس نے آہستہ سے کہا۔

”بہت بڑے لوگ ہیں ہم، بہت بڑے لوگ ہیں دیکھو اس ملک میں ہماری کتنی پذیرائی ہو رہی ہے۔ اس ملک کے صدر مملکت تک ہم سے تعاون کر رہے ہیں ہم نے ان کے دشمنوں کو بھی زیر کر لیا ہے اور اس وقت ہم ان کی نگاہوں میں کتنے بڑے لوگ ہیں کیا ہم واقعی بہت اے لوگ ہیں؟“

”پتہ نہیں۔ میں تمہارے ان الفاظ کے جواب میں کوئی ایسی جذباتی بات نہیں کہوں گا اس پر خود مجھے شرمندگی کا احساس ہو۔ ہاں یہ ضرور کہوں گا کہ ہم مضبوط نہیں ہیں۔ تم کمزوری اظہار کر رہی ہو۔“

ریتیم نے چونک کر مجھے دیکھا۔ پھر آہستہ سے بولی۔

”سوری۔ سوری دانش۔“ پھر اس نے واقعی اپنے آپ کو چند لمحوں میں سنبھال لیا تھا۔ وہ آہستہ سے بولی۔

”اب کیا کریں؟“

”ہم نے جو وقت مانگ لیا ہے اس میں ہم تھوڑا سا اپنا کام کریں گے۔ ویسے جہاں تک میرا خیال ہے اب باقی ساری ذمہ داری تو حکومت اسکاٹی لینڈ ہی کی ہے۔“

”بے شک۔ وہ اپنے طور پر بھی جو کرنا چاہیں کریں۔ ہم نے تمام مجرم ان کے سامنے پیش کر دیئے ہیں۔ پارلیمنٹ کے ان تمام افراد کو محفوظ کر لیا گیا ہے اور مسٹر روڈ پارک اس سلسلے میں کام کریں گے ویسے مسٹر ڈیوڈ فورمین سے معلومات حاصل کرنا ضروری ہے۔“

میں کسی سمجھ دار آدمی کو حقیقت حال جاننے میں کوئی دقت نہ ہوتی اور اس پر غشی طاری نہ ہوتی۔ ایک طرف سرخ کوئلے دھک رہے تھے اس میں گرم سلاخیں رکھی ہوئی تھیں چمڑے، اذیت دینے والے دوسرے آلات بڑی خوبصورتی سے یہاں سجادیئے گئے تھے۔ مسٹر ارمن کا چہرہ پیلا پڑا ہوا تھا۔ انہوں نے ہم دونوں کو دیکھا اور خشک ہونٹوں پر زبان پھیر گئے۔ میں اور ریتھم ان کے سامنے پہنچ گئے تھے۔

”سرہم آپ کو رپورٹ پیش کرنے پہنچے ہیں آپ کا آپریشن ناکام ہو گیا ہے۔ ڈان ہولی اے میں تو آپ جانتے ہیں کہ وہ مر چکا ہے۔ چپے چپے پر آپ کے آدمیوں کی گرفتاری نہ چھاپے مارے جا رہے ہیں اور آپ ہماری تحویل میں ہیں آپریشن دوبارہ کس طرح ہونا ہے یہ بات نہ میں جانتا ہوں نہ آپ اور نہ ہمیں جاننے کی ضرورت ہے۔ ہاں یہ ارے علم میں ہے سر کہ آپ زیمبر کے بارے میں سب کچھ جانتے ہیں۔ ہمارا تعلق سے ہے اور ہم اس ملک کے لئے کام کر رہے تھے اور اپنا کام ختم کر کے بس معاوضہ کریں گے اور یہاں سے نکل جائیں گے سر یہ ساری صورت حال آپ کے ذہن میں آپ بہت مناسب سمجھتے ہیں کہ اس سے آپ کو کیا نقصان پہنچ سکتا ہے اور کیا فائدہ ہو گا۔“

”ایک منٹ ایک منٹ۔“ ڈیوڈ فورمین نے مجھے روکتے ہوئے بھرائی ہوئی آواز

”جی فرمائیے۔“

”کچھ کہنا چاہتا ہوں۔“

”ہر انسان کی زندگی میں کچھ اصول ہوتے ہیں۔ مثلاً میں۔ میں نے دوران تعلیم اپنے کو خود پرکٹہ چین کا موقع نہیں دیا کیونکہ خود پر کوئی آواز مجھے پسند نہیں۔ میں صرف ایک نانا ہوں۔“

”کیا؟“ میں نے سوال کیا۔

”ہر کام انسان اپنی خوشی اپنی بقا کے لئے کرتا ہے۔“

”بے شک۔“

”اپنے ملک سے وفاداری۔ اپنے مشن سے وفاداری، اپنی ذات سے وفاداری ہوتی

”ہم ایک اذیت گاہ تیار کریں اور مسٹر ڈیوڈ فورمین کو وہاں لے جایا جائے۔ ویسے چنانچہ مسٹر فورمین کی غیر موجودگی میں آپریشن کے احکامات دینے والا کون ہو گا۔“

”خصوصاً اس لئے کہ ڈان ہولی بھی مر چکا ہے۔“

”میں بھی یہی کہنے والی تھی۔“

”خیر تو مسئلہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ اب ہمیں اذیت گاہ تیار کر کے اپنے کام کا آغاز کرو چاہئے۔“

”میرا تو یہی خیال ہے لیکن اگر.....“

”نہیں ظاہر ہے اور کوئی ایسی بات تو نہیں ہے جس پر ہمیں مشورہ کرنا پڑے۔“

”ہاں بالکل۔“ اور پھر یہ ذمہ داری مسٹر سیڈان کو دے دی گئی۔ کچھ گھنٹوں کے بعد ایک

طرف ہمیں ڈیوڈ فورمین کے ہوش میں آ جانے کی اطلاع ملی اور دوسری طرف مسٹر سیڈان ہمیں بتایا کہ اذیت گاہ تیار ہو گئی ہے۔

”ڈیوڈ فورمین کا کیا حال ہے۔“ میں نے اطلاع دینے والے سے سوال کیا۔

”دروازہ پینٹا رہا ہے بہت دیر تک اور اس کے بعد گالیوں کے سوا اور کچھ نہیں کہہ رہا۔“

”کوئی اندر جا کر اس سے ملا؟“ میں نے سوال کیا۔

”نہیں مناسب نہیں سمجھا گیا۔ مسٹر سیڈان کی ہدایت تھی کہ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے اسے کہنے

دیا جائے۔“

”ٹھیک۔ اب تم ایسا کرو کہ مسٹر سیڈان سے کہو کہ اسے اذیت گاہ میں پہنچا دیا جائے کوئی

رعایت کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔“

”ٹھیک۔“ ہمارا کارکن باہر نکل گیا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد ہم لوگ اپنی جگہ سے اٹھے

اور مسٹر ڈیوڈ فورمین کی جانب چل پڑے۔ کمرے میں داخل ہوئے تو مکمل خاموشی طاری تھی۔

مسٹر ڈیوڈ فورمین، لباس سے بے نیاز صرف زیر جامہ پہنے ہوئے ایک کرسی پر بیٹھے

ہوئے تھے۔ ان کے ہاتھ کرسی کے ہتھوں سے جکڑ دیئے گئے تھے اور پاؤں نیچے کر کے باندھ

دیئے گئے تھے ان کے چہرے پر پتھرایا پتھرایا پن تھا۔ ویسے اس اذیت خانے میں جو کچھ

موجود تھا اسے دیکھ کر کسی فولاد و اعصاب والے کے ہی ہوش و حواس قائم رہ سکتے تھے ورنہ دوسری

ہے۔

”جی آگے کہئے۔“

”تم یہاں مجھے تشدد کے لئے لائے ہو۔“

”یقیناً۔“

”کیوں؟“ انہوں نے سوال کیا اور ہم نے اپنا اصل چہرہ ان کے سامنے کر دیا۔

اصلی شکلیں دیکھ کر مسٹر ڈیوڈ اور خوف زدہ ہو گئے تھے۔ پھر وہ آہستہ سے بولے۔

”زیر ز۔“

”اپنی ذات۔ اپنی بقا کے لئے۔“

”ہاں ہاں۔“ ان کی بھرائی ہوئی آواز ابھری۔ پھر وہ بولے۔

”مجھ سے کچھ پوچھنا چاہتے ہو؟“

”سو فیصدی۔“

”تو ان تمام چیزوں کی ضرورت نہیں۔“ انہوں نے آلات تشدد کی طرف اشارہ کیا۔

”یعنی آپ؟“

”سب کچھ بتانے کے لئے تیار ہوں۔“

”ویری گڈ۔“ میں نے ریتیم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور ریتیم گردن ہلا کر باہر

اسے آنے میں کچھ دیر ہوئی تھی۔ ہو واپس آئی تو اس کے پاس پیڈ اور پین تھا اس

فورمین سے کہا۔

”مسٹر فورمین۔ پہلے آپ اس پر اپنا بائیو ڈیٹا لکھ دیں۔ کہاں سے آپ نے آ

اور کہاں تک پہنچے جو کچھ کر رہے تھے اس کی نوعیت تھی۔“

ڈیوڈ فورمین کا چہرہ اتر گیا۔ اس نے خوف زدہ نظروں سے ریتیم کو دیکھا پھر بولا

”بعد کیا میری زندگی ممکن ہے۔“

”اس کے بعد ہی آپ کی زندگی ممکن ہے۔“

”ہوں۔“ فورمین نے کچھ لمحے سوچا۔ پھر بولا۔ ”ایک بات اور بتاؤ گے تم لوگ

”بے دھڑک پوچھیں۔“

”میری زندگی کے لئے کچھ کر سکو گے۔“

”مطلب؟“

”میرے دو بیٹے ہیں۔ بیوی اور ایک بیٹی ہے۔ اس چھوٹے سے خاندان کو بچا سکو

”کہاں ہیں یہ لوگ۔“

”پیرو میں۔“

”کیا مطلب؟“

”وہ وہیں رہتے ہیں۔“

”یہاں آپ کا کوئی خاندان نہیں ہے۔“

”ہے۔“

”مسٹر فورمین۔“ ریتیم کی آواز سخت ہو گئی۔

”پوری بات تو سن لو۔ ناراض نہ ہو۔“

”جی۔“

”وہ نقلی خاندان ہے۔“

”اوہ مائی گاڈ۔ فٹاسک۔“ ریتیم کے منہ سے حیران سی آواز نکلی تھی۔ میں بھی دلچسپی سے

دیکھ رہا تھا۔ اس نے پھر کہا۔ ”وہ سب اس مشن کے کارکن ہیں۔“

”خوب! آپ کس کے لئے کام کر رہے ہیں۔“

”ایک انٹرنیشنل ونگ کے لئے۔“

”کیا نام ہے اس کا؟“

”روز آرگنائزیشن۔“

”آپ سے ایک ڈیل کی جاسکتی ہے۔“ میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

”کیا؟“

”زیر ز آپ کے لئے کام کر سکتے ہیں لیکن اس کے لئے آپ کو کچھ کام زیر ز کے لئے

ہوں گے۔“

”وہ کام کیا میں کر سکتا ہوں۔“

”ہاں۔“

”تو ٹھیک ہے۔“

اس کے بعد مسٹر فورمین نے لکھنا شروع کر دیا کچھ دیر کے بعد انہوں نے رک کر ”کیا میں اپنے خاندان کو نقلی لکھوں۔“

”نہیں۔“ میں نے کہا اور فورمین کے چہرے پر سکون پھیل گیا۔

مسٹر فورمین نے یہ ثابت کر دیا کہ وہ ایک سچا تعاون کر رہے ہیں۔ چنانچہ یہاں تمام کارروائی کے تمام اہم نام انہوں نے بتا دیئے اور یہ معلومات اسکا کی لینڈ کے اہمیت کی حامل تھی۔ چنانچہ یہ ساری رپورٹ مسٹر روڈ پارک کو فراہم کر دی گئی اور مسٹر روڈ دنگ رہ گئے۔

اس کے بعد وہ سب لوگ مصروف ہو گئے تھے۔ ریتیم کسی بھی طرح مجھ سے منحرف تھی۔ ہم لوگ اس وقت چین کی بنی بجارہے تھے اور اسکا کی لینڈ کے ادارے اپنا کام کر رہے تھے۔

دو دن تک ہم اس موضوع پر بات کرتے رہے۔ ہم نے فیصلہ کیا کہ مسٹر فورمین کی جائے کیونکہ انکی اب تک کی کارروائی نے ہمیں اسکا کی لینڈ میں عزت دلائی تھی اپنے منصوبے کے تحت ہم نے مسٹر فورمین سے بات کی۔

”جی مسٹر فورمین۔ ہمارا فیصلہ ہے کہ ہم آپ کو اپنے ساتھ لے جائیں گے اور کم ملک لے جا کر آپ کے پیرو جانے کے انتظامات کر دیں گے۔“

”میرے پاس..... پاس دینے کے لئے کچھ نہیں ہے۔“

”لیکن ہمارا وہ ذاتی کام باقی ہے۔“

”ہاں مجھے اس کے بارے میں بتاؤ۔“

”کیا اس کے بعد آپ روز آرگنائزیشن سے منسلک رہیں گے۔“

”ابھی میں نے فیصلہ نہیں کیا۔“

”اس ناکامی کے بعد روز آرگنائزیشن کا آپ کے ساتھ کیا رویہ رہے گا۔“

”ہماری کوشش بھرپور تھی۔ ناکامی کی مکمل ذمہ داری میرے اوپر نہیں ڈالی جائے گی۔“

”گویا آپ کو وہاں سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔“

”بالکل نہیں۔ لیکن اب میں کسی کے لئے کچھ نہیں کرنا چاہتا۔“

”سوری مسٹر فورمین آپ کو اب ہمارے لئے کام کرنا ہوگا۔“

”کیا؟“ مسٹر فورمین چونک پڑے۔

”اے۔ آپ اپنے لئے، اپنے اہل خانہ کی زندگی کے لئے اب زیر ز کے لئے کام کریں گے۔ اور کی حیثیت سے۔“ ریتیم نے کہا اور مسٹر فورمین کی آنکھیں حیرت سے کھلی رہ گئیں۔



غور کیا جاتا تو خود اپنے آپ کو حیرت ہوتی تھی۔ میں اور ریتم دونوں چوٹ لھا ہوئے تھے۔ ہمارے وجود زخمی تھے لیکن اپنے زخمی دلوں کے ساتھ ہم دنیا بھر میں جو کارروائی رہے تھے وہ ناقابل یقین تھی۔ کسی سے تذکرہ کرتے تو وہ شاید ہی ہماری باتوں پر یقین پاتا۔ لیکن سچائیاں چھپائی بھی تو نہیں جاسکتیں۔ کم از کم اپنے آپ سے۔ اسکاٹی لینڈ کی سرانجام دینے کے بعد مسٹر فورمین کو کچھ ذمہ داریاں سونپ دی گئی تھیں جنہیں وہ خوش اسلوب سے سرانجام دے رہے تھے اور جب ہم نے یہ اندازہ لگا لیا کہ مسٹر فورمین کام کے آدمی اور اپنا کام آرام سے سرانجام دے رہے ہیں تو ہم وہاں سے چل پڑے۔ بات یہیں شروع ہوئی تھی کہ دو زخمی افراد اپنے زخموں کو سینے میں چھپائے دوسروں کے زخموں کا علاج رہے تھے۔ ریتم کی تاریخ جو بھی تھی وہ اپنی جگہ، ایک نرم و نازک سی لڑکی نے کیا روپ اختیار لیا تھا۔ ایسا ہوتا ہے۔ انسان زخموں سے چور ہو کر دو ہی صورتیں اختیار کرتا ہے یا تو نڈھال کر خود کو زندگی سے دور کر لے یا پھر ایک زخمی شیر کی طرح سامنے آنے والے ہر شکار کو بھینچ کر رکھ دے۔ ہم نے یہی شکل اختیار کی تھی۔ اسکاٹی لینڈ سے پیرس روانہ ہو گئے تھے کوئی مسئلہ بھی نہیں تھا۔ پیرس میں زیر زکا انچارج جارج پولو تھا۔ جارج پولو کے سپرد کچھ ذمہ داریاں گئیں اور ہم دریائے سین کے کنارے ایک خوب صورت کاٹیج میں منتقل ہو گئے۔ یہ بھی ایک دلچسپ بات تھی کہ ہم دونوں ایک ساتھ رہتے تھے۔ ہاتھ میں ہاتھ ڈالے دریا کے کنارے کنارے چہل قدمی کرتے تھے۔ دیکھنے والے ہمیں بھی ایک رومانی جوڑا تصور کرتے تھے لیکن ہمارے درمیان رومان کے سوا سب کچھ تھا۔ اس بات کا اندازہ میں اچھی طرح لگا چکا تھا کہ

بات کائنات کے کسی بھی گوشے میں ہو یا مرد کو ہی لے لیجئے تو انسانی فطرت میں ایک سرے سے متاثر ہونا تو لکھا ہی ہے۔ یا ذہن کو کسی اور سمت منتقل کر لیا جائے۔ لیکن کبھی موسم ملتی تو طور پر دلوں میں وہ جذبے جگا دیتے ہیں جو ڈھلاؤ کی طرف لے جاتے ہیں۔ میں ہا نہیں تھا۔ اگر آپ کو میرا ماضی یاد ہو تو ایک بار پھر مسز خان کی طرف اشارہ کروں جنہوں نے مجھے نہ جانے کیا کیا کچھ سکھایا تھا۔ ہر طرح سے میری پہلی استاد تھیں لیکن وہ کچھ ذہن کی تھی بچپن جو جوانی کے قریب آ رہا تھا مسز خان سے متاثر ہو گیا تھا۔ اب تو پک چکا تھا اور اب سے بڑی بات یہ تھی کہ میرے دل میں رخسار اب بھی زندہ تھی۔ زمانہ قدیم کی کہانیوں کا جادو گروں کے پاس ایسے ایسے پھول ہوا کرتے تھے یا شہزادیاں ایسے پھولوں سے مرعہ مانی تھیں کہ جو ہمیشہ ڈالی سے ٹوٹنے کے باوجود بھی کھلے رہتے تھے۔ اس پھول سے کسی کی مٹی منسوب کر دی جاتی تھی اور کہا جاتا تھا کہ جب تک یہ پھول کھلا ہوا ہے مطلوب زندہ ہے۔ اس پھول کی تازگی اس کی زندگی کی ضمانت ہے۔ میرے پاس ایسا کوئی پھول تو نہیں تھا لیکن میرے دل میں جو خانہ رخسار کے لئے محفوظ تھا اس کی بھڑکنے والی روشنی مجھے رخسار کی مٹی کا پتا دیتی تھی اور کبھی کبھی انتہائی احمقانہ انداز میں یہ سوچتا تھا میں کہ اسی طرح رخسار کے مایں بھی ایک خانہ روشن ہوگا اور اسے میری زندگی کا یقین ہوگا اور بات جو ایک خاص لمحے میں نے سوچی تھی اس خاص لمحے کا تذکرہ آپ سے کر دوں تو برانہ ہوگا۔ دریائے سین کے کنارے آباد بستیوں میں بڑا حسن بکھرا ہوا تھا۔ ایک دن ہم ٹرالر کے درمیان چہل قدمی کرتے جارہے تھے کہ ایک نوجوان اور نوخیز سی لڑکی باہر نکلی اور اس کے پیچھے اتنا ہی حسین جوان، لیکن وہ جس طرح کھل کھلاتے ہوئے باہر نکلے تھے ہم انہیں دیکھ کر کھٹک گئے۔ جوان نے لڑکی کو کمر سے پکڑا اور ٹرالر کے اندر گھسیٹ لیا۔ ریتم مسکرا دی۔ دریا کے کنارے ہنر و شاداب ایک قطعے پر جب وہ خاموش بیٹھی تھی تو میں نے اس سے کہا۔

”کیا بات ہے ریتم! تم ضرورت سے زیادہ سنجیدہ نہیں ہو رہیں اس وقت۔“

”خیر، ضرورت سے زیادہ تو کوئی بات کبھی نہیں ہوتی۔ میں انہیں دیکھ کر متاثر ہوئی۔ میں سوچتی ہوں مسٹر دانش کہ انسان کی فطرت تو ہمیشہ یکساں ہی ہوتی ہے۔ کبھی کبھی اپنی جوں سے کتنی دور ہو جانا پڑتا ہے۔ اس بات پر کبھی آپ نے غور کیا ہے؟“

”ہاں، مکمل طور پر۔“

”کیا انسان کو حالات سے سمجھوتا کر کے اپنی وابستگی کا سامان نہیں کر لینا چاہئے؟“
”مثلاً۔“

”مثلاً تمہاری رخسار کھو گئی ہے اور میرا بھائی میرے پاس نہیں ہے۔ ہم نے زندگی دو مقصد بنا لئے ہیں۔ میرا مقصد بھائی ہے اور تمہارا رخسار۔ لیکن اس مقصد تک پہنچنے کے راستے بڑے طویل ہیں۔ اگر ان طویل راستوں پر سفر کرتے ہوئے ہم اپنے جسم و جال تقاضوں سے گریز کریں تو کیا ہمارا اپنی فطرت کے ساتھ انصاف ہو گا۔“ میں نے اسے اس کا رواں رواں چیخ چیخ کر ایک ہی کہانی سن رہا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ وہ ٹرالر کے ہونے والے واقع سے متاثر ہو گئی ہے۔ میں نے اس سے کہا۔

”ریتیم! تمہارے اور میرے نظریے میں فرق ہے۔ مغرب اور مشرق میں اختلاف ہے اور وہ بنیادی اختلاف یہی ہے کہ مغرب کی سوچ مشرق کی سوچ سے بالکل الگ ہے۔“

”پلیز۔ جذبات کے ان لحاظ میں مغرب اور مشرق کا تضاد نہ کراؤ۔“

”اصل میں یہ جذبات ہی تو ہماری تفریق کرتے ہیں۔“ میں نے کہا اور ریتیم چہرے پر اداسی پھیل گئی۔ پھر اس نے ایک جھٹکا سا کھایا اور بولی۔

”ایک بات کہوں؟“

”ہاں۔“

”اصل میں بس کچھ لمحوں کے لئے متاثر ہو گئی تھی ورنہ تم ٹھیک کہتے ہو۔ سوری ہو۔“ پھر اس کے بعد وہ وہاں نہیں رکی تھی لیکن میں بہت کچھ سوچتا رہا تھا اور اس وقت نے سوچا تھا کہ اگر میں رخسار سے بے وفائی کروں تو وہ بھی تو انسان ہے ہم دل کے راکھتے ہیں۔ میں اگر اپنے آپ کو اس کے لئے محفوظ رکھے ہوئے ہوں تو وہ بھی تو انسان ہے۔ کبھی کبھی ریتیم کی طرح جذبات کے تقاضے ابھر آئیں تو انسان کو بھٹکتے دیر نہیں لگتی۔ عمل کا رد عمل ہے اگر میرا عمل ٹھیک ہے تو مجھے یقین تھا کہ رخسار بھی میرے نام پر جئے۔ ویسے خواب میں بھی تصور نہیں کر سکتا تھا کہ رخسار کو کوئی ذہنی طور پر متاثر کر لے گا۔ بہر حال سارے معاملے چل رہے تھے۔ یہاں ہمارا انچارج جارج پولو تھا اور جارج پولو کو یہ بات متھی کہ اگر کوئی زیریں سے تعلق قائم کرنے کی کوشش کرے تو اس وقت زیریں کے سربراہان

نہاں ملاقات ہو سکتی ہے۔ ایک عجیب و غریب نظام بنا رکھا تھا ہم دونوں نے مل کر۔ میں نے خاص طور سے اب اس سلسلے میں کاوشیں کی تھیں کیونکہ اس طرح میرے مقصد کی تکمیل ہوتی تھی۔ میں اپنے وطن عزیز کے لئے جو کچھ بھی کر رہا تھا وہ اس حیثیت سے ذرا آسان ہو گیا تھا۔ مجھے پتا چل گیا تھا کہ اسکاٹ لینڈ کی اسلحہ فیکٹریوں سے ہمارے معاہدے کے مطابق اسلحے کی زبردست کھیپ مختلف مراحل سے گزر کر پاکستان پہنچا دی گئی ہے اور اسے وہاں کی حکومت نے وصول کیا ہے۔ یہ معلوم ہونے کے بعد میں پرسکون ہو گیا تھا۔ کوئی کام کسی بھی طرح کی منت سے کیا جائے اگر اس کا رزلٹ سامنے آجائے تو پھر اس کام کو جاری رکھنے میں مزا آتا ہے۔ فی الحال خاموشی تھی لیکن جارج پولو نے اس خاموشی میں خلل اندازی کی وہ نہیں جانتا تھا کہ دانش منصور کون ہے۔ بس مجھے شبہ کہ نام سے جانا جاتا تھا اور ریتیم تو تھی ہی ریتیم۔ پنانچہ جارج پولو نے اس شام ہمارے کانچ میں ہم سے ملاقات کی۔ بڑا اسٹارٹ، لمبا ترنگا اور فوب صورت آدمی تھا۔ وہ فرانسیسی نہیں تھا بلکہ وہ اپنے آپ کو اسکاٹ کہتا تھا لیکن وہ فرانس ہی میں پیدا ہوا تھا کیونکہ اس کی ماں فرانسیسی تھی جارج پولو ہمارے لئے پھول لایا تھا۔ یہ پھول اس نے ہم دونوں کو پیش کرتے ہوئے کہا۔

”اصولی طور پر تو میں آپ کا خادم ہوں لیکن ذرا ملاقات کے لئے دوسرا طریقہ کار اختیار کرنا پڑتا ہے۔“

”یہ تمہاری ذہانت ہے جارج۔“ ریتیم نے کہا۔

”میڈم آپ دانش منصور نامی کسی شخص کو جانتی ہیں۔“ پولو نے کہا اور ریتیم کے اعصاب میں تناؤ پیدا ہو گیا۔

”ہاں، میں اسے جانتی ہوں۔“

”پاکستان ہائی کمیشن کی جانب سے زیریں کے ایک رکن کو ایک پیغام موصول ہوا ہے اور اس سلسلے میں پیش کش کی گئی ہے کہ اگر زیریں کے سربراہ مناسب سمجھیں تو پاکستان ہائی کمیشن سے رابطہ قائم کریں۔“

”کیا پیغام ہے؟“

”وہ لوگ کسی دانش منصور کو تلاش کرنا چاہتے ہیں اور اس سلسلے میں زیریں سے مطلوبہ معاوضہ ادا کر کے رابطہ قائم کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں۔“

”اوہ مائی گاڈ یہ تو بہت بڑا نام ہے۔“

”آپ میری تعریفیں نہ کیجئے گا۔ بتائیے رابطہ کیوں قائم کیا گیا ہے؟ مسٹر شیرک میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔ اس بات کو ذہن نشین کر لیجئے نہ تو یہ بات بے مقصد ہے نہ آپ کے ملاف کوئی سازش۔ آپ براہ کرم مجھے وقت دیجئے گا۔ میں آپ کی پسند کی جگہ آپ سے اقات کرنا چاہتا ہوں۔ کچھ ایسے ہی اہم معاملات ہیں جو آپ سے ڈسکس کرنا ضروری ہے۔“

”ٹھیک ہے۔ جن صاحب سے پہلے آپ نے رابطہ قائم کیا ہے۔ وہ آپ کو کل کوئی ایسا مناسب وقت دے دیں گے جب آپ ہم سے ملاقات کر سکیں اور اپنا مقصد بتا سکیں ویسے اگر ہم اشارہ کر دیتے تو زیادہ اچھا تھا۔“

”ہمیں ایک شخص کی تلاش ہے۔ اس کا نام دانش منصور ہے۔ پاکستان کے کچھ سربر آوردہ افراد دانش منصور سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں اور یہ اطلاع ہمیں ملی ہے کہ آپ کے ذریعے ہم دانش منصور سے ملاقات کر سکتے ہیں۔“

”وہ سربر آوردہ افراد کون ہیں؟“

”آپ کو ان کے بارے میں اسی وقت بتایا جاسکتا ہے۔ اگر آپ بہت محتاط ہوں تو آپ اپنی تسلی کے لئے جو بھی مناسب سمجھیں کریں۔“

”ٹھیک ہے۔ وہی آپ سے رابطہ قائم کرے گا۔ جس سے آپ نے رابطہ قائم کر کے ہم تک رسائی حاصل کی ہے۔“ گفتگو ختم ہو گئی ریتیم نے کہا۔

”کیا خیال ہے ڈیر۔ کیا چاہتے ہیں یہ لوگ؟“

”کوئی ایسی خاص بات نہیں ہے پتا چل جائے گا۔ ویسے میرے لئے ایک دل چسپ خبر یہ ہے کہ ایک بار پھر میرے وطن والوں کو میری زندگی کا یقین ہو گیا ہے۔“ پھر بعد میں بہت دیر تک ہم اس بارے میں گفتگو کرتے رہے تھے۔ میں نے ریتیم کو ایک بار پھر تفصیل سے بتایا تھا کہ کس طرح دوبار میں مردہ تصور کیا جا چکا ہوں۔ بہر حال مجھے اپنے وطن سے شدید لگاؤ تھا اور کتنا ہی مضبوط دل کا مالک کیوں نہ ہو گیا تھا۔ ان کاوشوں پر اور ان کو ششوں پر طبیعت میں ایک شدید ہیجان برپا ہو گیا تھا۔ بعد کے مراحل طے ہوئے اور منصوبے کے مطابق آخر کار وہ وقت اور جگہ طے پا گئی۔ انتظام جارج پولو نے ہی کیا تھا۔ کیونکہ ہم ایسی جگہ ملاقات کرنا چاہتے

”ٹھیک۔ کوئی ایسا نمبر دیا گیا ہے جس پر ان میں سے کسی ذمہ دار شخص سے رابطہ کیا جاسکے۔“

”نہیں میڈیم، ظاہر ہے آپ کی اجازت کے بغیر میں ایسی کارروائی نہیں کر سکتا تھا۔“

”تو پھر آپ یوں کیجئے مسٹر جارج پولو کہ ان لوگوں سے رابطہ قائم کر کے کہنے کے ذمہ دار شخص ٹیلی فون پر یا دائر لیس پر رابطہ قائم کرے بلکہ ٹیلی فون بھی برا نہیں ہے۔ ہمیں کچھ ورڈز مقرر کر لینے چاہئیں۔ مثلاً جیسے شام کے سہرے گیت۔ سورج کی پہلی کرن۔ ہمارے درمیان یہ کوڈ کا تبادلہ ہو جائے تو ہم گفتگو کر سکتے ہیں بلکہ تم ایسا ہی کر دو باقی گفتگو میں اس شخص سے کروں گی جو اس سلسل میں ہم سے رابطہ قائم کرنا چاہتا ہے۔ بات طے ہو گئی جارج پولو دیا گیا اور اسی شام اس نے ہمیں اطلاع دی کہ آج رات کو ساڑھے آٹھ بجے ہم سے رابطہ قائم کیا جائے گا۔ یہ رابطہ موبائل فون پر ہو گا اس لئے کوئی وقت کی بات نہیں ہے۔“

موبائل فون ہمارے پاس موجود ہے ظاہر ہے اس سلسلے میں جارج پولو نے مناسب بندوبست کیا ہو گا اور یہ موبائل فون یقینی طور پر کسی ایسی شخصیت کے نام ہو گا جسے آسانی سے تلاش نہ کیا جاسکے۔ بہر حال زیر ز دنیا کے گوشے گوشے میں اپنا کام اسی ذہانت اور خوش اسلوبی کے ساتھ سرانجام دے رہے تھے۔ پھر رات کو ساڑھے آٹھ بجے اسی موبائل فون پر فون موصول ہوا اور کہا گیا۔

”شام کے سہرے گیت فضا میں پھیلے ہوئے ہیں، آپ کا کیا خیال ہے۔“

”صبح کے سورج کی پہلی کرن ان گیتوں کو مزید خوش نما رنگ دے گی۔“

”میرا نام فرید احمد اور میں پاکستانی سفارت خانے کا ایک اہم رکن ہوں۔ کیا میں زیر ز کے کسی معزز شخص سے گفتگو کر سکتا ہوں؟“

”ہاں! آپ کو بتا دیا گیا ہے۔ یقینی طور پر آپ کو اطمینان ہو گا۔ آپ زیر ز کے ایک اہم رکن سے مخاطب ہیں۔“ میں نے بدلے ہوئے لہجے میں کہا۔ شیرک کی حیثیت سے انگشت بولتے ہوئے میں اپنے لہجے کو مخصوص طریقے سے بگاڑ لیا کرتا تھا تا کہ سننے والے کوئی شبہ نہ ہو سکے۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”کیا میں آپ کے نام سے واقف ہو سکتا ہوں جناب؟“

”شیرک۔“ میں نے کہا۔

تھے تاکہ وہاں سیوریج کا سارا انتظام مکمل ہو اور کسی مرحلے پر کسی مشکل کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ یہاں تک کہ مقررہ وقت پر میں اور ریتیم اس عمارت میں پہنچ گئے جو ایک شان دار عمارت تھی ہم نے پہلے خفیہ طور پر آنے والوں کا جائزہ لینے کا فیصلہ کیا تھا۔ دو افراد ایک شان دار کار میں آئے تھے۔ وہ پرائیویٹ کار تھی اور اسے ایک ڈرائیور چلا رہا تھا۔ کار کو رہائش گاہ سے کافی فاصلے پر روک دیا گیا اور زیریں نے زبردست آلات کے ذریعے اس کی مکمل چیکنگ کر ڈالی۔ دو افراد کو آگے بھیج دیا گیا تھا۔ کیونکہ رات کی تاریکی تھی۔ اس لئے مکمل طور پر ان کی صورتیں نظر نہیں آئی تھیں۔ لیکن ہم نے انہیں بغور اندر جاتے ہوئے دیکھا تھا۔ پھر ہم تیار ہونے لگے۔ میں نے اپنے چہرے پر جو میک اپ کیا ہوا تھا وہ انتہائی موثر تھا۔ ریتیم اور میں آخر کار بڑے ہال نما کمرے میں داخل ہو گئے۔ جہاں دونوں مہمانوں کی مشینی تلاشی لے ڈالی تھی۔ جب ہم دونوں اندر داخل ہوئے تو وہ کھڑے ہو گئے۔ لیکن ایک طویل القامت تندرست و توانا پاکستانی کے ساتھ جس دوسرے شخص کو میں نے دیکھا۔ اسے دیکھ کر اچانک ہی میرا دل ہینے لگا۔ میرے اندر ایک عجیب سی کیفیت ابھر آئی۔ اعصاب کشیدہ ہو گئے۔ ایک لمحے کے لئے میرے قدم ٹھکے۔ لیکن خود کو سنبھالنا بھی ضروری تھا۔ اس شخصیت کو دیکھ کر تو خود کو سنبھالنے کی ہر کوشش ناکام ہو سکتی تھی۔ میں ریتیم کو بھی کچھ نہ بتا سکا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا صوفے پر جا بیٹھا۔ ہم نے دونوں سے ہاتھ ملائے تھے۔ دوسری شخصیت الیاس بھائی کی تھی۔ الیاس بھائی میرے سب کچھ، میرے بڑے بھائی، میرا باپ، میرا خاندان، میری زندگی سب سے بڑا سہارا جس کی انگلی پکڑ کر میں نے نہ جانے کون کون سی منزلیں طے کی تھیں۔ بوڑھے ہو گئے تھے۔ چہرے پر جھریاں پڑ گئی تھیں۔ لباس بہت شاندار تھا اور شخصیت کی وہ کیفیت بدستور تھی جو کبھی ہوا کرتی تھی بہر حال میرا کلیجہ منہ کو آ رہا تھا۔ ریتیم ابھی تک میری اس کیفیت سے واقف نہیں تھی۔ دونوں نے اپنا تعارف کرایا اور اس کے بعد مسٹر جارج پولو نے ہم دونوں کا۔ لیکن اس نے ہمیں زیریں کے سربراہ کے طور پر روشناس نہیں کرایا تھا۔ بلکہ اس نے یہی کہا کہ مقامی طور پر زیریں کے بڑے لوگ۔ بہر حال دونوں نے ہماری پذیرائی کی تھی۔ ہم بیٹھ گئے ریتیم نے میری جانب دیکھا۔ وہ میری اندرونی کیفیت کا اندازہ تو نہیں لگا سکی تھی لیکن میں نے اسے اشارے سے کہا کہ وہ خود اس بارے میں گفتگو کرے تو ریتیم بولی۔

”زیریں کے گروپ کی جانب سے آپ کو خوش آمدید کہا جاتا ہے۔ جناب۔“

”میں آپ سے اپنا تعارف کیا کراؤں، آپ مجھے نواز شاہد کہہ سکتی ہیں۔ یہ ہمارے اہم دوست الیاس احمد ہیں۔ پاکستان سے آئے ہیں ہم نے اپنی اوقات سے بہت آگے ہرات کی ہے میڈم ورنہ زیریں جس پائے کا گروپ ہے بھلا کسی ذاتی کام کے سلسلے میں یہ تکلیف دی جاسکتی تھی۔“

”آپ کو معلوم ہے مسٹر نواز شاہد کہ زیریں نے اپنا ایک مقام رکھا ہے ہم ہر طرح کے مداخلت کو ذیل کرتے ہیں چاہے ان کا معاوضہ دو ڈالر کی شکل میں کیوں نہ ہو۔ بہت بڑے کام بھی کئے جاتے ہیں اور بہت چھوٹے بھی۔ ہم بڑے اور چھوٹے کا کوئی تعین نہیں کرتے۔ اپنی سادگی بنانا چاہتے ہیں۔“

”تو پھر یہ سمجھئے کہ یہ ایک بہت چھوٹا سا کام ہے۔ لیکن ممکن ہے اس میں کوئی بڑائی بھی ہے۔ آپ تعاون کریں گی؟“

”بے شک۔“

”اصل میں پچھلے کچھ دن قبل زیریں کی جانب سے ایک بہت بڑا کام ہمارے وطن کے بارے میں اسکاٹ لینڈ سے شان دار اسلحے کی ایک بہت بڑی کھیپ بڑے ٹیکنیکل طریقے سے ہمارے وطن پہنچی ہے اور یہ اسلحہ اسکاٹ لینڈ سے ہمارے وطن بھیجنے والی شخصیت دانش مکی ہے۔ میڈم بس صرف اتنا معلوم کرنا چاہتے ہیں ہم آپ سے کہ یہ مسٹر دانش منصور اور کہاں آپ سے ملے تھے۔ کن ذرائع سے انہوں نے آپ تک رسائی حاصل کی تھی۔ ہم ادا کر کے انہوں نے یہ اسلحہ کی کھیپ اپنے وطن پہنچائی تھی۔ مزید یہ کہ اگر ہم ان سے ادا کرنا چاہیں یا ان تک اپنا کوئی پیغام پہنچانا چاہیں تو کیا اس سلسلے میں ہماری مدد کر سکتی میڈم آپ کے لئے یہ بہت چھوٹا سا کام ہوگا۔ لیکن آپ بات پر یقین کر لیں کہ یہ.....“

”نہیں۔ یہ بات تو آپ سے کہی جا چکی ہے جناب کہ ہم کوئی کام چھوٹا نہیں سمجھتے۔ اس سلسلے میں مزید کچھ نہ کہیں تو ہم شکریہ ادا کریں گے۔“

”بہتر۔ تو آپ یوں سمجھ لیجئے کہ ہم صرف کچھ لکھوں کے لئے دانش منصور سے رابطہ قائم کرتے ہیں اور اس کے لئے ہمیں زیریں کی مدد درکار ہے۔“ ریتیم نے میری جانب دیکھا۔

”آپ نے انہیں بند کر کے گردن ہلائی۔ پھر حلق صاف کر کے بولا۔“

”کیا آپ میں سے کوئی شخص یہ بتا سکتا ہے کہ آپ کو دانش منصور کی تلاش کیوں

ہے؟“

”بس آپ یوں سمجھ لیجئے کہ ان سے ایک قلبی رشتہ ہے۔“ اس بار الیاس بھائی نے
 ”آپ سرکاری طور پر دانش منصور سے ملنا چاہتے ہیں یا غیر سرکاری طور پر؟“
 ”فی الحال آپ یوں سمجھ لیجئے غیر سرکاری طور پر اور اگر میری دانش منصور سے ملا
 ہو سکی تو ہو سکتا ہے آگے یہ مرحلہ سرکاری شکل اختیار کر جائے۔ آپ نے یہ بتایا ہے کہ آپ
 کام چھوٹا نہیں سمجھتے۔ مجھے یہ بھی بتا دیجئے کہ صلے کے طور پر مجھے آپ کو کیا پیش کرنا ہوگا؟“
 ”اصل میں مسٹر دانش منصور ہمارے لئے خود ایک محترم شخصیت ہیں جناب اور ان
 لئے کسی کام کا ہم کوئی معاوضہ طلب نہیں کریں گے۔ مسٹر قنصلر آپ فرمائیے کیا آپ بھی دا
 منصور سے ملنا چاہتے ہیں؟“

”نہیں فی الحال نہیں۔ ہاں اگر آپ کی کادشوں سے الیاس احمد صاحب ان سے
 کارآمد گفتگو کر لیتے ہیں تو ممکن ہے میں خود بھی اس خواہش کا اظہار کروں۔“
 ”لیکن معاوضے کی بات رہ گئی۔“ الیاس بھائی نے کہا۔

”اس بارے میں آپ سے کہہ دیا گیا ہے جناب۔ ہاں! اگر دانش منصور صاحب
 خود اس معاوضے کے بارے میں آپ سے کوئی گفتگو کرنا چاہی تو یہ اختیار انہیں حاصل ہے۔
 ”بہت بہت شکریہ۔ اس تعاون کے لئے ہم دلی شکر گزار ہیں یہ کام کب تک ہو
 ہے؟“

”جناب قنصلر جنرل صاحب آپ اگر اپنے معزز دوست کو کچھ وقت کے لئے ہمارے
 حوالے کر دیں تو آپ کو اعتراض تو نہیں ہوگا؟“ میں نے کہا۔ نواز شاہد نے الیاس احمد
 طرف دیکھا، الیاس بھائی کہنے لگے۔
 ”لیکن اس کے لئے کتنا وقت درکار ہوگا؟“

”شاید بہت کم۔ اصل میں جو کام ہمیں سرانجام دینا ہے اس کے لئے احتیاط شرط ہے
 ہم اس وقت تک آپ کو اپنے ساتھ رکھ کر اور مسٹر دانش منصور کو اطلاع دے کر آپ کی ان
 ملاقات کرائیں گے اگر آپ ہماری تحویل میں رہیں گے تو ہم زیادہ اطمینان سے اپنا کام
 سکتے ہیں۔ آپ بات کو سمجھ رہے ہوں گے۔ ہماری مراد بس یہ ہے کہ ہم محتاط رہ کر اپنا کام
 سرانجام دینا چاہتے ہیں اور کوئی جذبہ نہیں ہے اس میں۔“ الیاس بھائی نے نواز شاہد کی طرف

اور کہا۔

”اگر آپ کو اعتراض نہ ہو تو؟“

”نہیں۔ ہر فیصلہ آپ کو کرنا ہے۔ مسٹر الیاس احمد۔“

میں نے اپنے حکام اعلیٰ کے احکامات کی پابندی کی ہے۔ مجھے یہ اجازت دے دی گئی
 آپ کو آزادی سے آپ کا کام کرنے دیا جائے۔“

”تب میں ان دونوں کے پاس رکنے کے لئے تیار ہوں۔“

”ٹھیک ہے۔ مجھے اس سلسلے میں کوئی خاص کارروائی تو نہیں کرنی۔ آپ مجھے اجازت
 دے۔“

”جی۔ لیکن کچھ خاص باتوں کے ساتھ۔ جی فرمائیے۔“

”زندگی بہت قیمتی چیز ہوتی ہے۔ انسان اتنے بڑے گروپ کے ساتھ اگر کوئی غلط قدم
 کی کوشش کرے تو سوچ لینا ضروری ہوگا۔ آپ یہاں سے جارہے ہیں۔ ہمیں یقین
 آپ اس جگہ کو بھول جائیں گے۔ کیونکہ آپ دوبارہ ہمیں یہاں نہیں پاسکیں گے لیکن اگر
 نے کوئی کوشش کی تو ذمہ داری آپ پر ہوگی۔“

نواز شاہد نے مسکرا کر گردن ہلائی اور کہا۔

”میرا کام آپ سے ہے۔ میں آپ سے کوئی غلط بیانی نہیں کر رہا اور نہ ہی کروں گا۔“
 کے بعد نواز شاہد ہم سے ہاتھ ملا کر رخصت ہو گیا تھا اور میں الیاس بھائی کو دیکھنے لگا تھا۔
 میں خود بھی ابھی ریتیم پر اپنی دلی کیفیات واضح نہیں کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے اس

”میڈم اب ہمیں یہاں سے چلنا چاہئے اور میں ان صاحب سے تنہائی میں دانش
 سے ملاقات کے سلسلے میں گفتگو کروں گا۔“

”اوکے۔ چلے آئیں۔“ ریتیم نے کہا اور ہم وہاں سے باہر نکل آئے۔ ریتیم ابھی تک
 کیفیت سے کوئی انداز نہیں لگا سکی تھی۔ محتاط طریقے سے سفر کرتے ہوئے آخر کار ہم اپنی
 تک پہنچ گئے اور اس کے بعد مسٹر الیاس احمد کو ایک کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ الیاس بھائی
 الجھے الجھے نظر آرہے تھے۔ میں ریتیم کے ساتھ کمرے میں گواپس آ گیا، تو ریتیم نے کہا۔

”دانش میں تمہاری خاصی مزاج آشنا ہو چکی ہوں اور اب بھی اگر میں یہ دعویٰ نہ کروں

کہ میں تمہیں کافی حد تک سمجھ چکی ہوں تو شاید میری غلطی ہوگی اور تم تسلیم نہ کرو تو تمہاری۔۔۔
 ”ہاں! ریتیم جو کچھ تم کہنا چاہتی ہو میں سمجھ رہا ہوں۔ یہ شخص میرے لئے جو حیثیت رکھتا ہے تم سوچ بھی نہیں سکتیں۔ میں نے جن لوگوں کا تم سے تذکرہ کیا ہے یقینی طور پر تمہارے ذہن میں محفوظ نہ ہوں گے۔ لیکن میں تمہیں یاد دلاؤں، اس تذکرے میں، میں۔ ایک نام الیاس بھائی کا بھی لیا ہے۔ یاد ہے۔“
 ”ادہ، میرے خدا، ادہ مائی گاڈ۔ قسم کھا رہی ہوں، یاد ہے اچھی طرح یاد ہے۔ لیکن وقت یاد نہیں آیا تھا۔“

”وہ الیاس بھائی ہی ہیں اور میں اسی لئے انہیں اپنے ساتھ یہاں لایا ہوں۔“ ریتیم نے کچھ نہ کہا۔ خاموشی سے میری صورت دیکھتی رہی۔ پھر میرا بازو ہتھپھایا اور آہستہ سے بولی ”اب مجھے تمہارے تمام احساسات کا اندازہ ہے۔ مجھے بتاؤ کیا کرنا ہے؟“
 ”کچھ نہیں ریتیم۔ ابھی میں الیاس بھائی سے شیرک کی حیثیت سے ہی بات کروں اور اگر مجھے میرا مطلوبہ چانس نہ مل سکا۔ تو بعد میں دیکھا جائے گا۔ لیکن میں بے اختیار ہوں۔“
 ”مجھے پورا پورا اندازہ ہے۔“ ریتیم نے آہستہ سے کہا۔ ”میں الیاس بھائی کے کمرے میں پہنچا تو وہ حیران پریشان سے بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھے دیکھ کر ان کے ہونٹوں پر ایک پھینکی مسکراہٹ آگئی۔“
 ”مسٹر شیرک۔ آپ نے مجھے بڑا متحس کر دیا ہے۔ آپ کا رویہ مجھے بہت عجیب سا ہے۔“

”مجھے اندازہ ہے مسٹر الیاس احمد۔ اصل میں ایک بڑی عجیب بات ہے۔ آپ سنئے گے تو حیران رہ جائیں گے۔“
 ”کیا؟“ الیاس بھائی نے سوال کیا۔

”میرا تعلق زیریں سے ہے۔ لیکن جو حیران کن بات ہے وہ یہ ہے کہ دانش منصور۔ میری ذاتی دوستی بھی ہے اور دانش منصور مجھے اپنے بارے میں جتنا کچھ بتا چکے ہیں۔ ان کا الیاس احمد صاحب کا تذکرہ بھی ہے۔ میں جب آپ سے دوسرے بہت سے نام لوں گا آپ اس بات پر یقین کر لیں گے کہ دانش سے میرے کیسے تعلقات ہیں۔“ الیاس بھائی۔

”اضطراب قابل دید تھا۔ انہوں نے بے صبری سے کہا۔
 ”مجھے صرف ایک بات بتا دیجئے آپ مسٹر شیرک۔۔۔“
 ”جی پوچھئے۔“

”دانش خیریت سے تو ہیں وہ تندرست ہیں انہیں کوئی نقصان تو نہیں پہنچا۔ وہ زندہ ہیں۔“

”جی۔ وہ خیریت سے بھی ہیں، تندرست بھی ہیں، زندہ سلامت بھی ہیں اور انہیں کوئی کمی نہیں پہنچا۔“

”یہ جو کارروائیاں انہوں نے کی ہیں۔ میرا مطلب ہے جو کچھ مجھے بتایا گیا ہے۔ کیا اس کے بارے میں کچھ معلوم ہے؟ مثلاً جیسے ابھی ہمارے قونصل صاحب نے کہا کہ انہوں نے اسکاٹ لینڈ سے اسلحے کی ایک بڑی کھیپ بھیجی ہے، میرا مطلب ہے آپ کو اس سے میں معلوم ہے؟“

”یہ کام زیریں کے تعاون سے ہی ہوا ہے۔ شاید آپ کے علم میں یہ بات نہیں ہے؟“
 ”نہیں مجھے معلوم ہے۔ میں نے، میرا مطلب ہے میرے وطن کی حکومت نے مجھ سے آدمی پر بڑا اعتبار کیا ہے اور مجھے خاصی معلومات فراہم کر کے یہاں تک بھیجا ہے۔“

”اگر میں اپنی معلومات کی روشنی میں آپ سے کچھ سوالات کروں تو کیا آپ مجھے ان کو اپنا پسند کریں گے؟“

”صرف وہ سوالات جس میں مجھ سے میرے وطن کے بارے میں کچھ نہ پوچھا جائے پ کو یہ بھی بتا دوں مسٹر شیرک کہ میں ایک عام آدمی ہوں۔ اپنے وطن میں، میں ایک حیثیت رکھتا ہوں اور پرائیویٹ کیس لیتا ہوں۔ جب دانش منصور نے یہ تمام باتیں تو مجھ سے رجوع کیا گیا اور مجھے کچھ ذمہ داریاں سونپی گئیں۔ کیونکہ اہل وطن ہا کہ دانش مجھے بہت بڑا درجہ دیتے ہیں۔“

”جی، تو انکی جانب سے میں سوالات کر سکتا ہوں۔“

”وہ تمام سوالات جن کے بارے میں، میں آپ کو بتا چکا ہوں۔“

”جی، آپ یہ بتائیے آپ کی سسٹم نازاں باجی کیسی ہیں؟“ میں نے سوال کیا اور

الیاس بھائی کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے۔ وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھ د رہے۔ پھر اچانک ہی وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور بے اختیار آگے بڑھ کر مجھ لیٹ گئے۔

”کچھ بھی کہو، دھکار دو، تھپڑ مار دو میرے منہ پر۔ لیکن تم، تم دانش ہو، تم دانش ہو۔“ الیاس بھائی بے اختیار پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ اچانک ہی یہ سب ہوا تھا۔ میرا سارا منصوبہ خاک میں مل گیا۔ انصاف اگر جذبات سے عاری ہو جائے تو انصاف کہنا دنیا کا سب سے بڑا گناہ ہے۔ میں بھی بے اختیار ہو گیا اور شاید پہلی بار میرے آنکھوں نے اس قدر آنسو برسائے۔ الیاس بھائی مجھے لپٹا کر چومنے لگے۔ وہ رو رو کر رہے تھے۔ میرے بچے میرے بیٹے کیا ہے میری تقدیر بھی۔ قدرت نے اتنی محبت دل ڈال دی تیرے لئے تو مجھ سے پوچھ رہا ہے، مجھ سے کہہ رہا ہے ارے پاگل نازاں کو پیار سے نازاں باجی کہنے والا اس کائنات میں کوئی اور ہے۔ ہم دونوں بری طرح جذباتی گئے تھے اور بات بھی درست تھی۔ نہ جانے کتنے عرصے بعد مجھے میرا کوئی اپنا ملا تھا۔ تصور بیٹھا تھا اس اپنائیت کا۔ بہت دیر تک ہم جذبات میں ڈوبے رہے۔ الیاس بھائی نے سامنے کیا اور بولے۔

”کیا کیا ستم نہیں ڈھائے ہیں تم نے ہم پر۔ فیصل کیا کیا کچھ نہیں کیا ہے۔ بتاؤ بتاؤ سب کیا ہے فیصل یہ سب کیا ہے؟“

”تقدیر الیاس بھائی تقدیر، روز اول سے آپ کو یہ بات معلوم ہے کہ تقدیر نے مجھے قیدی بنا رکھا ہے۔ الیاس بھائی ایک سبق ہوں میں اس کائنات کے لئے بہت بڑا سبق میں۔ تقدیر نے ہر چیز میرے سامنے سرنگوں کر دی۔ لیکن میری اپنی خواہشوں کو میری آرزوؤں کو اس نے اپنی قید میں کر رکھا ہے۔ مجھے وہ نہیں مل سکا جو میں نے چاہا۔ الیاس رخسار مجھ سے جدا ہے، میرے ماں باپ کا مجھے پتا نہیں چل سکا، جو کچھ نہیں کر چکا ہوں سکتا ہے آپ کو اس کے بارے میں علم ہو۔ لیکن وہ نہیں کر سکا جو میرے دل کی سب سے آرزو ہے۔ الیاس بھائی وہ نہیں پاسکا میں۔ جسے پالینے کی تمنا میرے دل میں روز اول طرح آج بھی ہے۔“

”رخسار، رخسار کہاں ہے؟“

”بس یوں سمجھئے میری اور اس کی تقدیر میں یکجا ہونا نہیں لکھا۔ وہ کہاں ہے یہ میں نہیں اس کی تلاش کر رہا ہوں میں۔ دیوانہ ہو چکا ہوں اس کی تلاش میں۔ اتنے قتل کروں گا بھائی اتنے قتل کروں گا کہ موت مجھ سے پناہ مانگنے لگے گی۔ اتنے لوگوں کو ہلاک کروں گا کہ کون کون میری اس محفل میں ملوث ہے۔ خیر چھوڑیے۔ ہم جذباتی باتیں نہ لگے۔ سب لوگوں کے بارے میں بتائیے۔ مجھے امید نہیں تھی کہ آپ مجھے پہچان گئے۔“

”لہجہ چہرہ تو بدلا ہوا ہے تم نے لیکن لہجے میں نازاں کے لئے جو پیار تھا۔ وہ دنیا کے رخصت کے لہجے میں نہیں ہو سکتا۔ نازاں کو بتاؤں گا تو دیوانی ہو جائے گی۔“

”بس الیاس بھائی چھوڑیے۔ اچھا خیر اب آپ یہ بتائیے کہ میری تلاش.....“

”سب کچھ ٹھیک ہو چکا ہے فیصل سب ٹھیک ہو چکا ہے۔ ردو بدل تو ہوتی رہتی ہے۔ اہمیت تمہاری افادیت کو پہلے فوجی پیمانے پر تسلیم کیا گیا۔ تم سمجھ بھی نہیں سکتے، سوچ بھی نہیں سکتے تمہارے سلسلے میں کتنے کتنے بڑے لوگوں نے احتجاج کیا ہے۔ خاص طور سے وہ براہ جو دل سے تمہیں چاہتے ہیں اور جنہوں نے اپنے بیانات میں اس بات کا اظہار کیا کہ ایک محبت وطن کو سازش کے تحت در بدر کیا گیا ہے اسی طرح کہ اسے اپنی موت کا مٹاؤ۔ اخبارات نے اتنا کچھ لکھا تمہارے بارے میں اور پھر اب سے کچھ عرصے پہلے حکام کو تم نے غالباً برطانیہ میں بہت زبردست امداد فراہم کی تھی اور کسی ملکی مفاد کے کیا تھا۔ اس کی تفصیلات تو نہیں دی جا سکیں۔ لیکن اخبارات کو تھوڑی بہت ہوا لگ گئی فیلے دے ہوئی ہے تم سوچ بھی نہیں سکتے کہ کیا کیا تکتہ چینی کی گئی ہے۔ تم لوگوں پر امت پر کہ کس طرح محبت وطن افراد کو منظر عام سے ہٹا دیا جاتا ہے۔ فیصل دانش نے اپنے وطن کے لئے جتنی قربانیاں دیں اور جو کچھ کیا۔ اس کا اعتراف مختلف طریقوں سے کیا ہے۔ سوالات کئے گئے ہیں۔ حکومت سے کہ جواب دیا جائے۔ یہ بتایا جائے کہ وہ تھے، جنہوں نے دانش جیسے محبت وطن کو وطن سے دور رہنے پر مجبور کر دیا۔ ڈامنڈ سٹی میں تو بہت ہی کچھ لکھا گیا۔ کہا گیا کہ ڈامنڈ سٹی میں وطن کے لئے جو کچھ ہو رہا تھا، مکمل ہو جاتی تو وطن کو ایک ایسا ادارہ مل جاتا جو نہ جانے آنے والے وقت میں وطن کی سہولتیں فراہم کرتا۔ یوں سمجھ لو کہ اب وہاں کی فضا تمہارے لئے بہت ہموار ہے۔

بھلا میں کیا اور بھری اوقات کیا۔ لیکن مجھے تلاش کیا گیا۔ میرے بارے میں معلومات ہ کی گئیں۔ پھر وہ مجھ تک پہنچے اور یہاں مجھے زیر تک سرکاری طور پر پہنچایا گیا ہے اور پٹر کی گئی ہے کہ اگر زیر سے معلومات حاصل کرنے کے سلسلے میں مجھے بہت بڑے اخراجات بھی کرنا پڑے تو حکومت یہ اخراجات مجھے دے گی۔ بہت کام ہوا ہے، بہت زیادہ کام ہوا۔ اس بارے میں اور ہونا چاہئے تھا۔ کیا کچھ نہیں کیا ہے تم نے وطن اور اہل وطن کے لئے۔ حسرت بھرے انداز میں الیاس بھائی کو دیکھنے لگا پھر میں نے کہا۔

”بہر حال الیاس بھائی بڑی بات ہے کہ میرے اہل وطن نے آخر کار مجھے یاد دہانہ میں تو مایوس ہو چکا تھا۔ بھول چکا تھا اس بات کو کہ کبھی مجھے اپنے وطن میں پذیرائی مل گی۔“

”حقیقتیں کتنے عرصے چھپائی جاسکتی ہیں۔ حقیقتیں سامنے آگئی ہیں اب بھلا اس کی گنجائش ہے کہ لوگ ان حقیقتوں سے انحراف کریں اب تم مجھے یہ بتاؤ کہ تمہارا کیا ارادہ ہے“

”مطلب۔“ میں نے الیاس بھائی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”واپس نہیں چلو گے؟“

”ارے نہیں الیاس بھائی ایسا کیسے ممکن ہے؟“

”کیوں کیا مطلب؟“

”نہیں الیاس بھائی ابھی تو سوچ بھی نہیں سکتا۔“

”نہیں ایک بار تو چلو، دیکھو تو سہی کیا کیا تبدیلیاں آئی ہیں دانش میموریل سوسائٹی ہے۔ تمہارے لئے کام ہو رہا ہے۔ اخبارات تمہارے بارے میں بڑے اچھے انداز میں ہیں۔“

”اس سے زیادہ مجھے اور کچھ نہیں چاہئے۔ ابھی میں راستے میں ہوں الیاس بھائی جب منزل کی طرف قدم بڑھاؤں گا تو میری منزل میرے وطن کے علاوہ اور کہیں نہیں ہوگی۔“

”گویا تم نہیں چلو گے؟“

”نہیں بالکل نہیں۔ بڑا کام کرنا ہے۔“

”لیکن مجھے یہی کہا گیا ہے۔“

”نہیں کہنے والوں سے کہہ دیجئے کہ دانش مل گیا ہے آپ کو ملا تھا وہ آوارہ گرد“

وطن کسی بھی وقت اس کی کاوشوں سے منحرف ہو سکتے ہیں۔ اس کے ثبوت موجود ہیں۔ کوئی بات نہیں کہہ رہا ہوں میں جو لوگوں کے اور آپ کے علم میں نہ ہو۔ میں بس آؤں گا کبھی، ملتا تو وطن ضرور آؤں گا لیکن ایسے نہیں۔ باہر کی دنیا میں ابھی میرے وطن کی خلاف بہت میں ہو رہی ہیں۔ میں وطن دشمنوں کو جس قدر نیست و نابود کروں گا میری قدر و قیمت میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ گھر میں موجود رہ کر میں کچھ بھی نہیں کر پاؤں گا۔“

”مگر جب میں ان لوگوں کو بتاؤں گا کہ تم مجھے ملے تھے اور نازاں وغیرہ کو بھی تو غمگین جائے گی وہ۔“

”نازاں باجی سے کہئے کہ ان کا لگایا ہوا پودا تناور درخت بن کر وہ سب کچھ کر رہا ہے کی وہ خواہش مند تھیں۔ اسے یہ سب کچھ کرنے دیجئے، گھر کی زندگی میں وہ محدود ہو کر رہے گا اور پھر الیاس بھائی ایسے تو نہیں جاسکتا ہیں۔ آپ کو تو علم ہے کہ رخسار میرا انتظار کر رہی ہوگی۔ لیکن رخسار کو لے کر ہی واپس آؤں گا الیاس بھائی۔ ایسے میری واپسی ممکن نہیں۔“

الیاس بھائی مجھ سے بہت کچھ کہتے رہے۔ لیکن یہ حقیقت تھی کہ میں ان کی اس خواہش پورا نہیں کر سکتا تھا۔ پھر ساری رات ہی الیاس بھائی سے باتیں ہوتی رہی تھیں۔ بہت سی باتیں میں نے انہیں بتائی تھیں۔ ریتیم بہت ہی نفیس طبیعت کی خاتون تھیں۔ اسے اندازہ نہ تھا کہ میں الیاس بھائی سے مل کر جذباتی ہو گیا ہوں اور شاید میں نے اپنے آپ کو ان پر کر دیا ہے۔ چنانچہ اس نے کوئی مداخلت نہیں کی تھی۔ دو بار ہمارے لئے کھانے پینے کی آئی تھیں۔ ہم لوگوں کو باتیں کرتے دیکھ کر ریتیم نے یہ انتظامات کئے تھے۔ بہر طور سارے ملاقات چلتے رہے۔ الیاس بھائی سے یہ طے پایا کہ الیاس بھائی سفیر سے یہ کہیں گے کہ دانش ور سے ٹیلی فون پر گفتگو ہو چکی ہے وہ اس وقت فرانس میں نہیں ہے اور اس نے وعدہ ہے کہ وطن واپس آکر ہی ان سے ملاقات کرے گا۔ یہ بھی طے ہو چکا تھا کہ حکام بالا سے الیاس بھائی یہ کہیں گے کہ دانش منصور نے اپنے عزم کا دوبارہ اظہار کیا ہے اور کہا یہ کہ اس نے اول بھی اپنی زندگی وطن اور اہل وطن کے لئے وقف کی تھی اور اب بھی اپنے وطن والوں لئے زندہ ہے۔ دنیا کے کسی بھی گوشے میں رہ کر وہ وطن عزیز کی خدمت سرانجام دیتا۔ دانش میموریل سوسائٹی کے اختیارات کو وسیع کیا جائے اور دانش کہیں سے بھی کچھ بھیجے

اس کا اہتمام کر لیا جائے۔ ایک باقاعدہ اسٹاف بنایا جائے جو اس سلسلے میں زیرز کے پیغام وصول کرے۔ ہو سکے تو زیرز اور دانش کا آپس میں تعلق ظاہر ہونے سے گریز کیا جائے۔ ایسا تعلق کسی شکل میں بھی ظاہر نہ ہونے دیا جائے بس اہل وطن اپنے بھائی کے لئے اتنا کریں اور وطن والے دانش کے نام سے غداری کی چھاپ ہٹا دیں۔ ڈائمنڈسٹی رشید ناگ دوسرے لوگوں کو جو نقصان پہنچا ہے اس کا ماتم کیا جائے۔ یہ تمام باتیں میں نے الیاس سے کہیں اور دوسرے دن ناشتے کے بعد الیاس بھائی کو احترام کے ساتھ واپس پارک سفارت خانے پہنچا دیا گیا۔ میں ریتم کے پاس واپس آ گیا تھا۔ ریتم ہمدردی کی نگاہ سے دیکھ رہی تھی۔ اس نے کہا۔

”اب تم ایسا کرو سو جاؤ، اور اس وقت تک سوتے رہو جب تک کہ رات کی ساری دور نہ ہو جائے، پلیز۔“

”ریتم نیند کا کیا تصور کیا جاسکتا ہے میں سو کر ان یادوں سے دور نہیں ہونا چاہتا۔ ان یادوں کے خواب جاگتی آنکھوں سے دیکھنا چاہتا ہوں۔ جن کا تعلق وطن اور اہل وطن ہے۔ ہاں اگر برا نہ مانو تو کچھ دیر کے لئے مجھے تنہا چھوڑ دو“۔ ریتم مجھے دیکھتی رہی پھر بولی، ”میں تو یہی چاہتی تھی لیکن تم اگر پسند نہیں کرتے تو تمہاری مرضی۔“ پھر میں نے بند کیا، پردے ڈالے، اندھیرا کر لیا اور ان اندھیروں میں مجھے میرا ماضی نظر آنے لگا۔ ایک لمحہ، ایک یاد ایک ایک خواب، ایک ایک فرد گزرے ہوئے واقعات زندگی کے لمحات جب اپنے آپ سے بے گانہ تھا۔ آہ کتنی طویل کہانی تھی یہ اتنی طویل کہانی لیکن کہاں مقصد سے بھٹکا دیتی ہیں، کہانیوں میں گم ہو کر اگر مقصد کو فراموش کر دیا جائے۔ تو پھر کہانیوں کی توہین ہوتی ہے۔ عمل سے زیادہ شدید پہلے سے زیادہ طاقت کے ساتھ تاکہ دشمن کو بھرپور قوت کا احساس دلایا جاتا رہے۔ کہیں بھی یہ ظاہر نہ ہونے دیا جائے کہ کوئی کمزور پیدا ہوئی ہے۔ زیرز کے تمام لوگ اپنے کاموں میں مصروف تھے اور ابھی تک کوئی ایسا داری ہمارے شانوں پر نہیں آئی تھی۔ جسے قابل ذکر کہا جاسکے۔ لیکن بہر حال زیرز اپنی حیثیت منوا چکے تھے اور دنیا کے بڑے بڑے ادارے زیرز سے اپنے کام لینے کے خواہ مند تھے۔ دنیا کے کئی ملکوں میں پھیلے ہوئے زیرز کے انچارج ہمیں مختلف پیغامات دے رہے لیکن میں نے اور ریتم نے ان آفرز کو قبول نہیں کیا۔ چونکہ اس میں کوئی شک نہیں کہ

یہ پاس کاموں کے سلسلے میں موصول ہونے والی رقم کے خرچ کا معقول انتظام تھا اور ہم ہمتے کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں وہ بہت سوں کے لئے فائدہ مند ہے لیکن پھر بھی ہماری ٹاکس اپنی جگہ تھی اور ہم جو کرنا چاہتے تھے وہ اپنی پسند کے مطابق کرنا چاہتے تھے اور اس لئے ہمیں خاصا انتظار کرنا پڑا۔ جارج پولو نے ہمیں یہ اطلاع دی تھی کہ ایک شخص ایک بڑی حکومت کے نمائندے کی حیثیت سے زیرز سے ڈیل کرنا چاہتا ہے اور اس کا نام گرے ہے۔ مارشل گرے کا کہنا ہے کہ زیرز کے کسی اعلیٰ رکن سے ملاقات کر کے وہ وی آفر کرنا چاہتا ہے جب ہم نے اس ملک کا نام سنا تو مارشل گرے کو دعوت دے دی ہم اس سے بالکل مختلف حیثیت سے ملے تھے۔ لیکن اس اعلان کے ساتھ کہ زیرز کے ان جو اس کے ایکشن ڈپارٹمنٹ کے لئے فیصلے کرتے ہیں یہاں موجود ہیں اور مارشل ان سے ملاقات کر سکتا ہے جس شخص نے ہم سے ملاقات کی وہ اس بڑی حکومت کا اٹھا اور ایک اچھی شخصیت کا مالک۔ اس نے کہا۔

”معزز دوستو! زیرز کے بہترین ریکارڈ نے ایک عجیب و غریب فضا پیدا کر دی ہے۔ ال ہے زیرز نے آج تک جن لوگوں کے خلاف بھی کام کیا ہے۔ وہ بھی اس بات کو رتے ہیں کہ کام کرنے کا انداز بہت شاندار تھا اور زیرز کو کامیابی حاصل ہوئی ہی فی لیکن آپ لوگوں کی تعریف اس لئے بھی کر رہا ہوں۔ کیونکہ آپ کو خوش کر کے مجھے ہر آپ کو اپنے کام پر آمادہ کرنا ہے۔ اب اگر اجازت ہو تو میں اس کام کی تفصیل

”ہاں! مارشل یہ ضروری ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ زیرز کے اعلیٰ ارکان ہر کام کر دیا ہیں۔ لیکن کام کی نوعیت کے بارے میں ضرور معلومات حاصل کرتے ہیں۔“

”بے شک، بے شک، بے شک۔“ میں آپ لوگوں سے وعدہ چاہتا ہوں کہ کسی کے سی کے سلسلے میں اگر ہم کام لیں یا لینے کی کوشش کریں۔ تو کیا ہم اس بات کی توقع ہیں کہ ہمارے مخالفوں کو ہماری کوششوں کا پتا نہیں چلے گا۔“

”زیرز کا لٹریچر پڑھنے کے بعد آپ یہاں تعریف لائے ہیں۔ مارشل۔ اگر آپ کو یہ لٹریچر نہیں ملا ہو گا تو یقینی طور پر جب آپ نے ہمارے نمائندے سے ملاقات کی اس نے سب سے پہلا کام یہی کیا ہو گا۔“

”بے شک۔ اور لٹریچر پڑھنے کے مجھے قطعی طور پر یہ سوال نہیں کرنا چاہئے تھا۔ انسان کے اندر ایک خوف چھپا ہوتا ہے۔ اس خوف نے مجھے مجبور کیا کہ میں آپ سے یہ کروں۔ آپ چاہیں تو میں اس کے لئے معذرت کر سکتا ہوں اور اگر آپ کو برا لگا ہو تو مجھے ضرور معاف کر دیجئے گا۔“

”پھر سے سوال کیجئے آپ اپنا۔“

”ہماری تمام کاوشوں کو صیغہ راز میں رکھا جائے گا۔ چاہے ہماری ذیل ہو یا نہ ہو۔“

”ہاں! اس کا وعدہ کیا جاتا ہے۔“

”ٹھیک۔ جو لوگ ہمارے خلاف ہیں وہ ایک گروہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ گروہ باقاعدہ منظر عام پر نہیں آیا۔ لیکن اس نے اپنا نام کلومیوم رکھا ہے۔ کلومیوم کے لوگ دنیا کے سے ملکوں میں کام کر رہے ہیں اور انہوں نے اپنی برانچیں گرین کلب کے نام سے قائم کر ہیں۔ گرین کلب لندن، پیرس اور نیویارک میں واقع ہے۔ اصولی طور پر یہ لوگ بڑے سرمایہ دار، سرمایہ کار ہیں۔ ان کا سیاسی ڈیپارٹمنٹ الگ ہے اور الیکشن ڈیپارٹمنٹ الگ الیکشن ڈیپارٹمنٹ میں انہوں نے ریٹائرڈ فوجی رکھے ہیں۔ انہیں تربیت دی ہے اور عرصے سے انہوں نے زیر زمین اپنی کارروائیاں کرنا شروع کر دی ہیں۔ اس میں ان ملکوں کے فوجی افسر شامل ہو گئے ہیں۔ جن میں ہر طرح کے عہدہ دار ہیں ان کا موقف ایک خاص گروپ کو جو سرمایہ دار گروپ ہے ختم کیا جائے اور دنیا کے کئی ملکوں سے داروں کی اجارہ داری ختم کی جائے یعنی وہ اجارہ داری جو اقتصادیات پر ہے یہ لوگ اپنے کام کرنا چاہتے ہیں اور اب یہ بات صیغہ راز میں نہیں رہی ہے کہ ایک انٹرنیشنل گروپ ان سربراہی اور سرپرستی کر رہا ہے۔ اس گروپ کا نام روز آرگنائزیشن ہے۔ آپ لوگوں کو بات کا علم تو ہو گا کہ اس وقت دنیا اقتصادی حال میں جکڑی ہوئی ہے۔ آئی ایم ایف نامی ا ترقی پذیر ملکوں پر زندگی تنگ کئے ہوئے ہے۔ یہ ادارہ کچھ ملکوں کی سرپرستی میں چھوٹے کم کو امداد فراہم کرتا ہے۔ لیکن یہ سمجھ لیجئے کہ ایک طرح سے اس نے ان چھوٹے چھوٹے ممالک پر اپنا قبضہ قائم کر رکھا ہے اور وہاں اقتصادی ہی نہیں بلکہ سیاسی پالیسیاں بھی آئی ایم ایف اشاروں پر بنائی جا رہی ہیں۔ آئی ایم ایف روز آرگنائزیشن کا ذیلی ادارہ ہے اور یہ دنیا میں معیشت پر اپنا قبضہ چاہتا ہے، وہ سرمایہ کار جو صدیوں سے اپنا کاروبار کر رہے ہیں اور کچھ

دو کے اصولوں پر عمل کرتے ہوئے اقتصادی طور پر ترقی پذیر ممالک کی امداد کرتے رہتے ہیں کلومیوم نہیں چاہتا کہ یہ سرمایہ دار اپنے طور پر سرمایہ کاری کریں ان سرمایہ داروں کو کلومیوم نے ان میں شامل ہونے کی دعوت دی۔ لیکن جو شرائط ان کے سامنے لائی گئیں وہ انتہائی شرمناک ہیں اور بہت سے سرمایہ داروں نے اپنا سرمایہ کھینچنا شروع کر دیا۔ لیکن ان شرائط پر کلومیوم کی راہش قبول نہیں کیں نتیجے میں کلومیوم نے ان لوگوں کی ہلاکت کا سامان کیا اور اب تک کئی سرمایہ دار مختلف حادثوں کا شکار ہو کر کلومیوم کے ہاتھوں فنا ہو گئے ہیں۔ بات اصل میں یہ ہے کہ کلومیوم کو دونوں عملی فائدہ دے رہے ہیں۔ یعنی سرمایہ دار اگر ترقی پذیر ممالک میں اپنا سرمایہ صرف نہیں کر رہے تو ان ترقی پذیر ممالک کو اقتصادی بحران کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اور بحالت ابوری وہ کلومیوم کی جانب متوجہ ہو رہے ہیں۔ دوسری صورت میں اگر سرمایہ دار اپنے نقصانات محسوس کر کے کلومیوم کے ساتھ شامل ہونے کی کوشش کریں تو روز آرگنائزیشن کا مقصد پورا ہو جاتا ہے۔ یہ ایک جال ہے جو پھیلا ہوا ہے کلومیوم کے افراد پوری طرح اپنا کام سرانجام دے رہے ہیں۔ ہم درحقیقت سرمایہ داروں کی ایک اور تنظیم جو نہایت مناسب اور دیانت دارانہ اقدام کر رہی ہے کے نمائندوں کی حیثیت سے زیریں سے اپنا کام لینا چاہتے ہیں اور کلومیوم کے مقابلے پر زیریں کو لا کر کلومیوم سے نجات حاصل کرنے کے خواہش مند ہیں اس سلسلے میں کوئی بھی ملک براہ راست اپنے یونٹ نہیں بھیج سکتا۔ کیونکہ اس طرح خود اس کے اپنے وطن میں ایسا کرنے والے حکام کی مخالفت شروع ہو جائے گی۔ روز آرگنائزیشن نے اپنے پنجے اسی طرح مختلف اداروں کی شکل میں پھیلا رکھے ہیں۔ یہ ہے ساری تفصیل اور اب آپ اس سلسلے میں بتائیے کہ کیا ہم قابل توجہ ہیں۔ جہاں تک زیریں کے معاوضے کا تعلق ہے۔ زیریں کو وہی معاوضہ دیا جائے گا جو زیریں طلب کریں گے۔“ میں اور ریم دلچسپی سے مارشل گرے کی کہانی سن رہے تھے۔ ہمارے لئے تو بس اتنا ہی کافی تھا کہ روز آرگنائزیشن کا نام سامنے آجائے۔ اس کے علاوہ جو ایک لمبی سازش کی جا رہی ہے اس کا خاتمہ کیا جائے۔ میں اور ریم دونوں ہی اسی طور پر دل سے اس کام کے لئے تیار ہو گئے تھے۔ لیکن بہر حال تھوڑی سی سودے بازی کرنی تھی اور یہ سودے بازی ہم نے تھوڑی دیر کے اندر مکمل کر لی اور اس کے بعد اپنے نشان ان کاغذات پر لگا دیئے جو اس سلسلے میں ایک طرح سے معاہدے کی حیثیت رکھتے تھے۔ پھر مارشل گرے کے جانے کے بعد مارشل گرے کی نشان دہی سے ہم نے اپنی پلاننگ شروع کر

دفع دی۔ وہ ایک مکان میں پہنچنے کی اطلاع تھی۔ اس نے کہا۔

”سر! میں بڑی محنت کے بعد اس مکان کے بارے میں اندازہ لگا چکا ہوں۔ یہ ایک پر مقام پر واقع ہے اور یقینی طور پر یہاں پر ان لوگوں کی میٹنگیں ہوا کرتی ہیں شاید یہاں ان ریکارڈز روم بھی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر آپ یہاں کا جائزہ لیں تو آپ کو ضرور کچھ کام کی معلومات ہو سکتی ہیں۔ میں نے جو تفصیلات معلوم کی ہیں ان کے تحت ہفتے میں صرف دو دن مکان زیر استعمال رہتا ہے۔ باقی دنوں میں بند رہتا ہے۔ یہاں کوئی چوکیدار بھی نہیں ہوتا اور ہم تھوڑی سی محنت کریں۔ تو یہ آسانی یہاں آسکتے ہیں۔“

”ہوں، تو پھر بتاؤ کیا کیا جائے؟“

”میرا خیال ہے سر! کہ ہم پہلے ذرا تفصیل سے اس مکان کا جائزہ لے لیں۔ ویسے اس کی گمرانی کر رہا ہوں اور اس کے آس پاس ہی موجود ہوں۔“

”بس تو ٹھیک ہے۔ سورج چھپنے کے فوراً بعد میں بھی وہاں پہنچ جاتا ہوں۔“

”آپ سورج چھپنے کے فوراً بعد نہیں بلکہ تقریباً ساڑھے سات یا پونے آٹھ بجے کا وقت رکھیں۔ یہ وقت نہایت موزوں ہوتا ہے۔ نہ گہری رات نہ دن۔“

”ٹھیک ہے۔“ میں نے ہچکر کو جواب دیا یہ بات طے پا چکی تھی کہ ریتیم اپنی جگہ اپنا کام دے گی اور میں اپنے طور پر اس سلسلے میں اس وقت تک ایک دوسرے سے رابطہ نہیں پاجائے گا۔ جب تک اس کی انتہائی اہم ضرورت نہ ہو۔ یہاں تک کہ سنگین تین حالات نہ بھی ہوں۔ ہاں! اگر اپنے مقصد کو ختم کر کے فوری طور پر رابطہ قائم کرنا ضروری ہو تو پھر بات الگ ہے۔ بہر طور ساری باتیں اپنی جگہ، وقت مقررہ پر میں اس طرف چل پڑا جہاں کا پتا میرے علم نہ تھا۔ وہ مکان میری توقع سے کہیں زیادہ خوبصورت تھا اور ایک ایسی حسین جگہ واقع تھا جس کے بارے میں، میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ سمندر کے کنارے واقع اس مکان کے بعض حصے چٹانیں بکھری ہوئی تھیں اور ان چٹانوں کے دامن میں یہ ایک محل نما مکان تھا۔ جس کے نہیں سمت سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ مکان کا ایک حصہ دور تک سمندر میں چلا گیا تھا اور لہریں کان کی دیوار سے ٹکرا رہی تھیں مجھے اندازہ نہیں تھا کہ یہ مکان اتنا خوبصورت بھی ہو سکتا ہے۔ ہر حال میں کافی دیر تک وہاں صورت حال کا جائزہ لیتا رہا۔ دور سے ایک سڑک بل کھاتی ہوئی مکان تک چلی آئی تھی اور سامنے ہی اس کا پورچ نظر آ رہا تھا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے

دی۔ چونکہ کام فوری طور پر شروع کر دینا تھا۔ اس لئے میں نے اور ریتیم نے طے کیا کہ معمول کے مطابق ہم دونوں الگ الگ باہر ہو جائیں۔“ ریتیم نے کہا۔

”اگر تم چاہو ڈیڑ دانش منصور تو اس بار ایکشن میرے سپرد کرو اور تم ڈائریکشن میں آ جاؤ۔“ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

”اصل میں یہاں ایک ایشیائی مرد کی غیرت سامنے آ جاتی ہے جو عورت کی پناہ میں آنا پسند نہیں کرتا۔“

”مگر یہ پناہ کہاں ہوگی؟ تم انہیں سیاسی طور پر قتل کرو گے اور میں اسے جانی طور پر۔“

”نہیں۔ میرا خیال ہے سیاسی شعبہ تم سنبھال لو۔ میں ایکشن ڈیپارٹمنٹ سنبھال لیتا ہوں۔ لیکن کام ہم دونوں ہی کریں گے۔“

”بے فکر رہو۔ معمول سے کوئی الگ نہیں ہوگا۔“ پھر اس سلسلے کے پہلے مرحلے کے طور

پر میں ریتیم سے ہٹ کر مصروف ہو گیا۔ ریتیم مجھے نمایاں طور پر ساری معلومات فراہم کر رہی تھی اور دلچسپ بات یہ تھی کہ ہم یہیں پیرس کے نواحی علاقوں میں اپنا کام سرانجام دے سکتے تھے۔

پہلے مرحلے میں ریتیم نے مقامی طور پر اس کلب کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ جو کلب بوم کا کلب کہلاتا تھا۔ یہ کلب گرین کلب کے نام سے مشہور تھا ایک انتہائی حسین عمارت

میں واقع تھا اور اندر جانے کی اس قدر سخت پابندی تھی کہ شاید کسی بڑے محکمے کے وزارت خارجہ کے ریکارڈز روم میں بھی اس سے زیادہ حفاظتی انتظامات نہیں کئے گئے ہوں گے۔ ان کی

اس کوشش سے بھی یہ اندازہ ہو جاتا تھا کہ وہ کیا کچھ کر رہے ہیں اور اپنے معاملات کو کس طرح خفیہ رکھنا چاہتے ہیں۔ ادھر ہمارے مقامی انچارج نے ہمیں بتا دیا تھا کہ اس کارروائی کے لئے

تین ایسے آدمی منتخب کر دیئے گئے ہیں جو یکے بعد دیگرے میری مدد کریں گے۔ سیاسی شعبہ

الگ تھا اور ہمارے پچھلے طریقہ کار کے مطابق ریتیم بالکل روپوش ہو گئی تھی ہم دونوں جو کچھ بھی

کرنا چاہتے تھے۔ بالکل الگ الگ رہ کر کرنا چاہتے تھے تاکہ اگر ایک کسی مشکل کا شکار ہو

جائے یا ٹکا ہوں میں آجائے تو دوسرے اس کی مدد کر سکیں۔ مجھے جو پہلا ایجنٹ مسٹر جارج پولو

نے دیا اس کا نام ہام چمر تھا۔ یہ شخص انتہائی پھرتیلا، مستعد، خوش مزاج اور عام حالات میں کوئی

کھلاڑی نظر آتا تھا جس کے شانے بڑے چوڑے اور اس طرح گردش کرتے رہتے تھے کہ دیکھنے والوں کو ہنسی آئے بغیر نہ رہ سکے جسم بہت توانا اور شان دار تھا اور ہام چمر نے مجھے پہلی

وہاں قرب و جوار میں کوئی موجود نہیں ہے۔ میں آہستہ آہستہ آگے بڑھتا رہا۔ میں نے اندر داخل ہونے کے لئے سامنے کا راستہ نہیں اختیار کیا تھا۔ بلکہ ایک لمبا چکر کاٹ کر ان چٹانوں کے قریب پہنچا تھا اور یہاں سے میں نے یہ اندازہ لگالیا تھا کہ مکان میں اگر اس دروازے سے داخل ہونے کی کوشش نہ کی جائے اور بغلی سمت اختیار کی جائے تو چٹانوں والا حصہ بہت بہتر تھا۔ اس کے قرب و جوار میں تقریباً سات فٹ بلند دیوار تھی۔ یہ دیوار سمندر کی جانب سے کھلی ہوئی تھی۔ لیکن بہر حال میں نے چٹانی حصوں کو منتخب کیا اور وہاں سے اس مکان کی چھت پر پہنچ گیا میں آہستہ آہستہ نیچے پہنچا اور سن گھن لینے لگا اگر خود ہام پھر میرے سامنے نہ آیا تو پھر مجھے اس سے رابطہ قائم کرنا پڑے گا۔ میں آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔ لیکن ہام پھر کی کوئی آواز نہیں سنائی دی تھی۔ یہاں تک کہ میں اندرونی حصے میں داخل ہو گیا۔ مکان میں پر اسرار سناٹا اور خاموشی طاری تھی۔ ویسے جس طرح اس مکان کا جائے وقوع تھا۔ اس سے یہ انداز ہوتا تھا کہ مکان کے رہنے والے بہترین حیثیت رکھتے ہیں اور یہاں جو بھی ساز و سامان ہے۔ وہ بے پناہ قیمتی مالیت کا ہے۔ میں نے ایک کمرے کے دروازے کے پینڈل کو آزمایا دروازہ کھل گیا۔ اندر مدہم سی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ مکان کے بے شمار کمروں میں سے چھ سات کمروں میں روشنی تھی باقی کمرے تاریک تھے لیکن دروازہ کھلنے کے بعد روشنی میں، میں نے پہلا منظر وہ دیکھا جس نے میرے ہوش و حواس اڑا دیئے۔ وہ ایک کٹا ہوا بازو تھا، جو بالکل سامنے فرش پر پڑا ہوا تھا اور اس سے خون ابل ابل کر قالین پر جذب ہو گیا تھا۔ قالین کا رنگ چونکہ خون کے رنگ سے کنٹراسٹ تھا۔ اس لئے ابلتے ہوئے خون نے خاصے نشانات چھوڑ دیئے تھے۔ میں نے ایک نگاہ کمرے کا جائزہ لیا۔ نہ جانے کیوں میرے دل کو ایک عجیب سا احساس ہوا تھا۔ اس کے بعد دوسرے کمرے میں پہنچا۔ یہاں دوسرا بازو موجود تھا۔ پھر ایک پاؤں دوسرا پاؤں ایک انسانی جسم جو سر اور ہاتھ پاؤں کے بغیر اور پھر ایک کمرے میں ایک کٹا ہوا سر جس کسی نے بھی اس شخص کو قتل کیا تھا وہ انتہائی ستم شریف، بے حد سفاک قاتل تھا۔ جسم کے ٹکڑے کر کے الگ الگ جگہوں پر بچانا کسی عام آدمی کے بس کی بات نہیں تھی۔ میں نے سائی لیسر لگا ہوا ریوالور ہاتھ میں لے رکھا تھا اور میرے چہرے پر وحشت ابھرائی تھی۔ کٹے ہوئے سر کو دیکھ کر میرے شے کی تصدیق ہو گئی۔ یہ ہام پھر ہی تھا۔

میں نے دل ہی دل میں سوچا۔ لیکن اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ میں کیا کروں۔ یقینی

کوئی بھی ہے اس نے ہام پھر سے معلومات حاصل کی ہوں گی اور اب ممکن ہے میری جان ہو۔ میرا اندازہ بالکل درست نکلا۔ غالباً ایک لمحے میں، میں نے یہ سوچا تھا۔ لمحے کسی نے عقب سے مجھ پر چھلانگ لگا دی تھی۔ لیکن چونکہ میں یہ سوچ چکا تھا اور آدمی کی توقع رکھتا تھا۔ اس لئے چھلانگ لگانے والے کو محسوس کرتے ہی میں نیچے بیٹھ گیا موقع پر جو ہوتا ہے وہ بہت دلچسپ ہوتا ہے۔ چھلانگ لگانے والے نے مجھ پر ایک کے تحت چھلانگ لگائی تھی۔ لیکن اب اس کے دونوں پاؤں مجھ سے ٹکرائے تھے اور ات تھی کہ وہ میرے سر پر سے ہوتا ہوا نیچے آگرے۔ وہ بڑی زور دار آواز کے ساتھ سامنے گرا تھا اور میں نے الٹی فلا بازی لگا کر اسے کور کر لیا تھا۔ پستول کی نال اس کی ہمرکھ کر میں نے بہت زور سے اسے دبایا اور کہا۔

”اپنا پستول چھوڑ دو۔“ دوسرے ہی لمحے اس نے میرے حکم کی تعمیل کی تھی۔ خاصا توانا۔ اگر ریوالور کی نال اس کی گدی سے نہ لگی ہوتی تو شاید وہ مجھے آسانی سے پلٹ دیتا۔

”ایک لمحے کے لئے اگر جنبش کی تو گوئی تمہارا بھیجا چھاڑ کر دوسری طرف نکل جائے

”میں..... میں کچھ نہیں کر رہا۔“

”یہ قتل کس نے کیا ہے؟“ میں نے سوال کیا۔

”میں نے۔“ وہ بولا۔

”اس وقت یہاں تمہارے پاس کتنے آدمی موجود ہیں؟“

”کوئی نہیں ہے۔“

”بکواس کرتے ہو۔“ میں نے کہا۔ لیکن مجھے اندازہ نہیں ہو سکا تھا اوندھے پڑے امی کارروائی کر رہا ہے۔ ویسے یہ کام کسی مارشل آرٹ کے ماہر کا ہی ہو سکتا تھا۔ میں اس کے شانوں کے قریب اس کی پشت پر سوار تھا۔ میری تمام تر توجہ اس کی گردن کے دونوں ہاتھوں پر تھی۔ لیکن پیچھے سے اس نے الٹا پاؤں اٹھایا اور پوری قوت سے ہمر پر مارا پاؤں اس طرح اٹھا کر سر پر مارنا آسان کام نہیں تھا میں اچھل کر دور جا کر اور بعد اس شخص نے بڑی برق رفتاری سے مجھ پر چھلانگ لگائی میں ایک دم کروٹ بدل

کر دوسری جانب چلا گیا تھا۔ اس بار پھر اسے ناکامی ہوئی۔ لیکن اب میں اس کی طرف پوری طرح ہوشیار ہو گیا تھا۔ چنانچہ پلٹتے ہی میں نے اپنا پاؤں پوری قوت سے اس کے سر مارا اور اس کا سر قالین سے ٹکرایا۔ پستول چونکہ اس کے ہاتھ سے نکل چکا تھا اس لئے وہ کل پستول استعمال نہیں کر سکتا تھا۔ جب کہ میرا پستول میرے ہاتھ میں موجود تھا اور اب اس لئے کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ اسے اس کی حرکتوں سے روکنے کے لئے میں اس پر فائر کر دوں لیکن یہ الگ بات تھی کہ جب میرے پستول سے فائر ہوا تو اس کا سینہ میرے پستول کی مار کے سامنے آ گیا۔ گولی اس کے دل میں سوراخ کرتی ہوئی اندر داخل ہو گئی۔ وہ بے جان ستار کی طرح اوندھے منہ زمین پر آ رہا تھا۔ لیکن اسی وقت مجھے اچانک کسی کار کے اشارت ہوا کی اور گیٹ کے اندر جانے کی آواز سنائی دی اور میں نے ایک لمبی چھلانگ لگا دی۔ جب مہر گیٹ تک پہنچا تو میں نے ایک سیاہ رنگ کی مرسڈیز کو وہاں سے نکلنے دیکھا۔ مرسڈیز انتہائی برق رفتاری سے گیٹ کی جانب جا رہی تھی۔ میں نے اس پر دو تین فائر کئے ڈڈر کی آواز ہوئی۔ لیکن مرسڈیز فائر کی ریخ سے نکل چکی تھی۔ گولی اس تک نہیں پہنچ سکی۔ میں ایک گہری سانس لے کر سیدھا کھڑا ہو گیا لیکن.....

اچانک میرے منتھوں میں کوئی چیز جلنے کی بو آنے لگی میں نے گردن گھمائی عمارت کے کئی کمروں سے دھواں نکلنے ہوئے دیکھا۔ سارا کام چوہٹ ہو گیا تھا اور اب ہام پمپر کی مار بھی اسی آگ کی نذر ہو جائے گی۔ بالکل بے کار رہا یہ سارا معاملہ بھلا اس آگ کو بجھانے آ سکتا مجھ میں کہاں ہے۔ بلکہ خواہ مخواہ مصیبت میں پڑ جاؤں گا چونکہ ساحل کے ساتھ اس طرح کے اور بھی مکانات تھے۔ آگ کے شعلے اس برق رفتاری سے بلند ہو رہے تھے کہ مجھے حیرت ہو رہی تھی۔ یہ بات بھی تعجب خیز تھی کہ لحوں کے اندر اتنی تیز آگ بھڑکا دی گئی تھی۔ لیکن بہر حال اب میرا وہاں سے نکلنا ضروری تھا۔ چنانچہ میں بے تحاشا گیٹ کی جانب دوڑنے لگا۔ اس وقت کوئی اور راستہ استعمال کرنے کی گنجائش نہیں تھی۔ چند لحوں کے بعد میں گیٹ سے باہر آ گیا۔ اب اس وقت اس مکان سے جتنی دور نکل جاتا بہتر تھا۔ کیونکہ قرب و جوار میں پچھلے ہوئے مکانات میں روشنی ہونے لگی تھی۔ لیکن بہر طور ہام پمپر کی بدترین موت میرے لئے باعث افسوس تھی۔ پہلے مرحلے پر ان لوگوں نے اپنی برتری ثابت کر دی تھی۔ لیکن ایسا کرنے والے عام طور سے نقصان میں ہی رہا کرتے تھے۔ میں پہلے بھی یہ اندازہ لگا چکا تھا کہ ہم

جب میں اس مکان میں داخل ہوا۔ تو میرے سامنے آنے والا بد نصیب شخص اکیلا نہیں اس بات سے بھی وضاحت ہوتی تھی کہ میں اسے قتل کر چکا تھا اور اس کے بعد مکان کو لگا کر اسے تباہ کر دیا گیا تھا۔ ظاہر ہے آگ لگانے والے تو کچھ نہ کچھ لوگ ضرور ہوں۔ اس کی تصدیق اس وقت ہو گئی جب میں پیدل کافی دور تک چلتا رہا۔ ایک طرف سے ہمارے روشنیاں مجھے نظر آئیں۔ کار کا زاویہ ایسا تھا کہ میں ان روشنیوں میں نہا گیا۔ کار کی بہت سست تھی۔ لیکن پھر بھی میں محتاط ہو گیا۔ کھلی چھت کی کار میں کوئی ڈرائیونگ سیٹ پر نظر آ رہا تھا۔ میں نے ریو اور والا ہاتھ اس طرح مستعد کر لیا کہ اگر مجھ پر کوئی حملہ کرنے کی کوشش کی جائے تو میں فوری طور پر اس سے بچنے کے انتظامات کر لوں لیکن اندازہ یہ ہو رہا تھا اور والا جو کوئی بھی ہے مجھ پر حملہ آور ہونے کے لئے نہیں آ رہا۔ کار میرے قریب آ کر رک گئی اور پھر ایک نسوانی آواز ابھری تھی۔

”ہیلو، ڈینس یہ تم ہو۔ میں نے کہا تھا کہ آخر کار اکیلے تم بور ہو جاؤ گے۔ آؤ پلزز“ میں نے دل ہی دل میں ہنستے ہوئے سوچا کہ میڈم ڈینس تو واقعی بور ہو رہا ہو گا۔ لیکن وقت آپ نے میری بوریت دور کر دی۔ چنانچہ میں گھوم کر اس کے برابر والی سیٹ کا ہکول کر اندر آ بیٹھا۔ اندر بیٹھتے ہی اس نے مجھے دیکھا اور پھر اس کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔

”نہیں، بالکل نہیں، نہ چیخو گی نہ بلو گی۔ کار ڈرائیور کرتی رہو۔ ساحل کے اس حصے میں ہاں کوئی نہیں ہوتا۔ شٹ اپ بولنے کی کوشش نہ کرنا۔“ میں نے ریو اور کی نال اس کی بات کے نیچے لگا دی نوجوان عورت تھی، نہ جانے کیوں میرے ذہن میں یہ احساس ابھرا۔ عورت کی اس دقت آمد بے مقصد نہیں ہے۔ میں اسے مکانات سے دور ساحل کے ایک حصے میں لے گیا۔ جو سنسان پڑا ہوا تھا۔ عورت کچھ نروس سی ہو گئی تھی۔ میں نے اسے ہاتھ میں بیٹھ کر سال کی عمر تھی۔ چہرے سے کچھ عجیب سی نظر آتی تھی۔ یہاں رک کر میں قتل کی نال اس سے حلق پر رکھ دی اور کہا۔

”قتل کرنے کا یہ طریقہ سب سے زیادہ آسان ہے اور تم تو قتل و غارت گری کے کھیل میں آگے کی چیز معلوم ہوتی ہو۔ بتاؤ؟“

”کیا؟“

”اسے کیوں قتل کیا گیا؟“
”کسے؟“

”اے۔“ میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔ یہ عورت مجھے نروس نظر آنے لگی پھر بولی۔
”کیا تم اس بات پر یقین کرو گے کہ میں تو ایک بالکل ہی بے مقصد اور غیر متعلق سی شخصیت ہوں۔ میرا یقین کرو، کیا خیال ہے۔“

”میں تم سے سچ کہہ رہی ہوں..... وہ..... وہ..... وہ لوگ..... وہ لوگ کبھی میرے سامنے نہیں آئے بس میری حیثیت ایک گائیڈ کی سی ہے۔ ایک ایسا گائیڈ جو کسی الجھے ہوئے معاملے میں ان کا ساتھ دے میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔ مطلب یہ تھا کہ اگر تم یا تمہارا ساتھ اور کوئی ہوتا اور بچ کر وہاں سے نکل آتا تو مجھ پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی تھی کہ میں ایک شرابی عورت ہونے کی اداکاری کروں اور اس کے بعد تمہیں اپنے گھر لے جاؤں پھر وہ خود تم سے معلومات حاصل کر لیتے۔“

”تمہارا گھر، ویری گڈ پھر ایسا کرتے ہیں چلو تمہارے گھر ہی چلتے ہیں۔“
”دیکھو تم عجیب سی باتیں کر رہے ہو۔ مجھے تم خاصے بے وقوف آدمی معلوم ہوتے ہو۔ ایسا کیوں نہ کرو کہ تم یہاں سے نکل جاؤ۔ میں کہہ دوں گی کہ کوئی مجھے ملا ہی نہیں۔ خیال غلط ہے یعنی کہ وہاں سے کوئی بچ کر نکل گیا ہے۔“
”خیال بہت اچھا ہے۔ لیکن مجھے وہ پتا بتاؤ جہاں یہ لوگ رہتے ہیں۔“
”مطلب۔“

”مطلب یہ کہ کوئی ایسی شخصیت جو اس سلسلے میں کارآمد ثابت ہو ورنہ میری بات سنو۔ پتا تو خیر مجھے چل ہی جائے گا۔ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔“

”میں..... میں..... اگر..... میرا مطلب ہے۔“
”تمہارا کوئی مطلب نہیں ہے۔ بس تم زندگی سے دور ہونا چاہتی ہو۔“ میں نے ٹریگر انگلی رکھ دی تو وہ بولی۔

”سنو! مجھے ہلاک نہ کرو۔ میں یہاں سے نکل جاؤں گی۔ لیکن براہ کرم تم یہ نہ کہنا کہ تمہیں پتا بتانے والی میں تھی۔“
”تم یہاں سے میز لائن نکل جاؤ سی مین لائنز کی عمارت نمبر تیرہ میں تمہیں اس بار۔“

”معلوم ہو سکے گا۔“

”کون جاتا ہے وہاں؟“

”بس یوں سمجھ لو کہ مجھے ہدایت دینے والی وہی عورت ہے۔“
”اور تمہیں موت دینے والا میں۔“ میں نے کہا اور اس کی پیشانی پر ریوالبور کی نال رکھ رو دیا۔ لیکن اسے دبائے دبائے اس کا گریبان پکڑا تھا اور اسے پوری قوت سے ایک اچھال دیا تھا۔ وہ ایک لمحے کے اندر ہی اندر مر گئی تھی۔ چیخ بھی نہیں پائی تھی۔ میں جانتا ہوا ہی ہو گا۔ لیکن بہر حال میں نے اپنے لباس کو داغ دار اور کار کو خون سے خراب سے بچا لیا تھا۔ کار کا انجن اب بھی اشارت تھا۔ دور عمارت سے شعلے بلند ہو رہے تھے ہلکے ہلکے شور کی آوازیں سنائی دینے لگی تھیں۔ میرے لئے یہ ضروری تھا کہ اس سے بچتا ہوا آگے کا راستہ اختیار کروں چنانچہ ایک اور لمبا چکر لے کر میں ساحل سے روک پر نکل آیا اور اس کے بعد کار کو برق رفتاری سے آگے بھگا دیا۔ لیکن ظاہر ہے محلہ علاقوں کے بارے میں مجھے مکمل تفصیلات نہیں معلوم تھیں چنانچہ شہر کے ایک بھرنے رونق بازار میں آکر میں نے کار ایک پارکنگ لائٹ پر روکی نیچے اترنے کے بعد جیب ل نکال کر اسٹیرنگ اور ہینڈل وغیرہ سے نشانات صاف کئے اور پھر سیٹی بجانے والے آگے بڑھتا ہوا کار سے دور نکل آیا اور تیز روشنی میں، میں نے اپنے لباس کو دیکھا کہ اس پر خون کا کوئی دھبہ تو نہیں ہے۔ لیکن ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ میں آگے بڑھتا رہا نکلنے کے بعد ایک ٹیکسی روکی اور اسے سی مین کا پتا بتا کر بیٹھ گیا۔ دوہرا فائدہ ہوا تھا۔ ہے اس علاقے کے بارے میں معلوم نہیں تھا۔ البتہ ڈرائیور نے تھوڑی دیر کے بعد دیا۔

جناب سی مین آگیا ہے کس طرف چلنا ہے؟“

”میں بس ٹھیک ہے۔“ میں نے کہا اور نیچے اتر کر جیب سے ڈرائیور کو بل کی رقم نکال۔ پھر ٹپنے والے انداز میں آگے بڑھ گیا۔ رہائشی علاقہ تھا۔ خوب صورت مکانات اور ہوئے تھے۔ میں تیرہ نمبر کی تلاش میں نگاہیں دوڑانے لگا۔ خاصی کوشش کے بعد رکی عمارت نظر آئی تھی۔ یہاں دو دو منزلہ عمارتیں بنی ہوئی تھیں اور غالباً ان عمارتوں رفلٹ تھے۔ تیرہ نمبر فلیٹ کو تلاش کرنا بڑا مشکل کام تھا۔ لیکن آگے بڑھا اور عمارت

میں داخل ہو گیا۔ یہ دیکھ کر میرے حواس خراب ہونے لگے تھے کہ تیرہ نمبر کی عمارت چاروں فلٹ کا نمبر تیرہ تھا۔ تیرہ اے، تیرہ بی، تیرہ سی اور تیرہ ڈی۔ اب ان تیرہ میں سے سا تیرہ ڈریلا مورگن کی رہائش گاہ ہے۔ لیکن قدرت نے اس سلسلے میں میری رہنمائی کی۔ عمارت کے سامنے ایک پلاسٹک پلیٹ لگی ہوئی تھی۔ جس پر عمارت کے مکینوں کے نام آ ہوئے تھے۔ ڈریلا مورگن کا نام تیرہ بی میں تھا، اور بی اوپری منزل پر تھا۔ چنانچہ میں آہ آہستہ چلتا ہوا اوپر پہنچ گیا۔ پھر میں نے دروازے کی تیل بجائی اور یہ تیل مجھے دو تین بار ہم پڑی۔ تب آہستہ آہستہ قدموں کی چاپ سنائی دی اور پھر دروازہ کھل گیا۔ دروازہ کھولنے عورت کی عمر تقریباً چھبیس، ستائیس سال کی ہوگی۔ اگر یہ ڈریلا مورگن ہی تھی تو ایک صبر عورت تھی۔ اس نے اپنے جسم پر ایک خوب صورت نائی پہنی ہوئی تھی اور اس کے انداز و حیرت تھی۔ پھر اس نے سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولی۔

”ہاں! کون ہو کیا بات ہے؟“

”ڈریلا مورگن؟“ میں نے سوال کیا۔

”میں ہوں۔“

”تو دروازے سے کیوں نہیں ہٹ رہیں۔“ میں نے اچانک اسے زور سے دھکا دیا وہ دور جا گری۔ میں نے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا تھا۔ اور اس کے فوراً بعد اس کی پکڑ کر اسے کھڑا کرنے کی کوشش کی تھی۔ جب کہ ریوالور کی نال میں نے اس کے پیٹ سے دی تھی۔

”چیننے کی کوشش آپ جانتی ہیں میڈم ڈریلا مورگن آپ کے لئے کیا نقصانات پہا سکتی ہے؟“

”مگر۔“

”چلے چلے، اطمینان سے بیٹھ کر باتیں کریں گے اور ہاں! آپ کے ساتھ جو کوئی ہے اسے بھی بلا لیجئے ورنہ کیا فائدہ۔ آپ ہلاک ہو جائیں گی۔“ ڈریلا نے خشک ہونٹوں زبان پھیری اور بولی۔

”آخر تم چاہتے کیا ہو؟ کون ہو؟ نام تو بتاؤ اپنا اور یہاں میرے علاوہ بھلا کون ہے۔“

”دیکھو بے گار باتیں کرنے کی کوشش مت کرو۔ وہ مجھے تمہارا پتا بتا کر مر گئی ہے اور اس تمہارے دوسرے آدمی بھی۔ اس نے خود تمہارا پتا بتایا ہے مجھے اور میں جانتا ہوں۔ نے اپنی زبان نہیں کھولی تو تمہیں ان دونوں کے پاس پہنچنے میں زیادہ وقت نہیں لگے گا۔“

”لگ..... کیسی زبان۔“ میں اسے بڑی بے دردی سے گھسیٹا ہوا کمرے میں لے آیا۔ اس وقت شراب پی رہی تھی۔ اس کے انداز میں بھی ایک ہلکی سی لہر پائی جاتی تھی۔ میں موصوفے پر دھکیل دیا اور پھر میں نے کہا۔

”ہاں! تو مس مورگن۔ میں آپ کو مس کہیں یا مسز کہوں۔؟“

”میں غیر شادی شدہ ہوں۔“

وٹا ہی چاہیے اتنی خوب صورت عورتیں اگر شادی کر لیں تو نہ جانے کتنوں کا نقصان ہو گا۔ غیر چھوڑیئے اب آپ بتائیے کہ آپ اپنے بارے میں کیا بتا سکتی ہیں؟“

”تم کس کی بات کر رہے ہو؟ کون مر گیا اور کون مر گئی؟“

”وہ جو آپ سے احکامات لے کر گئے تھے اور وہ جو آپ کو حکامات دیتے ہیں کون ہیں“

”دیکھو میرے ساتھ اتنی سختی نہ کرو میں مرنا بھی نہیں چاہتی تم مجھے قتل کرنے کی کوشش نہ شرافت سے جو کچھ پوچھنا چاہتے ہو پوچھو میں تمہیں بتا دوں گی۔ اس وقت میں یہاں ہوں۔ نہ کوئی یہاں اس فلٹ میں موجود ہے نہ کسی کے آنے کے امکانات ہیں۔ مجھے حیرت ہوئی تھی۔ میں نہیں جانتی تھی کہ اس وقت کون آ سکتا ہے۔ تمہارے جیسے شخص کے آنے کا تو مجھے خیال تک نہیں تھا۔“

”لگ۔ تم چاہو تو تھوڑی سی پی سکتی ہو۔“

”تمہارے لئے گلاس نکالوں؟“

”میں شکر یہ میں نہیں پیتا۔“

”میں پیتے؟“

”ہاں! تعجب کی بات کیوں ہے؟“

”میں ٹھیک ہے۔“ وہ صوفے پر بیٹھ گئی۔ میں نے تیز نگاہوں سے صوفے کے غلاف پر نظر ڈالا۔ جراثیم پیشہ افراد کی ساتھی تھی۔ آس پاس کوئی بھی چیز ہو سکتی تھی لیکن ایسی بات

نظر نہیں آرہی تھی۔ اس کے ہاتھوں میں ہلکی سی لرزش تھی۔ ویسے آنکھوں میں نشہ پیدا ہو تھا۔ بہر حال اس نے گلاس میں تقریباً دو پیک انڈیلے اور پانی ملائے بغیر انہیں پی گئی۔
نے سرد لہجے میں کہا۔

”بس اس کے بعد آپ گلاس بھی رکھ دیجئے۔ مس ڈریلا۔ تھوڑی سا پیچھے ہٹ جائیے کہیں آپ زیادہ پی کر اس بات کا اظہار نہ کریں کہ آپ کو نشہ ہو گیا ہے میں آپ کو دیکھنا چاہتا ہوں۔“

”نہیں میں جتنی زندہ ہوں۔ تم نہیں جانتے۔ اگر تم مجھے مار بھی دو گے تو کم از کم کوئی افسوس نہیں ہوگا۔ کیونکہ میں اپنی زندگی سے خوش نہیں ہوں۔“

”لگ رہا ہے لگ رہا ہے۔ اسی ناخوشی میں آپ تنہا ہیں اور غصے سے شراب جا رہی ہیں۔“

”خیر اپنا مقصد بتاؤ؟“

”ابھی تھوڑی دیر پہلے ساحل سمندر پر میرے ایک ساتھی کو قتل کر دیا گیا ہے۔ لوگوں نے وہاں اس مکان میں آگ۔ بھی لگا دی ہے اور ایک عورت میری نگرانی پر مامور میں نے اس کا نام پوچھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ لیکن اس نے مجھے آپ کا نام بتا مرتے وقت یہ ایک کام کیا تھا اس نے۔“

”ہاں! اس کا نام ایلس تھا۔“

”کوئی بات نہیں۔ اب تو اس کا نام جاننا بھی بے کار ہے آپ کے نام سے دلچسپی مجھے۔ آپ براہ کرام ذرا اپنا جغرافیہ مجھے بتائیں۔“

”سنو۔ میں ماضی کی کوئی بات کر کے حماقت نہیں کروں گی۔ حال کی بات یہ کہ ایک کلب سے مجھے ہدایت ملتی ہے۔ میں وہاں کام کرتی ہوں، کلب کا مالک کون ہے مجھے بھی نہیں جانتی ذمہ داری میری یہ ہے کہ کام کے لوگوں کی جانب مجھے اشارہ کیا جائے چنانچہ میں انہیں نشہ آور ادویات دے کر غیر قانونی کاموں پر آمادہ کرتی ہوں۔“

”کلب کا نام کیا ہے؟“

”ڈریم لینڈ۔“

”خوب تو ڈریم لینڈ کلب سے آپ کو ہدایت ملتی ہیں اور آپ ان ہدایات کے

ام کرتی ہیں۔ لیکن میڈم ہر بات کا کوئی جواز تو ہوتا ہے۔“

”ہاں! بس یوں سمجھ لو مجبوریاں مجھے اس منزل تک لے آئیں۔ وہ لوگ مجھے مجرمانہ موں میں استعمال کرتے رہے اور آخر کار میں اس منزل تک آ گئی۔ مجھے یہ بتایا گیا تھا کہ آج اسکوئرس میں کچھ خاص کارروائیاں ہو رہی ہیں۔ وہاں کے لئے کچھ مخصوص افراد کو بھیج دو۔ بیچ لوار وہی جگہ ہے جہاں کسی بنگلے میں ہنگامہ آرائی ہوئی ہے۔“

”یہ ہے صورت حال۔ آپ اس سلسلے میں میری اور کیا مدد کر سکتی ہیں؟“

”فرض کیجئے ایسا کوئی مرحلہ درپیش ہو جائے جیسا کہ اس وقت پیش آ گیا ہے تو آپ لئے کیا ہدایات ہیں؟“ میں نے سوال کیا۔

”اس کھڑکی پر ایک بلب لگا ہوا ہے۔ جس کا رنگ سرخ ہے۔ یہ بلب ریموٹ کنٹرول اور ریموٹ کنٹرول سامنے رکھا ہوا ہے۔ اگر مجھے ذرا بھی شبہ ہو تو مجھے یہ ریموٹ کنٹرول نا ہوگا۔ سرخ روشنی ان لوگوں کو بتا دے گی کہ صورت حال کیا ہے۔“

”ویسے آپ اس وقت شدید خطرے میں ہیں۔ آپ کو اس بات کا احساس ہے؟“ میں کہا اور وہ نہ سمجھنے والے انداز میں مجھے دیکھنے لگی۔

”مطلب؟“

”مطلب یہ ہے کہ میں آپ کو بھی قتل کئے بغیر نہیں چھوڑ سکتا۔“ میں نے سرد لہجے میں اور وہ سہمی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر بولی۔

”لیکن کیوں؟ میں نے تو تمہیں سب کچھ بتا دیا۔“

”لیکن جو کچھ تم نے مجھے بتایا ہے میں اس سے مطمئن نہیں ہوں۔ تم مجھے ان لوگوں بارے میں بھی بتاؤ جو اس وقت یہاں تمہاری مدد کر سکتے ہیں۔“

”دیکھو اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ کلویوم والے بہت مستعد لوگ ہیں۔ اگر تم ان لمبیے کار اور ان کے مقاصد کے بارے میں کچھ مجھ سے پوچھو گے تو میں شاید تمہیں کچھ بتا پاؤں گی۔ وہ کہاں ہوتے ہیں۔ میں نہیں جانتی اس وقت بھی ممکن ہے انہیں تمہاری مامد کی اطلاع مل گئی ہو۔ یہ دروازہ جو میں نے کھولا ہے اس سے بھی انہیں اس بات کا علم ملتا ہے اور ان کے اپنے طریقہ کار کے مطابق بھی، دیے ایک بات میں تم سے کہہ دوں کہ بے اس فلیٹ کی نگرانی ہمیشہ ہوتی ہے۔“

”فرض کرو اگر تم اس نگرانی کرنے والے سے رابطہ قائم کرنا چاہو تو کیا ممکن ہو ہے۔“ اس کے چہرے پر ہچکچاہٹ کے آثار نمودار ہوئے۔ تو میں نے ریوا لورسیدھا کر لیا۔ ”نہیں میری بات سنو۔ میں ایک ایسے شخص کو جانتی ہوں جو سامنے والی عمارت نچلے حصے میں ہر وقت موجود ہوتا ہے۔ اس کا نام سیڈ ہے۔“

”اس کے علاوہ؟“

”نہیں یقین کرو بس اتنی ہی معلومات حاصل ہیں مجھے۔ تمہاری کسی ضرورت پر سیڈ تمہاری مدد کر سکتا ہے؟“

”ہاں! کیوں نہیں۔ میرا اس سے مسلسل رابطہ ہے۔“

”رابطے کا ذریعہ؟“

”ٹیلی فون۔“ وہ بولی۔

”ویری گڈ۔ ویسے معاف کرنا ڈیئر ڈریلا مورگن۔ اگر تم سیڈ سے کو اس وقت بلانا چاہا تو وہ انکار تو کبھی نہیں کرے گا۔“ اس نے خاموشی سے گردن ہلا دی۔ تو بس مسکرا کر بولا۔

”میرا مطلب تو سمجھ گئی ہونا تم؟ اصل میں مائی ڈیئر مسٹر سیڈ سے مجھے مزید معلومات حاصل ہو سکتی ہیں۔ لیکن ٹیلی فون کرتے وقت تم نے ذرہ برابر بھی ہوشیاری کا مسٹر سیڈ سے کو تم سے مل کر بہت دکھ ہوگا۔ کیونکہ تمہاری کیفیت بڑی مختلف ہوگی اس وقت۔“

”تو کیا ہیں۔“

”ہاں ضروری ہے بہت ضروری ہے پلیز۔“ میں نے اسے پستول کے اشارے سے کہا اور وہ دبے دبے قدموں سے آگے بڑھ کر فون کے قریب پہنچ گئی۔ میں اس کی ایک ابا حرکت کا جائزہ لے رہا تھا۔ جب وہ ٹیلی فون کا نمبر ڈائل کر رہی تھی تو میں نے بڑے پیار۔ اس کی کمر سے پستول کی ٹال لگا رکھی تھی۔ پھر وہ رابطہ قائم ہونے کا انتظار کرنے لگی اور کچھ لمحوں کے بعد دوسری طرف سے آنے والی آواز میں نے بھی سنی۔ کیونکہ اس وقت رات کا نا طاری تھا اور ہلکی سی آواز بھی سنی جاسکتی تھی۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”کون ہے؟“

”ڈریلا۔“

”کیا بات ہے ڈریلا خیریت؟“

”سیڈ تم آسکتے ہو؟“

”کہاں؟“

”میں اپنے فلیٹ سے بول رہی ہوں۔“

”کوئی کام ہے؟“

”ہاں! بے حد ضروری۔“

”ٹھیک ہے آجاتا ہوں۔ ویسے وہ ضروری کام۔“

سیڈ نے کہا۔ تو ڈریلا نے فوراً ہی اس کی بات کاٹ دی۔

”پلیز آجاؤ۔ اس وقت کوئی اور بات کرنے کا موقع نہیں ہے۔ اوکے۔“ اس نے در رکھ دیا۔ میں نے مسکرا کر آنکھیں جھپکتے ہوئے اپنے اطمینان کا اظہار کیا تھا۔ وہ خاموشی میرے سامنے بیٹھ گئی تو میں نے کہا۔

”ذرا اٹھو۔ دروازہ کھول کر اندر آجاؤ تاکہ اسے کوئی دقت نہ ہو پھر میں اسے ساتھ لے بروازے پر پہنچاؤں۔ یہ اندازہ تو مجھے تھا کہ یہ لڑکی بحالت مجبوری سب کچھ کر رہی ہے۔ لیکن اب میں ہوشیار تھا۔ چند لمحوں کے بعد واپس آکر میں نے اس سے کہا۔

”میں اس دروازے کے پاس کھڑا ہوا ہوں۔ اسے کوئی اشارہ مت کرنا۔ پستول کا رخ سے چہرے کی طرف ہے۔“ وہ جھلاسی گئی اور روتے ہوئے سے انداز میں ایک صوفے پر

”اگر دور چل جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔“ اس نے میری اجازت پاتے ہی گلاس زید شراب انڈیلی اور پھرتی سے گلاس اٹھا کر ہونٹوں سے لگا لیا پھر گلاس میں دوبارہ انڈیلی لی۔ نہیں اب اتنی بدحواسی بھی اچھی نہیں ہوتی کوئی بھی کام آہستگی اور سکون کے لیا جائے تو زیادہ موثر بھی ہوتا ہے اور زیادہ دل کش بھی۔ تم تو جانوروں کی طرح پی رہی ہیں اس سے باتیں کرتا رہا تو کچھ لمحوں کے بعد باہر سے آئیں سنائی دیں اور پھر آواز

”ڈریلا، ڈریلا۔“

”کون ہے؟ اندر آجاؤ۔“ ڈریلا بولی اور میں نے دانت پیس کر اسے دیکھا ڈریلا کی سے یہ بھی ایک اشارہ تھا۔ کون ہے کا مطلب تھا کہ آنے والا چونکا ہوا ہے کیونکہ وہ یہ

سوچے گا کہ خود ڈریلا ہی نے تو اسے بلایا ہے۔ پھر وہ کیوں پوچھے گی کہ کون ہے؟ کیا اندر آیا تھا وہ اس قدر سمجھ دار نہیں تھا اور ڈریلا کی بات نہیں سمجھ پایا تھا۔

”کیا بات ہے؟ دروازہ کیوں کھلا چھوڑ دیا تھا۔“ اس نے اندر قدم رکھتے ہوئے اسی وقت میں نے عقب سے اس کے شانے پر کرائے کا وار کیا۔ وہ بلبللا کر رہ گیا اور زبا بیٹھتا چلا گیا۔ میں نے پھرتی سے اس کے بال پکڑے اور اس کی آنکھوں میں انگلیاں دیں۔ وہ دردناک انداز میں چیخا تھا۔ میں نے مزید کچھ ہاتھ اس کی گردن اور شانوں پر کر دیئے۔ وہ زمین پر لیٹ گیا تھا۔ ڈریلا جلدی جلدی اپنا گلاس خالی کر رہی تھی۔ اس بالکل سرخ ہو گیا تھا اور وہ انتہائی بے چینی اور کرب کے عالم میں نظر آ رہی تھی۔ میں نے پر لیٹے ہوئے شخص کی کمر پٹھو کر رسید کرتے ہوئے کہا۔

”اب تم اٹھ کر بیٹھ جاؤ۔ مجھے تم سے بہت اہم گفتگو کرنی ہے۔“ اس شخص کے پر ہجان کے آثار نظر آ رہے تھے اور وہ ٹھٹھ پیٹی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں نے اس کی مرمت کی تھی اس نے اسے ٹڈھال کر دیا تھا اور وہ خوف زدہ ہو گیا تھا۔ مہمسکراتی ہوئی نگاہوں سے ڈریلا مورگن کو دیکھا اور کہا۔

”میرا خیال ہے تم اس کی مدد کرو۔“ ڈریلا مورگن نے گردن ہلائی اور بولی۔

”اگر تم اجازت دو تو میں اسے ایک گلاس.....“

”ہاں! شراب اس کے حواس کو درست کر دے گی۔“ ڈریلا مورگن اپنی جگہ سے اس نے ایک الماری سے گلاس نکالا۔ دوسری الماری سے شراب کی نئی بوتل لے کر آئی وہ اپنے اور اس کے لئے پیگ بنانے لگی۔ اس کے بعد اس نے ایک پیگ زمین پر اٹھ والے کو دیا اور دوسرا گلاس خود ہاتھ میں لے کر ایک دیوار سے جا ٹکی۔ میں اس کمرے لے رہا تھا اور اب تک کی کامیابی سے میں بہت خوش تھا۔ زخمی آدمی نے گلاس کی شراب حلق میں انڈیل لی تھی۔ ڈریلا مورگن بھی اپنا گلاس خالی کر چکی تھی پھر آہستہ قدموں سے بڑھی اور اس نے گلاس میز پر رکھ دیا۔ پھر وہ مدھم لہجے میں بولی۔

”تم جو کوئی بھی ہو۔ انتہائی کینے انسان ہو۔“ آخر کار تم نے دو زندگیاں لے مجھے خوشی ہے کہ تمہیں کوئی موثر کامیابی حاصل نہیں ہو سکی۔“ میں نے چونک کر ڈریلا سے دیکھا۔ اس کی بات میری سمجھ میں نہیں آ سکی تھی لیکن جب میں نے پلٹ کر زخمی شخص کو

میری بات سمجھ میں آ گئی۔ اس کے منہ اور ناک سے خون کی پھوار نکل پڑی تھی۔ اس کے بعد اوندھے منہ گر پڑا۔ یقینی طور پر اسے جو شراب پیش کی گئی تھی۔ اس میں کوئی انتہائی مہلک زہر تھا۔ میں نے خونی نگاہوں سے ڈریلا مورگن کو دیکھا اور پھر ایک ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا۔ اسٹ ہو گئی تھی۔ ڈریلا مورگن کی کیفیت بھی اس نوجوان سے مختلف نہیں ہوئی تھی جواب دہ منہ زمین پر پڑا ہوا تھا اور خون اس کی ناک اور منہ سے مسلسل بہہ رہا تھا۔ ڈریلا مورگن بھی زمین پر سیدھی لیٹ گئی اور اس کے الفاظ میری سمجھ میں آ گئے جن میں اس نے کہا کہ میں نے دو انسانی زندگیاں لے لیں۔ ڈریلا مورگن نہایت صفائی سے نوجوان کو مارنے کا میاب ہو گئی تھی اور اس نے خود بھی خود کشتی کر لی تھی لیکن ایسے واقعات ہوتے رہتے تھے۔ کوئی خاص بات نہیں تھی۔ میں نے ان دونوں لاشوں کو اپنے ذہن سے نکال دیا تھا اور اس کے بعد انتہائی باریک بینی سے فلیٹ کا جائزہ لینے لگا۔ پستول میرے ہاتھ میں تھا اور میں لمحے چوکنا تھا۔ ہر خطرناک واقعے سے سنسنے کے لئے تیار چنانچہ کافی دیر تک میں فلیٹ کی اشیاء لیتا رہا اس دوران اگر کوئی وہاں آ جاتا تو بس یہی کہا جاسکتا تھا کہ موت خود انسان کو طلب کرتی ہے اور وہ مطلوبہ جگہ پہنچ جاتا ہے لیکن آج کی رات صرف دو افراد کی موت کے لئے لی۔ البتہ فلیٹ کی تلاشی لینے کے دوران مجھے کوئی ایسی چیز نہیں ملی۔ جسے میں قابل ذکر اور بل توجہ کہتا۔ سوائے ایک ایسے کاغذ کے جس پر چند ٹیلی فون کے نمبرز اور ایک پتا لکھا ہوا تھا۔ لی فون نمبر جو اس پتے کے ساتھ منسلک تھا۔ سرخ پنسل سے انڈر لائن کر دیا گیا تھا۔ اس کا نمد ہے کہ اس پتے اور نمبر میں کوئی اہم بات تھی اور ظاہر ہے کہ یہ میرے لئے یہاں نہیں مانگیا تھا۔ بہر حال میں نے وہ کاغذ تہہ کر کے جیب میں رکھ لیا اور اب اس کے بعد ان نوں لاشوں کے درمیان رہنے سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں تھی چنانچہ میں واپس چل پڑا اور پھر ت کا بقیہ حصہ میں نے سکون کی نیند سو تے ہوئے گزارا تھا۔ اب مجھے اس چیز کی مہارت ہو لی تھی۔ بڑے سے بڑا کام سرانجام دینے کے بعد جب میں آرام کرنے کی کوشش کرتا تو مجھے بلی وقت نہیں ہوتی تھی دوسری صبح بڑے اطمینان سے جاگا۔ تمام معمولات سے فراغت عمل کی اور ناشتہ وغیرہ کرنے کے بعد ریتیم کو مخاطب کیا بہت وقت ہو گیا تھا ریتیم سے گفتگو ہوئے۔ فوراً ہی میری کال ریسیو کر لی گئی۔

”میں شاید صرف ایک لمحے کے بعد تمہیں فون کرنے والی تھی۔ ڈیئر دانش۔“

”خیریت بتاؤ۔“

”خیریت نہیں ہے۔“

”کیا بات ہے؟“

”مارشل گرے نے رات کو مجھ سے ملاقات کی ہے۔“

”کوئی خاص بات۔“

”ہاں! کیا تم کل رات کو مصروف رہے ہو۔ میرا مطلب ہے کہ دو انسانی زندگیوں

کی ہیں تم نے۔“ میں نے حیرت سے سوچا کہ ریتیم کو یا کسی اور کو اس بارے میں کیسے معلوم
گیا۔ ریتیم نے کہا۔

”ہیلو۔“

”ہاں! میں سن رہا ہوں۔“

”میں نے جو سوال کیا تھا اس کا جواب نہیں دیا تم نے۔“

”ہاں! ریتیم اور ابھی نہ جانے کتنی انسانی زندگیاں ختم کرنی ہیں مجھے تمہیں کوئی اعتراض

ہے۔“

”ارے نہیں بالکل نہیں۔ مارشل گرے نے خاصی رات گئے مجھ سے ملاقات کی،

اور انہوں نے اطلاع دی ہے کہ تمہاری طرف سے وہ لوگ پوری طرح ہوشیار ہو گئے ہیں
اس سلسلے میں معلومات حاصل کر رہے ہیں کہ یہ اجنبی شخصیت جو ان پر موت بن کر نازل
ہے کون ہے؟ اس کا مقصد ہے کہ تم ان کی نگاہوں میں آچکے ہو۔“

”یہ بہت اچھی بات ہے۔ کم از کم مقابلہ آسنے سامنے سے رہے گا۔ مارشل گرے

اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔“

”نہیں۔ اعتراض کیا سوال ہے۔ مارشل گرے تو کہہ رہا تھا کہ شیرک بے حد

شخصیت کا مالک ہے اور اس نے بہت بڑی آرگنائزیشن میں کھلبلی ڈال دی ہے۔ کلوبوم کو
رہ گئی ہے اور غالباً اب وہ دفاعی تیاریاں کر رہے ہیں۔“

”کوئی اعتراض تو نہیں ہے میری اس کارروائی پر کسی کو۔“

”بالکل نہیں۔ بلکہ اب ایک کام کرنا پڑے گا۔“

”ہاں بولو۔“

”ویسے تو تم سارے جہاں کا درد اپنے جگر میں رکھتے ہو اور ہر مشکل کام اپنے سر لے

لیو لیکن اب اس بار ہم اس بات پر اعتراض نہیں کریں گے۔“

”کیا مطلب۔“

”مطلب یہ کہ اب چونکہ تم ان کی نگاہوں میں آچکے ہو۔ مارشل گرے سے میری گفتگو

ہے تو مارشل گرے نے کہا ہے۔ تمہیں بالکل الگ تھلک رہنے دیا جائے اور ان بہت

اطلاقے ساتھ تمہاری نگرانی کریں تاکہ تمہیں ان سے کوئی نقصان نہ پہنچے کبھی آس پاس ہم

ملاحظہ آجائیں تو ہماری جانب متوجہ ہونے کی کوشش مت کرنا۔ یہ زیادہ موزوں رہے گا۔“

”نہیں مسکرا کر کہا۔“

”ٹھیک ہے اور کوئی حکم میڈم۔“

”نہیں نہیں پلیز۔ بات ٹھیک ہے یا نہیں۔“

”ٹھیک ہے۔“

”اور ایک بات اور۔“

”جی فرمائیے۔“

”اپنا خیال رکھنا۔“

”اس کے لئے بھی بہت بہت شکریہ۔“ اور پھر سلسلہ منقطع ہو گیا۔ ریتیم کا کہنا بالکل

مت تھا۔ ویسے یہ بہت اچھی بات تھی کہ کلوبوم جو اپنا ایک منصوبہ رکھتی تھی میری طرف متوجہ

ہوئی۔ قتل و غارت گری نے کلوبوم کے ہر کاروں کو ہلا کر رکھ دیا ہے اور اب یقینی طور پر وہ کوئی

نی کارروائی کریں گے۔ میرے خلاف بہر طور میں سخت خطرے میں تھا اس کے بعد میں نے

معمارت پر غور کرنا شروع کر دیا جس کا پتا درج کیا گیا تھا۔ تھوڑی سی معلومات حاصل کرنے

نے بعد ایک ٹیکسی ڈرائیور نے مجھے آخر کار وہاں پہنچا دیا۔ میں چاروں طرف دیکھ کر اس عمارت

داخل ہو گیا۔ میں عمارت کا جائزہ لینا چاہتا تھا کہ اس میں کتنے افراد ہیں۔ یہاں مختلف راہ

دریاں اور بیچ و خم پھیلے ہوئے تھے۔ میرا ریوا لور میرے ہاتھ میں تھا اور میں دیکھتا ہوا اندر جا رہا

ہوں۔ ابھی تک مجھے کسی کے قدموں کی چاپ نہیں سنائی دی تھی۔ عمارت کی ساخت بہت عجیب

ہوئی۔ ویسے یہ بات ذہن میں رکھی تھی میں نے کہ رات ہی کو ان لوگوں کو اپنے ساتھیوں کی

اکت کا پتا چل گیا ہے۔ یہ بات میں نہیں جانتا تھا کہ مارشل گرے کو ان کے بارے میں کیسے

معلومات حاصل ہوئیں بلکہ رات کو میں نے سوچا بھی نہیں تھا۔ لیکن اب مجھے افسوس ہو رہا تھا کہ مجھے کم از کم ریتیم سے یہ پوچھنا چاہئے تھا کہ مارشل گرے کو ان کے ہوشیار ہونے کی اطلاع کیسے ملی۔ بات تو ذرا غور کرنے کی تھی لیکن ہر بات فوراً سمجھ میں نہیں آ جاتی ہے۔ تھوڑا بہت وقت لگتا ہے میں عمارت کے مختلف حصوں میں چکراتا رہا اور کچھ دیر کے بعد مجھے اندازہ ہو گیا کہ عمارت کم از کم اس وقت خالی ہے۔ پھر ایک جگہ مجھے اسلحہ نظر آیا۔ کچھ شاندار قسم کی رائفلیں ایک الماری کے اندر سیدھی کھڑی ہوئی تھیں۔ میں نے ان میں سے ایک رائفل کو اٹھا کر دیکھا کہ یہ نئی ہے یا استعمال شدہ، اندازہ ہوا کہ ایم جی ایم کی یہ شاندار رائفل استعمال کی جاتی رہی ہے۔ کچھ دیر کے بعد مزید یہ اندازہ ہوا کہ الماری تو پورا اسلحہ خانہ ہے۔ اس میں بہترین قسم کے ریموٹ کنٹرول بم تھے اور اس کے علاوہ اسی طرح کے بم جنہیں خطرناک اسلحہ کہا جاسکتا تھا۔ نہ جانے کس خیال کے تحت ان میں سے کچھ چھوٹے سائز کے بم میں نے اپنے لئے رکھ لئے اور ان کے ڈیوائس وغیرہ بھی۔ رائفل ایسی چیز نہیں ہوتی کہ اسے اٹھا کر لایا جاسکتا۔ اصل میں ان بموں کا جائزہ لینا چاہتا تھا میں کہ اچانک ہی مجھے عمارت کے عقبی حصے سے گاڑیوں کی کھڑکھڑاہٹ سنائی دی اور میں پھرتی سے ایسی جگہ پہنچ گیا۔ جہاں سے اس گل میں جھانک سکوں جو عمارت کے عقبی حصے میں تھی۔ یہاں دو گاڑیاں آ کر رکی تھیں۔ ایک لینڈ کروزر تھی دوسری ایک خوبصورت سی کار تھی۔ اس میں سے کچھ افراد اترے اور عمارت کے عقبی دروازے سے اندر داخل ہو گئے۔ گویا اب یہ عمارت اچانک آباد ہو گئی ہے۔ فیصلے خود کرنے تھے۔ اصل میں ان لوگوں کو صرف دہشت زدہ کرنا مقصود تھا۔ بلاوجہ یہ قتل و غارت گری اس وقت بے شک کارگر ہو رہی تھی۔ اور کلو بوم کو خوف کا شکار کر رہی تھی لیکن پھر بھی کم از کم تھوڑا سا سمجھنا تو تھا۔ چنانچہ میں پھرتی سے وہاں سے آگے بڑھا اور ایک کھڑکی سے داخل ہو کر چھت پر پہنچ گیا۔ پھر عقبی سیڑھی سے نیچے اتر کر اس گلی کے ابتدائی حصے میں داخل ہو گیا۔ میں نے ادھر ادھر دیکھا اور آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔ یہ خطرہ ہر وقت موجود تھا کہ کوئی بھی مجھے دیکھ کر ہوشیار ہو جائے گا ہو سکتا ہے وہ لوگ میری صورت آشنا بھی ہو گئے ہوں لیکن اب جو کچھ بھی ہے دیکھا جائے گا۔ چنانچہ میں آگے بڑھتا رہا اور کچھ لمحوں کے بعد لینڈ کروزر کے پاس پہنچ گیا۔ پھر میرے ذہن میں ایک منصوبہ ابھرا تھا۔ میں نے لینڈ کروزر کا دروازہ کھولنے کی کوشش کی اور مجھے اندازہ ہو گیا کہ دروازہ بند نہیں ہے۔ میں نے پھرتی سے ایک پلاسٹک بم نکالا اور

ایمیشن کے ساتھ باندھ دیا تاکہ جب کوئی بھی اس گاڑی کو ڈرائیو کرنے کی کوشش کرے پھٹ جائے۔ اس کارروائی میں بہت کم وقت لگا تھا پھر میں نے لینڈ کروزر کا دروازہ بند ہو وہاں سے آگے بڑھنے لگا۔ دوسری کار کے قریب پہنچ کر میں نے وہی حرکت کرنا چاہی ایک لمحے کے اندر اندر میرے ہوش و حواس درست ہو گئے کیونکہ اس کار کی ڈرائیونگ پر ایک شخص بیٹھا ہوا تھا چنانچہ یہ کام میں نہیں کر سکا۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ میں وہاں اچس گلی کے آخری سرے تک پہنچا اور اس کے بعد اپنی گاڑی میں بیٹھ گیا لیکن چونکہ میں لکڑی کے انداز میں لینڈ کروزر کے پاس سے مرسڈیز تک پہنچا تھا اور پھر وہاں سے آگے چلتا تھا اس لئے شاید مرسڈیز والے کو کوئی شک ہو گیا۔ اچانک ہی مرسڈیز اشارت ہوئی۔ مے بڑھنے لگی۔ ساتھ ہی مرسڈیز والے نے کسی اور کو بھی اطلاع دے دی تھی چنانچہ ایک مے اندر اندر لینڈ کروزر بھی اشارت ہوئی اور پھر جیسے ہی آگے بڑھی۔ ایک خوفناک ہوا اور وہ الٹ گئی۔ دوسرے دھماکے کے ساتھ اس کی باڈی میں سے شعلوں کا طوفان بگیا اور ڈرائیور کی چیخیں سنائی دینے لگیں لیکن اچانک ہی لینڈ کروزر سے آگے آنے والی یز رک گئی۔ میں اس بات کی توقع کر رہا تھا کہ مرسڈیز گلی کے سرے تک پہنچ جائے تو میں اُل اس کی سیٹ پر بیٹھے ہوئے ڈرائیور پر استعمال کروں لیکن صورت حال بالکل مختلف ہوئی۔ مرسڈیز والے نے شاید یہ فیصلہ کرنے میں دقت محسوس کی تھی کہ وہ لینڈ کروزر کو دیکھے تعاقب کرے پھر اس نے مرسڈیز آگے ہی بڑھانے کا فیصلہ کیا تھا گلی کے تھوڑے فاصلے پارک نظر آ رہا تھا۔ جس کے بارے میں مجھے پہلے علم نہیں تھا۔ اصل میں سامنے کی سمت سے میں یہاں تک پہنچا تھا عقبی سمت پر توجہ نہیں دی تھی۔ شروع میں یہ گلی زیادہ چوڑی نہیں تھی۔ آگے جا کر پارک کا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا پارک میں ایک شاندار جھیل بھی تھی چنانچہ اس طرف تیزی سے دوڑنے لگا میں نے محسوس کر لیا تھا کہ مرسڈیز برق رفتاری سے دوڑتی رہی ہے اور پھر پارک میں داخل ہو گئی ہے پہلے تو مرسڈیز والے کو صرف شبہ ہوا تھا لیکن وزر میں ہونے والے دھماکے سے وہ مکمل طور پر ہوشیار ہو گیا تھا اور اس نے مجھے ہلاک کرنے کا منصوبہ بنالیا تھا اپنے اس منصوبے پر فوراً ہی اس نے عمل بھی شروع کر دیا اور کئی سائیریں قرب و جوار سے گزر گئیں لیکن میں بھی بے خبر نہیں تھا چنانچہ میں نے پلٹ کر دیوالور سے اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی اور میرے فائر کارگر ہو گئے۔ مرسڈیز کی وینڈ

اسکرین کی کرچیاں اڑ گئی تھیں اور شاید ڈرائیو کرنے والا اس پر قابو نہیں پاسکا تھا۔ چنانچہ وہ برق رفتاری سے آگے بڑھی اور ایک جوڑے تنے والے درخت سے ٹکرائی تھی اس لئے ساری کی ساری اندر گھس گئی اب ایسی شکل میں ڈرائیور کا جو حشر ہوا ہو گا وہ سوچنے والی بات نہیں تھی۔ میں یہ سوچ رہا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہئے یہ ہنگامہ تو تقریباً ختم ہی ہو گیا تھا دوبارہ اس عمارت میں جانے کا مطلب یہ ہے کہ اپنی زندگی کو خود موت کے حوالے کر دوں لیکن پھر فوراً ہی سوچا کہ زندگی کو موت کے حوالے کئے بغیر دنیا کا کوئی کام آسان یا ممکن ہوا ہے؟ وہ عمارت میرے علم میں آئی ہے پچھلی عمارت کو جلا دیا گیا تھا جہاں سے مجھے کچھ معلومات حاصل ہونے کی امید تھی کوئی بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی ابھی تک جہاں تک میرے بقیہ ساتھیوں کا تعلق تھا وہ بہر حال میں نے ان کی ذمہ داری سنبھال لی تھی زیر کے ذریعے ایک بار پھر مجھے اپنے گھر میں اپنے وطن میں سرخروئی حاصل ہوئی تھی اس سرخروئی کو قائم رکھنا بھی جان چوکوں کا کام تھا لیکن زندگی کی بازی پر بھی میں اسے قائم رکھنا چاہتا تھا اور شاید وہ لوگ اس بات پر دیوانے ہی ہو جائیں کہ کوئی ان کے چنگل سے نکل کر دوبارہ اسی بھیڑیے کے گھر میں داخل ہونے کی کوشش کرے گا جہاں سے زندگی کو بچا کر لے جانا ہی ایک مشکل کام تھا لیکن میں نے ایسا ہی کیا فاصلہ بہت زیادہ نہیں تھا بس احتیاط مد نظر رکھنی پڑی گلی کے جس گوشے سے میں وہاں عمارت میں داخل ہوا تھا اسی گوشے سے دوبارہ میں نے اس عمارت کا رخ کیا ایک بار پھر میں نے اس عمارت کی تلاشی لی لیکن خوش قسمتی تھی کہ کوئی موجود نہیں تھا اگر موجود ہوں گے بھی تو اس ہنگامہ آرائی کے بارے میں معلومات حاصل کرنے نکل کھڑے ہوئے ہوں گے چنانچہ میں نے اس بات کو مد نظر رکھا کہ کوئی بھی کسی وقت وہاں آسکتا ہے پستول میرا ساتھی تھا اسے ہاتھ میں رکھ کر میں نے آخر کار ایک کمرے کی تلاشی لینی شروع کر دی خاصی محنت کی تھی اس تلاشی پر اور محنت کا پھل ہمیشہ میٹھا ہوتا ہے وہ ایک چھوٹی سی سرخ ڈائری تھی جسے بڑی احتیاط سے چمڑے کے کیس میں رکھ کر ایک الماری کی خفیہ دراز میں محفوظ کیا گیا تھا اور چونکہ اس وقت میں خفیہ درازوں کی تلاشی میں ہی تھا اس لئے اس خفیہ دراز کو تلاش کرنا آسان ہوا میں نے ڈائری کو کھول کر دیکھا بڑے کام کی چیز تھی۔ اس میں کچھ یادداشتیں کچھ پتے اور کچھ ایسی دوسری چیزیں موجود تھیں جو میری راہنمائی کرتی تھیں میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ یہ تو بہت ہی بہترین بات ہے بہر حال اس طرح سے میں نے خاصی معلومات حاصل کیں ڈائری

ابت احتیاط سے محفوظ کر کے میں وہاں سے چل پڑا کیونکہ اب اس سے زیادہ کاوش کرنا ہمارا کام تھا۔ ہر کام کا ایک مقصد ایک مقام ہوتا ہے دشمن ضرور نہیں ہوتا میں نے تمام صورت حال کا اچھی طرح سے جائزہ لے لیا تھا اس دوران معلومات میں نے برق رفتاری سے حاصل کر لی تھیں کوئی اور عام آدمی اس کا تصور بھی کر سکتا تھا لیکن بہر حال میری اب تک کی کہانی میں یہ بات بنیادی حیثیت رکھتی ہے کہ میں نے کسی کام کا آغاز کیا تو میرے راستے اسی طرح آسان ہوتے چلے گئے جیسے کوئی ہاتھ راستے کی مشکلات کو ختم کرتا جا رہا ہے بہر حال اس بارے میں تجربات ہوئے اور میں نے نہایت ایمان کے ساتھ سوچا کہ چونکہ میں اپنا کام انسانی رشتوں کی بنیاد پر کر رہا ہوں کوئی ذاتی مفاد میرے کسی کام میں شامل نہیں ہے ہاں اگر ذاتی مفاد کے بارے میں پائے تو میری زندگی کے صرف دو ہی مفادات تھے بلکہ اس سے پہلے تو میں ایک ہی سرکل میں رہا تھا یعنی اپنے ماں باپ کی تلاش اور اب تقدیر نے میرے لئے رخسار کا مسئلہ بھی کر دیا تھا بس اس کے علاوہ زندگی میں اپنے لئے اور کوئی خوشی نہیں چاہی تھی۔ غرض یہ کہ اس کے بعد واپسی ہی مناسب تھی پھر دوسرے دن میں نے مارشل گرے کو طلب کیا اور گرے نے بخوشی مجھ سے ملاقات کا وقت متعین کر لیا اس وقت ریتیم کو بھی اس خفیہ عمارت میں لے کر لیا تھا جہاں میری اور مارشل گرے کی ملاقات ٹھہری تھی ریتیم اور مارشل گرے موجود تھے میں نے مارشل گرے سے کہا۔

”اب تک جو معلومات مجھے حاصل ہو سکی ہیں مارشل ان کے تحت آپ یہ سمجھ لیجئے کہ ایہ شہر خصوصی طور پر کلکوبوم کی کاوشوں کا مرکز بنا رہا ہے کیا آپ اس کی وجہ بتا سکتے ہیں۔“

”حقیقت تو یہ ہے کہ ہم جو کچھ بھی کر رہے ہیں اسی بنیاد پر کر رہے ہیں دیکھو تمہارا تعلق اس ملک سے نہیں ہے اور تم ایک بالکل مختلف شخصیت کے مالک ہو اسی لئے تم بڑی محنت نہ یہ سارے کام سرانجام دے رہے ہو ہر انسان سب سے پہلے اپنا گھر بچانے کی کوشش ہے اگر میرے یا میری حکومت کے دل میں یہ جذبے پروان چڑھ رہے ہیں تو یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے۔“

”تو پھر میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ خود تمہارے اعلیٰ عہدیداروں میں کوئی کالی بھیڑ موجود ہے۔ کالی بھیڑ اسی سلسلے میں کام کر رہی ہے۔“ مارشل گرے نے گہری سانس لے کر مجھے

دیکھا اور کہا۔

”حقیقت یہ ہے کہ زیرس کے بارے میں معلومات حاصل ہونے کے بعد ہی ہم نے زیرس سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی تھی لیکن پرائیویٹ اور خفیہ اداروں میں بھی ایسے اہم ترین لوگ موجود ہوتے ہیں یہ میری زندگی کا پہلا تجربہ ہے البتہ یہ بات میں دل سے مانتا ہوں کہ جب ادارے بین الاقوامی ساکھ حاصل کر لیتے ہیں تو ان کے پس پشت یقیناً کوئی ایسا ہی دماغ ہوتا ہے جو عملی طور پر بھی شاندار ہو اور ذہنی طور پر بھی اور شمرک تمہارے اندر یہ خوبیاں موجود ہیں یہاں آتے ہی ان لوگوں کی لاشیں گرنے لگیں اور اب میں سمجھتا ہوں کہ بہت جلد کلو بوم مصیبت میں گرفتار ہو جائے گا یہ بڑی خوفناک بات ہے یہ تو میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ کلو بوم میں زیادہ تر تجربہ کار لوگ شامل ہیں اور ان میں وہ لوگ بھی ہیں جن کا تعلق زمانہ قدیم میں فوجوں سے رہا ہے یعنی پیشہ و فوجی بہر حال ساری باتیں اپنی جگہ لیکن ایک نام جو ابھی تم نے میرے سامنے پیش کیا ہے یہ بڑا خوف ناک نام ہے اور یقیناً کرومیرے پاس اس کا ریکارڈ موجود ہے وہ خود تمہیں حیران کر دے گا۔“ نہ صرف میں بلکہ ریتیم بھی دلچسپی سے مارشل گرے کے منہ سے کوئی اہم ترین انکشاف سننے کے لئے تیار ہو گئے۔

”بات اصل میں کالی بھیڑ کی ہے اور شاید یہاں پر میں واحد انسان ہوں جو ایک اتنی اہم شخصیت کو کالی بھیڑ کہہ سکتا ہے لیکن صرف تمہارے سامنے۔“

”وہ اہم شخصیت کون ہے۔“ میں نے دلچسپی سے سوال کیا۔ مارشل گرے کے انداز سے یہ احساس ہو رہا تھا کہ وہ کسی ایسے شخص کا نام لینے والا ہے جو یقینی طور پر بڑی حیثیت کا مالک ہوگا اور اس کی غیر موجودگی میں بھی اس کا احترام کیا جاتا ہے مارشل گرے کا پس و پیش کرنا اسی بات کی نشاندہی کرتا تھا اس نے کچھ لمحے خاموش رہ کر کہا۔

”اس کا نام سڈلر مارکو ہے۔ سڈلر مارکو نسلی طور پر جرمن تھا لیکن ہٹلر کے معاملات میں اس کا مخالف اور غالباً دوسری جنگ عظیم میں سڈلر مارکو نے ہٹلر کے خلاف فرانس کا ساتھ دیا تھا اور اس نے جرمن ٹھکانوں کو شدید نقصان پہنچایا تھا جس کے نتیجے میں حکومت فرانس نے بعد میں اسے بڑی مراعات سے نوازا تھا اور وہ ایک معزز شخص کی حیثیت رکھتا تھا بہر حال یہ ہے ایک اہم معاملہ جس کے لئے تمہیں ہوشیار رہنا ہوگا ویسے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تم نے کلو بوم میں افرا تفری مچا دی ہے۔“ میں خاموش ہو گیا کافی دیر تک اس معاملے پر گفتگو ہوتی

اور پھر ہم نے مارشل گرے سے اجازت طلب کر لی چونکہ کافی وقت باہر رہ کر گزارا جا چکا ہے اب تھوڑا سا آرام کرنے کے بارے میں سوچ رہا تھا چنانچہ میں نے ریتیم سے کہا۔

”ریتیم کیا خیال ہے ہمیں کچھ وقت سکون سے گزارنا چاہئے میں سمجھتا ہوں کہ یہ ضروری

”ہاں۔ بہت زیادہ ہنگامہ آرائی سے کچھ مشکلات پیدا ہو سکتی ہیں میرا بھی یہی مشورہ ہے کچھ وقت کے لئے خاموشی اختیار کر لی جائے۔“ مارشل گرے نے میری بات کی تائید کی میں خاموش ہو گیا پھر سکون کے لمحات گزارنے کیلئے مسٹر جارج پولو کی فراہم کردہ رہائش گاہ پھر بھلا اور کون سی جگہ ہو سکتی تھی چنانچہ ہم نے ادھر کا ہی رخ کیا تھا۔ حالانکہ ہمارے ان جو تعلقات اور جو رشتہ تھا وہ صرف ہم جانتے تھے لیکن دیکھنے والے ہمارے درمیانی کوئی ہی گہری نگاہ سے دیکھتے ان کا خیال یہی ہوتا کہ ہم لوگ ایک دوسرے کے لئے لازم اور ہمارے درمیان پاکیزگی کا کوئی رشتہ نہیں ہے خیر ریتیم اس سلسلے میں اتنی زیادہ متروک تھی کیونکہ اس کا تعلق جس طبقے سے تھا اور جس جگہ سے تھا وہاں یہ ساری باتیں اس قدر کی حالت میں ہوئیں چنانچہ اس عیش گاہ میں آ کر جب مسٹر جارج پولو نے ذرا مختلف قسم کی معلومات کئے تو میں تو تھوڑا سا شرمندہ ہو گیا تھا لیکن ریتیم ہنس کر خاموش ہو گئی تھی۔ اس گاہ میں دنیا کی ہر آسائش ہمیں فراہم کر دی گئی تھی اور یہاں ہم دونوں بڑی پرسکون زندگی رہ رہے تھے ہمارے درمیان خوب گفتگو ہوتی تھی چونکہ اس دوران باہر کی دنیا میں بڑی آرائی ہو رہی تھی اور اس بات کے امکانات بھی تھے کہ کلو بوم اپنی تمام تر قوتوں کے ساتھ ریتیم کی نہیں تو میری تلاش میں ہوگی اس لئے بھی یہ گوشہ نشینی بڑی ضروری تھی۔ سات ایک جگہ قائم رہنے کا مطلب ہر سمجھ دار شخص یہی سمجھتا کہ ہم دونوں ایک دوسرے کے سے مطمئن ہیں اور ایسا تھا بھی ہم ایک دوسرے کے وجود سے بالکل مطمئن تھے لیکن ذرا طریقے سے یعنی لوگوں کی سوچ کے برعکس لیکن پھر آٹھویں دن مسٹر جارج پولو ہمارے لئے اور بڑے عجیب سے انداز میں بولے۔

”وہ ہو گیا جس کی توقع نہ تو مقامی حکومت کر رہی تھی اور نہ وہ تمام ادارے جو کلو بوم کے لئے مستعد ہو گئے ہیں یعنی خورد برد کے ادارے جو ان سرمایہ داروں کا تحفظ ہیں جن کے خلاف کلو بوم مصروف عمل ہے۔“ جارج پولو کے الفاظ اس قدر سنسنی خیز تھے

ہمیں لے کر ان لوگوں کو ایک ساحل پر اتار دیا یہ بتا کر کہ یہ کارروائی کلومیوم کی ہے۔
 ”تو کیا انہوں نے یہ بھی بتایا کہ آب دوز کو قبضے میں لینے کے بعد وہ حکومت فرانس
 کیا چاہتے ہیں یا انہوں نے یہ بتایا کہ آب دوز پر موجود ایٹمی مواد کا وہ کیا کریں گے۔“
 ”ہاں انہوں نے پیغام دیا ہے کہ یہ ایٹمی مواد پیرس اور فرانس کے دوسرے شہروں میں
 پلا دیا جائے گا اور اس کے بعد فرانس میں جو انسانی زندگی کی تباہی ہوگی اس کی ذمہ دار
 ہمت فرانس خود ہوگی۔“

”تو اس کا مقصد ہے کہ یہ پیغام حکومت فرانس کو مل گیا۔“
 ”ہاں لیکن اسے انتہائی خفیہ رکھا جا رہا ہے تاکہ پبلک میں خوف و ہراس نہ پھیلنے پائے
 بن اس کی کیا ضمانت ہے کہ اس بات کو وہ لوگ بھی خفیہ رکھیں گے اگر وہ اس سے کوئی موثر
 نغہ اٹھانا چاہتے ہیں تو لازمی امر ہے کہ حکومت فرانس کے علاوہ وہ عام پبلک کو بھی اپنی اس
 کارروائی سے آگاہ کر دیں گے اور نتیجہ وہی نکلے گا جو وہ چاہتے ہیں۔“
 ”خدا کی پناہ۔ بڑے سنسنی خیز انکشافات ہیں یہ تو مارشل گرے سے آپ کی ملاقات
 جی مسٹر جارج پولو۔“

”مارشل گرے حیرت انگیز طور پر غائب ہے میں نے اس بارے میں مزید تفصیلات
 ملے لئے اس سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی ہے لیکن رابطہ نہیں ہو سکا۔“
 ”یہ تو بڑی خوف ناک بات ہے واقعی بڑی خوفناک بات ہے۔ مسٹر جارج پولو ایک
 بات اور بتائیے آپ۔“

میں نے کہا۔

”جی۔“

”کیا اس شخص کو میرا مطلب ہے مارشل گرے کو یہ کہہ کر میں نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا
 تو کچھ میں کہنا چاہتا تھا میرے خیال میں ابھی یہ سب کہنا مصلحت کے خلاف تھا۔ میں نے
 ہوشی اختیار کر لی اور جارج پولو سوالیہ انداز میں مجھے دیکھنے لگا پھر بولا۔

”آپ جو کچھ کہہ رہے تھے شاید اسے بھول گئے۔“

”نہیں ایسی بات نہیں ہے ویسے مسٹر جارج پولو یہ سڈل مارکو کے بارے میں آپ کو کیا
 معلوم ہے۔“

کہ ہم حیران رہ گئے۔

”اور یقینی طور پر مسٹر جارج پولو آپ اس بارے میں ہمیں تفصیل بھی بتا دیں ضرورت
 سے زیادہ تجسس اچھی بات نہیں ہوتی۔“

”معافی چاہتا ہوں۔ اصل میں اس قدر سنسنی کا شکار ہو گیا ہوں کہ میری سمجھ میں نہیں
 آتا کہ اپنے الفاظ کو کیا شکل دوں آپ چھ ساتھ دن سے خاموشی اختیار کئے ہوئے ہیں۔ پلو
 کے خلاف جو کارروائی بہت مختصر عرصے میں لیکن جتنے موثر پیمانے پر ہوئی اس نے کلومیوم کو یقیناً
 طور پر تھرا کر رکھ دیا لیکن چونکہ وہ تنظیم انتہائی چالاک لوگوں کی ہے وہ یہ سوچتے رہے کہ ایک
 شخص کو تلاش کر کے ختم کرنا اتنی اہم بات نہیں جتنا ایک ایسا عمل جو حکومت فرانس کو تھرا کر رکھ
 دے۔“

”اور اب بھی آپ یہ نہیں بتائیں گے کہ وہ عمل کیا ہے۔“

”معافی چاہتا ہوں، معافی چاہتا ہوں یہ تو آپ کو علم ہوگا کہ فرانس کے شہر کورسکا میں
 فرانس کی تمام تر ایٹمی قوت موجود ہے اور وہاں زیر زمین ایسے بہت سے علاقے موجود ہیں
 جہاں ایٹمی کام ہوتے ہیں ایک مخصوص علاقہ بورسن کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ بورسن میں
 ایٹمی فیکٹریوں کا ضائع شدہ مواد جمع کیا جاتا ہے پھر وہاں سے وہ بحیرہ روم اور بحیرہ قیانس کا
 ساحلوں پر پہنچا دیا جاتا ہے۔ جہاں سے انہیں آب دوزوں پر بار کر کے کھلے سمندر میں
 جا کر ضائع کر دیا جاتا ہے۔ یہ انتہائی خطرناک مواد یا آپ اسے ایٹمی فضلہ کہہ سکتے ہیں ایک
 آب دوز میں بھرا گیا اور اس آب دوز کو لے جانے کیلئے تیار کر لیا گیا چنانچہ یہ تیار شدہ آم
 دوز جو گہرے سمندروں کی جانب جانے کے لئے کارروائیاں مکمل کر رہی تھی اچانک ہی انوار
 لی گئی اور اب وہ کلومیوم کے قبضے میں ہے۔“ یہاں یہ سب سکر نہ صرف میں بلکہ ریتیم بھی
 کھلے رہ گئی تھی۔ ہم لوگ دیر تک ایک دوسرے کی صورتیں دیکھتے رہے تھے۔ جارج پولو
 ہماری حیرت میں برابر کا شریک تھا۔ پھر میں نے کہا۔

”مگر یہ کیسے سنا آپ نے مسٹر جارج پولو کہ اس آب دوز کو کلومیوم نے انوار کیا ہے۔“

”کلومیوم نے باقاعدہ اس کا اعلان کیا ہے آب دوز پر اس وقت چار مزدور یا اگر آم
 مزدور نہ کہیں تو یہ سمجھ لیجئے کہ اٹامک انرجی کے ایسے چار آدمی موجود تھے جو اس فضلے کو تمام
 احتیاطی اقدامات کے ساتھ آب دوز پر بار کر رہے تھے ان لوگوں نے آب دوز کو مکمل طور

”سڈلر مارکو بہت بڑی شخصیت ہے اور آپ نے بڑا صحیح قدم اٹھایا یہ شخص جو پہلے ہی مشکوک ہے اور کہا یہ جاتا ہے کہ کلویوم شاید اسی کی سرکردگی میں کام کر رہا ہے۔“

”ہوں۔ اس شخص سے اگر ہم ملنا چاہیں تو کہاں مل سکتے ہیں۔“

”نہیں مل سکتے لیکن ایک بات میں بھی آپ کو بتاؤں ایک ایسی شخصیت کا علم مجھے ہے جو اس سلسلے میں انتہائی کارآمد ہو سکتی ہے۔“

”کون۔“

”اس کا نام بورڈلیس ہے۔ مسٹر بورڈلیس بھی ایک اعلیٰ عہدیدار ہیں اور ان کا تعلق مارکو سے براہ راست ہے اگر یہ کہہ دیا جائے کہ وہ سڈلر مارکو کے پرائیویٹ سیکرٹری ہیں تو نہیں ہوگا چونکہ ایسا ہے اور یہ مسٹر بورڈلیس اپنی ایک محبوبہ رکھتے ہیں اور یہ محبوبہ ایک خطرناک عورت ہے جو ایک ہوٹل چلاتی ہے یعنی ویرامارن کیا سمجھے آپ۔“

”گڈ ویری گڈ۔ یہ ویرامارن کونسا ہوٹل چلاتی ہے۔“

”آپ اسے ہوٹل کہہ لیجئے یا کلب کہہ لیجئے یہ مارن کلب کے نام سے مشہور۔ مارن اصل میں اس کے باپ کا نام تھا اور اسی نے یہ مارن کلب قائم کیا تھا جو کلب ریستوران ہے یعنی وہاں جو اضافہ بھی ہے اور ایک عمدہ قسم کا ریستوران بھی۔“

”کیا آپ کے خیال میں مسٹر بورڈلیس سڈلر مارکو کے بارے میں سب کچھ جانتے ہوں گے۔“

”نہ صرف جانتے ہیں بلکہ سڈلر مارکو کے دست راست کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں۔“

”اور یہ بات۔“

”یہ میری ذاتی معلومات ہیں جسے میں نے بہت محفوظ رکھا ہے۔“

”ویری گڈ ویری گڈ۔“ میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”تو پھر اب میرے لئے کیا حکم ہے۔“

”ہم لوگ جس طرح زیر زمین ہیں میرے خیال میں ہمیں اسی طرح رہنا چاہئے یہ غور کرنا ہے ہمیں کہ آئندہ ہمیں کیا کرنا ہوگا۔“ جارج پولو کے جانے کے بعد میں نے کہا۔

”اور اب سب سے پہلا مشورہ جو میں تمہیں دینا چاہتا ہوں ڈیر ریتیم وہ یہ کہ ہم

ہوں پر میک اپ کر لیں اور فوراً ہی اس رہائش گاہ کو چھوڑ دیں۔“ میرے ان الفاظ پر ریتیم کا ہجرت سے کھل گیا تھا اس نے تعجب سے کہا۔

”کیوں۔“

”اس لئے کہ اب حکومت فرانس ہماری دشمن ہو سکتی ہے۔“

”حکومت فرانس۔“

”ہاں۔“

”وہ کیوں۔“

”تمہارا کیا خیال ہے کہ وہ اپنے کئی شہروں کی تباہی اور اپنے لاکھوں افراد کی زندگی کا لڑھ مول لے گی۔“

”بالکل نہیں۔“

”اور اس بات کے امکانات ہیں کہ کلویوم اور سب کچھ بھلا کر سب سے پہلے ان لوگوں کو طلب کرنے کی کوشش کرے جنہوں نے ان کے آدمیوں کو یہ جانی نقصان پہنچایا ہے۔ یعنی ریتیم کی آنکھیں تعجب سے پھیل گئیں تو وہ بولی۔

”پھر۔“

”اور اس کے لئے نہ صرف مارشل گرے بلکہ مسٹر جارج پولو کو بھی نشانہ بنایا جاسکتا ہے۔“

”نہیں جارج پولو کے بارے میں۔“

”ایک منٹ ریتیم ایک منٹ۔“ میں نے اس کی بات درمیان سے کاٹتے ہوئے کہا۔

”ہاں کہو۔“

”جارج پولو ایک بہترین انسان ہے جو کبھی ہم سے غداری نہیں کرے گا لیکن اگر اسے براء کر کے اس پر تشدد کیا جاتا ہے تو کیا وہ ہماری رہائش گاہ کے بارے میں نہیں بتا سکتا اور مارشل گرے کے ساتھ کیا جاسکتا ہے۔“ ریتیم کسی سوچ میں ڈوب گئی اس نے آنکھیں رگڑ کر گردن جھٹکتے ہوئے کہا۔

”خدا کی قسم شاید میں بھی اس برق رفتاری سے حالات کی تہ تک نہ پہنچ سکوں۔“

ایک دوسرے کی تعریف کرنے کی بجائے پہلے ہمیں اپنے تحفظ کا بندوبست کرنا

چاہئے۔“ میں نے کہا نہ جانے کیوں مجھے احساس ہوا تھا کہ ریتیم نے یہ بات صرف نہ کہنے پر مان لی تھی حالانکہ اس نے میری تعریف بھی کی تھی لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے چاہتے ہوئے بھی کوئی کسی کی برتری قبول کر لیتا ہے۔ یہ ایک احساس تھا۔ ریتیم نے لفظوں کچھ نہیں کہا تھا پھر میں نے اس کے چہرے پر میک اپ کیا۔

ہم دونوں نے ایک بوڑھے جوڑے کی شکل اختیار کر لی تھی اور اس سلسلے میں ریتیم اداکارہ نہیں تھی ٹیکسی نے جب ہمیں ایک درمیانہ درجے کے ہوٹل پر اتارا تو ہم دونوں کا سے آگے قدم بڑھاتے ہوئے کاؤنٹر تک پہنچے اور ایک کمرہ حاصل کرنے میں ہمیں کوئی نہیں ہوئی۔ ہوٹل درمیانہ درجے کا بے شک تھا لیکن کمرہ بے حد کشادہ اور ساری بہترین تھیں۔ یہاں منتقل ہونے کے بعد ہمیں یہ دیکھنا تھا کہ اب آگے ہمیں کیا کرنا ہے اس بات پر ہم دونوں پوری طرح متفق تھے کہ جو اطلاع ہمیں ملی ہے شاید ایسی کسی سنسر اطلاع کی ہمیں توقع نہیں تھی یہ تو ایک طرح سے یوں کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا کہ ملو فرانس بری طرح مشکل میں گرفتار ہو گئی تھی اور اس سلسلے میں جس قدر بھی بھاگ دوڑ ہو تھی۔ اب یہاں آکر ہمیں یہ فیصلہ کرنا تھا کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ سنسنی خیز واقعہ کی نوعیت خوفناک تھی اس سلسلے میں ہو سکتا ہے فوری طور پر کوئی کارروائی شروع بھی ہو گئی ہو ظاہر۔ لوگ حکومت کے اعلیٰ ترین اداروں سے ہی رابطہ قائم کر سکتے تھے اور انہی سے اپنے منہ اظہار کر سکتے تھے اس سلسلے میں مارشل گرے اگر کوئی موثر کارروائی کر سکتے تب تو ممکن تھا فیصلہ نہیں کر پائے تھے کہ ہمارے اپنے ذرائع کس حد تک کارگر ہو سکتے ہیں باہر تو بہت مشکل سے گزارا تھا پھر مزید غور و خوض کرنے کیلئے ہم کس اپ ہو کر بیٹھ گئے تو ریتیم کہنے لگو میرا خیال ہے میں کافی منگواتی ہوں اس وقت شدید ذہنی تھکن کا احساس ہو رہا ہے کافی بہم ساتھی رہے گی۔“ میں نے ریتیم سے اتفاق کر لیا تھا ریتیم نے روم سروس کو ٹیلی فون کر کے طلب کی اور ایک بوڑھا دیڑ کافی لئے ہوئے آگیا۔ کافی کے برتن رکھ کر اس نے کہا۔

”جناب عالی کیا میں کافی بنا کر آپ کو پیش کروں۔“

”نہیں شکریہ تم جاؤ۔ ہم بنالیں گے۔“

”میں بہت اچھی کافی بناتا ہوں ایک بار پی کر تو دیکھیں۔“ ویٹر بولا۔

”شکریہ ویٹر تم جاسکتے ہو۔“

”جناب آپ مجھ سے مخاطب تو ہوں ذرا مجھے دیکھیں تو سہی کہ میں کیا چیز ہوں۔“ ہم نہ چاہتے ہوئے بھی اسے دیکھنے لگے تو ریتیم کی آنکھوں میں حیرت کے نقوش پڑے۔

”آخر تم کہنا کیا چاہتے ہو اور یہ ضد کیا معنی رکھتی ہے۔“

”نہیں میڈم میں تو آپ سے داد و تحسین وصولی کر رہا ہوں یعنی یہ کہ آپ میری شکل پہچان سکیں میں جارج پولو ہوں۔“ ریتیم کے ساتھ ساتھ میں بھی حیرت سے اچھل پڑا تھا کہے ہوئےوں پر ایک خوش گوار مسکراہٹ کھل گئی اس نے کہا۔

”جارج پولو۔“

”جی میڈم آپ نے اپنے خادم پر بھروسہ کرنا کیوں چھوڑ دیا یہ بات میری سمجھ میں نہیں آ۔“

”نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں ہے جارج۔“

”آپ نے جتنا شاندار میک اپ کیا ہے میں نے خود بھی اتنا ہی اچھا میک اپ کیا چلو اس کا ثبوت بھی مجھے آپ ہی سے مل گیا۔“

”بے شک کیوں آپ کا خیال ہے مائی ڈیئر۔“

”ہاں۔ بلاشبہ میں تعریف کرتا ہوں جارج پولو کی۔“

”لیکن جارج پولو تم یہاں تک اور تم نے یہاں ایک ویٹر کی حیثیت بھی حاصل کر لی۔“

”میڈم مجھے تعجب ہے اور بہت تعجب ہے، آپ نے مجھ پر اعتبار کرنا کیوں چھوڑ دیا۔“

”تا کر آپ لوگ وہاں سے یہاں منتقل کیوں نہیں ہوئے۔“

”ایسی بات نہیں جارج تمہیں ذرا مناسب وقت پر اس بارے میں اطلاع دینی تھی۔“

”لیکن آپ یہ بھی بھول گئیں کہ آپ کی ہر لمحہ حفاظت کرنا میری ذمہ داری ہے اور جس

آپ وہاں سے اس شکل میں برآمد ہوئے تو میں نے ایک لمحے میں آپ کو پہچان لیا،

لہ آپ نے ایک چیز کا خیال نہیں رکھا۔“

”میری مراد اس وقت سے ہے جب آپ عمارت سے باہر نکل رہے تھے۔“

”کس بات کا خیال۔“

”آپ نے اپنی عمر جس طرح اس میک اپ سے ظاہر کی ہے اس کی مناسبت سے

آپ اپنی چال میں تبدیلی پیدا نہیں کر سکے ایک بوڑھا جوڑا چاہے کتنا ہی توانا ہو لیکن اس حصے میں اس کی چال میں تھوڑا سا فرق آہی جاتا ہے ہاں اس بات کا خیال آپ نے ہوٹل میں داخل ہونے کے بعد کیا۔“ میں ریتم کو دیکھ رہا تھا اور ریتم مجھے پھر میں نے کہا۔ ”یار پولو یہ ایک سچ ہے کہ ہم تم سے بھی چھپ کر یہاں آئے تھے اور اس سر تفصیل ریتم تمہیں بتائے گی۔“ ریتم نے جارج پولو کو میرا موقف بتایا اور جارج پولو کہنے لگا۔ ”آپ بالکل ٹھیک کہتے ہیں لیکن اس بدلی ہوئی شکل میں میرا خیال ہے میرے خطرہ نہیں ہے ویسے میں آپ کو بتاؤں کہ میں اپنا کام مسلسل طور پر کرتا رہا ہوں اور شاہ دوران مجھ سے کوئی بھی کام نہیں لئے گئے اسی لئے میری کارکردگی کچھ تیز ہو گئی ہے۔“ میں آپ کے سامنے ایک نام لیتا ہوں تو کیا آپ اس نام کو سن کر حیران نہیں ہوں گے۔“ ”کیا۔“

”بورڈیس یعنی ایک ایسا شخص جو اس وقت ہمارے لئے چالی کی حیثیت رکھتا۔ میں نے ایک بار پھر ریتم کو دیکھا درحقیقت جارج پولو تو اس وقت جوتوں سمیت آنکھوں گھسا جا رہا تھا اس نے جو زبردست جھکے دیئے تھے ہمیں اس کی تعریف نہ کرنا بہت ناانہ تھی میں نے مسکراتی آنکھوں سے اسے دیکھا اور کہا۔

”بلاشبہ تم نے ذہانت میں اپنا ایک مقام بنایا ہے اور میں اس کی دل سے تعریف ہوں لیکن بورڈیس کے بارے میں اور کیا بتاؤ گے تم۔“

”میڈم بورڈیس کی تفصیل تو میں آپ کو دوں گا ہی لیکن ایک بات اور بتاؤں ا بورڈیس تک پہنچنے کے لئے دیرا مارسن کو نظر انداز مت کیجئے گا دیرا مارسن بڑے کام کی چیز اور اگر بورڈیس کی کوئی چالی ہے تو آپ وہ دیرا مارسن ہی کو سمجھ لیجئے۔“

”ویری گڈ ویری گڈ اب میں تمہاری تعریف کروں گی بلاشبہ تم اس دوران ب زبردست کارنامے سرانجام دیتے رہے ہو میں اس بات کو دل سے تسلیم کرتی ہوں۔“

”شکریہ میڈم تو بات یہ طے پائی کہ آپ کی توجہ کا مرکز اب بورڈیس ہے اور بورڈ پر توجہ دینا بہت ضروری ہے چونکہ وہی سڈلر مارکو تک پہنچنے کا ذریعہ بن سکتا ہے اور دیرا مار اس کی محبوبہ ہے میڈم آپ یا مسٹر شیرک اگر مارسن کلب پر کام کرنا چاہیں تو وہاں میرے آدمی مختلف شکلوں میں موجود ہیں۔ آپ وہاں ان سے مدد لے سکتے ہیں میں ان کی نشاندہ

دیتا ہوں۔“

بہر حال اس میں کوئی شک نہیں کہ جارج پولو نے جہاں ہمارے لئے سنسنی پیدا کی تھی اپنی بہترین کارکردگی کا ثبوت بھی پیش کیا تھا میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”جارج یو آرونڈر فل لیکن ہمارے لئے یہ سب کچھ ضروری تھا۔“

”میں اس سے بالکل انکار نہیں کرتا آپ بالکل ٹھیک کہتے ہیں۔“

”بس تو پھر ٹھیک ہے میڈم یہاں موجود رہیں گی تم بہتر ہے کہ اپنے ڈپارٹمنٹ کے افراد کو بھی انڈر گراؤنڈ کر دو چونکہ اب وہ لوگ جس انداز میں کام شروع کریں گے وہ بڑا خیر ہوگا یعنی براہ راست اس کا ہم سے تعلق رہے گا۔ اس بات کے امکانات بھی ہیں کہ ہرس کے بارے میں معلومات حاصل کر لیں کیونکہ جو لوگ جس انداز میں کام کر رہے وہ یہ معلومات حاصل کرنے میں بہت زیادہ مشکل کا شکار نہیں ہوں گے۔“

”یہاں بھی میں آپ سے مکمل اتفاق کرتا ہوں مسٹر شیرک آپ اطمینان رکھیے ہم انڈر نڈ ہو چکے ہیں۔“ میں مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا اور پھر میں نے اپنا ایک لائحہ مرتب کر لیا جس سے میں بالکل مطمئن تھا۔ جارج پولو ہی سے مجھے مارسن کلب کا کارڈ ہوا تھا حالانکہ مارسن کلب کے ساتھ ریستوران بھی تھا لیکن یہ بات بھی جارج پولو نے گفتگو ہی مجھے بتائی تھی کہ مارسن کلب میں داخل ہونے کے لئے کارڈ لینا پڑتا ہے جبکہ ران کا کوئی کارڈ نہیں ہوتا لیکن میرا مقصد مارسن کلب کے پورشن سے ہی حاصل ہو سکتا ہے بے شک ایک عمر رسیدہ بوڑھے کے میک اپ میں تھا لیکن اس وقت میں نے جو انداز لیا تھا وہ ایسا تھا کہ جس سے یہ ظاہر ہو کہ ایک اسٹارٹ لیکن معمر آدمی کلب میں داخل ہوا ہے مارسن کلب کے پورے ماحول کا جائزہ لیا یہاں شاندار پیمانے پر جوا ہو رہا تھا جوا کی شینیں یہاں موجود تھیں کلب کو چھوٹا نہیں کہا جاسکتا تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ بیئرس میں کبھی زیادہ بڑے اور شاندار کلب موجود تھے جنہیں نگاہوں میں رکھتے ہوئے اس کلب کو چھوٹا کلب کہا جاسکتا تھا بہر حال مکمل جائزہ لینے کے بعد میں نے ایک لائحہ عمل مرتب سب سے پہلے میں جوا کھیلنے کی ایک مشین کے پاس جا کر کھڑا ہوا لوگ اپنے کاموں روف تھے ایسی جگہوں پر کوئی کسی کی طرف خاص طور سے توجہ نہیں دیتا میں نے اپنے پر ایسے آثار پیدا کر لئے جیسے ان مشینوں کو دیکھ کر مجھے سخت کوفت ہو رہی ہو کافی دیر تک

میں ان مشینوں کا جائزہ لیتا رہا پھر میں نے ایک ویٹر کو روک کر کہا۔

”اس کلب کا مالک کون ہے۔“ ویٹر نے تعجب بھری نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

کہا۔

”شاید آپ یہاں نئے آئے ہیں جناب۔“

”میں نیا ہوں یا پرانا لیکن مجھے تم بتاؤ کہ اس کلب کا مالک کون ہے۔“

”میڈم ویرا مارسن وہ جو بالکل گوشے کی میز پر بیٹھی ہوئی ہیں۔“

”ہوں ان سے کہنا کہ یہ ساری مشینیں بے کار ہو چکی ہیں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان

مشینوں کے استعمال سے انہیں فائدے کی بجائے نقصان ہو سکتا ہے بس جب بھی مناسب

سمجھو میرا یہ پیغام ان تک پہنچا دینا۔ ان سے کہنا یہ مشینیں تبدیل کر دیں یہ اپنی عمر ختم کر

ہیں۔“ ویٹر نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا ایک میز پر جا بیٹھا

پھر میں نے اپنے لئے فریش لائٹ طلب کر لیا۔ فریش لائٹ کا جگ اور گلاس میرے سامنے آیا

تھا کہ وہ بھی میرے سامنے پہنچ گئی ویرا مارسن کو اتنی آسانی سے متوجہ کر لینا اس بات کی مجھے

توقع نہیں تھی لیکن ہونے والے کام اسی طرح ہو جایا کرتے ہیں وہ کرسی گھسیٹ کر میرے

سامنے بیٹھی اور آہستہ سے بولی۔

”آپ میرے بزرگ ہیں محترم اس لئے آپ کو میرے یہاں بیٹھنے پر کوئی اعتراض

نہیں ہو گا۔“

”آپ اس کلب کی مالک ہیں ویرا مارسن وہی ہیں ناں آپ۔“

”ہاں ویٹر نے مجھے بتایا تھا کہ آپ مجھے پوچھ رہے تھے اور آپ نے میرے لئے

پشین گوئیاں بھی کی ہیں۔“

”جو یقیناً آپ کو پسند نہیں آئی ہوں گی۔“

”نہیں ایسی بات نہیں۔ اصل میں میں نے یہ مشینیں سیکنڈ ہینڈ خریدی ہیں نئی مشینوں

بات ہی کچھ اور ہوتی ہے ویسے میرا اس سلسلے میں کوئی تجربہ نہیں ہے۔ البتہ آپ نے وہ

کہی ہے جو پچھلے کافی دنوں سے میرے ذہن میں گردش کر رہی ہے جب ویٹر نے مجھے یہ

بتائے تو میں آپ کی جانب متوجہ ہوئے بغیر نہیں رہ سکی۔ واقعی میں محسوس کر رہی ہوں

عرصے سے مجھے شدید نقصانات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ آپ مجھے بتائیے کہ مجھے اس

سلسلے

کرنا چاہئے۔“

”دیکھو میں یہ سمجھتا تھا کہ شاید تم میری بات کا برا مان جاؤ گی میں جوا کھیلنے والوں میں

نہیں ہوں بلکہ جوا کھیلنے کی مشینیں بنانے والوں میں سے ہوں اور میرے تجربے کی آنکھ

ان مشینوں کو دیکھ کر یہ فیصلہ کیا کہ یہ مالکوں کے حق میں بہتر نہیں ہیں کیونکہ کئی مشینوں پر

طرح کا گیم ہوتا ہے جو کھیلنے والوں کو فائدہ دیتا ہے اور مالکان کو نقصان۔“

”میں پچھلے دنوں کافی نقصان اٹھا چکی ہوں مگر میں یہ نہیں سمجھ پائی تھی کہ ان مشینوں کا

بر ہے میں نے تو بورڈ لیس سے کہا تھا کہ ان مشینوں کو بیچ دے اور یہ کلب ختم کر دے لیکن

ایس ذرا مختلف قسم کا انسان ہے وہ کہتا ہے کہ کوئی نہ کوئی کاروبار چلتا رہنا چاہئے لیکن آپ کا

کیا ہے۔“

”رونالڈ ہیرس۔“ میں نے جواب دیا۔

”مسٹر رونالڈ آپ براہ کرم مجھے بتائیے کہ مجھے کیا کرنا چاہئے۔“

”صرف اور صرف یہ مشینیں تبدیل کر دینی چاہئیں مجھے معاف کرنا لڑکی اگر تم انہیں نقد

ن خرید سکتی تو میں ایسے انتظامات کر سکتا ہوں کہ یہ مشینیں تمہیں آسانی سے حاصل ہو جائیں

اور انگی تم انہی سے کما کر کرو۔“

”کیا آپ واقعی ایسا کر سکتے ہیں۔“

”تمہاری معلومات اس قدر ناقص ہیں کہ تم رونالڈ ہیرس کے بارے میں نہیں جانتیں

ان میں سے بعض مشینوں کا موجد کہلاتا ہے۔“

”اومائی گاڈ آپ وہ ہیں۔“ اس نے عجیب سے انداز میں کہا حالانکہ میں کسی رونالڈ

ہیرس کو نہیں جانتا تھا۔ جو جوا کھیلنے کی مشینوں کا موجد ہو میں نے تو بس ایسے ہی ٹکا مارا تھا اور

ٹکا سو فیصد ہی صحیح جا کر بیٹھا تھا غالباً اس کی وجہ یہ ہوگی کہ مشینوں کے کسی موجد کو وہ خود بھی

بس جانتی ہوگی پھر کافی دیر تک وہ مجھ سے باتیں کرتی رہی اور اس کے بعد اٹھ کر مشینوں کی

مپ چل پڑی اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا پھر میں نے کہا۔

”جب کھلاڑی کھیل کھیتے ہیں تو ان کے سامنے کبھی ایسا کوئی تذکرہ نہ کرنا ورنہ تمہارا

لب ویران ہو جائے گا۔ وہ جیتتے ہیں خوش ہوتے ہیں ایک طرح سے یوں سمجھ لو کہ تم نے

میں اپنا مستقل گاہک بنا لیا کیونکہ جیتنے والا ہی دوبارہ اس جگہ پہنچتا ہے اب اگر کوئی مشین

کسی کا تعاقب کرنے کی ضرورت پیش آئے تو وہاں نیلے رنگ کی ایک مارکو کھڑی ہوئی۔
اس کی ڈرائیونگ سیٹ پر ڈرائیور موجود ہے۔ زیرزکا آدمی ہے۔ زیرزکا حوالہ دیجئے وہ
لے کر چل پڑے گا۔ میں برق رفتاری سے اس طرف دوڑ پڑا تھا اور واقعی بڑے موقع
پہرز کے آدمی نے مجھے ہوشیار کیا تھا۔ ورنہ تمام کئے پر پانی پھر جاتا۔ میں نے
لہ ویرا مارسن نیم بے ہوشی کے عالم میں ہے اور دو افراد اسے ایک لمبی کار میں بٹھا رہے
میں پھرتی سے مارکو کی جانب دوڑا۔ ڈرائیور نے مجھے اپنی جانب آتا دیکھا تو فوراً ہی اپنا
اگھول دیا تھا۔ وہ پہلے سے تیار تھا اور شاید مجھے پہچانتا تھا یا پھر اسے اس بارے میں بتا دیا
کہ میں اس وقت کس حلیئے میں ہوں اچانک ہی اس تک پہنچا تو اس نے کہا۔

”جی سر۔“

”اس کار کے پیچھے چلو۔ لیکن تعاقب اس طرح ہو.....“
”آپ مطمئن رہیں جناب۔“ تعاقب شروع ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ڈرائیور نے

”وہ دریائے ٹیمز کی جانب جارہے ہیں۔“

”چلتے رہو۔“ میں نے کہا لیکن میں یہ سوچ رہا تھا کہ دریا کی طرف جانے کا مقصد کیا
تک ہی میں نے ڈرائیور سے کہا۔

”میں تم سے تمہارا نام نہیں پوچھوں گا۔“ لیکن جس طرح تم نے میرے حکم کی تعمیل کی
اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ تم مجھے اچھی طرح جانتے ہو۔ مجھے ایک بات کا جواب دو
زوریائے ٹیمز کے ساحل پر ختم ہوا اور وہاں ان لوگوں نے لانچ کا استعمال کیا تو ہم کیا
سمے۔“

”زیرزکا لانچ وہاں موجود ہے۔ سیکا نانکٹی نائن۔ کیا میں اس سے رابطہ قائم

”کیسے!“ میں نے متاثر ہو کر کہا۔ ”ویسے تو زیرزکا ہر جگہ ہر ملک میں اپنا بہترین نظام
چکے تھے اور مجھے بہت سی باتیں معلوم ہو گئیں تھیں لیکن کتنے خوبصورت اور اعلیٰ پیمانے
امات کئے گئے ہوں گے اس کا مجھے اندازہ نہیں تھا۔ اس شخص نے اپنی جیب سے ایک
چوکر بکس نکالا۔ اس کا ایک بٹن دبایا اور اسے ہونٹوں کے قریب کر کے بولا۔ ”ڈیکوٹو

تبدیل کر دو گی تو انہیں احساس بھی نہیں ہوگا اور وہ اسی خوش فہمی میں کھیلتے رہیں گے کہ آگے چل
کر وہ جیت جائیں گے۔“ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھنے لگی پھر اس نے کہا۔

”مسٹر رونا لڈ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ آپ طویل عرصہ میرے ساتھ گزاریں یا پھر اس
سلسلے میں میرے کلب میں پارٹنرشپ کر لیں۔“ میں نے تہقہہ لگایا اور کہا۔

”اتنی جلدی کسی پر بھروسہ کر کے اس کو پارٹنرشپ کی پیشکش کر دینا بھی معصومیت ہے
اور میرا خیال ہے کہ تمہیں اتنا معصوم نہیں ہونا چاہئے۔“ عقب سے ایک ویٹر نے آکر اس سے
کہا۔

”میڈم آپ کو طلب کیا جا رہا ہے۔ براہ کرم۔“ اس نے میری طرف دیکھا اور بولی۔

”آپ اگر تھوڑا سا انتظار کر لیں تو پھر بیٹھ کر باتیں کریں گے۔ آپ سے باتیں کرتے
ہوئے دل نہیں بھرتا حالانکہ آپ بزرگ ہیں لیکن بہت عمدہ گفتگو کرتے ہیں۔ بالکل نوجوانوں
جیسی اور پھر..... میں ابھی آتی ہوں۔“ وہ وہاں سے چلی گئی اور میں ہنسنے لگا۔ ویسے میں اس
کے بارے میں یہ اندازہ ضرور لگا چکا تھا کہ بہت زیادہ چالاک عورت نہیں ہے اور اسے آسانی
سے ٹریپ کیا جاسکتا ہے۔ بہر حال یہ اچھی بات تھی کہ میں نے اپنا میک اپ اس وقت ایک
بوڑھے آدمی کا کر رکھا تھا اور کسی کو مجھ پر شبہ نہیں ہو سکتا تھا۔ ویسے اگر میں اس کے قریب جانے
کی کوشش کرتا تو ہو سکتا ہے کہ کوئی مجھ پر نگاہ رکھتا۔ چونکہ بہر حال وہ ایک اہم عورت تھی۔
بورڈیس کے حوالے سے اس کی اہمیت بہت زیادہ تھی۔ دو منٹ تین منٹ پانچ منٹ یہاں تک
کہ بارہ منٹ گزر گئے اور وہ واپس نہیں آئی تو اچانک مجھے تشویش ہوئی۔ بڑے کام کی عورت
تھی اور میں اس کے ذریعے اپنا اہم مقصد حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اسی وقت ایک ویٹر میرے
قریب پہنچ گیا۔

”جناب آپ کا فریش لائٹ۔ ویسے میرا تعلق زیرزکا سے ہے اور مسٹر جارج پولو نے مجھے
یہاں ڈیوٹی پر تعینات کیا ہے۔ اگر آپ اس کے بارے میں جاننا چاہتے ہیں تو آپ یوں سمجھ
لیجئے کہ اسے ایک سنسان گوشے میں لے جا کر بے ہوش کیا گیا ہے اور اب وہ آدمی اسے
سنبھال کر لے جا رہے ہیں۔“

”کب کدھر۔“

”وہ سامنے کے چھوٹے دروازے سے باہر نکل جائے۔ اس طرف لان پھیلا ہوا ہے

..... ڈیکوٹو..... ڈیکوٹو۔“

”ہاں! ڈیکوٹو۔ تھری فور فائیو۔“

”لائچ تیار رکھو۔“ ممکن ہے ہمیں اس کی ضرورت پیش آئے۔

”لائچ تیار ہے۔“

”اوکے۔“ اور پھر تھوڑی دیر کے بعد ہم ٹیمز کے ساحل پر پہنچ گئے۔ ایک ایک انداز درست نکل رہا تھا لیکن بس یہ نہیں پتا چل رہا تھا کہ اچانک ہی مجھ سے گفتگو کرتے ہوئے مارسن کو اغواء کرنے کی ضرورت کیوں پیش آگئی۔ اغواء کرنے والے کو لوگ تھے لیکن وقت ان تمام باتوں کے سوچنے کا موقع نہیں تھا۔ میں نے دیکھا کہ انہوں نے ویرا مارسن ساحل پر اتارا اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک بڑی لائچ پر اتار دیا۔ دریا کے کنارے سیڑھیاں ہوئی تھیں۔ بہر حال وہ لائچ میں بیٹھ کر چل پڑے اور ہم نے پھرتی سے ایک طرف کا رخ کیا ہماری لائچ تھوڑی چھوٹی تھی لیکن ڈرائیور نے مجھے لائچ ڈرائیور کے حوالے کر دیا اور یہاں میرا ساتھی بدل گیا۔ کوئی پچیس تیس منٹ تک یہ سفر جاری رہا اور پھر وہ دریا کے دوسرے کنارے پہنچ کر رک گئے۔ یہاں بھی آبادی پھیلی ہوئی تھی۔ سیڑھیاں بڑی دور تک چلی تھیں۔ لائچ سے چار آدمی اترے تھے اور اسی طرح ویرا مارسن کو سہارا دیئے ہوئے آگے بڑھے تھے لیکن شاید وہ وہاں سے زیادہ دور نہیں جانا چاہتے تھے کیونکہ تھوڑے فاصلے پر ہوئے خوبصورت بٹس میں سے ایک بٹ پر وہ لوگ رکے اور پھر دروازہ کھول کر اندر داخل گئے لائچ ڈرائیور میرے ساتھ تھا اس نے کہا۔

”سر آپ وہ جو پوائنٹ دیکھ رہے ہیں۔ وہ مارا پوائنٹ ہے۔ اگر آپ یہاں رک کر آپ کی واپسی کا انتظار کرنا چاہیں تو لائچ ہی میں رہیے اور اگر آگے بڑھنے کا ارادہ ہو تو میں پوائنٹ پر لائچ لئے جاتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ کوئی ہمیں مشک کی نگاہ سے نہ دیکھے دیکھ لے اگر آپ کو مزید اسلحے کی ضرورت ہے تو اس لائچ پر بھی اسلحہ موجود ہے۔ چھوٹے بم اور رائفل پھر عمدہ قسم کا ہاتھ سے استعمال کرنے والا اسلحہ آئیے میں آپ کو یہ اسلحہ دکھا دوں۔“

لمحہ لمحہ میرے دل میں خوشی کا احساس ابھر رہا تھا میں جس گروپ کو کنٹرول کر رہا تھا جس میں مجھے ایک نمایاں حیثیت حاصل تھی۔ اس کی کارکردگی اس قدر شاندار ہوگی۔ اس پہلے میں نے نہیں سوچا تھا حالانکہ زیرزمین کے لئے کئی کام کر چکا تھا اور اس میں کوئی شک

بہر جگہ زیرزمین مجھے بہترین انتظامات کے ساتھ ملے تھے لیکن یہاں یہ انتظامات کچھ زیادہ ہی نظر آرہے تھے۔ چھوٹا سا اسلحہ خانہ لائچ کے ایک گوشے میں نیچے کی سمت بنا ہوا تھا۔ لائچ انجینئر نے ایک تختہ بٹایا میں نے دیکھا اس میں سب مشین گن پلاسٹک بم کے چھوٹے پیکٹ جو خوبصورت سے کاغذ کے گولوں کی مانند تھے اور جنہیں آہستگی سے رگڑ کر اسٹ کیا جاسکتا تھا۔ اس کے علاوہ عمدہ قسم کے خنجر اور ایسی ہی دوسری چیزیں میں نے پلاسٹک کا ایک پیکٹ اٹھا لیا جس میں تین بم لگے ہوئے تھے اور ایک چھوٹا سا خوبصورت خنجر جو مانی سے میرے لباس میں پوشیدہ ہو سکتا تھا۔ رائفل یا سب مشین گن کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ میرا ریو اور میرے پاس موجود تھا۔ بہر حال ان تمام کاموں سے مطمئن ہو کر میں مکان کا جانب چل پڑا۔ جہاں ویرا مارسن کو لے جایا گیا تھا مکان کا اچھی طرح جائزہ لیا۔ باہر کے اندر داخل ہو گئے تھے۔ میں اس مکان کے عقبی حصے کی طرف چل پڑا وہاں سے کچن میں نے والی لفٹ کے ذریعے جب میں اوپر پہنچا تو مجھے کچن میں برتنوں کی آواز کے ساتھ ایک بٹ کے گفتگو کرنے کی آواز بھی سنائی دی۔ میں اس آواز کو سننے لگا لیکن انہیں اندازہ نہیں ہوا تھا۔ بہر حال میں وہاں سے نیچے اتر آیا اور کچن کے دروازے کی طرف عقب میں دیکھا ایک اورچی کام کر رہا تھا۔ میں ایک لمحے تک سوچتا رہا۔ باورچی کے سامنے سے گزر کر کچن سے راجا نامک نہیں تھا لیکن بہر حال اس معصوم اور بے گناہ شخص کو زندگی سے محروم کرنے کا کوئی اور میرے ذہن میں نہیں تھا۔ ایسے لوگوں کی ہلاکت ذہن کو برسوں پریشان رکھتی تھی۔ چنانچہ اہمیت میں نے کیا کہ جیسے ہی وہ میری ریخ پر آیا میں نے اس کی گردن میں ہاتھ ڈال کر اسے لپیٹا اور اس کے بعد اس کی کنپٹیوں کو دبا کر میں نے اسے بے ہوش کر دیا لیکن ایک بڑے اہم کی بات ہوئی مجھے باورچی کا لباس مل گیا۔ یہ شخص میری جسامت سے مطابقت رکھتا تھا۔ ہاتھ میں نے پھرتی سے اس کے کپڑے پہنے اور راہ داری میں نکل آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں آہستہ قدموں سے چلتا ہوا یہاں موجود کمروں کی سن گن لیتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ میرا لباس اس وقت میری بہترین معاونت کر رہا تھا کیونکہ ایک بار عقب میں، میں نے دو افراد کو دیکھا لیکن انہوں نے میری طرف توجہ نہیں دی تھی۔ مجھے قرب و جوار میں کوئی خاص چیز نہیں ملی لیکن آخری کمرے کے بغلی حصے میں مجھے زور زور سے باتیں کرنے کی آواز آئی اور میں وہاں پہنچ کر اپنے لئے ایک پوشیدہ جگہ تلاش کرنے میں کامیاب ہو گیا اور پھر میں نے ویرا مارسن کو دیکھا

وہ ہوش میں آگئی تھی۔ اس کے سامنے چند افراد کھڑے ہوئے تھے اور وہ غصیلے لہجے میں رہی تھی۔

”بورڈیس کے کسی بھی مسئلے میں میری معلومات صفر ہیں۔ تم لوگ یقین کرو ہم دونوں کے درمیان کوئی ہم آہنگی نہیں ہے۔ وہ خود غرض اور شیطانی فطرت کا مالک شخص ہے۔ میں اس کی اس فطرت سے نفرت کرتی ہوں۔ اس لئے میں نے اپنا راستہ الگ منتخب کر لیا ہے اور چھوٹا سا کلب چلاتی ہوں۔“ کسی اور نے کچھ کہا جسے میں سن نہیں پایا تھا ویرا مارسن غصیلے میں بولی۔

”ٹھیک ہے اگر تم اس بات پر ضد کرتے ہو تو تمہاری مرضی لیکن ایک بات ذہن نشیم کرلو۔ میرے ہاتھ بھی چھوٹے نہیں ہیں۔ میں بورڈیس کے حوالے سے کچھ نہیں کرتی لیکن میرے اپنے آدمی ہیں۔ جو تمہیں دیکھ لیں گے اچھی طرح دیکھ لیں گے۔“

”ٹھیک ہے ویرا مارسن ایک بات اپنے دماغ میں رکھنا میں تمہیں ایسے نہیں چھوڑوں کیا سمجھیں۔“

”تو ٹھیک ہے نا! میری گردن پر چھری پھیر دو۔ میں تمہیں اس سے روک نہیں سکتی مرد ہونا! طاقت ور بھی ہو۔ سب کچھ کر سکتے ہو مگر ایک بات میں کھل کر کہوں گی کہ تم مرد بڑے۔“

کیمینے ہوتے ہوئے۔ جواب میں ہلکی سی ہنسی سنائی دی اور اس کے بعد اندر والے لوگ باہر نکل گئے۔ مجھے یقین تھا کہ اب اس کمرے میں ویرا مارسن کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔ البتہ کمرے کے دروازے پر میں نے یہ دیکھنا چاہا کہ کوئی پہرے پر تو موجود نہیں ہے۔ دروازہ باہر سے بند تھا اور ان لوگوں نے کسی کو پہرے پر رکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔ پہلی بات یہ کہ عمارت ان کی دانست میں بالکل محفوظ تھی۔ دوسری بات یہ کہ دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا تھا میں کچھ لمحے انتظار کرتا رہا۔ اصل میں فوری طور پر کوئی قدم اٹھا لینا زیادہ موزوں ہوتا ہے۔ چنانچہ میں دروازے پر پہنچا اور انتہائی آہستگی سے میں نے دروازہ باہر سے کھولا پھر دروازے کے پٹ کو کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ ویرا مارسن نے مجھے دیکھا اس کے منہ سے آواز نکلنے لگی والی تھی کہ میں نے لپک کر اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور اسے آنکھوں کے اشارے سے خاموش رہنے کے لئے کہا اس نے مجھے پہچان لیا تھا چنانچہ اس نے آنکھوں ہی سے اس بات کا جواب دیا کہ وہ شور نہیں مچائے گی تو میں نے آہستہ آہستہ اس کے منہ سے ہاتھ اٹھا لیا۔

”تم۔۔۔۔۔ تم۔“

”ہاں تم یہ تو نہیں کہو گی ویرا کہ تم مجھے بھول گئیں۔“

”ایسا کیسے کہہ سکتی ہوں لیکن مائی ڈیزر تم یہاں تک کیسے آگے اف میرا خدا! میں تو اب بھی نہیں سکتی تھی کیا تم کوئی ڈبل کردار رکھتے ہو۔“

”نہیں لیکن بورڈیس کو میں اچھی طرح جانتا ہوں اور ایک اہم سلسلے میں میرا اس سے املہ چل رہا ہے کیا تم کلوبوم کے بارے میں کچھ جانتی ہو کیا تمہیں اس بات کا علم ہے کہ اگلوبوم کا نمائندہ ہے اور اس کی تمام سرگرمیوں میں نمائندہ کردار ادا کرتا ہے۔“

”ہاں۔ میں نے یلوبوم کے بارے میں سنا ضرور ہے لیکن شاید تم اس بات پر یقین نہ میں نہ تو بورڈیس کے معاملات سے دلچسپی لیتی ہوں اور نہ ہی کوئی ایسا کام کرتی ہوں جو کے خلاف ہو۔“ میں نے اس کے چہرے پر ایک لمحے کے لئے ایک رنگ سا گزرتے۔ یہ رنگ کسی عام آدمی کی نگاہوں میں کبھی نہ آتا لیکن بہر حال میں پوری طرح مستعد

”یہ لوگ تمہیں یہاں کیوں اٹھا کر لائے ہیں۔“

”بے وقوف مجھ سے بورڈیس کے بارے میں تفصیلات معلوم کر رہے تھے۔“

”تمہارا کہنا ہے اب اس کے بعد یہ تم پر سختی نہیں کریں گے۔“

”میں دیکھ لوں گی انہیں اچھی طرح دیکھ لوں گی۔ ویسے بس ایک بار یہاں سے نکل

”ٹھیک ہے آؤ میں تمہیں یہاں سے نکال دوں۔“ میں نے کہا اور اس کے بعد اسے بے باہر نکل آیا پھر میں نے واپسی کے لئے وہی راستہ اختیار کیا تھا جس راستے سے اندر۔ البتہ جب ہم باہر نکلے تو نہ جانے کس طرح ہمیں دیکھ لیا گیا وہ دو مسلح افراد تھے اور اب سے انداز میں بحث کر رہے تھے لیکن جیسے ہی ہم ان کے سامنے آئے انہوں نے بالور نکال لئے اور پھر دفعتاً ہی انہوں نے ہم پر فائر داغ دیئے میں نے ویرا کو دھکا دیا ماساتھ لیٹ گیا گولیاں کارگر نہیں ہو سکی تھیں لیکن میں نے اپنا رپا اور نکال کر ان پر شروع کر دی اور میری پہلی ہی کوشش کارگر ہوئی دونوں افراد میری گولیوں کا شکار تھے اس کے بعد ہم برق رفتاری سے دوڑتے ہوئے اس ساحل تک آگئے جہاں ہماری

”دیر کیا تم ریوالور سے صحیح نشانہ لگا سکتی ہو۔“

”او میرے خدا مجھے تو ریوالور کے تصور سے بھی خوف آتا ہے میں اسے ہاتھ میں لے اپنے کے سوا کچھ نہیں کر سکتی۔“

”ڈرائیونگ کر سکتی ہو۔“

”ہاں! ڈرائیونگ میں میرا کوئی جواب نہیں ہے لیکن نہ جانے کیوں میں اس وقت زندہ ہو گئی ہوں۔“

”اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے سمجھ رہی ہو میں ایک لمحے کے لئے گاڑی روکتا ہوں اس لمحے میں تم کھسک کر سیٹ پر آ سکتی ہو۔“

”اتنی رفتار سے گاڑی چلانے کے بعد یہ آسان ہو گا۔“ اس نے سوال کیا اور میں نے ہل ہی ایک زوردار بریک لگائی بریکوں کی تیز چرچاہٹ اتنی خوف ناک تھی کہ خود ہمارے ہم گئے لیکن ویرا مارسن نے اس وقت بڑی پھرتی کا ثبوت دیا تھا ایک لمحے کے اندر وہ لک گئی جبکہ میں پہلے پچھلی سیٹ پر پہنچا اور اس کے بعد ویرا کے برابر والی سیٹ پر آ گیا یہ ردو ابہر حال پیچھے والوں کے لئے کارگر ہوئی وہ قریب پہنچے اور انہوں نے گولیوں کی باڑھ لیکن ہم لوگ جھک گئے تھے اس کے امکانات تھے کہ ہماری کار کا شیشہ اڑ جائے لیکن اجوابات میں چند لمحے پہلے کہہ چکا ہوں کچھ نہیں ہوا البتہ ویرا مارسن نے جس ڈرائیونگ کا ہرہ کیا وہ بے مثال تھا ہم نے آن کی آن میں اپنا فاصلہ برقرار رکھا ویرا مارسن تیز رفتاری ڈرائیونگ کر رہی تھی مجھے موقع مل گیا چنانچہ میں نے اپنا ریوالور سنبھال لیا ویسے تو اگر میں جاتا ہوں تو ان لوگوں کا راستہ روک سکتا تھا کیونکہ اس وقت میرے پاس تین پلاسٹک بم تھے ارہ ہم اس کار کو اڑا بھی سکتے تھے لیکن میں نے فی الحال ایسا نہیں کیا اور ویرا سے کہا۔

”ویرا جب وہ قریب آجائیں اور ہم سے آگے نکلنے کی کوشش کریں تو تم بریک لگا کر کار روک دینا۔“

”ٹھیک ہے۔“ اس نے کہا میں پیچھے سے آنے والی کار کا جائزہ لیتا رہا اپنے آپ کو مانے مکمل طور پر سنبھال لیا تھا ریوالور میرے ہاتھ میں موجود تھا پھر پیچھے سے آنے والی کار کا ملہ کم سے کم ہوتا چلا گیا۔ ویرا نے بھی ہوشیار ہونے کے لئے کہا تھا اور خود بھی مکمل طور پر ہشیار بیٹھا ہوا تھا۔ اس دوران میں نے پیچھے آنے والی کار کے اندر موجود لوگوں کا جائزہ لے

لانچ کھڑی ہوئی تھی لیکن ابھی ہم ساحل تک پہنچے بھی نہیں تھے کہ عقب سے ہم پر زبرد فائرنگ شروع ہو گئی قرب و جوار میں اور بھی لانچیں تھیں اور ان کے قریب دو تین گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں اور ان کے لوگ غالباً دریائے ٹیز کی سیر کر رہے تھے۔ وہ سب کے سب فائرنگ کی جانب متوجہ ہو گئے تھے ہمارے لئے چٹنا مشکل ہو گیا تھا۔ چنانچہ ہم برق رفت سے آگے بڑھے تھوڑی ہی دیر کے بعد ہمیں ایسی کار نظر آ گئی۔ جس کی چھت کھلی ہوئی تھی جس کی چابی بھی لگی ہوئی تھی۔ غالباً کسی ایسے سر پھرے مست مولا کی کار تھی جس نے نکالنا بھی ضروری نہیں سمجھا تھا میں نے لپک کر کار کے اسٹیرنگ پر چھلانگ لگائی عقب شدید فائرنگ ہو رہی تھی لیکن ایسے موقعوں پر خود کو تقدیر کے حوالے کر دیا جاتا ہے اور تقدیر فیصلے کر دیتی ہے اگر کوئی گولی آپ کے جسم کو چاٹ لے تو سمجھ لیجئے کہ تقدیر نے آپ کی آختم کر دی اور اگر گولیاں آس پاس سے نکل جائیں اور آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچے تو پھر یہ جاسکتا ہے اور پورے اعتماد کے ساتھ یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ کی پشت پر تقدیر کی ڈھال۔ اس وقت ہماری پشت پر تقدیر کی ڈھال تھی چنانچہ ہم نے برق رفتاری سے اپنی پوزیشن سنہ لی۔ ویرا مارسن میرے قریب بیٹھ گئی اور میں نے کار اشارت کر کے آگے بڑھا دی لیکن شاید ہم زیادہ دور نہیں گئے تھے کہ عقب سے ہمیں کچھ گاڑیوں کے اشارت ہونے کی آسنائی دی اب یہ اندازہ تو نہیں تھا مجھے کہ دریائے ٹیز کی دوسری جانب جو راستے اور سڑکیں بکھری ہوئی ہیں وہ کس طرف جاتی ہیں لیکن سڑکوں کا یہ خوبصورت جال جو سبزہ زاروں درمیان باریک باریک لکیروں کی شکل میں بکھرا ہوا تھا۔ ڈرائیونگ کے لئے بہت عمدہ ڈھکھتا تھا یہاں زگ زیک ڈرائیونگ کا انتظام کیا گیا تھا اور یقینی طور پر اس تفریح ساحل پر والوں کے لئے یہ زگ زیک ڈرائیونگ بڑی دلچسپی کی حامل ہوگی لیکن یہ ہمارے لئے دلکشی کی حامل تھی چونکہ نشیب میں جانے کے بعد پیچھے سے آنے والی کاریں ہمارا صحیح نشانہ لے سکی تھیں۔ میرا ذہن برق رفتاری سے کام کر رہا تھا اتنا تو میں جانتا تھا کہ پیچھے جو آ رہے ہیں وہ احق نہیں ہوں گے اور ممکن ہے کہ وہ آسانی سے مجھ پر قابو بھی پالیں کیونکہ ان کی صحیح تعداد کا کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا تھا لیکن بہر حال کچھ کئے بغیر اپنے آپ کو کسی خطرے میں ڈالنے کی عادت نہ تو پہلے کبھی رہی تھی اور نہ ہی اب اس بات کے امکانات تھے البتہ نے اچانک ہی ویرا مارسن سے کیا۔

لیا تھا۔ وہ تین تھے دو آگے بیٹھے ہوئے تھے اور ایک پیچھے تھا اچانک ہی میں نے کہا۔
”دیرا بریک۔“

ویرا نے بریک پر دباؤ ڈالا کار کے پہرے چر چرائے اور پھر وہ ایک جھٹکے سے رک
پیچھے سے آنے والی کار آگے بڑھ گئی تھی۔“

”واپس یوٹرن لو۔“ میں نے کہا اور ویرا نے ایسا ہی کیا جگہ کا انتخاب میں نے
بوجھ کر کیا تھا تھوڑے فاصلے پر ایک چوراہا تھا ویرا نے بہترین یوٹرن لیا میں نے اسے
ہدایت کی۔

”آگے چل کر اسے مخالف سمت میں گھمائیے۔“

جب ہم نے اپنی کار اس سمت موڑی تو دونوں درختوں نے اس کا استقبال کیا سر
کے کنارے انتہائی گھنے درخت سر جوڑے کھڑے تھے سڑک کم چوڑی تھی اور ہماری کار
چوڑی چنانچہ درختوں کی شاخیں کار سے رگڑ کھانے لگیں لیکن زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ ایک
پھر ہمیں پیچھے آنے والی کار کا رنگ نظر آیا اچانک ہی ویرا نے گھٹی گھٹی آواز میں کہا۔

”مائی گاڈ یہ سڑک آگے جا کر ختم ہو جاتی ہے۔“

”کوئی بات نہیں فکر مت کرو۔ اب جہاں یہ سڑک ختم ہو وہاں پر گاڑی کو اچانک روک
لینا اور جس طرف بھی رخ آسانی سے حاصل ہو سکے ادھر موڑ دینا ویرا چونکہ میری توقع
مطابق ڈرائیونگ کر رہی تھی اس لئے مجھے یقین تھا کہ وہ جو کچھ بھی کرے گی ٹھیک ہی کرے
اس کے علاوہ میں نے یہ اندازہ بھی لگایا تھا کہ وہ اس قدر کمزور اعصاب کی مالک نہیں ہے جو
قدر کمزوری کا مظاہرہ کر رہی ہے۔ وہ لمحات آج بھی مجھے یاد تھے جب میں نے کلویوم کا نام
تھا اور ویرا کے چہرے پر ایک رنگ آ کر گزر گیا تھا۔ ساری زندگی اسی دشت کی سیاہی
گزری تھی بھلا یہ اندازہ لگانے میں مجھے کیا وقت ہو گی کہ ویرا کی شخصیت وہ نہیں ہے جو
ظاہر کر رہی ہے یقینی طور پر وہ اندر سے بھی بہت خوش ہے اس نے اب تک میری ہدایت
بالکل شاندار طریقے سے عمل کیا تھا اور وہ ہر جگہ کامیابی حاصل کر رہی تھی سڑک جیسے ہی آگے
ہوئی اس نے کار کو فوراً وہی سمت موڑ دیا کار جھاڑیوں میں گھس گئی چلی گئی۔

”واپس سڑک پر!“ میں نے اسے دوسری ہدایت دی اور اس نے بریک پر دباؤ ڈالا
اور کار واپس سڑک پر آگئی میں نے پیچھے آنے والی کار کو پوری قوت سے اچھلتے ہوئے دیکھا

اس وقت ویرا مارسن بھی اسٹیرنگ پر قابو نہیں پاسکی تھی کار کو جھاڑیوں سے سڑک پر لا کر اس
ٹیرنگ سنبھالنے کی کوشش کی لیکن کار سڑک کے دوسری جانب نشیب میں اتر گئی اور دفعتاً
درخت سے ٹکرائی ویرا مارسن نے اس وقت بھی کمال کی پھرتی کا ثبوت دیا تھا وہ تیزی
ر سے کود گئی اور میں اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش میں سامنے کے شیشے سے ٹکرا گیا لیکن
کی بات تھی کہ شیشہ نہیں ٹوٹا تھا ویرا مارسن سڑک پر جھاڑیوں سے اٹک کر کئی قلا بازیاں
ایک درخت سے جا لکی تھی میں نے البتہ دروازے پر ہاتھ رکھا اور پھرتی سے اپنی سیٹ
آیا پچھلی کار کے دروازے کھلے اور اس میں سے کچھ لوگ نکل کر باہر آ گئے اور ایک بار
ان نے ہم پر گولیاں برسانا شروع کر دیں لیکن ہم درختوں کی آڑ میں تھے میں ایک ایک
ونک پھونک کر اپنی پوزیشن تبدیل کر رہا تھا اور ان لوگوں کو دیکھ رہا تھا وہ اپنے آپ کو
لے اور شاید ہمارے بارے میں گفتگو کرتے آرہے تھے ویرا مارسن نے مجھے دیکھا اور میں
ٹوٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا کیونکہ میں دیکھ رہا تھا وہ قریب آتے
ہیں ایک شخص بالکل ہی قریب پہنچ گیا اس سے پہلے کہ وہ زیادہ قریب پہنچتا میں نے وہ
ل لیا جس کو میں لالچ سے لایا تھا اس کے علاوہ چارہ کار کوئی نہیں تھا کہ میں ان پر جہنم
انزے کھول دوں میرا ہاتھ نیچے سے اوپر کی جانب چلا اور اس کی آنتیں نکل کر زمین پر
ساتھ ہی اس کے حلق سے جو آواز نکلی تھی میں نے دوسرا وار اس کی گردن پر کیا اور اس
ن پیچھے کی جانب مڑ گئی دوسرا آدمی نہ جانے کیوں رک گیا تھا۔ وہ غالباً اپنے ساتھی کا
بھنا چاہتا تھا میں اس کا جائزہ لینے لگا اور پھر میں نے دیکھ لیا کہ وہ جھکا جھکا عقب کی
ارہا ہے اس کے پاس سب مشین گن تھی اور اگر وہ سنبھل گیا تو یقینی طور پر ان درختوں کو
بسکتا تھا حالانکہ ابھی تک ایک بار بھی اس نے مشین گن استعمال نہیں کی تھی لیکن غالباً ان
اس کا موقع نہیں ملا تھا اور اب صورت حال بالکل بدل گئی تھی میں نے ایک ٹھنڈی
لی۔ میں اس شخص کو موقع نہیں دے سکتا تھا پھر میں نے اس کی کنپٹی کا نشانہ لے کر
سے ایک فائر کیا ڈک کی آواز ہوئی اور وہ لڑھک گیا مجبوری تھی اس کے علاوہ اور کوئی عمل
نہ کیا جا سکتا تھا۔ بہر حال جہاں تک میرا اندازہ تھا اب ہمارے راستے کی کوئی رکاوٹ
نی تھی تعاقب کرنے والے ختم ہو گئے تھے میں نے ویرا مارسن کو آواز دی تو اس کی آواز
انی دی دوسری یا تیسری آواز پر اس نے کہا۔

”کیا میدان صاف ہو گیا ہے۔“

”ہاں۔“ پھر وہ اٹھ کر میرے پاس آگئی اس نے اس لاش کو بھی دیکھ لیا چند لمحات

بعد اس نے کہا۔

”اب کیا کریں۔“

”اس کا فیصلہ تمہیں کرنا ہے۔“

”کار تو شاید تباہ ہوگئی۔“

”اگر نہ بھی ہوئی ہوتی تو اس کا استعمال خطرناک ہے ہم اسے ساحل سے لے بھاگے ہیں یقینی طور پر مقامی پولیس کو کار چوری کی اطلاع کر دی گئی ہوگی اور ہمارے لئے کار مشکل بن جائے گی البتہ ہمارے دوستوں نے ہمارے لئے معقول انتظام کیا ہے۔“ مارسن نے گھور گھور کر مجھے دیکھا اور بولی۔

”میں یقین نہیں کر سکتی بالکل یقین نہیں کر سکتی کہ اس بوڑھے کے ظاہری جسم اور ذہن میں اس قدر شاندار کارکردگی ہے یا پھر دوسری بات یہ کہی جاسکتی ہے کہ یہ چہرہ حقیقت یہ ہے۔ اس کے پیچھے کچھ اور ہے۔“

”دیکھو ویرا مارسن کیا ہم اس وقت اس پوزیشن میں ہیں کہ ایسی باتیں کر سکیں اور تمہیں اس بات کا یقین دلانے کی کوشش کروں کہ میرے اس بوڑھے جسم اور بوڑھے ذہن میں ایک طویل تجربہ ہے تم نو جوان لوگ اس بات کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے کہ گزرنے کے بعد انسان کی صلاحیتوں میں بے پناہ اضافہ ہو جاتا ہے اور اپنے آپ کو کارکردگی کا مالک سمجھتے ہو تم لوگ چلو خیر چھوڑو اس بحث کو چلو آؤ میرا خیال ہے ہمارا یہاں رکنا مناسب نہیں ہے۔ ویرا مارسن نے پہلے کی طرح اسٹیرنگ سنبھال لیا تھا میں اپنے آپ فری رکھنا چاہتا تھا صرف اس بات کے تحت کہ قرب و جوار پر نظر رکھوں جن لوگوں نے یہ تعاقب کیا ہے وہ بہر حال ہمارے لئے اور بھی کارروائی کر سکتے ہیں البتہ راستے میں، میں یہ سوچا تھا کہ اب اگر میں اپنے اسٹیر سے واپس جانے کی کوشش کروں گا تو ویرا مارسن اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنا ضرور چاہے گی اب یہ ایک اور مسئلہ تھا جسے بعد میں دیکھا میں نے راستے میں ویرا سے کہا۔

”دریائے ٹیمز کے کنارے ایسی کوئی جگہ موجود ہے جہاں تم قیام کر سکو۔“

”میرا گھر ہے میں اس گھر کی مالک ہوں۔“

”اوہ تب پھر ہمیں ادھر ہی چلنا چاہئے۔“

”لیکن یہ کار جس طرح کی ہے اور اگر ان کی نگاہوں میں آگئی تو ایک لمحے کے اندر ہم سے اڑایا جاسکتا تھا۔“

”یہ بھی تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔“ میں نے کہا۔ بہر حال ایک جگہ کار چھوڑ دی گئی اور اس ہم کافی دور تک پیدل چلتے رہے پیدل چلنے کے بعد ایک بار پھر ہم نے ٹیکسی لی یہاں کی لوں پر زندگی رواں دواں تھی اور اس قدر خاموشی تھی کہ گفتگو سمجھی جاسکتی تھی چنانچہ ہم تھوڑی کے بعد ایک ایسی عمارت کے پاس پہنچ گئے جسے اس علاقے کی ایک خوبصورت عمارت کہا جاسکتا تھا۔ ٹیکسی کو اس عمارت سے کافی فاصلے پر رکوا دیا گیا تھا اور ویرا مارسن نے بل ادا کیا تھا اس کے بعد ہم دونوں عمارت کی جانب بڑھ گئے تھے عمارت کے قریب پہنچتے ہی میں نے

”کیا میرا تمہارے ساتھ آنا مناسب ہے۔“

”آجاؤ آجاؤ۔“ اس نے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ اندر پہنچ گئی میں نے اندر سے عمارت کو دیکھا یہ ایک خوبصورت عمارت تھی کافی بڑے بڑے کمروں کی حامل وہ مجھے ایک رے میں لے گئی اور بولی۔

”ویسے تو ہمارا شاندار مکان جسے تم ایک قلعہ کہہ سکتے ہو وہ دوسری طرف ہے لیکن میں ایک رہائش گاہ یہاں بھی رکھی ہوئی ہے اور کبھی کبھی ادھر بھی آجاتی ہوں۔“

”تم بہت اچھی حیثیت کی مالک ہو ویرا مارسن۔“

”میں تمہیں شاید پہلے بھی بتا چکی ہوں کہ میں اپنے طور پر زندگی بسر کرنے کی عادی لیکن آؤ بیٹھو اب تم مجھے اپنے بارے میں بتاؤ۔ ایک منٹ ٹھہرو میں ابھی آئی۔“ اس نے اور مجھے ڈرائیونگ روم نما کمرے میں بٹھا کر وہاں سے اندر چلی گئی، پھر دو یا تین منٹ رے ہوں گے کہ دفعتاً ہی مجھے ایک چیخ سنائی دی اور میں چونک پڑا چیخ کی آواز مردانہ تھی یہاں لگتا تھا جیسے زیادہ دور سے نہیں آئی ہو لیکن آواز گھٹی گھٹی سی تھی اور میں نے اپنا ریوالور ہاتھ لے کر کسی خطرے کے لئے تیار رہنا بہت ضروری تھا میں دروازے کے قریب آیا اور نے دروازہ کھول کر باہر دیکھا راہ داری کے آخری سرے پر مجھے ویرا مارسن نظر آئی اسی

طرف آرہی تھی اس نے ہاتھ کا اشارہ کیا اور چیخ کر بولی۔

”ابھی بس ایک منٹ ابھی آتی ہوں۔“

”تم ٹھیک ہونا ویرا۔“

”ہاں کیوں کیا بات ہے۔“

”نہیں میں نے ابھی کسی چیخ کی آواز سنی تھی۔“

”وہ ایک الماری ہے جس کا دروازہ تخت ہے اور اسے کھولنے سے ایسی ہی آواز

ہے۔ یہ بتاؤ چائے پیو گے یا کافی میں سوچ رہی ہوں کہ ہماری تھکن دور کرنے کا یہی

ذریعہ ہے۔“ میں نے ایک گہری سانس لی اور کہا۔

”یہ فیصلہ تمہیں کرنا ہے۔“

”او کے ابھی آتی ہوں۔“

کچھ دیر کے بعد وہ کافی کی ٹرالی لے کر اندر آگئی تو میں نے اس سے پوچھا۔

”کیا یہاں ملازم نہیں ہے؟“

”نہیں یہ عمارت ہم بہت کم استعمال کرتے ہیں اس کی صفائی ستھرائی کے لئے میں

ایک ایسا ملازم رکھا ہوا ہے جو دوسری جگہوں پر بھی کام کرتا ہے اور یہاں کی بھی صفائی کر

کرتا ہے۔“ اس کی اس تاویل پر میں خاموش ہو گیا بہر حال اس کے بعد ویرا نے مسکرا

ہوئے مجھ سے کہا۔

”ہاں اب تم اپنے بارے میں بتاؤ جو اکیلے کی مشینوں کے سلسلے میں تو تم ایکسپرنٹ

اور میں تمہاری اس حیثیت کا یقین کر چکی ہوں لیکن اپنے دشمنوں کو ٹھکانے لگانے کی سلسلے

بھی تمہارا جسم اور تمہارا دماغ بہترین کام کرتا ہے اور اگر تم یہ کہتے ہو کہ تم صرف ایک عام

آدی ہو تو ظاہر ہے کہ میں یقین نہیں کروں گی۔“

”تو پھر اس کی ایک ہی صورت ہے کہ میرے لئے اپنے دل میں خود کوئی جگہ پیدا

چاہتی ہو تو کر لو اور مجھے اس احساس کا شکار نہ کرو کہ تم میری باتوں پر یقین نہیں کر سکتیں۔

رہے دوسرے معاملات تو بس یوں سمجھ لو کہ یہ میرا شوق ہے جو اب تک میں نے تمہاری

اس وقت اس زیادہ کچھ نہیں کیا خیال ہے میں کافی پینے کے بعد یہاں سے جاؤں۔“

”نہیں۔ اس طرح تو نہیں تمہیں کچھ وقت یہاں آرام کرنا ہوگا۔“

”جیسے تمہاری مرضی۔“ میں نے کہا۔ اس کے بعد ویرا نے مجھ سے کسی شے کا اظہار

ہی کیا تھا میں نے اس سے ان لوگوں کے بارے میں پوچھا تو بولی۔

”یوں سمجھ لو یہ بالکل ہی ذاتی معاملات ہیں اور ان کے سلسلے میں کسی بھی طور میں

میل سے بتانا پسند نہیں کروں گی۔“

”ٹھیک ہے، ٹھیک ہے ویرا مارن میرا اب یہاں پر رکنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ اس

لئے مجھے اجازت دو۔“

”اگر تم جانا ہی چاہتے ہو تو میں بھلا تمہیں روکنے کا کیا جواز رکھتی ہوں۔“

”تو پھر۔“ میں نے کہا لیکن اچانک ہی مجھے ایک عجیب سا احساس ہوا مجھے چکر سا آیا

اور میں اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش میں ناکام رہا تھا تب میں نے ویرا مارن کو دیکھا اور

مرا کر کہا۔

”غلط تو نہیں کہا تھا میں نے تم واقعی ایک خطرناک عورت ہو۔ شاید میرے منہ سے

میں نکلنے والے یہ آخری الفاظ تھے کیوں کہ دوسرے چکر کے بعد مجھے اور کوئی ہوش نہیں

تھا۔



نہ پر چڑھ کر کھڑکی سے باہر جھانکا بیرک نما جگہ سے کافی فاصلے پر چار دیواری تھی جس پر
ن والے تار لگے ہوئے تھے۔ بالکل سامنے ایک سرخ ٹاڈور نظر آرہا تھا جس پر اسٹین گن
لے ہوئے گارڈز کھڑے تھے۔ ٹاڈور کے عین نیچے بیرک کی چار دیواری کے ساتھ ساتھ
وردی پوش گارڈ خوف ناک کتے کی ڈوری پکڑے ہوئے ٹہل رہا تھا۔ لیکن یہ وردی دیکھ کر
آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا تو یہ اسرائیلی فوجیوں کی وردی
یہ کیا قصہ ہے کلبوم کا اسرائیل سے کیا تعلق یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ بہر حال
بیرک کھڑا اس ساری ہنگامہ آرائی کو دیکھا تارہا کوئی بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ تھوڑی
لمے بعد میں اوپر سے نیچے اتر آیا اور میں نے سوچنا شروع کر دیا۔ اب تک باقی ساری
اپنی جگہ تھیں۔ کلبوم کا روز آرگنائزیشن سے رابطہ تو پتا چل گیا تھا۔ لیکن اسرائیل سے
اکیا رابطہ ہے یہ بات کبھی سامنے نہیں آئی تھی۔ میں اپنی جگہ آ بیٹھا اور یہ سوچنے لگا کہ تازہ
صورت حال میں اب مجھے کیا کرنا چاہئے۔ فی الحال تو راستے بند تھے اور میں یہ بھی کہہ سکتا
مگر میں واقعی اسرائیلی فوجیوں کے زرعے میں ہوں تو پھر آگے مجھے کیا کرنے کا موقع ملے
باغ دکنے لگا تھا پھر کچھ دیر کے بعد مجھے باہر کچھ آٹھیں سنائی دیں دروازہ کھلا اور تیز روشنی
اغل ہو گئی اس کے ساتھ ہی میں نے ایک گارڈ کو دیکھا جس نے اسٹین گن سیدھی کی ہوئی
ایک دوسرا گارڈ اس کے ساتھ تھا اور یہ وہی گارڈ تھا جس نے کتے کو پکڑا ہوا تھا۔ وہ
رے پر رک کر مجھے دیکھتا رہا پھر بولا۔

”چلو باہر آؤ۔“ میں خاموشی سے باہر نکل آیا تھا۔ سامنے ہی ایک راہ داری نظر آرہی تھی
طے کر کے میں ان دونوں کی راہنمائی میں ایک اور کمرے میں پہنچا۔ جہاں سے ایک
نما جگہ شروع ہوتی تھی۔ اس سرخ نما جگہ میں سینکڑوں مواصلاتی آلات لگے ہوئے تھے
ن آلات پر بہت سے لوگ کام کر رہے تھے۔ ہم اس سرنگ میں چلتے رہے اور اس راہ
کو طے کر کے ایک کمرے میں پہنچے۔ یہاں ان میں سے ایک گارڈ باہر نکل گیا جس کے
رکتا تھا اور دوسرا میرے سامنے بیٹھ گیا۔ کمرے میں چند میز اور کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔
چانک ہی میری نگاہ میز پر رکھے ہوئے ایک موٹے رول پر پڑی جو بہت مضبوط تھا
ے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ بے چارہ جو میرے سامنے بیٹھا ہوا تھا اس بات سے
بر تھا کہ اس کا ساتھی اس کے لئے کیا سامان کر گیا ہے۔ انہوں نے مجھ پر وہ توجہ بھی نہیں

اس کے بعد جب آنکھ کھلی تو میں نے خود کو فلوادی تاروں سے بنے ایک پلنگ پر پڑ
پایا۔ میرا جسم پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا۔ طبیعت میں کچھ ایسی کھولت اور منہ کا مزہ اس ط
خراب تھا کہ مٹلی سی ہو رہی تھی۔ میں ہلکی سی کراہ کے ساتھ اٹھ گیا اور میں نے قرب و جوار
ماحول پر نگاہ دوڑائی یہ ایک بیرک نما جگہ تھی جس کی دیواریں سرخ اینٹوں سے بنی ہوئی تھیں
دائیں جانب لوہے کی ایک ٹینکی جیسی چیز رکھی ہوئی تھی۔ میں اس ماحول کو دیکھتا رہا۔ پھر
گزرے ہوئے واقعات یاد کرنے کی کوشش کی..... تو تمام واقعات یاد آ گئے۔ وہ شیطا
عورت ویرا مارن چال چل گئی تھی۔ لیکن ایسے معاملات میں کسی کو دوش دینا مسخرے بن
بات ہوتی ہے۔ میں کسی کو نقصان پہنچا رہا تھا تو کوئی مجھے بھی نقصان پہنچا سکتا تھا۔ جو پہلے ہا
لگ جائے وہی کامیاب۔ ویرا مارن کامیاب ہو گئی تھی۔ میں جانتا تھا کہ وہ ایک خطرناک آڈ
کی بیوی ہے۔ بظاہر وہ مجھ سے تعاون کر رہی تھی لیکن آخر کار اس نے مجھے چت کر دیا۔ ا
سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بے ہوشی کے عالم میں مجھے جس جگہ منتقل کیا گیا ہے وہ کون سی جگہ۔
؟ اپنی جگہ سے اٹھا اس ٹینکی کے پاس پہنچا اس میں ٹل لگا ہوا تھا میں نے ٹل گھمایا تو اس
سے پانی گرنے لگا۔ اس پانی سے میں نے اپنے چہرے اور گردن پر کافی ترائی کی۔ گردن
کر اس کے نیچے بیٹھ گیا اور سر پر اور چہرے پر خوب پانی گرایا اس سے میری طبیعت خاصی
ہو گئی۔ میں نے اینٹوں سے بنی ہوئی اس بیرک کی دیواریں دیکھیں۔ میرے عقب کی دیوار
میں ایک کھڑکی تھی۔ اور تو کوئی چیز یہاں تھی نہیں میں نے اسی ٹینکی کو استعمال کیا۔ پوری
ہوئی نہیں تھی جس کا اندازہ مجھے پہلے بھی ہو گیا تھا۔ میں نے اسے اٹھایا اس کھڑکی کے نیچے

دی تھی جو انہیں دینی چاہئے تھی۔ صرف اسٹین گن لے کر بیٹھ جانا کیا معنی رکھتا ہے۔ انہیں میرے بارے میں علم نہیں ہوگا اور وہ یہ نہیں جانتے ہوں گے کہ ان کے سامنے موت کا سوداگر ہے۔ اسرائیلی وردی میں ملبوس سپاہی ویسے تو میرے لئے ایک نرم چارہ تھا۔ ایک ایسا شکار جسے خوشی کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ بس اتنا مسئلہ تھا کہ مجھے تھوڑا سا وقت مل جائے۔ یہ بھی شکر تھا کہ کتے والا وہاں سے چلا گیا۔ انسان تو خیر دھوکا کھا بھی سکتا ہے لیکن اس طرح کے سدھائے ہوئے کتے بڑے کتے ہوتے ہیں۔ آخر کار مجھے موقع مل ہی گیا ویسے بھی میں دیر نہیں کرنا چاہتا تھا میں نے بیٹھے بیٹھے میز پر چھلانگ لگائی اور اسٹین گن بردار جو کسی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا لیکن اب اس کا چونکنا بے مقصد تھا۔ میری چھلانگ مجھے میز تک لے گئی تھی اور رول میرے ہاتھ میں آ گیا تھا نہ صرف ہاتھ میں آ گیا تھا بلکہ وہ اتنی مہارت اور پھرتی کے ساتھ میرے ہاتھ سے نکل کر اس کے منہ پر پڑا کہ میں خود بھی حیران رہ گیا تھا۔ بالکل کرکٹ کا کھیل ہو گیا تھا کہ گیند کچھ کر کے تھرو کر دی۔ رول اس کے منہ پر پڑا تھا اور وہ جو اسٹین گن سیدھی کر رہا تھا اپنے دانت اور جبڑے کھو بیٹھا تھا۔ اس کے ہاتھ دہشت زدہ انداز میں پھیلے اور پھر منہ پر پہنچ گئے۔ رول نیچے گر پڑا تھا۔ میں نے دوسری چھلانگ رول پر ہی لگائی تھی۔ اس بار رول اٹھا کر میں نے اس کی گردن پر مارا اور اس کی گردن سامنے کی سمت اس طرح لٹک گئی جیسے لگتی پر پھیلا دی گئی ہو۔ عین اسی وقت دروازے پر آہٹیں ہوئیں اور چار سپاہی اندر داخل ہوئے لیکن یہ رول بڑے کمال کی چیز تھی وہ ایک بار پھر میرے ہاتھ سے نکلا البتہ اس بار صحیح نشانہ نہیں لے سکا تھا۔ چنانچہ رول سب سے آگے والے کے سینے پر پڑا۔ اب یہ اس رول کی کوالٹی تھی کہ اس نے اس کی پسلیاں توڑ دیں۔ باقی تینوں بھرا مار کر اندر داخل ہو گئے تھے۔ سب سے آگے والے نے دونوں ہاتھ پھیلا کر کہا۔

”خبردار خبردار گولی مت چلانا۔ خبردار خبردار تم بھی ہوشیار رہو نہ تمہاری موت کا ذمہ دار میں نہیں ہوں گا۔“ اس نے اپنے ساتھیوں کو بھی سنبھالا تھا اور مجھے بھی وارننگ دی تھی۔ ساتھ ہی اس نے پستول نکال لیا تھا۔ میں جانتا تھا کہ اس چھوٹے سے کمرے میں کوئی ہنگامہ آرائی موت کے علاوہ اور کچھ نہیں دے گی۔ اور پھر جس جگہ میں موجود تھا وہاں سے باہر نکلنا بھی آسان کام نہیں تھا چنانچہ کوئی احتیاط نہ کوشش بے مقصد ہی تھی۔ میں نے ہاتھ بلند کر دیئے۔ آگے والا جو ایک عمر رسیدہ آدمی تھا کمرے میں پڑی ہوئی لاش اور اس کے بعد اپنے ساتھ

نے والے کی کیفیت دیکھ کر بدحواس ہو گیا تھا۔ اس کے منہ سے بے اختیار نکلا۔
 ”مائی گاڈ مائی گاڈ۔“ اس کے لہجے میں بے حد خوف تھا۔ میں ہاتھ اٹھائے کھڑا تھا۔
 ”جلدی کرو اس کے ہاتھ پیچھے باندھو۔“ اے خبردار ہلنے کی کوشش مت کرنا۔ اس نے لمے بڑھ کر پستول کی نال میرے سینے پر رکھ دی اور پھر دوسرے ہاتھ سے میری تلاشی لینے لگا اور افراد نے میرے ہاتھ موڑ کر پشت پر کس دیئے۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔
 ”خدا تمہیں غارت کرے۔“ تم نے ہمارے دو آدمیوں کو ہلاک کر دیا۔ بد بخت تو اکیلا مارا جائے گا لیکن تو نے میرے دو ساتھی چھین لئے۔ دو ساتھی چھین لئے تو نے میرے آہ! لہجے زندہ پہنچانے کی ہدایت نہ ہوتی میرے لئے۔ آہ! کاش! کاش! چلو لے چلو لے چلو اس نے آگے بڑھ کر میرے بال پکڑ لئے اور پوری قوت سے میری گردن کو موڑ دیا۔ پیچھے موجود آدمی نے ایک رسی نکال کر میری گردن میں ڈال دی تھی اس طرح وہ مجھے لئے باہر آئے۔ ہاتھ بندھے ہوئے تھے۔ صورت حال ایسی تھی کہ میں اس وقت کوئی کھیل نہ کھیل سکتا تھا۔ لیکن جو کھیل وہ کھیل رہے تھے وہ بھی میرے لئے اہمیت کا حامل نہیں تھا۔ وگ راہ داری میں مجھے دھکیلتے ہوئے باہر لائے اور میں نے سوچا کہ میں نے ٹھیک ہی کیا میں بہت سے سپاہی موجود تھے البتہ جگہ میری سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ میں نے یہ سفر طے کیا اس کے بعد ایک بڑے کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ یہاں چند افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ بھی بڑی سی ہیرک تھی لیکن لاک اپ نما۔ پیچھے سلاخیں تھیں اور سلاخیوں کے پیچھے دو تین افراد تھے۔ ایک شخص سلاخیں پکڑے کھڑا تھا انہوں نے اندر لے جا کر مجھے دھکیل دیا۔ میں یہ س دیکھ سکا تھا کہ اندر کون کون بیٹھا ہوا ہے۔ گر کر میں نے سنبھالا لیا تو ان میں سے ایک نے کہا۔

”یہ کیا تمیزی ہے۔ کس نے کہا تھا تمہیں کہ اس کے ساتھ یہ سلوک کرو۔“ اس آواز میں بری طرح چونک پڑا تھا یہ آواز کانوں کو شناسا محسوس ہوئی تھی۔ میں نے گردن گھما کر لہا اور اتنا شدید جھٹکا لگا میرے ذہن کو کہ میری آنکھیں خود بخود بند ہو گئیں۔ یہ ایریش واش۔ ہاں! سو فیصدی ایریش واش کوئی دھوکا نہیں تھا۔ کوئی وہم نہیں تھا۔ ایک حقیقت جو آنکھوں سے سامنے تھی وہی شخص کہ جس کے بارے میں مجھے خوش فہمی تھی کہ مرچکا ہے زندہ میرے منے موجود تھا۔ اسرائیل کا شیطان لاکھوں فلسطینیوں کا قاتل رخسار کو غائب کرنے والا۔

ایرش واش آنکھیں بند کئے کئے میں نے اپنے ذہن میں بہت سی تبدیلیاں محسوس کیں۔ وہ شخص جس نے میرے بال پکڑے تھے اور بہت زیادہ بوکھلایا ہوا تھا خوف زدہ آواز میں بولا۔

”ان چند لمحات میں اس نے جناب ہمارے دو آدمی ہلاک کر دیئے۔“

”کیا۔“

”ہاں!“

”کیسے۔“

”چنانچہ سر۔ کس سے غلطی ہو گئی۔“ دوسرا آدمی غرا کر کھڑا ہو گیا۔

”کیسے غلطی ہو گئی؟“

”مسٹر ڈین براہ کرم بیٹھ جائیے اس وقت اور کوئی فضول بات برداشت نہیں کی جا سکتی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ آپ کی غلطی ہے۔ کیا آپ کو اس بات کا علم نہیں تھا کہ ہمارا شکار کون ہے۔ یہ دانش منصور ہے سمجھ رہے ہیں نا پاکستان کا دانش منصور۔“ وہ جس نے ساری دنیا میں تہلکہ مچا رکھا ہے اس کے ہاتھوں اسرائیل کو جیتنے نقصانات پہنچے ہیں شاید آپ اس کا تصور بھی نہ کر سکیں۔ میں نے آپ کو سمجھایا تھا آپ نے کن گدھوں کو اس کی نگرانی پر بھیجا تھا کس کے ذریعے آپ نے اسے بلایا تھا۔“

”سر وہ۔“

”شٹ اپ۔“ ایرش واش نے مسٹر ڈین کا جملہ کاٹ دیا۔

”سر میں ذرا.....“

”شٹ اپ۔ بیٹھ جائیے چلو تم لوگ یہاں سے دفع ہو جاؤ اور کچھ مستعد لوگوں کو یہاں بھیجو۔ تم جیسے گدھوں سے ہر بات کی امید رکھی جا سکتی ہے۔“ ایرش واش بہت بڑی حیثیت کا مالک تھا۔ یہ بات تو میں پہلے بھی جانتا تھا بہر حال چار مسلح افراد آگئے جو زیادہ مستعد اور چاک و چوبند تھے۔ مجھے ایک کرسی پر بٹھا دیا گیا۔ ایرش واش مجھے بغور دیکھ رہا تھا اس نے کہا۔

”آپ کو تو اس بات کا مکمل یقین ہو گا مسٹر دانش منصور کہ آپ کی کوششیں مجھے ہلاک کر چکی ہیں۔ آپ بہت ذہین انسان ہیں۔ بڑی اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک ہیں میں نے ایک بار اپنی ایک میٹنگ کے دوران کہا تھا کہ اگر ہمارے ڈیپارٹمنٹ کو دانش منصور جیسا ایک بھی آدمی مل جائے تو ہم ساری دنیا کو ہلا کر رکھ دیں۔ روز آگنا نزیلین نے ایک بار آپ کا ذہن

لٹرنے کی کوشش کی تھی وہ بھی ناکام رہا۔ کاش! میں آپ کا ذہن ٹریپ کرنے کی کوشش لیکن انفسوس میں نہ تو سائنسٹ ہوں نہ سائیکا لو جسٹ۔ ہاں! اگر آپ کے ذہن میں ایک اچھی زندگی گزارنے کا خیال آجائے اور آپ اس جذباتی حماقت سے باہر نکل آئیں آپ کو پیش کش کرتا ہوں کہ ہمارے دروازے سے آپ کے لئے کھلے ہیں۔ مسٹر دانش اس وقت دنیا کے کامیاب ترین لوگ وہ زندگی گزار رہے ہیں جو انہیں کچھ دے۔ اور جو اس دنیا کے کامیاب ترین لوگ وہ زندگی گزار رہے ہیں۔ ارے ہاں! یہ تو بتائیے آپ کی مسز سے آپ کی ہوئی کہ نہیں۔“

”نہیں مسٹر دانش۔ آپ زندہ ہیں اگر میں آپ کو زندگی کی مبارک باد دوں تو آپ مجھے کہے میں آپ کی خوشامد کر رہا ہوں اگر آپ کو برا بھلا کہوں تو یہ میری حماقت ہوگی فوں میں سے کوئی کام نہیں کرنا چاہتا البتہ اگر آپ مناسب سمجھیں تو رخسار کے بارے میں بتائیں۔“

”اوہ اوہ اوہ اوہ۔“ اس کا مطلب ہے کہ آپ کی مسز آپ کو نہیں مل سکیں ابھی تک۔ کل دوستانہ انداز میں یہ بات کہہ رہا ہوں آپ کی مسز فیرو لین کے پاس تھی۔ فیرو لین انٹرنیشن کا آفیسر آن اسٹیل ڈیویژن ہے بلکہ یہ سمجھ لیجئے کہ اس وقت اس کا شمار بگ بائزر نا ہے۔ وہ اپنے مفادات کے لئے آپ کی مسز کو ساتھ لے گیا تھا۔ ہمارے بھی کچھ ایسے نام سے منسلک تھے جس کی وجہ سے ہمیں آپ کی مسز کو اس کے حوالے کرنا پڑا۔ لیکن وہ رسیدہ شخص ہے۔ پچاسی سال سے زیادہ ہے اس کی عمر۔ چنانچہ یہ تو آپ بھول جائیے ہاکی مسز کو کوئی جسمانی تکلیف پہنچ سکتی ہے۔ وہ آپ سے کوئی خاص معاہدہ کرنا چاہتا تھا اس کے اور آپ کے درمیان رابطے کیوں نہیں ہو سکے۔“ میں نے خاموشی اختیار کر دی ورنہ سوچتا رہا پھر میں نے کہا۔

”مسٹر ایرش واش یہ کون سی جگہ ہے؟“

”تل ابیب۔“ اس نے جواب دیا اور میں دہشت سے اچھل پڑا لیکن میں نے اپنے سنبھالے رکھا۔ ”کیا آپ سچ کہہ رہے ہیں۔“

”ہاں! دنیا بھر میں ہمارے رابطے مختلف لوگوں سے ہیں۔ میرا خیال ہے آپ کو صرف بتا دینا کافی ہوگی۔ آپ کو ہمارے حوالے مسٹر بورڈیس نے کیا ہے۔ مسٹر بورڈیس

جن کا تعلق کلویوم سے ہے اور جنہیں ہم سپورٹ کر رہے ہیں آپ کو پہچان گئے تھے۔ انہیں تھا کہ مجھے آپ کی تلاش ہے۔ انہوں نے ایک اچھے دوست ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے کو بے ہوش کر کے تل ایبب بھجوا دیا۔“ میں ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا تھا۔ ایرش نے ابھی تک زیر زکا حوالہ نہیں دیا تھا۔ اس کی دہی وجوہات ہو سکتی تھیں۔ ہو سکتا ہے تک ان لوگوں کو یہ بات معلوم نہ ہو کہ میرا تعلق زیر ز سے ہو چکا ہے۔ سوچنے کے۔ بہت کچھ تھا لیکن ان سوچوں کے لئے ابھی وقت نہیں تھا۔ ایرش واش نے کہا۔

”مسٹر دانش منصور اس بار آپ کو بڑے دلچسپ حالات سے گزرنا ہو گا۔ ہم آپ ذہنی تربیت کرنا چاہتے ہیں۔ آپ جیسے شخص کو کوئی بھی نقصان پہنچانے کا مطلب یہ ہے کہ آگدھوں کے ہاتھوں میں پڑ گئے ہیں۔ آپ بہت قیمتی ہیں ہمارے لئے۔ روز آرگنائزیشن جو کوشش کی تھی ہم اسے مسخرہ پن قرار دیتے ہیں۔ آپ کا ذہن بدلنے کے لئے تل ایبب جو ادارہ کام کر رہا ہے ہم اس سے مدد لینا چاہتے ہیں۔ بڑی دلچسپ بات یہ ہوگی کہ آپ دا منصور رہیں گے۔ خود پہچانیں گے ایک لفظ بھی آپ کے ذہن سے غائب نہیں ہو گا۔ لیکن آ کے دماغ میں ایک ایسے خلیے کا اضافہ کیا جائے گا جس میں اسرائیل سے وفاداری ہو اور ہمارے مفادات کے لئے کام کر سکے۔ آپ ذہنی طور پر اپنے آپ کو اس کے لئے تیار کر۔ اور سنو مسٹر ڈین اگر زندگی چاہتے ہو تو اور کوئی ایسا حادثہ نہ ہونے پائے۔ لائن پول میں جاؤ۔ لائن پول ایک بہتر جگہ ہے کیا سمجھ؟“ میں نے ایک نگاہ ایرش واش پر ڈالی اس عقب میں کٹھرے کے پیچھے کھڑا ہوا شخص مجھے عجیب سی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ بس ایک کے لئے میری نگاہ اس پر پڑی تھی بہت ہی خوب صورت چہرے کا مالک ادھیڑ عمر آدمی تھا۔ ا کی آنکھوں میں ذہانت کی چمک تھی۔ پتا نہیں کون ہے۔ ایرش واش کی ہدایت پر مسٹر ڈین جگہ سے اٹھے اور مجھے ساتھ لے کر چل پڑے۔ دروازے سے باہر نکلنے کے بعد ان کا رد بالکل تبدیل ہو گیا۔ انہوں نے شاید اشارے کر کے آس پاس کے لوگوں کو بلایا تھا اور انہو نے میرے جسم سے رائفیل کی نالیں لگا دی تھیں۔ میں نے مسکرا کر مسٹر ڈین کو دیکھا اور آنکھ دی مسٹر ڈین نے خون خوار لہجے میں کہا۔

”جو کچھ تم نے کیا ہے یہ نہ سمجھنا اس کا بدلہ نہیں لیا جائے گا۔“

”میں کوشش کروں گا کہ مسٹر واش تمہیں ایک ہفتے کے لئے میرے حوالے کر دیا

بعد میں قسم کھاتا ہوں کہ ساری زندگی اگر تم اپنے کئے پر نہ پچھتاتے رہو تو میرا نام بھی ما ہے۔ میں ایک دم رک گیا تو وہ سب لوگ سہم گئے۔ میں نے ڈین کو دیکھتے ہوئے

”اگر یہ بات ہے مسٹر ڈین تو آپ یقین کیجئے کہ میں مسٹر واش سے درخواست کروں گا ہفتے کے لئے مجھے آپ کے حوالے کر دیا جائے اور یہ بات بھی آپ سن لیں مسٹر ڈین ہفتے میرے ساتھ رہنے کے بعد اگر آپ زندگی بھر کے لئے اپنے اس عہدے سے رلیں تو میرا نام بھی دانش منصور نہیں ہے۔“ مسٹر ڈین دانت پیش کر رہ گئے تھے۔ طرف سے سپاہی انڈامڈ کر آرہے تھے۔ ان کے چہروں پر نفرت تھی اور آنکھوں میں جھلکیاں کہ میں نے ان کے گھر میں داخل ہو کر انہیں ان کے ساتھیوں سے محروم کر دیا ایرش واش کا معاملہ نہ ہوتا تو یقینی طور پر وہ اس وقت میری بونیاں کر چکے ہوتے۔ لیکن ما دشمن بھی محافظ بن جاتا ہے یہ قدرت کا قانون ہے کہ کس سے وہ کس کی حفاظت ہے۔ اس وقت اس کی ایک بہترین مثال موجود تھی۔ مجھے ایک کمرے میں بند کر دیا گیا تھا کہ ان لوگوں کو جتنا موقع ملے گا وہ میرے لئے برے اقدامات کریں گے لیکن اس ذخیر میں نے کبھی پرواہ نہیں کی تھی۔ تقدیر کے فیصلے ہر حال میں قبول کرنا پڑتے ہیں تو بے گریز کیوں کیا جائے۔ وقت گزرتا رہا مجھے کسی نے پانی تک کے لئے نہیں پوچھا قریباً سولہ گھنٹے گزر گئے تھے کہ سپاہیوں کے پہرے میں مجھے نکالا گیا اور ایک بند س بٹھا دیا گیا بند گاڑی ہمیں لے کر چل پڑی۔ میرے ساتھ تین افراد اور تھے دو کو تو ہیں پہچانا لیکن ان میں سے ایک کو میں نے پہچان لیا۔ یہ وہی شخص تھا جو لاک اپ کی کے پاس کھڑا مجھے دیکھ رہا تھا۔ ہمارے سفر کو ابھی چار یا پانچ منٹ گزرے ہوں کہ ناگوں کے قہقہے ابل پڑے اور بند گاڑی نے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ غالباً اس کے ٹائر گئے تھے۔ پھر وہ ایک دھماکے کے ساتھ ایک درخت سے ٹکرائی پیچھے جو لوگ موجود ی طرح اگلے حصے سے ٹکرائے۔ میری تقدیر تھی کہ میں پیچھے بیٹھا ہوا تھا اور میں نے کو سنبھالنے کے لئے ایک ہینڈل پکڑا ہوا تھا جسے صورت حال کی نزاکت کو محسوس نے زیادہ مضبوطی سے پکڑ لیا تھا۔ گاڑی میں موجود افراد شدید زخمی ہو گئے تھے اور قبی دروازہ بھی کھل گیا تھا۔ اب ایسے موقع پر اگر انسان ایک لمحے کی غفلت کر جائے

تو میں سمجھتا ہوں کہ اس سے زیادہ بے وقوف کوئی نہیں ہے۔ چنانچہ میں نے سوچے سمجھے ہم سڑک پر چھلانگ لگا دی اور یہ دیکھے بغیر کہ جگہ کون سی ہے۔ کہاں جانا ہے۔ برق رفتاری سے دوڑنے لگا اور تاریکی میں پھیلی ہوئی سڑک کے نشیب میں اتر گیا۔ مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی تم سوائے اس کے کہ وہ پودے جو غالباً ڈیڑھ ڈیڑھ فٹ اونچے ہو چکے تھے میرے پیروں سے آ رہے تھے اور میں انہیں روندھتا ہوا برق رفتاری سے آگے بڑھ رہا تھا میرے ذہن میں صرف ایک خیال تھا جتنی دور نکل سکتا ہوں نکل جاؤں۔ بہت ہی سنگین صورت حال تھی۔ یہ جانتا کہ تل ابیب میں ہوں اور بہر حال اسرائیل سے میری دشمنی تازہ تازہ نہیں تھی ایک تو یہ مذہبی نوعیت رکھتی تھی اوپر سے ایش واش جس سے بہر حال میرا بہت عرصے سے رومان چل رہا تھا۔ میں ان کھیتوں کو عبور کرتا رہا اور جہاں تک میرا اندازہ تھا میں نے تقریباً تین کلومیٹر فاصلہ طے کیا تھا تب کہیں جا کے مجھے آبادی کا سرا نظر آیا تھا اب اس آبادی میں جو بھی جگہ اسے اپنے لئے پناہ گاہ بنانا ضروری ہے۔ سامنے ہی ایک سفید رنگ کا گیت نظر آیا تو میں اس کی دیوار پھلانگی اور اندر داخل ہو گیا پھر فوراً میرا واسطہ ایک سفید لباس میں ملبوس کو اغنائین سالہ عورت سے پڑا وہ مجھے دیکھ کر سہم گئی تھی اور پھر اس نے سرسراتی ہوئی آواز میں کہا۔

”میرے خدا۔ میرے خدا۔ یہ تم ہی ہو۔ مسٹر کریٹ یقیناً یہ تم ہی ہو۔ آہ! فادر جوشوا! آج ہی جاپان گئے ہیں۔ کیسی عجیب بات ہے ہم فادر جوشوا کو بلا وجہ ڈرامہ باز سمجھتے تھے حالانکہ یہ حقیقت ہے کہ انہوں نے آج تک جو بھی پیش گوئی کی وہ بالکل درست نکلی ہے۔ نارمن اندر موجود ہے۔ میرے خدا کتنی عجیب بات ہے۔ مسٹر کریٹ! آئیے پلیز آپ کھڑے کیوں ہو گئے میں جانتی تھی کہ آپ ضرور آئیں گے کیوں کہ نارمن کی طرح میں مسٹر جوشوا سے منحرف نہیں ہوں۔“ اس نے آگے بڑھ کر میرا بازو پکڑا تو میں نے بھی اس کی کمر میں ہال ڈال دیا اس نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

بہر حال اعصاب پر قابو پانا میرے لئے اب کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ زندگی کے ان نشیب و فراز سے گزر چکا تھا کہ اس حسین عورت کے بدن کے نشیب و فراز مجھے متاثر نہیں رہے تھے۔ جب کہ وہ میرے اس التفات سے خاصی متاثر نظر آتی تھی۔ اس طرح ہم دونوں اس بڑے کمرے میں داخل ہوئے جہاں ایک درمیانی عمر کا آدمی موجود تھا۔ پست قامت

الاکس قدر جھکی نظر آتا تھا۔ اس نے ہم دونوں کو دیکھا تو عورت مسکرا کر بولی۔

”جی جناب بتائیے اب آپ کیا کہتے ہیں؟“

”یہ کون ہیں نینس؟“

”میں نے کہا نا آپ بتائیے۔“

”مسٹر کریٹ۔“

”تم تو کہتے تھے کہ جوشوا ہاں غلط کہتا ہے۔“

”اصل میں میں ان فضول باتوں کا قائل نہیں ہوں۔ لیکن بہر حال مختلف قسم کے علوم جانتے ہیں۔ جوشوا ہاں نے اس بار واقعی مجھے متاثر کر دیا ہے۔ آئیے مسٹر کریٹ آپ کو یقین دلاؤں کہ آپ دوسروں کی نگاہوں میں نہیں آسکے۔“

”میں نے کوشش تو کی ہے اور جہاں تک میرا خیال ہے اس میں کامیاب بھی رہا۔“

”یہ بہت ضروری ہے۔ بہت ہی ضروری ہے۔“ نارمن نے کہا۔ ”بڑے مزے کی بات یہ تھی۔ عورت کا نام بھی مجھے معلوم ہو چکا تھا۔ نینس۔“ میں نے اس سے کہا۔

”نینس میں بہت تھکا ہوا ہوں۔ کیا مجھے آرام کے لئے.....“

”میں جانتی ہوں اور یہ بھی جانتی ہوں کہ تم کس قدر جدوجہد کے ساتھ یہاں تک پہنچے۔ نارمن پلیز میں اس وقت مسٹر کریٹ کو ذرا بھی تکلیف دینا نہیں چاہتی ہے۔“ میں اس ساتھ چل پڑا اس وقت میں نے سوچ کے سارے دروازے بند کر دیئے تھے۔ وہ مجھے ایک دوار سجے ہوئے کمرے میں لے گئی اور بولی۔

”امید ہے یہ رہائش گاہ آپ کو پسند آئے گی مسٹر کریٹ۔“

”مجھے بھوک لگی ہے اور میں ایک بات بتا دوں کہ میں سبزی خور ہوں۔“

”میں تمہارے لئے بہترین سبزی بناتی ہوں۔ بے فکر رہو۔“

”دوسری بات یہ کہ شراب نہیں پیتا۔ کیوں کہ میرا لیور خراب ہے۔“

”دونوں باتیں میرے لئے پسندیدہ ہیں اور اس سے زیادہ آپ کی صورت او کے.....“

میں نے غسل خانہ ہے یہ ادھر وارڈ روم ہے جس میں ہر سائز کے کپڑے موجود ہیں۔ کھانے پر نہیں کرنا چاہتی اس لئے جارہی ہوں یہ کام آپ خود ہی کر لیں۔“ اور وہ کام میں نے

خود ہی کر لئے۔ مزے کی جگہ ملی تھی۔ قدرت کے کھیل ایسے ہی ہوتے ہیں اور یہ آج کی نہیں میرا تو ہزاروں بار کا تجربہ تھا۔ غسل خانے میں غسل بھی کیا۔ لباس بھی تبدیل کئے جانے کس بد بخت کے تھے۔ پھر صوفے پر آ بیٹھا اور وہ تھوڑی دیر کے بعد واپس آ گئی۔ بڑا ٹرے ہاتھ میں اٹھائے ہوئے تھی۔ غالباً خشک سبزیوں سے اس نے یہ سالن بنایا تھا۔ روٹی کسی ایسی پریشانی کا باعث نہیں ہوتی۔ برتن میرے سامنے رکھ کر بولی۔

”چونکہ ہم سب کھا چکے ہیں۔ اس لئے آپ بے تکلفی سے شروع ہو جائیے میں کاٹ کر لاتی ہوں۔“

”شکریہ نہیں۔“ میں نے جواب دیا اور وہ باہر چلی گئی۔

تمام چیزوں کا جائزہ لے کر میں کھانے میں مصروف ہو گیا۔ یہ ایک یہودی گھر میں میری پہلی ضیافت تھی لیکن اب یہ دیکھنا تھا کہ یہ مسٹر کریٹ کون ہیں؟ زندہ ہیں یا مرے۔ جو شوہان کون تھا۔ مسٹر نارمن اور نینس بہر حال اس قسم کے کھیل بہت بار کھیل چکا تھا لئے اس وقت بھی اس کھیل سے خوفزدہ نہیں تھا۔ کھانے سے فراغت ہوئی تھی کہ وہ کافی ہوئے آگئی پھر بولی۔

”میرا تیار کیا ہوا کھانا پسند آیا۔“

”بہت زیادہ اور خاص طور سے اس لئے کہ چند منٹوں میں تم نے یہ کھانا تیار کر لیا تھا کافی پینے کے بعد نیند میں تو کوئی دقت نہیں ہوگی۔“

”بالکل نہیں لیکن دماغ تھکا ہوا ہے کافی پیتے ہی سو جانا چاہتا ہوں۔“

”اگر چاہو تو میں تمہارے سر میں مساج کرنے کے لئے تمہارے پاس رک جاؤں نینس کی آنکھوں میں دعوت تھی۔ میں نے جلدی سے کہا۔

”نہیں ڈیر نینس۔“ تم نے جتنا کچھ کیا ہے اس کا شکریہ تو میں بعد میں ہی ادا کرے گا۔“

”بعد میں۔“ وہ مجھے بغور دیکھتے ہوئے بولی۔ اس کے لہجے میں کچھ معنی چھپے ہوئے تھے لیکن نے اس معنویت کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

”ہاں! بعد میں۔“

”اوکے۔ ہم انتظار کر لیں گے۔“ محترمہ خاصی آگے کی چیز معلوم ہوتی تھی بہرہ

اس نے کافی میرے ساتھ ہی پی کوئی خاص گفتگو نہیں کی تھی حالانکہ میں چاہتا تھا کہ وہ مسٹر کریٹ کے اور اپنے اس انتظار کے بارے میں گفتگو کریں تاکہ مجھے صورت حال سے آگاہی اور میں کچھ اور سوچ سکوں۔ لیکن محترمہ نے مجھ پر عنایت کی تھی اور اس کے بعد بستر پر لیٹا وہ چلی گئی تھی اور میں سوچ رہا تھا کہ یہ مسٹر کریٹ والا ڈرامہ دیکھیں کتنی دیر چل جاتا ہے بات تو بڑی اچھی بن گئی تھی لیکن جانتا تھا کہ دیر پا نہیں ہے۔ مسٹر کریٹ کا کھیل اگر بننے آگیا تو جان کا عذاب بن جائے گا۔ بستر پر لیٹے لیٹے مجھے نہ جانے کیا خیال آیا کہ میں اگلے سے اٹھ گیا اور پھر دروازہ کھول کر باہر کا جائزہ لیا راہ داری سنسن پڑی ہوئی تھی۔ غالباً مت میں زیادہ افراد نہیں تھے جو تھے وہ سوچکے تھے۔ چنانچہ میں نے دروازہ بند کیا اور پھر رے کی تلاشی لینے لگا۔ کمرے سے مجھے دو کارآمد چیزیں ملی تھیں ایک شان دار آٹومیک اور ری ایک ڈائری جس کے چند صفحات کھولے تو میری دلچسپیاں اتنی بڑھ گئیں کہ ساری تھکن مٹ گیا اور اس کے بعد رات کے نہ جانے کون سے حصے تک میں نے یہ ڈائری پڑھی تھی اور اسے ایسے معاملات سے واقف ہو گیا تھا جو آنے والے وقت میں میرے لئے انتہائی اہم ثابت ہو سکتے تھے۔ اب میں ان لوگوں سے وہ ساری گفتگو کر سکتا تھا جو انہیں کسی قسم کے شکارتہ سے ڈرے۔ غرض یہ کہ وقت گزر چکا۔ دوسرے دن صبح کو ناشتے کی میز پر بھی تھی نارمن بھی تھا۔ وہ دونوں میرا انتظار کر رہے تھے۔ میں گاؤں کی ڈوری باندھتا ہوا قہقہے کے کمرے میں پہنچا تو ان دونوں نے میرا استقبال کیا۔ نارمن نے مجھ سے مصافحہ کیا تھا میں نے آگے بڑھ کر میرے رخسار کو بوسہ دیا تھا۔ ہم بیٹھ گئے تو نارمن نے تشویش زدہ میں کہا۔

”اور تمہیں یقین ہے کہ کسی نے ہماری مخبری کی تھی۔“

”سو فیصدی لیکن وہ میرے آدمی نہیں ہو سکتے تھے۔“

”میں سخت پریشان ہوں۔ بہت سخت پریشان۔ ہائی کمان اس سلسل میں مجھ سے مدد تحریری بیان لے گی اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس وقت فلسطینی تنظیم ہماری ات سے بہت زیادہ ایڈوائس ہو چکی ہے اور انہوں نے بڑے اعلیٰ پیمانے پر اپنے کام کا اہم کیا ہے۔“

”میں تمہیں ایک بات بتاؤں۔ میں اس وقت بہت فکر مند ہوں۔“

وقت یہ غلط فہمی دور ہو سکتی ہے۔ حقیقت میں جانتا ہوں یا تم مسٹر کریٹ لیکن ہمیں ہر قیمت پر انہیں محفوظ رکھنا ہے۔ مجھ سے زیادہ اس بات کو اور کون جان سکتا ہے کہ اس وقت تل ابیب کے تمام راستوں کی ناکہ بندی ہو چکی ہے اور مسٹر کریٹ کو تلاش کیا جا رہا ہے۔“

”ہاں! یہ تو ٹھیک ہے۔“ پھر ہم لوگ وہاں سے آگے بڑھ گئے۔ خاص طور سے ایک ٹیکسی کی گئی تھی۔ نارمن کوئی رسک لینے کے لئے تیار نہیں تھا۔ میں ابھی ٹیکسی میں بیٹھ ہی رہا تھا کہ اچانک فضائی حملے کا سائرین بجنے لگا ٹیکسی ڈرائیور نے ٹیکسی سڑک کے کنارے لگا کر روک دی ٹریفک کا بہتا ہوا سیلاب ختم گیا۔ لوگ اپنی اپنی گاڑیوں سے باہر نکل آئے۔ طیارہ شکن توپوں کے گولوں سے دھوئیں کی لکیریں کھینچنے لگیں اور فضا میں دھماکے گونج اٹھے کوئی پندرہ منٹ تک یہ کیفیت طاری رہی پھر طیارہ شکن توپیں خاموش ہو گئیں اور فضا میں مہیب سناٹا پھیل گیا۔ کوئی پانچ منٹ کے بعد خطرہ ٹل جانے کا سائرین بجا اور سڑکیں پھر سے پر رونق ہو گئیں۔ بہر حال میں ایک صورت حال سے واقف ہو رہا تھا اور بڑی دلچسپ کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔ غرض یہ کہ تھوڑی دیر کے بعد ہم نے ایک ہوٹل میں کمرہ حاصل کر لیا۔ نارمن نے مجھے کمرے میں منتقل کیا اور بولا۔

”بظاہر ابھی کوئی خطرہ موجود نہیں ہے لیکن بس ایک بات ذہن میں رکھیے۔ خطرہ کسی بھی لمحے پیش آ سکتا ہے اور اس کے لئے فی الحال یہ چیزیں اپنے پاس رکھیے۔ البتہ کوشش کریں کہ ان کے استعمال کی نوبت نہ آئے۔“ نارمن ایک ریوالور اور چھوٹے دستی بموں کا ایک پیکٹ جو انتہائی جدید تھے دیتے ہوئے کہنے لگا۔ ”اس وقت حکومت اسرائیل کو جو آپ کے بارے میں غلط فہمی ہو چکی ہے۔ مسٹر کریٹ اسے دور ہونے میں دقت لگے گا لیکن یہ بھی آپ کو بتا دوں کہ آپ کے ہاتھوں اپنی حفاظت کے خیال سے بھی کوئی قتل ہوا تو صورت حال کافی حد تک بدل جائے گی۔ یہ چیزیں صرف اپنے تحفظ کے لئے استعمال کیجئے گا تاکہ اس کی آڑ میں آپ اپنی زندگی بچا سکیں۔ اوکے۔“ وہ چلا گیا لیکن نہ جانے کیوں میرے اندر ایک عجیب سی کیفیت بیدار ہو گئی تھی۔ مجھے یوں لگا جیسے نارمن کے دل میں کوئی خاص بات ہو۔ وہ چور نظر آ رہا تھا اور بلا شک و شبہ اس نے میری مدد کی تھی لیکن اوپری دل سے اس کے اندر کی گہرائیوں میں کچھ اور تھا۔ کیا؟ یہ نہیں معلوم ہو پا رہا تھا۔ بہر حال میری چھٹی حس اس بات کا احساس دلا رہی تھی کہ اگر میں خود کو مکمل طور پر محفوظ سمجھتا ہوں تو یہ مناسب نہیں ہے۔ کوئی گڑبڑ بھی ہو سکتی

”اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تم نے اس عرب ملک کی انٹیلی جنس کو بھرپور دھوکہ دیا لیکن ہمیں اس سے کوئی بہت بڑا فائدہ نہیں ہوا۔“

”فائدہ یا نقصان کا معاملہ اس وقت سامنے لایا جاسکتا ہے مسٹر نارمن جب آپ بات کی وضاحت کر دیں کہ بخبری کس نے کی۔“

”دیکھئے اس بارے میں ہم بعد میں غور کریں گے۔ میں یہ چاہتا ہوں مسٹر کریم آپ کو دشمنوں کی نگاہوں سے بالکل محفوظ کر دوں۔“

”میں بھی یہی چاہتا ہوں۔ کیونکہ اس وقت میری موت کا منظر عام پر آنا میرے نہیں بلکہ اسرائیلی مفادات کے لئے سخت ضروری ہے۔“

”بالکل بالکل۔ ناشتے کے بعد میں آپ کے چہرے پر میک اپ کروں گا اور آپ شخصیت کو بالکل تبدیل کر دوں گا آپ کو خاصے عرصے تک مردہ حالت میں رہنا ہوگا۔ مہا کیجئے گا میرا مطلب یہ ہے۔“

”سمجھ رہا ہوں سمجھ رہا ہوں اور اب براہ کرم ناشتہ کیجئے۔“ میں نے کہا پھر میں خام سے ناشتے میں مصروف ہو گیا نینس کے چہرے پر تفکر کے آثار نظر آرہے تھے مگر میں دل میں قدرت پر شمار ہوا جا رہا تھا جو ہر جگہ میرے تحفظ کا بندوبست کر دیتی ہے۔ ناشتے، فراغت حاصل کرنے کے بعد نارمن مجھے ایک اور کمرے میں لے گیا اور پھر اس نے اہل سے میک اپ کا سامان نکال کر میرے چہرے پر میک اپ کرنا شروع کر دیا اور آدھے گھنٹے کے بعد کپڑوں کا ایک سوٹ کیس اور دوسری چیزیں تیار کر کے وہ میرے ساتھ باہر نکلے پروگرام یہ تھا کہ میرے لئے کسی ہوٹل میں کمرہ بک کر دیا جائے تاکہ چینگ ختم ہونے میں وہاں وقت گزرا سکوں۔ نینس نے چلنے سے پہلے ایک تجویز پیش کی تھی اس نے کہا تھا۔ ”اگر تم اجازت دو ڈیڑھ گھنٹے میں تھوڑا سا چہرہ تبدیل کر کے مسٹر کریٹ کے ساتھ ہوٹل میں منتقل ہو جاؤں۔ اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ کوئی مسٹر کریٹ کے بارے میں سوچا نہیں سکے گا۔“

”نہیں نینس، یہ مناسب نہیں رہے گا۔“ میں نے خود یہ ذمہ داری سنبھالی ہے اور مجھ جانب سے تم بے فکر رہو۔ تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ اس وقت مسٹر کریٹ خود حکومت اسرائیل کے لئے ایک خوف ناک شخصیت بن چکے ہیں جب ساری حقیقتوں کو سامنے لایا جائے گا۔

ہے۔ اپنے کمرے میں سب سے پہلے نظر گھما کر میں نے ہر چیز کا جائزہ لیا۔ کمرے کا دروازہ بند تھا۔ الماریاں بند تھیں۔ ایر کنڈیشنر کی سرسراہٹ معمول کے مطابق تھی۔ کھڑکیوں پر پردے ہوئے ہوئے ہل رہے تھے۔ بظاہر کسی گڑبڑ کے آثار نہیں تھے لیکن میری چھٹی حس خطرے کا اعلان کیوں کر رہی ہے۔ میں بیڈ پر بیٹھ گیا۔ نہ جانے کیوں مجھے اس بات کا یقین نہ کہ ہمیشہ کی مانند میری چھٹی حس مجھے دھوکہ نہیں دے رہی تھی لیکن قصہ کیا ہے۔ اپنی جگہ اٹھا اور کمرے کی کھڑکی پر آکھڑا ہوا۔ دروازہ کھول کر باہر جھانکا۔ کہیں دور سے اسلحے کی دھمک سنائی دے رہی تھی۔ فلسطینی گوریلوں نے اسرائیل کے قیام سے لے کر آج تک اسرائیلیوں کو سکون کی سانس نہیں لینے دی تھی۔ ارض مقدس پر قابض ہو جانے والے بظاہر اپنی قوت کا اظہار کرتے رہتے تھے لیکن ان کے دل اندر سے ہمیشہ دھڑکتے ہی رہتے تھے۔ ہر وقت ہوشیار رہنا پڑتا تھا انہیں۔ بہر حال یہ دھماکے اور مشین گنوں کی تڑتڑاہٹ یہاں کے لوگوں کے لئے کوئی اہم بات نہیں تھی۔ نہ جانے کیا چکر ہے کہ بہر حال کچھ دیر تک میں اپنی جگہ کھڑا اپنے آپ کو پرسکون کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ سمجھ رہا تھا کہ ماحول ابھی تک میری مرضی کے مطابق ہے اور کوئی ایسی بات نہیں ہے جو خطرناک ہو پھر میں نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی اور اس کے بعد روشنی کا بلب بجھا دیا۔ میں اندھیرے میں ایک بار پھر کھڑکی کی جانب بڑھا۔ کھڑکی کے نزدیک پہنچ کر پردہ سرکا دیا۔ باہر کی فضا تاریک نہیں تھی۔ دور دور تک کا ماحول روشن تھا پھر میں واپسی کے لئے پلٹا ہی تھا کہ مجھے ایک ہلکی سی سرسراہٹ سنائی دی اور تیزی سے واپس پلٹا میں نے دروازے کی جانب دیکھا اور روشنی نہ ہونے کے باوجود دروازے کا چمک دار ہینڈل نظر آیا جو اوپر کی طرف واپس جا رہا تھا۔ میرے اندر ایک دوسری کیفیات جاگ اٹھیں۔ کمرے کے باہر راہ داری میں کوئی موجود تھا اور ہینڈل گھما دروازہ کھولنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میری پیشانی شکن آلود ہو گئی۔ مجھے نارمن کا انداز یاد آگیا اور نہ جانے کیوں ذہن پر یہ احساس سوار ہو گیا کہ کوئی گڑبڑ ہے ایک لمحے کے اندر میں فیصلہ کر لیا تھا چنانچہ میں بے آواز آگے بڑھا اور دروازے کی چنجنی گرا دی یہ چنجنی بھی میں انتہائی احتیاط سے گرائی تھی تاکہ باہر اگر کوئی موجود ہے تو اسے اندازہ نہ ہونے پائے۔ اب اگر کوئی اس ہینڈل کو کھولنے کی کوشش کرتا تو دروازہ آسانی سے کھل سکتا تھا۔ میں سانس روک دروازہ کھلنے کا انتظار کرتا رہا پھر میری چھٹی حس کا آخری مرحلہ بھی سامنے آگیا۔ ہینڈل ایک

پھر گھمایا گیا تھا اور پھر مجھے یوں لگا جیسے کسی نے دروازہ باہر سے بند کر دیا ہو۔ یہ حرکت میری توقع کے خلاف تھی۔ ایک لمحے انتظار کرنے کے بعد میں نے جھپٹ کر دروازے کے ہینڈل سے زور آزمائی کی مگر میرا اندازہ درست نکلا دروازہ باہر سے لاک کر دیا گیا تھا۔ یہ ایک بے حد مستحسن خیز صورت حال تھی۔ میں یہاں دوہری شخصیت رکھتا تھا۔ ایرش داش، دانش منصور کی تلاش میں زمین آسمان ایک کر دے گا اور پھر یہ جو اس کا گھر ہے میں یقین رکھتا تھا کہ اس کا دروازہ کے نتیجے میں بے شمار افراد کو سزا میں ملیں گی۔ لیکن میری موجودہ شخصیت بڑی پراسرار تھی۔ ڈائری سے مجھے مسٹر کریٹ کے بارے میں تھوڑی بہت معلومات حاصل ہوئی تھیں لیکن بہر حال مجھے اپنا تحفظ کرنا تھا اور یہ وقت ایسی باتیں سوچنے کا نہیں تھا میں نہیں جانتا تھا کہ کسی ہونٹ کے کمرے میں مجھے بند کرنے سے کسی کو کیا حاصل ہوگا لیکن یہاں سے نکلتا ضروری تھا بند کرنے کا کوئی نہ کوئی مقصد تو بے شک ہوگا۔ کافی تلاش کرنے کے بعد آخر کار مجھے پردے کے تاروں میں سے ایک ایسا تار نظر آگیا جسے حاصل کر کے میں تالا کھولنے کی کوشش کر سکتا تھا۔ یہ تار بھی مجھے بڑی مشکل سے حاصل ہو سکا تھا۔ بہر حال میں نے کسی نہ کسی طرح وہ تالا کھول لیا اور باہر جھانکا راہ داری مکمل تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی کیونکہ بلیک آؤٹ کر دیا گیا تھا۔ رات کو یہاں پر عموماً بلیک آؤٹ ہوا کرتا تھا۔ میں آہستہ آہستہ اس راہ داری میں آگے بڑھا۔ دیوار کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا میں زینوں کے قریب پہنچا ہی تھا کہ اچانک ایک فائر ہوا اور میں پھرتی سے نیچے گر پڑا۔ بڑی خوفناک صورت حال تھی۔ ایک کے بعد دوسرا فائر بھی کیا گیا اور اس کے بعد میں نے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنیں۔ میں تیزی سے زینوں کی جانب دوڑا اور برق رفتاری سے راہ داری کو عبور کر کے ٹھکی منزل پر آگیا۔ پھر وہاں سے مزید آگے اور اس کے بعد دروازے کے قریب پہنچا لیکن ساتھ ہی ساتھ میں نے پولیس کاروں کی آواز سنی تھی وہ سائرن بجاتی ہوئی ادھر ہی آرہی تھیں۔ فائرنگ کی آواز انہوں نے بھی سن لی تھی چنانچہ میں پھرتی سے اپنے بچاؤ کا انتظار کرنے لگا۔ پھر میں نے پولیس والوں کو اوپر چڑھتے ہوئے دیکھا اور میں اپنی تمام تر ذہانت سے کام لے کر وہاں سے باہر نکل آیا لیکن اچانک ہی کسی نے مجھے دیکھ لیا اور پھر ایک آواز سنائی دی۔

”اے رکو..... ورنہ، ورنہ گولی مار دی جائے گی تمہیں۔“ لیکن رکنے کا بھلا کیا سوال تھا۔ میں دوسری طرف کود چکا تھا۔ پولیس والوں نے فائرنگ شروع کر دی اور لگا تار فائرنگ کی

ان چھوڑیں گے کسی بھی لمحے وہ یہاں پہنچ سکتے ہیں۔ اگر انہوں نے مجھے دیکھ لیا تو میں مارا اگا۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

”آؤ۔“ میں اس کے ساتھ اس دروازے سے اندر داخل ہو گیا جو سامنے ہی نظر آرہا تھا۔ میرے پیچھے آگئی تھی اور پھر اس نے دروازہ اندر سے بند کر لیا تھا۔ دروازے پر موٹے پردے پڑے ہوئے تھے چنانچہ اس نے لائٹ جلا دی۔ خاصی خوش شکل بی۔ عمر بھی زیادہ نہیں ہوگی لیکن اس کے علاوہ میں نے جو کچھ دیکھا اسے دیکھ کر مجھے ایک احساس لینا پڑی تھی۔ وہ اس کمرے میں تنہا تھی کمرے میں جو تصاویر لگی ہوئی تھیں وہ بچان خیر تھیں اس کے علاوہ جو ساز و سامان یہاں رکھا ہوا تھا وہ بھی اس بات کا اظہار کرتا تھا جو اس وقت بھی چل رہا تھا جس پر گرد کی تھیں جی ہوئی تھیں تین اسٹول پڑے ہوئے ایک بیڈ تھا بس اتنا سامان تھا۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

”تم جو کوئی بھی ہو تم نے اس وقت مجھ پر بڑا احسان کیا ہے۔“
 ”اب تو تم مجھے بتاؤ کہ پولیس تمہارے پیچھے کیوں لگی ہوئی ہے جبکہ تم صورت سے آدمی نہیں معلوم ہوتے۔“
 ”برے یا بھلے کا تعین اتنی جلدی نہیں کیا جا سکتا مس!“ میں نے سوالہ نگاہوں سے دیکھا تو وہ بولی۔

”کیرو لین کہہ سکتے ہو تم مجھے۔“
 ”شکریہ مس کیرو لین میرا نام کریٹ ہے بہر حال میں تمہارا شکر گزار ہوں۔“
 ”کوئی بات نہیں میں اب تم میرے مہمان ہو لیکن صرف مہمان خیال رہے۔“
 ”کیا مطلب۔“

”کسی بات کا کوئی مطلب نہیں ہوتا۔“
 ”چھوڑو تم نے ابھی تک یہ نہیں بتایا کہ تمہارے فرار کا قصہ کیا ہے۔“
 ”جانے دو بس احسان کیا ہے۔ محسن رہو تو اچھا ہے۔“
 ”لیکن..... لیکن.....؟“
 ”کوئی اور کڑ بڑ ہوئی ہے کیا؟ کیونکہ ان دنوں تل ایب کے حالات بہتر نہیں ہیں۔“

آوازوں نے رات کے تاریک سناٹے کو مجروح کر دیا۔ زمین پر گرتے ہی میں نے بڑی سے خود کو سنبھالا اور ایک طرف دوڑ لگا دی۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ مجھے قرب و جوار ماحول کا مکمل طور پر کوئی اندازہ نہیں تھا جس گلی میں دوڑ رہا تھا وہ ناہوار تھی اور کئی بار مجھے طرح ٹھوکریں لگی تھیں ادھر پولیس والے بھی میرے پیچھے دوڑ پڑے تھے۔ قرب و جوار علاقوں کی کھڑکیاں کھل گئی تھیں لیکن روشنی کرنے کی اجازت کسی کو نہیں تھی اس وقت مجھے پناہ گاہ کی تلاش تھی۔ میں بہت تیز رفتاری سے دوڑ رہا تھا لیکن پولیس گاڑیاں بھی حرکت آگئی تھیں۔ اور میں بڑی مشکل کا شکار ہو گیا تھا۔ پھر میرے سامنے ایک دیوار آئی اور میں سے ٹکراتے ٹکراتے بچا لیکن ساتھ ہی ساتھ میرے ہاتھ کسی بدن پر بھی پڑے تھے اور ساتھ ایک چیخ کی آواز بھی سنائی دی تھی۔ غالباً کوئی عورت تھی جو اس ہنگامہ آرائی کی آواز سن کر دروازے سے باہر نکلی تھی اور میں دیوار سے ٹکرا کر اس پر جا گرا تھا۔ میں نے بے اختیار امر گردن میں ہاتھ ڈالا اور اس کے ہونٹ دبائے پھر میں نے سخت لہجے میں کہا۔

”خاموش رہو۔ میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔“ میں نے عورت کے جسم لرزے ہوئے محسوس کیا تھا۔ فائرنگ کی آواز سن کر وہ اٹھی تھی اور دروازہ کھول کر باہر بھاگ گئی تھی۔ مجھے اس جگہ کے جائے وقوع کا کوئی اندازہ نہیں تھا۔ یہ بھی پتا نہیں تھا کہ وہ عورت کس جگہ ہے لیکن بہر حال عورت میرے بازوؤں میں دبی ہوئی تھی۔ میں نے ایک بار پھر اسے آہستگی سے کہا۔

”میرے دشمن میرے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ پولیس کو میرے بارے میں غلط فہمی ہو ہے۔ ایسی صورت میں اگر تم نے چیخنے کی کوشش کی تو ایک بے گناہ زندگی موت کا شکار ہو جاوے گی۔ میری مدد کرو میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا بااں اگر تم مجھے بے گناہ مارتے ہو۔ دیکھنا چاہتی ہو تو ٹھیک ہے۔ میں تمہارا چہرہ چھوڑ رہا ہوں پولیس کو آواز دو۔“ اور میں نے اس الفاظ کے ساتھ اسے چھوڑ دیا پھر اچانک ہی اس کی آواز ابھری۔

”رکو..... رکو.....“ میں نے اپنے قدم روک دیے۔ وہ میری طرف آ رہی تھی۔ پھر اس نے کہا۔

”لیکن تم کون ہو؟ اور پولیس تمہارے پیچھے کیوں لگی ہوئی ہے۔“
 ”میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گا لیکن کیا تم مجھے عارضی طور پر پناہ دے سکتی ہو۔ وہ لوگ

”ہاں..... یہ بات تو ہے کیا تم فلسطینی ہو۔“
”نہیں۔“

”تو پھر کیوں چھپتے پھر رہے ہو۔“

”بس ڈیڑھ کیرولین میں ایک ہوٹل میں مقیم تھا کچھ میرے لئے متفکر تھے مجھ پر حملہ ہوا لیکن حملہ آور اپنی کوششوں میں کامیاب نہیں ہو سکے۔“

”چلو ٹھیک ہے میں تمہیں پناہ دے کر خوش ہوں حالانکہ پہلے میں تم سے ڈر گئی تھی میرے گھر کو دیکھ کر تم نے اندازہ لگا لیا ہو گا کہ میں کیا چیز ہوں ہر کردار کے پیچھے اس کا ایک ماضی ہوتا ہے اور یہ ماضی ہر ایک کو بتایا نہیں جاسکتا۔ بس یہ سمجھ لو کہ۔“ اچانک ہی وہ خاموش ہو گئی۔ لاؤڈ اسپیکر پر پولیس والے اعلان کر رہے تھے کہ ایک خطرناک آدمی فرار ہو گیا ہے۔ لوگ اپنے گھروں میں ہی رہیں اور دروازے کھڑکیاں بند رکھیں۔ کیرولین نے پیری طرف دیکھا اور بولی۔

”اب کیا ہو گا؟ اگر کوئی یہاں تک پہنچ گیا تو ہم اسے کیسے مطمئن کر سکیں گے۔ ہو سکتا ہے پولیس والے گھروں کی تلاشی لینا شروع کر دیں۔“ میں نے عجیب سی نگاہوں سے اسے دیکھا اور کہا۔

”مجھے یقین ہے کہ جو کچھ میں کہوں گا تم اس کا برا نہیں مانو گی جو باتیں میرے اور تمہارے درمیان ہو چکی ہیں اور جو اندازہ میں نے تمہارے بارے میں لگایا ہے کیا ان حالات میں میری یہاں موجودگی تمہارے لئے تشویش ناک ہو سکتی ہے؟ فرض کرو اگر پولیس والے یہاں آ بھی جاتے ہیں مجھے دیکھ لیتے ہیں اور تم سے میرے بارے میں پوچھتے ہیں تو تمہارے پاس جواب تو ہے۔“ میرے ان الفاظ پر اس کا چہرہ پھیکا پڑ گیا پھر میں نے فوراً ہی کہا۔

”یہ نہ سمجھنا کہ میں تمہاری توہین کرنا چاہتا ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت تم صرف میری محسن ہو اور تم نے کسی غلط جذبے کے تحت مجھے پناہ نہیں دی لیکن تمہاری یہ تشویش مجھے دکھ کا شکار کرتی ہے اور میں تم سے یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ اگر کسی کو پناہ دینے کا کوئی معاوضہ ہو سکتا ہے تو تم اس معاوضے سے محروم نہیں رہو گی۔“ اس نے رخ تبدیل کر لیا اور دیر تک خاموش کھڑی رہی باہر پولیس والوں کی بھاگ دوڑ کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں پھر چند لمحوں کے بعد اس نے کہا۔

”یہاں یہ تہا مسہری ہے۔ لیٹ جاؤ اور مجھے بتا دو کہ صبح کو تمہیں کس وقت جگا دوں۔“ اس کے لہجے میں ایک کھر درا پن تھا اور میں اس کے کھر دے پن کی وجہ سمجھ رہا تھا۔ ایک مدت زخمی ہوئی تھی لیکن میں کیا کرتا۔ میری بھی مجبوری تھی میں بہر حال چھپنا چاہتا تھا۔ وہ تہ سے بولی۔

”میں روشنی بجھا رہی ہوں، لیٹ جاؤ۔“
”لیکن۔“

”اگر تم یہ چاہتے ہو کہ میں تمہارے ساتھ اس بستر پر لیٹوں تو سوچ لینا تمہیں بھی قتل کر مائی اور خود بھی مر جاؤں گی میں تمہیں اپنے بارے میں خود بتا چکی ہوں۔ لیکن آج کی رات وہ نہیں ہوں سمجھے لیٹ جاؤ اور اگر نہیں لیٹنا چاہتے تو باہر نکل جاؤ۔“ میں جانتا تھا کہ اس اندر کی عورت جاگ اٹھی ہے۔ وہ ایک زخمی ناگن ہے اور اگر میں نے اس سے زیادہ الجھنے کوشش کی تو وہ مجھے نقصان پہنچا سکتی ہے۔ پھر میں بستر پر لیٹ گیا اور وہ مجھ سے کچھ فاصلے میں پڑ۔ اس نے روشنی بجھا دی تھی۔ تاریکی میں نظر نہ آنے والی چھت کو گھورتے ہوئے اسے سوچا کہ یہ کھیل کیا ہو رہا ہے؟ نارمن نے مجھے کریٹ سمجھا۔ بعد میں اس نے ہر طرح حفظ دینے کی کوشش کی لیکن اس کے بعد مجھ پر حملہ کرنے والے کون تھے۔ کیا یہ حملہ کریٹ حیثیت سے مجھ پر کیا گیا ہے۔ کریٹ کے بارے میں جو مختصر تفصیلات معلوم ہو سکی ہیں ان تحت یہاں تل ایبب میں فوری طور پر اس پر حملہ کرنا سمجھ میں نہ آنے والی بات تھی۔ لیکن ایسا تھا وجہ اچانک ہی مجھے میری چھٹی حس نے مجھے بتایا کہ کریٹ کی حیثیت سے میں زیادہ رے میں ہوں۔ کیوں کہ کچھ لوگ مجھے جان چکے ہیں چنانچہ میں نے آہستہ آہستہ لیٹے ہی اپنے چہرے کا میک اپ اتارا اور چہرہ تبدیل کر لیا۔ ساری باتیں اپنی جگہ لیکن فی الحال یہ چاہتا تھا کہ کم از کم نارمن کو میرے بارے میں علم نہ ہونے پائے۔ نہ جانے کیوں اب شبہ ہو رہا تھا کہ ان دونوں میں سے ایک نے خبری کی ہو گی حالانکہ وہ خبری میری نہیں بلکہ بیٹ کے لئے تھی۔ اب کریٹ کی حیثیت سے ان دونوں میں سے کوئی میری زندگی کا ہک ہے۔ مجھے کریٹ سے کوئی دلچسپی نہیں تھی اس لئے یہ جانتا بھی ضروری نہیں تھا کہ میرا نام ان دونوں میں سے کون ہے۔ وہ جو کوئی بھی ہیں بھاڑ میں جا میں مجھے ذرا سا سکون تو ہے۔ ایرش واش زندہ ہے اور وہ لوگ اب یہ جان چکے ہیں کہ دانش منصور تل ایبب میں ہے۔

حالات اور واقعات کئی بار مجھے گھیر کر اسرائیلیوں کے سامنے لائچکے تھے۔ میں نے کام بھی کیا تھا ان کے خلاف لیکن اس کے بعد ہٹ ہو گیا تھا۔ ادھر مجھے زیر زکی بھی فکر تھی ریتیم پر نہ جانے کیا بیت رہی ہوگی کچھ وقت کے لئے تو زیر زکا ساتھ چھوٹ ہی گیا تھا لیکن آنے والے وقت میں اگر مجھے موقع ملا تو ایک بار پھر میں زیر زکو تلاش کر لوں گا۔ کیوں کہ ریتیم کے ساتھ زندگی کے جولحات گزرے تھے اور شیرک کی حیثیت سے میں نے جو کچھ کیا تھا وہ میرے لئے بے حد باعث سکون تھا۔ دوسری بات یہ کہ ہم دونوں ایک ہی مشن پر کام کر رہے تھے۔ ریتیم اپنے بھائی کو تلاش کر رہی تھی اور میں رخسار کو۔ اس طرح ہمارا مشن بھی ایک ہو جاتا تھا پھر اقتدار میں رہ کر کام کرنے کا نشہ ہی مختلف ہوتا ہے۔ میں اس نشے میں سرشار تھا اور اب یہ نشہ ٹوٹ چکا تھا لیکن بہر حال دیکھتے ہیں وقت کی کہانی کیا ہوتی ہے۔ اصل چہرہ اختیار کرنے کے بعد اگر میں کیرو لین کے سامنے یہاں سے باہر نکلوں گا تو وہ میری نشاندہی کر سکتی ہے۔ سونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ دیکھیں گے تقدیر میں جو کچھ بھی لکھا ہے چنانچہ میں اس کا جائزہ بھی لیتا رہا۔ میں نے جائزہ لیا کہ وہ جاگ رہی ہے اور پھر صبح کے تقریباً پانچ بجے جب اس کی گہری گہری سانسیں ابھر رہی تھیں میں آہستہ سے اٹھا اور دروازہ کھول کر باہر نکل آیا ایک بار پھر اپنے آپ کو تقدیر کے حوالے کر دیا تھا۔ ہو سکتا ہے قرب و جوار میں میری تلاش جاری ہو اور جیسے ہی میں باہر نکلوں مجھے دیکھ لیا جائے۔ لیکن اب اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ یہ خطرہ مول لوں۔ میں اس راستے پر آگے بڑھتا چلا گیا اور بہت دور نکل آیا بڑا سنسنی خیز ماحول تھا۔ مقامی کرنسی کا میرے پاس کوئی نام و نشان نہیں تھا۔ دانش منصور کا چہرہ لئے پھر رہا تھا جو کم از کم ایرش واش کے لئے انتہائی تشویش کا باعث تھا۔ وہ میری تلاش میں تل ابیب کا گوشہ گوشہ چھان مارے گا۔ اب تک اس نے نہ جانے کیا کیا کر ڈالا ہوگا۔ اس کی نگاہوں سے بچنے کے لئے مجھے کوئی ایسا عمل کرنا تھا جو موثر ثابت ہو سکے۔ ایک بار پھر میرے ذہن میں جنون پلنے لگا۔ یہ دشمن کا شہر تھا اور دشمنوں کے شہر میں شرافت سے وقت گزارنا ممکن ہی نہیں تھا۔ کوئی ایسی کارروائی جو مجھے تھوڑا سا تحفظ دے وے اور اس طرح کے کاموں کے لئے شرافت سے سوچنا بے عقلی کی بات ہوتی ہے۔ حالات ایسے ہی ہیں اپنی زندگی بچانے کے لئے دوسرے کی زندگی لینا پڑ جاتی ہے خاص طور سے ایسے حالات میں میری نگاہیں بھٹک رہی تھیں اور میں کسی ایسی شخصیت کی تلاش میں تھا جسے اپنا شکار بنا سکوں۔ جو لوگ غلط ہوتے ہیں وہ تو غلط کاریاں

لیکن شریف لوگ زیادہ مصیبت کا شکار ہوتے ہیں۔ پتا نہیں وہ یہودی تھا یا نہیں ہنری فروش تھا اور ایک پیچھے سے کھلی ہوئی گاڑی میں سبزیاں لادے آہستہ روی سے ایک ڈرائیو کرتا ہوا جارہا تھا۔ عمر ستر سال سے زیادہ ہوگی۔ میں نے اسے ہاتھ سے اور شریف آدمی رک گیا۔ اس نے لمبی سی گردن نکال کر مجھے دیکھا اور بولا۔
 ”ہاں! کیا ہے؟“

جناب اگر آپ اگلے چوراہے پر مجھے چھوڑ دیں۔ تو میں آپ کا بے حد شکر گزار ہوں نے کہا۔ بوڑھے آدمی نے دھندلائی ہوئی آنکھوں سے مجھے دیکھا اور کہا۔
 ”اؤ بیٹھ جاؤ میرے ساتھ۔“ میں شکریہ ادا کر کے اس کے قریب بیٹھ گیا اور اس نے مجھے بڑھا دیا۔

”میں آپ کا نام پوچھ سکتا ہوں؟“

”ہمیں جہاں تک جانا ہے وہاں تک جاؤ یہ فضول باتیں کیوں شروع کر دیں تم نے۔“
 ”ہوئے لہجے میں بولا۔“

”میں جناب اصل میں بڑی عجیب بات ہے آپ میرے ایسے عزیز کے ہم شکل ہیں عزیز تھے۔“ وہ مسکرایا پھر بولا۔

”یہ کیا چاہتے ہو؟ اصل میں ایسی باتیں اسی وقت کی جاتی ہیں جب کوئی کسی کو اپنے ماننے کی کوشش کرتا ہے۔ میں ایک بوڑھا آدمی ہوں اور تم مجھے اپنے جال میں اودھ سے زیادہ کیا حاصل کر سکتے ہو۔ چلو ٹھیک ہے اگر میں تمہارے عزیز کا ہم شکل تھا تو پر بھی لازم ہے کہ میں تمہاری تھوڑی بہت خاطر مدارات کروں۔ وہ جو سامنے ایک مکان نظر آ رہا ہے وہ میرا ہے۔ یوں سمجھو میں اپنے گھر تک پہنچ گیا تھا لیکن اگر ضرورت ہے تو بعد میں تمہیں تمہاری منزل تک پہنچا دوں گا فی الحال میرے ساتھ رہیں چائے پیو مجھے خوشی ہوگی۔“ میں ہنسنے لگا میں نے کہا۔

”آپ یہ سمجھتے ہیں کہ ایک پیالی چائے کے لئے میں آپ سے یہ غلط باتیں کر رہا ہوں؟ عرض کروں گا کہ کبھی کبھی انسان کے خلوص سے کہی ہوئی کوئی بات بھی ایک غلطی ہے۔ پھر میں آپ کے ساتھ ایک پیالی چائے ضرور پیوں گا۔“ نیلے رنگ کے گھر آنے والے وہ ڈرائیونگ روم دیکھا جس میں بوڑھا مجھے لے گیا تھا اور میری آنکھیں

حیرت سے پھیل گئیں۔ شکل سے انتہائی مفلوک الحال نظر آنے والا یہ بوڑھا کیا صرف سبز فروخت کر کے اتنی دولت کما لیتا ہے کہ اتنا عالی شان ڈرائیونگ روم اس نے بنایا۔ بوڑھے کہا۔

”تم بیٹھو میں ذرا اپنی بیٹی سے چائے کے لئے کہہ دوں۔“ میں بیٹھ گیا اور صورت کا جائزہ لینے لگا۔ تھوڑا دیر کے بعد کوئی تیس بیس سالہ عورت بوڑھے کے ساتھ کمرے داخل ہو گئی اس نے مجھے دیکھا پھرائی ہوئی نگاہوں سے دیکھتی رہی پھر مسکراتی ہوئی بولی۔

”میرے ڈیڈی کا نام مسن ہے اور میرا نام شائلی۔“

میں بیوہ ہو چکی ہوں میرا شوہر فلسطینیوں کے ہاتھ مارا گیا ہے۔ اب ہم باپ زندگی گزار رہے ہیں۔ پاپا کے چھوٹے قطعے میں سبزیوں کے فارم ہیں اور پاپا خود ہی ان فادوں پر کام کرتے ہیں۔ انہوں نے سبزیوں کے لئے کچھ لوگوں کو مخصوص گاہک بنا رکھا ہے۔ اپنے فارم کی سبزیاں ان کے ہاتھوں فروخت کر دیتے ہیں۔ بس یہ چھوٹا سا کام ہے ہمارا۔ سمجھے آپ! باقی گھر اور اس گھر کی ڈیکوریشن میرے مرحوم شوہر کی چھوڑی ہوئی ہے۔ اب یہ بتائیے چائے کے ساتھ کیا لیں گے۔“

”نہیں کچھ نہیں۔“ وہ تو ایک مذاق کی بات تھی۔ میں نے آپ کے پاپا سے تعارف حاصل کرنا چاہا تو کہنے لگے کہ لفٹ لینے کے علاوہ اگر تم کچھ اور چاہتے ہو تو آؤ یہ ساتھ میرے گھر چلو میں بس مذاق ہی مذاق میں یہاں چلا آیا۔“

”نہیں اب یہ مذاق نہیں ہے۔ ویسے ہمارے گھر بہت کم مہمان آتے ہیں اگر مہمان آجاتا ہے تو مجھے بے حد خوشی ہوتی ہے۔ میں آپ کے لئے چائے لے آؤں۔“ میرے سامنے بیٹھ گیا میں نے کہا۔

”آپ کی بیٹی آپ سے کہیں زیادہ خوش اخلاق ہے مسٹر مسن۔“

”لڑکیاں جب نوجوان لڑکوں کو دیکھتی ہیں تو بہت زیادہ خوش اخلاق ہو جاتی ہیں۔“ کوئش کرتی ہیں کہ وہ اپنے اخلاق کا زیادہ اثر ڈالیں۔ اور نوجوان بھی ان کی پذیرائی ہیں۔ تم دونوں مل کر مجھے ایک بد اخلاق آدمی ظاہر کرنے کی کوشش کرو گے حالانکہ یہ ایک سچائی ہے کہ میں ہی تمہیں یہاں تک لے کر آیا ہوں۔“ بڑے مزے کی باتیں ہو رہی تھیں بیس سالہ عورت شائلی چائے لے آئی اس کے ساتھ ڈرائی فروٹ وغیرہ بھی تھے۔

ماہتمام سے برتن ہمارے سامنے سجا دیئے اور پھر خود بھی بیٹھ کر چائے بنانے لگی۔ پھر

”آپ نے اب تک اپنا تعارف نہیں کرایا۔“

”اوہ..... میرا نام شیرک ہے۔“ میں نے جلدی سے کہا۔ یہ نام ویسے بھی بچھے کافی سے ذہن پر چڑھا ہوا تھا اس وقت منہ سے ہی نکل گیا ہے۔ وہ کہنے لگی۔

”آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی شیرک۔“

”شکر یہ مس شائلی۔“

”مجھے مس نہ کہیں میں آپ کو اپنے بارے میں بتا چکی ہوں۔“

”سوری..... نہ جانے کیوں آپ کو مس کہنے کو دل چاہتا ہے۔ ویسے معذرت خواہ ہوں لوگ عجیب وغریب تقدیر لے کر پیدا ہوتے ہیں۔ آپ جس نے اپنی زندگی کا ابھی ہی کیا تھا ایک ایسے حادثے سے دو چار ہو گئیں ویسے مجھے اس بات کا بے حد افسوس شائلی نے گردن جھکا لی۔ چائے کا کپ اس نے میرے سامنے پیش کیا اور پھر ڈرائی کی پلیٹ میں نے شکر یہ کے ساتھ کچھ پیس اٹھالئے۔ ان دونوں نے بھی اپنے لئے مٹائی اور سامنے رکھ کر بیٹھ گئے۔ اس وقت یہ چائے مجھے بڑی غنیمت محسوس ہوئی دل بھی اٹھا۔ میں نے چائے کے چند گھونٹ لئے اور اس کے بعد ان دونوں کی جانب متوجہ ہو

”بہر حال میں آپ سے.....“ اچانک ہی میرے اندر ایک عجیب سی تبدیلی پیدا ہوئی۔ میں ایک لہری آئی تھی اور پلکیں کچھ جھپکنے سی لگی تھیں میں نے چونک کر ان دونوں کو دیکھا کی صورتیں ہلکی ہلکی دھندلا گئی تھیں۔ تب میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ویسے مس شائلی معاف کیجئے گا چونکہ مجھے آپ نے اپنے شوہر کا نام نہیں بتایا ہے اس بار میرے منہ سے مس نکل جاتا ہے۔ کیا آپ یہ بتانا پسند کریں گی کہ چائے کے اندر اور دوا دینے کا مقصد کیا ہے؟ اگر آپ ویسے ہی کوئی خدمت میرے سپرد کرنا چاہتی ہیں۔“ میری آواز ڈھیلی سے ڈھیلی ہوتی جا رہی تھی بولتے ہوئے سخت دقت ہو رہی تھی پھر بعد میں اسر سینے پر ٹپک گیا اور میں ماحول سے بے خبر ہو گیا۔ لیکن جب ہوش آیا تو ہائی شان دار بستر پر دراز تھا اور ایک بہت ہی حسین لڑکی مجھ سے تھوڑے فاصلے پر بیٹھی

ہمزبہ جو شائلی کے نام سے میرے سامنے آئی تھی اس مشکل کی جڑ تھی ہو سکتا ہے اس کا تعلق تل ابیب کے کسی ادارے سے ہو جس کا تعلق سیوری سے ہو اور بھلا اس سے دلچسپ نہ کیا ہو سکتی ہے کہ ایرش واش کے لئے ایک خوب صورت تحفہ گھر میں آجائے مجھے بے اختیار ہنسی آگئی اور انکا چونک کر میری صورت دیکھنے لگی پھر بولی۔

”آپ وہی طور پر جس قدر طاقتور ہیں مسٹر دانش منصور اس کے بعد یہ تو سوچا بھی نہیں سکتا کہ کوئی عارضی حادثہ یا صدمہ آپ کو اس حد تک مضحک کر دے کہ آپ دیوانوں کی طرح بے لگس۔“

”کیا تم یہ سوچ رہی ہو کہ میرا دماغ خراب ہو گیا ہے؟“

”نہیں آپ کی ہنسی کچھ مجھ میں نہیں آئی۔“

”سڑک پر جا رہا تھا کہ ایک بوڑھا شخص ملا اور اس نے اپنا نام میں بتایا۔ میں نے اس کو اس بوڑھے کو ہاتھ دے کر روکا تھا کہ مجھے ایک عارضی سہارا اور کار تھا اور جب بوڑھے نے چائے کی پیشکش کی تو میں خوشی سے اس کے گھر چلا گیا۔ میں اس بات پر ہنس رہا ہوں مس انکا آخر چند لمحوں کے اندر اندر مجھے چائے میں بے ہوشی کی دوا دینے کی کوشش کیوں کی اس کا اب انکا بھی ہنس پڑی پھر اس نے کہا۔“

”شائلی موساد کی ایجنٹ ہے اور موساد کے ڈیپارٹمنٹ میں ریکارڈ کنٹرولر ہے اور اس کو میں آپ کی بہت بڑی تصویر موجود ہے مسٹر دانش منصور۔ شائلی تو آپ کو دیکھ کر اس قدر ہنسی گئی تھی کہ آپ سوچ بھی نہیں سکتے۔ اس نے تین منصوبے بنائے تھے۔ پہلے منصوبے یہ تھا کہ آپ کو چائے میں بے ہوشی کی دوا دی جائے۔ اگر کسی طرح سے اس کا یہ منصوبہ عمل میں آتا تو کمرے میں گیس بم پھینکا جاتا اور آپ کو بے ہوش کر دیا جاتا۔ تیسرے منصوبے کے بارے میں اس نے مجھے نہیں بتایا۔ لیکن وہ پہلے ہی مرحلے پر آپ پر قابو پانے کا منصوبہ ہو گیا۔ خود اس نے ملاقات کی تھی۔ ویسے ایک بات کہوں آپ کا بے ہوش ہو جانا مجھے حق میں بہت ہنسا ہوا ہاں میں سمجھ گئی کہ اس کا تیسرا منصوبہ کیا تھا۔ اصل میں وہ شخصیت بڑی پرکشش ہے اور شائلی کو اس بات کا افسوس ہوا کہ آپ چائے پیتے ہی ہنسی کیسے ہو گئے۔ مطلب سمجھ رہے ہیں نا آپ۔“ جو مطلب وہ مجھے سمجھا رہی تھی وہ میں لیا تھا لیکن سمجھنا نہیں چاہتا تھا۔ میں خنک ہونوں پر زبان پھیر کر خاموش ہو گیا۔ پھر میں

ہوئی کوئی رسالہ پڑھ رہی تھی۔ اس نے پاؤں پر پاؤں رکھا ہوا تھا اور بڑی پرسکون نظر آ رہی تھی۔ میں نے پچھلے گزرتے ہوئے وقت پر نگاہ ڈالنے کی کوشش کی۔ شائلی بھی یاد آگئی اور بوڑھا میں بھی لیکن انتہائی حیرت ناک بات تھی کہ جس جگہ میں بالکل اتفاقیہ جا پہنچا تھا وہاں میرے ساتھ یہ سلوک کیوں کیا گیا میں واقعی بالکل نہیں سمجھ پایا تھا۔ پھر شاید لڑکی نے میرے بدن کی سرسراہٹ سے یہ بات محسوس کر لی کہ میں ہوش میں آ گیا ہوں۔ اس نے رسالہ چہرے سے ہٹا کر میری طرف دیکھا میں تو اسے دیکھ ہی چکا تھا۔ مجھے جاگتے دیکھ کر اس نے رسالہ رکھ دیا اور مدھم سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

”ہیلو! میرا نام انکا ہے۔ انکا سمجھ میں آ گیا۔“

”بالکل آ گیا مس انکا۔“ میں اپنی جگہ سے اٹھ کر بیٹھ گیا اور میں ایرش واش کی سیکڑی ہوں وہ بے دھڑک بولی لیکن میرے دماغ کو جتنے شدید جھٹکوں کا سامنا کرنا پڑا میں ہی جانتا ہوں۔ ایرش واش کا نام اتنی بے باکی سے میرے سامنے آ رہا تھا کہ میں حیران رہ گیا تھا۔ کچھ لمبے تک میں بالکل بول نہ سکا تو لڑکی نے ایک اور دھکا کیا کہنے لگی۔

”آپ کو یقیناً یہ بات سن کر حیرت ہوئی ہوگی مسٹر دانش منصور۔“ میں نے تھکی تھکی آنکھوں سے اسے دیکھا۔ سارا کھیل ہی بگڑ گیا تھا۔ میں خاموش رہا تو وہ کہنے لگی۔

”بات اصل میں یہ ہے کہ یہ تو مسٹر دانش کا گھر ہے۔ آپ نے یہاں اس پیمانے پر کام نہیں شروع کیا مسٹر دانش منصور جس پیمانے پر آپ کو کام شروع کرنا چاہئے تھا آپ کو اصولی طور پر ان تمام معاملات سے واقف ہو کر یہ کوشش کرنی چاہئے تھی کہ آپ فلسطینیوں سے ملے۔ آپ خود سوچیں تل ابیب میں مسٹر ایرش واش کا کوئی دشمن کسی کے سہارے کے بغیر کہاں طرح محفوظ رہ سکتا ہے۔“ لڑکی مجھ پر مسلسل حملے کے جاری تھی اور میرے ہوش و حواس ہر لمحہ ساتھ چھوڑتے جا رہے تھے۔ پھر میں نے ایک جھرجھری سی لی۔ میں نے اپنے آپ کو سنبھالایا اب حقیقتوں سے گریز کسی طرح ممکن نہیں تھا جو باتیں سامنے آچکی تھیں ان سے تو یہ مکمل طور پر ظاہر ہو گیا تھا کہ میں بڑی خوب صورتی کے ساتھ ایک جال میں پھانس لیا گیا ہوں۔ مگر میں نے نہیں آتا تھا کہ اتفاقیہ سڑک پر ملنے والا ایک شخص مجھے اپنے گھر لے گیا تھا اور جو ایک ناکارہ سا بوڑھا تھا آخر مجھ سے کس طرح واقف ہو گیا کہ چند لمحوں کے اندر اندر اس نے میرا کھیل بگاڑ دیا۔ لیکن پھر فوراً مجھے احساس ہوا کہ کھیل بگاڑنے میں اس بوڑھے کا ہاتھ نہیں تھا لیکن

نے کہا۔

”مسٹر واش کہاں ہیں؟“ اس بار وہ پھر ہنس پڑی اور اس نے کہا۔

”بڑا معمولی سا سوال کر رہے ہیں آپ۔ مسٹر واش کی اصل شخصیت کو میرا خیال آپ نے جانا ہی نہیں مسٹر دانش منصور حالانکہ آپ کے بارے میں بڑے بڑے افسانے ہیں کہ آپ یہ ہیں وہ ہیں، وہ ہیں، یہ ہیں۔ اب آپ اسی جگہ کو دیکھ لیجئے میں یہاں آ سانسے بیٹھی ہوں نہتی ہوں میرے پاس پستول ہے نہ ریو اور کوئی ایسی چیز نہیں ہے میں آپ کو کسی تخریب کاری سے باز رکھ سکوں لیکن اس کے باوجود میں آپ کے بیٹھی ہوں۔“

”اس کی وجہ ہے۔“ میں نے غصیلی آواز میں کہا۔

”کیا۔“

”آپ خاتون ہیں۔ اور یہ سوچنے پر مجبور ہیں کہ دنیا کا ہر شخص آپ کے حسن میں گرفتار ہو سکتا ہے۔ آپ سوچتی ہیں کہ ایک نوجوان آدمی ایک نوجوان لڑکی پر تشدد کر سکتا۔“

”نہیں آپ یقین کیجئے میں ایسا بالکل نہیں سوچ رہی۔ اصل میں میں واش کے بارے میں بتا رہی تھی۔ مسٹر واش اس قدر اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک ہیں کہ اپنے دشمن کو بالکل سے چھوڑ دیتے ہیں اور پھر ان کا تجزیہ کرتے ہیں۔ خود اپنے آپ پر اور یہ جاننے کے کرتے ہیں کہ دشمن میں کس قدر جان ہے۔ یعنی یہاں رہ کر آپ ان کا کچھ بھی نہ سکتے۔ مسٹر دانش منصور بہت بڑی شخصیت سے ٹکرا گئے ہیں آپ۔ ماضی میں شاید واقعات ہوئے ہیں جن کی کہانی اگر لکھی جائے تو لکھنے والا بھی کہے گا کہ آپ نے واش کو تھوڑا بہت مجبور کر دیا تھا کہیں لیکن اس کے بعد آپ دیکھ لیجئے وہ زندہ ہیں آ کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے۔ یہاں جو واقعات پیش آئے مجھے ان کی بھی تفصیلات معلوم آپ چند گھنٹوں کے اندر اندر دوبارہ مسٹر واش کے قبضے میں ہیں۔“ سارے الفاظ تو مچھے۔ لڑکی جس سکون سے یہ باتیں کر رہی تھی میرا دل و دماغ جھنجھنا جا رہا تھا لیکن انہوں نے بعد میں نے ایک آواز سنی۔

”کیا وہ درست نہیں کہہ رہی مسٹر دانش منصور۔“ یہ الفاظ ادا کرتے ہوئے

لے دروازے سے ایریش واش اندر داخل ہو گیا۔ بہترین لباس میں ملبوس تھا۔ بے حد اسماٹھ اور ہاتھ۔ میں نے فوراً ہی خود کو سنبھالا۔ اس کے سامنے نہ جانے کیوں احساس برتری ہوتا یہ وہ شخص تھا جسے کئی بار میرے ہاتھوں زک اٹھانی پڑی تھی۔ میں مسکراتی نگاہوں سے اسے لہ لگا پھر میں نے کہا۔

”اپنے دل میں آپ بہت خوش ہوں گے مسٹر ایریش واش لیکن یہ تو کھیل ہوتا ہے اور کھیل میں ہر طرح کے واقعات کی توقع رکھنی چاہئے۔“

”گویا تم اس بات کو تسلیم نہیں کرنا چاہتے کہ مجھے تم پر برتری حاصل ہے۔“

”اس وقت۔“ میں نے سوال کیا۔

”نہیں اس سے پہلے بھی میں نے تمہارے دل میں ایک ایسا سوراخ کر دیا ہے جسے تم اپر نہیں کر سکتے۔“

”ہاں! یہ ایک حقیقت ہے۔ میں بھی کسی ایسی ہی چیز کی تلاش میں ہوں مائی ڈیر ایریش جس کا تعلق تمہارے دل سے ہو اور شاید مجھے بھی ایسا کوئی سوراخ کرنے کا موقع ملے۔“

”یہ لمحات ان کے بارے میں تم کیا کہتے ہو۔“

”میں نے کہا نا یہ تو لڑائی لڑائی کا کھیل ہے۔ آگے چل کر ہی فیصلہ ہو گا کہ اس کھیل میں نے کیا کھویا اور کیا پایا۔“

”آؤ میرے ساتھ۔“ اس نے کہا۔ اس دوران ان کا عجیب سی نگاہوں سے ہم دونوں کو رہی تھی۔ میری نگاہ اس پر پڑی تو اس نے آنکھیں جھکا لیں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آیا تھا اس پر عمل۔ لیکن بہر حال میں نے ایریش واش کے ساتھ چلنے کی آمادگی ظاہر کر دی۔ قرب و ماحول میری نگاہوں میں تھا اور مجھے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ اس وقت اگر میں چاہوں تو واش پر قابو پا سکتا ہوں اور اسے ختم بھی کر سکتا ہوں۔ وہ کتنا ہی چالاک سہی جو پتھویشن وقت میرے سامنے تھی میں اس سے پورا فائدہ اٹھا سکتا تھا لیکن میں نے صبر سے کام لیا۔ اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ باہر نکل کر میں نے اس عمارت کو دیکھا بہت شان دار عمارت اب پتا نہیں تل ابیب کے کون سے علاقے میں تھی۔ ہم آگے بڑھ کر لفٹ کے پاس پہنچے۔ لفٹ نے ہمیں آخری منزل پر پہنچا دیا۔ اس کے بعد چھت تھی جس کے لئے ہمیں چند

سیڑھیاں طے کرنا پڑیں اور اس چھت پر میں نے ایک ہیلی کاپٹر کھڑے ہوئے دن اندازہ ہو گیا تھا کہ مجھے یہاں لانے کا مقصد ہی یہی ہے کہ وہ ہیلی کاپٹر سے سفر کرے چاہتا تھا کہ کہاں جا رہا ہے اور کیا کرنا چاہتا ہے۔ اس نے کہا۔

”آؤ ایک دوستانہ پیش کش ہے کہ اس سفر کا اختتام کسی بہتر جگہ ہی ہو گا اس غلط عمل کرنے کی کوشش نہ کرنا۔“ میں ہنس کر خاموش رہا تھا۔ ہیلی کاپٹر کے قریب اس کھڑا ہوا تھا۔ اس نے احترام سے سر جھکایا اور دروازہ کھول دیا۔ پھر میں ایرش واش اس میں بیٹھ گیا تھا۔ دروازے بند ہوئے اور پائلٹ نے اپنی سیٹ سنبھالی پھر چند لمحوں بعد ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہو گیا اس نے ایک مخصوص سمت اختیار کی اور چل پڑا۔ میری ہڈی ہلک رہی تھی تا حد نگاہ عمارتیں نظر آرہی تھیں۔ دوسری جانب پہاڑی ٹیلے تھے اور ان ساتھ ریگستان۔ ہم تقریباً دو گھنٹے کا سفر طے کر کے ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں تھوڑے سا مکانات وغیرہ نظر آرہے تھے۔ ان مکانات کی بناوٹ دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ کوئی آبادی ہے بہر حال ابھی زیادہ فاصلہ طے نہیں کیا تھا کہ اچانک میرے ذہن میں ایک سی پیدا ہو گئی۔ میں یہ جانتا تھا رخسار ایرش واش کے قبضے میں نہیں ہے اور اس کو ابھی لین کے قبضے میں سنا گیا ہے۔ میں اس وقت ایرش واش کو نقصان پہنچا دوں تو کوئی حراس اس طرح کم اکم آزادی تو قائم رہے گی ورنہ یہ شخص جہاں بھی مجھے لے جا رہا ہے وہاں لئے کوئی خوش گوار زندگی نہیں ہوگی۔ اس دوران چونکہ میں ایرش واش سے جڑ کر بیٹھا اس لئے مجھے اس کی جیب میں پستول کا بخوبی اندازہ ہو گیا تھا۔ پھر میں نے اچانک ڈالا۔ میرا ہاتھ بڑی آہستگی سے ایرش واش کی جیب میں داخل ہوا پھر باہر نکلا تو میرے میں انتہائی جدید ساخت کا ریوالور تھا۔ ایرش واش کو ایک دم احساس ہو گیا اور ایک لمحے لئے وہ بدحواس سا ہو گیا لیکن دوسرے لمحے میں نے ریوالور کی نال اس کی پسلی سے سر دلچے میں کہا۔

”ہیلی کاپٹر اسی جگہ نیچے اتار لیا جائے ورنہ میں اس کا انتظار نہیں کروں گا کہ اس کے ساتھ ساتھ میں بھی زندگی سے محروم ہو جاؤں۔“ ایرش واش کا چہرہ دھواں ہو گیا نے پھر کہا۔

”تم اپنے دونوں ہاتھ سامنے رکھو ڈیزل ایرش ورنہ میں اس کی تمام گولیاں تمہارے

ہاتھوں میں رکھوں گا صرف ایک گولی باقی رکھوں جو اس پائلٹ کے لئے ہوگی۔“

”تم دیوانے ہو گئے ہو۔ تمہیں اندازہ ہے کہ جو حرکت تم کر رہے ہو۔“

”سٹ اپ۔“ تھوڑی دیر پہلے تو جس طرح لن ترانیاں کر رہا تھا میں اس پر بھی ہنس

اٹھا ایرش واش ایک لمحہ ضائع نہ کر ہیلی کاپٹر نیچے اتارنے کا حکم دے ایسے۔“

”بکواس کر رہے ہو تم۔ میں..... میں..... میں۔“

”پائلٹ اگر تو زندہ رہنا چاہتا ہے تو ہیلی کاپٹر نیچے اتار دے۔“ پائلٹ نے میری طرف دیکھا صورت حال کو محسوس کیا۔ میں نے اسے ریوالور سے اشارہ کیا تو اس نے خوف سے انداز میں ہیلی کاپٹر نیچے اتارنا شروع کر دیا۔ میں ایرش واش کو دیکھ رہا تھا۔ ایرش واش کی طرح بل کھا رہا تھا میں نے پوری قوت سے ریوالور اس کے شانے پر مارا اور اس نے طعن سے ایک کرب ناک چیخ نکلی گئی۔ ہیلی کاپٹر کو ایک جھٹکا لگا تھا کہ میں نے پائلٹ سے ہاتھ۔

”نہیں میں نے اسے قتل نہیں کیا ہے تم اپنا کام جاری رکھو۔“ کچھ لمحوں کے بعد ہیلی کاپٹر ریت کے ایک ایسے حصے میں اتر گیا جو خاصا ہموار تھا۔ اس کے پتھروں کی ہوا میں ریت نے اڑا کر اس کے گرد ایک حصار بنالیا پانی کی شرشر شرشر سنائی دے رہی تھی اور یہ شرشر شرشر اس کے لے کی تھی جو شاید کسی پہاڑی مقام سے بہتا ہوا آیا تھا۔ اطراف کا علاقہ سنسان پڑا ہوا تھا۔ ردور تک کوئی آبادی نہیں تھی۔ میرے اشارے پر پائلٹ نے مشین بند کر دی تھی اور اس کے درمیں نے ایرش واش کی طرف دیکھا۔

”چلو۔“ میں نے اس سے کہا اور وہ اپنی جگہ سے کھٹکنے لگا۔

ریوالور کی نال میں نے اس کی پشت سے لگا رکھی تھی۔ پھر میں نے پائلٹ سے کہا ”تم لی۔“ ایرش واش اپنا ایک ہاتھ اس شانے پر رکھے ہوئے تھا جو مجروح تھا۔ نیچے اترتے ہی اب سے پہلے میں نے پائلٹ کا نشانہ لیا اور گولی چلا دی۔ پائلٹ کے سر کے چیتھڑے اڑ گئے تھے۔ میری اس سفاک حرکت کو ایرش واش نے بدحواس نگاہوں سے دیکھا اور اس کے چہرے عجیب سے تاثرات پھیل گئے پھر اچانک ہی اس نے گھوم کر ریوالور پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی لیکن میرا نشانہ برا نہیں تھا۔ ریوالور کی دوسری گولی نے اس کے ہاتھ کے عین درمیان میں براخ کر دیا۔ میں غرائی ہوئی آواز میں بولا۔

”واش بہت چالاک ہو تم لیکن میں نے بھی بہر حال تم ہی لوگوں کے درمیان زندگی گزاری ہے۔ چلو غالباً نخلستان ہے ہمارے لئے بہترین جگہ ہوگی۔ چلو!“ میں غرایا اور اس نے چلنا شروع کر دیا سامنے ہی تین درخت نظر آ رہے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ گھاس کا ایک چھوٹا سا میدان غالباً اس پہاڑی نالے نے اس طرف سے گزرتے ہوئے صحرا پر تھوڑی سی عنایت کر دی تھی بہر حال وہ آگے بڑھنے لگا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم ان درختوں کے قریب پہنچ گئے۔ میں نے ایرش واش کو ہاتھ اٹھانے کے لئے کہا لیکن وہ درد سے کراہ رہا تھا۔ میں نے اس کے جسم کی تلاشی لی اس ریوالور کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا اس کے پاس۔ تب میں اسے بیٹھنے کا اشارہ کر کے خود اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

”ہاں ایرش واش تم نے بہت ذہانت سے کام لیا تھا لیکن آخر کار تم ادھر آ پہنچے۔“
 ”بے وقوف آدمی میں جو کچھ کرنے جا رہا تھا تمہاری بہتری کے لئے تھا۔ تم یہ نہ سمجھا کہ تم نے مجھ پر قابو پا لیا ہے۔“

”ایرش واش کہاں لے جا رہے تھے تم مجھے۔“

”تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا تم مجھ سے یہ بات معلوم کر سکو گے۔“

”شاید۔ اچھا یہ بتاؤ کہ کیا واقعی رخسار فرولین کے پاس ہے۔“

”میں کچھ نہیں جانتا۔“

”سوچ لو۔“

”سوچ لیا میں نے۔“ وہ بولا اور پھر اس نے ایک ایسی حرکت کی جس کی اس وقت مجھے توقع نہیں تھی حالانکہ اس کا ہاتھ زخمی تھا اور وہ کراہ رہا تھا لیکن کراہتے کراہتے اس نے اچانک ہی ایک مٹھی میں ریت بھری اور میرے اوپر اچھال دی۔ ایک لمحے کے لئے میرے اور اس کے درمیان ریت کی چادر کا پردہ آ گیا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس نے پیچھے چھلانگ لگا دی۔ میں نے اسے بھاگتے ہوئے دیکھا میری آنکھوں میں ریت بھری ہوئی تھی لیکن میں غرایا ہوئی آواز میں بولا۔

”ایرش واش رک جاؤ۔ تمہیں اس طرح ہلاک کر کے مجھے خوشی نہیں ہوگی۔“

”بکواس بند کر۔“ اس نے کہا اور پھر دوڑ لگا دی۔ تب مجبوراً میں نے اس پر دو گولیاں چلائیں یہ دو گولیاں اس کی ٹانگوں کو زخمی کر گئی تھیں وہ نیچے گرا اور اس کے بعد ایک بار پھر اس

نے مٹھی میں ریت بھر کر مجھ پر اچھالی۔ میں اس کے قریب پہنچ گیا تھا۔ میں نے اندھا دھند اس پر گولیوں کی بارش کر دی اور چند لمحوں کے بعد وہ سرد ہو گیا۔ آنکھیں صاف کرنے کے لئے کوئی چیز میرے پاس نہیں تھی۔ جب میں نے یہ اندازہ لگایا کہ اب اس میں زندگی باقی نہیں ہے تو ریوالور رکھ کر میں نے اپنی قمیض کے دامن سے آنکھیں وغیرہ صاف کیں اور اس کے بعد میں اسے دیکھنے لگا۔ ایرش واش مر گیا تھا۔ اب یہاں سے صورت حال تبدیل ہو گئی تھی۔ پتا نہیں کیا چکر ہے۔ کیا ہونا چاہئے آگے۔ میں وہاں سے چل پڑا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ یہ ریگستان کتنا وسیع ہے اور ان صحراؤں میں زندگی بچانے کی کیا قیمت ہے مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا۔ لیکن میں چلتا رہا اور پھر ہوش و حواس ساتھ چھوڑنے لگے۔ یہ بھی بھول گیا کہ کتنا لمبا سفر طے کیا ہے۔ چل رہا تھا اندازہ نہیں تھا کہ کب رات ہوئی اور کب صبح۔ وہ بھی شاید ایک نخلستان ہی تھا جہاں میں خود بخود پہنچ گیا تھا۔ ٹھنڈے پانی کا چشمہ کھجور کے درخت زمین پر پڑی ہوئی کھجوریں جو اس وقت میرے لئے زندگی بخش ثابت ہوئی تھیں پیٹ بھر کر کھجوریں کھائیں پانی پیا اور شاید یہ نقاہت اور تھکن ہی تھی جس نے مجھے دنیا سے بے خبر کر دیا۔ بے خبری کمال کی چیز ہوتی ہے۔ واقعی انسان کے بس میں کچھ نہیں ہوتا۔ تقدیر۔ زندگی قدرت کا عمل ہی بنیادی حیثیت رکھتا ہے اور سب کچھ اسی کے مطابق ہوتا ہے۔ نہ جانے کتنا وقت گزرا تھا۔ جاگا اپنے اطراف میں دیکھا۔ درختوں پر پرندے پھدک رہے تھے لیکن کچھ ہی لمحوں کے بعد محسوس ہوا کہ کوئی قریب ہی موجود ہے۔ چندھیائی ہوئی آنکھوں سے ان سرسراہٹوں کی جانب نگاہ کی تو طبیعت پر خود بخود ایک شگفتگی طاری ہو گئی۔ میں حیران حیران سا اسے دیکھنے لگا۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی وہم ہو۔ نظری دھوکا ہو۔ درخت بھی وہی تھے قرب و جوار میں کھجوریں بھی پڑی ہوئی تھیں۔ پانی کے چشمے کی شرٹز شرٹز صاف سنائی دے رہی تھی اور اس کے ساتھ ہی وہ چہرہ جو اجنبی نہیں تھا میں نے اس کا نام یاد کرنے کی کوشش کی اور جاگتے ہوئے ذہن میں اس کا نام بھی آ گیا وہ انیکا ہی تھی۔ میں نے اسے آواز دی۔ یہ بے اختیار کا عالم تھا لیکن وہ قریب پہنچ گئی اور اس نے کہا۔

”ہوش آ گیا تمہیں۔“

”کیا مجھے ہوش آ گیا؟“ میں نے الٹا اس سے سوال کیا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ

پھیل گئی۔

”کیا تم خود کو سوتا ہوا محسوس کر رہے ہو۔“

”جی نہیں۔“

”اٹھو اٹھ کر بیٹھ جاؤ۔“

”کیا واقعی؟“ میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ تب میں نے ایک شان دار لینڈ کروزر دیکھی وہ ایک طرف کھڑی ہوئی تھی۔ اس پاس کوئی موجود نہیں تھا۔ میں اسے دیکھتا رہا پھر میں نے کہا۔
”انیکا کیا واقعی میں جاگ رہا ہوں۔“

”میرا ہاتھ پکڑو۔“ اس نے کہا۔ اور میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا وہ آگے بڑھی۔ چشمے کے قریب پہنچی اور پھر دور سے مجھے چشمے میں دھکا دے دیا۔ ٹھنڈے پانی کا چشمہ تھا میں گر پڑا لیکن پانی اس وقت کتنا فرحت بخش محسوس ہو رہا تھا۔ میں اسے اپنے بدن پر سے گزارتا رہا اور پھر یوں لگا جیسے پانی کے ساتھ ساتھ میری تھکن اور بے ہوشی بھی بہہ گئی ہو۔ انیکا لینڈ کروزر کی جانب بڑھ گئی تھی۔ اس نے اس میں سے ایک لباس نکالا جو میرے بدن کی مناسبت سے بالکل ٹھیک تھا۔ وہ کہنے لگی۔

”باہر نکلو اور یہ لباس پہن لو۔“ میں نے حیرت سے اسے دیکھا لیکن کچھ بولے بغیر لباس اس کے ہاتھ سے لے لیا۔ انیکا تو اس وقت میرے لئے فرشتہ صفت ثابت ہوئی تھی۔ جب میں لباس پہن چکا تو اس نے مجھے بالوں میں پھیرنے والا برش دیا۔ ایک آئینہ دیا۔ تولیہ بھی اور میں بالکل تروتازہ ہو گیا۔ وہ ہنس کر کہنے لگی۔
”ایک غلطی ہو گئی۔“

”کیا۔“

”مجھے تمہارے لئے شیو کا سامان بھی لانا چاہئے تھا۔ ویسے سچ کہوں بڑھی ہوئی شیو بہت اچھی لگ رہی ہے۔“

”انیکا مجھے تعجب ہے تمہارا رویہ میرے ساتھ کیسا ہے۔“

”ابھی اس بارے میں کچھ نہیں کہوں گی کوئی جواب نہیں دوں گی۔“

”تم سے بھی درخواست کرتی ہوں کہ براہ کرم مجھ سے اپنے رویے کے بارے میں کچھ نہ پوچھنا۔“ میں ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا تو ایک بار پھر وہ لینڈ کروزر کی جانب بڑھی اور اس بار اس نے لینڈ کروزر میں سے کافی کا تھر ماس اور اعلیٰ درجے کے سنڈوچ نکالے اور

میرے قریب آ کر بولی۔

”چلئے شروع ہو جائیے مسٹر دانش منصور۔“ میں نے اس سے یہ چیزیں بھی لے لیں۔ اس وقت مجھ پر ایک عجیب سی کیفیت طاری تھی حالانکہ میں جانتا تھا کہ وہ دشمن ہے لیکن کبھی کبھی انسان دوستی اور دشمنی کا ہر تصور کھو بیٹھتا ہے اور اس وقت یہی ہوا تھا۔ ان تمام چیزوں سے فراغت کرنے کے بعد انیکا نے کہا۔

”اور اب ہمیں یہاں سے آگے بڑھنا چاہئے۔ کیا خیال ہے؟“

”میں نے ابھی تک اپنا کوئی خیال ظاہر کیا ہے جواب ظاہر کروں۔ جیسا چاہو۔“ میں لینڈ کروزر میں اس کے ساتھ بیٹھ گیا اور اس نے لینڈ کروزر آگے بڑھائی پھر کہنے لگی۔

”ہیلی کاپٹر وہیں ریگستان میں کھڑا ہوا ہے تھوڑی سی معلومات حاصل کرنا چاہتی ہوں تم سے۔“

”ہاں۔“

”ان دنوں کو تم نے ہی قتل کیا ہے۔“

”ہاں!“

”کیا تمہیں ہیلی کاپٹر اڑانا نہیں آتا تھا۔“

”آتا ہے۔“

”تو پھر۔“

”ذہن میں نہیں آیا۔“

”کمال ہے۔“

”ایرش واش کی موت سے تم کیا محسوس کر رہی ہو۔“ میں نے کہا وہ ہنس پڑی پھر

بولی۔

”ایرش واش۔“

”ہاں۔“

”اس کی موت کے بارے میں تمہیں کیا علم ہے۔ میں نے اسے قتل کر دیا۔“

”نہیں دانش منصور۔“ وہ تشویش زدہ لہجے میں بولی۔

اور میں اچھل پڑا۔

”کیا مطلب۔“

”وہ ایرش واش نہیں تھا۔“

”پھر پوچھوں گا کیا مطلب۔“

”تم ایرش واش کے بارے میں کیا جانتے ہو۔“

”تم پلیز مجھے بتاؤ کہ کیا کہہ رہی ہوں۔“

”ایرش واش نے تقریباً دس ہفتے تلاش کئے ہیں۔ شاید تم اس بات پر یقین نہ کرو کہ ان کے چہروں پر میک اپ نہیں ہے لیکن وہ ایرش واش کے ہمشکل ہیں۔ ایرش واش نے انہیں تربیت دی ہے۔ اپنی طرح بولنے کی اپنی طرح اٹھنے بیٹھنے کی اپنی طرح زندگی گزارنے کی اور وہ سب ایرش واش کے ذاتی معاملات سے مکمل طور پر واقفیت رکھتے ہیں۔ ایرش واش اسرائیلی سیکرٹ سروس کا ایک بہت بڑا رکن ہے۔ اس کے شانوں پر بڑی ذمہ داریاں ہیں۔ امریکن سی آئی اے کا سربراہ کسی طرح ذہانت میں اس سے زیادہ نہیں ہو گا۔ تم شاید ایک بار لندن میں بھی ایرش واش کو قتل کر چکے ہو۔ وہ مر گیا تھا لیکن ایرش واش نہیں تھا۔ بلکہ اس کا ہمشکل تھا۔ یہ شخص جو ایرش واش کی شکل میں تم سے ملا اس کا نام جو نا تھن تھا۔ لیک جو نا تھن کیا سمجھے لیک جو نا تھن مرا ہے ایرش واش نہیں۔ میرا سر چکرا گیا تھا۔ میں نے غور سے انیکا کو دیکھا اور کہا۔“

”کیا تم مجھ سے سچ بول رہی ہو۔“

”اگر تم اسے سچ سمجھو۔“ اس نے سر دلچے میں کہا۔

لیکن میں خاموش ہو گیا۔ ہم اس وقت ایک سنسان سڑک سے گزر رہے تھے۔ کافی فاصلہ طے ہو گیا تھا۔ ابھی ہم اس سڑک کا اختتام نہیں کر پائے تھے کہ ہم نے دیکھا کہ کچھ مسلح افراد ہمارا راستہ روکے ہوئے کھڑے ہیں۔ انیکا نے کار کی رفتار سست کی اور ان کے قریب لے جا کر کھڑی کر دی۔ وہ لوگ چند قدم آگے بڑھے اور لینڈ کروزر کے بالکل نزدیک پہنچ گئے۔ شکل و صورت اور لباس سے وہ فوجی ہی معلوم ہو رہے تھے۔ پتہ نہیں ان کا تعلق اسرائیل سے تھا یا یہ فلسطینی گوریلے تھے۔ انیکا نے بڑے مہذب لہجے میں ان سے پوچھا۔

”کیا بات ہے جناب۔ آپ کیا چاہتے ہیں“ لیکن چاہنے والوں نے کوئی جواب نہیں

دیا۔ وہ کار کے نزدیک آئے جھانک کر اندر دیکھا مجھے بغور دیکھا، انیکا نے پھر پوچھا۔

”سڑک کیوں بند ہے آپ بتانا پسند کریں گے؟“

”کہاں جا رہے ہو تم لوگ۔“

”بہستی لار پر۔“ انیکا نے کہا۔

”کیوں۔“

”بس ہمارا گھر ہے وہاں۔“

”براہ کرم صحیح جواب دو۔“

”آپ اگر چاہیں تو ہمارے کاغذات دیکھ سکتے ہیں۔ ہماری تلاشی لے سکتے ہیں۔ آخر پ نے ہمیں کیوں روکا ہے۔“

”یہ ہماری نگرانی ہے۔ میرا مطلب ہے کہ سڑک کی نگرانی کی جا رہی ہے۔“

”میں لار جا رہی ہوں۔ لار کے قبرستان میں میرے عزیز دفن ہیں۔“

”کون سے علاقے میں۔“ اس نے سوال کیا۔

”لار کے مشرقی برفانی وادیوں میں پھیلے ہوئے قبرستان میں۔ وہیں میرے عزیزوں کی موت کو گلے لگایا تھا۔“

”اس موسم میں یہ سڑک خطرناک ہو جاتی ہے۔ براہ کرم آپ احتیاط سے سفر کریں۔“

”شکریہ۔“ انیکا نے کار آگے بڑھا دی۔ یہ تمام کہانی میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ اور

اس میں گم تھا۔ جب ہم کافی دور نکل آئے تو انیکا نے اچانک قبضہ لگایا اور بولی۔

”تم نے دیکھا میں نے کس طرح انہیں بے وقوف بنا دیا۔ عورت کی آنکھوں کے آنسو

وں کو ہر حال میں نرم کر دیتے ہیں۔“

”اب میں اگر اس بارے میں تم سے کچھ پوچھوں گا تو تم کہہ دو گی کہ میں اپنے ذہن پر رحم ڈالوں۔“

”نہیں کیوں نہیں۔ واقعی یہ راستے بڑے خطرناک ہیں اور ہم جس سے ملاقات کرنے لئے جا رہے ہیں۔ وہ عام شخصیت نہیں ہے لیکن براہ کرم اب مجھ سے اس بارے میں نہ بول۔ صرف اس وقت خاموشی سے میرا ساتھ دو۔“

”میں نے کب منع کیا ہے۔ مگر ایک سوال تو میں کر سکتا ہوں تم سے۔“

”کیا۔“

”تم کس سے ملنے جا رہی ہو؟“ انیکا نے پھر پوچھا۔ ”ایک شخص جو میرا نام لے رہا ہے اور اس کے بعد اس نے

آہستہ سے کہا۔

”عدنان زہبی سے۔“

”عدنان زہبی کون ہے۔“

”ہمارا دوست، ہمارا ہمدرد، میں اسی لئے تو کہتی ہوں کہ ایک سوال سے دس سوال

شائیں پھوٹی ہیں۔ ابھی ایسے سوال ہی نہ کرو۔ جن کا جواب ہم نہ دے سکیں۔“

”ان لوگوں کو یہ بات معلوم ہے کہ لاسر میں عام طور پر عدنان زہبی قیام پذیر رہے۔“

”ہیں۔“

”ہاں!“ اس نے جواب دیا۔ مجھے یہ لڑکی کافی پراسرار معلوم ہو رہی تھی۔ اس سے پوچھ

میں نے اسے ایرش واش کے ساتھ دیکھا تھا اور اب وہ کہتی تھی کہ ایرش واش زندہ ہے۔“

نے بہت سے انکشافات کئے تھے۔ اگر یہ بات ہے تو واقعی بڑی خطرناک شخصیت سے؛

واسطہ پڑا ہے۔ لیکن اب بھی میں نے دل میں فیصلہ کیا کہ جو کچھ وہ کہے گی میں فی الحال اسے

کچھ کروں گا۔ اگر کوئی اور حادثہ پیش آئیگا ہے۔ تو کیا فرق پڑتا ہے۔ بہر حال ہم چلتے رہے۔

اور اس کے بعد ہمیں ایک بستی کے آثار نظر آنے لگے، بستی یقینی طور پر لاسر ہی ہو سکتی تھی۔ یہ

میں نے محسوس کیا کہ یہ پہاڑی بستی ہے۔ ایک پرانے اور کاہی لگے کلیسا کی دیواروں کے

ساتھ مڑ کر ہم ایک اور سڑک پر پہنچ گئے۔ بستی کے دوسری طرف پہاڑوں پر بے پناہ برف

ہوئی تھی۔ انیکا نے بہت دیر کے بعد زبان کھولی۔

”یہاں واقعی بہت سے زلزلے آتے ہیں اور ایک بہت بڑا قبرستان ان زلزلوں کے

مرنے والوں سے آباد ہے۔“ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ آگے بڑھ کر ایک دو شاخہ سڑک

کے قریب پہنچ گئی اور اس نے ایک راستہ منتخب کر کے کار اس سڑک پر ڈال دی۔ یہ سڑک کم

پر جا کر ختم ہو گئی تھی۔ لیکن ان راستوں پر بے پناہ برف تھی۔ جس کی وجہ سے ہمیں لینڈ روور

رفقار بہت سست رکھنی پڑی تھی۔ انیکا نے اس کلیسا کے سامنے جا کر کار روک دی۔ اور اپنے

آئی۔ اس دوران میں نے محسوس کیا تھا کہ انیکا کسی تعاقب کا بغور جائزہ لیتی رہی ہے۔ لیکن

نے نہ تو کوئی تعاقب کیا تھا اور نہ ہی کلیسا کے پاس کوئی نظر آ رہا تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ کم

نے ہماری جانب توجہ نہیں دی ہے۔ بہر طور ہم نیچے اتر آئے اور انیکا میرے ساتھ آگے بڑھ گئی

کلیسا کے دروازے پر بھی برف جمی ہوئی تھی۔ جیسے ہٹا کر ہمیں دروازہ کھولنا پڑا تھا ہمارا

درازے سے اندر داخل ہو گئے۔ کلیسا اندر سے بالکل تاریک اور سنسان تھا۔ لکڑی کی کرسیوں

بچوں سے ایک ناگوار سی بو اٹھ رہی تھی۔ سامنے دیوار پر حضرت عیسیٰ کا مجسمہ نصب تھا۔ انیکا

میز پر پڑے موم بتیوں کے بنڈل سے ایک موم بتی نکال کر روشن کی اور پھر میری طرف

پہنچ کر بولی۔

”یوں محسوس ہوتا ہے جیسے حالات ہمارے حق میں جارہے ہوں“ میں خاموشی سے اس

طرف دیکھتا رہا پھر میں نے کہا۔

”مجھے معاف کرنا انیکا۔ میرا خیال ہے تم میرے ساتھ زیادتی کر رہی ہو۔ بلکہ اب تو

میں محسوس کر رہا ہوں، جیسے تم میرے دماغ سے کھیل رہی ہو، مجھے حالات کا بالکل علم نہیں

ہے۔ وہ شخص جس کے بارے میں تم کہتی ہو کہ ایرش واش نہیں تھا۔ بلکہ اس کا ہم شکل تھا۔

رہے ہاتھوں مارا گیا۔ ہیلی کا پٹر کے پائلٹ کو بھی ہلاک کرنا پڑا۔ اور پھر پراسرار طریقے سے

اس نخلستان تک پہنچ گئیں۔ جہاں میں نیم بے ہوشی کے عالم میں موجود تھا۔ میری وہ کیفیت

فل فطری تھی۔ میں اسے غیر فطری نہیں کہہ سکتا اب میں یہ بات نہیں جانتا کہ تم اتنا طویل سفر

رکے اس نخلستان تک کیسے پہنچیں اور اب تم نے کسی عدنان زہبی کا حوالہ دیا ہے۔ اور اس

پان کلیسا میں پہنچی ہو۔ یہ ساری باتیں ایسی ہیں، جن کے بارے میں مجھے کچھ علم نہیں ہے۔

ان کا مقصد کیا ہے؟ میں نے تمہیں ایرش واش کے ساتھ دیکھا تھا۔ اصولی طور پر معاف

رہنا انیکا اس کا ساتھی سمجھ کر مجھے تمہیں بھی ہلاک کر دینا چاہئے۔ لیکن کسی ایک لڑکی کو قتل کر دینا

رہے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ وہ مسکرائی اور بولی۔

”ہاں! واقعی تم نے جس طرح ایرش واش کے ہم شکل کو قتل کر دیا۔ میں سمجھتی ہوں کہ

تم قتل کرنا تمہارے لئے کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ لیکن کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ تم اس وقت تک

قتل نہ کرنا، جب تک کہ میری جانب سے کوئی خطرہ محسوس نہ کرو۔

”لیکن پھر تم کیا چاہتی ہو۔ اگر تم کسی طرح میرے لئے دوست بننے کی خواہش رکھتی

ہو۔ تو مجھے اپنے بارے میں بتا کیوں نہیں دیتیں۔“

”اس کے لئے کیا تم مجھے تھوڑا سا وقت دے سکتے ہو۔“

”کتنا وقت۔“

”چوبیس گھنٹے یا اس سے تھوڑا سا زیادہ۔ میں تمہیں ایک بات بتاؤں۔ عدنان زہبی

سے میری ملاقات ہوئی تھی۔ لیکن وہ شاید یہاں نہیں پہنچ سکے، ہمارے راستے بہت دشوار ہیں اور جو کچھ ہم کر رہے ہیں۔ وہ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ لیکن وقت تو لگتا ہی ہے۔“

”کیا تم فلسطینی مفادات کی حامی ہو۔“ میں نے سوال کیا اور وہ خاموش ہو گئی۔ اہستہ سے بولی۔

”ہاں!“

”کیا واقعی۔“

”ہاں! ہاں! اور مجھ سے اس کا کوئی ثبوت مت مانگنا، میں اس وقت نہتی ہوں بالکل نہتی۔ حالانکہ میرے پاس اس وقت اتنا اسلحہ موجود ہے کہ بیس پچیس آدمیوں کی ضرورت پورا کر سکے۔“

”اسلحہ۔“

”ہاں!“

”کہاں ہے۔“

”جہاں سے کافی سینڈویچ اور دوسری ضرورت کی چیزیں برآمد ہوئی تھیں۔ وہیں موجود ہے کارکی سیٹوں کے نیچے۔ یوں سمجھ لو کہ پورا اسلحہ خانہ ہے۔ جس میں دستی بم وغیرہ بھی موجود ہیں۔“

”تو تمہارا خیال ہے کہ عدنان زہبی کو تم سے اسی کلیسا میں آکر ملنا تھا۔“

”ہاں!“

”بہر حال بات تھوڑی تھوڑی میری سمجھ میں آرہی ہے۔ بشرطیکہ تم سچ بول رہی ہو اور مجھے معاف کرنا، جب تک تمہاری پوزیشن بالکل واضح نہیں ہو جائے گی، میں اپنے شک کا اظہار کرتا رہوں گا۔“

”اوکے اوکے۔ عدنان زہبی کو اس وقت تک یہاں پہنچ جانا چاہئے تھا۔ اور اگر وہ یہاں نہیں پہنچے ہیں۔ تو پھر ہمیں فی اطلاع کا انتظار کرنا ہی ہوگا۔“

”کیا یہاں رک کر۔“

”نہیں آؤ۔“ اس نے کہا اور میں اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ بہر حال کوئی اتنا بڑا مسئلہ بھی نہیں تھا۔ وہ جو کچھ کہہ رہی ہے اگر سچ ہے۔ تو اچھی بات ہے کہ میرا رابطہ کسی بہتر

سے ہو جائے۔ ورنہ اپنے طور پر تو میں اپنی ڈار سے پھڑ گیا تھا اور ڈار سے پھڑا ہوا اب تک کہ اپنی ڈار کو نہ پالے۔ کچھ بھی نہیں کہہ سکتا۔ میں خاموشی سے اس کے ساتھ تھا۔ اور اس نے لینڈ کروزر اسٹارٹ کر کے آگے جانے والے راستے پر موڑ دی تھی۔

”کے بعد وہ بولی کیا خیال ہے تمہارا؟ ان لوگوں کے بارے میں کیا خیال ہے۔“

”کون لوگ۔“

”وہی جنہوں نے ہمیں راستے میں روکا تھا اور جن کے بارے میں ہمارا خیال ہے کہ یہاں موجود نہیں ہوں گے۔“

”اظہار یہ لگتا تھا جیسے انہیں ہم پر شبہ نہ ہو۔“

”لیکن ان چالاک لوگوں کے لئے اگر ہم تھوڑا سا وقت مزید برباد کر لیں تو کیا ہرج

”جیسی تمہاری مرضی۔ میں نے اب تک تمہارے کسی کام پر اعتراض نہیں کیا ہے۔“

”جواب دیا۔ انیکا نے شکر گزار نگاہوں سے مجھے دیکھا پھر بولی۔

”تم شاید اس بات پر یقین نہ کرو۔ مائی ڈیزر دانش منصور لیکن میں تم پر بے حد اعتماد کرتا ہوں۔ چلو ہم واپس چلتے ہیں۔ ویسے سڑک کافی خطرناک ہے اور خاص طور سے

”میں۔ میدان کے دوسرے سرے پر ہم اس سڑک پر دوبارہ پہنچ جائیں گے۔“

”میدان ہموار ہے۔“ میں نے سوال کیا۔

”ہاں ڈرائیونگ میں کوئی دقت نہیں ہوگی۔“ بہر حال لینڈ کروزر واپس موڑ دی گئی۔

”ویر کے بعد اس نے کہا۔

”اگر تم مناسب سمجھو تو اب گاڑی تم ڈرائیو کرو۔ میں تھک گئی ہوں۔“ میں نے

”منجھال لیا اور اس سے کہا۔

”لیکن راستہ تم ہی بتاؤ گی۔“ پھر میں نے اس کی خواہش کے مطابق لینڈ کروزر کا

”مائی کی جانب کر دیا۔ وہ میرے برابر بیٹھی ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر تک وہ اسی طرح بیٹھی

”اچانک جھکی اور پچھلی سیٹ کے نیچے کوئی چیز تلاش کرنے لگی۔ کچھ لمحوں کے بعد اس

”ہوئی سے اسٹین گن نکال کر میرے برابر والی سیٹ پر رکھ دی اور بولی۔

”میں نے اسی لئے اسے نکال لیا ہے۔“ میں

نے خاموشی سے گردن ہلائی اور سامنے نگاہیں جمادیں۔ میدان میں برف جمی ہوئی
میں احتیاط سے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ کچھ لمحوں کے بعد اچانک انیکا نے مجھ
پھر بولی۔

”کیا تم اس سے زیادہ تیز رفتاری سے ڈرائیو کر سکتے ہو۔“

”میرا خیال ہے کہ بصورت اس کے کہ میدان کے ایک ایک حصے سے داخل
ہے اور پھر میں تو اس کے بارے میں بالکل نہیں جانتا۔ کیا تم ان علاقوں سے
واقف ہو۔“

”نہیں..... لیکن تم دیکھو آگے دھند نیچے اترتی آرہی ہے میں چانتی
جلدی سے فاصلہ طے کر لیں.....“

”میں کوشش کرتا ہوں۔“ میں نے کہا۔ ویسے مجھے خود بھی اندازہ ہو رہا تھا کہ
کی دھند اب نیچے اترتی آرہی ہے۔ اور ماحول تاریک سے تاریک ہوتا جا رہا ہے۔
ہلکی ہلکی بارش شروع ہو گئی۔ بارش کی وجہ سے یہاں سردی کا احساس مزید بڑھ گیا تھا۔
سے پہلے بھی خاصی سردی تھی۔ لیکن بارش کی وجہ سے یہ سردی زیادہ شدید ہو گئی تھی
میں چلنے والی ہواؤں نے ماحول کو بے حد سرد کر دیا تھا۔ میں نے رفتار کچھ بڑھا
کر دوزر ہچکولے کھاتی چل رہی تھی۔ لیکن بہر حال جس اعلیٰ پائے کی وہ کار تھی۔ اس
برقرار تھی۔ ویسے میں نے دو تین بار انیکا کو عجیب سی نگاہوں سے اپنی جانب دیکھتے ہو
اس کی آنکھوں میں نہ جانے کیا تھا۔ مجھے یوں لگا جیسے وہ مجھ سے کچھ پوچھنا چاہتی
ہی عجیب کیفیت تھی اس کی اور خاصی کشش کا شکار تھی وہ کچھ لمحوں کے بعد آخر کار اس
”مسٹر دانش۔“

”جی۔ کہیے۔“

”مسٹر دانش۔ آپ کے بارے میں بڑے عجیب سے قصے میرے کانوں
میں۔ آپ کی شخصیت نہ صرف ان کے لئے بلکہ میرے لئے بھی بڑی سنسنی خیز ہے
آپ مجھے خود اپنے بارے میں کچھ بتائیں گے۔“

”اصل میں انیکا میری پچھلی زندگی بڑی عجیب سی ہے۔ اس کے کچھ بابا
لگا ہوں سے اوجھل ہیں۔ کیا بتاؤں آپ کو اپنے بارے میں ویسے آپ جتنا جانتی ہیں۔“

لیا مطلب۔“

طلب یہ کہ آپ میرے بارے میں سب کچھ جانتی ہیں۔ وہ خاموش ہو گئی۔ تھوڑی
دیر رہ کر اس نے کہا۔

مسٹر دانش انسان کی زندگی میں کچھ ایسے واقعات بھی پیش آتے ہیں۔ جب وہ
سہارا لینے کے لئے مجبور ہو جاتا ہے۔ اور مسٹر دانش اس وقت آپ نے جو کچھ
جانے کیوں مجھے یہ احساس ہو رہا ہے کہ آپ میرے لئے بہت بڑا سہارا بن سکتے

میں انیکا آپ کو اندازہ ہے کہ میرا اور آپ کا تعارف کس شکل میں ہوا ہے۔ ویسے
حت کر سکتی ہیں آپ اپنی بات کی۔“

میرا ماضی بھی بڑا تکلیف دہ ہے۔ کاش میں آپ کو بتا سکتی اپنے بارے میں۔ بہتر یہ
ہے وقت اس موضوع پر بات نہ کریں۔

”! بہتر یہی ہے۔“ اس نے آہستہ سے جواب دیا اور پھر کافی دیر تک خاموشی
میں نے ونڈ اسکرین پر آنکھیں جمائے دھند میں آنکھیں پھاڑ رہا تھا۔ کچھ لمحوں
نے کہا۔

میرا خیال ہے ہم سڑک پر آگئے ہیں لیکن برف میں تیز کرنا مشکل ہے۔“
”! سڑک برف سے ڈھکی ہوئی ہے۔ لیکن درختوں کی قطاروں سے اس کی تائید ہو
میں نے سامنے دیکھتے ہوئے کہا۔

”اے! واقعی یہ ذہانت کی بات ہے۔“ پھر ہم دونوں دوبارہ خاموش ہو گئے۔ بڑی
رک تھی۔ ایک طرف پہاڑیاں بلند ہوتی جا رہی تھی۔ جن پر برف ہی برف نظر آرہی
ی طرف درختوں کی قطاریں تھیں۔ جن کی دوسری سمت گہری ہوتی چلی گئی تھی۔ ہم
ٹی تہہ پرست رفتاری سے سفر کرتے رہے اور کافی دور نکل آئے۔ لیکن اب آگے کا
نکل ہو گیا تھا۔ کیونکہ دھند نے تاریکی پھیلا دی تھی۔ اور رفتہ رفتہ ایسا ماحول پیدا ہوتا
چند گز دور کی چیز بھی نظر نہیں آرہی تھی۔ انیکا کے چہرے پر تشویش کے آثار پھیلنے
نے گاڑی کی روشنیاں جلا دیں تھیں۔ لیکن بے حد تیز روشنیاں بھی کوئی خاص اثر

”مسٹر دانش۔ گاڑی روک دو.....“

”ان علاقوں میں موسم ہمیشہ خراب رہتا ہے۔“ وہ تشویش زدہ لہجے میں بولی۔
 ”تو پھر کیا کرنا چاہئے۔“

”لیکن یہاں تو قیام بھی نہیں کیا جاسکتا۔“

”میں سمجھتا ہوں لیکن لینڈ کروزر کو آگے لے جانا کافی خطرناک ہو سکتا ہے۔ فٹم سڑک آگے چل کر کسی طرف مڑ جائے اور ہم سیدھے کسی کھائی میں جا گریں۔“ میں نے ”لیکن پیچھے ہٹنا بھی غیر مناسب ہو گا۔ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں۔ رات یہیں گزاری جائے۔“

”لیکن یہ سڑک۔“

”مجبوری ہے۔“ پھر اچانک میں نے مس اینکا کے چہرے پر تغیر محسوس کیا۔ ”

سے بولی۔

”ٹھیک ہے۔ تم میرے ساتھ ہو مجھے پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ خطرناک موسم میں کوئی اور بے وقوف نہیں ہوگا۔ جو ہماری طرح سفر کرے اس لئے کسی کے آنکرانے کا خوف بھی نہیں ہے، پھر بھی احتیاطاً ہم روشنیاں جلائے رکھیں گے۔“

”کب تک۔“ میں نے سوال کیا۔

”جب تک بیٹری ساتھ دے۔“ وہ ہنس پڑی۔

”لیکن اس کے بعد کیا ہوگا۔“

”یہ بعد میں سوچیں گے۔“ اس نے ایک ادا سے جواب دیا اور میں خاموش رہا۔ میری سمجھ میں کوئی بات نہیں آرہی تھی۔ لیکن بہر حال میں نے اس کی ہدایت کے مطابق کروڑ روک دی اور پھر ہم دونوں ایک دوسرے کی صورت دیکھنے لگے۔ وہ چونکی اس کروڑ کی عقبی حصے سے پیکٹ اٹھائے۔ عمدہ قسم کی کافی اور سینڈ وچ ساتھ لائی تھی۔ ہاں کی تیزی پھیلتی جا رہی تھی اور اب ماحول نگاہوں سے بالکل پوشیدہ ہو گیا تھا۔ بہر حال

ایک آرام دہ گاڑی ہوتی ہے ہم نے کھانے پینے سے فراغت حاصل کرنے کے بعد
وزیر کی سیٹیں کھول لیں اور ان پر دراز ہو گئے۔ انکا ویسے بھی بے تکلف لڑکی تھی اور پھر
ماحول کی پروردہ تھی۔ اس میں ایسی باتوں پر غور نہیں کیا جاسکتا تھا۔ کافی دیر تک خاموش
کے بعد اس نے کہا۔

”زندگی کتنی عجیب چیز ہے مسٹر دانش۔“

”ہاں! اس میں کوئی شک ہی نہیں ہے۔ لیکن آپ زندگی کے کون سے حصے کی جانب مائل رہی ہیں مس انیکا۔“

”ہر حصے کی طرف۔ ہم لوگ اپنے راستوں کا تعین خود نہیں کر پاتے۔ وقت ہم پر ہوتا ہے۔ کون سا لمحہ کیا شکل اختیار کر جائے۔ کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ آپ یوں سمجھ لیجئے وقت کے ہاتھوں کھلونا ہیں۔ اب انہی لمحات کو دیکھ لیجئے، کیا عجیب و غریب بات ہے۔ بس پر اسرار برفانی ویرانے میں تنہا ہیں۔ حالانکہ کتنا پرانا تعارف ہے ہمارا۔ لمحے ہی سے ہیں۔“

’ہاں! واقعی لمحے بہت عجیب ہوتے ہیں۔‘

”کیسے“ وہ عجیب سے انداز میں بولی اور میں اس کی صورت دیکھنے لگا۔ پھر اس نے سے کہا۔

”اور لمحے انسان کو بھٹکا دیتے ہیں۔“

”اس میں کیا شک ہے۔“

”میں شاید ٹھیک کہہ رہی ہوں۔“ وہ بولی اور میں اسے چونک کر دیکھنے لگا۔

”ایک اچھے ساتھی کا مقصد کیا ہوتا ہے۔“ میں نے سوال کیا۔

”کچھ نہیں جانتی اگلا مجھے تمہارا سہارا مل جائے تو شاید زندگی بھر کسی اور چیز کی تلاش نہ کرے۔“

”یہ تصور آپ نے لمحوں میں قائم کر لیا ہے۔“

“ہاں!”

”جلد بازی کا ہر کام برا ہوتا ہے۔“

”نہیں۔ بلکہ فیصلہ جلد بازی میں ہی کرنے چاہئیں۔“

”تو کیا فیصلہ کیا آپ نے۔“
 ”ایک عجیب سا احساس ہے میرے دل میں۔“
 ”وہ کیا۔“

”آپ وہ ہوتے جو میرے دل میں تھے۔“
 ”خیر اب ایسا تو ممکن نہیں ہے۔ لیکن آپ یہ سمجھ لیجئے کہ کوئی بھی صورت حال آسکتی ہے، ہمیں محتاط رہنا چاہئے۔“
 ”کیا واقعی ہمیں محتاط رہنا چاہئے؟“
 اس نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

”ہاں!۔“
 ”ایک اور سوال کروں۔“

”جی کیجئے۔“
 ”زندگی میں کبھی کوئی لڑکی آئی ہے۔“
 ”کس کی زندگی میں نہیں ہوتی۔“

”میں آپ کی زندگی کے بارے میں معلوم کر رہی ہوں مسٹر دانش منصور۔“
 ”ہاں۔“
 ”قریب ہے۔“
 ”ہاں!۔“

”اوہ۔“ وہ کسی قدر اداس لہجے میں بولی۔ اور اس کے بعد اس نے آنکھیں بند کر لیں پھر بہت دیر اس طرح گزر گئی۔ مجھے یوں محسوس ہوا کہ جیسے وہ سو گئی ہو۔ میں خود بھی آنکھیں کر کے سونے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن بار بار چونک کر ادھر ادھر دیکھنے لگتا تھا۔ اس وقت نے عقب میں دیکھا تھا۔ اور دفعتاً ہی مجھے کچھ عجیب سا احساس ہوا تھا۔ یقینی طور پر وہ کسی روشنیاں تھیں۔ وہ اسی جانب بڑھتی چلی آرہی تھیں۔ انیکا کو اس وقت غافل رکھنا مناسب تھا۔ میں نے جھنجھوڑا تو وہ چونک کر جاگ گئی۔

”کیا ہوا۔“

”پچھہ دیکھو انیکا۔“ میں نے کہا اور وہ جلدی سے اٹھ گئی غالباً وہ بھی سوئی نہیں تھی!

نے کی اداکاری کر رہی تھی۔ اس کی سرسراہتی ہوئی آواز ابھری۔

”ہاں!۔“

”تو پھر۔“

”بات یہ نہیں ہے کہ وہ کون ہیں لیکن کیا ہمیں غافل رہنا چاہئے۔“

”مطلب۔“ وہ ہٹکا کر بولی۔

”ہاں!۔“ واقعی تو پھر کیا کریں۔“

”میرا خیال ہے کہ اس وقت ہمیں لینڈ کروزر کے اندر نہیں رہنا چاہئے۔“

”مم میں نہیں سمجھی۔“

”ہمارا لینڈ کروزر کے اندر رہنا مناسب نہیں ہے۔ اگر وہ لوگ ہمارے دشمن نہ ہوئے تو

اجائے گا۔“

”لیکن باہر کا موسم۔“

”زندگی سے زیادہ خراب نہیں ہے۔“ میں نے کہا۔

”یہ اسٹین گن۔“

”ہاں! ضروری ہے۔“ پھر ہم باہر نکل آئے۔ باہر کا ماحول واقعی بے حد سرد تھا۔ ہم نے کروزر کے شیشے بند کئے ہوئے تھے اور اندر موجود ہیٹر چلا دیا تھا۔ اس لئے ہمیں زیادہ ہاتھیں لگ رہی تھیں لیکن باہر بے پناہ سردی تھی۔ ہم سڑک کے کنارے پہنچ گئے۔ دھند میں میں آ رہا تھا کہ دوسری طرف کیا ہے۔ سڑک سے تھوڑا سا نیچے اتر کر ہم ایک بڑے پتھر کی بن پہنچ گئے۔ یہاں سے سڑک پر نگاہ رکھی جاسکتی تھی۔ جو گاڑی آرہی تھی اس کی روشنیاں طاقتور تھیں۔ ہماری لینڈر روڑ سے بھی زیادہ طاقتور۔ کیونکہ لینڈ کروزر کی روشنیاں نے لوچیرنے کی ناکام کوشش میں دم توڑ دیا تھا۔ جبکہ اس وقت عام روشنیاں بھی نظر نہیں آرہی تھیں۔ لیکن اس گاڑی کی روشنیاں صاف نظر آرہی تھیں آخر کار وہ لینڈ کروزر کے نزدیک پہنچ اور ہمیں یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ وہ ایک گاڑی نہیں تھی بلکہ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر کئی ایسی تھیں اور خاص قسم کی گاڑیاں تھیں۔ اب ہماری لینڈ کروزر ان کی روشنیاں کی زد میں۔ ان گاڑیوں کی روشنیاں نہیں بجھائی گئیں تھیں ان روشنیاں کے سائے میں ہم نے چند لوہے نیچے اترتے دیکھا۔ یہ وردی میں ملبوس تھے تھوڑی دیر کے بعد وہ لینڈ کروزر کے نزدیک

پہنچے انہوں نے تیز روشنیوں والی ٹارچوں سے اندر کے ماحول کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔
نے میرے شانے پر ہاتھ رکھا اور آہستہ سے بولی۔

”دیکھ رہے ہو۔“

”ہاں!“

”کیا یہ لوگ ہمیں ہی تلاش کر رہے ہیں۔“

”ظاہر ہے۔“

”اوہو۔ خطرناک صورت حال پیش آ سکتی ہے۔“

”لو۔“ میں نے اسٹین گن اس کی طرف بڑھادی اور خوشی سے اچھل پڑی۔

”ارے واقعی۔ کیا ایک اسٹین گن اور نکال لی تھی۔“

”ہاں!“

”لیکن وہاں دستی بم بھی موجود تھے۔“

”یہ لو۔“ میں نے چار دستی بم اس کے حوالے کر دیئے۔ میری جیبیں دستی بموں کا

وزنی ہو رہی تھیں۔

”کم از کم اتنا کام تو میں اپنی عقل سے بھی لے سکتا تھا۔“ انیکا نے پرمسرت لہجہ میں

کہا۔

”شاندار۔ دانش منصور مجھے تمہارے بارے میں مکمل معلومات حاصل نہیں ہیں۔ لیکن

جو لوگ تمہاری طرف سے تشویش کا شکار تھے۔ وہ بھی معمولی لوگ نہیں تھے۔ اور بلاشبہ ان کی

تشویش بالکل درست تھی۔ اس وقت اس کا اندازہ ہو سکتا ہے۔“

”اسلحے کے استعمال میں کوئی دقت نہیں ہوگی تمہیں۔“

”بالکل نہیں۔“

”لیکن اس وقت تک اسے استعمال نہ کرنا۔ جب تک اس کی اشد ضرورت پیش نہ

آجائے۔“ میں نے کہا اور انیکا نے گردن ہلا دی۔ پھر ہم دونوں سانس روکے انکا جائزہ لے

لگے انہوں نے غالباً لینڈ کروزر کی تلاشی لے لی تھی اور اس کے بعد اس کے اطراف میں ہلکا

کر ہمیں تلاش کر رہے تھے۔ روشنیوں کی لمبی لمبی زبانیں چاروں طرف گردش کر رہی تھیں اور

ان کی تعداد کے بارے میں ان روشنیوں سے اندازہ لگایا جاسکتا تھا۔ کافی افراد تھے۔ ہمیں

ایک عجیب سنسنی کا احساس ہو رہا تھا۔

حالانکہ چند لمحات پہلے باہر شدید سردی لگ رہی تھی لیکن اب بدن میں گرم گرم لہریں

بیدار ہو رہی تھیں۔ کیونکہ ہم زیادہ فاصلے پر نہیں جاسکتے تھے اور وہ دور دور تک پھیل کر ہمیں

تلاش کر رہے تھے۔ انہوں نے دو دو آدمیوں کی ٹولیاں بنالیں تھیں اور چاروں طرف بکھر گئے

تھے۔ سو فیصد مسلح افراد تھے پھر ہم نے ان میں سے دو افراد کو سڑک کے کنارے کی جانب

بڑھتے دیکھا اس طرف جدھر ہم موجود تھے، ہمارے اور ان کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ رہ گیا

تھا۔

اس جگہ سے بھی کوئی خاص واقفیت نہیں تھی۔ اور ہم زیادہ فاصلہ طے نہیں کر سکتے تھے،

میں محسوس کر رہا تھا کہ صورت حال سنگین ہوتی جا رہی ہے کیونکہ ان کی تعداد بہت زیادہ تھی۔

اس لئے میں یہ بھی محسوس کر رہا تھا کہ دو چار کو ختم کرنے سے کام نہیں بنے گا۔ چونکہ باقی لوگ

فورا ہوشیار ہو جائیں گے۔ رفتہ رفتہ وہ ہمارے قریب آ گئے۔ چند لمحوں کے بعد وہ اس ٹیلے

کے بالکل نزدیک پہنچ گئے۔ جہاں ہم موجود تھے۔ اب اس کے بعد صورت حال کا انتظار نہیں

کیا جاسکتا تھا۔ انیکا نے میری ہدایات ذہن میں رکھیں۔ اور اسٹین گن کی آواز ابھری یہ آواز

اس ماحول میں کئی گنا بڑھ کر گونج اٹھی اور قرب و جوار کے علاقے چیخ پڑے تھے۔ انہی چیخوں

میں ان دونوں کی چیخیں بھی شامل تھیں۔ جو ٹارچیں ہاتھ میں لئے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔

ان دونوں کے جسم خون سے لالہ زار ہو گئے تھے اور سفید برف پر ان کا خون نالی کی شکل اختیار

کر چکا تھا۔ لیکن نتیجہ وہی ہونا تھا جو ہمارے ذہن میں تھا۔ دوسرے لوگوں کو فائرنگ کی سمت کا

بھی اندازہ ہو گیا اور اس کا احساس بھی کہ ان کے آدمی شکار ہو گئے ہیں۔ چنانچہ وہ چیختے ہوئے

ادھر دوڑنے لگے اور انہوں نے فائرنگ شروع کر دی۔ ریوالور سے ہونے والی فائرنگ سنائے

میں بڑی خوفناک معلوم ہو رہی تھی۔ میں جانتا تھا کہ وہ اس فوری حملے سے بوکھلا گئے ہوں

گے۔ ان کی آوازیں بھی صاف سنائی دے رہی تھیں۔ لیکن میں یہ بھی جانتا تھا کہ چند لمحوں کے

بعد وہ سنبھل کر منظم ہو جائیں گے اور اس کے بعد یہ جگہ انکی نگاہوں سے اوجھل نہیں رہ سکے

گی۔ چنانچہ صورت حال خطرناک تھی۔ میں نے ایک لمحے کے لئے کچھ سوچا ہی تھا کہ اچانک

ہی انیکا بول پڑی۔

”مسٹر دانش۔“

”ہاں!“

”ہاں!“

”یہ لوگ بہت جلد ہمیں تلاش کر لیں گے۔ اب یہ جگہ ہمارے لئے خطرناک ہو گئی ہے۔ اس سے پہلے کہ یہ جگہ مخدوش ہو جائے، کیا اسے چھوڑ دینا مناسب نہیں ہے؟“

”ہاں۔“

”پھر۔“

”چلو۔“ میں نے جواب دیا اور ہم دونوں اپنی جگہ سے اٹھ گئے۔ وہ بے شک فائرنگ کر رہے تھے۔ لیکن جس طرح انکی فائرنگ ہو رہی تھی اس سے ہمیں یہ اندازہ ہوتا تھا کہ ابھی وہ مکمل طور سے صحیح سمت کا جائزہ نہیں لے سکے ہیں پھر میرے ذہن میں ایک تدبیر آئی۔ اب جو صورت حال تھی۔ اس میں زندگی بچانے کا معاملہ تھا اور زندگی سب سے قیمتی چیز ہوتی ہے۔ میں نے انیکا کو ہوا بھی نہ لگنے دی اور ایک دتی بم نکال کر اس کا پرن کھینچا اور لینڈ کروزر کی جانب اچھال دیا ایک خوفناک دھماکہ ہوا اور اس کے ساتھ ہی لاتعداد چیخیں سنائی دیں۔ لیکن میں نے فوراً دوسرا بم پھینکا۔ اس بار ہونے والا دھماکہ پہلے دھماکے سے زیادہ خوفناک تھا۔ اور پھر پے در پے دھماکے ہونے لگے۔ برف کا طوفان فضا میں بلند ہو گیا اور یہی میری اسکیم تھی۔ دھماکوں نے انہیں لرزہ بر اندام کر دیا تھا، وہ میرے پھینکے ہوئے دتی بموں کا شکار ہو گئے تھے، اور جو بچے تھے وہ بری طرح دوسری سمت دوڑ پڑے تھے میں چند لمحات ان کا جائزہ لیتا رہا پھر میں نے انیکا کو پکارا لیکن انیکا اپنی جگہ موجود نہیں تھی۔ میں نے اسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا۔ لیکن برف کی سفید چادر میں اس کا وجود کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں اپنی جگہ چھوڑ کر آگے بڑھنے لگا کہ ایک جگہ برف میرے قدموں کے نیچے سے نکل گئی اور میں لڑھکے لگا۔ بمشکل تمام خود کو گرنے سے بچایا تھا۔ پتہ نہیں کتنی گہرائی تھی جہاں میں جا رہا تھا۔ لیکن میں نے خود کو سنبھالا اور ادھر ادھر دیکھا اس گہرائی میں آنے کے بعد مجھے تھوڑے فاصلے پر کسی متحرک شے کا احساس ہوا اور میں اس طرف چل پڑا۔ تاحد نگاہ برف ہی برف تھی۔ کہیں کہیں برف سے ڈھکے ہوئے درخت بھی نظر آرہے تھے۔ میں اس متحرک دھبے کے نزدیک پہنچ گیا اور میرا اندازہ غلط نہیں نکلا۔ وہ انیکا ہی تھی لیکن شاید بے ہوش ہو گئی تھی۔ غالباً وہ بھی اپنی جگہ سے اتر کر کسی اور طرف دوڑنے کے سلسلے میں گہرائیوں میں جا پڑی تھی لیکن خوش قسمتی تھی کہ ہم دونوں بہت زیادہ

گہرائیوں میں نہیں پہنچے تھے۔ میں نے اسے زور زور سے تھپتھپایا اور اس کے رخسار پر بڑے بردار تھپڑ لگائے۔ پھر برف اٹھا کر اس کے چہرے پر پھینکی پھر چند لمحوں کے بعد اس کی ایک راہ سی سنائی دی۔ اس کا بدن بری طرح بخ ہو رہا تھا۔ میں نے اسے سنبھالا اور وہ اٹھ کر بیٹھ گئی، پھر میں نے اس سے کہا۔

”انیکا کیا ہوا۔“

”تم، تم ٹھیک ہو۔“ اس نے کمزور آواز میں پوچھا۔

”ہاں! لیکن تم۔“

”میں گر پڑی تھی کسی جگہ سے۔“

”ذرا اٹھ کر اپنے ہاتھ پاؤں ہلاؤ تاکہ بدن میں گرمی پیدا ہو میں نے کہا اور اس نے بری ہدایت پر عمل کر لیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ خاصی بہتر ہو گئی تھی۔

”کیسی ہو۔“

”اب ٹھیک ہوں۔ لیکن وہ لوگ۔۔۔۔۔“

”میں نے ان میں سے بہت سوں کو ختم کر دیا ہے۔“

”سب کو نہیں۔“

”کیوں۔“

”اس لئے کہ میں نے انہیں بہت دور بھگا دیا ہے۔“

”آہ! کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ زیادہ قوت کے ساتھ تلاش کرنے کے لئے نکل پڑیں۔“

”تو پھر کیا کیا جائے۔“

”لینڈ کروزر کی جانب سفر“ وہ بولی۔

”مطلب۔“

”مطلب یہ کہ ہم، اودہ شاید میرا ذہن قابو نہیں ہے۔ میرے ٹخنے میں چوٹ لگی ہے۔

”آؤ۔“ میں اسے سہارا دے کر آگے بڑھنے لگا۔ چال میں لنگڑاہٹ کو میں اچھی طرح

محسوس کر رہا تھا۔ پھر ہم وہاں سے کافی دور نکل آئے، ہلکی بوند باندی اب بھی ہو رہی تھی، کھر اتنی گہری تھی کہ تھوڑے فاصلے پر بھی دیکھنے کے لئے کافی محنت کرنی پڑ رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد اچانک آسمان سے بادل سرک گئے۔ جب برف کی سفیدی میں مجھے انیکا کا جسم نظر آیا۔ تو

میری آنکھوں میں ایک عجیب سی کیفیت پیدا ہو گئی۔ وہ بہر طور کسی نہ کسی طرح میرا ساتھ دے رہی تھی۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

”سنو دانش سنو، میرا بدن سرد ہوتا جا رہا ہے اور ٹانگیں کچھ بے جان سی ہو رہی ہیں شاید زیادہ دور نہ چل پاؤں۔“

”ویسے ایک بات کہوں۔ مجھے اس کی امید نہیں تھی۔“

”حالات کبھی امید کے مطابق نہیں ہوتے۔“ لیکن ہمیں ان کا سامنا کرنا پڑتا ہے، میں بہت بری کیفیت کا شکار ہوں۔ تمہیں بتا نہیں پا رہی۔“

”کیا مطلب۔“

”میں شاید تمہارا ساتھ نہ دے سکوں۔“

”کیا تم سمجھتی ہو کہ میں تمہیں تنہا چھوڑ دوں گا۔“

میں نے کہا اور وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر بولی۔

”لیکن خود تمہاری زندگی خطرے میں پڑ سکتی ہے۔“

”زندگی آنی جانی چیز ہوتی ہے۔ چلی گئی تو چلی جائے گی تم بے فکر رہو۔ میں بالکل

ٹھیک ہوں اور اگر تم نہیں چل پا رہی تو اب مجبوری ہے کہ میں تمہیں اپنے شانوں پر اٹھا لوں۔ یہ اسٹین گن تم اپنے ہاتھوں میں سنبھالو۔ اگر کوئی مشکل صورت حال پیش آئے تو تم میرے شانوں پر سے فائرنگ کر سکتی ہو۔“ وہ عجیب سے نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر بولی۔

”یہ سب کچھ تم میرے لئے کرو گے۔“

”ہاں! کیوں نہیں۔“

”لیکن کیوں۔“

”مطلب کیا ہے تمہارا۔ تم میری ساتھی ہو۔“

”لححوں کی ساتھی۔“

”تو پھر۔“

”میرا مطلب ہے کہ صرف اتنے لححوں کے ساتھ کے لئے تم اپنی زندگی خطرے میں

ڈال دو گے۔“

”ہاں! ہاں! ہاں!“

”آؤ! میں تم سے کچھ اور سننا چاہتی تھی۔“ اس نے کہا۔

”کیا۔“

”نہیں اب کچھ نہیں۔ میں محسوس کر رہی ہوں کہ زندگی بہت مختصر ہوتی جا رہی ہے

میرے بدن میں شدید درد اٹھ رہا ہے۔ شاید میں سردی کا شکار ہو رہی ہوں۔ یہ بھی ہو

ہے کہ میں مر جاؤں۔ ایسے حالات میں تم اپنے ذہن میں پتہ نہیں کیا کیا تصورات لے کر

رہو گے۔“

”کیوں بے وقوفی کی باتیں کر رہی ہو انیکا۔“

”ایسا نہیں ہوگا۔“

”حالات یہی کہہ رہے ہیں دانش۔ میں اب تم سے جھوٹ نہیں بولنا چاہتی۔ میری

ت حال عجیب سی ہے۔ میں میں میں بس یوں سمجھ لو کہ میں۔ لیکن میں تمہیں

بارے میں کچھ بتانا چاہتی ہوں۔ سنو گے میری بات۔“

”تم سب سے پہلے یہ تصور اپنے ذہن سے نکال دو۔ کہ تمہیں کوئی نقصان پہنچ سکتا

۔“

”کیا کیا جاسکتا ہے؟ کیا کیا جاسکتا ہے؟ زکو تھوڑا سا رک جاؤ۔ میں تمہیں اپنے بارے

بتانا چاہتی ہوں۔ غور تو کرتے ہو گے تم کہ میں کون ہوں۔ کیا ہے میری شخصیت، کچھ نہیں

میری شخصیت جن لوگوں کے درمیان رہی ہوں۔ لیکن اچھائیوں کی تلاش میں سرگرداں۔

عجیب و غریب زندگی گزارتی رہی ہوں۔ ایک ایسی زندگی جو میری پسند کی زندگی نہیں تھی۔

میں کیسے کیسے حالات کا شکار رہی ہوں۔ میں نے جرائم پیشہ لوگوں کے درمیان پرورش پائی

۔ بس یوں سمجھ لو کہ بچپن ہی سے مجھے ان کے حوالے کر دیا گیا تھا اور میں ان ہی جیسی ہو کر

لا۔ پہلے ایک گروہ سے میرا تعلق تھا لیکن اس کے بعد اس گروہ کے دو افراد کو قتل کر کے میں

انہیں چھوڑ دیا اور نکل آئی یہاں بس یوں سمجھ لو کہ میں نے ایک نوجوان سے محبت کی لیکن

میں جانتا تھا کہ میں کیا ہوں۔ وہ مجھ سے بے پناہ محبت کرتا تھا اور میں بھی اس کے لئے

زندگیاں قربان کرنے کو تیار رہتی تھی۔ لیکن ایک بار اسے علم ہو گیا کہ میں میں غلط لڑکی

ہوں۔ اس نے میرے بارے میں بہت معلومات حاصل کیں۔ مجھے سے کہا کہ میں اپنے

راستے چھوڑ دوں۔ لیکن راستوں سے اب واپس بھی آنا چاہتی تو نہیں آسکتی تھی۔ کیونکہ اب میں تنہا نہیں تھی بلکہ ایک گروہ میری زندگی کا گاہک بن سکتا تھا۔ وہ کشکش کا شکار ہو گیا اور آخر کار ایک دن اس نے میرے سامنے گردن جھکا دی اور کہا کہ وہ مجھے نہیں چھوڑ سکتا۔ میں خود بھی اسے اپنے گروہ میں شامل کر لوں۔ ہم دونوں مل کر جرائم کرنے لگے۔ آخر کار ایک دن میرے محبوب نے کچھ ایسا راز دریافت کیا جس کی قیمت ہمیں کئی ملکوں سے مل سکتی تھی۔ زیادہ سے زیادہ قیمت کے لئے ہم نے ایک منصوبہ ترتیب دیا۔ لیکن تقدیر ہمارا ساتھ نہ دے سکی۔ میرا محبوب میرے گروہ کے ہاتھوں شکار ہو گیا۔ میں اسے نہیں بچا سکی۔ وہ راز میرے پاس موجود تھا اور اپنے محبوب کی موت کے بعد بھی اپنا مستقبل بنانے کی خواہش مند تھی۔ اور پھر تمہیں دیکھ کر نہ جانے کیوں مجھے یہ محسوس ہوا کہ وہ واپس آ گیا ہے۔ میں تمہیں کیا بتاؤں، کیا بتاؤں میں تمہیں، سنو شاید زندگی مجھ سے روٹھ گئی ہے اور جب میں مر جاؤں تو میرے سینے کے پاس ایک چمڑے کا تعویذ سا بندھا ہوا ہے اسے کھول لینا وہ تمہارا ساتھ دے گا کیا سمجھے۔

”تم اپنے آپ کو دھوکا دے رہی ہو، ایسا نہیں ہوگا انیکا ایسا نہیں ہوگا آؤ چلو میں تمہارا ساتھ دیتا ہوں۔ میں نے اسے اپنے شانوں پر اٹھالیا اور اس کے بعد چلنا شروع کر دیا۔ اب انسانی ہمدردی سارے کام کر رہی تھی۔ اس نے مجھے اپنے بارے میں بتا دیا تھا میں فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا کہ وہ کیوں میرا ساتھ دے رہی ہے لیکن اب مجھے سب کچھ معلوم ہو گیا تھا۔ خیر میری اپنی مرضی جو کچھ بھی تھی لیکن ایک انسان کو زندگی دینے کے لئے اگر اس سے تھوڑا سا جھوٹ بھی بول دیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ میں اسے شانوں پر اٹھائے آگے بڑھتا رہا راستے میں بے پناہ خوفناک مراحل آئے۔ ایک بار برف کے درمیان ایک جھیل نے میرا راستہ روکا اور میں پریشانی سے اس کے دوسرے سرے کی تلاش میں چل پڑا۔ ان لوگوں کے خلاف میں نے جو کارروائی کر دی تھی وہ ان کے لئے کافی تھی چنانچہ اب دور دور تک ان کا نام و نشان نظر نہیں آ رہا تھا۔ کافی دور پہنچنے کے بعد مجھے دوسرا کتناہ مل سکا۔ لیکن اس دوران میں برف کے میدانوں سے پیچھا نہیں چھڑا سکا تھا۔ یہ برف کا ایک عظیم ویرانہ تھا۔ اور ہم دو تنہا مسافر جن میں سے ایک زندگی کی بازی ہارتا جا رہا تھا یہاں تک کہ ساری رات اسی طرح گزر گئی اور آہستہ آہستہ اجالے نے چاروں طرف حملہ کر دیا۔ سورج کے ساتھ ساتھ دھند بھی چھٹ گئی تھی۔ میں نے دور دور تک نگاہیں دوڑائیں کسی ذی روح کا کوئی پتہ نہیں تھا۔ سورج نکل آنے

مجھ سے اب سردی بھی کسی حد تک کم ہو گئی تھی اور میں محسوس کر رہا تھا کہ انیکا کی حالت پہلے سے بہتر ہوتی جا رہی ہے۔ غالباً اس صاف موسم نے اس پر اچھے اثرات ڈالے تھے۔ یہاں تک کہ دوپہر ہو گئی اور پھر ہم نے ایک جگہ قیام کیا۔ ہمارے پاس کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں تھی، سب کچھ وہیں چھوڑ آئے تھے۔ اچانک ہی ہوا چلنا شروع ہو گئی اور مجھے ان ہواؤں سے محسوس ہونے لگا۔ بھوک سے برا حال تھا۔

میری نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں اور میں کسی ایسی پناہ گاہ کی تلاش میں تھا ان ہم ہواؤں سے بچ سکیں وقت تو جیسے پر لگا کر اڑ رہا تھا۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے صبح ہوئی تھی اب پہاڑوں پر سے دھند نیچے اترنے لگی تھی۔ آن کی آن میں دو دور تک اندھیرا پھیلتا جا رہا اس کے ساتھ ساتھ ہی ہواؤں کی آوازیں خوفناک ہوتی جا رہی تھیں۔ اور سردی ایک بار پہاڑوں میں اترنے لگی تھی۔ لیکن اب انیکا اپنے پیروں سے چل رہی تھی، اس کی قوت بڑھنے لگی حیرت انگیز تھی چلتے چلتے اس نے آہستہ سے کہا۔

”ایسا نہیں ہو سکتا دانش کہ تم اپنے طور پر اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرو میری وجہ یہ سفر بہت ست رفتاری سے گزر رہا ہے۔“

”تمہاری وجہ سے زندگی بہت بہتر ہے انیکا ایسی باتیں مت کرو۔ میں تمہارا اس وقت ساتھ دوں گا جب تک میرے جسم میں جان ہے تم نے اپنے آپ کو مایوسیوں کا شکار کر لیا میں ہماری منزل مل جائے گی انیکا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک جگہ گئے۔ یہاں بھی ایک بڑا سا برف کا تودا نظر آ رہا تھا۔ انیکا پر غنودگی سی طاری ہو رہی تھی۔ ہمت اور تکلیف کا نتیجہ تھا لیکن میرا خیال شاید مناسب نہیں تھا۔ ہوا میں اب براہ راست برف کے جسموں سے ٹکرا رہی تھیں اور ہمارے بدن برف کی مانند سرد ہوتے جا رہے تھے۔ یہ جتنا تکلیف دہ تھا۔ اس سے پہلے کبھی ایسے موسم کا تصور بھی نہیں کیا تھا اور رفتہ رفتہ برف شروع ہو گئی بدن اکڑنے لگے اور ایک عجیب سی کیفیت پیدا ہو گئی۔ انیکا بالکل خاموش رہا۔ میں نے اسے غور سے دیکھا اور اب مجھے یقین ہو گیا کہ اب وہ زندگی کی آخری سانسیں ہی ہے۔ موت اس کی جانب آہستہ آہستہ بڑھ رہی ہے۔ ایک لمحے کے لئے میرا ذہن شکار ہو گیا اس نوجوان لڑکی کا اس طرح مر جانا مناسب نہیں تھا۔ میں نے اسے شانے پر اس کے بعد چل پڑا بہر حال انسانی ہمدردی ایسی ہی چیز ہوتی ہے۔ اس وقت نہ جانے

کیا وقت تھا کون سا پہر تھا جب مجھے اپنے کانوں میں کسی گاڑی کے انجن کی آواز سنائی دی۔ میری آنکھیں دھندلا رہی تھیں دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا انکا اب بھی میرے بدن پر لدی ہوئی تھی لیکن اب مجھے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ میری اپنی کیفیت بھی بہت خراب تھی اور ماحول میری نگاہوں میں بھی دھندلاتا جا رہا تھا پھر میں آہستہ آہستہ گھٹنوں کے بل برف پر بیٹھ گیا۔ کیفیت اس طرح خراب ہو گئی کہ ذہن پر اب کوئی قابو نہیں تھا چنانچہ کچھ لمحوں کے بعد میں نے برف پر گردن ڈال دی۔ اب انکا کا تصور بھی میرے ذہن سے نکل گیا تھا۔ شاید میں بے ہوش ہو گیا تھا ہوش آیا تو صورت حال میرے ذہن میں آہستہ آہستہ نمایاں ہونے لگی آنکھیں کچھ بدلا ہوا منظر ہی پیش کر رہی تھیں۔ میرے اطراف میں برف کے ویرانے نہیں تھے بلکہ بدن کے نیچے بستر تھا۔ قرب و جوار میں بھی ہوا یا سردی کا احساس نہیں کرے کا ٹمپرچر خاصا گرم تھا۔ تھوڑے فاصلے پر ایک ہیٹر روشن تھا میرا ذہن آہستہ آہستہ اپنے ماحول سے روشناس ہوتا گیا۔ ماضی بھی نمایاں ہو گیا تھا۔ گاڑی کی آواز میری سماعت سے ٹکرائی تھی اور اس کے بعد مجھے ہوش نہیں رہا تھا۔ کچھ دیر کے بعد مجھے اپنی عقب میں ایک آواز سنائی دی اور میں نے گردن گھما کر دیکھا خوبصورت لباس میں ملبوس ایک خوبصورت نرس کرسی پر سے اٹھ رہی تھی۔ وہ میرے نزدیک آگئی اور اس نے انتہائی نرم اور محبت بھری آواز میں کہا۔

”ہیلو۔“

”ہیلو۔ میں نے بھی مدھم سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔“

”کیسی طبیعت ہے۔“

”ٹھیک ہوں سسٹر۔“ میرے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔

”میں ڈاکٹر کو آپ کے بارے میں اطلاع دے دوں۔“

”جیسا آپ مناسب سمجھیں۔“

”میں ابھی آئی۔“ اس نے کہا اور باہر نکل گئی کچھ دیر کے بعد وہ ایک شخص کے ساتھ

آئی جس کے جسم پر ڈاکٹر کا لباس تھا اس نے میرے جسم کا معائنہ کیا اور مسکرا کر بولا۔

”اب آپ بالکل ٹھیک ہیں۔ جناب۔“

ڈاکٹر میرے لئے کیا ہدایت ہے۔“ نرس نے پوچھا۔

”تم انہیں سوپ پلاؤ۔“ ڈاکٹر نے نرس سے کہا اور پھر میری طرف رخ کر کے بولا۔

”نئی زندگی کی مبارک باد مسٹر دانش منصور“ میں ایک گہری سانس لے کر رہ گیا، اس کا ہے کہ میں ایسی جگہ ہوں جہاں مجھ جانا جاتا ہے۔ ڈاکٹر کے ساتھ نرس بھی باہر ہی چلی گئی لیکن کچھ دیر کے بعد وہ اندر آئی اس کے پاس سوپ کے برتن تھے اس نے یا تو پیشہ ورانہ میں یا پھر ایک عورت ہونے کے لئے ایک حوالے اتنی نرمی اور محبت سے اٹھا کر بیٹھایا کہ میرے ما اس کے لئے احترام کا ایک جذبہ پیدا ہو گیا۔

”سوری سر۔“

”نہیں کوئی بات نہیں ہے۔“ وہ میرے نزدیک بیٹھ گئی اور چمچے سے سوپ پلانے لگی

”مسکرا کر کہا۔“

”یوں لگ رہا ہے جیسے کئی دن سے بھوکا ہوں۔“ میں نے کہا۔

”آپ واقعی کئی دن سے بھوکے ہیں۔“

”کیا مطلب۔“

”تین دن کے بعد آپ کو ہوش آیا ہے۔“

”اوہو! کیا واقعی۔“ میں اچھل پڑا۔

”ہاں، پورے تین دن آپ شدید بے ہوش رہے ہیں اتنے بے ہوش کہ ڈاکٹر لوں کو

لے بارے میں تشویش ہو گئی تھی۔ آپ کو ڈبل نمونیا ہو گیا تھا۔“

”مائی گاڈ۔“ میں نے کہا اور اچانک میرے ذہن میں انکا ابھر آئی۔ میں نے چونک کر

”سسٹر میرے ساتھ ایک لڑکی بھی تھی۔“

”آپ مس انکا کے بارے میں کہہ رہے ہیں۔“

”ہاں۔“

”انکا بالکل ٹھیک ہیں، لیکن انہیں بھی آرام کرنے کے لئے کہا گیا ہے آپ لوگوں کی

فی بڑی حیرت انگیز ہے ہم سب کے لئے۔“

”ٹھیکس گاڈ۔“ میں نے آنکھیں بند کر کے کہا۔

سرت کی ایک لہر میرے وجود میں دوڑ گئی تھی، انکا سے مجھے کوئی ایسی محبت نہیں تھی

جذباتی نام دیا جائے، بس وہ ایک انسان تھی۔ میرا اور اس کا ساتھ رہا تھا۔ اس

حوالے سے میں اس کی زندگی کا خواہش مند تھا اور میں نے اس کے لئے بھرپور کوشش کی اس کوشش کا نتیجہ بہت اچھا نکلا تھا جس کی مجھے خوشی تھی مرنے لگا۔

”آپ نے مس انیکا کی زندگی بڑی محنت سے بچائی ہے وہ ہمیں ساری باتیں بتا رہی ہیں۔“

”خدا کا شکر ہے سسر کہ میں اپنی کوشش میں کامیاب رہا ورنہ کئی بار انیکا اور میں ہر چھوڑ چکے ہوتے۔“

”زندگی بچانے والے کے ہاتھ بہت لمبے ہیں جس طرح آپ لوگ بچے ہیں اپنے طور پر کوشش کرتے تو آپ اتنی آسانی سے زندہ نہیں رہ سکتے تھے۔“ پھر نرس سوپ چلی گئی۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ چند افراد اندر داخل ہو گئے ان کے بارے میں، میں انہیں کہہ سکتا تھا۔ سب سے آگے ایک خوبصورت سا جوان آدمی تھا جو خاصی دلکش شخصیت مالک تھا اس نے آگے آکر کہا۔

”ہیلو۔ مسٹر دانش کیسے ہیں آپ۔“

”میں ٹھیک ہوں۔“

”میرا نام ایمل ہے، ایمل اور جہاں تک میرا علم ہے تو انیکا آپ کو میرے بارے میں بتا چکی ہے۔ معاف کیجئے گا اپنے اس محبوب کے بارے میں جس نے اس کی دانست میں ہر چھوڑ دیا تھا۔“

”ویری گڈ، ویری گڈ، بے شمار خوش خبریاں اس بے ہوشی کے بعد میرا انتظار کر رہی تھیں۔“

”ہاں واقعی آپ نے میرے اوپر جتنا احسان کیا ہے میں اس کے لئے آپ کا شکر کرنا کافی نہیں سمجھتا ہوں، انیکا کی زندگی کی حفاظت کرنے کے لئے آپ نے واقعی جس جہاد میں لڑی اور ذہانت سے کام کیا ہے اس کی داد نہیں دی جاسکتی خوش قسمتی ہے ہماری کہ ہم وقت پر آپ کے پاس پہنچ گئے اور ہم آپ کی زندگی بچانے میں کامیاب بھی ہو گئے۔“

”جی ہاں۔ شاید وہ آپ ہی کی گاڑی تھی جس کے انجن کی آواز میرے حواس کے آخری آواز تھی۔“

”بہر حال میں آپ کا شکر یہ ادا کرنے آیا تھا۔“ میں نے آنکھیں بند کر کے گردن

اس نے کہا۔

”آپ کو کوئی تکلیف تو نہیں ہے۔“

”نہیں، میں ٹھیک ہوں۔“

”انیکا بھی خیریت سے ہے۔ ابھی تھوڑی دیر کے بعد میں آپ کو اس سے ملوا دوں گا۔ لیکن آپ آرام کریں۔“ اور پھر وہ ان دونوں افراد کے ساتھ وہاں سے چل پڑا، اس کے رومی حالت دن بہ دن درست ہوتی چلی گئی، انیکا خود بھی اسی رات مجھ سے ملنے آئی۔ وہ سے چلتی ہوئی مجھ تک پہنچی تھی۔ دو نرسیں اس کے ساتھ تھیں، میرے نزدیک آکر وہ بستر پر بیٹھ گئی اور اس نے نرسوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”آپ لوگ جایئے میں اپنے دوست سے باتیں کروں گی اور پلیز ذرا باہر کسی کو گردیتیجئے کہ جب تک میں نہ چاہوں اندر کوئی نہ آئے۔“ دونوں نرسیں باہر چلی گئیں تھیں انہیں مجھے دیکھا اور دیر تک دیکھتی رہی اس کے بعد بولی۔

”دانش، جس طرح آپ نے میری زندگی بچائی ہے اتنا کوئی کسی کے لئے نہیں کرتا۔ لیکن آپ کی جگہ ہوتا تو شاید مجھے اتنا مقام نہ دیتا۔ میں اب بھی ہوئی ہوں۔ ایمل مجھے دوبارہ ہے۔ نہ جانے کیا کیا باتیں کی ہیں اس نے مجھ سے۔ وہ مجھ سے بچھڑ جانے کی وجہ بتاتا لیکن اس دوران بھی میں آپ کے بارے میں سوچتی رہی ہوں میں ایسا نہیں کر پا رہی بے دل میں آپ کے لئے کیا مقام ہے۔“ میں نے عجیب سی نگاہوں سے انیکا کو دیکھا کہہ رہی تھی میری سمجھ میں آ رہا تھا لیکن میری کیفیت وہی تھی۔ ظاہر ہے کسی کو ایسا کوئی نامیرے لئے ممکن ہی نہیں تھا۔ اس کے علاوہ یہ عارضی معاملات تھے میں نے آہستہ

”انیکا غور کرو زندگی کے راستے بہت مشکل ہوتے ہیں۔ جلد بازی میں کئے ہوئے ان وہ ہوتے ہیں۔ بہر حال ایک بات بتاؤ۔“

”کیا۔“

”تم نے جس اہم راز کی بات کی تھی اس کی کیا کیفیت ہے۔“

”بڑی غم ناک۔“

”کیوں۔“

”میرا سامان ایمیل کے قبضے میں ہے ویسے میں تمہیں بتاؤں میں نے ایک پتہ ہے ہوسکتا ہے اس میں مجھے کامیابی حاصل ہو جائے۔“

”ٹھیک ہے جیسے تم مناسب سمجھو۔“ میں نے جواب دیا حالانکہ مجھے ایسے کسی مسئلے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ بہر حال وہ کچھ دیر کے بعد چلی گئی اس کا کمرہ میرے کمرے سے تھوڑا فاصلے پر تھا۔ پھر پورا دن گزر گیا۔



دوسرے دن بھی مجھے چہل قدمی کروائی جا رہی تھی اور اب میں اپنے آپ کو بالکل درست محسوس کر رہا تھا۔ پر اسی دن ایمیل نے مجھ سے ملاقات کی اور مجھ سے کہنے لگا۔

”مسٹر دانش منصور! انیکا مجھے ساری باتیں بتا چکی ہے آپ اس سلسلے میں جو مقام مل کر چکے ہیں میں سمجھتا ہوں آپ کے بغیر ہم اپنے کام کو آگے نہیں بڑھا سکتے۔“ میں نے لمحے کے لئے سادہ سے نگاہوں سے ایمیل کو دیکھا حالانکہ انیکا مجھے الجھا گئی تھی۔ میری تو نیت ہی کچھ اور تھی اس نے کسی ایسے راز کا چکر چلا دیا تھا جس کی وہ قیمت وصول کرنا چاہتی تھی جبکہ میں تو صرف ایک ہی کام سے دلچسپی رکھتا تھا۔ اگر کوئی صحیح وقت آئے تو میں رخسار کے بارے میں معلومات حاصل کروں لیکن بہر حال کبھی کبھی زندگی کے راستے خود بخود ٹیڑھے بھے ہو جاتے ہیں۔ ان سے گریز ممکن نہیں ہوتا۔ چنانچہ میں نے ایمیل کو موقع نہیں دیا اور اسے اسی کی خواہش کے مطابق گفتگو کی میں نے کہا۔

”آپ مجھے بتائیے مسٹر ایمیل میں آپ کے لئے کیا کر سکتا ہوں۔“

”کیا آپ اس بات کے لئے تیار ہیں؟ کہ ہمارے درمیان کاروباری گفتگو ہوئے۔“

”جیسا آپ پسند کریں۔“

”شکریہ..... اصل میں بہت سے لوگ اس ایک مقصد کے لئے سرگرم عمل ہیں۔“ میں نا ہوں اس سے پہلے کہ کسی طرف سے کوئی بڑی کوشش ہو جائے۔ ہم لوگ آپس ہی میں نہ کر لیں۔ خصوصاً وہ افراد جو یہاں پہنچنے والے ہیں۔ وہ اس سلسلے میں آپ سے بات کریں

گے۔

”آپ بتائیے مجھے کیا کرنا ہے؟“

”آپ ان سے گفتگو کیجئے۔“

”میں تیار ہوں۔“

”ہو سکتا ہے۔ آج ہی ان سے ملاقات ہو جائے۔“

”جیسا آپ مناسب سمجھیں۔“ میں نے جواب دیا اور ایمل نے میرا شکریہ ادا کیا۔

جب وہ جانے لگا تو میں نے کہا۔

”مسٹر ایمل میں انیکا سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔“

”ہاں! ہاں! کیوں نہیں۔ وہ ابھی اپنے کمرے میں مقیم ہے۔ آپ وہاں جا سکتے

ہیں۔“

”ٹھیک ہے میں اس سے ملاقات کر کے جانا چاہوں گا۔“

لیکن انیکا سے میری ملاقات نہیں ہو سکی تھی۔ ایمل نے مجھے بتایا کہ انیکا کو ایک ضروری کام سے بھیج دیا گیا ہے اور اس سے ملاقات کا کوئی بندوبست نہیں ہو سکتا۔ اس نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

”مجھے اس بات کا قطعی علم نہیں تھا لیکن آپ خود صاحب اختیار ہیں۔ ایسا کر لیتے ہیں کہ پہلے آپ ان دو افراد سے مل لیجئے۔ بعد میں انیکا سے گفتگو کر لیں۔ یہ ایک مجبوری ہے۔ وہ دونوں آپکے ہیں۔“

”ٹھیک ہے جیسا آپ چاہیں۔“ میں نے آہستگی سے گردن ہلا دی۔ میں جانتا تھا کہ صورت حال کافی الجھی ہوئی ہے لیکن بہر حال جب تک کہ کوئی صحیح سراسمانہ نہ آجائے۔ مجھے ان کے مطابق ہی کام کرنا تھا۔ چنانچہ میں تیار ہو گیا۔ رات کو مجھے پہننے کے لئے لباس دیا گیا جو میرے جسم کے مطابق ہی تھا۔ پھر ایک خوبصورت کار مجھے لے کر چل پڑی۔ جس کا سفر تقریباً ایک گھنٹہ تک جاری رہا تھا۔ اس کے بعد ایک عمارت سامنے آئی جو کسی قدر بلندی پر واقع تھی۔ عمارت بہت خوبصورت تھی۔ موسم یہاں بھی بہت سرد تھا اور میں ایک ہلکی سی کپکپاہٹ محسوس کر رہا تھا۔ جب ہم عمارت میں اترے تو ایمل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”جس سردی سے آپ گزر چکے ہیں یہ اس کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے۔“

”ہاں! اس کا احساس کر کے میری حالت خراب ہو رہی ہے۔“ ہم ایک ہال میں داخل ہوئے۔ یہاں چند افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ پھر ان لوگوں سے مجھے متعارف کرایا گیا۔ بعد میں چھوٹے قد کا تیسرا آدمی بھی اندر آیا اور اس نے آکر کہا۔

”سارے معاملات درست ہیں جناب۔ میں باہر ڈیوٹی دے رہا ہوں۔“

”اد کے۔“ ان دو افراد نے کہا جو اس سلسلے میں کہیں باہر سے آئے ہوئے تھے پھر ان گفتگو کا آغاز ہو گیا۔ میں نے آنے والے دو افراد میں سے ایک سے کہا۔

”میں آپ سے ہر گفتگو کے لئے حاضر ہوں۔“ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی نے اپنے ساتھی کی جانب دیکھا۔ پھر اس نے دوسرے آدمی کو اشارہ کیا اور اس نے آگے کمرچا نک جیب میں ہاتھ ڈالا اور اس سے ایک رو مال نکال کر میرے چہرے پر رکھ دیا۔ رو مال کلورڈ فارم میں بھیگا ہوا تھا۔ میرا ذہن تاریکیوں میں گم ہو گیا اور اس کے بعد مجھے ہا احساس نہیں رہا لیکن زندگی ہوتی ہے تو ہوش بھی آتا ہے اور ہوش آتا ہے تو عقل بھی کام لیتی ہے۔ یہ جگہ بھی ایک کمرہ تھا یہیں مجھے ہوش آیا تھا ذہن پر ابھی تک کلورڈ فارم کی بو کا اثر طاری تھا۔ میں کچھ دیر سوچتا رہا اور پھر چونک کر اٹھ گیا۔ میرے ذہن میں گزرے ن واقعات کی تصویر آگئی تھی۔

پھر ایک شخص اندر داخل ہوا۔ میں اسے دیکھ کر ایک دم چونک پڑا۔

”میرا نام احمدانی ہے۔“ میں کچھ خاص مسائل پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔

ساری زندگی مختلف لوگوں سے دھوکے کھائے تھے۔ لیکن اس سے اس بات کا تجربہ بھی تھا کہ دھوکے کھانا بھی ضروری ہوتا ہے کیوں کہ دھوکا دینے والے بھی انسان ہی ہوتے۔ اپنی دانست میں وہ ذہانت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ لیکن ان کی ذہانت بھی انسانی ہوتی ہے ضروری نہیں ہے کہ جو کچھ وہ سوچتے ہیں وہی بہتر ہو۔ یہ شخص جن حوالوں سے مجھ سے گفتگو رہا تھا ان حوالوں کے بارے میں بھی جانتا تھا لیکن میں صرف اتنا جانتا تھا کہ اس وقت وہ ن دانش کا ہم شکل ہے۔ اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ اپنا نام جو وہ بتا رہا ہے کس شکل کا حامل ہے۔ میں نے کہا۔

”مسٹر احمدانی اگر آپ ساری باتیں درست کہہ بھی رہے ہیں تو میں آپ کی صورت تو پہچانتا۔ فرض کیجئے کہ آپ کے منصوبے کے تحت ہم اس وقت یہاں سے نکل جاتے ہیں

تو آئندہ میں آپ سے کیسے ملاقات کروں گا.....؟ اور آپ مجھے کیسے پہچانیں گے.....؟ احمد انہماک کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور اس نے کہا۔

”مسٹر دانش منصور..... ہم جن حالات کا شکار ہیں میں نے اپنے آپ کو بھی آپ کے ساتھ شامل کر لیا ہے۔ ان حالات کے تحت آپ یہ سمجھ لیجئے کہ ہمیں یہ خطرات مول لینا ہی پڑیں گے۔ بے شک میں اپنے چہرے سے میک اپ نہیں اتار سکتا۔ لیکن کچھ باتیں آپ کو خاص بتا رہا ہوں ذرا ان کو ذہن میں رکھئے اور اس کے بعد اپنے تمام مراحل طے کرتے ہوئے اس جگہ تک پہنچ جائیے میں آپ کو خود پہچان لوں گا اور اپنا تعارف احمد کہہ کر ہی کراؤں گا۔ بس اس کے بعد آپ میری اصلی شکل بھی دیکھ لیں گے۔ دیے میں آپ پر کچھ اور اہم انکشافات بھی کرنا چاہتا ہوں۔“

”کیا.....؟“ میں نے سوال کیا۔

”دیکھئے..... مسٹر دانش منصور آپ کی اہلیہ کا نام رخسار ہے نا۔“ اس کے ان الفاظ پر میرا دل دھڑک اٹھا میں نے کہا۔

”ہاں۔“

”رخسار ابھی تک ایرش واش کے قبضے میں ہے اور میں آپ کو جو پتا بتا رہا ہوں آپ ایرش واش سے وہاں مل سکتے ہیں۔ شرط یہ ہے کہ آپ سنجیدگی سے اسے تلاش کریں۔ اصل میں یہ شخص شیطان کا دوسرا روپ ہے۔ لیکن میری ملاقات کا ذریعہ بھی معمولی نہیں ہے۔ ایرش واش نے ایک جگہ ایک روحانی پیشوا کی شکل اختیار کی ہوئی ہے۔ اس نے ایک عبادت گاہ بھی بنائی ہوئی ہے۔ یہاں وہ لوگوں کو ایک شیطانی عمل کی ترغیب دیتا ہے۔ اس کے لائق پیروکار بھی ہیں جو اسے اپنا روحانی پیشوا تسلیم کرتے ہیں اور اس سے بڑی عقیدت رکھتے ہیں۔ اصل میں یہ دنیا ایک گورکھ دھندہ ہے اور یہاں انسان بڑی کمزور فطرت کا مظاہرہ کرتا ہے۔ ایرش واش کے پیروکار تعلیم یافتہ لوگ ہیں۔ بڑی بڑی حیثیتوں کے مالک ہیں۔ لیکن وہی انسانی کمزوریاں وہ لوگ اسے ایک درویش کا درجہ دیتے ہیں اور اس کے احکامات پر ہر طرح کے قدم اٹھانے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ میں آپ کو اس کے بارے میں مکمل تفصیلات بتائے دیتا ہوں۔ اب یہ آپ پر منحصر ہے کہ آپ کس طرح ایرش واش کو تلاش کرتے ہیں۔“ ایک اور اہم بات آپ کو وقت سے پہلے بتائے دیتا ہوں تاکہ آپ کے دل میں عدنان زہبی تک پہنچنے کی

ن پیدا ہو جائے۔ عدنان زہبی نے کچھ ایسے کردار اپنے پاس جمع کئے ہوئے ہیں جو آپ کے لئے بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ معاف کیجئے گا ایک بالکل ہی ذاتی سی بات ہے۔ لیکن آپ یہ سمجھ لیجئے کہ اگر آپ عدنان زہبی تک پہنچ گئے تو آپ کے ماضی کے کچھ راز کھل جائیں گے۔ کردار آپ کے ماضی ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔“ میرے دل میں شدید جلن پیدا ہو گئی۔ بے ماضی سے تعلق رکھنے والے کردار، ایک عجیب بات کہی تھی اس شخص نے لیکن بہر حال ان سے اس کی وضاحت طلب نہیں۔ اس سے میری کمزوری کا احساس ہوتا البتہ میں اس سے کہا۔

”ٹھیک ہے آپ مجھے ان نکات کے بارے میں بتائیے جو آپ نے کہے ہیں۔“ اور کافی دیر تک احمد انی مجھے بہت سے معاملات سمجھتا رہا تھا۔ میں نے دل میں سوچا کہ اگر یہ مل جھوٹ بول رہا ہے تو میں اسے دنیا کا سب سے شاطر آدمی تصور کر سکتا ہوں۔ غرض یہ کہ رے معاملات طے ہو گئے۔ میرے ذہن پر ایک بہت بڑا بوجھ آ پڑا تھا کیوں کہ احمد انی نے جو کچھ سمجھایا تھا وہ ناقابل یقین سا تھا لیکن بہر حال رخسار کی تلاش کے لئے پہلی بار مجھے فی صبح راستہ معلوم ہوا تھا اور اس بات پر میں شدید حیران تھا کہ بدمعاش ایرش واش مجھے جن نامہانوں سے بے وقوف بناتا رہا ہے وہ واقعی بڑے سنسنی خیز ہیں۔ خدا کرے اس شخص نے ایرش واش کا ہمشکل ہے جو کچھ کہا ہو سچ ہی کہا ہے اور پھر اس کے بعد میں نے اس ڈرامے آغاز کر دیا۔ میں نے اسے تمام لیا اور وہ حلق پھاڑ پھاڑ کر چیخنے لگا۔ چار مسلح محافظ اندر گھس گئے تھے اور چونکہ ان چاروں کو قبضے میں کرنا تھا اس لئے احمد انی نے بھی میرا ساتھ دیا۔ رے میں گھسان کی جنگ شروع ہو گئی۔ محافظ بھی کمزور نہیں تھے۔ میں نے ان میں سے دو ختم کر دیا۔ تیسرا مجھ پر حملہ آور ہوا اور اس نے مجھ پر ہلکا سا زخم لگا دیا لیکن ایک بات ذرا بے خیز ہوئی تھی وہ یہ کہ احمد انی زخمی ہو کر گر کر بے ہوش ہو گیا تھا اور جیسے ہی وہ نیچے گرا تو مجھے محافظ نے بھی مجھ پر حملہ کر دیا۔ میرے پاس اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ ان بہ دو افراد کو بھی زندگی سے محروم کر دوں۔ اور میں نے اس وقت عالم جنوں میں ایسا ہی کیا۔ روں محافظوں کی ہلاکت کے بعد میں اپنے اس قید خانے سے بھاگ نکلا تھا۔ یا تو تقدیر کی معاونت کر رہی تھی یا پھر کوئی بہت گہری سازش زیر عمل تھی اور اس پر کام ہو رہا تھا۔ کیوں کہ مجھے باہر نکلنے میں اس کے بعد کوئی اہم وقت پیش نہیں آئی تھی اور تھوڑی دیر کے بعد میں

”لیکن تمہیں کسی کو اپنے ساتھ لانا چاہئے تھا۔“

”کیا مطلب؟“

”مطلب یہ ہے کہ شناسا کو۔“

”میرا کوئی شناسا نہیں ہے۔“

”تم تو اندر نہیں جاسکتے۔“

”دوسرے لوگ کیوں اندر جا رہے ہیں؟“

”اس لئے کہ یہ ایرش واش کے مرید ہیں۔“

”اور میں اس کا سب سے بڑا عقیدت مند..... پیچھے ہٹوں۔“

میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا اور آواز کا جادو کام کر گیا۔ میں نے تیز قدموں سے قدم اندر بڑھا دیئے میرے سامنے ایک تنگ سی راہ داری آئی تھی اور اس کے بعد میں ایک اور دروازے پر پہنچ گیا۔ یہاں بھی کچھ لوگ موجود تھے اور آنے والوں کو باری باری اندر بھیج رہے تھے۔ کافی پر اسرار ماحول تھا اور مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ واقعی ایک طلسمی ماحول بنا دیا گیا ہے۔ آخر کار میں اندر پہنچ گیا یہ ایک بہت بڑا ہال تھا جہاں بے شمار افراد موجود تھے۔ لاتعداد کرسیاں پڑی ہوئی تھیں اور پھر میں ان کرسیوں میں سے ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ میں نے تھوڑی دیر تک انتظار کیا اور اس کے بعد مجھے وہ شخص نظر آیا۔ جس کا نام ہیروس تھا اور جسے میں پہلے بھی دیکھ چکا تھا۔ ہیروس نجانے کیا کیا بکواس کرتا رہا؟ یہ اندازہ مجھے ہو گیا تھا کہ یہ یہودی مذہب کا پرچار ہی ہو رہا ہے۔ لیکن اچانک ہی ہیروس کی نگاہ مجھ پر اٹھی اور وہ مجھ پر نگاہیں جمائے کھڑا رہا میں نے ایک لمحے کے اندر محسوس کر لیا تھا کہ اس کی آنکھوں میں شبہ جھانک رہا ہے ویسے اس بات پر مجھے حیرت ہوتی تھی۔ اتنے سارے افراد میں کسی ایک شخص کو نظر میں لے آنا بہت بڑی بات تھی۔ لوگ ادھر سے ادھر آ جا رہے تھے اچانک ہیروس نے کسی اور کو اشارہ کیا اور ایک آدمی اس کے قریب پہنچ گیا۔ میں چور نگاہوں سے اس کا جائزہ لے رہا تھا۔ ہیروس نے اس سے کچھ کہا اور چند لمحوں کے بعد وہ شخص میرے پاس پہنچ گیا۔ اور اس نے آہستہ سے میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

”ماسٹر ہیروس تم سے ملنا چاہتا ہے۔“

”ماسٹر ہیروس۔“

ایسی جگہ پہنچ گیا تھا جس کے بارے میں کم از کم یہ کہہ سکتا تھا کہ فی الحال وہ خطرے سے باہر ہے۔ زندگی اور موت کی میرے سامنے کوئی حقیقت نہیں رہی تھی۔ چنانچہ ایک یہودی کو ہلاک کر کے میں نے اس سے خاصی رقم حاصل کی۔ اس رقم سے میں نے کچھ خریداریاں کیں اور اس کے بعد ایک ایسے چھوٹے سے ہوٹل میں مقیم ہو گیا جو انتہائی بد بودار اور غلیظ تھا اور یقینی طور پر اگر اس ہوٹل میں کوئی گاہک آ جاتا تھا تو خود ہوٹل کے مالکان کو حیرت ہوتی ہوگی۔ یا پھر وہ خوش ہوتے ہوں گے کہ ان کا ہوٹل بھی ایسی جگہ ہے جہاں کوئی قیام کر سکتا ہے۔ بہر حال۔ احمدانی کا بے ہوش ہو جانا میرے لئے بڑی پریشانی کا باعث تھا۔ پھر میں نے تقریباً ڈیڑھ دن یہاں آرام کیا اور اس کے بعد مجھے اپنے کام کا آغاز کرنا تھا۔ یعنی یہ کہ ایرش واش کو تلاش کرنے کے لئے اس عبادت گاہ کا رخ کرنا تھا جو یہاں سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھی اور وہ علاقہ بڑی اہمیت کا حامل کہلاتا تھا۔ میں نے اس طرف کا رخ کیا۔ یہ باقاعدہ بستی تھی جس میں کشادہ سڑکیں اور خوب صورت مکانات بکھرے ہوئے تھے۔ میں اس کے بارے میں معلومات حاصل کرتا رہا۔ میں نے تمام تفصیلات جمع کر لیں، ویسے احمدانی نے مجھے بہت کچھ سمجھایا تھا اور میں اس الجھن کے عالم میں تھا کہ احمدانی نے سچ بولا ہے کہ جھوٹ۔ اس نے مجھے ایک شخص ہیروس کا حوالہ دیا تھا۔ ہیروس گرین لینڈ کا باشندہ تھا۔ لیکن وہ پیدائشی عیسائی تھا لیکن یہ اس عبادت گاہ یا دوسرے الفاظ میں منشیات کے اڈے میں ایرش واش کے خاص آدمیوں کا کردار ادا کرتا تھا۔ میں نے اس شخص کو بھی دیکھا۔ لمبے چوڑے بدن کا مالک اور انتہائی سفاک آدمی نظر آتا تھا۔ میں نے دل میں سوچا کہ سب سے پہلا شکار میرا یہی ہوگا۔ بہر حال ان تمام معلومات کے بعد میں نے اپنی تمام تیاریاں مکمل کیں اور پھر شام کے وقت اس نشے خانے یا عبادت گاہ میں پہنچ گیا۔ عبادت گاہ کے سامنے ایک دروازے پر دو نگراں موجود تھے۔ یہ حیرت ناک بات تھی کہ ایرش واش کے معتقد دروازے سے اندر آ جا رہے تھے۔ اور مجھے یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ دروازے پر موجود نگراں اندر جانے والوں کا گہری نگاہوں سے جائزہ لیتے ہیں۔ اور ان پر کڑی نگاہ رکھی جاتی ہے۔ جب میں آگے بڑھا تو دو نگراں میرے سامنے آ گئے اور انہوں نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

”اجنبی ہو! اندر کہاں جا رہے ہو۔“

”کیوں..... کیا عظیم روحانی پیشوا کسی نئے انسان کو اپنا مرید نہیں بنا سکتے۔“

”ہاں۔“

”کیا کوئی خاص بات ہے۔؟“

”یہ میں نہیں جانتا لیکن تم اس سے مل لو بہت اچھا ہو گا ویسے تم خوش نصیب ہو کہ ہیروس تم سے ملنا چاہتا ہے جبکہ بہت سے لوگ اس سے ملنا چاہتے ہیں اور وہ کسی سے نہیں ملتا۔“ بہر حال میں خاموشی سے آگے بڑھ گیا تھا۔ میرا راہنما مجھے کمرے میں پہنچا کر چلا گیا۔ کمرہ خالی تھا لیکن یہاں عمدہ فرنیچر موجود تھا۔ میں ایک صوفے پر بیٹھ گیا اور چند لمحات کے بعد ہیروس اندرونی دروازے سے اندر داخل ہو گیا اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی طاری تھی۔ وہ تیز نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس کے ہونٹوں پر ایک پراسراری مسکراہٹ ابھری۔

”کس پریشانی کا شکار ہو میرے بچے۔“

”تم میری پریشانی کو جانتے ہو۔ معزز ہیروس۔“

”ہاں..... میں جانتا ہوں۔ عظیم راہنما نے مجھے وہ روشنی دی ہے جو انسانوں کو پہچانتا ہے۔ لیکن میرے بچے! جس غلط فہمی کا شکار ہو کر تم یہاں آئے ہو اسے اپنے دل سے نکال دو۔“

”اگر ایسی کوئی بات ہے تو میں چاہتا ہوں کہ تم ہی اس غلط فہمی کے بارے میں بتاؤ اور مجھے میرے نام سے مخاطب کرو۔“

”دیکھو ایسی باتیں نہ کرو۔ اگر تمہارا تعلق سکیورٹی سے ہے تو تم جانتے ہو کہ ایریش واش کیا حیثیت رکھتا ہے؟

”تمہارے خیال میں میرا تعلق سکیورٹی سے ہے۔“

”گویا تم میرا امتحان لئے بغیر باز نہیں آؤ گے۔“

”بہتر تو یہی ہے کہ عظیم راہنما مجھے اپنے معتقدین میں شامل کر لے۔ کون ہوں میں؟“

”تو پھر اب تم ہی مجھے بتاؤ..... دانش منصور! کہ میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں.....؟“

ایک شدید اعصابی دھماکا میرے وجود میں ہوا تھا۔ لیکن دھماکوں کو اب سنبھال لینا میرے لئے مشکل نہیں تھا۔

”اگر تم یہاں تک جانتے ہو تو یہ بھی تمہارے علم میں ہو گا کہ میں یہاں کیوں

ہوں۔؟“

”کیا اپنی بیوی کی تلاش میں.....؟“

”ہاں۔“

”لیکن اس کے بارے میں عظیم راہنما تمہیں بتا چکا ہے۔“

”اس نے جھوٹ بولا ہے۔“

”دیکھو! ہمارے راہنما کے بارے میں ایسے الفاظ نہ استعمال کرو جو ہمیں مشتعل کر

یں۔ تم بولنے میں احتیاط رکھو۔“

”رخسار کہاں ہے۔ ایریش واش کہاں ہے۔“

”کاش! میں تمہیں بتا سکتا۔“

”تم بتا سکتے ہو..... تم با علم آدمی ہو۔ ویسے یہ بات بھی تم اچھی طرح جانتے ہو کہ رخسار

پیش واش کے پاس ہی ہے۔“

اچانک ہی اس کا چہرہ سخت ہو گیا اس نے کہا۔

”واش کو نہیں جانتے تم۔ اگر وہ واش کے پاس ہے تو یقیناً بہتری ہوگی اس کی۔ چنانچہ

میں تمہیں مشورہ دیتا ہوں کہ تم اب اپنی بیوی کو بھول جاؤ۔“

”تمہارے ہاں کیا ایسا ہی ہوتا ہے؟“

”دیکھو بد زبانی نہ کرو یہ مشورہ ہے۔“

”مشورے کا پس منظر کیا ہے.....؟“

”بہت زیادہ بکواس کر کے تم میرا دماغ خراب کر رہے ہو۔ تمہاری زندگی خطرے میں

پڑ سکتی ہے۔“

”ہو سکتا ہے..... لیکن بہر حال میں تم سے اب اس بارے میں معلومات حاصل کئے بغیر

نہیں جاؤں گا۔“

”بہر حال تمہیں جو بتا دیا گیا وہی بہتر ہے۔“

”نہیں..... اگر تم اس کا پتا نہیں بتاؤ گے تو اس وقت میرے ہاتھوں سے نہیں بچ سکو

گے۔ مائی ڈیئر ہیروس۔“

”دیکھو..... میرے معصوم بچے! مجھے تم سے ہمدردی ہے۔ اگر تم نے میری بات نہ مانی

تو مجھے زندگی بھر دکھ رہے گا۔“

”میرا خیال ہے کہ میں تمہیں ہر دکھ سے آزاد کر دوں گا۔“ میں نے کہا۔

”باہر جانے کا راستہ یاد ہے تمہیں۔“ اس نے سوال کیا اور میں چونک کر اسے دیکھ لگا۔ اس سے جو گفتگو ہو چکی تھی وہ کافی تھی اس کے بعد جو صورت حال پیش آئے گی اس لئے مجھے اتنی جلد بازی سے کام نہیں کرنا چاہئے۔ چنانچہ میں اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا اور بیٹھنے لگا۔

”ٹھیک ہے ہیروس..... اب جو کچھ بھی ہو گا اس کے ذمہ دار تم خود ہو گے۔“ یہ کہہ کر میں دروازے کی جانب بڑھ گیا۔ ابھی میں باہر بھی نہیں نکل پایا تھا کہ دو محافظ مجھے باہر نکلے ہوئے نظر آئے اور ان کی آنکھوں کا جائزہ لینے کے بعد میں نے یہ اندازہ کر لیا کہ کوئی گڑبڑ ہو گئی ہے۔ انہوں نے آگے بڑھ کر مجھ پر حملہ کیا لیکن میں پیچھے ہٹ گیا اور میں نے کہا۔

”کیا چاہتے ہو تم لوگ.....؟“

”فوراً یہاں سے نکل جاؤ..... پھر اس کے بعد کبھی یہاں کا رخ نہ کرنا۔ ہیروس نرم دل ہے ورنہ یہاں سے تمہاری واپسی ممکن نہ ہوگی۔“

”ٹھیک ہے..... اگر روحانی پیشوا یہی چاہتا ہے تو یہی سہی۔“ میں نے کہا اور اس انداز میں آگے بڑھا کہ انہیں یہ محسوس ہو کہ میں دروازے سے باہر نکل رہا ہوں۔ لیکن دروازہ کھولنے سے پہلے ہی اچانک میں نے ریوالور نکال لیا۔ ریوالور کا دستہ ایک قریب کھڑے ہوئے محافظ پر پڑا اور میری بائیں ہتھیلی دوسرے کی گردن پر۔ اس کی گردن چٹختنے کی آواز سنائی دی تھی۔ جس شخص پر میں نے ریوالور کا دستہ استعمال کیا تھا وہ جھولے لے رہا تھا اور جس شخص کی بڑی ٹوٹی تھی وہ اوندھے منہ فرش پر پڑا تھا۔ اور اس کا بدن زمین پر پڑا ترپ رہا تھا۔ میں نے پھرتی سے دوسرے کی گردن پر بھی ایک ہاتھ مارا اور اس بار یہ چوٹ پہلے سے زیادہ شدید تھی۔ پھر میرے بائیں پیر کی چوٹ دوسرے کی کپٹنی پر پڑی یوں ان دونوں کی کہانی ختم ہو گئی۔ میں ایک لمحے کے لئے فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے؟ لیکن اب اچانک ہی میں نے فیصلہ کیا کہ ہیروس کو چھوڑنا مناسب نہیں ہے۔ چنانچہ باہر جانے کے بجائے میں پھرتی سے اندر کی طرف پلٹا میں نے جھری سے جھانک کر دیکھا ہیروس کمرے میں ایک میز کے سامنے یوں کھڑا تھا کہ اس کی پشت دروازے کی طرف تھی۔ وہ غالباً ٹیلی فون کا ریسپور

ہائے ہوئے تھا اور بھاری آواز میں کسی سے کہہ رہا تھا۔

”ہاں۔ وہ یہاں موجود ہے گدھے کے بچو!“

تم نے اسے اندر آنے ہی کیوں دیا.....؟ تم نہیں جانتے کہ اس کا یہاں پہنچ جانا کس خطرناک ہے۔ وہ جو کچھ کر کے نکلا ہے اس کا تمہیں اندازہ ہے۔ اس قید خانے سے رہائی لیا تم لوگوں کی حماقت کا ثبوت نہیں تھی کہ اب اسے یہاں تک پہنچا دیا تم نے۔ میں اسے قتل کر سکتا ہوں۔ ہاں میں کر سکتا ہوں لیکن تم جانتے ہو کہ وہ بھی خونی آدمی ہے اور..... اور حال دیکھو باہر کیا ہو رہا ہے؟“ اس نے کہا اور فون بند کر دیا۔ اس دوران میں اندر داخل ہو ا تھا۔ میرا ریوالور والا ہاتھ اٹھا ہوا تھا۔ تب اسے اچانک میرے قدموں کی چاپ کا احساس درود تیزی سے پیچھے کی طرف پلٹا یہ دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

”آہ..... واقعی تم ذہین ہو۔ مجھے قتل کرنا چاہتا ہوں..... لیکن یہ تمہارے لئے ممکن نہیں منو! میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں میرے بچے۔“

”ایرش واش کہاں ہے؟“

”تو تم ایسے نہیں مانو گے..... اس نے کہا اور میری قوت برداشت جواب دے گئی۔ نے اس کی پیشانی کی طرف رخ کر کے ٹریگر دبا دیا اس کی پیشانی میں سوراخ ہو گیا تھا اور ان کی چادر چاروں طرف پھیل گئی۔ وہ خون کی نقاب پہن کر چند لمحے خاموش کھڑا رہا اور ہکے کہے بغیر منہ کے بل فرش پر آ گیا۔ میں نے ٹھوکر سے اسے پلٹ کر دیکھا تو وہ مر چکا ولی اس کی پیشانی سے گزر کر عقب سے نکل گئی تھی اور خون کی چادر پھیلتی چلی جا رہی تھی۔ نے یہاں رکتا مناسب نہیں سمجھا اور پھرتی سے دروازے کی طرف بڑھ گیا پھر دروازہ اکر باہر نکل آیا۔ محافظ بھی وہاں پڑے ہوئے تھے۔ باہر کوئی موجود نہیں تھا۔ میں آہستہ سے چلتا ہوا ایک ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں تاریکی چھائی ہوئی تھی یہاں ہلکی ہلکی بدبو بھی ہوئی تھی۔ غالباً کوڑے کرکٹ کی بدبو تھی۔ چند قدم آگے بڑھا تو بیڑ کے خالی ڈبے میں کھڑکھڑانے لگے میں احتیاط سے آگے بڑھنے لگا کافی دیر چلنے کے بعد اس علاقے پر نکل آیا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کیا کروں.....؟ میں جانتا تھا کہ یہاں تھوڑی دیر بمحافظوں کو اپنے آقا کی موت کا علم ہو جائے گا اور لازمی بات ہے کہ وہ کسی ایسے شخص کو رنے کی کوشش کریں گے جو اس طرف آیا ہو۔ تھوڑی دیر تک میں وہاں سے آگے چلتا

رہا۔ اب اس وقت میرے ذہن پر جو کیفیت طاری تھی اس میں کوئی انسانی خیال میرے دل میں موجود نہیں تھا۔ میں صرف اپنے طور پر کام کرنا چاہتا تھا۔ اپنی اندرونی کیفیت کا میں بخوبی اندازہ لگا رہا تھا۔ جب سے مجھے یہ معلوم ہوا تھا کہ رخسار ایرش واش کے قبضے میں ہے اور ایرش واش اب تک مجھے دھوکا دیتا رہا ہے۔ میرے دماغ پر ایک عجیب سی ہجانی کیفیت طاری تھی۔ میرے ذہن میں اب صرف ایک ہی خیال تھا کہ میں ایرش واش کو تلاش کروں۔ تھوڑا دور اٹھا تھا کہ مجھے ایک شخص کار سے اترتا ہوا نظر آیا۔ وہ کار کا دروازہ لاک کر رہا تھا۔ میں اس وقت اس کے پاس پہنچا کہ اسے احساس ہی نہ ہوا۔ وہ سوٹ میں ملبوس تھا اور اچھی خاصی شخصیت کا مالک نظر آتا تھا۔ لیکن اچانک ہی میری ضرب سے بوکھلا گیا۔ میں نے اس کے پیٹ میں گھنٹا مارا پھر وہ جھکا تو اس کی گردن پر کرائے کا ایک وار کر دیا۔ اس کے دونوں ہاتھ ہوا میں پھیل گئے اور چابی اچھل کر دور جاگری میں نے اسے گھسیٹ کر ایک طرف ڈالا۔ آگے بڑھ کر چابی اٹھائی دروازہ لاک ہو چکا تھا۔ دروازہ کھولا اور کار میں بیٹھ کر وہاں سے چل پڑا۔ لیکن زیادہ فاصلے طے نہیں کیا تھا کہ دفعتاً عقب میں مجھے کسی اور کار کی ہیڈ لائٹس نظر آئیں جو یقینی طور پر کسی کے تعاقب میں تھیں۔ میں نے کار کی رفتار تیز کر دی۔ پیچھے آنے والی کار ایک نہیں تھی بلکہ ایک سے زیادہ تھیں اور میری تیز رفتاری کا مقابلہ کر رہی تھیں۔ میں نے ریوولور نکال کر ہاتھ میں لے لیا اور انتظار کرنے لگا کہ کب مجھے اپنا کام کرنے کی ضرورت پیش آئے۔ اب انسانی زندگی میری نگاہوں میں بے وقعت ہو گئی تھی اور میں خون کے دریا بہانے پر آمادہ تھا۔ آگے راستہ پر خطرناک ہوتا جا رہا تھا اور میں دور سے آتی ہوئی ان کاروں کی آوازیں سن رہا تھا جو مسلسل میرے تعاقب میں تھیں۔ میں نے اس دوران خاموشی اختیار کئے رکھی تھی اور کوئی ایسا عمل نہیں کیا تھا جو اپنی طرف سے کس قدم کا اندازہ ہو۔ لیکن جہاں تک میرا اندازہ ہے آگے راستہ خاصا الجھا ہوا تھا۔ دور سے آتی ہوئی کاریں نشیب میں نظر آ رہی تھیں کیوں کہ تھوڑے فاصلے پر مجھے اپنی کار کو چڑھائی پر چڑھانا پڑا تھا اس وقت بھی میرا اور ان کاروں کا فاصلہ کافی بہت زیادہ نہیں تھا لیکن پھر بھی مناسب تھا۔ اس راستے کے دونوں طرف چٹانیں بکھری ہوئی تھیں اور ان چٹانوں کے دونوں طرف سڑک بنی ہوئی تھی۔ جگہ جگہ خطرناک موڑ نظر آتے تھے اور یہاں تیز رفتاری برقرار نہیں رکھی جاسکتی تھی۔ واپسی کی بھی کوئی صورت نہیں تھی۔ میں سوچا کہ آگے جا کر نجانے کیا صورت حال پیش آئے.....؟ چنانچہ کچھ کرنا چاہئے بہر حال مجھے

ایک موڑ کاٹا اور کار کو پورے بریک لگا دیئے۔ اس کے بعد دروازہ کھول کر پھرتی سے نیچے لپکتا تھا۔ میں نے دوڑ کر ایک ایسی چٹان کی آڑ لی جہاں سے ان کاروں کو دیکھا جاسکتا تھا۔ ایں تھیں اور آہستہ آہستہ میری کار کے قریب آتی جا رہی تھیں۔ پھر یہ دونوں کاریں میرے لور کی ریخ میں آگئیں اور دوسرے لمحے میں نے ان پر فائرنگ شروع کر دی۔ کاریں چونکہ لمبی تیز رفتاری سے آ رہی تھیں اور میرے نشانے غلط ثابت نہیں ہوئے تھے۔ چنانچہ ایک کار ٹڑا کر کھڑی ہو گئی اور دوسری کار اتنی قوت سے اس سے ٹکرائی کہ دونوں کاریں پاش پاش ہو گئیں۔ آگے کی چٹانوں نے بھی انہیں چور چور کرنے میں مدد دی تھی۔ چنانچہ پہلے ان کے نیچے کے دھماکے اور اس کے بعد ان کے پٹرول ٹینک کے دھماکے۔ شعلوں کی بارش ہو گئی ان چٹانوں پر اور بہت سی چٹین بھی سنائی دی تھیں۔ میں نے گہری سانس لی اور اس کے بجائے لینے لگا کہ اگر میں کار ریورس کر کے اس سڑک پر واپس پلٹنے کی کوشش کروں تو مجھے قت پیش آسکتی ہے.....؟ میں ادھر ادھر دیکھتا رہا اور کافی فاصلے پر پہنچنے کے بعد مجھے ایک جگہ نظر آگئی جہاں سے میں کار کو موڑ سکتا تھا۔ چنانچہ دوبارہ کار کے اسٹیرنگ کو سنبھال کر نے کار تیز رفتاری سے آگے بڑھائی اور اس کے بعد میں واپسی کا سفر طے کرنے لگا۔ ان کاروں کے ٹوٹے ہوئے ٹکڑے سڑک پر بکھرے ہوئے تھے اس لئے یہاں سے نکلنے صی وقت پیش آئی اور ابھی تھوڑی ہی دور چلا تھا کہ سامنے سے مجھے ایک اور کار آتی ہوئی تھی۔ اب یہ بتانے کہ یہ عام گاڑی تھی یا انہی لوگوں میں سے کسی کی۔ لیکن بہر حال اتنا تھا مجھے کہ صورت حال خاصی سنگین ہے۔ دوسری کار سے شاید اس تباہ شدہ کار کو دیکھ لیا ہے۔ چنانچہ اس کار کی رفتار سست ہو گئی اور جلتی ہوئی کار سے وہ تھوڑے فاصلے پر رک گئی۔ میں نے کوئی حماقت نہیں کی تھی۔ کار میں بیٹھ رہنے کا مطلب یہ تھا کہ میری کار کو آسانی نہ بنایا جاسکے اور میرا یہ اندازہ درست ہی نکلا۔ ابھی میں اس کار سے تھوڑا آگے ہی نکلا میں نے آنے والی کار کے چاروں دروازے کھلتے ہوئے دیکھے اور ان سے بہت سے ہر نکل آئے۔ وہ چیخ چلا رہے تھے اور شاید تباہ شدہ کار کی جانب اشارہ کر رہے تھے اور سرے کو بتا رہے تھے کہ ان کے ساتھی موت کا شکار ہو گئے ہیں۔ پھر وہ شاید جھنجھلا ہی میں نے کھڑی ہوئی کار پر نشانہ بازی شروع کر دی۔ کار کے شیشے پھلنی ہو گئے اور کئی گاڑی کی باڈی اور ٹائر وں میں پیوست ہو گئیں۔ غالباً وہ میرے بھاگنے کے راستے بند

کر رہے تھے۔ پھر کسی نے کہا۔

”کتے کے بچے..... ہم نے تجھے دیکھ لیا ہے تو باہر آ جا ورنہ..... تجھے بھون کے مار جائے گا۔“ میں مسکرا دیا ویسے مجھے اندازہ تھا کہ انہیں میری سمت کا بالکل اندازہ نہیں ہے۔ اس وقت وہ صرف اندھیرے میں تیر چلا رہے ہیں۔ میں خاموشی سے دم سادھے بیٹھا ہوں۔ البتہ یہ اندازہ تھا مجھے کہ وہ تعداد میں کافی ہیں پھر ایک شخص میرے بالکل قریب پہنچا اور اس نے مجھے دیکھ بھی لیا۔ اس کے بعد بھلا ان کی زندگی میرے لئے کس طرح کارآمد ہو سکتی تھی میرے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ریوالور کا ٹرانسگر دبا اور اس کی بھیانک چیخ فضا میں گئی۔ ایک لمحے کے لئے خاموشی طاری ہو گئی تھی لیکن دوسرے لمحے گولیوں کی آوازیں فضا میں گونجنے لگیں۔ انہوں نے فضا میں اتنی گولیوں کی بارش کی کہ لگا کہ وہ پاگل ہی ہو گئے ہوں۔ میرے چاروں طرف سے گولیاں گزر رہی تھیں اور میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ یہاں سے کوئی ضروری ہے۔ کیوں کہ انہیں صحیح صورت حال کا اندازہ ہو گیا تھا۔ میں زمین پر لیٹنے کی بجائے کی طرح آگے بڑھنے لگا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر مجھے ایک غار جیسا محسوس ہوا اور میں خاص طور سے اس غار کے کنارے پہنچ گیا۔ وہ لوگ جس انداز میں گولیاں چلا رہے تھے اور جس طرح چٹانوں کی کرچیاں فضا میں اڑ رہی تھیں اس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہ ہر قیمت پر چاروں طرف سے گھیر کر مجھے ختم کر دینا چاہتے ہیں۔ چنانچہ میں برق رفتاری سے غار کے دہانے پر داخل ہو کر اندرونی حصے میں پہنچ گیا۔ اندر پہنچ کر مجھے اندازہ ہوا کہ غار کافی کشادہ ہے۔ انہیں اس کی اصل حیثیت کیا ہے؟ لیکن بہر حال ضروری تھا کہ میں پناہ لوں۔ لیکن میں تو یہاں ہی قدموں کی آہٹیں محسوس کر رہا تھا۔ وہ لوگ یقینی طور پر زندگی کی بازی لگا کر یہاں پہنچے تھے اور مجھے تلاش کر رہے تھے۔ انہوں نے گولیاں چلانا بند کر دی تھیں پھر ایک مدھم سی آواز نظر آئی۔ غالباً ٹارچ جلائی گئی تھی۔ مجھے یہ صورت حال کافی خطرناک محسوس ہوئی۔ اگر وہ میں داخل ہو گئے تو میں زیادہ سے زیادہ کتنے افراد کو ہلاک کر سکوں گا۔ نکلنا مشکل ہو جائے گا اور پھر چند ہی لمحوں کے بعد میرے اس خیال کی تصدیق ہو گئی۔ ٹارچ کی روشنی اب غار میں اندر آ گئی تھی اور اس میں اب ان کے ہلکے سائے بھی محسوس ہو رہے تھے۔ جو کہ میرے نشانے پر آئے میں نے یونہی اندازاً گولیاں چلا دیں۔ غار میں چلنے والی گولیوں کی آواز خاصی خطرناک تھی اور اس کے ساتھ ہی انکی ہولناک چیخیں بھی بہت ڈراؤنی تھیں۔

وچے سمجھے بغیر غار کے اندرونی حصے کی طرف دوڑنا شروع کر دیا ایک چھوٹی سے سرنگ تھی۔ اس کے بعد غار کے دہانے سے میں پھرتی سے باہر نکل آیا۔ دور دور تک گہرا سناٹا طاری تھا۔ اس کا سلسلہ تاحہ نظر پھیلا ہوا تھا۔ وہ لوگ اس طرف نہیں آئے تھے اور اب جتنی برق سے دوڑ کر دور نکلا جا سکتا تھا نکل جانا چاہئے تھا۔ کیوں کہ بہر حال وہ لوگ بھی احمق تھے۔ ادھر غار میں جو واقعہ پیش آیا تھا اس نے ان لوگوں کو اور ہوشیار کر دیا تھا۔ یا تو وہ نکل کر اس کی اوپری سمت سے آرہے تھے یا پھر کوئی اور چکر تھا۔ لیکن انہوں نے ہوا رنگ شروع کر دی تھی۔ وہ غار کے آس پاس ہی تھے اور بہت جلدی میرے قریب پہنچنے لگے۔ اچانک ہی میں نے ایک سمت دیکھا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں اس کی گاڑی دیکھی جو تھوڑے فاصلے پر کھڑی ہوئی تھی حقیقت یہ تھی کہ میں جان بوجھ کر نہیں آیا تھا۔ بس غار کی ڈائریکشن کچھ ایسی تھی کہ میں چلتا ہوا اس طرف پہنچ گیا تھا۔ غار سے تھوڑے فاصلے پر پہنچ کر رکا۔ اندازہ یہ ہو رہا تھا کہ ایک شخص کار کے پاس موجود یقینی طور پر یہ کار کا ڈرائیور ہی ہو سکتا تھا۔ میں نے صورت حال کا صحیح طور پر جائزہ لیا کہ علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں اسے بھی ہلاک کر دوں۔ چنانچہ ریوالور کی دلی نے اس کا بھیجا اڑا دیا اور میں نے اس کے بدن کو فضا میں اوپر سے نیچے اچھلتے دیکھا۔ پھر میں دوڑتا ہوا کار کے قریب پہنچ گیا ابھی میں نے کار کا دروازہ کھولا ہی تھا کہ فائر ہوا اور کار کا ایک شیشہ ٹوٹ گیا لیکن یہ اس شخص کی بد قسمتی تھی کہ اس وقت بھی میں نشانہ نہیں بن سکا تھا۔ میں نے اب اس کے بعد انتظار نہیں کیا۔ ایسے موقعوں پر ابدا غلط کام تھا۔ چنانچہ میں اسٹیرنگ پر بیٹھا اور اس کے بعد نے کار اسٹارٹ کر کے اس اتنی دور تک پہنچا دی کہ ناقابل یقین حد تک۔ سڑک بھی پہاڑیوں کے درمیان تھی۔ میں کار کا اگر ایک ٹائر بھی کسی وقت نکل جاتا تو کار کھڑی میں گر سکتی تھی۔ لیکن بہر حال میں بہت دور تک چلا گیا اور اس کے بعد جیسے ہی مجھے موقع ملا میں نے کار کو واپس پے کی سمت دوڑا دیا۔ اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا تو اب ان لوگوں کو میرا تعاقب کرنے نہیں رہی تھی۔ لیکن بہر حال آگے راستہ ناہموار اور کچا تھا۔ کار اچھلتی کودتی اس پر پھر مجھے بائیں سمت ایک ایسی روشنی نظر آئی جس سے یہ احساس ہوا کہ وہ کسی مکان ہے۔ اس وقت زیادہ فاصلہ نہیں طے کر سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے کار کا رخ روشنی کی

ہی کاغذ نکال لیا جیسے ہی وہ میرے قریب پہنچا میں نے اپنے ریوالور کی نال اس کی گردن
لی حالانکہ ریوالور خالی ہو چکا تھا۔ لیکن میری کوشش کارگر رہی۔ اس کا منہ حیرت سے کھل گیا
نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”ایک لفظ بھی منہ سے نکالا تو گولی گردن سے پار ہو جائے گی۔“ پھر اس کے بعد اس
والور قبضے میں کرنے میں زیادہ وقت نہیں ہوئی تھی۔

”چلو۔“ میں نے اس سے کہا اور اس شخص کو ساتھ لئے ہوئے اندر کی جانب چل پڑا۔
کے اندر کی عمارت بہت خوب صورت نظر آرہی تھی۔ لیکن باہر سے اس میں تالا لگا ہوا تھا۔
اشارے پر اس نے تالا کھولا اور ہم اندر داخل ہو گئے۔ اندر داخل ہو کر میں نے روشنی
ن شخص کو دیکھا اچھی خاصی عمر کا آدمی تھا۔ میں نے اس سے کہا۔

”دیکھو جیسا کہ میں نے تم سے کہا میرا تعلق سکیورٹی سے ہے میں تمہیں کوئی نقصان نہیں
چاہتا۔ لیکن تمہیں میری مدد کرنا ہوگی یہ میں بعد میں بتاؤں گا کہ ساری صورت حال کیا

”ما..... مگر..... تو..... تم..... تم.....“ اچانک ہی مجھے یوں محسوس ہوا جیسے یہ شخص میرا
میں دے گا اور ضرور کوئی چال چلے گا۔ میں جو اس وقت انتہائی خونی ہو رہا تھا ایسی کوئی
برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے اس پر وار کیا اور اس کے سر کی پشت پر دو
لگا کر اسے بے ہوش کر دیا اس کے بعد وہیں سے رسی تلاش کر کے اس کے ہاتھ پاؤں
بندھے اور اس کے بعد اسے ایک طرف ڈال دیا۔ اب مجھے اس کار کے بارے میں اندازہ
کہ اس کا میں کیا کروں.....؟ کار کو اگر میں فارم ہاؤس کے احاطے میں لے آتا اور
مپا دیا جاتا تو مجھے آسانی حاصل ہو سکتی تھی۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ باہر نکل کر میں
طے کا جائزہ لیا اور اس کے بعد کار اندر لے آیا۔ کار چھپانے کے لئے ایک بہت اچھی
ن تھی۔ چنانچہ ان تمام کاموں سے فارغ ہونے کے بعد میں نے گہری سانس لی اور وہ
کردی جو کسی کی راہنمائی یہاں تک کر سکتی تھی۔ پھر میں اندر آ گیا۔ فارم ہاؤس کا محافظ
ہ بندھا ہوا تھا لیکن میں نے اس کے سر پر ایسی ضربیں نہیں لگائی تھیں کہ اسے شدید
نچ جائے۔ چند لمحوں کے بعد وہ گردن چٹخنے لگا اور پھر وہ ہوش میں آ گیا وہ وحشت زدہ
سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ اس کی نگاہ مجھ پر پڑی اور اس کی آنکھیں خوف سے پھیل

جانب کر دیا اور اس فارم ہاؤس کے پاس پہنچ گیا جو پتا نہیں کس احق نے بنایا تھا۔ فارم ہاؤس
کا احاطہ بہت وسیع تھا کئی کے تنے برابر برابر جوڑ کر ایک باڑ بنائی گئی تھی۔ اندر ایک چھوٹی سی
عمارت نظر آرہی تھی۔ اطراف میں کھیت بکھرے ہوئے تھے بہر حال اس کے علاوہ اور کوئی
چارہ کار نہیں تھا کہ یہاں رک کر صورت حال کا جائزہ لیا جائے۔ پھر میں نے کار روکی اور
احاطے کی دیوار عبور کر کے اندر داخل ہوا لیکن جیسے ہی میرے قدم نیچے پہنچے اچانک ہی
ٹارچ کی روشنی مجھ پر پڑی اور ایک ایک غرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

”خبردار..... کون ہو.....؟ اپنی جگہ سے ہلنے کی کوشش مت کرنا ورنہ گولی مار دوں گا۔“
میں نے فوراً ہی کہا۔

”نہیں..... میرا تعلق سکیورٹی سے ہے کچھ لوگوں کا تعاقب کرتا ہوا یہاں پہنچا ہوں۔ تم
نے شاید گولیوں کی آواز سنی ہوں۔“
”سکیورٹی کے آدمی ہو۔“

”ہاں۔“
”کارڈ ہے تمہارے پاس۔“

”ہاں۔“ وہ آہستہ سے میرے قریب آ گیا اور ٹارچ کی روشنی میں مجھے نیچے سے اٹھ
تک دیکھتے ہوئے بولا۔

”مگر تمہارا حلیہ تو بڑا عجیب ہو رہا ہے۔“
”میں نے کہا نا کہ مجرموں کا تعاقب کرتا ہوا یہاں آیا ہوں۔ یہ کون سی عمارت

ہے۔“
”یہ ڈکن فارم ہاؤس ہے۔“

”کس کا ہے یہ فارم ہاؤس۔“
”ڈکن کا ہے یہ فارم ہاؤس۔“

”تم کون ہو.....؟“
”میں نوکری کرتا ہوں یہاں۔“

”میرا پاؤں ڈنچی ہو گیا ہے کیا تم میری مدد کر سکتے ہو۔“
”اس شرط پر کہ تم مجھے اپنا کارڈ دکھاؤ گے۔“ وہ بولا اور میں نے جیب میں ہاتھ ڈال

گیں۔ دبلا پتلا سا ملازم ٹائپ کا آدمی تھا اس کے حلق سے ایک سرسراتی ہوئی آواز نکلی۔

”تو..... تو..... تو..... تم۔“

”ہاں..... دیکھو! مجبوری تھی تمہیں بے ہوش کرنا پڑا۔ لیکن یہ مجبوری آگے بھی بڑھ سکتی ہے۔ تمہیں قتل بھی کیا جاسکتا ہے۔“

”ما..... مگر..... کیوں.....؟ تم مجھے کیوں قتل کرنا چاہتے ہو۔“

”اس لئے کہ مجھے تم سے خطرہ ہے۔“

”نہیں..... میں ایک غریب آدمی ہوں۔ ایسا نہ کرنا..... ایسا نہ کرنا۔“

”ٹھیک ہے..... لیکن شرط یہ ہے کہ تمہیں میری تھوڑی سی مدد کرنا ہوگی۔“

”میں..... جو کچھ تم کہو گے وہ کروں گا۔ خدا کے لئے مجھے قتل نہ کرنا میں مرنا نہیں

چاہتا۔“

”ٹھیک ہے تمہاری مرضی ہے۔ یہ بتاؤ اس فارم کا مالک کب آئے گا۔“

”وہ ہفتے میں ایک بار آتا ہے۔“

”تم یہاں کیا کرتے ہو.....؟ اور یہاں اور کتنے آدمی ہیں.....؟“

”نہیں یقیناً کرو صرف میں ہوں لیکن دن کی روشنی میں یہاں کام کرنے والے آجایا

کرتے ہیں۔“

”چلو ٹھیک ہے..... اب یہ بتاؤ یہاں کھانے پینے کے لئے کچھ مل سکتا ہے۔ کافی مل

جائے گی۔“

”ہاں..... کیوں نہیں.....“

”بنائے گا کون.....؟“

”اگر تم میرے ہاتھ پاؤں کھولو تو میں بنا دوں گا۔“

”اس کے بعد کیا کرو گے.....؟“

”کچھ نہیں.....“ اس نے کہا۔

”تب تم اٹھو.....“ اس کے بعد اس شخص نے عمدہ قسم کی کافی اولسکٹ مجھے پیش کئے

تھے۔ میں اسے ریوالور کی زد پر رکھے ہوئے تھا۔ میں کافی پیتے ہوئے اس سے کہنے لگا۔

”اب کیا چاہتے ہو تم.....“

”دیکھو! مجھے قتل کرنے سے تمہیں کچھ نہیں ملے گا اگر تم مجھ سے کوئی اور کام لینا چاہتے ہو تو..... میں۔“

”ٹھیک ہے..... اب تم مجھے یہ بتاؤ کہ ہم یہاں سے آگے کس طرف جاسکتے ہیں.....؟ میرا مطلب ہے کہ اگر میں یہاں سے جانا چاہوں تو۔“

”آبادی کے بارے میں پوچھ رہے ہو۔“

”ویسے تو یہ سڑک سیدھی چلی جاتی ہے جس سے گزر کر تم یہاں تک آئے ہو۔ لیکن اگر تم کوئی مختصر راستہ اختیار کرنا چاہتے ہو تو کار وہاں تک نہیں جاسکتی البتہ تم وہاں آبادی تک جا سکتے ہو۔“

”یہاں ایک عبادت گاہ ہے۔ اور اس عبادت گاہ میں ایرش نامی ایک شخص روحانی پیشوا کے طور پر رہتا ہے۔“

”وہ یہاں سے زیادہ فاصلے پر نہیں ہے۔“

”مطلب۔“

”پیچھے سے گزر کر سیدھے جاؤ گے تو ایک کھائی عبور کرنے کے بعد جب اوپر پہنچو گے اس عبادت گاہ کی عمارت تمہیں نظر آجائے گی۔“

”اور اگر یہاں سے جانے کے بعد تم نے کسی کو اطلاع دے دی تو.....“

”نہیں میرا دماغ خراب نہیں ہے۔ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ میں زندہ رہنا چاہتا ہوں۔“

”ٹھیک ہے۔ صبح کو کچھ لوگ یہاں آجائیں گے، کافی پینے کے بعد میرا یہاں سے چلے نا بہتر ہوگا لیکن ایک بات ذہن نشین کر لو اگر تم نے کسی کو میرے بارے میں بتایا.....؟“

”تم یقیناً کرو ایسے کاموں میں زندگی موت کے قریب آجاتی ہے اس لئے میں بے فکری نہیں ہوں کہ کسی کو کچھ بتاؤں۔“

”واقعی..... سمجھ دار آدمی معلوم ہوتے ہو۔“ کافی وغیرہ سے فراغت حاصل کرنے کے

مجھے ایک بار پھر سے اس کے ہاتھ پاؤں باندھنے پڑے۔ البتہ میں نے اس کے منہ میں ڈرا وغیرہ نہیں ٹھونسنا تھا۔ خطرہ تو مول لینا ہی تھا۔ عمارت کے بارے میں اس سے معلومات مل گئیں۔ چنانچہ رات کی تاریکی میں اس جگہ سے چل پڑا۔ میں جانتا تھا کہ یہ ایک خطرناک

قدم ہے لیکن ظاہر ہے کہ وہ لوگ جو مجھے تلاش کرنے میں ناکام رہے تھے وہ آسانی سے تو میرا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔ میں نے دل میں سوچا تھا بہر حال ایک بار پھر اس علاقے میں پہنچ گیا۔ ایرش واش کے بارے میں یہ بالکل ہی نیا بتا اور اجنبی انکشاف تھا۔ ویسے اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ یہ شخص شیطان کا بھی بڑا بھائی تھا جس نے نجانے کیا کیا جال بچھا رکھے تھے.....؟ عبادت گاہ سے ملحقہ ایک اور عمارت تھی جو یقینی طور پر ایرش واش کی خصوصی رہائش گاہ ہو گی۔ ویسے اس بات کے امکانات تھے کہ ایرش واش مجھے یہاں ضرور مل جائے گا۔ یہ عمارت کسی قدر قدیم طرز کی بنی ہوئی تھی۔ ویسے اس کے عقبی حصے میں بھی ایک باقاعدہ بستی نظر آرہی تھی جس میں چھوٹے اور بڑے مکانات بکھرے ہوئے تھے۔ بہر حال میں اس عمارت کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے یہ طے کر لیا تھا کہ اب مجھے کوئی فوری قدم اٹھانے کے بجائے یہاں رک کر صورت حال کا جائزہ لینا چاہئے۔ پھر میں نے ایک جگہ منتخب کی یہ گھنے درختوں اور جھاڑیوں کا علاقہ تھا۔ یہاں پہنچنے کے بعد میں نے اپنے لئے آرام گاہ تیار کر لی اور کافی وقت یہاں آرام کرتا رہا۔ دن کی روشنی میں بھی اس عمارت کا جائزہ لینا چاہتا تھا۔ چنانچہ رات کو میں نے بقیہ حصے میں سو جانے کا فیصلہ کیا اور اس کے بعد میں اپنی خصوصی حیثیت سے کام لے کر سونے کے لئے لیٹ گیا۔ وقت گزرتا رہا نجانے کس وقت مجھے نیند آگئی تھی اور میں گہری نیند سو گیا تھا۔ دوسرے دن بھی بقیہ وقت میں نے یہیں گزارا اور تھوڑی دیر تک آرام سے بیٹھا رہا۔ کھانے پینے کا مسئلہ بھی حل نہیں ہو سکا تھا لیکن ایسے ہی وقت گزار لیا۔ پورا دن گزارنا ایک مشکل کام تھا وہ بھی تنہا۔ یہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ میری اس کارروائی کے نتیجے میں کیا ہوا ہے؟ لیکن اتنے فاصلے سے کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا تھا اور یہ نہیں پتا چل سکا تھا کہ بیروں کے مرجانے کے بعد کیا صورت حال رہی ہے؟

ویسے عبادت گاہ سے ملحقہ اس عمارت میں ایرش واش کی موجودگی کا یقین مجھے تھا۔ خدا خدا کر کے وقت گزرا۔ طبیعت کافی عجیب سی ہو رہی تھی اور کچھ عجیب سا تصور ذہن پر طاری تھا۔ پھر شام ہو گئی اور سورج چھپ گیا اور عمارت کے اندرونی حصے میں روشنی جل اٹھی تھی۔ میں یہ فیصلہ کر چکا تھا کہ اب اس عمارت میں داخل ہو کر مجھے ایرش واش کا جائزہ لینا چاہئے شاید میری تقدیر یہیں پر کھل جائے۔ وہ مجھے یہیں مل جائے جس کی تلاش میری زندگی کا سب سے بڑا مقصد بن چکی تھی۔ رخسار۔ بہر حال میں نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور پھر اس کے بعد میں

وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ اس عمارت کے چاروں طرف لکڑی کی باڑ لگی ہوئی تھی۔ میں نے دور ہی سے عمارت کے گرد ایک چکر لگایا پھر لکڑی کی باڑ کو پار کر کے اندر داخل ہو گیا۔ داخلے کے لئے میں نے ایک محفوظ راستہ اختیار کیا تھا۔ اس طرف چھوٹے گھنے درخت لگے ہوئے تھے یہ درخت بھی اس طرح گھنے تھے کہ ان کے درمیان آسانی سے چھپا جاسکتا تھا۔ میں ان کے سائے سائے چلتا ہوا عمارت کے بائیں حصے کی جانب بڑھ گیا۔ اس طرف ایک سونمگ پول نظر آرہا تھا جو خالی تھا۔ البتہ تھوڑے فاصلے پر ایک شخص نظر آرہا تھا۔ غالباً محافظ ٹائپ کا آدمی تھا۔ میں نے احتیاط سے اس کی جانب قدم بڑھا دیئے۔ میں دبے قدموں چلتا ہوا بالکل اس کے قریب پہنچ گیا ساتھ ہی ایک بیچ نظر آرہی تھی اور بیچ پر ایک کلاشکوف رکھی ہوئی تھی۔ ویسے اس شخص کا کلاشکوف سے کوئی خاص فاصلہ نہیں تھا۔ اگر وہ ذرا بھی میرے قدموں کی چاپ سن لیتا تو بڑے آرام سے کلاشکوف اٹھا کر مجھ پر برسٹ مار سکتا تھا۔ اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں اس پہ خود حملہ کر دوں۔ میں نے پھرتی سے آگے بڑھ کر پتول کا دستہ اس کے سر پر مارا اور اس کے حلق سے ایک کراہ نکل گئی۔ میں نے اسے بیچ کے پیچھے کھینچ لیا تھا۔ نیچے گرانے کے بعد میں نے اس کی گردن پر پاؤں رکھا اور اس کی گردن زور سے مسل دی۔ اس کے ہاتھ پاؤں بری طرح پھیلے اور پھر ساکت ہو گئے۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر کلاشکوف اٹھا لی تھی۔ اس کے بعد میں عمارت کے اندرونی حصے کی جانب چل پڑا۔ یہاں سے میں نے سامنے ہی کا رخ کیا تھا پھر میں اندر داخل ہو گیا یہ تو اندازہ بالکل نہیں تھا کہ عبادت گاہ میں عبادت کے دوران یہاں کیا ہوتا ہے.....؟ میں کلاشکوف لیتا ہوا آگے بڑھا۔ ایک کمرے سے چند لوگوں کے بولنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ لیکن میں نے ان کے بارے میں جاننے کی کوشش نہیں کی۔ کئی راہ داریاں عبور کرنے کے بعد آخر کار ایک بڑے سے کمرے کے باہر پہنچ گیا جس سے روشنی چھن رہی تھی۔ میں نے کمرے کا دروازہ کھول کر دیکھا تو اچانک ہی مجھے ایک عورت نظر آئی جس نے مجھے جھانکتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کرتی میں پھرتی سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا تھا۔ یہ انتہائی خوب صورت نوجوان عورت تھی۔ پہلے تو اس کا منہ حیرت سے کھلے کا کھلا رہ گیا۔ اس کے بعد اس کی آنکھوں میں دہشت نظر آنے لگی۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے میرے ہاتھوں میں دبی ہوئی اس کلاشکوف کو دیکھ رہی تھی۔ میں نے پاؤں سے دروازہ بند کیا اور مسکرا کر کہا۔

”تو..... تم کون ہو؟“ اس نے سوال کیا۔

دوسرے لمحے میرا الٹا ہاتھ اس کے منہ پر پڑا اور وہ اچھل کر دور جا کر گر پڑی۔ اس کے چیخنے سے پہلے میں نے ایک بار پھر کلاشکوف کی نال اس کی کمر پر رکھ دی تھی۔

”تمہارے منہ سے اگر چیخ کی آواز نکلی تو یہ تمہاری زندگی کی آخری چیخ ہوگی۔ جو کچھ پوچھ رہا ہوں اس کا جواب دو۔“

”واش..... اندر عبادت گاہ میں ہوگا۔“

”ہوں..... عبادت گاہ میں جانے کا راستہ کس طرف ہے۔“

”تم اتنا بھی نہیں جانتے۔“ اس نے کہا لیکن اس کے جواب میں پھر ایک تھپڑ اس کے منہ پر پڑا اور اس کے ہونٹوں سے خون کی ایک دھار پھوٹ پڑی میں نے غرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”صرف جواب دو کیا سمجھیں؟“ جواب میں وہ رو پڑی تھی۔ اس کا بدن ہولے ہولے کانپ رہا تھا اور وہ سہمی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر کچھ دیر کے بعد اس نے کہا۔

”وہ..... وہ..... عبادت گاہ میں ہے۔ ہمارا ایک ساتھی ہیروں..... ہیروں مر چکا ہے۔“

”ہوں..... دیکھو میں بہت اچھا انسان ہوں لیکن صرف ان لوگوں کے ساتھ جو میرے ساتھ تعاون کرتے ہیں۔“

مجھے اس بات سے کوئی غرض نہیں ہوگی کہ کون زندہ رہتا ہے اور کون مر جاتا ہے؟ کیا سمجھیں.....؟“ میرے لہجے میں ایسی خون خوار کیفیت تھی کہ اس کے ہوش و حواس درست ہو گئے اور اس نے کہا۔

”نن..... نہیں..... ما..... میں..... تا..... تمہیں سب کچھ بتانے کے لئے تیار ہوں۔ جو کچھ پوچھنا چاہتے ہو مجھ سے پوچھو میں بتا دوں گی۔“ مجھے یہ محسوس ہوا کہ جیسے اب وہ اوقات میں آگئی ہو۔ اس کی سہمی ہوئی نگاہیں میرا جائزہ لے رہی تھیں پھر وہ بولی۔

”میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ تمہارے لئے بڑی کوششیں کی گئی ہیں۔ مسٹر ایرش واش کا کہنا ہے کہ تم ایک سانپ سے زیادہ زہریلے۔ چلتے سے زیادہ پھرتیلے اور ہاتھی سے زیادہ طاقتور ہو۔ تمہارا نام دانش منصور ہی ہے نا۔“

”تمہارا بدن بہت خوب صورت ہے اور کلاشکوف سے اگر گولیاں نکلیں گی تو یہ دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو جائے گا۔ کیسا لگے گا..... یہ تمہارا حسین جسم دو ٹکڑوں میں۔“ عورت کے حلق سے دہشت زدہ سی آواز نکل گئی۔ اس کی خوب صورت آنکھیں خوف سے پھیل گئیں۔ پھر وہ دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر چکرائی اور فرش پر گر کر بے ہوش ہو گئی۔ میں ایک گہری سانس لے کر اس کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ میں یہ سوچ رہا تھا کہ کہیں یہ چالاک عورت اداکاری نہ کر رہی ہو۔ لیکن بہر حال وہ بے ہوش ہی تھی۔ ایک لمحے کا کھیل ہوا تھا یہ اور اس پر غشی طاری ہو گئی کہ میں نے پلٹ کر دروازہ اندر سے بند کر دیا اور تیز بلب بجھا کر مدہم بلب جلا دیا۔ پھر میں اسے ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگا تھا۔ چند ہی لمحوں کے بعد اس کی آنکھوں میں لرزش ہوئی اور آنکھیں کھل گئیں۔ پہلے تو ایک لمحے تک وہ صورت حال کو نہیں جان سکی۔ پھر جب صورت حال اس کے ذہن میں آئی تو اس کا چہرہ پھر خوف زدہ ہو گیا۔

”سنو..... سب سے پہلے تو مجھے یہ بتاؤ کہ اس عمارت میں اور کون کون ہے.....؟ اس نے منہ سے کچھ کہنا چاہا لیکن آواز نہیں نکل سکی تھی۔

”جواب دینا ضروری ہے۔“

”پا..... پا..... پا..... پا..... پا.....“

”پانچ آدمی۔“

”ہاں۔“

”کون کون ہیں وہ.....؟“

”سب..... سب ملازم ہیں۔“

”تم کون ہو.....؟“

”ما..... ما..... میں۔“

”ہاں۔ بولو۔“

”واش..... واش۔“ وہ ہکلائی ہوئی آواز بولی۔

”ہاں..... ہاں..... بولو..... بولو۔“

”ما..... میں..... ایرش واش کی دوست ہوں۔“

”ایرش واش خود اس وقت کہاں ہے؟“

”ہاں..... میرا نام دانش منصور ہے۔“

”عبادت گاہ میں ایرش واش ہمیشہ مل جاتا ہے۔“

”بالکل نہیں..... اس کے ہم شکل ہر طرف کھڑے ہوئے ہیں..... ہاں اگر کبھی اسے خصوصی طور پر طلب کیا جائے تو بے شک وہ آ جاتا ہے۔“ لڑکی نے جواب دیا۔

”گویا کوئی بات دعوے سے نہیں کہی جاسکتی۔“

”تم یقین کر دایسی ہی بات ہے۔“

”ٹھیک..... بہر حال لڑکی مجھے تمہاری زندگی یا موت سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔“ میں نے کہا اور اس کی گردن پر ایک زوردار ضرب لگا دی۔ اسے اس ضرب کی امید نہیں تھی۔ چنانچہ لہرا گئی۔ میں نے اسے فرش پر گر کرنے سے پہلے ہی سنبھال لیا اور ایک جگہ زمین پر لٹانے کے بعد وہاں سے نکل آیا۔ اب خاموشی سے یہاں سے نکل جانا تھا۔ ویسے اگر یہ عورت ایرش واش سے رابطہ قائم کر کے اسے میرے بارے میں بتا بھی دیتی ہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ ایرش واش کو تمام تفصیلات معلوم ہو گئی ہوں گی۔ پھر میں ایک بال جیسی جگہ سے باہر نکلا ہی تھا کہ اچانک کچھ قدموں کی آوازیں سنائی دیں اور میں سنبھل گیا۔ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ قتل پر قتل کرتا چلا جاؤں۔ ایک بات سے ذرا دل کو سکون تھا وہ یہ کہ یہ دشمن اسلام تھے۔ میرے مذہب میرے دین کے دشمن اور ایسی قوم کے باشندے جنہوں نے بہر حال فلسطین پر عرصہ حیات تنگ کر دیا تھا۔ ان کے ساتھ رعایت گناہ تھی۔ انہوں نے جس قدر درندگی کی تھی اس درندگی کے جواب میں ان کے ساتھ ہر طرح کی درندگی کی جاسکتی تھی۔ چنانچہ جب پہلا شخص میرے سامنے آیا میں نے اسے زندگی سے محروم کر دیا۔ فائر کی آواز گونجی تھی لیکن اس کے ساتھ جو دوسرے لوگ تھے وہ سنبھل گئے انہوں نے مقابلہ شروع کر دیا۔ تڑکی آواز کے ساتھ بہت سی گولیاں ان کے ہاتھوں میں دبی ہوئی گنوں سے نکلیں لیکن چونکہ وہ صحیح طور پر نشانہ لے کر گولیاں نہیں چلا سکے تھے اس لئے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ اس لئے میرے دوسرے برسرٹ نے ان سب کو خاموش کر دیا۔ پھر میں وہاں سے نکلنے کی کوشش کرنے لگا لیکن سامنے شاید کچھ اور افراد بھی موجود تھے۔ اچانک ہی مجھے اپنے عقب سے بھی آہٹ محسوس ہوئی۔ اور واقعی اس وقت تقدیر نے میرے ساتھ بہت بڑی رعایت کی تھی یہ وہی کمخت عورت تھی جسے میں نے سمجھا کہ میرے کراٹے کے ہاتھ نے بے ہوش کر دیا ہے اس نے

ریوالور سے مجھ پر گولی چلائی تھی۔ لیکن میں ایک دم سے بیٹھ گیا تھا اور اس کے بعد بیٹھے ہی بیٹھے میں نے انتہائی پھرتی سے اس کی طرف چھلانگ لگائی میرے سر کی ٹکرا اس کے پیٹ پر پڑی تھی اور اس کے حلق سے بے اختیار چیخ نکل گئی تھی۔ وہ بری طرح اچھل کر دور گری اور میں اس پر گر گیا۔ سب سے پہلے میں نے اس کے ریوالور والے ہاتھ سے ریوالور چھینا اس کے بعد بالوں سے پکڑ کر گھسیٹا ہوا اندر لے گیا پھر میں نے کہا۔

”واہ..... تم تو ایک بہت ہی شائد دار کارنامہ سرانجام دینے جا رہی تھیں۔ ایسا کارنامہ جو تمہارا ساتھی ایرش واش آج تک سرانجام نہیں دے سکا۔ بلاشبہ اس کارنامے کی انجام دہی کے نتیجے میں تمہیں ایک بہت بڑا اعزاز مل سکتا تھا۔“ اس کی آنکھوں میں وحشت ناچ رہی تھی۔ میں نے ہنس کر کہا۔

”باہر شاید میں نے ان سب کا صفایا کر دیا ہے اب ضروری ہے کہ تم بھی جاؤ۔“

”نہیں..... خدا کے لئے..... خدا کے لئے مجھے قتل نہ کرو۔“

”ارے..... تم خدا کو جانتی ہو۔“

”ہاں..... ہاں..... ہاں..... تم خود سوچ سکتے ہو میں..... میں اب تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گی۔ پلیز مجھے ہلاک نہ کرو۔“

”ویری گڈ..... مجھے جانتی ہو۔“

”زیادہ نہیں جانتی..... بس ان لوگوں کی زبانی تمہارے چرچے سنے ہیں۔ ایک دفعہ ایرش واش تمہارا ذکر کرتے ہوئے کہہ رہا تھا کہ تم بے حد خطرناک آدمی ہو۔“

”تمہیں میری اور ایرش واش کی دشمنی کے بارے میں معلوم ہے۔“

”نہیں.....“ پلیز میں پہلے بھی کہہ چکی ہوں کہ۔

”لیکن رخسار کے بارے میں تمہیں ضرور معلوم ہوگا۔“

”یہ کون ہے.....؟“

”میری بیوی۔“

”نہیں میں کچھ نہیں جانتی۔“

”سوچ لو..... ڈارلنگ۔“ میں نے ہنس کر کہا۔

”دیکھو اب میں جو کچھ کر چکی ہوں اسے واپس نہیں لوٹا سکتی لیکن ایک وعدہ کر رہی

ہوں تم سے ایک لفظ بھی جھوٹ نہیں بولوں گی۔“
”یہودی ہو۔“

”ہاں۔“

”اس کے باوجود میں تم پر یقین کر لوں۔“
”مطلب۔“

”سانپ پر بھروسہ کیا جاسکتا ہے؟ ویسے جب میں یہاں سے نکلوں گا تو ایرش واش کو اطلاع دینا تمہارا سب سے پہلا کام ہوگا۔“

”نہیں..... اب میں ایسا نہیں کر سکتی۔“

”کمال ہے یعنی واقعی ایسا ہی کرو گی تم۔“

”ہاں۔“

”دیکھو میں مسلمان ہوں اور مسلمان ہی ایسا کارنامہ سرانجام دے سکتے ہیں کہ دشمن کو اتنی آسانی سے چھوڑ دیں۔ میں نے کہا اور اس کے بعد میں باہر نکل آیا۔ حالانکہ اسے اس بات کا تصور بھی نہیں ہو گا کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ کر ڈالوں گا۔ وہ تو یہ سوچ رہی ہو گی کہ اب کسی نہ کسی کونے سے گولی آئے گی اور اس کی زندگی کا چراغ گل ہو جائے گا۔ لیکن میں واقعی عمارت سے برق رفتاری سے باہر نکل آیا تھا۔ میرے سامنے کوئی منصوبہ نہیں تھا بس تقدیر اُڑا رہا تھا۔ تقدیر جو بھی فیصلہ کرے لیکن اتنا مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ پورا علاقہ ایرش واش کے قبضے میں ہے۔ میں کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد ایک ایسے پہاڑی سلسلے کے پاس پہنچا جہاں لاتعداد خیمے لگے ہوئے تھے۔ یہیں پر لکڑی کی عمارتیں بھی بنی ہوئی تھیں۔ بڑی بڑی اور چھوٹی چھوٹی عمارتیں پتا نہیں یہ کیا چکر تھا.....؟ ہر چیز کے بارے میں قریب جا کر ہی معلوم ہو سکتا تھا۔ میں آہستہ آہستہ چھپتا چھپاتا ان عمارتوں کے قریب پہنچ گیا۔ ایک بڑا عجیب و غریب جال پھیلایا ہوا تھا۔ چھوٹے چھوٹے پہاڑی ٹیلے جن میں بڑے بڑے غار تھے ان غاروں میں نجانے کیا تھا..... بہر حال زندگی کی بازی لگا کر دیکھنا تو تھا کہ یہ سارا سلسلہ کیا ہے۔ میں آہستہ آہستہ آگے بڑھتا رہا اور اس کے بعد اس عمارت میں داخل ہونا میرے لئے ایک اعزاز ہی تھا۔ لکڑی کی یہ عمارت جس میں صرف اس لئے داخل ہوا تھا کہ سامنے سے دو آدمی آرہے تھے۔ میرے لئے بڑی کار آمد ثابت ہوئی۔ یہاں ایک شخص کوئی کام کر رہا تھا میں نے اس

ت اسے دیکھا جب وہ مجھے دیکھ چکا تھا۔ اس کی آنکھیں حیرانی سے مجھے دیکھ رہی تھیں۔ پھر اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا اور اس نے ریوالور نکالتے ہوئے کہا۔

”کون ہو تم.....؟ میں تمہیں نہیں پہچانتا۔“

”دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا کیا.....؟ مجھے نہیں پہچان رہے تم۔“ میں نے فوراً کہا۔
”بے لہجے اور میرے انداز نے اسے چونکنے پر مجبور کر دیا۔“

”مگر..... میں واقعی تمہیں نہیں جانتا۔“

”یار..... کمال کر رہے ہو۔ نہیں جانتے تو ایسا کرو کہ گولی مار دو مجھے۔“

”یا تو میں اندھا ہو گیا ہوں..... یا پھر تم مجھے دھوکا دے رہے ہو۔“

”واپس جاؤں یا جس مقصد کے لئے آیا ہوں وہ بتاؤں۔“

”نہیں..... خیر بتاؤ کیا بات ہے.....؟ وہ حیران ہو کر بولا اور پھر پستول جیب میں رکھ کر میں نے لباس میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا۔

”اسے پڑھو اور اس کے بعد صورت حال کا جائزہ لو۔“ میرا یہ داؤ کار گر رہا۔ دوسرے ہندو میرے قریب آ کر جھک گیا اور میرا گھٹنا اس کے پیٹ پر پڑا۔ پھر جڑے پر پڑنے والی ب نے اسے زمین پر لٹا دیا۔ میں نے پھرتی سے اس کے سینے پر گھٹنا رکھا اور دوسرا ہاتھ اس گردن پر جما دیا۔ پھر پہلے میں نے اس کا ریوالور قبضے میں کیا اور اس کے بعد اس کے لباس، ایک شان دار خنجر نکال کر اس کے زخروں پر رکھ دیا۔

”اب مجھے پہچانو..... میرا نام دانش منصور ہے۔“ اس کی آنکھوں میں نظر آنے والا یہ بتا رہا تھا کہ وہ دانش منصور کے نام سے واقف ہے۔ اس نے خوف زدہ نگاہوں سے دیکھا تو میں نے کہا۔

”یہ بتاؤ کہ ان غاروں میں کیا ہوتا ہے؟“

”ہا..... بات سنو..... ما..... مجھے..... چھوڑ دو تو سہی میرا سینہ گھٹ رہا ہے۔“

”ضرور گھٹ رہا ہوگا۔ چھوڑ دوں گا تمہیں لیکن میری بات کا جواب دو۔“

”یہ ایرش واش کا ٹھکانہ ہے۔“

”وہ تو مجھے معلوم ہے لیکن..... یہاں ہوتا کیا ہے.....؟“

”کام کے لوگوں کو گھیر گھار کر لایا جاتا ہے۔ غاروں میں تمہیں بہت سی عورتیں ملیں گی

جن کی ذمہ داری یہ ہے کہ ان کام کے لوگوں کی زبانیں کھولائیں اور ان سے معلومات کریں۔“

”گڈ..... ایریش واش کہاں ہے؟“

”کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ کہاں ہوگا.....؟ بس کہیں نہ کہیں موجود ہوگا۔ یہ بات تو ان کے بارے میں کوئی بھی نہیں کہہ سکتا کہ وہ کہاں ہے؟“

”آدی نہ ہوا تو چھلاوا ہو گیا۔“

”چھلاوا تو بہت معمولی چیز ہوتی ہے وہ اس سے بھی بڑی کوئی چیز ہے۔“

”یہ تم کہہ رہے ہو۔“

”جو حقیقت ہو وہی کہی جاتی ہے۔“

”ٹھیک ہے.....“ میں نے کہا اور اس کے بعد اطمینان سے اس کی گردن پر دنی ا پھیر دیا۔ اس کی گردن سے خون کی پھوار پھوٹ پڑی تھی۔ میں نے اپنے آپ کو اس سے ہا اور پھر اس کے سرد ہونے کا تماشہ دیکھتا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ سرد ہو گیا تھا۔ سب سے پہلے میں نے اس لکڑی کی عمارت کا دروازہ بند کیا اور اس کے بعد اس کا جائزہ لینے لگا۔ ہو سکتا ہے کہ مجھے یہاں کام کی کوئی چیز مل جائے۔ تلاشی کے دوران مجھے بہت سے لباس اور سب سے بڑی چیز میک اپ کا سامان مل گیا جو میرے لئے ایک ناقابل یقین بات تھی۔ پھر بھلا مجھے بات سے کون روک سکتا تھا کہ میں اسی کی شکل اپنالوں اور اب اس کی لاش کو بھی ٹھکانے کا بڑا ضروری تھا۔ اس کی لاش کو ٹھکانے لگانے کے لئے بھی یہیں پر ایک معقول انتظام تھا۔ ان غاروں میں بہت سے غار تارک تھے اور ایسے ہی ایک چھوٹے کالے غار میں میں نے لاش کو دھکیل دیا۔ پھر بڑے اطمینان سے میں ان غاروں کا جائزہ لینے لگا۔ لاتعداد حسین لڑکیاں خاص قسم کے نیلے ڈانفروں کے لباس میں یہاں موجود تھیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ کئی لڑکیاں انتہائی حسین تھیں۔ میرے دل میں ایک عجیب سی دھڑکن پیدا ہو گئی۔ کیا یہ کسی رخسار بھی انہی کے درمیان موجود ہے؟ لیکن ایسا نہیں تھا۔ بہر حال اس کے بعد میں نے یہاں رات گزارنے کا بندوبست کر لیا۔ کھانے پینے کی بھی چیزیں موجود تھیں۔ اس دوران کسی میری جانب کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ بڑا دلچسپ معاملہ تھا۔ میں اب کھڑا رخسار کا سراغ لگا رہا تھا۔ میری آنکھیں یہاں موجود ایک ایک عورت کا جائزہ لے رہی تھیں لیکن مجھے وہ نہیں مل

دوسرے دن میں اپنی جگہ سے باہر نکلا اور اس کے بعد نجانے کہاں کہاں گھومتا رہا.....؟ ن کوئی شک نہیں کہ بڑا پر اسرار ماحول پیدا کر دیا گیا تھا۔ اس وقت شام کے تقریباً سات تھے۔ غاروں میں الیکٹرک مشعلیں روشن ہو گئی تھیں اور سارا ماحول ایک عجیب سا حسن لر گیا تھا۔ پھر میں ایک بہت بڑے غار سے گزر رہا تھا کہ میں نے ایریش واش کو دیکھا۔ نے زرد رنگ کا ایک لبادہ گردن سے لے کر ٹخنوں تک پہنا ہوا تھا۔ میرا بدن ساکت رہا۔ اس کے ساتھ دو تین افراد اور بھی تھے جو بڑے مودب انداز میں اس سے باتیں کر رہے تھے۔ میں ایک جگہ رک کر وہاں کا جائزہ لینے لگا۔ ایک شخص نے کہا۔

”میں دیکھتا ہوں جناب! اور پتا لگانے کی کوشش کرتا ہوں۔“ وہ شخص واپس پلٹا اور اس پلٹا کہ میرے سامنے آ گیا۔ پھر اس نے کہا۔

”او..... مسٹر ہام..... مسٹر ہام..... آپ برائے کرم میرے ساتھ آئیے۔“

”کون ہے..... ہام.....؟“ اچانک ہی ایریش واش کی آواز سنائی دی اور میں اس کی چل پڑا جو شخص واپس پلٹ رہا تھا۔ اس نے میری بڑی مشکل حل کر دی تھی۔ میں اس سبب پہنچا اور اس طرح تعظیم کے لئے جھکا جیسے میں نے دوسروں کو جھکتے دیکھا تھا۔ ایریش نے آنکھیں بند کی ہوئی تھیں۔ اس نے کہا۔

”ہام..... کل شام کا سورج چھپنے سے پہلے تمہیں میرے ساتھ چلنا ہے۔ کل شام کو چھپنے سے پہلے خیال رکھنا میں تمہارے پاس یہ پیغام بھیجنے ہی والا تھا۔“ میں نے ایک بار م کے انداز میں گردن خم کی۔

”جاؤ..... میں انتظار کروں گا۔“ لیکن میں باہر نکلنے کے بعد جس کیفیت سے گزر رہا راول ہی جانتا تھا۔ ایریش واش میرے سامنے آ گیا تھا۔ آہ..... کاش یہ اصلی ہی ایریش ہو۔ لیکن اب کیا کرنا چاہئے تھا.....؟ سنبھالنا ہے اپنے آپ کو..... سنبھالنا ہے اور پھر ان عمارت میں واپس آیا۔ جس میں میں نے ہام کو پایا تھا۔ ہام کی لاش غار میں موجود تھی۔ نے کوشش کی اس کی بدبو باہر نہ پھیلنے پائے۔ یہ شخص میرے لئے بڑے کام کی چیز تھا۔ قت گزارنا جتنا مشکل ہو سکتا ہے اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ کامیابی گویا قدم بہ قدم کے ساتھ آ رہی تھی ایریش واش نے اپنے درجنوں مشکل پیدا کر رکھے ہیں اور وہ کہیں بھی مشکل کی حیثیت سے نظر آ سکتا ہے۔ یہ ایریش واش پتا نہیں اصل ہے بھی کہ نہیں۔ لیکن

ایک بار پھر تقدیر کے سامنے آنکھ پھولی کھیلنے کا موقع ملا تھا اور میں تقدیر سے تعاون کرتا تھا۔ یہ دوسرا دن جس طرح مجھ پر گزرا میں ہی بتا سکتا ہوں۔ البتہ ہام کی رہائش گاہ میں نے بہترین تیاریاں کر لی تھیں۔ اب میرے پاس بہت ہی جدید ترین اسلحہ موجود تھا۔ بہت ہی شان دار ریوالور اور وہی خنجر جو ہام کا تھا اور ہام ہی کی گردن کاٹ چکا تھا۔ رات کے دوسرے دن مقررہ وقت پر میں وہاں پہنچ گیا جہاں ایرش واش سے پچھلے دن ملاقات میں نے دیکھا کہ وہ اب بھی کئی افراد میں گھرا ہوا ہے۔ مجھے دیکھ کر اس نے ہاتھ اٹھایا اور سمت بیٹھے کا اشارہ کیا۔ تقریباً پندرہ منٹ تک وہ اپنے آدمیوں سے گفتگو کرتا رہا اور اس بعد وہ ایک ایک کر کے وہاں سے نکل گئے اب صرف میں اس کے پاس رہ گیا تھا۔ اس

”ہام..... ایک بہت ہی اہم مسئلہ ہے۔ ہمیں یہاں سے کچھ فاصلے پر جانا میرے ساتھ چلو گے، تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہے۔“

”بھلا اعتراض کا کیا سوال ہے؟“ میں نے مدھم لہجے میں کہا اور ایرش واش نے انداز میں گردن ہلا دی۔ میں خوش تھا کہ خدا کے فضل سے ابھی تک ایرش واش کو مجھ پر ہاتھ ہوا تھا۔ پھر تھوڑی دیر بعد وہ میرے ساتھ باہر نکل آیا میں اس سے چند قدم پیچھے چل رہا تھا لیکن اس بار ایرش واش نے باہر جانے کے لئے وہ راستہ استعمال نہیں کیا تھا جو غار کے باہر سے باہر نکلتا تھا بلکہ تھوڑی دور چلنے کے بعد وہ دوسرے غار میں داخل ہو گیا تھا۔ میں اس قدموں کی آواز پر پیچھے چلتا رہا تاہم ایک سرنگ میں فاصلہ طے کر کے ہم ایک کھلی جگہ نکلے اور میں نے اس کھلی جگہ میں ان پہاڑوں کا دوسرا رخ دیکھا۔ بڑے پراسرار جال پھیلے تھے یہاں۔ اس وقت وہ کہاں جا رہا ہے؟ اس کے بارے میں مجھے کچھ معلوم نہیں تھا۔ وہ کچھ دور چلنے کے بعد رک گیا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر ایک گول سامیدان نظر آ رہا تھا جو پہاڑ کے درمیان بنا ہوا تھا اور اس میدان میں ایک ہیلی کاپٹر کھڑا ہوا تھا۔ ہیلی کاپٹر کو دیکھ کر میں گہری سانس لی۔ اب اندازہ لگانے میں کوئی مشکل نہیں تھی کہ ایرش واش اس ہیلی کاپٹر میں سفر کرے گا۔ بہر حال ہیلی کاپٹر کے قریب اس کا پائلٹ بھی کھڑا ہوا تھا۔ یہ بھی ایک مقامی آدمی تھا۔ اس نے ہیلی کاپٹر کا دروازہ کھولا اور ہیلی کاپٹر کے دروازے سے ایرش واش داخل ہو کر بیٹھ گیا۔ اس کے اشارے پر میں اس کے پیچھے والی سیٹ پر جا بیٹھا تھا۔ ہیلی

ٹ نے ہیلی کاپٹر کے دروازے بند کر دیے پھر اس کی مشین اشارت ہوئی اور کچھ لمحوں ہیلی کاپٹر فضا میں اڑ رہا تھا۔ تھوڑی دیر تک وہ سیدھا چلتا رہا۔ اس کے بعد اس نے اپنی سمت اختیار کر لی۔ میری نگاہیں نیچے بھٹک رہی تھیں۔ حد نظر خیمے پھیلے ہوئے تھے اور ان کے دوسری جانب پہاڑی سلسلے تھے کہیں کہیں درختوں کے جھنڈ بھی نظر آرہے تھے البتہ ان کا یہ سفر خاصا طویل تھا اور شاید اس کا خاتمہ اس سمت میں ہونا تھا جہاں مکانات وغیرہ ہے تھے۔ اچھا خاصا بڑا علاقہ معلوم ہوتا تھا کیوں کہ یہاں بہت ساری بلڈنگیں بھی بنی ہیں۔ پر میں نے یہ فیصلہ کیا کہ اب مجھے کچھ کر لینا چاہئے اور یہ فیصلہ مناسب تھا اگر اس اپنی جگہ پہنچ گیا تو میں نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہاں میرا واسطہ کتنے افراد سے پڑے اور اسلحوں یا انہیں جو میں کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے اپنے لباس کی جانب ہاتھ بڑھائے ریوالور باہر آ گیا اس کے بعد میں نے اطمینان سے تھوڑا سا نیچے ہٹ کر ایرش واش کی

پریوالور کی نال رکھ دی اور خوف ناک لہجے میں کہا۔

”پائلٹ..... ہیلی کاپٹر اس جنگل میں اتار لو جو بائیں سمت نظر آ رہا ہے ورنہ میں اس کا تھوڑا سا دور گھر کر دوں گا کہ ایرش واش کی طرف چلائی ہوئی گولیوں میں سے کون سی گولی تمہارے سر پر لگتی ہے اور کون سی گولی ہیلی کاپٹر کے انجن میں۔ زندگی اور موت کی مجھے کوئی پروا نہیں ہے۔“

پائلٹ نے تو شاید میری بات نہیں سنی لیکن ایرش واش اچھل پڑا تھا اس دن گھبرا کر مجھے دیکھا تو میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”نہیں..... مائی ڈیئر ایرش واش! ریوالور لوڈ ہے تم اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھاؤ ورنہ اراجم گولیوں سے چھلنی کر دوں گا۔“

”کیا بکواس کر رہا ہے ہام..... کتے۔“

”میں جو بھی کہہ رہا ہوں ایک لمحے کے اندر اندر اس پر عمل کر دو ورنہ.....“

”بکواس مت کر..... لا یہ ریوالور مجھے دے۔“ اس نے پتا نہیں کس دھوکے میں کہا میں نے ریوالور پیچھے کر کے وہ خنجر نکال لیا جو ہام کی ملکیت تھا اور اس کے بعد خنجر سے میں اس کے کان کے اوپر ایک نشان لگا دیا۔ ایرش واش کے کان سے خون جاری ہو گیا تھا میں

”اور اب دوسرا عمل۔“ میں نے خنجر کی نوک اس کی گردن کی ہڈی میں کوئی آدھا انچ

نیچے اتار دی تو ایرش واش کرب سے چیخ اٹھا اور پھر اس نے میری مرضی کے مطابق ہاتھ دیا۔ پائلٹ کو شاید اب صورت حال کا اندازہ ہوا تھا۔ ایرش واش کے کہنے پر اس نے پائلٹ نیچے اتارنا شروع کر دیا اور آخر کار وہ ایسی جگہ اتر گیا جہاں اسے نیچے اتارنا جانتا تھا۔ دور دور تک کا علاقہ سنسان پڑا ہوا تھا۔ یہ جگہ شہر سے کافی دور تھی۔ ہیلی کاپٹر آخر کار نیچے اتر گیا تو میں نے پائلٹ کو حکم دیا کہ وہ مشین بند کر دے اور ریوالور کا رخ اس کی کھوپڑی کی طرف دیا۔ پائلٹ نے گھبرا کر ہیلی کاپٹر کی مشین بند کر دی تھی۔ ایرش واش گردن کے اس حصے پر ہاتھ رکھے ہوا تھا جہاں سے خون بہہ رہا تھا۔

”چلو مائی ڈیز! نیچے اترو۔“ میں نے اشارہ کیا اور ایرش واش نے فوراً ہی میری طرف پر عمل کیا شاید صورت حال تھوڑی بہت اس کی سمجھ میں آگئی تھی۔ پائلٹ بھی نیچے اتر گیا تھا۔ میں دو آدمیوں کا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔ چنانچہ نیچے اترتے ہی میں نے پائلٹ کے نشانہ لگا کر گولی چلا دی پائلٹ کے پیچھے کے چیتھڑے اڑ گئے۔ میری اس حرکت نے ایرش واش کو بدحواس کر دیا اس کے باوجود اس کی آنکھیں خون اگل رہی تھیں۔ اس نے خاصہ سے اس کے ہاتھوں پر نگاہ رکھی تھی۔ اس نے اپنا ایک ہاتھ تھوڑا سا ایک سمت ہٹانے کی کوشش کی تو میں نے اس کے ہاتھ پر فائر کر دیا اور میری گولی نے اس کی ہتھیلی کے عین درمیان سے سوراخ کر دیا۔

”جب میرے اور تیرے درمیان تعاون کی رسم ادا ہوگئی ہے ایرش واش اس کے بعد کوئی حرکت کرنے کی کوشش نہیں کرے گا۔“ ایرش واش بری طرح زخمی ہو گیا تھا اس کا چہرہ پر کرب کے آثار پھیلے ہوئے تھے میں نے آہستہ سے کہا۔

”میرا نام دانش منصور ہے۔“ اور میرے ان الفاظ کا خاطر خواہ رد عمل ہوا۔ ایرش واش بدن ایک لمحے کے لئے کانپ گیا تھا۔ میں نے ریوالور کی نال اس کی پیشانی پر رکھی اور اس کے بعد اس کے بدن کی تلاشی لینے لگا۔ وہ جس قسم کا لباس پہنے ہوا تھا اس میں کوئی ہتھیار چھپانے کی گنجائش نہیں تھی۔ میں نے اس کی مکمل تلاشی لی لی اور اس کے بعد اسے ایک پر بیٹھنے کا اشارہ کیا جو تھوڑے فاصلے پر پڑا ہوا تھا۔ وہ کسی قدر زبردست نظر آ رہا تھا۔ وہ ہدایت کے مطابق پتھر پر بیٹھ گیا تو میں نے کہا۔

”مائی ڈیز! ایرش واش! میں جانتا ہوں کہ تمہیں شاید میری بات پر حیرت نہیں ہوگی۔“

ت کی توقع ضرور رکھتے ہو گے کہ تمہارے دشمن کبھی نہ کبھی تمہیں تلاش کر سکتے ہیں۔ ویسے دشمنوں کے ساتھ ساتھ تمہیں اپنے اہم ترین دشمنوں کے نام تو یاد ہوں گے۔ بتا سکتے ہو کون ہوں۔“ ایرش واش نے خود کو سنبھال لیا تھا۔ وہ بولا۔

”دانش منصور! یہ تو ہی ہو سکتا ہے۔ یہ مت سمجھنا کہ تو کسی بڑی اہمیت کا حامل ہے بلکہ ت تو ہی میرے قریب موجود ہے اور میری گرفت سے آزاد ہو چکا ہے۔ میں تیرے کہیں بچ جانے کی توقع رکھتا تھا۔“

”ہاں تم ایک ذہین آدمی ہو اور جو چکر تم نے چلا رکھا ہے واقعی وہ معمولی چکر نہیں ہے۔ اب بھی پورے اعتماد سے یہ بات نہیں کہہ رہا کہ تم اصل ایرش واش ہو۔ لیکن میرا فرض ایرش واش کی شکل و صورت کے ہر شخص کو اس دنیا سے مٹا تار ہوں چاہے وہ ایرش واش ہو۔“

”تو پاگل ہے دانش منصور! ایرش واش اتنی معمولی شخصیت کا نام نہیں ہے اور شاید تو واش کو ختم کرنے میں کبھی کامیاب نہ ہو سکے۔“

”جانتا ہوں..... جانتا ہوں..... لیکن بہر حال یہ بتاؤ رخسار کہاں ہے؟“

”جہنم میں۔“

”اگر رخسار جہنم میں ہے تو..... تو کیوں زندہ ہے ایرش واش.....؟“

”تیرا مطلب ہے کہ مجھے بھی مر جانا چاہئے۔“

”ہاں..... رخسار سے تو میں کبھی نہ کبھی مل ہی لوں گا لیکن ان لوگوں کو اس روئے زمین پر جانا ہوگا جو میری اور رخسار کی جدائی کا سبب ہیں۔“ میں نے کہا۔

”دیکھ..... حماقت کی کوئی بات نہ کر تجھے کامیابی حاصل نہیں ہوگی۔“

”فی الحال تو..... تو اپنے انجام کے لئے تیار ہو جا ایرش واش۔“ میں نے کہا۔ لیکن یہ تو میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایرش واش اس قدر برق رفتاری کا مظاہرہ کرے گا اس نے سے الٹی چھلانگ لگائی تھی اور کسی برق رفتار گھوڑے کی مانند دوڑنے لگا تھا۔ میں نے ہنستے ہوئے ایک بلند جگہ پہنچ کر ریوالور سیدھا کر لیا۔ ابھی وہ ریوالور کی ریش میں ہی تھا کہ میں نے لی ٹانگ کا نشانہ لے کر گولی چلا دی۔ گولی نے اس کی پنڈلی کی ہڈی توڑ دی تھی وہ نیچے گرا اس کے بعد پھر اس نے بھاگنا شروع کر دیا اور اچانک ہی وہ میری نگاہوں سے اوجھل

ہو گیا تھا۔ ایک لمحے کے لئے میرا منہ حیرت سے کھل گیا تھا۔ کیا وہ جادوئی قوتیں بھی رکھتا۔۔۔۔۔؟ لیکن پھر دوسرے لمحے صورت حال میری سمجھ میں آ گئی۔ آگے ایک گہری کھائی تھی اور ایرش واش اس کھائی میں گر پڑا تھا۔ کھائی کے کنارے پر پہنچ کر میں نیچے جھانکنے لگا۔ اونٹھے منہ پڑا ہوا تھا۔ میں نے ادھر ادھر نیچے کا راستہ تلاش کیا اور ایک جگہ مجھے نیچے اترنے کا راستہ مل گیا اور نیچے اترنے لگا۔ میں اسے تڑپتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ پتھروں پر کچھ خون پڑا تھا اور ایرش واش ان کے درمیان کسی زہریلے ناگ کی طرح بل کھا رہا تھا۔ پھر میں اس کے قریب پہنچ گیا اس کی آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں۔ وہ دم توڑ چکا تھا بہر حال وہ ایک بار پھر مر چکا تھا لیکن اب بھی میں دعوے سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ اصل ایرش واش ہی ہے۔ بہر حال میں کہا کر سکتا تھا۔۔۔۔۔؟ بہت ہی عجیب و غریب کیفیت ہو گئی تھی۔ میں نے ادھر ادھر دیکھا اور اس کے بعد وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ کسی شے کی ضرورت نہیں تھی مجھے۔ کوئی چیز نہیں چاہئے تھی بس میں چل رہا تھا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کیسی صورت حال سے دوچار ہو سکتا ہوں؟ آگے چل کر رخسار کا یا زندگی کا کوئی نشان میرے لئے باقی ہے یا نہیں۔۔۔۔۔؟ بس ایک سفر تھا جو جاری تھا۔ لیکن اس کے بعد نجانے کتنا فاصلہ طے کرنے کے بعد اچانک ہی مجھے ایک احساس ہوا۔ یہ یقینی طور پر گاڑیوں کے انجن کی گڑگڑاہٹ تھی۔ ابھی اس قدر ہوش و حواس سے بے گانہ نہیں ہوا تھا کہ ان آوازوں کو نظر انداز کر دوں۔ میں نے چھپنے کے لئے مناسب جگہ تلاش کی۔ اور اس کے بعد میں نے وہاں جو منظر دیکھا وہ میرے لئے کافی سنسنی خیز تھا کچھ لوگ تھے جو بیدل نشانات کو تلاش کرتے ہوئے آرہے تھے اور ان کے پیچھے تین گاڑیاں تھیں وہ برق رفتاری سے یہ سفر طے کر رہے تھے۔ میرے بدن میں ایک لمحے کے لئے سننا ہٹ دوڑ گئی۔ میں نے دیکھا کہ وہ میرے قدموں کے نشانات تلاش کرتے ہوئے ادھر آرہے ہیں۔ اور میں ایسے کسی مسئلے سے نمٹنے کے لئے پوری طرح تیار تھا اب یہاں جہاں میں پوشیدہ تھا میرا چھپا رہنا ٹھیک نہیں تھا۔ ان میں سے کچھ شاید خاص قسم کے کھوجی تھے جو قدموں کے نشانات کو بہر طور تلاش کر لیا کرتے تھے۔ ان کھوجیوں کو دھوکا دینا تھا مجھے۔ میں نے پھرتی سے ایک عمل کیا۔ اپنی قمیض اتار کر اسے درمیان سے دو ٹکڑے کیا اور برق رفتاری سے اسے پیروں میں باندھ کر میں نے وہاں سے دوڑنا شروع کر دیا اور اس کے بعد میں نے ایک اور بلند چٹان کی آڑ لے لی تھی۔ کھوجی کمال کی شخصیت رکھتے تھے۔ حالانکہ بے شمار جگہ پر پتھر ملی چٹانیں کسی طرف

شان نہیں چھوڑتی لیکن کم بخت جنگلی کتوں کی طرح سونگھتے ہوئے ادھر آگئے تھے جہاں میں بچا تھا اگر میں اس طرح وہاں سے فرار نہ ہوتا تو یقینی طور پر وہ لوگ مجھ تک پہنچ گئے تھے۔ ہر حال یہ کمال کی بات تھی کہ جس جگہ میں موجود تھا وہاں سے میں ان کی باتیں سن سکتا تھا۔ ان میں سے ایک نے کہا۔

”وہ یہاں تک آیا ہے یہاں سے آگے اس کے نشانات نہیں ملتے۔“

”کیا مطلب ہے تمہارا۔۔۔۔۔؟ اس کے بعد کیا وہ فضا میں پرواز کر گیا؟“

”ایسا ہی لگتا ہے۔“

”تمہارا دماغ خراب ہے۔“ کسی نے کرخت لہجے میں کہا۔

”تو تم اپنے صحیح دماغ سے کام لے لو اور اسے تلاش کر لو۔“ جواب دینے والے کا لہجہ

میں ناخوش گوار تھا۔

”کیا بکواس لگا رکھی ہے تم نے۔۔۔۔۔؟ اگر یہاں تک اس کے نشانات ملتے ہیں تو یہ بھی

دیکھتا ہے کہ وہ آس پاس ہی موجود ہو اور ابھی چند لمحوں کے اندر اندر ہماری مصیبت آجائے۔

”جانتے ہو وہ معمولی آدمی نہیں ہے۔“

”تو پھر بتاؤ کیا کیا جائے؟“

”تلاش کرو اسے۔۔۔۔۔ تلاش کرو۔“

”اور اسے کہاں تلاش کیا جائے؟“

”دیکھو کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہوگا۔“

”اب جو کچھ کرنا چاہتے ہو تم خود کرو کیا سمجھے؟“

وہ لوگ آپس میں جھگڑتے رہے اور پھر وہاں سے آگے بڑھ گئے۔ یہ نہیں سمجھ سکا تھا

ان کے ان کے درمیان کیا فیصلہ ہوا۔ لیکن ان کی جو کیفیت نظر آرہی تھی وہ ایسی تھی جیسے وہ

اسے خوف زدہ ہوں۔ میں اپنی جگہ پوشیدہ رہا۔ میری کوشش کارآمد رہی تھی۔ گاڑیاں آگے

بھاگیں اور میں خاموشی سے اپنی جگہ انہیں دیکھتا رہا پھر وہ بہت دور نکل گئے تھے اور اب وہ

ایروں طرف بھٹک رہے تھے۔ شام ڈھل چکی تھی۔ سورج چھپ گیا تھا اور قرب و جوار میں

دھیرا دھیرا جا رہا تھا۔ آسمان کی بلندیوں پر کہیں کہیں قطاریں سفر کرتی نظر آ جاتی

میں۔ میں نے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ میں ان لوگوں کو جاتے ہوئے دیکھ چکا تھا۔ لیکن میرے

”ہاں.....!“

اس چٹان کے عقب میں چھ دہائیوں اور دو زبردست قسم کے ریوالور موجود ہیں ساتھ ہی
ہا کا ایمینشن اور پانی کی ایک بوتل جس میں ڈیڑھ گیلن پانی ہے۔ سینڈوچز اور کافی.....

”ہا.....؟“

”خواب دیکھ رہی ہو یا خواب دکھا رہی ہو۔“

”نہیں..... حقیقت بیان کر رہی ہوں۔ اب ایسا کرو یوں کرتے ہیں اگر اب بھی تمہیں
پر بھروسہ نہ ہو تو ریوالور کی نال میری کمر سے لگاؤ وہاں لے چلو ساری چیزیں اپنے قبضے میں
لو اس کے بعد بیٹھ کر کھاتے پیتے ہیں مجھے بھی بھوک لگ رہی ہے۔“

”مگر..... تم ہو کون؟“

”میں پوچھ لو گے سب کچھ۔“ وہ عجیب سے انداز میں بولی۔

”چلو.....“ میں نے اشارہ کیا۔

”ریوالور کی نال میری کمر سے نہیں لگاؤ گے۔“ وہ مذاق اڑانے والے انداز میں بولی۔
”بہت زیادہ ذہین بننے کی کوشش مت کرو کوئی حرکت کر کے دیکھو وہ سزا دوں گا کہ
جی بھر یاد رکھو گی۔“ میں نے کہا اور وہ ہنس پڑی اور بولی۔

”چلو..... تم نے زندگی کی خبر تو دی۔ زندگی بھر یاد رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ سزا تو تم
ہمک مجھے دو گے لیکن قتل نہیں کرو گے۔ چلو اتنا ہی کافی ہے انسان کو اگر زندگی کے بچنے کا
وسہ ہو جائے تو سب چلتا ہے۔“ میں نے دل ہی دل میں اعتراف کیا کہ بڑی بے خوف
لڑکی ہے۔

بہر حال میں اس کے ساتھ چلتا رہا۔ اس نے جس چٹان کے عقب میں اشارہ کیا تھا وہ
پہنچ گئی۔ واقعی وہاں کینوس کے دو بیگ رکھے ہوئے تھے۔ وہ ہنس کر بولی۔

”وہ لوگ خوف و دہشت کے عالم میں تمہیں تلاش کر رہے تھے اور میں کینوس کے یہ
بھر رہی تھی اور اس کے بعد خاموشی سے نیچے اتر گئی تھی۔ سوری..... میں خود بھٹک گئی۔
نہ کھانے پینے کی ہو رہی تھی تو دیکھو اس والے بیگ میں سینڈوچز رکھے ہوئے ہیں۔ کافی کا
ماس بھی اسی میں ہے۔ پانی کی بوتل وہ تم دیکھ رہے ہو۔ ایک دو برتن بھی ہیں جو عارضی
غالب کے لئے ہوا کرتے ہیں۔ اب یوں کرو پہلے تھوڑا سا پانی مجھے پلا دو اس کے بعد اس

فرشتوں کو بھی گمان نہیں تھا کہ اس وقت اس دیرانے میں کسی انسانی وجود کا میرے سوا کوئی
امکان ہو سکتا ہے۔ تاہم مجھے وہ انسانی آواز سنائی دی تھی۔

”سنو..... تم جہاں بھی ہو یہ بات میں جانتی ہوں کہ تم یہاں آس پاس موجود ہو۔ مجھے
دشمن مت سمجھنا میں تنہا ہوں اور تمہیں کوئی نقصان پہنچانے کا ارادہ نہیں رکھتی میں خود اپنے
دونوں ہاتھ بلند کر کے تمہارے پاس آ رہی ہوں تم برائے کرم بے فکر ہو جاؤ۔ رات ہو گئی ہے۔
ہم دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ہونا ضروری ہے۔“ میں حیرت سے آنکھیں پھاڑے اس
نسوانی آواز کو سنتا رہا پھر میں نے چٹان کی آڑ سے ایک ہیولا نمودار ہوتے ہوئے دیکھا جو
آہستہ آہستہ دونوں ہاتھ اٹھائے میری جانب آ رہا تھا حالانکہ اسے اندازہ نہیں تھا کہ میں کس
طرف ہوں۔ وہ اندازے کی بنا پر یہ سب کچھ کہہ رہی تھی لیکن بہر حال مجھے دیکھنا تھا میں نے
ریوالور اس کی طرف سیدھا کیا اور کہا۔

”میں تمہیں دیکھ بھی رہا ہوں اور تمہاری آواز بھی سن رہا ہوں۔ لیکن ایک بات ذہن
میں رکھنا اگر بہت زیادہ چالاک بننے کی کوشش کی تو تمہاری زندگی ختم ہو جائے گی۔ اس کے
بعد جو کچھ ہو گا دیکھا جائے گا۔“

”میں تم سے کہہ چکی ہوں کہ میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گی اور نہ ہی میں
تمہاری دشمن ہوں۔“ میں آہستہ آہستہ اس کے قریب پہنچ گیا ایک نوجوان لڑکی تھی۔ شکل و
صورت کوئی بہت زیادہ اچھی نہیں تھی لیکن ہر نوجوان لڑکی اچھی ہی ہوتی ہے۔ وہ قریب آئی تو
میں نے بے رحمی کے ساتھ اس کے پورے لباس کو ٹٹول کر دیکھ لیا۔ اس وقت کسی احمقانہ رد عمل
کا اظہار کبھی حماقت تھی۔ جب میں اس بات سے مطمئن ہو گیا کہ اس کے پاس ہتھیار نام کی
کوئی چیز نہیں ہے تو میں نے اس سے کہا۔

”ہاتھ گرا دو۔“

”شکریہ..... ویسے میں تمہیں ایک بات بتاؤں میں مسلح ہوں۔“

”حسن و جمال سے۔“ میں نے مسکراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”مذاق اڑا رہے ہو میرا۔“ وہ میری بات کا بالکل برا نہیں مانی تھی۔

”نہیں..... پھر کیسے مسلح ہو؟“

”وہ دور اس چٹان کو دیکھ رہے ہوتا۔“ اس نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

بیگ میں سے سینڈ وچز نکال کر مجھے دو کافی بھی دو۔ جب میں اتنی زیادہ چیزیں کھالوں تو اس کے بعد تم بھی شروع ہو جانا۔ وہ تو سمجھ گئے ہو گے نا۔“

”نہیں..... اتنا سمجھ دار نہیں ہوں ذرا ہٹا دو۔“

”بھی تم یہ سوچ سکتے ہو کہ ان میں سے کسی بھی چیز میں بے ہوشی کی کوئی چیز ہو سکتی ہے اور تم اسے استعمال کر کے بے ہوش ہو جاؤ گے اور میں اپنا کام کر ڈالوں گی۔ ویسے بھی انسان کو حالات سے تھوڑا سا باخبر رہنا چاہئے۔ ہوشیاری اچھی چیز ہوتی ہے۔“ میں نے گردن ہلا کر کہا۔

”واقعی بہت ذہین لڑکی ہو۔ ایسا میں ضرور کروں گا۔“ اس نے میری پیش کی ہوئی اشیاء بڑے شوق سے قبول کر لی تھیں اور میرے سامنے انہیں کھاپی رہی تھی۔

اس نے کہا۔

”ایک بات اور سوچ سکتے ہو تم اگر نہیں سوچی ہے تو سوچنی چاہئے تمہیں۔“

”وہ کیا.....؟“ میں نے اپنے لئے کافی ڈالتے ہوئے کہا۔

”تم یہ سوچ سکتے ہو کہ قرب و جوار میں کچھ لوگ پوشیدہ ہوں اور بعد میں جب میں تمہیں اپنی باتوں کے جال میں پھنسالوں تو وہ یہاں آجائیں۔“

”لڑکی میں زیادہ جذباتی ہونے کی کوشش نہیں کروں گا لیکن پھر بھی تمہیں اتنا ضرور بتا دوں کہ میں مرنے یا مارنے سے کبھی نہیں چوکتا۔ اگر ایسا ہو بھی جائے تو تم اسے روک نہیں سکتیں اور نا ہی میں۔ البتہ میں ان میں سے جتنے افراد کو ہلاک کر سکتا ہوں کر دوں گا اس کے بعد جو ہو گا دیکھا جائے گا۔“

”گڈ..... ویری گڈ..... ہوئی نا بات، اس کا مطلب ہے یہاں تھوڑے بہت اعتماد کی بات شروع ہوتی ہے۔“

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ سینڈ وچز واقعی بہت مزیدار تھے۔ اور کافی بھی۔ تھوڑے سے پانی سے منہ دھو کر مجھے فرصت حاصل ہوئی تھی پھر میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

”ہاں..... سوال رہ گیا تم کون ہو.....؟“

”میرا نام سینڈرا ہے اور میں ان کی قیدی تھی میرا مطلب ایرش واش کی۔ شہر سے نکلی تو ایک گاڑی میں چھپ گئی اب یہ الگ بات ہے کہ تھوڑی دیر کے بعد وہ گاڑی وہاں سے پل

ڑی اور مجھے اپنی زندگی کا سب سے تکلیف دہ سفر طے کرنا پڑا۔ لیکن اس سفر کے دوران تمہارے بارے میں اتنی باتیں ہوئیں کہ میں تمہیں مکمل طور پر جان گئی۔ میں نے دل میں سوچا کہ کاش! تم مجھے مل جاؤ۔ ایک اچھے ساتھی کی تلاش کے نہیں ہوتی۔ پھر یہاں یہ معرکہ ہوا اور میں اپنا کام کر کے نیچے نکل گئی۔ میں نے اپنے آپ کو پتھروں کے ڈھیر میں چھپا لیا وہ لوگ اپنی کارروائی کرنے کے بعد چل پڑے۔ تمہارے بارے میں میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ تم موجود ہو چنانچہ میں اس طرح تم تک پہنچ گئی۔ یہ ہے میری کہانی اور اس میں کوئی شک کی بات نہیں ہے۔“

”گڈ.....“

”گڈ..... ویسے میں بہت سی باتیں سن چکی ہوں اور یقین کرو کہ ان سے بہت متاثر ہوں تم نے ان لوگوں کو اتنا خوف زدہ کر دیا ہے کہ بیان نہیں کیا جاسکتا۔“ پھر اس نے کہا۔

”اب یہ فیصلہ تم خود کرو کہ کرنا کیا ہے؟“

”ابھی کیا کہا جاسکتا ہے؟“

”میرا خیال ہے کہ آرام کرنے کی کوشش کرنی چاہئے تھکن دور ہو جائے تو پھر اس کے بعد آگے کے بارے کچھ کریں گے۔“

”جیسا تم پسند کرو۔“

”ویسے جب میں بلندی پر تھی تو میں نے دور بہت دور کسی عمارت کے آثار دیکھے تھے لیکن بہتر ہو گا کہ دن کی روشنی میں ہم اس عمارت کو تلاش کریں۔“

”جیسا تم چاہو۔“ پھر ہم نے ایک صاف ستھری جگہ منتخب کی۔ میں نے دوسرے بیگ

کو بھی کھول کر دیکھ لیا تھا اور اسے اپنے قبضے میں کر لیا تھا۔ دھند اترتی آرہی تھی اور گہری سے

گہری ہوتی جا رہی تھی۔ سینڈرا ایک طرف لیٹ گئی نجانے اس کے ماضی کی کیا کہانی تھی؟ میں

بہت دیر تک سوچتا رہا۔ ایسا لگ رہا تھا کہ وہ سو گئی ہے۔ کافی دیر تک اس طرح وقت گزرتا رہا۔

سینڈر کی بھاری بھاری سانسیں سنائی دے رہی تھیں۔ مجھ پر بھی غنودگی کا حملہ ہو گیا تھا لیکن پھر

اچانک مجھے ایک سفید سفیدی شے نظر آئی۔ دھند کی وجہ سے اس شے کی وضاحت تو نہیں ہو سکی

تھی لیکن میں نے سمجھ لیا کہ وہ ایک گاڑی ہے جس کی روشنی اس طرف آرہی ہے۔ میں نے

سینڈرا کو جگا دیا اور وہ چونک کر اٹھ گئی۔

”کیا بات ہے؟“

”وہ دیکھو ادھر.....“ میں نے کہا اور وہ اشارے کی جانب دیکھنے لگی اور اس کی آواز ابھری۔

”غالباً کسی کار کی روشنی ہے۔“

”ہاں ایسا ہی لگ رہا ہے۔“

”تو پھر کیا خیال ہے؟“

”ہمیں غافل نہیں رہنا چاہئے۔“

”کیا مطلب.....؟“

”ہمارے دشمن بھی ہو سکتے ہیں۔“

”سو فیصد۔“ میں نے کہا اور ہم اپنی جگہ سے آگے بڑھ کر ایک سمت پہنچ گئے۔ یہاں ہم نے ایک بڑے پتھر کی آڑ لی تھی۔ سفید روشنی انتہائی طاقتور تھی اس لئے دھند میں بھی کافی کامیابی سے اپنا سفر طے کر رہی تھیں۔ آخر کار وہ ہمارے قریب پہنچ گئی لیکن وہ ایک گاڑی نہیں تھی۔ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر کئی گاڑیاں تھیں اور خاص قسم کی تھیں۔ غالباً اسرائیلی حکومت کے کسی خاص عہدیدار کی گاڑیاں تھیں وہ۔ پھر وہ اس جگہ پہنچ کر رک گئیں جہاں تھوڑی دیر پہلے ہم موجود تھے اور ان میں سے لوگ اترنے لگے۔ یہ خاص قسم کے لباس پہنے ہوئے تھے۔ ان کے پاس تیز روشنی والی نارچیں موجود تھیں۔ انہوں نے نارچوں کی زبانیں ادھر ادھر لہرائی شروع کر دیں۔ یہ ایسی نارچیں تھیں جو دھند کو بھی چیر سکتی تھیں۔ سینڈرا آہستہ سے بولی۔

”سو فیصد یہ لوگ ہمیں ہی تلاش کر رہے ہیں۔“

”ہاں ایسا ہی لگتا ہے یہ لو۔“ میں نے ایک کلاشکوف اس کی طرف بڑھادی اور وہ خوشی سے اچھل پڑی۔

”ارے یہ..... تمہیں یہ لانا یاد رہا۔ میں تو اس بات پر بہت افسردہ تھی کہ جلد بازی میں ہم اپنا اسلحہ وہیں چھوڑ آئے۔“

”نہیں دیتی ہم کا تھیلا بھی میرے پاس موجود ہے۔“

”دیری گڈ..... وہ لوگ جو کچھ تمہارے بارے میں کہہ رہے تھے وہ غلط تو نہیں تھا۔“

”تم اسلحہ کا استعمال تو کر سکتی ہونا۔“

”کیوں نہیں۔“

”لیکن اس وقت تک کچھ استعمال نہ کرنا جب تک اس کی سخت ضرورت نہ پیش آجائے۔“

”اوکے۔“ سینڈرا بولی۔ ہم دونوں خاموشی سے ان کا جائزہ لینے لگے۔ وہ اطراف میں پھیل کر ہمیں تلاش کر رہے تھے۔ نارچوں کی لمبی زبانیں چاروں طرف ہمیں دیکھ رہی تھیں۔ ان کی تعداد کے بارے میں نارچوں ہی سے اندازہ لگایا جاسکتا تھا۔ غالباً سات افراد تھے۔ پھر ان میں سے دو آدمی اس طرف بڑھے جدھر ہم موجود تھے وہ نارچوں کی زبانیں ہراتے ہوئے اس طرف آرہے تھے اور ہمیں یہ خوف ہو گیا تھا کہ اگر وہ یہاں تک پہنچ گئے تو ہمارا ان کی نگاہوں سے بچنا مشکل ہو جائے گا۔ چنانچہ ہم تیار ہو گئے پھر وہ بالکل قریب آگئے اور جیسے ہی نارچوں کی روشنی ہم پر پڑی سینڈرا نے میرے اشارے پر فائر کھول دیا۔ اس بران اور آسیب زادہ ماحول میں کلاشکوف کی آواز کئی گنا بڑھ کر معلوم ہو رہی تھی۔ پہلے دست میں لاتعداد انسانی چیخیں سنائی دیں اور جلتی ہوئی نارچیں لکیریں بناتی ہوئی ایک طرف گل گئیں۔ لیکن اس کے بعد ادھر سے بھی بھگدڑ مچ گئی اور زبردست فائرنگ ہونے لگی۔ البتہ ہر اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ اس فوری حملے سے بوکھلا گئے ہیں۔ ان کی آوازیں صاف سنائی دے رہی تھیں۔ لیکن یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ چند لمحوں کے بعد وہ سنبھل جائیں گے اور ہماری یہ کمین گاہ ان کی نگاہوں سے دور نہیں رہ سکے گی۔ اگر وہ مختلف حصوں میں پھیل گئے تو ہمارا بچنا مشکل ہو جائے گا۔ اچانک ہی سینڈرا نے کہا۔

”سنو۔“

”ہاں..... بولو۔“

”تم ان کی آوازوں کو سن رہے ہونا۔“

”ہاں۔“

”وہ ہمیں تلاش کر لیں گے یہ جگہ اب ہمارے لئے خطرناک ہو گئی ہے۔ اب تمہارا کیا

پال ہے؟“

”بالکل ٹھیک ہے۔“

”تو پھر اب کیا کریں؟ کیا یہیں سے انہیں نشانہ بنائیں؟“

”نہیں..... میرا خیال ہے کہ جگہ تبدیل کر لی جائے۔“

”آؤ.....“ وہ بولی اور ہم دونوں اپنی جگہ سے ہٹ گئے۔ ان کے کسی اقدام سے پہلے ہمیں کوئی محفوظ جگہ تلاش کرنی تھی ورنہ ہم مارے جاتے بہر حال اس کے بعد میں نے ان لوگوں کو بدحواس کرنے کے لئے ایک دقتی بم استعمال کیا اور اس کا پین ہٹا کر پوری قوت سے ان کی جانب اچھال دیا۔ میرا اندازہ بالکل درست نکلا کئی چیخیں سنائی دینی تھیں۔ میں نے دوسرا بم استعمال کیا اور میری کوشش کا رآمد رہی اس کے بعد میں نے یکے بعد دیگر..... دو بم ان پر پھینکے۔ ریت اور مٹی کا طوفان فضا میں بلند ہو گیا۔ ان دھماکوں اور مٹی کے اس طوفان نے انہیں بری طرح بدحواس کر دیا تھا۔ وہ ایک طرف دوڑ پڑے تھے۔ پھر میں نے سینڈرا کو پکارا لیکن سینڈرا کا کوئی جواب نہیں ملا تھا۔ میں نے حیران ہو کر ادھر ادھر دیکھا سینڈرا میرے پاس موجود نہیں تھی۔ میں پریشانی سے اسے چاروں طرف تلاش کرنے لگا پھر میں نے تھوڑے فاصلے پر سینڈرا کو دیکھا غالباً وہ دوڑتے ہوئے کسی پتھر سے ٹکرا کر گر پڑی تھی۔ میں اس کے قریب پہنچا تو وہ مجھے بے ہوش ملی۔ یہ ایک پریشانی کی بات تھی۔ میں نے اسے جھنجھوڑا تو کچھ لمحوں کے بعد وہ سنبھل کر بیٹھ گئی۔ اس نے کہا۔

”میرے خدا..... میرے خدا..... غلطی میری تھی۔ بدحواسی کے عالم میں دوڑی تھی پتھر سے ٹکرا گئی لیکن ادھر کیا ہوا؟ کیا وہ ہلاک ہو گئے؟“

”پتا نہیں..... لیکن فی الحال وہ ہمارے آس پاس نہیں ہیں۔“

”اب کیا کیا جائے؟“

”کچھ نہیں۔ چلنا ہے تمہارے کہاں چوٹ لگی ہے؟“

”سر میں۔“

”میرے پاس تو قمیض بھی نہیں ہے کہ میں تمہارے سر پر پٹی باندھ دوں۔“

”نہیں ٹھیک ہوں..... چلو چلتے رہو۔“ ہم وہاں سے ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے آگے

بڑھتے رہے وہ چکرار ہی تھی اور کئی بار ٹھوکر کھائی تھی اس نے۔ میں نے کہا۔

”سینڈرا تمہاری حالت کافی خراب معلوم ہوتی ہے۔“

”فکر نہ کرو..... ہم چلتے رہیں گے۔“

”میرا خیال ہے تم چلنے میں کافی تکلیف محسوس کر رہی ہو۔“

”پلیز..... میری فکر مت کرو اگر بالکل ہی بے کار ہو جاؤں تو چھوڑ دینا۔“

”کیا سمجھتی ہو تم مجھے؟“ میں نے کہا اور اس کے بعد وہ پھر سنبھلنے کی کوشش کرنے لگی۔

پھر میں نے نیچے جھک کر اسے اپنے کندھے پر اٹھا لیا تو وہ بڑی عجیب سی آواز میں بولی۔

”سنو..... میں تو تمہیں تمہارے نام سے بھی مخاطب نہیں کر سکتی۔“

”تو پھر.....“

”مجھے اپنا نام تو دے دو۔“

”تم مجھے دانش منصور کے نام سے واقفیت کا اظہار کر چکی ہو۔“

”ہاں لیکن میں نے ایک بار بھی تمہیں اس نام سے مخاطب نہیں کیا۔“

”کیوں.....؟“

”تمہاری اجازت چاہتی ہے۔“

”عجیب بات ہے۔“

”نجانے کیوں مجھے لگتا ہے جیسے میں زیادہ دقت تمہارا ساتھ نہیں دے سکوں گی۔ دیے

ایک بات کہوں مائی ڈیئر مسٹر دانش!“

”لیس۔“

”ہو سکتا ہے کہ میں بے ہوش ہو جاؤں..... ہو سکتا ہے کہ میں مرجاؤں تم چلتے رہو گے

۔ ایک خاص خیال رکھنا میرے کچھ آدمی ان علاقوں میں موجود ہیں اگر میں ان تک پہنچ گئی یا نہ

بھی پہنچی تو تم ان سے میرے حوالے سے ملاقات کر لینا میں تمہیں ان کے بارے میں تفصیل

بتائے دیتی ہوں۔“ اور پھر وہ مجھے تفصیلات بتانے لگی۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

”سینڈرا ایسے حالات سے گزرنے کے باوجود تم اس طرح کمزور طبیعت کی مالک ہو۔

اپنے آپ کو سنبھالے رکھو۔“ بہر حال ہمارا سفر جاری رہا اور پھر سینڈرا بھوک سے نڈھال ہو

گئی۔ میری کیفیت بھی خراب ہی تھی۔ میں جہاں تک اسے لے کر چل سکتا تھا چلتا رہا اور اس

کے بعد میں بیٹھ گیا۔ اس دوران کھانا وغیرہ ختم ہو جانے کی وجہ سے ہم بھوکے پیاسے ہی رہے

تھے اور بھوک پیاس نے مجھے بھی نڈھال کر دیا تھا۔ میں بے ہوش ہو گیا لیکن اس کے بعد جب

مجھے ہوش آیا تو آنکھیں کچھ اور ہی منظر پیش کر رہی تھیں۔ ہم اس ویران ریگستان میں نہیں تھے

بلکہ اس وقت میرے بدن کے نیچے ایک اچھا بستر تھا۔ کمرے کا ٹمپر بچر بھی بہت اچھا تھا میرے

ذہن میں واقعات ابھرتے آرہے تھے۔ پھر مجھے اپنے عقب میں ایک آواز سنائی دی۔ سفید لباس میں ملبوس ایک نرس میرے نزدیک کھڑی ہوئی تھی۔

”ہیلو۔“ اس نے مجھے مخاطب کیا۔

”ہیلو۔“ میں نے بھی خفیف مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

”کیسی طبیعت ہے؟“

”ٹھیک ہوں۔“

”گڈ..... میں آپ کے لئے کھانے پینے کا بندوبست کرتی ہوں۔“ میری سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ یہ کون سی جگہ ہے۔ بہر حال..... وقت گزرتا رہا وہ واپس آئی تو اس کے پاس ایک ٹرے تھی جس میں بہت نفیس قسم کا سوپ رکھا ہوا تھا۔ وہ مجھے سوپ پلانے لگی تو میں نے کہا۔

”میرے ساتھ ایک لڑکی بھی تھی۔“

”سینڈرا۔“

”ہاں۔“

”وہ ٹھیک ہے۔“

”وہ کہاں ہے؟“

”بہت جلد ملے گی آپ سے۔“ اس نے کہا پھر میں سوپ سے فارغ ہوا ہی تھا کہ ایک لمبا چوڑا آدمی میرے سامنے آکھڑا ہوا اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”مسٹر دانش منصور! آپ نے ہم پر جو احسان کیا ہے ہم اس کا شکریہ ادا نہیں کر سکتے۔“

آپ نے ہمارے لئے ایک بہت بڑا کام سرانجام دیا ہے۔ بہر حال یوں سمجھ لیجئے کہ ہم آپ کے خادم ہیں آپ یہاں آرام سے رہیں۔ آپ یوں سمجھئے کہ اپنے گھر میں ہیں۔ کسی شے کی ضرورت ہو تو بتا دیجئے۔ دیے آپ ٹھیک ہیں بس بھوک پیاس نے آپ کو نڈھال کر دیا تھا اور آپ کا بلڈ پریشر بہت کم ہو گیا تھا لیکن اب سب ٹھیک ٹھاک ہے۔“ پھر چوبیس گھنٹوں کے بعد سینڈرا نے مجھ سے ملاقات کی۔ وہ بھی بہت کمزور ہو رہی تھی اور اسے وہیل چیئر پر میرے پاس لایا گیا تھا وہ خاموشی سے مجھے دیکھتی رہی پھر آہستہ سے بولی۔

”مسٹر دانش! آپ نے میری زندگی بچائی ہے میں اس کے بارے میں کچھ کہنا چاہتی ہوں لیکن کچھ کہہ نہیں سکتی۔“

”یہ کوئی ایسی اہم بات نہیں ہے سینڈرا۔ تم نے بھی تو میرے لئے بہت کچھ کر ڈالا۔“

”نہیں..... جو جذبہ تمہارے اندر تھا ہم اس پیمانے پر کام نہیں کر سکے۔ بہر حال اب جو کچھ بھی ہوا ہے میں تمہارے لئے سب کچھ کرنے کو تیار ہوں۔ ویسے میں تمہیں ایک خوش خبری سناؤں۔“

”خوش خبری اور مجھے۔“

”ہاں۔“

”ایرش دانش مرچکا ہے۔ تم نے اسے ہلاک کر دیا ہے اور اس سلسلے میں تل ابیب میں بڑی سوگوار کیفیت چھائی ہوئی ہے۔“

”کیا واقعی؟“ میں نے متحیر لہجے میں کہا۔

”ہاں۔“

”مگر کیا یہ بات آپ کو معلوم ہے ڈیئر سینڈرا! کہ وہ اپنے بہت سے مشکل رکھتا تھا۔“

”پہلے نہیں معلوم تھی لیکن اب مجھے معلوم ہو گئی ہے۔“

”یعنی۔“

”تل ابیب میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ بتاتا ہے کہ وہ لوگ اپنے ایک بڑے کارکن سے

مردم ہو گئے ہیں۔ آپ اسے ہلاک کرنا چاہتے تھے نا۔“

”یہاں..... میری زندگی کا جو مقصد تھا وہ مجھے ابھی حاصل نہیں ہوا۔“

”رخسار.....“ سینڈرا نے کہا اور میں حیران رہ گیا۔

”بولو جواب دو..... رخسار کی بات کر رہے ہو نا۔“

”ہاں.....“ میں نے کہا اور سینڈرا نے گردن جھکا لی۔ پھر اس کے بعد اس نے کچھ

میں کہا تھا۔ جب وہ کافی دیر تک خاموش رہی تو میں نے کہا۔

”سینڈرا تم رخسار کے بارے میں کیا جانتی ہو؟“

”نہیں دانش کوئی بری بات نہ سمجھنا میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ جب میں ان کے ساتھ

اڑی میں سفر کر رہی تھی تو وہ تمہارے ہی بارے میں باتیں کر رہے تھے وہیں سے میں نے

نثار کا نام سنا تھا۔ خیر ساری باتیں اپنی جگہ..... تمہیں ہماری تھوڑی سی مدد کرنا ہوگی۔ اس

نت کچھ لوگ تمہاری شخصیت کو جاننے کے بعد تم سے ایک کام لینے کی درخواست کر رہے ہیں

نے یہ سوچ لیا تھا کہ جس طرح آئندہ وقت میں بھی مجھے ان حالات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ چنانچہ موقع کی نزاکت کے لحاظ سے جو کچھ بھی ممکن ہو جائے کیا جاتا رہے بہر طور ان میں سے دو افراد زیادہ مستعد نظر آ رہے تھے اور انہی نے مجھ سے گفتگو کا آغاز کیا تھا۔ میں نے سوالیہ انداز میں اسے دیکھا تو اس شخص نے کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا اور پھر جب اس کا ہاتھ باہر آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک سیاہ رنگ کا آٹو میک دیا ہوا تھا جس کے سامنے کے حصے پر سائی لئیر لگا ہوا تھا۔ اس نے یہ ریوالور سامنے رکھا اور کہنے لگا۔

”اگر آپ نے جنبش کرنے کی کوشش کی تو آپ کو بدترین حالات کا سامنا کرنا پڑے گا۔“ یہ بدلی ہوئی کیفیت میرے لئے بڑی عجیب و غریب تھی۔ وہ لوگ مجھے یہاں چھوڑ کر چلے گئے تھے جو مجھے یہاں لے کر آئے تھے۔ بہر حال اس کے بعد مجھے وہاں سے ہٹا کر ایک کمرے میں پہنچا دیا گیا اور تقریباً آٹھ گھنٹے میں وہاں رہا پھر آٹھ گھنٹے کے بعد وہی دو افراد میرے پاس آئے۔ اس وقت بھی ان کے چہرے پر جارحیت تھی۔ یہ بات تو مجھے معلوم ہو چکی تھی کہ صورت حال انتہائی عجیب و غریب ہے۔ میں تو کچھ جانتا ہی نہیں تھا کہ چکر کیا چلا ہوا ہے؟ بس وقت اور حالات کے مطابق کچھ عجیب سی کیفیتوں کا شکار ہو گیا۔ پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

”مسٹر جان سن! آپ کے ساتھ جو لوگ آئے تھے انہیں ٹھکانے لگا دیا گیا ہے۔ ویسے آپ کو یہ جان کر خوشی ہوگی کہ صورت حال آپ کے حق میں ہے۔ اگر آپ ہم سے تعاون کریں تو یوں سمجھ لیں کہ کم از کم آپ کی یہ مشکل دور ہو سکتی ہے۔“ جواب میں میرے حلق سے ہنسی نکل گیا تھا میں نے کہا۔

”دوستو! بہت افسوس ہوگا تمہیں یہ جان کر کہ جو کچھ تم سمجھ رہے ہو وہ سب نہیں ہے۔ تم نے کبھی کرائے کے قاتل دیکھے ہیں۔ بس یہ سمجھ لو کہ میرا اپنا یہی کام رہا ہے اور اس دفعہ سینڈرا امی ایک لڑکی نے مجھے کرائے پر حاصل کیا تھا باقی یہ کہ ان لوگوں کے ساتھ میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔ تم لوگوں کی مرضی ہے تم مجھ سے جو کچھ بھی کرو گے وہ تمہارے لئے بے مقصد اور بے کار ہے گا۔ جب تک دل چاہے مجھے قید رکھو۔ میں جان سن نہیں ہوں۔“ وہ لوگ بوکھلا گئے تھے۔ ہران میں سے ایک نے کہا۔

”یہ چالاک بننے کی احتیاط کوشش ہے۔“

اور یہ کام مجھے سرانجام دینا ہے۔ یقین کرو دانش! اس کے بعد ایک پورا گروہ تمہارے لئے ہر طرح کا کام کرنے پر آمادہ ہو جائے گا۔ خاص بات میں یہ بتا دوں کہ اس گروہ کا تعلق تل ایب نہیں ہے۔“ میں نے ایک لمحے کے لئے کچھ سوچا پھر کہا۔

”کیا کام کرنا ہوگا مجھے۔“

”تم اس کے لئے آمادگی کا اظہار کر دو کام بعد میں بتا دیا جائے گا۔“

”کیا وہ ایسا کام ہے جو میں کر سکتا ہوں۔“

”بہت خوبصورتی کے ساتھ۔“

”ٹھیک ہے اگر تم یہ سمجھتی ہو تو میں انکار نہیں کروں گا۔“ بات اصل میں یہ تھی کہ میں خود اپنے طور پر بہت سے فیصلے نہیں کر پا رہا تھا۔ ابھی مجھے کچھ ساتھیوں کی ضرورت تھی اور میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ یہ ساتھی میرے لئے ضروری ہیں اور یقینی طور پر بڑے کارآمد ثابت ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ کوئی حرج نہیں تھا۔ پھر انہوں نے میرے چہرے پر میک اپ کیا اور مجھے کچھ نئے نقوش دیئے سینڈرا اس سلسلے میں مجھ سے معذرتیں کرتی رہی اس نے کہا۔

”مجھے یقین ہے کہ تم میرے بارے میں بہت اچھے خیالات نہیں رکھو گے کیوں کہ میں نے اپنا مقصد حاصل کرنا شروع کر دیا ہے۔“

”کام کی نوعیت مجھے معلوم ہو جاتی تو.....“

”تم یقین کرو میں بس اتنا کہہ سکتی ہوں کہ اس کے بعد یہ گروہ تمہارا اپنا ہوگا۔“ میرے ہونٹوں پر ایک تلخ سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے آمادگی کا اظہار کر دیا تھا۔ آخر کار کام شروع ہو گیا۔ سینڈرا سے کئے ہوئے وعدے کے مطابق میں ان لوگوں کے ساتھ چل پڑا تھا۔ ایک لینڈ کروزر مجھے لے کر چل پڑی تھی۔ دیر تک وہ کچے راستوں پر اچھلتی کودتی آگے بڑھتی رہی تھی۔ باہر گہری تاریکی پھیلی ہوئی تھی اور میں باہر کا منظر دیکھ رہا تھا کافی فاصلے طے کرنے کے بعد ہم ایک عمارت میں داخل ہو گئے یہ عمارت کسی قدر بلندی پر واقع تھی۔ لیکن اندر سے بہت خوبصورت تھی اور وہ لوگ مجھے لئے ہوئے ایک خوبصورت ہال میں داخل ہو گئے۔ ہال میں کچھ افراد بیٹھے ہوئے تھے اور انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا تھا۔ ان میں سے ایک نے کہا۔

”میرا خیال ہے ہمیں معاملے کی بات پر گفتگو کر لینی چاہئے مسٹر جان سن!“ یہ نام مجھے پہلے سے بتا دیا گیا تھا جب میرے چہرے پر جان سن کا میک اپ کیا گیا تھا۔ اصل میں میں

”جو کچھ بھی کہو میرے چہرے پر یہ میک اپ ہے کیا سمجھے؟“
 ”گویا تم یہ کہنا چاہ رہے ہو کہ تم وہ نہیں ہو جو تم کہہ رہے ہو۔“
 ”ہاں..... دس ہزار یو۔ ایس ڈالر اور کچھ نہیں۔“
 ”تمہارا چہرہ دیکھنا چاہتے ہیں ہم۔“

”میں نے جھوٹ نہیں کہا تم چاہو تو کوشش کر لو۔“ ان میں سے ایک باہر نکل گیا دوسرا ریوالور لئے میرے سامنے بیٹھا رہا۔ واپس آنے والا اپنے ساتھ دو آدمیوں کو اور لایا تھا اور ان دو آدمیوں نے مجھے گلفام بنا دیا۔ میرا چہرہ دھلا کر اصل چہرہ نکال لیا گیا تھا۔ البتہ میں ان کے کہنے پر صرف ایک بات دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ دانش منصور کی شخصیت سے واقف ہیں کہ نہیں لیکن ایسا نہیں تھا میرے چہرے کو دیکھ کر ان کے چہروں پر مایوسی کی لہر پھیل گئی۔ ان میں سے ایک نے دانت پیستے ہوئے کہا۔
 ”گولی مار دو اس شخص کو بے کار چیزیں ہمارے پاس آ جاتی ہیں۔ لعنت ہے۔ لعنت ہے۔“

”چلو اٹھو.....“ دوسرے نے کہا۔ دونوں کے موڈ بری طرح خراب ہو گئے تھے۔ بہر حال وہ وہاں سے چلے گئے اور اب مجھے اس کمرے میں بند کر دیا گیا تھا۔ کافی وقت گزر گیا۔ یہاں فرنیچر اچھا خاصا پڑا ہوا تھا۔ میں ایک صوفے پر لیٹ گیا پھر کافی دیر کے بعد دروازے پر آٹھیس سنائی دیں اور کوئی اندر داخل ہو گیا۔ اندر آنے والی ایک سادہ سی شکل و صورت کی لڑکی تھی عمر کوئی چوبیس یا پچیس سال کے لگ بھگ ہوگی ہاتھوں میں ایک ٹرے لئے ہوئے تھی جس میں چائے کے لوازمات رکھے ہوئے تھے۔
 اس نے چائے کی ٹرے میرے سامنے رکھ دی اور خود سامنے کرسی پر جا بیٹھی پھر اس نے کہا۔

”پلیز! چائے لے لیجئے۔“

”کیا نام ہے تمہارا؟“ میں نے لگاوٹ سے پوچھا۔
 ”نہنی۔“

”نہنی..... کیا تم میرا ایک پیغام ان لوگوں تک پہنچا دو گی۔“
 ”جی.....“

”ان سے کہو کہ سینڈرا سے میری ملاقات کرادیں۔“
 ”سینڈرا کون ہے.....؟“
 ”تم اسے نہیں جانتی۔“
 ”نہیں۔“
 ”وہ جانتے ہیں۔“

”ٹھیک ہے..... میں تمہارا پیغام انہیں دے دوں گی لیکن میں تم سے کچھ اور بھی کہنا چاہتی ہوں۔“

”کیا.....“ میں نے اسے سوالیہ انداز میں دیکھا۔
 ”یہ لوگ بہت خطرناک ہیں۔ جو کچھ یہ تم سے چاہتے ہیں وہ پورا کر دو نہیں تو تمہیں قصاصات سے دو چار ہونا پڑے گا۔“
 ”او..... لیکن تم۔“

”مجھ سے یہ بات مت پوچھو..... میں سچ کہہ رہی ہوں۔ بہت خطرناک لوگ ہیں۔“

”تمہاری عمر کتنی ہے..... نہنی.....“ میں نے سوال کیا۔

”کیوں.....؟“ وہ تعجب سے بولی۔

”میرا مطلب ہے کہ تم نے اس عمر میں اس سے زیادہ خطرناک لوگ نہیں دیکھے۔“
 ”کبھی نہیں..... یقین کرو۔“

”خیر..... یہ چھوڑو۔ اچھا یہ بتاؤ اور کیا کہا ہے انہوں نے.....؟“

”کس طرح کا تعاون چاہتے ہیں وہ لوگ۔“

”میں نہیں جانتی۔“ لڑکی نے کہا اور میں بے اختیار ہنس پڑا۔ وہ تعجب سے میری شکل دیکھنے لگی پھر بولی۔

”کیوں ہنس رہے ہو.....؟“

”جاؤ..... بے بی جاؤ..... شاباش..... میرا پیغام تم انہیں دے دو۔ ابھی بچی ہو۔ بڑی جاؤ تو ایسی باتیں کرنا۔ چھوٹے چھوٹے بچے اس طرح کی باتیں نہیں کرتے۔“
 ”مطلب کیا ہے.....؟ کیا تم میری بات نہیں مانگو گے.....؟“

”دل تو بہت چاہتا ہے تمہاری بات مان لینے کو لیکن جو میں جانتا ہی نہیں وہ کیسے کر لوں؟“

”وہ کیا چاہتے ہیں تم سے؟“

”ان کا کہنا ہے کہ میں جان سن بن جاؤں۔ اب بتاؤ جان سن بن کر میں کیا کروں گا؟“

”مگر کیوں؟ وہ تم سے ایسا کیوں چاہتے ہیں؟“

”یہی تو تعجب کی بات ہے پہلے تم ان سے معلوم کرو کہ وہ مجھ سے ایسا کیوں چاہتے ہیں؟“

”ٹھیک ہے..... میں ان سے بات کر لوں گی۔“

”بہت بہت شکریہ۔“

”کسی چیز کی ضرورت ہو تو یہ گھنٹی بجا دینا۔ میں تمہارے پاس آ جاؤں گی۔“

”او..... کے..... ڈیزینٹی..... تم بہت اچھی لڑکی ہو۔“

بہر حال..... وہ چلی گئی اور میں یہاں جھک مارتا رہا۔ پتا نہیں..... یہ سلسلہ کتنا طویل ہو گا۔ یہ بات جاننے کے بعد کہ میں جان سن نہیں ہوں۔ وہ کیا رد عمل ظاہر کریں گے؟..... اس کا مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا۔ بہر حال..... انہوں نے مجھے چھوڑا بھی نہیں تھا۔ پتا نہیں اس کی وجہ کیا تھی؟..... لیکن میں خاصی بوریت محسوس کر رہا تھا۔ دو دن گزر گئے مجھے کوئی خاص رد عمل کا احساس نہیں ہوا تھا۔ نینی ہر طرح سے میری دیکھ بھال کرتی تھی۔ اس وقت بھی وہ خاموشی سے میرے پاس آئی تھی۔ اچھی خاصی بے وقوف لڑکی تھی۔ میں نے اس سے کہا۔

”نینی..... اب تم مجھے یہ بتاؤ کہ کیا تم نے ان سے میرے بارے میں بات کی تھی؟“

”ہاں..... کی تھی۔“

”کیا جواب دیا انہوں نے؟“

”کچھ نہیں۔“

”کیوں۔“

”میں کیا کہہ سکتی ہوں؟“

”اب تم مجھے یہ بتاؤ کہ کیا تم میرے لئے سینڈرا کو تلاش کر سکتی ہو۔“

”میں نہیں جانتی کہ سینڈرا کون ہے.....؟ اور کہاں رہتی ہے.....؟ بلاوجہ تم یہ سینڈرا

سینڈرا لگائے رکھتے ہو۔ مجھے کیا معلوم.....؟ وہ کہاں ہے اور کون سے.....؟ میں تو اسے جانتی تک نہیں ہوں۔“ مجھے ہنسی آنے لگی پھر میں نے کہا۔

”اچھا یہ بتاؤ..... کہ اس وقت ہم کہاں ہیں؟“

”یہ نہیں بتایا جاسکتا۔“

”کیوں؟“

”انہوں نے منع کر دیا ہے۔“

”اور اگر میں تمہاری زبان کھلوانے کے لئے تمہاری گردن دبا دوں تو۔“

”ایک ہی بات ہے۔“ وہ سکون سے بولی۔

”کیا مطلب؟“

”نہ بتانے پر تم مار ڈالو گے اور بتانے پر وہ مار ڈالیں گے۔ شاید تمہیں اس بات کا علم

نہیں ہے کہ ہم اس وقت بڑی مشکل کا شکار ہیں۔“

”ہم سے تمہاری کیا مراد ہے؟“

”میں بھی..... کیا سمجھے؟“

”کاش! تمہاری کوئی بات میری سمجھ میں آ سکے۔“ میں نے کہا۔

”تو پھر میں کیا کروں.....؟ مجھے بتاؤ۔“ اس نے کہا اور میں خاموش ہو گیا۔ کوئی تین

دن کے بعد پھر مجھے ایک سفر کرنا پڑا تھا اور لینڈ کروزر مجھے لے کر چل پڑی تھی۔ پتا نہیں.....

کیا مصیبت تھی.....؟ اس سے زیادہ برداشت کرنا میرے بس سے باہر تھا۔ ایک اور عمارت

میں مجھے بازوؤں سے پکڑ کر اتارا گیا اور میری آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی۔ میں کافی دور تک

پیدل چلتا رہا اور اس کے بعد مجھے ایک عجیب سی جگہ پہنچا دیا گیا۔ مجھے سیڑھیاں طے کرنی پڑی

تھیں اور اس کے بعد ایک ٹوٹے پھوٹے سے گول کمرے میں داخل کر کے میری آنکھوں کی

پٹی کھول دی گئی تھی۔ مجھے حیرت تھی کہ یہ کیسی جگہ ہے.....؟ یہاں کا ہی اور سیلن کی بدبو پھیلی

ہوئی تھی۔ درمیان میں ایک چارپائی سی پڑی ہوئی تھی۔ چھوٹے چھوٹے سوراخ جگہ جگہ بنے

ہوئے تھے۔ میری نئی رہائش گاہ میں لا کر ان میں سے ایک نے کہا۔

”سنو..... یہاں تمہیں کھانے پینے کی چیزیں آسانی سے مل جائیں گی لیکن باہر نکلنے کی اجازت اس وقت تک نہیں ہوگی جب تک ہم تمہارے بارے میں کوئی مناسب فیصلہ نہ کریں۔“ میں نے انہیں گھور کر دیکھا تھا اور دل ہی دل میں کہا تھا کہ دوستو اپنے آپ کو آزما رہا ہوں۔ اپنے دماغ کو سکون دینے کی کوشش کر رہا ہوں جس وقت یہ دماغ پرسکون ہو جائے گا تو میں تمہیں بتاؤں گا کہ تم لوگ کتنے پانی میں ہو۔ بہر حال وہ لوگ چلے گئے۔ دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا تھا۔ ان کے جانے کے بعد کچھ دیرو میں کھڑا رہا۔ یہ قید خانہ بڑا ہی انوکھا لگتا تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ یہاں کون رہتا ہوگا.....؟ اور کیسے یہاں لایا گیا ہوگا.....؟ میں نے اس کمرے کا جائزہ لیا۔ تو سوراخوں میں نہ تو شیشے تھے، نہ سلاخیں لیکن وہ انسانی قد سے بلند تھے۔ میز پر چڑھ کر میں نے ان سے باہر کا جائزہ لیا۔ یہاں سے سمندر کے نظارے نظر آتے تھے اور یہاں آکر مجھے معلوم ہوا تھا کہ میں سمندر کے کنارے ہوں۔ چھوٹے چھوٹے پرندے فضا میں پرواز کر رہے تھے۔ ماحول میں ایک عجیب سی فرحت بکھری ہوئی تھی۔ میں کافی دیر تک سوچتا رہا اور پھر اس ٹوٹی پھوٹی چارپائی پر آکر لیٹ گیا۔ پھر دوسرے دن صبح کو کچھ آوازیں بلند ہوئیں۔ تھوڑی دیر کے بعد دو آدمی نظر آئے جو اسٹین گنوں سے مسلح تھے۔ پیچھے دو افراد اور آ رہے تھے جن کے ہاتھوں میں برتن تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا۔

”یہ تمہاری خوراک ہے۔ کم از کم تین دن کے لئے اسے محفوظ کرلو۔ یہاں ہم روزانہ تمہیں تازہ خوراک مہیا نہیں کر سکتے۔ یہ پانی ہے اسے کم پینے کے لئے استعمال کرو گے اور یہ کھانے پینے کی چیزیں۔ ہاتھ روم میں سمندر کے پانی کا انتظام ہے۔ تم نے جائزہ لے لیا ہو گا۔ سمندر کا نمکین پانی وہاں آتا ہے کیا سمجھتے.....؟“ یہ کہہ کر وہ وہاں سے نکل گیا۔ دروازہ پھر بند کر دیا گیا تھا۔ میں بہت بھوکا تھا اس لئے کھانے میں مصروف ہو گیا۔ نہایت گھٹیا کھانا تھا لیکن بھوک میں سب چلتا ہے۔ پانی پینے کے بعد ہاتھ پاؤں میں سرسراہٹ ہونے لگی اور میں لیٹ گیا۔ پھر نیند آگئی تھی۔ نجانے کب تک سوتا رہا۔ اس وقت شاید آدھی رات گزر چکی تھی جب آنکھ کھلی۔ چاند آسمان کی بلندیوں میں تھا۔ ایک کھڑکی سے روشنی اندر آرہی تھی۔ کانوں میں سمندر کی آواز سنائی دے رہی تھی اور ماحول کی خاموشی پانی کے شور سے مجروح ہو رہی تھی۔ طبیعت پر شدید اکتاہٹ طاری تھی اور دل چاہ رہا تھا کہ اب کچھ کر ہی ڈالا جائے۔ چاہے اس کا نتیجہ کچھ بھی نکلے لیکن سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں..... بظاہر کوئی صورت حال ایسی نہیں

تھی جس سے بچت کا امکان ہو سکے۔ چنانچہ انتظار ہی کرتا رہا۔ البتہ دوسری صبح ایک تبدیلی ہوئی۔ ایک اور شخص کو اسی قید خانے میں پہنچایا گیا یہ ایک تندرست و توانا نوجوان تھا جس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لگی ہوئی تھیں۔ اچھی شکل و صورت کا مالک..... کسی یورپین ملک کا باشندہ معلوم ہوتا تھا۔ وہ لوگ اسے یہاں چھوڑ کر چلے گئے۔ دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا۔ مجھے اس کے بارے میں کچھ نہیں بتایا گیا تھا۔ اس نے چند لمحات کے بعد مسکراتے ہوئے مجھے دیکھا اور کہا۔

”مجھے ٹونی بورس کہتے ہیں۔ اب تم چاہو تو مجھے بورس کہہ لیا ٹونی.....۔“
 ”چلو..... ٹھیک ہے میں تمہیں بورس کہوں گا۔“
 ”ٹھیک ہے..... لیکن تمہاری یہ سزا کس سلسلے میں ہے۔“
 ”کوئی سلسلہ نہیں ہے۔ میں بس بد قسمتی سے ان لوگوں کے چنگل میں پھنس گیا ہوں۔“
 ”میں تمہاری اس بد قسمتی کے بارے میں نہیں پوچھوں گا۔“
 ”پوچھنا بھی بیکار ہے..... ویسے اطمینان رکھو ہمیں بہت جلد یہاں سے رہائی مل جائے گی۔“ اس نے کہا اور میں تعجب سے اسے دیکھنے لگا پھر میں نے کہا۔
 ”کیسے.....؟“

”میں گھنٹے کی زندگی ہے ہماری..... صرف بیس گھنٹے کی اور اس کے بعد ہمیں قتل کر دیا جائے گا۔“

”کیا تم کوئی ستارہ شناس ہو.....؟“
 ”نہیں..... میں حقیقت شناسا ہوں۔“ اس نے برجستگی سے جواب دیا۔
 ”اپنی زندگی کے بارے میں اگر تمہارا ایسا کوئی خیال ہے تو میرے بارے میں تم کیسے کہہ سکتے ہو.....؟“

”بس..... یوں سمجھ لو کہ میں ایریش داش کا معتب ہوں۔ یعنی میں اس کے زیر عتاب تھا حالانکہ کچھ عرصہ قبل میں اس کے خاص آدمیوں میں شامل ہوتا تھا۔“ میں نے ایک لمحے کے لئے خاموشی اختیار کی۔ پھر اس سے کہا۔

”ایریش داش تو قتل ہو چکا ہے۔“ جواب میں وہ مسکرا دیا پھر بولا۔
 ”ہاں..... یہ بات مجھے معلوم ہے۔“ اچانک ہی میرے دل میں ایک اور خیال آیا۔ یہ

ٹونی بورس کہیں انہی کا تو خاص آدمی نہیں ہے اور میرے پاس اسے خاص کسی مقصد کے تحت بھیجا گیا ہے۔ بہر حال اس بات کو ذہن میں ضرور رکھنا تھا۔ میں نے کہا۔

”ایک بات بتاؤ کیا تم نے بیس گھنٹے کے بعد موت کو قبول کر لیا ہے۔“
”ہرگز نہیں۔“

”کیا مطلب.....؟“

”میں تمہارے ساتھ بیٹھ کر پلاننگ کروں گا اور ہم لوگ یہاں سے نکلنے کی کوشش کریں گے۔ تو پھر کیا خیال ہے.....؟ اگر یہاں سے نکلنے کی کوشش کی جائے تو برا تو نہیں رہے گا۔“
”مگر کیسے۔“

”سیدھی سیدھی بات ہے۔ ہم انہیں پریشان کرتے ہیں دروازہ بجاتے ہیں۔“ پھر ہم نے اپنے منصوبے کے مطابق عمل شروع کر دیا۔ ابھی تک میں یہ فیصلہ ہی نہیں کر پایا تھا کہ یہ شخص میرے ساتھ فریب کر رہا ہے یا پھر سچ مچ ایسی کوئی بات ہے جس سے یہ شخص یہاں سے نکل جانا چاہتا ہے۔ ہم دروازے پر ضربیں لگاتے رہے اور تھوڑی دیر کے بعد غرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

”اگر تم لوگ دروازے کے پاس سے نہ ہٹ گئے تو ہم اسٹین گن سے فائر کھول دیں گے۔“

”دروازہ کھولو..... میرا ساتھی حادثے کا شکار ہو گیا ہے۔“ ٹونی بورس نے کہا اور کچھ لمحوں کے توقف کے بعد دروازہ کھل گیا۔ دونوں محافظ اسٹین گنیں لئے ہوئے اندر آئے تھے۔ میں فرش پر اوندھا لیٹ گیا تھا۔ ان میں سے ایک نے تشویش کے انداز میں کہا۔
”کیا ہوا..... کیا ہو گیا اسے۔“

”پتا نہیں..... تھوڑی دیر پہلے ٹھیک تھا۔ اچانک ہی فرش پر گر کر تڑپنے لگا اور پھر بے ہوش ہو گیا۔“ ٹونی بورس نے کہا۔ ان میں سے ایک نے جھک کر دیکھا۔ دوسرے نے اسٹین گن سنبھالی اور پیچھے جا کر کھڑا ہو گیا۔ پہلا آدمی اپنی اسٹین گن اس کے ہاتھوں میں تھا کہ میری طرف آیا۔ اس نے مجھے سیدھا کیا اور اسی دوران مجھے اپنا کام کرنا تھا۔ میں نے دونوں ٹانگیں جوڑ کر پوری قوت سے اس کے سینے پر ماریں۔ نشانہ اس طرح رکھا تا کہ وہ پوری قوت سے جا کر اپنے ساتھی پر گرے اور میری یہ کارکردگی انتہائی شاندار رہی۔ اسٹین گن کی آوازیں

ابھریں اور اس کے ساتھ ہی اس شخص کا جسم جس کو میں نے اچھال کر دوسری طرف پھینکا تھا گولیوں سے چھلنی ہو گیا۔ میں نے اسے موقع نہیں دیا تھا۔ ادھر بورس نے اپنی جگہ جھوڑی اور اس شخص کی کمر پر لات ماری۔ وہ مجھ پر آیا تو میں نے اس کے پیٹ پر لات مار کر اسے دیوار سے دے مارا۔ وہ دیوار کی طرف گیا تو بورس نے اسٹین گن اس کے ہاتھ سے چھین لی اور پھر بورس کے ہاتھوں میں دبی اسٹین گن سے گولیاں نکلیں اور دوسرا آدمی بھی ڈھیر ہو گیا۔ بورس نے ہنستے ہوئے کہا۔

”کیا عمدہ تجربہ ہے۔ آؤ.....“ اور پھر ہم دونوں باہر نکل آئے۔ بورس دوڑتا ہوا بولا۔
”تم ذہین بھی ہو اور پھر تیلے بھی۔ ہم دونوں تو ان کا حشر نشر کر دیں گے۔“ اس کے بعد ہم سوچے سمجھے بغیر باہر بھاگ نکلے تھے۔ پتا نہیں کیا قصہ تھا اس وقت.....؟ اس عمارت میں ان دونوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ ہم نیچے پہنچ گئے ایک پر ہول منظر ہمارے سامنے تھا۔ بورس نے ادھر ادھر دیکھا پھر بولا۔

”فی الحال تو ہم محفوظ ہیں کیونکہ اور کوئی یہاں موجود نہیں ہے لیکن اب یہ بتاؤ کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے۔“

”سب سے پہلے کم از کم اتنا فاصلہ طے کر لینا چاہئے کہ ہم کسی کے آجانے پر ان کے جال میں نہ پھنس سکیں۔“

”آؤ.....“ اور پھر اس کے بعد ہم برقی رفتاری سے چل پڑے تھے۔ کسی خاص سمت کا تعین تو کرنا نہیں تھا۔ بس ایک سفر جاری تھا اور ساحل کے ساتھ سات ہم ریتلے ٹیلوں کے درمیان چل رہے تھے۔ دور دور تک کسی عمارت کا نشان نظر نہیں آ رہا تھا جس سے یہ محسوس ہو کہ آس پاس کوئی بستی موجود ہے۔ آسمان پر سیاہ بادل جمع ہو رہے تھے۔ بورس نے تشویش زدہ نگاہوں سے اوپر دیکھتے ہوئے کہا۔

”جس گاڑی میں مجھے لایا گیا تھا اس میں تقریباً ڈھائی گھنٹے کا سفر تھا اور اس کی رفتار بہت تیز تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ کم از کم ایک سو بیس میل فی گھنٹہ یعنی ڈھائی گھنٹے کا تعین کر لو۔ اگر وہی فاصلہ باقی ہے تو ہم کسی بستی تک آسانی سے نہیں پہنچ سکیں گے۔“

”بارش ہوگئی تو ہمیں کہیں پناہ نہیں ملے گی۔“ بہر حال ہم دونوں تیز رفتاری سے سفر کرتے رہے تھے۔ خطرہ سر پر آتا چلا جا رہا تھا۔ اب بجلی بھی چمکنے لگی تھی اور بادل گرج رہے تھے۔

ہواؤں کا طوفان بھی آرہا تھا اور اڑنے والی ریت کے باریک باریک ذرات ہمارے کپڑے ہوئے حصوں پر لگ رہے تھے۔ پھر ایک دم بارش شروع ہو گئی اور اس کا آغاز جیسا تھا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا تھا کہ کیا صورت حال ہوگی۔ بارش کے شور سے کوئی آواز کانوں تک نہیں پہنچ پا رہی تھی۔ مجبوری تھی آگے بڑھنے کے علاوہ اور کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ چلتے رہے اور کوئی پناہ نہ ملی۔ نجانے کتنی دیر تک سفر کیا تھا اور اس سفر نے جو ہمارا حال کیا تھا۔ وہ ہمارا دل ہی جانتا تھا۔ اگر ہم غیر معمولی قوت برداشت کا مظاہرہ نہ کرتے تو اس بارش کا شکار ہو جاتے۔ وقت تیزی سے آگے بڑھتا رہا اور اس کے بعد ہم نے دور سے ایک سیاہی سی دیکھی۔ ریت کے ٹیلوں کے آخری سرے پر یہ سیاہی نظر آ رہی تھی۔ بورس نے کہا۔

”یقیناً یہ جنگل ہے۔“

”اُور رفتار تیز کر دیں۔“ ابھی ہم زیادہ دور نہیں گئے تھے کہ فضا میں ایک آواز ابھری اور ہم چونک پڑے۔

”ہیلی کاپٹر.....“ بورس کی آواز سنائی دی۔

”اور سو فیصد یہ ہماری تلاش میں یہاں آیا ہے۔“

”اور انہوں نے سمت کا بھی اندازہ لگالیا ہے۔“

”ہاں.....“ میں نے کہا۔ ہیلی کاپٹر اسی سمت آرہا تھا۔ اب بس اتنا معاملہ تھا کہ ہم درختوں کی آڑ میں پہنچ جائیں۔ چنانچہ ہم دوڑنے لگے اور ہیلی کاپٹر ہمارا تعاقب کرنے لگا۔ پھر ہیلی کاپٹر سے ہم پر برسٹ مارا گیا اور ہم بال بال بچے لیکن یہ پتا نہیں چلا تھا کہ جنگل اچانک اتنی قریب کیسے آگیا تھا.....؟ پہلے تو ہمیں دور ہی نظر آیا تھا وہ..... لیکن ہیلی کاپٹر کو دیکھتے ہی ہماری رفتار شاید ناقابل یقین حد تک تیز ہو گئی تھی اور ہم درختوں کی چھاؤں میں پہنچ گئے تھے۔ ہیلی کاپٹر سے ہم پر تین چار برسٹ مارے گئے تھے لیکن اللہ نے ہماری حفاظت کی تھی۔ البتہ درختوں کی چھاؤں میں ہم نے محفوظ جگہ تلاش کر لی تھی۔ بارش کا پانی یہاں بھی کہیں کہیں جمع ہو گیا تھا۔ درختوں کے دامن میں پھیلی ہوئی گھاس خطرناک بھی ہو سکتی تھی لیکن کیا کیا جاتا۔ ہر خطرے کا مقابلہ محنت سے کرنا تھا۔ کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ پھر بورس نے کہا۔

”ہیلی کاپٹر اتر رہا ہے مجھے اس کا کافی تجربہ ہے۔“ میں نے بھی یہ بات محسوس کر لی تھی اور جانتا تھا کہ ہیلی کاپٹر نیچے اترے گا۔ بہر حال ہم لوگ ایک دوسرے سے کافی فاصلے پر پہنچ

گئے اور ہمارا یہ منصوبہ بڑی عمدگی سے اپنی تکمیل تک پہنچنے لگا کہ ہم اکٹھے ان کے ہاتھ نہیں آئے گے اور اپنے طور پر بچنے کی جدوجہد کریں گے۔ ہم نے درخت کی شاخوں پر پناہ لی تھی۔

میں نے ٹوٹی بورس کی طرف دیکھا وہ بھی میری جانب دیکھ رہا تھا۔ بہر حال ہم خاموش تو نہیں بیٹھ سکتے تھے۔ پھر ہم نے وہ کام کیا جو زندگی ختم کر دینے والا کام تھا۔ درخت کی شاخوں سے ہم اس وقت ان لوگوں پر کودے جب وہ ہماری ریٹھ میں آئے اور ہم نے دونوں ہی کو زمین بوس کر دیا۔ ٹوٹی بورس بھی بڑی شاندار شخصیت کا حامل تھا۔ وہ دونوں نیچے گرے تھے جن پر ہم نے چھلانگ لگائی تھی لیکن ٹوٹی بورس نے فوراً ہی سنبھل کر اسٹین گن اٹھائی تھی اور پھر تیسری ٹوٹی پر فائرنگ شروع کر دی تھی۔ تیسری ٹوٹی کے دو افراد سامنے ہی سے آ رہے تھے۔

میں نے ان کے جسموں کو فضا میں اچھلتے ہوئے پھر زمین پر گرتے ہوئے دیکھا اور اس کے ساتھ ہی میرے دونوں شکار مجھے زمین سے اکھاڑنے میں کامیاب ہو گئے۔ ان دونوں نے پوری قوت سے مجھے فضا میں اچھالا بیٹھیں میں نے اپنے فن کا مظاہرہ کیا تھا۔ فضا میں ایک قلا بازی کھا کر میں نے دونوں پاؤں ان کے چہروں پر مارے اور ان کے حلق سے مکروہ آوازیں نکل گئیں۔ وہ زمین پر چٹ گرے تھے اور اس کے بعد میرے منہ سے غراہٹ نکلی۔ میں نے ان کی گردنیں اپنے ہاتھوں کی گرفت میں لیں اور انہیں اس طرح دبا یا کہ ان کی زبانیں باہر نکل آئیں۔ اس وحشیانہ عمل کی وجہ خود میری سمجھ میں نہیں آئی لیکن وہ ساکت ہوئے تو مجھے حیرت ہوئی اچھے خاصے تن و توش کے مالک تھے۔ لمحوں میں زندگی سے محروم ہو گئے۔ ادھر ٹوٹی بورس بھی اپنا کام کر چکا تھا۔ اسٹین گنیں تو ہم اپنے قید خانے سے بھی لا سکتے تھے لیکن اس وقت پتا نہیں کیوں دماغ عقل سے خالی ہو گیا تھا چنانچہ اب ہم مسلح ہو گئے تھے۔ ٹوٹی بورس میرے قریب آگیا اور بولا۔

”ایک ہیلی کاپٹر میں چھ سے زیادہ افراد نہیں ہو سکتے تھے۔ کیا خیال ہے تمہارا.....؟“

”ہاں..... میرا خیال ہے پائلٹ ہیلی کاپٹر کے پاس موجود ہوگا۔“

”اور سوچ رہا ہوگا کہ اس کے ساتھیوں نے ہم دونوں کا کام تمام کر دیا ہے۔“

”پھر آؤ..... ہم اس کا کام تمام کر دیں۔“

”ہمیشہ میرے منہ کی بات چھین لیتے ہو۔“ ٹوٹی بورس مسکراتا ہوا بولا اور اس کے بعد ہم درختوں کے تنوں کی آڑ لیتے ہوئے جنگل کے آخری درخت کے پاس پہنچ گئے اور سامنے

تک بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہو۔ ہیلی کا پٹر فضا میں بلند ہو گیا۔ میں ٹونی بورس کے ساتھ ہی بیٹھا ہوا تھا اور خاموشی سے اس کی کارروائی دیکھ رہا تھا میں نے یہ نہیں پوچھا تھا کہ وہ کہاں جا رہا ہے.....؟ اب ایسے سوالات مجھے احقانہ ہی محسوس ہوتے تھے کیونکہ خود میری اپنی کوئی منزل نہیں تھی۔ ہیلی کا پٹر کا یہ سفر جہاں ختم ہوا وہ ایک کچی آبادی تھی۔ ٹوٹے پھوٹے مکانات پر مشتمل یہ تل ابیب کا جنوبی گوشہ تھا۔ ایک لمحے کے لئے میرے ذہن میں ایک تصور ابھرا جہاں تک میری معلومات کا تعلق تھا تل ابیب کی ایسی آبادیوں میں زیادہ تر فلسطینی آباد تھے۔ بے گھر بے خانماں لوگ ”ٹونی بورس تم نے یہاں ہیلی کا پٹر کیوں اترایا ہے.....؟“ اس نے نیچے اترتے ہوئے کہا۔

”مسٹر دانش منصور..... اب وہ لمحات آگئے ہیں جب میں آپ کو صورت حال بتا دوں۔“ میرا چہرہ اصل چہرہ نہیں ہے۔ پہلے آپ میری صورت دیکھئے پھر میں آپ کو اپنے بارے میں بتاؤں گا۔“ اور اس کے بعد اس نے چہرے سے ایک جھلی سی اتار دی۔ وہ اس بات کی توقع رکھتا تھا کہ میں اس کے میک اپ پر حیرت کا اظہار کروں گا لیکن ظاہر ہے یہ بات میرے لئے باعث حیرت نہیں تھی۔ میں نے خاموشی سے اسے دیکھا تو وہ بولا۔

”میرا اصل نام راحیل فرازی ہے اور آپ سے شناسائی کے لئے میں احمدانی کا نام لوں گا۔ احمدانی۔ جس نے آپ کو عدنان زہبی کا حوالہ دیا تھا اور حقیقت یہ ہے کہ میں جان بوجھ کر ان لوگوں کی قید میں گیا تھا اور آپ کی رہائی کا خواہش مند تھا۔ آئیے۔ عدنان زہبی آپ کے منتظر ہیں۔“ تقدیر کے فیصلے کتنے عجیب ہوتے ہیں۔ میں اپنی زندگی کی اس داستان کو سناتے ہوئے بار بار آپ کو ان فیصلوں کی تفصیل بتاتا رہا ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان ایک بلبلے کی مانند ہے۔ وہ خود بھی کوئی فیصلہ کر لے لیکن اس کے فیصلے پانی کے بلبلوں کی مانند ہوتے ہیں۔ فیصلے کرنے والی ذات کوئی اور ہی ہے اور اس میں کسی صاحب ایمان کو شک نہیں۔ عدنان زہبی نے مجھ سے ملاقات کی۔ اس کے ساتھ ایک ایسا چہرہ موجود تھا جسے دیکھ کر میرے دل کو ایک شدید دھکا لگا تھا بات کتنی ہی پرانی ہو گئی تھی لیکن کچھ نقش ایسے تھے جو میرے دل و دماغ میں پیوست تھے۔ آہ..... یہ میری قدیم دوست ایک ایسی شخصیت تھی جسے شاید میں اندھا ہو کر بھی پہچان لیتا۔ نادرہ..... آپ کو یاد ہو گا کہ نادرہ نے میرے والدین کو ڈھونڈنے کا بیڑہ اٹھایا تھا اور اس کے بعد میں نے نادرہ کی اس قدر تلاش کی تھی کہ بیان سے باہر ہے۔ میں

ہی ہم نے ایک صاف ستھری جگہ پر ہیلی کا پٹر کو کھڑے ہوئے دیکھا۔ ہمارا اندازہ بالکل درست تھا ہیلی کا پٹر کا پائلٹ کسی زخمی چیتے کی طرح ہیلی کا پٹر کے آس پاس ٹہل رہا تھا۔ اس کی نگاہیں جنگل کی جانب اٹھی ہوئی تھیں اور اس وقت ہماری کوئی بھی غلط حرکت اسے ہوشیار کر سکتی تھی۔ اس کے ہاتھوں میں بھی اسٹین گن نظر آرہی تھی۔ ہم درخت کے تنوں کی آڑ میں کھڑے ہو گئے۔ میں نے بورس سے کہا۔

”تم اسے بالکل نہ چھیڑنا میں زاویہ بدل رہا ہوں ہم اسے ایسی جگہ سے گولیوں کا نشانہ بنائیں گے جہاں سے ہماری چلائی ہوئی گولی ہیلی کا پٹر کو نہ لگ سکے۔“

”ٹھیک ہے..... ڈیزر دانش منصور اگر تم یہ کام کر سکتے ہو تو یہ زیادہ بہتر ہو گا۔ ورنہ میری ڈیوٹی لگاؤ۔“

”اس وقت ہمارے پاس نکلنے کا واحد ذریعہ یہ ہیلی کا پٹر ہے۔ اگر اسے نقصان پہنچ گیا تو ہم اپنے آپ کو معاف نہیں کر سکیں گے۔“

”اوکے..... پھر یہ تمہاری ذمہ داری ہے۔“ اس نے کہا اور میں اپنی ذمہ داری پوری کرنے کے لئے ہوشیار ہو گیا۔ میں نے تین چار جگہ سے زاویہ بدلا تھا اور آخر کار میں نے اسے نشانے پر لے لیا تھا۔ وہ خود بھی بے چینی سے نتیجے کا منتظر تھا اور حیران تھا کہ اب تک اس کے ساتھی یہاں کیوں نہیں آئے۔ چنانچہ وہ تھوڑا سا آگے بڑھ آیا تھا۔ پھر اچانک ہی اسٹین گن نے گولیاں اگلیں اور وہ زمین پر رقص کرنے لگا۔ اس کا خون اگلتا ہوا جسم کئی فٹ اوپر اچھلا تھا اس کے بعد وہ دونوں ہاتھ پاؤں پھیلا کر وہیں ساکت ہو گیا تھا۔ ٹونی بورس خاموشی سے یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ قریب پہنچ گیا اور اس نے کہا۔

”بد نصیب ہیں یہ کم بخت جو بار بار ہمارے راستے میں آ رہے ہیں اور زندگیاں کھو رہے ہیں۔ آؤ..... اب یہاں سے واپس چلتے ہیں۔“

”کیا تم ہیلی کا پٹر پائلٹ کر سکتے ہو.....؟“ میں نے سوال کیا۔

”ہاں۔“

”اور کیا کسی مناسب راستے کا تعین بھی کر سکتے ہو۔“

”سو فیصد۔“ بہر حال ٹونی بورس اب تک ایک عجیب و غریب شخصیت ثابت ہوتا رہا تھا۔ میں بھی یہاں سے نکلنا چاہتا تھا۔ ایک ایسا شخص قابل اعتماد ہو سکتا ہے جس نے اب

سے اہم واقعہ تھا۔ وہی کٹھی جو پہلے کبھی غزنوی صاحب کے پاس تھی اب غزنوی خاندان سے آباد تھی۔ اس خاندان کے تمام افراد وہاں موجود تھے لیکن حیرت کی بات یہ تھی کہ اپنے استقبال میں میں نے رفیق احمد صاحب کو بھی دیکھا اور ان کی بیٹی عافیہ کو بھی لیکن عافیہ کے ساتھ ایک نئی شخصیت کو دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی تھی۔ عافیہ بیگم اچھی خاصی نظر آرہی تھیں۔ پھر وہ چند قدم آگے بڑھیں اور انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے۔ انا ماں اور بڑے غزنوی صاحب بھی بے حد کمزور ہو چکے تھے۔ اپنے بقیہ بیٹوں کے ساتھ وہاں موجود تھے۔ پھر عافیہ بیگم نے جب مجھے۔ میرا بچہ کہہ کر اپنے سینے سے لپٹایا تو شاید میں زندگی بھر کی جادو بیانی استعمال کر لوں میں اس کیفیت کا اظہار نہیں کر سکتا جو اس وقت میری ہوئی تھی۔ عافیہ بیگم میری ماں

کہانی یوں تھی کہ جو صاحب عافیہ بیگم کے پاس کھڑے ہوئے تھے۔ ان کا نام ہاشم غزنوی تھا اور وہ میرے والد بزرگوار تھے۔ یعنی بڑے غزنوی صاحب کے سب سے بڑے بیٹے۔ جنہوں نے اپنی مرضی سے ایک لڑکی یعنی عافیہ بیگم سے شادی کر لی تھی اور بڑے غزنوی صاحب نے یہ قسم کھائی تھی کہ اس چالاکی کا بدلہ لیں گے وہ۔ تو انہوں نے ہاشم غزنوی کو ملک سے باہر نکال دیا تھا۔ عافیہ بیگم کو ان کے والد رفیق احمد صاحب نے اپنے پاس رکھ لیا تھا۔ میری پیدائش کے بعد غزنوی صاحب نے مجھے اغوا کروا لیا اور عافیہ بیگم اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھیں غزنوی صاحب نے اپنے انتقام کو سر د کرنے کیلئے مجھے ایک ملازمہ شہزادی کے سپرد کر دیا۔ جو میری پرورش کرنے لگی اور پھر ایک ادنیٰ ملازم کی حیثیت سے میں نے ہوش سنبھالا۔ لیکن انا ماں جانتی تھیں کہ میں ان کا پوتا ہوں البتہ بڑے غزنوی صاحب ہر طرح کے معاملات کو کنٹرول کرتے تھے چنانچہ میری زندگی ایک تازیانہ بن کر رہ گئی۔ وقت نے ان لوگوں کو ہوش دلایا اور ادھر میرے اہل وطن جنہوں نے مجھے سنگ راہ سمجھ کر ٹھکرا دیا تھا۔ میری وطن دوستی کے قائل ہو گئے۔

فوجی حکام نے بھی میری مدد کی تھی۔ وہ جنہیں میں نے لندن میں تحفظ دیا تھا۔ چنانچہ اب اہل وطن نے میری حقیقتوں کو تسلیم کر لیا تھا لیکن میرے دل کے زخموں کو بھلا کون بھر سکتا ہے۔ رشید ناگی ٹھٹھل شاہ میرے وہ دوست تھے جنہوں نے میرے خوابوں کی تکمیل میں میری بھرپور مدد کی تھی۔ وہ سب میرے نام پر شہید ہو گئے تھے۔ وطن کے نام پر شہید ہو گئے تھے۔

اسے پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھتا رہا اس کا چہرہ بہت بدل گیا تھا۔ مجھے دیکھ کر اس کی منھیاں ہنسی گئی تھیں اور وہ بے اختیار کھڑی ہو گئی تھی۔ غالباً اس بات کی منتظر تھی کہ میں اسے پہچانتا ہوں یا نہیں لیکن اب میں سب کچھ بھول کر اس کی طرف لپکا تھا اور اس سے جا لپٹا تھا۔ نادرہ زارہ قطار روتی رہی۔ میں نے اس سے بہت سے سوالات کر ڈالے۔

”تم زندہ ہو تم نادرہ ہی ہو تم نے ایک بار کہا تھا کہ تمہیں میرے والدین کا سراغ مل چکا تھا۔ مذاق کیا تھا مجھ سے۔ کیا تقدیر میں یہ لمحات بھی تھے۔“ میں آنسو بھری آنکھوں اور آنسو بھری آواز میں اس سے پوچھ رہا تھا۔ عدنان زہبی نے اپنی جگہ چھوڑ دی تھی۔ ان اچھے مناظر میں شاید یہ لوگ مداخلت نہیں کرنا چاہتے تھے۔ نادرہ بھی روتی رہی اور میں بھی مجھے کوئی چاہ نہیں سنائی دی تھی لیکن پھر عقب سے ایک ہاتھ میرے شانے پر آٹکا اور میں نے بے اختیار پلٹ کر دیکھا۔ آہ ناقابل یقین تھا سب کچھ ناقابل یقین وہ رخسار تھی یہ خواب نہیں تھے۔ حقیقتیں تھیں۔ کیونکہ حقیقتوں کا شاور مجھ سے زیادہ اور کون ہو سکتا تھا؟ بعد میں ساری تفصیلات کا علم ہوا۔

عدنان زہبی میرے محسن تھے۔ ایرش داش سے رخسار کو ان لوگوں ہی نے اپنی تنظیم کے ذریعے حاصل کیا تھا اور آرگنائزیشن کے ایک ٹھکانے پر چھاپہ مار کر نادرہ کو قبضے میں لیا گیا تھا۔ جب ان لوگوں کو ایرش داش کے قتل کی اطلاع ملی اور اس سلسلے میں دانش منصور کا نام بھی ان کے علم میں آگیا چنانچہ راجیل فرازی کو بورس کی حیثیت سے ان لوگوں کی قید میں بھیجا گیا اور آخر میں راجیل فرازی مجھ تک پہنچ گیا جب عدنان زہبی نے رخسار اور نادرہ کو میرے وطن کے حوالے کرنے کا فیصلہ کیا تو وہاں کے اعلیٰ حکام کو اس بارے میں اطلاع دی اور میرے حوالے سے بھی چنانچہ میرے وطن کا وہ دلیر سپاہی جس کی سپرد میں نے وطن کا ایک راز کیا تھا اور لندن میں اسے مشکلات سے بچایا تھا۔ اعلیٰ حکام سے رجوع کر کے یہ اجازت لینے میں کامیاب ہو گیا کہ رخسار اور نادرہ کو وہ وطن لے آئے اور اس وقت بھی اس نے یہیں مجھ سے ملاقات کی اور مجھے بتایا کہ میرے وطن میں میرا انتظار کیا جا رہا ہے۔ کیونکہ یہ رابطے وہ قائم کر چکا ہے۔ نادرہ سے میں کرید کرید کر واپسی کے سفر میں سارے راستے یہ معلوم کرتا رہا کہ میرے ماں باپ کون ہے؟ نادرہ نے کہا۔

”نہیں میں تمہیں سر پرانز دوں گی۔“ اور یہ سر پرانز واقعی میری زندگی کا سب

وقت گزر جاتا ہے اور یادیں باقی رہ جاتی ہیں۔ نادرہ..... الیاس بھائی..... نازاں بابجی.....
عافیہ بیگم سب لوگ زندہ سلامت ہیں۔ آج میں اپنے وطن کی ایک محترم شخصیت تصور کیا جاتا
ہوں۔ سیاسی حلقوں میں مجھے بہت بڑا مقام حاصل ہے۔ لوگ مجھے بادشاہ گر کہتے ہیں لیکن یہ
بادشاہ گری کتنے مدارج کو کتنے پیاروں کو کھو کر مجھے حاصل ہوئی ہے کوئی میرے دل سے
پوچھے۔



وہ اپنی ذات میں آتش فشاں بھی تھا اور شبنم کے قطرے کی مانند حساس، بھی ہنگامے اس سے ہم قدم تھے موت کی بو
اس کے پہلو میں سفر کرتی تھی اور وہ ہر خطرہ پر کاوٹ سے بے پرواہ ناموری کی بلند چوٹیاں سر کرنے میں مصروف تھا۔



اہم اے راحت کے شاہکار ناول



مجرم گھر روح کی بیاس روح کے صحرا تارک جزیرہ بلیک جیل
تلاش روح جرم زادہ خیال قاتل قاتل ویرانے
نادرہ غبار خونی تحریر پھر کے پای بادشاہ گر

مقبول اکیڈمی 199۔ سرگرم روڈ چوک اردو بازار لاہور فون: 7324164-7233165



منفرد اسلوب نگارش کی حامل ایک شعلہ نشاں داستان، جس میں مجرم ضمیر اور ماحول کے درمیان کردار بے نقاب ہوتے ہیں اور انہیں بے نقاب کر لیا جاتا ہے۔



جرم و سزا، مزاح اور ایڈیو گراف کے
منفرد نگار، ہر کتاب اپنی جگہ
ایک نیا ناول، مخصوص کرداروں
کے ساتھ ایک جدت طرازی



ایم اے راحت کے قلم سے شہنشاہ سیریز کے شاہکار ناول

خود پرست	میٹھا زہر
لہو کے داغ	آزاد قیدی
خوف کے سائے	گرفتار اجل
خون کی پیاس	گہری چال
شاطر	موت کے مسافر

عہدہ

ملکہ صحرا ایم اے راحت

کا ایک عظیم ناول

6 جلدوں میں ایک دلچسپ اور پیمل داستان

پراسرار وجود • سحرزادی
وہ کون تھی • سازشوں کے جال
وادی سنگ • مقدس امانت

199۔ سرگرم روڈ، چوک اردو بازار لاہور۔

فون: 7324164-7233165

مقبول اکیڈمی



نامور سیریز کے شاہکار ناول

وہ اپنی ذات میں آتش فشاں بھی تھا اور جہنم کے قطرے کی مانند حساس بھی
ہنگامے اس کے ہم قدم تھے۔ موت کی بو اس کے جلو میں سفر کرتی تھی اور وہ ہر خطرہ ہر
رکاوٹ سے بے پروا ناموری کی بلند چوٹیاں سر کرنے میں مصروف تھا۔
ایک ایسے جرات و ذہانت کے پیکر کی حقیقی داستان جس نے ہر ناممکن کو ممکن ثابت کر دیا تھا؛

قاتل ویرانے

مجرم گر

بلیک چینل

جرم زادہ

تلاش روح

روح کی پیاس

خونی تحریر

خیال قاتل

پتھر کے سپاہی

تاریک جزیرہ

نادیدہ تحریر

نادیدہ غبار

بادشاہ گر

روح کے صحرا

مقبول الیکٹری 199 - سرگرم روڈ چوک اردو بازار لاہور

بلیک چنل

ایم اے راحت



دل کو سکون تھا کہ حالات میرے حق میں بہتر سے بہتر ہوتے جا رہے تھے حالانکہ یہ سب کچھ خود بخود ہوا تھا لیکن اب میں محسوس کر رہا تھا کہ وقت پورا پورا ساتھ دے رہا ہے۔ مجھے یہی ذیل تک پہنچنے کا راستہ مل گیا ہے۔ سورا چلی گئی تھی اور اب اس کی واپسی کے امکانات نہیں تھے۔ ظاہر ہے اس کا باس آرہا تھا اسے اس کے استقبال کی تیاریاں کرنی تھیں اور مجھے اس میٹنگ کی کارروائی کی تفصیل معلوم کرنے کی تیاریاں جو اسی مخصوص جگہ ہونے والی تھی جہاں سے میں ان تمام معاملات سے واقف ہوا تھا۔ چنانچہ میں نے اپنی خفیہ تجوری سے وہ چیزیں نکالیں جو میری معاون تھیں اور انہیں ترتیب دینے لگا۔

تھوڑی دیر کے بعد میرے مائیکرو ایلی میٹس مجھے وہاں کی رپورٹ دیتے لگے جہاں میں نے پہلے یہ ساری کارروائی دیکھی تھی۔ ہال سنسان پڑا ہوا تھا۔ سورا بھی وہاں موجود نہیں تھی۔ اس کا مقصد ہے کہ وہ فلیٹ کے کسی اور حصے میں ہے۔ کہاں ہے دیکھنا بھی ضروری تھا اور میرے لیے مشکل بھی نہیں، میرے جاسوس سارے چھوٹے سے فلیٹ میں گردش کرنے لگے۔ ایلا اپنے کمرے میں آرام کی نیند سو رہی تھی اور سورا کچن میں مصروف تھی۔ میں نے اسے ایک گھر پلو عورت کی مانند مختلف اشیاء تیار کرتے ہوئے دیکھا اور یہ اندازہ لگانے کے بعد مطمئن ہو گیا کہ سورا کو کم از کم میری جانب سے کوئی تشویش نہیں ہے۔ وقت گزرتا رہا اور پھر دروازے پر ہلکی دستک ہوئی۔ جان بوجھ کر بیل نہیں بجائی گئی تھی۔ آنے والے آج بھی چار ہی افراد تھے لیکن چاروں کے چاروں اجنبی۔ ان میں ایک شخص نمایاں نظر آرہا تھا۔ پھر تیلے بدن اور چوڑے چہرے والا آدمی ہی سورا کس

معلوم ہوتا تھا کیونکہ باقی لوگ اس کے سامنے مودب تھے۔ سورا نے بھی مودبانہ انداز ہی میں دروازے سے اندر داخل ہونے کے بعد اس کا استقبال کیا تھا لیکن سورا نے آگے بڑھ کر سورا کے دونوں رخسار اپنے ہاتھوں کی گرفت میں لیے اور اس کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ میں لمحہ لمحہ صورت حال سے واقف ہونے کے لیے اپنی کارروائیوں میں مصروف تھا۔ سورا نے کہا۔ ”ذاتی طور پر مس سورا“ میں آپ کی اس کارروائی سے اس قدر متاثر ہوا ہوں کہ الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔ تم لوگ میرے لیے میرے بچے میری اولاد کی مانند ہو اور تمہاری زندگی اور سلامتی کو میں اسی طرح عزیز رکھتا ہوں جس طرح کوئی اپنے بچوں کو، کارپ اور ایلس اس مشن میں زندگیاں نہ بچا سکے لیکن ان کی یادیں ہمارے دلوں سے کبھی مٹ نہیں سکیں گی۔ تم نے جس دلیری اور ذہانت سے لنک ہاؤس کو تباہ کیا ہے اس سے یوں سمجھ لو کہ ہمارا مشن پورا ہو گیا اور اب اس کے نتائج ہمیں اسی انداز میں حاصل ہوں گے جس طرح ہم چاہتے تھے۔“ کانفرس ہال تک پہنچتے پہنچتے سورا نے یہ باتیں کر ڈالی تھیں پھر وہ کانفرنس ہال میں پہنچ گئے۔ سورا نے کہا۔

”سر میں نے آپ کے لیے کچھ اشیاء تیار کی ہیں۔ مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کی کچھ خاطر کر سکوں۔“

”میں اداس ہوں سورا“ ہر چند کہ ہمارے مشن میں کامیابی حاصل ہوئی ہے لیکن اس کے لیے دو آدمیوں کی زندگی کا نذرانہ پیش کرنا پڑا ہے بہر حال میں تمہاری اس محبت کو رد نہیں کروں گا جیسا تم پسند کرو۔“ سورا باہر چلی گئی اور اس نے کچھ دیر کے بعد اپنی تیار کی ہوئی اشیاء وہاں سرور کر دیں۔

سورا اس دوران اسی کے بارے میں بات کرتا رہا تھا اور دوسرے لوگ بھی اس گفتگو میں حصہ لیتے رہے تھے۔ تمام چیزوں کو دیکھ کر سورا نے کہا۔

”میں جانتا ہوں کہ تمہیں میری پسند کا علم ہے تمہارا شکریہ۔“ پھر تھوڑی دیر تک وہاں صرف برتن کھلتے رہے اور جب وہ فارغ ہو گئے تو سورا نے تمام برتن وہاں سے ہٹا دیے اور ان کے نزدیک بیٹھ گئی۔ سورا نے کہا۔

”میں رپورٹ چاہتا ہوں سورا۔“

”سر میں کچھ ایسے انکشافات کروں گی جن پر مجھے آپ کی ناراضگی کا خطرہ بھی مول

لینا پڑے گا“ لیکن آپ سے جھوٹ بولنے کا مطلب ہے کہ میں نے اپنے مشن سے منہ موڑ لیا۔ لنک ہاؤس پر جس قدر زبردست پہرہ تھا۔ آپ کے علم میں ہو گا اور ایسے عالم میں لنک ہاؤس میں کوئی کارروائی کرنا ایک ناممکن عمل تھا اور یہ ناممکن عمل میں نے ممکن نہیں کیا بلکہ اس سلسلے میں ایک ایسی ہستی میری معاون بنی ہے جس کا تعلق نہ بارباؤس سے ہے اور نہ ہی میٹھوڈسٹ مشن سے۔“

”کیا مطلب؟“ سورا نے حیرانی سے پوچھا اور سورا مجھ سے ملاقات کی کہانی سنانے لگی۔ یہاں تک کہ اس نے لنک ہاؤس کی تباہی تک میری کارروائی کے بارے میں سورا کو بتا دیا۔ صرف سورا ہی نہیں اس کے ساتھ موجود تمام لوگ حیران رہ گئے تھے۔ سورا نے پوچھا۔

”وہ کہاں ہے؟“

”اس وقت بھی ایک کمرے میں موجود ہے سر“ سر یہ سب کچھ غلط ہوا ہے یا صحیح میں نہیں جانتی لیکن اگر میری اب تک کی ایک بھی کارروائی آپ کے لیے اطمینان بخش رہی ہو تو میں صرف اتنا کہنا چاہتی ہوں کہ ڈینش میرے لیے ایک نہایت اطمینان بخش آدمی ہے۔ میں نہ تجربے کار ہوں سر نہ اپنے آپ کو بہت زیادہ ذہین سمجھنے کا دعویٰ کرتی ہوں لیکن اگر میٹھوڈسٹ مشن سے میرے خلوص کو صحیح تصور کر لیا جاتا ہے تو آپ سمجھ لیجئے کہ میں ڈینش کی مکمل ذمہ داری قبول کرنے کو تیار ہوں۔ وہ صرف ایک مفرور قاتل ہے اور جیسا کہ میں نے آپ کو اس کے بارے میں بتایا کہ وہ قتل اس نے نہیں کیا تھا لیکن اس کے بعد اس نے بے شمار قتل کیے اور فرار ہو گیا۔ سر میں اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہنا چاہتی۔“ میں نے ان لوگوں کے چہروں پر تشویش کے آثار دیکھے تھے۔ سورا نے گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا پھر اس نے کہا۔

”ایک خطرناک بات ہے سورا“ اگر ہم یہی ذیل کو اس بارے میں بتائیں گے تو وہ ہمیں اس کے لیے معاف نہیں کریں گے۔ وہ مختلف مزاج کا انسان ہے۔ اپنے کسی کام کے لیے وہ ذرہ برابر خطرہ مول نہیں لیتا۔ اس کا اندازہ تم بخوبی کر چکی ہو گی۔“

”اور سر آپ کو بھی یہ علم ہو گا کہ اپنے اس مشن کے لیے کسی سے مدد لینے میں میری کوششوں کا دخل نہیں ہے۔“

”میں یہ سوچ رہا ہوں کہ وہ ہمارے دشمن کا آدمی تو نہیں ہے اور آنے والے وقت میں ہمیں کوئی بڑا نقصان تو نہیں پہنچا دے گا۔“

”اس کے لیے میرے پاس کچھ دلائل ہیں سر پہلی بات تو یہ کہ اس نے ہمارے مشن کی تکمیل کی ہے۔ دوسری بات یہ کہ اس کے فرشتے بھی نہیں جانتے تھے کہ میرا تعلق میہوڈسٹ مشن سے ہے۔“

”تم ٹھیک کہتی ہو سورا لیکن بعض اوقات کسی بڑے مقصد کو حاصل کرنے کے لیے چھوٹی چھوٹی بہت سی قربانیاں دی جاتی ہیں اور ممکن ہے یہ شخص ہمارے مشن کو مکمل طور پر ناکام بنانے کے لیے مخصوص کیا گیا ہو ورنہ اس کی اتنی شاندار ٹریننگ کیسے ہوگی۔“

”سر وہ بذات خود ایک پھریتلا اور ذہین آدمی ہے۔“ سورا نے کسی قدر مضطرب لہجے میں کہا۔ چند لمحات سورا کس اسے دیکھتا رہا پھر ایک دم مسکرا پڑا۔

”تم اس سے بہت زیادہ متاثر ہو۔“

”اتنی سرکہ الفاظ میں بیان نہیں کر سکتی۔“

”ہوں اب تم اس کے لیے کیا ارادہ رکھتی ہو؟“

”سر میں چاہتی ہوں کہ اس کا جس طرح چاہیں امتحان لے لیں آپ اور اس کے بعد اسے ہم اپنے مشن میں شامل کیے لیتے ہیں۔ اس کی زندگی کا بھی کوئی مقصد نہیں ہے اور وہ صرف ایک آوارہ گرد ہے۔ اگر ہم اسے اپنے ساتھ شامل نہیں کریں گے تو وہ کہیں اور چلا جائے گا۔“

”ہوں تو پھر ایک ہی تجویز میرے ذہن میں ہے میں خود بھی ایسے آدمی کو چھوڑنا نہیں چاہتا اور وہ پہلا آدمی ہوگا جس کا تعلق نہ تو بارباڈوس سے ہے اور نہ میہوڈسٹ مشن سے لیکن وہ ہمارا ساتھی ہوگا۔ سورا اس وقت ہم چار آدمی یہاں موجود ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ پانچویں تم شامل ہو لیکن چھٹے آدمی کو اس کی حقیقت کا علم نہیں ہونا چاہیے۔ میں ہمیں ڈیل کو بھی اس کے بارے میں کچھ نہیں بتاؤں گا بلکہ ہم یوں کریں گے کہ اس کے چہرے پر میک اپ کرادیں گے اور اس کی شخصیت تبدیل کر دیں گے۔ وہ ہمارے لیے کام کرے گا اور اسے ہم وہ تمام تر سہولتیں دیں گے جس کی اسے ضرورت ہوگی۔“

”جی سر اگر ایسا ہو جائے تو بہت اچھی بات ہے۔ ہمارا مقصد پورا ہو جاتا ہے۔“

”بالکل سورا بالکل اچھا ٹھیک ہے تم یوں کرو کہ اسے جگا کر ہمارے پاس لے آؤ۔ میں اس سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔“

میں نے سورا کے چہرے پر خوشی کے آثار دیکھے اور اس کے بعد فوراً ہی میں نے اپنا یہ تمام کارخانہ بند کیا۔ مائیکرو پلیٹ کو اس کی جگہ منجمد کر دیا اور ریسیور سے اس کا تعلق منقطع کر کے تمام چیزوں کو واپس ان کی جگہ پہنچا دیا۔ یہ کام میں نے نہایت برقی رفتار سے کیا تھا اور اس کے بعد میں مسری پر لیٹ گیا۔ مجھے امید تھی کہ سورا آنے والی ہے اور چند ہی لمحات کے بعد میں نے دروازہ کھلنے کی آواز سنی۔ سورا اندر داخل ہوئی۔ مجھے دیکھتی رہی اور پھر میرے پاس پہنچ گئی اس نے مجھے زور زور سے جھنجھوڑا اور میں نے گھبرائے ہوئے انداز میں آنکھیں کھول لیں اور کمینوں کے بل اوپر اٹھ گیا۔

”خیریت سورا کیا بات ہے؟“ میں نے گھبرائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

”ارے نہیں نہیں کوئی ایسی بات نہیں ہے جس پر تم اتنے گھبرا جاؤ، بڑی گہری نیند سو گئے تھے۔“ اس نے نرم اور محبت بھرے لہجے میں کہا۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور اس انداز میں آنکھیں ملنے لگا جیسے نیند کی کمالت دور کر رہا ہوں وہ بولی۔

”سوری ڈیئرڈینش اصولی طور پر مجھے تمہیں جگانا نہیں چاہیے تھا لیکن بہر حال ضرورت تھی اس وقت۔ اٹھو اور ہاتھ روم جا کر اپنا حلیہ سنوارو۔“

”بات کیا ہے کہیں چلنا ہے؟“ میں نے پوچھا۔

”ہاں مجھ سے کوئی سوال نہ کرو۔ جو کچھ میں کہتی جا رہی ہوں وہ کرو۔“ میں کابلی کے انداز میں اٹھا۔ ہاتھ روم چلا گیا۔ منہ ہاتھ دھویا۔ بکھرے ہوئے بال سنوارے اور باہر نکل آیا۔ پھر میں نے پوچھا۔

”کیا لباس بھی تبدیل کرنا ہے؟“

”نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔“

”مگر تمہیں کچھ تو مجھے بتانا چاہیے اب اس طرح میں.....“

”ہاں میں تمہیں بتائے بغیر نہیں لے جا رہی۔ تمہیں یاد ہوگا کہ مسٹر سورا کس یہاں آنے والے تھے۔“

”ہاں کوئی خاص بات ہو گئی۔“

”نہیں بابا نہیں، وہ آگئے ہیں اور اب تم سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔“

”مجھ سے۔“ میں نے حیرانی سے کہا۔

”ہاں، میں نے انہیں تمہارے بارے میں سب کچھ بتا دیا ہے۔“ وہ بولی اور میں کسی قدر ناراضگی کے انداز میں اسے دیکھنے لگا پھر میں نے کہا۔
”سورایہ تم نے.....“

”نہیں ڈینش پلینز جو کچھ میں نے کیا ہے، تمہیں اپنا سمجھ کر کیا ہے مجھے یہ احساس مت دلاؤ کہ تم سے میرا کوئی گہرا تعلق نہیں ہے۔ آؤ میں ان سے تمہاری ملاقات کراؤں۔“ میں نے اسے گھور کر دیکھا اور پھر اس کے ساتھ باہر نکل آیا لیکن ذہنی طور میں اپنے آپ کو ان لوگوں سے مناسب گفتگو کرنے کے لیے تیار کر رہا تھا۔

”پلینز ڈینش۔ ہو سکتا ہے تمہیں میرا یہ عمل سخت ناگوار گزرا ہو لیکن نہ جانے کیوں میں تم پر ضرورت سے زیادہ حق سمجھ بیٹھی ہوں۔ میری عزت رکھ لینا۔“

”میں نہیں جانتا مجھے کیا کرنا ہے۔“

”تمہیں اس کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ سب کچھ میں خود سنبھالوں گی۔“

”ٹھیک ہے۔“ میں نے آہستہ سے کہا۔

”تھینک یو ڈینش۔“ وہ بولی۔

ان لوگوں کے درمیان میں اس طرح پہنچا تھا جیسے دھوپ میں الو کو چھوڑ دیا ہو۔ وہ سب دلچسپی اور اچھے سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ سورانے تعارف کرایا۔

”مسٹر سورس، ہمارے پاس، ہم انہیں ماسٹر کہہ کر مخاطب کرتے ہیں۔ مسٹر برائن، مسٹر لینن لوئیز اور یہ کل ٹراپ.....“ اس نے سب کا تعارف کرایا پھر ان لوگوں سے بولی۔ ”یہ ڈینش ہیں۔“

سورس گہری نظروں سے میرا جائزہ لے رہا تھا پھر اس نے گردن ہلا کر کہا۔ ”ہم لوگ ٹھیک ہینڈ کریں گے مسٹر ڈینش لیکن کچھ دیر کے بعد۔“

میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور بیٹھ گیا۔ سورس نے پھر کہا۔ ”سورانے بتایا ہے کہ لنک ہاؤس کو تباہ کرنے میں آپ نے اس کی مدد کی ہے۔“

”مجھے اس سے شکایت ہے۔“ میں نے کہا۔

”کیوں؟“

”اس لیے کہ اس نے مجھے بارہا ڈوس حکومت کا مجرم بنا دیا ہے۔“

”اگر آپ اسے جرم سمجھتے تھے تو پھر آپ نے یہ جرم کیوں کیا؟“

”یہ سوال آپ مجھے پولیس اسٹیشن لے جا کر کریں تو بہتر ہے۔ ورنہ میں جواب

دینے کا پابند نہیں ہوں۔“

”اوڈیئر ڈینش۔ میں تمہیں مسٹر سورس کے بارے میں بتا چکی ہوں۔“ سورانے جلدی

سے بولی۔

”سور سور۔ مسٹر سورس اگر یہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ تعارف ہونے پر وہ مجھ سے

ٹھیک ہینڈ کریں گے تو میں بھی یہ فیصلہ کر سکتا ہوں کہ ان کی کس بات کا جواب کب دوں گا؟“

”ڈینش ڈیئر۔“ سورانے پریشان لہجے میں کچھ کہنا چاہا لیکن سورس نے اس کی بات

کاٹ ڈالی اور بولا۔

”نہیں سور۔ ہمیں بات کرنے دو۔ مسٹر ڈینش میں نے آپ سے ٹھیک ہینڈ اس

لیے نہیں کیا کہ میں آپ سے گلے ملنا چاہتا تھا۔ آپ نے اجنبی ہونے کے باوجود ہمارے

اوپر ایک بڑا احسان کیا ہے۔“

”نہیں، ماسٹر یہ احسان میں نے صرف خود پر کیا ہے۔“

”کیسے؟“ سورس نے پوچھا اور میں گردن جھکا کر سوچنے لگا پھر میں نے کہا۔ ”سور

نے مجھ سے اپنی ملاقات کے بارے میں آپ کو ضرور بتایا ہو گا۔ میں بھی اس لڑکی کے پاس

عیاشی کی غرض سے نہیں آیا تھا بلکہ بارہا ڈوس میں مجھے ایک شناسا کی ضرورت تھی۔ اتفاق

سے یہ بہت اچھی دوست نکلی۔ اسے کچھ کرنا تھا۔ مجھ سے اسے کوئی غرض نہیں تھی کہ یہ

کیا کرنا چاہتی ہے لیکن پھر میں اس جگہ پہنچ گیا جہاں یہ موجود تھی۔ حالات مجھے معلوم

ہوئے اور میں نے یہ اندازہ لگایا کہ سورانے مجھے حکومت کا مخبر سمجھتی ہے اور اسے شبہ ہے

کہ کسی طرح میں نے اس کا راز معلوم کر کے حکومت کو اطلاع دے دی ہے۔ اس

احساس نے مجھے بددل کر دیا اور صرف اس کی غلط فہمی دور کرنے کے لیے میں نے وہ کام

کیا جس کی تکمیل میں سورا کو دقت پیش آرہی تھی۔“
 ”ونڈر فل۔“ سورا کس نے متاثر لہجے میں کہا۔ پھر بولا۔ ”لیکن مسٹرڈینٹش آپ نے یہ کیسے کر لیا؟“

”بہت آسانی سے۔ جس کام کے لیے اتنے افراد کو مصروف کیا جائے اور اس کی بھنگ کسی اور کو مل جائے تو وہ پورے گروہ کے منتظر ہوتے ہیں۔ کسی ایک آدمی کا خیال ان کے دماغ میں نہیں آتا۔ مجھے تنہا یہ کام کرنے میں دقت نہیں ہوئی۔ ایک داش مین کی حیثیت سے میں نے گٹر لائن میں اتر کر ڈائنامیٹ اندر پہنچا دیا۔“
 ”معمولی کام نہیں تھا۔“ دوسرے آدمی نے کہا۔

”انجام دینے والا بھی معمولی آدمی نہیں ہے۔ ہم آپ سے آپ کے بارے میں اور کوئی سوال نہیں کریں گے مسٹرڈینٹش۔ البتہ ایک سوال ضروری ہے۔“
 ”کیا؟“ میں نے پوچھا۔

”اگر یہ دوستی ایک سے زیادہ افراد میں تقسیم ہو جائے۔“ سورا کس مسکرا کر بولا۔
 ”میں سمجھا نہیں۔“

”مسٹرڈینٹش۔ ہم آپ کو اپنے مستقل دوستوں میں شامل کرنا چاہتے ہیں۔ سورا کارپو بتا چکی ہے کہ آپ پر قتل کے الزامات ہیں اور آپ بارباڈوس میں مستقل قیام کرنا چاہتے ہیں۔ آپ کی بے مثال کارکردگی نے ہمیں بہت متاثر کیا ہے۔ ہمیں آپ جیسے انسان کی ضرورت ہے۔ انکار نہ کریں مسٹرڈینٹش ہم زندگی موت کا کھیل کھیل رہے ہیں۔ اس برے وقت میں اگر آپ نے ہماری مدد کی اور ہم نے اپنا مقصد حیات پالیا تو ہم آپ کو کبھی نہیں بھولیں گے۔“

”تمام باتوں سے پہلے صرف ایک بات مسٹر سورا کس۔“ میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔
 ”جی فرمائیے۔“

”میں آپ لوگوں کے درمیان اجنبی ہوں۔ بہتر کام کروں گا تو آپ مجھ سے دوستی کے فیصلے پر رشک کریں گے۔ کوئی کام غلط ہو گیا تو مجھ پر شک کریں گے کہ میں کسی کا آلہ کار ہوں۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں۔“

میرے ان الفاظ پر وہ خاموش ہو گئے۔ پھر کچھ دیر کے بعد سورا کس نے کہا۔ ”ایسا

کبھی نہیں ہو گا۔ میں وعدہ کرتا ہوں۔“
 ”اس کے ان الفاظ پر سب نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔ اس نے پھر کہا۔ ”ہاں میں وعدہ کرتا ہوں۔“

”ٹھیک ہے مسٹر سورا کس۔ میں تیار ہوں۔“
 ”بہت شکریہ۔ آپ کی طرف سے میں بالکل مطمئن ہوں۔ اس کے علاوہ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ آپ کو ایک نئی شکل اور نیا نام دیا جائے تاکہ آپ کی شخصیت ہی بدل جائے۔“

”سراگر کل ٹراپ ان کے چہرے پر میک اپ کر دے تو۔“ سورا نے کہا۔
 ”یہی کیا جائے گا۔ آپ کو تو اعتراض نہیں ہے۔“
 ”اب مجھے آپ کی کسی بات پر اعتراض نہیں ہو گا۔“ میں نے جواب دیا۔
 تمام قول و قرار ہوئے اس کے بعد وہ لوگ رخصت ہو گئے۔ سورا خوشی سے دیوانی ہوئی جارہی تھی۔ اس نے رات کو اپنے بارے میں بہت سی باتیں بتائیں۔ میں نے بھی اس سے کچھ کام کے سوالات کیے۔ مثلاً میں نے پوچھا۔
 ”میہوڈسٹ مشن کی پوری کمان مسٹر سورا کس کے ہاتھ میں ہے؟“
 ”ہاں مکمل۔“

”اور مسٹر سورا کس بیٹنی ڈیل کو جواب دہ ہیں۔“
 ”نہیں جواب دہ نہ کہو۔ دونوں ایک دوسرے سے تعاون کرتے ہیں۔ بیٹنی ڈیل ہمیں فنانس کرتے ہیں اور ہمیں ان کی پشت پناہی حاصل ہے۔ باقی کام سورا کس کے سپرد ہیں۔“

سورا کس شاید مجھ سے بہت متاثر تھا۔ دوسرے روز ہی اس نے میرے لیے کارروائی شروع کر دی۔ آرکل ٹراپ جرمن نژاد تھا لیکن میک اپ کا زبردست ماہر۔ اس نے میرے چہرے کا تجزیہ کیا اور پھر ایک انوکھا طریقہ اختیار کیا۔ خاص قسم کے لوشن سے میرے چہرے کے کچھ حصے متورم کیے گئے۔ پیوٹے بھاری کر کے مجھے ایک عادی شرابی کی حیثیت دی گئی۔ نچلا ہونٹ موٹا کر دیا گیا۔ پیشانی باہر کو نکالی گئی۔ بالوں کا اسٹائل بدلا گیا اور میں اپنی صورت دیکھ کر ششدر رہ گیا۔

”لیکن میں اپنے چہرے کو اصل حالت میں کیسے لاسکوں گا مسٹر ٹراپ؟“
”بہت آسانی سے ایک خاص لوشن سے آپ چہرہ دھوئیں گے تو یہ نارمل ہو جائے گا۔“

”وہ خاص لوشن کیا ہے؟“

”کسی بھی پرفیوم میں کارن آئل ملا کر آپ اپنے چہرے کو دھو سکتے ہیں۔“

میں مطمئن ہو گیا۔ لُنج کے بعد مجھے یہاں سے ایک عمارت میں لے جایا گیا جہاں سورکس نے مجھے جم بیل کا نام دیا اور وہیں میرے قیام کا بندوبست کر دیا گیا تھا۔ یہ سب کچھ میری ضرورتوں کی تکمیل تھی اور میں اس قدرت کی امداد کا دل سے شکر گزار تھا۔ ابھی تک میں اس محفے میں پھنسا ہوا تھا کہ اپنی اصل شکل میں کسی بھی وقت کسی کی نگاہ میں آسکتا ہوں۔ اپنے آپ کو تبدیل کرنا ضروری تھا لیکن ابھی تک اس کا موقع نہیں ملا تھا اور اب جو کچھ ہوا تھا وہ میری عین خواہشوں کے مطابق تھا۔ یعنی مجھے ان لوگوں کا ساتھ بھی مل گیا تھا۔ صورت بھی تبدیل ہو گئی تھی اور اس طرح میں محفوظ ہو گیا تھا۔ البتہ چونکہ میں ان کے احکامات کی تعمیل کر رہا تھا اس لیے مجھے کوئی موقع نہیں مل سکا تھا۔ میرا تمام ضروری سامان جسے میں اپنے مقاصد کے لیے صف اول کی حیثیت دیتا تھا۔ سورا کارپو کے فلیٹ میں ہی محفوظ تھا۔ سورا کارپو کے فلیٹ کی چابی میرے پاس موجود تھی۔ بس یہاں سے نکلنے کا موقع ملنا چاہیے تھا اور یہ موقع مجھے باآسانی مل گیا۔ باہر نکلنے پر کوئی پابندی نہیں تھی۔ چہرہ تبدیل کرنے کے بعد ان لوگوں کا کام ختم ہو گیا تھا۔ چنانچہ جب میں وہاں سے باہر نکلا تو کسی نے مجھے نہیں ٹوکا تھا اور اس سے میں نے اندازہ لگایا کہ مجھ پر باہر نکلنے کی پابندی نہیں ہے۔ عمارت کو اچھی طرح ذہن نشین کر کے میں سورا کارپو کے فلیٹ کی جانب چل پڑا۔ وہ اگر فلیٹ میں موجود مل بھی گئی تب بھی مجھے کوئی مشکل نہیں ہوگی لیکن فلیٹ لاک تھا۔ ایلا بھی باہر نکلی ہوئی تھی۔ میں نے اطمینان سے دروازہ کھولا اور فلیٹ میں داخل ہو گیا۔ پھر میں نے تمام اشیاء اپنے قبضے میں کیں اور اس کے بعد وہاں سے باہر نکل آیا۔ کافی دیر تک شہر میں آوارہ گردی کرتا رہا۔ کوئی ایسی بات نہیں ہوئی جو قابل ذکر ہوتی۔ سب کچھ اطمینان بخش تھا۔ پھر ایک ہوٹل میں کافی پیتے ہوئے میں حالات پر غور کرتا رہا۔ اب مجھے میھوڈسٹ مشن کے لیے کام کرنا تھا اور اس طرح اپنے لیے یہاں جگہ

بنانی تھی۔ بیشتر بار ایسا ہوا تھا کہ میں کسی مشن کی تکمیل کے لیے نکلا اور دوسرے ایسے مسائل میں الجھ گیا جن سے میرا کوئی تعلق نہیں ہوتا تھا لیکن یہ سب کچھ بھی ضروری تھا۔ ہر کام ہماری مرضی کے تابع نہیں ہوتا اور ہم اس کے لیے وقت کا تعین نہیں کر سکتے۔ اس طرح سوچنا حماقت اور وقت کے زیاں کے علاوہ کچھ نہیں۔ اب یہی سلسلہ تھا جس میں میرے دل کو نبھانے کیسے کیسے حالات کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ رخسار کا تصور جب بھی دل میں آتا، دل پر ایک شدید دباؤ پڑتا تھا لیکن میں نے اپنے آپ کو صابر بنالیا تھا اور بڑے اعتماد کے ساتھ ان لوگوں کی کوششوں کو ناکام بنا رہا تھا۔ وہاں تو یہ تصور ہو گا کہ میں رخسار کے لیے پاگل ہو جاؤں گا اور ایسے اقدامات کروں گا جن کے تحت میں بڑی آسانی سے ان کی گرفت میں آجاؤں لیکن اب انہیں بھی مایوسی ہوگی اور ہو سکتا ہے اس اطلاع پر دردانہ شوق کو سزا دی جائے کہ میں رخسار کے لیے سب کچھ کرنے پر آمادہ ہو جاؤں گا بہر حال یہ سب میرے سوچنے کی باتیں تھیں۔ ان لوگوں کے ذہن میں کیا ہے اب اس بات کی پیش گوئی تو نہیں کی جاسکتی تھی۔ واپس آگیا اور ان لوگوں میں کھل مل کر رہنے لگا۔ تیسرے دن مجھے ایک ذمہ داری سونپی گئی۔ خاصا مشکل کام تھا۔ لیکن اپنے آپ کو منوانا ہی میری کامیابی کی ضمانت تھی۔ میں نے وہ کام اتنی عمدگی سے سرانجام دیا تھا کہ مسٹر سورکس نے بعد میں خود مجھے فون پر مبارکباد دی اور کہا۔

”بعض اوقات انسان جلد بازی میں بھی ایسے فیصلے کر لیتا ہے، جن پر بعد میں اسے یہ احساس رہتا ہے کہ اگر وہ یہ فیصلہ نہ کرتا تو کتنے بڑے نقصان سے دو چار رہتا۔ مائی ڈیئر ڈینش میں آپ کی اس خوب صورت کارکردگی پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔“

”شکریہ جناب، میں اپنا ہر کام اس خوش اسلوبی سے انجام دوں گا۔“

”ایک سوال کرنا چاہتا ہوں حالانکہ بہت دیر میں کیا۔ لیکن کرنا ضروری ہے۔“

”جی فرمائیے۔“

”مسٹر ڈینش آپ کے اپنے ذہن میں اپنی ان کاوشوں کا کوئی صلہ ہے؟“

”نہیں سر کوئی صلہ نہیں ہے میرے ذہن میں۔ میں مطمئن ہوں اور اس قسم کا

آدمی ہی ہوں میں۔ جب کسی کام کی ذمہ داری قبول کر لیتا ہوں تو اپنے مفادات سے بے

نیاز ہو جاتا ہوں۔“

”یہ بہت بڑی بات ہے اور ایسا ہی نڈر اور دنیا سے بے پروا شخص ناقابل یقین کارنامے سرانجام دیتا ہے۔ میں بس آپ سے اتنا کہہ سکتا ہوں کہ آپ کو ہمارے لیے یہ سب کچھ کر کے افسوس نہیں ہوگا اور آپ یہ سوچیں گے کہ آپ کا وقت ضائع نہیں ہوا۔“

”میں ان تمام تصورات سے بے نیاز ہوں مسٹر سورکس۔“

”اوکے۔ تھینک یو اور اس کے بعد مسٹر سورکس نے مجھے یہ درپہ ایسے کئی کام سوچے جس میں زندگی کی بازی لگانی پڑتی تھی لیکن یہاں تو معاملہ ہی مختلف تھا۔ سچ مچ ان دنوں اپنے آپ سے بے گانہ ہو گیا اور اس طرح ہر کام کے لیے سردھڑکی بازی لگا دیتا تھا کہ بعد میں مجھے خود بھی حیرت ہوتی تھی لیکن یہ ایک اندر کا احساس بھی تھا۔ رخسار یاد آتی تو اپنی زندگی سے بے زار ہو جاتا اور اس بے زاری کے عالم میں جب زندگی کی پروا نہ رہے تو ایسے ہی ناقابل یقین کارنامے سرانجام دیے جاتے ہیں۔ وہ سب دل و جان سے میرے قائل ہو گئے تھے طرح طرح کے خطاب دیے جارہے تھے۔ بعد میں مجھے جادوگر کے نام سے پکارا جانے لگا۔ چونکہ میرے کارنامے جادوئی ہی ہوا کرتے تھے۔ یوں تقریباً بیس بائیس دن گزر گئے۔ اور میری ان بائیس دنوں کی کارکردگی تنظیم میں موجود بے شمار افراد کی کارکردگی پر بھاری تھی۔ سورکس مجھ پر بے پناہ اعتبار کرنے لگا تھا۔ تین چار بار سورا سے بھی ملاقات ہوئی تھی۔ اس کے انداز میں ایک عجیب سی کیفیت پائی جاتی تھی۔ ایک دن کہنے لگی۔“

”میں نے تمہیں جس انداز میں اپنے قریب آنے کی دعوت دی اس کے بعد کوئی شریف آدمی مجھے ایک شریف عورت نہیں سمجھ سکتا۔ چاہے میں اس کو کتنا ہی یقین دلانے کی کوشش کروں لیکن کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے ڈینش میں ایک شریف عورت ہوں۔ میں نے عزت کا سودا کبھی نہیں کیا۔ حالانکہ بے شمار سوداگروں کے ساتھ میرا وقت گزرا۔ میں اس فطرت کی انسان ہوں ہی نہیں ڈینش تم نے میری زندگی میں ایک نئے باب کا آغاز کیا ہے، دیکھو اس کا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔“

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ایسی احمقانہ باتوں کا کوئی جواب میرے پاس تھا ہی نہیں۔ کیا بتاتا اس بے وقوف لڑکی کو کہ وہ جو اپنی پاکیزگی کا رونا میرے سامنے رو رہی ہے

اس کا مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔ میرے دل کا سودا تو نجانے کب کا ہو چکا ہے اور اس سودے میں کوئی تحریف ممکن نہیں ہے۔ بہر حال وقت گزرتا رہا اور پھر ایک شام ایک اہم میٹنگ میں مجھے طلب کیا گیا۔ بہت سے نئے چہرے سامنے آئے تھے۔ مجھ سے سب ہی کی ملاقات ہوئی تھی اور میں نے ان کے انداز میں اپنے لیے حیرت سی پائی تھی۔ انھوں نے میری تعریفوں کے پل باندھ دیے اور بعد میں اصل موضوع کا آغاز ہو گیا۔ سورکس نے بتایا کہ جو میٹنگ لنک ہاؤس کی تباہی کے بعد ملتوی ہو گئی تھی اسے نہایت خفیہ طریقے سے سرانجام دیا جا رہا ہے اور اس کے لیے مندوب آنے شروع ہو گئے ہیں۔ ہمیں ہر قیمت پر اس میٹنگ کو ناکام بنانا ہے اور یہ کوشش کرنی ہے کہ میٹنگ کی جگہ کا پتا چل جائے۔ یہ طے کیا گیا تھا کہ اگر اس میٹنگ کو عام طریقے سے ناکام بنانا ممکن نہ ہو سکے تو پھر اس ہال کو اڑا دیا جائے جہاں یہ میٹنگ ہونے والی ہے۔ اس سلسلے میں خوب بحث ہوئی۔ لوگوں نے اپنے اپنے نظریات پیش کیے اور اس پر خیال آبرائیاں ہونے لگیں۔ میں نے بھی خاموشی اختیار کی تھی اور اپنی کسی رائے کا اظہار نہیں کیا تھا۔ بعد میں یہ طے ہوا کہ اس سلسلے میں خفیہ طریقے سے یہ معلوم کیا جائے کہ یہ میٹنگ کہاں ہو رہی ہے اور کام کے لیے چند لوگوں کو مخصوص کر دیا گیا جن میں میں نہیں تھا۔ البتہ اس رات مسٹر سورکس نے مجھے میری خواب گاہ میں ٹیلی فون کیا اور کہا کہ وہ آرہے ہیں اور مجھے ایک اجنبی مہمان کا استقبال کرنا ہے۔ بس اس سے زیادہ مسٹر سورکس نے اور کچھ نہیں بتایا تھا۔ بہر حال میں انتظار کرتا رہا۔

مقررہ وقت پر مسٹر سورکس ایک ایسے شخص کے ساتھ میرے پاس آئے جو بہت ہی خوب صورت سوٹ میں ملبوس تھا۔ عمر رسیدہ آدمی تھا۔ اس کا چہرہ بے حد چوڑا اور جسم دبلا پتلا تھا۔ اگر وہ کسی میز کے پیچھے بیٹھا ہوتا اور صرف اس کا چہرہ دیکھا جاتا تو یہ احساس ہوتا کہ کوئی بہت ہی بھاری بھرکم آدمی نگاہوں کے سامنے ہے لیکن جب وہ کھڑا ہوتا تو حیرت کے آثار چہرے پر نمودار ہونا ایک فطری امر تھا۔ اس نے سر پر ایک پاسنگ شو اسٹائل کا ہیٹ پہنا ہوا تھا۔ دونوں ہاتھ انگشتیوں سے بھرے ہوئے تھے۔ میں اسے سمجھ نہیں پایا تھا۔ اس نے اس طرح میرا جائزہ لیا جیسے پتھر کے کسی مجسمے کو دیکھ رہا ہو اور پھر سورکس کی طرف دیکھ کر گردن ہلائی۔

”جسم کی بناوٹ، چہرے کا انداز کھل کر کہتا ہے کہ کام کا آدمی ہے۔“

سور کس نے جلدی سے اس سے میرا تعارف کراتے ہوئے کہا۔ ”ہمارے سربراہ مسٹر ہینی ڈیل ہیں۔“ ذہن کو ایک جھٹکا سالگا تھا لیکن میں نے اس جھٹکے کو مودبانہ انداز میں تبدیل کر لیا اور گردن خم کر کے مستعد ہو گیا پھر میں لجاجت سے بولا۔

”سر میرے تصور میں بھی نہیں تھا کہ کسی وقت مجھے اس طرح آپ کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ یہ میرے لیے ایک بہت بڑا اعزاز ہے۔“ ہینی ڈیل ہنسنے لگا پھر بولا۔

”اور تم اس فطرت کے انسان نہیں ہو کہ کسی کے سامنے اس طرح ادب کا مظاہرہ کرو۔ اس کے باوجود تم نے میری عزت افزائی کی ہے۔ تمہارا شکریہ۔“

”میں سمجھا نہیں مسٹر ڈیل۔“ سور کس نے مسکرا کر کہا۔

”ایسے سرکش لوگ جو موت کو اپنی جیب میں لیے پھرتے ہیں کسی کا احترام مشکل ہی سے کرتے ہیں چاہے وہ کتنی ہی بڑی شخصیت ہو۔ یہ اس قسم کا آدمی ہے۔“

”اصل میں سر آپ صرف ایک بڑے آدمی ہی نہیں ہیں بلکہ ہمارے لیے آپ جس طرح ایک عظیم رہنما بنے ہیں۔ یہ عزت اسی کا نتیجہ ہے۔“

”خیر۔ لفظوں کی قیمت ہوتی ہے اور ان سے زیادہ قیمتی چیز اور کوئی نہیں ہوتی۔

کیوں مسٹر جم ہیل تم جانتے ہو نا، زبان سے اربوں ڈالر کے سودے ہوتے ہیں۔ بعد میں وہ زیر قلم آتے ہیں۔ اہمیت کس چیز کو ملی۔ لفظ کو۔ زبان کو اچھا خیر ہم بہت خرچ کر چکے

ہیں۔ اصل میں میں نے اپنے ایک کام کا تذکرہ کیا تھا مسٹر سور کس سے اور یہ کام قطعی ذاتی نوعیت کا ہے۔ میں نے مسٹر سور کس سے کہا تھا کہ ایسا آتش زن چاہیے جو ہر کام کو

یقینی انداز میں کر لیا کرتا ہے اور مسٹر سور کس نے انتہائی اہم مصروفیات کے باوجود مجھے اپنے گروپ کا ایک انتہائی قیمتی ممبر دینے کا وعدہ کر لیا اور اس سلسلے میں میں یہاں آیا

ہوں۔ اس کا نام گیلی سنٹرا ہے اور کل دوپہر کو ایک بج کر تیس منٹ پر وہ یہاں پہنچ رہا ہے۔ وہ اس کانفرنس میں شرکت کرنے کے لیے آرہا ہے کانفرنس میں اس کا جو حال ہو

میں نہیں جانتا۔ دوسرے لوگ جن کیفیات سے گزریں مجھے ان سے بھی دلچسپی نہیں ہے لیکن یہ شخص مجھے چاہئے۔ تمام پروگراموں سے ہٹ کر ہر شخص کی نگاہوں سے محفوظ رہ

کر۔ صرف بارہاؤس کی حکومت کو ہی نہیں بلکہ میں تو سمجھتا ہوں میٹروڈسٹ مشن کے

کسی بھی فرد کو اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ہونا چاہیے۔ صرف ہم تین آدمی ہیں جو اس بات سے واقف ہیں اور میں نے مسٹر سور کس سے اس سلسلے میں بات کر لی ہے کیا سمجھے۔ ایک بار پھر وضاحت کر دوں۔ تمہیں اس شخص کو اغوا کر کے یہاں میرے پاس لانا ہے میرے جزیرے پر۔ اور اس کے لیے جو انتظامات تمہارے تصور میں آجائیں اور ان پر جو بھی اخراجات ہو جائیں اس کی تمہیں ذرا برابر پروا نہیں کرنی۔ کیا سمجھے مائی ڈیئر مسٹر جم ہیل۔“

میں نے ایک بار پھر ادب سے گردن خم کی اور سوالیہ نگاہوں سے سور کس کو دیکھا تو سور کس نے جلدی سے کہا۔

”ہمیں ہر حالت میں مسٹر ہینی ڈیل کے احکامات کو مدنگاہ رکھنا ہے کیونکہ ان کا کوئی

کام بھی ہمارے لیے اتنا ہی عظیم حیثیت کا حامل ہے جتنے ہمارے اپنے کام۔“

”میں سمجھتا ہوں سر۔“ میں نے جواب دیا پھر میں نے پوچھا۔ ”اس دوران مجھے

اپنی کارروائیوں کی تکمیل کہاں سے کرنی ہے۔“

”یہیں اسی جگہ سے لیکن اس کے بعد تمہیں براہ راست جزیرے پر جانا ہو گا۔

جزیرہ کاربوس مسٹر ہینی ڈیل کی ملکیت ہے اور وہیں رہتے ہیں۔ کاربوس جانے کے لیے

تمہیں ہاؤس آف کاربوس جانا ہو گا اور اس کے بارے میں تمہیں تفصیل بتا دی جائے گی۔“

”ٹھیک ہے سر میں انتہائی کوشش کروں گا کہ کامیابی سے اس کام کو سرانجام

دوں۔“

”لفظ کوشش سے مجھے المر جی ہے مسٹر جم ہیل اسے میں ایک امتحانہ بات سمجھتا

ہوں کوشش کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کامیابی یا ناکامی دونوں کو مدنگاہ رکھا جائے۔ میں

صرف کامیابی چاہتا ہوں اور اس کے لیے آپ کو ابھی آزادی حاصل ہے آپ کہہ سکتے

ہیں کہ مسٹر ہینی ڈیل شاید یہ کام میں نہ کر سکیں آپ پر کوئی اعتراض نہیں کیا جائے گا ہر

شخص اپنی گنجائش کے مطابق ہوتا ہے لیکن اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ آپ کو اس سلسلے میں

سہولتیں درکار ہیں اور آپ اپنا کام کر لیں گے تو پھر بات سمجھ میں آنے والی ہوگی۔“

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

”سہر آپ مطمئن رہیں میں گیلی سنائر کو آپ کے پاس پہنچا دوں گا۔“ یعنی ڈیل اپنی جگہ سے اٹھ گیا اور سور کس کی طرف دیکھ کر بولا۔

”میں مطمئن ہوں۔“ اس کے بعد تھوڑی سی رسمی گفتگو ہوئی اور بیہنی ڈیل وہاں سے چلا گیا۔ سور کس اسے چھوڑنے گیا تھا لیکن میرے ذہن میں شدید کلبلاہٹ ہو رہی تھی۔ گیلی سنائر کا نام میرے لیے اجنبی نہیں تھا۔ ڈان سینٹر کی اہم ترین نمائندوں کی جو فہرست میں نے ذہن نشین کی تھی گیلی سنائر کا نام اس میں موجود تھا اور میں نے یہ نام اذیر کر لیے تھے۔ بات بے حد الجھی ہوئی تھی۔ بیہنی ڈیل خود ڈان سینٹر کا نمائندہ تھا اور اس کانفرنس میں شرکت کے لیے گیلی سنائر کی آمد ہی باعث حیرت تھی جبکہ بیہنی ڈیل خود اس کانفرنس کی مخالفت کر رہا تھا اور پھر اپنے ہی آرگنائزیشن کے ایک اہم ممبر کو اس طرح اغوا کر کے حاصل کرنا نہایت تعجب خیز بات تھی۔ آخر ایسا کیوں کیا جا رہا ہے؟ بات کسی بھی طرح میری سمجھ میں نہیں آسکی تھی لیکن اب اس مسئلے میں ذہن کو اس شدت سے الجھانا بھی بے معنی سی بات تھی چنانچہ میں نے اپنے ذہن کو آزاد چھوڑ دیا کچھ دیر کے بعد سور کس واپس آگیا اس نے ایک گہری سانس لے کر صوفے پر دراز ہوتے ہوئے کہا۔

”بعض اوقات ساری پلاننگ اس طرح ٹیل ہو جاتی ہے، تمہارے سلسلے میں سب سے زیادہ اطمینان تھا مجھے کہ تم اس کام کو زیادہ خوبی سے سرانجام دو گے اور صحیح معنوں میں تم نے تم پر ہی انحصار کیا تھا لیکن مسٹر بیہنی ڈیل نے یہ نئی ذمہ داری تمہارے سپرد کر دی۔ بڑی اہمیت کی حامل ہے۔“

”لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آئی مسٹر سور کس کہ مسٹر بیہنی ڈیل کانفرنس کے ایک نمائندے کو اس طرح کیوں اپنی تحویل میں دیکھنا چاہتے ہیں۔“ سور کس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اس نے کہا۔

”یہ وہ سوال ہے جو خود میں بھی مسٹر بیہنی ڈیل سے نہیں کر سکتا۔ خیر اب ہمیں اس مسئلے میں نہیں الجھنا چاہیے تمہیں کچھ وقت انتظار کرنا ہو گا اور یہ وقت کم از کم چار گھنٹے کا ہو گا۔ اس دوران جو کارروائیاں ضروری ہو سکتی ہیں وہ کر لی جائیں گی اور تمہیں ایک انٹینڈنٹ دے دیا جائے گا جو بقیہ کارروائی کی تفصیل تمہیں بتا دے گا۔ میرے لیے اور کوئی سوال تو نہیں ہے۔“

”نہیں مسٹر سور کس۔“ میں نے جواب دیا اور سور کس چلا گیا۔ بعد کے چار گھنٹے بیہنی کی کیفیت میں ہی گزرے تھے۔ مجھے بہت سی چیزوں کا خیال آ رہا تھا۔ پتا نہیں دانش منصور کی گمشدگی پر ان لوگوں پر کیا رد عمل ہوا اور اس بارے میں انہوں نے کیا فیصلے کیے۔ وہاں کے حالات کیا ہیں رشید ناگی وغیرہ کو اس بارے میں کوئی اطلاع ملی یا نہیں یہ ساری باتیں ذہن میں آتی تھیں لیکن انتہائی حماقت کی بات تھی کہ میں اپنے آپ کو ان میں الجھا لیتا پھر اچانک ہی سور کارپو میرے پاس پہنچ گئی۔ چہرے پر مسرت کے تاثرات تھے۔ سور کارپو سے مل کر مجھے خوشی ہوئی تھی اس نے آنکھیں بند کر کے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اور میری دلی آرزو پوری ہوئی ہے۔“ میں نے صرف سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھنے پر اکتفا کی۔ یہ نہ معلوم کیا کہ اس کی کون سی دلی آرزو پوری ہوئی ہے تو سور نے خود ہی کہا۔

”مجھے تمہاری انٹینڈنٹ کی حیثیت سے اپوائنٹ کیا گیا ہے۔“

”دیری گڈ۔“

”تمہارے ساتھ کام کر کے جس قدر مسرت ہوتی ہے میں بیان نہیں کر سکتی۔ اصل میں مسٹر سور کس کا کہنا تھا کہ ہمارے درمیان انڈاسٹینڈنگ ہے۔ وہ بڑی کار آمد ہو سکتی ہے اور پھر مجھے مکمل بریفنگ کر دی گئی اور میں اس سلسلے کا پورا پلان لے کر تمہارے پاس ہوں۔ کیا تم چلنے کے لیے تیار ہو؟“

”کہیں جانا ہے؟“

”ہاں“

”تو مجھے لباس تبدیل کرنے کی اجازت دو۔“

”اوکے۔“ تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں ایک خوبصورت کار میں بیٹھے ہوئے جارہے تھے۔ سور کارپو نے کہا۔ ”مسٹر گیلی سنائر کل دوپہر کی فلائٹ سے یہاں پہنچیں گے اور اس کے بعد ان کا قیام سلیک ہاؤس میں ہو گا۔ سلیک ہاؤس ایک سرکاری عمارت ہے اور یہاں غالباً کانفرنس کے تمام مندوبین قیام کریں گے۔ اب یہ بتاؤ ڈیر کہ مسٹر گیلی سنائر کو سلیک ہاؤس سے حاصل کرنے کے لیے کیا پروگرام بنے گا؟“

”ابھی کوئی پروگرام میرے ذہن میں نہیں ہے۔ تم اس چکر میں نہ پڑو۔ معلومات حاصل کریں گے۔ یہ بتاؤ کہ ہمارے پاس اور کیا کیا ذرائع ہیں۔ مثلاً ہمیں مسٹر گیلی سنائرا کو جزیرہ کاربوس لے جانے کے لیے جو کارروائیاں کرنی ہیں وہ کہاں کہاں سے ہوں گی؟“

”میں تمہیں وہ ساحل دکھائے دیتی ہوں جہاں کاربوس ہاؤس ہے“ کاربوس ہاؤس سے ہمیں اسٹیمر ملے گا اور یہی اسٹیمر ہمیں کاربوس پہنچائے گا۔“

سورا کاربوس کے ساتھ پہلے میں انرپورٹ پہنچا اور پھر انرپورٹ کا اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد ہم وہاں سے واپس پلٹے راستوں کا جائزہ لیا اور اس کے بعد سلیک ہاؤس تک گئے۔ سلیک ہاؤس کے ارد گرد زبردست سرگرمیاں دیکھی جا رہی تھیں۔ کچھ متدوین آپکے تھے کچھ آنے والے تھے۔ زبردست سیوری کا انتظام تھا لنک ہاؤس اور دوسری عمارت کی تباہی کے بعد اس سلسلے میں زیادہ موثر اقدامات کیے گئے تھے جنہیں دیکھ کر سورا کاربوس کے چہرے پر تشویش کے آثار پھیل گئے۔ اس نے کہا۔

”افسوس صورت حال میں خاصی سنگینی پیدا ہو چکی ہے۔ کسی عمارت کو تباہ کرنا واقعی اتنا مشکل کام نہیں جتنا کسی غیر ملکی مندوب کو جس کی سیوری کے لیے اتنے زبردست اقدامات کیے جا رہے ہیں اغوا کر کے کہیں اور پہنچانا۔ آہ۔ کیا ہمیں کامیابی حاصل ہو جائے گی؟ کیا ہم اپنی ٹیک نامی برقرار رکھ سکیں گے۔“ میں نے سورا کاربوس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور کچھ دیر سلیک ہاؤس کا جائزہ لینے کے بعد ہم وہاں سے بھی واپس چل پڑے۔ اس کے بعد کاربوس ہاؤس دیکھا۔ کیا ہی شاندار عمارت تھی، ساحل پر بنی ہوئی تھی اور سمندر کو عمارت میں داخل کر دیا گیا تھا ایک ایسی کھاڑی بنائی گئی تھی جہاں سے سمندر کا راستہ براہ راست تھا بہر حال یہ جائزہ لینے کے بعد ہم کافی دیر تک ایک ہوٹل میں بیٹھے باتیں کرتے رہے تھے۔ سورا کاربوس نے کہا۔

”وقت ہمارے پاس بہت کم ہے اور ذمے داری کس قدر اہم۔ آخر کرو گے کیا؟“

”ڈیئر سورا اس سلسلے میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکا ہوں میں۔ ابھی مجھے پلاننگ کرنی ہے۔“ سورا نے اس کے بعد کچھ نہ کہا۔ لیکن اس کے چہرے کی تشویش بتاتی تھی کہ اسے اس مشن کی کامیابی کی امید نہیں ہے لیکن میرے ذہن میں ایک منصوبہ موجود تھا۔ ایک ہلکا سا منصوبہ جو صرف میری اپنی ذہانت کا کرشمہ تھا۔ کوئی عام آدمی اس بارے میں سوچ

بھی نہیں سکتا تھا۔ غرض یہ کہ رات کو سورا کاربوس میرے پاس سے چلی گئی اس نے دوسرے دن گیارہ بجے آنے کا وعدہ کیا تھا۔ رات کو قیام کے دوران میں اس منصوبے کے مختلف پہلوؤں پر غور کرنے لگا اور پھر اس سے مطمئن ہو گیا۔ رسک بے شک تھا لیکن میں ہر جوا کھیلنا پسند کرتا تھا اور مجھے اپنی کوششوں میں بہت کم ہی ناکامی کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

دوسرے دن معمول کے مطابق ہی جاگا۔ تمام کاموں کی تکمیل کی اور پھر سورا کاربوس آگئی۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ میں اسے دیکھ کر ہنس پڑا۔ ”معلوم ہوتا ہے جیسے تم ساری رات جاگتی رہی ہو؟“

”بات صرف اتنی سی ہے کہ ذمے داری مجھے نہیں سوچی گئی بلکہ تمہیں دی گئی ہے۔“

”تو پھر؟“

”اور تمہاری ناکامی میری موت ہے۔“

”تم سے جواب طلبی ہو جائے گی؟“

”ہرگز نہیں۔“

”پھر کیوں پریشان ہو؟“

”خدا کی قسم اگر میں کسی سلسلے میں ناکام رہتی تو مجھے اتنا دکھ نہیں ہوتا لیکن اگر تم کسی کام میں کامیابی نہ حاصل کر پاؤ تو شاید میں اس صدمے کو برداشت نہ کر سکوں۔“

سورا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وقت مقررہ پر ہم لوگ باہر نکل آئے اور اس کے بعد انرپورٹ چل پڑے۔

انرپورٹ پر بھی سیوری کے زبردست انتظامات تھے پھر میں نے گیلی سنائرا کو دیکھا۔ ورزشی جسم اور لمبی جسامت کا آدمی تھا۔ عمر بے شک چالیس یا پچاس سال کے قریب ہوگی لیکن اپنے انداز اور رکھ رکھاؤ سے بہت پھرتیلا معلوم ہوتا تھا۔ میں نے بغور اس کا جائزہ لیا۔ سورا بھی سحرزدہ نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

”بے حد چالاک آدمی معلوم ہوتا ہے۔ کیا یہ ایک خطرناک مرحلہ نہیں ہے۔“

”میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ بھی خاموش ہو گئی۔ ہم نے وہاں سے سلیک ہاؤس تک ان لوگوں کا تعاقب کیا۔ ڈرائیونگ میں کر رہا تھا اور چونکہ مجھے اب تمام

اندازے ہو گئے تھے اس لیے میں نے طریقہ کار ایسا رکھا تھا کہ ہمارے تعاقب کا کسی کو شبہ نہ ہو سکے۔ سلیک ہاؤس میں گیلی سنٹرا کو داخل کرنے کے بعد دروازے بند ہوئے اور ہم وہاں سے واپس پلٹ پڑے۔ میں خاموش تھا اور سورا کارپو حیران۔ کچھ دیر کے بعد میں واپس سے واپس پلٹ پڑا۔ پھر میں نے سورا کارپو سے کہا۔ ”کوئی ایسی جگہ موجود ہے جہاں ہم اپنے پلان پر کام کر سکیں۔“

”میرا فلیٹ۔“

”نہیں ہرگز نہیں۔ کوئی ایسا عمدہ ہوٹل جہاں کسی معیاری شخص کو خوش آمدید کہا جاسکے۔ اگر کوئی پرائیویٹ عمارت ہو تو زیادہ بہتر ہے۔“

”ہوٹل بھی حاصل کیا جاسکتا ہے اور پرائیویٹ عمارت بھی موجود ہے۔ اگر تم چاہو تو میں تمہیں دکھا دوں۔“

”ہاں۔ کیا وہ خالی ہوگی؟“

”نہیں ایک ایسی عمارت ہے جس میں کبھی کبھی ہم لوگ کچھ کام کر لیا کرتے ہیں۔ بظاہر وہ ایک نجی کمپنی کی ملکیت ہے لیکن ہمارے ہی استعمال میں رہتی ہے۔“

”وہیں چلو۔“

سور نے مجھ سے یہ نہیں پوچھا تھا کہ اس عمارت کا کیا کرنا ہے لیکن عمارت میری توقع سے کہیں زیادہ اچھی تھی۔ وہاں صرف ایک چوکیدار موجود تھا جس نے سورا کارپو کو سلام کیا تھا۔ عمارت کا اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد میں نے سورا کارپو سے پوچھا۔ ”یہ عمارت کیا کہلاتی ہے؟ اور کیا یہ مشہور عمارت ہے؟“

”ہاں! اسے ڈین ہاؤس کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ ڈین اینڈ سنٹر ایک بڑی فرم ہے اور یہ عمارت شہر کی ایک شانسا عمارت ہے۔“

”گڈ! یہ سورا ہمارے کام کے لیے یہ جگہ مناسب ہے، اب تم آرام کرو۔“

”یا مطلب؟“

”آرام کرو بلکہ بہتر ہوگا یہاں کچھ کھانے پینے کا انتظام ہو جائے۔“

”جیسے بھی شدیدہ بھوک لگ رہی ہے۔ ایسا کہتے ہیں۔“ یہاں سے ایک قریبی

ہوٹل کو ٹیلی فون کر کے کھانے کی اشیاء منگواتے ہیں۔ بعد کا وقت ہمارا اس طرح گزرا تھا جیسے ہم یہاں آرام کرنے آئے ہوں لیکن سورا مضطرب تھی۔ پھر میں ٹیلی فون ڈائریکٹری میں سلیک ہاؤس کے نمبر تلاش کرنے لگا جو مجھے بہ آسانی مل گئے۔ میں ایک ایسا سادہ طریقہ کار اختیار کرنا چاہتا تھا جس سے کوئی بڑی بات بھی نہ ہو سکے اور میرا کام بھی بن جائے۔ بہر حال یہ ایک کوشش تھی۔ بالکل منفرد نہایت انوکھی اور مقررہ وقت کا تعین کرنے کے بعد میں نے سلیک ہاؤس کے نمبر ڈائل کیے۔ دوسری طرف سے آپریٹر نے فون ریسپور کیا تھا۔ میں نے اس سے کہا۔

”مجھے مسٹر گیلی سنٹرا سے بات کرنی ہے براہ کرم ان سے رابطہ کرا دیجئے گا۔“

”ہولڈ آن پلیز۔“ دوسری طرف سے کہا گیا اور تھوڑی دیر کے بعد مجھے ایک آواز سنائی دی۔

”ہیلو گیلی سنٹرا۔ کون صاحب بول رہے ہیں؟“

”مسٹر سنٹرا میں کوئی تفصیلی گفتگو نہیں کروں گا۔ آپ کے لیے ایک پیغام ہے۔“

”کس کا؟“

”افسوس یہ بھی نہیں بتا سکتا، پیغام یہ ہے کہ کانفرنس میں شریک ہونے کے پہلے آپ مقامی سربراہ سے ملاقات کر لیجئے گا۔“ میں نے کہا اور دوسری طرف چند لمحات کے لیے خاموشی طاری ہو گئی پھر گیلی سنٹرا کی آواز سنائی دی۔

”کون مقامی سربراہ؟“

”ڈان سینٹر کا نام لیا جاسکتا ہے اس کے حوالے سے مقامی سربراہ مسٹر ہینی ڈیل کے علاوہ اور کون ہو سکتے ہیں۔ آپ نے چونکہ ناواقفیت کا اظہار کیا ہے اس لیے میں یہ نام لے رہا ہوں۔“

”تم کون بول رہے ہو؟“

”سینٹر کا ایک معمولی کارکن۔ مجھے آپ تک صرف یہ پیغام پہنچانا تھا۔“

”لیکن مسٹر مجھے کچھ امداد تو ملنی چاہیے۔“

”وہ غیر مناسب ہوگی۔ سینٹر کسی خاص پیغام کے لیے آپ کو طلب کرتا ہے آپ کو

اپنے طور پر ہی یہاں پہنچنا ہوگا۔“

”جگہ۔“

”ڈین ہاؤس ایک مشہور عمارت ہے۔ آپ ڈرائیور کو لے کر رات کو دس ساڑھے دس بجے تک یہاں پہنچ سکتے ہیں۔ آپ کا انتظار کیا جائے گا۔“ مین نے کہا اور اس کے بعد فون بند کر دیا۔

سورہ اس وقت میرے پاس موجود نہیں تھی۔ یہ کام میں نے اس کی غیر موجودگی میں ہی کیا تھا۔ بڑا بے تحاشہ اور احمقانہ عمل تھا۔ جبکہ میں بیٹی ڈیل سے اس کام کی تکمیل کا وعدہ بھی کر چکا تھا۔ مجھے اس کی ذرہ برابر پروا نہیں تھی۔ نہیں ہوتا نہ ہو جہنم میں جائے۔ میرا کون سا مفاد مجروح ہوتا ہے۔ اس فون کال کے بعد میں پھر سورہ کے پاس پہنچ گیا۔ سورہ اب اعصابی تشنج کا شکار نظر آرہی تھی۔ کہنے لگی۔ ”تم جتنے اطمینان سے بیٹھے ہو مجھے اس پر حیرت ہو رہی ہے۔ کیا تم واقعی اس مسئلے میں دلچسپی لے رہے ہو ڈینش؟“

”اب تمہیں مجھے صرف جم نیل کے نام سے مخاطب کرنا چاہیے؟“

”میں تمہیں کس نام سے مخاطب کرنا چاہتی ہوں۔ یہ تم نہیں جانتے۔ براہ کرم میری بات کا جواب دو۔“

”کیا مطلب؟“

”کچھ بھی تو نہیں کر رہے تم۔ آخر۔ آخر ہم کیا کریں گے۔ دوسرے لوگ بھی مضطرب ہوں گے۔ میں بھی پریشانی کا شکار ہوں۔“

”تمہیں میرے ساتھ وقت گزارتے ہوئے برا لگ رہا ہے سورہ؟“

”نہیں پلیز ایسی باتیں مت کرو۔ تم نہیں جانتے میں کتنی شدید بھجانی کیفیت کا شکار ہوں۔“

”میں جانتا ہوں لیکن افسوس اس بھجانی کیفیت میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ سوائے یہ کہنے کہ تم اپنے آپ کو ذہنی طور پر خالی کر لو۔ ہمیں آخر کار کام کرنا ہے۔“ سورہ ایک گہری سانس لے کر خاموش ہو گئی تھی۔

بالکل احمقانہ عمل تھا۔ بس یادداشت کے بل بوتے پر یہ عمل کر ڈالا تھا جو اگر کارگر ہو جائے تو بے حد موثر ہے اور اگر گیلی سنٹرا عقل کو استعمال کرے تو قطعی بے مقصد۔ لیکن رات ساڑھے دس بجے ایک کارڈین ہاؤس میں داخل ہوئی۔ عام کار تھی اور اس

کے ساتھ کوئی سکیورٹی نہیں تھی۔ میں نے عمارت کی ایک کھڑکی سے کار کو اندر داخل ہوتے ہوئے دیکھا۔ اس سے پہلے میں چوکیدار کو کسی مہمان کی آمد کے بارے میں ہدایت کر چکا تھا جس کا سورہ کو علم نہیں تھا۔ اس نے بھی کار کو دیکھا اور حیرت سے بولی۔

”یہ کون ہے؟“

”آؤ۔“ میں نے کہا اور وہ حیران ہو کر اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ باہر نکلتے ہوئے اس نے کہا۔

”ممکن ہے ہمارا کوئی اپنا آدمی ہو۔“ لیکن میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور باہر آگئے۔

تب میں نے سرد لہجے میں کہا۔ ”اپنے اعصاب پر قابو رکھنا سورہ۔ وہ جو کوئی بھی ہے اسے دیکھ کر پاگل نہ ہو جانا۔“ سورہ نے مجھے دیکھا لیکن میں نے کوئی آواز نہیں نکالی۔ پھر ہم پورچ میں پہنچ گئے۔ میں نے آگے بڑھ کر ادب سے دروازہ کھولا اور گیلی سنٹرا نیچے اتر آیا۔ رات کا وقت تھا اور نہ سورہ شاید سارا کھیل بگاڑ دیتی۔ گیلی سنٹرا مجھے کڑی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

”آپ کا خادم سر۔ مسٹر ڈیل انتظار کر رہے ہیں براہ کرم تشریف لائیے۔“

”ڈرائیور کو واپس بھیج دوں؟“ سنٹرا نے پوچھا۔

”نہیں آپ کو واپس جانا ہے۔“ میں نے فوراً جواب دیا اور اس نے ڈرائیور کو

ہدایت کی کہ وہ انتظار کرے۔ پھر میں اسے آگے چلنے کا اشارہ کر کے اس سے ایک قدم پیچھے چلنے لگا۔ میں نے سورہ کو لڑکھڑاتے دیکھا۔ ”آپ آرام کیجئے میڈم۔“ میں نے اندر داخل ہو کر کہا اور پھر سنٹرا کو لیے ہوئے اس بڑے کمرے میں داخل ہو گیا جس کا انتخاب میں نے پہلے ہی کر لیا تھا۔ میں کوئی رسک نہیں لینا چاہتا تھا۔ اس لیے میں نے ادب سے دروازہ کھولا اور سنٹرا کو اندر داخل ہونے کی پیشکش کی۔ سنٹرا نے قدم اندر رکھا تو میں نے پاؤں اس مہارت سے آگے بڑھایا کہ وہ میرے پاؤں میں الجھ گیا۔ میں نے سوری کہہ کر اسے سہارا دیا لیکن میری آستین کا بٹن اس کے چہرے کے بالکل سامنے آگیا اور اس سے خارج ہونے والی سریع الٹرا گیس بالکل قریب سے سنٹرا کے نتھوں میں داخل ہو گئی۔ سنٹرا نے کچھ کہنے کی کوشش کی لیکن آواز ایک بچکی کی سی شکل میں اس کے منہ

سے نکلی اور وہ لڑکھڑا گیا لیکن میں نے اسے سنبھال لیا تھا۔ سنٹرا نے ہاتھ پاؤں مارے لیکن زیادہ دیر حواس قائم نہ رکھ سکا اور اٹنا غصیل ہو گیا۔ میں نے اسے گھسیٹ کر ایک جگہ فرش پر لٹا دیا پھر واپس پلٹا۔ باہر قدم رکھا تھا کہ سورا سے ٹکڑا گیا حالانکہ میں نے اسے ہدایت کی تھی کہ وہ آرام کرے لیکن میں جانتا تھا کہ وہ آرام نہیں کرے گی۔

”ہیلو سورا۔“

”وہ۔ وہ گیلی سنٹرا ہے۔“ سورا بچپانی لہجے میں بولی

”ہاں۔ آؤ۔ دیکھو وہ آرام سے زمین پر پڑا ہے۔“

”مائی گاڈ۔ مائی گاڈ۔ ناممکن ہے۔ وہ یہاں کیسے آگیا خود۔ اپنے قدموں سے چل

کر۔“

”اپنے قدموں سے چل کر نہیں کار میں بیٹھ کر اور ڈرائیور موجود ہے۔ تم یوں کرو اندر جا کر اس کی نگرانی کرو۔ میں ڈرائیور سے ملاقات کر آؤں، جاؤ۔“ وہ اندر چلی گئی اور میں باہر نکل آیا۔ ڈرائیور کار میں موجود تھا۔ میں اس کے پاس جا کھڑا ہوا۔ ڈرائیور خاموش اندر بیٹھا ہوا تھا۔

”وہ لوگ بہت دیر کے بعد آئیں گے۔ کیا تم اس وقت تک کار میں بیٹھے رہو گے؟“

”تم سے مطلب؟“ ڈرائیور تند لہجے میں بولا۔

”اس میں ناراض ہونے کی کیا بات ہے۔ تم بھی نوکر میں بھی نوکر۔ آؤ سگریٹ پیئیں گے۔“

”نوکر۔“ ڈرائیور۔ طنز بہ انداز میں ہنسا پھر بولا۔ ”اب تم کو اس مت کرو اور اپنے کام سے کام رکھو۔ میں نوکر نہیں ایک بڑا افسر ہوں۔“

”افسر۔ تم۔ افسر اور صاحب کی گاڑی چلاتے ہو۔ جھوٹ بھی ایسا بولو جو سمجھ میں آجائے۔“

”سمجھنا چاہتے ہو۔“ اس نے نفرت بھرے لہجے میں کہا اور دروازہ کھول کر نیچے اترنے لگا لیکن اس کے کچھ سمجھانے سے پہلے میں نے اسے سمجھا دیا۔ میں نے اس کی گردن میں قبضہ ڈال کر ایک جھٹکا دیا اور اس کی گردن کے منکے ٹوٹ گئے۔ پھر میں نے

اسے کندھے پر لا کر زمین پر پٹا اور اطمینان ہونے کے بعد اٹھا کر اس کی گاڑی میں کچھلی سیٹ پر ٹھونس دیا۔ اس کام سے فارغ ہو کر میں اندر واپس آگیا۔ سورا اب بھی پاگلوں کی طرح گیلی سنٹرا کے پاس اکڑوں بیٹھی اسے دیکھ رہی تھی۔

”بے ہوش ہے۔“ وہ جلدی سے بولی۔

”ہوش میں ہوتا تو اٹھ کر بھاگ چکا ہوتا لیکن تم ہوش میں ہو سورا؟“

”ہاں۔“ اس نے کہا۔

”کار ڈرائیو کر سکتی ہو؟“

”ہاں۔“

”تو پھر چلو۔“ میں نے کہا اور جھک کر گیلی سنٹرا کو کندھے پر اٹھالیا۔ کم بخت بہت وزنی تھا۔ باہر لا کر میں نے اسے سورا کی گاڑی میں ڈالا اور خود دوسری گاڑی سنبھال لی جس میں ڈرائیور کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ دوسری گاڑی میں نے پیچھے لگا رکھی تھی۔ کافی فاصلے طے کرنے کے بعد میں نے سورا کا راستہ روک لیا۔ گاڑی، وہیں چھوڑی اور سورا کے ساتھ آبیٹھا۔

”اب چلو۔“ اس نے کہا۔

”کہاں؟“

”جہاں سے ہم کاربوس روانہ ہوں گے۔“

”اور وہ دوسری گاڑی؟“

”سورا۔ خود کو سنبھالو کیا بچوں جیسی باتیں کر رہی ہو۔“ میں نے کہا۔

”اوہ۔ سوری۔ سوری۔“ اس نے گاڑی تھوڑی سی ریورس کر کے آگے بڑھا دی۔

میں اس کی ذہنی کیفیت محسوس کر کے مسکرا دیا تھا۔

سورا اس قدر ذہنی بحران کا شکار تھی کہ اس سے صحیح طور پر کار بھی ڈرائیو نہیں کی جا رہی تھی۔ میں نے اسے محسوس کیا اور کچھ دور چلنے کے بعد کہا۔

”گاڑی روکو سورا۔“ اور سورا نے پوری قوت سے بریک لگا دیے۔ گاڑی تیز

چڑچڑاہٹ کے ساتھ جام ہو گئی۔ ”ارے۔ ارے۔ ایسے بریک لگاتے ہیں۔“ میں بوکھلا کر

بولا۔

”کک کیا ہو گیا۔ کیا ہے۔“ سورا گھٹے گھٹے لہجے میں بولی اور میں نے گہری سانس لے کر پیشانی پر ہاتھ مارا۔

”کیا ہو گیا ہے تمہیں سورا۔ اس قدر کیوں بوکھلائی ہوئی ہو۔ نیچے اترو، چلو گھوم کر اس طرف آ جاؤ۔“ میں نے کہا اور سورا مجھے دیکھنے لگی پھر اس نے اسٹیرنگ چھوڑ دیا، میں کھسک کر اسٹیرنگ پر آ بیٹھا تھا، سورا دوسری طرف کا دروازہ کھول کر میرے برابر آ بیٹھی اور میں نے گاڑی گئیر میں ڈال کر آگے بڑھا دی۔

”اب مجھے راستہ بتائی جاؤ۔“

”کہاں کا راستہ۔“ اس نے کہا۔

”سورا ہمیں کاربوس ہاؤس چلنا ہے، جہاں سے ہمیں گیلی سنٹرا کو لے کر جزیرہ کاربوس جانا ہے، کیا یہ پروگرام تمہارے علم میں نہیں ہے۔“

”ہے۔“ وہ گہرا سانس لے کر بولی اور اپنے آپ کو معتدل کرنے کی کوشش کرنے لگی پھر اس نے کہا۔

”گاڑی واپس موڑ لو ڈینش۔“

”کیا؟“ میں حیرت سے بولا۔

”ہاں گاڑی واپس موڑ لو۔ ہمیں تقریباً دو کلو میٹر واپس پلٹنا ہے، پھر وہاں سے لیفٹ بینڈ پر ایک سڑک آئے گی اس پر مڑنا ہے ہمیں۔“

”ارے تو پھر تم ادھر کیوں نکل آئیں۔“

”میں نکل آئی تھی۔ تم نے مجھے صورت حال بتائی کب تھی۔ میں تو بس چل رہی تھی، میرے ذہن میں یہ پروگرام تھوڑی تھا۔“ اس نے کہا اور میں نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا دی پھر میں نے گاڑی کو اس کے کہنے کے مطابق واپس موڑی اور تیز رفتاری سے آگے بڑھنے لگا۔ کچھ دیر کے بعد میں نے کہا۔

”اپنے آپ کو سمجھانے کی کوشش کرو سورا۔ تم بہت زیادہ نروس نظر آ رہی ہو مجھے۔“

”دیکھو ایمانداری سے بتا دو، کیا میرا نروس ہونا غیر فطری ہے۔“

”آخر کیوں۔“

”ایک شخص جس کے اغوا کے لیے براہ راست مسٹر ہینی ڈیل فرمائش کرتے ہیں اور جو سخت سکیورٹی کے ساتھ سلیک ہاؤس منتقل ہوا ہے وہ اغوا ہونے کے لیے تمہارے پاس آ گیا اور تم نے اسے بڑے اطمینان سے اغوا کر لیا کیا یہ سب کچھ ناقابل یقین باتیں ہیں۔“

میں مسکرا دیا۔ پھر میں نے کہا۔ ”لیکن ہیں تو سہی۔“

”کیسے ہیں۔ یہی تو سمجھ میں نہیں آ رہا اور اسی لیے تو میری کیفیت خراب ہو گئی ہے۔“

”سورا پلاننگ بھی کوئی چیز ہوتی ہے سارے کام طاقت کے ذریعے تو نہیں ہو سکتے، فرض کرو میں پچاس آدمیوں کے ساتھ سلیک ہاؤس پر ریڈ کرتا تو کیا ہمیں کامیابی حاصل ہو سکتی تھی۔ حکومت بار ہاؤس نے ان مندوبین کی آمد کو جس طرح خفیہ رکھا ہے اور جس طرح ان کی حفاظت کا بندوبست کیا ہے، کیا اس کے تحت اور کوئی ایسا طریقہ کار ہو سکتا تھا جس کے تحت ہم گیلی سنٹرا کو اتنی آسانی سے اغوا کر لیتے۔“

”نہیں ہو سکتا تھا اور میں یہی جانا چاہتی ہوں کہ آخر یہ شخص اغوا ہونے کے لیے کیسے پہنچ گیا۔“

میں نے کہا۔ ”پلاننگ۔ پلاننگ اور اب اگر میں تمہیں اس پلاننگ کی تفصیل بتانے بیٹھوں گا تو ایک بار پھر ہم واپس شہر پہنچ جائیں گے۔“

”لیفٹ بینڈ۔ لیفٹ بینڈ۔“ اس نے کہا اور میں نے کار کی رفتار ست کر دی۔

لفٹ بینڈ والی سڑک یہاں سے نظر نہیں آرہی تھی، وہ خوب صورت درختوں میں چھپی ہوئی تھی۔ بہر حال جب میں قریب پہنچا تو وہ مجھے نظر آ گئی اور میں نے گاڑی اسی سائیڈ موڑ لی پھر سورا سے کہا۔ ”ٹھیک ہے نا۔“

”ہاں۔“ اس نے جواب دیا۔

”سورا ہر کام ایک طریقے سے ہوتا ہے بس یوں سمجھ لو، میں نے جو کوشش کی تھی اس میں مجھے کامیابی حاصل ہو گئی۔ مسٹر گیلی سنٹرا اغوا ہونے کے لیے نہیں آئے تھے، بلکہ انھیں ایسا چکر دیا گیا تھا کہ وہ بالا آخر ہماری مطلوبہ جگہ تک پہنچ گئے اور اب وہ ہمارے قبضے میں ہیں۔“

”ڈ..... ڈ..... ڈرائیور کا کیا ہوا؟“

”سوری‘ سورا۔ اب وہ کسی کو کچھ بتانے کے قابل نہیں رہا۔ یہ ضروری تھا۔“

”لیکن بار باڈوس میں تو قیامت مچ جائے گی۔“

”اب اس سلسلے میں تو میں کوئی ذمہ داری قبول نہیں کر سکتا ظاہر ہے حکومت کا ایک مہمان غائب ہو گیا ہے اور ایک شخص قتل‘ بہر حال وہ اس سلسلے میں کارروائی کرے گی اور اب اس کارروائی سے بچنا دوسرے لوگوں کا کام ہے۔“

سورا نے گردن ہلائی اور بولی۔ ”ہاں وہ تو خیر ہو ہی جائے گا۔ لیکن لیکن۔ کیا واقعی تم جادوگر ہو‘ کارنامے تو جادوئی ہی سرانجام دیتے ہو‘ مجھے تعجب ہے کہ تم اتنے عام انسان کیوں ہو‘ تمہیں تو نجانے کہاں سے کہاں ہونا چاہیے تھا۔“

”بس سورا اب تم مجھے جہاں پہنچانا چاہتی ہو پہنچا دو میں نے تو اپنے آپ کو تمہارے حوالے کر دیا ہے۔“

”میرے حوالے کب کیا ہے؟“

”کیوں۔“

”تم تو بہت بلند ہو گئے ہو۔ مسٹر ہینی ڈیل جس طرح تم پر اعتبار کرنے لگے ہیں مجھے تو واقعی تم بہت بڑے جادوگر معلوم ہوتے ہو۔ یہ سارے جادوئی کارنامے ہی تو ہیں۔ ہم لوگ تو ابھی تک مسٹر ہینی ڈیل کی گرد کو بھی نہیں پاسکے تھے۔ تم نے ان کی اس قدر قربت حاصل کر لی لیکن یہ بات میں دعوے سے کہتی ہوں کہ تم اسی قابل ہو۔ ادھ مائی گاڈ اور تم کہتے ہو کہ تم نے اپنے آپ کو میرے حوالے کر دیا ہے۔ آہ کاش زندگی میں تم صرف چند سالوں کے لیے مجھے مل جاؤ۔“

”کیا کرو گی میرا؟“ میں نے مسکرا کر سوال کیا اور سورا نے اس سوال کا کوئی جواب نہیں دیا۔ چند لمحات انتظار کرنے کے بعد میں نے سورا سے کہا۔ ”تم نے بتایا نہیں سورا۔“

”میں کیا کر سکتی ہوں تمہارا۔ سوائے تمہاری غلامی کے درحقیقت تمہاری غلامی بھی ایک اتنا بڑا اعزاز ہے کہ اگر کسی کو حاصل ہو جائے تو وہ اپنی تقدیر پر رشک کر سکتا ہے۔“

”تم نے مجھے بہت بلندی پر پہنچا دیا ہے سورا‘ میں اتنا بلند انسان نہیں ہوں۔“

”تم ماسٹر برین ہو‘ تم اتنے بڑے آدمی ہو کہ میں تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔“

”یہ سڑک سیدھی کہاں جاتی ہے؟“

”ساحل سمندر پر۔ لیکن یہ عام ساحل نہیں ہے۔ بندرگاہ جہاں جہازوں کی آمد و رفت رہتی ہے۔ بالکل مختلف سمت میں ہے۔ تم اسے ایک تفریحی ساحل کہہ سکتے ہو۔ برج ٹاؤن کے بڑے بڑے لوگ یہاں اپنے لیے تفریح گاہیں بناتے ہیں اور مسٹر ہینی ڈیل نے بھی کاربوس ہاؤس کے نام سے اپنے لیے ایک بڑی عمارت بنالی ہے جزیرہ بار باڈوس تک جانے کے لیے وہیں انتظامات کیے گئے ہیں۔“

”گڈ۔ ویسے مسٹر ہینی ڈیل بہت بڑے آدمی معلوم ہوتے ہیں۔“

”یہ بات تو میں تمہیں پہلے ہی بتا چکی ہوں۔“ اس نے جواب دیا۔ پھر میں دیر تک اس سے ایسی باتیں کرتا رہا کہ اس کی ذہنی کیفیت درست ہو جائے اور وہ مجھ سے اس بارے میں اور سوالات نہ کر سکے۔ یہاں تک کہ دور سے ساحل کے آثار نظر آنے لگے‘ مدھم مدھم روشنیاں دور تک بکھری ہوئی تھیں‘ یہ ان دولت مندوں کی رہائش گاہوں کی روشنیاں تھیں جو یہاں تفریح طبع کے لیے آتے ہوں گے سورا اب سنبھل گئی تھی۔ وہ مجھے گائیڈ کرتی رہی اور کچھ دیر کے بعد ہم ایک ایسی سڑک پر پہنچ گئے جہاں رکاوٹ لگی ہوئی تھی اور دو مسلح افراد مستعد کھڑے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک نے ہاتھ اٹھا کر ہمیں رکنے کا اشارہ کیا۔ آگے آیا اور بولا۔ ”ہاں؟“

”مسٹر ہینی ڈیل کے مہمان۔“ سورا نے جواب دیا اور وہ شخص آگے آگیا اس نے کھڑکی سے جھانک کر ہم دونوں کو دیکھا اور اس کے بعد داہنا ہاتھ اٹھالیا۔ اس کے ساتھ ہی رکاوٹ بھی اوپر اٹھ گئی تھی۔ میں نے گاڑی آگے بڑھا دی اور ہنس کر بولا۔

”مسٹر ہینی ڈیل نے بڑے ناکارہ لوگوں کا انتخاب کیا ہے۔ اس نے ہم دونوں کی صورت دیکھی گاڑی کے پیچھے حصے پر نظر ہی نہیں ڈالی۔ وہاں کوئی بھی ہو سکتا تھا۔“ سورا نے کوئی جواب نہیں دیا۔

گاڑی اس ذیلی سڑک پر بھی بہت دور تک آگے بڑھتی رہی لیکن اب وہ عمارت صاف نظر آرہی تھی جس پر مدھم روشنی ہو رہی تھی۔ کافی وسیع عمارت تھی اور اس کا ایک اپنا احاطہ الگ بنا ہوا تھا جس پر ایک چوڑا گیٹ لگا ہوا تھا۔ یہاں بھی ہارن دے کر

گیٹ کھلوا دیا گیا اور ہم لوگ ایک خوب صورت پورچ میں پہنچ گئے۔ جہاں تین چار گاڑیاں اور کھڑی ہوئی تھیں۔ یہاں چند افراد نظر آ رہے تھے، سورا نیچے اتر گئی اور اس نے ان میں سے ایک سے کہا۔

”کیا تم لوگوں کو یہ ہدایت دی گئی ہے کہ کوئی شخص یہاں آنے والا ہے اور ہمیں کچھ کام کرنے ہیں۔“

”ہاں میڈم، ہمیں بالکل ہدایت کی گئی ہے، کیا کارروائی مکمل ہو گئی۔“

”ہاں۔“ پچھلی نشست پر ایک شخص بے ہوش پڑا ہوا ہے اسے اٹھا کر اسٹیئر تک لے چلو۔“ سورا نے جواب دیا اور وہ فوراً اس کے احکامات کی تعمیل کرنے میں مصروف ہو گئے مسٹر گیلی سنٹرا کو دو آدمیوں نے اٹھا کر اندر پہنچایا اور ایک کمرے میں بستر پر لٹا دیا۔ میں اور سورا بھی ساتھ ہی تھے۔ وہ لوگ مہتمس نگاہوں سے گیلی سنٹرا کو دیکھ رہے تھے پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

”میڈم آپ کے لیے کافی یا چائے کا بندوبست کیا جائے۔ اسٹیئر ویسے تو تیار ہے بس ہم آپ سے چند منٹ لیں گے۔“

”نہیں کچھ نہیں چاہیے۔ کام جس قدر جلد ہو سکے بہتر ہے۔“

”بہتر..... پھر صرف دو تین منٹ ہمیں عنایت فرمادیجئے۔“

ہم لوگ انتظار کرتے رہے۔ پانچ منٹ کے بعد وہ لوگ ایک اسٹیئر پچر لے کر آ گئے۔ گیلی سنٹرا کی بے ہوشی اچھی خاصی طویل تھی اور ابھی اس کے بہت دیر تک ہوش میں آ جانے کا خطرہ نہیں تھا اس لیے کوئی اور ایسی حرکت نہیں کی گئی، جس سے اس کی گرفتاری کو یقینی بنایا جاسکے، میں نے بھی اس سلسلے میں کوئی خاص ہدایت نہیں دی تھی پھر ہمیں ایک جوڑی راہ داری سے گزار کر اسی جگہ لایا گیا جہاں سیڑھیاں پانی میں اتر رہی تھیں اور کنارے پر ایک خوبصورت اسٹیئر ہچکولے لے رہا تھا اوپری حصے سے اسٹیئر تک کے کنارے پر ایک ایسا برج لگا دیا گیا تھا جو عارضی نوعیت کا تھا اور اس پر سے گزر کر با آسانی اسٹیئر تک پہنچا جاسکتا تھا۔ وہ لوگ پہلے اسٹیئر پچر کو اسٹیئر تک لے گئے اور اس کے بعد ہم دونوں اسٹیئر تک پہنچ گئے، برج کو اسٹیئر سے ہٹا لیا گیا اور اسٹیئر اشارت ہو گیا پھر اس کے بعد وہ کنارے سے دور ہو گیا میں اور سورا گدے لگی ہوئی سیٹوں پر بیٹھ گئے تھے۔

ہمارے سامنے ہی گیلی سنٹرا ایک چوڑی برتھ پر بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ میں نے سورا سے سوال کیا۔

”کیا بار باڈوس کی بحری پولیس رات کو نگرانی نہیں کرتی؟“

”تم خود دیکھ سکتے ہو۔ وہ جو سمندر پر روشنیاں چلتی پھرتی نظر آ رہی ہیں، بحریہ ہی کی ہیں۔“

”تو کیا اسٹیئر کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اگر کسی بحری لانچ سے حملہ کیا تو؟“

”نہیں مسٹر ہمینی ڈیل بار باڈوس میں ایک محترم مقام رکھتے ہیں۔ یہاں کے لوگ انھیں جانتے ہیں۔ اسی طرح ان کے اسٹیئروں کو بھی پہچانا جاتا ہے اور چونکہ کاربوس تک ان اسٹیئروں کی آمد و رفت رہتی ہے اس لیے اس معزز آدمی کے اسٹیئر کو کبھی چیک نہیں کیا جاتا۔“

”اور اگر اتفاق سے ایسا ہو جائے تو.....“

”اس کی ذمہ داری انہی لوگوں کو دی گئی ہوگی۔“ سورا نے جواب دیا لیکن بہر طور میں مطمئن نہیں تھا۔ ذمے داری کسی کو بھی دی گئی ہو کسی کی غیر ذمہ داری سے میرے اپنے مشن کو نقصان پہنچ جائے یہ مجھے گوارا نہیں تھا اور میں فیصلہ کر چکا تھا کہ اگر ایسی کوئی صورتحال پیش آئی تو مجھے کیا کرنا ہوگا بہر طور ہر قیمت پر مجھے گیلی سنٹرا کو کاربوس پہنچانا ہے۔ کیونکہ اس کے بعد ہی میری کامیابی کے مزید راستے کھلیں گے لیکن شکر ہے کہ راستے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی جو میرے تصور میں تھی، ایک دو بار بحریہ کی لانچ ہمارے اسٹیئر کے قریب سے گزری لیکن ان لوگوں نے سرچ لائٹ اسٹیئر پر ماری اور اس کے بعد رخ تبدیل کر لیا ان کی اس حرکت سے مجھے اطمینان ہو گیا تھا پھر تقریباً پونے دو گھنٹے کا تیز رفتار سفر کیا گیا اسٹیئر خاص قسم کا تھا اور بار باڈوس کی حدود سے نکلنے کے بعد اس نے جس طوفانی رفتار کا مظاہرہ کیا اس کے تحت ہم لوگوں کو بھی سنبھل کر بیٹھنا پڑا اور کسی قدر خوف کا احساس بھی ہوا، میں نے سورا سے پوچھا۔

”کیا تم اس سے پہلے بھی کاربوس جا چکی ہو؟“

”نہیں۔“ اس نے گھٹی گھٹی آواز میں جواب دیا۔

”تب تو تمہیں اسٹیئر کی تیز رفتاری سے خوف محسوس ہو رہا ہوگا۔“

”ہاں۔“ وہ سرسراتی ہوئی آواز میں بولی۔ بہر حال سفر ختم ہوا۔ ہم نے دور سے ہی جزیرہ کاربوس کی روشنی دیکھ لی تھی اس جزیرے کے بارے میں مجھے کچھ معلوم نہیں تھا، صحیح طور پر یہ اندازہ بھی نہیں تھا کہ یہ مکمل طور سے مینی ڈیل کی ملکیت ہے یا بارباڈوس کے تحت آتا ہے لیکن بہر حال یہ سب ایسے سوالات تھے جن کا جواب ابھی کہیں سے بھی نہیں مل سکتا تھا اسٹیمر کے لیے شاندار ڈیک بنایا گیا تھا اور تھوڑی دیر کے بعد ہمارا اسٹیمر ایک ایسے پلیٹ فارم سے جا لگا جس پر جانا نہایت آسان تھا، میں نے پسندیدگی کی نگاہ سے پلیٹ فارم کو دیکھا اور اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا، لیکن پھر میری نگاہ وہاں موجود جیسے افراد پر پڑی جو مستعد کھڑے ہوئے تھے۔ وہ جدید ترین رائلٹوں سے مسلح تھے اور خاص قسم کی وردیاں پہنے ہوئے تھے جو بالکل فوجی وردیاں محسوس ہوتی تھیں لیکن ان کے ہتھیار صرف ان کے جسموں پر سجے ہوئے تھے اور وہ خالی ہاتھ تھے لیکن ان کے ساتھ عجیب الخلقیت مینی ڈیل کو میں نے فوراً پہچان لیا تھا۔ وہ خود بھی وہاں موجود تھا۔ پہلے میں اتر کر سیڑھیاں طے کرتا ہوا مینی ڈیل کے پاس پہنچا۔ مینی ڈیل نے میری جانب توجہ نہیں دی تھی۔ وہ اسٹیمر میں جھانک رہا تھا۔ پھر اسٹیمر کے دو خلاصی بے ہوش گیلی سنار کو اسٹیمر سے لے کر نیچے اترے تو مینی ڈیل گردن اٹھا اٹھا کر اسے دیکھنے لگا اس کے ساتھ ساتھ ہی سورا بھی پلیٹ فارم کی سیڑھیاں طے کرتی ہوئی اوپر آئی تھی۔ مینی ڈیل پر شوق نگاہوں سے گیلی سنار کو دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے گردن گھما کر سورا کو دیکھا اور میری جانب دیکھ کر بولا۔

”یہ کون ہے؟“

”میری انڈنٹ سر۔ مسٹر سورا کس نے اسے.....“

”ٹھیک ہے بے بی سورا کس نے تمہیں ہدایات دے دی ہوں گی کہ تمہیں کیا کرنا ہے اب تم واپس جاسکتی ہو۔“

سورا ایک لمحے کے لیے ٹھکی پھر واپس گھومی اور پلیٹ فارم کی سیڑھیاں طے کر کے اسٹیمر پر جا پہنچی۔ مینی ڈیل نے میری طرف دیکھا اور کہا۔

”آؤ۔“

میں خاموشی سے گردن جھکا کر مینی ڈیل کے ساتھ چل پڑا۔ میں نے اسٹیمر کے واپس مڑنے کی آواز سنی تھی اور ایک لمحے کے لیے میرا دل سورا کے لیے دکھا تھا لیکن

بہر حال میں کیا کر سکتا تھا؟ یہ مینی ڈیل کا حکم تھا کہ اس نے ایک لمحہ بھی انتظار نہیں کیا تھا لیکن میرا کام میری مرضی کے مطابق بن رہا تھا۔ مینی ڈیل نے مجھے ساتھ آنے کا اشارہ کیا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ ابھی مجھے جزیرہ کاربوس پر ہی رہنا ہے۔ یہاں بھی اسٹریچر کا انتظام تھا اور چند قدم چلنے کے بعد دو آدمی دوڑے ہوئے آئے تھے اور انھوں نے گیلی سنار کو اسٹریچر پر لٹا لیا تھا۔ یہ اسٹریچر ایک ایمبولینس نمائش میں پہنچا اور آٹو بینک طریقے سے اسے بس میں منتقل کر دیا گیا۔ مینی ڈیل نے اشارے سے مجھے بیٹھنے کے لیے کہا اور خود بس کے اگلے حصے میں ڈرائیور کے ساتھ جا بیٹھا۔ آن کی آن میں بس اشارت ہو کر چل پڑی۔

میں کھڑکیوں سے باہر کا منظر دیکھ سکتا تھا۔ چھوٹے چھوٹے خوب صورت مکانات کا سلسلہ ساحل سے کچھ دور چلنے کے بعد ہی شروع ہو گیا تھا۔ گو وہ اس وقت تاریکی میں ڈوبے ہوئے تھے لیکن پھر بھی ان کے خاکے نظر آرہے تھے۔ جزیرہ بہت ہرا بھرا تھا۔ درخت لگے ہوئے تھے اور ان کے کنارے کنارے پھولوں کے کج بکھرے ہوئے تھے۔

میں اس دلچسپ صورت حال سے لطف اندوز ہوتا ہوا آگے بڑھتا رہا اور پھر بس مینی ڈیل کی کسی ایسی رہائش گاہ پر رکی جہاں گیلی سنار کو لے جایا جانا تھا۔ دروازہ کھلا تو مینی ڈیل بھی سامنے ہی کھڑا ہوا تھا۔ گیلی سنار کو یہاں بھی اسی اسٹریچر پر لٹا کر اندر لے جایا گیا۔ میں مینی ڈیل کے ساتھ ہی اس خوبصورت عمارت میں داخل ہوا تھا جس کی راہداریوں میں موٹے قالین بچھے ہوئے تھے۔ کئی راہداریاں عبور کرنے کے بعد ہم ایک بڑے ہال نما کمرے میں پہنچ گئے۔ جہاں انتہائی اعلیٰ درجے کا فرنیچر سجا ہوا تھا اور چھت میں اس طرح کی لائٹس لگی ہوئی تھیں جیسے عموماً آپریشن تھیٹرز میں ہوا کرتی ہیں۔ یہاں اسٹریچر رکھ دیا گیا اور گیلی سنار کو لانے والے کچھ کمرے بغیر واپس چلے گئے۔ اب اس ہال نما کمرے میں صرف میں اور مینی ڈیل تھے یا پھر اسٹریچر پر پڑ ہوا گیلی سنار۔ مینی ڈیل نے میری جانب توجہ نہیں کی بلکہ اسٹریچر پر پڑے ہوئے گیلی سنار کے پاس آکر کھڑا ہو گیا۔ چند لمحات وہ اسے دیکھتا رہا پھر اس نے اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرا۔ گردن کے قریب کچھ ٹٹولتا رہا۔ اس کے بعد وہاں سے آگے بڑھا اور ایک خاص قسم کی کرسی پر جا بیٹھا۔ غالباً اس نے کرسی پر لگے ہوئے ہتھ کے نیچے ہاتھ ڈال کر کوئی مٹن دبایا تھا۔ چند لمحات کے بعد دو آدمی اندر داخل ہو گئے۔ مینی ڈیل نے آہستہ سے کہا۔

”اس کے چہرے پر میک اپ تلاش کرو۔“ وہ دونوں تیزی سے واپس مڑے۔ پھر ان میں سے ایک رک گیا اور دوسرا باہر نکل گیا۔ چند لمحات کے بعد وہ کچھ سامان لے کر اندر آگیا۔ سب سے پہلے گیلی سنٹرا کے چہرے پر ایک مخلول اسپرے کیا گیا اور پھر ایک شعل اس کے چہرے پر گھمائی گئی جو بیٹری نما ایک آلے سے خارج ہو رہی تھی۔ یہی ڈیل خاموشی سے ان لوگوں کی یہ کارروائی دیکھ رہا تھا۔ اس نے ابھی تک مجھے مخاطب کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ پھر چند لمحات کے بعد دوسرے آدمی نے ایک موٹے تولیے سے گیلی سنٹرا کا چہرہ صاف کر دیا اور بغور اسے دیکھنے لگا۔ پھر دو قدم پیچھے ہٹ کر ادب سے بولا۔

”نہیں سر۔ میک اپ نہیں ہے۔“

”جاؤ۔“ یہی ڈیل نے کہا اور دونوں واپس مڑ گئے۔ تب یہی ڈیل ایک بار پھر گیلی سنٹرا کے پاس آکھڑا ہوا پھر اس نے میری جانب دیکھا اور مسکرا کر بولا۔ ”آؤ بیٹھو تم سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔“

”تھینک یو سر۔“ میں نے جواب دیا اور یہی ڈیل اس بار پھر اسی کرسی پر جا بیٹھا اس نے مجھے سامنے بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا۔ میں مودبانہ انداز میں بیٹھ گیا تو یہی ڈیل مجھے دیکھتا رہا پھر بولا۔ ”تم سے کچھ سوالات کرنا چاہتا ہوں۔“

”لیں سر۔“

”کیا تم میھوڈسٹ مشن کے لیے اپنی زندگی وقف کر چکے ہو؟“

”جی سر۔ ہمارا مقصد یہی ہے کہ ہم اس مشن کو کامیاب بنائیں۔“

”اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ میں کس طرح تمہاری مدد کر رہا ہوں؟“

”جی سر آپ ہمارے اس مشن کے سربراہ ہیں۔“

”حالانکہ تمہیں علم ہے کہ میں نہ تو میھوڈسٹ ہوں اور نہ ہی بار بار ڈوس کا باشندہ

اس کے باوجود میں میھوڈسٹ مشن کی مکمل طور پر سربراہی کر رہا ہوں۔ کیا یہ بات جانتے ہو کہ میں ایسا کیوں کر رہا ہوں؟“

”نہیں سر ہمیں ایسے موضوعات پر سوچنے کی اجازت نہیں ہے۔“

”اپنے دل میں تو خیال ابھرتا ہوگا؟“

”نہیں سر۔“

”کیوں، حالانکہ یہ بات انسانی فطرت سے مطابقت رکھتی ہے۔“

”سر ہماری تربیت اس نوعیت کی ہے۔ ہم ایسی غیر ضروری باتیں نہیں سوچتے جن کا ہمارے کام سے تعلق نہ ہو۔ آنکھیں بند کر کے اپنے مشن کے لیے کام کرنا ہماری فطرت ہے۔“

”بہت اچھے انسان معلوم ہوتے ہو اور تعجب ہے کہ اتنے اچھے انسان کے اندر اتنی شاندار صلاحیتیں کیسے پیدا ہو گئیں۔ میرا خیال ہے تمہارا نام جم ہیل ہے؟“

”جی سر۔“

”میں تمہیں جم کہوں یا ہیل؟“ اس نے کسی قدر پر مزاح انداز میں کہا۔

”سر محبت سے جو نام لے لیا جائے وہ قابل قبول ہوتا ہے۔“

”گڈ۔ اصل میں جم، تم مجھے پہلی نگاہ میں ہی پسند آ گئے تھے اور میں نے سو رکس سے کہا تھا کہ یہ شخص اپنی فطرت کے خلاف میری تعظیم کر رہا ہے حالانکہ اس کے چہرے کی بناوٹ بتاتی ہے کہ یہ سرکش فطرت کا مالک ہے اور ایسے لوگ کسی کی برتری قبول نہیں کرتے۔“

”اگر آپ مجھے اجازت دیں سر تو میں بھی اس سلسلے میں کچھ کہوں۔“

”ہاں تمہیں اجازت ہے۔“

”سر زندگی میں اگر کوئی مشن ہو تو انسان اس مشن کے لیے جینے لگتا ہے بشرطیکہ وہ اس سے منقص ہو اور پھر اس سے متعلق جو لوگ جس اہمیت کے حامل ہوتے ہیں ان کی عزت فطرتی طور پر دل میں پیدا ہو جاتی ہے۔ میں اس بات سے انکار نہیں کروں گا کہ میری فطرت میں سرکشی ہے اور میں کبھی کسی ایسے شخص کو ذہنی طور پر قبول نہیں کرتا جسے میری فطرت قبول نہ کرے لیکن آپ سر آپ کے بارے میں مجھے سب کچھ معلوم ہے۔ آپ نے جس طرح ہمارے مشن کو سہارا دیا ہے اس سے صرف میں ہی نہیں بلکہ ہر میھوڈسٹ کے دل میں آپ کے لیے بہت بڑا مقام ہے اور یہ مقام قدرتی طور پر آپ کے لیے دل میں محبت پیدا کرتا ہے۔ میرے ہر لفظ میں آپ کی محبت ہے اور یہی اس کا جواب ہے۔“

”گڈ“ جم اصل میں بات صرف یہی نہیں ہے کہ تم برج ٹاؤن میں اپنی خدمات سر انجام دو۔ بعض اوقات بعض ایسے مراحل آجاتے ہیں جن میں مجھے ایک ایسے آتش وجود کی ضرورت پیش آتی ہے جو میری پسند کے مطابق کام کر دے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ ایسا کوئی شخص مجھے اب تک نہیں مل سکا لیکن تمہارے بارے میں میں نے جو کچھ سنا ہے اور جس طرح اس وقت تم نے یہ کارنامہ سرانجام دے دیا ہے اس بات سے یہ خواہش میرے دل میں زیادہ شدت اختیار کر گئی ہے کہ میموڈسٹ مشن کے لیے ہی سہی اور کبھی کبھی کسی ذاتی کام کے لیے ہی سہی میں تمہیں اپنی تحویل میں رکھنا چاہتا ہوں۔“

”سراگر آپ ایسا چاہیں گے تو مجھے بھلا کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟“

”اور اگر تمہارے دل میں سو رکس کا خیال ہے اور سمجھ لو کہ سو رکس خوشی سے تمہیں میرے حوالے کر دے گا۔ وہ بہت اچھا انسان ہے۔“

”سر مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔“

”تو پھر تم یہ سمجھو کہ آج سے تم یہاں جزیرہ کاربوس میں میرے دست راست ہو لیکن میں تمہیں گائیڈ کروں گا کہ ہمیں آگے کس طرح کام کرنا ہے۔ اصل میں ہزار دوست اور ہزار دشمن مجھ پر بھی لوگ کڑی نگاہیں رکھتے ہیں وہ مجھ میں ہی شامل ہیں اور میرے ہی جزیرے پر رہتے ہیں ایک طرح جیسے یہ سمجھ لو کہ یہ جزیرہ میری ملکیت ہے لیکن ایک ایسی مملکت جس پر کچھ دوسرے لوگ بھی قابض ہیں جیسے بار باؤدس کے حکمران بہر طور جزیرہ بار باؤدس ہی کی ملکیت ہے لیکن اس کا ایک بہت بڑا پورشن میرے لیے وقف ہے خیر یہ باتیں تو بعد میں تمہاری سمجھ میں آجائیں گی اپنا دست راست بناتے ہوئے اگر میں تمہیں خود سے تھوڑا بہت دور رکھنے کی کوشش کروں تو اس سلسلے میں محسوس نہ کرنا۔ درپردہ تم میرے ہی تھوڑے ہو گے اور اس وقت بہت کم لوگ یہ بات جانتے ہیں کہ میں نے تمہیں اس طرح حاصل کیا ہے۔“

”سر آپ کی ہر ہدایت کو میں خلوص دل سے قبول کروں گا۔“ میں نے دل ہی دل میں مسرور ہوتے ہوئے کہا۔ درحقیقت اس میں میری کاوشوں کا دخل نہیں تھا۔ وہی امداد غیبی جو مجھے ہر طرح سے حاصل ہو جاتی تھی۔ یہی ذیل کے قریب رہ کر میں بہت سے کام سرانجام دے سکتا تھا اور جس مقصد کے لیے مجھے میرے وطن سے ایک مقصد سے بھیجا

تھا اس مقصد میں مجھے یہی ذیل کے قریب رہ کر بہت کامیابی حاصل ہو سکتی تھی۔ میرے سامنے فی الوقت ڈان سینٹر کے اس نمائندے کا مسئلہ تھا جو حیرت انگیز طور پر یہی ذیل کی تحویل میں آچکا تھا اور اب جبکہ یہی ذیل نے یہ پیشکش کر دی تھی تو میرے دل میں اب بھی یہ خیال پیدا ہوتا تھا کہ یہی ذیل مجھ سے یہ سوال ضرور کرے گا کہ میں نے کس طرح گیلی سنٹرا کو حاصل کیا اور اس کے لیے میرے برق رفتار دماغ نے فوراً ہی ایک کہانی تیار کر لی تھی اور میرا اندازہ بالکل درست نکلا۔ یہی ذیل نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھ کر کہا۔ ”اچھا اب مجھے یہ بتاؤ کہ اتنی برق رفتاری سے یہ اہم شخصیت تمہارے ہاتھ کیسے لگی؟“

”جی سر۔ مجھے ہدایت کی گئی تھی کہ اس شخص کو اغوا کر کے مجھے جزیرہ کاربوس پہنچانا ہے۔ میں نے اپنے طور پر تمام کارروائیاں کیں۔ درحقیقت سر میں جب کام شروع کرتا ہوں تو زندگی اور موت کو بھول جاتا ہوں۔ مجھے یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ یہ شخص سلیک ہاؤس میں قیام کرے گا۔“

”ہاں یہ بات میرے علم میں بھی آچکی تھی۔“

”سر میں نے اسے نظر انداز کر کے سلیک ہاؤس میں داخل ہونے کی کوششیں شروع کر دیں اور اپنی ان کوششوں میں کامیاب ہو گیا۔ پچھلی بار بھی ایک مشن کے سلسلے میں مجھے زیر زمین گٹر لائن استعمال کرنی پڑی تھی اور پھر اس کے ذریعے میں نے کامیابی حاصل کی۔“

”یہ بات میرے علم میں آچکی ہے۔“

”اس وقت بھی میں نے ایسا ہی کیا اور سلیک ہاؤس میں داخل ہو گیا۔ سلیک ہاؤس میں داخل ہونے کے بعد سر میں نے اپنے طور پر کارروائی شروع کر دی اور تقدیر نے میری یادری کی۔ مجھے ایسے کچھ افراد مل گئے جو ایک میننگ کر رہے تھے۔ یہ بار باؤدس کی سکیورٹی کا بڑا افسر اعلیٰ ان لوگوں کو ہدایات دے رہا تھا کہ انہیں کس کس طرح اپنی ڈیوٹیاں سرانجام دینی ہیں۔ بس انہی میں سے میں نے اس شخص کو تار لیا جو مسٹر گیلی سنٹرا کے لیے مخصوص کیا گیا تھا۔ یہ ایک افسر تھا اور اس کی ذمہ داری مسٹر گیلی سنٹرا پر لگائی گئی تھی۔ چنانچہ جب یہ میننگ ختم ہو گئی اور وہ افسر اعلیٰ آگے کی جانب بڑھا تو میں اس

کے عقب میں تھا اور پھر میں نے اسے حاصل کر لیا۔ بحالت مجبوری اسے قتل کرنا پڑا تھا۔“

”گڈ۔“ مینی ڈیل کی آنکھیں حیرت سے پھلی ہوئی تھیں۔ ”سراسے قتل کرنے کے بعد اس کی کار کی ڈکی میں بند کر دیا۔ یہ کار مسٹر گیلی سنٹرا کے لیے مخصوص کی گئی تھی۔ پھر یہ ہوا سرکنہ میں اس کے روپ میں وہاں چھپا رہا اور جب گیلی سنٹرا نے پہلی بار اپنے انٹرنیٹ کو پکارا تو میں اس کے پاس پہنچ گیا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ میں اصل آدمی نہیں ہوں۔ اس نے کہا کہ مجھے ایک اہم مقصد کے لیے اس کے ساتھ خفیہ طور پر کچھ دیر کے لیے چلنا ہے۔ میں نے جواب دیا کہ میں تو اس کی خدمت کے لیے مخصوص ہی ہوں۔ مجھے اس پر اعتراض نہیں ہے چنانچہ سر کچھ دیر کے بعد وہ میرے ساتھ باہر نکل آیا اس کے انداز میں بھی کچھ ایسی ہی کیفیت پائی جاتی تھی جیسے وہ اپنے اس مشن کو جس کے لیے وہ جا رہا تھا دوسروں سے خفیہ رکھنا چاہتا ہے لیکن میرے لیے یہ گولڈن چانس تھا۔ میں نے فوراً ہی اس پر عمل شروع کر دیا اور اپنی انٹرنیٹ کو میرا مطلب ہے وہ لڑکی جس کے سپرد مجھے کیا گیا تھا کہ وہ میری معاونت کرے گی اطلاع دے دی کہ وہ مخصوص جگہ پہنچ جائے اور اس مخصوص جگہ پہنچنے کے بعد سر میں نے اس شخص کو بے ہوش کر دیا اور آخر کار کامیابی کے بعد یہاں تک پہنچ گیا۔ مینی ڈیل خوشگوار حیرت کے ساتھ میری یہ کہانی سن رہا تھا۔ میرے خاموش ہونے کے بعد کچھ دیر تک وہ خاموش رہا پھر گردن ہلا کر بولا۔

”اور میں ہرگز یہ بات نہیں مانتا کہ بعض کام اتنی آسانی سے ہو جاتے ہیں کہ انسان خود بھی اس کی توقع نہیں رکھتا۔ میں اسے اتفاق نہیں قرار دے سکتا کیونکہ اگر کسی کام کے سلسلے میں بندش مضبوط ہو تو پھر اس کام کی کامیابی کے امکانات سو فیصد ہوتے ہیں۔ مثلاً تم نے ابتدا ہی سے جو کچھ کیا اگر وہ نہ کر پاتے تو تمہیں اس کا موقع کسی قیمت پر نہیں مل سکتا تھا۔ میرا مطلب ہے کہ تمہیں اس شخصیت کو اغوا کر کے کاربوس تک پہنچانے کی ذمہ داری سپرد کی گئی تھی۔ تم اس کے اغوا کے لیے مختلف منصوبے بناتے اور سکیورٹی تمہارے ان منصوبوں کو ناکام بنا دیتی تو بھلا کیا ہو سکتا تھا۔ تم نے ایک بہتر طریقہ کار اختیار کیا یعنی سلیک ہاؤس تک پہنچنا اور یہ آسان کام نہیں تھا لیکن تم پہنچے اور اس

کے بعد ایک عمل کرنے کے بعد تمہاری راہ میں دوسری آسانیاں پیدا ہوتی چلی گئیں۔ یہاں تک کہ تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے۔ میں اسے سو فیصد تمہاری کامیابی قرار دیتا ہوں تمہاری تمام تر محنتوں کا ثمر تم نے اسے بے ہوش کس طرح سے کیا ہے؟“

”ایک مخصوص رگ دبا کر جناب جس کے بعد آدمی کبھی کبھی کئی گھنٹوں تک بے ہوش رہتا ہے۔“

”گویا تم ہر فن کے ماہر ہو۔ اب ذرا یوں کرو اسے اٹھاؤ اور میرے ساتھ آجاؤ۔“

”یس سر۔“ اچھی خاصے تن و توش کا آدمی تھا ابے اٹھا کر مینی ڈیل کے پیچھے پیچھے چلنا میرے لیے خاصا مشکل کام ثابت ہوا لیکن بہر طور کئی راہداریوں سے گزرنے کے بعد ایک کمرے کے دروازے سے اندر داخل ہو کر میں نے اسے مینی ڈیل کے اشارے پر ایک بیڈ پر لٹا دیا۔ مینی ڈیل مطمئن انداز میں گردن ہلانے لگا اور مسکرا کر بولا۔ ”کافی وزنی آدمی ہے۔“ مینی ڈیل نے انگلی سے مجھے اشارہ کر کے کہا۔ ”اور تھوڑی دیر میں تمہیں آرام کرنے کی ہدایت کردوں گا۔ رکو تمہارے سامنے ہی میں سو رکس سے تمہارے سلسلے میں بات کیے لیتا ہوں۔“

”جی سر۔“ میں نے جواب دیا۔ یہ کمرہ بھی کافی وسیع تھا اور ایک چھوٹی سی الماری سے مینی ڈیل نے ایک ٹرانسمیٹر مشین نکال لی پھر اسے میرے قریب ہی میز پر رکھ کر آن کرنے لگا اور چند لمحات کے بعد مشین سے ہلکی پھلکی بھنبھناہٹ ابھرنے لگی پھر ایک آواز سنائی دی۔ ”آپریشن روم۔ ہیلو۔ آپریشن روم۔“

”سورکس سے رابطہ کراؤ۔ مینی ڈیل بول رہا ہوں۔“

”یس سر۔“ جواب ملا اور تقریباً ایک منٹ انتظار کرنا پڑا پھر سورکس کی گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

”ہیلو سر۔ ہیلو مسٹر مینی ڈیل سورکس بول رہا ہوں۔“

”سو گئے تھے۔“

”نہیں سر نیچے کی منزل میں تھا اوپر دوڑ کر آنا پڑا اس لیے سانس پھول رہا ہے۔“

”سورکس کیا تم وہ خوش خبری سن چکے ہو؟“

”نہیں سر۔ بلکہ بے چینی سے اس کا انتظار کر رہا ہوں۔“

”مجھے اندازہ تھا لیکن یہ خوشخبری میں تمہیں اپنی زبان سے سنا رہا ہوں۔ تمہارے متعین کردہ آدمی نے آخر کار میرے مطلوبہ شخص کو میرے پاس پہنچا دیا ہے۔“

”ادہ سر میں بے انتہا خوش ہوں۔“

”اور میں بھی تم سے بہت خوش ہوں سو رکس تم نے ایک ایسا شخص مجھ تک پہنچا دیا ہے جسے میں نہ جانے کب سے تلاش کر رہا تھا یہ ایسی نمایاں خوبیوں کا حامل ہے کہ اگر میں اس کی تعریف کرنا چاہوں تو شاید صحیح الفاظ میں نہ کر سکوں۔ اتنی برقی رفتار سے کام کرنی والا آدمی مائی ڈیئر سو رکس تمہارے پاس نہیں، میرے پاس ہونا چاہیے۔ مجھے معاف کرنا میری اس پر نیت خراب ہو گئی ہے اور میں اس وقت تم سے اس کے سلسلے میں ہی اجازت چاہتا ہوں۔“

”میں سمجھا نہیں سر۔“

”مجھے اس کی ضرورت ہے یہ آدمی مجھے دے دو۔“ سو رکس ایک لمحے خاموش رہا پھر بولا۔ ”سر ہم میں سے ہر شخص آپ کی کسی بھی خدمت کو سرانجام دینے میں فخر محسوس کرتا ہے۔ ہم تو آپ کے اپنے لوگ ہیں سر بھلا ہماری کیا مجال کہ ہم آپ کے کسی حکم سے انحراف کریں۔ اگر آپ پسند کرتے ہیں سر تو مجھے بھلا کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ آپ مسٹر جیم نیل سے کہہ دیجئے گا کہ آپ نے مجھ سے بھی بات کر لی ہے اور ویسے بھی سر وہ آپ کی اہمیت کو پہنچاتا ہے۔ آپ سے کبھی انکار نہیں کرے گا۔“

”اس نے انکار نہیں کیا وہ بہت اچھا انسان ہے اور اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ چیتے کی سی پھرتی سے کام کرتا ہے اور شیر کی طرح اپنے شکار کو دبوچ لیتا ہے اس میں وہ تمام صلاحیتیں موجود ہیں جن کے بارے میں پیش گوئی کی جاسکتی ہے کہ وہ ایک بلند پایہ مقام کا حامل ہو گا۔“

”تھینک یو سر مجھے خوش ہو رہی ہے، ویسے بھی اس نے اس دوران جس کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے اس کے تحت ہم اسے جادوگر کہتے ہیں۔ اس کے کام میں جادوگری ہی ہوتی ہے سر موقع کی نزاکت کو سمجھ کر بروقت حملہ کرنے والا اور کامیابی حاصل کرنے والا۔“

”تو سو رکس تمہاری طرف سے اجازت ہے؟“

”سر آپ یہ الفاظ کہہ کر مجھے شرمندہ کر رہے ہیں۔ بھلا میں آپ کو کسی کام کی اجازت دے سکتا ہوں۔ آپ مطلق العنان ہیں۔“

”تھینک یو سو رکس تو فی الحال میں اسے تمہارے پاس نہیں بھیج رہا بلکہ وہ میرے پاس جزیرے پر ہی رہے گا۔ بہت سے ایسے اہم کام پڑے ہوئے ہیں جو میں کسی کے سپرد کرنا چاہتا تھا لیکن مجھے پسند کا آدمی نہیں ملا تھا اس لیے میں نے انہیں پس پشت ڈال رکھا تھا۔“

”جی سر۔“

”اوکے سو رکس اب آرام کرو میرا کام تقریباً ختم ہو گیا ہے۔“

”اوکے سر۔ تھینک یو دیری نیچ۔“ میں دل ہی دل میں مسکرا رہا تھا۔ مسٹر ہیمنی ڈیل آپ نے جس معیبت کو اپنی قربت میں جگہ دی ہے وہ تھوڑے ہی عرصے کے بعد آپ کو یہ احساس دلا دے گا کہ آپ نے کتنا بڑا عذاب مول لیا ہے۔ ہیمنی ڈیل نے میری طرف دیکھا اور بولا۔

”اس کے اور میرے درمیان ابھی ظویل مذاکرات ہوں گے۔ اس لیے تم آرام کرو۔ آؤ میں تمہیں تمہارا کمرہ دکھا دوں۔ یہاں بالکل پرسکون رہو اور فی الحال دوسروں کی نگاہوں سے محفوظ بھی کیونکہ میں تمہیں منظر عام پر نہیں لانا چاہتا بلکہ ایک ایسا طریقہ کار اختیار کرنا چاہتا ہوں کہ جس سے مجھے میری پسند کے مطابق فائدہ حاصل ہو سکے۔“

میں گردن جھکانے کے سوا اور کیا کر سکتا تھا۔ میں ڈیل بڑی مہربانی سے پیش آرہا تھا بہترین فرنیچر سے آراستہ ایک خوب صورت خواب گاہ، ہیمنی ڈیل مجھے یہاں چھوڑنے کے بعد واپس چلا گیا اور میں نے فوراً ہی اپنی کاوشوں کا آغاز کر دیا۔ دشمن کو ایک لمحے کے لیے نگاہوں سے او جھل رکھنا دنیا کی سب سے بڑی حماقت ہوتی ہے اس کی آغوش میں آبیٹھا تھا اور اب اگر اس کی طرف سے غفلت اختیار کرتا تو اس سے زیادہ احمقانہ بات اور کوئی نہ ہوتی چنانچہ میں نے اپنے ساتھیوں کو پکار لیا اور میرے ساتھی محبت کرنے والی کونن میکوویا کے فراہم کردہ وہ مائیکرو ایلی منٹس جنہوں نے اب تک میرا جاندار انسانوں سے زیادہ ساتھ دیا تھا اور سچی بات یہ ہے کہ ان سے جو فائدے میں نے حاصل کیے تھے خود کونن میکوویا کے ذہن میں ان کا یہ استعمال نہیں ہو گا اور پھر اپنے آپ سے دور رکھنا کیا

معنی رکھتا تھا۔ سب سے پہلے ان کے تحفظ کا بندوبست میرا فرض اولین تھا چنانچہ میں نے مائیکرو پلیٹ کو نکال کر سامنے رکھا اور پھر اس کے کنٹرول سسٹم کو آف کر کے اسے بیہی ڈیل کے تعاقب میں روانہ کر دیا بیہی ڈیل ان سے زیادہ تیز رفتار کہاں ہو سکتا تھا چنانچہ جب وہ دروازہ کھول کر اس کمرے میں داخل ہوا جہاں اس نے اپنے شکار کو رکھا تھا تو مائیکرو پلیٹ بھی اس کمرے میں جا کر اس کی رونمائی کرنے لگی میں نے کنٹرول سسٹم پر اسے اتنا بلند کر دیا کہ اس محدود جگہ بیہی ڈیل کسی اجنبی سے شے کو محسوس نہ کر سکے اور میں پورے کمرے کا احاطہ کر سکوں۔ میرے سامنے کمرے کا منظر نمایاں ہو گیا بیہی ڈیل نے دروازہ اندر سے بند کیا پھر ایک ٹن دبایا تو دروازے پر ساؤنڈ لیس شیلڈ آپری گویا اس نے اسے اب ساؤنڈ پروف کر دیا تھا لیکن اس کی ایک ایک آواز میرے کانوں کو موصول ہو رہی تھی اور میں مسرور انداز میں اپنی کادشوں کو دیکھ رہا تھا پھر میں نے اپنے لیے جگہ تلاش کی اور آرام سے آرام وہ کرسی پر دراز ہو گیا جو میرے بستر کے نزدیک پڑی ہوئی تھی کوئی اہم ضرورت محسوس نہیں ہو رہی تھی ہلکی ہلکی بھوک کا احساس تھا کیونکہ رات کو زیادہ دیر جاگنے کی وجہ سے کبھی بھوک لگ آتی ہے لیکن اب اس وقت اس بھوک کو رفع کرنے کا کوئی انتظام نہیں تھا چنانچہ اسے ذہن سے دور کر دینا ہی مناسب تھا۔ بیہی ڈیل بھی شاید اس رات نہ سونے کا ارادہ رکھتا تھا کیونکہ اس نے بھی ایک کرسی گھسیٹی اور گیلی سنٹرا سے کچھ فاصلے پر بیٹھ گیا میں نے پر اطمینان انداز میں مائیکرو پلیٹ کو تھوڑا سا نیچے کیا اور گیلی سنٹرا کا جائزہ لینے لگا تھوڑی دیر تک تو بیہی ڈیل اسی طرح بیٹھا رہا اس کے بعد اپنی جگہ سے اٹھا پھر اس نے جیب سے ایک رومال نکال کر گیلی سنٹرا کے چہرے پر رکھا اور اس کی ناک کے نتھنے اور منہ بند کر دیا یہ کسی بے ہوش انسان کو ہوش میں لانے کا ایک پرانا طریقہ کار تھا لیکن اس کے کارآمد ہونے میں کوئی شک نہیں تھا گیلی سنٹرا کے ہاتھ پاؤں میں ہلکی ہلکی جنبش نظر آنے لگی وہ مشکل سے سانس لے پا رہا تھا اور سانس کی گھٹن نے اسے وقت سے کافی پہلے ہوش دلا دیا بیہی ڈیل نے فوراً ہی اس کے چہرے سے ہاتھ ہٹالیا اور اس کے عقب میں ہو گیا اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ گیلی سنٹرا ہوش میں آ رہا ہے میں بھی ویژن اسکرین پر گیلی سنٹرا کے چہرے کے تاثرات دیکھ رہا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ پلکیں جھپک رہا تھا اور اس کی نگاہیں چھت کو دیکھ رہی تھیں۔ ابھی اس کی ذہنی قوتیں واپس نہیں آئی

تھیں اور وہ صورت حال کو سمجھ نہیں پایا تھا لیکن پھر اچانک اس کے جسم میں برقی رودوڑ گئی اور پھرتی سے اٹھ کر بیٹھ گیا اس نے متوحش نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھا اور بیہی ڈیل کو دیکھنا اس کے لیے کوئی مشکل کام ثابت نہ ہوا کیونکہ وہ زیادہ فاصلے پر نہیں تھا بیہی ڈیل پر سکون انداز میں مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا گیلی سنٹرا کے ہونٹ ایک لمحے کے لیے کھلے اور پھر بند ہو گئے پھر اس نے مسری پر پاؤں لٹکا لیے اور بیٹھ کر بیہی ڈیل کو دیکھنے لگا اب اس کے چہرے پر آہستہ آہستہ غصے کے تاثرات ابھرتے چلے آ رہے تھے اور ہونٹ بھیچ گئے تھے میں جانتا تھا کہ اس کے اندر یہ غصہ ضرور پیدا ہو گا پھر اس کی بھرائی ہوئی آواز ابھری۔

”یہ ملاقات کا کوئی نیا طریقہ دریافت کیا ہے تم نے مسٹر بیہی ڈیل۔“ بیہی ڈیل خاموشی سے اسے دیکھتا رہا اور اس نے کوئی جواب نہیں دیا تو گیلی سنٹرا نے کسی قدر غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”اس بد تمیزی کی وجہ پوچھ سکتا ہوں۔“ بیہی ڈیل نے ایک قہقہہ لگایا اور بولا۔
 ”گڈ۔ گویا آہستہ آہستہ تمہارے اندر غیرت بیدار ہوتی جا رہی ہے۔“
 ”کیا بکواس ہے میں کہتا ہوں یہ کیا جہالت ہے تم نے۔ تم نے مجھے۔ تم نے مجھے اغوا کیوں کرایا۔ میں تو خود تمہارے پاس آ رہا تھا۔“

”ویری گڈ۔ ویری گڈ۔ ویری گڈ۔ میں ہمیشہ سے تمہاری ذہانت کا قائل رہا ہوں گیلی سنٹرا‘ قائل ہی نہیں رہا بلکہ تمہاری ذہانت سے خوفزدہ بھی رہا ہوں۔“
 ”تمہاری بکواس میری سمجھ میں بالکل نہیں آ رہی‘ میں کہتا ہوں اس بد تمیزی کی ضرورت تمہیں کیوں پیش آئی؟“

”اور تم جو بد تمیزی مسلسل کیے جا رہے ہو کیا تمہیں اس کے نتائج کا اندازہ ہے۔“
 ”تم مجھے دھمکیاں دینا چاہتے ہو۔“

”نہیں میں نے تمہیں پیار کرنے کے لیے یہاں بلایا ہے مائی ڈیر گیلی سنٹرا‘ ویسے کیسی رہی مانتے ہو کہ میں ذہنی طور پر تم سے برتر ہوں یا اب بھی اپنی اکثر دکھاؤ گے۔“
 ”میرے خیال میں تو تم بوڑھے اور پاگل ہو گئے ہو میں کہتا ہوں کیا تمہیں اس بد تمیزی کے نتائج کا اندازہ ہے کیا ہم لوگوں کو ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح پیش آنا

چاہیے، کیا جزیرہ کاربوس کو تم اپنی ذاتی ملکیت سمجھتے ہو اور اس بنیاد پر میرے ساتھ یہ سلوک کر رہے ہو جبکہ میں نے تم سے شدید اختلاف رکھنے کے باوجود تمہاری دعوت پر اتنا بڑا خطرہ مول لے کر تم سے ملنے کے لیے چل پڑا تھا میں کہتا ہوں تمہیں مجھے اغوا کرانے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔“

”تمہارا ذہن کہانیاں گھڑنے کا ماہر ہے گیلی سنٹرا لیکن تمہیں اس کا اندازہ نہیں ہے کہ مینی ڈیل بھی اپنے قوت بازو پر ہی یہ قوت حاصل کر سکا ہے اور اس کی ذہنی برتری بھی ادارے نے تسلیم کی ہے۔“

”افوہ۔ میں کہتا ہوں مجھے غصے میں نالاؤ ورنہ غصے میں آنے کے بعد میں پاگل ہو جاتا ہوں اور پھر تمہاری طرف سے زیادتی ہو چکی ہے اب مجھ پر بھی اخلاقی پابندیاں عائد نہیں ہوتیں۔“

”گڈ۔ گڈ گڈ“ اچھا چلو ہم لوگ مفاہمت آمیز گفتگو کرتے ہیں اس وقت تم میرے مہمان ہو۔“

”مہمان اس طرح بنایا جاتا ہے کہ تم نے مجھے بے ہوش کرا کے اغوا کر لیا اور وہ کتا..... وہ کتا کہاں ہے اس نے میرے ساتھ سو فیصد دھوکے بازی کی ہے کم از کم میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔“

”نہیں میری جان پہلی بات تو یہ ہے کہ وہ کتا تمہارے سامنے نہیں آئے گا دوسری بات یہ کہ اگر وہ آ بھی جائے تو تم اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکو گے۔ چلو خیر ہم کن باتوں میں الجھ گئے ہیں جانتا ہوں کہ تمہیں ڈان سینٹر کی جانب سے یہاں کس مقصد کے لیے بھیجا گیا تھا۔“

”کیا تم اس مقصد سے اختلاف رکھتے ہو؟“

”نہیں میری جان بالکل نہیں ظاہر ہے ادارے کا مفاد ہمیں زندگی سے زیادہ عزیز ہوتا ہے میرے خیال میں تمہیں اس کانفرنس میں ایک ملک کے مندوب کی حیثیت سے بھیجا گیا ہے تاکہ تم اس میں ہونے والی تمام تفصیلات ڈان سینٹر کو فراہم کرو اور ڈان سینٹر ان لوگوں کی کاوشوں سے آگاہ ہو جائے۔ پہلا سوال مجھے یہ بتاؤ کہ کیا اصلی مندوب کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا ہے۔“

”میں تمہیں یہ تمام جوابات دینے کا پابند نہیں ہوں۔“

”ادارے کے مفاد میں۔ ادارے کے مفاد میں۔“ مینی ڈیل ہاتھ اٹھا کر بولا۔

”مسٹر مینی ڈیل ادارے کے مفاد میں کیا ہے اور کیا نہیں ہے جتنا تم جانتے ہو اتنا

میں بھی جانتا ہوں بہر حال میں تم سے صرف یہ سوال کرتا ہوں کہ تمہیں اس حرکت کی ضرورت کیوں پیش آئی۔“

”بالکل صاف اور عام سی بات ہے مجھے یہ اطلاع مل چکی تھی کہ جس طرح اس

میٹنگ میں مختلف ملکوں کے مندوب شامل ہوئے ہیں اسی طرح ڈان سینٹر نے بھی اپنا ایک

نمائندہ ایک اسکیم بنا کر اس کانفرنس میں شامل کیا ہے اور یہ نمائندہ ڈان سینٹر کے حوالے

سے نہیں بلکہ ایک ایسے ملک کے حوالے سے یہاں پہنچا ہے جو ان لوگوں کا ممبر ہے اور

بار باؤس کی صنعتی پالیسی میں انٹرنیشنل بنیاد پر اپنے ملک کی نمائندگی بھی کر رہا ہے لیکن

اصل میں وہ ڈان سینٹر کا نمائندہ ہے اور ڈان سینٹر اس کے ذریعے یہ جانتا چاہتا ہے کہ

میٹنگ میں کیا فیصلے ہوئے تاکہ ان کی مخالفت میں آسانی سے کام کیا جاسکے لیکن میری جان

جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ اس مندوب کی حیثیت سے تم یہاں آرہے ہو تو میں نے سوچا

کہ بار باؤس میں تمہارا شایان شان استقبال کیا جائے یہ بات تم اچھی طرح جانتے ہو کہ

تمہارے بارے میں ڈان سینٹر میں جو معاملات طے کیے گئے ہیں وہ سراسر میرے مفاد کے

خلاف ہیں اور مستقبل قریب میں تم اس ادارے میں میری جگہ حاصل کرنے والے ہو۔

تم جانتے ہو میرا تعلق کون سی نسل اور کون سے ملک سے ہے، ہم لوگ کاروباری خسارہ

کسی بھی بنیاد پر پسند نہیں کرتے چاہے وہ ڈان سینٹر کے مفادات کا مسئلہ ہو، میں نے

تمہیں اغوا کرانے کا منصوبہ بنالیا اور آخر کار میں اس میں کامیاب ہو گیا۔“

”گویا وہ سب فراڈ تھا، تم نے دھوکے سے مجھ یہاں بلایا۔“

”تم مسلسل یہ بات کہہ جا رہے ہو کہ میں نے تمہیں دھوکے سے یہاں بلایا میں

نے تمہیں بلایا نہیں ہے بلکہ حاصل کیا ہے۔“

”مجھے ایک پیغام ملا تھا کہ تم مجھ سے ملنا چاہتے ہو اور میں ایک آفیسر کو لے کر

تمہارے میسج کے مطابق اس عمارت میں پہنچ گیا جہاں مجھے تم سے ملاقات کرنی تھی اور پھر

مجھے بے ہوش کر دیا گیا، میں کہتا ہوں جب میں تمہارے پاس آ ہی رہا تھا تو اس الٹ پھیر

کی کیا ضرورت تھی۔“ مینی ڈیل نے پھر ایک مقدمہ لگایا تھا اور میں نے آنکھیں بند کر کے اطمینان کی گہری سانس لی تھی۔ مینی ڈیل اس کی کہانی کو غلط سمجھ رہا تھا اور یہی ہوا وہ مسکرا کر بولا۔

”اب تم کتنی ہی کہانیاں گھڑ لو لیکن میرے چنگل میں آپھنسے ہو اور مالی ڈنیر گیلی سنٹرا ڈان سینٹر کے فرشتوں کو بھی یہ معلوم نہیں ہو سکے گا کہ بار باڈوس پہنچنے کے بعد ان کا جعلی مندوب کہاں غائب ہو گیا وہ لوگ یہی سوچیں گے کہ کسی طرح بار باڈوس کی حکومت کو اس مندوب کے جعلی ہونے کا علم ہو گیا اور اسے خاموشی کے ساتھ ٹھکانے لگا دیا گیا۔“

”کیا مطلب ہے تمہارا؟“

”مطلب یہ ہے کہ تم اپنی زندگی کے آخری سانس پورے کر رہے ہو اور اس کے بعد تمہیں اس دنیا سے رخصت ہو جانا ہے تاکہ مستقبل میں میرے لیے وہ خدشات ختم ہو جائیں جو میرے ذہن میں ہیں۔“ مینی ڈیل کی اس بات پر گیلی سنٹرا چند لمحات کے لیے حیرت سے گنگ ہو گیا اور یہ لمحات میرے لیے کارآمد ثابت ہوئے میں صورتحال کو اب پوری طرح سمجھ گیا تھا۔ یہودی النسل مینی ڈیل نے ایک زبردست اسکیم بنائی تھی باقی صورتحال بھی میری سمجھ میں آگئی تھی یہ شخص یعنی گیلی سنٹرا ڈان سینٹر کے جعلی مندوب کی حیثیت سے یہاں پہنچا تھا تاکہ کانفرنس کے بارے میں تمام تفصیلات ڈان سینٹر کے لیے حاصل کر لے بہر حال مجھے اس سے کوئی غرض نہیں تھی۔ ڈان سینٹر کا ایک آدمی اس طرح موت کا شکار ہو رہا تھا میرے لیے یہ بات باعث دلکشی تھی لیکن اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ میرے لیے غیر متوقع تھا اچانک ہی گیلی سنٹرا نے مینی ڈیل پر چھلانگ لگادی تھی اور مینی ڈیل چونکہ اس کے لیے تیار نہیں تھا اس لئے مار کھا گیا وہ کرسی سمیت نیچے آ رہا اور گیلی سنٹرا اس پر چھا گیا ہو سکتا ہے مینی ڈیل کو عمر کے بہت سے تجربات ہوں لیکن انسانی جسم کی بناوٹ اور اس کی طاقت کا اندازہ شاید وہ صحیح طور پر نہیں لگا سکا تھا ورنہ گیلی سنٹرا کو پہلے پوری طرح قابو میں کرتا اور اس کے بعد اسے اس کی قسمت کا فیصلہ سناتا لیکن اب یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے گیلی سنٹرا خود ہی مینی ڈیل کی قسمت کا فیصلہ کر دے گا وہ ایک پہلوان ٹائپ کا آدمی تھا اور میں اس کے ورزشی جسم سے ہی اندازہ لگا چکا تھا کہ وہ لڑائی

بھڑائی کا ماہر بھی ہے چنانچہ اس نے مینی ڈیل کی بغلوں میں ہاتھ ڈال کر اس کی گردن پر پنجے جما دیے، یہ ایک بہترین داؤ تھا اور اگر وہ گردن پر پوری قوت صرف کر دیتا تو مینی ڈیل کی گردن کی ہڈیاں ٹوٹ بھی سکتی تھیں لیکن مینی ڈیل نے بھی حیرت انگیز پھرتی کے ساتھ ایک کارنامہ سرانجام دے ہی ڈالا وہ دھپ سے اوندھا زمین پر گر گیا تھا اور گیلی سنٹرا اپنا توازن برقرار نہیں رکھ سکا تھا چنانچہ اس کا سر زمین سے ٹکرایا اور اس کے بازو مینی ڈیل کی بغل سے نکل گئے، مینی ڈیل نے فوراً ہی لوٹ لگائی اور برق رفتاری سے دروازے کی جانب بھاگا اس نے دروازے کے بٹن پر انگلی رکھی اور دروازے سے جست کی شیلڈ ہٹ گئی مینی ڈیل ایک لمحے میں دروازہ کھولنے میں کامیاب ہو گیا لیکن گیلی سنٹرا نے اس پر ایک لمبی چھلانگ لگائی اور ایک بار پھر اسے بالوں سے پکڑ کر پیچھے گھسیٹ لیا پھر اس نے مینی ڈیل کے پیٹ پر ایک گھٹنا رسید کیا اور مینی ڈیل کے حلق سے ایک آواز نکل گئی۔ گیلی سنٹرا کی آنکھوں میں خون ہی خون نظر آ رہا تھا۔ جبکہ مینی ڈیل اس صورتحال سے کافی نروس ہو چکا تھا گیلی سنٹرا نے پوری قوت سے اسے زمین سے اونچا اٹھا کے نیچے دے مارا۔ مینی ڈیل کے حلق سے چیخ نکل گئی تھی اور اب مجھے فیصلہ کرنا تھا کہ مجھے کچھ کرنا چاہیے، چونکہ مینی ڈیل گیلی سنٹرا کو یہ بتا چکا تھا کہ اس نے سازش کر کے اسے صرف اس لیے بلایا ہے کہ اسے خاموشی سے ختم کر دے اور اپنا وہ راستہ صاف کر لے، جس کے لیے اسے ڈان سینٹر کی جانب سے خطرہ لاحق ہو گیا تھا اس لیے گیلی سنٹرا بھی اب اس کے ساتھ کسی قسم کی رعایت نہیں برتے گا اور ممکن ہے مینی ڈیل گیلی سنٹرا کے ہاتھوں قتل ہی ہو جائے پتا نہیں مینی ڈیل نے اس مسئلے کو اتنا آسان کیوں سمجھا تھا ورنہ گیلی سنٹرا کے ہوش میں آنے سے پہلے وہ اپنے تحفظ کا بندوبست کر لیتا۔“

پھر گیلی سنٹرا نے ریسنگ کے ایک مخصوص داؤ کے تحت مینی ڈیل کے دونوں پاؤں موڑے اور انھیں اپنے پیروں میں پھنسا کر کوہرا لاک لگالیا۔ مینی ڈیل کے حلق سے نکلنے والی کراہیں مجھے صاف سنائی دے رہی تھیں، گیلی سنٹرا نے کہا۔

”اور تم نے یہ سوچا تھا مرل چوہہ کہ دنیا میں صرف تم ہی ذہین انسان ہو، دوسرے بے مقصد ہی ڈان سینٹر کا یہ عہدہ نہ حاصل کر سکے ہوں گے۔ چنانچہ اب جس خاموشی سے تم نے یہ کارنامہ سرانجام دیا ہے، اسی خاموشی سے میں بھی اپنا یہ کارنامہ سر

انجام دے کر آخر کار یہاں سے نکل جاؤں گا اور اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ میرا یہاں سے نکلنا ممکن نہیں ہوگا تو میں تمہیں صرف اتنا ہی بتا سکتا ہوں کہ میرا نام گیلی سنٹرا ہے، کیا سمجھے پھر اس کے بعد جب تمہاری موت کی خبر عام ہو جائے گی تو ڈان سینٹر میں تمہارے تعزیتی اجلاس میں، میں بھی شریک ہو جاؤں گا، کوئی سوچ بھی نہیں سکے گا کہ یہ کام کس طرح سر انجام پا گیا اور اس سے مجھے یہ فائدہ بھی ہوگا کہ جو عہدہ مجھے دیا جا رہا ہے اس میں تم سے معذرت کا مشکل مرحلہ خود بخود ختم ہو جائے گا۔“

میں نے ویژن اسکرین ریسیور کو ایک جگہ چھپایا اور اس کے بعد دوڑ لگادی۔ انتظار خطرناک ہو سکتا تھا۔ گیلی سنٹرا سے تو مجھے کچھ نہیں لینا تھا بلکہ اس کی موت ڈان سینٹر کے نمائندوں میں سے ایک کی کمی کے طور پر میرے لیے باعث دلچسپی تھی لیکن بیہی ڈیل سے ابھی مجھے بہت سے مفادات حاصل کرنے تھے۔ بیہی ڈیل کو زندہ رکھنا بے حد ضروری تھا۔ چنانچہ میں راہداریوں کو عبور کرتا ہوا اس دروازے تک پہنچ گیا اور یہ بھی ایک اچھی بات تھی کہ بیہی ڈیل نے فرار ہونے کی کوشش میں دروازہ کھول دیا تھا۔ ورنہ جو شیڈ دروازے پر آپڑی تھی اور جس کے تحت وہ ساؤنڈ پروف ہو گیا تھا۔ اگر وہ پڑی رہتی تو میرے فرشتے بھی بیہی ڈیل کی مدد نہیں کر سکتے تھے۔ میں نے ایک لمبی چھلانگ لگائی۔ گیلی سنٹرا بدستور کوہرا لاک لگائے ہوئے تھے اور بیہی ڈیل کے چہرے پر مردنی چھاتی جا رہی تھی۔ غالباً اس کے پاس ایسا کوئی ذریعہ نہیں تھا جس کے تحت وہ کسی کو اپنی مدد کے لیے پکار سکے۔

میں آندھی اور طوفان کی طرح اندر داخل ہوا اور میں نے عقب سے گیلی سنٹرا کے بال پکڑ کر اس قوت سے اسے پیچھے سے کھینچا کہ اس کی ٹانگوں سے کوہرا لاک خود بخود نکل گیا۔ میں نے اسے کھینچنے کے باوجود اس کے بال نہیں چھوڑے تھے۔ اس کی جسمانی قوت کا اندازہ بیہی ڈیل تو نہیں لگا سکتا تھا لیکن مجھے اچھی طرح احساس ہو گیا تھا اور میں نے سوچ لیا تھا کہ اسے اس قابل ہی نہیں چھوڑنا کہ وہ کھڑے ہو کر مقابلہ کر سکے، ورنہ شاید میرے لیے وہ کافی ٹیر ہی کھیر ثابت ہو۔

بیہی ڈیل پر سے اسے کھینچنے کے بعد بھی میں نے اس کے بال نہیں چھوڑے اور اسے اس طرح گھسیٹ کر موڑا۔ گیلی سنٹرا نے جلدی سے دونوں ہاتھ اور پاؤں زمین پر

ٹکائے اور اپنے آپ کو پھینس کرنے کی کوشش کی لیکن میں نے ذہانت کے ساتھ اپنا دوسرا حربہ منتخب کر لیا تھا۔ میں نے اسے بالوں ہی سے پکڑ کر پوری قوت سے گھسیٹا اور ایک دیوار کے قریب لاکر اس کا سر دیوار میں دے مارا۔ گیلی سنٹرا کے دونوں ہاتھ پھیل گئے اور اس نے سر کی چوٹ سے چکراتے ہوئے اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کی، لیکن میں نے اس کی ٹانگوں کے جوڑ پر ایک زوردار لٹ رسید کی اور وہ دھڑام سے زمین پر گر پڑا لیکن میں نے اس پر بس نہیں کیا تھا بلکہ میں نے پوری قوت سے اس کے جسم پر ٹھوکریں برسانا شروع کر دیں وہ جیسے ہی ہاتھ ٹکا کر اٹھنے کی کوشش کرتا، میں اس کی کہنی پر ٹھوکر سے ضرب لگاتا اور وہ نیچے گر پڑتا بیہی ڈیل کی یہ کیفیت تھی کہ وہ اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کی کوشش کر رہا تھا لیکن میں جانتا تھا کہ کوہرا لاک لگانے کے بعد پنڈلیوں میں دیر تک اتنی قوت نہیں رہتی کہ آدمی سیدھا کھڑا ہو سکے۔ وہ دہشت زدہ نگاہوں سے میری اور گیلی سنٹرا کی جدوجہد کو بھی دیکھتا جا رہا تھا اور خود بھی اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن اس میں کامیاب نہیں ہو رہا تھا۔ ادھر میں نے گیلی سنٹرا پر جو طریقہ کار آزمایا تھا وہ نہایت کارآمد ثابت ہو رہا تھا۔ میرے پیروں کی ضربوں نے اسے ایک لمحے کے لیے بھی کھڑا ہونے نہیں دیا۔ نہایت مہارت سے میں ہر اس جگہ ضرب لگا رہا تھا جس کے ذریعے وہ کھڑا ہونے میں کامیاب ہو جائے اور پھر وہ چپ لیٹ گیا۔ میں نے اس کی گردن پکڑی اسے موڑا اور پھر اس کے بعد اسے اپنی کلائی میں پھنسا کر زوردار جھٹکے دیے۔ گیلی سنٹرا کے حلق سے خرخراہٹ کی آوازیں نکل رہی تھیں اب مجھے اندازہ ہوا تھا کہ میں نے اسے دیوار سے ٹکرایا تھا تو اس کی پیشانی پھٹ گئی تھی وہ درحقیقت اب میرا شکار ہو گیا تھا، چنانچہ میں نے آخری داؤ اس کی گردن پر لگایا اور گیلی سنٹرا کی زبان باہر نکل آئی۔

میں نے یہ اندازہ لگانے کے بعد کہ اب زندگی اور موت کے درمیان صرف چند لمحات کا فاصلہ ہے اسے چھوڑ دیا اور سیدھا کھڑا ہو گیا۔ بیہی ڈیل اب بھی متوحش نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ وہ کھسک کھسک کر دیوار کے نزدیک پہنچ گیا تھا اور دیوار کا سہارا لے کر اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے بڑے محبت بھرے انداز میں آگے بڑھ کر اسے اپنے بازو کا سہارا دیا اور بیہی ڈیل کراہتی ہوئی آواز میں بولا۔

”بست۔ مجھے بستر پر پہنچاؤ۔ پلیز مجھے بستر پر پہنچاؤ۔“ اور اس وقت میں نے اس

کے پورے بدن کا بوجھ اپنے بازو پر سنبھالا اور اسے اٹھا کر بستر پر بٹھا دیا پھر میں اس کی ٹانگوں کو سیدھا کر کے انھیں مسنے لگا۔ مینی ڈیل کو غالباً میرے اس عمل سے کافی سکون محسوس ہوا تھا اور اس کی آنکھوں میں شدید ممنونیت کے آثار نظر آرہے تھے۔ بہت دیر تک انتہائی خاموشی کے ساتھ میں اس کی پنڈلیوں کی مالش کرتا رہا اور اس کی تکلیف کافی حد تک کم ہو گئی وہ بار بار خشک ہوٹوں پر زبان پھیر رہا تھا پھر اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ”وہ ختم ہو گیا۔“

”ہاں مسٹر مینی ڈیل“ مجھے افسوس ہے کہ میں نے آپ کی اجازت کے بغیر ایک ایسا قدم اٹھا ڈالا لیکن وہ بد بخت آپ کو قتل کر دینا چاہتا تھا۔“

”ہاں بچ گیا“ میں بال بال بچ گیا اور۔ اور۔“

”مگر ہوا کیا تھا مسٹر مینی ڈیل۔“

”بس یوں سمجھ لو کہ زندگی میں انسان سے کبھی کبھی ایسی حماقتیں ہو جاتی ہیں جو بعض اوقات اس کی زندگی بھی ختم کرنے کا باعث بن جاتی ہیں۔ مجھ سے بھی اس وقت ایک ایسی ہی حماقت ہوئی تھی۔ اگر تم نہ ہوتے تو اس حماقت کا جو صلہ مجھے دینا پڑتا۔ وہ موت کے بعد بھی مجھے افسردہ رکھتا۔“

میں نے گیلی سنٹرا کو دیکھا اس کی گردن مڑ گئی تھی اور اب وہ ساکت ہو گیا تھا پھر میں اس کے قریب پہنچا اور اسے ٹول کر دیکھا اور اس کے بعد مینی ڈیل سے کہا۔ ”یہ ختم ہو گیا ہے مسٹر مینی ڈیل۔“

”کاش میں اسے دس بار اور ختم کر سکتا۔“ مینی ڈیل نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔

”آپ کی پنڈلیوں کا کیا حال ہے؟“

”بہت شدید تکلیف ہے“ لیکن اب کچھ کم ہو گئی ہے، میں شاید اب بھی کھڑا نہیں ہو سکتا۔“

”میں اور مالش کرتا ہوں آپ کی پنڈلیوں کی۔“

”نہیں شکریہ۔ تم نے مجھے جتنا شرمندہ کیا ہے وہی کافی ہے۔“ مینی ڈیل نے کہا اور میں اس کے قریب ہی بیٹھ گیا۔ میں نے پھر اس کی پنڈلیوں پر ہاتھ رکھا اور انھیں ہلکے ہلکے

دبانے لگا۔

”مجھے شرمندہ مت کرو دوست“ تم۔ تم اب۔ اب شاید میں جو الفاظ ادا کروں وہ میرے جذبات کے اظہار کے لیے کافی نہ ہوں۔ تم نے میری زندگی بچائی ہے اور جو حیثیت تم میری نگاہوں میں اختیار کر چکے ہو اس کے لیے میرے پاس کچھ الفاظ نہیں ہیں۔“

”بس نجانے کیوں مجھے یہ محسوس ہوا تھا مسٹر مینی ڈیل کہ آپ کسی تکلیف کا شکار ہیں۔ میرے کانوں میں کچھ ایسی ہی آوازیں ابھری تھیں۔“

مینی ڈیل نے پھر مجھے متشکرانہ نگاہوں سے دیکھا اور اس کے بعد آنکھیں بند کر لیں۔ غالباً وہ گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا میں بھی خاموش بیٹھا مینی ڈیل کو دیکھتا رہا تھا۔ میری فرست میں جو نام تھے۔ ان میں سے ایک نام اور کم ہو گیا تھا، ڈان سینٹر کا ایک سر گرم کارکن جو ڈان سینٹر کے لیے ایک کارنامہ سر انجام دینے کے لئے بار باڈوس آیا تھا۔ یہاں جزیرہ کاربوس پر خاموشی سے موت کی نیند سو گیا تھا اور اب بار باڈوس کی حکومت کو اس کے سلسلے میں اس ملک کو جواب دہی کرنی ہوگی جس کے مندوب کی حیثیت سے وہ بار باڈوس آیا تھا چند لمحات کے بعد مینی ڈیل نے کہا۔

”تم آرام کرو۔ رات بہت ہو چکی ہے، وہ جگہ تمہارے لیے نہایت موزوں ہے جہاں تم آرام کر رہے ہو، جاؤ پلیز بس اب آرام کرو۔“ اس نے کہا اور میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

”اگر میری ضرورت ہو مسٹر مینی ڈیل تو؟“

”نہیں پلیز۔ بس اب تم جاؤ۔“ اس نے کہا اور میں وہاں سے اٹھ کر باہر نکل آیا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ مینی ڈیل اس لاش کے سلسلے میں کیا کرے گا۔ بہر طور اپنے کمرے میں آنے کے بعد میں نے دروازہ بند کر لیا پھر بھلا مجھے مینی ڈیل کی حرکات و سکنات کا جائزہ لینے سے کون روک سکتا تھا۔ میں نے ویژن اسکرین کو اپنے سامنے کر لیا اور بستر پر لیٹ کر مینی ڈیل کے کمرے کے حالات سے لطف اندوز ہونے لگا۔ وہ بدستور مسہری پر پڑا ہوا تھا پھر وہ اٹھ کر بیٹھ گیا اور اپنے ہاتھوں سے اپنی ٹانگیں دبانے لگا۔ کئی بار اپنی ٹانگوں کو جھٹکا اور اس کے بعد نیچے اتر آیا۔ اس نے حقارت بھری نگاہوں سے گیلی سنٹرا کی لاش کو دیکھا

اور پھر کئی ٹھوکریں اس کی لاش کو لگانے کے بعد آہستہ آہستہ دروازے سے نکل کر ایک سمت چل پڑا میں اس کا پیچھا کر رہا تھا اور مائیکرو پلیٹ اپنی جگہ سے متحرک ہو کر اس کی موجودہ تصاویر ریسور کو پیش کر رہی تھی۔ وہ ایک کمرے میں آیا۔ یہ وہی بڑا کمرہ تھا جہاں وہ مخصوص کرسی پر بیٹھ کر وہ شاید اپنے لوگوں سے رابطے کر سکتا تھا کرسی پر بیٹھنے کے بعد غالباً اس نے کوئی بٹن دبایا تھا پھر وہ بھاری لمبے میں بولا۔

”جیک۔ ریم اور مائیکل میری خواب گاہ میں آجاؤ۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔“ یہ جملے ادا کرنے کے بعد وہ کرسی سے اٹھا اور واپس اپنی خواب گاہ میں آگیا۔ کچھ دیر کے بعد تین افراد خواب گاہ میں داخل ہو گئے اور گیلی سنائر کی لاش کو دیکھ کر چونک پڑے لیکن ان میں سے کسی نے کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ ”بہنی ڈیل نے کہا۔“ اسے لے جاؤ اور بھٹی میں ڈال کر خاکستر کر دو۔ خبردار اس کا نام و نشان نہیں ملنا چاہیے۔“

”یس سر۔“ ان میں سے ایک نے کہا اور پھر باقی دو کو اشارہ کیا۔ انہوں نے گیلی سنائر کی وزنی لاش کو اٹھالیا اور کمرے سے باہر نکل گئے۔ اب میرے لیے یہ فیصلہ کرنا ذرا مشکل تھا کہ میں ان لوگوں کا تعاقب کروں یا بہنی ڈیل کو دیکھوں لیکن بہنی ڈیل کا کوئی اہم مسئلہ نہیں تھا۔ میں جانتا تھا کہ وہ آرام کرے گا۔ چنانچہ مائیکرو پلیٹ ان لوگوں کا تعاقب کرنے لگی۔ میں نے انہیں راہداری میں آگے بڑھتے ہوئے دیکھا پھر وہ کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد اس عمارت کے ایک گوشے میں پہنچ گئے یہاں ایک کمرہ تھا اس کمرے میں داخل ہونے کے بعد وہ کمرے کی دیوار کے پاس پہنچے ایک بٹن دبایا۔ لاش بدستور دو آدمیوں کے کاندھوں پر لدی ہوئی تھی۔ بٹن دبانے سے کمرے کی دیوار میں دروازہ کھل گیا اور وہ اندر داخل ہو گئے۔

میں کامیابی سے ان کا تعاقب کر رہا تھا اور اس وقت مجھے خاصا متحرک ہونا پڑا تھا۔ کیونکہ معاملہ اندرونی تھا اور چھتوں کے نیچے کا تھا۔ کسی بھی جگہ مائیکرو پلیٹ قید ہو سکتی تھی اور پھر میرے لیے کافی مشکلات پیدا ہو جاتیں چنانچہ میں پوری مستعدی سے اپنا یہ کام کر رہا تھا اور ان لوگوں کے ساتھ ساتھ ہی میرا یہ عمل جاری تھا۔

یہ کمرہ ایک لفٹ کی طرح نیچے اترنے لگا لیکن زیادہ نیچے نہیں گیا تھا۔ جب وہ نیچے پہنچے تو میں نے وہاں ایک بڑا سا ہال دیکھا جس میں بڑی عجیب و غریب مشینیں لگی ہوئی

تھیں ایک بڑی سی مشین کے پاس پہنچ کر ان میں سے ایک نے کچھ کارروائیاں کیں جن کا مجھے صحیح طور سے اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔ مشین میں ایک چوڑی سی پلیٹ باہر نکل آئی اور انہوں نے گیلی سنائر کی لاش کو اس پلیٹ پر لٹا دیا پھر دوبارہ عمل کرنے سے وہ پلیٹ واپس اندر داخل ہونے لگی۔ راستہ اتنا تھا کہ لاش اندر جاسکے اور اس کے بعد مشین سے کچھ آوازیں ابھریں۔ چند لمبے اور پھر خاموشی، وہ تینوں پورے اطمینان کے ساتھ واپس پلیٹ پڑے تھے اور تھوڑی دیر کے بعد وہ انہی راستوں سے گزر کر باہر آ گئے۔

بہنی ڈیل کے کمرے کا دروازہ چونکہ بند ہو چکا تھا اس لیے مائیکرو پلیٹ کو اب میں وہاں داخل نہیں کر سکتا تھا۔ یہ تینوں افراد بھی منتشر ہو گئے اور میں نے مائیکرو پلیٹ واپس اپنی جگہ بلالی اور اس کے بعد میں نے سوچا کہ تھوڑی دیر مجھے بھی آرام کرنا چاہیے۔ گیلی سنائر کا کھیل اس طرح ختم ہو گیا تھا۔

دوسری صبح کوئی آٹھ بجے جاگا۔ ہاتھ روم میں جا کر منہ ہاتھ وغیرہ دھویا۔ شیو بڑھا ہوا تھا اور میک اپ اس بڑھے ہوئے شیو پر اثر انداز نہیں ہو رہا تھا۔ کچھ اس قسم کا میک اپ کیا گیا تھا میرے چہرے پر، لیکن شیو بنانے کا سامان موجود نہیں تھا۔ بال وغیرہ سنوار کر باہر نکلا ہی تھا کہ ایک شخص دروازے پر دستک دے کر اندر آگیا۔

”مسٹر جم، مسٹر بہنی ڈیل نے آپ کو طلب کیا ہے۔ اگر غسل سے فارغ ہو گئے ہوں تو براہ کرم میرے ساتھ چلے۔“ میں اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ ایک شاندار کمرے میں ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھے ہوئے بہنی ڈیل نے اپنی جگہ سے تھوڑا سا اٹھ کر اور گردن خم کر کے میرا استقبال کیا تھا پھر اس شخص سے اس نے ناشتا لگانے کے لیے کہا جو مجھے ساتھ لے کر یہاں آیا تھا اور اپنے سامنے ہی مجھے بٹھالیا پھر وہ محبت بھرے انداز میں مجھ سے بولا۔

”شیو نہیں بنائی تم نے؟“

”جی مسٹر ڈیل۔ وہاں پر شیو کا سامان موجود نہیں تھا۔“

”اصل میں وہ کمرہ ہمارے لیے ہے ہی نہیں لیکن تھوڑی دیر کے بعد تمام انتظامات ہو جائیں گے۔ چلو ناشتے سے فراغت حاصل کر لو۔“ کچھ دیر کے بعد اس شخص نے ناشتا لگانا شروع کر دیا اور میں اپنے حساب کے مطابق ناشتا کرنے لگا۔ بہر حال ایمان کی

سلامتی بھی ضروری تھی۔ مینی ڈیل کے ساتھ اس انداز میں رہ کر بھی مجھے یہ خیال رکھنا تھا کہ میں مسلمان گھرانے میں پیدا ہوا ہوں اور مجھ پر کچھ ذمے داریاں عائد کر دی گئی ہیں۔ شکر ہے کہ ایسی کوئی بات نہیں ہوئی جو مجھے اس سلسلے میں الجھن میں ڈال دیتی۔ ناشتے سے فراغت حاصل کرنے کے بعد مینی ڈیل نے کافی کے گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔ ”تمہارے بارے میں میں نے اپنے بہت سے فیصلے بدل دیے ہیں۔“

”جی مسٹر مینی ڈیل۔“

”پہلے میں نے یہ سوچا تھا کہ تمہیں خود سے دور رکھ کر بلکہ ایک طرح سے تمہیں اپنے مخالف کا درجہ دے کر استعمال کروں اور تمہارے ذریعے اپنے مخالفوں کو منظر عام پر لاؤں۔ درحقیقت ابتدا ہی سے میرے ذہن میں یہ تصور تھا اور تمہاری شخصیت کو میں نے اس کام کے لیے زیادہ پسند کیا تھا لیکن اب میں نے اپنا یہ فیصلہ بدل دیا ہے۔ میں کسی بھی قیمت پر تمہیں اپنے آپ سے دور نہیں رکھ سکتا۔ مجھے تم جیسے ذہین آدمی کی اشد ضرورت ہے۔ تم نے بہت مختصر وقت میں جو مقام میرے دل و دماغ پر بنالیا ہے میرا خیال ہے لوگ طویل عرصے میں وہ جگہ نہیں حاصل کر پاتے۔“

”میں آپ کے ہر حکم کی تعمیل کے لیے حاضر ہوں مسٹر مینی ڈیل۔ میرا کوئی ذاتی تصور نہیں ہے۔“

”وہ تو میں جانتا ہوں۔ یہ بات کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ تمہیں اپنے خاص سیکریٹری کی حیثیت سے لوگوں سے روشناس کراؤں۔ کارڈرائیور کر لیتے ہو؟“

”جی مسٹر مینی ڈیل۔“

”حالانکہ یہ ایک احمقانہ سوال ہے۔ جو شخص پورے ماحول کو اپنے قبضے میں کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو بھلا کارڈرائیونگ اس کے لیے کیا مشکل ہے۔ تو مانی ڈیئر جم اب میں تمہیں اپنے سیکریٹری کا درجہ دے رہا ہوں بلکہ تھوڑے ہی عرصے کے بعد لوگ تمہیں صرف میرا سیکریٹری نہیں بلکہ بہت کچھ محسوس کرنے لگیں گے۔ لوگ جانیں جہنم میں مجھے ان کی پروا نہیں ہے۔ میرے اپنے دل میں کسی کے لیے جو مقام پیدا ہو گیا ہے میں اس سے گریز نہیں کر سکتا۔“ مینی ڈیل نے اس پر عمل بھی شروع کر دیا اور سب سے

پہلے میرے لیے ایک نئی جگہ منتخب ہوئی۔ عمارت یہی تھی لیکن شاید یہ کمرہ خاص طور سے میرے لیے آراستہ کرایا گیا تھا اور یہاں وہ سارے انتظامات موجود تھے۔ مینی ڈیل نے آج کا دن مجھ سے کوئی کام نہ لینے کا فیصلہ کیا اور میرے ہی سلسلے میں تیاریاں کرتا رہا۔ کئی آدمی میرے لیے مصروف تھے اور میں دل ہی دل میں ہنستے ہوئے یہ سوچ رہا تھا کہ مسٹر مینی ڈیل اگر تمہاری شخصیت وہ نہ ہوتی جو ہے تو میں تمہیں صحیح معنوں میں وہ مقام دیتا جو میرے ساتھ ایسا سلوک کرنے والے کو حاصل ہو سکتا ہے مگر کیا جائے تم میرے وطن دشمنوں میں سے ہو۔ نہ صرف وطن بلکہ میری قوم کے دشمن ہو تم، تمہاری نسل نے مسلمانوں پر جو ظلم ڈھائے ہیں میں صرف ان کا تصور کر کے ہی دنیا کے ہر احسان کو فراموش کر سکتا ہوں بہر حال تم اپنے جال میں پھنس رہے ہو۔ یہ میری خوش قسمتی ہے۔

رات کو ڈنر پر مسٹر مینی ڈیل نے مجھے ایک شاندار سوٹ میں ملبوس دیکھ کر مطمئن انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ ”تمہاری شخصیت درحقیقت اس قابل ہے کہ تمہیں بہترین سے بہترین مقام دیا جانا چاہیے۔“ اور مینی ڈیل نے یہ معمول بنالیا۔ صبح سے شام میں اس کے ساتھ ہی رہتا تھا اور اس کی تمام کارروائیوں سے مکمل طور پر واقفیت حاصل کرتا جا رہا تھا۔ اس نے اپنے ہر پوشیدہ راز کو مجھ پر ظاہر کر دیا تھا اور مجھے ایسی ایسی جگہیں دکھائی تھیں جہاں اگر میں سالہا سال کو شش کرتا رہتا تو نہیں پہنچ سکتا تھا۔ سب سے اہم جگہ اس کا وہ خفیہ ریکارڈ روم تھا جس میں اس قیام کے تقریباً ایک ہفتے کے بعد وہ مجھے لے گیا۔ اس ریکارڈ روم میں اسے مجھ سے کچھ کام تھا اس نے کہا۔ ”اور بہت عرصے سے میں یہ چاہتا تھا کہ اس ریکارڈ روم میں کچھ کام ہو جائے لیکن تنہا یہ سب کچھ کرتے ہوئے مجھے کوفت ہوتی تھی حالانکہ یہ میری ذمہ داری ہے اور اس ذمہ داری میں میں کسی عام آدمی کو شریک بھی نہیں کر سکتا۔ اب میں تمہارے ذریعے اس سلسلے میں کام کر سکتا ہوں۔“

”جی مسٹر مینی ڈیل، کیا ذمہ داری آپ میرے سپرد کر رہے ہیں؟“

”دیکھو یہ ڈان سینٹر کا ایک ریکارڈ ہے۔ اصل میں میں تمہیں ڈان سینٹر اور روز آرگنائزیشن کے بارے میں کچھ تفصیلات بتاؤں، دیکھو یہ ہمارے ممبروں کی فہرست ہے۔ ڈان سینٹر اور روز آرگنائزیشن کسی خاص ادارے یا ملک کے تحت کام نہیں کرتے بلکہ

یوں سمجھ لو کہ یہ دنیا بھر کے سرمایہ کاروں کی دو انجمنیں ہیں۔ حکومتیں بدلتی رہتی ہیں حکمران تبدیل ہوتے رہتے ہیں تجارتی پالیسیاں بدلتی رہی ہیں۔ اونچ نیچ آتی رہتی ہے لیکن سرمایہ داروں کی یہ انجمن ہمیشہ اور ہر ملک میں حکمران رہتی ہے اور اگر کہیں کوئی ایسی غلط پارٹی برسرِ اقتدار آجائے جو ان اداروں کے مفاد کے خلاف ہو یا دل میں احتمالہ جذبے لے کر ملک کی حکومت کی باگ ڈور سنبھالے تو پھر ہماری یہ انجمن متحرک ہو جاتی ہے اور ہم اپنے مفادات کے لیے حکومتوں کی تبدیلی کے انتظامات کرتے ہیں۔ دنیا کے بڑے بڑے ملکوں میں جو خفیہ ادارے کام کر رہے ہیں بظاہر وہ اپنے ملک کے یا اپنی حکومتوں کے وفادار ہوتے ہیں لیکن درپردہ کچھ اور ہی بات ہے اصل میں وہ ہمارے وفادار ہوتے ہیں اور وقت پڑنے پر ہمارے مفاد کے خلاف کام کرنے والوں کا تیاپانچہ کر کے رکھ دیتے ہیں اور ان تمام باتوں کے ساتھ ساتھ میں تمہیں اب یہ بات بھی بتانے سے گریز نہیں کرتا کہ ہمیں اپنے مذہب کی بنیاد پر دنیا کے ان تمام اداروں کے تعاون کے علاوہ سب سے پہلے اپنے وطن کا مفاد عزیز ہے کیونکہ اسرائیل ایک نوزائیدہ حکومت ہے۔ ابھی تک ہم اسے نوزائیدہ ہی سمجھتے ہیں اس لیے کہ اس کی زندگی کا بہت بڑا حصہ دوسروں پر انحصار کرتے ہوئے گزرا ہے لیکن اب وہ وقت آگیا ہے کہ ہم اسرائیل کے مفادات کے لیے ہر اس شخص کی شخصیت کو ٹھکرا دیں جس کا کام اسرائیل کے مفادات کے خلاف ہو، چاہے وہ امریکہ ہو، فرانس ہو، برطانیہ ہو کچھ بھی ہو، ہم اپنے طور پر اپنے وطن کو سب سے پہلے ترجیح دیتے ہیں اور اس سلسلے میں یوں سمجھ لو کہ ہر یہودی بنیادی طور پر اسرائیل پرست ہے اور بعد میں امریکن، فرانسیسی، برطانوی اور کہیں کا بھی باشندہ، ہمارا کوئی خاص ہیڈ کوارٹر نہیں ہے۔ ہم دنیا کے مختلف حصوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ذاتی بنیاد پر بھی کام کرتے ہیں اور بات اگر اسرائیل کے مفاد کے خلاف نہ ہو تو پھر دنیا کے ہر اس ملک کے لیے کام کرتے ہیں جو ڈان سینٹر اور روز آرگنائزیشن کے مفادات کے لیے کام کر رہا ہو۔ یہ سارا ریکارڈ اسی سلسلے میں ہے اور میں اس میں سے وہ بنیادی چیزیں چاہتا ہوں جن سے اسرائیلی مفادات الگ ہو جائیں اور بعد میں دنیا کے ان تمام ملکوں کے ممبروں کے مفادات الگ ہمارا یہ خفیہ سیل ہے جس کے لیے ہم الگ سے کام کرتے ہیں اور اس کے لیے بھی چند افراد خفیہ طور پر مصروف ہیں۔ میں انہی خفیہ افراد کے ٹولے کا ایک ممبر ہوں۔ وہ

شخص گیلی سنٹرا کچھ ایسے کاموں میں مصروف تھا جن کی بنا پر اسے بار باڈوس میں میری جگہ اختیار حاصل ہو جائے۔ اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ میرا اپنا مقام مجھ سے چھین جاتا میرے لیے کوئی اور علاقہ منتخب کر دیا جاتا۔ سرمایہ داروں کی انجمن کی جانب سے لیکن اصل معاملہ اسرائیل کے خفیہ سیل کا تھا کچھ ایسے مفادات ہمارے سامنے ہیں جن کے تحت ابھی ہمیں بار باڈوس میں رہنا اور اپنی علیحدگی کی کارروائیاں مکمل کرنا ہیں۔ چنانچہ گیلی سنٹرا کا راستے سے ہٹنا بہت ضروری تھا۔ اب تم اس بات سے اندازہ لگا لو کہ تمہارے ذریعے کتنا بڑا کام ہوا ہے۔ دیکھو میرے دوست تم مینھوڈسٹ ہو اور میں ہر قیمت پر مینھوڈسٹ مشن کی کامیابی چاہتا ہوں اور اس کے لیے میں نے کھل کر کام کیا ہے مجھے بڑا تعاون بھی حاصل ہے اور تم مطمئن رہو۔ میں اس وقت تک مینھوڈسٹ مشن کے لیے کام کرتا رہوں گا جب تک وہ کامیابی سے ہمکنار نہ ہو جائے لیکن اگر اتنے بڑے مشن میں سے ایک فرد کو میں اپنے لیے منتخب کر لیتا ہوں تو میرے اپنے بہت سے کام پورے ہو جاتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم خلوص دل کے ساتھ یہ سوچے بغیر کہ تم اپنے مقصد سے ہٹ گئے ہو میرے لیے کام کر رہے ہو اس سلسلے میں مینھوڈسٹ مشن کو میری طرف سے اور زیادہ تعاون ملے گا اور اس کی کامیابیوں کے امکانات روشن سے روشن تر ہوتے چلے جائیں گے۔“ میں نے اس موقع پر کچھ کہنا ضروری سمجھا اور جذباتی لہجے میں بولا۔

”میں نے کوشش کی ہے مسٹر مینی ڈیل کہ تمام تر مفادات سے بے نیاز ہو کر آپ کے احکامات کی تعمیل کروں اگر میں اپنی اس کوشش میں ناکام رہا ہوں تو مجھے اس کا دکھ ہے اور جہاں تک آپ کی ذات کا تعلق ہے۔ آپ یقین کیجئے میں بالکل انفرادی طور پر آپ کے لیے مصروف عمل ہوں اور آئندہ بھی رہنا چاہتا ہوں۔“ مینی ڈیل نے محبت سے میرا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔

”مجھے اندازہ ہے اور میں اپنے دل میں تمہیں ایک بہت بڑا مقام دے چکا ہوں بہر حال اب میں چاہتا ہوں کہ تم اس ریکارڈ کی تکمیل کر لو۔ اس میں کچھ وقت بے شک لگ جائے گا لیکن اس کے بعد ہم اپنے آئندہ کے لیے راستے منتخب کر سکیں گے۔ یہ کام بہت دن سے نامکمل پڑا ہوا تھا۔ پہلی بار مجھے اس کی تکمیل کا موقع ملا ہے تم جیسے کسی شخص کے مل جانے کے بعد۔“

”آپ بالکل اطمینان رکھیں۔“ میں نے جواب دیا اور اس نے میرا شانہ تھپتھا کر اس ریکارڈ روم کی چابیاں میرے حوالے کر دیں اور مطمئن لہجے میں بولا۔

”جب بھی میری ضرورت ہو مجھ سے رجوع کر سکتے ہو ویسے اب یہ بھی نہیں کہ میں تم سے بالکل ہی کٹ جاؤں گا لیکن تم دل جتنی سے کام کرو اور جب بھی مناسب سمجھو مجھ اس کے بارے میں رپورٹ دو میرا پورا موقف تم سمجھ گئے ہو۔“ میں نے گردن ہلا دی اور بیٹی ڈیل اس ذمے داری کو میرے سپرد کرنے کے بعد یہاں سے چلا گیا۔ ڈان سینٹر اور اسرائیلی مفادات کا ایک بہت بڑا نگران میرے شکنجے میں پھنس گیا تھا اور میرے پاس معلومات کا یہ عظیم خزانہ تھا جس سے مجھے نجانے کیا کیا معلومات حاصل ہو سکتی تھیں۔ میری اپنی خوشیاں بام عروج پر تھیں۔ میں نے طنزیہ نگاہوں سے اپنی اطراف پھیلے ہوئے کافذات کے اس ذخیرے کو دیکھا اور پھر اس وقت اس سے مصروف ہو جانے کا فیصلہ کیا۔ یہ میری لگن تھی۔ تائید غیبی تھی۔ خوش بختی تھی۔ یا مستقبل کے لیے پیش گوئی۔ میں نہیں جانتا۔ نو دن تک میں نے گردن نہیں اٹھائی۔ ڈان سینٹر، روز آرگنائزیشن اور دوسرے ایسے خفیہ ادارے جو دنیا بھر میں سربانیہ داروں نے قائم کر رکھے۔ ان کا ایک دوسرے سے تعلق ان کی کارکردگی سے متعلق ایسے ایسے انکشافات ہوئے تھے کہ عقل چکرا کر رہ گئی تھی۔ یقین نہیں آتا تھا کہ ایک ایسے شخص نے جس کی نسل کا و تیرہ ہے کہ اپنے سائے پر بھی بھروسہ نہیں کرو۔ مجھ پر اتنا بھروسہ کر لیا۔ غور کرتا تو بڑے عجیب و غریب احساسات ہوتے تھے۔

کراچی کے پوش علاقے کا ایک لاوارث لڑکا۔ جسے زمانے کی ٹھوکروں نے فولاد بنایا اور پھر اسے ایک مقام دیا گیا اس کے سینے میں ایک خلا قائم کیا گیا۔ اس کے وجود میں آگ روشن کر دی گئی پھر اس آگ میں راستے بنائے گئے۔ اگر مجھے میرے ماں باپ کا پتا چل جاتا تو میں ان کے ساتھ بیٹھ کر زندگی گزار رہا ہوتا۔ مایوسی ہوئی تو رخسار سے محبت ہو گئی۔ ایک روز تازیانہ پڑا کہ رخسار غائب ہو گئی۔ تحریک۔ مسلسل تحریک۔ اور اب یہ انکشافات۔ اس میں اس پلانٹ کی تفصیل بھی موجود تھی جس کے بارے میں وقار صدیقی نے مجھ سے فرمائش کی تھی۔ اس جگہ کی نشاندہی تھی جہاں اسے رکھا گیا تھا۔ گویا اب وہ میری دسترس میں تھا لیکن اسے حاصل کر کے اپنے وطن بھجوانا صرف ایک خواب تھا۔

اس خواب کی تعبیر حاصل کرنے کے لیے مجھے انتھک محنت کرنی تھی اور یہی میں کر رہا تھا۔ اس دوران کئی بار بیٹی ڈیل سے ملاقات ہوئی تھی۔ میرا کام مکمل ہوا تو میں نے اسے اطلاع دی اور وہ آگیا۔ نہایت سنجیدگی سے میرا کیا ہوا کام دیکھتا رہا پھر بولا۔

”بہت عمدگی سے تم نے وہ کام نمٹا لیا ہے جس کے بارے میں کئی سال سے سوچ رہا تھا۔ تمہارے اندر ایک ارب پی بننے کی تمام صلاحیتیں موجود ہیں۔ اب کچھ وقت آرام کرو۔ میں تمہارے لیے دوسری مصروفیات تلاش کر رہا ہوں۔ ہاں ایک بات بتاؤ۔ تم نے اس دوران ایک بار بھی اپنے ساتھیوں کے بارے میں نہیں پوچھا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟“

”کیا میرا جواب ضروری ہے۔“ میں نے کہا۔

”میں نہیں سمجھا۔“

”آپ میرے مشن کے فکراں ہیں اور مجھے آپ پر اعتماد ہے مسٹر ڈیل۔“

”اوہ تھینک یو۔ ویسے گیلی سنٹرا کی گمشدگی حکومت بار باؤس کے لیے عذاب بن گئی ہے۔ نہ جانے کیا کیا کرنا پڑ رہا ہے اسے۔ خیر چلو لباس تبدیل کرو۔ میرے ساتھ چلو۔“

”جی۔“ میں نے کہا اور لباس تبدیل کرنے چل پڑا۔ نہ جانے کیوں بیٹی ڈیل بھی میرے پیچھے آگیا۔ ”جی سر؟“ میں نے اسے دیکھ کر پوچھا۔

”سوری تمہارے لیے لباس کا انتخاب میں کروں گا۔“

”اوہ۔“ میں نے ہنس کر کہا۔ بیٹی ڈیل نے ہلکے کلر کا ایک خوبصورت سوٹ نکال کر مجھے دیا اور بولا۔ ”اسے پہن لو۔“

سوٹ واقعی بہت خوبصورت تھا اور بیچ رہا تھا۔ اس کی ہدایت کے مطابق میں وہ سوٹ پہن کر اس کے سامنے پہنچ گیا۔ اس نے تنقیدی نگاہوں سے میرا جائزہ لیا اور مطمئن انداز میں گردن ہلا کر بولا۔ ”آؤ۔“

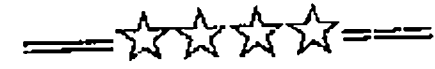
کار میں اس کے ساتھ چلتے ہوئے میں نے پوچھا۔ ”ہم کسی خاص جگہ جا رہے ہیں۔“

”ہاں۔“

”کہاں۔“

”کلب وہاں میں تمہیں ایک اہم شخصیت سے ملاؤں گا۔“
”گڈ۔ کون ہے؟“

”بعد میں بتاؤں گا۔“ اس نے کہا اور میں خاموش ہو گیا۔ گاڑی خوشنما راستوں سے گزرتی ہوئی کلب کی طرف رواں دواں تھی اور میں آنے والے لمحات کے لئے خود کو تیار کر رہا تھا۔



ہم لوگ خوشنما سڑکوں سے گزر کر ایک حسین عمارت کے سامنے پہنچ گئے جس کے لان پر حسن بکھرا ہوا تھا۔ رنگین کرسیاں میزوں اور ان پر رنگین لباسوں میں بیٹھے ہوئی مرد اور عورتیں، ٹرائیاں گردش کرتی ہوئیں حالانکہ عمارت بھی کافی وسیع تھی لیکن مہمانوں کے لیے لان پر بھی بندوبست کیا گیا تھا اور شاید زیادہ تر لوگ لان پر ہی بیٹھنا پسند کرتے تھے۔ گاڑی سے اترنے کے بعد ہم لوگ چہل قدمی کے انداز میں آگے بڑھنے لگے۔ میں آنکھیں بند کر کے مینی ڈیل کی ہر ہدایت پر عمل کر رہا تھا اور میں نے اس کے کسی بھی اقدام کے بارے میں سوچنا چھوڑ دیا تھا۔ ویسے تو اس سے پہلے بھی مجھے کئی بار اس قسم کے مواقع ملے تھے کہ میں ڈان سینٹر کے اہم ارکان کے ساتھ اس طرح شامل ہوا تھا کہ مجھے اس بارے میں بہت سی معلومات حاصل ہو گئی تھیں۔ لیکن مینی ڈیل کے ریکارڈ روم سے مجھے جو تفصیلات معلوم ہوئی تھیں ان کا کوئی ثانی نہیں تھا اور مجھے یہ احساس ہو گیا تھا کہ اب میں ڈان سینٹر، روز آرگنائزیشن ہی نہیں بلکہ دنیا کے بڑے بڑے ممالک کی تجارتی پالیسی سے اس طرح واقف ہو چکا ہوں کہ شاید کسی ملک کے وزیراعظم کو بھی اس کے بارے میں اتنی معلومات حاصل نہ ہوں۔ وہ لوگ کس انداز میں کام کرتے ہیں اور ان کا انداز فکر کیا ہے یہ ایک اتنا بڑا پروجیکٹ تھا کہ اگر میں اس سلسلے میں تفصیل سے کام کرنے بیٹھتا تو مجھے بہت بڑے اسٹاف کی ضرورت ہوتی۔ اپنے دماغ میں جو کچھ محفوظ کر سکتا تھا وہ کر لیا تھا اور ابھی وہ وقت نہیں آیا تھا کہ میں فیصلے کر سکوں۔ کئی مقاصد میں مجھے اپنے ملک کے مفادات مد نگاہ رکھنے تھے کون کون سے اقدامات کرنے چاہئیں ویسے صرف

میرا ملک ہی نہیں بلکہ مسلمانان عالم جس طرح صیہونیت اور دنیا کے بڑے بڑے پالیسی باز ملکوں کے چنگل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اس کے تحت مجھے اتنا کام کرنا تھا کہ میری زندگی دس بار بھی ناکافی ہوتی مجھے تو ایک بین الاقوامی اسلامی بلاک بنا کر ان اداروں کے خلاف کام کرنا چاہیے تھا لیکن غور کرتا تو اپنی بساط بہت کم محسوس ہوتی تھی اور دل مسوس کر رہ جانا پڑتا تھا۔ میری آواز کون سنے گا۔ عیش و عشرت میں ڈوبے ہوئے لوگ، دشمن کے بھیانک منصوبوں سے ناواقف، وقت کے غلام بنے ہوئے تھے اور عیش و عشرت کی زندگیاں گزارتے ہوئے اس بات کو بھلا بیٹھے تھے کہ ان کی نسلیں کس طرح غیر محفوظ ہیں اور ان کے خلاف کس بنیاد پر کام ہو رہا ہے۔ بہر حال کلب کی رنگین فضا میں ان احساسات کو خود پر مسلط نہیں کیا جاسکتا تھا۔ مینی ڈیل نے کہا۔

”آؤ ذرا تمہیں کلب کی پوری عمارت دکھا دی جائے۔“ میں مینی ڈیل کے کہنے پر فوراً ہی اس کے ساتھ چلنے کو تیار ہو گیا۔ یہ کلب کاربوس کے خوب صورت ترین کلبوں میں شامل ہوتا ہے اور یہاں زیادہ تر وہ لوگ آتے ہیں جو بار باڈوس ہی نہیں بلکہ آس پاس کے لاتعداد ملکوں کے سیاح ہوتے ہیں اور کاربوس میں مختلف کاموں سے آتے ہیں۔ ہم نے کلب کی عمارت کو اندر سے دیکھا۔ ایک جدید کلب میں جو کچھ ہو سکتا ہے وہ یہاں موجود تھا اور درحقیقت بڑے اعلیٰ درجے کے لوگ آئے ہوئے تھے۔ پھر ہم دوبارہ لان پر آگئے اور مینی ڈیل نے ایک میز کے گرد پڑی ہوئی کرسی گھسیٹتے ہوئے کہا۔

”دکھلی فضا میں بیٹھنے کا لطف ہی کچھ اور ہے حالانکہ لوگ اندر بیٹھے ہوئے ہیں لیکن یہاں ایک فرحت بخش ٹھنڈک ہے اس لیے میں دیکھتا ہوں کہ زیادہ تر لوگ یہیں سیرو سیاحت میں مصروف ہیں اور کلب کے کارکنوں کو اس بات کا پوری طرح اندازہ ہے انہوں نے یہاں ریفریجریشن ہال بھی بنا رکھا ہے اور دیکھو کچھ ایسی میزیں بچھائی گئی ہیں جن پر لوگ اپنی پسند کا کھیل کھیل رہے ہیں۔ بیٹھو زندگی صرف کاروبار ہی نہیں ہے، رزم کے ساتھ بزم بھی ہے اور انسان کو کبھی کبھی مشینی ماحول سے نکلنا بھی چاہیے۔ میں تو زندگی کا ایک مقام کھو چکا ہوں۔ درحقیقت انسان کو یہ تسلیم کرنے میں بڑی وقت پیش آتی ہے کہ وہ عمر کی کسی ایسی منزل میں پہنچ گیا ہے جہاں اسے محتاط ہو جانا چاہیے۔ ویسے مانی ڈیل نے تمہیں جس طرح اپنائیت دی اور جو مقام دیا ہے تم نے کبھی اس کے حقوق استعمال

نہیں کیے۔“

میں نے چونک کر بیٹی ڈیل کو دیکھا اور آہستہ سے کہا۔ ”میں سمجھا نہیں۔“

”کیا تم نے اس دوران یہ بات کبھی بھی محسوس نہیں کی کہ بے شک میں نے تمہیں اپنے کام کے لیے حاصل کیا لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں نے تمہیں ایک دوستانہ ماحول بھی دیا۔ ایک ایسا ماحول جس سے انسان اپنائیت محسوس کرتا ہے اور اس کا حجاب کھلتا ہے۔“

”سراصلی میں آپ میری فطرت کا اندازہ نہیں لگا سکے۔ میں آنکھیں بند کر کے محبت کرنے کا قائل ہوں۔ کسی بات کے بارے میں سوال کرنے کا مقصد ہے کہ انسان اپنی ذات کے لیے بھی کچھ سوچ رہا ہے۔ میری فطرت میں ایک خاص بات شامل ہے۔ وہ یہ کہ جب میں نے آپ کی برتری قبول کر لی تو پھر میرے ذہن میں آپ کے لیے ہر سوال ختم ہو گیا اور صرف وہ جذبے جاگزیں رہے جو آپ کے لیے کچھ کرنے کے جذبے ہوتے ہیں۔ آپ اگر میرا موقف سمجھ رہے ہیں تو آخر الفاظ یہ کہوں گا کہ میں صرف آپ کی ہدایات کا غلام ہوں۔ کوئی سوال نہیں کرنا چاہتا آپ سے۔“

”تم ایک عظیم انسان ہوں۔ مجھے تعجب ہے کہ برج ٹاؤن میں تم کسی گناہ حیثیت سے کیوں پڑے رہے۔ سو رکس نے مجھے اور جو کچھ دیا ہو یا نہ دیا ہو لیکن ایک ایسا دوست ضرور دیا ہے جسے میں اپنا عکس سمجھتا ہوں اور اگر کسی انسان کو ایک اتنا بڑا سہارا مل جائے تو اس سے زیادہ خوش نصیب اور کوئی نہیں ہوتا۔ بہر حال میری ایک نئی زندگی بھی ہے اور اس نئی زندگی میں بہت سے ایسے عوامل بھی ہیں جو یاد آتے ہیں تو دل دکھنے لگتا ہے لیکن وقت تسلیم کرا دیتا ہے کہ انسان ہر وقت اور ہر لمحہ ایک کیفیت میں نہیں رہ سکتا۔ میں نے اپنی زندگی کا ایک رنگین دور گزارا ہے اور رنگینیاں مجھے پسند ہیں اور اب.....“

”یعنی ڈیل اچانک مسکرا دیا۔“ اور اب جبکہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ کسی کو میں اپنا عکس اور اپنی شخصیت دے رہا ہوں تو میرے دل میں اپنے ہر دور کی یاد تازہ ہو سکتی ہے۔ مثلاً اگر میں تمہیں یہ کہوں کہ رزم سے بزم میں آتے ہوئے حسین ساتھی ضرور ہوتے ہیں تو کیا تم یہاں جھجک کا مظاہرہ کرو گے؟“

میں نے مسکراتی نگاہوں سے بیٹی ڈیل کو دیکھا اور کہا۔ ”سراپ کا کہنا میرے لیے

حرف اول اور حرف آخر ہوتا ہے۔“

”افواہ بھی اگر تم کسی سے عشق کرو گے تو کیا میری اجازت کے ساتھ؟“

”اگر آپ کا حکم ہوا کہ کسی سے عشق کیا جائے تو بہر حال یہ آپ کے حکم کی تعمیل ہوگی۔“

”ذاتی زندگی کیا ہے تمہاری؟“

”نارمل۔“

”گویا کوئی شخصیت اس زندگی میں شامل نہیں ہے۔“

”اگر آپ کی مراد کسی حسین چہرے سے ہے تو نہیں۔“

”دیری گڈ۔ اچھا تو پھر سنو۔ اس لڑکی کو دیکھ رہے ہو جو نارنجی اور بلیک کلر کے لباس میں ہے۔ وہ سب سے بائیں والی لڑکی جس کی آنکھیں سونے کی رنگت کی ہیں۔ تم نے اس رنگ کی آنکھیں بھی نہیں دیکھی ہوں گی۔ ذرا غور سے دیکھو۔“

میں نے اس کی طرف دیکھا اور چونک اٹھا۔

چند لمحوں تک میں اس کی طرف دیکھتا رہا لیکن یوں محسوس ہوا کہ اس کا چہرہ کسی سے مشابہت رکھتا ہے مگر کس سے؟ یہ ذہن میں نہ آ سکا۔ کم بخت کا معیار حسن واقعی زبردست تھا اور میں نے اب تک اس حسین چہرے پر نظر نہیں دوڑائی تھی اس نے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

”اور میں تمہاری نگاہوں میں پسندیدگی کے آثار دیکھ رہا ہوں۔“

”بہت خوب صورت لڑکی ہے سر۔“

”تو پھر تمہارا ایک اور امتحان سی۔“

”جی، میں سمجھا نہیں؟“

”اب ہر بات کو لفظ بہ لفظ سمجھنے کی کوشش مت کیا کرو، اس لڑکی کی قربت حاصل

کرو، دیکھوں اس سلسلے میں تم کیسی مہارت رکھتے ہو۔“

میں نے ایک گہری سانس لی۔ یہ بوڑھا یہودی کسی خاص مقصد کے تحت یہ بات کہہ رہا ہے یا پھر اس سلسلے میں میری پذیرائی ہے۔ بہر طور میری ذاتیات کے بارے میں اسے کیا معلوم وہ بد بخت یہ بات کیا جانے کہ میں نے تو دل کا وہ سودا کیا ہے جس کے بعد

دل کے کسی کاروبار کی گنجائش ہی نہیں رہتی لیکن ہر طور اس کے مقاصد کے لیے آنکھیں بند کر کے کام کر رہا تھا یہ بھی سہی میں نے سوچا اور اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

لڑکی ایک میز کے گرد بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے چہرے پر غرور اور نخوت کے آثار تھے۔ نہ جانے کون ہے کس فطرت کی مالک ہے۔ ویسے میں نے ایک بات محسوس کی تھی۔ بہت سی نگاہیں اس کی جانب اٹھ رہی تھیں لیکن کوئی اس کے قریب پہنچ نہیں رہا تھا اور پھر میں اس کی میز کے نزدیک پہنچ گیا۔

”بیٹھ سکتا ہوں؟“ میں نے کہا اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔ اس کے چہرے پر ایک عجیب سی کیفیت پیدا ہو گئی۔ لگتا تھا جیسے اس نے زبردستی خوش اخلاق بننے کی کوشش کی ہو پھر اس نے نگاہیں اٹھا کر چاروں طرف دیکھا اور بہت دیر تک دیکھتی رہی۔ میں اس کے جواب کا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے جلدی سے کہا۔

”ارے، ارے بیٹھے، سوری۔ میں نے آپ کو جواب نہیں دیا تھا۔“

”کوئی حرج نہیں۔ ایک محاورہ ہے دیر آید درست آید۔“

وہ مہین سی مسکراہٹ کے ساتھ مجھے دیکھنے لگی پھر بولی۔ ”میں محاوروں کے بارے میں زیادہ نہیں جانتی۔“

”بہر حال آپ اس وقت اس اجتماع کی سب سے حسین خاتون ہیں اور مجھے حیرت ہے کہ مجھ سے پہلے آپ کے قریب پہنچنے کی جرات کسی نے نہیں کی؟“

”جو بڑھ کے جام اٹھالے، مینا اسی کا ہے۔“ اس نے جواب دیا اور میں پھرک اٹھا۔

”واہ، اور آپ کہتی ہیں کہ آپ محاوروں کے بارے میں کچھ نہیں جانتیں۔“

”میں نے کسی غیر ملکی شاعر کا یہ مصرع انگریزی زبان میں پڑھا تھا اس لیے آپ کے سامنے دہرا دیا۔“

”بڑی عجیب بات ہے اس ساغر کی جانب اب تک کسی نے ہاتھ نہ بڑھایا۔“

”لوگ جانتے ہیں کہ میں ہاتھ توڑ دیا کرتی ہوں۔“

”کیا مجھے اپنے دونوں ہاتھ پشت کے پیچھے چھپا لینے چاہئیں؟“ میں نے کہا اور اس بار وہ ہنس پڑی۔ درحقیقت اس کے دانت سچے موتیوں کی مانند تھے اور اگر کوئی دل پھینک سچ سچ اس کی قربت کا خواہشمند ہو تو اس کی ایک، ایک ادا اس کے لیے مشکل بن

جاتی۔ وہ بولی۔

”آپ نے اپنا تعارف نہیں کرایا۔“

”میرا نام جم بیل ہے۔“

”میں ایلا ہوں۔“

”افسوس اس لفظ کے معنی میں نہیں جانتا لیکن ایک عجیب نام ہے۔ آپ کی شخصیت کی مانند۔“ وہ مسکرا دی پھر بولی۔

”کیا آپ رقص کرتے ہیں۔“

”اگر آپ کی آنکھوں کی جنبش ہو تو میں سمجھتا ہوں نیدرودیا اور ناچنے لگیں۔ میں کیا اور میری اوقات کیا۔“

اس نے ہونٹ سکڑ کر مجھے دیکھا بغور دیکھتی رہی دیکھنے کا یہ انداز کچھ عجیب سا تھا پھر اس نے آنکھیں بند کر کے گردن جھٹکی اور بولی۔

”کیا کموں آپ کے بارے میں مسٹر جم۔“

”کچھ نہ کہیں۔ آپ نے مجھے اپنی قربت بخش کر مجھے بہت بلندی عطا کی ہے۔“

”آئیے موسیقی شروع ہو چکی ہے۔ رقص کریں۔“ اس نے کہا اور اپنا ہاتھ آگے

بڑھا دیا۔ میں نے احترام سے اس کا ہاتھ سنبھالا۔ یہ تو کوئی مشکل کام ہی نہ رہا۔ اس نے

جس طرح میری پذیرائی کی تھی مجھے ایک لمحہ بھی اس کا اندازہ نہیں تھا۔ لوگوں کے اس

نزدیک نہ پہنچنے کا مقصد میں یہی سمجھا تھا کہ وہ کسی کو گھاس ڈالنے کی عادی معلوم نہیں

ہوتی تھی اور ہو سکتا ہے یہاں کی مستقل ممبر کی حیثیت سے لوگ اس کی اس فطرت سے

واقف ہوں۔ ویسے ایسی کوئی بات تھی ضرور کیونکہ میں نے بہت سے لوگوں کی آنکھوں

میں حیرت دیکھی تھی اور کچھ کی آنکھوں میں رشک و حسد کے جذبات بھی بہر حال ہم چوبلی

فرش پر ہچکولے لیتے رہے۔ اس نے دوران رقص مجھ سے کوئی بات نہیں کی تھی پھر

رقص کا راؤنڈ ختم ہو گیا اور وہ ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھ گئی لیکن اپنی میز کی جانب جانے کی

بجائے میں نے اسے ہمینی ڈیل کی میز کی جانب جاتے ہوئے دیکھا اور ایک لمحے کے لیے

میرے اعصاب میں ایک کھنچاؤ سا پیدا ہو گیا۔ ہمینی ڈیل اپنے سامنے شراب کے برتن

سجائے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا لیکن پھر ہمیں اپنے قریب آتے ہوئے دیکھ کر ایک لمحے کے

لیے اس کے چہرے پر بھی جھجک اور ہچکچاہٹ کے آثار پیدا ہوئے لیکن دوسرے لمحے وہ خوشدلی سے مسکرائے لگا تھا۔ البتہ میں ابھی تک یہ نہیں سمجھ پایا تھا کہ وہ سیدھی بیٹی ڈیل کی جانب کیوں آئی ہے۔ بہر حال وہ قریب پہنچ گئی تو بیٹی ڈیل نے تھوڑا سا اٹھ کر ہم لوگوں کو تعظیم دی۔ میں نے اپنے آپ کو سنبھال کر بیٹی ڈیل سے کچھ کہنا چاہا لیکن مجھ سے پہلے ہی لڑکی بول اٹھی۔

”بہت دن سے سن رہی تھی، مسٹر جم کے بارے میں ڈیڈی لیکن یہ تو واقعی بہت نفیس انسان ہیں، بہت اچھے انسان۔“

میری کھوپڑی بھک سے اڑ گئی۔ ”لڑکی نے بیٹی ڈیل کو ڈیڈی کہہ کر پکارا تھا۔ کوئی ایک بات جو سمجھ میں آرہی ہو۔ بیٹی ڈیل نے فوراً ہی خود کو سنبھال کر کہا۔“
”اوہو گڈ۔ تو تمہارا تعارف ہو گیا؟ آؤ بیٹھو میرے ساتھ شہر کرو۔“
”تھینک یو ڈیڈی۔ ویسے مسٹر جم کیا مجھے نہیں جانتے تھے؟“
”مجھے نہیں معلوم اور تم انھیں کیسے جانتی ہو یہ بھی نہیں معلوم۔“
”نہیں ڈیڈی پچھلے کئی دنوں سے سن رہی تھی کہ ایک صاحب ڈیڈی کی ناک کا بال

بنے ہوئے ہیں۔ اب لوگوں میں چہ میگوئیاں تو ہوتی ہی ہیں۔ میں چونکہ ایسی باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتی۔ اس لیے میں نے لوگوں کی بات پر کبھی غور نہیں کیا لیکن آج مسٹر جم سے ملاقات ہو گئی۔ بہت اچھی شخصیت کے مالک ہیں، مجھے پسند آئے۔“
”کیا تم نے ان سے اپنا تعارف کرا دیا ہے، ایلا؟“

”اگر یہ مجھے نہیں جانتے تو مزید تعارف کرائے دیتی ہوں۔ میرا نام تو یہ جان چکے ہیں۔ مسٹر جم میرا پورا نام ایلا ڈیل ہے اور مسٹر بیٹی ڈیل میری ڈیڈی ہیں۔ میں اس کلب کی مستقل ممبر ہوں لیکن ڈیڈی یہاں کبھی کبھی آتے ہیں۔ آپ کے نام سے مجھے کئی دن سے واقفیت حاصل ہو چکی تھی لوگ تذکرے کرتے ہی ہیں۔ مجھ سے بھی تذکرہ کیا گیا تھا کہ ایک شخص مسٹر بیٹی ڈیل کے اس قدر قریب آ گیا ہے کہ اب مسٹر بیٹی ڈیل ہمیشہ اس کے ساتھ دیکھے جاتے ہیں۔“

مجھ پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ رہے تھے۔ بیٹی ڈیل نے مجھے خود اس لڑکی کی جانب متوجہ کیا تھا اور یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ کون ہے۔ بیٹی ڈیل نے یہ لیکن کیوں کیا، کیا بیٹی ڈیل

اس سلسلے میں بھی مجھ سے کچھ چاہتا ہے لیکن کیا؟ بہر حال مجھے احساس ہو گیا تھا کہ میں کھو گیا ہوں اور ایسا کوئی عمل نہیں کرنا چاہتا تھا۔ بیٹی ڈیل نے ہم لوگوں کے لیے ایک مشروب منگوایا۔ بیٹی کو وہ اپنے ساتھ شراب کی دعوت تو دے چکا تھا جسے اس نے رد کر دیا تھا۔ ہم لوگ مشروب کے سبب لینے لگے۔ میں نے اپنے آپ کو سنبھال کر ایلا ڈیل سے کہا۔

”مس ڈیل اتفاق سے مجھے آپ کے بارے میں تفصیلات نہیں معلوم تھیں اور اب مجھے حیرت کے ساتھ شرمندگی بھی ہے کہ میں اپنے مالک کی بیٹی کے ساتھ اتنا بے تکلف ہوا۔“

”دقیانوسیت کی میرے ہاں قطعی گنجائش نہیں ہے۔ میں انسانی شخصیات پر کسی بھی شکل میں پابندی لگانے کا عادی نہیں ہوں۔ ہر شخص کو اپنی پسند کے مطابق زندہ رہنے کا حق حاصل ہے اگر تم لوگوں کو ایک دوسرے کی قربت پسند آئی ہے تو بھلا اس سلسلے میں میرے کسی اعتراض کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔ ویسے ڈیڈی ایلا اگر تمہیں میرا سیکریٹری پسند آیا ہے تو میں تم دونوں کو اجازت دیتا ہوں کہ تم جب چاہو ایک دوسرے سے مل سکتے ہو۔“

”تھینک یو ڈیڈی۔ ان کی شخصیت واقعی اس قابل ہے کہ ان سے ملا جاسکے۔“
پھر رقص کے دوسرے راؤنڈ میں بھی ایلا میرے ساتھ ٹاپچی اور اس نے مجھ سے کہا۔ ”تم ایک دلکش شخصیت کے حامل ہو مسٹر جم اور میری آرزو ہے کہ تم اکثر مجھ سے ملاقات کرتے رہو۔ یہ بتاؤ کہ کیا کل تم سے کسی وقت ملاقات ہو سکتی ہے؟“

”چونکہ مسٹر ڈیل نے ہمارے اوپر کوئی پابندی نہیں لگائی ہے اور پھر آپ کے حکم کی تعمیل بھی میرا فرض ہے مس ایلا اس لیے میں بھلا انکار کیسے کر سکتا ہوں۔“
”پھر کل میں تمہیں ایک بہت اچھے ریستوران میں لےج کر اؤں گی۔ ٹھیک ایک بجے مجھے اس نمبر پر رنگ کر دینا اور جہاں بھی ہو اپنے بارے میں بتا دینا۔ میں وہاں سے پک کر لوں گی۔“

پھر رقص کے تیسرے راؤنڈ کے بعد میں اور بیٹی ڈیل وہاں سے رخصت ہو گئے۔ ایلا اپنے چند اور دوستوں میں گھر گئی تھی۔ بیٹی ڈیل نے میرے ساتھ کار میں بیٹھتے ہوئے

”میں جانتا ہوں کہ تم کس قدر حیران ہو گے لیکن حیرانی کی ضرورت نہیں۔ ویسے میں تمہاری ساحرانہ قوتوں کو دل سے مانتا ہوں۔ بلاشبہ سور کس اور اس کے ساتھیوں نے تمہیں جادوگر کا نام غلط نہیں دیا۔ تمہاری شخصیت میں ایک ایسی جادوئی مقناطیسیت ہے جو انسان کو مسحور کر لیتی ہے۔ ورنہ ایلا اچھے اچھے نوجوانوں کو لکھت نہیں دیتی لیکن میرا خیال ہے تمہیں اس میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔“

میں نے ان تمام باتوں کا کوئی جواب نہیں دیا اور خاموش رہا۔ تو بیٹی ڈیل نے خود ہی کہا۔

”باقی گفتگو میں تم سے گھر چل کر کروں گا۔“ اور کچھ دیر کے بعد ہم واپس اپنی رہائش گاہ میں پہنچ گئے۔ ایک کمرے میں داخل ہو کر بیٹی ڈیل نے کہا۔

”دیکھو انسان کی زندگی میں چند ہی مقاصد ہوتے ہیں۔ جنہیں بنیادی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ باقی سب وہ پھیلاؤ ہے۔ جو ان بنیادی مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے پھیلا نا پڑتا ہے۔ میری زندگی بھی صرف چند کرداروں سے وابستہ ہے لیکن اس وابستگی کی تکمیل کے لیے میرا تعلق جتنا پھیلا ہوا ہے اس کا اندازہ اب ساری دنیا میں تم سے زیادہ کسی کو نہیں ہے۔ تم کیا سمجھتے ہو جم بیل۔ میں نے تمہیں اپنی زندگی کے جن رازوں سے واقف کر دیا ہے صرف میرا سینہ ان رازوں کا امین ہے اور کوئی بھی نہیں لیکن اب تم میرے وجود کا دوسرا حصہ ہو۔ میں نے اپنے آپ کو آدھا کر لیا ہے اور باقی آدھا تمہیں سونپ دیا ہے۔ کسی ایسی شخصیت کو یہ مقام نہیں دیا جاسکتا جس سے ثانوی سا تعلق ہو اور پھر ویسے بھی تم احمق نہیں ہو۔ تمہیں اندازہ ہو گیا ہو گا کہ میرا تعلق تم سے ثانوی نہیں ہے۔ میں تمہیں اپنی ذات میں بہت دور تک لے جانا چاہتا ہوں۔ کیا سمجھے۔ میں نے تمہیں سب سے پہلے اپنے سارے راز بتائے اس کے بعد میں تمہیں اس دنیا میں جینے کے سارے گر سکھاؤں گا اور پھر تم میرے جانشین ہو گے سمجھے تم۔ میری اس ساری کائنات کے مالک ہو گے جس میں میری بیٹی ایلا ڈیل بھی شامل ہے اور میں تمہیں بتا دوں کہ پرانے زمانے کے جادوگر اپنی جان کسی اور کو منتقل کر دیا کرتے تھے تاکہ وہ محفوظ رہ سکے۔ میری زندگی بیلا ڈیل میں ہے۔ دنیا کی ساری الجھنوں سے نمٹنے کے بعد جب مجھے سکون اور پناہ درکار

ہوتی ہے تو میں ایلا کے وجود میں وہ پناہ تلاش کرتا ہوں۔ میری بیوی زندہ نہیں ہے۔ ایلا میری ذات کا محور ہے اور میں اسی کے سہارے جیتا ہوں۔ بس یوں سمجھ لو۔ میرے وجود کا ہر راستہ ایلا کی سمت جاتا ہے اور دنیا میں کوئی کسی کو اس طرح اپنا سرمایہ حیات منتقل نہیں کرتا جس طرح چند روز کی رفاقت میں میں نے تمہیں اپنی زندگی منتقل کر دی ہے۔ میں یہی چاہتا تھا جم بیل کہ تم ایلا کو اپنی جانب راغب کر لو تو میں اپنی زندگی کے اس فرض سے سبکدوش ہو جاؤں۔ فیصلہ بہت بڑا ہے لیکن فیصلہ کتنا ہی بڑا ہو اسے کرنا پڑتا ہے اور انسان اگر وسوسوں میں پھنسا رہے تو صحیح فیصلہ کبھی نہیں کر پاتا۔ سوائے اس کے کہ الجھنوں میں رہ کر اپنی زندگی کے دن کم کر لے۔ میں نے بہت مختصر وقت میں تمہیں اپنے ہر مقصد سے آگاہ کر دیا ہے۔ تمہارے پاس بھی سوچنے کا وقت ہے لیکن جم جو کچھ میں تمہیں دینا چاہتا ہوں اس کے بعد اس کائنات میں تمہارے لیے اور کسی شے کی طلب باقی نہیں رہے گی۔ اب مجھے اجازت دو اگر سوچنا چاہو تو اس موضوع پر اور بھی سوچ لینا لیکن جس طرح میں تمہارے بارے میں اب تک ہر فیصلہ کرتا چلا آیا ہوں اسی اعتماد کے ساتھ میں نے یہ فیصلہ بھی کیا ہے اور تمہیں اس فیصلہ پر کوئی پشیمانی نہیں ہوگی۔ اوکے مائی ڈیل اب کل ملاقات ہوگی تم سے۔“ بیٹی ڈیل اٹھ گیا لیکن وہ مجھے شدید چھوڑ گیا تھا۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے کیا واقعی ایسا ہو سکتا ہے۔ وہ نسلا“ یہودی تھا اور یہودیوں کے بارے میں جو کچھ سنا تھا وہ اس سے مختلف نظر آتا تھا۔ اتنی بڑی شخصیت اس طرح آسانی سے جال میں پھنس جائے نہ صرف پھنس جائے بلکہ اپنا سب کچھ کسی کو سونپ دے بڑی عجیب بات تھی لیکن ایسا ہو چکا تھا اور اس کے ثبوت جگہ جگہ سے ملتے تھے۔ بہر حال سب کچھ میری کوششوں کا حصہ تھا۔ کیا واقعی میں نے اس پر اپنا اثر جمایا ہے۔ مجھے خود بھی یقین نہیں آتا تھا لیکن اب وہی بات سامنے آجاتی تھی کہ کیا انھیں سوچوں میں وقت گنوا دوں۔ یہ معاملات بہت بڑی حیثیت رکھتے تھے اور مجھے کامیابی حاصل کرنی تھی یہ تو ایسا لگتا ہے جیسے وقت خود بخود اپنی لگام میرے ہاتھ میں دے رہا ہو۔ کمال ہے بھی۔ دوسرے دن میں نے پروگرام کے مطابق ایلا کو فون کیا۔ صبح سے مجھ سے کوئی رابطہ قائم نہیں کیا گیا تھا۔ ایلا جیسے ٹیلی فون پر میرا انتظار کر رہی تھی۔ اس نے فوراً ہی فون اٹھالیا۔

”ایلا ڈیل۔“ اس کی آواز ابھری۔

”میں جم بول رہا ہوں۔“

”تمہارا انتظار کر رہی تھی۔ فرصت ہے؟“

”آپ کے حکم کی تعمیل میں فرصت کا کیا دخل ہے۔“

”دیکھو۔ میں نے کوئی حکم نہیں دیا ہے تمہیں، تمہاری مرضی کی بات ہے اگر تمہیں میرا ساتھ ناگوار نہ گزرے تو میں تمہیں تکلیف دوں گی۔“

”میرے کسی جیلے سے آپ ناراض ہو گئی ہیں۔ مس ایبلا؟“

”نہیں۔ بس یوں سمجھ لو کہ حد سے زیادہ صاف گو ہوں اور حقیقتوں میں رہنا چاہتی ہوں۔“

”نہ جانے بات کہاں سے کہاں تک پہنچ گئی۔ آپ میرے مالک کی بیٹی ہیں۔ آپ سے ادب سے گفتگو کرنا میرا فرض ہے۔“

”جب میرے ساتھ باہر نکلو، تو یہ بات بھول جانا کہ میں کون ہوں۔ ورنہ کیا خاک لطف آئے گا۔“

”اوکے، اوکے مس ایبلا۔ میں آپ کی قربت کا خواہشمند ہوں۔“ میں نے کہا۔

”تو میں آرہی ہوں۔ بس دس منٹ میں پہنچ جاؤں گی۔“ ٹھیک دس منٹ کے بعد وہ ایک سفید سوٹ میں وہاں پہنچ گئی۔ میں نے باہر ہی اس کا استقبال کیا تھا۔ مجھے یہ اندازہ تو ہو چکا تھا کہ بیٹی ذیل مجھے اس کی نگاہوں میں مقبول کرنا چاہتا ہے۔ اس وجہ سے اس نے کل میرے لیے لباس کا انتخاب خود کیا تھا۔ وہ یہ چاہتا تھا کہ ایبلا میری طرف راغب ہو جائے۔ چنانچہ آج بھی میں نے وقت کی مناسبت سے ایک خوبصورت لباس پہنا تھا اور ایبلا کی نگاہوں میں پسندیدگی کے تاثرات پائے تھے اس نے کار کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

”آجاؤ۔“ میں اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔ سفید اور سنہری رنگ کا امتزاج بہت خوبصورت لگ رہا تھا۔ ایبلا خاموشی سے کار ڈرائیو کرتی رہی۔ زیادہ فاصلہ طے نہیں کیا گیا۔ جس ریسٹوران میں مجھے وہ لے کر گئی، بلاشبہ نفاست کا اعلیٰ نمونہ تھا اور یہاں اس کی پذیرائی ایک عجیب انداز میں کی گئی۔ ایک کیمین میں ہم لوگ جا بیٹھے اور ایبلا نے میز پر رکھے ہوئے مینو کارڈ اٹھالیے۔ ان میں سے ایک میری جانب بڑھایا اور دوسرا خود کھول کر بیٹھ گئی۔ ویٹر اندر نہیں آیا تھا پھر وہ بولی۔

”اپنی پسند کی اشیاء منتخب کرو۔“ میں نے فوراً ہی احتیاط کے پیش نگاہ یہ کام کر ڈالا۔ اس کا کیا ہے غیر مذہب کی عورت ہے۔ نہ جانے کیا کیا منگوالے۔ بہر حال ویٹر کو بلا کر آرڈر لکھوا دیا۔ ایبلا کہنے لگی۔

”یہ ریسٹوران میری ملکیت ہے اور میں نے اسے خاص انداز میں ترتیب دیا ہے۔“

”اوہو گڈ۔“ میں نے گہری سانس لی اب اندازہ ہوا کہ یہاں کا عملہ ایبلا کو دیکھ کر مستعد کیوں ہو گیا ہے پھر ایبلا نے کہا۔

”ہاں اب تم اپنے بارے میں بتاؤ۔ ڈیڈی جیسے شخص کو شیشے میں اتار لینا آسان کام نہیں ہے اور پچھلے کچھ دنوں سے ہر شخص ایک ہی بات کہہ رہا ہے وہ یہ کہ مسٹر جم ہیل ڈیڈی کی ناک کا بال بن گئے ہیں۔ حالانکہ ڈیڈی کے دوست بہت خشک ہوتے ہیں اور ڈیڈی خود بھی کبھی کسی کو اتنا قریب نہیں رکھتے۔“

”جو لوگ مسٹر بیٹی ذیل کو سمجھ لیتے ہیں میرا خیال ہے وہ ہر حالت میں ان کی قربت پسند کرتے ہیں۔“ ایبلا نے نگاہیں اٹھا کر عجیب سے انداز میں مجھے دیکھا اور خاموش ہو گئی۔ میں ان نگاہوں کا مفہوم سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن کچھ نہیں سمجھ پایا۔ بہر حال کھانا کھایا گیا۔ اس نے مجھ سے کہا۔

”کیا میں روزانہ ملاقات کی درخواست کر سکتی ہوں۔“

”بات وہی آجاتی ہے۔ مس ایبلا اگر مسٹر بیٹی ذیل کی اجازت ہوئی تو میرے لیے اس سے خوبصورت لمحات اور کون سے ہوں گے کہ مجھے آپ کا ساتھ حاصل ہو۔“

”یہ اجازت میں حاصل کر لوں گی۔ تم اس کے لیے بے فکر رہو۔“ بہت دیر تک ہم لوگ ساتھ رہے۔ اس کے بعد وہ مجھے چھوڑ گئی۔ کچھ عجیب سی شخصیت لگتی تھی اور مجھے اس کے بارے میں غور کرنا ضروری تھا کہیں بیٹی ذیل اتنا سب کچھ کرنے کے بعد میرا کوئی امتحان تو نہیں لینا چاہتا تھا۔ ہو سکتا ہے اس کے لیے اس نے اپنی بیٹی کو منتخب کیا ہو۔ غرض یہ کہ احتیاط ہر حالت میں لازمی تھی میں ایک طرح سے معطل ہو گیا تھا۔ حالانکہ جو معلومات میرے سینے میں اتر چکی تھیں، ان کے تحت تو مجھ پر اتنا کام آچکا تھا کہ مجھے برقی رفتاری سے یہ سب کچھ کرنا تھا لیکن بس اب یہی فرض مجھ پر عائد ہو گیا تھا کہ ایک

کاروباری عشق کروں بھلا ایلا کو میں اپنے ذہن میں کہاں جگہ دے سکتا تھا۔ میرے دل و دماغ پر تو رخسار کا بسیرا تھا۔ رخسار جو میرے لیے عظیم قربانی دے رہی تھی۔ بھلا اس قربانی کی مثال کہیں مل سکتی تھی۔ بہر حال یہی ذیل نے مجھ سے کہا۔

”کہو دوست ایلا ذیل کیسی لگی تمہیں؟“

”سروہ آپ کی صاحبزادی ہیں ان میں جو بھی خوبیاں نہ ہوں وہ کم ہیں۔“

”کہہ رہا ہوں بہر حال تمہیں اس سے ہم آہنگی پیدا کرنی ہے۔ اصل میں میرا سارا کام ایک سسٹم کے تحت ہو رہا ہے اور اب یوں سمجھ لو کہ یہ تمہارے کام کے لیے دوسرا شعبہ ہے۔“ میں خاموش ہو گیا۔ کیا ہی دلچسپ بات ہے ایک باپ نے اپنی بیٹی سے عشق کرنے کی ذمہ داری مجھ پر لگائی ہے اور مجھے اب اس سلسلے میں اپنے فرائض سرانجام دینے ہیں۔ بہر حال سب کچھ ہی کرنا تھا۔ کام تو کرنا ہی تھا۔ چنانچہ ایلا ذیل کے ساتھ روزانہ ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ اس نے مجھے جزیرہ کاربوس کا ایک ایک گوشہ دکھایا۔ ساحل پر اس کے اسٹیمر موجود ہوتے تھے اور ہم اسٹیمر لے کر بہت دور دور تک نکل جاتے تھے۔ وہ مجھ سے بے حد مانوس ہو گئی تھی اور ادھر یہی ذیل اپنی کارروائیوں میں مصروف تھا پھر ایک رات اس نے مجھ سے سوال کیا۔

”کیا خیال ہے اگر میں تم دونوں کی نسبت کا اعلان باقاعدگی سے کروں تو تمہیں اعتراض تو نہیں ہوگا؟“ میں نے گردن خم کر دی تو وہ مسکرا کر بولا۔

”نہیں میرے نوجوان دوست، تم نے یہ مقام اپنی محنت سے حاصل کیا ہے۔ میرا خیال ہے میں ایلا ذیل کے لیے تمہاری نسبت کی ایک تقریب کیے دیتا ہوں۔“ میں نے اس سلسلے میں بھی اعتراض نہیں کیا۔ ظاہر ہے اس نسبت کی کیا اہمیت ہو سکتی تھی البتہ اس طرح اگر میرے قدم اور مضبوطی سے جم جاتے تو زیادہ بہتر تھا۔ مجھے اپنا کام کرنے میں آسانی ہو جاتی۔

اتنے بڑے آدمی کے لیے ایک شاندار تقریب کا بندوبست کر دینا کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ سارے انتظامات اس نے خود کیے تھے۔ اعلیٰ درجے کی ایک تقریب میں میری نسبت ایلا ذیل سے کی گئی۔ بہت مختصر مہمان تھے لیکن ان کی شخصیتوں سے ظاہر ہوتا تھا کہ اعلیٰ حیثیت کے مالک ہیں۔ یہ بھی ایک دلچسپ تجربہ تھا میری زندگی کے لیے۔ کسی

بھی مہم کی انجام دہی میں بہت سے خطرناک مراحل سے گزرنا ہوتا تھا لیکن ایسا مرحلہ کبھی درپیش نہیں آیا تھا کہ مجھے کسی مہم سے گزرنے کے لیے باقاعدہ منگنی کرنی پڑی ہو۔ قیمتی انگوٹھیوں کا تبادلہ ہو گیا۔ شاندار ڈنر میں شرکت کر کے میں نے لوگوں سے مبارک بادیں وصول کیں۔ ایلا ذیل بھی خوش نظر آرہی تھی اور باقی افراد بھی۔ جن میں یہی ذیل خود بھی شامل تھا۔ غرض یہ کہ ہم اس مرحلے سے گزر گئے۔ ایلا ذیل واپس اپنے گھر چلی گئی تھی۔ اس رات رخسار مجھے بہت یاد آئی۔ اصولی طور پر تو یہ تقریب اس کے ساتھ ہونی چاہیے تھی۔ میں کافی حد تک تیار بھی ہو گیا تھا رشید ناگی مٹھل شاہ صاحب کے کہنے پر لیکن بد قسمتی نے وہ موقع ہی نہ دیا اور بہتر بھی تھا۔ یہ آگ اور شدت اختیار کر جاتی جو اب بھی مدھم مدھم میرے سینے میں سلگ رہی تھی۔

بہر حال دوسرے دن بھی ایلا سے اسی طرح ملاقات ہوئی اور اس نے مجھ سے کہا۔

”جہم“ آج رات ہم ساتھ ہی ساتھ گزاریں گے۔ کاربوس کے مشرقی حصے میں ایک بہت خوبصورت عمارت ہے جو مجھے بے حد پسند ہے۔ بس وہاں چلیں گے ہم۔ تم ڈنر بھی میرے ساتھ ہی کرو گے۔ ڈیڈی کی طرف سے اور کوئی مصروفیت تو نہیں ہے؟“

”نہیں ایلا۔“

”تم بہت دلکش نوجوان ہو۔ مجھے تمہارا یہ تعاون بے حد پسند آیا ہے۔“

”شکریہ ایلا۔“ ساڑھے بارہ بجے کے قریب یہی ذیل نے مجھ سے میری رہائش گاہ پر ملاقات کی اور مسکراتا ہوا بولا۔

”تم مطمئن ہو نا؟“

”جی لیکن ان دنوں میں آپ کے لیے کچھ نہیں کر رہا۔“

”او مائی ڈیئر اس بارے میں بالکل نہ سوچو تم سے مجھے جو ضرورتیں درپیش ہوتی ہیں میں ان کے بارے میں بے تکلفی سے تمہیں کہہ دیتا ہوں۔ ایک پھانس کافی عرصے سے میرے دل و دماغ میں چبھی ہوئی ہے اور میری تمام تر کاوشیں اس سلسلے میں ناکام ہو چکی ہیں۔ میں یہ تفصیل تمہارے گوش گزار کیے دیتا ہوں۔ ممکن ہے تم اس سلسلے میں مجھے کوئی بہتر رائے دے سکو۔“

”جی مسٹر یہی ذیل میں حاضر ہوں۔“

”تم جانتے ہو کہ ڈان سینٹر کی طرف سے مجھے بیشتر ذمے داریاں سونپی جاتی ہیں۔ تھوڑے عرصے قبل ایک ایسے شخص کی یہاں آمد ہوئی تھی جسے ڈان سینٹر کے حوالے سے میرے پاس بھیجا گیا تھا۔ یہ ایک مشرقی ملک کا باشندہ ہے اور اس کا نام دانش منصور ہے ڈان سینٹر سے اس کی پرانی چیقلش ہے اور نہ صرف ڈان سینٹر بلکہ روز آرگنائزیشن کو بھی وہ اتنے شدید نقصانات پہنچا چکا ہے کہ یہ دونوں ادارے اس کی جان کے دشمن ہو گئے ہیں۔ یہ چیقلش مختلف سطحوں میں چلتی رہتی ہے۔ پچھلے دنوں ڈان سینٹر نے اس شخص کی ایک محبوب شخصیت کو اغوا کیا تھا اور اس طرح مجبور کیا گیا تھا کہ وہ ڈان سینٹر کے مفادات کے لیے کام کرے۔ اسے بارباڈوس بلایا گیا اور میرے سپرد یہ ذمے داری کی گئی تھی کہ تقریباً ایک ماہ اسے آبروروشن میں رکھ کر جمیکا بھیج دوں جہاں ڈان سینٹر کا دوسرا گروپ اسے اپنے کام کے قابل بنائے۔ یہ شخص بارباڈوس پہنچا اور سارے پروگراموں کی تکمیل اس نے اسی انداز میں کی جس طرح اسے ہدایت کی گئی تھی لیکن ہوٹل آرکیولا کے جس کمرے میں اس کا قیام تھا وہاں نہ جانے کیا ہوا۔ اچانک ہی آرکیولا کا وہ کمرہ دھماکے سے تباہ ہو گیا اور وہ شخص گم ہو گیا۔ پولیس کا کہنا ہے کہ وہاں نہ تو اسے اس کی لاش ملی اور نہ ہی کوئی ایسا ثبوت جس سے یہ انداز ہوتا کہ وہ وہاں ہلاک ہو گیا ہے۔ میں نے اپنے تمام ذرائع سے اسے تلاش کیا لیکن اس تلاش میں مجھے مکمل ناکامی ہوئی اور میں معلوم نہیں کر سکا۔ یہاں تک کہ میں نے مسٹر سورکس سے بھی کہا تھا لیکن مسٹر سورکس بھی اس سلسلے میں معلومات حاصل کرنے میں ناکام رہے۔ وہ شخص ابھی تک لاپتا ہے میں ڈان سینٹر کو اس کی اطلاع دے چکا ہوں کہ کچھ ناقابل یقین صورت حال ہو گئی ہے جس کا صحیح تجزیہ میں بھی نہیں کر پایا۔ حالانکہ میتھوڈسٹ، برج ٹاؤن میں خطرناک کارروائیاں کرتے رہتے ہیں لیکن بھلا سورکس سے بہتر اور کون یہ بات جانتا ہے کہ ہوٹل آرکیولا میں میتھوڈسٹ نے کوئی ایسی کارروائی کی تھی۔ سورکس کے علم میں کچھ بھی نہیں ہے پھر وہ کون لوگ تھے جنہوں نے اسے اس طرح نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔ ابھی تک میں اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم کر سکا اور ڈان سینٹر کے دوسرے اسٹیشنوں کا بھی یہی کہنا ہے کہ اس کے بارے میں انھیں کوئی خبر نہیں مل سکی۔“

میرے پورے وجود میں اینٹھن ہو رہی تھی لیکن یہی لحاظ تو خود کو سنبھالنے کے

لیے سب سے ضروری تھی۔ میں نے پر خیال لہجے میں کہا۔
”اس بات کے امکانات بھی تو ہیں سرکہ وہ شخص خود یہ دھماکے کر کے وہاں سے غائب ہوا ہو۔“

”نہیں ہیں یہ امکانات میں ان کا جائزہ لے چکا ہوں اگر وہ خود وہاں سے غائب ہوتا تو اپنا پاسپورٹ، اپنے لباس اور دیگر ساز و سامان اس طرح وہاں نہ چھوڑتا ایسے تو وہ بے دست و پا ہو گیا ہے اور اس کے لیے اپنے مقام کا حصول بھی مشکل ہے۔ کوئی غیر ملکی پاسپورٹ یا اپنے دیگر کاغذات کے بغیر کہیں کیسے رہ سکتا ہے۔ یہی بات مجھے یہ احساس دلا رہی ہے کہ اس کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آیا ہے۔ اس کا اس حادثے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔“

”تب پھر سر ایک ہی بات کہی جاسکتی ہے کہ یہ کارنامہ روز آرگنائزیشن کا ہے کیونکہ جیسا آپ نے مجھے بتایا ہے کہ روز آرگنائزیشن بھی اس میں دلچسپی لیتی رہی ہے۔“
”نہ صرف دلچسپی لیتی رہی ہے بلکہ یوں سمجھو کہ اس شخص کے سلسلے میں کئی جگہ روز آرگنائزیشن اور ڈان سینٹر کا تصادم ہو چکا ہے۔ ویسے میں نے بھی ہیڈ کوارٹر کو یہی اطلاع دی تھی کہ تمام تر معلومات کے نتائج یہ نکلتے ہیں کہ دانش منصور کے اغوا میں یا اس کی ہلاکت میں روز آرگنائزیشن کے سوا اور کسی کا ہاتھ نہیں ہو سکتا۔ ساری سچویشن معلوم کرنے کے بعد ڈان سینٹر کے سربراہوں نے بھی یہ بات تسلیم کی ہے کہ ممکن ہے ایسا ہی ہو لیکن ابھی چند روز قبل وہاں سے مجھے ہدایات ملی ہیں کہ روز آرگنائزیشن بہت دعوے سے کہہ رہی ہے کہ دانش منصور کے اغوا میں اس کا ہاتھ نہیں ہے۔“

”یہ بات سر آپ بہتر سمجھ سکتے ہیں۔“

”خیر میں نے تمہیں اس سے آگاہ کر دیا ہے۔ اب ادھر سے کوئی پلان آتا ہے تو پھر دیکھیں گے یا اگر اس سلسلے میں کوئی اور آئیڈیا تمہارے ذہن میں آجائے تو تم مجھے بتانا۔“
”بات چونکہ سر میرے لیے بالکل ہی اجنبی ہے تاہم میں ضرور کوشش کروں گا۔“

میں نے یہ جائزہ لینے کی کوشش کی تھی کہ مجھ سے یہ تذکرہ کرنے میں کہیں اس خطرناک یہودی کا کوئی اور شبہ یا منصوبہ تو نہیں ہے لیکن حقائق یہ بتاتے تھے کہ ایسی کوئی بات ہے نہیں ہے۔ بہر حال یہ سارا مسئلہ میرے لیے بڑا سنسنی خیز تھا اور اس رات جب میں اہیلا

ڈیل کے ساتھ اس کی اس شاندار رہائش گاہ کی جانب جا رہا تھا تب بھی میرا ذہن اسی سلسلے میں الجھا ہوا تھا۔ البتہ ایلا ڈیل بہت مسرور نظر آرہی تھی اور جس عمارت کا اس نے تذکرہ کیا تھا۔ بلاشبہ اتنی رومانی ماحول کی حامل تھی کہ وہاں پہنچ کر کسی حسین ساتھی کے ساتھ دل و دماغ پر قابو رکھنا کسی طور ممکن ہی نہ رہے۔ دو سنگ مرمر کے خوبصورت مجسمے استادہ تھے جنہیں ایک دوسرے کے اس قدر قریب دکھایا گیا تھا کہ دیکھ کر دماغ پر وحشت طاری ہو۔ ایلا بھی ایک حسین لباس میں اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ موجود تھی۔ اس کا لگاؤ بھرا انداز یہ بتاتا تھا کہ آج اس کا ذہن باغیانہ خیالات کا حامل ہے۔ حالانکہ اس پر اسرار لڑکی کے انداز میں میں نے اس سے پہلے کوئی ایسی کیفیت نہیں پائی تھی جس سے یہ احساس ہو کہ اپنی نسل اور اپنے ماحول کے مطابق وہ آزاد خیال ہے اور کسی نوجوان کی قربت کو باآسانی قبول کر سکتی ہے لیکن آج وہ مجھے اسی کیفیت میں نظر آرہی تھی۔ رات کے کھانے کا خوبصورت انتظام کیا تھا اس نے یہاں چند ملازم بھی تھے۔ کافی وقت تک ہم سیرو سیاحت کرتے رہے اور اس کے بعد ایلا مجھے اس خواب گاہ میں لے گئی جہاں ایک ہی بستر تھا۔ اس نے کہا۔

”تمہارے ساتھ منسوب ہو جانے کے بعد نہ جانے کیوں مجھے تمہاریاں بری لگنے لگی ہیں۔ کیا تم بھی اس کیفیت کے شکار ہو۔ بیٹھو تمہارا یہ تکلف میری سمجھ میں نہیں آرہا۔ اب تو تم میری زندگی بھر کے ساتھی ہو۔“ اس نے میرے شانوں پر دباؤ ڈال کر مجھے بستر پر بٹھا دیا اور میرے اندر ایک خوف سا بیدار ہونے لگا۔ سارے مسائل سے نمٹا جاسکتا ہے لیکن عورت اگر اس کیفیت میں آجائے تو لمحات انسان کے قابو سے باہر ہو جاتے ہیں۔ تاہم رخسار کے تصور نے مجھے سہارا دیا۔ ایلا میرے قریب بیٹھ گئی تھی۔ میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

”ایلا! نہ تو میں بیوقوف ہوں اور نہ ہی اتنا نا سمجھ کہ انسانی جذبات کو نہ سمجھ سکوں۔ تم نو خیز لڑکی ہو میں دقیانوسی فطرت کا مالک نہیں لیکن جس شخص کے ساتھ زندگی پوری ایمانداری کے ساتھ گزارنی ہو اس سے کوئی لمحاتی فائدہ اٹھانے کا تصور معاف کرنا بے ایمانی کے مترادف ہے۔ میرے اور تمہارے درمیان اعتماد کا رشتہ ہے ایلا، میں یہ رشتہ کسی قیمت پر نہیں توڑ سکتا۔“

”کیا مطلب، کیا کہنا چاہتے ہو؟“ وہ سرد لہجے میں بولی۔

”تم میری ملکیت ہو اب۔ زندگی بھر تمہیں میرا ساتھ دینا ہے اور اس وقت تم جس ذہنی کیفیت میں نظر آرہی ہو ایلا وہ مجھے یہ احساس دلا رہی ہے کہ تم بھٹک رہی ہو۔ ہم یہ لمحات اس وقت کے لیے محفوظ کرتے ہیں جب ہماری قربت مکمل ہو جائے۔“

”کیا تم میری توہین نہیں کر رہے؟“

”نہیں، میں تمہارا احترام کر رہا ہوں ایلا۔“

”تم کیسے انسان ہو۔ میں تمہیں خود اپنی قربت کی دعوت دے رہی ہوں اور تم اس سے بھاگ رہے ہو؟“

”ہاں ایلا، میں ایسی فطرت کا آدمی ہوں جسے دوست کی حیثیت سے قبول کر لیتا ہوں اسے کبھی دعا نہیں دیتا۔“

”بہت بڑی بڑی باتیں کر رہے ہو۔ ثابت قدم رہ سکو گے۔“

”میں ثابت قدم ہوں ایلا اور تمہیں نہایت محبت کے ساتھ اس جذباتی کیفیت سے نکالنا چاہتا ہوں۔“ میں نے بدستور نرم لہجے میں کہا اور وہ سلگتی نظروں سے مجھے دیکھنے لگی پھر بولی۔

”میں جانتی ہوں۔ تم بہت بڑا گیم کھیل رہے ہو۔“

”گیم؟“

”ہاں۔“ وہ پھنکارتی ہوئی بولی۔ ”سو فیصد گیم۔ تم ہم پر اپنی شرافت اور پارسائی کا سکہ جمارہے ہو تاکہ تمہارے بارے میں ڈیڈی کی رائے کبھی خراب نہ ہو سکے۔“

”اور اس کی وجہ کیا ہو سکتی ہے مس ایلا؟“

”دولت، صرف دولت۔“ اس نے کہا اور میں نے گردن جھکالی پھر افسردگی سے

بولی۔

”تم نے زندگی میں کسی اور کے ساتھ بھی انسانیت کا ثبوت دیا ہے بولو۔ کبھی کسی

لاچ کے بغیر بھی کچھ کیا ہے؟“

”کیا کہہ سکتا ہوں۔“ میں نے بدستور افسردگی سے کہا۔ ابھی تک میں یہی سمجھ رہا

تاکہ وہ اپنی نسوانیت کی توہین کے احساس میں مبتلا ہے۔

”نہیں کہو۔ مجھے جواب دو۔“

”میرے جواب کی کوئی اہمیت نہیں ہوگی۔“

”سنو۔ میں تمہیں کچھ بتانا چاہتی ہوں۔ دیکھو۔ اوپر دیکھو وہ اوپر اس روشندان میں۔ ادھر، ادھر اور اس طرف۔ میں نے تین اطراف مودی کیمرے لگا رکھے ہیں۔ آٹو بینک کیمرے جو آواز سے کنٹرول ہوتے ہیں۔ میری مخصوص چیخیں ان کیمروں کو آن کر سکتی ہیں۔ یہ میں نے تمہارے لیے لگائے تھے۔“

میں نے اس کے اشارے پر ان کیمروں کو دیکھا اور میرا منہ حیرت سے کھل گیا۔ میں نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

”کک..... کیوں..... کیا مطلب..... میں سمجھا نہیں؟“

”میں تمہیں خود سے کھیلنے کی دعوت دے رہی تھی۔ میرا خیال تھا کہ تم اس دعوت کو فوراً قبول کر لو گے اور پھر میں اچانک چیخ مار کر کیمرے آن کر دوں گی اور پھر میرے ایکشن یہ ظاہر کرتے کہ تم مجھ سے زبردستی کر رہے ہو۔ مجھے بے آبرو کرنا چاہتے ہو پھر میں یہ فلمیں ڈیڈی کو پیش کر دیتی۔“

”آخر کیوں؟“ میں نے درحقیقت خوفزدہ ہو کر کہا۔

”تمہیں ڈیڈی کی نگاہوں میں گرانے کے لیے۔ تمہارا کھیل ختم کرنے کے لیے۔“

میں سچ بچ بری طرح چکرا گیا تھا اور پریشان نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کی کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ ”تمہارا خیال ہے کہ تم بہت خوبصورت ہو اور میں تمہیں دیکھتے ہی تم پر فریفتہ ہو گئی تھی اگر تمہارا یہ خیال ہے تو اس خوش فہمی کو دل سے نکال دو۔“

”نکال دی مس ایبلا، پھر آپ کے التفات کی وجہ کیا تھی؟“

”تمہارے بارے میں معلومات حاصل کرنا۔“

”اس کی بھی کوئی وجہ ہوگی؟“ میں نے خود کو سنبھال کر کہا۔

”ہاں۔ ان دنوں ڈیڈی سے تمہاری قربت کے افسانے بہت سننے کو مل رہے تھے۔

میں جاننا چاہتی تھی کہ تم کیا ہو۔“

”جان لیا؟“ میں نے مسکرا کر پوچھا۔

”مت مسکراؤ۔ تمہاری مسکراہٹ زہر لگتی ہے۔“

”سوری۔ یہی سوال میں سنجیدگی سے کر رہا ہوں۔“

”ہاں جان لیا۔ تم ڈیڈی کی ایک اور حماقت ہو۔ ان کا خیال تھا کہ میں عسکری کو بھول جاؤں گی لیکن میری زندگی میں یہ نہیں ہو سکتا۔“ اس نے کہا اور میں سر کھجانے لگا۔ یہ عسکری میری سمجھ میں نہیں آیا۔ کچھ انتظار کرنے کے بعد میں نے پوچھ لیا۔

”عسکری کون ہے؟“ اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ کچھ دیر گردن جھکائے سوچتی

رہی پھر کسی قدر نرم لہجے میں بولی۔

”مجھے یقین دلاؤ۔ کیا واقعی تم اتنے ہی اچھے انسان ہو جتنا خود کو ظاہر کرتے ہو۔“

اب مجھے سوچنا پڑا۔ مہنی ذیل میرے قبضے میں آچکا تھا۔ مجھے یہ بھی پتا چل گیا تھا کہ وہ اپنی بیٹی کو زندگی سے زیادہ چاہتا ہے لیکن یہ لڑکی ایک مشکل کہانی ہے اگر کیمروں والی کہانی پایہ تکمیل تک پہنچ جاتی تو واقعی میرا سارا کھیل بگڑ جاتا۔ چنانچہ اب اس پر قابو پانا ضروری ہے۔ میں نے سنجیدگی سے کہا۔

”ایبلا۔ میں نہیں جانتا کہ میں کیسا آدمی ہوں لیکن اتنا سچ ضرور ہے کہ مجھے نہ تو تم

سے کوئی لالچ ہے نہ مسٹر ڈیل سے۔ شاید اس دنیا میں مجھے کسی سے کوئی لالچ نہیں ہے۔

میں کچھ بھی نہیں چاہتا۔ مسٹر ڈیل میرے بارے میں جو کچھ سوچ رہے ہیں اگر وہ اپنا فیصلہ

بدل دیں گے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ ایبلا میں تمہارے لیے کسی طور ضرر رساں

نہیں ہوں۔ تم مجھے کسی بھی حیثیت سے قبول نہ کرو مجھے شکایت نہیں ہوگی اگر میں کسی

طرح تمہارے کام آسکتا ہوں بھی مجھے خوشی ہوگی۔“

”تم فرشتے ہو؟“

”نہیں۔ بس میں کچھ بھی نہیں ہوں اور اس سے زیادہ کچھ کہنا بھی نہیں چاہتا۔“

وہ مجھے دیکھتی رہی پھر بولی۔

”مسٹر مہنی ذیل میرے ڈیڈی ہیں لیکن شاید مجھے اس کائنات میں ان سے زیادہ

نفرت کسی سے نہیں ہے۔ ہاں وہ بے حد قابل نفرت شخصیت ہیں۔ انہوں نے، انہوں نے

میرے سامنے، میری آنکھوں کے سامنے میری ماں کو قتل کیا تھا۔ میری آنکھوں کے

سامنے، میں یعنی گواہ ہوں اپنی ماں کے قاتل کی سمجھے تم۔ اپنی ماں کی موت کو میں کبھی

نہیں بھول سکوں گی۔“

”اوہ۔“ میں نے حیرت سے کہا۔

”اور“ اور انھوں نے عسکری کو انھوں نے عسکری کو اپنی قید میں رکھا ہے۔ عسکری ان کی قید میں ہے۔ میں دعوے سے کہتی ہوں اس کے بارے میں وہ جھوٹ بولتے ہیں۔ وہ نہایت جھوٹے انسان ہیں۔ قطعی جھوٹے۔“ اس کی آواز لرزنے لگی۔

”عسکری کون ہے؟“ میں نے پوچھا۔

”میری زندگی، میری روح، میرا سکون، جس کے بغیر میں زندگی کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔ جس کے لیے میں، میں.....“ وہ ہانپنے لگی۔

”لیکن وہ؟“

”فلسطینی ہے۔ احمد عسکری ہے اس کا پورا نام۔“ اس نے کہا اور ایک بار پھر جھنجھنا کر رہ گیا۔ میں اسے دیکھتا رہ گیا۔ وہ بولی۔ ”تل ابیب میں رہتے تھے ہم دونوں۔ بہت چاہتے تھے ایک دوسرے کو۔ میں نے اس سے وعدہ کر لیا تھا کہ وہ جس دن مجھ سے کہے گا میں کلمہ پڑھ لوں گی، مسلمان ہو جاؤں گی۔ میرے لیے تو وہی سب کچھ ہے۔“

”پھر کیا ہوا؟“ میں نے پوچھا۔

”ہم بار بار دوس آگئے۔ ڈیڈی یہاں آباد ہو گئے پھر وہ یہاں آگیا اور..... ڈیڈی نے اس کے خلاف سازش کی۔“

”کیا؟“

”اسے مقامی پولیس کے ہاتھوں گرفتار کر دیا تھا لیکن میں اس کے لیے قتل عام کرنے پر تل گئی۔ میں نے جرائم پیشہ لوگوں کو دولت دے کر اس بات پر تیار کر لیا کہ وہ اسے پولیس کے چنگل سے چھڑالیں۔ پولیس ہیڈ کوارٹر پر بموں سے حملہ کیا گیا اور وہ اسے نکال لائے۔ تب ڈیڈی کی آنکھیں کھلیں انھیں میں نے خود سب کچھ بتا دیا۔ ان کی اپنی حیثیت خطرے میں پڑ گئی اور پولیس تحقیقات میں انھوں نے یہ کہہ کر جان بچائی کہ ایک فلسطینی گروہ نے یہ کارروائی کی ہے۔ میں نے ان سے کہہ دیا کہ اگر اسے کچھ ہوا تو میں خود پولیس کو حقیقت بتا دوں گی۔ وہ مجبور ہو گئے۔ اب وہ کہتے ہیں کہ وہ بار بار دوس کے ایک جزیرے پر ہے لیکن وہ ان کا قیدی ہے۔“

”تم کیسے کہہ سکتی ہو۔ ممکن ہے مسٹر ڈیل نے اسے قتل کر دیا ہو۔“

”وہ ایسا نہیں کر سکتے۔“

”کیوں؟“

”میرے اور ان کے درمیان معاہدہ ہے۔“

”وہ کیا؟“

”انھوں نے مجھے بہت سے واسطے دے کر کہا ہے کہ میں اپنے نظریات تبدیل

کروں۔ وہ ایک فلسطینی سے مجھے منسوب کر کے اپنا دین، دنیا خراب نہیں کر سکتے۔ میں نے ان سے اس شرط پر وعدہ کر لیا کہ وہ عسکری کی حفاظت کریں گے۔“

”پھر؟“

”یہ معاہدہ چل رہا ہے۔“

”اور عسکری زندہ ہے؟“

”ہاں وہ زندہ ہے۔“

”تمہیں یقین ہے؟“

”میں ہر چند دن کے بعد اس سے بات کرتی ہوں۔“

”اوہ۔“ میں نے آہستہ سے کہا۔ ”وہ کیا کہتا ہے؟“

”کہتا ہے کہ وہ سلامت ہے۔“

”اس میں کوئی چال تو نہیں ہے؟“

”میں ڈیڈی سے زیادہ چالاک ہوں۔ میں انھیں بے وقوف بنا رہی ہوں۔“ اس

نے کہا

”کیسے؟“

”بس ایک بار، ایک بار مجھے پتا چل جائے کہ انھوں نے اسے کہاں رکھا ہے پھر

سب کچھ دیکھ لوں گی۔ وہ کئی بار مجھے جال میں پھنسانے کی کوشش کر چکے ہیں۔ اپنے منتخب

نوجوانوں کو بہت نزدیک لاکھے ہیں۔ میں نے کسی کو گھاس نہیں ڈالی لیکن تمہیں میں نے

فورا خوش آمدید کہا۔ اس لیے کہ تمہاری شہرت سنی تھی۔“

”وضاحت کرتی رہو ایلا۔“

”تمہارے بارے میں مجھے علم ہو چکا تھا کہ تم ڈیڑی سے بہت قریب ہو۔“

”ہوں۔ اس سے تمہیں کیا فائدہ حاصل ہو سکتا تھا؟“ میں نے سوال کیا۔

”میں ہر پہلو سے کام کر رہی تھی۔ اس وقت تمہیں رجھا کر اپنی مٹھی میں جکڑنا چاہتی تھی تاکہ تمہیں بلیک میل کیا جاسکتا لیکن.....“

”مجھے بلیک میل کر کے تم کیا حاصل کرنا چاہتی تھیں؟“ میں نے سوال کیا اور وہ دوسری طرف دیکھنے لگی پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

”چونکہ تم ڈیڑی سے بہت قریب ہو۔ تم ضرور عسکری کے بارے میں معلوم کر سکتے ہو۔“ اس کے رخسار تر ہونے لگے۔

میں صورت ہال پر غور کر رہا تھا پھر میں نے کچھ فیصلے کر لیے اور بولا۔ ”کیا وہ مجھے عسکری کے بارے میں بتا دیں گے؟“

”اگر تم میری مدد پر آمادہ ہو جاؤ تو ہم اس کے لیے منصوبہ بنا سکتے ہیں۔“

”منصوبہ کیا ہو گا؟“

”ایسے نہیں۔ تم مجھے یہ بتاؤ میری مدد کرو گے۔ یہ برداشت کر سکو گے کہ میں تمہارے بجائے کسی اور کی چاہت کروں؟“

”برداشت کر لوں تو؟“ میں نے مسکرا کر کہا۔

”اپنا سب کچھ تمہیں دے دوں گی۔ اگر چاہو گے تو اپنا جسم بھی تمہیں دے دوں گی۔ عسکری میری روح میں بسا ہوا ہے۔“

”نہیں ایبلا میں اتنا برا انسان نہیں ہوں۔ بس مسٹر ڈیل کے بارے میں سوچتا ہوں۔ میں نے ان سے کبھی غداری نہیں کی۔“

”یہ انسانیت کا مسئلہ ہے۔“

”عسکری فلسطینی تنظیم سے تعلق رکھتا ہے؟“

”ہاں۔“

”تنظیم کی طرف سے اس کے لیے کوشش نہیں کی گئی؟“

”نہیں۔ انہیں علم نہیں ہے۔“

”تم نے بھی کوشش نہیں کی؟“

”اس نے منع کر دیا تھا۔“

”منصوبہ کیا ہے؟“ میں نے سوال کیا اور وہ خاموش ہو گئی، پھر اس نے کہا۔

”تم۔ مجھے اغوا کر لو۔“

”کیا؟“ میں حیرت سے اچھل پڑا۔

”یقیناً تمہیں یہ الفاظ عجیب لگے ہوں گے لیکن میں سمجھتی ہوں اس کے سوا اور

کوئی چارہ کار نہیں۔ مجھے دوسرا کوئی ایسا آدمی نہیں مل سکتا تھا جس سے یہ کام کرا سکتی۔

تم ذہین انسان ہو اگر میری مدد پر آمادہ ہو جاؤ تو شاید میں اپنی منزل پالوں۔“

”لیکن ایبلا.....؟“

”ہاں میں سمجھتی ہوں۔ یہ سب کچھ تمہیں بہت عجیب لگے گا لیکن مسٹر ہینی ڈیل کو

قابو میں کرنے کا ذریعہ میں ہی ہوں۔ وہ میری ماں کے قاتل ہیں لیکن مجھ پر زندگی بچھاؤ

کر سکتے ہیں۔ شاید اور کوئی بات انہیں اس کے لیے مجبور نہ کر سکے کہ وہ عسکری کا پتا بتا

دیں اگر میرے نام پر کوئی انہیں بلیک میل کرے تو پھر وہ بے بس ہو جائیں گے۔“

”لیکن ایبلا، جزیرہ کاربوس میں میرے وسائل تو کچھ بھی نہیں ہیں۔ میں اگر ایسا

عمل کر بھی ڈالوں تو تمہیں ان کی نگاہوں سے پوشیدہ کیسے رکھ سکوں گا؟“

”یہ ذمہ داری تم میرے سپرد کر دو۔“

”وہ کیسے؟“

”میرے پاس ایسی کئی جگہیں ہیں جن کا ڈیڑی کے فرشتوں کو بھی علم نہیں ہے تم

مجھے وہاں رکھ سکتے ہو۔“

”کون سی جگہ ہے وہ؟“

”اگر تم میرے کام کے لیے آمادہ ہو جاؤ تو میں تمہیں ان کے بارے میں تفصیل بتا

سکتی ہوں۔“

میں نے چند لمحات خاموشی اختیار کی، پھر آہستہ سے کہا۔

”دیکھو ایبلا ایک بات پہلی اور آخری بار کہہ رہا ہوں اگر اس کی خلاف ورزی ہوئی

تو معاف کرنا میں تمہارے لیے ذرہ برابر کوئی کام نہیں کر سکوں گا۔ تمہیں مجھ پر بھروسہ کرنا

ہو گا۔ کوئی ایسی دلی بات ہو جائے تو یہ نہیں سوچو گی کہ میں نے تم سے غداری کی ہے۔

تم نے مجھے میرے بہترین دوست سے غداری کرنے پر مجبور کر دیا ہے اگر میرے کسی اقدام سے خود تم نے بھی یہ محسوس کیا کہ میں تمہاری ضرورت کے مطابق کام نہیں کر رہا تو پھر روئے زمین پر مجھ سے بڑا احمق اور کوئی نہیں ہو گا۔ میرا مطلب سمجھ رہی ہو نا؟“

”میں تم سے وعدہ کرتی ہوں۔ میری گردن بھی کاٹ دو گے تو تم پر شک نہیں کروں گی۔“

”تمہارا آخری فیصلہ ہے؟“

”ہاں۔“

”تو پھر مجھے چند روز کی مہلت دو۔ میں اپنے اور مسٹر ہینی ڈیل کے تعلقات کی بنا پر چالاکی سے مسٹر عسکری کا پتا معلوم کرنے کی کوشش کروں گا اگر ایسا نہ ہو سکا تو پھر میں تمہاری ہدایات پر عمل کروں گا اس دوران تم اپنی ان خفیہ جگہوں میں سے کوئی ایسی موثر اور مناسب جگہ منتخب کر لینا جہاں تم پوشیدہ رہ سکو۔“

”اس کے لیے تم بالکل بے فکر رہو اور جہاں تک مہلت کا سوال ہے تو اس کے لیے بھی میں خوشی سے تیار ہوں۔“

”اوکے۔“

پھر ہمارے درمیان یہ بات طے ہو گئی بعد میں ایبلا ڈیل اپنی خوابگاہ میں جاسوئی اور اس نے مجھے ایک دو سرا کرہ بتا دیا۔ بڑی سنسنی محسوس ہو رہی تھی۔ یہ ایک اور کامیابی کا راستہ تھا۔ ایبلا ڈیل خود سے اغوا ہونا چاہتی تھی اور اتنا اندازہ میں نے بھی لگا لیا تھا کہ مسٹر ہینی ڈیل کو ایبلا ڈیل کے علاوہ دنیا میں شاید کسی سے دلچسپی نہیں ہے۔ بہر حال میرے راستے آسان ہوتے جا رہے تھے۔ ایک نئی روشنی نظر آئی تھی، نئی راہ سو جھی تھی۔ یہاں رہ کر جو کچھ میں نے معلومات حاصل کی تھیں۔ وہ بے مثال تھیں اور اب اپنے اس منصوبے پر عمل کرنے کے لیے میرے پاس ایک بہترین راستہ نکل آیا تھا اور میں اس سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔ مسٹر ہینی ڈیل نے ہم دونوں کو مکمل آزادی دے رکھی تھی اور ہم پر کوئی خاص نگاہ نہیں رکھی جاتی تھی۔

دوسرے دن جب ایبلا اپنے ٹھکانے پر چلی گئی تو میں اپنی جگہ آگیا۔ یہاں میری ملاقات مسٹر ہینی ڈیل سے اکثر ہو جایا کرتی تھی۔ دن کو بارہ بجے میری ان سے ملاقات ہوئی

اور انھوں نے حسب عادت مسکراتے ہوئے مجھ سے گفتگو کی۔

”نوجوان دوست، ٹھیک ٹھاک جا رہے ہو۔ کوئی مشکل تو نہیں؟“

”آپ نے میرے لیے کسی مشکل کی گنجائش ہی کہاں چھوڑی ہے۔ مسٹر ہینی ڈیل۔“

”ہمیں میٹھوڈسٹ مشن کے لیے خاطر خواہ کامیابیاں حاصل ہو رہی ہیں۔ شاید یہ خبر تمہاری نگاہ سے نہ گزری ہو بلکہ ابھی اخبارات کو یہ خبر جاری نہیں کی گئی کہ امریکن حکومت میٹھوڈسٹ مشن سے مذاکرات پر آمادہ ہو گئی ہے اور اس نے پیشکش کی ہے کہ کچھ لو اور کچھ دو کے تحت کام کیا جائے۔“

میں نے بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ ”کیا واقعی مسٹر ڈیل؟“

”یہ میٹھوڈسٹ کی زبردست کامیابی ہے کیونکہ اس سے پہلے تو امریکی حکومت میٹھوڈسٹ کی کوئی حیثیت ہی تسلیم نہیں کرتی تھی اور اسے قلیت قرار دے کر خاموشی سے وقت گزارنے کا حکم دیا گیا تھا لیکن بالآخر میٹھوڈسٹ کی مسلسل محنت رنگ لائی اور اب امریکی حکومت نے انھیں پیشکش کی ہے کہ اپنا ایک وفد مقرر کر کے حکومت سے مذاکرات کا سلسلہ شروع کیا جائے۔“

”لیکن مسٹر ہینی ڈیل کہیں ایسا نہ ہو کہ وفد کے لیے جن لوگوں کا انتخاب کیا جائے بعد میں ان کے خلاف کوئی کارروائی نہ کر ڈالی جائے۔“

ہینی ڈیل نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور کہا۔ ”اس سلسلے میں میں نے بھی منصوبہ بندی کی ہے کیونکہ بہر حال میرا بھی میٹھوڈسٹ مشن سے براہ راست تعلق ہے میں خود تو کسی حیثیت سے حکومت کے سامنے مذاکرات کی میز پر نہیں جاؤں گا لیکن میں نے چند ایسے لوگوں کا انتخاب کر لیا ہے جو حکومت سے مذاکرات کریں گے اور ان میں کم از کم سورکس بالکل نہیں ہو گا۔ میں نے ایسے غیر متعلق لوگوں کا انتخاب کیا ہے جو اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں۔ میٹھوڈسٹ ہیں اور حکومت کو اس بات کا علم ہے کہ وہ براہ راست میٹھوڈسٹ مشن سے متعلق نہیں ہیں بلکہ صرف ان سے ہمدردی رکھتے ہیں مسٹر سورکس اپنے مطالبات کی فہرست انھیں دیں گے اور وہ حکومت سے مذاکرات کریں گے۔“

”یہ نہایت مناسب بات ہے۔“ میں نے جواب دیا اور پھر ہم دوسری باتیں کرنے

لگے۔ مسٹر ہینری ڈیل نے لچ میرے ساتھ ہی کیا تھا اور لچ کی میز پر میں نے اپنے کام کا آغاز کر دیا۔ میں نے کہا۔

”ایک بات آپ سے کرنا چاہتا ہوں مسٹر ہینری ڈیل؟“

”ہاں ضرور۔ بھلا اس میں تامل کی کیا ضرورت ہے۔“

”مس ایبلا کے بارے میں معلومات درکار ہیں۔“

ہینری ڈیل نے چونک کر مجھے دیکھا اور آہستہ سے بولا۔ ”کوئی خاص بات ہے؟“

”بہت خاص تو نہیں لیکن ان سے تھوڑی سی واقفیت حاصل کرنے کے لیے میں کچھ سوالات پوچھنا چاہتا ہوں۔“

”ضرور پوچھو۔“ اس نے مکمل دلچسپی سے کہا۔ اس کے چہرے پر تجسس کے آثار تھے۔ میں نے کہا۔

”کیا مس ایبلا کے ساتھ کوئی ایسا غیر معمولی واقعی پیش آیا ہے جو انہیں ذہنی طور پر کبھی کبھی معطل کر دے ہینری ڈیل کے چہرے پر صحیح معنوں میں ایک بدحواسی کی سی کیفیت پھیل گئی۔ اس نے سرسرائی آواز میں کہا۔“

”اس نے کچھ کہا ہے تم سے؟“

”یہی تو افسوس کی بات ہے کہ وہ میری جانب مہمت ہونے کے باوجود ابھی تک مجھے اپنے بارے میں کچھ بتاتی نہیں ہیں۔“

”کیا محسوس کیا ہے تم نے؟“

”مجھ سے گفتگو کرتے کرتے کبھی کبھی وہ کھو جاتی ہیں۔ ان کے منہ سے ایک بے معنی سانام نکل جاتا ہے جو میری سمجھ میں بالکل نہیں آیا۔“

ہینری ڈیل نے چور نگاہوں سے مجھے دیکھا اور آہستہ سے بولا۔ ”کیا نام ہوتا ہے وہ؟“

”کچھ سمجھ میں نہیں آیا مجھے۔ کچھ عسکری، عسکری جیسا۔ وہ مجھے نہ جانے کیوں عسکری کہنے لگتی ہے۔“

ہینری ڈیل نے رخ بدل لیا تھا۔ کچھ دیر وہ سوچتا رہا۔ میں معنی خیز نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

”اصل میں اس کے ذہن پر ایک عجیب سی کیفیت طاری رہتی ہے اس نے اپنی ماں کو ہمیشہ یاد کیا ہے اور ماں کی موت کے بعد اس پر یہ کیفیت طاری ہوئی ہے۔ کبھی کبھی بے معنی باتیں کرنے لگتی ہے لیکن ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ میں نے ڈاکٹر سے مشورہ بھی کر لیا ہے۔ ڈاکٹر کہتے ہیں کہ زندگی میں کوئی ایسا خوشگوار لمحہ آجائے گا جو اسے بہت پسند ہو تو وہ بالکل نارمل ہو جائے گی اور ہر بات کو بھول جائے گی۔“

بوڑھا یہودی چالاکی سے اصل مسئلہ چھپا گیا تھا۔ ہو سکتا ہے اس کے ذہن میں صرف یہ بات ہو کہ کسی ایسے واقعہ کے بارے میں سن کر میرا ذہن ایبلا کی جانب سے ہٹ جائے جس میں ایبلا کے کسی محبوب کا تذکرہ ہو یا پھر عسکری کے بارے میں وہ مکمل طور سے ہی کچھ چھپانا چاہتا ہو۔ بہر حال اس سے زیادہ کرید میں نے نہیں کی تھی لیکن اس سے یہ بھی اندازہ ہو گیا تھا کہ ہینری ڈیل مجھ سے جس قدر محبتوں کا اظہار کرتا ہے ان میں ساری ہی باتیں اس نے مجھے نہیں بتا دلیں۔ بلکہ کچھ ذاتی معاملات چھپا کر بھی رکھے ہیں اگر وہ مجھ سے اتنا ہی خلص ہوتا۔ جتنے خلوص کا وہ اظہار کر چکا ہے تو پھر اسے عسکری کا معاملہ بھی مجھ سے نہیں چھپانا چاہیے تھا۔ اس کے بعد ایبلا ڈیل کے منصوبے پر عمل کرنے میں مجھے تاخیر نہیں کرنی چاہیے تھی لیکن ایبلا ڈیل کے منصوبے کے علاوہ میرے اپنے ذہن میں بھی منصوبہ تھا اور میں اس کے مطابق کام کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ ایبلا ڈیل سے میں نے اس جگہ کے بارے میں پوچھا۔ جس کے بارے میں اس نے کہا تھا کہ ہینری ڈیل کے فرشتوں کو بھی اس کا علم نہیں ہے اور حقیقتاً جو جگہ اس نے مجھے دکھائی۔ وہ ایسی ہی تھی اس نے کہا۔

”ویسے تو میرے پاس کاربوس میں ایسی کئی عمارتیں ہیں جن کا ڈیڈی کو پتا نہیں ہے لیکن یہ جگہ اس لیے زیادہ موزوں ہے کہ ڈیڈی کی توجہ اس جانب نہیں جاسکتی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے۔“

یہ بوسیدہ سے علاقے میں ایک ٹوٹا پھوٹا سا مکان تھا جس کے اوپری حصے میں ایک معمولی سا مقامی خاندان رہتا تھا اور یہ لوگ ایبلا کے وقادار تھے۔ ایبلا غالباً اس خاندان کی کفالت کرتی تھی جس کی بناء پر یہ اس کے ممنون تھے۔ اس ٹوٹے پھوٹے مکان کے نیچے ایبلا نے ایک انڈر گراؤنڈ کمرہ بنا رکھا تھا جو ضروریات زندگی سے آراستہ تھا۔ اس کے

بارے میں اس نے بتایا۔

”میں نے اپنے ذہن میں لاتعداد منصوبے بنائے ہیں۔ یہ جگہ میں نے اس لیے بنائی تھی کہ اگر کبھی عسکری میرے ہاتھ لگ جائے اور میں اسے حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤں تو یہاں پوشیدہ کردوں گی۔ یہ دونوں میاں پیوی جو ضعیف ہیں اور لاوارث ہیں میرے اس قدر ممنون ہیں اگر میں دس بیس قتل کر کے یہاں مقتولوں کی لاشیں بھی چھپانے کی کوشش کروں تو یہ جان دے دیں گے مگر ان کے بارے میں کبھی نہیں بتائیں گے۔ میں نے سوچا تھا کہ اگر عسکری میرے ہاتھ لگ گیا تو ڈیڈی سے اسے بچانے کے لیے کئی ماہ تک یہاں رکھوں گی اور اس موقع کی تاک میں رہوں گی کہ ہم لوگ یہاں سے نکل جائیں، لیکن یہ جگہ اب میرے ہی کام آرہی ہے۔“

”اس کے علاوہ ایبلا ہمیں ایک دوسرے سے رابطہ رکھنے کے لیے.....“

”بالکل بالکل۔“ اس نے میری بات کاٹتے ہوئے کہا۔ ”میرے پاس ٹرانسمیٹر موجود ہے۔ ہم دونوں ٹرانسمیٹر پر ایک دوسرے سے رابطہ کر لیں گے۔ تم جب بھی چاہو مجھ سے گفتگو کر سکتے ہو۔“

”ہوں تو پھر تم کب اغوا ہو رہی ہو؟“ میں نے کسی قدر پر مزاح انداز میں کہا اور وہ ہنس پڑی۔

”جب تم مجھے اغوا کرنے پر تیار ہو جاؤ۔“ اس نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

”میرے خیال ہے نیک کاموں میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔“

”بالکل بالکل کہو تو ابھی اسی جگہ رک جاؤں۔ میرا مطلب ہے اغوا ہو جاؤں۔“

”نہیں اب اتنی بھی جلد بازی مناسب نہیں۔ تمہارے ضروریات کے کپڑے اور

ایسی دوسری اشیاء جو وہاں سے لانا ضروری ہوں وہ تو کم از کم لے لو۔“

”ہاں یہ بھی ٹھیک ہے۔ تو پھر ایسا کرتی ہوں کہ آج رات کو اغوا ہو جاتی ہوں۔“

اس نے کہا اور کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

”بالکل ٹھیک ہے اپنے اغوا ہونے کی اطلاع مجھے ٹرانسمیٹر پر دے دینا کیونکہ یہ

رات میں مسٹر ہینی ڈیل کے ساتھ ہی گزارنا چاہتا ہوں۔“ اس نے میری بات کو سمجھا اور مجھ سے اتفاق کر لیا۔

پھر اس رات مسٹر ہینی ڈیل کے ساتھ ریکارڈ روم میں تقریباً تمام ہی رات گزار دی تھی میں نے اور صبح ساڑھے پانچ بجے کے قریب میں اور مسٹر ہینی ڈیل ریکارڈ روم سے باہر نکلے تھے۔ مسٹر ہینی ڈیل نے کہا۔

”آؤ اب ناشتا کرنے کے بعد ہی آرام کریں گے، رات کی تھکن تو دور کرنا ہی ہے۔“

”بالکل مسٹر ہینی ڈیل بالکل۔“ میں نے جواب دیا پھر ہم ناشتے کے کمرے میں پہنچے تھے کہ ادھر سے ایبلا ڈیل کے اغوا کی اطلاع موصول ہوئی۔ ایبلا ڈیل کی رہائش گاہ پر موجود ملازموں نے مسٹر ہینی ڈیل کو مخاطب کر کے یہ اطلاع دی تھی اور مسٹر ہینی ڈیل کے ہاتھ ناشتے کی میز پر لرز گئے تھے۔ فون اٹھا کر انھوں نے کہا۔

”ہاں ہینی ڈیل۔“ پھر وہ ایک دم ساکت رہ گئے تھے۔ اس کے بعد وہ خاموشی سے دوسری طرف کی آواز سننے لگے پھر اس کے چہرے پر بیجانی کیفیت بیدار ہو گئی۔ میں خاموشی سے اس کا جائزہ لے رہا تھا۔

”کیا ہو اس کرتا ہے کتے کے پلے؟“ ہینی ڈیل نے دہاڑتے ہوئے کہا اور پھر دوسری طرف کی آواز سننے لگا پھر بولا۔

”ہو سکتا ہے وہ اپنی مرضی سے کہیں چلی گئی ہو۔“ دوسری طرف کے جواب کے بعد اس نے کہا۔ ”اچھا۔“ میں آ رہا ہوں۔“ پھر اس نے فون رکھ دیا اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

”خیریت مسٹر ڈیل؟“ میں نے سوال کیا۔ اس نے کچھ کہتے کہتے منہ بند کر لیا پھر بولا۔

”میں ذرا جا رہا ہوں۔ بعد میں تمہیں بتاؤں گا کہ کیا ہوا ہے۔ براہ کرم تم ناشتا کرو۔“

اس کے بعد میں نے کوئی سوال نہیں کیا اور وہ چلا گیا۔ میں نے اطمینان سے ناشتا کیا اور پھر اپنے کمرے میں جا کر ٹرانسمیٹر پر ایبلا سے رابطہ قائم کیا۔ ”ہاں“ میں بول رہی ہوں۔“

”کام ہو گیا ایبلا۔“

”ہاں۔“ وہ ہنس پڑی۔ ”مسٹر ڈیل کس حال میں ہیں؟“
 ”ابھی اطلاع ملی ہے فون پر لیکن انہوں نے مجھے کچھ نہیں بتایا ہے۔“
 ”میرے باپ ہیں آخر۔ میری ریپوٹیشن خراب نہیں کرنا چاہتے۔“ وہ بدستور ہنستی ہوئی بولی، پھر کہنے لگی۔ ”تم اب کیا کر رہے ہو؟“
 ”آرام۔“ میں نے جواب دیا۔ ”جب تک مسٹر ڈیل مجھے کچھ نہیں بتاتے میں کیا کر سکتا ہوں۔“

”یہ بھی ٹھیک ہے۔“ کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد میں نے ٹرانسپیر بند کر دیا۔ میرے ذہن میں اب پورا منصوبہ بن چکا تھا لیکن مسٹر ہینی ڈیل نہ جانے کن کن چکروں میں پڑے ہوئے تھے۔ پورے دن اور دوسرے دن بھی ان سے ملاقات نہیں ہوئی۔ میں انتظار کرتا رہا پھر تیسرے دن شام کو وہ برے حال میرے پاس پہنچے۔ چہرہ زرد تھا، آنکھوں میں گڑھے پڑے ہوئے تھے، بہت حالت خراب نظر آرہی تھی۔

”خیریت مسٹر ڈیل؟ آپکا پتا ہی نہیں چل سکا۔ نہ ہی مس ایلا سے ملاقات ہوئی۔“
 میرے اس سوال پر وہ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑا اور میں بوکھلاہٹ کا مظاہرہ کرنے لگا۔ میں نے حیرت سے اس سے بہت سے سوالات کر ڈالے تب اس نے بمشکل کہا۔
 ”ایلا کو اغوا کر لیا گیا ہے۔“ میں ان جملوں کو سننے کے بعد اپنی اداکاری کا تعین کر چکا تھا۔ اس سے فارغ ہونے کے بعد میں نے کہا۔
 ”کون ہو سکتا ہے؟“

”کوئی اندازہ نہیں ہو رہا۔“
 ”کیا یہ اس وقت کی بات ہے جب ناشتے پر اطلاع ملی تھی۔“
 ”ہاں۔“

”آپ نے اسی وقت مجھے کیوں نہیں بتایا؟“
 ”میں نروس ہو گیا تھا۔“

”اس کے بعد بھی آپ نے مجھے کچھ نہیں بتایا۔ جبکہ آج دو دن ہو گئے ہیں۔“
 ”میں اپنے طور پر اسے تلاش کر رہا تھا۔ تمہیں نہیں الجھانا چاہتا تھا۔“
 ”یہ میری بھی زندگی کا سوال ہے مسٹر ڈیل۔“

”میں جانتا ہوں لیکن میرا خیال تھا کہ خود ایلا نے یہ شرارت کی ہے۔ وہ کبھی کبھی جنونی ہو جاتی ہے اور انتہا پسندی پر اتر آتی ہے۔“
 ”میرا خیال ہے ان دنوں تو وہ خوش تھیں؟“

”آہ۔ نہ جانے کون ہے، کیا چاہتا ہے۔ ابھی تک مجھ سے کوئی رابطہ بھی نہیں قائم کیا۔ مجھے کچھ پتا تو چلے لیکن ایلا کو کچھ ہو گیا تو میں بے موت مرجاؤں گا۔ میرا جینا ناممکن ہو جائے گا کوئی فائدہ نہ ہو گا جینے سے۔“ وہ پھر رونے لگا۔
 ”حوصلے سے کام لیں مسٹر ڈیل۔ بتائیے میں کیا کروں۔“
 ”میری عقل ساتھ چھوڑ چکی ہے۔“

بہت دیر تک وہ میرے ساتھ رہا پھر مجھ سے معذرت کر کے چلا گیا اور پھر میں نے اسی رات ایک پبلک کال بوتھ سے اسے فون کیا۔ وہ اس وقت اپنی رہائشی کوٹھی میں موجود تھا۔ اس نے فون اٹھالیا اور میں نے آواز بدل کر کہا۔
 ”مسٹر ہینی ڈیل؟“

”کون ہو، کیا ہے؟“ وہ بولا۔
 ”کیسے مزاج ہیں آپ کے، کیسی گزر رہی ہے بیٹی کے بغیر؟“
 ”تھک کیا مطلب، تم کون ہو؟ کیا تم.....“

”آپ کا دوست ہوں، آپ کا خیر خواہ ہوں مسٹر ڈیل۔ یقیناً آپ مجھے بھولے نہیں ہوں گے۔ میرا نام دانش منصور ہے۔“ میں نے کہا۔ ریسپور کرنے کی آواز سنائی دی پھر جلدی سے اسے اٹھالیا گیا لیکن کوئی آواز نہ ابھری تو میں نے پھر کہا۔ ”بڑی مشکل سے آپ کی اس مملکت تک پہنچنا نصیب ہوا ہے۔ نئی جگہ انسان کو سمجھنے میں کچھ وقت لگتا ہے۔“

”کیا یکو اس کر رہے ہو۔“ ہینی ڈیل دباڑا۔

”تمیز سے بات کرو بے غیرت کتے۔ ورنہ دل میں وہ سوراخ کروں گا کہ زندگی بھر نہ بھرے گا۔“ میں نے اس سے زیادہ خوفناک آواز میں کہا۔ ”ڈان سینٹر کو اس سے پہلے بھی کئی بار دانش منصور سے واسطہ پڑ چکا ہے تمہارے پاس میری رپورٹ نہیں ہے۔“
 ”تم، تم آخر.....“ وہ ہانپتے ہوئے لہجے میں بولا۔

”ایسی کوئی موثر کارروائی کرنے کے لیے گراؤنڈ بنا رہا تھا جس سے تمہیں چت کیا جاسکے۔ خون کا بدلہ خون میرے مذہب کی ریت ہے۔ ڈان سینٹر نے مجھے ایک لڑکی کے اغوا کے ذریعہ ہلک میل کر کے یہاں تک بھیجا ہے۔ میں نے جوابی کارروائی کی ہے۔“

”لہلہ..... لیکن اس میں میرا قصور نہیں ہے۔“

”تمہارا نام بیٹی ڈیل ہے نا۔“

”ہاں۔“

”ڈان سینٹر نے مجھے تمہارا ہی قیدی بنا کر بھیجا تھا۔ آزاد قیدی اور اپنی ساتھی لڑکی کے بارے میں مجھے تم سے ہی مذاکرات کرنے تھے مسٹر ڈیل۔“

”وہ دیگر بات ہے لیکن نہ تو میں نے اس لڑکی کو اغوا کیا اور نہ.....“

”تو اس بند مسٹر ڈیل اگر کام کی بات کرنا چاہتے ہو تو ٹھیک ہے ورنہ میں اپنے کام کا آغاز کرتا ہوں۔“

”میں تم سے سچ کہہ رہا ہوں۔ یہ اطلاع مجھے دے دی گئی تھی کہ تمہاری ایک دوست لڑکی کو اغوا کیا گیا ہے اور وہ تمہاری دکھتی رگ ہے۔ تم سے کاروباری مذاکرات کیے جائیں۔ اس کے لیے مجھے ہدایات دی گئی تھیں اور میں صرف انہی ہدایات کی روشنی میں کام کرتا۔“

”مسٹر ڈیل۔ لڑکی کہاں ہے؟“ میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”میں قسم کھاتا ہوں مجھے اس کے بارے میں ذرہ برابر نہیں معلوم۔“ ڈیل نے مظلوم لہجے میں کہا۔

”تو پھر میں فون بند کر دوں۔“

”سنو، سنو۔ تمہیں خدا کا واسطہ۔ سنو، میری بیٹی، میری بیٹی کو نقصان نہ پہنچانا۔ میں تم سے ملنا چاہتا ہوں، تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ میں تم سے ڈان سینٹر کے حوالے سے نہیں ذاتی طور پر ملنا چاہتا ہوں۔ ہمارے دوسرے مفادات بھی ہیں۔ سنو میں وعدہ کرتا ہوں۔ سنو ہیلو؟“

”ہاں۔ میں بول رہا ہوں۔“

”ایک بار مجھ سے ملاقات ضرور کرلو۔ پلیز اس سے قبل کوئی قدم نہیں اٹھانا۔“

”میں اسحق نہیں ہوں مسٹر ڈیل۔ تمہاری بیٹی کو میں قتل نہیں کروں گا۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ اس کا ایک ایک اعضا تمہیں بھیجتا رہوں۔ تاکہ تم ہوش میں رہو۔“

”نہیں۔ سنو۔ ایسا کبھی نہ کرنا، سنو مسٹر دانش منصور، میں تمہارے بہت کام آسکتا ہوں، گنجائش رکھتا۔“

”ٹھیک ہے۔ میرے دوسرے فون کا انتظار کرنا۔“ میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔

میں اس گفتگو سے مطمئن تھا اور میرے دل میں امیدوں کے چراغ روشن ہو گئے تھے۔ بہت محنت کی تھی، بڑا صبر کیا تھا۔ اصل مقصد سے بہت دور ہٹ کر نہ جانے کیا کیا کھیل کھیلے تھے لیکن یہ سب کچھ مذاق نہیں ہوتا۔ میری پشت پر حکومت طاقتیں یا سیکرٹ ایجنسیاں نہیں ہوتیں، سفارت خانوں کی پناہ نہیں ہوتی۔ میں تو تنہا حکومتوں کے خطرناک گروہوں کا مقابلہ کرتا ہوں۔ ان کے سینوں میں سوراخ کر کے اپنا گھونسل بناتا ہوں اور پھر کامیابی کی صورت دیکھتا ہوں۔ اس کے لیے سرکاری پیانے پر میری کوئی تربیت نہیں ہوئی تھی، مجھے سراغ رسانی کی تربیت نہیں دی گئی تھی۔ میرے اس تمام عمل میں تو کچھ وقت اور حالات کا ہاتھ تھا اور باقی وہ جذبے تھے جو تقدیر سے ملتے ہیں۔ مجھے اپنے وطن کے عشق کے جذبول کی دولت ملی تھی اور اس سے بڑی دولت روئے زمین پر دوسری کوئی نہیں ہوتی۔ عام زندگی میں انسان ایک گھر کا ذمہ دار ہوتا ہے اس کے مکینوں کا کفیل اور نگہبان ہوتا ہے پھر قدرت کچھ کو دوسری ذمے داریاں سونپتی ہے وہ شہروں اور سرحدوں کے لیے سینہ سپر ہوتے ہیں۔ وطن کے لیے جانیں قربان کرتے ہیں یہ بڑا اعزاز ہے۔ کروڑوں انسانوں کی بقا کے لیے زندگی اور موت کا کھیل عظیم ہوتا ہے۔ میں بھی اپنے وطن کا ایک ادنیٰ خادم تھا اور اپنی بساط کے مطابق کاوشیں کر رہا تھا۔

باقی میری اپنی ذات کا مسئلہ تھا۔ اس کا حل قدرت کے ہاتھ میں تھا اور میں قدرت کے عمل میں کیسے دخل اندازی کر سکتا تھا۔ یہی وہ جذبہ تھا جس نے مجھے سکون بخشا تھا اور میں رخسار کی تلاش میں ویوانہ نہیں ہوا تھا جبکہ میرے دشمن اسی کے متوقع تھے۔ مجھے علم تھا کہ جو لوگ مجھ میں ضم ہوتے ہیں وہ بھی امتحان کی منزل میں داخل ہو جاتے ہیں۔ جیسے مٹھل شاہ اور اب رخسار۔ اس کے لیے دعاؤں پر انحصار کر لیا تھا اور بس۔ اب میری منزل قریب آرہی تھی۔

وقار صدائی نے ایک منصب مجھے سونپا تھا اور کاوشوں نے نشان منزل دکھایا تھا۔ میں نے اڑدہ کے پھن کو مٹھی میں دبایا تھا اور امید تھی کہ اب اسے پوری طرح قابو میں کر لوں گا۔ مقابلہ ایک ایسی نسل کے فرد سے تھا جو چالاکی میں اپنا ثانی نہیں رکھتی۔ اس لیے مجھے بھی اس کے ہم پلہ کام کرنا تھا۔

کاربوس اب میرے لیے اجنبی نہیں تھا۔ برج ٹاؤن کے تمام ساتھی چھوٹ گئے تھے۔ مجھے ان سے دلچسپی بھی نہیں تھی۔ میں نے دو دن تک اپنی ادکاری کے جوہر دکھائے۔ شیو بڑھالی، حلیہ خراب کر لیا، سڑکوں پر مارا مارا پھرتا رہا، بکھرے بال اجڑے احوال، بیٹی ڈیل نے مجھے ایک سڑک پر پکڑا تھا۔ اس کی حالت بھی مجھ سے مختلف نہیں تھی۔ چہرہ خشک ہو رہا تھا، آنکھوں میں حلقے پڑے ہوئے تھے۔ وہ اپنی کار میں ڈرائیور کے ساتھ تھا۔

”جم۔ کہاں جا رہے ہو۔ کار سائڈ سے لگاؤ۔“ اس نے اپنی کار سے چیخ کر کہا اور میں نے کار سائڈ کر کے روک لی۔ وہ اپنی کار سے اتر کر میرے پاس آ بیٹھا۔ اس کا ڈرائیور اس کی کار لے کر آگے چلا گیا تھا۔ ”تم عجیب انسان ہو۔“ وہ بولا۔

”کیوں مسٹر ڈیل؟“

”ایسے وقت میں جب مجھے تمہاری اشد ضرورت ہے تم نے مجھ سے رابطہ ہی نہیں کیا۔“

”سوری مسٹر ڈیل۔“ میں نے اداس اور گھمبیر لہجے میں کہا۔

”چلو گھر چلو۔“

”گھر۔“ میں نے بدستور اداسی سے کہا۔

”ہاں۔“

”میرا گھر جانے کو دل نہیں چاہتا مسٹر ڈیل۔“

”چلو پلیز۔ مجھ تم سے اہم گفتگو کرنی ہے۔“ وہ گلوگیر لہجے میں بولا اور میں نے کار آگے بڑھا دی۔ ”پاگلوں کی طرح تمہاری تلاش کر رہا ہوں، تمہارا پتا ہی نہیں لگتا تھا۔“

”میں معافی چاہتا ہوں۔ مسٹر ڈیل۔ زندگی میں پہلی بار ایک انوکھی مشکل میں پھسا ہوں۔“

”انوکھی مشکل؟“ اس نے سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

”ہاں مسٹر ڈیل جو کچھ کہہ رہا ہوں اس کے لیے معافی چاہتا ہوں۔ آتش و آہن کی زندگی میں عشق کی رومان پر دروادیوں کی جانب کبھی قدم ہی آگے نہ بڑھ سکے، زندگی میں بہت سے ایسے کردار آئے جو صنف مخالف سے تعلق رکھتے تھے لیکن ان میں جس کردار کی جو نوعیت ہوئی اسی کے مطابق اسے ڈیل کیا اور بات ختم ہو گئی لیکن انسانی فطرت کے کچھ ٹکڑے دار پہلو بھی ہوتے ہیں جن پر کبھی غور ہی نہیں کیا تھا۔ معافی چاہتا ہوں مسٹر ڈیل تصور میں بھی نہیں آیا تھا کبھی کہ مس ایلا ڈیل کو ایسی کسی نگاہ سے دیکھوں۔ آپ نے

اس جانب راقب کیا اور دل کے وہ ٹکڑے دار گوشے مجروح ہو گئے اور پھر مس ایلا ڈیل کی شخصیت نے کچھ اس طرح دل و دماغ کو گرفت میں لیا کہ عام انسانوں کی مانند سوچنے لگا۔

صحت کے پودے نمودار ہو گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے تناور درخت بن گئے۔ راستے ہموار تھے، سوچا تھا کہ بقیہ زندگی کو محتاط طریقے سے ان کے لیے وقف کر دوں گا اور صرف ان کی بہتری اور بقا کے لیے زندہ رہوں گا لیکن دو قدم بھی آگے نہیں بڑھتے پایا تھا کہ یہ طوفان بلا خیز آگیا۔“ میں نے کچھ ایسے لہجے میں یہ سب کچھ کہا کہ مسٹر بیٹی ڈیل کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ چند لمحات خاموش رہے پھر میرے بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولے۔

”خود کو سنبھالو مائی ڈیئر جم بیل، خود کو سنبھالو اور ایسا ہو جاتا ہے۔ انسان بہر طور انسانی فطرت کو نظر انداز تو نہیں کر سکتا۔ ہم اصل میں کچھ گدھے قسم کے دانشوروں کا شکار ہو گئے ہیں۔“

”میں سمجھ نہیں مسٹر بیٹی ڈیل؟“

”یہی سمجھانے کے لیے تو میں نے تم سے درجنوں رابطے کیے لیکن جہاں سے بھی

تمہارے بارے میں پوچھا۔ پتا چلا کہ تم موجود نہیں ہو۔“

”میں اس آرزو کو لیے کاربوس کی سڑکوں پر پھر رہا تھا مسٹر ڈیل کہ ہو سکتا ہے کہیں

سے مس ایلا کی شکل نظر آجائے۔“

”اسے اغوا کرنے والا اتنا احمق نہیں ہے۔“ بیٹی ڈیل نے جواب دیا۔ تھوڑی دیر

کے بعد ہم بیٹی ڈیل کی رہائش گاہ پر پہنچ گئے۔ پوری رہائش گاہ سوگ میں ڈوبی ہوئی تھی۔

ہر شخص خاموش خاموش، بے جان مجسموں کی مانند بہر حال ایک اعلیٰ قسم کا ڈرامہ چل رہا

تھا اور میں اس ڈرامے کا ایکٹری نہیں، ڈائریکٹر بھی تھا۔ بیٹی ڈیل مجھے لیے ہوئے اپنی خوابگاہ میں آگیا اور بولا۔

”تو میں تم سے کہہ رہا تھا کہ انتہائی گدھے قسم کے دانشوروں کا شکار ہوا ہوں۔ کبھی کبھی زندگی میں کچھ ایسے غلط فیصلے ہو جاتے ہیں جو پھر زندگی کی آخری سانس تک ساتھ نہیں چھوڑتے بلاشبہ میں اپنے وطن سے بھی محبت کرتا ہوں، وطن والوں سے بھی، ان کے مفادات بھی مجھے عزیز ہیں اور اپنے مفادات بھی مجھے عزیز ہیں۔ ایسے ہی مشترکہ رد عمل کے تحت میں نے ڈان سینٹر کی رکنیت اختیار کی تھی اور اس میں ایک مقام حاصل کر لیا تھا لیکن بعض اوقات انتہا پسندی کے فیصلے ہوتے ہیں اور ان فیصلوں کا شکار کوئی بھی ہو جاتا ہے جیسے میں۔“

”میں آپ کی بات نہیں سمجھ سکا مسٹر بیٹی ڈیل۔“ میں نے کہا۔

بیٹی ڈیل سوچ میں ڈوبا رہا پھر بولا۔ ”ڈانلش منصور کے بارے میں میں تمہیں بتا چکا ہوں۔ انتہائی خوفناک شخص ہے اتنا خوفناک کہ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ ڈان سینٹر والے اس کی اس خوفناک حقیقت سے مکمل طور پر واقفیت نہیں رکھتے۔ انہوں نے اسے ایک عام آدمی سمجھا ہے حالانکہ جتنی رپورٹیں اس کے بارے میں میرے پاس موجود ہیں ان کے تحت یہ اندازہ ہوتا ہے کہ نہ صرف ڈان سینٹر بلکہ روز آرگنائزیشن کو بھی اس شخص نے انگلیوں پر نچا کر رکھ دیا ہے۔ وہ ایک چھوٹی سی مملکت کا باشندہ ہے لیکن اس نے آدمی دنیا کو اپنے اشاروں پر نچا کر رکھا ہے اور یہ گدھے اس کے ساتھ بچوں کا کھیل کھیل رہے ہیں۔ اس کی اصلیت، اس کی حقیقت، اس کی شخصیت سے مکمل طور پر ناواقف ہیں یہ میں دعوے سے کہتا ہوں۔“

”میں آپ کا مطلب ابھی تک بالکل نہیں سمجھ سکا مسٹر بیٹی ڈیل۔“ میں نے اپنی تعریف سے دل میں سرور ہوتے ہوئے کہا۔ یہ دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ایک ایسے ادارے کے اعلیٰ رکن کے الفاظ تھے جو دنیا پر اپنا ہولڈ رکھتا ہے اور یہ الفاظ میرے بارے میں تھے اور ایک بہت بڑا آدمی میری تعریفیں کر رہا تھا۔ بہر حال یہ بھی قدرت کا ایک عطیہ تھا میرے لیے اور میں اس کے لیے شکر گزار ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ بیٹی ڈیل نے کہا۔ ”دانشوروں نے بڑے دھکے کھانے کے بعد ایک اور قدم اٹھایا اس کے خلاف۔“

اس کی محبوبہ کو اغوا کر لیا گیا اور اسے کسی نامعلوم مقام پر لے جایا گیا تاکہ اسے مجبور کیا جاسکے کہ وہ ڈان سینٹر کے مفادات کے لیے کام کرے۔ بہت بڑا تیر مارا تھا انہوں نے، اسے بارباڈوس میرے پاس اس لیے بلایا گیا تھا کہ یہاں سے اسے جیکا بھجوا دیا جائے۔ میرے سپرد صرف یہی ذمہ داری تھی کہ یہاں میں اس سے کچھ مذاکرات کروں اور اس کے بعد اسے جیکا بھجوا دوں۔ جیکا میں اس کا ٹریٹ منٹ مارشل لیوٹن ڈلاز کے سپرد تھا۔ مارشل لیوٹن ڈلاز جو جیکا کا بے تاج بادشاہ ہے اور اس نے ایک طرح سے وہاں ایک متوازن حکومت قائم کر رکھی ہے۔ میں یہ ساری باتیں مانتا ہوں لیکن وہی مسئلہ آیا کہ وہ لوگ اس کی شخصیت کی گہرائیوں کو نہیں سمجھ سکے۔ وہ یہاں پہنچا۔ بارباڈوس میں اس نے ادارے کی طرف سے ملنے والی ہدایات کے تحت ہوٹل آرکیولا میں قیام کیا اور پھر آرکیولا میں ایک حادثہ پیش آیا۔ بم کا حادثہ جس میں وہاں موجود بہت سی چیزیں تباہ ہو گئیں۔ اس کے کانڈات، پاسپورٹ اور دوسری چیزیں وہیں رہ گئیں۔ مجھے جب اس سلسلے میں معلوم ہوا تو میں نے تحقیقات کرائیں اور پتا یہ چلا کہ کوئی حادثہ ہوا ہے اور اس حادثے میں اس شخص کا کوئی پتا نہیں چل سکا اس کے کانڈات پاسپورٹ وغیرہ کمرے ہی میں رہ جانے کا یہ مطلب تھا کہ حادثہ اس کے لیے بھی غیر متوقع تھا اگر وہ جان بوجھ کر ایسا کوئی قدم اٹھاتا تو لازمی بات تھی کہ کم از کم اپنے تحفظ کا بندوبست تو کر لیتا اور پاسپورٹ اور کانڈات لے کر وہاں سے نکل جاتا لیکن پاسپورٹ اور کانڈات مل جانے کی وجہ سے ہم لوگوں نے یہی سمجھا کہ کوئی حادثہ ہوا ہے اس کے ساتھ اور اس سلسلے میں روز آرگنائزیشن پر شبہ کیا جانے لگا لیکن جانتے ہو اصل میں کیا ہوا ہے؟“

”نہیں۔“ میں نے آہستہ سے کہا۔

”یہ سب اس کی چال تھی اس نے اپنے کانڈات اور پاسپورٹ وغیرہ یہاں اسی لیے چھوڑے تھے کہ ہم اس کے بارے میں ایک رائے قائم کریں اور وہ اپنی اس تلاش میں مکمل طور سے کامیاب رہا۔ ہم یہی سوچتے رہے کہ وہ حادثے کا شکار ہو کر کہیں پھنس گیا ہے لیکن وہ آزاد تھا اور یہاں اپنے لیے راہیں تلاش کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ وہ کم بخت کاربوس پہنچ گیا اور کاربوس پہنچنے کے بعد اس نے میرے سینے میں نچر بھونک دیا۔“

”کیا مطلب؟“ میں بری طرح اچھل پڑا۔

”ہاں میرے دوست۔ ایہلا کو اسی نے اغوا کیا ہے۔“ میں شدت جوش سے کھڑا ہو گیا۔ یہی اداکاری مجھے کامیابی کے راستے دکھا سکتی تھی۔ میرا چہرہ سرخ ہو گیا تھا اور بدن میں لرزشیں پیدا ہو گئی تھیں پھر میں نے بمشکل تمام خود پر قابو پا کر کہا۔

”آپ کو یہ سب کچھ کیسے معلوم ہوا مسٹر ہینی ڈیل؟“

”آہ اس بد بخت نے مجھ سے رابطہ قائم کیا تھا۔“

”اوہ۔“ میں نے دانت بھینچ کر کہا۔

”بیٹھو۔ جذباتی ہونے سے کوئی کام نہیں چلے گا۔ ہم بہت بڑی مشکل کا شکار ہو گئے ہیں۔ ان لوگوں نے یہ پلاننگ اس لیے کی تھی کہ وہ پاگل ہو کر دوڑ پڑے گا ہاتھ جوڑے گا ڈان سینٹر کے سامنے، روئے گا گڑ گڑائے گا اور اپنی محبت کی بھیک مانگے گا اور اس وقت ڈان سینٹر اس کی محبوبہ کو اس کے حوالے کرتے ہوئے اس کے ہاتھ کاٹ دے گا اور اسے اپنے مفادات کے لیے مجبور کر دے گا۔ یہ منصوبہ تھا ڈان سینٹر کا لیکن وہ چالاک شخص اپنے منصوبے پر عمل کر رہا تھا۔ وہ جانتا ہے کہ ڈان سینٹر والے کبھی اس کی محبوبہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے کیونکہ اس کے نتیجے میں انہیں انتہائی نقصانات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ وہ اسے بلیک میل کرنے کی کوشش کرتے رہیں گے اور اس تصور کے تحت اس نے اپنے عمل کا آغاز کیا۔ وہ کہتا ہے کہ خون کا بدلہ خون ہوتا ہے اس کے مذہب میں۔ یعنی اگر اس کی محبوبہ کو اغوا کر لیا گیا ہے تو اس کے عوض وہ ایک باپ کی بیٹی کو اغوا کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے تاکہ مجھ سے سودے بازی کر سکے۔“

”آپ مجھے یہ بتائیے مسٹر ہینی ڈیل کہ اس نے آپ سے کیا گفتگو کی ہے؟“

جواب میں مسٹر ہینی ڈیل نے وہ تمام گفتگو مجھے سنادی جو میں نے اس سے کی تھی۔ میں اپنی اداکاری کو بدستور برقرار رکھے ہوئے تھا۔ میں نے کہا۔

”یہ تو کوئی بات نہیں ہوئی مسٹر ہینی ڈیل۔ عمل کسی کا ہے اور نقصان کسی کو پہنچا۔“

”ہاں میں جانتا ہوں اور اسی لیے میں ڈان سینٹر کے اس منصوبے سے اختلاف کرتا ہوں۔“

”تو اب آپ مجھے یہ بتائیے کہ اب ہمارا آئندہ قدم کیا ہونا چاہیے۔ کیا وہ چالاک

آدمی ہمارے ہاتھ آسکے گا؟“

”ناممکن، دعوے سے کہتا ہوں ناممکن۔ وہ اتنا شاطر ہے کہ ہم اس کی گرد کو بھی نہیں پاسکیں گے۔“

”اور اگر اس نے مس ایہلا کو نقصان پہنچا دیا تو؟“

”آہ اس کے امکانات ہیں۔ اس کے امکانات ہیں تم تصور نہیں کر سکتے کہ اس سے گفتگو کرنے کے بعد میرے دل و دماغ کی کیا کیفیت ہے۔ میرا دل چاہتا ہے کہ اس کے قدموں میں گر جاؤں، رو رو کر اس سے گڑ گڑا کر کہوں کہ میری بیٹی مجھے واپس کر دے۔ اس کی محبوبہ کو اغوا کرنے کا مجرم میں نہیں ہوں۔“

”اس سے کیا فرق پڑتا ہے مسٹر ہینی ڈیل۔ ظاہر ہے اسے آپ کے پاس بھیجا گیا ہے اور وہ یہی سمجھتا ہو گا کہ آپ اس سلسلے میں نمایاں حیثیت کے حامل ہیں۔“

”ہاں لیکن اتنا میں جانتا ہوں کہ اگر میں ڈان سینٹر سے اپنی بیٹی کے حوالے سے یہ درخواست کروں کہ اس کی محبوبہ اسے واپس کر دی جائے تو میری یہ درخواست کبھی قبول نہیں ہوگی۔“

”یہ تو کوئی بات نہیں ہوئی۔ اتنے بڑے نقصانات کا زے دار ہوں ہو گا۔ ایسے کسی شدت پسند ادارے سے تو تعلق بھی میرے خیال میں غیر منوزوں ہے۔“

”اب میں یہی سوچ رہا ہوں۔“

”اور اگر اس نے یہی مطالبہ کیا کہ اس کی محبوبہ کو واپس کر کے ایہلا کو واپس لے لیا جائے تو آپ کیا کریں گے؟“

”آہ میں کچھ نہیں کر سکوں گا۔ میں واقعی کچھ بھی نہیں کر سکوں گا۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہو گا کہ ڈان سینٹر مجھے ادارے کی رکنیت سے نکال دے گا اور مجھ سے قطع تعلق کر لے گا لیکن اس کے بعد میں جانتا ہوں کہ مالی طور پر مجھے بالکل تباہ کر دیا جائے گا یہی ڈان سینٹر کا طریقہ کار ہے۔ میں مالی طور پر تباہ ہونے کے لیے بھی تیار ہوں اگر مجھے میری بیٹی واپس مل جائے لیکن وہ شدت پسند لوگ اپنے اصولوں میں کوئی تبدیلی نہیں کریں گے اور مجھ سے اس بارے میں معذرت کر لیں گے۔“

میں نے آنکھیں بند کر لیں اور خاموشی سے بیٹھا اپنے جسم کو جھنش دیتا رہا۔ ہینی

ذیل بھی سوچ میں ڈوب گیا تھا۔

”اب ان حالات میں..... مجھے بتاؤ کہ میں کیا کروں؟“

”اس نے آپ سے دوبارہ کوئی رابطہ قائم نہیں کیا؟“

”ابھی تک نہیں اور اس کی وجہ بھی میں جانتا ہوں۔“ مینی ڈیل بولا اور میں اس کی صورت دیکھتا رہا پھر اس نے چند لمحات کے بعد کہا۔

”وہ ہر قسم کی جنگ کا ماہر معلوم ہوتا ہے اور دو دن کی یہ خاموشی اس بات کا اظہار کرتی ہے کہ وہ مجھ سے ذہنی جنگ کر رہا ہے۔ وہ مجھے اتنا زروس کر دینا چاہتا ہے کہ میں ایک لمحے میں اس کے سامنے ہتھیار ڈال دوں۔“

”تو کیا آپ۔ ان حالات میں بھی آپ اس کے سامنے ہتھیار اٹھائے کھڑے رہیں گے مسٹر مینی ڈیل؟“

”میں کیا ہتھیار اٹھاؤں گا۔ میری زندگی جس شخصیت کے لیے وقف ہے، اب وہی میری وجہ سے خطرے میں پڑ چکی ہے۔ آہ میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ ایسا کوئی مرحلہ بھی پیش آجائے گا۔ درنہ میں اپنی بیٹی کو ساری کائنات کی نگاہوں سے چھپا کر رکھتا۔ اصل میں مجھے یہ کرنا چاہیے تھا جم نیل، مجھے یہ کرنا چاہیے تھا۔ آخر کار میں نے ایک ایسے ادارے سے رابطہ قائم کیا ہے جس کے دنیا میں لاکھوں دشمن ہو سکتے ہیں لیکن مجھے یہ اندازہ نہیں تھا کہ دشمنی میری بیٹی تک منتقل ہو سکتی ہے اور میں اس کا شکار ہو گیا۔“

”تو پھر؟“

”وہ کم بخت مجھ سے کوئی مطالبہ بھی تو کرے۔ وہ مجھے بتائے تو سہی کہ وہ کیا چاہتا ہے۔“

”مسٹر مینی ڈیل اگر آپ کے کہنے کے مطابق اس نے آپ سے یہی مطالبہ کر دیا تو؟“

”بس یہیں سے تو میں ختم ہو جاتا ہوں اگر اس نے مجھ سے یہ مطالبہ کر دیا تو ظاہر سی بات ہے کہ میں اس کا یہ مطالبہ پورا نہیں کر سکوں گا۔“

”اور اس کے علاوہ؟“

”میرا خیال ہے اس کے علاوہ وہ جو کچھ بھی طلب کرے گا میں اسے دے دوں

گا۔“

”اور اگر ڈان سینٹر کو اس بات پر اعتراض ہوا تو؟“

”جہنم میں جائے ڈان سینٹر، اس نے مجھے زندگی اور موت کے دوراں پر لا کر لٹکا دیا ہے۔ بھلا تم خود بتاؤں انسان کے لیے جینے کا ایک ہی تو سہارا ہوتا ہے اور وہ سہارا ہے اس کی محبت، اس کا گھر اس کے ایسے جو اسے دل و جان سے پیارے ہوں اس کے علاوہ اور کیا کرنا ہوتا ہے اسے، میری بیٹی میری زندگی کا محور ہے۔ وہ..... وہ..... میں..... میں.....“ مینی ڈیل نے جانے کیا کہتے کہتے خاموش ہو گیا۔ میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور آہستہ سے کہا۔

”بہر حال مسٹر مینی ڈیل، میں کیا کہہ سکتا ہوں اس سلسلے میں۔ معاملہ میری ذہنی پہنچ سے بہت اونچا ہے میں سب کچھ کر سکتا ہوں اگر مجھے ایک اشارہ کر دیں تو میں اس سے جنگ کر کے مس ایلا کو حاصل کر سکتا ہوں لیکن اس کا کوئی پتا نشان تو ہو۔“

”آہ اگر اس کا کوئی پتا نشان مجھے مل جائے تو میں کاربوس کو الٹ کر رکھ دوں، سمندر چڑھا دوں کاربوس پر چاہے نتیجہ کچھ بھی نکلے لیکن ظاہر ہے وہ احمق نہیں ہے اس نے اپنے لیے کوئی ایسی ہی جگہ منتخب کی ہوگی جہاں اسے تلاش نہ کیا جاسکے۔ اب ہم اس کی ذہنی قوتوں کو تسلیم کرتے ہیں۔“

میں نے خاموشی ہی اختیار کیے رکھی۔ مینی ڈیل نے کہا۔

”دیکھو جم میرے نزدیک ہی رہو، مجھ سے زیادہ فاصلہ نہ اختیار کرو، مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔ تم جس عذاب سے گزر رہے ہو۔ میں جانتا ہوں لیکن.....“ وہ جملہ ادھورا چھوڑ کر خاموش ہو گیا پھر اس نے چند لمحات کے بعد کہا۔

”آرام کرو، ہمیں ساتھ ساتھ رہنا چاہیے تاکہ اس کی طرف سے اگر کوئی رابطہ ہو اور کوئی ایسی صورت حال پیش آجائے تو کم از کم میں تم سے مشورہ تو کر سکوں۔“ میں نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا دی اور پھر مزید کچھ دیر رسمی گفتگو کرنے کے بعد اس نے مجھے میری خوابگاہ تک پہنچا دیا جو اس نے فوری طور پر منتخب کی تھی۔ خوابگاہ کا دروازہ بند کر کے میں بستر پر جا کر لیٹ گیا دل میں لاکھوں قہقہے مچل رہے تھے۔ بہر حال اس نے آج مجھے اپنے الفاظ میں کچھ اعزازات دیے تھے اور وہ چراغ جو پہلے بہت مدھم تھا اب اتنا روشن

ہو گیا تھا کہ اس کی روشنی میرے چاروں طرف پھیل گئی تھی۔ یہاں آکر مجھے بے شمار فائدے حاصل ہوئے تھے اب یہ مارشل لیوٹن ڈلاز میرا ٹارگٹ تھا۔ پہلے بھی مجھے اس کے بارے میں نادرہ کی فراہم کی ہوئی فہرست سے تھوڑی بہت اطلاعات ملی تھیں لیکن وہ بس اطلاعات ہی کی حد تک بات تھی اس سے آگے میں نے اس کے بارے میں کبھی نہیں سوچا تھا لیکن اب یہ سوچنا پڑ رہا تھا کہ اگر یہاں سے مجھے صورت حال معلوم کرنے کے بعد جیسا بھیجنا تھا تو اس کا مقصد ہے لیوٹن ڈلاز کو اس بارے میں دوسری ہدایات دی گئی تھیں اور اسے میرے سلسلے میں کام کرنا تھا لیکن اب وقت ایسا آگیا تھا کہ مجھے خود ہی لیوٹن ڈلاز تک پہنچنا ہو گا۔ بہر حال یہ ساری صورت حال میرے لیے بڑی اطمینان بخش تھی اور میں اس تصور سے بے پناہ خوش تھا کہ کم از کم وقار صدائی صاحب کا کام اب بالکل نزدیک ہے۔ دو دن ہو گئے تھے اس شخص کو ذہنی ٹارچر دیتے ہوئے اور اس دوران میرا تعلق ایبلا ذیل سے بھی رہا تھا۔ وہ بالکل مطمئن تھی اور بلاشبہ یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ فلسطینی نوجوان احمد عسکری سے پاگلوں کی طرح محبت کرتی ہے اور اس پر اپنا سب کچھ بچھاور کرنے کے لیے تیار ہے۔ بہر حال پھر موقع پا کر میں نے بیسی ذیل کو ٹیلی فون پر مخاطب کیا۔ دن میں وہ کسی کام سے نکلا تھا اور اس نے مجھے بتا دیا تھا کہ وہ لچنگ ٹیک واپس آجائے گا میں کہیں نہ جاؤں میں نے اس کے موبائل فون پر اسے مخاطب کیا تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ بیسی ذیل اس وقت کہاں ہے لیکن جب مجھے اس کی آواز سنائی دی تو مجھے احساس ہوا کہ اس کے آس پاس کچھ اور لوگ بھی موجود ہیں کیونکہ ان کی آوازیں بھی ابھر رہی تھیں۔ جب میں نے اس سے اپنا تعارف کرایا تو وہ بدحواس ہو گیا اور اس نے کسی قدر وحشت زدہ لہجے میں کہا۔

”ایک منٹ، ایک منٹ مسٹر دانش منصور براہ کرم چند لمحوں توقف کرو۔ میں اس وقت چند لوگوں کے درمیان ہوں۔“

”میں آپ کو دوبارہ فون کیے لیتا ہوں مسٹر بیسی ذیل۔“

”نہیں پلیز نہیں رابطہ منقطع نہ کرنا میں بڑی بے چینی سے تمہارے فون کا انتظار کر رہا تھا۔“

”پھر آپ کوئی ایسی جگہ حاصل کیجئے مسٹر بیسی ذیل جہاں میں آپ سے تفصیلی بات

چیت کر سکوں۔“

”بس ایک منٹ میں اپنی جگہ سے اٹھ چکا ہوں یہاں میرے پاس ایسی جگہ موجود ہے جہاں میں تم سے پر اطمینان انداز میں گفتگو کر سکتا ہوں۔ بس ٹھیک ہے۔ ہاں اب کہو۔ یہ بتاؤ سب سے پہلے ایبلا کو کوئی نقصان تو نہیں پہنچایا تم نے؟“

”نہیں۔ یہ تو میں آپ سے کہہ چکا تھا مسٹر بیسی ذیل کہ جب تک میرے اور آپ کے درمیان تفصیلی گفتگو نہیں ہو جاتی مس ایبلا کو پورے صبر و سکون کے ساتھ رکھا جائے گا۔“

”کیا تم مجھے اس کی آواز سنوا سکتے ہو۔“

”جلد بازی نہ کریں۔ یہ ابھی ممکن نہیں ہے۔“

”تو پھر بتاؤ کیا فیصلہ کیا ہے تم نے میرے بارے میں؟“

”مسٹر بیسی ذیل فیصلہ تو آپ کو کرنا ہے۔ آپ کو یہ طے کرنا ہے کہ آپ کس حد تک مجھ سے مخلص ہو سکتے ہیں جبکہ میں جانتا ہوں کہ آپ میرے بدترین دشمنوں میں سے ایک ہیں۔“

”دیکھو مسٹر دانش منصور بات سنو میں اس کائنات میں سب سے زیادہ مخلص اپنے آپ سے اور اپنی بیٹی سے ہوں کیونکہ اس کے علاوہ میرا اس دنیا میں اور کوئی نہیں ہے۔ بیشک میرے سامنے ایک مشن ہے، ایک مقصد ہے لیکن ہر مشن اور ہر مقصد کا تعلق سب سے پہلے اپنی زندگی سے ہوتا ہے اور ایبلا میری زندگی ہے یہ سمجھ لو کہ میں اپنی شہ رگ تمہارے انگوٹھے کے نیچے دبا رہا ہوں تمہارے ہاتھ کی ایک ہلکی سی جنبش میری زندگی ختم کر سکتی ہے ایبلا میری زندگی ہی ہے اس کی زندگی کی قیمت میں تمہیں دنیا کی ہر اس شے کی شکل میں دے سکتا ہوں جو میرے قبضہ قدرت میں ہے۔“

”یہ بہت اچھی بات ہے مسٹر بیسی ذیل آپ کو یہ جاننے میں ذرا بھی دقت نہیں ہوگی کہ میرا تعلق کون سے ملک سے ہے“

”میں سمجھا نہیں۔“

”جس طرح آپ اپنے وطن کے مفادات کا تحفظ کرتے ہیں میں بھی اسی طرح اپنے وطن سے محبت رکھتا ہوں اور اس کے لیے اپنی زندگی ہزاروں بار قربان کرنے کے لیے

تیار ہوں۔ مسٹر بینی ڈیل آپ نے اور آپ کی آرگنائزیشن نے جو کچھ کیا ہے وہ ایک بالکل ہی الگ کیس ہے جس کا تعلق میری اپنی ذات سے ہے میں نے اسی راستے سے آپ کو ٹریپ کیا ہے میں تو اپنی محبت کو خدا حافظ کہہ چکا ہوں یہ سوچ کر کہ اگر میرے وطن کو اس کی قربانی درکار ہے تو میں یہ قربانی دے سکتا ہوں یا نہیں لیکن آپ اپنی بیٹی ایبلا کے سلسلے میں جس طرح مضطرب ہیں اس سے پہلا فائدہ میں آپ سے یہ حاصل کرنا چاہتا ہوں کہ وہ پلانٹ جو میرے ملک بھیجا جا رہا تھا اور جسے آپ نے غاصبانہ طور پر روک کر اپنی تحویل میں لے لیا تھا سب سے پہلی کوشش آپ کی یہ ہو کہ وہ پلانٹ میرے ملک پہنچ جائے۔ آپ کے سپرد یہ پہلی ذمہ داری ہے مسٹر بینی ڈیل اس کے علاوہ میں آپ سے صرف ایک اور کام لوں گا اور جب میرے یہ دونوں کام مکمل ہو جائیں گے تو سمجھ لیجئے کہ ایبلا ڈیل آپ کے حوالے کر دی جائے گی۔“

”آہ..... میں..... میں..... میں تیار ہوں۔ میں سچے دل سے تیار ہوں۔ حالانکہ میں جانتا ہوں کہ میرا یہ عمل مجھے ڈبوئے کے لیے بہت کافی ہے اس پلانٹ کا مسئلہ اب میرا ذاتی مسئلہ نہیں رہ گیا ہے بلکہ حکومت اسرائیل یہ کوشش کر رہی ہے کہ وہ پلانٹ میں اس کے حوالے کر دوں۔ بس کچھ تنازعات ہیں جن کی بنا پر یہ مسئلہ فائنل نہیں ہو سکا لیکن میں ڈوب جانا پسند کروں گا میرا جو بھی حشر ہو گا میں اس سے نمٹ لوں گا میں کوئی بھی ترکیب کر لوں گا کوئی بہانہ کر دوں گا میں یہ سب کچھ تم مجھ پر چھوڑ دو میں تمہاری اس خواہش کی تکمیل کیے دیتا ہوں لیکن میرے دوست اس میں وقت تو لگے گا حالانکہ میں ابھی اسی وقت سے اپنی تمام بہترین کاوشوں کے ساتھ اس پلانٹ کو تمہارے وطن بھجوانے کی تیاری شروع کر دیتا ہوں لیکن اتنے عرصے میں اپنی ایبلا سے دور نہیں رہ سکتا۔“

”تم جس قدر اپنی بیٹی کے لیے جذباتی ہو مسٹر بینی ڈیل میں اپنی محبوبہ کے لیے بھی اتنا ہی جذباتی ہوں جب میں اس کے لیے ایک طویل عرصہ صبر کر سکتا ہوں تو تمہیں بھی صبر کرنا ہو گا۔“

”دیکھو اپنے اور تمہارے درمیان کا فرق میں تمہیں بتا چکا ہوں، مجھے اس امتحان میں نہ ڈالو اگر میں تم سے کیے ہوئے وعدے سے منحرف ہو جاؤں تو تم میرے ساتھ جو

سلوک چاہو کر سکتے ہو مجھے ہزاوے لینا لیکن..... لیکن.....“

”مسٹر بینی ڈیل کام اب سب کچھ میری مرضی سے ہی ہو گا میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ تم کتنی برق رفتاری سے اپنا یہ عمل مکمل کر لیتے ہو۔ جب مجھے اس بات کی اطلاع مل جائے گی کہ یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچ چکا ہے تب میں تم سے اپنے دوسرے کام کے بارے میں کہوں گا اور وہ دوسرا کام صرف چند گھنٹوں کا کام ہو گا اس کا میں تمہیں اعتبار دلاتا ہوں۔“

”لیکن بات تو سنو۔“

”اوسکے۔ خدا حافظ۔“ میں نے کہا اور فون بند کر دیا اس کے بعد مجھے برق رفتاری سے اپنی رہائش گاہ پر پہنچنا تھا کیونکہ میں جانتا تھا کہ بینی ڈیل دوڑا دوڑا میرے پاس ہی آئے گا اس نے وعدہ کر لیا تھا اور میری مسرتوں کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا میرا اندازہ بالکل غلط نہیں نکلا۔ بینی ڈیل تھوڑی ہی دیر کے بعد جم بیل..... جم بیل پکارتا ہوا میرے کمرے میں گھس آیا تھا میں ایک آرام کرسی پر نیم دراز کیفیت میں تھا اور میرے چہرے پر وہی غم آلود انداز نظر آ رہا تھا اسے دیکھ کر میں سنبھل کر بیٹھ گیا اور پھر میں نے اچانک ہی کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

”کیا بات ہے مسٹر ڈیل! کیا مس ایبلا کا پتا چل گیا؟“

”بیٹھو، بیٹھو میرا اس سے رابطہ ہوا ہے اس نے مجھ سے اپنی پہلی فرمائش بیان کر دی ہے بیٹھو پلیز بیٹھ جاؤ تم اس وقت میرے لیے بہت بڑا سہارا ہو میں دنیا کی ہر بات پر تم سے مشورہ کر سکتا ہوں۔ مجھے تم پر ہر طرح سے اعتماد ہے بلکہ اب تو میں سمجھتا ہوں کہ میری اور تمہاری ذات یکساں ہی ہے۔“ میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا تب اس نے وہ تمام گفتگو سنا دی جو دانش منصور کی حیثیت سے میرے اور اس کے درمیان ہوئی تھی۔ میں سرد اور سپاٹ چہرہ لیے ہوئے اس کی باتیں سنتا رہا تھا پھر میں نے ایک تھکی تھکی سانس لے کر کہا۔

”مسٹر بینی ڈیل میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ جس طرح بھی ممکن ہو سکے

ایبلا کو اس کے شکنجے سے نکال لے جو شخص اتنا شاطر اور خطرناک ہے وہ اسے کوئی ذہنی اور جسمانی نقصان بھی پہنچا سکتا ہے آپ نہیں جانتے وہ کس قدر حساس لڑکی ہے۔ سوری مسٹر

ہینٹی ڈیل میں جو الفاظ کہہ رہا ہوں براہ کرم ان کی نوعیت پر غور کیجئے گا میں شدید ذہنی انتشار کا شکار ہوں۔“

”تم بالکل ٹھیک کہتے ہو جم مجھے خود بھی اس کا احساس ہے بہر حال پانسہ پلٹ گیا ہے وہ خطرناک آدمی یقینی طور پر اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے بغیر باز نہیں آئے گا میں اپنی بیٹی کے لیے کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتا حالانکہ میں نے بڑے عزم اور بڑے زبردست پلان کے تحت وہ پلانٹ اس ملک جانے سے روکا تھا اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اب مجھے دوبارہ اسے وہاں بھیجنے کے لیے کتنی شدید جدوجہد کرنا پڑے گی اور اس کے بعد نہ جانے کیسے کیسے حالات کا مقابلہ کرنا ہوگا۔“

”کیا آپ با آسانی اسے وہاں روانہ کر سکتے ہیں۔“

”آسانی کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا لیکن میری کاوشیں بہر حال اس کام کو کر سکتی ہیں میں جانتا ہوں کہ مجھے یہ کس طرح کرنا ہے۔“

”میں آپ کا ہر طرح معاون رہوں گا مسٹر ہینٹی ڈیل لیکن اس بد بخت نے اپنا دوسرا پروگرام نہیں بتایا۔“

”آہ کاش وہ بتا دیتا لیکن ہم اس طرح اس کے شکنجے میں پھنس چکے ہیں کہ کچھ نہیں کر سکتے۔ کچھ بھی نہیں کر سکتے تم میرے دوست ایک کام کرو میں‘ میں چاہتا ہوں کہ تم اپنا حلیہ درست کرو اور مستعد ہو جاؤ۔ یہ سوگ میری زندگی کو گھن لگا رہا ہے میں جب اپنی بیٹی کے بارے میں تصور کرتا ہوں تو یقین کرو میرا سانس رکنے لگتا ہے تمہیں دیکھ کر مزید یہ احساس ہوتا ہے کہ صورت حال بہت سنگین ہو گئی ہے کیونکہ تم جیسا شخص آسانی سے مضطرب نہیں ہو سکتا۔ مجھے تم پر بے حد اعتماد ہو گیا ہے۔“ میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ مسٹر ہینٹی ڈیل جو کچھ میں کر رہا ہوں اس پر بچھڑانے کا ایک فیصد بھی چانس نہیں ہے آپ ایسی ہی شخصیت کے مالک ہیں کہ آپ پر رحم نہیں کھایا جاسکتا بہر حال میں نے ہینٹی ڈیل سے وعدہ کر لیا کہ میں اپنے آپ کو سنبھالوں گا۔ ہینٹی ڈیل نے اس پلانٹ کو بھیجنے کے لیے ایک منصوبہ میرے سامنے پیش کیا اور بلاشبہ یہ نہایت کارآمد تھا۔ کوئی ایسی اہم بات نہیں تھی اس میں‘ بس اتنا سا کام تھا کہ ہینٹی ڈیل اپنے وسائل اور تعلقات سے کام لے کر بالکل نئے نام اور نئے طریقے سے اس پلانٹ کو ایکہ بری کمپنی کے جہاز پر منتقل کرتا اور

اس کے بعد اسے میرے وطن بھجوا دیتا۔ یہی طریقہ کار اس نے منتخب کیا تھا۔ اصل پلانٹ کا کسی کو اندازہ نہیں ہو سکتا تھا۔ بہر حال میں نے مکمل طور پر اس سے تعاون کیا اور ایک بار پھر میں نے اپنا حلیہ تبدیل کر لیا۔ میں ہینٹی ڈیل کے شانہ بشانہ پلانٹ کو اپنے وطن بھجوانے کی کارروائیوں میں مصروف ہو گیا تھا۔ بھلا اس سے زیادہ دلچسپ کام میرے لیے اور کیا ہو سکتا تھا۔ اس دوران دو دفعہ ایبلا ڈیل سے بھی ملاقات ہوئی۔ بڑی ہوشیاری اور چاروں طرف سے محتاط ہونے کے بعد میں اس تک پہنچا تھا۔ وہ بھی جلد بازی کا شکار تھی۔ میں نے اسے اطمینان دلاتے ہوئے کہا۔

”اصل میں ایبلا‘ مسٹر ہینٹی ڈیل کی شخصیت میرے لیے کچھ اس طرح محترم ہے کہ انھیں دھوکہ دیتے ہوئے بھی دل بری طرح دکھتا ہے۔ لیکن میں آپ کے موقف سے بہت زیادہ متاثر ہو گیا ہوں۔ آپ کا اپنا مسئلہ بھی اتنا ہی سنگین ہے کہ اسے بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔“

”دیکھو‘ میں نے بہت سی ناکامیوں کے بعد اور بڑے دکھ اٹھانے کے بعد امید کے یہ چراغ روشن دیکھے ہیں۔ کہیں کسی جگہ اپنے احساس کا شکار مت ہو جانا ورنہ میں بے موت ماری جاؤں گی۔ اب تک میں نے نہایت ہمت سے اپنے آپ کو برقرار رکھا ہے لیکن اب اگر میں ناکام ہوئی تو خودکشی کے سوا میرے پاس اور کوئی چارہ کار نہیں رہے گا۔“

”نہیں مس ایبلا۔ میں قول کا دھنی ہوں۔ ایک دفعہ جب میں نے آپ سے وعدہ کر لیا تو کسی بھی طور اس وعدے سے منحرف نہیں ہو سکتا۔ آپ مکمل اطمینان رکھیے۔“

”تمہیں عسکری کی زندگی کے بارے میں تو علم ہو گیا ہے۔“

”ہاں عسکری زندہ ہے اور مسٹر ہینٹی ڈیل نے اسے آرام سے رکھا ہوا ہے۔“

”یہ بھی میری وجہ سے ہوا ہے۔“

”ویسے مس ایبلا ایک بات بتائیے مجھے۔ آپ نے آئندہ کے لیے کیا پروگرام بنایا ہے؟“

”میں تم سے یہی بات کرنا چاہتی تھی۔ اصل میں میرے اپنے ذہن میں جو فوری پروگرام ہے وہ یہ ہے کہ مسٹر ہینٹی ڈیل کو مجبور کرو کہ احمد عسکری کو البانیہ بھجوا دے۔“

البانیہ میں میری ایک بہت گہری دوست شیریا رہتی ہے۔ حالانکہ شیریا اینگ لیکن ہے اور کسی زمانے میں اینگ لیکن کے لیے بہت سے کام کر چکی ہے لیکن وہ میتھوڈسٹ مشن سے کوئی ایسی نفرت نہیں کرتی جو یہ کہا جاسکے کہ وہ ڈیڈی کے خلاف ہوگی اور اگر ہوگی بھی وہ ڈیڈی کے خلاف تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ وہ میری بہت گہری دوست ہے اور میرے لیے سب کچھ کرنے پر تیار رہتی ہے۔ مجھے اس پر بہت زیادہ بھروسہ ہے۔ البانیہ میں وہ مجھے ہر طرح کی مدد دے گی۔“

”ٹھیک، تو پھر آپ یہاں سے البانیہ جانا چاہتی ہیں۔ کیا احمد عسکری کے ساتھ؟“
 ”نہیں، ڈیڈی کو اگر شبہ بھی ہو گیا کہ میں کسی طرح سے اس پروگرام میں ملوث ہوں تو یوں سمجھ لیجئے مسٹر جیم ہیل کہ وہ جنونی آدمی ہیں پھر وہ ہر خطرہ مول لینے پر مجبور ہو جائیں گے اور شاید اپنے اس پروگرام کو وہ فوری طور پر ملتوی کر دیں۔“
 ”آپ مطمئن رہیں ایسی کوئی بات نہیں ہوگی۔“
 ”لیکن ہو گا کیا؟“

”احمد عسکری کو ساری تفصیلات کے ساتھ البانیہ بھجوا دیا جائے۔ میں کاربوس سے برج ٹاؤن جاؤں گی اور پھر وہاں سے البانیہ چلی جاؤں گی۔“
 ”آپ اس کے انتظامات کر سکتی ہیں؟“
 ”تم بالکل فکر مت کرو، یہ کھیل بھی میں ڈیڈی کے شانوں پر ہاتھ رکھ کر ہی کھیلوں گی۔“
 ”کیا مطلب؟“

”برج ٹاؤن میں ڈیڈی کے بڑے شاندار تعلقات ہیں اور میرے لیے یہ بندوبست ان کے توسط سے ہو جانا کوئی مشکل کام نہیں ہو گا۔“
 ”گڈ، لیکن احمد عسکری کی رہائی کے بعد جب تمہیں ان کے سامنے پیش ہونا ہو گا تو وہ تمہیں مکمل طور پر نگاہ میں رکھیں گے اور تمہارے لیے یہ کام مشکل ہو جائے گا۔“ وہ گہری سوچ میں ڈوب گئی پھر اس نے کہا۔

”ہاں یہ تم نے صحیح نشاندہی کی۔ واقعی اس میں کوئی شک نہیں ایسا ہو سکتا ہے۔“
 ”پھر بھی تم فکر مت کرو۔ میں اس سلسلے میں تمہاری مدد کروں گا۔“ اس نے مجھے

شکر گزار نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”ڈیڈی نے اگر تمہیں اپنے دل میں یہ مقام دیا ہے تو یقین کرو غلط نہیں دیا ہے تم اس قدر اچھے ہو کہ کہ.....“
 ”خیر بہر حال، اب جو کچھ بھی ہے لیکن تھوڑا سا وقت لگے گا اس میں، مسٹر ہینی ڈیل کو آمادہ کرنا معمولی بات نہیں ہے۔ میں ذرا حالات کا انتظار کر رہا ہوں۔ موقع ملتے ہی اس سلسلے میں کام شروع کروں گا۔“
 ”مجھے زیادہ فکر نہیں ہے۔ کیونکہ اب مجھے تم پر مکمل اعتبار ہو چکا ہے۔“ میں دل ہی دل میں مسکرا دیا۔

بہر طور میں نے وہ عظیم الشان کارنامہ سرانجام دے لیا۔ مسٹر ہینی ڈیل سازشی ذہن کے مالک تھے لیکن اس بار خود ایک بدترین سازش کا شکار ہو گئے تھے اور خود ہی اپنی ذہانتوں سے کام لے کر اپنے دشمنوں کے لیے کام کر رہے تھے۔ انہوں نے ایک ایسا طریقہ کار اختیار کیا تھا کہ کسی کو یہ اندازہ نہ ہو سکے کہ ان جہازوں سے جو اعلیٰ درجے کی مشینری جارہی ہے اس کا اصل کام کیا ہے۔ جہاں، جہاں سے ان جہازوں کو گزرنا تھا۔ وہاں کے لیے مسٹر ہینی ڈیل نے اپنے وسیع تر تعلقات سے کام لے کر کلیئرنس لے لیا تھا اور ایک ایسے نئے نام سے یہ سب کام کرایا تھا جو کسی کے لیے باعث تردد نہیں تھا۔ جب تک کہ یہ میرے وطن نہ پہنچ جائے اور اصل صورت حال کسی خاص ذریعے سے میرے وطن کے دشمنوں کے کانوں تک نہ پہنچے۔ میں اس ساری کارروائی سے مطمئن تھا اور جانتا تھا کہ مسٹر وقار صدیقی اصل صورت حال کو سمجھ لیں گے جب انہیں اس سلسلے میں ساری تفصیلات معلوم ہوں گی۔ ظاہر ہے میرے علاوہ ان کا ذہن کسی اور طرف نہیں جائے گا۔ اس سے زیادہ مجھے اور کوئی صلہ درکار نہیں تھا کہ ان لوگوں کے دلوں میں میری عزت اور میرا مقام برقرار رہے پھر وہ جہاز وہ عظیم الشان پلانٹ لے کر روانہ ہو گئے۔

مسٹر ہینی ڈیل سے اس رات بہت دیر تک میری گفتگو ہوئی ہینی ڈیل مسلسل غم کا شکار تھا۔ اس نے کہا۔

”پتا نہیں اس کمبخت کو اس صورت حال کا علم ہو گا یا نہیں۔ میرا لاکھوں روپیہ خرچ ہو گیا اور یہ پلانٹ یقین کرو میری گردن بری طرح پھنس سکتی ہے اگر صورت حال

حکومت اسرائیل کے علم میں آجائے۔“
 ”کیا کیا جاسکتا ہے مسٹر ہینی ڈیل۔ میں تو اس سلسلے میں قطعی ناواقف آدمی ہوں؟“
 ہینی ڈیل ایک ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ بہت دیر تک سوچتا رہا پھر بولا۔

”اور اب اس کے بعد وہ بد نصیب شخص نہ جانے کون سا نیا مطالبہ کرے گا۔ او میرے خدا اگر ایسا ہی کوئی اور کام اس نے میرے سپرد کر دیا۔ لعنت ہو ڈان سینٹر پر جس نے یہ کھیل کھیلتے ہوئے مجھے عذاب میں گرفتار کر دیا۔“

”ویسے مجھے تعجب ہے مسٹر ہینی ڈیل، ڈان سینٹر کی طرف سے آپ سے اس کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں کی گئیں؟“

”جواب دے دے کر تنگ آگیا ہوں اس طرف سے مسلسل مجھ پر دباؤ ہے کہ مجھے اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنی چاہئیں۔ یہ میری ذمہ داری ہے لیکن میں کیا کروں بتاؤ۔ وہ لوگ بھی یہ بات جانتے ہیں کہ معاملہ جس شخص کا ہے۔ وہ کس حیثیت کا انسان ہے۔“ مسٹر ہینی ڈیل نے جواب دیا۔

بہر حال کم از کم چوبیس گھنٹے کا آرام مسٹر ہینی ڈیل کو دینا ضروری تھا اور اس کے بعد انھیں اپنے نئے مطالبے سے آگاہ کرنا تھا جو بہر طور ان کے لیے اتنا زیادہ مشکل نہیں ثابت ہو گا۔

چنانچہ میں صورت حال کا جائزہ لیتا رہا اور پھر جب مسٹر ہینی ڈیل اس عظیم صدمے سے کسی حد تک بحال ہوئے تو میں نے موقع پا کر انھیں ٹیلی فون کیا۔ اس وقت میرے اور ان کے درمیان کافی فاصلہ تھا۔ مسٹر ہینی ڈیل نے فون ریسیو کیا تو میں نے نہایت ادب سے انھیں مخاطب کیا اور مسٹر ہینی ڈیل میری آواز سن کر بے اختیار ہو گئے۔

”میں نے تمہارا مطالبہ پورا کر دیا ہے اگر تم نے صورت حال کا جائزہ لیا ہو تو تمہیں علم ہو گیا ہو گا کہ میں نے اپنی زندگی کو ایک مستقل روگ لگایا ہے اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ مجھے اس سلسلے میں معاف کر دیا جائے گا تو اپنے ذہن سے یہ خیال نکال دو۔ تم نے میری زندگی تباہ کر ڈالی ہے۔“

”آپ نے بھی بہت سی زندگی تباہ کی ہوں گی مسٹر ہینی ڈیل۔ ہوتا ہے یوں بھی ہوتا ہے ہر شخص کو اونچ نیچ کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔“

”اچھا فضول باتوں سے گریز کرو۔ مجھے بتاؤ میری بیٹی کو کب رہا کر رہے ہو؟“
 ”میرا خیال ہے آپ کی یادداشت پر کچھ اثر پڑا ہے مسٹر ہینی ڈیل آپ کچھ بھول رہے ہیں۔“

”مجھے یاد ہے۔ کاش میں تمہیں گالیاں دے سکتا۔“

”ارے توبہ توبہ مسٹر ہینی ڈیل آپ جیسی عظیم شخصیت صرف گالیوں پر گزار کر سکتی ہے آپ کو تو میرے بدن کی چندیاں اڑا دینی چاہئیں اپنے تمام وسائل اس کام پر صرف کر دینے چاہئیں کہ مجھے ہلاک کر دیا جائے لیکن مسٹر ہینی ڈیل۔ ڈان سینٹر یا روز آرگنائزیشن ابھی تک اس شخص کو پیدا نہیں کر سکی ہے جو مجھے نقصان پہنچا دے۔ آپ لوگوں کی غلط ”سیکولیشن“ آپ کو نقصان پہنچا رہی ہے۔ میں کیا کر سکتا ہوں۔ جواب میں ہینی ڈیل کی آواز نہیں سنائی دی تھی۔ مجھے اندازہ تھا کہ وہ شدت غم سے قوت گویائی کھو بیٹھا ہے۔ چند لمحات کے بعد میں نے کہا۔

”بہر حال مسٹر ہینی ڈیل آپ نے نیک نیتی سے ایک کام سرانجام دے دیا ہے اور میں اس کی جانب سے مطمئن ہوں دو سرا مطالبہ جیسا کہ میں نے آپ سے کہا تھا اتنا بڑا نہیں ہے۔ بہت معمولی سی بات ہے۔“

”بتاؤ۔ میں تمہیں خدا کا واسطہ دیتا ہوں مجھے بتاؤ۔ آہ تم ایک ایسا عذاب بنے ہو میرے لیے جس کا میں کبھی خواب میں بھی تصور نہیں کر سکتا تھا۔“

”اب دیکھیے نایہ تو آپ کی کوتاہی ہے۔ کم از کم آپ کو مناسب خواب ضرور دیکھنے چاہئیں۔ بہر حال اب میں آپ کی توجہ ایک ایسے مظلوم شخص کی جانب کرانا چاہتا ہوں جسے آپ نے جس بیجا میں رکھا ہوا ہے۔ میرا خیال ہے آپ سمجھ گئے ہوں گے۔ میں احمد عسکری کی بات کر رہا ہوں۔“

ہینی ڈیل پر چند لمحات کے لیے سکتہ طاری ہو گیا وہ دیر تک خاموش رہا پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

”ایک سوال کا جواب دو گے؟“

”ضرور ہم اچھے کاروباریوں کی طرح گفتگو کر رہے ہیں۔“

”کیا اس کے بارے میں تمہیں میری بیٹی نے بتایا ہے؟“

تحويل میں لے لے گی۔ آپ کو اس سلسلے میں کسی پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔
 ”بھئی ڈیل چند لمحات خاموش رہا اور پھر اس نے کہا۔ ”ٹھیک ہے میں اس کے لیے
 بھی تیار ہوں لیکن کیا اس کے علاوہ بھی تمہاری اور کوئی شرط ہوگی؟“
 ”بالکل نہیں مسٹر بھئی ڈیل۔“

”کیا تم سمجھتے ہو کہ احمد عسکری رہا ہونے کے بعد میرے خلاف کوئی کارروائی نہیں
 کرے گا؟“

”آپ بہت بڑی شخصیت کے مالک ہیں مسٹر بھئی ڈیل اب ایسے معمولی معمولی
 لوگوں کے بارے میں آپ اس انداز سے سوچنے لگے۔“

”اگر اسے تمہارا تعاون حاصل رہا تو وہ میرے لیے خطرناک بن سکتا ہے۔ میرا اور
 اس کا معاملہ ایک یہودی اور مسلمان کا معاملہ نہیں ہے بلکہ میرے اور اس کے درمیان
 کچھ اور اختلافات بھی ہیں۔“

”مجھے ان اختلافات سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں نے احمد عسکری کی رہائی کی
 ذمہ داری قبول کی ہے اس کے بعد تنظیم آزادی فلسطین کے نمائندے اسے لے کر
 کہیں بھی چلے جائیں گے بات ختم ہو جاتی ہے۔“

”اگر بات اس طرح ختم ہو جاتی ہے تو میں بخوشی اس سلسلے میں تیار ہوں اور
 تمہاری ہدایت کے مطابق جیسے بھی تم کہو میں اسے رہائی دیتا ہوں۔“

”تو پھر اسے عزت اور احترام کے ساتھ ایک مناسب رقم کی ادائیگی کر دیں اور برج
 ٹاؤن بھجوا دیں وہاں سے اسے البانیہ کے لیے روانہ کرنا مکمل طور سے آپ کی ذمہ
 داری ہوگی۔“

”ٹھیک ہے میں یہ کام کردوں گا لیکن اس کے بعد میری بیٹی مجھے کب واپس مل
 جائے گی؟“

”جو نہی یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچے گا۔ میں ڈیل خود بخود آپ کے پاس پہنچ جائیں
 گی۔ بارہ گھنٹے کے اندر اندر۔“

”اوکے، اوکے، لیکن میں جس قدر جلد یہ کام کروں گا تمہیں بھی اتنی ہی
 جلدی میری بیٹی کو میرے حوالے کرنا ہوگی۔“

”مسٹر بھئی ڈیل میں جس قسم کا انسان ہوں، آپ تصور بھی نہیں کر سکتے۔ مردوں کی
 طرح جنگ کرنے کا عادی ہوں اور مردوں والی زبان رکھتا ہوں۔“

”ٹھیک ہے دیکھ لیتا ہوں۔“ بھئی ڈیل نے جواب دیا اور میں نے فون بند کر دیا۔
 اپنی اس کامیابی پر بے انتہا مسرور تھا اور اب وہ لمحات آگئے تھے جب مجھے یہاں کا کام ختم
 کر لینا تھا۔ اس امداد غیبی پر تمہ دل سے اللہ کے حضور شکر گزار تھا۔ مجھے بہت زیادہ
 جدوجہد نہیں کرنی پڑی تھی اور اس سلسلے میں کوئی خاص ہنگامہ آرائی بھی نہیں ہوئی تھی۔
 صرف دماغی جنگ لڑنا پڑی تھی اور مجھے اس دماغی جنگ میں کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ مسٹر
 بھئی ڈیل سے فوراً ملاقات کرنے سے پہلے میں نے اس وقت ایبلا ڈیل کے پاس جانا
 مناسب سمجھا۔ احتیاط میں ہر قیمت پر کیا کرتا تھا اور مکمل احتیاط کے ساتھ میں ایبلا ڈیل کے
 پاس پہنچ گیا۔ وہ مطمئن تھی اور صبر و سکون سے آنے والے واقعات کے انتظار میں تھی۔
 مجھ سے بڑے مخلصانہ انداز میں ملتی تھی اور اس نے میری شخصیت کا اعتراف کیا تھا اس
 وقت بھی اس نے اسی طرح میرا استقبال کیا۔ اور کہنے لگی۔

”کہتے مسٹر جم بیل، کیسی کارروائی جارہی ہے آپ کی؟“

”نہایت مناسب مس ایبلا ڈیل، مجھے مسرت ہے کہ میں آپ کی خدمت کرنے میں
 کامیاب ہو گیا ہوں میرا خیال ہے اب صرف چند گھنٹوں کے اندر اندر مسٹر احمد عسکری
 رہائی پا جائیں گے۔ البانیہ میں ان کے لیے کوئی خاص ہدایت ہے آپ کی طرف سے۔“
 ایبلا ڈیل کے چہرے پر مسرتوں کے پھول کھل اٹھے تھے۔ اس نے کہا۔

”کیا مسٹر بھئی ڈیل نے احمد عسکری کو اپنی تحويل میں قبول کر لیا ہے؟“

”نہ صرف قبول کر لیا ہے بلکہ اب سے چند گھنٹوں کے اندر اندر احمد عسکری کی
 روانگی کا بندوبست بھی ہو جائے گا۔“ میں نے ایبلا ڈیل کو اس بارے میں ساری تفصیلات
 بتا دیں لیکن ایک مخصوص حد تک یعنی اسے صرف یہ بتا چل گیا کہ مسٹر بھئی ڈیل تمام تر
 مراعات کے ساتھ احمد عسکری کو البانیہ بھجوانے کے لیے تیار ہو گئے ہیں۔

”میری اس سے ملاقات تو ممکن نہیں ہو سکے گی؟“ ایبلا ڈیل نے عجیب سے لہجے

میں کہا۔

”جی ہاں۔ کوئی خطرہ مول لینا میرے خیال میں کسی طور مناسب نہیں ہے۔“

”میں سمجھتی ہوں۔ مسٹر ہینسی ڈیل بھی بہت چالاک آدمی ہیں۔ بہر حال سچی بات یہ ہے کہ کبھی کبھی میں اپنے آپ کو مجرم محسوس کرتی ہوں۔ انھوں نے بے شک مجھے بہت بڑا مقام دیا ہے لیکن میں ان واقعات کو نہیں بھول سکتی جن میں میری ماں کی موت ہوئی اور جس میں مسٹر ہینسی ڈیل نے میری محبت پر ضرب لگائی۔ میری تو ساری زندگی ایک زخم بنادی تھی انھوں نے بہر حال قدرت نے میری مدد کی اور مجھے آپ جیسے ایک آدمی کا سہارا حاصل ہو گیا۔“

”میرا خیال ہے اب مسٹر ہینسی ڈیل کو میری تلاش ہوگی۔ میں خود بھی ذہنی طور پر بڑا افسردہ ہوں مس ڈیل کیونکہ بہر حال وہ میرے پاس ہیں۔“

”آئی ایم سوری جم نیل لیکن جو کام تم کر رہے ہو اس میں بہت سے دعائیں تمہارے ساتھ ہوں گی۔ ہم مجبوروں کی دعائیں۔“

”آپ بتا سکتی ہیں کہ اس کے بعد آپ کا منصوبہ کیا ہے؟“

”آپ صرف اتنا کیجئے کہ احمد عسکری کو یہاں سے روانہ کریں اور اس سے کہیں کہ وہ البانیہ میں سائنو پول ہوٹل میں قیام کرے۔ البانیہ کے دارالحکومت میں سائنو پول ہوٹل تیسرے درجے کے ہوٹلوں میں شمار ہوتا ہے لیکن ایسے ہی کسی ہوٹل میں قیام کرنا زیادہ موزوں ہوگا۔ میں وہاں اس کے پاس پہنچ جاؤں گی آپ اس سے کہہ دیجئے کہ وہ وہیں خاموشی سے میرا انتظار کرے اور پرسکون رہے پھر وہاں سے ہم یونان نکل جائیں گے اور اس کے بعد اپنی نئی دنیا کی تلاش میں سرگرداں ہو جائیں گے۔ میں نے آپ کو بتایا تھا کہ وہاں میری دوست ”شیریا“ میری معاون ہوگی۔ وہ بہت اچھی لڑکی ہے اور اس کی زندگی میں بہت سے ایسے ہوئے ہیں۔ اب وہ تنہا وہاں زندگی گزار رہی ہے اور بڑی غمزدہ رہتی ہے۔ بہر حال وہ میری مدد کرے گی۔ شیرنی ہے وہ اور اس نے اپنے آپ کو اس طرح کی شخصیت میں ڈھال لیا ہے کہ آپ اسے دیکھیں گے تو حیران رہ جائیں گے۔“

”تو شیریا وہاں آپ کے لیے کیا کر سکتی ہے۔“

”بس میں اس سے یہی کام لوں گی کہ یونان نکل جاؤں۔“

”ٹھیک ہے آپ کی یہ ہدایات میں احمد عسکری کو پہنچا دوں گا۔“ کچھ دیر کے بعد میں ہینسی ڈیل کی بیٹی کے پاس سے چلا آیا اور میرا اندازہ بالکل درست نکلا۔ ہینسی ڈیل میری

رہائش گاہ پر مضطربانہ انداز میں چہل قدمی کرتے ہوئے میرا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے شکایتی انداز میں کہا۔

”چلے جاتے ہو مجھے بتا کر بھی نہیں جاتے۔ یہ بھی نہیں سوچتے کہ اب تم میری زندگی کا ایک ایسا حصہ بن چکے ہو جس کے بغیر میں کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ آؤ میرے ساتھ آؤ“ آؤ جلدی مجھے تم سے بہت اہم گفتگو کرنی ہے۔“

میں مسٹر ہینسی ڈیل کے ساتھ اندر چلا گیا۔ ہینسی ڈیل نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

”اس کہنے کا اس ذلیل کا فون ملا ہے مجھے۔ وہ وہ شیطان صفت آدمی یوں محسوس

ہوتا ہے جیسے وہ میری زندگی کے ہر پہلو سے واقف ہے۔“

”کیا اس نے اپنے دوسرے مطالبے کا اعلان کیا؟“

”ہاں اور وہ مطالبہ بھی اتنا ہی سخت ہے لیکن میں اس کا مطالبہ پورا کرنے کے لیے تیار ہوں احمد عسکری نامی ایک شخص ہے جو میری تحویل میں ہے کچھ ایسے واقعات پیش آگئے تھے کہ مجھے احمد عسکری کو اپنی تحویل میں رکھنا پڑا۔ وہ فلسطینی ہے میرا دشمن بھی ہے۔ دانش منصور نے احمد عسکری کی رہائی کا مطالبہ کیا ہے۔“

”اوپر مائی گاڈ۔ بہت ہی خوفناک آدمی معلوم ہوتا ہے۔“ میں نے کہا۔

”ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ڈان سینٹر نے اپنے لیے ایک زہریلا سانپ پالا

ہوا ہے وہ ڈستار ہے گا۔ ڈان سینٹر اس کا سر نہیں کچل سکتا۔ یہ میری پیش گوئی ہے۔“

”آپ نے احمد عسکری کی رہائی کے بارے میں کیا سوچا؟“

”اسے رہا کرنا پڑے گا۔ اسے البانیہ بھجوانا ہے اور یہ ساری ذمہ داری میں

تمہارے سپرد کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مجھے معاف کرنا میرے دوست تم بھی سوچتے ہو گے کہ

میں نے کس طرح تمہیں اپنے ذاتی مسائل میں الجھا لیا ہے۔“

”نہیں مسٹر ہینسی ڈیل کیا آپ نے اتنے عرصے میں یہی اندازہ لگایا ہے کہ میں آپ

سے اتنا فاصلہ رکھتا ہوں آپ نے میرے بارے میں جو کچھ سوچا وہ آپ کا اپنا عمل تھا مسٹر

ہینسی ڈیل لیکن میں ذہنی طور پر آپ سے اتنا متاثر ہوں کہ آپ کے اشارے پر سب کچھ

کرنے کو تیار ہوں۔“

”آہ تم مجھے تم مجھے قدرت کے ایک انعام کے طور پر ملے ہو۔ سنو میرے دوست

اب تمہیں یہ کرنا ہے کہ احمد عسکری کو میں تمہارے حوالے کیے دیتا ہوں تم اسے لے کر یہاں سے برج ٹاؤن چلے جاؤ میں سو رکس سے بات کرتا ہوں۔ سو رکس اپنے اختیارات سے کام لیتے ہوئے احمد عسکری کو یہاں سے البانیہ روانہ کر دے گا۔“

”کیا البانیہ میں احمد عسکری کے لیے کوئی انتظام کیا جائے۔“

”کیا انتظام؟“

”مطلب یہ کہ آپ اس سے جان چھڑانا پسند کریں گے یا کسی اور ذریعے سے اسے دوبارہ اپنے قابو میں کرنا چاہیں گے۔“

”لعنت بھیجو اس پر، لعنت بھیجو۔ وہ یہاں سے نکل جائے تنظیم آزادی فلسطین کے نمائندے اسے اپنی تحویل میں لے کر اس علاقے سے ہی نکل جائیں تو مجھے اس سے زیادہ اور کچھ نہیں درکار ہوگا۔“

”ٹھیک ہے تو پھر آپ انتظام کر دیجئے۔ میں اس کے ساتھ چلا جاؤں گا۔“

”ہوشیار رہنا“ ہو سکتا ہے وہ تم سے کچھ فضول باتیں کرے لیکن ان باتوں پر توجہ مت دینا۔ میں بعد میں تمہیں اس سلسلے میں بھی پوری تفصیل بتا دوں گا۔“

”ٹھیک ہے مسٹر ہیمن ڈیل، میں صرف آپ کے احکامات کا پابند ہوں۔ وہ مجھے کہاں ملے گا؟“

”تھوڑی دیر کے اندر اندر وہ یہاں پہنچ جائے گا۔ بس تم اسے جس طرح بھی ممکن ہو سکے اپنے قابو میں رکھنا۔ میں اس کا سامنا نہیں کروں گا۔ اس کے لیے یہ کچھ چیزیں میں لے آیا ہوں۔ یہ کچھ لباس ہیں اور یہ رقم، یہ ڈالر اسے دے دینا تاکہ البانیہ سے وہ اپنے لوگوں کے ساتھ روانہ ہو جائے۔ یہ کام احتیاط کے ساتھ کرنا۔ اپنی نگرانی میں جہاز پر سوار کرا دینا۔“

”ٹھیک ہے مسٹر ہیمن ڈیل۔“ میں نے کہا اور مسٹر ہیمن ڈیل سے وہ سامان حاصل کر لیا جو احمد عسکری کے لیے تھا پھر کچھ دیر کے بعد سیاہ رنگ کی ایک ہند گاڑی اس رہائش گاہ پر پہنچی تو ہیمن ڈیل نے اوپر کی منزل سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

”وہ آگیا ہے اور اب میں اسے تمہاری تحویل میں دیتا ہوں۔ یہاں سے فرار ہونے کی کوشش کرے تو تمہیں اسے روکنا ہے اور تم ہی اسے جس طرح مناسب سمجھو سمجھا

بجھالینا۔ میں چلتا ہوں۔“ ہیمن ڈیل اس عمارت کے عقبی دروازے سے باہر نکل گئے تھے اور میرا دل چاہا تھا کہ لاکھوں قمقمے لگاؤں لیکن بہر طور اپنے آپ کو سنبھال کر میں نے اب احمد عسکری کو اپنے قابو میں کرنے کے منصوبے بنانا شروع کر دیے۔ کچھ ہی دیر کے بعد چار آدمی احمد عسکری کو لے کر میرے کمرے میں داخل ہو گئے۔ احمد عسکری بلند قامت اور حسین نقوش کا نبلی آنکھوں والا نوجوان تھا۔ کافی مضحل اور نڈھال نظر آ رہا تھا لیکن اس کیفیت میں بھی ہم اسے ایک حسین ترین نوجوان کہہ سکتے ہیں۔ میں نے ان چاروں افراد کو واپسی کا اشارہ کیا جو احمد عسکری کو یہاں لے کر آئے تھے اور وہ چاروں خاموشی سے گردن جھکا کر باہر نکل گئے۔ تب میں نے دروازہ اندر سے بند کیا اور احمد عسکری کو صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ آہستہ قدموں سے چلتا ہوا صوفے پر بیٹھ گیا۔ میں نے چاروں طرف کا جائزہ لیا اور پھر مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھ کر کہا۔

”میرے لیے اپنا نام بتانا ضروری نہیں ہے مسٹر احمد عسکری اور نہ ہی میرا نام آپ کے لیے باعث دلچسپی ہوگا۔ کیا میں آپ سے یہ پوچھ سکتا ہوں کہ مسٹر ہیمن ڈیل نے جس طرح آپ کو اپنی قید میں رکھا تھا اب اس کے بعد آپ کے خیال میں آپ کو یہاں لانے کا مقصد کیا ہے؟“ احمد عسکری نے متین نگاہوں سے مجھے دیکھا پھر آہستہ سے بولا۔

”میں اس بات کو تسلیم کر چکا تھا کہ ہیمن ڈیل کی تحویل سے نکلنا میرے لیے ممکن نہیں ہے اور جب میں اپنی جدوجہد میں ناکام ہو گیا تو میں نے اپنے آپ کو قیدی تسلیم کر لیا۔ مسٹر آپ جو کوئی بھی ہیں مجھے آپ کا نام پوچھنے سے دلچسپی بھی نہیں ہے میں صرف یہی کہہ سکتا ہوں کہ ایک قیدی کو سوالات کرنے کی اجازت نہیں ہوتی۔“

”ٹھیک۔ اس کا مطلب ہے کہ کسی نے آپ کو کچھ بتایا نہیں ہے۔“

”پہلے تو میں نے کسی سے پوچھا ہی نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ مجھے قید کرنے والا وہ کرے گا جو اس کی اپنی خواہش ہے اس خواہش کو پوچھنا میرے لیے بے معنی تھا۔ اس لیے میں نے اس بارے میں کوئی سوال ہی نہیں کیا۔“

”گڈ، مسٹر احمد عسکری۔ میں آپ کو کچھ تفصیلات بتانا چاہتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ ان کے بارے میں شکوک و شبہات کا شکار رہیں گے اور شاید آپ کو اس وقت تک یقین کرنے میں مشکل پیش آئے جب تک کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس کی عملی شکل

آپ کے سامنے نہ آسکے لیکن اس کے باوجود مجھے آپ سے کچھ کہنا از حد ضروری ہے۔“

”جی فرمائیے۔“ احمد عسکری نے بدستور ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

”پہلی خوشخبری یہ دیتا ہوں کہ آپ رہا ہو گئے ہیں۔“

”خوب۔“ اس نے آہستہ سے کہا۔

”اور اس رہائی کا پس منظر یہ ہے کہ مس ایلا ڈیل نے ایک موثر چال چلی ہے آپ کے لیے اور اس چال نے مسٹر ہینی ڈیل کو مجبور کر دیا کہ وہ آپ کو رہائی دے دیں۔“ پہلی بار احمد عسکری کو چوتھے ہوئے دیکھا اس نے منہ سے ایک لفظ بھی نہ کہا اور سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔

”مس ایلا ڈیل کا مجھ سے رابطہ قائم ہو گیا تھا۔ میں ہینی ڈیل کے خاص آدمیوں میں سے ہوں اور وہ مجھ پر پورا پورا بھروسہ رکھتے ہیں لیکن جب مس ایلا ڈیل نے مجھے اپنے اور آپ کے درمیان رابطہ کے بارے میں بتایا تو انسانی فکرتہ نگاہ سے میں ان کے موقف کا قائل ہو گیا کہ زندگی میں محبت کو بہت بڑا دخل حاصل ہے اور اگر ایک ناکام محبت کی کامیابی کے لیے کاوشیں کر لی جائیں تو میں سمجھتا ہوں کہ انسانی فرائض میں سے کچھ کی ادائیگی ہو جاتی ہے۔ مس ایلا ڈیل کے اس موقف سے اتفاق کرنے کے بعد ہم لوگوں نے پلاننگ کی میرا مطلب ہے مس ایلا ڈیل نے اور میں نے کہ آپ کو رہائی دلوانے کے لیے کیا طریقہ کار اختیار کیا جائے۔ چنانچہ مس ایلا ڈیل میرے تعاون سے اپنے باپ کی نگاہوں سے روپوش ہو گئیں اور ہم نے ایک ایسی شخصیت تراشی جس نے مسٹر ہینی ڈیل کو بلیک میل کرتے ہوئے کہا کہ اگر مسٹر ہینی ڈیل نے احمد عسکری کو رہا نہ کیا تو ان کی بیٹی کو قتل کر دیا جائے گا۔ شاید یہ بات آپ کے علم میں نہ ہو کہ مسٹر ہینی ڈیل اپنی بیٹی کو بے پناہ چاہتے ہیں۔ ہم نے چالاکی سے کام لے کر آخر کار انہیں آپ کی رہائی کے لیے مجبور کر دیا اور ان پر یہ ظاہر کیا کہ یہ کام تنظیم آزادی فلسطین کے نمائندوں کا ہے۔ میرے اور مس ڈیل کے درمیان تکمیل پانے والے منصوبے کے تحت آپ کو میں یہاں سے برج ٹاؤن لے جاؤں گا اور برج ٹاؤن سے آپ کو البانیہ روانہ کرنے کا بندوبست کر دیا جائے گا۔ البانیہ میں آپ کو سائنو پول نامی ہوٹل میں قیام کرنا ہوگا اور وہیں مس ڈیل آپ کے پاس پہنچ جائیں گی۔ ان کو وہاں تک پہنچانے کی ذمہ

داری بھی میں نے ہی قبول کی ہے۔ چنانچہ میں آپ سے اس بات کا خواہش مند ہوں مسٹر احمد عسکری کہ آپ رہا ہونے کے بعد اپنی طرف سے کوئی جدوجہد کرنے کی بجائے مکمل طور سے میرے ساتھ تعاون کریں۔ اس کے کچھ دلائل میں آپ کو یوں دینا چاہتا ہوں کہ آخر کار آپ ہینی ڈیل کے قبضے میں تھے اگر آپ کو کسی قسم کا کوئی نقصان پہنچانا مقصود ہوتا تو مسٹر ہینی ڈیل اس قید میں ہی آپ کو قتل کر دیتے۔ انہوں نے آپ کو زندہ صرف اس لیے رکھا کہ وہ ایلا ڈیل کی جانب سے خوفزدہ تھے کہ کہیں وہ شدت پسندی سے کوئی کام نہ لیں اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈال لیں۔ مسٹر ہینی ڈیل چاہتے تھے کہ آہستہ آہستہ جب وہ یہ محسوس کر لیں کہ آپ ایلا ڈیل کے ذہن سے محو ہو چکے ہیں تو پھر آپ کی زندگی ختم کر دیں۔ بہر حال آپ مجھے یہ بتانا پسند کریں گے کہ جو کچھ میں نے آپ کو بتایا ہے آپ اس کے تحت مجھ سے تعاون کرنے کے لیے تیار ہیں یا نہیں؟“ احمد عسکری مجھے بے یقینی کے انداز میں دیکھتا رہا پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

”دیکھو دوست‘ میری ایک بات سنو‘ انسان جب اپنی کاوشوں میں ناکام ہو جاتا ہے تو زندگی اس کے لیے کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتی۔ میں بھی اسی منزل میں داخل ہو گیا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ میری کاوشیں مجھے ایلا ڈیل کے قریب نہیں لاسکتیں۔ میں تنظیم کا باغی بھی بن چکا ہوں کیونکہ میں نے اپنی محبت کی خاطر اپنے مشن سے منہ موڑا ہے۔ چنانچہ اب میں دھوبی کا کتا ہوں جو نہ گھر کا رہتا ہے‘ نہ گھاٹ کا‘ ایک ایسے شخص کو زندگی سے کیا دلچسپی ہو سکتی۔ اگر کہیں اور میرا مقتل بنایا جا رہا ہے تو مجھے کہیں بھی جاکر قتل ہونے میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ مسٹر ہینی ڈیل نے یہ نئی کمائی تیار کر کے اگر اپنے طور پر کوئی بہت ہی اہم فیصلہ کیا ہے تو یہ ان کی حماقت ہے۔ وہ مجھے کہیں بھی قتل کر دیں اور اپنی بیٹی کو کوئی بھی کمائی سنا دیں بھلا ان سے جواب طلب کرنے والا کون ہے۔ چنانچہ اگر آپ مجھے برج ٹاؤن لے جانا چاہتے ہیں یا البانیہ پہنچانا چاہتے ہیں تو مجھے آپ کے کسی عمل پر کوئی اعتراض نہیں ہے اور اگر اس کمائی میں کہیں واقعی سچائی نکل آئی تو پھر میں سمجھوں گا کہ میں نے اپنی محبت کی تکمیل کے لیے جو دعائیں مانگی ہیں وہ پوری ہو گئیں۔ انسان جب اپنی جدوجہد سے تھک جاتا ہے تو پھر اس کے پاس آخری سہارا دعاؤں کا ہی رہ جاتا ہے اور میں نے اپنی اس قید میں مکمل تجزیہ کرنے کے بعد یہ فیصلہ کر لیا کہ میں مس ایلا

ڈیل کو حاصل کرنے کی جدوجہد میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ دعائیں مانگتا رہا ہوں اور جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس میں مکمل سچائی ہے۔ کیونکہ ایک بے بس آدمی مکمل طور پر بے بسی کا شکار ہونے کے بعد صرف سچ بولتا ہے۔“ میں نے مسکرا کر احمد عسکری کو دیکھا اور کہا۔

”میں آپ کی باتوں سے بالکل اتفاق کرتا ہوں مسٹر احمد عسکری لیکن زندگی میں کچھ خطرے بھی مول لینا پڑتے ہیں۔ آپ نے اگر ان دعاؤں پر بھروسہ کر لیا ہے تو پھر انہیں آخری حد تک آزمائیے۔“

”ہاں، ہاں میں سچ کہہ رہا ہوں آپ سے، میں انہیں آزماؤں گا۔ امید کی اگر ایک کرن نظر آئی ہے تو اسے صرف دھوکہ سمجھ کر نظر انداز کر دینا میرے خیال میں مناسب نہیں ہے۔ ایک یہ کوشش بھی سہی۔“

”شکریہ مسٹر عسکری، تو آپ سے پہلی اور بنیادی بات پر کہنی ہے کہ آپ اس وقت تک جب تک کہ آپ کے سامنے کوئی خطرناک صورت حال نہ پیش آجائے مجھ سے تعاون کیجئے اور جس طرح میں کہوں کرتے رہیے۔ کچھ وقت کے بعد اگر آپ یہ محسوس کریں کہ یہ سب کچھ دھوکہ تھا تو جدوجہد تو کسی بھی وقت شروع کی جاسکتی ہے۔“ وہ مسکرا کر خاموش ہو گیا۔ کچھ دیر کی خاموشی کے بعد اس نے کہا۔

”مجھے ہدایت دیجئے کہ میں کیا کروں؟“

”فی الحال تھوڑا سا وقت آپ کو یہاں قیام کرنا ہو گا کچھ لوگ آپ کی خدمت پر مامور رہیں گے۔ مکمل طور پر ان سے تعاون کیجئے گا۔ اسی کمرے میں محدود رہیں۔ میرا خیال ہے اس میں آپ کو زیادہ وقت نہیں لگے گا۔ بس میں یہی چاہتا ہوں کہ آپ کوئی ایسی جدوجہد نہ کریں جس سے ہمارا تمام منصوبہ فیل ہو جائے۔“

”وعدوں پر اعتبار کرتے ہیں آپ؟“

”ہاں۔“

”تو میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ جو کچھ آپ نے کہا ہے اس سے انحراف نہیں کروں گا۔“ احمد عسکری کے لہجے پر مجھے پورا پورا اطمینان ہو گیا اور اس کے بعد میں نے مسٹر ہینی ڈیل سے آخری ملاقات کی۔ میں نے کہا۔

”مسٹر ہینی ڈیل۔ میرا خیال ہے آپ کو بھی اب اس سلسلے میں زیادہ وقت صرف

نہیں کرنا چاہیے اور اس مرحلے کو آخری حد تک پہنچا دینا چاہیے۔“

”میں وقت نہیں صرف کر رہا۔ ایک اسٹیئر ساحل پر تم لوگوں کا منتظر ہے اور اس کے لیے میں نے تمہیں جو کچھ دیا ہے وہ لے جاؤ۔ ابھی تھوڑی دیر قبل میں نے سورکس سے ٹرانسٹیئر پر بات کی ہے اور اس سے کہا ہے کہ فی الحال وہ میرا یہ کام کر دے اور وہ خوشی سے تیار ہو گیا ہے۔ میں نے اسے بتا دیا ہے کہ تم احمد عسکری نامی ایک شخص کو لے کر آرہے ہو اور اسے اس کے سلسلے میں کیا کرنا ہے۔ یہ تو میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ سورکس بہت بااختیار آدمی ہے اور وہ احمد عسکری کو تمام کاغذات وغیرہ کے ساتھ بارہاؤس سے نکال دے گا۔ چنانچہ اب تم پر منحصر ہے روانگی کے وقت کا تعین کرلو۔“

”پھر دیر کس بات کی ہے مسٹر ہینی ڈیل آپ مجھے اجازت دیجئے۔“ ہینی ڈیل نے پر خلوص دعاؤں کے ساتھ مجھے رخصت کر دیا تھا۔ میں واپس احمد عسکری کے پاس آ گیا اور میں نے اسے تیار ہونے کے لیے کہا۔ ایک گاڑی ہمیں لے کر ساحل تک پہنچ گئی یہ وہی پرائیویٹ ساحل تھا جہاں ہینی ڈیل کے اسٹیئر لنگر انداز ہوا کرتے تھے۔ اسٹیئر کے کیپٹن نے ہمارا استقبال کیا اور احترام سے ہمیں ایک کیمپن تک پہنچا دیا اور کچھ دیر کے بعد اسٹیئر بحیرہ کریمین کی لہروں سے کھیلتا ہوا تیز رفتاری سے آگے بڑھنے لگا احمد عسکری میرے سامنے موجود تھا اور اس کے چہرے کے منجمد تاثرات سے میں نے یہ اندازہ لگالیا تھا کہ جو کچھ ہو رہا ہے اس پر اسے ذرہ برابر اعتماد نہیں ہے لیکن وہ اپنے آپ کو مکمل تعاون کے لیے آمادہ کر چکا ہے۔ سفر ختم ہوا ساحل پر ہی ہمارا استقبال نہ صرف سورکس بلکہ ایلا اور سورا نے کیا تھا میری حیثیت اب ان لوگوں کی نگاہوں میں کچھ اور ہی ہو گئی تھی۔ سورکس جیسی بڑی شخصیت نے آگے بڑھ کر مجھ سے معاف کیا تھا۔ سورا مجھے بڑی اپنائیت سے دیکھ رہی تھی اور اس کے چہرے پر ایک شکایت چسپاں تھی لیکن ایسی لاکھوں شکایتیں میرے حساب کے رجسٹر میں درج تھیں اور میرے رجسٹر کا پہلا صفحہ صرف ایک ہی نام سے مرصع تھا میرے حساب سے یہی صفحہ میری زندگی کے اس رجسٹر میں پہلا اور آخری صفحہ تھا۔ چنانچہ کسی اور کا نام اس پر کبھی درج نہیں ہو سکتا تھا مسٹر سورکس نے کہا۔

”اصل میں سورا کا کہنا ہے کہ تم اس کی دریافت ہو مائی ڈیئر ڈینش اور وہ تم پر اپنا

”جی جی۔“

”اس کے بارے میں بعد میں عرض کروں گا لیکن یوں سمجھ لیجئے کہ بہت اہم اور

خفیہ ہے اور اس کے دور رس نتائج ہیں۔“

”ہاں ہاں آپ مجھے بتا دیجئے گا بھلا میں آپ سے تعاون نہ کروں گا تو پھر کس سے کروں گا۔“

”تو پھر آپ ابتداء میں اس کام کا آغاز کر دیجئے گا۔“ بعد میں مجھ سورا اور ایلا کے سپرد کر دیا گیا۔ مسٹر سورس چلے گئے اور انھوں نے احمد عسکری کے سلسلے میں کارروائی کا آغاز کر دیا تھا۔ آج سورا کے ساتھ ایلا بھی چمک رہی تھی۔ اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

”اور یہ بڑی دلچسپ بات ہے کہ مجھے بھی ایک رات آپ کی قربت حاصل ہوئی تھی مسٹر ڈینش اور میں خوفزدہ تھی کہ کہیں درحقیقت مجھے کسی جسمانی نقصان سے نہ گزرنا پڑے۔ بعد میں مجھے علم ہوا کہ یہ مشکل تو سورا کو بھی نہیں پیش آئی تھی۔“

میں اس بے باک لڑکی کی باتوں پر ہنسنے لگا۔ کچھ وقت ذرا دلچسپی سے گزر گیا اور ایلا اور سورا مسلسل میری خدمت پر مامور رہیں۔ انھیں سورس کی خصوصی اجازت پر میرے ساتھ رہنے دیا گیا تھا۔ احمد عسکری کی وہی کیفیت تھی سپاٹ سپاٹ آنے والے حادثات کا منتظر لیکن میں اس کے دل میں گھس کر اسے اس بات کا یقین نہیں دلا سکتا تھا کہ جو کچھ اس سے کہا گیا کہ وہی سچ ہے۔ شاید اس بات کا یقین تھوڑا بہت اسے اس وقت ہو گیا جب ہم نے اسے تمام ترتیاریوں کے بعد البانیہ کے لیے روانہ کر دیا اور اس کا جہاز فضا میں پرواز کر گیا۔ اس کے بعد میری فوری واپسی کاربوس کے لیے بے حد ضروری تھی لیکن ابھی سورس سے مجھے اپنے اس مقصد کا اظہار کرنا تھا جو سب سے زیادہ اہمیت کا حامل تھا۔ کاربوس روانہ ہونے سے پہلے میں نے سورس کے ساتھ ایک میٹنگ کی اور کہا۔

”اگر انتہائی رازداری کے ساتھ آپ میرا ایک کام کر سکیں مسٹر سورس تو میں آپ کا شکر گزار ہوں گا۔“

”کیسی باتیں کرتے ہیں آپ مسٹر ڈینش میں نے آپ کو جو ایک مقام دیا ہے اپنے دل میں شاید آپ نے اسے ابھی تک قبول نہیں کیا۔ آپ کہہ کر تو دیکھیے۔“

حق رکھتی ہے اسی بنا پر جب ہمیں معلوم ہوا کہ تم آرہے ہو تو میں نے سورا اور ایلا کو اپنے ساتھ رکھ لیا۔“ میں ہنس کر خاموش ہو گیا مسٹر سورس مجھے ایک بالکل نئی اور اجنبی عمارت میں لے گئے تھے۔ احمد عسکری ہمارے ساتھ ایک روباٹ کی مانند تھا جو نہ کچھ بولتا نہ کچھ کہتا تھا نہ اس کے انداز سے کسی تاثر کا اظہار ہوتا تھا بعد میں اسے ایک کمرے میں منتقل کر دیا گیا اور مسٹر سورس نے دوسرے کمرے میں آتے ہوئے کہا۔

”میں اس کے سلسلے میں تمام انتظامات کیے دیتا ہوں لیکن پھر بھی تھوڑا بہت وقت تو لگ ہی جائے گا کچھ سرکاری کارروائیاں ضروری ہوتی ہیں اس کی تصاویر بھی درکار ہوں گی۔“

”میں جانتا ہوں مسٹر سورس بہر حال چونکہ یہ مسٹر ہینی ڈیل کا کام ہے اس لیے ذاتی طور پر میں اس کے بارے میں آپ سے کچھ نہیں کہوں گا۔“ سورس نے میرے لیے کھانے پینے کا اہتمام کیا اور ایلا اور سورا کو بھی اس میں شریک رکھا پھر وہ بولا۔

”ہمارا متفقہ فیصلہ ہے کہ ہمارے ساتھ آپ کی شمولیت ایک نیک فال ثابت ہوئی ہے بیشک آپ اسی اہمیت کے حامل تھے کہ مسٹر ہینی ڈیل آپ کو اپنے دست راست کی حیثیت دے دیں لیکن آپ یقین کریں میٹھوڈسٹ مشن سے آپ کا نکل جانا اس وقت ہمیں اتنا شاق گزرا تھا کہ ہم سب افسردہ ہو گئے تھے لیکن بہر حال آپ نے مختصر وقت میں ہمارے لیے جو کادشیں سرانجام دی تھیں انھوں نے ہمیں ایک بڑی کامیابی سے ہمکنار کرایا ہے آپ کو یقینی طور پر مسٹر ہینی ڈیل سے میٹھوڈسٹ مشن کی بہتر فیصد کامیابی کا علم ہو چکا ہو گا۔“

”ہاں مسٹر سورس لیکن مجھے افسوس ہے کہ مسٹر ہینی ڈیل نے مجھے اس طرح مختلف کاموں میں الجھا لیا کہ میں آپ کو مبارکباد دینے کے لیے براہ راست یہاں نہ پہنچ سکا۔“

”آپ ہمارے لیے بہت بڑی حیثیت اختیار کر چکے ہیں اور بارباڈوس کی تاریخ میں جب میٹھوڈسٹ انسانی زندگی گزارنے کے قابل ہو جائیں گے تو آپ کا نام ہمیشہ اسی عزت و احترام کے ساتھ لیا جاتا رہے گا۔“

”بے حد شکریہ مسٹر سورس۔ تھوڑا سا ذاتی کام بھی ہے آپ سے۔“

”رازداری شرط ہے۔“

”ٹھیک ہے۔“

”تو پھر میں اور مس ایلا ڈیل ایک ہفتے کے لیے البانیہ جانا چاہتے ہیں۔ ایلا ڈیل کو اپنی ایک دوست سے ملاقات کرنی ہے اور وہ چاہتی ہیں کہ میں اس سلسلے میں ان کا ساتھ دوں۔ آپ کو ہم دونوں کی روانگی کا بھی بندوبست کرنا ہے۔“

”تو یہ کوئی اتنا مشکل کام تو نہیں ہے۔ ظاہر ہے میں اسے با آسانی کر سکتا ہوں۔“

”تب پھر آپ یہ زحمت کیجئے گا۔“

”لیکن مس ایلا ڈیل کی تصاویر وغیرہ کا مسئلہ کیا ہوگا؟“

”اس کی تیاریاں میں کر کے آیا ہوں۔“ میں نے کہا اور اپنی اور ایلا ڈیل کی تصاویر تھوڑی سی تفصیل کے ساتھ سورکس کے حوالے کر دیں اس نے وعدہ کر لیا کہ وہ خاموشی سے یہ کام سرانجام دے گا۔ میں نے اسے کچھ اور بھی تفصیلات بتائیں اس سلسلے میں جو طے شدہ کہانی کے مطابق تھیں اور پھر میں نے اس سے اجازت طلب کر لی۔ اسٹیر مجھے لے کر ایک بار پھر کاربوس جا رہا تھا۔ میں جانتا تھا کہ ایلا ڈیل میری طرف سے ملنے والے اشارے سے پہلے مسٹر ہینی ڈیل کے پاس نہیں جائے گی۔ جب میں مسٹر ہینی ڈیل کے پاس پہنچا تو وہ نیم غشی کی سی کیفیت کا شکار تھے۔ ایک بستر پر پڑے ہوئے تھے اور شدید بخار میں مبتلا تھے۔ میں نے ان کی مزاج پر سی کرتے ہوئے کہا۔

”آپ نے اپنی کیا کیفیت بنالی مسٹر ہینی ڈیل؟“

”آہ مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے میرے ساتھ دھوکہ ہو گیا اس دور ان اس بد بخت نے نہ تو مجھ سے کوئی رابطہ قائم کیا اور نہ ہی ایلا ڈیل میرے پاس واپس پہنچی اگر اس نے دھوکہ کر ڈالا جم ہیل تو ہم اس کا کیا بگاڑ لیں گے۔ ان واقعات نے مجھے جس طرح زچ کر دیا ہے شاید زندگی میں میں کبھی اتنا زچ نہ ہوا ہوں گا۔“

”ہم نے اس کے کہنے کے مطابق دونوں عمل کر ڈالے ہیں پھر بھلا اسے اپنا وعدہ پورا کرنے میں کیا دقت پیش آسکتی ہے؟“

”دشمن کے بارے میں یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ وہ کسی پروقار حیثیت کا مالک ہے اور زبان کی پابندی بھی کرے گا۔ میں تو بس اس بات سے دہشت زدہ ہوں کہ اگر وہ

منحرف ہو گیا تو میں اس کا کیا بگاڑ لوں گا۔“

”آپ کو ہمت سے کام لینا ہوگا مسٹر ہینی ڈیل۔“ میں نے اسے دلاسا دیتے ہوئے

کہا۔

”آہ جم ہیل یقین کرو میری ہمت پست ہوتی جا رہی ہے اور اب میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا ہوں کہ یہ اتنا لمبا چکر جو میں نے چلا ڈالا ہے اسے کیسے جاری رکھ سکوں گا؟ میری کیفیت تو اب یہ ہو گئی ہے کہ میں گردن گردن تک دلدل میں پھنسا ہوا ہوں تمہیں کیا بتاؤں اس بارے میں۔ ڈان سینٹر کی جانب سے سخت جواب طلبی ہوئی ہے اور میرا خیال ہے ایک آدھ دن میں یا شاید آج ہی رات تک ڈان سینٹر کا ایک خصوصی نمائندہ مجھ سے ملاقات کرنے پہنچ رہا ہے کیونکہ دانش منصور کی اس طرح گمشدگی کو اور ابھی تک اس کی تلاش میں میری ناکامی کو ناپسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھا جا رہا ہے۔ انہیں کیا معلوم کہ میں زندگی کے کیسے بدترین عذاب میں گرفتار ہو گیا ہوں۔ اسے جواب دی بھی کرنی ہے کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا جواب دوں گا اس کو ادھر بیٹھی کا غم کھائے جا رہا ہے اور ادھر یہ مشکل پیش آگئی ہے خدا جانے میرا کیا ہوگا مجھے تو خدشہ ہے کہ کہیں اس کشمکش میں مجھے زندگی سے ہی ہاتھ نہ دھونے پڑیں۔“

”دشمن مسٹر ہینی ڈیل آپ کو بہر طور ہمت سے کام لینا ہوگا۔ ویسے وہ کافی باخبر آدمی ہے ہمیں کچھ ہی گھنٹوں کے اندر اندر اس کا اندازہ ہو جائے گا کہ وہ اپنے وعدے کی کس حد تک پابندی کر سکتا ہے۔“

”اور اگر ایلا ڈیل واپس نہ آئی تو۔“ مسٹر ہینی ڈیل نے کہا اور ان کی آواز بھرا گئی۔ میں بہر طور انہیں تسلیاں دیتا رہا تھا۔ بھلا ایلا ڈیل کی واپسی میں اب کون سی دیر باقی رہ گئی تھی۔ میرا اس سے مسلسل رابطہ تھا۔ چنانچہ ایلا ڈیل واپس پہنچ گئی اور جب وہ واپس پہنچی تو میں اس وقت مسٹر ہینی ڈیل کے ساتھ ہی تھا ایلا ڈیل بھی اپنے مستقبل کی تعمیر کے لیے بہترین اداکاری کر رہی تھی کیونکہ اسے اس بات کا یقین ہو گیا تھا کہ اب اس کی محبت کامیابی سے ہمکنار ہونے والی ہے۔ مسٹر ہینی ڈیل پر تو سکتہ ساطاری ہو گیا تھا۔ ایلا ڈیل ان سے لپٹ گئی تو وہ چند لمحات تک یہی سوچتے رہے کہ کہیں وہ ان کا تصور تو نہیں ہے پھر انہوں نے ایلا ڈیل کو بڑی بے قراری سے اپنے سینے سے لپٹا لیا۔ باپ اور

بٹی کا یہ انداز دیکھ کر ایک لمحے کے لیے میرے دل میں کچھ انسانی جذباتوں نے سر ابھارا تھا۔ لیکن پھر میں نے اپنے اس احساس سے نجات حاصل کر لی یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے صرف اپنی ذات کی بہتری کے لیے سوچا تھا اور بے شمار انسانوں کو نقصان پہنچانے کے لیے اپنی کارروائیاں کی تھیں۔ یہ کسی بھی طرح قابل رحم نہیں تھے بہر حال میں باپ اور بٹی کی اس محبت کو دیکھتا رہا۔ مسٹر ہینی ڈیل کرید کرید کر اس سے سوالات کر رہے تھے اور پوچھ رہے تھے کہ اسے کوئی جسمانی نقصان پہنچانے کی کوشش تو نہیں کی گئی۔ ایلا ڈیل نے انہیں اطمینان دلایا کہ وہ صرف اغوا کنندگان کی قید میں رہی اور انہوں نے اس کے ساتھ بڑے احترام کا سلوک کیا۔ مسٹر ہینی ڈیل کی متجسس فطرت ابھر آئی اور انہوں نے پوچھا۔

”کیا ایک سے زیادہ افراد تھے جو تمہارے اغوا میں ملوث تھے؟“

”ہاں ڈیڈی۔ وہ پورا گروہ تھا۔“

”اوہ میرے خدا تم نے دیکھا جم بیل اس کم بخت نے کس طرح یہاں اپنے پاؤں مضبوط کیے۔ میں اس سلسلے میں ڈان سینٹر سے بالکل اتفاق نہیں کرتا۔ انہوں نے بہت غلط کام میرے سپرد کیا تھا اور نہایت ناقص معلومات کے ساتھ جس سے مجھے شدید نقصانات پہنچ جانے کا اندیشہ پیدا ہو گیا تھا۔ وہ تو تقدیر یاد رہی تھی کہ ان کے کچھ مطالبات پورے کرنے کے بعد میں اس خوفناک نقصان سے بچ گیا جو مجھے موت سے ہمکنار کر سکتا تھا۔“ ایلا ڈیل کو اس گفتگو سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ تو صرف اپنے مقصد کی تکمیل چاہتی تھی۔ بعد میں موقع ملے ہی اس نے مجھ سے کہا۔

”اور یہ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ بٹی باپ کی محبت سے ناجائز فائدہ اٹھا رہی ہے اور تم بھی بے شک سوچتے ہو گے جم بیل کہ میں کس قدر خود غرض ہوں لیکن بات یہ نہیں ہے۔ ڈیڈی کے ماضی پر نظر ڈالی جائے تو وہ بہت سے جرائم کے مرتکب نظر آتے ہیں۔ کاش تم میری ماں کی موت کا منظر دیکھ لیتے۔ میں آج تک اس منظر کو نظر انداز نہیں کر سکی ہوں۔ محبت کسی ایک کی میراث نہیں ہوتی۔ میں بھی تو اپنی ماں کو چاہتی تھی لیکن ڈیڈی نے صرف اپنی محبت پر قناعت کی اور میری محبت کو ہمیشہ انہوں نے قدموں تلے روند ڈالا وہ تو تقدیر یاد رہی تھی کہ مجھے تم جیسے نفیس انسان کا سہارا حاصل ہو گیا۔ اب مجھے یہ بتاؤ۔ میرے لیے کیا سوچا ہے تم نے؟“

”ایلا ڈیل میں کسی ترکیب سے تمہیں برج ٹاؤن بھیج دوں گا۔ برج ٹاؤن میں مسٹر سورسن کے پاس تمہیں قیام کرنا ہے۔ ہو سکتا ہے میں خود بھی تمہارے ساتھ برج ٹاؤن تک چلوں۔ ایسی صورت میں وہاں پہنچ کر ہی میں تمہارے لیے بقیہ کارروائیوں کی تکمیل کروں گا۔“

”ٹھیک ہے۔“

ایلا ڈیل تو اب مجھ سے آنکھیں بند کر کے تعاون کر رہی تھی۔ چنانچہ میں نے پھر تھوڑا سا وقت صبر و سکون سے گزارا اور اس کے بعد جب مسٹر ہینی نے مجھے بتایا۔

”جم بیل وہ بد بخت آ رہا ہے کل شام ہم اس کا استقبال کریں گے۔“

”کون مسٹر ہینی ڈیل؟“

”میں نے تمہیں بتایا تھا نا کہ ڈان سینٹر کی طرف سے ایک نمائندہ مجھ سے گفتگو کرنے کے لیے بھیجا جا رہا ہے اور میں اس گفتگو کے بارے میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ وہ مجھ سے باز پرس کرے گا حالانکہ میرا اس میں کوئی قصور نہیں ہے۔“

”تو آپ اس سے صاف صاف کہہ دیجئے گا مسٹر ہینی ڈیل کہ انتہائی ناقص پلان کے ساتھ آپ کو بریف کیا گیا تھا اور چونکہ آپ تمام حقیقتوں سے واقف نہیں تھے اس لیے آپ اس پر قابو نہیں پاسکے۔“

”میں تمہیں اپنے ساتھ رکھوں گا اور اس سے گفتگو تمہارے سامنے ہی کروں گا۔“

”اگر آپ یہ مناسب سمجھتے ہیں تو میرا خیال ہے یہ بہت موزوں ہے اور آپ اس گفتگو کے لیے مجھے تھوڑے سے اختیارات دے دیجئے گا۔“

”بالکل بالکل اب میں ان سے ڈرتا نہیں ہوں۔ ڈرنے کی ضرورت بھی نہیں ہے میں خود ان حالات سے بہت زیادہ تنگ آچکا ہوں۔“

”ایک کام اگر آپ مناسب سمجھیں تو کر لیجئے گا۔“

”اب تم مجھ سے بے دھڑک جو بات ہو کہہ دیا کرو۔ تم میرے بہترین مشیر ہو اور میں تمہارے مشوروں سے ہمیشہ فائدہ حاصل کرتا ہوں۔“

”میرا خیال ہے مس ایلا ڈیل کو کچھ دن آرام کرنے کے لیے خاموشی کے ساتھ

برج ٹاؤن بھیج دیجئے گا اور مسٹر سورکس کو ہدایت کر دیجئے گا کہ وہ ان کا خیال رکھیں۔“
”کیا ایلا بھی یہی چاہتی ہے؟“

”اگر آپ اجازت دیں تو میں ان سے بات کر لوں۔“

”وہ آ رہی ہے ابھی ہمارے پاس۔ بات کر لینا مجھے کسی بھی بات پر کوئی اعتراض نہیں ہے اور یہ بہتر رہے گا کہ ڈان سینٹر کے نمائندے کی موجودگی میں ہمیں ایلا ڈیل کی مداخلت کا خدشہ نہیں رہے گا۔“

”کیا ملاقات کے لیے آپ نے کوئی جگہ منتخب کر لی ہے؟“
”میں سمجھا نہیں؟“

”میرے خیال میں اس کے لیے ایک معقول جگہ بڑی ضروری ہے ایک ایسی جگہ جہاں ہم ہر طرح سے مطمئن رہ سکیں۔“

”تو پھر یہ جگہ بھی تم ہی منتخب کر لو۔ سارے انتظامات تمہیں ہی کرنے ہیں۔“

”بہتر۔“ میں نے جواب دیا اور اسی وقت ایلا ڈیل پروگرام کے مطابق آگئی اس نے پر مسرت انداز میں مجھ سے اور اپنے باپ سے ملاقات کی تھی پھر وہ بولی۔

”آپ دونوں کو یکجا دیکھ کر مجھے بڑی خوشی ہوئی ہے کہ ڈیڈی کا بھی کوئی ایسا دوست پیدا ہو گیا ہے جو ان کے اونچ نیچ کے معاملات سنبھالتا رہتا ہے۔“

”ایلا کیا تم کچھ وقت کے لیے جزیرہ کاربوس چھوڑنا پسند کرو گی۔ میرا مطلب ہے تھوڑی سی تبدیلی پیدا کرنے کے لیے اگر تم کچھ دن کے لیے برج ٹاؤن چلی جاؤ تو کیسا رہے گا؟“

”یہ تو میری دلی خواہش ہے ڈیڈی۔ میں بھی اپنے آپ کو تھکا تھکا محسوس کر رہی ہوں لیکن اگر مسٹر جم بیل بھی میرے ساتھ ہوں تو ہمارا وہ قیام کافی زیادہ پر لطف رہے گا۔“

”جم بیل کو دو دن کے لیے اجازت دے دو میرے کچھ ضروری کام کرنے ہیں اسے، ٹھیک دو دن کے بعد وہ تمہارے پاس پہنچ جائے گا۔“

”ہو سکتا ہے کل ہی۔“ میں نے ایلا ڈیل کو یہ بتانے کے لیے کہا کہ میرے رکنے میں میری مرضی بھی شامل ہے۔

وہ فوراً ہی سمجھ گئی اور اس نے کہا۔ ”ٹھیک ہے آپ میری روانگی کا بندوبست کر دیجئے گا۔“

مسٹر بینی ڈیل نے ایلا کی روانگی کے بندوبست کی ڈے داری سنبھالی اور میں ان کی اس عظیم الشان رہائش گاہ میں مہمانوں کے استقبال کی تیاریاں کرنے لگا۔ میں نے گفتگو کے لیے جو جگہ منتخب کی تھی وہ ایک عظیم الشان زمین دوز کمرہ تھا جہاں اعلیٰ درجے کا فرنیچر پڑا ہوا تھا اور مسٹر بینی ڈیل اور ڈان سینٹر کے دوسرے نمائندے کے قیام کے لیے میں نے وہ کانفرنس ٹیبل منتخب کی تھی جو نہایت ہی خوبصورت بنی ہوئی تھی اور اس کی بناوٹ میں ایک خاص اہتمام کیا گیا تھا لیکن یہ اہتمام میری اپنی ضروریات کے مطابق تھا اور مجھے یہ دیکھ کر ہنسی آئی تھی کہ مسٹر بینی ڈیل نے بھی اپنی آخری رسومات کے لیے کیا ہی عمدہ کام کیا تھا۔ بہر حال میں کافی دیر تک اس کانفرنس کے انتظامات میں مصروف رہا تھا اور میں نے بڑی خوبصورتی سے سارے کام کر لیے تھے پھر مسٹر بینی ڈیل نے مجھے اطلاع دی کہ ایلا ڈیل کو انھوں نے برج ٹاؤن کے لیے روانہ کر دیا ہے اور اس کے بعد ہم اس نمائندے کے سلسلے میں ہی مصروف رہے تھے دوسرے دن مقررہ وقت پر ہم نے ڈان سینٹر کے اس نمائندے کو خوش آمدید کہا جو برج ٹاؤن سے ہیلی کاپٹر پر یہاں پہنچا اور اس ہیلی کاپٹر کا بندوبست حکومت بارباڈوس نے ہی کیا تھا۔ نہ جانے وہ کیا اختیارات لے کر یہاں پہنچا تھا۔ ہیلی کاپٹر اسے اتارنے کے بعد واپس چلا گیا۔ استقبال کرنے والوں میں کئی افراد تھے لیکن میں اور مسٹر بینی ڈیل پیش پیش تھے۔

خوبصورت سوٹ میں ملبوس تقریباً پینتالیس سالہ شاندار شخصیت کے مالک شخص نے مسکراتے ہوئے پر تپاک انداز میں مسٹر بینی ڈیل سے ملاقات کی۔ کافی مغرور معلوم ہوتا تھا کیونکہ اس نے میری جانب توجہ نہیں دی تھی۔



البتہ مسٹر ہینی ڈیل نے خود اس سے میرا تعارف کراتے ہوئے کہا۔ ”یہ میرے دست راست مسٹر جم ہیل ہیں۔“

”ہیلو۔“ اس شخص نے خشک لہجے میں کہا اور مجھ سے مصافحہ کرنے کی کوشش بھی نہیں کی۔ جسے مسٹر ہینی ڈیل نے محسوس کیا اور غیر محسوس انداز میں انھوں نے مجھے آنکھ سے اشارہ کر دیا کہ میں کسی چیز کو محسوس نہ کروں کیونکہ ہم دوستوں سے ملاقات نہیں کر رہے۔ بعد میں اس شخص کو عزت و احترام کے ساتھ مسٹر ہینی ڈیل کی رہائش گاہ لے جایا گیا اور اس کے لیے پہلے سے تیار کردہ خواب گاہ اسے دکھادی گئی۔ میں ساتھ ساتھ تھا۔ اس نے مسٹر ہینی ڈیل سے کہا۔

”مسٹر ہینی ڈیل آپ کو بہت زیادہ وقت نہیں دے سکوں گا میں۔ ان تمام لوازمات کی بجائے بہتر یہ ہو گا کہ آپ ڈان سینٹر کے پیغامات کے سلسلے میں مجھ سے گفتگو کر لیں۔“

”ہینی ڈیل نے اس شخص کو پہلی ہی نگاہ میں ناپسندیدہ قرار دے دیا تھا چنانچہ اس نے بھی خشک انداز میں کہا۔“

”ہر کام آپ کی خواہش کی مطابق تو ممکن نہیں ہو گا مسٹر اور اتفاق سے آپ نے ابھی تک مجھے اپنا کاغذات بھی نہیں دکھائے۔ بس ڈان سینٹر کے ایک نمائندے کی حیثیت سے میں نے آپ کا استقبال کیا ہے ورنہ میں آپ کے نام تک سے واقف نہیں ہوں۔“

”گڈ بہر حال یہ میرے کاغذات ہیں جن سے آپ تصدیق کر سکتے ہیں۔ میرا نام

کارس مینوکل ہے۔“

میرے پورے وجود میں ایک دھماکہ سا ہوا تھا۔ یہ نام میرے لیے اجنبی نہیں تھا۔ کارس مینوکل۔ اس شخص نے مجھے چیلنج دیا تھا اور کہا تھا کہ کبھی میرا اور اس کا سامنا ہوا تو وہ مجھے بتائے گا کہ وہ کیا ہے اور میں نے بھی اس چیلنج کو قبول کیا تھا۔ واہ ری تقدیر کیا خوب صورت موقع عطا کیا تھا پھر کارس مینوکل نے دوسرا اعتراض مجھ پر کیا۔

”اور پھر انتہائی معذرت کے ساتھ میں آپ سے یہ عرض کروں مسٹر ہینی ڈیل کہ ڈان سینٹر اپنے نمائندوں سے براہ راست واسطے رکھتا ہے، میں مسٹر جم ہیل کے بارے میں کہنا چاہتا ہوں اگر یہ آپ کے انٹرنٹ اور دست راست ہیں تو کم از کم انھیں ڈان سینٹر نے اس حیثیت سے اپائنٹ نہیں کیا ہے اس لیے ان کی ہر لمحہ موجودگی میرے خیال میں مناسب نہیں ہے۔“

”آپ نے پھر اپنے خیال کی بات کی مسٹر کارس مینوکل میں نے کہنا آپ ڈان سینٹر کے ایک نمائندے کی حیثیت سے یہاں تشریف لائے ہیں اور آپ کو علم ہے کہ کاربوس میری مملکت ہے ظاہر ہے ڈان سینٹر ابھی یہاں حکمران نہیں ہوا ہے۔ میں آپ سے صرف انہی کاموں میں تعاون کر سکتا ہوں۔ جن کے بارے میں مجھے یہ یقین ہو جائے کہ اس میں ڈان سینٹر کا مفاد وابستہ ہے یا نہیں۔ باقی آپ اگر یہاں کے معاملات میں ذاتی مداخلت کرتے ہیں تو میں اسے صرف آپ کی حماقت قرار دوں گا۔“

ہینی ڈیل کے الفاظ بہت سخت ہو گئے تھے کارس مینوکل نے خاموشی اختیار کر لی۔ بہر حال بڑے دلچسپ حالات میں اس ملاقات کا آغاز ہوا تھا لیکن کارس مینوکل کے فرشتے بھی نہیں جانتے تھے کہ یہ ملاقات اصل میں وہ کس سے کر رہا ہے۔ دوسرے امور طے کرنے کے بعد رات کو بارہ بجے کے قریب کارس مینوکل اور مسٹر ہینی ڈیل مذاکرات کے لیے کمرے کی جانب چل پڑے۔ مجھے کارس مینوکل نے ناخوشگوار انداز میں دیکھا تھا اور یقینی طور پر میں اس کے لیے عذاب جان بن گیا تھا۔ تاہم چونکہ ہینی ڈیل بڑی سختی سے میرے سلسلے میں اس سے بات کر چکے تھے اس لیے کارس مینوکل نے اس وقت خاموشی ہی اختیار کی اور میں مودبانہ انداز میں ان دونوں کو لے کر اس کمرے میں پہنچ گیا جہاں انھیں کانفرنس ٹیبل پر بیٹھنا تھا۔ میں نے دونوں کے لیے مناسب کرسیاں

سرکائیں اور وہ دونوں بیٹھ گئے میں ان سے کچھ فاصلے پر ایک الگ تھلگ کرسی پر جا بیٹھا تھا۔ کارسس مینوکل نے بے چین ہو کر کہا۔

”کیا مسٹر جیم بیل اس گفتگو میں بھی شریک رہیں گے؟“

”ہاں۔ ان کے سپرد میں نے یہ ذمہ داری کی ہے کہ میرے اور آپ کے درمیان ہونے والی گفتگو کے نوٹس لیں۔“ مسٹر ہینی ڈیل نے جواب دیا۔

”حالانکہ اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور اس کے علاوہ ڈان سینٹر اپنے ذاتی معاملات میں کسی اجنبی کی مداخلت پسند نہیں کرتا۔ تاہم آپ نے اس مسئلے کو ایک جذباتی نوعیت کا مسئلہ بنالیا ہے اس لیے میں خاموشی اختیار کیے لیتا ہوں لیکن اس کی رپورٹ میں ڈان سینٹر کو ضرور دوں گا۔“

آپ جو کرنا چاہتے ہیں اس میں میں مداخلت نہیں کروں گا۔ ہینی ڈیل نے بھی خشک لہجے میں جواب دیا۔

”مسٹر ہینی ڈیل یہ میرے خصوصی اختیارات کی ایک تفصیل ہے اور یہ مناسب موقع ہے کہ آپ اس پر نظر ڈال لیں۔“ کارسس مینوکل نے ایک کانڈ نکال کر ہینی ڈیل کے سامنے رکھتے ہوئے کہا اور مسٹر ہینی ڈیل اس کانڈ پر نظر دوڑانے لگے۔ ان کے چہرے کے ناخوشگوار نقوش بتا رہے تھے کہ جو کچھ ان کے سامنے آیا ہے وہ ان کے لیے باعث تردد ہے پھر انھوں نے کانڈ پڑھ کر اسے ایک جانب سرکاتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے میں ڈان سینٹر کے ایک بااختیار عہدے دار کی حیثیت سے اس کے احکامات کی تعمیل کروں گا۔“

”چنانچہ اب میں آپ سے پہلا یہ سوال کرنا چاہتا ہوں مسٹر ہینی ڈیل کے کیا آپ کو اس بات کا علم تھا کہ مسٹر گیلی سنٹرا ڈان سینٹر کے خفیہ نمائندے کی حیثیت سے یہاں آ رہے ہیں؟“

”جی ہاں۔ مجھے علم تھا اور آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ ڈان سینٹر ہی کے حکم پر میں میسجڈسٹ مشن کی کامیابی کے لیے اس کی طرف سے چلائی ہوئی تحریک کی حمایت کر رہا تھا کیونکہ اس سے ڈان سینٹر کے کچھ مفادات وابستہ تھے۔“

”اس کے باوجود مسٹر گیلی سنٹرا یہاں پہنچ کر لاپتا ہو گئے اور اب تک ان کا کوئی پتا

نہیں چل سکا۔“

”تو اس سے میرا کیا تعلق ہے مسٹر کارسس مینوکل۔ ڈان سینٹر کی جانب سے قطعی طور پر مجھے یہ ہدایت نہیں کی گئی تھی کہ میں مسٹر گیلی سنٹرا کو تحفظ دوں۔“

”مسٹر گیلی سنٹرا کو مقامی حکومت کا تحفظ حاصل تھا لیکن یہ ایک قانون ہے کہ ڈان سینٹر کا نمائندہ کہیں کسی بھی ملک میں ہو اس کے سلسلے میں مقامی نمائندے کو مکمل طور پر محتاط رہنا پڑتا ہے۔“

”چونکہ یہ ایک سنجیدہ کھیل تھا اور مسٹر گیلی سنٹرا جس حیثیت سے یہاں آئے تھے۔ وہ ایک ملک کی سرکاری حیثیت تھی چنانچہ اس کی ضرورت نہیں محسوس کی گئی کہ ڈان سینٹر بھی انھیں تحفظ دے۔ اس طرح ڈان سینٹر کے سلسلے میں شکوک و شبہات پیدا ہو سکتے تھے۔“

”کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ مسٹر گیلی سنٹرا کہاں روپوش ہو گئے؟“

”اگر میں یہ بتا سکتا تو انھیں بازیاں کر کے خفیہ طریقے سے ڈان سینٹر کے ہیڈ کوارٹر پہنچا دیتا۔“

”گویا آپ کو اس بات کا علم نہیں ہے کہ مسٹر گیلی سنٹرا پراسرار طور پر غائب ہو چکے ہیں؟“

”مجھے علم ہے کیونکہ مقامی اخبارات نے اس ملک کے نمائندے کے بارے میں تفصیلی خبریں چھپائی ہیں۔“

”اس کے باوجود آپ نے ڈان سینٹر سے رجوع نہیں کیا؟“

”نہ ہی ڈان سینٹر نے مجھ سے رجوع کیا۔“

”گویا آپ انتظار کر رہے تھے اس بات کا کہ اپنے فرائض کے لیے آپ کو وہاں سے ہدایت ملیں؟“

”جی ہاں یہ انتظار میرے لیے ضروری تھا اپنے طور پر میں کچھ نہیں کرنا چاہتا تھا کیونکہ اس بات کے بھی امکانات تھے کہ مسٹر گیلی سنٹرا کو کسی خاص پروگرام کے تحت یہ ہدایت کی گئی ہو کہ وہ بارباڈوس پہنچنے کے بعد گم ہو جائیں۔“

کارسس مینوکل نے پر خیال انداز میں گردن ہلائی اور اس کے بعد بولا۔

”ٹھیک ہے آپ کا یہ بیان میں نے نوٹ کر لیا ہے مسٹر ہینی ڈیل اب آپ سے میں سب سے اہم سوال کر رہا ہوں۔ دانش منصور نامی ایک شخص کو جس کے بارے میں یقینی طور پر آپ کے پاس تفصیلی رپورٹ ہوگی۔ بار باڈوس بھیجا گیا تھا اور آپ کے پاس اس کے سلسلے میں مکمل پروگرام بھیج دیا گیا تھا اور وہ پروگرام غالباً یہ تھا کہ یہاں اسے کچھ عرصے رکھنے کے بعد آپ اسے جیسا بھیجے والے تھے اور لیوٹن ویل میں اس کا استقبال کیا جانا تھا لیکن دانش منصور کے بارے میں جو تفصیلات موصول ہوئیں کہ وہ یہاں تک پہنچا اور اس کے بعد وہ اس طرح گم ہو گیا جیسے گیلی سائٹرا اور آپ اس کے لیے ابھی تک کوئی تفتیشی رپورٹ بھی پیش نہیں کر سکے اس کی کیا وجہ ہے؟“

”جس خطرناک آدمی کو آپ لوگوں نے بغیر کسی تفصیل کے یہاں بھیجا تھا اور میرے سپرد اس کے بارے میں انتہائی نامناسب ذمے داری لگا دی گئی تھی اس کی تفصیل یہ ہے کہ ہوٹل آرکیولا میں قیام کے چند گھنٹوں کے بعد ایک دھماکہ ہوا اور اس کا کمرہ تباہ ہو گیا۔ اس کے بعد وہ دوبارہ مجھے حاصل نہ ہو سکا اس کا پاسپورٹ اس کے کاغذات اور اس کی تمام چیزیں وہیں موجود تھیں جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ممکن ہے اسے اغوا کیا گیا ہو اور اس شخص کے اغوا سے دلچسپی رکھنے والے روز آرگنائزیشن کے نمائندوں کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتے۔ روز آرگنائزیشن کے خلاف جنگ کی اجازت مجھے نہیں دی گئی ہے میں کیا کر سکتا تھا۔“ ہینی ڈیل نے بڑی صفائی کے ساتھ حقیقت کو چھپاتے ہوئے کہا۔

”اس کے بعد کیا وہ شخص آپ سے ملا؟“

”نہیں۔ ابھی تک نہیں۔“

”اور کیا یہ ایک خطرناک بات نہیں ہے؟“

”ہے یقیناً ہے لیکن ہر طور میں اس کے سلسلے میں اپنی اس ناکامی کا اعتراف کرتا ہوں۔“

”گڈ۔ آپ کے تمام جوابات میں نے نوٹ کر لیے ہیں اور میں ان کی تفصیلات ہیڈ کوارٹر کو فراہم کر دوں گا۔ اب نہایت افسوس کے ساتھ میں آپ کو ہیڈ کوارٹر کی جانب سے یہ آخری لیٹر پیش کر رہا ہوں۔ براہ کرم اسے ملاحظہ فرمائیے۔“

”آپ بڑی ڈرامائی پتویشن پیدا کر رہے ہیں مسٹر کارسس مینوئل۔“

”جی ہاں۔ اس لیے کہ اس پورے ڈرامے میں مجھے خاصا مواد نظر آتا ہے۔“

”کیا ہے اس کاغذ میں؟“

”یہ آپ کی معطلی کا حکم نامہ ہے۔“

”ویری گڈ ویری گڈ۔ یہ کام آخر کار ڈان سینٹر نے کر ہی دکھایا۔“

”جی ہاں اور اس کے ساتھ ساتھ ہی مجھے یہ بھی ہدایت کی گئی ہے کہ میں آپ سے مکمل چارج لے لوں اور عبوری طور پر ڈان سینٹر کے مقامی نمائندے کی حیثیت سنبھال لوں۔“

”مزید ویری گڈ۔ آپ ایسا ضرور کر لیجئے مسٹر کارسس مینوئل لیکن ڈان سینٹر کن شرائط پر مجھے معطل کر رہا ہے؟“

”کیا ڈان سینٹر کی معطلی۔ میرا مطلب ہے ڈان سینٹر کی جانب سے کسی کی معطلی کے ہدایت نامے کو کچھ شرائط سے شلک کیا جاسکتا ہے؟“

”نہیں میرا مطلب یہ نہیں ہے۔ میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کو اختیارات دیتے ہوئے مجھے کون سے چارج آپ کے حوالے کرنا ہوں گے؟“

”مکمل ریکارڈ اور وہ افراد جو ڈان سینٹر کے مقامی پنچارج کی حیثیت سے آپ کے لیے کام کرتے تھے اب آپ انھیں میرے سپرد کر دیجئے گا۔“

”اور میرا جو کاروبار یہاں پھیلا ہوا ہے؟“

”فی الحال اس کے بارے میں مجھے کوئی ہدایت نہیں کی گئی۔“

”گویا میں اپنا یہ کام جاری رکھ سکتا ہوں؟“

”ہاں بالکل لیکن آپ کو ایک طرح سے نظر بندی میں رہنا پڑے گا کیونکہ اس کے بعد ڈان سینٹر جب تک آپ کے لیے کوئی مناسب فیصلہ نہیں کر لیتا ہم آپ کو آزادی نہیں بخش سکتے۔“

”کیا یہ ایک غلط عمل نہیں ہے؟“

”ڈان سینٹر کے احکامات کے بارے میں میں تو کچھ نہیں کہہ سکتا مسٹر ہینی ڈیل۔“

”ہوں۔“ ہینی ڈیل نے ایک طائرانہ نگاہ مجھ پر ڈالی پھر آہستہ سے بولا۔

”ٹھیک ہے میں آپ کو اس سلسلے میں اپنی رائے سے بہت جلد آگاہ کروں گا۔“

”گویا آپ فوری طور پر یہ فیصلہ کرنے سے گریز کر رہے ہیں کہ یہاں کا چارج مجھے دے دیا جائے؟“

”ہاں۔“

”اس کی وجہ بتانا پسند کریں گے مسٹر ہینری ڈیل؟“

”جی ہاں۔ آپ کو چارج دینے سے پہلے میں ہیڈ کوارٹر سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔“

”اس کا انتظام آپ ابھی کر لیجئے۔“ کارسس نے آہستہ سے کہا اور اب میرے بولنے کی باری آگئی تھی۔ میں نے مودبانہ انداز میں کہا۔

”معافی چاہتا ہوں سر ایک مجبوری درپیش ہے اگر مجھے بولنے کی اجازت دی جائے؟“

کارسس مینوئل نے بھویں اٹھا کر مجھے دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔

”جی فرمائیے۔ حالانکہ اب ایک بے اختیار شخص کو اپنے کسی منظور نظر کے لیے بھی کچھ کہنے کی اجازت نہیں ہے۔“

”یہ بات میرے علم میں تھی سر کہ مسٹر ہینری ڈیل کو ان کے عہدے سے معطل کیا جا رہا ہے اور غالباً یہ اختیارات اس سے پہلے مسٹر گیلی سنٹرا کو دیے جا رہے تھے۔“ میرے ان الفاظ پر کارسس مینوئل اور ہینری ڈیل دونوں ہی چونک پڑے ہینری ڈیل نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھا لیکن کچھ بولا نہیں کارسس مینوئل نے کہا۔

”ممکن ہے ایسا ہو۔ ہیڈ کوارٹر اپنے معاملات کو خفیہ رکھتا ہے اور یہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ ایک غیر متعلق شخص یہ انکشاف کر رہا ہے۔“

”میں ایک اور بھی انکشاف کرنا چاہتا ہوں۔ مسٹر ہینری ڈیل کو یہ بات معلوم تھی کہ گیلی سنٹرا کو ان کی جگہ مقرر کیا جا رہا ہے اور وہ اس سلسلے میں سخت ذہنی اذیت کا شکار تھے اور آخر کار انھوں نے اپنے اس حریف کو زندگی سے محروم کر دیا۔“

”ہینری ڈیل کا منہ حیرت سے کھل گیا اور کارسس مینوئل بھی چونکی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔“

”ہاں مسٹر کارسس مینوئل یہ ایک سچائی ہے کہ مسٹر ہینری ڈیل نے ہی گیلی سنٹرا کو اغوا کرنا کرنا شروع کیا ہے۔“

”اوہ مائی گاڈ! یہ تم؟ یہ تم۔“ کارسس مینوئل سے پہلے ہینری ڈیل دہاڑ کر بولا۔ ”کیا بیکواس کر رہے ہو۔ جم کیا ہو اس کر رہے ہو تم؟ کیا تم پاگل ہو گئے ہو؟“

”نہیں مسٹر ہینری ڈیل! کارسس مینوئل کو میں ایک حقیقت سے آگاہ کر رہا ہوں۔“

”کیا تم اس سلسلے میں اپنا بیان دے سکتے ہو؟“

”جی ہاں۔ جس طرح یہ سب کچھ ہو رہا ہے اسی طرح آپ میرے بیان کو بھی درج کر لیجئے کہ مسٹر گیلی سنٹرا کو بڑی محنت سے اغوا کرنے کے بعد میں نے ہی ان تک پہنچا دیا تھا اور اس کے بعد ان کا قتل بھی میرے سامنے ہی مسٹر ہینری ڈیل نے کیا۔“

”جم.....!“ ہینری ڈیل شدید حیرت سے بولا۔

”مسٹر ہینری ڈیل آپ براہ کرم مجھے گفتگو کرنے دیجئے۔ تو مسٹر کارسس مینوئل یہ پہلا مسئلہ تو یوں رہا اب باقی بات آتی ہے دانش منصور کی۔ تو یہ حقیقت ہے کہ ڈان سینٹر نے دانش منصور کو بڑا غلط سمجھا۔ روز آرگنائزیشن اور ڈان سینٹر نہ جانے کب سے دانش منصور کے ہاتھوں شکست پر شکست کھا رہا ہے۔ لیکن صحیح معنوں میں وہ اب تک دانش منصور کو زیر کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ میں ہی آپ کو اس کے بارے میں بھی بتا سکوں گا۔“

”تک کیا؟“ اس بار کارسس مینوئل شدید حیرت سے بولا۔ مسٹر ہینری ڈیل کی آنکھیں بھی پھٹی ہوئی تھیں اور دونوں متحیرانہ انداز میں مجھے دیکھ رہے تھے۔ میں ایک بار پھر ماسٹر آف پبلیکیشن بن چکا تھا اور ان لوگوں سے چوہے بلی کا کھیل کھیل رہا تھا۔ میں نے چند لمحات ان کی صورتوں سے لطف لینے کے بعد کہا۔

”اصل میں مسٹر کارسس مینوئل دانش منصور کوئی باقاعدہ سرمایہ دار نہیں ہے وہ تو ایک مشن ہے جس کے لیے بے شمار افراد سرگرداں ہیں۔ وہ صرف ایک وطن پرست ہے اور اپنے وطن کی محبت میں اپنی ہستی کو مٹا چکا ہے۔ مسٹر کارسس مینوئل! ڈان سینٹر اپنے طور پر بہت سی کارروائیاں کرتا رہا ہے۔ پچھلے دنوں اس نے یوں کیا کہ اس کی محبوبہ کو اغوا کر لیا اور محبوبہ کو اغوا کرنے کے بعد اسے اپنے مقاصد کے لیے بلیک میل کرنے کی کوشش کی لیکن جب انسان اپنی ذات کھو کر اپنے آپ کو ایک مشن کی حیثیت دے دیتا ہے تو پھر وہ کسی ایک شخصیت کے لیے کبھی بلیک میل نہیں ہوتا۔ ڈان سینٹر کے احمق

نمائندوں کو اس بات کا علم نہیں تھا اور انھوں نے اس کی شخصیت کو مکمل طور پر جاننے بغیر اپنی طرف سے ایک اور احمقانہ اقدام اٹھالیا۔ ان کا خیال تھا کہ وہ اس قدم سے زیر ہو جائے گا لیکن ایسا نہیں ہوا اصل میں اس نے یہ فیصلہ کیا کہ ڈان سینٹر کو ایک اور بدترین شکست دینے کے لیے یہ ظاہر کیا جائے کہ وہ اپنی محبوبہ کے حصول کے لیے دیوانہ ہو گیا ہے۔ سو اس نے ایسا ہی کیا اور ان کی ہدایت کے مطابق آخر کار بارباڈوس پہنچ گیا۔ یہاں تک آنا ایک عمل تھا جو اس نے ضروری سمجھا لیکن اس کے بعد آگے کی کارروائیاں کرنا یہ سمجھ لیجئے کہ اس کے پلان کا ایک حصہ تھا۔ چنانچہ ڈیئر مسٹر کارسس مینوئل اس نے وہ بلاسٹ کیا اور اس کے بعد روپوش ہو گیا۔ روپوش ہونے کے بعد وہ جزیرہ کاربوس پہنچا اور یہاں اس نے مسٹر بیٹی ڈیل کے خلاف ایک شاندار کارنامہ سرانجام دیا۔ اس نے بیٹی ڈیل کی بیٹی کو اغوا کر کے مسٹر بیٹی ڈیل کو مجبور کیا کہ وہ اس کے ملک کے مفادات کے لیے کام کریں اور مسٹر بیٹی ڈیل آپ کے سامنے ہے مسٹر کارسس مینوئل، انھوں نے ایک عظیم الشان پلانٹ جو بہر طور دانش منصور کے وطن کے لیے بڑی اہم حیثیت کا حامل تھا روانہ کر دیا۔ ”بیٹی ڈیل غصے سے اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا اور بولا۔

”تم کیا بکواس کر رہے ہو؟“

”پلیز مسٹر بیٹی ڈیل آپ بیٹھے۔ آپ کو پتا ہے کہ میں آپ کا خادم ہوں اور میں نے ہمیشہ آپ کے مفادات کے لیے کام کیا ہے۔ آپ اس قدر کیوں مضطرب ہو رہے ہیں؟“

”تم میرے اس دشمن کے سامنے میری پول کھول رہے ہو۔“ بیٹی ڈیل سے نہ رہا گیا اور اس نے یہ الفاظ کارسس مینوئل کی جانب اشارہ کر کے ادا کیے۔ میں ہنس پڑا میں نے کہا۔

”مسٹر بیٹی ڈیل، کیا گیلی سنٹرا زندہ ہے، کیا اس نے آپ سے یہاں کی نمائندگی کا چارج لے لیا؟ آپ کیوں یہ سمجھتے ہیں کہ مسٹر کارسس مینوئل ان تمام چیزوں کو جاننے کے بعد اپنی زندگی برقرار رکھنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔“

”میں میں سمجھا نہیں۔“ بیٹی ڈیل نے کہا۔

”مسٹر کارسس مینوئل کو کچھ اور سمجھانا ہے مجھے، مائی ڈیئر مسٹر کارسس مینوئل

آپ کو یاد ہو گا کہ آپ نے دانش منصور کو چیلنج کیا تھا جب آپ نے اس کا مذاق اڑایا تھا تو دانش منصور نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کسی طور اس کے ہم پلہ نہیں ہیں اور وہ جب بھی مناسب سمجھے گا تو آپ کو آپ کی اس بکواس کا جواب دے، دے گا اور آپ نے وہ چیلنج قبول کیا تھا؟“

”نت..... تمہیں اس بارے میں کیسے معلوم؟“

”آپ اعتراف کیجئے کہ آپ دنیا کے سب سے بڑے احمق ہیں۔ میں نے جو انکشافات آپ کے سامنے کیے ہیں۔ کیا اس کے بعد بھی آپ یہ سوال کرنا مناسب سمجھتے ہیں کہ مجھے یہ سب کچھ کیسے معلوم؟“

”اوہ مائی گاڈ، اوہ مائی گاڈ، میں کہتا ہوں یہ تو وہ باتیں ہیں جو صرف میری ذات تک محدود ہیں، تمہیں اس بارے میں کیسے معلوم ہو گیا؟“

”اس لئے مسٹر کارسس مینوئل کہ میں دانش منصور ہوں۔“ میں نے کہا اور مجھے اندازہ ہو گیا کہ اس وقت ان دونوں کی کیا کیفیت ہوئی ہے۔ بیٹی ڈیل اور کارسس مینوئل دہشت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے اور ان کی موجودہ شکلیں بڑی مضحکہ خیز ہو گئی تھیں۔

”نت..... نت..... تم، وہ..... دانش، مم..... منصور۔“ بیٹی ڈیل کی آواز ابھری۔

”ہاں مسٹر بیٹی ڈیل، بڑی آسان سی بات تھی اگر آپ لوگوں میں عقل ہوتی تو آپ یہ ساری تفصیل سمجھ لیتے۔ آپ کی بیٹی کا مسئلہ بھی بڑا دلچسپ ہے لیکن اس سے پہلے میں مسٹر کارسس مینوئل سے گفتگو کر لوں۔“ کارسس مینوئل پتھرایا ہوا بیٹھا تھا اور اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔ بیٹی ڈیل نے البتہ کہا۔

”لل..... لیکن..... تم..... میرا مطلب ہے کیا، ایلا ڈیل کو تم نے اغوا کیا تھا۔ اوہ میرے خدا، تم مجھ سے بھی یہ خوفناک کھیل کھیلتے رہے۔“

”ہاں مسٹر بیٹی ڈیل، آپ کو پتا ہے کہ آپ کا تعلق ڈان سینٹر سے ہے اور ہر قیمت پر مجھے اپنے دشمنوں کے خلاف عمل کرنا تھا۔ میں نے بڑی احتیاط کے ساتھ مسٹر سورکس کا سہارا لیا اور آپ دیکھ لیجئے میں باآسانی آپ تک پہنچ گیا لیکن یہاں مس ایلا ڈیل نے بھی

تھے۔ اس سے پہلے کہ وہ دونوں کچھ سوچتے میں نے سوئچ کے بٹن کو دبا دیا اور ان کی دلدوز چیخیں گونجنے لگیں۔ حالانکہ سارا فرنیچر مسٹر بیٹی ڈیل کا تھا لیکن اپنے مطلب کے مطابق میں نے اس میں تھوڑی سی ترمیم کر لی تھی اور ننگے لوہے پر بجلی کے تار لپیٹ دیے تھے جنہوں نے فوراً ہی پوری کرسیوں میں کرنٹ دوڑا دیا اور وہ کرنٹ کا شکار ہو کر اذیت سے ترپنے لگے۔ ان کی آنکھیں خوف و دہشت سے پھیل گئیں اور ان کے جسموں سے زندگی آہستہ آہستہ ختم ہونے لگی پھر چند لمحات کے بعد وہ دونوں زندگی سے محروم ہو گئے۔ میں نے سوئچ آف کیا اور اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔ اپنی اس کامیابی پر میرے پورے وجود میں ایک نشہ آلود کیفیت طاری تھی۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کے قریب پہنچا اور پھر میں نے ان کے جسموں میں زندگی کی رمتی کا جائزہ لیا وہ اب دنیا کی ہر مشکل سے دور ہو چکے تھے۔ میں نے ایک نفرت بھری نگاہ ان دونوں پر ڈالی اور اس کے بعد اس جگہ کو چھوڑ دینا میرے لیے زیادہ ضروری تھا۔ ظاہر ہے ابھی نہیں تو کچھ وقت کے بعد یا ہو سکتا ہے کچھ زیادہ وقت کے بعد بیٹی ڈیل کے دوسرے آدمیوں کو اس بات کا علم ہو جائے کہ مسٹر بیٹی ڈیل اب اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔ چنانچہ مجھے یہاں سے نکل جانا چاہیے تھا۔ بیٹی ڈیل کی اس رہائش گاہ میں بہت کچھ تھا جو سب میرے علم میں تھا اور میں ان میں سے ہر چیز کو اپنی ملکیت بنا سکتا تھا لیکن یہ تو میرا مسلک ہی نہیں تھا۔ یہاں سے مجھے جو کچھ لینا تھا وہ میں نے لے کر اپنے لباس میں محفوظ کر لیا تھا اور مجھے اس کے بارے میں مزید جاننے کی ضرورت نہیں تھی۔ چنانچہ کچھ دیر کے بعد میں وہاں سے باہر نکل آیا۔

میری حیثیت بیٹی ڈیل کے دست راست کے طور پر بہت مستحکم تھی اور چونکہ زیادہ تر میں مسٹر بیٹی ڈیل کے ساتھ ہی رہتا تھا اس لیے بیٹی ڈیل کے سارے ہی آدمی میرا احترام کرتے تھے۔ چنانچہ بس اتنا وہاں سے ساتھ لیا کہ مجھے سفر اور اس کے بعد بارباڈوس سے نکلنے میں کوئی مشکل پیش نہ آئے لیکن یہاں سے نکلنے ہوئے میں نے اس جگہ کو پوری طرح محفوظ کر دیا تھا جہاں یہ دونوں لاشیں موجود تھیں۔ ویسے بھی چونکہ یہ لوگ بجلی کے کرنٹ سے جل کر خاکستر ہوئے تھے اس لیے یہ امید نہیں تھی کہ بہت جلد ان لاشوں کی بدبو پھیل جائے گی۔ میرے پاس مناسب وقت تھا اور یہ سب میری مکمل پلاننگ کے ساتھ ہوا تھا۔ میں نے اپنی سب سے قیمتی شے یعنی وہ مائیکرو ایلیمینٹس جو کون

مجھ سے بڑا تعاون کیا۔ کیونکہ اس کی وجہ مسٹر احمد عسکری تھے۔ ایبلا ڈیل نے خود مجھے پیشکش کی کہ میں انہیں اغوا کر لوں اور ان کے ذریعے احمد عسکری کو رہا کر دوں۔ سو آپ دیکھ لیجئے کہ میں نے وہی کیا اور اس وقت حالات میرے قابو میں ہیں۔ احمد عسکری البانیہ روانہ ہو چکا ہے۔ مس ایبلا ڈیل برج ٹاؤن پہنچ گئی ہیں اور انہیں بھی فوری طور پر البانیہ بھیج دیا جائے گا۔ جہاں سے یہ محبت کرنے والا جوڑا اپنی محبت کی زندگی کی تکمیل کرے گا اور یوں کھیل ختم ہو جائے گا۔“ میرے الفاظ ان لوگوں کے لیے اعصاب شکن تھے۔ ایک طرف کارسس مینوئل کی حالت خراب تھی تو دوسری جانب بیٹی ڈیل بھی منہ پھاڑے بیٹھا ہوا تھا۔ دفعتاً ہی کارسس مینوئل کو ہوش آیا۔ اس نے کہا۔

”لیکن تم، لیکن تم، آخر چاہتے کیا ہو؟“

”ڈیر کارسس مینوئل، اصولی طور پر مجھے یہ کرنا چاہیے کہ میں تمہیں اپنے اس چیلنج کے مطابق جسمانی طور پر شکست دوں جو تم نے مجھے کیا تھا لیکن تم لڑائی بھڑائی کے آدمی نہیں معلوم ہوتے اور بلاوجہ میں کسی ایسے شخص پر اپنی قوت ضائع کرنا پسند نہیں کرتا جو خود میرا مد مقابل نہ ہو لیکن اب چونکہ کھیل ختم ہو گیا ہے۔ میں اتنا ہی دلیر انسان ہوں کہ میں تم سے یہ بھی نہیں پوچھوں گا کہ میری محبوبہ کو تم نے کہاں رکھا ہے کیونکہ اسے میں خود تلاش کروں گا۔ بلکہ ڈان سینٹر کو بدترین حالات سے گزرنا ہو گا۔ میں روئے زمین سے اس کا وجود ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کرنے کا فیصلہ کر چکا ہوں اور تم یقین کرو کارسس مینوئل کاش تم ان لمحات کو دیکھنے کے لیے زندہ رہتے جب ڈان سینٹر، رخسار کو احترام کے ساتھ خود مجھ تک پہنچائے گا اور یہ وقت یقینی طور پر آئے گا۔ یقینی طور پر لیکن افسوس تم وہ وقت دیکھنے کے لیے زندہ نہیں رہو گے کیونکہ ڈان سینٹر کے دو اہم نمائندوں کی زندگی کے لمحات ختم ہو گئے ہیں؟“

”کک..... کیا کیا بکواس کر رہے ہو؟“

”اوکے مسٹر کارسس مینوئل اوکے۔“ میں نے ہاتھ اٹھایا۔ میرے دوسرے ہاتھ میں ایک ہینڈ سوئچ موجود تھا جس کے سفید بٹن پر انگلی رکھتے ہی ان کرسیوں میں خوفناک کرنٹ دوڑ جانے والا تھا جن پر وہ دونوں بیٹھے ہوئے تھے چونکہ مسٹر بیٹی ڈیل نے کانفرنس کے انتظامات میرے سپرد کیے تھے اس لیے میں نے بہترین طریقے سے انتظامات کر لیے

میکوویا کا عطیہ تھے بہتر طریقے سے اپنے پاس محفوظ کیے۔ تھوڑی سی کرنسی اپنی جیبوں میں بھری اور پھر وہاں سے باہر نکل آیا۔ میں تھوڑی ہی دیر کے بعد اس ساحل پر پہنچ گیا جو مسٹر ہینری ڈیل کی ملکیت تھا۔ یہاں موجود لوگوں نے میرا استقبال کیا اور فیڈرل نامی آدمی نے مجھ سے میری یہاں آمد کا مقصد پوچھا۔ میں نے کہا۔

”مجھے فوری طور پر برج ٹاؤن جانا ہے۔ مسٹر ہینری ڈیل کا ایک اہم پیغام لے کر براہ کرم تیاریاں کروں۔“

”سرتیاریاں مکمل ہیں، آپ براہ کرم تشریف لائیے۔“ اس نے کہا اور میں اس اسٹیمر میں داخل ہو گیا جو ہر وقت کاربوس سے برج ٹاؤن تک کے لئے مسٹر ہینری ڈیل کے کاموں کے لیے مخصوص تھا۔ اسٹیمر چل پڑا اور سفر کے دوران مجھے اعلیٰ درجے کی کافی پیش کی گئی۔ کاس نے مجھ سے یہ سوال بھی نہیں کیا تھا کہ مسٹر ہینری ڈیل میرے ساتھ کیوں موجود نہیں ہیں۔ وہ جانتا تھا کہ میں مسٹر ہینری ڈیل کی ناک کا بال ہوں اور ان کے لیے ہر کام سرانجام دے سکتا ہوں۔

برج ٹاؤن تک کا سفر مکمل ہوا اور یہاں پہنچنے کے بعد میری سب سے اہم دوست ایلا اور سورا تھیں جن کے پاس میں جاسکتا تھا۔ چنانچہ میں ان کے فلیٹ میں داخل ہوا تو دونوں ہی موجود تھیں۔ مجھے انھوں نے بڑے پر مسرت انداز میں خوش آمدید کہا اور سورا متحیرانہ انداز میں بولی۔

”اچانک بغیر کسی اطلاع کے، ہمیں تو کچھ علم ہی نہیں تھا مسٹر ڈینش ویسے آپ اس وقت ہمارے لیے ایک انتہائی اہم شخصیت کے مالک ہو گئے ہیں۔ ایلا کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ جو شخص ایک عام سے آدمی کی حیثیت سے ہمارے پاس آیا تھا وہ ایک دن ہمارے لیے اتنی بڑی حیثیت اختیار کر چکا ہو گا۔“

”اصل میں وہ عام سا آدمی تھا نہیں۔ اس نے ہم دونوں ہی کو ٹھکرا دیا بلکہ سچی بات یہ ہے کہ اب تو میں اپنی بد قسمتی کے بارے میں سوچتی ہوں۔“

”کیوں؟“ سورا ہنس کر بولی۔

”کاش وہ رات ایک دھوکہ دینے والی رات نہ ہوتی بلکہ اس کی کوئی اور بھی اہمیت ہوتی۔“ سورا کی نسبت ایلا زیادہ جذباتی پر جوش تھی اور اس کی گفتگو میں بے باکی کا عنصر

بہت پایا جاتا تھا جبکہ سورا درحقیقت اپنی شخصیت سے بہت مختلف لڑکی تھی۔ میں ان کے ساتھ ہنستا رہا پھر میں نے کہا۔

”مسٹر سورک سے گفتگو کرنی ہے مجھے۔“

”جانتی ہوں، یقینی طور پر مسٹر ہینری ڈیل کا کوئی اہم پیغام ہی آیا ہو گا؟“

”ہاں، وہ مس ایلا کا کیا حال ہے؟“

”ایلا ڈیل آرام سے ہے اور مسٹر سورکس نے اسے بڑی عزت و احترام کے ساتھ

رکھا ہوا ہے۔“

”تو براہ کرم پہلے میری ملاقات مسٹر سورکس سے کر دیجئے۔“

”میں ابھی انتظام کرتی ہوں۔“ ٹرانسمیٹر پر مسٹر سورکس کو تلاش کیا گیا اور تھوڑی

دیر کے بعد ان سے رابطہ ہو گیا۔ میں نے مدہم لہجے میں کہا۔

”مسٹر سورکس، میں آپ کا جم تیل بول رہا ہوں۔“

”ہیلو مائی ڈیئر ڈینش، کہاں ہو۔ کیا برج ٹاؤن میں؟“

”ہاں۔ میں مسٹر ہینری ڈیل سے بمشکل تمام اجازت لے کر آیا ہوں مس ایلا کے اور

میرے لیے جو کام میں نے آپ کے سپرد کیا تھا۔ کیا اس کی تکمیل ہو گئی؟“ جواب میں

سورکس ہنس پڑا اس نے کہا۔

”بھلا یہ ممکن تھا کہ آپ کا حکم ملے اور ہم اس کی تکمیل نہ کریں۔“

”تمام چیزیں مکمل ہیں؟“

”ٹکٹ تک خرید لیے ہیں میں نے بس انھیں کنفرم کرانا ہے۔“

”کس وقت کی فلائٹ مل سکتی ہے؟“

”اگر آپ اجازت دیں مسٹر ڈینش تو میں انرپورٹ سے کنفرم کر لوں۔“

”براہ کرم، ہم لوگوں کو فوری طور پر روانہ کر دیجئے گا۔“

”تو پھر آپ کو کچھ دیر توقف کرنا ہو گا۔ ویسے آپ کہاں ہیں۔ میرا مطلب ہے کیا

سورا اور ایلا کے پاس، یہ سوال میں نے اس لیے کیا ہے کہ ٹرانسمیٹر ہمارے مخصوص

نمائندوں کے پاس ہی ہیں۔“

”جی، میں سورا کے پاس سے ہی بول رہا ہوں لیکن میں یہاں سے ایلا ڈیل کے پاس

جانا چاہتا ہوں۔“

”تو پھر یوں کیجئے کہ آپ سورا کے ساتھ ایلا ڈیل کی طرف روانہ ہو جائیے۔ میں وہیں پہنچ رہا ہوں تاکہ آپ کی مطلوبہ اشیاء آپ کے حوالے کر دوں۔“

”تھینک یو سر سور کس۔“ میں نے کہا اور تھوڑی سی رکھی باتوں کے بعد یہ سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔ میں نے مسکراتی نگاہوں سے سورا کو دیکھا اور کہا۔

”آپ نے سن لیا اب آپ کو مجھے مس ایلا ڈیل کے پاس پہنچانا ہے۔“

”آہ یہ رات بھی ہماری نہ ہو سکی۔“ ایلا مسخرے پن سے بولی اور سورا ہنسنے لگی پھر دونوں ہی بہنیں مجھے گاڑی میں لے کر اس عمارت کی جانب چل پڑی تھیں۔ جہاں ایلا ڈیل کو بطور مہمان رکھا گیا تھا۔ ایلا ڈیل نے بھی مجھے دیکھ کر بڑی مسرت کا اظہار کیا تھا ان دنوں میں ایک مقبول ترین شخصیت کی حیثیت اختیار کر چکا تھا اور جو کارنامے سرانجام دے رہا تھا ان کے تحت میری شخصیت بڑی مستحکم تھی اور میں ہر ایک کے لیے باعث دلچسپی تھا ایلا ڈیل نے مجھ سے پر جوش مصافحہ کیا اور پھر بولی۔

”آپ اچانک آگئے مسٹر جم ہیل؟“

”ہاں ایلا میں نے وعدہ کیا تھا تاکہ ضروری امور کی تکمیل کے بعد آپ کے پاس پہنچوں گا کہیے آپ مطمئن ہیں؟“

”ہاں۔ بہت زیادہ۔“ اس نے جواب دیا۔ سورا اور ایلا، ایلا ڈیل کے سامنے آکر کسی قدر احساس کمتری کا شکار ہو گئیں کیونکہ ہر طور وہ ایک ایسی شخصیت کی بیٹی تھی جو بہت بڑی تسلیم کی جاتی تھی پھر میں نے انہیں واپسی کی اجازت دے دی اور وہ چلی گئیں ان کے جانے کے بعد ایلا کھل گئی۔

”اب مجھے کب تک یہاں رہنا ہو گا مسٹر جم؟“ براہ کرم میری آتش شوق کو اتانا نہ بھڑکائیے کہ میں جل کر خاکستر ہو جاؤں۔ میں تو اس تصور سے ہی ایک عجیب سے احساس کا شکار ہوں کہ اب میں با آسانی احمد عسکری سے مل سکتی ہوں۔“ میں نے مسکرا کر اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

”مس ڈیل میں تو اپنی تمام تر کوششیں اس بات میں صرف کرتا رہا ہوں کہ آپ کی محبت کو کامیابی سے ہمکنار کراؤں بہر حال یہ خوشخبری لایا ہوں آپ کے لیے کہ آپ بہت

جلد البانیہ روانہ ہو جائیں گی آپ کو یہ علم تو ہو چکا ہو گا کہ احمد عسکری البانیہ پہنچ چکے ہیں۔“

”ہاں۔ پتا نہیں وہ کن احساسات میں مبتلا ہو گا آپ براہ کرم جس قدر جلد ممکن

ہو سکے.....؟“

”ٹھیک ہے لیکن مجھے ایک بات بتائیے۔“

”ہاں بولو۔“

”آپ ہمیشہ کے لیے اپنے ڈیڈی کو چھوڑنا پسند کریں گی؟“

”آہ میں انہیں چھوڑ چکی ہوں بس اب تو ایک مجبوری کا رابطہ رہ گیا ہے میں ابھی

یہاں قید ہوں ورنہ میرا بس چلے تو میں لمحوں کے اندر اندر پرواز کر کے احمد عسکری کے پاس پہنچ جاؤں اور اس کے بعد اپنے اس ماحول کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بھول جاؤں۔“

”آپ اس زندگی کو قبول کر لیں گی مس ایلا ڈیل جو احمد عسکری کے ساتھ گزرے

گی۔ میرا مطلب ہے آپ نے جن حالات میں آج تک گزر بسر کی ہے ان میں تو آپ نے شہزادیوں کی مانند زندگی بسر کی ہے اور احمد عسکری ایک بالکل ہی عام سہ آدمی ہو گا ظاہر ہے وہ تنظیم سے بھی الگ ہو چکا ہے ان حالات میں آپ لوگوں کو وقت گزارنے کے لیے بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔“

”ہاں۔ محبت ایسے ہی پھول کھلاتی ہے انسان کی زندگی میں کہ پھر بہت سی چیزیں

چھوڑنے کا افسوس نہیں ہوتا بلکہ میں تو جو زندگی گزار چکی ہوں آپ یقین کیجئے اب اس زندگی سے مجھے نفرت ہو گئی ہے۔ میں ایک عام عورت بننا چاہتی ہوں مسٹر جم۔ ایک ایسی عام عورت جو مشکل حالات میں اپنی محبت کے ساتھ گزارا کرتی ہے۔ دیکھوں تو سہی قصے کمانیوں میں جو درج ہوتا ہے وہ کیسا لگتا ہے آہ۔ کاش یہ جلد ممکن ہو سکے۔“ میں نے

اسے کافی تسلیاں دیں اور اس کے بعد اس رات ہم دونوں ساتھ ہی رہے ایک کمرے میں سوئے پورے اعتماد کے ساتھ نہ اس کے انداز میں لغزش تھی نہ میرے اندر، دونوں ہی اپنی اپنی آگ میں جھلے اور تپے ہوئے تھے بھلا ہمیں ایک دوسرے کی صنف سے کیا خطرہ ہو سکتا تھا البتہ مسٹر سور کس نے درحقیقت اپنی مستعدی کا ثبوت دیا اس وقت ہم دونوں ناشتے کی میز پر تھے جب مسٹر سور کس خود پہنچ گئے ابھی تک میں نے ایلا ڈیل کو یہ نہیں

بتایا تھا کہ میں خود بھی اس کے ساتھ البانیہ جا رہا ہوں مسٹر سورکس نے ہمارے کاغذات اور کنفرم ٹکٹ ہمارے حوالے کرتے ہوئے کہا کہ ہماری فلائٹ پونے دس بجے ہے اور ہمیں ناشتے کے فوراً بعد ائر پورٹ پہنچ جانا چاہیے ضروری ہدایات دینے کے بعد جب وہ رخصت ہوئے تو ایملانے متحیرانہ انداز میں سب سے پہلا سوال وہی کیا۔ کہنے لگی۔

”آپ، آپ بھی البانیہ جا رہے ہیں میرے ساتھ؟“

”اگر آپ مجھے ساتھ لے جانا پسند کریں تو؟“

”کیسی باتیں کرتے ہیں مسٹر جیم، آپ نے میرے لیے جو کچھ کیا ہے میں اسے زندگی کی آخری سانس تک فراموش نہیں کر سکوں گی۔ میں تو بس اس لیے یہ سوال کر رہی تھی کہ.....“

”بات اصل میں یہ ہے مس ایملانے ڈیل کہ میں ذہنی طور پر مسٹر ہمینی ڈیل کے لیے جس قدر مخلص تھا آپ کو اس کا اندازہ میرے اور ان کے درمیان تعلقات سے ہو جاتا ہو گا بلکہ آپ خود اس کا اعتراف کر چکی ہیں۔ اب اس کے بعد جب آپ بار باؤوس سے نکل جائیں گی تو کیا مسٹر ہمینی ڈیل مجھ سے اس بارے میں کوئی سوال نہیں کریں گے میں اس غداری کے بعد اپنے آپ کو ان سے مخلص تو نہیں کہہ سکتا مس ڈیل اور غیر مخلصانہ طور پر کسی کے ساتھ وقت گزارنے کا میں قائل نہیں ہوں میری اپنی زندگی کا بھی ایک حصہ ہے میں اس وقت آپ کے ساتھ البانیہ چل رہا ہوں آپ جہاں کہیں بھی جائیں بے شک چلی جائیں مجھے اپنے ایک اور کام کے سلسلے میں جیکا جانا ہو گا۔ جیکا میں مجھے ایک شخص سے بڑی دلچسپی ہے اور میں اس سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔“

”اوہ، وہ کون ہے؟“ کیا آپ کی کوئی محبوب شخصیت۔

”ہاں مارشل لیوٹن ڈلانز ہے اس کا نام۔“ میں نے ایک ایک لفظ کو چباتے ہوئے

کہا۔

”یہ نام میں نے سنا ہے شاید ڈیڈی ہی کی زبانی، لیکن آپ یقین کریں میں آپ کے البانیہ ساتھ چلنے سے بے حد مسرور ہوں۔“

”شکریہ مس ڈیل۔“ میں نے کہا اور وہ عجیب سے انداز سے مسکراتے لگی پھر

بولی۔

”جیسے ٹھیک ہے ابھی نہیں بعد میں سہی اور جو کچھ ہو گا آپ کے سامنے ہی ہو گا۔“

”کیا؟“ میں نے سوال کیا اور وہ شرما کر خاموش ہو گئی میں سمجھ گیا کہ وہ عسکری کے حوالے سے کچھ کہنا چاہتی تھی۔ بہر حال یہ سب کچھ چلتا رہا وقت مقررہ پر ہم ائر پورٹ پہنچ گئے اور پھر میں نے اپنے اس شاندار کارنامے کی تکمیل کے بعد بار باؤوس چھوڑ دیا اب مجھے البانیہ جانا تھا اور اس کے بعد وہاں اپنے لیے جگہ بنا کر تیاریاں کرنی تھیں تاکہ میں جیکا روانہ ہو جاؤں دل کے کچھ تاریک گوشوں میں ایک موہوم سا چمکدار نقطہ متحرک تھا اور یہ رخسار کا خیال تھا ممکن ہے رخسار مجھے جیکا میں مل جائے اور میں اسے حاصل کر سکوں۔ طیارہ فضا کی وسعتوں میں سفر کرتا رہا راستے میں ایملانے ڈیل سے بہت سی باتیں ہوئیں وہ اپنے مستقبل کے تصور سے سرشار تھی اور مجھ سے باتیں کرتے ہوئے کہہ رہی تھی کہ احمد عسکری کو یہ تصور بھی نہیں ہو گا کہ میں اس طرح اس کے پاس پہنچ جاؤں گی وہ مجھے دیکھ کر فرط خوشی سے دیوانہ ہو جائے گا۔ نہ جانے کیا کیا باتیں کرتی رہی وہ، یہ سفر طویل نہیں تھا اور ہمیں البانیہ پہنچنے میں کسی خاص دقت کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا پھر ہم البانیہ کے دارالحکومت ترانہ کے ائر پورٹ پر اتر گئے اور یہاں دوسری ضروریات سے فراغت حاصل کرنے کے بعد ہوٹل سائنوپول چل پڑے۔ سب سے پہلے سائنوپول میں ایک کمرہ حاصل کیا گیا کمرے تک جاتے ہوئے بھی ایملانے ڈیل کی پر شوق لگاہیں ایک ایک فرد کا جائزہ لیتی رہیں کہ کہیں احمد عسکری سامنے آجائے پھر ہم کمرے میں منتقل ہو گئے اس کی سانس چڑھ رہی تھی اس نے عاجزی سے کہا۔ ”اب میرے صبر کا اور امتحان مت لو پلیز۔“

”تم رکومیں اس کے بارے میں معلومات حاصل کر کے آتا ہوں۔“ میں نے کہا اور پھر کاؤنٹر سے مجھے احمد عسکری کے بارے میں تفصیل کا علم ہو گیا تھا تھوڑا سا ڈرامہ کرنا چاہتا تھا چنانچہ احمد عسکری کے کمرے میں پہنچ گیا دستک دی تو دروازہ کھل گیا احمد عسکری سامنے کھڑا ہوا تھا میں نے اس سے ملاقات کی اور کہا کہ وہ تھوڑا سا دقت مجھے دے پھر میں اسے بہلا پھسلا کر اپنے کمرے تک لے آیا اور میں نے اسے اندر جانے کے لیے کہا۔ احمد عسکری حیران تھا لیکن اس نے مجھ سے تعاون کیا اور دروازہ کھول کر اندر چلا گیا اصولی طور پر اب مجھے ان دونوں کو وقت دینا چاہیے تھا کیونکہ جو مناظر اس کے بعد سامنے آنے والے تھے ان میں کسی اور کا دخل نہیں ہونا چاہیے۔ ہوٹل کے ڈائنگ ہال میں بیٹھ کر

میں چشم تصور میں رخسار کو دیکھنے لگا۔ رخسار۔ ماضی کا ایک ایک نقش میری نگاہوں کے سامنے گھوم گیا میرے اور رخسار کے درمیان جن دلچسپ حالات میں محبت کا آغاز ہوا تھا وہ بھی اپنی نوعیت کے منفرد تھے ویسے تو زندگی میں نہ جانے کون کون آیا اور کس کس نے مجھے کیا کیا سکھایا میری سب سے بڑی استاد تو مسز خان تھیں اور مسز خان کا تصور کر کے بدن میں چیونٹیاں سی ریگنے لگیں اس کے بعد بھی اس وقت تک حالات عجیب و غریب راہوں پر چلاتے رہے جب تک رخسار سے دل نہ مل گیا اور اس کے بعد سے میں نے اپنے آپ کو اچھے انسان کی حیثیت دینے کی کوشش کی تھی۔ نہ جانے کتنا وقت میں نے وہیں بیٹھے بیٹھے گزار دیا مجھے اس کی امید نہیں تھی کہ وہ دونوں مجھے تلاش کرتے ہوئے ڈانگ ہال میں آجائیں گے۔ میں اس وقت بھی ایک سمت نگاہیں جمائے رخسار کا ہی تصور کر رہا تھا۔ جب میرے سامنے کرسیاں گھسیٹی گئیں اور وہ دونوں بیٹھ گئے میں نے چونک کر دیکھا تھا اور پھر ان دونوں کو دیکھ کر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی احمد عسکری مجھے عقیدت بھری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا اس نے کہا۔

”اگر آپ ہوٹل کے کمرے میں واپس آجاتے تو میں آپ کے قدموں میں اپنا سر رکھ دیتا اتنا جذباتی ہو رہا ہوں آپ کے لیے مسٹر جم بیل کہ آپ تصور نہیں کر سکتے۔“ میں نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

”آپ کو آپ کی محبت کے مل جانے کی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ مسٹر احمد عسکری۔“

”آہ کاش میں اپنے الفاظ میں ان جذبات کا اظہار کر سکتا جو آپ کے لیے میرے دل میں ہیں۔“

”میں خود بھی اتنا ہی خوش ہوں۔ بہر حال میری تھوڑی سی کاوش نے دو زندگیوں کو یکجا کر دیا ورنہ دونوں ہی منتشر رہتے۔“

”آپ تو میری زندگی بچانے والے محسن بھی ہیں مجھے آپ کے بارے میں اس سے پہلے کچھ معلوم نہیں تھا لیکن مسٹر جم بیل ہوتا ہے اگر دنیا میں آپ جیسے لوگ نہ ہوں تو آپ یقین کیجئے بہت سے لوگ تشنہ کام مرجائیں۔ بس دعاؤں ہی دے سکتا ہوں آپ کو۔“ اس دوران ایلا ڈیل خاموش ہی رہی تھی لیکن اس کے چہرے پر بھی جذبات کے

سائے رقصاں نظر آرہے تھے۔ ہم لوگوں نے ابتدائی گفتگو کے بعد تھوڑا سا وقت تفریحات میں گزارا اور پھر واپس اپنے کمرے میں آگئے احمد عسکری میرے ساتھ تھا کمرے میں آنے کے بعد میں نے مسکراتے ہوئے ایلا اور عسکری سے کہا۔

”اب تم دونوں اپنی زندگی کا آغاز کس طرح کرتے ہو اس کا بہتر فیصلہ تمہیں خود کرنا ہے میری رائے ہے کہ اپنے لیے محفوظ جگہ تلاش کرو اگر یہاں البانیہ میں تم خود کو محفوظ سمجھتے ہو تو یہ فیصلہ بھی تمہیں ہی کرنا ہے اور اگر یہاں سے نکلنا مقصود ہو تو پھر اس کے لیے بھی کوششوں کا آغاز کر دینا چاہیے میں خود بھی یہاں زیادہ وقت قیام نہیں کرنا چاہتا۔“

”آپ نے کہا تھا مسٹر جم کہ آپ جمیکا جانا چاہتے ہیں۔“

”ہاں میرا یہی پروگرام ہے۔“

”ہم لوگ یونان نکل جائیں گے۔ البانیہ سے یونان جانا ہمارے لیے زیادہ مشکل نہیں ہوگا ہم لوگ خود کو ایک عام زندگی میں ضم کرنے کی کوشش کریں گے مستقبل کا پروگرام تو میں آپ کو بتا ہی چکی ہوں۔ میں احمد عسکری کا مذہب قبول کر لوں گی اپنا نام تبدیل کر لوں گی اور اس طرح ہم نئی زندگی کا آغاز کریں گے۔“

”حالانکہ میرا مشن کچھ اور تھا لیکن محبت نے مجھے اپنے مشن سے دور کر دیا اور اب جب ایلا نے میرے لیے اپنی کائنات ٹھکرا دی ہے تو آپ خود بتائیے مسٹر جم بیل کہ میں کس طرح اپنے آپ کو اس سے دور کر سکتا ہوں۔“

”کرنا بھی نہیں چاہیے۔ آپ نے تو جو تکلیفیں اٹھائی ہیں مسٹر احمد عسکری وہ اپنی جگہ ہیں لیکن آپ یقین کیجئے میں ایلا کے ایثار سے اس کی محبت سے بہت متاثر ہوں۔ زندگی میں اگر کسی انسان کو ایسی محبت مل جائے تو میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ اس کے لیے اس سے بڑی نعمت اور کوئی نہیں ہو سکتی۔“

”میں اسے تسلیم کرتی ہوں۔“ ایلا کہنے لگی۔ ”ہم یہاں شیریا کے ہاں قیام کریں گے اور آپ کو بھی اس وقت تک ہمارے ساتھ رکنا ہوگا مسٹر جم بیل جب تک کہ ہم یہاں ہیں بعد میں آپ جو پروگرام بھی بنائیں وہ آپ کی مرضی۔“

”تو پھر میرا خیال ہے شیریا سے رابطہ قائم کرو اور اس کے ہاں منتقل ہو جاؤ۔ ہوٹل

میں رہنا مناسب نہیں ہے۔ کون جانے مسٹر مینی ڈیل کے ہاتھ کتنے لمبے ہوں۔“ میں نے یہ اس مقصد کے تحت کہا تھا کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میری تلاش شروع ہو جائے اور بہر حال مسٹر سورس جانتے ہیں کہ میں ایبلا ڈیل کے ساتھ البانیہ آیا ہوں۔ چنانچہ میرے لیے بھی ہوٹل چھوڑ دینا ضروری تھا۔

ایبلا ڈیل نے شیریا کا فون نمبر ٹرائی کیا لیکن دوسری طرف سے اسے اطلاع ملی کہ یہ فون نمبر تبدیل ہو گیا ہے۔ چنانچہ اس نے یہ طے کیا کہ شیریا کے پاس پہنچ کر اسے سربراہ بنو دیا جائے۔

ہم لوگ چل پڑے ایک خوب صورت سے علاقے میں بنی ہوئی ایک چھوٹی سی رہائش گاہ پر جب بیل بجائی گئی تو ایک لڑکی نے دروازہ کھولا۔ جسمانی تناسب کے لحاظ سے اسے حسین ترین کہا جاسکتا تھا لیکن چہرے کے تاثرات میں کوئی دلکشی نہیں تھی۔ نقوش بے شک دلکش تھے لیکن اتنے سپاٹ جیسے کسی دیوار کو دیکھا جا رہا ہو۔ ایبلا کو دیکھ کر بھی بس اس کے ہونٹوں میں اتنا کھنچاؤ پیدا ہوا جس سے یہ اندازہ ہوا کہ وہ مسکرا رہی ہے البتہ دونوں جس محبت سے ایک دوسرے سے لپٹ گئی تھیں اس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ شیریا اپنے جذبات کا اظہار چہرے سے نہیں کر سکتی۔ غالباً اس کے نقوش ایسی ہی کیفیت کے حامل ہیں۔ دونوں بہت دیر تک لپٹی رہیں اور ہم دونوں احقوں کی طرح کھڑے نہیں دیکھتے رہے پھر ہماری جانب متوجہ ہوئی اور ایبلا ڈیل نے شیریا سے میرا اور احمد عسکری کا تعارف کرایا۔ شیریا ہمیں بڑی محبت سے اندرونی حصے میں لے گئی اور پھر اس نے بڑے خوب صورت الفاظ میں ہم لوگوں کی آمد کا شکریہ ادا کیا۔ ایبلا ڈیل سے اس نے احمد عسکری کے بارے میں پوچھا اور جو سوالات اس نے ایبلا ڈیل سے کیے ان سے یہ اندازہ ہو گیا کہ اسے ایبلا ڈیل اور احمد عسکری کی محبت اور ان کے راستے میں آنے والی روکاوٹوں کا پوری طرح علم تھا۔ ایبلا نے میرا تعارف مکمل کراتے ہوئے اسے بتایا کہ میں نے اس کی محبت کو کامیاب بنانے کے لئے کیا کیا پاپڑ بنیے ہیں اس پر شیریا نے میری جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

”اور جو لوگ کسی نیکی کو کرنے کے لیے اپنے مفادات کو اس طرح ٹھکرا دیتے ہیں وہ دنیا کے عظیم ترین لوگ ہوتے ہیں اور درحقیقت ہم قہے کہانیوں کی باتوں کو اس لیے

جھوٹ قرار نہیں دے سکتے کہ وہی باتیں اکثر ہمارے سامنے آتی رہتی ہیں۔ جیسے اس وقت میں آپ کو دیکھ رہی ہوں مسٹر جم بیل۔“

”شکریہ مس شیریا آپ نے اس انداز میں میری پذیرائی کی۔“

”آپ لوگ یقین کیجئے۔ آپ لوگوں کے آنے سے میں اس قدر مسرور ہوں کہ

شاید الفاظ میں بیان نہ کر سکوں۔“

”ایبلا ڈیل آپ کا تعارف اس انداز میں کراچکی ہے۔“ پھر ہم یہاں بڑی بے تکلفی سے قیام پذیر ہو گئے شیریا اپنے نقش و نگار کے برعکس بہت ہی مہمان نواز لڑکی ثابت ہوئی تھی۔ وہ درحقیقت ہم لوگوں کی آمد پر اپنی خوشی کا اظہار اپنے رویے سے کر رہی تھی لیکن اس کا چہرہ اس کا ساتھ نہیں دیتا تھا۔ حالانکہ میرا اب ان لوگوں سے کوئی تعلق باقی نہیں رہ گیا تھا اور اصولی طور پر مجھے ان سے علیحدہ ہو جانا چاہیے تھا کیونکہ اس سلسلے میں جس قدر کام میرے لیے ممکن اور ضروری تھا وہ میں سرانجام دے چکا تھا اور اب مجھے اپنے مشن کے اگلے حصے کے بارے میں سوچنا تھا لیکن تھوڑا سا وقت ان لوگوں کے ساتھ صرف کر کے میں اپنی ذہنی کیفیت بحال کرنا چاہتا تھا۔ نئی جگہ، نیا انداز اختیار کرنا اس لیے ضروری نہیں تھا کہ یہ لوگ کسی بھی طور میرے لیے باعث تردد نہیں تھے۔

”احمد عسکری اور ایبلا ڈیل ایک دوسرے میں گم ہو گئے تھے۔ ہر چند کہ وہ اقدار قائم کیے ہوئے تھے اور ہمارا ساتھ بھی دیتے تھے لیکن انھیں نئی زندگی ملی تھی اور جس طرح وہ ایک دوسرے کے شیدائی تھے اس کے تحت یہ سب کچھ غیر متوقع نہیں تھا اور سچی بات یہ ہے کہ قابل اعتراض بھی نہیں تھا۔ محبتوں کا یہ انداز بہر طور تسلیم کیا جاتا ہے۔“

میں اپنے طور پر وقت گزار رہا تھا اور شیریا اپنے طور پر۔ اس کے مشاغل میری سمجھ میں نہیں آئے تھے۔ کبھی پورا دن غائب رہتی اور کبھی گھر سے باہر ہی نہیں نکلتی تھی جب عسکری اور ایبلا عموماً نکل جایا کرتے تھے۔ شاید اس لیے بھی کہ وہ یہاں تنہا نہیں رہ سکتے تھے جبکہ انھیں تنہائی درکار تھی۔ حالانکہ میں اور شیریا انھیں پورا پورا موقع دیتے تھے لیکن اخلاق بھی کوئی چیز ہوتی ہے البتہ اس دوران میں نے شیریا کو بغور دیکھا تھا بڑی کھوئی کھوئی، الجھی الجھی لڑکی تھی ایک بار میں نے اسے صبح اس وقت جب سورج کا دور دور تک پتا نہیں تھا اور اجالا صرف آسمان پر پھیلا ہوا تھا وزش کرتے ہوئے دیکھا۔ اس

کی جسمانی موزونیت کے بارے میں 'میں پہلے ہی بتا چکا ہوں لیکن جس قدر شدید مشقت کی ورزش وہ کر رہی تھی اسے دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔ وہ خصوصاً مارشل آرٹس کے ان روایتی معاملات پر عمل کر رہی تھی جو صرف روحانیت سے تعلق رکھتے ہیں لیکن اس قدر با مشقت ہوتے ہیں کہ انسان انہیں دیکھ کر ہی مشکل میں گرفتار ہو جائے میں خاموشی سے اسے یہ ورزش کرتے دیکھتا رہا۔ ایسی ورزشیں میرے اپنے خیال میں تو صرف دیوانگی کی ایک شکل ہوتی ہیں یا پھر صرف دکھانے والی چیز جو فلم ٹیکنک تک محدود ہے لیکن میں نے اس ٹیکنک کو اپنی آنکھوں سے دیکھا وہ بہت دیر تک اپنے وجود کو ریزہ ریزہ کرتی رہی تھی اور اس کے بعد جسم سے ایک چادر لپیٹ کر عمارت کے اندرونی حصے میں چلی گئی تھی پھر ایک بار میں نے اسے بارش میں دیکھا۔ وہ ایک جگہ چادر اوڑھے بیٹھی تھی۔ بارش کا پانی ایک گڑھے میں بھر گیا تھا اور وہ اس گڑھے میں اوپر سے پڑنے والی بوندوں کا مدد جزر دیکھ رہی تھی اس مشغلے میں نہ جانے وہ کب تک مصروف رہی۔ میں نے اسے منتشر نہیں کیا تھا پھر ایک بار میں نے اسے دن کی روشنی میں ایک شمع جلا کر بیٹھے ہوئے دیکھا۔ ایبلا اور احمد عسکری کہیں نکل گئے تھے میں گھر پر ہی تھا اور اپنے کمرے میں دروازہ بند کیے ہوئے ایک کتاب پڑھنے میں مصروف تھا۔ طبیعت اکتائی تو اپنی جگہ سے نکل آیا اور اسی کی تلاش میں آگے بڑھا پھر میں نے اسے ایک کھڑکی سے اس عمل میں مصروف دیکھا تھا پتا نہیں یہ کسی خاص عمل کی مشق تھی یا پھر اس لڑکی کا ذہنی بحران۔ بہت دیر تک وہ اسی طرح بیٹھی شمع کو دیکھتی رہی تھی۔ دن کی روشنی میں شمع جلا کر اس کے سامنے بیٹھے رہنا ایک عجیب سی بات تھی میں بھی اسے دیکھتا رہا وہ اس وقت تک وہاں موجود رہی جب تک مومی شمع آخری شعلہ دے کر بجھ نہ گئی میں وہاں سے ہٹ آیا تھا لیکن اس رات اس وقت جب وہ آرام کرنے کے لیے اپنے کمرے میں جا چکی تھی۔ احمد عسکری اور ایبلا ڈیل بھی اپنے کمرے میں تھے۔ میں ان کے پاس پہنچ گیا۔ دونوں نے مسکراتے ہوئے میرا خیر مقدم کیا تھا۔

”نیند تو ہمیں بھی نہیں آرہی غالباً آپ بھی اسی کیفیت کا شکار ہیں۔ البتہ شیریا گہری نیند سو گئی ہے۔“

”ہاں۔ میں بس اب یہ سوچ رہا ہوں کہ کافی وقت ہم نے آرام سے گزار لیا اب

ہمیں علیحدہ ہو جانا چاہیے۔“

”اتفاق سے میں اور عسکری بھی اسی موضوع پر بات کر رہے تھے ہم یونان جانے کی تیاریاں تقریباً مکمل کر چکے ہیں۔ وہاں جا کر ہم اپنی نئی زندگی کا آغاز کریں گے ہمارے پاس اس کے ذرائع موجود ہیں۔“

”اصولی طور پر مجھے آپ لوگوں کے ساتھ اتنا نہیں رہنا چاہیے تھا آپ لوگ یہ محسوس کریں گے کہ شاید میں آپ سے اپنی کاوشوں کا معاوضہ وصول کر رہا ہوں۔“

”ارے کوئی ایسی بات ہو گئی مسٹر بیل جس سے آپ ناراض ہو گئے ہیں؟“ احمد عسکری نے پوچھا۔

”کیوں؟“

”پھر یہ الفاظ۔ یہ تو کسی ناراضگی کے ہی حامل معلوم ہوتے ہیں۔“

میں ہنس دیا اور میں نے کہا۔ ”نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے وقت واقعی بہت زیادہ گزر چکا ہے۔ ویسے میں اس لڑکی کے بارے میں ذرا سی تشویش میں مبتلا ہو گیا ہوں۔ ایبلا کیا تم مجھے اس کے بارے میں کچھ بتا سکتی ہو؟“

”شیریا کے بارے میں؟“

”ہاں۔“

”کیا پوچھنا چاہتے ہیں آپ مسٹر بیل؟“

”کیا یہ لڑکی کچھ عجیب نہیں ہے؟“

”نہیں۔ یہ بہت ہی نفیس طبیعت کی لڑکی ہے۔ لیکن بے چاری ایسے المیوں کا شکار ہے کہ اگر آپ سنیں تو آپ کی آنکھوں سے آنسو نکل آئیں۔ انہیں المیوں نے اس کی یہ کیفیت کر دی ہے۔“ ایبلا ڈیل نے کہا۔

”المیے؟“

”ہاں۔“

”کچھ معلوم ہو سکے گا مجھے اس کے بارے میں؟“ میں نے سوال کیا اور ایبلا سوچ

میں ڈوب گئی پھر بولی۔

”یہ تو میں بتا چکی ہوں آپ کو مسٹر جیم کہ یہ مذہباً ایسکی کن ہے۔“

”ہاں۔“

”بیٹی کی رہنے والی ہے۔ بیٹی میں اس کے والدین ایک بڑے شکاری کے طور پر مشہور تھے۔ نہایت دلیر اور ایک نمایاں شخصیت کے حامل پھر کیوبا کے فیڈل کا سترو نے انہیں اپنی معلومات کی بنا پر اپنے پاس طلب کر لیا اور نہ چاہتے ہوئے بھی انہیں اپنے خاندان کے ہمراہ بیٹی سے کیوبا منتقل ہونا پڑا۔ اس وقت شیریا اپنی ایک بہن اور تین بھائیوں کے ساتھ ایک پرسکون زندگی گزار رہی تھی۔ مسٹر بیلاس بیٹی سے کیوبا پہنچ گئے اور وہاں انہیں ایک باعزت مقام دیا گیا لیکن فیڈل کا سترو ذرا مختلف طبیعت کا انسان تھا۔ نہ جانے اس کے کون سے مفادات مجروح ہوئے یا پھر کوئی اور ایسا معاملہ جس کی صحیح تفتیش آج تک نہیں ہو سکی۔ ایک رات اس خاندان پر تباہی آگئی۔ شیریا کی ماں اس کے باپ اور اس کے ایک بھائی کو فیڈل کا سترو کے حکم سے قتل کر دیا گیا اور ان کی لاشوں کے ٹکڑے کر کے بکھیر دیے گئے۔ شیریا اس موقع کی چشم دید گواہ تھی اپنی چھوٹی بہن اور دو بھائیوں کو لے کر وہ وہاں سے بھاگی اور جس طرح بھی بن پڑا بیٹی واپس آئی لیکن فیڈل کا سترو کے نمائندے اس کی تلاش میں سرگرداں رہے اور بیٹی تک پہنچ گئے۔ اس کے گھر کو آگ لگا دی گئی جہاں وہ موجود تھی اور اس آگ میں اس کا بھائی جھلس کر ہلاک ہو گیا۔ اب صرف ایک بہن اور ایک بھائی باقی بچے تھے جنہیں لے کر وہ وہاں سے جمیکا آگئی۔ جمیکا میں اس نے ایک گمنام حیثیت سے اپنی بہن اور بھائی کی پرورش کی اور یہاں اس پر عجیب و غریب انکشافات ہوئے۔ پتا یہ چلا کہ اس ساری کارروائی میں فیڈل کا سترو کا کوئی ہاتھ نہیں تھا بلکہ وہاں موجود ایک شخصیت جس کا نام لیوٹن ڈلاز ہے اس سارے سلسلے میں مصروف عمل تھی اور یہ سب کچھ لیوٹن ویل ہی میں ترتیب پایا تھا پھر نہ جانے کیا ہوا کہ شیریا کے اس بھائی اور بہن کو بھی ہلاک کر دیا وہ شدید زخمی ہوئی اور اسے مردہ سمجھ کر ایک بڑے سے گڑھے میں پھینک دیا۔ اس گڑھے سے نکلنے کے بعد اس نے وہ علاقہ چھوڑ دیا اور ایک طویل ترین سفر طے کر کے بار باؤس پہنچ گئی۔ بار باؤس میں اس نے کافی عرصے تک قیام کیا اور پھر وہاں سے البانیہ آگئی اس کے بعد سے وہ یہیں رہتی ہے۔“

میں شدت حیرت سے منہ پھاڑے۔ یہ ساری تفصیل سن رہا تھا۔ یہاں بھی لیوٹن ڈلاز کا نام آیا تھا جبکہ مارشل لیوٹن ڈلاز میرا ٹارگٹ تھا۔ بہر حال یہ عجیب و غریب بات

تھی۔ نہ جانے کیوں مجھے شیریا سے دلچسپی پیدا ہو گئی اب یہ پتا چل گیا تھا کہ اس کی شخصیت کا الجھا ہوا راز کیا ہے یہ تمام باتیں سننے کے بعد میں نے خاموشی اختیار کر لی لیکن شیریا سے ایک محبت سی ہو گئی تھی مجھے پھر جس دن احمد عسکری اور ایلا ڈیل یونان روانہ ہوئے اس دن میں نے بھی شیریا سے اجازت مانگ لی۔ اس نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولی۔

”غالبا آپ یہ سوچ رہے ہوں گے مسٹر ویل کہ میرا براہ راست آپ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ کیا انسانوں کا انسانوں سے کوئی تعلق نہیں ہوتا مسٹر ویل؟“

”کیوں نہیں مس شیریا لیکن میں سمجھا نہیں آپ کیا کہنا چاہتی ہیں؟“

”آپ سے کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں اگر آپ مناسب سمجھیں۔ ورنہ آپ کو مجبور کرنے کا اسی طرح مجھے کوئی حق نہیں ہے جس طرح ان دونوں کے جانے کے بعد آپ بھی روانگی کا فیصلہ کر چکے ہیں۔“

”نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔ ہم لوگوں نے بہر طور ایک مناسب وقت ساتھ گزارا ہے اور پھر آپ ایک بہت اچھی خاتون ہیں۔“

”تو مجھے کچھ وقت دیں گے آپ؟“

”ہاں کیوں نہیں۔“

اسی رات ڈنر کے بعد شیریا نے کہا۔ ”مجھے کسی کے ذاتی معاملات کریدنے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے لیکن یہ بات میرے علم میں آئی ہے کہ آپ کا آئندہ پروگرام جمیکا جانے کا ہے؟“

”ہاں اور لازمی طور پر یہ بات آپ کو ایلا ڈیل نے بتائی ہوگی؟“

”جی اسی نے تذکرہ کیا تھا۔ وہاں جانے کی کوئی خاص وجہ ہے؟“

”نہیں۔ بس یونانی میں لیوٹن ڈلاز کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔“

وہ مجھے دیکھنے لگی پھر بولی۔ ”اگر میں آپ سے درخواست کروں کہ جمیکا تک کے

سفر میں میرا ساتھ دیں تو کیا آپ میری یہ درخواست قبول کر لیں گے؟“

”آپ بھی جمیکا جانا چاہتی ہیں؟“

”ہاں۔ بہت عرصے سے وہاں جانے کی تیاریوں میں مصروف تھی۔ اب وہاں جانا

چاہتی ہوں۔“

”میں بھی آپ سے یہی سوال کروں گا کہ وہاں جانے کا کوئی خاص مقصد ہے؟“

”ہاں ہے تو سہی۔ بس یوں سمجھ لیجئے کہ تھوڑی سی معلومات۔“

میں نے اس پر یہ اظہار نہیں کیا کہ مجھے اس کے ماضی کے بارے میں تفصیلات معلوم ہیں۔ میں نے کہا۔

”تو آپ میرے ساتھ جیسا جانا چاہتی ہیں؟“

”ہاں۔“

”لیکن میں آپ سے یہ بات کھل کر عرض کر دوں مس شیریا کہ میں وہاں ایک پوشیدہ حیثیت سے جانے کا خواہش مند ہوں۔“

”تو اس میں کیا حرج ہے بلکہ شاید میں آپ کے لیے کچھ آسانیاں فراہم کر سکوں۔“

”ٹھیک ہے آپ جیسا مناسب سمجھیں۔“

”تو آپ اپنی ذمے داریاں مجھ پر منتقل کر دیجئے۔ یہاں میرے وسیع تعلقات ہیں۔ میں آپ کے وہاں جانے کا نہایت معقول بندوبست کر دوں گی۔“

”شکریہ اگر ایسا ہو جائے تو مجھے آپ کا ہم سفر بننے میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔“

”ٹھیک ہے اب آپ یہاں پر سکون قیام کیجئے گا اور اپنی تمام تر ذمے داریاں مجھے سونپ دیجئے گا۔“

اس گفتگو کے بعد میں نے شیریا کے بارے میں بہت کچھ سوچا تھا اس کی جو کہانی میرے علم میں آئی تھی اس کے تحت میں یہی سوچ سکتا تھا کہ وہ کوئی خاص جذبہ لے کر جیسا جارہی ہے۔ بہر حال اگر دو آتشیں ذہن ایک ہی مقصد کے لیے یکجا ہو گئے ہیں تو ایک دوسرے کی خاصی مدد بھی حاصل ہو سکتی ہے انھیں لیکن ذرا سی الجھن بس یہ تھی کہ ایک لڑکی میرے ساتھ جارہی ہے جس کے اپنے الگ مقاصد ہیں کہیں ہمارا ساتھ ہونے کی وجہ سے کسی نئی الجھن کا آغاز نہ ہو جائے۔ مجھ پر بلاوجہ اس کی ذمے داریاں عائد ہو جائیں گی۔ جبکہ معاملہ لیوٹن ڈلاز کا تھا جس کے بارے میں ابھی مجھے مکمل تفصیلات نہیں معلوم تھیں بس اتنا معلوم تھا کہ جیسا کہ وہ بہت بڑی اور طاقتور شخصیت کا حامل ہے لیکن اس کے ساتھ ہی جو آسانیاں اس کی وجہ سے حاصل ہو رہی تھیں ان کا ایک الگ مقام تھا۔

میں نے اس بارے میں بہت سوچا پھر فیصلہ کیا کہ کم از کم یہ سفر شروع تو کیا جائے۔ بعد میں جو ہو گا دیکھا جائے گا۔

اس گفتگو کے بعد بھی شیریا کے انداز میں کوئی فرق پیدا نہیں ہوا۔ وہ اس طرح اداس بے تعلق رہی تھی۔ اس کی کہانی یاد کر کے مجھے اس سے ہمدردی محسوس ہوئی تھی لیکن میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اس پر کبھی یہ ظاہر نہ کروں گا کہ مجھے اس کے بارے میں معلوم ہے۔ ہاں وہ خود ہی اگر کچھ بتانے پر آمادہ ہو جائے تو الگ بات ہے لیکن میری دیکھ بھال اور خاطر مدارات میں اس نے کبھی کمی نہیں کی تھی۔

ایک شام اس نے چائے کا اہتمام کیا اور میرے لیے چائے بناتے ہوئی بولی۔ ”میں نہیں جانتی مسٹر جم کہ جیسا جانے میں آپ کے کیا مقاصد ہیں۔ میں یہ بھی نہیں بتانا چاہتی کہ میں وہاں کیوں جانا چاہتی ہوں۔ ہمارا ساتھ ایک حد تک رہے گا لیکن ایک رائے میں ضرور دینا چاہتی ہوں۔“

”ضرور مس شیریا۔“

”لیوٹن ویل یوں سمجھ لیجئے ایک الگ مملکت ہے اور اس کا حکمران لیوٹن ڈلاز ہے۔ اس نے وہاں ایک پراسرار حکومت قائم کر لی ہے اور مقامی حکومت بھی اس کے آگے بے بس ہے۔ وہ منشیات کا بادشاہ ہے اور کئی کیونسٹ ممالک جن میں کیوبا بھی شامل ہے اس کے سرپرست ہیں۔ اسے زبردست تحفظ حاصل ہے اور اس کے خلاف کوئی بھی قدم اٹھاتے ہوئے بڑی بڑی حکومتوں کو سوچنا پڑتا ہے۔ وہ ماحول پر پوری نگاہ رکھتا ہے۔ اسی لیے وہاں داخلہ ایک مشکل کام ہے لیکن میں نے ایک ایسا موثر بندوبست کیا ہے جس کے تحت ہمیں وہاں بڑی آسانیاں مل سکتی ہیں۔ حکومت جیسا کہ ایک قدیم معاہدے کے تحت ایک شخص پروفیسر پیرے کو وہاں جانا ہے جو کچھ قدیم علاقے میں ایک خاص ریسرچ کے لیے وہاں مدعو کیا گیا ہے۔ یہ ایک ذاتی معاہدہ ہے لیکن یہ بات صرف میں جانتی ہوں کہ پروفیسر پیرے ایک حادثے میں ہلاک ہو چکے ہیں کوئی اور اس بارے میں کچھ نہیں جانتا۔“

”جی مس شیریا..... میں کچھ سمجھا نہیں؟“

”آپ اگر پروفیسر پیرے کی حیثیت میں وہاں جانا پسند کریں تو ہمیں بہت آسانیاں فراہم ہو جائیں گی۔“

”کیا یہ ممکن ہے؟“
 ”نہیں۔ یقینی ہے۔“
 ”وہ کیسے؟“

”میں اس کا بندوبست کر چکی ہوں۔“ اس نے جواب دیا اور میں حیرت سے اسے دیکھنے لگا پھر میں نے کہا۔

”مجھے میک اپ وغیرہ کرنا پڑے گا؟“

”بالکل نہیں۔ بس نام بدلتا پڑے گا۔ جم ہیل سے پروفیسر پیرے۔“ اس نے پر اسرار انداز میں کہا۔

”اور ریسرچ کا معاملہ؟“

”وہ میں آپ کو سمجھا دوں گی۔“

”ہوں۔“ میں نے پر خیال انداز میں گردن ہلائی پھر کہا۔ ”پروفیسر پیرے کی موت اس قدر خفیہ کیوں رہی؟“

”کیونکہ اسے میں نے ہلاک کیا تھا۔“ اس کی آواز ایک پھنکار میں بدل گئی اور میں ایک عجیب کیفیت کا شکار ہو گیا پھر میں نے کہا۔
 ”کیوں؟“

”نہیں مسٹر ہیل۔ آپ خود محسوس کریں۔ آپ کے یہ سوالات ناخوشگوار حدود میں داخل ہو گئے ہیں۔ آپ سوچ لیجئے، فیصلہ کر لیجئے اگر آپ کو یہ تجویز پسند نہ ہو تو۔ کوئی حرج نہیں ہے۔“

”سنئے مس شیریا۔“ میں نے کرخت لہجے میں کہا اور وہ سپاٹ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

”جی۔“ اس نے کہا۔

”مجھے یہ تجویز منظور ہے۔“ میں نے جواب دیا۔

ایک لمحے کے لیے میں نے اسے کشش میں مبتلا پایا۔ غالباً میرے کرخت لہجے نے اسے کچھ اور سننے کے لیے آمادہ کر دیا تھا۔ لیکن میرے الفاظ اس کے لیے غیر متوقع تھے اور وہ انھیں سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی پھر اس کا ذہن فیصلہ نہ کر سکا تو اس نے کہا۔

”براہ کرم کیا آپ اپنے الفاظ دہرانا پسند کریں گے؟“

”جی مس شیریا، میں آپ کے ساتھ جمیکا جانے کے لیے تیار ہوں لیکن کچھ شرائط کے ساتھ۔“

”آپ بتائیے وہ شرائط کیا ہیں؟“

”مس شیریا، سب سے پہلے ایسے معاملات میں اعتماد بے حد ضروری ہوتا ہے۔ میں آپ سے یہ نہیں پوچھوں گا کہ آپ کا جمیکا جانے کا مقصد کیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ آپ بھی مجھ سے یہ سوال نہیں کریں گی، لیکن اس آمادگی پر آپ یہ بالکل نہیں سوچیں گی کہ میں نے آپ کا ساتھ کیوں قبول کیا ہے اور میری اس آمادگی پر مکمل اعتماد کریں گی۔“ وہ چند لمحات کے لیے میرے الفاظ میں کھو گئی اور انھیں سمجھنے کی کوشش کرنے لگی پھر اس نے کہا۔

”اعتماد کی اصل بنیاد تو یہ ہے مسٹر جم ہیل کہ میری بہت ہی اچھی دوست نے آپ کے بارے میں مجھے بہت کچھ بتایا ہے اور یہ سب کچھ جاننے کے بعد ہی میں نے آپ سے یہ درخواست کی ہے۔ چنانچہ میرے اعتماد کا ثبوت یہی ہے باقی آپ کا وہ مطالبہ بھی بالکل درست ہے کہ ہم دونوں ایک دوسرے سے جمیکا جانے کے مقاصد نہیں پوچھیں گے۔ نمبر دو آپ وہاں ضروری امور میں اگر پسند کریں تو میری تھوڑی بہت مدد کیجئے گا۔ جس کا کوئی معاوضہ میں آپ کو نہیں دے سکوں گی۔ ہاں اگر ہمارے درمیان دوستی کا کچھ حساب شروع ہو چکا ہے تو میں آپ کی ان کاوشوں کو حساب دوستانہ میں ہی تصور کروں گی اور یہ میں اس لیے کہہ رہی ہوں کہ آپ کا خود بھی جمیکا جانے کا پروگرام ہے۔ آپ کی اگر کوئی ضرورت مجھ سے پوری ہوتی ہے۔ سوائے اس ضرورت کے جو ایک عورت سے کسی مرد کی ضرورت ہوتی ہے تو میں آپ کی ہر ضرورت پوری کروں گی۔ میری درخواست ہے کہ براہ کرم مجھے وہ عورت نہ سمجھیں جو تنہائیوں کی ساتھی ہوتی ہے اور اگر آپ کے ذہن میں یہ تصور ابھرتا ہے تو پھر میرا خیال ہے ہم دونوں ایک دوسرے کے لیے سوزوں نہیں ہوں گے۔“ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے کہا۔

”آپ نے نہایت صاف گوئی اور بے باکی سے یہ بات کہہ دی۔ ٹھیک ہے مس شیریا ہمارے درمیان ایسا کوئی رابطہ بالکل نہیں ہو گا۔“ نہ جانے کیوں اس کے ہونٹ کپکپا

سے گئے اور آنکھیں جھک گئیں لیکن بہت جلد اس نے اپنی اس کیفیت پر قابو پالیا اور مصنوعی طریقے سے لہجہ صاف کر کے بولی۔

”اس کے علاوہ میں آپ کا ہر حکم ماننے کو تیار ہوں گی۔ ایک مناسب وقت تک ہم لوگ ساتھ رہیں گے اور جمیکا پہنچنے کے بعد ابتدائی مراحل سے نکل کر اگر آپ اپنی مصروفیات میں لگ جائیں گے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا اور یہی حق آپ مجھے دیتے ہیں۔“

”بالکل ٹھیک“ اس میں کوئی بھی بات نامناسب نہیں ہے۔“

”انسانی ہمدردی کی بنیاد پر“ اگر کہیں مجھے آپ کی مدد کی ضرورت پیش آئے تو کیا آپ میرا ساتھ دینا پسند کریں گے؟“

”آپ خود کیا سوچتی ہیں اس بارے میں؟“

”بس اتنا جانتی ہوں کہ جن لوگوں کو آپ نے زندگی دے کر یہاں تک پہنچایا ہے ان سے آپ نے کبھی کوئی معاوضہ طلب نہیں کیا اور نہایت فراخ دلی کا ثبوت دیا ہے۔“

”تو پھر آپ اپنے آپ کو بھی انہی لوگوں میں شامل سمجھئے۔“

”جی۔“ اس نے آہستہ سے کہا پھر یہ سلسلہ غیر متوقع طور پر یہیں منقطع ہو گیا۔ زندگی بڑی دلچسپ تھی اور اس کے تار و پود اس طرح نشوونما پا رہے تھے کہ اپنی مرضی کا کوئی دخل ہی باقی نہیں رہ گیا تھا جو کچھ کر لیا تھا اس کے علاوہ دل کی کچھ مانگ بھی تھی جس کو میں نے کفن پہنا دیا تھا۔ ہاں بس ایک موہوم سی روشنی جو میرے بس سے باہر تھی وجود کے کسی ایسے گوشے میں مدھم مدھم آنچ دیتی تھی جس کو میں خود بھی تلاش نہیں کر سکا تھا لیکن نہایت صبر و سکون کے ساتھ میں نے اپنے آپ کو اس رنگ میں ڈھال لیا تھا۔ بہر حال مراحل طے ہوتے رہے۔ پرانے دوست اپنی منزل کو روانہ ہو گئے تھے اور میرے لیے شیریا چھوڑ گئے تھے جس کی کہانی میرے علم میں تھی اور حیرت ناک اتفاق کے تحت ہم دونوں کی منزل یکجا ہو گئی تھی لیکن میں نے اس کی کہانی سے کبھی واقفیت کا اظہار نہیں کیا۔ آخر کار تیاریاں مکمل ہو گئیں اور پھر ایک دن ہمیں جمیکا کے لیے روانہ ہونا پڑا۔ دوران سفر اس نے کہا۔

”مسٹر جم نیل مجھے ضروری محسوس ہوتا ہے کہ تھوڑی بہت تفصیل میں آپ کو بتا

دوں۔ پروفیسر پیرے جس ریسرچ کے لیے مخصوص کیے گئے تھے اس میں جمیکا کا ایک خاص ٹکڑہ ملوث ہے اور مسٹر پیرے کی خط و کتابت اس ٹکڑے کے ایک افسر اعلیٰ سے ہوتی رہی ہے اور وہی آپ کا اور میرا استقبال کریں گے۔ میں آپ کی سکریٹری کی حیثیت سے ساتھ رہوں گی اور آپ کو اس سلسلے میں اپنی واقفیت کا اظہار کرنا پڑے گا۔“

”یہ جانے بوجھے بغیر کہ وہ ریسرچ کس سلسلے میں ہے؟“

”نہیں“ یہ تو میں آپ کو بتا چکی ہوں کہ ایک قدیم علاقے میں انھیں کچھ معلومات درکار ہیں جس میں آپ مہارت رکھتے ہیں۔ اس قدیم علاقے تک پہنچانے کا بندوبست وہ لوگ خود ہی کریں گے۔“

”بہر حال یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جسے ہم مکمل طور پر خطرناک کہہ سکتے ہیں جبکہ میں ایسی کسی ریسرچ وغیرہ کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔“

”ہمیں حالات سے لڑنا پڑے گا اور صرف اپنی ذہانتوں پر انحصار کرنا ہوگا۔ مطلب وہاں محفوظ انداز میں پہنچنا ہے اس کے بعد شاید میں آپ کو زیادہ پریشان نہ کروں اور اپنا راستہ تلاش کر لوں۔“

”مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے اور کوئی خاص بات؟“

”نہیں۔“ وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولی اور اس کے بعد بقیہ سفر میں ایسا کوئی قابل ذکر واقعہ پیش نہیں آیا جس کا تحریری تذکرہ ضروری ہو۔ میں نے اپنے ساتھ نہایت مختصر لباس لیے تھے۔ البتہ کوئن میکوویا کے دیے ہوئے تحفے اب اس طرح میری زندگی میں شامل ہو گئے تھے کہ میں انھیں دنیا کی ہر چیز پر ترجیح دیتا تھا اور ان سے استفادہ کرنے کا خواہش مند رہتا تھا۔ یوں یہ سفر جاری رہا اور ہم کنگسٹن پہنچ گئے۔

یہاں پہنچنے کے بعد ہم نے ایک ہوٹل میں قیام کیا اور ایک ہی کمرہ حاصل کیا۔ میں نے اذراہ احتیاط شیریا سے پوچھا۔

”مس شیریا۔ آپ یہاں جس مقصد کے لئے آئی ہیں آپ بہتر جانتی ہیں لیکن کیا یہاں آپ کے کچھ ایسے شناسا موجود ہیں جو آپ کو اصل شکل میں پہچان لیں۔ میرا مطلب ہے کہ اس اصلی شکل میں آپ کے لیے کوئی خطرہ تو نہیں ہے۔ میرے ان الفاظ پر وہ تھوڑی سی چوکی اور چند لمحات سوچتی رہی پھر اپنے ہر احساس کو نظر انداز کر کے بولی۔“

”نہیں بے شک یہاں میرے کچھ دشمن ہیں جن سے مجھے نبرد آزما ہونا ہے، لیکن وہ مجھے نہیں پہچانتے۔“

”گڈ اچھا دوسری بات پروفیسر پیرے کے بارے میں ہمیں جس محکمے سے رابطہ قائم کرنا ہے کیا اس محکمے کے افراد کو یہ معلوم ہے کہ پروفیسر پیرے یہاں آ رہا ہے؟“

”ابھی تک نہیں، اصل میں ایک عجیب و غریب کھیل ہوا ہے اور اگر میں اس کھیل پر اتنی ریسرچ نہ کرتی تو یقینی طور پر اتنی ہمت نہ کر پاتی کہ آپ کو پروفیسر پیرے کے روپ میں پیش کر سکوں۔“

”کیا میرا اتنا حق نہیں بنتا مس شیریا کہ میں آپ سے اس سلسلے کی تفصیلات معلوم کروں۔ کیونکہ ہر طور مجھے پروفیسر پیرے کا کردار ادا کرنا ہے۔“

”آپ یقین کیجئے مسٹر نیل، میں خود آپ کو اس بارے میں بتائے بغیر قربانی کا ہکرا نہیں بنا سکتی تھی۔ اصل میں ہوا یہ کہ اس محکمے کے سربراہ نے اپنے طور پر آپ سے یہ درخواست کی ہے اور وہ بھی آپ کو ایک نیا روپ دے کر اس ریسرچ کے لیے روانہ کرے گا جبکہ سرکاری طور پر وہ یہ کام نہیں کر رہا کیونکہ یہ اس کی اپنی ذمہ داری ہے۔ اس نے پروفیسر پیرے کی مہارت کو مد نگاہ رکھتے ہوئے یہ قدم اٹھایا ہے اور صرف اپنے طور پر کام کرنا چاہتا ہے لیکن اسے سرکاری امداد بھی حاصل ہوگی۔“

”بات بڑی ٹیڑھی سی ہے۔ کم از کم مجھے اس شخص کا نام تو بتا دیجئے۔“

”ہاں ہاں کیوں نہیں اس کا نام بی لاک ہے۔ بی لاک اس محکمے کا سربراہ ہے اور ایک اچھی حیثیت کا حامل، اصل میں پروفیسر پیرے کو ہلاک کر کے میں نے ایک بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے اور میں انتظار میں تھی کسی ایسے شخص کی جو پروفیسر پیرے کا روپ اختیار کر سکے اور میری خواہشات پر پورا ہو۔ میں آپ سے پہلے ہی کہہ چکی ہوں کہ ابتدائی طور پر ہمیں اپنے قدم جمانے کے لیے ساتھ رہنا ہو گا اور پروفیسر پیرے ہی کے روپ میں اپنے آپ کو جیکا میں فٹ کرنا ہو گا۔ اس سے ہمیں یونٹ ویل کے بارے میں خاصی تفصیلات معلوم ہو سکیں گی۔“

”ٹھیک ہے مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ کیا آپ ان لوگوں سے رابطے کے ذرائع رکھتی ہیں؟“

”ہاں، میں نے آپ سے عرض کیا تاکہ پروفیسر پیرے پر اچھی طرح ریسرچ کرنے کے بعد ہی میں نے منصوبہ بنایا تھا۔“

رات اس طرح گزری جیسے دو مرد ایک خواب گاہ میں سوتے ہوں۔ میں بھی اپنے معاہدے کا پابند تھا اور شیریا تو تھی ہی برف کی ایک سل، جس میں بہ مشکل تمام ہی جذبے اور تغیر رونما ہوتے تھے۔

دوسری صبح ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد اس نے ٹیلی فون اٹھا کر سامنے رکھ لیا اور مجھ سے بولی۔

”اجازت ہے، میں مسٹر بی لاک سے رابطہ قائم کر لوں؟“

”ہاں۔ ویسے آپ کو میں مسٹر بی لاک کے سامنے مس شیریا ہی کہوں گا؟“

”میں اتنی غیر معروف شخصیت ہوں کہ آپ مجھے کچھ بھی کہیں کوئی میرے بارے میں نہیں جان سکے گا۔“

”اوکے پھر آپ رابطہ کیجئے۔“ اس نے ٹیلی فون پر ایک نمبر ڈائل کیا اور ریسپور کان سے لگالیا۔ میں خاموشی سے اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔ کچھ دیر کے بعد دوسری طرف سے رابطہ قائم ہو گیا اور شیریا نے کہا۔

”میں مسٹر بی لاک سے بات کرنا چاہتی ہوں۔ جی میرا نام شیریا ہے اور میں پروفیسر پیرے کی سکرٹری ہوں۔ آپ کون صاحب ہیں؟“ دوسری طرف کی آواز سن کر شیریا نے کہا۔ ”براہ کرم آپ انہیں صرف اتنا پیغام دے دیں کہ پروفیسر پیرے ان سے بات کرنا چاہتا ہے۔ جی ہاں میرے ہوٹل کا نام اور فون نمبر نوٹ کر لیجئے۔“ شیریا نے پتا اور نمبر نوٹ کرایا اور فون بند کر دیا پھر وہ بولی۔

”ہمیں کچھ وقت انتظار کرنا ہو گا۔“ میں نے خاموشی سے گردن ہلا دی۔ شیریا مجھے دیکھتی رہی۔ جب وہ دیر تک کچھ نہ بولی اور مجھے دیکھتی رہی تو میں نے ہی مسکرا کر پوچھا۔

”کیا بات ہے مس شیریا؟“

”ایں۔ کچھ نہیں۔“ اس نے چونک کر کہا۔

”آپ کچھ متفکر نظر آ رہی ہیں؟“

”نہیں۔ میں تمہارے بارے میں سوچ رہی تھی۔“

”اوہو۔ کیا؟“ میں نے کہا اور وہ مجھے دیکھتی رہی پھر بولی۔

”معاف کرنا مسٹر بیل۔ تم اپنی شخصیت میں آسمان ہو گئے لیکن میں تو تمہیں نہیں جانتی اس لیے تمہارے بارے میں کچھ بھی سوچ سکتی ہوں۔ اصل میں کچھ اس طرح سوچ رہی تھی میں کہ کیا ہمارا ساتھ طویل عرصہ رہ سکتا ہے؟“

”آپ ایسا چاہتی ہیں؟“

”آہ چاہتی ہی نہیں ہوں بلکہ یہ میری آرزو ہے۔“ اس نے کہا اور میں ہونٹ سکڑ کر خاموش ہو گیا۔ بڑی احمقانہ آرزو تھی۔ اس کا معاملہ کچھ اور تھا اور میری صورت حال اس سے بالکل مختلف پھر بھی اخلاقیات میں نے اس سے کہا۔

”لیکن کیا دلچسپ بات ہے مس شیریا کہ نہ مجھے آپ کے مقاصد کے بارے میں کچھ معلومات حاصل ہیں اور نہ ہی آپ کو میرے بارے میں ہمارے راستے مختلف ہیں بات صرف یہاں تک آنے کی تھی اور ہمارا یہ مرحلہ مکمل ہو گیا۔ مجھے اپنا کام کرنا ہے اور آپ کو اپنا اور نہ جانے ان دونوں راستوں میں کتنا اختلاف ہو۔“ اس نے پر اعتماد انداز میں گردن ہلائی اور بولی۔

”اصل میں ایلا ڈیل نے آپ کے بارے میں مجھے جو کچھ بتا دیا ہے وہ مجھ پر بری طرح اثر انداز ہوا ہے اتنا تو میں آپ کو بتا چکی ہوں کہ میرے ذہن میں کسی ایسے شخص کا تصور تھا جسے میں مسٹر پیرے کا روپ دے کر یہاں تک لے آؤں اور آپ اس کے لیے مجھے موزوں ترین آدمی نظر آئے مسٹر بیل، کیا یہ ممکن ہے کہ ہم اپنے مفادات مشترک کر لیں۔“

”لیکن بد قسمتی سے میں آپ کو اپنے کام کے بارے میں نہیں بتا سکتا۔“

”اتنا تو بتا دیا ہے آپ نے مجھے مسٹر بیل کہ آپ کا راستہ بھی لیوٹن ویل کی جانب جاتا ہے اور لیوٹن ڈیلاز آپ کی منزل ہے۔ اتفاق سے وہی شخص میری منزل بھی ہے اور میرا اس سے کام ہے لیکن ایسا جو اس کے لیے بہتر نہیں ہو گا۔“ ایلا ڈیل سے مجھے تھوڑی بہت معلومات تو حاصل ہو چکی تھیں لیکن میں اس کا اظہار شیریا پر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے کہا۔

”بہر طور اتنا تو ممکن ہے مس شیریا کہ جہاں تک ہمارا ساتھ مناسب رہے گا ہم

ساتھ رہیں گے اور اگر کہیں آپ کا اور میرا مفاد مشترک ہو گیا تو یوں سمجھ لیجئے کہ میں آپ کے لیے بے شک کام کروں گا لیکن کوئی بھی مرحلہ ایسا آسکتا ہے جب ہم بالکل مختلف راستوں کے راہی ہو جائیں۔“

”میں نے یہ سوچا ہے۔ بہر حال دیکھتے ہیں تقدیر ہمیں کہاں تک کیجا رکھتی ہے۔“

وہیے مسٹر بیل آپ بڑے انوکھے انسان ہیں اور آپ کے بارے میں سوچ سوچ کر میں حیران رہ جاتی ہوں اب یقین کریں دنیا کا ایسا تلخ تجربہ ہے مجھے کہ میں نے انسانوں پر تجربہ کرنا چھوڑ دیا ہے۔ آپ جیسے لوگ تو نمونے کے طور پر نظر آ جاتے ہیں جو مسٹر ہینری ڈیل کی بے پناہ دولت کو چھوڑ کر صرف اس کی بیٹی کی محبت کو کامیاب کرنے کے لیے یہاں چلے آئے۔ بہر حال آپ ایک نفیس انسان ہیں اور ایسے لوگ ذرا کم ہی ہوتے ہیں۔“ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ہم لوگ بہت دیر تک مختلف موضوعات پر باتیں کرتے رہے۔ جیکا کی مختلف داستانیں ہماری زبان پر رہیں اور ہم مسٹر بی لاک کے جوابی فون کا انتظار کرتے رہے لیکن جب دروازے پر دستک ہوئی اور ہماری اجازت پر ویٹر کے بجائے جو شخص اندر داخل ہوا اسے دیکھ کر ہم چونک پڑے۔ اچھی شخصیت کا مالک تھا اور چہرے سے نہایت شریف آدمی نظر آ رہا تھا۔ اس کی کشادہ پیشانی سے ذہانت کا اظہار ہوتا تھا۔ اندر داخل ہو کر اس نے گردن خم کی اور مسکرا کر بولا۔

”آپ کی اجازت سے ہی اندر آیا ہوں حالانکہ جانتا ہوں۔ کہ آپ نے مجھے ویٹر سمجھ کر اندر آنے کی اجازت دی ہے۔ فوراً ہی اپنا تعارف کرا دینا چاہتا ہوں تاکہ آپ کو کوئی الجھن نہ ہو۔ میرا نام بی لاک ہے۔“

”اوہو مسٹر بی لاک کیسے مزاج ہیں آپ کے؟“ یہاں مجھے اپنے آپ کو بی لاک کا شناسا ظاہر کرنا تھا۔ ہم دونوں نے مصافحہ کیا۔ شیریا کی جانب دیکھا اور آہستہ سے گردن خم کی لیکن میں اس کی آنکھوں میں ایک کیفیت نوٹ کر چکا تھا۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

”اتفاق سے مس شیریا میری سکریٹری ہی نہیں بلکہ میری رازدار دوست بھی ہیں اور.....“ میں نے اور کے بعد جملہ ادھورا چھوڑ دیا لیکن مسٹر بی لاک نے بے باکی سے وہ جملہ پورا کر دیا۔

”میں نے جوابی ٹیلی فون کے بجائے خود آپ تک پہنچنا ضروری سمجھا مسٹر پیرے

کیونکہ جو معاملہ میرے اور آپ کے درمیان ہے اس کے لیے میں نہ جانے کب سے آپ کا انتظار کر رہا تھا آپ تصور نہیں کر سکتے۔“

”جی مسٹری لاک۔“

”سنائیے آپ کیسے ہیں؟“

”میں بالکل ٹھیک ہوں۔“

”اور یقیناً فرصت کے لمحات نکالنے کے بعد ہی آپ یہاں تک پہنچے ہوں گے اگر

آپ اجازت دیں تو میں دروازہ بند کر دوں۔“

”آپ کیا پینا پسند کریں گے؟“

”اصل میں میرے مسمان آپ ہیں اور میزبانی کا فرض کم از کم کنگسٹن میں مجھے ہی سرانجام دینا چاہیے لیکن اس وقت میں کچھ نہیں پینا چاہتا بشرطیکہ آپ کا کچھ ارادہ نہ ہو۔“ بات ختم ہو گئی۔ شیریا نے اٹھ کر دروازہ بند کر دیا تھا اور اب مسٹری لاک کو اس کی یہاں موجودگی پر کوئی اعتراض نہیں تھا کیونکہ سکرپٹری اگر محبوبہ بھی ہو تو وہ سارے راز جانتی ہے۔ مسٹری لاک بولے۔

”اور کیا ہی اچھی بات ہے کہ وقت کو ضائع کرنے کے بجائے ہم فوراً ہی اصل موضوع پر آجائیں مسٹر پیرے مسٹر والٹن نے آپ کا کچھ اس طرح مجھ سے تعارف کرا دیا تھا کہ میں نے یہ یقین کر لیا تھا کہ میرے مقصد کا حل آپ ہی کے پاس ہے۔ مسٹر والٹن مرحوم آپ کی نشاندہی کرنے کے بعد اس کی موت کے بعد آپ اپنے تعاون سے منحرف نہ ہو جائیں۔ آپ یقین کچھ آپ کی آمد کی خبر سن کر مجھے بے حد مسرت ہوئی ہے۔“ شیریا کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے تغیر رونما ہوا کیونکہ کیمن والٹن کے بارے میں تو وہ خود بھی نہیں جانتی تھی لیکن میں نے اسے مضطرب نہ ہونے دیا اور ایک ٹھنڈی آہ بھر کے کہا۔

”ہاں‘ والٹن بے چارہ زیادہ عمر نہ پاسکا۔“ شیریا نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ ایک لمحے کے لیے ہم خاموش ہو گئے۔ غالباً یہ والٹن کی موت کا احترام تھا۔ اس کے بعد بی لاک نے کہا۔

”تو میں آپ کو جو مختصر بتا رہا ہوں اس میں بنیادی چیز میرا اپنا کیریئر اور کیریئر ہے۔“

میں ایک اہم عہدے پر فائز ہوں لیکن آپ یوں سمجھ لیجئے کہ میرا خاندان عرصہ دراز سے حکومت جمیکا کی خدمت گزاری کر رہا ہے اور ہم لوگ ان نیک ناموں میں شمار ہوتے ہیں جن کے ساتھ کبھی کوئی اسکینڈل وابستہ نہیں ہوا۔ گویا ہم جو کچھ کرتے ہیں اپنے فرائض کی بجا آوری کے لیے کرتے ہیں اور ہمارا ذاتی مفاد کچھ نہیں ہوتا اصل میں یہ کہنا چاہتا ہوں میں کہ جو ذمے داری میں آپ کے سپرد کرنا چاہتا ہوں اس میں میرا کوئی ذاتی مفاد نہیں ہے لیکن ذات کا تعلق اگر اپنے وطن سے ہو تو بھی اسے ذاتی ہی کہا جاسکتا ہے۔ میں جو کچھ کرنا چاہتا ہوں سرکاری طور پر وہ نہیں کر سکتا کیونکہ اس کے لیے بے شمار بندیاں ہیں لیکن اگر میں اپنی کاوشوں میں کامیاب ہو جاؤں تو اس سے جو فوائد حاصل ہوں گے وہ میری حکومت ہی کو ہوں گے۔ سمجھ رہے ہیں نا آپ؟“

”جی مسٹری لاک۔“

”اب میں دوسری بات پر آتا ہوں۔ لیوٹن ڈلاز کا نام ایسا اجنبی نہیں ہے کہ لوگ اسے نہ جانتے ہوں اور پھر خاص طور سے اگر کوئی جمیکا آنا چاہتا ہو یا نہ بھی سہی تب بھی وہ دنیا کی خبروں سے منسلک رہتا ہو تو لیوٹن ڈلاز کے بارے میں اسے تھوڑی بہت معلومات ضرور ہوں گی اور یقیناً آپ کو بھی؟“

”جی۔“ میں نے اتنی طویل بات کا مختصر ترین جواب دیا۔ ”ویری گڈ۔ آپ یہ سمجھ لیں کہ لیوٹن ڈلاز کا تعلق دنیا کے ایسے بڑے بڑے ملکوں سے ہے جو منشیات کی تیاری میں صف اول کی حیثیت رکھتے ہیں اور وہاں سے ہونے والی کارروائیاں دنیا کے لیے نہایت ناپسندیدہ ہیں۔ لیوٹن ڈلاز مقامی طور پر وہی ڈیل کرتا ہے وہ منشیات کا بہت بڑا تاجر ہے اور منشیات کا صنعت کار بھی لیکن جمیکا میں اس نے کچھ ایسے ذرائع سے اپنی کارز مملکت قائم کر لی ہے جو بہر حال حکومت کے لیے ”تکلیف دہ اور پریشان کن“ ہے۔ میں اس سلسلے میں ان ممالک کے سربراہوں کا نام نہیں لوں گا جو لیوٹن ڈلاز کی سرپرستی کرتے ہیں لیکن یوں سمجھ لیجئے کہ لیوٹن ڈلاز نے اس طرح مضبوطی سے اپنے پاؤں جمائے ہوئے ہیں کہ اگر حکومت جمیکا اس کے خلاف کوئی ایکشن لے تو اسے شدید ترین مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ یہ لیوٹن ڈلاز کی تھوڑی سی تفصیل اور اس کا تعارف ہے۔ اس نے ایک مخصوص علاقے کو لیوٹن ویلی کا نام دیا ہے۔ وہاں کیا ہوتا ہے۔ حکومت کو اچھی طرح معلوم

ہے لیکن حکومت اس پر ہاتھ ڈالتے ہوئے ہمیشہ ڈرتی رہی کیونکہ ہم کوئی بڑا جھگڑا مول نہیں لینا چاہتے اور لیوٹن ڈلاز وہاں جو کچھ کر رہا ہے۔ ہمیں اس سے بھی کوئی غرض نہیں ہے۔ اصل میں اس علاقے سے منسلک ایک علاقہ جمیکا کے قدیم ترین علاقوں میں شمار ہوتا ہے اور ہمارے کچھ ایسے ماہرین نے جواب اس دنیا میں نہیں رہے کچھ اس قسم کی دستاویزات تیار کی تھیں جن سے یہ اظہار ہوتا تھا کہ لیوٹن ڈلاز کے ان کھنڈرات میں میرا مطلب ہے لیوٹن ویلی سے منسلک جو علاقہ ہے وہاں قدیم کھنڈرات میں اتنے بڑے خزانے چھپے ہوئے ہیں۔ کہ اگر حکومت جمیکا وہ خزانے حاصل کر لے تو آپ یوں سمجھ لیجئے کہ ہماری معیشت بے پناہ مضبوط ہو سکتی ہے اور یہ بھی ایک انوکھا اتفاق ہے کہ وہ دستاویزات میرے ہاتھ لگیں۔ جنہیں ان ماہرین نے خفیہ طور پر تیار کیا تھا لیکن ان سے کام نہیں لے پائے تھے۔ میں نے بہت غور و خوض کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ ان دستاویزات سے ابھی حکومت کو آگاہ نہ کیا جائے بلکہ تھوڑی سی تحقیق تھوڑی سی ریسرچ کر لی جائے اس کے بعد میں یہ حوالہ حکومت کو دوں یہ میرا ایک مخلصانہ عمل تھا اور میں نے اسی پر کام کیا اس کے لیے میں نے جمیکا میں وہ ماہرین تلاش نہیں کئے جن سے مجھے یہ خدشہ ہوتا کہ کسی بھی وقت وہ اپنی زبان کھول دیں گے یا تحقیق یا ریسرچ کے بعد بھٹک نہیں جائیں گے جبکہ میرے البانیہ کے دوست نے مجھے آپ کا نام بتایا اور آپ کی خصوصیات سے آگاہ کیا تو میں نے اس سے یہ فرمائش کر دی کہ جس طرح بھی ممکن ہو سکے۔ پروفیسر پیرے کو میرے پاس بھیج دیں اور ان سے یہ کہہ دیں کہ ایک محب وطن اپنے وطن کے لیے کچھ چاہتا ہے۔ ذاتی طور پر تو وہ جو کچھ خدمت کر سکے گا ضرور کرے گا لیکن اس کے مقصد کی تکمیل ہو جاتی ہے تو پھر یہ وعدہ کیا جاسکتا ہے کہ حکومت جمیکا سے اسے اتنا کچھ دلوا دیا جائے گا کہ اسے اپنی کاوشیں منگی نہیں پڑیں گی۔

”آپ یہ کہنا چاہتے ہیں مسٹر بی لاک کہ مجھے ایک معقول معاوضہ میری محنت کا ملے گا؟“

”میں بالکل یہی کہنا چاہتا ہوں۔“

”ٹھیک ہے آپ کا یہ کہنا خلوص اور دیانت پر مبنی ہے لیکن میں آپ کو یہ بتا دوں کہ بنیادی طور پر میرا مشن دولت کا حصول نہیں ہے بلکہ یہ ریسرچ اور یہ معلومات میرا

شوق اور میری دلچسپی ہے چنانچہ اس تصور کو ذہن سے نکال دیجئے کہ آپ کو میرے مفادات کا بہت زیادہ خیال رکھنا پڑے گا۔“

”یہی مجھ سے کہا گیا تھا آپ کے بارے میں۔ جس سے میں بہت پر امید ہو گیا تھا۔ اب آگے کی بات سنئے۔ چونکہ لیوٹن ڈلاز کے مقاصد ذرا مختلف ہیں اس لیے وہ اپنے علاقے اور اس سے منسلک علاقوں میں آنے جانے والوں پر کڑی نظر رکھتا ہے، ہم آپ کو ایک الگ مقام دیں گے جس کی تفصیل آپ کو بعد میں بتا دی جائے گی۔“

”گویا آپ چاہتے ہیں کہ پہلے میں آپ کے کام کے سلسلے میں اپنی آمادگی کا اظہار کروں۔“

”لازمی امر ہے آپ کو آپ کی مرضی کے مطابق ہی کام کرنے کا موقع دیا جائے گا اور کسی سلسلے میں مجبور نہیں کیا جائے گا۔“

”تو پھر ٹھیک ہے۔ اتنا سفر طے کرنے کے بعد میں اس لیے یہاں آیا ہوں مسٹر بی لاک کہ آپ کے ساتھ تعاون کروں۔“

”میں آپ کا انتہائی شکر گزار ہوں اور بڑا اطمینان ہوا ہے مجھے آپ سے ملاقات کر کے۔ جو لوگ لمحوں میں فیصلے کر لیتے ہیں ان کے اندر کارکردگی کی قوت بے پناہ ہوتی ہے اور وہ اپنے ہر عمل میں کامیاب ہوتے ہیں۔ تو پھر میری آپ سے دوسری ملاقات آج ہی رات ہو جائے تو کیا حرج ہے۔ کم از کم میں آپ کو ڈنر کی دعوت تو دے سکتا ہوں۔“

”کیا یہ ممکن نہیں ہو گا مسٹر بی لاک کہ ہمارے آپ کے روابط کم سے کم منظر عام پر آئیں۔“

”اس دعوت میں میں آپ کو صرف چند افراد سے ملا دوں گا جن کا آپ سے متعلق تعلق رہے گا اور آپ کو آپ کی نئی شخصیت سے بھی آگاہ کر دیا جائے گا۔ تاکہ آپ بہتر طریقے سے کام کر سکیں۔“

میں نے مسٹر بی لاک سے مکمل تعاون کا وعدہ کر لیا تھا پھر تھوڑی سی رسمی گفتگو کے بعد اور رات کے مکمل پروگرام کی ترتیب کرنے کے بعد وہ اٹھ گیا تھا اور اس کے جانے کے بعد شیریا نے کہا۔

”میں آپ کی ذہانت کے کرشمے دیکھ رہی تھی آپ نے واقعی اس قدر عمدگی سے

گفتگو کی کہ کسی کے فرشتے بھی یہ نہیں جان سکتے کہ آپ درحقیقت پروفیسر پیرے نہیں ہیں لیکن مائی ڈیئر جم ہیل آپ مجھے کھل کر یہ بات بتائیے کہ کیا اس طرح آپ کے ذہن پر کوئی برا اثر تو نہیں پڑا۔ میرا مطلب ہے کہ آپ جس مقصد کے لئے لیوٹن ویل تک جا رہے ہیں اس کی تکمیل بھی اس طرح ہوتی ہے یا نہیں۔“ میں نے مسکرا کر گردن ہلائی اور کہا۔

”آپ مطمئن رہیں مس شیریا جہاں میرے مفادات، مجروح ہوں گے وہاں سے میں اپنا راستہ تبدیل کر لوں گا۔“ شیریا نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا دی تھی۔ رات کو جب میں پروگرام کے مطابق مسٹری لاک کے ڈر پر جانے کے لیے تیار ہوا تو شیریا نے کہا۔

”اور میں سمجھتی ہوں کہ اس وقت میرا وہاں جانا مناسب نہیں ہے کیونکہ سکریٹری کتنی ہی اہمیت کی حامل ہو لیکن اس قدر خفیہ میسنگوں میں اس کی موجودگی مناسب نہیں ہوتی۔“ میں نے کہا۔

”حالانکہ مس شیریا ہمارا اصل کام یہ نہیں ہے لیکن پھر بھی ہمیں اس میں اس حد تک ملوث ہونا پڑے گا۔“

”یہ نہایت اہم اور ضروری ہے کیونکہ اسی طرح ہمیں اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل ہو سکتی ہے اور چونکہ ہمیں انہیں مطمئن کرنا بے حد ضروری ہے۔ چنانچہ اس وقت ان سے مکمل تعاون کرنا ہو گا۔“

”بالکل درست ہے۔“ شیریا میرے ساتھ نہیں گئی پروگرام کے مطابق نیلے رنگ کی ایک خوب صورت کار مجھے میرے ہوٹل کے باہر مل گئی اور اس کار نے مجھے ایک خوب صورت عمارت میں پہنچا دیا۔ جیسا کہ کوئی واقفیت نہیں تھی۔ راستے میں یہی سوچتا آیا تھا کہ ہمیشہ ایسا ہی ہوا ہے۔ کسی ایک کام سے نمٹنے کے لیے اطراف میں اتنے چکر چلانے پڑے ہیں کہ اصل کام بہت دور رہ جاتا ہے لیکن آج تک اس کے نتائج بہتر ہی نکلے تھے۔ براہ راست کوئی بھی کام مرضی کے مطابق نہیں ہو سکتا اس کے لیے ایک وسیع گراؤنڈ بنانا ضروری ہوتا ہے۔ اب میرا مسئلہ بیچ در بیچ الجھ رہا تھا۔ مثلاً یہ کہ میں لیوٹن ڈلائز تک پہنچنا چاہتا تھا۔ اس سے میرے اصل کام یہ تھے کہ میں اس کا خاتمہ کروں اور

رخسار کے بارے میں معلومات حاصل کی جائیں لیکن یہاں مسئلے بڑے دلچسپ آگئے تھے جس طرح اس سے پہلے آتے رہے تھے اور میں نہ جانے کتنے مختلف کاموں میں الجھ گیا تھا۔ یہی ایک طریقہ کار ہوتا ہے اور میرے اندازے کے مطابق بہتر ہوتا ہے۔ چنانچہ اس سے گریز کس طرح ممکن ہو۔ جس عمارت میں مجھے پہنچایا گیا تھا وہ جیمین طرز تعمیر کا نمونہ تھی اور یہاں مجھے مسٹری لاک نے دو آدمیوں کے ساتھ خوش آمدید کہا تھا۔ ان کا تعارف مسٹری لاک نے کینٹ اور روڈ ہالی کے نام سے کرایا تھا۔ دونوں ہی اسمارٹ اور شاندار آدمی تھے اور ان کے چہرے دیکھ کر ہی ان کی کارکردگی کا اندازہ لگایا جاسکتا تھا۔ ڈزٹریبل پر بھی یہ دونوں ہمارے ساتھ شریک تھے اور یوں لگتا تھا کہ ان تین افراد کے علاوہ کسی اور سے میری ملاقات یہاں نہیں ہوگی۔ ڈزٹر کے بعد مسٹری لاک نے مجھے بتایا۔

”اور چونکہ جیسا کہ آپ نے بتایا کہ مس شیریا سے آپ کا قلبی رشتہ بھی ہے اس لیے ہم آپ سے انہیں دور تو نہیں رکھ سکتے لیکن ابتدائی مرحلے میں آپ کو بذریعہ ٹرین کی ٹو جانا ہو گا اور ٹرین کا یہ سفر آپ کی پیلسی کے لیے ضروری ہے۔ چنانچہ مس شیریا کو کی ٹو میں پہنچانے کا الگ سے بندوبست کر دیا جائے گا جس میں انہیں کوئی دقت نہیں ہوگی اور اسے آپ ہماری ذمہ داری سمجھ لیجئے۔“

”جی ٹھیک ہے“ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔“ تمام معاملات طے ہونے کے بعد مجھے واپس میرے ہوٹل پہنچا دیا گیا تھا۔ جہاں شیریا بے چینی سے میری منتظر تھی اس نے فوراً ہی مجھ سے سوالات کرنے شروع کر دیئے اور میں ہنسنے لگا۔ میں نے کہا۔

”ان میں کوئی بھی پروگرام ایسا نہیں ہے مس شیریا جو آپ کے مفادات سے ہٹ کر ہو اور بعد میں میں نے اسے کی ٹو تک کے سفر کے لیے تمام تفصیلات سمجھا دیں۔ جس پر اس نے عدم اطمینان کا اظہار نہیں کیا تھا۔“

مراحل برق رفتاری سے طے ہو رہے تھے۔ مسٹری لاک کو اپنے کاموں میں اپنے محلے کا تعاون بھی حاصل تھا اور شاید ان کی شخصیت بھی خاصی اہمیت کی حامل تھی کیونکہ ان کے کام کسی طور نہیں رکھتے تھے۔ بہر طور دوسرے دن مجھے روٹر میں کی شکل دے دی گئی اور جم ہیل سے پروفیسر پیرے اور پیرے سے میں روٹر میں بن گیا۔ میرے چہرے پر بہت نفاست سے میک اپ کیا گیا اور یہ میک اپ بھی میرے نقوش کو دلکش ہی بناتا تھا۔

روٹرین یقینی طور پر ایک دلکش آدمی تھا اور اس کے بارے میں مجھے علم ہو چکا تھا کہ وہ حکومت کی تحویل میں ہے اور اس کے لیے معقول بندوبست کر لیا گیا ہے کہ کبھی میری شخصیت منظر عام پر نہ آنے پائے۔ روٹرین کے بارے میں مجھے خاصی تفصیلات کینٹ اور روڈ ہالی نے بتادی تھیں۔ البتہ کی ٹورڈانہ ہونے سے پہلے میں نے شیریا سے ملاقات ضرور کر لی تھی اور وہ میرا میک اپ دیکھ کر مجھے دیکھتی کی دیکھتی رہ گئی تھی۔ میں نے اس سے کہا۔

”اصل میں میں نے آپ سے ملاقات اس لیے ضروری سمجھی مس شیریا کہ کہیں آپ مجھے بدلی ہوئی شکل میں دیکھ کر حیران نہ رہ جائیں اور جب کی ٹو میں میری آپ سے ملاقات ہو تو آپ پریشان نہ ہوں۔“

وہ اپنے مخصوص انداز میں گردن ہلا کر خاموش ہو گئی تھی پھر میں شیریا کو خدا حافظ کہہ کر کینٹ اور ہالی کے ساتھ چل پڑا۔

دونوں نوجوان دلچسپ شخصیتوں کے حامل تھے اور عمدہ گفتگو کرنا جانتے تھے۔ ریلوے اسٹیشن پہنچنے کے بعد ہمیں کچھ وقت انتظار کرنا پڑا اور پھر ہم ٹرین کے کمپارٹمنٹ میں داخل ہو گئے۔ کمپارٹمنٹ کافی کشادہ اور نہایت آرام دہ تھا۔ میں ٹرین کے سفر سے لطف اندوز ہونے لگا۔ جب ٹرین نے بیس منٹ کا سفر طے کر لیا تو میں نے کینٹ اور ہالی سے روٹرین کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرنا شروع کر دیں۔ ہالی نے مجھے بتایا۔

”اصل میں روٹرین صرف ایک دہشت گرد ہی نہیں بلکہ کئی ممالک کے لیے ایک متنازعہ شخصیت کا مالک ہے اور یہ کوئی انوکھی بات نہیں ہے۔ ایک جرائم پیشہ شخص ہر وہ کام کر سکتا ہے جس میں اس کے مفادات چھپے ہوئے ہوں۔ مثلاً اسے کئی بار مختلف ممالک میں جاسوسی کرتے ہوئے بھی گرفتار کیا گیا ہے لیکن بڑی اچھی تقدیر رکھتا ہے کہ ہر بار یہ اپنے دشمنوں کے جال سے نکل گیا اور آخر کار زندگی بچانے میں کامیاب ہو گیا۔ بہت سے انوکھے کارنامے اس کی ذات سے وابستہ ہیں لیکن بد نصیب پھنسا تو جمیکا آکر اور جس شخص کے چنگل میں پھنسا وہ ایسا آدمی ہے کہ اگر وہ کسی کو زندہ نہ ٹکٹے دینا چاہے تو پھر زندہ نکلنا مشکل ہی ہے۔“

”بڑی خطرناک شخصیت دے دی مسٹری لاک نے مجھے۔“

”آپ بالکل مطمئن رہیں مسٹر روٹرین، ہم اپنی زندگی سے زیادہ آپ کی حفاظت کریں گے۔“

”نہیں مجھے اس کی فکر نہیں ہے ویسے کی ٹو تک کا سفر کتنا ہے؟“

”خاصا طویل سفر ہو گا یہ، آپ کو اس میں بے شک مشکل کا شکار ہونا پڑے گا۔“

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ کینٹ اور ہالی مجھ سے باتیں کرتے رہے اور میں اپنے مستقبل کے بارے میں سوچتا رہا۔ یقینی طور پر لیوشن ڈلاز سے میری ملاقات بہت دلچسپ ہوگی۔ کافی دیر تک ہم لوگ تفریحی گفتگو کرتے رہے اور اس کے بعد کینٹ نے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔ وہ بولا۔ ”میں یہیں بیٹھے بیٹھے تھوڑی دیر سولوں تو کوئی حرج تو نہیں ہے؟“

ہالی نے کہا۔ ”یہ اس شخص کی خوبی ہے کہ یہ کھڑے کھڑے بھی سولیتا ہے۔“ اور درحقیقت کینٹ انوکھا آدمی نکلا، بیٹھے بیٹھے وہ گہری نیند سو گیا اور اس کی تیز تیز سانسیں سماعت کو مجروح کرنے لگیں۔ میں تھوڑی دیر تک تو اسی طرح بیٹھا رہا پھر میں نے اس سے کہا۔

”اگر تم اجازت دو ہالی تو میں ذرا ٹرین کی راہداری میں ٹھل لوں۔ زیادہ دیر تک بیٹھے بیٹھے ٹانگیں دکھنے لگی ہیں۔“

”کیوں نہیں مسٹر روٹرین۔“ ہالی نے کہا اور میں اپنے کمپارٹمنٹ سے باہر نکل آیا۔ کافی دیر تک میں راہداری میں ٹھلتا ہوا آگے بڑھتا رہا پھر ڈاننگ کار سامنے آئی تو میں اندر داخل ہو گیا اور ڈاننگ کار کی ایک سیٹ پر بیٹھ کر میں نے اپنے لیے کافی طلب کر لی۔ سوچنے کے بہترین مواقع موجود تھے۔ لیکن ابھی زیادہ دیر نہیں بیٹھا تھا کہ ہالی بھی میرے پاس پہنچ گیا اور مسکرا کر بولا۔

”ویری گڈ۔ کیا عمدہ سفر ہو رہا ہے۔“ ہم بہت دیر تک بیٹھے رہے اور اس کے بعد وہاں سے اٹھ گئے اب ہمارے پاس گفتگو کے لیے کوئی موضوع نہیں تھا پھر اندھیرا پھیلنے لگا اور ہم نے ڈاننگ کار ہی میں کھانا بھی کھایا۔ میں نے اپنے لیے ایسے کھانوں کا انتخاب کیا تھا جو موزوں ہوں جب کہ کینٹ اور ہالی نے اپنی پسند کا کھانا منگوایا تھا پھر ہم واپس اپنے کمپارٹمنٹ میں آ گئے۔ چار برتھیں ہمارے پاس تھیں دو برتھیں خالی ہی تھیں اور ان کا

بظاہر کوئی مصروف نہیں تھا۔ کینٹ اور ہالی برتھوں پر چڑھ کر لیٹ گئے میں نے البتہ نیچے کی برتھ پر ہی سونا مناسب سمجھا تھا۔ میں کافی دیر تک برتھ پر کروٹیں بدلتا رہا اور ہزاروں سوچوں میں ڈوبا رہا پھر نہ جانے کس وقت مجھے نیند آگئی لیکن ظاہر ہے ٹرین میں آنے والی نیند بڑی بے کیف اور غیر آرام دہ ہوتی ہے۔ نہ جانے کتنی دیر میں سویا ہوں گا کہ دفعتاً میری آنکھ کھل گئی۔ آنکھ کا کھل جانا کوئی ایسی انوکھی بات نہیں تھی کیونکہ نیند گہری تو تھی نہیں اس وقت ٹرین کو زبردست جھٹکے لگ رہے تھے غالباً وہ پٹریاں بدل رہی تھیں۔ باہر گہری تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ میں نے پھر آنکھیں بند کر لیں لیکن اب نیند نہیں آرہی تھی۔ اس لیے میں خاموشی سے لیٹا رہا۔ کوئی پل آتا تو پیوں کی گزر گراہٹ کی آواز بدل جاتی اور اس کے بعد خاموشی چھا جاتی۔ کبھی کبھی برابر سے کوئی ٹرین گزرتی تو آواز تیز ہو جاتی۔ یوں روشنیاں جلتی بجھتی نظر آتیں۔ ویسے کمپارٹمنٹ میں گہرا اندھیرا چھا چکا تھا پھر اچانک ہی میری چھٹی حس نے مجھے ہوشیار کر دیا کوئی ایسی بات تھی جس سے میں اپنے اندر ایک اضطراب محسوس کر رہا تھا اور میری اعصاب تن گئے تھے۔ نہ جانے کیوں مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی غیر معمولی واقعہ ہونے والا ہے۔ کیا واقعہ ہو سکتا ہے یہ؟

یہ ایک فضا میں انجن کی سیٹی گونجی اور اس کے ساتھ ہی گزر گراہٹ کی آواز ایک بار پھر بدل گئی۔ شاید ٹرین کسی اسٹیشن سے گزر رہی تھی۔ کھڑکی کی جھریوں سے روشنی جھلک رہی تھی اور اس مرتبہ روشنی میں مجھے ایک سایہ نظر آیا جو ایک کھڑکی کے قریب تھا اس کا پورا جسم روشنی کی زد میں آگیا تھا۔ یہ کون ہو سکتا ہے میں نے سوچا اور دوسرے لمحوں میں برق رفتاری سے اچھل کر کھڑا ہو گیا لیکن میرا اندازہ درست تھا۔ کوئی میرے لیے یہاں موجود تھا میرے کھڑے ہوتے ہی اس نے اسپرنگ کی طرح اچھل کر مجھ پر چھلانگ لگا دی اور میں اس کے جسم کی زد میں آ گیا۔ بہر حال فوری طور پر مقابلہ تو نہیں کر سکتا تھا لیکن پھر بھی میں نے اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کی اور اس شخص کے بارے میں جاننا چاہا۔ غالباً وہ مسلح تھا کیونکہ روشنی میں ایک تیز چمک ابھری تھی جو میری آنکھوں سے صرف چند انچ کے فاصلے پر تھی۔ میں نے فوراً ہی اس کی کلائی پکڑ لی اور مجھے فوری طور پر یہ اندازہ ہو گیا کہ اس کے ہاتھ میں کوئی خطرناک چاقو دبا ہوا ہے اس احساس نے مجھے ایک دم چوکنہ کر دیا۔ میں نے اس کی کلائی پر اپنی گرفت سخت کر کے اسے اس انداز میں موڑا

کہ اس کا ہاتھ نیچے کی سمت چلا گیا اس طرح چاقو سے لگنے والی کسی بھی خراش سے حفاظت کی جاسکتی ہے لیکن اس کے ساتھ ہی میں نے ایک ویسی داؤ استعمال کیا۔ میرا گھٹنا اوپر اٹھا اور پوری قوت سے اس کے پیٹ سے ٹکرایا۔ اس کے بعد میں نے ایک گرمہ چیخ سنی تھی لیکن اس کے ساتھ ہی اس شخص نے چاقو چھوڑ دیا اور اپنے دوسرے ہاتھ سے میری گردن پر کرائے کی ضرب لگائی۔ میری گرفت بھی اس کی کلائی پر سے ڈھیلی پڑ گئی تھی اس نے مچھلی کی طرح میرے ہاتھوں سے پھسل کر کمپارٹمنٹ کے دروازے کی جانب چھلانگ لگا دی اور برق رفتاری سے دوڑتا چلا گیا لیکن میں نے جان بوجھ کر اس کا تعاقب نہیں کیا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ میں ابھی تک اپنے ہوش و حواس میں نہیں آیا تھا لیکن اس بھاگ دوڑ سے کینٹ اور ہالی جاگ گئے تھے۔ ہالی نے فوراً روشنی کا ہٹن دیا اور کمپارٹمنٹ میں روشنی پھیل گئی وہ دونوں آنکھیں ملتے ہوئے حیرت سے قرب و جوار کا منظر دیکھ رہے تھے پھر کینٹ نے برتھ سے نیچے اترتے ہوئے کہا۔

”کیا ہے، کیا ہوا، کیا ہو گیا؟“ میں نے ایک مدھم سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ ”کوئی خاص بات نہیں صرف یہ کہ میں بچ گیا۔“

دونوں اطراف میں دیکھنے لگے۔ تب ہی ہالی نے فرش پر پڑا ہوا چاقو دیکھا اور اس کے قریب جھک کر بیٹھ گیا اس نے چاقو اٹھانے کی کوشش نہیں کی تھی البتہ اس نے حیران لگا ہوں سے مجھے اور پھر کینٹ کو دیکھا اب اس کے چہرے پر تاسف کے آثار نظر آرہے تھے۔

”غالباً کوئی تھا جس نے تم پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی تھی مسٹر وٹر مین؟“

”ہاں ایسی ہی بات ہے۔“

”ادہ مائی گاڈ، یہ تو بڑے شرم کی بات ہے ہمارے لیے، حالانکہ ہم دونوں کو تمہارا باڈی گارڈ مقرر کیا گیا تھا لیکن..... لیکن سوری..... ویری سوری، ہم اس لیے اطمینان کی نیند سو گئے تھے کہ اب تک کے سفر کے دوران ہمیں کوئی ایسی شکل نظر نہیں آئی تھی جس پر شبہ کر سکتے۔“

کینٹ بھی متاسف نظر آ رہا تھا دونوں نیچے میرے پاس بیٹھ گئے اور پھر کینٹ نے افسردہ لہجے میں کہا۔

”یہ تو بہتر نہیں ہوا۔ ہم پہلے ہی مرحلے پر اپنی ذمے داریاں پوری کرنے میں ناکام رہے۔ آئی ایم سوری مسٹر روٹرین آئی ایم ویری سوری۔“

”نہیں میرے دوست کوئی ایسی خاص بات نہیں ہے بے شک میرا شعبہ مختلف ہے لیکن دنیا میں جینے کے لیے اپنے آپ کو متحرک تو رکھنا ہی پڑتا ہے۔“

دونوں شاید اس احساس کا شکار تھے کہ میری شکایت پر ان کے لیے بی لاک کو جواب دینا مشکل ہو جائے گا۔ بہر حال میں نے کسی ہلکے پن کا مظاہرہ نہیں کیا اور مسکراتا ہوا بیٹھ گیا۔ میں نے کہا۔

”یہ چاقو اٹھا کر احتیاط سے رکھ لو۔ اس کے دستے پر انگلیوں کے نشانات کی تلاش بے کار ہی ہوگی۔ کیونکہ ہم اسے پولیس ڈیپارٹمنٹ میں تو پیش کرنے سے رہے۔“

ہالی نے چاقو اٹھایا اور اسے موڑ کر جیب میں ڈال لیا لیکن وہ دونوں اس کے بعد کافی متشعل نظر آتے رہے تھے اور پھر رات کو چار بجے تک ان میں سے کسی نے کوئی گفتگو نہیں کی حالانکہ میں نے انھیں بار بار مخاطب کیا تھا۔

صبح سات بجے ہم کی ٹوپینچے تھے۔ کی ٹو سمندری شہر تھا اور طرز تعمیر کے لحاظ سے بہت خوب صورت نظر آ رہا تھا۔ پروگرام کے مطابق ریلوے اسٹیشن سے عارضی طور پر کینٹ اور ہالی کو مجھ سے الگ ہو جانا تھا۔ اسٹیشن کے باہر ایک سرخ رنگ کی کار ڈرائیور کے ساتھ استقبال کے لیے موجود تھی۔

”ہر طرح اطمینان کر لیا گیا ہے۔ مسٹر روٹرین کہ یہاں آپ کو فوری طور پر کوئی خطرہ نہیں ہے۔ ہمیں ہماری ڈیوٹی سمجھا دی گئی ہے۔“

”کیا مطلب؟“ میں نے سوال کیا۔

”مطلب یہ کہ۔ ویسے تو ہم خود کو ایک کامیاب باڈی گارڈ نہیں کہہ سکتے لیکن.....“ کینٹ نے کہا۔

”ٹرین میں جو کچھ ہوا اسے بھول جاؤ۔ میں بھی بھول چکا ہوں۔“

”تھینک یو سر۔“ ہالی خوش ہو کر بولا۔ میں سرخ کار میں جا بیٹھا اور کار اشارت ہو کر چل پڑی۔ ان دونوں کے بارے میں مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ میرے اچھے باڈی گارڈ نہیں ثابت ہو سکتے۔ ویسے بھی کسی پر انحصار کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ میرا تو کام ہی

دوسرا تھا لیکن راستے بھر کے سفر کے دوران میں ان لوگوں کے اس الجھے ہوئے پروگرام کے بارے میں سوچتا رہا تھا۔ کیا کہیں کوئی گڑبڑ ہے لیکن کہاں سے؟ شیریا۔ اس کے بارے میں ایلا ڈیل نے مجھے بتایا تھا اور ایلا پر مجھے اعتماد تھا۔ وہ کوئی غلط کہانی کبھی نہیں سنا سکتی۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ اسے پروفیسر پیرے کے بارے میں تفصیل سے نہ معلوم ہو۔ اب رہا بی لاک۔ اس پر شبہ کیا جاسکتا ہے۔ اس کا کھیل مختلف ہو سکتا ہے۔ ممکن ہے کہ وہ پروفیسر پیرے کو بھی دھوکا دے رہا ہو اور کہانی کچھ اور ہی ہو۔

لیکن ان تمام باتوں کا ایک حل تھا، ایک مناسب حل۔ وہ یہ کہ ان لوگوں کے جال میں ہی نہ پھنسا جائے۔ جیسا کہ پہنچ چکا تھا اور یہاں سے اپنے راستے الگ کر سکتا تھا۔ مجھے بھلا اس میں کیا دقت ہوگی لیکن بے صبری بھی اچھی چیز نہیں ہوتی۔ کچھ صبر کر لیا جائے احتیاط کے ساتھ۔ کار خوب صورت سڑکوں سے گزر رہی تھی۔ مناظر بہت دلفریب تھے پھر وہ ایک تین منزلہ عمارت کے سامنے جا کر۔ ڈرائیور نے نیچے اتر کر میرا سوٹ کیس سنبھالا اور نیاز مندی سے ساتھ آنے کا اشارہ کر کے آگے بڑھ گیا۔ لفٹ نے ہمیں آخری منزل پر پہنچا دیا۔ راہداری میں ایک دروازے کے سامنے رک کر اس نے جیب سے چابی نکالی۔ تالا کھولا اور سویٹ کیس لے کر اندر داخل ہو گیا۔ سوٹ کیس نیچے رکھ کر اس نے فلیٹ کی چابی میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

”میرا کام اتنا ہی تھا سر۔“

”یہاں کوئی اور بھی رہتا ہے؟“

”میں نہیں جانتا۔“

”اوکے۔ تم جاؤ۔“ میں نے کہا اور وہ سلام کر کے چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد

میں نے سب سے پہلے دروازہ بند کیا پھر فلیٹ کا جائزہ لینے لگا بہت خوب صورت فلیٹ تھا۔ تین بیڈ روم، ایک شاندار ڈرائنگ روم، میں نے تینوں بیڈ روم دیکھے ایک سے ایک خوب صورت اور ضروریات زندگی سے آراستہ۔ کمال ہے۔ میرے علاوہ یہاں اور کوئی موجود نہیں ہے اور میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا لیکن احتیاط ضروری ہے۔ چنانچہ سب سے پہلے میں نے دروازے، کھڑکیوں کا جائزہ لیا اور جو راستے مخدوش تھے انھیں بند کیا بعد میں سوٹ کیس اٹھایا اور ایک بیڈ روم میں داخل ہو گیا۔ سوٹ کیس ایک

مناسب جگہ رکھنے کے بعد میں نے باہر نکل کر کچن کا رخ کیا۔ فریج میں بہت کچھ موجود تھا۔ میں نے اطمینان سے کافی کاپانی چڑھا دیا پھر اس وقت تک باہر نہ نکلا جب تک کافی تیار نہ ہو گئی۔ کافی اور بسکٹ عہدگی سے ٹرے میں سجا کر میں بیڈ روم میں آگیا اور اور مزے سے بسکٹ کھانے لگا۔ دل میں مسکرا رہا تھا۔ خوب رہائش گاہ ملی ہے۔ اب آرام سے یہاں رہو۔ فون بھی موجود تھا اور شاید ایک ہی کنکشن سے تینوں کمروں کے فون منسلک تھے۔ اس طرح جیکا کے کی ٹونای شہر میں ایک عمدہ رہائش گاہ مجھے حاصل ہو گئی۔ اب مجھے یہ فیصلہ کرنا تھا کہ آگے کیا کرنا چاہیے۔ بہت دیر کے غور کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ ابھی بی لاک پر بھروسہ کیا جائے اگر روٹرین کسی طرح لیوٹن ڈلاز کے لیے قابل اعتماد ہے۔ اس سے عمدہ بات اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ مجھے اس پورے پروگرام میں سب سے زیادہ دلکش یہی بات لگی تھی۔ اس سے قبل بھی مجھے اس طرح کام کرنے میں آسانی حاصل ہوئی تھی۔ میں نے مسٹر جینی ڈیل کی آغوش میں بیٹھ کر ان کا کام تمام کیا تھا۔ بہر حال اس فلیٹ میں عمدہ وقت گزارا۔ کبھی کبھی تنہائی بھی بہت خوشگوار لگتی ہے لیکن یہ خوشگوار کیفیت رات کو ختم ہو گئی۔ دروازے پر دستک ہوئی تھی اور میں نے دروازہ کھلا تو شیریا سامنے کھڑی تھی۔ اس کے ہاتھ میں سوٹ کیس تھا۔

”ہیلو شیریا۔ آؤ۔“ میں نے اخلاقاً سوٹ کیس اس کے ہاتھ سے لے لیا۔

اس نے اندر داخل ہو کر فلیٹ کا جائزہ لیا پھر بولی۔ ”عمدہ جگہ ہے لیکن کیا یہاں آپ اکیلے ہیں مسٹر.....؟“ اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

”ہاں۔“

”گڈ میں کہا جاؤں؟“

”سامنے کے بیڈ روم پر میں نے قبضہ جما رکھا ہے۔ میرے خیال میں یہ آپ کے لیے مناسب ہے۔“ میں نے دوسرے بیڈ روم کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

”ٹھیک۔“ اس نے گردن ہلا دی۔ میں نے اسے اس کے بیڈ روم میں پہنچا دیا پھر کہا۔

”یہاں کچن بھی ہے اور اس میں ضرورت کی اشیاء بھی۔“

”آپ نے کھانا کھالیا ہے؟“

”جی۔“

”اوکے ٹھیک یو۔“ وہ بولی اور میں اس کے کمرے سے باہر نکل آیا۔ اپنے کمرے

میں آکر میں نے رات کا لباس نکالا اور اسے تبدیل کر کے اپنے بستر پر دراز ہو گیا۔ شریا کے آجانے سے کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔ میں اپنے کمرے میں اس کی آہٹیں سنتا رہا۔ بہت دیر کے بعد اس نے میرے کمرے کے دروازے پر دستک دی کافی لیے ہوئے اندر داخل ہو گئی۔ ایک پیالی مجھے دے کر وہ میرے سامنے بیٹھ گئی پھر کافی کے کئی گھونٹ لے کر بولی۔

”آپ کو کی ٹو آکر بہت کچھ سوچنے کا موقع ملا ہوگا مسٹر روٹر؟“

میں خاموشی سے کافی کے گھونٹ لیتا رہا۔ جب میں نے خاموشی ہی اختیار کیے رکھی تو وہ بولی۔ ”کیا آپ یہ محسوس کرتے ہیں کہ اس روپ میں یہاں آکر آپ کو آپ کے کام میں کوئی مشکل پیش آرہی ہے؟“

”ابھی میں نے ایسی بات نہیں سوچی۔“

”آپ غیر مطمئن تو نہیں ہیں؟“

”آخر آپ اب مجھ سے کیا چاہتی ہیں؟“

”آپ پورے اعتماد کے ساتھ مجھے بتا سکتے ہیں مسٹر روٹر کہ میری معیت آپ کو

مشکل گزر رہی ہے؟“

”میں ہاں کہہ دوں تو؟“ میں نے کہا اور وہ مجھے دیکھنے لگی پھر بولی۔ ”مجھے مایوسی

ہوگی۔“

”آخر کیوں؟“

”اس لیے کہ میں بھی آپ کی وہی توجہ چاہتی تھی مسٹر جم ہیل جو ایلا ڈیل کو

حاصل ہو گئی تھی۔ مجھے امید تھی کہ آپ میری بھی مدد کریں گے۔“

”مدد؟“ میں نے سرد لہجے میں کہا۔

”ہاں۔ حالانکہ میں جانتی ہوں کہ آپ یہاں اپنے کسی مقصد کی تکمیل کے لئے

آئے ہیں لیکن ہم نے ایک دوسرے سے تعاون کا وعدہ کیا تھا۔ اس کے علاوہ مسٹر ہیل یہ

ابتدائی لمحات ہیں اور صحیح معنوں میں ہم ابھی یہ فیصلہ نہیں کر پائے ہیں کہ یہاں اس شکل

میں آنے کے بعد ہمیں ہمارے مشن میں کس حد تک کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔ ممکن

ہے ایسے لحاظ بھی آجائیں۔ جب ہمیں ایک دوسرے کی ضرورت باقی نہ رہے، آپ اس بات سے بھی انکار نہیں کر سکتے کہ بہر حال آپ کا مقصد کچھ بھی ہو لیکن میری وجہ سے یہاں آکر آپ کو ابتدائی سہولتیں حاصل ہوئیں ہیں۔ کسی بھی نئی جگہ قدم ہمانے کے لیے اگر انسان کو سہارے مل جائیں تو وہ بڑی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ میرا اور آپ کا مشن بے شک بالکل مختلف ہے لیکن اگر ضروری امور میں ہم ایک دوسرے کی مدد کرتے رہیں تو کیا حرج ہے؟“

میں نے پر خیال انداز میں رخسار کھنکھایا اور بولا۔ ”ہمارے درمیان جو چھوٹے چھوٹے معاہدے ہو چکے ہیں مس شیریا میں ان سے انحراف نہیں کرتا لیکن جلد یا بدیر ہمیں اپنے اپنے راستوں پر گامزن ہونا پڑے گا اور پھر انتہائی معذرت کے ساتھ میں آپ سے یہ ضرور کہنا چاہتا ہوں کہ میں کم از کم یہاں جمیکا آنے کے بعد کسی اور شخصیت کی ذمہ داری قبول نہیں کر سکتا۔“

”ذمہ داری؟“

”ہاں آپ خود سوچیں۔ جو لحاظ آئندہ پیش آنے والے ہیں ان میں ظاہر ہے میرے دشمن میرے خلاف کارروائیاں کریں گے ان لحاظ میں میرے لیے اپنی حفاظت کرنے کا مسئلہ درپیش ہو گا لیکن ایک خاتون کی حیثیت سے مجھے آپ کی حفاظت بھی کرنا ہوگی۔“

”اوہ۔“ اس نے عجیب سے انداز میں کہا۔ چند لحاظ خاموشی سے مجھے دیکھتی رہی پھر آہستہ سے بولی۔

”بہر حال ہم لوگ بڑی عجیب کیفیت کا شکار ہیں اس موضوع پر اگر مزید کچھ سوچ لیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔“

”ہاں یقیناً۔“ میں نے جواب دیا پھر اس نے گھڑی میں وقت دیکھ کر کہا۔

”تو پھر اجازت۔ آپ بھی آرام کیجئے۔“

اس کے جانے کے بعد میں بھی سوچ میں ڈوب گیا، شیریا کس انداز میں اپنے کام کا آغاز کرے گی۔ یہ مجھے نہیں معلوم تھا البتہ ان لوگوں کو چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔ شخصیت کا بدل جانا ایک بہتر عمل ہوتا ہے اس کا تجربہ میں ابھی کچھ دن پہلے کر چکا تھا آخر میں نے یہی

فیصلہ کیا کہ ابھی شیریا کو مایوس نہیں کرنا چاہیے حالات کا رخ دیکھا جائے۔ کیا سمت اختیار کرتا ہے اس کے بعد ہی کوئی مناسب فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔ میرے لیے شیریا کی نگاہوں سے او جھل ہو جانا کون سا مشکل کام ہے۔ البتہ اگر وہ انتہائی کیفیت کا شکار ہو گئی تو ابتدائی طور پر ذرا مشکل پیش آسکتی ہے۔

لائٹ آف کر کے بستر پر لیٹ گیا کوئی آدھا گھنٹا گزرا ہو گا کہ اچانک ہی سامنے والے کمرے میں ایک دھماکہ سانسائی دیا اور میں اچھل پڑا، مجھے یہی محسوس ہوا جیسے کوئی چیز زور سے گری ہوئی پھر مدھم مدھم آوازیں بھی ابھریں اور اتنی آوازوں میں ایک بھنجی بھنجی آواز بھی تھی۔ جیسے کسی نے کسی کا منہ بھینچ لیا ہو۔ میرے بدن میں چنگاریاں دوڑ گئیں بے آواز اٹھا اور پھرتی سے باہر نکل آیا۔ سامنے والے کمرے کا دروازہ آدھا کھلا ہوا تھا لیکن اندر تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ شیریا اس طرح دروازہ کھول کر تو نہیں سو سکتی۔

اصولی طور پر اسے دروازہ بند کر کے اپنے بستر پر لیٹنا چاہیے تھا۔ یقیناً کوئی گڑبڑ ہے، بے خیالی کے عالم میں اندر داخل ہو گیا لیکن اچانک ہی یوں محسوس ہوا جیسے گردن میں کوئی پھندہ لپٹ گیا ہو۔ اس کے ساتھ ہی میری ریڑھ کی ہڈی پر بھی دباؤ پڑا تھا۔ یہ صورت حال میرے لیے قطعی غیر متوقع تھی گردن شکنجے میں تھی اور ریڑھ کی ہڈی پر دباؤ بڑھ رہا تھا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرا دم نکل جائے گا اور ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ جائے گی لیکن

پھر حواس نے حملہ آور کی کیفیت کو محسوس کیا۔ جس شخص نے مجھے جکڑا تھا، اس کا بدن میرے بدن سے چمٹا ہوا تھا اور یہ نسوانی جسم تھا، لیکن اس مہارت سے میری گردن کو

جکڑا گیا تھا کہ درحقیقت میری آنکھیں ابلی پڑ رہی تھیں اور جس نسوانی شخصیت نے مجھ پر قوت آزمائی کی میں یقیناً ہوش و حواس میں ہوتا تو اس نسوانی جسم کی قوت کی ضرور داد دیتا لیکن اب کچھ نہ کچھ کرنا ضروری تھا۔ میں نے دونوں ہاتھ آگے کیے اور پھر پوری قوت

سے اپنی کہنیاں اس نسوانی جسم پر دے ماریں کوشش کارگر ہوئی تھی۔ میری گردن اس کے شکنجے سے آزاد ہو گئی لیکن میں نے فوراً ہی پلٹ کر حملہ آور کی گردن پر ہاتھ ڈالنے کی

کوشش کی لیکن اس میں کامیاب نہیں ہو سکا حملہ آور چونکہ پہلے ہی سے تیار تھا اس لیے اس نے بھی اپنے داؤ تپج کا پورا بندوبست کر رکھا تھا اس کی ٹانگ میرے پیٹ کے نچلے حصے پر لگی اور میرے حلق سے آواز نکل گئی۔ میں سنبھلنے کی کوشش میں الجھ کر زمین پر

گرا اور نسوانی بدن نے میرے اوپر چھلانگ لگا دی۔ وہ میرے سینے پر سوار ہو گئی تھی لیکن میں نے اپنی تکلیف کی پروا کیے بغیر ایک پاؤں اٹھا کر اس کی گردن میں ڈالا اور زور سے اسے نیچے شیخ دیا اس کے بعد میں نے کروٹ بدلی اور پھرتی سے اس پر چھانے کی کوشش کی میری کلائی کا دار اس کے بائیں شانے پر لگا تھا لیکن کج بخت فولادی شخصیت کی مالک تھی۔ اس نے آواز تک نہیں نکالی تھی بلکہ فوراً ہی اس نے بڑی مہارت کے ساتھ سامنے کی دو انگلیوں سے میری آنکھوں کا نشانہ بنایا اور اس میں کامیاب ہو گئی۔ شدت تکلیف سے میری آنکھیں بند ہو گئی تھیں اور حملہ آور کو موقع مل گیا تھا اس نے دونوں ہاتھوں سے مجھے پیچھے دھکیلا اور اٹھ کر کھڑی ہو گئی لیکن آنکھوں کی تکلیف کے باوجود میں نے اس کے پاؤں پر پاؤں مارا اور اس بار وہ پھر دھڑام سے نیچے گر پڑی۔ میرے وجود میں چنگاریاں سلگتی جا رہی تھیں چنانچہ میں نے فوراً ہی الٹی قلابازی کھائی اور حملہ آور پر چھانے کی کوشش کی لیکن وہ بھی کروٹ بدل کر پیچھے ہٹ گئی تھی اور اس کے بعد ہم دونوں آمنے سامنے کھڑے ہو گئے تھے۔ ہم دونوں ایک دوسرے پر وار کرنا چاہتے تھے لیکن اب دونوں کو ایک دوسرے کی مہارت کا احساس ہو گیا تھا سب سے بڑی چیز تاریکی تھی اور پھر میری تو آنکھیں بھی متاثر ہو گئی تھیں۔ اچانک ہی اس کم بخت نے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر مجھے میری رانوں کے پاس سے پکڑا اور اپنے کندھے پر لاد کر پیچھے اچھال دیا لیکن یہ اس کی غلطی تھی میں نے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر اس کی گردن میں دونوں ہاتھ ڈال دیے اور ریڑھ کی ہڈی میں دونوں گھٹنے پھنسا کر اسے بے بس کر دیا پھر پیروں سے اس کی پندلیوں کو پیچھے کی سمت موڑ لیا۔ اب اس کا جسم کمان کی طرح تڑپا ہوا تھا اور چند لمحات جارہے تھے کہ اس کی ریڑھ کی ہڈی کے منکے اپنی جگہ چھوڑنے والے تھے۔ اس نے آخری کوشش کے طور پر اپنے بدن کو جنبش دی اور آنکھوں کی تکلیف کی وجہ سے میری گرفت ڈھلی پڑ گئی وہ کروٹ کے بل نیچے گری تھی اور اس کے بعد شاید اس میں اٹھنے کی سکت نہ رہی۔ میں البتہ پھرتی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا مجھے علم نہیں تھا کہ دروازہ کس سمت ہے اور دیوار گیر سوئچ کہاں ہے لیکن اندھوں کی طرح ٹٹولتا ہوا میں دروازے کی جانب بڑھا اور خوش قسمتی سے سوئچ پر میرا ہاتھ پہنچ گیا۔ چٹ کی آواز کے ساتھ کمرے میں روشنی ہو گئی اور میں آنکھوں سے بہتے پانی کو کلائی سے پونچھ کر ماحول کا جائزہ لینے لگا

لیکن دوسرے لمحے میرے ہوش حواس رخصت ہو گئے کمرے میں شیریا کے علاوہ اور کوئی موجود نہیں تھا اور شیریا اسی جگہ زمین پر پڑی ہوئی تھی جہاں میں نے حملہ آور کو دھکا دیا تھا۔ میری آنکھیں شدت حیرت سے پھیل گئیں۔ ہر چند کہ مجھے صحیح طور پر ابھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ شیریا سرد نگاہوں سے مجھے گھور رہی تھی یوں لگتا تھا جیسے اس کے جسم میں کافی تکلیف ہو۔ اس نے اپنی جگہ سے کروٹ بدلی اور ہاتھوں کا سہارا لے کر فرش پر گھسیٹنے لگی پھر دیوار سے پشت ٹکا کر بیٹھ گئی۔ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے آخر کار میں نے اپنے آپ کو سنبھالا اور حیرت سے اسے دیکھ کر دو قدم آگے بڑھا۔ شیریا سالت بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے تعجب سے کہا۔

”یہ سب کیا تھا شیریا؟“

”جو کچھ بھی تھا میں اس میں اپنی ناکامی کا اعتراف کرتی ہوں۔“ اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”کیا تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔“ میں اچانک ہی اس سے بے تکلفی پر آمادہ ہو گیا لیکن وہ کچھ نہیں بولی تھی اس کے چہرے پر اچانک ہی مردنی چھا گئی تھی۔ آنکھوں میں ایک ایسی ویران کیفیت ابھر آئی تھی کہ اس پر ترس آنے لگا تھا۔ میں آہستہ آہستہ آگے بڑھا۔ حالانکہ ابھی ابھی اس سے ایک کافی تلخ تجربہ ہو چکا تھا لیکن زندگی تو تجربوں کا ہی نام ہے۔ مزید کچھ ہونا ہے تو وہ بھی ہو جائے گا۔

قریب پہنچ کر میں نے پہلی بار اس کے ہاتھ کی کلائی پکڑی اور طاقت لگا کر اسے کھڑا کر دیا۔ اچانک ہی وہ دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر رونے لگی تھی۔ میری سمجھ میں کچھ بھی نہیں آ رہا تھا۔ میں آہستہ آہستہ اسے گھسیٹتا ہوا بستر تک لایا اور پھر میں نے اسے بستر پر بٹھا دیا۔ ہماری اس دھماچو کڑی سے کمرے کی حالت کچھ ابتر ہو گئی تھی میں نے ادھر ادھر دیکھا اور ایک بار پھر اسے بازو سے پکڑ کر کھڑا کیا۔ وہ خاموشی سے میری ہدایت پر عمل کر رہی تھی۔ اس نے اس بار بھی کچھ نہیں کہا اور میں اسے کمرے سے نکال لایا اور پھر اپنے کمرے میں لے کر پہنچ گیا۔ نہ جانے کیوں اس عجیب و غریب واقعہ کی باوجود میرے دل میں اس کے لیے ہمدردی کے جذبات ابھر آئے تھے۔ اپنے کمرے میں لا کر میں نے اسے بستر پر بٹھا دیا اور پھر خود ایک کرسی گھسیٹ کر اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

”کم از کم یہ فرض ہے تمہارا کہ تم مجھے صورت حال تو بتاؤ۔ یہ کیا دیوانگی سوار ہوئی تھی تم پر؟ کیا بات ہے؟ کیا سمجھی تھیں تم۔ کیا غلط فہمی میں تم نے یہ سب کچھ کیا ہے یا پھر جان بوجھ کر اور اگر جان بوجھ کر کیا ہے تو اس کا مقصد؟“

یہ مشکل تمام اس نے اپنے چہرے سے دونوں ہاتھ ہٹائے اپنے لباس کے ایک حصے سے اپنا چہرہ خشک کیا اور پھر آہستہ سے بولی۔

”سوری مسٹر بیل دیری سوری“ میں اپنی تمام تر کوششوں میں ناکام ہو گئی۔ آئی دیری سوری۔“

”شیریا شیریا کیا تم پر دیوانگی کا دورہ بھی پڑتا ہے کیا ہے یہ سب کچھ آخر مجھے کچھ بتاؤ تو سہی؟“

اس نے نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا پھر طنزیہ لہجے میں بولی۔

”آپ نے کہا تھا کہ مسٹر بیل آپ نے کہا تھا کہ آپ کو میری حفاظت بھی کرنا ہوگی۔ آپ نے میری انا پر ضرب لگائی تھی میں نے بڑی محنت کی ہے اپنے آپ پر۔ بڑا جہاد کیا ہے میں نے اپنے آپ سے۔ بہت کچھ سمجھ لیا تھا اپنے آپ کو یہ طے کر لیا تھا کہ میں اپنی ہر مشکل سے نمٹنے کی صلاحیت رکھتی ہوں اور یہ اسی کا مظاہرہ تھا۔ میں آپ پر یہ ظاہر کرنا چاہتی تھی کہ میں آپ کے لیے درد سر نہیں بنوں گی آپ اگر میرا ساتھ دیں تو آپ کو میری حفاظت کی ضرورت پیش نہیں آئے گی لیکن ناکام ہو گئی۔ اصل میں آپ کو صحیح طور سے سمجھ نہیں پائی تھی یہ سب کچھ کر کے آپ کو یہ باور کرانا چاہتی تھی کہ میں آپ پر بوجھ نہیں بنوں گی۔“

”خدا کی پناہ۔“ میں نے کہا اور پھر بے اختیار مجھے ہنسی آ گئی۔

”آپ نے مجھے یہ باور کرانے میں میری ہڈیاں پسلیاں توڑ دیں اور خاص طور سے میری آنکھوں کا نشانہ بنا کر تو آپ نے صحیح معنوں میں میرا حلیہ ہی بگاڑ دیا۔ خدا کی پناہ“ خدا کی پناہ۔“

”آئی ایم سوری مسٹر بیل آئی ایم سوری۔“ وہ بے اختیار اپنی جگہ سے اٹھی اور اس نے میرے پاؤں پکڑ لیے۔

”ارے شیریا کیا بد تمیزی ہے بھئی۔ اب اتنے اجنبی بھی نہیں رہے ہم لوگ کہ

ایک دوسرے کو ڈانٹ ڈپٹ نہ کر سکیں۔ بیٹھو اپنی جگہ، تم نے یہ سب کچھ کر کے میرے ذہن پر ایک عجیب سا بوجھ طاری کر دیا ہے۔“

”آئی ایم سوری بیل آئی ایم سوری۔“ وہ پھر سسکنے لگی۔

”نہیں شیریا قطعی نہیں، جو محنت تم نے اپنے آپ پر کی ہے اس پر اپنے آپ کو قائم رکھو، آنسو جب تک آنکھوں میں رکے رہتے ہیں آگ کی شدت تیز رہتی ہے یہ بہہ جانے والے آنسوؤں دل کی آگ باہر اگل دیتے ہیں اور اس کے بعد اندر سردی کے علاوہ اور کچھ نہیں رہ جاتا۔“ میں نے کہا اور وہ اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کرنے لگی پھر اس نے کسی خیال کے تحت چونک کر مجھے دیکھا۔ غالباً میرے الفاظ پر غور کر کے اسے یہ احساس ہوا تھا کہ میں جس آگ کا تذکرہ کر رہا ہوں مجھے اس کے بارے میں کیا معلوم لیکن میں نے اپنے آپ کو بالکل بے تعلق کر لیا تھا۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

”مسٹر بیل درحقیقت اب میں آپ کے قابل نہیں رہی۔ آپ بالکل یہ نہیں سمجھیں گے کہ آپ سے جدا ہونے کے بعد یا آپ کی مدد سے مایوس ہونے کے بعد آپ کے خلاف کچھ کروں گی۔ چلے ٹھیک ہے ہمارا ساتھ بیٹیں تک تھا۔ اوکے مسٹر بیل“ اوکے۔“

”اب جب کہ وہ لحاظ آئے ہیں، جب ہم رسمی انداز ترک کر کے ایک دوسرے سے گفتگو کریں تو تم نے گفتگو کا رخ بدل لیا ہے۔ شیریا مجھے بتاؤ تم یہاں کیا کرنا چاہتی ہو۔ یہاں جمیکا میں لیوٹن وٹلاز کے خلاف تمہاری مہم کیا ہے کیا پروگرام ہے تمہارے ذہن میں؟“

اس نے نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا اور بولی۔ ”اس کائنات میں میرے جینے کا مقصد صرف ایک ہے اور وہ مقصد ہے کہ لیوٹن وٹلاز کو اس طرح ہلاک کروں کہ انتقام کی دنیا میں ایک نئی مثال سامنے آئے۔ میں اسے وہ موت دینا چاہتی ہوں جس کا وہ کبھی تصور بھی نہیں کر سکا ہو یہی میرا مقصد ہے اور جانتے ہو کیوں؟“

میں نے نفی میں گردن ہلا دی تو چند لحظات خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔

”اس لیے کہ وہ میرے پورے خاندان کا قاتل ہے۔“ اور اس کے بعد شیریا نے بھرائی ہوئی آواز میں وہ پوری کہانی سنا دی جو پہلے سے میرے علم میں آچکی تھی اس کی

آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ آواز سسکیاں اختیار کر رہی تھی اور ان سسکیوں کی زبانی وہ مجھے اپنی کہانی سن رہی تھی۔ میں نے کہیں بھی یہ ظاہر نہیں ہونے دیا کہ میں اس کی کہانی سے تھوڑا بہت بھی واقف ہوں۔ بس میں سن رہا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ اس کے دل کی بھڑاس نکل جائے پھر اس کی کہانی ختم ہو گئی اس نے کہا۔

”اور اب میرا صرف یہی مقصد ہے۔ میں بے وقوف نہیں ہوں میں جانتی ہوں کہ وہ کتنی بڑی حیثیت کا حامل ہے شاید آپ بھی اس کے بارے میں بہت کچھ جانتے ہوں گے مسٹر جرمیل۔ لیکن، لیکن، میں، میں اسے ہلاک کرنا چاہتی ہوں آپ کو شاید یہ اندازہ ہو گا کہ یہاں بے شمار ایسی ایجنسیاں اس کے خلاف کام کر رہی ہیں جو منشیات کے بادشاہ کو موت کے گھاٹ اتارنا چاہتی ہوں لیکن عموماً یہی ہوتا ہے کہ دنیا کے مختلف گوشوں سے اس کے خلاف کام کرنے والے ایجنٹ یہاں آتے ہیں اور پھر اس طرح لاپتا ہو جاتے ہیں کہ ان کے ملکوں کو ان کے بارے میں علم بھی نہیں ہو پاتا۔ میں دوسرا مقصد رکھتی ہوں اور میری خواہش ہے کہ میں ناکام نہ رہوں۔ مسٹر جرمیل یہ ایک احمقانہ اقدام ہے لیکن میں کیا کروں میرے دل کی آگ یہی مانگ کرتی ہے۔“

میں خاموشی سے اس کی صورت دیکھتا رہا بس رحم کا جذبہ دل میں بیدار ہو گیا تھا۔ میں نے انسانیت کو کہیں بھی نظر انداز نہیں کیا تھا۔ جہاں تک اور جس حد تک میری اوقات تھی کسی بھی مظلوم شخصیت کا میں نے ہمیشہ ساتھ دیا تھا اور یہ لڑکی تو میرے لیے مسئلہ بھی نہیں تھی جو اس کا مشن تھا وہی میرا تھا اور اگر میں اس مشن کے وقت تک اسے اپنے ساتھ رکھوں تو یہ کوئی اتنا اہم مسئلہ بھی نہیں تھا بہر طور خاصے غور و خوض کے بعد میں نے کہا۔

”اب تم چاہتی ہو کہ میں تمہارے ہمراہ رہوں؟“

”اب نہیں چاہتی۔ میں تو کچھ بھی نہیں دے سکتی تمہیں۔ بالکل کچھ نہیں ہے میرے پاس۔ جبکہ، جبکہ ایبلا ڈیل.....“ اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

”اور تم یہ بھی جانتی ہو شیریا کہ ایبلا ڈیل سے میں نے کچھ نہیں لیا۔“

اس نے نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا اور آہستہ سے بولی۔ ”ہاں جانتی ہوں۔“

”پھر یہ سمجھ لو کہ دولت میری نگاہ میں کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ چلو ٹھیک ہے، ویسے تم نے بڑا دلچسپ طریقہ کار اختیار کیا اور میں سمجھتا ہوں کہ اپنے اس انوکھے طریقہ کار میں تمہیں کامیابی حاصل ہوئی ہے۔“

اس نے کسی قدر چونک کر مجھے دیکھا پھر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ دیکھ کر کچھ عجیب سی کیفیت کا شکار ہو گئی۔ غالباً وہ میرے منہ سے میرے مقاصد کو سننا چاہتی تھی۔ جب میں کچھ نہ بولا تو اس نے آہستہ سے کہا۔

”کچھ اور آگے نہیں کہیں گے مسٹر جرم؟“

”نہیں۔ بس اتنا کافی ہے اور اب تم نے سمجھ لیا ہو گا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں؟“ اس نے معصومیت سے گردن ہلا دی۔ میرے لیے ضروری نہیں تھا کہ میں اسے اپنے بارے میں بھی بتاؤں۔ نہ ہی اس نے کچھ پوچھنے کی کوشش کی تھی۔ خاصی دیر اسی طرح گزر گئی پھر میں نے کہا۔ ”اور اب میرے خیال میں تمہیں اطمینان ہو گیا ہو گا؟“

”ہاں۔“

”تو پھر سونے کے بارے میں کیا خیال ہے؟“ اس نے نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا اور پھر نظریں جھکا لیں۔ میں اس کی اس ادکاری کا مطلب نہیں سمجھ سکا تھا۔ میں نے کچھ دیر کے بعد ہنس کر کہا۔ ”نہیں نہیں آرہی ہے؟“

”آرہی ہے۔“

”تو پھر شب بخیر۔“ میں مسکرا کر بولا اور وہ آہستہ سے اٹھ گئی پھر سست رفتاری سے دروازے کی طرف بڑھ گئی پھر باہر نکل گئی۔ خدا کی پناہ۔ میں نے اس کے جانے کے بعد کہا۔ آنکھوں میں اب بھی تکلیف ہو رہی تھی۔ میں باتھ روم میں داخل ہو گیا اور آنکھوں پر ٹھنڈے پانی کے چھینٹے مار مار کر انہیں دھوتا رہا اس طرح تکلیف میں کچھ کمی ہو گئی تھی پھر خاصی دیر کے بعد میں باتھ روم سے واپس نکلا اور آگے بڑھ کر میں نے کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر دیا پھر بستر کی جانب واپس پلٹا لیکن دم دھک سے رہ گیا۔ وہ میرے بستر پر پاؤں لٹکائے عجیب سے انداز میں بیٹھی ہوئی تھی مجھے اس کی آمد کا پتا نہیں چلا تھا اپنی جگہ رک کر میں نے حیرت سے اسے دیکھا اور پوچھا۔

”خیریت اب کیا بات ہے؟“

کر لوگی؟

میرے اس سوال کے جواب میں اس نے کچھ نہیں کہا اور خاموش رہی تو پھر میں نے خود ہی کہا۔

”اگر تم یہ سمجھتی ہو کہ تمہاری اس مہم میں ایک ساتھی بننے کے لیے میرے اور تمہارے درمیان جسمانی قربتیں بھی شامل ہو جائیں تاکہ یہ رشتہ مستحکم ہو تو میں تم سے پورے وثوق اور اعتماد کے ساتھ یہ کہوں گا کہ اس کی ضرورت نہیں ہے۔ شیریا۔ تم میری بہت اچھی دوست اور بہت اچھی ساتھی ہو اور اس کے لیے ہمیں اپنی قربتوں میں یہ رنگ شامل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم اگر یہاں سونا چاہتی ہو تو سکون سے سو جاؤ ایک مرد کی قوت برداشت کا اندازہ آج تمہیں ہو جائے گا۔“

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ خاموشی سے پڑی کچھ سوچتی رہی، میں نے کروٹ بدل لی تھی اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کے بدن سے اٹھنے والی بھینی بھینی خوشبو اور اس کا انداز خود سپردگی مجھے بھٹکنے پر مجبور کر رہا تھا لیکن وہ بدبخت کیا جانے کہ ایک ایسا وجود جس نے اپنے بدن کی خوشبو بھی کبھی کسی کو نہیں پہنچنے دی، میری وجہ سے زندگی کے عذاب میں گرفتار ہے اور اس نے مجھ پر جو پابندیاں لگا دی ہیں۔ میں زندگی کی قیمت پر ان پابندیوں کو نبھا رہا ہوں نہ جانے کب تک ہم دونوں اسی طرح ساکت پڑے رہے پھر مجھے تو نیند آگئی لیکن اس کے بارے میں ظاہر ہے عالم نیند میں کیا فیصلہ کر سکتا تھا پھر صبح ہو گئی آنکھ کھل گئی۔ میں نے اسے اپنے قریب نہ پایا لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد مجھے کچن سے کھڑبھڑاہٹ سنائی دی تو میں مسکراتا ہوا اٹھ گیا۔ امتحان کی رات گزر گئی تھی۔ میں نے رخسار کے حقوق کی حفاظت کی تھی۔ بظاہر اسے ایک احسان عمل کہا جاسکتا ہے لیکن دل کے اندر جو طمانیت بیدار تھی وہ میری پاکیزگی کا صلہ تھی۔

غسل خانے سے باہر آیا تو شیریا کو سامنے پایا بڑے دل آویز انداز میں مسکراتی تھی اور بہت ہی خوش نظر آرہی تھی میں نے حیرت سے اسے دیکھا اس مسکراہٹ میں جو کچھ نظر آیا تھا وہ بڑا ہی خوشگوار تھا اور یہ بھی ایک حقیقت تھی کہ اب تک میں نے ان ہونٹوں پر مسکراہٹ نہیں دیکھی تھی اور اب جب وہ مسکراتی تو اس میں دنیا جہاں کا حسن سمٹا ہوا تھا۔ اس نے کہا۔

”لائٹ آف کر دو۔“ اس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

میں اپنی جگہ ساکت اسے دیکھتا رہا اور اس کے بعد اس کے چہرے سے جو اندازہ میں نے لگایا اس پر خود ہی ایک ٹھنڈی سانس لی تھی۔ عورت جاگ گئی تھی بے شک اس کے ہونٹوں کی مسکراہٹ تو ابھی تک واپس نہیں آئی تھی لیکن اندر کے جذبات بھڑک اٹھے تھے ایک لمحے کچھ سوچنے کے بعد میں نے روشنی بند کی اور اپنے بستر تک پہنچ گیا۔ اس کے جسم کو چھوئے بغیر میں اپنے بستر پر دراز ہو گیا اور میں نے اس سے کہا۔

”کیوں شیریا واپس کیوں آگئیں؟“

”میں اپنے کمرے میں نہیں سوؤں گی۔“

”وجہ؟“

”بس اب مجھے اس تنہا ماحول سے وحشت ہو رہی ہے۔“

”ہوں۔ تو پھر یہاں سونے کا ارادہ ہے؟“

”ہاں۔ تمہارے پاس تمہارے قریب۔“ اس نے کہا اور میری جانب پلٹ پڑی۔

اس نے کہا اور میری جانب پلٹ پڑی۔ اس نے اپنے بدن کے بوجھ کو میرے سینے پر ڈالتے ہوئے میرے چہرے کے قریب اپنا چہرہ کیا تو میں نے اپنے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ لیا اور پھر اسے آہستہ سے سرکاتا ہوا بولا۔

”لیٹ جاؤ شیریا۔ تم نے ایک عجیب ماحول پیدا کر دیا ہے۔“

”سنو میری زندگی میں وہ رنگین لمحات کبھی نہیں آئے جو نوجوان لڑکیوں کی آرزو ہوتے ہیں۔ میری کہانی سننے کے بعد تمہیں اندازہ ہو چکا ہو گا ڈیر بیل کہ میں تو ان لمحات کے قریب تک نہیں پہنچی لیکن بیل اب میں زندگی میں کچھ تبدیلی چاہتی ہوں۔ میں نہیں کہہ سکتی کہ لیوٹن ڈلاز کے خلاف اپنی مہم میں مجھے کامیابی حاصل ہوگی یا نہیں، ساری زندگی محرومیوں میں کیوں گزاروں۔ میں نے آج اپنی ذات کے اس خول کو اتار دیا ہے اور اس کے محرک تم ہو۔“

”گویا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ تم ایک ان چھوٹی عورت ہو؟“ میں نے کہا۔

”ہاں یہ ایک سچ ہے۔“ وہ آہستہ سے بولی۔

”تو پھر اگر میں تم سے یہ کہوں کہ میں بھی ایک ایسا ہی مرد ہوں تو کیا تم یقین

”ناشتہ تیار ہے ڈیر آؤ۔“

میں نے بھی مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھا اور اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ ڈیر ٹیبل پر ناشتا سجا ہوا تھا اس نے میرے لیے ایک کرسی گھسیٹی اور خود بھی ایک کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی پھر توس پر چھری سے مکھن لگانے لگی مکھن لگانے کے بعد اس نے سلاکس میرے سامنے رکھے اور اپنی کافی اپنی جانب سرکالی۔

”بہت جلدی جاگ گئی تھیں شیریا؟“

”ہاں۔“

”اور تم سو فیصد ایک گھریلو لڑکی ہو؟“

”ہں اگر حالات سازگار ہوتے تو میں بہت اچھی بیٹی، بہت اچھی بہن اور شاید بہت اچھی بیوی ثابت ہوتی لیکن انسان کی تقدیر ہوتی ہے کچھ لوگوں کو گھر نہیں ملتا۔ گھر نہ ملے وہ ایک الگ بات ہے لیکن زندگی اس طرح کانٹوں پر آپڑے۔ یہ ایک بڑا تکلیف دہ عمل ہے تاہم ڈیر ٹیبل تم نے آج مجھے کچھ دیر کے لیے ہی سہی ایک گھریلو ماحول مہیا کیا ہے۔“

”تم عجیب فطرت کی مالک ہو شیریا۔“

”مجھ سے بے دھڑک باتیں کرو اب میں تمہاری کسی بات کا برا نہیں مانوں گی۔“

”رات کو تم پر جو جنون طاری ہو گیا تھا اس کی تکمیل نہ ہونے کے باوجود تمہارا موڈ اس قدر خوشگوار ہے۔“

”کیسی باتیں کرتے ہو ٹیبل۔ انسانی نفسیات پر غور کرو، میرے ساتھ جو کچھ ہوا ہے وہ کتنی بڑی ٹریجڈی ہے اس کا تمہیں اندازہ ہو گیا ہو گا اور اس کے بعد کا ماحول میں نے گھٹن میں گزارا ہے۔ پہلی بار مجھے انسانی اعتماد حاصل ہوا ہے۔ جسم کے عوض تو مجھے شاید بہت سے لوگ مختلف سہاروں کے لیے پیش کش کر دیتے لیکن ایک ایسی شخصیت بھی ہے جس نے میرے بدن کی پیش کش قبول نہیں کی اور میری ذات کو اہمیت دی۔ کتنا بڑا اعتماد بخشا ہے تم نے مجھے اور اب اس اعتماد کو پانے کے بعد میں خوش نہ رہوں تھوڑی سی خوشی ہی تو میرے حصے میں آئی ہے میں بے حد خوش ہوں ڈیر جم ٹیبل مجھے اپنی ذات کے لیے ایک اعتماد حاصل ہوا ہے۔ حالانکہ یہ بھی ایک سچائی ہے کہ رات کے وہ لحاظ ذہنی طور پر بھٹکنے کا عمل نہیں تھے بلکہ تم جیسے کارآمد انسان کو اپنے لیے آمادہ کرنے کی ایک

آخری کوشش تھی اپنے ضمیر اور اپنے احساسات کے خلاف۔“

میرے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ میں نے اسے دیکھا اور دل ہی دل میں سوچا کہ کم بخت نے یہ داؤد سب سے طاقتور مارا ہے اب اس داؤ سے بچنا میرے لیے مشکل ہی ہو جائے گا۔ کیونکہ جس حد تک پہنچ کر وہ میری توجہ کی خواہش مند تھی وہ واقعی بے چارگی کا ایک آخری سہارا تھا اور اس نے اس کا اظہار کر کے میرے اوپر جو اخلاقی ذمے داری لا دی تھی اس سے بچنا کم از کم میرے لیے فوراً ہی ممکن نہیں تھا۔

ناشتا بھی بہت لذیذ تھا، کچھ وقت کے بعد ہم ناشتے سے فارغ ہو گئے اور شیریا برتن سمیٹنے لگی۔ اب اس کے چہرے پر نہایت سکون اور اعتماد نظر آ رہا تھا۔ دن کو گیارہ بجے کے قریب کینٹ اور ہالی آگئے انھوں نے دروازے پر دستک دی، شیریا نے دروازہ کھولا دونوں نے مسکرا کر اسے صبح کا سلام کیا اور پھر اندر آ گئے تھے۔

”یقیناً آپ لوگوں نے یہاں ایک خوشگوار رات گزاری ہوگی“ اور آپ کو کسی قسم کی کوئی تکلیف یہاں نہیں ہوئی ہوگی۔ مسٹر روٹر مین کہاں ہیں؟

”ہیں یہاں ہوں۔“ میں نے دروازے سے باہر نکلتے ہوئے کہا۔ ان دونوں نے آگے بڑھ کر مجھ سے ہاتھ ملایا تھا اور رسمی گفتگو کرتے ہوئے بیٹھ گئے تھے۔ کینٹ نے کہا۔

”اور جب ایک خوب صورت سکریٹری ہر قسم کے معاملات سرانجام دینے کے لیے تیار ہو تو کسی گھریلو ماحول کا پیدا ہو جانا ایک فطری سی بات ہے اور دوست جب ملاقات کے لیے آئیں تو وہ کافی کی فرمائش بھی کر سکتے ہیں۔“

کینٹ کے اس انداز پر شیریا مسکراتی ہوئی کچن کی جانب چلی گئی۔ کینٹ نے ایک بے ہنگم قہقہہ لگایا لیکن اس قہقہے میں، میں نے یا ہالی نے اس کا ساتھ نہیں دیا تھا۔ ہالی نے ایک بریف کیس سینٹر ٹیبل پر رکھ دیا جس میں وہ نہ جانے کیا لایا تھا اور پھر وہ کسی قدر سنجیدگی سے مجھ سے میری خیریت پوچھنے لگا اس نے کہا۔

”معاف کیجئے گا پروفیسر پیرے، حالات کچھ اس قسم کے ہیں کہ آپ کو آپ کے مزاج کے خلاف ایک نئی شخصیت کو برداشت کرنا پڑ رہا ہے ظاہر ہے آپ جیسے ریسرچ ورک کرنے والے کو اس قسم کے حالات سے واسطہ کہاں پڑا ہو گا کیا آپ نے اس درمیان یہ تو نہیں سوچا کہ آپ کو یہاں آکر غلط حالات سے سابقہ پڑ گیا ہے۔“

”مسٹر بی لاک نے کیا آپ کو ہدایت کی ہے مسٹر ہالی کہ آپ مجھ سے اس سوال کا جواب لیں؟“ میں نے خشک لہجے میں کہا۔ ان دونوں کو ضرورت سے زیادہ بے تکلف نہیں کرنا چاہتا تھا کیونکہ اس سے مجھے آگے چل کر خاصی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا۔

ہالی کسی قدر شرمندہ ہو گیا اس نے کینٹ کی جانب دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔

”نہیں یہ سوال تو میں نے آپ سے ذاتی طور پر کر لیا ہے خیر معافی چاہتا ہوں کہ میرا یہ سوال آپ کو ناخوشگوار گزرا اور یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ آپ ذہنی طور پر اس عمل سے غیر مطمئن ہیں۔“

”مسٹر ہالی اور مسٹر کینٹ، بی لاک نے مجھ سے کہا تھا کہ آپ دونوں مجھے اسٹ کریں گے اور ضروری امور میں میری رہنمائی کریں گے۔ ٹرین کے سفر کے دوران آپ لوگوں کو اس بات کا اندازہ ہو ہی چکا ہے کہ میں بہت سے کام خود کرنے کا عادی ہوں۔ چنانچہ باقی امور میں بہتر یہ ہو گا کہ آپ سنجیدگی سے ضروری معاملات کو ذیل کریں۔ باقی ذمے داری آپ مجھ پر ہی چھوڑ دیں۔ میں یہاں آیا ہوں تو اب مجھے یہ فرض جو خوشگوار ہے یا ناخوشگوار سرانجام دینا ہی ہے۔ مسٹر بی لاک نے کہا تھا کہ مجھے ایک خاص مرحلے پر تمام امور سے آگاہ کیا جائے گا۔“

”جی مسٹر روتھمن وہ مرحلہ آپ کا ہے ہمیں ضروری ہدایت کے ساتھ آپ کے پاس بھیجا گیا ہے۔ کچھ دیر کے بعد ایک ہیلی کاپٹر آپ کو لے کر واسکونیہ روانہ ہو جائے گا اگر آپ اجازت دیں تو کافی کا انتظار کر لیا جائے کیونکہ اس کے بعد ہمیں ایک مصروف وقت گزارنا پڑے گا اور اس میں بریک مناسب نہیں ہو گا۔“

”آپ انتظار کر سکتے ہیں۔“ میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ میرے طرز تکلم سے وہ شاید محتاط ہو گئے تھے یا انھیں یہ احساس ہو گیا تھا کہ میں انھیں زیادہ بے تکلف نہیں کرنا چاہتا۔ بہر حال کچھ دیر کے بعد شیریا کافی بنا کر لے آئی اور اس نے سنجیدگی سے کافی ہمارے سامنے رکھ دی۔ میری جانب سوالیہ نگاہوں سے دیکھا اور میرے اشارے پر وہیں بیٹھ گئی۔

کینٹ اور ہالی نے اس کے بعد کوئی غیر متعلق گفتگو نہیں کی تھی۔ خاموشی سے کافی پیئیں گے۔ انھوں نے خود ہی کافی کے برتن سامنے سے ہٹا دیے۔ ہالی نے بریف کیس

کھولا اور کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھ کر بولا۔

”سوا دو بجے آپ کو یہاں سے نکلنا ہے اور کی ٹو کے شمال مشرق میں اس ہیلی پیڈ

تک پہنچنا ہے جہاں ایک ہیلی کاپٹر آپ کو واسکونیہ لے جانے کے لیے تیار ہو گا۔ ہیلی کاپٹر میں پائلٹ کے علاوہ ہم دونوں بھی ہوں گے اور بس آپ دو افراد۔ اب آپ کو واسکونیہ کے بارے میں تفصیلات بتادی جائیں۔“ ہالی نے بریف کیس سے ایک بڑا سا نقشہ جو ہاتھ سے بنایا گیا تھا نکال کر میز پر پھیلا دیا اس نے کہا۔

”لیون دلاز کی مملکت لیون دلی، یہ اس طرف پھیلی ہوئی ہے۔ اطراف میں چھوٹی

چھوٹی چند آبادیاں ہیں اور ان کے بارے میں یہ امر مسلم ہے کہ یہ لیون دلی کے لیے کام کرتی ہیں۔ بلکہ لیون دلی کی ذیلی آبادیاں ہیں۔ مارشل لیون نے ان لوگوں کو اپنا غلام بنا رکھا ہے اور اس کے لیے مختلف طریقہ کار اختیار کیے گئے ہیں۔ یہ واسکونیہ کا علاقہ ہے اور یہ وہ کھنڈرات ہیں جو آپ کے لیے اصل حیثیت رکھتے ہیں مسٹر روتھمن، یہ دریائے شین کی وہ شاخ ہے جو ان کھنڈرات کے قریب سے گزرتی ہے۔ واسکونیہ کے اطراف میں بہت سے فارم ہاؤس بنے ہوئے ہیں اور یہاں کے رہنے والوں نے ان میں مختلف کام شروع کر رکھے ہیں لیکن اندرونی طور پر کیا صورت حال ہے اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔ یہ سب بااثر افراد کے فارم ہاؤس ہیں ان میں ریٹائر فوجی اور ایسے ایسے لوگ شامل ہیں جن کی کسی زمانے میں ایک بڑی حیثیت تھی اور اب بھی وہ سرکاری طور پر معزز افراد شمار کیے جاتے ہیں۔ باکسائٹ چونا، پتھر اور جیسم کے یونٹ یہاں لگے ہوئے ہیں اور یہ لوگ صنعتی لوگ ہیں اور باہر کی دنیا سے ان کا خصوصی تعلق ہے ان بااثر افراد نے اپنے اپنے گروہ بنا رکھے ہیں اور حکومت کو شبہ ہے کہ ان کا تعلق کسی نہ کسی طرح لیون دلاز سے ہے کیونکہ جس پیاسے پر انھیں تحفظ حاصل ہے اور جس طرح وہ اپنی زندگی گزار رہے ہیں اس سے یہی اندازہ ہوتا ہے ہمیں اس سے غرض نہیں ہے۔ مسٹر روتھمن کہ وہ لوگ کس حیثیت اور کس نوعیت کے حامل ہیں ہمارا مقصد تو صرف یہی ہے کہ ان کھنڈرات میں جو کچھ ہے وہ تلاش کیا جائے اور آپ یقینی طور پر اس کے لیے اپنی کارروائیوں کا آغاز انہی کھنڈرات سے کر سکتے ہیں۔“

”ہماری رہائش گاہ کہاں ہوگی؟“

”انہی کھنڈرات میں۔“

”کیا مطلب۔ کیا وہ کھنڈرات اس قابل ہیں کہ انہیں رہائش کے لیے استعمال کیا

جائے؟“

”یہ وسیع علاقے میں پھیلے ہوئے ہیں اور ان کے گرد سبزہ زار اور درختوں کے ڈھیر کے ڈھیر ہیں جن میں بعض اوقات یہ کھنڈرات چھپے ہوئے نظر آتے ہیں اور ان میں ایسی مضبوط عمارتیں بھی ہیں جو قیام کے لیے نہایت موزوں ہیں اور یہی نہیں انہی کھنڈرات میں آپ کے قیام کا معقول بندوبست بھی کر دیا گیا ہے۔“

میں نے کسی قدر سنسنی محسوس کی تھی بہر حال میری نگاہیں نقشے پر جمی ہوئی تھیں اور میں بہت دیر تک اس کے بارے میں تفصیلات معلوم کرتا رہا تھا یہ سب کچھ انوکھا تھا۔ بہر حال میرا اصل مقصد کچھ اور ہی تھا اور یہی نہیں میں اپنے طور پر وہاں جا کر بہت سے کام کر سکتا تھا۔ خیر یہ سب کچھ ایک الگ بات تھی اس وقت مجھے کینٹ اور ہالی سے کچھ سوالات کرنے تھے اس دوران شیریا بالکل خاموش ہی رہی تھی اور ایک مستعد سکرپٹری کی طرح اس نے ہماری گفتگو کے نقطے بھی نوٹ کیے تھے جس پر ایک بار صرف ہالی نے نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا تھا اور پھر ایک دم خاموشی اختیار کر لی تھی۔

==☆☆☆☆==

بہت دیر تک یہ سارے معاملات حل ہوتے رہے اس کے بعد کینٹ اور ہالی اٹھ کھڑے ہوئے۔

”یقیناً آپ دو بجے تک تیار ہو چکے ہوں گے ہم مناسب وقت پر آپ کے پاس آجائیں گے۔“ میں نے نرم روی سے ان لوگوں کو رخصت کیا تھا۔ ان کے جانے کے بعد شیریا نے آہستہ سے کہا۔ ”میں یہ نقشہ دیکھ سکتی ہوں؟“

”کیوں نہیں شیریا۔“

”ویسے تو اس گفتگو سے میں نے تمام صورت حال کا اندازہ لگالیا ہے۔ آپ کو یقینی طور پر اس بات کا علم ہو گیا ہو گا۔ یا اگر نہیں ہوا ہے مسٹر جم تو میں آپ کو بتا دوں کہ لیوٹن ڈلاز بلاشبہ اس وقت دنیا کے بہت ممالک کے لیے ایک بھیانک شخصیت بنا ہوا ہے لیکن یہ بھی ایک سچائی ہے کہ اس کے وسیع کاروبار میں شریک افراد بھی دنیا کے ان ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں جو لیوٹن ڈلاز کی مخالفت کرتے ہیں لیکن وہ وہاں اس کے مفادات کی نگرانی کرتے ہیں اور ان کے اثرات بہت زبردست ہیں۔ کیا ہی دلچسپ بات ہے کہ ان تمام معاملات سے ہٹ کر ہمارا مفاد ہی مختلف ہے۔“

”ہاں۔“ میں نے مختصراً کہا۔

”آپ کسی قدر متفکر نظر آتے ہیں؟“

”نہیں ڈیر ایسی کوئی بات نہیں ہے، ویسے تم نے اپنا انداز گفتگو بدل لیا؟“

”میرے دل میں آپ کے لیے ایک عقیدت، ایک محبت بیدار ہو چکی ہے مسٹر

”ہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے اپنے آپ کو ذہنی طور پر مطمئن رکھو۔“

”ایک بات میں آپ کو بتا دوں۔ میں نے آپ کا سارا بے شک حاصل کیا ہے لیکن کسی بھی لمحہ میں اپنے معاملات میں خود مختاری سے کام کرنے کے لیے آپ سے دور ہو سکتی ہوں ان لمحات میں آپ بالکل یہ نہ سوچئے گا کہ میں کسی مشکل میں پڑ گئی ہوں آپ اپنا جو کام سرانجام دے رہے ہیں وہ انجام دیتے رہیے گا اور مجھے میرے حال پر چھوڑ دیجئے گا۔“ میں نے پر خیال انداز میں گردن ہلا دی اس کی باتوں پر غور کرنے کی بجائے میں اس وقت واسکونیا کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ ساری باتیں اپنی جگہ، جیسا مجھے آتا تھا۔ لیون ڈلاز سے میرا سابقہ پڑنا تھا لیکن ان لوگوں نے جو کھیل شروع کیا ہوا ہے وہ میرے لیے کس قدر کارآمد اور کس قدر نقصان دہ ہو سکتا ہے؟ اس پر بھی غور کر لینا ضروری تھا کیونکہ لمحہ بہ لمحہ نئے حالات سامنے آرہے تھے۔ یہ تمام باتیں ذہن میں رکھ کر غور کرتے ہوئے کافی وقت گزر گیا اور میں نے اس دوران یہ فیصلہ کیا کہ جس حد تک مجھے ان لوگوں کی وجہ سے آسائیاں حاصل ہو رہی ہیں، مجھے یہ آسائیاں حاصل کرنی چاہئیں اور جب کوئی ایسا پوائنٹ آجائے جہاں ان سے علیحدگی ضروری ہو تو پھر میرے اوپر کوئی اخلاقی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی کیونکہ نہ تو میں روٹرین تھا نہ پروفیسر بیرے اور نہ ہی جم تیل۔ کیا ہی دلچسپ بات تھی چار نام مل چکے تھے۔ مجھے ڈینش کے بعد جم تیل۔ جم تیل سے پروفیسر بیرے اور اب روٹرین۔ نہ جانے کیا کیا اس سے پہلے بن چکا تھا۔ ٹھیک دو بجے وہ لوگ آگئے، غالباً تمام ہندوستان کے آئے تھے ہم لوگ بھی اس دوران بالکل تیار بیٹھے ہوئے تھے۔ چنانچہ ہم جب وہاں سے باہر نکلے تو سامنے ہی ایک پرانی کار کھڑی ہوئی تھی جسے دیکھ کر بظاہر یہ کہا جاسکتا تھا کہ اس کا سفر بڑا مشکوک ہو سکتا ہے لیکن کینٹ نے ہمارا سامان کار کی ڈگی میں رکھا اور ہالی نے جب اسے اشارت کر کے آگے بڑھایا تو ایک لمحہ کے اندر یہ اندازہ ہو گیا کہ اس کا انجن نہایت پر فیکٹ حالت میں ہے اور وہ ایک طویل سفر کر سکتی ہے لیکن جو سفر ان دونوں نے کیا وہ بہت زیادہ طویل نہیں تھا البتہ کیسو سے کافی دور سبزہ زاروں کے درمیان بل کھا کر آگے بڑھتی ہوئی اس سڑک کا اختتام ایک ایسے پہاڑی علاقے پر ہوا تھا جسے خالص پہاڑی علاقہ بھی نہیں کہا جاسکتا تھا بس چھوٹے چھوٹے

ٹیلے بکھرے ہوئے تھے اور زمین سنگلاخ اور چٹانی تھی یہیں ایک گول دائرے کی شکل میں ایک بڑا سا ہیلی پیڈ بنا ہوا تھا اور ہیلی پیڈ پر ایک چمکدار ہیلی کاپٹر نظر آرہا تھا۔ واحد ہیلی کاپٹر تھا اس کے قریب پائلٹ اپنی وردی میں ہیلی کاپٹر سے پشت لگائے سگریٹ پی رہا تھا۔ یہ لمبو ترے چہرے والا ایک خشک سی شکل کا آدمی تھا جس نے ہمیں قریب دیکھ کر سگریٹ انگلیوں میں دبا کر اچھال دی اور خود مستعد ہو گیا۔ ہالی نے کار دور فاصلے پر کھڑی کر دی تھی۔ ہم تینوں کو یہیں اتار دیا گیا تھا اور اس کے بعد ہیلی کاپٹر کا جائزہ لیتے ہوئے ہم ہالی کا انتظار کرنے لگے۔ کافی گنجائش والا ہیلی کاپٹر تھا۔ ایک سیٹ پر میں اور شیریا بیٹھ گئے۔ دوسری پر کینٹ اور ہالی۔ پائلٹ نے ہیلی کاپٹر کی مشین اشارت کر دی اور چند لمحات کے بعد وہ فصا میں بلند ہونے لگا۔

پہلے وہ کچھ بلندی تک سیدھا اور اوپر کی طرف اٹھتا چلا گیا پھر آگے بڑھنے لگا۔ فضا سے زمین کا منظر بہت دلکش لگ رہا تھا۔ دھوپ میں چمکتے ہوئے سبزہ زار اور کیسو کی بلندو بالا عمارتیں بڑا دلچسپ منظر پیش کر رہی تھیں میں خاموشی سے بیٹھا آنے والے وقت کا انتظار کر رہا تھا ہمیں کاپٹر کے پروں کی تیز پھڑپھڑاہٹ کا شور بھلا لگ رہا تھا لیکن بہر طور جو کچھ بھی تھا ہمیں اب اپنے اصل کام کی طرف آنا تھا۔ میں نہیں کہہ سکتا تھا کہ شیریا کے لیے میرے دل میں کیا تصورات تھے لیکن بہر طور میں اس کے لیے اپنے دل میں کچھ نرم گوشے پارہا تھا۔

کینٹ اور ہالی میری اس وقت کی سرزش کے بعد یا تو بددل ہو گئے تھے یا پھر محتاط کیونکہ اس دوران وہ مکمل طور پر خاموش رہے تھے۔ ہیلی کاپٹر کا یہ سفر جاری رہا۔ میں نے نیچے جھانک کر دیکھا۔ پہاڑی ٹیلوں پر متحد نگاہ جنگل پھیلے ہوئے تھے اور ہیلی کاپٹر ان جنگلوں سے بہت زیادہ بلندی پر نہیں پرواز کر رہا تھا۔ میں خاموشی سے ان جنگلوں کو دیکھتا رہا اور شاید کینٹ سے نہ رہا گیا۔ وہ اچانک ہی بولا۔

”آپ یہ جنگل دیکھ رہے ہیں مسٹر روٹرین۔“ میری اور شیریا کی نگاہیں اس کی جانب اٹھ گئیں۔ میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ ”ہاں کیوں کوئی خاص بات ہے؟“

”خاص ہی بات ہے یہ جنگل نہیں ہے بلکہ پوست کے کھیت ہیں اگر آپ محسوس کریں تو آپ کو ایک ہلکی ہلکی خوشبو ضرور محسوس ہوگی یہ پوست کی خوشبو ہے۔“ میں

حیرانی سے انھیں دیکھنے لگا۔ اس سے پہلے میں نے اس طرح کی کاشت کبھی نہیں دیکھی تھی لیکن پائلٹ کی وجہ سے میں نے اس پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ کینٹ یہ جیلے ادا کرنے کے بعد خاموش ہو گیا تھا اور پھر یہ سفر مکمل طور سے خاموشی ہی کے درمیان کٹا اور آخر کار ہماری منزل آگئی۔ میں نے اوپر ہی سے ان مناظر کو دیکھا تھا۔ واسکونیہ کوئی ایسی جگہ نہیں تھی جسے ویران یا کھنڈرات کا علاقہ کہا جاسکے۔ یہاں تو اچھی خاصی آبادیاں تھیں۔ وہ تمام چیزیں اوپر ہی سے نظر آرہی تھیں۔ جن کا تذکرہ نقشے کے بارے میں بتاتے ہوئے کینٹ اور ہالی نے کر دیا تھا۔ آخر کار ہیلی کاپٹر ایک جگہ اتر گیا۔ یہ جگہ درختوں کے درمیان گھری ہوئی تھی۔ نیچے سرسبز شاداب گھاس تھی اور دور سے وہ کھنڈرات نظر آرہے تھے۔ جن کے بارے میں یہ احساس ہوتا تھا کہ شاید ان عمارتوں کو کھنڈرات کی شکل دینے کے لیے کوئی مصنوعی طریقہ کار اختیار کیا گیا ہے کیونکہ یہ کھنڈرات زیادہ قدیم نہیں معلوم ہوتے تھے۔ عمارتیں بھی کچھ جدید ساخت ہی کی بنی معلوم ہوئی تھیں لیکن جمیکا کے اس علاقے کی تاریخ میرے علم میں نہیں تھی۔ اس لیے دعوے سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ طرز تعمیر قدیم ہے یا جدید لیکن بہر طور واسکونیہ کا یہ علاقہ اپنے طور پر ایک حیران کن نوعیت رکھتا تھا جسے شاید شیریا بھی محسوس کر رہی تھی۔ ہم ان کھنڈرات میں داخل ہو گئے۔ کیا ہی خوب صورت علاقہ تھا اور اگر یہ عمارتیں سالم ہوتیں تو شاید ان کی خوب صورتی اس قدر مکمل نہ ہوتی۔ یہاں ہماری ملاقات ہوپ سے ہوئی۔ ہوپ تقریباً پچپن سالہ تندرست آدمی تھا ڈانگری پہنے ہوئے اور مستعد۔ اس نے کہا کہ وہ ہمارا ملازم ہے۔ بہت باتوں آدمی تھا۔ ہمیں ہماری رہائش گاہ تک لے جاتے ہوئے اس نے لاتعداد باتیں کر ڈالی تھیں۔ اس نے کہا۔

”اور میرے پاس درجنوں ایسی سندیں ہیں جو بڑے سرکاری لوگ مجھے دے گئے ہیں اور ان سندوں میں درج ہے کہ کھانا پکانے میں میرا کوئی ٹائی نہیں۔ دنیا کے مختلف ممالک کے کھانے پکا سکتا ہوں اور بہت سی ڈشز کا اسپیشلسٹ ہوں۔ اس کے علاوہ ان کا کہنا ہے کہ مسٹر ہوپ ایک بہترین تعاون کرنے والے آدمی ہیں اور ان سے کبھی کسی کو شکایت نہیں ہو سکتی لارڈ آپ کی آمد کے لیے میں نے جو کمرہ صاف کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے اور یہ تو بہت ہی خوشگوار بات ہے کہ آپ کے ساتھ مسی بھی ہیں۔ مسی

میرے پکائے ہوئے کھانوں کو بہت پسند کریں گی اور آپ دونوں حضرات ذرا اس طرف آئیے۔ جب ایک جوڑا کہیں قیام کرتا ہے تو باقی لوگوں کو اس سے اتنے فاصلے پر رہنا چاہیے کہ وہ آزادی سے وقت گزار سکے لیکن افسوس یہاں آپ کا واسطہ ایک ایسے شخص سے پڑے گا جو بہر طور ایک اچھا آدمی نہیں ہے اور میں واحد شخصیت ہوں جو اس سے نہیں ڈرتا۔ میرا کیا ہے میرے کرم فرماؤں کے دیے ہوئے تحائف میرے پاس اس قدر موجود ہیں کہ باقی زندگی کوئی ملازمت نہ کروں تب بھی مجھے ملازمت کی ضرورت نہیں لیکن سوچتا ہوں کہ حکومت جمیکا کا اس میں کیا قصور ہے۔ بہتر ہے کہ اپنی ملازمت پوری ہی کرلو۔“ اس کی باتوں پر ہم سب کو ہنسی آگئی تھی۔ کینٹ اور ہالی غالباً میرے اس وقت کے رویے سے خاصے بددل ہو گئے تھے۔ کیونکہ مجھ سے فاصلے پر منتخب کی ہوئی جگہ پر قیام کرنے میں انھیں کوئی عار نہیں ہوئی تھی۔ جبکہ میرے اور شیریا کے لیے جو جگہ منتخب کی گئی تھی وہ ایک مضبوط لیکن بے رنگ و روغن کمرہ تھا۔ شیریا نے اسے دیکھ کر کہا۔

”ہم انھیں کھنڈرات تو نہیں کہہ سکتے۔ یہ تو اچھی خاصی عمارتیں ہیں جنہیں غالباً خود اپنے ہاتھوں سے توڑ پھوڑ کر کھنڈرات کی صورت دی گئی ہے۔“ میں نے شیریا کی بات پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ بہر حال یہاں ہم نے اپنے مقصد کے لیے قیام کیا تھا جبکہ اصل مقصد نہ جانے کیا تھا جس کا علم ہم دونوں کے سوا اور کسی کو نہیں تھا۔ ہاں شام کو پانچ بجے کے قریب ہم نے اپنی رہائش گاہ میں ہی کسی گاڑی کے انجن کی آواز سنی کوئی مشغلہ تو تھا نہیں اس وقت میں اور شیریا دونوں ہی باہر نکل آئے۔ تب ہم نے ایک شاندار جیپ سے چمڑے کی جیکٹ میں ملبوس فرنچ کٹ داڑھی والے چست و چالاک شخص کو دیکھا جو آنکھوں پر بہت ہی خوب صورت فریم کی عینک لگائے ہوئے تھا اور اپنی جسامت سے بہت شاندار شخصیت کا مالک نظر آ رہا تھا۔ گو عمر اس کی بھی پچاس سال کے قریب ہی ہوگی لیکن بہترین صحت کا مالک تھا اس نے گھن گرج قمقمے کے ساتھ ہاتھ آگے کر کے بڑھتے ہوئے کہا۔

”اکثر سرکاری آدمی یہاں آتے رہتے ہیں اور سرکاری مفادات کے نگران ہنٹر لائن کو ان کے بارے میں تفصیلات مل جاتی ہیں۔ میں آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں مسٹر

روٹر مین، سنا ہے آپ کے ساتھ تین افراد اور بھی ہیں لیکن یہ خاتون بہر حال بہت خوب صورت ہیں۔“ مجھ سے ہاتھ ملانے کے بعد اس نے شیریا سے ہاتھ ملایا۔ شیریا نے بہر حال اخلاق کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا تھا لیکن وہی سنجیدگی اس کے چہرے پر چھائی ہوئی تھی اور میں نے محسوس کیا تھا کہ وہ ہنٹر لائن کو گہری نگاہ سے دیکھ رہی ہے۔ ہنٹر لائن نے بھی اپنے چوڑے اور مضبوط ہاتھ کو دیر تک اس کے ہاتھ میں پھنسائے رکھا تھا پھر شیریا نے ہی ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے دور کر لیا اور ہنٹر لائن نے ایک قہقہہ لگا کر کہا۔

”بیٹھنے کے لیے وہ جگہ ہے اور یہیں اکثر میں سرکاری آدمیوں سے ملاقات کرتا ہوں۔ بقیہ دو آدمی؟“

”سربراہ تو تم ہونا مسٹر روٹر مین؟“

”جی۔“ وہ پھر ہنسا اور اس کے بعد اپنی اشارہ کی ہوئی جگہ پر جا بیٹھا۔ واقعی یہاں ایسے پتھر پڑے ہوئے تھے جنہیں بینچوں کے طور پر استعمال کیا جاسکتا تھا اور اطراف کے مناظر بھی بہت خوب صورت تھے۔ ہنٹر لائن نے خود ہی اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

”یہاں میں سرکاری مفادات کا نگراں ہوں۔ حالانکہ حکومت جمیکا خود بھی اچھی طرح جانتی ہے کہ اس علاقے میں اس کے مفادات بے مقصد اور بے سود ہیں اور یہاں وہ اپنی اجارہ داری کسی طور قائم نہیں کر سکتی۔ سب کچھ بیکار ہے اور نہ جانے کیوں کچھ قدامت پرست اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ ان کھنڈرات میں کوئی ایسی عظیم الشان شے موجود ہے جسے پاکر حکومت جمیکا کی معیشت بہت اونچی اٹھ سکتی ہے اگر ایسا ہوتا تو دولت کا خواہش مند کون نہیں ہوتا ہے بڑی آسانی سے یہاں قبضہ جمایا جاسکتا تھا۔ اس کے باوجود مسٹر روٹر مین اگر آپ واقعی یہاں سے کوئی خزانہ برآمد کر لیں گے تو میں سمجھتا ہوں یہ دنیا کا عظیم ترین کارنامہ ہو گا۔“

میں خاموشی سے ہنٹر لائن کی باتیں سن رہا تھا۔ شیریا بھی خاموش تھی۔ ہنٹر لائن کہنے لگا۔

”اصل میں تمام صورت حال سے آگاہ کر دینا میرے لیے ضروری ہے آپ لوگ بے شک یہاں پر لطف وقت گزاریں اور اگر یہاں طویل قیام کا ارادہ ہو تو مجھے بتا دیجئے گا لیکن یہاں کی صورت حال کو سمجھنے کے بعد میں آپ کا مناسب انتظام کروں گا۔ عموماً

ہوتا یہی ہے کہ یہاں مختلف لوگ امور کے لیے آتے ہیں اور اس کے بعد یہاں سے واپس نہیں جاتے بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ اگر حکومت جمیکا کسی کو مالی مفادات سے نوازا جاتا ہے تو اسے یہاں بھیج دیتی ہے اور آپ بھی انہی خوش قسمتوں میں شامل ہیں مسٹر روٹر مین، خیر چھوڑیے مسی آپ کا ان سے کیا تعلق ہے؟“

”یہ میری سکریٹری ہیں۔“ شیریا کے بجائے میں نے جواب دیا۔

”کیا ہی اچھی بات ہے۔ سکریٹری ہمیشہ اتنی ہی حسین ہونی چاہیے لیکن بہر حال اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔ مجھے اس کی باتوں سے علم ہوا تھا کہ یہاں یہ شخص حکومت جمیکا کے مختلف مفادات کا نگراں ہے۔ آخر کار اس نے کہا۔

”اور اس کے بعد سب سے پہلا عمل تو یہ ہو گا کہ میں آپ کو اپنی رہائش گاہ پر ایک شاندار ڈنر دوں اور اس کے بعد وہیں آپ سے آپ کی ضروریات کے بارے میں معلومات حاصل کروں۔ ویسے ان کھنڈرات کا آپ بغور جائزہ لے لیجئے مسئلہ بہت آگے بڑھ جائے گا لیکن آہستہ آہستہ سب کچھ آہستہ آہستہ تو اب اجازت چاہتا ہوں۔ کل کا ڈنر میرے ساتھ۔ ادا کے خدا حافظ۔“ اس نے کہا اور واپسی کے لیے مڑ گیا عجیب سا انسان تھا لیکن بڑی حیرت ناک شخصیت کا مالک۔ اس کے جانے کے بعد شیریا نے اس پر کوئی تبصرہ نہیں کیا ہاں کچھ لمحات کے بعد ہی کینٹ اور ہالی آگئے تھے۔ ہالی نے کہا۔

”یہ ہنٹر لائن تھا۔ ہم جان بوجھ کر آپ کے پاس نہیں آئے مسٹر روٹر مین۔ حالانکہ یہ شخص جانتا ہے کہ آپ کا اصل نام پروفیسر پیرے ہے۔ اصل میں اس کی معاونت کے بغیر یہاں کوئی کام مشکل ہی تھا اس لیے مسٹر بی لاک نے اسے اپنے راز میں شامل کر لیا ہے۔“ میں نے اندر ہی اندر جھلاہٹ محسوس کی۔ میں غالباً یہ کہنا چاہتا تھا کہ گدھو! تم لوگوں نے جو کچھ کیا ہے وہ کم از کم میری سمجھ میں تو نہیں آ رہا لیکن مجھے کیا میرا اصل کام تو کچھ اور ہی ہے اور یقیناً شیریا کا بھی۔

بہر حال وہ لوگ کچھ دیر یہاں کے حالات بتاتے رہے اور پھر خود ہی اٹھ گئے۔ کینٹ اور ہالی میری شخصیت سے بہت مایوس ہوئے تھے۔ رات کے کھانے میں ہوپ نے خاصی ندرت اختیار کی تھی لیکن میرے لیے تو احتیاط لازم تھی۔ چنانچہ بہت سی چیزوں سے جنہیں میں نہیں جانتا تھا میں نے احتراز کیا۔ حالانکہ شیریا نے واقعی ان کی تعریفیں کی تھیں

اور اس کے بعد میں اور شیریا آرام کرنے اس کمرے میں لیٹ گئے جس میں ہمارے لیے بندوبست کیا گیا تھا اس وقت شیریا نے کہا۔

”بڑا پراسرار لیکن انتہائی خوب صورت ماحول ہے اور یہاں فضاؤں میں جو بورچی ہوئی ہے کیا آپ اس میں کچھ تبدیلی نہیں محسوس کر رہے ہیں۔ ایک ایسی سرور انگیز جو خواہ مخواہ ذہنوں کو سلانے لگتی ہے۔“

”اس سے بچنا ہے شیریا۔ یہ پوست کی خوشبو ہے۔“

”خیر آپ اتنا بھی نہیں کہ ہم اس کا شکار ہو جائیں۔“ اس کے بعد شیریا نے اس موضوع پر کوئی گفتگو نہیں کی تھی اور پر اطمینان انداز میں کروٹ بدل کر لیٹ گئی تھی لیکن میرے لیے سوچوں کے دائرے وسیع تھے۔ میں اپنے ان مخصوص ساتھیوں کے استعمال کے بارے میں سوچ رہا تھا جو اس وقت میری زندگی کے سب سے قریبی لیکن بے جان دوست تھے۔ البتہ شیریا کی موجودگی میں ابھی جلد بازی مناسب نہیں تھی اور اس کام کو آہستہ آہستہ ہی کرنا تھا۔

پراسرار کھنڈرات میں پہلی رات گزر گئی۔ ہوپ نے صبح کا ناشتا پیش کیا تھا اور ناشتے کے وقت کینٹ اور ہالی بھی آگئے تھے۔

”صبح بخیر مسٹر روٹر مین، صبح بخیر مسی۔“ انھوں نے مجھے اور شیریا کو مخاطب کر کے کہا۔

”صبح بخیر کینٹ اور ہالی، کو کیا حال ہے؟“

”بالکل ٹھیک، آپ نے اس خوب صورت ماحول کو یقیناً ابھی گہری نگاہ سے نہیں دیکھا ہوگا لیکن آپ یہاں کی سیر کریں گے تو آپ کو بہت لطف آئے گا۔“ ہالی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ناشتے میں وہ لوگ ہمارے ساتھ شریک رہے تھے ناشتے کے بعد میں نے کہا۔ ”کیسی عجیب بات ہے مسٹر کینٹ کہ مجھے اپنا آئندہ کارپورگرام نہیں معلوم۔“

”نہیں سر ہم ہیں نا۔ ہم آپ کو ہر وہ معلومات مہیا کریں گے جو آپ کو درکار ہوگی۔ اصل میں ابھی کچھ وقت انتظار کے لیے ہے۔ مسٹر بی لاک آپ کو ضروری معاملات سے آگاہ کرنے کے لیے خود یہاں پہنچیں گے اور اسی جگہ ملاقات کریں گے۔“

”کب؟“

”حتی وقت کا تعین نہیں کیا جاسکتا لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ خود بھی اس کام کی تکمیل کے لیے بہت زیادہ مستعد ہیں اور وہ اسے فوری طور پر سرانجام دیں گے۔“

”تو اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟“

”آرام۔“

”لیکن میں آرام کرنا نہیں چاہتا۔“

”آرام سے میری مراد یہ ہے کہ ابھی آپ آزادانہ طور پر یہاں ایک مخصوص ایریا میں سیروسیاحت کر سکتے ہیں۔ ویسے سر یہاں کی فضاؤں میں رہنے والے ان مست کن خوشبوؤں کے رسیا ہیں جو ہوا کے ساتھ پوست کے پودوں سے منتشر ہوتی ہیں۔ یوں سمجھ لیجئے سر کہ یہاں کے رہنے والے دنیا کے کسی اور خطے میں رہ ہی نہیں سکتے۔“

”گویا وہ بھی نشے کے عادی ہو گئے ہیں؟“

”سریہ جگہ ہی ایسی ہے۔“

”تم لوگ کیا محسوس کر رہے ہو؟“

”ایک سرور انگیز کیفیت ہر وقت دل و دماغ پر چھائی رہتی ہے۔“

”تم پہلے بھی یہاں آچکے ہو؟“

”جی سریہ جگہ ہمارے لیے اجنبی نہیں ہے۔“

”تو پھر یہاں سے واپس جانے کے بعد تمہیں کیا محسوس ہوا؟“

دونوں نے ایک دوسرے کی شکل دیکھی اور اس کے بعد ہنسنے لگے پھر بولے۔

”ہماری ڈیوٹی ذرا مختلف ہے اور ہمیں زندگی کے جذباتی لحاظ سے دور ہی رہنا ہوتا ہے۔“ کینٹ اور ہالی بہت دیر تک مجھ سے باتیں کرتے رہے اور اس کے بعد انھوں نے اجازت طلب کر لی۔ گویا ان کا میرے ساتھ رہنا ضروری نہیں تھا۔ شیریا نے البتہ مسکراتے ہوئے کہا۔

”ویسے اس میں کوئی شک نہیں ہے مسٹر روٹر مین کہ یہاں کی فضا میں ایک عجیب سی کیفیت ہے پلکیں جھکی جھکی رہتی ہیں لیکن دماغ ایک سرور انگیز احساس کا شکار رہتا ہے۔“

”لعنت ہے اس جگہ پر۔“ میں نے کہا اور شیریا ہنسنے لگی پھر بولی۔

بارے میں میرے پاس جو معلومات تھیں وہ یہی تھیں کہ وہ ڈان سینٹر کا ایک مضبوط ترین نمائندہ تھا جس کے پاس اپنی پاور بھی تھی پتا نہیں میری رخسار اس کے پاس ہے یا نہیں۔ یہ مسئلہ تو بہت ہی چھوٹا سا معلوم ہوتا تھا اس تمام صورتحال کو دیکھنے کے بعد بھلا اس جیسے مطلق العنان کے لیے ایک چھوٹا سا مسئلہ کیا معنی رکھتا تھا۔ وہ تو اس کی میز کے دراز میں پڑا ہوا معمولی سا فائل ہوگا جس کا میری زندگی سے گہرا تعلق تھا اور اتنے بڑے اثر و رسوخ سے لڑنا میرے لیے درحقیقت ایک سنسنی خیز تجربہ تھا۔

بہر حال وقت گزر رہا تھا۔ بہت دیر تک گھومنے پھرنے کے بعد دوپہر کو واپس آیا تو ہوپ نے کھانا تیار کر رکھا تھا۔ یہاں سب سے زیادہ مشکل پیش آتی تھی مجھے کیوں کہ یہ نہیں پتا چلتا تھا کہ کون سی چیز کون سی شے سے تیار کی گئی ہے پھر بھی میں محتاط رہتا تھا شام کو چار بجے کے قریب ایک خوب صورت جیپ جو وہ نہیں تھی جس میں ہنٹر لائن آیا تھا بلکہ ایک دوسری جیپ تھی ہمارے پاس پہنچ گئی۔ ایک آدمی اسے ڈرائیو کر رہا تھا اس نے مودب انداز میں کہا۔

”مسٹر ہنٹر لائن نے آپ کو اپنے پاس طلب کیا ہے سر۔ انہوں نے کہا ہے کہ ڈنر کے لیے ابھی سے آپ کا تیار ہو کر ان کے پاس پہنچ جانا ضروری ہے۔“

”لیکن ہم تو ابھی تیار نہیں ہیں؟“

”مجھے حکم دیا گیا ہے آپ کو ہدایت دینے کے بعد میں جیپ کے ساتھ باہر موجود رہوں اور جب آپ تیار ہو جائیں تو آپ کو ساتھ لے کر آجاؤں۔“

”ٹھیک ہے ہم تھوڑا سا وقت لگائیں گے۔“ میں نے کہا اور وہ شخص باہر نکل گیا۔ بہر حال شیریا بھی ساتھ جانے کے لیے تیار تھی۔ ہم لوگوں نے لباس تبدیل کیے اور پھر یہی سوچا گیا کہ ہنٹر لائن سے ملاقات کر ہی لی جائے ویسے بھی اب اس کی شخصیت میری نگاہوں میں واضح ہو چکی تھی۔ بہر حال کچھ دیر کے بعد ہم لوگ ہنٹر لائن کے بھیجے ہوئے شخص کے ساتھ جیپ میں بیٹھ کر چل پڑے۔ جیپ وہاں سے آگے بڑھی اور ایک مخصوص علاقے کی جانب چل پڑی۔ مختصر سا میدان عبور کرنے کے بعد وہ ایک ایسے راستے پر پہنچ گئی جس کے ایک طرف بلند سطح تھی اور دوسری طرف نشیب میں دور تک وادیاں پھیلی ہوئی تھیں۔ سڑک کے دونوں سمت تاحد نگاہ پوست کے کھیت تھے، فصل اگرچہ کاٹی جا چکی تھی

”آپ اصل میں کچھ خصوصی ذہنیت کے مالک ہیں۔“

”تم یہاں بہتر محسوس کر رہی ہو؟“

”ہاں اچھا لگ رہا ہے۔ نہ جانے کیوں یہاں آنے کے بعد میرے دل میں ایک عجیب سی کیفیت پیدا ہو گئی ہے۔“

”کیا؟“ میں نے سوال کیا اور وہ پر خیال انداز میں خاموش ہو گئی پھر اچانک ہی اس کی مسکراہٹ سمٹ گئی۔ یقیناً اسے کچھ یاد آگیا تھا اور وہ کچھ یاد کر کے اس طرح چونک سی پڑی تھی جیسے اپنے فرض کو بھول گئی ہو اور اب وہ فرض اسے یاد آگیا ہو اس کے بعد شیریا نے دوسری کوئی گفتگو نہیں کی البتہ میں تیار ہو کر ٹہلنے کے لیے کھنڈرات سے باہر نکل آیا۔ میں نے شیریا سے کہا کہ وہ بھی میرے ساتھ چلنا پسند کرے گی تو اس نے مضحل انداز میں کہا۔ ”نہیں مسٹر روڈرین میں آرام کرنا چاہتی ہوں۔“

”اوکے۔“ میں نے شامے ہلائے اور وہاں سے باہر نکل آیا۔ اس کے بعد میں نے اس عجیب و غریب علاقے کو دیکھا۔ لکڑی کے خوب صورت مکانات بنے ہوئے تھے اور ان کے درمیان لوگوں کی آمد و رفت جاری تھی میری جانب کسی نے توجہ نہیں دی تھی۔ البتہ جب میں ایک مخصوص علاقے تک پہنچا تو وہاں مجھے کچھ لوگ نظر آئے جو گھٹنوں سے اوپر تک کے نیکر پہنچے تھے سر پر مخصوص ساخت کے ہیٹ لگائے ہوئے تھے اور ان کے پاس ہلکا اسلحہ تھا ان میں سے ایک نے مودب لہجے میں کہا۔

”اگر آپ مہمان ہیں سر تو آپ کو یہ بتا دینا ضروری ہے کہ اس سے آگے لیوٹن ویل شروع ہوتا ہے اور اس علاقے میں داخلہ ممنوع ہے۔“

میں اس سے معذرت کر کے پیچھے ہٹ آیا لیکن کچھ فاصلے پر ایک بلند جگہ پہنچنے کے بعد میں نے لیوٹن ویل کا جائزہ لیا۔ گہرائیوں میں کچھ عمارتیں تھیں، اطراف میں پوست کے کھیت تھے، درمیان میں پگڈنڈیاں بنی ہوئی تھیں جن پر کبھی کبھی اکا دکا گاڑیاں چلتی ہوئی نظر آ جاتی تھیں۔ چاروں طرف ایک عجیب و غریب ماحول تھا۔ پہاڑیاں بکھری ہوئی تھیں اور ان پہاڑیوں میں جگہ جگہ عمارتیں نظر آرہی تھیں۔ بہت ہی عجیب و غریب جگہ تھی یہ۔ پتا نہیں بحیرہ کریمین کی اس مملکت میں جمیکا کا یہ حصہ نہ جانے کس طرح لیوٹن لاز کے قبضے میں آگیا تھا۔ بہر طور یہ ایک بین الاقوامی مسئلہ تھا۔ ویسے بھی لیوٹن ڈلاز کے

لیکن کئے ہوئے پودوں سے دوبارہ کوئلیں پھوٹ رہی تھیں، سڑک پہاڑی کے دامن میں گھومتی ہوئی نشیب کی جانب جارہی تھی کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد ایک آؤٹ پوسٹ نظر آئی جیپ وہاں سے آگے بڑھ گئی۔ جس عمارت میں ہنٹر لائن رہتا تھا وہ وادی کے اختتام پر ایک پہاڑی پر واقع تھی جہاں سے سڑک، پوری وادی اور دوسری سمت بننے والے دریا کو دیکھا جاسکتا تھا۔ یہ پتھر کی عمارت تھی جب کہ اس کے ارد گرد کچھ اور عمارتیں بھی نظر آرہی تھیں جو لکڑی کے تختوں سے بنائی گئی تھیں اس کے چاروں طرف اونچی دیوار اور خاردار تاروں کا جنگلا لگا ہوا تھا۔ دیوار کے چاروں کونوں میں داچ ٹاور بنے ہوئے تھے۔ جہاں مشین گنیں لگی ہوئی تھیں اور محافظ کھڑے ہوئے تھے۔ بڑا معقول انتظام کیا گیا تھا۔ جیپ اسی عمارت میں داخل ہو گئی اور تھوڑی دیر کے بعد اس عمارت کے خوب صورت صدر دروازے پر پہنچ گئی جہاں ہنٹر لائن ایک خوب صورت لباس میں کھڑا مسکراتی نگاہوں سے ہمیں دیکھ رہا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر کہا۔

”آپ کو اپنے اس غریب خانے میں خوش آمدید کہتا ہوں۔ تشریف لائیے۔“ میں اور شیریا اتر کر نیچے پہنچ گئے۔

عمارت اندر سے بھی بہت خوب صورت تھی اور یہ بات سمجھ میں نہیں آتی تھی کہ ہنٹر لائن کا اصل کام کیا ہے ویسے اس نے ڈھکے چھپے الفاظ میں اپنے بارے میں تھوڑی بہت تفصیلات تو پہلے ہی بتادی تھیں سمجھنے والے کے لیے اشارہ ہی کافی تھا۔ وہ ہمیں لیے ہوئے ایک خوب صورت کھلی جگہ پر پہنچ گیا۔ یہاں حسین ترین فرنیچر لگا ہوا تھا چاروں طرف پھولوں کے تختے تھے اور ایک خوش نما ماحول پیدا کیا گیا تھا اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

”ایک اوپن ایرڈرائنگ روم میں بیٹھنے کا اتفاق شاید آپ کو پہلی بار ہی ہوا ہو؟“

”آپ بہت نفیس طبیعت کے مالک معلوم ہوتے ہیں مسٹر ہنٹر لائن۔“ میں نے کہا

اور ہنٹر لائن ہنسنے لگا لیکن وہ کم بخت گفتگو تو مجھ سے کر رہا تھا لیکن اس کی سفاک نگاہیں مسلسل شیریا کا جائزہ لے رہی تھیں وہ ہمارے سامنے ہی کرنی پر بیٹھ گیا۔ سینٹر میں رکھی ہوئی گول میز پر شراب کے برتن بچے ہوئے تھے پھلوں اور شراب کے ساتھ استعمال کرنے والی نمکیات کے انبار لگے ہوئے تھے کراکری اتنی خوب صورت تھی کہ نگاہ ہنسنے کا نام نہیں لیتی تھی۔ بہر حال عیش و عشرت کا یہ ماحول اس نے بڑی خوب صورتی سے تیار کیا

ہوگا پھر ایک باوردی ملازم اندر آیا اور اس نے گلاس سیدھے کر دیے۔ میں نے مسکراتے ہوئے اپنا گلاس اونڈھا کر دیا تھا۔

”ارے کیوں؟“

”بہ قسمتی مسٹر ہنٹر لائن۔“

”کیا مطلب؟“

”میرے گردے ناکارہ ہو چکے ہیں۔“

”اوہ..... یعنی..... یعنی۔“

”جی ہاں۔ ڈاکٹروں کا خیال ہے کہ میرا لیور چھلنی ہو چکا ہے اور میں نے اگر دوبارہ

الکل استعمال کر لی تو وہ دن شاید میری زندگی کا آخری دن ہوگا۔“

”ویری سینڈ۔ حالانکہ اس کے بغیر زندگی مکمل نہیں ہوگی۔“

”ایک زمانہ ایسا بھی تھا۔ جب میں اپنے ساتھیوں میں سب سے طاقتور آدمی سمجھا

جاتا تھا شراب کے سلسلے میں۔“

”تو پھر میڈم آپ تو لیجئے۔“ اس نے شیریا سے کہا۔

”سر میرا پاس نہیں پیتا اس لیے میں بھی اس سے محروم ہوں۔“ ہنٹر لائن کے ہونٹ ایک لمحے کے لیے سکڑ گئے پھر اس نے کہا۔ ”خیر اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ مجھے اجازت؟“

”ضرور سر ضرور۔“

ہنٹر لائن بڑا پھوہڑ قسم کا آدمی تھا بہت دیر تک وہ ہم سے مختلف باتیں کرتا رہا پھر

اس نے اپنی اس رہائش گاہ کو ہمیں چاروں طرف سے دکھایا اور ہنستا ہوا بولا۔

”در حقیقت اس سرسبز ماحول میں زندگی گزارنے کا مطلب ہے کہ آپ نے زندگی

کے مزید پندرہ سال حاصل کر لیے۔ آپ کا کیا خیال ہے میڈم۔“ اس نے شیریا سے کہا۔

”جی سر آپ بالکل درست کہتے ہیں۔“ شیریا نے کہا۔

”خواتین کے لیے میرے پاس ایک خاص جگہ ہے۔ جو میں انھیں دکھا سکتا ہوں

لیکن افسوس مردوں سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ دل تو چاہتا ہے کہ آپ کو وہ جگہ

دکھاؤں اگر مسٹر روڈرمن کی اجازت ہو تو؟“

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ شیریا کسی قدر گھبرائی ہوئی سی تھی لیکن ہنٹر لائن کے کہنے پر وہ اپنی جگہ سے اٹھ گئی اور اس کے پیچھے پیچھے چل پڑی مجھے یہ بھی سب کچھ بہت عجیب محسوس ہوا تھا۔ شیریا اور ہنٹر لائن کافی دور نکل گئے اور میرے ذہن میں خطرے کا سنگل ہونے لگا۔ اس وقت اگر میں چاہتا تو اپنی مائیکرو پلیٹ کو ان کے پیچھے روانہ کر سکتا تھا لیکن اطراف میں کچھ اور بھی لوگ نظر آرہے تھے جو مختلف کاموں میں مصروف تھے۔ وہ بارودی ویٹر بھی وہیں موجود تھا جس نے ہمیں شراب سرو کرنے کی کوشش کی تھی چنانچہ میں یہ عمل نہیں کر سکا۔ البتہ میں یہ سوچ رہا تھا کہ کہیں شیریا کسی مصیبت میں نہ پھنس جائے بہر حال میں نے اسے اپنی ذمہ داری تو بنا ہی لیا تھا لیکن اگر ایسا ہو بھی گیا تو پھر بعد میں دیکھوں گا کہ کیا کیا جاسکتا ہے۔

شیریا البتہ جب آدھے گھنٹے کے بعد واپس آئی تو اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ میرے قریب پہنچ کر وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی اور میں نے اسے حیرت سے دیکھا۔ اس کی یہ ہنسی میرے لیے بالکل اجنبی تھی زیادہ سے زیادہ اس نے آج تک مسکرانے پر اکتفا کیا تھا لیکن اس وقت وہ ہنس رہی تھی اور اس کے ساتھ ہی ہنٹر لائن بھی۔

”میڈم کا خیال ہے کہ اس جگہ موت کی آرزو کی جاسکتی ہے۔ درحقیقت میں نے ایسے ایسے عجائبات تیار کر رکھے ہیں کہ باہر کے لوگ شاید یقین نہ کریں اور اب آپ کو یقیناً اس بات کا تجسس ہو گا کہ آخر ایسی کون سی جگہ میں نے میڈم کو دکھادی جس سے وہ اتنی خوش ہیں۔“

”مسٹر روٹر مین، درحقیقت ہنٹر لائن ایک دلچسپ آدمی ہیں۔ میں تو ان کے پاس آکر بہت خوش ہوئی ہوں آئی ایم سوری۔“

”نہیں کوئی بات نہیں ہے۔ اچھے لوگ اچھے ہی ہوتے ہیں۔“

”تو پھر مسٹر روٹر مین آپ اپنے کام کا آغاز کب سے کر رہے ہیں؟“

”یہ تو آپ لوگوں پر منحصر ہے جو یہاں ذمے دار شخصیت ہیں۔“ ہنٹر لائن سارا

وقت انہی باتوں میں گزر گیا اور اس کے بعد ایک اعلیٰ قسم کا ڈنر ہمیں دیا گیا۔ ہنٹر لائن نے بڑے زبردست انتظامات کیے تھے لیکن میرے لیے وہی مشکل تھی۔ بہر حال پھلوں پر

گزارا کیا اور ہنٹر لائن کو یہی بتایا کہ جو مشکل مجھے درپیش ہے اس نے مجھے خوراک کے معاملے میں بھی محتاط کر رکھا ہے، کیا کیا جائے مجبوری ہے۔ کافی دیر کے بعد میں نے اس سے اجازت مانگی تو شیریا نے مجھ سے مودبانہ لہجے میں کہا۔

”مسٹر ہنٹر لائن کی خواہش ہے کہ میں کچھ وقت ان کے ساتھ گزاروں لیکن انہوں نے کہا ہے کہ اس کے لیے اپنے اختیارات کی بجائے وہ مجھ پر انحصار کریں گے اور میں آپ سے درخواست کروں گی کہ آپ مجھے کچھ وقت کے لیے ان کے پاس چھوڑ دیں۔“

یہ لمحہ بھی میرے لیے سنسنی کا لمحہ تھا۔ شیریا تو یوں معلوم ہوتا تھا جیسے پٹانا ناز کر دی گئی ہو اور ایسا کوئی عمل ہو بھی سکتا تھا کیونکہ ہنٹر لائن اسے مجھ سے دور لے گیا تھا۔ بظاہر ایسا نہیں لگ رہا تھا اور شیریا بالکل چاق و چوبند تھی لیکن وہ جس ٹائپ کی لڑکی تھی اس کے بعد اس سے اس قسم کی کسی بات کی توقع نہیں رکھی جاسکتی تھی۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ اسے ہنٹر لائن میں ایسی کوئی خوبی نظر آئی ہو جس کی بناء پر اس نے اس کے ساتھ رکنا پسند کیا ہو ویسے بھی وہ بااختیار تھی اور کسی بھی لمحہ مجھ سے جدا ہو سکتی تھی بس مجبوری ہی تھی جس کی بنا پر میں نے اس کی ذمہ داری قبول کر لی تھی ورنہ وہ اپنے کام کے لیے آزاد تھی۔ چنانچہ میں نے آہستہ سے کہا۔ ”اگر آپ پسند کرتی ہیں اور مسٹر ہنٹر لائن کی یہ فرمائش ہے تو بھلا میں اسے کیسے رد کر سکتا ہوں۔“

”او تھینک یو مائی ڈیر۔ تعاون کرنے والے ہمیشہ فائدے میں رہتے ہیں اور میں آپ کو ایک معزز مہمان کا درجہ دینے پر مجبور ہو گیا ہوں۔ میڈم نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ میرے ساتھ اپنی پسند کے مطابق وقت گزار کر واپس پہنچ جائیں گی آپ مطمئن رہیں ان کی جانب سے۔ اب ان کی حفاظت کی تمام تر ذمہ داری مجھ پر عائد ہوتی ہے۔“

”ٹھیک ہے۔“ بعد میں مجھے جیب کے ذریعے واپس ان کھنڈرات میں پہنچا دیا گیا لیکن شیریا کے اس عمل نے میرے ذہن کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا۔ کوئی ایک بات جو سمجھ میں آرہی ہو۔ شیریا کا وہاں رک جانا بڑا تعجب خیز تھا جبکہ ہنٹر لائن اپنی ایک ایک ادا سے ایک انتہائی بے ہودہ شخصیت کا مالک معلوم ہوتا تھا۔

بہر حال میرا اس سے ایسا تو کوئی رشتہ نہیں تھا جس کی بناء پر میں اس کے کسی عمل سے انحراف کر سکتا اگر وہ کسی اور چال میں پھنسی ہے تو وہ جانے اور اس کا کام جانے۔

بلاوجہ اس قسم کی ذمے داریاں سرپر لا لینا کوئی عقل کی بات نہیں ہوتی۔ میں اپنے آپ کو اس سے بے نیاز کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ رات کے کوئی ساڑھے بارہ بجے کا وقت تھا جب اچانک میری آرام گاہ کا دروازہ کھلا اور کوئی شخص بے تکان اندر داخل ہو گیا۔ میں نے چونک کر اسے دیکھا، نیند کا آنکھوں میں شائبہ بھی نہیں تھا اس لیے اسے پہچاننے میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی۔ یہ بی لاک تھا، بی لاک کو دیکھ کر میں اچھل پڑا اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔

”آئی ایم سوری مسٹر پیرے کبھی کبھی انسان کو کچھ ایسی مشکلات سے بھی گزرنا پڑتا ہے جس کی تفصیل اس کے علم میں نہیں ہوتی لیکن وہ جان بوجھ کر اس مشکل کا شکار ہو جاتا ہے۔ مجھے اندازہ ہے کہ ان دنوں آپ اپنے مزاج کے خلاف بڑے مشکل حالات سے گزر رہے ہیں کیا میں اس وقت آپ کا تھوڑا سا وقت لے سکتا ہوں حالانکہ یہ آرام کا وقت ہے لیکن جب کوئی ایسا ہی اہم کام ہمارے شانوں پر لا دیا جاتا ہے تو ہمیں اپنا آرام ترک کرنا ہی پڑتا ہے۔“

”تشریف رکھیے مسٹر بی لاک آپ کی یہاں آمد میرے لیے انتہائی حیرت ناک ہی حالانکہ کینٹ اور ہالی نے مجھے بتایا تھا کہ آپ بہر حال یہاں پہنچیں گے اور اس کے بعد ہمارے آگے کے کام کا آغاز ہو گا۔“

”ہاں لیکن یہ ایک دلچسپ امر ہے کہ اس وقت کینٹ اور ہالی کو بھی میری یہاں آمد کے بارے میں معلوم نہیں ہے۔ ویسے میں آپ کے لیے وہ چند افراد لے کر آیا ہوں جو یہاں سزورے میں آپ کی مدد کریں گے۔“

”مسٹر بی لاک یہاں آنے کے بعد میں کافی الجھ گیا ہوں اور میری سکرپٹری بھی اس وقت میرے پاس نہیں ہے۔“

”تھوڑی سی تفصیل مجھے معلوم ہو چکی ہے لیکن مزید تفصیل میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔ ضرورت حال میں کچھ ایسی تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں جن کا آپ کے علم میں لانا ضروری ہے بہر حال میں آپ کو اس وقت کچھ اہم امور سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔“

”ہاں فرمائیے اور کیا یہ جگہ آپ محفوظ تصور کرتے ہیں۔ میرا مطلب ہے کہ اگر یہاں ہم کوئی خفیہ گفتگو کریں گے تو وہ محفوظ رہے گی؟“

”سو فیصد۔ ہوپ میرا خاص آدمی ہے اور میں نے اسے مستعد کر دیا ہے کہ وہ محتاط رہے۔“

”گڈ۔ تو پھر فرمائیے، مسٹر بی لاک کہ ہمارا آگے کا کیا پروگرام رہے گا؟“

”میں سرویر لے آیا ہوں۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ ہمیں جیسا کہ میں نے آپ کو مختصر سے الفاظ میں بتایا یہاں کوئی خزانہ وغیرہ نہیں تلاش کرنا ہے بلکہ ایک سروے کرنا ہے میں اگر آپ کو پوری تفصیل بتاؤں تو آپ کی سمجھ خراشی تو نہیں ہوگی؟“

”نہیں بلکہ بہتر یہ ہے کہ مجھے تفصیل معلوم ہو جائے آپ نے ابھی مجھے کسی سروے کا حوالہ دیا ہے کیا آپ اس خزانے کے بارے میں کہتے ہیں جو یہاں موجود ہے؟“

”نہیں۔ یہاں ان کھنڈرات میں کوئی خزانہ موجود نہیں ہے۔ یہ تو ایک کہانی ہے جو مخصوص معاملات کے لیے پھیلائی گئی ہے۔“

”جی۔“ میں نے حیرانی سے کہا۔

”جی ہاں میں آپ کو انتہائی سنسنی خیز اور پر تجسس واقعات سے آگاہ کر رہا ہوں۔ اصل میں لیوٹن ڈلائز نہ صرف جمیکا کے لیے بلکہ کئی ممالک کے لیے ایک عذاب بنا ہوا ہے۔ چند ممالک اس کی سرپرستی بھی کرتے ہیں لیکن یہ وہ ہیں جو اپنے سیاسی مفادات گھناؤنے طریقوں سے حاصل کرنا چاہتے ہیں باقی ممالک اس سلسلے کو ختم کرنے کے درپے ہیں آپ نے یہاں کا ماحول دیکھ ہی لیا ہو گا۔ میرا خیال ہے مشرق بعید کے کچھ علاقوں کے بعد منشیات کا سب سے بڑا مرکز یہی جگہ بن گئی ہے اور یہ بہت سے روشن خیال ممالک کے منہ پر طمانچہ ہے لیکن لیوٹن ڈلائز نے کچھ ایسا جال پھیلا ہوا ہے کہ انتہائی کوششوں کے باوجود ہم اس کا کچھ نہیں بگاڑ پائے۔ ہم سے میری مراد وہ تمام لوگ ہیں جو اس مشترکہ مہم میں شامل ہیں۔ مسٹر پیرے اصل میں یہ سارا منصوبہ بڑی مہارت سے بنایا گیا۔ البانیہ میں مسٹر پیرے کو اس لیے مصروف کیا گیا ہے کہ اس بد بخت کو کوئی شبہ نہ ہو سکے۔ مسٹر پیرے کی شخصیت اس سلسلے میں مستحکم ہے۔“

”لیکن آپ کہتے ہیں کہ یہاں کوئی خزانہ نہیں ہے؟“

”بالکل۔ یہ ایک دھوکا ہے مکمل طور پر دھوکا اصل میں یہاں کسی بھی ایسے شخص کو بھیج کر اس کی زندگی کا خطرہ مول نہیں لیا جاسکتا تھا جس پر لیوٹن ڈلائز کو یہ شبہ ہو جائے کہ

وہ حکومت کے کاموں کے لیے آیا ہے لیکن چونکہ خزانے کی کہانی بہت پہلے سے پھیلا دی گئی تھی اور کسی خزانے کی تلاش کے ماہر کو یہاں تک بھیجنے کا مقصد یہ تھا کہ حکومت جمیکا اس کہانی کے جال میں پھنس کر اس کے حصول کے لیے عمل پیرا ہو چکی ہے۔

”گویا اصل معاملہ کوئی اور ہے؟“

”ہاں۔ وہی میں آپ کو بتانے جا رہا ہوں۔ یہ کام چونکہ کئی ملکوں کے تعاون سے کیا جا رہا ہے لیکن اس طرح کہ چالاک لیوٹن کو شبہ نہ ہونے پائے۔ ورنہ اس عمل کے لیے تو پوری فوجی کارروائی کی جاسکتی ہے لیکن آپ یہ سن کر حیران رہ جائیں گے کہ لیوٹن کے بارے میں کیا شبہات ہیں۔“

”کیا؟“

”انتہائی خفیہ اطلاع ہے کہ اس کے پاس ایٹم بم موجود ہے اور وہ ذرائع بھی جن سے وہ اسے کسی مخصوص جگہ گرا سکتا ہے۔“

”اومائی گاؤ۔“ میرا روٹنگے واقعی کھڑے ہو گئے۔

”یہ ہماری بد قسمتی ہے۔ ہمارے پاس اسے ختم کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔“

”یہ تو بہت خوفناک بات ہے۔“

”سو فیصد۔ آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ حکومت جمیکا کسی طور اپنی تباہی کا خطرہ مول نہیں لے سکتی۔“

”بالکل۔“

”اسی لیے نہایت صبر و سکون کے ساتھ اور بڑی تحمل مزاجی سے یہ کام کیا جا رہا ہے۔“

”لیکن میں تو ایک معمولی آدمی ہوں۔“

”یہ بات آپ کہہ سکتے ہیں لیکن کیا آپ کو اندازہ ہے کہ اس وقت آپ کتنے ملکوں کے منظور نظر ہیں؟“

”کیا مطلب؟“

”آپ خود کو ایک معمولی انسان کہتے ہیں لیکن آپ کا انتخاب دنیا کے کئی ملکوں کے ماہرین نے کیا ہے۔“

میرے بدن میں چیونٹیاں ریگننے لگیں۔ نہ جانے یہ شخص کیا بکواس کر رہا ہے۔

بہر حال میں خاموشی سے اس کے آگے بولنے کا انتظار کرنے لگا۔ بی لاک نے کہا۔ ”ایٹم بم کے خطرے کے پیش نگاہ اس سلسلے میں اتنے سائنٹفک انداز میں کام کیا جا رہا ہے کہ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا۔ بحیرہ کرسین میں تین شپ ایسے موجود ہیں جن پر ماہرین سوار ہیں اور وہ موقع ملتے ہی ایکشن کے لیے تیار ہیں لیکن ڈلاز کو کسی شک کا موقع دینے کا مقصد آپ سمجھ گئے ہوں گے۔“

”ہاں۔“ میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

”چنانچہ مسٹر پیرے۔ آپ کا اصل کام یہ ہے کہ ماہرانہ طور پر آپ اس علاقے کا سروے کر کے ہمیں یہ بتائیں کہ اس بد بخت نے یہ میزائل کہاں نصب کر رکھے ہیں۔“

”میں؟“ میں نے چونک کر کہا۔

”ہاں۔ اس سلسلے میں ہی آپ کی خدمات حاصل کی گئی ہیں۔“

”لیکن یہ میرا شعبہ تو نہیں ہے۔“

”آہ لیکن کیٹن وائٹن نے تو بتایا تھا کہ آپ کو پوری طرح اس کام پر آمادہ کر لیا گیا ہے اور آپ نے پورے وثوق سے اس کام پر آمادگی کا اظہار کیا ہے۔“

میں دنگ رہ گیا۔ لعنت ہے۔ میں نے دل میں سوچا۔ کبخت شیریا کیا کر بیٹھی۔ اس نے اپنے مقام کے حصول کے لیے اصل پروفیسر پیرے کو خاموشی سے ختم کر دیا حالانکہ وہ بہت بڑے مشن پر کام کر رہا تھا لیکن اب صورت حال کو سنبھالنا تھا۔ چنانچہ میں نے کہا۔

”ہاں لیکن شاید پوری تفصیل وائٹن کو بھی نہیں معلوم تھی۔“

”آپ خود سوچیں وائٹن کو یہ تفصیل کیسے بتائی جاسکتی تھی؟“ بی لاک نے کہا۔

”یہ سخت مشکل کام ہے۔“

”ہمیں اس کا پورا احساس ہے۔ اسی لیے آپ کو روٹرین کا روپ دیا گیا ہے تاکہ

اگر کبھی آپ لیوٹن کے ہتھے چڑھ جائیں تو وہ روٹرین کی حیثیت سے آپ کو تحفظ

دے۔“

”اس کے اور روٹرین کے کیا تعلقات ہیں؟“

”دونوں قدیم دوست رہ چکے ہیں مگر اس وقت جب لیوٹن اتنا طاقت ور نہیں تھا۔“

اب تو ڈلاز نے ایسے جال پھیلائے ہوئے ہیں کہ آپ سوچ بھی نہیں سکتے۔“
”مثلاً۔“ میں نے سوال کیا۔

”اس نے اطراف کی بستیوں کو حکومت کے خلاف اکسا کر ان میں بغاوت پیدا کر دی ہے۔ انھیں بہترین ہتھیاروں سے آراستہ کر دیا ہے اور اگر حکومت کی طرف سے منشیات کی کاشت کے خلاف کوئی کارروائی ہوتی ہے تو یہ لوگ مقابلے پر اتر آتے ہیں۔ ایسی کئی جھڑپیں ہو چکی ہیں اور ہمیں نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ آپ یوں سمجھ لیں کہ ان اطراف میں اس نے اپنی حکومت قائم کر لی ہے اور جمیکا حکومت کو فیل کر کے رکھ دیا ہے۔ ہم تو یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہاں جتنے افراد رہتے ہیں وہ سب اس کے مفادات کے خفیہ نگراں ہیں۔“

”حکومت کے نمائندے بھی؟“

”ہاں۔“

”میری مراد مسٹر ہنٹر لائن سے ہے۔“

”میں نام نہیں لینا چاہتا تھا لیکن کیا کریں۔ وہ بے اندازہ دولت تقسیم کرتا ہے اور آپ کو علم ہے کہ اس وقت دنیا پر دولت کی حکمرانی ہے؟“

”کیٹ اور ہالی کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟“

”مشکوک ہیں۔“

”لیکن آپ نے؟“ میں نے حیرت سے کہا۔

”یہ بھی منصوبے کا حصہ ہے۔“

”کیا مطلب؟“

”لیوٹن کو یہی باور کرانا کہ یہاں صرف خزانے کے حصول کے لیے کام ہو رہا ہے۔“

”اوہ میرے خدا۔“ میں نے شدید حیرت سے کہا۔

”میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ مناسب وقت آپ کو اس بات سے آگاہ کردوں گا لیکن اس وقت کا انتظار کر رہا تھا میں۔“

”ٹھیک ہے مسٹر لاک۔ اب مجھے بتائیے میں کیا کروں؟“

”ان حالات کو جاننے کے بعد اپنے عمل کا آغاز۔“

”آپ کو امید ہے کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤں گا؟“

”یہ ہماری کوشش ہے۔ آگے تقدیر۔“

”لیوٹن ڈلاز اگر ختم ہو جائے تو آپ حالات پر قابو پاسکتے ہیں۔“ اچانک میں نے

سوال کیا اور لاک نہ سمجھنے والے انداز میں مجھے دیکھنے لگا پھر بولا۔

”میں نہیں سمجھا؟“

”ان تمام ہنگاموں کی جڑ وہی ہے نا؟“

”سو فی صد۔“

”اگر وہ ہلاک ہو جائے تو؟“

”سب کچھ ختم لیکن کیا آپ کے خیال میں اس کی ہلاکت ممکن ہے؟“

”کیا وہ مر نہیں سکتا؟“

”ایسے لوگ۔ اتنی آسانی سے کہاں مرتے ہیں۔ یہ صرف ایک سمانا خواب ہے۔“

”ہاں یہ تو ہے۔“

”آپ اس سامان کا معائنہ کر لیں جو بظاہر خزانے کی تلاش کے لیے ہے لیکن اس کا

اصل کام کچھ اور ہے۔“

”ہاں ضرور۔“ میں نے کہا اور بی لاک کے ساتھ باہر نکل آیا۔ بی لاک نے مجھے

بے حد جدید الیکٹرونک مشینیں دکھائیں جن کا حجم بہت کم تھا لیکن وہ بے حد کارآمد تھیں۔

وہ دیر تک مجھے ان کے بارے میں بتاتا رہا تھا۔ آخر میں اس نے کہا۔

”اور کوئی معلومات؟“

”ہاں بس ایک؟“

”جی فرمائیے؟“

”اپنی کامیابی کی اطلاع میں کسے دوں گا؟“

”اوہ۔“ بی لاک نے مجھے عجیب سی نظروں سے دیکھا پھر بولا۔ ”یہ اطلاع آپ مسٹر

پیرن لاڈ کو دیں گے اور مسٹر لاڈ آپ کو یہاں اس پتے پر مل جائیں گے۔“ اس نے مجھے

پیرن لاڈ کا پتا بتا دیا اور پھر رخصت کی اجازت مانگی۔ بی لاک کے جانے کے بعد میں واپس

اپنے کمرے میں آگیا۔ بی لاک کے انکشاف نے دماغ کی چولیس ہلا دی تھیں۔ میرے خیال میں بھنی ڈیل لیوٹن ڈلانڈ کے سامنے کچھ بھی نہیں تھا۔ روز آرگنائزیشن اور ڈان سینٹر نے چوڑے جڑے پھیلا رکھے ہیں۔ کیسے کیسے بھیانک لوگ اس کے لیے کام کرتے ہیں اور انہوں نے کیا کیا وسائل حاصل کیے ہوئے ہیں۔ درحقیقت لیوٹن ڈلانڈ نے حکومت جیکا کا ناک میں دم کر دیا تھا اور نہ صرف حکومت جیکا بلکہ اور بھی ممالک اس کے دست ستم کا شکار تھے اور اب وہ میرے لیے چیلنج تھا۔

دوسرے دن کینٹ اور ہالی میرے پاس آگئے۔ ہالی نے کہا۔ ”ہمیں اطلاع مل گئی ہے اور ہم آپ کو اسٹ کرنے آئے ہیں۔“

”ہاں۔ آج سے کام شروع۔“ میں نے کہا اور وہ پورا دن میں نے سخت مشقت میں گزارا۔ وہ کر رہا تھا جس کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا تھا لیکن دلچسپ بات یہ تھی کہ جو مجھے اسٹ کر رہے تھے وہ بھی اس بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے اس لیے مجھے کوئی مشکل پیش نہیں آئی۔ شام چھ بجے کے قریب جب موسم بے حد خوشگوار تھا اور میں دن بھر کی مشقت کے بعد باہر نکل آیا تھا دور سے مجھے لائن کی جیپ آتی نظر آئی۔ اس کے ساتھ خوب صورت لباس میں شیریا بھی بیٹھی ہوئی تھی۔ جو لباس شیریا نے پہنا ہوا تھا وہ اس کا نہیں تھا۔

دونوں میرے پاس آگئے۔ ہنٹر لائن نے ہنٹے ہوئے کہا۔ ”ہیلو مسٹر روٹرین۔ یہ نہ سمجھنا کہ میں نے تمہاری سکریٹری پر قبضہ جمایا ہے۔ مس شیریا خود ہی میرے پاس رہنا پسند کرتی ہیں۔“

”وہ میری سکریٹری ہے غلام نہیں۔“ میں نے جواب دیا۔

”میں استعفیٰ ساتھ لائی ہوں مسٹر روٹرین۔“ شیریا نے چمکتی ہوئی آواز میں کہا۔

”گڈ۔ لگتا ہے مسٹر لائن کا جادو سرچڑھ کر بول رہا ہے۔“

”آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں ہے؟“

”اعتراض ہو بھی تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ تم میری بیوی تو نہیں ہو۔“

”یہی میں نے مسٹر لائن سے کہا تھا۔“ شیریا بولی۔

”پھر بھی مجھے احساس ہے۔“ لائن نے کسی قدر شرمندہ لہجے میں کہا پھر بولا۔ ”سنا

ہے آپ نے اپنا کام شروع کر دیا ہے؟“

”ہاں ایک بے مقصد کام۔“

”سب یہ بات جانتے ہیں لیکن کوئی کیا کر سکتا ہے۔ ویسے آپ کو اگر کوئی مشکل ہو

”مجھے ضرور بتائیں۔“ ہنٹر لائن بولا۔

”شکریہ مسٹر ہنٹر۔“

”اوکے۔ ہم چلتے ہیں۔“ لائن نے جیپ اشارت کر کے موڑی اور میں دور تک

انہیں جاتے دیکھتا رہا۔ شیریا کے اس طرح ہنٹر لائن کے ساتھ چلے جانے کا مجھے کوئی

افسوس نہیں تھا میں جانتا تھا کہ اسے ہنٹر میں کوئی ایسی بات نظر آئی تھی جو اس کے

مفادات کے مطابق تھی اور اسی چیز نے اسے لائن کی طرف متوجہ کیا تھا۔ بہر حال اس

زات میں نے ان تمام تنصیبات کا جائزہ لیا جو میں نے یہاں معلومات کے لیے نصب کی

تھیں لیکن میرے نزدیک یہ بیکار چیزیں تھیں اور ان سے کچھ نہیں حاصل ہو سکتا تھا۔

سب بیکار تھا۔ البتہ اب مجھے اپنے طور پر کام شروع کرنا تھا چنانچہ اس کے لیے میں نے

معقول وقت کا انتظار کیا اور جب چاروں طرف سناٹا پھیل گیا تو میں نے کونٹن میکویا کے

طلسمی تختے نکال لیے۔ بہت دن کے بعد اسے استعمال کر رہا تھا۔ مائیکرو پلیٹ تمام ضروری

اشیاء کے ساتھ فضا میں بلند ہونے لگی اور ننھے سے ویشن اسکرین پر الٹرا وائیلٹ ریز کی

روشنی میں مناظر ابھر آئے۔ لکڑی کا شہر، پوست کے کھیت اور اطراف کے مناظر۔ میں

داسکونیا سے روشناس ہونے لگا۔ ایک دریا اس چھوٹے سے شہر سے لپٹا ہوا تھا۔ آبادی خال

خال تھی لیکن پہاڑیوں کے درمیان یہ آبادیاں گھنی تھیں۔ دریا میں چھوٹے چھوٹے اسٹیمر

موجود تھے اور درختوں کے جھنڈ میں گودیاں بنی ہوئی تھیں جن کی برتھوں پر کام ہو رہا تھا۔

بہت سے افراد مخصوص بیٹیاں ان پر بار کر رہے تھے۔ مجھے یہ عمل بہت دلچسپ محسوس

ہوا اور میں نے اسے قریب سے دیکھا۔ یقیناً یہ منشیات اور پوست کی بیٹیاں تھیں جو

دریائی راستے سے کہیں بھیجی جارہی تھیں۔ کام زور و شور سے جاری تھا۔ کافی دیر تک میں

اسے دیکھتا رہا پھر ایک اسٹیمروہاں سے روانہ ہوا اور میں نے مائیکرو پلیٹ کی ڈائریکشن بدلنی

شروع کر دی۔ اب میں نے اسٹیمر کا تعاقب شروع کر دیا تھا۔ اسٹیمر برق رفتاری سے دریا

میں سفر کر رہا تھا پھر وہ ایک پہاڑی سرنگ میں داخل ہو گیا اور میں نے مائیکرو ویشن پلیٹ

کو وہیں روک دیا۔ دریا اس پہاڑی کٹاؤ میں داخل ہو کر یقیناً کہیں اور نکلتا تھا۔ بہر حال یہ ان منشیات کی ترسیل کا ذریعہ تھا لیکن مجھے اس سے زیادہ دلچسپی نہیں تھیں۔ میں نے مائیکرو ویژن کا رخ تبدیل کیا اور وہ پرواز کرنے لگی پھر کچھ دیر کے بعد میں لیوٹن ویل کا جائزہ لے رہا تھا۔ پوسٹ کے کھیتوں سے گزرنے والے راستے کو عبور کر کے مائیکرو پلیٹ اس عمارت پر معلق ہو گئی جو اب قریب سے دیکھنے پر بہت وسیع نظر آرہی تھی۔ پتھروں سے بنی اس عمارت کے اوپری حصے پر لاتعداد ریڈار گردش کرتے نظر آرہے تھے میں نے فوراً ہی مائیکرو پلیٹ کو وہیں سے واپس کر لیا۔ یہ ریڈار بہ آسانی اسے کیچ کر سکتے تھے۔ اس کا مطلب ہے کہ کمبخت لیوٹن ڈلاز نے فضائی حملوں کا انتظام بھی کر رکھا ہے۔ اس کی رہائش گاہ بے حد مضبوط تھی اور اس پر فضائی حملے بھی ممکن نہیں تھے۔ اس نے ان سے نمٹنے کا بندوبست بھی کر رکھا ہو گا۔ خدا کی پناہ یہ تو بے حد خطرناک آدمی ہے۔ میں اپنے قیمتی ساتھیوں کی بقا کا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔

مائیکرو پلیٹ کی واپسی کے بعد میں نے یہ سب کچھ بند کیا اور سوچ میں ڈوب گیا۔ دوسرے دن سے میں نے اپنا کام شروع کر دیا۔ گو کہ یہ ایک بے مقصد جدوجہد تھی لیکن میں کر رہا تھا۔ یہ صرف سوچنے کے لیے وقت تھا۔ خود کو یہاں ایڈجسٹ کرنے کی کوشش تھی۔ شیریا کے لیے میرے دل میں کوئی تردد نہیں تھا۔ وہ کہاں ہے، کیا کر رہی ہے اب مجھے اس سے دلچسپی نہیں تھی۔

تجھے سات دن گزر گئے۔ شیریا اس کے بعد ایک بار بھی مجھے نہیں ملی تھی ایک دن میں نے ہنٹر لائن کے بارے میں معلومات کی تو پتا چلا کہ وہ کنگسٹن گیا ہوا ہے پھر ایک دن ایک خوب صورت جیپ ان کھنڈرات کے سرے پر پہنچ گئی اور خاص قسم کے لباسوں میں دو آدمی میرے سامنے پہنچ گئے جو اسٹین گنوں سے مسلح تھے۔

”مسٹر روٹر مین؟“

”ہاں میں ہوں۔“

”مارشل نے آپ کو طلب کیا ہے۔“

”مارشل ڈلاز نے؟“

”جی۔“

”میری خوش قسمتی ہے۔ کب چلنا ہے؟“

”وہ جب کسی کو طلب کرتا ہے اس کا مطلب وہی وقت ہوتا ہے۔ ہم آپ کو ساتھ لے جائیں گے۔“

”میں تیار ہوں۔“ میں نے کہا۔

”آئیے۔ وہ دونوں واپس مڑ گئے۔ میں شدید کشمکش کا شکار ہو گیا تھا۔ بد قسمتی سے

اپنے مخصوص ہتھیار میں نے اندر ایک محفوظ جگہ پوشیدہ کر دیے تھے اور وہ اس وقت میرے پاس نہیں تھے۔ ان لوگوں کا انداز بتاتا تھا کہ وہ مجھے ایک لمحے کی مہلت نہیں دیں گے۔ مجبوراً اسی عالم میں ان کے ساتھ جانا پڑا لیکن دل میں سخت ہراساں تھا۔“

جیپ مجھے لے کر چل پڑی اور مختلف راستے عبور کرتی ہوئی انہی ڈھلانوں پر پہنچ

گئی پھر ایک پینڈنڈی عبور کر کے وہ اس عمارت کے صدر گیٹ پر جا پہنچی۔ یہاں سے اندر داخل ہونے کے لیے ایک پل عبور کرنا پڑا تھا جو کسی دھات کا بنا ہوا تھا۔ کمبخت نے نہ

جانے کیا کیا جال پھیلانے ہوئے تھے۔ صدر دروازے کے دوسری طرف عام جگہ ہونی

چاہیے تھی لیکن ایک عجیب طریقہ استعمال کیا گیا تھا۔ پل کوئی سو گز لمبا تھا اس کے دونوں

طرف خوفناک گہرائیاں تھیں جس کی تہ میں پانی بھرا ہوا تھا۔ البتہ پل عبور کرنے کے بعد

عجیب و غریب مکانوں کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ یہ اوندھے توے جیسے مکانات تھے جن پر

چھتوں پر چھوٹے ریڈار لگے ہوئے تھے۔ ان توؤں میں گول دروازے تھے۔ جن سے لوگ

آتے جاتے نظر آرہے تھے۔ تمام عمارتیں ایک ہی طرح کی تھیں اور مضبوط کنکریٹ سے

بنی ہوئی تھیں۔ ان میں کچھ بہت بڑی تھیں، کچھ چھوٹی تھیں۔ مختلف راستوں سے گزر کر

وہ مجھے ایک ایسی ہی عمارت کے پاس لے گئے۔ یہاں جیپ رک گئی اور وہ دونوں مجھے

نیچے اترنے کا اشارہ کر کے خود بھی نیچے اتر گئے۔ عمارت کے گول دروازے کے دوسری

طرف ایک کمرہ جیسا بنا ہوا تھا۔ جو ہمارے اندر داخل ہوتے ہی نیچے اترنے لگا۔ یہ اصل

میں لفٹ تھی جس نے کوئی پچاس گز نیچے اترنے کے بعد ہمیں ایک شفاف راہداری میں

پہنچا دیا تھا۔ یہاں بے حد تیز روشنی تھی جو دیواروں سے پھوٹ رہی تھی۔ راہداری کا

اختتام ایک دروازے پر ہوا جو ہمارے پہنچنے پر خود بخود کھل گیا تھا۔

”اندر جائیے۔“ مجھے لانے والوں میں سے ایک نے کہا اور میں کھلے دروازے سے

اس کا پورا اندازہ ہو گیا تھا۔ نیز یہ کہ فوراً ہی نوئی جوانی اقدام کرنا اتنی بڑی حماقت ہوتی کہ اس کا ازالہ میں خود بھی نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ خاموش اور ساکت کھڑے رہنے کے سوا اور کچھ نہیں کیا۔ چند لمحات کے بعد دو آدمی آگئے ان کے پاس ایک خاص قسم کی مشین تھی۔ جسے کیمرہ جیسی چیز بھی کہا جاسکتا ہے۔ انہوں نے وہ کیمرہ میرے سامنے رکھا اور ان میں سے ایک نے مجھ سے کہا۔

”براہ مہربانی آنکھیں بند کر لیجئے۔“ پھر دوسرے آدمی نے میرے دونوں کانوں میں خاص قسم کے کارک لگا دیے۔ تاکہ دونوں تھپتھپتے بھی ایسے ہی کارک سے بند کر دیے گئے تھے۔ میں نے تعریض نہیں کیا اب یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ میرے اعضاء ساکت ہو گئے تھے۔ ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ بس میں فوراً کسی جدوجہد کا آغاز کر کے احمقوں کی فہرست میں اپنا نام درج نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میں نے منہ کھول کر ہلکا ہلکا سانس لیا اور پھر ہونٹ بھیج کر سانس بند کر لیا۔ کیمرے سے بہت ہی لطیف روشنی کے جھماکے ہوئے اور مجھے اپنے چہرے اور گردن کے اس حصے پر جہاں تک میک اپ کیا گیا تھا ایک عجیب سی سنسناہٹ محسوس ہوئی ہوں لگا جیسے میک اپ میرے چہرے سے اکھڑ رہا ہو۔ ان لوگوں کا کام اس ایک لمحے میں ختم ہو گیا تھا۔ چنانچہ دوسرے آدمی نے اپنے کاندھے پر پڑے ہوئے تولیے سے میرا چہرہ صاف کر دیا۔ اس دوران پستہ قامت لیوٹن ڈلاز مسکراتی نگاہوں سے میرا چہرہ دیکھتا رہا تھا پھر اس نے ایک ہاتھ اٹھایا اور غیبی حصے سے ایک شخص بہت ہی عمدہ قسم کی آرام دہ کرسی کو گھسیٹا ہوا اندر لے آیا کہ میرا چہرہ اس کے چہرے کے سامنے رہے اس کے بعد لیوٹن ڈلاز نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا۔

”اب آئیے مسٹر دانش منصور۔ میں نے یہ اعزاز آپ کو دیا ہے آپ تشریف رکھیے اگر آپ کتنی ہی جلدی میں بھی ہیں تب بھی آپ کو یہ اندازہ ہو گیا ہو گا کہ یہاں آپ کا کام صرف یہ ہے کہ مجھ سے باتیں کریں۔ بیٹھئے براہ کرم بیٹھ جائیے۔“

میں آہستہ قدموں سے چلتا ہوا اس کرسی پر جا بیٹھا۔ لیوٹن ڈلاز نے کہا۔

”آپ کی خدمت کیا کروں؟ چائے پیس گے یا کافی۔ یہ بات تو میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ آپ شراب نہیں پیتے۔“

”کافی منگوا لیجئے مسٹر ڈلاز۔“

اندر داخل ہو گیا۔ دوسری طرف نہایت عمدہ فرنیچر سے آراستہ ایک وسیع کمرہ تھا جن کے درمیان ایک قیمتی کرسی پر ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ یہ پستہ قامت اور بھدی شکل کا آدمی تھا، بدن دبلا پتلا چہرہ بدن کی نسبت کافی چوڑا اور بدنمنا تھا، گنجلے سر نے اسے اور بدنمنا بنا دیا تھا۔

مجھے دیکھ کر وہ چمکتی ہوئی آواز میں بولا۔ ”آہ۔ آئیے مسٹر دانش منصور۔ مجھے لیوٹن ڈلاز کہتے ہیں۔“

مجھے ایک دم احساس ہوا کہ زندگی میں سب کچھ کرنے کے باوجود انسانی سرشت سے دور نہیں ہوسکا ہوں۔ حیرت، سنسنی، خوف، انسانی فطرت کا حصہ ہے اور اگر یہ حیات باقی نہ رہیں تو پھر دیوانگی شروع ہوتی ہے اور ایسے لوگ قابل غور ہوتے ہیں جو ان چیزوں سے متاثر نہ ہوں۔ بھدے اور مکروہ صورت انسان کے منہ سے الفاظ سن کر میرے پورے بدن میں سرد لہریں دوڑنے لگی تھیں اور میں شدید سنسنی محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکا تھا اس کے الفاظ درحقیقت ایٹم بم جیسا دھماکہ تھا جس نے ایک لمحے کے لیے میرے حواس معطل کر دیے تھے۔ میں ساکت کھڑا رہ گیا۔ وہ شخص مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا پھر اس نے کہا۔

”کئی دن سے آپ سے ملاقات کے بارے میں سوچ رہا تھا لیکن آپ یقین کریں کہ اتنا مصروف انسان ہوں کہ وقت ہی نہ نکال سکا حالانکہ آپ سے ملنے کی بڑی تمنا تھی مجھے اور بے چینی سے میں آپ کی لیوٹن ویلی میں آمد کا انتظار کر رہا تھا۔ بہر حال ایسا کرتے ہیں مسٹر دانش منصور کہ پہلے ان تمام فضولیات سے الگ ہو جائیں۔ میرا مطلب ہے آپ کا صل چہرہ میری آنکھوں کے سامنے رہنا چاہیے۔ ایک دلچسپ بات یہ کہ مجھے چہرہ شناسی کا شوق ہے اور میں بدن کے ہر حصے کی جنبش سے صورت حال کا جائزہ لینے کا شوق رکھتا ہوں۔ بڑا دلچسپ انکشاف کروں گا آپ پر ممکن ہے آپ کی یہ ریسرچ نہ ہو آپ محسوس کیجئے میں آپ کا چہرہ صاف کرانا چاہتا ہوں۔“

اس نے نگاہیں اٹھا کر سامنے دیکھا اور ایک شخص نے اندر آکر گردن خم کی پھر کچھ سے سنے بغیر واپس پلٹ گیا۔ میں خاموش کھڑا ہوا تھا اور میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں۔ جن راستوں سے گزر کر اندر آیا تھا ان سے واپس نہیں جاسکتا تھا۔ مجھے

”ہاں بالکل۔“ ڈلاز نے کہا لیکن اس نے کسی سے کافی لانے کے لیے نہیں کہا تھا جو لوگ آئے تھے وہ جاچکے تھے۔ لیوٹن ڈلاز مجھے بغور دیکھتا رہا پھر اس نے کہا۔

”کیا ہی دلچسپ بات ہے آپ کا ماضی کسی طور سامنے نہیں آسکا حالانکہ روز آرگنائزیشن نے آپ کا پس منظر معلوم کرنے کی انتہائی کوشش کی۔ یہ بات تو طے ہے کہ آپ کبھی افریقہ میں نہیں رہے اور وہاں آپ کا ایسا کوئی کاروبار نہیں تھا جسے فروخت کرنے کے بعد آپ اپنے وطن واپس پہنچے جیسا کہ آپ کے نام سے منسوب ہے اپنے ماضی کے بارے میں آپ ہی بتا سکتے ہیں لیکن اگر نہ بھی پسند کریں تو مجھے اس سے کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ بہر حال ہماری اور آپ کی دلچسپیوں کا آغاز اس وقت سے ہوتا ہی جب آپ نے دانش منصور کی حیثیت سے اپنے کام کا آغاز کیا اور اپنے وطن میں ہمارے نمائندوں کو ہلاک کر کے ہمیں ایشیا میں اپنے مفادات کے حصول کے سلسلے میں کافی نقصانات پہنچائے۔ خیر بات ہو رہی تھی آپ کے ماضی کی، ویسے مسٹر دانش منصور بد قسمتی یہ ہے کہ میں ہی بولتا رہوں گا آپ کے بولنے کا یہاں کوئی جواز نہیں ہے آپ یہ نہ سمجھیں کہ میں ان تمام باتوں کا انکشاف کر کے آپ کو رعب میں لینے کی کوشش کر رہا ہوں۔ ویسے میری طرف سے مکمل اجازت ہے کہ اس گفتگو کے دوران اگر آپ کچھ سوالات کرنا چاہیں تو ضرور کر سکتے ہیں۔ میں ان کے جوابات دوں گا۔“

میں اپنے حواس کو سنبھالنے کی کوشش کر رہا تھا۔ یہ شخص اس عمل سے واقعی اپنے آپ کو مجھ سے برتر ثابت کر رہا تھا اور اس میں اسے کامیابی حاصل ہو گئی تھی۔ میرے لیے حیرت کے یہ لمحات ہی کیا کم تھے کہ یہاں داخل ہوتے ہوئے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ لیوٹن ڈلاز مجھے دانش منصور کی حیثیت سے مخاطب کرے گا۔ بہر حال میں نے کافی حد تک اپنے حواس سنبھال لیے۔ وہ دلچسپی کی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا پھر اس نے مطمئن انداز میں گردن ہلا کر کہا۔

”ہاں بالکل آپ یہاں نہایت مطمئن انداز میں تشریف رکھیے۔ ایک وعدہ آپ سے کیا جاسکتا ہے۔ وہ یہ کہ آپ کو پہلے سے بتائے بغیر کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا اور جب ہم اور آپ جیسے لوگ آمنے سامنے ہوتے ہیں تو سچائیاں سب سے پہلے ہمارے درمیان ہوتی ہیں کیونکہ ہمیں اتنے اختیارات حاصل ہیں کہ کوئی برائی بھی کریں تو علی

الاعلان کریں، سمجھ رہے ہیں نا آپ، آپ کو یہاں ذرہ برابر خطرہ نہیں ہے، آپ کی زندگی مکمل طور سے محفوظ ہے۔“

”آپ واقعی بے حد دلچسپ انسان ہیں مسٹر لیوٹن ڈلاز۔“

”شکریہ۔ تو میں آپ کے ماضی کی بات کر رہا تھا۔ کیا ہے آپ کا ماضی؟“

”جو چیز صیغہ راز میں ہے اگر وہ صیغہ راز ہی میں رہے تو کیا حرج ہے مسٹر ڈلاز۔“

میرا ماضی ایسا نہیں جو آپ کو میرے بارے میں جاننے میں مدد دے۔“

”آپ بتا سکتے ہیں کہ آپ نے اپنی ان کاوشوں کا آغاز کیوں اور کیسے کیا؟“ لیوٹن

ڈلاز انٹرویو لینے والے انداز میں بولا۔

”ہاں بتا سکتا ہوں۔ اصل میں وطن پرستی انسانی فطرت کا ایک حصہ ہے اور جب

آپ یہ بات جانتے ہیں مسٹر ڈلاز تو یہ بھی جانتے ہوں گے کہ میرا تعلق کون سے مذہب سے ہے؟“

”ایک عظیم مذہب ہے، ایک ایسے مذہب سے جس کے افکار و خیالات سے اس

وقت آپ کی قوم کے علاوہ ساری دنیا مستفیض ہو رہی ہے آپ کے مذہب کے پھیلائے

ہوئے ان تمام اچھے اصولوں کی پیروی کر کے دنیا نے اپنا مقصد حاصل کر لیا ہے لیکن آپ

وہ دلچسپ انسان ہیں جو اپنے مذہب کے اصولوں سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔ خیر یہ ایک اچھی

بات ہے اگر آپ کی قوم اپنے ان اصولوں پر فائدہ اٹھاتے ہوئے آگے بڑھتی تو اس وقت

دنیا کے لیے بے حد شدید خطرات ہوتے اور خدشہ یہ ہوتا کہ آپ کے اچھے خیالات کی

وجہ سے دنیا آپ کے تابع ہو جائے گی لیکن بہر طوہ آپ ہی کے مذہب کے تصور کے

مطابق شیطان کا تصور بھی ہے۔ ظاہر ہے اس کا کاروبار بھی چلنا ہی چاہیے تھا۔“

مجھے شدید شرمندگی کا احساس ہوا جو الفاظ یہ کم بخت کہہ رہا تھا وہ اس قدر سچائی

اور حقیقت پر مبنی تھے کہ ان کی تردید بھی نہیں کی جاسکتی تھی۔

اس کے خاموش ہونے کے بعد میں نے ایک لمحہ خاموشی اختیار کی پھر بولا۔

”بس یہ سمجھ لو ڈیر ڈلاز کہ میں نے مذہبی اور ملی جذبے کے تحت ہی اپنے وطن کی

بہتری کے لیے سوچا اور یہی میرا مقصد تھا۔“

”میں اس مقصد کی بہتری اور افادیت سے انکار نہیں کرتا بلاشبہ یہ اچھے اصولوں پر

جی کام تھا لیکن مسٹر دانش منصور اس کے لیے آپ نے جو طریقہ کار اختیار کیا، کیا آپ کے خیال میں وہ بہتر تھا؟ کیا اس وقت دنیا اس پوزیشن میں ہے کہ یک طرفہ قوت حاصل کر لے اس وقت تو یہ صورت حال ہے کہ ہر طاقت اپنے آپ کو اتنی آگے بڑھانے پر آمادہ ہو گئی ہے کہ دوسرے اسے تسلیم کر لیں ایسے حالات میں انفرادی طور پر طاقت کا حصول کیا ایک ناجائز بات نہیں تھی آپ نے دوسروں کو اتنا پس پشت ڈال دیا کہ وہ اپنے مقاصد کی تکمیل ہی نہ کر سکیں۔“

”نہیں مسٹر ڈلاز یہ بات نہیں ہے۔ اصل میں میرے راستے اس انداز میں روکے گئے کہ بلاوجہ مجھے اپنے دشمن بنانے پڑے اور بات اسی شکل میں آگے بڑھتی چلی گئی۔ جن لوگوں سے میرے شناسائی بھی نہیں تھی مجھے ان سے دشمنی پر آمادہ ہونا پڑا۔ میں سمجھتا ہوں یہ ایک ایسا عمل تھا جو میرے لیے ناگزیر تھا۔“

”ممکن ہے، لیکن میں سمجھتا ہوں مسٹر دانش منصور کہ آپ نے ایک غلط طریقہ کار اختیار کیا۔“

”ہو سکتا ہے لیکن میں اسے تسلیم نہیں کرتا۔“

”ٹھیک ہے۔ مختصراً میں آپ کو اپنے بارے میں بتا دوں آپ چاہیں تو مجھ سے اس موضوع پر گفتگو کر سکتے ہیں۔“

”جی مسٹر ڈلاز میں آپ کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔“

”مسٹر یہ بھی ایک پس منظر ہے لیکن چونکہ ہم لوگ ماضی کی کہانیاں ایک دوسرے کو سنانے کے لیے آئے سامنے نہیں بیٹھے ہیں اس لیے میرے پس منظر کو بھی جانے دیجئے۔ میں نے ایک طویل عرصہ دنیا کے مختلف ممالک میں گزارا اور اس کے بعد جمیکا میں آبا، اس علاقے پر اپنا کنٹرول حاصل کیا اور یہاں اپنی اور حاصل شدہ افراد کی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے لیون ویل کی بنیاد ڈالی۔ ہم لوگ اصولی طور پر منشیات کا کام کرتے ہیں اور یہی ہمارا اصل کاروبار ہے دنیا کے تمام سمجھدار ممالک ہم سے تعاون کرتے ہیں۔ اس کا بھی ایک پس منظر ہے۔ چاہو تو اس پر گفتگو کرلو۔ ورنہ جانے دو۔“

”مختصراً ہی سہی مسٹر ڈلاز۔“ اب میں اپنی فارم میں آگیا تھا اور اس صورت حال سے غیر مطمئن نہیں تھا وہی جذبہ وہی کیفیت میرے اندر ابھر آئی تھی۔ زندگی اللہ کی دی

ہوتی ہے اور یہ اللہ ہی جانتا ہے کہ اسے کب تک قائم رکھنا ہے اور کب اسے واپس لینا ہے۔ واپسی کے لمحات جس شکل میں بھی ہوں ہر طور اللہ کے حکم کے مطابق ہی ہوتے ہیں اگر یہاں میری زندگی کا اختتام ہے تو کیا حرج ہے یہ تو اللہ کا کام ہے وہ جانے۔ چنانچہ میں اس خیال سے مطمئن ہو گیا تھا اور اب نہایت سکون سے اس انوکھے انسان سے گفتگو کرنے پر آمادہ تھا۔

”اسی وقت کافی آگئی۔ ایسے خوش نما برتنوں میں آئی تھی یہ کافی کہ بس انسان دیکھتا ہی رہ جائے۔ لیون ڈلاز نے کافی لانے والے کو حکم دیا کہ وہ خود کافی بنا کر پیش کرے۔ چنانچہ اس شخص نے نہایت ادب کے ساتھ ہم دونوں کے سامنے کافی کی پیالیاں سرور کر دیں۔ لیون ڈلاز نے کافی کی پیالی سے ایک گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔“

”بھول کر بھی یہ نہ سوچنا ڈیرو دانش منصور کہ تمہارے علم میں لائے بغیر کوئی ایسا عمل کیا جائے گا جو تمہیں نقصان پہنچا دے۔ میرا مطلب ہے کہ کھانے پینے کی جو اشیاء یہاں تمہیں پیش کی جائیں گی ان کے بارے میں مکمل طور پر مطمئن رہنا میں جانتا ہوں کہ تم مسلمان ہو۔ ایسے گوشت سے پرہیز کرو گے جو حلال نہ ہو میرا مطلب ہے تمہارے مذہب کے مطابق۔ ہم یہاں تمہیں سبزیاں پیش کریں گے۔ نہایت نفیس اور بہت عمدہ سبزیاں۔ اس کے علاوہ تمہیں مچھلی پیش کی جائے گی جو تمہارے مذہب میں حلال ہے، باقی اور کوئی ایسی چیز نہیں دی جائے گی تمہیں جو تمہارے افکار و خیالات کو مجروح کرے۔“

اس کے یہ الفاظ میرے لیے قابل قدر تھے۔ میں نے گردن خم کر کے کہا۔

”آپ مجھ پر اپنی شخصیت کا بہت اچھا اثر ڈال رہے ہیں مسٹر لیون ڈلاز۔“

”دیکھو ساری باتیں اپنی جگہ ہمارے تمہارے درمیان گفتگو ہوگی۔ جب دشمنی کا

آغاز کریں گے تو کھل کر دشمنی کریں گے۔ جب تک دشمنی نہیں ہوتی ایک دوسرے کو

نقصان پہنچانے کی کوئی کوشش بے مقصد اور فضول ہوگی کیا خیال ہے تمہارا؟“

”بالکل۔“

”کیا تم بھی اس کی پابندی کرو گے؟“

”ہاں۔“

”وعدہ کرتے ہو؟“

”ہاں مسٹر لیوٹن ڈلاز۔ ویسے بھی یہاں آپ کی حکمرانی ہے اور ایک شخص آپ کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا یہ بات آپ بھی اچھی طرح جانتے ہیں میرے پاس اس وقت کوئی ہتھیار نہیں ہے جس سے میں آپ پر کوئی وار کر سکوں اور نہ ہی میرے دل میں ایسا کوئی تصور ہے۔“

لیوٹن ڈلاز مسکرا دیا پھر بولا۔ ”یہ بات میں اچھی طرح جانتا ہوں اور آپ کو خود سمجھ لینا چاہیے کہ جب آپ کی اصل صورت میرے سامنے نمایاں ہو گئی تو مجھے یہ بھی علم ہو گا کہ آپ اس وقت مسلخ ہیں یا نہیں اور ویسے بھی میں کسی سمجھدار آدمی سے اس کی توقع نہیں کرتا۔ ہم لوگ بہت اچھے ماحول میں گفتگو کریں گے بہت اچھے ماحول میں وقت گزاریں گے۔ ہمارے درمیان جو قدیم دشمنی چلی آرہی ہے اس کا اپنا ایک معیار ہے، غیر معیاری حرکت نہ آپ کریں نہ میں کروں گا۔ ویسے آپ کی مرضی ہے آپ کو شش کر سکتے ہیں اپنی پسند کے مطابق، کیونکہ ظاہر ہے یہاں آپ میرے لیے ہی آئے ہیں اور یہ بات میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ آپ ایک کامیاب دشمن ہیں۔ آپ کی کامیابیوں کی پوری فہرست اپنے پاس رکھتا ہوں۔ آپ کا آخری کارنامہ یعنی ڈیل کی ہلاکت ہے لیکن آپ کو ہنسی آئے گی اس بات پر کہ آپ کے ان تمام کارناموں کو میں تحسین کی نگاہوں سے دیکھتا رہا ہوں۔ اصل میں اس سلسلے میں بھی میرا ایک بنیادی اصول ہے جب دو دشمن آمنے سامنے ہوتے ہیں ان کی صلاحیتیں ہی انھیں کامیابی یا ناکامی سے دو چار کرتی ہیں جو کامیاب ہو جاتا ہے وہ زیادہ ذہین اور طاقتور تصور کیا جاتا ہے اور اس میں بلاوجہ کی ایک بات نکال لی جائے کہ وہ چالاکی کر گیا تو یہ ایک احمقانہ تصور ہے۔ ظاہر ہے وہ تو آپ کا دشمن ہے وہ تو آپ پر ہر طرح سے وار کرے گا اب یہ آپ پر منحصر ہے کہ آپ اپنا مناسب دفاع کر سکتے ہیں یا نہیں آپ کے سابقہ کارنامے، جس میں آپ نے روز آرگنائزیشن اور ڈان سینٹر کے بہت سے نمائندوں کو ہلاک کر دیا ہے میرے لیے ایک تحسین آمیز تصور رکھتے ہیں اور میں نے ہمیشہ ان کے لیے آپ کی تعریف کی ہے۔ اصل میں سوچ کا تھوڑا سا فرق ہے مسٹر ڈالٹ منصور۔ براہ کرم کافی لیجئے۔“ وہ رک کر بولا اور میں نے اطمینان سے کافی کی پیالی اٹھالی اس کا ایک گھونٹ لیا۔ کافی لذیذ کافی تھی۔ میں نے تعریفی نگاہوں سے اسے دیکھا اور پھر دوسرا گھونٹ لینے کے بعد کافی کی پیالی رکھ دی۔

”ہاں تو ہم کیا بات کر رہے تھے؟“

”شاید میں یہ کہہ رہا تھا کہ سوچ کا فرق ہے ورنہ اصل میں جو بدترین دشمن ہوتا ہے نا وہی بہترین دوست ہوتا ہے۔ میری یہ منطق آپ کی سمجھ میں آرہی ہے، دوست صرف تفریحی زندگی دیتا ہے جبکہ دشمن مستعدی، چستی اور ہوشیاری دیتا ہے، آپ یقین کریں کہ اس کائنات میں، میں نے کسی کو اپنا دوست نہیں بنایا لیکن دشمنوں کی تعداد اتنی کر لی ہے کہ آپ شاید تصور بھی نہ کر سکیں۔“

”ہم اس موضوع پر بات کر رہے تھے جس میں آپ نے کہا تھا کہ اصولی طور پر آپ منشیات کی تجارت کرتے ہیں اور سمجھدار ممالک آپ سے تعاون کرتے ہیں۔“

”ہاں۔“ اس نے کہا۔ اس وقت ایک ہلکی سی سیٹی کی آواز سنائی دی اور اس نے جلدی سے اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک پتلی سی سفید پلیٹ نکال لی۔ یہ ہیر نما چیز تھی اس نے اسے دیکھا ایک لمحے دیکھتا رہا اور پھر اس پر ہاتھ پھیر دیا اسے واپس جیب میں رکھتا ہوا بولا۔

”معذرت خواہ ہوں اس وقت ایک اہم کام درپیش آگیا ہے۔ آپ سے تو اب طویل نشست رہے گی۔ مختصراً یہ ہے کہ اس وقت آپ لیوٹن ویلی کے مہمان ہیں آپ کو خود اندازہ ہو جائے گا کہ یہاں میں نے آپ کے لیے کس قدر آزادی مہیا کی ہے آپ جہاں چاہے جاسکتے ہیں۔ جس چیز کو چاہیں تباہ کر سکتے ہیں میری طرف سے اجازت ہے آرام کیجئے۔ میں دوسری نشست کا وقت آپ کے لیے خود ہی منتخب کر لوں گا۔ کم از کم دشمنی کے نام پر اتنا ضرور قبول کر لیجئے گا کہ آپ کو یہاں سے واپس جانے کی اجازت نہیں ہے۔ باقی آپ اپنی پسند کے مطابق عمل کر سکتے ہیں۔ اوکے میں چلتا ہوں۔“ وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور خاموشی سے دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔

میرے سامنے ابھی کافی کی پوری پیالی رکھی ہوئی تھی اس لذیذ کافی کو چھوڑنے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔ چنانچہ میں نے پیالی اٹھائی اور ہونٹوں سے اٹالی۔ ویسے میں افہامی طور پر اس دلچسپ انسان کے بارے میں غور کر رہا تھا۔ وہ بڑا اطمینان سے مجھے اپنی اس نشست گاہ میں چھوڑ کر چلا گیا تھا اصل میں حد سے بڑھتا ہوا اعتماد بعض اوقات سخت مشکلات کا باعث بن جاتا ہے۔ انسانی فطرت میں یہی ایک پہلو ایسا ہے جو اسے جگہ جگہ

نقصان پہنچاتا ہے۔ احتیاط ہمیشہ اچھی چیز ہوتی ہے ممکن ہے اس شخص نے ایسے انتظامات کر رکھے ہوں کہ یہاں لیوٹن ویلی میں کوئی اسے نقصان نہ پہنچا سکے لیکن پھر بھی دشمن سے محتاط رہنا ضروری ہوتا ہے اور جو لوگ اس سے گریز کرتے ہیں اور اپنے آپ سے اس قدر مطمئن ہو جاتے ہیں کہ دشمن کو خاطر میں نہ لائیں۔ وہ یقینی طور پر ایسے ہی بدترین حادثوں کا شکار ہوتے ہیں بہر طور میں اپنے آپ کو اس کا دوست تو کبھی ظاہر نہیں کر سکتا تھا لیکن پھر بھی تھوڑی بہت احتیاط رکھنا تو اس کے لیے ضروری تھا۔

ابھی میں انہی سوچوں میں گم تھا کہ اب میرا دو سرا اقدام کیا ہو۔ وہ تو مجھے چھوڑ کر چلا گیا ہے لیکن مجھے کیا کرنا چاہیے کہ دروازہ کھلا اور ایسی جگہوں پر ہمیشہ اسی قسم کے ہتھکنڈے استعمال کیا جاتے ہیں۔ آنے والی ایک دراز قامت اور اتنی خوب صورت لڑکی تھی کہ اسے دیکھ کر دل بری طرح ڈانواں ڈول ہو جائے اس نے لباس بھی ایسا پہنا ہوا تھا جو اس کی دلکشی میں بے پناہ اضافہ کر رہا تھا اور اس کے نسوانی خطوط کو اس طرح نمایاں کر رہا تھا کہ انسان اس کا صحیح طور پر جائزہ لے لے۔ مسکراتی ہوئی میرے پاس پہنچی اور گردن خم کر کے بولی۔

”میں آپ کی انڈینٹ ہوں سر اور میرا نام ایلزمارس ہے اور مجھے ہدایت کی گئی ہے کہ لیوٹن ویلی میں آپ کے لیے تمام انتظامات کروں۔ سر کیا آپ میرے ساتھ آنا پسند کریں گے؟“

میں خاموشی سے اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ ایلزمارس ایک ایڑی پر گھومی اور میرے ساتھ واپس چل پڑی اس کے ہونٹوں پر ایک کامیاب اور کامران مسکراہٹ تھی جیسے اسے یہ اعتماد ہو کہ وہ جس شخص کو چاہے اپنی نیلی آنکھوں کے جال میں پھانس سکتی ہے۔ بہر حال مارے معاملات اسی انداز میں آگے بڑھ رہے تھے جس میں مجھے بارہا کامیابی حاصل ہو چکی تھی۔ میں ایلزمارس کے ساتھ باہر نکل آیا باہر ایک خوب صورت کار کھڑی ہوئی تھی اس نے کار کا عقبی دروازہ کھولا اور لہرا کر مجھ سے بیٹھنے کی فرمائش کی۔ میرے بیٹھنے کے بعد ڈرائیونگ سیٹ اس نے سنبھال لی تھی۔ بڑی سبک رفتاری سے وہ ڈرائیونگ کرتی ہوئی چند ہی منٹ کے بعد ایک ایسے مکان کے سامنے پہنچ گئی جس کے دروازے پر کالا لگا ہوا تھا اس نے چابی نکالی، نیچے اتر کر دروازے کا کالا کھولا اور پھر جلدی

سے کار کے قریب پہنچ کر کار کا دروازہ کھول دیا۔

”تشریف لائیے۔ میں آپ کو آپ کی رہائش گاہ میں پہنچاؤں۔“

”میری رہائش گاہ؟“

جی ہاں۔ میں نے یہی رہائش گاہ آپ کے لیے منتخب کی ہے براہ کرم آئیے۔“



میں خاموشی سے اس رہائش گاہ میں داخل ہو گیا ایک چھوٹی سی روش سے گزرنے کے بعد تین سڑھیاں عبور کی گئیں اور پھر خاص طرز کے لکڑی کے بنے ہوئے مکان کے دروازے سے میں اندر داخل ہو گیا۔ راہداری تھی جس میں قالین بچھا ہوا تھا پھر اس کے بعد ایک ڈرائنگ روم تھا جو بہت خوب صورتی سے آراستہ تھا، دونوں طرف دو بیڈ روم تھے جن کے ساتھ الٹے باتھ تھا بس یہ چھوٹا مکان اس حیثیت کا حامل تھا، ڈرائنگ روم کے ایک کونے میں گول ڈائمنگ ٹیبل پڑی ہوئی تھی جس کے گرد چار کرسیاں نظر آرہی تھیں۔

وہ مجھے ایک بیڈ روم میں لے گئی پھر کہنے لگی۔ ”دو بیڈ روم موجود ہیں یہاں ایک میرے لیے ایک آپ کے لیے لیکن ہر بیڈ روم میں دو بستر ہیں۔ آپ ذرا اس کا جائزہ لے لیجئے اور مجھ سے اپنی پسند یا پسند کا اظہار کر دیجئے گا اگر آپ کو یہ رہائش گاہ پسند نہ ہو تو میں آپ کی خواہش کے مطابق دوسری رہائش گاہ کا بندوبست کروں۔“

”نہیں مس ایلزما یہ جگہ بالکل مناسب ہے، ویسے کیا میں آپ کو مس ہی کہوں۔“ میں نے سوال کیا اور وہ ہنس پڑی۔

”جی ہاں یہاں آپ کو جتنی لڑکیاں نظر آئیں گی وہ مس ہی ہوں گی۔ اصل میں یہاں اس اجتماع رسم کا دستور نہیں ہے جسے شادی کہتے ہیں یہاں ان تمام چیزوں کی آزادی ہے آپ زندگی کی آخری سانس تک مس رہ سکتی ہیں۔ میرا مطلب ہے خواتین کی بات کر رہی ہوں میں۔“ اس نے کہا اور اپنے جملے پر خود ہی کھلکھلا کر ہنس پڑی

ویسے اس کی ہنسی بھی بہت دلکش تھی۔

”خوب مسٹر لیوٹن ڈلاز نے یہاں رہنی والوں کے لیے بڑے اعلیٰ بندوبست کیے ہوئے ہیں۔“

”جی سر۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہم اپنی مختصر زندگی میں جو لطف لے سکتے ہیں اس کے تمام انتظامات یہاں موجود ہیں۔ اصل میں مسٹر لیوٹن کا کہنا ہے کہ زندگی کے جتنے بھی لحاظ ملیں انھیں اپنی پسند کے مطابق گزارا جائے چنانچہ یہاں رہنے والے ہر شخص کو اس کی اپنی پسند کے مطابق زندگی گزارنے کی اجازت ہے۔“

”گڈ اگر آپ کو میرا اینڈنٹ مقرر کیا گیا ہے مس ایلزا تو یقینی طور پر آپ کو وہ ہدایت بھی دے دی گئی ہوں گی جو مجھ پر لاگو ہوتی ہیں۔ یعنی یہ کیا جائے وہ نہ کیا جائے۔ ویسے کیا آپ کو میرے بارے میں کچھ تفصیلات بھی بتائی گئی ہیں؟“

”اس کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ تفصیلات صرف مسٹر ڈلاز جانتے ہیں۔ ہم لوگوں کو تو بس یہ ہدایت کر دی جاتی ہے کہ ہمیں مہمان کی کس طرح پذیرائی کرنی ہے۔“

”اور اگر مہمان آپ سے فرمائش کریں کہ آپ اسے یہاں کے بارے میں تفصیلات بتائیے؟“

”آپ ہر فرمائش کر سکتے ہیں، آپ کو اتنی ہی آزادی حاصل ہے جتنی یہاں رہنے والوں کو۔“

”جبکہ مسٹر ڈلاز کا کہنا ہے کہ میں ان کا دشمن ہوں۔“

”جی ہاں سچی بات میں آپ کو بتاؤں، مسٹر ڈلاز ہر شخص کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ہر شخص ان کے خلاف سازش کر سکتا ہے، انھیں نقصان پہنچانے کی کوشش کر سکتا ہے اور بعض اوقات تو یہاں بڑے عجیب و غریب کھیل ہوتے ہیں۔“

”مثلاً؟“

”مثلاً مسٹر ڈلاز لوگوں کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ انھیں نقصان پہنچانے کی کوشش کریں جو ایک موثر کوشش کرنے میں کامیاب ہو جائے گا اسے اس کی پسند کے مطابق انعام دیا جائے گا اور اس وقت لوگ مختلف قسم کی کوششیں کرتے ہیں۔“

”گویا دلچسپ کھیل؟“

”یقیناً یہ ایک دلچسپ کھیل ہے۔“

”اور وہ لوگ مسٹر ڈلاز کو نقصان نہیں پہنچا پاتے؟“

”ہاں اس طرح مسٹر ڈلاز اپنا امتحان لیتے رہتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ دوستوں سے زیادہ دشمن قابل قدر ہوتے ہیں کیونکہ وہ انسان کو اس کی کمزوریوں سے آگاہ کرتے رہتے ہیں جبکہ دوست ایک بے مقصد اور بے کار چیز ہوتا ہے۔“

”ہوں آپ کا ان نظریات کے بارے میں کیا خیال ہے؟“

”نہیں یہاں کسی کی کوئی ذاتی رائے نہیں ہوتی یہاں وہی شخص ملے گا آپ کو جو

مسٹر ڈلاز کے خیالات سے اتفاق کرتا ہو۔“

”اندرونی طور پر بھی؟“

”یہ اس کا ذاتی معاملہ ہے لیکن بہر حال وہ قائل ہو جاتا ہے اس بات کا کہ مسٹر ڈلاز

کا ہی سوچنا زیادہ مناسب ہے۔“

”گڈ، بڑا دلچسپ ماحول ہے یہاں کا مس ایلزا۔“

”جی ہاں آپ نے ابھی یہاں کیا دیکھا ہے، کچھ عرصے یہاں قیام کریں گے تو آپ

یقین کریں زندگی کی دلکشی کے قائل ہو جائیں گے یہاں زندگی کو بڑا حسن بخش دیا گیا ہے

اور صحیح معنوں میں اگر انسان یہاں اپنی زندگی کے چند سال ہی گزار لے تو پھر اسے یہ

احساس ہوتا ہے کہ اس کے دل میں اور کوئی حسرت باقی نہیں رہ گئی خیر یہ تو رہا یہاں کا

سلسلہ، سرچونکہ مجھے آپ کی خدمت پر مامور کیا گیا ہے اس لیے میری ذمہ داری ہے کہ

آپ کی تمام ضرورتوں سے آگاہ ہو جاؤں۔ آپ براہ کرم مجھے یہ بتا دیجئے گا کہ صبح کو ناشتا

کس وقت کرتے ہیں، کس وقت جاگنا پسند کرتے ہیں، اس کے بعد کن مصروفیات کے

قائل ہیں، کھانا کس وقت کھاتے ہیں، شام کی چائے، دُزر یہ تمام تفصیلات مجھے بتا دیجئے گا

اور سر آپ کے لباس کا بندوبست بھی جلد ہو جائے گا۔ صرف چند گھنٹوں کے اندر

اندرونی۔“

”ایک بات بتائیے مس ایلزا، میرا سامان کہیں اور پڑا ہوا ہے کیا وہ پہنچ سکتا ہے؟“

”آپ فرمائش کر دیجئے گا سر، ظاہر ہے مسٹر لیوٹن آپ سے ملاقات کریں گے اگر وہ

پسند کریں گے تو آپ کا سامان یہاں آجائے گا۔“

”ہوں بہتر ہے۔“

”تو سراب میرے لیے کیا حکم ہے؟“

”میں آپ کو بتاؤں گا یہ تمام باتیں مس ایلزا دوپہر کو جس وقت آپ پسند کریں لےجے دیتے گا اسی طرح ڈنر وغیرہ کا مسئلہ ہے اس وقت مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ دو گھنٹے کے لیے مجھے بالکل تنہا چھوڑ دیں۔ اس کے بعد آپ چاہیں تو دوبارہ تشریف لاسکتی ہیں۔“

”یہ سرٹیلی فون موجود ہے، دائر لیس ہے لیکن اس کا تعلق صرف مجھ سے ہے۔ جب بھی آپ ضرورت محسوس کریں اس پر مجھے کال کر لیں۔ دیکھیے بس یہ ایک بٹن دبانا پڑتا ہے۔“

ایک عجیب و غریب چیز میرے سامنے رکھ دی گئی۔ گول پیالے نما شے تھی جس کے اوپر سفید رنگ کی ایک پلیٹ لگی ہوئی تھی اور عین درمیان میں ایک بٹن، کالے رنگ کے اس بٹن کو دبانے سے بقول ایلزا کے اس سے رابطہ قائم ہو جاتا اور میں اس پر اسے جو ہدایت چاہے دے سکتا تھا۔ بہر طور اس انوکھی جگہ ان تمام چیزوں کا موجود ہونا کوئی عجیب خیزبات نہیں تھی۔ ایلزا چلی گئی اور میں اپنی اس رہائش گاہ کو دیکھنے لگا۔ بستر پر بیٹھ کر میں نے جوتے وغیرہ اتارے اور اس نئی اور انوکھی داستان پر غور کرنے لگا۔ کیا چیز ہے یہ دنیا، انسان کا طرز زندگی یکساں ہی ہے، برائیوں کی جانب راغب ہوتا ہے تو اتنا بڑا بن جاتا ہے کہ سوچا بھی نہ جاسکے۔ یہ شخص یہ سب کچھ کس لیے کر رہا ہے اس پر غور کرتے ہوئے کوئن میکوویا یاد آئی لیکن کوئن میکوویا کی زندگی کا ایک مقصد تھا اس نے ایک نظریہ ترتیب دیا تھا جس پر کام کر رہی تھی اور اسے برا نہیں کہا جاسکتا تھا۔ کوئن میکوویا کے بعد اس کے دیے ہوئے وہ تحفے یاد آئے جن کا اس وقت میرے پاس نہ ہونا میری زندگی کا سب سے بڑا نقصان تھا۔ حالانکہ اس بات کا بھی خطرہ تھا۔ یہاں ان کا استعمال انھیں ضائع بھی کر سکتا تھا لیکن جہاں میں نے ان کو چھوڑ دیا وہاں بھی ان کی حفاظت کرنے والا کوئی نہیں تھا پھر لیوٹن ڈلاز کے بارے میں غور کیا۔ کتنا پر اعتماد ہے وہ اپنے آپ میں متضاد خیالات نہ جانے مجھے کب تک گھیرے رہے اور پھر بھوک لگنے لگی۔ میں نے وائر لیس فون پر ایلزا کو مخاطب کر کے اس سے کھانا طلب کیا اور ایلزا نے مجھے جواب دیا کہ دس

منٹ صرف ہو جائیں گے۔ دس منٹ کے بعد وہ کھانے کے ساتھ آگئی۔ پیچھے ایک آدمی موجود تھا جس کے پاس ایک سوٹ کیس تھا اور اس میں میرے کپڑے رکھے ہوئے تھے۔

”سریہ آپ کی جسامت کے مطابق ہوں گے، کھانے کے بعد ان کا جائزہ لیجئے گا۔ ویسے بالکل نئے لباس ہیں، ہمارے اسٹاک میں ہوا کرتے ہیں۔“

”تھینک یو ایلزا۔“ میں نے جواب دیا پھر میں نے کہا۔

”اگر ممکن ہو سکے تو میرا سامان وہاں سے منگوا لیا جائے جہاں وہ موجود ہے۔ اس جگہ کی نشان دہی کروں گا۔“

”بہتر سر لیکن اس کے لیے مسٹر ڈلاز سے ہدایت لینا ہوگی۔“

”ٹھیک ہے۔“ وہ خاموشی سے اس وقت تک وہاں موجود رہی جب تک میں نے کھانا نہیں کھالیا۔ کھانا واقعی بہت لذیذ تھا اور لیوٹن ڈلاز نے اپنے وعدے کا خیال رکھا تھا پھر ایلزا برتن لے کر چلی گئی اور میں آرام کرنے لیٹ گیا شام کے تقریباً چار بجے تھے جب میں نے لیوٹن ڈلاز کو ایک کار سے اترتے ہوئے دیکھا۔ میں چونک پڑا تھا وہ اس طرح میرے پاس آجائے گا اس بارے میں میں نے سوچا بھی نہیں تھا۔ بہر حال میں نے کسی قسم کی حماقت کیے بغیر باہر آکر اس کا استقبال کیا اس نے مجھ سے مصافحہ نہیں کیا تھا۔ ایک خوب صورت لباس میں تھا لیکن بد نما صورت کو نہیں بدل سکتا تھا۔ مسکراتا ہوا میرے ساتھ اندر آگیا۔

”مسٹر دانش منصور، کچھ مصروفیات تھیں جن کی بنا پر میں آپ سے طویل گفتگو نہیں کر سکا لیکن اب میرے اور آپ کے درمیان خاصی گفتگو رہے گی۔ آپ ذہنی طور پر اس کے لیے تیار ہیں؟“

”نہ تیار ہونے کا کیا سوال ہے مسٹر ڈلاز براہ کرم تشریف نوکیجیے۔“

”رہائش گاہ پسند ہے؟“

”جی ہاں۔ حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ میں ذہنی طور پر کس قدر تردد کا شکار ہوں

گا۔“

”یقیناً یقیناً بات انسانی فطرت سے مختلف نہیں سوچی جاسکتی لیکن بہر حال ہوتا ہے

اب آپ دیکھیے نا آپ نے جو کارنامے انجام دیے ہیں ان کی تمام تفصیل میرے پاس

موجود ہے۔ میں نے ان پر ریسرچ کی ہے۔ میں نے آپ کے رجحان، آپ کے طریقہ کار کا بہ غور مطالعہ کیا ہے۔ پہلے بھی آپ سے کہہ چکا ہوں کہ آپ کی یہاں آمد کی توقع کر رہا تھا۔ بلکہ منتظر تھا اور گہری نگاہوں سے اپنے اطراف کا جائزہ لے رہا تھا۔ یہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ آپ کس شکل میں یہاں پہنچتے ہیں۔ بی لاک ایک ذہین آدمی ہے اس نے جو منصوبہ ترتیب دیا۔ بڑی محنت کی ہے بے چارے نے اس پر لیکن اب اسے کیا کہا جائے کہ وہ ابتداء ہی سے میرے علم میں تھا۔ یہ بات اسے آج تک نہیں معلوم لیکن میں جانتا ہوں کہ آپ جیسے پیرے نہیں ہیں، میں یہ بھی جانتا ہوں کہ آپ کا تعلق ان تمام چیزوں سے نہیں ہے جس کے بارے میں انھوں نے سوچا تھا۔ آپ کی یہاں آمد کا مقصد میں ہوں اور آخر کار آپ کی اور میری ملاقات ہوگئی۔ مائی ڈیئر دانش منصور آپ نے اپنے مقصد کے زیرِ تحت جو کچھ اپنے وطن میں سرانجام دیا ہے قابلِ رشک ہے وہاں کا ماحول، وہاں کے مشکل حالات، ان حالات کو آپ نے جس طرح کنٹرول کیا آپ ہی کا کارنامہ ہے، ڈان سینٹر اور روز آرگنائزیشن نے اصل میں آپ کی حیثیت جانے بغیر آپ سے جھگڑا مول لیا۔ حالانکہ وہ اگر اپنے لیے مناسب راستے منتخب کرتے تو یقینی طور پر انھیں آپ کا تعاون حاصل ہو سکتا تھا۔

”ایک سوال کرنا چاہتا ہوں مسٹر ڈلاز؟“

”ہاں ضرور۔“

”آپ کی شاندار معلومات کو ذرا بھی چیلنج نہیں کیا جاسکتا اور یہ ایک عام انسان کا کام نہیں ہے لیکن مسٹر ڈلاز روز آرگنائزیشن یا ڈان سینٹر نے دنیا بھر میں اپنا جال بچھا رکھا ہے جو کچھ اس کے پاس موجود ہے اور جیسے اس کے وسائل ہیں ان تمام تروسائل کے تحت وہ ایک معمولی سے انسان پر قابو نہیں پاسکے کیا یہ انوکھی بات نہیں ہے؟“

”ہے۔“ اس نے فوراً جواب دیا۔

”اس کا مطلب ہے کہ وہ اپنے تمام تروسائل کے باوجود اس قدر پائدار اہمیت کے حامل نہیں ہیں کہ اپنے مقاصد کے عین مطابق کام کر سکیں پھر آپ جیسی عظیم شخصیت بھلا اتنے معمولی اداروں سے کیوں منسلک ہے۔ آپ اپنے طور پر بھی بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ میرے خیال میں اگر آپ ان اداروں کا سہارا نہ لیتے تب بھی آپ کا اپنا مقام ان

سے کہیں اعلیٰ ہوتا۔ کیا آپ اس کا جواب دینا پسند کریں گے۔“ وہ چند لمحات کے لیے سوچ میں ڈوب گیا پھر اس نے کہا۔

”ہر اس چیز سے فائدہ اٹھانا عقل مندی کی نشانی ہے جو کسی کام آسکے۔ یہ ادارے دنیا بھر میں میرے مفادات کی نگرانی کرتے ہیں اگر میں اپنے طور پر ایسا کوئی نظام قائم کرتا تو اس پر مجھے کافی محنت کرنا پڑتی ایک طرح سے یوں سمجھ لو کہ وہ میرے ذیلی ادارے ہیں۔ میرا اپنا مقصد کچھ اور ہی ہے اور میں اپنے اس مقصد کی تکمیل کر رہا ہوں وہ میرا ساتھ دیتے ہیں۔ میں ان کے لیے بھی تھوڑا بہت کام کر دیتا ہوں اگر میں چاہوں تو ان دونوں اداروں کا سربراہ بن سکتا ہوں اور اگر وہ میری سربراہی قبول نہ کریں تو ان کا وجود فنا ہو جائے لیکن میں خود نہیں چاہتا جس طرح وہ لوگ میرے لیے کام کرتے ہیں میں ان سے مطمئن ہوں۔“

”گڈ بہر حال آپ کی اعلیٰ ذہانت سے اسی قسم کی توقع کی جاسکتی تھی مسٹر لیوٹن ڈلاز ایک سوال اور وہ یہ کہ آپ نے جو اتنا بڑا کاروبار پھیلا رکھا ہے اس اعلیٰ پیمانے پر آپ کام کر رہے ہیں دشمنی کا شوق اپنی جگہ لیکن آپ یہ بتائیے اس سے کوئی اعلیٰ ترین مقصد آپ کی نگاہوں میں ہے۔ میرا مطلب ہے کہ آپ زندگی کے اختتام کے تو قائل ہوں گے؟“

”کیوں نہیں ظاہر ہے میں زندگی کو قائم نہیں رکھ سکتا تو اس کے اختتام سے منحرف

کیوں رہوں۔“

”جی۔ تو اس کے بعد آپ کی ان تمام کاوشوں کا صلہ کسے ملے گا، کون اس سے فائدہ اٹھائے گا؟ میرا مطلب ہے کوئی ایسا مقصد ہے آپ کی نگاہوں میں جس کے لیے آپ یہ سب کچھ کرنا چاہتے ہوں؟“

”نہیں۔ بالکل نہیں لیکن انسان کے دل میں اپنی پسند کی زندگی جینے کی ایک خواہش ہوتی ہے اور آپ اچھی طرح جانتے ہیں مسٹر دانش منصور کہ خواہش کی قیمت نہیں ہوتی اور خواہشات کی تکمیل کے لیے جدوجہد کرنا ہوتی ہے۔ میں یہی سب کچھ کر رہا ہوں۔ مطمئن بھی ہوں خوش بھی ہوں مجھے وہ حاصل ہو رہا ہے جو میری خواہش تھی اور جس وقت دنیا سے واپسی ہوگی میں نہیں جانتا میرے کیے کا پھل کون کھائے گا۔“

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی پھر میں نے کہا۔

”اس کے علاوہ آپ کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ آپ نے اپنے پاس ایٹم بم رکھا ہوا ہے اور بہت سے افراد اس بات سے خوف زدہ ہیں کیا یہ درست ہے؟“ وہ مسکرا دیا اور بولا۔

”ہاں بالکل درست ہے بلکہ ایک دلچسپ بات میں آپ کو اور بتاؤں۔ بہت عرصے سے میرے ذہن میں ایک منصوبہ تھا اصل میں میری کچھ خواہشات ہیں، کچھ مشغلے ہیں پسند کی کچھ باتیں ہیں اور جب میں اپنی پسند کا کوئی کام کرتا ہوں تو مجھے جو خوشی حاصل ہوتی ہے وہی میری زندگی کا اصل مقصد ہے۔ بہت عرصے سے ایک پروگرام میرے ذہن میں تھا اور میں اس پر عمل کرنے کا خواہش مند تھا۔ میں سمجھتا ہوں اب وہ وقت آگیا ہے کہ میں اپنے اس پروگرام کی تکمیل کر لوں۔ آپ یقین کریں ایسے پر لطف مناظر دکھاؤں گا میں آپ کو مسٹر دانش منصور کہ آپ کو زندگی کا لطف آجائے گا۔ بس انسان کی خواہش ہی ہوتی ہے، مشغلہ ہی ہوتا ہے اور وہی اسے مطمئن رکھتا ہے جیسا کہ میں نے آپ کو بتایا کہ مجھے دوستوں سے نفرت ہے اور دشمنوں سے محبت۔ آپ دیکھیے بحیرہ کریمین میں کئی ایسے ممالک کے جہاز موجود ہیں جن کے پاس نہایت خطرناک سازو سامان ہے اور وہ اس بات کے خواہش مند ہیں کہ اگر انھیں کوئی مناسب موقع مل جائے تو اپنے اس خطرناک اسلحے سے لیوٹن ویلی کو تباہ کر دیں۔ یہاں تقریباً ساڑھے تین سو افراد ہیں جو میرے لیے کام کرتے ہیں میرے مفادات کی نگرانی کرتے ہیں۔ ذہین ترین لوگ ہیں یہ ان کی زندگی بھی تو بچانی ہے نا مجھے۔ آپ خود غور کر لیجئے اگر میرے پاس ایسے ذرائع نہ ہوں تو کیا میں ان بیشتر ممالک سے اپنے آپ کو بچا سکتا ہوں جو میرا خاتمہ چاہتے ہیں۔ کچھ ایسے ممالک بھی ہیں جو مجھ سے تعاون کرتے ہیں اور میرے مفادات کی نگرانی بھی کرتے ہیں۔ آپ نے بالکل درست سنا ہے، میرے پاس نہ صرف ایٹم بم ہے بلکہ وہ ایک میزائل میں لوڈ بھی ہے اور میزائل ایک ایسی جگہ پر نصب ہے جہاں سے میں بہ آسانی ایک معمولی سی جنبش سے اسے اس کے ہدف پر پہنچا سکتا ہوں۔ میں آپ کو ہر جگہ کا نظارہ کراؤں گا، مسٹر دانش منصور چونکہ بہر حال میں آپ کو ان دشمنوں میں مانتا ہوں جو نقصان پہنچانے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ آپ مجھے یہاں لیوٹن ویلی میں رہ کر نقصان

پہنچائیے۔ آپ مکمل طور پر آزاد ہیں جہاں چاہیں جاسکتے ہیں، کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی آپ کو، کوئی فرد آپ کا راستہ نہیں روکے گا، جو کہتا ہوں وہی کرتا ہوں آپ براہ کرم تھوڑا وقت یہاں آرام سے گزارئیے۔ میں کچھ تحائف بھی پیش کروں گا آپ کو اور اس کے بعد آپ جب تک یہاں موجود ہیں مجھے تباہ و برباد کرنے کے لیے کارروائی کیجئے گا مجھے خوشی ہوگی۔ سمجھ رہے ہیں نا آپ۔“ میں خاموش نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

”کیا کوئی ایسا ذریعہ بھی ہے مسٹر لیوٹن ڈلاز کہ میرے اور آپ کے درمیان دوستی ہو جائے۔“

”جس دن یہ خیال آپ کے ذہن میں آیا اور میں نے اس پر غور کیا اس دن میں آپ کو ہلاک کر دوں گا مسٹر دانش منصور، دوستی نہیں بالکل نہیں، دشمنی جس حد تک چاہیں بڑھالیں، مجھے دوستوں سے نفرت ہے۔“ میں خاموش ہو گیا تھا۔ یہ ایک خاص قسم کا جنونی تھا جو آہستہ آہستہ میری سمجھ میں آتا جا رہا تھا۔ میں نے گردن جھٹک کر مسکراتے ہوئے کہا۔

”یہاں آپ کی شخصیت واقعی میرے لیے دنیا کے ہر اس شخص کی شخصیت سے مختلف ہے جو طاقت رکھتا ہے۔“

”ہاں۔ یہ اعتراف آپ کو کرنا ہوگا مسٹر دانش منصور، میں اس قدر با اختیار ہوں کہ آپ سوچ بھی نہیں سکتے لیکن بس میری فطرت ہے میں کبھی ذہانت کی تحقیر نہیں کرتا، ذہین لوگ مجھے متاثر کرتے ہیں اور میں ان کی عزت بھی کرتا ہوں جیسے آپ کی، آپ خود غور کر لیجئے گا آپ نے روز آرگنائزیشن اور دوسرے ادارے کو شدید نقصانات پہنچائے ہیں اور اس کے بعد آپ یوں سمجھ لیجئے کہ معرکے سر کرتے ہوئے یہاں تک پہنچ گئے ہیں اس کے باوجود میں صرف آپ کی ذہانت کی عزت کر رہا ہوں۔ آپ چاہیں گے تو میں آپ کو سلامتی کے ساتھ یہاں سے واپس آپ کے ملک بھی پہنچا سکتا ہوں۔ اس کے لیے آپ کو کچھ شرائط ماننا ہوں گی میری لیکن میں فوراً ہی جلد بازی کر کے یہ سارے کام نہیں کر لینا چاہتا۔ پہلے میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ یہاں اپنی ذہانت کا مظاہرہ کر کے مجھے ختم کر دیں۔ اس کے بعد اگر میں زندہ رہا تو پھر آپ سے بات کرنے کی پوزیشن میں آجاؤں گا۔ ایک بار

پھر دعوت دیتا ہوں کہ یہاں عیش کیجئے گا آپ کو کہیں بھی نہیں روکا جائے گا۔ اچھا آج کی ملاقات ختم اجازت دیجئے گا۔“ وہ اٹھا۔ واپسی میں بھی اس نے مجھ سے ہاتھ نہیں ملایا تھا پھر وہ چلا گیا اور میں سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ واقعی عجیب و غریب شخصیت سے واسطہ پڑا تھا۔ رات کا کھانا کھایا اور اس کے بعد مس ایلزا مارس اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ میرے کمرے میں وارد ہو گئیں اور نیلی حسین آنکھوں کے تیر برساتی ہوئی بولیں۔

”سر میں نے سنا ہے کہ آپ شراب نہیں پیتے؟“

”جی مس ایلزا۔“

”حالانکہ اس کے بغیر زندگی نامکمل رہتی ہے، خیر یہ آپ کی پسند ہے۔ میں لباس تبدیل کر کے یہاں آ جاؤں؟“

”یہاں دو بیڈ روم ہیں مس ایلزا؟“

”جی سر۔“

”آپ کا یہاں رہنا ضروری ہو گا؟“

”جی سر۔“ وہ کچھ سہم سی گئی۔

”یہ آپ کی ڈیوٹی ہے؟“

”جی سر۔“ اس نے ایک ہی ٹون میں جواب دیا۔

”تو میرا بہترین مشورہ ہے کہ آپ اس دوسرے بیڈ روم میں آرام سے سوئیں۔ آپ کو کوئی دقت ہوگی نہ مجھے۔“ وہ چند لمحات کچھ بھی نہیں بول سکی تھی اور اس کے بعد سر جھکا کر واپس چلی گئی تھی۔ میں نے وہ کپڑے دیکھے جو میرے لیے آئے تھے۔ بحرہال بہت سے ایسے معاملات تھے جن میں لیوٹن ڈالاز مجھے حیران کر رہا تھا۔ شخصیت واقعی بڑی خوفناک تھی اور میری کیفیت کسی تالاب میں پڑے ہوئے ایک ننھے سے کنکر کی مانند تھی جو بالکل ہی بے حقیقت ہوتا ہے۔ اس نے نہ صرف جیسا حکومت کو بلکہ بے شمار ممالک کو ہلا کر رکھا ہوا تھا اور وہ جزوی طور پر روز آرگنائزیشن یا ڈان سینٹر سے تعلق رکھتا تھا اور نہ اس کی ایک الگ کائنات تھی بڑا مشکل کام ہو جائے گا اس بار لیکن بہر حال دیکھتے ہیں کیا فیصلے کیے گئے ہیں آسمانوں سے۔ اپنا کام کو شش کرنا ہے باقی سب کچھ تقدیر کا کھیل، چنانچہ میں آرام سے گہری نیند سو گیا تھا۔

اور دوسری صبح مجھے مس ایلزا مارس کا پھولا ہوا منہ دیکھنا پڑا تھا۔ وہ غالباً تو بہن حسن سے ناراض تھیں۔ خاموشی سے مجھے ناشتا پیش کیا لیکن میں نے مسکراتے ہوئے ان سے کہا۔

”مس ایلزا، آپ مجھ سے ناراض معلوم ہوتی ہے؟“

”نہیں سر، بھلا اس کی کیا گنجائش ہے۔“

”لگ رہا ہے۔“

”سر نہیں آپ یقین کیجئے ایسی بات نہیں ہے بس حیرانی ہے۔“

”کیوں؟“

”سب لوگ ایسے ہوتے نہیں ہیں۔ پلیز اس سے زیادہ مجھ سے اور کوئی بات نہیں کیجئے گا۔“

”آپ مجھے اپنی ذہنی کیفیت کے بارے میں بھی کچھ نہیں بتائیں گی؟“

”نہیں سر، ہماری کوئی ذہنی کیفیت نہیں ہوتی اب دیکھیے ناکام کرتے ہیں یہاں مطمئن ہیں خوش ہیں، اپنے خاندان کے ساتھ اور کیا چاہیے انسان کو۔ ہم تو صرف ہدایات کی پابندی کرتے ہیں۔ آپ بھروسہ کیجئے میں بس سنجیدہ ہوں لیکن نہ تو ناراض ہوں اور نہ کوئی اور بات، میرے لائق اور کوئی خدمت؟“

”کیا آپ مجھے لیوٹن ویلی کی سیر کرا سکتی ہیں؟“

”جی سر بالکل کرا سکتی ہوں۔ آپ جب بھی چلنا پسند کریں۔“

”بس تو تھوڑی دیر کے بعد۔“

”اوکے سر۔“ اور پھر میں ایلزا مارس کی ساتھ اس چھوٹے سے حسین شہر کی سیر کرنے لگا۔ ایلزا مارس مجھے ایک ایک علاقے کے بارے میں بتاتی جا رہی تھی۔ یہاں شاندار تجربے گاہیں تھیں لیکن زیر زمین، اوپر صرف لکڑی کی عمارتیں تھیں جہاں آفس وغیرہ بنائے گئے تھے اور ان آفسوں کے باہر بورڈ لگے ہوئے تھے جن کے ذریعے ان میں ہونے والے کام کی تفصیل کا پتا چلتا تھا۔ ایلزا مارس میرے پوچھنے پر مجھے ہر جگہ کے بارے میں بتا رہی تھی۔

پھر وہ ایک خوش نما علاقے سے گزری، جہاں خاردار تار لگے ہوئے تھے اور یہاں

کچھ لوگ پہرہ بھی دے رہے تھے۔ میں نے اس کے بارے میں پوچھا تو وہ بولی۔
 ”یہ ممنوعہ علاقہ ہے اور یہاں ہمارا ریڈیو اسٹیشن اور آپریشن ہال ہے۔“
 ”ریڈیو اسٹیشن؟“
 ”ہاں۔“

”کیا یہاں کوئی ریڈیو اسٹیشن بھی کام کرتا ہے؟“
 ”نہیں ابھی نہیں۔ یہ ریڈیو اسٹیشن کسی منصوبے کے تحت بنایا گیا ہے۔ اس سے
 باقاعدہ نشریات کی جاسکتی ہیں لیکن ابھی اس کا آغاز نہیں کیا گیا۔“
 ”اور آپریشن ہال؟“

”ہاں۔ یہاں ہمارا میزائل سسٹم بھی ہے اور اس کی بھی خصوصی حفاظت کی جاتی
 ہے۔“ میں خاموش ہو گیا یہ بات تمام لوگوں کو معلوم تھی کہ لیوٹن ڈلاز نے اپنے تحفظ کے
 لیے ایٹم بم کا بندوبست بھی کر رکھا ہے۔ ایلزا مارس نے مجھے بتایا۔

”ہماری فورس کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے۔ کل تین سو سولہ افراد ہیں جو
 لیوٹن فورس سے تعلق رکھتے ہیں لیکن یہ تین سو افراد ان کی تعداد کا تم صحیح طور پر اندازہ
 نہیں لگا سکتے۔ یہ دنیا بھر کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں۔“

”یقیناً۔ مسٹر لیوٹن ڈلاز ایسی ہی اعلیٰ ذہانتوں کے مالک ہیں۔“ وہ چونک کر مجھے
 دیکھنے لگی پھر بولی۔

”تم نے اس بات سے اتفاق کر لیا ہے؟“

”میرے اتفاق کرنے نہ کرنے سے کیا ہوتا ہے۔ جو بات نگاہوں کے سامنے ہو اس
 سے انحراف تو نہیں کیا جاسکتا۔“

”اصل میں مجھے ہدایت کی گئی ہے کہ تمہاری ذہنیت کے بارے میں رپورٹ پیش
 کرتی رہوں۔ چنانچہ یہ سوال میں نے تم سے اس لیے کر ڈالا تھا۔“

”لیکن تمہیں یہ ہدایت خفیہ طور پر ملی ہوگی۔ یہ تو نہیں کہا گیا ہو گا تم سے کہ تم
 اس بارے میں آگاہ کرو۔“

”ہاں لیکن احمق تو میں بھی نہیں ہوں۔“

”کیا مطلب؟“

”تمہاری فطرت کو سمجھ چکی ہوں۔ تم بھی صاف ستھری طبیعت کے آدمی ہو، آئی
 ایم سوری اپنی اس بے تکلفی کے لیے معافی چاہتی ہوں۔“
 ”نہیں، ٹھیک کہتی ہو ایلزا مارس۔ میں بری فطرت کا انسان نہیں ہوں۔“ میں نے
 جواب دیا۔

”میں سمجھتی ہوں کہ تم سے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔“ اس نے کہا اور میں
 ایک ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ واقعی ایسی لڑکی کو میں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا
 تھا جسے اپنی معصوم فطرت کی بنا پر کسی پر اس قدر اعتماد ہو جائے۔ ایلزا مارس مجھے میری
 خواہش کے مطابق لیوٹن ویلی کی سیر کراتی رہی اور پھر میں نے واپسی کی خواہش کا اظہار
 کیا۔ یہ رات بھی میرے لیے سوچوں کی رات تھی۔ بہت کچھ دیکھا تھا، بہت سی معلومات
 حاصل ہوئی تھیں اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ اس بار صورت حال بہت مختلف ہے، مجھے ان
 چیزوں کا سہارا بھی حاصل نہیں ہے۔ جنہوں نے میری بڑی مدد کی ہے اور یہاں کا ماحول
 بھی ذرا مختلف ہے۔ پہلے کے لوگ محتاط تھے اور انہوں نے اس طرح کسی کو آزادی نہیں
 دی تھی لیکن یہاں صورت حال بالکل ہی مختلف تھی۔ لیوٹن ڈلاز نے اپنی کمزوریوں کو
 جاننے کے لیے دشمن پال رکھے تھے اور بلاشبہ اگر اس پر غور کیا جاتا تو یہ ایک عجیب تصور
 تھا۔ حد سے زیادہ خود اعتمادی کا اظہار اور اپنے آپ کو قائم رکھنے کا مسئلہ۔ بظاہر یوں
 محسوس ہوتا تھا جیسے لیوٹن ویلی میں میری کوششیں کس طور پر آور نہیں ہو سکیں گی لیکن
 اس کے بعد یہ شخص مجھ سے کیا چاہے گا؟ اصل مسئلہ یہ تھا۔

بہر حال جو بھی تھا اب تو اس صورت حال سے نمٹنا ہی تھا۔ دوسرے دن میں نے
 ناشتے کے بعد ایلزا سے فرمائش کی کہ آج وہ مجھے تنہا چھوڑ دے اور اس نے بخوشی یہ بات
 مان لی تھی۔ کار کی چابی میرے حوالے کر کے وہ گردن خم کر کے پیچھے ہٹ گئی تھی اور اس
 دن میں نے کچھ جارحانہ اقدامات کیے۔ میں پورے لیوٹن ویلی میں گردش کرتا رہا۔ یہاں
 چھوٹے چھوٹے پیٹرول پمپ بھی بنے ہوئے تھے جن سے کہیں بھی رک کر پٹرول لیا
 جاسکتا تھا پھر میں ایک ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں ممنوعہ علاقہ لکھا ہوا تھا۔

میں اتر کر اندر داخل ہو گیا۔ گارڈز نے میرے قریب آکر مودب لہجے میں کہا۔

”سر یہاں عام لوگوں کو آنے کی اجازت نہیں ہے۔“

”میں عام آدمی نہیں ہوں اگر چاہو تو لیوٹن ڈلاز سے اس بارے میں معلوم کر سکتے ہو؟“

ان میں سے ایک گارڈ نے ایک چوکور ٹارچ نما آلہ نکالا اور اس کی روشنی اوپر سے لے کر نیچے تک میرے اوپر ڈالی ایک لمحے میں تو مجھے یہ اندازہ بھی نہیں ہو سکا تھا کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے لیکن بعد میں یہ بات سمجھ میں آگئی کہ وہ میرے لباس میں چھپی ہوئی کسی ایسی شے کا جائزہ لے رہا ہے جو کسی چیز کو نقصان تو نہیں پہنچا سکتی۔ میں اندر داخل ہو گیا اور پھر اس عمارت میں پہنچ گیا جس کے نیچے ایک زمین دوز دیتا آباد تھی۔ عمارت کے دروازے کو کھول کر میں اندر داخل ہوا۔ خاص قسم کی یونینفارم میں لوگ آ جا رہے تھے، نیچے اترنے کا راستہ نہایت آسان تھا۔ میں کوئی بیس سیڑھیاں طے کر کے گھرائیوں میں پہنچ گیا اور یہاں میں نے ایک عظیم الشان لیبارٹری دیکھی جس میں مختلف لوگ کام کر رہے تھے۔ پوری لیبارٹری بقیہ نور بنی ہوئی تھی۔ اتنی تیز روشنی تھی کہ یقیناً آنکھوں کو نقصان دیتی ہوگی اور اس کا طریقہ کار یہ دریافت کیا گیا تھا کہ ہر شخص نے یہاں چشمہ لگایا ہوا تھا، میزوں پر جیسے سورج اتر ہوا تھا، مختلف کام ہو رہے تھے۔ بہر حال میں سائینس دان تو تھا نہیں کہ ان کاموں کی نوعیت کو سمجھ سکتا جن لوگوں کے درمیان سے میں گزرا وہ رک کر مجھے دیکھنے لگتے تھے۔ یہاں مسلح گارڈ بھی موجود تھے جو گردش کر رہے تھے۔ میں نے ان کے چہروں پر ایسے آثار دیکھے جیسے وہ پوری طرح مستعد ہوں اور ذرا بھی جنبش کروں تو مجھے روک دیا جائے یا پھر میرے کسی عمل پر مجھے نقصان بھی پہنچا دیا جائے لیکن اب ایسے احمقانہ اقدامات بھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اصل بات تو تب تھی جب صورت حال کو سمجھ کر کوئی کارروائی کی جائے۔ بہت دیر تک میں وہاں گردش کرتا رہا، کئی میزوں پر میں نے کام ہوتا ہوا دیکھا اور اس کے بعد وہاں سے پلٹ پڑا پھر ایسے ہی کئی اقدامات میں نے کیے، جن پر بعد میں مجھے خود ہی شرمندگی ہوئی یہ کوششیں تو تھیں لیکن اس میں ایسا کوئی عمل شامل نہیں تھا جسے کامیابی کہا جاسکے۔ بلکہ یہ تو ایک طرح کا مذاق ہو گیا تھا اگر میں کسی سے بھڑنے کی کوشش کروں بھی، یا کسی چیز کو نقصان پہنچانے کے لیے کارروائی کروں تو یقینی طور پر مجھے سنبھالنے والے وہاں موجود تھے۔ بعد میں تھک ہار کر اپنی رہائش گاہ پر واپس آ گیا تھا۔ اس رات پھر لیوٹن ڈلاز سے میری ملاقات ہوئی۔ قہقہے لگاتا ہوا اندر آیا تھا اس

نے کہا۔

”مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی کہ اس طرح اسکول کے بچوں کی مانند شرارتیں کرتے پھرو گے۔ ممنوعہ علاقے میں کسی شخص کو بھی جانے کی اجازت نہیں ہے لیکن تمہیں یہ موقع دیا گیا تھا۔ میں تمہیں بتاؤں وہاں آ کر تمہارے ذہن میں کوئی ایسا خیال آتا کہ تم کسی مشین کو یا کسی اور شے کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرو تو ایک لمحے میں تمہیں شعاعی گنوں سے مفلوج کر دیا جاتا اور اس کے بعد ایک ہفتے تک تم یہ محسوس کرتے کہ تم ایک طویل بیماری سے اٹھے ہو اصل میں یہ شعاعی گنیں انسانی جسم کا آدھا خون خشک کر دیتی ہیں اور جب کسی انسان کی رگوں میں دوڑنے والا آدھا خون خشک ہو جائے تو سمجھ لو وہ کتنے دن میں اپنے آپ کو بحال کر سکتا ہے۔ یہ اطلاع میں نے تمہیں اس لیے دی ہے کہ شکر ہے تم نے کوئی ایسی کوشش نہیں کی ورنہ اس کا تجربہ تمہیں خود بخود ہو جاتا۔ آئندہ بھی جہاں چاہو جاسکتے ہو لیکن اس بات کو ذہن میں رکھنا کہ اس کے بعد تمہاری زندگی کے کم از کم آٹھ سے لے کر دس دن تک کھو جائیں گے اور تم بستر سے نہیں اٹھ سکو گے۔ کہو اور سناؤ کیسی گزر رہی ہے؟“

میں نے خاموشی ہی اختیار کیے رکھی تھی۔ لیوٹن ڈلاز نے کہا۔

”اس وقت یہاں سے گزر رہا تھا ایک اہم پروجیکٹ پر کام شروع کرنے جا رہا ہوں اور ہو سکتا ہے سات آٹھ دن تک تم سے ملاقات نہ ہو ان سات آٹھ دنوں میں تمہیں اجازت ہے کہ جہاں دل چاہے جاؤ اور کوئی ایسا موثر قدم اٹھاؤ جس سے واقعی میرے لیے پریشانیاں پیدا ہو جائیں۔“

میں جلتی نگاہوں سے اسے دیکھنے کے سوا اور کچھ نہیں کر سکا۔ اس کی باتوں کا میرے پاس کوئی جواب نہیں تھا پھر جب وہ چلا گیا تو میں نے درحقیقت اپنے سینے میں گھٹن سی محسوس کی جو دارنگ اس نے دی تھی وہ بالکل غلط نہیں ہو سکتی تھی۔ جس طرح ممنوعہ علاقے میں داخل ہوتے ہوئے ایک ٹارچ سے میرے جسم کا جائزہ لیا گیا تھا اس طرح ایسے انتظامات بھی یہاں ہو سکتے تھے کہ میرے جسم کو مفلوج کیا جاسکے اور یہ ایک آسان عمل تھا۔ اس قسم کی کسی ایجاد کا تصور غلط نہیں ہو سکتا تھا۔ واقعی یہاں آنے کے بعد ان حالات میں کچھ کرنا میرے لیے ممکن نہیں رہا تھا اس بار واسطہ سب سے

خطرناک آدمی سے پڑا تھا۔

میں سلگتا جھلتا رہا۔ دوسرا دن پھر تیسرا دن اور یونہی تقریباً چھ سات دن گزر گئے وہ واقعی مجھے نہیں ملا تھا اب مجھے ایلا سے بھی چڑی ہونے لگی تھی اور میں زیادہ تر تنہائی اختیار کیے رہتا تھا۔ ایلا ماتھے پر شکن لائے بغیر میری ضروریات پوری کرتی رہتی تھی۔ اسے میرا انٹینڈنٹ مقرر کیا گیا تھا وہ اپنا کام بخوبی کر رہی تھی۔ یہاں تک کہ نو دن گزر گئے اور میں معطل سا ہو کر رہ گیا۔ دسویں دن صبح ہی صبح لیوٹن ڈلاز پھر میرے پاس آگیا۔ چہرے پر سنجیدگی کے تاثرات تھے اور کچھ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے وہ تھکا تھکا سا ہو۔ اس نے سرد نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

”مسٹر دانش منصور یاد ہے تمہیں یہاں آئے ہوئے کتنا عرصہ گزر گیا؟“

”کافی دن ہو گئے مسٹر ڈلاز۔“

”تمہارا کیا خیال ہے میں یہاں حرام خوروں کی پرورش کر رہا ہوں؟“

”میں سمجھا نہیں؟“ میں چونک پڑا۔

”تمہارے بارے میں بڑی بڑی باتیں کی گئی تھیں اور درحقیقت تم نے چھوٹے چھوٹے لوگوں کو نقصانات بھی پہنچائے لیکن تمہارے بارے میں تجربہ کرنے والے احمق تھے انہوں نے تمہیں میرا مد مقابل قرار دے دیا تھا اب بتاؤ مجھے کیا کرنا چاہیے کے سزا دوں انہیں یا تمہیں؟“

میں نے خاموش نگاہوں سے لیوٹن ڈلاز دیکھا اور کہا۔

”مسٹر ڈلاز میرا خیال ہے آپ ایک بے وقوف آدمی ہیں۔“ ایک لمحے کے لیے میرے ان الفاظ پر اس کا چہرہ سرخ ہو گیا پھر نہ جانے کس خیال کے تحت اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

”اچھا۔ یہ اچھا انکشاف ہے مجھے پسند آیا۔ ذرا مجھے میری بے وقوفیوں کی تفصیل بھی بتا دو۔“

”آپ نے دیکھ لیا کہ میں آپ کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا تو پھر اس کے بعد آپ اپنے طور پر فیصلہ کیوں نہیں کر لیتے۔ بجائے اس کے کہ آپ مجھ پر ناراض ہو رہے ہیں۔“

اس نے میری بات پر بے شمار قہقہے لگائے، پیٹ پکڑ پکڑ کر ہنستا رہا، عجیب الخلق آدمی تھا اس کی کوئی کل سیدھی نہیں معلوم ہوتی تھی۔ اس کے بعد کہنے لگا۔

”بہت پسند آئی یہ بات، بہت پسند آئی واقعی تمہاری یہ بات، صحیح کہتے ہو۔ ہاں ٹھیک ہے، بالکل ٹھیک کہتے ہو، ظاہر ہے میں نے تمہیں یہاں دوست بنا کر نہیں بلایا تم دوستی کر رہے ہو آرام سے رہ رہے ہو، کچھ بھی نہیں کر پائے میرے خلاف دیکھو دوست آخر کار تمہارے لیے مجھے جو فیصلہ کرنا پڑا ہے وہ یقینی طور پر افسوس ناک ہے، مجھے خود اس کا احساس ہے۔“

میں نے خاموش نگاہوں سے اسے دیکھا۔ وہ چند لمحات سوچتا رہا پھر بولا۔

”لوگوں نے دانش منصور کو ایک حوا بنا کر پیش کیا تھا۔ انہوں نے اسے میرے معیار کا آدمی ظاہر کیا تھا گویا انہوں نے میرے بارے میں غلط اندازہ لگایا اب مائی ڈیئر دانش منصور میں یہ سوچ رہا ہوں کہ یہاں تم میرے خلاف تو ابھی تک کچھ کر نہیں سکے۔ میں تمہیں اس کا موقع دیتا رہا ہوں اور مزید دے سکتا ہوں اگر تم یہ وعدہ کرو کہ ذہانت سے میرے خلاف کسی بڑی جدوجہد کا آغاز کرو گے اور اگر تم یہ نہ کر پائے تو پھر یوں سمجھ لو کہ میں یہاں تمہیں کسی ایسے غلیظ کام پر لگاؤں گا جو بہت ہی گھناؤنا ہو۔ مثلاً غلاظت کی صفائی، کھانا پکانا یا ایسا ہی کوئی اور کام اور اس کے بعد میں تمہاری ویڈیو فلمیں بناؤں گا اور یہ ویڈیو فلمیں ان تمام پوائنٹس پر روانہ کر دوں گا جو روز آرگنائزیشن اور ڈان سینٹر کے پوائنٹس ہیں۔ یہ ویڈیو فلم تمہارے شر کو بھی روانہ کی جائے گی جہاں تمہارے عزیز و اقارب اسے دیکھیں گے اور پھر میں ان سے پوچھوں گا کہ کیا یہی ہے وہ دانش منصور جس سے یہ ادارے اپنے تمام ممبرز کو ڈراتے رہے ہیں۔ ان سے کہوں گا میں یہ کہ آخر کار دانش منصور کو صحیح جگہ پہنچا دیا گیا ہے اس سے پہلے ہی اگر وہ لوگ میرا اس سے رابطہ کرا دیتے تو انہیں اپنے قیمتی لوگوں سے ہاتھ نہ دھونے پڑتے۔ میں انہیں بتاؤں گا کہ وہ غیر معیاری لوگ ہیں اور انہیں قطعی یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ دنیا کو صنعتی طور پر کنٹرول کریں اقتصادیات سے ان کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ وہ اس کے لیے کسی ذہین آدمی کی خدمات حاصل کریں اور ان تمام اداروں کو میرے ماتحت دے دیں، مجھے ان کا سربراہ بننا دیں۔ سمجھے دانش منصور۔ تمہارے لیے میرے نزدیک یہ سب سے اچھی کارروائی ہے

تمہیں اپنے مہرے کی حیثیت سے وہاں بھیج سکتا ہوں اور اس وقت تم میری ہدایات کے مطابق ہمارے مفادات کی نگرانی کرو گے۔ کیا سمجھے؟“

”ٹھیک ہی مسٹر لیوٹن ڈلاز لیکن اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ میں اپنی کوششوں سے باز آجاؤں گا تو یہ آپ کی حماقت ہے ہو سکتا ہے اپنی اس حیثیت میں بھی میں اپنے طور پر اپنا کام کرتا رہوں۔“

اس نے خاموش نگاہوں سے مجھے دیکھا پھر آہستہ سے بولا۔ ”ٹھیک ہے لیکن تم خوش نصیب ہو کہ ابھی تمہیں ان تمام مشکلات کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا چونکہ میرے اپنے منصوبے کے مطابق وہ وقت آگیا ہے جب مجھے جمیکا میں ایک دلچسپ کھیل کھیلنا ہے اس کھیل کی منصوبہ بندی میں خاصے عرصے سے کر رہا تھا لیکن اس میں درجہ بہ درجہ ہونے والی تبدیلیاں میرے لیے رکاوٹ کا باعث بنی تھیں اب وہ رکاوٹیں دور ہو گئی ہیں۔ میں وہ سسٹم قائم کرنے میں کامیاب ہو گیا ہوں جس کے تحت میں اپنے اس دلچسپ کھیل کا آغاز کرنے کا خواہش مند تھا۔ بہت جلد میں تمہیں اس کی تفصیلات بھی بتاؤں گا۔ بد قسمتی یہ ہے کہ اس وقت لیوٹن ویلی میں تمہارے علاوہ ایسی اور کوئی شخصیت نہیں ہے جسے میں اس قابل سمجھتا کہ اسے اپنے اس کھیل سے لطف اندوز ہونے کا موقع دوں۔ چلو ٹھیک ہے تمہارا بھی کافی شور و غوغا ہوتا رہا ہے کچھ نہ ہونے سے ہونا بہتر ہے۔“

”وہ کھیل کیا ہے مسٹر لیوٹن ڈلاز؟“ میں نے سوال کیا اور وہ ہنسنے لگا پھر بولا۔

”تھوڑا سادہ وقت مجھے دو اس کے بعد تمہیں اپنے اس کھیل کی تفصیلات سے آگاہ کروں گا ویسے وہ لڑکی تمہارے بارے میں بڑی مایوس کن رپورٹ دیتی رہی ہے جو تمہاری انٹینڈنٹ ہے۔ میں ایلزا کی بات کر رہا ہوں اس نے تو تمہیں ایک شریف آدمی ظاہر کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے اور میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ مجھے شریف لوگوں سے نفرت ہے، اچھا اجازت دو چلتا ہوں۔“

میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ وہ باہر نکل گیا اور اس کے جانے کے بعد میں شجیدگی سے اس بارے میں سوچنے لگا۔ جو فیصلہ اس کم بخت نے کیا تھا میرے لیے واقعی بڑا تکلیف دہ تھا اور بظاہر میں نے اس کا مذاق اڑایا تھا لیکن اس کا منصوبہ سن کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔ میں کیا کر سکتا ہوں تنہا ہوں، بے بس ہوں سوائے اس کے اور

اور تمہیں ذہنی طور پر اس کے لیے تیار رہنا چاہیے۔“

اس بار میں نے دل کھول کر قہقہہ لگایا تھا اور اس کی مانند دیر تک ہنستا رہا تھا۔ وہ خاموشی سے میری صورت دیکھتا رہا پھر اس نے کہا۔

”کیوں اپنی اس ہنسی کی وجہ بتانا پسند کرو گے؟“

”اصل میں انسانی نفسیات کے ایسے ایسے دلچسپ پہلو نگاہوں کے سامنے آتے ہیں مائی ڈیئر لیوٹن ڈلاز کہ انسان کو خود ہنسی آنے لگتی ہے۔ گویا تم اب اس منزل پر پہنچ چکے ہو کہ میرے لیے انتقامی کارروائی کے بارے میں سوچو۔ یہ اپنی انا کی تسکین کے لیے ایک کمزور انسان کا عمل ہے لیکن یہ نہ سمجھنا کہ میں تمہیں اس سے باز رکھنے کے لیے یہ چال چل رہا ہوں۔ تمہیں ایسا ضرور کرنا چاہیے اور میں انتظار کروں گا۔“

”ٹھیک ہے ٹھیک ہے اپنا اپنا انداز فکر ہے تم اس انداز میں سوچ رہے ہو۔ میرا نظریہ اس سے مختلف ہے۔ خیر تو مائی ڈیئر تم ایک انتہائی کمزور اور بزدل قسم کے بلکہ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہیں ہو گا کہ ناکارہ قسم کے دشمن ثابت ہوئے ہو۔ مجھے ایسے کمزور دشمنوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے اور تم میرے لیے مایوس کن ثابت ہوئے ہو جبکہ مجھے علم ہوا تھا کہ وہ لڑکی جسے تم حد سے زیادہ چاہتے ہو تمہارے لیے زندگی کے برابر ہے اور اس کے بغیر تم اپنے آپ کو مردہ تصور کرو گے لیکن جو واقعات دیکھنے میں آئے ہیں ان میں تمہارے اندر اس لڑکی کے لیے کوئی شدت نظر نہیں آئی۔ یہاں تک کہ تم نے مجھ سے اس کے بارے میں کوئی سوال بھی نہیں کیا۔ یہ ساری باتیں میرے لیے مایوس کن ہیں گویا اب تک تمہارے لیے جو ڈرامے کیے گئے تھے وہ بالکل ہی احمقانہ اور بے مقصد قسم کے تھے۔ میں تمہیں بتا چکا ہوں دانش منصور کہ میں تمہیں یہاں ایسے کسی کام پر لگا دوں گا اور اس کے بعد تمہاری ویڈیو فلمیں ان لوگوں کو بھیج دی جائیں گی۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ اس کے بعد تم لیوٹن ویلی کے ایک معمولی سے آدمی رہ جاؤ گے۔ زندگی گزارنے کے لیے میں تمہیں وہ موقع فراہم کروں گا جو دوسرے نہیں کر سکے باقی جہاں تک تمہارے اپنے وطن اور اپنے شہر کا معاملہ ہے جو کچھ تم نے کیا وہ میرے لیے قابل اعتنا نہیں ہے اور مجھے نہ تو اس سے کوئی دلچسپی ہے نہ میں اسے ختم کرنا چاہتا ہوں۔ ہاں اگر کبھی موقع ملا اور ایشیا میں دانش منصور کا طلسم توڑنے کی ضرورت پیش آئے تو میں

کچھ نہیں کر سکتا کہ اس کے اس عظیم الشان کارخانے کے کسی پورشن کو تباہ کر کے اپنی زندگی دے دوں لیکن میرے اپنے حساب سے میری زندگی کا یہ صحیح نعم البدل نہیں ہو سکتا تھا پھر کیا طریقہ کار اختیار کیا جائے۔ واقعی یہاں کافی دن ہو گئے تھے اور میں مفت کی روٹیاں توڑ رہا تھا اس دیوانے شخص کی دیوانگی پر بھی میں پورا نہیں اتر پایا تھا اگر کچھ کر دوں تو اس کے نتیجے میں سزا دے دی جائے گی اور بس کیا کیا جائے کیا نہ کیا جائے۔

شام کے تقریباً سات بجے تھے۔ ایلزا کو چونکہ میں کوئی لفٹ نہیں دیتا تھا اس لیے وہ بھی اب مجھ سے کچھ بد دل سی ہو گئی تھی۔ میری ضروریات پوچھتی یہ سوال کرتی کہ مجھے اس کی ضرورت ہے یا نہیں اور میں عموماً انکار ہی کر دیتا تھا زیادہ سے زیادہ اپنی ضروریات بتا دیں اور اس نے ان کی تکمیل کر دی پھر وہ مجھ سے اجازت لے کر چلی جاتی تھی۔ پتا نہیں اس کے اپنے ذہن میں کیا تھا بظاہر تو وہ خوش اخلاق ہی نظر آنے کی کوشش کرتی تھی۔ تو سات بجے کا وقت تھا دروازے پر آہٹ ہوئی اور میں یہی سمجھا کہ ایلزا مار س آئی ہے۔ میں نے سر دلیجے میں کہا۔

”آجاؤ۔“ اور کوئی دروازہ کھول کر اندر آ گیا۔ مدھم روشنی میں اس کی صورت میں نے سرسری نگاہوں سے دیکھی لیکن دوسرے لمحے میرے بدن کو اتنا شدید جھٹکا لگا کہ میں جھنجھا کر رہ گیا آنکھیں اب اتنا دھوکا بھی نہیں دے سکتیں اور پھر اگر کوئی تصور نہ ہو اور کوئی ایسی شکل سامنے آجائے جو تصور سے بھی دور ہو چکی ہو تو انسان کی حالت خراب ہو ہی جاتی ہے۔ میں جو کچھ دیکھ رہا تھا وہ ناقابل یقین تھا۔

رخسار میرے سامنے کھڑی ہوئی تھی۔ سادہ سے لباس میں اجڑے اجڑے چہرے والی رخسار اور میری آنکھیں مجھے دھوکا نہیں دے رہی تھیں۔ میں دیوانوں کی مانند اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔ رخسار کے انداز میں بھی شدید ہيجان نظر آ رہا تھا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھتی ہوئی چند قدم آگے بڑھ آئی اور میں اس کے بالکل قریب پہنچ گیا۔ ہم دونوں خاموش کھڑے ہوئے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے اور اپنے آپ کو یقین دلانے کی کوشش کر رہے تھے کہ جو کچھ ہم دیکھ رہے ہیں وہ درست ہے۔ میں چند لمحات خاموش رہا پھر میرے منہ سے کپکپاتی ہوئی آواز نکلی۔

”رخسار؟“

”کیا۔ کیا یہ حقیقت ہے؟“

”رخسار یہی سوال میں تم سے کرنا چاہتا ہوں“

”تو پھر یہی محسوس ہوتا ہے کہ جو کچھ ہم دیکھ رہے ہیں وہ سچائی ہی ہے۔“

”تم..... تم خیریت سے تو ہو رخسار..... تم یہاں تم.....“ میں نے آگے

بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور وہ گہری گہری سانسیں لینے لگی پھر اس نے کہا۔

”کیا زندگی میں یہ ممکن تھا؟“

”آؤ بیٹھو رخسار، ادھ میرے خدا، ادھ میرے خدا بیٹھو رخسار بیٹھو۔“ میں نے کہا اور

اسے ایک صوفے پر بیٹھا دیا۔ رخسار خاموشی سے بیٹھ گئی۔ وہ بھی ابھی تک گوگو کے عالم

میں تھی اور میں اس کے قریب بیٹھا اسے دیکھ رہا تھا۔ یقین کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ

اس ڈرامائی انداز میں اس کا میرے سامنے پہنچ جانا حقیقت بھی ہے یا صرف ایک تصور پھر

اپنے آپ کو دھوکا بھی تو نہیں دیا جاسکتا تھا۔ رخسار ہی میرے سامنے تھی۔ میں نے اس

سے کہا۔

”رخسار..... میں..... میں فیصل ہوں، میں فیصل ہوں رخسار تم نے مجھے

پہچان لیا نا؟“

”اب اس حقیقت پر یقین کرنے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ ہم دونوں

آگے سامنے ہیں۔“

”کیا یہ ممکن ہو سکتا تھا رخسار؟“

”یہ ممکن ہو گیا ہے۔“

”تم یہ بتاؤ تم خیریت سے تو ہو، تمہیں کوئی نقصان تو نہیں پہنچایا گیا؟“

”بالکل نہیں۔“

”رخسار میں تم سے بہت سی باتیں کرنا چاہتا ہوں لیکن میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ

کون سی بات پہلے کروں؟“

”اپنے آپ کو سنبھالو فیصل۔ میں بالکل ٹھیک ہوں خدا نے میری حفاظت کی ہے۔

کسی کی ذات سے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ بلکہ حیرت انگیز طور پر یہ لوگ میری

پذیرائی کرتے رہے۔ میں بالکل ٹھیک ہوں لیکن میں نہیں جانتی کہ میں کہاں ہوں۔ میں یہ

بھی نہیں جانتی کہ مجھے کن کن حالات میں رکھا گیا ہے۔ کئی بار عالم ہوش میں، میں نے خود کو سفر کرتے ہوئے پایا لیکن اس کے بعد دوبارہ بے ہوش کر دی گئی۔ یہ کون سی جگہ ہے، کہاں ہیں ہم لوگ، یہ سارے کے سارے اجنبی کون ہیں میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا سوچتی ہوں، پوچھتی ہوں لیکن کوئی کچھ بتاتا بھی نہیں ہے۔ ابھی تھوڑی پہلے دو آدمی میرے پاس میری رہائش گاہ میں پہنچے، مجھے ساتھ آنے کے لئے کہا۔ پھر اس مکان تک آئے اور مجھے حکم دیا گیا کہ میں اندر داخل ہو جاؤں اندر مجھے ایک شفاف شخصیت ملے گی۔ بس میں یہاں آگئی۔ خاموشی سے ان کے احکامات پر عمل کرتی ہوئی لیکن اللہ کا بہت بڑا احسان ہے کہ انھوں نے مجھے کوئی ایسی ذہنی اذیت نہیں دی، جو مجھ سے میری زندگی چھین لیتی۔“

”اوہ رخسار، جو کچھ بھی ہوا جیسے بھی ہوا، تم دوبارہ میری نگاہوں کے سامنے آگئیں۔ رخسار بہت یاد کرتا تھا میں تمہیں؟“

”اور میں؟“ اس نے محبوبیت سے سوال کیا۔

”نہیں میں جانتا ہوں کہ تم نے بھی ایک لمحے کے لیے مجھے فراموش نہیں کیا ہوگا لیکن اس کم بخت نے، اس کم بخت نے یہ کیا سوچا۔ یہ کون سا طریقہ اختیار کیا ہے۔ شیطان کے بچے نے۔ میں خواہ مخواہ اس کا شکر گزار ہو گیا ہوں رخسار میں، میں اس کا احسان مند ہو گیا ہوں کیا اب وہ مجھے اس انداز میں اپنی قابو میں کرنا چاہتا ہے۔“

”میں کسی کے بارے میں کچھ نہیں جانتی، مجھے یہ بھی علم نہیں تھا کہ مجھے تمہارے پاس چھوڑا جائے گا یا مجھے ایک بار پھر اس منحوس جگہ پہنچا دیا جائے گا جہاں میں تمہارا زندگی کا وقت گزار رہی ہوں۔“

رخسار کے الفاظ میرے لیے لمحہ فکریہ تھے اگر اس شخص نے مجھے مشتعل کرنے کے لیے رخسار کو میرے پاس بھیج کر دوبارہ لے جانے کی کوشش کی تو میں کیا کروں گا، کیا کرنا چاہیے مجھے۔ اس بات کے امکانات تھے وہ مجھے چھیڑ رہا تھا۔ مشتعل کر رہا تھا اور اس بات پر آمادہ کر رہا تھا کہ میں اس کے خلاف کوئی سخت قدم اٹھاؤں لیکن اس سے زیادہ کاری وار اور کوئی نہیں کر سکتا تھا کہ رخسار کو میرے سامنے لانے کے بعد واپس لے جائے۔ رخسار کے آجانے سے دل پر جو سرور انگیز کیفیت طاری ہو گئی تھی اس میں تردد

بھی شامل تھا لیکن بہر حال اس تردد کو ذہن سے نکالنا پڑا۔ طویل عرصے کی جدائی کے بعد ایسے لمحات میسر آئے تھے کہ دل کی طلب آنکھوں کے سامنے تھی۔ میں نے گردن جھٹک کر کہا۔

”چھوڑو رخسار مستقبل میں کیا ہوگا اسے جانے دو، ہم تو ویسے بھی بہت فاصلے پر رہے ہیں اور ایک دوسرے کو دل ہی دل میں یاد کرتے رہے ہیں، تقدیر کے کھیل ہوتے ہیں رخسار حالانکہ ہمارے دوستوں نے ہمارے لیے فیصلہ کیا تھا کہ ہمیں ایک دوسرے کی قربت دے دی جائے، میں بھی تیار ہو گیا تھا، حالانکہ رخسار حقیقت یہ ہے کہ تقدیر میرے ساتھ ایک ایسا دلچسپ کھیل، کھیل رہی ہے جسے دنیا کا انوکھا کھیل کہا جاسکتا ہے، رخسار تم سامنے ہو، ماضی دہرانے کو دل چاہتا ہے۔ ڈیفنس کی اس کو ٹھنی میں وہ ایک معصوم سا بچہ جو دوسروں کی نگاہیں دیکھ کر جیتا تھا، جسے ماں نام کی ایک چیز دے دی گئی تھی اور جو اس کی ماں نہیں تھی۔ ایک ایسی اجنبی عورت جو برستی ہوئی بارش میں، کڑکڑاتی ہوئی سردی میں یا پھر جھلساتی ہوئی گرمی میں کبھی اس کے قریب نہیں رہی تھی۔ جب تک اسے عقل نہیں تھی اس نے نہ سوچا لیکن یہ کمبخت عقل انسان کی بدترین دشمن ہوتی ہے۔ کاش اس کا اندازہ کیا جاسکتا۔ وہ لوگ جو بے حس ہوتے ہیں۔ جو وقت کے ساتھ طرح سے گزارا کر لیتے ہیں؟ میں سمجھتا ہوں ان کی زندگی ان کے لیے انعام ہوتی ہے اور ان کی سوچ ان کی زندگی بڑھانے میں معاون، جو سوچ کے لیے مرتے ہیں، وہ کبھی خوش نہیں رہتے رخسار وہ بچہ آخر کار دنیا کی ٹھوکروں میں لا پھینکا گیا اور وقت اس کی تربیت کرتا رہا۔ آخر کار اس نے ایک مقام پایا۔ یہ بھی تقدیر کی ستم ظریفی تھی کہ وہ مقام اس کی بساط سے کہیں آگے کا مقام تھا۔ رخسار میں نے اپنے آپ کو ہمیشہ زندگی سے دور پایا ہے مجھے میری شناخت نہیں مل سکی رخسار آج تک میں اپنے ماں باپ کے لیے تڑپتا رہا ہوں ورنہ باقی مجھے کیا کچھ نہیں مل گیا۔ فیصل، دانش منصور بنا اور دانش منصور سے نہ جانے کیا بن گیا لیکن نہ فیصل نہ دانش منصور اپنی زندگی کا وہ مقصد پاسکا۔ جو اس کے دل کی سب سے بڑی آرزو ہے اور اب یقین کرو رخسار ایک عجیب و غریب فطرت کا مالک بن گیا ہوں میں، میں یہ سوچتا ہوں کہ جو کچھ میں چاہ رہا ہوں وہ کبھی نہیں ہوگا۔ ہو جاتا ہے تو اچھا لگتا ہے لیکن بس یوں سمجھو کہ وہ سب کچھ دوسروں کے لیے ہوتا ہے۔ اپنی ذات کے لیے تو میں نے

سوچنا بھی چھوڑ دیا۔ تمہاری محبت میرے دل میں بیدار ہوئی اس سے پہلے نہ جانے کیا کیا ہو چکا تھا لیکن میں نے یہی سوچا کہ وہ سب ادھار ہے کسی اور کی ملکیت میری اپنی شخصیت کے لیے نہیں ہے اور میں نے اسے سمجھا ہی نہیں ہاں زندگی میں اگر کوئی خوشی میرے دل میں جاگی تو وہ تمہاری محبت کی خوشی تھی۔ جسے میں نے اپنی ذات کے لیے سمجھا رخسار میں نے تو یہ چاہا تھا کہ مجھے میرا مقام مل جائے۔ میں سب کچھ چھوڑ دوں 'سادگی اور معصومیت کی زندگی اپنالوں لیکن وہ نہیں ملا پھر جب لوگوں نے کہا کہ میری وجہ سے رخسار پس رہی ہے تو مجھے احساس ہوا کہ واقعی ایسا ہو رہا ہے۔ رخسار دیکھو ذرا جنب میں اپنی زندگی میں ایک خوشی داخل کرنے کے لیے تیار ہوا۔ تو میرے دشمنوں نے تمہیں مجھ سے دور کر دیا اور اب پھر تم میرے سامنے آئی ہو ایک ایسی انوکھی جگہ جہاں میرے سینکڑوں دشمن موجود ہیں۔ انھوں نے تمہیں یہاں بھیج کر میرے ساتھ کھیل کھیلا ہے۔ اب ہم اس کھیل کو کیا رنگ دیں رخسار۔" میں رخسار کے چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا ایک پر عزم اور پر سحر چہرہ اس نے آہستہ سے کہا۔

"پریشان ہو فیصل؟"

"ہاں۔ رخسار۔"

"کیوں؟"

"کیا مطلب۔ میں تمہیں بتاؤں، یہ جمیکا کا ایک علاقہ ہے۔ لیوٹن ویل کے نام سے جانا جاتا ہے اور یہاں ایک بہت بڑا مجرم اتنا بڑا کہ تم تصور نہیں کر سکتیں، حکمران ہے ایک طرح سے اس نے حکومت کو بلیک میل کر رکھا ہے۔ منشیات کا بہت بڑا کاروبار یہاں سے ہوتا ہے اور یوں سمجھ لو کہ وہ دنیا کے بیشتر ممالک کے لیے آگ کا کاٹنا بنا ہوا ہے لیکن وہ سب مل کر اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور یہ بڑے عیش سے حکمرانی کر رہا ہے۔ رخسار ان لوگوں نے تمہیں اس لیے اغوا کیا تھا کہ مجھے اپنے قدموں پر جھکا سکیں۔ بہر طور میں ان کی تلاش میں مختلف مراحل سے گزرتا ہوا یہاں تک آپہنچا۔ مجھے علم تھا کہ یہ شخص لیوٹن ڈلاز تمہارے بارے میں بہت کچھ جانتا ہے لیکن ابھی تک میں نے اس سے تمہارے سلسلے میں بات نہیں کی تھی۔ یہاں آکر ایک طرح سے میں بے بس ہو گیا ہوں اور یہ لوگ میرے لیے بدترین ارادے رکھتے ہیں۔ رخسار غیر متوقع طور پر لیوٹن ڈلاز نے تمہیں

میرے پاس بھیج دیا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ وہ کیا چاہتا ہے وہ اصل میں مجھے ایک حقیر انسان کی حیثیت سے دنیا کے سامنے پیش کرنے کا خواہش مند ہے اور یہ بتانا چاہتا ہے کہ میں اس کے سامنے بے حیثیت انسان ہوں لیکن بہر حال تمہیں میرے پاس بھیج کر اس نے مجھ پر ایک احسان کیا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا میں کیا کروں اگر اس نے تمہیں میرے پاس سے واپس لے جانے کی کوشش کی تو میرے لیے مشکل پیش آئے گی۔ بس اسی احساس اور اسی خوف کا شکار ہوں۔" رخسار مسکرا دی اور میں حیران نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ اس کے چہرے کی تہمتاہٹ اس کی آنکھوں کا سکون یہ بتاتا تھا کہ اس نے ان باتوں کو اہمیت نہیں دی ہے پھر وہ بولی۔

"فیصل، کئی بار میں نے تم سے کہا کہ ذرا فراخ دلی سے سوچنا شروع کرو۔ میں تو تمہارے مشن سے بالکل متفق ہو گئی ہوں۔ تم اپنے وطن کے لیے یا دنیا کے لیے جو کچھ کر رہے ہو میرے لیے اس سے بڑی بات کوئی اور نہیں ہو سکتی کہ جو شخص یہ عمل کر رہا ہے۔ وہ مجھے چاہتا ہے اور میں اسے چاہتی ہوں ہم دونوں کی روحیں یک جا ہیں۔ ہم دونوں ایک دوسرے کی ملکیت ہیں اس کے بعد قربتوں کا سوال رہ جاتا ہے تو فیصل میں نے تو زندگی کی آخری سانسوں تک ان قربتوں کی خواہش سے کنارہ کشی اختیار کر لی ہے۔ کبھی وقت ملا اور تم مجھے مل گئے تو میں سمجھوں گی کہ زندگی مجھے بھی وہ حسین لمحات دینا چاہتی ہے جو انسان کی آرزو ہوتے ہیں اور ایسا نہ ہو سکا۔ تب بھی میرے لیے یہ بات باعث تردد نہیں ہوگی۔ میں تو خوش ہوں فیصل میں نے تو یہ بھی سوچا کہ اگر مجھے کوئی جسمانی نقصان پہنچانے کی کوشش کی گئی تو میں بڑے اطمینان سے نقصان پہنچانے والے کو قتل کر کے خود کشی کر لوں گی مگر میری روح تمہارے ساتھ ہوگی۔ کیا فرق پڑتا ہے۔ فیصل زندگی کو سمندر بنا دو، جو ہڑ اور برساتی ندیوں کی طرح زندگی کا اتار چڑھاؤ بے معنی ہو جاتا ہے۔ جو ہڑ کی بدبودار تعفن زدہ زندگی اور برساتی دریاؤں کا پر شور سفر پر وقار نہیں ہوتا۔ زندگی تو ایک سمندر کی مانند ہونی چاہیے۔ خاموش، پرسکون، ساکت ہر مشکل کو اپنے آپ میں سمو لینے کے لیے تیار، گہرائیوں میں جو کچھ بھی ہو، سطح پر سکون نظر آئے اس میں زندگی کا مزا ہے۔ جو ہوتا ہے ہونے دو، جو لمحات ہمیں ملے ہیں اس میں ایک دوسرے کی قربت سے سرور حاصل کریں۔ پاکیزگی اور محبت کے ساتھ بس اتنا کافی ہے کہ ہماری

آنکھیں ایک دوسرے کو دیکھ رہی ہیں یہ تو ہمارے لیے منافع ہے، ہم اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتے تھے۔ بھول جاؤ آگے کیا ہوگا۔ میری طرف سے یہ اطمینان رکھو کہ کوئی بھی عفریت کوئی شیطان تمہاری رخسار کو چھو نہیں سکتا۔ بالکل مطمئن رہنا میں تمہاری عزت ہوں، تمہارا وقار ہوں اور تم میری زندگی کا محور، نکال دو ان تمام باتوں کو ذہن سے فیصل سب سطحی باتیں ہیں بے کار اور بے مقصد، سناؤ کیسے ہو۔“ رخسار کے الفاظ نے درحقیقت مجھے نچا دکھا دیا تھا۔ وہ مجھ سے زیادہ بڑی تھی۔ مجھ سے زیادہ عظیم سوچیں رکھتی تھی۔ بہت دیر تک ہم مختلف موضوعات پر باتیں کرتے رہے۔ وہ مجھے بتاتی رہی کہ۔ ”یہاں اس کے ساتھ کبھی کوئی سختی نہیں کی گئی۔ ذہنی طور پر کبھی اذیت نہیں دی گئی اور یہاں ایک باعزت زندگی اسے حاصل ہے، ایک چھوٹے سے لکڑی کے مکان میں رہتی ہے اسے ضرورت کی تمام چیزیں مہیا کر دی گئی ہیں، ہر جگہ آنے جانے کی آزادی ہے، کہیں کوئی نگرانی نہیں ہوتی کوئی سختی نہیں کی گئی آج تک اس کے ساتھ لوگوں نے اس سے نرمی اور انکسار سے گفتگو کی ہے۔ بہر حال یہ عجیب و غریب کھیل رخسار کے ساتھ بھی ہوتا رہا تھا اور اس کے بعد مزید چھ دن تک کسی نے ہماری جانب توجہ نہیں دی۔ سوائے ایلزا مارس کے جو یہاں آتی تھی گھر کی صفائی کرتی تھی۔ ہماری ضروریات کے بارے میں سوال کرتی تھی اور رخسار کو کبھی کبھی عجیب سی نگاہوں سے دیکھتی تھی۔ میں نے اس کی آنکھوں میں رشک کے آثار دیکھے تھے غالباً وہ اس بات پر حیران تھی کہ میں نے اسے کبھی کوئی اہمیت نہیں دی لیکن میرے دل کے دروازے رخسار کے لیے کھلے ہوئے ہیں۔ چھٹے دن اچانک ہی میں نے اور رخسار نے لیوٹن ویلی میں ایک نمایاں تبدیلی دیکھی اس دن لیوٹن ویلی کے سارے کارخانوں میں چھٹی ہو گئی تھی۔ زیر زمین کام کرنے والے لوگ باہر نکل آئے تھے اور ایک عجیب و غریب ہنگامہ آرائی دیکھنے میں آرہی تھی۔ سب کے سب خوش گپیاں کر رہے تھے۔ ویسے یہاں شاید کبھی چھٹی نہیں ہوتی تھی لیکن آج ان تمام لوگوں کے لیے چھٹی کا اعلان کر دیا گیا تھا۔ اس کی کوئی وجہ میری سمجھ میں نہیں آسکی تھی لیکن یہاں کسی سے میری اتنی شناسائی نہیں ہوئی تھی کہ اس سے معلومات حاصل کر سکتا اور اب تو بس رخسار ہوتی تھی اور میں۔ ہم دونوں دنیا سے دور ایک دوسرے کی محبت ایک دوسرے کی قربت میں کھوئے ہوئے تھے۔ تمام حجاب ہالائے طاق رکھ دیے گئے

تھے۔ ہم لوگ ایک بستر میں ایک ساتھ سوتے تھے لیکن ان تمام پاکیزگیوں کے ساتھ جن میں ابھی قانون شریعت نے ہمیں یکجا نہیں کیا تھا۔ ہم دونوں اپنے آپ پر قادر تھے اور ہمارے ذہنوں میں کبھی شیطان نہیں داخل ہونے پایا تھا۔ میں یہ لحاظ زندگی کی کتاب میں شہرے باب کی حیثیت سے لکھ سکتا تھا۔ بہر حال ہم دونوں صورت حال معلوم کرنے کے لیے باہر نکل آئے تھے۔ تبھی ہمیں ایلزا مارس نظر آئی جو ہماری ہی سمت آرہی تھی۔ اب اس نے بھی اپنے آپ کو ذہنی طور پر مطمئن کر لیا تھا اور غالباً اسے علم ہو گیا تھا کہ رخسار میرا ماضی ہے۔ میرا حال اور میرا مستقبل بھی ہے اور وہ بہر حال میرے لیے کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھی۔ چنانچہ اس نے اپنے آپ کو اس حیثیت سے بھی مان لیا تھا اور اب وہ ہم سے بغیر کسی تردد کے ملتی تھی۔ میرے اشارے پر میرے قریب آگئی اور مسکرا کر بولی۔ ”سوری سر۔ آج میری جگہ مس رخسار کو آپ کی ضروریات پوری کرنے کے فرائض سرانجام دینا ہوں گے کیونکہ آج میری بھی چھٹی ہے۔“

”بخوشی مس ایلزا لیکن براہ کرم ہمیں بھی تو کچھ بتا دیجئے یہ چھٹی کس سلسلے میں ہے اور کیا ہو رہا ہے یہاں؟“

”سر آپ یقین کریں یہ تو ہمیں بھی نہیں معلوم اور شاید بہت سے لوگوں کو نہیں معلوم ہوگا۔ بس یہ اعلان کیا گیا ہے ہر شخص اپنے اپنے فرائض ترک کر دے اور لیوٹن ڈلاز کی طرف سے چھٹی منائے۔ اس کی مرضی پر منحصر ہے کہ اپنے لیے جس طرح چاہے کام کرے باقی ذمے داریاں اس وقت تک اس پر لاگو نہیں ہوتیں۔ جب تک کہ لیوٹن ڈلاز کی جانب سے دوسرے احکامات کا اعلان نہ ہو۔“

”اوہو گویا یہ چھٹی غیر معینہ مدت تک کے لیے ہے؟“ میں نے سوال کیا۔

”جی سر۔ اس اعلان سے یہی اندازہ ہوتا ہے۔“

”کیا اس سے پہلے بھی ایسا ہوتا رہا ہے مس ایلزا؟“

”نہیں سر یہی تو حیرانی کی بات ہے۔ یہاں چھٹی کا تصور بھی نہیں ہے لیکن سر بہت

عرصے سے ہم ایک بڑے دن کی کہانی سن رہے تھے جس میں کہا جاتا تھا کہ لیوٹن ویلی کی

تاریخ میں ایک انوکھے انقلاب کا حامل ہوگا۔ شاید یہ اسی بڑے دن کا اعلان ہے۔“

”ٹھیک۔ ٹھیک یو ایلزا۔ بہر حال اگر دوستی کی بنیاد پر تمہیں اس بارے میں کچھ

معلومات حاصل ہو سکیں اور تم مجھے فراہم کر سکو تو ہم تمہارے شکر گزار ہوں گے۔“
 ”اگر مجھے کچھ معلوم ہو سکا تو میں آپ کو اس کے بارے میں ضرور بتاؤں گی سر۔“
 ایلیزا نے کہا اور مسکراتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔ رخسار نے منہ بنا کر شانے اچکائے تھے پھر وہ آہستہ سے بولی۔

”خدا خیر کرے نہ جانے یہ بڑا دن کیا چیز ہے۔“ میرے پاس اس بات کا کوئی جواب نہیں تھا پھر شام کو سورج چھپنے کی بعد کچھ ایسی کارروائیاں دیکھنے میں آئیں جو سمجھ میں نہیں آئی تھیں۔ جگہ جگہ خاص قسم کے اسٹینڈ لگائے جا رہے تھے اور ہمارے لیے یہ ممکن نہیں تھا کہ ہم ان کارروائی کرنے والوں سے یہ معلوم کر سکیں کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ البتہ ہم دلچسپی سے اس کارروائی کو دیکھ رہے تھے پھر اس اسٹینڈوں پر ٹیلی ویژن سیٹ نصب کیے جانے لگے اور پورے لیوٹن ویلی میں ہر اس جگہ جہاں لوگ اٹھ بیٹھ سکتے تھے۔ ایسے ٹیلی ویژن سیٹ لگا دیے گئے۔ کوئی ایک بات جو سمجھ میں آرہی ہو یہ کام آدھی رات تک جاری رہا تھا اور پھر ہم لوگ آرام کرنے لیٹ گئے تھے۔

بہت دیر تک میں اور رخسار اس سلسلے میں باتیں کرتے رہے۔ رخسار نے کہا کہ کوئی اہم مسئلہ ضرور ہے۔ یہ سب کچھ بے مقصد نہیں ہے لیکن کیا مسئلہ ہے اس بارے میں کوئی نشاندہی نہیں کی جاسکتی۔ میں بھی عقلی گھوڑے دوڑاتا رہا تھا۔ لیوٹن ڈلاز نے مجھ سے باتیں کرتے ہوئے اپنی ایک خاص مصروفیت کا ذکر کیا تھا۔ نہ جانے وہ کیا مصروفیت تھی۔ بہر حال ہم لوگوں نے زیادہ سر نہیں کھپایا اور اس کے بعد سو گئے۔

دوسرا دن بھی معمول کے مطابق تھا۔ لیوٹن ویلی کے رہنے والے جنہیں طویل عرصے کے بعد آرام کرنے کا موقع ملا تھا بڑے تفریحی پروگرام بنا رہے تھے۔ جگہ جگہ لوگوں کے جتنے جمع تھے اور ہر جگہ کام بند ہو گیا تھا۔ میں بے بسی سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ واقعی کوئی بھی ایسی صورت حال نہیں نکل رہی تھی کہ میں کچھ کر سکتا۔ ان لمحات میں اگر لیوٹن ڈلاز سے ملنے کی کوشش بھی کرتا تو بلاوجہ شرمندگی اٹھانی پڑتی۔ اس نے مجھے تیسرے درجے کا انسان قرار دے کر خاموش کر دیا تھا اور اب میری کوئی شنوائی نہیں ہو سکتی تھی۔ بہر طور ایسی کوئی کوشش کر کے رخسار کے سامنے شرمندگی مول لینے کا خطرہ نہیں لیا اور خاموشی سے یہ کارروائی دیکھتا رہا۔

سہ پہر کو چار بجے کے بعد اچانک ہی لاؤڈ اسپیکروں سے اعلان ہوا کہ تمام لوگ ٹیلی ویژن سیٹس کے سامنے پہنچ جائیں۔ ایک خاص پروگرام پیش کیا جا رہا ہے۔ میں اور رخسار بھی اپنی رہائش گاہ سے قریبی ٹیلی ویژن کے سامنے گھاس پر جا بیٹھے تھے۔ یقینی طور پر اب کسی صورت حال کا انکشاف ہونے والا تھا۔ لوگ جب اپنی اپنی جگہ سیٹ ہو گئے تو اچانک ہی ٹیلی ویژن پر پروگرام نشر ہونے لگا۔ جیسا ٹیلی ویژن سے ایک ثقافتی پروگرام پیش کیا جا رہا تھا اور اچھا خاص دلچسپ پروگرام تھا۔ کوئی پانچ منٹ تک یہ پروگرام جاری رہا پھر اچانک اسکرین سادہ ہو گیا اور پھر اس پر ایک سیاہ پوش کا چہرہ نظر آیا جس کا پورا کا پورا جسم سیاہ لبادے سے ڈھکا ہوا تھا، آنکھوں کی جگہ سوراخ تھے اور ایک عجیب پر اسرار شخصیت مناظر عام پر تھی پھر اس کی آواز ابھری۔

”کننگسٹن اور جیکا کے دوسرے شہروں کے رہنے والے بحیرہ کرسمین میں بن بلائے مہمانو! اور آس پاس کے لوگو! میں نے تمہاری نشریات ختم کر کے اپنی نشریات کا آغاز کیا ہے۔ میں تمہیں ایک اہم اطلاع دینا چاہتا ہوں۔ جو شخص جہاں ہے، جس کا ٹیلی ویژن اور ریڈیو کھلا ہوا ہے اس پر لازم ہے کہ جو لوگ دفاتروں میں کام کر رہے ہیں جو اپنے گھر پر موجود نہیں ہیں انہیں اطلاع دے کہ اپنے ٹیلی ویژن سیٹ کھول لو جن کے پاس ٹیلی ویژن نہیں ہیں انہیں چاہیے کہ جہاں بھی انہیں ٹیلی ویژن دیکھنے اور ریڈیو سننے کا موقع ملے وہاں جمع ہو جائیں۔ تمہاری زندگی کا ایک بھیانک دن شروع ہو چکا ہے اگر تم اس بھیانک دن سے لاعلم رہو گے تو کسی اور کو قصور وار نہ قرار دینا۔ میں تمہیں دو گھنٹے کی مہلت دیتا ہوں اور ان دو گھنٹے کے اندر اندر تم سب کو الرٹ ہو جانا چاہیے۔ جمعیکن فوربز اور دوسرے انتظامی اداروں سے درخواست ہے کہ وہ بھی ٹیلی ویژن سیٹ اور ریڈیو سیٹ کے سامنے کھڑے ہو جائیں کسی ایسی کارروائی کا آغاز نہ کیا جائے جو معاملات کو بگاڑنے میں معاون ہو۔ میں ایک اچھے انسان کی حیثیت سے آپ لوگوں کو اس مشکل سے دور کرنا چاہتا ہوں جو آپ کی حماقت آپ پر مسلط کر دے گی۔“ یہ اعلان ہر آدھے گھنٹے کے بعد نشر ہوتا رہے گا اور دو گھنٹے کے بعد آپ لوگوں کو مستعد ہونا چاہیے۔ اعلان ختم کیا جاتا ہے۔“ یہ آواز لیوٹن ڈلاز کی تھی۔ میں نے اسے صاف پہچان لیا تھا۔ رخسار کے چہرے پر حیرت اور خوف کے آثار پھیل گئے۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

”جھیکا کے رہنے والوں کو کیا پیغام دینا چاہتا ہے یہ شخص؟“

”جیتا نہیں رخسار لیکن اس کا لہجہ اور اس کا انداز مجھے بہت بھیانک محسوس ہوتا ہے۔ لیوٹن ویلی بڑی پراسرار طاقتوں کی مالک ہے۔ دیکھو کیا قصہ ہوتا ہے۔“

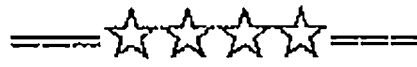
پھر اس کے بعد ہر آدمی گھٹنے کے بعد یہ پروگرام نشر ہوا اور دو گھنٹے گزر گئے۔ تب لیوٹن ڈلاز نے ڈرامائی طور پر اسکرین پر آکر اپنے چہرے سے نقاب ہٹا دیا اور ٹیلی ویژن پر اس کی مسکراتی ہوئی شکل نظر آئی۔

”یقینی طور پر بہت سے لوگ نہیں پہچان سکے ہوں گے لیکن بہت سے لوگوں نے پہچان بھی لیا ہوگا کہ میں کون ہوں۔ لیوٹن ڈلاز لیوٹن ویلی سے آپ لوگوں سے مخاطب ہے۔ میرے اور حکومت جھیکا کے درمیان بہت عرصے سے آنکھ مچولی کا کھیل جاری ہے۔ میں خاموشی سے لیوٹن ویلی میں اپنے کام سرانجام دے رہا تھا اصل میں یہ بات ہی متنازعہ ہے کہ جھیکا کو لیوٹن ویلی کے خاتمے کی ضرورت ہے یا لیوٹن ویلی کو جھیکا کے اقتدار کا خاتمہ مقصود ہے۔ معاملہ طے نہیں ہو پا رہا تھا اور اس کی بنیادی وجہ میں تھا۔ میں نے اس سلسلے میں خاص طور سے خاموشی اختیار کی تھی کیونکہ میں اپنا وہ کام مکمل کر لینا چاہتا تھا جس کی تکمیل کے بعد ہی میں حکومت جھیکا سے گفتگو کرنے کے قابل ہوتا۔ آئیے آپ کو لیوٹن ویلی کی سیرا کراؤں۔ یہ پروگرام ایک خاص سیارے کے ذریعے آپ لوگوں تک پہنچایا جا رہا ہے جس میں یہ صلاحیت موجود ہے کہ وہ دوسری نشریات جام کر کے اپنی نشریات پیش کرے۔ اس وقت لیوٹن ویلی میں ہلکی ہلکی روشنی پھیلی ہوئی ہے کیونکہ اس خاص پروگرام کے لیے میں نے اپنے کارندوں کو چھٹی دے دی ہے اس لیے آپ لوگ دیکھ سکتے ہیں کہ وہ سب بھی ٹیلی ویژن کی نشریات دیکھ رہے ہیں اور جگہ جگہ ان کے گرد اس سلسلے میں گفتگو کر رہے ہیں کیونکہ انہیں اس دلچسپ واقعے کے بارے میں کوئی خاص معلومات حاصل نہیں ہیں۔“ اسکرین پر لیوٹن ویلی کے مناظر دکھائے جانے لگے۔ یہاں بیٹھے ہوئے لوگ اپنے آپ کو دیکھ رہے تھے لیکن صورت حال ایسی تھی کہ سبھی متحسّس تھے۔ تھوڑی دیر تک یہ مناظر دکھائے جاتے رہے اس کے بعد لیوٹن ڈلاز کی کنٹری سنائی دی۔

”لیوٹن ویلی کا ایک سرسری نظارہ آپ لوگوں نے کیا اب اس کے بعد میں آپ کو اپنے ہاں ہونے والے کام کی تفصیل بتاتا ہوں۔“ اور اس کے بعد لیوٹن ویلی کے مختلف

شعبے نظر آنے لگے وہ لیبارٹریاں، مشینیں اور وہ تمام چیزیں جن پر لیوٹن ویلی میں کام ہو رہا تھا۔ میں اور رخسار انگشت بدنداں تھے۔ یہ دیوانہ شخص کیا کر رہا ہے کیا کرنا چاہتا ہے۔ تمام مناظر بھی ختم ہوئے اور اس کے بعد لیوٹن ڈلاز کی آواز ابھری۔

اور اب میں آپ کو اپنے اس سیکشن کی جانب لے جانا چاہتا ہوں جس پر میں نے سب سے زیادہ محنت کی ہے اور اصل میں وہی اس وقت کا موضوع ہے اور اسی سے متعلق آپ کو تفصیلات بتانی ہیں۔ آئیے اس کا نظارہ کیجئے۔“ منظر پھر تبدیل ہوا اور اس کے بعد ایک خوفناک جگہ نظر آئی۔ یہاں ایک راکٹ آسمان کی جانب سر بلند کیے کھڑا تھا اور اس کے قریب ہی مارشل لیوٹن ڈلاز ایک مشین پر موجود تھا۔ یہیں سے کیمرہ اس کی تصویر نشر کر رہا تھا۔



خوشدلی سے اسے دعوت دیتا ہوں کہ مجھے میری کمزوریوں سے آگاہ کرے۔ میرا نظریہ ہے کہ دشمنوں کو ہمیشہ خوش اخلاقی سے وار کرنے کی دعوت دینی چاہیے۔ اس سے اپنی کمزوریوں کا اندازہ ہوتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میرے دشمن میرے خلاف کارروائی میں کامیاب ہو جائیں۔ اگر ایسا ہوتا ہے تو اس سلسلے میں بھی میرا نظریہ یہ ہے کہ یا تو خود کو ناقابل تسخیر نہ کہو اور اگر کہتے ہو اور تسخیر ہو جاتے ہو تو تمہارا مرجان ہی بہتر ہے۔ سمجھ رہے ہیں نا آپ لوگ میری بات اور اب میں اپنے اصل مقصد کی جانب آتا ہوں آج تک لیون ڈیلی کا دائرہ کار محدود رہا ہے اور میں نے زیادہ وسعتوں کو اپنانے کی کوشش نہیں کی لیکن اب صورتحال میں تھوڑی سی تبدیلی پیدا کرنے کا خواہش مند ہوں، وہ تبدیلی یہ ہے کہ لیون ڈیلی کی حدود بڑھانے کے لیے مجھے جمیکا درکار ہے، گیارہ ہزار چار سو چوبیس مربع کلومیٹر پر پھیلے ہوئے اس رقبے میں اب میں صرف اپنا اقتدار چاہتا ہوں اس وقت جمیکا کی آبادی اکتیس لاکھ اٹھائیس ہزار ہے اور میں اس آبادی میں سے ہر ایک شخص کو جمیکا سے باہر دیکھنا چاہتا ہوں، کنگسٹن اور اس کے اطراف کے دوسرے علاقے خالی کرنے کے لیے آپ لوگوں کو زیادہ سے زیادہ پندرہ دن کا وقفہ دیا جاسکتا ہے سولہویں دن اگر میں نے جمیکا میں ایک بھی جیتے جاگتے انسان کو پایا تو وہ جیتا جاگتا انسان نہیں ہوگا میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ جمیکا کو خالی کر دیجئے یہ ایک بہت بڑی مانگ ہے لیکن نہ تو میں کسی ملک کی جانب سے یہ مانگ کر رہا ہوں کہ جینیوا کنونشن میں شریک لوگ، میرا مطلب ہے وہ ملک جن کے آپس کے درمیان کچھ معاہدے ہیں۔ اس سلسلے میں تردد محسوس کریں۔ یہ تو ایک معمولی سے انسان کا موقف ہے اور اس موقف کو منوانے کے لیے میں ہر قدم اٹھانے کا حقدار ہوں کیونکہ میں نے کبھی کسی معاہدے پر کوئی دستخط نہیں کیے۔ جمیکا کے لوگو! ہو سکتا ہے تمہاری حکومت تمہارے حکام اس سلسلے میں تم لوگوں کو تسلی دیں کہ وہ مختلف ممالک کی خدمات حاصل کر رہے ہیں۔ میں یہ بات بھی اچھی طرح مانتا ہوں کہ اگر اس سلسلے میں مختلف ملکوں سے مدد کی درخواست کی جائے گی تو وہاں تحریک پیدا ہو جائے گی اور یہ بھی ممکن ہے کہ بہت سے ممالک فوری طور پر ایسے کسی اقدام کو سچانے کے لیے اپنی طاقت استعمال کریں، اگر ایسا ہوتا ہے معصوم لوگو! تو اس سے یہ نہ سمجھ لینا کہ وہ لوگ اپنی کوششوں میں کامیاب ہو ہی جائیں گے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ

”اس راکٹ کا اندرونی نظارہ بھی کر لیجئے سمجھنے والے یہ بات اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ یہ راکٹ کن مقاصد کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، یہ اس کا پورا سسٹم اور یہ سرخ شان اس میں ایٹم بم لوڈ ہونے کی نشاندہی کر رہا ہے۔ اس ایٹم بم کی طاقت کا اندازہ ان اعداد و شمار سے لگایا جاسکتا ہے، یہ اس کی پوری تفصیلات ہیں۔“ لیون ڈیلاز اپنے کنٹرول سسٹم پر تبدیلیاں پیدا کرنے لگا اور اسکرین پر راکٹ کی پوری مشینری نظر آنے لگی۔ لیون ڈیلاز اس کے بارے میں تمام ٹیکنیکل تفصیلات بتاتا رہا اور اس کے بعد کمرہ صرف اس پر مرکوز ہو گیا۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”میرے وہ تمام دوست آج پہلی بار مجھے اتنے قریب سے دیکھ رہے ہیں جن کے ذہن میں میرے لیے نجانے کیا کیا جستجو تھی۔ میں ان ممالک کے نام لیتا ہوں جو اپنی سرتوڑ کوششیں کر رہے ہیں کہ جس طرح بھی بن پڑے میرے مقصد میرے مشن کو نقصان پہنچائیں، میرے کاروبار کو ختم کریں، میں ان دوستوں کا شکر گزار ہوں کہ انھوں نے مجھے زیادہ مشکلات میں مبتلا نہیں کیا۔ ورنہ بلاوجہ میری گردن پر ہزاروں انسانوں کا خون ہوتا کیونکہ یہ چھوٹی سی لیون ڈیلاز جس پر نہ تو کسی بڑے ملک کا ہاتھ ہے اور نہ ایسے بیرونی ذرائع اسے حاصل ہیں کہ وہ کسی سے مدد مانگ سکے۔ میرا بس اپنا ایک چھوٹا سا کاروبار ہے جسے میں بہر حال اپنی خواہش کے مطابق ہی چلانا چاہتا ہوں لیکن میں نے اپنی کاوشوں سے اتنا مستحکم کر لیا ہے کہ میرے وہ دشمن ممالک اس کی جانب رخ کرنے کی ہمت نہیں کر سکتے، اسے چیلنج نہ سمجھا جائے لیکن اگر کوئی اسے چیلنج سمجھ کر قبول کرتا ہے تو میں بڑی

اس وقت جب تم یہ ملک خالی کردو اور متعدد قوتیں مجھے کچلنے پر کمر بستہ ہو جائیں اور مجھے کچل بھی دیں تو یہ لوگ بغلیں بجاتے ہوئے تمہارے سامنے آجائیں لیکن اس سے پہلے کہ ہوگا میں تمہیں اس کی تفصیل بتانا چاہتا ہوں، ذرا غور کرو، یہ نقشہ ہے، کنگسٹن کے اس مشرقی حصے کا، جہاں اگر میرے میزائل میں لوڈ بم ڈراپ کر دیا جائے تو کتنے بڑے رقبے میں تباہی پھیلے گی۔ یہ دھماکا اس پورے رقبے کی عمارتوں کو ریزہ ریزہ کر دے گا۔ یہ بات تم لوگوں کو اچھی طرح معلوم ہے کہ ہیرو شیمہ اور ناگاساکی پر جس قوت کا بم پھینکا گیا تھا موجودہ ایٹم بم اس سے دس ہزار گنا زیادہ قوت رکھتے ہیں، اپنے ہاتھوں میں کیکولیٹر سنبھالو اور ذرا حساب کتاب کرو، کہ یہ دس ہزار گنا طاقت ور بم اگر کنگسٹن کے اس مشرقی حصے میں پھینکا جائے تو اس کی رینج کیا ہوگی۔ تم لوگ تباہ و برباد ہو جاؤ گے۔ بعد میں اگر مجھے فنا کر دیا جائے تو وہ ایک الگ بات ہے، لیکن میں یہی کہتا ہوں کہ یہ ممکن نہیں ہوگا، کیونکہ میں نے بعد کے لیے بھی ایک معقول بندوبست کر رکھا ہے۔ تو میرے دوستو، میری اس بات کو کسی بھی قسم کا وہم سمجھ کر نظر انداز کرنا تمہارے حق میں بہتر نہیں ہوگا، اور تمہیں جو نقصان اٹھانا پڑے گا اس کا ازالہ دنیا بھر کی حکومتیں نہیں کر پائیں گی۔ اب اس کے بعد یہ فیصلہ کرنا تمہارا کام ہے کہ تمہیں کیا کرنا چاہیے۔ راکٹ کو اس زاویہ پر لے آیا گیا ہے۔ جہاں سے پرواز کر کے کنگسٹن کے اس مشرقی حصے تک پہنچ جائے گا بہت معمولی سا سفر ہوگا اس کا۔ فرض کرو اس دوران ایسا بندوبست بھی کر لیا جائے کہ اسے اس حصے تک پہنچنے سے پہلے تباہ کر دیا جائے تو ذرا غور کرو کہ اس تباہی کا نتیجہ کیا ہوگا۔ ایٹم بم تو بلاسٹ ہو گا ہی، اور نتیجہ وہی نکلے گا، جو میں تم سے کہہ رہا ہوں۔ یہ میرے پاس ریموٹ کنٹرول ہے اور یہ اس کے درمیان میں ایک سیاہ بٹن لگا ہوا ہے۔ یہ سیاہ بٹن تمہاری کالی تقدیر ہے جس پر انگلی رکھنا میرے لیے بہت آسان سا کام ہے اور چشم زدن میں وہ سب کچھ ہو جائے گا جس کے بارے میں میں نے تم سے کہا ہے، تم لوگ اپنی دولت اپنا مال و اسباب ہر وہ چیز جو اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہو لے جانے کے لیے آزاد ہو۔ یہ چند رہ دن کا وقت میں نے تمہیں اس لیے دیا ہے کہ میں نہیں چاہتا کہ تم تباہی اور بربادی کا منہ دیکھو بہت سی شپنگ کمپنیاں ہیں تم ان سے جہاز چارٹرڈ کر سکتے ہو اگر لاکھ ہیں جو اس نازک صورتحال میں تمہاری مدد کریں گی اور تمہیں یہاں سے کیوبا اور ہیٹی نکال دیں گی۔

وہاں سے تم پناہ گزینوں کی حیثیت سے اپنے لیے راستے منتخب کر سکتے ہو اور یہ سب کچھ اس بدترین موت سے بہتر ہے جو اس وقت اس ریموٹ کنٹرول کی صورت میں میرے ہاتھوں میں موجود ہے۔ اب میں جیمکین حکام سے مخاطب ہوں۔ دوستو تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں کیا چیز ہوں اور میرا پس منظر کیا ہے میری پاور کیا ہے اس کا تمہیں اچھی طرح اندازہ ہے، تم اور تمہارے بہت سے دوست مل کر میرا بال بیکا نہیں کر سکتے اور اب بھی ایسا ہوگا۔ اپنی ضد اور ہٹ دھرمی سے تم اس ملک کو تباہ کر دو گے۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے کیونکہ اس کی تباہی کے بعد بھی میرا مقصد پورا ہو جاتا ہے۔ اگر مجھے انسانوں کی ضرورت ہوتی تو میں دوسرے طریقے اختیار کر سکتا تھا، مجھے زمین کی ضرورت ہے، علاقہ چاہیے اور بس۔ بعد کے سارے حالات میں جانتا ہوں کہ مجھے کس طرح کنٹرول کرنے ہیں۔ یہ پہلا اور آخری حکم ہے تمہارے لیے، وارننگ سمجھو یا درخواست، یہ تمہاری مرضی ہے کہ تم جو دل چاہے سمجھو، تمہیں میرے حکم پر عمل کرنا ہے اور یہ عمل آج رات کے بعد سے شروع ہو جانا چاہیے۔ یہ تمام ویژن اسکرین جو مجھے دیکھ رہے ہیں۔ یہاں لیوٹن ویلی میں بھی موجود ہیں اور یہ مجھے سارے شہر کے مناظر دکھاتے رہیں گے۔ میرا ایک بھی سسٹم ناکام کر کے دیکھ لو، تمہیں اپنی قوتوں کا اندازہ ہو جائے گا۔ یہی تمام باتیں میں ان بحری جہازوں سے کہہ رہا ہوں جو کئی ممالک سے تعلق رکھتے ہیں اور بحیرہ کریمین میں میرے لیے صف آرا ہیں ان کی حکومتیں ان پر اربوں ڈالر خرچ کر رہی ہیں اگر انہیں کوئی کامیابی حاصل ہوئی ہو تو بے شک اپنا یہ عمل جاری رکھیں بلکہ اپنے بیڑوں میں اضافہ کر دیں، لیکن میں صرف اتنا کہوں گا کہ میں جنگ نہیں چھیڑنا چاہتا آپ لوگ اپنے گھروں سے اتنے دور چلے جائیے کہ میرے میزائل آپ تک نہ پہنچ سکیں اگر آپ لوگ میری رینج میں ہوئے تو میں کسی کو معاف نہیں کروں گا کیونکہ اس منصوبے پر میں طویل عرصے سے کام کر رہا ہوں۔ آپ کا مارشل لیوٹن ڈلاز آپ سے رخصت ہوتا ہے آپ پر واجب ہے کہ اپنے ملک کے ہر فرد کو میرا پیغام دے دیں اوکے۔

اسکرین اچانک تاریک ہو گئے۔ میں اور رخسار سہمے ہوئے بیٹھے اس کی یہ لاف و گزاف سن رہے تھے اور درحقیقت ہمارے دل خوف سے کانپ رہے تھے۔ بڑا خوفناک منصوبہ تھا یہ اور یہ دیوانہ شخص جو کچھ کہہ رہا تھا اس کا ایک لفظ بھی جھوٹ نہیں تھا۔

لاکھوں افراد کی ہلاکت کا خطرہ سر پر اکٹھا ہوا تھا اور کوئی بھی اس سلسلے میں کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا، وقت ختم ہو گیا لوگوں کو عیش و آرام کے لیے جو لمحات دیے گئے تھے وہ بھی ختم ہو گئے اور ہدایت کر دی گئی کہ چھٹی ختم، لوگ اپنا اپنا کام کریں، میں اور رخسار بھی اپنی رہائش گاہ میں واپس آ گئے تھے اور کافی دیر تک ہمارے منہ سے ایک لفظ بھی نہیں نکلا تھا، پھر رخسار نے پھکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

”اگر ہم عام لوگ ہوتے فیصل تو اپنے گھروں میں موجود کل کے اخبارات میں ریڈیو یا ٹیلی ویژن کے پروگراموں میں جمیکا پر آنے والی مصیبت کے بارے میں سن رہے ہوتے یا پڑھ رہے ہوتے، لیکن کیسی انوکھی بات ہے کہ ہم وہاں ہیں جہاں سے اس بھیانک کارروائی کا آغاز ہو رہا ہے اور ہم اس شخص کے خلاف کچھ بھی نہیں کر سکتے، کیا تمہارے ذہن میں ایسی کوئی بات آتی ہے فیصل کہ اسے اس کارروائی سے روکا جاسکے؟“

”صورتحال کا اندازہ تمہیں بھی ہے رخسار اور میں بھی اپنی کاوشوں کو بے اثر پاتا ہوں لیکن بہر حال فیصلے وقت کرتا ہے۔ ابھی تو اس صورتحال کو دیکھنا ہی ہو گا۔“

”تمہارا کیا خیال ہے وہ ہو جائے گا، جو یہ چاہتا ہے؟“

میں درحقیقت اس بارے میں کوئی بھی صحیح فیصلہ کرنے سے قاصر تھا اگر حکومت جمیکا اس طرح ایک مجرم کے سامنے گھٹنے ٹیک دیتی ہے تو پھر حکومتوں کا تصور ہی ختم ہو جاتا ہے۔ ممکن ہے حکومت جمیکا اپنے دوستوں کے مشورے سے اس سلسلے میں ثابت قدم رہے اور ایک مجرم کی بات ماننے سے انکار کر دے۔ بلکہ اصولی طور پر یہی ہونا بھی چاہیے تھا، لیکن اس شکل میں جہاں تک اس شخص کی ذہنیت اور اس کی کارکردگی کی معلومات مجھے حاصل تھیں اور کچھ ہو یا نہ ہو لیکن یہ اپنے الفاظ کو عملی جامہ پہنا دے گا اور جو تباہی اس کے بعد تصور کی جاسکتی تھی وہ ایسی تھی کہ اس کا تصور کر کے روٹنے کھڑے ہوتے تھے۔ بہر حال ایک ایسا سنسنی خیز ماحول، ایک ایسی وحشت ناک فضا پیدا ہو گئی تھی کہ خود لیوٹن ویلی کے رہنے والے بھی اس فضا سے متاثر نظر آتے تھے۔ رات گزر گئی، دن آگیا لوگوں کے معمولات جاری ہو گئے، لیکن میں نے ایک بات اور محسوس کی تھی کہ یہاں کام کرنے والے تمام افراد شدید سنسنی اور ہيجان کا شکار ہے، ممکن ہے دل میں تمام تر

مفادات کے باوجود وہ اس بات کو بہتر نہ سمجھ رہے ہوں کہ جمیکا کے عام رہنے والوں پر یہ مصیبت نازل ہو، لیکن ظاہر ہے کسی میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ لیوٹن ڈلاز سے اپنے خیالات کا اظہار کرے۔ لیوٹن ڈلاز نے ان لوگوں کو پندرہ دن کی مہلت دی تھی، اور اس دوران بہت سے اہم فیصلے ہو جانے تھے۔ بہر طور ہم لوگ اپنے آپ کو اس مسئلے میں بے بس پارہے تھے اور خاموشی کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں تھا ویسے مجھے ہنسی آرہی تھی۔

اس بار رخسار میرے ساتھ تھی ویسے تو بڑا تمیں مارخان بنا ہوا تھا ہر مسئلے کو حل کر لیتا تھا لیکن اس بار کوئی ہیرو شپ نہیں دکھاسکا تھا اور رخسار کی موجودگی میں بے بس تھا لیکن اگر غور کیا جاتا تو میری بڑی کامیابی یہ تھی کہ رخسار مجھے واپس مل گئی تھی ایک عجیب گورکھ دھندہ تھا ایک عجیب کھیل تھا، ناقابل یقین، ناقابل سمجھ، بہر حال رات گزر گئی۔ ہمیں چونکہ ابھی کوئی اہم ذمہ داری نہیں سونپی گئی تھی اس لیے ہم بے کار ہی تھے لیوٹن ڈلاز نے لوگوں کو اپنے کاموں میں مصروف بے شک کر دیا تھا لیکن غالباً ان کے مشاغل میں تھوڑی سی نرمی برتی گئی تھی اور وہ ٹیلی ویژن سیٹ جو جگہ جگہ لگا دیے گئے دن کی روشنی میں دوبارہ اپنا شروع کر چکے تھے، لیوٹن ڈلاز خود بھی یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ جمیکا کے عام باشندوں پر اس کا کیا اثر پڑتا ہے اور نتیجہ اس کی توقع کے مطابق ہی تھا۔ ٹیلی ویژن سیٹ بڑی عمدگی سے جگہ جگہ کی تصاویر پیش کر رہے تھے۔

کننگٹن اور دوسرے شہر میں ہنگامہ برپا تھا لیوٹن ڈلاز کا سیٹلائٹ پورے جمیکا کے شہروں کی تصاویر پیش کر رہا تھا۔ سڑکوں پر افراد تفری تھی، لوگ جس طرح موقع مل رہا تھا بھاگ رہے تھے، گھروں کے سامنے سامان کے انبار لگے ہوئے تھے۔ جمیکن پولیس جگہ جگہ لوگوں کو کنٹرول کرتی پھر رہی تھی۔ وہی سب کچھ ہوا تھا جو لیوٹن ڈلاز نے سوچا تھا اور جس کا اظہار کیا تھا۔ میں اور رخسار تاسف بھری نگاہوں سے جمیکا کے رہنے والے عام باشندوں کی یہ بے بسی اور بے بسی دیکھ رہے تھے اور ہمارے ذہنوں میں غم و غصہ تھا کچھ بھی نہیں کر سکتے تھے اس سلسلے میں کوئی ایک بات بھی سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ بڑے روح فرسا مناظر دیکھنے کو مل رہے تھے لوگوں کا انداز ایسا ہی تھا جیسے ابھی کچھ دیر کے بعد ہی ان پر قیامت نازل ہونے والی ہو۔ حکومت جمیکا کی طرف سے ابھی وہاں کے باشندوں کے لیے کوئی اعلان نہیں ہوا تھا، لیکن پولیس بہر حال انہیں کنٹرول کر رہی تھی۔ مجھے اندازہ تھا کہ

اس سلسلے میں میٹنگیں ہو رہی ہوں گی اور حکام سر جوڑے بیٹھے ہوں گے کہ انہیں کیا کرنا چاہیے۔ بہر حال انتہائی افسوسناک پہلو تھا۔ میں نے دل ہی دل میں فیصلہ کیا کہ حکومت جیسا کہ وہاں کے رہنے والوں کے لیے میں کچھ نہیں کر سکتا لیکن بہر حال میرا مشن تو جاری رہے گا اب جو کچھ ہو گا بعد ہی میں ہو سکتا ہے، سارے کھیل اٹے ہو گئے تھے، مجھے مختلف لوگوں نے مختلف مشن سونپے تھے لیکن آخر کار میں بڑی آسانی سے لیوٹن ڈلاز کے چنگل میں آگیا تھا اور اس نے میرے تمام رابطے ختم کر کے مجھے میرا مستقبل بتا دیا تھا۔ وہ اپنی برتری چاہتا تھا اور اس نے میرے لیے جو فیصلہ کیا تھا بلاشبہ ایک نکتہ نگاہ سے وہ بہترین فیصلہ تھا لیکن وہ میرے مزاج سے آشنا نہیں تھا اگر مجھے یہاں کوئی بھی بدترین کام سونپا جائے اور اس کی ویڈیو بنا کر روز آرگنائزیشن اور ڈان سینٹر کے علاوہ ممکن ہے میرے ملک میں بھی بھیجی جائے اور لیوٹن ڈلاز یہ ثابت کرنے کی کوشش کرے کہ وہ شخص جو آرگنائزیشن اور ڈان سینٹر وغیرہ کے لیے حوا بنا تھا لیوٹن ڈلاز کے ہاں ایک قیدی کی حیثیت سے حقیر کام کر رہا ہے تو میری ذات پر کوئی اثر نہیں پڑتا تھا۔ کم از کم وہ جو میرے بارے میں جانتے تھے یہ علم رکھتے تھے کہ میں تو تھا ہی مستانہ اور اپنی دھن میں مگن، بھلا میرے اوپر کیا اثر پڑتا ہے، میں نے بے انتہا کامیابیاں حاصل کیں تو ناکامی بھی تو کامیابی کا ہی ایک حصہ ہوتی ہے، لیکن بہر حال یہ بے بسی میرے لیے افسوسناک تھی۔ میرا مقصد اپنی انا کی تسکین نہیں تھا لیکن دل میں یہ احساس تھا کہ کاش اس عفریت پر بھی قابو پایا جاسکے۔

ٹیلی ویژن پر جیسا کہ مصیبت کے مناظر صاف دیکھے جاسکتے تھے۔ وہاں مستقل وہی سلسلہ جاری تھا۔ لیوٹن ڈلاز ہر جگہ کا جائزہ لے رہا تھا۔ سمندر پر شدید رش تھا لوگ ہر ذریعے سے نکل جانا چاہتے تھے۔ غالباً جمیکن حکومت نے بھی یہ خطرہ مول نہیں لیا تھا کہ اپنے لوگوں کو روک کر انہیں موت سے ہمکنار کیا جائے ایک طرح سے لیوٹن ڈلاز کی دھمکی کو قبول کر لیا گیا تھا ہو سکتا ہے بہت جلد مختلف ممالک سے رابطے قائم کر کے ٹریفک کا بندوبست کیا جائے، سمندری جہاز اور خصوصی ہوائی جہاز حاصل کیے جائیں۔ پندرہ دن کا وقفہ غنیمت سمجھا جائے کیونکہ بہر حال لیوٹن ڈلاز نے کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ مجھے اندازہ تھا کہ میں اس وقت جیسا کہ ایک محفوظ گوشے میں بیٹھا ہوا ہوں لیکن دنیا کی نگاہیں جیسا کہ طرف لگ گئی ہوں کہ اور اس کے بارے میں نہ جانے کہاں کہاں سے کیا کیا

پروگرام پیش کیے جارہے ہوں گے ایک عجیب ہنگامہ، ایک عجیب افرا تفری تھی جو مسلسل جاری تھی اور بڑے دردناک مناظر یہاں دیکھنے میں آرہے تھے تو وہاں نہ جانے انسانوں پر کیا بیت رہی ہوگی انسان کے پاس کسی مسئلے کا کوئی حل نہیں ہوتا اور ایسی ہی جگہوں پر یہ احساس ہوتا ہے کہ انسانی سوچ کس قدر محدود ہے اور قدرت کے ہاتھ کس قدر وسیع۔ جس چیز کا انسانوں کے پاس کوئی حل نہیں ہوتا وہاں سے قدرت کوئی ایسا ذریعہ پیدا کر دیتی ہے کہ انسان ہی انسان کے لیے نجات دہندہ بن جاتا ہے۔

رات کا وقت تھا میں اور رخسار کھانے سے فارغ ہوئے تھے ہم دونوں ہی اداس تھے کیونکہ تھوڑی دیر پہلے باہر سے آئے تھے اور ٹیلی ویژن پر مقامی لوگ دلچسپی سے جیسا کہ انخلا کا نظارہ کر رہے تھے۔ کھانے سے فراغت حاصل کرنے کے بعد ہم ایک برآمدے نما جگہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اندرونی حصے سے کچھ آہٹیں سنائی دیں اور ہم چونک پڑے کیونکہ یہاں ہمارے علاوہ اور کوئی نہیں ہوتا تھا بلکہ اب تو ایلزا بھی نہیں آتی تھی۔ کسی اور سے بھی ایسی کوئی شناسائی نہیں تھی اس لیے اندرونی حصے کی آہٹیں باعث حیرت تھیں۔ ابھی ہم کوئی فیصلہ بھی نہیں کر پائے تھے کہ کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک شاندار عورت مسکراتی ہوئی ہماری جانب بڑھتی نظر آئی۔ میرا پورا وجود جھنجھٹا گیا تھا اور شدت حیرت نے میرے اعصاب کشیدہ کر دیے تھے ایک نگاہ میں میں نے اسے پہچان لیا تھا۔

یہ کونن میکوویا تھی۔ وہ عظیم عورت جسے میں کچھ عرصے سے بالکل فراموش کر بیٹھا تھا کامیاب و کامران مسکراہٹ کے ساتھ وہ ہمارے قریب پہنچ گئی۔ رخسار بھی شدت حیرت سے گنگ تھی اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی اس کے لیے بس یہی بات باعث حیرت تھی کہ یہ عورت ہماری رہائش گاہ کے اندرونی حصے سے برآمد ہوئی ہے کونن میکوویا میرے سامنے آگئی اور اس نے رخسار کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہیلو رخسار، کیسی ہو تم؟“

رخسار نے احمقانہ انداز میں مجھے دیکھا، اس کے ہونٹ ہلے لیکن آواز نہیں نکل سکی۔ کونن میکوویا میری جانب متوجہ ہوئی۔

”اور جناب دانش منصور صاحب، آپ نے تو ہمیں فراموش ہی کر دیا۔ بیٹھے بھی کیا پریشانی ہے، رخسار، دانش میرے دوست ہیں۔ بعد میں تم ان سے میرے بارے میں

تفصیلات معلوم کر لیتا، تم دونوں کو یک جان دیکھ کر مجھے جتنی خوشی ہوئی ہے، میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتی، بیٹھو پلیز پریشان نہ ہو۔“ وہ خود بھی ایک کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی، اس کا اطمینان اس کا انداز یقیناً اس کے شایان شان تھا لیکن مجھ پر حیرت کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے۔ میں خود بھی بیٹھ گیا۔ میکوویا نے کہا۔

”نہیں دانش تمہیں تو کم از کم حیران نہیں ہونا چاہیے میری آمد پر۔“

”ہاں، ہاں اگر تم یہ سمجھتے ہو دانش کی تم اپنی مصروفیات میں گم ہو کر مجھے بھول گئے تو میں جانتی ہوں کہ ایسا بھی نہیں ہے میں تم سے پہلی بات یہ کہوں گی کہ جو کچھ تم کرتے رہے ہو، میں اس سے پورا پورا اتفاق کرتی ہوں، یہ نہ سمجھنا کہ ان لحاظ میں گم ہو کر تم جس طرح مجھ سے دور ہو گئے، میں بھی تم سے دور ہو گئی ہوں گی۔ اصل میں دانش تم نے بلیک چینل میں جو مقام حاصل کر لیا ہے، وہ ایسا نہیں ہے کہ بلیک چینل تمہیں زندگی کے کسی بھی لمحے میں فراموش کر دے، ہم نے ہر طرح تم پر نظر رکھی ہے، تمہاری خبر گیری کی ہے اور چونکہ تم کامیابی سے اپنی منازل طے کرتے رہے ہو اس لیے ہم نے کوئی مداخلت نہیں کی، ہاں جب مداخلت کی ضرورت پیش آئی تو کون میکوویا تمہاری خدمت میں حاضر ہے۔“ اچانک ہی میرے اندر خوشی کا ایک طوفان لہریں لینے لگا، ایک دم سے میرے ذہن میں روشنی ہی روشنی پھیل گئی، کون میکوویا کی آمد بے مقصد نہیں ہے اور اب یہ مسئلہ حل ہونے کو ہے، میں اپنی آواز کی کیکپاٹ پر قابو نہیں پاسکا تھا۔ میں نے کہا۔

”سوری کون، ویری سوری اگر میرے یہ دن جو میرے اور تمہارے درمیان کھو گئے تھے، تمہارے لیے باعث تکلیف ہوئے ہیں، تو میں خلوص دل سے معافی چاہتا ہوں۔“

”ارے نہیں کیسی باتیں کر رہے ہو، میں نے تمہارے کچھ بولنے سے پہلے یہ بات واضح کر دی ہے کہ اس دوران تم جو کچھ کرتے رہے ہو میں اس سے اتفاق کرتی ہوں۔ وہ سب کچھ بھی میرے مشن کا حصہ ہے میں بھی تو دنیا سے برائیوں کا خاتمہ چاہتی ہوں اور ان لوگوں کو زندگی سے دور کرنے کی خواہش مند ہوں جو اپنے آپ کو اس دنیا کو تباہ کرنے کا حق دار سمجھتے ہیں۔ ان باتوں کو بالکل نظر انداز کر دو، رخسار گم ہو گئی تھی۔ میں خود بھی

نہیں جانتی تھی کہ وہ کہاں ہے، اصل میں میری توجہ تمہاری جانب تھی، بہر حال تم نے اسے پالیا، مجھے علم ہو گیا تھا، تم یقین کرو میں نے تمہاری پوری پوری نگرانی کی ہے اور یہ خیال رکھا ہے کہ اگر کہیں تم بے بسی کی منزل میں داخل ہو جاؤ تو میں اپنا فرض پورا کروں۔“

”کون میکوویا، شکرگزاری کے لیے وہ الفاظ نہیں ہیں میرے پاس جن کا صحیح طور پر استعمال کر کے اپنے جذبات کا اظہار کر سکوں۔“

”مچلو ٹھیک ہے اگر اسی پر بند ہو تو میں نے مان لیا اور میں خوش ہوں کہ بروقت تمہارے پاس پہنچ گئی۔ رخسار اصل میں دانش منصور اس قدر متحیر ہیں کہ صحیح طور پر تم سے میرا تعارف بھی نہیں کروا سکے میں اپنا تعارف کرادوں، کون میکوویا کے نام سے پکاری جاتی ہوں، دانش منصور کی بہترین دوست ہوں اور ان کی بے پناہ عزت کرتی ہوں، رخسار کسی کے سامنے اس کی تعریف کرنے کو لوگ ناپسند کرتے ہیں لیکن میں اپنے جذبات کا اظہار کیے بغیر نہیں رہ سکتی، ایک پاکیزہ فطرت کا نہایت ہی ولیر نوجوان تمہاری زندگی کا ہم سفر ہے اور تمہاری اس خوش بختی کے لیے میں تمہیں مبارک باد دیتی ہوں، مزید یہ بھی کہ میری تمام تر دعائیں تمہارے ساتھ ہیں خیر دانش یہ تو رہا سارا معاملہ، تم جانتے ہو یہاں میری آمد کا مقصد کیا ہے۔ میں بہ غور ان تمام حالات کا جائزہ لے رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ وقت آجائے تو اپنا کردار سرانجام دوں، اس کے علاوہ دانش میں یہ بھی چاہتی ہوں کہ بلیک چینل ان لحاظ میں منظر عام پر آکر اپنی موجودگی کا اعلان کرے اور اپنی افادیت ظاہر کرے، اس وقت میں اس پروگرام سے یہاں آئی ہوں۔“

میں اپنی ذہنی کیفیت کو کنٹرول کرنے کی لاکھ کوششیں کر رہا تھا لیکن سنسنی اس طرح بدن میں سا گئی تھی کہ آواز کی لرزشوں پر قابو پانا مشکل تھا۔ کون میکوویا نے کہا۔

”اور تم یہاں میرے دست راست ہو، اصل میں یہ سب کچھ میرے لیے غیر متوقع نہیں تھا اور لیوٹن ڈلاز پر میری گہری نگاہ تھی وہ جو کچھ کر رہا تھا میں اس کا بہ غور جائزہ لے رہی تھی، تمہیں اندازہ ہے کہ بلیک چینل میں ایسے شعبے موجود ہیں جو دنیا بھر میں اس قسم کے لوگوں پر نگاہ رکھتے ہیں بلکہ لوگوں پر ہی نہیں ان حکومتوں پر بھی جن کے ارادے فاسد ہوتے ہیں، مجھے بروقت اس بارے میں اطلاع ملی اور بہر حال ایسے کسی لمحے کا انتظار بڑا

ضروری تھا کیونکہ اگر میں خاموشی سے لیوٹن ڈلاز کا کھیل ختم کر دیتی تو کسی کو بلیک چینل کی افادیت کا پتا نہیں چلتا، میں تمہیں بلیک چینل کے منصوبے کے بارے میں تمام تفصیلات بتا چکی ہوں یوں سمجھ لو یہاں سے ہم بلیک چینل کا منظر عام پر آنے کا اعلان کر سکتے ہیں اور اس کے بعد ہمیں جس ہنگامی صورت حال سے گزرنا ہو گا اس کے لیے ہم اپنے آپ کو مکمل طور سے تیار کیے ہوئے ہیں، کیونکہ تم یہ بھی جانتے ہو کہ جہاں لوگ حکومتیں بلیک چینل کی برتری کو خوش دلی سے قبول کریں گے، وہیں پر وہ طاقت ور ممالک جو کائنات پر اپنی اجارہ داری چاہتے ہیں اس تشویش کا شکار ہو جائیں گے کہ یہ بلیک چینل ہے کیا بلا اور کہیں وہ کسی طور ان کے مفادات میں حائل نہ ہو، چنانچہ اپنی تمام ذمہ داریاں میں نے بہ خوبی پوری کر لی ہیں اور ہم ہر طرح سے اپنے تحفظ کا بندوبست بھی کر چکے ہیں، تو یہ رہی تمام تر صورت حال اب میں تمہیں اپنا منصوبہ بتانا چاہتی ہوں۔ میں تو اس وقت ایک کھلونے کی مانند تھا جس میں کوئی تحریک نہیں تھی خاموشی سے کوئن میکوویا کا چہرہ دیکھنے کے سوا اور کچھ نہیں بول سکا۔ وہ کچھ دیر خاموش ہو کر کچھ سوچتی رہی پھر اس نے کہا۔

”اور میں اپنے اس منصوبے میں تمہارا مشورہ چاہتی ہوں، دانش منصور۔ ایک بات تو یہ ہے کہ لیوٹن ڈلاز کو بلیک چینل کے حوالے سے حکومت جیسا اور ان خواہش مند لوگوں کے سپرد کردوں جو یہاں اس کے اقتدار کا خاتمہ چاہتے ہیں اور منشیات کے اس بہت بڑے اسمگلر کو گرفتار کرنے کے خواہش مند ہیں۔ اس کے لیے میرے ذہن میں منصوبہ ہے کہ میں یہاں ایک ایسی نیند طاری کردوں کہ یہاں موجود سب لوگ مفلوج ہو جائیں اور اس کے بعد حکومت جیسا کو دعوت دوں کہ وہ اپنی فورسز یہاں داخل کر دے، دوسری صورت حال یہ ہے کہ لیوٹن ڈلاز کو باقاعدہ چیلنج کر کے یہ کام سرانجام دیا جائے اس میں ذرا تھقل ہے، سپنس ہے اور ہمارے لیے برتری کا ایک تصور ہے، حالانکہ برتری تو ہمیں دونوں طرح حاصل ہو جائے گی لیکن یہ ایک الگ انداز ہوگا، میرے دل میں یہی تصور ہے۔“

”لیکن کوئن ان دونوں کاموں کا طریقہ کار کیا ہوگا؟“

”میں تمام انتظامات کر کے آئی ہوں، بلیک آرمی کے ایسے ایلی میٹس میرے ساتھ

ہیں جو یہاں اپنی شاندار کارکردگی کا مظاہرہ کر سکتے ہیں، میں انسانوں کو اپنے ساتھ نہیں لائی، کیونکہ ان کے لیے خطرات مول نہیں لے سکتی تھی لیکن ایسے ایلی میٹس اپنے ساتھ لائی ہوں، جن سے میں اپنا کام مکمل کر سکتی ہوں، میرے پاس دونوں طریقہ کار ہیں، ہم ان کاٹی وی اسٹیشن اور راکٹ ایریا اپنے قبضے میں کیے لیتے ہیں اور ایک منصوبہ میرے اپنے ذہن میں بھی ہے کہ میں راکٹ ڈائریکشن بدل دوں اور اس کا رخ لیوٹن ویلی کی جانب کردوں یعنی راکٹ میں لوڈ ایٹم بم راکٹ کی فضا میں پرواز کرنے کے بعد لیوٹن ویلی ہی کو نشانہ بنائے اور اور پھر لیوٹن ویلی کے رہنے والوں کو یہ وارننگ دوں کہ اگر انہوں نے خود کو جھینکن فورسز کے حوالے نہیں کر دیا تو چند گھنٹوں کے اندر اندر لیوٹن ویلی کا وجود فنا ہو جائے گا اور جو کام وہ کنکشن میں کرنا چاہتے تھے وہ لیوٹن ویلی میں ہو جائے گا۔ ایک اور تصور یہ ہے کہ خاموشی سے ان لوگوں کو بے ہوشی کی ٹینڈر سلاخوں اور جھینکن فورسز کو یہاں داخلے کی اجازت دے دوں۔ یہ دونوں کام میرے لیے مشکل نہیں ہوں گے، کیا سمجھے، تم ایک کردار کو بھول گئے تھے لیکن مجھے اندازہ ہے کہ یہاں تمہارے ساتھ ایسے ہی غیر متوقع حالات پیش آئے ہوں گے کہ تمہیں اس کردار کو بھولنا پڑا۔“

”کون سا کردار؟“ میں نے سوال کیا۔

”ایک مظلوم لڑکی جس کے دل میں صرف ایک خواہش ہے وہ یہ کہ وہ اپنے خاندان کے قاتل سے انتقام لے سکے۔ بڑی بے بس، بڑی لاچار لڑکی تھی وہ، شیریا کو بھول گئے تھے شاید تم؟“

”نہیں میڈم، میں اسے بھولا نہیں تھا۔ پہلی بات تو یہ کہ اس نے ایک شخص ہنٹر لائن کا سہارا حاصل کر لیا تھا اور ایک دم اپنا نظریہ تبدیل کر کے مجھ سے الگ ہو گئی تھی، دوسری بات یہ کہ یہاں میں جس انداز میں پہنچا وہ میرے لیے غیر متوقع تھا اور مجھے اس کی امید نہیں تھی۔“

”ہاں وہ لڑکی مجھے مل گئی۔ اصل میں ہنٹر لائن نے اسے سبز باغ دکھائے تھے، وہ ایک عیاش طبع آدمی تھا اور اس لڑکی کو اس نے یہ یقین دلایا تھا کہ لیوٹن ڈلاز اس کی منہی میں ہے اور اس کا کام صرف وہ کر سکتا ہے، لڑکی فوراً اس کی جانب متوجہ ہو گئی تھی پھر جب ہنٹر لائن نے اس پر دست درازی کرنا چاہی تو اس نے ہنٹر لائن کو قتل کر دیا اور

خود، جیمکن پولیس کے ہاتھوں میں پڑ گئی۔ میں نے اتفاقہ طور پر اس کے بارے میں معلومات حاصل کیں اور اسے وہاں سے نکال کر اپنے ساتھ لے آئی ہوں۔ یوں سمجھو زندہ انسانوں میں صرف وہی ایک ہے جسے میں یہاں تک لائی ہوں۔ میں خاموشی سے کونٹن میکوویا کو دیکھتا رہا۔ رخسار کی زبان پر توتالے لگ گئے تھے۔ یہ ساری سوچیں اس کے ذہن سے دور تھیں اور اس بے چاری کے سمجھنے کے لیے کچھ بھی نہیں تھا۔ بہر طور کونٹن میکوویا کے دونوں منصوبے قابل غور تھے اور اب چونکہ میں نے اپنے آپ کو سنبھال لیا تھا اور میری ذہنی قوتیں واپس آگئی تھیں چنانچہ میں بھی غور کر رہا تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے، مجھے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ کونٹن میکوویا کتنی ہی پراسرار قوتوں کی مالک سی لیکن انسانی فطرت سے دور نہیں ہے۔ اس کی دلی آرزو ہے کہ بلیک چینل منظر عام پر آئے تو اس پورے زور و شور کے ساتھ آئے جس سے اس کی طاقت کا صحیح مظاہرہ ہو سکے۔ یہ بھی ایک رسک تھا۔ ایک ایڈوینچر تھا اور بہر حال اب میں اتنا بزدل بھی نہیں تھا کہ اس ایڈوینچر سے ڈرتا۔ میں نے کونٹن میکوویا کی خواہش کے مطابق ہی اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

”بلیک چینل کو ہم منظر عام پر لا رہے ہیں کونٹن، تو میرے خیال میں اس کی شان برقرار رہنی چاہیے، میں آپ کے دوسرے منصوبے سے اتفاق کرتا ہوں۔“ کونٹن میکوویا مسکرا دی پھر بولی۔

”اور یقین کرو میری بھی دلی خواہش یہی تھی دانش لیکن اگر تم دوسرے مرحلے کا مشورہ دیتے تو میں اسے روانہ کرتی، اچھا اب سنو، جب ہمیں یہ کام کرنا ہے تو پھر اس سلسلے میں ہم زیادہ وقت نہیں ضائع کریں گے۔ آج رات کو میں یہ عمل کر رہی ہوں کہ ٹی وی اسٹیشن اور لاکٹ ایریا پر کنٹرول حاصل کیے لیتے ہیں اور اس کے لیے ہمیں مقامی لوگوں کے لیے کچھ اقدامات کرنا ہوں گے تاکہ وقت سے پہلے اس صورت حال کا اندازہ نہ ہو جائے۔“

”کونٹن، وہ لڑکی شیریا کہاں ہے؟“

”بالکل محفوظ مقام پر ہے، میں اسے بھی یہاں نہیں لانا چاہتی تھی لیکن اس کی آرزو پوری کرنا بھی ضروری ہے۔ ہم آج ہی رات کو لیوٹن ڈلاز کو بھی اپنے قبضے میں

کر لیں گے اور اس کے لیے کسی مناسب جگہ کا انتخاب کیے لیتے ہیں۔“ میں سحرزدہ نگاہوں سے میکوویا کو دیکھنے لگا۔ وہ نہایت پراطمینان انداز میں یہ الفاظ ادا کر رہی تھی اور یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اس بھیانک جگہ پر اسے مکمل کنٹرول حاصل ہو اس نے مسکرا کر رخسار کی جانب دیکھا اور بولی۔

”سوری رخسار، میں جانتی ہوں کہ تم لوگوں کے دلی جذبات ایک دوسرے کے لیے کیا ہیں لیکن کچھ وقت کے لیے دانش منصور کو تم سے ادھار لے رہی ہوں۔ محسوس تو نہیں کرو گی؟“

”نہیں۔“ رخسار نے مدھم سی آواز میں کہا اور کونٹن میکوویا ہنسنے لگی پھر بولی۔

”تونی الحال میں تمہارے پاس موجود ہوں۔ اصل میں ہم لوگ، میرا مطلب ہے میں اور میرے اہم ساتھی سمندری راستے سے یہاں پہنچے ہیں کیونکہ مجھے اپنے ساتھ وہ تمام چیزیں بھی لانی تھیں جنہیں یہاں استعمال کیا جائے گا۔ اس لیے سب میرن سے آمد ضروری تھی اور اس کے بعد میں نے یہاں کی کافی چیزوں کا جائزہ لیا ہے، یوں سمجھ لو میں اپنا آدھا کام مکمل کر کے تمہارے پاس آئی ہوں دانش منصور اور اب ہمیں پر ہم اپنا ہیڈ کوارٹر بنائے لیتے ہیں۔ ہمیں عارضی طور پر یہ ہیڈ کوارٹر درکار ہو گا کیونکہ اس کے بعد ہمارا اپنا کام شروع ہو جائے گا۔“

”جی کونٹن۔“ میں نے آہستہ سے کہا۔ کونٹن میکوویا بولی۔

”میرے پاس، یہ ایک چھوٹی سی مشین ہے بس سمجھ لو یہی ہمارے سارے کام سر انجام دے گی۔ میں نے ایک ٹرانسمیشن سسٹم قائم کر لیا ہے اور سب میرن سے یہ تمام چیزیں براہ راست یہاں ٹرانسمیٹ ہو جائیں گی۔“ وہ واپس اندر گئی اور مجھے بھی اس نے ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔ رخسار کو بھی اس نے خود ہی رک کر ساتھ آنے کے لیے کہا تھا اور اندر جاتے ہوئے بولی تھی۔

”کسی بھی مسئلے میں تم ہم لوگوں سے دور نہیں ہو رخسار، بلکہ یوں سمجھ لو کہ اس مشن میں تم ہمارے برابر کی شریک ہو۔“ رخسار بھی کسی قدر سنبھل گئی تھی، حالانکہ کونٹن میکوویا اس کے لیے ایک بالکل اجنبی شخصیت تھی لیکن میرے اور اس کے درمیان جو گفتگو ہوئی تھی اس سے رخسار نے کم از کم اتنا اندازہ ضرور لگالیا تھا کہ میرے اور کونٹن

کے درمیان گھرے روابط ہیں۔ چنانچہ اب وہ اپنے آپ کو مستعد ظاہر کر رہی تھی۔ ہمارے ہی کمرے میں جہاں ہم لوگ سوتے تھے ایک بڑا سا چرمی بیگ رکھا ہوا تھا اور یہ اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ کون میکوویا ہماری نظروں سے پوشیدہ اس کمرے تک کیسے پہنچی۔ ہاں وہ عقبی کھڑکی جو ہمیشہ بند رہتی تھی پوری کی پوری کھلی ہوئی تھی اور میں اسے اہم نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ کون میکوویا جو کچھ تھی اس کا مجھے اندازہ تھا رخسار کو نہیں، میں سائنسی دور کی اس سامری جادوگر عورت کو اچھی طرح جانتا تھا۔ جس نے نہ جانے کتنے طلسم اپنے وجود میں پیوست کر لیے تھے۔ چرمی بیگ کی زپ کھول کر اس نے اس میں سے ایک مشین نکالی اور اس باہر رکھ دیا پھر اچانک ہی چونک کر بولی۔

”دانش، غیر متوقع طور پر کبھی تمہارے پاس کوئی تم سے ملنے تو نہیں آجاتا؟“

”ایسا بالکل نہیں ہوتا کون لیکن اس کے باوجود میں دروازے بند کیے دیتا ہوں۔ ایک لڑکی کبھی کبھی آجاتی ہے جو یہاں میری انٹینڈنٹ تھی اور اب بھی کبھی کبھی چکر لگاتی ہے۔“ میں احتیاطاً باہر گیا اور پھر میں نے وہ دروازے بند کر دیے جنہیں اس سے پہلے کبھی بند کرنے کی ضرورت نہیں پیش آتی تھی۔ وہ کھڑکی بھی میں نے بند کر دی تو کون میکوویا نے کہا۔

”نہیں اسے کھلا رہنے دو، یہ ہمارے لیے اہمیت کی حامل ہے۔“ میں نے اس کے کہنے پر کھڑکی کھلی چھوڑ دی۔ کون میکوویا اس دوران مشین پر مصروف رہی تھی۔ اس نے چھوٹے چھوٹے کئی کام رخسار کے سپرد بھی کیے تھے۔ رخسار اب پوری توجہ کے ساتھ اس کے ساتھ مصروف ہو گئی تھی پھر اس کے بعد کون نے اس مشین کو ایک وسیع ایریا میں پھیلا دیا۔ میں اس کا بغور جائزہ لے رہا تھا اور یہ طلسمی عورت اپنا کام جاری رکھے ہوئے تھی۔ مشین ہی سے اس نے ایک دائر لیس سیٹ اٹھایا اور اس کا ہٹن آن کر کے بولی۔

”ہیڈن، ہیڈن میں میکوویا بول رہی ہوں۔“

”لیس میڈم۔“ دوسری جانب سے آواز آئی اور بالکل یہی محسوس ہوا جیسے بولنے والا چند گز کے فاصلے سے بول رہا ہو۔

”پوزیشن بتاؤ۔“

”میڈم ہمارا اپنے ایریا میں مکمل کنٹرول ہے، کچھ سمندری جہاز کچھ فاصلے پر موجود ہیں لیکن ہم نے سب میرین کو نظر نہ آنے والی شعاعوں میں محفوظ کر لیا ہے اور وہ لوگ ہمارے سنگل موصول نہیں کر سکتے ابتداء میں انہوں نے ٹرائی کی تھی لیکن بعد میں اپنے میسج کو غلط فہمی سمجھ کر وہ مطمئن ہو گئے ہیں۔“

”ویری گڈ، اچھا اب یوں کرو کہ میرینز کو بھیجنا شروع کر دو، ترتیب قائم رکھنا، میں تمہیں مستقل ہدایات دیتی رہوں گی۔“

”لیس میڈم۔“ ہیڈن نے جواب دیا۔ رخسار ایک دیوار سے لگ کر کھڑی ہو گئی تھی اور پر شوق نگاہوں سے کون میکوویا کی کارروائیاں دیکھ رہی تھی جو چھوٹی سی مشین ہیڈ بیگ میں رکھ کر لائی گئی تھی اس کے مختلف کل پرزے کھول کر ایک وسیع ایریا میں بچھا دیا گیا تھا۔ میں اس کے درمیان سفید رنگ کی ایک پلیٹ دیکھ رہا تھا جو زمین پر رکھی ہوئی تھی اور اس پلیٹ سے اب ہلکی ہلکی نیلی شعاعیں نشر ہونے لگی تھیں۔ مشین کے مختلف ڈائل بھی اسپارک کرنے لگے تھے۔ کون میکوویا نے ایک طرف کھڑے ہو کر رخسار کو بھی اس کی جگہ سے اسی طرف بلالیا، ہم دلچسپ نگاہوں سے میکوویا کی اس سائنسی کارروائی کو دیکھ رہے تھے۔ چند ہی لمحات کے بعد سفید رنگ کی پلیٹ پر کچھ دھبے نمودار ہوئے اور اس کے بعد ایک سیاہ وجود بلند ہوتا چلا گیا۔ ایک عجیب طریقہ کار تھا۔ بس یوں محسوس ہو رہا تھا کہ سفید پلیٹ شعاعوں میں گھر گئی ہو اور وہ کوئی خاص چیز اگل رہی ہو، تب میں نے ایک تقریباً ساڑھے تین فٹ کے روبوٹ کو سفید پلیٹ پر مکمل ہوتے ہوئے دیکھا۔ کون میکوویا کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا آلہ تھا۔ اس نے اس کے ہٹن دبائے اور روبوٹ مشین سے اتر کر ہمارے سامنے کی دیوار کے نزدیک جا کھڑا ہوا۔ پلیٹ پر پھر عمل شروع ہو گیا تھا اور اس پر دوسرا روبوٹ نمودار ہوا رہا تھا۔ میں تو خیر کون میکوویا کو اچھی طرح جانتا تھا لیکن رخسار کے لیے یہ سب کچھ بڑی طلسمی حیثیت کا حامل تھا اس نے میرے ہاتھ کی کلائی پکڑی تھی اور کلائی پر اس کے ہاتھ کی گرفت شدید ذہنی پہچان کا پتا دیتی تھی۔ دیوار کے ساتھ کھڑا ہوا روبوٹ بالکل ساکت تھا، دوسرا روبوٹ، تیسرا، چوتھا یہاں تک کہ آٹھ روبوٹ نمودار ہو گئے اور کون میکوویا نے دائر لیس سیٹ پھر اٹھالیا۔

”ہاں ہیڈن، اب ضروریات کی وہ چیزیں جو بیگ نمبر سات میں ہیں مجھے بھیج دو۔“

”لیس میڈم۔“ پھر کارروائی ہوئی اور ایک اور چہرے کا ہینڈ بیگ سفید پلیٹ پر نمودار ہو، کوئن میکویا نے آگے بڑھ کر اسے اٹھالیا تھا۔ ہیڈن کی آواز پھر سنائی دی۔

”لیس میڈم اور کچھ؟“

”نہیں مستعد رہو۔ اوکے میں سسٹم آف کر رہی ہوں۔“

”لیس میڈم اوکے۔“ سفید پلیٹ بجھ گئی اور کوئن میکویا ہینڈ بیگ ایک جانب رکھ کر مشین کو فولڈ کرنے لگی اور تھوڑی ہی دیر کے بعد یہ پراسرار مشین اسی ہینڈ بیگ میں واپس پیچ گئی جس میں سے اسے نکالا گیا تھا۔ آٹھوں روبوٹ ساکت کھڑے ہوئے تھے اور ان میں کوئی تحریک نہیں تھی۔ میکویا نے ہینڈ بیگ ایک جانب رکھنے کے بعد دوسرا ہینڈ بیگ کھولا اس میں چھوٹے چھوٹے سفید سلنڈر اور نہ جانے کیا کیا ابلا بھری ہوئی تھیں۔ عمرو عیار کی زنبیل معلوم ہوتی تھی۔ ایک روایتی عمل تھا اس کا میکویا نے یہ سفید ٹیوب ایک ایک کر کے روبوٹس کے سامنے والے سینے کے حصے کے قریب ایک مخصوص جگہ میں نصب کرنا شروع کر دیں اور اس کے بعد اس نے ایک روبوٹ کنٹرول سے ان روبوٹس کو چیک کیا، نمبر کے مطابق ایک ایک روبوٹ متحرک ہوا اور آہستہ آہستہ چل قدمی کرنے لگا۔ مشینی انسان جس طرح یہاں ٹرانسمیٹ ہوئے تھے۔ یہ ایک نہایت انوکھا عمل تھا۔ بہر حال وہ سب متحرک تھے اور اپنے اپنے کام کرنے کے لیے تیار۔ میکویا نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولی۔

”صرف یہ آٹھ افراد پورے لیوٹن ویلی کو تباہ کر سکتے ہیں ہم نے انھیں افراد اس لیے کہا کہ یہ صرف مشینیں نہیں ہیں بلکہ ان کے اندر وہ تمام صلاحیتیں موجود ہیں جو کسی انسان میں ہو سکتی ہیں۔ وقت اور موقع کی نزاکت سے یہ خود اپنے لیے راہ متعین کر سکتے ہیں اور انھیں فوری ہدایت دینے کی ضرورت نہیں پیش آئے گی۔“ میں ایک ٹھنڈی سانس لینے کے سوا اور کچھ نہ کر سکا، کوئن میکویا نے کہا۔

”اب ہم اپنا آپریشن شروع کرتے ہیں، تم لوگ یہ ماسک پہن لو۔“ کوئن میکویا نے دو بڑے سائز کے ماسک نکال کر مجھے اور رخسار کو دیے اور میں نے رخسار کو ماسک لگایا پھر دوسرا اپنے چہرے پر چڑھالیا۔ میکویا بولی۔ ”تمہیں ایک گھنٹے تک یہ ماسک لگانے ہوں گے۔ اصل میں میری خواہش ہے کہ یہاں میں کوئی خطرہ مول نہ لوں اور جو کام

آسانی سے ہو سکتا ہے اس میں آسانیاں حاصل کروں، بجائے اس کے کہ مجھے زبردستی خون ریزی کرنی پڑے، میں ان لوگوں کو انہی کے جوتے سے مارنا چاہتی ہوں تاکہ جو بڑے بڑے دعوے لیوٹن ڈلائز نے کیے ہیں ان پر اسے خود ہی شرمندگی ہو ورنہ میرے سامنے اور بھی آسان راستے تھے فی الحال کیونکہ رخسار تمہارے ساتھ ہے اس لیے ڈیٹرانس تم یہاں آرام کرو میں تھوڑا سا کام کر کے واپس آتی ہوں۔ یہ تمام چیزیں یہیں موجود ہیں، اپنے کام کی تکمیل کر لوں اس کے بعد تمہیں اس کی تفصیل بتاؤں گی، اجازت ہے؟“

”میں آپ کو اجازت دے سکتا ہوں کوئن۔“ میں نے کہا۔

”بہن ذرا خیال رکھنا ماسک ضروری ہے۔“ اس نے کہا اور پھر روبوٹ کنٹرول کو اپنے چہرے کے قریب کر کے روبوٹس کو ہدایت دینے لگی۔ نمبر کے مطابق ایک ایک روبوٹ آہستہ آہستہ اپنی جگہ چھوڑنے لگا اور انسانوں کی طرح چلتا ہوا اس جگہ سے باہر نکل آیا۔ رخسار چکراتی ہوئی آنکھوں سے یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ میں بھی ساکت تھا آخری روبوٹ نکل جانے کے بعد کوئن میکویا نے مسکرا کر ہمازی جانب ہاتھ ہلایا اور خود بھی ان کے پیچھے پیچھے باہر نکل گئی۔ رخسار نے آہستہ سے کہا۔

”کیا اسے اس ماسک کی ضرورت نہیں ہے؟“ میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور

بولی۔

”نہیں۔“

”کیوں؟“

”بس رخسار، میکویا کی کہانی بہت طویل ہے، میں تمہیں سناؤں گا، یقین نہیں کر پاؤ گی، بس اس سے اندازہ لگا لو کہ آخر وہ اس کمرے سے کیسے برآمد ہوئی؟“

”میں خود حیران ہوں۔“

”وہ ایسی ہی پراسرار قوتوں کی مالک ہے، تم نے دیکھ ہی لیا ہو گا کہ یہ مشینی انسان کس طرح یہاں پہنچے؟“

”خدا کی قسم دیے تو بہت کچھ لکھا، پڑھا اور سنا ہے لیکن آنکھوں سے دیکھنے کا یہ پہلا موقع ہے۔ یہ مشین اور اس پر نمودار ہونے والے یہ چھوٹے چھوٹے روبوٹ پھر ان کا فکشن، یہ ساری چیزیں کسی ٹی وی سیریل کے سائنس فکشن کی تو ہو سکتی ہیں، حقیقت

اس طرح سامنے آجائیں گی، کبھی تصور بھی نہ کیا تھا۔“

”ہاں ویسے وہ یقینی طور پر کوئی موثر قدم اٹھالے گی۔ رخسار کتنی عجیب بات ہے“ اس کام میں بھی میری شرکت ہو ہی گئی۔ ورنہ صحیح معنوں میں بڑی بے بسی محسوس کر رہا تھا اور یہ احساس ہو رہا تھا کہ یہ مشن شاید کامیاب نہ ہو سکے۔ مجھے تمہاری تلاش تھی رخسار اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ میں نے اس سلسلے میں بڑے صبر و سکون سے کام لیا اور سارے کام تقدیر پر چھوڑ دیے میں نے کسی دیوانگی کا مظاہرہ نہیں کیا تمہاری تلاش کے لیے لیکن قدرت نے ہمیشہ میری اسی طرح مدد کی ہے، مجھے اب بھی وہ حاصل ہو گیا، جس کا میں خواہش مند تھا اور تم اس طرح میرے پاس پہنچ گئیں۔ حالانکہ تم دشمن کے قبضے میں تھیں۔“ رخسار نے اسی سکون کے ساتھ کہا جو اس کی زندگی میں رچا بسا ہوا تھا۔

”اور شاید تم یقین نہ کرو دانش میں جانتی تھی کہ میرا کچھ نہیں بگڑے گا۔ میں آخر کار تمہارے پاس پہنچ جاؤں گی۔ دوسری صورت یہ تھی کہ اگر میری عزت و آبرو کو کوئی خطرہ لاحق ہوتا تو میں بحالت مجبوری اپنی زندگی موت کے حوالے کر دیتی۔ میں نے اپنے دل میں تہیہ کر لیا تھا۔“ ہم لوگ باتیں کرتے رہے۔ باہر کوئن میکوویا اپنا کام انجام دیتی رہی۔ رخسار کی موجودگی میں سکون کا ایک لامتناہی سمندر میرے ارد گرد پھیلا ہوا تھا اور بدترین حالات میں بھی مجھے کس الجھن کا احساس نہیں ہوتا تھا۔ جب کوئن میکوویا واپس آئی تو ہمیں حیرت ہوئی کہ ایک گھنٹا کتنی جلدی گزر گیا ہے۔ کوئن سنجیدہ انداز میں ہمارے سامنے آ بیٹھی پھر اس نے کہا۔

”اور اب صورت حال یہ ہے کہ ہم اب اس وقت حکومت جمیکا کو دعوت دے دیں کہ اپنی فورسز لیوٹن ویلی بھیج دے اور یہاں آکر اس بدنام مجرم اور اس کے تمام ساتھیوں کو گرفتار کر لے تو یہ باآسانی ہو سکتا ہے۔ سوائے اس کے کہ ہمیں حکومت یہ خطرہ مول لینے پر تیار نہ ہو اور اسے بھی کوئی فراڈ سمجھے، لیکن میں ایسا کرنا بھی نہیں چاہتی تھی میں نے دوسرا ہی طریقہ کار مناسب سمجھا تھا۔“

”کیا صورت حال ہے کوئن؟“

”اس وقت لیوٹن ویلی میں کوئی ذی ہوش باقی نہیں ہے سب گہری نیند سو رہے ہیں لیکن یہ نیند چند گھنٹوں کے لیے ان پر طاری رہے گی اور اس کے بعد ان پر سے گیس کے

اثرات زائل ہو جائیں گے۔ وہ محسوس بھی نہ کر سکیں گے کہ وہ غیر اختیاری طور پر سوئے ہیں۔ بس اس کے بعد اپنے عمل کا آغاز کریں لیکن ڈیٹا فٹس اب تمہیں اور رخسار کو یہاں سے چلنا ہے۔ تھوڑی سی غذائی ضروریات کا انتظام کر لو کیونکہ ممکن ہے ہمیں کچھ زیادہ وقت لگ جائے۔ سارا کام تکمیل تک پہنچانے کے بعد ہی ہم یہاں سے جائیں گے۔ میں ایک کھیل کھیلتا چاہتی ہوں۔ بس اس کے بعد ہم یہاں سے نکل جائیں گے، کیا خیال ہے، کچھ وقت لگ جائے گا، ان اشیاء کی فراہمی میں.....“

”نہیں، ہم لوگ ابھی بندوبست کر لیتے ہیں۔“

”تم جگہ میں اس وقت تک اس مشین کو سمیٹتی ہوں۔“ کوئن میکوویا نے کہا اور میں اور رخسار وہاں سے نکل آئے، کچن سے ہم نے تمام ضروری سامان لیا رخسار بھی بغیر کوئی سوال کیے یہ سارے کام کر رہی تھی، کوئن میکوویا ہماری منتظر تھی، ہم واپس آگئے تو وہ بولی۔

”آجاؤ اس وقت لیوٹن ویلی ایسی آزاد مملکت ہے جہاں سارے انسان سو رہے ہیں اور ہم چند ہیں جو اس وقت اس کے مالک ہیں آؤ میرے ساتھ۔“ ہم باہر نکل آئے راستے میں میں نے کوئن میکوویا سے صرف ایک سوال کیا۔

”کوئن آپ نے کہا تھا کہ شیریا بھی آپ کے ساتھ ہے۔“

”ہاں، وہ میرے ساتھ ہے اور بالکل محفوظ ہے اصل میں میں نے اس کے کھیل کے لیے اسے آزاد چھوڑ دیا ہے۔“ کوئن میکوویا نے مختصراً کہا اور خاموش ہو گئی اور میں نے بھی اس بارے میں کوئی اور سوال کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا لیکن میرے ذہن میں اس کے الفاظ گردش کر رہے تھے۔ وہ محفوظ ہے اور میں نے اسے اس کے کھیل کے لیے آزاد چھوڑ دیا ہے۔ میں شیریا کا کھیل جانتا تھا۔ کیا وہ تنہا اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے گا۔

راستے بالکل سنسان اور خاموش تھے۔ ہم ماسک اتار چکے تھے لیکن فضا میں ایک ناگوار سی بو پھیلی ہوئی تھی۔ جگہ جگہ لگے ہوئے ٹیلی ویژن سیٹ بدستور آن تھے۔ کوئن میکوویا ہمیں گائیڈ کرتی ہوئی، آخر کار ایک جگہ رک گئی میں نے ایک نگاہ میں اس علاقے کو پہچان لیا۔ یہ وہ جگہ تھی جو ممنوعہ علاقہ تھی اور یہاں ریڈیو اسٹیشن اور ٹی وی اسٹیشن

بنا ہوا تھائی وی ریڈیل اور بوسٹر صاف نظر آرہے تھے لیکن اس عمارت میں داخلے میں ذرا برابر مداخلت نہیں ہوتی اور ہم اندر داخل ہوتے چلے گئے۔ میں چاروں طرف سنسنی خیز نگاہوں سے دیکھ رہا تھا، کوئن میکوویا نے خود ہی میری حیرت دور کرتے ہوئے کہا۔

”یہاں صفائی کر دی گئی ہے، صفائی کا مطلب سمجھتے ہو ڈیئر دانش، مطلب یہ کہ یہاں جو لوگ اپنی ڈیوٹیوں پر متعین تھے انہیں بے ہوش کر کے دوسری جگہ پہنچا دیا گیا ہے اور یہ جگہ اب بالکل خالی ہے، ہم یہیں سے اپنے تمام پروگراموں کا آغاز کریں گے ویسے مطمئن رہنا اس طرف اگر کسی نے آنکھ اٹھا کر بھی دیکھا تو وہ اس کی زندگی کا آخری نظارہ ہو گا۔ اصل میں میں نے کچھ اور انتظامات بھی کیے ہیں۔ چلو تمہیں دکھاتی ہوں۔“ کوئن میکوویا بولی اور اس طرح اندر داخل ہو گئی، جیسے اس عمارت کے چپے چپے سے واقف ہو۔ یہ واقعیت تھوڑی دیر پہلے اس کی گمشدگی کے دوران کی ہی ہو سکتی تھی کیونکہ ظاہر ہے وہ بھی پہلی بار ہی یہاں آئی تھی پھر وہ اس بڑے پروجیکشن ہال میں پہنچ گئی، جہاں زبردست نشریاتی نظام موجود تھا۔ بڑے بڑے ٹی وی اسکرین اور ان کا کنٹرول سسٹم۔ یہیں سے لیوٹن ڈلاز حکومت جمیکا کو اپنے پیغامات نشر کر رہا تھا اور لاتعداد کمرے اس کی تفصیلات نشر کر کے سنسنی پیدا کر رہے تھے۔

ہم بڑے پر اطمینان انداز میں اندر داخل ہو گئے۔ یہاں ایک روبوٹ موجود تھا۔ کوئن میکوویا نے وہ سیٹ سنبھال لی، جو یقینی طور پر اس سے پہلے لیوٹن ڈلاز استعمال کرتا رہا تھا۔ لیوٹن ڈلاز کا یہاں کوئی پتا نہیں تھا۔ میں اور رخسار بھی کوئن میکوویا کے دائیں بائیں بیٹھ گئے۔ اس نے کہا۔

”یہ وہ جگہ ہے جہاں سے وہ بد بخت اپنی کارروائیاں کر رہا تھا۔ یہ سارا کنٹرول سسٹم میں نے سمجھ لیا ہے، اب میں تمہیں صورت حال بتا دوں۔ ہم صبح ہونے کا انتظار کریں گے۔ لیوٹن ڈلاز کے لوگ اس بات سے بے خبر ہیں کہ یہاں کیا کچھ ہو چکا ہے راکٹ کنٹرول ایریا بلیک آرمی کے چار روبوٹس کے سپرد ہے اور وہاں کوئی نہیں پھٹک سکتا، جو لوگ وہاں کنٹرول پر تھے انہیں قبضے میں کر لیا گیا ہے اور وہاں ہمارا مکمل کنٹرول قائم ہے، کوئی ادھر نہیں آ سکتا۔ صبح روشنی ہوتے ہی ہم اپنی نشریات کا آغاز کر دیں گے۔ ویسے جمیکا کا حال دیکھو، بے چارے بدترین مشکلات کا شکار ہیں۔“ کوئن میکوویا نے کچھ ہنسنے دبائے

اور وہ تمام مناظر نمایاں ہو گئے۔ جو اس سے پہلے ہم لوگ نصب شدہ ٹیلی ویژن پر دیکھتے رہے تھے۔ جمیکا میں دن رات افرا تفری جاری تھی، بندرگاہوں پر لوگ جہازوں میں اپنی باری آنے کا انتظار کر رہے تھے۔ ایئرپورٹ پر اتنا ہجوم تھا کہ جہاں تک نظر جاتی لوگ اپنے سازو سامان کے ساتھ بیٹھے نظر آتے، شہر میں فورسز لوگوں کو مختلف امداد فراہم کر رہی تھیں، ہر شخص برے احوال اور ہر چہرہ خون و دہشت کی تصویر نظر آرہا تھا۔ چھوٹے چھوٹے بچے پریشان حال پھر رہے تھے۔ روتی ہوئی عورتیں ادھر سے ادھر دوڑ رہی تھیں ایک عجیب قیامت خیز منظر تھا۔ میں نے اس منظر سے متاثر ہوتے ہوئے کہا۔

”کوئن یہاں زندگی بے شک سو رہی ہے لیکن وہاں جو کچھ ہو رہا ہے، کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ ہم صبح ہونے کا انتظار نہ کریں۔“

میکوویا میرا چہرہ دیکھنے لگی پھر اس نے آہستہ سے کہا۔ ”واقعی بات تو ٹھیک ہے، صبح کو ہم اپنے مقاصد کا آغاز کر دیں گے اگر ہم اپنی نشریات کا ابھی سے آغاز کر دیں تو کوئی حرج تو نہیں ہے اب یہاں کا کنٹرول ہمارے قبضے میں ہے۔ ویری گڈ دیکھو اتنی چھوٹی سی بات ہے لیکن انداز فکر تبدیل ہو گیا۔ ٹھیک ہے تو پھر آغاز کرتے ہیں۔“ میکوویا کنٹرول سسٹم پر ہاتھ دوڑانے لگی اور چند لمحات کے بعد اسکرین پر سفیدی پھیل گئی۔ کوئن میکوویا نے جان بوجھ کر وہ کیمرا آن نہیں کیا تھا جو اس سے پہلے لیوٹن ڈلاز کی تصویر اور اس کے بعد کوئن میکوویا کی تصویر نشر کر سکتا تھا۔ کیونکہ وہ اپنا چہرہ نمایاں نہیں کرنا چاہتی تھی۔ آخر کار اس کی آواز ابھری۔

”میں حکومت جمیکا سے مخاطب ہوں حکومت جمیکا اور جمیکا کے رہنے والے اور وہ سب جہاں میری آواز سنی جا رہی ہے، میری جانب متوجہ ہو جائیں۔ میں آپ لوگوں کو ایک نیا پیغام دینا چاہتی ہوں، براہ کرم شو رو شر، ہنگامہ اور بھاگ دوڑ ترک کر کے میرا پیغام سنیں آپ لوگ میری جانب متوجہ ہو جائیں۔ ساری بھاگ دوڑ ترک کر دیں، اور جو کچھ میں کہہ رہی ہوں اس پر غور کریں۔ میں آپ لوگوں کے فائدے کے لیے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔ سننے میں آپ لوگوں سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔ آپ میں سے ہر شخص اپنے لیے بہتری محسوس کرے اور میری جانب متوجہ ہو جائے برائے کرم میری آواز پر توجہ دیجئے۔ یہی آواز آپ اس سے پہلے لیوٹن ڈلاز کی سن چکے ہیں اس چینل پر میں آپ سے مخاطب

ہوں۔ آپ میں سے ہر شخص جب پرسکون ہو جائے گا تو میں آپ کو اپنے مقصد سے آگاہ کروں گی۔“ کوئن میکویا نے سسٹم پھر چیلنج کیا اور جگہ جگہ لوگوں کو ساکت و جامد پایا۔ افزا تقری میں بھی کسی محسوس ہوئی لیکن وہ سب لوگ اس طرح سمے ہوئے اپنی سماعت پر زور دے رہے تھے جیسے آسمانی آفتیں انہیں مخاطب کر رہی ہوں، جگہ جگہ یہ مناظر نظر آتے رہے اور کوئن میکویا لوگوں کو اپنی جانب متوجہ کرتی رہی اس نے پھر حکومت جیکا کو مخاطب کیا اور بولی۔

”اب سے کچھ وقت پہلے لیون ڈلاز نے آپ لوگوں کے لیے ایک وحشت ناک خبر نشر کی تھی۔ منشیات کا یہ سوداگر دنیا بھر کو نقصان پہنچانے والا جیکا پر قبضہ کر کے یہاں اپنی حکومت قائم کرنے کا خواہش مند تھا اور یہ مجرموں کی حکومت ہوتی لیکن انسانیت کا ہمدرد ایک ادارہ جسے آپ اور دنیا والے اب بلیک چینل کے نام سے جان لیں گے بہت غرصے سے ایسی حکومتوں، ایسے ملکوں اور ایسے بدکردار مجرموں کے خلاف اپنی کارروائیوں میں مصروف تھا اور وہ قوتیں حاصل کرنے کے لیے کوشش کر رہا تھا جو دنیا بھر میں بسنے والوں کو اس ذہنی اذیت اور کرب سے نجات دلائے جو انسانوں نے انسان پر مسلط کر رکھا ہے۔ ہمارا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ امن کا یہ گوارہ جسے خوش نما پھولوں سے آراستہ کیا گیا ہے اور جسے کائنات کا نام دیا گیا ہے انہی بنیادوں پر اپنی عمر کا سفر طے کرے جو اس کے لیے متعین کی گئی ہیں۔ اس سلسلے میں میرے معاون کار ایسے ایسے محب انسانیت ہیں جن کا میں دل سے شکریہ ادا کرتی ہوں۔ میں ان کی اجازت کے بغیر ان کے نام نشر نہیں کر سکتی لیکن وقت آنے پر میں ان کی تفصیل بھی دنیا کو بتاؤں گی کہ وہ بلیک چینل کے شانے سے شانہ ملا کر کس طرح اس کے مقاصد کے لیے کام کرتے رہے ہیں۔ میرے جذبات ان کے لیے ناقابل بیان ہیں لیکن یہ وقت ناموں کی تفصیل بتانے کا یا احسان جتانے کا نہیں ہے۔ میں جانتی ہوں جیکا اس وقت اپنی تاریخ کے بدترین بحران کا شکار ہے۔ بلیک چینل آپ لوگوں کو خوشخبری دیتا ہے کہ لیون ڈلاز کے منصوبے کو ناکام بنا دیا گیا ہے اور اس وقت لیون ڈلاز بلیک چینل کے قبضے میں ہے۔ یہ ضروری سمجھا گیا کہ پہلے لیون ڈلاز کے اس مذموم منصوبے پر قابو پایا جائے جس کے ذریعے وہ لاکھوں انسانوں کی ہلاکت کے بارے میں سوچ رہا تھا اور جس کے لیے وہ اپنی طاقت بڑھا رہا تھا آپ لوگ پرسکون ہو

جائیں، مطمئن رہیں میں آپ کو ابھی چند لمحات کے بعد وہ پرسکون لمحات مہیا کرتی ہوں جنہوں نے آپ کو مضطرب کر رکھا ہے۔ بندرگاہوں پر، ہوائی اڈوں پر موجود افراد جو زندگی کے خوف سے بے حال ہیں اب یہ خوف ترک کر دیں، کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے آپ لوگ خود اپنی نگاہوں سے دیکھ لیجئے کہ میں نے کیا کیا ہے، آئیے میں آپ کو بتاؤں کہ اب صورت حال کیا ہے، براہ کرم ٹیلی ویژن اسکرینوں پر نظر رکھیے، دیکھیے کہ لیون ڈلاز خود اپنے منصوبے کا کس طرح شکار ہو چکا ہے۔“ کوئن میکویا نے کنٹرول سسٹم پر تبدیلیاں شروع کیں، میں اور رخسار ساکت اسکرین کو دیکھ رہے تھے۔ ویسے میں یہ بات اچھی طرح سمجھ چکا تھا کہ کوئن میکویا اس وقت میرا تذکرہ کرنا چاہتی ہے لیکن مناسب نہیں تھا، ایک عجیب سی صورت حال تھی، بھلا ان لمحات میں اپنی پلیٹی کی کیا تک ہو سکتی تھی، میں تو خود ہیجان کا شکار تھا۔ یہ بات رخسار بھی محسوس کر رہی تھی پھر اسکرین پر راکٹ ایریا نظر آیا اور وہی منظر دوبارہ ابھرنے لگا جو پہلے ٹی وی اسکرین پر دکھایا جا چکا تھا۔ ایٹم بم سے لوڈ راکٹ آسمان کی جانب سر اٹھائے کھڑا تھا۔ کوئن میکویا نے پھر کہا۔

”لیون ڈلاز نے اس راکٹ کا رخ کنگسٹن کے مشرقی علاقے کی جانب کیا تھا۔ اس کی ڈائریکشن آپ لوگ دیکھ چکے ہوں گے۔ ہر شخص یہ ڈائریکشن سمجھ بھی نہیں سکتا جو جانتے ہیں میں انھیں یہ ڈائریکشن دکھا رہی ہوں۔ یہ دیکھیے۔“ اسکرین پر ٹیڑھی میڑھی لائنیں گردش کرنے لگیں اور کوئن میکویا نے کہا۔

”پہلے اس راکٹ کا رخ کنگسٹن کے علاقے کی جانب تھا لیکن میں نے اس کی ڈائریکشن تبدیل کر لی ہے اب اگر یہ فضا میں بلند ہو کر نیچے کی جانب آتا ہے تو یہ خود اس اسٹیشن پر گرے گا جہاں یہ نصب کیا گیا ہے گویا اب لیون ویلی اس کا شکار ہے، میرا ہاتھ راکٹ کے ٹرن پر ہے اور میری انگلی کی معمولی سی جنبش لیون ویلی کو ایک ایسے گہرے غار میں تبدیل کر دے گی جس میں یہاں موجود ہر شخص کی لاش دفن ہوگی۔ میں ایسا کرنے سے گریز کروں گی کیونکہ تابکاری کے اثرات پورے جیکا کو اپنی پلیٹ میں لے لیں گے اور آس پاس کے بہت سے علاقے بھی متاثر ہوں گے اس کی بجائے میں کل صبح دن کی روشنی میں لیون ویلی میں بسنے والوں کو حکم دوں گی کہ وہ اپنے آپ کو جھمکن فورسز کے حوالے کر دیں۔ میں جھمکن فورسز کو دعوت دیتی ہوں کہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے، تمام تر

”اس وقت میری دلی آواز ہے دانش منصور کہ میں بلیک چینل کے لیے تمہارا نام لے دوں۔ بس یہ میرے جذبات ہیں۔“ وہ لرزتی آواز میں بولی اور میں عجیب سی نگاہوں سے اس کی صورت دیکھنے لگا۔ ہم سب شدید سنسنی کا شکار تھے اور آنے والے وقت میں ایک ایسے عمل کے منتظر ہو انتہائی سنسنی خیزیت کا حامل تھا۔

دماغ چیخ رہا تھا، ایک ایک لمحہ دھمک رہا تھا، تاریخ بدل گئی ہے، سائنس نے ماحول پر حکمرانی قائم کر لی ہے۔ اب کہانیاں بدل گئی ہیں، ہر کھیل مختصر ہو گیا ہے، کائنات سمٹ رہی ہے، نہ جانے اس کے بعد دنیا کے رنگ کیا ہوں گے۔

کوئن میکوویا پورے سکون سے وقت گزار رہی تھی۔ میں اور رخسار خاموش تماشائی تھے۔ ہم بھلا ان طلسمات میں کیا دخل دے سکتے تھے۔

دن کی روشنی نمودار ہو گئی پتا نہیں ان لوگوں کی ذہنی کیفیت کیا تھی انھیں اپنی رات کی بے ہوشی کا احساس ہوا تھا یا نہیں۔ کوئن میکوویا بہر طور اپنے وقت کی منتظر تھی اور پھر شاید تمام صورت حال کا اندازہ لگالیا۔ میکوویا اپنا کھیل دلچسپی سے کھیل رہی تھی۔ چنانچہ جب کچھ لوگوں نے اس طرف یلغار کی جہاں ہم لوگ موجود تھے تو مشینی انسانوں نے ان پر اپنی شعاعی گنوں سے فائرنگ شروع کر دی اور زبردست چیخ و پکار ہونے لگی۔ لیوٹن ڈلاز نے اپنے شعبے مقرر کر رکھے تھے اور ہر شعبے کے لوگ جانتے تھے کہ انھیں کیا کرنا ہے۔ میں اس معاملے میں ذرہ برابر دخل دینے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔ بہر حال سنگین صورت حال تھی اور اس وقت تو رخسار میرے پاس تھی۔ چنانچہ مجھے تمام کام بھول کر رخسار کے لیے مستعد رہنا تھا حالانکہ مجھے کوئن میکوویا پر مکمل اعتماد تھا۔ وہ کسی بھی صورت میں ہم دونوں کو نقصان نہیں پہنچنے دے گی لیکن پھر بھی ہر چیز کے لیے تیار رہنا ضروری ہوتا ہے۔ کون جانے آگے کا وقت کس نوعیت کا حامل ہو، بے فکر ہو جانا تو مناسب نہیں ہوتا۔ چنانچہ میں بھی کسی ناگہانی کے لیے تیار تھا۔ باقی کوئن میکوویا نے ہم لوگوں کو صورت حال سے آگاہ کرنے کے لیے مناسب بندوبست کر دیا تھا۔ چنانچہ ہم اسکرین پر دیکھ رہے تھے کہ صورت حال کیا ہے اور کس طرح کام ہو رہا ہے۔ ہمیں فورسز اپنے مشن پر نکل کھڑی ہوئی تھیں۔ غالباً وہاں بھی یہ طے کیا گیا تھا کہ زندگی اور موت کی بازی تو لگی ہوئی ہے، ملک اس طرح تو نہیں کھویا جاسکتا اگر کچھ نہ کچھ ہونے کے

تیار یوں کے ساتھ لیوٹن ویلی کے گرد پھیل جائیے۔ صبح ساڑھے آٹھ بجے لیوٹن ویلی خالی کر دی جائے گی اور یہاں رہنے والے لوگ بے تحاشا باہر کی جانب بھاگیں گے کیونکہ میں انھیں وارننگ دوں گی وہ اپنے آپ کو گرفتاری کے لیے پیش کریں گے انھیں گرفتار کر لیا جائے اور لیوٹن ویلی جو جیمکا کا حصہ ہے جیمکا کے قبضے میں چلا جائے بعد میں یہ فیصلہ کر لیا جائے گا کہ راکٹ اور اس ایٹم بم کا کیا ہو گا جو یہاں نصب ہے۔ میں آپ لوگوں کو اس عمل کی دعوت دیتی ہوں اسے مذاق نہ سمجھے گا۔ ہر شخص جیمکا چھوڑنے کا ارادہ ترک کر دے۔ آپ کا بلیک چینل آپ کے لیے سرگرم عمل ہے اور ہم انسانوں کی بقاء کے لیے دل و جان سے آمادہ ہیں۔ برائے کرم ان ساری باتوں کو اسی طرح سچ جانئے گا جس طرح آپ لوگوں نے لیوٹن ڈلاز کی دھمکی کو حقیقت تسلیم کیا ہے میں تمام اسکرین آن رکھ رہی ہوں اب یہ آپ کو لیوٹن ویلی دکھائیں گے جہاں میرے عمل کا آغاز ہے۔ آپ کا بلیک چینل آپ کے لیے سرگرم عمل ہے، مطمئن رہیں۔ دنیا کے بہت سے حصوں میں جہاں انسانیت سوز اقدامات ہو رہے ہیں بلیک چینل اپنی کارروائیوں کا آغاز کرنے والا ہے۔ جیمکا کے لوگوں کو ان کا وطن مبارک۔“

کوئن میکوویا خاموش ہو گئی، ہم اس کے چہرے پر عجیب سے جذباتی تاثرات دیکھ رہے تھے اور مجھے اندازہ تھا کہ اس وقت اس کی ذہنی کیفیت کیا ہے، اس نے آواز کے سسٹم آف کر دیے اسکرین پر جیمکا کے اندرونی علاقوں کے مناظر نظر آرہے تھے۔ لوگوں میں خوشی کی لہر دوڑتی نظر آرہی تھی پھر ہم نے کچھ تبدیلیاں دیکھیں، ہمیں فورسز کے سپاہی تھوڑی ہی دیر کے بعد لوگوں کو ان کے گھروں میں واپس لوٹ جانے کی ہدایت کر رہے تھے گویا کوئن میکوویا کے بیان پر اتنا اطمینان کر لیا گیا تھا۔ یہ بھی ایک عجیب بات تھی انسانی کمزوریوں کا ایک جیتا جاگتا نمونہ زندگی کی خبر ملتے ہی انسان معصومیت کے ساتھ زندگی پر یقین کر بیٹھے تھے، وہ لوگ جو اپنے آپ کو معمولی سے کمزور وجود میں نہ جانے کتنا کتنا طاقتور محسوس کرنے لگتے ہیں ایک جھٹکا برداشت نہیں کر سکتے اور اس وقت امید و بیم کی کیفیت میں مبتلا ہو جاتے ہیں، جب حالات ان کے قابو سے باہر ہو جائیں، یہ ہے انسان اور یہ ہے اس کی طاقت۔

کوئن میکوویا نے میری جانب دیکھا اور پھیکے سے انداز میں مسکرا دی پھر بولی۔

امکانات ہیں تو ان امکانات کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ لیون ڈلاز ان سب کے لیے ایک بھیانک خطرہ بنا ہوا تھا اور بات چونکہ اندرونی تھی اس لیے بیرونی قوتوں کو صرف اس حد تک مداخلت کی اجازت دی گئی تھی کہ وہ حکومت جمیکا کے مفادات کو مدنگاہ رکھتے ہوئے لیون ڈلاز کے خلاف کارروائی کریں، جیسے سمندر میں وہ ہماز موجود تھے جنہیں منشیات کے خلاف کارروائی کی اجازت دی گئی تھی لیکن یہ اجازت ایسی بھی نہیں تھی کہ حکومت جمیکا کو براہ راست نقصان پہنچ سکے۔ چنانچہ یہ سب کارروائی کوئن میکوویا کی مرضی کے مطابق ہو گئی تھی اور جیمیکن فورسز ان کی آن میں زندگی کی بازی لگا کر لیون ویلی کی جانب بڑھ رہی تھیں۔ ادھر اندرونی طور پر وہ ساری کارروائیاں جاری تھیں جو یہ لوگ کر سکتے تھے لیکن شاید انہیں بھی اندازہ نہیں ہو پایا تھا کہ یہ ہو کیا گیا ہے۔ کوئن میکوویا ایک سربراہ کی حیثیت سے ساری صورت حال کو کنٹرول کر رہی تھی اور پھر اس نے مناسب وقت دیکھ کر اپنا اعلان ان لوگوں تک پہنچاتا۔ اس کی آواز ابھری۔

”لیون ویلی کے رہنے والو۔ تمہارا سربراہ مارشل لیون ڈلاز موت کی آغوش میں جا سویا ہے اور تم اس بات سے محسوس کر سکتے ہو کہ وہ اب تمہیں احکامات نہیں دے رہا۔ میں کون ہوں کیا ہوں؟ اس کی تفصیل تمہیں بعد میں معلوم ہو جائے گی لیکن اپنے ٹیلی ویژن اسکرینوں پر دیکھو، وہ راکٹ جسے یہاں سے پروا کر کے کنگسٹن سٹی پر گرنا تھا۔ اب اس کی ڈائریکشن بدل چکی ہے اور میرا ہاتھ اس ریموٹ کنٹرول کو اپنے قبضے میں لے ہوئے ہے جس کا ٹین دہانے سے یہ راکٹ فضا میں بلند ہو جائے گا اور پھر اپنا ٹھکانہ منتخب کر کے نیچے آئے گا۔ یہ راکٹ اب کنگسٹن کی بجائے خود لیون ویلی پر گرے گا۔ میں تمہارے سامنے یہ ڈائریکشن پیش کر رہی ہوں اور اس کے بعد تمہیں آدھے گھنٹے کا وقت دیتی ہوں۔ باہر نکلو اور اپنے آپ کو جیمیکن فورسز کے حوالے کر دو، تمہیں قطار کی شکل میں باہر نکلنا ہے، خبردار تم میں سے کسی کے پاس کوئی ہتھیار نہ ہو۔ ایک بھی گولی چلی تو تمہاری تعداد جیمیکن فورسز کے سامنے کچھ بھی نہیں ہے، سب بھون ڈالے جاؤ گے۔ جو بھی قطار سے ادھر ادھر نکل کر بھاگنے کی کوشش کرے گا اسے بے دریغ گولیوں کا نشانہ بنا دیا جائے گا۔ قطاریں بناؤ، ہاتھ بلند کرو اور لیون ویلی سے باہر نکل کر اپنے آپ کو جیمیکن فورسز کے حوالے کر دو، یہ ڈائریکشن دیکھ لو۔“

کوئن میکوویا نے کنٹرول بورڈ پر عمل کیا اور اسکرینوں پر ڈائریکشن نظر آنے لگی۔ لیون ویلی کے لوگ ساکت رہ گئے تھے لیکن مجھے کوئن میکوویا کے الفاظ پر حیرت تھی اس نے کہا کہ لیون ڈلاز موت کی آغوش میں جاسویا ہے اتنے اعتماد سے وہ یہ بات کیوں کہہ رہی ہے، کیا اس نے لیون ڈلاز کا کام تمام کر دیا ہے، ظاہر ہے اگر وہ ہوتا تو کسی نہ کسی شکل میں نمودار ضرور ہوتا۔ بہر حال اس کے بار بار کے اعلان نے لیون ویلی کے لوگوں کو ہوشیار کر دیا اور پھر وہاں وہی عمل شروع ہو گیا جو کوئن میکوویا کی خواہش تھی۔ لوگوں نے باہر نکلنا شروع کر دیا تھا۔

کچھ ہی دیر میں کایا پلٹ گئی تھی۔ میں نے اور رخسار نے جمیکا کے لوگوں کو بدحواسی کے عالم میں زندگی کی تلاش میں بھاگتے دوڑتے دیکھا تھا۔ لیون ویلی کے لوگوں کو صورت حال کا احساس ہو گیا تھا۔ چنانچہ اب وہی کیفیت ان کی تھی وہ سب یہاں کی صورت حال کو سمجھتے تھے اور پھر کوئن میکوویا کے مشینی انسانوں نے جو کچھ کیا تھا وہ بھی ان لوگوں کو عقل دلانے کے لیے کافی تھا۔ زندگی ایسی ہی چیز ہوتی ہے، کچھ عرصے پہلے یہ لوگ نہایت سکون و اطمینان کی زندگی گزار رہے تھے۔ نہ جانے کتنی صدیوں کا کام انہوں نے سالوں میں کر لیا تھا اور ان کی دانست میں لیون ویلی ایک ایسی مضبوط جگہ بن چکی تھی جس کی تسخیر ناممکن تھی لیکن ہو گیا تھا وہ سب کچھ ہو گیا تھا جو ہونا تھا۔ ہر فرعون کا سر نیچا ہوتا ہے چنانچہ قطاریں باہر نکلنا شروع ہو گئیں، کوئن میکوویا نے کوئی پہلو تشنہ نہیں چھوڑا تھا۔ باہر کے مناظر بھی وہ اسکرین پر دیکھ سکتی تھی جیمیکن فورسز نے لیون ویلی کو گھیر لیا تھا اور کچھ خفیہ لوگ ان کی مدد کر رہے تھے۔ یہ وہ افراد تھے جو منشیات کی اس عظیم الشان تجارت کے خلاف اپنا مشن سرانجام دے رہے تھے اور لیون ڈلاز کے خلاف کچھ کرنے میں ناکام تھے بہر حال اب مناظر بدل گئے تھے۔ جو حشر کنگسٹن والوں کا ہو رہا تھا اب وہی لیون کا تھا۔

قطاریں باہر نکل رہی تھیں، خوف و دہشت کے مارے ہوئے زندگی بچانے کے لیے دوڑ رہے تھے انہیں علم تھا کہ ان کی نافرمانی کیا قیامت ڈھائے گی پھر لیون ویلی خالی ہو گیا۔ لوگ برق رفتاری سے باہر نکل رہے تھے اور جیمیکن فورسز انہیں گرفتار کر رہی تھیں۔ بہت بڑا کام تھا یہ اور ظاہر ہے کچھ وقت میں اس کا ہونا ممکن نہیں تھا۔ چنانچہ کوئن میکوویا نے میری جانب دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

”ڈیئر دانش منصور اب ہمارا یہاں رکنا بے کار ہے جو کام ہم کرنا چاہتے تھے وہ ہو گیا۔ لیوٹن ویلی کی تسخیر ہو گئی۔ تمہارا کیا خیال ہے یہاں کچھ اور کرنا چاہتے ہو؟“

”نہیں کوئن۔ میرا اب یہاں کوئی کام نہیں ہے لیکن لیوٹن ڈلاز؟“

”ہاں آؤ میں تمہیں اس کا انجام دکھائے دیتی ہوں۔ آؤ۔“ کوئن میکویا نے جس مختصر وقت میں اس جگہ کو اپنے قبضے میں لے لیا تھا وہ قابل تعریف تھی۔ میں اتنے عرصے سے یہاں رہ کر بھی اس قدر اقدامات نہیں کر سکا تھا اور یہ بھی سچ ہے کہ میری سمجھ میں کوئی ایسا منصوبہ نہیں آیا تھا جس سے میں لیوٹن ڈلاز کے خلاف کوئی موثر قدم اٹھا سکتا۔ ابھی تو سب کچھ بس یونہی ہوا کے دوش پر چل رہا تھا۔

جس جگہ وہ ہمیں لے گئی وہ ایک بڑا سا کمرہ تھا اور اس کمرے میں میں نے ایک دلچسپ اور سنسنی خیز منظر دیکھا۔ وہ یقینی طور پر لیوٹن ڈلاز کی لاش ہی تھی، فرش پر پڑی ہوئی تھی اور حیران کن بات یہ تھی کہ اس لاش کے ہاتھ پاؤں غائب تھے، گردن شانوں سے اتری ہوئی تھی اسی وجہ سے ایک لمحے میں یہ فیصلہ کرنے میں دقت ہوئی کہ یہ لیوٹن ڈلاز ہی ہے لیکن اس کے ہاتھ پاؤں اور گردن وغیرہ ایک طرف سمٹے ہوئے رکھے تھے بدن کو اس طرح گود دیا گیا تھا کہ جسم پر زخموں کی تعداد گنی نہیں جاسکتی تھی۔ خون اس طرح بہا تھا کہ دور دور تک اس کے نقش و نگار بن گئے تھے۔ گویا ان زخموں کو جنھیں چھریوں سے گودا گیا تھا خون اگلنے میں بڑی کاوشوں کا سامنا کرنا پڑا ہوگا لیکن یہ سب یہ سب اور پھر اس کمرے کے ایک اندرونی حصے سے میں نے شیریا کو برآمد ہوتے ہوئے دیکھا۔ سفید رنگ کا ایک خوب صورت لباس پہنے ہوئے تھی، بال بکھرے ہوئے تھے جس سے یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ نہائی ہوئی ہے، چہرہ دھلا دھلا سا تھا اور اس پر ایسی طمانیت تھی کہ بس دیکھنے کی بات تھی۔

میں اور رخسار اسے دیکھ کر چونک پڑے پھر میں نے ایک قدم آگے بڑھ کر کہا۔

”شیریا!“

”ہیلو سرب۔ اب میں آپ کو اس نام سے مخاطب نہیں کروں گی جس نام سے مخاطب کرتی رہی ہوں۔ کیونکہ بہت سے راز مجھ پر منکشف ہو گئے ہیں۔“

”شیریا تم خیریت سے تو ہو؟“

”جی ہاں بالکل خیریت سے ہوں اور اتنی خیریت سے ہوں کہ اس سے پہلے اس قدر خیریت سے کبھی نہیں تھی۔“

”اور یہ.....“

”یہ لیوٹن ڈلاز ہے وہ کتا جس نے میرے پورے خاندان کو تباہ کر دیا تھا اور میں میں۔ بس میرے پاس مادام میکویا کے لیے وہ الفاظ نہیں ہیں جو میں پاس گزاری کے طور پر اپنی زبان سے ادا کر سکوں۔ انھوں نے مجھے زندگی کا وہ مقصد دیا ہے جس کے بارے میں تصور بھی نہیں کر سکتی تھی میں۔“

”تم نے اپنے دشمن سے انتقام لے لیا؟“

”دیکھ لو وہ کس بے بسی اور بے بسی کے عالم میں پڑا ہوا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ میں نے وقفے وقفے سے اس کے جسم پر یہ نشانات لگائے ہیں اور جب ان نشانات سے خون پھوار کی شکل میں ابلتا تھا تو میں اس سے اپنا چہرہ بھگوتی تھی۔ میں نے اپنے پورے بدن کو اس خون سے سیراب کر لیا۔ ہاں میں نے اپنے پورے جسم کو اس خون سے سیراب کر لیا ہے۔ یہی میری آرزو تھی، یہی میری زندگی کا مقصد تھا۔“

رخسار کانپ کر رہ گئی۔ میں بھی کسی قدر متاثر ہوا تھا کوئن میکویا نے کہا۔

”تم نے غسل وغیرہ کر لیا۔ اب یہاں سے چلنے کو تیار ہو۔“

”مجھ سے کوئی سوال نہ کریں مجھے صرف حکم دیں مادام میں تو آپ کے قدموں کی خاک ہوں، قدموں سے لگا کر جہاں لے جائیں گی اور جہاں مجھے پھینک دیں گی، میں اسی جگہ کو اپنے لیے زندگی کی آخری آرام گاہ سمجھ لوں گی۔“ شیریا بہت زیادہ عقیدت میں ڈوبی ہوئی تھی۔ کوئن میکویا نے کہا۔

”تو پھر آؤ میرے ساتھ آؤ۔“ شیریا خاموشی سے کوئن میکویا کے ساتھ چلی آئی۔ کوئن میکویا نے مجھے اور رخسار کو بھی ساتھ آنے کا اشارہ کیا تھا اور پھر ہم کسی اور چیز پر توجہ دیے بغیر اس جگہ پہنچ گئے۔ جہاں کوئن میکویا نے اپنا عارضی کارخانہ قائم کر رکھا تھا۔ اس کی عظیم الشان مشینیں یہاں موجود تھیں اور دلچسپ بات یہ تھی کہ وہ تمام روبوٹس دیوار سے لگے ہوئے کھڑے تھے جو اب تک باعمل رہے تھے اور اپنا کام سرانجام دے کر واپس آگئے تھے۔

کوئن میکوویا اپنے عمل میں مصروف ہو گئی۔ ہم میں سے کسی نے اس کے کسی کام میں مداخلت نہیں کی تھی۔ روبوٹس کو ایک ایک کر کے واپس نشر کر دیا گیا، مشین اپنا عمل کر رہی تھی کوئن میکوویا نے اپنے کام سے فارغ ہونے کے بعد مجھے، رخسار اور شیریا کو دیکھا اور کہا۔

”تم لوگ ایک ایک کر کے یہاں اس جگہ آ جاؤ۔“ اور ہم اپنی زندگی کے حیرتاک عمل کے لیے تیار ہو گئے، رخسار تو صورت حال کو سمجھ بھی نہیں سکی تھی لیکن میں سمجھ گیا تھا کہ کوئن میکوویا کیا چاہتی ہے۔ چنانچہ میں نے سب سے پہلے شیریا کو اس کے لیے آمادہ کیا اور شیریا آنکھیں بند کر کے مشین کے اس حصے کے درمیان جا کھڑی ہوئی جہاں کے لیے میکوویا نے اشارہ کیا تھا، روشنی کا ایک جھماکا ہوا اور روشنی شیریا کے جسم کے گرد لپٹ گئی، ایک عجیب و غریب کیفیت تھی، شیریا پرسکون اور خاموش نظر آرہی تھی اور آہستہ آہستہ اس کا پورا وجود ایک دھند میں چھپ سا گیا اور چند لمحات کے بعد اس کا وہاں کوئی وجود نہیں تھا رخسار نے کسی قدر خوف کے عالم میں کہا۔

”یہ کیا ہوا..... یہ کہاں گئی؟“

”تم نے دیکھا نہیں رخسار جس طرح وہ مشینی انسان یہاں سے کہیں اور ٹرانسمیٹ ہو گئے اسی طرح شیریا بھی چلی گئی۔“

”لہلہ..... لیکن وہ..... وہ تو مشینی انسان تھے؟“

”تم فکر مت کرو کیا کوئن میکوویا کے لیے تمہارے دل میں کوئی غلط خیال پیدا ہو سکتا ہے؟“ میں نے کہا اور رخسار نے نفی میں گردن ہلا دی تھی۔ میں نے فیصلہ کیا کہ اس کے بعد مجھے ٹرانسمیٹ ہو جانا چاہیے تاکہ رخسار کو اس جگہ ریسیو کر سکوں جہاں کوئن میکوویا ہم لوگوں کو بھیج رہی ہے ورنہ رخسار خوف زدہ ہو جائے گی۔ میں نے اس کے لیے رخسار کو سمجھایا اور اس نے سہمے ہوئے انداز میں گردن ہلا دی۔

کوئن میکوویا نے ہماری جانب دیکھا اور میں آگے بڑھ آیا۔ اس نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی اور میں مشین پر اکھڑا ہوا پھر مجھے اپنے وجود میں تبدیلیاں محسوس ہونے لگیں۔ مجھے یوں لگا جیسے میرے پیروں نے زمین چھوڑ دی ہو اور میں زمین سے کچھ اونچا اٹھ گیا ہوں پھر بدن کو سردی کا سا احساس ہوا اور مجھے یوں لگا جیسے میرا جسم ریزہ ریزہ ہو

رہا ہو ایک لطافت کے ساتھ مجھے اپنی آنکھوں میں سرور کا سا احساس ہونے لگا اور میری آنکھیں خود بخود بند ہو گئیں۔ ایسا چند لمحات محسوس ہوا اور پھر آہستہ آہستہ اصل کیفیت واپس آتی گئی پھر مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرا لرزتا ہوا جسم ساکت ہو گیا ہو، بدن کی اور دماغ کی وہ کیفیت بھی زائل ہو گئی اور میں نے آنکھیں کھول دیں۔ بالکل ایک ویسی ہی مشین کے درمیان میں کسی اجنبی جگہ کھڑا ہوا تھا۔ لیکن یہ اجنبی جگہ۔ میں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ادھر ادھر دیکھا اور اب اتنا بھی نا سمجھ نہیں تھا کہ اس جگہ کا تعین نہ کر سکتا۔ یہ سب میری تھی۔ مجھے چند لوگ اپنے آس پاس کھڑے ہوئے نظر آئے، جو استقبالیہ انداز میں مسکرا رہے تھے پھر ان میں سے ایک شخص نے گردن خم کر کے مجھے مشین سے باہر آ جانے کا اشارہ کیا اور میں قدم اٹھا کر باہر آ گیا۔ شیریا مجھ سے چند گز کے فاصلے پر متحیر کھڑی ہوئی تھی۔ میں اس کے پاس جا کھڑا ہوا۔ شیریا نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ اور بولی۔

”یہ سب کچھ کتنا انوکھا ہے، کتنا انوکھا ہے یہ سب کچھ؟“

”ہاں شیریا۔“

”اور تمہارے اندر کتنی تبدیلی رونما ہو گئی ہے اگر کوئن میکوویا مجھے تمہارے بارے میں نہ بتاتی تو میرے فرشتے بھی تمہیں نہیں پہچان سکتے۔ ایک بات بتاؤ کیا یہ تمہارا اصل چہرہ ہے؟“

”ہاں۔“

”سچ کہہ رہے ہو؟“

”کیوں؟“

”بس ایسے ہی پوچھ رہی ہوں، تمہیں کتنے روپ میں دیکھا ہے میں نے لیکن اب بھی یہ نہیں کہہ سکتی کہ تم کون ہو کیا ہو؟ آہ تمہارے بارے میں سوچتی ہوں تو ذہن پر ایک سحر سا طاری ہو جاتا ہے۔“ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ مجھے رخسار کی آمد کا انتظار تھا۔ نہ جانے کیوں اسے کچھ دیر ہو گئی تھی لیکن بہر حال وقت کا تعین تو میں نے بھی نہیں کیا تھا کہ مجھے ٹرانسمیٹ ہونے میں کتنی دیر لگی ہے۔ شیریا آہستہ سے بولی۔

”یہ نہ جانے کوئی سی جگہ ہے، کچھ عجیب سا احساس ہو رہا ہے؟“

”یہ سب میری ہے۔“

”کیا؟“ وہ حیرت سے بولی۔

”ہاں ہم یقیناً تو سطح سمندر پر ہیں یا پھر سمندر سے نیچے۔“

”اوہ میرے خدا میں نے کسی آبدوز میں آنے کا تصور بھی نہیں کیا تھا۔“

”اور یہ تمام تصورات کیسے تھے تم نے؟“

”نن..... نہیں بالکل نہیں، مجھے تو یوں لگا ہے جیسے میں کوئی سائنسی کہانی پڑھ

رہی ہوں اور اپنے آپ کو میں نے ان کا ایک کردار سمجھ لیا ہے۔ یقین کرو ٹیلی ویژن پر اشاروار، اشار ٹریک اور اس قسم کے دوسرے سیریل دیکھے تھے میں نے اور ان کے بارے میں ہمیشہ یہ سوچا تھا کہ یہ بہترین ٹیکنیکی عمل ہے۔ اس کے علاوہ کچھ نہیں لیکن اب اب مجھے احساس ہو رہا ہے کہ وہ تو ایک حقیقت تھی ایک جاندار حقیقت۔“

”ٹیکنیک تو بہر حال وہ بھی تھی اور یہ بھی انسانی سوچ کو عمل مل ہی جاتا ہے۔“

”ایک سوال کروں؟“

”ہاں۔“

”وہ لڑکی کون ہے؟“

”جو میرے ساتھ تھی؟“

”ہاں۔“

”رخسار ہے اس کا نام۔“

”وہ تو ٹھیک ہے لیکن تم سے اس کا کیا تعلق ہے؟“

”سوری شیریا اس وقت یہ تفصیل بتانا مشکل ہے۔“

”لیکن میں تم سے اس کے بارے میں پوچھنا ضروری چاہتی ہوں۔“ شیریا بولی۔

”کیوں؟“

”بس بعض خواہشات کا کوئی نام نہیں ہوتا۔“ اس نے جواب دیا اور میں خاموشی

سے مشین کی جانب متوجہ ہو گیا جہاں چمکدار ذرات مجتمع ہو رہے تھے اور پھر کچھ لمحوں کے بعد وہاں رخسار نمودار ہو گئی۔ ابھی اس پر بھی یقینی طور پر وہی کیفیت طاری ہوگی جو مجھ پر تھی لیکن سنبھالنا ضروری ہے۔ میں مشین کے بالکل قریب آکھڑا ہوا، کسی نے مجھ پر

یا اس بات پر تعرض نہیں کیا تھا۔ بہر حال رخسار کا جسم وہاں منتقل ہو گیا وہ آنکھیں بند کیے ہوئے کھڑی تھی اور پھر اس وقت تک میں نے اسے آواز نہیں دی۔ جب تک اس نے آنکھیں نہ کھول دیں لیکن آنکھیں کھولتے ہی میں نے اپنا ہاتھ اس کی جانب بڑھا دیا تھا اور رخسار میرا ہاتھ تھام کر مشین سے باہر نکل آئی تھی۔ اس نے ادھر ادھر دیکھ کر متوحش لمبے میں کہا۔

”اوہ میرے خدا یہ سب کچھ یہ سب کچھ کیا ہے، یہ سب کچھ کیا تھا۔“

”کچھ نہیں، کوئی خاص بات نہیں پھر ان لوگوں نے وہ مشین سمیٹنا شروع کر دی تھی۔ ایک لمحے کے لیے میرے ذہن میں یہ سوال ابھرا تھا کہ کیا کوئن میکودیا اس مشین کے ذریعے ٹرانسمیٹ نہیں ہوگی لیکن پھر مجھے فوراً ہی ماضی کے بہت سے واقعات یاد آگئے۔ کوئن میکودیا کو ٹرانسمیٹ ہونے کے لیے کوئی ایسا مشینی عمل درکار نہیں تھا۔ وہ تو انسان ہونے کے باوجود ایک غیر انسانی مخلوق کا درجہ رکھتی تھی اور یہی ہوا بھی۔ سامنے کھڑے ہوئے ایک آدمی نے گردن خم کر کے ہمیں ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور ہم اس عظیم الشان سب میرن میں آگے بڑھ کر ایک کیبن میں داخل ہو گئے، جو ایک خوب صورت نشست گاہ کی شکل میں بنایا گیا تھا، چھوٹی سی جگہ میں زبردست گنجائش نکالی گئی تھی، وہاں خاص قسم کی برتھیں لگی ہوئی تھیں جن پر سونے کا بندوبست تھا، نیچے نشست گاہ تھی اور وہیں ایک صوفے پر کوئن میکودیا بیٹھی ہوئی مسکراتی نگاہوں سے ہمیں دیکھ رہی تھی۔ اس نے پرتپاک لمبے میں کہا۔

”ہیلو آؤ بیٹھو۔“ میں آہستہ سے آگے بڑھ کر صوفے پر بیٹھ گیا۔ شیریا اور رخسار بھی بیٹھ گئی تھیں لیکن وہ ابھی تک چکرائی ہوئی تھیں۔ کوئن میکودیا نے ان دونوں کو دیکھ کر کہا۔

”کو تمہارا تجربہ کیسا رہا؟“ دونوں میں سے کوئی جواب نہ دے سکا۔ کوئن نے اپنے ساتھ رکھے ہوئے ایک چوکور بکس کو اٹھایا اور اسے چہرے کے قریب کر کے بولی۔

”مسٹر ہیڈن میرا خیال ہے اب یہاں ہمارے رکنے کا کوئی جواز نہیں ہے چل پڑو۔“

”لیس میڈم۔“ ایک بھاری آواز سنائی دی اور کوئن میکودیا نے چوکور بکس واپس

”اوہ گڈ۔ ظاہر ہے اعتماد ہی دنیا کے ہر کام کی بنیاد بنتا ہے۔“

”مجھے اپنے اوپر کوئی اعتماد نہیں تھا اپنی ذات پر بھروسہ نہیں تھا لیکن یہ جذبے جو میرے سینے میں تھے، نہ جانے کیوں مجھے یہ اعتماد دلاتے تھے کہ آخر کار میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو ہی جاؤں گی۔ آپ یقین کیجئے میڈم کہ میں نے صرف اسی تصور کی بنیاد پر زندگی کا ساتھ نبھایا ہے، ورنہ کبھی کی یہ دنیا چھوڑ چکی ہوتی۔ بہر حال اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مجھے تاقیامت اتنی آسانیاں حاصل نہیں ہو سکتی تھیں جتنی حاصل ہوئیں۔ میں تو یہ سمجھتی ہوں کہ لیوٹن ڈلاز کو پابہ زنجیر کر کے میرے سامنے پیش کر دیا گیا اور کہا گیا کہ میں اس سے اپنا انتقام لے لوں ظاہر ہے میری اپنی کاوشیں مجھے اس منزل تک نہ پہنچنے دیتیں لیکن نہ جانے کیوں میں جانتی تھی کہ کہیں نہ کہیں سے مجھے مدد حاصل ہوگی۔ آپ شاید میری بات پر یقین نہ کریں۔“

”نہیں شیریا۔ میں جذبول پر یقین رکھتی ہوں جذبے ہی تو نہ جانے کیا کیا کمائیاں سناتے ہیں بہر حال شیریا تم اپنی تقدیر سے اس قدر مایوس نہ ہو، میں تمہیں اپنے ساتھ چلنے کی پیش کش کرتی ہوں۔ بلیک چینل ایک باقاعدہ دنیا ہے، جہاں انسان انسانوں کی مانند جیتے ہیں ہر شخص کی اپنی ایک عزت ہے، اپنا وقار ہے، اپنی زندگی ہے، کوئی اس کے سانسوں پر مسلط نہیں ہوتا۔ وہ علاقہ بھی بہت پرکشش ہے اگر یقین نہ آئے تو مسٹر دانش منصور سے پوچھ لو۔“

”یقیناً ایسا ہی ہو گا میڈم آپ اور آپ کے الفاظ کے مطابق مسٹر دانش منصور کبھی بھی غلط نہیں کہہ سکتے۔ میں تو صرف یہ بات کہتی ہوں کہ میں نے زندگی میں کون سے ایسے اچھے کام کیے تھے جس کے نتیجے میں مجھے ایسے اچھے دوست حاصل ہو گئے۔“

”تمہیں بلیک چینل میں خوش آمدید کہا جائے گا اور ہم لوگ مل کر مستقبل کے فیصلے کریں گے بولو کیا تم میری آفر قبول کرتی ہو؟“

”میں نے کہا نا میڈم کہ میں تو آپ کے جوتوں کی خاک ہوں جب تک آپ اس خاک کو اپنے آپ سے لپٹائے رکھیں گی میں لپٹی رہوں گی اور جب اور جہاں دل چاہے اسے جھٹک دیجئے گا۔“

”نہیں تم میری دوست ہو، میری ساتھی ہو، میری عزیز ہو، بس اب ہم یہ موضوع

رکھ دیا۔ یہ وائر لیس ٹرانسمیٹر تھا۔ بہر حال اس کے بعد ہمارے سامنے کافی کے برتن سجا دیے گئے اور اس کے ساتھ ہی پھل اور بسکٹ وغیرہ بھی تھے ہم خاموشی سے کافی پینے میں مصروف ہو گئے، کوئن میکویا بھی ہمارا ساتھ دے رہی تھی۔ طلسمی عورت اپنی مثال آپ تھی پھر کچھ دیر کے بعد کچھ اس قسم کی تحریک محسوس ہوئی جیسے آبدوز نے اپنی جگہ سے حرکت کی ہو۔ میکویا نے ایک سیب اٹھا کر اسے تراشتے ہوئے کہا۔

”شیریا اپنے اس مشن کی تکمیل کے بعد مستقبل کے لیے تمہاری ذہن میں کیا منصوبہ تھا۔“

”کچھ نہیں میڈم۔ میں نے تو یہ طے کر لیا تھا کہ اگر تقدیر نے مجھے میرے خاندان کے انتقام کا موقع فراہم کر دیا اور میں اس میں کامیاب ہو گئی تو یہی کوشش کروں گی کہ لیوٹن ڈلاز کے ساتھ میری زندگی کی شام بھی ہو جائے۔“

”زندگی اس طرح کھونے کی چیز نہیں ہوتی ڈیر۔“

”جن لوگوں کی زندگی میں آگے کچھ بھی نہ ہو ان کے لیے جینا بے مقصد ہوتا ہے۔“

”اس کے باوجود لوگ جیتے ہیں۔ کیونکہ آگے کا تصور ہمارے ذہن میں صرف ایک خیال کی مانند ہوتا ہے۔“

”میرے ذہن میں تو کوئی خیال بھی نہیں ہے۔“

”یہ تمہاری مایوسی ہے۔ دنیا اتنی بری جگہ نہیں ہے۔“

”ہاں شاید لیکن میری داستان سننے کے بعد آپ خود بھی فیصلہ کر سکتی ہیں میڈم کہ میرے لیے دنیا کچھ ہے ہی نہیں۔“

”زندگی گزارنے کے راستے نکل ہی آتے ہیں شیریا۔“

”دیکھنا ہے تقدیر آگے کے لیے کیا فیصلے کرتی ہے؟“

”کیا تمہیں یقین تھا کہ تم لیوٹن ڈلاز کو اپنی خواہش کے مطابق قتل کر سکو گی؟“

”آپ ناراض تو نہیں ہوں گی میرے اس جواب پر؟“

”سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔“

”مجھے یقین تھا کہ تم

ختم کیے دیتے ہیں۔“ پھر وہ میری جانب متوجہ ہو کر بولی۔

”اور تم دانش تم یہ نہ سمجھنا کہ میں تمہاری کوششوں سے غافل تھی اس وقت مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا جب تم اپنے گھر میں وقت گزار رہے تھے لیکن بعد میں جب میں نے تمہارے بارے میں معلومات حاصل کرائیں تو پتا چلا کہ تم اپنی الجھنوں میں گرفتار ہو اور تھوڑی سی محنت کرنے کے بعد آخر کار میں نے تمہارا پتا پایا اور مجھے خوشی ہے کہ میں اپنی دوستی کا تھوڑا سا فرض ادا کر سکی لیکن دانش ہر بار جب بھی میں نے تمہیں ایک باعمل انسان کی حیثیت سے امتحانی نگاہوں سے دیکھا اتنا موثر اور مکمل پایا کہ تم نے ہمیشہ مجھے اپنی شخصیت سے متاثر کر دیا۔ رخسار کھو گئی تھی۔ نامعلوم تھی کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ وہ کہاں ہوگی لیکن تم نے جو کوششیں کیں وہ ناقابل یقین ہیں، میری بات پر بھروسہ کرو، میں خود بھی تمہاری اس تلاش پر انگشت بندال تھی اور پھر اس بات میں تو کلام ہی نہیں ہے کہ لیوٹن ڈلاز دنیا کے بیشتر ممالک کے لیے وبال جان بنا ہوا تھا۔ لوگ اس کی خوفناک طاقت سے واقف ہو گئے تھے اور ایک باقاعدہ ملک اس کے خلاف کوئی کارروائی کرنے سے ڈرتا تھا اور دوسرے ممالک کو بھی ایسی کسی کارروائی کی اجازت نہیں دیتا تھا کیونکہ اسے خطرہ تھا کہ وہ دوسروں کے لیے قربانی کا بکرا بن جائے گا لیکن تم نے آخر کار لیوٹن ڈلاز کو قبر کی گہرائیوں تک پہنچا دیا۔“ میں ان الفاظ پر بے اختیار مسکرا پڑا تھا۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

”میں نے؟“

”ہاں تم نے سو فیصد تم نے، میں نے تو آخری لحات میں جو کچھ کیا تمہارے ذریعے کیا ہے، خیر چھوڑو جو کچھ تم کہنا چاہتے ہو وہ بھی میں سمجھ رہی ہوں۔ رخسار کامل جانا تمہیں مبارک ہو، واقعی وہ اتنی پیاری لڑکی ہے کہ اس کے لیے کسی کو اتنا ہی مضطرب ہونا چاہیے، رخسار یقیناً تمہیں دانش منصور کی محبت کا پورا پورا احساس ہوگا لیکن اگر اس میں ذرہ برابر بھی کمی ہے تو میں تمہیں یہ بتاؤں کہ اگر اس جیسا چاہنے والا شخص کسی کو مل جائے تو وہ اپنے مقدر پر جس قدر ناز کرے کم ہے۔“

رخسار نے پر اعتماد انداز میں گردن جھکا دی تھی جیسے اسے کوئن میکوویا کی بات سے کوئی اختلاف نہ ہو۔ سب میرین کا یہ سفر سنسنی خیز طور پر جاری رہا۔ اب ہم سب لوگ

کافی مطمئن تھے۔ شیریا کو کوئن میکوویا نے اپنے ساتھ بلیک چینل لے جانے کا فیصلہ کر لیا تھا لیکن میرے بارے میں کوئی ایسی بات اس نے نہیں کہی تھی جس سے مجھے یہ اندازہ ہوتا کہ میرے لیے اس نے کیا فیصلہ کیا ہے نہ ہی اس نے مجھ سے اس بارے میں پوچھا تھا۔ بس ایک خاموشی ہی اختیار کیے رکھی تھی اور پھر یہ خاموشی ختم ہو گئی۔ سب میرین کا سفر مکمل ہو گیا تھا۔ یا وہ کسی ایسی جگہ آکر رکی تھی جہاں اسے رکنا تھا۔ آہستہ آہستہ وہ سطح آب پر آگئی۔ کھلا سمندر ہی تھا اور دور دور تک کسی آبادی کا وجود نظر نہیں آتا تھا، کوئن میکوویا نے کہا۔

”ہم بیٹی کے قریب ہیں اور میں نے بیٹی کے حکام سے تمہارے سلسلے میں رابطہ کر لیا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک اسٹیریاں پہنچے گا۔ تمہیں اور رخسار کو لے جائے گا میری ہدایت ہے کہ پہلے تم یہاں سے پورٹیو پرنس چلے جاؤ، پورٹیو پرنس میں تمہیں بہت احترام سے قیام کی دعوت دی جائے گی اور وہاں سے تمہیں تمہارے وطن پہنچانے کا بندوبست کر دیا جائے گا، وطن جانے کے بعد فیصلہ کرنا کہ پھر تمہیں کیا کرنا ہے۔“ میں نے ایک خوشگوار حیرت کے ساتھ کوئن میکوویا کو دیکھا اور کہا۔

”آپ نے یہ سارے فیصلے خود ہی کر لیے کوئن؟“ جواب میں کوئن نے عجیب سے انداز میں مجھے دیکھا اور بولی۔

”کیوں، مجھے اتنا حق نہیں ہے؟“

”اس سے ہزاروں گنا زیادہ حق ہے مگر آپ کو یہ اندازہ کیسے ہوا کہ میں وطن واپس جانا چاہتا ہوں؟“

”دانش، تھوڑی بہت تو انسانی حیات بھی باقی رہ گئی ہیں میرے اندر، اب ہر چیز سے بالکل ہی عاری تو نہیں ہوئی۔“

میں ہنسنے لگا۔ بہر حال یہ ایک بہترین فیصلہ تھا، ہر چند کہ میں نے کوئن میکوویا سے اس سلسلے میں کوئی سوال نہیں کیا تھا اور یہ سوچا تھا کہ اگر وہ مجھے بھی بلیک چینل لے جا رہی ہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ رخسار میرے ساتھ ہی تو ہے بعد میں دیکھا جائے گا کہ کس گے جو کچھ بھی دل میں آیا لیکن میکوویا مجھے اب سمجھنے لگی تھی پھر وہ مجھ سے بہت سی باتیں کرتی رہی۔ مجھے یہ علم نہیں تھا کہ بیٹی کے حکام سے اس کا کیا تعلق ہے اور اس

نے ان سے کس طرح رابطہ قائم کیا ہے لیکن بہر حال اس کا کہنا بالکل درست نکلا، ہمیں سنگل ملا تھا اور اس کے بعد میں اور رخسار آبدوز کے اوپری حصے میں آگئے تھے اور پھر بالکل ہی اوپر پہنچ گئے تھے، آبدوز اب اس اسٹیمر سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھی جو سمندر میں جھاگ اڑاتا ہوا اسی جانب آرہا تھا۔ شیریا نے تو ایک طرح سے مجھ سے رابطہ ہی توڑ لیا تھا اور اس کے چہرے سے اندازہ ہو جاتا تھا کہ اسے مجھ سے رخسار کی قربت پسند نہیں ہے، حالانکہ پہلے بھی میں نے اس سے کسی رغبت کا اظہار نہیں کیا تھا، پھر اسٹیمر آبدوز سے آگے چار پانچ افراد اس میں موجود تھے اور سب کے سب مستعد نظر آتے تھے۔ انھوں نے مودبانہ انداز میں ہم دونوں کو مخاطب کیا اور ان میں سے ایک نے کہا۔

”جن معزز مہمانوں کو اسٹیمر سے پورٹیو پرس جانا ہے وہ اسٹیمر پر آجائیں۔“

کوئن میکویا نے مجھے خدا حافظ کہتے ہوئے کہا۔ ”اور اب بھی یہ نہ سمجھنا کہ میرا تم سے بہت زیادہ فاصلہ ہوگا، مناسب وقت پر میں تم سے رابطہ قائم کروں گی۔ یہاں سے تمہیں رخصت کرنے کے بعد سیدھی بلیک چینل جاؤں گی، شیریا کی جانب سے کسی قسم کی فکر نہ کرنا، میرے خیال میں وہ بلیک چینل کے لیے ایک معزز شہری کی حیثیت رکھتی ہے، تو پھر خدا حافظ، رخسار خصوصاً تمہیں بہت ساری مبارک بادیں کہ تمہاری منزل تمہارے قریب ہے اب جاؤ خدا حافظ۔“ میں نے ایک لمحے کے لیے کوئن میکویا کے انداز میں کوئی ایسی بات محسوس کی تھی جو صرف محسوس ہی کی جاسکتی ہے۔ اسے الفاظ کا جامہ نہیں پہنایا جاسکتا۔ بہر حال یہ انسانی فطرت ہے، لوگ سوچنے کا انداز تو نہیں تبدیل کر سکتے۔ ہم اسٹیمر پر آگئے اور اسٹیمر ایک بار پھر اشارت ہو کر سمندر کی لہروں پر چل پڑا۔ اس کا سفر کافی طویل تھا لیکن راستے میں انھوں نے واقعی ہمیں وی آئی پی ٹریٹ منٹ دیا تھا۔ بہر حال کوئن میکویا معمولی حیثیت کی مالک تو نہیں تھی اور اس وقت جمیکا میں جو کچھ ہوا تھا اس کے سلسلے میں بلیک چینل اور کوئن میکویا منظر عام پر آگئے تھے، یہ نہ جانے دنیا کے کون کون سے ملکوں پر احسان کیا گیا تھا اور پھر بلیک چینل کیونکہ منظر عام پر آیا تھا چنانچہ اس وقت نہ جانے کہاں کہاں کھلبلی مچی ہوئی ہوگی اور یہ سوچا جارہا ہوگا کہ یہ بلیک چینل ہے کیا چیز جس نے جمیکا پر قبضہ جمانے والے لیوٹننٹ ڈلاز کو معمولی سے چیونٹی کی طرح مسل کر رکھ دیا تھا۔ اسٹیمر آخر کار ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں مکانات اور عمارتوں کا سلسلہ نظر آرہا تھا،

ہٹی کا دارالحکومت پورٹیو پرس بہت خوب صورت شہر تھا۔ ہمیں کسی سرکاری علاقے میں برتھ دی گئی تھی۔ یہاں سے ہم سیڑھیوں کو عبور کر کے اوپر آئے، اسٹیمر کا کپتان ہمارے ساتھ تھا باقی عملے کے دوسرے افراد اسٹیمر پر ہی رہ گئے تھے، کیپٹن ہمیں ساتھ لیے ہوئے خاموشی سے آگے بڑھتا رہا اور پھر اس نے ایک سیاہ رنگ کی کار کا دروازہ کھولا جس میں ڈرائیور موجود تھا۔ ہمیں بیٹھنے کا اشارہ کر کے وہ ڈرائیور کے ساتھ بیٹھ گیا اور کار چل پڑی۔ غالباً اسے ہمارے سلسلے میں تمام اختیارات حاصل تھے پھر ایک انتہائی خوب صورت فائو اشار ہوٹل کے کپاؤنڈ میں یہ کار رکی اور اسٹیمر کے کپتان نے یہاں بھی ہماری رہنمائی کی اور ہمیں لفٹ کے ذریعے ہوٹل کی دسویں منزل پر لے گیا جہاں ایک کمرہ ہم دونوں کے لیے مخصوص کر دیا گیا۔ اس نے کہا۔

”جناب عالی آپ کا بقیہ سامان بہت جلد یہاں پہنچ جائے گا اور کچھ افراد آپ سے ملاقات کریں گے جو آپ کے آئندہ منصوبے میں آپ کے معاون ہوں گے، مجھے اب اجازت درکار ہے۔“

”یہاں اس ہوٹل میں ہمیں کس حیثیت سے مقیم کیا گیا ہے۔“

”ایک فرد بھی آپ سے کسی قسم کا کوئی تعرض نہیں کرے گا۔ کیونکہ آپ ہٹی کے سرکاری مہمان ہیں۔“ بہر حال ہم یہاں مقیم ہو گئے ہمارے ہوٹل کا کمرہ اتنا ہی خوب صورت تھا اور پھر ہٹی کے حسین مناظر، میں اور رخسار بہت خوش تھے، کوئن میکویا نے واقعی ہمارے بارے میں بڑا محبت آمیز فیصلہ کیا تھا، رخسار نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”وہ عورت مافوق الفطرت نہیں ہے، ہم قصے کہانیوں میں جیسی جادوگریوں کی باتیں پڑھتے ہیں کیا اس کی شخصیت اس سے مختلف ہے۔“

”وہ ایک عظیم عورت ہے، ایک عظیم سائنس دان۔“

”اور تمہیں اس کی محبت حاصل ہے۔“

”واقعی میں ان معاملات میں بڑا خوش نصیب ہوں، بس میری تقدیر پر ایک ہی داغ ہے رخسار لیکن یقین کر دو اب میں اس داغ کو بھولتا جا رہا ہوں۔ یہ سب قدرت کے کھیل ہیں، وہ جانتی ہے کہ اس کی مصلحت کیا ہے مجھے میری شناخت بے شک نہیں ملی، لیکن اس کے بدلے میں مجھے جو کچھ مل گیا ہے رخسار، میں غور کرتا ہوں تو بڑی ناشکری

کہا۔

”ہاں رخسار، ایک طویل فرست ہے دشمنوں کی اور ان میں سے چند کو کھا چکا ہوں، باقی میری بھوک ہیں لیکن ایسے نہیں، ابھی نہیں اس کے لیے وقت کا انتظار کروں گا۔“

”تو اب کیا ارادہ ہے؟“

”یہاں سے وطن واپس چلیں گے میں کہہ چکا ہوں کہ داستان جہاں تک پہنچی تھی وہیں سے اس کا دوبارہ آغاز کریں گے لیکن رخسار ایک تبدیلی پیدا کرنی ہے اس میں۔“

رخسار سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی پھر بولی۔

”کیا؟“

”بس وہ تبدیلی وطن واپس پہنچنے کے بعد ہی بتاؤں گا۔“ وہ ہنس کر خاموش ہو گئی تھی۔ یہاں ہم لوگوں کی خاصی پذیرائی کی گئی تھی لیکن چونکہ ہم صرف کونین میکویا کے حوالے سے یہاں پہنچے تھے اور میں نہیں جانتا تھا کہ بیٹی کی حکومت کونین میکویا کو کیا درجہ دیتی تھی اور کس طرح سے دیتی تھی۔ نہ اس بارے میں کسی نے مجھ سے سوال کیا اور نہ میں نے خود کسی کو اپنے بارے میں کچھ بتانے کی کوشش کی، ہاں چند افراد جنہوں نے مجھ سے ملاقات کی تھی، مجھ سے یہ پوچھتے رہے کہ کوئی شے مجھے درکار تو نہیں ہے اور آخر کار انہوں نے ہماری واپسی کا بندوبست کر دیا۔

ایک دوپہر ہم ایک طیارے سے اپنے وطن کے لیے روانہ ہو گئے، طیارے کے سفر کے دوران میں نے رخسار کو اپنے آگے کے پروگرام سے آگاہ کیا اور کہا۔

”رخسار ہم اپنے شہر کے ایئرپورٹ پر اترنے کے بعد کسی سے ملیں گے نہیں بلکہ خاموشی سے کسی ہوٹل میں قیام کریں گے۔“ رخسار دلچسپ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی پھر بولی۔

”ٹھیک ہے، یہ ایک دلچسپ ایڈونچر رہے گا لیکن بعد میں ان لوگوں سے ملیں گے؟“

”یہ بعد میں فیصلہ کر لیں گے۔“ میں نے مسکرا کر کہا اور رخسار بھی مسکرا کر خاموش ہو گئی۔ وہ تو آنکھیں بند کر کے تعاون کرنے والوں میں سے تھی، بہر حال میں عجیب

کا احساس ہوتا ہے کہ سب کچھ دیا گیا ہے اور صرف کچھ معمولی سی چیزوں کے لیے میں جھگڑا کر رہا ہوں۔“ رخسار گردن جھکا کر سوچ میں ڈوب گئی پھر بولی۔

”ہاں، واقعی فیصلہ یہ حقیقت ہے۔“

”لیکن اب رخسار میں اپنے آپ کو ذہنی طور پر اس حقیقت سے دور ہٹا دینا چاہتا ہوں اور اس کے لیے میں تمہارا سہارا لوں گا۔“

”میرا سہارا۔“ وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

”ہاں رخسار، ہم یہاں سے واپس چلیں گے، تم یقین کرو میں نے بڑے صبر سے کام لیا تھا، وہ لوگ تمہیں اغوا کر کے لے گئے تھے اور انہوں نے تمہارے نام کے ساتھ مجھے بلیک میل کرنے کی کوشش کی تھی لیکن میں نے انہیں ایسے داغ دیے ہیں کہ وہ ان داغوں کو کبھی اپنے سینے سے نہیں مٹا سکیں گے، میں نے ایسے ایسے لوگوں کو فنا کر دیا ہے جن پر وہ تکیہ کرتے تھے اور یوں سمجھ لو کہ اب وہ پہلے سے زیادہ شدت سے میری دشمنی پر آمادہ ہو جائیں گے۔“

”لیکن تم فکر نہ کرنا فیصلہ، میری دعائیں ہمیشہ تمہارے ساتھ رہیں گی۔“ میں نے مسکراتی نگاہوں سے رخسار کو دیکھا۔ بہر حال فیصلہ نہیں کرنا چاہتا تھا کیونکہ فیصلہ کر لیا تھا۔ رخسار مجھے مل گئی تھی، ایک اتنی صابر لڑکی جس نے میرے مسائل میں اپنے آپ کو اس طرح داخل کر لیا تھا کہ اپنے وجود ہی کو فراموش کر بیٹھی تھی۔ اس نے اپنے لیے مجھ سے کچھ نہیں مانگا تھا، کہیں بھی مجھ سے ضد نہیں کی تھی، بلکہ میری خواہشات کے لیے اپنے آپ کو فنا کر لیا تھا، سارے خاندان سے دور ہو گئی تھی، ہر شخص سے مطمئن ہو گئی تھی لیکن میرا تصور اس نے اپنی یاد بنالیا تھا۔ میں اب اسے اور زیادہ اذیتیں نہیں دینا چاہتا تھا۔ بات جہاں رکی تھی، وہیں جا کر شروع کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ جب اس نے مجھ سے سوال کیا کہ اب میرا کیا ارادہ ہے تو میں نے کہا۔

”وطن واپس چلیں گے۔“

”میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ اگر تمہیں اپنے منصوبے میں آگے بڑھنے کے لیے یہاں سے کہیں اور جانا مقصود ہو تو یقین کرو پورے خلوص کے ساتھ میں تمہیں اجازت دیتی ہوں۔ کہ جاؤ مجھے بس ذرا حفاظت کے ساتھ وطن پہنچا دو۔“ میں نے مسکرا کر رخسار سے

کیفیت محسوس کر رہا تھا اس کے تحت کچھ تبدیلیوں کا خواہش مند تھا۔ چنانچہ وطن کی سرزمین پر اترنے کے بعد میں نے اپنے اس منصوبے کو عملی جامہ پہنایا اور درمیانے درجے کے ہوٹل میں کمرہ حاصل کر لیا۔ اپنے شہر میں اجنبی کی حیثیت سے رہنا واقعی بڑا دلچسپ اور عجیب تجربہ تھا۔ رخسار بھی اس سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔ ہوٹل کے کمرے میں اس نے کہا۔

”اگر یہاں ہمارے اپنوں کو ہماری آمد کے بارے میں علم ہو جائے تو وہ لوگ کتنی خوشیاں منائیں، کیسے ہنگامے ہوں لیکن دلچسپ بات ہے کہ کسی کو کچھ معلوم ہی نہیں ہے۔“

”اصل میں انہی ہنگاموں سے کچھ عرصے دور رہنا چاہتا ہوں میں رخسار۔“

”نہیں مجھے بھی اچھا لگ رہا ہے، ہم بالکل عام لوگوں کی طرح یہاں وقت گزاریں گے۔“

”رخسار ایک اور بات بھی سوچ رہا ہوں میں۔“

”کیا؟“

”ہوٹل کی زندگی میں وہ لطف نہیں ہے جو گھریلو زندگی میں ہوتا ہے۔ رخسار میں چاہتا ہوں کہ تمہارے ساتھ وہ لمحات گزاروں جو ایک گھر کی زندگی میں گزارے جاسکتے ہیں میں اصل میں رخسار یہ پوچھنا چاہتا ہوں تم سے کہ میرے کسی قدم پر تمہیں کوئی ذہنی تکلیف تو نہیں ہوگی۔“

رخسار نے مجھے محبت بھری نگاہوں سے دیکھ کر کہا۔ ”یہ بات اب بھی تمہارے ذہن میں ہے فیصل؟“

”نہیں لیکن بس میں یہ سوچتا ہوں کہ کہیں میری مروت میں تم تکلیف نہ اٹھاؤ۔“

”منت سوچا کرو ایسی باتیں، اب بھی اگر یہ بات سوچتے ہو تو مجھے افسوس ہوگا۔“

”تو پھر رخسار ہم یوں کرتے ہیں کہ ایک گھر کرائے پر حاصل کرتے ہیں اس کے بعد وہاں رہیں گے سارا انتظام کریں گے ایک گھریلو زندگی گزاریں گے ہم۔“

”رخسار بھی اس انوکھے خیال پر مسکرا دی اور پھر اس نے مجھ سے اتفاق کر لیا۔ رخسار کو ہوٹل میں چھوڑ کر میں گھر کی تلاش میں نکلا اپنے دیس، اپنے شہر کے چپے

سے واقف تھا میں کہ کون سے علاقے کس نوعیت کے حامل ہیں۔ اب بالکل میں گھٹیا زندگی بھی نہیں گزارنا چاہتا تھا چنانچہ ایک درمیانے درجے کے علاقے میں جہاں پڑھے لکھے باسلیقہ لوگ رہتے تھے، میں نے ایک اچھا مکان کرائے پر حاصل کر لیا۔ مکان کے مالک فاروق علی صاحب سے ملاقات ہوئی اچھے آدمی تھے کسی سرکاری دفتر میں ملازمت کرتے تھے۔ چرے مہرے سے شریف نظر آتے تھے ایک پراپرٹی ڈیلر کے ذریعے مکان ملا تھا اور اس کے ذریعے تمام معاملات طے ہو گئے تھے پھر مکان کی چابی مجھے حاصل ہو گئی۔ رخسار کو اس سلسلے میں کوئی تکلیف نہیں دینا چاہتا تھا چنانچہ خود ہی باقی کام بھی شروع کر دیے اسے سرپرست دینے کا خواہش مند تھا۔ ہوٹل میں اس کے ساتھ رات گزارنے کے بعد صبح کو میں نکل آتا تھا اور تقریباً چار دن کے اندر اندر یہ گھریلو ہو گیا۔ فرنیچر خریدا اور الماریاں اور ضروریات زندگی کی ایسی تمام چیزیں جن کی ایک گھر کو ضرورت ہوتی ہے۔ اس نلگن سے کام کرنے میں زندگی میں ایک انوکھے پن کا احساس ہو رہا تھا۔ حلیہ اس طرح کا بنالیا تھا کہ اگر کوئی شناسا دیکھ بھی لے تو بس اتنا ہی سوچے کہ یہ فیصل یا دانش منصور کی شکل ضرور ہے فیصل یا دانش منصور نہیں ہے۔ اپنا طرز زندگی بھی کچھ ایسا ہی بنالیا تھا زندگی کے تمام عیش تو حاصل ہو چکے تھے اب ذرا اس زندگی میں بھی داخل ہو کر دیکھا جائے کیا لطف رہتا ہے ذہن بہت سے منصوبے بنا چکا تھا۔ رخسار کے لیے ریڈی میڈ لباس خرید کر الماریوں میں ٹانگے تھے، اس کے پورے وجود کا شناسا تھا، ہر چیز کا پورا پورا علم تھا یہاں تک کہ اس کے پیروں کی سائز کے جوتے بھی میں نے بے تحاشا خرید لیے تھے اپنے لیے بھی ریڈی میڈ لباس ہی خریدے تھے، گویا اس گھر کو ایک مکمل گھر کی حیثیت سے سیٹ کر دیا تھا میں نے، کچن بھرا ہوا تھا، فریج بھی ضروریات زندگی کی چیزوں سے اٹا پڑا تھا، اس لیے گھر میں ہر شے موجود تھی۔ ایک الگ گھر کی خواہش انسان کے دل میں کیا حیثیت رکھتی ہے اس کا احساس ہی مزے دار ہوتا ہے پھر رخسار کو لے کر اپنے گھر کی جانب چل پڑا۔ ہوٹل کا کمرہ چھوڑ دیا تھا۔ ابھی تک رخسار کو یہ نہیں بتایا تھا کہ میں نے گھر حاصل کر لیا ہے یہی کہا تھا کہ گھر کی ٹنگ و دو میں لگا ہوا ہوں۔ رخسار اس سلسلے میں صرف وہی سوالات کرتی تھی جن کا میں اسے موقع دیتا تھا۔ ہم اپنے گھر میں داخل ہوئے تو رخسار نے چونک کر کہا۔“

”شاید یہ گھر لے لیا گیا ہے؟“

”ہاں رخسار اور میں کئی دن سے اسے تمہارے شایان شان بنا رہا تھا۔“

”ارے لیکن تم نے تو کہا تھا کہ.....“

”ہاں کہا تھا۔ جھوٹ بول رہا تھا تم سے اچانک ہی تمہیں یہاں لانا چاہتا تھا۔“ رخسار مسکرا دی اور پھر اس نے نہایت دلچسپی اور مسرت کے ساتھ یہ گھر دیکھا۔ ڈرائنگ روم، بیڈ روم، دوسرے کمرے اور الماریاں جنہیں وہ کھول کھول کر دیکھ رہی تھی اور حیران ہو رہی تھی پھر اس نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔

”یوں لگتا ہے جیسے تم نے کوئی جن قابو میں کر لیا ہو؟“

”کیوں ایسا کیوں لگتا ہے؟“

”ایک گھر اسی انداز میں بھرا پڑا اس شکل میں نظر آسکتا ہے کہ کسی جن سے کہا جائے کہ میرے غلام یہ سب کچھ درکار ہے مجھے اور جن جادو کی چھڑی گھما کر ایک ایسا گھر تیار کر دے۔“

”تو پھر جن میں نے نہیں تم نے قابو میں کیا ہے رخسار اور وہ جن میں ہوں۔ مجھ سے کہنا چاہیے تھا تمہیں کہ میرے غلام میرے لیے ایک ایسا گھر تیار کر دے اور یہ گھر تیار ہو جاتا۔“ رخسار نے محبت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھ کر کہا۔

”نہیں فیصل ہرگز نہیں، مجھے تو تم کسی جھوٹی پڑی میں لے جا کر بھی رکھ دیتے تو بہ ندا اس سے زیادہ خوشی مجھے وہاں ہوتی لیکن کتنا عجیب لگ رہا ہے مجھے۔ واقعی، واقعی یہ آدوونوں کا گھر ہے۔“ رخسار نے کہا اور پھر ایک دم اپنے الفاظ کا احساس کر کے خاموش گئی۔ میں اس کی ذہنی کیفیت کو سمجھ رہا تھا میں نے چند لمحات خاموش رہنے کے بعد کہا۔

”ہاں رخسار یہ واقعی ہمارا گھر ہے۔“

”سوری فیصل، ویری سوری۔“

”نہیں رخسار سوری کی ضرورت نہیں ہے آؤ ذرا کچن وغیرہ بھی دیکھ لو اور مجھے اسے بنا کر پلاؤ۔“ میں اس کے ساتھ ہی کچن میں آگیا تھا۔

”ارے تو بہ تم تو واقعی ایک گھریلو انسان بھی ہو فیصل۔“

”کیوں بھی؟“

”وہ وہ چیزیں تم نے یہاں لا کر جمع کر دی ہیں جن کے بارے میں ایک عورت ہی سوچ سکتی ہے۔“

”یہاں آکر میں نے صرف تمہارے ذہن سے سوچا ہے رخسار۔“

رخسار جذبات میں ڈوب گئی۔ وہ چند لمحات میری جانب دیکھتی رہی پھر آہستہ سے بولی۔

”ہاں فیصل میں سب کچھ سوچا ہے میں نے، خدا کی قسم یہی سب کچھ سوچا ہے میں نے، فیصل گھروں میں ملازم ہوتے ہیں ہر کام کرتے ہیں، بیگمات آرام کیا کرتی ہیں شام کو گاڑی میں بیٹھ کر گھومنے نکل جاتی ہیں، کلب یا کسی تفریح گاہ یا کہیں اور..... اور ملازم گھروں پر حکمران ہوتے ہیں، یقین کرو مجھے وہ زندگی پسند نہیں ہے۔ میں خوشحالی کی زندگی ضرور چاہتی ہوں لیکن صرف اتنی کہ بس ضروریات پوری ہوتی رہیں، گھر کا سارا کام اپنے ہاتھوں سے کیا جائے، اس زندگی میں ایک انوکھا ہی لطف ہے، جو لوگ اس زندگی کو کھودیتے ہیں۔ میرا خیال ہے وہ زندگی کا آدھا لطف گنوا دیتے ہیں۔“ یہ گفتگو کرتے وقت رخسار کے چہرے پر جو کیفیت چھائی ہوئی تھی۔ میں اس کا جائزہ لے رہا تھا پھر وہ ایک دم چونک پڑی اس نے اپنے جذبات کا اظہار جس انداز میں کیا تھا اسے شاید فوراً یہ احساس ہو گیا تھا کہ اس کی حیثیت ابھی وہ نہیں ہے۔ میں نے اس کے چہرے سے اس کے تاثرات کا اندازہ لگایا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ بہر حال میں اس سے کچھ کہے بغیر اسے وہاں سے لے آیا اور پھر ہم لوگ ایک کمرے میں آ بیٹھے۔

”لباس وغیرہ تبدیل کر لو رخسار۔“

”ہاں غسل کروں گی۔“ اس نے یہاں بھی اپنائیت کا اظہار کر کے کہا۔

”تو پھر ٹھیک ہے غسل کے بعد ہم لوگ بات چیت کریں گے۔“

”لیکن غسل چائے پینے کے بعد کیا جائے گا۔“ وہ بولی اور ہنس پڑی۔ میں بھی اس کی ہنسی میں شریک ہو گیا تھا بہر حال یہاں ہم نے اس گھر میں اپنی پہلی رات گزاری، مجھے

رخسار کے جذبات کا احساس تھا اور میں اپنے طور پر بھی مختلف انداز میں سوچ رہا تھا۔ کچھ ایسی الجھنیں برقرار تھیں جو میرے دل کے گہرے جذبات سے تعلق رکھتی تھیں لیکن اگر انہی الجھنوں کا شکار رہا تو زندگی یونہی بیت جائے گی۔ بہت سے لوگ تھے یہاں جن سے

میں نے کنارہ کشی اختیار کر رکھی تھی حالانکہ ان سے میرے ذہنی رشتے قائم تھے لیکن بس دل پر ایک بوجھ تھا جو مجھے یہ سب کچھ کرنے پر مجبور کر رہا تھا۔ رخسار کو اب میں اپنی زندگی میں شامل کر لینے کا خواہش مند تھا اور یہ سوچ رہا تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے بہت سے فیصلے کیے تھے۔ میں نے دل ہی دل میں اور ان سے رخسار کو آگاہ نہیں کیا تھا۔ اپنے طور پر جب بھی چاہتا رخسار کو اپنی شریک حیات بنا سکتا تھا لیکن اس میں بھی کچھ ایسے احساسات موجود تھے جن کا تعلق دوسروں سے تھا۔ کم از کم ان لوگوں کو تو نظر انداز نہیں کر سکتا تھا جنہوں نے میری زندگی میں ایک ایسا کردار ادا کیا تھا جس نے مجھے یہاں تک پہنچا دیا تھا اور ان میں سرفہرست الیاس بھائی تھے، نازاں باجی میرے لیے کیا تھیں اللہ ہی بہتر جانتا ہے بس ان کا تصور جب بھی آتا مجھے یہ احساس ہوتا جیسے میرے وجود کی تعمیر میں ان کا سب سے بڑا ہاتھ ہے۔ ان کے دل میں میرے لیے کچھ جذبات بھی تھے، وہ جذبات بے شک سپاس گزاری کے طور پر ہی ہوں لیکن مجھے ان کا احترام کرنا تھا۔ نازاں باجی کے بغیر رخسار کو اپنی شریک زندگی بنانا ایک جرم سا محسوس ہوا تھا حالانکہ دوسرے نمبر پر مٹھل شاہ بھی تھا جس نے میری زندگی سنوارنے کے لیے مجھے بہت کچھ دیا تھا لیکن وہ دوسرے ہی نمبر پر آتا تھا۔ الیاس بھائی وہ شخص تھے جنہوں نے ایک حقیر ذرے کو اٹھا کر احتیاط سے محفل میں رکھ لیا تھا اور پھر وہیں سے اس کی تعمیر کا آغاز ہوا تھا۔

سب سے کنارہ کشی کے باوجود کم از کم اس مرحلے پر الیاس بھائی کو نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے بہت سے فیصلے کر ڈالے تھے۔ دوسرے دن کا آغاز بڑا دلچسپ تھا۔ اخبار والا اخبار ڈال گیا تھا۔ حالانکہ ہم نے اس سے کما بھی نہیں تھا لیکن اس نے بس ہمت کر ڈالی تھی۔ یہاں آنے کے بعد پہلی بار اخبار پر نگاہیں دوڑانے کا خیال آیا تھا چنانچہ چائے کے ساتھ ساتھ اخبار بنی ہونے لگی اور مجھ پر بہت سے دلچسپ انکشافات ہوئے، میری غیر موجودگی میں میرے وطن میں خاصی ہنگامہ آرائی رہی تھی۔ الیکشن ہوئے تھے، حکومت تبدیل ہو گئی تھی۔ بالکل ہی نئے لوگ منظر عام پر آئے تھے، میں یہ ساری باتیں پرہیز کر حیران رہ گیا، اتفاق کی بات تھی کہ اس دوران اپنے وطن کی خبروں سے رابطے نہیں رہے تھے کہیں، اور سے بھی یہ تذکرہ سامنے نہیں آیا تھا کیونکہ میرا یہ مشن ایک الگ تھلگ حیثیت کا حامل رہا تھا۔ میں بڑی دلچسپی کے ساتھ یہ تمام خبریں پڑھتا رہا تھا اور

اس کے بارے میں رخسار نے بھی تذکرہ کیا۔ رخسار بھی حیران رہ گئی تھی۔
”ارے کیا واقعی لیکن جو لوگ اب برسرِ اقتدار آئے ہیں ان سے ہمارا کوئی تعلق ہے؟“

”بالکل اجنبی اور نئے نام ہیں۔ رخسار شاہنواز بھی چلا گیا حالانکہ وہ میرا بہترین دوست تھا اور رخسار اس سے تو یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہاں ہمارے کارکنوں کے لیے بھی کچھ مشکلات کا آغاز ہو گیا ہوگا؟“

”رجوع کرو گے ان سے؟“ رخسار نے پوچھا اور میں پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگا پھر میں نے کہا۔

”نہیں رخسار اگر ان میں سے کسی ایک کو بھی اس بات کا علم ہو گیا کہ ہم لوگ یہاں موجود ہیں تو پھر یہ سمجھ لو کہ ہماری اپنی زندگی ختم ہو جائے گی یعنی پھر انہی الجھنوں میں گرفتار ہونا پڑے گا۔ الیاس بھائی الگ تھلگ سے آدمی ہیں، مجھے ان پر مکمل اعتماد ہے کہ جس طرح میں ان سے کہوں گا وہ اس سے منحرف نہیں ہوں گے۔“

”الیاس بھائی سے ملتا ہے؟“

”ہاں رخسار ان سے ملیں گے۔“

”ٹھیک ہے۔“ رخسار نے جواب دیا اور میں چھوٹی چھوٹی خبریں پڑھنے لگا۔ اس سے اپنے وطن کی پالیسی کا اندازہ لگانا چاہتا تھا۔ بہر حال کوئی ایسی غیر تسلی بخش بات نہیں ملی تھی البتہ یہ میرے لیے بڑے دلچسپ انکشافات تھے۔ دل یہی چاہ رہا تھا کہ کم از کم اور کسی کو نہ سہی تو رشید ناگی ہی کو متوجہ کر کے اس سے حالات معلوم کروں لیکن پھر اپنے آپ کو زبردستی روک لیا۔ میں اس بار رخسار کو تشنہ کام نہیں رکھنا چاہتا تھا۔ میری محبت تھی اور بڑی مشکل سے مجھے دستیاب ہوئی تھی۔ نہ جانے کن کن حالات کا شکار رہی ہوگی۔ میں اسے کم از کم زندگی کی ان لطافتوں سے دور رکھنا نہیں چاہتا تھا کچھ تو ہو اپنے لیے۔ حالانکہ ایک بڑا زخم میرے دل میں تھا لیکن اب اسے بھی نظر انداز کرنا ہو گا۔ رخسار سے ابھی تک میں نے اپنے جذبات کا وہ اظہار نہیں کیا تھا، جو اس سلسلے میں اصل نوعیت کا حامل تھا اور اس کے ساتھ ساتھ ہی میں رخسار کو اس وقت اپنے ساتھ الیاس بھائی کے ہاں نہیں لے گیا۔ جب میں نے وہاں جانے کا فیصلہ کیا۔ رخسار کو ایک گھریلو

عورت کی طرح میں گھریں ہی چھوڑ گیا تھا۔

میرے بدن پر ایک معمولی لباس تھا اور میں باقاعدہ ایک آئور کشا میں بیٹھ کر الیاس بھائی کی اس شاندار کونٹھی پر پہنچا جو میری ہی دی ہوئی تھی۔ کونٹھی کے گیٹ پر چوکیدار موجود نہیں تھا۔ میں نے ذیلی دروازے کو تھوڑا سا کھسکایا اور اندر جھانکا۔ بڑے سے لان پر ایک چھوٹا سا بچہ ہاتھ میں کرکٹ کا چھوٹا بیٹ لیے کھیل رہا تھا۔ نازاں باجی کے اس بچے کو میں نے فوراً ہی پہچان لیا۔ وہ تنہا ہی تھا اور اس پاس کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ یہ بچہ مجھے اتنا پیارا لگا کہ میں آہستہ آہستہ اس کے قریب پہنچ گیا، اس نے مجھے ایک نظر دیکھا آصف نور کی شکل کا تھا۔ مجھے دیکھ کر بولا۔

”میرے ساتھ کرکٹ کھیلو گے؟“

”ہاں کیوں نہیں۔ بال کہاں ہے؟“

”بال کھوئی ہے، چوکیدار تلاش کر رہا ہے۔“ بچے نے جواب دیا اور ایک جانب اشارہ کر دیا۔ درختوں کے ایک جھنڈ کے پیچھے مجھے پتے ملتے ہوئے نظر آ رہے تھے غالباً چوکیدار وہاں بال تلاش کر رہا تھا۔ میں نے کہا۔

”تمہارا نام کیا ہے؟“

”ناصر نور! اور تمہارا؟“ ننھے سے بچے نے ترکی بہ ترکی پوچھا اور مجھے ہنسی آگئی۔ میں نے بچے کو گود میں اٹھا کر پیار کیا اسی وقت چوکیدار دوڑتا ہوا آیا قوی ہیکل چوکیدار تھا اور یقیناً نیا تھا، کیونکہ میں نے اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ میرے قریب آکر وہ اس طرح کھڑا ہو گیا جیسے مجھے گھیرے میں لینا چاہتا ہو اور پھر اس نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”کون ہو اور یہاں کیسے گھس آئے؟“

”یار تم نے دروازہ کھلا ہی چھوڑ رکھا تھا بس دروازہ کھلا تھا میں اندر آ گیا۔“

”بچے کو اٹھانے آئے ہو؟“

”نہیں یار ایسی کوئی بات نہیں ہے۔“

”پھر کیوں گھس آئے ہو، گھروں میں اس طرح گھس کر آیا جاتا ہے؟“

”اصل میں اس گھر کے لوگوں سے میری جان پہچان ہے۔“

”کسے جانتے ہو؟“ چوکیدار مجھ سے سوالات کیے جا رہا تھا۔

”ویسے تو سب کو جانتا ہوں لیکن نام وغیرہ مجھے کس کا نہیں معلوم۔“

”مجھے تو تم مشکوک آدمی معلوم ہوتے ہو؟“

”تو پھر ایسی صورت میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟“

”میرا نام جانتے ہو؟“

”کہاں جانتا ہوں۔ تم تو میرے لیے اجنبی آدمی ہو۔“

”فقیر شاہ ہے میرا نام۔“

”بڑی خوشی ہوئی تم سے مل کر۔“

”اے زیادہ چالاک بننے کی کوشش مت کرو، میں جانتا ہوں کہ تم بچے کو اٹھا کر لے

جانے والے تھے۔“

”اچھا تو پھر یہ تو میں اب بھی کر سکتا ہوں۔“ میں نے کہا۔

”ارے کر کے دکھاؤ کیسے کرو گے۔“ چوکیدار نے آگے بڑھ کر میرا گریبان پکڑ لیا۔

میں نے اس پر بھی اس سے کچھ نہیں کہا پھر میں نے کہا۔

”یار قیص پکڑنے سے تمہیں کچھ حاصل نہیں ہوگا۔“

”ابھی ذرا پہلے مالکان کے پاس چلو اور مجھے بتاؤ کہ تمہیں کون جانتا ہے اس کے بعد

دیکھوں گا تمہیں۔ ہم لوگ پولیس و پولیس کو نہیں بلاتے بلکہ خود ہی اپنا حساب کتاب پورا

کر لیتے ہیں۔“

”خیر یہ اچھی بات ہے انسان میں اتنا اعتماد ہونا ہی چاہیے۔“

”چلو۔“ چوکیدار مجھے آگے دھکیلتا ہوا بولا اور اس نے ناصر نور کی انگلی پکڑی جو

دلچسپی سے اس لڑائی کو دیکھ رہا تھا۔ چوکیدار میرا گریبان پکڑے ہوئے مجھے اندرونی حصے کی

جانب لے گیا اور پھر اس نے مجھے بیڑھیاں طے کرا کر ڈرائنگ روم کے دروازے تک

پہنچایا اور دروازے کو انگلی سے بجایا۔ آنے والی نازاں باجی اور بھابی تھیں۔ چوکیدار میرا

گریبان پکڑے ہوئے تقریباً گھسیٹتا ہوا یہاں تک لے آیا تھا اور میرے کپڑے بری طرح

مسل گئے تھے۔ نازاں باجی اور بھابی نے مجھے دیکھا اور ان کے حلق سے چیخ نکل گئی۔

”ارے..... ارے..... یہ..... یہ.....!“

چوکیدار نے ان کی ارے ارے کو نظر انداز کر کے کہا۔ ”بی بی صاحب یہ آدمی

اندر گھس آیا تھا اور ناصر میاں کو گود میں اٹھایا ہوا تھا اس نے غالباً لے کر بھاگنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ میں اسے پکڑ کر ادھر تک لے آیا ہوں۔“

نازاں باجی اس طرح بے اختیار ہوئیں کہ انھوں نے آگے بڑھ کر چوکیدار کے منہ پر تھپڑ دے مارا۔

”کینے ذلیل یہ کیا بد تمیزی ہے۔ کیا کیا تجھے، تجھے نہیں معلوم یہ..... یہ.....“

چوکیدار ہکا بکا ہو گیا تھا اور میں نازاں باجی کی اس جذباتی کیفیت کو محسوس کر رہا تھا۔

چوکیدار نے میرا گریبان چھوڑ دیا۔ نازاں باجی میرے پاس پہنچ گئیں اور انھوں نے آگے بڑھ کر میرا سر اپنے سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔

”یہ بھی تو..... یہ بھی تو میرا ناصر ہی ہے۔“ ان کی آواز لرز گئی۔ بھابی بھی حیرانی سے یہ سب کچھ دیکھ رہی تھیں۔ لیکن اس وقت نازاں باجی کے اس انداز اور اس لمس نے مجھے جو کچھ دیا تھا یقیناً میں اس کی کوئی قیمت زندگی بھر نہیں لگا سکتا تھا لیکن چوکیدار بے چارے کو یہ محبت مہنگی پڑ گئی تھی۔ اس نے احتجاجی لہجے میں کہا۔

”دیکھو بی بی صاحب آپ بے شک ہماری مالک ہو لیکن آپ نے اس وقت جو کچھ کیا ہے وہ اچھا نہیں ہے، ہم نے تو وفاداری کی تھی۔ یہ آدمی ہماری غیر موجودگی میں دروازے سے اندر آ گیا تھا اور ناصر صاحب کو اس نے گود میں اٹھایا ہوا تھا۔ اس وقت ہم یہی سمجھا۔ ہم تو اسے نہیں پہچانتا تھا لیکن آپ نے ہمیں تھپڑ مار دیا۔ بی بی صاحب ہر آدمی بے عزت نہیں ہوتا۔ ہم آپ کی اس نوکری پر لعنت بھیجتا ہے اس تھپڑ کا بدلہ تو ہم آپ سے ایسا لیتا کہ آپ یاد کرتا مگر ٹھیک ہے۔“

چوکیدار کی بات پر ہم سب ہکا بکا رہ گئے تھے۔ خود نازاں باجی بھی ایک دم شرمندہ ہو گئی تھیں بہر حال یہ برا ماننے کی بات نہیں تھی ایک غیور آدمی اپنی بے عزتی پر احتجاج کر رہا تھا۔ ایک طرف نازاں باجی کی جذباتی کیفیت تھی انھوں نے مجھے جس حال میں دیکھا تھا وہ اسے برداشت نہیں کر سکتی تھیں۔ دوسری طرف چوکیدار کا احتجاج بھی درست تھا۔ میں جلدی سے سیدھا ہو گیا اور میں نے آگے بڑھ کر چوکیدار کا راستہ روکتے ہوئے کہا۔

”ارے نہیں چوکیدار، جو کچھ ہوا غلط فہمی کی بناء پر ہوا میری غلطی تھی ورنہ میں تمہیں سب کچھ صاف صاف بتا دیتا، ہم سب تم سے معافی مانگتے ہیں، اس طرح سے ناراض

نہ ہو اگر تمہیں یہ تھپڑ ناگوار گزرا ہے تو چلو تم ایک تھپڑ میرے منہ پر مار لو۔“ میں نے کہا۔

”نہیں صاحب آپ خود سوچو ہم مرد ہے، مردوں کی طرح جینا اور اپنا حق لینا چاہتا ہے عورتوں کے ہاتھوں سے تھپڑ کھا کر زندگی گزارا تو لعنت ہے ہماری زندگی پر۔“

”تم میرے وطن عزیز کے ایک غیرت مند انسان ہو میں تم سے ایک درخواست کرتا ہوں چوکیدار، میری بہن کو معاف کر دو جو مجھے بہت عرصے کے بعد دیکھ کر جذباتی ہو گئی تھی۔“

”نہیں صاحب معافی ہم خود مانگتا ہے مگر آپ دیکھو عزت نوکری سے بڑھ کر ہوتا ہے عزت کا کوئی قیمت نہیں ہوتا۔“

”میں جانتا ہوں چوکیدار اور تمہاری قدر کرتا ہوں۔“

”سوری چوکیدار میں بھی تم سے معافی مانگتی ہوں، غلطی ہو گئی مجھ سے۔“ نازاں باجی نے آگے بڑھ کر کہا۔

چوکیدار نے انھیں دیکھا اور بولا۔ ”دیکھو بی بی صاب نہ ہم کو کبھی گالی دینا اور نہ ایسا کوئی کام کرنا آپ کو حق حاصل ہے۔ کہ ہم سے صرف ایک بات کہہ دو۔ دروازے کی جانب اشارہ کرو اور کہہ دو نکل جاؤ چوکیدار اور اس کے بعد کبھی اپنی صورت مست دکھانا۔ ہم چلا جائے گا پر اس سے آگے آپ کچھ نہیں کرے گا بی بی صاب۔“

”وعدہ چوکیدار۔“ نازاں باجی نے کہا اور چوکیدار گردن ہلا کر دروازے کی جانب چلا گیا۔

”ارے باپ رے یہ تو بڑی ٹیڑھی چیز ہے۔“

”نہیں نازاں باجی یہ وہ ہے جس پر ناز کیا جاسکتا ہے۔“

”لیکن شریر انسان تم نے اسے بتایا کیوں نہیں تھا کہ تم کون ہو؟“

”میں تو کوئی بھی نہیں ہوں نازاں باجی۔“

”اچھا اندر آؤ اور یہ حلیہ کیا بنا رکھا ہے؟“

”بس کیا کروں آپ کے چوکیدار نے رہے سے کپڑے بھی خراب کر دیے۔“

”کب آئے اور ہمیں پتا تک نہیں دیا گیا؟“

”اب آیا ہوں تو آپ کو پتا دے رہا ہوں مگر بڑا خطرناک چوکیدار رکھا ہے آپ نے؟“

”نہیں واقعی مجھ سے بھی غلطی ہو گئی تھی۔“ نازاں باجی اور بھابی مجھے لے کر اندر پہنچ گئیں آصف نور اور الیاس بھائی شاید موجود نہیں تھے۔ معمول کے مطابق ان لوگوں نے میری پذیرائی کی۔ میں جانتا تھا کہ اس گھر میں میرے لیے محبتوں کے خزانے جمع ہیں۔ انہوں نے مجھے بٹھایا اور اوپر سے نیچے تک دیکھتی رہیں۔ بھابی کہنے لگیں۔

”اچھا یہ بتاؤ کچھ کھانے پینے کے لیے لاؤں۔“

”نہیں بھابی بالکل نہیں قسم لے لیجئے بالکل نہیں۔“

”یہ بتاؤ کب آئے؟“ نازاں نے پوچھا۔

”بس کچھ وقت ہوا ہے بہت تھوڑا سا وقت ہوا ہے۔“ دھتتا نازاں باجی کے چہرے پر ایک سوالیہ نشان نمودار ہو گیا اور میں اس سوالیہ نشان کو بخوبی سمجھ گیا۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہاں وہ میرے ساتھ آئی ہے؟“

”کہاں ہے؟“ نازاں باجی حیرت سے اچھل کر بولیں۔

”ہے موجود ہے ملا دوں گا آپ سے۔“

”مل گئی؟“ بھابی نے بھی سوال کیا۔

”ہاں بھابی۔ بہر حال خدا نے اسے مشکلات سے نکال ہی لیا۔“

”خدا کی قسم اتنی دعائیں مانگتے تھے ہم اس کے لیے خیریت سے تو ہے نا؟“

”ہاں بالکل خیریت سے ہے۔“

”مگر ہے کہاں ساتھ کیوں نہیں لائے؟“

”نازاں باجی آجائے گی، آجائے گی۔“

”دیکھو فیصل اب میں تم سے ایک بات کہے دیتی ہوں تم دائیں منصور ہو یا اس ملک کے وزیراعظم بن جاؤ، میں تمہیں اپنا فیصل ہی سمجھتی ہوں۔ میں اب جو کچھ چاہتی ہوں اس کا اظہار تم پر کر دینا چاہتی ہوں اور سچ کہہ رہی ہوں میرے اور تمہارے تعلقات کا انحصار اب اسی بات پر ہے۔“

”آپ حکم تو دیجئے نازاں باجی کیا حکم ہے آپ کا؟“

”اگر آئندہ وزارت اعظمی تمہیں ملنے والی ہے تو بے شک اس کے لیے جدوجہد

کرنا ہوگا لیکن کچھ دن کے بعد اور یہ دن میرے اپنے ہوں گے اور ان دنوں میں..... میں تمہیں رخسار سے منسلک کروں گی سمجھ رہے ہونا میری بات۔ جو کچھ میں کہہ رہی ہوں وہ آ رہا ہے تمہاری سمجھ میں۔“

”آ رہا ہے نازاں باجی لیکن اس میں ایک ٹیکنیکل غلطی رہ جائے گی۔“

”فضول باتوں سے گریز کرو، کچھ بھی ہو جائے اب جب کہ قدرت نے ہمیں اس کا

موقع دیا ہے تو میں تمہیں نکل کر نہیں بھاگنے دوں گی۔“

”جس ٹیکنیکل غلطی کا میں ذکر کر رہا ہوں اس کے بارے میں اگر آپ مجھے مطمئن

کر دیں تو میں آپ کا ہر حکم ماننے کے لیے تیار ہوں۔“

”بکو کیا بلنا چاہتے ہو؟“ نازاں باجی نے کہا۔

نازاں باجی کو ہی یہ حق حاصل تھا کہ مجھے اس انداز میں مخاطب کریں پھر وہ غصیلے

لہجے میں بولیں۔

”کیا ٹیکنیکل غلطی ہے؟“

”بتا دوں گا نازاں باجی۔ چھری تلے دم تو لینے دیں۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”سچ نازاں دو منٹ نہیں ہوئے تم نے تو گھیراؤ ہی کر لیا۔ آرام سے بات کریں

گے۔“ بھابی نے کہا اور نازاں باجی ہنسنے لگیں۔

وہی سب کچھ مل رہا تھا جو اپنی شناخت یاد دلاتا تھا۔ بھابی نے کچھ دیر کے بعد کہا۔

”کم از کم رخسار کے بارے میں بتا دو۔ کہاں ہے کیا ڈائمنڈ مٹی پر پہنچایا ہے؟ اسے

کوئی خطرہ تو نہیں ہے، کون لوگ لے گئے تھے اسے۔“

”ان کے بارے میں صرف ایک لفظ کہا جاسکتا ہے۔ اسے لے جانے والے ہمارے

دشمن تھے۔“

”وہ خیریت سے ہے؟“

”ہاں۔ اللہ پر بڑا اعتماد تھا مجھے۔“

”فیصل۔ تم یہ کھیل کب تک کھیلتے رہو گے۔ اپنا فرض پورا کر چکے ہو اب

دوسروں کو ان کا فرض پورا کرنے دو۔ سب کے لیے سب کچھ کر دیا ہے اور اپنے لیے کچھ نہیں۔“

”نازاں باجی۔ آپ کو اپنے دیے ہوئے سبق یاد ہیں؟ آپ نے کہا تھا کہ فرض کی کوئی منزل نہیں ہوتی۔ جو کام خود کر سکتے ہو اسے دوسروں کے حوالے کبھی نہ کرو۔“

نازاں باجی خاموش ہو گئیں۔ میں نے کہا۔ ”رخسار کو میں نے سب سے دور رکھا ہے۔ یوں سمجھ لیجئے ابھی تک کسی سے نہیں ملا سوائے آپ کے نہ ابھی ملنا چاہتا ہوں۔“

”ناگی سے بھی نہیں؟“ نازاں باجی نے پوچھا۔

”ہاں اس سے بھی نہیں۔“

”اس کی کوئی خاص وجہ ہے؟“

”جی۔“

”بتاؤ۔“ نازاں باجی ناز سے بولیں۔

”بس باجی۔ کوئی فیصلہ کرنا چاہتا ہوں زندگی کے لیے۔ ان ہنگاموں سے دور رہنا چاہتا ہوں۔ کچھ عرصہ کے لیے۔ اس لیے ایک سنسان گوشہ تلاش کیا ہے۔“

”رخسار وہیں ہے؟“

”ہاں۔“

”یہاں کیوں نہ لے آئے؟“

”نہیں نازاں باجی۔ یہ جگہ بھی سب کی نظروں میں ہے۔“

”اوہ۔ مگر ہم لوگ۔“

”آپ لوگ تو میرے اپنے ہیں۔ میری پناہ گاہ آپ کے قدموں میں ہے آپ سے کیسے چھپوں گا۔“

باتیں ہوتی رہیں پھر الیاس بھائی آگئے مجھے دیکھ کر اتنے ہی حیران اور اتنے ہی خوش ہوئے جتنی مجھے توقع تھی۔ کھانے کے بعد دوسری باتیں ہوئیں۔ سب کچھ سمجھ کر انھوں نے کہا۔ ”میرا بھی یہی مشورہ ہے فیصل کہ اب کچھ وقت خاموشی سے آرام کرو۔ دوسروں سے دور رہنے کا تمہارا فیصلہ بہترین ہے۔ ورنہ چاہنے کے باوجود کسی نہ کسی مسئلے میں الجھ جاتے۔ اب تم رخسار سے شادی کرلو۔“

”میری آرزو ہے الیاس بھائی لیکن.....“

”وہ ضد چھوڑ دو سب کچھ قدرت پر چھوڑ دو۔“

”شرمسار رہوں گا۔ یہ کمی پوری نہ کر سکو گا۔ بتائیے الیاس بھائی۔ نکاح نامے میں میری ولدیت کیا لکھیں گے۔“ میں نے گلو کیر آواز میں کہا اور الیاس بھائی ابدیدہ ہو گئے پھر بولے۔

”فیصل ایک بات بتاؤ؟“

”جی الیاس بھائی۔“

”جذبے کبھی نام بن سکتے ہیں؟“ میں اس سوال کو سمجھنے کی کوشش کرنے لگا تھا نہ سمجھ پایا تو کہا۔

”میں سمجھا نہیں؟“

”ایک بے اولاد جوڑا، کسی یتیم خانے سے ایک ایسے بچے کو لے کر پروان چڑھاتا ہے جس کے والدین گنہگار ہوں، بے اولاد لوگ اسے اپنے سینے میں رکھ کر پرورش کرتے ہیں۔ اس سے اصل ماں باپ جیسا پیار کرتے ہیں، کیا اس بچے کی ولدیت میں ان کا نام نہیں درج کیا جاسکتا ہے؟“

عجیب اور انوکھا سوال تھا۔ میں حیرانی سے الیاس بھائی کو دیکھنے لگا پھر میں نے کہا۔

”آپ قانونی آدمی ہیں الیاس بھائی۔ مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔“

”میں اس وقت جذباتوں کی بات کر رہا ہوں قانون کی نہیں۔ ویسے قانون بھی اس کی نفی نہیں کرتا لیکن ہم تمہیں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ہم بھی تمہیں اتنا ہی پیار کرتے ہیں، یقین کرو یا نہ کرو تم میرے لیے وہی فیصل ہو جسے میں لاک اپ سے اپنے ساتھ لایا تھا اور اس کے بعد نہ جانے کب تک خود پر لعنت بھیجتا رہا تھا کہ جانے کتنی سرد راتوں میں.....“ الیاس بھائی کی آواز بند ہو گئی۔ وہ رقت کا شکار ہو گئے تھے۔

”الیاس بھائی۔“ میں نے متاثر ہو کر کہا۔

”بھول گئے ہو سب کچھ فیصل؟“

”نہیں بھولا۔“

”تو پھر نکاح نامے میں فیصل ولد الیاس حسین کیوں نہیں لکھا جاسکتا؟“ انھوں نے

کہا اور میرے بدن میں سنسنی دوڑ گئی۔ میں بہت دیر تک خاموش رہا پھر میں نے کہا۔
”ہاں لکھا جاسکتا ہے لیکن..... میں ایک کام اور کرنا چاہتا ہوں الیاس بھائی؟“

”بولو۔ جو دل میں ہے صاف صاف بول دو۔“

”الیاس بھائی، ایک بار عرفان غزنوی سے بھی ضرور مل لیجئے۔“

”اوہ۔“ الیاس بھائی مجھے بغور دیکھنے لگے لیکن بھائی فوراً بول پڑیں۔

”کیوں ملیں ہم ان سے۔ انہوں نے کون سا رخسار کو اپنایا ہے۔ کب خبر لی ہے اس کی۔ وہ تو اسے اپنے خاندان سے ہی خارج کر چکے ہیں۔ در بدر کر دیا ہے انھوں نے اسے۔“

”پھر بھی۔ وہ اسی خاندان کی ہے۔“

”ارے لعنت بھیجو ان سخت دلوں پر۔“

”رخسار کے لیے یہ کرنا ہو گا۔“ الیاس بھائی نے کہا۔

”میں بھی یہی چاہتا ہوں الیاس بھائی۔ رخسار کو شکایت نہیں رہی گی۔ باقی ہمیں

وہی کرنا ہے جو ہم نے سوچا ہے۔“

”کسی نقصان کا اندیشہ تو نہیں ہے؟“

”اللہ مالک ہے۔“

”رخسار کہاں ہے کیا کسی ہوٹل میں؟“

”نہیں۔ میں نے کرائے پر ایک گھر لے لیا ہے۔ وہ وہیں ہے۔“

”ارے ہمیں بتایا بھی نہیں۔“ نازاں باجی چمک کر بولیں۔

”یہ سب کچھ خفیہ رکھنے کے لیے میں نے ایسا کیا ہے نازاں باجی۔ یہ ضرورت ہے کسی کو نظر انداز کرنے کی کوشش نہیں۔ میرے دشمن مجھ سے بدترین ہزیمت اٹھانے کے بعد خاموش نہیں بیٹھے ہوں گے لیکن میں اب بھی رخسار کو تباہ نہیں کرنا چاہتا دو ہی صورتیں تھیں یا تو میں اسے اپنی زندگی سے نکال دیتا یا.....“

”تمہارا فیصلہ بالکل درست ہے۔ میں تم سے اتفاق کرتا ہوں۔“ الیاس بھائی پر

جوش لہجے میں بولے۔

”ایک کام تو کر ہی لو۔“ نازاں باجی بولیں۔

”جی فرمائیے۔“

”مجھے اپنے گھر لے چلو۔ ان سارے امور کے طے ہونے تک میں رخسار کے پاس

رہوں گی۔“

”آپ کا سیٹ اپ خراب ہو گا۔ ناصر کو پریشانی ہو گی۔“

”ناصر میرے نہیں بھائی کے پاس رہتا ہے۔ انھیں ہی مئی کہتا ہے اور سمجھتا ہے۔

وہ میرا نہیں بھائی کا ہیڈک ہے۔“

”اور آصف؟“ میں نے مسکرا کر پوچھا۔

”وہ تو خیر میرا ہی ہیڈک ہے۔“ نازاں باجی فحش کر بولیں پھر انھوں نے مجھے گھور کر

کہا۔ ”مجھے باتوں میں بہلا رہے ہو۔ میری بات کا جواب دو۔“

”نہیں نازاں باجی۔ میں آپ کے کسی حکم کو ٹال سکتا ہوں اتنی احتیاط بھی بس

ضرورت کے تحت ہے۔ ورنہ سب کچھ آپ کی پسند کے مطابق ہی ہو گا۔“

”میں بہت احتیاط رکھوں گی۔“

”آصف سے تو مشورہ کر لیں۔“

”آصف آپ پر زندگی نچھاور کرتے ہیں۔ وہ کبھی انکار نہیں کریں گے۔ ویسے اس

وقت رخسار تنہا ہو گی؟“

”ہاں۔“

”یہ مناسب ہے؟“

”میں بھی تک مناسب ہے۔ کیونکہ کسی کو ہمارے بارے میں کچھ نہیں معلوم ہے۔“

آصف نور بھی آگیا۔ سب کے درمیان مشورہ ہوا پھر میں واپس چل پڑا۔ آٹو رکشا

نے مجھے میرے گھر پر اتار دیا۔ رخسار گھر کے سامان میں ترتیب بدل رہی تھی اور اس کے

چہرے پر ایک عجیب سی مسرت برقرار تھی۔

”آٹو رکشا سے آئے ہو؟“

”ہاں۔“

”میں نے آواز سن لی تھی اور سمجھ گئی تھی کہ تم ہی آئے ہو گے۔“

”دوڑ کر دروازے پر نہیں آگئیں؟“

”دل چاہا تھا لیکن.....“
”لیکن کیا؟“

”تمہاری اجازت نہیں تھی۔“ رخسار نے کہا اور میں محبت بھری نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔ رخسار بولی۔ ”رکشا میں سفر کیا لگا۔“
”سحرائیگز۔ اس طرز زندگی کا مزہ ہی الگ ہے۔“

”خدا کی قسم بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو۔ اپنے گھر کو اپنی پسند کے مطابق سنوارنے میں جو لطف ہے۔ وہ زندگی کے کسی اور مشغلے میں نہیں ہے۔ اچھا یہ بتاؤ وہ لوگ ملے؟“
”ہاں۔ سب مل گئے۔“

”ٹھیک ہیں؟“

”ہاں۔“

”دوسرے لوگوں سے بھی ملے؟“

”نہیں رخسار۔ وہ تو پروگرام میں ہی نہیں ہے۔ میں طویل عرصہ سب سے الگ رہوں گا۔ ویسے آصف اور نازاں باقی آنے والے ہیں۔ وہ کچھ عرصہ تمہارے پاس ہی رہیں گے۔“

”اوہ۔ ویری گڈ۔ یہ بہت اچھا ہو گا۔ ویسے۔ انہیں کیا بتایا ہے اپنے بارے میں؟“

”کچھ ہو چکا ہوتا تو بتاتا۔“ میں نے کہا اور وہ شرمانی پھر آصف اور نازاں باقی

آگے۔ نازاں باقی نے محبت سے رخسار کو لپٹا لیا تھا اور پھر ہمارے گھر کی خوب تعریف کی تھی۔ اس کے بعد کچن سنبھال لیا تھا۔ اس زندگی میں جو لطف آرہا تھا اس کا کوئی جواب ہی نہیں تھا۔ رات کو بھابی، بچے اور الیاس بھائی بھی آگئے۔

”ہمارے ساتھ بڑی زیادتی ہو رہی ہے۔ ہم لوگ کیسے صبر کریں۔“ الیاس بھائی نے کہا پھر ہم دوسرے امور پر باتیں کرنے لگے۔ اب کوئی اس کام کی تکمیل میں دیر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ پوری پوری بحث کے بعد یہ طے پایا کہ کل عرفان غزنوی کے گھر چلا جائے۔ یہ بالکل ہی دوسرا شعبہ تھا اس لیے کوئی خطرہ نہ محسوس کیا گیا۔

ان لوگوں سے الگ ہٹ کر رخسار نے مجھ سے کہا۔ ”میں تم لوگوں کے کسی عمل میں مداخلت نہیں کرنا چاہتی لیکن ان لوگوں سے ملاقات بیکار ہے مجھے ان کے بارے میں

اندازہ ہے۔ وہ موقع ملنے پر تمہاری بے عزتی کرنے کے سوا اور کچھ نہیں کریں گے۔“
”پھر بھی میں ان کا حق انہیں دینے کی کوشش کرنا چاہتا ہوں۔“
”میں نتیجہ جانتی ہوں۔“

”کوئی بات نہیں۔“ میں نے استقامت سے جواب دیا اور رخسار مجھے عجیب سے لگا ہوں سے دیکھنے لگی میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہاں رخسار تمہیں مجھ پر بھروسہ رکھنا چاہیے اصل میں تمہیں میری ذہنی کیفیت کا اچھی طرح اندازہ ہے جو کچھ میں کر رہا ہوں وہ کرنا چاہتا تھا لیکن ذرا دوسرے انداز میں قدرت اس بات پر آمادہ ہے کہ مجھے دنیا کی ہر خوشی اور ہر کامیابی سے نواز دے، لیکن مجھے مغرور نہ ہونے دے۔ ایک تشنگی ایک شرمندگی میرے دل میں باقی رہنے دے، یقینی طور پر اس میں قدرت کی کوئی مصلحت ہی ہوگی اپنے آپ سے روشناس ہونے کے بعد نجانے میں خود میں کیا تبدیلیاں محسوس کروں اس لیے یہ باب بند ہی رکھا گیا ہے۔ خیر ہم قدرت کے امور میں مداخلت نہیں کر سکتے یہ اس کا اپنا مسئلہ ہے لیکن پھر بھی میں غزنوی خاندان کو یہ حق دینا چاہتا ہوں اور سب ہی کی یہ خواہش ہے۔“

”نہیں میں کسی کام سے روکنا نہیں چاہتی تمہیں بس وہ لوگ جس حد تک جا چکے ہیں اس سے ذرا یہ خوف محسوس کر رہی تھی کہ فضول باتوں کے علاوہ تمہیں وہاں سے کچھ حاصل نہیں ہو گا۔“

”میں آصف نور، نازاں باقی، بھابی اور الیاس بھائی مکمل طور پر اس کے لیے تیار ہیں کہ وہاں ہر بات سنی جائے۔“
”ٹھیک ہے تمہاری مرضی؟“

بہر حال دوسرے دن یہ گروپ عرفان غزنوی کے ہاں جانے کے لیے تیار ہو گیا ہمیں ان کی رہائش گاہ بھی معلوم تھی ان لوگوں کا طرز زندگی بھی جانتے تھے یہ بھی جانتے تھے ہم کہ ان لوگوں کا رخسار کے بارے میں کیا نظریہ ہو گیا ہے، بقول شخصے انہوں نے تو رخسار کا حقہ پانی بھی بند کر دیا تھا اور اسے اپنی دانست میں اپنے خاندان سے خارج کر دیا تھا پھر بھی ہم وہاں پہنچ ہی گئے۔ اتفاق سے چھٹی کا دن تھا اور پورا گھر بھرا ہوا تھا ہاتھی لاکھ لٹے پھر بھی سوا لاکھ کا۔ عرفان غزنوی خاندان منتشر ہو گیا تھا۔ ہر شخص نے اپنی ڈیرہ اینٹ کی

مسجد الگ بنالی تھی سب الگ الگ ہو گئے تھے لیکن پھر بھی وہ اثرات اس گھر پر ملتے تھے جس سے یہ احساس ہوتا تھا کہ ایک بڑا خاندان ہے عرفان غزنوی صاحب ویسے بھی ایک بھرپور اچھی اور کامیاب کاروباری زندگی گزار رہے تھے، پہلے تو ہم لوگوں کو بالکل اجنبی لگا ہوں سے دیکھا گیا پھر مجھے پہچان لیا گیا حالانکہ الیاس بھائی سے بھی وہ لوگ ناشناس نہیں تھے۔ ہمارا بڑا سرد مہری سے خیر مقدم کیا گیا اور ہم سب کو ڈرائنگ روم میں بٹھا دیا گیا ایک عجیب سی کیفیت ان لوگوں کے چہروں پر نمودار ہو گئی تھی۔ میں یہ بات اچھی طرح جانتا تھا کہ غزنوی خاندان کو اس بات کا علم ہو چکا ہے کہ دانش منصور کے سامنے کسی بھی قسم کی غلط بات کرنے کا نتیجہ کیا ہو سکتا ہے اور یہ گروپ دانش منصور گروپ ہی سمجھا جاتا تھا۔ میرے بارے میں وہ لوگ تقریباً سب ہی کچھ جانتے تھے۔ بہر حال ادھر سے بھی سارا خاندان ہی جمع ہو گیا تھا دلچسپ بات یہ تھی کہ نیرباجی بھی آئی ہوئی تھیں اور ان کے شوہر شہاب احمد بھی تھے۔ یہ شہاب صاحب البتہ میرے لیے بالکل اجنبی تھے اور انھوں نے شاید اندر سے معلومات حاصل کرنے کے بعد ہم لوگوں کی آمد میں دلچسپی محسوس کی تھی بلکہ وہ واحد شخص تھے جنہوں نے انسانوں کی طرح مجھ سے، آصف نور سے اور الیاس بھائی سے ہاتھ ملایا تھا اور ہونٹوں پر مسکراہٹ پیدا کی تھی۔ نیرباجی البتہ مجھے عجیب سی نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں۔ عرفان غزنوی صاحب نے نہایت تیکھی نگاہوں سے ہم لوگوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”جی فرمائیے؟“

”ہمارا تعارف تو ہے عرفان صاحب، لیکن اس کے بعد بھی آپ سے یہ سوال کر لینا ضروری ہے کہ کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں؟“

”جی ہاں جانتا ہوں۔ ہمارے خاندان کو برباد کرنے والے ہماری نگاہوں سے محو کہاں ہو سکتے ہیں؟“

”ارے نہیں غزنوی صاحب آپ جو دل چاہیں کہہ لیں لیکن میں جب اپنا تجزیہ کرتا ہوں تو اس سلسلے میں مجھے اپنا پاؤں کہیں نظر نہیں آتا۔“

”برائی اگر نظر آجائے تو ہر انسان اس سے گریز کرے۔“

”خیر ہو سکتا ہے میری ذات سے آپ کو کوئی تکلیف پہنچی ہو اس وقت میں آپ

کے پاس ایک اہم مسئلے میں آیا ہوں۔“

”نہیں۔ بلکہ ہم ماضی کے ان ٹوٹے ہوئے رشتوں کو جوڑنا چاہتے ہیں جو نجانے کس کی غلطی سے ٹوٹ گئے تھے۔“

”رشتے؟“

”جی ہاں۔“

”میں نہیں سمجھتا کہ ماضی میں میرا آپ سے کوئی رشتہ رہا ہو؟“

”اتفاق سے بعض رشتے کسی کے توسط سے بھی قائم ہو جاتے ہیں۔“

”آپ بتا سکتے ہیں مجھے؟“

”جی ہاں فیصل کی بات کر رہا ہوں۔ یہ فیصل بیٹھے ہوئے ہیں اور فیصل سے آپ کا

کیا تعلق ہے عرفان غزنوی صاحب شاید آپ کو یاد ہو؟“

”جی ہاں فیصل سے ہمارا جو تعلق تھا الیاس صاحب آپ کو بھی اس کے بارے میں

علم ضرور ہو گا یہ ہماری ایک ملازمہ کا بیٹھا تھا۔ ملازموں کے کوارٹر میں رہتا تھا اس کی ماں

ایک بدکار عورت تھی، بہر حال وہ چلی گئی اور اس کے بعد اس نے خود بخود ہماری کوٹھی

چھوڑ دی۔ ہمارا اس سے اگر کوئی رشتہ تھا تو بس اتنا ہی۔“

میرے اندر اضطراب کی لہریں دوڑ گئیں۔ عرفان غزنوی نے دل کا سارا غبار نکالا

تھا، پھر اس نے فوراً کہا۔

”لیکن میں معذرت خواہ ہوں۔ چونکہ مجھ سے حقیقت پوچھی گئی ہے اس لیے میں

نے وہی سب کچھ بتایا ہے جو ایک سچ ہے۔“

”جی جی آپ نے بالکل درست فرمایا، بہر حال اس کے بعد کے بھی واقعات و ہزادیں

تو زیادہ بہتر ہو گا۔“ الیاس بھائی نے تحمل سے کہا حالانکہ ان کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا تھا،

آصف نور بھی شدت جوش میں نظر آ رہا تھا، لیکن میں بالکل پرسکون تھا کیونکہ مجھے ان

تمام باتوں کی توقع تھی۔

”اس کے بعد بس زبان نہ ہی کھلے تو بہتر ہے کیونکہ میں جانتا ہوں کہ یہ دور جس

کی لائٹھی اس کی بھینس کا ہے فیصل کسی طرح دانش منصور بن گیا اور دانش منصور نے جو

کچھ کیا وہ بہت بڑا کام ہے، لیکن آپ بھی جانتے ہیں الیاس صاحب، یہ صاحب بھی جانتے

ہیں اور میں بھی جانتا ہوں اور میرے اہل خاندان بھی کہ اس دور میں طاقت اسے ہی حاصل ہے جو بدکاری پر آمادہ ہو جائے۔ بدکاروں کا راج ہے دولت حاصل کرنے کے ذرائع اگر محنت مزدوری کی حد تک ہوں تو اس سے زیادہ غلیظ اور یہ کہنا چاہیے کہ اس دنیا کے لیے ناکارہ شخص اور کوئی نہیں ہوتا اور اگر دولت کے حصول کے لیے مناسب راستے، مطلب سمجھ رہے ہیں نا آپ، ان دنوں مناسب راستوں کا تصور ذرا بدل گیا ہے حاصل ہو جائیں تو پھر خاندان بھی اعلیٰ ہو جاتے ہیں، شخصیتیں بھی اعلیٰ ہو جاتی ہیں، اقتدار میں بھی حصہ مل جاتا ہے ملک میں بھی بہت بڑی عزت حاصل ہو جاتی ہے یہ سب دولت کے کرشمے ہیں۔ تو میں عرض کر رہا تھا کہ فیصل دانش منصور بن گیا اور دانش منصور بننے کے بعد اس نے اپنی قوتوں کے مظاہرے شروع کر دیے۔ اس کے اثرات ہمارے خاندان پر اس لیے نمودار ہونے چاہیں تھے کہ ہمارے خاندان نے ایک نمک حرام کی پرورش کی تھی جس نے اپنی ہی تھالی میں سوراخ کر دیا۔“

میں نے اب بھی صبر سے کام لیا تھا۔ الیاس بھائی کہنے لگے۔

”کیا آپ کا اشارہ رخسار کی طرف ہے؟“

”جی ہاں۔“

”وہ تو آپ کے خاندان کی لڑکی ہے۔ غزنوی صاحب۔“

”میری بیٹی ہے وہ۔“

”آپ کو اپنے خون پر یقین ہے؟“

”کیا مطلب؟“

”اس اچھے خاندان میں ایک ایسی لڑکی کیوں پیدا ہو گئی جس نے اس خاندان کو

بدنام کر دیا۔“

”بدبختی، بدبختی۔ اس کے علاوہ اور کیا کہا جاسکتا ہے۔“

”گویا آپ نے اپنی آبرو کو اس طرح داغدار ہوتے ہوئے برداشت کر لیا۔“

”کیا کر سکتا تھا طاقت کے آگے جھکنا پڑا۔“

”وہ طاقت آپ کی بیٹی تھی یا کسی اور کی؟“

”کسی اور کی۔ یہ بات آپ بھی سمجھتے ہیں۔“

”کیا آپ کی بیٹی کی مرضی اس میں شامل نہیں تھی یا اسے بلیک میل کیا گیا تھا؟“

”آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔“ غزنوی صاحب نے پہلو بدل کر کہا۔

”آپ سمجھ رہے ہیں غزنوی صاحب، جو میں کہنا چاہتا ہوں آپ کی بیٹی فیصل کی محبت کا شکار ہوئی اور آپ نے صرف یہ سوچ کر اس کے ساتھ سختی کی کہ فیصل آپ کے ہاں ملازمت کرتا تھا لیکن عرفان غزنوی صاحب یہ بات آپ بھی جانتے ہیں، میں بھی جانتا ہوں آپ کا سارا خاندان جانتا ہے جس عورت کا آپ تذکرہ کر رہے ہیں وہ فیصل کی ماں نہیں تھی۔“

”بھئی یہ بات میں بالکل نہیں جانتا۔ اگر یہ بات میرے علم میں آجاتی تو میں فیصل کو وہ مقام دیتا جو اس کا اصل مقام ہوتا کیونکہ مجھے اس کی ذات سے کوئی دشمنی نہیں تھی۔“

”جیسے چھوڑ دیجئے اس بات کو بھی آپ اس بات کو تسلیم کر چکے ہیں کہ آپ کی بیٹی فیصل کے ساتھ ملوث تھی؟“

”آپ میرے منہ سے ہاں کہلوانا چاہتے ہیں؟“

”جی۔ اس لیے کہ آپ بہت ہی صاف گو انسان ہیں آپ نے فیصل کے بارے میں جس انداز میں گواہی دینی کی ہے، آپ نے اس کے بارے میں جو لہجہ اختیار کیا ہے، اس کے بعد آپ اپنی بیٹی کے بارے میں بھی کہہ سکتے ہیں۔“

”ہاں وہ بدبخت فیصل کے جال میں پھنس گئی تھی۔“

”تو غزنوی صاحب آپ جیسے اعلیٰ نسب کو ہم جیسے کم اصل لوگ عزت کا مقام دینا چاہتے ہیں آپ اپنی نام نہاد برتری کو قائم رکھیے ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے، لیکن ہماری یہ خواہش ہے کہ ہم آپ کی لٹی ہوئی عزت کو واپس کر دیں۔“

”آپ.....“ غزنوی صاحب بولے۔

”جی فرمائیے۔“

”میں فیصل کے سرپرست، بزرگ، بھائی اور باپ کی حیثیت سے رخسار کے لیے

آپ کو فیصل کا رشتہ دینا چاہتا ہوں۔“

”کیا مذاق ہے۔ پہلے تو آپ یہ فرمائیے کہ یہ فیصل ہے یا دانش منصور۔“ غزنوی

نے کہا۔

”یہ فیصل ہے۔“

”اور دانش منصور کون ہے؟“

”اسے آپ جانے دیجئے۔ فیصل رخسار سے شادی کرنا چاہتا ہے اور رخسار بھی یہی چاہتی ہے ہم اس رشتے کو آپ کے گھر سے کرنا چاہتے ہیں کیونکہ وہ آپ کی بیٹی ہے اور مستقبل میں بھی وہ اسی خاندان کے نام سے منسوب رہے گی۔“

”ہم تو اس پر لعنت بھیج چکے ہیں۔“

”اولاد پر لعنت نہیں بھیجی جاتی۔ عرفان غزنوی صاحب۔“

”بھیج دی جاتی ہے جیسے کہ ہم بھیج چکے ہیں۔ جس لڑکی کے لیے آپ رشتہ لے کر آئے ہیں وہ ہمارے پاس نہیں آپ ہی لوگوں کی تحویل میں ہے۔“

”وہ آپ کے پاس پہنچائی جاسکتی ہے۔“

”اس گھر کے دروازے اس پر بند کر دیے گئے ہیں۔“

”گویا آپ اس پر بالکل آمادہ نہیں ہیں۔“

”آپ کمال کی بات کرتے ہیں، کون سی لڑکی کے بارے میں کہہ رہے ہیں آپ..... وہ جو عرصہ دراز سے ہمارے پاس نہیں ہے، وہ جو آوارہ ہو کر گھر سے باہر نکل چکی ہے۔“

”بہت خوبصورت باتیں کر رہے ہیں آپ، ایک ایسے لڑکے کو آپ تنگ خاندان اور ملازم لڑکا کہتے ہیں جو بہر طور ایک عزت دار نوجوان ہے اور اپنی بیٹی کو آپ نہیں دیکھ رہے جس نے آپ کا گھر چھوڑ دیا، آخر وہ آپ ہی کی اولاد ہے۔“

”دیکھیے آپ لوگ میرے گھر آئے ہیں، آپ کو عزت دینا میرا فرض ہے اور اس کے ساتھ ساتھ میری مجبوری بھی کیونکہ آپ لوگ صاحب اثر ہیں قوت رکھتے ہیں لیکن جو کہانی آپ مجھے سنا رہے ہیں وہ بے مقصد اور بے کار ہے اس لڑکی سے میرا کوئی واسطہ نہیں ہے اور نہ ہی ہم اپنے گھر میں ایسا کوئی ڈراما کرنا چاہتے ہیں۔“

”گویا آپ کی طرف سے یہ اجازت ہے کہ اس لڑکی کی شادی فیصل سے کر دی جائے؟“

”آپ اسے لے جا کر بالا خانے پر بٹھا دیجئے مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔“ غزنوی

صاحب نے کہا اور شہاب اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔

”آپ نہایت بے ہودہ گفتگو کر رہے ہیں معاف کیجئے گا عرفان غزنوی صاحب؟“

شہاب کے ان الفاظ پر سب ہی چونک پڑے تھے۔ عرفان غزنوی کا منہ بھی ایک لمحے کے لیے حیرت سے کھلے کا کھلا رہ گیا تھا۔ شہاب نے پھر کہا۔

”میں نہیں جانتا کہ اصل حقیقت کیا ہے لیکن اتنا جانتا ہوں کہ میں نے ایک باوقار خاندان سے رشتہ قائم کیا ہے اور کچھ نہیں تو کم از کم اچھے الفاظ استعمال کر کے اپنی شناخت کو برقرار رکھا جاسکتا ہے۔ بہر حال آپ لوگوں کے ذاتی معاملات میں مداخلت کے لیے معافی چاہتا ہوں، لیکن غزنوی صاحب اگر یہ آپ کی بیٹی کا معاملہ ہے تو آپ اپنی بیٹی کے لیے اس قسم کے الفاظ ادا کر رہے ہیں؟“ غزنوی صاحب خاموش ہی رہے تھے ان کے چہرے پر غصے کے آثار تھے لیکن بہر حال شہاب کو انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ شہاب نیر سے بولا۔

”نیر آئیے اٹھئے۔ میرا موڈ بے حد خراب ہو گیا ہے۔“

”بھئی یہ تمہارا معاملہ نہیں ہے تم نہیں جانتے کہ ہمارا دل کتنا دکھا ہوا ہے۔ تم باہر کے آدمی ہو ہمیں جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے وہ ہم ہی جانتے ہیں۔“

”میں معذرت خواہ ہوں کہ میں نے اپنے لیے میں تلخی پیدا کر لی لیکن برداشت نہیں کر سکا تھا اور اب بھی آپ یہ نہ سمجھیں کہ میں اپنے کیے پر شرمندہ ہوں میں آپ کے الفاظ پر مسلسل احتجاج کرتا ہوں۔“

”ٹھیک ہے ٹھیک ہے میں تمہیں بعد میں اس بارے میں تفصیلات بتا دوں گا۔ بیٹھو تم کہاں جا رہے ہو؟“ پھر عرفان غزنوی نے ہم لوگوں سے کہا۔

”دیکھیے میری لاچاری اور بے چارگی سے فائدہ نہ اٹھائیے ظاہر ہے میرا ذہن اس حد تک پک چکا ہے کہ اگر آپ ایسا کوئی ڈراما کرنا چاہتے ہیں تو میں اس ڈرامے کا کوئی کردار بننا پسند نہیں کروں گا۔ رخسار سے ہم ہاتھ دھو بیٹھے ہیں اور آپ نے دیکھ لیا کہ اب اس سے ہمارا کوئی رابطہ نہیں ہے، پھر آپ اسے زبردستی ہم پر مسلط کرنے کی کوشش نہ کریں۔ ہمارا بھی ایک خاندان ہے ہم پہلے ہی اپنے خاندان میں بے حد ذلیل ہو خوار ہو چکے ہیں اب اس کے بعد مزید ذلیل ہونے کی گنجائش نہیں ہے آپ کو اختیار ہے کہ

آپ کا جو دل چاہے کریں۔“

”ٹھیک ہے عرفان غزنوی صاحب اصل میں فیصل کی حقیقت کو آپ اچھی طرح جانتے ہیں۔ میں یہ چاہتا تھا کہ ایک باعزت لڑکی کو اس کے گھر سے باعزت طریقے سے رخصت کر کے لے جاؤں، لیکن میں جانتا ہوں کہ تمیرے تمام الفاظ آپ کے لیے بے اثر ہوں گے۔ یہ تو ایک اخلاقی فرض تھا ہم اس فرض کو نبھانے جا رہے ہیں آپ کا شکریہ کہ آپ نے ہماری اس مخلصانہ پیشکش کو قبول نہیں کیا اچھا اب اجازت دیجئے گا۔“

”ٹھیک ہے جانیے میرے پاس اس سلسلے میں کوئی پک نہیں ہے۔ خدا حافظ.....“ عرفان غزنوی نے کہا اور خود ہی اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے۔ میں بالکل خاموش رہا تھا جب الیاس بھائی بول رہے تھے تو میرا بولنا بالکل بے مقصد تھا۔ ہم لوگ بھی اٹھ کھڑے ہوئے اس کے بعد واپسی کے لیے پلٹے تو شباب نے آگے بڑھ کر کہا۔

”معاف کیجئے گا اصل مسئلہ واقعی میرے علم میں نہیں ہے لیکن میری گزارش ہے کہ آپ مجھ سے رابطہ کیجئے گا مجھے بتائیے میں آپ لوگوں سے کہاں مل سکتا ہوں؟“

”یہ میرا کارڈ ہے آپ جب دل چاہے غریب خانے پر تشریف لائیے۔ ہمارا گھر بھی کشادہ ہے اور دل بھی کشادہ ہیں۔ باقی جہاں تک رہا ان معاملات سے ناواقف ہونے کا تو جہاں تک میرا اندازہ ہے کہ یہ آپ کی سسرال ہے آپ انھی لوگوں سے ساری صورت حال معلوم کر لیجئے گا۔“

پھر ہم سب وہاں سے واپس چل پڑے اور بڑے خوش و خرم الیاس بھائی کی رہائش گاہ پر پہنچ گئے الیاس بھائی نے کہا۔

”جو کچھ عرفان غزنوی نے کہا ہے وہ بہر حال بہت برا ہے فیصل لیکن ہم لوگ تو یہ سوچ کر ہی گئے تھے کہ وہاں ہمارے ساتھ یہی سلوک ہو گا۔“

”اگر آپ یہ سمجھ رہے ہیں الیاس بھائی کی میں ان الفاظ سے تکدر کا شکار ہوا ہوں تو ایسا خیال دل سے نکال دیجئے گا۔ آپ نے جو کچھ کیا ہے میں اس کی روح کو سمجھتا ہوں۔ چنانچہ اس بات سے بالکل غیر مطمئن نہیں ہوں۔“ میں نے کہا۔

”اچھا پھر ٹھیک ہے میں یہ کہہ رہا تھا کہ فرض کرو ہم یہاں ہیں۔ تم نے بھی اپنا ایک گھر بنالیا ہے حالانکہ وہ سب کچھ مجھے بڑا عجیب سا لگتا ہے لیکن تھوڑی سی تبدیلی تو

کرنی ہی پڑے گی، مثلاً یہ کہ اب ہم آدھے آدھے ہو جاتے ہیں۔ میں اور میری بیوی یہاں رخسار کے ساتھ رہیں گے۔ نازاں اور آصف نور تمہارے ساتھ رہیں گے۔ تم لوگ یہاں آؤ، یہاں قاضی کو بلا کر نکاح کیا جائے اور اس کے بعد تم سب رخسار کو لے کر اپنے گھر چلے جاؤ۔ بعد میں ہم لڑکے والے بن جائیں گے۔“

مجھے ہنسی آگئی۔ میں نے کہا۔ ”ٹھیک ہے آپ یہ کھیل کھیلتا چاہتے ہیں تو ضرور کھیلے گا۔“

”یہ کھیل نہیں ہے برخوردار ایک فرض بھی ہے۔“

”ٹھیک ہے۔“ میں نے کہا اور اس کے بعد دن اور تاریخ کا تعین ہونے لگا۔ میں جانتا تھا کہ الیاس بھائی جذباتی ہو رہے ہیں، جو وقت طے ہوا الیاس بھائی نے اس پر اعتراض کر کے مزید کچھ وقت مانگا، لیکن آصف نور اس بات پر تیار نہیں ہوا اور اس نے کہا۔

”نہیں بھائی جان ہم ایک ہفتے کے اندر اندر یہ مسئلہ نمٹائے لیتے ہیں زیادہ وقت بے کار ہو گا۔“ اسی وقت بھائی بول پڑیں۔

”ٹھیک ہے ہم ایک ہفتے کے اندر اندر اپنی بیٹی کو رخصت کر دیں گے۔“

بڑے مخلص لوگ تھے ساری زندگی خلوص سے میرا ساتھ دیا تھا حالانکہ میں نے ان کے ساتھ کچھ بھی نہیں کیا تھا۔ بہر حال وہ اپنی زندگی گزار رہے تھے اور یہ زندگی انھیں ناپسند نہیں تھی، میں نے یہ چھوٹی سی جگہ انھیں رہنے کے لیے دی تھی تھوڑے بہت اور مسائل حل کر دیے تھے لیکن ایسا تو میں نے بیشتر لوگوں کے ساتھ کیا تھا، لیکن ان کے خلوص کی کوئی قیمت نہیں تھی۔ بعد میں نازاں باجی، آصف نور میرے ساتھ ہی میرے اپنے گھر آ گئے تھے۔ میں اپنی سرگرمیوں کو نہایت محدود رکھے ہوئے تھے کوئی ایسا اظہار نہیں کیا تھا میں نے کہ جس سے باقی لوگوں کو میری یہاں موجودگی کے بارے میں پتا چل جائے۔ بس کچھ ایسا ہی ذہنی طور پر سما ہوا تھا ان الفاظ کو ادا کرنے میں مجھے کوئی پشیمانی نہیں ہے واقعی رخسار کی موجودگی نے مجھے بالکل نڈھال کر دیا تھا اور اب میں کسی ہنگامے کو اپنے نزدیک جگہ نہیں دینا چاہتا تھا۔ کیونکہ اس طرح رخسار کے ساتھ زیادتی ہو سکتی تھی۔ جو اب میں بالکل نہیں کرنا چاہتا تھا۔ رخسار نے البتہ رات کو مجھ سے عرفان غزنوی

صاحب کے رویے کے بارے میں پوچھا۔ میں نے تو کوئی جواب نہیں دیا، لیکن آصف نور نے تمام باتیں تفصیل سے رخسار کو بتا دیں اور رخسار کی گردن جھک گئی تو آصف نور نے کہا۔

”ہم تو یہ فیصلہ کر کے ہی گئے تھے رخسار کہ وہاں ہمارے ساتھ یہ سب کچھ ہوگا لیکن ایک اخلاقی فرض تھا اگر وہ لوگ تیار ہو جاتے تو ہم بخوشی اس اخلاقی فرض کو دیں سے پورا کرتے۔“

”اور آپ لوگ یقین کریں کہ میں آپ کے اس قدم سے بڑی خوف زدہ تھی۔“
رخسار نے کہا۔

”کیوں؟“ نازاں باجی بولیں۔

”جب انسان تشدد اور انتہا پسندی پر اتر آتا ہے تو پھر وہ عمل کرتا ہے جو ناقابل یقین ہو۔ جس طرح انھوں نے میرے بارے میں آپ سے جو الفاظ کہے اس سے میرے اپنے اس اندیشے کی تصدیق ہوتی ہے۔“
”کیا؟“

”یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ چالاکی سے آپ لوگوں سے وعدہ کر لیتے کہ مجھے وہاں سے رخصت کریں گے اور جب میں وہاں پہنچتی تو شاید مجھے قتل ہی کر دیا جاتا کیونکہ اس کے بعد ان کے پاس فیصل سے بچنے کے لیے کوئی گنجائش نہیں رہتی؟“
”نجانے کیسے لوگ ہیں۔“ نازاں باجی نے ہنستے ہوئے کہا۔

”خیر اب عرفان غزنوی صاحب اتنے احمق نہیں ہیں انھوں نے رخسار کو جو آزادی دی بحالت مجبوری دی اور وہ یہ جانتے ہیں کہ اگر وہ کوئی ایسا قدم رخسار کے لیے اٹھاتے تو ان کے لیے کتنا بھیاں تک ماحول پیدا ہو جاتا۔ جب میں نے رخسار کے لیے ایسے ایسے لوگوں کو فنا کر دیا جن کے پیچھے ملک کے ملک پڑے ہوئے تھے تو عرفان غزنوی.....“
میں نے کسی قدر طیش کے عالم میں کہا اور سب پر خاموشی طاری ہو گئی۔

==☆☆☆☆==

یہ مسئلہ چلتا رہا۔ ادھر الیاس بھائی اور بھابی جنھوں نے ہمارے چیلنج کو قبول کیا تھا۔ تیار یوں میں مصروف تھے اور ادھر ہم لوگوں نے بھی تھوڑا بہت بندوبست کیا تھا جس میں نازاں بھابی اور آصف نور کی کاوشیں شامل تھیں، لیکن پھر تیسری ہی شخصیت درمیان میں کود پڑی اور ہم اس وقت حیران رہ گئے جب نیر باجی، شہاب، الیاس بھائی اور بھابی ہمارے گھر پہنچ گئے، الیاس بھائی نے کہا۔

”بھئی ان شہاب صاحب سے تو آپ کی ملاقات ہو ہی چکی ہے اور نیر اور رخسار.....“

”رخسار میری بہن ہے۔“ نیر نے گلوگیر لہجے میں کہا اور رخسار سے لپٹ گئی۔
عورتوں کے درمیان پر تکلف لمحات کے لیے کچھ وقفہ دیا ہم نے۔ اس کے بعد شہاب صاحب کہنے لگے۔

”جب مجھے اس بات کا علم ہوا کہ رخسار ہمارے گھر کی بچی ہے اور کچھ لوگ اسے شریفانہ طور پر رخصت کر کے اپنے گھر لے جانا چاہتے ہیں تو پھر میرے کچھ فرائض کا آغاز ہوا حالانکہ جب مجھے ایک اور حقیقت معلوم ہوئی تو میں دنگ رہ گیا یعنی وہ شخصیت جسے فیصل کے نام سے مخاطب کیا گیا ہے ایک ایسے انوکھے کردار کا مالک ہے جو قصے کہانیوں کا کردار ہی کہا جاسکتا ہے۔ ذاتی طور پر میں دانش منصور کے بارے میں بہت کچھ سن چکا ہوں اور میرے کچھ دوست تو دانش منصور صاحب کی سخاوت سے فیض یاب بھی ہو چکے ہیں، ملکی پیانے پر ان کا جو نام ہے اور ان کی زندگی کے ساتھ جو پراسرار کہانیاں وابستہ

ہیں ان میں سے کچھ کہانیاں میرے علم میں بھی ہیں۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ دانش منصور یا بالفاظ دیگر فیصل جو کبھی غزنوی صاحب کے میری مراد بڑے غزنوی صاحب سے ہے، گھر رہتا تھا، دانش منصور ہے اور اتنی بڑے شخصیت ہونے کے باوجود اس نے عرفان غزنوی صاحب کی وہ فضول باتیں سن لیں اور برداشت کر لیں تو یہ بھی دانش منصور کا ایک عمل ہو سکتا ہے جس نے ملک گیر پیمانے پر بلکہ عالمگیر پیمانے پر بڑے بڑے کارنامے سرانجام دیے ہیں البتہ عرفان غزنوی صاحب کی ہمت کا بھی کوئی جواب نہیں جو اس کے باوجود انھوں نے دانش منصور سے دشمنی قائم کیے رکھی۔ خیر میرا خیال ہے میں کچھ زیادہ بول گیا ہوں، اصل بات وہی آگئی ہے بھی فیصل صاحب چونکہ میرے سامنے تو آپ فیصل ہی کی حیثیت سے آئے ہیں، چونکہ یہ خاندان میرا ہے اور میری بیگم ہیں اور ان کا تعلق غزنوی خاندان سے ہے چنانچہ غزنوی خاندان کی اس لڑکی کو آپ میرے گھر سے رخصت کر کے لائیں گے۔ دیکھیے انکار نہ کیجئے گا، میں نے بڑے جذباتی طور پر یہ فیصلہ کیا ہے اور جذبات ہی زندگی کی علامت ہوتے ہیں۔ اگر آپ نے انکار کر دیا تو میرا دل ٹوٹ جائے گا۔“ الیاس بھائی نے سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر آہستہ سے بولے۔

”اگر اس سلسلے میں فیصل کو کوئی اعتراض نہ ہو تو ہمارے اعتراض کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔“ نیرباجی نے میری طرف رخ کر کے کہا۔

”فیصل تمہارے سلسلے میں میری کسی برائی کا کوئی دخل نہیں ہے اس لیے مجھے یقین ہے کہ تم میرے شوہر کی یہ خواہش ضرور پوری کر دو گے۔“

”نیرباجی آپ کے ساتھ میری زندگی کے بہت سے ایسے واقعات بستہ ہیں کہ میں نے آپ کی ہمیشہ دل سے عزت کی ہے اگر آپ کا حکم ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔“

غرض یہ کہ یہ مسئلہ بخیر و خوبی طے ہوتا ہوا نظر آ رہا تھا اور مجھے زندگی کی اس تبدیلی سے واقعی ایک انوکھا لطف محسوس ہو رہا تھا۔ رخسار کو اس کے خاندان کے کسی کردار سے اعتماد ملے۔ میرے لیے اس سے اچھی بات اور کوئی نہیں ہو سکتی تھی۔ چنانچہ یہ کھیل شروع ہو گیا۔ رخسار نیرباجی کے گھر چلی گئی، لیکن تھوڑا سا خوف بھی تھا کہ کہیں بیچ میں کوئی گڑبڑ نہ ہو جائے اور اس وقت تک نہ صرف میں بلکہ الیاس بھائی اور آصف نور بھی

خوفزدہ رہے جب تک کہ ہم صاف ستھرے لباس میں معمولی قسم کے لوگوں کی طرح تیار ہو کر نیرباجی کے ہاں نہ پہنچے اور وہاں رخسار کے ساتھ میرا نکاح نہ ہوا اور پھر خیریت کے ساتھ رخصتی نہ ہو گئی اس وقت تک مجھے یہ خوف دامن گیر رہا تھا، پھر ہم اپنے گھر آ گئے۔ رخسار سے میں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا تھا اور اسے دلہن بنے دیکھ کر کچھ دیر کے لیے مجھ پر رقت طاری ہو گئی تھی۔ ماں باپ اس وقت کے لیے بڑے ارمان رکھتے ہیں لیکن میرے ماں باپ تھے ہی کہاں؟ رشید ناگی اور مٹھل شاہ بھی میرے لیے بڑی اہمیت رکھتے تھے، لیکن وقت کا تقاضا تھا کہ ان سے دور رہا جائے۔

تمام لوگ خوشیاں منا رہے تھے، اور انھوں نے مجھے وہ ماحول مہیا کر دیا تھا جو ایک شخص کا ارمان ہوتا ہے، نازاں باجی نے میرے لیے ایک ماں ہی کا کردار ادا کیا تھا اور الیاس بھائی بے شک باپ ہی کی طرح میرے ہر معاملے میں ملوث رہے تھے، ان لوگوں نے مجھے جو کچھ دیا تھا اس کا کوئی بدل میرے پاس موجود نہیں تھا۔ رخسار کے چہرے کی وہی لطافتیں واپس آ گئیں تھیں جو ایک نئی نویلی لجائی شرمائی دلہن کے چہرے پر رقصاں نظر آتی ہیں۔ اس کی آنکھیں میرے سامنے جھک سی رہی تھیں۔ میں نے اس سے بس اتنا ہی کہا۔

”رخسار یہ تمہارا طرف ہے کہ تم نے مجھ جیسے حقیر انسان کو اتنا بڑا مقام دے کر قبول کر لیا، ورنہ یہ ایک حقیقت ہے کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں، جس شخص کی اپنی کوئی شناخت نہ ہو وہ سب کچھ ہونے کے باوجود کچھ نہیں ہوتا۔“ رخسار تڑپ گئی تھی اس نے شرگمیں آواز میں کہا۔

”حقیقت یہ ہے کہ اس وقت میرے سینے میں وہ تمام جذبات موجود ہیں جو ایک لڑکی کے سینے میں ہوتے ہیں لیکن آپ نے مجھے بولنے پر مجبور کر دیا، ایک سوال کرنا چاہتی ہوں وہ یہ ہے کہ آپ نے مجھے اپنی تمام دلی سچائیوں کے ساتھ قبول کیا ہے نا؟“

”ہاں رخسار میں تمہیں چاہتا ہوں بے پناہ بے حد۔“

”اگر کہوں کہ آپ بھی میری حیات کا مرکز ہیں تو آپ میری بات کو بیچ مان لیں گے۔“

”تم نے وہ سچائیاں ثابت کر دی ہیں رخسار اب شک کی کیا گنجائش ہے؟“

”گویا آپ پر میرا حق ہے؟“
”مکمل.....“

”تو پھر میں آپ سے یہ درخواست کرتی ہوں کہ خدا را میری زندگی کے مالک کو حقیر نہ کہئے گا۔“ رخسار کے ان الفاظ پر میں مسکرا دیا۔ اس نے بڑی خوبصورتی سے میری زبان بند کر دی تھی اور میرا موڈ ایک دم بدل گیا تھا، پھر اس کے بعد رخسار کے سوا مجھے کچھ یاد نہیں رہا، حالانکہ ماضی کی بہت سی یادیں ذہن کے پردوں سے ٹکرائی تھیں جن میں مسرخان بھی تھی اور نجانے کون کون، لیکن انسان اپنی فطرت میں ہی مکمل ہوتا ہے۔ باقی سب کچھ ہوس ہے اپنے آپ کو فریب دینے کی کوشش ہے دوسرے لوگوں نے تو کمال ہی کر دیا تھا۔ وہ سارے کھیل کھیلنے پر آمادہ ہو گئے تھے جو ایسے موقعوں پر کھیلے جاتے ہیں۔ نیر باجی اور شہاب صاحب رخسار کو لینے آگئے تھے اور مجھے شام کی دعوت دے گئے تھے، ان کے جانے کے بعد میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

”بہر حال یہ بات ماننی پڑے گی الیاس بھائی کہ انسان ہر حالت میں بہت معمولی شخصیت کا مالک ہوتا ہے باقی سب ڈراما بازی ہے۔“ رخسار کے ساتھ زندگی کے اس پر لطف سفر کا آغاز ہو گیا جس کے بعد انسان اپنے محور میں داخل ہو جاتا ہے، نیر باجی اور شہاب بھائی نے ہمیں مشورہ دیا کہ کچھ وقت کسی خوبصورت مقام پر گزارا جائے، میرے سامنے بڑی وسعتیں تھیں لیکن میں نے جو کنارہ کشی کا راستہ اختیار کیا تھا اس کے تحت مجھے اپنے دائرہ کار میں ہی رہنا چاہیے تھا، چنانچہ سب لوگوں کے مشورے کے بعد ہم لوگ ایک خوبصورت پہاڑی مقام کی جانب روانہ ہو گئے۔

مدھم مدھم ہوا چل رہی تھی اور اس اخبار کے ٹکڑے نے ہماری جانب جان بوجھ کر رخ کیا تھا جو میرے لیے میری مسرتوں کا قاتل ثابت ہوا تھا، کسی دکاندار نے پھاڑ کر پھینک دیا تھا اور وہ اڑتا ہوا ہم تک آگیا تھا لیکن اسے اپنے پاؤں کے پاس سے ہٹاتے ہوئے میری نظر اس سرخی پر پڑ گئی جو سیاہ حاشے میں میرے ذہن میں طوفان کا باعث بنی تھی، لکھا تھا۔

”دارالحکومت کے قریب ڈائمنڈ سٹی نامی جزیرے کی خوفناک تباہی۔ دور دور تک تباہ کاری پھیل گئی، سینکڑوں افراد کی ہلاکت کا اندیشہ۔“ میری آنکھوں میں یہ الفاظ ناچنے

لگے۔ ڈائمنڈ سٹی، ڈائمنڈ سٹی، ڈائمنڈ سٹی، میری جنت میری آرزوؤں کا مرکز میری کاوشوں کا حاصل، ڈائمنڈ سٹی کیا یہ اسی ڈائمنڈ سٹی کی تباہی کی داستان ہے۔ رخسار کسی اور سمت دیکھ رہی تھی مجھے اچانک مکمل خاموش پا کر اس نے میری جانب دیکھا اور میرے چہرے کے تاثرات دیکھ کر پریشان ہو گئی، پھر اس کی نگاہیں میری نگاہوں کا تعاقب کرتے ہوئے اخبار پر پڑیں اور اس نے اخبار اٹھالیا، سرخی پڑھی اور اس کے حلق سے ایک سہمی ہوئی آواز نکل گئی۔

”ڈائمنڈ، ڈائمنڈ سٹی۔“ وہ پوری خبر پڑھنے لگی، میں نے تو پوری خبر بھی نہیں پڑھی تھی، لیکن رخسار کی آواز میں یہ خبر سننے لگا، رخسار پڑھ رہی تھی۔

”مداخل سے دور ایک جزیرہ جو ڈائمنڈ سٹی کے نام سے شناخت کیا جاتا تھا اور جہاں ایک سائنس لیبارٹری قائم تھی اچانک ہی دھماکوں سے لرز اٹھا اور اس کے بعد وہاں زہریلی گیس پھیل گئی، گیس سمندر کو عبور کرتی ہوئی بندرگاہ کے علاقے میں موجود افراد کے لیے بھی تباہ کن بن گئی، سینکڑوں افراد بے ہوش ہو گئے، ڈائمنڈ سٹی سے دھوئیں کے بادل اٹھ رہے ہیں اور بحریہ نے اس کا چاروں طرف سے محاصرہ کر لیا ہے۔ مزید تفصیلات کا انتظار ہے۔“ رخسار نے خبر ختم کی تو میں دہشت زدہ لہجے میں بولا۔

”رخسار کون سی تاریخ کا اخبار ہے؟“ رخسار نے اخبار کی تاریخ دیکھی، آٹھ دن پہلے کی تاریخ تھی اس نے مجھے بتایا اور میں وحشت زدہ انداز میں کھڑا ہو گیا۔

”آؤ رخسار آؤ، اودہ میرے خدا اودہ میرے خدا۔“ میرے منہ سے نکلا اور اس کے بعد ہم دونوں پاگلوں کی طرح اس چھوٹے سے پہاڑی شہر میں بک اسٹال تلاش کرنے لگے، ہمیں چند بک اسٹال ملے، لیکن ان بک اسٹالوں پر پچھلے سات دنوں کے اخبارات نہیں مل سکے، البتہ ایک بک اسٹال پر ہمیں یہ اخبارات مل گئے، بک اسٹال کے مالک نے ہم سے تعاون کیا اور تلاش کر کے چھ دنوں کے اخبار اور آج کا تازہ اخبار ہمارے حوالے کر دیا۔ میں اسے ایک بڑا نوٹ دے کر واپس چل پڑا تھا۔ میرے قدم لرز رہے تھے، دل و دماغ میں جو ہیجان برپا تھا، اسے الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا، ڈائمنڈ سٹی کیسے تباہ ہو گیا اور وہاں پر موجود لوگوں کا کیا حال ہوا، نجانے کس طرح ہم دونوں اپنے ہوٹل پہنچے تھے، رخسار کا چہرہ بھی ہلکی سی طرح زرد ہو رہا تھا، میں خود واقعی اپنی حالت کو نہیں سمجھا رہا تھا۔ میرے

منہ سے طرح طرح کی آوازیں نکل رہی تھیں، کمرے میں پہنچنے کے بعد میں نے رخسار سے کہا۔

”رخسار، ذرا اخبارات کی ترتیب کر کے ایک ایک اخبار مجھے دو۔“ رخسار نے لرزتے ہاتھوں سے تاریخ کے حساب سے اخبار ترتیب دیے، میں نے دوسرے دن کا اخبار پڑھا، خبر نمایاں طور پر موجود تھی۔

”سائنسی تجربے گاہ مکمل طور پر تباہ ہو گئی، بحریہ کے جوان گیس ماسک لگا کر ہیلی کاپٹروں کے ذریعے ڈائمنڈ سٹی پر اتر گئے وہاں بے شمار افراد کی لاشیں موجود ہیں، تباہی کی وجہ سمجھ میں نہیں آسکی، لیکن زہریلی گیس نے دور دور تک انسانوں کو نقصان پہنچایا ہے، بندرگاہ کے آس پاس کے علاقے خالی کر لیے گئے ہیں اور انتظامیہ نے دور دور تک لوگوں کو ہوشیار رہنے کی ہدایت کی ہے، خطرہ ہے کہ زہریلی گیس مزید تباکاری پھیلائیں گی۔“ یہ دوسرے دن کے اخبار کی خبر تھی، تیسرے دن کے اخبار میں جو خبریں درج تھیں وہ ہم دونوں کے لیے موت کے مترادف تھیں، لکھا تھا۔

”ایک خطرناک شخص نے پورے ملک کو ٹریپ کر رکھا تھا، ڈائمنڈ سٹی دانش منصور نامی شخص کی ملکیت تھا اور اس نے وہاں ملکی مفاد میں کاروبار کا ڈھونگ رچا رہا تھا۔ وہاں نجانے کیا کیا ہو رہا تھا، پچھلی حکومت کی بے پروائی سے بے شمار انسانوں کو نقصان برداشت کرنا پڑا، ڈائمنڈ سٹی سے اس وقت تک ستر لاشیں مل چکی ہیں خیال ہے کہ ابھی وہاں اور لاشیں موجود ہیں، لیکن ان کی تلاش کا کام اس لیے موثر طریقے سے نہیں ہوتا رہا کہ وہاں ابھی تک زہریلی گیسیں گردش کر رہی ہیں۔ ان گیسوں کو زائل کرنے کے انتظامات کیے جا رہے ہیں اس کے بعد ڈائمنڈ سٹی کے بارے میں صحیح تفصیلات معلوم ہو سکیں گی، پھر ایک اور خبر تھی جس میں دانش منصور کے بارے میں کچھ تفصیلات لکھی گئی تھیں، لکھا تھا۔“

”دانش منصور نامی یہ شخص افریقہ سے نقل مکانی کر کے یہاں آیا تھا اور اس کے بعد ایک تاجر کی حیثیت سے اپنے آپ کو روشناس کرایا تھا، اس نے اعلیٰ حلقوں میں اپنے لیے ایک مقام بنایا اور یہاں رچ بس گیا، بعد میں اس نے کچھ ایسے رفاہی کاموں کا ڈھونگ رچایا کہ بڑے بڑے اعلیٰ حکام کو ٹریپ کر لیا، اس طرح اس نے اپنے اثرات قائم کیے، پھر

ایک بار اس نے اپنی موت کا ڈھونگ رچایا اور اس کے لیے بڑے بڑے تعزیتی پروگرام رکھے تھے، بعد میں خبر ملی کہ یہ زندہ ہے، پہلے والی حکومت کو اس نے اس طرح آنکھوں میں دھول جھونک کر اپنے ساتھ ملا رکھا تھا کہ یہ بھی معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی گئی، کہ موت کا یہ ڈھونگ اس نے کیوں رچایا تھا۔ بہر حال اس پر اسرار شخصیت نے یقینی طور پر کچھ ایسے ممالک کے لیے کام کرتے ہوئے یہاں یہ سارا چکر چلایا تھا، جو ہمارے وطن کے دشمن ہیں، اس کے بارے میں اعلیٰ بیانیے پر چھان بین کی جا رہی ہے اور بہت جلد سنسنی خیز انکشافات کی توقع ہے۔“ چوتھے دن کے اخبارات میں بھی بہت سی خبریں لگی ہوئی تھیں جن میں طرح طرح کی حاشیہ آرائیاں کی گئی تھیں۔ پانچویں دن کی خبر بہت دلدور تھی، اس میں ان دو کوٹھیوں پر چھاپہ مار کر وہاں موجود افراد کو گرفتار کرنے کی اطلاع دی گئی تھی جو دانش منصور کی ملکیت اور رہائش گاہیں تھیں ان میں سے کوٹھی نمبر ایک سو گیارہ میں ایک عظیم الشان سائنسی کارخانہ قائم تھا جو دنیا کی جدید ترین مشینوں پر اور الیکٹرانک آلات پر مبنی ہے۔ دونوں کوٹھیوں میں سے بے شمار افراد کو گرفتار کر لیا گیا ہے اور وہ شعبہ تحقیقات میں پہنچا دیے گئے ہیں مزید گرفتاریاں متوقع ہیں۔ یہ معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ دانش منصور سے اور کون کون متعلق رہا ہے، بہت سے لوگوں نے اس سلسلے میں اپنی شہادتیں قلم بند کرانے کی پیشکش کی ہے اور وزارت داخلہ باقاعدہ ان لوگوں سے رجوع کر رہی ہے۔

یہ خبریں میرے لیے جس قدر خوفناک ثابت ہو سکتی تھیں اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ میں ذہنی طور پر بالکل پھٹ پڑنے کے لیے تیار تھا، رخسار کے رخسار آنسوؤں سے تر تھے اور کچھ دیر کے بعد اس کی سسکیاں جاری ہو گئیں، میری آنکھیں بھی دھندلائی ہوئی تھیں اور میں آگے کی خبروں کی تفصیل پڑھنے سے قاصر تھا پڑھا ہی نہیں جا رہا تھا۔ الفاظ ٹاپج رہے تھے، رخسار نے چھٹے دن کا اخبار اٹھایا اور اسے پڑھنے لگی، پھر اس نے بے اختیار رونا شروع کر دیا، اس کی سسکیاں ابھرنے لگی تھیں۔ میں نے نمناک نگاہوں سے اسے دیکھا اور کہا۔

”کیا خبر ہے رخسار کیا خبر ہے؟“

”رشید ناگی پولیس سے مقابلہ کرتے ہوئے مارا گیا۔“ رخسار نے کہا اور میں نے

آنکھیں بند کر لیں۔ میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تھا تو رشید ناگی بھی اپنے انجام کو پہنچ گیا۔ ساتویں اور آٹھویں دن کا اخبار بھی ہم نے پڑھ لیا۔ ڈائمنڈ سٹی سے لاشیں اٹھانے کا کام ختم ہو گیا تھا۔ وہاں سے کل ایک سو چودہ لاشیں دستیاب ہوئی تھیں اور بتایا گیا تھا کہ اس کے علاوہ وہاں اور کوئی ذی روح نہیں ہے بس مشینیں تباہ شدہ مشینیں، ایسی عجیب و غریب کہ مقامی سائنس دان تک ان کے بارے میں کچھ بتانے میں ناکام ہیں۔ آٹھویں دن کی خبروں میں کچھ اور گرفتاریوں کے بارے میں تفصیلات بتائی گئی تھیں۔ میں نے مضطرب ہو کر کہا۔

”رخسار، الیاس بھائی وغیرہ کا نام تو نہیں شامل ہے۔“

”بس وہی دیکھ رہی تھی، لیکن ان میں سے کسی کا نام نہیں ہے۔“

”ہمیں فوراً واپس پہنچنا ہے رخسار ہمیں فوراً واپس پہنچنا ہے۔“

”چلو میں تیار ہوں۔“ رخسار نے کہا اور اس کے بعد ہم نے وہ تمام اخبارات پھینک دیے اور میں اپنا حلیہ وغیرہ درست کر کے باہر نکل آیا۔ دارالحکومت واپس جانا اس وقت میرے لیے جس قدر خطرناک تھا میں ہی جانتا تھا لیکن واپس جانا بے حد ضروری تھا اور میں نے اس کے لیے تیاریاں کر لیں۔ ہم بڑی ہوشیاری کے ساتھ دارالحکومت پہنچے تھے۔ پہلے ہم نے ٹرین سے سفر کیا تھا پھر ایک لکڑی کوچ میں بیٹھ کر دارالحکومت پہنچ گئے تھے اور اس کے بعد اپنے گھر جو میں نے شاید آج ہی کے دن کے لیے حاصل کیا تھا لیکن یہاں الیاس بھائی، نازاں باجی، آصف نور اور بھائی کو دیکھ کر میں ششدر رہ گیا تھا۔ یہ لوگ یہاں موجود تھے اور بے حد خوفزدہ تھے۔ میں انھیں دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔ الیاس بھائی نے سنسنی خیز نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

”تم..... تم کس طرح واپس آئے ہو۔ کیا تمہیں صورتحال کا علم ہو چکا ہے؟“

”جی الیاس بھائی۔“ میں نے کہا۔ آصف نور نے جلدی سے دروازہ بند کر دیا تھا۔ وہ ہمیں اندر لے گئے۔ الیاس بھائی غم زدہ لہجے میں بولے۔

”تمام تفصیلات معلوم ہو چکی ہیں تمہیں، کیا رشید ناگی؟“

”جی۔ اس کی موت کا علم بھی ہو چکا ہے مجھے۔ میرا خیال ہے جزیرے پر مٹھل شاہ

صاحب بھی کام میں آگئے۔ تقریباً تمام ہی لوگ ختم ہو گئے۔ گرفتاریوں میں اور کون کون سے نام ہیں؟“

”کئی ایسے افراد گرفتار ہوئے ہیں جن سے ماضی میں تمہارا کوئی نہ کوئی تعلق رہ چکا ہے؟“

”الیاس بھائی آپ، آپ لوگ؟“

”بس ہم نے فوراً ہی یہ قدم اٹھایا، جب ہمیں علم ہوا کہ تمہاری کوٹھیوں پر چھاپے پڑے ہیں اور وہاں سب کو گرفتار کر لیا گیا ہے، ہمیں یہ خدشہ ہو گیا تھا کہ کہیں ہماری نشاندہی بھی نہ ہو جائے، بعد میں اس کی تصدیق ہو گئی۔“

”کیسے؟“ میں نے سوال کیا۔

”ہماری کوٹھی کو بھی گھیرے میں لے لیا گیا ہے اور وہاں پولیس ہی پولیس نظر

آ رہی ہے۔“

”گویا آپ کے بارے میں بھی ان لوگوں کو علم ہو گیا؟“

”ہاں۔“ الیاس بھائی ایک ٹھنڈی سانس لے کر بولے۔ میں ایک آرام دہ کرسی پر دراز ہو کر واقعات پر غور کرنے لگا۔ رخسار کو نازاں باجی اندر لے گئی تھیں۔ الیاس بھائی اور آصف نور میرے قریب بیٹھے ہوئے تھے۔ انھوں نے خاموشی اختیار کر لی تھی، کچھ دیر کے بعد میں نے گہری سانس لے کر پھینکی سی مسکراہٹ کے ساتھ انھیں دیکھا اور بولا۔

”سوری الیاس بھائی سوری آصف، کبھی کبھی ایسا بھی ہو جاتا ہے، لیکن آپ لوگ جانتے ہیں کہ میں آپ کے مسئلے میں بے قصور ہوں۔“

”ہمارے مسئلے پر۔“ الیاس بھائی شکایتی لہجے میں بولے۔

”جی الیاس بھائی ایسے لوگ چلے گئے جن کا میرا نجانے کب سے کب تک کا ساتھ تھا، رشید ناگی کی موت کو میں قیامت تک فراموش نہیں کر سکوں گا۔ بد قسمتی سے آخری وقت میں اس سے ملاقات بھی نہیں کر سکا۔ یہ سوچ کر میں نے رشید ناگی سے ملاقات نہیں کی تھی کہ اس کے بعد میں ان لوگوں کے چکر میں پھنس جاؤں گا اور رخسار کے ساتھ مجھے وہ لمحات نہیں مل سکیں گے جو اس کا حق ہیں۔ الیاس بھائی بہت برا ہو گیا، مجھے اس کی قطعی پروا نہیں ہے کہ میرے اٹاٹے ضائع ہو گئے یا میری حیثیت ختم ہو گئی۔ میری

تو کوئی حیثیت ہی نہیں تھی، لیکن جو لوگ میری وجہ سے مشکل میں پڑے، میں انہیں کبھی نہیں بھول سکوں گا۔“

”تمہارا کیا خیال ہے یہ ہوا کیا ہے؟“

”صرف ایک بات کہہ سکتا ہوں الیاس بھائی کہ یہ اتفاق بالکل نہیں ہے، بلکہ جن لوگوں سے میری چل رہی ہے وہ اس بار ایک شاندار منصوبہ بندی میں کامیاب ہو گئے ہیں اور یہ ان کا حق بھی تھا الیاس بھائی کیونکہ میں نے انہیں جو نقصانات پہنچائے ہیں اس کے بعد انہیں بھی اس کارروائی کا حق تھا۔ ارے واہ ظاہر ہے لیوٹن ڈلائز کی لیوٹن ویلی کو برباد کرنے والا میں ہوں اور یہ بات صیغہ راز میں نہیں رہی ہوگی۔ انہوں نے میرے ہی انداز میں میری مملکت کو برباد کر دیا۔ انہوں نے اپنے طور پر صحیح کیا لیکن بہر حال مجھے افسوس ہے اس کے سوا کچھ نہیں کر سکتا۔ ادھر بھی تو یہی ہوا تھا اور اس سے پہلے بھی بہت بار میں نے ان لوگوں کے ساتھ یہی سلوک کیا ہے۔ بہر حال اب آپ لوگ یہ بتائیے کہ آپ کا کیا پروگرام ہے کبھی کبھی محبتیں اور دوستیاں اس طرح عذاب بھی بن جاتی ہیں۔“

”دیکھو فیصل اگر تم اپنی سوچ کا یہ انداز اختیار کرو گے تو سب سے بڑا نقصان ہمارا ہوگا، جب ہم نے تمہیں اپنے دل میں اپنے بھائی اور بیٹے کا مقام دیا ہے تو تمہارے ساتھ تمہاری مشکلات میں بھی ہم پوری طرح شریک ہیں تنہا رہ کر سوچو گے تو صرف غم کا شکار رہو گے مل جل کر سوچو کہ کیا کرنا چاہیے۔ یہ میری مخلصانہ پیشکش ہے، آصف کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا، لیکن میں تمہیں خلوص دل سے کہہ رہا ہوں کہ ابھی تو ہم نے تمہارے سلسلے میں کوئی مشکل اٹھائی ہی نہیں بلکہ تم نے تو ہمارے لیے جو بھی کیا ہے اچھا ہی کیا ہے، یہ مکان بھی اتفاق کی بات تھی کہ تم نے لے لیا اور ہم اس کا تالا کھول کر اندر گھس آئے اور اس اعتماد کے ساتھ کہ یہ ہمارا ہی گھر ہے، کوٹھی چلی گئی جائے وہاں جو کچھ تھا وہ بھی جائے زندگی باقی ہے تو سب کچھ کر لیں گے اور پھر زندگی میں مشکلات تو ہونی ہی چاہیں۔ ہاں اگر افسردہ ہیں تو تمہاری وجہ سے کہ کہیں تم بدول نہ ہو جاؤ۔“

”نہیں الیاس بھائی کچھ عجیب سے احساسات ہیں میرے بیان کرنے کے لیے زبان نہیں کھلتی، اصل میں میری زندگی وہی بہتر تھی جو جاری تھی۔ میں نے شاید وقت سے پہلے اپنی زندگی میں ٹھہراؤ پیدا کرنے کی کوشش کی تھی۔ رخسار میری زندگی کا مرکز ہے، لیکن

مجھے صرف یہ افسوس ہے کہ اس کا آغاز بہتر نہیں ہوا اب اسے بھی ہمارے ساتھ مشکلات کا شکار ہونا پڑے گا۔“

”الیاس بھائی خاموش ہو گئے، آصف نور نے کہا۔“

”الیاس بھائی آپ نے میرے ساتھ تھوڑی سی زیادتی کی ہے۔“

”ارے ارے خیریت آصف کیا ہو گیا بیٹے؟“

”آپ نے کہا تھا کہ میں آصف نور کی بات نہیں کرتا اور آپ نے اپنے جذبات کا اظہار کیا تھا میرے بارے میں جانتے ہیں مجھے کس وقت سہارا دیا گیا تھا، اس وقت جب زندگی میری نگاہوں سے بچھ چکی تھی اور میں روشنی سے مایوس ہو کر تاریکیوں میں چھپ جانا چاہتا تھا، مجھے روشنی کی طرف لانے والا کیا میرے لیے کوئی معمولی حیثیت رکھتا ہے۔ میں سو بار فیصل پر جان نچھاور کرنے کے لیے تیار ہوں۔“

”سوری آصف میرا یہ مقصد نہیں تھا۔ میں نے تو جو کچھ کہا تھا بڑے خلوص سے کہا تھا۔“

”ایک بات ذہن میں رکھو فیصل، ساری دنیا تمہاری مخالف ہو جائے، تمہارے نام پر ہمیں پھانسی پر لٹکا دیا جائے تو ہم اپنی زندگی کے اس اختتام کو اپنے لیے دنیا کا سب سے بہتر اختتام تصور کریں گے۔ اپنے آپ کو تنہا مت سمجھنا۔“

”نہیں میرے دوست، برے وقت کے ساتھی ہی تو ساتھی کہلائے جاتے ہیں۔ جیسے الیاس بھائی، نازاں باجی، تم اور بھابی۔ یہ سب وہ ہیں جنہوں نے مجھے میری سب سے بڑی آرزو دے دی ہے۔ یعنی ماں باپ، بسن بھائی کا رشتہ، کوئی بھی تو نہیں میرا، ارے میرا کیا گیا، ڈیفنس کی ایک کوٹھی میں ایک جھاڑ پونچھ کرنے والے نوکر کی حیثیت رکھتا تھا، تقدیر نے کہیں سے کہیں پہنچا دیا، جو اچھا ہوا اس کی تعریف کروں، اور جو برا ہو گیا تو رونے بیٹھ جاؤں۔ نہیں آصف میں ان باتوں سے ناامید ہو کر نہ خود کشی کا ارادہ رکھتا ہوں اور نہ مایوس ہو کر بیٹھ جانے کا۔ بس یہ تو ایک کھیل ہے، ہاں کچھ ساتھیوں کے پھٹ جانے کا شدید افسوس ہے وہ بے چارے میری وجہ سے مارے گئے خیر اب یہ موضوع بے کار ہے الیاس بھائی میں آپ سے مشورہ کرنا چاہتا ہوں آپ مجھے بتائیے کہ میرا آئندہ قدم کیا ہونا چاہیے۔“

”دیکھو حالات اس وقت ہمارے بہت خلاف ہو چکے ہیں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ موقع بھی ایسا ہی ہے حکومت بدل گئی ہے بے شک تمہارے سلسلے میں بہت سے دلوں میں گداز ہو گا تمہارے چاہنے والوں کی تعداد بھی کم نہیں ہے، لیکن جو حالات ایک دم پیدا ہوئے ہیں انہیں بھی سمجھنے میں وقت لگے گا۔ میرا خیال ہے ہمیں یہ وقت خاموشی سے گزار دینا چاہیے۔“

”کچھ یوں لگتا ہے الیاس بھائی جیسے کہ کچھ خاص لوگوں کے سامنے ہماری نشاندہی کی گئی ہے اور اس نشاندہی پر ایسے ایسے لوگوں کو گرفتار کیا جا رہا ہے جن بے چاروں کو میرے ہاتھوں کوئی فائدہ بھی نہیں پہنچا۔ تھوڑی سی شناسائی کے شکار ہوئے ہیں وہ۔ ایسی حالت میں ہمارا اس شہر میں رہنا بھی مناسب نہیں ہے، میرا خیال ہے ہمیں کسی ایسے مقام پر پناہ لینی چاہیے جو ہمارے لیے سکون بخش ثابت ہو۔ ذرا سا سنبھالا لے لیں اس کے بعد دیکھ لیں گے کہ کیا کرنا ہے۔“

”لیکن ہماری تلاش ملک گیر پیمانے پر کی جائے گی یہاں سے نکلنا بھی تو آسان نہیں ہو گا۔“

”اس کے لیے منصوبہ بندی کرنی ہے۔“

”پھر بھی میرا خیال ہے کچھ وقت یہاں محصور رہ کر گزاروں بعد میں دیکھیں گے اور مناسب موقع ملتے ہی یہاں سے نکل جائیں گے اس وقت جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے ہر جگہ تمہیں تلاش کیا جا رہا ہو گا۔ ہمارا ہر قدم مشکوک ہو سکتا ہے۔“

الیاس بھائی کی بات کسی قدر درست تھی، آصف نور نے کہا۔

”اس کے علاوہ یہاں اس گھر میں تم اتنے عرصے سے رہ رہے ہو اور آس پاس کے لوگوں کے درمیان ایک احساس ہے کہ تم ایک بے ضرر آدمی ہو، کوئی یہ نہیں سوچ سکتا کہ تم دانش منصور ہو کیونکہ دانش منصور کو ایسا کوئی مکان لینے کی ضرورت نہیں تھی، اس لیے یہ مکان فی الحال ہمارے لیے محفوظ جگہ ہے اتنا ضرور ہو گا کہ آگے چل کر کچھ پریشانیوں اٹھانا پڑیں گی، لیکن میں بھی حلیہ بدل لیتا ہوں، الیاس بھائی بھی اور تم بھی، ہم لوگ تو یہاں بدلے ہوئے حلقے میں بھی کھپ سکتے ہیں، تم گھر میں آرام سے رہو، ہم تھوڑا سا حلیہ بدل کر باہر کی ضروریات پوری کرتے رہیں گے۔ جہاں تک اخراجات کا معاملہ ہے

تو کوٹھی سے روانہ ہوتے ہوئے ہم وہ تمام رقم اور زیورات اٹھا لائے ہیں جو ابھی سالہا سال تک ہماری کفالت کرتے رہیں گے اس لیے چھوٹی موٹی پریشانیوں کے علاوہ اور کوئی پریشانی نہیں ہوگی ہمیں۔“

ان لوگوں کا سارا میں نے قبول کر لیا تھا اور اس کے بعد آصف نور اور الیاس بھائی کے حلقے میں بغیر میک اپ کے ایسی کچھ تبدیلیاں کر دی گئیں کہ کوئی انہیں فوری طور پر نہ پہچان سکے۔ البتہ رخسار کی طبیعت خراب ہو گئی تھی وہ شدید بخار میں مبتلا ہو گئی تھی اسے بڑا ذہنی صدمہ ہوا تھا ہم سب اس کی تیمارداری میں لگ گئے تھے اور باہر کے معاملات کو فراموش کر دیا گیا تھا۔ بخار کی شدت کے دوران رخسار نے کچھ ایسے الفاظ ادا کیے جنہوں نے مجھے لرزادیا۔ وہ ہذیانی انداز میں کہہ رہی تھی۔

”مجھے نہیں معلوم تھا کہ میں اس قدر منحوس ہوں، وہ میری وجہ سے تباہ ہو گیا، ہماری تقدیر میں یہ سب کچھ نہیں تھا، میں بددعاؤں کا شکار ہو گئی، آہ میں بددعاؤں کا شکار ہو گئی۔“

مجھے رخسار کے ان الفاظ پر بے حد افسوس ہوا تھا۔ یہ اس کی معصومانہ سوچ تھی۔ بہر حال جب اس کی حالت کچھ بہتر ہوئی تو میں نے سب سے پہلے اس کے ذہن سے یہ تصور دور کرنے کی کوشش کی۔ میں نے نہایت سنجیدگی سے کہا۔

”رخسار بخار کے عالم میں تم کچھ ہذیان بک رہی تھیں جن میں یہ الفاظ شامل تھے کہ تم منحوس ہو اور میں تمہاری وجہ سے مشکلات کا شکار ہو گیا۔ دیکھو رخسار تم ایک اچھی ساتھی ہو میری زندگی تو تم سے بہت عرصے سے منسلک ہے اگر تم یہ سمجھتی ہو رخسار کہ یہی چند روز جو ہمارے جسمانی ملاپ کے روز تھے ہماری قربت کا باعث بنے ہیں تو پھر میرے دل کو شدید صدمہ ہو گا، کیونکہ میں تو اس جسمانی ملاپ کو ایک ثانوی حیثیت دیتا ہوں میں نے تو تمہیں اس دن سے چاہنا شروع کر دیا تھا رخسار، جب میرے دل میں تمہاری چاہت پہلی بار ابھری تھی۔ ایک تطویل عرصے تک تم سے گریز کے بعد..... رخسار اسی دن سے تم میری زندگی میں اس طرح شامل ہو گئی تھیں کہ آج جب تمہارا مجھ سے نکاح ہو چکا ہے تو مجھے اس میں کوئی تبدیلی محسوس نہیں ہوتی۔ میں تم سے صرف اتنا کہوں گا رخسار کہ شاید بڑی سے بڑی مشکل بڑے سے بڑا صدمہ مجھے ٹھہال نہ کر سکے،

”واقعی یہ مجھے کیا ہو گیا تھا۔ میں نے ایسے احمقانہ انداز میں کیوں سوچا؟“

”ہوتا ہے انسانی فطرت میں توہمات کا ایک حصہ بھی آتا ہے، نہیں رخسار ہم وہم کی دنیا کے لوگ نہیں ہیں۔ ہم تو عملی لوگ ہیں، میری پوری زندگی تمہارے سامنے ہے اس کے بعد ایسی بے کار باتیں تم نے سوچی ہی کیوں؟“

”میں معافی مانگ چکی ہوں۔“

”اور میں نے معاف کر دیا ہے لیکن اس شرط پر کہ آئندہ کوئی ایسا تصور بھی تمہارے ذہن تک نہیں پہنچے گا۔ یار ہمت سے کام کرنا ہے، تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ اگر مجھے یہ نقصان، جیسا کہ میرا خیال ہے میرے دشمنوں نے پہنچایا ہے تو اس سے پہلے میں انہیں اس سے کہیں زیادہ صدموں سے دوچار کر چکا ہوں اپنے وطن کے نام پر اور اس کے بعد بھی میں انتقام لوں گا ان تمام لوگوں کا جو اس بھیانک حادثے کا شکار ہو گئے ہیں۔ یہ میرا بھی فرض ہے رخسار اور میرے وجود کا ایک حصہ ہونے کی حیثیت سے تمہارا بھی بلکہ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ اب تم اپنی زندگی کے دھارے بالکل تبدیل کر دو اور میری دست راست بن کر میرے لیے کام کرو۔“

”ایسا ہی ہو گا فیصل۔ ایسا ہی ہو گا۔“ رخسار نے کہا۔

ہم شدید نقصانات سے دوچار ہو چکے تھے، انتہائی خوفناک لمحات میں وقت گزار رہے تھے لیکن میں نے ان سب سے کہا تھا کہ اس مشکل وقت کو ہنسی خوشی سے ٹالنے کی کوشش کی جائے تاکہ صلاحیتیں زندہ رہیں اور ہم اپنے مستقبل کے لیے فیصلہ کر سکیں اگر انہی غم زدہ حالات کا شکار رہے تو کوئی کارکردگی بھی نہیں دکھا سکیں گے اور کسی بڑی مشکل میں پڑ جائیں گے۔

”میرے ہمدرد میرے غمگسار مجھ سے تعاون کرنے والے تھے، کبھی کسی مسئلے میں انحراف نہیں کیا تھا انہوں نے چنانچہ اب بھی میری اس بات سے وہ متفق ہو گئے اور ہر شخص خوش رہنے کی اداکاری کرنے لگا۔ اداکاری کا لفظ میں اس لیے استعمال کر رہا ہوں کہ اگر وہ دل سے خوش ہوتے تو درحقیقت یہ انسانی فطرت کے خلاف بات ہوتی۔ کیونکہ جن بھیانک لمحات سے ہمیں گزرنا پڑ رہا تھا ان میں خوشیوں کا کوئی تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا، لیکن سب کے سب تعاون کر رہے تھے، کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا، باتیں کرنا سب کچھ ہو رہا تھا

لیکن اگر تمہارے ذہن میں یہ تصور قائم رہا تو میں یقیناً اس احساس سے مر جاؤں گا کہ تم نے اپنے آپ کو مجھ سے دور سمجھا اور اب جب ہمارے درمیان قربت ہو گئی ہے تو تم اپنے آپ کو مجھ سے قریب سمجھ رہی ہو۔ رخسار ایسا تو نہیں تھا، ایسا تو بالکل نہیں تھا، رخسار۔ تم تو نجانے کب سے مجھ میں شامل ہو، پھر اب یہ کیوں سوچتی ہو؟“

رخسار عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی، سوچتی رہی، بہت دیر تک اس نے کچھ نہ کہا اور اس کے بعد اس کے ہونٹوں پر ایک عجیب سی مسکراہٹ ابھر آئی اور اس نے کہا۔

”تو ایسا نہیں ہے فیصل۔ کیا واقعی ایسا نہیں ہے؟“

”ایسا کیسے ہو سکتا ہے رخسار۔ اگر تم منحوس ہو تیں تو اب تک میرا وجود کبھی کا فنا ہو چکا ہوتا اور پھر رخسار ہم مذہبی لوگ نہیں ہیں، لیکن اتنا تو مانتے ہی ہیں کہ ہر کام متعین ہوتا ہے نہ اسے کوئی روکنے والا ہو سکتا ہے اور نہ رد کرنے والا۔ رخسار یہ ایک اور ذہنی صدمہ ہے جو ہم اپنے طور پر اپنے لیے حاصل کر رہے ہیں۔“

”میں..... میں واقعی غلط سوچ رہی تھی آئی ایم سوری فیصل، آئی ایم سوری“

آئندہ اس انداز میں نہیں سوچوں گی۔“

”ہاں رخسار تمہیں سوچنا بھی نہیں چاہیے۔ تم تو میرے وجود کا ایک حصہ ہو، جو ہمیشہ سے تھا اور رہے گا۔ رخسار ان تمام باتوں کو سوچنے کی بجائے ہم میں سے ہر ایک فرد کو اپنی بقاء کے لیے سوچنا ہو گا۔ تم کیا سمجھتی ہو، میں ان سب کو معاف کر دوں گا جو ان تمام کارروائیوں کا باعث بنے ہیں، یہ میری تقدیر کا ایک حصہ تھا اور اب ان کی تقدیر ان کے ساتھ بہت برا سلوک کرنے والی ہے، لیکن تمہارے سہارے کے بغیر میں کچھ نہیں کر سکوں گا رخسار، سوچنے کا یہ انداز اتنا بدل دو کہ اس کا کوئی تصور باقی نہ رہے۔ واقعی میرے وجود میں داخل ہو کر میری قوت کو دوگنا کر دو۔ مجھے تم سے اپنی تمام زندگی کی محبت کا یہ صلہ درکار ہے۔“

رخسار کے چہرے میں ایسی تبدیلی رونما ہوئی تھی کہ کسی سے اتنی جلدی اس قدر تبدیلی کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی اور مجھے عجیب سی نگاہوں سے دیکھنے لگی پھر ہنس کر بولی۔

نہیں کر سکتا کہ وہ اصل میں کون ہے۔ تقدیر نے اسے کچھ قرض دیا اور اس نے خود کو دانش منصور بنالیا، پھر تقدیر نے اس سے اپنا قرض واپس لے لیا۔ وہ فیصل تو ہے۔“

”تم نے ہار مان لی ہے۔“

”میں نے جنگ تو شروع نہیں کی تھی۔ عیش کی جو زندگی گزار لی وہ منافع رہی۔“

”عجیب باتیں کر رہے ہو۔“ الیاس بھائی جھلائے ہوئے لہجے میں بولے۔

”حقیقت تو یہی ہے الیاس بھائی۔“

”اور اپنی زندگی کے بہترین ماہ و سال جو تم نے وطن کی خدمت میں گزارے؟“

”انہوں نے مجھے ذہنی سکون دیا اور پھر آپ جانتے ہیں کہ وہ میں نے نہیں دانش

منصور نے گزارے تھے۔ میں فیصل تھا۔ آج بھی فیصل ہوں۔ منافع میں کیا ملا جانتے

ہیں؟“

”کیا ملا.....؟“

”رخسار۔“ میں نے محبت بھری نظروں سے رخسار کو دیکھتے ہوئے کہا اور پھر ہنس کر

بولے۔ ”جو ڈیفنس کی کونٹری میں نوکری کرنے والے فیصل کو نہیں مل سکتی تھی۔“

”تمہارے سامنے پورا مستقبل ہے۔“

”میں نئی زندگی کا آغاز کروں گا اور رخسار میرا پورا ساتھ دے گی۔“

”وہ تو ٹھیک ہے، لیکن.....“

”کچھ غلطیاں مجھ سے بھی ہوئی ہیں، لیکن نہیں شاید وہ غلطیاں نہیں تھیں۔“

”کون سی غلطیاں.....؟“

”بہت سے لوگوں کو میں نے نظر انداز کر دیا۔“

”مثلاً۔“ الیاس بھائی نے پوچھا۔

”بہت سے لوگ ہیں الیاس بھائی۔ بیرونیاد ہو گا آپ کو، استاد پیرو کی بات کر رہا

ہوں۔“

”ہاں۔“

”شاید بھائی تھے جن کا اب شاید ٹرانسپورٹ چل رہا ہے مخلص آدمی تھے اس میں

کوئی شک نہیں ہے، میرے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا تھا انہوں نے، اعتراف کرتا ہوں

بلکہ اب تو ہم نے اپنا مذاق اڑانا شروع کر دیا۔ صبح کا اخبار باقاعدگی سے آتا تھا اور ایک دن بھی ایسا نہیں ہوا تھا جس دن اس میں میرے بارے میں کوئی خبر نہ ہوتی ایسے ایسے دلچسپ انکشافات کیے جاتے تھے کہ خور مجھے ان کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ہوتا تھا۔ الیاس بھائی اور دوسرے لوگ اس پر افسردہ ہو جاتے لیکن میں نے خود پر قابو پالیا تھا پھر مجھے اشتہاری مجرم قرار دے دیا گیا اور میری زندہ یا مردہ گرفتاری پر انعام مقرر کر دیا گیا۔ اس دن الیاس بھائی رو پڑے تھے اور انھیں روتے دیکھ کر میں ہنس پڑا تھا۔ انھیں میری ہنسی پر غصہ آگیا اور وہ دانش پیس کر بولے۔“

”تم ہنس رہے ہو۔“

”ہاں الیاس بھائی۔“

”کیوں.....؟“

”آپ کے رونے پر۔“ میں نے جواب دیا۔

”مجھے وہ لمحات یاد آ رہے ہیں جب میں نے تمہیں بریف کیس کی چوری کا مجرم قرار

دیا تھا۔ تم اس وقت بھی مجرم نہیں تھے۔ آج بھی مجرم نہیں ہو۔“

”آپ نے وہ کہہ دیا الیاس بھائی جو میں کہنا چاہتا تھا۔“

”کیا مطلب.....؟“

”وہ آپ کی غلط فہمی تھی نا۔“

”ہاں، پھر.....؟“

”یہ ان کی غلط فہمی ہے۔ سب ٹھیک ہو جائے گا الیاس بھائی، سب ٹھیک ہو جائے

گا۔“

”مگر کیسے.....؟“

”ہمیں وقت کا انتظار کرنا ہو گا اور پھر الیاس بھائی حقیقت کو نظر انداز نہیں کیا

جاسکتا۔“

”کس حقیقت کی بات کر رہے ہو؟“

”یہ حقیقت کہ فیصل ولد نامعلوم نے ڈیفنس سوسائٹی کی ایک کونٹری میں ہوش

سنبھالا تھا۔ وہ وہاں فرش کی صفائی اور گھر کے دوسرے کام کرتا تھا۔ وہ کسی طور پر یہ دعویٰ

اس بات کا اور بھی بہت سے کردار، ان سے تھوڑا تھوڑا سا رابطہ رکھنا چاہیے تھا مجھے، لیکن وہ بے چارے میری زندگی سے اس طرح خارج ہوئے کہ ان کے کردار کو ہی بھول گیا تھا لیکن قصور میرا نہیں تھا الیاس بھائی آپ اچھی طرح جانتے ہیں، جن معاملات میں الجھ گیا تھا، انھوں نے اتنی مہلت ہی نہیں دی۔“

”ہاں بہت اچھے لوگ تھے، واقعی بہت اچھے لوگ تھے، لیکن تمہارا کہنا بھی سچ ہے، ویسے ایک بات میں اب بھی کہوں گا یہ لوگ ہمارے کام آسکتے ہیں؟“

”یقیناً آسکتے ہیں الیاس بھائی، لیکن اب ان سے ملنا عجیب رہے گا۔“

”کیوں.....؟“

”اس لیے کہ میں اپنے مشکل وقت میں ان کے پاس نہیں جانا چاہتا۔“

”دیکھو فیصل اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تم نے وہ کچھ کر ڈالا ہے، جسے ایک افسانوی حیثیت تو حاصل ہو سکتی ہے لیکن اسے حقیقت سمجھنا بہت مشکل کام ہوگا، لیکن اس کے باوجود تمہاری سوچوں میں بھی غلط بات آسکتی ہے۔“

”بھلا اس سے کسے انکار ہے۔“ میں نے کہا۔

”تو پھر میں تم سے ایک بات کہوں۔ شاید کون تھا ایک معمولی سا آدمی تھا نا؟“

”نہیں الیاس بھائی، جن لوگوں نے مجھ پر احسانات کیے ہیں میں انہیں معمولی نہیں سمجھتا۔“

”پھر بھی تم ابھی حقیقتوں کی بات کر رہے تھے۔ کیا یہ حقیقت نہیں ہے؟“

”ٹھیک ہے الیاس بھائی۔“

”اور تم نے ان کی مالی مدد کی؟“

”میں نے نہیں کی تقدیر نے.....“

”فرشتہ بننے کی کوشش مت کرو، انسان ہی رہو تو بہتر ہے۔ انسان ہی انسان کے کام آتا ہے تو تم ان کے کام آئے آج اگر تمہیں ان لوگوں کی ضرورت ہے تو انہیں تمہارے کام آنا چاہیے۔“

”ابھی مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے الیاس بھائی۔“

”یہ الگ بات ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تم ان سے قرض مانگنے نکل جاؤ۔ خدا کا

فضل ہے کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے ہمارے پاس اتنا کچھ ہے کہ شاید ہم پوری زندگی ہی آسانی سے گزار سکیں۔“

”جی، تو پھر۔“

”میرا مطلب ہے اگر حالات خداخواستہ کوئی ایسا رخ اختیار کرتے ہیں تو یہ لوگ قابل اعتماد ساتھی ثابت ہو سکتے ہیں دوسروں کی نسبت اگر تم دانش منصور کے معیار کے لوگوں سے جا کر ملاقات کرو گے اور کسی خواہش کا اظہار کرو گے تو میرا خیال ہے تمہیں مایوسی ہوگی لیکن یہ لوگ، یہ لوگ میرا اندازہ تو یہی ہے کہ یہ لوگ ہر طرح تمہارے کام آئیں گے۔“

”دیکھا جائے گا الیاس بھائی، فی الحال تو جو لوگ میرے کام آ رہے ہیں میں اسی سے مطمئن ہوں۔ مجھے الیاس بھائی چاہیے بھائی، نازاں باجی، آصف نور بس اور کیا درکار ہے مجھے۔ وقت سنبھل جائے گا الیاس بھائی۔ میں وقت سے مایوس نہیں ہوں اور پھر مایوسی کس بات کی، دنیا کے نجانے کتنے افراد جن کی تعداد نہیں گنی جاسکتی ایک درمیانہ درجے کی زندگی گزار رہے ہیں۔ دانش منصور اگر حکومت کی نگاہوں میں مجرم تھا یا ہے تو ہوگا حکومت دانش منصور کو تلاش کرتی رہے، فیصل سے اس کا کیا واسطہ، فیصل عام لوگوں کی مانند آپ لوگوں کے ساتھ زندگی گزارے گا، کیا آپ لوگ میرا ساتھ چھوڑ دیں گے؟“

”نہیں ہم تمہارا ساتھ کبھی نہیں چھوڑیں گے کسی قیمت پر بھی نہیں بلکہ اگر کبھی

تم گرفتار ہو گئے اور تمہارے جرائم کی فرست شائع ہوئی تو الیاس آگے بڑھ کر کہے گا کہ ان جرائم کا سرغنہ وہ ہے، غیر ملکی کمپنیوں سے اس کا رابطہ رہا ہے، جن لوگوں نے دانش منصور کو ٹائٹل پر لا کر اس سے وطن کے خلاف کام کرایا ہے ان کا اصل تعلق الیاس سے ہے اور الیاس کے ساتھیوں میں اس کی بیوی، بہن اور بہنوں شامل ہیں۔ ساتھ ساتھ خراباں خراباں چلتے ہوئے پھانسی کے تختے تک جائیں گے اور ساتھ ساتھ پھانسی پالیں گے سمجھ رہے ہو نا۔“

”ارے آپ جذباتی ہو رہے ہیں الیاس بھائی ایسا کبھی نہیں ہوگا، آخر میں نے کچھ سیکھا ہی ہے اس دنیا سے اب اتنی جلدی بھی ہار نہیں مان لوں گا۔ آپ نے دیکھا نہیں کتنا نقصان کر بیٹھا ہوں میں اپنا۔ رشید ناگی، مشعل شاہ صاحب سب چھین لیے گئے، بڑے اچھے

لوگ تھے یہ اور نجانے کیا کیا ہوگا اب ان لوگوں کے ساتھ لیکن بہر حال کوشش تو کروں گا جس قدر بھی ہو سکے۔ اگر یہ سب کچھ اپنے وطن میں نہ ہوا ہوتا باہر کا کوئی دشمن میرے خلاف یہ سب کچھ کرتا تو الیاس بھائی صورت حال بدل چکی ہوتی، انتقام کا ایسا جوالا مکھی پھٹتا کہ نجانے کیا کیا کچھ خاک ہو جاتا، کیا کروں میرے وطن کے لوگ ہیں کسی سازش کا شکار ہو گئے ہیں سارے کے سارے۔ ورنہ دانش منصور برا آدمی نہیں تھا ڈائمنڈ سٹی ملک کی بہتری کے لیے کام کر رہا تھا خدا جانے کیا ہوا ہے۔ معلوم ہو جائے گا سب کچھ آپ فکر نہ کریں۔“

”الیاس بھائی خاموش ہو گئے۔ میں جانتا تھا کہ اخبار کی ہر خبر ان کے لیے تازیانہ ثابت ہوتی ہے اور وہ اس سے غم زدہ ہو جاتے ہیں۔ میں خاموشی سے وقت گزار رہا تھا، ان لوگوں کے سامنے بالکل پرسکون رہتا تھا، لیکن میرے اندر جو بیجان برپا تھا اس کا کسی کو اندازہ نہیں تھا، ہوا کیا ہے آخر یہ سب کچھ ہوا کیا ہے، ابھی تو اپنی حفاظت ہی ضروری تھی، وہی جیسا میں نے کہا کہ کسی کو نقصان پہنچا کر میں اپنی اس تباہی کے بارے میں کچھ نہیں معلوم کر سکتا تھا کیونکہ اپنے اہل وطن کو نقصان پہنچانا میرے لیے ناقابل تصور تھا۔ میں تو یہ جاننا چاہتا تھا کہ ڈائمنڈ سٹی پر ہوا کیا ہے اور اس کے لیے کئی بار کوئین میکویا میرے ذہن میں آئی تھی۔ وہ میری مددگار تھی، اب معلوم نہیں کہ دانش منصور کی شخصیت کے خاتمے کے بعد اس کا رد عمل کیا ہوگا۔ فیصل کی شخصیت کو وہ قبول کرے گی یا نہیں اس کے علاوہ اس سے رابطے کا ذریعہ بھی مشکل تھا۔ میں براہ راست بلیک چینل نہیں جاسکتا تھا، یہ تمام سوچیں دامن گیر رہتی تھیں اور ادھر اہل وطن ستم ظریفی کے باب کھولے ہوئے تھے، وہ سب کچھ کرنے پر تلی گئے تھے جس کی واقعی مجھے خواب میں توقع نہیں تھی۔ کون ہیں وہ لوگ آخر کون ہیں جو میرے اپنے ہو کر میرے خلاف اس طرح کمر بستہ ہو گئے ہیں۔ اس کا پس منظر کیا ہے ایک ایسا عقدہ تھا جس کا حل آسانی سے دریافت نہیں ہو سکتا تھا۔ ایک اور دن کی خبر نے رہی سہی کمر توڑ دی۔ یہ خبر بڑی دلدوز اور بڑی سنگین تھی اور اس خبر نے دوسروں کو صحیح معنوں میں اتنا متاثر نہیں کیا تھا جتنا خود مجھے کر دیا تھا۔“

وہ خبر یہ تھی کہ میں نے دانش منصور کی حیثیت سے جتنے رفاہی ادارے قائم کیے

تھے اور جتنی نئی صنعتیں لگائی تھیں ان صنعتوں کو فوری طور پر سرکاری تحویل میں لے لیا گیا اور انھیں بند کر دیا گیا تھا۔ یہ ایک ایسا کاری واری تھا جو براہ راست میرے سینے پر لگایا گیا تھا۔ اس میں تو کھلا کھلا انسانی جرم جھلکتا تھا۔ وہ سب کچھ تو وطن عزیز اور وطن والوں کی بہتری کے لیے تھا۔ صرف اس تصور کے ساتھ کہ وہ دانش منصور کے سرمائے سے قائم ہوا ہے اس کے ساتھ یہ سلوک میرے خیال میں کھلی کھلی دشمنی کے مترادف تھا اور اس دن میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا تھا۔

کہ دیکھو وہ نہ کرو جو مجھے پاگل کر دے۔ میرا پاگل پن تمہیں منگا پڑے گا۔ میرے جسم پر جتنی ضربیں چاہے لگا لو لیکن میری روح پر اگر ضرب لگائی تو شاید میں برداشت نہ کر سکوں کیونکہ میں تو خود تلاش روح میں سرگرداں ہوں۔“

میں نے دوسروں کو اپنی دلی کیفیت کا احساس نہیں ہونے دیا تھا لیکن اب میں نے گھر سے نکل کر کچھ کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ میں نے تیاری کی تو دوسرے لوگ حیران ہو گئے۔

”کیا مطلب؟ کیا باہر جانے کی گنجائش ہے۔ جبکہ تمہاری تصویر بھی اخباروں میں چھپ گئی ہے۔“

”جانا ہے الیاس بھائی۔“

”کیوں..... کہاں؟“

”جگوشہ نشینی کے بہت سے دن گزر گئے ہیں۔“

”دماغ خراب ہوا ہے کیا۔“ الیاس بھائی جوش کے عالم میں بولے اور پھر جلدی

سے شرمندہ ہو کر کہنے لگے۔ ”سوری۔“

”بہت دن ہو گئے الیاس بھائی۔ کچھ کرنا تو ہے۔“

”کیا کرو گے؟“

”دولت مال کا جائزہ لوں گا۔“

”لیکن فیصل..... حالات۔ اگر تمہیں پہچان لیا گیا تو بتاؤ بات اتنے بڑے پیمانے

کی ہے کہ ہم کچھ بھی نہیں کر سکیں گے۔“

”میں چہرہ بدل لوں گا۔“

”کیسے.....؟“

”میک اپ کر کے۔ مجھے آتا ہے۔“

”میک اپ کرلو۔ دیکھ کر اطمینان کرلوں گا تو جانے دوں گا۔“ الیاس بھائی بولے اور میں ہنس پڑا۔

”یہ میک اپ رخسار کے پیوٹی بکس سے نہیں ہو سکتا۔“

”تو پھر؟“

”میک اپ کا سامان خریدنا ہو گا۔“

”مجھے بتاؤ۔ میں خرید کر لاؤں گا۔“

”آپ.....؟“

”ہاں۔ کیوں.....؟“

”خطرہ تو آپ کو بھی ہے الیاس بھائی۔ مجھ پر کوئی حملہ ہوا تو میں آسانی سے ان کے قبضے میں نہیں آؤں گا۔ جبکہ آپ کے لیے میں خطرہ مول نہیں لے سکتا۔“

”میری گرفتاری پر پچاس لاکھ روپے کا انعام نہیں ہے۔ مجھ پر کوئی توجہ نہیں دے گا۔“

”افوہ۔ آپ دونوں بلاوجہ جھگڑ رہے ہیں۔ یہ کام صرف میں کروں گا۔“ آصف نور نے کہا۔ خاصی رد و قدح کے بعد آصف نور کی جیت ہوئی اور میں نے اسے تفصیلات بتا کر روانہ کر دیا، پھر اس کی واپسی تک ہم سسٹنس کا شکار رہے تھے، لیکن آصف خیریت سے واپس آگیا اور میرا مطلوبہ سامان لے آیا پھر ان لوگوں نے میرے فن کا کمال دیکھا اور حیران رہ گئے۔ میں نے ایک عام آدمی کی شکل اختیار کی تھی۔ معمولی کپڑے کی شلوار قمیض بے تاثر چہرہ، بہترین میک اپ تھا۔

”یہ جادو گری ہے۔ بخدا۔ چہرے اس طرح بدل جانے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔“

”آپ مطمئن ہیں؟“ میں نے آواز بدل کر کہا اور وہ سب ایک دوسرے کی صورتیں دیکھنے لگے، پھر میں باہر نکل آیا تھا۔ اس کے بعد ایک آٹو رکشا لے کر میں چل پڑا۔ اپنے شہر کی سڑکوں پر، آکر میرا دل پھر ڈولنے لگا، یہ سب کچھ مجھے بہت پیارا تھا، اپنی

کوٹھی پر گیا۔ ایک سو گیارہ میں بھی پولیس بھری ہوئی تھی۔ بے شمار گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ یہ سب کچھ چوہٹ ہو گیا تھا۔ باقی تو خیر جو کچھ بھی تھا لیکن میرے لگائے ہوئے درخت جس طرح کاٹے گئے تھے ان کا دکھ تھا۔ ان کے لیے کیا کروں۔ یہ بہت برا کر رہے ہیں وہ لوگ، پھر دل میں ایک خیال آیا۔ ایک تصویر ابھی تھی۔ یہ شاہ نواز کی تصویر تھی۔ شاہ نواز بہت کچھ جانتا تھا۔ اسے وزارت تک پہنچانے میں میرا ہاتھ تھا۔ اس کے علاوہ بھی وہ میرے بارے میں بہت کچھ جانتا تھا۔ اس سے ضرور ملنا چاہیے۔ اس سے ملنا ضروری ہے۔ میں بارہا اس کی کوٹھی پر جا چکا تھا۔ وہ سرکاری کوٹھی نہیں تھی۔ اس لیے اسے وہیں ہونا چاہیے تھا لیکن اس سے ملاقات آسان نہیں تھی، پھر بھی میں نے ہمت نہیں ہاری۔ آٹو رکشانے مجھے اس کی عالیشان کوٹھی پر اتار دیا۔ گیٹ پر سرکاری گارڈ تو نہیں تھا، لیکن باوردی سسٹم چوکیدار موجود تھا۔ میں نے اسے سلام کیا تو اس نے سلام کا جواب دے کر مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

”شاہ نواز صاحب سے ملنا ہے۔“

”چہ کون ہے تم؟“

”ان کا پرانا ڈرائیور خان صاحب۔ ابھی انہوں نے میرے کو فون کر کے بلایا ہے۔“

”بلایا ہے؟“ چوکیدار سوچ میں ڈوب گیا۔

”جی خان صاحب، بغیر بلائے اتنا بڑا لوگ کی کوٹھی پر کون آسکتا ہے۔“

”اوہو..... دیکھو۔ وہ باہر نکلتی ہے۔“ چوکیدار نے مستعد ہو کر کہا۔ سامنے کے

بڑے دروازے سے شاہ نواز ایک گون میں ملبوس باہر نکلا تھا۔ اس کے ساتھ اس کی بیوی بھی تھی۔ دونوں لان پر پھولوں کے جھنڈ کے طرف جا رہے تھے۔

”چہ اپنی تلاشی دے کر ادھر جاؤ۔ سلام کرو۔ اگر وہ بولے گی کہ اس نے تمہیں

بلایا ہے تو ام تمہیں چھوڑے گی۔ ورنہ تمہارے کو واپس جانا پڑے گی۔“

”ٹھیک ہے۔“ میں نے کہا۔ خان نے میری تلاشی لی پھر مجھے اپنے ساتھ لے کر شاہ

نواز کی طرف چل پڑا۔ شاہ نواز جو اپنی بیوی سے پھولوں کے بارے میں باتیں کر رہا تھا۔

ہماری طرف متوجہ ہو گیا۔

”کیا بات ہے خان۔ یہ کون ہے؟“ اس نے پوچھا۔

”یہ بولتی ہے آپ نے اس کو بلایا۔ یہ آپ کی پرانی ڈرائیور ہے۔“ چوکیدار نے کہا۔

”سلام صاحب۔ آپ نے میرے کو بلایا ہے۔ میں آپ سے نوکری کا بات کرنے آیا ہے۔“

”میں نے کسی کو نہیں بلایا“ اور نہ مجھے کسی ڈرائیور کی ضرورت ہے۔ تم نے میرے پاس کب نوکری کی ہے؟“

”آپ بھول رہے ہیں سر۔ رشید ناگی صاحب نے اس وقت مجھے آپ کے ہاں نوکری دلائی تھی جب آپ الیکشن لڑ رہے تھے۔ دانش صاحب کو بھی بھول رہے ہیں آپ اور کتنے حوالے دوں؟“

”اس۔“ شاہ نواز بھونچکا ہو گیا۔

”جی صاحب۔ میں نے آپ کی بڑی خدمت کی ہے۔ آپ بھی مجھے بھول گئے۔ آپ پر تو بڑا بھروسہ کیا ہے میں نے۔“

”ہاں۔ ہاں سوری۔ بات ذہن سے اتر گئی تھی۔ ہاں ٹھیک ہے چوکیدار تم جاؤ۔ مجھے یاد آگیا ہے۔ اوکے جاؤ۔“ شاہ نواز کی آواز میں لرزش پیدا ہو گئی تھی۔ اس نے کہا۔ ”زیبا تم..... مالی کو بلا کر یہ پودے یہاں سے اکھڑا دو..... اور اسے ہدایات دے دو مجھے ایک ضروری کام ہے..... آؤ..... آؤ میرے ساتھ.....“ آخری الفاظ اس نے مجھ سے کہے تھے اور پھر آگے بڑھ گیا تھا۔ اس کی آواز کی لرزش اور چال کی لڑکھاہٹ بتا رہی تھی کہ وہ اصل بات سمجھ گیا تھا۔

میں اس کے ساتھ ڈرائنگ روم میں داخل ہو گیا۔ اس نے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا، پھر میری طرف مڑ کر ہچان خیر لہجے میں بولا۔

”آپ..... آپ.....؟“

”ہاں۔ میں دانش منصور ہوں۔“ میں نے جواب دیا۔

”شاہ نواز کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ وہ شاید میرے ساتھ اپنے رویے کا فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے کہا۔“

”نہیں شاہ نواز۔ بالکل پریشان نہ ہو۔ میں کسی سے پرانے قرض وصول کرنے

نہیں نکلا ہوں۔ جس کی جو خدمت مجھ سے ہو سکی میں نے کی ہے اگر تمہارے دل میں میرے لیے کوئی برائی نہیں پیدا ہو گئی ہے تو مجھے بس کچھ وقت دے دو۔ تھوڑی سی معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔“ شاہ نواز کے چہرے پر شرمندگی اور افسردگی پھیل گئی۔ اس نے پر ادب لہجے میں کہا۔

”آپ براہ کرم بیٹھے دانش منصور صاحب مجھے اندازہ ہے کہ آپ کو میرا خاندانی پس منظر معلوم نہیں ہے۔ میں خود ہی چند الفاظ میں بتائے دیتا ہوں۔ دادا جان ایک عالم تھے اور دینی امور میں ساری زندگی مصروف رہے۔ والد صاحب نے بدلے ہوئے دور کا ساتھ دیا۔ بہر حال لوگوں کا کہنا ہے کہ اچھا خون کہیں نہ کہیں سے نمایاں ہو جاتا ہے۔ آپ نے یہ الفاظ کہہ کر بہر حال مجھے افسردہ کیا ہے۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے جو کچھ آپ نے میرے لیے کیا ہے اس کا صلہ دینا تو میرے بس میں نہیں ہے لیکن آپ براہ کرم یہ نہ سوچئے کہ میں آپ کی آمد سے خوفزدہ یا پریشان ہو گیا ہوں بلکہ اس دوران میں خود بھی بہت کچھ سوچتا رہا ہوں۔ یہ تو آپ کو علم ہو گا کہ حکومت بدل جانے کے ساتھ ساتھ میرا عہدہ اور حیثیت بھی ختم ہو گئی ہے۔ ہمارے ملک میں سب کچھ اقتدار کے ساتھ ہی چلتا ہے اس کے بعد کچھ نہیں رہتا اور اقتدار میں آنے والے یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں خیر۔ میں کسی مسئلے پر بحث نہیں کروں گا دانش منصور صاحب آپ کو تمام باتوں کا علم ہو گیا ہو گا۔ کیا آپ ان حالات کے دوران میں یہیں موجود تھے؟“

”ایک طرح سے یہ سمجھو کہ نہیں۔“

”میں جانتا تھا۔ آپ یقین کیجئے ناگی صاحب کی موت کا مجھے اس قدر صدمہ ہوا ہے

کہ شاید میں الفاظ میں بیان نہ کر سکوں۔“

”لیکن شاہ نواز یہ سب کچھ ہوا کیسے؟“

”بھخدا میرے فرشتے بھی نہیں جانتے۔ جو لوگ برسر اقتدار آئے ہیں میں نے اپنے طور پر ان کے بارے میں بھی چھان بین کی بظاہر کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو خاص طور سے آپ سے دشمنی پر آمادہ ہو۔ یہ سب کچھ کیسے ہوا اور اس کے پس پردہ کون کون ہے میں بالکل نہیں جانتا۔“

”ہوں۔ اصل بات یہی ہے شاہ نواز کے میں صورت حال کو سمجھ نہیں پایا ہوں۔“

تمہیں کچھ ایسا نہیں محسوس ہوتا جیسے میرے خلاف کچھ لوگوں کے دلوں میں ایک خاص نفرت پروان چڑھ رہی ہو اور اب انھیں اس نفرت کے اظہار کا موقع مل گیا ہو۔“

”خدا ہی بہتر جانتا ہے کیوں۔ ایسے کیوں ہوا؟“

”شاہ نواز بہت کچھ ہو سکتا ہے میں بہت کچھ کر سکتا ہوں لیکن اصل مسئلہ یہ ہے کہ یہ میرا وطن ہے۔ اہل وطن دشمنی پر آمادہ ہوئے ہیں۔ وطن دشمن نہیں ہوا ایک چھوٹی سی بات پر جو میری مرضی کے خلاف ہوئی ہے جسے میں نہیں جانتا کہ کیوں ہوئی ہے۔ اپنے وطن کا دشمن نہیں بن سکتا ویسے بہت برے برے اقدامات کیے گئے ہیں۔ ساری باتیں برداشت کر سکتا تھا لیکن وہ رفاہی ادارے جو بہت سے لوگوں کے لیے خوشیوں کا باعث بنے ہوئے تھے سرکاری تحویل میں لینے کے بعد ان کا نجانے کیا ہو گا۔ مجھے سب سے زیادہ انہی کا دکھ ہے۔“ شاہ نواز نے گردن جھکا لی تھی۔ وہ درحقیقت بہت افسردہ نظر آ رہا تھا میں نے کہا۔

”او کے شاہ نواز۔ میں تمہیں بالکل پریشان کرنے نہیں آیا۔ بس مجھے صرف یہ کھوج ہے کہ یہ سب کچھ ہوا کیسے؟ اس کے پس پردہ کون کون ہے ایک چین ہے جو چل رہی ہے۔ ہر شخص اپنی اپنی ڈیوٹیاں سرانجام دے رہا ہے لیکن بس یہ اندازہ نہیں ہو پا رہا کہ اشارہ کہاں سے ملا ہے؟ کوئی ایک جگہ ہے بہت سے افراد ہیں۔“

”اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنے طور پر فوجی حکام سے رابطہ قائم کروں۔ آپ نے تو سب ہی کے لیے بہت کچھ کیا ہے۔“

”رہنے دو شاہ نواز میرا خیال ہے رہنے دو۔ کچھ عرصہ میں بھی ذرا سکون کی زندگی گزار لوں۔ ایک بات میں تمہیں بتا رہا ہوں۔ ان تمام چیزوں کا منظر عام پر آنا فطری چیز ہے اور ہمیں یہ سب کچھ پتا چلے گا لیکن اس کے بعد اگر ان میں سے کچھ افراد میرے بیرونی دشمنوں کے آلہ کار نکلے تو شاید میں انھیں معاف نہ کر سکوں۔ اپنے طور پر اگر وطن کے مفاد کے لیے یا کسی بھی شکل میں یہ سب کچھ بہتر سمجھا گیا ہے تو مجھے اعتراض نہیں ہو گا جس کا جو دل چاہے کر لے کوئی حرج نہیں ہے۔“

”سر آپ مجھے کوئی خدمت بتائیے۔“

”بس تمہارا شکریہ۔ تم سے ملنا چاہتا تھا۔“

”سر آپ کے لیے بڑے خطرے پیدا ہو گئے ہیں۔“

”اس سے پہلے اس سے بڑے خطروں سے نمٹتا رہا ہوں شاہ نواز۔ ایسی بات نہیں ہے بس کچھ لوگوں کے پھڑ جانے کا افسوس ہے۔ مٹھل شاہ صاحب کو مار دیا ان لوگوں نے ڈائمنڈ شی میں اتنی اعلیٰ اعلیٰ مشینیں موجود تھیں کہ وطن عزیز کے بڑے کام آ سکتی تھیں۔ نجانے کیوں انھیں تباہ کر دیا گیا۔ یہ نہیں سوچا گیا کہ وہ وطن کی امانت ہیں۔ بس شاہ نواز اگر ممکن ہو سکے تو اپنے طور پر ہاتھ پاؤں بچا کر اس بارے میں معلومات حاصل کرو کہ دور کہاں سے آئی ہے۔ یہی میری تم سے محبت کا صلہ ہو گا۔“

”میں یہ معلومات حاصل کروں گا سر لیکن آپ.....؟“

”ہاں کہو۔“

”آپ کہاں جائیں گے؟“

”اپنا کچھ ٹھکانہ کر لوں گا کوئی ایسی بات نہیں ہے جن لوگوں نے میرے خلاف یہ کارروائی کی ہے انھیں بھی میرے خلاف کوئی نہ کوئی نقصان پہنچا ہو گا لیکن کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے اپنے معاملات میں خود دیکھ لوں گا۔“ اس سے زیادہ شاہ نواز سے باتیں کرنا ممکن نہیں تھا۔ اس نے بہت سی پیشکشیں کی تھیں لیکن ابھی کسی سے کوئی مدد لینے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔ اپنی ذات میں اتنا آگے بڑھ گیا تھا کہ نجانے کیوں کسی کی مدد قبول کرتے ہوئے ایک شرمندگی کا سا احساس ہوتا تھا۔ اس دوران ایک دوبار کوئن میکوویا کا بھی خیال آیا تھا۔ میری بہترین مددگار بہترین دوست، لاعلم نہیں ہوئی مجھ سے اور ان حالات سے لیکن یہ نہیں جانتی ہوگی کہ میں کہاں ہوں اگر میں اس کا ساتھ حاصل کر لوں تو بہت سے کام بن سکتے ہیں۔ بڑے انکشافات ہو سکتے ہیں لیکن کیا ان برے حالات میں اس کا ساتھ حاصل کیا جائے۔ کیا میں اس سے یہ کہوں کہ میرے اہل وطن نے مجھے بے دست و پا کر دیا ہے اور اب وہ میری کوششوں کی قیمت ادا کرے۔ اٹانے یہ گوراء نہیں کیا۔ کوئن میکوویا سے بے شک ملاقات کروں گا کبھی نہ کبھی لیکن اس بے بسی اور بے کسی کے عالم میں نہیں۔ میں نے تو اس کے لیے بہت کچھ کیا ہے بیشک وہ بھی میرے لیے جوانی طور پر بہت کچھ کرتی رہتی ہے لیکن یہ ایک سودے بازی ہوئی ہے اور اب جبکہ میں خالی ہاتھ ہوں تو یہ کسی طور مناسب نہیں ہے کہ میں اس کے لیے کچھ کیے بغیر اس سے صلہ مانگوں۔

”کس طرح؟“

”روپوش ہو جائیں گے۔ دنیا کے سامنے اس طرح نہیں آئیں گے ہمیں میک اپ کرنا تو نہیں آتا لیکن ہم اپنے وجود کو میک اپ کر لیں گے۔“ الیاس بھائی نے پر جوش لہجے میں کہا اور میں ہنسنے لگا پھر میں نے کہا۔

”آصف نور۔ تم کیا کہتے ہو؟“

”اس سلسلے میں مجھ سے کوئی سوال نہ کریں آپ۔“

”کیوں؟“

”بس۔ میں تو اس بات پر شرمندہ ہوں کہ لوگ کس طرح اپنے لیے سب کچھ حاصل کر لیتے ہیں اور جب کسی کو کچھ دینے کا وقت آتا ہے تو دونوں ہاتھ سامنے کر کے کھڑے ہو جاتے ہیں کہ ان ہاتھوں میں کچھ بھی نہیں ہے۔“

”یار۔ تم سب لوگ بقراط بن رہے ہو۔ دیکھو میں ان حالات سے بالکل گھبرایا ہوا نہیں ہوں بلکہ یقین جانوں۔ زندگی میں جس طرح حکمرانی کی ہے اس کے بعد دل چاہتا ہے کہ اب غلامی بھی کی جائے۔ ایک بڑا نمایاں فرق سامنے آجائے گا اور ہر طرح کے فرق میں ایک اپنا الگ مزہ ہے۔“

”تمہارا ارادہ کیا ہے؟“

”ایک بات کھل کر کہنا چاہتا ہوں، الیاس بھائی۔ برا نہ مانئے گا آپ کو اب اپنے اوپر انحصار کرنا ہو گا۔ میں بالکل تھی دست ہو چکا ہوں۔“

”ٹھیک ہے اس میں برا ماننے کی بات نہیں۔ ہم اپنے طور پر زندہ رہ سکتے ہیں۔ تم ہمیں یہ بتاؤ کہ اب تمہارا آئندہ پروگرام کیا ہے؟“

”کسی بھی لمحے کسی بھی وقت آپ کی نگاہوں سے او جھل ہو سکتا ہوں۔ میرے لیے فکر مند نہ ہوں اتنی آسان چیز نہیں ہوں کہ آسانی سے ہڑپ کر لیا جاؤں۔ مجھے اگر کوئی نقصان پہنچا تو آپ اس کے ساتھ ساتھ یہ خبر بھی سن لیں گے کہ نقصان پہنچانے والوں کو کس قدر تباہی کا سامنا کرنا پڑا ہے۔“

”کیا مطلب ہے تمہارا۔ یہاں سے جانے کا ارادہ رکھتے ہو؟“

”ہاں الیاس بھائی۔ آپ کے ساتھ نہیں رہوں گا۔“

واپس آگیا الیاس بھائی آصف نور۔ نازاں باجی سب لوگ میرے لیے پوری طرح سینہ کشادہ کیے ہوئے تھے لیکن ان لوگوں کا مسئلہ بھی بڑا ٹیڑھا تھا۔ میری واپسی پر ان لوگوں کو خوشی ہوئی تھی سب کے سب تشویش کا شکار تھے۔ میں نے ہنسنے ہوئے کہا۔

”الیاس بھائی بس آپ یہ سمجھ لیجئے کہ میں نے آپ کے لیے اگر زندگی میں کچھ کیا ہے تو آپ کا اور میرا حساب ان حالات میں برابر ہو گیا۔“

”فضول باتوں سے گریز نہیں کرو گے نا۔ کیا تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ تمہارے ان الفاظ سے ہمارے دل پر کس طرح کچوکے لگتے ہیں۔“

”اصل میں الیاس بھائی۔ زندگی میں یہ ایک ٹرن بڑا خوبصورت آیا ہے۔ آپ ہی لوگ ہیں جنہیں سب کچھ معلوم ہے۔ اس کے علاوہ تو اس طرح میرا دلی رازدار کوئی نہیں ہے۔ آپ ذرا غور کیجئے۔ ڈیفنس کی کونٹری سے نکلا تو مسجد خضریٰ پر بسیں صاف کرنے آگیا۔ وہیں سے پاکستان کوارٹر پہنچا۔ پاکستان کوارٹر سے آگے بڑھا تو پاکستان کے لیے بہت سی خدمات انجام دینے کا ذریعہ بن گیا اور اب ایک بار پھر حالات نے مجھے واپس لوٹایا ہے۔ اصل میں الیاس بھائی آپ یقین کیجئے گا کہ ان حالات میں مجھے لطف آ رہا ہے بس چند لوگوں کی موت کا افسوس ہے اگر وہ زندہ ہوتے تو حالات کو بدلنے کی۔ کوشش کرتے لیکن اب وہ بھی نہیں ہیں تو میں سوچ رہا ہوں کہ کیوں نہ کچھ عرصہ آرام کر لیا جائے۔“

”تم آرام کرو۔ میں اب ویسے بھی تمہیں جدوجہد نہیں کرنے دوں گا۔“

”لیکن میں تو آپ کے لیے پریشان ہوں الیاس بھائی۔“

”کیا مطلب ہے تمہارا؟“

”آپ لوگوں کو میری وجہ سے روپوش ہونا پڑا ہے۔“

”تو تمہارا کیا خیال ہے پاکستان کوارٹر جیسی اور کوئی جگہ نہیں ملے گی ہمیں۔“

”کیا مطلب؟“

”مطلب یہ کہ زندگی کا جتنا دور عیش میں گزرتا تھا گزار لیا۔ زندہ تو اب بھی رہیں گے اور اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہاری وجہ سے ہم لوگ کسی گرفت میں آجائیں گے تو اطمینان رکھو اتنی زیادہ ذہانت صرف تمہارے اندر ہی نہیں ہم لوگ بھی اپنا دفاع کرنا جانتے ہیں۔“

”کیا بکواس کر رہے ہو۔“ الیاس بھائی نے کہا اور پھر ایک دم بھونچکے ہو کر ایک ایک کی صورت دیکھنے لگے۔ مجھے ہنسی آگئی تھی۔

”کم از کم مجھ سے میرا یہ مرتبہ تو نہ چھینیں الیاس بھائی۔ آپ یہ الفاظ کہتے ہیں تو مجھے بہت اچھا لگتا ہے۔ اصل میں بات یہ ہے الیاس بھائی اب ذرا تھوڑی سی آوارہ گردی کرنا چاہتا ہوں۔ بیرونی دنیا میں نجانے کہاں کہاں ہنگامہ خیزیاں کر لیں اب تھوڑی سی اپنے وطن کی بھی خبر لی جائے کہاں کیا ہو رہا ہے؟ کیسے ہو رہا ہے؟“

”دیکھو۔ حماقت کی بات مت کرو۔ تم یہاں سے باہر نکلو گے کہیں کسی کی نگاہوں میں چڑھ گئے تو؟“

”اس میک اپ میں۔ آپ کے ذہن میں کیا ہے مجھے پہچان لیا جائے گا۔“

”نہیں یہ تو ٹھیک ہے لیکن پھر بھی۔ کہیں نہ کہیں تو قدم جماؤ گے۔“

”الیاس بھائی۔ کچھ عرصے کے لیے آپ سے دور رہنا چاہتا ہوں میں خاموشی سے بھی یہاں سے نکل جاتا لیکن آپ کے ساتھ کوئی دھوکے بازی مجھے اچھی نہیں لگتی۔“ میں نے کہا۔ الیاس بھائی نازاں باجی اور بھابی سوچ میں ڈوب گئے تھے۔ رخسار خاموشی سے ہم سب کی شکل دیکھ رہی تھیں۔ ابھی تک اس نے اس گفتگو میں کوئی حصہ نہیں لیا تھا۔ الیاس بھائی بے بسی سے بولے۔

”رخسار۔ تم ہی اسے سمجھاؤ۔ ابھی ایک طویل عرصہ گوشہ نشین رہنا ہر حال میں بہتر رہے گا۔“

”اور پھر تم اگر کہیں چلے جاؤ گے تو ہمارا کیا ہوگا۔ کیا ہم تمہارے بغیر سکون سے رہ سکیں گے؟“ نازاں باجی بولیں۔

”اخبارات دیکھ رہے ہو۔ کیا کیا لکھ رہے ہیں۔ میں کہتا ہوں ناشکری اور ناپاسی کی اس سے بڑی مثال اور کوئی ہو سکتی ہے۔ خدا کی قسم کمال ہے۔“ الیاس بھائی بولے۔ میں ہنسنے لگا تھا۔ پھر میں نے کہا۔

”کوئی ناشکری نہیں۔ کوئی ناپاسی نہیں۔ اتنی صحبتوں سے مالا مال ہوں میں کہ سیٹنا مشکل ہے۔“

”خاک۔“ الیاس بھائی مٹہ بنا کر بولے۔

”میں آپ کے بارے میں کہہ رہا ہوں۔“

”بھئی پریشان مت کرو۔ بڑا خوف آتا ہے ان حالات سے۔ سب ساتھ رہ کر ان کا بلکہ کریں گے۔“

”میرا ساتھ آپ کے لیے زیادہ نقصان دہ ہو سکتا ہے۔“

”بھگتیں گے۔ مل کر سب کچھ بھگتیں گے۔ بس تم یہ فضول کوشش ہرگز نہیں کرو۔“ میں خاموش ہو گیا۔ تنہائی میں البتہ میں نے رخسار سے کہا۔

”رخسار تم نے کوئی رائے نہیں دی؟“

”کس بارے میں؟“

”ہمیں یہاں سے نکلنا ہے۔“

”تو نکل چلیں۔“

”تمہیں تو کوئی اعتراض نہیں ہے۔“

”مجھے۔“ رخسار نے کہا اور ہنس پڑی۔ میں سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

”بولو رخسار۔“

”مجھ سے یہ سوال کرو گے فیصل۔“

”ہر ایک کا اپنا نظریہ ہوتا ہے۔“

”میرا نظریہ صرف تم ہو۔“

”تھینک یو رخسار۔“ ہمیں تکلیفوں سے گزرنا ہوگا اور یہ ایک طویل سلسلہ ہوگا۔“ رخسار مسکرا کر پھر بولی۔

”میں نے بھی تمہارے نام پر بہت حکمرانی کی ہے فیصل، دیکھو میری طرف سے ایک بات ذہن میں رکھنا۔ میں اتنا کچھ دیکھ چکی ہوں اس دنیا میں کہ کوئی حسرت میرے دل میں نہیں ہے۔ میرے چہرے پر کبھی خاموشی یا تنہائی کی کوئی لکیر پاؤ تو یہ سوچنے مت بیٹھ جانا کہ میں اپنے حالات سے پریشان ہوں بلکہ صرف اتنا سمجھنا کہ تھک گئی ہوں۔ ہم دونوں ایک دوسرے پر اتنا اعتماد کریں گے فیصل کہ دنیا میں ایک مثال قائم ہو جائے یا رکھا فرق پڑتا ہے اس مختل کے بستروں پر سوئے سونے کے برتنوں میں کھانا، حسین لباس پہن کر کاروں میں گھومنا۔ ان کنڈیشنڈ بنگلے میں رہنا، سبھی کی تقدیر میں یہ سب کچھ نہیں ہے۔ ہم

نے تو پھر بھی اتنا کچھ کر لیا ہے کہ ہر آرزو ختم ہو گئی ہے یہ تو زندگی کا دوسرا رخ ہوگا فیصل۔ تم یقین کرو میں تمہیں بہلا نہیں رہی بلکہ لطف لے رہی ہوں اس خیال سے کہ اب ہم زندگی میں ایک نئے دور کا آغاز کریں گے۔

”گڈ، ساتھی ہو تو ایسا۔“

”شرمندہ کر رہے ہو۔“

”تمہیں شرمندہ کرنے کا کوئی مقصد ہو سکتا ہے۔“

”نہیں۔“

”تو پھر؟“

”بس مجھے خوشی ہے کہ تمہیں مجھ پر اعتبار ہے۔“

اس کے بعد کے حالات جاننے کے لئے

نامور سیریز کا شاہکار

”تلاش روح“ پڑھیں

جملہ حقوق محفوظ ہیں

اہتمام
ملک مقبول احمد

مقبول ایڈری
۱۹۹ سٹرک روڈ چوک اندلی لاہور

قیمت 250 روپے

مطبع : جی ایف پرنٹرز، لاہور

مجرم زادہ

میڈم خان مجھ سے زیادہ متاثر ہوئی تھی۔ چنانچہ ایکسپلیٹر پر اس کے پاؤں کے دباؤ کے ساتھ ہی رفتار بتانے والے میٹر کی سوئی اسی کے ہندسے کچھ آگے تھرک رہی تھی۔ وہاں بڑھتا چلا جا رہا تھا میں خود بھی کافی دیر تک شدید الجھن کا شکار رہا تھا صورت حال ہی ایسی تھی مٹھل شاہ جیسی شخصیت کو کوئی حادثہ پیش آجانا معمولی بات نہ تھی اب صرف آستانے پر پہنچ کر ہی حقیقت کا علم ہو سکتا تھا لیکن میڈم خان کی یہ کیفیت دیکھ کر مجھے غصہ پڑا اور میں نے پر سکون لہجے میں کہا۔

”خود کو سنبھالیں میڈم رات کے اس پہر آپ کا یہ انداز ہمیں مشکوک بنادے

میرے ان الفاظ کے ساتھ ہی اس کی ٹاک سے شوں کی سی آواز نکلی تھی یہ آواز کسی زخمی ناگن کی پھنکار سے مشابہ تھی مگر اس کے ساتھ ہی کار کی رفتار میں قدرے کمی آگئی تھی۔

”بڑی عجیب بات ہے بہت ہی عجیب۔“ وہ زیر لب بڑبڑاتی تھی مگر میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔

ہم پندرہ منٹ کے اندر ہی لائنڈھی پہنچ گئے اور پھر بہت دور ہی سے ہم نے صورت حال کا جائزہ لے لیا۔ مٹھل شاہ کے آستانے پر بے شمار افراد جمع تھے۔ ایک جگہ سے دھواں بلند ہو رہا تھا اور اطراف میں لوگ شاید آگ بجھانے کی کوشش کر رہے تھے۔ بہت ہی افراتفری کا عالم تھا۔ ویسے آگ بجھانے والی گاڑیاں نظر نہیں آرہی تھیں۔ میں

نے میڈم خان کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا اور میڈم خان نے رفتار ایک دم ست کر دی۔

”بس یہاں رک جائیے میڈم خان۔“

میڈم خان نے بے اختیار بریک پر پاؤں رکھ دیا۔ گاڑی گئیر سے نکالنے کے بعد اس نے ایک سائیڈ کر کے روک دی اور پھر میری طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھنے لگی۔

”ہاں یہاں رک جانا مناسب ہے۔“

”لل..... لیکن..... لیکن ہوا کیا وہ..... وہ دیکھو دھواں اٹھ رہا ہے اور..... اور.....“

”ہاں میں دیکھ چکا ہوں۔“ میں نے آہستہ سے کہا۔

”وہاں چل کر دیکھیں تو سہی۔ کہیں مٹھل شاہ کو کوئی نقصان نہ پہنچ گیا ہو۔“

”اگر انہیں نقصان پہنچ گیا ہے تو ہم اسے روک نہیں سکیں گے۔“

”آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں مسٹر دانش منصور۔“ میڈم نے شدید بھجان کے باوجود مجھے دانش منصور کہہ کر ہی مخاطب کیا تھا۔

”میرا خیال ہے آپ ذہنی طور پر بہت زیادہ مضطرب ہیں میڈم اس لئے یہاں رک جائیں اور صورت حال کا جائزہ لیجئے۔ بلکہ وہاں وہ جو ایک جگہ تاریک نظر آرہی ہے میں نے ایک ایسی ست اشارہ کیا جہاں گھنی جھاڑیاں تھیں اور ایک اونچا درخت بھی انہیں جھاڑیوں کے درمیان تھا۔ کوآرٹر یہاں سے کچھ فاصلے پر تھے۔ ان گھنی جھاڑیوں کے عقب میں کوڑا گھربنا ہوا تھا۔ میڈم خان نے گردن جھٹکی ایک بار پھر گاڑی اشارت کی اور اس جگہ لے جا کر روک دی۔ جہاں میں نے اشارہ کیا تھا۔ یہاں سے مٹھل شاہ کے آستانے کا منظر صاف نظر آرہا تھا۔ لوگ مختلف روشنیاں ہاتھوں میں لیے بھاگتے پھر رہے تھے اور دھوئیں کے مرغولے اب بھی فضا میں بلند ہو رہے تھے۔ لائنڈھی کا علاقہ تھا اور شاید فائر بریگیڈ کو فون نہیں کیا گیا تھا۔ اس لئے کوئی بھی فائر بریگیڈ کی گاڑی نظر نہیں آرہی تھی اور لوگ اپنے طور پر ہی آگ بجھانے کے کام میں مصروف تھے۔ میڈم خان نے پھر آہستہ سے کہا۔“

”آگ آخر لگی کیسے اور..... مٹھل شاہ آپ سے کیا کہنا چاہتے تھے۔“ میں نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ خاموش نگاہوں سے میڈم خان کو دیکھتا رہا اور اس کے

ساتھ ہی اس طرف ہونے والی کارروائیوں کا جائزہ بھی لیتا رہا لیکن میری نگاہیں ارد گرد کے ماحول سے بھی بے خبر نہیں تھیں اور میں چاروں طرف کا جائزہ لے رہا تھا۔ دراصل جس مقصد کے تحت میں نے گاڑی اچانک ہی یہاں رکوا دی تھی اس میں بڑی گہرائی تھی میں اس بات سے ہوشیار ہو گیا تھا کہ کہیں مٹھل شاہ کے اس فون کے بعد کوئی اس کے رد عمل کا انتظار نہ کر رہا ہو۔ حادثے خود بخود نہیں ہوتے ان کے کچھ عوامل ضرور ہوتے ہیں۔ نہیں کہا جاسکتا ہے جن لوگوں کی یہ کارروائی ہو وہ کسی کو روشنی میں لانا چاہتے ہوں اور پھر ویسے بھی مٹھل شاہ کے آستانے کے ارد گرد رہنے والے لوگ ان کے اتنے عقیدت مند تھے کہ اگر کوئی مدد کی ضرورت ہوئی مٹھل شاہ کو تو وہ انہیں حاصل ہو جائے گی۔ میرا منظر عام پر آنا مناسب نہیں تھا کیونکہ رات اتنی زیادہ ہو چکی تھی کہ میرا اچانک ہی یہاں پہنچنا کسی کی نگاہ میں بھی مشکوک ہو سکتا تھا۔ میرے اپنے خیال کے مطابق میرا یہ نظریہ بالکل درست تھا اور مجھے اس پر کوئی افسوس نہیں تھا۔ تقریباً پچیس منٹ تک میں وہاں ہونے والی کارروائیاں دیکھتا رہا۔ کچھ گاڑیوں کو میں نے ادھر ادھر جاتے دیکھا تھا لیکن یہ گاڑیاں زیادہ تر مقامی لوگوں کی تھیں یعنی سوزو کی پک اپ وغیرہ۔ کوئی شاندار اور قیمتی گاڑی وہاں نہیں تھی۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ مٹھل شاہ کا معاملہ ابھی مقامی لوگوں ہی کے ہاتھ میں ہے۔ پھر میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

”آئیے میڈم خان واپس چلیں۔“

”کیا۔“ میڈم خان نے چونک کر کہا۔

”شاید آپ سو رہی ہیں میڈم۔“ میرا لہجہ کسی قدر درشت تھا۔ اس نے عجیب نگاہوں سے مجھے دیکھا پھر ایک گہری سانس لے کر جھلائے ہوئے سے انداز میں کار اشارت کر دی۔ واپسی کے سفر میں اس نے مکمل خاموش اختیار کر رکھی تھی۔ میں نے بھی اس سلسلے میں اس سے کچھ گفتگو کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ یہاں تک کہ ہماری کار واپس کو بھی میں پہنچ گئی تب اس نے کار کا انجن بند کر کے کہا۔

”اگر آپ اجازت دیں تو میں یہ کار لے جاؤں۔“

”کہاں۔“ میں نے انہیں سرد نگاہوں سے دیکھا۔

”معافی چاہتی ہوں میں دراصل مٹھل شاہ صاحب کے بارے میں معلوم کرنے کی

خواہشمند ہوں ممکن ہے انہیں میری مدد کی ضرورت ہو۔“

”میڈم خان آپ کو علم ہے بعض معاملات میں مجھے کچھ اختیارات حاصل ہیں۔“
میڈم خان نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا پھر بولی۔
”میں سمجھی نہیں۔“

”میں آپ کو حکم دیتا ہوں کہ اپنے کمرے میں جا کر سو جائیے لیکن یاد رکھیے نہ تو اس سلسلے میں کسی سے فون پر گفتگو کرنی ہے نہ ہی آپ میری اجازت کے بغیر آستانے کا دوبارہ رخ کریں گی۔“

یہ کہہ کر میں آگے بڑھ گیا اور وہ اپنی جگہ ساکت مجھے دیکھتی رہ گئی، میں نے کمرے میں پہنچنے کے بعد دروازہ بند کر لیا لباس وغیرہ تبدیل کرنے کی ضرورت نہیں محسوس کی تھی ایک آرام کرسی پر دراز ہو کر میں آستانے پر ہونے والے واقعہ کے بارے میں سوچنے لگا۔ میرے اپنے خیال میں اس وقت آستانے سے دور رہ کر میں نے دانشمندی کا ثبوت دیا تھا۔ میرا ذہن کم الجھنوں کا شکار نہیں تھا۔ درحقیقت میں بھی فوری طور پر یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ مشعل شاہ کو کوئی نقصان تو نہیں پہنچا لیکن اس کا بظاہر کوئی ذریعہ میرے پاس نہ تھا۔ ویسے ذہن مختلف سوچوں میں الجھا ہوا تھا۔ میڈم خان کی مداخلت مجھے اس وقت بالکل گوارا نہیں تھی۔ ورنہ اسی سے اس بارے میں تبادلہ خیال کرتا۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ آخر مشعل شاہ کو کیا حادثہ پیش آیا ہے۔ آستانے سے بلند ہونے والا دھواں کیا معنی رکھتا ہے۔ کم از کم اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنا ضروری ہے۔ بہت دیر تک سوچتا رہا مشعل شاہ نے کسی ڈان سینٹر کا نام لیا تھا یہ نام میرے لیے بالکل اجنبی تھا۔ نہ تو کہیں اور سے اس کے بارے میں کچھ سنا تھا اور نہ ہی کبھی مشعل شاہ نے ایسی کسی بات کا تذکرہ کیا تھا۔ کیا کرنا چاہیے۔ اس سلسلے میں.....؟ پھر دفعتاً ہی میرے ذہن میں بجلی سی کوئی۔ اس وقت باآسانی مقدس کریم کو استعمال کیا جاسکتا ہے۔ حالانکہ اس وقت رات کے تقریباً ساڑھے تین یا اس سے کچھ زیادہ کا وقت تھا لیکن مجبوری تھی۔ مقدس کریم ویسے بھی ان دنوں میرا بڑا ممنون تھا۔ بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ اس کا شمار میرے حواریوں میں ہونے لگا تھا۔ رات کے اس حصے میں بھی وہ میرے لیے کچھ کرنے سے دریغ نہیں کرے گا۔ چند لمحے تک میں نے کچھ سوچا اور پھر مقدس کریم کی کوٹھی کے نمبر ڈائل

کرنے لگا۔ دیر تک ریسور کان سے لگائے رکھنا پڑا اور اس کے بعد مقدس کریم کی نیند میں ڈوبی ہوئی آواز سنائی دی تھی۔ اس نے مجھے اپنے خاص ٹیلی فون نمبروں کے بارے میں بتایا تھا اور یہ ٹیلی فون اس کی خواب گاہ ہی میں رہتا تھا مقدس کریم کی آواز پہچان کر میں نے کہا۔

”ہیلو۔ کریم صاحب بول رہے ہیں۔“

”نہیں ڈھول بجا رہا تھا۔ مگر تم ہو کون؟“

”رائش منصور۔“ میں نے کہا اور دوسری طرف ایک لمحے کے لئے مکمل خاموشی

ہو گئی۔ پھر مقدس کریم کی گھگھکی ہوئی آواز سنائی دی۔

”جی..... جی فرمائیے۔“ مقدس کریم نے کہا۔

”مقدس کریم صاحب پہلی بار آپ کو نا وقت ایسی تکلیف دے رہا ہوں۔ جس کے

لئے آپ سے پیشگی معذرت طلب کر لیتا ہوں۔ براہ کرم آپ کو زحمت تو ہوگی لیکن آپ

مشعل شاہ کے آستانے پر پہنچ جائیے اور مجھے ان کی خیریت سے آگاہ کیجئے۔ میرا ذہن سخت

پریشان ہے۔ دراصل اس وقت میں خود گھر سے باہر نہیں نکل سکتا۔ کچھ ایسی ہی کیفیت ہو

رہی ہے میری ملازمین وغیرہ گہری نیند سو رہے ہیں لوگ مجھے خطلی سمجھیں گے۔“

”کمال ہے آپ بھی کیسی باتیں کرتے ہیں رائش صاحب۔ خادم ہوں آپ کا ایک

پھونٹا سا کام آپ نے میرے سپرد کیا ہے بس یوں سمجھ لیں دس منٹ کے اندر اندر گھر

سے نکل جاتا ہوں۔ ہاں ذرا یہ تو بتائیے کیا آپ کو ٹیلی فون پر مشعل شاہ صاحب کی خیریت

کی اطلاع دوں۔“

”میں آپ کے ٹیلی فون کا منتظر رہوں گا اگر ٹیلی فون کسی طرح ممکن نہ ہو سکے تو

براہ کرم انتہائی بے فکری سے میری کوٹھی پر پہنچ جائیے میں آپ کو جاگتا ہوا ہی ملو گا۔“

”آپ بالکل مطمئن رہیں بس یہ ذمے داری میں نے قبول کی۔“

”خدا حافظ۔“ میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔ اس فون کے بعد مجھے کافی اطمینان

عجیب ہوا تھا اور پھر ذہن انہیں سوچوں میں گم ہو گیا۔

”ڈان سینٹر کیا ہے“ مشعل شاہ خیریت سے ہے کہ نہیں؟ دھواں کیا تھا؟ وہاں کیا

واقعہ پیش آیا ہے؟ باہر قدموں کی چاپ سنائی دی تو میں چونک کر دروازے کی جانب دیکھنے

لگا۔ دروازہ میں نے بند نہیں کیا تھا آنے والی ہستی میڈم خان کی تھی جو ہاتھ میں ایک چھوٹی سی ٹرے سنبھالے ہوئے تھی۔ ٹرے میں رکھی ہوئی پیالیوں سے سوندھی سوندھی کافی کی خوشبو اٹھ رہی تھی۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ بہر طور اس وقت میڈم خان نے کم از کم یہ کام بہت عمدہ کیا تھا۔ وہ خاموشی سے اندر آگئی پھر اس نے کافی کی ٹرے ایک چھوٹی سی میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

”مداخلت کے لیے معافی چاہتی ہوں۔“

”آئیے میڈم بیٹھے۔“ میں نے نرم لہجے میں کہا اور میڈم خان خاموشی سے میرے سامنے بیٹھ گئی۔ اس کے چہرے پر مسلسل پریشانی کے آثار جنے ہوئے تھے۔ میں نے ان سے کہا۔

”میں جانتا ہوں آپ کو نیند نہیں آرہی ہوگی۔“

”آپ سو گئے تھے مسٹر دانش منصور؟“ میڈم خان نے عجیب سے لہجے میں پوچھا۔

”نہیں۔ آپ کا کیا خیال ہے کیا مٹھل شاہ کے لیے میرا ذہن پریشان نہیں ہوگا۔“

”مگر دانش آخر..... آخر آپ مٹھل شاہ صاحب کے آستانے تک کیوں نہیں گئے۔ آپ نے وہاں جا کر کیوں نہیں دیکھا کہ ان پر کیا جیتی اگر..... اگر وہ کسی حادثے کا شکار ہو گئے تو..... تو کیا انہیں اس وقت ہماری مدد کی ضرورت نہیں تھی۔“

میں نے کافی کی پیالی اٹھائی اس کے چھوٹے چھوٹے دو گھونٹ ہتے اور اس کے بعد ہونٹ خشک کرتا ہوا بولا۔

”مجھے آپ پر تعجب ہوتا ہے بعض اوقات آپ نے کتنی ذہانت سے مجھے زمانہ سازی کی تربیت دی ہے۔ اس دنیا کے بارے میں سکھایا ہے کہ دنیا کے ساتھ کس طرح گزارا کیا جاسکتا ہے اور بعض اوقات آپ خود اس قدر جذباتی ہو جاتی ہیں کہ میں حیران رہ جاتا ہوں۔ مجھے یوں لگتا ہے جیسے وہ تربیت مجھے آپ نے نہ دی ہو بلکہ اس کا ذریعہ کوئی اور ہو۔“

”جواباً“ وہ کچھ دیر تک خاموش نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی اور پھر جیسے لہجے میں بولی۔

”لیکن مٹھل شاہ..... مٹھل شاہ نے تو آپ کو اطلاع دی تھی اور ظاہر ہے اطلاع

دینے کا کوئی خاص مقصد ہی ہوگا۔“

”ہاں بے شک انہیں جو حادثہ پیش آیا اضطراری طور پر انہوں نے مجھے اطلاع دے دی لیکن اگر میں بغیر سوچے ان کے پاس پہنچ جاتا تو ان کے دشمنوں کو دہرا فائدہ ہوتا۔ اس بہت کے امکانات ہیں میڈم خان کہ کوئی مجھے روشنی میں لانا چاہتا ہے۔ کیا آپ اس بات سے انکار کریں گی۔“ میڈم خان اپنی کافی کی پیالی رکھ کر مجھے سراسیمہ نگاہوں سے دیکھنے لگی اور پھر دھیمے لہجے میں بولی۔

”آپ کا کیا مطلب ہے؟“

”میرا ابھی کوئی مطلب نہیں میڈم خان۔ وقت کا انتظار کیجئے صورت حال ہمارے سامنے آہی جائے گی۔ مٹھل شاہ اگر اپنی کسی غلطی سے حادثے کا شکار ہو گئے ہیں تو ہمیں دوسری غلطی نہیں کرنی چاہیے۔ میں نے اسی لیے خود کو اور آپ کو کسی جلد بازی سے باز رکھا ہے۔“ میڈم خان نے کافی کے کئی گھونٹ لیے اور اس کے بعد صوفے کی پشت سے سر نکا کر بیٹھ گئی اور پھر کچھ دیر خاموش رہ کر بولی۔

”لیکن..... لیکن یہ رات کیسے گزرے گی۔ مجھے تو یوں لگتا ہے جیسے رات کچھ طویل ہو گئی ہے۔ آہ نجانے ادھر کیا ہوا ہے۔ کوئی حادثہ کوئی واقعہ نہ ہو گیا ہو۔ فرض کرو اگر ایسا ہو جاتا ہے دانش تو پھر کیا ہوگا؟“ میں پریشان نگاہوں سے اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔

”میڈم خان جو کچھ ہماری نگاہوں کے سامنے آئے گا اس کے بعد ہی کسی کارروائی کا فیصلہ کر سکتے ہیں۔“ میڈم خان گہرے گہرے سانس لینے لگی پھر اس نے کہا۔

”ٹھیک کہتے ہو مسٹر دانش، ٹھیک کہتے ہو بعض اوقات انسان اس قدر جذباتی ہو جاتا ہے کہ صحیح فیصلہ نہیں کر پاتا۔“

وقت گزرتا رہا ہم لوگ اپنی کافی ختم کر چکے تھے۔ میں مقدس کریم کے فون کا انتظار کر رہا تھا لیکن یہ کام اتنا آسان نہ ہوا اس وقت صبح کے کوئی سواپانچ بجے تھے جب مقدس کریم خود ہی میرے پاس پہنچ گیا۔ بمشکل تمام وہ اندر آسکا تھا کیونکہ ملازموں کو میں نے اس سلسلے میں کوئی ہدایت نہیں دی تھی۔ مقدس کریم ہاتھ ملاتے ہوئے بولا۔

”آپ سے تنہائی میں کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں دانش صاحب۔“ اس نے میڈم خان کی طرف دیکھ کر آہستہ سے کہا۔

”نہیں کوئی بات نہیں ہے مقدس کریم۔ تم مجھے ساری صورت حال بتا سکتے ہو۔“

میڈم خان سرودنگا ہوں سے مقدس کریم کو دیکھ رہی تھی تب اس نے کہا۔

”آستانے پر بم کا دھماکہ ہوا ہے اور وہاں حالات بہت خراب ہیں۔“ میڈم خان بری طرح چونک پڑی۔ مقدس کریم نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔

”آستانے سے پولیس کو نو لاشیں ملی ہیں لیکن وہ سب کی سب ناقابل شناخت ہیں۔ بہت طاقتور بم کا دھماکہ تھا۔ محلے والوں کا کہنا تھا کہ اس دھماکے سے ان کے بھی شدید نقصانات ہوئے ہیں۔ دھماکے کے بعد آگ نہیں لگی بلکہ پتھروں کے ٹکڑے بلند ہوئے رہے۔ ایک آدھ جگہ باقاعدہ آگ لگ گئی تھی جسے خود لوگوں ہی نے بجھا دیا۔ پولیس بھی بمشکل تمام اطلاع دی گئی۔ بس ایک پیٹرول گاڑی وہاں پہنچی اور اس کے بعد آستانے کا پورا حصہ پولیس کے گھیرے میں ہے۔“

میں خاموشی سے مقدس کریم کا چہرہ دیکھ رہا تھا پھر میں نے کہا۔

”شاہ صاحب کے بارے میں کچھ معلوم ہو سکا؟“

”نہیں۔“ مقدس کریم نے گھٹی گھٹی آواز میں کہا۔

”لیکن دھماکہ اسی جگہ ہوا ہے جہاں شاہ صاحب خود موجود رہا کرتے تھے۔“ میڈم خان پھٹی پھٹی آنکھوں سے مقدس کریم کو دیکھ رہی تھی۔ اس کے جسم میں لرزش تھی لیکن اس کی نسبت میں کافی پرسکون تھا۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

”اگر محل شاہ صاحب کو نقصان پہنچ چکا ہے مقدس کریم تو یوں سمجھ لو کہ یہ نقصان عظیم ہے۔“

”ہاں دانش صاحب۔ اتنے بڑے بزرگ‘ اتنے روشن ضمیر درویش کبھی کبھی دنیا میں آتے ہیں۔ یہ..... یہ ایسا نقصان ہے جس کی تلافی نہیں کی جاسکتی۔“

”ہاں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے مگر یہ بات سمجھ میں نہیں آتی مقدس کریم کہ

شاہ صاحب جیسے درویش صفت آدمی کو کون نقصان پہنچا سکتا ہے؟“

”بس جی کیا کہا جائے دانش صاحب نیک لوگوں کے بھی دشمن ہو جاتے ہیں مگر افسوس اگر محل شاہ صاحب اس دنیا سے چلے گئے تو..... تو ہمارا کیا ہو گا۔“

”مقدس کریم ایک ہدایت کرنا چاہتا ہوں میں تمہیں۔“ میں نے کہا اور مقدس

کریم چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ ”شاہ صاحب کے ساتھ جو واقعہ پیش آیا ہے ظاہر ہے وہ بہت دردناک ہے لیکن ہمیں آگے بڑھ کر اس سلسلے میں کوئی کام نہیں کرنا چاہیے۔“

مقدس کریم سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا۔ میں نے پھر کہا۔

”بات دراصل یہ ہے کہ اس قسم کے واقعات بڑے اچھے ہوئے ہوتے ہیں اور

میں نہیں چاہتا کہ پولیس مجھ سے بھی کچھ معلومات کرنے کے لیے یہاں پہنچے۔“

”ہمارا اس سے کیا تعلق۔ دانش صاحب۔“

”ہاں میں بھی یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جس بات سے ہمارا براہ راست تعلق نہ ہو اس کے لیے ہمیں بہت زیادہ آگے نہیں بڑھنا چاہیے۔ ہم کاروباری لوگ ہیں اور تم جانتے ہو کہ کاروباری لوگوں کا ہر لمحہ نہایت قیمتی ہوتا ہے۔ بے شک شاہ صاحب کا دکھ اپنی جگہ ہے لیکن ہم یہ نہیں چاہتے کہ ہم خود بھی کسی ایسے کا شکار ہو جائیں۔“

”میں سمجھ رہا ہوں دانش صاحب۔“

”اس سلسلے میں اگر عقیدت مندوں کی حیثیت سے تم سے سوالات کیے جائیں تو تم صرف اتنا کہو گے کہ تم روحانی طور پر ان سے متاثر تھے۔ اس کے علاوہ اور کوئی کاروباری بات چیت پولیس کے کانوں تک نہیں پہنچنی چاہیے۔“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا دانش صاحب میں سمجھ رہا ہوں۔“ مقدس کریم نے کہا اور پھر میڈم خان کی طرف رخ کر کے بولا۔

”معاف کیجئے گا میڈم آپ بھی اس سلسلے میں احتیاط رکھیے گا۔ میرا مطلب ہے آپ سمجھ گئی ہوں گی۔“

میڈم خان نے کوئی جواب نہیں دیا۔ مقدس کریم نے ہمارے ساتھ چائے پی اور اس کے بعد وہ چلا گیا۔ میڈم خان کے چہرے کی عجیب سی کیفیت دیکھ کر مجھے احساس ہو رہا تھا کہ اس کے اوپر کیا بیت رہی ہے۔ میں نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

”میرا خیال ہے میڈم اب آپ آرام کیجئے اور سو جائیے۔ تھوڑی دیر.....“

”کیسی باتیں کرتے ہیں آپ دانش مم..... میں سو جاؤں‘ میں سو جاؤں‘ میری پوری زندگی محل شاہ سے وابستہ ہے۔ ایسی حالت میں آپ مجھے سونے کا مشورہ دے رہے ہیں۔ جب کہ..... جب کہ مقدس کریم کی طرف سے یہ اطلاع ملی

ہے آپ کو۔“

”میڈم خان! میں پھر سکون لےجے میں بولا۔“ آپ کو میں پہلے بھی سمجھا چکا ہوں کہ اس صورت حال کو بہت ہوشیاری اور ہوشمندی سے دیکھنا ہے ہم نہیں جانتے کہ مٹھل شاہ کا دشمن کون ہو سکتا ہے لیکن اس دشمن کو ہمیں تلاش کرنا ہے۔ آپ یہ اندازہ لگانا چاہتی ہیں کہ میں اس سلسلے میں اتنا پرسکون کیوں ہوں تو پھر میری بات سنئے۔ میں نے براہ راست اس مسئلے میں ملوث ہونے کی بجائے مقدس کریم کو استعمال کیا ہے اور اس کے ساتھ ہی میں آپ کو یہ ہدایت کرتا ہوں کہ براہ کرم اس سلسلے میں کسی سرگرمی کا مظاہرہ نہ کریں۔ آپ کوئی بھی قدم میری اجازت کے بغیر نہیں اٹھائیں گی۔ جائیے اور اب آپ کو اس وقت تک کمرے سے نہیں نکلنا چاہیے جب تک میں آپ کو اس کی اجازت نہ دوں۔“

”دانش آپ مجھے حکم دے رہے ہیں“

”ہاں میڈم خان اور آپ کو یہ حکم ماننا ہے۔ سمجھ رہی ہیں آپ۔“ میں نے کرختی لہجے میں کہا اور میڈم خان غور سے مجھے دیکھتی رہی۔ پھر اس نے گردن جھٹکی اور آہستہ آہستہ قدموں سے واپس چلی گئی۔ میں خاموشی سے اسے جاتے دیکھتا رہا تھا۔ میرے ذہن میں بہت سے خیالات آرہے تھے اور میڈم خان نہیں جانتی تھی کہ میں کس قدر الجھ رہی ہوں۔ بہت سوچنے سمجھنے کی بات تھی میرے لیے مٹھل شاہ درحقیقت ایک دیوار کی مانند تھا میری پشت پر۔ گو اس نے مجھ میں انتہائی خود اعتمادی پیدا کی تھی اور ہر مسئلے میں ساتھ دیا تھا لیکن ہر طور اسے قتل کرنے کا کوئی جواز ضرور ہوگا اور جن لوگوں نے یہ قدم اٹھایا ہے وہ یقینی طور پر اس سے کوئی ایسی ہی پر خاش رکھتے ہوں گے جس کی بنا پر انہوں نے یہاں تک پہنچنے کی ہمت کی اور مجھے..... مجھے کسی بھی طرح ان کے جال میں نہیں پھنسنے تھا۔ چنانچہ یہ سب کچھ بہت ہوشیاری کے ساتھ کرنا تھا اگر کہیں بھی چوک ہو گئی تو میرا حشر مٹھل شاہ سے مختلف نہیں ہوگا۔ اپنے اطراف کو اب میں پہلے سے زیادہ مضبوط دیکھنا چاہتا تھا۔ مٹھل شاہ کی کمی بے شک پوری نہیں ہو سکتی تھی لیکن میرے لیے تو بہت سے تشویشناک سوالات اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ میرا مستقبل کیا ہے؟ سب سے پہلے مجھے یہ اندازہ لگانا تھا کہ خود میرا مستقبل کیا ہوگا۔ دوسری بات یہ ہے کہ ان لاشوں میں مٹھل

شاہ کی لاش ہے بھی یا نہیں۔ یہ ساری چیزیں بہت ہوشیاری کے ساتھ دیکھنا تھیں اور اس کے لیے جلد بازی یقینی طور پر نقصان دہ ہو سکتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ میڈم خان کو میں نے کسی جلدی بازی سے باز رکھا تھا۔ یہ بھی سوچا تھا میں نے کہ میڈم خان میرے اس سکون سے کہیں مشکوک نہ ہو جائے۔ ہر طور میں اسے سنبھال سکتا تھا لیکن باہر کے معاملات کو سنبھالنا ذرا مشکل کام تھا۔ صبح کے اخبارات میں اس سلسلے میں کوئی تذکرہ نہیں تھا لیکن دوپہر کے اخباروں نے بڑی سنسنی خیز سرخیاں جمائی تھیں۔ مٹھل شاہ کو مردہ قرار دے دیا گیا تھا اور یہ رپورٹ پولیس کی طرف سے مل چکی تھی کہ آستانہ مٹھل شاہ میں مٹھل اور اس کے چند ساتھیوں کو بم کے دھماکے میں قتل کر دیا گیا۔ پولیس اس سلسلے میں تفتیش کر رہی تھی۔ لاشوں کے بارے میں بھی وہی تمام تفصیلات تھیں جو مقدس کریم نے بتائی تھیں اور پولیس نے ان لاشوں کو ناقابل شناخت قرار دے دیا تھا۔ یہ اعلان البتہ ضرور کیا گیا تھا کہ اگر مٹھل شاہ کے عقیدت مند چاہیں تو ان لاشوں کو اپنی تحویل میں لے کر ان کی تدفین کر سکتے ہیں۔ ورنہ سرکاری طور پر یہ کام سرانجام دے دیا جائے گا۔ مقدس کریم کا فون مجھے دن کے دس بجے موصول ہوا تھا اور اس نے مجھ سے یہ سوال کیا تھا۔

”کیا خیال ہے آپ کا۔ کیا ہم بھی ان عقیدت مندوں کی حیثیت سے ان لاشوں

کے حصول کی کوشش کریں۔“

”نہیں۔“ میں نے آہستہ سے کہا اور فون بند کر دیا۔

میڈم خان اس وقت بھی میرے کمرے میں موجود تھی اور اس کے چہرے کے تاثرات انتہائی سنگین تھے۔ میں نے اس کی طرف دیکھا تو وہ برا سامنہ بنا کر اٹھ گئی اور تیز تیز قدموں سے باہر نکل گئی۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی وہ میرے پاس آئی تھی اور اس کی سرخ آنکھیں بتا رہی تھیں کہ وہ سو نہیں سکی ہے۔

یہ بات میں نے اپنے ذہن میں محفوظ کر لی کہ جلد ہی آصف نور کو اس معاملے میں ملوث کر لوں گا لیکن ابھی فوری طور پر یہ سب کچھ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ مٹھل شاہ کے بارے میں نجانے کیوں میرے ذہن میں یہ احساس باقی تھا کہ ہو سکتا ہے وہ موت کا شکار نہ ہوا ہو اور اس کی بنیادی وجہ یہی تھی کہ مٹھل شاہ اتنا کمزور آدمی نہیں تھا وہ بہت باخبر انسان تھا

ملاقات ہوئی اور دل اچھا خاصا بہل گیا۔ ویسے مجھے دل بہلانے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ میری اپنی ذمے داریاں ہی بہت زیادہ تھیں پھر رات گئے جیم خانے سے واپس آیا اور کوٹھی کے اندر داخل ہوا تو قدم خود بخود میڈم خان کے کمرے کی جانب اٹھ گئے۔ یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ واپس آگئی ہے یا نہیں۔ میڈم خان کے بیڈ روم میں مدھم روشنی ہو رہی تھی اور اندر کسی کی موجودگی کا احساس ہوتا تھا۔ اس سے زیادہ میں نے کچھ جاننے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ ہاں جب آگے بڑھ کر اپنے بیڈ روم کے دروازے پر پہنچا تو سامنے ہی روزی کو دیکھا۔ وہ شاید میرا انتظار کر رہی تھی۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور میں نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

”ہیلو روزی آؤ۔“ میں بیڈ روم کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا اور روزی میرے پیچھے پیچھے چلی آئی تھی۔ اس کے چہرے پر انتہائی افسردگی کے تاثرات تھے۔ میں نے اسے جینھنے کی چٹکشی کی اور بولا۔

”اگر اجازت ہو تو لباس تبدیل کرلوں؟“

”میں باہر چلی جاؤں سر؟“ اس نے پوچھا۔

”نہیں میں خود ہاتھ روم میں چلا جاتا ہوں۔“ لباس تبدیل کرنے کے بعد میں

روزی کے سامنے آ بیٹھا۔

”سر یہ سب کچھ..... یہ سب کچھ کیسے ہو گیا۔ کیا ہو گیا سب کچھ.....؟“

”اگر مٹھل شاہ کی بات کر رہی ہو تو.....؟“

”ہاں۔“

”میں بھی اس مسئلے میں اتنا لا علم ہوں جتنے دوسرے لوگ۔“

”سر میں نے اخبارات میں پڑھا تھا اور یقین نہیں آ رہا تھا مجھے اتفاق کی بات یہ ہے

کہ اخبارات بھی شام ہی کو میرے ہاتھ لگے۔“

”ہوں ظاہر ہے۔“ میں نے سرسری انداز میں کہا۔

”مگر سر آپ نے اس سلسلے میں معلومات حاصل کیں؟“

”نہیں روزی۔ کوئی خاص معلومات حاصل نہیں ہو سکیں مجھے۔“

”آپ..... مٹھل شاہ کے بارے میں یقین نہیں آتا یہ..... یہ بہت برا ہوا

اور اس کا اس طرح شکار ہو جانا میرے لیے کچھ عجیب سا لگتا تھا۔ ویسے مٹھل شاہ کا فون میرے ذہن میں بار بار گونج رہا تھا۔ اس کی آواز میں پریشانی کی جھلکیاں پائی جاتی تھیں اور اس وقت یقینی طور پر وہ کسی خطرے میں گھرا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ جب اس نے مجھے ٹیلی فون کیا تھا کیونکہ وہ کوئی صحیح بات بھی نہ بتا سکا تھا جب کہ میں اس کی ذہنی کیفیت سے اچھی طرح واقف تھا۔ مٹھل شاہ خراب سے خراب حالات میں بھی ذہنی بحران کا شکار نہیں ہوتا تھا۔ ایک بار پھر میرے ذہن میں اس کے وہی الفاظ گونجنے لگے۔ ڈان سینٹر ڈان سینٹر۔ یہ بات میں اچھی طرح جانتا تھا کہ ڈان سینٹر جو کچھ بھی ہے مٹھل شاہ کے اس معاملے میں بڑی اہمیت کا حامل ہے لیکن اس بارے میں کسی کو کچھ بتانے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ پولیس وغیرہ کا مسئلہ ظاہر ہے بالکل الگ تھلگ حیثیت رکھتا تھا۔ کوئی بھی یہی نہیں کہہ سکتا تھا کہ میرا مٹھل شاہ سے براہ راست تعلق ہے۔ چنانچہ پولیس کا مجھ تک پہنچنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا اور مجھے کیا پڑی تھی کہ خود پولیس کے پاس جا کر ڈان سینٹر کے بارے میں اس قسم کی کوئی گفتگو کہتا کہ پولیس میری جانب ہی سے مشکوک ہو جاتی۔ بہر طور پورا دن گزر گیا۔ میڈم خان اس وقت کے بعد دوبارہ مجھ سے نہیں ملی تھی۔ پھر جب مجھے اس کا احساس ہوا تو میں باہر نکل آیا اور میں نے میڈم خان کے کمرے ہی کا رخ کیا۔ کمرے کا دروازہ باہر سے بند تھا اس کا مقصد تھا کہ میڈم خان اپنے کمرے میں موجود نہیں ہے۔ ایک ملازم سے معلوم کیا تو پتہ چلا کہ وہ گیارہ بجے گھر سے گئی ہوئی ہے اور میں کچھ دیر کے لیے سوچ میں ڈوب گیا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ میرے لیے کوئی مصیبت بن جائے۔ بہر طور میں اپنے راستے کی مصیبت صاف کرنا بھی جانتا تھا۔ شام کو میں نے تیاری کی۔ آصف نور سے گاڑی نکالنے کے لیے کہا اور اس کے بعد جیم خانہ روانہ ہو گیا۔ میں اپنے آپ کو کسی ایسی افسردگی کا شکار بھی ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا جس سے کسی کو میری طرف سے کوئی شبہ ہو جائے۔

جیم خانہ کے ماحول میں کوئی تبدیلی نہیں تھی۔ مٹھل شاہ یہاں نہیں جانا پہچانا جاتا تھا نہ ہی اس کا کوئی تذکرہ ہوا۔ جمال آراء بیگم سے ملاقات ہوئی۔ وہ میرے خاص نیاز مندوں میں شامل ہو گئی تھی۔ جب تک جیم خانے میں رہا وہ میرے ساتھ لگی رہی۔ مسز اختر کا اب اس جیم خانے میں کوئی وجود نہیں تھا۔ دوسرے بہت سے لوگوں سے بھی

ہے۔ سر بہت ہی برا ہوا ہے۔“

”اس میں کیا شک ہے۔ مٹھل شاہ ہمارے لیے بہت بڑی حیثیت رکھتا تھا۔ بلکہ اگر میں اپنے بارے میں کہوں تو اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ میری تعمیر اس کے ہاتھوں ہوئی ہے۔“ روزی غمزہ انداز میں گردن جھکائے بیٹھی رہی پھر اس نے کہا۔

”سرا ایک بات کہوں آپ برا تو نہیں مانیں گے؟“

”نہیں۔ بالکل نہیں۔“

”یہ میڈم خان کو کیا ہو گیا۔“

”کیوں؟“

”میں ان سے ملی تھی مگر انہوں نے مجھے زیادہ لفٹ نہیں دی۔ ایسا لگتا ہے جیسے مجھ سے ناراض ہیں۔“

”میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ خاموشی سے روزی کو دیکھتا رہا۔ روزی بولی۔“

”اور ناراضگی کی وجہ میری سمجھ میں نہیں آتی۔“

”کیا بات ہوئی تھی تم سے؟“

”بس سرسری سے انداز میں میں نے ان سے گفتگو کی تھی۔ مٹھل شاہ صاحب کے

بارے میں پوچھا اور اخبارات کے شک و شبہ کا اظہار کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ نہیں اس بات کی تصدیق ہو چکی ہے وہاں سے مٹھل شاہ کی لاش بھی ملی ہے پولیس اس بات کی تصدیق کر چکی ہے۔“

”اور کچھ بتایا اس نے؟“

”بس کچھ نہیں یہی کہ لاش مٹھل شاہ کے سینکڑوں عقیدت مندوں نے حاصل کر لی

ہے اور کل دوپہر کو اس کی تدفین ہوگی۔“

”یہ باتیں تمہیں میڈم خان نے بتائیں؟“

”جی سر وہ غالباً اسپتال بھی گئی تھیں اور اس کے بعد لانڈھی بھی جا کر معلومات

حاصل کر کے آئی ہیں۔“

”ہوں تمہیں یہ کیسے احساس ہوا کہ وہ کچھ بگڑی بگڑی سی ہے؟ جب کہ اتنی ساری

باتیں اس نے تمہیں بتا دیں۔“

”سر میرا اور میڈم خان کا طویل عرصے تک ساتھ رہ چکا ہے۔ بہر طور افسردگی اپنی جگہ ہے ظاہر ہے میڈم خان بھی مٹھل شاہ صاحب سے بہت عرصے سے متعلق تھیں لیکن ان کا بگڑا بگڑا سا انداز کچھ تعجب خیز..... خیز چھوڑیے ان باتوں کو اب یہ بتائیے ہمیں کیا کرنا ہوگا؟“

”کچھ نہیں روزی۔ زندگی کے معمولات جس طرح چل رہے ہیں اسی طرح چلتے رہیں گے۔ مٹھل شاہ صاحب اگر اس دنیا میں نہیں ہیں۔ تو ظاہر ہے دوسرے معمولات میں رک سکیں گے۔ تمہارے ڈیڈی کیسے ہیں؟“

”سر اب تو بالکل ٹھیک ہیں۔“

”تم کچھ دن اور گزار لو روزی۔ ان معاملات سے نمٹ لیتے ہیں۔ بلکہ اگر تم لوگ اسپتال سے واپس آ رہے ہو تو پھر وہیں اسی فلیٹ میں واپس چلے جاؤ۔ بعد میں کوئی نہ کوئی سروسٹ کر لیا جائے گا۔“

”سر! ابھی ڈاکٹر اجازت نہیں دے رہے۔ ڈیڈی کو اسپتال سے گھر جانے کی پوری طرح نگرانی کرنے کے بعد ہی وہ اجازت دینا چاہتے ہیں۔ اس لیے ہم لوگ بھی جلدی نہیں کر رہے۔“

”تو ٹھیک ہے روزی۔ تم واپس آ جاؤ۔ مجھے بھی یہاں تمہاری ضرورت ہے۔“ میں نے جواب دیا اور روزی نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے سر۔ میں اس وقت تو جا نہیں رہی کل بھی گھر ٹیلی فون کر دوں گی۔ ڈیڈی کے مسئلے کو باقی لوگ دیکھ سکتے ہیں۔“

میں نے مطمئن انداز میں گردن ہلا دی اور تھوڑی دیر تک روزی میرے پاس بیٹھنے کے بعد اپنے کمرے میں چلی گئی۔ میں بستر پر دراز ہو گیا اور رات دیر تک مختلف معاملات کے بارے میں سوچتا رہا۔ دوسرے دن ناشتے پر بھی میڈم خان میرے پاس موجود نہیں تھی۔ روزی البتہ مجھے ناشتہ سرو کر رہی تھی۔ میں نے اس سے کہا۔

”جاؤ۔ میڈم خان کو کہو کہ میں بلا رہا ہوں۔“ روزی چلی گئی تھوڑی دیر کے بعد میڈم خان میرے پاس پہنچ گئی۔

”میڈم آپ کل سے کہاں غائب ہیں؟“ میں نے سوال کیا اور میڈم خان تکیہ

نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر اس نے کہا۔

”دراصل میں بہت کچھ سوچنے پر مجبور ہو گئی ہوں۔ مسٹر دانش۔“ وہ کرسی گھسیٹ کر بیٹھتی ہوئی بولی۔ میں خاموشی سے ناشتے میں مشغول رہا۔ میں نے اسے اپنے ساتھ ناشتے میں شریک ہونے کی پیشکش نہیں کی تھی۔ چند لمحات کے بعد میں نے کہا۔

”مثلاً“

”میں مشعل شاہ صاحب کے سلسلے میں آپ کی اس بے اعتنائی کو برداشت نہیں کر سکی ہوں۔ بات یہ ہے مسٹر دانش منصور کہ میرا مشعل شاہ صاحب سے آپ سے پہلے واسطہ تھا اور یہ ایک بہت بڑا بچہ ہے کہ میں ذہنی طور پر ان سے بہت متاثر تھی۔“ لیکن آپ نے دانش منصور بننے کے بعد اور یہ سب کچھ سننے کے بعد جس بے حس کا مظاہرہ کیا ہے اس نے مجھے بد دل کر دیا ہے۔“

”کیا آپ کو اپنے دل و دماغ پر قابو نہیں رہا میڈم خان۔“ میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”ہاں دانش صاحب ایسی ہی بات ہے۔ مشعل شاہ صاحب کی موت نے مجھے ذہنی طور پر بدحواس کر دیا ہے اور خاص طور سے آپ کی بے حس مجھے پسند نہیں آئی۔“

”آپ کی پسند یا ناپسند میرے لیے اہمیت نہیں رکھتی میڈم خان۔“

”رکھتی ہے دانش کیونکہ ہم لوگوں نے بڑی محنت کی ہے آپ پر اور اس بات کی توقع رکھتے تھے ہم کہ آپ ہمارے ساتھ وہی سلوک کریں گے۔ جو آپ کو کرنا چاہیے تھا۔“

”میں آپ کو بہت کچھ بتانا چاہتا تھا میڈم بہت سی باتیں کرنا چاہتا تھا آپ سے لیکن آپ کے یہ الفاظ اور آپ کی جلد بازی آپ کو ناقابل اعتبار ثابت کرتی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ مشعل شاہ صاحب کے مشن کو آگے بڑھانے کے لیے اور اس تمام صورت حال کا صحیح طور پر جائزہ لینے کے لیے جو کچھ میں کرنا چاہتا ہوں آپ اس میں مجھ سے تعاون کریں اور کوئی ایسا قدم نہ اٹھائیں جو میرا راستہ روکنے کا باعث بن جائے۔“ میڈم خان نے بھوین اٹھا کر مجھے دیکھا پھر بولی۔

درخواست کیوں کر رہے ہیں؟“

”میں آپ سے کوئی درخواست نہیں کر رہا میڈم خان بلکہ آپ کو حکم دے رہا ہوں۔“

”معاف کیجئے گا دانش صاحب میں مشعل شاہ صاحب کی ہدایت کے مطابق آپ کا حکم ماننے پر مجبور تھی لیکن موجودہ حالات میں جب کہ مشعل شاہ صاحب کی موت کی تصدیق ہو چکی ہے یہ سب کچھ میرے لیے ممکن نہیں ہے۔ آپ بخوشی مجھے اس کو ٹھکی سے چلے جانے کے لیے کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ کم از کم اتنا میں جانتی ہوں کہ اس کے تمام اختیارات مشعل شاہ صاحب نے آپ کو دیے تھے۔“

”کیا یہ ممکن نہیں ہو سکتا میڈم خان کہ کچھ عرصے آپ یہاں رک کر مجھ سے تعاون کریں؟“

”نہیں اب یہ ممکن نہیں ہے۔“

”میڈم خان اسے آپ بہت ضروری تصور فرمائیے۔ دراصل آپ اس انداز میں یہاں سے چلی جائیں گی تو میں اس پریشانی کا شکار رہوں گا کہ کہیں آپ مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کریں۔“ میڈم خان کے ہونٹوں پر تلخ مسکراہٹ پھیل گئی۔

”آپ کو ہم نے اس وقت نقصان نہیں پہنچایا دانش صاحب جب آپ نقصان اٹھانے کی کیفیت میں تھے۔ اب آپ اگر یہ تصور کرتے ہیں تو یہ آپ کی زیادتی ہے۔“

”میں نے آنکھیں بند کر لیں ذہن کو قابو میں رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میڈم خان کا مسئلہ چٹکی بجاتے ہی حل ہو سکتا تھا لیکن میں نہیں چاہتا تھا کہ کوئی ایسا قدم اٹھاؤں جس میں الیاس بھائی سے کیے ہوئے وعدے کی نفی ہو۔ میں نے الیاس بھائی سے وعدہ کیا تھا کہ میں کوئی مجرمانہ کارروائی نہیں کروں گا لیکن میڈم خان اب میرے لیے خطرناک ہوتی جا رہی تھی۔ چند لمحے میں نے آنکھیں بند کیے رکھیں اور اس کے بعد میں پرسکون ہو کر میڈم خان کو دیکھنے لگا۔ پھر میں نے کہا۔

”میڈم خان دراصل آپ غلط فہمی کا شکار ہیں۔ جو کچھ میں آپ کو بتا رہا ہوں۔ اسے غور سے سن لیجئے اور اس کے بعد میرا خیال ہے آپ صحیح فیصلہ کر سکیں گے۔ دیکھیے مشعل شاہ صاحب نے مجھے ٹیلی فون کیا تھا کہ وہ کسی خطرے کا شکار ہیں لیکن اس سے پہلے

کے بعد ہی کسی اقدام کا سوچیں گے۔“ لیکن پھر بھی اس کی آنکھوں میں الجھن سی ہوئی تھی۔ میں نے اسے آرام کرنے کو کہا۔ جب وہ کمرے سے نکل گئی تو میرے ذہن میں جو تصویر پیدا ہوا وہ یہی تھا کہ میڈم خان خطرناک ہو گئی ہے۔ جو عورت ایک بار اس طرح مجھ سے انحراف کر سکتی ہے وہ بار بار مجھ پر حاوی ہونے کی کوشش کرے گی۔ میڈم خان کا مجھ پر مسلط رہنا مناسب نہیں ہے۔ ان کے لئے کوئی بہت بہتر فیصلہ کرنا ہوگا۔ اس سلسلے میں بھی میں جلد بازی سے کام نہیں لے سکتا تھا۔ ہاں اسے سنبھالے رکھنے کے لیے کچھ احتیاطات کرنا بے حد ضروری تھے۔ یہاں سے واپس آنے کے بعد میں نے آصف نور کو اپنے پاس طلب کر لیا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ میرے کمرے میں پہنچ گیا تو میں نے روزی کو میڈم خان کے کمرے پر نگاہ رکھنے کی ہدایت کی کہ اگر وہ کمرے سے باہر آنے کی کوشش کرے تو مجھے اس بارے میں فوراً ہی اطلاع دے۔ آصف نور متعجبانہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں نے اس سے کہا۔

”آصف جو کچھ تم ہو میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں اور اب اس سلسلے میں مزید حقائق کرنا نہ تمہارے لیے مناسب ہے اور میرے لیے۔“

آصف چند لمحے خاموشی سے میری صورت دیکھتا رہا پھر بولا۔ ”سر۔ میں ان الفاظ کا مطلب سمجھنا چاہتا ہوں؟“

”بات دراصل یہ ہے آصف کہ میں تم پر اعتماد کر کے اپنا رازدار بنانا چاہتا ہوں۔“

”یہ میری خوش بختی ہوگی جناب اور اس بات کا میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جو ذمے داری آپ میرے سپرد کریں گے اپنے جو راز آپ مجھے دیں گے وہ مجھے اپنی زندگی سے زیادہ قیمتی محسوس ہوں گے۔“

”شکریہ آصف مجھے تم پر مکمل اعتماد ہے۔ خیر چھوڑو ان باتوں کو مشعل شاہ کے مسئلے کو تم بھی اچھی طرح جانتے ہو اور میں بھی جانتا ہوں۔ اب تمہیں اس بات کا علم ہو چکا ہوگا کہ مشعل شاہ ہم لوگوں کے لیے انتہائی اہم حیثیت رکھتا تھا۔“

”سر۔ بہت زیادہ علم نہیں ہے سوائے اس کے کہ آپ ان سے عقیدت رکھتے تھے۔“

”خیر میں تمہیں اس کے بارے میں کچھ اور تفصیلات بھی بتاؤں گا مگر بعد میں‘ تم

کہ وہ مزید کچھ بتاتے ان کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آگیا اور ٹیلی فون مکمل نہ ہو سکا۔ میں آپ کے پاس پہنچا آپ کو تیار کیا اور اس کے بعد لائنڈھی کی جانب روانہ ہو گیا۔ اس وقت میری کیفیت بھی آپ سے مختلف نہ تھی لیکن جب لائنڈھی کے قریب پہنچ کر میں نے اس حادثہ کی نوعیت دیکھی تو دفعتاً ہی میں نے آپ کو روک دیا۔ مجھے شبہ ہوا تھا کہ یہ حادثہ خود بخود نہیں ہو گیا تھا اور جو کوئی بھی اس حادثے کا ذمہ دار ہے وہ مشعل شاہ صاحب کے بہت زیادہ قریبی لوگوں کو جاننا چاہتا ہوگا۔ چنانچہ میں وہاں رک کر صورت حال کا جائزہ لیتا رہا۔ ہم لوگ وہاں نہیں گئے اور وہاں سے واپس آگئے لیکن اس کے بعد بھی یہ خطرہ ختم نہیں ہوا تھا کہ کوئی ہمیں جاننے کی تلاش میں سرگرداں ہوگا۔ چنانچہ میں نے اس سلسلے میں سرگرمی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ اگر آپ سمجھتی ہیں کہ میں نے اس شخص کو نظر انداز کر دیا ہے جو میری اس حد تک حیثیت کا باعث بنا تو یہ آپ کی غلط فہمی ہے اور اس غلط فہمی میں آپ خواہ مخواہ میرے لیے ذہنی الجھنیں پیدا کر رہی ہیں۔ میڈم خان آپ اس بات کو نظر انداز کیوں کر دیتی ہیں کہ مشعل شاہ اپنی موت نہیں مرے ہیں بلکہ ان کے ساتھ ایک حادثہ پیش آیا ہے اور اس حادثے کے ذمے دار افراد ان سے کچھ نہ کچھ ضرور چاہتے تھے۔“

میری اس تاویل پر میڈم خان کے تناؤ میں قدرے کمی آگئی پھر جب وہ بولی تو اس کا لہجہ ٹوٹا ہوا تھا۔

”آپ دعوے سے یہ بات کیسے کہہ سکتے ہیں کہ وہ لوگ جو اس حادثے کے ذمے دار ہیں خود ہماری تلاش میں بھی ہوں گے؟“

”میں کسی پہلو کو نظر انداز کرنے کا قائل نہیں لیکن آپ کا عدم تعاون مجھے مزید ذہنی الجھنوں کا شکار کر دے گا۔ کیا آپ یہ بات پسند نہیں کریں گی کہ ہم مشعل شاہ صاحب کے قاتلوں کو منظر عام پر لا کر انہیں بدترین سزا دیں۔“

”کیوں نہیں پسند کروں گی۔“

”تو پھر ذرا انتظار کیجئے۔ میڈم میری خاموشی کو مشکوک نہ جانیں۔“

میڈم خان اب بڑی حد تک ہموار ہو گئی تھی۔ ”تو اب کیا ارادہ ہے آپ کا؟“

”فی الحال محتاط رہ کر اپنے دشمنوں کے بارے میں معلومات حاصل کریں گے۔ اس

اپنی ذہانت کو زنگ لگا رہے ہو آصف اسی لیے میں کچھ ذمے داریاں تمہارے سپرد کر رہا ہوں لیکن نہایت ہوشیار کے ساتھ۔ میں تمہیں چند کاغذات دوں گا۔ بینکوں سے تمہیں ان کے بارے میں مفصل تصدیق کرنی ہے کہ ان کی نوعیت کیا ہے۔

”جی سر۔ یہ کام میرے لیے مشکل نہیں ہوگا۔“

”تو پھر آؤ میرے ساتھ۔“ میں نے کہا اور آصف کو ساتھ لیے اس خاص کمرے میں پہنچ گیا جہاں میری مخصوص تجوری تھی۔ میں نے تجوری سے وہ کاغذات نکالے جن میں مٹھل شاہ نے اپنا تمام سرمایہ میری طرف منتقل کیا تھا اور اس بارے میں بینکوں کی تمام تفصیلات میرے پاس موجود تھیں۔ تقریباً دو گھنٹے تک میں آصف کو اس بارے میں سمجھاتا رہا کہ اسے کیا کرنا ہے اور آصف نے سب کچھ سمجھنے کے بعد گردن ہلا دی۔

بولے۔

”ٹھیک ہے چیف۔ میں یہ تمام کام سرانجام دے لوں گا لیکن پورا دن مجھے چھٹی درکار ہوگی اس سلسلے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے۔“

”ٹھیک ہے تم کل اس کام میں مصروف رہ سکتے ہو۔“ میں نے آصف سے کہا اور

وہ گردن ہلا کر خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے اسے جانے کی اجازت دے دی تھی۔ تمام کاغذات میں نے اس کے حوالے کر دیے تھے۔ باہر کے معاملات بالکل پرسکون

تھے۔ روزی نے مجھے بتایا میڈم خان اب تک اپنے کمرے میں سو رہی ہے۔ دن میں مزید

کوئی خاص مصروفیت نہ تھی پھر بھی شام میں نے گھر پر ہی گزار دی تھی۔ دوسرے دن

آصف اپنے کام میں مصروف ہو گیا اور میں خود کارلے کر باہر نکل گیا۔ مقدس کریم سے

ملاقات ہوئی۔ وہ اپنے کاموں میں مصروف تھا۔ مٹھل شاہ کے بارے میں گفتگو ہوتی رہی تھی

مقدس کریم نے مجھے بتایا کہ وہ خود مٹھل شاہ کی تدفین میں شریک ہوا تھا۔ ہزاروں

عقیدت مند موجود تھے اور بڑے اعزاز کے ساتھ مٹھل شاہ کی تدفین کی گئی۔ ساتھ ہی

اس کے تمام ساتھیوں کی قبریں بنائی گئیں اور لوگوں نے اچھی خاصی جان نثاری کا مظاہرہ

کیا۔ اس کے علاوہ آستانے کا لمبہ پولیس کی نگرانی میں صاف کیا جا رہا ہے اور مسلسل یہ

معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ یہ حادثہ کس طرح پیش آیا۔ اس سلسلے

میں اور کوئی خاص بات نہیں ہوئی پھر تیسرا دن بھی گزر گیا۔ مٹھل شاہ کی جدائی مجھے بھی

بہت عجیب انداز میں محسوس ہو رہی تھی۔ آصف نے مجھے تمام رپورٹ پیش کرتے ہوئے بتایا کہ بینکوں کے سارے معاملات ٹھیک ہیں۔ مٹھل شاہ جو کچھ میرے لیے کر گیا تھا اس نے اس میں کمی نہیں چھوڑی تھی۔ میں نے احتیاطاً وکیل سے بھی ملاقات کی اور وکیل نے مجھے ہر طرح کے تعاون کا یقین دلایا۔ یوں وقت گزرتا رہا۔ پانچ چھ دن ہو گئے۔ روزی اب باقاعدہ اپنی ذمے داریاں پوری کر رہی تھی۔ میڈم خان بھی رفتہ رفتہ راہ راست پر آتی جا رہی تھی لیکن میں نے اس کے انداز میں ایک مسلسل کھنچاؤ محسوس کیا تھا اور اس کے چہرے کے تاثرات وہ نہیں رہے تھے جو پہلے ہوا کرتے تھے چنانچہ میڈم خان پر نگاہ رکھنا میرے لیے انتہائی ضروری ہو گیا تھا اور اس دوران میں مسلسل سوچتا رہا تھا میرے ذہن میں یہ سوچ تھی کہ اب مجھے اپنے طور پر عمل کرنے کے لیے مزید کچھ کارروائیاں کرنا ہوں گی۔ اس لیے پہلے مٹھل شاہ کے زیر اثر اس کی تمام ہدایات پر عمل کرتا تھا لیکن اب جب کہ مٹھل شاہ کے بارے میں یہ تصدیق ہو گئی تھی کہ وہ موجود نہیں ہے۔ تو پھر سارے معاملات مجھے اپنے طور پر سنبھالنے تھے اور اس میں اپنی سوچ کے مطابق تبدیلیاں پیدا کرنا تھیں اس روز جیم خانہ پہنچا اور وہاں لوگوں سے ملا تو مجھے مسز اختر خان نظر آئیں۔ خوش قسمتی یہ تھی کہ اس دن جمال آراء بیگم موجود نہیں تھیں۔ مسز اختر خان کو بہت دن کے بعد میں نے دیکھا تھا۔ میری ان کی نگاہیں چار ہوئیں تو مسکراتی ہوئی میری جانب آگئی۔ بہر طور اب میں اس ماحول میں اجنبی نہیں رہا تھا اور جانتا تھا کہ یہاں آنے والے کیا انداز فکر رکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک کوئی بات بہت زیادہ اہمیت کی حامل نہیں ہوتی۔ مسز اختر خان نے بڑی گرم جوشی سے مجھ سے مصافحہ کیا اور بولی۔

”کہئے جناب بہت عرصے کے بعد ملاقات ہوئی۔“

”یہ شکایت تو مجھے آپ سے کرنا چاہیے مسز خان۔“

”شکایت؟“ اس نے معنی خیز مسکراہٹ سے مجھے دیکھا۔

”ہاں میرا مطلب ہے آپ نے بہت دن کے بعد ملنے کی بات کی ہے نا۔ میں خود

آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ان دنوں آپ کہاں غائب تھیں۔“

”بس یوں سمجھ لیجئے آپ کے ڈر سے روپوش ہو گئیں تھی۔“ میں ہنس پڑا۔

”میرا ڈر آپ کو کیوں لاحق ہو گیا؟“

”ہوتا ہے۔ ایسا بھی ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات انسان اپنی پوزیشن خواہ مخواہ خراب کر بیٹھتا ہے۔ میرے ساتھ بھی یہی حادثہ پیش آیا ہے۔“

”آپ نے اپنی پوزیشن کہاں خراب کر لی؟“

”آپ کی نگاہ میں۔“ مسز اختر خان نے جواب دیا۔

”آپ کی غلط فہمی ہے مسز اختر بلاوجہ آپ میرے سلسلے میں کچھ دل برداشتہ ہو گئیں۔ حالانکہ ایسی کوئی بات نہ تھی۔“ مسز اختر خان مسکراتی رہی اور اس کے بعد بولی۔

”میرا خیال ہے ہم لوگوں نے اپنے تعلقات کی ابتدا غلط انداز میں کی تھی۔ بہر طور لوگ یہ کہتے ہیں کہ اگر غلطی کا احساس ہو جائے تو اس کا ازالہ کر لینا چاہیے۔“ میں بھی

معنی خیر انداز میں مسکرا دیا۔ ”اب فیصلہ یہ کرنا ہے کہ دراصل غلطی کس سے ہوئی۔ شاید مجھے اور میں اس اعتراف میں کوئی عار نہیں محسوس کرتی۔“

”واہ اس کا مطلب ہے آپ بڑی خاتون ہیں۔“

”نہیں خیر ایسا تو نہیں ہے۔ ویسے ایک بات آپ سے پوچھنا چاہتی ہوں مسز دانش منصور؟“

”جی..... جی فرمائیے۔“

”میرے سلسلے میں آپ بد دل کیوں ہوئے اور آپ نے میرے بارے میں غلط انداز کے فیصلے کیوں کیے؟“

”صاف صاف گفتگو کروں مسز اختر؟“

”ہاں اگر دل میں کچھ خلوص باقی ہے تو بہتر یہ ہے کہ صاف ہی گفتگو کیجئے۔“

”دراصل میرا ایک نظریہ ہے۔ کاروبار اور تعلقات دو الگ الگ چیزیں ہوتی ہیں۔ ایک اچھا کاروباری بننے کے لیے انسان کو کاروبار کو اولیت دینا ہوتی ہے۔ آپ نے غلط طریقہ کار اختیار کیا تھا۔ آپ کو کم از کم میرے بارے میں یہ معلومات حاصل کر لینا چاہیے

تھیں کہ میں ایک کچے ذہن کا مالک نوجوان نہیں ہوں بلکہ ایک اچھا کاروباری بھی ہوں اور یہ کاروبار مجھے میرے باپ سے ورثے میں ملا ہے۔“ مسز اختر ہنسنے لگیں پھر بولی۔

”کرن اکثر آپ کو یاد کرتی ہے۔“

”لیکن اب میں اسے بالکل یاد نہیں کرتا۔“

”تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ کرن نہ سہی اور بہت سے لوگ ہیں آخر آپ کو زندگی گزارنے کے لیے کچھ نہ کچھ تو درکار ہوتا ہوگا۔“ مسز اختر نے کہا۔ اور میں ہنس

پڑا۔

”آپ کسی نئی شخصیت سے متعارف کرائیں گی تو میں اسے خوش آمدید کہوں گا لیکن مسز اختر ہمارے اور آپ کے درمیان تمام باتیں کھری کھری ہونی چاہئیں۔ جو کچھ

آپ نے سوچا تھا وہ مناسب نہیں تھا۔ ہاں ضرورت میں ہر انسان کی ہوتی ہیں اگر میں آپ کی کوئی خدمت ذاتی طور پر کر سکا تو مجھے خوش ہوگی لیکن اس کے لیے وہ طریقہ کار اختیار کرنا میرا خیال ہے آپ کے حق میں مفید ثابت نہیں ہوگا۔“

”اس کا تجربہ کر چکی ہوں۔ اب اس کا تذکرہ آپ کیوں کر رہے ہیں مسز دانش منصور۔“

”ٹھیک ہے رات گئی بات گئی۔ آپ کے اور میرے تعلقات میں کوئی ایسی خرابی نہیں پیدا ہوئی جس سے آپ کو مجھ سے کھینچنا پڑے۔“

”شکریہ۔ بہت بہت شکریہ میں آپ سے ملتی رہوں گی بلکہ آپ کی پسند کے مطابق میری آپ سے نئی ملاقات ہوگئی۔“ مسز اختر خان نے کہا اور میں ہنسنے لگا۔

”بہر طور یہاں کے معاملات کو اب میں اتنا سمجھ چکا تھا کہ مزید کچھ سمجھنے کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ یہاں کی کمائیاں خاصی دلچسپ تھیں۔ جمال آرانے اس سلسلے

میں مجھے بہت کچھ سمجھا دیا تھا۔ جن میں بعض کمائیاں بہت ہی دلکشی کی حامل تھیں اور میں نے ان سے لطف حاصل کیا تھا۔ مثلاً یہاں نظر آنے والے چہرے انتہائی مصنوعی ہوتے

تھے۔ ان کے اندر اور باہر میں اتنا فرق تھا کہ انسان کے تصور سے بھی باہر ہو لیکن مجھے براہ راست ان کمائیوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ میں تو صرف اپنے معاملات پر نگاہ رکھنا

چاہتا تھا۔ زندگی کے بے شمار مراحل طے ہو چکے تھے۔ واقعات کا ایک ایسا انوکھا سلسلہ تھا جو ختم ہونے ہی کو نہیں آتا تھا لیکن میں ابھی اپنے آپ کو راستے ہی میں پار رہا تھا۔ ابھی

تک میرے سامنے کوئی ایسی جامع کیفیت نہیں آئی تھی جو مجھے یہ احساس دلاتی کہ میں زندگی کا مقصد ایک حد تک پانے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ صحیح معنوں میں میں نے اپنی

ابتدا ہی ابھی مکمل نہیں کی تھی زندگی کے معمولات جاری رہے مٹھل شاہ کی کمی کو جس

بت پیچھے چھوڑ دیا تھا جہاں سے میں نے اپنی زندگی کا آغاز کیا تھا۔ پیارے الیاس بھائی اور نازاں باجی سے بھی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ ان لوگوں کو نظر انداز تو میں زندگی بھر نہیں کر سکتا تھا بس حالات کا انتظار کر رہا تھا۔ کوئی ایسا موقع آجائے جب مجھے سکون لینے کا موقع ملے تو پھر ان لوگوں سے میں دوبارہ اپنے رابطے قائم کروں لیکن ابھی حالات مجھے اس بات کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ تاہم آصف نور کی سنائی ہوئی اس بات نے مجھے پھر اپنے ماضی میں جلنے پر مجبور کر دیا اور میں اس کے لیے بے چین ہو گیا۔ میں نے آصف سے کہا۔

”اگر تم اس بات پر پوری طرح بھروسہ رکھتے ہو آصف تو پھر ہمیں اس شخص کو دیکھنا ہوگا۔“

”ہاں چیف اب اس میں کوئی شبہ نہیں ہے اگر شبہ ہوتا تو میں تذکرہ ہی نہ کرتا آپ سے۔“

”ہوں اس وقت ہم کلب چل رہے ہیں آصف۔“

”جی۔ وہاں سے واپسی پر اگر یہ ہمارے ساتھ ہوا تو پھر ہمیں اس سے ملاقات کرنا ہوگی۔“ آصف کے چہرے پر سنسنی کے آثار پھیل گئے تھے۔ اس دن کلب میں کوئی خاص بات نہیں ہوئی تھی۔ شناسا تو ہر جگہ ہی موجود تھے اور جہاں بھی جاتا تھا میری پذیرائی ہوتی تھی۔ لوگ مجھ سے طرح طرح کے سوالات بھی کیا کرتے تھے۔ جو میرے کاروبار ہی سے متعلق تھے۔ ان دنوں مقدس آنوز کے بارے میں بھی تذکرے ہو رہے تھے اور یہ بات لوگوں کے کانوں تک پہنچ چکی تھی کہ میں مقدس آنوز کو فیڈ کر رہا ہوں۔ ظاہر ہے ایسی باتیں چھپی نہیں رہتیں بہر طور کلب سے واپسی کے لیے میں خود بھی بے چین تھا۔ تعاقب کا احساس میرے رگ و پے میں سنسنی پیدا کر رہا تھا اور میں اس سلسلے میں ہر قدم اٹھانے کا خواہشمند تھا۔ وہ جنون جو مشعل شاہ کی غیر موجودگی سے مجھ پر طاری ہو گیا تھا۔ اس وقت شدت اختیار کر گیا تھا۔ وہاں سے جب واپس پلے تو میں نے آصف نور سے اس دے میں پوچھا اور آصف نے سرگوشی کے سے انداز میں کہا۔

”یقیناً سر۔ یقیناً وہ ہمارے پیچھے ہے۔“

”آصف ہمیں اس پر قابو پانا ہے۔“

”مم..... مگر کس طرح سر.....؟“

شدت سے بھی محسوس کر رہا تھا اسے الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔ بہر حال اس کا مشن جاری تھا۔ مقدس امپوریم بڑی تیز رفتاری سے تکمیل کے مراحل میں تھا۔ اس سلسلے میں مقدس کریم مجھ سے اکثر ملاقاتیں کرتا رہتا تھا۔ ابھی وہی میری نگاہوں میں تھا۔ ایک بہت بڑا سلسلہ ختم ہو گیا تھا۔ جس کے لیے میں نے اور مشعل شاہ نے مل کر طے کیا تھا۔ یعنی یہ کہ مشعل شاہ میرے پاس شکار بھیجے گا اور میں یہ شکار ذبح کرتا چلا جاؤں گا لیکن مشعل شاہ کی اچانک موت سے یہ سلسلہ منقطع ہو گیا تھا اور میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ میں محدود ہو کر رہ گیا ہوں۔ اس احساس نے میرے اندر ایک جنون کی سی کیفیت پیدا کر دی تھی۔ یہ ممکن نہیں ہے ایسا نہیں ہونا چاہیے اور اب مشعل شاہ کا سہارا ختم ہونے کے بعد مجھ پر خود اپنی ذہانت سے کام لینا ہوگا۔ ایسے ہی ایک دن کی بات ہے کہ آصف نور نے مجھے انوکھی اطلاع دی۔ ہم لوگ کلب کی جانب جا رہے تھے کہ آصف بولا۔

”سر میں ایک بات کہنا چاہتا ہوں آپ سے۔“

”کہو آصف۔“

”میں پچھلے ایک ہفتے سے یہ بات نوٹ کر رہا ہوں کہ کچھ لوگ آپ کی نگرانی کر رہے ہیں۔ اس وقت بھی ایک کار مسلسل ہمارے تعاقب میں ہے۔ میں نے اس کا ڈیڑھ گھنٹہ میں موجود شخص کو بھی دیکھ لیا ہے۔ بھاری بھر کم اور اچھی شخصیت کا مالک ہے۔ لیکن عموماً یہ ہمارا تعاقب کرتا رہتا ہے۔“

”تمہیں غلط فہمی تو نہیں ہوئی؟“

”نہیں سر اگر غلط فہمی کا مسئلہ ہوتا تو میں آپ سے اس کا تذکرہ ہی نہ کرتا۔ کئی دن سے اس کا جائزہ لے رہا ہوں۔ اس وقت بھی یہ کار ہماری کوششی سے ہمارے پیچھے چلی ہے۔“

”اور میرے ذہن میں بے شمار گھنٹیاں سی بجنے لگیں۔ ایک بار پھر مجھے اپنی شخصیت یاد آگئی تھی۔ مجھے وہ لمحات یاد آگئے تھے جب میرا باقاعدہ تعاقب کیا جاتا تھا اور تعاقب کرنے والے وہ لوگ تھے جو میری شخصیت کو مسخ کر کے رکھ دینا چاہتے تھے۔ میں ان کو نگاہوں سے گم ہو گیا تھا اور یقینی طور پر وہ میرے لیے پریشان ہوں گے اور یہ جاننا چاہتے ہوں گے کہ میں کہاں پوشیدہ ہو گیا ہوں۔ عرصہ دراز سے میں نے زندگی کے اس موڑ کو

”جو ہدایت میں دیتا رہوں اس پر عمل کرتے رہو۔ ہمیں واپسی کے راستے میں تھوڑی سی تبدیلی کرنا پڑے گی۔ ہم کلفٹن کے راستے ڈیفنس جاتے ہیں آج تم یوں کرنا کہ راستہ بد لینا اور درمیان سے ہی گزری کی طرف نکلنے کی کوشش کرنا۔ میرا مطلب سمجھ رہے ہو نا تم۔ وہ راستہ جو جھاڑیوں کے درمیان سے گزرتا ہے۔“

آصف نے خاموشی سے گردن ہلا دی اور پھر میری ہدایت پر عمل کرنے لگا۔ پیلی گاڑی مسلسل پیچھے آرہی تھی اور میں خود بھی اسے با آسانی دیکھ سکتا تھا راستہ کاٹنے کے بعد ہم جھاڑیوں کے درمیان چل پڑے۔ یہ جگہ عموماً سنسان ہی رہتی تھی۔ رات کو ساڑھے گیارہ یا بارہ بجے کے بعد یہاں گھڑسوار پولیس والوں کا گشت شروع ہو جاتا تھا لیکن ابھی ان کے گشت کا وقت نہیں آیا تھا پھر ایک جگہ میں نے آصف کو گاڑی روکنے کے لیے کہا۔ اس نے گاڑی سائیڈ میں کر کے روک دی تھی۔ پیلی گاڑی مسلسل ہمارے پیچھے چلی آرہی تھی اور ہماری گاڑی کے اچانک یوں رک جانے کی وجہ سے پیلی گاڑی کو بھی رفتار ست کرنا پڑی تھی لیکن کیونکہ ہم نے سائیڈ کا راستہ کھلا رکھا تھا اس لیے اسے مجبوراً آگے بڑھنا پڑا لیکن آگے جانے کے بعد جو موڑ تھا وہاں ہم نے اس کی سرخ روشنیاں چلتے ہوئے دیکھیں۔ گویا وہ بھی رک گیا تھا۔ میں خاموشی سے دروازہ کھول کر نیچے اتر گیا۔

”تم بونٹ اٹھا کر انجن کا جائزہ لینا شروع کر دو۔“ نیچے اترتے ہی میں نے آصف کو ہدایت کی اور خود جھاڑیوں سے ہوتا ہوا سڑک کے عقب میں اتر گیا۔ پھر میں تیز رفتاری سے چلتا ہوا اس جگہ پہنچ گیا جہاں پیلی گاڑی رکی ہوئی تھی۔ پیلی گاڑی والے نے بھی وہی عمل کیا تھا جو میں نے کیا تھا۔ یعنی وہ گاڑی سے اتر کر اس کا بونٹ اٹھا کر اس کا جائزہ لینے لگا تھا۔ یہ اس کی یقینی طور پر بدحواسی کی ایک کوشش تھی۔ درنہ اس سنسان جگہ اسے یہ سوچنا چاہیے تھا کہ یہاں سے نکل جانا ہی بہتر ہے اور ظاہر ہے میں اپنی کونٹھی پر ہی جا رہا تھا۔ ممکن ہے وہ اس احساس کا شکار ہو گیا ہو کہ میں نے جھاڑیوں کا راستہ کیوں اختیار کیا ہے۔ میں نے بھرپور جائزہ لیا وہ اچھی خاصی جسامت کا مالک تھا۔ چہرے کے خدو خال گو بہت زیادہ واضح نہیں ہو سکے تھے لیکن شخصیت ٹھیک ٹھاک ہی معلوم ہوتی تھی اور پھر میں نے ایک گول پتھر اپنے ہاتھ میں اٹھالیا جو وہاں موجود تھا۔ پھر میں آہستہ آہستہ آگے

بڑھا اور ایک لمحے کے اندر ہی اوپر نمودار ہو گیا۔ وہ مجھے دیکھ کر دہشت زدہ سا ہو گیا تھا لیکن اس سے پہلے کہ وہ کوئی عمل کر سکے میرا ہاتھ جنبش کر چکا تھا۔ گول پتھر اس کے سر کی پشت پر پڑا اور اس کے حلق سے ایک تیز آواز نکل گئی۔ میں نے دوسرا وار اس کی گردن پر کیا اور وہ ادھر ادھر جھولنے لگا۔ میرا کام ہو گیا تھا لیکن اس کے بھاری بھر کم جسم کو وہاں سے اٹھا کر گاڑی تک لانا ایک مشکل مسئلہ تھا۔ میں نے اس کے بغلوں میں ہاتھ ڈالے اور اسے تھسینا ہوا آگے بڑھ گیا ادھر شاید آصف نور نے میری یہ کارروائی دیکھ لی تھی۔ چنانچہ اس نے فوراً ہی بونٹ بند کیا گاڑی اسٹارٹ کی اور تیزی سے آگے بڑھتا ہوا میرے قریب پہنچ گیا۔ پھر میں نے آصف کی مدد سے اسے گاڑی میں ٹھونس دیا چند لمحے کے بعد ہی ہماری کار آگے بڑھ گئی۔ آصف کے اعصاب میں کشیدگی پائی جاتی تھی۔ جس کا اندازہ اس کی ڈرائیونگ سے ہو رہا تھا۔ میں نے سر دلجے میں کہا۔

”خود پر قابو رکھو آصف اور سنو ہمیں اسے خاموشی سے اندر پہنچانا ہے۔ بہتر ہے۔ بہتر ہے کسی کو اس کے بارے میں علم نہ ہو۔“ آصف نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ وقت ایسا ہو چکا تھا کہ کوٹھی کے تمام ملازمین وغیرہ سو رہے تھے۔ دروازہ کھولنے والے چوکیدار کو یہ انداز نہیں ہو سکا کہ کار کی عقبی سیٹ پر کوئی پڑا ہے۔ کار آصف نے بالکل صدر دروازے کے قریب جا کر روکی تھی۔ یہاں بھی روشنی نہیں تھی۔ کہیں سے بھی کسی کے جانگنے کے آثار نہیں مل رہے تھے۔ چنانچہ ہم نے بے ہوش شخص کو اٹھایا اور اندر بے چلے۔ انتہائی احتیاط کے ساتھ اسے میں نے اپنے بیڈ روم میں پہنچایا تھا۔ پھر میں نے اسے بستر پر لٹانے کے بعد آصف نور سے پر خیال لےجے میں کہا۔

”آصف کیا اس کی کار کا وہاں رہنا مناسب ہو گا۔“ آصف نور نے خاموش نگاہوں سے مجھے دیکھا تو میں نے اس سے کہا۔ ”میرا خیال ہے ہمیں خطرہ مول لے لینا چاہیے۔ پولیس یقینی طور پر گشت کرتی ہوئی ادھر سے گزرے گی اور اس مشکوک کار کو دیکھ کر اس کی جانب متوجہ ہو جائے گی۔ اگر کوئی ایسا ویسا معاملہ نکلا تو ذرا سی الجھن کا شکار ہم بھی ہوں گے۔ میرا خیال ہے یہ خطرہ مول لے لو۔ بلکہ یوں کرو کہ کار تم وہاں سے واپس لے آؤ اور کونٹھی کے ایسے حصے میں کھڑی کر دو جہاں کوٹھیوں میں آنے والے مہمان عموماً اپنی کاریں کھڑی کر دیتے ہیں۔ فاصلہ اتنا رکھنا کہ کسی کو شبہ نہ ہونے پائے اور لوگ یہی

سمجھیں کہ کار کسی کو بھی میں آئی ہے۔ آصف نور میری بات سے متفق ہو گیا اور پھر وہ وہاں سے چلا گیا کار کی چابی اس کے پاس ہی موجود تھی۔ میں دیر تک اس شخص کا چہرہ دیکھتا رہا اور پھر میں نے اس کے لباس کی تلاشی لینا شروع کر دی۔ اس کے لباس سے ایک عمدہ قسم کا پستول برآمد ہوا جو بھرا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ کچھ کرنسی نوٹ ایسی کوئی چیز اس کے لباس سے دستیاب نہیں ہوئی تھی جو اس کی شخصیت پر روشنی ڈالتی۔ میں نے یہ تمام چیزیں اپنی تحویل میں لے لیں۔ اب میں یہ سوچ رہا تھا کہ اسے ہوش میں لاؤں۔ حالانکہ اصولی طور پر اسے خود ہی ہوش میں آجانا چاہیے تھا لیکن شاید میری ضرب اس کے سر پر شدید ہی پڑ گئی تھی۔ جس کی وجہ سے مسلسل بے ہوش تھا۔ میں نے چند لمحے انتظار کرنے کا فیصلہ کر لیا اطراف کو مضبوط رکھنا بھی ضروری تھا ہو سکتا ہے جاگنے کے بعد یہ شخص مجھ سے بھڑنے کی کوشش کرے۔ ایسی حالت میں مجھے بھی تیار رہنا تھا۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی اور میں اچھل پڑا کون ہو سکتا ہے؟ میں نے دل میں سوچا پھر آصف کا خیال آیا۔ تاہم میں نے تیز روشنی بجھا کر باہر جھانکا آصف نور ہی تھا۔

”ہاں آصف کو کیا پوزیشن ہے؟“

”سر میں آپ کی ہدایت کے مطابق عمل کر آیا ہوں۔“

”کیا تم نے گاڑی کے اسٹیرنگ اور ہینڈل سے اپنے ہاتھوں کے نشانات منا دیے؟“

”ہیں۔ آصف نے گردن ہلا دی۔“

”جی ہاں جناب۔“

”گڈ اب تم جا کر آرام کرو۔“

لیکن آصف نے انکار کر دیا۔ پھر میرے اصرار پر وہ لان میں جا کر بیٹھ گیا۔ ضرورت پڑنے پر میری مدد کو فوراً پہنچ سکے۔

آصف کے جاتے ہی میں نے دروازہ بند کر کے دوبارہ تیز روشنی کر دی۔ واپس پلٹا تو وہ شخص کسمارہا تھا۔ میں اس سے کچھ فاصلے پر ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں وہ فوراً مجھے نہ دیکھ سکے۔ بلکہ میں اس کا بخوبی جائزہ لے سکوں۔ چنانچہ چند لمحے کے بعد اس نے آنکھیں کھول دیں اور بوکھلائے ہوئے انداز میں ادھر ادھر دیکھا اور پھر دھنستا اچھل کر بیٹھ گیا۔ غالباً اسے ساری صورت حال یاد آگئی تھی۔ بیٹھنے کے بعد اس نے کمرے میں نگاہیں

بٹوڑائیں۔ کمرہ اتنا وسیع بھی نہیں تھا کہ وہ مجھے نہ دیکھ سکتا جو نہی اس کی نگاہ مجھ پر پڑی اس کے پورے جسم کو ایک جھٹکا سا لگا۔ اس کا منہ متحیرانہ انداز میں کھل گیا تھا چند لمحے وہ مجھے دیکھتا رہا اور پھر دھنستا اس کے حلق سے ایک ققمہ بلند ہو گیا۔ یہ ققمہ میرے لیے ذرا حیران کن تھا۔ ایسی حالت میں تو اسے پریشان ہونا چاہیے تھا۔ بجائے اس کے وہ ہنس رہا تھا۔ دل ہی دل میں میں نے سوچا کہ کہیں وہ اپنی دماغ کی خرابی کا اظہار نہ کرے۔ وہ چند لمحات ہنستا رہا اور میں سرد نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے کہا۔

”معافی چاہتا ہوں جناب دانش منصور صاحب۔ میرے جڑے بھینچ گئے تھے۔“ اس نے مجھے میرے نام سے مخاطب کیا۔ تاہم میں اسے سرد نگاہوں سے دیکھتا رہا۔ وہ ایک بار اس پڑا اور بولا۔

”بڑی عجیب بات ہے نایوں سمجھ لیجئے ایک طرح سے یہ لطیفہ ہو گیا ہے۔“

”تمہارے سر کی چوٹ کیسی ہے دوست۔“ میں نے سرد لہجے میں کہا اور وہ چونک

ایسا سر ٹٹولنے لگا۔ پھر اس نے کہا۔

”کھوپڑی کے پچھلے حصے پر ایک اور کھوپڑی نمودار ہو گئی ہے۔“

”ہنسنے کی وجہ بتاؤ گے؟“

”بس کیا بتاؤں دانش صاحب۔ اس وقت ایک عجیب لطیفہ ہوا ہے۔ میں اپنے آپ

کو طاقتور اور چالاک آدمی نہیں سمجھتا لیکن زندگی بڑے دلچسپ انداز میں گزری ہے اور

یہ جو واقعہ پیش آیا ہے یقین کیجئے یہ بھی میری زندگی کا ایک دلچسپ حادثہ ہی ہے۔“

”تم اطمینان کا اظہار کر کے غالباً مجھ پر کوئی اثر ڈالنا چاہتے ہو؟“

”نہیں۔ دانش صاحب ایسا نہ سوچئے میں آپ کو تفصیل بتائے دیتا ہوں۔“

”جی۔ ہاں فرمائیے۔“ میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

”مجھے ناگی کہتے ہیں اور یہ نام میں نے بڑے مشکل سے مشہور کیا ہے۔ ویسے میرا

نام رشید خان ہے۔ آپ مجھے رشید خان کہہ لیں یا ناگی کے نام سے مخاطب کریں بات

ایک ہی ہے۔“

”سن لیا یہ سب کچھ آگے فرمائیے۔“

”مجھے مشعل شاہ صاحب نے آپ کی نگرانی کی ذمہ داری سونپی تھی۔ بلکہ یوں

ان کا وفادار بن گیا تھا۔ تب شاہ صاحب کو میری ضرورت پیش آئی اور انہوں نے تمام صورت حال بتاتے ہوئے کہا کہ دانش منصور کے لیے انہیں میرے گروہ کی ضرورت ہے اور اس کے بعد سے میں نے اپنی تمام تر ذمے داریاں شاہ صاحب کو ہی سونپ دیں۔ یوں سمجھ لیجئے کہ شاہ صاحب نے مجھے اور میرے گروہ کو ملازم رکھ لیا تھا۔ ہمیں ماہانہ چھ لاکھ روپے ملتے ہیں اور یہ چھ لاکھ روپے ہمارے سارے گروہ میں تقسیم ہو جاتے ہیں۔

”خوب۔ تو مشعل شاہ صاحب نے تمہارے سپرد کیا ذمے داری کی تھی۔“ میں نے

سوال کیا۔

”جی دانش صاحب وہی تفصیل عرض کرنے جا رہا ہوں۔ دراصل جب آپ عملی زندگی میں آئے اور مقدس آلوز کا مسئلہ سامنے لایا گیا تو شاہ صاحب کو اس بات کا خدشہ پیدا ہوا کہ کچھ لوگ ہو سکتا ہے براہ راست آپ کو نقصان پہنچانے کی فکر میں سرگرداں ہوں۔ چنانچہ آپ کے تحفظ کا بندوبست کیا جائے اور اس کے ساتھ ہی آپ کے مفادات کا تحفظ بھی کیا جائے۔ چنانچہ میرے آدمی انتہائی ذہانت کے ساتھ شاہ صاحب کی ہدایت کے مطابق آپ کے اطراف پھیل گئے۔ ہر جگہ آپ کی نگرانی کی گئی۔ مقدس آلوز اور اس کے سلسلے میں بھی جو کارروائیاں ہو رہی تھیں ان کی نگرانی کی ذمے داری بھی ہمیں ہی سونپی گئی۔ اس کے علاوہ مقدس کریم کی زندگی کا تحفظ بھی کیا گیا۔ غرض ہر اس جگہ نگاہ رکھی گئی جہاں اس مقصد کو نقصان پہنچ سکتا تھا لیکن یہ حادثہ جو شاہ صاحب کے ساتھ پیش آیا میرے لیے بھی اتنا ہی عظیم ہے کہ میرا سر چکرا کر رہ گیا۔ بہت مشکل سے میں خود پر قابو پاسکا ہوں۔ پچھلے چند روز سے میں نے براہ راست آپ کی نگرانی شروع کر دی تھی۔ اس الجھن کا شکار تھا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ آپ سے رابطہ قائم کیے بغیر کچھ ہو نہیں سکتا تھا۔ چنانچہ میں یہ سوچ رہا تھا کہ آپ سے ملاقات کر کے اپنی حیثیت واضح کر دوں۔ اس وقت بھی معمول کے مطابق آپ کی نگرانی کر رہا تھا اور دل میں یہ فیصلہ کر کے آیا تھا کہ آج آپ سے ملاقات کر ہی لوں گا۔ میرا خیال ہے آپ کو شبہ ہو گیا لیکن ہنسنے والی بات یہ ہے کہ میں آپ کا محافظ ہوں اور آپ ہی کے ہاتھوں زخمی ہو کر یہاں پہنچا ہوں۔ یعنی..... یعنی۔ بس کیا کہوں یوں سمجھ لیجئے کہ..... بہت غرور تھا اپنے آپ پر سارے کا سارا ٹوٹ گیا۔ اس شخص نے مجھے زخمی کیا ہے جس کی حفاظت کے لیے میری خدمات

سمجھ لیجئے کہ میرے سپرد بہت دن سے یہ کام تھا۔ میں اور میرے گروہ کے تیس افراد مکمل طور سے آپ کی نگرانی کر رہے تھے اور مشعل شاہ صاحب کے مفادات کے سلسلے میں جو کچھ بھی ممکن ہو سکتا ہے وہ کرتے ہیں۔ یوں سمجھ لیجئے کہ میں اور میرے تیس ساتھی مشعل شاہ کے تنخواہ دار ہیں۔“ ایک بار پھر میرے ذہن میں گڑگڑاہٹ سی پیدا ہونے لگی تھی لیکن میں اتنی آسانی سے ہار نہیں مان سکتا تھا۔ میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ پھر میں نے کہا۔

”کون مشعل شاہ صاحب؟ رشید ناگی نے پر خیال انداز میں گردن ہلائی اور بولا۔“

”یقیناً“ یقیناً۔ ظاہر ہے میرے چند الفاظ تو آپ کو اطمینان دلانے کے لیے کافی نہیں ہیں۔ ایک لمحے کے لیے یہ گزارش کرتا ہوں کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس پر ذرا ذہن بھی دوڑائیے۔ یقیناً حالات ایسے ہی ہیں۔ اصولی طور پر ہونا یہ چاہیے تھا کہ شاہ صاحب میرا آپ سے تعارف کرا دیتے۔ انہوں نے یہ وعدہ بھی کیا تھا۔ لیکن بد قسمتی نے ہمیں اس کا موقع نہیں دیا۔ بہر طور میں اپنا تعارف خود ہی کرائے دیتا ہوں۔ جیسا کہ میں نے آپ کو اپنا نام بتایا میرا نام رشید ناگی ہے اور کچھ حلقوں میں ناگی کے نام سے جانا جاتا ہوں۔ میں نے اپنا طریقہ کار کچھ ایسا رکھا ہے کہ لوگ مجھے اپنا دوست بھی سمجھیں اور جب مشکل حالات پیش آئیں تو انہیں یہ احساس بھی ہو جائے کہ میں کیا چیز ہوں۔ مفصل تفصیل اس وقت بتاؤں گا جب آپ کو مجھ پر یقین آجائے گا۔ مختصر یوں سمجھ لیجئے میں ہر وہ کام کر لیتا ہوں جس میں مجھے آمدنی بھی ہو جائے اور میری اپنی حیثیت بھی برقرار رہے۔ پولیس کی نگاہوں میں ابھی تک نہیں آیا ہوں۔ میں نے اور میرے گروہ نے بہت سے ایسے کارنامے سرانجام دیے ہیں جو قابل دست اندازہ پولیس ہو سکتے ہیں لیکن احتیاط رکھی ہے ہم نے۔ ویسے آپ کو یہ سن کر خوشی ہوگی کہ میرے گروہ کے تمام لوگ پڑھے لکھے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو بحالت مجبوری اس فیلڈ میں کام کرتے ہیں۔ ہم نے ایسے گھناؤنے جرائم نہیں کیے۔ جسے ہمارا اپنا ضمیر بھی برداشت نہ کر سکے لیکن اس کے علاوہ دولت کے حصول کے لیے ہم نے چھوٹے چھوٹے بہت سے کام سرانجام دیے ہیں۔ کچھ عرصے پہلے شاہ صاحب کا مجھ سے رابطہ قائم ہو گیا۔ یوں سمجھ لیجئے میں بھی ان کے عقیدت مندوں ہی میں سے تھا اور انہوں نے میرے بہت سے کام اس طرح کرائے تھے کہ میں

حاصل کی گئی تھیں۔“

میں خاموشی سے رشید ناگی کا چہرہ دیکھتا رہا۔ کیا یہ شخص سچ کہہ رہا ہے لیکن وہ تفصیلات اس نے بتائی تھیں درحقیقت وہ مجھے اور مٹھل شاہ کو ہی معلوم تھیں۔ یعنی ان میں سے بعض تو میڈم خان تک کو معلوم نہیں تھیں۔ تاہم میں نے رشید ناگی سے کہا۔

”مسٹر ناگی بہت اچھی کہانی سنائی ہے آپ نے لیکن میں آپ سے پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ میں کسی مٹھل شاہ کو نہیں جانتا۔“ رشید ناگی کے ہونٹ سکڑ گئے۔ اس نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

”دیکھے دانش صاحب اس کے علاوہ اور کوئی ذریعہ نہیں رہ گیا ہے اگر ہوتا تو میں خود بھی آپ سے ابھی ملاقات نہ کرتا۔ مجھ پر بھروسہ کیجئے میرا رابطہ براہ راست شاہ صاحب سے تھا اگر آپ چاہیں تو اس سلسلے میں وہ تمام تفصیلات بتا سکتا ہوں جو پیش آپ کی ہیں۔ یعنی مقدس آٹوز والا معاملہ اور..... اور..... اور اگر آپ واقعی مجھ پر بھروسہ نہ کر پائیں تو مجبوراً جہانگیر کا نام بھی لوں گا۔ جس کے سلسلے میں اس کام کا آغاز ہوا ہے۔“

نجانے کیوں اب مجھے اندر سے کچھ یہ احساس ہونے لگا تھا کہ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے سچ کہہ رہا ہے۔ مٹھل شاہ کے چند الفاظ بھی میرے کانوں میں گونج رہے تھے اس نے کہا تھا کہ تم خود کو تنہا محسوس نہیں کرنا جو کچھ کر رہے ہو اس کے لیے بہت سے مددگار بھی تمہارے ارد گرد موجود ہیں۔ یہ الفاظ مجھ سے مٹھل شاہ نے کہے تھے۔ ہو سکتا ہے یہ الفاظ رشید ناگی ہی کی طرف اشارہ کرتے ہوں۔ بہر طور بہت سے مسائل تھے جن کے بارے میں فوری طور پر فیصلے کرنے تھے۔ میں نے آہستہ سے رشید ناگی سے کہا۔

”ٹھیک ہے ناگی اگر تم یہ چاہتے ہو کہ میں تم پر اعتبار کر لوں تو پھر ٹھیک ہے لیکن ایک بات ذہن نشین کر لو میں نے عمل کی دنیا میں قدم رکھ دیا ہے اور اب مٹھل شاہ کی غیر موجودگی مجھے اس بات کا احساس دلاتی ہے کہ جو کچھ بھی کرنا ہے اپنے طور پر کرنا ہے۔ چنانچہ اگر تم کوئی غلط انسان بھی ہو تو میرا اور تمہارا مقابلہ بہت سخت رہے گا۔“

”اس کا اندازہ تو مجھے ہو ہی چکا ہے۔“ وہ سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔

میں خاموش نگاہوں سے اس کا چہرہ دیکھتا رہا اور پھر میں نے تمام احتیاط ختم کر دی

اب جب کہ رشید ناگی سے اس بات کا اعتراف کر ہی چکا تھا کہ میں نے اس پر اعتبار کر لیا ہے تو پھر باقی تکلفات کا خاتمہ ضروری تھا۔ چنانچہ چند لمحے خاموش رہنے کے بعد میں نے اس سے کہا۔

”شاہ صاحب کی موت کے بعد میں بھی ذہنی طور پر شدید اذیت کا شکار ہو گیا تھا۔ ناگی صاحب اور مجھے ضرورت محسوس ہو رہی تھی کسی ایسے شخص کی جسے میں اپنا رازدار بنا سکوں۔ بہت سے کام میرے ذہن میں الجھے ہوئے ہیں۔ بہر طور آپ کی آمد بہت بہتر رہی۔ ہاں یہ بتائیے کہ سر کی چوٹ میں زیادہ تکلیف تو نہیں ہے۔ ناگی ایک بار پھر ہنس پڑا۔ پھر بولا۔“

”اگر ہے بھی تو اس کا اعتراف کرتے ہوئے مجھے شرم تو آنی ہی چاہیے۔“

”ارے نہیں اب ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے۔“

”بات ہے دانش صاحب۔ آج تک میرے سر نے کوئی چوٹ نہیں کھائی بلکہ یہ ہاتھ دوسروں ہی کو چوٹیں دیتے رہے ہیں۔“

”بہر طور میرا معذرت کرنا تو بے معنی ہی ہو گا۔ تاہم آپ یہ بتائیے کسی شے کی ضرورت محسوس کر رہے ہیں۔ چائے یا کافی وغیرہ۔“

”اس وقت قطعی نہیں۔ ہاں آپ سے اپنی کار کے بارے میں ضرور سوال کروں گا کہ وہ کہاں ہے؟“

”کار میں نے وہاں سے منگوالی ہے اور اس وقت قریب ہی کسی کوٹھی کے سامنے کھڑی ہو گی۔ اس انداز میں کہ کسی کو شبہ نہ ہو۔“

”مناسب سمجھیں تو مجھے اجازت دیں کہ میں اسے یہاں لے آؤں اس کا مشکوک

ہونا مناسب نہیں ہو گا اور نہ ہی میں یہ چاہتا ہوں کہ وہ کسی اور کی نگاہوں میں آئے۔“

”میرے خیال میں وہ محفوظ جگہ ہے لیکن اگر تم ضروری محسوس کرتے ہو تو میں ڈرائیور سے کار منگوا لیتا ہوں۔“

”نہیں اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ نے اسے کسی ایسی جگہ کھڑا کر دیا ہے جہاں سے وہ مشکوک نہیں ہو سکتی تو پھر تھوڑی دیر ہی کا تو معاملہ ہے میں چلا جاؤں گا۔ رہنے دیجئے اب اسے منگوانے کی ضرورت نہیں ہے۔“ میں چند لمحوں کے لیے خاموش ہو گیا۔

ناگی بھی کسی سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ پھر میں نے کہا۔

”مسٹر ناگی آپ یہ بتائیے شاہ صاحب کی موت کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟“

”اگر آپ کا سوال اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ شاہ صاحب کی موت ہوئی بھی ہے یا نہیں تو آپ یقین کریں میں بھی اس سلسلے میں اتنا ہی لاعلم ہوں جتنا کہ آپ جو لاشیں وہاں سے دستیاب ہوئی ہیں وہ اس قدر خراب ہو چکی تھیں کہ ان کی شناخت ممکن ہی نہیں رہی تھی۔ اس کے علاوہ آستانے میں مٹھل شاہ صاحب جس قسم کا لباس پہنتے تھے بعض لوگ ویسا ہی لباس پہن کر آستانے میں مستقل قیام کیا کرتے تھے اور وہی لباس انتہائی بوسیدہ اور جلی ہوئی شکل میں وہاں سے برآمد ہوئے ہیں۔ کوئی ایسا خاص نشان نہیں مل سکا کہ ہم حتمی طور پر یہ بات کہہ سکیں کہ ان میں سے ایک لاش شاہ صاحب کی تھی لیکن حقائق پر نگاہ ڈالی جائے تو اس بات میں بھی شبہ نہیں رہتا کہ ان میں ایک لاش یقینی طور پر شاہ ہی کی تھی اور پھر ایک بات اور بھی ہے اگر شاہ صاحب حیات ہوتے تو اس دوران کسی نہ کسی طرح کم از کم مجھ سے یا آپ سے رابطہ ضرور قائم رکھتے۔ ہم سے رابطہ نہ قائم کرنے کا یہی مقصد ہے کہ.....“ رشید ناگی جملہ ادھورا چھوڑ کر خاموش ہو گیا۔ میرے چہرے پر بھی مکمل خاموشی طاری تھی۔ ایک لمحے کے لیے مٹھل شاہ کا خیال آگیا تھا اور مجھے واقعی اس شخص پر دکھ ہو رہا تھا۔ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد میں نے کہا۔

”اگر یہ حادثہ ہوا بھی ہے تو یقینی طور پر اس کا ذمے دار کوئی نہ کوئی ضرور ہوگا۔“ رشید ناگی نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”سو فیصدی۔ خود بخود تو ایسا نہیں ہو سکتا۔ وہاں انتہائی طاقتور ہم رکھا گیا تھا اور ایسے کام عام لوگوں کے بھی نہیں ہوتے۔ شاہ صاحب کا اکثر لوگوں سے تصادم رہتا تھا اور وہ محتاط بھی رہا کرتے تھے لیکن میں نے یہ بات ضرور محسوس کی تھی کہ عام لوگ شاہ صاحب کے راستے میں آنے کی کوشش نہیں کر سکتے تھے یہ کارروائی کسی ایسے شخص کی ہے جس کے لیے شاہ صاحب کی موت ضروری تھی۔“

”مثلاً۔“

”اس وقت تو ہم صرف جہانگیر خان کا ہی تذکرہ کر سکتے ہیں۔“

”خود میرے ذہن میں بھی یہ خیال بار بار آیا ہے لیکن آپ کا کیا خیال ہے مسٹر ناگی جہانگیر خان کیا اس سلسلے میں شاہ صاحب پر کوئی شبہ کر سکتے ہیں۔“

”وائلٹ صاحب آپ نے جہانگیر کے بارے میں مکمل تفصیلات نہیں معلوم کیں وہ ملک کے ان گنے چنے سرمایہ داروں میں سے ایک ہے جن کی دولت کے بارے میں کچھ اندازہ نہیں ہے۔ ویسے وہ فطرتاً جرائم پیشہ ہے لیکن سرمایہ دار اپنے سرمائے کو اور اپنی حیثیت کو برقرار رکھنے کے لیے بہت سے کھیل کھیلتے ہیں۔ جہانگیر خان کو مقدس آلوز کے ذریعے جو نقصانات پہنچ رہے ہیں یا مستقبل میں پہنچنے والے ہیں اس کا تذراک اس کے لیے بے حد ضروری ہے اور ہم یہ بات نہیں کہہ سکتے کہ وہ اس قدر بے عمل ہو گا کہ اصل بات تک نہ پہنچ پائے۔ میرا مطلب ہے ہو سکتا ہے کہ شاہ صاحب اس کی نگاہوں میں آگئے ہوں اور اس نے ابتدا ان سے کی ہو۔ میرا مطلب ہے ہم اس امکان کو نظر انداز نہیں کریں گے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہمارا یہ خیال غلط ہو لیکن کسی بھی کام کی ابتدا کرنے کے لیے کہیں نہ کہیں سے اشارت لینا پڑتا ہے۔“

”ہاں۔ میں سمجھ رہا ہوں۔“

”چنانچہ اس سلسلے میں جہانگیر خان کو بھی نظروں میں رکھنا بے حد ضروری ہوگا۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی اور کردار بھی ہماری نگاہوں میں آجائے لیکن اسے ہم دوسرے نمبروں پر رکھیں گے تاہم یہ کوششیں جاری رکھوں گا میں کہ مٹھل شاہ صاحب کے آستانے پر ہونے والے حادثے کے ذمے داروں کو تلاش کروں۔“ میں نے ایک عجیب سی بے کلی محسوس کی اور پھر اس سے کہا۔

”مٹھل شاہ اگر واقعی ختم ہو گئے ہیں تو ان کے قاتلوں کا سراغ لگانا بھی ہمارے لیے اسی قدر اہم ہے مسٹر ناگی جتنا اہم اس کاروبار کو آگے بڑھاتے رہنا۔“

”ہاں اس سلسلے میں آپ کا دست راست ہوں۔ براہ کرم مجھ پر کبھی کسی قسم کا شک نہ کیجئے میں بہت برا انسان ہوں لیکن کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کے لیے آنکھ سے نہیں بلکہ دل سے سوچا جاتا ہے اور مٹھل شاہ صاحب ایسے ہی انسان تھے یوں سمجھ لیجئے کہ مجھے ان سے دلی عقیدت بھی ہے۔ چنانچہ میری اس درخواست کو قبول فرمائیے

Scanned and Uploaded By Nadeem

دانش صاحب کہ مجھ پر کسی قسم کا شبہ کبھی نہ کیجئے گا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ آپ اپنے تمام راز مجھے دے دیں لیکن مجھ سے کام لینا مناسب سمجھیں اس کے لیے کبھی گریز نہ کریں۔“

”نہیں ناگی صاحب تم اطمینان رکھو کہ جو معاوضہ تمہیں شاہ صاحب سے مل رہا تھا وہ مسلسل جاری رہے گا۔ بلکہ ہو سکتا ہے آنے والے وقت میں اس میں مناسب اضافہ ہو جائے۔“

ناگی نے اس سلسلے میں کچھ نہ کہا وہ خاموشی سے قالین کریدتا رہا۔ بار بار اس کا ہاتھ سر کی پشت پر پہنچ جاتا تھا اور مجھے احساس تھا کہ وہ سر کی پشت کی تکلیف برداشت کئے ہوئے ہے لیکن بار بار اسے اس تکلیف کا احساس دلانا تو ہیں کے مترادف تھا۔ چنانچہ میں نے اس سلسلے میں خاموش اختیار کی۔ ناگی کہنے لگا۔

”کبھی فرصت میں بیٹھ کر اپنے بارے میں بتاؤں گا اب کیا خیال ہے میں چلوں۔“

”اگر مناسب سمجھتے ہو تو چلے جاؤ ورنہ رات یہاں گزارنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔“

”نہیں میرا جانا انتہائی ضروری ہو گا۔ اب آپ براہ کرم میرے بارے میں تفصیلات نوٹ کر لیجئے۔ چاہیں تو انہیں لکھ لیجئے۔ یہ میرا ٹیلی فون نمبر ہے۔ جو آپ کو میں نوٹ کر رہا ہوں۔ اس پر اگر میں کسی وقت موجود نہیں ہوں گا تو میری سکرٹری ضرور ملے گی۔ دن ہو یا رات کوئی نہ کوئی آپ کو اس نمبر پر ہر وقت دستیاب ہو گا اور مجھ تک آپ کا کوئی پیغام پہنچنے میں دقت نہ ہوگی۔ اس طرح آپ مجھ سے دن اور رات کے کسی بھی حصے میں جب چاہیں رابطہ قائم کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ تین پتے اور نوٹ کر لیجئے یہ بھی میرے ہی اپنے ٹھکانے ہیں۔“ ناگی نے تین پتے بتائے جن میں دو پتے جنرل اسٹور کے تھے اور ایک پتا کسی رہائشی علاقے کا تھا۔ میں نے باقاعدہ انہیں ایک ڈائری میں نوٹ کر لیا تھا۔ ناگی نے کہا۔

”یہ تینوں پتے جو میں نے آپ کو دیئے ہیں دانش صاحب یہاں میرے اپنے آدمی موجود رہتے ہیں اور آپ کسی بھی لمحے یہاں پہنچ کر ان لوگوں سے کسی بھی کام کے لیے کہہ سکتے ہیں۔ آپ میرا مطلب سمجھ رہے ہیں نا۔ بظاہر یہ ٹھکانے میں نے اس لئے قائم

کر رکھے ہیں کہ میں دنیا کی نگاہوں سے محفوظ رہوں اور ان ٹھکانوں پر میرے وہی آدمی ہوتے ہیں جو میرے لیے کام کرتے ہیں اور وہ سب آپ سے اچھی طرح روشناس ہیں۔ چنانچہ صرف آپ کا حکم ہی کافی ہو گا۔ یہ لوگ آپ کے ہر حکم کی تعمیل کریں گے۔“ میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی اور کہا۔

”ناگی تم نے دراصل میرے کام میں بڑی آسانیاں پیدا کر دی ہیں۔ بات دراصل یہ ہے ناگی کہ مشعل شاہ صاحب کی موجودگی میں یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ہمارے سر پر ایک سائبان ہے اور ہمیں اس سائبان کے نیچے ہر طرح کی پناہ حاصل ہے لیکن اب صورت حال مختلف ہو گئی ہے۔ ہمیں خود ہی عمل کرنا ہو گا۔ بہت سے مسائل ہیں جن پر میں تم سے مشورہ کرنا چاہتا ہوں۔“ ناگی نے آنکھیں بند کر کے گردن خم کر دی اور بولا۔

”جس قابل بھی میں ہوں حاضر ہوں۔ دانش صاحب آپ حکم دیں۔“

”شکریہ میں جلد ہی تمہیں یاد کروں گا۔“ میں نے اس کے کندھے پر تھپکی دیتے ہوئے کہا اور پھر ناگی کے ساتھ باہر نکل آیا۔ آصف برآمدے میں ہی موجود تھا۔ اس نے بڑی حیرت سے ہم دونوں کو دیکھا۔ میں نے آصف سے کہا۔

”آصف۔ تم انہیں ان کی کار تک پہنچا دو اور پھر جا کر آرام کرو۔“ آصف نے بغیر کسی جھجک کے میری بات پر گردن خم کر دی اور ناگی مجھ سے ہاتھ ملا کر اس کے ساتھ چل پڑا۔

”بستر پر پہنچ کر میں نے سب سے پہلی کوشش یہی کہ اپنے ذہن کو سوچوں کے گرداب میں نہ پھنسے دوں تاکہ صبح کو ذہنی کیفیت اعتدال پر ہو۔ اس کوشش میں مجھے تھوڑی دیر کے بعد کامیابی حاصل ہو گئی تھی۔ دوسری صبح کوئی تبدیلی کی حامل نہیں تھی۔ معمولات جن کے توں جاری تھے۔ میڈم خان بھی اس صبح ذرا بہتر موڈ میں نظر آئی۔ میرے ساتھ ہی ناشتہ کیا اور آئندہ کے پروگراموں کے بارے میں پوچھتی رہی۔“

”میڈم خان۔ ابھی فی الحال میرے ذہن میں کوئی پروگرام نہیں ہے۔ مقدس آنوز کا فیصلہ ہو جائے اس کے بعد کچھ سوچا جائے گا۔“ میڈم خان عجیب سے لہجے میں بولی۔

”آپ کو کوئی احساس نہیں ہوتا۔ دانش صاحب؟“

”کیسا احساس؟“

Scanned and Uploaded By Nadeem

”میرا مطلب ہے جو سب کچھ پھیلانے کا ذمے دار تھا وہ اب ہمارے درمیان موجود نہیں ہے۔ ہم آخر کس بنیاد پر آگے کام کریں۔“ میں نے سرد نگاہوں سے میڈم خان کو دیکھ کر کہا۔

”بات دراصل یہ ہے میڈم خان کہ اس وقت مٹھل شاہ صاحب نے جو ذمے داری میرے سپرد کی تھی اور میں اس کی تکمیل کر رہا تھا چنانچہ میں اس کام میں کوئی تساہل نہیں برتنا چاہتا۔“

میڈم خان خاموش ہو گئی لیکن میں نے اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات دیکھے تھے اور ایک بار پھر میرے ذہن میں اس کے لئے ایک الجھن سی پیدا ہو گئی۔ کچھ عرصے قبل میڈم خان نے ایک ڈرامہ کیا تھا یعنی وہ ڈرامہ جو مجھ سے قربت کا تھا حالانکہ عمر میں وہ مجھ سے کہیں زیادہ تھی لیکن جو کچھ اس نے تربیت کے دوران مجھے سکھایا تھا اس کی تکمیل کرتے رہنا چاہتی تھی لیکن میں نے نہایت صاف دلی سے اس سے معذرت کر لی تھی۔ کافی دن کے بعد اس کی کیفیت بحال ہو سکی تھی لیکن وہ بات موجودہ صورت حال سے بالکل مختلف تھی اور اب مجھے اس کے بارے میں مختلف انداز سے سوچنا تھا۔ بہر طور میڈم خان کا واسطہ چونکہ مجھ سے پہلے مٹھل شاہ سے تھا اور وہ مٹھل شاہ کی آلہ کار تھی میرے سلسلے میں بھی اس نے کافی محنت کی تھی اس لیے میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ اسے میرے ہاتھوں کوئی نقصان پہنچ جائے۔ تاہم میڈم خان کی اس وقت کی گفتگو کے بعد میں نے قطعی طور پر یہ فیصلہ کر لیا کہ اب اپنے کسی مسئلے میں اس سے کوئی مشورہ بھی نہیں لوں گا۔ البتہ شام کو جب میں کلب جانے کے لیے تیار ہوا تو میڈم خان بھی تیار ہو کر میرے قریب پہنچ گئی۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”مجھے یقین ہے مسٹر دانش کہ آپ مجھے اپنے ساتھ ضرور کلب لے جائیں گے۔“ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میڈم خان اعتماد سے میرے ساتھ آکر کار میں بیٹھ گئی۔ آصف نے اسٹیرنگ سنبھال لیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہم کلب پہنچ گئے اور میں یہاں آنے کے بعد اپنے شناساؤں کے درمیان گم ہو گیا اور میڈم خان کو بالکل نظر انداز کر دیا لیکن وہ مجھ سے زیادہ دور نہیں تھی۔ تبھی میں نے جمال آراء کو دیکھا جو ابھی تھوڑی دیر قبل کلب میں داخل ہوئے تھے اور ادھر ادھر نگاہیں دوڑا رہی تھیں۔ اس وقت میں اپنے

پنر شناساؤں کے درمیان بیٹھا ہوا تھا۔ ان میں سے ایک نے جمال آراء کی طرف اشارہ کیا اور میں نے مسکراتے ہوئے جمال کو آراء کو آواز دے کر اپنی طرف متوجہ کیا۔

”ادہ۔ میں آپ ہی کو تلاش کر رہی تھی۔ مسٹر دانش۔“ جمال آراء نے کہا۔

”تعجب ہے۔ آپ ادھر ادھر تو نگاہیں دوڑا رہی تھیں لیکن میری جانب آپ نے ایک بار بھی نہیں دیکھا۔“

”ہاں۔“ جمال آراء آہستہ سے مسکرا دی۔ پھر بولی۔

”کیا آپ مصروف ہیں؟“

”نہیں ہرگز نہیں۔“

”تو پھر آئیے۔“ میں اپنی جگہ سے اٹھ کر جمال آراء کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔

”دراصل بہت سے لوگوں کے درمیان دل کی باتیں نہیں ہو پاتیں۔“

”ہوں۔ تشریف رکھیے۔“ میں نے ایک میز پر بیٹھ کر جمال آراء کو بھی بیٹھنے کی پیشکش کی اور وہ بیٹھ گئی۔

”یہ بتائیں دانش صاحب زندگی کیسی گزر رہی ہے؟“

”آپ کے علم میں ہے خاتون۔ کیوں کوئی خاص بات محسوس کی آپ نے میری زندگی میں۔“ میں نے سوال کیا اور جمال آراء کا چہرہ ایک دم پھیکا پڑ گیا۔ وہ جلدی سے بولی۔

”نن..... نن..... نہیں..... مم..... مم..... میرا یہ مطلب ہے آج کل آپ کی کوئی خاص دوست نظر نہیں آ رہی۔“

میں نے کسی قدر تعجب سے اسے دیکھا کیونکہ میں نے کوئی ایسا سوال تو نہیں کیا تھا جو اس کے چہرے کو پھیکا کر دے لیکن یہ پھیکا پن کیا معنی رکھتا ہے۔ تاہم میں نے اس پر مت زیادہ توجہ نہیں دی۔ جمال آراء کہنے لگیں۔

”میں سوچ رہی ہوں مسٹر منصور۔ مسٹر دانش منصور۔ کہ آپ کے لیے کچھ کیا جائے۔“

”مثلاً۔“ میں نے سوال کیا۔

”پھیکلی اور بے کیف زندگی میں کوئی نہ کوئی رنگینی تو ہونی ہی چاہیے۔“

”میں سمجھتا ہوں جمال آراء آپ میرے لیے کافی رنگین ہیں۔“

”میں۔“ جمال آراء دھیرے سے بولی اور پھر ہنسنے لگیں۔

”نہیں میں خود کو اچھی طرح سمجھتی ہوں۔ مزا خربخے کی کوشش تو میں کبھی نہیں کروں گی۔“

”منزاختر۔“ میں نے تعجب سے جمال آرا کو دیکھا اور جمال آرا نے پھر سنبھلنے کی کوشش کی۔

”کوئی غلط بات کہہ دی میں نے؟“

”نہیں۔“ آپ نے کوئی غلط بات تو نہیں کہی لیکن آپ کا انداز کچھ بدلا بدلا سا نظر آ رہا ہے آج مجھے۔

”ارے نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔“ جمال آرا نے ایک ققمیہ لگایا اور اس ققمیہ کے کھوکھلے پن کا احساس میں نے بخوبی کیا تھا لیکن میں نے اس کا اظہار نہ ہونے دیا۔ پھر چند لمحے خاموش رہ کر وہ پھر بولی۔

”وائلث صاحب زندگی میں بہت سے لوگ آتے ہیں۔ آپ یہاں آنے کے بعد کسی ایسی شخصیت سے متاثر ہوئے۔ جس نے آپ کو بہت قریب سے دیکھا ہو؟“

”جی ہاں کیوں نہیں۔“

”کون ہے وہ؟“

”جمال آرا۔“ میں نے جواب دیا۔

”میں؟“ وہ حیرت سے بولی۔

”ہاں آپ نے مجھے بے حد متاثر کیا ہے۔ کیا آپ کو اس تاثر کے نتیجے کا احساس

نہیں ہے۔" جمال آرا پھر ابھی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ نجانے کیوں وہ آج بار بار چوٹک رہی تھی اور میں اس کے اس انداز کو اب بخوبی محسوس کرنے لگا تھا۔ میں نے اس سے کہا۔

”آپ کچھ پریشان ہیں۔ جمال آرا مجھے اپنی پریشانی کی وجہ نہیں بتائیں گی۔“

”ارے..... کک..... کہاں۔ کک..... کون کہتا ہے۔ آپ بلا وجہ اس قسم

کی باتیں سوچ رہے ہیں۔ دانش صاحب۔ ویسے معاف کیجئے گا میں بہت جلد آپ کی رقم

واپس لوٹانے کی کوشش کر رہی ہوں۔“

”جی۔“ میں نے سر دنگاہوں سے اسے دیکھا۔ پھر بولا۔ ”کل دن میں فرصت ہے“

آپ کے پاس؟

”تکب..... کیوں؟“

”میرے گھر آنا پسند کریں گی۔ یا کوئی ایسی جگہ جہاں آپ مجھے سے تنہائی میں مل

عین

”کک..... کک کل کل کل تو شاید نہ مل پاؤں میں، کچھ

معروفیات ہیں۔“

”ٹھیک ہے۔“ میں نے جواب دیا۔ جمال آرا زیادہ دیر میرے پاس نہ رہی لیکن

جب وہ چلی گئی تو میں اس کے بارے میں غور کرنے لگا۔ کیا ہو گیا ہے اسے۔ کوئی نہ کوئی

ت اس کے ذہن میں ضرور تھی۔ اس وقت میری رقم کی واپسی کا تذکرہ بالکل بے مقصد

ہاں کوئی خاص بات ضرور ہے۔ میری چھٹی حس مجھے یہ احساس دلا رہی تھی۔ بہر طور جمال

آراء بہت زیادہ مخلص ہیں مجھ سے لیکن اس نے اب تک جو کچھ کیا تھا وہ قابل قدر

میں یہ جانا چاہتا تھا کہ آخر اس کی ذہنی پریشانی کی وجہ کیا ہے اور جو کچھ اس نے مجھے

ہے لہذا اس کے پس پردہ کوئی خاص بات ہے یا ہمیں اگر عام حالات ہو گئے تو وہ میری

دعوت پر ہزار ضرورت کے باوجود دوزی سی سی ای سین وہ میری اس دعوت پر بھی بوجھ

میں نے اس کی وجہ اور ان حیالات کا
 نہ نہیں کلا میں نہیں کہ ایک انتہائی مسخ

میرے پاس سچی سی اور اس کے چپے میں سے ایں سب میں میں دیکھا تھا۔ سراسر
کوئی کہہ کر میری جگہ پر لڑا اور کھڑے ہوئے۔

”کمال ہے۔ آپ لوگ تو بول محترم، محترم، محترم، قفقہ، قفقہ سے نکال رہے ہیں۔“

ہر ایک کے لئے ایک خاص مقام ہے۔

”ہاں میں نے ابھی تھوڑی دیر پہلے جمال آرا کو تمہارے پاس دیکھا تھا۔ خیریت

مگرے آنے پر تمہیں حیرت کیوں ہوئی؟

”اس لیے کہ آج کل آپ کلب میں نظر نہیں آتے آپ سے زیادہ تر ملاقاتیں

نیم خانے میں ہی ہوتی ہیں۔“

”ہس تو یوں سمجھ لیجئے ہم آپ کو سونگھتے ہوئے آگئے۔ ویسے میرا خیال ہے آپ نے ابھی اپنا ذہن صاف نہیں کیا۔“

”کس سلسلے میں؟“

”وہی۔ کرن کا مسئلہ۔ بھئی اب تو ہمارے درمیان سارے مسئلے صاف ہو گئے تھے۔“

”مزراختر۔ غالباً“ خود آپ کے ذہن میں کوئی چور ہے۔ کرن نے نہ مجھے کوئی نقصان پہنچایا تھا اور نہ ہی آپ نے۔ پھر بھلا میرے ذہن میں کسی تردد کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔“

مزراختر مسکراتے لگیں۔ پھر بولی۔

”یہ جمال آرا کہاں چلی گئی۔ آج بڑی جلدی کلب سے واپس چلی گئی؟“

”میں کسی کے ذاتی معاملات کہاں کریدتا ہوں مزراختر۔“

”ذاتی کام تو آپ آجایا کرتے ہیں بعض لوگوں کے۔“

”مطلب میں سمجھا نہیں؟“

”جمال آراء آپ سے پچیس لاکھ روپے ایٹھ چکی ہیں اور اس بات کا دعویٰ میں کیے دیتی ہوں جناب دانش منصور صاحب کہ یہ رقم آپ کو واپس ملنے والی نہیں ہے۔“

میں خاموشی سے مزراختر خان کو دیکھ رہا تھا۔ یہ بات بھی میرے لیے ذرا حیرت ناک تھی۔ جمال آرا نے خود ہی کسی سے اس رقم کا تذکرہ کر دیا تھا جب کہ میں نے تو اسے ہونٹوں تک لانے کی بھی کوشش نہیں کی تھی۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

”شاید آپ کو کوئی غلط فہمی ہو رہی ہے۔“

”کس سلسلے میں؟“

”جمال آراء اور پچیس لاکھ روپے کے سلسلے میں۔ بھلا بیچاری جمال آراء مجھ سے یہ رقم کس طرح حاصل کر سکتی ہے۔“

”خیر۔ یہ ان کا اور آپ کا معاملہ ہے۔ ارے..... وہ دیکھیے۔ وہ دیکھے اسے دیکھ رہے ہیں آپ۔“ مزراختر نے ایک سمت اشارہ کر کے کہا اور میری نگاہیں بھی اس جانب اٹھ گئیں۔ ایک دراز قامت لڑکی تھی جو سبز رنگ کے لباس میں اتنی خوبصورت نظر آ رہی تھی کہ اس پر نگاہیں جمانا مشکل ہوا جا رہا تھا۔ غالباً وہ بھی ابھی داخل ہوئی تھی کیونکہ اس سے پہلے پورے کلب کا جائزہ لینے کے باوجود وہ مجھے نظر نہیں آئی

تھی۔ لڑکی واقعی بہت حسین تھی اس نے اپنے بال انتہائی دلکش انداز میں باندھے ہوئے تھے اور اس کی شکل و صورت میں بے پناہ جاذبیت تھی۔ ایک انوکھا بانگین تھا۔ اس کی چال ڈھال میں اور میں نے محسوس کیا کہ بہت سے لوگ اس کی جانب متوجہ ہیں۔ اس نے کئی لوگوں سے ہاتھ بھی ملایا تھا۔

”کون ہے یہ؟“ میں نے مزراختر سے پوچھا۔

”نیلاب شمشاد بیگم۔“ مزراختر خان نے جواب دیا۔

”یہ مکمل تعارف تو نہ ہوا۔ میرے لیے یہ نام اجنبی ہے اور غالباً اس کلب میں یہ

خاتون بھی۔“

”نہیں تقریباً“ تین سال پہلے یہ اس کلب میں آتی رہی ہیں اور یہاں کی پرانی ممبر ہیں۔ پچھلے دنوں ملک سے باہر گئی ہوئی تھیں۔ سنا ہے انہوں نے پبلسٹی میڈیا میں بہت بڑی وکری حاصل کی ہے اور اٹلی میں ان کا کافی عرصے قیام رہا۔ یہ بھی سنا تھا بلکہ پڑھا تھا کہ انہیں ہالی ووڈ کی کئی فلموں میں کام کی پیشکش ہوئی تھی لیکن شمشاد بیگم صاحب بہت بڑے کاروباری ہیں۔ ظاہر ہے انہیں پیسے کے لئے تو اس کام کی ضرورت نہیں تھی اور شاید انہوں نے خود بھی یہ سب کچھ پسند نہیں کیا بڑی شہرت ملی تھی انہیں یہاں اس بات پر کیونکہ انہوں نے بہت بڑی آفر ٹھکرا دی تھی۔“

”خوب۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور مزراختر مسکراتی ہوئی نگاہوں سے مجھے

دیکھنے لگی۔ پھر بولی۔

”کیسی ہے؟“

”خوبصورت۔“ میں نے بے تکلفی سے جواب دیا۔

”تو جناب مزراختر کے ہتھکنڈے بھی دیکھیے آپ ابھی چند لمحوں کے بعد یہ آپ

کی میز پر ہوں گی۔ مزراختر میرے جواب کا انتظار کیے بغیر اپنی جگہ سے اٹھ گئی اور میں نے کھول کر رہ گیا۔ بہر طور مزراختر کو میں اچھی طرح سمجھ چکا تھا اور اس بات پر بھی یقین رکھتا تھا کہ یقینی طور پر وہ لڑکی اس میز پر تھوڑی دیر کے بعد آجائے گی۔ مزراختر اس کے قریب پہنچ گئی تھی۔ میں لا تعلق نگاہوں سے انہیں دیکھتا رہا اس وقت وہ لڑکی بہت سوں کی توجہ کا مرکز بن گئی تھی۔ میں نے مزراختر کو بھی اس سے کھل مل کر باتیں کرتے ہوئے

دیکھا وہ بار بار ہنس رہی تھی اور تمام ہی لوگوں سے بڑے مخلصانہ انداز میں مل رہی تھی۔ پھر اس نے دونوں کانوں کو ہاتھ لگائے اور دو قدم پیچھے ہٹ گئی۔ مسز اختر نے اس کے بازو کو اپنے ہاتھ کی گرفت میں لیا اور اسے لیے ہوئے میری جانب چل پڑی۔ میں خاموشی سے اپنی کرسی سے پشت لگا کر بیٹھ گیا تھا۔ چند لمحے کے بعد مسز اختر خان میرے نزدیک پہنچ گئی۔ میں نے اخلاقی طور پر کھڑے ہونا مناسب سمجھا تھا۔ میز کی سطح پر دونوں ہاتھ رکھ کر میں نے ہلکی سی گردن خم کی اور مسز اختر بولی۔

”ان سے ملنے جناب دانش منصور صاحب۔ یہ نیلاب شمشاد بیگ ہیں۔“

”مسرت ہوئی آپ سے مل کر۔ ویسے میں پہلی بار آپ کو اس کلب میں دیکھ رہا ہوں۔“

”ہاں تین سال کے بعد اس سے پہلے میں عموماً روزانہ اس کلب میں آیا کرتی تھی اور میری کلب کی رکنیت ابھی تک برقرار ہے۔“

”بہت مسرت کی بات ہے۔ تشریف رکھیے۔“ میں نے کہا اور وہ بیٹھ گئی۔ پھر اس نے کہا۔

”لیکن جناب یہ تعارف ادھورا نہیں رہ گیا۔ یہ مسز اختر بڑی عجیب و غریب خاتون ہیں۔ اچانک ہی مجھے ان لوگوں کے درمیان سے نکال کر یہاں لے آئیں اور یہ بھی نہیں بتایا کہ کہاں لے جا رہی ہیں۔ مسز اختر ان صاحب سے میرا تعارف کرایئے۔“

”جس طرح تم ایک تہلکہ خیز شخصیت کی مالک ہو نیلاب۔ اس طرح دانش منصور نے بھی پچھلے کچھ دنوں سے یہاں تہلکہ مچا رکھا ہے۔“

”واہ خوب۔“ لڑکی نے بے تکلفی کے انداز میں کہا۔ اس کی عمر زیادہ نہیں تھی لیکن اس کے چہرے کی پختگی بتاتی تھی کہ وہ اپنی عمر سے بہت آگے کی چیز ہے۔ ویسے اس میں کوئی شک نہیں کہ قریب آکر وہ اور خوبصورت نظر آنے لگی تھی اور میں اس کی اس دلکشی سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔

”تعارف اب بھی نامکمل ہے۔“ اس نے کہا۔

”دانش منصور کچھ عرصے پہلے نیروبی میں تھے اور وہاں اپنے کاروبار سے اور اپنی شخصیت سے دھوم مچائے ہوئے تھے۔ پھر انہوں نے اپنا کاروبار سمیٹا۔ تمام اثاثے فروخت

کئے اور پاکستان منتقل ہو گئے۔ آج کل یہ یہاں کی محفلوں کی جان ہیں۔ ویسے ایک بہت سچے کی بات ہے وہ یہ کہ دانش منصور صاحب نے ایک بار تمام لوگوں سے وعدہ کیا تھا کہ وہ سب کو ایک خوبصورت دعوت دیں گے اور ابھی تک انہوں نے وعدہ ایفا نہیں کیا۔“

”مسز اختر جذبات کی رو میں بہہ کر نجانے کہاں سے کہاں پہنچ جاتی ہیں۔ تعارف مجھ سے ہو رہا تھا اور یہ اپنے مطلب کی بات نکال بیٹھیں۔ دانش منصور صاحب یہاں آکر آپ کو کیسا لگا؟“

”بہت اچھا۔ جس طرح اپنوں میں آنے کے بعد ہوتا ہے اور اب تو میں یہاں سے

پوری طرح مانوس ہو چکا ہوں۔ تمام لوگ بہت اچھے ہیں۔ بڑے مخلص اور بہت ہی پیار سے ملنے والے۔ ویسے مس نیلاب آپ کے بارے میں بھی کچھ معلوم ہو جائے تو مجھے خوشی ہوگی۔“

”ہاں دانش صاحب۔ مسز اختر تعارف کرانے میں ذرا بخل سے کام لیتی ہیں۔ چنانچہ

میں خود ہی آپ کو اپنے بارے میں سب کچھ بتائے دیتی ہوں۔ میرے والد شمشاد بیگ صاحب بہت نفیس انسان ہیں۔ بہت بڑے کاروباری ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ہی بہت

اچھے انسان بھی۔ جب کہ سنا یہ جاتا ہے کہ بہت بڑے کاروباری بہت اچھے انسان نہیں ہوتے۔ کاروبار ان کی ذات پر حاوی ہو چکا ہوتا ہے لیکن مجھے خوشی ہے کہ میرے باپ

میں دونوں خوبیاں بیک وقت ہیں۔ میرے لیے وہ ایک بہت مخلص باپ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ویسے میں اپنے والدین کی اکلوتی نہیں ہوں لیکن مجھے اکلوتی ہی کا سائریٹ مینٹ ملتا ہے۔ یہ تو رہی میرے گھر کی تعریف۔ اب میرے بارے میں سنئے پبلٹی میڈیا سے مجھے

بہت زیادہ دلچسپی رہی اور میری خواہش پر میرے والد نے مجھے پہلے سویٹیر لینڈ اس کے بعد فرانس اور بعد میں اٹلی بھیج دیا۔ اٹلی میں رہ کر میں نے بہت کچھ سیکھا ہے اور وہاں کے ایک بہت بڑے ادارے سے اس سلسلے میں ڈگری حاصل کی ہے۔“

”اب اگر میں آپ سے یہ کہوں کہ آپ نے اتنی چھوٹی سی عمر میں اتنا بڑا کارنامہ

ہوں۔ نیلاب ہنس کر بولی۔

”اچھو کچھ شخصیتوں کے پچھڑ جانے سے دکھ ہوتا ہے لیکن آپ یقین کریں زندگی اگر مطمئن ہو اور کوئی مالی پریشانی نہ ہو تو بزرگوں کی موجودگی بعض اوقات بری لگنے لگتی ہے۔ دیکھیے میں آپ سے پھر وہی درخواست کروں گی کہ میری کسی ہوئی بات کو اس انداز میں محسوس نہ کریں کہ میری شخصیت داغ دار ہو جائے۔“

”نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔“ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ باقی وقت نیلاب ہی کے ساتھ گزرا تھا۔ اس نے مجھ سے یہ بھی پوچھا تھا کہ میں یہاں کون کون سے کلبوں اور جیم خانوں میں جاتا ہوں۔ جواب میں اس نے خود بھی یہی بتایا تھا کہ وہ بھی تقریباً تمام ہی جیموں کی رکنیت رکھتی ہے۔ اس نے کہا۔

”ویسے بھی اب ہمیں ایک دوسرے کے پروگراموں کا علم ہونا چاہیے۔ اچھا دوست بننے کے لیے یہ ضروری ہے کہ بار بار ملتے رہا جائے۔“

”کیوں نہیں۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ پھر نیلاب کافی دیر کے بعد میرے پاس سے گئی۔

دوسری صبح ناشتے کی میز پر میڈم خان موجود نہیں تھی۔ روزی البتہ پروگرام کے مطابق واپس آگئی تھی اور اس نے تمام امور سنبھال لیے تھے۔ میں نے میڈم خان کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا۔

”صبح ہی صبح کہیں چلی گئی ہیں مجھے کچھ بتایا نہیں۔“ روزی کے لہجے میں کوئی ایسی بات تھی جس پر میں چونکے بغیر نہ رہ سکا اور اسے غور سے دیکھنے لگا۔ پھر میں نے روزی سے کہا۔

”روزی میڈم خان کے بارے میں میرا خیال ہے کہ وہ کچھ زیادہ ہی بگڑ گئی ہیں۔“

روزی کے چہرے پر ایک عجیب سی کیفیت پھیل گئی تھی۔ میں نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”تم سے کوئی گفتگو ہوئی میرے سلسلے میں۔“ روزی خاموش ہی رہی تو میں نے پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے کہا۔

”روزی کیا تم یہ بات مجھے بتانا پسند نہیں کر دو گی؟“

پھر دوسرے بھی کم از کم آپ کے ہم پلہ نہ سہی آپ کے ساتھ ساتھ سفر ضرور کر سکتے ہیں۔“

”نہیں میں آپ کو کم از کم اپنے آپ سے برتر سمجھتا ہوں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے تو صرف اپنے والدین کا چھوڑا ہوا ترکہ استعمال کیا لیکن آپ نے بذات خود اپنی شخصیت بنائی ہے۔“

نیلاب ہنس پڑی اور اس کی ہنسی اس قدر دلکش تھی کہ میں اس کے سحر میں گرفتار ہوئے بغیر نہیں رہ سکا لیکن مجھے خود کو فوراً ہی سنبھالنا تھا۔ میں نے اس سے کہا۔

”آپ جیسی ذہین خاتون سے مل کر واقعی بہت خوشی ہوئی۔“

”اور آپ سے وعدہ کیا جاتا ہے کہ آپ کو یہ خوشی مسلسل حاصل ہوتی رہے گی۔“

”یقیناً“ خود میری بھی یہی خواہش ہے۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس کے بعد

نیلاب میری میز پر ہی جم گئی اور میں نے چند چہروں پر حسد اور رقابت کے آثار دیکھے۔ بہر طور یہ بات میرے لیے دلچسپی کا باعث تھی۔ مسز اختر بھی ہمارے درمیان رہ کر کچھ نہ کچھ بولتی رہیں اور جب انہوں نے یہ محسوس کیا کہ ان کی شخصیت نظر انداز کی جا رہی ہے تو وہ چند لمحے کی اجازت لے کر وہاں سے چلی گئیں اور اس کے بعد دوبارہ واپس نہ آئیں۔ نیلاب نے البتہ ہنستے ہوئے کہا۔

”اچھے بزرگوں کا یہی طریقہ ہونا چاہیے کہ جب دو نوجوان آپس میں ایک دوسرے میں دلچسپی لے رہے ہوں تو وہ درمیان سے ہٹ جائیں۔“ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

”اگر آپ نے مسز اختر سے ان کے سامنے بزرگی کا تذکرہ کر دیا تو یقینی طور پر دوبارہ آپ سے ملنا کبھی پسند نہیں کریں گی۔ نیلاب پھر ہنس پڑی اس نے کہا۔“

”یہ آپ نے بالکل درست کہا۔ دانش صاحب۔ ویسے آپ واقعی بہت دلکش شخصیت کے مالک ہیں۔“

”شکریہ۔ مس نیلاب۔“ وہ پھر ہنس پڑی تھوڑی ہی دیر میں ہم دونوں کافی بے تکلف ہو گئے تھے۔ نیلاب نے مجھ سے میرے بارے میں تفصیلات معلوم کیں اور میں نے مختصر الفاظ میں اسے بتا دیا کہ میں ڈیفنس میں رہتا ہوں اور سرپرستوں سے محروم

جو کافی پریشان کن محسوس ہوئے تھے مجھے۔

”جب تم اصل مطلب پر آؤ گی تو میں تمہاری بات سن لوں گا۔“ میں نے کہا اور روزی کا چہرہ زرد ہو گیا۔

”نن..... نہیں سرم..... میں بس ٹھیک ہے مجھے بھلا آپ سے زیادہ کون مر رہا ہو سکتا ہے۔ سرمیڈم خان مجھ سے کچھ سوالات کر رہی تھیں۔ سوالات یہ تھے کہ کیا میں اور میڈم خان آپ کی حقیقت سے واقف نہیں ہیں۔ میرا مطلب ہے ہم دونوں۔“ میڈم خان کہہ رہی تھیں کہ یہ بات ہم دونوں ہی جانتے ہیں کہ دانش منصور، دانش منصور نہیں ہے بلکہ فیصل ہے اور ماضی میں وہ کچھ بھی نہ تھا۔ اس وقت جب مٹھل شاہ نے اس کے سر پر ہاتھ نہیں رکھا تھا۔“ میں اب بھی کچھ نہ بولا اور خاموشی سے روزی کی صورت دیکھتا رہا۔ روزی پینہ پینہ ہو گئی تھی اور میں گہری نگاہ سے اسے دیکھ رہا تھا۔ پھر میں نے کہا۔

”میڈم خان نے جو کچھ بھی کہا ہو روزی لیکن تم اسے بتاتے ہوئے جس پس و پیش کا اظہار کر رہی ہو میں نے اس پر ضرور افسردہ ہو گیا ہوں۔“

میرے لہجے میں ایک ناخوشگوار سی کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔ روزی کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی وہ گئیں۔ اس کے ہونٹ کپکپائے کچھ بولنے کی کوشش کی اس نے لیکن منہ سے آواز نہیں نکل سکی تب میں نے کہا۔

”تم جس طرح یہ تفصیلات بتانے میں پس و پیش کر رہی ہو وہ میرے لیے باعث تکلیف ہے۔ گویا تم مجھ میں اور میڈم خان میں کوئی فرق نہیں محسوس کرتیں۔ ان کی کوئی بات مجھ سے کہتے ہوئے تمہیں ان کی ناراضگی کا احساس ہے یعنی میں تمہارے لیے اہمیت کا حامل نہیں ہوں۔ بہر طور میں اپنے معاملات سے خود نمٹ لینے کا عادی ہوں اور ہمیشہ ہی میں نے یہ کیا ہے۔ میں اس وقت بھی تمہیں اجازت دی تھی کہ اگر تم کوئی ایسی بات جو مجھے بتائے جانے کے قابل نہ ہو مجھے بتانے پر مجبور ہو تو میں تمہیں اس مجبوری سے آزاد کرنا ہوں۔“ روزی رو پڑی اس کی سسکیاں جاری ہو گئی تھیں۔ اس نے روتے ہوئے بالکل تمام کہا۔

”نہیں..... نہیں میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ یقین کریں فیصل میرا یہ مطلب نہیں

”نہیں جناب۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے اور بھلا..... بھلا آپ کو..... آپ لیکن..... لیکن.....“

”بے فکر ہو کر کو روزی کیا بات ہے؟“

”میرا دل چاہ رہا تھا سر کہ آپ کو اس بارے میں ضرور بتاؤں اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ سارے معاملات ایک طرف آپ میرے محسن بھی تو ہیں اور اپنے محسن کو کوئی نقصان پہنچتے بھلا کیسے دیکھا جاسکتا ہے۔“

”اوہ اس کا مقصد ہے کہ مجھے کسی نقصان کے پہنچنے کا خطرہ ہے؟“

”جی..... جی نہیں بالکل یہ تو ایسے ہی میرے منہ سے نکل گیا تھا۔ میرا مطلب ہے کہ کوئی ایسی بات جو آپ کے علم میں نہ آسکے اور مجھے معلوم ہو اور اس سے آپ کو کوئی نقصان پہنچ جائے۔ خدا نخواستہ تو کیا میں اپنے آپ کو کبھی معاف کر سکوں گی۔“ روزی الجھے ہوئے انداز میں بولی۔ اس کے الفاظ کی ترتیب بھی جگڑ گئی تھی۔ میں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

”روزی۔ کوئی بھی بات مجھ سے کرتے وقت کبھی بھی یہ خیال دل میں نہ لانا کہ وہ تمہارے خلاف کسی طور پر استعمال کی جاسکتی ہے۔ باقی رہا کچھ ایسے معاملات کا تذکرہ جس کے بارے میں تم الجھن کا شکار ہو کہ وہ مجھے بتائے جائیں یا نہ بتائے جائیں تو میری طرف سے تمہیں اجازت ہے کہ تکلف کی ضرورت بالکل نہیں اگر دل چاہے اور ضرورت محسوس کرو تو مجھے بتا دیا کرو ورنہ تم اس کی پابند نہیں ہو۔“ روزی نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور آہستہ سے بولی۔

”سر..... آپ..... آپ کا..... احسان تو میں زندگی بھر نہیں بھول سکتی۔ میرے لیے آپ نے جو کچھ کیا ہے وہ..... وہ بہت زیادہ ہے بات کوئی خاص نہیں ہے۔ بس میڈم خان اپنے دل کا بخار نکال رہی تھیں۔“

”کیسا بخار؟“

”سر۔ انہوں نے کچھ ایسی باتیں کہی ہیں جنہوں نے مجھے تشویش میں مبتلا کر دیا ہے۔“ میں خاموشی سے روزی کی صورت دیکھتا رہا تو روزی نے جلدی سے کہا۔

”بتا رہی ہوں سر۔ ابھی بتا رہی ہوں۔ دراصل میڈم خان نے کچھ جملے ایسے کہے

تھا۔ میں تو خوفزدہ ہوں بس ڈرتی ہوں ڈر رہی تھی۔ فیصل معافی چاہتی ہوں۔ میرے بارے میں آپ کو یہ سوچنا پڑا میں آپ سے بے حد معافی چاہتی ہوں۔“ میں خاموش اور سرد نگاہوں سے روزی کو دیکھتا رہا۔ روزی نے کہا۔

”آپ یقین کیجئے۔ مہم..... میرا بالکل یہ مقصد نہیں تھا۔ میں بھلا..... میں بھلا میڈم خان سے دراصل جو کچھ وہ کہہ رہی تھیں وہ بہت برا تھا فیصل۔ انہوں نے کہا کہ ہم دونوں یہ بات جانتے ہیں کہ دانش منصور۔ دانش منصور نہیں بلکہ فیصل ہے اور اس کا ماضی کچھ بھی نہیں تھا یہ صرف مٹھل شاہ صاحب کی نظر عنایت تھی کہ انہوں نے فیصل کو دانش منصور بنا دیا۔ مٹھل شاہ صاحب کی زیر نگرانی اگر یہ سب کچھ چلتا رہتا تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوتا لیکن اب جب کہ مٹھل شاہ صاحب اس دنیا میں نہیں ہیں تو پھر فیصل کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ ان کی اربوں روپے کی دولت کے حق دار بن بیٹھیں۔ اس دولت میں بہت بڑا حصہ میڈم خان کا اور بقول ان کے میرا ہے۔ میں اپنے آپ پر لعنت بھیجتی ہوں لیکن میڈم خان نے یہی کہا تھا مجھ سے کہ دانش اس ساری دولت کو ہضم نہیں کر سکتے۔ انہیں پوری دیانت داری کے ساتھ اس کے حصے کرنا ہوں گے اور اگر انہوں نے ایسا نہیں کیا تو..... انہیں اپنی زندگی کے سب سے بڑے نقصان سے دو چار ہونا پڑے گا۔ وہ ہم پر اس طرح تسلط جماتے ہیں جس طرح مٹھل شاہ صاحب ہوں۔ مٹھل شاہ صاحب کا مسئلہ دوسرا تھا ان کے احکامات پر میڈم خان سب کچھ کرنے کے لیے تیار تھیں لیکن دانش مٹھل شاہ نہیں ہے۔ دانش صرف اور صرف فیصل ہے۔ میڈم خان نے مجھے اکسلنے کی کوشش کی اور کہا کہ اس سلسلے میں اگر وہ کوئی قدم اٹھائیں تو مجھے ان کا پورا پورا ساتھ دینا ہو گا۔ بس یہ الفاظ کہے تھے انہوں نے۔“

”میں خاموشی سے روزی کی صورت دیکھتا رہا۔ میڈم خان کے ذہنی انتشار کا مسئلہ میری سمجھ میں آگیا تھا وہ خطرناک عورت تھی۔ میں بے شک اس دولت پر کوئی حق نہیں رکھتا تھا لیکن مٹھل شاہ نے اپنی اس دولت کو ایک مقصد کے لیے مخصوص کیا تھا اور میں نے اس مقصد پر قدم بہ قدم عمل کیا تھا۔ آج بھی وہ عمل جاری تھا اس دولت کی تقسیم کر کے ہم مٹھل شاہ کے مقصد کو پس پشت نہیں ڈال سکتے تھے۔ میڈم خان کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھی۔ میں اسے کسی چیونٹی کی طرح مسل کر پھینک سکتا تھا لیکن کوئی نہ کوئی

فیصل ضروری تھا میڈم خان کے بارے میں میں نے مسکراتے ہوئے روزی کا شانہ تھپکا اور بولا۔“

”میڈم خان اگر صرف دولت کی وجہ سے کسی قسم کی بددلی کا شکار ہوئی ہے تو میں انہیں مایوس نہیں کروں گا۔ درحقیقت مٹھل شاہ صاحب کی دولت پر نہ میرا حق ہے اور نہ ان کا اور نہ تمہارا روزی ہم لوگ تو ان کے کارکن ہیں ان کے سامنے ایک مقصد تھا ایک مشن تھا جس کی تکمیل کے لیے میں اب بھی عمل کر رہا ہوں۔ وہ ہمارے درمیان نہیں ہیں لیکن اگر کبھی میں نے اپنے اس عمل میں کوئی محسوس کی تو پھر اس دولت سے باآسانی دستبردار ہو جاؤں گا۔ میرا خیال ہے میں میڈم خان کو بھی یہ بات سمجھاؤں گا اگر وہ سمجھنا چاہیں۔“

بات اتنی معمولی تھی جتنا میں نے اس کا اظہار کیا تھا۔ درحقیقت میڈم خان کے بارے میں تفصیلات سننے کے بعد میرے ذہن کے گوشوں میں بہت سوالات پیدا ہو گئے تھے لیکن وہی کیفیت کہ ہر قدم پھونک پھونک کر رکھنا چاہیے۔ روزی نے شک ایک نفیس لڑکی تھی اور میں اس کے سامنے بہت کچھ ڈینگیں مار سکتا تھا لیکن یہ میرے اصول کے خلاف تھا۔ عمل کیا جائے ڈینگیں مارنے سے کوئی چیز کبھی حاصل نہیں ہوتی۔ روزی کو بھی اسی انداز میں دیکھنا تھا جس انداز میں میڈم خان کو یہ دوسری بات ہے کہ روزی کے بارے میں خیالات اس طرح کے نہیں تھے۔ میں نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

”میڈم خان اگر کسی مسئلے پر بگڑ گئی ہے تو میرا خیال ہے اس مسئلے کو حل کر لینا زیادہ مناسب ہو گا۔ میں اس سلسلے میں اس سے کوئی تصادم نہیں چاہتا۔“ روزی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ چند لمحے سوچتی رہی اور اس کے بعد مجھ سے بولی۔

”جاسکتی ہوں؟“

”ہاں روزی جاؤ۔ یہ کوئی اتنا اہم مسئلہ نہیں ہے جس پر ہم توجہ دیں۔ آج ہی میں میڈم خان سے اس سلسلے میں کھل کر گفتگو کر لوں گا۔“

”لیکن سر کیا میڈم خان سے آپ میرے بارے میں تذکرہ کریں گے۔“

”تم جاؤ؟“

”مار ڈالیں گی مجھے وہ جان سے مار دیں گی اور میں جانتی ہوں وہ یہ کر سکتی ہیں۔“

نصیحتی یہی سوچا کہ جمال آرا ہوگی چنانچہ اس کا تصور ذہن میں لیے ڈرائینگ روم میں پہنچا تھا لیکن وہاں رخسار کو دیکھ کر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

”ہیلو رخسار۔“ میں نے کہا اور رخسار کھڑی ہو گئی۔ مشرقی انداز کی یہ لڑکی مجھے اچھی لگی تھی۔ اس وقت جب وہ آٹا ماں کے ساتھ آئی تھی اور تب بھی وہ ایک سادہ سے لباس میں ملبوس کچھ عجیب سی لگی تھی۔ اس کے بلوائی ہونٹ پر پسینے کے ننھے ننھے قطرے چمک رہے تھے اور آنکھوں میں ایک خوف کی سی کیفیت تھی لیکن اس کی مسکراہٹ اس عالم میں بھی بہت دلکش لگ رہی تھی۔ میں آگے بڑھ کر اس کے قریب پہنچ گیا۔

”بیٹھو رخسار کیسی ہو؟“

”ٹھیک ہوں دانش صاحب۔ آپ سنائیے۔“ اس نے کہا اور میرے اشارے پر بیٹھ گئی۔

”بس میں ٹھیک ہوں تمہارے گھر کے لوگوں کا کیا حال ہے۔“

”سب لوگ ٹھیک ہیں۔ بس میں..... میں دراصل یونہی چلی آئی آپ کے پاس، اورھر سے گزر رہی تھی۔ میرا مطلب ہے یہاں آنا چاہتی تھی اور بس موقع مل گیا۔“

”تو پھر اس میں گھبراہٹ کی کیا بات ہے؟“

”نہیں..... نہیں میں گھبرائی ہوئی تو نہیں ہوں۔“

”اچھا..... ہو سکتا ہے مجھے غلط فہمی ہو رہی ہو۔“ میں نے کہا اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔ پھر پھیکے سے انداز میں ہنس کر بولی۔

”آپ شاید سمجھ رہے ہیں کہ میں گھبرا رہی ہوں۔“

”ارے نہیں، نہیں میں نے کہا نا یہ غلط فہمی ہی ہو سکتی ہے اور گھبرانے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ ظاہر ہے تم میرے پاس آئی ہو۔ مجھ سے ملنے آئی ہو۔“

”جی ہاں..... جی ہاں۔“

”آٹا ماں کیسی ہیں؟“

”وہ تو بالکل ٹھیک ہیں۔“

”اور غزنوی صاحب؟“

”دادا جان؟“

”وہ یہ نہیں کر سکتی روزی۔ تمہارے تحفظ کی ذمہ داری میں قبول کرتا ہوں۔“ میں نے کہا اور روزی گہرے گہرے سانس لینے لگی۔ پھر وہ وہاں سے چلی گئی تھی لیکن میرے لیے سوچنے کو بہت کچھ تھا۔ میڈم خان کے بارے میں اچھی طرح سوچنا تھا۔ یہ عورت..... یہ عورت پھر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میرے اندر ایک خود اعتمادی ابھر آئی اور میں نے دل میں سوچا۔

”میڈم خان درحقیقت میں تمہیں چٹکیوں میں مسل سکتا ہوں۔ چٹکیوں میں لیکن ابھی اس کی ضرورت نہیں پیش آئی تھی۔ آصف نے بنکوں سے جو کچھ معلومات حاصل کی تھیں۔ وہ میرے لیے اطمینان بخش تھی۔ میڈم خان ان راستوں پر جا کر کچھ بھی نہیں کر سکتی تھی۔ جہاں تک مشعل شاہ نے میرے نیروں سے آنے کے سلسلے میں کارروائیاں کی تھیں وہ بھی انتہائی مستحکم تھیں اور ان سے بھی کوئی خطرہ نہیں تھا۔ تاہم اگر میڈم خان کچھ اور ہتھکنڈے استعمال کرتی ہے تو پھر..... تو پھر اور اس وقت مجھے رشید ناگی کا خیال آیا۔ وہ یقینی طور پر میرے لیے انتہائی کارآمد ثابت ہو سکتا ہے۔ رشید ناگی کے سلسلے میں ابھی تک کوئی خاص بات نہیں سوچی تھی۔ اس سے ملاقات کے بعد میں نے کم از کم اس پر اعتماد کر لیا تھا کہ وہ مشعل شاہ ہی کا ہر کارہ ہے اور فطری طور پر ایک اچھا انسان معلوم ہوتا ہے۔ اس وقت خصوصی طور پر اس کے بارے میں سوچا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ اس کا گروہ تین افراد پر مشتمل ہے اور انہیں چھ لاکھ روپے ماہوار مشعل شاہ کی طرف سے ملتے ہیں۔ اس کا مقصد ہے کہ مشعل شاہ نے یقینی طور پر اسے اپنے لیے اتنا ہی کارآمد سمجھا ہو گا کہ اسے چھ لاکھ روپے ماہوار ادا کرے۔ رشید ناگی کو میں بھی یہ رقم ادا کرنے کا وعدہ کر چکا تھا اور یہ کیا جاسکتا تھا۔ مشکل کام نہیں تھا لیکن اس کے صلے میں اس سے بہت سے کام بھی لینے ہوں گے۔ مشعل شاہ اس سے کیا کیا کام لیتا تھا اس کی تفصیل ابھی میں نے نہیں پوچھی تھی لیکن بہر حال اس سے دوسری ملاقات کرنا کوئی مشکل مرحلہ نہیں تھا۔ پھر سوچتے سوچتے ذہن میں جمال آراء کا خیال آیا۔ جمال آراء شاید نازل ہو جائے میں کوٹھی ہی میں رک کر اس کا انتظار کرنے لگا اور کوئی مشغلہ ذہن میں نہیں تھا۔ بس انہی تمام سوچوں میں وقت گزر رہا تھا۔ روزی اپنے کاموں میں مصروف تھی اور میں جمال آراء کا انتظار کر رہا تھا۔ کہ ملازم نے مجھے کسی کے آنے کی اطلاع دی۔ میں نے سو

”ہاں۔ یقیناً“ بڑے غزنوی صاحب دادا جان ہی کہلاتے ہیں نا۔“ میں نے کہا اور رخسار گردن ہلانے لگی پھر بولی۔

”ہاں وہ بھی ٹھیک ہیں۔ بس دراصل آنا ماں میرا مطلب ہے۔ اوہ معاف کیجئے گا۔ آپ یقیناً“ بے حد مصروف ہوں گے۔ دراصل نجانے کیوں دل یہ چاہتا ہے کہ آپ کو اتنا مصروف نہ سمجھا جائے یعنی.....“

وہ حقیقتاً گھبرائی ہوئی تھی اس لیے الفاظ ٹوٹ ٹوٹ کر اس کے ہونٹوں سے نکل رہے تھے ایسا لگتا تھا جسے وہ کچھ کہنا چاہتی ہے لیکن کہہ نہیں پاری۔

”میری بھی یہ خواہش ہے رخسار کہ آپ لوگ مجھے اپنے آپ سے الگ نہ سمجھیں۔“ میں نے اس کی اہمیت بندھاتے ہوئے کہا۔

”مگر دادا جان کا کیا کیا جائے۔“ رخسار نے مایوسی سے ہونٹ سکڑ کر کہا اور میر چوٹک کر اسے دیکھنے لگا۔

”مطلب؟“

”ایں..... مم..... میں نے کچھ کہہ دیا غالباً۔“ دراصل بولتے وقت مجھے اپنے ذہن پر قابو نہیں رہ پاتا۔ میں یہی کہہ رہی تھی کہ آپ سے بار بار ملتے رہنے کو جی چاہتا ہے مگر آپ کبھی ہمارے پاس آئے ہی نہیں۔ میرا مطلب ہے اس دن کے بعد سے آپ یقیناً بہت مصروف ہوں گے۔“

”ہاں مصروفیت تو ہے۔“

”پتہ نہیں کیوں آپ ہمیں اپنے اپنے سے لگتے ہیں۔ میرا مطلب ہے آنا ماں یہی کہتی ہیں میں ان کی اجازت سے آئی ہوں لیکن چھپ کر۔“ رخسار معصوم تھی اس کی تمام باتیں بے ربط تھیں لیکن ان سے ایک مفہوم ادا ہو رہا تھا اور میں اسے اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔ میں نے اسے دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

”آپ کی آمد سے میں بہت خوش ہوں۔ رخسار جب بھی کبھی فرصت ملے اور آپ کو موقع مل جائے تو آپ ضرور آیا کریں۔ بھلا یہاں آنے میں آپ کو روکنے والا کون ہے۔“

”اور آپ نہیں آسکتے ہمارے ہاں۔“ اس نے کہا۔ انداز شکایتی سا تھا۔ میں اسے

دیکھتا رہا پھر میں نے کہا۔

”بات دراصل یہ ہے مس رخسار کہ میں نے بڑے غزنوی صاحب کے انداز میں کچھ عجیب سی کیفیت محسوس کی ہے۔ مجھے یوں لگا جیسے میرا وہاں آنا انہیں پسند نہیں ہے۔ اس لیے میں نے وہاں آنے کی کوشش نہیں کی۔ باقی آپ تمام لوگ بہت اچھے ہیں۔ آپ تو یہاں آسکتے ہیں۔ میرا مطلب ہے جب آپ کا دل چاہے۔“ رخسار کے چہرے پر عجیب سے آثار پھیل گئے اور اس نے آہستہ سے کہا۔

”تو آپ نے یہ بات محسوس کر لی؟“

”ہاں۔ کیا میرے احساسات غلط ہیں۔“

”نہیں۔ پتہ نہیں کیوں دادا جان کو..... دادا جان کو آپ سے کچھ..... کچھ۔“ وہ پھر جملہ ادھورا چھوڑ کر خاموش ہو گئی۔

”مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ویسے آنا ماں بہت نفیس خاتون ہیں۔ ایک بات میری سمجھ میں نہیں آتی رخسار کیا آپ اس کی وضاحت کریں گی؟“

”جی..... جی کیا۔“

”وہ شخص جو میرا مشکل تھا اور جس کی وجہ سے میں آپ لوگوں کی محبت کا مرکز بنا کون تھا۔ آخر آپ کا اس سے کیا رشتہ تھا۔ بڑے غزنوی صاحب اس سے نفرت کیوں کرتے تھے۔ کوئی نہ کوئی وجہ تو ہوگی۔“

”خدا کی قسم۔ مجھے بالکل نہیں معلوم اس بارے میں بس ایک عجیب سی کہانی سنی میں نے جس میں کشمکش کے کچھ آثار تھے۔ کوئی بھی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ میرا مطلب فیصل سے ہے کس لیے ہم لوگوں کے لیے باعث الجھن تھا اور آنا ماں۔ آنا ماں تو اسے بہت زیادہ چاہتی ہیں۔ اکثر اس کے لیے آنسو بہاتی رہتی ہیں۔ آپ کے بارے میں وہ یہ بھی کہتی تھیں کہ پتہ نہیں کیوں دانش نے فیصل جیسی شکل پائی ہے اپنی جانب کھینچنے کے لیے لیتا ہے لیکن..... لیکن۔“

”جی..... جی بولتی رہیے۔“ میں نے کہا۔

”آنا ماں بھی بڑے غزنوی صاحب یعنی دادا جان سے خوفزدہ رہتی ہیں۔ دادا جان دراصل یہ نہیں چاہتے کہ ہم لوگ آپ سے بہت زیادہ رابطہ رکھیں۔“

”ارے..... ارے کس بات کی معافی۔“

”نہیں پتا نہیں کیا کیا بکواس کر رہی ہوں۔ اچھا آپ یہ بتائیے آپ خیریت سے تو نا اور مجھے بڑے زور کی ہنسی آگئی۔ رخسار بھیننی بھیننی نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی۔ پھر اس کی مشکل روزی نے حل کر دی۔ وہ مشروب لے کر ٹرائی دھکیلتی اندر آئی۔ میں نے اسے مشروب کی پیشکش کی۔ رخسار کی باتوں میں بڑا لطف آرہا تھا اور میں اتنی سی ایسی باتیں محسوس کر رہا تھا جو بہر طور کسی طور مناسب نہیں تھیں۔ ابھی رخسار اپنے مشروب کا گلاس پورا پی بھی نہیں پائی تھی کہ ملازم نے اندر آنے کی اجازت طلب کی اور اجازت ملنے پر اندر آیا۔“

”ایک خاتون تشریف لائی ہیں اور آپ سے ملنا چاہتی ہیں سر۔“

”کون ہیں کیا نام ہے؟“

”اپنا نام نیلاب شمشاد بیگ بتاتی ہیں۔“ ملازم نے کہا اور میں چونک پڑا۔

”اوہو۔ اچھا ٹھیک ہے لے آؤ انہیں بھی بلا کر۔“ میں نے کہا اور رخسار نے مدد سے اپنے گلاس کے لمبے لمبے گھونٹ بھرے۔ پھر اٹھ کھڑی ہوئی۔

”اچھا اب میں چلتی ہوں۔“

”کیوں رخسار بیٹھو۔“

”نہیں۔ دراصل بس وہ اتنی ہی سی دیر کے لیے۔ براہ کرم مجھے اجازت دے دیجئے۔“

”اچھی بات ہے۔ دوبارہ تم سے ملاقات ضرور ہوگئی۔“

”ایک درخواست کروں۔“ اس نے دروازے کے قریب رک کر کہا۔

”حکم دیجئے۔ حکم مس رخسار۔“ میں بولا۔

”آپ خود بھی تو کبھی ہمارے ہاں آجائیں۔ دراصل آپ کے آنے پر تو کوئی پابندی

لگا سکتا۔ اخلاقاً اتنا تو نہیں کہا جاسکتا کہ آپ کو آنے سے منع کر دیا جائے۔ مگر

میرا مطلب ہے ہم لوگ تو آپ کے آنے سے بہت زیادہ خوش ہوں گے۔ جو آپ

آنے سے ناخوش ہوتے ہیں وہ بھی کم از کم آپ کی آمد پر انکار نہیں کر سکیں گے۔“

”تفصیل آپ سے اس بارے میں پھر پوچھوں گا۔ مس رخسار کہ کون کون میرے

”ہوں تعجب ہے۔ بہر حال کوئی بات نہیں۔ ایک شخص اگر یہ بات نہیں چاہتا تو ہم اسے مجبور تو نہیں کر سکتے اور جہاں تک آپ لوگوں کا تعلق ہے تو آپ کے لیے میرے دروازے ہمیشہ کھلے ہیں آپ آئیں اپنے ساتھ کسی کو بھی لائیں میں سب لوگوں کا استقبال کر کے خوشی محسوس کروں گا۔ اچھا اب آپ یہ بتائیے کہ میں آپ کو کیا پلاؤں۔“

”آپ سے اتنی اچھی باتیں کی ہیں بس یوں سمجھ لیجئے کہ سب کچھ مل گیا۔“

”نہیں رخسار کچھ تو بتائیے؟“

”پھر کوئی ٹھنڈی شے پلا دیجئے گا۔“ رخسار نے کہا اور میں نے روزی کو طلب کر لیا۔ روزی میرا حکم سن کر چلی گئی۔ رخسار دھیمے دھیمے مسکرا رہی تھی پھر اس نے کہا۔

”آپ کو یہ تنہا زندگی عجیب نہیں لگتی۔“

”نہیں مس رخسار بہت دنوں سے تنہائیوں کا عادی ہوں۔“

”شادی نہیں کریں گے۔“ رخسار نے ایسے عجیب لہجے میں یہ سوال کیا کہ مجھے ہنسی آگئی۔

”کبھی سوچا ہی نہیں اس بارے میں۔“

”میرے خیال میں آپ کو شادی کر لینی چاہیے۔“

”اچھا۔ آپ کے ذہن میں یہ خیال کیوں کر آیا۔“

”نہیں۔ میرا مطلب ہے آپ دیکھیے نا ملازموں کے ساتھ..... میرا مطلب ہے بہت سے ملازم ہیں آپ کے مگر آپ کو اکیلے رہتے ہوئے کچھ عجیب سا لگتا ہوگا۔ اپنے لوگ ہوتے ہیں۔ میرا مطلب ہے والدین ہوتے ہیں، بہن بھائی ہوتے ہیں تو آدمی کوئی کی محسوس نہیں کرتا اور جب یہ سب کچھ نہ ہو تو شادی بھی نہ کی جائے۔“

”ہاں۔ بات واقعی قابل غور ہے شادی تو کسنی چاہیے۔“

”تو پھر آپ شادی کر لیجئے۔“

”کوئی خاتون ہیں آپ کی نگاہوں میں۔“ میں نے رخسار سے سوال کیا اور رخسار بھونچکی سی ہو کر مجھے دیکھنے لگی پھر اس کے چہرے پر عجیب سے آثار پھیل گئے اور اس نے لرزتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”معافی چاہتی ہوں۔“

آنے سے ناخوش ہوتا ہے لیکن آپ کے حکم کی تعمیل ضرور کی جائے گی۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کے پاس آؤں گا۔“

”شکریہ۔“ رخسار نے کہا اور اسی وقت نیلاب اندر داخل ہو گئی۔ اس نے مسکراتی نگاہوں سے رخسار کو دیکھا پھر مجھے اور پھر بڑی بے تکلفی سے بولی۔

”ہیلو دانش۔ ہیلو مس۔ آپ کا تعارف؟“

”جی..... جی..... جی مجھے۔ مجھے رخسار کہتے ہیں۔“ رخسار نے کہا اور پھر میری طرف دیکھ کر بولی۔

”اچھا میں چلی جاؤں گی۔ بہت بہت شکریہ۔“ اور وہ تیز تیز قدموں سے باہر نکل گئی۔ نیلاب دلچسپی سے اسے جاتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ پھر وہ مسکراتی ہوئی اندر آگئی۔

”بہت خوبصورت کوٹھی بنائی ہے دانش صاحب آپ نے میں تو اس کا بیرونی حصہ ہی دیکھ کر حیران رہ گئی۔ ویسے میری آمد آپ کو عجیب تو لگی ہوگی۔ یہ خاتون جانا چاہا رہی تھیں۔ میرا مطلب ہے جارہی تھیں یا مجھے دیکھ کر چلی گئیں۔“

”تشریف رکھئے۔ مس نیلاب۔“ میں نے اس کی کسی بات کا جواب نہیں دیا اور وہ مسکراتی ہوئی ایک سمت بیٹھ گئی۔ اس نے ڈرائینگ روم کا بھرپور جائزہ لیا۔ اپنا سوال اس نے خود ہی نظر انداز کر دیا تھا۔ جب کہ میں نے بھی اسے جواب دینا پسند نہیں کیا تھا۔

”بہترین۔ آپ کا ذوق بہت اچھا ہے۔ میں ابھی تھوڑی دیر کے بعد یہ پوری کوٹھی دیکھوں گی۔ ویسے ایک بار یہ سوال کروں آپ سے کہ آپ کو میرا آنا کچھ ناگوار تو نہیں گزرا۔“

”نہیں۔“ میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

”جواب آپ مروت میں دے رہے ہیں یا؟“

”مس نیلاب۔ آپ تشریف لائی ہیں۔ آپ دشمن نہیں ہیں دوست ہیں اور دوستوں کا آنا کسی کو ناگوار نہیں گزرتا۔ آپ اچانک ہی چلی آئیں ہیں یہ آپ کی محبت کا ثبوت ہے اور آپ کہہ رہی ہیں کہ مجھے آپ کا آنا ناگوار گزرا ہوگا۔ یہ الفاظ البتہ مجھے ناگوار گزرے ہیں۔“

”اوہ۔“ نیلاب ہنس پڑی اور اس نے مجھے پسندیدہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”دانش صاحب۔ آپ بہت نو عمر ہیں۔ میں نے پہلے بھی یہ بات محسوس کی تھی اس نو عمری میں آپ نے بڑے اعتماد کے ساتھ اپنا کاروبار جاری رکھا ہے۔ لوگ آپ کے بارے میں طرح طرح کی باتیں کرتے ہیں۔ مثلاً میری مراد یہاں کے کاروباری طبقے سے ہے۔ بہت زیادہ تو میں اس بارے میں معلومات حاصل نہیں کر پائی لیکن جس حد تک آپ کے بارے میں میں نے تحقیقات کی اور وہ بھی آپ سے ملاقات کے بعد مجھ پر جو شکائیات ہوئے ہیں وہ میرے لیے دلچسپ اور انوکھے ہیں۔“

”اتنے مختصر وقت میں آپ نے میرے بارے میں معلومات بھی حاصل کر لیں۔“ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ جس شخص سے دلچسپی ہو جاتی ہے اس کے بارے میں سب کچھ جان لینے کو چاہتا ہی ہے۔“

”لیکن ذرا رنج بھی تو تلاش کرنا پڑتے ہیں۔“

”مسز اختر سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ ایک بہت ہی ذہین کاروباری ہیں۔ آپ نے بڑے سرمایہ دار بھی ہیں لیکن ابھی بذات خود کوئی کاروبار شروع نہیں کرنا چاہتے۔ کسی ایسے کاروبار میں پیسہ لگانا چاہتے ہیں۔ جو پہلے سے چل رہا ہو۔ یہ ایک حیرت ناک فیصلہ نہیں ہے مسٹر دانش منصور۔“

”مجھے تعجب ہے مس نیلاب۔ آپ نے ایک بالکل ہی الگ میڈیا پر کام کیا ہے لیکن ان کے باوجود آپ کو کاروباری باتوں سے دلچسپی ہے۔“

”نہیں کاروباری باتوں سے نہیں صرف آپ سے۔“ نیلاب نے ہنستے ہوئے کہا اور بھی مسکرائے لگا۔

”بہر طور مجھے سے دلچسپی کا شکریہ۔ جہاں تک میری کاروباری زندگی کا تعلق ہے نیلاب تو آپ یوں سمجھ لیجئے کہ میں نے کاروبار اپنے والد سے سیکھا اور ان کے سٹریٹجی پر کام کر رہا ہوں۔ بذات خود کوئی کاروبار شروع کرنے کے لیے ابھی میں نے کوئی کام نہیں کیا ہے۔ کروں گا اور یقیناً کروں گا لیکن یہاں کے ماحول سے پوری طرح ہٹ ہونے کے بعد۔ جو لوگ ایسے کاروبار کر رہے ہیں۔ جو میری نگاہوں میں منافع بخش لگتا ہے سرمایہ کاری کرنا میں برا نہیں سمجھتا لیکن شرط یہی ہے کہ وہ ٹھوس بنیادوں پر

”میرا مطلب بھی یہی تھا۔ کیا یہ ایک بہت ہی ذہانت آمیز سوچ نہیں ہے۔“

”تو آپ مجھے یوقوف سمجھنے پر کیوں تلی ہوئی ہیں۔“ میں نے کہا اور نیلاب اپنی

خوبصورت ہنسی کا مظاہرہ کرنے لگی پھر اس نے کہا۔

”بالکل نہیں سمجھ رہی آپ کو یوقوف جناب بلکہ میں آپ کی ذہانت کے گن گاہ

رہی ہوں اور سزا خیر بھی ایسا ہی کہہ رہی تھیں۔ ویسے یہ بتائیے آپ نے کچھ شروع

کیا؟“

”ہاں تھوڑا بہت۔“

”اگر مجھے اس بارے میں کچھ بتانا پسند کریں تو؟“

”مجھے تعجب ہے آپ یہ سب کچھ کیوں جانتا چاہتی ہیں؟“

”اس کے پس پردہ کچھ ہے جناب۔“ نیلاب نے کہا اور میں ایک بار پھر چونک کر

اسے دیکھنے لگا۔

”اگر ایسی کوئی بات ہے مس نیلاب تو آپ گھما پھرا کر گفتگو کرنے کی بجائے مجھے

اس سلسلے میں خود کچھ کیوں نہیں بتاتیں۔“

”دیکھیے جناب۔ آپ یہ نہ سمجھ لیجئے کہ میں آپ سے کوئی مالی فائدہ حاصل کرنا

چاہتی ہوں۔ بس یونہی آپ سے دلچسپی کی بنیاد پر۔ سمجھ رہے ہیں نا آپ..... آپ سے

دلچسپی کی بنیاد پر میں نے سوچا تھا کہ جو فرم میں یہاں کھولوں گی اس میں آپ سے سرمایہ

کاری کراؤں گی اور آپ یقین کیجئے اس کے لیے میرے پاس کوئی مجبوری نہیں ہے بس جی

چاہتا ہے کہ آپ کو بھی اپنے ساتھ شامل کر لیا جائے۔“ میں نے گردن ہلا کر اسے دیکھا اور

بولا۔

”اگر یہ صورت حال پیدا ہوئی تو میں یقیناً آپ سے تعاون کروں گا۔“

”اور آپ بالکل یہ نہیں سمجھیں گے کہ میں آپ کو مالی طور پر کوئی نقصان پہنچانا

چاہتی ہوں۔ سمجھ رہے ہیں نا آپ۔“

”میں جانتا ہوں‘ مس نیلاب آپ بذات خود ایک بڑے باپ کی بیٹی ہیں۔“

”اچھا چھوڑیے میرا خیال ہے نجانے کیوں ہم اس خشک گفتگو پر آگئے۔ آئیے آپ

مجھے اپنی کوٹھی دکھائیے۔“ نیلاب میرے ساتھ باہر نکل آئی اور بہت دیر تک میں اسے

کوٹھی کا معائنہ کرتا رہا۔ اس نے اس کوٹھی کو دیکھ کر بڑی پسندیدگی کا اظہار کیا تھا پھر وہ

بولی۔

”میں آپ سے حد سے زیادہ بے تکلف ہو گئی ہوں اور اس کا احساس مجھے بھی ہو

رہا ہے۔ اب ایک آخری سوال میں آپ سے کر رہی ہوں کیا آپ کو میری بے تکلفی

کو ارا ہے۔ یا آپ اس سے کچھ الجھن محسوس کرتے ہیں؟“ میں نے مسکراتے ہوئے

اسے دیکھا اور بولا۔

”جی نہیں۔ مس نیلاب مجھے آپ کی یہ بے تکلفی پسند ہے۔ اس قدر بے تکلفی

سے اپنائیت کا اظہار ہوتا ہے اور آپ کی اپنائیت میں حاصل کرنا چاہتا ہوں۔“ نیلاب نے

گردن جھکالی کچھ دیر سوچتی رہی پھر مسکرائی اور اس کے بعد ہنس پڑی پھر اس نے میرا ہاتھ

اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔

”میں جس ماحول سے آئی ہوں وہاں اپنے ذہنی جذبات کا اظہار کر دینا برائی نہیں

سمجھی جاتی۔ ہم اپنے آپ کو اپنی ہی ذات میں کیوں ہلاک کر دیں۔ میں شاید آپ سے

متاثر ہونے لگی ہوں مسٹر دانش منصور۔ شاید ابھی تک اپنے اندرونی جذبات کا جائزہ لیتے

ہوئے میں نے یہی محسوس کیا ہے کہ میرا دل آپ کی جانب کھینچتا ہے۔ میں یہ نہیں کہتی

کہ جواب میں آپ بھی مجھ سے یہ الفاظ کہیں لیکن آپ یہ سوچ لیجئے ہو سکتا ہے مستقبل

میں خود آپ سے شادی کی درخواست کروں۔“

”نیلاب نے جس انداز میں یہ الفاظ کہے تھے وہ میرے لیے بڑے حیران کن تھے

لیکن بہر حال وہ باہر سے آئی تھی اور باہر کے ماحول کے بارے میں میں نے یہی سنا تھا جو

کچھ اس نے کہا تھا۔ چند لمحے خاموش رہنے کے بعد میں نے کہا۔

”مس نیلاب میں اپنے والد کی موت کے بعد تیروہی سے یہاں آیا ہوں اور یہاں

انے کے بعد میں نے زندگی کو قریب سے دیکھنا شروع کیا ہے۔ میری زندگی کی سب سے

بڑی خواہش یہی ہے کہ میں بھی اپنے آپ کو اس دنیا میں رہنے والوں کی مانند زندہ رکھوں

اور وہی سب کچھ کروں جو دنیا کے لوگ کرتے آئے ہیں۔ میں خود کو ان سے الگ رکھ کر

کوئی انفرادی حیثیت نہیں چاہتا لیکن اس کے لیے میں نے ایک وقت متعین کیا ہوا ہے۔

میں پہلے اپنے آپ کو ٹھوس بنیادوں پر مضبوط کرنا چاہتا ہوں اس کے بعد زندگی کے دوسرے رخ کی جانب غور کروں گا۔ آپ نے جس بے تکلفی اور اپنائیت سے اس کا اظہار کیا ہے آپ یوں سمجھ لیجئے کہ وہ میرے لیے انتہائی قیمتی حیثیت رکھتا ہے۔ چنانچہ میں اپنی اس خوش بختی پر ناز کرتا ہوں۔ نیلاب صاحبہ آپ بھی مجھے پسند ہیں لیکن اس مسئلے کو ہم ایک طویل عرصے کے لیے ٹالنا چاہئیں گے اور آپ مجھے ضرور اس کی اجازت دیں گی۔“ نیلاب نے خوش ہو کر کہا۔

”تو میں کون سی فوراً ہی آپ پر مسلط ہونا چاہتی ہوں لیکن اس بات کو آپ ذہن میں رکھیے گا اور آپ کو اس کا حق بھی حاصل ہے کہ اگر میں آپ کے اس معیار پر پوری نہ اتروں تو آپ مجھ سے معذرت کر لیں۔“ میں نے ہنستے ہوئے اس کا شانہ تھپکا اور بولا۔

”نہیں نیلاب میں آپ کو پسند کرتا ہوں۔ نیلاب خوش ہو گئی۔ اس نے کلائی پر بندھی گھڑی میں وقت دیکھتے ہوئے کہا۔“

”مجھے اب جانا چاہیے۔“

”ارے ابھی تو میں آپ کی کوئی خاطر مدارت بھی نہیں کر سکا۔“

”جی نہیں جناب اب آپ کو اس کا حق حاصل نہیں ہے کہ آپ میری خاطر مدارت کریں بلکہ مسز اختر نے ایک بات کہی تھی۔ یاد ہے آپ کو۔“

”کیا۔“ میں نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

”انہوں نے کہا تھا کہ آپ اس کو ٹھی میں ایک دعوت کے بارے میں لوگوں سے وعدہ کر چکے ہیں اور آپ نے اپنا وعدہ پورا نہیں کیا۔ آپ کا وعدہ اب میں پورا کروں گی سمجھے آپ۔“ میں ہنسنے لگا۔ میں نے کہا۔

”ضرور اس کا اختیار آپ کو ہے۔“

”بہت بہت شکریہ۔ اب میں جارہی ہوں اور دل میں بہت سے خوشگوار تاثرات لے کر۔“ میں نیلاب کو باہر تک چھوڑنے آیا تب میں نے اس کی حسین لیموزین کار دیکھی۔ جو بہت ہی خوبصورت تھی۔ بلاشبہ شمشاد بیگ کے بارے میں میں نے بہت زیادہ معلومات حاصل نہیں کی تھیں لیکن یقینی طور پر وہ کوئی کافی بڑا آدمی تھا۔ میں اس سلسلے میں معلومات حاصل کر سکتا تھا۔ لیموزین جب نگاہوں سے او جھل ہو گئی تو میں نے ایک

میری سانس لی اور دنیا کے اس رنگ کے بارے میں سوچنے لگا۔ نیلاب بے شک پچھلی رات کی نسبت اب میرے لیے کچھ عجیب ہو گئی تھی جب کہ پچھلی رات میں اس کا بہت ایک تصور کرتا رہا تھا اور اس تصور نے صرف خوشگوار کیفیات ہی چھوڑی تھیں لیکن اب اس کی بے تکلف اس پیشکش اور اس کے انداز نے مجھے بہت سوچنے پر مجبور کر دیا۔ یہ غالباً میری وہ فطرت تھی جو مجھے چاروں طرف سے محتاط رکھتی تھی اور جو میرے لیے انتہائی ضروری تھا کیونکہ جن حالات میں میں وقت گزار رہا تھا اور جو کچھ آگے چل کر مجھے کرنا تھا اس کے لیے یہ سب کچھ بے حد ضروری تھا۔ کوئی بھی جذباتی کیفیت اپنے آپ طاری کر کے میں باآسانی اپنے دشمنوں کے جال میں پھنس سکتا تھا اور میرے نادیدہ دشمنوں کی تعداد اتنی تھی کہ بعض اوقات ان کی گنتی بھی بھول جاتا تھا پھر میں نے اسی سوچا کہ اپنے معاملات میں اب کچھ دن کے لیے تبدیلی کرنا ضروری ہے اور اس کا آغاز میں نے اسی دن سے کر دیا۔

رات کو میں آصف کے ساتھ گاڑی میں نکلا۔ آصف نے جب مجھے سے پوچھا کہ مجھے کہاں جانا ہے۔ تو میں نے اس سے کہا کہ ”بس یونہی شرکی آوارہ گردی کرتے ہیں۔“ رات کا کھانا بھی میں نے آصف ہی کے ساتھ ایک ریسٹورنٹ میں کھایا تھا اور آصف بہت شرمندہ سا نظر آ رہا تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ ”وہ اس قسم کے تکلفات چھوڑ دے۔ در پردہ وہ میرا دوست ہے اور آصف نے اس بات پر ممنونیت کا اظہار کیا تھا۔ یہ تبدیلی مجھے پسند آئی اور میں نے آصف نور سے کہا کہ ”کچھ دن تک ہم اسی طرح سر کے مختلف حصوں میں آوارہ گردی کرتے رہیں گے اور کسی خاص کام میں حصہ نہیں لیں گے۔“ دوسرا دن بالکل خاموش گزارا۔ میڈم خان اس دن رات کو واپس آ گئی تھی اور اپنے کمرے میں ہی تھی۔ دوسرے دن صبح کو بھی اس نے مجھ سے ناشے پر ملاقات میں کی۔ البتہ دن کو گیارہ بجے کے قریب میری اس سے سرسری سی ملاقات ہوئی تھی۔ میں نے اس سے اس کے بارے میں کچھ پوچھا۔ اس نے مجھے کچھ بتایا اور اس کے بعد اپنی گئی تھی۔ البتہ رات کو کھانے پر میں نے اس سے پوچھا۔

”میڈم خان کیا آپ اپنے معمولات ترک کر رہی ہیں۔ میرا مطلب ہے آپ مجھ سے ہٹنا چاہتی ہیں۔ میڈم خان نے مجھے دیکھا اور سرد لہجے میں بولی۔“

”نہیں۔ ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔ فرمائیے کوئی کام ہے مجھ سے؟“

”آپ کل بھی پورا دن غائب رہیں اور آج بھی بغیر کسی اطلاع کے غائب رہیں۔“

میڈم خان نے مجھے عجیب سی نگاہوں سے دیکھا اور بولی۔

”دانش صاحب میں اپنی ذات میں ایک شدید کشمکش کا شکار ہوں۔ براہ کرم مجھے تھوڑا سا وقت دے دیجئے اس کشمکش سے نکل جاؤں تو پھر آپ سے معافی بھی مانگنا پڑی تو معافی مانگ لوں گی۔“

”کتنا وقت چاہتی ہیں آپ؟“ میں نے سرد لہجے میں پوچھا۔ میڈم خان کو شاید اس وقت کچھ اور الفاظ کی امید تھی۔ غالباً وہ یہ سوچ رہی تھی کہ میں دل سوزی سے ان کی اس کشمکش کے بارے میں پوچھوں گا لیکن میرا سرد لہجہ سن کر وہ چونک گئی۔ اس نے مجھے خشک نگاہوں سے دیکھا اور بولی۔

”دانش صاحب محل شاہ صاحب کی موت کے بعد میں نے اپنے ذہن میں بہت سے احساسات ختم کر دیے ہیں جن میں یہ احساس بھی شامل ہے کہ میں آپ کی سیکریٹری ہوں۔ دراصل میں صرف محل شاہ صاحب کے احکامات ماننے کی پابند تھی۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا اس میں آپ یوں سمجھ لیجئے کہ تھوڑی سی غلط فہمی بھی شامل ہے۔ یعنی آپ یہ تصور ذہن سے نکال دیجئے کہ میں اب آپ کی سیکریٹری ہوں۔“

”اوہ۔ اچھا یہ بات ہے تو ٹھیک ہے میڈم خان اگر ایسا ہے تو آج سے میں اپنے اور آپ کے درمیان تمام معاملات ترک کرتا ہوں لیکن اس کے بعد آپ کو یہ جواب دہی کرنا ہوگی کہ آپ کی اپنی حیثیت کیا ہے۔“ میڈم خان نے تکیھی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولی۔

”بہتر ہے میں اس کی وضاحت کردوں گی۔ مجھے اس کے لیے کچھ وقت درکار ہے۔“

”میں نے آپ سے یہی پوچھا تھا کہ کتنا وقت میڈم خان۔“

”اس کا کوئی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔“ میڈم خان نے جواب دیا اور تیز تیز قدم اٹھاتی وہاں سے باہر چلی گئی۔ میں اسے دیکھتا رہا تھا۔ بہر طور اس کے بعد میں نے کئی دن تک اس سے نہ چھیڑا۔ اتفاق کی بات یہ تھی کہ ان دنوں میں سب ہی نے مجھے چھوڑ دیا تھا۔ نیلاب

نے دوبارہ ادھر کا رخ نہیں کیا تھا۔ حیرت انگیز طور پر نہ مسز اختر آئی تھیں اور نہ جمال آراء نہ ہی غزنوی گھرانے سے کسی نے مجھ سے رجوع کیا تھا۔ پہلی تاریخ آگئی اور میں نے کچھ سوچ کر اس جنرل اسٹور پر فون کیا جس کے بارے میں رشید ناگی نے مجھ سے کہا تھا۔ فون وہاں سے ریسیور کیا گیا تو میں نے رشید کے بارے میں سوال کیا۔

”آپ کون بول رہے ہیں جناب؟“

”میرا نام دانش منصور ہے۔“ دوسری جانب ایک لمحے کے لیے خاموشی چھا گئی پھر

جواب ملا۔

”سر! میرا نام نادر علی ہے اور میں ناگی صاحب کا دست راست ہوں۔ آپ کے بارے میں مجھے خصوصی ہدایات دی گئی ہیں کہ آپ جب کسی کام کے لیے ہمیں حکم دیں فوراً اس کی تعمیل کی جائے۔ رشید ناگی صاحب کسی خاص کام میں مصروف ہیں اس لیے وہ عموماً ہم لوگوں سے ملاقات نہیں کرتے۔ بس کوئی کام ہوتا ہے تو ہمیں پہلے سے ٹیلی فون پر ہدایات دے دیتے ہیں۔ آپ کا اگر کوئی حکم ہو تو براہ کرم مجھے بتا دیجئے میں فوراً ان تک اطلاع پہنچا دوں گا۔“

”آپ نے اپنا نام نادر بتایا؟“ میں نے سوال کیا۔

”جی سر!“

”نادر۔ کیا آپ کو اس بات کا علم ہے کہ رشید ناگی کو کہیں سے ماہانہ بنیاد پر ادائیگی

ہوا کرتی تھی۔“

”سر! میں نے آپ سے عرض کیا تھا کہ میں ان کا دست راست ہوں اور مجھے اس بارے میں تمام تفصیلات معلوم ہیں۔ رشید ناگی صاحب نے مجھے یہ بھی بتا دیا ہے کہ اب آپ سے ہمیں ہمارا معاوضہ ملا کرے گا۔“

”گڈ۔ ویری گڈ۔ تو یہ معاوضہ کس شکل میں ادا کیا جائے نادر صاحب؟“

”سر! ایک اکاؤنٹ نمبر نوٹ فرما لیجئے۔ کراس چیک اس اکاؤنٹ میں جمع کرا دیا جاتا

ہے اور وہاں سے ہمیں اس کی وصولی ہو جاتی ہے۔“

پھر اس نے اکاؤنٹ نمبر نوٹ کرا دیا اور میں نے فون بند کر دیا۔ بعد کی ذمے داریاں

میں نے آصف کو سونپ دی تھیں۔ چھ لاکھ کا چیک میں نے آصف کے ذریعے اکاؤنٹ

میں جمع کرا دیا۔ اس طرح رشید ناگی کو میں نے اپنے ہاتھ میں رکھا تھا۔ وہ ابھی مجھے نہیں ملا تھا۔ پھر تقریباً دس یا گیارہ دن بعد میں نے کلب کا رخ کیا تھا۔ کلب میں اتفاق کی بات تھی کہ نہ مجھے مسز اختر نظر آئیں نہ نیلاب۔ نیلاب نے حیرت انگیز طور پر خاموشی اختیار کر لی تھی اور یہ بات میرے لیے باعث حیرت تھی۔ میں نے البتہ جمال آراء کو وہاں دیکھا۔ جمال آراء بیگم آہستہ سے چلتی ہوئی میرے پاس آئی۔ میں نے دیکھا وہ کافی کمزور ہو گئی تھی اور اس سلسلے میں میں نے ان سے سوال کر ہی ڈالا۔

”خیریت جمال آراء کیا آپ بیمار تھیں؟“

”ہاں میں ذہنی طور پر بیمار ہو گئی ہوں۔ دانش۔“

”خیریت کیا بات ہے؟“

”بس کچھ مسائل ہوا کرتے ہیں۔ آپ نے یہ تو نہیں سوچا کہ میں بالکل ہی غائب

ہو گئی۔“

”نہیں۔ اتفاق سے میں بھی ان دنوں کلب میں نہیں آیا۔“ میں نے جواب دیا۔

”اور آپ تو خیریت سے ہیں؟“ جمال آراء نے سوال کیا۔

”ہاں خیریت سے ہوں بس اب مصروفیات کچھ اور سمت رخ اختیار کرتی جا رہی

ہیں۔ آخر کب تک اس طرح سیرو سیاحت کرتا رہوں گا۔ میرا مطلب ہے کلب گردی

وغیرہ وغیرہ۔“

”ہاں عملی زندگی میں تو آتا ہی ہو گا۔“ جمال آراء نے پھکی سی ہنسی کے ساتھ کہا۔

”آئیے بیٹھے۔ میرا خیال ہے میں آپ کو کافی پلاؤں۔“

”پلوا دیجئے۔“ جمال آراء نے کہا۔ ہم نے کافی طلب کر لی اور اس کے بعد میں اس

کا چہرہ دیکھتا رہا۔ اس نے کہا۔

”آپ نے اپنی رقم کے بارے میں نہیں سوچا دانش صاحب۔ میں نے آپ سے

وعدہ کیا تھا کہ جلد ادا کر دوں گی لیکن کچھ دیر ہو گئی۔“

”آپ کا کیا خیال ہے جمال آراء مجھے آپ کی دوستی اس رقم سے زیادہ عزیز نہیں

ہے؟“ میں نے کہا اور جمال آراء میرا چہرہ دیکھتی رہی پھر بولی۔

”افسوس میں اس دوستی کا حق ادا نہیں کر سکی۔ دانش صاحب۔“

”کیا مطلب..... کیا کہنا چاہتی ہیں آپ؟“

”کہنا تو بہت کچھ چاہتی ہوں لیکن..... لیکن کیا کروں، بد نصیبی نے زبان بند کر

دی ہے۔ بس یوں سمجھ لیجئے۔ دانش کہ..... کہ میں مجبور ہو گئی ہوں۔ یقین کریں میں

ان معاملات میں اچھی انسان نہیں ہوں لیکن اتنی بری بھی نہیں کہ دوستوں کو کوئی

مان پہنچاؤں۔“

”کیا آپ مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہتی ہیں؟“ میں نے سوال کیا اور جمال آراء سہمی

کی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی پھر اس کی آنکھوں میں نمی آ گئی۔

”نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔“

”کوئی بات آپ کے ذہن میں ہے ضرور جمال آراء آپ اگر مجھ سے چھپانا چاہتی ہیں

دوسری بات ہے میں آپ کو مجبور نہیں کروں گا لیکن اگر بتانے کی کوئی بات ہے تو میں

کو اپنے اچھے دوستوں میں تصور کرتا ہوں اور یہ آپ ہی تھیں جن سے میں نے

ایک خاص مسئلے میں مدد مانگی۔“ جمال آراء نے گردن جھکالی اور دیر تک خاموشی سے

ان پتالی سے کھیلتی رہی پھر بولی۔

”دانش میں کل تمہارے پاس ضرور آؤں گی۔ کل دن میں دس بجے میرا انتظار کرنا

لیز کسی اور کو اپنے پاس مت بلانا۔ کتنی ہی مصروفیت ہو تمہیں کل دس بجے تم کسی کو

پاس نہ آئے دیتا۔ میں..... میں تم سے تنہائی میں ملنا چاہتی ہوں۔“

”ٹھیک ہے میں آپ کا انتظار کروں گا۔ ویسے ایک پیشکش آپ کو کروں جمال آراء۔

میں نے بیشک میری مدد کی ہے اور مجھ پر بھی یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ اگر آپ کسی

میں کا شکار ہوں تو میں آپ کی مدد کروں اگر آپ کے ذہن میں کوئی پریشانی ہے کسی

مے مسئلے کا شکار ہیں آپ تو میرا خیال ہے میں آپ کا اچھا سا تھی ثابت ہو سکتا ہوں۔“

”کل بتاؤں گی دانش۔ کل تمہیں ساری تفصیلات بتا دوں گی۔ میں خود بھی بیمار

ہوں ان تفصیلات کو ذہن میں رکھ کر ہاں یقین کرو میری بیماری کی وجہ صرف اور

صرف یہی ہے۔“ میں نے حیرت سے جمال آراء کا چہرہ دیکھا اور بولا۔

”آپ نے مجھے بے حد تشویش کا شکار کر دیا ہے۔ ایک بات غور سے سن لیجئے اگر

کوئی مجھے نقصان پہنچانا چاہتا ہے اگر ایسی کوئی بات آپ کے ذہن میں ہے تو کم از کم اپنے

آپ کو آپ اس پریشانی سے بالکل نکال لیجئے۔ میں آسانی سے کسی کا شکار ہونے والوں میں سے نہیں ہوں۔ بس آپ سے اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہہ سکتا۔" جمال آرا خاموش نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی پھر اس نے کہا۔

"اچھا اب مجھے اجازت دو میں واپس جانا چاہتی ہوں۔ طبیعت کچھ گھبرا سی رہی ہے۔ کل دن دس بجے میں اپنے ذہن کا سارا بوجھ ہلکا کر دوں گی اور اس کے بعد نتیجہ خواہ کچھ بھی نکلے۔" جمال آراء ایک دم اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ میں اسے جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ بہر حال وہ میرے لیے بہت سنسنی خیز کیفیت چھوڑ گئی تھی۔ اس کے بعد میرا بھی جی نہ لگا اور میں وہاں سے واپس چلا آیا۔ گھر آکر روزی سے کچھ باتیں ہوتی رہیں۔ میڈم خان واپس نہیں آئی تھی اور اس کی یہ گمشدگی میرے لیے پراسرار تھی۔ دوسرے دن میں ناشتے سے فارغ ہو کر جمال آرا بیگم کا انتظار کرنے لگا۔ میں نے ملازموں سے کہہ دیا تھا کہ جمال آرا نامی ایک خاتون مجھ سے ملنے آئیں گی انہیں آنے دیا جائے۔ باقی کوئی بھی ہو اسے منع کر دیا جائے لیکن اتفاق سے دس بجے تک کوئی نہیں آیا۔ پھر ساڑھے دس بجے پھر گیارہ ساڑھے گیارہ جمال آرا نہیں آئی تھی۔ مجھے تعجب ہونے لگا۔ میں نے تھوڑی دیر کے بعد آصف نور سے کہا۔

"آصف جمال آراء بیگم کا پتہ نوٹ کرو۔ ٹیلی فون کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس پتے پر چلے جاؤ اور جمال آراء سے رابطہ قائم کرو۔ ان سے کہو کہ میں ان کا انتظار کر رہا ہوں۔" آصف نے مجھ سے جمال آراء کا پتہ لیا اور وہاں سے چلا گیا۔ میں اس کا انتظار کرنے لگا۔ تقریباً سوا بارہ بجے ہوں گے آصف واپس نہیں آیا تھا ملازم نے مجھے کسی کی آمد کی اطلاع دی۔

"کون ہے؟"

"ایک صاحب ہیں اپنا نام رشید بتاتے ہیں۔"

"اوہو۔ اچھا۔ اچھا انہیں اندر ہی بلا لاؤ۔" میں نے ملازم سے کہا۔ میرے اندازے کے مطابق وہ رشید ناگی ہی تھا۔ میں نے مسکراتے ہوئے اس کا استقبال کیا۔ رشید ناگی نے مودبانہ انداز میں مجھے سلام کیا اور مجھ سے مصافحہ کر کے ایک طرف بیٹھ گیا۔

"سر! اتنے عرصے تک غیر حاضری کے لیے معذرت خواہ ہوں لیکن بہر طور میری

مصرفیات سن کر آپ مجھے معاف کر دیں گے۔"

"نہیں مسٹر رشید۔ کوئی ایسی خاص بات نہیں ہے کیا مصروفیات رہیں آپ کی؟"

"سر! بہت سی مصروفیات ہیں ویسے آپ کی عطا کی ہوئی رقم مجھے مل گئی تھی اور

آپ کا دلی ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے کسی الجھن کا شکار نہ ہونے دیا۔ ہم بڑی آسانی سے اب اپنا کاروبار زندگی چلا سکتے ہیں۔"

"وہ میرا فرض تھا اور میں نے اس کا تم سے وعدہ کیا تھا۔ یہ رقم بڑھ تو سکتی ہے

رشید ناگی کم نہیں ہوگی اور دیر نہیں ہوگی اس میں۔"

آپ نے مجھ پر اعتماد کیا اس کے لیے میں آپ کا بے حد مشکور ہوں۔ بس یوں سمجھ

لیجئے ان دنوں بہت سی مصروفیات رہیں جو اسی سلسلے میں تھیں۔ میں نے سب سے پہلا کام

نسل شاہ صاحب کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کا کیا۔ کوئی ایسا ذریعہ مجھے دستیاب

نہیں ہو سکا جس سے یہ پتہ چل سکے کہ شاہ صاحب اس دنیا میں ہیں یا نہیں۔ یعنی جو شبہ

ہمارے ذہن میں ہے اسے ختم کرنے کا کوئی ذریعہ میرے ہاتھ نہیں آسکا اور اس کے بعد

آخری فیصلہ یہی کیا ہے میں نے کہ شاہ صاحب ہم سے رخصت ہو چکے ہیں۔"

"شاید۔" میں نے افسردگی سے کہا۔

"ایک دوسری تکلیف وہ خبر ابھی ابھی آپ کو دینا چاہتا ہوں۔"

"وہ کیا؟ بھئی جلدی بتاؤ۔"

"جمال آرا سے تو وقف ہیں نا آپ۔" ناگی نے کہا اور میں چونک پڑا میں نے اسے

سنسنی خیز نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں لیکن ان کے بارے میں کوئی افسوس ناک خبر؟"

"جی ہاں۔ رات کلب سے واپس جاتے ہوئے ان کی کار کو حادثہ پیش آیا۔ ایک

لک سے ان کی کار اس بری طرح ٹکرائی کہ چور چور ہو گئی اور جمال آرا اسی کار میں

لک ہو گئیں۔" میرے ذہن میں شدید دھماکہ ہوا تھا اور اس دھماکے نے چند لمحے کے

لحے میرے حواس معطل کر دیے تھے۔ جمال آراء مر گئی۔ وہ..... وہ آج مجھے کچھ

انے والی تھی۔ اس کا اظہار اس نے رات ہی کو کیا تھا۔ بہت دیر تک خاموش رہنے

کے بعد میں نے ناگی سے پوچھا۔

”ٹرک ڈرائیور گرفتار ہو گیا؟“

”نہیں جناب حادثے کے فوراً بعد وہ فرار ہو گیا تھا۔“ ناگی نے جواب دیا۔ میرے ذہن میں عجیب سی سنسناہٹ ہو رہی تھی۔ نجانے کیوں میرے دل کو بار بار یہ احساس ہو رہا تھا کہ یہ میری کارروائیوں کے سلسلے میں دوسرا قتل ہے۔ پہلا قتل مٹھل شاہ کا تھا اور دوسرا۔ دوسرا قتل یہ۔ گو مٹھل شاہ کے ساتھ اور بہت سے آدمی ہلاک ہوئے تھے لیکن بہر طور وہ سب کچھ اسی سلسلے کی ایک کڑی تھا اور اب دوسری کڑی جمال آراء بیگم کا قتل ہے۔ گویا وہ عمل شروع ہو گیا جس کا انتظار کیا جا رہا تھا۔

==☆☆☆==

Scanned and Uploaded By Nadeem

میرے ذہن میں ایک گڑگڑاہٹ سی پیدا ہو گئی۔ دشمن مصروف عمل تھا اور میں قلعہ بندیوں میں مصروف تھا۔ میں نے ابھی تک دشمن کے خلاف کوئی ایسا عمل کیا تھا جس سے اسے جوابی کارروائی کا احساس ہو نہ۔ اس کے حوصلے بڑھتے جا رہے تھے۔ مٹھل شاہ کا قتل اور اس کے بعد جمال آراء..... اب میں کسی طور پر سلسلہ روکنا نہ تھا ورنہ دشمن کے حوصلے بڑھتے ہی چلے جاتے اور اس سلسلے میں میرے ذہن میں ایک اور نام آیا تھا جس نے مجھے تشویش میں مبتلا کر دیا تھا۔ یہ میری اپنی سوچ تھی ورنہ ہو سکتا ہے دشمن نے ابھی اس شخص کو اس قابل نہ سمجھا ہو۔ میری مراد مقدس کہم سے ہے جس کے ذریعے میں نے اپنے کام کا آغاز کیا تھا اور یہ آغاز نہایت خوش اسلوبی سے رہا تھا اور اس نے یقینی طور پر کم از کم ایک شخص یعنی جہانگیر کو میرے سامنے لاکھڑا کیا تھا۔ گو ابھی تک جہانگیر خان سے میرا کوئی ایسا واسطہ نہیں پڑا تھا لیکن درپردہ جنگ شروع ہو چکی تھی۔ اگر صورت حال میری توقع کے مطابق تھی تو جمال آراء کے قتل اور مٹھل شاہ کو ہلاک کرنے کی کوشش میں جہانگیر ہی کا ہاتھ ہو سکتا تھا لیکن صرف مفروضوں کی بنا پر یہ فیصلہ نہیں کر سکتا تھا۔ دفعتاً میں نے چونک کر رشید ناگی کو دیکھا۔ پھر وہ سوال جو میرے ذہن میں آیا تھا اس سے کئے بغیر نہ رہ سکا۔

”ایک بات بتاؤ رشید۔“ جمال آراء کے سلسلے میں تم نے فوری طور پر مجھے اطلاع دے دی۔ یہ بات تمہارے ذہن میں کیسے آئی کہ اس کی موت سے مجھے کوئی دلچسپی ہو

”سر۔ میں آپ سے پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ شاہ صاحب نے مجھے آپ کی نگرانی اور تحفظ کے لئے مقرر کیا تھا۔ اس کے علاوہ انہوں نے مجھ سے ایسے بہت سے تفصیلی واقعات بیان کئے تھے جنہیں میں ان کی امانت سمجھتا ہوں اور اگر آپ کی زبان سے اس سلسلے میں کچھ نکلے گا تو تب ہی میں جواب دوں گا ورنہ میرے اندر یہ جرات نہیں ہے کہ شاہ صاحب کی موت کے بعد بھی میں ان سے وعدہ خلافی کروں۔ میرا مطلب یہ ہے سر کہ انہوں نے مجھے اپنے پروگرام کے بارے میں کافی تفصیلات بتائی تھیں اور میں نے انہیں امانت کے طور پر اپنے پاس رکھا ہے لیکن بات پھر وہیں آجاتی ہے۔ آپ نے ابھی سوال کیا ہے کہ جمال آراء کے بارے میں میں نے خصوصی طور پر آپ کو اطلاع کیوں دی ہے تو اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ اس دوران میں مسلسل اپنا فرض انجام دیتا رہا ہوں۔“

”مطلب؟“

”مطلب یہ کہ آپ کی نگرانی کرتا رہا ہوں۔ آپ کے تحفظ کے لئے اور یہ بات میرے علم میں تھی کہ جمال آراء نے آپ سے خصوصی گفتگو کی ہے اور یہ بات بھی میرے علم میں تھی کہ وہ آج آپ سے ملاقات کرنے والی ہے۔“

میں نے حیران نگاہوں سے رشید ناگی کو دیکھا اور کہا۔

”کیا تم کلب میں میرے آس پاس موجود تھے؟“

”نہیں سر لیکن میں نے ایسے انتظامات کر رکھے ہیں کہ آپ جہاں بھی ہوں وہاں

میرا اپنا کوئی آدمی موجود ہو اور آپ سے اتنا قریب رہے کہ آپ کے الفاظ تک سن سکے۔“ میں نے تعریفی نگاہوں سے رشید ناگی کو دیکھا اور کہا۔

”حیرت ہے مجھے کبھی شک تک نہ ہوا۔“

”اگر آپ کو معلوم ہو جاتا جناب تو دوسروں کو بھی معلوم ہو سکتا تھا۔ میں نے

انتظامات ہی ایسے کئے ہیں کہ کسی کو اس کا شبہ نہ ہو سکے۔“

”خیر یہ تمہارا اپنا کام تھا اور میں تم سے یہ بالکل نہیں پوچھوں گا کہ وہ کون شخصیت

تھی جس نے میرے اور جمال آراء کے درمیان ہونے والی گفتگو سنی لیکن بہر طور اس

بات کا اعتراف کئے بغیر میں نہیں رہ سکتا کہ تم نے ایک کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ کاش

میں یہ معلوم ہوتا کہ جمال آراء کو قتل کرنے والے کون ہیں۔“

”اگر مجھے اس بات کا شبہ ہوتا تو میں یقینی طور پر جمال آراء کے تحفظ کے لئے بھی

کچھ کرتا کیونکہ انہوں نے آپ کو کچھ بتانے کا فیصلہ کیا تھا۔“

”میرے دل میں پہلی بار یہ خواہش بیدار ہوئی ہے ناگی کہ میں تمہیں اپنا رازدار

سمجھوں بناؤں اور کہوں۔“

”اگر آپ اس بات کو مناسب سمجھتے ہیں سر تو میں خود کو اس اعتماد کا اہل ثابت

کروں گا۔ آپ مجھے اپنا ایک دوست بنا لیجئے مگر اس سلسلے میں مجھ سے کوئی ضمانت نہ

مانگئے۔ ہاں اگر ضمانت مانگنا چاہتے ہیں تو صرف میرے خون کی ضمانت مانگئے۔ اگر میری

رگوں میں دوڑنے والا خون کسی شریف انسان کا ہے اگر میری ماں نے مجھے جو دودھ پلایا

ہے وہ ایک نیک اور پاکباز ماں کا دودھ ہے تو پھر میری ذات سے آپ کو کوئی نقصان نہیں

پہنچے گا۔ ہو سکتا ہے بعض معاملات میں میں آپ کو کوئی فائدہ نہ پہنچا سکوں لیکن نقصان کا

تصور بھی کبھی نہ کیجئے گا۔ جو بات آپ مجھے اپنے سینے میں رکھنے کے لئے کہیں گے وہ

میرے سینے میں ہمیشہ محفوظ رہے گی۔ مجھے اس بات سے کوئی دلچسپی نہیں ہوگی کہ آپ کی

شخصیت کیا ہے۔ میں یہ بالکل نہیں سوچوں گا کہ آپ جو کچھ کر رہے ہیں اس کا پس منظر

کیا ہے بس میں صرف آپ پر اعتبار کروں گا اور آپ کے احکامات پر عمل کروں گا۔ برائی

کے لئے قدم اٹھانا پڑا تو میں یہ تصور کروں گا کہ یہ برائی ہماری ضرورت ہے اور سچائیوں

کے راستے پر جو کام کیا جائے گا وہ تو بہر طور ضمیر کو کبھی دکھ نہیں دیتا۔ میرا مقصد صرف اتنا

ہے کہ اگر آپ مجھ پر اعتبار کرنا چاہتے ہیں تو پہلے اپنے دل کو یہ اطمینان دلا دیجئے کہ اس

عتبار سے آپ کو کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ میں نے محبت بھرے انداز میں رشید ناگی کا ہاتھ

پے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔“

”میرے دوست۔ میں نے آج سے تمہیں اپنا دوست تصور کر لیا ہے اور یہ حکم دیتا

ہوں تمہیں کہ اگر کبھی تمہارا دل چاہے کہ مجھ سے نجات حاصل کرو تو بخوشی میری گردن

پر خنجر پھیر دینا۔ میں اسے دوست کا تحفہ سمجھ کر قبول کر لوں گا۔“

رشید ناگی کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لئے آنسو تیرنے لگے۔ وہ مجھے دیکھتا رہا اور

سرود لہجے میں بولا۔

”ٹھیک ہے جناب۔ میں آپ کے اس حکم کی تعمیل کروں گا۔ اگر کبھی میرا دل چاہا تو میں یقینی طور پر آپ کی گردن پر خنجر پھیر دوں گا۔“ میں نے مسکراتے ہوئے اس کا ہاتھ دبایا اور بولا۔

”میں تمہیں اپنے بارے میں ایک ایک تفصیل بتا دوں گا ناگی۔ وہ تفصیل جو آج تک میرے سینے میں لادے کی طرح پک رہی ہے اور یہ لادا اتنا گرم ہو چکا ہے کہ اتنا کھول چکا ہے کہ اگر یہ میرے سینے سے نہ نکلا تو میری ذات جل کر بھسم ہو جائے گی۔ میں تمہیں اپنے بارے میں مکمل تفصیل بتاؤں گا۔ اس کے لئے وقت کا انتظار کرو ہم جذبات میں کھو کر اپنے راستے نہیں خراب کرنا چاہتے چنانچہ پہلے جو کچھ میرے ذہن میں ہے تم اس سے واقفیت حاصل کر لو مجھے میری غلطیاں بتاؤ۔ اس کے بعد ہم آہستہ آہستہ تمام مسائل حل کر لیں گے۔“

”جی سر۔ میں حاضر ہوں۔“ رشید ناگی نے کہا۔

”میں نے بڑے مؤثر انداز میں مٹھل شاہ کا مشن اس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔“ میرے دوست ناگی مٹھل شاہ اس مشن کو لے کر جہاں تک چل سکتے تھے چلے اور اس کے بعد سے میرا سفر شروع ہوتا ہے اور اس سفر میں میں تمہیں اپنا معاون بنانا چاہتا ہوں۔“

رشید ناگی دل و جان کے ساتھ آپ کے ساتھ ہے۔ سر۔ اور ہر وہ عمل کرے گا جو آپ کے ذہن میں آئے گا۔“ میں جذباتی ہو رہا تھا۔“ میں نے آہستہ سے کہا۔

”ناگی۔ اس سلسلے میں تم یہ بات جانتے ہو کہ رکاوٹیں بدستور ہیں اور کام اسی انداز میں جاری ہے جس کا تعین مٹھل شاہ نے کیا تھا مگر اب ہمیں کافی ہمت اور محنت کے ساتھ عمل کرنا ہو گا۔ تم اپنے اس گردہ کو اور مضبوط کرو اس میں بے شمار افراد شامل کر دو۔ اخراجات کا جہاں تک مسئلہ ہے تو تم یہ بات جانتے ہو کہ مٹھل شاہ صاحب نے اتنا فنڈ چھوڑا ہے کہ ہم اپنے اس مقصد کی تکمیل تک پہنچ سکتے ہیں اور پھر یہ مسئلہ بھی نہیں ہے۔ فنڈ تو ساتھ ساتھ حاصل کیا جاتا رہے گا۔ ایک منصوبہ میرے ذہن میں ہے جس کی تفصیلات میں تمہیں بتا رہا ہوں۔ انہیں نوٹ کرو اور اس میں سے ہر نکتے پر مجھ سے بحث کرو اور مجھے بتاؤ کہ میں کہاں غلط سوچ رہا ہوں اور کون سی بات ناممکن ہے۔“

”جی سر۔“ ناگی مستعدی سے گردن ہلا کر بولا اور میں پر خیال انداز میں اس کا چہرہ دیکھتا رہا۔ میں اپنے خیالات مجتمع کر رہا تھا جو کہنا چاہتا تھا ان کی تفصیلات الفاظ کی شکل میں اپنے ذہن میں لارہا تھا اور کچھ دیر کے بعد میں نے کہا۔

”میں جو کچھ کہہ رہا ہوں ناگی وہ اس سلسلے میں کہی جانے والی پہلی بات نہیں ہے۔ شمار افراد نے ان ملکی حالات کی نشاندہی کی ہے۔ صاحب دل اپنے وطن کی یہ تصویر کر تڑپ اٹھتے ہیں اور زبانیں کھولتے ہیں۔ ان کے بیانات اخبارات میں چھپتے ہیں۔ لکھے جاتے ہیں۔ مسائل سامنے لائے جاتے ہیں لیکن یوں لگتا ہے جیسے یہ تحریریں پڑھنے اور نظر انداز کر دینے کے لئے ہوتی ہیں۔ بہت سے ایسے سوالات ہر صبح رات میں پڑھتے ہوئے ہمارے ذہنوں میں پیدا ہوتے ہیں کہ جو کچھ ہوا ہے کیا اس کا حل سامنے آئے گا اور اس کے بعد ہم روزانہ اس مسئلے کا حل تلاش کرنے میں وقفہ رہتے ہیں لیکن دوسرے دن کے اخبارات میں دوسری خبریں ہوتی ہیں جو گزر چکا ہے اس کی کوئی تفصیل دوبارہ ہمارے سامنے نہیں آتی۔ گویا جو کچھ ہوا یا جو کچھ کیا گیا ہے مقصد تھا۔ وہ ان لوگوں سے نہیں کہا گیا جو اس مسئلے کے ذمہ دار ہوتے ہیں بلکہ صرف تحریری چاشنی کے طور پر یہ سب کچھ لکھ دیا گیا اور پڑھنے والوں نے پڑھا اور انداز کر دیا۔ کہیں بھی کسی سلسلے میں کوئی اعتماد دلانے کی کوشش نہیں کی جاتی۔ بڑے بڑا واقعہ پیش آجاتا اور لوگ پڑھ کر اس پر دکھ کا اظہار کرتے ہیں۔ اس کے سدباب کے لئے مشورے دیئے جاتے ہیں بہت سی تجاویز پیش کی جاتی ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سب ایک مسخرہ پن ہے جو کیا گیا اور لوگوں نے مسکرا کر اسے نظر انداز کر دیا۔ کوئی ذمہ داری قبول کرنے پر تیار نہیں ہوتا۔ بے شمار مسائل ہیں۔ فضائی آلودگی کے لئے میں طرح طرح کی کہانیاں منظر عام پر لائی جاتی ہیں۔ خدشات اور دوسو سو کا اظہار آجاتا ہے لیکن کتنی دلچسپ بات ہے کہ فضائی آلودگی کا وہ ایک پہلو جو باآسانی ختم کیا جاسکتا ہے باآسانی ہی نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ سڑکوں سے گزرو، بسوں میں سے اٹھتا ہوا دھواں دیکھو، بے شمار ایسی گاڑیاں جو اتنا دھواں اگلتی ہیں کہ فضا تاریک ہو جاتی اور سڑک کرنے والے کو سڑک تک نظر نہیں آتی، دندناتی پھرتی ہیں ان کے لئے قوانین بنائے ہیں لیکن کوئی بھی اس کے لئے تیار نہیں کہ ان قوانین پر عمل کر سکے اور اس کی

”کیوں؟ آخر کیوں؟ اس کی وجہ جانتے ہو؟ اس کی وجہ صرف وہ ہے جو میں کہہ چکا ہوں۔ دولت مند مزید دولت مند بننے کے لئے ہر وہ عمل کرتے ہیں جس سے ملک کو نقصان پہنچے یا فائدہ انہیں اس سے کوئی غرض نہیں ہوتی۔ وہ سیاست پر قابض ہیں۔ وہ ملکی وسائل پر حکمران ہیں۔ ان کے ذریعے ملک میں وہ سب کچھ ہوتا ہے جو نہیں ہونا چاہیے۔ قیمتی آسمان سے باتیں کر رہی ہیں۔ منگائی اس حد تک بڑھ چکی ہے کہ غریبوں کے پیچھے کی ملاحتیں بھی ختم ہو چکی ہیں۔ صرف اخباروں میں منگائی پر قابو پانے کے لئے سرخیاں جمائی جاتی ہیں اور اس کے بعد کہانی ختم ہو جاتی ہے۔ ہر روز ہر چیز میں قیمتوں کا اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ کچھ سرکاری سطح پر اور کچھ عوامی سطح پر۔ وہ جو منافع خوری میں سند حاصل کر چکے ہوتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ انہیں پوچھنے والا کوئی نہیں ہے۔ جو کچھ کریں گے اسے کرنے کے لئے ان کے پاس مضبوط سارے موجود ہیں اور ہماری یہ مہم انہی مضبوط ساروں کے خلاف ہے۔ شاہ صاحب کوئی لیڈر نہیں بننا چاہتے تھے۔ اخباروں پر ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر قبضہ جما کر دھواں دھار تقریریں اور مضامین نہیں شائع کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے ایک مختلف انداز میں اپنے مشن کا آغاز کیا تھا۔ ان کا راستہ روکا گیا اور انہیں زندگی سے محروم کر دیا گیا۔ خدا کرے ایسا نہ ہوا ہو اور وہ زندہ ہوں اور ہمارے اس مقصد کی تکمیل میں ہمارا ساتھ دینے کے لئے کسی وقت ہمارے پاس پہنچ جائیں لیکن انہوں نے جو طریقہ کار اختیار کیا تھا وہ بحالت مجبوری تھا لیکن اندازہ یہ ہوتا ہے کہ اس طریقہ کار ہی سے ہم آٹے میں نمک کے برابر سہی تھوڑی بہت تبدیلیاں لاسکتے ہیں اور اس کے لئے میرے پاس ایک موثر منصوبہ موجود ہے۔ رشید میں اس منصوبے کو تمہارے تعاون سے تکمیل تک پہنچانا چاہتا ہوں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ اس طرح میں اصلاحات نافذ کردوں گا لیکن ہم جتنا کچھ بھی کر سکتے ہیں اتنا تو ہمیں کرنا چاہیے۔ غلط راستوں ہی سے سہی لیکن بہر طور ہم اپنے مقصد کی اس تکمیل کے لئے آخری وقت تک جدوجہد کرنا چاہتے ہیں اور تمہیں میرا ساتھ دینا ہو گا۔“

”میں سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہوں گا کہ میری زندگی کا ہر لمحہ آپ کے مقصد کے حصول کے لئے جدوجہد میں صرف ہو گا اور اس سلسلے میں اپنی تمام تر صلاحیتوں کو اپنے دل کی گمراہیوں اور تمام تر خلوص کے ساتھ بروئے کار لاؤں گا۔“

وجوہات کیا ہیں تم بھی جانتے ہو اور میں بھی۔ ملکی سیاست کسی آبرو باختہ کی مانند وڈیروں، چوہدریوں، صنعت کاروں اور جاگیرداروں کے درمیان گھٹنگھڑ باندھے تلج رہی ہے اور وہ صرف اس کا تماشا دیکھ رہے ہیں۔ آج ہمارے وطن کے لوگ ملک سے باہر جاتے ہیں تو ان کے پاسپورٹ دیکھ کر انہیں ایک ست کھڑا کر دیا جاتا ہے اور ان کی طرف مشکوک نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔ بین الاقوامی طور پر ان کی جو بے حرمتی کی جاتی ہے کیا وہ وطن کی بے حرمتی نہیں ہے ایسا کیوں ہوتا ہے؟ منشیات کی تجارت کرنے والے ناجائز اشیاء ملک سے باہر بھیجنے والے ان لوگوں کو اپنا آلہ کار بنا کر بھیجتے ہیں یہ لوگ دوسروں کی نگاہوں میں آجاتے ہیں اور اس کے بعد ان کے ساتھ جو کچھ ہوتا ہے کسی بھی غیر ملکی ائرپورٹ پر اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔ اس طرح ہمارے وطن کی جو تحقیر ہو رہی ہے کیا وہ نظر انداز کی جاسکتی ہے۔ کیا یہ غور نہیں کیا جاسکتا کہ یہ سب کچھ کس بنیاد پر ہے۔ ملک کے وقار کو یہاں تک پہنچا دینے والے کون ہیں؟ کیوں نہیں سوچا جاتا۔ آخر کیوں نہیں سوچا جاتا؟ ہمارے وطن کے ہنرمند، انجینئرز، ڈاکٹر، زراعت کے شعبے کے ماہرین کو بین الاقوامی طور پر قدر کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے لیکن اپنے وطن میں ساری زندگی اس علم کے حصول کے بعد جب وہ تلاش روزگار میں نکلتے ہیں تو جگہ جگہ انہیں مایوسی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کہیں بھی انہیں ان کا قدر دان نہیں ملتا اور آخر وہ باہر جانے کے بارے میں سوچتے ہیں۔ بیرونی دنیا میں ان میں سے اکثر اپنا مقام حاصل کر لیتے ہیں ایسے لوگوں کو وطن سے بددلی کا احساس نہ ہو تو آخر کیا ہو۔ وہ جو ملک سے باہر نہیں جاسکتے اور اپنی ذات میں ایک سمندر موجزن رکھتے ہیں کلر کی کر کے زندگی کے ایام گزارتے ہیں اور اپنے بچوں کو درس دیتے ہیں کہ خبردار حصول علم کے لئے وہ سب کچھ نہ کرنا جو ہم کر کے برباد ہو چکے ہیں۔ یہ سوچ وطن عزیز کو کہاں لے جائے گی اس کا اندازہ بخوبی کیا جاسکتا ہے۔ ہمارے ذہن ترین نوجوان کب تک اس طرح مایوسیوں کے اندھیروں میں بھٹکتے رہیں گے۔ کب تک وہ اپنی بے حرمتی برداشت کریں گے۔ بے روزگاروں کو بیرون ملک جا کر جن تحقیر آمیز نگاہوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے وہ کب تک انہیں برداشت کریں گے۔ کیا ہو گا آخر کیا ہو گا۔ تم مجھے بتاؤ رشید کیا یہ سب کچھ غلط ہے۔ کیا ایسا نہیں ہو رہا؟“

”نہیں سر۔ یہ سب کچھ ہو رہا ہے، ایسا ہی ہو رہا ہے۔“

”شکریہ۔ رشید۔ میرے ذہن میں شاہ صاحب کا روشن کیا ہوا وہ منصوبہ کچھ اس شکل میں ہے کہ ہم ان تمام بڑے بڑے دولت مندوں کو ان راستوں پر چلنے سے روکیں گے جو ملک کو تباہی کی جانب لے جاتے ہیں۔ ہمیں ان کی دولت سے کوئی دشمنی نہیں ہے اگر وہ جائز طریقے سے اور ملکی مفادات کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنی اس دولت میں اضافہ کرتے ہیں تو ہماری تمام تر خدمات ان کے لئے حاضر ہیں لیکن ملک کو نقصان پہنچا کر اس کی حرمت کو نقصان پہنچا کر اگر کہیں سے وہ یہ دولت حاصل کریں گے تو ہم ان کے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ ہوں گے۔ میرے ذہن میں جو منصوبہ ہے اس کی مختصر تفصیل میں تمہیں بتا رہا ہوں بعد میں اس میں جو ترمیم اور اضافہ کرنا ہو گا وہ ہم ضرورت کے تحت کر لیں گے۔ ہمارے ملک میں لاتعداد انجینئرز ہیں۔ ذراعت پیش افراد ہیں۔ ڈاکٹر ہیں زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے لوگ ہیں جو بے روزگار ہیں۔ ہم ان تمام باصلاحیت لوگوں کو اکٹھا کریں گے۔ ان تک پہنچیں گے اور ان سے ایک عمل کرنے کے لئے کہیں گے۔ وہ عمل یہ ہو گا کہ انہیں اپنے شعبے میں کام کرنے کے لئے جہاں جہاں ملازمتوں کے مواقع ملتے ہیں وہاں وہ یہ ملازمت ضرور کر لیں۔ انہیں وہاں سے جو کچھ بھی ملے اسے بخوشی قبول کر لیں اور اس سے بدلہ نہ ہوں لیکن ہمارا اپنا ایک ادارہ ان کی مالی مدد کرے گا اور انہیں خصوصی فنڈ مپا کر کے ان کے وہ تمام خواب پورے کرے گا جو ان کے دلوں میں موجود ہیں یعنی وہ جہاں کہیں بھی موقع پائیں اپنے فن سے ملک کو فائدہ پہنچانے کے لئے عمل پیرا ہو جائیں اور اس بات کی بالکل پروا نہ کریں کہ انہیں وہاں سے کیا معاوضہ مل رہا ہے۔ ان کا اصل معاوضہ ہم انہیں ادا کریں گے لیکن اس کے لئے انہیں ہمارا بھی تھوڑا سا کام کرنا ہو گا۔ یعنی وہ ان لوگوں کے تمام کوائف ہمیں مہیا کریں جو ملک کو نقصان پہنچانے کے درپے ہیں۔ وہ صنعتوں میں کام کریں، ذراعت کے لئے کام کریں اور ہر وہ عمل کریں جو وہ جانتے ہیں لیکن اس عمل میں جہاں جہاں ملک کے خلاف کوئی کارروائی ہو رہی ہو اس سے ہمیں آگاہ کرنا ان کا فرض ہو گا۔ ان سے یہ کہا جائے گا کہ وہ ملک سے باہر جانے کی کوشش نہ کریں بلکہ اپنے وطن کو ہر وہ فائدہ پہنچائیں جو ان کی ذات سے وطن کو پہنچ سکتا ہے اور اس کے صلے کے لئے فکر مند نہ ہوں۔ صلہ انہیں ہم اپنے فنڈ سے ادا کریں گے۔ اب تمہارے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو گا ناگی کہ ہم اتنی

Scanned and Uploaded By Nadeem

ی دولت کہاں سے لائیں گے جو ملک بھر میں ایسے لوگوں کو ادائیگی کی جائے تو اس کے لئے میرے ذہن میں یہ ہے کہ ان تمام لوگوں کو ہم بلیک میل کریں گے اور ان کے شیدہ راز حاصل کر کے انہیں سے دولت وصول کریں گے اور انہیں کے خلاف اس ت کو خرچ کیا جائے گا اور اس کے لئے ہمیں جس انداز میں کام کرنا ہو گا اس کا تم بخوبی اندازہ لگا سکتے ہو۔“ ناگی کا چہرہ سرخ ہو گیا وہ چمکدار نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا پھر اس نے سہ سے کہا۔

”سر۔ بہت اعلیٰ منصوبہ ہے۔ بہت اعلیٰ پیمانے پر کام کرنا پڑے گا۔ اس میں ہمیں کئی مشکلات کا سامنا بھی کرنا پڑے گا۔ بہت سے خطرات مول لینا پڑیں گے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک بہترین قدم ہو گا اور اس طرح ہم بقول آپ کے آئے میں نمک کے برابر ہی سہی کچھ نہ کچھ تو کر سکیں گے۔“

”ہاں میں سمجھتا ہوں شہل شاہ کو خراج تحسین پیش کرنے کے لئے یہی ایک طریقہ کار میرے ذہن میں آتا ہے اور یقینی طور پر یہ کارآمد ہو گا۔ اس کے لئے تمہیں اپنا گروہ مزید مضبوط اور وسیع کرنا ہو گا۔ جہاں تک فنڈز کا مسئلہ ہے تو میں اس سلسلے میں تمہیں آئندہ بتاؤں گا کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ ہم ان کی زندگی تلخ کر دیں گے جو ہمارے ملک کی قدرتی تاریک کر دینا چاہتے ہیں۔“ میں خاموش ہو گیا۔ رشید ناگی گردن جھکائے کچھ سوچ رہا تھا پھر اس نے کہا۔

”آپ مطمئن رہیں سر۔ اس سلسلے میں ایک مؤثر منصوبہ تفصیلی طور پر میں آپ کے سامنے پیش کروں گا اور آپ کی منظوری حاصل کرنے کے بعد اس پر عمل شروع کر دیا جائے گا۔“

”یقینی طور پر ناگی اور اب تم یہ سمجھ لو کہ میں نے خود کو مکمل طور پر تمہارے سامنے لارکھا ہے۔ ہمیں جن ابتدائی مخالفتوں کا مقابلہ کرنا پڑے گا پہلے ہم ان کا سامنا کریں گے اور اس کے بعد ایک ایک قدم آگے بڑھ کر اپنے اس تصور کو عملی جامہ پہنانے میں موفق ہو جائیں گے۔“ رشید ناگی نے گردن خم کر کے کہا۔

”میری تمام تر خدمات آپ کے لئے حاضر ہیں۔“ اسی وقت آصف واپس آگیا۔ ناگی دیکھ کر وہ خاموش ہو گیا تھا۔ میں نے اس سے کہا۔

”ہاں آصف کیا اطلاع لائے۔“

”سر۔ وہ جمال آراء کا حلوہ ہو گیا ہے اور اس حادثے میں ان کا انتقال ہو چکا ہے“

”ہاں۔ یہ اطلاع مجھے مل چکی ہے۔ بہر طور کیا کیا جاسکتا ہے۔“ آصف خاموشی سے

میری صورت دیکھتا رہا۔ میں نے کہا۔

”تم جاؤ آرام کرو میں ذرا رشید صاحب سے کچھ گفتگو کر رہا ہوں۔“ آصف

خاموشی سے گردن جھکا کر واپس چلا گیا تھا۔ رشید خاموشی سے بیٹھا کچھ سوچ رہا تھا۔ میں

نے اس سے کہا۔

”رشید تمہارے جو افراد کام کرتے ہیں ان کی کیا کیفیت ہے۔“

”تمام لوگ تعلیم یافتہ ہیں اور آپ یہ سمجھ لیجئے بس ان کی کمائی ان کمائیوں سے

مختلف نہیں ہے جس پر ہم ابھی گفتگو کر چکے ہیں۔“

”مجھے اندازہ ہے۔ ویسے ان لوگوں پر تمہیں کھل اعتماد ہے؟“

”سر میں نے ان لوگوں کو بڑی چھان پھٹک کے بعد اپنے گرد جمع کیا ہے اور مختلف

طریقوں سے ان سے کام لیتا ہوں۔ آج تک ان میں سے کسی نے میری توقع کے خلاف

کام نہیں کیا۔ یہ سب بے حد ذہین اور انتہائی قابل اعتماد ساتھی ہیں اور یوں سمجھ لیجئے کہ

مجھے ان پر اتنا ہی بھروسہ ہے جتنا اپنی ذات پر۔“

”یہ رقم جو تم لوگ شعل شاہ سے حاصل کرتے تھے۔ تمہارے لئے پوری ہو جاتی

ہے۔“

”جی سر۔ ہم نے اپنے مصارف زندگی جس قدر بتائے ہیں ان کے لئے یہ رقم

مناسب ہے۔“

”اگر تم چاہو تو اس میں بخوشی اضافہ کر سکتے ہو۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے اور

جیسا کہ تم نے کہا کہ تم اپنا منصوبہ تفصیلی شکل میں میرے سامنے پیش کرو گے اس کے

لئے میں چاہتا ہوں کہ یہ کام بھی تم جلد از جلد کر لو۔“

”بہت جلد سر۔ بہت جلد۔ آپ مطمئن رہیں۔“

”میرے اور تمہارے درمیان اب مکمل طور پر رابطہ رہنا چاہیے اور ہم کسی بھی

طرح ایک دوسرے سے دور نہیں رہیں گے۔“

”اب تو یہ انتہائی ضروری ہو گیا ہے سر۔ آپ مطمئن رہیں میں جو کچھ پلاننگ

میں گا اس کی مکمل تفصیل آپ کے سامنے پیش کروں گا اور یقینی طور پر آپ کو وہ پسند

آئے گی۔ ویسے جمال آراء کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے سر اسے کیوں قتل کیا

؟“

”یہ بات میرے ذہن میں ایک خدشے کی شکل میں موجود ہے۔ جمال آراء مجھے کچھ

چاہتی تھی کیا یہ میں ابھی تک نہیں سمجھ سکا اور اسے قتل کر دیا گیا۔ اس کا مقصد ہے

جو کچھ مجھے وہ بتانا چاہتی تھی وہ یقینی طور پر بہت اہمیت کا حامل تھا۔“ ناگی سوچ میں

آج گیا پھر اس نے کہا۔

”ٹھیک ہے سر جو ہونا تھا وہ تو ہو ہی چکا ہے لیکن بہر طور میں اپنے طور پر بھی

تشخیص کروں گا کہ کچھ معلومات حاصل کر سکوں۔“

”میں نے تم سے مقدس کریم کے بارے میں شاید تذکرہ کیا تھا یا نہیں کیا۔ مجھے یاد

میں بہر طور میں یہ سمجھتا ہوں کہ جمال آراء کی موت کے بعد مقدس کریم کا تحفظ بھی

بے حد ضروری ہے۔ وہ جو کچھ کر رہا ہے اس کے لئے یقینی طور پر کم از کم اور کسی کو نہیں

جائزہ خان کو شدید اعتراض ہو گا۔ میں کسی پر دقت سے پہلے کوئی الزام نہیں لگانا چاہتا

لیکن کیا ہمارا ہوشیار رہنا ضروری نہیں ہے۔“

”سو فیصلہ ہے سر۔“ ناگی نے جواب دیا۔ میں کچھ دیر تک اس سے گفتگو کرتا رہا

اور اسے تفصیلات سمجھانے کے بعد خاموش ہو گیا۔ رشید نے مجھ سے واپسی کی اجازت

طلب کر لی تھی۔

دوسرے دن میں مقدس آئوز پہنچا۔ مقدس کریم سے ملاقات ہوئی۔ اس نے بڑا پر

جوش استقبال کیا اور کہنے لگا۔

”وائلث صاحب میں آپ کی طرف آنا چاہتا تھا۔ ایک اہم مسئلہ ہے جس پر آپ

سے گفتگو کرنی ہے۔ معاف کیجئے گا ایک بات میں آپ پر واضح کر دوں۔“

”کیا مقدس کریم صاحب؟“ میں نے سوال کیا۔

”وائلث صاحب اب جو کچھ ہو رہا ہے اس میں میں نے جس قدر کارروائیاں کی

ہیں پہلے ایک نگاہ ان کا جائزہ لے لیجئے۔“

”ارے یہ آج آپ کو کیا ہوا۔ کریم صاحب کیا سوچھی ہے؟“

”نہیں دانش صاحب۔ یہ از حد ضروری ہے۔ میں نے ایک وکیل کو طلب کیا ہے جنہیں میں نے اس سلسلے میں اپنی ذمہ داریاں سونپ دی ہیں۔ ابھی کچھ دیر کے بعد وہ آنے والے ہیں۔ میں نے سوچا تھا کہ جب وہ آجائیں گے تو ان کے سامنے یہ تمام تفصیلات رکھ دوں گا اور اس کے بعد آپ سے رابطہ قائم کروں گا لیکن جب آپ تشریف لے آئے ہیں تو ان کی موجودگی ہی میں آپ سے بات ہو جائے گی۔ ویسے میں نے اپنا کام انہیں سنبھال دیا ہے۔“

”خدا کے بندے کام کیا ہے۔ آخر مجھے بتاؤ تو سہی؟“

”دراصل دانش صاحب آپ نے جس طرح میری عزت سنبھالی ہے اور نے سرے سے مجھے عزت بخشی ہے اس نے نہ صرف مجھے نئی زندگی دی ہے بلکہ میرے بچوں کا مستقبل بھی سنوار دیا ہے۔ یہ آپ کا کیا ہوا ہے لیکن اس کے بعد جو ذمہ داری مجھ پر عائد ہوتی ہے میں اس کا مظاہرہ کرنا چاہتا ہوں۔“

”تو کرو بھائی۔ کیا قصہ ہے؟“

”یہ دیکھیے یہ کچھ کاغذات ہیں۔ میں نے مختصر تفصیل ان پر لکھ دی ہے۔ باقی آپ اپنے کسی آدمی کے ذریعے ساری چیزیں چیک کر سکتے ہیں۔ دراصل مقدس آٹوز کے سلسلے میں جو منافع مجھے حاصل ہو رہا ہے میں نے اس کا ایک حصہ آپ کے لئے مخصوص کیا ہے اور دوسرا اپنے لئے۔ اصل رقم جو اس سلسلے میں صرف ہوئی ہے اس کا ایک الگ حساب رکھا ہے میں نے اور وہ رقم مسلسل ایک خاص شکل میں آپ کے اکاؤنٹ میں جمع ہوتی رہے گی۔ میرا مطلب ہے کہ آپ اس تمام کارروائی میں آدھے کے حصے دار ہیں اور میں بڑی ایمانداری کے ساتھ یہ سب کچھ کام سرانجام دیتا چاہتا ہوں۔“

”میں اس میں سے کسی چیز سے انکار نہیں کروں گا کریم۔ مجھے تم پر مکمل اعتماد ہے جو کچھ تم کر رہے ہو بے شک کرتے رہو اور اس سلسلے میں جو مزید کرنا چاہتے ہو اس میں بھی کبھی تکلف نہ کرنا۔“

”میں مزید کچھ کرنا چاہتا ہوں سر اور اس سلسلے میں آپ کی مدد کے بغیر ایک قدم آگے نہیں بڑھ سکتا۔“

”ہاں بتاؤ۔“

”پچھلے دنوں کچھ اخبارات میں آپ نے ایک ایسی اسمبلی پلانٹ کے بارے میں ہو گا جو جاپان کے اشتراک سے یہاں اٹاؤنس کیا گیا ہے اور سرمایہ داروں کو سرمایہ کی دعوت دی گئی ہے۔ جاپانی کمپنی یہاں اپنا یہ پلانٹ لگانے میں دلچسپی لے رہی ہے مقامی طور پر اس سلسلے میں یقینی طور پر کارروائیاں ہو گئی ہوں گی۔ سر اگر ہم یہ پلانٹ مل طور پر اپنی تحویل میں لے لیں اور اس کے لئے ہر وہ کارروائی مکمل کر دیں جس کی وجہ سے ہمیں اس کا حصول ممکن ہو تو میں سمجھتا ہوں یہ ہمارے کام میں ایک گراں قدر اضافہ ہو گا۔“ میں پر خیال انداز میں گردن ہلاتا رہا اور پھر میں نے کہا۔

”اس کے لئے ہمیں کس قدر سرمایہ درکار ہو گا؟“ مقدس کریم نے سرمائے کی جو تفصیلات بتائی تھیں وہ میرے لئے ممکن تھا چنانچہ میں نے آہستہ سے کہا۔

”مقدس کریم۔ تم اس بارے میں جو کام بھی کر سکتے ہو شروع کر دو۔ میں تمہاری مدد کرنے کے لئے تیار ہوں۔“ مقدس کریم کا چہرہ مسرت سے سرخ ہو گیا تھا۔ اس نے کہا۔

”اگر ہم اس میں کامیاب ہو جاتے ہیں سر تو بس یہ سمجھ لیجئے کہ بہت بڑا کام ہو جائے گا اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس کے بعد ہمیں مزید کسی اور کام کی ضرورت باقی نہیں رہے گی اور پھر سر اور پھر۔ بس آگے میں کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ ویسے میرا اندازہ ہے کہ جہانگیر خان اس سلسلے میں اپنا تمام رسوخ استعمال کرے گا اور ہو سکتا ہے وہ اس میں کامیاب ہو جائے لیکن موجودہ صورت حال اس کے خلاف جاتی ہے۔“

”کس شکل میں۔“

”میرا مقصد یہ ہے کہ وہ مالی طور پر فوراً ہی یہ قدم نہیں اٹھا سکے گا چونکہ جو دھچکا اسے پہنچا ہے ابھی وہ اس سے سنبھلنے کی کوشش کر رہا ہے۔“

”تمہارا اس سلسلے میں کیا منصوبہ ہے۔“

”سر۔ میں نے ایسے وسائل مہیا کر لئے ہیں جن کے ذریعے میں وزیر صنعت تک سے ملاقات کر سکتا ہوں اور کچھ ایسے متعلقہ لوگوں کو بھی اس کام میں شامل کروں گا جو ہری اس سلسلے میں بھرپور مدد کر سکتے ہیں بس ان متعلقہ لوگوں کے لئے ایک مخصوص

بجٹ رکھنا پڑے گا۔

”میں تمہیں اس کی اجازت دے سکتا ہوں۔“ میں نے پر خیال انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”سر۔ اس کے بغیر جانتگیر خان ہی کیا کوئی بھی اپنا کام نہیں گرا سکتا۔ بات چھوٹے پیمانے کی ہوتی ہے۔ بڑے پیمانے پر ہم یہ الزام نہیں لگا سکتے لیکن جو سلسلہ نیچے سے شروع ہوتا ہے اس میں ظاہر ہے اس طریقہ کار کے بغیر اور کوئی ذریعہ ہمارے پاس نہیں ہوتا۔“

”میں جانتا ہوں کریم۔ بہر طور ہم اس موضوع پر گفتگو نہیں کریں گے۔ تم یہ سمجھ لو کہ میں تمہیں اس کام کے لئے اجازت دیتا ہوں۔ اپنا یہ کام شروع کر دو۔“

”ہمیں اس کے لئے بھرپور مقابلہ کرنا ہو گا۔“

”یہ تمام ذمہ داری تمہاری ہے۔ جہاں تک سرمائے کا مسئلہ ہے میں نے تم سے اس کا وعدہ کر لیا ہے اور یہ میں تمہیں فراہم کرنے کا ذمہ دار ہوں۔“ مقدس کریم خوش سے دیوانہ ہو گیا تھا اس نے کہا۔

”مجھے یقین نہیں تھا سر کہ آپ اس طرح مان جائیں گے۔ میں اس سلسلے میں بڑی ہمت کر رہا تھا۔“

”میں ہر اس مسئلے میں اپنے آپ کو تیار پاتا ہوں جس میں میرا مقصد پورا ہو۔“

میں نے کہا اسی وقت ایک شخص اندر داخل ہوا اور اس نے ایک کارڈ مقدس کریم کے سامنے پیش کیا تو مقدس کریم نے کہا۔

”لیجئے وکیل صاحب آگئے۔ اچھا ہے ان سے بھی کچھ گفتگو ہو جائے گی۔ بہت ہی نفیس انسان ہیں۔ بلاؤ انہیں بلاؤ۔“ مقدس کریم نے اپنے آدمی کو اشارہ کیا لیکن جو شخص اندر داخل ہوا اسے دیکھ کر ایک لمحے کے لئے میرے ذہن میں شدید جھنجھناہٹ پیدا ہو گئی تھی۔ یہ الیاس بھائی تھے جو کالے کوٹ اور سفید پتلون میں ملبوس تھے۔ بہت ہی پروقار نظر آرہے تھے۔ ویسے صحت وغیرہ بھی بہتر ہو گئی تھی۔ بہت دن کے بعد دیکھ رہا تھا انہیں۔ انہوں نے اندر داخل ہو کر مقدس کریم کو سلام کیا پھر میری جانب متوجہ ہوئے اور میں نے ان کی کیفیت بھی خراب دیکھی لیکن اس وقت مجھے اپنی تمام تر ذہنی اور

سانی قوتوں کا سہارا لینا تھا۔ میں نے انہیں سلام کیا لیکن نہایت بے پروائی اور بے نیازی جب کہ الیاس بھائی کی کیفیت بہت زیادہ خراب ہو گئی تھی۔ وہ چند لمحات اسی طرح ت کھڑے رہے اور پھر دو قدم آگے بڑھ کر کرسی گھسیٹ کر بیٹھتے ہوئے بولے۔

”کہتے مقدس کریم صاحب کیسے مزاج ہیں آپ کے؟“ لیکن ان کی نگاہیں بار بار میرے چہرے کا جائزہ لے رہی تھیں۔

”ٹھیک ہوں الیاس صاحب۔ آپ ان سے نہیں ملے غالباً آپ کا تعارف نہیں۔“ الیاس بھائی نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر میری طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولے۔

”مجھے الیاس احمد کہتے ہیں۔“

”دانش منصور۔“ میں نے عام لہجے میں کہا اور اپنا ہاتھ مصافحہ کے لئے ان کی جانب بٹھایا۔

”بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر دانش منصور صاحب۔ اوہو مقدس کریم صاحب آپ غالباً ان ہی دانش منصور گوٹا والا کے بارے میں مجھ سے بات کر رہے تھے۔“

”الیاس بھائی یہی ہیں دانش منصور گوٹا والا اور میں مختصراً آپ کو ان کے بارے میں بتا چکا ہوں۔“

”بلاشبہ۔ بلاشبہ۔ یہ تو میری توقع سے بالکل ہی مختلف نکلے۔ میں تو یہ سمجھتا تھا کہ کم از کم اس عمر کے آدمی تو ہوں گے جس عمر میں اتنی زبردست سرمایہ کاری اور اس کے لئے اپنی کادشیں کی جاسکتی ہیں۔“

”یہی تو خوبی ہے دانش منصور گوٹا والا کی۔ آپ کو غالباً صنعت کاروں کی اس دنیا میں ان کے نام کا علم ہو چکا ہو گا کیونکہ آپ کا تعلق بھی اسی شعبے سے ہے۔“

”ہاں بھئی دانش منصور گوٹا والا صاحب کا نام تو اس وقت ایک عجیب سی حیثیت سے ابھر رہا ہے۔ لوگ انہیں سامری جادوگر تصور کرتے ہیں۔ ویسے معاف کیجئے گا منصور صاحب میں آپ سے مل کر ذاتی طور پر بھی بہت متاثر ہوا ہوں۔“

”شکریہ۔ مسٹر ایڈووکیٹ!“ میں نے انگریزی ہی میں کہا۔ تمام گفتگو انگریزی زبان میں ہو رہی تھی۔ الیاس بھائی نے اچانک ہی اردو زبان میں کہا۔

میں مکمل تفصیلات معلوم کر لوں گا۔ ویسے دانش صاحب جیسی پر سحر شخصیت سے مل کر خوشی مجھے ہوئی ہے آپ تو اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔“

”کیوں نہیں۔ کیوں نہیں۔“ الیاس صاحب اسی قسم کی باتیں کرتے رہے لیکن میرا رقص کے جذبات سے غاری رہا۔ بس ایک مصنوعی خوش اخلاقی میرے چہرے پر چھائی تھی جو کسی بھی اجنبی شخص سے مل کر ہو سکتی ہے۔ اس کے بعد میں نے مقدس کریم سے اجازت طلب کر لی۔ ان سے ہاتھ ملایا اور جب الیاس بھائی سے ہاتھ ملایا تو ایک لمحے کے لئے وہ میرا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھامے رہے اور انہوں نے اردو زبان میں کہا۔ ”جو کچھ مجھ پر بیت رہی ہے وہ میں ہی جانتا ہوں۔ اگر تمہارے دل میں اس کا کوئی پس ہو تو غور کرنا اس پر۔“ میں نے ایک بار پھر اجنبی نگاہوں سے انہیں دیکھا تو وہ ہی سے بولے۔

”آپ سے ملاقات کر کے خوشی کا اظہار کر رہا ہوں اور ایک بار پھر معذرت خواہ دراصل بڑھاپے نے یادداشت پر خاصا اثر ڈالا ہے پھر بھول گیا تھا کہ آپ اردو نہیں سمجھتے۔“ میں نے مصنوعی ہنسی ہنسنے کے بعد دروازے کا رخ اختیار کیا تھا اور مقدس کریم کے ساتھ ساتھ ہی باہر نکل آیا تھا۔ اس کے پیچھے الیاس بھائی بھی تھے۔ مجھے میری بھائی بٹھانے کے بعد مقدس کریم نے مجھے خدا حافظ کہا اور میں نے ڈرائیور یعنی سے گاڑی۔ آگے بڑھانے کے لئے کہہ دیا لیکن میرا ذہن عجیب سی کیفیت کا شکار اس بھائی کے اس طرح مل جانے سے جو ذہنی اور جسمانی جھٹکا لگا تھا اس نے ہلا کر رکھ دیئے تھے اور پھر الیاس بھائی کے آخری الفاظ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ مانی کو کوئی دکھ دینا تو میرے تصور سے بھی باہر کی بات تھی جو حالات میرے اوپر کئے تھے انہوں نے مجھے ان تمام کرداروں سے دور کر دیا تھا جو میرے لئے بنیادی رکھتے تھے۔ الیاس بھائی سے وقتی دوری بے شک تھی لیکن میں خواب میں بھی سچ سچ سکتا تھا کہ ان سے کسی قسم کا فریب کروں گا لیکن موجودہ حالات کیا الیاس حالات میں ملوث ہو کر خطرات کا شکار نہیں ہو جائیں گے۔ نہیں میں نے جس سے اپنے اس کام کا آغاز کیا ہے اسی حوصلے سے اسے جاری رکھنا ہو گا ورنہ میرے بے شمار لوگ مشکلات کا شکار ہو سکتے ہیں اور میں کسی قیمت پر یہ برداشت نہیں کر

”ویسے دانش صاحب آپ سے مل کر ایک اور بھی عجیب سا احساس ہو رہا ہے مجھے۔“ میں نے چہرے پر لائقگی کے آثار پیدا کئے اور مقدس کریم کی طرف دیکھا تو مقدس کریم جلدی سے بولے۔

”میں آپ کو یہ بھی بتا چکا ہوں الیاس احمد صاحب کہ دانش نیروبی سے آئے ہیں اور ابھی اردو زبان پر اتنا دسترس نہیں رکھتے۔“

”اوہو۔ معافی چاہتا ہوں۔“ اس بار الیاس بھائی نے انگریزی میں مجھ سے کہا۔ ان کے چہرے کے بدلتے ہوئے رنگ میں بخوبی دیکھ رہا تھا۔ ان کی آنکھیں میرے وجود کی گمراہیوں میں اترنا چاہتی تھیں لیکن اس وقت ایک ایسا شخص ان کے سامنے موجود تھا جس نے اپنی بساط سے کہیں بڑے کام کا بیڑا اٹھایا تھا اور اس کے لئے اپنے آپ کو مضبوط تر ثابت کرنا چاہتا تھا چنانچہ میں نے کہا۔

”نہیں شکریہ۔ ویسے مجھے بہت افسوس ہے کہ یہاں آنے کے اتنے عرصے کے بعد بھی میں اردو زبان نہیں سیکھ سکا جب کہ میں سمجھتا ہوں کہ مجھے جگہ جگہ اس کے لئے مشکلات پیش آرہی ہیں۔“

”اگر آپ چاہیں تو میں اس کا بندوبست کر سکتا ہوں۔“ الیاس بھائی نے کہا۔

”یقیناً۔ یقیناً“ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ میرے لئے ازحد ضروری ہے۔“

”تو پھر مقدس صاحب آپ دانش صاحب سے درخواست کیجئے کہ وہ اردو زبان سیکھنے کے لئے میری خدمات حاصل کریں۔“

”اوہو۔ یہ ایک بالکل الگ شعبہ ہے الیاس صاحب۔ نجانے آپ اس موضوع پر کیوں آگئے۔ دانش صاحب یقینی طور پر اردو زبان سیکھنا چاہتے ہیں اور اس کے لیے وہ ضرور کوئی نہ کوئی بندوبست کر لیں گے۔ بہر حال میں نے دانش صاحب سے وہ تمام باتیں کر لی ہیں جو میں آپ کے ذریعے کرنا چاہتا ہوں اور دانش صاحب نے میرا بڑا حوصلہ بڑھایا ہے۔ انہوں نے مجھ سے مکمل اتفاق کیا ہے۔ آپ کے سپرد جو ذمہ داری کی گئی ہے۔ الیاس صاحب آپ ان کی تکمیل کاغذی صورت میں شروع کر دیجئے اور مجھے اس سلسلے میں باقاعدہ ایسے حسابات درکار ہوں گے جو قانونی نوعیت کے ہوں۔“

”ان کے بارے میں مجھے کچھ مزید تفصیلات درکار ہوں گی اور میں آپ سے اس

”کل رات!“ میں نے کسی قدر الجھے ہوئے انداز میں کہا۔

”کیوں کوئی مصروفیت ہے۔“

”اوہ۔ بعد میں بتا دوں گا۔“ آٹا ماں کافی دیر تک بیٹھی مجھ سے باتیں کرتی رہیں ان

کی باتوں میں جو محبت اور جو مٹھاس پائی جاتی تھی وہ زندگی کی سلگتی ہوئی کیفیتوں کو
محسوس کرنا پڑتی تھی اور بہت دیر تک میں ان کی باتوں سے یہ سکون حاصل کرتا رہا پھر
انہیں رخصت کرنے دروازے تک آیا۔ وہ چلی گئیں تو میں واپس اپنے کمرے میں چلا گیا
اور میرا ذہن پھر انہی سوچوں میں گم ہو گیا۔ جو کچھ جس انداز میں ہو رہا تھا مجھے اس پر ذرہ
بذرا تشویش نہیں تھی۔ میرے اندر اب وہ قوتیں بیدار ہو چکی تھیں جو ہر مشکل کا مقابلہ
کر سکتی تھیں۔ چند روز بعد مقدس کریم سے ملاقات ہوئی تھی اور مقدس کریم نے پر
سرت انداز میں مجھے بتایا تھا کہ کام بڑی خوش اسلوبی سے آگے بڑھ رہا ہے۔ اس نے تمام
تفصیلات مکمل کر کے آگے بڑھا دیئے ہیں اور ایک ایسے شخص کو قابو میں کر لیا ہے جو اس
کام کو کر سکتا ہے۔ کامیابی کی امید نظر آرہی ہے۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ جہانگیر خان بھی
اس سلسلے میں بھرپور کوششیں کر رہا ہے اور ایک اور شخص بھی یہ پروجیکٹ حاصل کرنا
چاہتا ہے چنانچہ بڑی کشمکش شروع ہو گئی ہے اور اس سلسلے میں مقدس کریم کو ابھی تک
فوقیت حاصل ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ اخراجات کی بالکل پروانہ کی جائے جو کچھ بھی
خرج ہو یہ نہ سوچا جائے کہ یہ اس پروجیکٹ کی حیثیت سے زیادہ ہے۔ میں اس کے لئے
مکمل طور سے تیار ہوں۔ مقدس کریم نے کہا کہ بہت جلد وہ مجھے اس پروجیکٹ کے
مکمل ہو جانے کی خوشخبری سنائے گا۔ بس جہانگیر خان سے خطرہ ہے۔ وہ خطرناک آدمی
ہے اور پھر اسی دوران ناگی میرے پاس پہنچ گیا تھا۔ میں نے بڑی خوش دلی سے اس کا
ستقبل کیا۔ ناگی نے کہا۔

”سر۔ میں نے اس سلسلے میں جو کارروائی کی ہے ان کی تفصیلات آپ کے سامنے
پیش کرنا چاہتا ہوں۔“

”ہاں۔ ناگی کہو کیا صورت حال ہے۔“

”سر۔ ایسے سولہ آدمی میں نے حاصل کئے ہیں جو ہمارے اس مقصد میں نہایت کار
آمد ثابت ہو سکتے ہیں آپ کی اجازت کے بغیر میں نے انہیں بہترین تنخواہوں پر اپنے

سکنا تھا چنانچہ الیاس بھائی سے دور ہی رہنا ہو گا۔ یقینی طور پر یہ دوری ہی مناسب ہے۔ کچھ
اس قسم کے واقعات پے درپے پیش آرہے تھے جن سے میری اس ذہنی کیفیت کو سکون
بھی ملا اور تھوڑا سا تردد بھی کیونکہ جب کوٹھی پہنچا تو مجھے علم ہوا کہ آٹا ماں آئی ہوں
ہیں۔ میں نے مسکراتے ہوئے آٹا ماں کا خیر مقدم کیا اور وہ ہنستی ہوئی بولیں۔

”بھئی کمال ہے۔ دل سے تمہیں یاد کیا تھا۔ تم مل گئے۔“ میں نے حیران نگاہوں
سے رخسار کو دیکھا تو رخسار جلدی سے بولی۔

”آٹا ماں آپ کو معلوم ہے دانش صاحب اردو نہیں جانتے۔“

”افوہ۔ کتنی مشکل بات ہے دانش تم اردو کیوں نہیں سیکھ لیتے۔ تمہیں انگریزی
بولتے ہوئے دیکھ کر نجانے کیوں یہ احساس ہوتا ہے کہ تم مجھے دھوکا دے رہے ہو۔“

”معافی چاہتا ہوں آٹا ماں۔ بلاشبہ بہت جلد میں اس کا بندوبست کر لوں گا اور اردو
سیکھ لوں گا۔ آپ مطمئن رہیں میں بہت ذہین شاگرد ہوں جو بھی میرا استاد بنے گا میں اسے
حیران کر دوں گا۔“ رخسار نے جلدی سے کہا۔

”آٹا ماں اگر آپ کہیں تو میں دانش صاحب کو اردو سکھا دوں۔“

”نہیں بھئی۔ تمہارے لئے یہ ممکن نہیں ہے۔“ آٹا ماں نے کہا اور میں مسکراتی
نگاہوں سے رخسار کو دیکھنے لگا۔

”گویا تم میری استاد بننا چاہتی ہو۔“

”صرف اردو سکھانے کی حد تک۔ بہر حال آٹا ماں نے اس کے لئے منع کر دیا
ہے۔“ آٹا ماں کہنے لگیں۔

”تم سناؤ ہماری طرف تو بالکل نہیں آتے۔“

”ہاں آٹا ماں۔ بس مصروفیت اس کی اجازت نہیں دیتی۔“

”ٹھیک ہے جو لوگ کسی سے محبت کرتے ہیں وہی اس سے ملنے کے خواہش مند
رہتے ہیں۔ بہر حال ہم چلے آئے اور جب بھی ہمارا دل چاہا کرے گا آجایا کریں گے۔“

”سنائیے غزنوی صاحب کیسے ہیں؟“

”ملک سے باہر گئے ہوئے ہیں کچھ عرصے کے لئے۔ چند روز کی فرصت ہے۔ کل
رات کا کھانا ہمارے ساتھ کھاؤ۔“

ساتھ شامل کر لیا ہے۔ یہ لوگ بڑے کار آمد ہیں اور بس یوں سمجھ لیجئے کہ ہمارے سلسلے میں بہترین معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔ کچھ اخراجات بے شک بڑھ جائیں گے لیکن آپ ان کی کارکردگی دیکھیے۔ کمال کر دکھائیں گے۔“

”اخراجات کے لئے تو میں نے تم سے پہلے ہی کہہ دیا تھا ناگی۔ ظاہر ہے ہم جو کام کر رہے اس کے سلسلے میں اخراجات تو ہونا ہی ہیں۔“

”تو سریوں سمجھ لیجئے کہ میں نے یہ کام کر ڈالا ہے۔ آپ بس اس کی ایک بات سے اندازہ لگا لیجئے کہ ناصر خان نامی ایک شخص جہانگیر خان کی ٹاک کابل ہے اور اس کی ایک بہت بڑی فرم میں اسٹور کیپر کی حیثیت سے کام کرتا ہے۔ بڑا ذہین آدمی ہے اور معمولی تنخواہ پاتا ہے۔ اپنی ذہانت کا اسے کبھی کوئی صلہ نہیں ملا۔ میں نے اسے بہت ہوشیاری سے اپنے ساتھ شامل کیا ہے اور آپ یوں سمجھ لیجئے کہ اب ہم نے جہانگیر خان کے بالکل

قریب اپنا آدمی پہنچا دیا ہے جو ہمیں اس کے بارے میں بہترین اطلاعات فراہم کرے گا۔ اس کے علاوہ میرے منصوبے میں ایک ریکروٹنگ ایجنسی بھی شامل ہے جس کا لائسنس حاصل کرنے کے لئے میں نے تمام تیاریاں مکمل کر لی ہیں۔ کچھ ادائیگیاں بھی کردی ہیں

اس ریکروٹنگ ایجنسی سے ہمیں یہ فائدہ ہو گا کہ وہ لوگ جو ملک سے باہر جانا چاہتے ہیں اور جو واقعی اس قابل ہیں کہ انہیں روکا جائے ان کے بارے میں ہمیں اطلاع مل جائے گی۔ سراسر ایسے لوگوں کو ہم بے روزگاری الاؤنس دیں گے اور انہیں سمجھائیں گے کہ ملک

سے باہر جانے کے بجائے وہ ایک بہتر الاؤنس حاصل کر کے انتظار کریں اس بات کا کہ ملک ہی میں ان کا کام بن سکے۔ یہ الاؤنس بھی ہمارے اخراجات میں شامل ہو جائے گا۔ سراسر

کے علاوہ ایک عمارت ہمیں ہیڈ کوارٹر کے طور پر درکار ہوگی جس کا کوئی ایسا سلسلہ کر لیا جائے گا کہ کسی کو اس عمارت پر شک نہ ہو اور پھر ہم اس عمارت کو اپنے لئے استعمال کریں گے۔ میں نے فی الحال صرف یہی کچھ کیا ہے۔ باقی افراد کو میں مستقل مصروف رکھے ہوئے ہوں اور بہت جلد ہم ایسے لوگوں کے قریب پہنچانے میں کامیاب ہو جائیں گے جو ہمارا ٹارگٹ ہیں۔ آپ سمجھ رہے ہوں گے سراسر آپ پسند کریں تو یہ فہرست دیکھ لیجئے۔ یہ ملک کے ان ممتاز لوگوں کی فہرست ہے جو بہت بڑی حیثیت کے مالک ہیں۔

سیاست دان ہیں۔ سیاست دانوں کے دوست ہیں۔ لیڈر ہیں اور بہت بڑی بڑی کمپنیاں

بورڈ فیکٹریاں رکھتے ہیں اور ان کی کارکردگی کو چیک کرنے کے لئے ہم اپنے ان سولہ آدمیوں کو مصروف عمل کریں گے۔ یہ اس قسم کی صلاحیتیں رکھتے ہیں۔ آپ یوں سمجھ لیجئے کہ ان سولہ آدمیوں میں ایسے لیڈر بھی ہیں جو بہت سی یونینیں چلاتے ہیں۔ انہی کے باعث ان کے تعلقات مالکان سے بھی ہوتے ہیں۔ سارے جوڑ توڑ کر سکتے ہیں یہ لیکن سر اب یہ ہمارے لئے کام کریں گے اور یہ سارے کے سارے مخلص ہیں۔ ایک بات کا میں نے خاص خیال رکھا ہے وہ یہ کہ ان میں سے ایک کے علم میں بھی آپ کا نام نہ آنے پائے اور میں سمجھتا ہوں یہ انتہائی ضروری ہے۔ میرا تو کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔ میں ایک معمولی سا آدمی ہوں۔ زیادہ سے زیادہ اگر کوئی مجھ تک پہنچ گیا تو لڑ بھڑ کر اپنی جان بچالوں گا۔ میں آپ کا سامنے آنا میرے خیال میں کسی طور مناسب نہیں رہے گا۔“ میں نے سگراتے ہوئے رشید ناگی کا شانہ تھپکا اور کہا۔

”بلاشبہ تم ذہین آدمی ہو رشید۔“

”اس کے علاوہ ایک اور اطلاع ہے جو آپ کے لئے بڑی اہمیت کی حامل ہوگی۔“

”ضرور ضرور کہو۔“

”سر میں میڈم خان کے بارے میں کچھ اطلاعات رکھتا ہوں۔“ میں چونک پڑا۔ میں نے رشید ناگی کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”میڈم خان۔“

”جی سر۔ آپ کو نیلاب شمشاد بیگ یاد ہوگی۔ دو دن پہلے نیلاب شمشاد بیگ کو آپ کے ہمراہ دیکھا گیا ہے۔“

”ہاں۔ اس نے مجھ سے کافی بے تکلفی پیدا کر لی تھی لیکن اب نجانے کیوں کھنچ سی گئی ہے۔“

”کھنچی نہیں ہے سر بلکہ شاید کسی منصوبے پر عمل کر رہی ہے اور میڈم خان نیلاب شمشاد بیگ کے ساتھ اس منصوبے میں شریک ہیں۔ سر میں پورے دعویٰ کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ میڈم خان آپ کے خلاف عمل کر رہی ہیں اور میری تازہ ترین معلومات یہ ہیں کہ آج رات کو میڈم خان نیلاب شمشاد کے ساتھ شمشاد بیگ سے ملاقات کر کے اس کی کوٹھی پر جا رہی ہیں۔“ میرے چہرے پر سرخی دوڑ گئی تھی۔ میڈم خان یقینی

طور پر میرے لئے بے حد خطرناک تھی۔ اگر شمشاد بیگ کو اس نے یہ تفصیلات بتادیں تو مجھے جس قدر شدید نقصانات سے دوچار ہونا پڑے گا اس کا اندازہ مجھے تھا۔ گو میرا ہر پہلو مضبوط تھا لیکن ایک ایسی بات کسی دوسرے شخص کے کان میں نہیں جانی چاہیے جس کا بہر طور ایک وجود ہے۔ دشمن کبھی کمزور نہیں ہوتا۔ شمشاد بیگ کو میں اچھی طرح نہیں جانتا تھا لیکن ایک بات میرے علم میں تھی کہ کسی نہ کسی طرح کوئی کام ہو سکتا ہے اور پھر نیلاب کا راز بھی کھل گیا تھا۔ یقینی طور پر میرے خلاف جال بنے جا رہے تھے اور اس بات سے مجھے بالکل حیرت نہیں ہوئی تھی لیکن میڈم خان کے بارے میں کوئی نہ کوئی فیصلہ کرنا ضروری تھا۔ میں نے ناگی سے کہا۔

”تب پھر ناگی میڈم خان کا اس دنیا میں رہنا مناسب نہیں ہوگا۔“ ناگی کے ہونٹوں پر ایک سفاک مسکراہٹ پھیل گئی اس نے کہا۔

”سر یہی اجازت تو چاہتا تھا آپ سے۔ دیکھیے سر میں انسانی زندگی کو کسی بھی طور پر ایسا نہیں سمجھتا کہ اسے ضائع کیا جائے لیکن ہر شخص کو اپنے تحفظ کا حق حاصل ہے۔ ہمارے اس عظیم مقصد میں اگر کوئی اتنی بڑی رکاوٹ سامنے آجائے تو رضا کارانہ طور پر ہمیں اس رکاوٹ کو دور کرنا ہوگا۔“

”میں خود بھی نہیں چاہتا تھا۔ رشید ناگی۔ میں خود بھی یہ نہیں چاہتا تھا۔ کئی بار میں نے میڈم خان کو اس سلسلے میں دارنگ دی لیکن میرا خیال ہے کہ وہ حد سے آگے بڑھ چکی ہے اور اب مجبوری ہے۔“ رشید ناگی نے مسکرا کر گردن خم کی اور اس کے بعد وہ اٹھ گیا۔

”تو پھر مجھے اجازت دیجئے سر۔“

”ملاقات.....“

”سر بہت جلد ہوگی کسی بھی وقت۔“ رشید ناگی نے کہا اور اس کے بعد وہ مجھ سے رخصت ہو کر باہر چلا گیا۔ ذہن پر ایک بوجھ سا طاری ہو گیا تھا۔ میڈم خان نے مجھے بہت کچھ سکھایا تھا۔ بہت کچھ بتایا تھا۔ زندگی کے ایسے رازوں سے روشناس کرایا تھا جنہیں میں سب کچھ جاننے کے باوجود نہیں جانتا تھا اور اب وہ ان راستوں پر چل پڑی تھی جن سے میرے لئے مشکلات پیدا ہو سکتی تھیں۔ ٹھیک ہے میڈم خان معذرت خواہ ہوں آپ سے

لیکن مجبوری تھی۔ اسی رات تقریباً ساڑھے دس بجے رشید ناگی پھر میرے پاس واپس آیا اور اس نے ایک چھوٹا سا ڈبہ مجھے پیش کر دیا۔ میں نے حیرت سے اسے ڈبے کو دیکھا تو اس نے کہا۔

”سر کھول کر دیکھ لیجئے آپ کے لئے لایا ہوں۔“ میں نے ڈبے کو کھولا تو اس میں بالوں کا ایک گچھا رکھا ہوا تھا۔ میں حیرانی سے بالوں کے اس گچھے کو دیکھتا رہا پھر دھنستا ہی میرے ذہن میں ایک دھماکہ سا ہوا۔ میڈم خان کے بال تھے۔ سو فیصد میڈم خان کے بال تھے۔

”بس اجازت چاہتا ہوں سر۔ یہی پیش کرنے آیا تھا۔“ میں کچھ نہ بول سکا۔ رشید ناگی کو روکا بھی نہیں میں نے۔ میڈم خان ختم کی جاچکی تھی اور رشید ناگی مجھے صرف یہ اطلاع دینے آیا تھا بہت دیر تک اس موضوع پر سوچتا رہا۔ اس کے بعد طبیعت پر کچھ ایسی ہوا سی طاری ہوئی کہ میں نے روزی کو اپنے پاس بلا لیا۔ روزی خوش تھی اس کے والدین کے لئے میں نے جو بندوبست کیا تھا اس کے تحت وہ پر سکون زندگی گزار رہے تھے۔ روزی کے تمام مسائل ہی حل کر دیئے تھے۔ میں نے اس سے یہ بھی کہا تھا کہ اب اگر وہ اپنے والدین کے ساتھ زندگی گزارنا چاہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میرا اپنا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ دوسرے بہت سے ملازم ہیں۔ کام چل جائے گا اگر وہ اپنی زندگی کے لئے کوئی بہتر راستہ منتخب کر سکتی ہے تو یقینی طور پر کر لے۔ اس بات پر روزی کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے اور اس نے کہا تھا۔

”اگر آپ مجھے اپنے پاس سے ہٹانا چاہتے ہیں تو دوسری بات ہے ورنہ میں آپ کی خدمت کرتے رہنے میں اپنے لئے بہت سکون محسوس کرتی ہوں۔ میں نے خوش دلی سے اسے اجازت دے دی تھی۔ اس وقت بھی روزی میرے قریب آئی اور میرے سامنے بیٹھ گئی۔ میں نے یہ محسوس کیا تھا کہ اس کے ادب اور احترام میں کبھی کوئی فرق نہیں آیا تھا حالانکہ میں نے اس سے نہایت بے تکلفی کا مظاہرہ کیا تھا۔ میں نے کہا۔“

”کیا کر رہی تھیں۔ یقینی طور پر تم سونے کے لئے جا چکی ہوگی۔“

”نہیں۔ ابھی کہاں دانش صاحب! بھلا یہ وقت بھی کوئی سونے کا ہے۔“

”تو پھر کیا کر رہی تھیں؟“

”بس یونہی ایک کتاب پڑھ رہی تھی۔“

”میں ذرا گھبرا رہا تھا تمہیں بلا لیا۔“

”جی سر..... کوئی خاص بات تو نہیں ہے۔“

”بالکل نہیں۔ تم ساؤ میڈم خان کہاں ہیں؟“

”میڈم خان وہ تو دوپہر ہی سے گئی ہوئی ہیں۔ آج کل وہ یہاں رہتی کہاں ہیں۔“

بس کہیں نہ کہیں.....“

”اس کے بعد تو میڈم خان نے تم سے کبھی اس سلسلے میں کچھ نہیں کہا۔“

”نہیں سر۔ کئی بار کہہ چکی ہیں۔ ایک بار انہوں نے بڑے مسرور لہجے میں کہا تھا۔“

ابھی دو دن پہلے ہی کی بات ہے کہ فیصل کو اس کی حماقتوں کی سزا ضرور ملنی چاہیے۔

روزی بے شک اس نے تمہارے ساتھ بہت کچھ کیا ہے۔ لیکن اب جو کچھ وہ کر رہا ہے

اس میں سراسر ہمارا نقصان ہے۔ اس نے مجھ سے یہ بھی کہا تھا کہ اگر میں نے کبھی آپ

کے سامنے زبان کھولی تو پھر میرے لئے زندہ رہنا مشکل ہو جائے گا۔ میں خاموشی کے سوا

اور کچھ نہیں کر سکی تھی۔“

”ٹھیک ہے روزی۔ تم دیکھ لینا میڈم خان خود بخود درست ہو جائیں گی۔ ہو سکتا

ہے وہ بہت جلد ہمارا ساتھ چھوڑ دیں۔“ روزی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بہت دیر تک

روزی سے باتیں کرتا رہا تھا اور پھر دوسرے دن صبح ساڑھے دس بجے جب تمام معمولات

سے فارغ ہو کر بیٹھا میڈم خان ہی کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ میں نے ایک کار اپنی

کوٹھی کے سامنے رکتی ہوئی دیکھی۔ میں کھڑکی کے قریب موجود تھا اور باہر کا نظارہ کر سکتا

تھا۔ کار سے اترنے والی نازاں باجی اور الیاس بھائی تھے۔ میرا دل دھک سے ہو کر رہ گیا یہ

دونوں..... یہ دونوں یہاں کہاں سے آگئے۔ ایک لمحے کے لئے دماغ چکرا گیا تھا۔ الیاس

بھائی کو مجھ پر شبہ ہو گیا تھا اور وہ یقیناً یہ شبہ آسانی سے نظر انداز نہیں کر سکتے تھے۔ ان

سے ملوں یا نہ ملوں لیکن نہ ملنا اور بھی بری بات ہوگی۔ وہ دوبارہ یہاں آئیں گے بہر طور

انہوں نے نازاں باجی کو ساتھ لا کر میرے اوپر ایک کاری وار کیا تھا لیکن جو فیصلہ میں نے

اپنے دل میں کیا تھا اس پر ڈٹے رہنا چاہتا تھا۔ کمزوری کا مقصد یہ تھا کہ اپنی ذات میں ایک

خلا پیدا کر لوں اور ہو سکتا ہے اس سے مجھے مستقبل میں نقصانات پہنچ جائیں۔ الیاس بھائی

کے بارے میں میں نے اس انداز میں بھی سوچا تھا یعنی یہ کہ میری اور ان کی قربت منظر

عام پر آجائے تو وہ لوگ ایک بار پھر ان کی جانب متوجہ ہو سکتے ہیں۔ انہیں نقصان پہنچا سکتے

ہیں جو نازاں باجی کو اغوا کر چکے تھے۔ یقینی طور پر وہ آسانی سے میرا پیچھا نہیں چھوڑیں

گئے۔ جن مشکلات میں میں نے ان لوگوں کو اپنے آپ سے دور کیا تھا اور جس جس طرح

عمل کر کے میں نے اپنی شخصیت کو ان سے چھپایا تھا اس میں مجھے بڑی محنت کرنا پڑی تھی

اور اب یہ محنت الیاس بھائی کے ہاتھوں ضائع ہو سکتی تھی۔ مجھے پوری ہمت سے کام لینا

تھا۔ بہر طور میں نے فوری طور پر کوئی عمل نہیں کیا۔ الیاس بھائی کو اسی طرح مجھ تک پہنچنا

چاہیے جس طرح دوسرے ملاقاتی مجھ تک آتے تھے اور میں انتظار کرتا رہا۔ کھڑکی سے

بھی ہٹ گیا تھا تاکہ کسی کی نگاہ مجھ پر نہ پڑ جائے۔ تھوڑی دیر کے بعد میرے ایک ملازم

نے مجھ ان دونوں کے آنے کی اطلاع دی اور میں نے اس سے کہا کہ انہیں ڈرائنگ روم

میں بٹھایا جائے پھر جان بوجھ کر میں نے دیر کی تھی اور ان کی اس حیثیت کو نظر انداز کیا تھا

جس کے وہ حامل تھے۔ کم از کم الیاس بھائی اور نازاں باجی یہ بات اچھی طرح جانتے تھے

کہ میں ان کی کس قدر عزت کرتا ہوں۔ ان سے کس قدر محبت کرتا ہوں۔ فوری طور پر

ان کے پاس پہنچ جانے کا مطلب یہ تھا کہ محبت کے وہی جذبے مجھے مجبور کر رہے ہیں۔

اس وقت تو اپنے آپ کو بالکل تبدیل کر کے پیش کرنے کی ضرورت تھی۔ اسی میں ہمارا

مغل و وابستہ تھا۔ خود الیاس بھائی کو بھی اس سے فائدہ پہنچ سکتا تھا ورنہ دوسری صورت کا وہ

قصور نہیں کر سکتے تھے کہ کس قدر خطرناک ثابت ہو سکتی ہے اور اب تو دو آتشہ والا

محملہ ہو گیا تھا۔ یعنی پہلے تو میرے دشمن صرف وہی لوگ تھے جو آج تک میری نگاہوں

سے اوجھل تھے لیکن اب تو میرے دشمنوں کی تعداد کافی بڑھ چکی تھی اور اگر کسی طرح یہ

منظر عام پر آجاتی کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جن کی محبت کے سامنے میں بھی مجبور ہوں تو

میرے دشمنوں کی تو عید ہو جاتی اور وہ یقینی طور پر انہی ذرائع سے بہت کچھ معلوم

کرنے کی کوشش کرتے۔ بہر طور بڑی تیاریاں کر کے ایک مخصوص انداز میں چلتا ہوا

ٹنگ روم میں داخل ہوا تھا۔ میرے جسم پر ایک قیمتی گاؤن تھا اور میں نے جان بوجھ

مگریت کا ایک پیکٹ ہاتھ میں لے لیا تھا۔ ساتھ ہی سونے کا خوبصورت لائٹرن بھی۔ گو

مالات میں میں سگریٹ نہیں پیتا تھا لیکن یہاں مسمانوں کی تواضع کے لئے یہ چیزیں

موجود تھیں۔ الیاس بھائی تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ میں ان کے سامنے سگریٹ پی سکتا ہوں۔ بہر طور میں اندر داخل ہوا۔ نازاں باجی اور الیاس بھائی کھڑے ہو گئے تھے۔ نازاں باجی کے چہرے پر ہیجان کے آثار تھے۔ وہ آنکھیں پھاڑے مجھے دیکھ رہی تھیں۔ الیاس بھائی نے گردن خم کر کے مسکراتے ہوئے مجھے سلام کیا۔ میں نے مصنوعی اخلاق کے ساتھ ان کے سلام کا جواب دے کر ان سے ہاتھ ملایا۔ نازاں باجی پہ ایک نگاہ ڈال کر میں نے اپنا رخ تبدیل کر لیا تھا۔ ویسے اس وقت میری ادکاری یقینی طور پر بہت بہترین تھی۔ میں نے اپنے چہرے کے اثرات سے بالکل یہ اظہار نہیں ہونے دیا تھا کہ ان لوگوں کی آمد سے مجھے کوئی خوشی ہوئی ہے یا میں کسی طور ان سے متاثر ہوا ہوں۔ الیاس بھائی کو بیٹھنے کا اشارہ کر کے میں خود بھی سنجیدہ سا ان کے سامنے صوفے پر بیٹھ گیا۔ سگریٹ اور لائٹریں نے اپنے سامنے سینٹر ٹیبل پر رکھ لئے تھے۔ الیاس بھائی نے کہا۔

”سر۔ آپ مجھے پہچان گئے ہوں گے؟“

”جی۔ جی۔ میری یادداشت اتنی خراب بھی نہیں ہے۔ آپ سے یقینی طور پر مقدس کریم کے ساتھ ملاقات ہوئی تھی۔ مسٹر الیاس احمد ایڈوکیٹ۔“ میں نے کہا۔

”جی جی وہی ہوں۔ الیاس بھائی نے لاکھ کوشش کی کہ ان کے لہجے میں طنز نہ پیدا ہونے پائے لیکن ظاہر ہے وہ میرے لئے جو حیثیت رکھتے تھے اس کے بعد ان کے لئے میں طنز کا پیدا ہونا حیرانی کی بات ہوتی۔ نازاں باجی بالکل ساکت مجھے دیکھے جارہی تھیں اور میں نے جان بوجھ کر ان سے نگاہیں چرائے رکھی تھیں۔“

”سر۔ آپ سوچ رہے ہوں گے کہ کیسا عجیب آدمی ہے۔ ایک ہلکی سی ملاقات ہوئی اور اس کے بعد اپنے کام سے یہاں آگیا۔“

”نہیں مسٹر الیاس۔“ میرے لائق کوئی خدمت ہو تو ضرور بتائیے۔ آپ کو ذرا اصل یہ اندازہ نہیں ہوگا کہ باہر کی دنیا یہاں کی دنیا سے خاصی مختلف ہے۔ میں نے یہاں آنے کے بعد اچھی طرح دیکھا اور محسوس کیا ہے کہ لوگ ایک دوسرے سے بیزاری کے اظہار کو فیشن سمجھتے ہیں گو میں نے افریقہ کے ایک روایتی غیر مذہب حصے میں وقت گزارا ہے لیکن آپ اس بات پر یقین کیجئے مسٹر کہ وہاں بھی زندگی کی کچھ اقدار ہیں۔ انسانیت کے کچھ تقاضے ہیں اور وہاں کے لوگ ان تقاضوں کو پورا کرتے ہیں جب کہ یہاں آنے کے

بعد میں بے ایک عجیب سی دنیا دیکھی ہے۔

”یقیناً“ جناب یقیناً۔“ الیاس بھائی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”خیر چھوڑیے ان باتوں کو۔ آپ فرمائیے میرے لائق کیا خدمت ہے؟“

”بس۔ آپ سے ایک بات کہی تھی میں نے۔ نجانے کیوں میرا دل چاہا کہ آپ کے لئے تھوڑا سا کام کروں۔ دیکھیے مسٹر دانش منصور گوٹا والا آپ یہ نہ سمجھئے گا کہ میں نے تھوڑی سی رقم کے حصول کے لئے آپ سے تعلقات بڑھانے کی کوششیں شروع کر دیں ہیں۔ آپ نے کہا تھا کہ آپ مقامی زبان سیکھنے کے خواہش مند ہیں۔ یہ میری بہن ہے۔ ویسے بھی یہ اسکول ٹیچر ہے اور ایک اسکول میں پڑھاتی ہے۔ اس کے علاوہ یہ اپنے طور پر ایسے لوگوں کو تعلیم دینے کی خواہش مند ہوتی ہے جن کے لئے تعلیم کا حصول مشکل ہو۔ بس شوق ہے یہ اس کا اور جب میں نے یہ اس سے کہا کہ ایک ایسا شخص یہاں موجود ہے جو اردو سیکھنا چاہتا ہے لیکن اسے اس کے مواقع مہیا نہیں ہیں تو یہ اس بات پر ضد کرنے لگی کہ وہ اسے کچھ سکھائے گی اور مسٹر دانش منصور گوٹا والا میں اس کی ضد سے مجبور ہو کر اسے آپ تک لے آیا۔ پہلی بات آپ سے یہ کہہ دوں کہ یہ آپ سے معاوضے کا ایک پیسہ بھی نہیں لے گی بلکہ جو سفر اپنے گھر سے یہاں تک یہ کرے اس کی ادائیگی بھی اپنے جیب ہی سے کرے گی۔ بس یہ آپ کو کچھ سکھانا چاہتی ہے اور میں اس کی ضد کے سامنے مجبور ہو گیا ہوں۔“ میں نے چہرے پر حیرت کے آثار پیدا کر کے نازاں باجی کو دیکھا اور ایک لمحے کے لئے دل ڈول گیا۔ نازاں باجی کے انداز میں اب ایک اضمحلال شاپیدا ہو گیا تھا۔ اپنی اس کیفیت کو سنبھالنے کے لئے میں نے سگریٹ کا پیکٹ اٹھایا ایک سگریٹ نکال اور اسے ہونٹوں میں دبا کر لائٹ سے سلگا لیا۔ میرے بڑے ماہرانہ انداز میں سگریٹ کے کش لے رہا تھا حالانکہ یہ بھی کوئی آسان کام نہیں تھا۔ سگریٹ کبھی میں نے نہیں پی تھی۔ بس اس وقت اس اہم مقصد کے لئے میں اسے استعمال کر رہا تھا اور شکر ہے کہ مجھے تمباکو کا پھندا وغیرہ نہیں لگا۔ میں نے سگریٹ کے دو تین کش لے کر مسکراتے ہوئے نازاں باجی سے کہا۔

”معاف کیجئے گا میڈم۔ بڑی عجیب سی بات ہے اور مسٹر الیاس کا یہ انداز مجھے پسند آیا ہے۔ انہوں نے جو کچھ کہا ہے وہ یقینی طور پر میرے لئے حیرت انگیز ہے۔ بلاشبہ نیرونی

اور وہ اپنی جگہ واپس جا بیٹھی۔ جو جگہ میں نے ان کے لئے خالی کی تھی وہ وہاں نہیں بیٹھی تھیں۔ میں نے مسکرا کر انہیں دیکھا پھر بولا۔

”تو میں آپ کو بتا رہا تھا کہ ایک طویل عرصہ وطن سے دور رہنے کے بعد جب میں تمام اپنوں سے محروم ہو گیا تو میں نے یہی سوچ کر ادھر کا رخ کیا کہ یہاں کم از کم میرے اپنے لوگ ہوں گے۔ یہاں آنے کے بعد بہت عرصے تک مجھے ماحول اجنبی محسوس ہوا لیکن بالا آخر میں اس ماحول میں ضم ہوتا جا رہا ہوں۔ مقامی زبان میری دلی خواہش ہے لیکن مصروفیات میرا پیچھا نہیں چھوڑتیں چنانچہ میں ابھی اس کے لئے بالکل وقت نہیں نکال سکتا۔ جہاں تک آپ کی محبت کا تعلق ہے اور آپ کے ان الفاظ کا کہ آپ مجھے بلاغہ یہ سب کچھ سکھانا چاہتے ہیں تو میں اسے اپنے ذہن میں ہمیشہ محفوظ رکھوں گا اور میزم آپ بھی میرے لئے باعث عزت ہیں اور میں ہمیشہ آپ کی عزت کرتا رہوں گا۔“

”اگر یہ سب کچھ سچ ہے جو تم کہہ رہے ہو تو میں اسے تقدیر کا کھیل ہی سمجھ سکتی ہوں ورنہ ’ورنہ تم فیصل ہو۔ تم یقیناً فیصل ہو۔ دنیا کو دھوکا دے سکتے ہو فیصل مجھے بھی دھوکا دو گے؟ مجھے بھی؟ جانتے ہو میرے دل میں تمہارے لئے کیا تھا۔ جانتے ہو میرے دل میں تمہارے لئے کیا ہے؟ یہ بھی جانتے ہو کہ تمہاری اس طویل جدائی نے مجھے کس قدر دکھی کر دیا ہے۔“

”افسوس میں اس قدر اردو نہیں سمجھ سکتا۔“ میں نے گردن جھٹک کر معذرت آمیز انداز میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔ جب تم میری زبان سمجھو تو مجھ تک ضرور پہنچ جانا فیصل۔ کیا کہہ سکتی ہوں اس بارے میں۔“

ان کی آنکھوں سے میرے لئے جو اپنائیت نکلتی ہے میں اسے کبھی فراموش نہیں کر سکتا تھا۔ نازاں باجی اور الیاس بھائی نے مجھ سے واپسی کی اجازت مانگی تو میں نے کہا۔

”نہیں۔ اس طرح نہیں۔ پہلے آپ میرے ساتھ کچھ چائے وغیرہ پئیں۔“

”نہیں دوست پھر کبھی سہی۔ ہو سکتا ہے ہمارا ذہنی بحران ہمیں پھر کبھی تمہارے پاس لے آئے۔ یہاں آنے پر تو کوئی پابندی نہیں ہے۔“

”آپ جب چاہیں یہاں آ سکتے ہیں جیسا کہ میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ یہاں آنے

میں رہ کر مجھے اردو سے بہت کم واسطہ پڑا ہے اور میں اسے صحیح انداز میں نہ لکھ سکتا ہوں نہ بول سکتا ہوں بلکہ لکھنا تو میں جانتا ہی نہیں۔ البتہ اپنے اہل خاندان کے ساتھ اردو کے تھوڑے بہت الفاظ سیکھ لئے ہیں۔ بے شک یہاں رہ کر میں اپنے آپ کو اجنبی اجنبی سمجھتا ہوں چونکہ یہ زبان میری سمجھ میں نہیں آتی لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ ابھی میرے پاس اس کے لئے وقت نہیں تھا اور مسٹر الیاس مجھے اردو سکھانے پر بضد ہو گئے ہیں۔“ نازاں باجی کے منہ سے کوئی آواز نہ نکلی۔ میں نے ان سے کہا۔

”اور آپ کی یہ ضد بھی میری سمجھ میں نہیں آئی لیکن بہر طور یہ ایک دلچسپ بات ہے۔“ الیاس بھائی نے فوراً ہی کہا۔

”اور ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ آپ کو اردو سکھا کر رہیں گے۔ کیا خیال ہے نازاں کیا تم اس شخص کو مجبور کر سکتی ہو کہ یہ ہماری بات مان لے۔“ الیاس بھائی نے یہ الفاظ نازاں باجی سے اردو میں کہے تھے۔ نازاں باجی ابھی تک پھٹی پھٹی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھیں۔ چند لمحات کے بعد وہ اپنی جگہ سے انھیں اور میرے قریب پہنچ گئیں۔ میں نے مسکراتی نگاہوں سے انہیں دیکھا اور صوفہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

”براہ کرم تشریف رکھیے۔“ نازاں باجی مجھے دیکھتی رہیں پھر انہوں نے آہستہ سے اردو زبان میں کہا۔

”اگر تم مجھے اس کی وجہ بتا دو تو خدا کی قسم زندگی بھر تمہیں مجبور نہیں کروں گی۔ اس طرح بھول جاؤں گی تمہیں جیسے کبھی خوابوں میں بھی نہ دیکھا ہو۔“ میں نے کسی قدر ہلکچاتے ہوئے انداز میں الیاس بھائی کی طرف دیکھا تو الیاس بھائی بولے۔

”دراصل یہ کہہ رہی ہے کہ اگر تم اسے اردو سیکھنے کا موقع دو تو یہ تمہیں بہت مختصر عرصے میں اس زبان میں ماہر کر دے گی۔“ میں نے نازاں باجی کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

”براہ کرم میڈم۔ آپ تشریف رکھیں۔ آپ کی محبت کو دیکھ کر مجھے بڑی مسرت ہوئی۔ درحقیقت مجھے بھی محبت کرنے والوں کی ضرورت ہے۔ شاید مسٹر الیاس کو میرے ماضی کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے۔ ایک طویل عرصہ اپنے وطن سے باہر رہا ہوں۔ براہ کرم آپ تشریف تو رکھیے۔“ میں نے نازاں باجی کے لئے جگہ خالی کرتے ہوئے کہا

نے بعد مجھے دوستوں کی اشد ضرورت محسوس ہوتی ہے۔“

”اچھا پھر خدا حافظ۔“ الیاس بھائی واپسی کے لئے پلٹے تو میں انہیں چھوڑنے کے لئے باہر تک آیا۔ میں نے انہیں پیشکش کی کہ وہ گاڑی میں چلے جائیں تو وہ ہنس کر بولے۔

”نہیں بھئی۔ دراصل میرے پاس بھی ایک گاڑی موجود ہے۔ آج کل ذرا ورکشاپ گئی ہوئی ہے۔ کچھ خرابی ہو گئی ہے اس میں۔ بہر حال تم بالکل اطمینان رکھو۔ ہم لوگ ٹیکسی سے چلے جائیں گے۔“ میں نے گردن خم کر دی۔ الیاس بھائی تھوڑی سی دور پہنچنے کے بعد رے کے اور میری طرف رخ کر کے بولے۔

”اور سنو تمہاری بھابی بھی تمہیں دیکھنا چاہتی ہیں۔ بہت یاد کرتی ہیں وہ تمہیں..... انہوں نے یہ الفاظ اردو میں ادا کئے تھے اور اس کی بعد وہ تیزی سے مڑے اور وہاں سے آگے بڑھ گئے۔ میں ساکت نگاہوں سے ان دونوں کو جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ دل کو شدید دکھن کا احساس ہو رہا تھا لیکن میں کسی بھی قسم کی ناچنگلی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ بیچارے الیاس بھائی نہیں جانتے تھے کہ میں کیسے کیسے حالات کا شکار ہوں۔ بہر طور میں اتنا ضرور جانتا تھا کہ مناسب موقع ملتے ہی میں ان دونوں کے لئے بلکہ تینوں کے لئے کچھ نہ کچھ ضرور کروں گا۔ ظاہر ہے ان کی محبت ایسی نہیں تھی جسے فراموش کر دیا جائے بلکہ اگر ممکن ہو سکا تو صرف ان کی ذات کے لئے میں اپنی ذات میں سے ایک اور پہلو تراشوں گا تاکہ انہیں مجھ سے ملنے میں مایوسی نہ ہو۔ ویسے جاتے جاتے الیاس بھائی اردو میں جو جملہ کہہ گئے تھے وہ اس بات کی طرف اشارہ کرتا تھا کہ انہیں اب بھی اس بات کا یقین نہیں آیا ہے کہ میں فیصل نہیں ہوں۔ میں خود بھی اس بات کو دل سے تسلیم کرتا تھا شکلیں مل جاتی ہیں، صورت اور نقوش یقیناً یکجا ہو جاتے ہیں لیکن اس قدر نہیں۔ کہیں نہ کہیں تو فرق رہتا ہے اور پھر یہ لوگ تو مجھ سے اس قدر مانوس تھے اور میرے اور ان کے درمیان ایسا روحانی رشتہ قائم تھا کہ دنیا کو دھوکا دیا جاسکتا تھا، انہیں نہیں لیکن برداشت کرنا تھا۔ ہر قیمت پر برداشت کرنا تھا۔ اپنے کمرے میں واپس آیا اور ذہنی سوچوں میں گم ہو گیا۔ پھر ذہن میں مقدس کریم آگیا اور میں مقدس کریم کے بارے میں سوچنے لگا جس کامیابی کا اس نے اظہار کیا تھا وہ اسے حاصل ہو گئی تو جہانگیر خان کو

زبردست ذہنی دھچکا پہنچے گا۔ کیا وہ شخص مقدس کریم کے خلاف کوئی انتقامی کارروائی نہیں کر سکتا۔ اگر کسی طرح مقدس کریم کو نقصان پہنچ گیا تو فوری طور پر میرے منصوبوں کو شدید نقصان پہنچے گا۔ مقدس کریم کی زندگی بھی انتہائی ضروری ہے۔ بہت دیر تک میں پلاننگ کرتا رہا اور اس کے بعد میرے ذہن میں ایک تصور پیدا ہوا۔ میں نے آصف نور کو طلب کر لیا۔“

”فوری طور پر رشید ناگی سے رابطہ قائم کر کے اسے میرے پاس بھیج دو۔“

”بہت بہتر۔“ آصف نے جواب دیا اور وہاں سے چلا گیا۔ رشید ناگی سے رابطہ قائم کرنے کے لئے آصف سے بہتر اور کوئی نہیں تھا ایک ڈیڑھ گھنٹے کے بعد رشید ناگی میرے پاس پہنچ گیا وہ مطمئن انداز میں مسکرا رہا تھا۔

”ہیلو سر۔ کیسے مزاج ہیں آپ کے اور کیا ہو رہا ہے؟“

”ٹھیک ہوں ناگی بیٹھو۔ میری ذمہ داریاں تو تم نے سنبھال لی ہیں رشید۔ میرے پاس فرصت کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے۔“

”بہت بہت شکریہ سر۔ آپ دیکھیے رشید ناگی کس طرح آپ کے اس مشن کو آگے بڑھاتا ہے۔“

”ایک اہم مسئلے میں تم سے گفتگو کرنی ہے۔“

”جی۔ جی فرمائیے۔“

”میں ناگی کو اپنے منصوبے کے بارے میں بتانے لگا اور وہ ایک عجیب سی مسکراہٹ ہونٹوں پر لئے میرا چہرہ دیکھتا رہا پھر کچھ دیر کے بعد اس نے کہا۔“

”سر۔ میرے خیال میں یہ بہترین منصوبہ ہے اور اس میں ذرا سی ترمیم میں بھی کرنا چاہتا ہوں۔“

”ضرور۔ ظاہر ہے میں عقل کل نہیں ہوں۔“

”ایک آدمی ہمارے لئے انتہائی ضروری ہے جسے گرفتار کر دیا جائے۔“

”ہوں۔ اس سے فائدہ۔“ رشید ناگی مجھے اس منصوبے کے بارے میں مکمل تفصیلات بتانے لگا اور میں نے اس سے اتفاق کرتے ہوئے کہا۔

”لیکن اس آدمی کا انتخاب۔“

”وہ مجھ پر چھوڑ دیجئے۔ میرا اپنا ہی آدمی ہوگا۔ بعد میں اسے نکال لینا ہمارا اپنا کام ہوگا۔“

”تم یہ کام کر سکتے ہو؟“

”سر۔ میں نے تو اور بھی بہت سے کام کئے ہیں۔“

”مثلاً“ میں نے دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا۔

”ایک بہت بڑی شخصیت کو جس کا تعلق پولیس کے محکمے سے ہے۔ آپ کی طرف

سے کچھ تحائف بھجوائے ہیں اور تعلقات بڑھانے کی درخواست کی ہے۔“

”ارے مجھ سے نہیں کہا تم نے۔ اگر اتفاق سے یہ معاملہ براہ راست مجھ تک پہنچ

جاتا تو میں تو اجنبی ہوتا اس سے۔“

”نہیں سر۔ براہ راست آپ تک یہ مسئلہ نہیں پہنچ سکتا تھا چونکہ میں نے اس

سلسلے میں طریقہ کار ہی ایسا اختیار کیا ہے۔“

”گڈ۔ رشید ناگی۔ تم تو میری توقع سے کہیں زیادہ بہترین ثابت ہو رہے ہو۔“

”بس اس سلسلے میں کچھ نہیں کہوں گا سر۔ ہمارے لئے یہ انتہائی ضروری ہے کہ

ہم اس سلسلے میں آگے قدم بڑھاتے رہیں۔ میڈم خان کو ہم نے ختم کر دیا ہے لیکن آپ

دیکھ لیجئے نیلاب شمشاد بیگ ابھی ہمارے نہیں مانتے گی۔ وہ یقینی طور پر کسی منصوبے کے تحت

ہی آپ کے پاس سے پیچھے ہٹی ہے اور جب وہ میڈم خان کو اپنے قریب نہ پائے گی تو پھر

از سر نو اس سلسلے میں کوشش کرے گی۔“

”ہوں، تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ منصوبے میں کیا کیا ہے۔“

”وہی بات کر رہا تھا، درمیان سے کٹ گئی۔ اصل میں ہمیں حکام کو اپنے قبضے میں

لینا ہو گا اور اس کے لئے آپ کو اپنی اس کوٹھی میں ذرا رونق لگانی پڑے گی۔“

”ہوں۔ سمجھ رہا ہوں یعنی دعوتوں کا سلسلہ۔“

”نہ صرف دعوت بلکہ تحائف۔ باہر سے بہت سی چیزیں امپورٹ کرنا پڑیں گی آپ

کو۔ میں نے اس کے سلسلے میں ایک فہرست بنالی ہے۔ کسے کیا دیا جاسکتا ہے اور کسی کے

لئے کیا کیا جاسکتا ہے۔ یہ تمام چیزیں منظر عام پر آنا بے حد ضروری ہیں ورنہ ہم بہت سے

معاملات میں پیچھے رہ جائیں گے۔ کم از کم اس طرح ہمیں یہ تو پتا چلنا رہے گا کہ جن سے

میری لڑائی ہے وہ اپنے مفادات حاصل کرنے کے لئے کیا کر رہے ہیں۔“ میں پر خیال

اہوں سے رشید ناگی کو دیکھتا رہا پھر میں نے اس سے کہا۔

”تمہاری سوچ بہت شاندار ہے۔ ویسے یہ بتاؤ میں نے جو منصوبہ بنایا ہے ابتدائی

طور پر یہ مقدس کریم کے لئے فائدہ مند ہو سکتا ہے یا نہیں۔“

”بہترین سر بلکہ میں آپ کو اس پر داد پیش کرتا ہوں۔ بلاشبہ یہ پیش بندی ہوگی

اور یہ پیش بندی انتہائی ضروری ہے۔“

”تو پھر تم اس پر عمل کر ڈالو۔“

”ہو جائے گا سر۔ بہت جلد ہو جائے گا باقی کام آپ مجھ پر چھوڑ دیجئے۔“

رشید ناگی نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ رشید ناگی تھوڑی دیر کے بعد وہاں

سے رخصت ہو گیا اور اس کے بعد سب کچھ میرے علم میں آ گیا۔ غالباً یہ تیسرے دن کی

رات ہے جب صبح کے اخبارات میں ایک خبر چھپی اور میں نے اس خبر کو انتہائی دلچسپی سے

پڑھا۔ یہ خبر ایک صنعت کار پر قاتلانہ حملے کی خبر تھی۔ صنعت کار کا نام تھا مقدس کریم۔

وہ ایک سڑک سے گزر رہا تھا کہ اس کی گاڑی پر گولیوں کی بارش کی گئی اور وہ بال بال بچ

گیا۔ اس نے دروازہ کھول کر دوسری جانب چھلانگ لگا دی تھی۔ اس کے باوجود اس کے

جسم پر ہلکے پھلکے دو زخم آئے ہیں اور وہ اسپتال میں ہے۔ مقدس کریم پر قاتلانہ حملے کے

سلسلے میں پولیس نے اپنی کچھ رپورٹیں بھی پیش کی تھیں اور اس کے ساتھ ہی ایک شخص

کی گرفتاری کی اطلاع بھی دی تھی جو اتفاق سے حملہ آور کار کے جھٹکے سے روانہ ہونے

سے بچے گر پڑا تھا جسے موقع پر موجود لوگوں نے قابو کر کے پولیس کے حوالے کر دیا تھا۔

میں چوٹ لگنے کی وجہ سے اس کا دماغ چکرا گیا تھا۔ اسلحہ اس کے پاس موجود تھا۔

رفتار شدہ شخص سے بہت سی معلومات حاصل ہونے کی امید تھی۔ بہت ہی دلچسپ کام

اٹھنا۔ ویسے مقدس کریم اس تمام کارروائی سے لاعلم تھا اور اب مجھ پر یہ فرض عائد ہوتا

کہ میں فوراً اسپتال جا کر اس کی عیادت کروں چنانچہ آصف کو ساتھ لے کر میں اسپتال

گیا۔ مقدس کریم کے کمرے پر چار پولیس والے پہرہ دے رہے تھے۔ ڈاکٹر مصروف

تھے۔ میں نے ان سے معلومات حاصل کیں اور اس کے بعد مجھے اندر جانے کی

اجازت مل گئی۔ مقدس کریم بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ ویسے اس کے بازو پر بس ہلکی سی خراش

”ہاں یہ بہت ضروری تھا ورنہ ہمارا کیا خیال ہے تم پر اس قدر گولیاں برسائی نہیں
ساری کار چھٹی ہو گئی لیکن تمہیں نقصان نہیں پہنچا۔ جانتے ہو اس کی کیا وجہ تھی۔“
”تھک۔ کیا“

”حملہ آوروں کو ہدایت کی تھی کہ گولی تمہیں نقصان نہ پہنچائے۔ البتہ ایک دو
نے چھوٹے زخم اس لئے ضروری ہیں کہ پولیس اس بات کو کوئی سازش نہ سمجھ
مقدس کریم پھٹی پھٹی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ اس نے کچھ کہنے کے لئے منہ
پھر تھوک نکل کر رہ گیا۔“



آئی تھی اور ران کے ایک حصے کو گولی چھوتی ہوئی گزر گئی تھی۔ تاہم وہ بہت زیادہ خوفزدہ
نظر آ رہا تھا اور اس کا رنگ پیلا پڑا ہوا تھا۔ مجھے دیکھ کر اس نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن
ایک نرس نے اسے آرام کرنے کا مشورہ دیا۔ بہر طور مقدس کریم بذات خود بھی ایک
دولت مند آدمی تھا اور اس کی شہرت بھی تھی چنانچہ اسپتال کا عملہ اس کے سلسلے میں کافی
مستعد نظر آ رہا تھا اور اس کے علاوہ وہ ایک بہترین وی آئی پی کمرے میں تھا۔ اس لئے بھی
اس کی دیکھ بھال زیادہ ہو رہی تھی۔ میں نے نرس کو وہاں سے ہٹ جانے کے لئے کہا اور
مقدس کریم سے گفتگو کرنے لگا۔ میں نے اس سے کہا۔

”تمہارے بارے میں میں نے یہ خبر اخبار میں پڑھی تھی کیا واقعہ ہوا تھا؟“

”میں نہیں سمجھتا دانش صاحب۔ بس میرا ذہن ایک ہی سمت جاتا ہے۔ میرے
مسئلے میں اس وقت ایک ہی شخص کو شدید تشویش ہے اور وہ ہے جمالیگر خان۔ میں
دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ حملہ اسی نے مجھ پر کرایا ہے۔ وہ مجھے قتل کر دینا چاہتا ہے
اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ سلسلہ ختم نہیں ہوگا۔“

”پولیس نے تم سے کوئی بیان لیا؟“

”ابھی تک نہیں۔ ڈاکٹروں نے اس کی اجازت نہیں دی ہے۔ میں نے ان سے
کہہ دیا ہے کہ ابھی کوئی بیان دینے کے قابل نہیں ہوں اور آپ یقین کریں کہ میں آپ
کا انتظار کر رہا تھا۔“ میں نے مسکراتے ہوئے مقدس کریم سے کہا۔

”تم خوفزدہ ہو؟“

”زندگی کے عزیز نہیں ہوتی۔“ مقدس کریم نے کہا اور میں نے اس کا بازو دبانے
ہوئے کہا۔

”زخم کیسے ہیں تمہارے؟“

”زیادہ گہرے تو نہیں ہیں لیکن زخموں سے زیادہ میری ذہنی کیفیت خراب ہے۔“

”مقدس کریم اس ذہنی کیفیت کو درست کرلو۔“

”جی..... میں سمجھا نہیں دانش صاحب۔“

”یہ حملہ میں نے تم پر کرایا ہے۔“

”جی.....“ مقدس کریم کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

”مگر اس طرح جہانگیر خان سے ہمارا براہ راست جھگڑا شروع ہو جائے گا۔“

”تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ یہ بات تو منظر عام پر آچکی ہے بلکہ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ جہانگیر تمہارا دوست نہیں دشمن ہے۔ جو نقصانات اسے تمہارے ہاتھوں اٹھانا پڑے ہیں وہ انہیں آسانی سے فراموش نہیں کرے گا اور یقینی طور پر اس سلسلے میں کوئی ایسی کارروائی ضرور کرے گا لیکن اب اس کے راستے اس سمت سے بھی رک جائیں گے۔“ مقدس کریم ہنسنے لگا پھر بولا۔

”ڈائنٹ صاحب۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ آپ اتنے درر اندیش ہوں گے۔ میری تمام پریشانی دور ہو گئی بلکہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ مجھے تو مستقبل کے لئے زبردست تحفظ مل گیا ہے۔ میرے دشمن اب خود میری حفاظت کریں گے۔“

”یہی منصوبہ تھا میرے ذہن میں۔“ میں نے مقدس کریم کو بہت تسلی دی اور اس سے کہا کہ دو چار دن اسپتال ہی میں گزارنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس طرف کا کام تو بخوبی ہو ہی رہا ہے۔“

”ہاں تمام انتظامات ہو گئے ہیں۔ کام بہت تیزی سے جاری ہے۔ کچھ ایسے معاملات بھی ہیں جن کے سلسلے میں ادائیگیاں کرنی ہیں۔ میں نے ان کی تفصیلات تیار کرادی ہیں۔ آپ تک پہنچ جائیں گی۔“

”تم اطمینان رکھو وہ ساری ادائیگیاں ہو جائیں گی۔“ میں نے مقدس کریم کو مکمل طور سے اطمینان دلایا اور اس کے بعد وہاں سے چل پڑا۔ بعد کے حالات میری مرضی کے مطابق تھے یعنی اس شخص نے جس کا نام حفیظ خان تھا یہ بیان دیا تھا کہ اسے ایک اچھی خاص رقم دے کر اس کام کے لئے تیار کیا گیا تھا اور اس کے ساتھ پانچ افراد اور تھے۔ ان پانچوں افراد کے نام یقینی طور پر غلط بتائے گئے تھے کیونکہ کسی کو بھی گرفتار نہیں کرانا تھا۔

کار وغیرہ کا حوالہ بھی غلط ہی دیا گیا تھا اور پولیس یقینی طور پر اس کار کو تلاش کرتی پھرے گی۔ بہر طور حفیظ خان نے صاف طریقے سے اس سلسلے میں جہانگیر کا نام لیا تھا جہانگیر کے تین افراد اور حراست میں لے لئے گئے تھے۔ بعد کے معاملات جو کچھ بھی ہوئے ہوں ابھی مجھ تک ان کی تفصیلات نہیں پہنچی تھیں۔ تاہی ناگی نے اس سلسلے میں مجھ سے رابطہ کیا تھا۔ وہ یقینی طور پر کسی دوسرے مسئلے میں مصروف ہو گا لیکن جو کچھ ہوا تھا وہ میری

Aladeem

”یہ منصوبہ میں نے بنایا تھا مقدس کریم۔ تاکہ تمہاری زندگی کے لئے تحفظ حاصل ہو جائے۔ تم پولیس کو اپنے بیان میں صرف اور صرف جہانگیر خان کا حوالہ دو گے اور اس کے سلسلے میں اس پروجیکٹ کی بات بھی کر سکتے ہو بلکہ تم یہ کہو گے کہ تمہیں فون پر دھمکیاں بھی ملتی رہی ہیں۔“ مقدس کریم متحیرانہ انداز میں میرا چہرہ دیکھتا رہا پھر اس نے کہا۔

”لیکن۔ لیکن۔“

”اس کے بعد پولیس کے پاس تمہارا ریکارڈ ہو جائے گا اور جہانگیر خان کے ذہن میں اگر تمہارے سلسلے میں آئندہ کوئی منصوبہ ہو گا تو وہ اس پر کسی قیمت پر عمل نہ کر پائے گا کیونکہ تمہیں پہنچنے والا ہر نقصان اس کے نام میں لکھ دیا جائے گا۔ سمجھ رہے ہو نا میری بات۔“ مقدس کریم ان الفاظ پر غور کرتا رہا اور پھر اس کے چہرے کی رونقیں بحال ہونے لگیں۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے کہا۔

”اوہ میرے خدا۔ میرے خدا تو یہ تو یہ۔“

”ہاں کریم چونکہ اب تم اس پروجیکٹ کو کامیابی سے تکمیل تک پہنچاؤ گے اس لئے تمہاری زندگی کا تحفظ بھی ضروری ہے۔ جہانگیر یقینی طور پر تمہارا دشمن بن جائے گا بلکہ بن چکا ہو گا اور ہو سکتا ہے وہ اس انداز میں بھی سوچنا شروع کر دیتا اس لیے پہلے ہی پیش بندی کر دی ہے۔ وہ شخص جو گرفتار ہوا ہے وہ صرف اور صرف جہانگیر خان کا نام لے گا۔“

کنا ہے جیسے کچھ لوگ اسے ناکام بنا دینے پر تلے ہوئے ہوں لیکن میرے خیال میں اسے کام کرنا آسان کام نہیں ہوگا۔ ایسے آدمی کو اپنے ہاتھ میں لینا بڑا ضروری ہوگا۔ میں نے ایک پروگرام بنایا ہے آپ سے اس کی منظوری چاہتا ہوں۔

”کیا؟“

”ہمیں اس کا تجربہ ہو چکا ہے کہ کسی پر حملہ کیسے کرایا جاسکتا ہے۔ اس سلسلے میں ہمیں آدمی ملوث ہو جائیں گے اور معاملہ کافی دلچسپ چلے گا۔ ہمیں بالکل خاموشی سے عمل کرنا ہے لیکن انداز ایسا رکھا جائے گا کہ ہم خصوصی طور پر اس سے منسلک ہو جائیں۔ میری باتیں ابھی ہوئی ہیں لیکن میں اس کی تفصیلات بعد میں بتاؤں گا۔ بس یہ سمجھ لیجئے کہ ایک ایسا لیڈر ہے جس پر اگر ہم ایک حملہ کرا کر اس کی مدد کر دیں تو وہ ہمارا دوست بن جائے گا اور میں اس کے سلسلے میں یہ بات ضرور سوچ رہا ہوں کہ آگے چل کر وہ بہت بڑی قوت کی حیثیت اختیار کر لے گا۔“ میں نے پر تشویش نگاہوں سے ناگی کو دیکھا اور کہا۔

”کیا یہ اس پیمانے کی بات ہے کہ ہم اسے آسانی سے کر سکیں؟“

”ابھی اس پیمانے کی بات ہے سر لیکن آئندہ صورت حال ذرا مختلف ہو جائے گی۔“

”بس آپ سے اجازت چاہتا ہوں۔“

”ناگی ایک بات تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں اس سلسلے میں بہت زیادہ مہارت رکھتا ہوں۔ تمہارا اپنا ذہن بھی کسی سے کم نہیں ہے جو کچھ سوچو گے یقیناً بہتر سوچو گے۔“

”میں نے یہ چاہتا ہوں کہ وقت سے پہلے ہمارا کھیل ختم نہ ہو جائے۔“

”نہیں جناب آپ اس بات کا اطمینان رکھیے۔“ رشید ناگی پر اگر کوئی ایسا برا وقت آتا تو وہ کسی بھی طور آپ تک آنچ نہیں آنے دے گا۔“ میرے ہونٹوں پر ایک تلخ سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

”نہیں ناگی۔ اگر تم یہ سوچتے ہو کہ میں صرف تم سے کام نکال رہا ہوں تو اس معاملہ سوچ کو ذہن سے نکال دو۔ بات صرف اتنی ہی نہیں ہے کہ میں اس طریقے سے اپنا کام دوبار پھیلانا چاہتا ہوں بلکہ یوں سمجھ لو میرے ذہن میں جو کچھ ہے اس کے بارے میں تم سے گفتگو کر چکا ہوں۔ چنانچہ یہ کبھی نہیں سوچنا کہ اگر تم کسی مصیبت میں

پسند کے عین مطابق ہی ہوا تھا اور مجھے اس سے کوئی اختلاف نہیں تھا چنانچہ میں نے بھی ناگی کو نظر انداز کر دیا۔ مقدس کریم کو جن جن چیزوں کی ضرورت تھی وہ میں مسلسل فراہم کر رہا تھا۔ وہ اسپتال سے رخصت ہو کر واپس آگیا تو میں ایک بار پھر اس سے ملاقات کے لئے اس کے گھر پہنچا۔ مقدس کریم نے ہنستے ہوئے بتایا کہ جمائگیر نے اسپتال میں اس سے ملاقات کی تھی۔ اس کا ملنے کا انداز اچھا نہیں تھا بلکہ اس نے خاصی تلخ گفتگو کرتے ہوئے کہا تھا کہ اسے چھیڑنے کی کوشش کی گئی ہے اور اب اس کے نتائج بھی بھگتنا ہوں گے۔ میں یعنی مقدس کریم کیا سمجھتا ہوں کیا اس طرح جمائگیر خان کو کسی سلسلے میں زچ کیا جاسکتا ہے۔ اس نے کہا تھا کہ جو کچھ میں کر رہا ہوں اور اس کے لئے مجھے جس کا سہارا حاصل ہے وہ ان سب کو دیکھ لے گا اور مجھے درست کر کے رکھ دے گا۔ اسے میں اس قدر معمولی حیثیت کا مالک بھی نہ سمجھوں۔ بہر طور ایسی ہی باتیں کر کے وہ چلا گیا تھا۔ میں نے اس سے نہایت معصومیت سے کہا تھا کہ میں نے تو اس کا نام قطعی طور پر نہیں لیا۔ بس پولیس ہی نے جو کارروائی کی ہے وہ کی ہے اس پر جمائگیر خان نے کہا کہ پولیس جس کے اشاروں پر ناچ رہی ہے اسے علم ہے۔ وہ سب کو دیکھ لے گا۔ میں نے ہنستے ہوئے مقدس کریم کو تسلی دی کہ اب وہ آسانی سے اپنا کام سرانجام دے سکتا ہے اور اسے ان معاملے میں کوئی دقت نہیں اٹھانی پڑے گی اور یہ سچ بھی تھا۔

ناگی مجھ سے ملاقات کرنے آیا تو سب سے پہلے میں نے اس سے حفیظ خان کے بارے میں پوچھا اور رشید ناگی ہنسنے لگا۔

”وہ جیل میں بہت مطمئن زندگی گزار رہا ہے اور اس نے اپنا بیان بالکل نہیں بدلا۔“

”سر آپ نے مجھے جس انداز میں کام کرنے کا موقع دیا ہے میں نجانے کیوں اس سے بڑی مسرت محسوس کر رہا ہوں اور میرا جی چاہتا ہے کہ اپنے طور پر بھی ایسی کچھ کارروائیاں کرتا رہوں جو ہمارے لئے کارآمد ہوں۔“

”مثلاً“ میں نے سوال کیا اور رشید ناگی کہنے لگا۔

”ابھی میں تفصیل میں نہیں جاؤں گا۔ ایک شخص ہے جو بہت کارآمد ہے۔ اس پر برا وقت ہے لیکن میری نگاہیں دیکھ رہی ہیں کہ مستقبل اس کے لئے بہت تابناک ہے۔ بس یوں سمجھ لیجئے ایک لیڈر ہے اور اس کے تحت کئی یونینیں کام کر رہی ہیں۔ بظاہر یوں

پھنسنے تو میں تمہیں تنہا چھوڑوں گا۔“

”آپ یقین کیجئے۔ میرا یہ مقصد بالکل نہیں تھا۔ میں تو بس یہ کہنا چاہتا تھا کہ آپ خود کو بالکل محفوظ سمجھیں۔ میں بہت سوچ سمجھ کر ہی اقدامات کروں گا۔“

”مطمئن رہو۔ میں تمہارے راستے میں کبھی رکاوٹ نہیں ڈالوں گا۔“ اس دوران کلب میں آنا جانا بھی جاری تھا۔ ایک دن مسز اختر مجھ سے ملی اور شکایت کرتے ہوئے بولی۔

”آپ تو ہم لوگوں سے بالکل ہی کٹ کر رہ گئے۔ آپ کے بارے میں اکثر معلومات بھی حاصل کرتی رہتی ہوں مختلف لوگوں سے۔ کیا بات ہے، کیا کاروباری مصروفیات بہت زیادہ بڑھ گئی ہیں جب کہ ہماری اطلاع ہے کہ آپ کچھ بھی براہ راست نہیں کر رہے۔“

”نہیں مسز اختر۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ بس یوں سمجھ لیجئے کہ کبھی آپ لوگ کلب میں ہوتے ہیں کبھی نہیں ہوتے۔ کبھی میں آجاتا ہوں کبھی نہیں آتا۔ یہ ساری مسئلے چل رہے ہیں۔“

”ایک اطلاع تھی آپ کے لئے۔ یقینی طور پر کارآمد۔“

”جی۔ جی۔ فرمائیے۔“

”بھئی یہ نہ سمجھ لینا کہ میں اس سے کوئی مفاد حاصل کرنا چاہتی ہوں۔ دراصل میرا مطلب ہے میں یہ تو فیصلہ کر چکی ہوں کہ دانش صاحب آپ کوئی معمولی شخصیت نہیں مالک نہیں ہیں۔ ابتداء میں ہم نے آپ کو اناڑی سمجھ کر اپنے جال ڈالنے کی کوشش کی تھی لیکن میں بڑی حیرت سے یہ بات کہہ رہی ہوں کہ ایک بھی جال آپ کو شکنجے میں کس سکا بلکہ سارے جال کچے دھاگوں کی مانند ٹوٹ گئے۔“ میں ہنسنے لگا تھا۔

”نہیں مسز خان۔ میں نے اول تو ان جالوں کو محسوس ہی نہیں کیا اور اگر ایسی بات ہوئی بھی ہے تو آپ یقین کیجئے اس میں کوششوں کو دخل نہیں ہے۔ ہاں بس عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کاروباری دنیا میں ’میں نیک نیتی سے سب کچھ کرنے کا خواہش مند ہوں۔ نہ کسی کو دھوکا دے کر کچھ حاصل کرنا چاہتا ہوں اور نہ کسی کے دھوکے میں آ کر اسے کچھ دے سکتا ہوں۔ میرے والد نے کم از کم مجھے اتنا ضرور سکھا دیا ہے کہ

چھپوں کو شناخت کر سکوں۔ اگر اس کے سارے کوئی کام ہو جاتا ہے تو آپ یقین کیجئے کہ آپ کوئی ایسی اہم بات نہیں ہے۔ ہاں آپ مجھے وہ خاص بات بتا رہی تھیں۔“

”دو تین کردار ہیں مثلاً سب سے پہلے ہم مرحومہ جمال آراء کی بات کرتے ہیں۔ میرے خیال میں جمال آراء آپ سے تخلص ہو گئی تھی اور کسی خلوص کی بناء پر اس کی موت واقع ہو گئی۔“ میں نے حیران نگاہوں سے مسز اختر کو دیکھا اور آہستہ سے کہا۔

”کیا آپ مجھے تفصیلات بتانا پسند کریں گی؟“

”اب میں حرج نہیں سمجھتی۔ ویسے بھی کافی دن گزر چکے ہیں اور جو کچھ میں کہہ رہی ہوں جانتی ہوں کہ اس کے اثرات مجھ پر مرتب نہیں ہو سکتے۔“

”آپ بے دھڑک جو کچھ کہنا چاہیں کہیں۔ میں دوستوں اور دشمنوں کو شناخت کر سکتا ہوں اور دوستوں کے لئے کبھی نقصان دہ ثابت نہیں ہو سکتا۔“

”میں جانتی ہوں۔ یہ بھی علم ہے مجھے کہ آپ نے جمال آراء کو ایک اچھی خاصی رقم دی تھی اور اس کا دکھ ہے مجھے کہ وہ رقم ڈوب گئی لیکن آپ کا کیا خیال تھا جمال آراء آپ کو وہ رقم واپس کر سکتی تھی؟“

”جمال آراء اب اس دنیا میں نہیں ہیں چنانچہ اس رقم کا تصور ہی میں نے ذہن سے نکل دیا ہے بلکہ آپ یقین کیجئے کہ میں نے ان پر وہ رقم معاف کر دی ہے۔“

”آپ یقینی طور پر اچھے انسان ہیں۔ ورنہ اس دور میں کون اپنے پیسے کو اس طرح بھینٹ دیتا ہے۔ بہر طور میرا مطلب یہ تھا کہ جمال آراء کو کچھ ایسے پراسرار لوگوں نے بھینٹے شکنجے میں پھانسا چاہا تھا جو آپ کے مخالف ہیں۔ نام لے کر مجھے کوئی فائدہ نہیں ہو گا اور ویسے بھی یہ نام اتنا یقینی نہیں ہے کہ میں اس کے بارے میں دعویٰ سے آپ سے کچھ کہہ سکوں۔ مطلب یہ تھا کہ جمال آراء کو اس کام کے لئے مجبور کیا جا رہا تھا کہ وہ آپ سے تعلقات بدھا کر آپ کے اندرونی حالات کسی اور کو بتائیں۔ جمال آراء کے ساتھ ساتھ نیلاب کو بھی مصروف کر دیا گیا تھا پھر نیلاب نے آپ تک پہنچنے کی کوشش کی اور شاید اس میں بہت زیادہ کامیابی اسے حاصل نہیں ہو سکی۔ اس بات کی توقع کم از کم مجھے تو تھی کہ آپ اتنے کچے نہیں ہیں کہ کسی جال میں پھنس کر با آسانی اپنے ہاتھ پاؤں بندھوا دیں گے لیکن نیلاب کی ناکامی کی وجوہات کیا تھیں یہ مجھے نہیں معلوم ہو سکا۔ البتہ جمال

آراء کو مجبور کیا گیا تھا کہ نیلاب کی مدد کریں۔ جمال آراء نے شاید آپ کو آگاہ کرنے کی کوشش کی تھی جس کے نتیجے میں انہیں زندگی سے ہاتھ دھونے پڑے۔" میں سنسنی خیز نگاہوں سے مسز اختر کو دیکھتا رہا پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"آپ کو یہ سب کچھ کیسے معلوم ہوا، مسز اختر؟"

"بس یہ نہ پوچھیں بلکہ یوں سمجھ لیں کہ اس سلسلے میں میں نے کوئی کوشش نہیں کی تھی بلکہ اتفاقیہ طور پر مجھے یہ حالات معلوم ہو گئے اور کوئی بھی نہیں جانتا کہ میں نے سب کچھ جانتی ہوں۔ نجانے کیوں آپ کو ہوشیار کرنے کو جی چاہا سو میں نے یہ کام کر دیا۔ لیکن خدا کے لئے اب کہیں اس کا ڈھنڈورا نہ بجئے گا ورنہ ایک دن میں بھی اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھوں گی۔"

"جو نام آپ نہیں لینا چاہتی وہ میں آپ کے سامنے لے لیتا ہوں۔ اس کے پس پشت جمانگیر خان تھا۔" میں نے کہا اور مسز اختر ادھر ادھر دیکھنے لگیں۔ پھر انہوں نے آہستہ سے کہا۔

"ہاں اور یہ بات بھی آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ شمشاد بیگ جمانگیر خان کا انتہائی خاص آدمی ہے بلکہ یوں سمجھ لیجئے اسی کی دولت پر شمشاد بیگ کو یہ حیثیت حاصل ہوئی ہے اور نیلاب اس کی بیٹی ہے۔"

"مگر نیلاب نے اچانک ہی مجھ سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔"

"غالباً ان لوگوں نے یہ اندازہ لگالیا تھا کہ آپ اس کھیل میں پھنسنے والے نہیں ہیں چنانچہ شمشاد نے نیلاب کو فوراً ہی پیچھے ہٹالیا۔ وہ کوئی خطرہ مول نہیں لینا چاہتا تھا۔"

"ہوں۔ ایک انوکھا انکشاف ہے اور اس بات پر آپ نے مجھے افسردہ کر دیا ہے کہ بیچاری جمال آراء میری وجہ سے ہلاک ہو گئیں۔"

"کیا یہ سچ تھا کہ اس نے آپ سے کچھ بتانے کا وعدہ کیا تھا۔"

"ہاں۔ یہ سچ تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"بہر حال۔ یہ اطلاع یقینی طور پر آپ کے لئے تکلیف دہ ہوگی لیکن اس طرح میں آپ کو ہوشیار بھی کرنا چاہتی ہوں۔"

"میں آپ کا شکریہ ادا کئے بغیر نہیں رہ سکوں گا مسز اختر۔ یقیناً آپ نے میرے

بارے میں بہتر انداز میں سوچا۔" میں نے آہستہ سے کہا۔ تاہم جمال آراء کی موت کا مجھے کافی دکھ ہوا تھا۔ یہ تصور تو پہلے بھی میرے ذہن میں موجود تھا کہ جمال آراء کو شاید میری وجہ سے یہ نقصان پہنچا لیکن مسز اختر سے ساری باتوں کو مزید تصدیق ہو گئی تھی۔ جمانگیر خان یقینی طور پر میرے سلسلے میں کوئی عمل کرنا چاہتا تھا۔ ویسے ابھی تک براہ راست میرا اس سے کوئی ٹکراؤ نہیں ہوا تھا۔ مسز اختر کے الفاظ پر نجانے کب تک میں ذہنی طور پر سمجھ الجھا الجھا سا رہا لیکن اس کے بعد میں نے اس تصور کو ذہن سے نکال دیا۔ یہ سب کچھ تو ہونا تھا۔ یقینی طور پر نہ صرف جمانگیر خان بلکہ اور بھی کچھ لوگ تھے جو مجھے نقصان پہنچانے کے درپے تھے۔ خاص طور سے میرے وہ دشمن جو آج تک میرے علم میں نہیں آسکے تھے اور جنہوں نے میری ذات کو مکمل طور پر ایک غلاف میں لپیٹ دیا تھا اگر یہ مسئلہ حل ہو جاتا تو ہو سکتا ہے میری شخصیت کا پہلو بدل جاتا اور یہ بھی ہو سکتا تھا کہ اگر یہ سب کچھ نہ ہوتا تو غالباً میرے جینے کا یہ انداز نہ ہوتا۔ پھر دوسرے ہی دن کی بات ہے یوں ہی دور سے بیٹھا ساحل کو دیکھ رہا تھا۔ سمندر کی لہریں کس طرح کنارے پر سر پٹختی ہیں۔ شاعروں نے اس سلسلے میں ہزاروں باتیں کہی ہیں حالانکہ یہ ایک عمل ہے جو جاری ہے اور جاری رہتا ہے۔ انسان کے اپنے تصور کی بات ہے کہ کس چیز کو وہ کس رنگ میں دیکھنا پسند کرتا ہے۔ یوں ہی ساحل پر جانے کو جی چاہا اور میں اپنے عام لباس میں ساحل پر نکل آیا۔ سمندر کے کنارے خاموشی اور سناٹا تھا اور یہ صرف اتفاق تھا کہ اس دن اس طرف کوئی بھی نہیں آیا تھا۔ ویسے بھی تفریح کے لئے ساحل پر آنے والوں کا مجمع یہاں سے کافی فاصلے پر رہتا تھا اور کوئی بھی اتنا طویل فاصلہ طے کر کے یہاں تک نہ پہنچ پاتا تھا لیکن اس قسم کے رومانی جوڑے جو تنہائی کے خواہش مند ہوتے ہیں اس طرف نکل آیا کرتے تھے۔ آج غالباً کسی کا ادھر آنے کا پروگرام نہیں بنا تھا میں ریگ ساحل پر دور تک ٹھٹھا چلا گیا اور پانی کی لہریں میرے قریب سے آکر گزرتی رہیں۔ پھر میں نے محسوس کیا کہ کوئی اس طرف آ رہا تھا۔ غور سے دیکھا تو رخسار تھی۔ ظاہر ہے اس کے لئے بھی پیدل یہاں تک چلے آنا کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ میں نے اسے پہچان لیا اور رک کر اس کا انتظار کرنے لگا۔ رخسار میری ہی جانب آرہی تھی۔ تیز ہوا سے اس کا لباس اڑ رہا تھا اور بال ایک خاص انداز میں اڑ رہے تھے اور اس وقت اگر کسی آرٹسٹ کی نگاہ اس پر پڑ جاتی تو

یقیناً وہ اس حسین منظر کو نظر انداز نہ کرتا۔ رخسار کے بارے میں 'میں نے پہلے بھی اس انداز میں سوچا تھا۔ بلاشبہ وہ حسین اور دلکش خطوط کی مالک تھی اور سادگی اس کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ نیلاب اور اس سے پہلے بھی بہت سے ایسے کردار میرے سامنے آئے تھے جنہوں نے مجھے متاثر کرنے کی کوشش کی تھی لیکن رخسار ان سے بالکل مختلف تھی۔ گو حسن میں وہ ان سے کسی قدر کم تھی لیکن رخسار کے انداز میں رچی قدرتی سادگی میں ایک دقار تھا جس نے اسے دوسروں سے منفرد کر دیا تھا۔ اس وقت میں اسے بہت ہی گہری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا اور نجانے کیوں میرے ذہن کو ایک عجیب سا احساس ہوا تھا۔ وہ بہت زیادہ اپنی اپنی سی لگی تھی۔ اس احساس نے میرے انداز میں شگفتگی پیدا کر دی۔ رخسار میرے قریب آگئی لیکن اس کے چہرے پر شگفتگی نہیں تھی بلکہ اس کی حسین آنکھوں میں شکایت تیر رہی تھی۔ میں نے مسکراتے ہوئی اسے ہیلو کہا تو اس نے جواب دیا۔

”کسے دانش صاحب کیسے ہیں آپ؟“

”بالکل ٹھیک ہوں رخسار۔ آپ تو بس ہوا کے جھوٹے کی طرح آتی ہیں اور چلی جاتی ہیں۔ کبھی بھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا میں کہ آج آپ سے ملاقات ہوگی۔“

”مجھے دیکھ لیا تو آپ نے اتنی دیر میں یہ سوچا ہو گا کہ مجھ سے کیا کہہ کر مجھے مطمئن کریں گے۔“

”میں سمجھا نہیں۔“ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

”مجھے آپ سے بہت شکایت ہے۔“

”اوہو۔ یہ میری بد قسمتی ہے کہ آپ کو مجھ سے شکایت پیدا ہوگئی۔ چلے اب وہ شکایت بھی بتا دیجئے۔ آئیے آپ ادھر کیسے نکل آئیں۔“

”سچ بتاؤں۔“ اس نے کہا۔

”ہاں۔ ظاہر ہے آپ کے ہونٹوں سے جھوٹ بہت عجیب لگے گا مجھے۔“

”بہت خوبصورت الفاظ ادا کر لیتے ہیں آپ اور انگریزی زبان میں اس کی بڑی گنجائش ہے لیکن میں ان الفاظ سے مطمئن نہیں ہوتی۔“

”آپ مجھے کچھ سچ بتا رہی تھیں۔“ میں نے کہا۔

”ہاں وہ سچ یہ ہے کہ میں بہت دیر سے آپ کو تنہا ٹھلے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ اس لئے اس طرف نکل آئی۔ صرف آپ سے ملاقات کے لئے۔ یہ بات میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ اب آپ کبھی ہماری طرف نہیں آئیں گے۔“

”ارے ارے۔ کیوں۔ کیا آپ نے اپنے گھر کے دروازے میرے لئے بند کر دیئے ہیں۔“

”میں نے۔“ رخسار نے عجیب سے انداز میں کہا اور رک گئی۔ میں بھی رک کر اسے دیکھنے لگا۔

”نہیں میرا مطلب ہے آپ کے ان الفاظ کی بات کر رہا ہوں۔“

”آپ نے کبھی ہمارے گھر آنے کے بارے میں نہیں سوچا۔“ میں ایک دم سنجیدہ ہو گیا۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

”سوچا ہے رخسار بارہا سوچا ہے۔“

”تو پھر آئے کیوں نہیں؟“

”کیا آپ یہ بات نہیں جانتیں؟“ میں نے آہستہ سے کہا۔

”مطلب؟“

”آپ کے دادا جان۔ میرا مطلب ہے غزنوی صاحب مجھے اپنے گھر میں دیکھنا پسند نہیں کرتے اور آپ خود سوچے رخسار کہ مجھے اس گھر سے کیا لینا ہے۔ آپ لوگوں کی محبت کو اپنی تنہائی کی وجہ سے بہت زیادہ محسوس کیا۔ ہو سکتا تھا کہ بار بار جب بھی دل چاہتا تو میں اس قسم کے تصورات پیدا ہوتے میں آپ کی طرف نکل آتا لیکن آپ خود سوچے ایک ایسے گھر میں جانا کتنا عجیب لگتا ہے جہاں مجھے پسندیدگی کی نگاہوں سے نہ دیکھا جاتا ہو اور وہ بھی بے مقصد۔“ رخسار کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

”یہ جو کچھ بھی ہے اپنی جگہ بجا ہے لیکن میں آپ کا انتظار کرتی ہوں۔“

”آپ رخسار؟“

”ہاں میں۔ کیا آپ مجھے بالکل ہی ذلیل کر دینا چاہتے ہیں دانش صاحب۔ میں آپ کا انتظار کرتی ہوں۔ میں آپ کے بارے میں سوچتی رہتی ہوں۔ اکثر راتوں کو خوابوں میں دیکھتی ہوں اور ان کی وجوہات کیا ہیں اگر آپ نہیں سمجھتے تو میں آپ کو زندگی بھر

باتیں کہہ دیں بس یوں سمجھ لیجئے کہ دل میں بڑی بھڑاس تھی اگر کوئی بات ناگوار گزری ہو تو اس کے لئے معافی چاہتی ہوں۔“

”ہوش میں آگئیں آپ۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور رخسار چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔

”کیا مطلب؟“

”احساس ہوا ہوگا کہ احمقانہ انداز میں کیا باتیں کر گئی ہیں۔ ایک ایسے شخص کو اتنی قربت کا تصور دے رہی ہیں آپ جو آپ کے خاندان کے لئے ناقابل برداشت ہے۔“

”دیکھیے آپ کے الفاظ میں بعض اوقات کچھ ایسے جذبات جھلکنے لگتے ہیں جیسے آپ جیسے آپ ہمارے ہمارے۔ میرا مطلب ہے ہم لوگوں سے ملنا چاہتے ہوں۔“

”اگر میں آپ سے یہ بات کہوں رخسار کہ میں آپ سے دور رہنا بھی نہیں چاہتا تو آپ مجھے یہ بتائیے کہ آپ اس سلسلے میں کیا کر سکتی ہیں۔“

”جان کی بازی لگا سکتی ہوں۔ کیا سمجھتے ہیں آپ؟“ رخسار نے استغاثی جذباتی لہجے میں کہا اور میں خاموشی سے اسے دیکھنے لگا۔

”تو پھر یہ معلوم کیجئے کہ آپ کے خاندان میں میرے لئے نفرت کیوں ہے؟“

”مختصر وجوہات تو میں نے آپ کو بتائی تھیں دانش صاحب۔ ایک شخص ایک لڑکا جو بہت عرصے پہلے ہمارے ہاں سے چلا گیا تھا آپ کا مشکل تھا۔“

”اس لڑکے سے آپ کا کیا واسطہ تھا؟“

”یہی بات تو آج تک سمجھ میں نہیں آسکی۔ بڑی حیران کن بات ہے۔“

”تو پہلے آپ یہ بات معلوم کیجئے کہ ایک ایسا لڑکا جو آپ کے ہاں صرف ملازم کی حیثیت رکھتا تھا آپ لوگوں کے لئے غزنوی صاحب کے لئے آٹا ماں کے لئے اس قدر باعث دلچسپی کیسے ہو گیا کہ آپ نے اس کے بارے میں ایک محاذ بنالیا۔ میرا مطلب ہے غزنوی صاحب نے۔ اگر غزنوی صاحب کسی خاص وجہ سے اس سے نفرت کرتے تھے تو وہ خاص وجہ کیا ہے؟ رخسار میرے دل میں یہ خواہش ہے کہ کم از کم میری اپنی ذات کے سلسلے میں ایسا کوئی تصور موجود ہے تو اس کی تھوڑی بہت تفصیل تو مجھے بھی معلوم ہونی چاہیے۔ کیا آپ اس سلسلے میں کوئی کوشش نہیں کر سکتیں۔“

نہیں بتاؤں گی۔ سمجھ لیا آپ نے۔ میں‘ میں یقینی طور پر اس لڑکی کی طرح حسین نہیں ہوں جسے اس دن میں نے آپ کے ساتھ دیکھا تھا اور جو آپ سے بہت زیادہ بے تکلف تھی لیکن میں حسین اور بے باک نہ سہی کم از کم میں آپ کے بارے میں سوچنے کا حق تو رکھتی ہوں۔ یہ حق تو مجھ سے کوئی نہیں چھین سکتا۔“

میں خاموش نگاہوں سے رخسار کو دیکھتا رہا۔ نجانے کیوں اس کے یہ الفاظ میرے دل پر اثر کر رہے تھے۔ میں نے چند لمحات خاموش رہنے کے بعد ہنستے ہوئے کہا۔

”کاش کوئی ایسا ذریعہ نکل آتا رخسار کہ میں بے دھڑک آپ کے گھر آجاسکوں۔“

”آپ اگر چاہیں تو اپنے طور پر یہ کارروائی کر سکتے ہیں۔ مردوں کے پاس تو بہت سے ذرائع ہوتے ہیں۔ مجھے دیکھیے میرا دل ہر لمحے آپ کے پاس آنے کو چاہتا ہے لیکن ان پابندیوں کی بناء پر میں یہ سب کچھ نہیں کر سکتی۔“

”اچھا تو پھر ایسا کریں رخسار کہ ہم لوگ ٹیلی فون پر گفتگو کر لیا کریں گے اور جب بھی موقع ملے گا ایک دوسرے سے ملا کریں گے۔“

”کیوں؟“ اس نے سوال کیا۔ ”میرا مطلب ہے آپ کیوں ٹیلی فون پر مجھ سے بات کریں گے اور کیوں ملیں گے؟“

”اس لئے کہ آپ‘ آپ میرے نہ ملنے کی شکایت کرتی ہیں۔“

”بس۔“ اس نے سوال کیا۔

”اور کیا ہو سکتا ہے۔“ میں نے پوچھا اور وہ خاموش ہو گئی۔ چند لمحات خاموشی

رہی پھر بولی۔

”آپ کی اس دوست کا کیا حال ہے؟“

”عموماً میرے ایسے دوست کاروباری دوست ہوا کرتے ہیں۔ وہ خاتون ایک دو بار آئیں اور اس کے بعد انہوں نے آنا جانا کم کر دیا۔“

”کیوں آپ سے ملاقات نہیں ہوتی؟“

”اب بالکل نہیں ہوتی لیکن آپ اس خاتون سے اتنی متاثر کون تھیں۔“ رخسار نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ کہنے لگی۔

”چاہے ہمیں ہمارے خاندان کا آپ کے ساتھ یہ رویہ کیوں ہے۔ میں۔“

”کیوں نہیں کر سکتی۔“

”تو پھر بڑی احتیاط سے ایک ایک سے معلومات حاصل کیجئے۔ میں اس معلومات کا خطر رہوں گا۔ کم از کم یہ بات تو میرے علم میں آئے کہ آخر وہ شخصیت آپ لوگوں کے لئے اس قدر عجیب کیوں تھی۔“

”ہاں۔ ہاں یقینی طور پر میں اس سلسلے میں ضرور معلومات حاصل کروں گی۔“

”آپ کا ٹیلی فون نمبر تو میرے پاس محفوظ ہے اور میرا۔“

”وہ تو میرے دل پر لکھا ہوا ہے۔“ رخسار نے بے ساختگی سے کہا اور پھر ایک دم شرما سی گئی۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

”دیکھیے رخسار۔ میری زندگی ابھی نامکمل ہے اور یہ کب مکمل ہوگی اس کے بارے میں میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ میری شخصیت بھی آپ کے ہاں کم از کم آپ کے اپنے اطراف میں انتہائی غیر مقبول ہے اور میں نہیں جانتا کہ اگر میں نے آپ کے خاندان کی جانب قدم بڑھانے کی کوشش کی تو مجھے کیسے کیسے مصائب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ آپ ایک بات ذرا اچھی طرح سوچ لیجئے۔ ایک ایسے کانٹوں بھرے جھاڑ میں ہاتھ ڈالا ہے آپ نے جہاں جگہ جگہ آپ کے زخمی ہونے کے امکانات ہیں۔ اس کے باوجود کیا آپ ثابت قدمی سے میری دوستی برقرار رکھ سکتی ہیں؟“

”ہاں رکھ سکتی ہوں۔“ رخسار نے جنونی لہجے میں کہا۔

”تو پھر میں آپ کو اپنی دنیا میں خوش آمدید کہتا ہوں۔“ میں نے کہا اور رخسار کی آنکھیں زمین میں گڑ گئیں۔ دیر تک وہ کچھ نہ بول سکی پھر اس نے کہا۔

”والش آپ نے..... آپ نے مجھے کوئی ایسی شخصیت تو نہیں سمجھا جو زبردستی

کسی کے سر پر مسلط ہو جاتی ہے۔“

”رخسار۔ آپ یقین کیجئے اس دوران زبردستی مسلط ہونے کی کوشش کرنے والوں میں بہت سے لوگوں کے نام شامل ہیں لیکن آپ ان میں نہیں ہیں۔“

”میں..... میں۔ کچھ بھی نہیں کہہ سکتی۔ اب اب میں جا رہی ہوں۔“

”نہیں رکے رک جائیے۔ آپ کو کوئی خاص جلدی تو نہیں ہے۔“

”نہیں۔ بالکل نہیں ہے لیکن..... نجانے کیوں۔ بس اب میں جانا چاہتی

ہوں۔“

”نہیں آپ رکے۔ آئیے یہاں بیٹھتے ہیں۔“ میں نے پر اعتماد لہجے میں کہا اور رخسار نے نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا پھر اس کے ہونٹوں پر ایک دل آویز مسکراہٹ پھیل گئی اور وہ میرے ساتھ آگے بڑھ گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک جگہ ریت پر بیٹھ گئے تھے۔ رخسار نے کہا۔

”والش صاحب آپ کی زندگی کس انداز میں گزری ہے؟“

”مختصر ترین۔ آپ کو اپنے بارے میں بتا تو چکا ہوں۔ مزید اضافہ یہ ہے کہ آپ یوں سمجھ لیجئے کہ میں نے ابھی تک ایک غیر مطمئن زندگی گزاری ہے۔ میری زندگی میں اطمینان کا ایک لمحہ بھی نہیں آیا اور میں اطمینان کے ان لمحات کی تلاش میں ہوں لیکن جب اپنے سامنے نگاہیں دوڑاتا ہوں تو وہ وقت مجھے بہت دور نظر آتا ہے جب میں ذہنی طور پر سکون حاصل کر سکوں گا۔ سمجھیں رخسار۔ آپ اگر صاف الفاظ ہی میں سننا چاہتی ہیں تو آپ یقین کیجئے کہ آج پہلی بار آج بالکل پہلی بار میں نے آپ کے بارے میں اس انداز میں سوچا اور اس میں ہمدردی کا کوئی جذبہ نہیں ہے آپ کے لئے بلکہ یوں سمجھ لیجئے کہ میں نے آج آپ کو پہلی بار دیکھا ہے۔ بالکل صاف آپ میرے ان الفاظ کو نہ تو جذباتی سمجھئے نہ کسی قسم کے فلسفے سے غفلت کیجئے۔ آپ یقین کیجئے میں نے آج گہری نگاہوں سے آپ کو پہلی بار دیکھا ہے اور میرا دل آپ کی جانب راغب ہوا ہے۔ رخسار میں اس سلسلے میں وہ خوبصورت الفاظ نہیں تراش سکتا جو انسان کو ذہنی طور پر مطمئن کر دیتے ہیں۔ اگر میرے الفاظ آپ کو عجیب عجیب لگیں تو انہیں محسوس نہ کیجئے گا۔ ہاں آج آپ کو پہلی بار دیکھا ہے اور اس طرح غور سے دیکھنے سے آپ مجھے اپنے دل کے قریب قریب محسوس ہوتی ہیں۔ میرا خیال ہے اس سے زیادہ کچھ کہنا نہ صرف میرے لئے مناسب ہے بلکہ آپ کی بھی تو ہیں۔ میں اگر آپ کو بہت سارے اعزازات ایک دم دے دوں تو اس کے بعد کچھ مشکلات میرے اور آپ کے درمیان آکھڑی ہوں گی۔“

رخسار کی آنکھوں میں سوالیہ تاثرات پیدا ہو گئے۔ اس نے مجھے دیکھا اور دیکھتی رہی۔

”اس کی کچھ وجوہات ہیں مثلاً غزنوی صاحب کی مجھ سے نفرت جو ہر لحاظ سے

برقرار ہے۔ اس کے علاوہ میری زندگی کے وہ نامکمل منصوبے جن کی تکمیل میں نجانے

”آپ نے ابھی اپنی ذہنی نا آسودگی کا تذکرہ کیا۔ اس کی وجہ کیا ہے دانش؟“ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے کہا۔

”دراصل رخسار کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں جنہیں وقت سے پہلے بتانا مناسب نہیں ہوتا اور اس کی وجہ یہ نہیں ہوتی کہ ساتھی پر اعتبار نہیں کیا جا رہا بلکہ اسے الجھنوں سے بچانا بھی ضروری ہوتا ہے چنانچہ آپ کے کچھ سوال مجھ پر قرض رہے۔ کسی مناسب وقت پر آپ کو اس کے بارے بتاؤں گا۔ فی الحال یہ سمجھ لیجئے کہ جب سے نیروبی سے واپس ہوئی ہے میں نے یہاں مطمئن وقت نہیں گزارا۔ ایک نظریہ پر کام کر رہا ہوں اور اس نظریے کے حصول کے لئے کام اتنی ست روی سے ہو رہا ہے جس سے میں غیر مطمئن ہوں۔ جلد بازی کر کے اپنے آپ کو نقصان بھی نہیں پہنچانا چاہتا لیکن دل سے یہ آواز بھی بھرنی ہے کہ اپنی منزل جلد از جلد پالوں۔ بس آپ اسی کو میری الجھن سمجھ سکتی ہیں۔“ رخسار نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”میں دعاؤں کے علاوہ آپ کو اور کیا دے سکتی ہوں۔“

”دعائیں دیتی رہنا رخسار۔ بڑی قیمتی ہوتی ہیں۔ سچے دلوں سے نکلی ہوئی دعائیں اور ہر ایک کام تمہیں میرا کرنا ہے۔“ میں کسی قدر بے تکلفی پر آمادہ ہو گیا تھا جسے رخسار نے بڑے مسرور انداز میں محسوس کیا تھا۔ اس کے بعد وہ کافی دیر تک میرے ہمراہ بیٹھی دی تھی اور پھر میرے کہنے پر ہی رخصت ہوئی تھی۔

”میں اس مبارک شام کو ڈوبتے دیکھتا رہا۔ یہاں تک کہ میرے اطراف اندھیرا پھیل گیا اور میں واپس اپنی کوٹھی میں آ گیا۔“

مقدس کریم نے مجھے ٹیلی فون پر کچھ باتیں بتائی تھیں جن کے تحت مقدس آئوز جانا ضروری تھا چنانچہ آصف کے ساتھ چل پڑا اور تھوڑی دیر کے بعد مقدس آئوز پہنچ گیا۔ مقدس کریم سے ملاقات ہوئی اور وہ اپنے مسائل بتانے لگا۔ میں نے اسے تسلی دی اور کہا کہ الجھنوں میں نہ پڑے۔ ایسی کوئی بات ابھی تک نہیں ہوئی تھی جو مقدس کریم کے لئے پریشانی کا باعث ہوتی۔ تمام ضروری امور طے ہوئے اور پھر اتفاق سے الیاس بھائی آئے۔ انہیں دیکھ کر ایک لمحے کے لئے اعصاب میں تناؤ پیدا ہو جاتا تھا لیکن خود کو سنبھالنا بے حد ضروری تھا۔ الیاس بھائی آئے تو میں نے مسکراتے ہوئے ان کا خیر مقدم کیا اور وہ بڑے

مجھے کتنا وقت لگ جائے۔ آپ اس قسم کی خاتون نہیں معلوم نہیں ہوتیں رخسار جو اپنے لئے دفاع کرتے ہیں اور اپنے مستقبل کا فیصلہ خود کرتے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ آپ کے مستقبل کا فیصلہ کرنے والے غزنوی صاحب ہوں گے۔ ان حالات میں آپ کے لئے مشکلات ہی مشکلات ہیں مجھے آپ کو کوئی ایسا لفظ کہہ کر دلاسا نہیں دینا چاہیے جو آپ کے لئے بہت اہمیت کا حامل ہو لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی اس میں کوئی ایسا پہلو پوشیدہ نہ ہو جو آپ کو اس طرف سے بھی مطمئن کر دے۔“ رخسار چند لمحات خاموش رہی پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

”مجھے یقین ہے دانش کہ جو کچھ میں کہوں گی آپ اسے سو فیصد سچ سمجھیں گے۔“ آپ سے پہلی ملاقات کرتے ہوئے میرے ذہن میں دوسرے لوگوں کی کسی ہوئی باتیں تھیں۔ دراصل آپ کی ذات کو ہمارے ہاں ایک عجیب سی شکل دے دی گئی ہے جو میری سمجھ میں نہیں آتی۔ وہ آپ کے بارے میں طرح طرح کی باتیں کرتے ہیں نجانے کیوں۔ ایک ایسی شخصیت سے انہیں اتنی دلچسپی ہے جو بظاہر کسی اہمیت کی حامل نہیں تھی۔ مختلف لوگ مختلف باتیں کہتے ہیں۔ آپ کے مشکل کی خود سری اس کے کچھ ایسے معمولات جو دوسروں کے لئے پسندیدہ نہیں تھے لیکن اس کے باوجود وہ آپ کو اہمیت دیتے ہیں۔ میں بھی اس احساس کے تحت یہاں تک آئی تھی لیکن مجھے بہت مختلف لگے۔ آپ نے جس انداز میں گفتگو کی مجھے وہ انداز پسند آیا۔ آتماں اس کے باوجود آپ کے سلسلے میں پریشان رہیں اور آپ کے بارے میں اسی انداز میں سوچتی رہیں۔ ہمارے ہاں کچھ باتیں بھی ہوئیں۔ آپ کی شخصیت کو ایک ایسی پراسراریت دے دی گئی جو آج تک میری سمجھ میں نہیں آئی لیکن اپنے دل میں میں نے آپ کے لئے جگہ نجانے کب محسوس کی۔ بس مجھے یہ احساس ہوا کہ میرا دل آپ سے ملتے رہنے کو چاہتا ہے۔ خیر جہاں تک مخالفتوں کا تصور ہے ہو سکتا ہے ہوں اور ہو سکتا ہے نہ ہوں۔ میرے ذہن میں کوئی وضاحت نہیں ہے ان کی۔ بس میں صرف یہ چاہتی ہوں کہ آپ اپنے دل میں میرے لئے گداز رکھیں۔ شاید میں اس سے زیادہ آپ سے کبھی کچھ نہ مانگوں۔“ میں نے گردن ہلاتی اور آہستہ سے کہا۔

”میں آپ کو اپنا بہترین ساتھی اور دوست تصور کر چکا ہوں رخسار۔“

رشید ناگی بھی کچھ ایسا ہی ثابت ہو رہا تھا جو کچھ اس نے اس مختصر وقت میں کر دکھایا تھا اس میں میرا زبردست سرمایہ تو صرف ہوا تھا اور لاکھوں روپے تک بات پہنچ گئی تھی لیکن جس مضبوط انداز میں رشید ناگی نے اپنے کام کا آغاز کیا تھا اور جس کی رپورٹ وہ مجھے وقفے وقفے سے دیتا رہتا تھا اس سے میرے مقصد کی مکمل تکمیل ہوتی جا رہی تھی۔ یعنی جو کچھ میرے ذہن کے گوشوں میں تھا مجھے یوں محسوس ہوتا تھا کہ رشید ناگی نے انہیں پڑھ لیا ہے اور اب وہ اسی کے مطابق میری راہیں ہموار کر رہا ہے۔ بڑا قیمتی شخص شخص بن گیا تھا وہ میرے لئے اور اس کے منصوبوں کے تحت ہم نے تمام کارروائیوں کا آغاز کر دیا تھا وہ ریکرونگ ایجنسی قائم ہو چکی تھی اور اس ریکرونگ ایجنسی کے تحت اب تک ہمارے پاس چھ افراد ایسے آچکے تھے جو ہمارے کام کے تھے۔ طریقہ کار ایسا ہی رکھا تھا کہ ہم اہل فن اہل ہنر تارلیں ان کی حیثیت کا اندازہ کریں۔ انہیں پہلے کسی ایسے جگہ پہنچا دیں جہاں ہمارے لئے کام شروع ہو جائے اور اس کے بعد جب انہیں اپنے طور پر استعمال کرنے کا وقت آئے تو باآسانی حاصل کر لیا جائے چنانچہ وہ تمام افراد ہماری کوششوں سے ایسی جگہوں پر پہنچ گئے تھے جو ہماری نگاہوں میں مشکوک تھیں۔ رشید ناگی نے ایسے افراد کی ایک بہت ہی موثر فہرست تیار کی تھی اور رفتہ رفتہ اپنے قدم آگے بڑھا رہا تھا اور اپنی ان کوششوں میں اسے بہترین کامیابی حاصل ہوئی تھی۔

ادھر مقدس آلوز کا کام ہو رہا تھا اور مقدس انڈسٹری تیار ہو چکی تھی یہاں تک کہ اس کے افتتاح کا وقت آگیا اور وزیر اعلیٰ نے اس کے افتتاح کی ذمہ داری قبول کر لی۔ چنانچہ خان اس واقعے کے بعد سے کچھ ایسا خاموش ہو گیا تھا کہ اس کی سمت سے کوئی کارروائی ہی نہیں ہوئی تھی۔ گویا ہم نے اسے بیکار کر دیا تھا اور اس نے اس مسئلے میں اپنی فکرت قبول کر لی تھی۔ مقدس کریم نے اس افتتاح کے سلسلے میں جن جن لوگوں کو مدعو کیا تھا ان کی فہرست میرے سامنے پیش کر دی گئی۔ اس نے بتایا کہ اس مسئلے میں تمام اخبارات کو بھی مدعو کیا گیا ہے اور دانش منصور کا معاملہ اب پس پشت نہیں رکھا جائے گا کیونکہ پس پشت رکھنے کا مطلب ہے کہ بہت سی قانونی الجھنیں پیدا ہو جائیں چنانچہ ایک مولویہ کار کی حیثیت سے دانش منصور کا بھی اس مقدس انڈسٹریز میں پورا پورا حصہ ظاہر کیا جائے گا۔ میں نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا تھا کیونکہ یہ ضروری تھا اور پھر ویسے

مذہبانہ انداز میں میرے سامنے پہنچ کر جھٹکے اور انہوں نے مجھ سے مصافحہ کیا۔

”کسے دانش صاحب کیسے مزاج ہیں آپ کے؟“ انہوں نے انگریزی میں کہا۔

”بالکل ٹھیک ہوں مسٹر ایلاس۔“ میں نے پر تپاک لہجے میں کہا۔

”مجھے کریم صاحب نے اپنا قانونی مشیر مقرر کیا ہے اور میں آپ سے ملنا بھی چاہتا

تھا۔ بس اس دن کے بعد نبجانے کیوں ہمت نہیں پڑی اور آپ کے ہاں نہیں آسکا حالانکہ

کچھ کاغذات ایسے ہیں جن کے سلسلے میں آپ سے گفتگو کرنا بے حد ضروری ہے۔“

”کوئی بات نہیں آپ گھر تشریف لے آئیے۔ ویسے میں آگیا ہوں فرمائیے کیا مسئلہ

ہے اور اس کے بعد ایلاس بھائی مجھے سر سر کہہ کر مخاطب کرتے رہے اور ان تمام

معاملات کے بارے میں بتاتے رہے۔ بڑی نارمل گفتگو تھی ان کی۔ میں سمجھ نہیں پایا تھا

کہ اس انداز میں کیا کیفیت چھپی ہوئی ہے لیکن انہوں نے اپنے چہرے کے تاثرات پر

بھی قابو رکھا تھا اور کہیں بھی یہ ظاہر نہیں ہونے دیا تھا کہ اس دن کی کوئی کیفیت ان پر

مسلط ہے حالانکہ آخر میں جو وہ کہہ کر گئے تھے وہ آج تک میرے دل میں موجود تھا۔ یعنی

تمہاری بھابی بھی تم سے ملنا چاہتی ہیں، تمہیں دیکھنا چاہتی ہیں۔“

”جاتے ہوئے اردو میں ان الفاظ کے کہنے کا مطلب یہی تھا کہ انہیں میری ذات پر

یقین نہیں آیا ہے اور وہ شے کی نہیں بلکہ یقین کی منزل میں ہیں کہ میں فیصلہ ہی ہوں

لیکن میرے معاملات مجھے اجازت نہیں دیتے تھے کہ میں اپنے انداز میں لچک پیدا کروں

چنانچہ اس وقت بھی میں نے خود کو قابو ہی میں رکھا۔ بہر طور زندگی کے معمولات روال

دوال رہے۔“

اس دوران رشید ناگی کا عمل بھی بڑی تیزی سے جاری رہا تھا اور اس نے ایک

منصوبہ بنالیا تھا جس شخص کا اس نے تذکرہ کیا تھا اس کا نام شاہنواز تھا اور رشید ناگی نے

اس کے بارے میں مجھے جب تفصیلات بتائیں اور میں نے بذات خود معلوم کیا تو مجھے ناگی

کا منصوبہ بڑا ہی موثر اور زبردست محسوس ہوا۔ وہ شخص معمولی نہیں تھا جس کے بارے

میں رشید ناگی نے فیصلے کئے تھے۔ ہر شخص کے اندر نبجانے کیا کیا صلاحیتیں پوشیدہ ہوتی

ہیں۔ بعض اوقات وہ ان صلاحیتوں کو لے کر قبر تک پہنچ جاتا ہے اور اسے ان کے اظہار

کا موقع نہیں ملتا لیکن بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جنہیں خوش نصیب ہی کہا جاسکتا ہے۔

پہلے میرا نام لیا۔ اپنی گفتگو میں اس نے میرے بارے میں مکمل تفصیلات بتائیں اور کہا کہ یہ صرف دانش منصور تھا جس نے اس کے گرتے ہوئے وجود کو سہارا دیا اور اسے اس جہل کیا کہ آج وہ یہ انڈسٹری تعمیر کرنے میں کامیاب ہوا ہے۔ اس نے مکمل طور پر اس بات کا اظہار کیا کہ انڈسٹری کی تکمیل میرا تعاون اور سہارا اسے حاصل رہا ہے اور اس سلسلے میں تمام سرمایہ کاری میں نے کی ہے۔ مقدس کریم کے بعد مجھ سے درخواست کی گئی کہ میں کچھ اس بارے میں کہوں چنانچہ میں نے مختصر مگر شگفتہ لہجے میں کہا کہ میں باہر سے آیا ہوں اور میرے ساتھ میرے والدین کا کمایا ہوا سرمایہ ہے جسے میں اپنے وطن میں صرف کر کے کچھ لوگوں کو روزگار دلانے کا خواہش مند ہوں اور ساتھ ساتھ ہی اپنی اس دولت میں اضافہ کرنے کا بھی کیونکہ اس کے ذریعے میں صنعتوں کا ایک جال بچھانا چاہتا ہوں۔ میری تقریر بہت سادہ اور سپاٹ تھی۔“

آخر میں وزیر اعلیٰ نے اپنے جذبات کا اظہار کیا اور اس انڈسٹری کے قیام پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے دوسرے سرمایہ داروں کو بھی دعوت دی اور کہا کہ وہ ایسی انڈسٹریاں قائم کریں اور اس کے لئے انہیں ملکی پیانے پر ہر طرح کی امداد فراہم کی جائے گی پھر اس کے بعد انہوں نے مجھے خصوصی طور پر دوبارہ طلب کیا اور حیرانی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ایک نو عمر سرمایہ کار کو وہ پہلی بار دیکھ رہے ہیں اور جو کچھ اس کے جذبے اور منصوبے ہیں انہیں ایک ملکی شہری ہونے کی حیثیت سے بے حد سراہتے ہیں۔ بلاشبہ یہ جذبے عظیم ہیں۔ انہوں نے اسٹیج پر ہی مجھ سے کہا کہ میں جب چاہوں اپنے مقاصد کے سلسلے میں ان کا سہارا حاصل کر سکتا ہوں۔ انہیں مجھ سے ملاقات کر کے خوشی ہوگی اور وہ مجھے ہر طرح کا تعاون پیش کرتے ہیں۔ میں نے بھی ان کا شکریہ ادا کیا۔ یوں تقریب کا اختتام ہوا اور اس کے بعد یہ تقریب عام محفل میں تبدیل ہو گئی۔ وزیر اعلیٰ بھی اس محفل میں کافی دیر تک شریک رہے تھے۔ اس دوران مختلف لوگ قریب آتے رہے اور ہمیں میں نے جمائگیر خان کو دیکھا جو اس وقت وزیر اعلیٰ کے پاس ہی موجود تھا۔ میں بھی اس وقت وہیں تھا۔ وزیر اعلیٰ نے جمائگیر خان سے کہا۔ ”بھئی جمائگیر اس سے پہلے تو آپ آٹو کٹ کھاتے تھے۔ آپ نے یہ شعبہ کیوں چھوڑ دیا۔ پہلے جب بھی ہمیں کسی کار کی ضرورت ہوا کرتی تھی تو آپ ہی سے رجوع کیا جاتا تھا اور اب یہاں کاروں کے سب سے

بھی میرا منظر عام پر آنا اب انتہائی ضروری ہو چکا تھا۔ وقت مقررہ پر میں بھی اس تقریب میں شرکت کے لئے پہنچ گیا۔

مقدس انڈسٹریز کی عمارت خاصے بڑے رقبے پر پھیلی ہوئی تھی اور مقدس کریم نے اپنی تمام تر ذہانت اور بہت سے لوگوں کی کارکردگی کے ساتھ یہاں جدید ترین ساز و سامان منگوا دیا تھا۔ جاپانی وفد بھی موجود تھا۔ وزیر اعلیٰ نے مقدس انڈسٹریز کا افتتاح کیا اور اس کے بعد انہیں وہاں لے جایا گیا جہاں تقریب کا باقاعدہ اہتمام کیا گیا تھا۔ بے شمار افراد پہنچ چکے تھے جن میں شہر کی کریم تھی۔ تمام ہی بڑے اور چھوٹے صنعت کار اور سرمایہ دار اس تقریب میں شرکت کے لئے آئے تھے اور میں گہری نگاہوں سے چاروں طرف کا جائزہ لے رہا تھا پھر ایک جگہ مجھے ٹھمکننا پڑا۔ میں نے یہ بات نہیں سوچی تھی کہ الیاس بھائی اپنے ساتھ نازاں باجی اور بھابی جان کو بھی لے آئیں گے۔ دونوں نفیس لیکن سادہ لباس میں ملبوس الیاس بھائی کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھیں حالانکہ پہلے میں نے کبھی ان لوگوں کو ایسی تقریبات میں شرکت کرتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔

الیاس بھائی ایک معزز ایڈووکیٹ تھے اور انہیں ایسی تقریبات میں اکثر مدعو کیا جاتا تھا لیکن گھر کے معاملات گھرتک ہی رہا کرتے تھے۔ میں ایک لمحے میں یہ اندازہ لگانے میں کامیاب ہو گیا کہ الیاس بھائی نے ان دونوں کو صرف میری وجہ سے تکلیف دی ہے۔ چند لمحات کے لئے ذہن پر ایک عجیب سا بوجھ طاری ہو گیا تھا لیکن میں نے خود کو فوراً ہی اس بوجھ سے نکال لیا۔ تقریب کی جو نوعیت تھی اس میں کوئی بوجھ ذہن پر رکھنا مناسب نہیں تھا جو لوگ نظر آرہے تھے ان میں اور بھی چند افراد تھے مثلاً غزنوی صاحب۔ میں جانتا تھا کہ کچھ دیر کے بعد میرا ان لوگوں سے تعارف کرایا جائے گا میں ہر طور خود کو سنبھالتے ہوئے تھا۔ تقریب کا آغاز ہوا جاپانی وفد کا تعارف کرایا گیا اور تمام تفصیلات اس سلسلے میں بتائی گئیں۔

”جاپانی انجینئروں نے اپنی خدمات پانچ سال کے لئے پیش کرنے کی پیشکش کی جسے شکریہ کے ساتھ اور وزیر اعلیٰ کی اجازت کے ساتھ قبول کر لیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی مزید کچھ کاروباری باتیں ہوئی تھیں اور پھر مقدس کریم کا تعارف کرایا گیا جنہوں نے اس انڈسٹری کو قائم کیا تھا۔ مقدس کریم نے اسٹیج پر مانک کے سامنے آنے کے بعد سب سے

سکا ہوں۔“ غزنوی صاحب کے ہونٹ ایک دم سکڑ گئے تھے۔ میرے الفاظ نے انہیں بری طرح چوٹ کا دیا تھا۔ انہوں نے سر سرائی ہوئی آواز میں کہا۔
”میں سمجھا نہیں۔“

”میرا مطلب ہے کہ کچھ چہرے اس طرح ذہن میں جم جاتے ہیں کہ ان سے کوئی واسطہ نہ ہوتے ہوئے بھی نجانے کیوں واسطہ محسوس ہوتا ہے میں نے آپ کو پہلی بار جب دیکھا غزنوی صاحب تو نجانے کیوں مجھے آپ اپنے اپنے سے محسوس ہوئے بعد میں بے شک آپ سے ملاقات نہیں ہوئی لیکن اکثر آپ میرے ذہن میں آتے رہے۔ غزنوی صاحب کے چہرے کی بے یقینی قائم رہی تھی۔ تاہم انہوں نے مصنوعی انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔“

”بھئی آپ بہت بڑے آدمی ہیں دانش صاحب۔ ہم دراصل اس پائے کے لوگ نہیں ہیں۔ چھوٹے موٹے کاروباری بس یوں سمجھ لیجئے کہ دال دلیا چلا رہے ہیں۔ بڑے لوگوں سے ملنے کے لئے بڑی ہمت درکار ہوتی ہے۔“

”آپ نے مجھے یہ بڑائی اور عزت بخش دی ہے غزنوی صاحب۔ ورنہ میں کیا ہوں یہ آپ اچھی طرح جانتے ہیں۔“ میں نے دوسرا وار کیا اور غزنوی صاحب پھر بدحواس ہو گئے۔ بہر حال اس کے بعد انہوں نے کوئی اور بات نہیں کہی تھی۔ چند لمحات کے بعد ان کا ساتھ بھی چھوٹ گیا اور میں محفل کی تفریحات میں گم رہا۔ وزیراعلیٰ کے چلے جانے کے بعد محفل میں کافی بے تکلفی آگئی تھی اور چاروں طرف قہقہے کھنک رہے تھے۔ مجھ سے بھی گلے گلے لوگ متوجہ ہو جاتے تھے۔ شناساؤں اور غیر شناساؤں کا مجمع میرے گرد جمع تھا لیکن الیاس بھائی نازاں باجی اور بھائی جان پر جب بھی میری نگاہ پڑتی نجانے کیوں دل کو ایک دکھ کا احساس ہوتا۔ ویسے میں نے جب بھی ان پر نگاہیں ڈالیں انہیں اپنی جانب متوجہ پایا۔ الیاس بھائی اور نازاں باجی کافی مضمحل نظر آرہی تھیں۔ کئی دفعہ تو یہ جی چاہا کہ انہیں سارے بندھن توڑ کر اپنے قریب بلاؤں اور ان سے متوجہ ہو جاؤں سب کچھ بھول جاؤں کہ میں کیا ہوں لیکن یہ جذباتی باتیں تھیں۔ دل تو چاہتا تھا لیکن وقت اس کی اجازت نہیں دے رہا تھا۔ البتہ اس وقت میں نجانے کس انداز میں ان کے بارے میں سوچ رہا تھا جب اچانک عقب سے ایک آواز ابھری۔

بڑے ڈیلر مقدس کریم صاحب ہیں اور اب جب بھی کبھی کوئی ضرورت پیش آیا کرتی ہے تو مقدس آٹوز سے رجوع کیا جاتا ہے۔ یہ سلطنت آپ نے ان کے حوالے کیوں کر دی؟
”انہوں نے مجھ پر شب خون مارا تھا اور اس کے بعد حملہ کر کے مجھ سے میری سلطنت چھین لی۔“ جہانگیر خان نے ہنستے ہوئے کہا۔

”ارے واہ۔ یہ مقدس کریم صاحب شب خون بھی مار سکتے ہیں تعجب کی بات ہے۔“

”جی ہاں۔ انہیں سرمایہ اور تعلقات کا سارا حاصل ہو گیا تھا۔ بہر طور یہ کوئی ایسی خاص بات نہیں ہے۔ یہ سب کچھ تو ہوتا ہی رہتا ہے۔“

”تو پھر آپ جوابی حملے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ کاروبار میں جب تک مقابلہ نہ ہو اس وقت تک مزہ نہیں آتا۔“

جی ہاں دراصل دشمن کے بارے میں صحیح طور پر اندازے لگا رہا ہوں۔ وہ بہت سے ایسے طریقہ کار اختیار کر رہا ہے جن کا ابھی ہمارے ہاں رواج نہیں ہوا۔ جہانگیر نے جواب دیا۔ اس کے لہجے میں طنز کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔

”بہر حال آپ بھی اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کیجئے۔ ظاہر ہے یہ مقابلہ تو جاری رہنا چاہیے۔ اسی میں ملکی صنعت کو فروغ حاصل ہوتا ہے۔“ وزیراعلیٰ نے کہا اور اس کے بعد یہ سلسلہ منقطع ہو گیا۔ وزیراعلیٰ کچھ دیر شریک رہ کر واپس چلے گئے تھے۔ ان کی مصروفیات الگ تھیں لیکن اب اس کے بعد نجی محفل کا آغاز ہو گیا تھا اور اس نجی محفل میں ظاہر ہے بہت سے لوگوں سے ملاقاتیں ہونا تھیں۔ میں نے اس کے لئے خود کو تیار کر لیا۔ پھر غزنوی صاحب خود ہی میری جانب تشریف لائے تھے۔ ان کے چہرے پر وہی کھردرا پن تھا جو ان کی شخصیت کا ایک حصہ تھا لیکن میں نے مسکراتی آنکھوں سے ان کا استقبال کیا۔ غزنوی صاحب طنزیہ لہجے میں مسکراتے ہوئے بولے۔

”میرے خیال میں آپ کے ذہن سے میرا چہرہ نہیں اترتا ہوگا۔ دانش صاحب۔“
میں نے بھی فوراً مسکراتے ہوئے کہا۔

”بعض چہرے تو ہوش سنبھالتے ہی ذہن پر اس طرح مسلط ہو جاتے ہیں غزنوی صاحب کہ وہ عمر کی آخری منزل تک ذہن سے نہیں اترتے۔ بھلا میں آپ کو کیسے بھول

”یہ کارڈ رکھ لو۔ اگر مناسب سمجھو اگر جیب میں رکھا رہ جائے اور کبھی واقعی کوئی
 میں آجائے تو ہمیں ضرور بلائے۔ دراصل ہم ان تقریبات کے بڑے شوقین ہیں پہلے جب
 ہمیں سب لوگ بلایا کرتے تھے تو ہم نے کبھی بھی کسی سے انکار نہیں کیا اور بھلا
 اب مسئلہ تو یہ ہے کہ بس پتہ چل جائے کہ دل میں کچھ گنجائش ہے ہمارے
 لئے عموماً ہم خود ہی پہنچ جاتے ہیں۔“

”آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی رفیق احمد جاگیردار صاحب۔“

”اگر جاگیردار نہ کہو تو تمہاری مہربانی ہوگی۔ کم از کم ابھی تمہارا شمار دوستوں ہی
 میں ہے۔“ میں نے بڑے خلوص سے ان سے مصافحہ کیا تھا اور اس کے بعد دیر تک ان
 سے ان کے بارے میں گفتگو کرتا رہا تھا۔ تفصیلات یہ معلوم ہوئیں کہ پہلے اس شر کے
 بہت بڑے کاروباری تھے لیکن آہستہ آہستہ کاروبار ٹھپ ہوتے گئے۔ مقابلے کی پوزیشن
 آئی اور اس مقابلے میں وہ ہار گئے کہنے لگے۔

”بد قسمتی سے ہمارا کوئی بیٹا نہیں ہے۔ لڑکیاں ہیں دو تین۔ ان کی زندگی بنا دی
 ہے۔ جس قابل بھی تھے ان کے ساتھ جو کچھ بھی کر سکتے تھے کر ڈالا اور پھر جسم کمزور ہو
 گیا بوڑھے ہو گئے۔ اب بھلا بدھاپے میں آدمی کس کس سے لڑتا پھرے چنانچہ ہم نے
 بدھاپہ شروع کیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ ہمارا سارا کاروبار ختم ہو گیا۔ اب تو یوں سمجھ لو بس
 زندگی گزار رہے ہیں اور ویسے بھی زندگی کو صرف گزارنا چاہیے۔ خود پر مسلط نہیں کر لینا
 چاہیے۔“ نجانے اس شخص کی باتوں میں گداز اور سوز تھا کہ میں اس سے متاثر ہوئے
 بغیر نہیں رہ سکا۔ میں نے کہا۔

”بہر حال جاگیردار صاحب آپ جب بھی چاہیں مجھ سے ملاقات کر سکتے ہیں۔
 میرے لائق اگر کوئی خدمت تصور فرمائیں تو مجھے اسے انجام دے کر خوشی ہوگی۔“
 ”دیکھو یار۔ گالی مت دو۔ بہت چھوٹے ہو ہم سے۔ رفیق احمد جاگیردار نے کہا اور
 میں چونک کر ان کی صورت دیکھنے لگا۔“
 ”گالی؟“

”ہاں سنا یہ گیا ہے کہ تم عموماً لوگوں کی تقدیریں بنا دیا کرتے ہو۔ وہ لوگ جو
 کاروبار میں اپنے طور پر کچھ نہیں کر پاتے تمہارا سہارا لیتے ہیں اور تم انہیں کہیں سے

”بھئی ہم سے بھی مل لو۔ کیا خیال ہے مناسب سمجھو گے۔“ میں نے پلٹ کر دیکھا
 تو عمدہ قسم کے سوٹ میں ملبوس ایک معمر شخص میرے سامنے کھڑا ہوا تھا۔ دہلی پتلی
 ہنسٹ چہرے پر نجانے کیسے تاثرات تھے۔ عمر پینسٹھ اور ستر کے قریب ہوگی۔ ویسے دیکھنے
 میں ایک اچھی خاصی شخصیت نظر آتی تھی۔ میں نے مسکراتے ہوئے اس کی جانب ہاتھ
 بڑھایا اور انگریزی ہی میں کہا۔

”ضرور جناب۔ دراصل لوگ بڑے ظالم ہیں ایک دوسرے سے تعارف نہیں
 کراتے حالانکہ میری خواہش ہے کہ اپنے شر کے ایک ایک فرد سے میری واقفیت ہو۔
 معمر شخص کے چہرے پر ایک عجیب سی مسکراہٹ پھیل گئی اس نے مدھم لہجے میں کہا۔
 ”بڑی عمدہ بات کسی تم نے۔ لوگ واقعی بڑے ظالم ہیں۔ چڑھتے سورج کے
 پجاری۔ جب سورج چڑھتا ہے تو یہ اس کی جانب نگراں ہو جاتے ہیں۔ ڈھلان پر بھلا کون
 توجہ دیتا ہے۔ بہر طور ہمیں رفیق احمد جاگیردار کہتے ہیں اور یہ جاگیردار کالفظ دراصل ہمارا
 مذاق ہے۔“

”میں سمجھا نہیں۔“ میں نے اس شخص سے دلچسپی محسوس کرتے ہوئے کہا۔
 ”بات دراصل یہ ہے کہ ہم اس بسلا کے پٹے ہوئے مرے ہیں۔“
 ”جی۔“

”کسی زمانے میں ہمیں اپنے آپ کو جاگیردار کہلاتے ہوئے بڑی خوشی محسوس ہوا
 کرتی تھی مگر یہ جاگیریں واکیریں جو ہوتی ہیں ٹا بیٹے بڑی عجیب سی چیز ہوتی ہیں۔ ان پر
 کبھی بھروسہ نہیں کرنا چاہیے۔ عموماً ایسا ہوتا ہے کہ یہ ساتھ دے کر نجانے کہاں سے
 کہاں پہنچا دیتی ہیں اور پھر اچانک ہی ان کا ساتھ چھوٹ جاتا ہے اور انسان چاروں سمت
 دیکھتا ہی رہ جاتا ہے کہ یہ سب کیا ہوا وہ جو تھا کہاں گیا۔ ایک زمانہ یہ تھا جب رفیق احمد
 جاگیردار کا چڑھاؤ کا وقت تھا اور لوگ اس سے ملاقات کرنے کے لئے وقت لیا کرتے تھے
 لیکن اب کیفیت یہ ہے کہ رفیق احمد جاگیردار کو صرف ایسے خدا ترس لوگ بلایا کرتے
 ہیں جنہیں خدا کا خوف ہوتا ہے۔ مقدس کریم ایسے ہی لوگوں میں ہے ورنہ ہمارے پاس تو
 پچھلے کئی سالوں سے کسی تقریب کا کارڈ نہیں آیا۔“

”بڑے افسوس کی بات ہے۔ میں آپ کو اپنی تقاریب میں خوش آمدید کہوں گا۔“

ہیں دانش منصور صاحب۔ بڑا اشتیاق تھا آپ کو ان سے ملنے کا۔ ”بھابی جان نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بس خاموشی سے مجھے دیکھتی رہیں۔ نازاں باجی کے چہرے پر بھی عجیب سے آثار تھے۔ بھرا لیاں بھائی نے کہا۔

”سر یہ خواتین دراصل ایسی محفلوں کی عادی نہیں ہیں۔ یوں سمجھ لیجئے میں زبردستی ہی پکڑ لایا انہیں اور آپ یقین کیجئے کہ مجھے بھی ان لوگوں کو ایسی محفلوں میں لے جانے کا شوق نہیں ہے لیکن آپ کو دیکھنے کی خواہش ان کے دل میں تھی اور یہ لڑکی نازاں جس کا نام ہے یہ بڑی عجیب و غریب لڑکی ہے اس دن سے آج تک اس نے یہ بات تسلیم نہیں کی کہ آپ اردو نہیں جانتے۔ الیاں بھائی یہ تمام گفتگو انگریزی زبان میں کر رہے تھے اور میں اس سے واقفیت کا اظہار کر رہا تھا۔ میں نے ہنستے ہوئی نازاں باجی کی طرف دیکھا اور کہا۔

”محترم خاتون مجھے تعجب ہے کہ آپ میری اس بات پر یقین کیوں نہیں کرتیں۔“

”اس کی کچھ وجوہات ہیں مسٹر دانش۔“ نازاں باجی نے سرد اور سپاٹ لہجے میں کہا۔

”جی کیا؟“

”اس دن آپ نے جب ہم لوگوں سے ملاقات کی تھی میرا مطلب ہے ہم آپ کے ہاں گئے تھے تو آپ نے الیاں بھائی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا کہ الیاں احمد ایڈووکیٹ۔“

”جی مجھے یاد ہے۔“ میں نے کہا۔

”آپ جانتے ہیں تلفظ انسانی زبان میں کتنی بڑی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ نے اردو بالکل نہیں بولی میرے سامنے انگریزی بولتے رہے لیکن جب آپ نے الیاں احمد ایڈووکیٹ کہا تو آپ کے تلفظ میں ذرہ برابر اجنبی پن نہیں تھا اور میرا پورا علم یہ کہتا ہے کہ آپ اس تلفظ کو بخیر و خوبی ادا کر سکتے ہیں اور بخیر و خوبی یہ تلفظ ادا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ اردو جانتے ہیں۔ میں نے عجیب سے کھیلنے انداز میں الیاں بھائی کی طرف دیکھا اور بولا۔“

”اگر میں اردو جانتا ہوں الیاں صاحب تو اس سے عدم واقفیت کا اظہار کیا معنی

کیوں پہنچا دیتے ہو۔ ہم تم سے ملتے ہوئے بس اسی لئے ڈر رہے تھے کہ کہیں تم ہمارے بارے میں بھی یہی محسوس نہ کرو کہ ہم اپنی گرتی ہوئی ساکھ کو تمہارے ذریعے سہارا دینا چاہتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ چند چھوٹے موٹے کاروبار رہ گئے ہیں جن سے بس اتنی آمدنی ہو جاتی ہے کہ اپنا گزارا ہو رہا ہے۔ مزید کسی چیز کی ضرورت بھی نہیں محسوس ہوتی۔ اس لحاظ سے بھلا اس انداز میں ہم تم تک کیوں پہنچیں گے کہ تم سے کوئی مدد حاصل کر سکیں۔“

”محبت سے اگر ایک لفظ بھی کہہ دیا جائے تو وہ تعاون ہوتا ہے۔ رفیق احمد جاگیردار صاحب۔ آپ تو بہت زیادہ عمر کے مالک ہیں اور میرے مقابلے میں کہیں زیادہ وسیع تجربہ رکھتے ہیں۔ آپ کا کیا خیال ہے کیا محبت کے دو بول تعاون نہیں ہوتے۔“ رفیق احمد جاگیردار صاحب نے مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

”جیتے رہو بھی۔ بڑی خوشی ہوئی واقعی تم سے مل کر۔ کسی اچھے باپ کے بیٹے معلوم ہوتے ہو۔ میں بہت دیر تک رفیق احمد جاگیردار صاحب سے باتیں کرتا رہا۔ محفل شباب پر تھی۔ لوگوں نے اپنے اپنے طور پر تفریحات شروع کر دی تھیں۔ یہ تقریب ایک شاندار تقریب تصور کی جاسکتی تھی اخباری رپورٹر لوگوں کی تصاویر لیتے پھر رہے تھے اور بعض جگہ ایسے ہی سر راہ انٹرویو بھی ہو رہے تھے۔ اخباری نمائندوں نے شکر ہے کہ میری جانب رخ نہیں کیا تھا پھر بالکل ہی اتفاقیہ طور پر الیاں بھائی سے میری اتنی قربت ہو گئی کہ میرا جسم ان کے شانوں سے ٹکرا گیا۔ انہوں نے بڑی ملائمت سے میرے شانوں کو سہارا دیتے ہوئے کہا۔

”وقت بھی کتنا عجیب ہوتا ہے۔ اب دیکھیے نہ دانش صاحب آپ نجانے کس طرح مجھ تک پہنچ گئے۔“ میں نے چونک کر الیاں بھائی کا چہرہ دیکھا اور پھر ہنسنے لگا۔ نازاں باجی اور بھابی جان قریب ہی تھیں اور سحرزدہ سی نظر آرہی تھیں۔ الیاں بھائی نے کہا۔

”یہ میری بیگم ہیں اور یہ میری بہن نازاں۔ ان سے تو ایک دفعہ آپ مل ہی چکے ہیں۔ یاد ہے آپ کو؟“

”جی ہاں۔ جی ہاں۔ کیوں نہیں۔“ میں نے اپنی بوکھلاہٹ پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

”یہ میری بیگم ہیں۔ آپ کو دیکھنے کی بڑی خواہش مند تھیں۔ ملنے بیگم ان سے یہ

رکھتا ہے۔“

”بس بھی۔ عورت عورت ہی ہوتی ہے۔ خدی اور خود سر۔ یہ نہیں مانی حالانکہ میں نے اسے بار بار سمجھایا کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔“

”بہر طور۔ آپ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں۔“

”نہیں جناب ہم خود شرمندہ ہیں۔“

”میں آپ کو اردو سکھانا چاہتی ہوں دانش صاحب۔“ نازاں باجی نے جنونی سے انداز میں کہا اور میں ہنسنے لگا۔ پھر میں نے کہا۔

”میں آپ کی اس محبت کو کبھی فراموش نہیں کر سکوں گا۔ مرتے دم تک نہیں۔“

آپ کے لہجے میں جو اپنائیت ہے اسے میں نے نجانے کس انداز میں محسوس کیا ہے لیکن ابھی میری کچھ الجھنیں ہیں۔ کچھ مصروفیات ہیں جوں ہی مجھے موقع ملا میں آپ کو اس

سلسلے میں تکلیف دوں گا۔“ میں جان بوجھ کر اس وقت مقدس کریم کی جانب متوجہ ہوں

اور ان لوگوں سے معذرت کر کے آگے بڑھ گیا۔ نازاں باجی اور بھابی جان کے انداز نے

دل کھلادیا تھا لیکن اس وقت جو کچھ بھی بیت جائے وہ ایک الگ بات ہے۔ ان لوگوں سے

واقفیت کا اظہار کر کے ان کی اپنی زندگی خطرے میں ڈالنا تھا کیونکہ میں جانتا تھا کہ میرے

دشمن اس ایک لمحے کے غنڈے ہیں کہ کب میں کہیں چوٹ کھاؤں اور وہ مجھ پر دار کر دیں۔

میں ان لوگوں کو اپنی اس دشمنی میں ملوث نہیں کرنا چاہتا تھا کیونکہ ایک بار یہ سب کچھ اپنی

آنکھوں سے دیکھ چکا تھا۔ اب تو میری ان سے اتنی دوری ہو گئی تھی کہ اگر الیاس بھائی

اور نازاں باجی وغیرہ پر کوئی مصیبت آئی تو مجھے اس کا علم بھی نہ ہو پائے گا لیکن آج کی اس

گفتگو نے میرے دل میں ایک شدید الجھن بیدار کر دی تھی۔ اس مسئلے کو نظر انداز نہیں

کیا جاسکتا۔ کچھ کرنا چاہیے۔ کچھ کرنا چاہیے۔ مجھے اخلاقی طور پر اس وقت تک رکتا ہوا

جب تک کہ تمام مہمان رخصت نہ ہو گئے۔ مقدس کریم میرے قدموں میں بچھا جا رہا تھا

اور بہت زیادہ محبت کا اظہار کر رہا تھا۔ اس نے اس محفل کے اختتام کے بعد بہت ہی پر

مسرت لہجے میں کہا۔

”دانش صاحب آج جو کچھ ہمیں ملا ہے اسے کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ بڑی

عزت دلا دی ہے آپ نے مجھے۔ بڑی عزت دلا دی ہے۔“

”پوری ہمت اور محنت کے ساتھ کام کرتے رہو۔ مقدس کریم ابھی ہمیں بہت سے

کام دیئے ہوئے ہیں۔ اس سے واسطہ پڑے گا۔ ان سب اٹھو ہوں سے جنگ کرنی ہے اگر ذرا بھی کہیں مار کھا

گئے تو یوں سمجھ لو کہ بڑے نقصانات سے دوچار ہونا پڑے گا۔ اس لئے مکمل تحمل سے کام

لیتا ہو گا۔ جہاں تک میرا مسئلہ ہے تو یوں سمجھ لو کہ میں ہر طور تمہارے ساتھ ہوں۔“

”اس انڈسٹریز کو آگے بڑھانے کے سلسلے میں مجھے لمحہ لمحہ آپ کی راہنمائی کی

ضرورت ہوگی دانش صاحب۔“ میں نے ہنس کر کہا۔

”بھئی اب اتنا تو کانٹوں میں نہ گھسیٹو۔ میں جانتا ہوں کہ تم ایک تجربہ کار آدمی ہو۔

بعض اوقات کوئی پروگرام ٹیل ہو جاتا ہے وہ ایک الگ بات ہے لیکن میں تمہارے تجربے

کو چیلنج نہیں کر سکتا۔“

”ہمیں فوری طور پر کچھ اشاف کی ضرورت بھی ہوگی۔ اس کے لئے میں آپ ہی

کو تکلیف دوں گا۔“

”اطمینان رکھو۔ ان تمام لوگوں کے لئے ایک فہرست مکمل کرلو۔ جہاں میری

مطلوبات کام کرے گی وہاں میں تمہاری مدد کروں گا اور جہاں تم اس سلسلے میں اپنے اشاف

کو بڑھانا چاہو وہاں تم بے تکلفی سے یہ سارا کام شروع کر دو۔ اس دباؤ میں رہنے کی

ضرورت نہیں ہے کہ اس انڈسٹری میں میرا سرمایہ لگا ہوا ہے اسے بہتر انداز میں آگے

بڑھاتے رہنا تمہارا اپنا کام ہو گا۔“

میں اپنی کونٹھی واپس آگیا۔ ذہن میں آج کی اس تقریب کے بہت سے دھماکے ہو

رہے تھے جن میں رفیق احمد جاگیردار کا تصور بھی شامل تھا۔ اس شخص کی گفتگو میں بڑی

ہمیت تھی جس نے مجھے بہت متاثر کیا تھا۔ ویسے یہ بھی ایک حقیقت تھی کہ عمر رسیدہ

آدمی تھا اور بہت زیادہ بھاگ دوڑ نہیں کر سکتا تھا۔ کوئی بھی کاروبار جاری کر کے ہزاروں

ملین روپے لئے جائیں لیکن جب تک اس کاروبار پر اپنی مکمل گرفت نہ ہو اس کے

بارے میں پوری طرح مطمئن نہیں ہوا جاسکتا۔ ویسے رفیق احمد جاگیردار سے دوبارہ ملنے کو

میں چاہتا تھا میں نے اس کا کارڈ نکال کر دیکھا۔ دیکھتا رہا اور اس کے بعد اسے احتیاط سے ایسی

جگہ رکھ دیا جہاں سے وہ بار بار میرے سامنے آتا رہے۔ یہ میں نے اس لئے کیا تھا کہ میں

اس شخص کو یاد رکھوں۔ بعد میں بستر پر لیٹ کر سب سے اہم اور گہرا تصور جو آیا تھا وہ

خود کو بھی تھیں اپنی بہن کے لئے اگر انہیں اپنی بہن کے سلسلے میں کوئی سکون حاصل ہو
تو کیا انہیں خوشی نہیں ہوگی اور نجانے کیوں میرا ذہن بہت سے راستوں پر پرواز
کرتا رہا۔ میں نے بہت کچھ سوچا تھا اس کے بارے میں۔ دوسری صبح آصف نے مجھ سے

”سر میں آج ذرا کچھ مصروف ہوں۔ اگر کوئی خاص کام نہ ہو تو مجھے اجازت دے

”بھی تم تکلف مت کیا کرو۔ ویسے کیا مصروفیت ہے؟“

”وہ دراصل والدہ کی طبیعت بہت زیادہ بگڑ گئی ہے۔ وہ پرانے خیال کی خاتون ہیں۔
ڈاکٹروں واکٹروں کے چکر میں زیادہ نہیں پڑتیں لیکن کیفیت کچھ ایسی ہو گئی ہے کہ میں
انہیں ڈاکٹر کو دکھانے کے لئے مجبور ہوں۔ وہ اسپتال میں کبھی داخل نہیں ہوں گی لیکن
ڈاکٹر کو لے جاسکتا ہوں۔“

”آصف مجھے تم سے بہت شکایت ہے۔ تمہیں چاہیے تھا کہ مجھے کہیں سے زیادہ
سے زیادہ ٹیلیفون کر دیتے اور پھر تم جانتے ہو کہ میری مصروفیات اتنی شدید بھی نہیں
ہوتیں اور اس کے علاوہ میں نے ایک بات تم سے اور بھی کہی تھی جو فرض تم انجام دے
رہے ہو وہ بس اس لئے ہے کہ تم سے میرا ذاتی سلسلہ ہے ورنہ اب تم ڈرائیور کے
دعوت پر نہیں ہو۔ میں نے تم سے جو وعدے کئے ہیں وہ بھی پورا کرنا چاہتا ہوں۔ خیر یہ
مجھ کی باتیں ہیں تم جاؤ پلینز گاڑی لے جاؤ اور سنو کسی بھی چیز کی ضرورت ہو تکلف نہ
کرنا۔“ آصف نور خاموشی سے واپس چلا گیا تھا۔ میری ہدایت پر وہ گاڑی بھی لے گیا تھا
لیکن اس کے جانے کے بعد مجھے کسی کی کا احساس ہونے لگا۔ آصف کی جو کہانی تھی اس
نے مجھے جس انداز میں متاثر کیا تھا۔ اس کے تحت اسے اس وقت یہ حیثیت نہیں دینی
چاہئے تھی بلکہ اس کے سلسلے میں براہ راست عمل بھی کرنا ضروری تھا۔ مجھ سے غلطی
عملی کہ میں نے اسے تنہا ہی بھیج دیا۔ مجھے اس کی تکلیف میں ہاتھ بٹانا چاہیے تھا اور یہ
احساس اس قدر شدید ہوا کہ میں نے فوراً تیاریاں کیں دوسری گاڑی نکالی اور خود ڈرائیو
کرنا ہوا چل پڑا۔ آصف کا گھر مجھے معلوم تھا چنانچہ میرے لئے وہاں پہنچنا مشکل ثابت نہ
ہوا اور تھوڑی دیر کے بعد میں اس کے فلیٹ کے دروازے کی بیل بجا رہا تھا۔ دروازہ

نازاں باجی ہی کا تھا۔ باجی پیچاری کس انداز میں مجھے دیکھ رہی تھیں یہ وہ لوگ تھے جنہوں
نے مجھے اتنے برے وقت میں اپنے ہاتھوں پر رکھا تھا۔ جب میرے چاروں طرف مسائل
کے انبار تھے اور میں کسی بھی سمت اپنے ہمدردوں کو نہیں پاتا تھا۔ ان لوگوں کے لئے تو
میرے وجود کا ایک ایک ذرہ وقف تھا۔

مجھے اگر اپنے جسم کا سارا خون نچوڑ کر دینا پڑتا تو ان لوگوں کے لئے دریغ نہیں کرتا
لیکن ایک مقصد بھی میری زندگی کا تھا اور اس کے بغیر میں خود کو ادھورا محسوس کرتا تھا۔
جس کام کا آغاز اس انداز میں ہوا تھا اگر اس میں ابھی سے رختہ اندازی ہو جائے تو پھر
مشکلات ہی مشکلات پیش آسکتی ہیں چنانچہ ابھی بہت زیادہ جذباتی ہو کر کام نہیں کرنا تھا
لیکن سوچتے سوچتے ایک اور تصور بھی ذہن میں آیا۔ الیاس بھائی پیچارے اسی طرح پاکستان
کو ارٹرز کے ایک کوارٹر میں زندگی گزار رہے تھے اور میں ڈیفنس کی اتنی اعلیٰ درجے کی
کوٹھی میں موجود تھا۔ یہ مناسب نہیں ہے اب ساری پابندیاں اپنی جگہ کوئی ایسا ذریعہ تو
ہو جس کے تحت ان کی زندگی کو بھی کوئی بہتر سارا مل سکے۔ مقدس کریم سے کہہ کر ایک
کانونی مشیر کی حیثیت سے میں الیاس بھائی کو بہت کچھ دلوا سکتا تھا لیکن الیاس بھائی ابھی
بیوقوف نہیں تھے۔ بہت سی باتیں سمجھ سکتے تھے چنانچہ مسئلہ ذرا ٹھیرھا ہو جائے گا۔ طریقہ
کار کوئی ایسا اختیار کیا جائے کہ الیاس بھائی کو احساس نہ ہو پھر نازاں بھائی ذہن میں آئیں
اور بہت سی سوچیں ذہن پر حاوی ہوتی چلی گئیں مثلاً ایک بار الیاس بھائی نے نازاں بھائی
کے بارے میں کہا تھا کہ کوئی بہتر رشتہ ہی نہیں آیا جس کی وجہ سے نازاں بھائی پیچاری اتنی
طرح زندگی گزار رہی ہیں۔ بے شک نازاں بھائی کی عمر بہت زیادہ نہیں تھی لیکن اس
انداز نے انہیں جو پختگی بخش دی تھی وہ گہری ہی ہوتی جاری تھی اور بہت کم وقت رہ گیا
تھا جب وہ لڑکی کی حدود سے نکل کر عورت کی حد میں داخل ہو جائیں گی اور اس کے بعد
کسی مناسب رشتے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکے۔

اب جب کہ میں زندگی کے ان رموز سے بھی آگاہ ہو گیا تھا تو میرے سوچنے کے
انداز میں بڑا فرق پیدا ہو گیا تھا۔ نازاں بھائی کے ساتھ یہ جوڑ بچڑی ہے اسے دور کرنا کس
طرح ممکن ہو سکتا ہے۔ کچھ نہ کچھ تو کرنا چاہیے۔ واقعی کم از کم میں اس پہلو پہ سوچ
سوچ کر اپنے فرائض میں سے تھوڑا سا فرض پورا کر سکتا ہوں۔ پیچارے الیاس بھائی کس

آصف ہی نے کھولا اور مجھے دیکھ کر ہکا بکا رہ گیا۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں تھیں۔ اس نے گھبرائے ہوئے انداز میں کہا ”سر آپ۔“

”کیسی طبیعت ہے والدہ کی؟“

”آئیے تشریف لائیے۔ اب تو کچھ بستر ہے۔ ڈاکٹر نوید ابھی دیکھ کر گئے ہیں۔ میں انہیں یہیں لے آیا تھا۔ ڈرپ لگا دی ہے انہوں نے۔ بس ایسے ہی ان کا کہنا ہے کہ لوہا پریش ہو گیا ہے۔“

”ہوں دیکھنا چاہتا ہوں۔“ میں نے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد میں آصف کی والدہ کے قریب موجود تھا۔ وہ بھی مجھے پہچانتی تھیں۔ آصف ظاہر ہے تذکرے کرتا رہتا ہوں چنانچہ انہوں نے دعائیں دینا شروع کر دیں اور میں ان کے پیروں کے پاس بیٹھ گیا۔ ”بیٹے یہاں نہ بیٹھو۔ کرسی پر بیٹھ جاؤ۔“

”آپ مجھے اس سعادت سے کیوں محروم کر رہی ہیں۔“ میں نے کہا۔ ”بیٹے بہت بڑے آدمی ہو۔ بلاشبہ بہت بڑے آدمی ہو اور بہت بڑا آدمی وہی ہے جو اخلاقی دولت سے مالا مال ہو۔ یہ دنیاوی دولت بے شک ایک ضرورت ہوتی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی اخلاق کی دولت خدا کی طرف سے عطا کی ہوئی ہوتی ہے اور اس دولت کو کہیں سے کمایا نہیں جاسکتا۔“

”بہت بہت شکریہ۔ آپ بتائیے آپ کی طبیعت کیسی ہے؟“

”عمر زیادہ ہو چکی ہے اور کچھ محرومیوں کا احساس ہے ورنہ باقی سب کچھ ٹھاک ہے۔“

”محرومیاں۔“

”ہاں بیٹے۔ زندگی میں والدین ایک ہی انداز میں سوچتے چلے آئے ہیں۔ اولاد پر پروان چڑھے۔ اچھے راستوں پر سفر کرے۔ زندگی کے وہ تمام مقاصد حاصل کر لے جو انسانیت کی بنیاد ہوتی ہیں۔ میں نے ابھی کلنی کی محسوس کی ہے اور یہ کی بعض اوقات دل کو دکھاتی رہتی ہے۔“

”آصف آپ کا بیٹا ہے۔ میرا دوست ہے اور سنا گیا ہے کہ پہلے زمانے میں دوست

دینی مستحکم ہوا کرتی تھی کہ دوست اور بیٹے میں کوئی فرق نہیں محسوس کیا جاتا تھا۔ میں اس زمانے کی بات نہیں کر رہا لیکن قدیم داستانوں میں دوستوں کی کہانیاں بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔“ آصف نور کی والدہ مسکرا دیں اور انہوں نے کہا۔

”ہاں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ خون کے رشتے ہی رشتوں کی بنیاد نہیں بنتے۔ محبت کے رشتے بعض اوقات خون کے رشتوں سے زیادہ مضبوط ثابت ہوتے ہیں۔“

”تو کیا اب وہ زمانہ بالکل ہی ختم ہو گیا۔“ میں نے سوال کیا۔

”میں سمجھی نہیں۔“

”میرا مطلب ہے کہ آپ مجھے بھی تو اپنے بیٹے کی حیثیت دے سکتی ہیں۔“

”ارے ہاں۔ کیوں نہیں۔ تم جتنا سعادت مند انسان بیٹا کیوں نہیں بن سکتا۔“

”تو پھر آپ اپنا بیٹا ہی سمجھ کر مجھے ان الجھنوں کے بارے میں بتائیے جو آپ کے دہن میں ہیں۔“

”اوہ۔ اچھا بڑی خوبصورتی سے تم نے مجھے اپنے قابو میں کیا ہے۔ بات دراصل یہ ہے بیٹے کہ میرے گھر میں کبھی کوئی خوشی نہیں آئی۔ ہمارے مسائل نے ہمارا ساتھ ہی نہیں دیا جو ہم دوسری باتوں کے بارے میں سوچتے۔ بیٹی ہے میری وہ بھی تقریباً جوان ہو چکی ہے۔ آصف ہے میں چاہتی ہوں کہ ان کی شادیاں ہوں بہر طور یہ سب کچھ ممکن ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ ہو جائے گا لیکن بس والدین کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس سے زیادہ وقت صرف نہ ہو۔“

”تو پھر آپ مجھے اس کی اجازت دیں گی کہ میں آصف کے لئے کوئی رشتہ تلاش کر کے آپ کو بتاؤں۔ آصف نور کی والدہ نے میری طرف دیکھا اور پھر ہنس کر بولیں۔“

”اتنے بڑے کاروباری ہو۔ اتنی الجھنوں میں گرفتار رہتے ہو۔ اب یہ ایک الجھن اور پال لو گے۔“

”نہیں‘ دوست اور بیٹے میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ آپ اس بات کا اعتراف کر چکی ہیں۔“

”ہاں ہاں۔ اگر تم مناسب سمجھو تو ایسا ضرور کرو۔ مجھے دلی مسرت ہوگی۔“

”نہیں روزی۔ کوئی خاص بات نہیں۔“ میں نے اسے ٹال دیا اور اس کے بعد پر

میں نے انداز میں گردن ہلانے لگا۔ دو تین دن گزر گئے کوئی خاص بات نہیں ہوئی تھی۔ پھر
پہلے دن رشید ناگی میرے پاس پہنچ گیا۔ یہ شخص خاص موقعوں پر ہی میرے پاس آتا تھا۔
میرے اپنے کام کا آدمی تھا کہ میں نے اسے مکمل اختیارات دے دیئے تھے اور اس کے
ساتھ ہی اس کے معاوضے وغیرہ کا بھی کوئی مسئلہ نہیں رہا تھا۔ جس بنیاد پر اس نے کام کا
انداز کیا تھا اور جس انداز میں کیا تھا وہ میرے مقاصد کی تکمیل کے لئے بہت زیادہ تھا اور
مکمل اطمینان بخش چنانچہ اس کے بارے میں غور بھی نہیں کرتا تھا۔ رشید ناگی نے کہا۔

”آج رات کو ساڑھے نو بجے کوئی مصروفیت تو نہیں ہے۔ دانش صاحب۔“

”نہیں بالکل نہیں۔ کو کیا بات ہے؟“

”شاہنواز آپ سے ملنے آرہا ہے۔“

”شاہنواز۔“

”میں نے آپ سے عرض کیا تھا کہ وہ بڑے کام کا آدمی ہے۔ بہت سی یونیوں کا
لہذا اور بہت ہی باعمل انسان۔ یہ ایک ایسا واحد مسئلہ ہے سرجن کے لئے میں نے آپ
سے اجازت بھی نہیں لی اور نہ ہی کوئی مشورہ لیا اور بات آج کی ہے بھی نہیں۔ بہت
سے پہلے سے میں اس شخص سے متاثر ہوں اور اس کے لئے کام کرتا رہا ہوں۔ پچھلے
دنوں سے جب میں نے اس کے بارے میں ذرا مختلف انداز میں سوچا تو میں نے کام کا
انداز بھی بدل دیا۔ بس یوں سمجھ لیجئے اسے ایسی شدید مشکلات پیش آئیں جن میں وہ الجھ
کر کچھ اس طرح ناکارہ ہوا کہ کچھ بھی اس کے بس میں نہ رہا۔ ان لمحات میں میں نے
اس کی مدد کی اور آپ کے نام پر۔“

”کیا مطلب؟“

”مطلب یہ کہ آپ کے نام پر میں اسے ہر مشکل سے نکالتا رہا اور وہ آپ سے
مختلف نہ ہونے کے باوجود آپ کا اتنا احسان مند ہو گیا کہ اب وہ آپ کا نام سن کر آنکھیں
مکھڑکھڑاتا ہے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ اگر آپ کا نام لے کر اس سے کچھ بھی کہا جائے وہ
کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔“

”ارے واہ بھئی۔ یہ تو بڑی دلچسپ بات ہے یعنی نہ مجھے معلوم نہ اسے اور تم

”سمجھ رہے ہیں آپ جناب آصف صاحب اور اب آپ میرے اس حق کو چیلنج
نہیں کر سکتے۔“

”نہیں سر۔ آپ کے کسی حق کو میں نے کبھی چیلنج کیا ہے۔“

”یہ ”سر“ ”ور“ نہیں بھائی، دراصل اب ہمارا مسئلہ کچھ مختلف ہو گیا چنانچہ تم اس
تکلف کو ترک کر دو۔“

”جی۔“ آصف نے گردن جھکا کر کہا اور اس وقت درحقیقت میں نے کسی گھریلو
انسان ہی کی مانند سوچا۔ آصف نور اور نازاں باجی کے بارے میں رات کو ہی سوچا تھا۔
چشم تصور سے میں آصف نور اور نازاں باجی کو یکجا کر کے دیکھنے لگا اور پھر میرے ہونٹوں پر
مسکراہٹ پھیل گئی۔ کافی وقت آصف نور کے ساتھ گزارا اور اس کے بعد اسے کچھ
ہدایات دے کر واپس چلا آیا تھا۔ ذہن کو ایک مسرت کا احساس ہو رہا تھا۔ نازاں باجی کے
سلسلے میں ایک بات سوچی تھی اگر پایہ تکمیل کو پہنچ جاتی تو یقینی طور پر دلی مسرت کی بات
تھی۔ بہر حال اس میں وقت تو لگے گا اور پھر کچھ مشکلات کا بھی سامنا کرنا پڑے گا۔ راستے
بھرا ان مشکلات کے حل کے بارے میں سوچتا چلا آیا تھا اور کچھ چیزیں اپنے ذہن میں محفوظ
کر لیں تھیں۔ کو بھی واپس پہنچا تو روزی نے بتایا۔

”سر کچھ مہمان آئے تھے بہت لڑکے اور لڑکیاں تھیں۔“ آپ کو پوچھتے رہے اور
اس کی بعد واپس چلے گئے۔

”لڑکے لڑکیاں۔ کون تھے؟“

”وہ سر۔ قریب جو پڑوس میں کوٹھی ہے نا اس کے لوگ تھے۔“

”اوہو۔ غزنوی صاحب کے ہاں سے آئے تھے۔“

”جی۔ جی۔“

”خوب۔ کوئی خاص بات تو نہیں۔“

”نہیں۔ بس کہہ رہے تھے آپ سے ملنے آئے ہیں۔ پھر کسی وقت آئیں گے۔“

”آپ کا پیغام دے دیا جائے۔“

”ہوں۔ گڈ مگر غزنوی صاحب تو یہیں موجود ہیں؟“ میں نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

”جی سر۔“

Scanned and

درمیان ہی میں یہ سب کچھ کرتے رہے۔

”بات دراصل یہ ہے سر کہ اس کی پارٹی بے حد مضبوط ہے اور بہت سے لوگوں نے یہ بات محسوس کر لی ہے کہ آنے والے وقت میں وہ ان کے لئے بہت بڑا حریف بنے گا چنانچہ اسے جس قدر مشکلات میں مبتلا کر سکتے ہیں وہ لوگ کر رہے ہیں لیکن وہ بڑی ہمت سے ڈٹا ہوا ہے اور جب سے میں نے آپ کے نام پر اس کا ساتھ دینا شروع کیا ہے تو صورت حال بالکل مختلف ہو گئی ہے اور اب وہ بڑی مضبوط پوزیشن میں ہے۔ بذات خود آپ کا شکریہ ادا کرنے کے لئے آنا چاہتا ہے۔ اس بار جو الیکشن ہو رہے ہیں اس میں وہ کھڑا ہوگا اور اس سے بڑی امیدیں وابستہ کر لی گئی ہیں۔ میں آپ سے ایک اور بھی عرض کروں کہ چند ایسے لوگ ہیں جنہیں آپ سرمایہ دار بھی کہہ سکتے ہیں لیکن وہ اس کا ساتھ چاہتے ہیں۔ میرا مطلب ہے کہ اسے ہی الیکشن میں کامیاب کرا کے وہ اپنے مقاصد حاصل کرنے کے خواہش مند ہیں لیکن وہ آپ کا مداح ہے اور آپ کے نام کے ساتھ سب کچھ کرنا چاہتا ہے۔ میں نے اس سے وعدہ بھی کر لیا ہے اور اب چونکہ الیکشن قریب آگئے ہیں۔ اس لئے وہ آپ سے ملنا بھی چاہتا ہے۔ سر میری ایک درخواست ہے کہ از کم اس سلسلے میں آپ مجھ پر بھروسہ کر لیجئے۔ اگر آپ اسے اس الیکشن میں مالی طور پر سپورٹ کر دیں گے تو آپ یہ سمجھ لیجئے ہمیں اس کے بہترین فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ میں نے رشید ناگی کو بغور دیکھا اور پھر آہستہ سے کہا۔

”ناگی تم نے جس انداز میں میرے لئے کام شروع کیا ہے میں اگر تم سے یہ کہوں کہ میرے دل میں بھی یہی خواہش تھی جسے تم نے غیر معمولی طریقے سے پڑھ لیا اور اس پر عمل بھی شروع کر دیا۔ سو ناگی ایسے جتنے افراد ہوں ہمارے لئے کار آمد ہیں۔ ہم ان پر داد لگاتے رہیں گے کیونکہ آنے والے وقت میں ہمیں ٹھٹھل شاہ صاحب کے جس مشن کی تکمیل کرنی ہے اس کے لئے ہمیں سرکاری پیمانے پر بڑی مضبوط مدد کی ضرورت ہوگی۔

”سر۔ یہ بات میرے ذہن میں تھی اور میں نے اسی لئے عمل بھی جاری رکھا اور اس امید کے ساتھ کہ آپ میری ان کوششوں کو پسند فرمائیں گے۔“

”بالکل رشید ناگی۔ شام کو بلکہ رات کو میں اس کا انتظار کروں گا۔ تم اسے ڈنر کے لئے کہہ دیجئے۔“

”وہ تو میں نے نہیں کہا سر لیکن بہر طور اس کی گنجائش رکھی جائے۔“

”بالکل انتظامات کرنا ہوں گے اور کوئی خاص بات۔“

”نہیں سر۔ بس اس سلسلے میں اور کوئی خاص بات نہیں ہے۔ مقدس کریم اپنا کام بخیر خوبی جاری رکھے ہوئے ہے۔“ رات کو ساڑھے نو بجے میں نے شاہنواز کا استقبال کیا۔ بلاشبہ ایک شاندار اور روشن شخصیت تھی اور اس کے چہرے ہی سے اس بات کا اندازہ ہو جاتا تھا کہ اس کا مستقبل کیا ہے۔ شاہنواز نے میرے دونوں ہاتھ چومے اور اپنے مخصوص انداز میں کہا۔

آپ یہ سمجھ لیجئے کہ اس بار الیکشن میں کامیابی کے بعد میرے راستے کھل جائیں گے۔ میرے سامنے میری ایک منزل ہے اور آپ یہ بھی سمجھ لیجئے دانش صاحب کہ میں عام لوگوں کی طرح صرف اپنا پیٹ بھرنے کے لئے سرکاری سطح پر کوئی حیثیت نہیں حاصل کرنا چاہتا بلکہ میرے دل میں کچھ جذبے ہیں جن کی میں تکمیل کرنا چاہتا ہوں۔“

”شاہنواز۔ تم جیسے لوگوں کی مجھ کو اشد ضرورت ہے۔ میں خود بھی بڑا تجربہ نہیں رکھتا لیکن یہ جانتا ہوں کہ ہم جب تک بہتر افراد کو سرکاری پیمانے پر منتخب نہیں کریں گے اس وقت تک ہمارے وطن کی مشکلات میں اضافہ ہوتا رہے گا۔ میں اس سلسلے میں کوئی سیاسی بحث نہیں کرنا چاہتا کیونکہ میں سیاسی آدمی نہیں ہوں۔ بس میں تمہیں یہ پیشکش کرنا چاہتا ہوں کہ تم اپنے سلسلے میں جس طرح بھی چاہو اور جس انداز میں بھی سوچو میں تمہاری مدد کے لئے حاضر ہوں۔“

”مجھے اس کے علاوہ اور کچھ درکار نہیں ہے۔ آپ یہ اندازہ لگا لیجئے کہ میں جو کچھ کر رہا ہوں اس میں سچائی ہے یا نہیں اور اگر آپ کو یہ یقین آجائے تو میری پشت پر اپنا ہاتھ قائم رکھیے۔“

”مجھے تمہارے کچھ بتانے سے پہلے پورا پورا یقین ہے اور تم اس بات کا اطمینان رکھو۔ تم اپنا کام جس سطح اور جس انداز میں بھی کرو گے میں تم سے دور نہیں رہوں گا۔“

”بے حد شکریہ۔“ شاہنواز بہت دیر تک باتیں کرتا رہا۔ اس کی شخصیت مجھے بے حد پسند آئی تھی اور اس کے بعد شاہنواز رخصت ہو گیا۔ میں نے اسے اپنے ساتھ کھانا

کھلایا تھا جس پر اس نے کوئی تکلف نہیں کیا۔ رشید ناگی کے اس اقدام سے میں بہت زیادہ اطمینان محسوس کر رہا تھا۔ زندگی کے معمولات میں پھر وہی یکسانیت پیدا ہو گئی لیکن تبدیلی میں نے اس طرح کی کہ ایک روز آصف نور کو اپنے پاس بلا کر کہا۔

”میں نے مقدس کریم سے تمہارے بارے میں گفتگو کی ہے آصف نور۔ اب میرا اور تمہارا ساتھ چھوٹ رہا ہے۔“

”جی میں سمجھا نہیں؟“

”مقدس کریم کے پاس چلے جاؤ۔ اس کی فیکٹری میں شاید تمہاری ضرورت ہے اور میں جانتا ہوں کہ تم کس انداز میں کس کام کو سنبھال سکتے ہو۔“ آصف ساکت نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا تو میں نے کہا۔

”یار میرے اور تمہارے درمیان کوئی فاصلہ تو نہیں ہو جائے گا بلکہ میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ فاصلے اور کم ہو جائیں گے۔ تمہارے سلسلے میں‘ میں نے ایک خاص بات سوچی ہے اور اس اعتبار کے ساتھ آصف نور کہ تم مجھے منع نہیں کرو گے۔“

”کیسی بات کرتے دانش صاحب آپ نے مجھے جو حیثیت دی ہے آپ یقین فرمائیے میرا بال بال آپ کا احسان مند ہے۔“

”پھر وہی ہر شخص احسان مند۔ ہر شخص احسان مند۔ ارے بھی دوست نہیں بنا سکتے مجھے۔ بھائی نہیں کہہ سکتے۔ یار میں بھی تنہا ہوں کیسی باتیں کرتے ہو۔ ہمیشہ میرا دل توڑ دیا جاتا ہے۔“ آصف نور نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے اس سے کہا۔

”آصف پہلے ایک بات بتاؤ۔ شادی کے بارے میں تمہارا کیا نظریہ ہے؟“

”جی۔“ آصف حیران رہ گیا۔

”کیا سوچا ہے شادی کے بارے میں؟“

”آپ یقین کیجئے وقت نے کبھی اس کی مہلت ہی نہیں دی کہ میں اس بارے میں سوچتا۔“

”کہیں کوئی تصور ذہن میں بسا۔“

”اگر عشق و محبت والی بات کر رہے ہیں آپ دانش صاحب تو خدا کی قسم پہلے؟“

اپنی ماں سے عشق ہے اس کے بعد بہن سے اور بعد کی دنیا خالی ہے۔“

”گویا گویا بڑی گنجائشیں ہیں۔ بہر طور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے آصف کہ اپنی پسند کے خلاف کسی کو ساتھی منتخب کر لیا جاتا ہے۔“

”ہاں۔ ہوتا ہے یقیناً ہوتا ہے۔“

”میں نے تمہارے لئے ایک ساتھی منتخب کیا ہے اور بڑی امید اور بڑے ارمانوں کے ساتھ یہ سوچ کر کہ یقینی طور پر تم اسے مسترد نہیں کرو گے اور خاص طور سے ان حالات میں جب کہ تمہارے اپنے ذہن میں کچھ بھی نہیں ہے۔“

”اگر زندگی میں کبھی یہ محسوس کریں کہ یہ کام مجھے سرانجام دینا ہے اور یہ احساس بھی ہو کہ یہ مجھے ناپسند ہو گا تو بے دھڑک کر ڈالیے۔ یہی میری محبت کا صلہ ہو گا‘ آپ کے لئے۔“

”بے حد شکریہ میرے دوست۔ اب تم مقدس کریم کے پاس چلے جاؤ۔ میں نے اس سے بات کر لی ہے وہاں مقدس انڈسٹریز میں پروڈکشن منیجر کی جگہ خالی ہے اور اس سلسلے میں ہمیں تم جیسے ہی کسی آدمی کی ضرورت ہے۔“ آصف نور کی آنکھوں میں آنسو چمک آئے۔ بہر طور اس نے منہ سے کچھ نہیں کہا۔ میں نے اس سے کہا۔

”اور بغیر کسی الجھن کے آپ یہ ذمہ داری قبول کر لیں گے۔“ مقدس کریم سے واقعی میں نے اس موضوع پر گفتگو کر لی تھی اور اس نے خوشی سے کہا تھا کہ اس کی بھلا بھال ہو سکتی ہے کہ میرے کسی آدمی کو مسترد کر سکے۔ بہر طور آصف نور نے بعد میں مجھے ٹیلی فون پر اطلاع دی تھی کہ اس نے اپنے فرائض سنبھال لئے ہیں اور اسے مکمل طور پر خارج دیا جا رہا ہے۔ اس کے بعد دوسرے دن وہ مجھ سے ملاقات کرنے بھی آیا اور اس نے تمام تفصیلات میرے سامنے رکھ دیں۔ میں نے اس سے کہا کہ پورے اعتماد کے ساتھ اپنا کام جاری رکھے۔ یہاں مجھے کسی اور کی ضرورت نہیں ہے۔ دوسرے ڈرائیور بھی ہیں جو میرا کام سنبھال لیں گے اور پھر میں خود بھی کبھی کبھی فیکٹری آتا رہوں گا۔ اس نے مجھ سے دبی دبی زبان میں کہا۔

”اور دوسرے مسئلے؟“

”کمال کرتے ہو آصف۔ ابھی ابھی اپنی ملازمت تو چکی کرلو۔ کچھ کماؤ دھلاؤ اس کے بعد شادی دادی کی بات کرنا۔ ایک ذرا زبان سے کیا نکال دیا تم تو جان کو ہی آگئے۔“

آصف نور ہنس پڑا تھا پھر اس نے کہا۔

”دانش صاحب۔ بہت عزت دی ہے آپ نے مجھے بہت عزت دی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس سے زیادہ عزت دے۔ اس طرف غزنوی صاحب کے ہاں کچھ انوکھی تبدیلیاں رونما ہوئی تھیں اور ان لوگوں نے مسلسل آنا جانا شروع کر دیا تھا۔ رخسار تو خیر اس دن کے بعد سے ابھی تک مجھے نہیں ملی تھی۔ نجانے اس کی کیا کیفیت تھی لیکن ایک دن روزی نے مجھے اطلاع دی تھی کہ تمام لوگ آئے تھے۔ دوسرے دن اور تیسرے دن خاموشی رہی لیکن چوتھے دن یہ لوگ بھر وہاں پہنچ گئے اور اس وقت میں موجود تھا۔ آنے والوں میں کامران غزنوی، فرزبان، نعمان، عرفان اور احسان بھی تھے۔ دلشاد باجی بھی تھیں، نوشاہہ بھی تھی۔ نوشاہیں اور حنا بھی تھیں۔ بس رخسار نہیں تھی۔ چند اور بھی افراد تھے۔ یہ سارا غول کا غول میری کونٹھی میں داخل ہوا اور میں اس وقت باہر ہی پھولوں کا نظارہ کر رہا تھا۔ میں نے خوش دلی سے انہیں خوش آمدید کہا اور وہ سارے کے سارے میرے ارد گرد پھیل گئے۔“

”طے یہ کیا ہم نے کہ پڑوسیوں سے اچھے تعلقات رکھنے کے لئے خود ہی زیادہ محنت کرنا پڑتی ہے۔ آپ تو کبھی ادھر کا رخ نہیں کرتے چنانچہ ہم نے یہ فیصلہ کیا کہ اب اتنا جانیں آپ کے ہاں کہ آپ مجبور ہو کر ہمارے ہاں آنا شروع کر دیں۔ اس خوف کے ساتھ کہ کہیں ہم لوگ نہ آجائیں۔“ میں ہنسنے لگا۔ میں نے کہا۔

”اگر آپ مجھے واقعی اس سلسلے میں خوفزدہ کرنے کا وعدہ کرتے ہیں تو میں اس خوف کو اپنے لئے بہترین تصور کرتا ہوں۔“

”کیا مطلب؟“

”مطلب یہ کہ آپ لوگ اتنا آئیے کہ میں خوفزدہ ہو جاؤں۔ شرط یہ ہے کہ آپ میرے خوفزدہ ہونے کا انتظار کرتے رہیں گے۔“

”بھئی خطرناک بات ہے۔ اس کا مقصد ہے کہ ہم لوگ آتے رہیں گے اور یہ نہیں آئیں گے۔“

”اگر نہیں آئیں گے تو ہم انہیں لے جائیں گے۔“ دلشاد باجی نے کہا۔ سب ہی لوگ بڑی بے تکلفی سے پیش آرہے تھے اور مجھے اس سلسلے میں یقینی طور پر غور کرنا پڑا

Scanned and Uploaded By Nadeem

پہلے تو میں نے یہی سوچا تھا کہ ہو سکتا ہے غزنوی صاحب گھر پر موجود نہ ہوں اور ان لوگوں نے ازارہ تفریح میرے گھر کا رخ کیا ہو لیکن اب ان کا آنے کا مطلب اور اس بے تکلفی کا انداز یہ بات ظاہر کرتا تھا کہ غزنوی صاحب کی طرف سے دور تھوڑی ڈھیلی کی گئی ہے۔ آٹا ماں کے بارے میں میں نے خصوصی طور پر حنا سے پوچھا تو اس نے کہا۔

”آٹا ماں آج کل یہاں نہیں ہیں۔“

”وہ بہت اچھی خاتون ہیں نجانے کیوں ان سے دلی محبت کا احساس ہوتا ہے۔“

”عجب کی بات۔ آٹا ماں سے سب ہی محبت کرتے ہیں۔ ہم بھی تو محبت کے قابل ہیں۔“ حنا نے کہا۔

”کیوں نہیں۔ آپ سب لوگ میرے بڑے اچھے پڑوسی ہیں اور میں آپ کو بہت خوشی کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔“ میں نے ان لوگوں کی خوب خاطر مدارت کی تھی اور بردستی انہیں رات کے کھانے پر روک لیا تھا۔ بھلا کھانے کے انتظام میں کیا دقت پیش آسکتی تھی۔ یوں یہ محفل نجی محفل رہی اور اس کے بعد ان لوگوں نے مجھ سے وعدے

لئے کہ میں کسی وقت ان کے گھر ضرور آؤں گا۔ میں نے وعدہ کر لیا تھا۔ رخسار سے اس دن جو الفاظ کہے تھے ان کے بارے میں سچی بات یہ ہے کہ بعد میں سوچنے کا موقع ہی نہیں ملا تھا۔ بس وہ رات ذرا عجیب گزری تھی۔ ویسے رخسار کی غیر موجودگی ذرا سا عجیب سا احساس دلاتی تھی اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ اس لڑکی سے میں اپنے جن تعلقات کا اظہار کر چکا ہوں کیا انہیں جاری رکھ سکوں گا۔ دل کے گوشوں سے کوئی آواز نہیں ابھرتی تھی اور

میں کسی آواز کا منتظر تھا حالانکہ میرے دل میں ایسا کوئی تصور نہیں تھا کہ میں رخسار کی جانب قدم بڑھاؤں۔ بس اس دن ایک جذباتی کیفیت پیدا ہو گئی تھی جو نجانے کہاں سے

اُبھر آئی تھی۔ اگر دل میں کوئی گنجائش ہوتی تو یقینی طور پر رخسار کی تلاش میں نکلتا اور اس تک پہنچ جاتا میرے لئے کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ یہ لوگ چلے گئے اور میں بہت دیر تک

ان کے بارے میں سوچتا رہا۔ سارے کے سارے جانے پہچانے کردار تھے۔ سبھی کو اچھی طرح جانتا تھا۔ رومانہ باجی بھی یاد تھیں جو ان آنے والوں میں شامل نہیں تھیں اور بھی

بہت سے لوگ تھے جو نہیں آئے تھے۔ آٹا ماں تھیں جن کے لئے دل میں تصور آتے ہی ایک عجیب سی کیفیت پیدا ہو جاتی تھی۔ ویسے یہ بات ذرا باعث حیرت تھی کہ اچانک ہی

ان لوگوں کو آزادی کیسے مل گئی تھی۔

غزنوی صاحب کے بارے میں میں نے پوچھا تو نہیں تھا لیکن اتنا میں جانتا تھا کہ اس سے پہلے ان لوگوں پر میرے سلسلے میں خاصی پابندیاں عائد تھیں۔ یہ اچانک ہی غزنوی صاحب نے اپنے دل کا دروازہ کیسے کھول دیا۔ کیا اس کا تعلق اس دن کی ملاقات سے ہے جو مقدس انڈسٹریز میں ہوئی تھی لیکن اس دن جو گفتگو ہوئی تھی وہ تو بہت عجیب تھی۔ میں تانے بانے ملاتا رہا اور اس کے بعد ایک احساس میرے دل میں یہ پیدا ہوا کہ یقینی طور پر ان لوگوں کو غزنوی صاحب کی اجازت حاصل ہو گئی ہے ورنہ ایسا نہ ہو پاتا اور غزنوی صاحب ہو سکتا ہے میرے ان الفاظ سے ایک بار پھر الجھن میں پڑ گئے ہوں۔ میں نے بھی نہایت چھتے ہوئے فقرے کہے تھے جن سے غزنوی صاحب کو ماضی یاد آجائے۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ آگے کیا ہوتا ہے۔ ویسے کسی دن ان لوگوں کے ہاں چلے جانا برا نہیں ہوگا۔ تھوڑی سی تفریح ہی سہی۔ دو تین دن مزید گزر گئے۔ اس دوران ایسا کوئی قاتل ذکر واقعہ پیش نہیں آیا تھا۔ بس زندگی کے وہی معمولات۔ ایک دو بار کلب چلا گیا پھر غالباً اس واقعہ کے پانچویں چھٹے دن کی بات ہے میں اپنے کانڈنات میں مصروف تھا کہ ایک کارڈ کانڈنات میں سے نکل کر باہر گر پڑا اور میں نے اسے زمین سے اٹھالیا۔ ایک نگاہ ڈالی تو اندازہ ہوا کہ یہ رفیق احمد جاگیردار کا کارڈ ہے۔ ایک عجیب سا احساس دل میں پیدا ہوا۔ اس شخص نے مجھ سے جو گفتگو کی تھی وہ بہت دلسوز تھی اور مجھے اس سے ملاقات کرنا چاہیے تھی۔ یقینی طور پر اس نے سوچا ہوگا کہ میں اس سے ملا اور اسے نظر انداز کر دیا۔ یہ اچھی بات نہیں ہے۔ میں نے اس پر لکھا ہوا پتہ دیکھا۔ ٹیلیفون نمبر دیکھا۔ ایک لمحے کے لئے دل چاہا کہ اسے ٹیلیفون کروں لیکن پھر یہ خیال ملتوی کر دیا اور فیصلہ کیا کہ آج شام کو رفیق احمد جاگیردار کے گھر کا رخ کیا جائے اور اس فیصلے کے بعد میں مطمئن ہو گیا تھا۔

==☆☆☆==

شام کو تقریباً ساڑھے پانچ بجے میں تیار ہو کر باہر نکل آیا۔ میں نے ڈرائیور کو اس علاقے کا پتا دیا تھا۔ جہاں رفیق احمد جاگیردار کی کوٹھی تھی۔ میرے ذہن میں کوئی خاص تصور نہیں تھا۔ بس اس دن تقریب کے موقع پر رفیق احمد کے کہے ہوئے الفاظ یاد آرہے تھے۔ اس دوران ایسا کوئی اتفاق بھی نہیں ہوا تھا جس سے رفیق احمد کا نام سامنے آتا اور میں اس شخص کے بارے میں کوئی اور معلومات حاصل کرتا۔ بات دراصل کچھ نہیں تھی۔ مصروفیات کی کمی بھی نہیں تھی۔ اگر کچھ کرنا چاہتا تو درجنوں کام بکھرے نظر آتے تھے لیکن چونکہ مزاج میں ایک ایسی کیفیت موجود تھی جس میں سوز و گداز تھا چنانچہ ایسے لوگوں کے لئے دل میں ہمدردی بیدار ہو جاتی تھی جو زمانے کے ستارے ہوئے تھے اور رفیق احمد جاگیردار نے اس دن جو گفتگو کی تھی اس میں ایسا ہی تاثر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ چنانچہ دل ایسے لوگوں کی جانب مائل ہو جاتا تھا۔ ویسے تو ابھی بہت سے منصوبے زیر نظر تھے۔ مشعل شاہ کے بارے میں اب بھی کبھی کبھی دل میں یہ احساس ہوتا تھا کہ کسی لمحے اچانک مشعل شاہ کا ٹیلیفون ملے گا یا وہ کسی شکل میں نمودار ہو جائے گا۔ ایسے لوگ اتنی گمراہی اور اتنی آسانی سے نہیں مر جاتے۔ بے شک جو کچھ ہوا وہ بہت ہی پراسرار تھا۔ خاص طور سے ڈان سینٹر کا مسئلہ جس کا نام مشعل شاہ نے لیا تھا۔ آج تک یہ بات نہیں معلوم ہو سکی تھی کہ ڈان سینٹر ہے کیا چیز۔ لیکن ہم نے اسے اپنی فہرست میں رکھا تھا۔ رشید ناگی سے دو تین بار اس موضوع پر بات چیت بھی ہوئی تھی اور اس نے کہا تھا کہ اگر ڈان سینٹر کا راز معلوم ہو جائے تو کم از کم یہ پتا چل سکتا ہے کہ شاہ صاحب کی موت کا کیا

پس منظر ہے۔ میں محل شاہ صاحب کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ انہوں نے جو سرمایہ میرے نام بینکوں میں جمع کرایا تھا اور جس کے لئے ایک عظیم منصوبہ زیر عمل رہا تھا بے شک ابھی وہ بہت زیادہ تھا۔ لیکن اس میں سے جو کچھ خرچ ہو رہا تھا اس کی واپسی ابھی شروع نہیں ہوئی تھی اور ایسا کوئی بھی کام جس میں واپسی نہ شروع ہوئی ہو خطرناک ہی رہتا ہے۔ کم از کم محفوظ سرمایہ اتنا ہونا چاہیے کہ اگر کوئی بڑا مسئلہ درپیش آجائے تو اس میں رکاوٹ نہ ہو۔ جو منصوبہ میں نے اپنے ذہن میں بنایا تھا اور جس کا مختصر سا تذکرہ رشید ناگی سے ہو چکا تھا اس کے لئے ابھی تک کوئی آسانی ہمارے علم میں نہیں آئی تھی لیکن اتنے سارے کام بیک وقت نہیں ہو جاتے۔ رشید ناگی جس انداز میں کارروائیاں کر رہا تھا اس سے مجھے پوری پوری امید ہو چکی تھی کہ بہت جلد میں تمام وسائل پر قابو پانے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ بہر طور اس وقت تک تو انتظار کرنا ہی تھا۔ رفیق احمد صاحب کی کوٹھی تلاش کرنے میں بہت زیادہ دقت نہیں ہوئی۔ میں نے کوٹھی کو باہر سے دیکھا اور دل میں یہ اعتراف کیا کہ کوٹھی کسی صاحب ذوق نے بنوائی ہے۔ اور ہاتھی لاکھ لٹ جانے پر بھی سوا لاکھ کا ہوتا ہے۔ کوٹھی کے دروازے پر کوئی چوکیدار نہیں تھا۔ ہم لوگ رکے ہارن بجایا تو کچھ دیر کے بعد ایک عمر رسیدہ عورت نے گیٹ کھولا اور ایک جانب ہٹ گئی۔ ملازمہ قسم کی خاتون تھیں۔ اس نے بس ایک کار دیکھی تھی جو بہت قیمتی اور شاندار تھی اور قیمتی اور شاندار کاروں کو کسی کوٹھی میں داخل ہونے میں کوئی دقت نہیں پیش آتی۔ ہاں اگر اس قیمتی اور شاندار کار کا ملک معمولی قسم کے کپڑے پہن کر پیدل ہی کوٹھی میں داخل ہونے کی کوشش کرے تو تمام نگاہیں اس جانب نگراں ہو جاتی ہیں۔ خیر زندگی کے یہ لاتعداد تجربات مجھے حاصل تھے۔ بلکہ اگر یہ کہو کہ میرا سرمایہ تھے تو غلط نہیں ہوگا۔ اور ان تجربات کے سہارے میں بہت سے مسائل چٹکی بجاتے حل کر لیا کرتا تھا۔ کار پورج میں جا کر رک گئی اور وہی عورت جس نے دروازہ کھولا تھا تیز تیز قدموں سے چلتی ہوئی میرے قریب آگئی۔ اس کے لہجے میں مٹھاس اور انداز میں ادب تھا۔

”آپ کس سے ملنا چاہتے ہیں جناب.....؟“

”جاگیردار صاحب سے۔“ میں نے جواب دیا۔

”معذرت خواہ ہوں۔ دراصل کسی مہمان کو دروازے سے نہیں بلا جاسکتا۔ آپ

Scanned and Uploaded By Nadeem

کے پاس تشریف لانا ضروری تھا اور اگر زحمت ہوئی تو اس کے لئے معافی چاہتی ہوں۔
 رفیق احمد صاحب اس وقت گھر میں موجود نہیں ہیں۔ آپ اگر ان کا انتظار کرنا چاہیں تو ذرا تنگ روم کھول دوں۔ کوئی پیغام دینا چاہیں تو میں ان تک پہنچا دوں گی۔“
 ”میں نے معمر عورت کو گہری نگاہوں سے دیکھا اس کا کما غلط نہیں تھا۔“ ان کی

”کوئی وقت متعین نہیں ہے۔ ویسے وہ بہت دیر گھر سے باہر نہیں رہتے۔ اور اب
 نہیں گئے ہوئے تقریباً“ دو گھنٹے گزر چکے ہیں۔ بڑی بی بی کے ہاں گئے ہیں۔ شاید بڑی بی
 کے ساتھ ہی واپس آجائیں۔ آپ چاہیں تو پندرہ بیس منٹ انتظار کر لیں کوئی حرج نہیں
 ہے۔ میں ابھی کوئی فیصلہ نہیں کر پایا تھا اور دل میں یہی سوچ رہا تھا کہ پیغام چھوڑ کر واپس
 جاؤں کہ بڑے دروازے میں ایک عورت نظر آئی۔ میں اپنے الفاظ میں اسے عورت
 کہہ سکتا تھا۔ حسن و دلکشی کا پیکر بڑی بڑی کشادہ اور روشن آنکھیں سرخ و سپید چہرہ ایسا
 دیکھنے والے کی نگاہ اس پر سے ہٹ نہ پائے۔ پھر جو لباس استعمال کیا گیا تھا وہ جدید
 لباسوں کو پورا کرتا تھا۔ یعنی جسم کی پردہ پوشی اور اس کی دلکشی کا مکمل اظہار خاتون دو
 دم آگے بڑھیں اس کی نگاہیں مجھ پر جمی ہوئی تھیں۔ پھر اس کے ہونٹوں پر ایک دل آویز
 تھراہٹ پھیل گئی اور یوں محسوس ہوا جیسے دہانے کے پیچھے ننھے ننھے بلب جل اٹھے
 وہ۔ دانتوں میں بڑی خوبصورتی اور ایسی ہی چمک تھی۔ میں نبھانے کیوں اس خاتون سے
 کچھ متاثر ہو گیا تھا۔ تعارف پر پتا چلا کہ وہ رفیق احمد کی چھوٹی بیٹی عافیہ ہے۔“

عافیہ کچھ ہی دیر میں مجھ سے بے تکلف ہو گئی۔ میں بھی اس سے گفتگو میں اس
 طرح نہ کہو گیا جیسے برسوں سے اسے جانتا ہوں لیکن اس کی گفتگو کا انداز بار بار مجھے حیرت
 میں مبتلا کر رہا تھا کبھی وہ بالکل ہی فلسفیانہ انداز میں گفتگو کرنے لگتی اور کبھی کسی معصوم
 لڑکی کا لہجہ لگتا تھا اس کی معیت میں مجھے وقت کے گزرنے کا احساس ہی نہ رہا۔ حتیٰ
 کہ ایک گھنٹہ بعد جب سماعت سے بہت سے لوگوں کے بولنے کی آواز ٹکرائی تو میں
 چونک اٹھا اور چائے کی پیالی میز پر رکھ کر بیرونی دروازے کی طرف متوجہ ہو گیا۔

سب سے پہلے کمرے میں داخل ہونے والے رفیق احمد جاگیردار ہی تھے۔ ان کے
 پیچھے ایک خاتون دو لڑکیاں اندر آگئیں۔ انہوں نے حیران نگاہوں سے مجھے دیکھا اور

دوسرے لمحے ان کے چہرے پر خوشی کے تاثرات پھیل گئے.....

”اوہ میرے خدا۔ یہ آپ ہیں دانش منصور صاحب۔ افسوس میں آپ کی کار نہیں پہچان سکا تھا۔ لیکن لیکن میرے دہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ اس غریب خانے کو ایک دن یہ عظمت ملنے والی ہے۔“ میں نے کھڑے ہو کر رفیق احمد سے مصافحہ کیا اور بولا.....

”آپ نجانے کیوں مجھے شرمندہ کرنے پر تل گئے ہیں رفیق صاحب.....“

”خدا کی قسم بیٹے یقین جانو تمہارے آنے سے مجھے جتنی خوشی ہوئی ہے میں بیان نہیں کر سکتا۔ کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا میں نے کہ تم میری جانب رخ کرو گے کیسے ہی آئے ہو کوئی بھی مسئلہ ہو لیکن میرے غریب خانے میں تمہارے قدموں کا آگنا مجھے ہوں لگ رہا ہے جیسے مجھے نجانے کہاں کہاں کی دولت مل گئی ہو۔ پھر وہ اپنے ساتھ آئی ہوئی لڑکی کی طرف متوجہ ہو کر بولے.....“

”جانتی ہو کون ہیں یہ۔“

”نہیں ڈیڈی میں نہیں جانتی۔“ عورت نے کہا.....

”دانش منصور۔ وہ پراسرار کردار جس نے کاروباری دنیا میں تہلکہ مچا دیا ہے۔ اور جس کا نام ہر جگہ سحرزدہ انداز میں لیا جاتا ہے۔“

پھر انہوں نے اس خاتون اور لڑکیوں کا تعارف کرایا تو پتا چلا کہ خاتون ان کی بیٹی اور دونوں لڑکیاں نواسیاں ہیں۔ میری آمد پر وہ بار بار حیرت کا اظہار کر رہے تھے۔ پھر جو خاتون ان کی نگاہ چائے کے برتنوں پر پڑی تو وہ شرمندہ سے لہجے میں بولے۔

”اوہ غالباً آپ خاصی دیر سے آئے ہوئے ہیں میں معذرت چاہتا ہوں آپ کو انتظار کی زحمت سے دوچار ہونا پڑا۔“

”جی ہاں۔ خاصی دیر ہو گئی رفیق صاحب اس دن آپ سے وعدہ کیا تھا اور یہاں آنا مجھ پر فرض تھا۔ پھر دل میں سوچا کہ آپ کو ٹیلیفون کر لوں لیکن پھر یہ سوچ کر ارادہ ہٹا کر دیا کہ آپ نجانے کیا سوچنے میں مصروف ہو جائیں۔ اس لئے بس بغیر بتائے ہی یہاں آ گیا.....“

”اگر مجھے پتا چل جاتا تو میں آپ کا انتظار کرتا دانش صاحب، تاہم آپ کے آنے سے جو دلی مسرت مجھے حاصل ہوئی ہے بیان نہیں کر سکتا۔ اسی وقت ایک اور شخص اندر

داخل ہوا۔ چہرے جسم کا ایک جوان آدمی تھا اور بہت اسٹارٹ نظر آ رہا تھا۔ رفیق احمد نے اس کا تعارف نیاز احمد کے نام سے کرایا اور بتایا کہ نیاز احمد ان کے داماد ہیں۔ ان کیوں کے والد اور ان خاتون کے شوہر۔ پھر انہوں نے نیاز احمد صاحب کی طرف رخ کر کے کہا.....“

”کو نیاز میاں پہچان سکتے ہو انہیں.....“

”جی تو شدت حیرت سے بیہوش ہونے کی کوشش کر رہا ہوں ڈیڈی۔ یہ یہ دانش منصور صاحب ہی ہیں نائیوں دانش صاحب میں آپ سے براہ راست آپ کے بارے میں پوچھ سکتا ہوں.....“

”جی میرا نام دانش منصور ہی ہے۔“

”اکساری اسی کو تو کہتے ہیں لیکن آپ یقین کریں کہ آپ کو یہاں کبھی دیکھنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا اور آپ کا نام تو بڑی بڑی محفلوں میں لیا جاتا ہے اور آپ کو کیا ہوا ہے کہ لوگ آپ کے نام سے اپنی تقدیروں کا آغاز کرتے ہیں۔“ ”یعنی آپ لکشمی

”مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے آپ تمام لوگ مجھے کانٹوں میں گھسیٹ رہے ہیں۔“

رفیق احمد میرے نزدیک ہی آکر بیٹھ گئے۔ عافیہ نے بھی وہاں سے اٹھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ رفیق احمد صاحب پر مسرت لہجے میں بولے۔

”دانش صاحب فرمائیے کیسے مزاج ہیں۔ کیا ہو رہا ہے اس دن آپ سے ملاقات ہوئی اور کئی دن تک آپ کی گفتگو کا تاثر ذہن میں جما رہا۔ پہلے ہی اپنے بارے میں آپ کو پتا چکا ہوں کہ ایک سادہ لوح آدمی ہوں اور کسی سے کوئی لالچ نہیں رکھتا۔ براہ کرم کسی دل میں یہ تصور نہ لائیں کہ آپ کی اس محبت سے ہم کوئی ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں گے۔“

”کیسی باتیں کر رہے ہیں ڈیڈی۔ میں نے ابھی انہیں لکشمی دیوتا کہا تھا۔ آخر لکشمی دیوتا کی آمد سے کچھ نہ کچھ فائدہ تو ہونا ہی چاہیے ہمارا۔“ بھی دانش صاحب آپ تقدیریں

سننے والوں میں سے ہیں۔ خاص طور پر مقدس کریم کو دیکھتا ہوں تو دل میں یہ خیال ابھرتا ہے کہ کاش میرا نام غلطی سے مقدس کریم رکھ دیا جاتا۔ میں بھی ایک چھوٹا موٹا کاروباری

ہوں۔ بلکہ جو دل میں ہوتا ہے فوراً زبان پر لے آتا ہوں میں..... لوگوں کا خیال ہے کہ بدی ہی بدی ہوتی ہے۔ میں ہنس پڑا۔ میں نے کہا۔

”نہیں۔ نیاز صاحب آپ کی باتوں سے مجھے کافی دلچسپی محسوس ہو رہی ہے۔“
”تاہم میری یہ درخواست ضرور قبول کر لی جائے گی کہ اس موضوع پر کوئی گفتگو مزید نہ کی جائے۔ رفیق احمد بولے اور پھر میری طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے۔“

”اب آپ نے ہمیں یہ عزت دے ہی دی ہے دانش منصور صاحب تو ہم آپ سے یہ درخواست کرنے کی مزید جرات کرنا چاہتے ہیں کہ آج آپ کھانے کے بعد یہاں سے جائیں گے۔“

”آپ کا حکم سر آنکھوں پر رفیق صاحب۔ لیکن رات کے کھانے کے لئے آپ مجھے نہ روکیے گا۔ رات کی مصروفیات کچھ اور ہیں۔ ہاں یہ وعدہ آپ سے کیا جاسکتا ہے کہ دوبارہ آپ کبھی جب حکم دیں گے تو ضرور تعمیل کی جائے گی.....“

”یقیناً“ یقیناً۔ جانتا ہوں کہ آپ کی کیا مصروفیات ہوں گی۔ بہر طور ابھی کچھ دیر تو دیکھیں گے۔ میں دراصل صرف اس بات پر افسوس کر رہا ہوں کہ آپ کو آئے ہوئے اتنی دیر ہو گئی اور ہم یہ قیمتی لمحات کھو بیٹھے۔“

”آپ نے اس دن مجھ سے گفتگو کی تھی۔ اس گفتگو میں ایک بزرگانہ کیفیت تھی ایک محبت بھرا انداز تھا۔ اور سبے لوٹ سبے غرض یہاں چلا آیا۔ اس کے بعد اس بات کا خواہش مند ہوں کہ مجھ سے اتنے نیاز مندانہ انداز میں گفتگو نہ کی جائے۔ آپ کا کیا خیال ہے نیاز صاحب.....“

”بھئی ردیف اور قافے کا مسئلہ ہے تو داد دیں گے آپ کو۔“ نیاز احمد بولے اور پھر انہوں نے جلدی سے منہ بند کر لیا۔ انداز میں شوخی تھی۔ دونوں لڑکیاں مسکرا رہی تھیں اور ان کی نگاہیں بار بار میرا جائزہ لینے لگتی تھیں۔ نیاز احمد خاموش ہوئے تو رفیق احمد نے کہا.....

”خیر کوئی بات نہیں۔ دوبارہ سہی۔ اچھا تو آپ آپ یہ فرمائیے دانش صاحب کہ عہدس آئوز کے معاملات کیسے چل رہے ہیں۔ ویسے آپ سے ایک عرض ضرور کروں گا۔ کہ تحسین آمیز لہجے میں کہوں گا کہ آپ نے جمائیر کو جس طرح چت کیا ہے وہ ایک

ہوں۔ لیکن ابھی چند دنوں قبل ذرا مشکلات کا شکار ہو گیا ہوں.....“

”نیاز بیٹے۔ مذاق ہی مذاق میں بعض اوقات کچھ باتیں ایسی ہو جاتی ہیں جس سے انسان کی ساری بنائی ہوئی دیواریں گر جاتی ہیں۔ میں نے ابھی ابھی تمہارے سامنے جو کچھ کہا ہے کیا تم نے اس پر غور نہیں کیا.....“

میں ڈیڈی بات دراصل یہ ہے کہ آپ تو اپنا وقت گزار چکے ہیں۔ اتنا کچھ کر چکے ہیں کہ آپ کو زندگی میں کسی شے کی طلب..... نہیں رہی ہے۔ لیکن میرا مسئلہ ذرا مختلف ہے۔ بھئی آپ کو ہم بتائیں ہم بھی ضرورت مند ہیں۔

دانش منصور صاحب ماموں میاں۔ میرا مطلب ہے یہ ہمارے ڈیڈی صاحب جو درحقیقت ہمارے ماموں بھی ہیں اور سرسبھی کئی دنوں سے بینکوں کے چکر لگا رہے ہیں اور ڈرافٹ کے سلسلے میں دراصل ایک ایل سی کا معاملہ ہے اور آپ یقین کریں کہ اگر وہ ایل سی کھل جائے تو ہماری تقدیر کے دروازے بھی ہم پر کھل جائیں گے.....“

”آپ بولتے ہیں تو بولتے چلے جاتے ہیں۔ کیا فوراً ہی یہ گفتگو مناسب ہے۔“ اس بار رفیق صاحب کی بڑی بیٹی نے اپنے شوہر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا.....“

”عورت ہو بالکل عورت کاروباری باتیں پہلے کر لی جاتی ہیں اور اس کے بعد کوشش کی جاسکتی ہے کہ اپنائیت کے رشتے قائم کئے جائیں۔ تاکہ ان باتوں کا تاثر بھی ذہن میں رہے اور اپنا کام بھی بن جائے.....“

”میں تمہاری باتوں سے ناخوش ہوں نیاز۔“ رفیق احمد صاحب بولے.....

”ٹھیک ہے۔ خاموش ہوئے جاتے ہیں۔ چونکہ زبردستی زبان بندی کی جارہی ہے۔ ورنہ ہم چاہتے تھے کہ فوراً ہی اپنا مطلب بھی ظاہر کر دیں.....“

”نہیں۔ میں نے جب دانش منصور سے گفتگو کی تھی تو اپنی نیت کے بارے میں بھی انہیں بتایا تھا اور تم ایک لمحے میں میری ساری عزت خاک میں ملائے دے رہے ہو۔ میں انتہائی معذرت چاہتا ہوں تم سے نیاز احمد کہ کوئی ایسی بات نہ کرو جس سے مجھے رنج ہو.....“

”معافی چاہتا ہوں ڈیڈی۔ دراصل مذاق ہی مذاق میں فضول باتیں کر گیا۔ سو ذرا دانش صاحب درحقیقت میں بہت ہی جذباتی قسم کا آدمی مشہور ہوں لیکن میں بد زبان نہیں

قابل یقین سی بات تھی۔ آٹوکنگ کہلاتے تھے یہ حضرت اور لوگ ان کے سامنے آئے سے گریز کرتے تھے۔ بارہا کچھ لوگوں نے اس طرف قدم بڑھانے کا فیصلہ کیا لیکن آٹوکنگ یعنی جہانگیر خان کے سامنے ان کے قدم نہ ٹک سکے۔ آپ نے مقدس کریم جیسے شخص کو اس قاتل بنا دیا کہ آج جہانگیر خان ان کے سامنے گردن خم کرتے ہیں.....“

”بات دراصل یہ نہیں ہے۔ رفیق صاحب مقدس کریم اس کام میں آگے بڑھنے کا حوصلہ رکھتے تھے اور صرف مالی مشکلات کا شکار تھے۔ اس کے علاوہ انہیں جس طرح چاہے بس کر دیا گیا تھا وہ بات مجھے پسند نہیں آئی۔ میں نے پہلے ہی یہاں کے کاروباری حلقوں میں اس بات کا اعلان کیا تھا کہ میں براہ راست کچھ نہیں کرنا چاہتا۔ ہاں اگر محفوظ سرمایہ کاری ہو سکے تو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہ ہو گا.....“

”بلاشبہ اس وقت آپ کی یہ بات مضحکہ خیز سمجھی گئی تھی۔ لیکن آج ہر شخص تسلیم کرتا ہے کہ آپ کا منصوبہ نہایت ہی موثر تھا آپ نے ابھی ایک ہی قدم اٹھایا ہے لیکن اتنا کامیاب کہ اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ اور آج بے شمار افراد اس انداز میں رہے ہیں کہ آپ کا طریقہ کار مفرد ہے۔ اور انتہائی سنسنی خیز بھی۔ میں ہنسنے لگا۔ میں نے کہا.....“

”ہاں کچھ لوگوں نے کسی بھی شعبے پر اپنی اجارہ داری قائم کر رکھی ہے۔ دیانت داری سے اگر کوئی بھی شعبہ چلایا جائے تو یقینی طور پر دوسرا آدمی دوسرے شعبے منسلک ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر کسی شخص کو بے بس میرا مطلب ہے مالی طور پر بے بس اگر اس کے خلاف باقاعدہ منصوبہ بندی کر لی جائے تو میں اسے مناسب نہیں سمجھتا اور یہی سمجھتا ہوں یہ چیز ملکی ترقی میں رکاوٹ بن سکتی ہے۔ معاف کیجئے گا دراصل آپ کو شاید میرے بارے میں تفصیلات کا علم نہیں ہے۔ زیادہ تر ملک سے باہر رہا ہوں۔ نیردبی میں میں نے وقت گزارا ہے۔ میرے والد بھی وہیں کاروبار کرتے تھے۔ اور جب ان کا انتقال ہو گیا تو میں نے اپنا تمام سرمایہ یہاں منتقل کر لیا۔ یہاں آنے کے بعد میں نے یہاں کے حالات سے واقفیت حاصل کی تو مجھے پتا چلا کہ یہاں خاصی ہنگامہ خیزیاں ہیں اور ایک عجیب سا مقابلے کا دور چل رہا ہے۔ لیکن میں اس مقابلے کو تعمیری مقابلہ نہیں سمجھتا۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ صنعتیں لگائیں جائیں لوگوں کو روزگار دیا جائے۔ اور ملکی ترقی میں اہم

کردار ادا کیا جائے۔ مقابلہ یہ ہونا چاہیے کہ ملک میں جو چیزیں موجود نہیں ہیں اور جن کے لئے ہمیں کروڑوں بلکہ اربوں روپے بیرونی طور پر خرچ کرنا پڑتے ہیں ان کا یہاں دور دورہ ہو جائے اور ہمارا ملک اس سلسلے میں جہاں تک ممکن ہو سکے خود کفیل ہو جائے۔ ایک ہی چیز کو باہر سے منگوا کر یہاں اس کی قیمتوں میں کمی بیشی کرنا میرے خیال میں ایک محنت مندانہ قدم نہیں ہے.....“

”بالکل ٹھیک کہا تم نے۔ ملک کو لاتعداد صنعتوں کی ضرورت ہے۔ ہمارے بے روزگار نوجوان جو آج سڑکوں پر نعرے لگاتے پھرتے ہیں اور قتل و غارتگری کر رہے ہیں اگر سرمایہ داروں کی نگاہوں میں آجائیں تو آپ یقین کریں کہ ملک میں امن و امان بھی قائم ہو جائے اور ملک کی روشن پیشانی پر مزید ستارے جگمگا اٹھیں۔ صنعتیں کسی ملک کی بڑی کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اور اس کی تعمیر میں بہت بڑا کردار ادا کرتی ہیں۔ اس طرح اگر ہم مختلف صنعتوں پر توجہ دیں تو میں سمجھتا ہوں کہ زیادہ فائدہ ہو گا.....“

”میرا نظریہ بھی یہی ہے کہ اپنے وطن میں صنعتوں کو فروغ دیا جائے اور کسی ایک کی اجارہ داری کسی ایک صنعت پر قائم نہ ہونے دی جائے اور اس سلسلے میں میں نے کھلے عام یہ بات کہی تھی کہ کوئی بھی ایسا موثر منصوبہ اگر میرے سامنے آیا تو میں اس میں سرمایہ کاری کرنے کے لئے تیار ہوں.....“

”بھئی مجھے یہ سب کچھ بہت عجیب محسوس ہو رہا ہے۔ ایک اتنا سا بچہ معاف کیجئے گا دانش منصور صاحب میں اپنی عمر کے لحاظ سے یہ بات کہہ رہی ہوں اور اس کی اتنی بڑی بڑی باتیں آپ لوگ جو باتیں دانش منصور کے سلسلے میں کر رہے ہیں میرے ذہن سے نہیں اتر رہی۔“ اس بار عافیہ کی بڑی بہن اور نیاز احمد کی بیگم صاحب نے کہا۔

”یہی تو سب سے زیادہ حیران کن بات ہے۔ محترمہ کہ حضرت نے اس چھوٹی سی عمر میں بڑے بڑوں کے دانت کھٹے کر دیئے ہیں۔“ نیاز احمد بولے اور پھر جلدی سے منہ بند کر لیا۔

”آپ مسلسل شرارتیں کر رہے ہیں۔ نیاز میاں۔“

”بولوں۔ کوئی حرج تو نہیں ہے۔“ نیاز احمد صاحب نے کہا۔

”صرف اتنا ہی جتنا جائز ہو۔“

”بہت بہتر۔ کوئی ایسا اشارہ مقرر کئے لیتے ہیں کہ جہاں میں ضرورت سے زیادہ بولنے لگوں آپ لوگ مجھے اشارہ کر دیں میں خاموش ہو جاؤں گا۔“

”نہیں۔ اب ایسی بات بھی نہیں ہے۔“ میں نے کہا اور سب ہنسنے لگے۔ پھر میں نے کہا۔

”آپ یقین کیجئے۔ رفیق صاحب اب مجھے اس بات پر افسوس ہو رہا ہے کہ اس سے پہلے میں یہاں پر کیوں نہیں آیا۔“

”شادی مرگ میں جتلا کر دو گے۔ یہ الفاظ کہہ کر مجھے۔ دراصل بات یہ نہیں ہے کہ تم ایک دولت مند انسان ہو اور میں دولت مند کی یہاں آمد سے خوش ہوں۔ بس یوں سمجھ لو کہ میرا دل تمہاری جانب مائل ہوا تھا۔ میری بے تکلفی کو معاف کرنا۔ بیٹے آپ آپ کہتے ہوئے کچھ غیریت کا سا احساس ہوتا ہے۔“

”آپ مجھے نہایت بے تکلفی سے مخاطب کریں۔ مجھے بے حد خوشی ہوگی۔“ میں نے کہا اور رفیق صاحب افسردگی سے گردن ہلانے لگے۔

”تو چونکہ مجھے اجازت مل گئی ہے آپ سے گفتگو کرنے کی اور بہت سی باتیں میرے سامنے بھی آگئی ہیں اس لئے میں مزید کچھ بولنا چاہتا ہوں۔“ نیاز احمد نے کہا۔

”جی۔ جی ضرور۔“

”میں اپنی خدمات آپ کو پیش کرنے کا خواہش مند ہوں۔ دانش صاحب مثلاً صرف اس حد تک اور آپ یقین کیجئے کہ ایک پیسہ معاوضہ نہیں مانگوں گا آپ سے۔ خدمات ہوں گی کہ میں آپ کو ان صنعتوں کے بارے میں تفصیلات فراہم کروں جن کی ہمارے ہاں شدت سے کمی محسوس کی جا رہی ہے۔ آپ غور فرمائیے ہو سکتا ہے آپ کے ذہن میں کوئی ایسی تجویز آجائے جو کارآمد ہو۔“

”یقینی طور پر مجھے اس سے خوشی ہوگی۔“ میں نے کہا۔

”اب ہمیں کچھ اور باتیں بھی کر لینے دو۔ ان حضرات سے۔ ساری باتیں تم خود ہی کر لو گے۔“ رفیق صاحب بولے۔

”نہیں نہیں۔ آپ باتیں کیجئے۔ میرے ذہن میں اگر کوئی بات آئی تو درمیان میں بول پڑوں گا۔“

”بس کوئی اہم بات نہیں ہے۔ میں صرف اپنی اس مسرت کا اظہار کرنا چاہتا تھا۔“

”اور میں ان سے ان کے خاندان کے بارے میں معلوم کرنا چاہتی ہوں۔“ بیگم نیاز احمد نے کہا۔

”اس سلسلے میں یہ مشہور زمانہ ہیں۔ والد صاحب انتقال کر چکے ہیں۔ اب تنہا ایک کوٹھی میں رہتے ہیں اور سب کا ناک میں دم کئے ہوئے ہیں۔“ رفیق احمد نے ہنستے ہوئے کہا۔ ایک عجیب سا احساس ان کی آواز سے جھلکتا تھا۔ جس سے میں بہت متاثر ہوا تھا۔ بہت دیر تک یہ دلچسپ گفتگو جاری رہی اور اس کے بعد میں نے کلائی پر ہندھی گھڑی میں وقت دیکھ کر کہا۔

”اب اجازت چاہوں گا۔ پھر دوسری ملاقات یقینی طور پر ہوگی۔ اپنے گھر بھی آپ کو مدعو کروں گا لیکن ابھی نہیں۔“

”مجھے تمہارے گھر آکر دلی مسرت ہوگی۔“ رفیق احمد بولے۔

”بہت جلد میں آپ کو اس سلسلے میں زحمت دوں گا۔ پھر وہ سب بھی باہر تک پھوڑنے آئے۔ اس دوران ان لوگوں کے آنے کے بعد عافیہ خاتون مسلسل خاموش رہی تھی۔ لیکن اس کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات نہیں تھے۔ بلکہ سب کی گفتگو سنتی رہی تھیں کئی بار مسکرائی بھی تھی البتہ جب میں اپنی کار میں بیٹھنے لگا تو وہ چند قدم آگے بڑھی اور جھک کر کار کی کھڑکی سے منہ لگا دیا۔ پھر آہستہ سے بولی۔“

”پھر آؤ گے نا۔“

”جی ضرور۔“

”جلدی آنا۔ میری بیٹائی کے جانے سے پہلے آجانا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں انتظار کرتے کرتے اندھی ہو جاؤں۔“

”میں نے حیرانی سے اسے دیکھا اور خاموشی سے گردن ہلا دی۔ یہ الفاظ ویسے اس نے سرگوشی کے انداز میں کہے تھے اور اس لہجے کو میں بالکل نہیں سمجھ پایا تھا۔ میں نے ان سب کے سامنے ہاتھ ہلایا اور ڈرائیور نے گاڑی ریورس کر کے واپس موڑ لی۔ اس کے بعد سیدھے کوٹھی ہی کا رخ کیا تھا لیکن ذہن پر ایک عجیب سا تاثر تھا۔ رفیق احمد اور اس کا چھوٹا سا خاندان کلنی اچھا تھا۔ تمام کے تمام لوگ جن سے میری ملاقات ہوئی تھی خوش

آپ کے ساتھ ہی پیوں گی۔“

”مجھے انتہائی مسرت ہوئی۔ میں نے کہا اور اس کے بعد میں نے چائے کا اہتمام کیا۔

رخسار کہنے لگی۔“

”معاف کیجئے گا بہت زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکوں گی آپ کے پاس۔ اس وقت ایک

ایسا موقع مل گیا تھا مجھے کہ میں فوراً ہی ادھر چلی آئی۔“

”یہ موقع کیسے ملا آپ کو؟“

”ہم اتفاق سے سبھی لوگوں کو کچھ نہ کچھ کام تھے۔ اور صبح صبح وہ سب ان کی

تاریوں کے سلسلے میں نکل پڑے۔ میں نے سوچا کہ ملے میں آپ کے پاس پہنچ جاؤں۔

خاص طور سے آپ سے ایک درخواست بھی کرنا تھا۔“

”جی فرمائیے۔“

”وہ میری سالگرہ ہونے والی ہے تین دن کے بعد۔ کارڈ تقسیم ہو رہے ہیں۔ آپ

کے پاس بھی کارڈ آئے گا ضرور تشریف لائیں گے۔“

”ضرور حاضری ہوگی۔ آپ کا کارڈ ہی کافی ہوگا۔ مزید کہنے کی کیا ضرورت تھی۔

خصوصاً اس لئے کہ سالگرہ آپ کی ہوتی۔“

”شکریہ۔ میں نے سوچا کہیں آپ مل نہ جائیں۔“

”جی نہیں۔ میرا خیال ہے یہ فن آپ کو آتا ہے۔“

”کیا مطلب۔ میں سمجھی نہیں۔“ رخسانہ نے کہا۔

”اس دن تمام لوگ یہاں آئے تھے آپ ان میں نہیں تھیں۔“

”جان بوجھ کر نہیں آئی تھی۔“ رخسار نے کہا۔

”کیوں۔“

”آپ کے آتش شوق کو بھڑکانا چاہتی تھی۔ لیکن بھڑکنے نہیں پائی۔“

”اب میں آپ سے وہی سوال کروں گا کہ کیا مطلب۔“

”مطلب یہ کہ مجھے ان کے ساتھ نہ پا کر آپ کے دل میں تجسس کے جذبات نہیں

اُبھرے ورنہ آپ ہمارے ہاں ضرور آجاتے۔“

”جی چکا ہوں رخسار کہ وہاں آنے میں مجھے کیا مشکل درپیش ہے۔ ورنہ جب بھی

اخلاق تھے۔ نیاز احمد صاحب کافی دلچسپ آدمی تھے اور انہوں نے جو الفاظ کہے تھے وہ قابل غور بھی تھے۔ لیکن عافیہ کا مسئلہ بالکل ہی انوکھا تھا میرے لئے۔ اچھی خاصی عمر کی خاتون تھی۔ لیکن جو کچھ میں نے دیکھا سنا وہ بہت ہی تعجب خیز تھا۔ نبھانے کیوں مجھے کو بھی واپس آتے وقت تک ایک عجیب سا احساس رہا۔ اور پھر میں نے آہستہ آہستہ وہ سب کچھ ذہن سے نکال دیا۔ روزی سے بہت دیر تک بات چیت ہوتی رہی۔ اس کے بعد کہیں جانتے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ آرام کرنے لیٹ گیا اور دوسری صبح جو نئی ناشتہ کا فارغ ہو کر باہر شلنے کی غرض سے نکلا تو یہ دیکھ کر دل کو خوشی ہوئی کہ رخسار گیت میں داخل ہو رہی تھی۔ تنہا تھی میں نے اس کے عقب میں نگاہیں دوڑائیں اور کسی کو نہ پا کر اس کے استقبال کے لئے آگے بڑھ آیا۔ رخسار معمول کے مطابق بہت خوبصورت نظر آرہی تھی۔ مجھے دیکھ کر اس کے چہرے پر حیا کی سرخی پھیل گئی۔ میں نے آگے بڑھ کر اس کا پرtpاک استقبال کیا تھا۔“

”آئیے مس رخسار۔ کہیے کیسے مزاج ہیں آپ کے۔“

”کتنے رسمی الفاظ ہیں یہ سب کچھ۔ کیا ان میں کوئی تبدیلی نہیں کی جاسکتی۔“ رخسار

نے کہا۔

”آپ مجھے تبدیل کر کے بتا دیجئے گا آئندہ آپ کو انہی الفاظ سے مخاطب کیا کروں

مگ۔“

”بد قسمتی یہ ہے کہ آپ صرف انگریزی زبان استعمال کرتے ہیں۔ ہاں ہاں اردو

میں تو اس کے متبادل بہت سے الفاظ رائج ہیں۔“

”بس اب یوں سمجھ لیجئے کہ اب دوسرا کام میں یہی کرنے والا ہوں یعنی اردو

سیکھنا۔“

”نبھانے کیوں اب تک آپ اسے ٹالتے رہے ہیں۔“

”بس میری مصروفیات سمجھ لیجئے۔ میں نے کہا اور رخسار کو لے کر اندرونی حصے میں

آگیا۔“

”آپ ناشتہ کر چکی ہیں؟“

”جی بالکل بالکل۔ لیکن چائے ضرور پیوں گی میں نے دل میں یہ سوچا تھا کہ چائے

فرصت ملتی ضرور آئے۔“

”تو جناب آپ کو تشریف لانا ہے۔ میں بہت زیادہ دیر تک نہیں ٹھہروں گی آپ کی

اس چائے کا بے حد شکریہ۔ اور اب مجھے اجازت دیجئے۔“

”میں نے بھی اسے روکنا مناسب نہ سمجھا پھر اسے رخصت کرنے دروازے تک

آیا۔ وہ چلی گئی تب بھی اسے دور تک جاتے ہوئے دیکھتا رہا اور اس کے دبے دبے اظہار

محبت کے بارے میں سوچتا رہا۔

آج کا دن بڑا خاموش اور ویران ویران سا گزرا تھا۔ روزی کے ساتھ ہی زیادہ تر

ہفت چیت رہی تھی۔ کوئی بھی نہیں آیا تھا۔ ویسے رشید ناگی سے میں چاہتا تو رابطہ کر سکتا

تھا لیکن اس سے بھی رابطہ کرنے کا دل نہ چاہا۔ بہت سے لوگ تھے جن سے میری شناسائی

تھی۔ رات کو البتہ میں کلب ضرور پہنچ گیا تھا اس طرح دن بھر کی کوفت یہاں آکر دور

ہو گئی۔ دوسرے دن بازار گیا اور کافی دیر تک بازار کے چکر لگاتا رہا۔ پھر رخسار کو دینے کے

لئے ایک ایسا قیمتی ہار خریدا جو میری حیثیت کے شایان شان تھا۔ قیمت کا تذکرہ خصوصی

طور پر کرنا بیکار ہے۔ جاننے والے جان سکتے تھے کہ یہ ہار کس قدر قیمتی ہے۔ رشید ناگی

سے رات کو ملاقات ہوئی اور اس نے بتایا کہ الیکشن کے ہنگامے شروع ہو گئے ہیں اور اس

نے ایک خفیہ سیل بنایا ہے جس کا کام شاہنواز کے لئے راہیں ہموار کرنا ہوگا۔ رشید ناگی

نے کہا۔

”ہو سکتا ہے اس سلسلے میں ہمیں کچھ ہنگامے بھی کرنے پڑے۔ دانش صاحب

چنانچہ میں آپ سے یہ اجازت لینے آیا ہوں کہ کچھ عرصے کے لئے اس سلسلے میں مکمل

طور پر آزادی عنایت فرما دیں۔ ہو سکتا ہے کہ آپ کی جانب رخ نہ کروں۔ یہ بغرض

احتیاط ہوگا۔“ میں نے رشید ناگی کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

”اس کے باوجود اگر کبھی کوئی مشکل پیش آئے تو تم یہاں آنے سے گریز نہیں کرو

گے۔ میرا مطلب سمجھ رہے ہو نا۔“

”میں جانتا ہوں۔ لیکن اگر صورت حال ایسی ہوئی کہ میرے سنبھالنے نہ سنبھلی تو

پھر آپ کا سارا لوں گا۔“

”یقیناً۔ یقیناً۔“ میں نے جواب دیا اور پھر کہا۔

”الیکشن کے لئے بہت سے اخراجات بھی ہوں گے اور یہ تم سے کہنا بے مقصد

”اس مشکل اور رکاوٹ کو دور کیجئے نا۔“ رخسار نے ناز بھرے انداز میں کہا اور

میں ہنسنے لگا۔ پھر میں بولا۔

”افسوس تو یہی ہے رخسار کہ یہ فن نہیں آتا مجھے۔“

”سیکھنا ہوگا آپ کو۔ ویسے ایک بات بتاؤں۔ آپ کے سلسلے میں میں درحقیقت

بڑی الجھن میں ہوں۔“

”یقیناً“ ہوں گی۔ اگر بتانا پسند کریں تو بتا دیجئے گا۔“

”ہمارے ہاں ایک لہری آئی ہے میرا مطلب ہے ہمارے گھر میں۔ کبھی کبھی

یوں محسوس ہوتا ہے جیسے سب لوگ آپ کی جانب متوجہ ہوں۔ آپ پر توجہ دے رہے

ہوں۔ آپ سے قربت چاہتے ہوں۔ اور اس کے بعد اچانک ہی سب خاموش ہو کر بیٹھ

جاتے ہیں۔ ویسے آپ کو یہ سن کر افسوس ہوگا کہ آپ نے جو ذمہ داری میرے سپرد

تھی میں اس میں بالکل ہی غل رہی۔ کوئی بھی تو ایسا نہیں ہے جو اس سلسلے میں کچھ بتائے

تیار ہو جائے۔ آپ کے ہم شکل کے بارے میں سب اسی لاعلمی کا اظہار کرتے ہیں۔

نجانے کیا پراسرار کہانی پھیلا کر کہیں گم ہو گیا ہے۔ جو ہم سے بڑے ہیں وہ کہتے ہیں کہ

فیصل ایک ملازم تھا۔ آتا ماں اسے بے حد چاہتی تھیں۔ بس بڑے غزنوی صاحب اس سے

الرجح رہتے تھے۔ پھر وہ چلا گیا اور اس کے بعد کہانی ختم ہو گئی۔ لیکن کوئی بھی نہیں جانتا

کہ دادا جان کو ان سے کیوں نفرت تھی۔ جبکہ وہ محض ایک بچہ تھا۔ ہاں یہ بات صرف

غزنوی صاحب یا زیادہ سے زیادہ آتا ماں کو معلوم ہے کہ وہ کون تھا کہاں سے آیا اور کیوں

چلا گیا لیکن ایک بات بتائیے دانش صاحب آپ کو آخر اس بات سے اتنی دلچسپی کیوں ہے

یہ گھر والوں کا معاملہ ہے۔ آپ کیوں اس معاملے میں خواہ مخواہ ٹانگ اڑاتے ہیں۔

چھوڑیئے ہوگا کوئی ہمیں اس سے کیل۔“

”ہاں تمہاری بات درست ہے۔ لیکن جس انداز میں اس کا تذکرہ میرے سامنے آیا

اس نے مجھے تجسس میں مبتلا کر دیا اگر وہ مجھے کہیں مل گیا تو آپ یقین کریں کہ میں اسے

بڑی عزت بڑے احترام سے اپنے ساتھ لاؤں گا۔ اور اپنے ساتھ ہی رکھوں گا۔ کم از کم

دیکھنے والوں کے لئے ایک تفریح کا سامان ہی رہے گا۔“ رخسار ہنسنے لگی پھر اس نے کہا۔

بات ہے کہ اس سلسلے میں کوئی کمی نہیں رہنی چاہیے۔“

”دراصل دانش صاحب ہم جو پودا اگا رہے ہیں اس کا پھل پوری طرح حاصل کریں گے اور ہمیں اس سلسلے میں اخراجات یقینی طور پر کرنا ہوں گے۔“

”ناگ سے اس موضوع پر خاصی دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ اس کے بعد وہ مجھے کچھ تفصیلات بتا کر رخصت ہو گیا۔ کوئی خاص سوچ ذہن میں نہ تھی۔ ویسے سوچنے کے لئے تو اتنا کچھ تھا میرے پاس کہ اگر سوچنے ہی بیٹھ جاتا تو دن رات ختم ہو جاتے اور سوچیں ختم نہ ہوتیں۔ نجانے کون کون ان سوچوں میں شامل تھا پھر وہ وقت آگیا جب مجھے سالگرہ میں شرکت کرنا تھا۔ میں نے بھی خاصی ٹپ ٹپ کی تھی۔ دعوت نامہ بھی مجھے بڑے اہتمام سے دیا گیا تھا۔ چنانچہ اسی اہتمام سے شرکت بھی ضروری تھی۔ ویسے کوٹھی میں کچھ تبدیلیاں رونما ہوئی تھیں۔ جن کا مجھے اس دوران اندازہ نہیں ہو سکتا تھا۔ اور یہ کوٹھی اور خوشنما ہو گئی تھی۔ پورے غزنوی خاندان نے میرا استقبال کیا اور ان سب کی نگاہوں میں تحسین کے ساتھ تجسس کے تاثرات بھی تھے۔ کاش مجھے یہ بات معلوم ہو جاتی کہ یہاں ایسا کون کون ہے جو اس راز میں شریک ہے جس کا تعلق صرف غزنوی صاحب ہی سے سمجھا جاتا ہے لیکن ایسا کوئی چہرہ میری دسترس میں نہیں تھا۔ آنا مانا البتہ آج بھی موجود تھیں اور اس کے علاوہ کافی مہمان آچکے تھے۔ مقدس کریم کی تقریب میں جن مہمانوں نے شرکت کی تھی یہاں غزنوی صاحب کی اس تقریب میں بھی وہی تمام تقریباً موجود تھے۔ سوائے الیاس بھائی وغیرہ کے، خاص طور سے جہانگیر خان میری توجہ کا مرکز بنا اور اس نے بھی خصوصی طور پر میری ہی جانب قدم بڑھائے اس دفعہ غزنوی صاحب میرے بالکل قریب موجود تھے۔ جہانگیر خان نے آگے بڑھ کر مجھ سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔“

”آہا۔ تقدیر گر۔ بھی آپ کے لئے ہم سوچتا ہوں اور ہر بار ایک نیا نام ذہن میں آ جاتا ہے۔ کہے یہ نام کیسا لگا آپ کو۔“

”آپ کے مخصوص طرز گفتگو کے میں متاثر۔ میں نے جواب دیا اور جہانگیر خان چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔“

”میں سمجھا نہیں۔“

”آپ نے مجھے تقدیر گر کہا جہانگیر صاحب۔ حالانکہ یہ لفظ صرف ایک ہی ذات کے لئے مخصوص ہے اور وہ ہے اس مالک کی ذات جس نے ہم سب کو تخلیق کیا۔ چنانچہ اس کے علاوہ اگر کسی کے لئے یہ الفاظ کہے جائیں تو یا تو کفر کی حد میں داخل ہو جاتے ہیں یا پھر کفر کا نتیجہ ہوتے ہیں جو دل میں چھپا ہوا ہوتا ہے۔“

”نہیں بھی۔ معافی چاہتا ہوں۔ درحقیقت نہ یہ طرز تھا اور نہ ہی کفر سمجھ کر منہ سے ادا کیا تھا۔ بس کچھ ایسے حالات واقعات پیش آ گئے ہیں کہ نجانے کیوں تمہیں کچھ عجیب عجیب سے الفاظ ذہن میں آتے ہیں۔ ویسے غزنوی صاحب اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ نے تو اپنے پڑوس میں دولت کا درخت لگالیا ہے۔ اور اب آپ کے تمام کھانے کی طرح ہو جائیں گے۔“

”میری سمجھ میں نہیں آ رہا جہانگیر تم کیسی باتیں کر رہے ہو۔“ غزنوی صاحب نے چہرے پر شگوار لہجے میں کہا۔

”میرا خیال ہے میں دو چار گلاس پی لوں اس کے بعد آپ لوگوں سے گفتگو کروں۔“ جہانگیر خان نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ غزنوی صاحب میرا چہرہ دیکھنے لگے تھے۔ پھر انہوں نے کہا۔

”یہ شخص شاید آپ سے کچھ پر خاش رکھتا ہے۔ دانش صاحب۔“

”میں نہیں جانتا غزنوی صاحب کہ مجھ سے کون کون پر خاش رکھتا ہے۔ اور کیوں رکھتا ہے۔ کاش یہ لوگ مجھے اس بارے میں کچھ بتا دیں۔ تو یقینی طور پر میں ان کی غلط باتیں دور کروں۔“ یہ چوٹ غزنوی صاحب پر بھی تھی۔ جس کا اندازہ مجھے ان کے چہرے سے ہو رہا تھا کچھ عجیب سے تاثرات ان کے چہرے پر پھیل گئے تھے۔ پھر انہوں نے بات ٹالنے کے لئے کہا۔

”آؤ اور مہمانوں سے بھی ملاقات کراؤں۔ ویسے یقینی طور پر آپ کے طریقہ کار سے میں بہت متاثر ہوا ہوں۔“

”کون سے طریقہ کار سے غزنوی صاحب؟“

”نیروبی سے واپس آنے کے بعد آپ نے جس طرح خود کو اس ماحول میں روشناس کرایا اسے تجربہ کار لوگ شاید بچپنا کہتے ہیں۔ لیکن آج ان کا سارا تجربہ دھرا رہ گیا اور

انہوں نے اپنی نگاہوں سے یہ دیکھا کہ آپ اس ملک یا کم از کم اس شر کے صنعتی طبقے کے مقبول ترین انسان بن گئے۔ آپ کی اپنی کوئی صنعت نہیں ہے۔ لیکن پھر بھی ان تمام صنعت کاروں پر فتح حاصل کر چکے ہیں۔ ان سب کی نگاہیں آپ کی جانب نگرا رہی ہیں۔

”یہ ان کا اپنا مسئلہ ہے۔“ میں نے بے پروائی سے موضوع بدل دیا۔ بہت سے لوگوں سے ملاقات ہوئی۔ ہاں خصوصاً یہ تذکرہ بھی کرنا ضرور سمجھتا ہوں کہ اس نشست میں رفیق احمد جاگیر دار شریک نہیں تھے۔ لیکن اس کے بارے میں سوال کرنے کا مجھے کوئی حق نہیں تھا۔ اعلیٰ سرکاری حکام سے ملاقات ہوئی اور سب کا رد یہ میرے ساتھ بہترین رہا۔ اس کے بعد مقامی سیاست زیر بحث آگئی۔ الیکشن کا مسئلہ سامنے آیا اور لوگ اپنی اپنی رائے کا اظہار کرنے لگے۔ حکام بھی اس سلسلے میں اپنی چھوٹی موٹی رائے دینے سے گریز نہیں کر رہے تھے۔ اور ان کا خیال تھا کہ الیکشن بڑے ہنگامہ خیز رہیں گے۔ اور اس سلسلے میں بہترین نتائج سامنے آئیں گے۔ ویسے بدلنے والی حکومت کے بارے میں ان لوگوں کے انداز میں تشویش بھی پائی جاتی تھی۔ جہانگیر خان ایک بار پھر ہمارے درمیان آکر شامل ہو گئے اور میں نے مسکراتی نگاہوں سے انہیں دیکھا۔

”کئے جہانگیر خان صاحب۔ پانی نے آپ کو فائدہ پہنچایا یا نہیں۔“

”بہت بہت۔ میرا خیال ہے اب میں کوئی فضول بات کہنے سے گریز کروں گا۔ ایک لفظ ضرور کہنا چاہتا ہوں اگر اسے سچائی سے قبول کرو۔“

”جی جی۔ ارشاد۔“ میں نے کہا۔

”میں نے آٹو فیلڈ سے دستبرداری کا اعلان کر دیا ہے۔ درحقیقت اس فیلڈ میں تمہارا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ میرا مطلب ہے کہ تم نے جس طرح مقدس کریم کو سامنے پیش کیا ہے وہ بہت مضبوط بنیادوں پر ہے۔ ہو سکے تو اس سلسلے میں مقدس کریم سے میٹری مفاہمت کراؤ۔ میں اب اس سے مقابلہ نہیں چاہتا۔ ہاں کچھ اور کاروبار میں کر رہا ہوں اور اس کے بارے میں تم سے مشورہ کرنا چاہتا ہوں کہ کہیں مستقبل میں تم اس جانب کا رخ تو نہیں کرو گے۔“

”جہانگیر صاحب آپ اس سلسلے میں مجھ سے ایک میننگ کر سکتے ہیں۔“

”میں خلوص دل سے یہ بات کہہ رہا ہوں کہ میں تم سے ایک میننگ کرنا چاہتا

”جی جی۔“

”تو اس کے لئے آپ جو دن بھی مقرر کریں گے میں حاضر ہو جاؤں گا۔“

”خدا کی قسم ایسی عمدہ بات کہی ہے تم نے کہ دل و دماغ منور ہو گئے ہیں۔ بھی حاصل ابتداء ہماری لڑائی سے ہوئی تھی۔ لیکن اتنا عظیم ترین دوستی پر ہونا چاہیے۔ میں جس رعبوت دیتا ہوں دانش کہ مجھے اپنے اچھے مشوروں سے نوازو اور اس بات سے بخل مصلحت نہ رہو کہ میں کسی بھی طرح تم سے کوئی مالی فائدہ حاصل کرنے کی کوشش نہیں کروں گا۔ دراصل اس فیلڈ میں ہوں اور اپنی بقا بھی چاہتا ہوں لیکن یہ اندازہ ہو گیا کہ تم سے لڑ کر زندہ رہنا مشکل ہے۔“

”آپ مجھے کانٹوں میں گھسیٹ رہے ہیں۔ بہر حال میں خلوص دل سے آپ کی جانب قدم بڑھاؤں گا۔ اطمینان رکھیے بہت جلد میری آپ سے ملاقات ہوگی۔“

”جہانگیر خان کا انداز تبدیل ہو گیا تھا۔ پھر گھریلو معاملات میں پھنس گیا۔ سالگرہ کا وقت بھی قریب آتا جاتا تھا۔ رخسار ابھی محفل میں نظر نہیں آئی تھی۔ البتہ تمام اہل خانہ موجود تھے اور میں ان کی توجہ کا مرکز بنا ہوا تھا۔ پھر رخسار نظر آئی۔ بہت ہی خوبصورت لباس میں ملبوس۔ یقینی طور پر بے حد حسین نظر آرہی تھی۔ میں نے اسے گہری نگاہوں سے دیکھا۔ رخسار شرمیلی شرمیلی سی تھی۔ اس نے بھی عجیب سے انداز میں مجھے دیکھا تھا۔ وہ بھی رخسار نے ایسی کوشش کی۔ سالگرہ کی تقریب ہوئی۔ میں نے بھی اس میں دلچسپی سے حصہ لیا اور اس کے بعد تحائف پیش کئے جانے لگے۔ میں نے اپنا تحفہ بھی رخسار کو پیش کر دیا تھا۔ ظاہر ہے تحفہ باقاعدہ پیک کیا ہوا تھا۔ اس لئے کوئی اس کی جانب خصوصی توجہ نہ دیا۔ نہ ہی میں اس کی کوئی فوری طور پر مدد چاہتا تھا۔ محفل بہت خوبصورتی سے جاری تھی۔ کہ دفعتاً کچھ ہنگامہ سا ہوا کوئی آیا تھا۔ نیلے رنگ کی کار سے دو شخص لڑکی نیچے اتری جو دبے پتلے بدن کی مالک تھی۔ اور نیلی ہی ساڑھی میں ملبوس تھیں جو اہل نظر آرہی تھی۔ بال گہرے سیاہ اور آنکھیں پورے چہرے میں سب سے زیادہ حسین کیفیت کی مالک تھی۔ بہت ہی اسمارٹ اور شوخ سی نظر آرہی تھی۔ خصوصی طور پر رخسار کی جانب بڑھی اور اس نے رخسار کے رخسار کو بوسہ دیا۔ میں کچھ فاصلے سے اس کا جائزہ لے رہا تھا۔ لڑکی شاید ان لوگوں سے خاصی قریب دکھائی دیتی تھی۔ کیونکہ رخسار

اسے گھیرے ہی رہی۔ اور لڑکی سے گھل مل کر باتیں کرتی رہی۔ یہ کوئی ایسی اہم بات نہ تھی بہت دیر تک رخسار کے ساتھ رہی اور اس کے بعد مختلف لوگوں سے گفتگو کرتی رہی۔ پھر اچانک ہی میں نے اسے اپنے قریب پایا۔

”سلام پیش کرتی ہوں۔ جناب دانش منصور صاحب کو۔“ اس نے کہا اور میں گردن گھما کر اسے دیکھنے لگا۔

”ہیلو۔“ میں نے آہستہ سے کہا۔

”اوہ۔ سوری ہاں۔ معافی چاہتی ہوں۔ لیکن کتنی بری بات ہی اتنے حسین شہر خدوخال مردانہ وجاہت کا شاہ کار ہونے کے باوجود آپ مقامی زبان میں گفتگو نہیں کرتے یہ بہت ہی پریشان کن بات ہے۔ ہم آپ پر بجا طور پر فخر کر سکتے ہیں کیونکہ یونان ہمارے شہر میں سمٹ آیا ہے۔“ اس نے انگریزی زبان میں کہا اور میں گھبرائی ہوئی نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ تبھی ایک اور خاتون میرے پاس پہنچ گئیں۔

”یقینی طور پر شامل خان آپ کو فضول باتوں سے بور کر رہی ہوگی۔“ میں آپ کو بچانے کے لئے آئی ہوں۔

”محترمہ بچائیے۔“ جس لڑکی کا نام شامل خان لیا گیا اس نے چیلنج کرنے والے انداز میں کہا۔

”بھئی دیکھو اکھاڑا نہ بناؤ۔ بات دراصل یہ ہے مسٹر دانش منصور کہ شامل خان بہت ہی چنپل اور شوخ مشہور ہیں۔ کسی کو بھی چٹکیوں میں اڑا دیتا اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ آپ ٹھہرے سیدھے سادے آدمی۔ میں اس طرف اس لئے متوجہ ہوئی کہ کہیں یہ آپ کو پریشان نہ کر رہی ہو۔“

”آنٹی ذرا یہ تو فرمائیے کہ آپ کا جناب دانش منصور صاحب سے کیا رشتہ ہے؟“

”محبت کا رشتہ۔“ عورت نے جواب دیا۔ ویسے وہ اتنی عمر رسیدہ بھی نہیں تھی کہ اسے فوری طور پر آنٹی کہہ کر مخاطب کیا جائے۔ بس ایک مناسب عمر کی عورت تھی۔ جیسے تیس یا پینتیس سال۔ اس لفظ نے اسے یقینی طور پر زروس کر دیا تھا۔ میں شامل خان کی شرارت محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا اور میں نے مسکراتی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

”چلے ہنگامی طور پر ہی سہی۔ لیکن مجھے آپ کا نام تو معلوم ہو گیا۔ آپ شامل خان

”جی ہاں۔ اور میرے والد کا نام جہانگیر خان ہے۔“ لڑکی نے جواب دیا۔

”وہ جہانگیر خان۔“ میں نے ایک سمت اشارہ کر کے کہا۔

”جی ہاں۔ وہی جہانگیر خان۔ جو پچھلے کافی عرصے سے آپ کے باعث بحران کا شکار تھا۔“ شامل خان نے بے خوفی سے کہا۔

”اوہ اوہو۔ واقعی آپ کے بارے میں کچھ الفاظ تو ان خاتون نے بالکل درست کہے۔ یعنی آپ بڑی ہنگامہ خیز شخصیت کی مالک ہیں اور آپ کی زبان کے آگے وہ نہیں ہے وہ جو گھوڑے میں لگی ہوئی ہوتی ہے۔“

”جی ہاں۔ جی ہاں ویسے یورپ میں شاید گھوڑوں کو لگام نہیں دی جاتی۔“

”مس آپ نے یورپ کبھی نہیں دیکھا؟“ میں نے سوال کیا۔

”جی نہیں میں نے آدمی زندگی یورپ میں گزاری ہے۔“

”تب یورپین گھوڑا نہیں دیکھا ہوگا۔“ میں نے کہا اور شامل ہنس پڑی۔

”بھئی واہ لوگ بلاوجہ کہتے ہیں کہ آپ بہت سیدھے سادے آدمی ہیں اور ذرا کم

سمجھتے ہیں۔ آپ نے تو ایک ہی لفظ بڑا بھاری قسم کا دے مارا میرے سر پر۔“

”خیر اگر آپ نے محسوس کیا تو دوسری بات ہے۔ میں آپ کی زبان کی بات محسوس

کر رہا تھا۔“

”اور میں ڈیڈی کے بحران کی بات کر رہی تھی۔“

”اس موضوع پر اس وقت کوئی گفتگو نہیں ہوگی۔ کیونکہ ہمارے درمیان مفاہمت

ہونا ہوگئی ہے۔“

”کیا مطلب۔“ شامل نے حیرانی سے کہا۔

”مطلب یہ کہ جہانگیر خان اور میں دوست بن گئے ہیں اور آج سے اس کا آغاز

ہو گیا ہے۔“

”یہ سب میرے قدموں کی برکت ہے۔“ شامل نے جواب دیا۔ اور پھر بولی۔

”آپ رخسار سے ملے۔ میرا مطلب اس لڑکی کی بات کر رہی ہوں جس کی آج سالگرہ

ہوگئی ہے۔“

”جی ہاں۔ ارے ہاں۔ افوہ۔ یہ تو بری بات ہے۔ آپ کے پڑوس میں ایک مرد خوبصورت لڑکی رہتی ہے۔ یعنی آپ مسلسل خطرے میں ہیں۔“ شامل نے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔ اور میں بات ٹال گیا۔ رخسار بہت دور سے میری ہی جانب دیکھ رہی تھی۔ میں اس وقت بے دھڑک اس کی جانب بڑھ گیا۔ رخسار کو کسی دکھ کا شکار نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اور غالباً یہ میرے دل میں پہلا احساس تھا جو اس وقت بیدار ہوا تھا۔ شامل میرے پیچھے پیچھے لپکی چلی آئی تھی۔ رخسار کے قریب پہنچ کر وہ بولی۔

”کمال ہے اس کشش کا مجھے اس سے پہلے کبھی احساس نہیں ہوا تھا رخسار۔“

”کس کشش کا۔“ رخسار نے سوال کیا؟

”اچھے خاصے کھڑے مجھ سے باتیں کر رہے تھے۔ میں نے جو نی تمہاری جانب متوجہ کر کے کوئی سوال کیا تو اس طرف دوڑ پڑے۔ کمال ہے۔“ رخسار مسکرا کر غائب ہو گئی تھی۔ میں نے رخسار سے کہا۔

”رخسار یہ شامل ہیں۔“

”ارے میں تو انہیں اچھی طرح جانتی ہوں۔ ہم دونوں تو بہت عرصے کے پہچانے ہوئے ہیں۔“

”ہوں۔ یہ گویا ہم پر چوٹ کی جارہی ہے۔ مگر جناب ہم بھی بڑے مضبوط ہیں۔“

چوٹ سے نقصان نہیں پہنچتا ہمیں۔ کیا سمجھے آپ۔“ شامل نے کہا۔

”چوٹ۔ میں سمجھا نہیں۔“

”آپ الٹا ہم سے تعارف کرا رہے ہیں۔ حالانکہ ہم نے آپ کو ان کے بارے میں بتایا تھا۔“

”اور میں نے آپ سے یہ عرض کیا تھا کہ یہ میری پڑوسن ہیں۔“

”اور ہم نے بھی یہ عرض کیا تھا کہ یہ ایک خطرناک بات ہے۔“ شامل درحقیقت بہت منہ پھٹ تھی۔ میں مسکراتی نگاہوں سے رخسار کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

”رخسار آپ نے بڑی بڑی خطرناک دوست بنا رکھی ہیں۔“

”شامل کا آپ سے پہلے تعارف نہیں تھا۔ دانش صاحب۔“

”نہیں بھئی۔ جبکہ جمناگیر خان صاحب سے ہمارا تعارف بہت پرانا ہے۔“

”صرف تعارف۔ آپ نے ان کا ٹاک میں دم کر کے رکھ دیا ہے۔ کسی اور وقت میں آپ سے تفصیل سے بات کروں گی اس بارے میں۔“ شامل نے کہا اور رخسار ہنسنے لگی۔

”اگر واقعی آپ کا تعارف نہیں ہے دانش صاحب تو آپ یوں سمجھے کہ اس ملک کی سب سے خطرناک لڑکی ہے یہ۔ جس کا نام شامل خان ہے۔“

”بڑی اچھی بات ہے۔ لڑکیوں میں عموماً خطرناک لڑکیاں نہ ہونے کے برابر ہوتی ہیں کم از کم ہمارا ملک اس دولت سے مالا مال ہے۔“ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

”آپ سے تو ذرا دو دو ہاتھ رہیں گے ذرا ابھی اور سنئے آپ آج تک ہمارے گھر میں نہیں آئے۔“

”اگر یہ جرم ہے تو میں اس کا اعتراف کرتا ہوں اور معافی چاہتا ہوں۔“

”جی نہیں۔۔۔۔۔ صرف معافی سے کام نہیں چلے گا۔ بلکہ آپ کو آنا ہو گا وعدہ کرنا ہو گا آج ہی اسی وقت اور رخسار کے سامنے۔“ شامل نے کہا۔

”جی نہیں۔ اس وقت بالکل معذرت خواہ ہوں چونکہ میں رخسار کا مہمان ہوں۔“

”ہم تو مستقبل کی بات کر رہے ہیں کوئی آج کی بات تھوڑی کی جارہی ہے۔ شامل نے کہا۔“

”اوہو اچھا۔ میں سمجھا کہ آپ شاید مجھے اس تقریب سے اٹھا کر اپنے گھر لے جانا چاہتی ہیں۔“ شامل کچھ کہنے ہی والی تھی کہ لڑکیوں کا ایک غول وہاں پہنچ گیا اور اس نے شامل کو گھیر لیا اور شامل مجبوراً آگے بڑھ گئی تھی۔ رخسار میرے قریب ہی کھڑی رہی۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

”ہوشیار۔ دانش صاحب ہوشیار۔“ اور اس کے بعد وہ دوسروں کی جانب متوجہ ہو گئی۔ میں سمجھتا تھا کہ مجھے کس سلسلے میں ہوشیار کیا گیا۔ بہر حال یہ دوسرا رخ بھی برا نہیں تھا۔ اس تقریب میں کافی لطف رہا۔ غزنوی صاحب اور ان کے اہل خاندان بھی بہت دیتے رہے اور بات صرف انہی لوگوں کی نہیں تھی بلکہ آج بھی کچھ نئے لوگوں سے تعارف حاصل ہوا۔ البتہ رفیق احمد کے بارے میں میں نے کوئی معلومات حاصل نہیں کی تھیں۔ غزنوی فیملی کے ان سے تعلقات نہ ہوں۔ جب تقریب ختم ہوئی اور مہمان

رخصت ہونے لگے تو خود غزنوی صاحب نے مجھ سے کہا۔

”بھئی دانش آپ مہمانوں کی مانند آئے اور مہمانوں کی مانند جا رہے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ آپ کو مہمانوں سے زیادہ ایک اچھے پڑوسی کا کردار ادا کرنا چاہیے۔“

”حکم دیجئے غزنوی صاحب میں حاضر ہوں۔“

”آپ کچھ دیر ہمارے ساتھ رہیں۔ یہ تمام لوگ چلے جائیں اس کے بعد آپ کے ساتھ نشست رہے گی۔“

”میں نے اس پر کوئی اعتراض نہ کیا اور اس کے بعد خاصی دیر تک مجھے وہاں رکھا پڑا۔ ادھر خواتین بھی اپنے اپنے معمولات میں مصروف تھیں۔ پھر کافی دیر کے بعد مجھے

واپسی کی اجازت ملی اور میرا آنے پر شکریہ ادا کیا گیا۔ رخسار نے خود کو خاصا سنبھالے رکھا تھا اور بہت زیادہ بے تکلفی کا مظاہرہ نہیں کیا تھا جس سے لوگوں کو کسی قسم کا شک ہو نہ

بات مجھے پسند آئی تھی۔ رخسار ویسے بھی ذرا پروقار فطرت کی مالک تھی اور یقینی طور پر اگر وہ ضرورت سے زیادہ بے تکلفی کا اظہار کرتی تو میرے لئے مشکل ہو جاتی۔ ویسے اور

بھی بہت سے ایسے معاملات تھے جن پر مجھے توجہ دینی تھی۔ تاہم یہ تقریب ایک دلچسپ اور یادگار تقریب رہی۔ اس میں بہت سی ایسی باتیں ہوئی تھیں جو میرے لئے دلچسپی کا

باعث تھیں۔ مثلاً جمائگیر خان اور شامل جس سے میری پہلی ملاقات ہوئی تھی۔ مقدس کریم کی تقریب میں شامل موجود نہیں تھی اور پھر یہاں اس تقریب میں جمائگیر نے

میرے سامنے ہتھیار ڈالے تھے۔ لیکن احمق تھا اگر یہ سوچ رہا تھا کہ میں نا تجربہ کار نوجوان ہوں اور وہ مجھ پر دہرا جال استعمال کرے گا۔ اس کی اطلاع مجھے مسز اختر خان سے مل

گئی۔ درحقیقت یہ زندگی بڑی دلچسپ تھی۔ یہاں سب ایک دوسرے کی کھوج میں رہا کرتے تھے۔ ایسے لوگ جو کسی سے متعلق ہوتے اور ایسے جو کسی سے متعلق نہیں ہوتے

تھے۔ مسز اختر خان کا ذریعہ معلومات کیا تھا۔ میں نہیں جانتا تھا لیکن دوسرے ہی دن کلب میں انہوں نے مجھ سے خصوصی طور پر ملاقات کی اور کہنے لگی۔

”کہئے جناب کل کی تقریب کیسی رہی؟“

”اوہو۔ آپ تو اس تقریب میں شریک نہیں تھیں؟“

”ہاں۔ غزنوی فیملی سے ہمارے اچھے تعلقات نہیں ہیں۔ میرا مطلب ہے کہ

”جی۔ شامل۔“ میں حیران نگاہوں سے مسز اختر خان کو دیکھنے لگا تو انہوں نے کہا۔

”مسز اختر آپ نے تو مجھے حیران کر دیا۔ درحقیقت کل کی پارٹی میں میری ملاقات

میں سے ہوئی تھی اور بہت بعد میں پتہ چلا کہ وہ جمائگیر کی بیٹی ہے۔ لیکن آپ کو یہ تمام

”جناب عالی۔ آپ نے دراصل خود کو ابھی تک سمجھا ہی نہیں ہے۔ اس وقت میرا

میں ہے شہر میں آدھے درجن صنعت کار بزنس مین بلکہ میں تعداد اس سے کچھ بڑھائے

”جی۔ آپ کی کھوج میں لگے ہوئے ہیں۔ وہ آپ پر بھرپور نگاہ رکھتے ہیں اور آپ کی

لے لے کی خبر حاصل کرنے کی کوششوں میں مصروف رہتے ہیں۔ آپ نے دراصل ایک

”جی۔ اسرار طریقہ کار کی بنیاد ڈالی ہے جو سب کے لئے اچھوتا ہے اگر آپ یہاں لا تعداد

”جی۔ اسرار طریقہ کار کی بنیاد ڈالی ہے جو سب کے لئے اچھوتا ہے اگر آپ یہاں لا تعداد

”جی۔ اسرار طریقہ کار کی بنیاد ڈالی ہے جو سب کے لئے اچھوتا ہے اگر آپ یہاں لا تعداد

”جی۔ اسرار طریقہ کار کی بنیاد ڈالی ہے جو سب کے لئے اچھوتا ہے اگر آپ یہاں لا تعداد

بھی کر جاتی ہو۔ میرا مطلب ہے دوسروں کے ساتھ۔“

”ویسے کاروباری حلقوں میں اس کا مجھ تک پہنچنا قابل ذکر قرار دیا گیا ہے۔“

”بہت زیادہ جناب۔ دراصل جہانگیر کے سلسلے میں آپ اتنی پہلی حاصل کر چکے

ہیں کہ اب اگر کوئی آپ کو ذاتی طور پر نہیں بھی جانتا تب بھی اسے اتنا علم ضرور ہے کہ جہانگیر کو آپ کے ہاتھوں شکست ہوئی ہے۔ جہانگیر نے خود ہی محفلوں میں بیٹھ کر یہ بتایا کہ

مقدس کریم جیسا معمولی سا آدمی بھلا اس کے مقابلے پر کیا آسکتا تھا۔ جو اس کے ٹکڑی پر پلٹا رہا ہے اور جس کے سلسلے میں اس نے ذرا سا بھی ہاتھ اٹھایا تو وہ سڑکوں پر آگیا۔

تقدیر سے اسے یہ سارا نہ حاصل ہو جاتا تو پھر اس کی حیثیت دیکھنے کے قابل ہوتی۔ دیکھیں دانش منصور نے اسے زمین سے اٹھا کر آسمان تک پہنچا دیا ہے۔ جہانگیر ان دنوں بیڑی میں

تذکرے کرتا پھر رہا ہے کہ اب وہ اپنا طریقہ کار تبدیل کر دے گا اور دوسری فیلڈ میں لڑ کرے گا۔“

”اس اطلاع کا شکریہ سزاختر اور اس کے صلے میں آپ کو جو بھی طلب ہو آپ

بے دھڑک مجھے سے فرما دیجئے گا۔“

”برامت ماننا بھی ہم نے بھی ابتداء کی تھی۔ دراصل چمکتی ہوئی چیز کی جانب کون

نہیں دوڑتا۔ مگر اب یہ خیال دل سے نکال دیا ہے بعض جگہ دوستیاں بھی بڑی قیمتی ہوتی ہیں۔ ہمیں بس اپنے دوستوں میں شامل رکھنا کبھی دشمنوں میں شمار نہ کرنا۔ تمہارے

خلاف وعدہ کرتے ہیں کچھ نہیں کریں گے اور اگر کبھی کوئی سامنے آیا ہم سے کام لینے کے لئے تو ہم تمہارے لئے کام کریں گے اس کے لئے نہیں۔“

”تو پھر آج نئے سرے سے آپ کی جانب دوستی کا ہاتھ بڑھاتا ہوں۔“ میں نے

اختر کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا اور انہوں نے آہستہ سے کہا۔ ”اس اعزاز کا شکریہ۔“

==☆☆☆==

زندگی کے معمولات پھر سے اسی طور جاری ہو گئے۔ ہنگامہ خیزیاں اگر نہ ہوں تو پھر

میں زندگی میں لطف ہی کیا آئے۔ مقدس کریم کی طرف سے اطمینان بخش اطلاعات

تھیں۔ بہت زیادہ اس پر مسلط بھی نہیں ہونا چاہتا تھا۔ تاکہ وہ یہ نہ محسوس کر سکے کہ میں

اس پر نگاہ رکھتا ہوں اور ہر ایکشن کے معاملات تیز سے تیز تر ہوتے جا رہے تھے۔ اخبارات

کے ذریعے ہی تمام تفصیلات علم میں آتی تھیں۔ ہر حلقے پر نگاہ رکھ رہا تھا۔ اور گہری

گھون سے جائزہ لے رہا تھا کہ کون کون کہاں کہاں کس انداز میں کام کر رہا ہے۔ رشید

ناکی کی مصروفیات کا کوئی علم نہیں تھا۔ میں نے اسے کچھ عرصے کے لئے بالکل آزاد چھوڑ

دیا تھا۔ شاہنواز کے سلسلے میں جو کارروائیاں وہ کر رہا تھا یقینی طور پر اطمینان بخش تھیں۔

کیونکہ اخبارات بہت سی اطلاعات فراہم کر رہے تھے اور یقینی طور پر اس وقت شاہنواز کو

رشید ناکی کا بہترین تعاون حاصل تھا۔ اسی دوران ایک دن صبح دس بجے رخسار پھر میرے

پہنچ آئی۔ وہی شرمیلی شرمیلی سی جھجکے جھجکے سے انداز میں۔ میں نے اس کا معمول کے

مطابق استقبال کیا تھا۔ اس نے کہا۔

”اب میں یہ تو نہیں کہوں گی کہ اس کے بعد آپ نے ہماری جانب رخ ہی نہیں

کیا۔ ہر شخص کا اپنا ایک مقام ہوتا ہے۔ لیکن آپ یوں سمجھئے کہ زندگی کے بعض معاملات

میں آدمی اپنی سطح سے بہت نیچے آکر بھی سوچنے لگتا ہے۔“

”اب آپ اپنی اس منطق کا ترجمہ بھی فرما دیجئے۔“ میں نے جتے ہوئے کہا۔

”کچھ لوگوں کے لئے آپ بہت بڑی شخصیت ہیں۔ نبھانے کیا کیا کمائیاں منسوب کی

”مطلب یہ کہ وہ آپ کے بارے میں اپنی زبان بدل رہے ہیں اور ان کے انداز

”نہایت پیدا ہوتی جا رہی ہے۔“

”میں بھی آپ لوگوں سے بڑی اپنائیت رکھتا ہوں رخسار۔ میرا مطلب ہے آپ

کے خاندان سے اور جہاں تک آپ کی بات رہی تو آپ ہی سمجھ لیجئے کہ میرے اور آپ

کے درمیان وہ گفتگو ہو چکی ہے جو بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ آپ اس پر غور ضرور کر لیجئے

”نہیں۔ معافی چاہتی ہوں۔ آپ کے ان الفاظ کی تردید کروں گی۔ میں آپ پر

بھی غور نہیں کرنا چاہتی۔ میرے دل میں آپ کے لئے جو مقام پیدا ہو گیا ہے بس یوں

سمجھ لیجئے کہ میں اسے قائم رکھنا چاہتی ہوں اور خدا کی قسم اگر آپ کسی وقت مجھے دھکے

دے کر اپنی اس کوٹھی سے نکال دیں گے تو یہ مقام میرے دل سے کبھی ختم نہیں ہوگا۔“

”خدا کی آواز بھرا گئی۔ میں نے کہا۔“

”میں جانتا ہوں آپ کو میری باتیں بری لگی ہیں لیکن رخسار نجانے کیوں میرا دل

چھتا ہے کہ میں آپ کو ایک لمحہ بھی دھوکا نہ دوں۔ درحقیقت یوں سمجھ لیجئے کہ میرا ایک

خمد ہے ایک مشن ہے۔ جس کی تکمیل کے بعد ہی میں اپنے بارے میں کچھ غور کروں گا

خود ہی کے لئے میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ لمحہ کب آئے گا آپ لڑکی ہیں تھوڑے دن کے

بچہ آپ کے سلسلے میں گھر کے بزرگ کچھ نہ کچھ سوچیں گے۔ ہو سکتا ہے اس وقت تک

کہ میری منزل نہ ملی ہو۔“ رخسار عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی پھر اس نے کہا۔

”تب میں آپ سے ایک بات کہہ کر یہاں سے چلی جانا چاہتی ہوں۔“

”کیوں کیوں جانے کے بارے میں کیوں سوچ رہی ہیں“

”نہیں پلیز۔ اب مجھے جانے دیں۔ بات یہ ہے کہ مجھ سے جہاں تک مدافعت ہو

گئی کروں گی اور اور.....“ اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

”ہاں رخسار کہو“

”بس میں آپ کے سفر کے اختتام کا انتظار کرنے کی کوشش کروں گی اور اگر مجھے

ظاہر مجبور کیا گیا تو شاید ہو سکتا ہے لوگوں کو کسی ایسے سے دوچار ہونا پڑے۔ لیکن میں

کب کب کا سارا چاہتی ہوں۔ آپ بس اتنا کہہ دیجئے کہ زندگی میں اگر کبھی آپ نے کسی کو

جاتی ہیں آپ سے خود شامل بھی دو تین بار آپ کے سلسلے میں مجھے فون کر چکی ہے۔ اور

نجانے کیا کیا باتیں کرتی ہے۔ لیکن میں نجانے کیوں یہ محسوس کرتی ہوں کہ آپ کا مجھ سے

ملنے رہنا بے حد ضروری ہے اور میری وجہ سے آپ اپنی مصروفیات میں سے کچھ لمحے

نکال لیں گے۔“ میں نے سنجیدگی سے رخسار کو دیکھا اور کہا۔

”رخسار ابھی میں کسی ایسی کہانی کا متحمل نہیں ہو سکتا جسے میری زندگی میں ایک

الگ داستان کی حیثیت دی جاسکے۔“ رخسار ایک دم سنجیدہ ہو گئی پھر اس نے کہا۔

”معافی چاہتی ہوں۔ شاید میں نے کوئی ایسی بات کہہ دی ہے جو آپ کو پسند نہیں

آئی۔“

”نہیں رخسار ایسی کوئی بات نہیں لیکن بس تم یوں سمجھ لو کہ ابھی میں دل چاہے

مجبور کرنے کے باوجود کسی ایسی راہ پر نہیں چل سکتا۔ بس کچھ مجبوریاں آڑے آ رہی

ہیں۔“

”میں سمجھ رہی ہوں۔ دانش صاحب میں سمجھ رہی ہوں۔ البتہ ایک سوال کرنا چاہتی

ہوں آپ سے۔“

”ہاں کہو۔ کیا؟“

”آپ کا سفر کتنا طویل ہوگا۔“

”اس کی طوالت کا کوئی تعین نہیں کیا جاسکتا رخسار۔ ہو سکتا ہے تمہیں میری جانب

سے مایوسی ہی ہو۔“

”نہیں نہیں پلیز۔ اتنے ناراض نہ ہوں۔ سارا تلخ محل گرا رہے ہیں آپ۔ ابھی

کوئی بات نہیں ہے۔ نجانے کبھی نہ زبان سے کیا نکل گیا۔ ویسے آپ نے مجھے تحفہ بہت

قیمتی دیا ہے۔ یہ تحفہ بھی موضوع بنا دیا ہے اور اس کی گہرائیوں میں جھانکنے کی کوشش کی

گئی ہے۔“ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے کہا۔

”کون کون۔ اس کے کنارے کھڑے ہو کر جھانک رہا ہے؟“

”غالبا سب ہی۔ اور کچھ دبی دبی آوازیں بھی ابھر رہی ہیں۔ لیکن دادا کا رویہ

حیران کن ہے۔“

”کیا مطلب۔“

ہو گئے ہماری آپ کی ملاقات کو۔"

”کل ہی کی تو بات ہے۔“ میں نے کہا۔

”اور ہوا اس کا مطلب ہے کہ میں آپ کے ذہن پر کوئی اثر ڈالنے میں کامیاب نہیں

”جی نہیں ایسی بات نہیں ہے۔“ میں نے یونہی رواروی میں کہا۔

یعنی یعنی۔ آپ تو مجھے آسمان کی بلندیوں پر پہنچا رہے ہیں۔ گویا اگر ایسی بات نہیں
 اس کا مطلب ہے کہ آپ مجھے یاد کرتے رہے ہیں ویسے یہ جملہ میں نے اس لئے کہا
 آپ نے ہماری ملاقات کو کل کی بات کہا تھا۔ حالانکہ وہ کل کی بات نہیں تھی بعض
 سے دوسری ملاقات کے لئے اس قدر تشنگی محسوس ہوتی ہے کہ ان سے پہلے
 صدیوں پرانی معلوم ہوتی ہے۔" میں نے ایک گہری سانس لی اور آہستہ سے

”نہیں مثال میں صدیوں کی کہانی کا قائل نہیں ہوں اور نہ ہی میں روایتوں کی رہنے والوں میں سے ہوں۔ بس زندگی کچھ اسی انداز میں گزری ہے کہ مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں رہی۔“

”ہاں ظاہر ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو آپ اتنے نامور کیسے ہوتے۔ خیر چھوڑیے ان جانتے ہیں آپ کہ میں نے آپ کو کیوں فون کیا“

”کیسے جان سکتا ہوں۔“ میں نے جواب دیا۔

”وراصل میں بہت کم دوستیوں کی قائل ہوں اور کہیں کہیں مجھے چیلنج کروا جاتا تھا یہ کہ فلاں شخص کو دوست بنا کر دکھاؤ۔ آپ کے سلسلے میں بھی مجھے چیلنج کیا گیا مگر آپ یہ نہ سمجھئے گا کہ میں آپ سے دوستی کی بھیک مانگ رہی ہوں بلکہ ایک رٹا چاہتی ہوں۔ کیا میں آپ کی دوستی کے قائل ہوں۔“

”کیسی باتیں کرتی ہیں۔ شامل۔ آپ بہت نفیس خاتون ہیں اور آپ کے ساتھ
نے والا ہر لمحہ دلکش ہوتا ہے۔“
”ثبوت دیں گے آپ اس کا۔“
”فرمائیے۔ کیسے۔“

”رخسار۔ الفاظ محفوظ ہی رہنے دیئے جائیں تو زیادہ بہتر ہوتے ہیں لیکن میں نے آپ کو اپنے دل میں ایک خاص مقام دیا ہے۔“ رخسار چند لمحات مجھے دیکھتی رہی پھر بولی۔
”اچھا چلتی ہوں۔ خدا حافظ۔“ میں نے اسے روکنا چاہا لیکن وہ نہیں رکی تھی۔ میں
چند لمحات افسردگی کا شکار رہا اور اس کے بعد میں نے یہ افسردگی ذہن سے جھٹک دی۔ ہاں
میں کسی کے ہاتھ میں اپنی باگ دوڑ نہیں دے سکتا تھا کوئی بھی نہیں کوئی بھی ایسا نہیں تھا
جو میری باگ دوڑ سنبھال لیتا۔ مجھے تو خود اپنی زندگی پر اتنا اعتماد نہیں تھا پھر یہ ناکارہ زندگی
کسی کے حوالے کیوں کروں۔ اگر اس کا مقام اسے مل جائے تو دوسری بات ہے ورنہ

ورنہ میں میں.....“

”میں خاموش نگاہوں سے رخسار کو جاتے دیکھتا رہا اور پھر میرے دل نے مجھے احساس دلایا کہ جو کچھ میں نے کہا ہے وہ بالکل غلط نہیں ہے۔ رخسار ہو یا اور کوئی میرا مالک نہیں بن سکتا۔ جب تک کہ میری حیثیت کا تعین نہ ہو جائے اور اس کا مجھے پورا پورا حق حاصل تھا۔ دل میں میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اب ذرا رخسار سے محتاط رہوں گا۔ میرے ارد گرد کتنے کردار پھیل گئے تھے کہ یکے بعد دیگرے کوئی نہ کوئی مجھے ڈسٹرب کرنا ہی رہتا تھا۔ شامل کا براہ راست ٹیلیفون مجھے موصول ہوا اور ریسیور میں نے ہی اٹھایا تھا۔“

”دیکھیے مجھے دانش منصور صاحب سے بات کرنی ہے۔“
 ”شائل کی خدمت میں آداب پیش کرنا ہوں۔“ میں نے کہا۔
 ”ارے آپ ہی بول رہے ہیں۔ آپ نے میری آواز پہچان لی۔“
 ”ہاں کیوں نہیں۔“
 ”ذرا پوچھوں تو سہی کہ بھلا کیسے یہ آواز آپ کے ذہن میں رو گئی ہے؟“
 ”پوچھنا ضروری ہے۔“ میں نے کہا؟

”ہاں ہاں۔ بس خوش ہونا چاہتی ہوں۔ اچھا خیر چھوڑیے آپ بھی کیا یاد کریں گے کہ میں نے آپ کو معاف کر دیا۔ لیکن صرف اس آواز کے سلسلے میں۔ ذرا یہ تو بتائیے

کے

”آپ بلاوجہ غلط فہمیوں کا شکار ہو رہی ہیں شامل ٹھیک ہے آپ حکم دیجئے کل مس وقت پہنچ جاؤں۔“

”کیا واقعی۔“ اس کی آواز میں خوشی تھی۔

”ہاں ہاں۔ کیا حرج ہے۔ ظاہر ہے میں کوئی آسمانی مخلوق نہیں ہوں کہ بلاوجہ نخرے کروں۔ کل شام میری کوئی اہم مصروفیت نہیں ہے۔ دل میں جو بات تھی میں نے آپ سے کہہ دی اگر آپ یہ محسوس کرتی ہیں کہ جہانگیر صاحب میری وہاں آمد برداشت کر سکیں گے تو میرے لئے مشکل ہے آپ اس محبت سے حکم دے رہی ہیں تو میں حاضر ہو چکی ہوں گا۔“

”تو کل پہنچ جائے۔“

”نہیں ساڑھے پانچ بجے۔“ میں نے جواب دیا۔

”میں انتظار کروں گی۔“ وہ بولی اور اس کے بعد رسی گفتگو ہوئی پھر میں نے فون رکھ دیا۔ رات ایک بار پھر رشید ناگی سے ملاقات ہوئی وہ غیر متوقع طور پر آیا تھا۔ جبکہ اس نے کہہ دیا تھا کہ ہو سکتا ہے اس دوران ملاقات نہ ہو پائے۔ کیونکہ وہ مجھ سے براہ راست متعلق ظاہر ہونا نہیں چاہتا تھا۔ لیکن اس وقت رشید ناگی کے چہرے پر تشویش کے آثار تھے۔ میں نے معمول کے مطابق اس کا پر جوش خیر مقدم کیا اور رشید ناگی نے آہستہ سے کہا۔

”مرے کچھ الجھنوں کا سامنا ہے۔ ان کے لئے کوئی حل دریافت کرنا ہو گا۔ حالانکہ میں تو یہ چاہ رہا تھا کہ اپنے طور پر عمل کر ڈالوں لیکن بات چونکہ خطرناک ہے اس لئے آپ کی اجازت لینا بے حد ضروری تھا۔ میں نے سنسنی خیز نگاہوں سے ناگی کو دیکھا تو اس نے آہستہ سے کہا۔“

”شاہنواز بہترین جا رہا ہے اور اسے مکمل تعاون حاصل ہے۔ اس کے حلقے میں اس شخص کا نام چل رہا ہے۔ لیکن ایک بہت خطرناک آدمی اس کا مد مقابل ہے۔ اور اس نے ایسے ہتھکنڈے استعمال کیے ہیں کہ بات کچھ بگڑتی ہوئی محسوس ہو رہی ہے۔“

”کون ہے وہ؟“ میں نے سوال کیا۔

”کل شام ہمارے ہاں چائے پیجے گا۔“ میں ایک لمحے کے لئے خاموش ہو کر پکے سوچنے لگا تو وہ بولی۔“

”کیوں کوئی مصروفیت ہے۔ ویسے دیکھے نایہ تو ہمارا حق ہے ہم دوستوں کی مانند ہیں۔ اور دوستوں کو فرصت کے وقت ایک دوسرے سے ملتے رہنا چاہیے۔ اگر کوئی مصروفیت ہے تو پھر میں آپ کو مجبور نہیں کروں گی۔ لیکن اس کے بعد جب بھی آپ میرے لئے وقت نکال سکیں۔“

”نہیں یہ بات نہیں ہے۔“ مس شامل میں یہ سوچ رہا تھا کہ کیا آپ کے ہاں اتنا مناسب ہو گا۔

”کیوں نامناسب کیوں ہے۔“

”معاف کیجئے گا برا تو نہیں مانیں گی میری ایک بات کا۔“

”نہیں وعدہ کرتی ہوں۔“ شامل نے جواب دیا۔

”آپ نے اس دن گفتگو کرتے ہوئے مجھ سے فرمایا تھا کہ اچھا تو آپ ہیں دانش منصور جس نے میری ڈیڈی کا ناک میں دم کر دیا ہے۔ یہ ایک سچ ہے۔ کچھ ایسے کاروباری معاملات درمیان میں آگئے تھے مس شامل جن کے سلسلے میں جہانگیر صاحب کو مجھ سے شکایتیں پیدا ہوئیں اور کافی دن تک وہ مجھ سے ناراض بھی رہے اور اب بھی دوران گفتگو وہ تلخ اور طنزیہ گفتگو اختیار کر لیا کرتے ہیں۔ میں یہ سوچ رہا تھا کہ کیسے ان کے دل کی یہ تلخی آپ کے لئے مشکل نہ بن جائے۔ آپ نے تو ایک مخلصانہ انداز میں میری جانب دوستی کا قدم بڑھایا لیکن کیسے یہ جہانگیر صاحب کے مزاج کے خلاف نہ ہو اس طرح میں بھی اپنی توہین محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکوں گا۔“

”ہوں۔ تو یہ بات ہے۔ سنئے وہ چیلنج مجھے ڈیڈی نے کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ آپ ہمارے ہاں نہیں آئیں گے۔ کیونکہ آپ ہم سے ذہنی طور پر متفق نہیں ہیں۔“

”یہ الفاظ ان کے ہیں۔“

”بالکل آپ یقین کیجئے کہ میں دوستوں سے جھوٹ نہیں بولتی۔“

”بڑی مشکل پیش آگئی ہے آپ کو۔ اچھا رہنے دیجئے۔ کوئی بات نہیں ہے ہم اس وقت آپ سے اپنے گھر آنے کی فرمائش کریں گے جب اپنے آپ کو اس قدر مضبوط پالیں

”فیروز رانا۔ ویسے تو وہاں دو اور امیدوار بھی ہیں۔ لیکن ہمیں یقین ہے کہ وہ

دونوں دست بردار ہو جائیں گے اور مقابلے کی کوشش نہیں کریں گے لیکن فیروز رانا کا مسئلہ ذرا ٹیڑھا ہو رہا ہے۔ وہ ان دونوں تک بھی پہنچ گیا ہے اور اس کے علاوہ اس نے انتہائی اعلیٰ پیمانے پر کچھ ایسے انتظامات کیے ہیں جن سے الیکشن میں پونگ والے دن گزرو کی جائیگی اور ہمارے بلیٹ بکس خطرے میں پڑ جائیں گے۔ ہمیں انتہائی معتبر ذرائع سے اطلاع ملی ہے کہ وہ کوئی بہت ہی گہری منصوبہ بندی کر رہا ہے۔“

”یہ فیروز رانا ہے کیا چیز؟“

”سر۔ کافی عرصے سے اس کا نام منظر عام پر ہے۔ خطرناک آدمی تصور کیا جاتا ہے۔ ویسے کاروباری ہے لیکن اس کے کاروبار سے اس کی دولت کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ میں چند لمحات سوچتا رہا پھر میں نے کہا۔“

”تم نے اس کے سلسلے میں کیا منصوبہ بنایا ہے ناگی؟“

”سر۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کیا جاسکتا کہ خاموشی سے اس کا کام تمام کر دیا جائے۔ وہ دراصل اس قسم کے لوگوں میں سے نہیں ہے کہ سمجھانے بھگانے یا کسی اور طریقے سے کوئی مسئلہ حل ہو سکے۔ میں نے بہت غور کیا ہے۔“

”یعنی اس کی چھٹی کرنا چاہتے ہو۔“ میں نے سوال کیا۔

”جی سر۔ میں نے شاہنواز سے بھی بات کی تھی۔ وہ فیروز رانا کے مسئلے میں خاصا الجھا ہوا نظر آتا ہے۔“

”ہوں۔ سوچنے کی بات ہے۔ دراصل میں یہ نہیں چاہتا رشید کہ شاہنواز کے سلسلے میں کوئی ایسی صورت حال پیش آجائے جو بعد میں ہمارے سنبھالنے نہ سنبھل سکے۔ کام بے شک ہونا چاہیے..... ہم نے جو قدم اٹھایا ہے اس کی تکمیل یقینی طور پر کرنا ہوگی لیکن کافی سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا پڑے گا۔ یہ فیصلہ میرے اپنے خیال میں مناسب نہیں ہے۔ اگر وہ اس طرح منظر عام سے ہٹ گیا تو شبہ صرف تین افراد پر جاسکتا ہے۔ میرا مطلب ہے شاہنواز پر یا ان دو امیدواروں پر اور چونکہ شاہنواز کی پوزیشن زیادہ محفوظ ہے اس لئے بات شاہنواز کی طرف رخ کرے گی۔“

”مجھے ان تمام باتوں کا احساس تھا۔ سر اور ہم اس سلسلے میں کافی گفتگو کر چکے ہیں۔

”جی ہاں شاہنواز کو عین اس وقت جب یہ ساری ہنگامہ خیزیاں ہو رہی ہوں گی کسی ایسی اعلیٰ ترین سرکاری شخصیت کے پاس پہنچا دیا جائے گا جو اس سلسلے میں موثر حیثیت رکھتی ہوگی۔ شاہنواز وہاں ہو گا اور اس کے عقب میں یہ سب کچھ ہو جائے گا۔“ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے کہا۔

”رشید ناگی تمہاری ذہانت پر میں کوئی شبہ نہیں کرتا لیکن یہ ہتھکنڈے اب بہت پرانے ہو گئے ہیں اور انہیں قاتل اعتبار نہیں سمجھا جاسکتا اس طرح صرف ایک کام ہو سکتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ تم نے یقینی طور پر وہ سوچا ہو گا یعنی شاہنواز پر کم از کم قتل کا حرام نہ آئے۔ لیکن دوسری صورت حال تو یقینی ہے۔“

”جی سر۔ میرا بھی یہی اندازہ ہے۔ اگر شاہنواز۔ براہ راست اس سلسلے میں ملوث نہیں ہوتا تو پھر الیکشن تو وہ لڑ ہی لے گا باقی اگر کوئی تحقیقات ہوگی تو اس کا فیصلہ بعد ہی میں ہو گا۔ اور بعد میں ہم صورت حال کو باآسانی سنبھال لیں گے۔“

”تمہارا یہ کہنا سو فیصد درست ہے۔ لیکن تمہیں یہ اندازہ ہو گا کہ الیکشن کے بعد بھی اب مسائل کھڑے رہتے ہیں اور کسی بھی الیکشن کے نتیجے کو روکایا جاسکتا ہے۔ اس طرح ہم خطرہ مول لیں گے اور انتظار کرنا پڑے گا میں چاہتا ہوں کہ ایسی کوئی بات نہ ہو اور ہم جو قدم اٹھائیں وہ یقینی ہو جائے۔“

”ایک عرض کروں۔ دانش صاحب۔ میں نے یہ تجویز سوچی تھی اور اس پر عمل کرنے کا ارادہ رکھتا تھا لیکن آپ کے مشورے کے بغیر نہیں۔ اور یہ بہت اچھا ہوا کہ اس وقت میں آپ کے پاس پہنچ گیا۔ میں تو پورے اعتماد سے یہ کام کرتا لیکن نتیجہ یقینی طور پر کہیں نہ کہیں غلط بھی ہو سکتے تھے۔ اس میں کوئی شک کی بات نہیں ہے تاہم ایک بات بہت ضروری ہے وہ یہ کہ کسی بھی شکل میں ہمیں فیروز رانا کا سامنا کرنا پڑے گا۔ کیونکہ وہ کافی خطرناک ہوتا جا رہا ہے اور اس نے جو لوگ پالے ہوئے ہیں انہوں نے ان دو امیدواروں کو بھی خوفزدہ کر دیا ہے خطرہ یہ ہے کہ کہیں وہ دونوں فیروز رانا کے حق میں دست بردار نہ ہو جائیں۔ ظاہر ہے زندگی اور موت کا معاملہ ایسے ہی شدید ہوتا ہے اور یہ

”سر۔ اب اس سلسلے میں تعریفی الفاظ کیا ادا کروں۔ میں اپنا خراج عقیدت آپ کو اسی شکل میں پیش کروں گا کہ جو الفاظ آپ کی زبان سے نکلے ہیں وہ حرف بہ حرف عمل میں آجائیں۔“

”گویا تم میرے اس پروگرام سے متفق ہو۔“

”سر۔ آپ نے تو صورت حال ہی تبدیل کر دی۔ بلاشبہ شاہنواز اس طرح بہت سی بددعیاں حاصل کر لے گا۔ اپنے ووٹروں کی بھی اور یونینس تو ان کے ساتھ ہیں ہی۔ بہترین سر۔ خدا کی قسم بے مثال پروگرام ہے بس اب آپ اطمینان رکھیے باقی سارے معاملات میں سنبھال لوں گا۔“

”تم اسی انداز میں کام کرو گے نا جس انداز میں میں نے کہا ہے۔ مجھ سے کم از کم اس موضوع پر مزید گفتگو کرلو۔“

”آپ ضرور گفتگو کیجئے سر لیکن یوں سمجھ لیجئے کہ آپ کا کہا ہوا ایک ایک لفظ میرے ذہن میں بیٹھ گیا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ درحقیقت یہ کام پہلے سے زیادہ موثر ہو گا۔ اس وقت شاہنواز مشکوک ہو جاتا ہے اور ہم بھی پورے اعتماد سے کام نہ کر پاتے۔ جگہ جگہ احتیاط برتتے اور اب صورت حال بالکل مختلف ہو جائے گی لیکن ایک عرض کروں آپ سے کہ شاہنواز کو میں اس بارے میں کچھ نہیں بتاؤں گا بلکہ صرف ان لوگوں کو بتا کر دو افراد حملہ کرنے کے لئے کافی ہوں گے اور باقی تھوڑے سے افراد ان یونینس کو اکسانے پر جو ہڑتال کرنے کے لئے میدان میں آئیں گے۔ اور اس کے بعد حملہ کریں گی۔“

”گڈ تو پھر تم اس سلسلے میں اپنی پلاننگ مکمل کرلو۔ ابھی تمہارے پاس کافی وقت ہے۔“

ناگی کے جانے کے بعد میں اس کارکردگی کے بارے میں غور کرتا رہا جس کے تحت یہ مرحلہ سرانجام دیا جائے گا۔ ویسے شاہنواز کو یقینی طور پر اس الیکشن میں کامیاب کرانا ہو گا اس سے بہت سی امیدیں وابستہ تھیں۔ تعلیم یافتہ آدمی تھا۔ پر جوش تھا۔ نوجوان تھا۔ اگر اسے ہمارے مطلب کی وزارت مل گئی تو اس کے بعد ہمارے مسائل آسان ہو جائیں گے۔ اس سلسلے میں بھی میرے ذہن میں منصوبے تھے اور پھر ان لوگوں سے بھی کام لینا تھا

بات فیروز رانا سے بعید نہیں ہے کہ وہ کوئی ایسا قدم اٹھالے جو ان دونوں کے لئے خطرناک ہو۔ جہاں تک شاہنواز کا تعلق ہے تو خیر اس کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ شاہنواز کو کوئی نقصان پہنچا سکے۔ کیونکہ معاملہ آٹھ یونینوں کا بھی ہے اور ان آٹھ یونینوں میں جتنے افراد ہیں وہ شاہنواز کے لئے پورے شہر کو الٹ پلٹ کر رکھ سکتے ہیں۔ ”میری آنکھوں میں ایک چمک سی پیدا ہو گئی چند لمحات میں رشید ناگی کو دیکھتا رہا سوچتا رہا پھر میں نے کہا۔“

”حملہ فیروز رانا پر نہیں بلکہ شاہنواز پر ہو اور شاہنواز تھوڑا سا زخمی بھی ہو جائے اس کے فوراً بعد یہ ہنگامہ شروع کر دیا جائے جو لوگ شاہنواز کو زخمی کرنے کا ذریعہ بنیں وہ تمہارے اپنے آدمی ہوں گے۔ ایسے آدمی جو اس وقت تمہارے لئے کام نہیں کر رہے لیکن انہیں گرفتار بھی کر لیا جائے گا اور انہیں عام لوگوں سے بچایا بھی جائے گا پھر اس کے بعد وہ لوگ جو بیان دیں گے وہ سو فیصد یہی ہو گا کہ شاہنواز کو قتل کرنے کے لئے انہیں بھاری رقومات ادا کی گئی تھیں اور یہ ذمہ داری ان کے سپرد فیروز رانا نے کی تھی۔ اس کے بعد رشید ناگی ان یونینوں سے کام لو جن کا تم تذکرہ کر چکے ہو۔ ان کارخانوں میں ہڑتال کرادو شہر میں ہنگامہ تھوڑ پھوڑ کراؤ اور اس کے بعد یہ یونینس مطالبہ کریں کہ شاہنواز پر حملہ کرنے والوں کو سزا دی جائے۔ تحقیقات تو لازمی ہو جائیں گی۔ ہنگاموں کے لئے تمہیں آدمی تیار کرنا ہوں گے اور پھر یونین والے خود ان کا ساتھ دیں گے۔ سمجھ رہے ہو نا میری بات۔ ہنگامے ہوں گے تو بات اعلیٰ پیمانے پر چلی جائے گی اور اس کے بعد جو تحقیقات ہوگی اس کا نتیجہ سامنے آجائے گا جبکہ وہ دو امیدوار بھی یہ گواہی دیں گے کہ فیروز رانا انہیں ہراساں کرنے کی کوشش کر رہا تھا اور اس کی کوشش یہ تھی کہ شاہنواز کو بھی منظر عام سے ہٹا دے۔ تم حکومت کی طاقت بھی اپنے ساتھ شامل کر لو اور اس کے بعد لازمی امر ہے کہ ایک ایسے شخص کو الیکشن میں حصہ لینے کی اجازت نہیں دی جائے گی بلکہ ہو سکتا ہے اس قاتلانہ حملے کے الزام میں فیروز رانا کی گرفتاری بھی عمل میں آجائے اور اس کے لئے میں بھی اپنے وسائل سے خفیہ طور پر کام لوں گا۔“

”رشید ناگی عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ بہت دیر تک وہ مجھے اسی طرح دیکھتا رہا اور اس کے بعد اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔“

جن سے اب تک تعلقات پیدا کئے تھے اور جو میرے کام آنے کے لئے بخوشی تیار تھے چنانچہ اس موضوع پر نجانے کتنی دیر تک غور کرتا رہا۔ دوسرا دن معمول کے مطابق قہار ناگی سے گفتگو ہوتی رہی۔ پھر مقدس کہم سے کافی دیر تک فون پر گفتگو ہوتی رہی اور اس سے صورت حال کے بارے میں پوچھا۔ وہ اپنی کارکردگی سے بہت مطمئن تھا۔ اس نے کہا کہ وہ کچھ عرصے کے لئے جاپان جا رہا ہے اور وہاں از سر نو اس سلسلے میں مزید کام کرنے لگا۔ اس سلسلے میں بھی اس سے دیر تک گفتگو ہوتی رہی تھی اور میں اس سے متفق ہو گیا تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ وہ اطمینان سے جاپان جا سکتا ہے۔ اگر میری خدمت کی ضرورت پیش آئی تو میں گریز نہیں کروں گا۔ اس نے کہا۔

”سر آپ نے مجھے ایک ہیرا دیا ہے۔ آصف نور کی صورت میں آپ یقین کیجئے کہ اس نوجوان نے کمال کر دکھایا ہے۔ بہترین کاروباری ذہن رکھتا ہے۔ اور جو مشورے مجھے دیتا ہے وہ ایسے حیرت ناک ہوتے ہیں کہ میں اس پر حیرت کرتا رہ جاتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ میرا کام با آسانی سنبھال لے گا۔ تاہم اگر کوئی حکم ہو۔“

”بس۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ میں تمہاری طرف سے بالکل مطمئن ہوں۔ شام کو جہانگیر کے ہاں جانے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ یہ شخص میرا بدترین دشمن تصور کیا جاتا تھا اور میں اپنے اسی دشمن کے گھر جا رہا تھا۔ شامل سے کئے ہوئے وعدے کو پورا کرنا اور اس کے علاوہ بھی جہانگیر کی قربت حاصل کرنا میرے لئے ضروری تھا۔ اس کے تمام الفاظ جو اس نے غزنوی کی دعوت میں ادا کیے تھے چنانچہ میں تیار ہو کر مقررہ وقت پر جہانگیر کی عظیم الشان کوٹھی پر جا پہنچا۔ جیسا کہ مجھے یقین تھا کہ میرا استقبال خود جہانگیری کرے گا میں نے دیکھا کہ جہانگیر اپنے اہل خاندان کے ساتھ سامنے ہی موجود ہے۔ شامل بھی اپنی تمام تر حسن و رعنائی کے ساتھ ان کے درمیان موجود تھی۔ میں نیچے اترا اور جہانگیر آگے بڑھ کر میرے قریب پہنچ گیا شامل بھی ہنسنے لگی ہوئی آگے بڑھ آئی تھی جہانگیر نے میرے دونوں بازو پکڑے اور اس کے بعد مجھے سینے سے لگاتا ہوا بولا۔“

”بعض اوقات بہت بڑا دشمن بھی پیارا ہو جاتا ہے۔ اور اس وقت نجانے کیوں مجھے تم پر اتنا ہی پیار آرہا ہے۔ مجھے معاف کرنا میرے دوست میں نے جہانگیر سے مصافحہ کیا۔ شامل کہنے لگی۔“

ڈیڈی نے مجھ سے بہت بڑی شرط لگائی ہے ان کا کہنا تھا کہ آپ ہمیں اسی طرح دیکھیں کریں گے مقررہ وقت پر ہم آپ کے استقبال کے لئے تیار ہوں اور آپ نہ آئیں۔“

”جہانگیر صاحب کا سوچنے کا اپنا انداز ہے۔ بھلا میں کیوں نہیں آتا۔ ویسے مس خان آپ نے دیکھا کہ اپنی دہلیز پر بھی جہانگیر صاحب نے مجھے دوست کی حیثیت سے نہیں دشمن کی حیثیت سے خوش آمدید کہا ہے۔“ جہانگیر میرے اس جملے پر بری طرح چونک گیا تھا۔

”ارے نہیں نہیں۔“ وہ تیزی سے بولا۔ ”بھئی دیکھو الفاظ انسان کے جذبات کو بعض اوقات بالکل گڑبڑ کر دیتے ہیں۔ بھلا دوستوں کو گلے لگایا جاتا ہے۔ یا دشمنوں کو۔ میں ہنسنے لگا۔ پھر جہانگیر خان بولا۔“

”آؤ بھی آؤ۔ دراصل میرے خیال میں کسی دانشمند کا یہ کہنا بالکل درست ہے کہ انسان کو کم مکر سوچ کر بولنا چاہیے۔ میں زیادہ بول جاتا ہوں اور بغیر سوچے بول جاتا ہوں کیوں شامل غلط تو نہیں کہہ رہا۔“

”پتا نہیں ڈیڈی آپ کیوں بولتے ہیں اور کیسے بولتے ہیں۔ میرے خیال میں بہتر طریقہ یہ نہیں ہے کہ کم بولا جائے۔“

”ہاں ہاں بھئی وہی تو ابھی میں نے کہا۔ چلو چلو اندر چلو۔“ جہانگیر نے میرے بیٹھنے کے لئے بہت ہی خوبصورت ہال کا انتخاب کیا تھا ہال کی ہر شے سے امارت اور نفاست نکلتی رہی تھی۔ میں نے بھی اس کی تعریف و توصیف میں کسی بخل سے کام نہیں لیا۔ واقعی وہ باذوق گھرانہ تھا میری تعریف پر جہانگیر کے ہونٹوں پر فخریہ مسکراہٹ پھیل گئی شامل بھی مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ اس نے ہنستے ہوئے کہا۔“

”میرے خیال میں اب ڈیڈی اس ہال میں داخلے کے تمام دروازے بند کر دیں گے۔ انہیں اب اس کی قدر و قیمت کا صحیح طور پر اندازہ ہوا ہو گا۔“ جہانگیر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”بے شک بے شک۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ جاننے والی نگاہیں اگر زبان سے قیمت ادا کر دیں تو پھر یوں سمجھ لو کہ اس سے بڑی قیمت کہیں اور وصول نہیں ہوتی۔“

تشریف رکھیے۔ مسٹر دانش۔ وہ ایک صوفی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے بولا اور خود بھی میرے قریب بیٹھ گیا۔ شامل بھی میرے بالکل سامنے بیٹھ گئی تھی۔ بہر طور وہ تھوڑا بہت تکلف برت رہی تھی۔ دوسرے اہل خاندان میں کوئی ایسی قابل ذکر شخصیت نہیں تھی جس کا تذکرہ کیا جائے۔ کچھ اچھی صورتیں ضرور تھیں۔ جمائگیر کی بیگم تھیں۔ جن کا تعارف جمائگیر نے بڑے سرسری انداز میں کرایا اور خاتون مسکرا کر گردن خم کر کے کر کے گئیں۔ کچھ اور نوجوان لڑکیاں تھیں۔

بہت دیر تک مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی۔ دوسرے لوگ گاہے گاہے گفتگو میں حصہ لیا کرتے تھے لیکن زیادہ تر جمائگیر ہی مجھ سے باتیں کر رہا تھا۔ میں نے شامل کے چہرے پر ہزاری کے آثار دیکھے۔ اس کے بعد چائے کا اہتمام کیا گیا اور اس دوران بھی گفتگو کا سلسلہ جاری رہا پھر گفتگو گھومتے گھماتے ایکشن کے موضوع پر آگئی۔ ”یہ بتائیے دانش صاحب کہ اس بار کسے برسر اقتدار لارہے ہیں۔“

”میں تو خود ہی برسر اقتدار رہنا پسند کرتا ہوں۔“ جمائگیر صاحب میں نے کہا اور جمائگیر ایک ققمہ مار کر ہنس پڑا۔ پھر بولا۔

”بھئی سچ بات کہہ رہے ہیں اور دل سے کہہ رہے ہیں۔ اگر کبھی آپ نے ایکشن لڑا اور خود حکومت کے لئے کوشاں ہوئے تو ہم سے بڑا مددگار آپ کو اور کوئی نہیں ملے گا۔ ہم سب ہی چاہیں گے کہ آپ برسر اقتدار آجائیں۔“

”کیا آپ اب مجھے برسر اقتدار نہیں سمجھتے۔ جمائگیر صاحب۔“ میں نے پراسرار سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا اور جمائگیر چونک کر مجھے دیکھنے لگا پھر بولا۔

”کیا بات کہی ہے۔ واقعی کیا بات کہی ہے اور یہ حقیقت ہے ایک حقیقت۔ سربراہ دار طبقہ ہمیشہ ہی برسر اقتدار ہوتا ہے۔ حکومت میں جو لوگ شامل ہو جاتے ہیں بس ان کو سمجھ لیجئے کہ ہمارے ہی بل پر وہ اپنا وقت گزارتے ہیں۔ بے شک اس میں کوئی شک نہیں دانش کہ آپ اس وقت صاحب اقتدار ہیں اور یہ بات تو میں اپنے تمام دوستوں میں بیٹھ کر کہتا ہوں کہ معاف کیجئے گا ذرا بے تکلفی کے الفاظ استعمال کر رہا ہوں میں ان سے کہتا ہوں کہ اس ننھے سے بچے نے ہم لوگوں کی ناک کاٹ کر ہماری ہتھیلیوں پر رکھ دی ہے۔ بلاشبہ دانش آپ نے کمال کر دکھایا ہے۔ کچھ بھی محنت نہیں کی کوئی صنعت نہیں لگائی۔

میں نے توڑے بس اشارے بازی سے کام لیتے ہوئے لوگوں کو ایک عجیب ذہنی انتشار میں مبتلا کر دیا۔ ویسے یہ بات آپ سے ضرور کہیں گے کہ ہمیں بھی جینے کا موقع دیں۔“ میں نے چونک کر اسے دیکھا تو وہ گردن ہلاتے ہوئے کہنے لگا۔

”ہاں۔ مقدس کریم کی زندگی بنا کر آپ نے ہم سے ہماری زندگی واقعی چھین لی۔ اس سے پہلے آٹو کنگ کھلاتے تھے۔ لوگوں میں بڑی حیثیت تھی لیکن اب ایک بے سایہ درخت کی مانند ہو گئے ہیں۔ بہر طور آپ یوں سمجھ لیجئے کہ ہمیں اس بات کا بڑا شکوہ ہے۔“

”پلیز ڈیڈ۔“ شامل مداخلت کرتے ہوئے بولی۔ کیا ساری باتیں آج ہی کر لیں گے آپ۔ کیا آپ کے خیال میں اس کے بعد دانش صاحب ہمیں نہیں مل سکیں گے۔ وہ ہمیں نہیں آئیں گے۔ ہم ان کے گھر نہیں پہنچ سکیں گے۔ میں احتجاج کرتی ہوں ڈیڈی۔ اور اصل یہ میرے مسمان تھے۔ آپ کی خواہش تھی کہ آپ سب بھی چائے کی اس دعوت میں شریک ہوں لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ تو نہیں ہوا تھا کہ آپ ہی ان پر پوری طرح قبضہ چھالیں گے۔ تھوڑا بہت انہیں ہمارے لئے بھی چھوڑ دیجئے۔ جمائگیر ہنسنے لگا پھر بولا۔ ”میں دل میں بہت سے چھالے ہیں پھوڑ لینے دو۔ جب یہ تمام چھالے پھوٹ جائیں گے تو خود بخود سکون آجائے گا۔“

”سوری آپ مسلسل دانش سے اس قسم کی باتیں کر رہے ہیں جن سے میرے خیال میں انہیں کوئی خاص دلچسپی نہیں ہے۔ میں ان کے چہرے کے تاثرات پڑھ رہی ہوں۔ آپ یہ کوشش کر رہے ہیں کہ آئندہ وہ ہم سے ملاقات کرنے سے گریز کریں۔“ جمائگیر نے دونوں ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا۔

”ارے نہیں نہیں بھئی۔ اگر یہ بات ہے تو ہم معذرت خواہ ہیں۔“

”ارے نہیں جمائگیر صاحب۔ یہ تمام باتیں تو زندگی سے تعلق رکھتی ہیں آپ بے مزہ جو بھی کہنا چاہتے ہیں فرماتے رہیں۔“

”ہرگز نہیں جناب برداشت کی بھی ایک حد ہوتی ہے ان سب کے چہرے دیکھیے۔“

”میں سے کون ان کاروباری باتوں سے خوش ہو رہا ہے۔ بھئی آپ لوگ بہت بڑے کاروباری ہیں بہت بڑے کاروباری لیکن کاروبار کے لئے مختلف اوقات مقرر ہوتے ہیں۔

بعد میں آپ جتنی کاروباری باتیں چاہیں کر سکتے ہیں۔ اس وقت میرے خیال میں انہیں ترک کر دینا مناسب ہو گا۔“

”تو کہہ تو دیا مالی ڈیئراب تمہارا جو دل چاہے کرو۔ ہم تو معذرت کر چکے ہیں۔“

”آئیے دانش یہ عمارت بہت وسیع ہے یہاں صرف یہی ایک کمرہ نہیں ہے۔ جہاں آپ محدود ہو جائیں۔ میں آپ کو اپنا گھر دکھانا چاہتی ہوں۔“

”جیسی آپ کی مرضی۔“ میں نے کہا اور اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ جہانگیر نے

خاموشی اختیار کر لی تھی۔ میں اور شامل باہر نکل آئے۔ کسی اور نے ہمارے ساتھ آنے کی

کوشش نہیں کی تھی۔ البتہ میں نے اس انداز میں دوسروں کو دیکھا جیسے انہیں بھی اپنے

ساتھ آنے کی دعوت دے رہا ہوں اور شامل کو اس سلسلے میں کوئی فوقیت دینے پر تیار نہ

ہوں لیکن کوئی بھی اٹھ کر نہیں آیا۔ چنانچہ میں اور شامل باہر نکل آئے۔ شامل مجھے لان

کے ایک گوشہ تھالی میں لے آئی ہم کافی دیر تک ادھر ادھر کی بات کرتے رہے۔ اس نے میری

ہر بات پر ذہانت کا ثبوت دیا تھا پھر میں نے اس سے دوبارہ ملنے کا وعدہ کر کے رخصت کی

اجازت چاہی اور اپنی کار کی طرف بڑھ گیا۔ میں نے دوبارہ جہانگیر سے ملنے کی ضرورت

محسوس نہیں کی۔ ڈرائیور نے جلدی سے دروازہ کھول دیا تھا۔ ابھی میں اندر بیٹھا بھی

نہیں تھا اور شامل سے گفتگو ہی کر رہا تھا کہ ایک اور کار اندر داخل ہو کر میری کار سے

تھوڑے فاصلے پر اس انداز میں رک گئی کہ میری کار کو واپس مڑنے کا موقع مل جائے۔

اس کار سے ایک چھریے بدن کا دروازہ قامت لیکن عمر رسیدہ آدمی نیچے اترتا۔ بہت ذہنی

اسمارٹ شخصیت تھی۔ میں نے ایک نگاہ اسے دیکھا اور اس کے بعد شامل کے ساتھ

گردن خم کر کے اپنی کار کی عقبی نشست پر بیٹھ گیا۔ میرے ڈرائیور نے کار ریورس کر دی

تھی اور شامل میری جانب مسکراتی ہوئی نگاہوں سے دیکھتی ہوئی ہاتھ ہلانے لگی تھی کچھ دیر

کے بعد میری کار کو ٹھکی سے باہر نکل آئی۔ آنے والے شخص کے بارے میں میرے ذہن

میں کوئی تجسس نہیں ابھرا تھا۔ البتہ واپسی کے راستے میں شامل کے بارے میں سوچ رہا

تھا۔ اس بات کو قطعی طور پر ذہن سے نہیں نکال سکتا تھا کہ وہ جہانگیر کی بیٹی ہے اور

جہانگیر کے لئے میرے ذہن میں بہت سے سوالات تھے۔ مثلاً اگر سب سے زیادہ خطرناک

بات سوچی جاتی تو جمال آراء کا قتل تھا۔ جس کے بارے میں مسز اختر اور دوسرے تمام

لوگوں کا خیال تھا کہ وہ جہانگیر ہی کا شکار ہوئی ہے۔ جہانگیر سے گفتگو کرتے ہوئے یہ احساس نہیں ہوتا تھا کہ یہ شخص اتنا خطرناک ہے۔ لیکن کاروباری دنیا میں چہرے بدلنا سب سے بڑا فن تصور کیا جاتا تھا اور ہو سکتا ہے جہانگیر نے اپنا چہرہ کسی نئے منصوبے کے تحت بدلا ہوا ہو۔ ہونا یہی چاہیے کہ میں کسی کے فریب نہ آؤں۔ کسی پر غلط فہمی میں آکر اتنا اعتماد نہ کر لوں کہ..... وہ مجھے باآسانی گروں سے دہالے۔ شامل بہت خوبصورت تھی۔ بہت ہی گفتگو کرتی تھی۔ حالانکہ رخسار نے مجھ سے کہا تھا کہ میں اس شہر کی سب سے خطرناک شخصیت سے مل رہا ہوں لیکن بظاہر ایسی کوئی بات نظر نہیں آتی تھی۔ تاہم اگر یہ سب چہرے بدلے ہوئے ہیں تو انہیں اس وقت مایوسی کا سامنا کرنا پڑے گا جب انہیں یہ احساس ہو گا۔ کہ میں ان میں سے کسی بھی چہرے سے متاثر نہیں ہوا ہوں۔ شامل کی گفتگو میں ایسی بے نیازی تھی جیسے وہ جہانگیر کے تمام منصوبوں سے نواقف ہو۔ اس نے عقدن آئوز کے مسئلے میں جہانگیر کی ذہنی کیفیت کا تذکرہ بھی اس ساوگی سے کیا تھا کہ میں اس غلط فہمی کا شکار ہو جاؤں کہ اسے حقیقت کا کوئی علم نہیں ہے لیکن ان تمام باتوں کے بعد بھی پر وہ ایک گہری سازش بھی ہو سکتی تھی۔ چنانچہ ان لوگوں سے ملنا اپنی جگہ، لیکن اپنے طور پر محتاط رہنا بے حد ضروری تھا۔ رشید ناگی نے بلاخر اپنا کام شروع کر دیا۔ جو اشارے میں نے اسے دیئے تھے وہ اس نے بخوبی اپنا لئے تھے اور پھر اس پر کام شروع کر دیا تھا۔ اشارات میں میں نے کافی بڑی سرخی اور خبر دیکھی تھی ساری کارروائی منصوبے کے عین مطابق ہوئی تھی۔

”میں ان تمام کارروائیوں سے پوری طرح مطمئن تھا۔ اور اپنی کوٹھی میں مقیم باقی تمام معاملات سے کٹ کر ان حالات کا جائزہ لے رہا تھا۔ ویسے بہت زیادہ سرگرمی کا اظہار کرنا کس طور مناسب نہیں تھا۔ کیونکہ ابھی تک میں پس پردہ یہ سب کچھ کر رہا تھا اور میں نے اس بات کا کہیں بھی اظہار نہیں کیا تھا کہ میں شاہنواز کی پشت پر ہوں۔ اسی دوران ایک اور دلچسپ واقعہ پیش آگیا جس کا تذکرہ دلچسپی سے خالی نہیں ہو گیا۔ ون کے تقریباً گیارہ ساڑھے گیارہ بجے کا وقت تھا کہ ایک خوبصورت کار کوٹھی میں داخل ہوئی۔ میں نے کار کو فوراً ہی پہچان لیا۔ اسے میں نے جہانگیر کی کوٹھی میں دیکھا تھا اور یہ وہی کار تھی جس سے وہ اسمارٹ سا آدمی نیچے اترتا تھا۔ لیکن اس شخص کے ساتھ ایک اور شخصیت کو

گاڑی سے اترتے دیکھ کر میں چونک پڑا اور پھر میرے ذہن میں ایک چرخی سی چلنے لگی۔ یہ شخصیت ایک خوبصورت لڑکی کی تھی اور یہ خوبصورت لڑکی نیلاب کے علاوہ اور کوئی نہیں تھی۔ وہی نیلاب جو چند لمحات کے لئے ہوا کے جھونکے کی مانند میرے قریب آئی تھی۔ اور اس کے بعد گم ہو گئی تھی۔ میں اپنی جگہ سے اٹھا اور باہر نکل آیا۔ میرے ملازمین ان لوگوں سے بات چیت کر رہے تھے۔ پھر جب میں آگے بڑھا تو نیلاب نے مجھے دیکھ لیا اور مسکراتی ہوئی آگے بڑھ آئی۔

”ہیلو۔ دانش۔“

”ہیلو نیلاب۔ آپ کیسی ہیں۔ کہاں غائب ہیں آپ اتنے عرصے سے اور یہ صاحب؟“

آپ نہیں جانتے۔ میرے ڈیڈی شمشاد بیگ۔

میں پہلے ہی سمجھ چکا تھا کہ یہ شخص شمشاد بیگ کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ میں نے بڑے پر تپاک انداز میں شمشاد بیگ سے مصافحہ کیا تھا۔

”آپ کا نام تو میرے علم میں تھا شمشاد صاحب اور اس دن غالباً میں نے آپ کو جمانگیر کے ہاں دیکھا بھی تھا۔ لیکن اس وقت تعارف نہ ہو سکا اور اس سے پہلے بھی کبھی اس کا موقع نہیں آسکا۔ ہاں نیلاب سے ملاقات ہوئی تھی۔“

”ہاں بس یوں سمجھ لیں دانش صاحب کہ میں..... مصروف انسان ہوں۔ لیکن اتنا بھی نہیں کہ آپ سے ملاقات نہ کر سکے۔ بات دراصل یہ ہے کہ میں آپ کی سطح کا انسان نہیں ہوں۔“

”تشریف لائیے۔ کسی نے آپ کو غلط فہمی کا شکار کر دیا۔ میری کوئی سطح نہیں ہے۔ ایک عام سا آدمی ہوں اور آپ تمام لوگوں سے ملاقات کا خواہشمند۔ اب یہ میری بد قسمتی ہے کہ میں آگے بڑھ کر کسی سے تعارف حاصل کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ ورنہ میرا تو دل چاہتا ہے کہ اس شہر کی ان تمام معزز ہستیوں سے ملاقات کروں جو اس شہر کی روح رواں ہیں۔“ شمشاد بیگ نے ہنستے ہوئے کہا۔

”افسوس ہم ان میں نہیں ہیں۔“

”میرا خیال ہے ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ آئیے تشریف لائیے۔“ میں نے اپنے

انہوں سے ڈرائنگ روم کا دروازہ کھول کر انہیں آنے کی پیشکش کی۔ نیلاب ایک خوبصورت ساڑھی میں ملبوس ہمیشہ کی مانند حسین نظر آرہی تھی۔ یہ لڑکی بھی بہت دلکش تھی اور اس میں کچھ ایسی جاذبیت تھی کہ میں نے اسے بخوبی محسوس کیا تھا۔ بہر طور وہ دونوں اندر آگئے۔ میں نے شمشاد بیگ کو بیٹھنے کی پیشکش کی اور پھر ان کی خاطر مدارت کے لئے اپنے ملازمین کو حکم دے دیا۔

”مجھے علم نہیں تھا کہ آپ اس طرح میری پذیرائی کریں گے۔“

”کیوں۔ ایسی کیا بات ہے۔ ظاہر ہے آپ میرے لئے انتہائی محترم ہیں۔“

”بس۔ بات تو تھی کچھ۔ خیر چھوڑیئے۔ فوراً ہی اس کا تذکرہ مناسب نہیں لگتا۔“

آپ سنائیے مقدس آٹوز کے معاملات کیسے جارہے ہیں۔“

”مناسب ہی ہے مقدس کریم ایک باصلاحیت آدمی ہیں اور ان کے اندر ہر کاروبار

کو اپنے آپ میں جذب کر لینے کی ہمت بھی موجود ہیں۔ اور صلاحیت بھی۔ میرے خیال

میں انہوں نے بڑے اعلیٰ پیمانے پر کام شروع کیا ہے۔“

”صرف آپ کے خیال میں۔“ شمشاد بیگ نے ہنستے ہوئے کہا۔

”سمجھا نہیں؟“

”آپ نے مقدس کریم کو اپنی آغوش میں بٹھا کر یہ ساری کارروائی کی ہے۔ آپ

اس سے کیوں انکار کرتے ہیں۔“

”میری آغوش تو اس وقت بھی خالی ہے۔ شمشاد صاحب۔ اگر ایسی کوئی بات ہوتی

تو مقدس کریم میری آغوش میں ہوتے میں نے بات کو مذاق میں ٹال دیا۔“

”نہیں اس بات سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ اگر آپ ان کی پشت پر نہ ہوتے تو

ملا اس بیچارے کی کیا مجال تھی کہ وہ ایک قدم بھی آگے بڑھ سکتا اور وہ بھی رانا جمانگیر

میں جیسے آدمی کے سامنے۔“

”خیر۔ کسی کے شانے پر ہاتھ رکھ دینا کوئی بری بات نہیں ہے لیکن شرط یہی ہے کہ

وہ خود بھی آگے بڑھنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ میں نے تو پہلے ہی اعلان کر دیا تھا کہ میں ہر

اس کاروبار میں سرمایہ کاری کرنا پسند کروں گا جسے چلانے کی صلاحیتیں کاروبار کرنے والے

میں موجود ہوں اور یہ میری پیشکش آج بھی ہر شخص کے لئے موجود ہے۔ ہاں یہ دوسری

بات ہے کہ اپنا سرمایہ کسی کاروبار میں شامل کرتے ہوئے میں اپنے طور پر اپنے آپ کو مطمئن کرنا پسند کرتا ہوں۔“

”ایک جائز بات ہے۔ اس میں کوئی اعتراض نہیں کیا جاسکتا ہے۔ ویسے میں آپ کے پاس جس مقصد کے لئے حاضر ہوا ہوں اسے سننے کے بعد آپ مجھے کوئی اچھا آدمی تصور نہیں کریں گے۔“

”اس کا فیصلہ مجھ پر چھوڑ دیجئے۔“ شمشاد صاحب۔ آپ اس کے لئے کیوں پریشان ہوتے ہیں۔ آپ یہاں تشریف لائے آپ نے میری عزت افزائی کی۔ نیلاب سے تو میری شناسائی بھی ہے۔ یہ مجھے ملیں اور پھر اس طرح گم ہو گئی کہ میں انہیں تلاش کرتا ہی رہ گیا۔ دراصل کسی ایسی معزز خاتون کو تلاش کرنے کے لئے بہت زیادہ کوششیں بھی غیر مناسب ہوتی ہیں۔ جو ایک باعزت گھرانے سے تعلق رکھتی ہوں۔ البتہ ان کی کمی میں نے ہمیشہ محسوس کی۔ نیلاب کے چہرے پر ایک رنگ آکر گزر گیا۔ اس نے عجیب سی نگاہوں سے اپنے باپ کو دیکھا اور نبھانے کیوں شمشاد بیگ کی نظریں جھک گئیں۔ اسی دوران ملازم کھانے پینے کی اشیاء لے آیا اور میں نے بڑی محبت سے ان لوگوں کی خاطر مدارت شروع کر دی۔ نیلاب کے چہرے پر بدستور ویسے ہی تاثرات تھے۔ شمشاد بیگ نے کہا۔ ”سب سے پہلے میں آپ کے سامنے اپنے ایک جرم کا اعتراف کرنے آیا ہوں۔“

دانش صاحب۔

”جرم۔“ میں نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا؟

”سو فیصدی جرم۔“

”اگر آپ محسوس کرتے ہیں کہ یہ جرم برا تھا۔ تو براہ کرم اس کا تذکرہ مجھ سے نہ کیجئے میں اپنے خیالات آپ کی جانب سے خراب نہیں کرنا چاہتا۔“

”نہیں۔ میں بتانا ضروری سمجھتا ہوں اور ایک مجبوری ہے۔ جس کے تحت میں یہ سب کچھ بتا رہا ہوں۔“

”آپ کی مرضی ہے۔ میں آپ کو مجبور نہیں کرتا۔ میری خدمات آپ کے لئے ہر طرح سے حاضر ہیں۔“

اپنے شکبے میں کس رکھا ہے۔ میں ذرا تفصیلی گفتگو کروں گا۔ ایسا تو نہیں ہے کہ آپ بہت زیادہ مصروف ہوں۔“

”نہیں نہیں۔ آپ میرے معزز مہمان ہیں اور آپ کو آپ کی خواہش کے مطابق مکمل وقت دینا میری ذمہ داری۔“

”شکریہ۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ آپ اس قدر خوش اخلاق بھی ہیں۔ دراصل آپ کی غلط تصویر شروع ہی سے میرے سامنے پیش کی گئی تھی اور پھر میں کسی کو کیوں مجرم قرار دوں۔ میں خود مجرم ہوں اور اس کا اعتراف آپ کے سامنے کرنا چاہتا ہوں۔“

”میں خاموشی سے شمشاد بیگ کی صورت دیکھتا رہا۔ شمشاد بیگ نے سامنے رکھی ہوئی چائے کے چند گھونٹ لیے اور پھر ہونٹوں کو خشک کرتا ہوا بولا۔“

”اس دن آپ کو جمانگیر کے گھر دیکھا تو مجھے احساس ہوا کہ میں کسی قدر نقصان کا شکار ہوا ہوں۔ یعنی بلاوجہ مجھے ایک غلط کام پر لگا دیا گیا اور اس کے بعد خود اس کے الٹ کام شروع کر دیا گیا۔ خیر یہ سرمایہ دارانہ سازش تو ہمیشہ ہی رہتی ہے۔ اور سرمایہ دار کی بقا اسی میں ہے۔ ہر طور جمانگیر کے بارے میں بتا رہا تھا۔ جمانگیر نے مقدس کریم کو بھی اپنے آکر کار کے طور پر استعمال کیا تھا اور طویل عرصے تک اس سے فائدہ حاصل کرتے رہے۔ یہ ایک باقاعدہ صنعتی بحث شروع ہو جائے گی۔ مقدس کریم کے ذریعے آٹو پارٹس کا جو سلسلہ شروع کیا گیا تھا۔ اس میں بیچارے مقدس کریم کو میرا خیال ہے پانچ پر سنٹ سے زیادہ نہیں ملتا تھا اور باقی پچانوے فیصد کے مالک جمانگیر تھے۔ مقدس کریم نے اس سلسلے میں احتجاج کیا تو جمانگیر نے اسے بالکل ہی مارکیٹ سے غائب کرنے کا فیصلہ کیا اور اس کے بعد ایسی کارروائیاں کیں کہ مقدس کریم چوہٹ ہو کر رہ گیا۔ اس وقت اس شخص کو سہارا دینے والا اس دھرتی پر کوئی نہیں تھا۔ لیکن ہر شخص کو خدا کا سہارا حاصل ہوتا ہے اور خدا نے آپ کو اس کی پشت پر پہنچا دیا۔ جس کی بناء پر مقدس کریم کہیں سے کہیں پہنچ گیا اور آج جمانگیر اپنے آپ کو اس کے سامنے پست پاتا ہے اور بے شمار مسائل کا شکار ہو چکا ہے۔ مجھے معاف کیجئے دانش صاحب میں بھی جمانگیر کے اشاروں پر چل رہا تھا۔ وہ جب بھی چاہتا مجھے بس مقدس کریم ہی کی طرح تباہ و برباد کر سکتا تھا اور میرے اندر یہ مجال نہیں تھی کہ میں اس کے سامنے گردن اٹھا سکتا۔ جمانگیر کو جب مقدس کریم کے ہاتھوں شکست

میرا ساتھ دیا ہے۔" میں خاموش نگاہوں سے شمشاد بیگ کو دیکھ رہا تھا۔ پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"شمشاد صاحب آپ کے اس جرات مندانہ اقدام کی تعریف نہ کرنا کم ظرفی ہوئی۔ میں آپ کا دلی طور پر شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے ان واقعات سے آگاہ کیا۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ انسان بعض اوقات بھٹک جاتا ہے اور ایسے کام کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے جس کا اسے خود بھی احساس رہتا ہے۔ تاہم اتنا عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس سے قبل آپ نے جمائگیر کے ساتھ مل کر کچھ کیا میں خلوص دل سے اسے سہا کرتا ہوں۔ کیونکہ آپ فوراً ہی سنبھل گئے۔ جہاں تک جمائگیر کا تعلق ہے تو آپ یہ فکر رہیں۔ میرے خلاف سازش کرنا اتنا آسان نہیں ہے۔"

"وہ بہت خونخوار آدمی ہے اور اپنے مقاصد پورے کرنے کے لئے ہر طریقہ کار اختیار کر لیتا ہے۔ پچھلے دنوں اس کا رابطہ ایک ایسے شخص سے رہا ہے جو بہت ہی خوفناک مشہور ہے اور جمائگیر یقینی طور پر اس کے ذریعے آپ کے خلاف بھی کوئی نہ کوئی عمل شروع کرے گا۔"

"آپ مجھے اس کا نام بتانا پسند کریں گے۔"

"ہاں کیوں نہیں۔ میں آپ کو سب کچھ بتانے ہی آیا ہوں۔ تو پھر کچھ چھپانے سے کیا فائدہ اس کا نام فیروز رانا ہے۔ آج کل الیکشن لڑ رہا ہے اور اس الیکشن کے سلسلے میں جمائگیر کا سرمایہ خرچ ہو رہا ہے۔ جمائگیر کی خواہش ہے کہ اسے الیکشن میں کامیاب کر کے اس سے اپنے مفادات حاصل کر سکے۔ چنانچہ جمائگیر در پردہ اس شخص کے لئے سب کچھ کر رہا ہے۔ میرے دماغ میں سنسنی کی ایک لہر اٹھی تھی لیکن میں نے اس کا اظہار نہیں کیا۔ بہت ہی انوکھی خبر تھی۔ بہت دلچسپ اور میرے لئے انتہائی کارآمد بھی چند لمحات میں نے اپنے اعصاب پر قابو پانے میں صرف کئے اور اس کے بعد نرم لہجے میں کہا۔"

"گویا فیروز رانا جمائگیر کے سرمائے سے الیکشن لڑ رہا ہے۔ ویسے یہ فیروز رانا کس قسم کا آدمی ہے۔"

میں نے کہا کہ ایک خطرناک آدمی۔ جس کے پاس بہت سے لوگ کام کرتے ہیں اور ہر قسم کی مجرمانہ کارروائیوں میں ملوث رہتا ہے۔ آپ سے اب چونکہ کوئی بات چھپانا

اٹھانا پڑی تو اس نے مجھے آپ کے پیچھے لگایا اور یہ چاہا کہ کسی بھی طرح آپ کو اپنے شکنجے میں جکڑ کر مجبور کر دیا جائے کہ آپ مقدس کریم کی پشت پر سے اپنا ہاتھ اٹھالیں۔ اس سلسلے میں اس نے مجھے جو مشورے دیئے وہ بے شک شرمناک تھے اور ان کا تذکرہ کرتے ہوئے آج میری گردن شرم سے جھکی جا رہی ہے۔ اس نے کہا کہ میں نیلاب کے ذریعے آپ کو اپنے جال میں پھانس لوں۔ اور میری آنکھوں پر پٹی بندھ گئی۔ میں نے نیلاب کو آپ تک پہنچا دیا۔ اس بیچاری کو بالکل نہیں معلوم تھا کہ اس کا کام کیا ہے۔ یہ آپ تک پہنچی اور اس کی بعد آپ سے گفتگو ہوئی۔ لیکن اتفاق کی بات یہ کہ جس وقت یہ آپ سے متاثر ہو کر آپ کی دوست بننے کی کوشش میں مصروف تھی ایک رات جمائگیر کا ٹیلیفون مجھے موصول ہوا۔ میرے ہاں ٹیلیفون کی دو لائین ہیں اور میری ڈائریکٹ لائن خراب تھی اس لئے جس ٹیلیفون پر میں نے گفتگو کی اس کے دوسرے کنکشن دیگر کمرؤں میں بھی موجود ہیں اور اتفاق سے نیلاب نے میری اور جمائگیر کی گفتگو سن لی۔ جس میں یہی تذکرہ تھا کہ نیلاب نے کس حد تک اپنا کام سرانجام دیا ہے۔ بس جناب اس کے بعد یہ بگڑ گئی اور اس نے آپ سے ملاقاتیں ترک کر دیں۔ کیونکہ اسے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ ہم لوگوں نے اسے اپنا آلہ کار بنایا ہے۔ میری لاکھ کوششوں کے باوجود یہ دوبارہ آپ سے ملاقات کے لئے تیار نہیں ہوئی اور پھر مجھے خود بھی احساس ہو گیا کہ میں نے کوئی آبرو مندانہ طریقہ اختیار نہیں کیا ہے لیکن نیلاب کے اس طرح پیچھے ہٹ جانے سے جمائگیر ناراض ہو گیا اور اس نے مجھے دھمکیاں دیں۔ میں خاموشی سے یہ سب کچھ برداشت کرنا رہا۔ نیلاب کو تیار کرنا اب میرے بس سے باہر تھا۔ چنانچہ یہ سلسلہ ختم ہو گیا اور اب جمائگیر نے اپنی بیٹی شامل کو آگے بڑھایا ہے۔ میں نے جب آپ کو اور شامل کو یکجا دیکھا تو مجھ سے برداشت نہیں ہو سکا۔ کیونکہ اس دوران جمائگیر میرے خلاف کام کرنے پر آمادہ ہو گیا تھا اور مجھے اس کے ہاتھوں چند چھوٹی چھوٹی سی پریشائیاں اٹھانا پڑی ہیں بات دراصل یہ نہیں ہے کہ ان پریشانیوں سے گھبرا کر میں آپ کے پاس کوئی مدد طلب کرنے آیا ہوں۔ آپ اطمینان رکھیے میں اب سے ایک پیسے کی مدد نہیں مانگوں گا لیکن میرے ضمیر نے یہ گوارا نہیں کیا کہ آپ کو جمائگیر کے چنگل میں پھنس جانے دوں میری بیٹی نے میرا ضمیر جگا دیا ہے اور میں اپنا فرض پورا کرنے آیا ہوں اور اسی لئے نیلاب نے بھی یہاں آنے میں

”اگر ان کے خلاف فوری طور پر کوئی کارروائی کی جاتی ہے تو کہیں جہانگیر کا خیال آپ کی جانب نہ جائے۔ ان حالات میں آپ خطرے میں پڑ سکتے ہیں۔“

”میری فکر نہ کیجئے۔ اول تو جہانگیر شاید اس بارے میں نہیں سوچے گا۔ کیونکہ اس کے خیال..... کے مطابق میں گردن گردن تک دلدل میں دھنسا ہوا ہوں اور اگر وہ میرے خلاف کچھ کرنے پر آمادہ ہو بھی گیا تو بہت سے ایسے ثبوت مہیا کر سکتا ہے جو اسے نقصان پہنچانے میں معاون ثابت ہوں گے لیکن خیر کوئی حرج نہیں ہے۔ میں یہ خطرہ مول لے چکا ہوں۔ تاہم اپنی بچت کی میں کوششیں کروں گا اور محتاط رہوں گا۔ ویسے ایک بات آپ کے کانوں تک اور پہنچا دوں وہ یہ کہ بظاہر آپ مجھے ان کا معاون پائیں گے اور ان کے حاشیہ برادروں میں دیکھیں گے لیکن درحقیقت میں دوسرا کام کر رہا ہوں۔ آپ سمجھ رہے ہیں نا۔“

”ہاں۔ بالکل بالکل۔ میں آپ کے اس انداز سے خوش ہوں۔ آپ میرے خلاف بھی جہانگیر کے ساتھ کام کرتے رہیں۔ یہ بات صرف میرے اور آپ کے درمیان رہے گی کہ ہم دوست ہیں۔“

”میں بھی یہی چاہتا ہوں۔ جب کسی کو آخری حد تک پہنچانا ہو تو تھوڑی سی چالاکی سے بھی کام لینا پڑتا ہے۔“

”میں آپ کی جانب دوستی کا ہاتھ بڑھاتا ہوں شمشاد صاحب اور آپ اطمینان رکھیے اب آپ کا تحفظ بھی مجھ پر فرض ہو گیا ہے۔“

”بہت بہت شکریہ۔ آپ اطمینان رکھیے میری ذات سے آپ کو دکھ کبھی نہیں پہنچے گا۔ کیوں نیلاب اب تو تم مطمئن ہو۔“

”جی ڈیڈی۔ میں اپنے طور پر کسی فرد یا دانش صاحب کو نقصان نہیں پہنچانا چاہتی۔ یہ بہت اچھے انسان تھے۔ ان سے میری ملاقات بہت مختصر رہی ہے لیکن انہوں نے مجھے بے حد متاثر کیا ہے اور میں نے اسی پر احتجاج کیا تھا۔ اب آپ نے دیکھ لیا ہو گا کہ یہ کس قسم کے انسان ہیں۔“

”میں پہلے ہی ان کے سامنے اپنی شرمندگی کا اظہار کر چکا ہوں۔ تو پھر اب آپ مجھے اجازت دیجئے۔ میں زیادہ دیر یہاں نہیں رکوں گا۔“

نہیں ہے مجھے چنانچہ میں آپ سے یہ بھی عرض کر دوں کہ وہ بہت بڑا اسمگلر ہے۔ خاص طور سے منشیات کی اسمگلنگ کرتا ہے اور اس سلسلے میں بھی جہانگیر اس کا شریک کار ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ جہانگیر خان نے براہ راست اپنے آپ کو اس میں ملوث نہیں کیا اور ساری کارروائی اسی کے ذریعے ہوتی رہی ہے اور اب میں آپ کو ایسی بات بتا رہا ہوں۔ جو میرے ان تمام انکشافات کا آخری ثبوت ہوگی۔“

”جی۔ جی۔ فرمائیے۔“

”انڈسٹریل ایریا میں سرخ گوداموں کے نام سے ایک سلسلہ مشہور ہے اور اس کے بارے میں تقریباً تمام ہی لوگ جانتے ہیں سرخ گوداموں میں گودام نمبر بارہ فیروز رانا کی ملکیت ہے اور گودام نمبر بارہ پر اگر پولیس ایک کامیاب چھاپہ مارے تو یقینی طور اسے وہاں منشیات کے ذخائر مل جائیں گے اور اس کے ساتھ ساتھ ہی اس کے خلاف بے شمار ثبوت۔ اگر فیروز رانا کو کسی طرح قابو کر لیا جائے تو جہانگیر کی کمر خود بخود ٹوٹ سکتی ہے اور اس بات کے بھی امکانات ہیں کہ فیروز رانا کے ذریعے جہانگیر کے جرائم کا انکشاف بھی ہو جائے گا۔ میں انتہائی افسوس کے ساتھ ایک اور خبر آپ کو دے رہا ہوں۔ وہ یہ کہ جہانگیر ایک قتل میں بھی ملوث ہیں۔ جو اس نے فیروز رانا کے ذریعے کرایا ہے اور یہ قتل ایک معزز خاتون جمال آراء بیگم کا ہے۔ جہانگیر نے جمال آراء کو بھی آپ کے خلاف اپنا آلہ کار بنانے کی کوشش کی تھی۔ کیونکہ سنا گیا تھا کہ جمال آراء آپ کے حلقہ احباب میں سے ہے۔ بہر طور یہ وہ ساری باتیں ہیں جو میرے علم میں تھیں اور میں نے ان کی پردہ پوشی کی تھی۔ لیکن اب میں مجبور ہو گیا ہوں آپ کو ان حالات سے آگاہ کرنے کے لئے اور مجھے ان انکشافات کا کوئی صلہ درکار نہیں۔ سمجھ رہے ہیں نا آپ۔“

میں سکتے کے سے عالم میں بیٹھا ہوا تھا۔ جو کچھ مجھے معلوم ہوا تھا میرے لئے ان حالات میں کس قدر قیمتی تھا اس کا اندازہ شاید شمشاد بیگم کو نہیں تھا۔ بہر حال میں نے فوراً ہی خود کو سنبھالا اور بولا۔

”آپ نے جو کچھ کیا ہے۔ شمشاد صاحب اسے میں اپنے دل کہ گہرائیوں میں محسوس کرتا ہوں۔ لیکن ایک خوف مجھے اور ہے۔“

”کیا۔“ شمشاد بیگم نے پوچھا۔

”کیا میں آپ کو احتیاط سے واپس بھجوانے کا بندوبست کروں۔“

”نہیں آپ اطمینان رکھیے اب میں اتنا کچا بھی نہیں ہوں برائیوں میں الجھا رہا ہوں اور بروں سے نمٹنا بھی جانتا ہوں۔ شمشاد بیگ نے کہا اور اس کے بعد وہ دونوں کھڑے ہو گئے۔ میں نے نیلاب سے کہا۔“

”مس نیلاب حالات درست ہوتے ہی آپ سے دوسری ملاقات میں خود کروں گی۔ تاہم آپ کا بے حد شکریہ کہ آپ نے اپنے ڈیڈی کو میرے ساتھ تعاون کرنے پر آمادہ کیا۔ نیلاب نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں انہیں باہر تک چھوڑنے آیا اور تھوڑی دیر کے بعد ان کی کار باہر چلی گئی۔ لیکن شمشاد بیگ جو انکشافات کر گیا تھا وہ اتنے سنسنی خیز تھے کہ میرے اعصاب ابھی تک کشیدہ ہو رہے تھے۔ میں واپس مڑا تو روزی کو وہاں پایا۔ میں نے مسکراتے ہوئے اس سے اپنے لئے مشروب لانے کو کہا وہ خاموشی سے گردن جھکا کر باہر نکل گئی تھی۔ میں ایک بار پھر ڈرائنگ روم میں آ بیٹھا اور شمشاد بیگ کے انکشافات میرے ذہن میں گردش کر رہے تھے۔ لال گودام کے بارے میں معلومات بڑی کار آمد چیز حاصل ہو گئی۔ شاہنواز کے سلسلے میں بھی بڑا کام آسکتا تھا یہ لال گودام۔ یوں سمجھا جائے تو غلط نہیں ہوگا کہ یہ شاید فیروز رانا کے تابوت میں آخری کیل ہی ثابت ہوتی۔ بشرطیکہ اس سلسلے میں کوئی کامیاب قدم اٹھایا جاسکے۔ مشروب کے گھونٹ لیتے ہوئے میں نجانے کب تک اس بارے میں سوچتا رہا۔ بہت سوچنے سمجھنے کے بعد کوئی قدم اٹھانا ضروری تھا تاکہ میرا اٹھایا ہوا قدم بیکار نہ جائے لیکن کیا ہونا چاہیے۔ یہ سارا دن انہی سوچوں میں گزر گیا تھا اور پھر رات کو بھی نجانے کب تک اسی سلسلے میں غور کرتا رہا۔ رشید ناگی سے کوئی رابطہ قائم نہیں ہوا تھا اور یہ ضروری بھی نہیں تھا جو کام اس نے شروع کر رکھا تھا وہ بہت موثر تھا اور اب میں اس کے بارے میں مزید جائزہ لینا چاہتا تھا۔ میرے لئے معلومات کا ذریعہ اخبارات ہی تھے آج کی اطلاعات مزید سنسنی خیز تھیں اور میں ان سنسنی خیز اطلاعات میں بری طرح کھو گیا۔ ان تین افراد کو اغوا کر لیا گیا تھا جنہیں شاہنواز پر قاتلانہ حملے کے الزام میں گرفتار کیا گیا تھا۔ اور اغوا کا یہ سلسلہ بھی بے حد سنسنی خیز تھا۔ ادم مزدوروں کے ہنگامے جاری تھے اور ان آٹھوں ملوں اور کارخانوں میں مسلسل ہڑتال چل رہی تھی جو شاہنواز کے زیر اثر تھیں جن کی بنا پر ان کا شدید نقصان ہو رہا تھا اور ان

سرکاری اداروں کی طرف سے بھی پولیس پر اور حکام پر دباؤ ڈالا جا رہا تھا کہ شاہنواز کے سلسلے میں کارروائی مکمل کی جائے۔ مزید یہ کہ ان تین افراد کا اغوا جلتی پر تیل کا کام کر گیا تھا۔ انہیں اغوا کرنے کے لئے زبردست کارروائی کی گئی تھی اور پولیس کے چند اہلکار بھی زخمی ہو گئے تھے۔ پولیس کے اعلیٰ ترین حکام کا بیان بھی ان خبروں کے ساتھ ہی شامل تھا۔ جس میں بتایا گیا تھا کہ ان تین افراد کے بیانات لے لئے گئے ہیں ان کی بازیابی کے ساتھ ساتھ ان کے بیانات کی روشنی میں مزید کارروائیاں بھی متوقع تھیں۔ میں ان خبروں کو بغور دیکھتا رہا اور میں نے اپنے طور پر ایک پلان بنانا شروع کر دیا۔ اب اس سلسلے میں رشید ناگی سے ملاقات کرنا بے حد ضروری تھا۔ ان تین آدمیوں کے اغوا کی تشویش مجھے بھی ہو گئی تھی۔ رشید ناگی سے ملاقات کے لئے پہلے میں نے اس شخص کو ٹیلیفون کیا جسے ہمارے درمیان رابطے کے لئے مخصوص کیا گیا تھا چنانچہ رشید ناگی میرے پاس ٹھیک ایک بجے پہنچ گئے۔

”اس سلسلے میں بعد میں تمہاری تعریف کروں گا رشید ناگی تم نے بلاشبہ بہترین انداز میں کام شروع کیا ہے لیکن ان تین افراد کے اغوا کی خبر نے مجھے پریشان کیا ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ فیروز رانا انہیں اغوا کرنے کے بعد اپنا بیان بدلنے پر مجبور کر دے یا ان کے ذریعہ یہ بات معلوم کر لے کہ ان کے پس پشت کون ہے۔“ رشید ناگی کے ہونٹوں پر معنی خیز مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے کہا۔

”یہ بات ایسے ہی ناممکن ہے جیسے سورج مشرق کی بجائے مغرب سے طلوع ہو۔“

”وہ کیسے؟“

”سرا نہیں اغوا بھی تو ہم نے ہی کیا ہے۔“

”کیا۔“ میں اچھل پڑا۔

”جی ہاں یہ بھی میرے پروگرام کا حصہ تھا ان تینوں کو میں نے اغوا کرایا ہے اور جب وہ میری تحویل میں ہیں۔“ میں حیران نگاہوں سے رشید ناگی کو دیکھتا رہا تو رشید ناگی نے ہنستے ہوئے کہا۔ ”دراصل سر آپ نے ایک پوائنٹ دیا تھا مجھے اور اسی پر میں نے مختلف طریقے سے عمل کیا ہے۔ بس یوں سمجھ لیجئے کہ اس میں مسلسل شاخیں پھوٹ رہی ہیں۔“

”بہت خوب ناگی لیکن میں تم پر ایک اور انکشاف کرنا چاہتا ہوں۔“

”وہ کیا سر۔“

”کیا تمہیں انڈسٹریل ایریا میں سرخ گوداموں کے سلسلے میں کچھ معلومات حاصل

ہے۔“

”سرخ گودام۔ نہیں سر مجھے اس بارے میں کچھ نہیں معلوم۔“

”انڈسٹریل ایریا میں گودام کا ایک بڑا سلسلہ پھیلا ہوا ہے جو سرخ گودام کے نام

سے مشہور ہے۔ اس میں گودام نمبر بارہ فیروز رانا کی ملکیت ہے۔ جہاں منشیات کے ذخائر

موجود ہیں۔ اگر اس گودام پر ایک کامیاب چھاپہ پڑ جائے تو میں سمجھتا ہوں فیروز رانا کے

تابوت میں آخری کیل ثابت ہو گا۔ رشید ناگی کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ وہ گہری گہری سانسیں

لیتا ہوا بولا۔“

”یہ اطلاع آپ کو کہا سے ملی؟“

”اس بات کو جانے دو ناگی لیکن جو کچھ میں نے کہا ہے میرا خیال ہے وہ بالکل

درست ہے۔“ رشید ناگی آنکھیں بند کر کے کسی سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

”تو پھر میں زیادہ دیر آپ کے پاس نہیں رک سکوں گا۔ میرے خیال میں پولیس

حکام تک یہ اطلاع پہنچانے کے لئے مجھے فوری طور پر عمل کر دینا ضروری ہے۔“ میں نے

رشید ناگی سے بڑا پر جوش مصافحہ کیا اور اس کے بعد اسے خاموشی سے رخصت کر دیا۔

میرے ذہن میں عجیب سے جال بن رہے تھے۔ بڑا کام کا آدمی ہو گیا تھا..... مجھے اس

سلسلے میں اس نے جو کچھ کر دکھایا تھا وہ قابلِ تحسین تھا۔ کیا کیا جاتا دور ہی یہی ہے۔ اپنا

کام کرنے کے لئے ان تمام اژدھوں کو چت کرنا پڑتا ہے جن کی پھنکاریں پورے ماحول کو

زہر آلود کئے ہوئے ہیں۔ رشید ناگی کے جانے کے بعد میں آنکھیں بند کر کے اپنے بستر

لیٹ گیا۔ ذہن میں عجیب سی سنسنی ہو رہی تھی۔ دماغ کی ساری چولیں مل کر رہ گئی تھیں

بلاشبہ یہ واقعات اتنے ہی سنسنی خیز تھے۔“

”دل میں عجیب سے خیالات جنم لے رہے تھے یونہی گاڑی کو دوڑاتا رہا۔ صدر پنچا

اور صدر سے پھر مسجد خضر، روزی میرے ساتھ تھی۔ یہ وہ جگہ تھی جہاں میں گاڑیاں

دھویا کرتا تھا۔ یہاں کافی رش تھا زندگی معمول کے مطابق تھی موسم بہتر ہونے کی وجہ سے

پہل پہل بھی کچھ زیادہ ہو گئی تھی، عین اسی جگہ جہاں میں گاڑیاں دھویا کرتا تھا۔ بہت کچھ

پہل پہل بھی کچھ زیادہ ہو گئی تھی، عین اسی جگہ جہاں میں گاڑیاں دھویا کرتا تھا۔ بہت کچھ

پہل پہل بھی کچھ زیادہ ہو گئی تھی، عین اسی جگہ جہاں میں گاڑیاں دھویا کرتا تھا۔ بہت کچھ

پہل پہل بھی کچھ زیادہ ہو گئی تھی، عین اسی جگہ جہاں میں گاڑیاں دھویا کرتا تھا۔ بہت کچھ

پہل پہل بھی کچھ زیادہ ہو گئی تھی، عین اسی جگہ جہاں میں گاڑیاں دھویا کرتا تھا۔ بہت کچھ

پہل پہل بھی کچھ زیادہ ہو گئی تھی، عین اسی جگہ جہاں میں گاڑیاں دھویا کرتا تھا۔ بہت کچھ

پہل پہل بھی کچھ زیادہ ہو گئی تھی، عین اسی جگہ جہاں میں گاڑیاں دھویا کرتا تھا۔ بہت کچھ

پہل پہل بھی کچھ زیادہ ہو گئی تھی، عین اسی جگہ جہاں میں گاڑیاں دھویا کرتا تھا۔ بہت کچھ

پہل پہل بھی کچھ زیادہ ہو گئی تھی، عین اسی جگہ جہاں میں گاڑیاں دھویا کرتا تھا۔ بہت کچھ

پہل پہل بھی کچھ زیادہ ہو گئی تھی، عین اسی جگہ جہاں میں گاڑیاں دھویا کرتا تھا۔ بہت کچھ

پہل پہل بھی کچھ زیادہ ہو گئی تھی، عین اسی جگہ جہاں میں گاڑیاں دھویا کرتا تھا۔ بہت کچھ

پہل پہل بھی کچھ زیادہ ہو گئی تھی، عین اسی جگہ جہاں میں گاڑیاں دھویا کرتا تھا۔ بہت کچھ

پہل پہل بھی کچھ زیادہ ہو گئی تھی، عین اسی جگہ جہاں میں گاڑیاں دھویا کرتا تھا۔ بہت کچھ

پہل پہل بھی کچھ زیادہ ہو گئی تھی، عین اسی جگہ جہاں میں گاڑیاں دھویا کرتا تھا۔ بہت کچھ

پہل پہل بھی کچھ زیادہ ہو گئی تھی، عین اسی جگہ جہاں میں گاڑیاں دھویا کرتا تھا۔ بہت کچھ

پہل پہل بھی کچھ زیادہ ہو گئی تھی، عین اسی جگہ جہاں میں گاڑیاں دھویا کرتا تھا۔ بہت کچھ

پہل پہل بھی کچھ زیادہ ہو گئی تھی، عین اسی جگہ جہاں میں گاڑیاں دھویا کرتا تھا۔ بہت کچھ

پہل پہل بھی کچھ زیادہ ہو گئی تھی، عین اسی جگہ جہاں میں گاڑیاں دھویا کرتا تھا۔ بہت کچھ

پہل پہل بھی کچھ زیادہ ہو گئی تھی، عین اسی جگہ جہاں میں گاڑیاں دھویا کرتا تھا۔ بہت کچھ

پہل پہل بھی کچھ زیادہ ہو گئی تھی، عین اسی جگہ جہاں میں گاڑیاں دھویا کرتا تھا۔ بہت کچھ

پہل پہل بھی کچھ زیادہ ہو گئی تھی، عین اسی جگہ جہاں میں گاڑیاں دھویا کرتا تھا۔ بہت کچھ

پہل پہل بھی کچھ زیادہ ہو گئی تھی، عین اسی جگہ جہاں میں گاڑیاں دھویا کرتا تھا۔ بہت کچھ

پہل پہل بھی کچھ زیادہ ہو گئی تھی، عین اسی جگہ جہاں میں گاڑیاں دھویا کرتا تھا۔ بہت کچھ

پہل پہل بھی کچھ زیادہ ہو گئی تھی، عین اسی جگہ جہاں میں گاڑیاں دھویا کرتا تھا۔ بہت کچھ

پہل پہل بھی کچھ زیادہ ہو گئی تھی، عین اسی جگہ جہاں میں گاڑیاں دھویا کرتا تھا۔ بہت کچھ

پہل پہل بھی کچھ زیادہ ہو گئی تھی، عین اسی جگہ جہاں میں گاڑیاں دھویا کرتا تھا۔ بہت کچھ

پہل پہل بھی کچھ زیادہ ہو گئی تھی، عین اسی جگہ جہاں میں گاڑیاں دھویا کرتا تھا۔ بہت کچھ

پہل پہل بھی کچھ زیادہ ہو گئی تھی، عین اسی جگہ جہاں میں گاڑیاں دھویا کرتا تھا۔ بہت کچھ

پہل پہل بھی کچھ زیادہ ہو گئی تھی، عین اسی جگہ جہاں میں گاڑیاں دھویا کرتا تھا۔ بہت کچھ

پہل پہل بھی کچھ زیادہ ہو گئی تھی، عین اسی جگہ جہاں میں گاڑیاں دھویا کرتا تھا۔ بہت کچھ

پہل پہل بھی کچھ زیادہ ہو گئی تھی، عین اسی جگہ جہاں میں گاڑیاں دھویا کرتا تھا۔ بہت کچھ

پہل پہل بھی کچھ زیادہ ہو گئی تھی، عین اسی جگہ جہاں میں گاڑیاں دھویا کرتا تھا۔ بہت کچھ

پہل پہل بھی کچھ زیادہ ہو گئی تھی، عین اسی جگہ جہاں میں گاڑیاں دھویا کرتا تھا۔ بہت کچھ

نیاز احمد نے تعریفی نظروں سے کوٹھی کو دیکھا اور بولے۔ ”ماشاء اللہ خوبصورت بھی ہے اور اعلیٰ ذوق کی حامل بھی۔“ میں انہیں ڈرائنگ روم میں لے آیا اور وہ بڑی اپنائیت سے صوفے پر بیٹھ گئے۔ پھر بولے۔

”معاف کرنا دانش میاں ہم بے تکلف آدمی ہیں جو دل میں ہوتا ہے زبان پر آنے سے نہیں روکتے اور پھر اگر کوئی دل کو چھو لے تو..... خیر چھوڑو تم سناؤ کیسی گزر رہی ہے۔“

”جی ہاں۔ میں آپ سب کو یاد کرتا رہا ہوں۔“

”خوب مگر بات کچھ ہضم نہیں ہو رہی چلو ٹھیک ہے اتنا کھدیا کافی ہے۔ ملاقات وقت پر ہوتی ہے۔“

”نہ جانے آپ کس کام سے نکلے ہوں گے؟“

”کوئی نقصان نہیں ہوا۔ مارکیٹ کا جائزہ لینے نکلے تھے کچھ کمپنیوں سے رابطہ ہے سہائی کر دیتے ہیں اور کام چلا رہے ہیں۔“

”اس دن آپ کسی ایل سی کا تذکرہ کر رہے تھے۔“

”ایس..... دہ..... ہاں مرحوم ہو گئی۔“

”کیا مطلب؟“

”بس کام نہیں ہو سکا بینکوں سے سرمائے کا حصول مشکل رہا ہم نے تو ماموں

میاں سے کہا کہ یہ سب بیکار باتیں ہیں۔ ابھی اتنے بڑے پیمانے پر کوئی کام مناسب نہ ہوگا

”بخدا یقین نہیں آ رہا اپنی آنکھوں پر محلوں کا راجا فٹ پاتھ پر کیسے نظر آ رہا ہے؟“

انہوں نے کہا۔

”نیاز احمد صاحب آپ یہاں کہاں گھوم رہے ہیں؟“

”بھئی ہماری بات نہ کریں اپنی بتائیں، ہم تو ہیں ہی سڑکوں کے راجا کیا خیال ہے؟“

”آپ کے پاس کوئی کنوینس ہے؟“ میں نے سوال کیا۔

”کک..... کیا مطلب؟“

”میرا مطلب ہے آپ کی گاڑی کہاں ہے؟“

”نہیں اس وقت کوئی گاڑی نہیں ہے میرے پاس، میں ایسے ہی ذرا ادھر کام

آیا تھا کہ تم کہاں جا رہے ہو؟“ اس نے انتہائی بے تکلفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

”آپ کی تلاش میں پھر رہا تھا۔“

”اماں نہیں مذاق مت کرو۔“ نیاز احمد عجیب سے انداز میں بولا اور مجھے ہنسی

آگئی۔

”آپ کے پاس کچھ وقت ہے۔“

”کمال کر رہے ہو تقدیر کو وقت دینے میں کیا آدمی کو کوئی اعتراض ہو سکتا ہے؟“

”آپ خواہ مخواہ کی باتیں کرتے ہیں، آئیے بیٹھے میرے ساتھ۔“ میں نے کہا اور

نیاز احمد صاحب جلدی سے ادھر ادھر دیکھنے لگے پھر بولے۔

”کہاں بیٹھوں؟“ میں نے برابر کا دروازہ کھول دیا تھا، روزی پچھلی سیٹ پر چلی گئی

اور میں نے گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔

”یہ دن دہاڑے اغوا تو نہیں ہے۔“ نیاز احمد نے کہا۔

”جی ہاں، لیکن کیا آپ اغواء ہونے کو تیار نہیں ہیں؟“

”کمال کرتے ہو بھی میں اور تیار نہ ہوں چلو چلو جہاں دل چاہے لے چلو میں تو

آنکھیں بند کئے لیتا ہوں۔“ نیاز احمد نے پر مزاح انداز میں کہا اور میں نے ہنستے ہوئے

گردن ہلا دی۔ پھر اس لے کر میں سیدھا اپنی کوٹھی کی جانب چل پڑا تھا نیاز احمد کا اس

وقت مل جانا نجانے کیوں ذہن پر ایک خوشگوار اثر چھوڑ رہا تھا۔

لیکن.....

”کیا منگو لیا تھا آپ نے؟“

”سپلائی سے ہی متعلق کچھ کرنٹ آئٹم تھے۔ ہم تو بیس سے خرید کر تھوڑے سے منافع سے کام چلا لیا کرتے تھے۔ ماموں میاں نے کہا کہ اگر یہ آئٹم امپورٹ کر لیں تو بہت سستے پڑیں گے مگر معاملہ بیس لاکھ کا تھا بندوبست نہیں ہو سکا۔“

”آپ مجھ سے مل لیتے نیاز احمد۔“

”ارے نہیں میاں، مذاق اپنی جگہ، ہم ہشتے کھیلتے زندگی گزارنے کے عادی ہیں تمہیں بھلا کیوں تکلیف دی جاتی۔“

”کوئی حرج بھی نہ تھا ظاہر ہے آپ وہ رقم مجھے واپس کر دیتے۔“

”چھوڑو دانش میاں محبت سے مل لئے تم..... ہماری عزت بڑھ گئی یہی ہمارے لیے کافی ہے۔“

”رفیق صاحب سے گفتگو کر کے اندازہ ہوا کہ آدمی تجربے کار ہیں مگر..... ویسے ان کے کاروبار کو کیا ہوا؟“

”گردش دوراں کی کہانیاں یکساں ہوتی ہیں۔ وقت اوپر نیچے ہوتا رہتا ہے۔ تمہارے بارے میں بڑی کہانیاں سننے کو ملتی ہیں کیا قصہ ہے۔“ نیاز احمد نے چابکدستی سے گفتگو کا رخ بدل دیا۔

”پتا نہیں وہ کہانیاں کیا ہوتی ہیں؟“

”یہی کہ تم پر اسرار انسان ہو۔ بہت بڑے سرمایہ دار ہو مارکیٹ پر چھا جانے کی اہلیت رکھتے ہو۔“

”جو کچھ بھی ہوں آپ کے سامنے ہوں۔“

”شادی وادی نہیں کی؟“

”نہیں.....“

”وجہ.....“

”کوئی تجربہ نہیں ہے اس سلسلے میں ویسے آپ جیسے کسی دوست سے معلومات کرنا چاہتا ہوں۔“

”شادی کے سلسلے میں۔“

”ہاں، آپ کا تجربہ کیسا رہا۔“ نیاز احمد ہنس پڑے پھر بولے۔

”تمہاری ذہانت کو مان گئے ہم نے بڑی محنت سے گیند تمہاری طرف اچھلی تھی مگر تم نے اسے راستے سے ہی واپس بڑی ہوشیار سے پھر ہماری ہی طرف پھینک دیا۔ رفیق صاحب ہمارے ماموں ہیں۔ کسی زمانے میں بہت بڑے کاروباری آدمی تھے۔ ویسے خاندان محدود ہے۔ انہوں نے ہمیں اس قابل سمجھا اور ہماری شادی بڑی بیٹی سے کر دی۔ ساتھ ہی رکھنا چاہا مگر ہمیں یہ نہ گوارا ہوا اور نہ ہماری اہلیہ کو بس بہت مختصر فاصلے ہیں ان کے اور ہمارے درمیان۔“

”محسوس ہوتا ہے۔“

”ویسے شادی بری چیز نہیں ہے کرلو۔“ انہوں نے کہا اور میں ہنسنے لگا۔ نیاز احمد بہت دلچسپ انسان تھے۔

”یہ رفیق احمد کا سلسلہ کیا ہے؟“ بظاہر تو ان کے ٹھٹھاٹ بہت شاندار ہیں۔ لیکن ان کی باتوں سے کچھ عجیب سے احساسات ہوتے ہیں۔ ”اس بات پر نیاز احمد کے چہرے پر تھوڑے سے غم کے تاثرات پھیل گئے۔ کہنے لگے۔

”بہت بڑے آدمی تھے کسی زمانے میں حالات کا شکار ہو گئے۔ دراصل کاروبار اچھے انداز میں کیا جاسکتا ہے۔ لیکن یہ دور ذرا گزر بڑھ گیا ہے۔ لوگ ہر طریقہ استعمال کر لیتے ہیں۔ ماموں میاں کو صحیح طور پر لڑنا نہیں آیا۔ ایسے ایسے داؤ لگاتے رہے جن میں چیت ہونا ہی تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سرمایہ ختم ہو گیا۔ اور بس عزت بچا کر رہ گئے۔ یہی اللہ کا شکر ہے مقروض نہیں ہیں۔ ورنہ قرض خواہ تو زندگی برباد کر دیتے۔ بڑا کام کیا انہوں نے کہ اپنے تمام قرضے ادا کر دیے۔ اب نہ بینک کا ان پر کوئی قرضہ ہے نہ اور کوئی چکر ہے۔ زندگی بے شک گزار رہے ہیں۔ کچھ مسائل بھی ہیں لیکن نہ ہونے کے برابر ہیں۔“

”ہوں میاں چائے دوائے میں بڑی دیر ہو گئی ذرا آواز تو لگاؤ۔“ نیاز احمد نے کہا اور مجھے بے اختیار ہنسی آگئی۔ مگر اسی وقت روزی ٹرائی گھسیٹی ہوئی اندر آگئی۔ میں نے ان کی خاطر مدارت کی اور وہ بھی ہر چیز کے ساتھ پورا پورا انصاف کرتے رہے۔ ہم لوگ خاموشی سے کھاتے پیتے رہے۔ جب یہ کھانے پینے کا سلسلہ ختم ہو گیا تو انہوں نے خود ہی

اپنے لیے ایک پیالی چائے بنائی اور بولے۔

”ہاں کیا پوچھا تھا؟ کوئی بات ہو رہی تھی؟“

”جی آپ رفیق صاحب کے گھر کے حالات بتا رہے تھے۔“

”ہاں میاں دانش‘ ماموں میاں نے حالات سے بڑی لڑائی کی مگر اپنی شرافت سے مار کھا گئے۔ دیکھو شریف آدمی کو کسی سے لڑنا نہیں چاہیے۔ مگر ماموں میاں چند چھوٹی چھوٹی باتوں کو اٹا کا مسئلہ بنا بیٹھے اور مارے گئے۔ کاروبار کا کباڑا ہو گیا۔ ہماری شادی تو خیر اور معاملہ تھی۔ درنہ اس وقت جب ہماری شادی ہوئی تو ماموں میاں کا اور ہمارا کوئی جوڑ نہیں تھا۔ مگر ان کی اکلوتی بہن مرتے ہوئے کہہ گئی تھیں کہ رفیق احمد‘ نیاز احمد کو اپنے ہمراہ ہی رکھنا اور ماموں میاں نے قول نبھایا۔ ہمارے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی کر دی۔ ہم نے اپنی زندگی کا آغاز کیا۔ ہم تو چھوٹے راستوں کے مسافر تھے گاڑی دھکیلتے رہے۔ مگر ماموں میاں بڑے بڑے داؤ لگاتے رہے اور پھر ان کے یہ داؤ ناکام ہو گئے۔ چھوٹی بیٹی کی شادی یعنی عافیہ بیگم کی تو ان سے کچھ نا اتفاقی ہو گئی اور وہ سلسلہ قائم نہیں رہ سکا۔ بس اس کے بعد ماموں میاں کا دل ٹوٹ گیا۔ کچھ ایسے بد دل ہوئے کہ ڈوبتے ہی چلے گئے۔ یہاں تک کہ وہ وقت آگیا جب دیوالیہ ہو گئے۔ جو کچھ جمع تھا۔ لوگوں کے حوالے کر کے قرضوں سے جان چھڑائی اور کوئی خاص کام نہیں کر سکے دو بیٹیاں ابھی باقی ہیں۔ جن کی شادیاں کرنی ہیں۔ اچھی خاصی عمریں ہو گئی ہیں کوشش کرتے ہیں۔ مگر ہمت نہیں کر پاتے۔ دراصل وہی دوہری کیفیت جو وقت گزار چکے ہیں اس سے کم پر اپنے آپ کو تسلیم کرنے پر تیار نہیں ہیں اور جب عمل کی دنیا میں نکلتے ہیں تو ناکامیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ حالانکہ ہم نے انہیں بہت سمجھایا ہے کہ وقت سے آنکھیں چرانا آسان کام نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتے رہو۔ لیکن بزرگ ہیں اور اس سے زیادہ ہم لوگ کہہ بھی نہیں سکتے۔“

”عافیہ بیگم وہی ہیں؟“

”ہاں وہی ہے۔“ نیاز احمد ہنس پڑے اور میں بھی مسکرائے لگا۔

”ان کا ذہنی توازن درست نہیں ہے۔“

”کیا؟“ میں اچھل پڑا۔

”ہاں اس شادی کی نا اتفاقی کی وجہ سے بیچاری ذہنی مریضہ ہو کر رہ گئی ہیں۔ بظاہر کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا۔ لیکن کچھ عرصے ساتھ رہنے کے بعد پتہ چل جاتا ہے کہ ایسی کوئی بات ہے۔“

”مگر یہ نا اتفاقی کیوں ہو گئی آخر اس کی کیا بنیاد تھی اور کیا ان کے شوہر یہاں موجود ہیں؟“

”دانش میاں بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں جن کا راز میں رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ تم سے کتنا ہی بے تکلف سہی مگر میری حیثیت اس گھر میں کچھ بھی ہو مگر میرے منہ سے نکلی ہوئی بات اگر ماموں میاں کے کانوں تک پہنچ گئی تو نامعلوم وہ کیا محسوس کریں تو اس کے لئے اگر معاف ہی رکھو تو بہتر ہے۔“

”نہیں۔۔۔۔۔۔ نہیں۔ میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ رفیق صاحب کے گھریلو معاملات کرید کر مجھے کوئی خاص فائدہ حاصل نہیں ہوگا۔ میں نے یونہی بر سبیل تذکرہ پوچھ لیا تھا۔“

”ہاں میاں جو ہونا تھا سو ہو گیا۔ اب اس کا اثر ان دونوں چھوٹی بچیوں پر پڑ رہا ہے۔ ماشاء اللہ پڑھی لکھی ہیں اچھی خاصی شکل و صورت کی مالک ہیں۔ مگر مسائل ہیں کہ ساتھ نہیں چھوڑتے اور ماموں میاں اپنی سطح سے نیچے آنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ خیر ہو جائے گا ان کا بھی۔ اللہ مالک ہے میں نے جیسا کہ تمہیں بتایا تھا کہ چھوٹی موٹی سپلائی کر لیا کرتا ہوں۔ اچھے خاصے پیسے بچ جاتے ہیں۔ خدا کے فضل سے کوئی پریشانی نہیں ہے۔ مگر ماموں میاں کی جو خواہشات ہیں انہیں پوری کرنا میرے بس کی بات نہیں ہے۔“

”تو پھر ایل سی کا مسئلہ تو ختم ہی ہو گیا۔“

”بالکل ختم ہو گیا اب اس کا کیا سوال ہے۔“

”ویسے نیاز احمد مجھے افسوس ہوا ہے۔“

”کیوں۔“

”یہ چھوٹا سا کام تو میں بھی کر سکتا تھا۔“

”نہ بھائی نہ۔ زبان ایک الگ چیز ہے۔ ہم تو مذاق کرنے کے عادی ہیں۔ جو منہ میں

آیا بک گئے۔ مگر یہ معاملہ بڑا ٹیڑھا ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ہمیں جس قدر معلوم ہے وہ

یوں تو زندگی میں ہنگامے ہی ہنگامے تھے۔ مگر اب کوئی ایسا مسئلہ نہیں تھا۔ جو میرے لیے الجھن کا باعث بنتا۔ رشید ناگی نے میرے لیے بہت سی آسانیاں پیدا کر دی تھیں۔ دل میں بار بار یہ خیال آ رہا تھا کہ ابھی تک میں پس منظر میں رہ کر کام کر رہا ہوں۔ کوئی ایسا کارہائے نمایاں سرانجام نہیں دے سکا جو دنیا کو حیران کر دے۔ لیکن دل و دماغ میں کافی ٹھہراؤ پیدا ہو گیا تھا۔ اور میں نے اچھی طرح سوچ لیا تھا کہ جو کچھ میں کر رہا ہوں وہ ایک انداز میں بالکل درست ہے۔ اگر بہت زیادہ دوڑوں گا تو تھک جاؤں گا۔ ابھی تو مجھے زندگی کی ایک طویل مسافت طے کرنی ہے۔ اخبارات روزانہ نئی نئی خبریں سنارہے تھے۔ ادھر شاہنواز اور فیروز رانا کا مسئلہ برق رفتاری سے چل رہا تھا۔ تیسرے دن اخبارات نے بڑی بڑے سرخیاں لگائیں کہ فیروز رانا کو گرفتار کر لیا گیا۔ وہ اسمگلر اور قاتل ہے۔ اس لیے کسی اسمگلر اور قاتل کے ہاتھ میں ملک کی باگ ڈور نہیں دی جاسکتی۔ فیروز رانا کو الیکشن کے لیے نااہل قرار دیا جائے اور اس کے بعد تفصیلات لکھی گئی تھیں۔ اور اس طرح فیروز رانا پر زبردست جرم عائد ہو گیا تھا۔ گوداموں کے بعد اس کے گھر اور مختلف ٹھکانوں پر چھاپے مارے گئے۔ جہاں سے اس کے خلاف اس قدر جرائم کا مواد ملا جو خود پولیس کے لیے ناقابل یقین تھا۔ اس کے کاغذات میں کچھ ایسے شواہد بھی ملے جن سے جہاں آراء کے قتل کا الزام بھی عائد ہوتا تھا۔

یہ سارا دن میں نے گھر پر ہی گزارا اور اس طرح مزید دو دن اور گزر گئے۔ تیسرے دن رشید ناگی خود ہی میرے پاس آ گیا اس دن صبح کے اخبارات نے ایک نئی کہانی سنائی تھی۔ فیروز رانا کو اس الیکشن کے لیے نااہل قرار دیا گیا تھا اور اس پر بے شمار مقدمات قائم ہو چکے تھے۔ جہانگیر خان کا نام البتہ ابھی تک منظر عام پر نہیں آیا تھا اور میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا کہ وہ جیسا بھی ہے بہر حال ذہین ہے اور ویسے بھی میں ابھی اسے منظر عام سے نہیں ہٹانا چاہتا تھا۔ کیونکہ وہ میرا بہترین مد مقابل بھی تھا اور ہمارے درمیان جو نئے رابطے ہوئے تھے میں ان سے پوری طرح لطف اندوز ہونا چاہتا تھا دشمن کے زیادہ قریب رہ کر اس پر نگاہ رکھنا آسان کام نہیں ہوتا لیکن رشید ناگی اس رات مجھ سے ملا اور اس نے مجھے مبارک باد دی اور کہا۔

”سرا سارے کام ہمارے مرضی کے مطابق ہو گئے۔ الیکشن پر کوئی اثر نہیں پڑے

یہ ہے کہ تمہاری ملاقات ماموں میاں سے ایک تقریب میں ہوئی۔ ماموں میاں تمہیں اچھی طرح جانتے تھے۔ بلکہ ماموں میاں ہی کیا پورا شہر ہی تمہیں اچھی طرح جانتا ہے۔ اب اتنی سی بات پر کہ تم اتفاقاً ہمارے گھر آ گئے کیا ہم تم سے فائدہ اٹھا سکتے تھے۔ وہ صرف زبان کی حد تک تھا اس سے آگے کچھ نہیں اور نہ ہم ایسا کبھی کریں گے۔ اس بات کو ذہن میں رکھنا بھیا بات اصل میں یہ ہے کہ عزت سے اگر محبت بھی مل جائے تو زیادہ اچھی ہوتی ہے۔ اور عزت گنوا کر اگر محبت پائی جائے تو بیکار ہے اور پھر وہ رہتی بھی نہیں ہے کوئی نہ کوئی گھپلا ہو ہی جاتا ہے بیچ میں۔“

”خیر آپ سے مل کر واقعی بہت خوشی ہوئی ہے۔ مگر اس دن آپ کی باتیں سن کر ایک خیال آیا تھا اور سوچا تھا کہ اس موضوع پر آپ سے بات کروں گا۔ بلکہ اس وقت بھی آپ کو اس چکر میں لے کر آیا ہوں۔ دیکھیے نا ہر شخص مفاد پرست ہے ہم نے محبت کی باتیں کی ہیں۔ لیکن میں اس بات سے انکار نہیں کروں گا کہ میرے ذہن میں اپنے لیے تھوڑا سا مفاد بھی ہے۔“

”ہم سے کوئی مفاد وابستہ ہے تمہارا؟“ نیاز احمد نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر کہا۔ ”جی ہاں ہے۔ لیکن اس وقت آپ سے اس کے بارے میں گفتگو کرنا میرے خیال میں مناسب نہ ہو گا۔ میں خود کسی وقت آپ کے گھر آؤں گا اور اس وقت اپنا مقصد آپ کے سامنے پیش کروں گا۔“

”ہوں ٹھیک ہے ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔“

”آپ کا کوئی ٹیلی فون نمبر وغیرہ؟“

”ہاں۔ ہے نوٹ کر لیں۔“ نیاز احمد نے کہا۔ اچانک ہی میں نے اپنا منصوبہ بدل دیا تھا۔ غور کر لینا زیادہ بہتر تھا اور اس کے بعد عمل کرنا مناسب تھا۔ چنانچہ میں نے نیاز احمد سے ان کا فون نمبر لے لیا اور پھر دوسرے موضوعات پر گفتگو ہونے لگی۔ جو کچھ اس نے عافیہ بیگم کے بارے میں بتایا تھا۔ وہ میرے لیے باعث حیرت تھا۔ لیکن اس نے مزید تفصیلات بتانے سے معذوری ظاہر کر دی تھی اور پھر مجھ سے اجازت طلب کر لی میں نے اپنے ڈرائیور سے کہا کہ انہیں جہاں وہ جانا چاہیں چھوڑ دے۔ میں ان کے بارے میں بہت دیر تک سوچتا رہا تھا۔

آنے والے وقت پر ہی منحصر ہے۔“

آصف نور سے ملاقات ہوئی۔ میں نے اسے دور سے دیکھا تھا۔ مقدس کریم کی کار میں بیٹھ کر آیا تھا۔ اور پورچ میں کار سے اترا ایک خوبصورت سوٹ میں ملبوس بلند و بالا قد و قامت کا مالک ہاتھ میں بریف کیس لیے ہوئے میں نے مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھا۔ بہت خوبصورت لگ رہا تھا۔

میں بھی اپنی جگہ سے اٹھ کر نیچے آگیا اور ڈرائنگ روم میں ہماری ملاقات ہوئی آصف نور نے مودبانہ انداز میں مجھے سلام کیا اور میں نے اس سے ہاتھ ملا کر اسے بیٹھنے کی پیش کش کی۔

”مقدس کریم صاحب نے مجھے بھیجا ہے کہ رہے تھے کہ ٹیلیفون پر بات کروں گا۔ تو آپ اس بات کے لئے منع کر دیں گے لیکن ان کی درخواست ہے کہ آپ ذرا اب تک کے حسابات دیکھ لیجئے گا۔“

”اس کی ضرورت کیوں پیش آئی بھی اور ابھی سے۔“

”بس میں کیا عرض کر سکتا ہوں جناب مالک کا حکم تھا۔“

”ہوں۔ آصف یہ بتاؤ کیسے ہیں حسابات بالکل درست ہیں نا۔“ آصف نور کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

”جی سر۔ بالکل درست ہیں اور ان میں کہیں بھی کوئی گڑبڑ نہیں ہے۔“

”تو بس یار ٹھیک ہے۔“

مقدس صاحب نے کہا کہ حسابات دکھاؤ اور اس کے بعد کاغذات واپس لے آؤں یا اگر آپ رکھنا چاہیں تو آپ رکھ لیں۔“

”بات کروں گا میں۔ یو قوف آدمی ہے تمہارا کیا خیال ہے آصف نور میں نے اتنا سرمایہ صرف کیا ہے تو کیا اس سرمائے پر میری نگاہ نہیں ہوگی۔ بس اس سے ایک بات یہ کہ چکا ہوں کہ وہ اگر اس میں کوئی گڑبڑ بھی کرنا چاہے گا تو اس کے لیے ممکن نہیں ہوگا۔ چنانچہ خاموشی سے اپنا کام جاری رکھے۔“ میرے لہجے میں بے حد اعتماد تھا جسے آصف نور نے محسوس کیا اور وہ تحسین آمیز نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔

”ہوں کچھ گھربسانے کی باتیں کرنا چاہتے ہو۔“

گا۔ کیونکہ وہ دونوں امیدوار اب مقابلے کے لئے تیار ہیں۔ جو اس حلقے سے کھڑے ہوئے تھے۔ پھر فیروز رانا منظر عام سے ہٹ گیا اور ان دونوں کا شاہنواز خان سے کوئی مقابلہ نہیں ہے۔ چنانچہ شاہنواز کی کامیابی کے امکانات روشن ہیں۔“

”اس کے باوجود ابھی ہمیں بہت احتیاط سے کام کرنا ہے۔ اس وقت تک جب تک الیکشن نہ ہو جائیں۔ ویسے تم نے بہت بہتر انداز میں کام سرانجام دیا ہے۔ اب سارے مسائل تقریباً ختم ہو چکے ہیں۔ الیکشن ہو جائیں تو ہمارا یہ کام ختم ہو جائے گا۔“

”نہیں ہمارا کام تو ابھی نجانے کب تک جاری رہے گا۔“

”سرا زندگی تو مسلسل تحریک کا نام ہے۔ کام تو ہم کرتے رہیں گے۔ میرا مطلب ہے کہ کم از کم ایک چپٹر کلوز ہو جائے گا۔“

”ہاں یہ تو ٹھیک ہے۔“

”تو پھر چند روز کی فرصت میں دوسرے کام نمٹا لیتا ہوں۔ اور ادھر سے مطمئن ہونے کے بعد آگے کالانچ عمل تیار کریں گے۔“

”ٹھیک ہے ویسے ایک بار پھر تمہیں تاکید کرتا ہوں کہ پوری طرح شاہنواز کا تحفظ کیا جائے۔ بے شک فیروز رانا پولیس کی تحویل میں پہنچ چکا ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ وہ کئی طرح کوئی رابطہ بیرونی دنیا سے قائم کر کے اپنے دشمن کو ختم کرانے کی کوشش کرے اور ابھی جہانگیر خان بھی ہمارے سامنے ہے جو اس کے دست راست کی حیثیت رکھتا ہے۔ بلکہ جہانگیر کے ہی اشارے پر فیروز رانا نے یہ تمام کھیل کھیلے تھے یہ سب ذہن میں رکھنا چاہیے۔“

”بہت بہتر چیف آپ کی اس ہدایت پر عمل کیا جائے گا۔ اب اجازت چاہتا ہوں۔“

وہ مسکراتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔

جہانگیر خان اس لسٹ میں تھا جس میں نے یہ طے کیا تھا کہ بعض لوگوں کو سیدھے سیدھے راستے پر لانے کے لئے اعلیٰ قسم کے سبق سکھاؤں گا لیکن شامل خان نے ان تمام باتوں میں ایک رکاوٹ ڈال دی تھی۔ یہ ایسے باپ کی بیٹی تھی جس کے لیے میرے خیالات اچھے نہیں تھے لیکن اب یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا کہ جہانگیر خان کے خلاف جو کارروائی ہوگی اس کا اثر براہ راست شامل ہی پر پڑے گا۔ بہر حال یہ سب کچھ

”جی۔“ اس نے جواب دیا۔

”بھئی میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا کہ اس سلسلے میں اپنے طور پر جو بھی کوشش کر سکتے ہو کرو۔ ہاں بس اتنا کہنا چاہتا ہوں میں کہ کہیں بھی یہ نہ ظاہر ہو کہ یہ میری جانب سے کوئی کوشش ہے۔“

”میرا ایک خیال ہے۔ شاید میں نے پہلے بھی آپ سے عرض کیا تھا۔ یہ بات ہمارے درمیان ہوئی تھی کہ ان معاملات سے فراغت حاصل ہو جائے تو ہم اس سلسلے میں کچھ کریں گے۔“

”ہاں کیا تھا تو پھر؟“ میں نے سوال کیا۔

”میرا خیال تھا کہ نازاں صاحبہ سے میں خود ملاقات کر لیتا تو اچھا ہوتا۔“

”کیا حرج ہے۔“

”اس طرح ایک جواز بن جائے گا اور آپ کا مقصد پورا ہو جائے گا۔ میں نے

ہوئے گردن ہلا دی تھی۔ پھر میں نے سوال کیا۔“

”کرو گے کیا؟“

”بس وہی فلمی قسم کی کوشش جس کا تعلق کم از کم مجھ جیسے آدمی سے نہیں

لیکن بعض معاملات میں انسان کو بہت سی باتیں ایسی کرنا پڑتی ہیں جن کے بارے میں وہ خود نہیں سوچ سکتا۔“

آصف سے بہت دیر تک باتیں ہوتی رہیں اور اس کے بعد وہ چلا گیا۔ اس

ایک اور بات محسوس کی تھی۔ وہ یہ کہ میرا زیادہ تر وقت بس یونہی لوگوں سے ملنے

میں گزرتا ہے اور باہر کی دنیا سے میرا تعلق بہت کم ہے۔ مگر میری شناخت بڑھتی جا رہی

تھی اور اس کے حوالے بھی مل رہے تھے لیکن میں نے خود بھی اس سلسلے میں کوئی

کوشش نہیں کی تھی۔ بہت سے منصوبے تو تھے ذہن میں لیکن کچھ ایسے معاملات

ادھر سے اچھے ہوئے تھے جن کا سلجھنا بے حد ضروری تھا اور شاید اس میں آخری

شاہنواز کی کامرانی کا تھا۔ مجھے اس کے لیے انتظار کرنا تھا۔ میں اپنے مخصوص کمرے

آبیٹھا اور بہت دیر تک اس انداز سے سوچتا رہا اس وقت میرے ذہن میں منصوبوں کی

مار ہو گئی تھی۔ واقعی کرنے کے لیے تو بہت سے کام ہیں لیکن اس کے لیے اپنے آپ

بنا جانا بے حد ضروری ہے۔ ابھی تو میرے سارے مرے بساط پر بکھرے ہوئے تھے۔

میری کام کر رہے تھے۔ میں نے عمل کی دنیا میں ابھی تک باقاعدہ قدم نہیں رکھا تھا۔

مشعل شاہ کا معاملہ کس طرح تاریکی میں گم ہو گیا ہے اس کے بارے میں آج بھی

ذیل نہ صرف میرے بلکہ روزی اور رشید ناگی کے ذہن میں موجود تھا۔ کہ ہم اس کی

حالت کی آخری تصدیق نہیں کر سکتے۔ اس وقت تک جب تک کہ ہمیں تمام صورت حال

معلوم ہو جائے مثلاً ڈان سینٹروہ ایک نام تھا جو بڑی اہمیت رکھتا تھا لیکن ابھی تک اس

کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ہو سکا تھا۔ مجھے بھی ہاتھ پیر ہلانا چاہیے کب تک دوسروں

کا ہنسا کر رہوں گا۔ ذہن پر جب بہت زیادہ بوجھ طاری ہوا تو نہ جانے کیوں غزنوی

صاحب کی کوٹھی یاد آئی۔ دل میں کچھ ایسی ہوک بھی اٹھی کہ میں وہاں جانے کے لیے تیار

ہوں۔ میں یہ بات اچھی طرح جانتا تھا کہ میرے وہاں جانے سے سب کے سب خوش ہو

جائیں گے۔ لباس پہنا اور پھر چھتری ہاتھ میں لے کر پھیلائی اس جانب چل پڑا تھوڑا سا تو

نکل ہی تھا۔ کچھ دیر بعد میں کوٹھی کے گیٹ پر پہنچا گیا اور کھلے دروازے سے اندر داخل

ہوا۔ بیرونی حصہ سنسان پڑا ہوا تھا۔ ملازموں کے کوارٹر کے سامنے کچھ بچے کھیل رہے

تھے۔ میں ان سب کو پہنچاتا تھا۔ یہ نئی پود تھی کچھ وہ تھے جو بڑے ہو گئے تھے۔ صدر گیٹ

پر پہنچ کر میں نے ایک ملازم کو اشارے سے بلایا اور وہ دوڑتا ہوا میرے پاس پہنچ گیا۔

”کسی کو اطلاع دو کہ میں آیا ہوں۔ میرا نام جانتے ہوں؟“ ملازم نے نفی میں گردن

ہٹا کر میں نے اس سے کہا۔

”جی! اندر جا کر کہو۔ دانش منصور آئے ہیں۔“ ملازم اندر چلا گیا اور پھر ہر شخص

کو اپنی جگہ سے نکل کر دوڑتا ہوا چلا آیا۔ میرے گرد لوگوں کا ہنگامہ ہو گیا تھا لیکن سامنے

آنے والی شخصیت کو دیکھ کر میرے دل میں محبت اور احترام کے جو جذبات پیدا ہوئے

انہیں ناقابل بیان سمجھتا ہوں۔ یہ انا ماں تھیں۔ جو سامنے سے چلی آرہی تھیں۔ بہت دن

کے بعد انہیں دیکھا تھا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ایک لمحے کے لیے میرے

مومن حیزی سے ان کی جانب بڑھنے لگے لیکن پھر میں نے اپنے آپ کو روک لیا۔ انا ماں

سے اس قدر محبت کا اظہار بھی مشکوک ہو سکتا تھا۔ پتہ نہیں غزنوی صاحب گھر میں اس

وقت موجود تھے یا نہیں لیکن باقی تمام افراد بھی تھے۔ دوسری شخصیت جو مجھے نظر آئی وہ

رومانہ باجی کی تھی۔ ان کی گود میں ایک بچی دبی ہوئی تھی۔ میں حیران تو ہوا مگر اپنی کیفیت کا اظہار نہ ہونے دیا رخسار کے ہونٹوں کی دھیمی دھیمی مسکراہٹ بتا رہی تھی کہ اسے میرے آجانے سے بڑی حیرت ہوئی اور خوشی بھی اور میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا اناٹاں کے پاس پہنچ گیا۔ وہ چلتے چلتے رک گئی تھیں اور خاموش نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھیں۔ میں نے انہیں سلام کیا اور گردن خم کر دی تو انہوں نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور بولیں۔

”کیسے ہو بیٹے۔“

”ٹھیک ہوں میڈم۔“ میں نے جواب دیا۔

”میڈم نہیں۔ انا ماں۔“

”ٹھیک ہوں انا ماں۔“ میں نے ذرا کسی قدر غلط تلفظ کے ساتھ کہا۔ انہوں نے دوسرے لوگوں کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

”کیا کھڑے ہوئے ہو تم لوگ، بیٹھو کہیں بیٹھنے کا انتظام کرو۔“

”دانش صاحب ڈرائنگ روم میں چلتے ہیں۔“

”چلو، ٹھیک ہے وہیں چلو۔ ڈرائنگ روم بہت وسیع تھا۔ سب لوگ صوفوں گئے اور میں اناٹاں کے پاس جا بیٹھا تھا۔ اناٹاں نے مجھ سے کہا۔“

”میرے پاس بیٹھ کر اچھا لگتا ہے۔“

”جی میڈم۔ مم..... میرا مطلب ہے انا ماں۔“ میں نے کہا۔

”صرف انا ماں۔ میڈم نہیں۔“ اناٹاں بولیں۔

”سوری.....“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”مگر یہ آج آپ کا آنا کیسے ہو گیا؟“

”آپ لوگ شکایت کرتے ہیں اور کبھی میں آجاتا ہوں تو آپ کہتے ہیں کہ میرا آنا کیسے ہو گیا۔“

”انوکھی باتوں پر ہی تو حیرت ہوتی ہے۔ آپ آتے ہی کب ہیں ہمارے ہاں۔“ ایک اور خاتون نے کہا۔

”بھئی مجھے بھی گفتگو کر لینے دو۔ ان حضرات سے انگریزی تو بڑی شامد بول لیتے ہیں ویسے دانش میری آپ سے کبھی تفصیلی ملاقات نہیں ہوئی۔ ذرا ایک بات تو بتائیے آپ

”جی پوچھئے۔“ میں نے رومانہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”آپ کی شرارتیں ابھی تک برقرار ہیں یا ان میں کچھ کمی واقعی ہوئی ہے۔“

”میں سمجھا نہیں۔“

”میرے کمرے میں آگ لگا دی تھی۔ آپ نے کتابیں جلا دی تھیں میری..... اور“

”اوہ! کیسی باتیں کر رہی ہو رومانہ یہ سارے حربے ہم لوگ آزما کر دیکھ چکے ہیں۔ مسٹر عرفان غزنوی نے کہا اور رومانہ ان کی جانب دیکھنے لگی۔

”آپ درمیان میں کیوں بول پڑتی ہیں۔“

”یہ ساری باتیں مناسب نہیں ہیں۔ دانش تمہارا کاروبار کیسا چل رہا ہے؟“ اناٹاں نے غصے کی۔

”بول تو یہاں ایک بہت بڑی مصیبت ہے ہر شخص ایک دوسرے پر بازی لے رہا ہے۔ ہمیں بھی تھوڑی سی باتیں کر لینے دیں۔“ رومانہ نے کہا اور

”میں نے آگنی میں نے مسکرا کر اسے دیکھا اور بولا۔

”جی جی آپ کی ہے؟“

”ہاں میں نے کچھ کہا تھا۔ تم نے جواب نہیں دیا۔“ میں ہنسنے لگا۔ پھر میں نے کہا۔

”میری تو دلی خواہش ہے کہ کاش میں وہی ہوتا جس کے دھوکے میں آپ مجھ سے

”یہ کون ہے کہہ سکے گا کہ تم وہ نہیں ہو، نہ مانو وہ دوسری بات ہے۔“ رومانہ نے کہا

”اسے بھی میں اپنی بد قسمتی کہہ سکتا ہوں۔ میری اپنی ذات آپ لوگوں کے لئے

”جی جی میں نہیں رکھتی اور آپ مجھے ایک دوسرے کی شکل میں قبول کرتے ہیں اس

”مجھے اکثر افسوس ہوتا ہے۔“

”نہیں ایسی بات نہیں ہے دانش۔ معاف کرنا بیٹے، یہ ساری لڑکیاں بالکل دیوانی ہیں۔“

”نہیں ایسی بات نہیں ہے دانش۔ معاف کرنا بیٹے، یہ ساری لڑکیاں بالکل دیوانی ہیں۔“

”نہیں ایسی بات نہیں ہے دانش۔ معاف کرنا بیٹے، یہ ساری لڑکیاں بالکل دیوانی ہیں۔“

”نہیں ایسی بات نہیں ہے دانش۔ معاف کرنا بیٹے، یہ ساری لڑکیاں بالکل دیوانی ہیں۔“

پسند ہو۔“

یہاں خاصی حیرت کی باتیں ہوتی رہیں۔ رومانہ بار بار مجھ پر حربے آزماتی تھی لیکن بیوقوف تھی۔ بھلا اس میں اتنی صلاحیت کہاں تھی کہ کہیں میری ذات میں کوئی کمی تلاش کر لیتی۔ پھر میں نے آنا ماں سے کہا۔

”آپ کہ پاس تنہائی میں بیٹھنے کو دل چاہتا ہے۔“

”تو پھر آؤ۔ میں نے تو پہلے ہی کہا تھا۔ میرے کمرے میں چلو۔“

”دیکھو..... دیکھو..... یہ بات بھی شک والی ہے۔ کیا اب اس پر بھی تم اعتراض کرو گے۔ پہلے بھی تمہارا دل آنا ماں کے ساتھ بہت دیر تک بیٹھنے کو چاہتا تھا۔ رومانہ نے کہا اور میں نے سر دنگا ہوں سے اسے دیکھا پھر بولا۔“

”جی..... آپ کو میں اس سے زیادہ اور کیا کہہ سکتا ہوں۔“ پھر میں خاموشی سے آنا ماں کے ساتھ ان کے کمرے میں چلا گیا اور انہوں نے محبت سے مجھے بیٹھنے کی دھکیل کی اور دروازہ بند کر لیا۔ پھر وہ میرا چہرہ دیکھنے لگیں اور اردو میں بولیں۔

”اگر تم فیصل ہو تو بیٹے مجھ سے کچھ نہ چھپاؤ۔ تم نہیں جانتے میرے دل میں تمہارے لئے کیا جذبات ہیں تم شاید ہی سمجھ سکو۔“ میں لرز کر رہ گیا تھا۔ یہ موقع تھا کہ میں آنا ماں کی جذباتی کیفیت سے فائدہ اٹھا کر یہ پوچھتا کہ بھلا میرے اور ان کے درمیان میں کیا کہانی ہے۔ جو آج تک میرے علم میں نہیں آسکی۔ دل میں یہ بھی خیال تھا کہ ماں کی زندگی اگر ختم ہو گئی تو ایک ایسا گواہ ختم ہو جائے گا جو میری ذات کی شناخت پیش کر سکتا ہے۔ لیکن اس وقت میں اپنے آپ کو ان پر کھول دوں یا نہیں۔

ایک لمحے کے لئے دل نے کہا کہ اپنے آپ کو آنا ماں کے سامنے پیش کر دو۔ ان سے اپنے بارے میں سوال کرو۔ لیکن..... لیکن کیا یہ کوشش میری پوری ذات کو فنا نہیں کر دے گی۔ میں نے جو تاج محل اتنے عرصے میں تعمیر کیا تھا۔ کیا زمین بوس نہیں ہو جائے گی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ میرے راز کو راز ہی نہ رکھ سکیں۔ تو اس وقت کیا ہو گا۔ باہر کی دنیا میں کیا ہو جائے گا۔ غزنوی صاحب کیا کریں گے۔ دوسرے لوگ کیا کریں گے۔ نہیں ابھی رکنا ہے۔ مسٹر دانش منصور ابھی رکنا ہے۔

”اس سے کو ابھی کچھ دیر آرام سے گزارے دوسرے معاملات سے نمٹے۔ مجھ سے ملاقات آخر میں کی جاسکتی ہے۔“

”یہ اس کی خواہش تھی ویسے اب کیا خیال ہے ان ہنگاموں سے نمٹنے کے بعد اب دوسرے ہنگاموں کی جانب توجہ دیں۔ یہ بات میں ایک خاص مقصد کے تحت کہہ رہا ہوں۔“

وہ خاص مقصد کیا ہے؟ ”رشید ناگی“

”سر مقدس آنوز کے سلسلے میں جتنی بڑی رقومت آپ نے خرچ کی ہیں گو اس کے بعد الیکشن کے سلسلے میں جو رقم خرچ ہوئی ہے وہ اور مزید اتنے طویل عرصے کے اخراجات میرے خیال میں صرف اخراجات ہی کی حد تک ہیں اور ابھی تک آمدنی کچھ شروع نہیں ہوئی ہے۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ آنے والا کوئی وقت آپ کا راستہ روکے اور آپ کو اپنے

”تو پھر اس کام کو جلد از جلد پورا کرو۔“ میں نے کہا رشید نے اس کام میں بھی بہت زیادہ دیر نہیں لگائی تھی۔ لیکن جن گیارہ آدمیوں کو کانفرنس ہال میں طلب کیا گیا تھا وہ سب کے سب بہترین صلاحیتوں کے مالک تھے جنہوں نے اپنے ملک میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی تھی۔ لیکن جب عملی دنیا میں قدم رکھا تو انہیں اپنے چاروں طرف تاریکی ہی تاریکی پھیلی ہوئی نظر آئی۔ نہ یہاں کی صنعتوں میں ان کے لئے وہ مقام تھا جس کے وہ حقدار تھے۔ میری ہدایت پر رشید ناگی نے ان لوگوں سے رابطے قائم کیے تھے۔ اور انہیں ہر اس جگہ اپنا شعبہ سنبھالنے کی ہدایت کی تھی جہاں وہ سنبھال سکتے تھے۔ انہیں اس سلسلے میں جو کچھ آمدنی وہاں سے ہو رہی تھی اس سے چار گنا سرمایہ ہمارا ادارہ فراہم کر رہا تھا۔ ان لوگوں کو یہ ہدایت کی گئی تھی کہ ان صنعتوں میں کہیں جہاں کوئی بڑا کوئی گھپلا ہو رہا ہے اس کی نشاندہی کریں یہ کام بہت ہی پراسرار اور سنسنی خیز تھا۔ اور اس کا آغاز ان گیارہ افراد سے کیا گیا تھا۔ جو پہلی بار یکجا ہوئے تھے اور ایک دوسرے کو مشکوک نگاہوں سے دیکھ رہے تھے میں بھی انہیں میں شامل تھا۔ اور میں نے اپنے حلقے میں تھوڑی سی تبدیلی پیدا کرنی تھی تاکہ کوئی مجھے پہچان نہ سکے۔ کسی نے ایک دوسرے کا تعارف حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ پھر رشید ناگی کمرے میں داخل ہوا اور لوگ کھڑے ہو گئے۔ وہ اس کا احترام کرتے تھے۔ رشید ناگی نے ان لوگوں سے بیٹھنے کے لئے کہا۔ اور پھر بولا۔

”آپ لوگوں کے انداز میں ایک خاص بات محسوس کر رہا ہوں میں وہ یہ کہ سب ایک دوسرے سے محتاط ہیں۔ میرا خیال یہ یہ انداز ترک کر دیا جائے چونکہ جو آرگنائزیشن ہم نے ترتیب دی ہے اس کے تحت آپ سب اس آرگنائزیشن کے اہم ترین کارکن ہیں۔ اور کارکنوں کو ایک دوسرے پر بھروسہ ہونا چاہیے۔ آپ یہاں ایک دوسرے کے شناسا ہیں۔ باہر کی دنیا میں بھی اگر یہ شناسائی جاری ہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ بس رازداری شرط ہے۔ آپ سب ایک دوسرے کے رازدار بے شک ہو جائیں۔ لیکن آرگنائزیشن کی وفاداریوں کے تحت میری خواہش ہے کہ آپ ایک دوسرے پر اعتماد کریں۔ کوئی کسی کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔ میرا مطلب ہے ایک دوسرے پر پورا پورا بھروسہ کیجئے۔ اور اب میں باری باری آپ سب کا تعارف ایک دوسرے سے کراتا ہوں۔“ رشید ناگی نے کہا اور پروگرام کے مطابق وہ ایک ایک فرد کا تعارف دوسرے افراد

کسی ایسے کام میں مللی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے جسے آپ جاری رکھنا چاہتے ہیں۔ اس لئے آمدنی کا کوئی ذریعہ بھی انتہائی ضروری ہے۔“

”تمہارا خیال درست ہے۔ ویسے ابھی میرے پاس سے بہت رقومات خرچ نہیں ہوئیں۔ لیکن اس کے باوجود ایک بات تم سے میں ضرور کہہ سکتا ہوں رشید ناگی وہ یہ کہ میرے پاس جو کچھ ہے مٹھل شاہ کی امانت ہے۔ میں زندگی کے معمولات کو جاری رکھنے کے لئے اور وہ بھی مٹھل شاہ کی اجازت کے مطابق جو کچھ خرچ کر سکتا ہوں ضرور کر رہا ہوں۔ لیکن یہ محسوس کرتا ہوں کہ ان کا حساب میرے پاس ہونا چاہیے۔ ہاں آمدنی میں سے خود بھی خرچ کر لیتے ہیں تو وہ کوئی نقصان کی بات نہیں ہوگی۔“

”میرا خیال ہے اب ہمیں اس دوسرے شعبے کی جانب متوجہ ہو جانا چاہیے۔ شاہنواز خان کو ہم نے ایک منزل تک پہنچا دیا ہے آگے وقت فیصلے کریگا۔ لیکن ہمیں اپنا کام شروع کر دینا چاہیے۔ مثلاً وہ لوگ جنہیں آپ نے مختلف جگہوں پر پہنچایا ہے۔ کیا آپ اب ان سے کام شروع کرنا پسند نہیں کریں گے۔“

”ہوں ٹھیک ہے ابتدائی طور پر تم ایسا کرو کہ ان لوگوں کی ایک میٹنگ کراؤ اور اس سلسلے میں یہ دیکھو کہ کس نے کیا کیا ہے۔ ویسے جن لوگوں کو تم نے وہاں تک پہنچایا ہے۔ وہ تو قابل اعتماد ہوں گے۔“

”سر۔ بڑی چھان بین کے بعد میں نے یہ سب کچھ کیا ہے۔ اور اس وقت گیارہ افراد ایسے ہیں جنہیں ہم خاص طور سے اپنا آدمی کہہ سکتے ہیں۔ ویسے تو ہمارے ان آدمیوں کی تعداد بہت بڑھ چکی ہے۔“

”فی الحال تم ان گیارہ آدمیوں پر ٹکیہ کرو اور انہیں ایک جگہ طلب کرلو۔ وہاں بارہواں آدمی میں ہوں گا۔“

”میں سمجھا نہیں!“

”بھئی وہ سب ایک دوسرے کے شناسا تو نہیں ہوں گے۔ میں بھی ایک ایسے ہی آدمی کی حیثیت سے وہاں پہنچوں گا۔ جسے تم نے کہیں ملازم کرا دیا ہے اور اس طرح میں اس میٹنگ کی کارروائی براہ راست دیکھ سکوں گا۔“

”جیسا آپ مناسب سمجھیں سر۔“

سے کرانے لگا۔ اور اس نے یہ بھی بتایا کہ یہ شخص کس جگہ کیا کام کر رہا ہے۔" اس کی بعد اس نے مختصر الفاظ میں کہا۔

"دراصل آپ لوگوں کو آپ کا صحیح مقام دلانے کے لئے ہم نے جس کام کا آغاز کیا ہے اس میں ہمیں ایک طویل جہاد کرنا ہے۔ جس میں بہت دقت صرف ہوگا اس میں ہمیں آپ کا تعاون لمحہ در لمحہ ہوگا۔ بلاشبہ آپ کو جس حیثیت سے جہاں ملازمت ملی ہے وہ آپ کے لئے انتہائی افسوسناک ہے۔ لیکن ہم نے اس مسئلے کو کسی حد تک حل کرنے کی کوشش اپنی بساط کے مطابق کی ہے۔ باقی آگے بڑھ کر کام کرنا آپ کا کام ہے۔ میں زیادہ طویل گفتگو نہیں کروں گا۔ بس یہ جاننا چاہتا ہوں کہ جس مقصد کے تحت آپ کو ان جگہوں پر بھیجا گیا تھا اس میں آپ کو کسی حد تک کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ یا نہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تمام لوگ کامیاب ہو چکے ہوں گے۔ لیکن بہر حال آپ میں سے کچھ نہ کچھ نے تو ضرور کام کیا ہوگا۔ مجھے یہ بتائیے کہ آپ میں سے کون کون اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کر چکا ہے۔" سارے کے سارے ہاتھ بلند ہو گئے تھے۔ رشید ناگی کے ہونٹوں پر مسرت مسکراہٹ پھیل گئی۔

"مجھے یقین تھا کہ آپ لوگ دل جلتے ہیں۔ اور دل جلتے ہیٹھ لگن سے کام کرتے ہیں۔ خاموش ہو کر نہیں بیٹھتے۔"

ان میں سے ہر شخص ان شعبوں کے بارے میں تفصیلات بتانے لگا۔ جس میں وہ کام کر رہا تھا۔ اور انہوں نے اپنے مالکان کے بارے میں بھی تفصیلات بتاتے ہوئے اپنے انکشاف کیا کہ کون کون کہاں کہاں کیا کیا گڑ بڑ کر رہا ہے۔ میں رشید ناگی کے ساتھ خود بھی یہ کہانی سن رہا تھا۔ میرے اپنے پاس بھی ایک کہانی تیار تھی۔ جو مجھے سب کے سامنے رشید ناگی کو سنائی تھی۔ لیکن جو جو انکشافات اس وقت ہو رہے تھے وہ اتنے سنسنی خیز تھے کہ بعض اوقات بدن لرز جاتا تھا۔ دولت کے حصول کے لئے دولت مند کیسی کیسی کمزور کارروائیاں کر رہے تھے یہاں وہ تمام اقدار کھو بیٹھے تھے اور صرف دولت کے حصول کے لئے اپنے آپ کو وقف کئے ہوئے تھے۔ دنیا جہنم میں جائے لوگوں کے ساتھ کچھ بھی بنے ان کی تجوریوں میں نوٹوں کے انبار بڑھتے رہنے چاہیں۔ ان تمام تفصیلات کو باقاعدہ کاغذات پر نوٹ کیا گیا۔ اور ان پر غور کرنے کے لئے کچھ نوٹس وغیرہ لکھے گئے۔ تمام لوگ

اپنی اپنی داستان بیان کر چکے اور میں نے بھی اپنی کہانی انہی کے درمیان سنا دی۔ پھر رشید ناگی نے کہا۔

"آپ لوگوں کی یہ محنت ضرور بار آور ثابت ہوگی۔ اس میٹنگ میں ہمیں یہ اندازہ ہوا کہ ہمارا کام برق رفتاری سے آگے بڑھ رہا ہے۔ بہر طور اب آپ کے لئے تھوڑی سی ضیافت کا انتظام کیا گیا ہے۔ اس کے بعد آپ کو رخصت ہو جانا ہے۔ یہ میٹنگ نہایت کامیاب رہی تھی۔ میں بھی وہاں سے نکل آیا تھا۔ لیکن پروگرام کے مطابق مجھے رشید ناگی کے ساتھ بیٹھ کر کچھ گفتگو کرنی تھی۔ چنانچہ تھوڑی دیر بعد میں اس عمارت میں داخل ہو گیا جہاں اب رشید ناگی اور کچھ کارکنوں کے سوا اور کوئی نہیں تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے میرا خیر مقدم کیا۔ اور ہم دونوں آمنے سامنے بیٹھ گئے۔ رشید ناگی نے وہ کاغذات میرے سامنے پیش کر دیئے۔ جو تھوڑی دیر قبل تیار کئے گئے تھے۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔"

"میرا خیال ہے اس کام کی ابتدا تو بہت شاندار ہوئی ہے۔ یہ ایک بڑا سلسلہ ہے۔ اور ہمیں جس پیمانے پر کام کرنا ہے یوں لگتا ہے جیسے ہماری عمر اس کے لئے ناکافی ثابت ہو گی۔ تاہم اس سلسلے میں جو بھی کوشش ہوگی ہم ضرور کریں گے ان میں یہ تین نام اہم ہیں جنہوں نے ایک ہی انداز میں یہ سلسلہ شروع کر رکھا ہے میرے خیال میں پہلے انہیں سے اپنا حق وصول کرو۔"

"سزا۔ عجیب بات ہے کہ میری اور آپ کی سوچ اس قدر ملتی جلتی ہے کہ بعض اوقات میں حیران رہ جاتا ہوں۔ میں نے خود بھی لاتینوں ہی کو منتخب کیا تھا۔ میرا خیال ہے آپ اگر مجھے اس سلسلے میں ہدایات دے دیں تو بہتر ہے۔ کہ میں ان سے کیا گفتگو کروں۔"

"ذنی الحال ہم ایک ہی انداز میں کام کرنا چاہتے ہیں۔ یہ لوگ جو کچھ کر رہے ہیں ان کے تحت انہیں جو آمدنی حاصل ہو رہی ہے اس میں سے چالیس پر سنٹ ہمارا ہونا چاہیے۔ میرا خیال ہے اگر ہم یہ سلسلہ مسلسل جاری رکھیں تو انکا یہ طریقہ کار ناکام ہو کر رہ جائے گا۔ ویسے اس سلسلے میں جو تفصیلات درکار ہیں پہلے تمہیں ان کا بندوبست کرنا ہوگا۔ اور ساتھ ہی تمہیں اپنے آدمیوں میں اضافہ کرنا ہوگا کیونکہ ان لوگوں پر بھی نگاہ رکھنا ضروری

نہیں بتا سکوں گا۔ ویسے ان خاتون سے ٹکر لینا گویا ہاتھی کے منہ سے گنا چھیننا چاہتے ہیں۔“

”مسٹر آصف نور آپ کو یہ گنے چھیننا ہیں۔“

”کہہ تو رہا ہوں کہ اس حد تک تو بات ہو گئی ہے اب دیکھیے نہ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ میں ان محترمہ کو بھی اپنی طرف راغب کر لوں۔ ان میں تو یہ جراثیم نظری نہیں گئے۔ لیکن کم از کم اپنی کیفیت کا اظہار تو کر سکتا ہوں۔“

”تو کرو بھائی منع کون کر رہا ہے۔“ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

”اب اس سے زیادہ میرا خیال ہے میں کچھ نہیں کر سکوں گا۔ آپ مقدس کریم

صاحب سے بات کیجئے۔“

”ایں..... کیا بات کروں بھی میں ان سے؟“

”آپ ان سے کہے کہ میں میں کیا چاہتا ہوں۔“

”میں کیوں!“

”مم..... میں کیسے کہہ سکتا ہوں۔“ آصف نور نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”نہیں آصف۔ میں نے تمہیں ایک خاص بات بتائی تھی نا۔ اس مسئلے میں کہیں

بھی میری ٹانگ ابھی ہوئی نظر نہیں آتی چاہیے۔ ہو سکتا ہے آنے والا وقت ہمیں اس

بات کی اجازت دے کہ میں تمہیں اس کا مقصد بتا دوں۔ نازاں میرے لئے سگی بہنوں کی

مانند ہے۔ لیکن کچھ ایسی مجبوریاں ہیں کہ میں آگے بڑھ کر ان سارے معاملات میں کوئی

مداخلت نہیں کر سکتا۔ تم مقدس کریم سے بات کرو۔ اور میرا خیال ہے وہ تمہارے لئے جو

جذبات رکھتا ہے ان کے تحت تمہاری گھریلو زندگی میں بھی وہ تمہارے ساتھ تعاون کرنا

پسند کرے گا۔“

”ہرچند کہ یہ ایک مشکل کام ہے لیکن آپ کا حکم ہے تو ٹھیک ہے۔“ آصف نور

نے کہا۔ اور میں اسے بہت سی باتیں سمجھاتا رہا۔ پھر ایک دن مقدس کریم کا فون مجھے ملا۔

اور اس نے کہا۔

”سرا! ایک دلچسپ بات میرے علم میں آئی ہے۔“

”کیا؟“

ہے۔ سارا قرض ان الفاظ سے ادا ہو گیا ہے اور اب ہم کہانیوں کی دنیا سے عملی دنیا میں

چاہتے ہیں۔“

”میں آپ کی راہنمائی کا منتظر رہوں گا۔“ شاہنواز نے کہا۔ میں دیر تک اس سے

مختلف موضوعات پر گفتگو کرتا رہا۔ ملکی سیاست موجودہ صورتحال بہت سی چیزیں زیر بحث

آئیں۔ اور اس کے بعد میں نے شاہنواز کو رخصت کر دیا۔ اس شخص کی جانب سے دل کو

کافی اطمینان ہو گیا تھا۔ ایک دن آصف نور ٹہلتے ہوئے نکل آئے۔ چہرے پر شرمیلی

مسکراہٹیں پھیلی ہوئی تھیں۔ رخسار گلابی ہو رہے تھے۔ اور آنکھوں میں چمک تھی۔ میں

اسے دیکھ کر ہنس پڑا۔

”ارے بھی تمہیں آج کیا ہو گیا۔“ وہ حیرانی سے اپنے آپ کی دیکھتے ہوئے بولا۔

”سمجھا نہیں!“

”یہ چہرہ گلنار کیسے ہو رہا ہے۔“ میں نے کہا اور وہ جھینپتے ہوئے انداز میں ہنس پڑا۔

”کیا بتاؤں زندگی میں جو کچھ نہیں کیا تھا وہ اب کرتا پھر رہا ہوں۔“

”مطلب؟“ میں نے سوال کیا۔

”اصل میں جس اسکول میں مس نازاں پڑھاتی ہیں اس کی پرنسپل میری ایک شاہینا

نکل آئیں۔ ایک دوست کی پھوپھی ہیں۔ اس دوست کو پکڑا اور ان کے پاس جا پہنچا۔ پھر

بالکل ہی اجنبی انداز میں نازاں صاحبہ سے ملا اور میں نے انہیں بتایا کہ میں نے انہیں

مقدس کریم کے فنکشن میں دیکھا تھا۔ بڑی بولڈ قسم کی خاتون ہیں۔ بہت سادہ اور صاف

لہجے میں مجھ سے گفتگو کی۔ میرے تو اوسان خطا ہو گئے۔ لیکن جناب عالی آپ نے میرے

سپردہ جو ذمہ داری کی تھی اس کو پورا کرنا بھی ضروری تھا اور ایک موقع نکال کر الیاس بھائی

سے ملنے ان کے گھر پہنچ گیا۔“

”واہ اس میدان کے خاصے ہونمار کھلاڑی معلوم ہوتے ہو۔“ میں نے مسکراتے

ہوئے آصف نور سے کہا اور وہ ایک بار پھر جھینپتے ہوئے انداز میں ہنس پڑا۔

”اب آپ جو کچھ بھی کہہ لیں۔ میں منع تھوڑی کر سکتا ہوں۔ خیر تو میں الیاس

بھائی کے پاس پہنچ گیا۔ یہاں بھی نازاں صاحبہ ہی نے میرا استقبال کیا تھا۔ الیاس بھائی

موجود نہیں تھے۔ انہوں نے مجھے اندر بیٹھنے کی پیشکش کی۔ اور بس جناب اس سے آگے

”وہ آصف نور ہے نا الیاس صاحب کی بہن سے شادی کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے مجھ سے کہا ہے کہ میں اس سلسلے میں ان کی مدد کروں۔ کیونکہ ان کے بزرگ نہیں ہیں۔ صرف ایک والدہ ہیں جو بیچاری اس سلسلے میں زیادہ کام نہیں کر سکتیں۔ کیا خیال ہے آپ کا؟“

”یہ تو بہت اچھا اور نیک کام ہے۔ آپ کو باقی تمام کام چھوڑ کر اس طرف توجہ دینی چاہیے۔“ میں نے کہا۔

”میں خود بھی یہی چاہتا ہوں۔ وہ لڑکا اتنا اچھا ہے کہ اس کے لئے دنیا کا ہر کام کرنے کو جی چاہتا ہے۔ اگر اس نے یہ چھوٹی ذمہ داری میرے سپرد کی ہے تو میں خلوص دل سے اس کے لئے تیار ہوں۔ آپ سے پوچھنا چاہتا تھا۔“

”میری طرف سے بھی اجازت ہے۔“ میں نے ہنستے ہوئے کہا اور مقدس کریم مطمئن ہو گیا۔ میرے دل میں خوشی کی ایک لہر پیدا ہو گئی تھی۔ نازاں باجی کو اگر ایک اچھا مستقبل مل جائے تو درحقیقت یہ میرے لئے بہت ہی خوشی کی بات تھی۔ ویسے بھی آصف نور اس قابل تھا کہ نازاں باجی اس کی زندگی میں شامل ہو جائیں چنانچہ میں اس بات کے فیصلے کا منتظر رہا۔ اسی دوران رشید ناگی نے اپنے پہلے کام کی ابتدا کی۔ مجھے تمام تفصیلات بتاتا رہتا تھا۔ اور مجھے خوشی بھی ہوتی تھی اس نے مجھے بتایا۔

”سر میں نے ایک شکار کو دانتوں میں دبایا ہے۔ اور اب اس کے ٹاک نلے ڈھلے کر رہا ہوں۔ تڑپ رہا ہے اچھل رہا ہے۔ مگر میں نے بھی دانتوں کی گرفت کافی مضبوط رکھی ہے۔“ میں ہنسنے لگا پھر میں نے کہا۔

”کون ہے وہ۔ رشید ناگی۔“

”جمال خاں۔ یہ ان تینوں میں سے ایک ہے۔ جن کے بلائے میں ہم نے فیصلہ کیا تھا جمال خاں سابقہ حکومت سے شوگر مل لگانے کا اجازت نامہ حاصل کر چکا ہے اور اس نے اس سلسلے میں بہت بڑے بڑے آرڈر دے رکھے ہیں۔ ایک بہت وسیع و عریض زرعی زمین اس کے قبضے میں ہے۔ جو دراصل اس کی ملکیت نہیں ہے۔ بلکہ اس نے بڑے بڑے توڑ کر کے چھ لوگوں کی زمین پر قبضہ کیا ہے جو بیچارے زیادہ صاحب حیثیت نہیں تھے۔ اور اس زمین کی واپسی کے لئے ان کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے لیکن وہ مسلسل کوششوں

میں مصروف تھے۔ میں نے دو طرفہ کارروائی کی ہے۔ یعنی ان سے بھی سودے بازی کی ہے۔ اگر یہ زرعی زمینیں انہیں واپس مل جائیں تو وہ اس کے لئے پانچ کروڑ روپے خرچ کرنے پر تیار ہیں۔ میرا مطلب ہے کہ یہ پانچ کروڑ روپے ہمیں مل سکتے ہیں۔ ادھر میں نے جمال خاں کے سلسلے میں جو کارروائیاں کی ہیں وہ یہ ہیں کہ اگر اس نے ہماری باتوں پر عمل نہیں کیا تو وہ دیوالیہ ہو جائے گا۔ نہ صرف یہ شوگر مل کا معاملہ اس کے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ بلکہ اس کی اور کئی صنعتیں جو درحقیقت اس نے غلط طریقے سے حاصل کی ہیں اور لگائی ہیں ختم ہو جائیں گی اور وہ کوڑی کوڑی کو محتاج ہو جائے گا۔ میں نے اسے تمام رخ دکھا دیئے ہیں۔ اور فیصلہ کرنے میں تین چار دن سے زیادہ نہیں لگیں گے۔ ادھر دوسری پارٹی وہ رقم لیے ہوئے تیار ہے۔ اس طرح میں نے یہ کوشش کی ہے کہ براہ راست کوئی ایسا موقع کسی کو نہ دیا جائے کہ وہ ہم تک پہنچنے کی کوشش کرے۔ یہ ذرا نئی کمائی ہے اور اس کمائی کے تحت نہ ہمیں کوئی نقصان ہو گا نہ کسی دوسرے کو۔ میرا مطلب ہے کہ ان لوگوں کو ان کی زمین مل جائیگی۔ جو بلاشبہ بہت زیادہ مالیت کی ہے۔ جمال خاں نے چونکہ غلط طریقے سے اس پر قبضہ کر رکھا تھا چنانچہ اس سے اسے ہاتھ دھنا پڑیں گے۔ اور ہمیں پانچ کروڑ روپے کا منافع ہو جائے گا۔“ میں نے کہا۔

”ٹھیک ہے تمہارا یہ قدم بالکل درست ہے۔“

رشید ناگی کا منصوبہ بلاشبہ شاندار تھا ویسے یہ شخص بھی میرے لئے بڑی حیرتوں کا باعث تھا۔ اس سے پہلے شعل شاہ صاحب نے اسے اپنی مجرمانہ کارروائیوں کی تکمیل کے لئے رکھا تھا۔ مجرمانہ کالفت میں اس لئے استعمال کر رہا ہوں کہ طریقہ کار ایسا نہیں تھا جسے قانونی کہا جاسکے۔ غیر قانونی طریقے سے بہت سے ایسے کام سرانجام دیئے جاتے تھے۔ جو درپردہ کسی کی بھلائی کے لئے ہی ہوا کرتے تھے۔ لیکن ان کی نوعیت تو غیر قانونی ہی کہلائی جاسکتی تھی۔ آصف نور کے مسئلے میں اس وقت میری توجہ بہت زیادہ تھی۔ جن میں نمائنے کیا کیا حسرتیں تھیں۔ نازاں باجی کے لئے میرے دل میں کیا کچھ تھا جن کا نہ تو میں انکار کر سکتا تھا اور نہ ہی اس پر عمل جس کام کا آغاز کیا تھا اس کے لئے میں نے روزی کو بھی اپنے ساتھ مصروف کر لیا۔ میں اپنے بہت سے منصوبوں کے تحت مختلف کام کر رہا تھا اور روزی انہیں سرانجام دے رہی تھی۔ چنانچہ جاپان کے صنعت کاروں سے بھی میرا

رابطہ ہوا اور روزی کے ذریعے ان سے خط و کتابت ہونے لگی۔ میں نے انہیں اپنے مقاصد سے آگاہ کیا تھا اور ان کے جواب کا منتظر تھا۔ ادھر آصف نور کی طرف سے مجھے تفصیلات کا انتظار تھا اور پھر ایک دن آصف نور شرمایا شرمایا سا میرے پاس آگیا اور میں اس کا چہرہ دیکھ کر مسرور ہو گیا۔

”کو آصف بات آگے بڑھی۔“

”وہی اطلاع دینے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔“

”میں تو اطلاع کا انتظار کر رہا تھا۔“

”مقدس صاحب نے بڑی دلچسپی سے اس پورے مرحلے پر کام کیا پہلے انہوں نے الیاس بھائی سے خود گفتگو کی اور الیاس بھائی حیران رہ گئے۔ کہنے لگے کہ یہ سب کچھ ممکن ہے۔ تب انہیں مختصر تفصیل بتائی گئی۔ یعنی اس اسکول اور پرنسپل کا حوالہ بھی دیا گیا جہاں میں ایک کام سے گیا تھا۔ اور نازاں صاحبہ سے میری ملاقات ہوئی تھی۔ الیاس بھائی نے کہا کہ وہ سوچ کر جواب دیں گے۔ پھر تین چار دن کے بعد انہوں نے اس سلسلے میں جواب دیا کہ اگر آصف اور اس کے گھر والوں کی یہ خواہش ہے تو پھر باقاعدگی سے اس کام کا آغاز کیا جائے۔ چنانچہ میں نے اپنی والدہ کو ان پرنسپل صاحبہ کے ساتھ الیاس بھائی کے گھر بھیجا۔ اور وہاں یہ رشتہ منظور کر لیا گیا ہے۔ مقدس صاحب کی الیاس بھائی سے مزید گفتگو ہوئی ہے اور انہوں نے مجھے بتایا ہے کہ ایک بار پھر میں اپنی والدہ کو بھیج کر اپنی رشتہ کی تاریخ وغیرہ طے کر لوں۔ کیونکہ الیاس بھائی بہت زیادہ انتظار نہیں کرنا چاہتے۔ ان کا کہنا ہے کہ جب یہ بات آگے بڑھی ہے تو اس کو پایہ تکمیل تک پہنچ جانا چاہیے۔“

”نازاں صاحبہ کا بھی کوئی خیال معلوم ہو سکا۔“ میں نے سوال کیا۔ اور آصف نور مسکرائے لگا۔

”جی سر۔ مقدس صاحب نے یہ بات پوچھی تھی نازاں صاحبہ سے۔ انہوں نے یہ کہا کہ وہ ان کے بھائی ہیں ان کے سرپرست ہیں..... جو بھی میرے لئے سوچیں گے بہتر ہی ہو گا۔“

”ویری گڈ۔ اس کا مقصد ہے کہ بات مکمل ہو گئی۔“

”جی سر۔“

”تو پھر میرا خیال ہے شادی کی تاریخ کے سلسلے میں تمہیں بھی کوئی دیر نہیں کرنی چاہیے۔ اور ہاں اب یہ کہنا تم سے بیکار ہے کہ انتظامات کے لئے فکر مت کرنا۔ تمام انتظامات میں کروں گا۔ اور شادی کا تمام خرچ میرے ذمے ہے۔ تمہاری طرف سے۔“

”آپ کی اس محبت کے صلے میں میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔“

”دیکھو ایک بات کو ذہن میں رکھو۔ میں اگر تمہارے لئے کچھ کر رہا ہوں تو اس کے لئے میں پردہ کچھ اور بھی ہے۔ ہاں مجھے اس کے لئے کبھی مجبور نہ کرنا کہ میں تمہیں اس کے لئے پورے بارے میں بتاؤں۔ وہ خاتون جن سے تمہاری شادی ہو رہی ہے میرے لئے بہت بڑا درجہ رکھتی ہیں۔ بہن سمجھ لو ماں سمجھ لو۔ جو کچھ بھی سمجھ لو۔ اتنی بڑی حیثیت ہے ان کی میری نگاہوں میں کہ میں الفاظ میں تمہیں نہیں بتا سکتا لیکن ایک بات کا خیال رکھنا میرے جذبات تمہارے سینے میں دفن رہنا چاہیں۔ وقت آنے پر سب سے پہلے انہیں کو بتاؤں گا۔ میں پوشیدہ رہ کر نازاں باجی کے لئے بہت کچھ کرنا چاہتا ہوں۔ اور تم میں میں میرے معاون ہو گے۔ الیاس بھائی کا اتنا احترام کرنا کہ اس کے بعد احترام کا تصور ہی نہ ہو جائے۔“ آصف نور کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اس نے کہا۔

”سر۔ آپ اس سے زیادہ میرے لئے اور کیا کریں گے۔ آپ نے ایک ذرے کو شکریہ نہ دیا ہے۔ میں نہیں سمجھ پاتا کہ کوئی کسی کے لئے اتنا کچھ کر سکتا ہے۔ میں نے آصف نور کا شانہ تختہ پھٹاتے ہوئے کہا۔“

”اب تمہاری تمام تر توجہ اس سلسلے میں صرف ہونی چاہیے مقدس کریم کو میں خود ہدایت دینے دیتا ہوں۔ وہ اس بارے میں تمام کام کرائیں گے۔“

آصف چلا گیا اور میرے دل میں جذبات کا طوفان پھٹنے لگا۔ جذبات کچھ اس طرح اترے کہ میں بے قابو ہو گیا اور اپنے ذہن میں ایک پروگرام ترتیب دینے کے بعد میں نے اس پر عمل کا آغاز کر دیا۔ شہر کے ایک انتہائی خوبصورت علاقے میں ایک حسین ترین ایک ہزار گز کی کوٹھی خریدی اور پھر اس کو ٹھی کو دلہن کی طرح سجانے لگا۔ کوٹھی کے صدارتی دروازے پر میں نے نازاں کا بیج کا نام پتیل کی ایک پلیٹ پر کندہ کرا کے آویزاں کر دیا۔ میں اس سلسلے میں کئی دن تک شدید مصروف رہا تھا۔ کثیر سرمایہ صرف کر کے میں نے کوٹھی کے ایک ایک حصے کو اس طرح سجا دیا کہ دیکھنے والے دیکھیں تو دیکھتے رہ

جائیں۔ پھر کوٹھی کے لئے ایک دربان رکھا۔ گھر کی صفائی ستھرائی کے لئے چار ملازم رکھے۔ پھر شادی بڑے اہتمام سے ہوئی اور الیاس بھائی نے تمام اور انہیں خصوصی طور پر ہدایات دے دیں کہ انہیں کس انداز میں کام کرنا ہے یہ تمام کام میں نے تقریباً پندرہ دن میں مکمل کر لیے تھے۔ ادھر آصف نور کی طرف سے مجھے مسلسل اطلاعات مل رہی تھی۔ اور آج کل گویا باقی تمام معاملات بھول کر میں اسی کام میں مصروف ہو گیا تھا۔ رشید ناگی نے بھی مجھے بتایا تھا کہ معاملہ ذرا اس کی توقع سے آگے بڑھ گیا ہے اور اس میں اب کچھ وقت لگ جائے گا۔ بہر طور وہ جو کچھ کر رہا تھا۔ مجھے اس کی پروا نہیں تھی۔ شاہنواز کا معاملہ سیاسی طور پر حل ہو رہا تھا۔ اس کے علاوہ ایک بار درخت سے بھی ملاقات ہوئی تھی۔

کچھ دن اور گزر گئے۔ پھر ایک دن آصف نور نے مجھے بتایا کہ شادی کی تاریخ طے ہو گئی ہے۔ اس نے کہا۔

”ہیلو۔“

”مس شمائل خان موجود ہیں۔“

”جی نہیں، وہ امریکہ گئی ہوئی ہیں۔“

”کب۔ خیریت۔ اچانک ہی پروگرام بن گیا۔“

”دراصل جمائگیر خان بہت سخت بیمار ہو گئے تھے انہیں لے کر امریکہ جانا پڑا۔“

”اچھا، بہت بہت شکریہ۔“ میں نے ٹیلیفون بند کر دیا۔

اس رات مسز اختر خان سے ملا کیونکہ جمائگیر خان کے سلسلے میں اس سے زیادہ

اطلاعات اور کوئی نہیں رکھتا تھا۔ میں نے مسز اختر خان سے کہا۔

”کیا آپ کو معلوم ہے کہ جمائگیر خان بیمار ہو کر علاج کے لیے امریکہ گئے ہوئے

”جی۔“

”حیران کن بات یہ ہے کہ پچھلے دنوں جمائگیر خان بالکل ہی منظر عام سے غائب

”کیا ہوا انہیں کیا بیماری ہے۔“

”کیا ہوا انہیں کیا بیماری ہے۔“

پھر انہوں نے فیروز رانا والے کیس کے بارے میں بتایا کہ کس طرح اسے شکست

دے دی اور جمائگیر بیمار ہوا اور اسے علاج کے لئے امریکہ لے جایا گیا۔ میں نے پر خیال انداز

”اس سلسلے میں میرے لیے اور کیا ہدایات ہیں سز۔ ویسے میں نے ایک شخص کو کرائے پر حاصل کر لیا ہے“

”بہت اچھا کیا تم نے۔ مقدس کریم اس سلسلے میں تمہارے ساتھ ہوں گے۔ انہیں ہدایات کر دوں گا۔ تم خود بھی اس کے لئے بھرپور تیاریاں شروع کر دو۔“

”جی سر۔“ اس نے کہا۔ میں نے اسے کوٹھی کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔

”الیاس بھائی ایک دن شام کو تقریباً ساڑھے چھ بجے میری کوٹھی میں پہنچ گئے۔

میں کوٹھی کے لان میں بیٹھا ہوا روزی سے گفتگو کر رہا تھا۔ الیاس بھائی کو دیکھ میرے ذہن

کو جھٹکا سا لگا اور الیاس بھائی میرے قریب پہنچ گئے۔ انہوں نے بڑے ادب سے مجھے

سلام کیا۔ میں نے ان سے پر جوش مصافحہ کر کے انہیں احترام سے کرسی پر بٹھایا۔ تو انہوں

نے اپنے ہاتھ میں پکڑے بریف کیس سے ایک کارڈ نکالا اور میرے سامنے رکھ دیا۔

”سر میری بہن کی شادی ہے اور میں آپ کی شرکت کا خواہش مند ہوں۔“

”اوہو! الیاس صاحب! مجھے یہ سن کر بہت خوشی ہوئی۔ آپ کی مراد انہی خاتون

سے ہے نا جو.....“

”ہاں نازاں سے۔“ الیاس بھائی کے لہجے میں اب بھی وہی بے یقینی تھی میں نے

کارڈ کھول کر دیکھا اور پھر تاریخ وغیرہ کے بارے میں ان سے گفتگو کرنے لگا اور وہ

میں گردن ہلائی۔

میری زندگی میں بکھرے ہوئے کردار مسلسل گردش کر رہے تھے اور میں ان

نگاہیں رکھ رہا تھا۔”



Scanned and Uploaded By Nadeem

روزی نے ایک دن اس سلسلے میں لڑپچر دیا اور میں اس میں پورا دن مصروف رہا۔
میں نے اس کے لیے کچھ پوائنٹ بنائے اور اپنے طور پر ایک پورا لاکھ عمل تیار کر لیا۔
اب اس کے بعد لازمی تھا کہ میں رفیق احمد جاگیردار کے گھر جاؤں اور ان سے اس
موضوع پر بات کروں۔ پہلے وہ ٹیلیفون نمبر تلاش کیا جو نیاز احمد نے مجھے دیا تھا اور پھر اس
نمبر پر رینگ کرنے لگا۔ دوسری طرف سے آواز جو سنائی دی وہ نیاز احمد کے علاوہ کسی اور کی
نہیں تھی۔

”ہیلو۔“ انہوں نے کہا۔

”آپ کا خادم بول رہا ہے۔“

”ہمارا خادم؟“ نیاز احمد کے لہجے میں بدستور طرافت تھی۔

”جی ہاں۔“ میں نے جواب دیا۔

”تعجب کی بات ہے۔ ہمارے سارے خادم ہماری نگاہوں میں ہیں پھر ایسا کون سا

ظلم ہے جو ہماری نگاہوں سے بچ کر کہیں اور بھاگ گیا ہے اور وہاں سے ہمیں ٹیلیفون کر

رہا ہے۔“

”پچانے، تو ہم بھی آپ کو تسلیم کریں۔“

”نہیں پچانے، ہار مان لی۔“ نیاز احمد نے کہا۔

”تو پھر ہمارا نام دانش منصور ہے۔“ دوسری طرف ایک لمحے کے لئے خاموشی

چھا گئی اور پھر نیاز احمد کی آواز ابھری۔

”ارے..... اس کا مقصد ہے یہ مذاق ہو رہا تھا ہم سے بھلا ایسے خادم ہم نے رکھ لیے تو پھر ہم اس زمین پر رہیں گے میاں چاند کالونی میں سب سے پہلے اپنا مکان بنائیں گے۔ کو کیسے ہو“

”ٹھیک ہوں۔“

”بہت دن کے بعد ٹیلیفون کیا۔“ نیاز احمد بولے۔

”آپ نے بھی تو خبر نہیں لی۔“

”خبر تو ہم اچھی طرح لیتے تمہاری مگر کیا کریں ذرا حیثیتوں کا فرق ہے ٹیلیفون کرتے تو سوچتے کہ اگلا پیچھے ہی لگ گیا بس ذرا سی لفٹ کیا دے دی جان کو آگیا۔“

”آپ اچھے آدمی نہیں ہیں نیاز احمد۔“

”میاں کس نے کہا ہے کہ ہم اچھے آدمی ہیں۔ کسی ایک سے کہلوا دو ماں لیں گے تمہیں۔“

”میں آپ کو اچھا آدمی سمجھتا تھا۔“

”چلو ٹھیک ہے تمہاری یہ غلط فہمی بھی دور ہو گئی۔ ویسے برا مت ماننا اس لیے ٹیلیفون نہیں کیا کہ تم بے حد مصروف آدمی ہو محبت کرنے والے ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ اپنی مصروفیات ترک کر کے ہمیں گھاس ڈالو“ میاں ہم تو گھاس کھانے کے شوقین ہیں جی کھاتے چلے جاتے ہیں کھاتے چلے جاتے ہیں جب تک کہ دوسرا لات مار کر نہ دے۔“

”آپ فضول باتیں کیے جائیں گے یا میری بات بھی سنیں گے۔“ میں نے محبت بھرے لہجے میں کہا۔

”گڈ۔ یہ ہوئی نا بات۔ کہنے کیا حکم ہے ہمارے لیے۔“

”اس وقت ساڑھے چار بج رہے ہیں اور ٹھیک پانچ بجے آپ رفیق احمد جاگیر دار صاحب کی کوٹھی میں داخل ہو جائیں گے۔“

”ارے اچھا واقعی میرے علم میں تو یہ بالکل نہیں تھا۔“ نیاز احمد بولے۔

”اور اب آپ کے علم میں آچکا ہے۔“

”بالکل آچکا ہے۔ کیا وہاں کوئی تقریب وغیرہ ہے؟“

”تقریب یہ ہے کہ میں وہاں پہنچ رہا ہوں۔“

”واہ خوشی ہوئی۔ ٹھیک ہے جناب۔ پہنچ جائیں گے اور کوئی حکم۔“

”جی بالکل نہیں“ میں نے کہا اور ٹیلیفون بند کر دیا۔ نیاز احمد کی باتوں پر ہونٹوں پر

مسکراہٹ آگئی تھی۔ اس کے بعد تیاریاں کیں وہ تمام کاغذات ساتھ لیے اور میں رفیق

احمد جاگیر دار کی کوٹھی کی جانب چل پڑا۔ وہاں میری آمد کی کوئی اطلاع نہیں تھی لیکن

خوش بختی یہ تھی کہ رفیق احمد گھر میں موجود تھے۔ اور اس وقت لان پر نظر آ رہے تھے۔

گاڑی کا ہارون دیا تو گیٹ کھل گیا۔ اور میں گاڑی اطمینان سے لیے ہوئے اندر داخل

ہو گیا۔ غالباً رفیق احمد صاحب نے میری کار پہچان لی تھی۔ وہ تیزی سے پورچ کی جانب

لپکے اور میرے قریب پہنچ گئے۔ میں نے بڑے احترام سے نیچے اتر کر ان سے مصافحہ کیا تھا

رفیق احمد جاگیر دار خوش ہو گئے۔

”بہت دن کے بعد ملاقات ہوئی لیکن خوب ہوئی۔“

”کہنے کیسے مزاج ہیں آپ کے۔“

”بالکل ٹھیک ہیں۔“ انہوں نے جواب دیا اس وقت دو لڑکیاں باہر نکل آئیں اور

مجھے دیکھ کر ٹھٹھک گئیں۔ میں نے ان کے بارے میں اندازہ قائم کر لیا تھا کہ یہ رفیق احمد

صاحب کی وہ دو غیر شادی شدہ بیٹیاں ہو سکتی ہیں جن کا تذکرہ میرے سامنے آچکا ہے۔

پہلے ان سے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ وہ دونوں حیران سی کھڑی ہوئی تھیں کہ رفیق احمد

صاحب نے انہیں اشارے سے آگے بلاتے ہوئے کہا۔

”آؤ بھی تم لوگ رک کیوں گئیں۔ آؤ میں تمہیں دانش منصور سے ملاؤں۔ وہ

طبعی شخصیت جس کے بارے میں اکثر گفتگو ہوا کرتی ہے۔ کیوں بھی دانش میاں باہر

بٹنیں یا اندر چلنے کا پروگرام ہے۔“

”آپ کی کوٹھی کا لان بہت خوبصورت ہے کہ اسے چھوڑ کر اندر جانے کو جی نہیں

چاہتا۔ ویسے جو بھی آپ کا حکم۔“

”نہیں نہیں یہیں انتظام ہو جاتا ہے۔ چلو فوریہ تم جاؤ اور لان پر بیٹھنے کا انتظام

کرو۔ آؤ بھی ہم تمہیں اپنے پودے دکھائیں گے۔“ رفیق احمد جاگیر دار نے کہا اور پھر

دوسری لڑکی کو ساتھ آنے کا اشارہ کر کے آگے بڑھ گئے۔

”یہ نازیہ ہے اور وہ فوزیہ۔ میری ذہنی کیفیت اسی اچھی نہیں رہی ہے کہ ہر چیز کا خیال رکھوں کوئی بات درمیان سے گزرتی ہو جائے تو خیال نہ کرنا۔“

”جی بہتر۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ نازیہ نے میری جانب دیکھتے ہوئے کہا۔
”آپ کے بارے میں تو بڑے قصبے کہانیاں سنی ہیں ہم کو بڑا اشتیاق تھا آپ سے ملاقات کا۔ یہ بھی پتا چلا تھا کہ آپ ہمارے اس غریب خانے پر تشریف لائے ہیں۔“

”بھئی ایک مرتبہ حاضری دی تھی۔ آپ سے ملاقات نہیں ہو سکی۔ ویسے اپنے بارے میں مشہور قصبے کہانیوں کے سننے کا مجھے بھی اشتیاق رہا ہے کہ کبھی یہ کہانیاں میرے کانوں تک پہنچیں۔“ نازیہ ہنسنے لگی پھر اس نے کہا۔

”اب اگر ہم آپ کو کہانیاں سنانے بیٹھ جائیں گے تو ہمارے یہ ابو جان ناراض ہو جائیں گے۔ اس لیے جانے دیں۔“

”آؤ بھئی میں تمہیں اپنے پودے دکھاؤں“ دیکھو میں نے یہ پودے بالکل نئے لگائے ہیں ویسے میں سمجھتا ہوں یہ ایک احتمالی حرکت ہے۔ کیونکہ تم عمر کی جس منزل سے گزر رہے ہو وہ پودوں میں دلچسپی لینے کی نہیں ہے۔ تم تو اس وقت نہ جانے کیا کیا کر رہے ہو۔ اس لیے تھوڑی دیر کے لیے مجھے میری اس بچکانہ حرکت پر معاف کر دینا۔“

”نہیں جناب یہ شوق تو زندگی کی علامت ہے پھول اور پودوں سے رابطہ صاحب ذوق لوگوں کا ورثہ ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے ہم اس سے محروم ہوں یا پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آنے والا وقت ہمیں ان کی جانب متوجہ کر دے۔“

”آپ اردو نہیں جانتے۔“ نازیہ نے اچانک سوال کیا۔
”اس بد نصیبی پر انتہائی شرمندہ رہتا ہوں اور دلی خواہش ہے کہ اپنے وطن میں آکر وطن کی زبان اچھی طرح سیکھوں لیکن وقت مہلت دے تب نا۔“

”ویسے آپ کی انگریزی بہت شاندار ہے۔ ظاہر ہے ہونی بھی چاہیے۔“ اس دوران لان پر انتظام ہو گیا تھا۔ چنانچہ رفیق احمد نے مجھے وہاں پہنچنے کے لیے کہا لان تک پہنچے بھی نہیں تھے کہ نیاز احمد آندھی طوفان کی طرح اندر داخل ہوئے ٹیکسی اندر آگئی تھی۔ اور وہ ٹیکسی سے اتر رہے تھے۔ ان کے ساتھ ان کی اہلیہ بھی تھیں۔ چنانچہ وہ مسکراتے ہوئے اسی سمت آگئے۔ اس دوران فوزیہ واپس آگئی تھی۔ میری نگاہوں نے

رفیق احمد کو تلاش کیا تھا لیکن وہ نظر نہیں آئی تھیں نہ ہی ان کا کوئی خاص تذکرہ ہوا تھا۔ ہم لوگ لان پر پڑی ہوئی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ نیاز احمد نے مجھ سے پر خلوص انداز میں مصافحہ کیا تھا۔ پھر وہ مجھ سے میری خیر و عافیت دریافت کرنے لگے اور اس کے بعد انہوں نے کہا۔

”ابو میں نے آپ کو بتایا تھا نا کہ میری ان سے ملاقات ہوئی تھی۔“
”ہاں مگر یہ تو کافی دن پہلے کی بات ہے۔“
”جی ہاں بس اتنے دن تک انہیں یہاں آنے کا فیصلہ کرنا پڑا اور بالآخر فیصلہ ہمارے حق میں ہوا۔“

”جی نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ کاروباری مصروفیت بہت زیادہ تھی اس لئے نہ آسکا جیسے ہی فراغت ہوئی آگیا۔“
”بہر حال سر آنکھوں پر۔“ کہو بیٹے کیسی گزر رہی ہے۔ کوئی نیا ہنگامہ نہیں شروع کیا تم نے۔“ رفیق احمد جاگیردار بولے۔

”مشورہ ہی نہیں مل سکا کوئی۔ میں تو منتظر ہی رہتا ہوں کہ مجھ سے رابطے کیے جائیں اور گفتگو کی جائے لیکن بس لوگ لفٹ ہی نہیں دے رہے۔“
”ارے نہیں بھئی ایسی کوئی بات نہیں ہے۔“

”آپ لوگوں کی کیا مصروفیات ہیں؟“ میں نے سوال کیا اور رفیق احمد جاگیردار ہنس پڑے پھر بولے۔

”فراغت کی زندگی بسر کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بس گزر رہی ہے۔“
”جی اور نیاز احمد آپ؟“

”بھائی ہم نے تمہیں اپنے چھوڑے ہوئے کاروبار کے بارے میں بتا دیا تھا بس ہمارا کام بھی ہو رہا ہے۔“ نیاز احمد نے کہا۔

پھر کچھ دیر بعد چائے کا اہتمام ہوا اور میں نے بڑی بے تکلفی سے ان لوگوں کے ساتھ چائے میں حصہ لیا نیاز احمد کہنے لگے۔

”اور سناؤ بھئی واقعی کوئی ہنگامہ نہیں ہو رہا آج کل۔“
”ہنگامہ ہونے میں دیر کتنی لگتی ہے۔ بس آپ تیار ہو جائیں۔“

”ہم۔“ انہوں نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں اور پھر بولے

”نہیں بھی ہم تمہیں شرافت کی سند پیش کر سکتے ہیں ہم تو بڑے عمل پسند آدمی ہیں۔“

”دراصل رفیق صاحب میں آپ سے کچھ باتیں کرنے کی لئے حاضر ہوا ہوں۔ آپ جیسے تجربے کار صنعت کار سے مجھے جو مشورے مل سکتے ہیں میں جانتا ہوں کسی اور سے ممکن نہیں اور اس کے لیے میں آج ناوقت بغیر کسی پروگرام کے آپ کے پاس حاضر ہو گیا۔“

”خیر یہ تمہاری محبت ہے بیٹے اور تم نے ہمیں ایک بڑا صنعت کار کہا اسے بھی ہم صرف تمہاری محبت ہی کہہ سکتے ہیں کیونکہ ہم بڑے صنعت کار کہلا رہے ہیں۔ ہم تو وہ ہیں جو اپنا سب کچھ لٹا کر بیٹھ گئے ہیں۔“ رفیق احمد جاگیردار کے لہجے میں ایک حسرت تھی۔ میں نے کہا۔

”اس کے باوجود میرے ذہن میں آپ کے لئے جو تصور ہے میری آرزو ہے آپ اسے ختم نہ کریں۔ یہ کاروبار ہے اور زندگی کے ان شعبوں سے تعلق رکھتا ہے۔ جہاں اونچ نیچ چلتی رہتی ہے کسی اونچ نیچ پر آخری فیصلہ کر لینا میرے خیال میں غیر مناسب بات ہے۔ صنعت کار اور کاروباری شخص زندگی کے آخری سانس تک مصروف عمل رہتا ہے اور میں تو آپ لوگوں سے رہنمائی حاصل کرنا چاہتا ہوں اگر آپ نے یہ مایوسی کی باتیں کیں تو کیا میرے راستے بند نہیں ہو جائیں گے؟“

”ایک بات کی اگر اجازت ہو تو کہوں بیٹے برا تو نہیں مانو گے۔“

”قطعاً نہیں۔“

”یہاں تو بڑے بڑے کامیاب و کامران لوگ پڑے ہوئے ہیں۔ ان لوگوں کو نظر انداز کر کے تم نے مجھ جیسے ناکارہ آدمی کی طرف توجہ کیوں دی؟“

”اس لیے کہ جو لوگ کامیاب و کامران تصور کیے جاتے ہیں ان کی پرواز اتنی بلند ہے کہ وہ مشورے کیا دیں گے۔ آپ چونکہ فارغ وقت گزار رہے ہیں اور زندگی سے لڑنا چھوڑ چکے ہیں اس لیے کم از کم وہ داؤ بیچ آپ مجھے ضرور سکھا سکتے ہیں۔ جن کے ذریعہ میں اپنا کام مکمل کر لوں۔“

”خیر اب یہ تم پر منحصر ہے اگر تم اس سلسلے میں مجھ سے کوئی مشورہ چاہتے ہو تو میں جس قابل بھی ہوں انکار تو نہیں کروں گا۔“

”بے حد شکریہ نہ صرف مشورہ بلکہ آپ کا تعاون بھی درکار ہے مجھے۔“ انہوں نے متحیرانہ نگاہوں سے نیاز احمد کو دیکھا اور وہ آنکھیں پھیلانے لگے۔ پھر بولے۔

”یوں لگتا ہے ماموں میاں کوئی لاشی نکلنے والی ہے اپنی۔“

”بھئی ہر وقت فضول باتیں نہ کیا کرو۔“ انہوں نے انہیں ڈانٹ دیا اور وہ بچوں کی طرح منہ بسور کر خاموش ہو گئے۔ میں نے رفیق احمد سے کہا۔

”میں ذرا تمہید میں تھوڑی سی طوالت اختیار کروں گا۔ آپ محسوس نہ کریں۔“

”نہیں بھئی بالکل نہیں بلکہ ایسا ہے کہ خواتین یہاں سے رخصت ہونا چاہیے۔“

”معاذہ دو سرا ہو گیا ہے اور اس میں کوئی دلچسپی نہیں لیں گی۔ لڑکیاں اپنی جگہ سے اٹھ گئیں تو رفیق احمد بولے۔“

”ہاں بھئی اب کہو اور بے دھڑک کہو۔“

”محترم جس تمہید کا میں نے ذکر کیا تھا وہ یہ ہے کہ نیروبی سے آنے کے بعد میں

نے یہاں کے بہت سے مناظر کا گہری نگاہوں سے جائزہ لیا ہے میں نے اس ملک کے رہنے

والوں پر غور کیا میں نے اتنا کچھ دیکھا کہ اگر اس کی تفصیل بیان کرنے بیٹھ جاؤ تو میرے

خیال میں گفتگو بہت طویل ہو جائے گی لیکن مجموعی طور پر جو اندازہ میں نے قائم کیا ہے وہ

یہ کہ ہم ایک بہترین قوم میں شمار ہوتے ہیں ہمارے یہاں صنعت کار، ڈاکٹر، انجینئر ہر شعبے

کے کام کرنے والے اتنی اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک ہیں کہ اگر انکی صلاحیتوں سے بھرپور

فائدہ اٹھایا جائے تو ہم دنیا کے بہترین ممالک میں شمار ہو سکتے ہیں۔ ہمارے اپنے حالات سے

مجبور ہو کر لوگ نقل مکانی کا رجحان پیدا کر چکے ہیں ہر چیز کی نقل کی جاتی ہے لیکن میں نے

یہ نقل دیکھی ہے اس پر غور کیا ہے اور یہ اندازہ لگایا ہے کہ گو یہ ایک غلط کام ہے لیکن

جو لوگ یہ کام سرانجام دے رہے ہیں وہ ذہانت کی دولت سے مالا مال ہیں اگر ان کی

مجبوریوں کو ختم کر کے انہیں صحیح راستوں پر لگادیا جائے تو یہ ایک بے مثال روایت قائم کر

سکتے ہیں اور ایسی ایسی چیزیں ہمارے ملک کو پیش کر سکتے ہیں کہ دنیا اس پر حیران رہ

جائے۔ آپ یقین کیجئے یہ صرف لفاظی نہیں ہے بلکہ میرا گہرا تجربہ اور مشاہدہ ہے میں نے

ان تمام نقلی چیزوں کو بغور دیکھا ہے بعض اوقات ان پر اصلیت کا گمان ہوتا ہے اور کسی چیز کی نقل کرنا بھی عقل سے تعلق رکھتا ہے اس کا مقصد یہ ہے ہمارے ہاں کے صنعت کار اور وہ تمام لوگ جو یہ سارے کام کر رہے ہیں ذہانت میں کسی بھی ملک کے بہترین افراد سے کم نہیں ہیں۔ بس ان کے پاس وسائل نہیں ہیں۔ جن کی بنا پر وہ یہ سب کچھ کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ انسان کا اگر پیٹ بھر جائے تو آپ یقین کیجئے کہ وہ جرمہ کی جانب راغب نہیں ہوگا۔ مسئلہ صرف یہ ہے کہ مخلصانہ انداز میں ان کا پیٹ بھرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ میرے پاس جو تھوڑا بہت سرمایہ ہے میری آرزو ہے کہ میں ایسے ایسے نیک کاموں میں صرف کروں۔ میں یہ سرمایہ ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ بلکہ جو کچھ لگا چاہتا ہوں اس سے بہترین منافع کے ساتھ وصول کرنا چاہتا ہوں تاکہ اسے روٹنگ میں رکھنے میں مجھے کوئی دقت پیش نہ آئے۔ سرمایہ صرف کرنے کا مطلب تو یہ ہے کہ میں اپنے شمار غریبوں کو یہ سب کچھ دے دوں اور اس کے بعد میں خود تلاش ہو کر بیٹھ جاؤں مگر اس طرح کیا آئندہ آنے والے وقت میں انہیں کوئی فائدہ ہو سکتا ہے۔ عارضی طور پر وہ سب کچھ خرچ کر لیں گے اور اس کے بعد ان کا مستقبل جوں کا توں تاریک رہے گا۔ میرے ذہن میں ایک ایسا منصوبہ ہے جس کی تکمیل میں آپ کے ذریعہ کرنا چاہتا ہوں۔

”میرے ذریعہ۔“ رفیق احمد جاگیردار نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

”جی میں نے بہت غور کرنے کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے کہ اپنے نئے منصوبوں میں آپ کے شانے کا سہارا لوں میرے ان الفاظ پر نیاز احمد بری طرح اچھل پڑے۔ ان کے چہرے پر جوش کے آثار پیدا ہوئے لیکن رفیق صاحب نے انہیں سنجیدہ نگاہوں سے دیکھا تو وہ ایک بار پھر سنبھل کر بیٹھ گئے۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔“

”ایک بات بتاؤ دانش بیٹے۔ تم نے درحقیقت ایک ذہین باپ سے تربیت پائی ہے اور ان کا اظہار جگہ جگہ ہو رہا ہے۔ لوگوں کی زبان پر یہ بات پہنچ چکی ہے اور ظاہر ہے لوگ جو کچھ کہتے ہیں بلاوجہ نہیں کہہ دیا کرتے۔ پھر کچھ حقائق میری نگاہوں کے سامنے ہیں۔ جہانگیر خان جیسے شیر کو پچھاڑ دینا کسی عام آدمی کے بس کی بات نہیں ہے اس کا مقصد ہے کہ تم ذہین انسان ہو پھر تم نے اپنے کسی منصوبے کے لیے ایک لنگڑے گھوڑے کا انتخاب کیسے کیا؟“ میں نے بدستور مسکرا کر انہیں دیکھتے ہوئے کہا۔

”اگر آپ مجھے ایک تجربہ کار اور ذہین انسان سمجھتے ہیں تو پھر آپ یہ کیوں نہیں تسلیم کرتے کہ میں نے کسی لنگڑے گھوڑے کا انتخاب نہیں کیا بلکہ جو کچھ کیا ہے اچھی طرح سوچ سمجھ کر کیا ہے۔“

”خیر میں نہیں سمجھتا کہ یہ سب کچھ کیا ہے۔ تاہم ایک بات میں تم سے پہلے تم سے کہہ دینا چاہتا ہوں۔ کہ میں کاروباری دنیا میں اپنا سب کچھ لٹانے کے بعد بالکل تلاش ہو کر بیٹھ گیا ہوں۔ مگر میں اپنے اس اکلوتے داماد کے ساتھ کچھ نہ کچھ کرتے رہنے پر غور کرتا رہا ہوں۔ اگر تمہاری طرف سے یہ پیشکش مجھے ہوتی ہے تو یہ میری آرزوؤں کی تکمیل ہے اور اگر واقعی مجھ پر اعتماد کیا جاسکتا ہے اور کوئی کام میرے سپرد کیا جاسکتا ہے تو رفیق احمد جاگیردار ایک بار پھر جوان بن کر دکھا دے گا۔ اتنی محنت کرے گا وہ کہ کسی کے تصور سے باہر ہوگی۔ اور لوگ سوچ بھی نہیں سکیں گے کہ اس میں ایک بار پھر نئی زندگی دوڑ سکتی ہے۔ چنانچہ اس طرح میری اپنی خواہش تم سے پہلے اس میں شامل ہو گئی ہے اور میں آرزو مند ہوں اس بات کا کہ میرے ذریعے کوئی کام کیا جائے۔ اب تم جو کچھ کہنا چاہتے ہوں روشنی میں کہو۔“ میں نے مسکرا کر کہا۔

”آپ کے ان الفاظ نے میری بڑی ہمت بندھائی ہے۔ میں نے اب سے کچھ دیر قبل اپنے ملک کے ان فنکاروں کا تذکرہ کیا تھا جو میری نگاہوں میں ہیں۔ اور اپنا کام سر انجام دے رہے ہیں۔ میں ان فنکاروں کو یکجا کر کے ایک ایسا ورک کرنا چاہتا ہوں جو بہت بڑے پیمانے پر ہو میں یہ نہیں کہتا کہ اس میں کامیابی حاصل ہوگی لیکن میں نے کامیابی کا تناسب صرف تیس فیصد رکھا ہے۔ اور اگر اس میں سے مجھے پچیس فیصد بھی کامیابی حاصل ہو جاتی ہے تو میں اپنے قدم کو کامیاب ترین قرار دوں گا۔ میں یہاں کی پسماندہ بستیوں سے ابھی روشناس نہیں ہوا ہوں لیکن جو اندازے میں نے قائم کیے ہیں جن لوگوں کو میں نے بھری پری سڑکوں پر دیکھا ہے ان کے بارے میں یہ نظریہ ہے کہ وہ شدید کمپرسی کا شکار ہیں۔ اور انہیں ان کی ضرورت کے مطابق نہیں مل پاتا۔ میں کسی کی تقدیر بدلنے کی طاقت نہیں رکھتا لیکن خود میں تھوڑا بہت کام کر لوں تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ ثواب بھی ہوگا اور ملک کے لیے بہتر بھی۔ چنانچہ جو منصوبہ میں نے بنایا ہے ابھی تک وہ ایک شیخ حار کا خواب ہے، لیکن اس خواب کی تکمیل کے لیے ہمارے پاس ذرائع موجود

ہیں اور اہم ان کے لئے خطرہ مول لے سکتے ہیں۔“

”یقیناً کیوں نہیں۔“ انہوں نے میری بات کی تائید کی تھی۔ میں نے نیاز اور صاحب کی طرف دیکھا اور بولا۔

”اس سلسلے میں جو منصوبہ میں نے ترتیب دیا ہے اسے شکل بھی دے دی ہے۔ اس سے آپ یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ کوئی جذباتی بھوت نہیں ہے۔ بلکہ سوچے سمجھے عمل کا نتیجہ ہے۔“ میں نے اپنے ساتھ لائے ہوئے کاغذات سامنے رکھے اور اس میں سے ایک کاغذ نکال کر اپنے سامنے رکھ لیا۔ پھر اسے پڑھنے لگا۔

”میری خواہش ہے کہ اپنے ملک میں چھوٹی چھوٹی صنعتوں کا آغاز کروں۔ جاپان سے دنیا بھر کی چیزیں منگوائی جاتی ہیں اور اس پر کثیر زر مبادلہ خرچ ہوتا ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ زر مبادلہ خرچ ہو لیکن ایسے مقاصد کے لیے جن کی تکمیل کے لیے ہم ملک اور ملک میں رہنے والوں کو کچھ دے سکیں۔ ضروریات زندگی ہمارے ہاں ترقی یافتہ ممالک سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ ہمارے ہاں سرمائے کی کمی بھی نہیں ہے اور بے شمار سرمایہ دار اپنے مقاصد کے مطابق ہر چیز طلب کر لیا کرتے ہیں۔ بے شمار اشیاء بیرون ملک سے منگوائی جاتی ہیں۔ اور ان کا استعمال کیا جاتا ہے بہت سی ایسی چھوٹی چھوٹی چیزیں ہیں جو زندگی کے عام استعمال میں آتی ہیں۔ لیکن ہمارے ہاں ان کی تیاری نہیں ہوتی۔ اور یہ چھوٹی چھوٹی اشیاء باہر سے منگوانے کے لیے ہمیں نجانے کیا کیا کچھ جتن کرنا پڑتے ہیں۔ ان اشیاء کی قیمتیں ہماری ضرورت سے کہیں زیادہ ہیں۔ اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ سرمایہ دار انہیں یہاں تیار نہیں ہونے دیتے اور باہر سے منگوا کر انہیں یہاں فروخت کر کے انہیں بہترین منافع حاصل ہوتا ہے۔ میری خواہش ہے کہ ان اشیاء کی تیاری کے لیے ہمیں چھوٹے چھوٹے یونٹ یہاں منگوانے چاہیں۔ اور اس کے بعد انہیں گھروں تک پہنچا دینا چاہیے۔ اس کا ایک مخصوص طریقہ کار ذہن میں ہے۔“

”جہاں تک میرا اندازہ ہے یہاں ایک گھر میں اگر دس افراد ہیں تو ان میں سے صرف دو فرد پورے گھر کی کفالت کرنے کے لیے محنت مزدوری یا نوکری کرتے ہیں باقی آٹھ افراد کچھ نہیں کرتے۔ ان میں بچے اور عورتیں بھی شامل ہیں۔ اگر گھر کے ان افراد کو ایسی چھوٹی صنعتوں میں مصروف کر دیا جائے تو گھریلو طور پر اتنا کام ہو سکتا ہے کہ وہ

لوگ اپنی آمدنی میں مناسب اضافہ کر سکتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ ہمارے ہاں آل پن باہر سے منگوائے جاتے ہیں۔ چھوٹے کلب، جیولری کا سامان اس قسم کی ہشمار اشیاء ایسی ہیں جن کی ضرورت ہر قیمت پر برقرار رہتی ہے لیکن انہیں باہر سے منگوانا پڑتا ہے۔ ان اشیاء کی تیاری کے لیے بہت چھوٹی چھوٹی مشینیں جنہیں صرف ایک میز پر لگایا جاسکتا ہے جاپان سے برآمد کی جاسکتی ہیں اور اس کے بعد ایک طریقہ کار کے تحت انہیں ان گھروں تک پہنچایا جاسکتا ہے جو ان لوگوں کے لیے بھی آسان ترین ہو۔ یہاں زیادہ تر تعداد ایسے افراد کی ہے جو کھانا اور کپڑا حاصل کرنے کے بعد اتنے پیسے اپنے پاس نہیں رکھتے کہ وہ کوئی چھوٹی موٹی سی چیز ہی خرید سکیں۔ ان مشینوں کی درآمد تو ایک بہت ہی مشکل کام ہے ان کے لیے..... لیکن سرمایہ دار اور خصوصاً وہ جو اپنے ملک سے مخلص ہوں اس قسم کے کاموں میں آگے بڑھ کر حصہ لے سکتے ہیں۔ مثلاً میں آپ کے سامنے وہ تجویز پیش کرتا ہوں جو میرے ذہن میں ہے۔ قسطوں پر مختلف اشیاء دی جاتی ہیں۔ ان میں گھریلو سامان فریج، ٹیلی ویژن وی سی آر وغیرہ شامل ہیں۔ بہت سے ایسے لوگ مل جاتے ہیں جو انہیں ہمیشہ حاصل نہیں سکتے۔ وہ اپنی ماہانہ آمدنی میں سے کچھ نہ کچھ ان پر صرف کرنے کی ہمت رکھتے ہیں اگر ایسے ہی افراد کو ہم یہ چھوٹی مشینیں باہر سے منگوا کر قسطوں پر فراہم کر دیں یا پھر اگر ایسا بھی ممکن نہ ہو تو ہم ایک انڈسٹریل کی حیثیت سے اس کام کو سر انجام دیں اور ان لوگوں کو یہ چیزیں میا کر دیں تو میں سمجھتا ہوں کہ انہیں اس کام کے کرنے میں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ اب رہا باہر کے معاملات کا مسئلہ تو ایک ایسا ادارہ بنایا جاسکتا ہے جو یہ اشیاء بہت تھوڑے سے منافع پر ان سے خریدے اور اس کے بعد ان کی درآمد اور ملکی طور پر ان کے استعمال کا معقول بندوبست کرے۔ یوں ان گھروں کو چھوٹی صنعتوں کا تحفظ حاصل ہو جائے گا اور اس کے ساتھ ساتھ ہی وہ ادارہ جو یہ کام سر انجام دے گا خود بھی ایک معقول منافع حاصل کر سکے گا۔ ٹیلی ویژن وی سی آر کاریں اور ریفریجریٹر اور ہشمار چیزیں باہر سے منگوائی جاتی ہیں۔ اگر ان کے ساتھ ساتھ ہی ایک چھوٹا سا حصہ اس کام کے لیے وقف بھی کر دیا جائے تو میں سمجھتا ہوں یہ ملک کے لیے بھی بہترین ثابت ہو سکتا ہے۔ میں آپ سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں رفیق صاحب کہ آپ اس سلسلے میں آگے بڑھ کر قدم اٹھائیے۔“

”میں!“ وہ متحیرانہ انداز میں بولے۔

”جی آپ.....“

”لل..... لیکن..... مم..... میں..... میرا مطلب ہے کہ.....“

صاحب نے بوکھلائی ہوئی نگاہوں سے نیاز احمد کی طرف دیکھا اور ان کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ مگر آنکھیں چمک رہی تھیں۔ خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گئے۔

”دانش میاں بھی اب تم سے کیا کہیں۔“

”آپ کو علم ہے کہ میں نے براہ راست کوئی صنعت کبھی نہیں لگائی بلکہ صنعتوں کو

فروغ دینا میں نے اپنے میں شامل کر رکھا ہے۔ چنانچہ اگر ہم یہ کام آپ کے ساتھ مل کر کرتے ہیں تو اس سلسلے میں انتہائی صاف گوئی کے ساتھ کچھ ایسی باتیں طے کر لی جائیں گی جس میں کبھی نہ آپ کو اعتراض ہو گا نہ مجھے اور ہم اس کے تحت اپنا یہ کام سرانجام دے سکتے ہیں۔“ انہوں نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا گیا۔ پھر بولے۔

”بلاشبہ یہ سب کچھ ہو سکتا ہے۔ لیکن۔“ وہ اپنا جملہ پورا نہیں کر سکے تھے۔

نے فوراً کہا۔

”اس لیکن سے آگے میں گفتگو شروع کیے دیتا ہوں۔ میں آپ پر کوئی احسان نہیں

کر رہا ہوں نہ اپنے آپ پر اور نہ کسی اور پر کاروبار برائے کاروبار کیا جاسکتا ہے میں آپ کے کچھ اور تفصیلات بتا دوں ہم غریب افراد کا انتخاب کر کے انہیں ایک ایسی جگہ جمع کر لیں گے جہاں انہیں ان چھوٹی مشینوں پر تربیت دی جائے گی۔ اور پھر یہ مشینیں ہم جاپان سے منگوائیں گے۔ وہ لوگ ہمارے ایما پر یہ اشیاء فراہم کریں گے جہاں ہم ان کے لئے سلاز پوائنٹ بنائیں گے اور ان سلاز پوائنٹ پر وہ تمام کام ہو گا جن کے ذریعے وہ اشیاء ملک میں اور ملک سے باہر پھیلائی جاسکیں۔ کوالٹی کنٹرول کے سلسلے میں بھی ہم نہایت مناسب

اقدامات کریں گے۔ اس طرح اگر ہم اپنا اپنا ادارہ براہ راست ترتیب دے لیں اور اس میں ان تمام لوگوں کو اکٹھا کر لیں جو ہمارے لیے کارآمد ہوں تو میں سمجھتا ہوں کہ بے شمار

افراد کو روزگار بھی مل جائے گا۔ اور اس کے بعد یہ صنعتیں آہستہ آہستہ گھر گھر پھیل جائیں گی۔ چین، جاپان، کوریا اور ایسے ممالک میں جہاں صنعتی ترقی حیرت ناک طور پر آگے

بڑھ رہی ہیں۔ یہی انداز رائج کیا گیا ہے اور اس کے ذریعے وہ لوگ دنیا بھر میں اپنی

صنوعات کو پھیلانے میں کامیاب ہو سکے ہیں۔ وہاں بہترین پروڈکشن ہوتی ہے۔ اور عام

آدمی گھر میں بیٹھ کر اتنا کام کر لیتا ہے کہ بعض اوقات باہر نکل کر کام کرنے والوں سے

زیادہ ہو جاتا ہے۔ بس معاملہ تربیت کا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ہی انہیں خام مال اور

مشینوں کی فراہمی کا ہے۔ میں سمجھتا ہوں یہ منصوبہ نہایت بہترین طریقے سے کامیاب ہو

سکتا ہے۔ اور ہم اس سلسلے میں حکومت کی تمام تر توجہ بھی حاصل کر سکتے ہیں بات صرف

یہ ہے کہ ان مشینوں کو منگوانے کے لیے ہمیں پہلے اپنے پاس سے اخراجات کرنا ہوں

گے۔“

”یہ ایک بہترین منصوبہ ہے اور اگر مجھے اس پر کام کرنے کا موقع مل جائے تو میں

اپنے اپنی خوش نصیبی کی انتہا سمجھوں گا۔“

”آپ لوگ میرے معاون کار ہوں گے اب آپ دیکھیے نامقدس کریم نے مقدس

آئوز کے نام سے جو کچھ شروع کیا ہے ہمیں اس میں بہترین منافع حاصل ہو رہا ہے اور یہ

تو ابھی ابتدا ہے ہم آئوزی قائم کریں گے۔ اور ملک بھر میں کاروں کی درآمد برآمد کا سلسلہ

بہتری کر کے اپنا اس سلسلے میں ایک خاص پروگرام ترتیب دیں گے۔ ایک جانب مقدس

کریم نے یہ تمام ذمہ داریاں سنبھال کر مجھے ذہنی طور پر فارغ کر دیا ہے۔ تو دوسری جانب

میں سمجھتا ہوں کہ آپ کا اور نیاز احمد کا بہترین تجربہ اس سلسلے میں میرا معاون ہو گا۔ اور

کچھ عرصے تک آپ کے ساتھ مصروف رہنے کے بعد میں بالکل آزاد ہو جاؤں گا۔ ہم اس

سلسلے میں ایک طریقہ کار طے کر لیں گے۔ آپ سب مل کر اسے سنبھالیں گے۔ اور میں

کسی تیسری صنعت کے بارے میں غور کرنے کے لیے آزاد ہو جاؤں گا۔“ جاگیر دار

صاحب کے چہرے پر بے پناہ خوشی پھوٹی پڑی رہی تھی۔ انہوں نے کپکپاتے ہوئے لہجے

میں کہا۔

”میں سمجھتا ہوں اس پیشکش کو قبول نہ کرنا دیوانگی ہے اور میں دیوانہ نہیں

ہوں۔“

”تو پھر بسم اللہ کیجئے۔ میں بھی بہت زیادہ سوچنے کا قائل نہیں ہوں۔ جو بات ذہن

میں جم جائے اور ذہن کو پسند آئے میں سمجھتا ہوں اس پر فوری عمل انتہائی ضروری ہوتا

کے بعد پھر ان خوابوں کی تعبیر حاصل کرنے کے لیے جدوجہد کی جاتی ہے۔ اور یہی طریقہ رفیق صاحب نے مجھ سے ہاتھ ملایا میں ان کی آنکھوں میں نمی محسوس کر رہا تھا میں نے کہا۔

”ہمارے درمیان ایک انتہائی مضبوط معاہدہ ہو گیا اور اب اس سلسلے میں میں جو باتیں عرض کر رہا ہوں انہیں بھی کسی الجھن سے پاک سمجھا جائے۔ مثلاً ہم اس ادارے کا نام جاگیردار انڈسٹریل رکھیں گے۔ اسے اسی نام سے رجسٹرڈ کرایا جائے گا اور ابتدائی مرحلے کے طور پر ہم ایک بہت وسیع جگہ حاصل کریں گے اور وہاں اپنے منصوبے کے مطابق ایک عظیم الشان عمارت تعمیر کرائیں گے۔ یہی جگہ انڈسٹریل کاٹیکینیکل ڈسینٹر ہوگی۔ اس کے بعد ہم جاپان کو ان مشینوں کا آرڈر دیں گے اور نیاز احمد فوری طور پر جاپان روانہ ہو جائیں گے۔ جہاں سے وہ جلد از جلد ان مشینوں کی خریداری مکمل کر کے واپس آجائیں گے۔ ہم جاپانی میکینیشن منگوائیں گے جو ان مشینوں کو یہاں نصب کرنے کے بعد مقامی باشندوں کو ان پر تربیت دیں گے۔ اس کے سلسلے میں ہم اخبارات میں اشتہارات شائع کرائیں گے جن کے تحت ایسے لوگوں کو بطور پرنس طلب کیا جائے گا جو ان گھریلو صنعتوں میں دلچسپی رکھتے ہوں گے۔ ایک مخصوص طریقہ کار منتخب کر لیا جائے گا۔ جتنی مشینیں منگوائی جائیں گی انہیں کی مناسبت سے ہم لوگوں کو تیار کرتے رہیں گے۔ اور پھر بہتر ضمانتوں کے ساتھ یہ مشینیں ان کے حوالے کر دی جائیں گی۔ اس طرح اس کام کا آغاز ہوگا۔ اس کے بعد ایک ہمارا سیلز پوائنٹ ہوگا اور اس سیلز پوائنٹ پر ہم ان اشیاء کی سپلائی کا بندوبست کریں گے۔ اور اس کے لیے جس طرح بھی ممکن ہو سکا ہم آڑہ ہاتھ حاصل کریں گے۔ یوں ہمارے اس کام کا آغاز ہو جائے گا۔ نیاز احمد اس ادارے کے نگران ہوں گے اور رفیق احمد جاگیردار چیرمین۔ آپ دونوں کی نگرانی میں یہ ادارہ تیار کرے گا۔ بات یہیں تک محدود نہیں رہے گی۔ ہم اس کے بعد دوسری جانب بھی قدم بڑھائیں گے۔ یعنی مختلف قسم کی دوسری اشیاء کی تیاریاں۔ جیسے گارمنٹ کا مسئلہ ہے۔ گارمنٹ یونٹ لگائے جائیں گے اور دنیا بھر کے ممالک سے رابطے قائم کر کے ہم وہاں سے آرڈر لے کر یہاں کی تیار شدہ اشیاء سپلائی کریں گے۔“

”اگر آپ لوگ میرے دونوں سمت کھڑے ہو جائیں تو میں اس منصوبے کو مکمل کر لوں گا۔ گو میں نے اسے مرحلہ وار رکھا ہے۔ اور فوری طور پر تمام کام ایک ساتھ کرنے کے بارے میں نہیں سوچا۔ چنانچہ ہم آہستہ آہستہ اس سلسلے میں قدم آگے بڑھائیں گے۔ تو کامیابی یقیناً ہمارے قدم چومے گی۔“

”تو پھر میں تم سے پوری طرح متفق ہوں۔ اگر تم نے اس ادارے کا نام جاگیردار انڈسٹریل رکھا ہے تو اس کے لئے بھی تمہارے ذہن میں کوئی نہ کوئی خیال ضرور ہوگا۔ میرے مجھے اس پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ یہ تو میرے لئے ایک نئی زندگی کے مترادف ہے اور میں اسے خوشی سے قبول کر لوں گا۔ کیوں نیاز احمد؟“

”بالکل..... بالکل۔“ نیاز احمد نے کہا۔ اور پھر اپنے مخصوص انداز میں بولے۔

”میں نے تو ماموں میاں یہ پیش گوئی اسی دن کر دی تھی کہ ہمارے گھر کے بارے پر لکشی دیوتا آئے ہیں۔“ رفیق احمد جاگیردار ہنس پڑے تھے۔ پھر وہ میری طرف رخ کر کے بولے۔

”یہ نیاز کوئی بھی موقع نہیں چھوڑتا۔ لیکن اب یہ بتاؤ کہ اس سلسلے میں ہمیں مزید اقدامات کرنے ہیں۔“

”آپ کی منظوری اول حیثیت رکھتی تھی۔ اس کے بعد میرا اور نیاز احمد کا کام رہ گیا ہے۔ ہم لوگ پہلے کانغذی تیاریاں کریں گے۔ نیاز احمد آپ سے میں تنہائی میں بہت ملاقات کروں گا۔ اور اس سلسلے کا مکمل پروگرام ہم اور آپ مل کر ترتیب دے لیں گے۔ اس کے لئے فی الحال میری کوٹھی ہی مناسب رہے گی۔ اور پھر ہم اس پروگرام کی تیاریاں کے بعد چیرمین صاحب سے مشورہ لیں گے اور آغاز کر دیا جائے گا۔ میں اس کے لئے بہت زیادہ وقت صرف نہیں کروں گا۔ آپ اطمینان رکھیے میں اب آپ سے اگلی بات کے بارے میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔“

”جی جب آپ کہیں جناب۔“ نیاز احمد صاحب نے ہنستے ہوئے کہا۔

”میں ان نیک جذبوں کو سلام کرتا ہوں۔ پہلے خواب ہی دیکھے جاتے ہیں اور انہیں

رفیق احمد جاگیردار نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”میں ان نیک جذبوں کو سلام کرتا ہوں۔ پہلے خواب ہی دیکھے جاتے ہیں اور انہیں

”ٹھیک ہے میں آپ کو ٹیلیفون پر اطلاع دے دوں گا۔“

”بہت بہتر۔“ اس کے بعد ہم نے یہ موضوع ختم کر دیا۔ میں نے واپسی کی اجازت

مانگی اور پھر چونک کر بولا۔

”محترمہ عافیہ خاتون کہاں ہیں۔ میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔“

”ارے ہاں عافیہ نہیں آئی۔ ابھی نیاز ذرا تکلیف کرو۔ عافیہ کو بلا لاؤ۔“

وہ اٹھ کر اندر چلے گئے۔ اور میں عافیہ کا انتظار کرنے لگا۔ چند منٹ خاموشی

گزر گئے۔ رفیق صاحب بھی کسی سوچ میں ڈوب گئے تھے۔ پھر نیاز تنہا ہی واپس آئے اور

بولے۔

”محترمہ عافیہ اپنے کمرے میں بند ہیں۔ جب انہیں یہ بتایا گیا کہ دانش منصور

صاحب ان سے ملنا چاہتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ انہیں ان کے کمرے تک ہی پہنچا دیا

جائے۔“

”کوئی حرج نہیں ہے میں چلا جاتا ہوں میں نے کہا اور نیاز نے میری راہنمائی کی۔“

میں عافیہ بیگم کے کمرے کے دروازے پر پہنچ گیا۔ دروازہ اندر سے بند تھا۔ نیاز احمد

صاحب نے پھر کہا۔

”محترمہ عافیہ خاتون دانش منصور تشریف لے آئے ہیں۔“

”تو پھر آپ تشریف لے جائیں۔ اور انہیں یہیں چھوڑ دیجئے۔ میں انہیں اندر

بلائے لیتی ہوں۔“ اندر سے عافیہ کی آواز ابھری اور نیاز احمد نے شانے بلا دیئے۔

”کیا نیاز احمد صاحب چلے گئے؟“

”جی۔ اور میں کھڑا ہوا ہوں۔“ میں نے کہا اور عافیہ نے دروازہ کھول دیا۔

اسے دیکھ کر میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں تھیں۔ عافیہ دلہن بنی ہوئی تھی۔ ایک

انتہائی خوبصورت سرخ لباس جو جگمگا رہا تھا ماتھے پر جھومر لگا ہوا چہرے پر میک اپ کیا

ہوا۔ وہ بلاشبہ بے حد خوبصورت لگ رہی تھی۔ اور اس انداز میں اس کی عمر کا کوئی

احساس نہیں ہوتا تھا۔ اس نے شرمائی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولی۔

”اندر آؤ نا۔ جلدی کرو۔ کوئی دیکھ نہ لے۔“ میں لرزتے قدموں سے اندر داخل

ہو گیا اور عافیہ نے جلدی سے دروازہ بند کر لیا۔ پھر آہستہ سے ہنس پڑی۔ ایک کھنکھاتی

ہنس سی تھی۔ وہ جھم جھم کرتی ہوئی ایک جانب بڑھی اور پھر رک کر بولی۔

”آؤ نا وہاں کیوں کھڑے ہو۔“ میں دو قدم آگے بڑھ گیا۔ اس بات کی قطعی توقع

میں تھی کہ ایسی صورتحال دیکھنے کو ملے گی۔ عافیہ کے چہرے پر ایک عجیب سی شرکیں

شکراہٹ نظر آرہی تھی۔ آنکھیں جھکی جا رہی تھیں۔ مادر وہ عجیب سی کیفیت میں محسوس

ہوئی تھی۔ پھر اس نے سیدھے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

”کیسی لگ رہی ہوں۔“

”بب..... بہت خوبصورت۔“ میں نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

”شکریہ۔ آؤ بیٹھو نا۔ کھڑے کیوں ہو؟“ میں ایک بار پھر آگے بڑھا اور صوفے پر

بیٹھ گیا۔ وہ میرے سامنے ہی ایک کرسی سے ٹک کر کھڑی ہو گئی تھی۔ جیسے اپنے آپ کی

مشق کرنا چاہتی ہو۔ میری جانب اس کی نگاہیں اسی انداز میں اٹھی ہوئی تھیں۔ جیسے اس

صوفے کی طرف دار ہوں کہ میں پر شوق نگاہوں سے اسے دیکھوں گا۔ پھر اس نے کہا۔

”اتنے دن کہاں رہے.....؟“

”جی وہ۔ بس..... بس۔“

”کوئی بہانہ بنا دو۔ تم لوگوں کو بہانے بنانے تو خوب آتے ہیں۔“

”نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ بس مصروف رہتا ہوں۔ بہت مشکل سے وقت

پیدا ہے۔ آپ سنا ئے آپ کیسی ہیں۔“

”تم نے خود ہی تو کہا ہے بہت خوبصورت لگ رہی ہوں۔ میں۔“

”جی ہاں وہ تو ہے۔ میرا مطلب ہے کہ آپ کے مزاج کیسے ہیں۔“

”بس تمہیں دیکھنے کے بعد نجانے کیوں دل میں ایک بار پھر زندگی جاگ اٹھی ہے۔“

میں نے تمہیں دور سے ہی دیکھ لیا تھا۔ اس وقت جب تم اندر داخل ہوئے تھے۔ اور پھر

میں نے سوچا کہ بھلا تم مجھ سے ملے بغیر کیسے جاسکتے ہو۔ تب میں نے یہ لباس نکال کر پہن

لیا۔ تمہیں پسند آیا ہے نا؟“

”جی۔ بے حد خوبصورت ہے یہ لباس۔“ میں نے جواب دیا۔ اب میں اپنی

کھالاکھال پر قابو پا چکا تھا۔ اور اسے گہری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے بارے میں جو

تجربہ انداز میں نے پہلے قائم کیا تھا وہ اب بھی قائم تھا۔ یقینی طور پر ذہین ترین خاتون تھیں۔

لیکن کسی ایسے حادثے کا شکار جس نے انہیں غیر متوازن کر دیا تھا۔

”اور سنا ئے عافیہ صاحبہ کیسے وقت گزر رہا ہے آپ کا۔“

”وقت گزرتا کہاں ہے۔ گزارا جاتا ہے۔ اپنی پسند کے مطابق اور اپنی پسند کے خلاف۔ اچھا میں ابھی آئی۔“ اچانک ہی اس کے چہرے پر سنجیدگی پھیل گئی تھی۔ میں کچھ کہنے بھی نہیں پایا تھا کہ وہ اپنی جگہ سے ہٹی اور ہاتھ روم کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئی۔ میں گہری گہری سانس لینے لگا۔ ایک عجیب سی کیفیت کا احساس ہوا۔ کیا ہے یہ کیا ہے۔ جس کا نام عافیہ ہے۔ مجھے دیکھ کر وہ اس قدر بے اختیار کیوں ہو جاتی ہے۔ کچھ دیر ہو گئی اور اس کے بعد ہاتھ روم کا دروازہ کھلا اور وہ باہر نکل آئی۔ اس بار وہ ایک بالکل سفید ساڑھی میں ملبوس تھی۔ چہرے کا میک اپ بھی دھو کر خشک کر لیا گیا تھا۔ اور اب اس کا چہرہ بہت سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔ میں نے مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھا تو وہ ہنس پڑی۔

”بس انسانی احساسات ہیں نجانے کیوں تمہیں دیکھ کر دل میں ایک عجیب سی گڑبڑ ہونے لگتی ہے۔ جی چاہتا ہے کہ کچھ کیا جائے۔ کوئی ایسی انوکھی بات جو اچھی لگے اور میں نے جب یہ لباس پہنا تو مجھے بہت اچھا لگا۔ تمہاری آنکھوں میں یہ لباس دیکھ کر پسندیدگی کے تاثرات ابھرے میری عمر کتنی ہے۔ کیا میں ایسے لباس پہننے کے قابل ہوں۔ مگر انسان اپنے احساسات کو دبا نہیں سکتا اور کیسی اچھی بات ہے کہ میں جو میرا دل چاہا وہ کر لیا۔ اور اب اس دنیا کے سامنے ہوں۔ کیا خیال ہے۔“

”کیا بالکل ٹھیک۔“

”تم خود ٹھیک تو ہونا!“

”ہاں۔“

”اتنی مصروفیت کیوں ہے تمہیں۔ جینا سیکھو۔ جیا کرو‘ میرے پاس آ جایا کرو۔“

”کبھی“

”جی ضرور ضرور۔“

”اور سنو زیادہ کام مت کیا کرو۔ صحت خراب ہو جائے گی۔“

”نہیں عافیہ خاتون میں بہت زیادہ کام نہیں کرتا۔“

”تو پھر کہاں مصروف رہتے ہو؟“

”بس یونہی چھوٹے موٹے کاروباری معاملات تو ہوتے ہی ہیں۔“

”اچھا چلو ٹھیک ہے۔ میں اب تم سے اس بارے میں کوئی سوال نہیں کروں گی۔“

”ہاں ایک بات ضرور کہوں گی۔ مان لو گے۔“

”جی ضرور۔“

”جب بھی یہاں آیا کرو مجھ سے ملے بغیر مت جانا۔“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ میں ابھی آیا تھا تو میں نے آپ کے بارے میں پوچھا۔“

”اور آپ سے ملنے آ گیا۔“

”بہت بہت شکریہ تمہارا۔“

”تو اب آپ مجھے اجازت دیں گی۔“

”ہاں۔ جاؤ مصروف ہو گے۔ بلاوجہ میں تمہارا وقت ضائع کر رہی ہوں۔ لیکن آنا“

”ضرور۔“ میں کھڑا ہو گیا اور جیسے ہی میں کھڑا ہوا وہ تیزی سے چلتی ہوئی میرے قریب آئی اور اس نے میرا چہرہ دونوں ہاتھوں میں لے لیا۔ ایک بار پھر مجھ پر بو کھلاہٹ طاری ہوئی تھی۔ اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک تھی۔ اور اس کا چہرہ میرے چہرے کے اتنا قریب آچکا تھا کہ اس کی گرم گرم سانس مجھے اپنے چہرے سے ٹکراتی محسوس ہو رہی تھی۔ تاہم میں کوئی رد عمل ظاہر نہ کر سکا۔ تب اس نے اپنے ہونٹ آہستہ آہستہ آگے بڑھائے اور میری پیشانی چوم لی۔ نجانے کیوں ایک لمحے کے لئے مجھے یوں محسوس ہو جیسے میرا دل پگھل رہا ہے۔ زندگی میں بہت سے دور گزرے تھے۔ میڈم خان یاد آتی رہتی تھی۔ اور ان کے علاوہ اور بھی بہت کچھ۔ لیکن ہونٹوں کا یہ لمس میرے لئے بڑا اجنبی سا تھا۔ اور مجھے اپنے وجود میں پہلی بار اس کیفیت کا احساس ہوا تھا۔ میں نے عافیہ خاتون کے چہرے کی جانب دیکھا ان کے چہرے پر یہ چیز نہیں تھی۔ بس ایک سادہ سادہ سا انداز ہونٹوں پر مدھم مدھم سی مسکراہٹ۔ پھر انہوں نے کہا۔

”جاؤ نا اب رکے ہوئے کیوں ہو۔“

”خدا حافظ۔“ میں نے کہا اور عافیہ خاتون مجھے دروازے تک لے آئیں۔ پھر

انہوں نے دروازہ کھولا اور میرے ساتھ ہی باہر نکل آئیں۔ کچھ فاصلے پر فوڑیہ اور نازیہ

”کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے رشید ناگی۔ آرام آرام سے کام کرو اور اپنے آپ کو محفوظ رکھتے ہوئے۔“

”سرا بھی شاہنواز صاحب سے ملاقات مناسب نہیں ہے۔ آج وہ حلف اٹھا رہے ہیں۔ اور اس کے بعد اس کی مصروفیات کا آپ کو اندازہ ہوگا۔“

”جلدی کیا ہے۔ ہم آرام سے شاہنواز سے ملاقات کریں گے۔ ویسے تم ملتے رہے ہو۔“

”جی ہاں۔ میری اکثر بات ہوتی رہتی ہے۔ وہ آپ کے پاس آنے کے لئے بے چین ہیں۔ مگر میں نے ان سے کہا کہ ابھی انتظار کرنا زیادہ مناسب ہوگا۔“

”بالکل ٹھیک ہے۔ میں تم سے متفق ہوں۔“ رشید ناگی سے فون کا سلسلہ منقطع ہو گیا اور میں گہری سوچ میں ڈوبا رہا۔ پھر اسی دن ایک دوسرا واقعہ بھی رونما ہو گیا۔ جو میرے لئے کافی سنسنی خیز تھا۔ آصف نور اچانک ہی میرے پاس پہنچا تھا اور میں نے اس کے چہرے پر ایک عجیب سی الجھن کے آثار پائے تھے۔

”خیریت۔ آصف کیا بات ہے۔“

”جی سر۔ کچھ الجھن پیش آگئی ہے۔ خلاصہ الجھ گیا ہوں میں۔ ایک انوکھا واقعہ ہو گیا ہے۔“

”کیا ہوا خیریت۔ آؤ اندر آؤ۔“ میں نبھانے کیوں بے چین ہو گیا تھا۔ آصف نور کے چہرے کی افسردگی اور اس کی آنکھوں کی الجھن پہلی بار دیکھی تھی میں نے۔ کوئی یقینی طور پر ایسی بات ہوئی تھی جس نے اسے اتنا پریشان کر دیا تھا۔

==☆☆☆==

موجود تھیں۔ نیاز ان سے باتیں کر رہے تھے۔ انہوں نے عجیب سی معنی خیز نگاہوں سے ہم دونوں کو دیکھا۔ نیاز مسکرا رہے تھے۔ پھر انہوں نے کہا۔

”اجازت مل گئی آپ کو محترمہ عافیہ خاتون سے۔“

”نیاز بھائی آپ انہیں باہر تک چھوڑ آئیے۔“ عافیہ نے سرد لہجے میں کہا اور میں نے ایک بار پھر اسے خدا حافظ کہہ کر قدم آگے بڑھا دیئے۔ فوزیہ اور نازیہ میرے ساتھ ساتھ چل رہی تھیں۔ باہر رفیق صاحب موجود تھے۔ میں نے ان سب سے اجازت طلب کی اور کار میں بیٹھ گیا۔ کار اشارت ہو کر باہر نکل آئی۔

دوسری صبح اخبارات پڑھ رہا تھا اور میرے چہرے پر ایک عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔ اخبارات میں مختلف قسم کی سرخیاں تھیں لیکن ان میں ایک خبر میرے لئے باعث کشش تھی۔ وہ یہ کہ شاہنواز کو وزیر صنعت بنایا گیا ہے۔ اور وہ آج اپنے عہدے کا حلف اٹھائے گا۔ کیا ہی حیرت ناک بات تھی۔ میں نے شاہنواز کے لئے جو کچھ سوچا تھا۔ وہ میری زبان سے نکلے بغیر پورا ہو گیا تھا۔ اور اب شاہنواز سے مجھے وہ فائدے حاصل ہو سکتے تھے۔ جن کے لئے میں نے اس پر محنت کی تھی دن کو تقریباً ساڑھے دس بجے رشید ناگی کا فون آگیا اور اس نے سرور لہجے میں کہا۔

”سر۔ آپ نے اخبار پڑھ لیا ہوگا۔“

”ہاں۔ تمہیں بہت بہت مبارک۔“

”سر یہ تو ہمارے لئے بہت ہی کار آمد بات ہوئی ہے۔“

”یقیناً..... یقیناً“ کہو کیا مصروفیت چل رہی ہے۔“

”سر بس اس پہلے شکار کو حلال کرنے کی فکر میں ہوں۔ بہت جلد آپ کو اس بارے میں کوئی اچھی قسم کی خوشخبری سناؤں گا۔“

”آئے نہیں تم بہت دن سے۔“

”اپنا کام تکمیل تک پہنچانا چاہتا تھا۔ اس نے جس جس انداز میں پینٹرے بدے ہیں مجھے اس کے ہر دار کو پہچانا تھا۔ اور ابھی تک مجھے کامیابی حاصل ہوتی رہی ہے۔ لیکن سر بہت سے تجربات بھی ہوئے ہیں اور اس کے لئے میں نے آئندہ کے لئے لائحہ عمل میں کچھ تبدیلیاں کی ہیں۔“

آگے تو نازاں نے الیاس صاحب سے کہا۔

”فیصل نے ہمارے احسانات کی ادائیگی کر دی ہے بھائی جان۔“ الیاس بھائی حیران رہ گئے، انہوں نے تفصیل پوچھی تو نازاں نے انہیں سب کچھ بتادیا اور پھر کہنے لگیں۔ ”مگر مجھے اس کا یہ احسان قبول نہیں ہے، میں دھوکا کھا گئی تھی مگر اب یہ سب کچھ ممکن نہیں، پھر انہوں نے مجھ سے کہا“ آپ بہت اچھے انسان ہیں آصف، لیکن میں آپ کے ساتھ نہیں رہ سکتی براہ کرم مجھے طلاق دیدیں، میری حالت خراب ہو گئی، الیاس بھائی اور بھابی بھی سخت پریشان ہو گئے، انہوں نے نازاں کو سمجھایا مگر وہ بگڑ گئیں اور بولیں۔

”میں خود کشی نہیں کرنا چاہتی لیکن آپ لوگ مجھے مجبور کریں گے تو میں یہ بھی کر لوں گی، مجھے اس کا یہ احسان قبول نہیں ہے۔“ نازاں کے جنون کے سامنے الیاس بھائی کی بھی نہ چلی وہ مجبور ہو کر بولے کہ نازاں جیسا پسند کریں، پھر میں نے ذرا سخت انداز اختیار کر کے کہا۔

”آپ پر دیوانگی طاری ہے نازاں، میں آپ کو طلاق کبھی نہیں دوں گا، ہاں آپ غلج کے لیے کوشش کر سکتی ہیں، یہ میری زندگی کا بھی مسئلہ ہے، الیاس بھائی سے میں نے کہا کہ وہ چلے جائیں، میں نازاں سے تنہائی میں کچھ بات کروں گا اور اگر بات نہ بن سکی تو انہیں جانے دوں گا، الیاس بھائی اور بھابی کے جانے کے بعد میں نے نازاں سے کہا۔ ”ان ہمارے معاملات میں میرا صرف اتنا قصور ہے کہ میں نے صرف دانش صاحب کی نشاندہی قبول کی، اگر کسی دوسرے ذریعے سے آپ کا نشان ملتا تو بھی میں بڑی چاہت کے ساتھ آپ کی رفاقت قبول کرتا۔ آپ میرے لیے ایک موزوں ترین بیوی ہیں اور میں کوشش کروں گا کہ آپ کے معیار پر پورا اتروں، میری زندگی میں آپ پہلی بہار ہیں، میں اجڑ کر پھر کبھی آباد نہ ہو سکوں گا جس کے جواب میں انہوں نے کہا۔“

”آصف! میں زندگی بھر آپ کے لیے دکھی رہوں گی، مگر آپ نہیں جانتے یہ مسئلہ کیا ہے، آصف میں اپنی اولاد کے ہاتھوں ذلیل ہوئی ہوں، آصف میں کنواری تھی، لیکن مگر وہ مجھے ماں کہتا تو میں خود کو ماں قبول کر لیتی۔“

آپ بتائیے کیا ماں سے انحراف مناسب ہے، آصف وہ میری کوکھ سے پیدا ہوتا تب بھی تب بھی آصف میں کیا کروں، وہ میری کوکھ سے پیدا نہیں ہوا تو اس میں میرا کیا

آصف نور کی اس کیفیت نے مجھے پریشان کر دیا، میں نے جھنجھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ ”پہیلیاں کیوں بھجوا رہے ہو، آصف بتاتے کیوں نہیں، کیا بات ہے۔“

”نازاں ناراض ہو کر گھر چلی گئی ہیں۔“

”کیوں۔“ میں نے حیرت سے پوچھا۔

”کچھ غلطی مجھ سے بھی ہوئی، مقدس کریم کے بارے میں بات ہو رہی تھی کہ نازاں کا کہنا تھا کہ وہ فرشتہ صفت انسان ہیں، ورنہ اس دور میں کون اپنے ملازموں پر اس قدر احسانات کرتا ہے، میرے منہ سے نکل گیا کہ مقدس کریم برے انسان نہیں ہیں لیکن ان کی ڈور کہیں اور سے مل رہی ہے۔“ نازاں بہت چالاک ہیں، کسی سوچ میں ڈوب گئیں پھر انہوں نے کہا۔

”کہاں سے مل رہی ہے ڈور آخر؟“ میں فوراً بات نہ بنا سکا اور میں نے کہا۔

”دراصل دانش صاحب بہت اچھے انسان ہیں، مقدس کریم تو کاروباری طور پر براہ ہو گئے تھے، دانش صاحب کے شانوں پر وہ دوبارہ کھڑے ہوئے ہیں۔“

”آپ کو یہ سب کچھ کیسے معلوم ہوا۔“ نازاں نے پوچھا اور مجھے بتانا پڑا کہ پہلے میں آپ کے پاس تھا اور آپ نے مجھے کہاں سے کہاں پہنچایا، نازاں بہت دیر تک خاموش رہیں، پھر وہ خاموشی سے اندر چلی گئیں اور کلام پاک لا کر میرے ہاتھوں پر رکھ دیا اور قسم دے کر پوچھا کہ اس شادی کا خیال میرے دل میں کیسے آیا، مجھے بتانا پڑا کہ اس کے لئے آپ نے کہا تھا، وہ خاموش ہو گئیں، پھر انہوں نے فون کر کے الیاس بھائی کو بلالیا، جب وہ

تھا کہ میں نے جو طریق کار اختیار کر رکھا ہے اس میں تبدیلی کر لوں، ورنہ معطل ہو کر رہ جاؤں گا اور ہو سکتا ہے یہ فیصلہ کرنے میں مزید کچھ دیر لگ جاتی لیکن وقت گزر چکا تھا اور اس کے بعد کافی دیر تک میں مصروف رہا تھا، میں نے کچھ پرانے قصبے ذہن میں تازہ کیے تھے، بہت سی ایسی باتیں سوچی تھیں، جو پچھلے کچھ عرصے سے گہرائیوں میں جاسوئی تھیں اور اس کے بعد میں نے مقدس کریم کے ہاں ٹیلی فون کر کے آصف کے بارے میں معلومات حاصل کیں، آصف آفس میں نہیں بلکہ گھر میں تھا، دوبارہ ٹیلی فون میں نے اسے اس کے گھر کیا اور اس سے ملاقات ہو گئی، میں نے اس سے کہا کہ وہ میرا انتظار کرے میں آرہا ہوں اور تیار ہو جائے، میں اسے اپنے ساتھ کہیں لے جانا چاہتا ہوں، جب میں پہنچا تو آصف مجھے سڑک پر ہی مل گیا، میں نے اسے ساتھ بٹھایا اور وہاں سے چل پڑا، کچھ دیر کے بعد میں الیاس بھائی کی رہائش گاہ پر تھا، دروازہ الیاس بھائی ہی نے کھولا تھا اور مجھے آصف کے ساتھ دیکھ کر بھونچکے رہ گئے تھے۔

”اوہ سر، آپ آپ یہاں کک..... کوئی ضرورت تھی تو مجھے طلب کر لیا ہو؟“ میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور الیاس بھائی کی صورت دیکھتا رہا۔

”تشریف لائیے سر، غریب خانہ آپ کے قابل تو نہیں ہے لیکن آپ نے یہ عزت بخشی ہے تو براہ کرم تشریف لے آئیے۔“ میں خاموشی سے اندر داخل ہو گیا، آصف نور بھی میرے پیچھے پیچھے تھا، الیاس بھائی میرے سامنے کچھ جارہے تھے، میں بیٹھ گیا اور الیاس بھائی منودبانہ انداز میں میری صورت دیکھنے لگے، میں نے کہا ”نازاں باجی کہاں ہیں؟“ یہ جملہ میں نے اردو میں کہا تھا، الیاس بھائی کے جسم کو ایک جھٹکا سا لگا وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے میری صورت دیکھتے رہے اور پھر خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولے۔

”آپ میری بہن کے بارے میں کہہ رہے ہیں نا سر؟“

”الیاس بھائی، نازاں باجی کو بلائیے۔“ میں نے کہا اور الیاس بھائی ہونٹوں کی طرح باہر نکل گئے، تھوڑی دیر کے بعد بھابھی بھی آگئیں، میں خاموشی سے انہیں دیکھتا رہا پھر الیاس بھائی اکیلے ہی واپس آ گئے۔

”نازاں، نازاں دراصل.....“

قصور، میرے دل میں تو اس کے لیے وہی سب کچھ ہے، لیکن آصف مجھے معاف کر دو، میں یہ بوجھ برداشت نہیں کروں گی۔

”ٹھیک ہے نازاں آپ چلی جائیں، کچھ وقت گزار لیں، ہم اس فیصلے کو کچھ عرصہ کے لیے ملتوی کیے دیتے ہیں، بعد میں وقت جو فیصلہ کرے۔“

”وقت فیصلہ کر چکا ہے آصف۔“

”کیا؟“

”میں تمہاری زندگی میں ساتھ نہ دے سکوں گی، آج کل پرسوں تمہیں ایک ہی فیصلہ کرنا ہے، طلاق..... صرف طلاق..... اور پھر وہ چلی گئیں۔“ آصف کی آواز بھرا گئی۔

میرا چہرہ بگڑ گیا، جڑے بچھ گئے تھے، نازاں باجی بہت پیار کرتی تھیں، مجھ سے، مگر اس وقت جب میں بحالت مجبوری وہاں سے گیا تھا تو میں نے ان سے کہا تھا۔

اپنی مجبوری بتائی تھی انہیں اور انہوں نے تسلیم کیا تھا، نازاں باجی کو اغواء کر لیا گیا تھا، الیاس بھائی کو مجبور کیا جا رہا تھا میں نے ان سب کے لیے، ان سب کے لیے اس جنت کو چھوڑ دیا تھا اور در بدر پھرتا رہا تھا اگر میری مجبوری مجھے زبان نہ کھولنے دے رہی تھی تو نازاں نے اتنا سخت رویہ کیوں اختیار کیا، انہیں یہ سب نہیں کرنا چاہیے تھا صرف اپنی ذات کے لیے ہی تو نہیں جی رہا ہوں میں دوسرے لوگوں کو بھی میں نے اس میں شامل کیا ہے میں تو تنہا ہوں میں نے دل میں جانے کیا کیا سوچا تھا، نازاں باجی صرف اپنی ذات پر ضرب پڑنے کی وجہ سے انتہا پسندی پر اتر آئی ہیں تو پھر میں ہی اپنے آپ کو بندشوں میں کیوں باندھے رکھوں۔ ”آصف نور میری صورت دیکھ رہا تھا میں نے اس سے کہا۔“

”تم جاؤ آصف نور جاؤ میں اس سلسلے میں تم سے پھر بات چیت کروں گا۔“ آصف

نور نے سعادت مندی سے گردن جھکا دی، پریشان نظر آ رہا تھا، بچارہ ظاہر ہے گھبراتا رہا تھا اس کا، اس کا تو واقعی اس سلسلے میں کوئی قصور نہیں تھا، میں کچھ دیر سوچتا رہا، آصف نور چلا گیا تھا اور پھر دل ہی دل میں میں نے کچھ فیصلے کیے، یہ فیصلے صرف نازاں باجی کی اس انتہا پسندی سے منسلک نہیں تھے، بلکہ پچھلے دنوں سے جو خیال میرے ذہن میں چھ رہا تھا اس کا بند ٹوٹ گیا تھا، نازاں نے یہ بند توڑ دیا تھا اور میں اس چیز کے لیے مجبور ہو گیا

کچھ ایسی باتیں کرنا چاہتا ہوں آپ سے جو کرنا ضروری ہیں اور اگر آپ اس کے لیے تیار ہوئیں تو آصف گواہ ہے، الیاس بھائی گواہ ہیں، بھائی گواہ ہیں کہ بعد میں جو کچھ میں کروں گا آپ اس کے لیے کبھی مجھ سے یہ نہ کہہ سکیں گی کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوا تھا، سمجھ رہی ہیں نا آپ۔" شاید یہ میرا لہجہ تھا اور میرا انداز تھا کہ نازاں اپنی کو اپنے رویے میں تبدیلی کرنے پر مجبور ہونا پڑا، میں ان کے سامنے ہی کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا تھا میں نے ان تینوں سے کہا۔

"بیٹھے آپ لوگ۔" میں نے سب کو بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا اور پھر آصف کو مخاطب کرتے ہوئے بولا۔

"میں تمہاری سادہ لوحی اور وفاداری کا معترف ہوں کہ تم نے حدود سے تجاوز کرتے ہوئے کبھی مجھ سے میرے بارے میں تفصیلات نہیں معلوم کیں، حالانکہ بیشتر واقعات تمہاری نگاہوں میں آئے۔ خیر کوئی بات نہیں آج ایک دلچسپ کہانی سن لو۔ یہ کہانی اسی لڑکے کی ہے جس کا نام فیصل تھا اور جو بن ماں باپ کا بچہ تھا، ڈیفنس کی ایک کونٹری میں کسپری کے عالم میں پروان چڑھ رہا تھا، ایک عورت کو اس کی ماں کا نام دے دیا گیا تھا لیکن اس عورت کے رویے میں ماں کی ہلکی سی جھلک بھی نہ تھی اور جب وہ بچہ بڑھتا تو سچے سمجھنے کے قابل ہوا کہ ماں کیا شے ہوتی ہے تو اسے حیرت ہوئی کہ اس کی ماں دیگر ماؤں سے مختلف کیوں ہے، وہ انہی پریشان کن خیالات کا شکار رہتا تھا، لوگ اسے نہیں سمجھتے تھے کہ اس کی اصل ماں کون ہے، اس کا باپ کون ہے، بھٹکتا رہتا تھا وہ، پھر بچا ہوا کہ اس کی ماں ایک دن خوب خود غائب ہو گئی اور اس گھر میں جہاں اس کی حیثیت محض ایک گھٹیا ملازم کی تھی لیکن کچھ لوگ اس سے محبت بھی کرتے تھے، اس بچے کا رہنا ٹھکانا ہو گیا، وہاں سے نکلا مسجد خضر پر گاڑیاں دھو کر اپنا پیٹ بھرتا رہا پھر الیاس بھائی اسے اپنے ساتھ لے آئے، یہاں اسے ماں کی ماما، بہن کا پیار اور باپ کی شفقت ملی، شاید یہ ایک بے سارا یتیم بچے پر ترس کھانے کے مترادف تھا، نازاں باقی آپ نے مجھے اس بچے کو علم کی روشنی دی اور اس کے بعد مزید کچھ لوگ، واقعات آگے بڑھے تو پتا چلا کہ وہ کچھ دشمنوں کے درمیان گھرا ہوا ہے، کچھ نادیدہ دشمن اسے سڑکوں پر پتھروں کی طرح پڑے ہوئے دیکھنا چاہتے ہیں، اس کے دل میں یہ آرزو پیدا ہوئی کہ اپنے ان نادیدہ

"کہاں ہیں وہ؟" میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا، بھابھی بھی چونک کر مجھے دیکھنے لگی تھیں، غالباً میرے حلق سے سلیس اردو برآمد ہوتے دیکھ کر انہیں حیرت ہوئی تھی، الیاس بھائی، آصف اور بھابھی بھی میرے پیچھے ہی پیچھے آگئی، میں جانتا تھا کہ نازاں کا کمرہ کون ہے میں بغیر کسی تکلف کے دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا، نازاں باقی ایک آرام دہ کرسی پر دراز ایک کتب پر نگاہیں جمائے ہوئے تھیں، انداز بے خیالی کا سا تھا، مجھے دیکھا اور کتب ان کے ہاتھ سے گر گئی وہ خاموشی سے میری صورت دیکھنے لگی تھیں، چہرے پر شدید غصے کے آثار نمودار ہو گئے تھے، میں ان کے سامنے کھڑا ہو گیا اور پھر میں نے کہا۔

"میں آپ سے ملنے آیا تھا، نازاں باقی۔"

"اوہ فیصل۔" نازاں باقی نے عجیب سے لہجے میں مجھے پکارا۔

"جی ہاں فیصل۔"

"یہ دانش منصور صاحب کون ہیں فیصل، جانتے ہو انہیں بالکل تمہارے مشکل ہیں، تمہارا جیسا ہی لباس پہنتے ہیں، تمہاری ہی مانند بولتے ہیں، مگر انگریزی میں کیونکہ انہیں اردو نہیں آتی۔"

"میں آپ سے کچھ باتیں کرنے آیا ہوں نازاں باقی۔"

"بہت عرصے کے بعد آئے، سوٹ تو بہت عمدہ پہن رکھا ہے تم نے، کیا کر رہے ہو آج کل، کہاں رہتے ہو؟ نازاں باقی کے لہجے میں طنز کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔"

"ڈیفنس میں رہتا ہوں اور دانش منصور کے نام سے مشہور ہوں، بہت سے لوگوں پر احسانات کرتا رہا ہوں اور مزید کچھ لوگوں پر احسانات کرنا چاہتا ہوں، آپ مجھے کچھ دقت دے سکیں گی؟"

"دانش منصور ہو تم، وہ دانش منصور جس سے میری ملاقات مقدس آنوز کے فٹکشن میں ہوئی تھی، جو اردو نہیں جانتا تھا اور خود کو فیصل تسلیم نہیں کرتا؟"

"جی ہاں وہی ہوں۔"

"معافی چاہتی ہوں منصور صاحب، میرا تعلق فیصل سے تھا، دانش منصور سے میری کوئی واقفیت نہیں ہے، کیا باتیں کروں گی، آپ سے۔" نازاں باقی نے کہا۔

"مگر میں آپ کو بتا چکا ہوں باقی کہ میں دانش منصور نہیں درحقیقت فیصل ہوں

دشمنوں کے بارے میں معلومات تو حاصل کرے یہ تو جانے کہ وہ کون ہیں اور کیوں ایک معصوم کی زندگی کے گاہک ہو گئے ہیں، اگر اس کائنات میں بسنے والے کروڑوں، اربوں انسانوں میں ایک ایسا بچہ کوئی بہتر زندگی پالیتا جس کا کوئی سہارا نہیں تھا تو کچھ لوگوں کا کیا بگڑتا لیکن ایک ایسے کمزور بچے سے جو ہاتھ اٹھا کر کسی کو تھپڑ بھی نہیں مار سکتا تھا، بدترین دشمنی کی جانے لگی اور جب اسے اس کا مکمل احساس ہوا تو اس نے سوچا اپنے دشمنوں سے مقابلہ کرنا چاہیے، نازاں باجی آپ کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی گئی، الیاس بھائی کی عزت خطرے میں پڑ گئی تو میرے ضمیر نے یہ گوارا نہیں کیا کہ میں آپ لوگوں کو مصیبت میں ڈالوں اور اس کے بعد یہاں سے نکل کر میں ایک بار پھر زمانے کی ٹھوکروں میں چلا گیا، جنت چھوڑ کر دوبارہ جہنم میں جانا کتنا مشکل کام ہے اس کا اندازہ شاید مجھ جیسے ہی کچھ افراد کو ہو، جنہیں اپنی جنت چھوڑنا پڑتی ہے، میں نے جہنم میں زندگی بسر کی اور میری نگاہیں اپنے دشمنوں کی تلاش میں سرگرداں رہیں جب میں یہاں سے چلا تھا تو الیاس بھائی نے مجھے جرائم سے دور رہنے کو کہا تھا میں نے ان کی یہ نصیحت ہمیشہ ہر کام میں مد نظر رکھی، اب حالات نے مجھے فیصل سے دانش منصور بنا دیا، میں خود آپ سے ملنا چاہتا تھا مگر حالات اور دشمنوں کی ایک دیوار ہمارے درمیان حائل ہے، میں نہیں چاہتا تھا کہ میرے حوالے سے اس گھرانے پر الیاس بھائی جیسے شفیق انسان پر اور میری فرشتہ خصلت بہن پر کوئی آنچ آئے، آصف کو اسی لیے میں نے آپ کے لیے اپنے خاندان میں شامل کیا، میں نے بحیثیت بھائی آصف کو اپنی بہن کے لیے پسند کیا اس لیے میں چاہوں گا کہ میری بڑی بہن اپنے بھائی کی عزت رکھے، میں ان کے لیے کوٹھی بھی خرید چکا ہوں، آپ سب اب وہاں رہیں گے، اب جہاں تک میرا مسئلہ ہے میں نے الیاس بھائی سے کیا ہوا وعدہ توڑ دیا ہے، طویل فہرست ہے میرے دشمنوں کی اور اب الیاس بھائی تیار رہیں ہو سکتا ہے آپ کو عدالتوں میں میرے مخالف وکیل کی حیثیت سے کھڑا ہونا پڑے اور میرے ہاتھوں ہونے والے جرائم کی تفصیل آپ کو عدالت میں جج صاحب کو بتانا پڑے، نازاں باجی یہ آپ نے کیا ہے سمجھ رہی ہیں، نا، آپ نے مجھ سے تعاون نہیں کیا میں تو خود ہی آپ کے قدموں میں سر رکھ دیتا مگر اس وقت جب میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتا، بیچ میں آپ نے روکا ہے مجھے قصور میرا نہیں ہے، بس اتنا ہی کہنا تھا مجھے اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہوں

”خدا حافظ۔“

میں تیزی سے اٹھا اور باہر نکل آیا، وہاں سب لوگ سکتے کے عالم میں کھڑے ہوئے تھے، کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میں فوراً ہی وہاں سے نکل کر چل پڑوں گا، جو کچھ کہنا تھا مجھے سو کہہ دیا تھا، سننا نہیں چاہتا تھا، باہر آکر میں نے اپنی کار اسٹارٹ کی اور برق رفتاری سے اسے آگے بڑھا دیا، دلخ سے دھواں اٹھ رہا تھا سوچتے سمجھتے کی قوتیں سلب ہو کر رہ گئی تھیں، گھر پہنچا تو بے کلی اور بڑھ گئی گھر کے در و دیوار مجھے کانٹے کو دوڑنے لگے، کسی نہ کسی طرح خود کو کنٹرول کرنے کی کوشش کی۔

آصف کے بارے میں خدشہ تھا کہ وہ کچھ دیر کے بعد ضرور پہنچے گا جو کچھ بھی کہانی ہوگی لیکن یہ مناسب نہیں ہے جو فیصلہ کیا ہے اب اس میں رد و بدل ممکن نہیں ہو سکتا، میں اپنی بیٹی نے اس کی گنجائش نہیں چھوڑی تھی، جب کوئی بات ذہن میں نہ آئی تو میں نے روزی کو بلا کر چیک بک طلب کی اور پھر پوری بک پر دستخط کر کے بک اسے تھما دی، روزی حیرت سے میرا چہرہ دیکھنے لگی لیکن میں نے اسے یہ کہہ کر خاموش کر دیا کہ شاید میں ایک طویل عرصہ ملک سے باہر رہوں، لہذا وہ بے کھٹکے بینک سے رقم نکال کر ملازمین کی گواہیوں اور دیگر ضروریات پوری کر سکتی ہے، پھر میں نے اسے مزید کسی سوال کا موقع نہ دیا اور باہر نکل آیا وہ حیرت سے مجھے دیکھ رہی تھی وہ اب تک مجھ سے خاصی بے تکلف ہو چکی تھی مگر بہر حال وہ میری ملازم تھی، چنانچہ اس نے بھی جرح کرنے کی کوشش نہ کی۔

اپنی اس ذہنی کیفیت پر قابو پانا میرے لیے ناممکن ہو چکا تھا، واپسی پر میں نے گاڑی کو نہیں لی تھی، کوٹھی سے نکل کر کلنی دور تک پیدل چلا رہا اور ایسے راستے اختیار کیے کہ کوئی مجھے دیکھنے نہ پائے، نجانے کون کون سے خیالات ذہن میں تھے، بہت دور نکل آیا، جہاں تک کہ میں نے ایک آنٹرکسٹہ خلی ہوتے ہوئے دیکھا، سواری اتر رہی تھی، میں آنٹرکسٹہ کے قریب پہنچ گیا اور اس آنٹرکسٹہ میں بیٹھ گیا۔

”کہاں چلوں صاحب۔“

”صدر.....“ میں نے کہا اور کچھ دیر کے بعد میں صدر پہنچ گیا، مسجد خضرہ کے گھروں کے سامنے تھی، جانا پہچانا ماحول، جانی پہچانی جگہ وہ بسیں وہیں کھڑی ہوئی تھیں جن

”کون سے وعدے پر شاہد بھائی.....“

”یہی کہ..... یہی کہ تم میرے پاس رکو گے، کافی دن تک رکو گے.....“

”نہیں شاہد بھائی آپ سے میں کوئی جھوٹا وعدہ نہیں کر سکتا۔“ میں نے سنجیدگی

سے کہا.....

”سنو جو کچھ تم کر رہے ہو وہ کس پوزیشن میں ہے“

”بالکل ٹھیک ہے شاہد بھائی میں کر رہی کیا رہا تھا کوئی ایسی خاص بات نہیں تھی بس

میں سمجھ لیجئے کچھ انوکھی مصروفیات ہو گئی تھیں، میرا دل گھبرانے لگا تھا ان مصروفیات سے

تو میں نے سوچا کہ کچھ وقت آپ کے ساتھ گزاروں گا لیکن یہاں یہ مسئلہ بالکل مختلف نکلا

اور مجھے خوشی ہے کہ یہ فیصلہ میں نے صحیح وقت پر کیا.....“

”خدا کی قسم میں تمہارے نہ ہونے سے بڑا دل برداشتہ تھا شاید تم میرے اس

علوم پر یقین نہ کرو.....“

”نہیں شاہد بھائی ایسی کوئی بات نہیں ہے میں جانتا ہوں کہ آپ کوئی بات غلط نہیں

کہہ رہے، کیریئیر کراچی کی طرف جانے کے بجائے فیڈرل بی ایریا کی جانب مڑی تو میں

نے شاہد بھائی کو سوالیہ نگاہوں سے دیکھا.....“ کہنے لگے۔

”ہاں بھی مکان خرید لیا ہے میں نے.....“

”گڈ مبارک ہو.....“

”بیکار ہے تم سے نہ تو کوئی مشورہ کیا جاسکا اور.....“

”جو کام آپ نے کیا شاہد بھائی وہ یقینی طور پر کسی مشورے کا محتاج نہیں تھا تھوڑی

دیر کے بعد ہم گھر پہنچ گئے بڑا خوبصورت مکان تھا شاہد بھائی مجھے ساتھ لیے ہوئے اندر

آئے اور دروازے ہی سے چیخنے لگے.....“

”بھئی دیکھو کون آیا ہے فردوس، انہوں نے بہن کو آواز دی تو ان کی والدہ سامنے

آئیں.....“

”مائیوں بیٹھی ہوئی ہے کیا اٹھ کر آجائے، ارے تم..... تم فیصل تم..... شاہد

بھائی کی والدہ نے مجھے فوراً ہی پہچان لیا تھا اور پھر انہوں نے مجھے بے اختیار گلے لگایا کتنا

”تم دونوں کی قسم میں اس وقت تک نہیں جاؤں گا جب تک کہ فردوس کی شادی

نہ ہو جائے.....“

”دونوں کے چروں پر خوشی کے جو آثار نظر آئے تھے ان کی کوئی قیمت نہیں تھی

انمول تھے وہ یہ میرے چاہنے والے تھے ہاں بہت سے لوگوں نے مجھ سے چاہتوں کا اظہار

کیا کوئی بھی ایسا نہیں تھا میرے ارد گرد اتنے کردار بکھرے ہوئے تھے جن کے بارے میں

مجھے اندازہ تھا کہ وہ مجھے چاہتے ہیں میرے لیے بہت کچھ کر سکتے ہیں، لیکن، لیکن میری

فحشیت میری اپنی نہیں تھی وہ مجھے دانش منصور کی حیثیت سے چاہتے تھے ایک ایسے فرد

کی حیثیت سے جو ان کی تقدیریں بنا سکتا ہے، ان کی چاہتوں میں کھوٹ ہو سکتی تھی لیکن

ان لوگوں کی.....“ ان لوگوں کی چاہتوں میں کھوٹ کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا، شاہد

بھائی نے کہا.....

”بس اب تم آگئے ہو یا ر اور تم نے وعدہ کر لیا ہے کہ فردوس کی شادی میں شرکت

کئے بغیر واپسی کا نام بھی نہیں لو گے تو میری ساری شکایتیں دور ہو گئیں اچھا ہے تمہارے

سامنے ساری تفصیل رکھوں گا بھی پیرو یا تم دفتر بند کر دو اور کام منیجر کو سمجھا دو یا پھر یہاں

کرو کہ تم یہاں رک جاؤ اور میں ان کے ساتھ چلا جاتا ہوں.....“

”اڑے کد ر جائے گا بابا.....“

”گھر جاؤں گا اپنے اور کہاں جاؤں گا.....“

”تو پھر ٹھیک ہے تم لوگ جاؤ ہم رات کو تمہارا پاس پہنچ جائے گا۔“ بیرو نے

کہا.....

”ہاں بالکل تم آٹھ ساڑھے آٹھ بجے تک میرے پاس آ جانا، شاہد بھائی نے کہا اور

اس کے بعد میرے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے ہوئے باہر نکل آئے، میرے ذہن میں جو آگ

سنگ رہی تھی اس میں کافی ٹھنڈک پڑ گئی تھی شاہد بھائی مجھے اپنے ساتھ لیے ہوئے ایک

سوزوکی کیری کے پاس پہنچے اور اس کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گئے انہوں نے کیری

اشارت کی اور چل پڑے میں خاموش بیٹھا ہوا تھا.....“ کہنے لگے۔

”تعجب ہے تمہیں فرمت کیسے مل گئی نجانے کیوں مجھے تمہارے وعدے پر یقین

میں شاہد بھائی اور پیرو باتیں کرتے رہے اور اس کے بعد شاہد بھائی نے گھڑی دیکھ کر کہا۔
 ”بھئی باتیں تو ابھی اتنی ہیں کہ کبھی دل نہیں بھرے گا لیکن سونا بھی ہے کل صبح
 سے نئے طریقے سے کام کا آغاز ہو گا میں تمہیں تمام تفصیلات بتا دوں گا فیصل اس میں سے
 اپنی ذمہ داریاں نکال لینا اور اگر کسی کام میں کہیں اعتراض ہو تو اپنے طور پر کر ڈالنا مجھ
 سے پوچھنے کی ضرورت نہیں‘ بلا آخر شاہد بھائی سونے کے لئے چلے گئے پیرو میرے پاس
 رہ گیا تھا خوشی سے دیوانہ ہو رہا تھا ماضی کی باتیں یاد کرنے لگا اور اپنے اہمقانہ انداز میں
 بولتا رہا۔“ پھر کہنے لگا.....

”اڑے یار ابھی اپنا بھی کام کر دے وہ تیرا بھالی انتظار کرتا پڑا“ ابھی شاہد بھائی کو بولا
 تو شاہد بھائی میرے کو بولا کہ ابھی فردوس کا شادی سے فارغ ہو جائے تو پھر اپن کا دھندہ
 فٹ کر دے گا.....“
 ”کیا مطلب.....“

”اڑے کمال کرتا یار استاد پیرو کیا زندگی بھر کنوارا ہی رہے گا اڑے تم اپنا بھالی
 نہیں لائے گا“ کیسا بات کرتا ہے.....“
 ”اوہو..... اچھا اچھا کوئی ارادہ ہے کیا‘ پیرو بھائی.....“
 ”اڑے وہ حسینہ کو نہیں جانتا اڑے.....“
 ”حسینہ.....“

”اپن کا بچپن کا معشوق ہے‘ اپن اس سے وعدہ کیا تھا بچپن میں‘ شادی تیرے سے
 کرنے کا ابھی اپن کے پاس مالک کا دیا بہت کچھ ہے نی اور یہ تیری مہربانی ہے تو ہم حسینہ کو
 بولا کہ تو یہ کھیال نہیں کرو‘ پیرو دولت مند ہو گیا ہے اڑے ماں قسم بچپن کا وعدہ نبھائے گا
 شادی کرے گا تو حسینہ سے اور پھر حسینہ کا باپ بھی ہم سے بہت خوش ہے بولتا ہے پیرو تم
 نے جو ترقی کیا ہم اس سے بہت خوش ہے۔“ بس تھوڑے دن کے بعد اپن بھی کام بنالے
 گئے۔“ پیرو نے کہا.....

”ویری گڈ اس سے پہلے تم نے مجھے حسینہ کے بارے میں کچھ نہیں بتایا.....“
 ”ابھی کیا بتاتا یار جیب میں آٹھ آنہ نہیں ہوتا تھا اور عشق عشق کا بات کرتا تھا
 سے تو مذاق اڑانے کے علاوہ اور کیا ہوتا“ ابھی تو سنا یار کوئی دھندہ منہ فٹ کیا یا

خلوص ہے کتنا پیار ہے ان لوگوں میں اور اس گھر میں آکر میں ان کی محبت ان کے غلوں
 میں ڈوب گیا بس یہی محسوس ہوا تھا جیسے شدید تھکن کے بعد ٹھنڈے پانی سے نہالیا جائے
 اور بڑی فرحت کا احساس ہو رہا ہو‘ ہر طور زندگی کے معمولات یہاں بالکل مختلف ہو گئے
 تھے‘ رات کے کھانے کے سے پہلے پیرو آگیا‘ اس دوران بیٹار باتیں ہو چکی تھیں‘ شاہد کی
 والدہ نے فردوس کے لیے کیے گئے تمام انتظامات کے بارے میں مجھے بتایا تھا اور میں نے
 ایک ایک چیز کو اس طرح دیکھا تھا جیسے اس سے پوری پوری دلچسپی لے رہا ہوں‘ حالانکہ
 زندگی کے اس رخ سے مجھے کوئی واقفیت نہیں تھی پیرو کے ساتھ بیٹھ کر سب نے رات کا
 کھانا کھایا اور اس کے بعد پیرو نے کہا۔“

”اڑے ماں قسم اپن بھی ادھر ہی سوئے گا شاہد بھائی.....“
 ”تو یار منع کس نے کیا ہے.....“
 پھر کافی دیر تک ادھر کی ادھر کی گفتگو کے بعد شاہد بھائی مجھ سے مخاطب ہو کر
 بولے۔

”سنو فیصل تمہارا حساب کتاب میں نے بڑی باقاعدگی سے الگ رکھا ہے چاہو تو پیرو
 سے پوچھ لو.....“

”میرا حساب کتاب..... میں نے چونک کر شاہد بھائی کو دیکھا.....“
 ”ہاں..... منافع میں جو رقم آتی ہے ہم اس میں باقاعدہ حساب کرتے ہیں
 تمہارے حصے کی رقم تمہارے اکاؤنٹ میں جمع ہے.....“

”آپ کے ذہن پر آج تک وہی خناس سوار ہے شاہد بھائی میں نے آپ سے پہلے
 بھی کہہ دیا تھا کہ مجھے رقم کی ضرورت نہیں ہے اور ویسے بھی مجھے ضرورت ہوتی تو میں
 آپ سے بغیر حساب کے نہ مانگ لیتا.....“

”بھائی دیکھو بات سنو حساب اپنی جگہ باقی ساری محبتیں اپنی جگہ کبھی کسی وقت کوئی
 گڑبڑ ہو گئی تو یار میں کیا منہ دکھاؤں گا تمہیں.....“

”آپ آپ بیکار باتیں کر رہے ہیں شاہد بھائی.....“
 ”آپ بیکار ہوں یا بیکار لیکن تم کل صبح اپنے حسابات چیک کر لینا سمجھے.....“
 ”ہوں ٹھیک ہے دیکھوں گا صبح کو“ میں نے ٹالنے والے انداز میں کہا بہت دیر تک

نہیں.....

”کیسا دھندہ مندہ.....“

”اڑے ہو مت ابھی تم جوان ہے اور اپن کو تمہارا ہاتھ بھی نیلا کرنا ہے تم بولو کسی سے آنکھ لڑایا۔“ پیرو نے ایک آنکھ دبا کر کہا اور میں ہنس پڑا.....

”میرے ہاتھ نیلے کرو گے تم.....“

”تو نہیں کرے گا کیا.....“

”مگر نیلے تو نہیں ہوتے ہاتھ.....“

”اڑے یہ کیسے نہیں ہوتا یا رکمال کرتا ہے تم! عورتوں کا ہاتھ پیلا ہوتا ہے وہ جب باپ بولتا ہے کہ اپن کا بیٹی کا ہاتھ پیلا کرنا تو عورت لوگوں کا ہاتھ پیلا ہوتا ہے اور مرد لوگوں کا نیلا کیا سمجھا.....“

پیرو کے اس انکشاف پر مجھے بہت ہنس آئی تھی بہر طور بڑی خوشی ہوئی تھی یہاں آکر نجانے کیوں میں نے یہ ماحول چھوڑ دیا تھا جو طبیعت کو اتنا ہلکا پھلکا کر دیتا تھا کہ کوئی بوجھ ذہن پر طاری نہیں رہتا تھا بیشک ڈیفنس کی اس اعلیٰ پائے کی کوشی میں بڑا سکون تھا دنیا کی ہر آسائش کی شے موجود تھی لیکن دل کے تقاضے عجیب ہوتے ہیں انسان جو کچھ نہیں ہوتا اس کی طلب میں ہاتھ مارتا رہتا ہے اور جب وہ سب کچھ مل جاتا ہے تو وہ اس کے بعد کی جستجو کرتا ہے اور بعض اوقات ایسی جگہ اس کو سکون ملتا ہے جہاں زندگی کی کوئی آسائش نہیں ہوتی فطرت انسانی درحقیقت خود اپنی سمجھ میں نہ آنے والی چیز ہے دوسری صبح بڑی ذمہ داری کے ساتھ شاہد بھائی نے فردوس کی شادی کے سلسلے میں مجھے تفصیلات بتائیں جو کچھ میا کر چکے تھے اس کی فرست میرے سامنے رکھ دی ایک چیز مجھے دکھائی گئی، حالانکہ اس سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں تھی لیکن ظاہر ہے ایک شخص اپنی محبت سے یہ سب کچھ میرے سامنے پیش کر رہا تھا مجھے اس میں دلچسپی لینا ہی تھی میں ایک ایک چیز کو بغور دیکھتا رہا پھر شاہد بھائی نے رات کو جو الفاظ کہے تھے اس کی تکمیل کرنے پر قتل گئے بینکوں کی پاس بکلیں لا کر میرے سامنے رکھ دیں اور ان میں مجھے میرا اکاؤنٹ دکھانے لگے کافی بڑی رقم بنتی تھی اور درحقیقت شاہد بھائی نے ہر چیز بڑے حساب کتاب سے رکھی تھی میں نے پوری سنجیدگی سے اسے دیکھا اور کہا۔

”شاہد بھائی بہت بہت شکریہ کہ آپ نے میرے بارے میں اتنا سوچا.....“

”بھئی نہ سوچنے کا کیا سوال پیدا ہوتا تھا یہ تو ایک مشترکہ کاروبار تھا ہمیشہ سے اور تم تو صرف لگاتے ہی رہے ہو ہم نے تو اسی میں سے اپنے آپ کو بنایا ہے تم نے ہم سے کیا لیا.....“

”شاہد بھائی جو کچھ آپ سے مجھے لینا تھا لے چکا آپ کی محبت آپ کا پیار آپ جو میرے سکون زندگی گزار رہے ہیں آپ کیا سمجھتے ہیں اس سے مجھے کوئی مسرت نہیں ہوئی.....“

”تمہارا شکریہ میرے بھائی بلاشبہ اس دنیا میں یہ باتیں اب قہصے کہانیوں ہی میں مل جاتی ہیں حقیقی زندگی سے یہ محبتیں اتنی دور ہو چکی ہیں کہ جب ہم یہ کہانیاں کسی کو سناتے ہیں تو وہ انہیں حیرت ہی سے سنتا ہے اور کہانی ہی سمجھتا ہے لیکن بہر طور کہانیوں کا وجود بھی اپنی تمام داستانوں کا ایک حصہ ہے اگر زندگی میں یہ سب کچھ نہ ہو تو پھر کہانیاں کہاں سے ہوں.....“

”ٹھیک کہا آپ نے شاہد بھائی اس میں کوئی شک نہیں ہے بہر حال اب اگر میں آپ سے کچھ کموں تو آپ اسے مان لیں گے.....“

”کیوں نہیں مانوں گا کموں۔“ شاہد بھائی نے محبت بھرے لہجے میں کہا.....

”میرے اکاؤنٹ میں جو کچھ موجود ہے اسے فردوس کے اکاؤنٹ میں منتقل کر دیجئے جو چیز کم رہ گئی ہے وہ خرید کر اس کے حوالے کر دیجئے بجائے اس کے کہ یہ کام میں خود کروں بہتر ہے کہ آپ سب کے مشورے سے یہ کر ڈالیں۔“ شاہد بھائی ایک دم سنجیدہ ہو گئے مجھے گھورتے رہے اور بولے۔

”یہ قیامت تک نہیں ہو گا سمجھے فردوس کو اگر کچھ دینا ہے تو اپنی پسند سے دے دو باقی رہا جہاں تک تمہاری اس احقانہ بات کا مسئلہ تو ایک بات ذہن نشین کر لو یہ میں کبھی نہیں مانوں گا فیصل بالکل غلط بات ہے بے وقوفی کی بات ہے زندگی میں اونچ نیچ آتی رہتی ہے ہو سکتا ہے تم اس وقت بہت بہتر زندگی گزار رہے ہو میں نہ اس کے بارے میں تم سے کبھی کچھ پوچھوں گا کیونکہ اگر تم بتانا چاہتے ہو تو خود ہی بتا دیتے لیکن آنے والے وقت میں تمہیں کسی شے کی ضرورت پیش آجائے اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں کہا

جاسکتا تھا چنانچہ جذباتی ہونے کی ضرورت ہوئی تو تم کر ڈالنا مجھے اعتراض نہیں ہو گا کیونکہ میں تمہارے خلوص کو نظر انداز نہیں کر سکتا لیکن اس بیوقوفی کی بات کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا.....

”اچھا چھوڑیے اس مسئلے کو دیکھا جائے گا کرلیں گے جو کچھ بھی کرنا ہے اسے موضوع نہ بنائیے اس وقت مجھے بتائیے اب اس وقت میرے سپرد کیا ذمہ داریاں کی جارہی ہیں.....“

”ہوں بس ٹھیک ہے میں تمہیں تفصیلات بتا دوں گا اور میں نے گردن ہلا دی شادی کے ہنگامے شروع ہو چکے تھے ان میں شدت پیدا ہوتی گئی اور بلا آخر وہ دن بھی آگیا جب فردوس کی شادی تھی میں نے اس سلسلے میں بھرپور حصہ لیا تھا اور اس طرح ذہنی کیفیت اس قدر معقول ہو گئی تھی کہ ہر وقت ہونٹوں پر مسکراہٹیں کھیلتی رہتی تھیں اوپر سے پیرو کی دلچسپ باتیں اب احساس ہو رہا تھا کہ پیرو کیا مزے کی چیز ہے ہمیشہ ہنستا رہتا تھا اور میں اس ماحول میں ایک بار پھر اس طرح گھل مل گیا تھا کہ کچھ یاد ہی نہیں آتا تھا سب کچھ چھوڑ آیا تھا بہت سے وعدے کئے تھے لوگوں سے بہت سے کام تھے مجھے میری زندگی میں لیکن..... لیکن یہاں آنے کے بعد کچھ یاد نہیں رہا تھا دل چاہتا تھا یہ ماحول ہمیشہ قائم رہے اور اس میں کوئی تبدیلی نہ ہو شادی ہو گئی بہت اعلیٰ پیمانے پر یہ شادی کی گئی تھی اور شاہد بھائی کی خوشیوں کی انتہا نہیں تھی دلہن کے رخصت ہو جانے کے بعد انہوں نے میرے گلے لگتے ہوئے کہا.....“

”یار میرے ذہن کے کسی گوشے میں یہ تصور نہیں تھا کہ کبھی اپنی بہن کی شادی اس طرح کر سکوں گا بہت پرانی بات ہے فیصل ایک دفعہ میری ماں بہت دکھی بیٹھی ہوئی تھی اور یہی کہہ رہی تھی کہ مستقبل کا کیا ہو گا چھوٹے بھائی ہیں بہن ہے زندگی کے لئے کوئی بڑا سہارا نہیں ہے تو میں نے جھنجھلا کر ماں سے کہا تھا کہ تم اطمینان رکھو میں زندہ ہوں میری زندگی کی دعائیں مانگو ایسی شادی کروں گا فردوس کی کہ زندگی میں ایک یادگار رہے آج مجھے وہ الفاظ یاد آرہے ہیں فیصل اور یہ سوچ کر اگر میرے دل میں تمہاری محبتیں کے درخت نہ آگ آئیں تو کیا ہو کہ میری اس شرط کو اور اس وعدے کو پورا کرنے میں تمہارا بہت بڑا ہاتھ ہے.....“

”جذباتی ہو رہے ہیں شاہد بھائی جذباتی ہو رہے ہیں“ چھوڑیے ان باتوں کو بہت دوشی کی بات ہے کہ آپ کی آرزوؤں کی تکمیل ہو گئی۔“ شاہد بھائی کچھ نہ بولے لیکن وہ سارا تصور جو میرے ذہن میں ابھرا تھا وہ یہی تھا کہ میں آج تک تشہ ہوں میں آج تک پاسا ہوں میں اپنی ماں سے کوئی وعدہ نہیں کر سکتا میں اپنے باپ سے کچھ نہیں کہہ سکتا میں نے کہ میں نہیں جانتا کہ وہ کون ہیں کہاں ہیں مجھے جنم دینے کے بعد کہاں گم ہو گئے تھے اس دنیا میں لاوارث چھوڑ دیا کیا کہانی ہے میری کیا میں بھی انہی بیشار جانداروں میں سے ہوں جو ٹالیوں اور سڑکوں پر پڑے پائے جاتے ہیں اور اس کے بعد کوئی انہیں ازراہ ہمدردی سہارا دے دیتا ہے ان کی زندگی بچالیتا ہے اگر ایسا بھی ہے تو کم از کم یہ ہی مجھے معلوم ہو جائے کہ میں گندی ٹالی کا وہ کیرا ہوں جس کی مثالیں دی جاتی ہیں آہ مجھے میری شناخت دے دو مجھ سے کائنات کی ہر شے لے لو مجھے میرا نام دے دو مجھے یہ بتا دو کہ میں کون ہوں حالانکہ یہ صرف ایک جذباتی بات ہے میں زندہ ہوں پر عیش زندگی گزار رہا ہوں سب کچھ حاصل ہے..... مجھے سب کچھ حاصل ہے لیکن..... لیکن اس کے باوجود میں صرف ایک چیز کے لئے تڑپ رہا ہوں اور اس قدر جذباتی حیثیت دے دی ہے میں نے نظر انداز کر سکتا ہوں تو کیوں نہ نظر انداز کر دوں بھول جاؤں کہ وہ سب کچھ بھی ہوتا ہے جو انسانی زندگی کی روایات میں شامل ہے لیکن لیکن دل کی گہرائیوں میں ایک ہی آواز ابھرتی تھی میرا ماضی مجھے دے دو میرا ماضی مجھے دے دو..... گھر کی فضاء سوگوار تھی فردوس کے رخصت ہونے کے بعد ہم شادی ہال سے گھر واپس آگئے تھے اور گھر میں ایک عجیب سی اداسی پھیلی ہوئی تھی پیرو بھی کسی کام سے چلا گیا تھا آج رات کا وہ مجھ سے کہہ کر گیا کہ رات کو واپس نہیں آئے گا ادھر شاہد بھائی بھی اپنے کمرے میں جا گئے تھے میرے لئے بہت رہائش گاہ تھی لیکن میرا دل جن اداسیوں میں ڈوبا ہوا تھا وہ غفلت تھیں میری نگاہوں میں نجانے کیا کیا مناظر گھوم رہے تھے میرے ذہن میں نجانے کیا کیا تصورات آرہے تھے تصورات کا یہ دائرہ نازاں باقی پر مرکوز ہو گیا انہوں نے پتا نہیں کیا فیصلہ کیا میرے جانے کے بعد لیکن وہ سمجھتیں تھیں کہ میں ان لوگوں کو نظر انداز کر چکا ہوں نہیں میں گندی ٹالی کا کیرا نہیں ہوں اگر گندی ٹالی کا کیرا ہوتا تو میرے خیر میں محبت اور سپاس گزاری کے وہ جذبات نہ ہوتے جو اس وقت موجود ہیں لوگ کہتے ہیں

کہ انسان کی فطرت کا تعلق اس کے خون سے ہوتا ہے اگر میرا خون گندا ہوتا تو میں کسی کے احسان کا صلہ اس طرح نہیں دیتا کہ اس کے لئے دنیا کی بادشاہت کو ٹھکرا دیا جائے مگر میرا خون، میرا خون، میری آنکھوں میں خون اتر آیا کچھ لوگوں نے مجھ سے میرا ماضی چھین لیا ہے اور ان میں چند نام منظر عام پر ہیں جیسے غزنوی صاحب، ہاں میری ابتداء تو وہیں سے ہوئی تھی وہ کیوں نہیں بتاتے کہ میں کون ہوں کہاں سے آیا ہوں اور کس طرح، کس طرح میں نے ان کے درمیان پرورش پائی، مجھ سے میرا ماضی کیوں چھپایا جاتا ہے یہ کیوں نہیں بتایا جاتا مجھے کہ میرے باپ کون تھے، غزنوی صاحب آپ کو یہ سب کچھ بتانا پڑے گا کچھ دن پہلے کی بات ہے جب میں ایک مہذب اور نیک انسان تھا لیکن نازاں باقی، باقی، نازاں باقی نے ایک بار پھر مجھے اس دنیا میں دھکیل دیا، میں نے پہلے یہی سوچا کہ ایک نئی زندگی اپنانے کے بعد پہلے اپنے آپ کو اس قدر مضبوط کر دوں گا کہ میری آواز کے نتیجے میں وہی سب کچھ ہو جو میں چاہتا ہوں لیکن نازاں باقی وقت سے پہلے مجھے وہاں لے آئیں جہاں میں بہت دیر میں پہنچنا چاہتا تھا اور غزنوی صاحب یہ سب کچھ نازاں باقی کا دیا ہوا ہے جو میں آپ کو لوٹا رہا ہوں آپ..... آپ زبان کھولیں گے غزنوی صاحب آپ آج زبان کھول ہی دیں گے، میں خاموشی سے اپنی جگہ سے اٹھارات بہت زیادہ نہیں گزری تھی لیکن پھر بھی کافی دقت ہو گیا تھا میں باہر نکل آیا خاموشی کے ساتھ ایک راستہ ایسا تھا جہاں سے میں براہ راست باہر جاسکتا تھا اور گھر والوں سے اس کا کوئی تعلق نہ ہوتا چنانچہ میں خاموشی سے باہر نکلا اور کافی دور تک پیدل چلتا رہا بہت دور جانے کے بعد ایک ٹیکسی نظر آگئی اور میں اس کے پاس پہنچ گیا.....

”چلنا ہے.....“

”کہدھر جائیں گا بابو..... ٹیکسی ڈرائیور نے پوچھا.....“

”کلفٹن.....“

”اڑے واہ ابھی تیرے کو کلفٹن جانے کی سوچھی ہے، ادھر سے واپسی کا سواری

نہیں ملے گا“ ٹیکسی ڈرائیور شاید پیرد بھائی کا رشتہ بتاتے دار تھا میں نے اس سے کہا۔

”تم جس قدر پیسے چاہو گے میں تمہیں دے دوں گا.....“

”دو سو روپے ہو گا چلیں؟“ اس نے پوچھا اور میں ٹیکسی کا دروازہ کھول کر بیٹھ گیا۔

ٹیکسی ڈرائیور نے میری صورت دیکھی تھی، میں نے اس سے کہا.....

”خاموشی سے کلفٹن چلو۔“ ٹیکسی ڈرائیور نے میٹر ڈاؤن کر کے ٹیکسی آگے بڑھا

دی تھی، راستے بھر خاموشی رہی بالآخر اس نے مجھے ساحل کلفٹن پر اتار دیا اور میں نے

وہ خاموشی سے دو سو روپے کے نوٹ دے دیئے ٹیکسی ڈرائیور اس طرح پلٹ کا بھاگا تھا

کہ جیسے اس کی بعد میں جو کارروائی کرنا چاہتا ہوں اس سے بچنے کی کوشش کر رہا ہے یقینی

طور پر بیچارہ ڈر رہا ہو گا ساحل پر پہنچنے کے بعد میں کچھ دیر تک خاموش اور تاریک سمندر

کو دیکھتا رہا جس کی تاریکیوں میں سفید سفید جھاگ ابھر رہے تھے اور جس کی آواز بڑی پر

شور تھی اس کے بعد میں نے گردن گھما کر اس علاقے کو دیکھا جو میرا اپنا علاقہ تھا ہاں میں

نے اسی علاقے سے اپنے بچپن کی ابتداء کی تھی اور اسی علاقے میں آج میں اب اس

انداز میں کھڑا ہوا تھا غزنوی صاحب کی کوٹھی بہت زیادہ فاصلے پر نہیں تھی اور میری

کوٹھی، میں نے اپنی کوٹھی کی جلتی ہوئی روشنیوں کو دیکھا وہاں نجانے کیا ہو رہا ہو گا لیکن،

لیکن اب اس طرف رخ کرنا مناسب نہیں ہے ورنہ، ورنہ جو جذبات دل میں بیدار ہوئے

ہیں ان کی نفی ہو جائے گی لیکن غزنوی صاحب کی کوٹھی..... میرے قدم آہستہ آہستہ

غزنوی صاحب کی کوٹھی کی جانب اٹھنے لگے دل میں خوفناک ارادے تھے اور بدن میں

استغاثی چستی اور پھرتی، اس کوٹھی کے ایک ایک چپے سے واقف تھا میں، میں جانتا تھا کہ

کان سے راستے سے گیٹ کو نظر انداز کر کے داخل ہوا جاسکتا ہے ان راستوں سے تو میں

بہر اندر داخل ہو چکا تھا بھلا مجھے کیا دقت ہو سکتی تھی چنانچہ چند ہی لمحات کے بعد میں بغلی

حصے کے اس احاطے میں تھا جہاں سے تھوڑے فاصلے پر چل کر وہ کوارٹر نظر آتے تھے جن

میں میں نے ہوش سنبھالا تھا، ہاں ماحول جوں کا توں تھا اور ان تمام جگہوں کو دوبار دیکھا تھا

لیکن اس وقت یہ جگہیں بدلی بدلی محسوس ہوتی تھیں البتہ آج..... آج یہ سب جانا

پہچانا ماحول نگاہوں کے سامنے تھا جس سے بچپن کی لاتعداد یادیں وابستہ تھیں کہاں کہاں کیا

کیا ہوتا تھا ایک ایک لمحہ یاد تھا وہ درخت بھی یاد تھا جس سے گزرنے کے بعد کوٹھی کے

ایک مخصوص حصے میں چھت پر پہنچا جاسکتا تھا اور یہیں سے غزنوی صاحب کے کمرے کا

رخ کیا جاسکتا تھا تمام جگہوں کو نظر انداز کر کے کسی سے ملے جلے بغیر چنانچہ میں نے جوتے

اتار کر جیب میں ٹھونے اور درخت پر چڑھنے لگا پھر درخت کی اس پھلی ہوئی شاخ نے

بے کائنات کی کوئی ضرورت ہی نہیں تھی مجھے چھت پر پہنچا دیا، چھت پر با آہستگی اتر کر میری محبت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے تھے، لیکن آج، آج میرے دل میں ان کے لئے کوئی نے جوتے پہنے اور پھر بے آواز چلتا ہوا غزنوی صاحب کے کمرے کی جانب بڑھنے لگا، کوئی تاثر نہیں تھا، بلکہ یہ تو حساب تھا پرانی ساری کمائیوں کا حساب میں ان سے ماحول بالکل خاموش اور سناں تھا سمندر کی لہروں کی آواز کا شور یہاں بھی با آسانی سنائی دینا چاہتا تھا۔

دے رہا تھا اور چھت کے اس حصے سے سمندر صاف نظر آتا تھا میں ذہن میں مجرمانہ ارادے لیے غزنوی صاحب کے کمرے کے قریب پہنچ گیا، کمرے کے اندر مدھم مدھم روشنی پھیلی ہوئی تھی میں جانتا تھا کہ آٹا ماں اور غزنوی صاحب الگ الگ کمروں میں سوتے ہیں، غزنوی صاحب اگر گھر میں موجود ہیں تو اس وقت اپنے کمرے میں تنہا ہوں گے اندر موجود روشنی اس بات کا اشارہ دیتی تھی کہ غزنوی صاحب بہر طور اپنے کمرے ہی میں ہیں پھر مجھے وہ کھڑکی یاد آئی جہاں سے اندر جھانکا جاسکتا تھا اور میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کھڑکی کے قریب پہنچ گیا میں نے اندر دیکھا غزنوی صاحب مسہری پر دروازے پر شاید گہری نیند سو رہے تھے میں چند لمحات سوچتا رہا کمرے پر دستک دینے کا مطلب یہ تھا کہ آس پاس کے لوگ بھی جاگ جائیں پھر مجھے کیا کرنا چاہیے، میں نے اسی کھڑکی کو تھکا جس میں سلائیڈنگ دروازے لگے ہوئے تھے اور اندر سے اگر چٹخنی بند نہیں کی گئی تو اسے با آسانی کھولا جاسکتا ہے، اس میں سلاخیں نہیں تھیں میں نے دروازے کو تھوڑا سا ہٹانے کی کوشش کو تو وہ با آسانی پیچھے ہٹ گیا اشاروں سے چلنے والے دروازے تھے اور اس آدھے دروازے سے اندر داخل ہونا میرے جیسی جسامت کے آدمی کے لئے مشکل نہیں تھا کیونکہ کھڑکی اچھی خاصی بڑی تھی کھڑکی پر چڑھ کر اندر کودنے میں مجھے کوئی وقت پیش نہ آئی اندر اتنا موٹا قالین بچھا ہوا تھا کہ اس پر اترتے ہوئے کسی قسم کی آواز کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا، چنانچہ میں اندر کھڑے ہو کر غزنوی صاحب کا جائزہ لینے لگا کھڑکی کو میں نے اسی انداز میں بند کر دیا دروازے کے قریب پہنچا اور اس کو اندر سے مضبوطی سے بند کر دیا اور اب غزنوی صاحب میرے سامنے تھے آج..... آج غزنوی صاحب کو زبان کھولنا پڑے گی، انہیں بتانا پڑے گا کہ میں کون ہوں..... میں کون ہوں.....

ذہن میں جلن اور تپش کے علاوہ کچھ نہیں تھا کوئی خوف نہیں تھا، کوئی تردد نہیں تھا، آہستہ آہستہ قدم بڑھاتا ہوا بلا آخر میں غزنوی صاحب کے نزدیک پہنچ گیا۔ اس سے پہلے غزنوی صاحب کا رویہ میرے ساتھ بہت ہی حاکمانہ بہت ہی ظالمانہ رہتا تھا۔ وہ مجھے

چند لمحات میں اسی طرح انہیں دیکھتا رہا، غزنوی صاحب گہری گہری سانسیں لے رہے تھے، پھر میں نے آہستہ سے ان کے سینے پر ہاتھ رکھ دیا اور دباؤ بڑھاتا رہا۔ پھر میں نے زور دیا، انہیں جھنجھوڑ ڈالا۔ غزنوی صاحب ہڑپڑا کر جاگ گئے نیند سے بھری آنکھیں، اندازہ لگانے سے قاصر رہیں کہ اس وقت انہیں جگانے والا کون ہے، انہوں نے حیران ہوئے، مجھے اور پھر ارد گرد کے ماحول کو دیکھا۔ پھر آنکھیں پھاڑنے لگے، پھر ہاتھ اٹھا کر آنکھیں ملیں اور غالباً میرے چہرے پر غور کرنے لگے، اس کے بعد غالباً ان کے پاس دو سرے لمحے وہ اٹھ کر بیٹھ گئے۔ ان کے چہرے پر شدید حیرت تھی انہوں نے متحیرانہ انداز میں ایک بار پھر اپنے کمرے کا جائزہ لیا اور آہستہ سے

”دانش.....!“

”میرے ہونٹوں پر ایک تلخ مسکراہٹ پھیل گئی۔ پھر میں نے کہا۔“ مجھے بھول گئے ہوئے مالک..... مجھے بھول گئے بڑے سرکار۔ غور سے دیکھیں اندازہ لگائیں کہ میں کون

غزنوی صاحب کے چہرے پر مزید حیرتیں نظر آئیں۔ پھر وہ آہستہ سے بولے.....

”دانش صاحب، دانش صاحب، آپ.....“

”میرا نام دانش نہیں ہے مالک۔ فیصل ہے، فیصل رکھا تھا آپ نے میرا نام۔ ذرا غور کیجئے، شاید نیند میں ڈوبی ہوئی آنکھیں فیصل کو پہچاننے سے منع کر رہی ہیں، غور سے میرا چہرہ دیکھیے.....“ غزنوی صاحب کے بدن کو شاید کرنٹ لگ گیا۔ انہوں نے غور سے میرا چہرہ دیکھا اور آنکھیں پھاڑ کر بولے۔

”فیصل..... فیصل تم.....“

”ہاں مالک، پہچان لیا آپ نے مجھے بڑے مالک آپ کا نمک خوار ہوں آپ کا فیصل

”مگر..... تہ تم۔ تم۔ سنو روشنی آن کرو‘ بتی جلاؤ‘ مجھے شاید اس قدر کم روشنی میں نظر نہیں آ رہا.....“

”نہیں مالک کافی ہے یہ روشنی‘ اس سے زیادہ روشنی آپ کے اور میرے لئے دونوں کے لئے نقصان دہ ہوگی.....“

”تم یہاں کیا کر رہے ہو‘ تم یہاں داخل کیسے ہو گئے‘ تم یہاں کیسے آئے‘ دروازہ تو بند ہے.....؟“

”اس کھڑکی سے آیا ہوں مالک‘ یہ جو آپ کے پیچھے ہے‘ ذرا دیکھیے شیشہ بند کر دیا ہے میں نے‘ مگر آیا ادھر ہی سے ہوں.....“

”کیوں آئے ہو یہاں.....“ غزنوی صاحب کا پرانا لہجہ واپس آ گیا.....

”آپ سے ملنا تھا مالک.....“

”کیوں.....؟“

”بس مالک کام تھا آپ سے۔ اتنا ضروری کام تھا کہ اس کے بغیر میرا جینا ہی مشکل ہو گیا ہے.....“

”میں کتنا ہوں کہاں مر گئے تھے تم اور آج تک کہاں غائب رہے اور اس طرح..... اس طرح میرے کمرے میں چوری چھپے آنے کا مقصد کیا ہے تم نے میرے کمرے میں داخل ہونے کی جرات کیسے کی‘ ہمارا تم سے کیا واسطہ ہے تم یہاں سے بھاگ گئے تھے۔ اس کے بعد تم نے اس کوٹھی میں قدم کیسے رکھے اور..... اور..... تم.....“

وہ ابھی تک دوہری کیفیت کے شکار تھے اور میرا بھرپور طریقے سے جائزہ لے رہے تھے۔ میں سمجھ گیا کہ وہ کیا دیکھنے کی کوشش کر رہے ہیں‘ لیکن اس وقت صرف اتفاق ہی سے میرا حلیہ بھی پوری طرح بدلا ہوا تھا‘ جسم پر بوسکی کا شلوار سوٹ تھا‘ جو پیرد نے میرے لیے خصوصی طور پر فردوس کی شادی پر بنایا تھا..... اس کے علاوہ میرے ہاتھ کی چھوٹی انگلی میں ہندی لگی ہوئی تھی جو انہی رسومات کا ایک حصہ تھی اور پیرو نے مجھے ایک چوڑی سی سونے کی انگوٹھی بھی پہنائی تھی‘ گلے میں سونے کی چین تھی‘ وائش سے بہت مختلف تھا اور اس وقت درحقیقت کوئی سڑک چھاپ ہی معلوم ہو رہا تھا..... اور غزنوی

صاحب کو بھی میرا حلیہ دیکھ کر یقین آ گیا کہ میں وائش نہیں بلکہ فیصل ہی ہوں اور اس نے ان کے چہرے پر وہی درشتی پیدا کر دی جو مجھے دیکھ کر ان کی شخصیت کا ایک حصہ بن جاتی تھی اور اب وہ پوری طرح مطمئن ہو گئے تھے بلکہ کسی قدر سرور نظر آ رہے تھے اور میں اس مسرت کی وجہ بھی سمجھتا تھا‘ آج تک وہ اسی کیفیت کا شکار تھے کہ کہیں وائش منصور درحقیقت فیصل نہ ہو۔ لیکن آج انہوں نے دونوں کو الگ الگ حیثیتوں سے دیکھ لیا تھا۔ فیصل بہت عرصے کے بعد ان کی نگاہوں کے سامنے آ گیا تھا اور اس چیز نے وائش سرور بخشتا تھا۔ یقینی طور پر وہ فیصل کو کسی اچھی حیثیت میں نہیں دیکھنا چاہتے تھے لیکن ہو سکتا ہے یہ صرف میرے احساسات ہوں اور اس وقت کی دین ہوں۔ میں نے ان کے درشت چہرے کو بغور دیکھا اور کہا.....

”میں صرف آپ سے یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں بڑے مالک کہ میں کون ہوں.....“

”مجھے تو تم کسی پاگل خانے سے چھٹے ہوئی قیدی معلوم ہوتے ہو..... کہاں رہے آج دن‘ کیا کسی پاگل خانے میں تھے‘ یقینی طور پر تمہارا قیام وہیں ہونا چاہیے تھا.....“

”اس کے جواب میں کیا کہوں مالک‘ بس یوں سمجھ لیجئے کہ آپ کو اس سلسلے میں کوئی ہوشیاری نہیں ہے۔ میں اگر رہتا تو یقیناً آپ مجھے کسی نہ کسی دن پاگل خانے میں بھجوا دیتے مگر میں پاگل خانے میں نہیں تھا‘ بلکہ زندگی کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا اور جب زندگی کو سمجھ گیا تو ایک احساس ہوا مالک‘ وہ یہ کہ انسان کے لئے سب سے پہلے اپنی شناخت بے حد ضروری ہے اپنے آپ کو جانتا ہے حد ضروری ہے اور میرے پاس اس کے علاوہ کوئی اور ذریعہ نہیں ہے بڑے مالک کہ آپ مجھے میرے بارے میں بتائیں‘ مجھے بتائیں کہ میں کون ہوں‘ کیا ہوں اور میرے ماں باپ کون ہیں‘ میری زندگی کو یہ کون سا رنگ لگ گیا ہے‘ مجھے جواب دیں مالک‘ آپ کا رویہ میرے ساتھ جو کچھ رہا ہے‘ آج میں اسے بہت اچھی طرح سمجھتا ہوں‘ مجھ سے نفرت کا اظہار کیوں تھا..... میں کون ہوں‘ کیا آپ مجھے جانتا ہیں.....؟“

غزنوی صاحب کے چہرے پر حقارت کے آثار پھیل گئے اور انہوں نے کہا۔ ”تم نے ہمارا نمک کھایا ہے فیصل‘ تم نے یہاں ہوش سنبھالا ہے اور ہمارے ہی ٹکڑے کھا کر

آج اس قاتل ہوئے ہو تم اس کھڑکی سے گزر کر یہاں آئے ہو۔ کیا تمہیں نمک حرامی کا احساس نہیں ہے.....“

”نمک..... یہ نمک کیا چیز ہے مالک، پھر اس کی حیثیت بھی کیا ہے، یہ تو بڑا سستا بکتا ہے بازار میں، سب سے سستی چیز ہے یہ اور اسے ہر آدمی کوڑیوں کے مول خرید کر کھا سکتا ہے، پھر اس نمک کو اتنی اہمیت کیوں دے دی گئی ہے۔ نمک حرام۔ نمک حلال۔ میں بتاؤں مالک یہ کیا چیز ہے۔ یہ نمک صرف آپ لوگوں کا تراشا ہوا ایک وہم ہے، ایک زبردستی کی رسم ہے جس کا حوالہ دے کر آپ اپنے سے کمتر لوگوں کو بے وقوف بنانے کی کوشش کرتے ہیں، میں نے آپ کا نمک نہیں کھایا مالک، میں نے وہ نمک کھایا ہے جو بازاروں میں بکتا ہے۔ بازاروں سے آتا ہے، یہ نمک آپ کے جسم سے نہیں نکلا جس کے لئے میں آپ کی نمک حرامی یا نمک حلالی کروں، سمجھ رہے ہیں نہ آپ نمک کا چکر چھوڑیے، یہ کہانیاں مجھے مت سنائیے، میں صرف اس وقت ایک ہی کہانی سننا چاہتا ہوں اور وہ کہانی یہ ہے کہ فیصل کیا ہے، کون ہے اور یہ آپ کو بتانا ہو گا مالک کہ فیصل کون ہے.....؟“

”میں تم سے آخری بار کہہ رہا ہوں فیصل کہ اپنی صورت لے کر یہاں سے دفعان ہو جاؤ، اس سے پہلے کہ میں تمہیں اس بد تمیزی کی سزا دینے پر قتل جاؤں، فوراً یہاں سے نکل جاؤ، میرا تم سے کیا تعلق ہے، تم ہمارا گھر چھوڑ کر بھاگ چکے ہو اور اس بات کو بھی طویل عرصہ گزر گیا ہے، تم نے یہ زندگی کہاں آوارہ گردی کر کے گزار دی، مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں اور نہ ہی میں تم سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں، تم جیسے آوارہ قسم کے لڑکے اسی طرح سڑکوں اور گلیوں میں پل کر جوان ہوتے ہیں اور اس کے بعد غنڈہ گردی کرنے آجاتے ہیں، لیکن یہ غنڈہ گردی تم مجھ سے کرنے آ جاؤ گے یہ میں نے کبھی سوچا بھی نہیں، میرا ایک ٹیلیفون پولیس کو یہاں بلا لے گا اور اس کے بعد تمہیں اپنی زندگی جیل میں گزارنی پڑے گی۔ جاؤ ابھی تک میں تم سے استغدر ناراض نہیں ہوا کہ تمہیں باقی زندگی جیل میں گزارنے پر مجبور کر دوں۔ جاؤ فوراً، دفعان ہو جاؤ، تم نے میری نیند خراب کی ہے، کینے ذلیل تم جانتے ہو کہ سونے کے بعد اگر مجھے فوراً جاگنا پڑ جائے، تو مجھے دوبارہ نیند نہیں آتی۔“

”میں مسکراتا ہوا ایک قدم آگے بڑھا اور اس کے بعد میں نے غزنوی صاحب کے گریبان پر ہاتھ ڈال دیا، میں نے ان کی گردن اپنے چوڑے ہاتھ کے شکنجے میں پکڑ لی اور اس کے بعد میں نے انہیں اٹھا کر کھڑا کر دیا.....“

”میں کہہ چکا ہوں بڑے مالک کہ میں نمک کو تسلیم نہیں کرتا جو کہانی اس سے منسوب ہے وہ ایک بے کاری بات ہے اس لئے ہوش و حواس قائم رکھو مایوسی کی بات مت کرو مجھے جیل میں سڑانا اب تمہارے لئے اتنا آسان نہیں ہے، وہ بچہ مجھے آج بھی یاد ہے غزنوی صاحب جسے تم کہتے سے زیادہ حیثیت نہیں دیتے تھے، وہ تمام واقعات.....“

”جس بہت سے بچوں میں جب سب کھیل رہے ہوتے تھے اگر میں شامل ہو جاتا تھا تو آپ، نفرت کے ساتھ مجھے ان کے درمیان سے نکال دیا کرتے تھے، میں اس نفرت کی وجہ جانتا چاہتا ہوں غزنوی صاحب، کہ تمام بچوں کی طرح میں بھی آپ کی نگاہ میں یکساں کیوں نہیں تھا اس کی وجہ کیا تھا، مجھے جواب دیجئے غزنوی صاحب ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے ہاتھ کا یہ دباؤ اور بڑھ جائے اور آپ کی وہ تمام حسرتیں دل کی دل میں رہ جائیں، جو مجھے حسرتوں پہنچانے کے لئے آپ کے وجود میں جنم لیتی رہی ہیں۔“

غزنوی صاحب کو اب ایک خطرناک صورت حال کا احساس ہوا تھا انہوں نے دونوں ہاتھوں سے میری کلائی پکڑ کر اپنی گردن چھڑانے کی کوشش کی، لیکن میرا شکنجہ اتنا کمزور نہیں تھا اور غزنوی صاحب کے ہاتھوں میں اتنی قوت نہیں تھی کہ اپنی گردن میرے ہاتھوں سے چھڑا لیتے.....“

”ان کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں اور میں نے انہیں آہستہ سے مسہری پر دھکا دے دیا.....“

”سمجھ چکے ہوں گے آپ کہ صورت حال کیا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ میرے ساتھ تعاون کریں غزنوی صاحب، زندگی بہت ہی قیمتی چیز ہے ایک ہی بار ملتی ہے دوبارہ نہیں ملتی، مجھے جو زندگی ملی ہے وہ آج تک تلخیوں اور مصیبتوں میں گزری ہے اور سب سے بڑی مصیبت، سب سے بڑا دکھ میری زندگی کے ساتھ یہ ہے کہ میں اپنی شناخت سے محروم ہوں، غزنوی صاحب صرف اتنا بتائیں مجھے کہ میں کون ہوں.....؟“

”ارے تمہارا دماغ خراب ہے کیا، تم ملازم رہے ہو ہمارے، ہماری ملازمہ کے بیٹے

ہو، کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ تمہاری ماں کا نام شنزادی تھا.....“

”ہاں یہ مجھے معلوم ہے، لیکن وہ..... وہ میری ماں نہیں تھی.....“

”مطلب کیا ہے تمہارا.....؟“

”غزنوی صاحب یہ بات آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ وہ میری ماں نہیں تھی.....“

”تم بکواس کر رہے ہو، میں کہتا ہوں کہ تم..... تم..... تم..... میں تمہارا کیا کروں، تم بد تمیزی پر آمادہ ہو، ٹھیک ہے ٹھیک ہے، یہ یقیناً ایسی ہی کوئی بات ہے، جس کے لئے، جس کے لئے میں اپنی زبان سے کچھ نہیں کہہ سکتا، غزنوی صاحب کا غصہ اور خوف سے برا حال تھا خوفزدہ وہ اس لئے ہو گئے تھے کہ میرے ہاتھ کی گرفت اپنی گردن پر محسوس کر چکے تھے اور اس کا کوئی تدراک نہیں کر سکتے تھے اور غصہ انہیں اس لئے آدھا تھا کہ ان کے ٹکڑوں پر پلا ہوا ایک لڑکا آج اس طرح ان کے سامنے سینہ مانے کھڑا ہوا تھا نہ صرف سینہ مانے کھڑا ہوا تھا بلکہ اس نے ان کے ساتھ جو کچھ کیا تھا وہ بھی ان کے لئے ناقابل برداشت تھا، لیکن اس وقت صورت حال کی سنگینی کو انہوں نے محسوس کر لیا تھا..... چنانچہ وہ مجھ سے تعاون بھی کر رہے تھے..... لیکن اپنے اس مخصوص انداز میں.....“ کہنے لگے

”شنزادی..... شنزادی جب ہمارے ہاں ملازمت کرنے آئی تھی تو تم اس کے ساتھ تھے، تمہارا باپ تمہارے ساتھ نہیں تھا، اس نے مجھے بتایا کہ وہ ایک بیوہ عورت ہے اور میں نے اسے ازراہ کرم رکھ لیا اور تم اس کے ساتھ ہی رہے، اب مجھے اس سلسلے میں کیا معلوم کہ تم کون ہو۔ یہ تم پوچھو اس سے اسی سے معلوم کرو کہ وہ تمہیں کہاں سے لائی تھی۔ تمہارا باپ کون ہے، سمجھ رہے ہو نا..... میں..... تم سے اسی لئے نفرت کرتا ہوں کہ..... کہ..... کہ..... کہ مجھے تمہارے باپ کے بارے میں علم نہیں تھا اور شنزادی۔ اس کا کردار تو خود تم نے بعد میں دیکھ ہی لیا..... وہ بلا آخر ایک باورچی کے ساتھ گھر سے بھاگ گئی، اس سے تم اندازہ لگا سکتے ہو کہ تم کیا ہو تم ایک بد کردار ماں کے بیٹے ہو ایسی بری عورت کی اولاد جو تمہیں تمہارے باپ کا نام نہیں بتا سکتی۔“

ایک لمحے کے لئے میرے ذہن و دل میں طوفان اٹھ آیا تھا، میرا دل چاہ رہا تھا کہ

غزنوی صاحب کے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں، اتنے ٹکڑے کروں ان کے کہ کوئی گنا چاہے تو ممکن بھی نہ سکے، نجانے کیوں مجھے اپنی ماں کے لئے یہ گلی بہت زیادہ بری لگی تھی، سرکھٹا اگر شنزادی، شنزادی ہی میری ماں ہے، تو پھر یہ گلی..... یہ گلی تو میری تقدیر بن چکی ہے..... میں نے سرد لمحے میں کہا.....

”شنزادی کہاں ہے.....“

”مجھے کیا معلوم..... تمہارے علم میں ہے کہ وہ یہاں سے بھاگ گئی تھی.....“

”نہیں غزنوی صاحب، بات یہ نہیں ہے۔ بات اس سے کچھ آگے ہی ہے۔ تم..... تم مجھے اچھی طرح جانتے ہو غزنوی۔ تم جان لو سمجھ لو تم مجھے اچھی طرح جانتے ہو.....“

”ہاں ہاں تو میں نے کب منع کیا ہے تمہیں کہ میں تمہیں نہیں جانتا لیکن یہ بات تم بھی سن لو کہ اس سے زیادہ میں تمہارے بارے میں کچھ نہیں جانتا سمجھ گئے جاؤ اور سنو، اگر اپنی شناخت چاہتے ہو یا اپنے بارے میں جاننا چاہتے ہو تو سڑکوں، گلیوں اور بازاروں میں اپنے باپ کو تلاش کرتے پھرو، اپنی اس ماں کو پکارتے پھرو جس کا نام شنزادی ہے اور اس بدکارہ کے مل جانے کے بعد اس کی گردن دیوچ کر پوچھو کہ تمہارا باپ کون ہی، سمجھ رہے ہو نا، تم مجھ سے..... مجھ سے بد تمیزی کرنے آگئے، ٹھیک ہے اس کا صلہ میں تمہیں دوں گا اور ضرور دوں گا..... اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تم بچ جاؤ گے تو یہ تمہاری بھول ہے میں تمہیں بتا دوں گا کہ میں کیا کر سکتا ہوں“

میں خونی نگاہوں سے غزنوی صاحب کو دیکھتا رہا پھر میں نے کہا۔

”سنو..... سنو غزنوی، اچھی طرح کان کھول کر سن لو، اگر مجھے یہ معلوم ہو گیا کہ تم مجھے جانتے ہو، اگر مجھے یہ معلوم ہو گیا کہ تم نے میری ماں پر الزام لگایا تھا..... اگر مجھے یہ معلوم ہو گیا کہ تم نے میرے باپ پر الزام لگایا تھا اور تم اس کو جانتے ہو تو..... تو سن لو غزنوی کہ میں صرف تم سے..... صرف تم سے انتقام لوں گا صرف تم سے..... اور یہ جو اس کو ٹھی میں تمہیں بے شمار افراد نظر آرہے ہیں، ان سب کو میں تمہاری نگاہوں کے سامنے چن چن کر قتل کر دوں گا، سمجھ غزنوی صاحب تمہارے خاندان

کو میں تمہاری آنکھوں کے سامنے تباہ و برباد کروں گا' سمجھے غزنوی صاحب' میں تم سب کو فنا کروں گا' یہ میرا عہد ہے اگر مجھے یہ بات معلوم ہوگئی کہ تم اصلیت جانتے تھے تم اصلیت جانتے ہو اور اس کے بعد تم نے مجھے راستے سے بھٹکانے کی کوشش کی تھی' اب بھی اگر عقل میں آتا ہے تو مجھے بتا دو' میں کون ہوں ورنہ اس کے بعد جو کچھ ہو گا غزنوی صاحب اس پر سوائے ہاتھ ملنے کے اور کچھ نہ کر سکو گے....."

"جاؤ بس چلے جاؤ تم..... تم افسوس افسوس' تم نے میری کمزوری سے فائدہ اٹھایا ہے' بوڑھا ہو گیا ہوں نا..... اگر جوانی کی عمر ہوتی تو میں تمہیں بتاتا کہ اس طرح کسی کی گردن پر ہاتھ ڈالنے کا کیا نتیجہ ہوتا ہے اور تمہارے بارے میں' میں جو کچھ کہہ چکا ہوں یہ اس کا زندہ ترین ثبوت ہے کہ تم..... تم..... تم..... بس اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کہہ سکتا' اب بھی اگر مجھے قتل کرنا چاہتے ہو تو کرو..... ٹھیک ہے تم وہی کر سکتے ہو جو تمہاری فطرت میں شامل ہے۔"

میں غزنوی صاحب کو گھورتا رہا' پھر میں نے کہا' "ٹھیک ہے ٹھیک ہے اس دن کا انتظار کرو غزنوی جب میرے علم میں یہ بات آجائے کہ تم مجھے جانتے تھے۔" اور اس کے بعد واپسی کے لئے میں نے وہی کھڑکی کا راستہ استعمال کیا تھا کیونکہ یہ مناسب تھا..... ویسے اس بات کا خطرہ تھا کہ میرے باہر نکلتے ہی غزنوی صاحب شور مچا دیں لیکن یہ بات میں اچھی طرح جانتا تھا کہ اس کو ٹھنی میں جو لوگ موجود تھے وہ مجھے پکڑ نہیں سکتے تھے' البتہ غزنوی صاحب نے عقل سے کام لیا۔ وہ اپنی جگہ ہی کھڑے رہے اور میں احاطے کی دیوار کود کر باہر آگیا۔

کوئی فائدہ نہیں ہوا تھا' کچھ بھی معلوم نہیں ہو سکا تھا بلکہ دل میں ایک انوکھی تپش ایک انوکھا احساس اور بڑھ گیا تھا' تھکے تھکے قدم آگے بڑھتے رہے اور میں میں کلشن پر نکل آیا یہاں کچھ سواریاں موجود تھیں' ایک ٹیکسی میں بیٹھا اور فیڈریل بی ایریا چل پڑا..... کلنی رات ہو گئی تھی اور چاروں طرف ہو کا عالم طاری تھا..... ٹیکسی نے مجھے میری منزل پر چھوڑ دیا اور میں بل ادا کر کے اپنے کمرے میں آگیا کسی کو پتا نہیں چل سکا تھا کہ میں رات کو کہاں سے نکلا' کہاں پہنچا اور کب واپس آگیا' لیکن بستر میں لیٹا تو نیند میری آنکھوں سے کوسوں دور تھی اور غزنوی صاحب کے الفاظ میرے کانوں میں گونج

رہے تھے کہ شہزادی میری ماں تھی' لیکن کیسی ماں تھی وہ..... میں نے تو کبھی اسے ماں نہیں محسوس کیا' کیا وہ واقعی میری ماں تھی' یا..... یا پھر' یہ ایک ایسی کہانی ہے جو مجھے آج تک سنائی جاتی رہی ہے۔ میں کس سے جا کر اس کہانی کی تصدیق کروں اور..... اگر غزنوی صاحب کا اشارہ درست ہے تو کیا مجھے اس دنیا میں جینے کا حق ہے' کیا میں اس زمین کے لئے بوجھ نہیں ہوں' کیا میں وہ ہوں جس کا نام لیتے ہوئے لوگ شرماتے ہیں' نفرت سے ہونٹ سکڑ لیتے ہیں..... کیا..... کیا..... حقیقت یہی ہے' لیکن میں خود کشی تو کر نہیں سکتا تھا میں..... یہ..... یہ جذباتی حماقت ہوتی شہزادی۔ شہزادی ایک بار مل جائے' میں اس کے ہاتھ پاؤں توڑ کر رکھ دوں۔ اسے اتنا ماروں کہ اس کے بدن کی پوری کھال کھینچ جائے اور پھر اس سے کہوں کہ بتا حقیقت کیا ہے..... کیا حقیقت وہی ہے جو غزنوی صاحب نے کسی یا کچھ اور ہے۔ آہ کاش۔ آہ کاش شہزادی ایک بار مجھے مل جائے۔ میں نے دل میں سوچا کہ یہ بھی ایک مشن ہے میرا کہ شہزادی کو تلاش کروں' اب جبکہ سب کچھ چھوڑ دیا ہے' سب کچھ چھوڑ دیا ہے اور ایک بار پھر اپنی تلاش میں نکل پڑوں تو یہ تلاش مکمل ہونی ہی چاہیے۔

رات کے کسی حصے میں نیند کی دیوی مہمان ہو گئی اور دن میں نجانے کب تک سوتا رہا۔

شادی کے ہنگامے ختم ہو گئے تھے اور زندگی پھر معمول پر آگئی تھی' میں نے ان لوگوں سے کہیں جانے کا اذادہ ظاہر نہیں کیا تھا اور اس سلسلے میں کوئی بات بھی نہیں ہوئی تھی' شاید بھائی کے دفتر میں بھی جا کر بیٹھ جاتا تھا اور پیرو کی باتیں سن سن کر ہنستا رہتا تھا' پیرو کی باتیں اسی قسم کی تھیں لیکن میرے دل کو جو لگی تھی وہ ان میں سے کوئی نہیں جانتا تھا' میں نے انہیں اپنا رازدار بیٹا بھی مناسب نہیں سمجھا تھا' جذباتی لوگ تھے نجانے کیا اپنی سیدھی باتیں کرتے' میرا مسئلہ تو بالکل مختلف ہی تھا' میں نے پیرو سے وہ جیب لے لی تھی جو اس کے پاس تھی اور اسے لیے لیے پھرتا تھا' کبھی یہاں سے دل اکٹا جاتا تو جیب لے کر نکل جاتا' میری نگاہیں ہر جگہ شاہ زمان اور شہزادی کو تلاش کر رہی تھیں' ایسے غائب ہوئے تھے وہ لوگ اس عمارت سے جہاں میں نے انہیں دیکھا تھا کہ اس کے بعد سے آج تک ان کی صورت نظر نہیں آئی تھی' اگر وہ لوگ مل جائیں تو اب ذرا مختلف

”چالان ہو گا۔“ اس نے موٹر سائیکل کے پچھلے حصے میں رکھی ہوئی ایک کتاب اٹھائی اور خاموشی سے اسے دیکھتا رہا، اس نے میری طرف رخ کر کے کہا۔

”نام۔۔۔۔۔؟“

”تم جانتے ہو۔“ میں نے اسے جواب دیا۔

”کیا مطلب۔۔۔۔۔؟“

”میرا نام تم جانتے ہو مسٹر کلدار۔“ وہ اب ذرا غور سے مجھے دیکھنے لگا پھر بولا۔

”تم جیسے بہت سے چڑھتے پھرتے رہتے ہیں، ہم کسی کا نام یاد نہیں رکھتے اور

کس انداز میں بات کر رہے ہو، تم مجھے جانتے ہو میں کون ہوں؟“

”میں نے کہا ناں تمہارا نام کلدار ہے اور تم میرا نام بھی اچھی طرح جانتے ہو، بہت

پہلے کی بات ہے، جب تم نے مجھے ایک بریف کیس کی چوری کے الزام میں پکڑا تھا اور

اس کے بعد مجھے تھانے لے گئے تھے، وہاں تم نے مجھے مارا بھی اور گالیاں بھی دیں، میں

نے تمہیں منع کیا تھا کہ مجھے گالی مت دو اور تم نے مجھے دوسری بار بھی گالی دی تھی تب

میں نے تم سے کہا تھا کہ ٹھیک ہے اس گالی کا جواب ایک دن میں تجھے واپس لوٹا دوں

گا۔“

”بکواس مت کرو نام بتاؤ مجھے اپنا؟“ کلدار نے کہا اور میری ہونٹوں پر تلخ

مسکراہٹ پھیل گئی، کلدار نے کتاب رکھی اور دوسرے لمحے اس نے اپنا سروس ریوالور

نکل لیا، لیکن میں اس کے لیے تیار تھا اس پاس کی فضا بالکل صاف ستھری تھی اور کلدار

میرے سامنے تھا اور میں، میں ان دنوں اپنے پرانے ہی حساب تلاش کر رہا تھا، چنانچہ میرا

ہاتھ پوری قوت سے گھوما اور کلدار کی کلائی پر پڑا، پستول اس کے ہاتھ سے نکل کر فضا

میں اچھلا اور دور جاگرا۔ کلدار نے اس وار سے سنبھلنے کے فوراً بعد گھونسہ ہٹایا اور میری

جانب لپکا، لیکن میں نے اس کی کلائی پر ہاتھ ڈال کر ایک ٹھوکرا اس کے پیٹ پر رسید کی

اور جونہی وہ آگے کی سمت جھکا میرا گھونسہ اس کی ٹھوڑی پر پڑا، کلدار گرتے گرتے بچا

تھا، اس نے سنبھل کر ادھر ادھر دیکھا اور پھر موٹر سائیکل کی جانب دوڑا غالباً بھاگنا چاہتا

تھا یا پھر کوئی اور ہتھیار نکالنا چاہتا تھا، دوسری ہی بات درست ثابت ہوئی، اس نے موٹر

سائیکل کے تھیلے سے ایک چاقو نکال لیا تھا، لمبا شکاری چاقو، جسے ایک کلپ کے ذریعے

طریقہ کار اختیار کرنا پڑے گا، ایک دن اسی طرح جیب لیے ہوئے جا رہا تھا ایک سنان
سڑک سے گزر رہا تھا کہ ایک ٹریفک سارجنٹ میرے پیچھے لگ گیا، پتا نہیں اسے کیا شبہ
ہو گیا تھا وہ مجھے رکنے کا اشارہ کر رہا تھا میں نے جیب ایک سائیڈ کر کے روک دی، اس
پاس کوئی موجود نہیں تھا اور داہنی سمت بڑی لمبی لمبی جھاڑیاں نظر آرہی تھیں، اس وقت
میرے ذہن میں کوئی خیال نہیں تھا، لیکن جب میں نے ٹریفک سارجنٹ کو قریب سے
دیکھا تو دھتکا، رگ و پے میں چنگاریاں سی دوڑ گئیں، میں نے اسے پہچان لیا تھا، یہ وہی
ایس۔ آئی تھا، جس کا نام کلدار تھا اور جس نے اس وقت مجھے گالیاں دی تھیں، جب
ایس بھائی کا بریف کیس چوری ہوا تھا اور مجھے تھانے میں رکھا گیا تھا، میں نے اس ایس
۔ آئی کو منع کیا تھا کہ گالیاں نہ دے اور جب اس نے مجھے مزید گالیاں دی تھیں تو میں نے
اسے اپنے حساب کے رجسٹر میں درج کر لیا تھا، حساب کا یہ رجسٹر تو طویل عرصے کے بعد کھلا
تھا اور اس میں موجود حساب کتاب میں سے ایک حساب میرے سامنے آگیا تھا لیکن کلدار
نے مجھے نہیں پہچانا تھا، غالباً اس نے اپنا ٹرانسفر ٹریفک پولیس میں کر لیا تھا، وہ موٹر سائیکل
سے اتر کر میرے قریب پہنچ گیا اور اس نے مجھے بغور دیکھا۔

”کہاں جا رہے تھے؟“

”کیوں؟“ میں نے سرو لہجے میں سوال کیا۔

”کانہ سرے ہیں کیا؟“ میں نے پوچھا تھا کہاں جا رہے تھے ادھر؟

”اپنے کام سے۔“

”کس جگہ؟“

”بتانا پسند نہیں کرتا۔“

”گاڑی کے کاغذات ہیں؟“

”ہوں گے۔“ میں نے بے پردائی سے کہا۔

”دماغ میں کچھ خرابی ہے کیا؟“

”ہاں۔“ میں اسے گھورتا ہوا بولا اور جیب سے نیچے اتر آیا۔

”لائسنس دکھاؤ۔“

”نہیں ہے۔“

کھولا جاسکتا تھا، اس نے چاقو اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا اور خونی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا پھر بولا۔

”تیرا تو میں حساب ابھی کرتا ہوں۔“ اور اس کے ساتھ ہی اس نے ایک بار پھر گالی بکی تھی اور اس گالی کے ساتھ ہی میرا پاؤں دوسری بار گھوما لیکن اس بار اس نے اپنی کلائی بچانے کی کوشش کی اور یہ بھول گیا کہ میرا پاؤں کا نشانہ اس کی پسلیاں ہیں، میرے جوتے کی ٹھوکرا اس کے سینے پر پڑی اور اس کے حلق سے ایک کراہ سی نکل گئی اور وہ چاقو سے بھی محروم ہو گیا، لیکن اب میں نے وہ چاقو اٹھالیا تھا۔

”تم قانون کے محافظ ہو، تم پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ جو شخص جرم کرے اس کی گردن ناپو لیکن یہ حق تمہیں کسی نے نہیں دیا کلامار کہ تم لوگوں کو گالیاں دو، انہیں ذلیل کرو۔“

کلامار جواب میں پھر گالیاں بکنے لگا تھا، وہ اپنی چونٹوں کو نظر انداز کر کے ایک بار پھر اٹھا اور اس نے مجھ پر حملہ کرنے کی کوشش کی، میں نے چاقو سے اس پر وار نہیں کیا تھا، بلکہ دوسری بار گھوم کر میں نے دوبارہ ایک لات اس کے سینے پر رسید کی اور یہ لات بہت طاقتور تھی، وہ اچھل کر نیچے گرا اور چپت ہو گیا، میں پھرتی سے اس کے قریب پہنچا اور دوسرے لمحے میں نے اس پر گھونسوں کی بارش کر دی۔ میرے دو تین گھونسوں نے اس کے حواس چھین لیے اور وہ بے ہوش ہو گیا، میں نے نفرت بھری نگاہوں سے اسے دیکھا، اس وقت غالباً اگر وہ میرا چہرہ غور سے دیکھ لیتا تو دہشت زدہ ہو جاتا، میں فطری طور پر ایک بھیڑیا ہو رہا تھا اور پھر میں نے پوری قوت سے اس کے دانت کھولے اور چٹکی سے کھینچ کر اس کی زبان باہر نکالی اور زبان کا ایک چھوٹا سا سرا چاقو کی نوک سے کاٹ دیا، اس کے جسم میں اینٹھن پیدا ہوئی اور وہ زمین پر لوٹنے لگا، حالانکہ وہ ہوش و حواس ہے عاری تھا، لیکن زبان کی تکلیف نے اسے نڈھال کر دیا تھا، میں نے غصے سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

”تم نے مجھے گالی دی تھی کلامار اور میں نے اس کا ایک چھوٹا سا حساب لیا ہے تم سے تاکہ آئندہ اگر تم کسی کو گالی بکو تو تمہاری زبان سے تڑاھٹ پیدا ہو جائے اور تم اپنے آپ کو اس چیز سے باز رکھو۔“ اس سے فارغ ہو کر میں نے اس کے سرورس ریوالور کی

جانب دیکھا، لیکن مجھے اب اس چیز سے کوئی دلچسپی نہیں تھی، البتہ وہ چاقو میں نے اپنے پاس محفوظ رکھا تھا، کیونکہ اس پر میری انگلیوں کے نشانات موجود تھے، اس کے بعد میں جیب میں بیٹھا اور جیب ریورس کر کے واپس موڑ دی، میں شاید بھائی کے آفس کی جانب چل پڑا تھا، یہ جو کچھ میں نے کیا تھا اس نے مجھے ذہنی طور پر کافی سکون بخشا تھا، ایسا بھائی نے کہا تھا میں مجرم نہ ہوں، لیکن یہ کیسے ممکن تھا، نازاں باجی نے مجھے میری پرانی زندگی واپس دی تھی اور اب میں اسی زندگی میں لوٹنا چاہتا تھا تاکہ اپنے دشمنوں سے حساب کتاب کر سکوں، غزنوی صاحب نے پتا نہیں میرے سلسلے میں کوئی قانونی کارروائی کی تھی یا نہیں ابھی تک اس کا اندازہ نہیں ہو سکا تھا، لیکن کلامار کے ساتھ یہ سلوک کرنے کے بعد میں اپنے آپ کو بہت زیادہ محفوظ نہیں سمجھتا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں واپس شاہد بھائی کے دفتر پہنچ گیا، جیب کھڑی کی اور اس کے بعد پیرو کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کرنے لگا، ذہن میں وہی عجیب سی کیفیت تھی کوئی فیصلہ کرنے سے عاری تھا، کیا کرنا چاہیے..... کیا کرنا چاہیے، زندگی کو کس انداز میں آگے بڑھایا جائے وہ انداز تو اب تقریباً ختم ہی ہو گیا تھا جو کچھ دن پہلے میں نے اختیار کیا تھا، کچھ بھی ہو، کچھ بھی ہو جائے، اب تو نئے سرے سے ہی کچھ نہ کچھ کرنا پڑے گا، اپنا وہ حق حاصل کرنے کے لیے جو میری ملکیت تھا، مجھے بہت سے اقدامات کرنے تھے، ایک بار صرف ایک بار شہزادی مل جائے تو ہو سکتا ہے مجھے میرے بارے میں کچھ معلوم ہو جائے کچھ نہیں چاہتا تھا میں، بس یہ چاہتا تھا کہ جس دن مجھے میرا نام مل جائے، اس دن اپنے آپ کو دنیا کے سامنے سرنگوں کر دوں اور کہو کہ میں کون ہوں، لیکن اس سے پہلے میں کسی قسم کی کوئی شکست قبول کرنے کے لیے تیار نہیں تھا۔

دن گزر گیا رات ہو گئی، پھر دو سارا دن بھی اسی طرح گزر گیا، بظاہر کوئی ایسی بات نہیں تھی جو باعث تشویش ہوتی، ذہنی کی جانب میں نے رخ بھی نہیں کیا تھا، یہ جیب میری ملکیت بن چکی تھی اور پیرو نے اسے مسلسل میرے حوالے کر دیا تھا، اس دن بھی میں دفتر میں پہنچا تھا اور جیب وہیں کھڑی کر کے کسی کام سے آگے بڑھ گیا تھا، تھوڑی دیر کے بعد جب میں واپس پلٹا تو میں نے پولیس کی ایک جیب وہاں کھڑی دیکھی، پولیس اس جیب کو گھیرے میں لے رکھا تھا اور بہت سے افراد شاہد بھائی کے دفتر میں داخل

ہو گئے تھے جن میں ایک ایس۔ پی بھی نظر آ رہا تھا، نجانے کیوں میرے ذہن کو ایک عجیب سا احساس ہوا اور میں وہاں سے پیچھے ہٹ گیا، دور ہی سے میں یہ تمام کارروائی دیکھتا رہا پولیس تقریباً ایک گھنٹے تک شاہد بھائی کے آفس میں رہی اور اس کے بعد ایک پولیس آفیسر نے اس جیپ پر قبضہ کر لیا، جو میرے استعمال میں رہتی تھی، وہ جیپ کو لے کر چل پڑے تھے، بات میری سمجھ میں کافی حد تک آ رہی تھی، یہ یقینی طور پر کلدار کے سلسلے میں کارروائی ہوئی تھی، جب وہ لوگ چلے گئے تو میں اپنی جگہ سے نکلا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا بلا آخر شاہد بھائی کے دفتر میں داخل ہو گیا، یہاں اسی سلسلے میں چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں، شاہد بھائی اور پیرو نے مجھے دیکھا تو اچھل پڑے اور پھر پیرو جلدی سے باہر نکل کر دور دور تک نظریں دوڑانے لگا کہ پولیس جا چکی ہے یا نہیں، شاہد بھائی مجھے بغور دیکھتے رہے پھر آہستہ سے بولے۔

”تم نے کسی پولیس انسپکٹر کی زبان کاٹی ہے۔“

”جی شاہد بھائی۔“ میں نے آہستہ سے جواب دیا۔

”اوہو کیا واقعی مگر کیوں؟“

”بسی کمائی ہے ایک۔“

”بیٹھو اچھی خاصی مصیبت نازل ہو گئی ہے ہم پر جیپ ہی میں موجود تھے نا تم؟“

”ہاں۔“

”وہ تو اتفاق کی بات یہ ہے کہ پولیس انسپکٹر میرا پرانا شاسا تھا اور میرے اور اس کے درمیان کچھ ایسے معاملات تھے جن کی وجہ سے اس نے مروت کی لیکن یہ چکر کیا تھا؟“

”اس سے میرا بہت پرانا حساب تھا پیرو تمہیں یاد ہے ایک بار الیاس احمد نامی وکیل کا بریف کیس چوری ہوا تھا اور پولیس نے مجھے بریف کیس کی چوری کے الزام میں گرفتار کیا تھا۔“

”اڑے ہاں یاد ہے میرا کو ابی وہ شاہد بھائی، الیاس بھائی والا بہت بھی اس کو بتاؤنی۔“ پیرو نے کہا، شاہد بھائی ہاتھ اٹھا کر بولے۔

”پہلے ایک بات تو صاف ہو جائے دو۔“ پھر انہوں نے میری طرف دیکھ کر کہا۔

”کیا واقعہ تھا؟“

میں نے مختصراً انہیں کلدار پر نظر پڑنے اور اپنے مشتعل ہونے کی وجہ بتا دی۔

”اوہو یہی چکر ہے پولیس تمہاری تلاش میں سرگرداں ہے، ٹریفک انسپکٹر نے جیپ کا نمبر دیکھ لیا تھا اور جب اس کی حالت کچھ بہتر ہوئی تو اس نے تحریری شکل میں تمام تفصیل لکھ کر دے دی، اس کی زبان کی تو بینڈیج ہوئی ہے اور ڈاکٹروں کا خیال ہے کہ شاید وہ اب بول نہ پائے، کیونکہ اچھی خاصی زبان کٹ گئی ہے۔“

”مجھے بہت خوشی ہوئی شاہد بھائی کہ اب وہ کسی کو گلہ نہیں دے سکے گا۔“

”لیکن ساری صورت حال ان کے علم میں آگئی ہے، معلومات کرنے آئے تھے، علاقہ بھی لگتا ہے چنانچہ انسپکٹر جیپ کا نمبر لے کر میرے پاس پہنچا اور اتفاق سے اس نے جیپ بھی کھڑی ہوئی دیکھ لی، میں نے یا پیرو نے تمہارے بارے میں نہیں بتایا ہے، بلکہ ہم نے تو صاف انکار کر دیا ہے کہ ہماری یہ جیپ کسی اور کے استعمال میں بھی نہیں رہی، ویسے انسپکٹر پیرو کو بھی جانتا ہے اور مجھے بھی، اور پھر بتایا گیا ہے کہ کوئی خوبصورت سانو جوان آدمی تھا، جس نے یہ حرکت کی ہے مگر وہ یہ جیپ استعمال کر رہا تھا، مجھے اندیشہ ہے کہ پولیس آس پاس سے نہ معلومات حاصل کر لے، ویسے یہ خطرہ تو نہیں ہے کہ کوئی معلوم کر لے گا، لیکن فی الحال تمہارا یہاں نظر آنا مناسب نہیں ہے۔“

”اطمینان رکھیں شاہد بھائی، ویسے بھی میں اب کچھ اور کاموں میں مصروف ہونے والا ہوں، چنانچہ میں آپ سے معذرت ہی کرنا چاہتا تھا اور جہاں تک اس مسئلے کا تعلق ہے اگر کوئی دقت پیش آئی تو میں آپ کو فون کر کے معلوم کر لوں گا، بالکل بے فکر رہیے پولیس دوبارہ ادھر نہیں آئے گی۔“ مجھے اندازہ تھا کہ میرا ٹیلی فون کس کام آسکتا ہے اور اس سلسلے میں کسی بھی جاننے والے کو فون کر دیتا تو وہ اس سارے مسئلے کو دو سیکنڈ میں ختم کر سکتا تھا، میری دوسری حیثیت بہر طور کم از کم ٹیلی فون پر برقرار تھی اور میں اسے استعمال کر سکتا تھا، وہ حیثیت کسی بھی شکل میں ابھی تک مشکوک نہیں تھی لیکن ابھی اس کی ضرورت بھی نہیں سمجھی تھی میں نے، ویسے اب شاہد بھائی کا گھر چھوڑ دینا میرے لیے انتہائی ضروری تھا تاکہ وہ میرے اقدامات سے کسی اور مصیبت میں گرفتار نہ ہو جائیں۔

”شہ کھا تھا؟“ وہ ٹل کھلے تھے، کسی بھی جگہ میری کسی بھی حیثیت سے رو سکتا تھا، چنانچہ

وہاں سے شاہد بھائی کو اطمینان دلا کر واپس پلٹا اور اس کے بعد ایک ہوٹل کا انتخاب کر کے اس کی جانب بڑھ گیا۔ تھوڑے سے سالن کی ضرورت تھی، جو بازار سے بھی خرید سکے پہلے اپنی رہائش کا بندوبست کرلوں ایک اعلیٰ درجے کے ہوٹل میں میں نے اپنے لیے حاصل کیا، اب یہ ساری چیزیں میرے سامنے ہیچ تھیں۔

ہوٹل کے اس کمرے میں پہنچنے کے بعد مجھے دوسرے انتظامات کرنے تھے، دراصل اس قسم کے ہوٹلوں میں ذرا مشکلات کا کم ہی سامنا کرنا پڑتا ہے اور پولیس بھی اس ذرا مشکل ہی سے متوجہ ہو سکتی تھی، بہر طور میں بے دھڑک بازار گیا اور اپنے لیے ریڈی میڈ سوٹ وغیرہ خریدے، پیسے میرے پاس بہت کافی تھے اور پھر ان کا مسئلہ نہیں تھا، کیونکہ میں جو کچھ بھی چاہتا شاہد بھائی سے حاصل کر سکتا تھا، بس یہ خیال بھی مرا کہ میں تھا کہ کہیں پولیس اس سلسلے میں شاہد بھائی کو پریشان نہ کرے حالانکہ اب اس کے امکانات نہیں تھے، شاہد بھائی کی اپنی بھی ایک پوزیشن تھی اور پھر میں جب بھی چاہتا کسی ذرائع کو استعمال کر کے شاہد بھائی کی گلو خلاصی کر سکتا تھا لیکن اس ٹریفک انسپکٹر کے ساتھ یہ سلوک کر کے مجھے ذہنی سکون حاصل ہوا تھا، ہوٹل کے کمرے میں یہ رات بھی میرے لیے خاصی سوچوں کی رات تھی یہ سوچیں تو میری زندگی کے ساتھ ساتھ ہی چل رہی تھیں، ذہن نازاں باجی کی طرف گیا، نبجانے ان لوگوں کے کیا تاثرات ہوں گے، بہر طور اب یہ نازاں باجی کا اپنا مسئلہ تھا کہ وہ کیا فیصلہ کرتی ہیں، اگر درحقیقت وہ آصف کے سلسلے میں اتنی ہی سخت رہیں تو پھر میرا رویہ کیا ہونا چاہیے، میں نے دل کی گہرائیوں سے یہ سب کچھ کیا تھا اس کا صلہ نازاں باجی کی طرف سے مجھے یہ نہیں ملنا چاہیے ورنہ شاہد میں ان کا وہ احترام نہ کر پاؤں، جو آج تک کرتا رہا تھا۔

پھر گزرتے ہوئے لمحات کے ساتھ ساتھ ہی مجھے مٹھل شاہ یاد آیا، میری زندگی کو ایک نیا موڑ دینے والا کردار جس نے درحقیقت مجھے زندگی کی تمام لذتوں سے آشنا کر دیا تھا، عجیب انسان تھا، کیا کچھ نہیں کیا اس نے میرے لیے، کیا سے کیا بنا دیا مجھے، بلاشبہ اس کے شانے پر ہی سوار ہو کر زندگی کے یہ آسان راستے تلاش کرنے میں کامیاب ہو سکا تھا، ورنہ نبجانے کتنی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا، مٹھل شاہ کو میں نے بڑی آسانی سے نظر انداز کر دیا، ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا، اس کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ بہت برا ہوا اور میں ابھی

تک یہ معلوم کرنے میں ناکام رہا کہ آخر مٹھل شاہ کو کس نے قتل کیا تھا، یا ڈان سینٹر کیا ہے، جس کی اس نے مجھے ٹیلیفون پر نشاندہی کی تھی، یہ ایک انوکھا احساس تھا میرے ذہن میں اور میں مختلف سوچوں میں ڈوبا رہا تھا، جہانگیر خان یاد آیا جس سے یہ بات منسوب تھی بلکہ اب تقریباً پانچ تک تکمیل تک پہنچ گئی تھی کہ اس نے ہی جمال آراء کو قتل کرایا تھا اور وہ بھی صرف میرے سلسلے میں مٹھل کے بارے میں کہیں..... کہیں، اور دفعتاً ہی میرے ذہن میں ایک چمک سی پیدا ہوئی، جہانگیر خان جس مجرمانہ ذہنیت کا مالک تھا اس کے تحت یہ بات بعید نہیں تھی کہ وہ مٹھل شاہ کے سلسلے میں بھی کارروائی کر ڈالے، ہو سکتا ہے اسے اس بات کا علم ہو گیا ہو کہ میری پشت پر مٹھل شاہ موجود ہے اور اس نے پہلے میری پشت خالی کرنا مناسب سمجھا ہو، یہ دوسری بات ہے کہ بعد میں وہ ابھی تک کوئی کارروائی نہیں کر سکا تھا لیکن اگر مٹھل شاہ کے سلسلے میں بھی جہانگیر خان ہی کا ہاتھ ہے تو جہانگیر خان کو اس کے بارے میں بتانا ہو گا، حالانکہ جہانگیر خان نے مفاہمت کے راستے اختیار کرنا شروع کر دیے تھے اور خصوصاً شامل سے جو میرے تعلقات پیدا ہو گئے تھے ان کی بناء پر غالباً اس نے اپنے لیے ایک تحفظ حاصل کر لیا تھا، لیکن مٹھل شاہ کے سلسلے میں اگر وہ ذمہ دار ثابت ہوا تو پھر، اور یہ بات بھی میرے ذہن کو چڑھ گئی، جہانگیر سے معلومات حاصل کرنی چاہیے، چاہے اس کے لیے مجھے کوئی ٹیڑھا راستہ ہی کیوں نہ اختیار کرنا پڑے اور ان دنوں تو میرے تمام راستے ٹیڑھے ہو ہی رہے تھے، میں سوچتا رہا اور پھر میں نے فیصلہ کر لیا کہ جہانگیر کے سلسلے میں سخت کارروائی ضروری تھی، چنانچہ دوسرے دن میں نے اسی سلسلے میں عمل شروع کر دیا اور جہانگیر کے بارے میں معلومات حاصل کرنے لگا، اس کی تمام مصروفیات میرے علم میں تھیں اور میں تقریباً پورا دن ہی اس کا تعاقب کرتا رہا تھا، یہاں تک کہ شام کو اسے اپنی کوٹھی میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا اور یہ بھی میری خوش قسمتی تھی کہ کوٹھی کے دوسرے کیمین غالباً کہیں جا رہے تھے اس کا مقصد ہے کہ جہانگیر مجھے کوٹھی میں شامل ہو سکتا ہے، ملازمین وغیرہ کی مجھے فکر نہ تھی، شامل کو البتہ میں نے ان لوگوں کے ساتھ جاتے ہوئے نہیں دیکھا تھا اور اس خدشے کا شکار ہو رہا تھا کہ ہو سکتا ہے شامل گھر میں موجود ہو، بہر طور اب مجھے اس سے کوئی غرض نہیں تھی، چنانچہ میں اپنے کام کے لیے موقع کی تلاش میں رہا اور اس وقت رات کے تقریباً سو آٹھ بجے تھے جب

میں جمانگیر کی کوٹھی میں داخل ہو گیا، داخلے کے لیے میں نے احاطے کی دیواریں کو استعمل کیا تھا، کچھ دیر میں اپنی جگہ کھڑا ماحول کا جائزہ لیتا رہا اور پھر آہستہ آہستہ میں نے اندرونی عمارت کی جانب قدم بڑھا دیے، جمانگیر کا کمرہ تلاش کرنے میں کسی خاص دقت کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا، بیرونی صورت حال کا میں اچھی طرح جائزہ لے چکا تھا، جمانگیر اپنے کمرے میں رائٹنگ ٹیبل پر بیٹھا ہوا کچھ لکھنے میں مصروف تھا، میں نے دروازے کو ہلکا سا دھکا دیا تو وہ کھل گیا، دروازے اس نے اندر سے بند نہیں کیا تھا، البتہ دروازہ کھلنے کی آواز اس نے سن لی تھی اور گردن گھما کر مجھے دیکھا تھا پھر اس کے انداز میں نمایاں تبدیلی رونما ہوئی اور اس نے حیران لہجے میں کہا۔

”ارے دانش صاحب آپ، خیریت کیا ہو گیا؟“ یہ الفاظ اس نے بے ساختگی کے عالم میں ادا کیے تھے، میں نے پلٹ کر کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر دیا اور جمانگیر کے چہرے پر حیرت کے نقوش گہرے ہو گئے۔

”دانش..... دانش صاحب خیریت تو ہے یہ کچھ عجیب سی، عجیب سی بات نہیں ہے، آپ بغیر کسی اطلاع کے اور اچانک اس طرح آئے آئے؟“ میں گہری نگاہیں سے اسے دیکھتا رہا میری آنکھوں کی کیفیت پتا نہیں اس وقت کیا تھی جس نے جمانگیر کے چہرے کے تاثرات میں تبدیلی پیدا کرنا شروع کر دی اور پھر میں نے پھنکارتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

”تمہارا نام جمانگیر خان ہے؟“ میرے ان الفاظ نے جمانگیر خان کے چہرے پر ایک بار پھر حیرت کے آثار نمودار کیے اور وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر ادھر ادھر دیکھنے لگا پھر آہستہ سے بولا۔

”آپ کو کیا ہو گیا ہے دانش صاحب، آپ..... آپ خاصے بدلے بدلے نظر آ رہے ہیں؟“

”میرا نام دانش نہیں ہے سمجھے، میں کچھ تم سے معلوم کرنا چاہتا ہوں، اس وقت عافیت اسی میں ہے کہ تم اس کا جواب دو۔“ جمانگیر بری طرح بدحواس نظر آ رہا تھا، اس نے ایک بار پھر گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر بولا۔

”آپ تشریف تو رکھیے آپ..... آپ بیٹھے کچھ کچھ منگواؤں میرا خیال ہے

آپ کے لیے، کیا منگواؤں؟“

”جمانگیر خان پہلے میرے سوال کا جواب دو تم ہی جمانگیر خان ہونا، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم جمانگیر خان کے دھوکے میں میرے ہاتھوں کوئی نقصان اٹھا جاؤ۔“

”مم..... میں..... میں جمانگیر ہی ہوں، مگر مگر کیا آپ، کیا آپ مجھے پہچان نہیں پارہے دانش صاحب اور آپ، آپ نے یہ کیا کہا کہ آپ دانش نہیں ہیں؟“

”ہاں میں دانش نہیں ہوں اور نہ ہی جانتا ہوں کہ یہ کس چڑیا کا نام ہے۔“ میں نے جواب دیا۔

”تت..... تو، بھپ..... پھر، م..... م..... گر آپ کی صورت مم..... میرا طلب ہے آخر آخر.....“ جمانگیر حیرت سے ملج رہا تھا۔

”بیٹھ جاؤ جمانگیر خان اسی کرسی پر بیٹھ جاؤ مگر نہیں کرسی میز کے پاس سے ہٹالو اور دو دونوں ہاتھ میری نگاہوں کے سامنے رہنے چاہئیں، ورنہ دوسری صورت میں تمہیں زید نقصانات کا سامنا کرنا پڑے گا۔“ جمانگیر خان پاگلوں کی طرح مجھے دیکھتا رہا، پھر اس نے اسی میرے اشارے پر اپنی جگہ سے سرکائی اور اس پر بیٹھ گیا۔

”بولو، اب آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟“

”پہلے تو یہ غلط فہمی اپنے دل سے نکل دو کہ میرا نام دانش ہے، میرا کیا نام ہے میں میں بتانا ضروری نہیں سمجھتا لیکن جو سوال میں تم سے کر رہا ہوں وہ تمہاری زندگی کے لیے انتہائی اہم اور ضروری ہے۔“

”تعجب ہے بہر حال آپ جو کچھ کر رہے ہیں اس کے بارے میں بہتر سمجھتے ہوں۔“

”مٹھل شاہ کا کیا قصہ ہے؟“ میں نے جمانگیر کے چہرے پر نگاہیں جمائے بھاری اور لہجے میں کہا۔

”مٹھل شاہ۔“ جمانگیر نے سوچنے والے انداز میں کہا پھر بولا۔

”مٹھل شاہ کا کیا قصہ ہو سکتا ہے؟“

”کیا تم مٹھل شاہ کو جانتے ہو؟“

”ہاں میں مٹھل شاہ کو جانتا ہوں، لائڈھی کے علاقے میں ایک آستانہ بنایا ہوا تھا

اس نے اور پھر اس آستانے پر حملہ کیا گیا اور وہ میرا مطلب ہے مٹل شاہ مارا گیا، معاملات سے میرا کیا تعلق ہے؟

”جہانگیر خان مٹل شاہ پر کس نے حملہ کیا تھا؟“

”آپ کے خیال میں کیا میں نے کیا تھا؟“ جہانگیر خان نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔
”مٹل شاہ کے بارے میں تمہیں تفصیلات بتانا ہوں گی جہانگیر خان۔“

”دانش صاحب، آپ کو یہ انداز اختیار کرنے کی ضرورت نہیں تھی، اگر کسی میں مجھ سے کوئی معلومات درکار تھیں تو میں آپ سے ہر ممکن تعاون کرنے کے لیے آمادگی کا اظہار کرتا رہا ہوں، آپ یقین کیجئے مٹل شاہ کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم اور آخر آپ دانش ہونے سے کیوں انکار کر رہے ہیں، یہ مسئلہ مجھے سمجھا دیجئے اس کے بعد میں آپ کے تمام سوالات کے جواب دوں گا۔“ میرے ہونٹوں پر تلخ سی مسکراہٹ پھیل گئی اور میں نے آہستہ سے کہا۔

”اس لیے کہ میں کسی دانش کو نہیں جانتا۔“

”تو پھر آپ کون ہیں اور اس کے ہشکل کیوں ہیں؟“

”کیا میں تمہارا یہ جواب دینے کے لیے مجبور ہوں جہانگیر خان؟“

”آپ کی مرضی ہے ویسے ایک بات آپ ذہن نشین کر لیجئے اگر آپ دانش

نہیں ہیں تو میرا خیال ہے..... میرا خیال ہے، اوہ میرے خدا، بھی بیٹھ جائیے آپ سے بہت سی گفتگو کرنا ہے مجھے، آپ براہ کرم یہ تصور ذہن سے نکال دیجئے کہ آپ سے عدم تعاون کروں گا یا آپ کو کوئی نقصان پہنچاؤں گا۔“

”ڈان سینٹر کیا ہے؟“ میں نے اسی انداز میں سوال کیا اور جہانگیر خان کا چہرہ

پھر ہونٹوں جیسا ہو گیا۔

”ڈان سینٹر..... ڈان سینٹر۔“ وہ ایک دم اچھل پڑا تھا۔ ”کیوں ڈان

آپ کو کیا دلچسپی ہے؟“

”افسوس تمہاری زندگی کے لمحات بہت مختصر رہ گئے ہیں، جہانگیر خان تم

ہاتھوں اپنی زندگی فنا کیے بغیر باز نہیں آؤ گے۔“ میں نے خونخوار لہجے میں کہا اور

دونوں ہاتھ سامنے کرتا ہوا بولا۔

”سنو دوست ایک بات میری بھی سن لو اس کے بعد جو کچھ تم مجھ سے کہو گے میں وہی کروں گا وعدہ کرتا ہوں، بات دراصل یہ ہے کہ اگر تم دانش نہیں ہو تو تمہارا بڑا ساتھی اور مجھ سے بڑا ہمدرد اور کوئی نہیں ہوگا، میرے اور تمہارے درمیان ہر میں تعاون ہو سکتا ہے لیکن اس وقت جب میں یہ یقین کر لوں کہ تم درحقیقت نہیں ہو۔“

”کہہ چکے یا اس کے بعد بھی مزید کچھ کہنا ہے؟“ میں نے سوال کیا۔

”نہیں مجھے یہی کہنا تھا۔“

”ڈان سینٹر کیا ہے؟“ میں نے پھر سوال کیا اور جہانگیر ایک طویل سانس لے کر ہلاتا ہوا بولا۔

”ڈان سینٹر دنیا بھر کے بڑے بڑے صنعتکاروں کا قائم کیا ہوا ایک خفیہ ادارہ ہے اور خفیہ ادارے کی وسعت اتنی ہے کہ شاید انسانی ذہن اس کا تصور نہ کر سکے۔ دنیا کا کوئی ملک ایسا ہو گا یا کوئی شہر ایسا ہو گا خصوصاً وہ صنعتی شہر جو بڑی اہمیت کے حامل ہیں ڈان سینٹر کے نمائندے نہیں ہوں گے، ڈان سینٹر کا ہیڈ آفس کہاں ہے یہ بات شاید کے گئے چنے چند افراد کو معلوم ہو لیکن اس ہیڈ کوارٹر میں دنیا بھر کی صنعتی تقدیر کے ہوتے ہیں، اجارہ دار صنعتکار دنیا بھر میں پھیلی ہوئی صنعتوں اور دوسری اشیاء کی بارے میں فیصلے کرتے ہیں، ملکوں کے حساب کتاب کے توازن سے یہ طے کیا جاتا ہے کہ کس ملک میں کس چیز کی قیمت کیا رکھی جاسکتی ہے، کہاں کس چیز کی قلت پیدا کیے قیمتیں بڑھائی جاسکتی ہیں، کونسا ملک کس قدر بوجھ اٹھا سکتا ہے، دنیا بھر کے وہ صنعتکار جو ڈان سینٹر کے ممبر ہیں ایک دوسرے سے تعاون کرتے ہیں اور تعاون نہ کرنے کی تقدیر کے فیصلے کیے جاتے ہیں، یوں سمجھ لیں کہ آپ کہ ڈان سینٹر بہت بڑی طاقت ہے اور وہاں سرمایے کے ذریعے ملکوں کے بارے میں فیصلے ہوتے ہیں، اگر ڈان سینٹر ہے تو کسی تباہ شدہ ملک کی معیشت کو بحال کر سکتا ہے اور اگر وہ کسی حکومت کی عیوب کے خلاف ہو جائے تو پھر یوں سمجھ لو کہ اس کے لیے زندہ رہنا مشکل ہو جاتا ہے، ڈان سینٹر۔“ میں نے حیرانی سے یہ تمام باتیں سنیں اور پھر میں نے پوچھا۔

”تم ڈان سینٹر کے ممبر ہو جہانگیر خان۔“

”آہ‘ کاش ہوتا۔ ایک بار مجھے اس کا موقع ملا تھا لیکن میں اس کے لیے تیار نہیں ہو سکا جس کی بناء پر بدترین حالات سے دوچار ہونا پڑا ورنہ مقدس کریم میرے منہ پر تھوک نہیں سکتا تھا‘ ڈان سینٹر کے نمائندے کی حیثیت سے مقدس کریم جیسے بیس افراد کو خرید سکتا تھا‘ اگر وہاں میری درخواست منظور ہو جاتی لیکن غلطی ہو گئی مجھے سے‘ غلطی ہو گئی۔“

”ڈان سینٹر کے ارکان مجرمانہ حرکات بھی کرتے ہیں۔“ میں نے سوال کیا اور جمائگیر خان نے کسی قدر تمسخرانہ انداز میں مجھے دیکھا اور بولا۔

”اگر جرم کا کوئی خاص تعین کر سکتے ہو تو الگ بات ہے ورنہ جو کچھ ہوتا ہے یہ کوئی نیک کام نہیں ہے‘ بس یوں سمجھ لو کہ ان کے جرائم اتنے بڑے پیمانے پر ہوتے ہیں کہ کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا۔“

”جمائگیر خان صاحب یہاں ہمارے اس ملک میں ڈان سینٹر کے کتنے ممبر موجود ہیں؟“ جمائگیر خان چند لمحات خاموش رہا پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

”صرف ایک کے بارے میں‘ میں جانتا ہوں اور وہ ہے کاظم شاد۔“

”یہ کون ہے؟“ میں نے سوال کیا۔

”یہاں کا ایک بہت بڑا صنعتکار‘ شاد انڈسٹریز کا مالک۔“

”ہوں..... کاظم شاد اسی شہر میں رہتا ہے؟“

”ہاں شاید تمہاری اس سے کبھی ملاقات نہیں ہوئی مم..... میرا مطلب ہے اگر

آپ..... آپ۔“ وہ جملہ ادھورا چھوڑ کر خاموش ہو گیا غالباً یہ کہنا چاہ رہا تھا کہ اگر میں دانش منصور ہوں تو۔

میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ جمائگیر خان سے جو گفتگو ہوئی تھی اس سے کوئی مفہوم نہیں ادا ہو سکا تھا سوائے اس کے کہ ڈان سینٹر کے بارے میں کچھ تفصیلات معلوم ہوئی تھیں‘ مشعل شاہ نے ٹیلی فون پر جن حالات میں ڈان سینٹر کا حوالہ دیا تھا اس کے نتیجے میں یہی سوچا جاسکتا تھا کہ مشعل شاہ پر حملہ ڈان سینٹر ہی کی وساطت سے ہوا ہے تو پھر اس کا مقصد ہے کہ بات بہت آگے کی ہے‘ ایک نام میرے علم میں آیا تھا‘ کاظم شاد کا اگر جمائگیر خان نے اس سلسلے میں غلط بیانی سے کام لیا ہے تو اس

سے تو بعد میں بھی نمٹا جاسکتا تھا‘ ویسے شاد انڈسٹریز کے بارے میں میں نے سنا تھا لیکن زیادہ وضاحت کے ساتھ نہیں‘ بہر طور اس کا جائزہ بھی لے لیا جائے گا‘ ابھی میں کوئی مزید سوال نہیں کر سکا تھا کہ دفعتاً باہر دروازے پر دستک سنائی دی اور پھر دروازہ زور زور سے کھینکا گیا‘ جمائگیر نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے میری جانب دیکھا اور میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا اور اس کے بعد دروازہ کھول دیا‘ میرا خیال تھا کہ اندر اگر کوئی ملازم بیٹھا ہو یا ہے تو اس سے نمٹ لوں گا لیکن آنے والی شائل تھی جو سیدھی تھستی چلی آئی اور پھر جمائگیر خان کو اس جگہ بیٹھے دیکھ کر اس نے نگاہیں گھما کر ادھر ادھر دیکھا تھا اب اس نے مجھے دیکھا اور ایک لمحے کے لیے اس کا چہرہ حیرت کا آئینہ بن گیا‘ میں نے جمائگیر خان سے کہا۔

”اچھا جمائگیر خان مجھے جو کچھ تم سے معلوم کرنا تھا اس میں سے تھوڑا سا حصہ معلوم کر لیا ہے اس کے بعد..... اس کے بعد۔“

”مگر سنئے تو سہی مسٹر دانش منصور‘ میں یہ جانتا چاہتا ہوں کہ اس کی وجہ کیا ہے اور کچھ آپ کہہ رہے ہیں اس کی بنیاد کیا ہے؟“

”وڈ..... ڈیڈی یہ..... یہ‘ یہ دانش منصور تو نہیں ہیں‘ وہ تو..... وہ تو یہاں اور‘ اور.....“ شائل نے کہا اور اس کے بعد آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے دیکھنے لگی‘

مجھے لیے اب یہاں رکنا مناسب نہیں تھا‘ چنانچہ میں اگلے قدموں دروازے کی جانب پلٹا اور پھر دروازے سے باہر نکل کر میں نے دروازہ باہر سے بند کر دیا‘ اس کے بعد میں برق رفتاری سے اسی راستے سے واپس باہر نکل آیا‘ جہاں سے اندر داخل ہوا تھا‘ اب یہاں

میں کا بے مقصد تھا اور پھر یہاں سے واپس بھی اپنے ہوٹل میں ہوئی‘ کیونکہ اس کے علاوہ

میں کوئی جگہ جانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا‘ مجھے کوئی پریشانی نہیں ہوئی تھی‘ ابھی تک

میں جس انداز میں شروع کیا تھا اس میں باآسانی چل رہا تھا لیکن جمائگیر خان سے جو کچھ

معلومات حاصل ہوئی تھیں وہ کافی سنسنی خیز تھیں‘ اس سلسلے میں میرے خیال میں نہ تو

میں نے کسی کو کچھ معلوم تھا نہ مشعل شاہ کو‘ اگر مشعل شاہ کو اس کا کچھ اندازہ ہوتا تو وہ مجھے

اس بارے میں ضرور بتاتا اور پھر مشعل شاہ کے جو افکار تھے وہ سیدھے سیدھے ڈان سینٹر

کے مفادات سے ٹکراتے تھے‘ چنانچہ ڈان سینٹر نے مشعل شاہ کے خلاف کارروائی کر ڈالی

”کیا جاگتی آنکھوں سے خواب دیکھے جاسکتے ہیں۔“
 ”ہاں جب کسی کو بہت زیادہ عزت دینا ہو تو۔“
 ”سچی نہیں۔“ اس نے کہا۔

”مطلب یہ ہے کہ کسی کی آمد پر خوبصورت الفاظ کی ادائیگی اس کی عزت بڑھانے کے مترادف ہے اور مجھے آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہیے مس شمشاد۔“

”آپ یقین کریں دانش میں نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ آپ اس طرح بے تکلفی سے ہمارے گھر چلے آئیں گے۔“

”نبھانے کیوں لوگ دوسروں کے بارے میں آسمانی باتیں سوچ لیا کرتے ہیں، میں زمین پر ہی رہتا ہوں زمین ہی کا باشندہ ہوں، کسی سیارے سے میرا تعلق نہیں ہے اور جن لوگوں سے میں متعلق ہوں ان سے کبھی بھی کسی بھی جگہ مل سکتا ہوں، بلکہ میں نے تو مختلف ہی انداز میں سوچا تھا، میں نے یہ سوچا تھا کہ کس بے تکلفی آپ کو ناگوار نہ گزرے۔“

”کیسی باتیں کرتے ہیں آئیے اندر آئیے۔“ نیلاب نے کہا۔ ”بڑی چاہت سے مجھے اندر لے گئی، ذرا تنگ روم کے بجائے اس نے اپنے ذاتی کمرے کا رخ کیا تھا۔“

”آپ کی شخصیت سے تو میں پہلے ہی دن متاثر ہوا تھا نیلاب، بلاشبہ آپ میں جو سلیقہ اور نفاست پائی جاتی ہے بہت کم لوگوں میں ہوتی ہے اور اب آپ کے اس بیڈ روم کو دیکھ کر مجھے یہ اندازہ ہو رہا ہے کہ آپ کے سلسلے میں میں نے جو کچھ سوچا تھا غلط نہیں تھا۔“

”کتنی عزت دیں گے دانش صاحب، میں اس کی متحمل نہیں ہو سکوں گی۔“

”میں نے آپ سے کہہ دیا کہ یہ صرف آپ کا خیال ہے میں آپ کی بے پناہ عزت کرتا ہوں اور خاص طور سے شمشاد بیگ صاحب کے اس انکشاف کے بعد تو میرے دل میں آپ دونوں کی وقعت اور بڑھ گئی ہے، نیلاب کسی قدر سنجیدہ ہو گئی اور خاموشی سے گردن جھکا کر کچھ سوچنے لگی۔ میں نے کہا۔“

”شمشاد بیگ صاحب موجود نہیں ہیں۔“

”انچ پر آجائیں گے اور آپ، جب آپ نے اس بے تکلفی کا اظہار کر دیا ہے تو

اور عین وقت پر مشعل شاہ کو اس کا علم ہو سکا، مگر جہانگیر خان خود بھی تو کم نہیں تھا، اس سے کسی بھی فراڈ کی توقع کی جاسکتی تھی، کہیں اور سے مزید کچھ معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی جائے، وہ کون ہو سکتا ہے، دماغ دوڑانے لگا اور ایک نام ذہن میں آگیا، شمشاد بیگ بہترین مرہ تھا، دوسرے دن ساڑھے گیارہ بجے کے قریب میں نے شمشاد بیگ سے ملاقات کا فیصلہ کیا، اس سے اس ہی کی حیثیت سے ملاقات کرنی تھی چنانچہ ایک عمدہ لباس اور کراٹے کی ایک کار کا بندوبست کرنا پڑا، ان تیاریوں کے بعد میں شمشاد بیگ کے ہاں پہنچ گیا، میں نے ایک ملازم کو اشارہ کیا۔

”جی صاحب۔“

”شمشاد بیگ صاحب ہیں۔“

”پتہ نہیں صاحب۔“

”تم یہاں کام نہیں کرتے۔“

”کرتا ہوں۔“

”کیا کرتے ہو۔“

”مالی ہوں۔“

”تمہیں پتا نہیں شمشاد بیگ صاحب گھر میں ہیں یا نہیں۔“

”پتوں میں چھپے ہوتے یا درختوں میں لٹکے ہوتے تو ضرور بتا دیتا اندر کی بات مجھے کیا

معلوم۔“

”جیتے رہو۔ میں نے آنکھیں پھاڑ کر کہا، جی خوش کر دیا تمہارے جواب نے

کلاسیکل چیز تھی اس سے پہلے کہ میں کچھ کہتا نیلاب نظر آگئی، اس نے مجھے دیکھ لیا اور ٹھٹک گئی، پھر اس کے چہرے پر حیرت اور خوشی کے تاثرات نظر آئے، مالی آگے بڑھتا چلا گیا۔“

”نیلاب بہت خوبصورت تھی وہ مجھے اس وقت بھی پسند آئی تھی جب وہ جہانگیر

خان کی ہدایت پر میرے قریب آئی تھی اور بعد میں خود غائب ہو گئی تھی، یہ سچ ہے کہ مجھے

اس کی جستجو ہی تھی، نیلاب چند لمحات تو حیران رہی اور اس کے بعد پر مسرت انداز میں

آگے بڑھ کر ہوا۔“

اب آپ یوں سمجھ لیجئے میں آپ کو لُنج سے پہلے جانے نہیں دوں گی۔

”بھئی لُنج سے پہلے جا بھی کون رہا ہے کھانا آپ کے ساتھ ہی کھائیں گے۔“ میں نے کہا اور نیلاب شمشاد بیگ مسکرانے لگی پھر اس نے کہا۔

”یہاں بیٹھنے میں کوئی تکلف تو نہیں محسوس ہو رہا۔“

”نہیں بالکل نہیں میرا خیال ہے آپ نے یہ خصوصی عزت افزائی کی ہے میری۔“

”میری تو سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آپ کو کہاں بٹھاؤں بس‘ بس دل یہ چاہ رہا تھا کہ کوئی ایسی جگہ ہو جو آپ کے شایان شان ہو مذاق نہ اڑائیے گا میرا یہ بات نہیں ہے کہ میں نے بس کمرے ہی کو آپ کے شایان شان سمجھا ہے بس میرا دل چاہا کہ میں آپ کو مہمانوں کی طرح ڈرائنگ روم میں نہ بٹھاؤں سو یہاں لے آئی۔“

”بہت بہت شکریہ سنائیے نیلاب کیا مشاغل ہیں آپ کے کیا کرتی ہیں۔“

”پہلے تو میں یہ سوال کروں گی آپ سے کہ آپ اچانک ہی یہاں کیسے آ گئے‘ ہمیں بتایا بھی نہیں ڈیڈی کو بتاؤں گی تو اتنا خوش ہوں گے کہ فوراً ہی بھاگے چلے آئیں گے۔“

”نہیں اب ایسی جلدی بھی نہیں ہے بس کچھ کام بھی تھا آپ سے اور پھر کچھ عجیب سی ذہنی کوفت کا شکار تھا‘ اس لیے آپ لوگ یاد آئے تو آپ کی جانب چلا آیا۔“

”مجھ سے تو کوئی کام نہیں ہے۔“

”نہیں نیلاب ایسی کوئی بات نہیں ہے آپ یقین کریں کام اتنا اہم بھی نہیں ہے‘ میں نے اپنے مخصوص انداز اور مخصوص لہجے میں کہا‘ میں یہاں اردو نہیں بول رہا تھا کیونکہ یہ سب لوگ جانتے تھے کہ میں اردو سے ناواقف ہوں ویسے مجھے خدشہ تھا کہ کہیں میرے بارے میں شمشاد بیگ کو علم نہ ہو گیا ہو کہ میں ان دنوں اپنی کونٹھی میں نہیں پایا جاتا لیکن وہی بات ہے حد سے زیادہ احتیاط حماقت کے مترادف ہوتی ہے اور میں یہ حماقت نہیں کرنا چاہتا تھا‘ نیلاب شمشاد بیگ سے دنیا جہاں کی باتیں ہوئیں کلب کے مشتر کردار موضوع گفتگو بنے اور اس کے بعد اتفاقہ طور پر شمشاد بیگ وقت سے بہت پہلے واپس آگیا نیلاب کو اس کی آمد کا علم ہوا تو وہ مسکراتی ہوئی باہر آئی اور شمشاد بیگ سے کہنے لگی۔“

”ڈیڈی آج آپ کو میں ایک ایسی شخصیت سے ملانے والی ہوں جس کی یہاں

موجودگی کا آپ تصور بھی نہیں کر سکتے۔“

”اچھا..... کون ہے وہ؟“ شمشاد بیگ نے سوال کیا اور میں خود ہی باہر نکل آیا‘ شمشاد بیگ کی کیفیت بھی نیلاب سے مختلف نہیں ہوئی تھی‘ اس کے بعد ہم ڈرائنگ روم میں پہنچے تھے نیلاب کھانے کا انتظام کرنے چلی گئی تھی شمشاد بیگ نے رسالہ گفتگو کرنے کے بعد کہا۔

”مجھ سے کوئی کام تو نہیں تھا دانش صاحب۔“

”ہے۔“ میں نے جواب دیا۔

”میں خلوص دل سے حاضر ہوں فرمائیے۔“ شمشاد بیگ بولا۔

”تھوڑی سی معلومات درکار ہیں شمشاد بیگ صاحب۔“

”جی جی بے تکلفی سے فرمائیے۔“ شمشاد بیگ نے کہا۔

”ڈان سینٹر کیا ہے؟“ میں نے سوال کیا اور شمشاد بیگ چونک کر مجھے دیکھنے لگا دیکھتا

رہا اور پھر اس کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ پھیل گئی اس نے کہا۔

”کوئی حادثہ ہو گیا۔“ میں خاموش نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا‘ اس کی بات کا میں نے

کوئی جواب نہیں دیا تھا شمشاد بیگ خود ہی سنبھل کر بولا۔

”ویسے آپ سے عرض کروں‘ دانش منصور صاحب کہ ڈان سینٹر کے بارے میں

بہت کم بلکہ اکادکا لوگ ہی تفصیلات جانتے ہیں‘ صنعتکاروں کے اور سرمایہ داروں کے علم

میں یہ نام آ جاتا ہے لیکن اس وقت جب انہیں ڈان سینٹر کی طرف سے کوئی پیشکش ہوتی

ہے میں خوش قسمتی سے ان لوگوں میں شامل ہوں‘ جنہیں ڈان سینٹر کی طرف سے کوئی

پیشکش تو نہیں ہوئی لیکن جنہیں اس کے بارے میں کافی تفصیلات معلوم ہو چکی ہیں۔“

میں نے اب بھی کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی سے شمشاد بیگ کی صورت دیکھتا

رہا مقصد یہی تھا کہ وہ مجھے ان باتوں کے بجائے ڈان سینٹر کے بارے میں تفصیلی معلومات

فراہم کرے شمشاد بیگ نے میرا مقصد سمجھ لیا اور بولا۔

”ڈان سینٹر دنیا بھر کے سرمایہ داروں کی ایک تنظیم کا نام ہے۔“ شمشاد بیگ نے

مجھے وہی تمام تفصیلات بتائیں جو جمانگیر خان بتا چکا تھا‘ پھر اس نے کہا۔

”اور مقامی طور پر ڈان سینٹر کے مفادات کا نگران یہاں کاظم شاد

کے بارے میں آپ کو یقینی طور پر کچھ نہ کچھ تفصیلات ضرور معلوم ہوں گی۔“
”مزید تفصیلات معلوم کرنا چاہتا ہوں۔“

”بہت سی انڈسٹریز کاظم شاد کے نام پر چل رہی ہیں یہ بات حتیٰ طور پر نہیں کی جاسکتی کہ وہ سب اس کی ملکیت میں ہو سکتا ہے ان میں سے کچھ ڈان سینٹر کے زیرِ اہتمام بھی ہوں لیکن یہ بات کبھی منظرِ عام پر نہیں آسکی ویسے ڈان سینٹر کے معاملات بڑے پراسرار اور پوشیدہ ہیں جن سرمایہ داروں کو اس کا ممبر بننے کی پیشکش کی جاتی ہے دنیا بھر میں ان کے سرمائے کو تحفظ مل جاتا ہے اور اگر کہیں کسی جگہ وہ دیوالیہ ہو جائیں تو انہیں اتنی ہی مالیت کا فنڈ مہیا کر دیا جاتا ہے جس حیثیت کے وہ مالک ہوتے ہیں اگر کسی انڈسٹری میں انہیں کسی سے مقابلے کی سرمایہ کاری کرنی پڑ جائے تو ڈان سینٹر کا خزانہ منہ کھول دیتا ہے اور پھر کسی کا اس سے مقابلہ ممکن نہیں ہوتا میرا خیال ہے جہانگیر کو ڈان سینٹر کی رکنیت کا پیغام ملا تھا مگر انہوں نے اس سے انکار کر دیا تھا کیونکہ اس کے بعد تمام تر سرمایہ ڈان سینٹر میں رجسٹرڈ ہو جاتا ہے اور اگر کہیں ضرورت پیش آئے تو وہ سرمایہ چند لمحات کے نوٹس پر ڈان سینٹر منتقل کر دیا جاتا ہے اور وہ شخص تلاش ہو جاتا ہے لیکن عارضی طور پر اس کے بعد ڈان سینٹر میں مزید فیصلے کیے جاتے ہیں اور کچھ نہ کچھ کر لیا جاتا ہے ایک عجیب و غریب اور بہت پراسرار کہانی ہے ڈان سینٹر کی۔“

”کاظم شاد کے بارے میں کچھ علم ہے آپ کو۔“

”کاظم شاد کے بارے میں اتنی ہی تفصیلات میرے علم میں ہیں کہ وہ یہاں ڈان سینٹر کے سربراہ ہیں اور ان ہی کے توسط سے لوگوں کو ڈان سینٹر کے پیغامات موصول ہوتے رہتے ہیں خاصے بار سوخ آدمی ہیں۔“

”کاظم کہاں رہتے ہیں۔“

”محمد علی ہاؤسنگ سوسائٹی میں ہے اور اس کے علاوہ ڈان سینٹر کا ایک خفیہ آفس انہوں نے بوٹ بیسن پر سمندری جہیل کے کنارے بنا رکھا ہے۔“ شمشاد بیگ نے مجھے اس آفس کے بارے میں مکمل تفصیلات اور اس کی شناخت بتائی پھر کہنے لگے۔ ”لیکن آپ کو اس سے کیا دلچسپی پیدا ہو گئی دانش صاحب۔“

”بھئی اب ان تمام چیزوں سے واقفیت تو ضروری ہے اور تم سے یہ بات معلوم

کرنے کا مقصد اتنا ہے کہ یہ سب کچھ رازداری میں رہے گا۔“
”مطمئن رہیں کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوگی کہ آپ نے مجھ سے اس قسم کی کوئی گفتگو کی تھی۔“

”کاروبار کیسا چل رہا ہے۔“

”بس جو کچھ ہو رہا ہے اس سے مطمئن ہوں غیر مطمئن نہیں کبھی آپ کی مدد کی ضرورت پیش آئی تو گریز نہیں کروں گا۔“

”میں نے کب منع کیا ہے۔“ میں نے جواب دیا نیلاب نے کھانا لگ جانے کی اطلاع دی اور اس کے بعد بہترین لُنج کیا گیا پھر میں نے شمشاد بیگ سے اجازت طلب کر لی تھی کسی حد تک کام ہو ہی گیا تھا اور میں نے درحقیقت صحیح آدمی کا انتخاب کیا تھا چنانچہ اب اس کے بعد جو کچھ کرنا تھا انہیں معلومات کی روشنی میں کرنا تھا اور یہ سب کچھ کرنے کے لیے کچھ انتظامات بھی ضروری تھے تمام لوگوں سے کٹ کر بیٹھ گیا تھا اور صرف ہوٹل تھا تنہائی تھی سوچیں تھیں اور میں تھا لیکن اب سوچوں سے نکل کر عملی زندگی میں آگیا تھا چنانچہ نچلا بیٹھنے کا تصور بھی ممکن نہیں تھا۔

==☆☆☆==

کے ساتھ ہی ٹیلی فون نمبر بھی، پھر اپنا حلیہ مختصر سا تبدیل کر کے میں ایک بار پھر گاڑی میں نکل آیا اس بار میں نے چشمے کے ساتھ ساتھ بالوں کا اسٹائل بھی تبدیل کیا تھا اور سیدھی مانگ نکالنے سے درحقیقت میرے چہرے میں ایک نمایاں تبدیلی رونما ہوئی تھی، البتہ بال ڈرامائیگز سے گئے تھے، کیونکہ انہیں سیدھی مانگ کی عادت نہیں تھی لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا، ویسے میں نے ہیر سپرے استعمال کیا تھا میں کار ڈرائیو کرتا رہا اور تھوڑی دیر کے بعد شاد انڈسٹریز کے علاقے میں پہنچ گیا میں نے کاظم شاد کی فیکٹری دیکھی چھوٹی چھوٹی کئی فیکٹریاں تھیں جو قریب قریب ہی بنی ہوئی تھیں لیکن وہاں کاظم شاد کے بارے میں کوئی تفصیلات معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

وہاں سی ہٹا اور ہل پارک کے علاقے میں پہنچ گیا۔ کاظم شاد کا بنگلہ حسین ترین تھا، ایک چکر لگا کر اچھی طرح اس کا جائزہ لینے کے لیے کار ہل پارک کی بلندیوں طے کرنے لگی اور تھوڑی دیر کے بعد میں اسے پارکنگ لائٹ میں پارک کرنے کے بعد ٹھٹھا ہوا آگے بڑھ گیا، وہاں اس وقت بہت کم لوگ نظر آرہے تھے، میں ایک لمبا چکر کاٹنے کے بعد اس جگہ پہنچ گیا، جہاں سے کاظم شاد کا بنگلہ نظر آرہا تھا، وسیع و عریض احاطہ تھا، خوبصورت لان تھا، حسین ترین عمارت لیکن وہاں بے رونقی سی چھائی ہوئی تھی، غالباً کاظم شاد کی رہائش گاہ میں زیادہ افراد موجود نہیں تھے، یہ فیصلہ میں نے ضرور کر لیا تھا کہ اس وقت تک یہاں موجود رہوں گا جب تک کاظم شاد کے بارے میں تفصیلات نہ معلوم ہو جائیں اور اس طرح میں نے یہاں کافی وقت گزار دیا، میری محنت رائیگاں نہیں گئی، دو گاڑیاں باہر لے آئی تھیں اور اندر آکر رکی تھیں، ان میں سے دو نوجوان لڑکے باہر نکلے تھے، جو غالباً ان گاڑیوں کو ڈرائیو کر کے یہاں تک لائے تھے، وہ اندر چلے گئے اور میں دلچسپی سے اس کارروائی کو دیکھنے لگا، تقریباً بیس منٹ کے بعد تین نوجوان لڑکیاں ایک مسمر عورت اور ایک قدرے جوان عورت باہر نکلے، بہترین لباسوں میں ملبوس تھے، ہنستے بولتے آرہے تھے، دو چھوٹے چھوٹے بچے بھی ساتھ تھے جن کی عمریں بارہ اور گیارہ سال کے قریب ہوں گی، وہ سب ان گاڑیوں میں بیٹھ گئے اور ابھی گاڑیاں واپسی کے لیے پلٹ رہی تھیں کہ نیلے رنگ کی ایک اور شاندار کار گیٹ سے اندر داخل ہوئی اور دونوں گاڑیوں میں بیٹھے تمام لوگ نیچے اتر آئے اور اس گاڑی سے کاظم شاد کو اترتے دیکھ کر میرے چہرے پر دلچسپی

البتہ دوسری صبح سونے کے بعد طبیعت بحال ہو گئی تھی، اخبار آچکا تھا، میں نے ناشر طلب کیا اور اخبار کی ورق گردانی کرنے لگا، سٹی بیج پر ایک چھوٹی سی خبر میرے بارے میں چھپی ہوئی تھی، میں نے دلچسپی سے اسے دیکھا ”ڈانٹ منصور بغرض علاج لندن جا چکے ہیں۔“ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی، میں جانتا تھا کہ یہ سب کیا ہے یقینی طور پر آصف نے نے یا رشید ناگی نے یہ کارروائی کی تھی تاکہ میری غیر موجودگی کو چھپایا جاسکے، ورنہ یہ سوال کیا جاسکتا تھا کہ میں اچانک ہی کہاں غائب ہو گیا، بہر طور وہ لوگ جو کچھ کر رہے ہیں انہیں کرنے دیا جائے اس کی تمام تر ذمہ داری نازاں باجی پر عائد ہوتی ہے، الیاس بھائی نے مجھ سے کہا تھا کہ میں کبھی مجرم نہ بنوں اور میں نے ان سے وعدہ کر لیا تھا لیکن نازاں باجی نے مجھے میرا یہ عہد توڑنے پر مجبور کیا تھا، میں اپنے آپ کو اس سلسلے میں قطعی قصور وار نہیں سمجھتا تھا۔

غالباً پانچواں دن تھا جب اچانک ہی میرے ذہن میں ایک اور تصویر ابھری کاظم شاد کو اس طرح نظر انداز نہیں کر دینا چاہیے، کچھ کیا جائے اس سلسلے میں آخر بات کسی نہ کسی شکل میں تو آگے بڑھے ایک طرح سے معطل ہو کر رہ گیا تھا، مٹھل شاہ کے بارے میں جو کچھ معلوم ہونے کی امید پیدا ہوئی تھی۔ ٹیلی فون ڈائریکٹری اٹھا کر کاظم شاد کے بارے میں تفصیلات معلوم کرنے لگا، شاد انڈسٹریز تلاش کی جو مل گئی اور اس کے بعد میں شاد انڈسٹریز کے تمام کوائف دیکھنے لگا، اس کا مکان ہل پارک کے پاس ایک بہترین علاقے میں تھا اور اس کا پورا پتا درج تھا، میں نے یہ پتا خاص طور سے ذہن نشین کر لیا اور اس

کے آثار پیدا ہو گئے، کاظم شاد خوب صورت سوٹ میں ملبوس نیچے اترتا تھا اور پھر وہ ان لوگوں سے گفتگو کرتا رہا، میں سنسنی خیز نگاہوں سے اس منظر کو دیکھ رہا تھا، گفتگو کرنے کے بعد وہ اندرونی حصے کی جانب چل پڑا اور وہ لوگ جس طرح پہلے گاڑیوں میں بیٹھے تھے اسی طرح بیٹھ گئے، دونوں گاڑیاں باہر نکل گئیں، یہ صورت حال سمجھ میں آرہی تھی، غالباً یہ سب لوگ کاظم شاد کے اہل خانہ تھے جو کہیں جا رہے تھے، ہو سکتا ہے کاظم شاد کو پہلے سے ان کے جانے کے بارے میں معلوم نہ ہو اور اس وقت وہ اچانک آگیا ہو چنانچہ رسمی گفتگو ہو رہی ہو، یہ سارے اندازے میں دل ہی دل میں قائم کر رہا تھا، لیکن یہ بھی سوچ رہا تھا کہ یہ صورتحال میرے حق میں بہترین ہے، اگر اس کے اہل خاندان گھر سے کہیں باہر چلے گئے ہیں تو میرا خیال ہے اس سے بہترین موقع مجھے اور کبھی فراہم نہیں ہو سکتا، چنانچہ میں دیکھتا رہا، دونوں گاڑیاں باہر نکل کر سڑک پر رواں ہو گئی تھیں اور چند ہی لمحات کے بعد وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گئیں، کاظم شاد اندر چلا گیا تھا، ذرا سی دیر میں ایک شخص باہر آیا یہ دبلے پتلے بدن کا ایک مدقوق سا آدمی تھا، شاید ڈرائیور معلوم ہوتا تھا، اس نے کاظم شاد کی گاڑی میں بیٹھ کر اسے ریورس کیا اور پھر ایک جگہ لے جا کر کھڑا کر دیا چابی اپنی جیب میں ڈال کر وہ ایک طرف بنے ہوئی چھوٹے سے کمرے میں چلا گیا۔

میرے لیے اس سے بہتر موقع شاید اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا، دل ہی دل میں یہ سوچ رہا تھا کہ قدرت اس وقت میری رہنمائی کر رہی ہے اور میں جس مقصد کے لیے یہاں آیا ہوں وہ شاید آج ہی پورا ہونے والا ہے، ویسے ذہنی طور پر میں اس کام کے لیے مکمل تیار نہ تھا جس کے لیے میں نے سوچا تھا، تاہم اس کے لیے ابھی وقت درکار تھا کیونکہ فضا میں ابھی اچھی خاصی روشنی پھیلی ہوئی تھی، مجھے بہت زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا، البتہ اس عمارت کا میں اس دوران جائزہ لیتا رہا تھا اور یہ سوچتا رہا تھا کہ یہاں سے بھاگنے کے لیے کونسا راستہ مناسب ہو سکتا ہے اور اس کے لیے میں نے ایک فیصلہ بھی کر لیا تھا، بنگلے کی پشت پر چھوٹی چھوٹی جھاڑیاں تھیں اور اونچے اونچے ٹیلے اوپر تک ابھرے ہوئے تھے، کچھ درخت بھی تھے، ان ٹیلوں پر چڑھ کر با آسانی ایک درخت کے ذریعے بنگلے کی چھت پر اترنا جاسکتا تھا اور چھت پر پہنچنے کے بعد کوئی بھی ذریعہ ایسا ہو سکتا ہے جس سے نیچے اترنا جایا جائے لیکن اس کے لیے اندھیرا ہونے کا انتظار کرنا ہے حد

ضروری تھا، کیونکہ دن ن روشنی میں پارک کے اوپر سے ہی مجھے یہ عمل کرتے ہوئے دیکھا جاسکتا تھا، ایک طرح سے یہ جگہ مخدوش بھی تھی اور دوسرے طور پر انتہائی کارآمد، پتا نہیں کاظم شاد نے ان تمام باتوں کا خیال کیوں نہیں رکھا تھا، ورنہ گھر بناتے ہوئے ان چیزوں کا خصوصی خیال رکھا جاتا ہے، یا تو وہ بہت زیادہ خود اعتمادی کا شکار تھا یا پھر اس نے ایسے انتظامات کر لیے تھے کہ باہر سے داخل ہونے والا کوئی بھی شخص زندہ واپس نہ آسکے اور یہ خطرہ میرے لئے بھی درپیش ہو سکتا تھا، لیکن ان خطرات کو خاطر میں لانے کے لیے میرے ذہن میں کچھ تھا ہی نہیں، میں تو اپنا کام کرنا چاہتا تھا، پھر کچھ دیر کے بعد میں نے کاظم شاد کو باہر آتے ہوئے دیکھا، وہ ایک گاؤں پہنچے ہوئے تھے، ایک بوڑھا آدمی اس کے قریب پہنچ گیا اور کاظم شاد بنگلے کے دونوں حصوں میں لگے ہوئے پودوں کی جانب بڑھ گیا۔ وہ باغبانی سے کافی دلچسپی رکھتا تھا، پودوں کے قریب اکڑوں بیٹھ کر انہیں دیکھتا رہا اور بوڑھا آدمی جو مالی معلوم ہوتا تھا اسے ان پودوں کے بارے میں تفصیلات بتاتا رہا، کاظم شاد نے کچھ پتیاں جو غیرہ نوج کر انہیں قریب سے دیکھا اور پھر کافی دیر تک وہ ان کیاریوں میں مصروف رہا، ویسے بنگلے میں بہت ہی حسین پھول کھلے ہوئے تھے، جنہیں ایک نگاہ دیکھ کر داد دینے کو جی چاہتا تھا، کاظم شاد ان مصروفیتوں میں گم رہا، مجھے یہ اندازہ لگانے میں ذرا وقت ہو رہی تھی کہ بنگلے میں کل کتنے افراد ہیں، ویسے اہل خانہ میں سے کوئی نظر نہیں آتا تھا اور صرف ملازمین وغیرہ ہی ہو سکتے تھے، ایک ملازم تو اس کو اڑر میں چلا گیا تھا جو ملازمین ہی کے کو اڑر معلوم ہوتے تھے اور دوسرا اس کے ساتھ چل قدمی کر رہا تھا، کافی دیر کے بعد کاظم شاد اندر داخل ہو گیا۔

”ہل پارک میں اب تھوڑی سی رونق بڑھ گئی تھی رات کو آنے والے آنے لگے تھے اور کافی چل پھل ہو گئی تھی، مجھ سے کچھ فاصلے پر بھی چند جوڑے آکر پنچوں پر بیٹھ گئے تھے چنانچہ اب میں نے چل قدمی شروع کر دی۔ بہت دیر سے بیٹھے بیٹھے طبیعت بھی اکتا گئی تھی میں اب اپنے اس پورے پروگرام کو ذہن میں ترتیب دے چکا تھا، جس پر مجھے ابھی تھوڑی دیر کے بعد عمل کرنا تھا۔ شام کے جھپٹے فضا میں اتر آئے، مجھے یہ بھی خطرہ تھا کہ کہیں کاظم شاد باہر نہ نکل جائے، اور اس چیز کو میں خاص طور سے ذہن میں رکھے ہوئے تھا۔ چنانچہ جب رات کا اندھیرا پھیل گیا تو میں اپنی جگہ سے نیچے اتر آیا۔ ویسے ہل

رہا ہوں اس کے چہرے پر حیرت کے آثار تھے، میں اسے دیکھ کر بے اختیار مسکرا دیا اور وہ حیرانی سے گردن جھٹک کر آگے بڑھ آیا۔۔۔۔۔

”جی کون صاحب ہیں آپ کیا بات ہے۔“ اس نے سوالیہ انداز میں پوچھنا۔ ”ایک منٹ دوست ایک منٹ۔“ میں نے مصافحے کے ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے کہا اور اس شخص نے بے اختیار ہاتھ آگے بڑھا دیا لیکن جیسے ہی اس کا ہاتھ میری گرفت میں آیا، میں نے اسے ایک زور دار جھٹکا دیا اور دوسرے لمحے میرا ایک طاقتور گھونسا اس کی کپٹی پر ڈالا۔ اس نے اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کی۔ لیکن میں نے فوراً ہی لپک کر اپنا ہاتھ اس کی گردن میں ڈال دیا اور اس کا منہ بھینچ لیا تاکہ اس کے حلق سے آواز نہ نکل سکے۔ اس کے ساتھ ہی میں اس کی گردن پر دباؤ ڈال رہا تھا اور تھوڑی دیر کے بعد میں نے اس کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے محسوس کیے میں اسے گھسیٹتا ہوا ایک سمت لایا اور اسے ایک اندھیری سی جگہ ڈال دیا پھر اس کے نزدیک بیٹھ کر میں یہ اندازہ قائم کرنے کی کوشش کرنے لگا کہ وہ کس قدر تو نہیں گیا لیکن اس کا سانس چل رہا تھا، البتہ اسے اس طرح چھوڑ دینا میری لیے مناسب نہیں تھا۔۔۔۔۔ چنانچہ میں نے اس کی قمیص اتار کر اس کے نکلے کر کے اس کے منہ میں کپڑا ٹھونسا اور اس پر ایک پٹی باندھ دی اس کے بعد اس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں بھی باندھ دیے۔

اس کام سے فارغ ہونے کے بعد میں وہاں سے آگے بڑھا جس کمرے میں روشتی ہو رہی تھی میرا خیال تھا کاظم شاد اسی کمرے میں ہو گا اور میں اس کمرے کے سامنے پہنچ گیا، کمرے کے دروازے میں شیشے لگے ہوئے تھے میں نے ان شیشوں سے جھانک کر دیکھا، کاظم شاد ایک آرام کرسی میں دراز کتاب پڑھ رہا تھا، میں اس کا جائزہ لیتا رہا کہ وہ کس ٹائپ کا آدمی ہے اور کس قدر مدافعت کر سکتا ہے، ویسے مجھے یہ بھی پتا نہیں تھا کہ دروازہ اندر سے بند ہے یا نہیں۔ اس کو دیکھنے کے لیے میں نے دروازے پر ہلکا سا دباؤ ڈالا اور دروازہ اندر دھنکے لگا، اس کا مقصد تھا کہ دروازہ اندر سے بند نہیں ہے۔ بس اب یہ دیکھنا تھا کہ تقدیر میرا کس قدر ساتھ دیتی ہے۔ ابھی اس وقت کوئی بھی کاظم شاد سے ملنے آسکتا تھا کوئی بھی ایسا کام ہو سکتا تھا جو میرے منصوبے کو ناکام کر دے، لیکن اب اس کا کیا سوال پیدا ہوتا تھا کہ میں یہاں آنے کے بعد اپنے مقصد کو ترک کر دوں۔۔۔۔۔

پارک کے اوپری حصے میں ہونے والی روشنیاں کاظم شاد کے بنگلے کو بھی منور کر رہی تھیں اور وہ کام جو میں خاموشی سے رات کی تاریکی میں کرنا چاہتا تھا، میرے لیے زیادہ خطرناک ہو گیا تھا۔۔۔۔۔ لیکن اب جو بھی ہو گا دیکھا جائے گا۔۔۔۔۔ چنانچہ میں اہل پارک سے نیچے اتر آیا اور ایک پتلی سی سڑک پر آگے بڑھ کر بالا آخر بنگلے کی پشت پر اس جگہ پہنچ گیا جہاں نیلے ابھرے ہوئے تھے۔۔۔۔۔ مجھے اپنا یہ کام برق رفتاری سے سرانجام دینا تھا۔ میں ایک نیلے پر چڑھا اور اس کے بعد درخت پر شاخوں سے گزرتا ہوا بالا آخر اس بنگلے کی چھت پر پہنچ گیا اور وہاں ایک لمحے رکنے کے بعد برق رفتاری سے بائیں سمت پہنچ کر اس جگہ احاطے میں اتر گیا جہاں گہری سبز اور لمبی گھاس اگی ہوئی تھی۔ گھاس پر کودنے سے کوئی آواز نہیں ہوئی تھی، مجھے تعجب ہوا کہ یہاں بھی کوئی ایسا انتظامی معاملہ نہیں ہے، جس سے بنگلے کو کوئی تحفظ دیا جاسکے۔ بہر طور اگر ایسے لوگ ایسی حرکتیں نہ کریں تو پھر اس کے دشمنوں کا کام کیسے پورا ہو؟“

”یہاں پہنچ کر میں نے اپنے آپ کو پرسکون کیا اور اس کے بعد اس عمارت میں داخلے کے لئے کوئی مناسب جگہ تلاش کرنے لگا، عقب میں ایک دروازہ تھا جو کھلا ہوا تھا بالکل ہی بے پرواہی سے کام لیا گیا تھا، ہو سکتا ہے اہل خانہ ہی بے پروا مزاج رکھتے ہوں۔۔۔۔۔ میں اس دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔ پتلی سی راہداری تھی جو دونوں سمتوں میں چلی گئی تھی اور ان میں سے ایک سمت کا انتخاب کر کے مجھے آگے بڑھنا تھا۔ قدموں کی کوئی چاپ میں نے پیدا نہیں ہونے دی۔۔۔۔۔ ویسے عمارت باہر کی طرح اندر سے بھی خوب صورت تھی اور ہونی بھی چاہیے کاظم شاد جیسے آدمی کی عمارت تھی۔“

مختلف راہداریوں سے ہوتا ہوا میں ایک ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں مجھے وہی شخص ملا جو مالی کے طور پر کاظم شاد کے ساتھ نظر آیا تھا وہ ہاتھ میں کچھ برتن سنبھالے باہر نکل گیا غالباً اپنے لیے کچھ لے جا رہا تھا اگر یہ دو افراد ہیں یہاں تو پھر میرا تو کام باآسانی بن جائے گا چنانچہ اب اس کے بعد مجھے وہ عمل کرنا تھا جو میں چاہتا تھا۔ میں صدر دروازے کے قریب پہنچا۔ باہر جھانکا اور اس کے بعد میں نے دروازہ اندر سے بند کر دیا لیکن بند کر کے ابھی پلٹا ہی تھا کہ اپنے سامنے کسی کو دیکھ کر میں دہشت زدہ رہ گیا وہ بھی ایک تندرست و توانا آدمی تھا جو حیران نگاہوں سے یہ منظر دیکھ رہا تھا کہ میں کون ہوں اور دروازہ کیوں بند کر

چنانچہ میں نے آخری بار ہمت کی اور پھر پوری قوت سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ کاظم شاد زیادہ سے زیادہ کسی آنے والے کے بارے میں یہ سوچ سکتا تھا کہ وہ اس کا ملازم ہوگا، لیکن کوئی ملازم اس طرح طوفانی انداز میں اندر داخل ہو یہ اس کے لیے حیران کن بات تھی اس کے ہاتھ سے کتاب گرتے گرتے پچی اور اس نے گھٹنوں پر اسے سنبھال لیا۔ پھر حیران نگاہوں سے سامنے دیکھنے لگا وہ چند لمحات پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھتا رہا اور اس کے بعد شاید اس نے مجھے پہچان لیا کیونکہ دوسرے لمحے اس نے کھڑے ہونے کی کوشش کی تھی لیکن اس دوران میں اس کے سر پر پہنچ گیا تھا، میں نے ایک بھرپور تھپڑ اس کے رخسار پر مارا کہ اس کا منہ دوسری جانب گھوم گیا اور کرسی سمیت نیچے آ پڑا تھا، میں اسے موقع نہیں دینا چاہتا تھا، چنانچہ میں فوراً ہی اس پر سوار ہو گیا اور اس کے گاؤں کی تلاشی لے ڈالی، دراصل میں یہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ اس کے لباس میں پستول وغیرہ تو موجود نہیں ہے، وہ میرے نیچے دبا ہوا تھا اور اس کے جسم میں کوئی جنبش نہیں پائی جاتی تھی لیکن گاؤں کی جیمیں خللی تھیں چنانچہ میں نے اسے تھپڑوں پر رکھ لیا اور تھوڑی دیر بعد اس نے دونوں ہاتھ سامنے کرتے ہوئے کہا۔

”ٹھہرو رک جاؤ، کیا بات ہے مجھے بتاؤ..... کک..... کیا.....؟“ لیکن میرا ایک گھونسا اس کے سینے پر پڑا اور وہ ایک کراہ کے ساتھ دروازے کے قریب جاگرا میں بھی دروازے کے پاس پہنچ گیا تھا، میں یہی چاہتا تھا کہ اسے دروازے سے قریب لے آؤں یہ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ اس کمرے میں کون کون سی چیزیں ہیں جو میرے لئے خطرناک ثابت ہو سکتی ہیں، چنانچہ اسے مکمل طور پر قابو میں رکھنا تھا دروازے کے قریب پہنچ کر میں نے پھرتی سے دروازہ اندر سے بند کیا اور اس کے بعد ایک بار پھر اس کی جانب متوجہ ہو گیا۔ میں نے اس کے بال پکڑ کر اسے اٹھلایا اور آہستہ آہستہ گھسیٹا ہوا لے جا کر اسے ایک بار پھر اسی کرسی کو سیدھا کر کے اس پر بٹھا دیا، اچھی خاصی مرمت کر چکا تھا میں اس کی اور اس کے چہرے پر تکلیف کے آثار نظر آرہے تھے وہ ادھر ادھر دیکھ رہا تھا پھر اس نے اپنا خون صاف کیا اور وحشت زدہ نگاہوں سے مجھ دیکھنے لگا میں اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا اور پھر میں نے پھنکارتے ہوئے لہجے میں اس سے پوچھا۔

”مجھے پہچانتے ہو.....؟“

”نت..... تم تم، تم روز آرگنائزیشن کے آدمی ہو۔“ اس نے سرسراتی ہوئی آواز میں کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

”تم چاہو تو یہ سمجھ سکتے ہو.....“

”کیا چاہتے ہو مجھ سے، کیا مقصد ہے تمہارا یہاں آنے کا، قتل کرنے کے خواہش مند ہو مجھے۔؟“

”ہاں مائی ڈیر کاظم شاد میرا دراصل تم سے ایک اور حساب ہے چنانچہ آج یہ حساب کتاب صاف ہو جائے گا۔“

”کون ہو تم اور کیا چاہتے ہو، اگر تم روز آرگنائزیشن کے آدمی نہیں ہو تو انسان بنو آرام سے بیٹھ کر مجھ سے بات کرو میری دشمنی صرف روز آرگنائزیشن سے ہے تم سے نہیں، تم جو کوئی بھی ہو اور مجھ سے جو کچھ بھی چاہتے ہو میرا خیال ہے میں تم سے اس کے لیے تعاون کروں گا، تم نے جو کچھ کیا ہے وہ ناقابل معافی ہے لیکن تم اگر میرے مقصد کے لیے کارآمد ثابت ہو سکتے تو اطمینان رکھو میں اسے نظر انداز کروں گا۔“

”دیری گڈ بڑی اچھی بات ہے یہ تو مسٹر کاظم شاد، ذرا مجھے ڈان سینٹر کے بارے میں تفصیلات بتائیے۔“

”کیا مطلب، ڈان سینٹر کے بارے میں کیا معلومات حاصل کرنا چاہتے ہو؟“

”آپ نے ابھی ابھی روز آرگنائزیشن کا نام لیا ہے اس لیے آپ ڈان سینٹر سے انحراف نہیں کر سکتے۔“

”نہیں کرنا مگر تمہیں اس سے کیا واسطہ تم کون ہو اپنے بارے میں بتاؤ، اپنی بات کرو میں تم سے وعدہ کر چکا ہوں کہ اگر تمہیں مجھ سے کوئی ایسی شکایت ہے جسے میں دور کر سکتا ہوں تو دور کرنے کی کوشش کروں گا۔“

”مٹھل شاہ کہاں ہے؟“ میں نے سوال کیا اور کاظم شاد کے چہرے پر کئی رنگ آکر گزر گئے میں چونکہ گہری نگاہوں سے اس کا جائزہ لے رہا تھا اس لیے مجھے یہ اندازہ ہو گیا کہ وہ مٹھل شاہ سے ناواقف نہیں ہے، وہ چند لمحات مجھے گھورتا رہا پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

”کون مٹھل شاہ.....؟“

”جس کا آستانہ لاندھی میں تھا۔“

”میں اسے نہیں جانتا تم۔ یقینی طور پر کسی غلط فہمی کا شکار ہو، مٹھل شاہ نامی کسی شخص کو میں بالکل نہیں جانتا۔“

”ٹھیک ہے کاظم شاد تمہیں غالباً یاد نہیں آ رہا اور میں یاد دلانے کا گر جانتا ہوں۔“

میں آگے بڑھا اور میں نے اس کے بال پکڑ لیے اس بار اس نے میرے سینے میں گھونٹے مارنے کی کوشش کی تھی اور اس میں کامیاب بھی ہو گیا تھا اور اس کے بعد میں نے ایک بار پھر اسے گھونٹوں پر رکھ لیا۔ اس کے منہ سے عجیب سی آوازیں نکلنے لگی۔ اور پھر وہ دونوں ہاتھ آگے کرتا ہوا بولا۔

”ٹھہرو ٹھہرو رک جاؤ۔ براہ کرم رک جاؤ۔ میں بتاتا ہوں، بتاتا ہوں، رک جاؤ رک جاؤ اور جب میں رک گیا تو وہ ایک بار پھر کرسی پر پھیل گیا اب اس کے چہرے پر گہرے گہرے نیل نظر آ رہے تھے ایک آنکھ بہت بری طرح زخمی ہو گئی تھی اور اس کے برابر کا حصہ گہرا نیلا پڑ گیا تھا۔ پیشانی پر دو تین جگہ ابھار نمودار ہو گئے تھے بالوں کا بھی ایک گچھا ٹوٹ کر میرے ہاتھ میں آ گیا تھا جسے میں نے فضا میں اچھال دیا وہ اب اتنا زورس ہو گیا تھا کہ میں اس سے کسی جھوٹ بولنے کی توقع نہیں رکھ سکتا تھا، میں نے خونخوار نگاہوں سے اسے گھورتے ہوئے کہا۔“

”ہاں اب یہ بتاؤ، مٹھل شاہ تمہیں یاد آ گیا.....؟“

”ہاں ہاں، آ گیا آ گیا.....“

”کہاں ہے وہ.....؟“

”خدا کی قسم میں نہیں جانتا، جو دل چاہے مجھ سے قسم لے لو میرے علم میں نہیں ہے۔“

”مٹھل شاہ کے آستانے پر کس نے حملہ کیا تھا.....؟“

”میں نے کرایا تھا میرے اپنے آدمی تھے.....“

”کیوں.....؟“

”اس لیے کہ میں یہاں ڈان سینٹر کے مفادات کی نگرانی کرتا ہوں اور مٹھل شاہ نے ایک خوفناک منصوبہ بنایا تھا جو ڈان سینٹر کے خلاف تھا اور ڈان سینٹر یہ نہیں چاہتا تھا

کہ مٹھل شاہ اس منصوبے میں کامیاب ہو سکے چنانچہ مجھے حکم دیا گیا تھا کہ مٹھل شاہ کو ختم کر دیا جائے۔“

”پھر.....؟“

”ہم نے یہ کارروائی کی وہاں بہت سے لوگ مارے گئے لیکن ان میں مٹھل شاہ موجود نہیں تھا.....“

”کیوں، وہ کہاں گیا.....؟“

”وہ غائب ہو گیا، وہ فرار ہو گیا میں تم سے پورے اعتماد کے ساتھ یہ بات کہتا ہوں، اگر غلط ثابت ہو جائے تو تم نہ صرف مجھے بلکہ میرے پورے خاندان کو قتل کر دینا، میں اسے نہیں تلاش کر سکا بعد میں ڈان سینٹر کی طرف سے مجھے اس سلسلے میں خاصی لعن طعن بھی ہوئی لیکن میری مجبوری تھی، میں اسے تلاش کرنے میں ناکام رہا.....“

”یہ بات تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ مٹھل شاہ کی لاش ان لاشوں میں شامل نہیں تھی جو وہاں جلی ہوئی ملی تھیں.....؟“

”میرے سامنے کی بات ہے میں اس وقت خود بھی اس جملے کی قیادت کر رہا تھا، مٹھل شاہ میری آنکھوں کے سامنے نکل بھاگا تھا اور اس طرح غائب ہو گیا تھا کہ بعد میں ہم انتہائی کوشش کے باوجود اسے تلاش نہیں کر سکے“

”اور اس کے بعد مٹھل شاہ کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں ملی.....؟“

”میں اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ کاظم شاد اس وقت بچ بول رہا ہے یا جھوٹ لیکن اندازہ یہ ہو رہا تھا کہ جو کچھ وہ کہہ رہا ہے سچ ہی ہے، ایک طرح میرے دل

میں ٹھنڈک سی پیدا ہو گئی تھی اور وہ جنوں جو تھوڑی دیر پہلے نفرت اور انتقام کے جذبے کے تحت میرے دل میں نمودار ہوا تھا اب سرد پڑتا جا رہا تھا اس کا مقصد یہ کہ مٹھل شاہ

زندہ ہے اور یہ بات میرے لیے انتہائی باعث خوشی تھی لیکن، لیکن وہ یقیناً کسی ایسی حالت میں ہے کہ اس نے مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش نہیں کی ورنہ ایسا ضرور

کرتا، اب میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کاظم شاد کے ساتھ کیا سلوک کروں، بہر طور چونکہ میں اس سے مٹھل شاہ کے بارے میں معلومات حاصل کر چکا تھا اس لیے اب اسے

قتل کرنے کا کوئی جواز میرے پاس نہیں تھا اور ویسے بھی میں کسی کی زندگی سے ہاتھ نہیں

رنگنا چاہتا تھا اس طرح میں ایک قاتل بن جاتا، آنے والے وقت کے لیے میں یہ نہیں کر سکتا تھا کہ میرے اقدامات میں کس کس کی زندگیاں لینا شامل ہو، لیکن جہاں تک ہو سکے اس سے گریز کرنا مناسب تھا میں نے کاظم شاد سے کہا۔

”ڈان سینٹر کے بارے میں مجھے اور تفصیلات بتاؤ۔ یہ بتاؤ اس کا ہیڈ آفس کہاں ہے.....؟“

”کیسی باتیں کرتے ہو تم نے تو صرف ڈان سینٹر کا نام سنا ہو گا اس کے بارے میں تفصیلات نہیں جانتے ہو گے میرا خیال ہے دنیا میں چند ہی افراد یہ بات جانتے ہیں کہ ڈان سینٹر کا ہیڈ آفس کہاں ہے، انہوں نے اسے بہت خفیہ رکھا ہے اور شاید یہ بات بھی تمہارے علم میں نہ ہو کہ ڈان سینٹر کے سربراہ کون لوگ ہیں.....“

”ٹھیک ہے کاظم شاد مجھے ڈان سینٹر سے کوئی دلچسپی نہیں ہے میں تو مشعل شاہ کے بارے میں تفصیلات چاہتا تھا، بہر طور میرا تمہارا کام فی الحال ختم ہو گیا میں تمہیں زندہ چھوڑ رہا ہوں اور اسے میرا احسان سمجھنا لیکن اگر مشعل شاہ نہ ملا تو اس کے بعد ہمارا تمہارا سامنا ایک بار پھر ہو گا۔ مسٹر کاظم شاد“ میں نے کہا اور اس کے بعد ادھر ادھر دیکھنے لگا کاظم شاد کے کمرے کے بستر پر جو چادر پڑی تھی میں نے اسے اٹھایا اور اس کی دھجیاں پھاڑنے لگا، کاظم شاد نے کہا.....

”سنو اگر تم مجھے باندھنے کی کوشش کر رہے ہو تو بیکار ہے میں تمہارے خلاف کوئی کارروائی نہیں کر سکتا ظاہر ہے تم یہاں سے نکل جاؤ گے اور میری حالت ایسی نہیں ہے کہ میں اٹھ کر پانی بھی پی سکوں اس لیے.....“ لیکن میں نے اس کی کسی بات پر توجہ نہیں دی میں نے اسے اسی کرسی پر بٹھایا اور اس کے دونوں ہاتھ پشت پر کس دیے اس کے بعد پاؤں باندھے اور پھر ادھر ادھر دیکھنے لگا، لمحہ ہاتھ روم میں جا کر میں نے اپنا حلیہ درست کیا جب میں باہر نکل رہا تھا تو اچانک ہی مجھے ٹھٹک جانا پڑا تھا سامنے سے ایک خاتون اتری تھیں میرا اور ان کا فاصلہ چند گز کا تھا اور میرے لیے کوئی گنجائش نہیں تھی کہ میں کہیں چھپ کر ان کی نگاہوں سے محفوظ رہ سکتا۔ کار سے اترنے والی خاتون نے مجھے اور میں نے انہیں دیکھا اور دوسرے لمحے میرے چہرے کے عضلات میں ایک تناؤ سا پیدا ہو گیا یہ شناسا شکل تھی۔ سو فیصد شناسا اور مجھے یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ مجھے پہچان لیا

ہے۔ کیونکہ اس کے چہرے پر اچانک ہی حیرت کے نقوش نمودار ہو گئے تھے اب میرے لیے یہاں رکنا بے مقصد تھا چنانچہ میں آہستگی سے سیڑھیاں اترتا اور اس کے سامنے سے گزرنے لگا تو اس نے مجھے روک کر کہا.....

”مسٹر گونا والا کیا آپ نے مجھے پہچانا نہیں۔“ میں نے چونک کر اسے دیکھا میری آنکھوں میں اجنبیت کے نشانات تھے۔ حالانکہ مجھ سے زیادہ اسے اور کون جان سکتا تھا یہ کرن زہرہ تھی۔ وہ حسین جال جو مجھ پر پھینکا گیا تھا اور جس کی بانی مسز اختر تھی وہ ایک بار اسے اپنی بھتیجی بنا کر میرے پاس لائی تھیں۔ مقصد یہی تھا کہ اسے مجھ پر مسلط کر دیا جائے اور میری دولت گھسیٹی جائے۔“ میں نے آہستہ سے کہا.....

”معافی چاہتا ہوں خاتون میں نے آپ کو پہچانا نہیں۔“

”ارے آپ کو اردو بولنا آگیا۔“ کرن زہرہ نے متحیرانہ لہجے میں کہا اس کے انداز میں خوشگوار کیفیت تھی میں نے شانے ہلاتے ہوئے کہا.....

”آپ کو سو فیصد غلط فہمی ہو رہی ہے میں گونا والا نہیں ہوں میرا نام کچھ اور ہے۔“

”نہیں سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کیا آپ مجھے یہ قوف سمجھتے ہیں مسٹر گونا والا۔ لیکن میں یہ بات جانتی ہوں کہ آپ کیوں مجھے نظر انداز کر رہے ہیں درحقیقت میں آپ کی دنیا کی انسان نہیں تھی اور ظاہر ہے یہ بات منظر عام پر آئی ہی تھی.....“

”آپ کو اس قدر غلط فہمی ہو رہی ہے کہ اب میں بھی حیران ہو گیا ہوں کہ میں سچ کچھ گونا والا تو نہیں ہوں۔“

”آپ اس کا اعتراف کیوں نہیں کر رہے۔ مجھ سے کیا خطرہ ہے آپ کو۔“

”معافی چاہتا ہوں خاتون۔ براہ کرم مجھے اجازت دیجئے گا۔“ میں نے کہا اور بڑے شریفانہ اور منذب انداز میں چلتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ گیٹ سے باہر نکلتے ہوئے میں نے کرن زہرہ کو مڑ کر دیکھا اور متحیرانہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ ویسے کرن زہرہ نے مجھے دیکھ لیا تھا اس کے پتا نہیں کیا نتائج برآمد ہوں گے۔ میں یہ سوچتا ہوا برقی رفتاری سے آگے بڑھتا پارکنگ لاٹ سے کرایہ کی کار نکالی اور اپنے ہوٹل پہنچ گیا۔

مشعل شاہ کی زندگی کی خبر سن کر دل کو جس خوشی کا احساس ہو رہا تھا۔ اس نے طبیعت میں بے حد جولانی پیدا کر دی تھی۔ لیکن بہت سے ایسے خیالات بھی تھے جو ذہن کو

الجمہار ہے تھے اگر مُصل شاہ زندہ ہے تو پھر اس نے مجھ سے رابطہ کیوں نہیں قائم کیا وہ کون سے ایسے حالات تھے جن کی بنا پر وہ دنیا کی نگاہوں ہی سے روپوش ہو گیا؟ آخر ایسی کون سی بات تھی اور اب وہ کہاں ہے اگر ہے تو اسے تلاش کرنے کے کیا ذرائع ہو سکتے ہیں۔ لیکن ایک اور احساس بھی دل میں پیدا ہوا۔ وہ یہ کہ میں نے عمل کی دنیا میں قدم رکھا تو بات آگے بڑھی اس سے پہلے ڈان سینٹر کے بارے میں بس دل ہی دل میں گھٹنا رہتا تھا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اب مُصل شاہ کو کہاں تلاش کیا جائے۔ اس کے بعد اچانک میں کرن زہرہ کی جانب متوجہ ہو گیا۔ وہ وہاں کیوں پہنچی تھی لیکن اس سوال کا جواب مشکل نہیں تھا۔ اس جیسی لڑکیاں ہر بڑے آدمی سے دوستی رکھ سکتی ہیں اور کاظم شاد بھی کوئی معمولی شخصیت نہیں تھا کرن جیسی سوسائٹی گرل کی دوستیاں ایسے ہی لوگوں سے ہوتی ہیں۔ تھوڑی سی پریشانی یہ بھی تھی کہ بعد کے حالات وہاں کیا رہے ہوں گے اخبار سے کچھ کچھ اندازہ ہو گیا تھا مجھے زیادہ فکر رشید ناگی کی تھی اس کو بہت زیادہ مشکل پیش آرہی ہوگی۔ جس کے شانوں پر میں نے بہت سی ذمہ داریاں ڈال دی تھیں یہ فیصلہ کرنا میرے لیے مشکل ہو رہا تھا کہ اس سے رجوع کروں یا نہیں۔ بہت غور و خوض کرنے کے بعد میں نے فیصلہ کہ گمنام طریقے سے اس سے کم از کم تھوڑی بہت گفتگو کر کے اسے حوصلہ دے دوں گا۔ یقینی طور پر اس کے ساتھ یہ زیادتی تھی اور وہ حکم کا آدمی تھا اور اس طرح کم از کم مجھے صورتحال کا علم بھی ہو سکتا تھا اس کے لیے فون ہی کا استعمال زیادہ مناسب تھا۔ لیکن ہوٹل میں اپنے اس کمرے سے فون کرنے میں کوئی گڑبڑ تو نہیں ہو جائے گی۔ بظاہر ایسا کوئی خدشا نظر نہیں آیا۔ لیکن یہ کام رات میں کرنا چاہتا تھا چنانچہ رات کا کھانا میں نے اپنے کمرے میں ہی طلب کر لیا پھر اس سے فارغ ہو کر اس سے بات کرنے کے لیے تیار ہو گیا میں اسے ہوشیار بھی کر دینا چاہتا تھا بہت دیر تک غور و خوض کرنے کے بعد بلا آخر میں نے ٹیلی فون پر رشید ناگی کے نمبر ڈائل کیے۔ لیکن دوسری جانب سے اطلاع ملی تھی کہ رشید ناگی موجود نہیں ہے ادھر سے سوال کیا گیا.....؟“

”آپ کون صاحب بول رہے ہیں.....؟“

”میں ناگی صاحب کا ایک دوست ہوں۔ کہاں گئے ہیں وہ اس وقت۔“

”جناب عالی۔ وہ دو دن سے موجود نہیں ہیں اور ہمیں ان کے بارے میں کوئی

معلومات نہیں ہیں۔“

”کوئی تشویشناک بات تو نہیں۔“

”آپ کون صاحب بول رہے ہیں.....؟“

”میں نے کہانا میں ان کا دوست ہوں.....“

”جی نہیں کوئی تشویشناک بات نہیں ہے وہ مصروف ہیں اور وہ بتا کر گئے تھے کہ ہو

سکتا ہے وہ ایک دو دن واپس نہ آئیں۔“

”ہوں ٹھیک ہے۔“

”آپ کا اگر کوئی پیغام ہو تو بتا دیجئے گا۔“ ادھر سے کہا گیا لیکن میں نے فون بند کر

دیا تھا۔ رشید ناگی پتا نہیں کہاں مصروف ہے خیر یہ کوئی ایسی بات نہیں تھی جو میرے لیے پریشانی کا باعث ہوتی۔ دوسرے دن میں نے صبح کے اخبارات ٹولنا شروع کر دیے۔ میں اس کی ایک ایک سطر کی چھان بین کرنے لگا۔ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کاظم شاد کی خبر اخبارات میں چھپی ہے یا نہیں۔ لیکن ان اخبارات میں اس سلسلے میں کوئی خبر نہیں تھی۔ پھر باقی وقت وہیں گزارا اور دوپہر کو نیچے آیا باہر آکر میں نے دوپہر کے اخبارات خریدے جو سنسنی خیز سرخیاں لگانے میں اپنا ٹالنی نہیں رکھتے۔ لیکن کاظم شاد کے بارے میں کوئی خبر دوپہر کے اخبارات میں نہیں ملی تھی۔ اس کا مقصد ہے کہ کاظم شاد کے بارے میں کوئی اطلاع باہر نہیں دی گئی میں پر سکون ہو گیا اور اب اس کے بعد کچھ وقت آرام کر کے مجھے اپنے آئندہ اقدامات کے سلسلے میں فیصلہ کرنا تھا ان میں سب سے اہم کام مُصل شاہ کی تلاش تھا لیکن کوئی ایسا ذریعہ ذہن میں نہیں آ رہا تھا جو مُصل شاہ کی تلاش میں مدد دے سکے۔ اسی شام کو تقریباً ”پانچ ساڑھے پانچ بجے“ ہوں گے۔ میں ہوٹل سے باہر نکلا اور پونہی چل قدمی کرنے کے انداز میں فٹ پاتھ پر چل پڑا۔

رشید ناگی سے ٹیلیفون پر بات کرنے کی بجائے اس کے ٹھکانوں پر اسے تلاش کیا جائے وہ میرے لیے کوئی ایسی شخصیت نہیں تھی جس سے میں ناواقف ہوتا۔ میں ایک معمولی سے لباس میں ملبوس اپنا حلیہ ایسے بنائے جس میں مجھے باآسانی پہچانا جاسکے چل پڑا اور اس کے بعد میں نے قسمت آزمائی شروع کر دی۔ لیکن اسے اپنی خوش بختی ہی کہا جاسکتا ہے کہ جس پہلی جگہ میں نے اسے تلاش کیا وہ مجھے وہیں نظر آ گیا یہ ایک بڑا

داخل ہونے والی ہوائیں میرے اندرونی اعضا کو کاٹ رہی ہیں.....

”یہ بتاؤ کیا کھلا پلا رہے ہو؟“

”کافی پیش کر سکتا ہوں فوری طور پر اور کھانے کے لئے کچھ بسکٹ وغیرہ۔“

”منگواؤ۔“ میں نے کہا اور وہ باہر نکل گیا پھر کچھ دیر کے بعد آیا تو اس کے ہاتھوں

میں ایک ٹرے تھی جس میں کافی کے برتن اور ایک پلیٹ میں کئی قسم کے بسکٹ رکھے ہوئے تھے۔

”کیا کافی تیار تھی۔“ میں نے سوال کیا۔

”جی۔ تھوڑی دیر پہلے منگوا چکا تھا مگر خدا کے واسطے کچھ تو سمجھا دیجئے۔“ میں نے

ایک بسکٹ اٹھایا اور اسے دانتوں سے کاٹتے ہوئے کسی سوچ میں گم ہو گیا۔ رشید ناگی کی اس بات نے نبھانے کیوں میرے ذہن پر ایک عجیب سا حملہ کیا تھا اور میں کھوسا گیا تھا۔ میں خاموشی سے بسکٹ کھاتا رہا اور اسے گھورتا رہا۔ میں نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا تھا۔ پھر میں نے کہا۔

”رشید ناگی میں نے تم سے بھی کنارہ کشی اختیار کی اور جانتے ہو اس کی وجہ کیا

تھی۔؟“

”کیا؟“

”مجھے تم پر ضرورت سے کہیں زیادہ اعتماد ہے میں جانتا ہوں کہ میری ہدایت کے

بغیر بھی تم جو کچھ کر سکتے ہو وہ بعض اوقات اس سے بھی بہتر ہو سکتا ہے جتنا میں سوچ سکتا ہوں میں یہ بھی جانتا ہوں کہ میرے اور تمہارے درمیان تعلقات ایسے ہیں کہ اگر تم اپنے طور پر کوئی فیصلہ کر کے قدم اٹھا لیتے ہو تو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوتا اور یہ بات تم بھی اچھی طرح جانتے ہو۔ چنانچہ اس دوران اگر میں نے تم سے بھی ملاقات نہیں کی تو اس کا مقصد یہ تھا کہ مجھے علم تھا کہ ان حالات کو صرف تم سنبھال سکتے ہو اور کوئی ایسا قدم اٹھا سکتے ہو جو میرے مفادات کے لئے بہترین ہو یہ ایک اعتماد ہے مجھے تم پر اور اس کا اظہار میں تم سے پہلے بھی کر چکا ہوں اور تم اس بات کو تسلیم بھی کر چکے ہو کہ میں تم پر اعتماد میں قطعی مخلص ہوں۔“

”جی میں جانتا ہوں دانش صاحب۔“

میڈیکل اسٹور تھا جو اس کی ملکیت تھا میں میڈیکل اسٹور میں ایک گاہک کی حیثیت سے داخل ہوا تھا وہ اسٹور کے آخری حصے میں کسی سے مصروف گفتگو تھا میں چند لمحوں کے بعد اس کے سامنے تھا رشید ناگی نے اپنے سامنے کسی کو دیکھا تو اس کے چہرے پر سوالیہ آثار پیدا ہو گئے لیکن جب میں نے اپنا چہرہ اس کے سامنے کیا تو وہ دم بخود رہ گیا۔ ایک لمحے کے لیے تو اس کے منہ سے آواز بھی نہیں نکل سکی تھی پھر وہ بے اختیار کھڑا ہو گیا۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

”میں جانتا ہوں کہ یہاں اس دیوار کے پیچھے ایک کمرہ موجود ہے اور اس وقت میں تمہارے ساتھ اسی کمرے میں چلنا چاہتا ہوں۔“ وہ بری طرح چکرایا ہوا تھا لیکن فوراً ہی اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور پھر جلدی سے اس کمرے کا دروازہ کھول دیا اور مجھے راستہ دے دیا۔ میں اندر داخل ہو گیا تھا۔ رشید ناگی نے اپنے آدمیوں کو کچھ ہدایات کیں اور اس کے بعد وہ بھی دروازے کے اندر آ گیا۔ میں نے اس دوران کمرے میں روشنی کر دی تھی۔ بڑا آرام دہ پرسکون انرکنڈیشنڈ کمرہ تھا۔ وہ شدید نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کم از کم تمہیں مجھے دیکھ کر اس قدر حیران نہیں ہونا چاہیے ناگی۔“

”دانش صاحب آپ نے..... آپ نے فون کیا تھا میرے لئے۔“

”ہاں کیا تھا۔“

”میں سمجھ گیا تھا اور آپ نہیں جانتے اس وقت سے میں کتنا بے چین ہوں۔ آپ

..... یہ سب کچھ کیا کر دیا ہے آپ نے..... یہ کیا کر دیا آپ نے دانش صاحب؟“

”بیٹھو بہت پریشان معلوم ہوتے ہو.....“

”میری پریشانی کی بات کرتے ہیں آپ۔ پانچ پونڈ وزن کم ہو چکا ہے میرا اس

دوران اتنی پریشانیوں میں وقت گزرا ہے میرا کہ کئی راتیں سو نہیں سکا ہوں۔“

”ارے میں تم جیسے طاقتور انسان سے اس کچے پن کی توقع نہیں رکھتا تھا۔“

”کمال کرتے ہیں آپ۔ سر سے سایہ اتر جائے تو انسان کتنا بے ہوش ہوتا ہے یہ ان

دنوں کوئی مجھ سے پوچھے سب کچھ کر سکتا ہوں۔ سارے کام بخیر و خوبی سرانجام دے رہا

ہوں لیکن یہ محسوس کرتا ہوں کہ میری پشت میں سوراخ ہو گیا ہے اور اس سے اندر

ضرورت بھی پیش آئی تھی مجھے۔ یقین نہیں آ رہا تھا کہ آپ نے مجھے اس بارے میں اطلاع نہیں دی۔ اس کے بعد مشکلات آگے بڑھتی رہیں۔ غزنوی صاحب بڑے بے چین پھر رہے تھے۔ کوٹھی کے چکر لگائے۔ جگہ جگہ سے آپ کے بارے میں معلومات حاصل کرتے پھرے۔ آپ کو نہ پایا تو نجانے کیسی کیسی کہانیاں گھڑنے لگے وہ اور مجھے اس طرف متوجہ ہونا پڑا۔ روزی سے مزید تفصیلات معلوم کرنے پر یہ پتا چلا کہ آپ نامعلوم مدت کے لئے غائب ہو گئے ہیں۔ ادھر یہ لوگ یہ کارروائی کر رہے تھے۔ چنانچہ مجھے خاصی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ پھر کچھ اور اطلاعات ملیں اور یہ اطلاعات مجھے مسز اختر خان نے دیں۔

”کیا؟“ میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

”انہوں نے مختلف ذرائع سے یہ معلومات حاصل کرنا شروع کر دیں کہ دانش منصور ان دنوں کہاں ہیں کہیں نظر نہیں آ رہے انہوں نے ایک غیر متعلق شخصیت سے جسے میں جانتا ہوں یہ بھی کہا کہ دانش منصور نے کاظم شاد پر قاتلانہ حملہ کیا اور انہیں بہت زیادہ زخمی کر دیا ہے اس کے علاوہ پولیس کے کچھ افسران اعلیٰ دانش منصور کے بارے میں معلومات حاصل کرتے پھر رہے تھے اور یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ وہ کہاں ہیں۔ روزی بچاری تو کچھ نہیں بتا سکی اور خاصی الجھنوں میں رہی۔ لیکن میں نے فوراً صورتحال کو سنبھالا اور یہ تمام تفصیلات معلوم کرنے کے بعد بالآخر میں نے اپنے ایک آدمی کو آپ کا میک اپ کرایا اور اس سلسلے میں انتہائی محنت سے کام کرتے ہوئے میں نے اسے ایک اسپتال میں داخل کرادیا۔ میڈیٹ کے کچھ ذمہ دار حضرات کا سہارا لے کر میں نے صرف اتنا کرایا ان سے کہ آپ کی حیثیت سے جس شخص کو وہاں داخل کرایا گیا تھا اسے بالکل ہی محفوظ کر دیا جائے اور کسی پرندے کو بھی وہاں پر مارنے کی اجازت نہ دی جائے۔ اس کے لئے میں نے بڑی محنت کی اور بالآخر جو لوگ میری مدد پر آمادہ ہو گئے تھے انہوں نے اس پر سختی سے عمل درآمد کرایا۔ بہت سے لوگوں نے ان سے سوالات کئے اور انہوں نے یہ جواب دیا کہ مرض خطرناک نوعیت کا ہے اور اس کے سلسلے میں جب تک مکمل تحقیق سامنے نہ آجائے مریض سے کسی کو ملاقات کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ میں نے اس بات کو خصوصاً پر لیں تک جانے سے بھی رد کیا اور اس سلسلے میں شاہنواز نے بھی

میری مدد کی اور سختی سے یہ کہہ دیا گیا کہ پولیس دانش منصور کے بارے میں کوئی خبر نہیں چھاپے گا۔ کیونکہ یہ اس کے لئے خطرناک ہو سکتا ہے۔ یہ ساری کارروائیاں ہم لوگ کر رہے تھے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی خطرات بڑھتے چلے جا رہے تھے۔ کاظم شاد پر حملے کے بعد محکمہ پولیس کو زیادہ تشویش لاحق ہو گئی اور اس سلسلے میں جو معلومات مجھے حاصل ہوئیں وہ یہ تھیں کہ کاظم شاد پر حملے کے بعد ان کی دوست کرن زہرہ ان سے ملاقات کے لئے وہاں پہنچی تھی تو اس نے دانش منصور کو وہاں سے نکلنے ہوئے دیکھا جس نے اسے پہچاننے سے انکار کر دیا تھا۔ اس نے کچھ شبہات کا اظہار بھی کیا اور کہنے لگی کہ دانش منصور بے شک اس وقت دانش منصور نظر نہیں آ رہے تھے تاہم چہرہ ہو ہو وہی تھا اور ان کی آنکھوں میں اجنبیت کے آثار تھے۔ لیکن یہ اس بنیاد پر بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اس وقت ایک مجرمانہ کارروائی کر کے باہر نکلے تھے اور اپنے آپ کو وہ ظاہر نہیں کرنا چاہتے تھے جو وہ تھے۔ تاہم اس بیان کو محکمہ پولیس میں خصوصی اہمیت دی گئی اور اس کے بعد مجھے اطلاع ملی کہ پولیس کے اعلیٰ افسران اجازت نامے حاصل کر رہے ہیں کہ کاظم شاد پر ہونے والے حملے کی تفتیش کے لئے وہ میڈیٹ اسپتال میں کسی طرح دانش منصور سے ملاقات کریں یہ بات وقت سے کافی پہلے میرے علم میں آ گئی اور اس کے بعد مجھے تشویش ہوئی کہ کہیں مزید مشکلات کا سامنا کرنا پڑے۔“

”چنانچہ میں نے فوری طور پر انتظامات کیے اور اس شخص کو جسے مریض کی حیثیت سے اسپتال میں داخل کیا تھا فوری طور پر لندن منتقل کرنے کا بندوبست کر دیا۔ یہ کام نہایت تیزی اور رازداری سے صرف چند گھنٹوں کے اندر اندر کر دیا گیا تھا اور ہمیں اس سلسلے میں شاہنواز صاحب کی پوری مدد حاصل رہی، گو اصل حقیقت شاہنواز صاحب کو بھی معلوم نہیں ہے لیکن اب میرا وہ آدمی لندن کے سینٹ مائیکل اسپتال میں دانش منصور کی حیثیت سے داخل ہے۔ وہاں بھی ہمیں ایسے انتظامات کرنا پڑے کہ اسے اسی قسم کے مریض کی حیثیت سے تسلیم کیا جائے۔ آپ کو اندازہ ہو گا اس بات کا کہ اس کے لئے کس قدر مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہو گا لیکن اپنے اس آدمی کے ساتھ میں نے مزید کچھ آدمیوں کو وہاں روانہ کیا تھا جو انتہائی کارآمد لوگ ہیں اور ہر طرح سے صورتحال کی نگرانی کر رہے ہیں ان کی رپورٹ ہے کہ وہاں سب کچھ ٹھیک ہے لیکن میں اس طرف

سے بھی غافل نہیں تھا اور مسلسل یہ معلومات حاصل کر رہا تھا کہ پولیس مزید کیا کارروائیاں کر رہی ہے۔ بلا آخر پولیس نے تفصیلات معلوم کیں اور یہ معلومات حاصل کرنے کے بعد کسی قدر برہمی کا اظہار بھی کیا گیا کہ ایک ایسے شخص کو جس پر کچھ الزامات عائد ہیں بغیر کسی اجازت کے اس طرح کیوں منتقل کیا گیا اس کے جواب میں ہم لوگوں نے بھرپور کارروائی کی اور اپنی حیثیت اختیار کرتے ہوئے بتایا کہ دانش منصور کسی طور ایسی شخصیت نہیں ہیں جن کے لئے کسی کارروائی میں رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کامیاب ہونے دی جائے۔ کاظم شاد کا معاملہ اگر ایسا ہی ہے تو پولیس اپنی تحقیق جاری کر سکتی ہے اور اس کے بعد ایک اور خطرناک اطلاع ابھی چند گھنٹوں قبل ہم تک پہنچی ہے دانش صاحب وہ یہ ہے کہ کاظم شاد بھی علاج کی غرض سے لندن چلا گیا ہے اور اس کے ساتھ کئی اہم افراد بھی گئے ہوئے ہیں۔ یقینی طور پر وہ بے مقصد وہاں نہیں گیا ہو گا اس کے ذہن میں جو شبہات ہیں وہ اس کی تصدیق کرنا چاہتا ہو گا۔

”اس کے علاوہ اور بھی کچھ اطلاعات ہیں آپ کے لئے مثلاً وہ پانچ کروڑ کی مرغی ذبح ہو گئی ہے۔ رقم مجھ تک پہنچ گئی ہے اور صورتحال مکمل طور پر ہمارے حق میں ہے۔ کچھ اور مرغیاں بھی کڑکڑا رہی ہیں۔ ان کے حلق میں کوڑیاں تو پھنس گئی ہیں لیکن ابھی انہوں نے ہاتھ پاؤں نہیں چھوڑے ہیں۔ آہستہ آہستہ حلال ہوں گی لیکن ہو جائیں گی۔ ہمارے لوگ کام کر رہے ہیں اور اس کام کے سلسلے میں نہایت مخلص نظر آتے ہیں وہ ہمارے موقف سمجھ گئے ہیں اور ان میں سے چند لوگ تو اس موقف کی تکمیل کے لئے جان کی بازی لگانے کے لئے تیار ہیں انہیں یہ اندازہ ہو چکا ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے وطن عزیز کی بقا کے لئے ہے۔ اس پسماندگی کو دور کرنے کے لئے ہے جو ملک کے گوشے گوشے میں پھیلی ہوئی ہے۔ ہم اپنی حکومت کے ہاتھ مضبوط کرنا چاہتے ہیں۔ ہم صنعتوں کو اور کاروبار کو وہ رنگ دینا چاہتے ہیں کہ ہر شخص محنت کر کے اپنے لئے روزی کما سکے اور بے روزگاری کی وہ لعنت ہمارے ملک سے ختم ہو جائے جس نے ملک کی جڑوں کو کھوکھلا کر کے رکھ دیا ہے اور ذہنوں میں آسودگی پیدا کر دی ہے۔“

”یہ ایک بہت بڑا مشن ہے سر جسے جو کوئی بھی سمجھتا جا رہا ہے ہمارا ہمنوا ہوتا جا رہا ہے۔ بد قسمتی سے یہ معاملات درپیش آگئے۔ لیکن ہمارا کام اب صرف ہمارے ذریعے

نہیں بلکہ وہ تمام لوگ اس میں شامل ہو چکے ہیں جو ہم سے متفق ہیں اور یہ کام جاری ہے۔ سر یہ بہت بڑی کامیابی ہے اور ہم اس کامیابی کو انتہائی خوش آئندہ سمجھتے ہیں۔ میں آپ کو اس کے لئے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔“

”ہوں۔ تمہارا انتخاب بھی تو معمولی نہیں تھا اس سلسلے میں پانچ کروڑ روپے تمہارے پاس پہنچ چکے ہیں۔ تم انہیں اپنی تحویل میں رکھو یہ خالص ہمارا سرمایہ ہے۔ اپنے آدمیوں پر اور ان کی ضروریات پر ان میں سے رقومات صرف کرتے رہو جو ہمارے مقصد کے لئے اذحد ضروری ہیں۔ کچھ مسئلے عارضی طور پر ملتوی کرنے پڑے ہیں۔ لیکن اس صورتحال پر قابو پاتے ہی میں ان پر بھی عمل شروع کرا دوں گا۔ فی الحال الیاس بھائی اور نازاں باجی کے بارے میں بتاؤ۔“

”جی سر۔ آصف نور سے براہ راست میری ملاقات ہے اور بہت سے معاملات میں وہی ہمارے درمیان رابطہ ہیں۔ غزنوی صاحب نے جب کوٹھی میں داخل ہونے کے بعد واویلا کی تھی اور یہ کہا تھا کہ دانش منصور کے ایک ہم شکل نے جسے وہ فیصل کے نام سے جانتے ہیں ان پر حملہ کیا اور انہیں نقصان پہنچایا۔ وہ یہ جانتا چاہتے ہیں کہ دانش منصور اور فیصل ہم شکل کیوں ہیں تو اس وقت آصف نور نے ہی غزنوی صاحب کی زبان بند کی تھی اور اس سلسلے میں وہ نہایت کارآمد اور تعاون کرنے والے ثابت ہوئے ہیں۔ جہاں تک ان خاتون کا تعلق ہے جن کا نام نازاں ہے تو میری بھی ان سے ملاقات ہوئی تھی۔ صرف آپ کے ایک دوست کی حیثیت سے اور میں نے بھی اپنے طور پر انہیں سب کچھ بتا دیا تھا وہ وہاں گئیں اور اب وہ سب اسی عمارت میں مقیم ہیں الیاس احمد ایڈووکیٹ بھی وہیں پہنچ چکے ہیں نازاں باجی اور آصف نور بھی وہیں ہیں۔ یہ ہے تمام صورتحال۔“

میں خوشی سے مسکرا اٹھا تھا، بلا آخر نازاں باجی نے میرا موقف تسلیم کر لیا تھا اور ایک لازمی امر ہے کہ اب وہ مجھ سے اختلاف نہ رکھتی ہوں گی۔ چنانچہ ان سے ملاقات کر لینے میں بھی کوئی حرج نہیں تھا۔ رشید ناگی کا یہ کہنا بھی درست تھا کہ یہ سب سیدھے سادے لوگ ان سازشوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے جو اب میرے خلاف شروع ہو گئی ہیں اور عملی دنیا میں قدم رکھنے کے بعد مجھے جن کا سامنا کرنا پڑے گا۔ چنانچہ ان لوگوں کو اطمینان دلانا بے حد ضروری تھا۔ اس طرح مجھے بھی سکون مل سکتا تھا۔ میں نے رشید ناگی سے کہا۔

”کاظم شاد کا لندن پہنچ جانا اس بابت کی دلالت کرتا ہے کہ وہاں وہ بدترین کارروائیاں کرے گا اور اگر ہمارا آدمی اصل حیثیت سے ان کے سامنے آگیا تو ہمیں بہت خطرناک حالات کا سامنا کرنا پڑے گا اس لئے میرے دوست تم فوری طور پر میری لندن روانگی کا بندوبست کرو اور مجھے اس سلسلے میں تمام تفصیلات مہیا کرو۔ سینٹ مائیکل اسپتال کے بارے میں بھی اور ان تمام افراد کے بارے میں بھی جو ہمارے ساتھ تعاون کر رہے ہیں۔“

”میرے خدا۔ بالکل وہی سوچا آپ نے سر جو میں نے سوچا تھا۔ مجھے آپ سے ملاقات کی شدید بے چینی تھی باقی معاملات تو سنبھالے جا رہے تھے۔ لیکن کاظم شاد جس پائے کا انسان ہے لندن میں اس کے لئے یہ کام مشکل نہیں ہو گا کہ وہ من مانی کر سکے۔ ایسے حالات میں آپ کا وہاں جانا بے حد ضروری ہو گیا ہے۔“

”تو تم مجھے کسی بھی حیثیت سے وہاں بھجوانے کا مکمل بندوبست کر دو۔ میں چند گھنٹوں کے نوٹس پر وہاں جانے کے لئے تیار ہوں اور یہ انتہائی ضروری ہے۔ باقی اس سلسلے میں اور بہت زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ صورتحال جو کچھ بھی ہو گی میں اسے سنبھالنے کی کوشش کروں گا۔“

”ٹھیک ہے سر۔ تو پھر میں آپ سے کب رابطہ قائم کروں۔“

”تم بتاؤ۔“ میں نے کہا۔

”کل صبح ساڑھے دس بجے سے لے کر ساڑھے بارہ بجے تک آپ خود مجھے ٹیلیفون کر لیجئے گا۔ میں ساری صورتحال سے آپ کو آگاہ کر دوں گا۔“ رشید ناگی سے کچھ دیر گفتگو کرنے کے بعد میں ہزاروں خیالات کا ہجوم لئے وہاں سے اٹھ آیا۔ دل میں فیصلہ کر لیا تھا کہ نازاں باقی سے بھی ملاقات کر لوں۔ اور میں نازاں پلس پہنچ گیا۔ برآمدے میں جو سب سے پہلا آدمی مجھے نظر آیا وہ الیاس بھائی تھے غالباً کہیں جانے کی تیاریاں کر رہے تھے ان کی نگاہ مجھ پر پڑی اور وہ بری طرح چونک پڑے۔ تیزی سے میری جانب دوڑے اور مجھ سے چند قدم کے فاصلے پر رک گئے۔ اس وقت ان کی جو کیفیت تھی مجھے اس کا بخوبی اندازہ ہو رہا تھا میں سرد نگاہوں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ الیاس بھائی بھی مجھے پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھتے رہے پھر آگے بڑھے اور دوڑ کر مجھ سے لپٹ گئے۔ میں نے کسی گرم

جوشی کا اظہار نہیں کیا تھا اور اس وقت ذہن میں پھر نجانے کیا کیا تصورات ابھر آئے تھے۔ الیاس بھائی نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور مجھے اندر گھسیٹنے لگے۔ منہ سے ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا انہوں نے بس ایک عجیب سی بیجانی کیفیت ان پر طاری ہو گئی تھی اور میں اس کا گہری نگاہوں سے تجزیہ کر رہا تھا۔ الیاس بھائی مجھے اندر لے گئے اور اس کے بعد ان کے حلق سے بے اختیار دھاڑیں نکلنے لگیں۔ وہ اپنی بیگم کو پکار رہے تھے۔ نازاں باقی کو پکار رہے تھے اور چند ہی لمحات کے بعد وہ دونوں دوڑتے ہوئے آگئے۔ نازاں باقی نے مجھے دیکھا اور ان کی کیفیت بھی الیاس بھائی سے مختلف نہیں ہوئی۔ بھابی جان کے حلق سے عجیب و غریب آوازیں نکل گئی تھیں۔ پھر وہ دونوں میرے بالکل قریب پہنچ گئے۔ نازاں باقی بے اختیار ہو کر مجھ سے لپٹ گئیں اور آنسو رواں ہو گئے۔ پھر میں نے بھاری لہجے میں ان سے پوچھا۔ ”آپ کا کمرہ کون سا ہے۔“

”ادھر آجاؤ فیصل۔ ادھر آجاؤ۔ بھابی جان نے رندھی ہوئی آواز میں کہا اور ہم لوگ ایک کمرے میں داخل ہو گئے۔ الیاس بھائی نے بھی اپنا جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا تھا۔ مجھے ایک صوفے پر بٹھا کر نازاں باقی میرے بالکل قریب بیٹھ گئیں اور انہوں نے درد بھرے لہجے میں کہا۔“

”تو روٹھ گیا تھا مجھ سے فیصل۔ مجھ سے.....“ غالباً وہ کچھ اور بھی کہنا چاہتی تھیں لیکن الفاظ ان کا ساتھ نہیں دے پا رہے تھے۔ میں خاموشی سے ایک ایک کو دیکھتا رہا سب لوگ اپنے بے لوث جذبے کا اظہار کرتے رہے پھر اپنی کسی اور ان کی سنی اور الیاس بھائی کہنے لگے۔

”اب ان باتوں کو جانے دو۔“ ملازم کو بلاؤ پانی منگواؤ نازاں کی کیفیت زیادہ اچھی نظر نہیں آرہی۔ میں نے ”چونک کر نازاں باقی کو دیکھا ان کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ بلڈ پریشر بہت زیادہ بڑھ گیا تھا۔ میں نے ایک دم سنبھالا لیا وہ جس قدر جذباتی ہو رہی ہیں کہیں انہیں کوئی نقصان نہ پہنچ جائے تب میں نے آہستہ سے کہا۔

”خود کو سنبھال لے نازاں باقی۔“

”ہاں۔ ہاں سنبھال رہی ہوں۔ تو..... تو..... میرے سینے میں خنجر مارنا رہا اور میں اپنے آپ کو سنبھالتی رہوں۔ ٹھیک ہے نا وہ تیرا حق ہے کم از کم مجھے میرا یہ حق

استعمال کرنے دے فیصل۔“

”آپ جذباتی ہو رہی ہیں خود کو سنبھالیے۔“ ملازم پانی لے آیا۔ نازاں باجی نے پانی کے دو گلاس پیئے اور گہری گہری سانسیں لینے لگیں پھر بولیں۔

”روٹھ گیا تھا نا مجھ سے۔ چل معافی مانگتے لیتی ہوں ہاتھ جوڑتی ہوں تیرے سامنے معاف کر دے۔ خدا کے لئے مجھے معاف کر دے۔“ وہ رونے لگیں اور میں نے نازاں باجی کا سر اپنے سینے سے بھینچ لیا۔

”نازاں باجی اگر آپ سے کوئی شکایت ہوتی تو واپس یہاں آتا میں.....“

”کیوں نہ آتا۔ بول ہمارے پاس نہیں آتا تو کہاں جاتا تو فیصل۔ مجھے معاف کرنا۔ پاگل ہو گئی ہوں میں۔ میرے منہ سے کوئی بری بات نکل جائے تو محسوس نہ کرنا۔ میرا یہ مقصد نہیں ہے کہ میں تجھے پھر سے ناراض کر دوں۔“ نازاں باجی پر جو کیفیت طاری تھی اس کے تحت اس وقت ان سے باتیں کرنا ذرا مشکل ہی نظر آ رہا تھا ویسے یہ اندازہ تو میں نے لگایا تھا کہ یہاں آنے کے بعد مجھے کیسے حالات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ بہر حال ایک ڈیڑھ گھنٹہ لگ گیا۔ نازاں باجی کی حالت بہتر ہونے میں میں نے الیاس بھائی سے کہا۔

”آپ کہیں جارہے تھے۔“

”کوئی خاص کام نہیں۔ آج کا پروگرام ملتوی کئے دیتا ہوں۔ بے فکر رہو میں ذرا کپڑے تبدیل کر آؤں۔ اسے سنبھالو۔ دیوانی ہو رہی تھی تمہارے لئے۔“ الیاس بھائی نے کہا اور لباس تبدیل کرنے چلے گئے میں نے مسکراتی نگاہوں سے بھابھی جان کو دیکھا اور بولا۔

”بھابی جان کھانے کا انتظام کیجئے۔“ آج میں آپ کے ساتھ ہی رہوں گا۔ بھابی جان نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”سب ہو جائے گا۔ پہلے ذرا تمہارا کان کھینچ لیں بہت بڑے آدمی اور شخصیت کے مالک ہو۔ بے حد پراسرار طاقتور نجانے کیا کیا۔ لیکن فیصل ہم تمہیں اس حیثیت سے نہیں مانتے۔ ہمیں تو وہی بچہ چاہئے جو ہمارے پاس آیا تھا۔ معصوم معصوم سیدھا سادا ہاں فیصل تم ہمارے لئے وہی ہو۔“

”میں حیات کے آخری لمحے تک آپ کے لئے وہی رہوں گا بھابی جان لیکن صبر سے

مسائل کو سمجھئے۔ مجھے اس حیثیت سے تسلیم کیجئے جو میری ہے۔ آپ نے مجھے بہت سچی نگاہوں سے دیکھا ہے۔ بھابی جان یہ ممکن نہیں ہے میرے وجود کی گہرائیوں میں ایک جہنم سنگ رہا ہے۔ جہنم کے ان شعلوں میں میں تنہا جلنے کی ہمت نہیں رکھتا۔ میری خواہش ہے کہ مجھے چاہنے والے بھی میرے ساتھ ہی جلیں اور جب تک وہ میرے لئے جلیں گے نہیں یہ آگ بجھ نہیں سکتی بھابی جان آپ لوگ اسے ذہن نشین کر لیجئے میں آپ کے ایک اشارے پر اپنی گردن کاٹ کر آپ کے قدموں میں رکھنے کے لئے تیار ہوں اور اس کے باوجود میں یہ سمجھوں گا کہ آپ کا مجھ پر جو قرض ہے وہ ادا نہیں ہوا لیکن اپنی ذات میں سلگتے ہوئے جہنم کو میں اپنے ہاتھوں سے ترک کرنے کی ہمت نہیں کرتا۔ مجھے اس کے لئے سہارے درکار ہیں اور اگر یہ سہارے مجھے نہ ملے تو اور آپ نے اس جہنم کے وجود کو تسلیم نہیں کیا تو تنہا میں وہی کرتا رہوں گا بھابی جان جو کمر تار رہا ہوں۔“

”تم ٹھیک کہتے ہو غلطی مجھ سے ہوئی تھی تم کیا سمجھتے ہو کیا میں دنیا سے بہت زیادہ واقف ہوں۔ کیا میں کوئی ماہر نفسیات ہوں۔ نہیں فیصل میں ایک سچی نگاہ کی عورت ہوں۔ میں تمہارے موقف کو تسلیم کرتی ہوں ہم یہاں اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہیں فیصل۔ ہم نے تمہارے وجود کے اس جہنم کو نہیں دیکھا تھا لیکن اب اپنے آپ کو تنہا نہیں محسوس کرتا۔ ہم سب اسی آگ کے مسافر ہیں۔“ نازاں باجی نے کہا۔

میرے دل میں ایک عجیب سی ٹھنڈک پیدا ہو گئی۔ یہ ایک انوکھا تصور تھا۔ کسی انتہائی اپنے کی زبان سے اپنائیت کا کوئی ایسا جملہ نکلے تو شاید ہزاروں امراض کا علاج ہو جاتا ہے۔ نازاں باجی نے مجھے جان لیا تھا انہوں نے وہ الفاظ کہے تھے۔ جو میں ان کی زبان سے سننے کا منتظر تھا۔ ماحول کافی جذباتی تھا اور ہونا بھی چاہیے۔ بہر طور میری یہی کوشش تھی کہ اب اس میں کچھ کمی پیدا ہو جائے۔ نازاں باجی نے کہا۔

”اور جب میں نے یہ تمام باتیں دل سے تسلیم کر لیں تو مجھے تمہارے آدمی کے ذریعے نازاں پیس کے بارے میں معلومات حاصل ہوئیں اور میں یہاں آ گئی۔ ایسی کوئی جگہ کبھی تصور میں بھی نہیں آئی تھی۔ میں پاکستان کو ارٹر کے علاقے میں رہ کر اپنے آپ کو بہت مطمئن اور مسرور سمجھتی تھی۔ یقین کرو یہ میں نے صرف تمہارے نام پر قبول کی ہے۔ ورنہ میں یہاں اپنے آپ کو عجیب و غریب محسوس کرتی ہوں فیصل۔“ میں نے ابھی

کوئی جواب نہیں دیا تھا کہ الیاس بھائی لباس تبدیل کر کے واپس آگئے اور ہمارے درمیان ہی بیٹھ گئے۔

”میرا خیال ہے۔ جذباتیت کا دور ختم ہو گیا ہو گا۔ اب ہمارا بھی اس گفتگو میں کچھ حصہ ہونا چاہیے۔ فیصل اتنے عرصے کے بعد آیا ہے۔ بہت سی باتیں کرنے کو جی چاہتا ہے اس سے۔“

”جی الیاس بھائی میں حاضر ہوں۔ آج فرصت سے آپ کے پاس آیا ہوں اور آپ سے بہت سی باتیں کروں گا۔“

”اور اس کے بعد یہاں سے چلے جاؤ گے۔“ نازاں باجی نے سوال کیا؟

”اس موضوع پر بعد میں گفتگو ہوگی۔“

”اچھا اب یہ بتاؤ کیا کھاؤ گے؟“

”جو کچھ بھی گھر میں ہو گا۔ کھالوں گا اس طرف آپ توجہ نہ دیں۔ بلکہ زیادہ وقت میرے ساتھ گزاریں۔“ میں نے بھابی جان سے کہا۔ الیاس بھائی کہنے لگے۔

”اور آج جب تم سے اس انداز میں ملاقات ہوئی ہے، فیصل تو میں باضی کی ساری کمائیاں پھر سے دہرائنا چاہتا ہوں۔ بڑا عجیب و غریب وقت گزرا ہے ہم پر۔ کیا کہیں۔ تفصیل بتائیں گے تو شاید تمہیں یقین کرنے میں دقت ہوگی۔“ الیاس بھائی بولے۔

”نہیں الیاس بھائی مجھے کوئی دقت نہیں ہوگی۔“

”تو پھر فیصل ایک بار میں پھر سے بہت سے سوالات کرنا چاہتا ہوں۔“

”میں حاضر ہوں۔“

”وہاں تک کی کہانی تو مجھے معلوم ہے، فیصل جہاں سے تم ہمارے پاس سے گئے

تھے۔ اس کی بعد کیا ہوا؟“

”پھر میں نے مشعل شاہ سے ملاقات سے لے کر اب تک اپنے پر گزرنے والی داستان کے سارے باب ان کے سامنے کھول دیے۔ تمام باتیں سننے کے بعد الیاس بھائی بولے۔“

”کیا یہ ممکن نہیں کہ تم اپنی دنیا میں واپس لوٹ جاؤ اور دانش منصور کی حیثیت سے گزر بسر کرو۔ ہم کبھی اس پر اعتراض نہیں کریں گے۔ لیکن یہ زندگی چھوڑ دو۔ ان

راستوں سے واپس پلٹ جاؤ۔ جو کچھ کر رہے ہو وہی کرتے رہو۔ مجرمانہ زندگی نہ اپناؤ۔ جرم کی زندگی بلا آخر پھانسی کے تخت یا موت کی کرسی پر جا کر ختم ہوتی ہے۔ تمہیں کبھی ایسا ہوا تو ہم تینوں اجتماعی خودکشی کر لیں گے۔ ان الفاظ کو محض جذباتی نہ سمجھنا۔ یہ میرا عزم ہے۔ یہ میری بیوی کا عزم ہے اور نازاں بھی ہم سے مختلف انداز میں نہیں سوچتی۔ بولو جواب دو۔ کیا تم ایسا کر سکتے ہو۔“ میرے چہرے پر کشمکش کے آثار نمودار ہو گئے۔ دیر تک سوچتے رہنے کے میں نے کہا۔

”نہیں الیاس بھائی۔ اب یہ ممکن نہیں ہے۔ اس راستے پر جس قدر آگے بڑھ گیا ہوں وہاں واپسی کے لیے کوئی راستہ نظر نہیں آتا اور ویسے بھی کچھ چہرے نظر آئے ہیں مجھے۔ میں ان چہروں پر کام کرنا چاہتا ہوں۔ ہاں یہ وعدہ آپ سے ضرور کر سکتا ہوں کہ کوشش کروں گا کہ کم سے کم تشدد کروں۔ دیکھیں الیاس بھائی سچ بولتا رہا ہوں آپ سے ہمیشہ اور مجھے یہ موقع ضرور ملے گا کہ میں آپ سے ہمیشہ ہی سچ بولتا رہوں۔ اگر آپ مجھے مجبور کریں گے تو پھر میں آپ سے جھوٹا وعدہ کروں گا۔ کیونکہ یہ میرے لیے اب ممکن نہیں ہے۔“ الیاس بھائی نے ایک ٹھنڈی سانس بھری۔ نازاں باجی کا چہرہ شرم سے جھک گیا۔ بھابی جان خاموشی سے مجھے دیکھتی رہیں۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”آپ لوگ افسردہ ہو گئے میرے سچ پر.....“

”نہیں سب ہم یہ آرزو کرتے ہیں کہ تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچے.....“

”جن لوگوں کو میرے ہاتھوں نقصان پہنچے گا یہ صرف وہ لوگ ہوں گے جو دنیا کے لیے نقصان دہ ہیں، میرے لیے نقصان دہ ہیں، ایسا کوئی بھی آدمی میرا شکار نہیں ہو گا جو مظلوم ہو۔“

”سمجھ گیا، بہر طور میں افسردہ ہوں اور اپنی اس غلطی کو زندگی بھر معاف نہیں کر سکوں گا، تم سے جو کچھ بھی کہہ لوں لیکن میرا دل یہ جانتا ہے کہ قصور میرا ہی ہے سمجھے بہر حال مجھے یہ تو بتا دو کہ اب آئندہ تمہارا کیا پروگرام ہے۔“

”اپنی تلاش میں نکلا ہوں الیاس بھائی، راستے میں جو بھی مراحل آئیں گے انہیں طے کرنا ہو گا، بہت سے لوگوں سے دو دو ہاتھ کرنا ہوں گے، کیونکہ درمیان کے مسئلے زیادہ اہمیت اختیار کر گئے ہیں۔“

”کچھ تفصیل نہیں بتاؤ گے؟“

”بتاؤں گا بھی الیاس بھائی تو آپ سمجھ نہیں پائیں گے، ایسے الجھے ہوئے معاملات ہیں جنہیں سلجھانے کے لیے ارسطو کا بھیجا چاہیے، کوشش کر رہا ہوں۔“

”سن رہی ہو نازاں، یہ دبی پاؤلا سالز کا ہے، جو ہمارے پاس آیا تھا اور بس میں سوتا تھا بسیں صاف کرتا تھا اور ایمانداری کا ثبوت دیتے ہوئے اس نے مجھے ایک مشکل سے بچلایا تھا۔“

”آپ کو یہ بھی تو یاد ہو گا الیاس بھائی کہ آپ نے اپنی زبان سے خود کہا تھا کہ یہ معمولی لڑکا نہیں ہے اور اس کا مستقبل بہت تابناک ہے۔“ نازاں باجی نے کہا، پھر بولیں۔

”مگر ان راستوں میں تمہیں خطرات کا سامنا بھی تو کرنا پڑے گا، کیا ہم ان سے مطمئن رہیں گے۔“

”آپ کی سچی دعائیں میرے ساتھ ہوں گی نازاں باجی تو میں ہر مشکل سے گزر جاؤں گا۔“

”یہ نازاں پیلز کا کیا قصہ ہے؟“ نازاں باجی نے سوال کیا۔

”میری آرزوؤں کا خواب کل میں نے تو آپ کے لیے نبھانے کیا کیا خواب دیکھے ہیں ابھی ان کی تکمیل کا وقت نہیں آیا، اگر آیا تو میں ان خوابوں کی تعبیر آپ کے سامنے پیش کروں گا۔“

”مجھے یسین رہنا ہو گا۔“

”ہاں یہ آپ کی ملکیت ہے آپ کے نام سے خریدی گئی ہے۔“

”اور ہم لوگ۔“

”آپ بھی یہیں رہیں گے اور مجھ سے کوئی انحراف نہیں کریں گے اور پورا پورا تعاون کریں گے۔“

”خیر ظاہر ہے اب کچھ کہنے کی ہمت باقی نہیں رہی ہے مجھ میں، لیکن مجھ سے بھی تو کچھ کام لو۔“

”فی الحال میرے لیے صرف دعائیں کریں، ہو سکتا ہے کل یا پرسوں یہاں سے بیرون ملک روانہ ہو جاؤں، کچھ ایسے ہی ضروری کام کرنے ہیں، ہاں فرصت کے لمحات میں

آپ سے ملاقات ضرور کروں گا، یہ میرا وعدہ ہے، مطمئن رہیں، آصف نور سے ملاقات نہیں ہو سکی، ان سے بھی کہہ دیں کہ میں ابھی مصروف رہوں گا اور فرصت ملے ہی آپ لوگوں کے پاس آجاؤں گا، تو پھر آپ کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔“ وہ لوگ آبدیدہ ہو گئے، شام کو تقریباً سات بجے تک ان کے ساتھ رہا اور ساڑھے سات بجے وہاں سے واپس چل پڑا۔

میرے ذہن میں بہت سے تصورات آئے، کاظم شاد کے لندن پہنچنے کے بعد جو صورتحال بھی پیش آئی ہوگی وہ خاصی سنگین بھی ہو سکتی ہے اور اس کے اثرات دور تک پہنچ سکتے ہیں دوسرے دن رشید ناگی سے رابطہ قائم کیا تو اس نے بتایا۔

”تمام مشینری حرکت میں آگئی ہے چیف، بہت جلد کام ہو جائے گا۔“

”تمہیں میری تصاویر وغیرہ کی ضرورت پیش آئی ہوگی پاسپورٹ کے لیے۔“

”وہ سب بندوبست میں نے کر لیا ہے، آپ بالکل مطمئن رہیں۔“

”تو پھر مجھے تم سے کب رابطہ قائم کرنا چاہیے۔“

”چیف مجھے اپنے رابطے کا نمبر دے دیں، میں آپ کو تفصیلات بتا دوں گا، اگر آپ

یہ نہ پسند کریں تو رات کو مجھے رنگ کر لیں۔“ میں نے یہی مناسب سمجھا تھا شام کو اس نے بتایا کہ کل تک تمام انتظامات ہو جانے کی امید ہے، سارے کام ارجنٹ کیے جا رہے ہیں اور میں اسے کل دن میں بارہ بجے رنگ کروں، دوسرے دن بارہ بجے جب میں نے اسے رنگ کیا تو اس نے بتایا۔

”آپ ہی کے ٹیلیفون کا انتظار کر رہا تھا، خدا کا شکر ہے کہ سارے کام خوش اسلوبی

سے طے ہو گئے، آج شام کو چھ بجے آپ میرے پاس اپنے مختصر سے ضروری سامان کے ساتھ آجائیں، تاکہ ہمیں سے روانگی ہو سکے، ساڑھے آٹھ بجے آپ کی فلائیٹ ہے۔“ میں نے اس سے وعدہ کر لیا اور پھر شام کو ساڑھے چھ بجے تمام امور سے فارغ ہو کر میں رشید ناگی کے پاس پہنچ گیا، وہاں دو آدمی اور موجود تھے اور وہ میرا انتظار کر رہا تھا، اس نے ان دونوں سے میرا تعارف کرایا، ایک کا نام شفیع احمد اور دوسرا مخدوم خان تھا۔

”چیف یہ دونوں بھی۔ آپ کے ساتھ لندن جا رہے ہیں، جیسا کہ میں نے آپ کو

تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک ہوٹل میں پہنچ گئے، جہاں میرے اور میرے ساتھیوں کے لیے کمروں کا بندوبست پہلے ہی سے کر لیا گیا تھا، اپنے کمرے میں منتقل ہونے کے بعد میں نے غلام قادر سے مزید معلومات حاصل کیں اور اس نے مجھے بتایا کہ آج ہی وہ مجھے اسپتال منتقل کر دے گا اور اس آدمی کو وہاں سے نکال لیا جائے گا، اس نے بتایا کہ ڈاکٹر رابرٹ یگل میرا معالج ہے اور ہم سے وہ تعاون کر رہا ہے، غلام قادر نے مزید بتایا کہ ڈاکٹر رابرٹ یگل حقیقت محل سے بالکل واقف نہیں ہے، بس اس نے ایک ایسے مریض کی حیثیت سے اس شخص کو تسلیم کر لیا ہے جو اپنے آپ کو بیمار بتاتا ہے اور اس کے لیے اسے تیار کیا گیا ہے، اس سے زیادہ وہ اس بارے میں کچھ نہیں جانتا، میں نے پراٹھینان انداز میں گردن ہلا دی تھی، رات ہونے کا انتظار کیا گیا اور پھر رات کو ہم لوگ ضروری تیاریوں کے بعد چل پڑے۔

سینٹ مائیکل اسپتال عظیم الشان عمارت میں واقع تھا اور اس وقت یہاں بڑا سنسان اور خاموش سا ماحول تھا، ہم آہستہ آہستہ چلتے ہوئی ہسپتال کی عمارت میں داخل ہو گئے، میرے ساتھ آنے والے دو آدمی راستے ہی میں رک گئے اور غلام قادر مجھے لے کر چل پڑا، بلا آخر ہم اس کمرے میں پہنچ گئے، جس میں ہمارا آدمی موجود تھا، اسے بھی شاید صورتحال سے آگاہ کر دیا گیا تھا، کیونکہ اس نے اسپتال کا لباس نہیں پہنا ہوا تھا، بلکہ ایک عام لباس پہن لیا تھا، میں پھرتی سے اندر داخل ہوا اور اس نے فوراً ہی ہسپتال کا لباس میرے ہاتھ میں دے دیا، جسے لے کر میں کمرے سے ملحق ہاتھ روم میں داخل ہو گیا، اس وقت کسی کے موجود نہ ہونے سے بڑا فائدہ ہوا تھا، وہ تمام آدمی باہر چلے گئے جو میرے ساتھ آئے تھے، میں نے اسپتال کا لباس پہن لیا اور اس کے بعد ایک کرسی پر بیٹھ گیا، چند ہی لمحات کے بعد غلام قادر پھر میرے پاس آیا اور اس نے مسکراتے ہوئے اپنے واسطے ہاتھ کا انگوٹھا اوپر اٹھایا، میں نے بھی اسے اس انداز میں جواب دیا، غلام قادر ایک کرسی گھسیٹ کر میرے سامنے بیٹھ گیا اور اس نے کہا:

”یہاں ایک ملاقاتی ہر وقت مریض سے ملاقات کر سکتا ہے، اس کے لیے خصوصی اجازت نامہ حاصل کیا گیا ہے اور اب چیف یہاں آپ کو پہنچانے کے بعد میرا کام ختم ہو گیا ہے، اب مجھے آپ سے آئندہ کے لیے ہدایات درکار ہیں، میں نے ایک لمحے کے لیے کچھ

تفصیل بتائی تھی کہ وہاں اس شخص کو جسے میں نے آپ کی حیثیت سے بھیجا ہے تحفظ دینے کے لیے میرے کچھ افراد وہاں موجود ہیں، میں نے ان سے رابطہ قائم کیا، ابھی تک وہاں بالکل ٹھیک ہے اور کوئی دقت پیش نہیں آئی، وہ آپ کی جگہ اسپتال میں داخل ہے اور دوسرے آدمی بالکل مطمئن ہیں، کسی بھی مشکل کا سامنا نہیں کرنا پڑا ہے ابھی تک اور یہ ہماری خوش قسمتی ہے یہ دونوں اور وہ تین افراد بھی آپ کے ساتھ لندن میں رہیں گے، جو پہلے سے وہاں پہنچ چکے ہیں اور آپ کے احکامات کی تعمیل کریں گے، باقی جس شخص کو آپ کے میک اپ میں بھیجا گیا وہ آزاد ہو جائے گا اور اپنی اصل شکل میں وہاں کچھ عرصے قیام کرے گا، پھر اس کے بعد اسے آپ کی اس حیثیت سے جس میں آپ کو بھیجا جا رہا ہے واپس یہاں بلوایا جائے گا اور وہ آپ کا یہ پاسپورٹ استعمال کرے گا، جبکہ آپ کے پاس آپ کا وہی پاسپورٹ ہو گا جس کے تحت اس شخص کو آپ کے میک اپ میں بھیجا گیا ہے، یہ سارے تبادلے آرام سے ہو جائیں گے، ان لوگوں کو میں نے اچھی طرح تمام تفصیلات سمجھا دیں، بظاہر یہ آپ سے غیر متعلق رہیں گے، لیکن ہر لمحہ آپ کے ساتھ ہوں گے، اس کے علاوہ ان کا مجھ سے بھی رابطہ رہے گا، جس کے لیے میں نے انہیں تفصیلات سمجھا دی ہیں اور اگر صورتحال کبھی کسی طور پر پریشان کیفیت میں داخل ہو گئیں تو میں خود بھی وہاں پہنچ جاؤں گا، آپ بالکل اطمینان سے اپنا کام کیجئے گا، میں نے رشید ناگی سے اطمینان کا اظہار کیا اور اس کے بعد تمام کاغذات وغیرہ اس سے حاصل کر لیے، پھر میں نے لباس تبدیل کیا اور کچھ دیر کے بعد ایئرپورٹ روانہ ہو گیا، مقررہ وقت پر ہماری فلائٹ لندن کے لیے پرواز کر گئی، دوران سفر بھی مطمئن ہی رہا تھا، لندن تک کا یہ طویل سفر ختم ہوا اور بلا آخر میں کمرے میں ڈوبے ہوئے لندن میں داخل ہو گیا، یہاں ہمارا استقبال صرف ایک آدمی نے کیا جو گاڑی لے کر آیا تھا، اس کا نام غلام قادر تھا اور میں اسے رشید ناگی کے آدمی کی حیثیت سے بخوبی جانتا تھا، اس نے پر احترام انداز میں مجھے سلام کیا اور اس کے بعد ہم اس کی کار میں بیٹھ کر چل پڑے، راستے میں غلام قادر نے کار ڈرائیو کرتے ہوئے بتایا کہ میری شکل میں موجود آدمی اسپتال میں بخیر و خوبی ہے اور ابھی تک اس کی طرف کسی نے کوئی توجہ نہیں دی ہے، اس کا مطلب ہے کہ کاظم شاہ نے لندن آنے کے بعد ابھی تک کوئی کارروائی شروع نہیں کی یہ قتل اطمینان بات تھی،

”جیسی کل تھی۔“ اس نے کہا اور کھکتی ہوئی سی ہنسی ہنس پڑی۔
 ”مجھے تو کچھ تبدیل نظر آرہی ہو۔“ میں نے کہا اور جولین چونک کر مجھے دیکھنے لگی،
 اس کی آنکھوں میں حیرانی کے نقوش تھے، پھر اس نے کہا۔
 ”تعب ہے، تم میرے بارے میں یہ الفاظ کہہ رہے ہو، حالانکہ اصولی طور پر مجھے
 تمہارے بارے میں یہ کہنا چاہیے تھا تم تو الفاظ کا خرچ بڑی احتیاط سے کرتے ہو، آج یہ
 اتنے الفاظ مجھ پر ضائع کیسے کر دیے۔“
 ”جی چاہا تھا۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”بہت شگفتہ نظر آرہے ہو، اچانک ہی ایک رات میں تم میں نمایاں تبدیلی ہوئی
 ہے۔“
 ”شاید باہر کا موسم بہت خوشگوار ہے، جس کی وجہ سے تم یہ کیفیت محسوس کر رہی
 ہو۔“

”نہیں میں اندر کے موسم کے بارے میں کہہ رہی ہوں، اچھا چلو یہ دودھ پی لو۔“
 اس نے ساتھ لایا ہوا دودھ کا گلاس بڑے اہتمام سے میرے سامنے پیش کیا اور میں نے
 گلاس اٹھالیا، نرس جولین مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی تھی، پھر اس نے کہا۔
 ”کیسے بد اخلاق آدمی ہو، بیٹھنے کے لیے بھی نہیں کہا مجھے.....“

”بیٹھو، میں تو تمہاری مصروفیت کی وجہ سے تم سے بہت زیادہ گفتگو نہیں کرتا۔“
 ”تمہاری یہ تبدیلی مجھے بہت خوشگوار محسوس ہو رہی ہے۔“ ابھی ہم دونوں یہ
 گفتگو کر رہے تھے کہ ایک بار پھر دروازہ کھلا اور ڈاکٹر یگیل ڈاکٹر یگیل کے ساتھ اندر داخل
 ہو گیا، نرس جولین نے ہنستے ہوئے کہا۔

”لیجئے ڈاکٹر صاحب، آپ کا مریض بالکل صحت یاب ہو گیا، آج مسٹر دانش منصور
 مجھ سے باتیں کر رہے ہیں جبکہ میں نے انہیں ہمیشہ مجھے دیکھا ہے، ڈاکٹر یگیل میرے
 سامنے آیا اور مجھے بخور دیکھتا ہوا بولا۔“

”واقعی آپ کی صحت بھی مجھے پہلے سے کافی بہتر محسوس ہوتی ہے، ویسے اب آپ
 کا کیا ارادہ ہے۔“

”مجھے کچھ وقت تو یہاں سکون سے گزارنے کا موقع دیجئے۔“

”آج تو آپ واقعی بہت تبدیل نظر آرہے ہیں، ڈاکٹر یگیل میرا خیال ہے اب اگر
 میں ذرا سی کوشش کروں تو یہ مجھے اپنے بارے میں سب کچھ بتا سکتے ہیں، آپ اطمینان
 رکھیں میں ان سے ان کی بیماری معلوم کر لوں گی۔“ ڈاکٹر یگیل نے کہا اور میں ہنسنے لگا،
 ڈاکٹر یگیل میرے بارے میں نرس جولین کو کچھ ہدایات دینے کے بعد ڈاکٹر یگیل کے ساتھ
 چل پڑا، ڈاکٹر یگیل نے مڑ کر کئی بار مجھے دیکھا تھا اور میں اس عورت کے بارے میں
 اندازہ لگا رہا تھا، سعید خان نے جو کچھ کہا تھا وہ بالکل درست ہی معلوم ہوتا تھا، جولین نے
 کہا۔

”اچھا اب بتاؤ ناشتے میں کیا لو گے۔“

”جو جولین پسند کرے گی۔“ میں نے جواب دیا۔

”اوہ مائی گاڈ! اب تو میں واقعی حیرت سے پاگل ہو جاؤں گی، اچھا ٹھیک ہے پھر آج
 تم میری پسند کا ناشتہ کرو گے۔“ وہ مسکراتی دودھ کا گلاس اٹھالیا اور وہاں سے باہر نکل گئی،
 میں گہری گہری سانسیں لینے لگا تھا، ان لوگوں نے میرے اندر تبدیلیاں محسوس کی تھیں،
 لیکن کوئی شبہ نہیں کر سکے تھے، مگر ڈاکٹر یگیل سے محفوظ رہنا بے حد ضروری ہے، میں نے
 دل ہی دل میں سوچا، جولین ناشتے لے آئی اور ناشتے کے دوران مجھ سے پر مزاح گفتگو کرتی
 رہی، اس نے کہا۔

”ویسے آپ بہت دولت مند آدمی ہیں، آپ کا اپنا ملک میں کیا کاروبار ہے۔“

”مس جولین یہ وہ باتیں ہیں جنہیں نظر انداز کرنے کے لیے میں اس اسپتال میں
 داخل ہوا ہوں، آپ دوبارہ مجھے وہ باتیں یاد دلادیں ہیں، جب تک میں ہسپتال میں ہوں کم
 از کم مجھے میرے کاروبار سے دور رہنے دیں۔“ جولین نے دانتوں تلے زبان دبائی جیسے
 اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا ہو، پھر اس نے معذرت آمیز انداز میں کہا۔

”معافی چاہتی ہوں، کیا آپ شادی شدہ ہیں۔“

”شادی کرنے کے بارے میں میرا خیال ابھی تک کچھ نہیں ہے۔“

”خیر کوئی حرج نہیں ہے، اگر آپ یہاں سے واپسی سے پہلے شادی کا تصور ذہن میں
 لائیں اور آپ کے ذہن میں کوئی ایسی غیر ملکی لڑکی ہو جو آپ کی بہترین دیکھ بھال کر سکتی
 ہو، تو مجھے نظر انداز نہ کیجئے گا، مسٹر دانش منصور میں نے بچپن سے لے کر آج تک کسی

شرقی شہزادے کے خواب دیکھے ہیں اور آپ کو دیکھ کر اب یہ خواب دن کی روشنی میں بھی مجھے نظر آنے لگے ہیں ذرا ان خوابوں پر رحم کھانے کی کوشش کیجئے گا، بڑا نیک کام ہو گا۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا، ایک یورپین لڑکی اس بیباکی سے اپنے خیالات کی ترجمانی کر سکتی ہے، واسطہ تو نہیں پڑا تھا، لیکن اندازہ ضرور تھا، جو لین کئی بار میرے پاس آئی اور مجھ سے طرح طرح کی باتیں کرتی رہی، خوشگوار دن گزرا تھا، شام کے قریب ساڑھے سات بجے غلام قادر میرے پاس آیا اور مجھ سے خیریت معلوم کرنے لگا۔

"تم سناؤ اور کوئی ایسی اہم بات تو نہیں جو قابل تذکرہ ہو۔"

"بالکل نہیں۔ بس ناگی صاحب کو آپ کے پرسکون ہونے کی اطلاع دے دی گئی ہے، میرا مطلب ہے انہیں یہ بتایا گیا ہے کہ سارا کام خوش اسلوبی سے طے ہو گیا ہے۔"

"ٹھیک" ایک بات میں مسلسل سوچ رہا ہوں۔

"کیا جناب؟" اس نے سوال کیا۔

"اگر کوئی میری کھوج میں نظر آیا تو مجھ سے ملاقات کرنے والوں پر بھی نگاہ رکھے گا اور اس کے بعد اس بات کے امکانات بھی ہیں کہ وہ تم تک پہنچنے کی کوشش کرے، اس لیے میرا خیال ہے کہ مجھ سے زیادہ احتیاط نہ کرو، تم اپنا فون نمبر بتا دو تاکہ وقت پڑنے پر رابطہ ہو سکے اور میرے کمرے میں آنے کی کوشش نہ کرو۔" غلام قادر نے میری طرف دیکھا اور بولا۔

"بہت بہتر ہے اور ہوٹل ہی کا فون نمبر نوٹ کریں، کوئی بھی پیغام دے دیجئے۔"

"غلام قادر سے فون نمبر لے کر میں نے ذہن نشین کر لیا تھا، حالانکہ غلام قادر نے وہ پرچے پر لکھ کر مجھے دینا چاہا تھا لیکن میں نے انکار کرتے ہوئے کہا۔"

"نہیں اس کا میرے پاس سے برآمد ہونا بھی ٹھیک نہیں ہو گا۔" اس نے پر خیال انداز میں گردن ہلائی اور بولا۔

"میں دوسرے لوگوں کو بھی یہی ہدایت کیے دیتا ہوں۔" اس کے جانے کے بعد میں نے اپنے اس قدم کو خود ہی سراہا تھا، بلاشبہ کاظم شاد میرے سلسلے میں چھان بین کرے گا، ابھی تک اس نے یہ سب نہیں کیا اس کی بنیادی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ وہ خود ہی مصیبت میں پڑ گیا ہو، اس وقت تو میر نے غور نہیں کیا تھا، لیکن اب مجھے احساس ہو رہا تھا

کہ میں نے اس کی ٹھیک ٹھاک مرمت کر دی تھی اور اسے درست ہونے کے لیے بھی وقت درکار تھا، لیکن اس کی لندن آمد اس بات کا اظہار کرتی تھی کہ جو کچھ اسے معلومات حاصل ہو سکی ہیں وہ ان پر کام کرنا چاہتا ہے، کوئی بھی لمحہ ایسا ہو سکتا تھا جب اس کا مجھ سے رابطہ قائم ہو، دیکھنا یہ تھا کہ وہ اس سلسلے میں کیا قدم اٹھاتا ہے۔

دو دن مزید گزر گئے اور کوئی ایسی خاص بات نہیں ہوئی، میں یہاں سے کسی قسم کی اکتاہٹ نہیں محسوس کر رہا تھا، تمام ہی لوگوں سے ملاقاتیں ہو رہی تھیں، ڈاکٹر ٹیگلی بھی آئی تھی اور ابھی تک اس نے بھی کوئی ایسی بات نہیں کی تھی جو میرے لیے باعث پریشانی ہوتی، البتہ چوتھے دن ذرا ایک مختلف واقعہ پیش آیا، جس نے خاصا مغلوظ بھی کیا اور سوچنے پر بھی مجبور کر دیا، ڈاکٹر ٹیگلی کے ساتھ دو افراد آئے تھے اور یہ دونوں میرے ہی ملک سے تعلق رکھتے تھے، بھاری بھر کم جسم کا ایک چوڑا چکلا آدمی اور اس کے ساتھ ایک خوبصورت سا اسمارٹ آدمی چوڑے چکلے آدمی نے اپنا کارڈ مجھے پیش کیا اور میں نے اس کارڈ پر امداد حسین شاہ چیف آف اسوشل ڈیپارٹمنٹ محکمہ پولیس لکھا دیکھا، میں نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا تو امداد حسین شاہ نے ڈاکٹر ٹیگلی کی جانب رخ کر کے کہا۔

"براہ کرم ڈاکٹر ٹیگلی آپ ہمیں تھائی کا موقع دیں گے۔"

"جی ضرور۔" ڈاکٹر ٹیگلی نے کہا اور وہاں سے باہر نکل گیا، میں سوالیہ نگاہوں سے امداد حسین شاہ کو دیکھنے لگا تھا، امداد حسین شاہ نے کہا۔

"انتہائی معذرت خواہ ہیں دانش منصور، لیکن محکمہ پولیس کی جانب سے تھوڑی سی تفتیش میرے سپرد کی گئی ہے اور خصوصی طور پر مجھے آپ کے پاس بھیجا گیا ہے، کیا آپ میرے سوالات کے جواب دے کر قانونی ضروریات پوری کرنا پسند فرمائیں گے۔"

"کیوں نہیں مگر حیران ہوں کہ آپ کو میرے پاس بھیجا گیا، بہر حال میں آپ کی تفتیش اپنا فرض سمجھتا ہوں، کہئے ایسی کیا بات ہے جس کی وجہ سے محکمہ پولیس کو میری جانب متوجہ ہونا پڑا۔"

"وہاں آپ کے وطن میں ایک ایسا شخص جو آپ کا مشکل ہے اور جس کا نام فیصل معلوم ہوا ہے وارداتیں کرتا پھر رہا ہے، اس نے کئی ایسی خطرناک وارداتیں کی ہیں جن کی بناء پر ہمیں اس کی جانب متوجہ ہونا پڑا، ہم اسے تلاش نہیں کر سکے، لیکن اس کے بارے

کوائف دیجئے جو آپ سے متعلق ہیں۔“

”میرا خیال ہے یہ بات آپ کو وہاں بھی معلوم ہو سکتی تھی تاہم میں آپ کو بتانا پسند کروں گا“ میرا نام دانش منصور ہے گونا والا کی حیثیت سے میں نیروبی میں جانا جاتا تھا، والدین بچپن ہی میں نیروبی شفٹ ہو گئے تھے اور میرے والد احمد منصور گونا والا نے وہیں اپنی زندگی کا آغاز کیا تھا، میرا مطلب ہے کاروباری زندگی کا ہم وہاں نیو ایئر لائن کے علاقے میں رہتے تھے، آپ اگر تھوڑی سی کوشش کر لیتے تو وہاں سے ہمارے بارے میں آپ کو تفصیلات معلوم ہو سکتی ہیں، والدین کے انتقال کے بعد مجھے اپنے وطن سے دلچسپی محسوس ہوئی، ویسے بھی چھوٹی سی عمر سے لے کر عمر کی اس منزل تک جہاں میں نے ہوش و حواس سنبھالے میرے والدین اپنے وطن سے محبت کا اظہار کرتے رہے تھے اور وطن کی کہانیاں میرے کانوں تک پہنچتی رہی تھیں، لیکن چونکہ ہمارے وطن میں ہمارا کوئی عزیز وغیرہ موجود نہیں تھا اس لیے کبھی بھی وہاں واپسی کے بارے میں نہیں سوچا لیکن ان کی موت کے بعد میرا دل اپنے ملک آنے کو چاہا تو میں اپنا سارا کاروبار فروخت کرنے کے بعد اپنے ملک منتقل ہو گیا اور اب وہیں میں کراچی میں ڈیفنس کے علاقے کی ایک کوچی میں رہتا ہوں، میرے ساتھ چند ملازمین ہیں اور وہاں میں نے اپنی نئی زندگی کا آغاز کیا ہے۔“ امداد حسین شاہ بڑی توجہ سے میری باتیں سن رہا تھا، اس نے کہا۔

”کاروبار کے سلسلے میں آپ نے ایک خاص طریقہ کار اختیار کیا اس کی وجہ بتا سکتے ہیں“

”ہاں میرے والد کی تربیت انہوں نے مجھے کاروباری گر سکھائے ہیں اور میں انہی پر عمل کرنا چاہتا ہوں، دراصل میرے پاس جو دولت موجود ہے وہ میرے والد کی کمائی ہوئی ہے، میری خواہش ہے کہ اس میں اضافہ کروں کی نہ کروں اور اس لیے میں نے وہاں محتاط کاروباری انداز اختیار کیا ہے، البتہ اس سلسلے میں اپنے وطن عزیز کے مسائل دیکھتے ہوئے میرے دل میں جو جذبے جاگے ہیں وہ بہت مختلف ہیں، میں گہری نگاہوں سے اپنے وطن کا تجزیہ کر کے وہاں کے رہنے والوں کے مسائل جاننے کی کوشش کر رہا ہوں اور پھر ان مسائل میں اپنے وسائل سے کام لے کر جو آسانیاں پیدا کر سکتا ہوں اس کا ذہن مند ہوں اور اسی کے لیے کوشش کر رہا ہوں۔“

میں تعیش کرتے ہوئے ہمیں یہ علم ہوا کہ وہ سو فیصد آپ کا مشکل ہے، چنانچہ یہ بات بڑی پریشان کن تھی ہمارے لیے آپ کے نام پر وہ کچھ بھی کر سکتا ہے، اس طرح محکمہ پولیس نے یہ ضروری سمجھا کہ آپ کو بھی ایک ایسے شخص سے آگاہ کر دیا جائے جو آپ کا مشکل ہے اور ہو، ہو آپ کی کاپی ہے، ہو سکتا ہے وہ لوگ مستقبل میں آپ کو اپنا مشکل ہونے کی وجہ سے کوئی نقصان پہنچا دیں، اس کے علاوہ ہمیں بھی ذرا یہ اطمینان ہو جائے کہ آپ میں اور اس میں کیا فرق ہے۔“

”یہ ایک دلچسپ بات ہے، کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے۔“ مسٹر امداد حسین شاہ؟“ میں نے سوال کیا۔

”افسوس نہیں دیکھا، لیکن اس کی تصاویر ہمارے پاس موجود ہیں، آپ بھی دیکھ سکتے ہیں۔“ اس نے ایک تصویر نکال کر میرے سامنے رکھ دی اور میں حیران ہوا کہ یہ تصویر کون سے وقت کی ہے، میں البتہ ادکاری بہت عمدگی سے کر رہا تھا، دیر تک میں اس تصویر کو دیکھتا رہا اور اس کے بعد میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”آپ کی تشویش بالکل بجا ہے، میں نے سنا ہے کہ ایک انسان کے بہت سے مشکل ہوتے ہیں لیکن یہ مشکل ایسے ہوتے ہوں گے اس کا مجھے بالکل علم نہیں تھا، واقعی اب تو میں خود بھی اس شخص سے ملنا چاہتا ہوں۔“

”بہت سے ایسے سوالات ذہن میں پیدا ہو جاتے ہیں جو ڈرامائی حیثیت ضرور رکھتے ہیں لیکن ان کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا، چونکہ مجھے باقاعدہ تعیش کے لیے بھیجا گیا ہے اور میرے پاس اس کا اجازت نامہ موجود ہے، اگر آپ دیکھنا پسند کریں۔“

”نہیں امداد حسین شاہ وطن سے دور رہ کر اپنے کسی ہم وطن سے ملاقات ویسے ہی کافی دلکش محسوس ہوتی ہے اور پھر آپ تو ایک ایسے محکمے سے تعلق رکھتے ہیں جو بڑی ذمہ داریوں کا حامل ہے، اپنے وطن میں میں نے ہمیشہ قانون کی پاسداری کی ہے اور اس کے بارے میں آپ معلومات حاصل کر سکتے ہیں، یہاں بھی میں اپنے آپ کو اس کا پابند سمجھتا ہوں اور آپ سے مکمل تعاون کے لیے حاضر ہوں، آپ مجھے کوئی اجازت نامہ نہ دیکھائیے جو کچھ بھی کرنا چاہتے ہیں آپ مجھے اس میں اپنا معاون پائیں گے۔“

”بہت بہت شکریہ، ایک بڑے آدمی کی یہی پہچان ہے، تو آپ مجھے اپنے وہ تمام

”بہت نیک تصور ہے، آپ نے اس سلسلے میں کچھ اقدامات کا آغاز کیا۔“

”ہاں، لیکن وہ میرے خیال میں قطعی طور پر الگ حیثیت کے حامل ہیں جن کا تذکرہ کرنا میں پسند نہیں کروں گا۔“

”یقیناً“ آپ اس کا حق رکھتے ہیں، ویسے آپ کیا بیمار ہیں، کیا آپ اس سلسلے میں کچھ بتانا پسند کریں گے۔“

”میری بیماری کا صحیح تجزیہ تو ڈاکٹر ہی کر سکتے ہیں، لیکن بس میں کچھ ذہنی تھکن محسوس کر رہا تھا اور اس کی بناء پر اعصابی کشیدگی کا شکار تھا، جس کے لیے مجھے مجبور ہو کر یہاں آنا پڑا۔“

”وہاں ٹریسٹ ہسپتال میں آپ علاج کر رہے تھے کیا وہاں کے علاج سے آپ غیر مطمئن تھے؟“ امداد حسین شاہ نے سوال کیا۔

”نہیں غیر مطمئن تو نہیں تھا لیکن بس کچھ دوستوں کا مشورہ تھا کہ سینٹ مائیکل ہسپتال اس سلسلے میں میری بہترین نگہداشت کر سکتا ہے، چنانچہ میں یہاں آگیا، تبدیلی آئی وہاں بھی ہو گئی، کیونکہ نیروبی سے پاکستان جانے کے بعد میں ملک سے باہر نہیں نکلا تھا، اس موقع کو غنیمت جانا اور یہاں آگیا۔“

”اس تعاون کا بہت بہت شکریہ دانش صاحب، ایک مزید تکلیف اور دینی ہے اور اس اعتماد کے بعد کہ آپ اس کا بالکل برائہ مانیں گے۔“

”جی جی، ضرور فرمائیے۔“

”ہمیں آپ کے فنگر پرنٹس درکار ہیں۔“ امداد حسین شاہ نے کہا اور ایک لمحے کے لیے میں خاموش سا ہو گیا، پھر میں نے شانے ہلاتے ہوئے کہا۔

”مجھے کسی قانونی کارروائی میں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔“

”میں اس کا انتظام کر کے آیا ہوں تاکہ دوبارہ آپ کو تکلیف نہ دینا پڑے۔“ اس نے اپنے ماتحت کی جانب دیکھ کر کہا اور اس کے ماتحت نے اپنے لباس سے کچھ چیزیں نکال لیں، ایک خاص قسم کی فلم تھی، جو ایک ڈبل کانڈ میں اسٹیکرز کی طرح پیک تھی، اس نے وہ فلم امداد حسین شاہ کو دی اور امداد حسین شاہ اس کے دونوں سمت کے اسٹیکرز پھاڑنے لگا، پھر اس نے وہ فلم میرے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

”اس پر آپ اپنے دونوں ہاتھ رکھ دیجئے، میں نے اس کی ہدایت کے مطابق عمل کیا اور اس نے فلم پر میرے ہاتھوں کے نشانات لے لیے، ذرا جدید طریقہ کار تھا، میرے نشانات لے کر اس نے روشنی میں انہیں دیکھا اور پھر کانڈ میں محفوظ کر لیا، اس کے بعد اس نے میری طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔“

”دانش منصور صاحب ہم آپ کی صحت یابی کے منتظر ہیں، وطن عزیز میں پہنچنے کے بعد بھی میں یقیناً آپ کی خدمت میں حاضری دوں گا، آپ کے انکار سے میں بہت متاثر ہوا ہوں، ویسے بھی آپ کی شخصیت معمولی نہیں ہے اور یہاں آتے ہوئے میں تھوڑا سا خوفزدہ بھی تھا کہ کہیں آپ کو میری یہ کارروائی ناگوار نہ گزرے۔“

”جی نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے، البتہ میں ایک ذمہ داری آپ کے سپرد کرنا چاہتا ہوں۔“

”دل و جان سے، مجھے اس کی تکمیل کر کے بے حد مسرت ہوگی۔“

”جس شخص کو آپ نے میرا مشغل کہا ہے اور تصویر دکھائی ہے اس سے میرے مفادات محفوظ رہنے چاہئیں، میں اپنے شناسا لوگوں کو بھی اس بارے میں اطلاع دے دوں گا، لیکن یہ فرض آپ پر بھی عائد ہوتا ہے کہ آپ اس کی کارروائیوں پر پوری پوری نگاہ رکھیں تاکہ میرا مشغل ہونے کی حیثیت سے وہ مجھے کوئی ایسا نقصان نہ پہنچا سکے جو میرے لیے باعث پریشانی ہو۔“

”یقیناً“ آپ کا یہ کہنا بالکل بجا ہے، یہ ہمارا فرض ہے آپ بالکل مطمئن رہیں۔“

پولیس آفیسر اپنے ساتھی کے ساتھ اٹھ گیا، اس نے پر جوش مصافحہ کیا اور اس کے بعد باہر نکل گیا، میں بڑی سنسنی محسوس کر رہا تھا، یہ ایک نیا مسئلہ تھا، میں تو یہاں کاظم شاد کا انتظار کر رہا تھا لیکن پولیس پارٹی کی یہاں آمد اور میرے سلسلے میں یہ چھان بین میرے لیے بڑی تشویش کا باعث بن گئی تھی، اس کا مقصد ہے کہ نہایت اعلیٰ پیمانے پر اس سلسلے میں کام ہو رہا ہے، ویسے آئندہ اقدامات کے سلسلے میں بھی ان لوگوں نے مجھے محتاط کر دیا تھا، اب خصوصی طور پر ان باتوں کا خیال رکھنا ہوگا، بظاہر کوئی ایسی جگہ نظر نہیں آئی جس سے مجھے یہ خدشہ لاحق ہو تاکہ میری اگلیوں کے نشانات ان لوگوں کو دستیاب ہو سکیں گے، پھر بھی احتیاط رکھنا ضروری تھا، اس کے علاوہ میں نے اپنے مقامی ساتھیوں کو جو ہدایات دی تھیں

وہ بھی اس وقت مجھے نہایت کار آمد محسوس ہوئی تھیں، یہ سلسلہ بہت دیر تک میرے ذہن پر طاری رہا، پھر رابرٹ یگل بھی میرے پاس آگیا اور اس نے کہا۔

”اس شخص نے اپنے آپ کو محکمہ پولیس سے متعلق ظاہر کیا تھا اور مجھے اپنے شناختی نشانات بھی دکھائے تھے، کیا اس کی آمد سے کوئی ایسی بات تو نہیں ہوئی جو ہسپتال کے اصولوں کے خلاف ہو اور جس سے آپ کو ذہنی یا جسمانی نقصان کا اندیشہ ہو۔“

”نہیں ڈاکٹر وہ ایک مسئلہ تھا جس کے بارے میں وہ مجھ سے معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔“

”اس نے مجھ سے آپ کے مرض کے بارے میں بھی معلومات حاصل کی تھیں اور میں نے اس سے کہا تھا کہ آپ صرف اعصابی کشیدگی کا شکار ہیں، کہیں یہ بات میرے منہ سے غلط تو نہیں نکل گئی۔“

”نہیں بالکل مناسب بات ہے اور حقیقت بھی یہی ہے، میں آپ سے کافی حد تک متفق ہو گیا ہوں لیکن اعصابی کشیدگی کو آپ بیماری نہیں تصور کرتے۔“

”نہیں ہمارا مقصد یہ نہیں ہے، ہم تو صرف یہ چاہتے ہیں کہ جس دن آپ اپنی زبان سے اپنے صحت یاب ہونے کا اعلان کریں اس دن ہم اپنے آپ کو کامیاب سمجھیں گے۔“ ڈاکٹر مجھ سے مختصر گفتگو کرنے کے بعد وہاں سے چلا گیا اور میں اس سوچ میں ڈوب گیا۔

رشید ناگی کو اس سلسلے میں اب مجھے کیا اطلاع دینی چاہیے، بہت دیر تک سوچنے کے بعد فیصلہ کیا کہ ضروری نہیں ہے کہ ہر مسئلے سے اسے آگاہ رکھا جائے، میں نے پولیس آفیسر کو جو بیانات دیے تھے وہ اطمینان بخش تھے، بس تھوڑا سا معاملہ فنگر پرنٹس کا تھا، اس کے حصول کے لیے اعلیٰ پیمانے پر کوششیں نہ کریں، ظاہر ہے انہیں تبدیل کرنا میرے لیے ممکن نہیں تھا، ہاں اگر میری اصل حیثیت سے انہیں کہیں سے فنگر پرنٹس دستیاب ہو گئے تو پھر معاملہ خاصا الجھ جائے گا، یہ دوسری بات ہے کہ میں اپنے طور پر اسے سلجھانے کی کوشش کروں اور یہ کام بھی بہت زیادہ مشکل نہیں ہوگا، کیونکہ حالات میرے علم میں تھے، اس کے بعد میں انتظار کرتا رہا تھا، مجھے اچھی طرح اندازہ تھا کہ میرے ساتھی دن رات میری نگرانی کرتے ہیں، بعض اوقات میں چہل قدمی کے لیے بھی نکل جاتا تھا

اور اس طرح میں نے ان لوگوں کے وہ پوائنٹس دیکھ لیے تھے جہاں وہ تعینات رہتے تھے، البتہ جب کبھی میں چہل قدمی کے لیے نکلتا تو ان میں سے جو بھی ڈیوٹی پر ہوتا وہ مستعد نظر آتا تاکہ میں اسے کوئی اشارہ کروں تو وہ میرے قریب پہنچ جائے یا میرے کیے ہوئے اشارے کے مطابق عمل کرے، رشید ناگی نے اس سلسلے میں جس کارکردگی کا ثبوت دیا تھا وہ میرے لیے قتل قدر تھی، پھر ایک اور واقعہ پیش آیا۔

میں ان دنوں اسی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا کہ اب کتنے عرصے تک مجھے یہاں رہنا چاہیے، میں صرف کاظم شاد کی طرف سے ہونے والی کسی کارروائی کا انتظار کر رہا تھا تاکہ مجھے آگے بڑھنے کا موقع مل سکے۔ پھر ایک دن صبح تقریباً ساڑھے نو بجے کے قریب ایک وارڈ بوائے اندر داخل ہوا اور اس نے ایک لفافہ مجھے پلیٹ میں پیش کر دیا۔

”کیا ہے یہ.....؟“ میں نے اس سے سوال کیا۔

”ملور صاحب دے گئے ہیں، انہوں نے اپنا یہی نام بتایا ہے سر، آپ والٹس منصور ہیں۔“

”ہاں۔“ میں نے لفافہ پلیٹ سے اٹھالیا اور وارڈ بوائے کو کچھ ٹپ بھی دی، وہ شکریہ ادا کر کے چلا گیا تھا، لفافہ مقامی ہی تھا، میں نے بڑی احتیاط سے لفافہ چاک کیا اندر سے ایک کانڈ برآمد ہوا تھا، میں نے حیرانی سے اسے کھولا اور پڑھنے لگا، دوسرے لمحے میرا چہرہ سرخ ہو گیا تھا، کانڈ کے نچلے حصے پر جو نام مجھے نظر آ رہا تھا، وہ میرے لیے انتہائی سنسنی کا باعث تھا، تحریر اردو میں تھا اور لکھا ہوا تھا۔

ڈیئر فیصل!

”مارتھ شائر ایک خوبصورت علاقہ ہے، یہاں سر سبز وسیع عریض میدان پھیلے ہوئے ہیں اور ایک بڑی سی جمیل یہاں واقع ہے، ان میدانوں میں تفریحات کے لیے آنے والوں کے ٹرالر کھڑے ہوئے ہیں اور یہ ٹرالر آباد ہیں، تمہیں ٹرالر نمبر بیس میں آنا ہی، جہاں میں تمہارا انتظار کروں گا، لیکن انتہائی احتیاط اور ہوشیاری کے ساتھ ہمارے دشمن ہم سے زیادہ دور نہیں ہیں، میں تقریباً دن اور رات اس ٹرالر میں دس دن تک مل سکتا ہوں، اس کے بعد ہو سکتا ہے مجھے یہاں سے جانا پڑے، تم اگر آسانی سے آسکتے ہو تو دس دن کے اندر اندر مجھ سے مل لو، ورنہ پھر وطن ہی میں تم سے ملاقات ہوگی۔“

میری نگاہیں اس تحریر پر دوڑ رہی تھیں اور میرا بدن سنسنی کا شکار تھا، مٹل شاہ کی زندگی سے جو خوشی محسوس ہوئی تھی وہ ناقابل بیان ہے، مجھے اس کی تحریر ملی تھی اور میرا دل چاہ رہا تھا کہ ایک لمحے میں اڑ کر اس کے پاس پہنچ جاؤں، مٹل شاہ زندہ ہے، اسے اس بات کا علم ہے کہ میں یہاں موجود ہوں، ہاتھ شائٹر کے بارے میں، میں کچھ نہیں جانتا تھا، لیکن معلومات حاصل کر لینا زیادہ مشکل نہیں ہوگا، میں نے اتنی سی دیر میں کتنی ہی بار اس تحریر کو پڑھا اور میرا دل شدید بے چینی کا شکار ہو گیا، کیا کرنا چاہیے، کیا کروں، فوری طور پر یہاں سے چل پڑوں، لیکن..... لیکن اس نے مجھے یہ حوالہ بھی دیا ہے کہ ہمارے دشمن ہم سے دور نہیں ہیں، اس کا اندازہ تو مجھے بھی تھا، مٹل شاہ بھی یقیناً اس سے غافل نہیں ہوگا، وہ زندہ ہے..... وہ زندہ ہے، میں خوشی سے بے قابو ہوا جا رہا تھا، شکر ہے کہ اس وقت اس پاس کوئی موجود نہیں تھا، ورنہ میرے سلسلے میں مشکوک ہو جاتا، تھوڑی دیر تک میں اس پرچے پر نگاہیں دوڑاتا رہا اور پھر اسے لفافے میں رکھ کر میں یہ سوچنے لگا کہ اب مجھے فوری طور پر کیا قدم اٹھانا چاہیے، اسپتال چھوڑ دوں، اپنے صحت یاب ہونے کا اعلان کر دوں یا پھر عارضی طور پر اس سے ملاقات کر کے اس کا پروگرام معلوم کر دوں، مٹل شاہ سے ملنے کی ایسی بے قراری ہو رہی تھی کہ ناقابل بیان ہے، میں لفافہ ایک سمت رکھ کر ہاتھ روم کی جانب چل پڑا، منہ ہاتھ دھویا اور تیاریاں کرنے لگا کہ اب کوئی قدم اٹھا لوں گا۔

میرے ذہن میں اچانک ایک اور خیال آیا، میں نے ایک بار پھر لفافے سے پرچہ نکالا اور تحریر پر نظریں دوڑانے لگا، بد قسمتی سے میں نے مٹل شاہ کے اپنے ساتھ رہنے کے دوران کبھی اس کی اردو یا انگریزی تحریر نہیں دیکھی تھی، یہ تحریر جعلی بھی ہو سکتی ہے، یقینی طور پر کوئی ایسا عمل کیا جاسکتا ہے جس سے مجھے ٹریس کیا جاسکے، اوہو..... اوہو..... میں نے اس پہلو پر نظر نہیں دوڑائی تھی، سو فیصد ایسا کیا جاسکتا ہے اور اس کا محرک کاظم شاد بھی ہو سکتا ہے، میں فیصل کی حیثیت سے کاظم شاد سے ملا تھا اور میں نے مٹل شاہ کے بارے میں تفصیلات معلوم کی تھیں، یہ کارروائی کاظم شاد کی

طرف سے بھی ہو سکتی ہے، خدا کا شکر ہے جلد بازی میں بالکل ہی دیوانہ نہیں ہو گیا تھا اور اتنی دیر سوچنے میں صرف کر دی تھی، اگر میں یہاں سے سیدھا ہاتھ شائر دوڑا چلا جاتا تو بڑی مشکلات پیش آسکتی تھیں، وہاں مجھ پر باآسانی قابو پایا جاسکتا تھا اور پھر یہ بات بھی سامنے آجاتی کہ دانش منصور اور فیصل ایک ہی شخصیت کے دو روپ ہیں، بڑا بچالیا تھا خدا نے اس وقت اور فوری عمل نہ کر کے میں نے بلاشبہ ذہانت کا ثبوت دیا تھا اور اب دوسرے انداز میں سوچنا ضروری تھا، اگر واقعی یہ پرچہ مٹل شاہ کی طرف سے ہے تو دس دن میرے پاس ہیں اور ان دس دنوں میں مجھے کوئی قدم اٹھانا چاہیے۔

”مٹل شاہ سے ملنا تو بہت ہی ضروری تھا، بشرطیکہ وہ ایک حقیقت ہو اور اس کے لیے بلا آخر میں نے ایک فیصلہ کیا اور کچھ دیر سوچنے کے بعد لفافہ چٹکی میں دبائے ہاتھ روم میں داخل ہوا اور لفافہ کو آگ لگا دی اسے مین میں ڈال کر اس وقت تک جلتے ہوئے دیکھتا رہا جب تک کہ اس کی راکھ نہ بن گئی، پھر میں نے راکھ واش مین میں بہادی تھی اور اس کام سے فارغ ہو کر میں باہر نکل آیا، اپنے کمرے سے باہر نہیں نکلا تھا، زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ جولین مسکراتی ہوئی اندر آگئی اس کے آنے کا وقت تھا، میں نے اپنے آپ کو نارمل کر لیا تھا۔“

”کہتے مسٹر دانش منصور کیسے مزاج ہیں آپ کے۔“

”ایک چیز کی شدت سے کی محسوس کر رہا ہوں جولین، میرے پاس رائٹنگ پیڈ اور قلم وغیرہ نہیں ہیں۔“

”دو منٹ میں پہنچ جائیں گے، کسی کے لیے کچھ لکھتا ہے۔“

”ہو سکتا ہے اپنی دلی کیفیت زبانی تم سے بیان نہ کر سکوں اور لکھ کر دوں۔“

”اوہو پھر دو منٹ بھی نہیں لگیں گے ابھی لائی۔“ جولین نے ہنستے ہوئے کہا اور

تیزی سے باہر نکل گئی، میں گہری سوجوں میں گم تھا، واقعی اس نے واپسی میں ایک منٹ

بھی نہیں لگایا تھا ایک خوبصورت بین اور ایک پیڈ اس نے میرے حوالے کر دیا۔

”کیا میں انتظار کروں، اس کاغذ کا جو تم مجھے لکھ کر دو گے۔“

”ابھی نہیں، مجھے بہت کچھ سوچ سمجھ کر لکھنا ہے۔“

”دیری گڈ، میں انتظار کر لوں گی۔“ اور وہ چلی گئی، میں نے کاغذ پر ایک تحریر تھیں

اس وقت جو کوئی بھی ڈیوٹی پر موجود تھا یعنی میرے ساتھیوں میں سے کوئی..... یہ تحریر میں اسے دینا چاہتا تھا میں نے پرچے پر لکھا۔
ڈئیر غلام قادرا

باقی افراد کو میرا یہ پیغام پہنچا دو بہت ہوشیاری اور ذہانت کے ساتھ تم میں سے چند افراد کو نارتھ سٹار کے علاقے میں منتقل ہونا ہے جہاں کسی وسیع و عریض میدان میں ٹرار کھڑے رہتے ہیں، تمہیں انتہائی ہوشیاری اور کافی فاصلے سے ٹرار نمبر میں کا جائزہ لینا ہے اور ایک دن نہیں بلکہ مسلسل تین دن تک اس کا جائزہ لینے کے بعد مجھے رپورٹ پیش کرو کہ اس میں کون رہتا ہے اور ان لوگوں کے مشاغل کیا ہیں، یہاں کی فکر نہ کی جائے، میں حالات کو سنبھالنے کے لیے موجود ہوں اور کسی قسم کا کوئی بھی خطرہ پیش آیا تو میں اس سے نمٹ سکتا ہوں، البتہ تم لوگوں کو نہایت ہوشیاری سے یہ کام کرنا ہے، ٹرار میں آنے جانے والوں کا تعاقب بھی کرنا ہے اور یہ معلوم کرنا ہے کہ وہ لوگ کہاں کہاں آتے جاتے ہیں اور اگر اس ٹرار میں کوئی ایک ہی آدمی مقیم ہو تو اس کا حلیہ اور شکل و صورت کی تفصیل مجھے درکار ہے، تین دن کے بعد مجھے یہ رپورٹ چاہیے اور اگر فوری طور پر تم کوئی ایسی بات معلوم کر لیتے ہو جو میرے لیے کارآمد ہو تو پھر اس کی اطلاع مجھے میرے کمرے میں ہی آکر دے سکتے ہو میں انتظار کروں گا۔

”یہ پرچہ لکھنے کے بعد میں نے اسے تمہ کیا اور اس کے بعد دوسرے کانڈ پر میں نے جولین کے لیے ایک تحریر لکھی۔“

ڈئیر جولین!

میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ تم میری بہترین دوست بن سکتی ہو اب اس دوستی کے سلسلے میں مزید غور و فکر کر رہا ہوں کہ مجھے آئندہ کیا کرنا چاہیے، امید ہے کہ فی الحال تم اسی تحریر پر قناعت کرو گی۔

یہ کانڈ میں نے پیڈ میں ہی لگا رہنے دیا تھا البتہ دو سرا کانڈ تمہ کر کے اپنے لباس میں پوشیدہ کیا اور کمرے سے باہر نکل آیا، چل قدمی کرتا ہوا میں اس راہداری کے آخری سرے تک چلا گیا جو دوسرے جانب کھلی جگہ میں کھلتی تھی اس وقت مخدوم ہی ڈیوٹی پر تھا، میں آہستہ آہستہ اس کے قریب پہنچ گیا مجھے دیکھ کر کوئی رد عمل کا اظہار نہ کیا، میں نے

کہا۔

میں یہاں سے آگے بڑھ جاتا ہوں، تھوڑے فاصلے پر پہنچ کر میں واپس لوٹوں گا ایک پرچہ تمہارے پاس گرا دوں گا، تم اسے اٹھا کر پڑھ لیتا۔ ”میں نے سرگوشی کے انداز میں کہا اور آگے بڑھ گیا، مخدوم اپنی جگہ ساکت کھڑا رہا تھا، میں ادھر ادھر دیکھتا رہا اور یہ اندازہ لگاتا رہا کہ کوئی ہماری جانب خصوصی طور پر متوجہ تو نہیں ہے، چنانچہ کچھ دور جانے کے بعد میں واپس پلٹا اور مخدوم کے قریب سے گزرتے ہوئے میں نے پرچہ نیچے گرا دیا، مخدوم اب بیٹھ گیا تھا اور بے پرواہ نظر آ رہا تھا، میں آگے بڑھتا ہوا کافی دور تک پہنچ گیا اور واپسی راہداری کی سیڑھیاں عبور کر کے اوپر آ گیا اور چند لمحات کے بعد اپنے کمرے میں داخل ہو گیا، یہ کام میں نے خوش اسلوبی سے سرانجام دے لیا تھا، کمرے میں داخل ہوا ہی تھا کہ جولین آگئی، اس نے کہا۔
”کہاں چلے گئے تھے؟“

”کہیں نہیں، کوئی خاص بات۔“

”ارے میں بے چینی سے تمہارے پرزے کا انتظار کر رہی ہوں۔“ میں نے رائٹنگ پیڈ کی جانب اشارہ کیا جولین وہاں پہنچ گئی، اس نے کانڈ پر لکھی ہوئی تحریر پڑھی، پرچہ پھاڑا اور اپنے لباس میں محفوظ کر لیا وہ مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی، پھر اس نے کہا۔

”معاف کرنا، ہنسی کھیل کی باتیں ہیں، کہیں مجھے اپنے ذہن پر بوجھ نہ پڑے۔“ یہ کہہ کر وہ تیزی سے باہر نکل گئی۔

پھر تیسرا دن بھی تقریباً گزر ہی گیا اور اب انتظار میں بے چینی پیدا ہو گئی۔ شام میرے پاس سعید خان آیا۔ سعید خان میرے ملاقاتی کی حیثیت سے آیا تھا، اندر داخل ہونے کے بعد اس نے کمرے کا دروازہ بند کر دیا۔ میں اسے دیکھ رہا تھا۔

”سر میں رپورٹ لے کر آیا ہوں۔ نارتھ سٹار کے ٹرار نمبر میں کا مکمل طور پر تین دن سے جائزہ لیا جا رہا ہے، ہم نے ذرا کام میں کچھ اور تبدیلیاں کر لی تھیں۔ مثلاً ایک ایسے کمرے کے ذریعے ٹرار نمبر میں کے آس پاس کی اور اس میں آنے جانے والوں کی تصاویر بھی حاصل کر لی گئی تھیں۔ اس کے لئے ہم نے وہاں ایک اور ٹرار میں ٹھکانہ بنایا

غلہ۔ جو خلی پڑا ہوا تھا۔ ”زبانی رپورٹ یہ ہے کہ اس ٹرالر میں مشعل شاہ نامی یا اس جیسی شخصیت کا کوئی آدمی کبھی نظر نہیں آیا۔ البتہ وہاں دو مقامی لوگ اور مزید دو ہمارے اپنے وطن کے لوگ آتے جاتے رہے ہیں۔ ایک کار خصوصاً وہاں آتی رہی ہے اور اس کے علاوہ ایک اور کار بھی صرف ایک دن کے لئے آئی تھی اور اس کار سے ایک ہمارے ملک کی لڑکی وہاں پہنچی تھی ان سب کی تصاویر ہمارے پاس موجود ہیں۔ باقی ٹرالر میں اور کوئی کبھی نہیں آیا اور ٹرالر بعض اوقات بالکل خالی رہتا ہے لیکن یہ بہت تھوڑی دیر کے لئے ہوتا ہے ایک تیسرا آدمی جو اس ٹرالر میں ہمیشہ پایا جاتا ہے اس کی تصویر بھی ہمارے پاس موجود ہے یہ دبلے پتلے بدن کا ایک ہمارے ملک کا آدمی ہے یہ تمام تصاویر میں نے مہیا کر لی ہیں

سعید خان نے یکے بعد دیگرے مجھے وہ تصویریں دکھانا شروع کر دیں۔ دونوں غیر ملکیوں کی تصاویر اس نے دکھائیں اس کار کی تصویر دکھائی بقول اس کے وہاں آتی جاتی رہتی تھی۔ اس نئی کار کی تصویر دیکھ کر میں چونک پڑا۔ کیونکہ اس لڑکی کو میں اچھی طرح جانتا تھا یہ کرن زہرہ تھی۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی کرن زہرہ لندن میں ہے۔ ظاہر ہے کاظم شاد کو اس نے بڑی زبردست معلومات فراہم کی تھیں اور اس کے سلسلے میں اسے جس قدر نوازشوں سے نہ نوازا جاتا وہ کم تھیں۔ وہ کاظم شاد کی ٹاک کا بال بنی ہوئی ہے۔ اس سے پہلے اس نے میری ٹاک میں داخل ہونا چاہا تھا۔ لیکن میں نے اسے نظر انداز کر دیا تھا۔ مسز اختر خان کے بارے میں اب بھی میرے ذہن میں کوئی ایسا تاثر نہیں تھا کیونکہ یہ بات میرے علم میں آچکی تھی۔ کہ مسز اختر خان کے لئے کرن زہرہ صرف کرائے کی بھیجی تھی۔ گڈ۔ اس سے یہ اندازہ تو ہو گیا کہ ٹرالر نمبر بیس کی جانب سے جو کار روائی کی گئی تھی وہ سو فیصد کاظم شاد کی کی ہوئی ہے اس تصویر کا اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد میں نے ان باقی تینوں افراد کی تصاویر دیکھیں باقی افراد میرے شناسا نہیں تھے۔ لیکن اب ٹرالر نمبر بیس کے بارے میں اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں رہا تھا کہ وہ کاظم شاد کے قبضے میں ہے اور اگر میں تاریحہ شائر کے علاقے میں داخل ہونے کی کوشش کرتا تو سیدھا اس کے پاس پہنچ جاتا یہ کوشش میرے اندازے کے مطابق وہی تھی جو میں نے سمجھا تھا یعنی کاظم شاد یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ دانش منصور کا مشعل شاہ سے کوئی تعلق

ہے یا نہیں یا دانش منصور ہی در حقیقت وہ نوجوان فیصل ہے جس نے کاظم شاد پر مشعل شاہ کے سلسلے میں حملہ کیا تھا یہ تو خیر ممکن ہی نہیں تھا کہ کاظم شاد کی طرف سے آنکھ بند کر لی جائے۔ وہ لندن اسی لئے پہنچا ہے کہ میرے بارے میں معلومات حاصل کر لے۔ لیکن اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس قدر معلومات کے بعد کیا وہ خاموش بیٹھ جائے گا۔ اس نے دس دن کا وقفہ دیا ہے۔ اس کا مقصد ہے کہ کم از کم دس دن تک وہ

دس دن ٹرالر سے رابطہ قائم کرنے کا انتظار کرے گا۔ مجھے اس سے کوئی غرض نہیں تھی۔ ہاں یہ ذہن میں ضرور آیا تھا کہ ان سلت دونوں کے اندر کاظم شاد کے خلاف کوئی کارروائی کرنے کا خیال آئے تو اس سلسلہ میں اس کی ایک ایک نشاندہی میرے پاس ہے یعنی ٹرالر نمبر بیس۔ کرن زہرہ کا جہاں تک تعلق تھا ظاہر ہے وہ میرے لئے ایک بے مقصد چیز تھی۔ کاظم شاد سے وہ جو کچھ کماری ہے اس سے مجھے کوئی غرض نہیں تھی۔ نہ ہی وہ کسی طور میرے لئے نقصان دہ ہو سکتی تھی۔ ہاں اس بات کے امکانات تھے کہ وہ یہاں آدھکے اور مجھے سے پرانے تعلقات کی بنیاد پر ملنے کی کوشش کرے۔ لیکن اس میں بھی کوئی حرج نہیں تھا۔ سعید خان نے تمام رپورٹ دینے کے بعد مجھ سے پوچھا۔

”اور اب مزید حکم کا انتظار ہے۔ ویسے آپ کو یہ اطلاع ضرور دینا چاہتا ہوں میں کہ میں آج ہی رات کو واپس جا رہا ہوں۔ ہاں اگر آپ کا حکم ہو تو راک جاؤں۔“

”جی۔ ان لوگوں کا یہی خیال ہے ویسے بھی ٹاکی صاحب کے پروگرام کے مطابق مجھے واپس جانا تھا آپ کو اگر کوئی کام ہو مجھ سے تو ضروری بھی نہیں ہے کہ میں چلا جاؤں۔“

”جی۔ نہیں تم جاؤ اور یہ اچھا ہوا کہ تم نے مجھے بتا دیا۔ رشید ٹاکی کو میرے کچھ پینچلات دے۔“

”جی بہت بہتر فرمایئے۔“

”میں نے اسے امداد حسین سے اپنی بات چیت کے بارے میں آگاہ کر دیا۔“ رشید ٹاکی سے کہنا کہ خصوصی طور پر یہ خیال رکھے کہ امداد ان فنگر پرٹس سے کیا کارروائی کر رہا ہے اور وہ اس سلسلے میں کس حد تک معلومات حاصل کرنے میں کامیاب ہوا ہے۔

خصوصی طور پر اس بات کا خیال رکھا جائے گا۔

”جی بہت بہتر آپ اطمینان رکھیں۔“

”بس تو پھر ٹھیک ہے۔“

”سر ان تصویروں میں سے آپ کو کسی کی ضرورت ہے۔“

”بالکل نہیں تم فوری طور پر انہیں ضائع کر دیتے۔“

”جی۔ بہت بہتر۔ اچھا اب آپ یہ فرمائیے کہ ٹرار نمبر میں کے بارے میں مزید کیا

ہدایات ہیں۔“ سعید خان نے پوچھا چند لمحات سوچتے رہنے کے بعد میں نے کہا۔

”ان لوگوں کو وہاں سے ہٹاؤ ہمیں اب اس ٹرار کی نگرانی کی ضرورت باقی نہیں رہی ہے۔“

”بہت بہتر جناب“ میں تو نگرانی جاری رکھنی ہے۔

”ہاں۔ فی الحال میں ضرورت ہے۔“ میں نے جواب دیا۔

”سر ایک سوال اور جو میں اپنے طور پر پوچھ رہا ہوں۔“ ہو سکتا ہے ناگی صاحب مجھ

سے یہ سوال کر ڈالیں۔“ سعید خان نے کہا۔

”ہاں کیا؟“ میں نے پوچھا۔

”سر آپ کی واپسی کا کیا پروگرام ہے۔“

”ناگی سے میرا رابطہ کسی نہ کسی طرح رہے گا۔ فی الحال میں ابھی یہاں رکنا چاہتا

ہوں۔ کیونکہ جن لوگوں کے لئے میں یہاں آیا ہوں وہ یہاں موجود ہیں۔“

”اگر آپ واپسی کا پروگرام بتائیں گے تو اس سلسلے میں آپ کے ساتھ یہ تمام لوگ

موجود ہیں کوئی دقت نہیں ہوگی آپ کو تاہم جس طرح بھی آپ مناسب سمجھیں۔“

”ٹھیک ہے یہ ذمہ داری تم صرف مجھ پر چھوڑ دو اس کے سلسلے میں ناگی کو بھی

پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔“

”اجازت چاہتا ہوں سر۔“ سعید خان نے کہا۔

”اوکے بہت شکریہ۔ تم نے بہت خوش اسلوبی سے اپنا کام سرانجام دیا ہے میں

واپس آنے کے بعد ناگی سے تمہاری تعریف کروں گا۔“ سعید خان کے چہرے پر خوشی کے

آثار پھیل گئے۔ اس نے کہا۔

”سر آپ نے جس طرح ہماری زندگیاں سنبھالی ہیں ہم سب کو اس کا بخوبی علم

ہے۔ خدا حافظ“ سعید خان چلا گیا اور میں پر خیال نگاہوں سے دروازے کو دیکھتا رہا۔

تقریباً آٹھ بجے تھے کہ جولین کمرے میں داخل ہوئی۔ اس وقت وہ عموماً میرے

لئے کھانے لے کر آتی تھی۔ لیکن جب وہ اندر پہنچی تو میں اسے دیکھ کر چونک پڑا یہ جولین

میں تھی بلکہ اس کی جگہ کوئی اور نہ تھی۔ اس دوران پہلی بار یہ نہر میرے کمرے

میں آئی تھی۔ کھانا لائی تھی میرے لئے اس کے دلکش چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی اور

اس نے کہا۔

”سر۔ جولین آج چھٹی پر ہے۔ میرا نام کیتھی ہے۔“

”ہیلو کیتھی۔“

”ہیلو سر۔ آپ جس چیز کی ضرورت محسوس کریں بتادیں۔“

”جولین آج چھٹی پر کیسے ہے۔ وہ تو عموماً چھٹی نہیں کرتی۔“

”جی اس کی طبیعت کچھ خراب ہے۔ میری ڈیوٹی یہاں لگادی گئی۔ کل یقیناً وہ اپنی

ڈیوٹی پر پہنچ جائے گی۔ ویسے سر میں آپ کی خدمت کر کے بہت خوشی محسوس کروں گی۔

میں کبھی بار آپ کو دیکھ چکی ہوں۔ میری دوسری جگہ ڈیوٹی تھی۔“

”شکریہ کیتھی۔“ اس نے میرے لئے نیل وغیرہ لگائی اور میں کھانے میں مصروف

وہ ایک ست کرسی پر جا بیٹھی تھی۔ میں نے اسے کھانے کے لئے مدعو کیا تو اس نے

شکریہ ادا کیا کھانا کھانے کے بعد اس نے مجھ سے پوچھا۔

”سر کلنی یا چائے وغیرہ نہیں گے۔“

”ایک پیالی کلنی پلو دو۔“ میں نے کہا۔

”جی ابھی لاتی ہوں۔“ اس نے کہا اور پھر کھانے کے برتن لے کر وہاں سے نکل

گئی۔ کوئی خاص بات نہیں تھی۔ سوچنے کی ضرورت نہ بھی نہیں تھی۔ کچھ دیر گزری تو وہ

میرے لئے کلنی لے آئی اور میں نے شکریہ ادا کر کے اس سے کلنی کا کپ لے لیا۔ کلنی پیتا

رہا اور وہ مجھ سے باتیں کرتی رہی۔ جولین زیر گفتگو آئی۔ میری شخصیت زیر گفتگو آئی

پاکستان کے بارے میں باتیں ہوتی رہیں اور جب کلنی ختم ہو گئی تو وہ پیالی اٹھا کر باہر نکلتی

”میرے لئے اور کوئی خدمت ہو تو کہہ دیں۔“

”نہیں۔ نرس تھینک یو۔“ میں نے کہا اور وہ چلی گئی میں اپنے جگہ سے اٹھ کر کھڑی کے پاس آکھڑا ہوا اور رات کی تاریکی میں باہر کا منظر دیکھنے لگا۔

دفعتاً ہی ذہن میں ایک عجیب سی لہریدا ہوئی تھی۔ ایک روشنی سی اور اس کے بعد ہلکا سا چکر۔ پلکیں جڑنے لگی تھیں۔ میں نے اس کیفیت کو کوئی خاص نام نہیں دیا۔ سوائے بددلی اور تھکن کے اور اس کے بعد آہستہ آہستہ چلتا ہوا میں اپنے بستر کی جانب آگیا لیکن یہ چند قدم چلتے بھی کچھ دو بھر سے محسوس ہوئے تھے یوں لگ رہا تھا جیسے پاؤں بنے جان ہوتے جا رہے ہیں۔ حیرانی سے اپنے بستر پر بیٹھ کر میں نے اپنی حالت کے بارے میں سوچا لیکن یہ سوچیں زیادہ دیر پا ثابت نہیں ہوئیں۔ میں آہستہ آہستہ بستر پر لیٹ گیا اور میری آنکھیں خود بخود بند ہو گئیں نجانے کیا ہوا تھا۔ نجانے کیا اور اس کے بعد ہوش کا کوئی احساس ذہن پر باقی نہیں رہا۔ میں گہری نیند سو گیا تھا اور یہ ایک غیر فطری بات تھی نجانے کب تک سوتا رہا اور اس کے بعد آنکھ خود بخود کھل گئی کوئی احساس ذہن میں باقی نہیں تھا۔ لیکن آنکھ کھلنے کے بعد پلکیں ایک بار پھر جھپک گئی تھیں۔ چونکہ میں نے کمرے میں تیز روشنی دیکھی تھی۔ ہوش و حواس بالکل ہی خراب نہیں ہوئے تھے۔ جاگ کر بھی مجھے یہ احساس تھا کہ میں اسپتال کے کمرے میں ہوں۔ چند لمحات آنکھوں کو روشنی کا عادی بنانے کے بعد میں نے دوبارہ آنکھیں کھولیں اور سامنے کی دیوار پر نگاہیں جمادیں لیکن ایک لمحے میں میرے حساس ذہن نے مجھے احساس دلایا کہ یہ اسپتال کا وہ کمرہ نہیں ہے جس میں میری آنکھیں بند ہوئی تھیں اور اس احساس نے بدن میں جھلیں بھر دیں۔ مجھے وہ لمحات یاد آئے جب میں کھڑکی کے پاس کھڑا تھا اور میرا ذہن عجیب سی کیفیات محسوس کر رہا تھا۔ یقیناً کلنی میں کوئی خواب آور دوا دی گئی تھی اور وہ نرس جو جو لین نہیں تھی اس کی متحرک ہو سکتی ہے جی چاہا بیٹھ جاؤ البتہ جب کچھ دیر اور تیز روشنیوں ہوئیں تو مجبوراً اٹھ کر بیٹھنا پڑا۔

”یہ کیا بد تیزی ہے۔ اتنی روشنیوں کیوں جلائی جا رہی ہیں۔ تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ میں مریض ہوں۔“ میں نے غرے ہوئے لہجے میں کہا اور کچھ افراد آہستہ آہستہ چلتے

ہوئے میرے سامنے آگئے۔ ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی سارے کے سارے میرے ہی ملک سے تعلق رکھتے تھے اور ان کی تیز آنکھیں مجھ پر گڑی ہوئی تھیں۔

”کون ہو تم لوگ یہ کیا بد تیزی ہے۔ یہ یہ اسپتال کا کمرہ تو نہیں ہے تم لوگ مجھے کہاں لے آئے ہو۔ کیا چاہتے ہو میں پوچھتا ہوں کیا چاہتے ہو تم۔“ وہ مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھتے رہے اور اس کے بعد ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر کہا۔

”مسٹر فیصل ہمارے ساتھ آئیے۔“ میں خاموشی سے ان کا چہرہ دیکھتا رہا۔ میری تمام حسیں جاگ اٹھی تھیں اور میں ہر طرح کی مدافعت کے لئے تیار تھا پتا نہیں یہ لوگ مجھے کہاں لائے تھے اور میرے آدمی اس بات سے کس قدر لاعلم تھے۔ میں ایک لمحے کے لئے ان سوچوں میں گم رہا تو ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر میرا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔

”آپ نے غالباً سنا نہیں مسٹر فیصل۔“

”پتا نہیں تم کیا بکواس کر رہے ہو۔ میں تمہاری بات نہیں سمجھ پا رہا۔“ میں نے انگریزی میں کہا۔

”اوہو کیا آپ اردو نہیں بول سکتے۔“ ان میں سے ایک نے پھر اردو ہی میں سوال کیا اور میں نے اس سے اپنا بازو چھڑا لیا جو میرے ہاتھ پکڑے ہوئے تھا۔

”آپ ہمارے ساتھ آئیے مسٹر فیصل۔“ اس بار دوسرے آدمی نے انگریزی زبان میں کہا تھا۔

”اس کا مقصد ہے کہ تم کسی غلط فہمی کا شکار ہو کر مجھے پکڑ لائے ہو۔ میرا نام فیصل نہیں دانش منصور ہے۔“

”آپ جو کوئی بھی ہیں میرے ساتھ آئیے۔“ میں خاموشی سے اٹھ کھڑا ہوا وہ لوگ مجھے اس کمرے سے نکال کر ایک اور کمرے میں لے گئے یہ ایک بڑا اور وسیع کمرہ تھا کہ کیونکہ یہاں زیادہ روشنی نہیں تھی۔ مدہم سا بلب جل رہا تھا۔ اندازہ یہ ہو رہا تھا کہ رات ہی کا وقت ہے۔ مجھے اس کرسی پر بٹھا دیا گیا جو کمرے کے وسط میں پڑی ہوئی تھی اور پھر چھت سے ایک تیز روشنی کی شعلہ میرے پورے پورے چہرے پر پڑنے لگی۔ میں آنکھیں بند کر کے گردن جھٹکنے لگا اور میں نے کرسی سے اٹھنے کی کوشش کی تو انہی میں سے ایک شخص کی آواز سنائی دی۔

”مسٹر فیصل۔ آپ کو جس طرح سے یہاں لایا گیا ہے اس کا اندازہ آپ کو ہے۔ چنانچہ تعاون کریں اور ایسی کوئی حرکت نہ کریں جس کی وجہ سے ہمیں تشدد پر مجبور ہونا پڑے۔“

”تم..... تم لوگ شاید پاگل بھی ہو۔ جب میں تم سے یہ بات کہہ چکا ہوں کہ میرا نام دانش منصور ہے تو تم مجھے مسلسل فیصل کیوں کہے جا رہے ہو۔ کون ہے یہ فیصل اور اس کے دھوکے میں تم نے مجھے پکڑ لیا ہے۔“

”آپ آرام سے تشریف رکھیے اور اس کے بعد ہم آپ کو اسپتال واپس پہنچا دیں گے۔“

”میں پوچھتا ہوں تم لوگ کون ہو۔“

”ہم آپ کے دشمن ہیں اور دشمنوں سے آپ جس بات کی توقع رکھ سکتے ہیں ہم سے بھی وہی توقع رکھیے۔ اور بلاوجہ اپنی طاقت زائل نہ کیجئے۔“ میں خاموشی سے انہیں گھورتا رہا۔ گہری گہری سانسیں لے رہا تھا اور یہ اظہار کر رہا تھا جیسے میں بہت زیادہ غصے میں ہوں پھر ان میں سے ایک نے کہا

”اگر اجازت ہو تو میں آپ سے کچھ سوالات کروں۔“

”کیونکہ کیا چاہتے ہو۔“ میں نے کہا اور وہ ہنسنے لگا پھر بولا۔

”آپ اپنے بارے میں کچھ بتانا پسند کریں گے۔“

”میرا نام دانش منصور ہے، پاکستان کا رہنے والا ہوں، بغرض علاج لندن آیا ہوں،

وہاں پر چھوٹا موٹا کاروباری ہوں، تم جب بھی چاہو میرے بارے میں تعقیب کر سکتے ہو، یقیناً تمہیں میرے سلسلے میں کوئی غلط فہمی ہوئی ہے، میں کسی کے لیے نقصان دہ نہیں ہوں، خاموشی سے اپنا وقت گزار رہا ہوں، اگر تم لوگ کسی غلط فہمی کا شکار ہو تو اپنی غلط فہمی دور کر لو۔“

”یقیناً کیوں نہیں، ہم بھی آپ سے یہ بات کہہ چکے ہیں کہ اگر ہمیں غلط فہمی ہوئی

ہے تو انتہائی معذرت کے ساتھ ہم آپ کو اس جگہ پہنچا دیں گے، جہاں آپ کا قیام ہے،

دیے ایک بات بہت اہم ہے، اس کا جواب غور کر کے دیجئے گا۔“

”پوچھو۔“ میں نے بگڑتے ہوئے انداز میں کہا۔

Scanned and Uploaded By Nadeem

”پاکستان میں آپ کا کوئی مشکل نوجوان بھی ہے، جس کا نام فیصل ہے اور جو ہو ہو ہو آپ سے ملتا جلتا ہے، کیا ایسا کوئی نوجوان آدمی آپ کے علم میں ہے۔“

”ہاں نہیں یہ کون منخوس شخص ہے، مجھ سے اس کے بارے میں مسلسل معلومات حاصل کی جا رہی ہیں، ابھی چند روز قبل پاکستان سے ایک پولیس پارٹی آئی ہوئی تھی، جس نے یہی سوالات مجھ سے کیے تھے، میں ایسے کسی آدمی کو قطعی نہیں جانتا، اگر وہ کوئی جرائم پیشہ ہے تو بھلا میرا اس سے کیا تعلق ہے، اگر وہ میرا مشکل ہے تو اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے، آپ لوگ بھی یقیناً اسی کے چکر میں ہیں، میں آپ کو آخری جواب دے رہا ہوں کہ میں اس شخص کے بارے میں بالکل نہیں جانتا، بلکہ اگر کسی بھی طرح آپ کا اس سے رابطہ قائم ہو جائے تو مجھے ایک بار اس سے ضرور ملا دیجئے گا، اس کا کوئی نہ کوئی بندوبست کرنا بے حد ضروری ہے، کیونکہ وہ کسی بھی طرح میرے لیے بھی نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے، اگر آپ کا تعلق انتظامیہ سے ہے تو میری یہ درخواست ہے آپ سے کہ ایسے کسی شخص کو میرے علم میں ضرور لایا جائے تاکہ میں اپنے اور اس کے درمیان کوئی ایسی شناخت پیدا کر دوں جس میں وہ میری حیثیت سے کوئی فائدہ نہ اٹھا جائے اور میری بدنامی نہ ہو۔“

”دیری گڈ، اب یہ فرمائیے کہ پاکستان آنے سے قبل آپ کہاں تھے۔“

”ہوں..... وہی تمام باتیں..... نیروبی میں تھا، وہیں پرورش پائی، وہیں پلا بڑھا،

میرے والد احمد منصور گوٹا والا وہیں پر کاروبار کرتے تھے، آپ لوگ وہاں سے مکمل معلومات حاصل کر سکتے ہیں، کچھ عرصے قبل والد صاحب کے انتقال کے بعد میں نے پاکستان آنے کا فیصلہ کیا اور وہاں پہنچ گیا، وہاں بھی میرا کردار بے داغ رہا ہے۔“

”اپنے بارے میں نیروبی کی تفصیلات مہیا کر دیجئے گا۔“ میں نے انہیں مختصر الفاظ

میں اپنا پتا بتایا اور اس کے بعد ان لوگوں نے وہ تیز روشنی بند کر دی، پھر وہ وہاں کوئی کارروائی کرتے رہے اور زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ کمرے میں ایک بار پھر روشنی کر دی گئی، لیکن یہ روشنی وہ نہیں تھی جو اب تک مجھ پر احاطہ کیے ہوئے تھی، یہ صرف بلب کی روشنی تھی۔

لیکن میں نے اپنے سامنے ایک شخص کو دیکھا جو ہاتھ میں ایک بوتل اٹھائے ہوئے

کر رہا کہ مجھے اس سلسلے میں احتجاج کرنا چاہیے یا نہیں، ڈاکٹر یگل کو اگر تفصیل بتانا اور یہ ساری صورت حال سامنے رکھتا تو پھر پولیس وغیرہ کا چکر پڑتا اور بات خاصی الجھ جاتی لیکن خاموشی بھی مناسب نہیں تھی، البتہ تھوڑی سی دیر بعد میں نے یہ فیصلہ کیا کہ صورت حال تک مکمل طور پر میرے علم میں ہے اس لیے زیادہ جھگڑوں میں پڑنا نہیں چاہیے، جتنے حالات بڑھاؤں گا بڑھتے چلے جائیں گے اور ہو سکتا ہے یہاں مجھے کچھ دوستوں کا سامنا کرنا پڑے، البتہ یہ بات ذرا باعث تشویش تھی کہ میرے وہ ساتھی جو میری نگرانی کر رہے ہیں اس دوران خاموش کیوں رہے، تقریباً سوا سات بجے تھے کہ دروازہ کھلا اور غلام قادر میرے کمرے میں داخل ہو گیا، اس کے چہرے پر رات بھر جانے کے آثار نمایاں تھے، آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں اور چہرہ کی قدر تفکرات کا آئینہ دار نظر آ رہا تھا، میں نے مہربانی سے غلام قادر کو دیکھا تو وہ سلام کر کے میرے سامنے بیٹھ گیا اور بولا۔

”سرم رات کے واقعات سے لاعلم نہیں ہیں، لیکن چونکہ معاملہ براہ راست آپ کا تھا اور آپ عالم ہوش میں نہیں تھے اور مجبوراً خاموشی اختیار کرنی پڑی۔“

”سرم یہ بات ہمیں ابھی تک نہیں معلوم ہو سکی کہ یہاں اس کمرے میں آپ کو ہوش کیسے کیا گیا، اس وقت تقریباً رات کے پونے دس بجے تھے جب دو وارڈ بوائے آپ کے کمرے میں آئے، ان کے پاس ایک اسٹریچر تھا، انہوں نے آپ کو اس پر ڈالا اور لے کر چل پڑے، ہم مستعد تھے یہ دیکھ کر ہم حیران رہ گئے، لیکن اسٹریچر کو کسی خاص جگہ نہیں لے جایا گیا، بلکہ صرف ایک لمبے کے لیے راہداری میں روکا گیا تھا اور اس کے فوراً بعد ایک سفید رنگ کی دیکن میں آپ کو خنک کر دیا گیا تھا، جو فوراً ہی اشارت ہو کر چل پڑی، ہم سب لوگوں نے دیکن کا تعاقب کیا اور اس کے پیچھے چلتے ہوئے بلا آخر اس عمارت کے قریب پہنچ گئے جہاں آپ کو لے جایا گیا تھا، عمارت نیو گنی روڈ پر ہے اور اس کے بارے میں ابھی مکمل تفصیلات نہیں معلوم ہو سکی ہیں، لیکن کام اب سے چند گھنٹوں کے اندر اندر ہو جائے گا، عمارت میں آپ کو گاڑی سے اتارا گیا اور ایک کمرے میں لے جایا گیا، میں اور میرے ساتھی آپ کے آس پاس موجود تھے اور ہم لوگ پوری طرح مسلح تھے اور انتظار کر رہے تھے کہ اگر آپ کو کسی قسم کا نقصان پہنچایا جائے تو ہم ان لوگوں کو

تھا، بوتل میں ساخن لگا ہوا تھا، اس شخص نے میرا چہرہ اونچا کیا اور بوتل سے ساخن کی پھواریں میرے چہرے پر مارنے لگا، پتا نہیں کیا چکر تھا، لیکن دوسرے لمحے یہ چکر میری سمجھ میں آ گیا، وہ یقینی طور پر میرے چہرے پر میک اپ تلاش کر رہے تھے، میرے چہرے کو پوری طرح ان پھواروں سے بھگو دیا گیا اور اس کے بعد بوتل رکھ کر وہ لوگ انتظار کرنے لگے، تھوڑی دیر کے بعد ایک تویہ سے میرا چہرہ صاف کیا گیا اور دو آدمی جھک کر میرا ہاتھ دیکھنے لگے، پھر انہوں نے میرے بال کھینچے اور میں احتجاج کرنے لگا، گردن وغیرہ کے پاس کسی ماسک کی تلاش بھی کی گئی اور بلا آخر وہ اس بات سے مطمئن ہو گئے کہ میں میک اپ میں نہیں ہوں، میں اس دوران چیختا چلاتا رہا تھا، البتہ کوئی ایسا غیر مذہب جملہ میں نے اپنی زبان سے نہیں نکالا تھا جو ان لوگوں کو برگشتہ کر دے، ایک بار پھر مجھے اس کمرے سے نکال کر دوسرے کمرے میں لے آیا گیا، یہ بات اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ یہ کارروائی کسی کے ایما پر ہو رہی ہے، لیکن وہ براہ راست میرے سامنے نہیں آیا تھا، اس دوسرے کمرے میں صرف دو آدمی میری نگرانی کرتے رہے اور زیادہ دیر مجھے یہاں نہ رکنا پڑا، کیونکہ تھوڑی ہی دیر کے بعد ایک آدمی واپس آیا، یہ انہی میں سے ایک تھا جو اب تک میرے سامنے رہے تھے، اس نے ہاتھ میں سرخ پکڑ رکھی تھی دو آدمیوں نے مل کر میرا بازو پکڑ کر اور سرخ بازو میں گھونپ دی، انجکشن کے اثر سے تھوڑی ہی دیر بعد میری آنکھیں بند ہونے لگیں اور ایک بار پھر میں بے خبر ہو گیا، ہوش آیا تو صبح کی روشنی کھڑکی سے اندر آ رہی تھی اور میری آنکھیں اس ماحول سے مانوس تھیں، جو میرے سامنے تھا، یقینی طور پر یہ ہسپتال کا وہی کمرہ تھا جس میں اب تک مقیم تھا، مجھے اپنے آپ کو سنبھالنے میں ذرا دقت پیش آئی، دوبار مجھے خواب آور دوا دی گئی تھی جس کے اثرات مجھے اپنے اعصاب پر محسوس ہو رہے تھے، ذہن کسلندی کا شکار رہا اور تھوڑی دیر کے بعد میں اپنی اس کیفیت سے نکلنے میں کامیاب ہو گیا اور پھرتی سے اٹھ کر بستر پر بیٹھ گیا، چند لمحات چکراتے ہوئے ذہن کو سنبھالتا رہا اور پھر غسل خانے میں داخل ہو گیا، پانی کی پھواریں نے سوپنے سمجھنے کی قوتوں کو ابھار دیا تھا، رات کو جو کچھ ہوا تھا وہ ایک خواب نہیں، لیکن ہسپتال سے کسی کو اغوا کر کے کہیں لاجانا اور اس کے بعد یہ تمام کارروائی اور پھر واپسی، بلاشبہ ایک سنگین مسئلہ تھا اور اگر اس مسئلہ کو اٹھایا جاتا تو اچھا خاصہ ہنگامہ برپا ہو سکتا تھا، میں یہ غور

کام سرانجام دیا ہے۔“

”تو پھر اب ہمیں مزید کیا کرنا ہے۔“

”مجھے سوچنے کا موقعہ دو‘ میں تم سے رابطہ قائم کر کے بتاؤں گا‘ ویسے میرا خیال ہے

ہمیں اس سلسلے میں خاموشی ہی اختیار کرنی چاہیے‘ کیونکہ معاملہ بہت بڑھ جائے گا۔“

”جی سر جیسا آپ کا حکم‘ میرے لیے مزید کوئی حکم۔“

”نہیں‘ ان لوگوں کو بھی ملٹن سے واپس بلاؤ‘ نیوگنی کی اس عمارت کی نگرانی بھی

ختم کرادی جائے‘ میں جانتا ہوں کہ تم لوگ بہترین کارکردگی کے مالک ہو‘ اب اگر ایسی

کوئی ضرورت پیش آئی تو پھر ہم جوابی اقدام بھی کریں گے‘ ویسے بھی یہاں رہ کر کوئی جرم

نہیں کرنا چاہتا‘ کیونکہ اس سے میرا معاملہ ذرا مشکل ہو جائے گا۔“ وہ تھوڑی دیر کے بعد

چلا گیا اور میں سوچتا رہا تقریباً“ سوا آٹھ بجے جو لین میرے کمرے میں داخل ہوئی اس کا چہرہ

اترا سا تھا اور آنکھوں میں عجیب سی کیفیت تھی‘ مجھے دیکھ کر وہ پھیکے سے انداز میں مسکرائی

اور بولی۔

”معافی چاہتی ہوں سر‘ رات کو آپ کو کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی‘ کل میرے ساتھ

ایک بہت عجیب واقعہ پیش آیا۔“ میں خاموش نگاہوں سے جو لین کو دیکھتا رہا‘ وہ صبح کا ناشتہ

لائی تھی میرے لیے‘ اس نے کہا۔

”سر کل میں اپنی ڈیوٹی پر آنے کے لیے تیار تھی اور اپنی رہائش گاہ میں تیاریوں

میں مصروف تھی کہ اچانک ہی مجھے اپنے پیچھے کچھ آہٹ محسوس ہوئی اور اس کے بعد سر

میرے سر پر وار کیا گیا اور میں بیہوش ہو گئی‘ آپ دیکھیے میرے سر پر ابھی تک وہ نشان

موجود ہے۔“

”دار کیا گیا۔“

”جی سر‘ کسی ٹھوس چیز کو میرے سر پر مار کر مجھے بیہوش کر دیا گیا تھا‘ کچھ سمجھ میں

نہیں آیا سر کہ کس نے ایسا کیا‘ ویسے میرے فلیٹ میں چوری بھی نہیں ہوئی ہے‘ سخت

پریشان ہوں اور یہ سوچ رہی ہوں کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔“

”ہوں تو تم رات کو ڈیوٹی پر نہیں آئی تھیں۔“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا سر‘ نجانے کتنی دیر بیہوش رہی تھی اور جب ہوش میں

وہیں ختم کر دیں‘ وہاں پانچ افراد موجود تھے جن میں سے کوئی بھی ہمارا جانا پہچانا نہیں تھا‘ یہ

لوگ آپ کے سلسلے میں کارروائیاں کرتے رہے اور ہم اس وقت آپ سے زیادہ قاصطے پر

نہیں تھے‘ بس ایک سیکنڈ کے اندر اندر ہم اپنی کارروائی کر سکتے تھے‘ لیکن ہم خاموشی سے

صورتحال کا جائزہ لیتے رہے‘ آپ کو ہوش میں لایا گیا اور اس کے بعد آپ کو ایک کمرے

میں منتقل کر دیا گیا‘ یہاں وہ آپ سے سوالات کرتے رہے ہم ساری باتیں بغور اور بخوبی

سن رہے تھے اور ان کی نگاہوں سے محفوظ بھی تھے‘ پھر دوسرے کمرے میں آپ کو

انجکشن لگایا گیا‘ اس وقت بھی ہم کنکشن کا شکار تھے کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے‘ لیکن اندازہ یہ

ہو گیا تھا کہ وہ لوگ آپ کو صرف بیہوش کرنا چاہتے ہیں‘ بعد میں سروی گاڑی آپ کو

یہاں لے کر آئی اور انہوں نے نہایت مہارت سے آپ کو آپ کے کمرے میں واپس پہنچا

دیا‘ ہم لوگ مسلسل آپ کی نگرانی کرتے رہے تھے‘ چنانچہ ان چار آدمیوں کے بارے میں

پتہ لگایا گیا ہے جو ہوٹل ملٹن میں مقیم ہیں ان کے کمرے نمبر بھی ہمارے پاس موجود ہیں‘

پانچواں آدمی اس عمارت میں رہ گیا تھا‘ ان میں سے دو آدمی سروی ہیں جو ٹرالر نمبر میں

پر دیکھے گئے ہیں‘ باقی تین آدمی انجینی تھے‘ پانچواں آدمی بھی ہماری نگاہوں میں ہے اور

آپ کی ہدایت کے مطابق اسے حاصل کیا جاسکتا ہے‘ اب یہ بتائیے آپ کی طبیعت کیسی

ہے سر۔“

”میں بالکل ٹھیک ہوں‘ لیکن تعجب ہے کہ اغوا کا یہ واقعہ اسپتال والوں کے علم

سے بالکل دور رہا ہے اور یہ بات تو بڑی تشویش کا باعث ہے۔“

”سر اب ہم اپنے لیے ہدایات چاہتے ہیں کہ ہمیں کیا کرنا ہے‘ اگر آپ چاہیں تو

ان چاروں آدمیوں کو ہوٹل ملٹن سے حاصل کیا جاسکتا ہے اور پانچویں آدمی کو اس عمارت

سے‘ آپ حکم دیجئے‘ ان میں سے ایک ایک فرد ہمارے علم میں ہے‘ اگر آپ چاہیں تو ہم

انہیں ختم بھی کر سکتے ہیں۔ نہیں غلام قادر..... ایسی کو بات نہیں ہے۔“

”آپ بالکل ٹھیک ہیں نا سر‘ اگر آپ کو کوئی نقصان پہنچ جاتا تو یقین کیجئے کہ ہم

انہیں جہنم میں پہنچا دیتے اور انہیں لندن میں کہیں پناہ نہ ملتی‘ لیکن چونکہ آپ کی ہدایت

کسی بھی طور نہیں مل سکتی تھیں اس لیے ہم نے خاموشی اختیار کی۔“

”میں تمہاری کارروائی سے بالکل مطمئن ہوں‘ تم نے بہت شاندار طریقے سے اپنا

آئی تو بدن اس طرح دکھ رہا تھا جیسے پورا جسم زخمی ہو گیا ہو، میں نے ہسپتال ٹیلیفون کیا اور یہ بتایا کہ میں ڈیوٹی پر نہیں پہنچ سکی ہوں تو یہاں پر حیرت کا اظہار کیا گیا، غالباً ڈیوٹی ڈاکٹر کو یہ بات نہیں معلوم تھی کہ میں اپنی ڈیوٹی پر موجود نہیں ہوں اور اس کے بعد کیا ہوا اس بات کا مجھے کوئی علم نہیں ہے۔“

”ہوں ٹھیک ہے جولین کوئی ایسی بات نہیں ہے، ہو سکتا ہے کہ کچھ لوگوں کو غلط فہمی ہو گئی ہو۔“

”میں نے اسپتال کو رپورٹ پیش کر دی ہے۔“ جولین ناشتہ کرانے کے بعد واپس چلی گئی، مجھے اس کے الفاظ سچائی پر مشتمل محسوس ہو رہے تھے، تھوڑی دیر کے بعد ڈاکٹر رابرٹ یگل میرے پاس آگیا، اس کے ساتھ بیٹی بھی تھی اور جولین بھی تھی، اس نے آتے ہی مجھ سے کہا۔

”مسٹر وائٹ منسور آپ کو رات کو بہت تکلیف ہوئی ہوگی جولین کے ساتھ ایک عجیب واقعہ پیش آیا ہے، جسے میں نے پولیس کے سامنے پیش کر دیا ہے، اس کے فلیٹ میں کوئی کارروائی ہوئی تھی اور اسے بیہوش کر دیا گیا تھا، رات کو آپ کو کھانا کس نے دیا۔“

”ڈاکٹر رابرٹ یگل رات کو مجھے کھانا ایک اور نرس نے پیش کیا تھا جو میرے لیے بالکل اجنبی تھی۔“

”مجھے نہیں معلوم وہ کون تھی، بہر طور میں تفتیش کر رہا ہوں، آپ تو خیریت سے اور مطمئن ہیں نا۔“

”ہاں کوئی ایسی خاص بات نہیں۔“ میں نے اپنے منصوبے کے مطابق جواب دیا، ڈاکٹر یگل نے میرا تھوڑا بہت معائنہ کیا اور اس کے بعد ڈاکٹر بیٹی کے ساتھ واپس چلا گیا، میں نے اپنے طور پر یہ کارروائی مناسب ہی سمجھی تھی کیونکہ اس سے واقعی آئندہ کے لیے خاصی الجھنیں پیدا ہو جائیں، پولیس تفتیش کرتی مجھے فضول باتوں میں الجھنا پڑتا، اب واقعی میرے یہاں زیادہ رکنے کا جواز نہیں ہے، کاظم شاد سے بھی ملاقات ہو گئی، پولیس بھی مطمئن ہو گئی اور اب مجھے صحت یاب ہو کر اپنے ملک واپسی کا سفر اختیار کرنا چاہیے، اس سلسلے میں آج میں اپنے ذہن میں فیصلے کر لینا چاہتا تھا، شام کو تقریباً چار بجے میں چل

قدمی کے لیے باہر نکلا اور راہداری میں آگے بڑھتا چلا گیا، لیکن چند ہی لمحات کے بعد میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں، میں نے جو کچھ دیکھا ناقابل یقین تھا، مجھ سے کچھ فاصلے پر راہداری میں ایک شخص ویل چیئر پر آہستہ آہستہ آ رہا تھا اور یہ شخص..... اس کا چہرہ میرے لیے اجنبی نہیں تھا، یہ کاظم شاد تھا۔“



کاظم شاد کو دیکھ کر ایک لمحے میں اندازہ ہو جاتا تھا کہ وہ بھی اسی اسپتال کا مریض ہے۔ وہ اچانک ہی یہاں پہنچا ہے یا پہلے سے اس اسپتال میں داخل تھا؟ پھر میں فوراً ہی دوسری جانب متوجہ ہو گیا۔ تاکہ اسے یہ احساس نہ ہو کہ میں اس پر غور کر رہا ہوں۔ ویسے بھی اصولی طور پر ہمارے درمیان اجنبیت ہونی چاہیے تھی۔ میں نے اپنے قدم نہ روکے اور یونہی چہل قدمی کے انداز میں آگے بڑھتا رہا لیکن غیر محسوس طریقے سے میں نے یہ اندازہ لگالیا تھا کہ کاظم شاد میری جانب ہی متوجہ ہے پھر اس کی آواز سنائی دی۔

”ہیلو۔ پلیز سنئے۔“ یہ الفاظ اس نے انگریزی ہی میں ادا کیے تھے۔ میں چونک کر رکا اور اجنبی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ کاظم شاد کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ اخلاقاً مجھے بھی مسکراتا پڑا۔ وہ وہیل چیئر دھکیلتا ہوا میرے قریب پہنچ گیا۔

”ایکسیکوزی۔ پاکستانی؟“..... اس نے سوال کیا۔

”جی۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اپنے اعصاب پر مجھے مکمل قابو تھا۔ اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

”مجھے کاظم شاد کہتے ہیں۔“ میں آپ کو کس نام سے پکار سکتا ہوں جناب۔“ پہلا اور دوسرا جملہ اس نے یہ جاننے کے بعد کہ میں پاکستانی ہوں اردو میں ادا کیا تھا۔ کمبخت بے حد شاطر آدمی تھا۔ کسی بھی موقع پر نہیں چوکا تھا لیکن اب مجھے ایسے معاملات سے نمٹنا بخوبی آگیا تھا۔ میں نے چہرے پر ایک شرمندہ سی مسکراہٹ سجاتے ہوئے کہا۔

”سوری سر! میں نسلا پاکستانی ہونے کے باوجود ردانی سے اردو بول اور سمجھ نہیں

سکتا۔“

”اوہو معافی چاہتا ہوں۔ میں نے آپ سے تعارف حاصل کرنا چاہا تھا۔“

”میرا نام دانش منصور ہے۔“

”کیا آپ یہیں لندن میں رہتے ہیں؟“ اس نے سوال کیا۔

”نہیں۔ کراچی میں۔“ میں ہنس کر بولا۔

”اوہو۔ اس کے باوجود آپ اردو نہیں سیکھ سکے۔ معافی چاہتا ہوں آپ کھڑے ہوئے ہیں اور میں وہیل چیئر پر ہوں۔“

”نہیں کوئی بات نہیں ہے۔ پاکستانی ہونے کے ناتے غیر ملک میں کسی ہم وطن کو دیکھ کر بڑی اپنائیت ہوتی ہے۔“

”آپ غالباً چہل قدمی کرنے کے لیے نکلے ہیں۔“

”جی۔ بالکل۔“

”تو پھر آئیں۔ میں اس سلسلے میں آپ کی مدد کرتا ہوں۔“ میں اس کی وہیل چیئر کے عقب میں پہنچ گیا اور اسے دھکیلنے لگا۔ اس نے محبت بھرے انداز میں میری کلائی پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

”اوہ مسٹر دانش منصور آپ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں۔ نہیں پلیز نہیں میں اپناج نہیں ہوں۔ بس تھوڑے سے زخم ہیں۔ جن کی وجہ سے وہیل چیئر استعمال کرنا پڑ رہی ہے۔“

”کوئی حرج نہیں ہے جناب، ویسے بھی آپ عمر میں مجھ سے بڑے ہیں اور عمر کا خیال رکھنا ہماری ثقافت کا ایک حصہ ہے۔ کیا خیال ہے پارک کی جانب چلیں۔“ میں نے سوال کیا اور کاظم شاد نے شرمندگی کے انداز میں شانے ہلا دیے۔ میں اس کی وہیل چیئر دھکیلتا ہوا پارک کی جانب چل پڑا تھا۔ میں کوشش کر رہا تھا کہ اسے کچھ حیران کر دوں۔ ہمارے درمیان ایک طرح کا ذہنی مقابلہ ہو رہا تھا اور میں نے ابھی تک کوئی ایسا قدم نہیں اٹھایا تھا جو کاظم شاد کے لیے بہت زیادہ سوچنے کا باعث بن جائے۔ اسپتال کے خوبصورت پارک میں اس وقت اور بھی لوگ موجود تھے۔ ہم نے ایک پر سکون گوشہ منتخب کیا کاظم شاد وہیل چیئر سے نیچے اتر گیا تھا۔ سبز مٹل جیسی گھاس پر وہ پاؤں پھیلا کر بیٹھ گیا۔ میں نے

ہمدردانہ انداز میں اس سے پوچھا۔

”کیا آپ کو کوئی حادثہ پیش آیا تھا جناب۔“

”کاظم شاد میرے اس سوال پر عجیب سی کیفیت کا شکار ہو گیا۔ جو حادثہ اسے پیش آیا تھا مجھے معلوم تھا اور کاظم شاد شاید ابھی تک اس کشمکش کا شکار تھا کہ میں اس حادثے کا ذمہ دار ہوں یا نہیں۔ ایسی حالت میں یہ سوال اس کے لیے بڑا جھمٹا ہوا تھا۔ تاہم اس نے خود کو سنبھال کر کہا۔“

”ہاں حادثہ ہی سمجھو۔ ایک چور گھس آیا تھا۔ جو ابی کارروائی کی تھی۔“ میں دل ہی دل میں مسکرا دیا۔ میں نے تشویش سے ہونٹ سکڑ کر کہا۔

”کہاں کی بات ہے۔ یہاں لندن میں۔“

”نہیں اپنے وطن میں۔“

”اوہ۔“ میں نے حیرت و افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ ”پھر کیا ہوا۔“

”کچھ نہیں۔ یوں سمجھ لیں کہ میرا اور اس کا مقابلہ جاری ہے۔“

”اب تک۔“

”ہاں۔“ وہ میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا۔ میں جانتا تھا کہ وہ میری آنکھوں اور چہرے پر کیا دیکھنا چاہتا تھا مگر میں پہلے سے محتاط تھا چنانچہ اسے چہرے کے تاثرات میں سوائے حیرت اور افسوس کے اور کچھ نہ مل سکا۔

”بات کچھ دلچسپ ہے۔ لیکن سمجھ میں نہ آنے والی۔ آپ ایک چور سے مسلسل مقابلہ کر رہے ہیں۔“ کاظم شاد نے سامنے کے درخت پر نگاہیں جمادیں اور چند لمحات کچھ سوچنے کے بعد بولا۔

”بس یوں سمجھ لیجئے کہ اس سے تھوڑی سی ہاتھ پائی ہوئی میری اور جسم پر یہ زخم آگئے۔ محبت کرنے والے پریشان ہو گئے اور انہوں نے زبردستی مجھے علاج کے لیے یہاں بھیج دیا۔“

”اب کیسی طبیعت ہے آپ کی؟“

”ٹھیک ہوں۔ ویسے آپ کا وہاں کیا مشغلہ ہے۔“

”چھوٹا موٹا کاروبار کرتا ہوں لیکن ابھی تک باقاعدہ کچھ شروع نہیں کیا۔“

”اچھا۔ اچھا۔ آپ کے والدین بھی ہوں گے وہاں آپ کے ساتھ۔“

”نہیں۔۔۔۔۔ اتفاق سے تنہا ہوں۔“ میں نے جواب دیا۔

”آپ کو تعجب بھی ہو گا کہ آپ کو دیکھ کر میں مسلسل یہ سوچ رہا ہوں کہ اس سے پہلے آپ کو کہاں دیکھا ہے۔ صورت اس طرح جانی پہچانی لگ رہی ہے جیسے نجانے کب کی شناسا ہو یہ ایک احساس ہوتا ہے بعض اوقات کسی سے اگر اپنائیت محسوس ہو تو اس کا چہرہ لمحوں میں اجنبی نہیں رہتا۔ بلکہ قدیم شناسا بن جاتا ہے۔ ویسے کراچی میں آپ کا قیام کہاں ہے۔“

”ڈیفنس میں۔“ میں نے جواب دیا۔

”ہوں۔ بہت سے شناسا ہیں۔ ہو سکتا ہے کہیں آس پاس دیکھا ہو۔ ارے ہاں ایک

بات بتائیے۔ آپ کو پیری مریدی سے کوئی دلچسپی ہے۔“

”جی۔“ میں نے سوالیہ نگاہوں سے کاظم شاد کو دیکھا۔ پیری مریدی کا لفظ اس نے ظاہر ہے اردو ہی میں ادا کیا تھا۔ کاظم شاد چونک کر مجھے دیکھنے لگا اور پھر آنکھیں بند کر کے گردن ہلاتا ہوا بولا۔

”ادھو سوری۔ دراصل اس جملے کا انگریزی جملہ تلاش کرنا پڑے گا مجھے۔ آپ مشعل شاہ نامی کسی آدمی کو جانتے ہیں۔“ میں نے چہرے پر بدستور اجنبیت کے آثار پیدا کیے اور بولا۔

”نہیں افسوس نہیں۔“

”اوہو۔ ہمارے ہاں لائڈھی میں ایک جگہ ہے۔ آستانہ مشعل شاہ کہلاتی ہے۔ وہاں میں اکثر جاتا رہتا تھا۔ مشعل شاہ ایک بزرگ تھے اور بہت سے لوگوں کے کام آتے تھے۔ بس مجھے بھی ان سے عقیدت تھی۔ وہاں چلا جاتا تھا اکثر۔ یہ خیال آیا کہ کہیں آپ کو وہاں تو نہیں دیکھا۔“

”نہیں۔ میں کبھی اس طرف نہیں گیا۔ میں نے چہرے پر سنجیدگی کے آثار پیدا

کر کے کہا۔“

”ہوں۔ تو کراچی میں کیا کاروباری مصروفیت ہے آپ کی۔“

”بس یوں سمجھ لیجئے کہ کسی کاروبار کا تجربہ نہیں ہے مجھے۔ تھوڑا سا سرمایہ والدین

نے چھوڑا ہے۔ اسی کو سرکولٹ کر رہا ہوں اور اس کوشش میں ہوں کہ کوئی ڈھنگ کا کام شروع کر سکوں۔“

”تجربہ ہے ابھی تک آپ نے کوئی ڈھنگ کا کام نہیں کیا اور ہم دوستی کے دعوے کرتے ہیں۔ خیر میں آپ سے کوئی بڑی بات تو نہیں کہتا دانش لیکن کراچی پہنچنے کے بعد آپ مجھ سے ضرور ملاقات کیجئے گا بلکہ ممکن ہے میں آپ کو خود ہی تلاش کر لوں۔ کب تک واپسی ہے آپ کی۔“

”طبیعت کچھ مضطرب ہو گئی تھی۔ سو یہاں آرام کرنے چلا آیا۔ کافی دن ہو چکے ہیں یہاں آئے ہوئے۔ اب واپسی کا ارادہ رکھتا ہوں۔“

”گڈ۔ جب آپ کراچی پہنچ جائیں تو مجھ سے رابطہ ضرور قائم کیجئے گا۔ جہاں تک کاروبار کا مسئلہ ہے میں کوئی دعویٰ تو نہیں کرتا لیکن آپ یہ سمجھ لیجئے کہ میری زندگی انہی معاملات میں گزری ہے اور پھر میرے پاس ایسے وسائل ہیں اور میرے دوست ایسے ہیں کہ آپ کو ان سے مل کر خوش ہو جائے گا۔ آپ یوں سمجھ لیجئے کہ آپ کا یہ مسئلہ اب بالکل حل ہو گیا۔“ کاظم شاد نے کہا۔ اب وہ بہت زیادہ ہوشیار بننے کی کوشش کر رہا تھا مگر میں نے جواباً خاموشی اختیار کر لی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم لوگ وہاں سے اکتا گئے اور کاظم شاد نے کہا۔

”میرا خیال ہے اب واپس چلتے ہیں۔“

”بہتر۔ بہتر۔“

”اور اب تو آپ کو باقاعدہ مجھے لے جانے کے لیے محنت کرنا ہوگی کیونکہ آپ مجھے یہاں تک لائے ہیں۔“

”کوئی حرج نہیں ہے مسٹر کاظم شاد۔“ میں نے کہا اور اس کی دہیل چیر دھکیلتے ہوئے اس کے کمرے تک پہنچا دی۔

اپنے کمرے میں پہنچ کر میں دیر تک سوچ میں ڈوبا رہا تھا۔ کاظم شاد ہر قیمت پر یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ مجھ میں اور فیصل میں کیا فرق ہے اور اس سلسلے میں وہ شاطرانہ چالیں چل رہا تھا لیکن یہ چالیں اب تقریباً بیکار ہی تھیں۔ رات تقریباً ساڑھے آٹھ بجے

وہ پھر میرے کمرے میں داخل ہو گیا اور اس بار کرن زہرہ اس کے ساتھ تھی۔ کرن زہرہ نے مجھے دیکھا۔ میں نے اسے اور وہ بڑے محبت بھرے انداز میں میری جانب بڑھی۔

”ادہ دانش آپ یہاں۔ شاد صاحب نے آپ کا تذکرہ کیا تو میں حیران رہ گئی۔ شاد صاحب کو میں بڑی تفصیل سے آپ کے بارے میں بتاتی رہی ہوں۔“

”ہاں ابھی دانش معاف کرنا آپ نے بھی سوچا ہو گا کہ ان لوگوں نے تو میرا کمرہ ہی دیکھ لیا۔ دراصل کرن سے جب آپ کے بارے میں بات ہوئی تو اس نے آپ سے شناسائی کا اظہار کیا اور ہم دونوں خود کو باز نہیں رکھ سکے۔ وہ آپ سے ملنا چاہتی تھی۔ میں بھی اس کے ساتھ یہاں آ گیا۔“

”جی۔ کرن زہرہ سے کراچی میں میری ملاقات ہوئی تھی۔ مسز اختر خان ہیں وہاں انہوں نے انہیں اپنی بھتیجی بنا کر میرے سامنے پیش کیا تھا لیکن بعد میں پتا چلا کہ یہ ان کی بھتیجی نہیں ہیں۔“ میں نے پہلے ہی مرحلے کو چاروں شانے چت کرنے کی کارروائی شروع کر دی۔ ویسے بھی لچر قسم کی لڑکی تھی اور پہلے بھی میں نے اس سے پیچھا چھڑانے کے لیے خاصی محنت کی تھی۔ کرن زہرہ کے چہرے پر ایک لمحے کے لئے کئی رنگ آئے لیکن وہ ان مرحلوں سے گزر چکی تھی جہاں شرمندگی وغیرہ کا کوئی احساس باقی رہتا ہے۔ کاظم شاد سے اس کا کوئی رشتہ نہ تھا لیکن وہ اس سے چپکی ہوئی تھی۔ بہر طور اس نے میرے اس وار کو نظر انداز کیا اور ہنس کر بولی۔

”ہاں مسز اختر خان خاصی دلچسپ خاتون ہیں اور انہیں جھوٹ بولنے کا بے حد شوق ہے۔ میں نے ان سے منع کیا تھا اور کہا تھا کہ مجھے اپنے کسی مقصد کے لیے استعمال نہ کریں لیکن بس پیچھے پڑ گئیں اور میرا تعارف ان سے اپنی بھتیجی کی حیثیت سے کر ڈالا۔ بہر طور میں نے کاظم شاد کو آپ کے بارے میں بتایا تو یہ آپ سے بہت متاثر ہوئے۔“

”ہاں ابھی میں یہ سوچ رہا تھا کہ دانش صاحب کو میں نے کاروباری گرتانے کا وعدہ کیا ہے مجھے معلوم نہ تھا کہ یہ خود بہت بڑے گرو ہیں۔“ کاظم شاد نے کہا اور میں ہنس لگا۔ پھر بولا۔

”استاد کی جگہ تو پھر بھی خالی ہے۔ کاظم صاحب۔“

”ارے ارے یہ محاورہ تو اردو میں استعمال ہوتا ہے۔ انگریزی میں میرا خیال ہے

یہ محاورہ مجھے انگریزی میں کہیں نہیں نظر آیا۔

”انگریزی پر آپ نے غور نہیں کیا ہو گا کاظم شاد صاحب۔“ میں نے جواب دیا اور کاظم شاد معنی خیز نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ کبخت ایک ایک لمحے کو ذہن میں رکھ رہا تھا۔ واقعی ذرا سی لغزش ہوئی تھی لیکن شکر ہے کہ انگریزی میں ہوئی تھی۔ وہ کافی دیر تک گفتگو کرتے رہے اور پھر دوبارہ آنے کا وعدہ کر کے رخصت ہو گئے لیکن اب یہ حالات میرے لیے تشویش ناک ہو گئے تھے۔ خاص طور سے کرن کا مسئلہ یقینی طور پر وہ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر مجھ سے پھر بے تکلف ہونے کی کوشش کرے گی مگر میں اپنے دل کے تمام دروازے خاص طور سے اس جیسی لڑکیوں کے لیے بند کرنا چاہتا تھا اور اب خصوصاً اس لیے بھی کہ وہ کاظم شاد کے ساتھ ہی تھی۔ اس بات کا افسوس ہوا کہ میں نے اس سے یہ نہیں پوچھا کہ کاظم سے اس کا کیا تعلق ہے۔ بہر طور ان تمام معاملات میں کرن کا کردار بھی بہت بڑا ثابت ہو سکتا تھا۔ کیونکہ اتفاق سے جب میں نے کاظم کو زخمی کیا تھا تو کرن نے مجھے باہر نکلتے ہوئے دیکھ لیا تھا اور اس طرح اس معاملے میں وہ براہ راست ملوث ہو گئی تھی لیکن خیر ایسی کوئی بات بھی نہیں۔ ان لوگوں سے باقاعدہ مقابلہ کیا جائے گا۔ دوسرے دن بھی ان دونوں سے ملاقات ہوئی اور کرن مجھے ٹولتی رہی۔ میں نے اس وقت اس سے یہ سوال کر ہی ڈالا۔

”کاظم صاحب سے آپ کا کوئی رشتہ ہے۔“

”نہیں۔ میں نے ان کے پاس ملازمت کر لی ہے اور اب آپ مجھے ان کی پرائیویٹ سیکرٹری سمجھئے۔“

”آپ میں پرائیویٹ سیکرٹری بننے کی تمام تر صلاحیتیں موجود ہیں۔“ میں نے اس پر فقرہ کسلا۔

”لیکن آپ نے تو ہمیں پرائیویٹ سیکرٹری کی حیثیت سے بھی قبول کرنا نہ پسند کیا۔ وہ میرا طنز مسکراتے ہوئے پی گئی۔“

”آپ نے یہ پیشکش تو نہیں کی تھی۔“

”تو آپ ہی کرویتے۔“ وہ ہنس کر بولی۔ کافی دیر کے بعد وہ ٹل سکی تھی لیکن اب میں نے واپسی کی تیاری شروع کر دی تھی ویسے بھی وہ مسئلہ حل ہو چکا تھا۔ جس کے لیے

یہاں آنا پڑا تھا۔ حالات میری توقع کے خلاف نہیں رہے تھے۔ کاظم شاد نے اپنے طور پر مجھے روشنی میں لانے کی تمام کوششیں کر لی تھیں۔ بہر طور غلام قادر سے ملاقات کے لیے اب زیادہ احتیاط کی ضرورت تھی کیونکہ کاظم سر پر ہی موجود تھا لیکن ایسا بھی نہیں تھا کہ غلام قادر تک پہنچنا بالکل ہی ناممکن ہو۔ اس وقت جب کاظم آرام کرنے کے لیے اپنے کمرے میں جا لیٹا تھا میں نے غلام قادر سے ملاقات کی جو مجھ سے زیادہ دور نہ تھا۔ اسپتال ہی کے ایک سنان گوشے میں میں نے اسے طلب کر لیا اور وہ شفیع کے ساتھ میرے پاس پہنچ گیا۔

”جی سر حکم دیجئے۔“

”تم نے کاظم کو تو دیکھ لیا ہو گا۔“

”اسے بھی دیکھ لیا ہے سر اور اس کے ان دو آدمیوں کو بھی جو مختلف کمروں میں مریضوں کی حیثیت سے موجود ہیں۔ وہ اس کے مفادات کی نگرانی کرتے ہیں اور خاموشی سے آپ کا تعاقب کرتے رہتے ہیں۔“

”اوہو گڈ مجھے ان کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا۔“

”ہمیں معلوم تھا سر اور ہماری ان پر پوری پوری نگاہ ہے۔ ہم نے اطراف کے ماحول کو پوری طرح نگاہوں میں رکھا ہے۔ اس وقت کاظم شاد نے ان دو آدمیوں کے علاوہ کسی اور کی ضرورت نہیں محسوس کی۔“

”گڈ۔ ویسے غلام قادر اب یہاں سے کام ختم ہو گیا ہے میں واپس جانا چاہتا ہوں۔“ میرا خیال ہے فوراً انتظام کرلو۔ جس قدر بھی جلد ممکن ہو سکے اب ہماری واپسی ضروری ہے۔

”ہو جائے گا سر۔ کل آپ کو اسی جگہ اطلاع دوں گا۔“ غلام قادر نے جواب دیا۔

دوسرے دن اس نے مجھے اطلاع دی کہ میرا پاکستان کا واپسی کا بندوبست ہو گیا ہے اور دوسرے دن رات کی فلائیٹ سے مجھے پاکستان روانہ ہو جانا ہے۔ کاظم شاد یہاں مطمئن تھا اور مجھ سے اس کی ملاقات ہوتی رہتی تھی۔ دوسرے دن بھی معمول کے مطابق میری اس سے ملاقات ہوئی۔ میں نے جان بوجھ کر آج کا دن اس سے دور رہ کر گزارا تھا۔ وہ دوبار میرے کمرے میں آچکا تھا لیکن میری نرس نے اسے جواب دیا تھا کہ میں سو

رہا ہوں۔ رات کو میری طبیعت کچھ خراب تھی جس کی وجہ سے آج کا دن آرام کرتے ہوئے گزرا ہے۔ شام کو تقریباً ساڑھے چھ بجے جب میں باہر نکلا تو کاظم سامنے ہی راہداری میں اسی وہیل چیئر پر بیٹھا ہوا میرے کمرے کی جانب دیکھ رہا تھا۔ پتا نہیں یہ آدمی اب مجھ سے کیا چاہتا تھا۔ میں اس کے قریب پہنچ گیا اور اس نے مسکراتے ہوئے میرا خیر مقدم کیا پھر تشویش زدہ لہجے میں بولا۔

”خیریت مسٹر دانش۔ طبیعت کیا خراب ہو گئی۔“

”رات کو کچھ بخار ہو گیا تھا اور جسم میں شدید کمزوری محسوس کی تھی۔ یہ کمزوری آج دن بھر مجھ پر مسلط رہی ہے اور اٹھنے کو جی ہی نہ چاہا۔“

”اوہ یقیناً ایسا ہو گا۔ آپ کو علم نہیں کہ میں نے کتنی بار آپ کے کمرے کے ٹھیکے لگائے ہیں۔“

”معافی چاہتا ہوں واقعی آپ کو بے حد تکلیف ہوئی۔ آئیے کیس بیٹھتے ہیں۔“

”آؤ میرے کمرے میں چلو۔“ کاظم شاد نے کہا اور میں اس کے ساتھ اس کے کمرے میں پہنچ گیا۔ کاظم شاد نے چائے طلب کی ایک لمبے کے لیے تردد ہوا تھا لیکن وہ ایسی بات نہیں تھی۔ چنانچہ میں نے اس کے ساتھ چائے پی اور حالات کا اندازہ لگا کر اس سے اٹھتے ہوئے کہا۔

”ہاں کاظم صاحب میں آپ کو اطلاع دینا بھول گیا تھا کہ میں پاکستان واپس جا رہا ہوں۔“

”اوہو۔ کب کا پروگرام ہے۔“ کاظم نے چونک کر پوچھا۔

”آج ہی رات۔“

”کیا مطلب۔“ وہ حیران ہو کر بولا۔

”جی ہاں۔ واپسی کا پروگرام تو پہلے سے تھا۔ میں نے کچھ لوگوں سے رابطہ قائم کیا ہوا تھا بس انتظام ہو گیا۔“ میں نے جواب دیا اور کاظم شاد کے چہرے پر عجیب سے تاثر پھیل گئے پھر اس نے کہا۔

”ٹھیک ہے آپ چلیں ہم آپ کے پیچھے پیچھے آتے ہیں۔ حالانکہ ارادہ تو یہ تھا کہ ساتھ ہی چلیں گے لیکن خیر کیا فرق پڑتا ہے۔“ اس کے بعد میں واپس اپنے کمرے میں آگیا۔ کاظم کو اسی لیے دیر سے اطلاع دی تھی کہ وہ کوئی کارروائی نہ کرنے پائے۔ ویسے بھی اب اس کے امکانات نہیں تھے۔ مقررہ وقت پر میں ایئرپورٹ پہنچ گیا۔ غلام قادر اور باقی دونوں افراد بھی وہاں موجود تھے اور تمام انتظامات کر چکے تھے۔ چنانچہ ہم وطن واپس چل پڑے۔ واپسی کے سفر میں کوئی ایسی بات نہیں ہوئی جو قابل ذکر ہوتی۔ ہم کراچی ائرپورٹ پر اترے چونکہ یہاں کسی کو اپنی آمد کی اطلاع نہیں دی تھی اس لیے کوئی ہمارے استقبال کے لیے موجود بھی نہیں تھا۔ میں نے ان لوگوں کو ان کے گھروں کو روانہ ہونے کی اجازت دے دی اور خود ایک ٹیکسی کر کے اپنی کوٹھی چل پڑا۔

روزی مجھے یوں اچانک دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئی تھی۔ میں نے اس سے یہاں کے حالات کے بارے میں پوچھا تو اس نے جواب دیا۔

”میں سر اور کوئی خاص بات نہیں ہے۔ مس رخسار اکثر آتی رہتی ہیں اور آپ کے لیے بہت پریشان ہیں۔ وہ آپ کی طبیعت کے بارے میں پوچھتی رہتی ہیں۔ میں نے ایسی بات نہیں تھی۔ چنانچہ میں نے اس کے ساتھ چائے پی اور حالات کا اندازہ لگا کر اس سے اٹھتے ہوئے کہا۔

”ہاں بالکل ٹھیک ہوں۔“ میں نے جواب دیا۔

”ابھی میں رخسار کے بارے میں ہی سوچ رہا تھا کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی میں سمجھ گیا کہ فون ناگی نے کیا ہو گا کیونکہ اسے غلام قادر کے ذریعے میری آمد کی اطلاع مل گئی ہوگی۔“

”ہیلو ناگی کہو کیسے مزاج ہیں تمہارے۔“ میں نے فون اٹھاتے ہی کہا۔ دوسری طرف میری توقع کے مطابق رشید ناگی ہی تھا۔

”بالکل ٹھیک ہوں میں سر۔ یہاں کے معاملات سو فیصد درست جا رہے ہیں۔ پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے۔ آپ اچانک ہی تشریف لے آئے۔ ویسے سعید خان سے ماری تفصیلات بھی معلوم ہو چکی ہیں آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔“

”آجاؤ۔“ میں نے کہا۔

”جی سر۔ آپ مصروف تھے۔ چنانچہ میں نے یہ جرات کر ڈالی۔“
 ”نہیں بہت اچھا کیا تم نے۔ جاگیردار صاحب نے میرے بارے میں معلومات تو حاصل کی ہوں گی۔“

”جی سر۔ میں نے ان سے بہت زیادہ ملاقاتیں نہیں کیں البتہ نیاز احمد سے میری کئی ملاقاتیں ہوئی ہیں اور وہ مجھے ذرا مختلف انداز میں جانتے ہیں، بہر طور آپ کو اس سلسلے میں کوئی اعتراض تو نہیں ہے۔“

”نہیں۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ اب اس سیکشن کو تم خود سنبھالو۔ میں دوسرے معاملات میں مصروف ہوں۔“

”آپ اس کی تو بالکل فکر ہی نہ کریں۔ اچھا اب یہ تو ہوئیں ساری باتیں۔ شاہنواز صاحب نے ہمیں ہر طرح کا تعاون پیش کر دیا ہے اور مزید دوسرے لوگوں کو بھی اس کے لیے آمادہ کر لیا ہے کہ وہ ہمارے صنعتی منصوبوں پر ہماری مدد کریں لیکن جو اہم بات میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں اس کی اطلاع مجھے دو دن پہلے ملی ہے اور میں اس وقت سے خاصا پریشان تھا۔ سچی بات یہ ہے کہ اس اطلاع پر عمل کرتے ہوئے مجھے محتاط رہنا پڑا اور میں نے یہی سوچا تھا کہ جب تک آپ تشریف نہیں لے آئیں گے میں اس سلسلے میں کارروائی نہیں کروں گا۔“

”کیا۔“ میں نے چونکتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔ رشید ناگی نے جس تفصیل سے یہ بات بتائی تھی اس کا مقصد تھا کہ اس میں کوئی بہت بڑی اہمیت ہے۔ رشید ناگی ایک لمحے خاموش رہا پھر بولا۔

”سرلانڈھی میں مشعل شاہ صاحب کا آستانہ آباد ہو چکا ہے۔“

”کیا؟“ میں اچھل پڑا۔

”جی سر اور آس پاس کے لوگوں کا کہنا ہے مشعل شاہ صاحب واپس آگئے ہیں۔“
 ”میں شدت حیرت سے خاموش رہ گیا۔ رشید ناگی کے الفاظ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی چند لمحات کے بعد رشید ناگی پھر بولا۔“

”اس کے باوجود سر میں نے اس طرف کا رخ نہیں کیا۔ آپ یہاں تشریف نہیں رکھتے میرے بارے میں شاہ صاحب کو علم ہے کہ میں کہاں کہاں دستیاب ہو سکتا ہوں

”ٹھیک ہے سر۔ میں پہنچ رہا ہوں۔“ یہ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔
 رشید ناگی ایک دہائی میں آیا تھا اور دہائی میں چند افراد اس کے ساتھ اور بھی تھے جنہیں اس نے باہر ہی چھوڑ دیا۔ ہم لوگوں کے درمیان رسمی گفتگو ہوئی پھر رشید ناگی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اس دوران میں نے اور بھی کچھ کارروائیاں کی ہیں۔ ویسے تو آپ کو تفصیلی رپورٹ دینی ہے اور اس کی ابتدا میں یہیں سے کر رہا ہوں۔ ہم اپنے کاروبار کے سلسلے میں بہت شاندار جا رہے ہیں اور ہمارے ساتھ تعاون کرنے والے بہترین تعاون کر رہے ہیں چنانچہ اس وقت دو مہینے میری لسٹ پر ہیں جو بس حلال ہی ہوا چاہتے ہیں۔ سر یہ سب کچھ بہت اچھی بات تو نہیں ہے لیکن ان لوگوں کو راہ راست پر لانے کے لیے بعض انتظامات ضروری ہوتے ہیں سو میں کر رہا ہوں۔ نمبر دو اس کو ٹھی کی نگرانی کے لیے میں نے خصوصی طور پر بندوبست کیا اور سامنے جو ایک کو ٹھی آپ کو نظر آرہی ہے اس میں جعفر راٹھور صاحب رہتے ہیں۔ بڑے صنعت کار ہیں اور بہت بڑے ایکسپورٹر تصور کیے جاتے ہیں۔ راٹھور صاحب کے گیٹ پر متعین دونوں چوکیدار اپنے آدمی ہیں۔ ان کے پاس جدید ترین سازو سامان یعنی ٹرانسمیٹر وغیرہ موجود ہے اور انہوں نے بہترین انتظامات کیے ہیں کہ وہاں سے آپ کی کو ٹھی کا جائزہ لیتے رہیں۔ اس طرح ہمیں ہر لمحہ یہ رپورٹ مل سکتی ہے کہ اس وقت آپ کی کو ٹھی کے اطراف میں کیا ہو رہا ہے۔ یہ ابتدائی طور پر

بے حد ضروری تھا۔ باقی جو کارروائیاں ہیں وہ ہو رہی ہیں اور ہاں اس دوران میری ملاقات رفیق احمد جاگیردار اور ان کے داماد نیاز احمد سے بھی ہوئی تھی۔ یہ ملاقات اتفاقاً طور پر ہوئی تھی اور مجھے وہ تمام تفصیلات معلوم ہو گئیں جو ان کے اور آپ کے درمیان طے ہوئی تھیں۔ سر میں نے شاہنواز صاحب کی مدد سے اس سلسلے میں کارروائی آگے بڑھائی ہے۔ چونکہ ایک چھوٹی سی رقم میرے پاس محفوظ تھی اور آپ نے بھی ہدایت کی تھی کہ میں اسے استعمال کر سکتا ہوں۔ چنانچہ آپ کے منصوبے کے مطابق میں نے جاپان سے لیز پچر منگوا کر شاہنواز صاحب سے اس بارے میں تفصیلات معلوم کی ہیں اور ان کی مدد میں ہم نے ایک چھوٹا آرڈر سپلائی کر دیا ہے۔“

”گڈ۔ گویا تم اس کام کا آغاز کر چکے ہو۔“

لیکن مجھ سے بھی رابطے کی کوشش نہیں کی گئی۔ اس بات نے ذرا سا مجھے پریشان بھی کیا ہے لیکن ہو سکتا ہے حالات ایسے ہوں کہ انہوں نے ہم لوگوں سے رابطہ قائم کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ اب اس سلسلے میں مجھے آپ کی ہدایت درکار ہیں کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے۔“

”یہ بتاؤ ان کے بارے میں معلوم کیسے ہوا۔“

”سر وہاں سے کوئی رابطہ تو نہیں تھا میرا..... لیکن ایسے کچھ افراد بھی میرے شناسا ہیں جن سے کبھی کبھی میری ملاقات ہو جاتی ہے۔ انہیں میں سے ایک نے ایک دن خصوصی طور پر میرے پاس آکر بتایا کہ مشعل شاہ صاحب اپنے آستانے میں واپس آگئے ہیں آستانے پر مرمت وغیرہ کا کام ہو رہا ہے اور وہ ایک بار پھر سے پہلے جیسی حالت میں لایا جا رہا ہے۔ میں نے مزید معلومات حاصل کیں تو پتا چلا کہ شاہ صاحب آستانے میں موجود ہیں اور اس کی از سر نو تعمیر کر رہے ہیں۔“

میں خاصی الجھن کا شکار ہو گیا تھا لیکن بہت سی باتیں شبہ میں مبتلا کرنے والی تھیں۔ آستانے پہنچنے سے پہلے شاہ صاحب کو رشید ناگی سے یا مجھ سے رابطہ قائم کرنا چاہیے تھا۔ لیکن ابھی تک ایسا نہیں ہوا اگر اس میں کوئی مصلحت ہے تب بھی بہر طور ہمیں فوری طور پر وہاں مداخلت نہیں کرنا چاہیے جب تک کہ خود مشعل شاہ ہم سے رابطہ قائم نہ کریں۔ حالانکہ دل میں بہت سے خیالات آئے تھے لیکن میں نے انہیں نظر انداز کر دیا تھا پھر دفعتاً میرے ذہن میں ایک شبہ نے سر ابھارا اور میں عجیب سی نگاہوں سے رشید ناگی کو دیکھتا رہ گیا۔ وہ بھی سوالیہ انداز میں مجھے دیکھ رہا تھا پھر میں نے اسے لندن میں پیش آنے والے واقعات سے آگاہ کیا۔ جب میں نے اسے ٹرالر نمبر میں کا واقعہ سنایا اس کے چہرے پر شدید جوش کے آثار نظر آئے میں مسکرا کر بولا۔

”تم جو کچھ سوچ رہے ہو ناگی میں بھی اسی انداز میں سوچ رہا ہوں۔ ہو سکتا ہے یہ کاظم شاد کی ایک اور کوشش ہو ورنہ مشعل شاہ اگر واپس بھی آتے تو براہ راست آستانے تک نہ جاتے بلکہ ہم سے رابطے کی کوشش کرتے اور اس کے بعد ہمارے مشورے سے یہ سب کچھ کرتے۔“

”بالکل درست ہے جناب اور اب آپ کی اس نشاندہی سے میں دعویٰ سے یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ درحقیقت وہ مشعل شاہ صاحب نہیں ہوں گے بلکہ کاظم شاد نے ایک اور

چال چلی ہے اسے اس بات کا علم تو ضرور ہو گا کہ آپ واپس آئیں گے بلکہ ہو سکتا ہے وہ پہلے سے اس آستانے کو آباد کرنے کے لیے یہاں ایسے دوسرے افراد کی تلاش میں ہو جو مشعل شاہ سے گہری وابستگی رکھتے ہوں اور ان کا تعلق آپ سے بھی ہو۔ یقیناً چیف بالکل یہی بات ہے بالکل یہی بات ہے۔“

”یہ کاظم شاد شیطان کا بھی گرو ہے۔ وہاں اس نے ایک لمحہ ایسا نہ چھوڑا جب یہ معلومات کرنے کی فکر میں سرگرداں نہ رہا ہو کہ میرا تعلق مشعل شاہ سے ہے یا نہیں اور اس کے بعد اس نے یہاں ان چالاکیوں کا آغاز کر دیا۔ اوہو رشید ناگی اس سے تم یہ اندازہ لگا لو کہ ہمیں اس شیطان سے کس قدر محفوظ رہنا ہے۔“ رشید ناگی پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگا تھا پھر اس نے کہا۔

”سر بہت غور کرنا پڑے گا اس مسئلے پر ویسے ایک بات تو بالکل طے ہے مشعل شاہ اگر واقعی واپس آگئے ہیں تو جب تک وہ ہم سے رابطہ نہیں کریں گے اور ہمیں اس بات کا پورا پورا اطمینان نہیں ہو جائے گا کہ یہ وہی ہیں ہم ان کی جانب راغب نہیں ہوں گے۔“

”اس سلسلے میں ہم بعد میں فیصلہ کر لیں گے رشید تم اپنے اور کسی معاملے کے سلسلے میں تو کسی الجھن کا شکار نہیں ہو۔“

”نہیں سر۔ آپ بالکل اطمینان رکھیں۔ سارے کام بخوبی چل رہے ہیں۔ آٹو شی کو بہت سی دوسری مراعات بھی سرکاری طور پر حاصل ہوئی ہیں۔ اس کا دائرہ کار بڑھتا جا رہا ہے۔“

”شاہ صاحب کی کمائی واقعی بے حد پراسرار ہے لیکن ہمیں بھی احتیاط رکھنا ہوگی۔ تم اطمینان رکھو میں تم سے رابطہ قائم کر کے بہت جلد اس سلسلے میں کوئی دوسری بات کہہ سکوں گا۔“

”ٹھیک ہے سر۔ ویسے آپ یہ ٹرانسپیر رکھ لیجئے یہ ان لوگوں سے رابطے کے لیے ہے جنہیں میں نے راٹھور کی کوٹھی میں چوکیدار کی ڈیوٹی سونپی ہے۔ سر یہ انتہائی مستعد اور وفادار لوگ ہیں اور آپ کے اشارے پر خون کے دریا بہا سکتے ہیں اگر یہاں آپ کو کبھی کوئی مشکل پیش آئے تو ٹرانسپیر پر ان سے رابطہ قائم کر کے انہیں ہدایات دے

دیں۔ ان کے ماتحت چار افراد بھی ہیں جو ایک اشارے پر فوراً پہنچ جائیں گے۔ میں نے ان چھ آدمیوں کا انتخاب ٹیم کے بہترین لوگوں میں سے کیا ہے۔“

رشید ٹانگی سے تھوڑی دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ ہم نے ایک طریقہ کار طے کیا کہ اگر ہمیں ایک دوسرے سے رابطہ قائم کرنا ہو تو اب کیا کرنا چاہیے۔ کاظم شاد کے بارے میں بھی مجھے یقین تھا کہ وہ بہت جلد واپس آجائے گا بلکہ ممکن ہے کہ وہ واپس آ بھی چکا ہو لیکن خوشی اس بات کی تھی کہ جس مقصد کے لیے میں وہاں گیا تھا۔ وہ بخوبی پورا ہو گیا تھا۔ کاظم شاد کے ذہن میں یہ بات آگئی تھی کہ میں اور فیصل الگ الگ ہیں۔ غرض یہ کہ رشید ٹانگی کے جانے کے بعد میں گہری سوچوں میں ڈوبا رہا۔ پھر اس شام دل میں

کچھ اور خیالات آئے اور میں تیار ہو کر کلب پہنچ گیا۔ وہی پرانا ماحول تھا۔ سب کے سب اپنے آپ میں مگن ایک ہی انداز میں وقت گزارنے کے قائل لیکن مجھے اس کی امید نہیں تھی کہ وہاں میرا استقبال اس طرح کیا جائے گا۔ ان سب کو میری آمد کا علم نہیں تھا میرا تو خیال تھا کہ انہیں میرے بارے میں تفصیلات بھی نہیں معلوم ہوں گی لیکن میرے اندر داخل ہوتے ہی لوگ ایک دوسرے سے چہ میگوئیاں کرنے لگے پھر مسز اختر کہیں سے دوڑی دوڑی آئیں اور میرے قریب پہنچ گئیں۔ انہوں نے نہایت گرمجوشی سے مجھے بازو سے پکڑ کر قریب کیا اور میری پیشانی کو بوسا دیا۔ بڑا محبت بھرا انداز تھا ان کا وہ مسرے بھرے لہجے میں کہنے لگیں۔

”بے مروتی۔ بے شک انسان کی فطرت کا ایک حصہ ہے لیکن لوگ ایسے بھی بے مروت ہوتے ہیں ہمیں اس کا اندازہ نہیں تھا۔“

”خیریت مسز اختر۔“

”ایسی قیمتی خیریت کی۔ تم بیمار تھے ہمیں اطلاع بھی نہ ہو سکی پھر باہر گئے اور واپس بھی آ گئے۔ اتنے ہی اجنبی ہیں ہم لوگ۔“

”بھلا کیا کہتا آپ لوگوں سے میں۔“

”تم کہتے یا نہ کہتے ہمیں اطلاع تو ہونی چاہیے تھی۔ غیروں سے پتا چلا مگر کیا کرتے مجبور تھے۔ ہمیں یہ حیثیت ہی نہ مل سکی۔“

اس اثنا میں کچھ اور لوگ بھی قریب آ گئے جو براہ راست شناسا تو نہیں تھے لیکن

کلب میں مستقل آنے والوں میں سے تھے۔ مسز اختر نے کہا۔

”دوستو آپ کو علم ہے کہ دانش صاحب بیمار تھے۔ لندن بغرض علاج گئے ہوئے تھے اور اب یہ واپس بھی آ گئے ہم ان سے احتجاج کرتے ہیں کہ ہمارے ہی حلقے کے آدمی ہونے کے باوجود یہ ہمیں اس طرح نظر انداز کرتے ہیں۔“

”اس احتجاج میں ہم برابر کے شریک ہیں۔“ مسز خان۔ میں نے مسکراتے ہوئے ان لوگوں کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ میں اس کا ازالہ کرنے کے لیے تیار ہوں۔

”آپ ازالہ کیا کریں گے ہم خود ہی دل کی بھڑاس نکالے لیتے ہیں۔ ان تمام لوگوں سے وعدہ کیا گیا تھا کہ آپ ہمیں دعوت دیں گے لیکن آج تک ہم اس سے محروم رہے۔ اب میں اعلان کرتی ہوں کہ دانش کی صحت یابی کی خوشی میں میں ہوٹل میں جشن کا اہتمام کر رہی ہوں اور تین دن کے اندر اندر آپ لوگوں کو اطلاع دے دی جائے گی کہ یہ جشن کون سے ہوٹل میں ہو گا۔“

ایک لمحے کے لیے میرے ذہن میں ایک خیال آیا اور میں نے فوراً ہی اسے عملی جامہ پہنا دیا۔

”نہیں مسز اختر خان۔“ میں نے مسز اختر سے کہا۔ ”آپ یہ اہتمام کسی ہوٹل میں نہیں بلکہ میرے ہاں کریں گی۔“

”جی نہیں مانگ کر نہیں کھاتے ہم لوگ۔“

”آپ مانگنے والوں کو کھلاتی ہیں مسز اختر!“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”مطلب۔“

”مطلب اب اگر آپ کو تفصیل بتائی جاتی تو آپ ہمدردی کا اظہار کرتیں۔ کیا آپ یہ بات نہیں جانتیں کہ میں تنہا انسان ہوں۔ ملازمین صرف حکم کی تعمیل کرتے ہیں اور احکامات کی تعمیل کرانے میں وہ لطف نہیں آتا جو کسی اپنے کے کیے ہوئے اہتمام میں آتا ہے۔ میرا کوئی ہمدرد مونس ہوتا تو یقینی طور پر اس تقریب کے لیے میں اپنی ذمہ داریاں اسے سونپ دیتا لیکن بس یوں سمجھ لیجئے کہ یہ احساس بھی تھا۔ آپ خود آگے بڑھ کر اگر اس تقریب کی ذمہ داریاں سنبھالتیں تو کیا میں انکار کرتا۔“

مسز اختر نے حیران نگاہوں سے مجھے دیکھا پھر اس کے چہرے پر معذرت کے آثار

نظر آئے اور وہ گردن ہلاتے ہوئے بولی۔

”بڑے عجیب انسان ہیں آپ دانش ایک بار کہہ کر تو دیکھا ہوتا ٹھیک ہے اب باقی معاملات میں سنبھال لوں گی آپ اطمینان رکھیں۔“

مسز اختر بہت زیادہ جذباتی ہو گئی تھی لیکن میرے ذہن میں جو منصوبہ تھا وہ ذرا مختلف تھا اور دوسرے دن میں نے اس سلسلے میں رشید ناگی سے بھی رابطہ کیا۔“

”کہو رشید ناگی کوئی خاص خبر۔“

”نہیں سر۔ البتہ میں نے لانڈھی میں چند لوگوں کو آستانے کے ارد گرد مقرر کر دیا ہے اور انہیں ہدایت کی ہے کہ ذرا تفصیلات معلوم کر کے مجھے اطلاع دیں لیکن احتیاط اس قدر برتی جا رہی ہے کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو سکے۔“

”ارے ہاں ایک بات بتاؤ لندن سے واپسی پر امداد شاہ نے تو یہاں کوئی خاص کارروائی نہیں کی۔ میں نے تمہیں پیغام بھجوایا تھا سعید خان کے ہاتھ۔ تم نے کچھ معلومات حاصل کیں اس سلسلے میں۔“

”کوئی خاص کارروائی نہیں ہوئی۔ میں خود بھی آپ کو یہ اطلاع دیتا بھول گیا تھا۔ بس امداد شاہ نے ہدایت کے مطابق کارروائیاں کیں اور اس کے بعد یہ ظاہر کر کے خاموش ہو گیا کہ اس نے تحقیقات مکمل کر لی ہیں۔ وہ قصہ کیا تھا۔“

”تفصیل سے تمہیں بعد میں بتاؤں گا۔ فی الحال ایک اور مسئلہ درپیش ہے۔“

”جی جی۔ حکم دیجئے۔“

”وہ دراصل مسز اختر سے ملاقات ہوئی تھی۔ کسی تقریب کا تقاضہ کر رہی ہیں اور اس بار میں نے سوچا ہے کہ یہ تقریب کر ہی ڈالی جائے۔“ رشید ناگی کچھ دیر سوچتا رہا پھر بولا۔

”سر بہت عمدہ آئیڈیا ہے۔ اس طرح مشعل شاہ صاحب کو بھی کم از کم یہ علم ہو جائے گا کہ آپ عملی زندگی میں کھل طور پر حصہ لے رہے ہیں اور ہو سکتا ہے اس طرح وہ ہم سے رابطہ قائم کریں۔“

”ٹھیک ہے میں مقدس کریم کو بھی اس کام پر مامور کیے دیتا ہوں۔ محسوس نہ کرنا۔ اس تقریب میں تمہیں شریک نہیں کر سکوں گا۔“

”میں تو ہر لمحہ آپ کے ساتھ ہوں جناب۔“ رشید ناگی نے ہنستے ہوئے کہا۔ میرے ذہن میں وہی خیال تھا جو رشید ناگی کے دل میں آیا تھا۔ یعنی اس طرح میں تھوڑی سی پلٹی کر کے مشعل شاہ کو بھی متوجہ کروں۔ بشرطیکہ وہ آستانے پر آگئے ہوں۔ چنانچہ اس سلسلے میں آخری فیصلہ کر لیا گیا پھر مسز اختر حسب وعدہ میرے پاس پہنچ گئی۔ میں نے مسکراتے ہوئے اس کا خیر مقدم کیا۔ مسز اختر شاید میرے الفاظ سے بہت زیادہ متاثر ہو گئی تھی۔

”آپ نے خود ہی اپنے اور ہمارے درمیان پردے قائم کیے ہوئے تھے دانش خیر جو کچھ ہوا درست ہی ہوا۔ اب آپ ہمیں ہماری ذمہ داریوں سے نہ روکیے گا۔ آپ نے جو الفاظ کہے ہیں انہوں نے نیند حرام کر دی تھی۔“ میں ہنسنے لگا پھر میں نے کہا۔

”اب دیکھیے نا۔ قصور ہو گیا نہ میرا۔ اگر میں آپ سے پہلے کبھی اس کا اظہار کر دیتا تب بھی آپ کو اتنا ہی دکھ ہوتا۔“

”ارے چھوڑیے صاحب۔ دنیا میں سب ایک دوسرے کے لیے بنے ہیں جس قدر بھی دور رہ لیں رہ لیں لیکن جب قربتیں ہوتی ہیں تو دوریاں مٹ جاتی ہیں۔ اچھا اب اس تذکرے کو جانے دیں۔ میں اس تقریب کے سلسلے میں خصوصی طور پر اہتمام کر رہی ہوں اور آپ سے مشورہ کرنا چاہتی ہوں۔“

”مجھ سے کیا مشورہ کریں گی مسز اختر۔ آپ جیسا بھی مناسب سمجھیں۔ ہاں آپ کو روکے لیے مقدس کریم دیے دیتا ہوں۔ وہ آپ کے لیے ہر سلسلے میں معاون ثابت ہوں گے۔“ غالباً مسز اختر کا بھی یہی مسئلہ تھا وہ یہی چاہتی تھی کہ اخراجات کے لیے کوئی مناسب کام ہو جائے چنانچہ مقدس کریم کا نام اس سلسلے میں نہایت موزوں تھا۔

”آپ مقدس کریم صاحب کو ٹیلیفون کر دیجئے باقی سارے کام ہم دونوں مل کر سنبھال لیں گے۔“

مسز اختر کو ایک موقع ملا تھا میرے قریب آنے کا اور وہ اسے کھونا نہیں چاہتی تھی۔ سارے کام معمول کے مطابق ہو رہے تھے اور اس وقت کوئی ایسا مسئلہ درپیش نہیں تھا جو پریشانی کا باعث بنتا۔ رشید ناگی اپنا کام کر رہا تھا اور اس نے اپنی تمام تر توجہ مشعل شاہ کے آستانے پر مرکوز کر رکھی تھی۔ وہ یہ جاننا چاہتا تھا کہ مشعل شاہ اگر واپس آئے ہیں تو

میں نے چند لمحات خاموشی اختیار کی پھر کہا۔

”اسے اب آخری حد تک دیکھ لینا ہوگا۔ فی الحال تم اس کی وطن آمد کے بارے میں معلومات حاصل کرو۔“

رشید ناگی کو ہدایات دے کر میں نے فون بند کر دیا۔ اس کے بعد بھی میرا ذہن دیر تک اسی خیال میں الجھا رہا تھا۔ کاظم شاد کے بارے میں اب بھی مجھے شبہ تھا کہ وہ مٹھل شاہ کے بارے میں مکمل تفصیلات جانتا ہے یہ بات ابھی طے نہیں ہو سکی تھی کہ مٹھل شاہ کا کیا ہوا لیکن کاظم شاد یقیناً اس سلسلے میں بتا سکتا تھا مجھے اس سے سننے کے لیے کوئی موثر منصوبہ درکار تھا چنانچہ میں نے ذہنی طور پر خود کو آزاد کر لیا اور اس مسئلے کو تقریب کے بعد کے لیے اٹھا رکھا۔ مسز اختر اور مقدس کریم تقریب کا اہتمام کر رہے تھے۔ مسز اختر اپنی دانست میں مجھ پر اپنی گرفت مضبوط کرنے میں کوشاں تھی اور مقدس کریم اپنی عقیدت کا اظہار کر رہا تھا۔

مقررہ دن ان دونوں نے ایسا اہتمام کیا کہ ایسی شاندار تقریب کبھی بھی ہو کر تھی۔ دلچسپ بات یہ تھی کہ غزنوی صاحب کے خاندان میں موجود تمام ہی افراد اس تقریب میں شریک ہوئے تھے اور غزنوی صاحب میرے لیے بہت سے تحائف لائے تھے۔ رخسار بھی تھی۔

آدھی رات تک مہمان تقریب میں شریک رہے تھے اور کسی نے بھی اٹھنے کا نام نہیں لیا تھا۔ بڑے بڑے لوگ موجود تھے۔ بے شمار اجنبی۔ مسز اختر پیش پیش تھی اور ان سب سے میرا تعارف کرا رہی تھی۔ سرکاری افسر بھی تھے۔ خصوصی طور پر شاہنواز خان کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔ رشید ناگی بھی تقریب میں اپنے طور پر شریک ہو گیا تھا اور میں نے دیکھا کہ اس کے آدمی چاروں طرف مستعدی سے اپنے فرائض سرانجام دیتے پھر رہے ہیں۔ مجھے خوشی ہوئی تھی کہ میرے گرد ایک مضبوط حلقہ موجود ہے اور کسی قسم کی کوئی کمی کہیں واقع نہیں ہوئی۔ بالآخر تقریب ختم ہو گئی اور مہمان رخصت ہونے لگے۔

تقریب بخیر و خوبی ختم ہو گئی اور اس کے بعد کوئی مشغلہ نہیں تھا چنانچہ میں اور ناگی آستانے کی جانب متوجہ ہو گئے۔ ناگی نے مجھے اطلاع دی کہ کاظم شاد موجود ہے۔ میں نے ناگی کو کوٹھی پر طلب کر لیا تھا۔ اسی رات ناگی میرے پاس آگیا اس نے بتایا کہ کاظم شاد آچکا

انہوں نے ہم سے رابطہ قائم کیوں نہ کیا۔ مسز اختر خان نے وہ دعوت نامے اور مہمانوں کی فہرست بھی دکھائی جس میں شہر کے تمام بڑے بڑے نام شامل تھے مگر وہ چند نام نہیں تھے جن کا تعلق صرف میری ذات سے تھا۔ میں نے بھی ذرا احتیاط رکھی تھی ان لوگوں کو احساس ضرور ہو گا لیکن میری اپنی مجبوریاں۔ واپس آنے کے بعد نازاں باگی یا الیاس بھائی وغیرہ سے بھی ملاقات نہیں ہوئی تھی لیکن ابھی چونکہ معاملہ ایسا تھا کہ میں آزادی نہیں محسوس کر رہا تھا چنانچہ ان لوگوں سے بھی تعلقات منقطع ہی رکھے تھے۔ البتہ غزنوی صاحب کے ہاں کارڈ لے کر میں خود گیا اور وہاں میری آمد سے دھوم مچ گئی۔ غالباً یہ اطلاع وہاں بھی تھی کہ میں بیمار ہوں اور علاج کے لیے لندن گیا ہوا ہوں چنانچہ اب تقریباً تمام ہی لوگ مجھ سے واقف تھے بلکہ اچھی طرح واقف تھے۔ اس لیے سب میرے گرد جمع ہو گئے۔ رخسار بھی تھی رومانہ باگی بھی تھیں۔ باقی تمام افراد بھی تھے۔ البتہ غزنوی صاحب اس وقت موجود نہ تھے اور اماں کا تو پتا ہی نہیں چلتا تھا کہ کہاں ہیں پتا نہیں کیوں وہ کوٹھی سے اس قدر دور رہنے لگی تھیں۔ بہر طور میں تمام لوگوں کی محبتوں کا جواب دے رہا تھا۔ محبتیں کیا تھیں بس رسم دنیا تھی جو نبھائی جا رہی تھی۔ البتہ رخسار کی آنکھوں میں انوکھے جذبے تھے۔ جن کی پذیرائی میں چاہنے کے باوجود نہیں کر سکتا تھا۔ دعوت نامہ قبول کر لیا گیا تھا اور اس سلسلے میں اپنی اپنی ذمہ داریاں بھی پیش کی جا رہی تھیں۔ کچھ دیر بعد میں کوٹھی واپس آگیا تب ہی ناگی کا فون آگیا۔ اس کی اطلاع نے ایک بہت بڑا بوجھ سر سے اتار دیا تھا۔ اس کے آدمیوں نے میرے شبہات کی تصدیق کر دی تھی کہ لائڈھی کے آستانہ میں مٹھل کے روپ میں کوئی اور شخصیت براجمان ہے۔

رشید ناگی کے انکشاف پر میں چند لمحات تک کچھ نہ بول سکا پھر رشید ناگی کہنے لگا۔ ”تاہم میں خود بھی اب اس سلسلے میں کوئی پروگرام ترتیب دے رہا ہوں ویسے پولیس اس بہروپے سے مل چکی ہے لیکن یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ اس نے پولیس کو کیا بیان دیا ہے لیکن یہ بھی طے ہے کہ اس کے بعد سے پولیس وہاں نہیں پہنچی۔“ میں خاموشی سے رشید ناگی کی باتیں سنتا رہا اور میرا ذہن مختلف خیالات میں ڈوب رہا پھر میں نے آہستہ سے کہا۔ ”تو پھر یوں کرتے ہیں رشید کہ یہ تقریب گزر جائے دو اس کے بعد اس سلسلے میں مکمل کارروائی کر ڈالیں گے۔ میرا خیال ہے یہ حرکت کاظم شاد کی ہے لیکن کاظم شاد۔“

تو اس کا مقصد ہے آپ کا اور مٹھل شاہ کا رابطہ ظاہر ہوگے۔ دوسری صورت میں اگر کوئی اور شخص اس کی حیثیت سے وہاں آکر فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہا ہے تو وہ بھی معمولی آدمی نہیں ہوگا۔" میں چند لمحات گردن ہلاتا رہا پھر میں نے کہا۔

"مگر کیا ضروری ہے کہ میں دانش منصور کی حیثیت سے مٹھل شاہ کے سامنے جاؤں۔"

"پھر۔"

"میری ایک اور حیثیت بھی ہے رشید ناگی۔ اب تو تم اچھی طرح جانتے ہو۔"

"اوہ۔" رشید ناگی کے ہونٹ سکڑ گئے۔ وہ میری نگاہوں میں اصل مقصد تلاش کرنے لگا اور کچھ دیر کے بعد بات اس کے ذہن میں صاف ہو گئی۔ اس نے تعریفی انداز میں کہا۔

"بہت اچھا منصوبہ ہے۔ سراسر واقعی بہت ہی اچھا۔"

"سعید خان کے چہرے پر میرا میک اپ کس نے کیا تھا؟" میں نے پوچھا۔

"جبار اصغر نے۔"

"یہ کون ہے؟"

"اپنا آدمی ہے سر اور اس سلسلے میں تربیت یافتہ ہے۔ اسے پلاسٹک سرجری کا بھی تھوڑا بہت کام آتا ہے۔"

"گڈ۔ میرا خیال ہے سعید خان نے جس خوش اسلوبی سے لندن کے اسپتال میں میرا کردار ادا کیا تھا اس سے یہ احساس ہوتا ہے کہ وہ باصلاحیت آدمی ہے اور اب بھی یہ کردار بخوبی سرانجام دے سکتا ہے۔"

"کیوں نہیں سر۔ بالکل دے سکتا ہے۔" رشید ناگی نے کہا۔

"تو پھر یہ کرتے ہیں ایک لمبا پروگرام ترتیب دے لیتے ہیں کم از کم اس طرح صورتحال منظر عام پر آجائے گی اور پھر کاظم شاد کو بھی ذرا ایک لمبا چکر دے کر اسے اس کی اوقات بتا دیتے ہیں۔ وہ بھی بلاوجہ ہمارے راستے میں آگیا ہے۔ میرا خیال ہے اب یہ راستہ صاف ہو جانا چاہیے۔"

"بالکل سر۔ درحقیقت میں بھی دل سے یہی چاہتا تھا۔ آپ سے کہتے ہوئے تھوڑی

ہے اور کرن اس کے ساتھ ہے۔ کاظم شاد خاموشی سے وقت گزار رہا ہے۔ میں نے رشید ناگی سے کہا۔

"کیا خیال ہے ناگی اب ہم اس سلسلے کو آگے بڑھائیں۔"

"جی سر۔ میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ یہ سب کچھ کیا ہے۔"

"اس کے بعد مٹھل شاہ کے آستانے کے بارے میں اور کوئی رپورٹ ملی تھیں۔"

"نہیں۔ بالکل نہیں۔ دوسری سمت بھی خاموشی ہے۔ آپ کی ہدایت پر میں نے

امداد شاہ کو اچھی طرح ٹٹولا تھا لیکن پولیس کے پاس اب اس سلسلے میں کرنے کے لیے کچھ نہیں ہے۔ آستانے کے حالات بھی بدستور ہیں۔ عقیدت مند وہاں آ جا رہے ہیں۔ مٹھل شاہ سے ان کی خیریت پوچھی جاتی ہے۔ ویسے جو شخص بھی مٹھل شاہ کا کردار ادا کر رہا

ہے۔ بہت ذہین آدمی ہے اور اس نے اس کردار کو بڑی خوش اسلوبی سے نبھایا ہے لیکن

سراب تو یہ اندازہ آپ بھی بخوبی لگا سکتے ہیں کہ وہ مٹھل شاہ نہیں ہے۔ اتنا عرصہ ہو گیا ہم

نے تمام کارروائیاں کر لیں لیکن ہم سے رابطے کی کوشش نہیں کی گئی۔ میں سمجھتا ہوں کہ

اگر یہ نقلی مٹھل کسی خاص مقصد کے تحت وہاں آیا ہے تو نہایت ناقص منصوبہ بندی ہے

اس کی یا پھر یہ بھی ہو سکتا ہے سر کہ کسی نے اس نام سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی

ہو۔" میں پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔ پھر میں نے کہا۔

"کیا خیال ہے رشید۔ ہمیں فرصت ہے۔ کیوں نہ ذرا سی کارروائی کر ڈالیں۔"

"کیا سر۔" رشید ناگی نے سوال کیا۔

"میں مٹھل شاہ سے ملنا چاہتا ہوں۔" رشید ناگی پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔

پھر بولا۔

"بہت ر سکی رہے گا اگر خصوصی طور پر مٹھل شاہ کو اسی لیے سامنے لایا گیا ہے کہ

آپ منظر عام پر آئیں تو ہم دو باتیں تو صاف کہہ سکتے ہیں۔"

"کیا۔"

"یہ کوشش کاظم شاد کی ہو سکتی ہے۔ اس نے آپ کے ہاتھوں مار کھائی ہے کینہ

پرور آدمی ہے۔ ساری کوششیں کر چکا ہے اور اب مزید کوششیں کر رہا ہے۔ میرا مطلب

یہ ہے کہ اگر نقلی مٹھل شاہ کو آپ کے سامنے لایا گیا ہے اور آپ اس تک پہنچ جاتے ہیں

”نہیں ناگی۔ میرے اور تمہارے درمیان جھجک کا کیا تصور ہے۔“

”سر بہت اچھا آئیڈیا ہے۔ ہم اس طرح کاظم شاد کے مقصد سے بھی واقف ہو جائیں گے اور اگر کاظم شاد کا مسئلہ درمیان میں نہ نکلا تو کم از کم وہ شخص تو سامنے آئے گا جس نے مثل شاہ صاحب کے نام سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہے۔“

”اوسکے رشید ناگی۔ تم سعید خان کو یہاں لے آؤ۔ میں اسے خود بھی بہت سی باتیں سمجھاؤں گا۔“

”جبار اصغر کو بھی لے آتا ہوں سر تاکہ وہ آپ کا میک اپ کر دے اور اس دوران سعید خان کو ایک دو دن تک ٹریننگ بھی مل جائے گی۔“

”بالکل ٹھیک ہے۔“ رشید ناگی نے دوسرے دن دوپہر کو ڈھائی بجے آنے کا وعدہ کیا اور چلا گیا۔

دوسرے دن دوپہر کے ڈھائی بجتے کا انتظار کرنے لگا۔ ٹھیک ڈھائی بجے رشید ناگی جبار اصغر اور سعید خان کے ساتھ پہنچ گیا۔ میں نے ان دونوں سے ملاقات کی۔ رشید ناگی نے غالباً ”سعید خان کو کچھ تفصیلات بتادی تھیں۔ اندرونی کمرے میں پہنچنے کے بعد اس نے کہا۔“

”دانش صاحب جبار اصغر سے ملاقات کیجئے۔ میں ان کے بارے میں آپ کو تفصیلات بتا چکا ہوں۔ یہ آپ کے عقیدت مندوں میں سے بھی ہیں اور آپ کی ملازمت میں تو ہیں ہی۔“

”کیسی باتیں کرتے ہو رشید ناگی اپنے ساتھیوں کو میں کبھی ملازم سمجھ سکتا ہوں۔“ میں نے کہا پھر میں نے سعید خان سے کہا۔

”تم سناؤ سعید خان تمہارا کیا حال ہے۔“

”ٹھیک ہوں سر سکون سے وقت گزر رہا ہے۔“

”تم نے میرے ڈپٹی کیٹ کا کردار ادا کیا ہے سعید خان لیکن اس کردار میں تمہیں صرف ایک بیمار کی حیثیت سے وقت گزارنا پڑا ہے۔ میں سمجھتا ہوں یہ مناسب نہیں تھا۔ تم نے جس شاندار طریقے سے میرا کردار کیا ہے اس کا تقاضہ ہے کہ تمہیں وہی زندگی

دکھائی جائے جو میری زندگی ہے۔ ہو سکتا ہے رشید ناگی نے تمہیں یہ بتا دیا ہو کہ تمہیں میرا کردار ادا کرنا ہے لیکن اس بار تمہاری ذمہ داریاں بہت زیادہ ہوں گی۔“

”جی سر مجھے توڑا بہت بتا دیا گیا ہے۔ لیکن تفصیل نہیں۔“

”تفصیل میں تمہیں بعد میں بتا دوں گا بس یوں سمجھ لو اس بار ایک طویل عرصے تک تمہیں میرا کردار ادا کرنا ہو گا۔“

”سر مجھے آپ کی رہنمائی کی ضرورت ہوگی۔ کم از کم اتنی ضرور جتنی ضروری ہے۔“

”ہاں اس کے لئے تم بالکل مطمئن رہو۔“ میں نے جواب دیا۔

”تو پھر مجھے کوئی دقت نہیں ہوگی۔ میں اپنا یہ کردار بڑی خوشی سے ادا کرنے کے لیے تیار ہوں اور آپ کو مطمئن کرنے کی کوشش بھی کروں گا۔“

”تب مسٹر جبار اصغر آپ اپنی کارروائی میں مصروف ہو جائیے۔ پہلی بار میرا خیال ہے آپ نے صرف میری تصویر سے کام چلایا تھا اس بار میں آپ کے سامنے موجود ہوں۔“

”مجھے مزید آسانی ہو جائے گی جناب۔“ جبار اصغر نے کہا۔ رشید ناگی کی موجودگی میں جبار اصغر اپنے فن کا مظاہرہ کرنے لگا۔ تمام ضروری چیزیں وہ اپنے ساتھ لایا تھا اور

سعید خان کے چہرے پر میرا میک اپ کیا جانے لگا۔ میں خود بھی اس کارروائی کا دلچسپی سے مشاہدہ کرتا رہا تھا اور کچھ دیر کے بعد میں نے اپنا مشکل اپنے سامنے دیکھا۔ اس بار جبار اصغر

نے مزید محنت کا مظاہرہ کیا تھا اور دلچسپ بات یہ تھی کہ میرے چہرے کے ایک ایک نقش کو اس نے سعید خان کے چہرے پر ابھار دیا تھا۔ میں جبار اصغر کے فن کو سراہے بغیر نہ رہ سکا اور اپنی جیب سے اسے ایک بڑی رقم انعام کے طور پر پیش کی۔

”سر جبار اصغر سے اور کوئی کام ہے۔“ رشید ناگی نے پوچھا۔

”نہیں۔“

”تو پھر انہیں جانے دیا جائے کیونکہ انہیں اپنے ایک کام سے بھی جانا تھا۔ جبار اصغر چلا گیا۔ رشید ناگی نے سعید خان کو دیکھتے ہوئے کہا۔“

”اب تم بھی کچھ دیر دوسرے کمرے میں جا کر بیٹھو۔ میں ذرا دانش صاحب سے کچھ

گفتگو کرلوں۔“

”جی سر۔“ سعید خان نے کہا اور اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ رشید ناگی کہنے لگا۔“

”سر میں چاہتا ہوں کہ اب مزید پروگرام ترتیب دے لیا جائے۔“

”کوئی طویل پروگرام نہیں ہے رشید ناگی۔ بس میں نے یہ طے کیا ہے کہ میں فیصل کی حیثیت سے شمل شاہ کے آستانے پر جاؤں گا۔ سعید خان یہاں رہے گا لیکن ابھی مجھے اس کے لئے کم از کم دو دن درکار ہوں گے۔“

”جی سر۔“ رشید ناگی نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”یہ دو دن میں اس لئے چاہتا ہوں کہ سعید خان کو اپنی حیثیت میں بالکل مکمل کر دوں تاکہ وہ کہیں چوک نہ جائے۔ تمام چہروں سے اسے روشناس کرادوں۔ تفصیلات بتا دوں اور اس کے بعد اپنا یہ کام کروں۔ اصل میں کاظم شاد کو اس کی جڑوں سے کھودنا ہے۔ اس لئے کام ذرا لمبا ہو جائے گا اور میں یہ سوچ رہا ہوں کہ فی الحال اور کوئی مسئلہ نہیں ہے میرے سامنے تو اسی پر کام کیوں نہ کر ڈالوں“

”جی سر۔“ رشید ناگی نے کہا اور مسکراتے لگا۔ میں نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا تو وہ بولا۔

”سرتین کروڑ کی مرغی اور حلال ہو گئی ہے۔“

”کون۔“

”نادر جلال۔ بہت غلط انسان ہے آپ نے نام تو سنا ہو گا بلکہ اس دن آپ کی تقریب میں بھی شریک ہوا تھا۔ غیر ممالک سے قیمتی دوائیں امپورٹ کرتا ہے اور یہاں ان کی نقلیں تیار کر کے انہیں انتہائی سنگی قیمت پر فروخت کرتا ہے۔ ہمارے ایک آدمی نے میرا مطلب ہے ایک ایسے آدمی نے جو اس کے ہاں ملازمت کرنے کے لئے ہماری طرف سے بھیجا گیا تھا اور ہم باقاعدہ اسے فنڈ دیتے ہیں یہ انکشاف کیا تھا اور اس کے ذریعے میں نے نادر جلال کو حلال کیا۔ نہ صرف یہ بلکہ میں نے اس قسم کی معلومات حاصل کر لی ہیں اس سے اور ایسے کاغذات حاصل کر لئے ہیں جن کی بنا پر اب وہ یہ کام نہیں کر سکے گا۔ اس طرح اول تو یہ ہے کہ غیر ملکی دواؤں کا تسلط ہمارے ہاں سے ختم ہو جائے گا اور ان

کی آمد بہت کم رہ جائے گی۔ کیونکہ وہ سب سے بڑا سپلائر تھا اگر اصل دوائیں دیتا تو کوئی حرج نہیں تھا لیکن ان کی نہایت ہی گندی نقل تیار کرتا ہے اور اس کی زیادہ قیمتیں وصول کرتا ہے بڑے بڑے اسٹورز سے اس کا رابطہ ہے اور وہ بیچارے غلط فہمی میں یہ قیمتی دوائیں بڑی احتیاط سے رکھتے ہیں اور انہیں ضرورت کے وقت فروخت کرتے ہیں لیکن آپ خود غور کیجئے اس طرح مریضوں کو کتنا نقصان پہنچ جاتا ہے میں نے اس کا یہ کام ختم کر دیا ہے اور تین کروڑ وصول کر لئے ہیں۔“ میں نے تحسین آمیز انداز میں رشید ناگی کو دیکھا اور کہا۔

”رشید ناگی ایک بات میں تم سے اور بھی کہنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ اپنے تمام کارکنوں کو اتنا خوشحال کر دو کہ وہ کسی اور بات کے بارے میں بالکل نہ سوچیں اور اس کے لیے اس رقم سے تمہیں تمہاری پسند کے مطابق فنڈ مل جائے گا۔“

”جی سر ایسا ہو رہا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد رشید ناگی چلا گیا۔ سعید خان میرے میک اپ میں دوسرے کمرے میں موجود تھا۔ میں نے اسے اپنے قریب بلایا ابھی تک روزی کو بھی یہ بات نہیں معلوم تھی کہ اس وقت کوٹھی میں دو دلائش منصور موجود ہیں۔ میں نے سعید خان سے کہا۔

”اور اب تمہاری سب سے پہلی ملاقات میں روزی سے کراتا ہوں۔ یوں سمجھ لو ویسے تو یہاں بہت سے ملازمین موجود ہیں لیکن روزی وہ شخصیت ہے جس پر انتہائی اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ روزی سے میں تمہیں اصل شخصیت میں اس لیے ملانا چاہتا ہوں کہ وہ تمہاری بہترین مددگار ثابت ہوگی اور تم کسی الجھن میں اس سے مدد لے سکتے ہو۔“

”سر یہ بہت اچھا ہو گا۔ کم از کم ایک شخصیت مجھے ایسی ضرور ملنی چاہیے تھی۔“

”ٹھیک یہ تو مسئلہ ہوا روزی کا اور اب سعید خان میں تمہیں کچھ اور تفصیلات بتاتا ہوں۔ کچھ ایسے کردار بھی ہیں جو جذباتی نوعیت کے ہیں انہیں خاص طور سے ذہن میں رکھنا ہے۔ صورت حال یہ ہوگی کہ تم انہیں مطمئن بھی رکھو اور اس کے ساتھ ساتھ ہی ان کی طرف سے محتاط بھی رہو۔“

”یہ ساری چیزیں سر آپ مجھے تفصیل سے بتا دیجئے گا۔“ سعید خان کو بھیج کر ہی میں نے روزی کو بلوایا تھا اور وہ اندر آگئی تھی۔ سعید خان ظاہر ہے اسے میری ہی حیثیت

سے لایا تھا لیکن کمرے میں مجھے دیکھ کر روزی پر حیرت کا دورہ پڑا اور وہ دیوار سے ٹک کر پھٹی پھٹی نگاہوں سے ہم دونوں کو دیکھنے لگی۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اور اب محترم خاتون آپ یہ فیصلہ کیجئے کہ ہم میں سے اصل دانش منصور کون ہے۔“ روزی سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔ اس کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔ وہ دیر تک پھٹی پھٹی نگاہوں سے ہم دونوں کو دیکھتی رہی پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

”معذرت خواہ ہوں۔ میں نہیں بتا سکتی۔“

”میں دانش منصور ہوں روزی اور یہ میرے دوست سعید خان ہیں اور اب روزی یہ یہاں میری حیثیت سے کچھ عرصے قیام کریں گے۔ میں نے صرف تمہیں اس سلسلے میں اپنا رازدار بنایا ہے اور اس لیے بنایا ہے کہ تم ان کی رہنمائی کرتی رہو۔ میں انہیں تربیت دوں گا اور اس کے ساتھ ساتھ ہی تم بھی میری مددگار رہو گی۔ بقیہ وقت میں نے سعید خان کو تمام تفصیلات بتاتے ہوئے گزارا تھا۔ ایک ایک فرد ایک ایک شخصیت سے روشناس کرایا تھا میں نے اسے اور انتہائی حیرت ناک طریقے سے سعید خان میرا رازدار بن گیا تھا اور یہ راز اس تک پہنچنے کے بعد اسے ایک اہم حیثیت حاصل ہو گئی تھی۔ سعید خان ویسے بھی مستعد آدمی تھا اور بڑی اچھی شخصیت کا مالک۔ وہ ہر چیز بڑی ذہانت سے سمجھ لیا کرتا تھا۔ مسز اختر خان کلب میں موجود دوسرے تمام افراد مقدس کریم، رخسار ان تمام کرداروں سے میں نے اسے اس طرح روشناس کرا دیا کہ وہ ان پر اتھارٹی ہو گیا۔ میں نے یہ دو دن جس محنت سے گزارے تھے میں جانتا تھا لیکن سعید خان نے مجھے اس کا پورا پورا رزلٹ دیا تھا۔ اس دوران رشید ناگی سے بھی رابطہ قائم رہا اور میں نے اسے مزید کچھ ہدایات دیں تیسرے دن بالآخر رشید ناگی میرے پاس پہنچ گیا میں نے اسے طلب کیا تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ اب اپنے کام کا آغاز کر دینا چاہتا ہوں۔ چنانچہ رشید ناگی مجھے اپنے ساتھ اس بند ویگن میں لے کر چل پڑا جو وہ اپنے ساتھ لے کر آیا تھا۔ سعید خان کو اب مکمل طور پر میں نے اپنی حیثیت دے دی تھی۔ یہ بند ویگن مجھے لے کر ایک کچی آبادی میں پہنچ گئی۔ اسی کچی آبادی میں رشید ناگی نے میرے لیے ایک چھوٹا سا مکان حاصل کیا تھا۔ یہ مکان مجھے اپنی رہائش گاہ کے طور پر استعمال کرنا تھا۔ چھوٹا سا صحن ایک کمرہ اور غسل خانہ باورچی خانہ وغیرہ۔ میں نے اطمینان کا اظہار کیا اور اس کے بعد رشید

ناگی سے کہا۔

”اب تم جاؤ ناگی ہو سکتا ہے میں آج شام کو سات بجے کے قریب مشعل شاہ کے آستانے پر پہنچنے کی کوشش کروں۔“

اس دوران ناگی سے میرے تمام معاملات طے ہو گئے تھے۔ وہ جانتا تھا کہ میری اس کوشش کے بعد اسے کیا کرنا ہے، چنانچہ وہ گردن ہلا کر چلا گیا، اس چھوٹے سے مکان میں کمرے کے معمولی سے بستر پر دراز ہو کر میں نے اپنے آئندہ منصوبوں پر غور کیا، زندگی کی کیا انوکھی چیز ہے، انسان اپنے آپ کو جس حالت میں چاہے رکھ سکتا ہے اور وقت اس کا ساتھ دیتا ہے، بشرطیکہ وہ اپنے ذہن پر قابو پانے کی قوتیں رکھتا ہو، پورا دن یہاں گزارا تھا، بڑا سکون محسوس ہوا تھا، کیونکہ کوئی ہنگامہ نہیں تھا، بستی کے بچے گلیوں میں شور مچا رہے تھے، لیکن یہ شور زندگی سے اتنا قریب ہوتا تھا کہ اس کا کوئی ناگوار تصور ذہن میں نہیں ابھرتا تھا، شام کو تیار ہوا اور اس کے بعد مکان سے باہر نکل آیا، آٹا لگایا چالی لباس میں چھپائی اور پھر ایک بس میں بیٹھ کر لائنڈمی کی طرف چل پڑا۔

اس کے بعد کے حالات جاننے کے لئے
”روح کی پیاس“
کا مطالعہ کریں

خیال قاتل

ایم اے راحت

دوسرے دن تقریباً ساڑھے گیارہ بجے میں نے رینا داراب روٹی والا کو ٹیلیفون کیا۔ اتفاق ہی تھا کہ ٹیلیفون خود رینا نے اٹھالیا۔ میں نے فوراً ہی اس کی آواز پہچان لی۔

”میں دانش منصور بول رہا ہوں۔“

”اوہ۔ میں آپ سے ناراض ہوں مسٹر دانش۔“ رینا نے کہا۔

”میڈم مجھے افسوس ہے کہ آپ جیسی شخصیت مجھ سے ناراض ہو گئی۔“

”رات کو ٹیلیفون کیا تھا میں نے۔“

”آپ کے ٹیلیفون کی اطلاع مجھے مل گئی تھی لیکن اس وقت رات کا ایک بج

”دو کیوں نہ بچ جاتے۔ میں آپ کے ٹیلیفون کا انتظار کر رہی تھی۔“

اس کا مجھے افسوس ہے۔ ویسے یہ وقت عموماً خلوت کا ہوتا ہے اور میں نے سوچا

کہ اس وقت مسٹر داراب روٹی والا میری مداخلت پسند نہیں کریں گے۔“ میں نے کسی

مذہب پر مزاح انداز میں کہا اور رینا نے ایک قہقہہ لگایا۔

”میری خلوت اور داراب روٹی والا۔“ وہ پھر ہنس پڑی۔

”سمجھا نہیں۔“

”اچھا ساری باتیں فوراً ہی سمجھنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔ آج رات کا کیا

روگرام ہے۔“

”کوئی خاص نہیں۔ آپ فرمائیے۔“

”رہیں کورس کیوں نہیں آئے؟“

”میڈم ریٹا میں رہیں کورس کا رسیا نہیں ہوں ایسے ہی تفریح کی غرض سے وہاں پہنچ گیا تھا۔ اس کے بعد ذہن میں خیال نہیں آیا۔“

”ہاں میں جانتی ہوں۔ دس بیس لاکھ جیت لینا تو آپ کے لئے کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔“

”نہیں ہار جیت کا کوئی خیال دل میں نہیں تھا۔“

”تو میں کب اس سے انکار کر رہی ہوں۔“

”بہر حال اس لئے میں رہیں کورس نہیں آسکا۔“

”آج رات ہوٹل سیرینو۔ ہوٹل سیرینو دیکھا ہے۔“

”سیرینو؟“

”ہاں۔“

”اتفاق سے نہیں دیکھا۔“

”اگر یہ کہتے کہ دیکھا ہے تو تعجب ہوتا۔“

”کیوں؟“

”اس لئے کہ وہ ایک چھوٹا سا ہوٹل ہے۔ کم از کم دانش منور جیسے بڑے لوگوں

کے لئے بالکل ناقابل۔“

”کہاں ہے؟“ میں نے سوال کیا اور ریٹا داراب روٹی والا مجھے سیرینو کے جائے

وقوع کے بارے میں بتانے لگی۔

”ٹھیک۔“

”میں آج رات کو وہاں آپ کا انتظار کروں گی۔ کھانا آپ میرے ساتھ ہی کھائیں

گے۔ بے شک وہ ایک بہت چھوٹی سی جگہ ہے لیکن وہاں میں موجود ہوں گی۔“

”آپ کا حکم سر آنکھوں پر میں حاضر ہو جاؤں گا۔“

”ٹھیک آٹھ بجے۔ وقت کا خصوصاً خیال رکھیے گا۔“

”بہت بہتر۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”پھر ساری باتیں وہیں پر ہوں گی۔“ اس نے جواب دیا اور ٹیلیفون بند کر دیا۔ میں

ریپور ہاتھ میں لئے دیر تک سوچوں میں ڈوبا رہا تھا۔ ریٹا داراب کی ایک اہمیت تھی وہ

داراب روٹی والا کے سلسلے میں خاصی کارآمد ہو سکتی تھی اور اس سے اگر تھوڑے سے

تعلقات مزید بڑھائے جائیں تو داراب روٹی والا کے بارے میں کافی تفصیلات معلوم ہو سکتی

تھیں۔ بہر حال میں رات ہوٹل سیرینو پہنچ گیا سیرینو بے شک ایک چھوٹا سا ہوٹل تھا۔ لیکن

خوبصورت اور نفیس تھا۔ جیسے ہی میں نے دروازے سے اندر قدم رکھا ایک ویٹرنے

قریب پہنچ کر جھکتے ہوئے کہا۔

”میڈم ریٹا اس گوشے میں آپ کا انتظار کر رہی ہیں۔“

میں اس جانب پڑھ گیا ریٹا ایک خوبصورت لباس میں ملبوس مسکراتی نگاہوں سے

مجھے دیکھ رہی تھی۔

”بہت بڑے آدمی کو سلام پیش کرتی ہوں۔ اس نے کہا میں نے مسکرا کر گردن خم

کی اور کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔“

”الفاظ طنز پر مبنی ہیں یا ان میں کچھ اور ہے۔“ میں نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

”طنز بالکل نہیں ہے بلکہ خوشی کا ایک جذبہ ہے جو لفظوں میں ڈھل گیا ہے۔“

”آپ کے اس جذبے کی میں پذیرائی کرتا ہوں۔“

”دانش مجھے صرف ریٹا ہی کہہ دیا کریں۔“

”چلو ٹھیک ہے مگر میں حیران رہوں گا کہ آپ نے سیرینو میں دعوت کیوں دی۔“

”حیرانی کی کیا بات ہے کسی بھی شخص کے دل میں کسی کے لیے کوئی بھی جذبہ ابھر

سکتا ہے اور اس جذبے کی تکمیل کسی بھی شکل میں ہو سکتی ہے۔“

”ویری گڈ یہی بات ہے حقیقتاً جذبول ہی سے بہت سے معاملات طے ہوتے

ہیں۔“ میں نے معنی خیز نگاہوں سے اس سے دیکھا تو وہ مسکرا دی۔

”معاملات بھی وسیع معنوں میں استعمال کیے جاسکتے ہیں۔“ وہ کھلکھلا کر ہنس

پڑی۔ میں بھی ہنسنے لگا۔

”لفظوں کے کھلاڑی تو آپ بھی ہیں۔“

”شکریہ اب اب یہ بتائیے کہ پہلے کھانا کھایا جائے یا دوسری باتیں کی جائیں۔“

ہیں کاروباری دنیا میں کہ بہت سے لوگ بھکاری بن کر رہ گئے ہیں وہ بڑے بڑے سرمائے دار جو اپنے آپ کو بہت ہی اونچی شخصیت سمجھتے ہیں آپ کے سامنے بری طرح نروس ہو گئے ہیں۔“

”کیا کہہ سکتا ہوں ان کے اور میرے طریقے کار میں ذرا فرق ہے وہ سرمایہ کاری کو ایک مخصوص انداز میں دیکھنا پسند کرتے ہیں جبکہ میں اس میں نت نئے شعبے تلاش کر رہا ہوں۔“

”اور آپ کامیاب ہیں۔“

”بات دراصل یہ ہے کہ وقت ہی جدت کا ہے آپ کوئی ایسی تبدیل سمجھتے جو لوگوں کو نئی محسوس ہوں بہت زیادہ کامیابیاں حاصل کریں گے۔“

”ہاں بات بالکل درست ہے اور اب میں خود داراب کا تذکرہ کروں گی داراب بھی بہت اچھا بزنس مین نہیں ہے میری زندگی سے منسلک ہے لیکن حقیقی معنوں میں ہمیشہ میں اس سے اختلاف کرتی رہی ہوں لیکن بد قسمتی سے وہ ایک ایسی شخصیت ہے جو اپنی تمام تر ماحول کے باوجود اپنے آپ کو عقل مند سمجھنے کی کوشش کرتا رہتا ہے حالانکہ اس کا ماضی دیکھو کیا تمہیں داراب کا ماضی معلوم ہے۔“

”نہیں۔ اتفاق سے داراب روٹی والا سے میری بہت کم ملاقاتیں ہوئی ہیں۔“

”داراب روٹی والا صرف روٹی والا تھا داراب تو وہ بعد میں بنا۔“

”کیا مطلب؟“ میں نے پوچھا اور رہنا ہنس پڑی۔

”بہت پہلے وہ ایک چھوٹے سے ہوٹل کا مالک تھا۔ جس پر روٹیاں پکائی جاتی تھیں وہ خود بھی کام کرتا تھا اور اس کے بعد اس نے تھوڑی بہت ترقی کر لی اور ایک روٹی پلانٹ خرید کر یہاں لگالیا اور اس کے بعد وہ روٹی پلانٹ بھی فیل ہو گئے اور وہ نجانے کہاں کہاں بھٹکنے لگا۔ مختلف طریقوں سے اس نے سرمایہ حاصل کیا اور ایک دوبارہ وہ غیر ممالک میں گیا اور یہاں سے پاؤڈر بھی لے گیا پاؤڈر کامیابی سے لے جا کر اس نے فروخت کیا اور نتیجے میں دو چار کروڑ روپے کمالایا۔ بس یہ اس کا کل اثاثہ تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس نے جب سے میرے ساتھ شمولیت اختیار کی اس کی تقدیر بدل گئی لوگوں کا خیال ہے کہ میں تقدیر بدلنے میں بڑی اہمیت رکھتی ہوں تم نے داراب کے گھوڑے دیکھے۔“

”کھانے کا تو ابھی وقت نہیں ہوا ہے میرا خیال ہے ہم کسی مشروب پر گزارا کرتے ہیں۔ ہاں مگر آپ کو یہاں سے جانے کی جلدی ہو تو دوسری بات ہے۔“

”آپ جیسی شخصیت سامنے ہو اور کوئی جانے کے بارے میں سوچے۔“

”مسٹر داراب کے کیسے مزاج ہیں۔“

”ٹھیک ہیں۔“ اس نے بے پرواہی سے کہا۔

”میں تو سوچ رہا تھا شاید وہ بھی آپ کے ساتھ ہوں۔“ میں نے کہا اور وہ نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھنے لگی پھر بولی۔

”ایسے الفاظ مجھے بد دل کر دیتے ہیں۔“

”ارے کیوں۔“

”یہ سوال آپ کر رہے ہیں۔“

”واقعی نہیں سمجھا۔“

”کچھ بھی نہیں کہوں گی بعض باتیں خود سوچ لینے کی ہوتی ہیں اگر کوئی نہ سوچتا چاہے تو اسے جانی بھی نہیں چاہئیں۔“

”اوہ اس کا مطلب ہے۔“

”کوئی مطلب نہیں ہے ہم کسی ایسے موضوع کو دھیان میں نہیں لانا چاہتے جو ہماری پیشانیاں شکن آلود کرے۔“ اس نے کہا۔ اور پھر ہنس پڑی۔ یہ جملہ اس نے دوبارہ دہرایا تھا میں بھی ہنسنے لگا اور پھر میں نے کہا۔

”آپ واقعی بہت اچھا بولتی ہیں۔“

”اور آپ نجانے کیوں تلخ گفتگو کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔“

”تلخ۔“

”سو فیصد۔ وہ نام جو کہ دلوں میں بکدر پیدا کر دیں ایسی خوش گوار ملاقاتوں میں سامنے نہیں آنے چاہئیں۔“

”لیکن تذکرہ تو ہو ہی جاتا ہے۔“

”ہاں ہو جاتا ہے مسٹر دانش۔ منصور۔ اچھا اب آپ یہ بتائیے کہ آپ کا کاروبار کیا چل رہا ہے۔ سنا ہے بڑی ہنگامہ خیزیاں کر رہی ہیں۔ یہاں ایسے نئے نئے طریقے ایجاد کیے

”نہیں۔“

اس ریس میں بھی دوڑے تھے یہ گھوڑے میں نے ہی اسے خرید کر تحفہ پیش کیے تھے اور ان گھوڑوں نے اس کی تقدیر بدل دی یہ گھوڑے میرے اشارے پر دوڑتے ہیں جب چاہوں جیتتے ہیں اور جب چاہوں ہارتے ہیں اور صرف یہی نہیں ریس کورس میں ہر گھوڑا میرے اشاروں پر دوڑتا ہے اور پھر بات گھوڑوں ہی کی نہیں بلکہ جس شخص کو میں جو اشارہ کرتی ہوں وہ صرف وہی عمل کرتا ہے شاید تم میری بات کو غلط سمجھ رہے ہوں گے۔ دانش منصور لیکن حقیقت یہی ہے کبھی آزما کر دیکھ لینا۔“ میں نے مسکرا کر گردن ہلائی۔ میں نے کہا۔

”اگر میں آپ کی بات کو غلط سمجھوں تب نا۔“ میرے اس جواب پر وہ مسکرا دی۔ پھر اس نے کہا۔

”تمہیں دیکھ کر یہ احساس ہوتا ہے کہ تمہارے اندر وہ تمام خوبیاں ہیں جو کسی ایسے شخص میں ہونی چاہیں جو مستقبل میں اپنا کوئی ثانی نہ چھوڑے۔“

”ضروری تو نہیں ہے کہ انسان رشتوں ہی میں منسلک ہو جائے دوستیاں بھی ایک اہم حیثیت رکھتی ہیں اور اگر دوستیاں ہوں تو پھر بہت سے کام نکل جاتے ہیں ویسے تمہاری شخصیت میرے لیے واقعی پر سحر ہے۔“ وہ مسکراتی رہی باتیں کرتی رہی بہت سے موضوعات پر گفتگو کی اس نے سفید رنگ کا ایک خوبصورت سا پرس اس کے پاس تھا جو پھولا ہوا تھا۔ ایک بار اس نے پرس سے آئینہ نکال کر اپنا چہرہ دیکھا ہونٹ اور بھوئیں درست کیں اور اسی وقت آئینہ رکھتے ہوئے اس نے ایک چھوٹا سا کھلونا نکال لیا یہ ایک اسٹیل روبوٹ تھا سفید رنگ کا بہت ہی خوبصورت روبوٹ جو سر سے پاؤں تک مختلف چیزوں سے آراستہ تھا۔ روبوٹ کو ہتھیلی کے قریب کر کے اس نے چہرے کے قریب کرتے ہوئے کہا۔

”میری سب سے بڑی کمزوری کھلونے ہیں دنیا کے مختلف ملکوں سے میں نے ایسے قیمتی کھلونے خریدے ہیں جو اپنی مثال آپ ہیں بلکہ شاید تم اس بات پر یقین نہ کرو کہ جرمنی کی ایک کھلونا ساز کمپنی نے صرف میرے لیے کچھ ایسے جدید کھلونے بنائے ہیں جو

اپنی مثال آپ ہیں مگر وہ بڑے ہیں اور میں انہیں اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتی ورنہ تمہیں ضرور دکھاتی۔“

”ایک اچھا شوق ہے اور یقینی طور پر ماضی کی کسی یاد سے وابستہ۔“ اسٹیل کا روبوٹ جو تقریباً چار انچ کے قریب تھا اس نے میز پر رکھ دیا واقعی خوبصورت روبوٹ بنا ہوا تھا پھر وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔

”ہاں ماضی سے تو بہت سے جذبے وابستہ ہوتے ہیں اور شاید کھلونے سے دلچسپی بھی ایسی ہی کسی یاد کا حصہ ہے۔“ اس نے نجانے کیا کیا کہ روبوٹ کے اندر ہلکی سی سرسراہٹ پیدا ہوئی وہ ایک فوجی کی طرح مارچ کرنے لگا۔

اس وقت یہ ایک سپاہی ہے لیکن یہ اپنے مشاغل بدلتا رہتا ہے۔ اس نے پھر کچھ کیا ہاتھ نہیں لگایا تھا روبوٹ کو لیکن روبوٹ ایک دم رک گیا سیدھا ہوا اور اس کے بعد اس نے اپنی کمر کے پچھلے حصے سے لٹکتی ہوئی ڈوری کو سامنے کیا اب اس کے ہاتھ میں ایک ننھا سا کیمرہ نکل لیا۔

”اب یہ ایک خوبصورت فوٹو گرافر ہے۔“ روبوٹ نے کیمرے کو میری طرف سے فوکس کیا اور اسی وقت اس نے اپنا سر میرے شانے سے نکا دیا۔

ایک جھمکا ہوا اور مجھے آنکھیں بند کرنا پڑیں۔ روبوٹ نے میری تصویر لے ڈالی تھی۔ ایک لمحے کے لیے میرے ذہن میں سنسنی دوڑ گئی۔ میری تصویر بنائی گئی ہے۔ بلاشبہ ایک انوکھی بات تھی۔ رینا کے اس کھلونے نے مجھے سحرزدہ کر دیا تھا رینا نے ہنس کر اپنا چہرہ میرے شانے سے ہٹا لیا میں نے عجیب سی نگاہوں سے اسے دیکھا تو وہ مسکرا کر بولی۔

”اس تصویر کی ایک کاپی میں تمہیں بطور تحفہ ضرور پیش کروں گی مسٹر دانش منصور۔“

”کیا واقعی اس ننھے سے کمرے میں اس نے ہماری تصویر بنائی۔“

”اتنی خوبصورت اور عمدہ تصویر کہ اگر اسے آپ انٹارچ کرا لیں تو جس سائز میں چاہیں بنا سکتے ہیں۔“

”یہ ایک حیرت انگیز کھلونا ہے۔“

”اس کی بہت سی خوبیاں ہیں یہ سپاہی بھی ہے فوٹو گرافر بھی ہے گنر بھی ہے اگر ہم

اسے شکم دیں کہ یہ اپنے قریب بیٹھے ہوئے کم از کم دس افراد کو ہلاک کر دے تو یہ کلام اس کے لیے مشکل نہیں ہوگا۔
”اوہ گڈ کیسے۔“

”ایک منٹ۔“ رینا نے کہا اور اس کے بعد فوراً ہی ردبوٹ نے اپنا کیمرہ شالے سے نکال لیا اس کی کمر کے ساتھ چھوٹی سی راکفل نما کھلونا چیز لٹکی ہوئی تھی اس نے یہ کھلونا اپنے ہاتھ میں لے لیا رینا نے اوہرا دھڑ دیکھا اور پھر ایک جانب اشارہ کرتے ہوئے بولی۔ ”اس طرف۔“ دوسرے لمحے ہلکی سی کھٹ کی آواز ہوئی۔ اور ایک ننھا سا تیر لکڑی کی ایک چوکھٹ میں بیوست ہو گیا۔ اور اب دیکھتے دیکھتے تیر پگھل کر پانی ہو جائے گا اور کوئی سوچ بھی نہیں سکے گا کہ کوئی ایسی چیز کسی جگہ ماری گئی تھی۔

”مطلب یہ کہ جس انسانی جسم میں یہ بیوست ہوگا اس میں سے اسے نکالا نہیں جاسکتا بس ایک ننھا سا سوراخ ملے گا جس کے ذریعے بہت ہی تیز قسم کا زہر جسم میں اتر چکا ہوگا اور یہ زہر ہی موت کی وجہ بن سکتا ہے۔“

”اوہ میرے خدا تب تو یہ ایک منٹ کھلونا ہے۔“

”ہاں کھلونے منٹ ہی ہوتے ہیں۔“

”نہیں سمجھا میں رینا۔“

”اس کے علاوہ اور کیسے سمجھاؤں مسٹر ایرس۔“ اس نے کہا اور پھر جلدی سے ہونٹ سیٹھ کر بولی۔

”اوہ شاید میں غلط نام لے گئی میں نے آپ کا نام غلط لیا ہے میں نے آپ کا نام ایرس لیا ہے حالانکہ اصولی طور پر مجھے آپ کا نام دانش منصور ہی لینا چاہیے تھا۔“

مجھے پورے بدن میں سرد لرہیں دوڑ گئیں ایک لمحے کے لئے آنکھیں پتھرا گئیں اور اعضا بے جان ہونے لگے۔ اس نے ایرس کہہ کر مجھے پکارا تھا یہ وہ نام تھا جو روز آرگنائزیشن کے اس نمائندے کا تھا جس کی جگہ میں نے لے لی تھی یعنی رینا یہ بات جانتی ہے کہ میں دانش منصور نہیں بلکہ ایرس ہوں اور نقلی دانش منصور بن کر یہاں زندگی بسر کر رہا ہوں وہ مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی اور پھر اس نے مستی خیز نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

”اب آپ کو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ میری دوستی آپ کے لیے کتنی ضروری ہے۔“ میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا میں نے کچھ نہیں کہا تھا۔ رینا نے ویٹر کو اشارہ کیا اور جب وہ قریب آیا تو اس نے اس سے مشروب طلب کیا مشروب کے گھونٹ لیتے ہوئے بھی وہ مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی پھر بولی۔

”اتنی خاموشی تو اچھی نہیں ہوتی مسٹر دانش منصور۔ اب ایک معمولی سی بات ہے جسے آپ نے اس قدر اہمیت دے دی ہے۔“

”تعارف مکمل نہیں ہو سکا تھا۔“ میں نے مشروب کا ایک بڑا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

”صرف رینا کم از کم کچھ دیر تو مجھے اس بات پر خوش ہو لینے دیجئے مسٹر دانش منصور کہ مجھے ایک طاقتور مرد پر فوقیت حاصل ہے۔“

”آپ نے ایک مضبوط دوستی کی بات کی ہے رینا اور دوستیاں اسی وقت مضبوط ہوتی ہیں جب درمیان میں کوئی غلط نہ رہے۔“

”مانتی ہوں لیکن تھوڑا سا وقت اس میں کوئی حرج بھی نہیں ہے آپ کو یہ اندازہ تو ہو گیا ہوگا مسٹر ایرس سوری مسٹر دانش منصور کہ میں ایک اچھی دوست ثابت ہو سکتی ہوں۔ آپ کی بلکہ اصولی طور پر تو آپ کو مجھ سے ہاتھ ملانا چاہیے۔“

”میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا۔“ میں نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور رینا نے اپنا نرم و نازک ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دیا۔ ہم لوگوں نے گرم جوشی سے ایک دوسرے سے مصافحہ کیا اور میں اس کا ہاتھ ایک منٹ تک ہاتھ میں لیے رہا۔ وہ مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی پھر اس نے کہا۔

”ویسے مختلف امور میں ہم ایک دوسرے سے تعاون کر سکتے ہیں آپ میرے کام آئیں گے اور میں آپ کے۔“

”مثلاً۔“

”کسی بھی وقت کوئی ضرورت پیش آسکتی ہے۔ کیا آپ کو اس پر اعتراض ہے۔“

”نہیں لیکن بات وہی آجاتی ہے۔“

”کہاں۔“

”یعنی تعارف والی۔“

”کم از کم میرا تعلق اس ادارے سے نہیں ہے جس سے آپ کا تعلق ہے مسٹر ایرس۔“ اس نے میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

”پھر۔“

”بھئی کچھ بھی نہیں۔ میں ایک عام سی عورت ہوں ایک سرمایہ دار کی بیوی اور

بس۔“

”تو پھر میرے خیال میں ہماری آپ کی دوستی ممکن نہیں رہے گی۔“

”بڑی جلد بازی کرتے ہیں یہ مرد۔ میری اتنی سی بات تسلیم نہیں کی جاسکتی خیر کوئی بات نہیں ہے تو میں یہ کہہ رہی تھی کہ ابھی میرے لیے تو کوئی مشکل نہیں ہے لیکن آپ دیکھ لیجئے اگر آپ کو یہاں کچھ مشکلات پیش آتی ہیں تو میں اس سلسلے میں آپ سے تعاون کرنے کے لیے تیار ہوں۔“

”اگر آپ کا تعلق اس ادارے سے نہیں ہے تو بھلا میرے اور آپ کے درمیان کیا تعاون ہو سکتا ہے۔“

”نہیں اور بھی بہت سے ایسے امور ہو سکتے ہیں۔ کھانے کے بعد گفتگو زیادہ پر لطف رہے گی ویسے مجھے بھوک لگی رہی ہے۔“

میں نے اپنے اعصاب پر قابو پایا اور ریٹائرنے ویٹر کو کھانا لانے کے لیے اشارہ کر دیا اپنا آرڈر شاید وہ پہلے ہی لکھوا چکی تھی تھوڑی دیر کے بعد میز بھر گئی۔ اور ہم دونوں کھانے میں مصروف ہو گئے میں اب بھی اپنے اندر شدید سنسنی محسوس کر رہا تھا۔ وہ کہتی ہے کہ اس کا تعلق روز آرگنائزیشن سے نہیں ہے اگر وہ ڈان سینٹر کی نمائندہ ہے تو اور زیادہ خوفناک بات ہے کہ ایک ایسے ادارے کی نمائندہ یہ حقیقت جانتی ہے یہ سب باتیں بڑی الجھی ہوئی تھیں اور میں حقیقی معنوں میں الجھ گیا تھا بہت دیر تک ریٹائرنے ساتھ رہی پھر اس نے بل ادا کیا اور گھڑی دیکھتے ہوئے بولی۔

”ہم لوگ کافی دیر ساتھ رہیں گے اور اب اس کے بعد آپ مجھے اور مسٹر داراب کو اپنی کوٹھی پر مدعو کریں گے ایک وقت کا کھانا کھانا کوئی ایسا مشکل کام تو نہیں۔“

”آپ سینکڑوں وقت میرے ساتھ کھانا کھائیے بھلا اس میں مجھے کیا اعتراض ہو سکتا

”ہے۔“

”یہ دوستی گہری سے گہری ہو جانی چاہیے۔ اس سے آپ کو بھی استحکام ملے گا مجھے

بھی۔“

”ہاں کیوں نہیں؟ اب میں یہی محسوس کرتا ہوں۔“ وہ ہنسی اور پھر ہم دونوں اٹھ

گئے۔

باہر گل شیر گاڑی میں بیٹھا میرا انتظار کر رہا تھا۔ ریٹا اپنی گاڑی خود ہی ڈرائیو کرتی ہوئی آئی تھی کار میں بیٹھ کر اس نے ہاتھ ہلایا اور کار ہوا ہو گئی۔ میں نے گل شیر سے واپس چلنے کے لیے کہا تھا لیکن ذہن میں دھماکے ہو رہے تھے وہ مجھے ایرس کے نام سے جانتی تھی بڑا مشکل اور ٹیڑھا مسئلہ ہو گیا تھا حالانکہ میں نے تو یہ سوچا تھا کہ اسے داراب روٹی والا کے خلاف استعمال کر دوں گا اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے ریٹا سے دوستی بڑھائی جاسکتی ہے مگر یہاں تو معاملہ ہی الٹا ہو گیا تھا۔

کوٹھی میں داخل ہونے کے بعد بھی بہت دیر تک یہ کیفیت میرے ذہن پر سوار رہی اور میں شدید الجھنوں کا شکار رہا اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں رہا کہ سو جاؤں سونے کے لئے میں نے آج تک کوئی نھلی چیز استعمال نہیں کی تھی لیکن آج دل چاہ رہا تھا کہ دماغ کو پرسکون رکھنے کے لیے خواب اور گولیاں لے لوں پتہ نہیں یہ گولیاں مجھے یہاں مل بھی سکتی ہیں یا نہیں رات کا تقریباً ایک بج رہا تھا کہ مجھے ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا یہ میرے کمرے میں مخصوص ٹرانسمیٹر تھا جو رشید ناگی ہی کے کنٹرول میں رہتا تھا میں نے فوراً ہی ٹرانسمیٹر آن کر دیا دوسری جانب سے رشید ناگی کی آواز ابھری۔

”ہیلو چیف معافی چاہتا ہوں۔ یقیناً آپ سونے کے لیے لیٹ گئے ہوں گے لیکن جو

کچھ میرے علم میں آیا ہے اسے آپ تک پہنچانا اتنا ہی ضروری تھا۔“

”..... ناگی کو خیریت کیا بات ہے۔“

”چیف آج آپ نے ریٹا داراب روٹی والا کے ساتھ ڈنر کیا ہے۔“

”ہاں۔“

”آپ کو علم ہے کہ میں آپ کو کبھی تنہا نہیں چھوڑتا۔“

”ہاں میں جانتا ہوں۔“

”ہم نے رینا داراب روٹی والا کا تعاقب کیا تھا۔“

”کیوں۔“

”اس لیے چیف کے جو گفتگو آپ کے اور اس کے درمیان ہوئی اتفاق سے میں نے اسے سن لیا تھا۔“

”کیا مطلب۔“ میں نے حیرت سے پوچھا اور رشید ناگی ہنسنے لگا پھر بولا۔

”چیف آپ کے لباس میں ایک ننھا سا ٹرانسیر موجود ہے یہ آپ کی لاعلمی میں آپ کے لباس میں پوشیدہ کر دیا گیا تھا۔ درحقیقت یہ بھی آپ کے تحفظ کے لیے ایک کوشش تھی آپ اسے یقینی طور پر کوئی غلط رنگ نہیں دیں گے۔“

”کیسی باتیں کرتے ہو رشید ناگی۔“

”چیف اس پر ہم نے اس عورت کی گفتگو سنی اور جو کچھ سنا اس کے بعد یہ نمایاں ضروری تھا کہ اس کا تعاقب کیا جائے۔ سروہ آپ کے پاس سے واپس چلی تو اس نے قسم کی حرکت کی جس سے یہ اندازہ ہوا کہ شاید وہ تعاقب کا پتہ چلا رہی ہے لیکن ظاہر ہے کچی گولیاں ہم نے بھی نہیں کھیلی ہیں ہم نے اسے تعاقب کا احساس نہیں ہونے دیا اور اس کا پیچھا کرتے ہوئے شہر کے ایک فیشن ایبل علاقے میں پہنچ گئے۔ یہاں وہ اپنی کار سڑک کے کنارے روک کر ماربل ہاؤس نامی ایک عمارت میں داخل ہوئی تقریباً آدھے گھنٹے وہاں رہی اور اس کے بعد باہر نکل آئی یہاں سے ہمارے آدمی دو حصوں میں تقسیم ہو گئے کچھ ماربل ہاؤس پر رک گئے اور کچھ اس کے پیچھے چلتے ہوئے ہالا آخری پارک گئے جہاں وہ داراب روٹی والا کی کونٹھی میں داخل ہو گئی اور اس کے بعد سے وہیں ہے چیف کل ہمارے آدمی ماربل ہاؤس کے بارے میں آپ کو مکمل رپورٹ پیش کر دیں گے وہاں کون رہتا ہے اور رینا روٹی والا سے ان لوگوں کا کیا تعلق ہے دراصل چیف یہ سب اس لئے ضروری سمجھا گیا کہ اس نے آپ کے سامنے بہت زیادہ تیز و طرار بننے کی کوشش کی تھی۔ آپ کو ہماری اس کارروائی پر کوئی اعتراض تو نہیں ہے۔“

میری آنکھیں حیرت سے ابلی پڑ رہی تھیں رشید ناگی کی کارکردگی ہمیشہ ہی سے لاجواب رہی تھی لیکن اس سلسلے میں اس نے واقعی کمال کر دکھایا تھا۔ ناگی جواب کا انتظار کر رہا تھا مگر میں اس کی اعلیٰ کارکردگی کے بارے میں سوچ رہا تھا اس نے خود ہی مجھے

مخاطب کیا۔

”کوئی غلطی ہو گئی چیف۔“

”نہیں تمہاری کارکردگی کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔“ میں نے گہری سانس لے

کر کہا۔

”چیف میں نے غلط تو نہیں کیا۔ یہ میری ہی نہیں دوسروں کی بھی رائے ہے کہ آپ کو بہت سے دشمنوں کا سامنا ہے اگر آپ کو یقین ہوگا چیف کہ دوسرے آپ کے ہر لمحے سے واقف ہیں تو آپ تحفظ محسوس کریں گے ایسے وقت میں ممکن ہے کسی سے کوئی چوک ہو اور وہ صحیح صورت حال نہ سمجھ پائے۔ اس لئے یہ طریقہ کار استعمال کیا گیا دوسری بات یہ کہ آپ بے داغ کردار کے مالک ہیں اور کوئی ایسا پرائیویٹ معاملہ نہیں ہوتا جو کم از کم میرے علم میں نہیں آنا چاہیے۔ مجھے اس کا بھی یقین ہے۔“

”تم بلاوجہ صفائی پیش نہیں کر رہے ہو۔ میں تمہارے اس عمل سے خوش ہوں۔“ میں نے کہا۔

”شکریہ چیف۔“

”لیکن اب تو میں اس سے واقف ہو گیا۔“

”نہیں چیف۔ اب ایسے لحاظ کے لئے کوئی نیا طریق کار وضع کیا جائے گا۔!“ اس نے کہا اور میں ہنسنے لگا پھر میں نے کہا۔

”بہر حال اب اس سلسلے میں تمہیں اور کوئی تفصیل بتانے کی ضرورت تو نہیں رہ گئی۔ وہ بلاشبہ خطرناک شخصیت ہے۔“

”میں اس بارے میں مزید چھان بین کرنا چاہتا ہوں۔ آپ کی طرف سے اجازت ہے؟“

”مثلاً“ میں نے سوال کیا۔

”یہیں کہ داراب روٹی والا سے وہ کسی طرح منسلک ہوئی اور اس کے بعد کیا کیا کرتی رہی ہے۔“

”ہاں۔ یہ اشد ضروری ہو گیا ہے اگر وہ روز آرگنائزیشن سے تعلق رکھتی ہے تو اسے خود کو ظاہر کرنا چاہیے۔ اس بات کے امکانات کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ

ممکن ہے اس کا تعلق ڈان سینٹر سے ہو، کوئی نہ کوئی چکر تو ہے ویسے بہت تیز عورت ہے ہوشیار رہنے کی ضرورت ہوگی۔“

”میں سمجھتا ہوں چیف اور کوئی ہدایت؟“

”یار یہ الفاظ کہہ کر تم مجھے شرمندہ مت کیا کرو۔“

”کیوں چیف؟“

”تم وہ سب کر ڈالتے ہو جس کے بارے میں میں سوچ بھی نہیں پاتا۔“

”آپ ہی کے وجود کا ایک حصہ ہوں، جو کچھ کرتا ہوں آپ ہی کے اشاروں پر کرتا ہوں۔“

تو چیف اب ٹرانسمیٹر بند کر رہا ہوں آپ آرام کیجئے، ہم لوگ مستعد ہیں۔“ سلسلہ منقطع ہو گیا تھا۔ کوئی ساڑھے گیارہ بجے ہوں گے کہ ریٹا داراب کا ٹیلیفون موصول ہوا۔

میں نے براہ راست ریسیو کیا تھا۔ ادھر سے آواز آئی۔

”بعض آوازیں ایسی ہوتی ہیں جنہیں فوراً ہی پہچان لیا جاتا ہے کیا میں آپ سے

اس بات کی توقع کر سکتی ہوں مسٹر داراب، منظر۔ کہ مجھے فوراً ہی پہچان لیں۔“

”ہاں بعض آوازیں ایسی ہی ہوتی ہیں۔ ریٹا داراب۔“

”خالی ریٹا نہیں کہہ سکتے مجھے۔ کیوں۔“

”نہیں لیکن بہر حال آپ مسٹر داراب سے متعلق ہیں۔“

”میں تو تم سے بھی متعلق ہوں۔ ڈیڑھ رات کی گفتگو کے بعد خصوصاً۔“

”ہاں ایسا ہو تو گیا ہے۔“ میں نے اعتراف کیا۔

”کہو رات کو نیند کیسی آئی۔“

”بہت پرسکون۔“

”اوہ غلط تو نہیں کہہ رہے۔“

”نہیں ڈیڑھ ریٹا اس کی وجہ ہے۔“

”کیا؟“

”بعض آوازیں ایسی ہوتی ہیں جنہیں فون پر پہچان لیا جاتا ہے اور نام پوچھنے کی

ضرورت نہیں پیش آتی اور بعض شخصیتیں ایسی ہوتی ہیں جن پر خواہ مخواہ اعتماد کرنے کو جی

چاہتا ہے اور یوں لگتا ہے جیسے ان سے کبھی کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔“ ریٹا داراب

کھٹکھٹلا کر ہنس پڑی تھی پھر اس نے کہا۔

”یقیناً ایسا ہی ہوگا۔ اچھا یہ بتاؤ ہماری دعوت کا کیا رہا؟“

”جب دل چاہے کیا میں اس کے لئے مسٹر داراب سے گفتگو کروں؟“

”ابھی رہنے دو۔ میرا خیال ہے ابھی ہمیں دو چار ملاقاتیں تنہا ہی کرنی چاہیں۔“

دوسرے لوگ بلاوجہ ہماری خلوت میں مداخلت کریں گے۔“

”ٹھیک ہے جیسا آپ پسند کریں ریٹا۔“

”یوں کرتے ہیں آج رات پھر وہیں ملاقات کرتے ہیں۔“

”سیرینو میں؟“

”ہاں۔ مجھے تو وہ پرسکون جگہ بے حد پسند ہے۔ وہاں کوئی پریشان نہیں کرتا۔“

”تنہا آئیں گی؟“

”ہاں بالکل۔“

”دراب سے پیچھا کیسے چھوٹ جاتا ہے آپ کا۔“ جواب میں وہ پھر ہنسی اور کہنے

لگی۔

”حقیقتاً اب اگر کچھ کہوں گی تو یہ سمجھو گے کہ اپنے آپ پر بہت مغرور ہوں

لیکن میں جو چاہتی ہوں وہ کر ڈالتی ہوں۔“

”تو پھر۔“

”شام کی چائے پیئیں گے۔ کھانا نہیں کھائیں گے دیر زیادہ ہو جاتی ہے۔“

”چھ بجے میں وہاں پہنچ جاؤں گا۔“

”میں انتظار کروں گی۔“ ریٹا نے کہا اور ٹیلیفون بند ہو گیا کبھت جان کو آگئی تھی۔

دیکھنا یہ تھا کہ وہ ہے کیا اور چاہتی کیا ہے۔ کوئی ڈیڑھ بجے رشید ناگی میرے پاس براہ

راست پہنچ گیا۔ چار سو گیارہ سے آیا تھا اور آنے سے پہلے اپنے بارے میں اطلاع نہیں

دی تھی۔ اسے دیکھ کر میں نے دلچسپی محسوس کی۔ وہ پرسکون تھا۔ میرے پاس آکر بیٹھ گیا۔

”چیف آپ نے کھانا کھالیا؟“

”نہیں۔“

”میں نے بھی نہیں کھالیا۔“

”ابھی کھانا لگواتے ہیں۔“ میں نے کہا اور ملازمہ کو کھانے لگانے کی ہدایت کر دی۔
تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں کھانا کھا رہے تھے۔ رشید ناگی نے کہا۔

”بڑے سنسنی خیز انکشافات ہوئے ہیں۔ چیف ماربل ہاؤس نامی عمارت بڑی پراسرار ہو گئی ہے آج کل۔ وہاں ایک مقامی تاجر رہتا ہے۔ امپورٹ ایکسپورٹ کا کاروبار کرتا ہے۔ نام ہے فیاض الدین احمد۔ اپنی بیوی اور ایک بچے کے ساتھ وہاں رہتا ہے اور ٹھیک ٹھاک ہی آدمی تصور کیا جاتا ہے۔ عمر تقریباً چالیس سال ہے۔ بیوی بہت خوبصورت ہے اور بچہ بھی اتنا ہی پیارا۔ لیکن رات کو جو تین افراد اس کے ساتھ موجود تھے وہ بھی اپنی جگہ اہم شخصیتیں رکھتے ہیں۔ ان میں سے ایک امریکن سفارتخانے کا پریس اتاشی ہے اور خوب جانا پہچانا جاتا ہے۔ نام ہے اس کا جیک۔ دوسرا انڈین سفارتخانے کا رام بھروسہ ہے۔ یہ انڈین سفارتخانے میں کس حیثیت سے ملازمت کرتا ہے۔ یہ نہیں معلوم تیسرا آدمی مقامی ہے اور ایک انتہائی اہم محکمے میں معمولی ساعمدے دار ہے۔ جس کے بارے میں ابھی تفصیلات مہیا ہو رہی ہیں۔ مکمل معلومات نہیں حاصل ہو سکیں۔ لیکن چیف ان تینوں آدمیوں کا ایک عمارت میں کچا ہو جاتا آپ خود سمجھتے ہیں اور پھر وہ عورت اس عمارت سے تعلق رکھتی ہے۔ میں یہ معلومات حاصل کرنے کے بعد بہت زیادہ محتاط ہو گیا ہوں۔ میں نے اپنے آدمی ان لوگوں پر لگا دیئے ہیں اور خصوصی طور پر رینا داراب کے پیچھے انتہائی ذہین لوگوں کو مصروف کر دیا ہے۔“ میں حیران پریشان نگاہوں سے رشید ناگی کا چہرہ دیکھ رہا تھا اور گہری سوچوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

”تمہارا کیا خیال ہے رشید یہ کیا معاملہ ہو سکتا ہے۔“

”یقیناً“ ملک کے مفادات کے خلاف کوئی عمل اور یہ رینا داراب روٹی والا معمولی شخصیت کی ہالک نہیں ہے۔ ہم اسے روز آرگنائزیشن کا نمائندہ نہیں کہہ سکتے۔ بلکہ یہ خاتون کوئی اور ہی ہیں۔“ میں پر خیال انداز میں گردن ہلاتا رہا پھر میں نے کہا۔

”اس کا مقصد ہے کہ یہ ہماری بہت بڑی ذمہ داری بن گئی ہے۔“

”اور چیف سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ یہ داراب روٹی والا سے خاص طور سے منسلک ہیں۔“

”تمہارا کیا خیال ہے رشید ناگی اس سلسلے میں کوئی تبصرہ کر سکتے ہو۔“

”جی چیف کوئی لمبا ہی چکر معلوم ہوتا ہے۔ یہ تفصیل اور معلوم ہو جائے کہ داراب روٹی والا سے ان کا تعلق کس قدر پرانا ہے کام ہو رہا ہے اور اس کے نتائج نکلیں گے۔“

”آج شام کو وہ پھر مجھ سے ملاقات کر رہی ہے۔“

”اوہو۔ میرا اندازہ ہے چیف کہ وہ کچھ ایسی سرگرمیوں میں ملوث ہے جس کا تعلق دوسرے ممالک سے ہو سکتا ہے۔ ہم کوئی تعین نہیں کر سکتے۔ لیکن چند نام ہمارے ذہن میں آتے ہیں۔ خصوصی طور پر ان دو آدمیوں کی شمولیت سے جن میں سے ایک کا نام رام بھروسہ اور دوسرے کا جیک ہے۔“

”ہوں۔ میرا خیال ہے اس بار ہمیں کچھ اور لوگوں کو بھی اپنے معاملات میں ملوث کرنا پڑے گا۔“

”مثلاً؟“

”شاہنواز۔ فی الحال تو ہماری پہنچ اس تک ہے۔“

”نہیں چیف میرا خیال ہے اور بھی لوگ آپ سے پوری طرح متعارف ہیں۔“

”وہ تو ٹھیک ہے لیکن شاہنواز کو ہم اس سلسلے میں اولیت دے سکتے ہیں۔“

”ہاں۔ ہرچند کہ یہ اس کا شعبہ نہیں ہے۔“

”پھر بھی وہ حکومت کا ایک اعلیٰ عہدے دار ہے۔ اپنے طور پر وہ اس معاملے میں مداخلت کر سکتا ہے اسے میں کوئی دقت نہیں ہوگی۔“ رشید ناگی پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگا پھر اس نے کہا۔

”میں نے براہ راست یہ تمام رپورٹ آپ کو دینا ضروری سمجھا چیف تاکہ آپ سے ہدایت بھی لے سکوں۔ لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ میں براہ راست بھی اس معاملے میں کام کروں۔ بہت احتیاط کی ضرورت ہے جو لوگ اس سلسلے میں میں نے مصروف کئے ہیں ان کی نگرانی مجھے ہی کرنا ہوگی۔“

”بالکل رشید یہ ہماری ذمہ داری ہے۔“ میں نے کہا اور رشید ناگی نے مجھ سے رخصت طلب کر لی۔ شام کو تقریباً چار بجے گل شیر نے ایک سفید رنگ کا بڑا لفافہ میرے حوالے کیا اور کہنے لگا۔

”چیف ڈاک سے آیا ہے۔“

میں نے لفافے کو الٹ پلٹ کر دیکھا۔ سادہ لفافہ تھا لیکن اس پر بہت سی مہر لگی ہوئی تھیں۔ پتہ اور نام میرا لکھا ہوا تھا۔ لیکن بھیجنے والے کا کوئی نام نہیں تھا۔ میں نے دلچسپی سے لفافے کو الٹ کر اچھی طرف دیکھا اور پھر اس کا ایک سرا چاک کر دیا۔ اس میں سے ایک ٹائپ شدہ کاغذ نکلا اور میں اسے دیکھنے لگا۔ کاغذ کی تحریر بڑی پراسرار اور سنسنی خیز تھی۔ لکھا تھا۔

”جاننے والے جان لیں گے یہ خط بھیجنے والا کون ہے اور میں اسی جاننے والے سے مخاطب ہوں۔ میری اور اس کی شناسائی ایک ایسے مرحلے پر ہوئی تھی جسے انتہائی سنسنی خیز کہا جاسکتا ہے۔ لیکن بعد میں میرے اور اس کے درمیان بہن اور بھائی کا رشتہ قائم ہو گیا تھا۔ میں اس پر ایک انوکھا انکشاف کرنے والی تھی کہ مشکل حالات کا شکار ہو گئی اور اس سے دور ہو گئی لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہر مشکل کسی نہ کسی آسانی کا دوسرا نام ہوتی ہے۔ سو یہی ہوا۔ بہت سی تلاشیں بہت سے مسئلے بہت سی الجھنیں خود بخود دور ہو گئیں اور تم جاننے ہو دانش منصور کہ میں کون ہوں لیکن میں تمہیں حوالہ دینا چاہتی ہوں ایک ایسی شخصیت کا جس سے تمہارا شدید عقیدت کا رشتہ ہے بلکہ اگر میں یہ کہوں کہ تمہاری ابتدا وہیں سے ہوئی تھی۔ یعنی وہ شخصیت جو تمہیں ایک ٹرک میں اس وقت ملی تھی جب تم ایک ٹرانسپورٹ کمپنی میں کام کرتے تھے اور اس کے بعد اس شخصیت نے تمہیں ایک نام دیا۔ یہ صرف اتفاق ہے دانش منصور کہ وہ شخصیت میرے علم میں آگئی اور میں اس کے ساتھ یونان میں سالونیکا میں قیام پذیر ہوں۔ سالونیکا کے ایک اسپتال میں جس کا نام جیری کوس ہے وہ شخصیت مقیم ہے بیمار ہے اور شاید ذہنی توازن کھو چکی ہے۔ میں اس کی تیماردار ہوں اور اس بات کا انتظام کر رہی ہوں کہ اس کی ذہنی کیفیت بحال ہو جائے تو تم سے خصوصی طور پر رجوع کروں۔ سالونیکا کا اسپتال جیری کوس اگر تمہیں یاد رہے تو اپنے ذہن میں محفوظ رکھنا کسی الجھن کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے اپنے اطراف کافی مضبوط رکھے ہیں اور امکان اس بات کا ہے کہ ہمیں کوئی خطرہ پیش نہ آئے۔ پھر بھی تمہیں اس لئے اطلاع دے رہی ہوں کہ تم اپنے طور پر ذہن نشین کر لو اور اگر ممکن ہو سکے تو ہم سے ملاقات کرو۔ کیونکہ ابھی ہمیں یہاں کافی وقت لگ جائے گا۔ بس اس سے زیادہ کچھ لکھنے

Scanned and Uploaded By Nadeem

کی ضرورت نہیں۔ نام وغیرہ دینا بے مقصد ہے۔ کیونکہ مجھے یقین ہے کہ تم اس قدر نا سمجھ نہیں ہو۔“

یہاں پر تحریر ختم ہو گئی تھی۔

”میں پھٹی پھٹی نگاہوں سے اس تحریر کو دیکھ رہا تھا۔ اعصاب میں کشیدگی پیدا ہو گئی تھی۔ حالانکہ اب کسی مشکل سے مشکل مرحلے پر یا کسی زیادہ سے زیادہ سنسنی خیز خبر پر بھی میں اپنے اعصاب کو کنٹرول میں رکھتا تھا۔ لیکن انسانی فطرت سے دور نہیں ہوا تھا۔ رپوٹ نہیں تھا انسان ہی تھا اور انسان اگر جذبات کھو بیٹھے تو پتہ نہیں کیا رہ جائے نادرہ کے علاوہ بھلا اور کس کی تحریر ہو سکتی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ ہی یہ انتہائی سنسنی خیز انکشاف بھی تھا کہ مٹھل شاہ اس کے ساتھ موجود ہیں اور سالونیکا کے جیری کوس اسپتال میں زیر علاج ہیں۔ وہ دماغی توازن کھو بیٹھے ہیں۔ ساری اطلاعات اس قدر سنسنی خیز تھیں کہ میں ناقابل یقین نگاہوں سے اس تحریر کو دیکھتا رہا۔ ٹھکانے کتنی بار میں نے یہ سب کچھ پڑھ ڈالا تھا اور اس کے بعد ایک ٹھنڈی سانس لے کر پرچہ ایک طرف رکھ دیا اور خلائے میں گھورنے لگا۔ سالونیکا یونان جیری کوس اسپتال نادرہ، مٹھل شاہ یہ سارے نام میرے ذہن میں گردش کرنے لگے۔“

نادرہ..... ایک لڑکی تھی جو مجھے اتفاقہ طور پر ٹکرائی تھی اور بعد میں میرا اس کا بھائی بہن کا رشتہ بن گیا۔ جس نے مجھے میری اصلیت بتانے کا وعدہ کیا تھا اور اس سلسلے میں وہ کافی عرصہ غزنوی صاحب کے گھر میں بطور ملازم رہی۔ پھر شاید اسے کچھ معلومات بھی ہوئیں تھیں لیکن پھر وہ اچانک غائب ہو گئی اور آج اس کی طرف سے یہ تحریر مجھے موصول ہوئی تھی۔

یہاں میں نے جس کام کا آغاز کیا وہ بہت سنسنی خیز ہے اور خصوصاً کم از کم رہنا داراب روٹی والا کے سامنے آنے کے بعد تو میری ذمہ داری بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ رشید ناگی سعید خان اور اپنے ساتھ کام کرنے والے ان لاتعداد افراد پر پورا پورا بھروسہ کر سکتا تھا جو اپنی مستعدی کے ہزاروں ثبوت دے چکے تھے لیکن معاملہ ایک ایسی شخصیت کا تھا جس کا براہ راست میرے وطن دشمنوں سے تعلق تھا اسے اس طرح نظر انداز کر کے اپنے کام کے لئے نہیں چھوڑنا چاہیے۔ نہیں فیصل سنبھلو تم جو کچھ بھی ہو دنیا تمہیں جس

چھوٹا سا خوشنما ہوٹل سپرینو اپنی تمام روایات کے ساتھ کھلا ہوا تھا۔ مجھے یہ اندازہ نہیں ہوسکا کہ اس کے سامنے کھڑی ہوئی کاروں میں سے کون سی کار ریٹا داراب روٹی والا کی ہے۔ بہر حال اگر وہ اندر آچکی ہے تو ٹھیک ہے اور انہیں بھی آئی تو انتظار کر لیا جائے گا۔ ویسے وعدے کی پابند تھی کیونکہ جب میں اسی مخصوص حصے میں پہنچا جہاں میری پہلے اس سے ملاقات ہوئی تھی تو وہ وہاں ایک سگریٹ ہولڈر میں سگریٹ لگائے ہوئے اس کے کش چھوڑتی ہوئی میرا انتظار کر رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر اس نے سگریٹ ہولڈر الیش ٹرے پر رکھ دیا اور پر جوش انداز میں تھوڑا سا اٹھ کر مجھ سے ہاتھ ملایا۔

”اس قسم کے کام کرنے والوں کے لئے وقت کی پابندی بھی بہت ضروری ہوتی ہے۔ میں سوچ رہی تھی کہ کہیں آپ کو دیر نہ ہو جائے۔ مسٹر ایرس۔“ میں نے کرسی گھسیٹ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

”اور آپ بھی تو وقت کی پابندی میں کسی سے کم نہیں ہیں ریٹا۔“

”ہاں یہ میری عادت ہے اور میرے اس انکشاف سے کوئی پریشانی تو نہیں ہوئی۔“

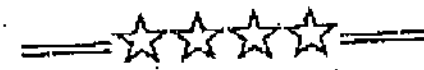
”میں اس سے انکار کیسے کر سکتا ہوں۔“

”اگر انکار کرتے تو وہ کوئی جامع بات نہیں ہوتی۔“

”یقیناً۔“

”پھر بھی کیا سوچا ہو گا تم نے میرے بارے میں۔ سوری سوری مجھے بے تکلفی سے بات کرنے کی عادت ہے۔ محسوس نہ کرنا۔“

رنگ میں اس کائنات میں لائی ہے وہ بہت خراب رنگ ہے اور ان رنگوں میں رنگ کر تم اس کائنات کے سب سے حقیر انسان بن چکے ہو۔ لیکن تمہارے وطن نے تمہیں جو پیار دیا ہے جو محبت دی ہے اس کا قرض تم پر واجب ہے۔ اپنے وطن کو نظر انداز مت کرو۔ اس وطن میں تمہارے ساتھ کوئی برا سلوک نہیں کیا۔ بلکہ تمہیں تمہاری حیثیتوں سے کہیں اونچا بلند کر دیا۔ اسے نظر انداز کر کے اپنے مفادات کے لئے دوڑ جانا وطن سے غداری ہے۔ میں ریٹا داراب روٹی والا کے مسئلے سے مکمل طور پر نمٹنے کے بعد ہی کوئی دوسرا قدم اٹھا سکتا ہوں۔ سوری نادیرہ اور مٹھل شاہ ابھی میں تم دونوں پر کوئی توجہ نہیں دے سکتا۔



NADEEM

”جس بے تکلفی سے آپ نے میرا نام لے دیا۔ میڈم اس کے بعد بھلا اور کون سی بے تکلفی باقی رہ جاتی ہے۔“ وہ اس پڑی اس نے کہا۔

”میں نے بڑا لطف لیا تھا اس بات سے کہ تم جو اپنے آپ کو ایک ملک سے چھپا رہے ہوئے ہو میرا خیال ہے میں نے اس لفظ میں ساری وسعتیں سمیٹ لی ہیں۔ تو میں کہہ رہی تھی کہ تم جو اپنے آپ کو ملک سے چھپائے ہوئے ہو اور اس میں رہنے والے بہترین دماغوں کو اپنے جال میں جکڑے ہوئے ہو کیا سوچ رہے ہو گے کہ ایک اجنبی عورت نے تمہیں یہ کہہ کر پکارا۔“ میں نے مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھا اور پھر آہستہ سے کہا۔

”میں نے صرف ایک بات سوچی مس ریٹا داراب۔“

”کیا؟“

”یہی کہ آپ ریٹا داراب نہیں ہیں۔“ اس نے ایک لمحے کے لئے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر آہستہ سے ہنس پڑی۔

”بالکل درست سوچا اور ایک ذہین آدمی کو ایسے ہی سوچنا چاہیے۔ ویسے کیا آپ یہ بتا سکیں گے مائی ڈیئر مسٹر دانش منصور کہ جب آپ نے یہ سوچا کہ میں ریٹا داراب نہیں ہوں تو یہ بھی بتا سکیں گے کہ آپ نے پھر میرے بارے میں کیا سوچا۔“

”میں آپ کو آپ کے اصل نام سے جاننے کا خواہشمند ہوں۔“

”آپ نے اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے مجھ سے ملنے سے پہلے یہ کیوں نہ جانتا چاہا کہ میں کون ہو سکتی ہوں۔“

”میں اگر آپ کو یہ بتا دوں کہ میں آپ کے بارے میں کیا کیا جان چکا ہوں اور کیا جانتا چاہتا ہوں تو ہو سکتا ہے آپ اپنے منصوبے پر عمل ترک کر دیں جس کے لئے آپ مجھے استعمال کرنا چاہتی ہیں۔“ میرے ان الفاظ پر اس کے چہرے پر ایک لمحے کے لئے سنجیدگی کے آثار پھیل گئے اور پھر تھوڑی دیر کے بعد اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

”اب میرے لئے بہت ضروری ہو گیا ہے کہ میں ان الفاظ کا مطلب جان لوں۔“

”یعنی۔“

”بھی دیکھو ہوا میں تیر چلانا یا اندھیرے میں تیر پھینکنا ایک الگ بات ہے کہیں نہ

کہیں جا کر لگ ہی جاتا ہے۔ لیکن اگر تم جیسی شخصیت ایسی کسی بات کا اظہار کرے تو اس کا مفہوم بھی واضح ہونا چاہیے ورنہ شخصیتیں ہلکی پڑ جاتی ہیں۔“

”تو پھر ٹھیک ہے آپ کو فیصلہ کرنے میں آسانی ہوگی۔ کہ آپ مجھ سے کس حد تک متعلق رہ سکتی ہیں۔ میں یہ بتانے میں عار نہیں محسوس کرتا مسز ریٹا داراب کہ آپ کارروائیوں میں مصروف ہیں۔“

”یعنی۔“

”رام بھروسے۔ جیک این۔ جیسے لوگ اگر آپ کے ساتھ شریک ہوں تو پھر ظاہر ہے ان کارروائیوں کا مفہوم سمجھ میں آسکتا ہے۔“ میں نے بہت سوچ سمجھ کر اس پر یہ وار کر دیا تھا۔ معاملہ ہی دوسرا ہو گیا تھا۔ اور اب ظاہر ہے اپنے آپ کو اس کا ہم پلہ نہ ظاہر کیا جاتا تو اس کے قدم آگے نہیں بڑھ سکتے تھے۔ میری ان باتوں کا اس پر جو اثر ہوا وہ میرے لئے انتہائی اطمینان بخش تھا۔ وہ تمہرا کر رہ گئی تھی۔ اس نے دونوں ہاتھ میز کی سطح پر رکھ لیے۔ شانے اچکا لیے چہرہ تھوڑا سا آگے بڑھایا اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھتی رہی۔ پھر سر سراتے ہوئے لمبے میں بولی۔

”تم رام بھروسے اور جیک این وغیرہ کو کیسے جانتے ہو؟“ میں نے ہلکا سا قہقہہ لگایا اور آہستہ سے کہا۔

”جس طرح آپ ایرس کو جانتی ہیں۔“ وہ بدستور مجھے اسی انداز میں دیکھتی رہی۔ میرے اس جواب پر اس کے انداز میں کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوئی تھی۔ اس نے پھر آہستہ سے کہا۔

”نہیں یہ بہت خوفناک بات ہے مگر اتنی نہیں جتنی کہ میں نے تمہیں ایرس کہہ کر مخاطب کیا۔“

”یہ آپ کی اپنی سوچ ہے میڈم۔ اگر آپ نے مجھے ایرس کہہ کر مخاطب کیا تو میری اپنی ذہنی کیفیت کا کیا اندازہ تھا۔ آپ اس کے بارے میں ایسے کہہ سکتی ہیں۔“

”لیکن وہ بالکل مختلف بات تھی۔ میں نے تو اپنے مخصوص ذرائع سے یہ معلوم کیا تھا کہ تم ایرس ہو۔ لیکن تم نے مجھ سے اچانک ملاقات کے بعد یہاں اس ملک میں میرا مطلب ہے رام بھروسے ادھو۔ اس کا مطلب ہے کہ تمہارا تعلق ان میں سے بھی کسی

ہیں۔“

”آپ بہت زیادہ پریشان ہو گئی ہیں حالانکہ جب آپ نے مجھے ایرس کہہ کر مخاطب کیا تو میں نے تو اس پر اتنی پریشانی کا مظاہرہ نہیں کیا۔“

”بس کیا کہوں۔ عورت کی فطرت میں ہی کمزوری ہے ورنہ میں اتنی کمزور نہیں ہوں۔“

”آپ اب بھی اتنی کمزور نہیں ہیں صرف بہت زیادہ جذباتی ہو گئی ہیں۔“

”بناؤ گے نہیں کہ میرے بارے میں کیسے معلوم ہوسکا۔“

”نہیں۔ یہ میرا بالکل ذاتی معاملہ ہے اور انتہائی معذرت چاہتا ہوں اس میں آپ کو شریک نہیں کروں گا۔“ اس کے چہرے پر کسی قدر سختی کے آثار پیدا ہو گئے۔ پھر اس نے کہا۔

”گویا اس کا مطلب ہے کہ تم ذاتی طور پر مجھ سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتے۔“ میں ہنس پڑا تھا میں نے آہستہ سے کہا۔

”کیا ذاتی دلچسپیاں صرف دو ملاقاتوں میں اجاگر ہو جاتی ہیں میڈم ایری کینس۔“

اس نے پھر خالی گلاسوں کی جانب دیکھا اور پھر خود پیچھے ہٹ کر ہیل بجادی۔ لیکن اس بار اس نے پانی نہیں کافی طلب کی تھی۔ میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا وہ چوہے بلی کا کھیل کھیل رہی تھی اور اس کھیل میں اپنے آپ کو بلی سمجھ رہی تھی۔ لیکن اب اس کی کیفیت چوہے سے بھی بدتر ہو گئی تھی۔ اس نے گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے کہا۔

”میں نے سوچا تھا کہ تمہیں اس طرح متاثر کر کے لطف اندوز ہوں گی لیکن تم نے ثابت کر دیا ہے کہ.....“ اور خیر میں اس بات کو مانتی ہوں کہ روز آرگنائزیشن جیسا ادارہ جس کام کے لئے ایک شخصیت کو منتخب کرتا ہے اور ایک ایسے کام کے لئے جو معمولی کام نہیں ہے تو اس شخصیت کا بھی اس نے صحیح تعین ہی کیا ہو گا۔ اب تو میرے دل میں ایک خواہش بیدار ہو رہی ہے۔ وہ یہ کہ تمہارا اصل چہرہ دیکھوں ڈیئر ایرس تم اپنی اصل شکل میں کیسے ہو گے۔ میں ہنس پڑا میں نے آہستہ سے کہا۔

”اس کا مطلب ہے کہ روز آرگنائزیشن کی کارکردگی کے بارے میں آپ کو تفصیلات نہیں معلوم۔“

سے ہے۔ ہو سکتا ہے جیک این سے ہو۔ کیونکہ وہ امریکی ہے اور دنیا کے مختلف ممالک گھوم چکا ہے۔ لیکن یہ بھی قابل قیاس بات نہیں ہے جیک این کچھ بھی ہے وہ تمہیں بھلا یہ کیوں بتائے گا؟ نہیں ناممکن۔ میرا خیال غلط ہے اوہ میرے خدا۔ دیکھو مائی ڈیئر مسٹر ایرس تمہیں یہ بتانا ہو گا کہ رام بھروسے..... جیک این اور.....“

”ہاں اور باقی اس تیسرے آدمی کا تذکرہ بھی میں کروں جو مقامی باشندہ ہے اور اس چوتھے کا بھی جو ماربل ہاؤس میں اپنی بیوی اور بچے کے ساتھ رہتا ہے۔“ رینا داراب جلدی سے پیچھے ہٹی اور کرسی کی پست سے ٹک گئی پھر اس نے آنکھیں کھول کر میز کی پر پانی کا گلاس تلاش کیا لیکن یہ گلاس خالی ہو چکا تھا۔ غالباً وہ پہلے بھی پانی پی چکی تھی۔ اس نے نڈھال لہجے میں کہا۔

”میرے لئے پانی منگواؤ۔ پلیز میرے لئے پانی منگواؤ۔“

”بہتر۔“ میں نے ویٹر کو گھنٹی بجا کر بلایا اور اس سے پانی لانے کے لئے کہا۔ اس وقت تک مکمل خاموشی طاری تھی۔ جب تک ویٹر پانی نہ لے آیا۔ اس نے پانی کا ایک گلاس اٹھا کر ہونٹوں سے لگایا پھر دو سہرا گلاس اور دونوں گلاس پی گئی۔ گلاس رکھنے کے بعد اس نے آنکھیں کھول کر مجھے دیکھا مدھم مدھم سے انداز میں مسکراتی پھر آہستہ سے بولی۔

”مسٹر ایرس تم بے پناہ صلاحیتوں والے مالک ہو لیکن مجھے اس کی امید نہیں تھی میں پورے خلوص سے یہ اعتراف کرتی ہوں کہ مجھے اس کی امید نہیں تھی۔ یہاں تم مجھے تھوڑا سا اپنے آپ سے ہلکا ثابت کر دیا ہے۔“

”یہ آپ کا خیال ہے؟“ میڈم داراب روٹی والا۔

”کیوں مجھے اس بیکار نام سے پکارتے ہو۔ میرا نام ایری کینس ہے۔ تم مجھے ایری کہہ سکتے ہو۔“

”بے حد شکریہ ڈیئر ایری۔“

”ہاں میرا نام ایری کینس ہے۔“ اس نے کہا۔

اب اس کا انداز خاصا تبدیل ہو چکا تھا۔ وہ بدستور پھٹی پھٹی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی پھر اس نے کہا۔

”آخر وہ کون سے ذرائع ہو سکتے ہیں جس سے تمہیں یہ معلومات حاصل ہوئی

”میڈم ایری کینس اب جبکہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ جس طرح آپ میری اصل سے واقف ہیں اسی طرح میں بھی آپ سے خاصی حد تک واقفیت حاصل کر چکا ہوں کیا آپ یہ بتانا پسند کریں گی کہ آپ کا مشن کیا ہے اور آپ کون ہیں۔“

”ہاں ڈیئر ایرس اب یہ بتانا بہت ضروری ہو گیا ہے۔ اور ویسے بھی تمہیں یہ سب کچھ بتانا تھا۔ لیکن کیا یہ جگہ اس کے لئے مناسب ہے۔“

”کوئی حرج بھی نہیں ہے۔“

”اگر تکلیف نہ ہو تو ایک نگاہ چاروں طرف ڈال لو بہتر رہے گا۔“

”ٹھیک ہے۔“ میں نے کہا اور اس کے بعد میں اپنی جگہ سے اٹھ کر باہر آ گیا۔ ادھر ادھر دیکھا اور پھر واپس جا کر بیٹھ گیا۔ ایر کینس عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ اس نے کہا۔

”میرا تعلق اسرائیل سے ہے۔“

”خوب۔“ میں نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلاتے ہوئے کہا اور اپنی اس جنبش میں میں اپنے چہرے کے وہ تاثرات چھپا گیا تھا جو یہ سن کر میرے دل سے چہرے تک پہنچے تھے۔ آنکھیں بھی اسی لئے بند کر لی تھیں کہ آنکھوں سے میری اس وحشت کا احساس نہ ہو سکے جو یہ الفاظ سن کر میرے دل میں پیدا ہوئی تھی۔ تو وہ اسرائیلی جاسوس ہے خوب خوب اندازہ تو پہلے ہی ہو رہا تھا۔ اب اس کی زبان سے اس کی تصدیق ہو گئی تھی اور اس نے بھی خلوص دل سے اس کا اعتراف کر لیا تھا۔

”اسرائیلی سیکرٹ سروس نے مجھے یہاں ایک اہم مشن پر بھیجا ہے اور میں خاصے دنوں سے اس پر کام کر رہی ہوں۔“

”کم از کم کتنے عرصے سے.....“ میں نے اپنے اعصاب کو مکمل طور پر قابو میں کرنے کے بعد کہا

”یوں تو مجھے یہاں گیارہ ماہ ہو گئے لیکن ابتداء صرف ان کوششوں کے حصول میں گزر گئے جو میں اپنا مقصد پانے کے لئے کر رہی تھی۔ میں نے اصلی طور سے کام تقریباً پانچ ماہ قبل شروع کیا ہے۔“

”گڈ۔ آپ کی جو ذمہ داریاں ہوں گی انہیں آپ بخوبی پورا کر رہی ہوں گی۔“

”مطلب۔“

”میرا اصل چہرہ اب یہی ہے۔“

”سمجھی نہیں۔“

”ہو سکتا ہے آپ کسی ایسے ادارے سے متعلق ہوں جو بے پناہ صلاحیتیں رکھتا ہو اور جس کے پاس جدید ترین ذرائع ہوں۔ ہو سکتا ہے آپ کے ادارے نے آپ کو طرح طرح سے تربیت دی ہو۔ لیکن یہ ذرا حیران کن بات ہے کہ آپ کو اس جدید طریقہ کار کے بارے میں معلوم نہیں ہے۔ جس کے ذریعے ایک انسانی شکل کو دوسری مختلف انسانی شکل کی حیثیت مستقل طور پر دی جاسکتی ہے۔ میرے چہرے کو ایک ایسے مشینی ذریعے سے تبدیل کیا گیا ہے جس سے شعاعیں خارج ہوتی ہیں اور اس کے کمپیوٹر میں ڈالا جائے والا چہرہ بالآخر اپنی شکل مستقل کر دیتا ہے اس کے لئے کچھ خدوخال کا مشابہت رکھنا بہت ضروری ہوتا ہے اور جو کی ہوتی ہے وہ اس مشین سے خارج ہونے والا اسپرے پاؤڈر پوری کر دیتا ہے۔ میرے چہرے پر تقریباً بیس آدمیوں نے کئی دن تک کام کیا ہے اور اس کے بعد مجھے یہ شکل دی گئی ہے۔“

”واقعی.....“ اس نے حیران انداز میں آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

”آپ چاہیں تو کوشش کر سکتی ہیں۔“

”اس کا مطلب ہے کہ تم تو دائمی طور پر دانش منصور بن گئے ہو۔“

”ہاں کم از کم اس وقت تک جب تک اصل دانش منصور پہنچ کر میری گردن

ناپ لے۔“

”گویا ابھی اصل دانش منصور کا وجود ہے۔“

”ہاں میڈم۔ میرے لئے اگر کوئی تشویش کی بات ہوتی ہے یا اگر کہیں مجھے احتیاط برتنا پڑتی ہے تو بس یہ وہی جگہ ہوتی ہے اور یہاں میں سوچتا ہوں کہ کہیں اصل دانش منصور میرے سامنے نہ آجائے۔“

”بہر حال میں تفصیلات میں نہیں جاؤں گی مجھے یہ تجسس بے شک ضرور ہے کہ روز آرگنائزیشن نے تمہارے سپرد کیا کیا ذمہ داریاں کی ہیں۔ لیکن چونکہ ان کا تعلق میری ذات سے نہیں ہے اس لئے میں اس بارے میں نہیں پوچھوں گی۔“

”ہاں کیوں نہیں۔ تھوڑا سا کام ہو چکا ہے مگر ابھی بہت کام باقی ہے۔ یوں سمجھ لو میں نے اپنے سو فیصد کام میں سے صرف تیس فیصد کام مکمل کیا ہے اور اس کے لئے بھی مجھے خاصی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ حالانکہ مجھے جو بریفنگ دی گئی تھی اس میں بہت سی ایسی باتیں بتائی گئی تھیں جو یہاں ممکن نہیں ہو سکیں۔“

”بہت سی ایسی باتیں ہیں ان کی تفصیل بتانا بے مقصد ہی ہے دراصل لوگ ایک دوسرے کے بارے میں غلط نظریات قائم کر لیتے ہیں۔ یہاں لوگ اتنے آسان ثابت نہیں ہوئے میرے لئے جس کے بارے میں مجھے بتایا گیا تھا میں ان تمام مشکلات کو تنہا ہی گزاری رہی ہوں۔ چونکہ میرے ساتھ جو لوگ ہیں وہ ان مشکلات پر قابو نہیں پاسکتے جو مجھے پیدا ہوئیں۔“

ایسا ہوا ہو گا۔

”خیر میں نے تمہیں بتایا کہ میں نے نہایت خلوص کے ساتھ تمہیں اپنے مقصد کے بارے میں بتا دیا ہے اور میں درحقیقت تم سے اس لئے متعارف ہوئی ہوں اور تمہیں خاص طور سے اس لئے اپنی قربت میں کھینچا ہے میں نے کہ میرے اس مقصد کے لئے تمہاری شخصیت بڑی کارآمد ہو سکتی ہے۔“ میں نے سرد نگاہوں سے اسے دیکھا۔ وہ کافی کئی پیالی اٹھا کر اس کے گھونٹ لینے لگی اور پھر اس نے میری پیالی کی طرف اشارہ کر کے کہا:

”کافی ٹھنڈی ہو رہی ہے۔“

”معذرت خواہ ہوں۔“

”کس بات سے.....؟“ وہ حیرت سے بولی۔

”یہ کافی میں نہیں پیوں گا۔“

”ارے کیوں؟“

”اس لئے کہ یہ کچھ لمحات تناگزار چکی ہے۔“ وہ نہ سمجھنے والے انداز میں مجھے دیکھنے لگی۔ میں نے کہا۔

”میرا مطلب ہے میں اٹھ کر باہر گیا تھا اور کافی کی یہ پیالی یہاں موجود تھی اور آپ

اس میں کوئی بھی کارروائی کر سکتی تھیں اور ہو سکتا ہے آپ نے مجھے اسی لئے باہر بھیجا ہو

کہ کافی میں کوئی آمیزش کر دی جائے۔“ ایک لمحے کے لیے اس کے چہرے پر ناگواری کے آثار پیدا ہوئی وہ مجھے گھورنے لگی لیکن پھر رفتہ رفتہ یہ آثار زائل ہو گئے اور اس نے شہری سانس لے کر کرسی کی پشت سے سر نکا دیا۔

”ایک اچھے سیکرٹ ایجنٹ کو اتنا ہی مستعد ہونا چاہیے اور آپ اپنی تربیت کے ان لمحات کو نہیں بھول سکی ہوں گی جب آپ سے یہ کہا گیا ہو گا کہ آپ کو کون کون سی باتوں سے محتاط رہنا ہے۔“

”خیر دوران تربیت مجھ سے بہت سی باتیں کہی گئی تھیں اور میں ان پر عمل کر کے آج تک محفوظ بھی رہی ہوں لیکن حقیقت یہ ہے کہ تم بہت شاندار شخصیت کے مالک ہو ایک ایک لمحہ مجھے یہ احساس دلا رہا ہے کہ میں اپنے سے کسی بڑی شخصیت سے مخاطب ہوں۔ حالانکہ سچ جانوں میں نے ہمیشہ اپنے آپ کو بہت برتر سمجھا ہے اور جس کے ساتھ بھی کام کیا ہے سب سے پہلے اس پر اپنی برتری ثابت کر دی ہے۔ لیکن بہت فراخ دل ہوں میں۔ اتنی فراخ دل شاید لوگ نہ ہوتے ہوں گے اگر کہیں میں متاثر ہو جاتی ہوں تو سب سے پہلے متاثر ہونے کا اعتراف کرتی ہوں اور میں تم سے بہت متاثر ہوئی ہوں مسٹر ایرس تم بلاشبہ چیتے کی طرح پھرتیلے اور لومڑی کی طرح ذہین ہو۔ تمہاری ذہانت بے مثال اور بے داغ ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کیا جاسکتا کہ میں نے تمہیں ایرس کہہ کر مخاطب کیا تو تم نے میرا پورا شجرہ نسب تلاش کر لیا۔ یہ معمولی بات نہیں ہوتی جبکہ تمہیں اس کے لئے زیادہ وقت بھی نہیں ملا اور سچی بات یہ ہے کہ میرے خیال میں اعصابی طور پر تمہیں بڑھال ہو جانا چاہیے تھا۔“

”ہم ایک دوسرے کی کافی تعریفیں کر چکے ہیں۔ اب آپ مجھے یہ بتائیے مس ایرس معاف کیجئے گا بار بار میرے منہ سے مس نکل جاتا ہے۔ تو میڈم ایرس کینس اب آپ مجھے یہ بتائیے کہ آپ مجھ سے کیا چاہتی ہیں۔“

”ہاں دراصل مسٹر ایرس یعنی دوسرے الفاظ میں مسٹر دانش منصور یہاں آپ کا تعلق ایسے سماجی حلقوں سے ہے جو میرے لئے انتہائی اہمیت کا حامل ہے اور اس حلقے میں چند افراد ایسے موجود ہیں جن تک میری رسائی نہیں ہو سکی۔ میرا مطلب سمجھ رہے ہیں نا آپ۔ ایسے لوگ جو میرے لئے کارآمد ہیں لیکن اپنی عمر یا اپنی فطرت کے مطابق مجھ سے

حالات میں اگر آپ میرا ساتھ دیتے ہیں تو میں سمجھتی ہوں کہ یہ بھی آپ کی ذمہ داریوں میں ایک اضافی حصہ ہے۔ لیکن کارآمد اور سب کے لئے قابل قبول۔“

”لیکن میڈم ایری اس کے لئے مجھے اپنے ادارے کی اجازت تو ضروری ہوگی۔“
 ”نہیں بالکل ضرورت نہیں ہے کیونکہ جیسا کہ میں بتا چکی ہوں کہ ہمارے کاروباری معاملات تقریباً ایک ہی جیسے ہیں۔ ہمارے سیکشن بے شک الگ الگ ہیں۔ مگر مقاصد یکساں تھیں ادارے سے اجازت لینے کے بجائے خود اعتمادی سے کام کرنا چاہیے اور اس کے جواب میں میں بھی دنیا کے کسی بھی ملک میں تمہارے کام آسکتی ہوں یہ پوچھے بغیر کہ میں تمہارے لئے کیا کام کر رہی ہوں۔ سمجھ رہے ہو نا یہ ایک ذاتی مسئلہ بھی ہو جاتا ہے اور اگر کچھ کارروائیوں سے گزر لیا جائے تو پھر ایک طرح سے وہ مسئلہ جس کے لئے میں اور تم کام کر رہے ہیں۔“

”میں چند لمحات پر خیال انداز میں گردن جھکائے سوچتا رہا۔ پھر میں نے اہستہ سے کہا۔“

”ٹھیک ہے میڈم ایری کینس مجھے آپ کی مدد کرنا منظور ہے۔“
 ”اب چاہو تو یہ کافی پی لویا پھر دوسری کافی منگوا لو اس میں کچھ نہیں ہے میں تو تم سے دوستوں کے انداز میں ملی ہوں اور یقینی طور پر تمہاری دوست ہوں۔“

”ٹھیک ہے میں یہی کافی پی لیتا ہوں۔ صرف دوستی کے نام پر۔“
 ”صرف دوستی کے نام پر ہی نہیں بلکہ اس اعتماد کے نام پر بھی جواب میرے اور تمہارے درمیان قائم ہو گیا ہے۔“ میں نے ٹھنڈی کافی حلق سے اتار لی اور اس کے بعد ایری کینس نے کہا۔

”تو پھر بتاؤ اب کیا ارادہ ہے۔ کیا کر رہے ہیں ہم لوگ میں تمہیں ان لوگوں کے نام فراہم کرنا چاہتی ہوں تمہیں اپنے دوسرے معاملات سے روشناس کرانا چاہتی ہوں اور اس کے لئے مجھے کیا کرنا چاہیے۔“

”میں آپ کی مدد کرنے کے لئے تیار ہوں۔ بلکہ یوں سمجھ لیجئے کہ آپ کے ساتھ کام کرنے پر تیار ہوں۔ باقی فیصلے آپ کو کرنے ہیں کہ میں کس انداز میں کام شروع کروں۔“ وہ ہنس کر بولی۔

بے تکلف نہیں ہو پاتے اور میں ان پر اپنا اثر قائم کرنے میں ناکام رہی۔ لیکن مالی ڈیئر دانش منظور میں اب تمہیں دانش منظور ہی کہوں گی کیونکہ تمہاری اصل حیثیت اس کام میں شامل ہو جاتی ہے۔ تو مالی ڈیئر دانش منظور تم ان لوگوں سے کاروباری طور پر سماجی طور پر اور اپنی مقامی شخصیت کی بنیاد پر بے تکلف بھی ہو سکتے ہو۔ ان سے قربتیں بھی اختیار کر سکتے ہو اور اگر تم اس کام پر آمادہ ہو جاؤ تو پھر تمہارے ذریعے میں ان سے اپنا کام نکال سکتی ہوں۔ یہ ہے میرا منصوبہ جس کے لئے میں تمہاری مدد کی خواہشمند ہوں۔“

”آپ جانتی ہیں ایری کہ میں روز آرگنائزیشن کا نمائندہ ہوں اور یہاں صرف اس کے مقاصد کے لئے کام کرتا ہوں۔ کیا یہ سب کچھ میرے ان مقاصد سے دور نہیں ہوتا جاتا۔ کیا اس کے لئے مجھ سے جواب طلبی نہیں کی جاسکتی۔“

”دو باتیں ہیں۔ اول تو یہ کہ اگر کوئی کسی کی دوستی اختیار کر لیتا ہے تو دوست کے کام آنا بری بات نہیں ہے اور اس پر ذمہ داروں کو اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔ بلکہ چھوڑیے مالی ڈیئر مسٹر دانش منظور میں نے دوستی کو اولیت نہیں دی۔ لیکن آپ کا سمجھتے ہیں روز آرگنائزیشن میں جتنے ممبران کام کرتے ہیں یا اس کے سربراہان کیا وہ ہماری نسل کے نہیں ہیں۔ اگر آپ سروے کریں تو پھر سنٹ ہمارے ہم نسل روز آرگنائزیشن کے بڑے ممبران ہیں اور سربراہان میں بھی ہمارا ایسی حساب ہے۔ اس لحاظ سے کیا آپ اس بات کو تسلیم نہیں کریں گے کہ ہم سب ایک ہی زنجیر کی کڑیاں ہیں اور جو کچھ ہم کرتے ہیں وہ صرف روز آرگنائزیشن نامی ادارے کے لئے نہیں بلکہ حکومت اسرائیل کے لئے کارآمد ہے۔ اگر آپ کے پاس یہ اعداد و شمار نہیں ہیں تو میں آپ کو سہا کر سکتی ہوں۔ پورے اسی فیصد یقیناً پورے اسی فیصد۔ گویا روز آرگنائزیشن ہمارا اپنا ادارہ ہے۔ صرف میں فیصد بیرونی لوگ اس میں کام کر رہے ہیں اور ان اسی فیصد میں سے جو افراد روز آرگنائزیشن کے کارکنان یا سربراہان ہیں وہ سب نسلاً یہودی ہیں۔ چاہے وہ دنیا کے کسی بھی ملک میں پھیلے ہوئے ہوں آپ چاہیں تو اس کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔ اگر کوئی ایسا مسئلہ جس کا تعلق ایک اسرائیلی سیکرٹ ایجنٹ سے ہو تو روز آرگنائزیشن کے کسی ممبر کے ذریعے حل ہو جائے تو میں سمجھتی ہوں کہ یہ ایک اچھا ہی کام ہو گا اور روز آرگنائزیشن اسے سراہے گا۔ اس سے انحراف نہیں کرے گا۔ ان

لباس تبدیل کرنے کے بعد اس نے مسکراتے ہوئے مجھ سے کہا۔
 ”کیا خیال ہے پھر رات کا کھانا ساتھ ہی ہو جائے۔“
 ”اب تو یہ کرنا ہی پڑے گا۔“

”بالکل میں کہے دیتی ہوں اور اس دوران ہم بہت سی باتیں کئے لیتے ہیں۔ چونکہ میں بھی برق رفتاری سے کام کرنے کی عادی ہوں اس لئے میں کوئی گریز نہیں کروں گی کہ تمہید کے بغیر اصل مقصد واضح کر دیا جائے۔“
 ”بالکل۔ بالکل۔“

”بس تو پھر ایک منٹ کے لئے اجازت۔“ وہ ایک الماری کے قریب پہنچی اور اس میں کچھ کارروائیاں کرنے لگی۔

میں سادہ سی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ الماری سے اس نے ایک نہایت چھوٹا سا پروجیکٹر نکالا اور اس پر ایک مائیکرو فلم چڑھانے لگی۔ پھر بولی۔
 ”کانغز کسی بھی شکل میں ضائع ہو سکتے ہیں لیکن مائیکرو فلم مختلف طریقوں سے محفوظ کی جاسکتی ہے اب تک میں نے اور میرے ساتھیوں نے یہاں سے جن منصوبوں کی تفصیلات حاصل کی ہیں ان کی مائیکرو فلم تمہارے سامنے ہے۔ دیکھ لو۔“

مائیکرو فلم دیکھنے کا طریقہ بھی نہایت جدید تھا۔ اس کے لئے نہ کوئی اسکرین بنایا گیا تھا اور نہ اور کوئی کارروائی کی گئی تھی ایک سفید کانغز اس نے اپنے سامنے رکھا اور میں اس کے قریب بیٹھ گیا پھر اس نے پروجیکٹر آن کر دیا اور اس کے اندر موجود روشنی سفید کانغز پر پڑنے لگی۔ پھر اس نے ایک اور ٹن دبایا اور ہلکی سی سرسراہٹ کے ساتھ مائیکرو فلم چلنے لگی میں بغور سفید کانغز پر نظر آنے والی تحریروں اور نقشوں کو دیکھ رہا تھا اور میرے دل میں دھواں سا بھر گیا تھا۔ ہمارے بہت سے ایسے اہم صنعتی منصوبے جو آگے چل کر ہمارے لئے بڑے کارآمد ہو سکتے تھے اور جن کی بقاء پر ہمارے وطن کی ترقی کا انحصار تھا۔ وہ علاقے جہاں بے تیل کے کنوئیں برآمد ہوئے تھے اور مزید تیل برآمد ہونے کی امید تھی وہ کمپنیاں جو تیل کی برآمد کے سلسلے میں کام کر رہی تھیں معدنی گیس اور ایسے دوسرے ذخائر جو ہماری بقاء کے لئے بڑی اہمیت رکھتے تھے جن علاقوں میں پائے جاتے تھے ان علاقوں کی جغرافیائی کیفیت یہ ساری چیزیں اس مائیکرو فلم میں محفوظ کر لی گئی تھیں اور ان چیزوں

”تو پھر کیا خیال ہے آج کی شام کسی اور کے نام تو نہیں ہے۔“
 ”نہیں بالکل نہیں۔“

”تو تمہیں پھر میرے ساتھ چلنا ہوگا۔“
 ”کہاں۔ کیا مسٹر داراب روٹی دالا کی کوٹھی پر۔“
 ”نہیں۔ میں نے یہاں اور بھی کئی ٹھکانے بنارکھے ہیں۔“
 ”ٹھیک ہے میں تیار ہوں۔“

”اب سے دس منٹ کے بعد ہم اٹھ جائیں گے۔ چونکہ اب بیکار وقت ضائع کرنا مناسب نہیں ہوگا۔ تمہاری گاڑی میری کار کے پیچھے پیچھے آئے گی اور پھر ہم اپنی مطلوب جگہ پہنچ جائیں گے۔“
 میں نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا دی تھی یہ فیصلہ فوری طور پر کیا تھا اور میں سمجھا تھا کہ اس میں کوئی ایسی الجھن نہیں تھی۔ جو میرے لئے پریشان کن ہوتی۔ کچھ دیر کے بعد ہم سیرینو سے نکل آئے۔ اس نے اپنی کار اسٹارٹ کر کے پارکنگ لائٹ سے نکالی اور میں نے اس کے پیچھے پیچھے اپنی کار دوڑانا شروع کر دی۔ ذہن کو خالی چھوڑ دیا تھا اب اس بارے میں سوچنا بالکل بے مقصد ہی تھا۔ جو کچھ علم ہوا تھا بس اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا تھا اس وقت اپنے آپ کو مکمل طور پر تروتازہ رکھ کر اس کے مقاصد سے پوری دلچسپی کا اظہار کرنا چاہتا تھا۔ کار ایک فیشن ایبل علاقے میں داخل ہوئی بالکل نئی جگہ تھی اور وہیں ایک چھوٹے سے خوبصورت بنگلے میں ایری کینس مجھے لے گئی۔ بنگلے میں صرف چار ملازمین تھے۔ لیکن ایری کینس نے ان سے میرا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

”یہ دو افراد مقامی ہیں اور باقی دو میرے اپنے ہم وطن لیکن یہ چاروں ہمارے ساتھی ہیں۔ یوں سمجھ لیں مسٹر ایرس کہ یہ چاروں اس منصوبے پر کام کر رہے ہیں اور بہترین صلاحیتوں کے مالک ہیں۔ میں نے بہت زیادہ بھیڑ اپنے پیچھے نہیں لگائی۔ کیونکہ اس سے مشکلات پیدا ہوتی ہیں۔ میرے ساتھ آئیے۔“

وہ مجھے بنگلے کی اوپری منزل میں لے گئی جہاں اس نے ایک خوبصورت کمرہ ترتیب دے رکھا تھا۔ وہ مجھے کمرے میں چھوڑ کر لباس تبدیل کرنے چلی گئی۔

کو محفوظ کرنے کا مطلب تلاش کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اسرائیل کو جس قدر خطرہ تھا ہمارے اپنے وطن سے تھا۔ کسی اور ملک سے نہیں تھا عجیب و غریب پالیسیاں چل رہی تھیں بہت سے ممالک ملوث ہو گئے تھے۔ خصوصاً روس کے خاتمے کے بعد کچھ اور ایسی کارروائیوں کا آغاز ہوا تھا جنہیں تشویش کی نگاہوں سے دیکھا جا رہا تھا اور اب یہ ساری کارروائی ان مذموم مقاصد کی نشاندہی کرتی تھیں جو دشمن ہمارے لئے اپنے دل میں رکھتا ہے میرے بدن میں چنگاریاں سی بھڑکی تھیں لیکن اپنے آپ کو بہت زیادہ پرسکون رکھ کر میں یہ تمام چیزیں دیکھ رہا تھا۔ چند لمحات کے بعد اس نے پروٹیکٹر بند کر دیا اور کہنے لگی۔ ”یہ میری چھوٹی سی کاوش ہے اور میں نے اپنے وطن کے لئے یہ سب کچھ حاصل کیا ہے۔“

”اس کے پس پشت کیا ہے۔ میڈم ایری کینس۔“

”بھلا تم خود سوچو ایری کینس اس کے بارے میں ایک سیکرٹ ایجنٹ کو کیا معلومات ہو سکتی ہیں مجھے جو حکم دیا گیا ہے اس کی تعمیل کر ڈالی اور ویسے بھی ہمارے ذہن بہت زیادہ کارآمد نہیں ہوتے ان تمام معاملات میں کیونکہ یہ ہماری فیلڈ نہیں ہے۔ یہ تو وہی لوگ جانتے ہیں کہ جو کچھ وہ کر رہے ہیں اس کے پس پردہ کیا ہے اور نہ ہی مجھے اس سے ذاتی طور پر کبھی دلچسپی رہی۔ بہر حال ایک ایسا اہم مسئلہ ہے جس کے لئے میرے ذہن میں چار افراد ہیں۔ ان چار افراد میں سے کم از کم دو افراد اگر ہماری مدد پر آمادہ ہو جائیں تو ہمارا کام مکمل ہو سکتا ہے۔“

”میں سمجھا نہیں۔“

”یہاں کے ایسی راز ہمیں درکار ہیں۔ جو ایسی پلانٹ ان لوگوں نے لگایا ہے اس کے بارے میں صحیح تفصیل آج تک موصول نہیں ہو سکی اور اس سلسلے میں بڑی تشویش پائی جاتی ہے۔ ان لوگوں کی صلاحیتوں سے انکار نہیں کیا جاسکتا جو کام کرنے پر آتے ہیں اس انداز میں کر ڈالتے ہیں کہ مغربی قومیں حیران رہ جاتی ہیں جو نہیں کرتے اس میں بھی بے مثال ہیں کچھ بھی کر ڈالے اس سے مس نہیں ہوں گے۔ لیکن جو کرنے پر تلی جائیں تو پس یوں سمجھ لیں مسٹرایرس کہ اسے روکنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اس ایسی پلانٹ کے بارے میں طویل عرصے سے کشمکش پائی جاتی ہے۔ یہ لوگ شاید نقصانات اٹھا رہے

ہیں۔ مگر اپنے ایسی پلانٹ کو مکمل طور واضح کرنے پر تیار نہیں ہوتے۔ ہمیں اس کی تفصیلی رپورٹ درکار ہے اور جن لوگوں کا میں نے انتخاب کیا ہے وہ اپنے وطن سے فاصلے لوگ ہیں یہ لوگ کسی بھی طرح غیر نہیں ہو سکے۔ اس کا مجھے بخوبی اندازہ ہو گیا ہے اور اب یہ آپ کی صلاحیتوں پر منحصر ہے مسٹرایرس کہ آپ ان لوگوں کی زبان کیسے کھلاتے ہیں۔ بڑی ذہانت کی ضرورت ہے میں سمجھتی ہوں کہ یہ ایک مشکل اور طویل مسئلہ ہو گا لیکن کوئی خرچ نہیں ہے چاہے کتنا ہی وقت لگ جائے میں اپنا کام مکمل کر کے ہی واپس جاؤں گی اور سچی بات یہ ہے کہ داراب روٹی والا کا سارا میں نے اسی لئے پکڑا ہے کہ وہ خود بھی ایک جرائم پیشہ آدمی ہے۔ میرا مطلب ہے کاروباری امور میں وہ ایسے سیاہ سفید کرتا رہتا ہے جن میں سے اگر سیاہی منظر عام پر آجائے تو اس کا سفید ڈوب سکتا ہے میں نے آہستہ آہستہ اس کے ایسے راز اپنے قبضے میں کر لئے ہیں کہ اگر وہ کبھی مجھ سے باغی ہو تو میں اسے اس کی اصل تصویر دکھا کر ہوش میں لے آؤں۔ ویسے بھی ایک بہتر مقام حاصل کرنے کے لئے مجھے کسی ایسے ہی مضبوط سہارے کی ضرورت تھی۔“

”تو کیا داراب روٹی والا یہ بات نہیں جانتا کہ آپ کون ہیں؟“

”اگر جان لیتا تو پھر میرا فن ہی کیا رہتا۔ بس ایک الگ اور بالکل ہی بے مقصد کہانی ہے اس تک پہنچنے کی۔ مرد اگر کبھی عورت کے ہاتھوں شکار ہوتا ہے تو پھر اسی طرح ہوتا ہے اور میرا نام ایری کینس ہے۔ اس کے انداز میں فخر پیدا ہو گیا۔“ میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی اور کہا۔

”ہاں میڈم کینس آپ کے اندر یہ صلاحیتیں ہیں۔“

”اعتراف کرتے ہو۔“

”کیوں نہیں۔“

”بہت بہت شکریہ۔ تو اب یہ بتاؤ ڈیڑھ ایس کہ تم اس سلسلے میں کیا کر سکتے ہو ویسے جن چار شخصیتوں کا میں نے تمہیں حوالہ دیا ہے ان کی کچھ اور تفصیل تو درکار نہیں ہے تمہیں۔“

”تمہیں یہ سب میرے جانے پہچانے لوگ ہیں۔“

”اوہو۔ کیا ان سے تعارف ہے تمہارا۔“

”ہلکے پھلکے انداز میں۔ مقامی تقاریب میں عموماً انہیں مدعو کیا جاتا ہے اور یہ شرکت بھی کرتے ہیں۔ میں نے کبھی ان سے بہت زیادہ راہ و رسم بڑھانے کی کوشش نہیں کی۔“

”ٹھیک ہے سمجھ رہی ہوں کہ وقت لگے گا لیکن مجھے اس کی کوئی فکر نہیں ہے نہ ہی ہیڈ کوارٹر سے میرے لئے ایسی کوئی ہدایت ہے کہ اس مختصر وقت میں میں یہ کام کروں۔“

”آپ ایسا کیوں نہیں کرتیں میڈم کہ جو معلومات اب تک آپ نے اکٹھا کی ہیں انہیں منتقل کر دیجئے باقی جو کام آپ بعد میں کریں گی اس کی رپورٹ بعد میں دی جاسکتی ہے۔“

”بالکل نہیں یہ بھی میرے اصولوں کے خلاف ہے اور چونکہ مجھ سے اس کا مطالبہ نہیں کیا گیا ہے اس لئے میں ضرورتاً نہیں سمجھتی کوئی ایسی جلدی نہیں ہے میں اپنا کام مکمل کر کے ہی واپس جاؤں گی اب یہ سمجھ لیجئے کہ میرا اور آپ کا ایسا ساتھ ہے ہم لوگ درمیان سے ہٹ نہیں سکتے اگر روز آگے گٹارنیشن کی بات کرتے ہو تو تمہاری خواہش پر میں اس سے رابطہ قائم کر کے تمہارے لئے اجازت بھی حاصل کر سکتی ہوں۔“

”اب اس کی کیا ضرورت ہے؟“ میں نے مسکرا کر کہا۔
”ہاں ضرورت واقعی نہیں ہے چونکہ تم مجھ سے تعاون کر رہے ہو صرف تمہیں پرسکون کرنے کے لئے میں نے یہ بات کہی تھی۔“
”نہیں میں بالکل پرسکون ہوں۔“

”تو پھر آؤ اب تمام چیزوں کو رکھ کر ہم اس موضوع پر بات کر لیں کہ ان چاروں افراد میں سے کون تمہارے لئے زیادہ آسان ثابت ہو سکتا ہے۔“

میں نے گردن ہلا دی اس نے یہ تمام چیزیں واپس اسی الماری میں رکھ دیں یہ الماری مخصوص ساخت کی تھی اور میں اس کا گمراہ جائزہ لے رہا تھا کچھ دیر کے بعد وہ واپس پلٹی اور میرے نزدیک آ بیٹھی۔ وہ مجھ سے اس موضوع پر باتیں کرنے لگی اور میں پوری دلچسپی کے ساتھ پورے غور و خوض کے ساتھ ان لوگوں سے اپنی شناسائی اور اس کے بعد کے اقدامات پر اس سے گفتگو کرتا رہا۔ ایک لمحے کے لئے بھی میں نے یہ احساس

Scanned and Uploaded By Nadeem

اسے نہیں ہونے دیا کہ میں اس کی باتوں سے مخلص نہیں ہوں۔ پھر ہم کچھ نتیجوں پر پہنچ گئے اور اس کی نوک پلک پر غور کرنے لگے۔ پھر اسی وقت فرصت ہوئی جب ہمیں باہر سے کھانے کی اطلاع دی گئی۔

”میرا خیال ہے آج کا کام نہایت خوبصورتی سے ختم ہوا ہے اور میں اپنے آپ کو بھی اور تمہیں بھی اس سلسلے میں مبارکباد دیتی ہوں۔ ہمارے درمیان دوستی بہت ہی مضبوط رشتوں پر استوار ہوگی اور ہم ایک زمانے میں اس پر فخر کریں گے اور اب ڈائننگ ٹیبل تمہاری منتظر ہے۔“

میں اس کے ساتھ کمرے سے نکل آیا۔ کھانے سے فراغت حاصل کرنے کے بعد بھی ہم دونوں کے درمیان کافی دیر تک نشست رہی اس نے مجھے ایک انتہائی قیمتی اور جدید ٹرانسمیٹر دیتے ہوئے کہا۔

”ہماری اہم گفتگو ظاہر ہے ٹیلیفون پر نہیں ہو سکتی اس کے لئے یہ ٹرانسمیٹر موجود ہے میں جب بھی تم سے کوئی اہم بات کہنا چاہوں گی ٹرانسمیٹر پر کہوں گی اور تم بھی کسی بھی وقت مجھ سے رابطہ قائم کر سکتے ہو۔“

پھر میں نے اس سے واپسی کی اجازت طلب کی اور جب میری کار عمارت سے نکلی تو میرے ذہن میں ہادلوں جیسی گرج ہو رہی تھی۔ دماغ پر لاکھوں سوچوں نے یلغار کر دی تھی کیا عجیب و غریب صورت حال ہے۔ راستے بھر خاموش رہ کر اس سے ملاقات کے بارے میں سوچتا رہا اور نجانے کیا کیا تصورات ذہن میں جنم لیتے رہے۔ کوٹھی میں داخل ہوا اندر پہنچا تو سب سے پہلے بڑی نشست کے کمرے میں رشید ناگی کو دیکھا بیٹھا ہوا چائے پی رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر جلدی سے پیالی نیچے رکھ دی۔ رشید ناگی کا اس وقت یہاں موجود ہونا میرے لئے بڑا سکون بخش تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی میرے ذہن میں ایک اور تصور بھی پیدا ہوا تھا اور میں چونک کر اپنی جیبیں ٹٹولنے لگا تھا۔ رشید ناگی بے اختیار مسکرا دیا۔
”چیف بے جا مداخلت کے لئے معافی چاہتا ہوں۔ اس وقت یہاں میری موجودگی آپ کو ناگوار تو نہیں گزری۔“

”پہلے ایک بات کا جواب دو مجھے۔“ میں نے مسکراتے ہوئے اس سے کہا۔
”جی چیف۔“

ہاتھ ضرور کار فرما ہوا ہے۔ میں روز آرگنائزیشن کے بارے میں خصوصی طور پر نہیں کہہ رہا وہ تو بین الاقوامی ادارہ ہے اور دنیا بھر کے ملکوں میں اپنی صنعتی اجارہ داری قائم کرنے میں مصروف ہے اور سرمائے کو اپنے کنٹرول میں رکھنا چاہتا ہے اب تمہیں اس کے بارے میں مزید تفصیل بتانے کی تو ضرورت نہیں ہے تمہیں علم ہے کہ اس کے مقاصد کیا ہیں لیکن یہ بھی ایک ہلکا پھلکا سا انکشاف ہے اس سلسلے میں ان کے رابطے بھی ہیں۔ جس پر ایک بالکل غیر متعلق عورت جو بے شک اسرائیلی سیکرٹ سروسز کی نمائندہ ہے لیکن روز آرگنائزیشن کے ایسے اہم ترین راز بھی اس کے پاس موجود ہیں جیسے میری شخصیت۔

”بہت بڑی بات ہے۔ میرے ذہن میں بھی یہ خیال آیا تھا یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ اچانک ہی ایک مبہم سی آواز ابھری۔ رشید ناگی نے جلدی سے جیب میں رکھا ہوا ایک ٹرانسمیٹر نکال لیا ماچس کی ڈبیہ کے برابر اس ٹرانسمیٹر کا آپریٹر باہر نکال کر اس نے اس کا بٹن آن کر دیا اور فوراً ہی اس سے ایک آواز ابھرنے لگی۔“

”نور کالنگ نور کالنگ.....“

”ہاں کھو رشید ناگیٹ“

”سر مسٹر دانش منصور کا تعاقب کیا گیا ہے وہ شخص ایک موٹر سائیکل پر موجود ہے مقامی آدمی ہے اس نے موٹر سائیکل اس عمارت سے کافی فاصلے پر گلی میں کھڑی کر دی ہے اور اب خود وہاں سے ہٹ کر ایک ایسی جگہ آ بیٹھا ہے جہاں اس پر کسی کی نظر نہیں پڑ سکتی۔ وہ سگریٹ پی رہا ہے اور اس کے ہاتھ میں دو رہین موجود ہے۔“

”چلا کہاں سے ہے۔؟“

”جہاں سے مسٹر دانش منصور چلے تھے۔“

اوکے میرے خیال میں اب تم اس پر سے ہٹ جاؤ۔ تمہاری ضرورت نہیں ہے۔

”میرے لیے کیا حکم ہے چیف۔“

”آرام کرو۔“ رشید ناگی نے جواب دیا۔

”اوکے۔“ دوسری طرف سے جواب ملا میں دلچسپ نظروں سے رشید ناگی کی یہ

کارروائی دیکھ رہا تھا جب ٹرانسمیٹر بند ہو گیا تو میں نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

”میرا آدمی ہے۔ آپ کی نگرانی پر مامور تھا آپ کے تعاقب کا ذکر کیا ہے اس نے۔“

”اوہو اس کا مطلب ہے تعاقب کرنے والا.....“

یقیناً ایری کینس ہی کا آدمی ہو گا رشید ناگی سے گفتگو کا سلسلے درمیان میں رک گیا تھا کچھ دیر کے بعد اس نے کہا۔

”تو پھر چیف کوئی ایسا موثر منصوبہ ویسے میرے خیال میں اس سلسلے میں ہمیں بہت زیادہ جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے ورنہ خطرناک حالات پیدا ہو جائیں گے۔ بس اتنا کافی ہے کہ آپ کے اور اس کے درمیان یہ معاہدہ ہو گیا ہے لیکن چیف کیا آپ ان لوگوں کے شناسا ہیں میرا مطلب ہے جس کی نشاندہی اس نے کی ہے۔“

”واقعی نہیں ہوں لیکن مجھے ان کے سلسلے میں اب موثر طریقے سے کام کرنا ہو گا بلکہ عارضی طور پر ایری کینس کو مطمئن کرنے کے لیے مجھے ان تک پہنچنا ضروری ہو جاتا ہے تاکہ وہ سمجھ لے کہ میں نے اپنے کام کا آغاز کر دیا ہے۔“

”بالکل درست ہے۔“

”اس سلسلے میں اور کوئی بات رشید ناگی۔“

”نہیں چیف آپ کی ہدایت کا منتظر ہوں ایک منٹ ایک بار پھر سیٹی کی آواز ابھری تھی اور رشید ناگی نے پھر وہی ٹرانسمیٹر نکال لیا تھا ٹرانسمیٹر پر اطلاع دی گئی کہ مسز داراب روٹی والا اپنی کونٹری پہنچ چکی ہے اور اب وہاں آرام کرنے چلی گئی ہے کیونکہ کونٹری کی روشنیاں بجھ گئیں ہیں۔“

”اس کے باوجود تمہیں وہاں رہنا ہو گا۔“

”ہاں چیف دو آدمیوں کی ڈیوٹی لگا دی گئی ہے ہم لوگ واپس جا رہے ہیں۔“

”اوکے۔“ رشید ناگی نے کہا اور سلسلہ پھر منقطع ہو گیا میں چند لمحات سوچتا رہا پھر میں نے کہا۔

”ہاں رشید ناگی اب میں تمہیں ایک اور اہم سلسلے میں کچھ بتانا چاہتا ہوں۔“ رشید ناگی نے چونک کر مجھے دیکھا اور بولا۔

”یقیناً اس موضوع سے ہٹ کر کوئی بات ہے چیف۔“

”سو فیصد۔ چیف لیکن ہم اس سلسلے میں کچھ اور کارروائی تو کر سکتے ہیں۔“

१८-१९

میں نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر رشید کو دیکھنے لگا پھر میں نے کہا۔

”کیا یہ مناسب ہوگا۔“

”میری رائے اس سے مختلف ہے۔“

“جی-۴”

”اگر کسی کو بھیجنا ہی چاہتے ہو تو بالکل غیر متعلق افراد کی حیثیت سے بھیج دو اور وہ لوگ وہاں جبری کوس اسپتال میں معلومات حاصل کر کے تمہیں اطلاع دیں کہ ہمارا اندازہ

”یہ بھی ایک عمدہ طریقہ ہے اور میرے ذہن میں اس کے لیے فوراً ہی ایک دو کردار آتے ہیں۔“

”کردار آتے ہیں۔“

”کون۔“

”دونوں میاں بیوی ہیں۔ تعلیم یافتہ ہیں۔ شوہر کا نام فراز ہے لڑکی کا نام نسیم۔ دونوں ہمارے لیے کام کرتے ہیں فراز ذہین اور اعلیٰ تعلیم یافتہ ہے۔ کئی زبانوں کے ماہر۔

انتہائی قابل اعتماد۔ اس سلسلے میں نہایت موزوں۔“

”یقیناً“ ان کی روانگی کا بندوبست فوری طور پر کر دیا جائے گا۔“

”تو پھر تمام تفصیلات سمجھانے کے بعد انہیں روانہ کر دو۔ میرے خیال میں یہ بہت مناسب طریقہ کار رہے گا۔ اگر کہیں کسی مرحلے پر انہیں تادیر سے ملاقات کی ضرورت

ایسا طریقہ کار اختیار کیا جاسکتا ہے جس سے نادرہ کو میرا پیغام بھی مل جائے۔“

۴۴

”خیریت تو ہے لیکن انکشاف بہت سستی خیز ہو گا خود تمہارے لیے بھی میری آرزو ہے یہ لفافہ اٹھا کر لایا ہوں ذرا اس پر ایک نظر ڈال لو۔“ میں نے لفافہ ریشہ تاگر کر

”ہاں میں نے بھی یہی اندازہ لگایا ہے۔“

”مٹھل شاہ صاحب..... مٹھل شاہ صاحب زندہ ہیں یقیناً“ چیف وہ زندہ ہیں اور آپ کا کیا خیال ہے اس میں کوئی فریب محسوس ہوتا ہے آپ کو۔“

”جو کچھ تم پڑھ چکے ہو ناگی اسے پڑھنے کے بعد تم نے بھی اپنے ذہن میں کوئی اندازہ قائم کیا ہو گا۔ کیا یہ کوئی پر فریب بات لگتی ہے۔“

”نہیں بالکل نہیں لگتی۔ کیونکہ اس میں جو خفیہ تذکرے کیے گئے ہیں وہ کم از کم کسی اور کے علم میں نہیں آسکتے۔“

”چیف بات واقعی بہت زیادہ سنسنی

”جیف بات واقعی بہت زیادہ سنسنی خیز ہے تو پھر آپ۔ مگر جیف آپ کو یہ لفافہ۔“
آج ہی ملا ہے۔ لیکن رشید ناگی میں نے نہ سوچا کہ اس کا تعلق صرف میرے

سے ہے۔ اور اگر میں دوسرے کام چھوڑ کر اس بارے میں مصروف ہو جاتا ہوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ملکی مفادات کو نظر انداز کر کے میں نے صرف انفرادی فائدے کی تلاش کر لی ہے۔

سوچا۔ حالانکہ میں بھی اتنا بے تکب ہو گیا تھا۔ ایسی ہی بے چینی پیدا ہو گئی تھی مجھے جو اس وقت میں تمہارے چہرے پر دکھ رہا ہوا دیکھ کر فتنہ فتنہ کرنے لگا تھا کہ کیا

میں نے کہا کہ اس پر دیکھ رہا ہوں لیکن رفتہ رفتہ میں نے خود کو نارمل کر لیا۔ تم میٹری ہاٹ سے کس حد تک اتفاق کرتے ہو۔ میں یہ چاہتا ہوں۔ ”رشید ناگی نے

گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”آپ جیسا مناسب سمجھیں مگر یہ پیغام تحریری شکل میں ہو گا؟“

”تو پھر تمہارا کیا خیال ہے؟“

”ٹھیک ہے آپ بھی اسی قسم کی کوئی تحریر بنائیں جیسی وہاں سے ہمارے پاس بھیجی گئی ہے۔ لیکن اس کے لیے بہتر یہی ہو گا کہ اگر یہ لوگ نادرا صاحبہ کو یہ تحریر دینے کی ضرورت محسوس کریں گے تو دیں گے۔“ میں نے کہا۔

”ابتداء میں کچھ وقت یہ لوگ اس کی نگرانی میں صرف کریں گے۔ اور اس کے بعد صرف اسے مطمئن کرنے کے لیے وہ تحریر اس کے حوالے کر دیں گے۔“

”ٹھیک ہے تحریر کب دیں گے مجھے۔“

”کل کسی بھی وقت۔“

”تو پھر آپ کی اجازت سے میں یہ کام کر لوں۔“

”ہاں۔“

”دل تو یہ چاہتا ہے کہ میں خود وہاں پہنچ جاؤں مٹھل شاہ کے بارے میں بہت عرصے کے بعد معلوم ہوا ہے۔ اور میرا دل ان کے لیے جس قدر بے چین ہے میں الفاظ میں نہیں بیان کر سکتا۔“

”رشید جانتا ہوں۔ ہر دل میں ایک نہ ایک لگن ہوتی ہے۔ لیکن ہم اپنے لیے زندہ نہیں ہیں۔ ہم اپنے کسی جذبے کی تہکین کے لیے دوسرے اہم مسئلوں کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔“

”جی چیف۔“

”تو پھر تم یہ کام کر لو۔ اور کوئی ایسی اہم بات؟“

”نہیں چیف میرا خیال ہے اب کچھ نہیں رہ گیا۔“

”کہاں جاؤ گے۔“

”میں چار سو گیارہ جا رہا ہوں اور اس کے بعد دیکھوں گا کہ اس سلسلے میں مجھے مزید کیا کارروائی کرنی پڑتی ہے۔“ رشید ناگی کے جانے کے بعد میں نے گھڑی میں وقت دیکھا۔ بدن کچھ عجیب سی کہولت کا شکار تھا۔ سونے کو دل چاہ رہا تھا اور میں بستر پر پہنچ کر صرف سونے کی کوشش کرنے لگا۔ نجانے رات کے کون سے حصے میں نیند آئی لیکن صبح کو بہت

دیر تک سوتا رہا اور جب جاگا تو نیند واقعی بھر چکی تھی۔ اور طبیعت ہشاش بشاش تھی۔ ناشتے کے بعد گل شیر سے کافی دیر تک تبادلہ خیال ہوتا رہا۔ بہترین صلاحیتوں کا مالک تھا۔ اس کے بعد تقریباً پانچ دن کسی ایسے واقع کے بغیر گزرے جو قابل ذکر ہوتا اس دوران مسز داراب روٹی والا سے بھی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ البتہ صرف ایک بار اس نے ٹرانسپیر پر مجھ سے رابطہ قائم کیا تھا اور سرسری سی گفتگو کی تھی۔ چار سو گیارہ میں باقاعدہ ایک ڈیپارٹمنٹ کام کرتا تھا اور وہاں میرے لیے ہفتے وار رپورٹیں موجود ہوا کرتی تھیں۔ رشید ناگی نے اطلاع دی تھی کہ فراز اور نسیم کو سالونیکا روانہ کر دیا گیا ہے اور انہیں ہر طرح سے ہر معاملے سے روشناس کرا دیا گیا ہے ان کی طرف سے بہت جلد کوئی رپورٹ موصول ہونے والی ہے۔ گویا سارے معاملات بخیر و خوبی چل رہے تھے۔ چھٹے دن میں نے چار سو گیارہ میں اپنے مخصوص کمرے میں جا کر ان رپورٹوں کا جائزہ لیا۔ جو میری میز پر پہنچا دی جاتی تھیں۔ گل شیر اس وقت بھی میرے ساتھ تھا۔ میز پر بیٹھ کر میں نے رپورٹیں طلب کر لیں اس میں بہت سی تفصیلات تھیں۔ پہلی رپورٹ میں جمشید وارنا کے بارے میں مکمل تفصیلات تھیں۔ جمشید وارنا نے اپنا کام بڑی برق رفتاری سے شروع کر دیا تھا۔ اور شہر میں پولیٹری ریٹ گرتے جا رہے تھے۔ اس سلسلے سے متعلق افراد کو طلب کر کے میں نے ان سے معلومات حاصل کیں تو مجھے بتایا گیا۔

”سرچھوٹے کاروباری بہت پریشان ہو گئے تھے۔ پچھلے دنوں یعنی آج سے ایک ہفتے

پہلے ایک باقاعدہ میٹنگ ہوئی۔ ایسوسی ایشن کے صدر نے جمشید وارنا سے ملاقات کی اور جمشید وارنا نے اپنے طور پر ان سے گفتگو کرتے ہوئے انہیں بتایا کہ وہ پولیٹری ریٹ کم کرنے پر تیلے ہوئے ہیں اور اس سلسلے میں ان لوگوں کا تعاون بھی چاہتے ہیں۔ ان لوگوں نے اپنے مسائل کا ذکر کیا تو جمشید وارنا نے انہیں سستے داموں وہ پولیٹری فیڈ فراہم کرنے کی پیشکش کی جو وہ مہنگے داموں منگواتے ہیں۔ باقاعدہ پورا پروگرام ترتیب ہوا۔ اور اس کے بعد جمشید وارنا کا ان سے ایک معاہدہ ہو گیا۔ جمشید وارنا نے قومی بنیاد پر انہیں اس سلسلے میں مجبور کر دیا کہ وہ اپنے منافع کی شرح کم کر دیں۔ اور اس سلسلے میں جو بھی مسائل انہیں درپیش ہیں اس کے لیے مسٹر جمشید وارنا نے فوری طور پر انتظامات کر دیے ہیں کہ وہ کارخانے جو یہاں پولیٹری فیڈ تیار کر رہے ہیں سستی قیمت پر زیادہ سے زیادہ کام

شروع کر دیں اور پولیٹری فیڈ ان لوگوں کو فراہم کریں۔ دیگر اخراجات کے سلسلے میں بھی جھشید وارنہ انہیں مالی امداد کی پیشکش کی ہے اور یہ مسئلہ بخیر و خوبی حل ہو گیا ہے۔“

”دوسری رپورٹ رفیق احمد کے بارے میں تھی۔ رفیق احمد صاحب نے دو تین بار رابطہ قائم کیا تھا اور مجھے صورتحال بتانے کی کوشش کی تھی۔ ہوا یہ تھا کہ انہیں اپنے اس کاروبار میں نقصان ہو چکا تھا۔ دو کروڑ اسی لاکھ کا خسارہ پہچلے ہفتے کا تھا اور تین کروڑ کا اس ہفتے کا۔ رفیق احمد صاحب ایک طرح سے اپنے کاروبار میں بیٹھتے جا رہے تھے۔ حالانکہ میں نے رفیق احمد صاحب کو ٹیلیفون پر ہی یہ ہدایت کر دی تھی کہ جو کچھ ہو رہا ہے اس کے لیے وہ اپنے ادپر کوئی ذمہ داری محسوس نہ کریں۔ یہ سب باقاعدہ پروگرام کے تحت ہو رہا ہے۔“



NADEEM

Scanned and Uploaded By Nadeem

بہر طور انہوں نے اپنے قدموں کو بڑی مشکل سے جھایا تھا۔ یہ خسارہ ان کے لیے نقصان دہ ہوتا جا رہا تھا۔ چنانچہ میں نے فوری طور پر ان تمام رپورٹوں کو پڑھنے کے بعد رفیق احمد سے رابطہ قائم کیا اور کچھ دیر کے بعد اس کوشش میں کامیاب ہو گیا۔ دوسری طرف سے ان کی آواز سنائی دی۔

”رفیق احمد جاگیر دار۔“

”اوہو دانش صاحب بہت کوششیں کی ہیں آپ سے رابطے کے لیے لیکن۔“

”جی ہاں۔ مصروف تھا آج آپ کے بارے میں رپورٹ ملی تو آپ سے گفتگو کرنے پر مجبور ہو گیا۔“

”بہت برا ہو رہا ہے۔ دانش صاحب یوں سمجھ لیجئے ہمارے ہاتھ پاؤں باندھ کر ڈال دیے غزنوی صاحب نے۔“

”کیسی باتیں کرتے ہیں رفیق صاحب۔ غزنوی صاحب خود اپنے پیروں پر کلہاڑی نہیں بلکہ کلہاڑیاں مار رہے ہیں مارنے دیجئے آپ بالکل فکر نہ کریں۔“

”لیکن مارکیٹ میں ساکھ خراب ہوتی جا رہی ہے۔ اور میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ اب ہم اس ساکھ کو کیسے بحال کریں گے۔“

”آپ دیکھیں گے کہ یہ ساکھ کس طرح بحال ہوتی ہے۔“

”میں آپ سے کسی بھی قسم کی کوئی باز پرس نہیں کر سکتا۔ دانش منصور لیکن یہ خسارہ مجھے ذہنی طور پر پریشان کر رہا ہے۔“

”مگر میں آپ سے ملنا چاہتا تھا قمر و سیٹھ کوئی ایسا نمبر مجھے بتا دیجئے جس پر آپ سے بات کر سکیں۔“

”اپن کا نمبر بس دس ہے۔ وارنا سیٹھ اور دس نمبر پر تم کو کوئی ٹیلیفون کا کال نہیں ملے گا۔“

”بہر حال آپ نے جائزہ لے لیا ہو گا کہ میں نے اپنا کام کس طرح شروع کیا ہے۔“

”اے فس کلاس۔ ایک دم فرسٹ کلاس۔ اپن کو اگر اطمینان نہ ہوتا تو تیرے کو بات کرنا وارنا سیٹھ ابھی بالکل ایک دم فرسٹ کلاس جاتا پڑا۔“

”میں آپ سے بات کر کے یہ پوچھنا چاہتا تھا کہ قمر و سیٹھ میں جو کچھ کر رہا ہوں اس میں آپ کا کیا انٹرسٹ ہے۔ میرا مطلب ہے کچھ نہ کچھ تو آپ کے پاس بھی پہنچنا چاہیے۔“

”اپن کے پاس تم لوگ کا دعا پہنچنا پڑا وارنا سیٹھ جن کو اپنا زندگی کا مسائل حل کرنے میں تھوڑا بہت مدد ملا۔ ابھی یہ تو کچھ بھی نہیں ہے ابھی تیرے کو اگر رقم کا ضرورت ہو سیں گا تو اپن تیرے کو رقم دیں گا۔ کیا سمجھا۔“

”مگر اس کے بدلے قمر و سیٹھ کچھ تو.....“

”بولنا نہ یار تیرے کو ابھی اپن کو ان لوگ کا دعائیں کافی ہے کبھی ضرورت ہو گا تو تیرے سے مانگ لے گا۔ تیرے کو ضرورت ہو تو اپن سے مانگ لے۔“

”میں نے پولیسی ایسوسی ایشن سے گفتگو کی ہے اور پورے ملک میں چکن ریٹ گرانے کی بات کی ہے۔“

”اپن کو سب معلوم ہے تیرا کارروائی۔ تو اپنا کام چالو رکھ تیرے کو تو کوئی پریشانی نہیں ہے۔“

”میں کچھ لوگوں نے مجھ سے سرکشی کرنے کی کوشش کی تھی۔ وہ مجھ سے ملے تو میں نے انہیں صورتحال سمجھائی اور ان میں سے زیادہ لوگ مجھ سے اتفاق کر رہے ہیں۔“

”اپن بھی تیرے سے اتفاق کرنا پڑا۔ یار ابھی اپنا کام چالو رکھ۔ تیرے کو کوئی پریشانی ہو تو میرے کو بتانا پڑا۔“

”آپ کم از کم مجھے دوسرے تیسرے دن تو ٹیلی فون کر لیا کریں۔“

”اگر آپ کو مجھ پر اعتبار نہیں ہے تو پھر آپ جو دل چاہے کہہ سکتے ہیں۔“

”خدا نخواستہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔“

”تو پھر پورے اطمینان کے ساتھ اپنا کام جاری رکھیے۔ میں ہر چیز پر نگاہ رکھ رہا ہوں۔“

”کچھ ادائیگیاں کرنی ہیں اس کے لیے۔“

”ہاں ہاں۔ کتنی رقم درکار ہے۔“

”تقریباً ڈھائی کروڑ۔“

”کل تک آپ کے پاس پہنچ جائیں گے آپ بالکل مطمئن رہیں۔ میں ہدایت کیے دیتا ہوں۔“

”مگر یہ خسارہ کروڑوں تک پہنچ رہا ہے۔“

”کتنے تک پہنچ جائے گا؟ دس کروڑ۔ بیس کروڑ پچاس کروڑ یا اس سے بھی زیادہ۔“

”اے نہیں نہیں میرا خیال ہے کہ غزنوی صاحب کی اتنی پہنچ نہیں ہے۔“

”ان کی پہنچ مکمل ہو لینے دیجئے اور اس کے بعد ہم کام شروع کریں گے۔ آپ بالکل اطمینان کے ساتھ اپنے معاملات حل کر رہے ہیں۔ ساکھ خراب اس شکل میں نہ ہونے دیں کہ آپ کے اوپر قرض ہو جائے۔“

”ٹھیک ہے جیسا آپ پسند کریں۔“ ان سے رابطہ منقطع کرنے کے بعد میں نے انگلی سے گل شیر کو اشارہ کیا اور جب گل شیر قریب پہنچ گیا تو میں نے اس سے کہا۔

”قمر و سیٹھ کی حیثیت سے جمشید وارنا سے گفتگو کرو۔“ ٹیلیفون پر جمشید وارنا کو تلاش کرنا بھی زیادہ مشکل نہ ثابت ہوا۔ دوسری طرف سے اس کی آواز سنائی دی تو گل شیر نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

”اے وارنا سیٹھ۔ اپن قمر و سیٹھ بولتا ہے۔“ میں ٹیلیفون کے مخصوص انٹرومنٹ پر جمشید وارنا کی آواز سن رہا تھا۔

”اوہو قمر و سیٹھ کہاں غائب ہو گئے آپ۔“

”ابھی یار تیرا کام چالو ہو گیا تو اپن تیرے کو ڈسٹرب کائے کو کرتا۔“

”ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔ کر لے گا۔ تیرے بچہ لوگ کیسا ہے۔“

”خوش ہیں۔ اور قمر و سیٹھ آپ کو خلوص دل سے ایک بات بتا رہا ہوں۔“

”تو بتانی یار۔ دیری کائے کو کرتا۔“ گل شیر نے کہا۔

”جو سکون مجھے ان لمحات میں مل رہا پوری زندگی نہیں ملا تھا۔ آپ یقین کریں کہ وہ اضطراب میرے دل سے بالکل ختم ہو گیا ہے۔ جو ہمیشہ قائم رہتا تھا۔ بہت دولت ہے میرے پاس۔ بہت دولت ہے۔ اس کا صحیح مصرف اب دریافت ہوا ہے۔“

”ابھی یار تو بھی میرے کو دعا دے دے۔ بس میرا کام ہو جائیں گا۔“

”آپ جو کچھ بھی ہیں قمر و سیٹھ بہت عظیم آدمی ہیں بہت عظیم آدمی ہیں۔“ بہت عظیم آدمی ہیں۔“ جواب میں گل شیر ہنسنے لگا پھر بولا۔

”ارے پاپا کائے کو میرا مذاق اڑاتا پڑا یار بس تو اپنا کام چالو رکھ اپنا کام چالو رکھتا ہے۔“ یہ سلسلہ بھی منقطع ہو گیا۔ اور میں دوسرے معاملات پر غور کرنے لگا۔

رفیق احمد جاگیردار کے لیے رقم کی فراہمی کی ہدایت جاری کرنے کے بعد میں نے آخری کام غزنوی صاحب کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کا کیا۔ چونکہ رشید ناگ نے ہر شخص پر اپنا سیکشن مقرر کر دیا تھا۔ چنانچہ غزنوی صاحب کے بارے میں رپورٹیں طلب کرنے پر وہ رپورٹیں موصول ہو گئیں اور یہ ذرا خاصی گرم رپورٹیں تھیں۔

مثلاً یہ کہ غزنوی صاحب کے دو بیٹے عرفان غزنوی اور نعمان غزنوی ان سے علیحدہ ہو گئے تھے۔ کوٹھی میں شدید اختلاف چل گیا تھا اور بڑی افرا تفری پھیلی ہوئی تھی غزنوی صاحب پر دوسرے تیسرے دن کسی نہ کسی ملک کا دورہ کر رہے تھے۔ صبح کو جاتے رات کو واپس آ جاتے۔ رات کو جاتے تو صبح کو واپس آ جاتے۔ بڑی سرگرم زندگی گزار رہے تھے وہ اور

ادھر گھر میں ان نے مکمل طور پر علیحدگی اختیار کر رکھی تھی اور ان کے کسی کام میں شریک نہیں ہو رہے تھے۔ یہ بھی رپورٹیں ملیں کہ غزنوی صاحب نے اپنے وکیلوں کو اپنے بہت سے اثاثے بیچنے کی ہدایت کر دی ہے اور اس کے سلسلے میں اخباری اشتہارات بھی جاری ہو رہے ہیں۔ گویا غزنوی صاحب رفیق احمد جاگیردار کے پیچھے پڑ گئے تھے۔ اور

رفیق احمد صاحب کو ہر طرح سے ختم کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ میں نے خصوصی طور پر رفیق احمد جاگیردار کی حفاظت کے لیے بھی کچھ انتظامات کے احکامات جاری کیے۔ غرض یہ

ہنگامہ خیزیاں اس انداز میں مکمل ہوئیں اور اس کے بعد میں واپس اپنی کوٹھی آ گیا۔ کام بخیر و خوبی چل رہے تھے۔ اسی رات ایری کینس سے ٹرانسپیر گنگو ہوئی تو ہشاش بشاش تھی آواز ہی سے اندازہ ہوتا تھا۔

”میں جان بوجھ کر تم سے الگ ہوں ڈیئر ایرس ورنہ تم سے ملاقاتیں کرتے رہنے کو جی چاہتا ہے۔ سناؤ اس سلسلے میں کیا اقدامات کیے۔“

”اپنے طور پر میں نے بہت سے انتظامات کیے ہیں میرا خیال ہے اب میں ان لوگوں تک پہنچنے ہی والا ہوں۔“

”طریقہ کار کیا اختیار کیا ہے۔“

”کچھ ایسے لوگ جو حکومت کے اعلیٰ عہدیدار ہیں اور جن تک میری پہنچ ہے میں نے انہیں اپنے ہاں مدعو کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور انہی کے ذریعہ ان لوگوں کو بھی دعوت نامہ پہنچائے ہیں۔ یقینی طور پر وہ انہیں مجھ تک لانے میں کامیاب ہو جائیں گے اور اس کے بعد میرے ان سے روابط بڑھ جائیں گے۔“

”کیا کیا جائے اس سے مختصر اور کوئی طریقہ کار ہے بھی نہیں۔ میں اپنے طور پر بھی کوششیں کرتی رہیں ہوں۔ لیکن یہ لوگ چونکہ کسی نہ کسی طرح مجھ سے واقف ہو چکے ہیں میری شخصیت سے اس لئے اگر دوبارہ میں ان کے قریب پہنچوں گی تو ہمیں خطرات بھی پیش آسکتے ہیں۔ یہ اہم ذمہ داری میں نے تمہارے ہی سپرد کی ہے اور تمہیں پر نگاہیں جمائے بیٹھی ہوئی ہوں۔ یقیناً تمہیں اس سلسلے میں اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ کام کرنا ہو گا۔“

”اور میں یہ ذمہ داری پوری طرح قبول کر چکا ہوں۔ مجھے تو صرف یہ افسوس ہے کہ اس کو سرانجام دینے میں کچھ وقت صرف ہو گا۔“

”مجبوری بہر حال مجبوری ہے اور یہ بات دوسرے لوگ بھی جانتے ہیں‘ میرا مطلب کس سے ہے تم سمجھ رہے ہو گے۔ ویسے ایک آدھ بار مسٹر داراب سے بھی ملاقات کر لو۔ اگر انہیں یہ معلوم ہو گا کہ میرے تم سے روابط بڑھ رہے ہیں اور تم ان سے اجتناب کر رہے ہو تو وہ شک کا شکار ہو سکتے ہیں۔“

”ٹھیک ہے کسی وقت ایسا کر لوں گا۔“

”رئیس کورس میں آیا کرو ناں میں تو باقاعدگی سے جاتی ہوں۔“

”اب جو ذمہ داری تم نے میرے سپرد کر دی ہے لیکن اس کی تکمیل کے بعد ہی میں دوسری ذمہ داری کی طرف توجہ دے سکتا ہوں۔“

”میں تم پر ناز کرتی ہوں میرے دوست۔“ ایری کینس نے کہا اور میرے ہونٹوں پر معنی خیز مسکراہٹ پھیل گئی۔ درحقیقت شاہنواز سے اس سلسلے میں رابطہ کیا تھا اور اسے کچھ بتائے بغیر میں نے اس بات کا اظہار کر دیا تھا کہ ایک چھوٹی سی تقریب میں اس کی شمولیت چاہتا ہوں اور اس کے لیے میں ایک فرسٹ فراہم کردوں گا۔ شاہنواز نے یہ سوال کیا تھا۔ ہاں ایسی ہی بات ہے شاہنواز ہر سلسلے میں ہمارے لیے معاون ثابت ہوتا تھا۔ اسے یہ بھی اندازہ تھا کہ ہم ملکی معاملات سے پوری طرح مخلص ہیں چنانچہ وہ بے دھرمک ہماری خواہش کی تکمیل کر دیا کرتا تھا اور اسے اس عہدے پر پہنچانے میں ہم نے جن کاوشوں کا ثبوت دیا تھا اب ہمیں اس کا سلسلہ چل رہا تھا۔ بہر حال دعوت کے معاملے میں بھی میں آہستہ آہستہ اقدامات کر رہا تھا۔ ادھر ادھر کی رپورٹیں بھی حاصل ہو رہی تھیں رشید ناگی نے ایک بہت اہم رپورٹ دی۔“

”چیف..... داراب روٹی والا کو شاید اپنی بیوی پر کوئی شبہ ہو گیا ہے۔“ میں نے چونک کر پوچھا۔

”مطلب!“

”آپ کو اس بات کا علم ہے کہ ہمارا ایک آدمی اس کے پاس پہنچ چکا ہے۔“

”شاید تم نے مجھے نہیں بتایا۔“

”اتفاق ہے ذکر نہیں کیا ہو گا لطیف ساجد اس کے سکریٹری کی حیثیت سے کام کر رہا ہے اور اس نے اس طرح اپنے قدم وہاں جمائے ہیں کہ داراب روٹی والا اس پر مکمل اعتبار کرنے لگا ہے لطیف ساجد کی رپورٹ ہے کہ داراب روٹی والا ان دنوں بہت زیادہ پریشان نظر آتا ہے۔ اکثر تنہائیوں میں بیٹھا سوچتا رہتا ہے چونک کر خوفزدہ انداز میں ادھر ادھر دیکھنے لگا ہے۔ لطیف ساجد نے نہایت انکساری سے اس سے یہ سوال کیا تھا تو اس نے آہستہ سے کہا کہ وہ الجھنوں کا شکار ہے اور الجھن کا باعث اس کی بیوی ہے۔ لطیف ساجد اس سے زیادہ اور کوئی بات نہیں معلوم کر سکا۔ لیکن میں نے اسے ہدایات جاری کر

دی ہیں کہ داراب روٹی والا کو ٹٹولنے کی کوشش کرے۔“

”میرا خیال ہے مناسب وقت ہے۔ ویسے بھی ہم اپنے طور پر کامیابی کے قریب ہیں۔ میں اسے بہت زیادہ وقت نہیں دینا چاہتا۔“

”چیف کیا پروگرام ہے؟“

”ویسے تو یہ کوشش بھی کر سکتے تھے جس طرح ماریانہ جونز کو ہم نے دھوکا دے کر وہاں حملہ کرایا تھا۔ اور اپنی پوزیشن برقرار رکھی تھی۔ اسی طرح ایک حملہ اس جگہ بھی کر دیا جائے اور وہ مائیکرو فلمیں اپنے قبضے میں لے لی جائیں جہاں ایری کینس کے آدمی رہتے ہیں لیکن اگر وہی صورتحال دوبارہ ہوئی تو روز آرگنائزیشن والے یہ بات سوچنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ ایک ہی طریقے کے دو واقعات کیسے ہوئے اور جبکہ ایری کینس براہ راست روز آرگنائزیشن سے متعلق نہیں ہے لیکن جو صورتحال ہے وہ تمہارے علم میں ہے یعنی وہ متعلق بھی ہے اس لیے اس سے تو گریز کر رہا ہوں میں لیکن..... لیکن میرے خیال میں داراب روٹی والا کو اپنے قبضے میں لے لینا چاہیے۔ اور اس کے لیے اب قمر سیٹھ کی داراب روٹی والا سے ٹیلیفون پر ملاقات کرادی جائے۔“

”ٹھیک ہے چیف اس کے لئے کوئی طریقہ کار متعین کر لیا ہے۔“

”تم آ جاؤ تو یہ بھی کیے لیتے ہیں۔“

”لیکن ایسا نہ ہو کہ داراب روٹی والا اپنی بیوی سے رجوع کرے۔“ کوشش تو یہ

کی جائے گی کہ ایسا نہ ہو لیکن تم لطیف ساجد کو بھی ہوشیار کر دینا۔

”اوکے چیف۔“ رشید ناگی کی موجودگی ہی میں قمر سیٹھ کی حیثیت سے گل شیر نے

داراب روٹی والا کو مخاطب کیا گفتگو کرنے کا تمام تر اسکرپٹ تیار کر لیا گیا تھا۔ چنانچہ داراب

روٹی والا سے رابطہ قائم ہونے پر گل شیر نے کہا۔

”کون بولتا پڑا ہے؟“

”آپ کو کس سے بات کرنی ہے۔“ آواز داراب روٹی والا کی تھی۔

”تمہارے سے بات کرنی ہے داراب روٹی والا۔“

”میں ہی بول رہا ہوں تم کون ہو۔؟“

ہے۔ اپنی کام تھ سے ہے جو ہم بولے گا وہ تم کو کرنا پڑے گا۔ پہلے آج رات ٹھنڈے دل سے یہ باتیں سوچ پھر اگر یہ بات حکومت کو معلوم ہو جائے کہ تیری بیوی یہودی ملک کی ایجنٹ ہے تو تیرا کیا بنیں گا۔ اتنا بڑا دولت۔ اتنا بڑا روپیہ بیسا اتنا بڑا جائیداد تیرے کس کام آئے گا۔ تیرے کو صرف موت کی سزا ہوگی گا تو اس بات کا کوئی ثبوت نہیں پیش کر سکتا کہ تیرے کو اس سے کوئی واسطہ نہیں تھا اور تو اس کے کاموں میں شریک نہیں تھا۔ تیرے کو جو اپن بولتا وہ بالکل سچ ہے۔ اپن کے پاس ایسا ثبوت بھی موجود ہے جس سے یہ بات ثابت ہوتا ہے کہ تیرا بیوی ملک کے خلاف بہت سے کام کر چکا ہے اور بہت سے کام کرتا ہے۔ جب حکومت کو یہ بات معلوم ہو جائے گا تو وہ یہ بات بھول جائے گا ان کاموں کا نوعیت بہت خطرناک ہے اور اب سیٹھ تو سنے گا تو تیرا دل کا حرکت بند ہو جائے گا۔ حکومت تیرے کو کسی طور نہیں چھوڑے گی۔

”تو پھر مجھے بتاؤ مجھے کیا کرنا چاہیے؟“

”ابھی تو آرام سے یہ بات سوچ کہو اس سلسلے میں کیا کیا کر سکتا ہے۔ پھر اپن تیرے کو بتائیں گا کہ آگے تجھے کیا کرنا ہے۔“

”مگر اس دوران میری کیا حالت ہوگی؟“

”یہ اپن کچھ نہیں جانتا۔ ابھی تو خود کشی کرنا چاہتا ہے تو تیرا مرضی باپ۔ پر اپن ایک بات بولتا تیرے کو اس مصیبت سے اپن نکال لے گا۔“

”تو پھر قمر و سیٹھ مجھ سے بات کرو میں تیار ہوں میں تمہاری ہر بات ماننے کے لئے تیار ہوں۔“

”اے کیسا آدمی ہے یا تو نے اتنا دولت کیسے اکٹھا کر لیا اپن چار الفاظ ٹیلیفون پر بولا تو اتنا بڑا کام کے لئے تیار ہو گیا۔ سن داراب سیٹھ جو کام ہم تجھ سے لیں گا وہ معمولی کام نہیں ہوں گا اور اس کے بدلے میں تیرا گردن اس الزام سے بچے گا۔ کیا سمجھا تو۔“

”سمجھ رہا ہوں۔ مگر تم سے دوبارہ ملاقات کب ہوگی؟“

”ابھی ہم تیرے کو تلاش کرے گا تھوڑا ثبوت دیں گا تم کو۔ تو اپنے طور پر جو معلومات حاصل کر سکتا ہے اس کا تیرے کو کھلا کھلا آبادی ہے پر یہ سوچ کر کام کرنا کہ تیرا بیوی تیرا گردن بھی خلاص کر سکتا ہے۔“ داراب سیٹھ کی آواز پھر رک گئی تھی اور میرے

اشارے پر گل شیر نے ٹیلیفون کا سلسلہ منقطع کر دیا۔ رشید ناگی اور میں گل شیر کی گفتگو سے پوری طرح مطمئن تھے۔ اس نے وہی سب کچھ کہا تھا جو اس سے کہا گیا تھا۔ بعد میں ہم اس گفتگو پر بحث کرنے لگے۔ میں نے کہا۔

”ہن اتنا ہی کہا جاسکتا تھا اس سے چونکہ وہ خود بھی اپنی بیوی کی جانب سے کچھ مشکوک ہو گیا ہے۔ جیسا کہ رپورٹوں سے ظاہر ہے۔ اس طرح کم از کم ایک ایسی بات کسی اور زبان سے سن کر جواب تک اس کے خیال میں اسے ہی معلوم تھی اس کا جو حال ہو سکتا ہے وہی ہوا ہو گا۔ لیکن ہم اس سے اپنا مقصد اور اپنا موقف اتنی جلدی نہیں بیان کر سکتے تھے۔ یہ بہت جلد بازی ہو جاتی۔“ رشید ناگی نے کہا۔

”لیکن چیف جیسا کہ صورتحال سے ظاہر ہے کہ ایری کینس کا آزاد رہنا بے حد خطرناک ہو سکتا ہے وہ جیسی عورت ہے اس کے بارے میں ہمیں کسی خوش فہمی کا شکار نہیں رہنا چاہیے۔ ہو سکتا ہے وہ اور بھی کچھ معاملات میں ٹانگ اڑائے ہوئے ہو۔ جس کا علم ہمیں نہ ہو سکا ہو۔“

”ہاں مجھے اس کا احساس ہے۔“

”اس لئے میں کہہ رہا تھا کہ جس قدر جلد یہ کام ہو سکے بہتر ہے۔ اگر ہم جمشید داراب کی طرح داراب روٹی والا کے اثاثے واپس آنے کا انتظار کریں تو اس میں تو طویل عرصہ لگ سکتا ہے اور ہم اس عورت کو اتنی مہلت نہیں دے سکتے۔ کیونکہ اس وقت معاملہ براہ راست ہمارے ملکی مفادات کا ہے۔“ میں نے پر خیال انداز میں گردن ہلائی۔ رشید ناگی کی دلیل پر زور تھی۔ واقعی بات بالکل درست۔ چنانچہ میں نے کہا۔

”تو پھر ٹھیک ہے۔ اس سلسلے میں داراب روٹی والا کو اس طرح جکڑ لیا جائے کہ بعد میں وہ اپنی باتوں سے پھر نہ سکے۔ حالانکہ یہاں ذرا ایک مختلف مسئلہ ہے۔ وہ صرف اکیلا ہے۔ اس کی زندگی میں ایری کینس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ یہ بے پناہ سرمایہ اس کے اور کس کام آسکتا ہے۔ اس کا تو کوئی وسیع و عریض خاندان بھی نہیں ہے۔ ان حالات میں میرا خیال ہے وہ ہم سے تعاون ضرور کرے گا۔ تاہم میرا اندازہ ہے کہ رات بھر سوچنے سے اس کے حوصلے پست ہو جائیں گے اور اب اس سلسلے میں جب یہ فیصلہ کر ہی لیا گیا ہے تو میرا خیال ہے مسلسل کارروائیاں کر لی جائیں کل نہیں پرسوں میں اس دعوت

”تو پھر یہ رابطہ قائم رہیں گے۔“

”اوہو سعید خان۔“

”ظاہر ہے۔“

”چیف لیکن وہ جس قدر شاطر عورت ہے اس کے تحت ذرا سا خدشہ ہے مجھے۔“

سعید خان اسے مکمل طور پر ہینڈل نہیں کر سکے گا۔ بات کسی عام آدمی کی نہیں ہے۔“

”اس میں گنجائش ہے ناگی۔“

”کیا چیف؟“

”اس وقت سعید خان صرف میری حیثیت سے اس دعوت کی تقریب کے لئے

بھاگ دوڑ کرے گا اس سے پہلے میں اس سے گفتگو کر کے معذرت کر لوں گا۔“

”ہوں سمجھ رہا ہوں چیف کہ آپ داراب روٹی والا سے کیوں ملنا چاہتے ہیں۔“

بہر حال یہ بات بالکل درست ہے ایسا کر لیا جائے گا آپ رابطہ قائم کر لیجئے اور اس کے بعد

لیکن آپ اپنی اصل شکل میں تو اس سے نہیں مل سکیں گے۔“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ وہ مجھے جانتا ہے۔“

”تو پھر میک اپ۔“

”سو فیصد میک اپ۔“ میں نے کہا اور رشید ناگی پر خیال انداز میں گردن ہلانے

لگا۔ پھر اس نے کہا۔

”اوکے چیف۔ اوکے اچھا منصوبہ ہے۔“ بعد میں یہ نشست برخاست ہو گئی اور

میں نے اپنے طور پر داراب روٹی والا سے گفتگو کرنے کے لیے ایک طریقہ کار کا تعین

کر لیا اسی رات میں نے ٹرانسمیٹر پر ایری کینس سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی حالانکہ

وقت بہت گزر چکا تھا۔ لیکن مجھے حیرت ہوئی کہ ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوتے ہی اس

بے وہاں سے گفتگو شروع کر دی تھی۔

”میں جانتی ہوں کہ مجھے اس وقت مخاطب کرنے والا کون ہو سکتا ہے۔“

”لیکن میں خوفزدہ تھا کہ کہیں تم اپنے شوہر کی خلوت میں نہ ہو۔“ جواب میں ہنسی

کی آواز سنائی دی اور اس نے کہا۔

”وہ شراب کے کئی پیگٹ لے کر گہری نیند سو رہا ہے اور عموماً ایسا ہی ہوتا ہے۔“

کا اہتمام کر لیتا ہوں تاکہ ایری کینس کو کوئی شبہ نہ رہے میرا خیال ہے اس میں کوئی خاص دقت نہیں ہوگی۔ اس کے علاوہ کل پھر اس سے رابطہ قائم کیا جائے اور ہم اپنا ایک نمائندہ اس کے پاس بھیج دیں۔ جو ہمارا موقف کھل کر اس سے بیان کر دے اور کوئی ایسا طریقہ کار دریافت کر لیا جائے کہ داراب روٹی والا پوری طرح ہماری گرفت میں رہے اور نکل بھاگنے کی کوشش نہ کرے۔“ رشید ناگی نے پر زور انداز میں میرے اس خیال کی تائید کی اور کہا۔

”یہ نہایت مناسب بات ہے چیف اگر داراب روٹی والا اس مسئلے سے نکلنے کی کوشش بھی کرتا ہے تو میرے خیال میں یہ اس کے حق میں بہتر نہیں ہوگا ہم اسے کسی بھی وقت گھیر سکتے ہیں اور پھر یہاں مقامی طور پر جو کچھ اس نے پھیلا رکھا ہے اسے چھوڑ کر بھاگنا بھی اس کے لئے ممکن نہیں ہوگا اور سمیٹ لینا بھی ناممکن اس دوران ہم اس پر بھی اپنی گرفت قائم کر لیں گے۔“

”گویا اپنا موقف پیش کرنے میں اب ہمیں دیر نہیں کرنی چاہیے۔“

”یقیناً“ اور میرا خیال ہے جن حالات کا وہ شکار ہو گیا ہے ان کے تحت وہ ہمارے ہر

موقف کو تسلیم کر لے گا۔“

”تو بس پھر اپنا ایک نمائندہ اس سے ملا دیا جائے۔“

”ہوں۔ اس نمائندے کو پوری طرح بریفنگ دینا ہوگی۔“

”ضرورت نہیں پیش آئے گی۔“ میں نے مسکرا کر کہا۔

”کیوں چیف؟“ رشید ناگی نے حیرت سے پوچھا۔

”اس لئے کہ وہ نمائندہ میں خود بنوں گا۔“

”کیا مطلب؟“ رشید ناگی اچھل پڑا۔

”صورتحال جس قدر سنگین ہے رشید ناگی اس کے تحت دو ہی صورتیں تھیں میں یا

تم ہی یہ کام کر سکتے ہیں۔ میرا خیال ہے یہ کام مجھے کرنے دو۔“

”لیکن چیف اس دوران اس سے برابر رابطہ قائم ہیں۔“

”ایری کینس سے؟“

”جی چیف۔“

اب تم مجھے کیا سمجھتے ہو ایرس۔ کیا تمہارے خیال میں میں اس قدر گئی گزری ہوں کہ داراب روٹی والا جیسے بوڑھے اور ناقابل برداشت شخص کو اپنی غلطیوں میں آسانی سے برداشت کر لیتی ہوں گی۔

”اب اس موضوع پر میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ ایری کینس۔“

”نہیں رات کے یہ لمحات ایسے ہی موضوعات کے لئے تو موضوع ہوتے ہیں۔“

اس نے کہا۔

”نہیں۔ ہمارے درمیان گفتگو ذرا مختلف انداز میں ہوتی ہے۔“

”تم بہت خشک آدمی معلوم ہوتے ہو۔“

”میرے شانوں پر جب کوئی ایسی بھاری ذمہ داری رکھ دی جائے جو مجھے دن رات سوچنے پر مجبور کر دے تو میں اتنا ہی خشک ہو جاتا ہوں۔“

”چلو ٹھیک ہے۔ ہماری یہ ملاقات آخری تو نہیں ہے۔ ہم اس وقت بھی ملاقات

کریں گے جب اپنی ان ذمہ داریوں کے منہ چکے ہوں گے۔“

”ہاں اس وقت تم مجھے بالکل مختلف پاؤ گی ڈیر ایری کینس۔“

”خیر سناؤ کیا ہو رہا ہے۔“

”تمہیں یہ خوشخبری دینا چاہتا تھا کہ میں ان تمام افراد کو خود سے متعارف کرانے

میں کامیاب ہو گیا ہوں اور اس سلسلے میں میں نے اب تک جو کچھ کیا ہے اب اس کا نتیجہ

جلد ظاہر ہونے والا ہے۔“ ایک بار پھر اس کی ہنسی کی آواز سنائی دی اور اس نے کہا۔

”روز آرگنائزیشن نے جس شخص کے شانوں پر اتنی بڑی ذمہ داری رکھ کر اسے

یہاں متعین کیا ہے اس کے بارے میں میں کسی غلط فہمی کا شکار نہیں ہوں۔ جانتی ہوں کہ

تمہاری کارکردگی کس نوعیت کی حامل ہے اور کتنی حیران ہوں میں کہ تم نے میری خواہش

کے مطابق مجھ سے تعاون کیا ہے۔ لیکن بات سنو تم یہ نہ سمجھ لینا کہ اس کام کی تکمیل کے

بعد ہمارے رابطے منقطع ہو جائیں گے۔ بلکہ میں تو یہ سمجھتی ہوں کہ یہ ہمارے رابطوں کا

آغاز ہے اور جو کچھ مستقبل میں تم کرو گے اس کے سلسلے میں درپردہ تمہاری اس قدر

معاونت کروں گی کہ تم حیران رہ جاؤ گے۔“

”اس وقت یہ تمام باتیں کرنا ضروری نہیں ہیں۔ بعض اوقات دوستوں سے کچھ

لینے اور کچھ دینے کی پالیسی پر عمل نہیں کیا جاتا۔ بلکہ جی یہ چاہتا ہے کہ دوستوں کو سب کچھ دے دیا جائے۔“

”ٹھیک یو ڈرائنگ ٹھیک یو دیری ٹچ۔“

”میرا خیال ہے کل تو ممکن نہیں ہو گا لیکن پرسوں میں انہیں اپنی کوششی میں دعوت

دے رہا ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ ہی میں نے ایسے انتظامات کر لئے ہیں جن سے مجھے

ان پر اختیار حاصل ہو جائے۔ تفصیل نہ پوچھنا چونکہ طویل ہے لیکن اندازہ یہ ہے کہ اس

میں سے ایک دو تو میرے ہاتھ آ ہی جائیں گے۔“

”ہمیں ایک رو ہی کی ضرورت ہے۔ وہ سب اتنے ذمہ دار ارکان ہیں کہ ان میں

سے ہر شخص ہمارے مقصد کی تکمیل کر سکتا ہے۔ مگر واقعی میرے ذہن میں تجسس بیدار

ہو گیا ہے۔ تم نے ایسی کیا کارروائی کی ہے۔“

کیا تم اس دعوت میں میرے ساتھ شریک ہونا پسند کرو گی؟

ہرگز نہیں مجھے تو تم ان معاملات سے اتنا دور رکھو کہ میرا سایہ بھی ان لوگوں تک

نہ پہنچنے پائے وہ بھی اپنے وطن کے نمائندے ہیں اور یقینی طور پر ان کی معلومات بھی

محدود نہیں ہوں گی۔ میری تو صورت بھی ان کے سامنے نہیں آنی چاہیے۔“

”کسی بھی شکل میں کسی بھی طور۔“

”نہیں ڈرائنگ۔ جب تم میرے نمائندے کی حیثیت سے وہاں موجود ہو تو میرا

وہاں موجود ہونا ضروری نہیں ہے ہاں تمہاری کارروائی کی تکمیل کے بعد میں بے چینی

سے تمہاری طرف سے ملنے والی رپورٹ کا انتظار کروں گی۔“

”چلو ٹھیک ہے کوئی حرج نہیں ہے۔ میرے طریقہ کار سے تم جس قدر مطمئن ہو

مجھے اس سے خوش ہو رہی ہے۔“

”مطمئن والی بات تو بہت ہلکی ہو جاتی ہے۔ میں تو یہ سوچتی ہوں کہ اس مہم کا سب

سے بڑا سہرا تمہارے سر ہے۔ یا یوں سمجھ لو کہ اس ملک میں میری کارکردگی کا آخری

مرحلہ ہے اور اس مرحلے کی تکمیل کے بعد میں جب یہ تمام رپورٹیں اپنے ملک کو پہنچا

دوں گی تو اس کے بعد کم از کم چھ ماہ کی رخصت میرے لئے منظور ہو جائے گی اور جانتے

ہو یہ چھ ماہ میں کہاں گزاریں گی۔“

”نہیں مجھے نہیں معلوم۔“

”تمہارے گھر۔ اس ملک میں تمہاری کوٹھی میں تمہاری ایک معزز مہمان کی حیثیت ہے۔“

”میں اس وقت کا بے چینی سے انتظار کروں گا۔“ میں نے جواب دیا۔

”اوکے ڈارلنگ اوکے۔ میرا تم سے وعدہ ہے اور اب یہ بتاؤں کہ اس سلسلے میں میری اپنی ذمہ داریاں کیا ہیں۔“

”ابھی نہیں لیکن اگر کوئی ضرورت پیش آئی تو میں تم سے فوری رابطہ قائم کروں گا۔“

”ایک کام ضرور کر لینا۔“ ایری کینس نے کہا۔
”کیا؟“

”خفیہ طور پر اس ساری کارروائی کی ایک ویڈیو تیار کر لینا۔“ میں ہنسنے لگا۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

”کیا تم مجھے اس قابل بھی نہیں سمجھتے۔ اس کا انتظام کر دیا گیا۔ نہ صرف یہ انتظام کرایا گیا ہے بلکہ اس قسم کے انتظامات بھی کئے گئے ہیں کہ تقریب میں شریک ہونے والے جہاں بھی ہوں اور جو بھی گفتگو کریں وہیں ریکارڈ ہو جائے چاہے وہ گفتگو کسی سے بھی کی جائے اور پھر یہ گفتگو ویڈیو میں ان کے ہر ایکشن کے ساتھ ڈب کر دی جائے۔“ چند لمحات خاموشی رہی پھر اس نے کہا۔

”اور میں نے تمہیں وہ مجسمہ میرا مطلب ہے وہ روبوٹ دکھایا تھا جو ایک میز پر بیٹھ کر کسی بھی شخص کو ہلاک کر سکتا تھا میں نے یہ سوچا تھا کہ میں تمہیں حیران کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گی لیکن اس وقت تم نے مجھے حیران کر دیا ہے۔ روز آرگنائزیشن کی کارکردگی بلاشبہ قابل داد ہے اور اس نے جو کچھ بھی کیا ہے بہتر ہی کیا ہے۔“

میں نے قہقہہ لگایا اور اس کے چند لمحات کے بعد ٹرانسمیٹر پر رابطہ منقطع کر دیا وہ قہقہہ حقیقی تھا وہ جو کچھ کہہ رہی تھی وہ میرے لئے ایک لٹیفے سے کم نہیں تھا اور میں اس لٹیفے سے لطف اندوز ہوا تھا اور اب اس کے بعد دوسرے مرحلے شروع ہو جاتے تھے۔ زندگی کو ایک نیا ہنگامہ ملا تھا اور میں پوری طرح اس میں ملوث ہو گیا تھا۔ چنانچہ سعید خان

کو طلب کر لیا گیا۔ وہ چار سو گیارہ میں ہوتا تھا اور عموماً ”میرے میک اپ میں ہی رہتا تھا۔“ سعید خان کو میں نے بتایا کہ اسے دن بھر کیا کرنا ہے۔ خیال رکھنا تھا اس بات کا کہ ایری کینس جیسی شاعرہ کے سامنے سعید خان نہ جائے ویسے تو سعید خان نے ہر مرحلے پر بہترین کارکردگی کا ثبوت دیا تھا لیکن ایری کینس کے بارے میں میں خود بھی رشید ناگی سے اتفاق کرتا تھا کہ اسرائیلی سیکرٹ سروس کی نمائندہ عورت معمولی حیثیت نہ رکھتی ہوگی اور اس کی عقاب لگا ہوں لیکن طور پر زیادہ تیز ہوں گی۔ ہو سکتا ہے وہ مجھ میں اور سعید خان میں کوئی فرق تلاش کر لے۔ لیکن چونکہ آج کا دن سعید خان کے لئے ایسا نہیں تھا کہ کسی مرحلے پر اسے ایری کینس سے ملاقات کرنا پڑے اس لئے مجھے مکمل اطمینان تھا۔

سعید خان کو اس کی ذمہ داریاں سونپنے کے بعد میں نے اپنے لئے کام شروع کر دیا اور میرے چہرے پر میک اپ کیا جانے لگا۔ میں نے اس میک اپ کے سلسلے میں چار سو گیارہ میں رہنے والے میک اپ مین کو ہدایات کر دیں چنانچہ ایک ایسا بے تاثر سا چہرہ تخلیق کیا گیا جس میں کوئی جاذبیت نہیں تھی۔ لیکن جو ایک خاص اہمیت کا حامل تھا۔ یعنی اسے دیکھ کر یہ اندازہ لگایا جائے کہ یہ شخص ذرا منفرد نوعیت رکھتا ہے۔ بہر حال یہ ساری کارروائیاں مکمل ہو گئیں اور اس کے بعد میں نے داراب روٹی والا سے رابطہ قائم کیا۔ ٹیلیفون پر جو نہی میں نے اس کا نمبر ڈائل کیا فوراً ہی اس کی آواز سنائی دی۔
”ہیلو داراب روٹی والا بول رہا ہے۔“

”اپن تیرا یار قمر سیٹھ۔“

”بہت انتظار کرایا آپ نے قمر سیٹھ۔ میری موت کا بھی خیال نہ کیا کتنا مر رہا ہوں میں خدا کے لئے میری مدد کرو۔“

”اے باپ۔ اے اتنا کائے کو گھبراتا۔ کائے کو۔ میں تیرے کو بولا کہ قمر سیٹھ کا بات مانیں گا تو تیرے کو کوئی نقصان نہیں ہو نہیں گا۔ بہت پریشان لگتا پڑا ہے تو۔“
”خود کشی کرنے کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔ نہیں کہہ سکتا کہ کس وقت میرے دل کی حرکت بند ہو جائے۔“

”اے اپن تیرا جندگی مانگتا یار یاروں کا جندگی بڑا قیمتی ہوتا ہے ابھی تیرے کو اور کوئی خاص پریشانی تو نہیں۔“

”آپ خاص پریشانی کی بات کر رہے ہیں میں ایک لمحہ پلک نہیں جھپکا سکا۔ موت کے ویران سائے مجھے اپنے اوپر محیط معلوم ہو رہے ہیں اور میں اپنے آپ کو بجلی کی کرنی پر جلتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔“

”اے تو نے تو ساعری شروع کر دیا یار۔ ابھی اپنی ساعری نہیں مانگنا۔ کام کا بات مانگنا۔“

”قمر سیٹھ میری کیفیت کو محسوس کرو۔ تم نے چند لمحات کی گفتگو میں اس طرح اپنے ہاتھ پاؤں میں مجھے جکڑ لیا ہے کہ میں ادھر ادھر گروں تک نہیں ہلا سکتا۔“

”ارے یار کائے کو مسخری کرتا۔ اپنی تیرے کو ایسا کون سا بات بولا۔“

”مجھے بتاؤ قمر سیٹھ مجھے بتاؤ میں کیا کروں..... میں بہت سی باتیں کرنا چاہتا ہوں تم سے قمر سیٹھ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میں خود بھی بہت دن سے اس شبہ کا شکار تھا کہ

کہ۔ وہ۔ وہ۔“

”نہیں باپ نہیں۔ ابھی تیرے کو ٹیلیفون پر ایسا بات کرنے کو نہیں مانگتا۔“

”تو پھر بتاؤ میں تم سے کہاں ملاقات کروں۔ کیسے ملاقات کروں۔“

”دیکھا داراب روٹی والا اپنا ایک نمائندہ تیرے پاس بھیج دیا ہے۔ ابھی تو اس کو ایسا سمجھ جیسے اپنی تیرے سامنے ہے اس کے دل کا سارا بات بول۔ وہ تیرے کو صحیح مشورہ دے گا۔“

”جلدی قمر سیٹھ جلدی میرے اندر انتظار کی ہمت نہیں ہے اور میں نہ جانے کس طرح خود کو سنبھالا ہوئے ہوں رات کو بھی میں نے اسے یہی احساس دلایا کہ میں معمول کے مطابق نشے میں ہوں۔ بیہوشی کی کیفیت میں پڑا رہا صرف اس خیال کے ساتھ کہ کہیں وہ میری کیفیات سے میرے بارے میں کوئی اندازہ نہ لگائے دہری مصیبت کا شکار ہوں میں ایک طرف تو یہ خوف کھائے جا رہا ہے کہ اگر اسے مجھ پر شبہ ہو گیا تو وہ لازمی طور پر میری زندگی کا خاتمہ کرنے کے بارے میں سوچے گی اور یہ کام باآسانی کر لے گی کیونکہ میں مجرمانہ ذہنیت کا مالک نہیں ہوں اور کسی مجرم کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ دوسری طرف میں یہ سوچ رہا ہوں کہ اگر حکومت کو اس بارے میں خبر ہوئی تو میرا کیا بنے گا۔ بڑی مشکل سے میں نے یہ سرمایہ جمع کیا ہے۔ بڑی مشکل سے اپنی ساکھ بنائی ہے۔ بے شک اس سلسلے میں

وہ اقدامات بھی ہوئے ہیں جو غیر قانونی نوعیت کے ہیں لیکن اس کے باوجود۔“

”ابھی اپنی تیرے کو بولا یار ٹیلیفون پر ایسا بات نہیں کرنے کو مانگتا ابھی ہی بول میرا نمائندہ تیرا پاس جائے تو کدھر ملاقات کرے تیرے سے؟“

”اس کے لئے میں نے ایک جگہ منتخب کر لی ہے۔ ایگل اسکوائر میں فلیٹ نمبر دو سو سترہ میرے پاس ہے اور وہاں میں تمہارے نمائندے سے سکون سے بات چیت کر سکتا ہوں قمر سیٹھ۔ تم یہ بتاؤ کتنی دیر میں تمہارا نمائندہ وہاں پہنچ سکتا ہے۔“

”وہ تیرے پاس ہے۔“ میں نے پوچھا۔

”نہیں گئی ہوئی ہے۔“

”تم کس وقت ادھر پہنچ جائے گا؟“

”جب آپ کہیں قمر سیٹھ۔“

”بس تو ٹھیک ہے ایک گھنٹہ کا اندر اندر میرا آدمی تیرے پاس پہنچ جائے گا۔ سارا بات وہ تجھ سے کرے گا اور تمہیں وہ کوڈ بتائے گا کہ سورج کا مسافر ہے سورج کے سفر کے لئے چندہ مانگتا ہے۔“

”ٹھیک ہے۔ سورج کا مسافر۔ سورج کے سفر کے لئے چندہ۔“ داراب روٹی والا نے دہرایا۔

”ہاں ایسا ہی بولیں گا اور تو اس سے کوئی بات نہیں چھپائیں گا وہ تیرے کو سارا مشورہ صحیح دیں گا۔“

”ٹھیک ہے میں ٹیلیفون بند کر رہا ہوں اور فوری طور پر وہاں کے لئے روانہ ہو رہا ہوں آپ بھی جس قدر جلدی ہو سکے اسے بھیج دیجئے۔“ داراب روٹی والا نے ٹیلیفون بند کر دیا۔ میں نے ریسپور رکھنے کے بعد گہری گہری سانسیں لیں اور مطمئن انداز میں گردن ہلانے لگا۔ میرا شکار صحیح راستوں پر جا رہا تھا اور میں اس کام سے مطمئن تھا۔ چنانچہ رشید ناگی اور سعید خان کو آخری ہدایات دینے کے بعد میں وہاں سے چل پڑا۔ رشید ناگی کے بارے میں اچھی طرح جانتا تھا چلتے ہوئے میں نے مسکرا کر اس سے پوچھا۔

”اور آج بھی یقینی طور پر تم نے کوئی نہ کوئی ایسی چیز محفوظ کر دی ہوگی جس سے تم اس گفتگو کو سن سکو۔“ رشید ناگی ہنس دیا۔

”بتاؤ گے نہیں مجھے۔“

”نہیں چیف بالکل نہیں۔“ میں خود بھی مسکرا دیا اور میں نے اس طرف سے توجہ ہٹا دی۔ رشید ناگی جو کچھ کر رہا تھا وہ میرے ہی لئے کر رہا تھا اور اس پر اعتماد نہایت ضروری تھا میں جانتا تھا کہ وہ کسی ایسی چیز کی نشاندہی اس لئے نہیں کرنا چاہتا کہ میں اس کی طرف سے محتاط نہ ہو جاؤں۔ بہر حال میں کوٹھی سے باہر نکل آیا۔ سفر کے لئے ٹیکسی ہی مناسب تھی جس نے مجھے ایگلی اسکوائر پر اتار دیا اور کچھ دیر کے بعد میں فلیٹ نمبر دو سو سترہ کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔ ایک گھنٹہ پورا بھی نہیں ہوا تھا میں نے بیل بجائی تو فوراً ہی دروازہ کھل گیا اور دروازہ کھولنے والا داراب روٹی والا کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ اس نے مجھے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا تو میں نے آہستہ سے کہا۔

”سوچ کا سفر کرنا چاہتا ہوں۔ سفر کے لئے چندہ درکار ہے۔“

”آؤ اندر آجاؤ۔“ اس نے کنا اور میرے داخل ہوتے ہی جلدی سے دروازہ بند کر کے اس کی دونوں چٹخیاں لگا دیں۔ اس کے بعد وہ مجھے لئے ہوئے ایک خوبصورت ڈرائنگ روم میں پہنچ گیا۔ داراب روٹی والا کی گہری نگاہیں میرا جائزہ لے رہی تھیں۔ پھر اس نے سامنے رکھی ہوئی سینٹر ٹیبل سے پانی کا گلاس اٹھایا اور اسے پورے کا پورا حلق میں انڈیل لیا وہ اپنی حرکات و سکنات سے بہت زیادہ پریشان نظر آتا تھا۔ میں نے چند لمحات کے بعد کہا۔

”اور اب تم کو شک نہیں کرنا چاہیے داراب سیٹھ کہ تمہاری تمام تر ذمہ داریاں قمر و سیٹھ نے سنبھال لی ہیں اور قمر و سیٹھ جس کارکردگی اور صلاحیتوں کا مالک ہے اس کا شاید تم تصور بھی نہ کر سکو اور قمر و سیٹھ کی طرف سے دی گئی ہدایات کے مطابق میں سب سے پہلے ہدایت تو یہ دیتا ہوں کہ تم نے جس قدر بوجھ اپنے ذہن پر طاری کر رکھا ہے اسے ختم کر دو۔ قمر و سیٹھ جب کوئی ذمہ داری سنبھال لیتا ہے تو پھر وہ کسی اور شخص کی ذمہ داری نہیں بلکہ اس کی اپنی ذمہ داری ہوتی ہے۔“ داراب روٹی والا نے قریب رکھے ہوئے جگ سے پانی کا گلاس پھر سے بھرا اسے بھی پہلے ہی کی طرح پی گیا اور کہنے لگا۔

تم جو کوئی بھی ہو مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں اگر میری جگہ اپنے آپ کو رکھ کر سوچو یا قمر و سیٹھ کے نمائندے ہو تو قمر و سیٹھ کو میری جگہ رکھ کر سوچو تو اس کے بعد یہ

الفاظ رسمی تو رہ جاتے ہیں کہ میں ان تمام کیفیات کا کوئی احساس نہ کروں ان کا حقیقت سے تعلق نہیں رہتا۔ میں اگر تھوڑا سا پر امید نہ ہوتا قمر و سیٹھ کی طرف سے تو یقین کرو کہ شاید خود کشی کر لیتا۔ جو جو کچھ مجھ پر بیت رہی ہے وہ میں بتا نہیں سکتا ایسی ہی شدید ذہنی کیفیت کا شکار ہوں۔

”خیر قمر و سیٹھ کی طرف سے پہلا سوال۔ کیا تمہاری اس کیفیت کا ایری کینس یعنی میزدار اب پر تو اظہار نہیں ہوا؟“

”ایری کینس!“ وہ بدمعاش سے لہجے میں بڑبڑایا۔ پھر ہڈیانی انداز میں ہنس پڑا۔ پھر بولا۔

”شاید نہیں۔ میں نے پوری مہارت اس پر صرف کی ہے لیکن یہ نہیں کہہ سکتا کہ کب تک اپنے آپ کو کنٹرول کر سکوں گا۔ میرا دماغی توازن نہ بگڑ جائے۔ مجھے اس کا خطرہ ہے۔ کہیں میں اس کی گردن نہ دبا دوں کہیں..... کہیں میں اپنا گلا نہ دباؤں۔ پستول کپٹی پر رکھ کر خود کشی نہ کر لوں۔“

”اس کا مقصد ہے کہ تم قمر و سیٹھ سے تعاون پر آمادہ نہیں ہو۔“

”نہیں یہ بات نہیں ہے۔ میں تو شاید ہیجان کا شکار ہوں۔ تم خود سوچو دوہری مار پڑ رہی ہے مجھ پر حکومت کا خوف اس کا خوف اور یہ خوف کہ قمر و سیٹھ کون ہے مجھے معاف کرنا اگر میں صاف گوئی سے کچھ باتیں کر جاؤں تو انہیں محسوس نہ کرنا۔ میں تو یہ بھی سوچ سکتا ہوں کہ قمر و سیٹھ کوئی بہت بڑا بلیک میلر ہے بہت بڑا بلیک میلر۔ کیا کرے گا وہ اس کے بعد کرے گا کیا وہ کیا چاہے گا مجھ سے؟“ میں مسکرا دیا۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

”داراب سیٹھ جو شخص حالات کے ہاتھوں مجبور ہو کر خود کشی پر آمادہ ہو جائے اسے پھر کسی دوسری چیز کی پروا رہنی چاہیے۔“

”کیا مطلب؟“

”بلیک میلر صرف دولت مانگتا ہے نہ قمر و سیٹھ اگر تم سے تمہاری تمام دولت مانگ لے تو کیا اس کے بدلے زندگی بستر نہیں ہوگی۔ زندگی سب سے بڑا اثاثہ ہے اور تم اسے ضائع کرنے پر تلے ہوئے ہو۔ تو باقی چیزیں کیا حیثیت رکھتی ہیں۔“

”ہاں یہ تو ٹھیک ہے۔“ میری بات اس کی سمجھ میں آگئی۔

”تو پھر باقی اور کیا رہ جاتا ہے۔ چنانچہ کم از کم اپنی اس تیسری پریشانی کو میری ہدایت کے مطابق دور کرلو۔ یعنی یہ کہ قمرود سیٹھ تمہارے لئے کوئی مصیبت بن جائے گا۔ اور تمہیں مصیبتوں سے نکالنا چاہتا ہے اور اس کے پاس تمہاری گلو خلاصی کے لئے مکمل طریقہ کار موجود ہے۔“

”کیا اس نے اس بات کا یقین دلایا ہے۔“ داراب روٹی والا نے پوچھا۔

”پورا پورا۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ جو گفتگو میں تم سے کروں وہ بالکل مکمل ہو اور اس پر تمہیں پورا پورا یقین دلایا جائے۔“

”مگر وہ ہے کون۔ میرا مطلب ہے قمرود سیٹھ کون ہے۔ اس کے وسائل کیا ہیں؟“

”یہ میں بھی نہیں بتا سکوں گا کیونکہ مجھے کچھ معلوم نہیں ہے۔“

”پھر مجھے بتاؤ وہ غیر ملکی جاسوس ہے اور وہ بھی اسرائیل کی جاسوس کیا کچھ نہ کر ڈالا

ہو گا اس نے ہمارے ملک میں اور..... اور جب یہ باتیں منظر عام پر آئیں گی تو دنیا یہ کہے گی کہ وہ میری بیوی تھی اور میں تو دیکھ نہیں سکوں گا۔ سب جانتے ہیں سب ہی جانتے ہیں۔“

”بے شک بے شک۔“ میں نے کہا۔

”پھر قمرود سیٹھ مجھے کیسے بچائے گا؟“

”میں نے کہا اس کے پاس ذرائع موجود ہیں۔“

”چلو پھر ٹھیک ہے بچالو۔ مجھے بچالو۔ اس کے بدلے میں میں قمرود سیٹھ کو سب کچھ

دینا چاہتا ہوں۔“

”سوچ کر بات کر رہے ہو داراب سیٹھ۔ یا صرف یہ ایک جذباتی کیفیت ہے۔“

”نہیں مجھ سے دل چاہے جیسی قسم لے لو۔ مجھ سے دل چاہے جو تحریر لکھو الو الکی

ایک تحریر لکھاو جس میں مجھے ملک کا دشمن بدترین دشمن قرار دو۔ میں سارے اعترافات کروں گا۔ جو الزام مجھے پر لگانا چاہتے ہو لگاؤ۔ لیکن مجھے مجھے صرف اس الزام سے بچالو۔“

”اس کا مقصد ہے کہ تمہارے دل میں وطن موجود ہے۔“ میں نے کہا اور داراب

سیٹھ چونک کر مجھے دیکھنے لگا پھر بولا۔

”وضاحت کرتے جاؤ۔ اس وقت بہت سی باتیں میرے ذہن تک نہیں آرہیں۔“

”تو سنو داراب سیٹھ قمرود سیٹھ تم سے ایک پیسہ طلب نہیں کرے گا۔ ایک روپیہ

نہیں مانگے گا اپنی ان کاوشوں کے سلسلے میں تم سے۔ وہ تم سے جو چاہے گا اس کی تفصیل وقت سے پہلے مجھ سے سن لو اور مجھے یہ بتاؤ کہ کیا تم سچے دل سے خلوص دل سے قمرود

سیٹھ کی ہدایت پر عمل کرنے کے لئے تیار ہوں۔“

”وہ جو کہے گا میں کروں گا۔ بس میرے نام کے ساتھ یہ بات نہیں آئی چاہیے کہ

میں وطن کا غدار ہوں۔ اسرائیلی جاسوسہ کا شوہر ہوں یا یہ کہ میں خود بھی اس کے معاملات

میں شریک ہوں یا یہ کہ میں یہ بات جانتا تھا۔ وہ کیا کر رہی ہے۔ آہ وہ کیا کر رہی ہے آخر۔

یہاں وہ کیا کر رہی ہے؟“

”داراب سیٹھ اس نے ہمارے ہاں کے ایسے قومی راز حاصل کئے ہیں جن کا ملک

سے باہر چلے جانا ہمارے ملک کے لئے بے حد نقصانات کا باعث بن سکتا ہے۔ اس کے

علاوہ وہ ہمارے ایٹمی پلانٹ کے بارے میں تفصیلات مہیا کر کے لے جانا چاہتی ہے۔ اور تم

جانتے ہو کہ دنیا کی نظروں میں ہمارا ایٹمی طاقت ہونا کس قدر کھٹک رہا ہے۔ لوگ کیا کیا

چاہتے ہیں۔ تم ایک سرمایہ کار ہو اور تمہیں ملکی اور غیر ملکی پالیسیوں کے بارے میں تمام

تفصیلات ضرور معلوم ہوں گی۔ اسرائیلی جاسوسہ ایری کینس ہمارا ایٹمی راز ملک سے باہر

لے جانا چاہتی ہے اور اس کے لئے اس نے ایک طویل جال پھیلا رکھا ہے۔“

”نک..... کیا..... اسے اس میں کوئی کامیابی حاصل ہوئی۔“

”ابتدائی تمام مراحل میں کامیابی حاصل ہو چکی ہے اسے اور اب آخری مرحلے پر

کام کر رہی ہے اور اس کے بعد وہ اس ملک سے نکل جائے گی۔“

”اور یہ تمام باتیں منظر عام پر آجائیں گی۔ اس کے بارے میں معلوم ہو جائے

حکومت کو اور پھر کیا ہو گا؟“

”تم اس طرح کیوں سوچتے ہو۔ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ وہ خود گرفتار ہو جائے گی

اور وہ تمام چیزیں حکومت کے ہاتھ واپس پہنچ جائیں گی۔“

”اور کہا کیا جائے گا۔ یہی ناکہ وہ میری بیوی تھی اور میں۔ میں وہ بڑی آسانی سے

مجھے اس میں ملوث کر سکتی ہے۔“

”بے شک کر سکتی ہے لیکن اگر وہ ایسا نہ کر پائے تو۔“
 ”یہ کیسے ہوگا آخر..... یہ کیسے ہوگا؟“
 ”قمر سیٹھ کرے گی۔“

”تم ابھی قمر سیٹھ کی بات کر رہے تھے۔ کہہ رہے تھے کہ قمر سیٹھ مجھ سے کچھ چاہتا ہے۔ دولت نہیں تو پھر..... تو پھر؟“

”سینو داراب سیٹھ تمہیں دنیا بھر میں پھیلے ہوئے سرمائے کو اکٹھا کر کے اپنے وطن میں لانا ہوگا۔ یہاں تمہیں ایسے کاروباری معاملوں میں مصروف کر دیا جائے گا جن سے تمہیں بہترین آمدنی بھی ہو اور جس سے ملک میں رہنے والے ہر شخص کو فائدہ بھی حاصل ہو۔ تمہاری کوئی اولاد نہیں ہے ہو سکتا ہے کوئی چھوٹا موٹا خاندان ہو۔ جس سے تمہیں دلچسپی ہو۔ لیکن بظاہر جو کچھ ہمارے علم میں ہے وہ یہ ہے کہ ایری کینس یعنی تمہاری بیوی ہی تمہاری ساتھی ہے دوست ہے عزیز ہے۔ سب کچھ دی ہے۔ جب وہ اسرائیلی جاسوس کی حیثیت سے گرفتار ہو جائے گی تو تم تمہارا رہ جاؤ گے بولو کیا یہ دولت یہ سرمایہ تمہاری اس تہائی میں تمہارا مونس بن سکتا ہے۔“

”نہیں۔“

”تم یہ کیوں نہیں سوچتے داراب سیٹھ کہ تم اپنے خاندان میں ہو اس وطن میں رہنے والے کروڑوں افراد تمہارے گھر میں رہتے ہیں۔ تمہارے گھر کی دیواروں کی اندر رہتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے معصوم بچے بھی کسی سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر سہارے تلاش کرنے والے کیا یہ تمہارے اپنے نہیں ہیں۔ وطن ہمارا خاندان ہے ہمارا کنبہ ہے داراب سیٹھ اگر ہماری دولت ان کنبے داروں کے کام آجائے اور وہ بھی ایسے طریقوں سے کہ ہم بالکل تلاش نہ ہو جائیں تو کیا دولت کا اس سے بہتر مصرف اور کوئی ہو سکتا ہے۔“ داراب سیٹھ خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہا تھا۔

”کتنے غیر متعلق ہو تم سرمایہ دار اپنے گھر اپنے بچوں اپنی بہنوں اپنے بھائیوں سے“
 داراب سیٹھ یہ سب تمہارے اپنے ہیں۔ تم اپنے ہاتھوں کو کشادہ کیوں نہیں کرتے۔ تم ان سب کو کیوں نہیں سمیٹ لیتے میں یہ نہیں کہتا کہ تم اپنی دولت بیرون ملک سے منگواؤ اور ان لوگوں میں تقسیم کر دو۔ نہیں داراب سیٹھ یہ حل نہیں ہے۔ وہ دولت انہیں مل

جانے گی کھالی کر ختم کر دیں گے یہ لوگ یہ تو کوئی حل نہ ہوا۔ اپنے ملک میں اتنی صنعتیں لگاؤ ایسے کاروبار پیدا کرو جو تمہارا ملک ان ترقی یافتہ ممالک میں شامل ہو جائے۔ جو دنیا بھر کو اپنی مصنوعات پہنچتے ہیں۔ ایسا کام کیوں نہ کرو کہ وہ جو تمہارے اپنے ہیں جنہیں تم اپنے کنبے کے افراد کہہ سکتے ہو۔ روزگار سے لگ جائیں انہیں عزت کی روٹی میا ہو جائے اور تمہارے وطن کی برآمدات دنیا بھر میں سرفراز ہوں۔ داراب سیٹھ قمر سیٹھ کا یہی منصوبہ ہے۔ اس منصوبے پر وہ اپنے کام کا آغاز کر چکا ہے۔ اگر میں تمہیں حوالہ دوں تو اسے اپنی ذات تک محدود رکھنا فی الحال = جب تمہیں فرصت ہو جائے تو قمر سیٹھ کے اس عمل پر اپنے تجربات بھی کر لینا جمشید وارنا کا نام تمہارے سامنے لے رہا ہوں۔ یقیناً ایک سرمایہ دار کی حیثیت سے تم اس دوسرے سرمایہ دار کو جانتے ہو گے۔“

”ہاں ہاں جمشید وارنا جانتا ہوں میں اسے اس نے ایک عجیب و غریب کام شروع کیا ہے۔ اس نے پورے ملک میں پولٹری فارم بنائے ہیں اور سرمایہ کاری کے حلقوں میں اس کا مذاق اڑایا جا رہا ہے۔ لیکن تم نے اس کا نام کیوں لیا؟“

”اس لئے کہ جو پولٹری فارم اس نے بنائے ہیں جہاں مرغیوں کی افزائش ہو رہی ہے وہ قمر سیٹھ کی ہدایت پر بنائے گئے ہیں۔ اس نے اپنا تمام سرمایہ بیرون ممالک سے سمیٹ کر یہاں اس کام پر صرف کر دیا ہے۔ پولٹری ریٹ دیکھ رہے ہو آہستہ آہستہ نیچے آتے جا رہے ہیں۔ دنیا بھر میں چکن سب سے زیادہ کھایا جاتا ہے۔ مٹن وغیرہ وہاں بہت قیمتی اور منگے داموں بکتا ہے۔ جبکہ چکن سستا ہے۔ ہمارے ہاں اگر کسی غریب کے گھر میں موجود افراد سے معلوم کر لو تو وہ شاید تمہیں مرغی کے گوشت کا مزہ بھی نہ بتا سکے۔ تم یہ سوچو کہ بڑے جانوروں کی افزائش میں کتنا وقت لگتا ہے ہمارے ہاں خوراک کی جس قدر قلت ہے اس کا تمہیں اندازہ ہے۔ منگائی حد سے آگے بڑھتی جا رہی ہے۔ قمر سیٹھ یہ چاہتا ہے کہ سرمایہ دار وسائل اپنے ملک کے لئے صرف کریں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ بیرونی دنیا سے تمام رابطے ختم کر دیئے جائیں اور صرف اپنے وطن میں سرمایہ کاری کی جائے۔ نہیں اس طرح کام نہیں چلا لیکن صرف دولت اکٹھی کرنے کے نقطہ نگاہ کو ختم کر کے یہ سوچا جائے کہ ملک کو کیا کیا درکار ہے۔ ملک میں رہنے والوں کو کیا کیا چیزیں چاہئیں۔ اگر غلام انسان کے مسائل حل کر دیئے جائیں تو پھر ایک پرسکون زندگی کا آغاز ہوتا ہے اور

جب لوگ مطمئن اور پرسکون ہوتے ہیں تو ملک کی ترقی عروج پر پہنچ جاتی ہے چونکہ محنت کش کم از کم اپنے گھر کے مسائل سے تو آزاد ہو جاتے ہیں۔ داراب سیٹھ قمر سیٹھ کو ایسے ساتھیوں کی ضرورت ہے۔ جو اس کے اس مشن میں مدد کریں۔" داراب سیٹھ کا منہ حیرت سے کھلے کا کھلا رہ گیا تھا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"کیا قمر سیٹھ فرشتہ ہیں؟"

"نہیں۔ وہ انسان ہے۔ بلکہ صرف آدمی ہے۔ مدارج تو آہستہ آہستہ ہی طے ہوتے ہیں۔ ایک جذبہ لے کر اٹھا ہے وہ اور دوسروں کے مسائل حل کر کے اپنے وطن کے مسائل حل کرنا چاہتا ہے۔" داراب سیٹھ کی آنکھوں کی کوریں بھیگ گئیں اس نے گلو گیر لہجے میں کہا۔

"وہ بہت بڑا آدمی ہے اور میں انہیں بند کر کے اس پر اعتماد کر سکتا ہوں۔"

"تم آنکھیں بند کر کے اس کا اعتماد کر لو داراب سیٹھ جو کام قمر سیٹھ کئی دن میں کرنا چاہتا تھا میرا خیال ہے تمہارے تعاون سے وہ چند لمحوں میں ہو گیا۔"

"میں اس کی عظمت کو سلام کرتا ہوں۔ میں اسے بہت برتر تصور کرتا ہوں۔ بلاشبہ وہ عظیم ہے بلاشبہ وہ عظیم ہے۔"

"نہیں یہ نہ کہیں داراب سیٹھ وہ آپ جیسا ایک آدمی ہے۔ بہر حال سب سے پہلے آپ اپنے ان جذبات کو مدنگاہ رکھتے ہوئے مجھے یہ بتائے کہ قمر سیٹھ اگر آپ کو اس مشکل سے نکال لے تو کیا آپ اس کے ساتھ تعاون کرنے پر آمادہ ہوں گے۔"

"میں صرف لفظوں سے کہہ کر یہ بات ختم کر سکتا ہوں میں ہر طرح کی تحریر دینے کے لئے تیار ہوں۔ مجھ سے ہر وہ قسم لے لی جائے جس سے میں اپنے وعدے کا پاس کرنے پر مجبور ہوں۔ میں قمر سیٹھ سے اتنا تعاون کروں گا کہ قمر سیٹھ مطمئن ہو کر گردن ہلا دے۔ یہ ایک ایسا کام ہے۔ جس کے بارے میں میں نے کبھی پہلے اس انداز میں نہیں سوچا تھا اور یہ حقیقت ہے کہ میں ان مسائل سے ناواقف نہیں تھا۔ لیکن میں یہ سوچتا تھا کہ یہ مسائل نہیں ہیں۔ ہر شخص اپنا ہر مسئلہ خود حل کرنے کا ذمہ دار ہے۔ لیکن سوچنے کا یہ انداز بالکل مختلف ہے۔ آہ کاش میری بات پر یقین کر لیا جائے۔"

"نہیں قمر سیٹھ کو تمہاری بات پر یقین آجائے گا اور اب میں اس اعتماد کے ساتھ کہ جو گفتگو میں نے تم سے کی ہے وہ حرف آخر ہے۔ تم کو وہ حل بتاتا ہوں جس کے ذریعے تم اس مشکل سے چھٹکارا حاصل کر سکتے ہو۔"

"مطمئن ہو میری گفتگو سے۔ اعتماد کرتے ہو مجھ پر۔"

"ہاں اعتماد کرتا ہے قمر سیٹھ تم پر۔"

"کیا تم ہی قمر سیٹھ ہو۔" داراب سیٹھ نے پوچھا۔

"بالکل نہیں قطعی نہیں۔"

"خیر مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہے۔ مجھے بتاؤ وہ کیا طریقہ کار ہو سکتا ہے جس سے میں اس مشکل سے نکل جاؤں۔"

"قمر سیٹھ پوری پوری مدد کرے گا تمہاری۔ سب سے پہلے وہ اس قسم کے حکام سے رابطہ قائم کرے گا جو ان معاملات سے پوری طرح متعلق ہیں۔ یہ رابطہ قائم کرنے کے بعد وہ کہے گا کہ داراب سیٹھ نے ایک خوفناک اطلاع دی ہے اور اطلاع یہ ہے کہ اس نے کچھ عرصے قبل جس عورت کے جال میں پھنس کر اس سے شادی کی تھی اس کے بارے میں انکشاف ہوا ہے کہ وہ اسرائیلی جاسوس ہے۔ بے شک اب وہ داراب سیٹھ کی بیوی ہے۔ لیکن اس انکشاف کے بعد داراب سیٹھ جذبہ حب الوطنی سے مجبور ہو کر یہ اطلاع حکومت کو دینے پر مجبور ہے اور اس اطلاع کے تحت ان جگہوں کی نشاندہی بھی کرنا چاہتا ہے جہاں سے حکومت کو وہ اشیاء دستیاب ہو سکیں گی۔ جو اسرائیلی جاسوس نے اب تک جمع کی ہیں۔" داراب روٹی والا کامنہ حیرت سے کھل گیا۔ اس کی آنکھیں ابلی پڑ رہی تھیں۔ وہ سرخ چہرے سے میری صورت دیکھ رہا تھا۔ میں نے مزید کہا۔

"اور تمہاری نشاندہی پر حکومت کے خفیہ انتظامی محکموں کو وہ تمام اشیاء دستیاب ہو جائیں گی تم خصوصی طور پر ایری کینس کو گرفتار کرانے میں حکومت کی مدد کرو گے اور کھل کر یہ بات کہو گے بے شمار گواہوں کے درمیان کہ جب تمہیں اس بات کا علم ہوا کہ وہ غیر ملکی جاسوس ہے یہودی عورت ہے تو تم نے وطن کے لئے فرض کی ادائیگی کی ہے اور سب سے پہلے حکومت کو اس کی نشاندہی کی۔" داراب روٹی والا خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتا ہوا بولا۔

”اور کیا یہ سب کچھ اسی انداز میں ہو جائے گا جس انداز میں ہم یہ سوچ رہے ہیں۔“

”اگر ہم یہ سوچ رہے ہیں تو پھر قمر و سیٹھ کا کام ہی کیا رہا۔“

”تو میں تیار ہوں۔ میں تیار ہوں اب لمحہ لمحہ مجھے تمہاری رہنمائی کی ضرورت ہے۔“

”یہ گفتگو میں نے تم سے کر لی ہے داراب سیٹھ جہاں تک ایری کینس کا تعلق ہے تو تم یوں سمجھ لو کہ اس کے ہر قدم پر ہماری نگرانی ہے۔ نہ وہ تمہیں کوئی نقصان پہنچا سکے گی اور نہ مزید کوئی ایسا عمل کر سکے گی جو حکومت کے لئے نقصان دہ ثابت ہو۔ تمہیں اپنی اس کارروائی کے لئے جن لوگوں تک پہنچنا ہے ان تک تمہاری رسائی کا سارا بندوبست کر دیا جائے گا۔ تم اپنے آپ کو اس کے لئے تیار کر لو بلکہ بہتر یہ ہے کہ اب تم اپنی کوششیں میں جانے کے بجائے اپنی جگہ رہائش اختیار کرو کیا یہ فلیٹ تمہارے بیوی کے علم میں ہے۔“

”بالکل نہیں۔ یہ خفیہ ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ اس سے میرا تعلق ہے۔“

”تو پھر ان چند گھنٹوں کے لئے تمہاری بہترین پناہ گاہ یہی ہے۔“

”کیا یہ کام فوری طور پر کر لیا جائے گا؟“

”ہو سکتا ہے اس میں کچھ وقت لگ جائے ایک دن دو دن چار دن۔ لیکن اس کے لئے تمہیں کوئی ایسا بندوبست کر لینا چاہیے جس سے تم اپنا کام آسانی سے سرانجام دے سکو۔“

”اوہو میں نے اپنی بیوی سے کہا ہوا تھا کہ میں چار دن کے لئے ہانگ کانگ جا رہا ہوں۔ میرا خیال ہے اس وقت وہی بہانہ کارآمد ہو سکتا ہے۔“

”کیا اس کی موجودگی میں تم پہلے بھی ملک سے باہر جاتے رہے ہو؟“

”بہت بار۔ ظاہر ہے ہم میاں بیوی کی حیثیت سے زندگی گزار رہے تھے۔ میں

کاروباری معاملات میں باہر جاتا رہتا ہوں۔“

”کیا اس سلسلے میں وہ تم پر خصوصی نگاہ رکھتی ہے؟“

”بالکل نہیں۔“

”کیا تم جب ملک سے باہر جاتے ہو تو وہ تمہیں ایئرپورٹ تک چھوڑنے جاتی

ہے؟“ ”بہی نہیں۔ وہ تھوری سی مغرور بھی ہے۔ زیادہ تر اپنے کاموں میں مصروف رہتی ہے بلکہ بعض اوقات جب میں نے اس کے کسی مشغلے میں مداخلت کی کوشش کی تو اس نے انتہائی ترشی سے یہ کہا کہ وہ ایک تعلیم یافتہ اور سوشل عورت ہے۔ اسے ہر وقت نگاہوں میں نہ رکھا جائے۔“

”تب تو پھر یوں سمجھ لو کہ حالات مکمل طور پر تمہارے حق میں سازگار ہیں اور تمہیں ایسی کوئی پریشانی اٹھانے کی ضرورت نہیں پیش آئے گی۔“

”ہاں میں سمجھتا ہوں۔“

”لیکن ایک شرط ہے سب سے پہلے اپنے آپ کو مطمئن کرو اور ایسی کیفیت میں نظر آؤ کہ اسے شک نہ ہو سکے ٹھیک ہے تم یہ بات اس سے کہہ سکتے ہو کہ ہانگ کانگ یا ہانگ کانگ جانے کا بندوبست ہو گیا ہے اور تم ضروری معاملات کے تحت فوری طور پر وہاں روانہ ہو رہے ہو۔ یہ کام تم کر لو۔ میرا خیال ہے اس کے بعد تم آرام سے یہاں قیام کرو۔ گھر سے باہر نکلنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ باقی ساری ذمہ داریاں قمر و سیٹھ سنبھالتا ہے۔“ داراب نے آنکھیں بند کر لیں۔ چند لمحات سوچتا رہا پھر بولا۔

”میں نے اپنی باگ ڈور تمہارے ہاتھوں میں دے دی ہے جیسا تم مناسب سمجھو کرو۔ اب مجھے اعتراض نہیں ہوگا اگر تم میرا بازو پکڑ کر مجھے پھانسی کے تختے تک لے جاؤ گے تو میں آنکھیں بند کر کے وہاں تک چلا جاؤں گا۔“

”ایسا نہیں ہوگا قمر و سیٹھ اپنے دوستوں کے لئے خود اپنی زندگی دے سکتا ہے کسی کی زندگی کے نقصان کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ بہت دیر تک داراب سیٹھ سے گفتگو ہوتی رہی۔ میں نے اسے آئندہ کے طریقہ کار کے بارے میں بتایا اور اس نے کہا کہ وہ واپس اپنی کوششیں جائے گا۔ ملازمین کے سامنے تمام انتظامات کرے گا۔ اگر وہ نظر آگئی تو ٹھیک ہے ورنہ پھر ملازمین ہی کو یہ بتادے گا کہ اسے اس کے ہانگ کانگ جانے کی خبر کر دی جائے اور اس کے بعد وہ مختصر سامان کے ساتھ ہوشیاری سے اپنے فلیٹ پر واپس آجائے گا۔“ میں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہمارے رابطے ابھی ایسے احکام سے نہیں ہے جن کے ذریعے ہم اس قسم کے مجرموں کو فوری طور پر گرفتار کرا سکیں۔“ رشید ناگی نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگا اور پھر اس نے اعتراف کرتے ہوئے کہا۔

”ہمارے تقریباً تمام ہی حکام سے ہیں۔ لیکن ہم پورے اعتماد کے ساتھ یہ نہیں کہہ سکتے کہ کوئی ہمارے کس کام آسکتا ہے۔ میرا خیال ہے اس شعبے کو بھی درست کرنا پڑے گا۔“

”خیر چھوڑو۔ اب یہ بتاؤ کہ آئندہ کیا قدم اٹھانے ہیں۔“

”آپ داراب روٹی والا کی طرف سے مطمئن ہو گئے ہیں یعنی وہ اپنا سرمایہ ہمارے مقاصد میں استعمال کرے گا۔“

”ہاں۔ میں یہ بات پورے اعتماد سے کہہ سکتا ہوں۔“

”ٹھیک۔ ہے داراب کے مسئلے میں شاہنواز سے بات کرنا۔“ میں نے کہا اور رشید ناگی پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔ پھر بولا۔

”چیف بات کئے لیتے ہیں ابھی۔“

”کس سے؟“

”شاہنواز صاحب سے۔ ان سے ملاقات کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔“ میں نے رشید ناگی کو اجازت دے دی اور وہ ٹیلیفون کے قریب جا بیٹھا۔ کچھ دیر مختلف لوگوں سے ٹیلیفون پر رابطے قائم کرتا رہا۔ ظاہر ہے شاہنواز معمولی شخصیت نہیں تھی اور ان سے رابطہ خاصہ مشکل کام تھا۔ لیکن بالا آخر تھوڑی دیر کی کارروائی کے بعد رشید ناگی نے شاہنواز سے رابطہ قائم کر لیا اور پھر مجھے اشارہ کر دیا میں نے ٹیلیفون کا ریسیور اٹھایا اور دوسری طرف سے شاہنواز کی آواز سنائی دی۔

”جناب دانش منصور الف لیلی کا یہ پراسرار کردار۔“ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

”لیکن اپنی عملی زندگی میں انتہائی نا کام۔“

”کیوں۔ دانش صاحب؟“

”جی آپ لوگوں سے تو ملاقات ہی نہیں ہوتی۔ بعض اوقات ملنے کو جی چاہتا ہے

”تم مطمئن رہو اس دوران جب تم باہر جاؤ گے اور وہاں سے یہاں تک آؤ گے“ قمر سیٹھ کے آدمی تمہاری بھرپور نگرانی اور حفاظت کریں گے۔“ داراب روٹی والا شکر گزار نگاہوں سے مجھے دیکھا اور اس کے بعد مجھے فلیٹ کے دروازے تک چھوڑ آیا۔ میں مطمئن تھا اور یہ جانتا تھا کہ رشید ناگی اس وقت کی صورتحال سے مطمئن ہوگا چنانچہ جب میں ایگل اسکوائر کی عمارت سے باہر نکل رہا تھا اور سیڑھیاں اتر رہا تھا تو میں نے مسکراتے ہوئے آہستہ سے کہا۔

”میرے دوست رشید ناگی یقینی طور پر تمہارے آدمی میرے ارد گرد پھیلے ہوں گے۔ انہیں حکم دو کہ اب وہ داراب سیٹھ کی نگرانی کریں۔ میں کم از کم بحفاظت کوٹھی تک تو پہنچ ہی سکتا ہوں۔ نیچے آکر میں نے ٹیکسی لی اور اس کے بعد اپنی کوٹھی کی جانب چل پڑا۔“

”ٹیکسی سڑکوں پر دوڑ رہی تھی اور میں داراب روٹی والا سے ہونے والی گفتگو پر غور کر رہا تھا۔ حالات پر سکون تھے اور مجھے اس بات کا اطمینان تھا کہ میری اس کارروائی کا کسی کو اندازہ نہیں ہو سکتا اس طویل ترین تجرباتی زندگی میں کم از کم اس بات کا مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ کون شخص کس وقت کس انداز میں گفتگو کر رہا ہے۔ داراب جس طرح متاثر ہوا تھا اس کے بعد اس پر شبے کی گنجائش نہیں رہی تھی اس کے دل میں اذیت کے جذبے بیدار ہو گئے تھے اور اس سے زیادہ میں کچھ چاہتا بھی نہیں تھا۔ کچھ دیر کے بعد ٹیکسی میری کوٹھی کے سامنے جارکی۔ ڈرائیور کو بل ادا کرنے کے بعد میں اندر داخل ہو گیا۔ گل شیر سے ملاقات ہوئی اس نے مسکراتے ہوئے میرا خیر مقدم کیا تھا۔“

”چیف کیا پروگرام ہے۔“

”میرا خیال ہے اب ایری کینس پر گرفت کے لئے تیاری کی جائے اور اس کے لئے میرا مشورہ ہے کہ شاہنواز ہی مناسب رہے گا۔ بہر حال ابھی ہمیں اپنی کارکردگی میں ایک کمی کا مکمل احساس ہوتا ہے۔“

”وہ کیا چیف؟“ رشید ناگی نے سوال کیا اور میں نے مسکراتی نگاہوں سے رشید ناگی کو دیکھا۔ یہ شاید الہ دین کے چراغ کے لئے ایک چیلنج تھا کہ میں کسی ایسے مسئلے کی بات کروں جو طے نہ ہوا ہو۔ رشید ناگی تو ساری مشکلات کا حل تلاش کر لینا چاہتا تھا۔ میرے

لیکن خاموشی ہی اختیار کرنی پڑتی ہے۔“
”مجھے اس سے اختلاف ہے دانش صاحب“
”کیوں؟“

”یہ تو خود میری اپنی آرزو ہوتی ہے۔ اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ شاہنواز اپنے اوپر احسان کرنے والوں کو بھول گیا تو یہ میرے ساتھ زیادتی کے مترادف ہے۔ ایسا بالکل نہیں ہوا ہے۔ بعض اوقات دل چاہتا ہے کہ آپ سے رابطہ کیا جائے۔ لیکن خاموش ہو جانا پڑتا ہے۔“

”تو پھر اس وقت یوں سمجھ لیجئے میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔“
”جب اور جیسے حکم ہو۔“

”جلد از جلد جس قدر جلد ممکن ہو۔“

”آج ہی وقت طے کئے لیتے ہیں۔“ شاہنواز نے کہا اور پھر ہمارے درمیان مختصر الفاظ میں ملاقات کا وقت طے پا گیا۔

یہ ملاقات بالکل پرائیویٹ طور پر ہوئی تھی اور یہاں شاہنواز اپنی اصل حیثیت میں نہیں ملنا چاہتا تھا اتنا ہی مسئلہ تھا اس وقت اس گفتگو کا جو طے ہو گئی اور پھر اس شام میں نے رشید ناگی کے ساتھ مطلوبہ جگہ شاہنواز سے ملاقات کی۔ شاہنواز نے اس پرائیویٹ عمارت میں میرا پر جوش استقبال کیا۔ سادہ سے کپڑوں میں ملبوس یہ نوجوان اور سرگرم حکومت کا عہدے دار اپنی کارروائیوں میں انتہائی نیک نام تصور کیا جاتا تھا۔ کم از کم اخبارات کے ذریعے مجھے اس بارے میں اطلاعات ملتی رہتی تھیں۔ شاہنواز نے جس انداز میں اپنے کام سے ایمانداری برتی تھی اسے کوششوں کے باوجود نہیں چھپایا جاسکا تھا۔ میں نے اسے اس کی کارکردگی پر خراج تحسین پیش کیا تو وہ مسکرا کر بولا۔

”اب اگر میں یہ کہوں کہ یہ سب کچھ آپ ہی کے طفیل ہے تو بات دوہرانے والی ہو جائے گی۔ بہر حال مجھے تو صرف اس بات کی خوشی ہے کہ آپ نے میرے لئے جو کچھ کیا دانش صاحب وہ اس توقع پر کیا کہ میں ملک کی بہتری کے لئے کچھ کر سکوں گا۔ اگر آپ ان الفاظ میں میری کارکردگی کو اطمینان بخش قرار دیتے ہیں تو یوں سمجھ لیجئے کہ مجھے سب کچھ مل گیا۔“

”مسٹر شاہنواز ایک اہم سلسلے میں آپ کے پاس آنا ہوا ہے۔ میں یہ بات محسوس کرتا ہوں کہ بعض معاملات کے لئے ہمیں ایسے افراد کی ضرورت ہے جو ہماری الجھنوں کو سنوار سکیں آپ کو علم ہے کہ ملکی مفاد کے لئے میں بساط بھر کارروائی کر رہا ہوں اور بعض دفعہ مجھے اس جگہ بھی کام کرنا پڑتا ہے کہ مداخلت بے جا تصور کیا جائی۔ لیکن کرنا پڑتی ہے۔ بہت جگہ متعلقہ حکام کی نگاہیں نہیں پہنچ پاتیں اور بعض اوقات اتفاقیہ طور پر نگاہوں میں آجاتے ہیں۔ کم از کم ان کی نشاندہی ایسے افراد سے کرنا جو اس سلسلے میں کارآمد ہوں انتہائی ضروری ہوتا ہے اور میرا ان سے رابطہ نہیں ہے۔“

”میں جو ہوں۔ آپ فرمائیے۔ کیا ایسا مسئلہ ہے؟“

”ایک شخص ہے ابھی نام نہیں بتاؤں گا۔“ پھر میں نے مختصر الفاظ میں ایری اور

داراب کا کیس کھول دیا۔

”وہ عورت انتہائی خطرناک ہے اور ہمارے ملک کے ایسے راز حاصل کر چکی ہے کہ

جن کا ملک سے باہر جانا ہمارے وطن کے لئے انتہائی خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔“

”دانش صاحب اگر آپ اس بات کی نشاندہی کرنے کے لئے تشریف لائے ہیں تو

اس کا مقصد یہ ہے کہ اب اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔“

”بالکل نہیں ہے۔“

”اور معاملہ اتنا بڑا ہے کہ میں سمجھتا ہوں اس سلسلے میں مجھے براہ راست وزیر دفاع

سے رابطہ قائم کر لینا چاہیے۔“

”بالکل میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ اس بیانے پر یہ کام ہو۔ اب میں آپ کو اس

بارے میں مکمل تفصیل بتائے دیتا ہوں۔“

”جی..... جی پورے اطمینان اور اعتماد کے ساتھ۔“

”سینئر داراب روٹی والا یہ اطلاع دیتا ہے کہ اس نے جس عورت سے شادی کی

تھی اس کا اصل نام ایری کینس ہے اور اس کا تعلق اسرائیل سے ہے۔ ایری کینس کا

ایک چھوٹا سا گروہ ایک عمارت میں مقیم ہے اور اس نے ملکی مفادات کے خلاف بہت

سے کام کئے ہیں ایسے ایسے راز حاصل کئے ہیں جن کا ملک سے باہر نکل جانا ہمارے ملک

کے لئے انتہائی تباہ کن ہو سکتا ہے۔ وہ ابھی اپنے کام میں مکمل مصروف ہے اور درحقیقت

ہمارے ایسی راز ملک سے باہر لے جانا چاہتی ہے۔ جن کے لئے اس نے کارروائیوں آغاز کر رکھا ہے۔ سیٹھ داراب روٹی والا اطلاع دیتا ہے کہ ایک عمارت میں چند افراد قتل ہوئے ہیں اور ان میں ہمارے دشمن ملکوں کے کچھ نمائندے شامل ہیں۔ جن کی تمام تر نشاندہی اس نے کی ہے یہ ہے تمام صورتحال۔“

”کیا سیٹھ داراب روٹی والا اس سلسلے میں میری کی ہوئی کارروائیوں کا ساتھ دے؟“ مطلب یہ کہ اگر ہم اسے کسی خفیہ کانفرنس میں طلب کر لیتے ہیں تو کیا وہ ہمیں تمام تفصیلات اسی انداز میں بتا سکتا ہے۔“

”بالکل بتا سکتا ہے۔“ میں نے جواب دیا۔

”تو پھر ٹھیک ہے۔ میں فوری طور پر اس سلسلے میں وزیر دفاع سے ملاقات کرتا ہوں۔ وہ ہمیں مکمل مناسب مشورہ دے سکیں گے۔ ویسے آپ نے واقعی بڑا سنسنی خیز انکشاف کیا ہے۔ میں جب بھی آپ کے بارے میں سوچتا ہوں حیرتوں کا شکار ہو جاتا ہوں۔ دنیا نام و نمود کی شائق ہوتی ہے۔ تھوڑا کرتی ہے بہت کر کے پیش کرنا چاہتی ہے اور اس میں اس کے اندر خود ستائی کا ایک جذبہ پوشیدہ ہوتا ہے۔ لوگ یہی چاہتے ہیں کہ ان کی کاوشوں کو سراہا جائے۔ ان کے بارے میں قصیدہ خوانی کی جائے۔ لیکن آپ کی خاموش کارکن ہیں کہ خاموشی سے ملکی مفاد کے لئے اتنے بڑے بڑے کام کر رہے ہیں۔ بلکہ اگر یہ کہوں تو غلط نہیں ہے کہ آپ نے بہت سوں کی ذمہ داریاں سنبھال رکھی ہیں۔ میری تو رائے ہے دانش منصور صاحب کہ آپ ان تمام چیزوں کو منظر عام پر لائیں اور ملکی سیاست میں حصہ لیں۔ آپ جیسے لوگوں کی ہمارے ملک کو اہم ضرورت ہے۔“ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے کہا۔

”نہیں شاہنواز زندگی میں ہر شخص کو ہر طرح کا کام نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ ہر ایک کا شعبہ الگ الگ ہونا چاہیے۔ سیاسی شعبہ آپ سنبھالے ہوئے ہیں اور ہم آپ کے کل پرزے بنے ہوئے ہیں۔ دونوں کا مقصد ایک ہی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ نام و نمود کا مسئلہ ہے تو شاہنواز کی کوئی بڑائی سامنے آتی ہے۔ تو دانش منصور اسے اپنے آپ سے منسلک کر لیتا ہے اور اسے یہی محسوس ہوتا ہے کہ یہ الفاظ اس کے لئے ہیں۔ جو شاہنواز کے بارے میں کہے گئے ہیں۔“ شاہنواز میرے الفاظ سے بہت متاثر ہو گیا۔ چند لمحات

سوچتا رہا پھر بولا۔

”ٹھیک ہے آپ مطمئن رہیں۔ جو ذمہ داری آپ نے مجھے سونپی ہے میں اسے سر انجام دوں گا گو یہ میرا محکمہ نہیں ہے۔ لیکن ذمہ داری تو ہے۔ ویسے داراب روٹی والا نے بھی واقعی وطن پرست ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ درنہ بات کسی بھی طرح ہمارے علم میں نہیں آتی۔“

”یقیناً وہ ایک وطن پرست انسان ہے۔ ہمارا ممبر ہے اور آنے والے وقت میں

مسٹر شاہنواز آپ کو اس کے سلسلے میں بہت کچھ کرنا ہوگا۔“

”بالکل اطمینان رکھیں۔ مجھے رہنمائی ملتی رہنی چاہیے۔ میری وزارت کا جو عرصہ

ہے میں چاہتا ہوں میں اس میں اپنی بہت سی ذمہ داریاں پوری کر لوں۔ بعد کا کچھ نہیں کہا

جاسکتا۔“

میں نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی اور اس کے بعد شاہنواز سے اس سلسلے میں وہ گفتگو ہونے لگی جو بعد کی کارروائیوں کی نشاندہی کرتی تھی۔ میں اور رشید ناگی اس گفتگو سے پوری طرح مطمئن تھے اور اس کے بعد یہ ملاقات ختم ہو گئی ہم واپس کوٹھی میں آ گئے اور رشید ناگی سے بہت دیر تک ان کارروائیوں کے بارے میں تفصیلی بات چیت ہوئی تھی۔

دوسرا دن پرسکون تھا۔ میں تادہ اور مٹھل شاہ کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ جن لوگوں کو وہاں روانہ کیا تھا ان کی طرف سے اتنی جلدی رپورٹ ملنے کی امید نہیں تھی۔ فراز اور نسیم ایسے افراد تھے جنہیں پورے اعتماد کے ساتھ سالونیکا بھیجا گیا تھا اور اس بات کی امید تھی کہ وہ وہاں میری بہترین نمائندگی کر سکیں گے۔ لیکن پھر بھی میرا دل تڑپتا تھا کہ میں خود بھی وہاں جا کر ان دونوں سے مل لوں۔ دلچسپ بات تھی اور بعض اوقات اس پر ہنسی آتی تھی۔

☆☆☆☆

رہی ہیں اور اب اس احساس کے ساتھ آپ کا احترام کرتا ہوں کہ آپ بہت بڑی شخصیت ہیں۔ میں تو آپ کے بارے میں سوچتا ہوں تو حیران رہ جاتا ہوں۔ مجھے تو خیر ایک چھوٹی سی ذمہ داری سونپی گئی ہے اور اسے ہی سرانجام دیتے ہوئے بعض اوقات راتوں کی نیند غائب ہو جاتی ہے۔ یہ محسوس ہوتا ہے کہ بہت سی پراسرار نگاہیں مجھے دیکھ رہی ہیں اور میری اصلیت سے واقف ہو چکی ہیں اور اب خطرات میری گردن تک پہنچنے والے ہیں۔ یہ اس عالم میں ہے جب کہ میں ایک چھوٹا سا کام سرانجام دے رہا ہوں۔ مجھے کرنا ہی کیا پڑتا ہے۔ ساری ذمہ داری دوسرے لوگوں نے سنبھالی ہوئی ہے ان حالات میں جب آپ کے بارے میں سوچتا ہوں تو حیران رہ جاتا ہوں کہ خاتون ہو کر آپ کتنی نڈر دلیر اور باعمل ہیں۔ ایری کینس ہنس پڑی۔ اگر کوئی بات تھی اس کے ذہن میں تو ان خوبصورت الفاظ نے اس کے ذہن سے نکال دی ہوگی وہ دلکش نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی پھر بولی۔

”اچھا طریقہ ہے کسی کو نظر انداز کرنے کا۔ تم نے مجھے الفاظ کی مار ماری ہے۔“
”کیا آپ کے خیال میں آپ سے واقف ہونے کے باوجود میں یہ جرات کر سکتا ہوں۔“

”تم بے حد دلکش ہو ایرس اور خاص طور سے جو مشرقی روپ تم نے اختیار کیا ہے اس میں اتنی مہارت کا ثبوت دیتے ہو کہ میں اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ مشرق اور مغرب میں ایک فرق ہے۔ مغربی تیز رو اور ترش مزاج ہے۔ جبکہ مشرق میں ایک نرمی ایک دلکشی ہے۔ مغربی ہو کر تم نے مشرق کے جو انداز اپنائے ہیں بس وہی میرے لئے بہت زیادہ دلکشی کا باعث بن گئے ہیں۔ اچھا خیر چھوڑو یہ بتاؤ کیا پلا رہے ہو۔“

”بد قسمتی سے جس ماحول میں مجھے وقت گزارنا پڑ رہا ہے اسے مکمل طور پر اپنے قابو میں رکھنے کے لئے کچھ ایسے اقدار بھی اپنانے پڑے ہیں جنہوں نے ابتداء میں بڑی مشکلات کا شکار کیا۔ لیکن اب عادی ہو گیا۔ میرا مطلب ہے کوئی ایسا مشروب نہیں پیش کر سکوں گا۔“

”نہیں..... نہیں۔ میں خود بھی تم سے تعاون چاہتی ہوں کافی پلاؤ اور۔“ اس نے کہا اور میں نے فوراً ہی ملازموں کو طلب کر کے اسے بہترین کافی بنانے کے لئے کہا۔ کافی

دن کے کوئی ساڑھے گیارہ بجے تھے کہ اچانک ہی کوٹھی میں ایک خوبصورت عورت رنگ کی کار داخل ہوئی نئی کار تھی۔ میں نہیں پہچانتا تھا۔ لیکن جب ایری کینس اس سے اتری تو میں نے اپنے بدن میں سنسنی محسوس کی۔ یہ عورت اپنی حقیقتوں کے ساتھ ساتھ سامنے آکر میرے لئے بہت خوفناک بن گئی تھی اور میں اس وقت تک اس سے محتاط رہا چاہتا تھا جب تک کہ اسے آخری منزل تک نہ پہنچا دوں۔ تاہم میں نے خود کو سنبھال کر ایری کینس کا استقبال کیا۔ وہ مجھ سے بہت زیادہ لگاؤ کا مظاہرہ کرتی تھی۔ گو اس لگاؤ میں ابھی اس کا عورت پن نمایاں نہیں ہوا تھا لیکن اس کے چہرے کا ایک ایک نقش چیخ کر کہتا تھا کہ وہ میری اس بے اعتنائی سے شاک ہے اور مجھے اس سے آگے چاہتی ہے۔ میں اسے ایک خوبصورت نشست گاہ میں لے گیا کہنے لگی۔

”ساری باتیں اپنی جگہ ڈیڑھ ایرس لیکن کبھی کبھی تمہارے بارے میں سوچتی ہوں کہ ایک احساس ضرور دل میں پیدا ہو جاتا ہے۔“
”کیا؟“

”پتا نہیں یہ احترام کی منزل ہے یا اجتناب کی۔“ میں نے اسے نہ سمجھنے والے انداز میں دیکھا تو وہ بولی۔

”اس سے زیادہ میں اور کچھ نہیں کہوں گی۔“

”میڈم آپ کا احترام پہلے تو میں دوسری حیثیت سے کرتا تھا یعنی اس حیثیت سے کہ آپ شہر کے ایک سرمایہ دار کی بیوی ہیں اور ہر لحاظ سے مطمئن اور مسرور زندگی گزار

آگنی اور میں نے خود اسے اپنے ہاتھوں سے کافی بنا کر دی۔ کافی کا کپ لیتے ہوئے وہ پڑی کہنے لگی۔

”آج کی مصروفیات کیا ہیں؟“

”آپ کے آجانے کے بعد مصروفیات وہ ہوتی ہیں میڈم جو آپ کی اپنی ہوں۔ بھلا میری مجال ہے کہ میں اپنی کسی مصروفیت کا تذکرہ کروں۔“

”ریس کورس چلیں گے آج کئی اچھی دوڑیں ہیں۔“

”ٹھیک ہے۔ چلیں گے۔“ میں نے جواب دیا۔

”میں یہی سوچ کر آگنی تھی کہ تمہیں ساتھ لے جاؤں گی۔ دراصل مجھے ریس کا بے حد شوق ہے۔“

”حیرانی کی بات یہ ہے کہ آپ گھوڑوں کی پہچان میں بڑی مہارت رکھتی ہیں۔“

”تمہارا کیا خیال ہے کیا وہ گھوڑے جیتے ہیں جو طاقتور توانا ہوتے ہیں یا میں ان گھوڑوں کی نشاندہی کرتی ہوں جو دیکھنے میں جیتنے والے لگتے ہیں۔“

”میں ریس کے بارے میں چونکہ بالکل معلومات نہیں رکھتا اس لئے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ البتہ اس بات پر حیرانی کا اظہار ضرور کروں گا کہ پھر آپ اصل گھوڑوں کی شناخت کیسے کر لیتی ہیں۔“ دوپہر کا کھانا اس نے میرے ہاتھ ہی کھایا بری طرح مسلط ہو گئی تھی۔

”لنچ کے دوران اس نے اپنا پروگرام بھی بتا دیا۔“

”آج کا پورا دن تمہارے ساتھ گزارنے کا منصوبہ بنایا تھا میں نے اپنے ذہن میں ناشتہ کرتے ہوئے تم یاد آئے اور میں نے یہ سوچا کہ تم سے اتنی قربت ہونے کے باوجود اتنا فاصلہ کیا معنی رکھتا ہے۔ کبھی کبھی تو ایسا ہو کہ تمہارا ساتھ رہے اور انسان یہ بھول جائے کہ اس کی اصل شخصیت کیا ہے۔“

”شکریہ میڈم۔ ویسے ذرا اب روٹی والا کی کیا کیفیت ہے۔ آپ کی طرف سے غیر مطمئن تو نہیں۔“ وہ ہنس پڑی کہنے لگی۔

”وہ شخص ایک کھلونا ہے۔ اس کی اپنی اوقات ہی کیا ہے۔ میرے سامنے جب چاہوں مچھر کی طرح چٹکیوں میں مسل کر رکھ دوں ویسے ان دنوں ہانگ کانگ گیا ہوا ہے۔ پتہ نہیں کیوں یہ شخص اتنے بڑے کاروبار کے چکر میں پڑا ہوا ہے۔ جبکہ اس کے قرب و

جوار میں کچھ بھی نہیں ہے۔ لاؤلد لاوارث اور میں اس کی بیوی ہوں۔ یعنی اگر کل وہ اس دنیا سے کوچ کر جائے تو اس کے تمام ترکے میرے نام منتقل ہو جائیں گے۔“ میں دلچسپ نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔

”ہم لوگ تیار ہو کر ریس کورس چل پڑے۔ جب ریس کورس میں داخل ہوئے تو پہلی ریس مکمل ہو چکی تھی اور اس کی ہار جیت کے بارے میں لوگوں میں گفتگو ہو رہی تھی۔ ہم اپنی نشستوں پر جا کر بیٹھ گئے۔“ وہ کہنے لگی۔

”کھیلو گے۔“

”کیا کریں گے میڈم۔“

”ٹھیک ہے۔ گھوڑوں کو صرف دوڑتے ہوئے دیکھو۔ اسی میں زیادہ لطف آئے گا۔“ کافی وقت وہاں گزارا غرض یہ کہ آخری ریس بھی مکمل ہو گئی اور ہم لوگ وہاں سے چل پڑے۔ وہ خود ہی ڈرائیور کر رہی تھی۔ کلائی کی گھڑی میں وقت دیکھا اور کہنے لگی۔

”اب کچھ دیر کے لئے ہیڈ آفس چلتے ہیں وہاں کچھ لوگوں کو ہدایات دینی ہیں اور اس کے بعد پھر تفریحات کے لئے نکل کھڑے ہوں گے۔“ میں نے اب بھی کوئی اعتراض نہیں کیا۔ ہیڈ آفس وہی تھا جس کا جائزہ میں ایک بار لے چکا تھا اور جو درحقیقت میری مطلوبہ جگہ تھی۔ ہم اس عمارت میں داخل ہو گئے جو میرے لئے نہایت سنسنی خیزیت کی حامل تھی کیونکہ کارروائی مکمل ہونے کے بعد جو کچھ ہوتا تھا اس عمارت میں ہونا تھا۔ یہاں ایری کینس کے تمام ساتھی نظر آرہے تھے۔ بڑے اطمینان اور سکون کی زندگی بسر کر رہے تھے یہ لوگ یہاں۔ میرے دل میں ان کے لئے جو احساسات تھے وہ الگ نوعیت کے حامل تھے۔ لیکن ظاہر ہے ابھی ان کا اظہار نہیں کر سکتا تھا۔ ایری کینس مجھے اپنے مخصوص کمرے میں لے گئی۔ یہ کمرہ بھی وہی تھا جہاں موجود الماریوں میں میرے وطن کے اہم راز پوشیدہ تھے۔ ایری کینس کے انداز سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ وہ مجھ پر مکمل اعتماد کرنے لگی ہے اور اب کسی مسئلے کو مجھ سے چھپانا ضروری نہیں سمجھتی۔ غرض یہ کہ یہاں بھی کافی وقت گزارا۔ ایری کینس مختلف لوگوں کو بلا کر مختلف ہدایات دیتی رہی۔ پھر اس نے کہا۔

”بور تو نہیں ہو رہے ڈیر۔ تھوڑا وقت اور صرف کرنا پڑے گا۔ میں کسی کا انتظار

کر رہی ہوں۔ تم سے بھی ملاؤں گی اسے مل کر خوش ہو گے۔
 ”کون ہے۔“ میں نے سوال کیا؟

”ہو سکتا ہے تمہارا شناسائی ہو۔“ اس نے ہنستے ہوئی کہا۔ دو افراد اندر آ گئے۔
 دونوں شاندار لباس میں ملبوس تھے۔ اور میں نے انہیں پہلی بار یہاں دیکھا تھا۔
 ایری کینس نے مسکراتی نگاہوں سے انہیں دیکھا اور ان سے رسمی گفتگو کی۔

ان کی خیریت وغیرہ معلوم کرنا میں نے غیر محسوس انداز میں ان دونوں کے چروں کی طرف
 دیکھا کچھ عجیب سی کیفیت نظر آ رہی تھی ان کے چروں پر۔ بلا آخر دروازے پر دستک ہوئی
 اور دروازہ قامت آدمی اندر داخل ہوا۔ خصوصاً اس کا قد قابل ذکر تھا۔ چہرہ ستا ہوا بالکل
 ایسا جیسے بہت زیادہ ورزش کرنے والوں کا چہرہ ہو جاتا ہے۔ جسم بھی اسی مناسبت سے نظر
 آ رہا تھا۔ غالباً وہ سخت جسمانی محنت کرتا تھا۔ گو قیمتی سوٹ میں ملبوس تھا۔ لیکن کچھ عجیب
 سا نظر آ رہا تھا۔ ایری کینس نے کھڑے ہو کر استقبال کیا۔ اس کی آنکھیں چھوٹی چھوٹی
 لیکن شیطانی انداز لئے ہوئے تھیں۔ ہونٹ بھنجے ہوئے تھے۔ ناک طوطے کی طرح مڑی
 ہوئی تھی اور پہلی ہی نظر میں وہ ایک خطرناک آدمی نظر آتا تھا۔ ایری کینس کا انداز بتاتا
 تھا کہ وہ اس شخص کے سلسلے میں بہت پر جوش ہے اس نے اس سے مصافحہ کیا اور اندر
 موجود دو آدمیوں نے دروازہ بند کر دیا۔ کیوں میری چھٹی حس ایک عجیب سی کیفیت
 کا احساس دلا رہی تھی۔ دروازہ بند کرنے کے بعد وہ دونوں پیچھے کی سمت مڑے پتہ نہیں
 کیا کرنا چاہتے تھے۔ لیکن اس وقت میں حیران رہ گیا جب دونوں میں سے ایک نے جیب
 سے پستول نکال کر اس کی نال میری گدی پر رکھ دی۔ میں نے چونک کر دیکھا اور پھر پلٹ
 کر ایری کینس کی طرف۔

”تم اسے ایک دلچسپ مذاق کہہ سکتے ہو۔ ڈیئر ایرس۔ لیکن ہم لوگوں کی زندگی
 ایسے مذاقوں سے بھری ہوتی ہے اور کسی بھی لمحے ہمیں کسی بھی شخصیت سے ایسے مذاق
 کی توقع کرنی چاہیے۔“ میں نے سرد نگاہوں سے ایری کینس کو دیکھا۔ لیکن منہ سے
 کچھ نہ بولا۔ نووارد میرے سامنے کھڑا ہوا مجھے گھور رہا تھا۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔
 ”میرا نام لیڈل مارک ہے۔“ میں نے پھر بھی کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے اپنا
 چوڑا ہاتھ میرے طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

”اور آپ یقیناً مسٹر ایرس ہیں۔“ میں نے اس کے ہاتھ کی جانب کوئی توجہ نہیں
 دی اور خاموشی سے بیٹھا رہا وہ دوسرا آدمی جس کا ایک ساتھی مجھ پر پستول تانے ہوئے
 تھا۔ میرے قریب پہنچا اس نے میرے جسم پر بغلی ہولسٹر تلاش کیا۔ پھر جیبوں کی تلاشی لی
 اور اس کے بعد دونوں ہاتھ سیدھے کرتا ہوا بولا۔
 ”نہیں میڈم۔ پستول وغیرہ موجود نہیں ہے۔“

”جیبوں میں جو سامان ہے وہ نکال لو۔ کیونکہ مسٹر ایرس بہترین صلاحیتوں کے مالک
 ہیں۔“ میری جیب سے پرس اور دوسری چیزیں نکال لی گئیں۔ خود ایری کینس نے ان
 چیزوں کا جائزہ لیا۔ اور انہیں واپس میری جیب میں رکھ دیا۔ پھر کہنے لگی۔
 ”یہ جو کچھ ہو رہا ہے یقینی طور پر تمہارے لئے ناخوشگوار ہو گا لیکن براہ کرم مجھ سے
 تعاون کرو۔ مسٹر لیڈل مارک سے شاید تمہاری ملاقات پہلے نہیں ہوئی۔ کیونکہ مسٹر
 مارک۔“

”ہاں مسٹر ایرس میرے لئے ایک اہم نام ہیں۔ لیکن جن دنوں انہوں نے اہم
 ترین کارروائیاں کیں میں جنوبی افریقہ میں تھا اور طویل عرصہ وہاں وقت گزارا ہے مسٹر
 ایرس میں اپنا تعارف خود ہی کرادوں تو زیادہ بہتر ہے۔ میرا تعلق روز آرگنائزیشن سے ہے
 اور میں روز آرگنائزیشن کے اہم ترین کارکنوں میں تصور کیا جاتا ہوں۔ مجھے
 روز آرگنائزیشن ہی نے یہاں بھیجا ہے اور یہ بتانا میں ضروری سمجھتا ہوں کہ میڈم ایری
 کینس ہماری آرگنائزیشن کی ایک اہم رکن ہیں اور ہمارے لئے بیش قیمت کارنامے سر
 انجام دے چکی ہیں۔ گو ان کا تعلق اسرائیل سے ہے اور یہ اسرائیلی سیکرٹ سروس میں
 ایک بڑا تصور کی جاتی ہیں۔ لیکن روز آرگنائزیشن کی خوش بختی ہے کہ یہ اس کے مفادات
 کا بھی پورا پورا تحفظ کرتی ہیں اور انہیں روز آرگنائزیشن کی نمائندگی حاصل ہے۔ مسٹر
 ایرس آپ براہ کرم براہمانے بغیر ہمیں مطمئن کرنے کی کوشش کریں۔ میں آپ سے کچھ
 سوالات کرنا چاہتا ہوں اس کے بعد اجتماعی طور پر آپ سے معذرت کر لیں گے۔“

”مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے مسٹر لیڈل مارک۔“

”لیڈل مارک نے میرے سامنے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ ایری بھی اس کے
 قریب پہنچ گئی تھی۔ لیکن میرا ذہن ہوا میں اڑ رہا تھا۔ اس کا مقصد ہے کہ کوئی بہت ہی

اہم کارروائی ہوئی ہے۔ تاہم میری اعصابی قوتوں نے جواب نہیں دیا تھا اور میں ہر صورتحال سے نمٹنے کے لئے تیار تھا۔ ایری کیس کھلے گی۔

”میں اپنے طور پر تم پر مکمل اعتماد کرتی ہوں لیکن اتفاق کی بات یہ ہے کہ پچھلے دن مسٹر لیڈل مارک یہاں پہنچے اور جب انہیں یہ علم ہوا کہ میں یہاں کام کر رہی ہوں تو وہ فوراً ہی مجھ سے ملنے آگئے۔ مسٹر لیڈل مارک روز آرگنائزیشن کی طرف سے بھیجے گئے ہیں۔ مجھ سے ملے بات چیت ہوئی اور انہوں نے وہ تفصیل بتائی جس کی وجہ سے انہیں یہاں آنا پڑا اور جب میں نے انہیں بتایا کہ میں تو مسٹر دانش منصور سے بہت زیادہ بے تکلف ہوں اور ایرس میرے لئے اجنبی نہیں ہے تو وہ بہت حیران ہوئے اور پھر انہوں نے اپنی اسکیم کا دوسرا مرحلہ مکمل کرنے کے لئے مجھ سے درخواست کی اور میں بھلا روز آرگنائزیشن کے کسی کام سے کیسے اختلاف کر سکتی تھی۔ چنانچہ میں نے یہ کارروائی کی خصوصی طور پر آج مجھے اس وقت تک نہیں یہاں لے کر آنا تھا۔ کچھ انتظامات کئے گئے ہیں تمہارے لئے۔“

”میرا خیال ہے کہ روز آرگنائزیشن نے مجھے یہاں مکمل اختیارات دیئے ہیں اس لئے میں کسی کے زیرِ تحت کوئی ایسا عمل نہیں کر سکتی جس کی ہدایت مجھے براہ راست ہیڈ کوارٹر سے نہ ملے۔“ لیڈل مارک فوراً ہی اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر کوئی چیز تلاش کرنے لگا۔ پھر اس نے ایک سنہرے رنگ کا کارڈ میرے حوالے کرتے ہوئے کہا۔

”اس پر آپ کے لئے ہیڈ کوارٹر سے ہدایات ہیں۔ براہ کرم اس کی پشت پر موجود تحریر دیکھ لیجئے گا۔“ میں نے کارڈ لے کر اس کو پلٹ کر دیکھا لکھا ہوا تھا۔

”مسٹر ایرس براہ کرم روز آرگنائزیشن کے سربراہان کے نام پر مسٹر لیڈل مارک سے تعاون کیجئے اور جو کچھ یہ کہیں اس پر عمل کیجئے۔ یہ نہایت ضروری ہے۔“ نیچے ایک مہر لگی ہوئی تھی اور اس پر کسی کے دستخط تھے۔ میں نے سنجیدہ نگاہوں سے لیڈل مارک کو دیکھا تو وہ آنکھیں بند کر کے مسکراتے ہوئے بولا۔

”میرا خیال ہے اب آپ مطمئن ہو گئے ہوں گے بات دراصل یہ ہے مسٹر ایرس کہ یہاں اس ملک میں ہمیں اپنے جتنے مفادات حاصل کرنے تھے پچھلے دنوں ان سے سخت انحراف ہوتا رہا ہے۔ یعنی جو کچھ ہم نے چاہا وہ بھی نہ ہوا بلکہ الٹی روز آرگنائزیشن

کے مفادات پر ضرب پڑی اور ہمیں کافی نقصانات اٹھانے پڑے۔ اس سلسلے میں جو اہم ترین بات ہے وہ یہ ہے کہ اگر ہم کبھی اپنے مفادات میں کوئی بڑا نقصان پاتے تھے اور اس کی تفتیش کی جاتی تھی تو اس میں زیادہ تر ہمیں ڈان سینٹر کا ہاتھ نظر آتا تھا کیونکہ وہی ہمارا رقیب ادارہ ہے لیکن اس بار جو دلچسپ واقعات پیش آئے ان میں صرف روز آرگنائزیشن کو نہیں بلکہ ڈان سینٹر کو بھی انہی نقصانات سے دو چار ہونا پڑا۔ آپ کو علم ہے کہ ہمارے ہاں ایک تحقیقی ادارہ ہے۔ جس کے تمام کارکن مشینی کارکن ہیں یعنی۔ کمپیوٹرز، کمپیوٹرز سے میننگ کی گئی تو انہوں نے عجیب و غریب شبہات کا اظہار کیا اور بتایا کہ مسٹرایرس کی شخصیت مشکوک ہے اس کی تصدیق میڈم ماریانہ جونز سے ہوئی ماریانہ جونز نے یہاں سے واپس جا کر جو تفصیلات مہیا کیں ان میں بھی کمپیوٹر کی نگاہ میں آپ کی شخصیت مشکوک نظر آتی ہے اور آپ کے بارے میں شبہات پائے جاتے ہیں کیونکہ آپ مقامی شخصیت تھے اور وہ شخص جس کا نام دانش منصور ہے۔ بلاشبہ لاپتہ یا روپوش ہے۔ لیکن یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ مرچکا ہے یا زندہ ہے۔ چنانچہ ان تمام چیزوں پر کوئی دن تک غور کرنے کی بعد یہ فیصلہ کیا گیا کہ مسٹرایرس آپ کو پوری طرح چیک کر لیا جائے اور مجھے اسی لئے یہاں بھیجا گیا ہے۔“ میں سنبھل کر بیٹھ گیا میں نے کہا۔

”مگر اس سلسلے میں مجھ پر کیا شبہ ہے مسٹر لیڈل مارک۔“

”بس کمپیوٹرز کا کہنا ہے کہ آپ کی شخصیت مشکوک پائی جاتی ہے۔ یہ بھی ممکن ہو سکتا ہے کہ آپ مسٹرایرس نہ ہوں بلکہ اصل دانش منصور ہوں۔“ میرے جڑے بھنچ گئے لیکن میں نے ان لوگوں کو اپنی بدلی ہوئی کیفیات کا احساس نہیں ہونے دیا تھا۔ میں نے آنکھیں بند کر کے گردن جھٹکتے ہوئے کہا۔

”دلچسپ شبہ ہے لیکن میں اس کی تردید کے لئے ہر عمل سے گزرنے کے لئے تیار ہوں۔“

”آپ کے چہرے پر دانش منصور کا میک اپ کیا گیا تھا۔“

”جی۔“

”ہم آپ کا میک اپ دیکھنا چاہتے ہیں۔“ میں نے شانے ہلائے اور آہستہ سے

بولا۔

”ظاہر ہے مجھے اس پر اعتراض ہو گا۔ لیکن کیا ہیڈ کوارٹر سے آپ کو یہ بتایا گیا ہے کہ میرے چہرے پر مشینی میک اپ کیا گیا ہے اور اس کے لئے پلاسٹک کے ٹکڑوں یا کسی ماسک کا سہارا نہیں لیا گیا۔“

”نہیں ایسی کوئی اطلاع مجھے نہیں دی گئی۔“

”تاہم میں سمجھتا ہوں کہ مجھے آپ کے عمل پر کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔“

اب ہے اور آپ کے خدوخال کو وہ اصلیت دی گئی ہے مگر ایسی کوئی اطلاع میرے پاس موجود نہیں ہے اگر روز آرگنائزیشن نے آپ کی شناخت کے لئے مجھے بھیجا ہے تو کیا مجھے اس بارے میں اطلاع نہیں دینی چاہیے تھی۔“

”میں اس سلسلے میں کیا کہہ سکتا ہوں تاہم جو کارڈ آپ نے مجھے دیا ہے اس کے تحت اب میں آپ سے مکمل تعاون دے کر آپ کے لئے تیار ہوں۔“

”میں اس کا شکریہ ادا کئے بغیر نہیں رہ سکتا ہوں گا۔ مجھے اس کی اجازت دیجئے کہ میں آپ کے چہرے پر میک اپ تلاش کروں۔“

”ٹھیک ہے۔ میں آپ کو اس کی اجازت دیتا ہوں۔“

لیڈل مارک نے سامنے کھڑے ہوئے دونوں آدمیوں میں سے ایک کو ہدایت دی اور وہ باہر نکل گیا۔ کچھ دیر کے بعد واپس آیا تو اس کے پاس ایک عجیب و غریب قسم کی مشین تھی۔ جسے اس نے کسی کیمرے کی طرح تین پایوں والے اسٹینڈ پر نصب کرنا شروع کر دیا۔ دوسرے نے دروازہ بند کر دیا تھا۔ میری کیفیت اس وقت بالکل عجیب سی ہو رہی تھی۔ اپنے آپ کو سنبھالے ہوئے تھا اور اب اس پروجیکشن کا جائزہ لے رہا تھا کہ اگر میری اصلیت ان کے سامنے آجائے تو مجھے کیا کرنا ہو گا۔ یہاں تین افراد تھے دو وہ جو لیڈل مارک کے معاونوں کی حیثیت رکھتے تھے اور ایک لیڈل مارک۔ چوتھی ایری کینس تھی جسے خود بھی ایک ناگن سے کم نہیں کہا جاسکتا تھا۔ کیا ہاتھ پاؤں ہلا کر میں ان چاروں پر قابو پاسکتا تھا۔ ہو سکتا ہے یہ میرے لئے مشکل ہو جائے۔ بہر حال اب تو ان مراحل سے گزرنا تھا۔ میں خاموش بیٹھا ان لوگوں کو اس اسٹینڈ پر کارروائیاں کرتے دیکھ رہا تھا اور یہ سوچ رہا تھا کہ روز آرگنائزیشن کو بالا آخر یہ شبہ ہو ہی گیا کہ دانش منصور یا ان کا کارکن ایرس

ان کے مفادات کی حفاظت نہیں کر رہا۔ بلکہ ان کے مخالف عمل کر رہا ہے اور اسکے بعد زیادہ سے زیادہ ان کا رویہ میرے ساتھ کیا ہو سکتا تھا۔ میں اسی بات پر غور کر رہا تھا۔

”کیمرو نما مشین اسٹینڈ پر فٹ ہو گئی اور خود لیڈل مارک اس کے عقب میں آگیا۔ اس نے اس مشین میں کچھ کارروائیاں کیں اور پھر اس میں سے میرا چہرہ جھانکنے لگا۔ میں خاموش بیٹھا ہوا اس کی ان کارروائیوں کو دیکھ رہا تھا۔ چند لمحات کے بعد اس نے کیمرو نما مشین کے دونوں حصوں کو دو سمت کھینچا اور اس میں سے ایک اور حصہ باہر نکل آیا۔ اس نے ان کے مٹن آن کیے تو میرے چہرے پر مدہم نیلی روشنی پڑنے لگی۔ مجھے اپنے چہرے پر ہلکی سی جلن کا احساس ہوا۔ یہ روشنی میرے چہرے سے اترتی ہوئی میرے پورے بدن کا طواف کرنے لگی۔ ایک عجیب و غریب عمل تھا جسے میں سمجھ نہیں پا رہا تھا۔“

لیکن مشین مکمل طور سے اپنے کام میں مصروف تھی۔ پھر اس کام سے فراغت حاصل کرنے کے بعد لیڈل مارک نے اپنے سامنے والی جیب سے ایک کارڈ نکالا چھوٹا سا کارڈ کسی میٹ کی طرح تھا۔ اس نے وہ کارڈ بھی مشین کے اوپری حصے میں کسی خانے میں ڈال دیا۔ اور مشین سے کٹ کٹ کی ہلکی ہلکی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ نیلی روشنیاں بدستور میرا طواف کر رہی تھیں۔ پھر مشین کے دوسرے حصے سے سفید رنگ کی کاغذ کی ایک پٹی باہر نکل آئی۔ اور لیڈل مارک نے اسے اس کی جگہ سے کاٹ دیا۔ اس کے بعد اس نے مشین بند کر دی۔ وہ کارڈ جو میٹ کی شکل کا تھا باہر نکل آیا لیڈل مارک نے اپنے ایک ساتھی کو آنکھوں سے اشارہ کر کے اس مشین کو اپنی جگہ سے ہٹانے کی ہدایت کی اور اس ہدایت کے تحت وہ شخص مصروف ہو گیا۔ لیڈل مارک کاغذ کی سفید پٹی کا جائزہ لیتا رہا۔ اس کے چہرے میں نمایاں تبدیلیاں ہوتی جا رہی تھیں۔ ایری کینس بھی اس کی صورت گہری نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ غالباً یہ جائزہ لینا چاہتی تھی کہ اس کے عمل کا کیا نتیجہ نکلا۔ کچھ دیر کے بعد لیڈل مارک نے کہا۔

”مسٹر ایرس یا اصولی طور پر آپ کو دانش منصور کہنا مناسب ہے۔ آپ کے چہرے پر میک اپ نہیں ہے۔ جبکہ ہونا چاہیے۔ کیونکہ آپ اصل دانش منصور نہیں بلکہ روز آرگنائزیشن کے نمائندے مسٹر ایرس ہیں۔ اگر آپ کسی اپنے سائنسی میک اپ کی بات کرتے ہیں جس سے خدوخال کو دائمی حیثیت مل جاتی ہے تو کم از کم روز آرگنائزیشن کے

اس فکشن کو مجھے مطلع کرنا چاہیے تھا جس نے یہ عمل کیا۔ میرے پاس اس کی رپورٹ ہونی چاہیے تھی۔ جو کہ موجود نہیں ہے۔ میں نے اس امکان کو بھی مد نظر رکھا کہ وہاں سے غلطی ہوئی ہو۔ اور اس کے تحت میں نے آپ پر ایک اور تجربہ کیا۔ آپ کی جسمانی ساخت اور آپ کے جسم سے خارج ہونے والی ریڈیائی لہریں۔ میرے پاس یہ میٹ موجود ہے۔ اس پر مسٹریس کی تمام جسمانی ساخت درج ہے۔ ان ریڈیائی لہروں کی کیفیت اور ان کی جسمانی قوتوں اور دوسری خصوصیات کی مکمل تفصیل میں نے سوچا کہ ہو سکتا ہے آپ کا میک اپ کتنا ہی بچتہ ہو۔ اور اس کی تفصیل بھی موصول نہ ہوئی ہو۔ لیکن آپ کی جسمانی ساخت اور کی ریڈیائی لہریں اس سے اختلاف رکھتی ہیں کہ آپ کو کسی بھی قیمت پر ایرس نہیں کہا جاسکتا ہے۔ شدید اختلاف ہے آپ کے جسمانی نظام میں اور ایرس کے جسمانی نظام میں۔ میرے پاس اس کی تفصیل موجود ہے۔“

لیڈل مارک نے سفید پٹی میرے سامنے کرتے ہوئے کہا۔ میں نے اپنے چہرے کو سکون رکھا تھا۔ البتہ میری نگاہیں سب کا جائزہ لے رہی تھیں۔ ایری کینس کے چہرے پر شدید اضطراب کے آثار پائے جاتے تھے۔ اور وہ بار بار کچھ کہنے کے لیے منہ کھول رہی تھی۔ لیکن غالباً لیڈل مارک کے سامنے بولنا نہیں چاہتی تھی۔ لیڈل مارک نے ہر دو نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

”اور چونکہ مجھے اسی مشن پر بھیجا گیا تھا ایک بار پھر میں اپنے الفاظ دہراؤں گا۔ روز آرگنائزیشن نے آپ کو انتہائی مضبوط انسان کی حیثیت سے دانش منصور کا کردار دے دیا۔ یہاں اس لیے بھیجا تھا کہ آپ ایشیا میں روز آرگنائزیشن کے مفادات کی نگرانی کریں۔ لیکن یہ ہوا ہے کہ آپ کچھ بھی نہ کر سکے۔ اور ہمارے بیشتر نمائندوں کو نہ صرف نمائندوں کو بلکہ روز آرگنائزیشن کے کارکنوں کو بھی اس ملک میں شدید نقصانات کا سامنا کرنا پڑا۔ اور آپ ان کے لیے کچھ بھی نہیں کر سکے۔ اسی بنیاد پر آپ پر شبہ کیا جانے لگا اور اب اس شبہ کی تصدیق اس شکل میں ہو گئی۔ میں آپ سے انتہائی مخلصانہ انداز میں یہ سوال کرتا ہوں مسٹر دانش منصور کہ اب مجھے اس سلسلے میں کیا کرنا چاہیے۔“

”مسٹر لیڈل مارک بعض اوقات غلط فہمیوں کا اتنا بلند مینار قائم ہو جاتا ہے کہ انسان

نظر انداز نہیں کر سکتا۔ آپ کے سپرو جوشن کیا گیا ہے آپ کو اختیار ہے کہ اس کی تکمیل کریں۔ یہ جو ایک صورتحال پیدا ہو گئی ہے میرے لیے بھی دلچسپ ہے اور سچی بات یہ ہے کہ میں نے زندگی کا ایک بہت بڑا حصہ روز آرگنائزیشن کی نمک حلائی میں گزارا ہے۔ میں اپنے اس رویے کو جاری رکھنا چاہتا ہوں۔ اگر روز آرگنائزیشن کی طرف سے آپ کو اس کے اختیارات دیے گئے ہیں کہ حقیقت کی چھان بین کریں اور یہ چھان بین کرنے کے بعد اگر اپنے شبہات کو درست پائیں تو اس کے سلسلے میں عمل کر ڈالیں۔ یعنی وہ عمل جو ان حالات میں میرے خلاف کیا جاسکتا ہے۔ میں اس کے لیے حاضر ہوں اور یہ روز آرگنائزیشن سے بہترین تعاون کا ثبوت ہو گا۔ اگر فیصلے کے اختیارات آپ کو دیے گئے ہیں تو فیصلہ کرنا آپ کا کام ہے میں اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں اور اگر اس میں کسی گنجائش کا امکان ہے یعنی یہ کہ آپ میری بات پر یقین کر لیں اور یہ سوچ لیں کہ ہو سکتا ہے کہ کوئی بہت بڑی غلط فہمی کوئی ایسا انداز کام کر رہا ہو جو ابھی تک مشکوک ہو۔ تو روز آرگنائزیشن سے رابطہ قائم کر لیں۔ اپنی رپورٹ انہیں دے دیں۔ میں اس دوران آپ سے مکمل تعاون کروں گا۔ اگر میرے لیے یہ تجویز کیا جاتا ہے کہ یہاں میرا رہنا مناسب نہیں ہے تو آپ مکمل طور پر اطمینان رکھیے کہ میں اس سلسلے میں بھی آپ سے تعاون کروں گا۔ جیسا آپ پسند کریں۔ میں آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میرا نام ایرس ہے۔ اور میں دانش منصور کی حیثیت سے روز آرگنائزیشن کے نمائندے کے فرائض انجام دے رہا ہوں۔“

میرے لیے آئندہ جو بھی حکم ہو گا اس پر عمل کرنے کے لیے تیار ہوں۔ جہاں تک یہاں روز آرگنائزیشن کے مفادات کی ناکامی کا سوال ہے تو اس کی تحقیقات بھی آپ کر سکتے ہیں۔ کچھ ایسے کام مسلسل ہو رہے ہیں جن میں میرے خیال میں ڈان سینٹر کا عمل کارفرما ہے۔ اس کی وجہ سے کچھ ناکامیاں کا سامنا کرنا پڑا ہمیں۔ بہر حال یہ کوئی معذرت نہیں ہے۔ آپ کو اپنے ہر عمل کا اختیار ہے۔“ میرے اس نرم رویے اور پرسکون کیفیت نے سب کو الجھن میں ڈال دیا خصوصی طور پر میں نے ایری کینس کے چہرے کے تاثرات کو بولتے دیکھا۔ اس نے بالآخر درمیان میں مداخلت کر ہی ڈالی۔

”اور بہت سے ایسے واقعات گواہ ہیں مسٹر لیڈل مارک کہ بعض اوقات کہیں سے

ایک غلطی ہوتی ہے اور اس کا ایک پہاڑ سا بنتا چلا گیا ہے۔ سارے کام غلط فہمیوں میں گئے ہیں بعد میں پتہ چلتا ہے کہ ایک چھوٹا سا نکتہ تھا جس نے سارا کھیل ہی بدل ڈالا۔ لیڈل مارک نے ایری کینس کی طرف دیکھا اور کہا۔

”میں واقعی خود پریشان ہوں میرے خیال میں ہمیں کوئی بہتر فیصلہ کرنا ہو گا۔“

”آپ کے خیال میں اگر یہ بات مکمل طور پر تکمیل کو پہنچ جاتی کہ مسٹر دانش منظر ایرس نہیں ہیں تو آپ کو کیا کرنا تھا مسٹر لیڈل مارک۔“

”مجھے حکم دیا گیا تھا کہ مسٹر ایرس کو قتل کر دوں اس شکل میں اگر یہ ایرس ہوں۔“ مجھے ہنسی آگئی میں نے کہا۔

”میں مرنا نہیں چاہتا مسٹر لیڈل مارک۔ اگر کوئی ایسی عارضی کیفیت ہو جس سے مجھے معطل کیا جاسکے تو بہتر یہ ہے کہ ابتدائی اسٹیج میں آپ وہ کام کر لیں۔ مثلاً مجھے قید کر دیں۔ روز آرگنائزیشن سے اس سلسلے میں ہدایات لے لیں کہ میرے ساتھ زیادہ سے زیادہ کیا کیا جاسکتا ہے۔ میرا مقصد بھی ان پر واضح کر دیں۔ اور یہ کہہ دیں کہ مسٹر ایرس کہتے ہیں کہ اگر وہ ایرس ہی ثابت ہو جائیں تو کم از کم زندگی تو بخش دی جائے اور اگر مسٹر لیڈل مارک آپ پر یہ بالکل ہی لازم ہو جاتا ہے کہ میری زندگی ممکن نہ ہو تو بہر طور میں روز آرگنائزیشن کا ایک وفادار نمائندہ ہونے کی حیثیت سے اپنے آپ کو اس کے لیے بھی پیش کیے دیتا ہوں۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ میری کوئی غلط جدوجہد بھی میری ساری کوشش کو ختم کر سکتی ہے اور میں یہ سب کچھ نہیں کرنا چاہتا۔“ لیڈل مارک نے فوراً ہی ہاتھ اٹھا کر کہا۔

”نہیں ڈیئر! ظاہر ہے میں بھی تم سے کوئی ذاتی دشمنی نہیں رکھتا اور جس الجھن کا میں شکار ہوں اس کا اندازہ تم خود لگا سکتے ہو۔ میں اس سلسلے میں تمام رپورٹ تیار کیے لیتا ہوں اور بہترین ہو گا کہ اس وقت تک تم ہمارے ساتھ رہو۔ یہاں محدود ہو ہم سے اسی انداز میں تعاون کرتے رہو۔ جیسے تم نے کیا۔ میں خود اب اپنے اس خیال کی تردید کرتا ہوں جس کی ہدایت دے کر مجھے بھیجا گیا ہے۔“ میں نے آنکھیں بند کر کے گردن جھٹکی۔ ایری کینس بالکل ہی موم ہو گئی تھی۔ کہنے لگی۔

”اور اس طرح میرا بھی نقصان ہو رہا ہے۔ اس کا بھی کوئی ازالہ نہیں ہو سکے گا۔“

میں سب سے زیادہ پریشان ہوں اس سلسلے میں۔ اگر مسٹر ایرس غلط آدمی ثابت ہو جاتے یا درحقیقت غلط آدمی ہوتے تب تو مجبوری تھی۔ کیونکہ میں جانتی تھی کہ کوئی غلط آدمی میرا کام بھی نہیں کر سکے گا لیکن یہ جس قدر قدم آگے بڑھا چکے ہیں اور ان کے ان اقدامات سے مجھے جتنے فائدے حاصل ہوئے ہیں میرے لیے ان کا بدل تلاش کرنا ممکن نہیں ہے۔ میں اپنے مقصد میں بہت پیچھے چلی جاؤں گی۔ مسٹر مارک یہ کیا چکر چلا دیا روز آرگنائزیشن نے۔“ لیڈل مارک نے ایری کینس کو دیکھا اور کہنے لگا۔

”نہیں میڈم آپ کو اپنے اس کام کے لیے دوسری راہیں اختیار کرنا ہوں گی۔ میں کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتا۔ بلکہ اگر آپ اس چیز کو پسند کریں تو مسٹر ایرس کو میرے حوالے کر دیجئے۔ میں ان کے لیے کوئی مناسب بندوبست کیے دیتا ہوں۔“

”کیوں۔ آپ کا کیا خیال ہے مسٹر لیڈل مارک کیا میں روز آرگنائزیشن کے مفادات کو نظر انداز کر دوں گی۔“

”نہیں ڈیئر۔ اس کے امکانات نہیں ہیں ہمارے اور آپ کے درمیان جو تعاون چلتا ہے اس میں ہم میں سے کسی نے کسی کو دھوکا نہیں دیا۔“

”بہر حال مسٹر ایرس کی اپنی ایک شخصیت ہے۔ اور اس شخصیت کو انہوں نے مزید مستحکم کر دیا ہے۔ میں ان کے لیے تھوڑی سی افسردہ بھی ہوں۔“

”میری مجبوری کا خیال رکھیے میڈم ایری میں اس سلسلے میں بہت مختصر وقت میں کوئی مناسب قدم اٹھاؤں گا۔ میرا خیال ہے روز آرگنائزیشن کے سربراہان میری رپورٹ پر پوری پوری توجہ دیں گے۔ اور اس مسئلے پر غور کریں گے۔ مسٹر ایرس آپ براہ کرم کچھ وقت ہمارے ساتھ گزار لیے۔ ظاہر ہے اب صورتحال ہی بدل گئی ہے۔“

”میں نے گردن خم کر دی۔ بہترین رویہ اختیار کیا تھا میں نے اس وقت اس کے علاوہ کچھ کرتا تو حماقت ہوتی ظاہر ہے میں بھیڑیوں کی کچھار میں تھا۔ اور میری کوئی جدوجہد اس وقت میری نگاہوں کے لیے خطرہ بھی بن سکتی تھی۔ البتہ میں نے ان سب کو اپنے فریب کے جال میں پھانس لیا تھا۔ ایک انتہائی خوبصورت کمرے میں مجھے لایا گیا۔ بیڈ روم کی شکل رکھتا تھا۔ ایری کینس میرے ساتھ آگئی تھی۔ لیڈل مارک نے اس پر پورا پورا بھروسہ کیا تھا۔ کہنے لگی۔“

”اسے فی الحال اپنا قید خانہ سمجھو ڈیئر ایرس۔“

”اتنا خوبصورت قید خانہ شاید ہی کسی کو ملا ہو۔“

”میں فوراً اپنے ملک کے سربراہان سے رابطہ قائم کروں گی۔ اس لیے اجازت

چاہتی ہوں۔ آرام سے رہو۔ یہاں تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ البتہ کچھ اصولوں کا پابندی کرنا پڑے گی۔“

”مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔“ وہ چلی گئی۔

”میں مسہری پر لیٹ کر گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ میری سوچ ان تمام واقعات کی جانب مڑ گئی جس کی تفصیلات ابھی میرے علم میں آئی تھی۔ بڑا خوفناک مسئلہ ہو گیا تھا۔ ظاہر ہے ان لوگوں نے اس بات کی شناخت کر لی تھی اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا عمل کیا جائے۔ ایری کینس اپنی دانست میں مجھے پھانس کر یہاں لائی تھی لیکن اب خود ہی اپنے جال میں پھنس گئی تھی اور یہ میری صحیح سوچ کا نتیجہ تھا۔ میں ایک صوفے پر بیٹھا ایک میگزین دیکھ رہا تھا۔ کہ دفعتاً ہی ہلکے ہلکے دھماکے ہو رہے تھے۔ یہ دھماکے ایسے نہیں تھے کہ ان پر بو کھلایا جاسکتا۔ لیکن ہر طور دھماکے تھے۔ نجانے کیا سلسلہ تھا۔ ایک لمحہ بھی نہ گزرنے پایا تھا کہ ایک انوکھی خوشبو کا تیز ریلہ دروازے کے رخنوں سے اندر داخل ہو گیا۔ کوئی دھواں نہیں تھا۔ کوئی روشنی نہیں تھی۔ کوئی ایسی کیفیت نہیں تھی جس سے یہ اندازہ ہو سکے کہ یہ بو کہاں سے آئی۔ لیکن یہی بات یہ ہے کہ اندازہ لگانے کا موقع ہی نہ مل سکا۔ اس بونے اس طرح ذہن کو لپیٹ میں لیا کہ ایک یا دو باتوں کے علاوہ تیسری بات سوچنے کا موقع بھی نہ ملا۔ اور میں شاید اسی کرسی پر ڈھیر ہو گیا۔ کوئی احساس باقی نہ رہا۔ بیہوشی حواس پر مسلط ہو چکی تھی۔“

”پھر آنکھ کھلی اور میں نے سامنے والی کھڑکی کے پردے کے دوسری جانب دیکھا۔ مدمدم روشنیاں جھلک رہی تھیں اور سبز رنگ کے پردے سے یہ روشنیاں جھلکتی ہوئی بہت خوبصورت لگتی تھیں۔ پردے کا ایک مخصوص ڈیزائن تھا۔ جس میں ستارے کے ہوئے تھے۔ اور جب سورج کی شعاعیں کھڑکی کے اس حصے کو اپنے اجاڑے میں لے لیتیں تو کئی ستارے چمکنے لگتے تھے۔ یہ منظر میری آنکھوں کو ہمیشہ ہی بہت بھلا محسوس ہوتا تھا۔ تکیے کے نیچے ہاتھ ڈال کر میڈیکسٹ پیڈ نکالا جو چہرے کے مساج کے لیے بڑا دلکش ثابت

ہوتا تھا۔ اور میرا صبح کا پہلا مشغلہ یہی تھا کہ اس میڈیکسٹ پیڈ سے اپنے چہرے کو ہلکا ہلکا رگڑوں۔ اس طرح عضلات میں ایک عجیب سی فرحت کا احساس ہوتا تھا۔ پیڈ سے چہرہ ابھی طرح رگڑنے کے بعد میں نے پیشانی کو آہستہ آہستہ مسلا۔ اور اس کے بعد آنکھیں جھپک کر اٹھ بیٹھا۔“

”لیکن دوسرے ہی لمحے ذہن کو ناقابل بیان جھٹکا لگا تھا۔ سب کچھ حسب معمول تھا۔ لیکن حسب معمول نہیں تھا۔ یہ میرا ہی کمرہ تھا۔ میری کوٹھی کا وہ مخصوص کمرہ جہاں میری ضرورت کی ہر چیز موجود ہوا کرتی تھی یہ میڈیکسٹ پیڈ بھی روزانہ بدل کر رکھا جاتا تھا۔ لیکن رات کے واقعات تو کچھ اور تھے۔ رات کو تو کچھ اور ہوا تھا۔ میں اپنے گھر میں کہاں تھا۔ میں تو۔ میں تو اس مکان میں تھا جہاں ایری کینس موجود تھی اور لیڈل مارک۔ میرے خدا میرے خدا۔ میں اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ کوئی بات جو سمجھ میں آئی ہو وہاں بیہوش ہوا تھا۔ بدبو کا وہ ناقابل برداشت بھبکا اور اس کے بعد بیہوشی۔ اور یہ پھر یہ سب کچھ۔ میں حیرانی سے آنکھیں پھاڑ کر رہ گیا۔ تیزی سے دروازے کی جانب بڑھا۔ دروازہ کھولا تو دوسری جانب سعید خان نظر آیا۔ کسی کام سے راہداری سے گزر رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر رک گیا۔ میں نے سعید خان کو آواز دی اور وہ میرے نزدیک آگیا۔ میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔“

”جی۔ دانش صاحب۔ کوئی حکم ہے میرے لیے۔“

”یار اندر آؤ۔ یہ کیا چکر چلا دیا تم نے۔“ سعید خان مسکراتے لگا۔ میرے ساتھ اندر آگیا۔ میں نے کہا۔

”ناگی کہاں ہے؟“ میں نے پوچھا۔

”چیف وہ موجود نہیں ہے۔“

”کہاں گئے ہیں؟“ میں نے پوچھا۔

”پتا نہیں۔ میرے علم میں نہیں ہے۔ ویسے پچھلی رات ان کے لیے شدید

عروفیت کی رات گزری ہے۔“

”یار کچھ تفصیل بتاؤ۔ مجھے کون لایا یہاں پر۔“

”سر۔ ناگی صاحب تھے، میں تھا اور کچھ دوسرے تھے۔“

”اوہو۔ ناگی اس وقت کہاں مل سکتا ہے۔“ میں نے سوال کیا۔
 ”اگر آپ حکم دیں تو تلاش کروں انہیں۔“
 ”نہیں رک جاؤ۔ مگر مجھے تفصیل تم ہی بتاؤ۔“

”چیف کوئی خاص تفصیل نہیں ہے۔ آپ کو علم ہے کہ ناگی صاحب ہمیشہ آپ نگرانی کرتے رہتے ہیں۔ اور آپ کے تحفظ کے لیے ہم لوگ مستعد رہتے ہیں۔ ناگی صاحب کو علم تھا کہ میڈم ایری کینس آپ کو اپنے ساتھ لے گئیں ہیں۔ بعد میں وہاں گفتگو ہوئی وہ بھی ناگی صاحب کے علم میں آچکی تھی۔ اور اس کے بعد ناگی صاحب ہی نے کارروائیاں کی ہیں۔ آپ یقین کیجئے کہ ہمیں مکمل تفصیل نہیں معلوم۔“

”میں گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ تفصیل کے لیے ناگی ہی کا انتظار کرنا پڑا دن کو تقریباً ساڑھے بارہ بجے ناگی واپس آگیا۔ رات کی تھکن اس کے چہرے سے ظاہر ہوتی تھی۔ میرے پاس مودبانہ انداز میں پہنچا اور سلام کر کے بیٹھ گیا۔“

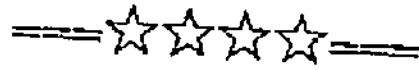
”بے چینی سے تمہاری آمد کا انتظار کر رہا تھا۔ ناگی۔ تفصیل جاننا چاہتا ہوں۔“

”چیف میں آپ کو رپورٹ دینے ہی حاضر ہوا ہوں۔“

”ہاں۔ بتاؤ کیا صورتحال رہی۔“

”بس چیف میڈم ایری کینس آپ کو ریس کوریس سے اپنے ساتھ لے گئیں۔ میں معمول کے مطابق آپ کی نگرانی کر رہا تھا۔ وہاں جو گفتگو ہوئی تھی۔ وہ بھی میرے علم میں آگئی۔ اور میں نے اس پر غور کرنے کے بعد عمل کر ڈالا۔ جو صورتحال اچانک پیش آگئی تھی آپ کو اس کا مجھے بھرپور اندازہ ہو چکا تھا۔ یہ تو ممکن نہیں تھا کہ آپ سے کسی قسم کا تعلق قائم ہوتا۔ لیکن میری ناقص رائے یہی رہی کہ آپ کو فوری طور پر ان کے چنگل سے نکل جانا چاہیے اور میں نے یہی کیا پہلے میں نے خواب آور گیس کے بم وہاں پھینکے اور سب کو بیہوش کر دیا۔ درحقیقت میں یہ نہیں چاہتا تھا چیف کہ اگر میں وہاں باقاعدہ حملہ کروں اور کوئی ہنگامہ خیزی ہو تو آپ کو کوئی نقصان پہنچے۔ ظاہر ہے ایسی کوئی کارروائی بھی ہو سکتی تھی۔ فوری طور پر متعلقہ حکام کو اس جانب متوجہ کرنا بھی ممکن نہیں تھا۔ ایسی حالت میں اگر میں یہ کر بھی ڈالتا تو وہاں سے آپ بھی برآمد ہوتے۔ اور ہو سکتا ہے آپ کو کچھ مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا۔ چنانچہ ان لوگوں کو بیہوش کرنے کے بعد پہلے میں نے وہاں

”آپ کو ہٹا دیا۔ اور یہاں منتقل کر دیا۔ بعد میں میں نے مسٹر شاہنواز سے ساری صورتحال بتا کر فوری مدد چاہی۔ اور ہمیں پورا تعاون دیا گیا۔ فوج کے جوانوں نے جس وقت اس عمارت پر حملہ کیا مسٹر لیڈل مارک بھی وہاں موجود تھے۔ میڈم ایری کینس بھی تھیں اور ان کے تمام ساتھی بھی۔ چنانچہ انہیں گرفتار کر لیا گیا اور متعلقہ حکام کو وہاں سے وہ تمام چیزیں مل گئیں جن کی مناسبت سے میڈم ایری کینس اسرائیلی جاسوسہ ثابت ہوئیں۔“



فوری طور پر سالونیکا کی جانب متوجہ ہونا چاہتا ہوں۔ فراز اور نسیم کی جانب سے کوئی رپورٹ موصول تو نہیں ہوئی۔“

”ابھی تک کوئی رپورٹ نہیں ملی۔“

”تم سمجھتے ہو کہ میرے ذہن میں اس سلسلے میں کیا کیا الجھنیں موجود ہیں۔ بہر طور وہ دونوں میرے لئے بہت اہمیت کے حامل ہیں۔“

”میں جانتا ہوں۔ اور آپ اس سلسلے میں کوئی لائحہ عمل فوری طور پر ترتیب دے سکتے ہیں یا اگر میرے لئے کوئی ہدایت ہو تو مجھ سے فرما دیجئے گا میں آپ کی ہدایت کے مطابق عمل کروں گا۔“

”داراب روٹی والا کو ذرا یہ یقین آ لینے دو کہ اسے اس مصیبت سے نجات مل گئی ہے اس کے بعد اس سے بات کر لیں گے۔ میں سالونیکا جانے کی تیاریاں کرنا چاہتا ہوں۔ مگر فوری طور پر نہیں کچھ وقت مصروف رہنے کے بعد۔“

رشید ناگی عجیب نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ ایک طرف تو میں نے وہاں کے سلسلے میں اپنا اتنا اضطراب ظاہر کیا تھا لیکن دوسری جانب میں کچھ وقت لگانا چاہتا تھا۔ میرے ذہن میں کوئی اہم بات نہیں تھی۔ بس دل چاہتا تھا کہ داراب روٹی والا کا کیس نمٹا لیا جائے اس کے بعد یہاں سے روانہ ہوں۔ اگر ناوہ اور مٹھل شاہ کے سلسلے میں مجھے کوئی اشارہ مل جائے تو انہیں ساتھ لے کر ہی آؤں۔ بڑی آرزو تھی دل میں۔ ویسے رشید ناگی کے ان اقدامات سے خوشی کا ایک طوفان بھی سینے میں اٹھ اٹھا تھا۔ مجھے بڑی شاندار کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ اس کے بعد ایک دو دن نہایت فرصت سے گزرے۔ داراب روٹی والا کو ذرا موقع دینا چاہتا تھا۔

”دلچسپ بات جو میرے ذہن میں آئی دو سرے دن وہ غزنوی صاحب کے گھر جانے کا خیال تھا میں نے سوچا کہ کم از کم غزنوی صاحب کی خیریت بھی معلوم کر لی جائے۔ چنانچہ ان کی جانب چل پڑا اور کچھ دیر کے بعد ان کی کونٹھی میں داخل ہو گیا۔ پہلی ملاقات میری کامران غزنوی سے ہوئی۔ مجھے دیکھ کر چونکا اور اس کے بعد پر تپاک انداز میں آگے بڑھ آیا۔“

ہیلو دانش صاحب آپ یقین کیجئے جو کچھ آپ کے بارے میں اخبارات میں پڑھتا

”اودہ بہت خوب۔ بہر حال تم نے بروقت اقدام کیا۔ واقعی یہ بہت ضروری تھا۔ لیکن داراب روٹی والا کی کیا پوزیشن رہی۔“

”رپورٹ اسی کی جانب سے درج کرائی گئی تھی جناب اور اطلاع بھی اس کی طرف سے دی گئی تھی۔ اس مسئلے میں براہ کراست فوجی حکام نے مداخلت کی ہے۔ کیونکہ معاملہ سنگین نوعیت رکھتا تھا۔ خوشی کی بات یہ ہے چیف کہ جو کچھ وہاں سے ملا ہے اس پر بڑی سنجیدگی کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ شاہنواز صاحب سے رابطہ قائم کر کے مجھے یہ معلومات حاصل ہوئی ہیں کہ اخبارات سے بھی یہ تمام باتیں چھپائی گئی ہیں اور اعلیٰ پیمانے پر اس سلسلے میں تحقیقات ہو رہی ہیں۔“

”گوا ہمارا کام ختم ہو گیا۔“

”ہاں چیف۔ اور داراب روٹی والا بھی بچ گیا۔ ورنہ وہ سخت عذاب میں گرفتار ہو جاتا۔“

”میرا خیال ہے داراب کے سلسلے میں اب ہم زیادہ مناسب فیصلہ کر سکتے ہیں۔“

چیف اب یہ معاملہ تو ہم سے تقریباً متعلق نہیں رہا۔ فوجی حکام ایری کینس کے سلسلے میں جو کچھ کرتے ہیں ہمیں اس کے بارے میں تفصیلات معلوم کرنے کی ضرورت ہے۔

”ہاں کوئی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ مسٹر لیڈل مارک کا کیس ذرا گڑبڑ ہو گیا ہے۔ وہ بھی گرفتار ہو گئے اور یہ اچھا ہی ہوا۔ کیونکہ فی الحال میں اس مسئلے سے نمٹنے کے بعد

ہوں اس کے بعد یہ احساس ہوتا ہے کہ ہمارے بھی آپ سے رابطے ہیں تو بڑا فخر محسوس ہوتا ہے۔“

”یہ آپ کی محبت ہے کامران صاحب ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ آپ بذات خود بہت اچھے اور معزز لوگ شمار ہوتے ہیں۔“ کامران غزنوی نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور پھر آہستہ سے کہنے لگا۔

”لیکن آپ تھوڑا سا انتظار اور کر لیجئے اس کے بعد شہر بھر میں ہماری کہانیاں گردش کرتی ہوں گی۔“ کامران غزنوی کے لہجے میں اداسی تھی۔ جسے میں نے محسوس کیا میں اس کے ساتھ آگے بڑھتا ہوا بولا۔

”غیریت کیا بات ہے۔“

”بالکل ہی ذاتی معاملہ ہے۔ لیکن کہہ دینے سے دل ہلکا ہو جاتا ہے۔ ویڈی ان دنوں بڑی عجیب و غریب کیفیات سے گزار رہے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے ایک ایسے کام کا آغاز کیا ہے جو بلا آخر تباہی کے مرکز ہوں پر ختم ہوتا ہے۔“

”کیا مطلب۔“

”کچھ کاروبار کر رہے ہیں وہ ان دنوں اور جو بچے پیانے پر کر رہے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ ہم اس معیار کو برقرار نہیں رکھ پائیں گے ہماری دولت محدود ہے جو کچھ ویڈی نے اس سلسلے میں کر ڈالا ہے وہ اتنا ہے کہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ اس سے آگے بڑھنے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا ہے۔“

”مناسب سمجھو تو مجھے تفصیل بتاؤ کامران۔“

”گھر کے حالات بگڑ چکے ہیں۔ ویڈی کچھ لوگوں سے کاروباری مقابلہ کر رہے ہیں اس میں ان کے ایک خاص حریف رفیق احمد جاگیر دار ہیں۔ نجلے ویڈی کو ان سے کیا پر خاش ہے۔ ایسا ہی معاملہ ہے جو ہمارے علم میں نہیں لایا جاتا۔ ویڈی ان سے مقابلہ کر رہے وہ تمام قیمتی اثاثے بیچ چکے ہیں جن کے بیچنے کے بعد ان کا جو مصروف اختیار کیا گیا ہے وہ ان اثاثوں سے ہونے والی آمدنی کے مقابلے میں دس فیصد بھی نہیں ہے۔ لیکن ویڈی نجلے کس بنیاد پر مسلسل اپنے اس کاروبار کو فروغ دینے کے لئے اپنے اثاثے فروخت کر رہے ہیں کوئی کاما حول بالکل بدل گیا ہے۔ آپ دیکھ رہے ہوں گے کہ کسی زمانہ یہ

کو بھی بھری پڑی رہتی ہوگی۔ کتنے لوگ یہاں موجود تھے، لیکن بڑے بھائیوں نے کنارہ کشی اختیار کر لی ہے۔ اس وقت بھائیوں میں صرف میں ہی یہاں باقی رہ گیا ہوں۔ باقی سب اپنے اپنے حصے لے کر الگ ہو چکے ہیں اور ویڈی زندگی بھر ان کی صورت نہ دیکھنے کا عہد کر چکے ہیں۔“

”ارے صورتحال واقعی بڑی سنگین ہوگئی۔ یہ بچے کس کے ہیں۔“ میں نے ایک

سمت دیکھتے ہوئے کہا۔

”شاداب باجی یہیں آگئی ہیں اپنے شوہر کے ساتھ۔ ان کے شوہر ویڈی کے ساتھ اس کاروبار میں تعاون کر رہے ہیں اس کے علاوہ دلشاد باجی بھی آئی ہوئی ہیں۔ کچھ عرصے کے لئے وہ یہاں نہیں رہیں بلکہ اسلام آباد میں رہتی ہیں۔ لیکن چونکہ اس وقت تمام صورتحال خراب ہوگئی ہے خصوصاً بھائیوں کے علیحدگی اختیار کرنے کے بعد ویڈی کی ذہنی حالت بھی بڑی متاثر ہوئی ہے۔ دونوں بہنیں صورتحال کو سنبھالنے آگئی ہیں۔ باقی سب لوگ چلے گئے ہیں۔“

”اور آپ کی والدہ؟“ میں نے سوال کیا۔

”ماں یورپ گئی ہوئی ہیں۔ وہیں ان کا دل لگتا ہے۔“

”یورپ میں کون ہے؟“

”ہمارے کچھ عزیز ہیں ماں کا ان سے گہرا رابطہ ہے۔“ کامران نے جواب دیا۔

ابھی ہم لوگ یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ ایک خوبصورت کار کو ٹھی میں داخل ہوئی اور غزنوی صاحب اس سے اترے تھے۔ ہم لوگ چونکہ سامنے برآمدے میں کرسیوں پر بیٹھے باتیں کر رہے تھے اس لئے غزنوی صاحب نے مجھے دیکھ لیا۔ چند لمحات اپنی جگہ کھڑے رہے۔ پھر بھاری بھاری قدم اٹھاتے ہوئے اندر آگئے۔ چہرے پر مصنوعی مسکراہٹ پیدا کر کے کہا۔

”اتنے بڑے بڑے لوگ ہم جیسے غریب لوگوں کے گھر میں آجاتے ہیں۔ بہت بڑی

بات ہے۔“

”تعجب ہے غزنوی صاحب آپ نے ہمیشہ مجھ سے اسی لہجے میں بات کی حالانکہ

میری بڑائی کیا ہے۔ یہ آپ بھی اچھی طرح جانتے ہیں۔“

غزنوی صاحب نے چونک کر میری طرف دیکھا پھر کامران کی طرف رخ کر کے بولے۔

”بھئی کامران چائے پلاؤ۔ بہت عمدہ سی معزز مہمان کو۔“ کامران اندر چلا گیا۔ غزنوی صاحب سامنے بیٹھتے ہوئے بولے۔

”کچھ ایسے جملے کہے ہیں تم نے عزیزم جو مجھے چونکنے پر مجبور کرتے ہیں۔“

”میری طرف سے آپ ہمیشہ چونکتے ہی رہتے ہیں۔“

”میرے اور تمہارے درمیان ایسا رابطہ ہے جس میں مفاہمت کا کوئی پہلو کبھی سامنے ہی نہیں آتا۔“

”یہ صرف آپ کا خیال ہے۔ میں نے تو آپ کو ایک اچھا پڑوسی اور ایک اچھا بزرگ سمجھا ہے۔“

”خیر ان تکلفات میں پڑنے سے کیا فائدہ۔ کبھی سچائیاں اگر زبان سے نکل جایا کریں تو ان پر آگے بھی گفتگو کیا کرو۔“

”سمجھا نہیں۔“

”حالانکہ سب کچھ اچھی طرح سمجھ رہے ہو۔ تم بے حد چالاک انسان ہو۔ حالانکہ دنیا کی ہر تردید کر دی ہے تم نے لیکن میرا دل قبول نہیں کرتا۔ نجانے کیوں اندر سے یہی آوازیں ابھرتی رہتی ہیں کہ جو کچھ میں نے تمہیں سمجھا ہے تم اس سے مختلف نہیں ہو۔“

”پڑوسی کی حیثیت سے آپ کی خیریت معلوم کرنے آ جاتا ہوں، لیکن یہ باتیں سن کر سخت ذہنی کوفت ہوتی ہے۔“

”ہوتی ہوگی کیونکہ اصلیت بڑی انوکھی چیز ہوتی ہے۔“

”میری اصلیت کچھ بھی ہے۔ غزنوی صاحب لیکن موجودہ حالت کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔“

”انسان کو سب کچھ مل جائے شہزادے لیکن اسے اس کی اصلیت نہ ملے تو سب کچھ کھویا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ میرے سینے میں ایک راز ہے۔ ایسا راز مسٹر دانش منصور جو اگر تمہیں معلوم ہو جائے تو یہ سمجھ لو کہ بہت کچھ مل جائے گا اپنے طور پر۔ لیکن اس

راز کی قیمت ہوگی بولو سودا کرنا گے مجھ سے۔“

”کمال ہے بلکہ تعجب ہے غزنوی صاحب۔ بچوں کے سے انداز اختیار کر لئے ہیں

آپ نے۔ پتا نہیں آپ اس انداز میں کیوں سوچنے لگے ہیں۔“

”گویا سودے کے لئے تیار نہیں ہو۔ ٹھیک ہے میری طرف سے تمہیں ہمیشہ پیش

کش رہے گی۔ اگر دل میں کبھی اپنے بارے میں جاننے کا پورا پورا تجسس جاگ اٹھے تو مجھ

سے سودا کر لیتا اور قیمت بے شک لوں گا تجھ سے لیکن وہ سب کچھ بتادوں گا جو تمہارے

خواب و خیال میں بھی نہ ہو۔“

”مجھے اگر کسی ایسے راز کی آپ سے کھل جانے کی امید ہوتی جو میرے لئے بہت

اہمیت رکھتا تو یقیناً اس وقت ہی یہ سودا کر لیتا لیکن ایسی کوئی بات ہے نہیں۔“

”ہے میرے دوست ہے۔“ غزنوی صاحب واقعی کسی قدر ذہنی طور پر کمزور

محسوس ہوتے تھے ان کا اندازہ گفتگو ایسا ہی ہو چکا تھا۔ پھر وہ خود ہی بولے۔

”شہزادی تمہارے لئے باعث دلچسپی ہوگی۔“

ہوں۔ میں نے بمشکل تمام اپنے آپ کو سنبھالا تھا۔ حالانکہ غزنوی صاحب نے ایک

کاری دار کیا تھا۔ غزنوی صاحب جیسے میری طرف توجہ نہیں دے رہے تھے۔ کہنے لگے۔

”وہ اپنے شوہر کے ساتھ محفوظ ہے۔ میں جانتا ہوں وہ کہاں ہے۔ اگر اس سے ملنا

چاہو یا ضروری نہ سمجھو۔ میں کافی ہوں تمہارے لئے۔ لیکن ان تمام چیزوں کا تجسس

تمہارے دل میں ہوگا۔ شہزادی کا راز میں تمہیں بتا سکتا ہوں۔ میں اور بھی بہت کچھ بتا

سکتا ہوں۔“

”مجھے آپ کی حالت پر افسوس ہو رہا ہے غزنوی صاحب۔ نجانے آپ ایسا کیا کام

کر رہے ہیں، جس نے آپ کی یہ حالت کر دی ہے۔“

”ذائقہ اڑانا چاہتے ہو۔ مجھے پاگل قرار دینا چاہتے ہو۔ ٹھیک ہے۔ سنو دوست غور

سے سنو۔ جو کچھ میں تم سے کہہ رہا ہوں اس پر توجہ دینا۔“

”جی فرمائیے غزنوی صاحب۔“

”مجھ سے اجازت کے بغیر تم اس کو بھی کی طرف رخ بھی نہیں کرو گے سمجھے۔

جب تک میں تمہیں اس کو بھی کے اندر داخلے کی اجازت نہ دوں۔ اندر آنے کی کوشش

نہ کرنا۔ جب دشمنی کی بنیاد رکھی ہے پھر دشمنی ہی ہونی چاہیے۔“ میں اپنی کرسی سے کھڑی ہو گیا۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

”غزنوی صاحب نہ میں پہلے آپ کا دشمن تھا نہ اس کے بعد میرے دل میں آپ کے لئے دشمنی کا تصور ہے۔ آپ یقینی طور پر ہوش مند ہیں لیکن آپ یہ سمجھتے ہیں کہ میرا یہاں آنا مناسب نہیں ہے تو بہتر ہے کہ مجھے بھی اپنا وقت نہیں ضائع کرنا چاہیے۔ اطمینان رکھیے۔ آئندہ کبھی آپ کی کوٹھی میں قدم نہیں رکھوں گا۔“

”سنو چائے منگوائی ہے۔ چائے پیتے جاؤ۔ بچے کیا سوچیں گے۔“

”کیا آپ نے اس کی گنجائش چھوڑی ہے؟“

”تم نے جس طرح میرے ذہن و دل کو ختم کر دیا ہے اس کے بعد یہی توقع کی جاسکتی ہے مجھ سے۔“

”ٹھیک ہے میں اپنا ذہن خراب کرنے کے لئے یہاں کبھی نہیں آؤں گا۔“

”آنا بے شک آتا لیکن اس وقت جب تمہارے دل میں بہت زیادہ تجسس جاگ اٹھے۔ اپنی شناخت کے بارے میں اور وہ صرف میں ہوں جو تمہیں تمہارا راز بتا سکتا ہوں۔“

میں وہاں سے باہر نکل آیا۔ غزنوی صاحب کی باتوں نے دل میں واقعی کدورت بھر دی تھی اور میں سوچ رہا تھا کہ یہاں نہ آتا تو بہتر تھا۔ شنراوی کا ذکر کر کے غزنوی صاحب نے مجھے پست کرنا چاہا تھا لیکن میں ہار نہیں مانا تھا اور میں نے اپنے آپ کو سنبھال لیا تھا۔ غزنوی صاحب صرف یہی چاہتے تھے ناکہ میں اپنی اصلیت ان کے سامنے کھول دوں۔ بڑا عجیب انسان تھا یہ شخص بھی۔ اتنی کوششیں کر چکا تھا اتنے سارے ہنگامے کر چکا تھا لیکن ابھی تک اوروں سے شکست نہیں تسلیم کی تھی۔ بار بار اس کے ذہن میں یہ تصور ابھر آتا تھا کہ میں دانش منصور نہیں فیصل ہوں۔ مگر اس شخص کو ذاتی طور پر اس بات سے نجانے کیا دلچسپی تھی۔ میری شخصیت نہ جانے کب تک معمہ بنی رہے گی۔ شنراوی اگر مل بھی جائے تو کیا میں اس کی زبان کھلوا سکتا ہوں۔ کیا غزنوی صاحب یہ بات درست کہتے ہیں اپنی کوٹھی تک سفر طے کرتے ہوئے میں ان تمام باتوں پر غور کر رہا تھا اور اس کے بعد میں نے تمام خیالات ذہن سے جھٹک پھینکے تھے۔ یہ احساس مجھے ذہنی طور پر بری طرح تھکا دیتا

کہ ہے۔ پھر اپنے آپ کو مختلف ہنگاموں میں بہلانے کی کوشش کرتا رہا۔ داراب سیٹھ کا معاملہ ایک بار پھر سامنے آگیا تھا اور اس کی اطلاع مجھے گل شیرہی نے دی تھی۔

”چیف داراب سیٹھ نے رابطہ کیا تھا۔“

”یعنی قمر سیٹھ سے؟“ میں نے سوال کیا۔

”جی چیف۔“

”کیا کہتا تھا؟“

”اس وقت تو چیف میں نے قمر سیٹھ کی حیثیت سے اس سے بات چیت نہیں کی۔“

اس نے کہا ہے کہ جیسے ہی قمر سیٹھ آئیں ان کی اس سے بات کرا دی جائے۔“

”ہوں۔ ناگی کی طرف سے کوئی پیغام تو موصول نہیں ہوا۔“

”نہیں چیف۔ ناگی صاحب چار سو گیارہ میں موجود ہیں۔“

”بات کئے لیتا ہوں۔“ میں نے کہا اور ٹرانسمیٹر پر ناگی سے گفتگو کرنے لگا۔ ناگی

موجود تھا۔

”ہاں بھی کیا رپورٹ ہے۔ اب تو خاصہ وقت گزر گیا۔“

”سارا معاملہ بالکل ٹھیک ہو گیا ہے۔ اس کے لئے جو کارروائیاں کی گئی ہیں ان کی

رپورٹ تو ہمیں موصول نہیں ہو سکی چونکہ فوجی حکام کا معاملہ ہے۔ شاہنواز صاحب سے

بات چیت ہوئی تھی۔ انہوں نے کہا تھا کہ سب کچھ ٹھیک ہے۔ ان تمام افراد کو بھی گرفتار

کر لیا گیا ہے جو اس کے ساتھ شریک تھے۔ یعنی سفارتخانے کا وہ فرد دوسرا تیسرا اور چوتھا

آدمی۔ سب کے سب فوج کی تحویل میں جا چکے ہیں اور یہ معاملہ اب باہر آنے کا سوال

ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ایری کینس کے ساتھ جو کچھ بھی کیا جائے گا فوجی پیمانے پر کیا جائے

گا۔ وہ بالکل ہی گم نام ہے اور کسی کو بھی اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے۔“

”گڈ۔ اس کا مقصد ہے ناگی کہ یہ معاملہ ہماری طرف سے تقریباً ختم ہو گیا۔“

داراب نے رابطہ قائم کیا تھا اس سے بات کر لی جائے کیا خیال ہے؟“

”جی چیف میرے خیال میں کوئی حرج نہیں ہے۔“

”تم آجاؤ۔ میں تم سے کچھ مشورہ کروں گا۔“ ناگی کچھ دیر کے بعد پہنچ گیا۔ میں نے

کہا اب داراب سیٹھ کو اپنا مقصد بتا دیا جائے دلی طور پر تو وہ آمادہ ہو ہی چکا ہے۔ میرا

خیال ہے ناگی ہم اسے رفیق احمد صاحب کی پشت پر لگا دیتے ہیں جو کاروبار رفیق احمد صاحب کر رہے ہیں اس کے بارے میں یہ اندازہ تو تمہیں ہے کہ وہ بھی عوامی فلاح کے لئے ہے۔ اگر اس کی گرتی ہوئی ساکھ کو سنبھال لیا جائے تو کیا یہ فیصلہ مناسب نہیں ہوگا؟

”جیف آپ کا خیال تھا کہ غزنوی صاحب اس سلسلے میں جو سرمایہ کاری کر رہے ہیں وہ مکمل ہو جائے۔“

”تو نے اس کو ملک واپس منگوانے کا بندوبست کیا۔“

”تمام کارروائی شروع کر دی ہے میں نے۔ آپ کو ایک نظر دکھانا چاہتا ہوں۔“

”دیکھ بیا اپن تیرے کو پہلے بولا کہ اپن تیرے دولت میں سے ایک پائی کا ضرورت مند نہیں ہے۔ تو ایمانداری سے کام کرنے کو تیار ہے تو ایمانداری سے اپنا کام چالو کر دے۔ پہلا اپنا مال باہر کے ملک سے واپس منگا اس کے بعد اپن تیرے کو بتائے گا کہ تیرے کو کیا کرنا ہے۔“

”ٹھیک ہے ایک آدمی مجھ پر مقرر کر دو۔ میں اس کے تعاون کے ساتھ یہ سب کچھ کرنا چاہتا ہوں۔“

”داراب میں تیرے کو پہلے بولا کہ اپن کو تیرا نگرانی کا ضرورت نہیں ہے۔ اپن تیرے پر اعتبار کرتا ہے۔ اگر ضرورت ہوتا تو آدمی تیرے کو ضرور دے دیتا۔ بس تو اپنا کام شروع کر دے اپن تیرے کو اس ٹیم کا بتائے گا جب تو اپن سے یہ بولے گا کہ تیرا پیسہ واپس آگیا ہے۔ داراب سیٹھ دولت کا لالچ دل میں مت لانا نہیں تو تیرے کو نقصان ہو نہیں گا۔“

”مجھ پر اعتماد بھی کر چکے ہو قمر و سیٹھ اور یہ تصور بھی ذہن میں رکھتے ہو۔ مجھے اب اپنی دولت سے کوئی دلچسپی نہیں رہی ہے۔ کیا فائدہ اس دولت کا جو دل کو سکون نہ دے سکے۔ آج تک بھٹکا رہا ہوں اس دنیا میں۔ اب تمہارے کہنے کے مطابق اپنے وطن کے ہر فرد سے محبت کروں گا۔ سب ہی تو میرے ہیں۔ میں اکیلا کہاں ہوں جس کے لئے جو کچھ کروں گا اس کی نگاہوں میں میرے لئے محبت ہوگی اور اسی محبت کے سہارے اب بقیہ زندگی گزارنا چاہتا ہوں۔“

”یار تجھے تو اللہ نے سب کچھ دے دیا۔ تیرے کو مبارکباد دیتا ہے بس اب اپن کو تیرا بات کرنے کا ضرورت نہیں ہے۔ اس ٹیم تک جس ٹیم تک تو اپن کو یہ نہیں بولے گا کہ تو نے اپنا سارا روپیہ منگوا لیا۔ ٹھیک ہے۔“

اب اس مسئلے کو کم از کم شروع تو کر دینا چاہیے۔“

”ٹھیک ہے۔ کوئی حرج نہیں ہے۔ ظاہر ہے اتنا وقت لگ جائے گا۔“

”ٹھیک ہے گل شیراب تم داراب سے اپنا رابطہ قائم کرو۔“ گل شیر میری ہدایت پر یہ کوشش کرنے لگا اور کچھ دیر کے بعد دوسری طرف سے داراب روٹی والے کی آواز سنائی دی۔

”کون بول رہا ہے؟“

”اپن قمر و سیٹھ ہے۔“

”اوہو قمر و صاحب میں کئی دفعہ آپ سے ملاقات کی کوشش کر چکا ہوں۔ ملاقات ہی نہیں ہو رہی۔ قمر و سیٹھ کیا اب بھی وہ وقت نہیں آیا ہے کہ آپ مجھ سے براہ راست ملاقات کر لیں۔“

”دیکھ بیا اپن دوسرا لوگ سے بھی تیرا ملفق کام کرنا مانگتا ہے۔ ابھی اگر تو بولیں گا کہ اپن تیرے سامنے آجائے تو دوسرا لوگ اپن کو پہچان جائے گا۔ ابھی تھوڑا ایسا کام کرنی دے اپن کو کہ جو ٹیڑھا ٹیڑھا لوگ ہی اوروں کو سنبھالنا ہے۔ ابھی تو میرے کو بول میرے لئے اور کیا خدمت ہے۔“

”قمر و سیٹھ آپ نے جس طرح میری مدد کی ہے میں مرنے کے بعد بھی اسے نہیں بھول سکوں گا۔ درحقیقت آپ نے مجھے ایک ایسے عذاب سے بچالیا ہے جس کے نتیجے میں میرے ساتھ نجانے کیا ہوتا۔“

”ابھی اپن یہی بولیں گا کہ جب اللہ نے تیرے دل کو نیکی دیا تو تیرا مصیبت ٹل گیا

”ٹھیک ہے قمر سیٹھ۔“ داراب درحقیقت مخلص ہو چکا ہے اور اب اس سے کسی فریب کی توقع نہیں رکھی جاسکتی تھی۔ میں نے اور ناگی نے بھی مطمئن انداز میں گردن ہلا دی اور اس کے بعد گفتگو کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ دوسرے مرحلے کے لئے مجھے ناگی سے اور مشورہ کرنا تھا یعنی یونان روانہ ہو جانا چاہتا ہوں۔

”میں جانتا تھا چیف کہ آپ ان معاملات سے فراغت حاصل کرنے کے بعد اسی طرف توجہ دیں گے۔“

”اس سلسلے میں تمام دوستوں کی رائے چاہتا ہوں۔“

”چیف آپ اپنے ساتھ کسے لے جانا پسند کریں گے؟“

”میرا خیال ہے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ سعید خاں بدستور میرا کردار سرانجام دے گا۔ گل شیر اپنے طور پر کام کرے گا اور میں سالونیکا پہنچنے کے بعد فراز اور نسیم سے گفتگو کر کے باقی معاملات طے کروں گا۔ ہو سکتا ہے نادرہ اور مٹھل شاہ ان لوگوں سے ملاقات کر چکے ہوں۔“

”ان لوگوں کی خاموشی میری سمجھ میں نہیں آئی چیف۔ انہیں مجھ سے رابطہ قائم کرنا چاہیے تھا کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ وہاں پہنچیں اور وہ یہاں کے لئے چل پڑے ہوں۔“ میں نے پر خیال انداز میں گردن ہلائی اور کہا۔

”اگر ایسا ہو جائے تو میں تمہیں یونان پہنچنے کے بعد اپنے ٹھکانے کی خبر دوں گا۔ تم مجھے اطلاع دے دینا۔ واپس آ جاؤں گا۔“

”اگر کچھ اور انتظار کر لیا جائے تو کیا حرج ہے۔“

”نہیں یا اب ضبط نہیں ہو رہا۔ بس میں جانا چاہتا ہوں۔“

”مگر چیف آپ اکیلے کیوں جانا چاہتے ہیں۔ میں آپ کو یہاں تنہا نہیں چھوڑتا تو وہاں اکیلے کیسے جانے دوں؟“

”نہیں اسے تم میری ضد سمجھ لو۔ میں تنہا ہی جانا چاہتا ہوں اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تم نے اب تک جو کچھ کیا ہے رشید ناگی اس میں میرے لئے حیرت انگیز بہتری فراہم ہوتی رہی ہے۔ لیکن مجھے اپنے آپ کو آزما لینے دو اور چونکہ ایسا مشکل مرحلہ

نہیں ہے جس میں مجھے کوئی دقت پیش آئے۔ تم گل شیر اور سعید خاں کی نگرانی کرتے رہو اور اس کے علاوہ تمہارے سپرد جو ذمہ داریاں ہیں وہ اتنی اہمیت کی حامل ہیں کہ میں تمہیں اپنی جگہ سے نہیں ہٹا سکتا۔ باقی گل شیر کا کام قمر سیٹھ کی حیثیت سے شروع ہو چکا ہے۔ وہ اپنا کام سرانجام دے گا۔ اس کی بھی اہم ضرورت ہے۔ سعید خاں میرا دست راست ہے۔ اور اگر ان میں سے کسی شخص کو تم میرے ساتھ روانہ کرنا چاہتے ہو تو میری اور اس کی اتنی ذہنی ہم آہنگی نہیں ہے کہ ہم دونوں مشترکہ ہو سکیں ایسی صورت میں اگر کوئی الجھن پیش بھی آئی تو میرے لئے مزید الجھنوں کا باعث بن جائے گی اس لئے اس پر کوئی ضد کرنا مناسب نہیں ہے۔“

”ضد کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا چیف۔ اگر آپ یہ مناسب سمجھتے ہیں تو ٹھیک ہے۔“

”تم یہاں کے معاملات منبھالے رکھو مجھے باہر جا کر اپنے آپ کو آزما لینے دو۔ اور شاید اس کی ضرورت بالکل پیش نہ آئے چونکہ میں اپنے طور پر بہت محتاط رہ کر کام کروں گا۔“

”اوکے چیف اوکے۔ پھر کیا حکم ہے۔“

”کس قدر جلد میرے لئے انتظام کر سکتے ہو۔“

”دو تین دن تو لگ جائیں گے۔“

”مناسب وقت ہے۔ میرا خیال ہے اس دو تین دن کے اندر اندر میں بھی روانگی کی تیاری کئے لیتا ہوں۔“ ناگی سے یہ معاملہ طے ہو گیا روانگی کی تیاریاں ہی بھلا کیا کرنی تھیں۔ کون سا مجھے کسی تفریحی دورے پر جانا تھا۔ اس کے علاوہ اپنے ساتھ کچھ لے بھی نہیں جاسکتا۔ رشید ناگی نے میرے لئے جو تیاریاں کیں وہ بالکل منفرد انداز کی تھیں۔ مجھے میک اپ میں یہاں سے وہاں پہنچنا تھا۔ یہ میک اپ انتہائی شاندار بیانیہ پر کیا گیا تھا کہ نئی شکل میں میری تصویریں اور پاسپورٹ وغیرہ بنوایا گیا اور ایک سیاح کی حیثیت سے بالآخر ایک شام میں یونان کے لئے روانہ ہو گیا۔

طیارہ فضا میں بلند ہوا اور میرا ذہن نجانے کون کون سی سوچوں میں ڈوب گیا۔ میرا یہ سفر اپنے مختلف مراحل سے گزر کر بالآخر ایتھنز ایئرپورٹ پر اختتام پذیر ہوا اور میں نیچے

اتر آیا۔ تمام مراحل سے گزرنے میں بھی مجھے کوئی وقت نہیں ہوئی۔ تمام کام اطمینان بخش طور پر سرانجام دینے کے بعد روانہ ہوا تھا اور کسی درمیانی الجھن کا اندیشہ نہ تھا۔ ایجنٹر میں مجھے کسی اچھے ہوٹل میں قیام کرنے کے بعد کچھ وقت گزارنا تھا اور اس کے بعد یہاں سے سالونیکا کا سفر اختیار کرنا تھا۔

چنانچہ ائرپورٹ سے باہر آنے کے بعد میں نے ایک ٹیکسی لی جس نے ایجنٹر کے ایک فائیو اسٹار ہوٹل پر اتار دیا۔ یہاں میں پرسکون ہو کر اپنے آئندہ پروگرام بنانے کے لئے آزاد ہو گیا کافی پیتے ہوئے میں نے اپنے آئندہ اقدامات پر نظر ثانی کی۔ رشید ناگی اور دوسرے ذہین ساتھیوں کے ساتھ میں نے یونان کے بارے میں مکمل تفصیلات معلوم کی تھیں اور اپنی کارروائیوں میں بظاہر مجھے کسی مشکل کا سامنا نہیں کرنا تھا۔ سالونیکا روڈ انڈیا کے لئے کیا مناسب طریقہ کار اختیار کئے جاسکتے ہیں ان کا جائزہ ہوٹل سے باہر نکل کر لینا تھا۔ گو اس کے لئے بھی ہم لوگوں نے گفتگو کر لی تھی۔ لیکن بہتر بات یہ تھی کہ اپنے طور پر بھی معلومات حاصل ہو جانی چاہیں۔ ان امکانات کو مد نگاہ رکھنا تھا۔ کہ کہیں بھی میری ان کاوشوں میں کوئی رکاوٹ پیدا ہو سکتی ہے۔ فراز اور نسیم کے بارے میں میری جو معلومات تھیں وہ یہی تھیں کہ سالونیکا میں وہ ہوٹل مائیکس میں مقیم ہیں۔ البتہ ان کے روم نمبر کے بارے میں معلوم کرنا تھا۔ لیکن یہ کوئی مشکل کام نہیں تھا۔

میرے دل میں مٹھل شاہ اور نادوہ کا تصور پوری طرح بیدار تھا اور میں چاہتا تھا کہ اڑ کر ان لوگوں سے ملاقات کروں۔ خدا کرے کوئی درمیان میں داخل ہو کر ان لوگوں سے ملاقات کر دے۔ خدا کرے کوئی درمیانی گزبڑ نہ ہوئی ہو۔ ہوٹل میں کچھ وقت قیام کرنے کے بعد میں باہر نکلا اور اس کے بعد ایجنٹر کے نواحی علاقوں کی سیر کرنے لگا۔ میں نے یونان اس کے مختلف شہروں اور نواحی علاقوں کے بارے میں لٹریچر بھی حاصل کیا۔ سالونیکا تک کے سفر کا جائزہ لیا اور اس سلسلے میں ایک طریقہ کار متعین کر لیا۔ اس کے بعد شام تک میں مختلف علاقوں کی سیر کرتا رہا۔ اس سے زیادہ وقت صرف کرنا میرے لئے ممکن نہیں تھا۔ دوسرے دن میں نے سالونیکا کے سفر کا آغاز کر دیا۔ سالونیکا کی سرزمین پر پہنچ کر دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ مجھے ہوٹل مائیکس پہنچنا تھا۔ چنانچہ ٹیکسی میں بیٹھ کر چل پڑا اور بالا آخر ہوٹل میرے سامنے آ گیا۔ جہاں نسیم اور فراز کو ہونا چاہیے تھا۔ میری

معلومات کے مطابق وہ اپنے اصل ناموں ہی سے یہاں ٹھہرے تھے چنانچہ کاؤنٹر پر پہنچ کر میں نے ان دونوں کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ اور مجھے ناکامی نہیں ہوئی۔ وہ لوگ روم نمبر آٹھ سو ستر میں قیام پذیر تھے۔ مجھے خوش قسمتی سے آٹھ سو اکتتر نمبر کا کمرہ مل گیا جو یا تو اس کے بالکل قریب یا اس کے سامنے ہونا چاہیے تھا۔ پروگرام یہی تھا کہ فوری طور پر ان کے ساتھ سرگرمی کا مظاہرہ نہ کروں۔ بلکہ اطمینان سے یہاں قیام پذیر ہو کر صورتحال کے بارے میں معلومات حاصل کی جائے میں پورٹر کے ساتھ اپنے کمرے میں پہنچ گیا۔ بہت خوبصورت کمرہ تھا۔ سامنے ہی کمرہ نمبر آٹھ سو ستر نظر آ رہا تھا اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ وہ دونوں اچانک مجھے یہاں دیکھ کر کسی قدر حیران ہوں گے زیادہ انتظار کرنا میرے بس کی بات بھی نہیں تھی۔ بس لباس وغیرہ تبدیل کیا اور اس کے بعد روم نمبر آٹھ سو ستر کے سامنے پہنچ گیا۔ لیکن کمرہ نمبر کے نیچے جو ایک چھوٹا سا خانہ نظر آ رہا تھا اس پر آؤٹ لکھا ہوا تھا۔ اس کا مقصد ہے کہ وہ دونوں اپنے کمرے میں موجود نہیں ہیں۔ تاہم انتظار کر لینے میں کوئی حرج نہیں تھا۔

یہ انتظار چھ گھنٹے سے لے کر آٹھ گھنٹے تک طویل ہو گیا۔ لیکن روم نمبر آٹھ سو ستر میں کوئی نظر نہیں آیا میں نے خصوصی طور پر وہاں نگاہ رکھی تھی۔ پھر جو ویٹر میرے کمرے میں سروس کر رہا تھا میں نے اس سے آٹھ سو ستر کے مسافروں کے بارے میں پوچھا۔ تو اس نے کہا۔

”جناب عالی۔ اس کمرے میں دو ایشیائی افراد مقیم ہیں۔ غالباً ان کا تعلق پاکستان سے ہے۔ لیکن تقریباً چھ دن سے وہ اپنے کمرے میں واپس نہیں آئے۔“ ویٹر کے اس انکشاف پر میں چونک پڑا۔ میں نے حیرانی سے کہا۔

”چھ دن سے.....“

”ہاں۔ تقریباً“ چھ دن گزر گئے کیونکہ وہ کمرہ بھی سروس کے لئے میرے ہی پاس ہے۔ چھ دن سے ان لوگوں کا اس کمرے میں نشان نہیں مل سکا ہے اور نہ ہی ان کے بارے میں کوئی اطلاع ہے۔“

”ان کا سامان وغیرہ کمرے ہی میں موجود ہے۔“ یہ بات میں اس لئے پوچھ رہا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ کمرہ چھوڑ کر جا چکے ہوں۔“ میں نے کسی قدر الجھے ہوئے انداز

میں پوچھا۔

”نہیں سر۔ کمرے کا پے منٹ کیا ہوا ہے اور ان کا سامان یہیں موجود ہے۔ وہ سیاح ہیں اور کسی اور علاقے میں سیر کے لئے نکل گئے ہیں۔“ یہ بات انتہائی پریشانی باعث تھی۔ چھ دن بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ ویٹر نے غلط نہ کہا ہو گا۔

”تاہم میں نے ایک بار پھر کاؤنٹر سے رابطہ قائم کیا اور کمرہ نمبر آٹھ سو ستر کے مہمانوں کے بارے میں پوچھنے لگا۔ چونکہ میں پہلے بھی وہاں سے معلومات حاصل کر چکا تھا اور ایک پاکستانی ہی کی حیثیت سے یہاں پہنچا تھا چنانچہ مجھے تفصیلی طور پر یہی بتایا گیا کہ لوگ چھ دن سے واپس نہیں آئے اور کمرے کی چابی کاؤنٹر کی تحویل میں ہے۔ پریشانی کی بات تھی نجانے کیا ہوا۔ دل کی دھڑکنیں یہ احساس دلا رہی تھیں کہ صورتحال معمول پر نہیں ہے بلکہ کوئی گڑبڑ ہوئی ہے اور اب اس کے بعد جبری کوس اسپتال جانا انتہائی ضروری ہو گیا تھا۔ تاکہ براہ راست نادورہ اور مشعل شاہ سے ملاقات کی جائے نجانے دل کے کس گوشے سے مایوسی کا ایک احساس کیوں ابھر رہا تھا۔ ٹیکسی نے مجھے اس عظیم الشان جبری کوس اسپتال پر اتار دیا۔ یہاں بھی ایک الجھن درپیش تھی۔ یہ نہیں معلوم ہو سکتا تھا کہ نادورہ اور مشعل شاہ یہاں کس نام سے مقیم تھے تاہم یہاں بھی میرے ساتھ اچھا سلوک کیا گیا۔ اور ریسپشن پر موجود لڑکی نے مجھ سے ضروریات کے بارے میں پوچھا۔ میرے منہ سے دونوں نام سننے کے بعد وہ ان کا تلفظ ادا کرنے کی کوشش کرنے لگی لیکن صحیح تلفظ ادا نہیں کر پائی۔ میں نے کہا.....“

”وہ ایشیائی باشندے ہیں اور ان کا تعلق پاکستان سے ہے۔“

”آپ کو ایک منٹ انتظار کرنا پڑے گا۔ میں ریکارڈ کیپر سے معلوم کرتی ہوں۔ کیونکہ میرے پاس رجسٹر میں ایسا کوئی اندراج نہیں ہے۔“ ریکارڈ کیپر بھی ایک لڑکی تھی۔ اس سے رابطہ قائم کرنے کے بعد پتا چلا کہ اس نام کا کوئی مرد یا عورت اسپتال میں تقریباً دو ماہ سے نہیں آئے۔ پھر ایشیائی باشندوں کے بارے میں چھان بین ہوئی اور صرف تین نام میرے سامنے لائے گئے۔ میں نے ان معلومات کو ذہن نشین کر کے ان تینوں ایشیائی باشندوں سے ملاقات کی۔ ایک معمر شخص تھا جو غالباً ہندوستان کا رہنے والا تھا۔ دوسرے دو افراد بھی میرے لئے بے مقصد ہی تھے۔ اس کے علاوہ کوئی ایشیائی باشندہ یعنی جبری

کوس اسپتال میں کئی ماہ سے داخل نہیں ہوا تھا۔ اس کا مقصد ہے کہ سب کچھ ٹائیں ٹائیں فٹ ہو گیا۔

نادورہ اور مشعل شاہ کا یہاں کوئی نام و نشان نہیں ہے حیران کن بات یہ تھی کہ نسیم اور فراز کہاں غائب ہو گئے۔ بہت مایوسی کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ اور میں پریشان سا اپنے ہوٹل واپس آ گیا تھا۔ اس وقت میں اپنی دلی کیفیات کا صحیح الفاظ میں اظہار نہیں کر سکتا۔ اتنا سفر کر کے یہاں آنے کے باوجود ایسی ناکامی کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ اس وقت دن کے تقریباً ساڑھے گیارہ بجے تھے اور یہ میرے یہاں قیام کا تیسرا دن تھا کہ میں اپنے کمرے سے باہر نکلا۔ ایک دراز قامت شخص جس کا تعلق یورپ ہی کے کسی ملک سے معلوم ہوتا تھا کمرہ نمبر آٹھ سو ستر کے سامنے کھڑا ہوا کس قدر مایوسی سے آؤٹ کا وہ سائن دیکھ رہا تھا جس نے مجھے بھی مایوسیوں کا شکار کیا تھا۔ میرے ذہن میں ایک دم تجسس بیدار ہو گیا۔ اس کا مقصد ہے کہ یہ شخص بھی ان لوگوں سے ملنے آیا ہے لیکن میرے لئے اجنبی چہرہ تھا۔ تاہم میں نے اسے مخاطب کرنے میں کوئی عار نہ محسوس کی۔ اور اس کے عقب میں پہنچ کر اسے مخاطب کیا۔ جو شخص میرے سامنے تھا۔ دراز قامت اور مضبوط جسم کا مالک تھا اس کی چہرے سے میں اس کی شخصیت کا صحیح اندازہ نہیں لگا سکتا تھا۔ تاہم اس نے میرے مخاطب کا پرتپاک جواب دیا۔

”کوئی خاص بات ہے جناب آپ مجھے سے کیوں ملنا چاہتے ہیں.....“

”یہ صاحب جو اس کمرے میں رہتے تھے مجھے بھی مطلوب ہیں۔ ان کا نام فراز تھا

اور ان کے ساتھ ایک خاتون بھی تھی جن کا نسیم نام تھا۔“

”اوہو۔ کیا آپ انہیں جانتے ہیں؟“ اس شخص نے کہا۔

”ہاں کیونکہ ان کا تعلق میرے ہی وطن سے ہے۔“

”آپ پاکستانی ہیں۔“ اس نے سوال کیا۔

”جی.....“

”میرا نام رچرڈ ہے اور میں یونان ہی کا رہنے والا ہوں۔ ان دونوں سے میری بھی دوستی ہو گئی تھی۔ دراصل اس کی وجہ یہ ہے کہ میں کچھ عرصہ آپ کے وطن میں رہ چکا ہوں۔ بنیادی طور پر ڈیم انجینئر ہوں۔ اور وہاں پر میں نے ایک ڈیم کی تعمیر میں حصہ لیا

نظارہ خانے سے اس سلسلے میں بات کروں۔ کیونکہ معاملہ میرے لیے بھی الجھن کا باعث بن سکتا ہے۔“ میرا ذہن شدید تجسس کا شکار ہو گیا تھا۔ میں نے کہا۔
”مسٹر رچرڈ فراز اور نسیم سے میرا گہرا تعلق ہے اور میں انہی دونوں کے لئے یہاں آیا ہوں۔“

”کیا میڈم نسیم آپ کو پہچانتی ہیں؟“
”کیوں نہیں۔ میں بتا چکا ہوں کہ میرا ان سے بہت گہرا تعلق ہے۔“
”رچرڈ سر کھجانے لگا اور اس کے بعد اس نے آہستہ سے کہا۔“
”میڈم نسیم میرے پاس موجود ہیں۔ میری گھر جہاں میری بیوی ان کی تیمارداری کر رہی ہے۔“

”تیمارداری۔“ میں نے چونک کر کہا۔

”ہاں۔ وہ شدید بخار میں مبتلا ہے۔ بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ وہ کسی ایسی ذہنی الجھن میں مبتلا ہیں جس کے بارے میں مجھے بتانا پسند نہیں کرتیں۔ درحقیقت ایتھنز جانے سے پہلے یہ دونوں حضرات بہت پرسکون تھے اور خوش و خرم نظر آتے تھے۔“
”لیکن جب میں ایتھنز سے واپس آیا تو میں نے میڈم نسیم کو اپنے گھر پر دیکھا۔ میری بیوی کیتھرائن ان کی تیمارداری کر رہی ہے۔ وہ خود بھی ان سے بہت متاثر ہے۔ میڈم نسیم کا کہنا ہے کہ مسٹر فراز کئی دن سے غائب ہیں اور ان کا کوئی پتا نہیں چل رہا۔ وہ انتہائی پریشانی کی کیفیت کا شکار ہیں۔“

”فراز غائب ہے۔ نسیم آپ کے گھر پر ہے آپ کا قیام کہاں ہے؟“
”یہاں سے کچھ فاصلے پر زیادہ دور نہیں ہے اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ میڈم نسیم آپ کو پہچانتی ہیں تو ہو سکتا ہے جو بات وہ ہمیں نہ بتانا چاہتی ہوں آپ کو بتا دیں۔“
”میں نسیم سے ملنا چاہتا ہوں۔“ میں نے انتہائی پریشانی کے عالم میں کہا اور وہ تیار ہو گیا۔

”اگر یہ بات ہے تو آپ چلئے۔ میرا خیال ہے روم سروس کو کافی کا آرڈر کینسل کرا دیجئے آپ میرے ہی ساتھ چل کر کچھ کھائیں پئیں تو مجھے خوشی ہوگی۔“ میں اس طرح پریشان ہو گیا تھا کہ میں نے اس کی کسی بات پر اعتراض نہیں کیا۔ میں رچرڈ کے ساتھ اس

تھا۔ اس لئے مجھے پاکستانیوں سے خاصی رغبت ہے۔ ان دونوں سے میری دوستی ہو گئی تھی۔ میں کئی دن ان کے ساتھ رہا اور اس کی بعد اپنے کام سے ایتھنز چلا گیا۔ واپس آیا ان لوگوں سے رابطہ قائم کرنے کی کئی بار کوشش کی نہیں مل سکا تو میں چلا آیا پتا نہیں ایک ہفتے سے کہاں غائب ہیں ہوٹل کا کاؤنٹر بھی بتاتا ہے۔“
”میں خود بھی حیران ہوں میرے ساتھ تشریف لائیے۔ یہ سامنے ہی میرا کمرہ ہے۔ اگر آپ ایک کپ کافی میرے ساتھ بیٹیں گے تو مجھے خوش ہوگی۔“ رچرڈ مسکرا دیا۔ پھر اس نے کہا۔

”کہہ چکا ہوں کہ پاکستانیوں سے چونکہ میرا خاص واسطہ رہا ہے اس لئے مجھے ان سے محبت ہے۔ ویسے میں آپ کا نام نہیں جان سکا ابھی تک مسٹر۔“

”جعید عیسیٰ۔“ میں نے جواب دیا۔ میرے پاسپورٹ پر یہی نام درج تھا۔

”آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔ براہ کرم تشریف لائیے۔“ وہ میرے ساتھ میرے کمرے میں داخل ہو گیا۔ بیٹھ گیا کہنے لگا۔

”آپ سالونیکا کب تشریف لائے؟“

”آج مجھے چوتھا دن ہے یہاں آئے ہوئے۔“

”مسٹر فراز سے آپ کا کیا تعلق ہے؟“

”میرے بہت گہرے دوست ہیں اور جب وہ یہاں آئے تھے تو میں نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ کچھ عرصے کے بعد میں بھی یہاں پہنچ جاؤں گا۔“

”رچرڈ کسی قدر پر تجسس نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ میں نے روم سروس کو طلب کر کے کافی طلب کر لی تھی اس کے بعد میں سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ رچرڈ پر خیال انداز میں زمین دیکھنے لگا تھا اس نے آہستہ سے کہا۔“

”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں اس سلسلے میں کس سے رابطہ قائم کروں۔“

”اگر آپ پسند کریں تو مجھے اس بارے میں بتائیے۔“ اس نے متفکر نگاہوں سے مجھے دیکھا اور کہنے لگا۔

”صرف اس بنیاد پر میں آپ کو یہ تفصیل بتا رہا ہوں کہ آپ بھی پاکستانی ہیں۔ اور اس سلسلے میں آپ بھی میری مدد کر سکتے ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ براہ راست پاکستانی

”تم سے بات ہو سکتی ہے مسٹر جنید عیسیٰ لیکن شرط یہ ہے کہ اپنے آپ کو ایک پر امن آدمی ثابت کرو۔ اٹھو اور ہاتھ اوپر کر کے کھڑے ہو جاؤ۔“

”میں نے ایک لمحے میں بہت کچھ سوچ لیا تھا۔ اس گھونٹے نے میرے ذہن میں ایک عجیب سی جنونی کیفیت جگا دی تھی لیکن پورے عقل و ہوش کے ساتھ۔ روز آرگنائزیشن والوں نے مجھے جو ذہنی اور جسمانی تربیت دی تھی اس نے میری شخصیت کو بالکل تبدیل کر دیا تھا لیکن میں ایسے موقعوں پر ہی اپنے آپ کو استعمال کرنا چاہتا تھا جب انتہائی ضرورت درپیش ہو بلا وجہ جسمانی قوتوں کو ضائع کرنا میرے لئے ممکن نہیں تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اب تک بہت کم ایسے مواقع آئے تھے جب میں نے اپنی جسمانی صلاحیتوں کو آزمایا ہو۔ لیکن اس وقت اس سے بہتر استعمال اور کوئی نہیں تھا۔ چنانچہ میں آہستہ آہستہ کھڑا ہو گیا۔ ان کی ہدایت کے مطابق میں نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے تھے رچرڈ کے دوسرے ہاتھ نے میری تلاشی لی۔ خصوصاً پستول وغیرہ کا خیال رکھا تھا اس نے لیکن ایسی کوئی چیز میرے پاس موجود نہیں تھی۔ اس نے پیچھے ہٹ کر گردن خم کی۔ اور رچرڈ ریوالور کی نال سے مجھے ایک طرف اشارہ کرتا ہوا بولا۔“

”بیٹھ جاؤ۔ بیٹھنے کے لئے اس سے بہتر جگہ اور کوئی نہیں ہے۔“ میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کے اشارہ کئے ہوئے صوفے پر جا بیٹھا مارشل آرٹ کا ماہر شخص ایک طرف ٹک کر کھڑا ہو گیا۔ اور رچرڈ میرے سامنے رکھی ہوئی ایک کرسی پر جا بیٹھا۔

”میں تم سے کچھ سوالات کرنا چاہتا ہوں مسٹر عیسیٰ۔“

”سوالات تو میرے ذہن میں بھی بہت سے ہیں مسٹر رچرڈ مہمان نوازی کا کیا شاندار طریقہ ہے۔ غالباً آپ نے مجھے کافی پلانی ہے۔“

”کافی پلا دی جائیگی۔ بشرطیکہ تم دوستی کا اظہار کرو۔“

”کیا میڈم نسیم یہاں موجود نہیں ہیں۔“

”اس کے برعکس تم یہاں مسٹر فراز سے ملاقات کر سکتے ہو۔ لیکن کچھ دیر کے بعد۔“ اس نے جواب دیا۔ انداز میں عجیب سا طنز پوشیدہ تھا جسے میں سمجھنے کی انتہائی کوشش کے باوجود نہیں سمجھ سکا تھا۔ وہ مجھے دیکھتا رہا پھر اس نے کہا۔

”اور تم یقیناً جیری کو س اسپتال میں گئے ہو گے۔“ میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا

کے گھر پہنچ گیا۔ اس کے ساتھ میں اندر داخل ہو گیا۔ اور اس نے اپنی بیوی کی تھرائن کو آوازیں دیں۔ ہم ایک کمرے میں داخل ہو گئے تھے اس نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور کہا۔

”ایک منٹ کا وقت دیجئے گا۔ میں ذرا کی تھرائن سے بات کر لوں۔ اس کے فوراً بعد میں آپ کو میڈم نسیم سے ملا دوں گا۔“

”میں خاموشی سے ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ میرے انداز میں اضطراب تھا ایک لمحے کے لئے بھی دل میں یہ خیال نہیں آیا تھا کہ کوئی ایسی ویسی بات ہو سکتی ہے لیکن اچانک ایک احساس ہوا۔ رچرڈ باہر نکلا تھا تو اس نے دروازہ بند کر دیا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی کلک کی ایک ہلکی سی آواز بھی ابھری تھی اور اب یہ آواز ذہن میں اس انداز میں آرہی تھی کہ جیسے دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا ہو۔ رچرڈ کو گئے ہوئے تقریباً منٹ گزر چکے تھے اور ابھی تک اس کی واپس نہیں ہوئی تھی۔ تشویش کا بیدار ہو جانے فطری امر تھا اور اس تشویش کے ساتھ ہی ذہن کے کئی خانے کھل گئے تھے۔ اور مجھے کون چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ خطرہ۔ خطرہ خطرہ کوئی سازش ہوئی ہے۔ کوئی چال چلی گئی ہے۔ پھرتی سے اٹھا دروازے کے قریب آیا اور اس بات کی تصدیق ہو گئی کہ دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا ہے۔ وحشت زدہ نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا۔ اندرون طور پر ایک دروازہ بھی نظر آرہا تھا جس پر پردہ پڑا ہوا تھا۔ میں برق رفتاری سے اس دروازے کے قریب پہنچا اور میں نے پردے پر ہاتھ مارا۔ لیکن اسی وقت پردے کے عقب سے ایک طاقتور گھونسا میری ٹھوڑی کے نچلے حصے پر پڑا۔ اور اتنی زوردار ضرب کے ساتھ پڑا کہ میرے حلق سے کراہ نکلی اور میں چاروں شانے چت فرش پر آ پڑا۔ رچرڈ برآمد ہوا تھا۔

اس کے پیچھے ایک طاقتور اور توانا آدمی اور بھی تھا جو اپنی جسمانی ساخت کی بنیاد پر مجھے مارشل آرٹ کا ماہر معلوم ہوتا تھا۔ رچرڈ کا چہرہ بالکل بدلا ہوا تھا۔ اور وہ اس وقت ایک بے حد خطرناک آدمی نظر آرہا تھا۔ چھٹی حس پہلے ہی خطرے سے باخبر کر چکی تھی اور اب اس کی تصدیق ہو گئی تھی۔ لیکن میں کوئی بات نہیں سمجھ پایا تھا۔ دونوں اندر داخل ہو گئے۔ رچرڈ نے جیب میں ہاتھ ڈال کر آٹومیک پستول نکال لیا۔ اور اسے میری پیشانی کا نشانہ لیتا ہوا بولا۔“

اس نے دوبارہ کہا۔

”اور وہاں ان دونوں ایشیائیوں کو تلاش کیا ہوگا تم نے۔ جن کی تلاش کے لئے مسٹر فراز یہاں آئے تھے۔ میں یہ جانا چاہتا ہوں مسٹر جنید عیسیٰ کہ وہ دونوں افراد کون تھے۔“

”میرے خیال میں تم ایک ایسی بات کا اظہار کر رہے ہو جس کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم۔“

”چلو تسلیم کئے لیتا ہوں لیکن مجھے یہ بتاؤ کہ فراز اور نسیم سے تمہارا کیا تعلق تھا؟“

”دونوں پاکستانی ہیں اور میرے دوست ہیں۔“

”تمہاری یہاں آمد کا مقصد کیا ہے اور وہ دونوں یہاں کیوں آئے تھے۔“

”میں تو سیاح ہوں اور حیاخت کے لئے آیا تھا وہ دونوں مجھ سے کچھ عرصے پہلے

یہاں آئے تھے اور انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ اگر میں یونان آنے کا ارادہ رکھتا ہوں تو ہوٹل مالیکس میں کمرہ نمبر آٹھ سو ستتر میں ان سے ضرور ملاقات کروں انہی کی وجہ سے میں نے اس ہوٹل میں کمرہ حاصل کیا تھا۔ لیکن وہ دونوں یہاں موجود نہیں ہیں۔“

”جیری کوس کے مسافروں کے بارے میں کچھ بتاؤ گے۔“ اس نے سوال کیا۔

”اگر کچھ جانتا تو ضرور بتاتا۔ لیکن اب میرے ذہن میں جو سوالات تڑپ رہے ہیں

ان کا جواب مجھے ملے گا یا نہیں۔“

”فی الحال تو تمہیں سوال کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ پہلے ہم اپنا اطمینان کر لیں۔

ہاں تو تم یہ بتانا پسند کرو گے۔ مسٹر فراز اور نسیم کی شخصیت کیا ہے۔“

”اس کے بارے میں میں زیادہ نہیں جانتا۔ اگر نسیم موجود ہے یہاں تو تم اس سے

میرے بارے میں ضرور معلوم کر سکتے ہو۔“

”میں بتا چکا ہوں کہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔ یعنی مسٹر فراز یہاں موجود ہیں اور

وہ خطرناک لڑکی ہمارے چنگل سے نکل گئی ہے۔“ میں خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا

میں اس قسم کا اظہار کر رہا تھا کہ میں ان سے بہت زیادہ خوفزدہ ہوں۔ اس نے پھر کہا۔

”تو جیری کوس کے دونوں ایشیائی باشندوں کے بارے میں تم کچھ نہیں بتا سکتے۔“

”نہیں بالکل نہیں۔“

”اور تم کہتے ہو کہ تم صرف ایک سیاح ہو۔ حالانکہ میں اس بات کو ماننے کے لئے

تیار نہیں ہوں۔ ابھی تھوڑی دیر کے بعد تمہارا سامان بھی یہاں پہنچ جائے گا۔ اور اس

سامان سے یہ اندازہ ہو جائے گا کہ تمہاری یہاں آمد کا مقصد کیا ہے۔“

”آپ نے میرے ساتھ انتہائی بدسلوکی کی ہے۔ مسٹر رچرڈ جیسا کہ آپ کہتے ہیں

کہ ڈیم انجینئر کی حیثیت سے پاکستان میں رہ چکے ہیں۔ آپ کو میرے ساتھ یہ سب کچھ

نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اگر فراز یہاں موجود ہے تو براہ کرم آپ مجھے ہی اس سے ملا دیں۔“

”تمہیں اس سے مل کر بہت خوشی ہوگی مسٹر جنید عیسیٰ۔“ اس نے کہا اور اپنے

ساتھی کی طرف رخ کر کے بولا۔

”جاؤ مسٹر فراز کو یہاں بلا لاؤ۔“ وہ مڑ کر واپس چلا گیا۔ میں بے چینی سے انتظار

کرنے لگا۔ باہر کا دروازہ مسلسل بند تھا اور مارشل آرٹ کا ماہر۔ اندرونی دروازے سے

اندر داخل ہوا تھا۔

کچھ دیر کے بعد وہ دو آدمیوں کے ساتھ اندر داخل ہوا۔ اور وہ دو آدمیوں نے جو

پیراٹھائی ہوئی تھی اسے دیکھ کر میرے رگ و پے میں بجلیاں سی دوڑ گئی تھیں۔ یقینی طور

پر یہ فراز تھا۔ لیکن زندہ حالت میں نہیں وہ مرچکا تھا اور اس کی لاش کو پلاسٹک کے ایک

ٹھیلے میں بند کر کے سر پر سے باندھ دیا گیا تھا۔ فراز کی لاش میرے سامنے لا کر رکھ دی گئی۔

اس کے جسم پر جا بجا زخموں کے نشانات تھے اور چہرے سے ایسے کرب کا احساس ہو رہا تھا

جیسے اس نے نہایت اذیت کے عالم میں دم توڑا ہو۔ میں دیوانہ وار کھڑا ہو گیا۔ اور فراز کی

لاش کو دیکھنے لگا۔ میرے دل میں انتہائی غم کے آثار پیدا ہو گئے تھے۔ یہ میرا ساتھی تھا۔

یعنی طور پر یہ فراز تھا۔ میں نے خونخوار نگاہوں سے ان دونوں کو دیکھا اور پھر رچرڈ کی

جانب دیکھنے لگا۔ رچرڈ کے ہونٹوں پر ایک سفاکانہ مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ اس نے کہا۔

”جیری کوس کے دونوں مسافر جب ہمارے علم میں آئے تو وہاں موجود نہیں تھے

اور یہ شخص اپنی ساتھی لڑکی کے ساتھ اس کی تلاش میں سرگرداں تھا لیکن انتہائی اذیتیں

دینے کے باوجود اس نے یہ نہیں بتایا کہ وہ دونوں کہاں چلے گئے اور ان کا تعلق کس سے

تھا۔ نتیجے میں یہ میرے ہاتھوں مارا گیا۔“

میں وحشت زدہ نگاہوں سے فراز کو دیکھ رہا تھا۔ اور اس وقت میری اپنی ذہنی

پستول سے اس پر فائر کردوں اور پستول کی گولی اس کی گردن میں پھوست ہوگئی اور اس نے دونوں ہاتھ گردن پر رکھ دیئے۔ میری دوسری گولی اس کی پیشانی پر پڑی تھی اور وہ بے جان ہو کر فرش پر ڈھیر ہو گیا تھا۔ مارشل آرٹ کا ماہر بھی مصیبت میں گرفتار تھا، لیکن مجھ پر اس طرح کا جنون سوار تھا کہ میں نے اس پر بھی فائر جھونک مارے اور دو آدمی اس طرح میری کوششوں سے شکار ہو گئے۔ باقی ان دونوں میں سے ایک جو لاش لے کر آئے تھے اپنے ہی چاقو کا شکار ہو گیا تھا، البتہ تیسرا زندہ تھا میں اس کی طرف رخ کر کے کھڑا ہو گیا اور میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”اگر تم نے اپنے جگہ سے جنبش کی تو میں تمہیں بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا۔“

اس نے وحشت زدہ انداز میں دونوں ہاتھ سامنے کئے جیسے مجھے روکنا چاہتا ہو اور میں نے ایک نگاہ ان تینوں پر ڈالی جو میرا شکار ہو گئے تھے، ان تینوں کی طرف سے اب کسی مدافعت کی امید نہیں تھی یہ بھی نہیں کہا جاسکتا تھا کہ وہ زندہ ہیں یا مرچکے چنانچہ میں اس چوتھے آدمی کی جانب پوری طرح متوجہ ہو گیا۔ اس سے مجھے کچھ معلومات حاصل ہو سکتی تھیں لیکن بد بخت شخص خود ہی زندہ نہیں رہنا چاہتا تھا، چنانچہ اس نے پھرتی سے اپنے ہاتھ زمین پر ٹکائے اور اٹھ کر اندرونی دروازے کی جانب بھاگا، میں اگر ہوش دھواس کے عالم میں ہوتا تو اس پر فائر نہ کرتا لیکن میرے ہوس اس وقت میرے ساتھ نہیں دے رہے تھے چنانچہ میں نے اس پر بھی گولی داغ دی اور وہ دھپ سے زمین پر آ رہا۔ گولی اس کی گردن کے پچھلے حصے میں گھسی تھی اور اس نے اسے ایک لمحہ بھی زندہ رہنے کا موقع نہیں دیا تھا، میں بھاگ کر اس کے قریب پہنچا تو وہ دم توڑ چکا تھا، کمرے میں چار لاشیں اور میرے پستول میں غالباً ابھی دو تین گولیاں باقی تھیں، میں سوچ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے، باہر کا دروازہ باہر سے بند تھا اور یہ اندرونی دروازہ نبھانے کہاں کھلتا تھا، ہو سکتا ہے کچھ اور لوگ بھی اندر موجود ہوں، فائروں کی آوازیں یقینی طور پر سنی گئی ہوں گی اس کے بعد کیا ہونے والا ہے مجھے اس کا کوئی اندازہ نہیں تھا، تاہم میں نے ایک ایسی پوزیشن لے لی تھی کہ اگر کوئی اندرونی دروازے سے اندر داخل ہونے کی کوشش کرے تو میری گولیوں کا شکار ہو سکے، لیکن ایک منٹ، دو منٹ، تین منٹ اور پھر پانچ منٹ گزر گئے اور مجھے اور کوئی آواز نہیں سنائی دی، اور یہ خاموشی مجھے احساس دلانے لگی

تو میں میرا ساتھ چھوڑتی جا رہی تھیں۔ میرے ذہن میں جنون ابھرتا جا رہا تھا۔ اور میں اپنی اس جنونی قوت سے زیر ہو گیا تھا۔ چنانچہ میں نے ایک زاد یہ بنا کر پھرتی سے اپنا پاؤں رچرچہ کی جانب گھما دیا۔ رچرچہ یقینی طور پر اس کے لئے تیار نہیں تھا۔ چنانچہ میری پہلی ہی کوشش کارگر ہوئی اور پستول ہاتھ سے نکل کر فضا میں بلند ہو گیا اور ایک طرف الماری کے اوپری سطح پر جا پڑا۔ لیکن دوسرا آدمی جو لاش کے ساتھ آیا تھا پھرتی سے گھوما اس نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر چاقو نکال لیا۔ کھٹکے سے کھٹکے والا چاقو تھا وہ برق رفتاری سے میری جانب بڑھا۔ مگر چونکہ ذرا بھاری بدن کا آدمی تھا اس لئے زیادہ برق رفتاری کا مظاہرہ نہیں کر پایا۔

مجھے اس وقت اپنے آپ پر قابو نہیں رہا چنانچہ میں نہیں جانتا تھا کہ کس طرح میں نے اچھل کر اس کا یہ وار خالی دیا۔ اور اس کے فوراً ہی بعد میں نے برق رفتاری سے اپنا پاؤں اس کے پیٹ کے نچلے حصے پر مارا اس کے حلق سے ایک دھاڑ نکلی اور وہ نیچے گرا لیکن کیفیت یہ تھی کہ چاقو والا ہاتھ اس کے پیٹ کے نیچے دب گیا تھا۔ دوسری دھاڑ اس وقت بلند ہوئی جب چاقو اس کے اپنے ہی پیٹ میں پھوست ہو گیا تھا۔ لاش لانے والے دوسرے آدمی نے پھرتی سے مجھ پر دائیں جانب سے حملہ کیا۔ اس شخص نے بھی اپنا چاقو نکال لیا تھا اس نے اس انداز میں حملہ کیا کہ ایک ہی وار میں میرا کام تمام ہو جائے لیکن میں نے برق رفتاری سے پلٹ کر اس کا وہی ہاتھ پکڑ لیا۔ اسے گھما دیا۔ وہ کرب کی شدت سے چیخا اور میرا گھٹنا اس کے پیٹ سے جا لگا۔ یہ داؤ پہلے بھی کارگر ثابت ہوا تھا اس بار بھی میں نے دوسرے لمحے اسے سر سے اچھال پھینکا۔ اب مارشل آرٹ کا وہ ماہر متوجہ ہوا تھا۔ جس نے میری ٹھوڑی پر مکا رسید کیا تھا۔ لیکن میں نے اس کے ہاتھ پر خطرناک داؤ مارا۔ اور اس کی ہاتھ کی ہڈی چٹخ گئی۔ جس کی آواز صاف سنائی دی تھی۔ رچرچہ نے وحشت زدہ انداز میں الماری کی جانب چھلانگ لگائی۔ جہاں سے وہ پستول اتار کر مجھ پر حملہ کرنا چاہتا تھا لیکن میرے ذہن میں بھی یہی تصور تھا چنانچہ میں نے اس سے پہلے الماری پر ہاتھ ڈال دیا اور پستول میرے ہاتھ آ گیا۔

”رچرچہ اگر رک جاتا تو شاید میں اسے مارنے کی کوشش نہ کرتا لیکن وہ جنون کے عالم میں میری طرف پلٹا اور اس وقت اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں

کہ ان چار افراد کے علاوہ یہاں اور کوئی موجود نہیں تھا۔

چنانچہ سب سے پہلے میں اندرونی دروازے کی جانب بڑھا اور میں نے اس کے اندر کی لاش کی طرف متوجہ ہوا جو اب بھی اس طرح بے گورد کفن پڑی ہوئی تھی، پلاسٹک کے تھیلے کو میں نے جنونی انداز میں پھاڑ دیا اور فراز کے جسم پر پڑے ہوئے زخموں کے نشانات دیکھنے لگا۔ اس کے بدن سے تعفن اٹھ رہا تھا اور لاش کافی بگڑ چکی تھی جس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ اسے دو تین دن پہلے قتل کیا گیا ہے اور غالباً بدبو کی وجہ سے اسے اس پلاسٹک کے تھیلے میں بند کر دیا گیا ہے، نجانے وہ اس لاش کو محفوظ کیوں رکھنا چاہتے تھے ہو سکتا ہے اس میں ان کی کوئی مصلحت ہو اور اس کے ذریعے وہ کوئی اہم کام لینا چاہتے ہوں، میں نے چار افراد کو قتل کر دیا تھا یہ میری فطرت نہیں تھی زندگیوں سے اس طرح کھیلنا مجھے پسند نہیں تھا، لیکن انہوں نے میرے ایک اہم کارکن کو مار ڈالا تھا اور جس زندگی سے ساتھ فراز کو قتل کیا گیا تھا اس کے بعد مجھے ان کی موت کا کوئی افسوس نہیں تھا، یہ سب کچھ بہت بہت برا ہوا تھا، نادرہ اور مٹھل شاہ ایک بار پھر مجھ سے دور ہو گئے، کاش میں اتنا الجھا ہوا نہ ہوتا تو فراز اور نسیم کو روانہ کرنے کے بجائے خود یہاں پہنچتا، ان تمام باتوں کے بارے میں اس جگہ رک کر سوچنا بے مقصد تھا، کسی بھی وقت کوئی خطرہ پیش آ سکتا تھا، ضروری نہیں تھا کہ ان لوگوں کے اور شناسانہ ہوں چنانچہ اب یہاں سے نکل جانا بے حد ضروری تھا، کسی خیال کے تحت میں نے جھک کر رچرڈ کی تلاشی لی اور اس کی جیبوں سے تمام چیزیں نکال لیں، جیبوں میں اس کا پرس تھا جس میں کافی کرنسی رکھی ہوئی تھی اس کے ساتھ ساتھ ایک دو کاغذات تھے ایک جگہ ایک خوبصورت کارڈ لگا ہوا تھا جو رچرڈ ہی کا تھا اور اس کارڈ پر اس کا پتہ درج تھا، میں ان تمام چیزوں کو اپنے تحویل میں لینے کے بعد کمرے پر ایک الوداعی نظر ڈال کر واپسی کے بارے میں سوچنے لگا اور یہ فیصلہ کر لیا میں نے فراز کی لاش کو کسی بھی طور یہاں سے حاصل نہیں کیا جاسکتا اور ویسے بھی یہ ایک بے مقصد عمل تھا۔

چنانچہ نکل جانا ہی مناسب تھا۔ اندرونی دروازے ہی کو استعمال کیا اس سے گزر کر ایک راہداری میں آیا جو داہنی سمت عمارت کے بیرونی حصے میں کھلتی تھی، عمارت واقعی

بالکل خاموش پڑی ہوئی تھی۔ ان چاروں افراد کے علاوہ یہاں اور کوئی موجود نہیں تھا۔ چنانچہ اس سے باہر نکلنے میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی اور اس کے بعد میں اپنے ہوٹل واپس پہنچا تھا۔ ہوٹل کے کمرے میں آنے کے بعد میں نے کمرہ بند کر لیا کچھ دیر بستر پر آنکھیں بند کر کے خود کو پرسکون کرتا رہا۔ وہ لوگ میرے تعاقب میں ہوں گے اسی لئے مجھ کو ٹریس کر سکتے تھے۔

دوسرے ہی لمحے ذہن میں ایک اور خیال بھی آیا، رچرڈ کی جیب سے جو پرس برآمد ہوا ہے اس میں اس کا پتہ درج ہے، ہو سکتا ہے، رچرڈ کے فلیٹ سے اس بارے میں معلومات حاصل ہو جائیں۔ لیکن انتظار کرنا تھا، معلومات تو حاصل کرنی تھیں، جلد بازی میں اٹھایا ہوا کوئی بھی قدم کسی بھی وقت نقصان دہ ہو سکتا تھا یہ ضروری تو نہیں ہے کہ ان چاروں کے علاوہ ان کا ساتھی اور کوئی نہ ہو اس لئے تھوڑا سا محتاط رہنا چاہیے ذرا اس سلسلے میں کسی رد عمل کا اندازہ ہو جائے اس کے بعد رچرڈ کے مکان کی تلاشی لوں گا۔ بہر طور ایک طرح سے مجھے یہاں سے معطل کر دیا گیا تھا اور اب میرے پاس کرنے کے لئے کچھ بھی نہیں تھا۔ ایک غلط تھی کہ کاش نسیم ہی کسی شکل میں مل جائے۔ چنانچہ دوسرے دن سے میں نے ادارہ گردی شروع کر دی، مختلف جگہوں پر گھومتا پھرتا رہا لیکن یہ ایک بے مقصد عمل تھا جس کا مجھے خود بھی احساس تھا، نسیم ظاہر ہے مجھے اس شکل میں نہیں پہچان سکتی تھی کیونکہ میں نے چہرے پر میک اپ کیا ہوا تھا اور اس کے بعد یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ وہ سالونیکا کی سڑکوں پر ماری ماری پھر رہی ہو کسی اپنے شناسا کی تلاش میں، وہ زیادہ سے زیادہ کیا کر سکتی ہے، یقینی طور پر فراز کی موت کے بعد وہ بے دست و پا ہو گئی ہوگی اور اب، میں نے اس سلسلے میں بھی غور کیا اور اس کے بعد پاکستان کے سفارتخانے کے بارے میں معلومات حاصل کر کے اس کے گرد چکر لگانے لگا، لیکن مجھے تین دن تک اس سلسلے میں کوئی کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ چوتھے دن میں نے نسیم کی تلاش کا سلسلہ ترک کر دیا اور آج میں رچرڈ کے مکان کی تلاشی لینے کے لئے مستعد ہو گیا لیکن اب میں کوئی حماقت نہیں کرنا چاہتا تھا۔ پستول میرے پاس محفوظ تھا اور اس میں گولیاں صرف دو تھیں، لیکن بہر حال اس کا زیادہ سے زیادہ استعمال مناسب نہیں ہوگا۔ ہاں ضرورت کے

لئے یہ دو گولیاں کام آسکتی ہیں۔

”رچرڈ کی رہائش گاہ جس علاقے میں تھی اس کا پتہ چلانے میں مجھے کوئی غامض وقت نہیں ہوئی میرے اندازے کے مطابق وہ فلیٹ ہی تھا جو چھٹی منزل پر تھا، میں اس راہداری سے گزر کر فلیٹ کے سامنے پہنچا تو ایک لمحے میں مجھے اندازہ ہو گیا کہ فلیٹ خالی نہیں ہے یقینی طور پر رچرڈ کے ساتھ اور بھی افراد رہتے ہیں بہر حال میں یہاں سے ناکام واپس نہیں جانا چاہتا تھا۔ اپنے ذہن میں میں نے ایک منصوبہ ترتیب دے لیا تھا چنانچہ میں نے رچرڈ کے فلیٹ کی کال بیل پر انگلی رکھ دی، دو تین بار بیل بجانے کے بعد اندر قدموں کی آواز سنائی اور پھر دروازہ کھل گیا، دروازہ کھولنے والی انتہائی خوبصورت لڑکی تھی، بھرے بھرے جسم کی مالک لیکن اس کی آنکھیں رو رو کر سوچ گئی تھیں اور چہرے کے خدخال میں ایک عجیب سی سوگواری رچی ہوئی تھی۔ یقیناً اس کا تعلق رچرڈ سے نہایت گہرا ہو گا اس نے حوالہ دیا کہ وہ مجھے دیکھا تو میں نے کہا۔

”میرا نام جنید عیسیٰ ہے اور میں رچرڈ کا گہرا دوست ہوں۔“

”کسے میں آپ کی خیا خدمت کر سکتی ہوں۔“

”میں رچرڈ کے بارے میں اہم گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔“ میں نے کہا اور لڑکی دو قدم پیچھے ہٹ گئی اور اس نے مجھے اندر آنے کا راستہ دے دیا، میں پر اطمینان قدموں سے چلا ہوا اندر داخل ہو گیا تو اس نے دروازہ بند کر دیا پھر مجھے سے کہنے لگی۔

”اگر آپ رچرڈ کے دوست ہیں تو شاید اس نے آپ سے میرا تذکرہ کیا ہو، میرا نام ہلدا کارپ ہے اور میں رچرڈ کی گہری دوست ہوں، ہم دونوں تقریباً ڈیڑھ سال سے ساتھ ہی رہتے ہیں اس کے علاوہ رچرڈ کا اور کوئی عزیز نہیں ہے ہاں شناسا بہت سے تھے۔“

”اوہو، آپ ہی مس کارپ ہیں، رچرڈ نے ایک بار خط میں مجھے آپ کے بارے میں لکھا تھا لیکن نہایت مختصر الفاظ میں حالانکہ جوابی خطوط میں میں نے اس سے آپ کے بارے میں تفصیل پوچھی تھی۔ لیکن اس نے مجھے کبھی کوئی تفصیل نہیں بتائی، حقیقت یہ ہے مس کارپ کہ میں تقریباً تین سال سے ملک سے باہر ہوں اور ان دنوں میری رہائش جاپان میں ہے، رچرڈ میرا گہرا دوست تھا، ہم دونوں نے بہت وقت ساتھ گزارا ہے، اس کے بعد وہ مختلف مشاغل میں مصروف ہو گیا میں ایک کام کے سلسلے میں جاپان چلا گیا اور

طویل عرصے سے وہیں رہتا ہوں، پچھلے دنوں جاپان سے واپسی ہوئی، مختلف ملکوں سے ہوتا ہوا بلا آخر اپنے وطن پہنچ گیا، یعنی سالونیکا، لیکن رچرڈ کے بارے میں مجھے کچھ افسوسناک خبریں ملی ہیں، کیا ان میں سچائی ہے؟“ کارپ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اس نے ٹاک سے شوش کرتے ہوئے کہا۔

”ہو کیا، آپ کی جاپان سے واپسی کے بعد اس سے ملاقات نہیں ہوئی؟“

”نہیں، بالکل نہیں؟“ میں نے اس کا چہرہ دیکھا اور پھر ادکاری شروع کر دی، گردن

جھکا دی، دونوں ہاتھ اپنے چہرے پر رکھ لئے، وہ آہستہ سے بولی۔

”اندر آجائیے۔“ کسی کو اپنے غم میں شریک دیکھ کر جس طرح کچھ کیفیات جاری

ہو جاتی ہیں، وہی کیفیت اس وقت ہلدا کارپ پر طاری ہو گئی تھی، وہ مجھے ایک خوبصورت

سے ڈرائنگ روم میں لے گئی، بیٹھنے کا اشارہ کیا اور کہنے لگی۔

”رچرڈ کی موت کے بعد جیسے میں بھی مر چکی ہوں، ہم دونوں ایک دوسرے سے

محبت کرتے تھے، رچرڈ ہمیشہ مختصر راستوں سے بلندیوں پر پہنچنے کا عادی تھا لیکن میں اسے

منع کرتی تھی کہ مختصر راستے کبھی بلندیوں تک نہیں لے جاتے بعض جگہ بڑے شدید

نقصانات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور یہی ہوا۔“

”مجھے پچھلے دنوں سے اندازہ ہو رہا تھا کہ رچرڈ غلط راہوں پر نکل گیا ہے لیکن آخر

یہ ہوا کیسے؟“

”کچھ بھی نہیں معلوم، مسٹر ہرسٹ نے مجھے ٹیلی فون پر بتایا کہ رچرڈ اب اس دنیا

میں موجود نہیں ہے اور اسے ہلاک کر دیا گیا ہے۔“

”مسٹر ہرسٹ!“ میں نے سوال کیا۔

”میں سمجھتی ہوں ساری مصیبتوں کی جڑ یہی شخص ہے، اسی نے رچرڈ کو وہ راستے

دکھائے جو جرم کے راستے تھے اور پچھلے تقریباً ایک سال سے تو رچرڈ کا مزاج ہی بدل گیا

تھا، اگر وہ مجھ سے محبت نہ کرتا ہوتا تو شاید مجھے بھی نظر انداز کر دیتا، ان دنوں وہ بہت

اونچا اڑ رہا تھا اور اس کا کہنا یہ تھا کہ بہت جلد وہ کروڑ پتی بن جائے گا۔“

”آہ، کروڑ پتی بننے کا چکر ہمیشہ زندگی کے اختتام پر ختم ہوتا ہے، مجھے آپ سے بہت

ہمدردی ہے مس کارپ، کاش میں اپنے دوست کے قاتلوں سے بدلہ لے سکوں۔“

”میں تو دعوے سے یہ بات کہتی ہوں کہ رچرڈ کا قاتل صرف وہی جتنی ہرگز ہے۔“
 ”وہ جرائم پیشہ آدمی ہے، ویسے اگر آپ اس شخص سے مل لیں تو آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ وہ کس قسم کا انسان ہے۔“

”اس نے رچرڈ کی موت کا سامان مہیا کیا ہے میں، میں صرف اسے اس کی موت دے دار سمجھتی ہوں۔“

”یہ مسٹر ہرنسٹ رہتا کہاں ہے؟“ میں نے سوال کیا اور ہلدا کارپ مجھے ایک بتانے لگی میں نے پتا لکھ کر اپنے پاس رکھ لیا تھا وہ خود بھی پر جوش نظر آ رہی تھی، کئے لگی۔

”رچرڈ کی موت کا انتقام لینے کے لئے، اگر آپ مجھے بھی استعمال کرنا چاہیں، مسٹر عیسیٰ تو میں آپ کا ساتھ دینے کے لئے تیار ہوں۔ آپ کو اندازہ نہیں ہے کہ میں اس دنیا میں تمہارہ گئی ہوں۔ رچرڈ کے علاوہ میرا تھا بھی کون، یہ بات تو آپ بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ رچرڈ بھی اس دنیا میں بالکل تنہا تھا اور ہماری یہ تنہائی ہی ہمیں ایک دوسرے کے قریب لے آئی تھی، مگر وہ مجھے پھر تنہا چھوڑ گیا میں پھر تنہا ہو گئی۔“ میں مس ہلدا کارپ سے بہت زیادہ افسوس کا اظہار کرنے لگا اس نے مجھے سے کہا۔

”یہاں آپ نے کہاں قیام کیا ہے مسٹر جینیڈ عیسیٰ، کیا آپ کے اہل خاندان بھی یہیں رہتے ہیں؟“ میں نے ایک افسردہ سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

”نہیں مس کارپ، میرا بھی اس دنیا میں کوئی نہیں ہے ایک عجیب بات ہے یہ..... کہ ہم لوگوں کی دوستی بھی اسی انداز میں ہوئی تھی ابتداء میں ہم کچھ عرصے ساتھ بھی رہے تھے اور اکثر ہنستے ہوئے یہ کہتے تھے کہ ہم ایک انجمن کیوں نہ بنالیں جو تنہا لوگوں کی انجمن ہو، میں اس وقت یہاں ہوٹل مایکس میں کمرہ نمبر آٹھ سو ستر میں مقیم ہوں۔“ وہ عجیب سی نظروں سے مجھے دیکھنے لگی، پھر اس نے کہا۔

”اگر آپ محسوس نہ کریں تو اپنا۔ ان اٹھا کر یہیں میرے پاس آجائیں ان دنوں میں انتہائی دلبرداشتہ ہوں، جب کسی انسان کے لئے زندگی بالکل تنہا ہو جائے تو وہ کیسے جی سکتا ہے ملنے کو تو بہت سے دوست مل جائیں گے لیکن.....“ وہ آہستہ آہستہ سسکنے لگی، میرا ذہن برق رفتاری سے سوچ رہا تھا، ہوٹل مایکس میرے لئے کسی قدر مشکوک

ان واقعات سے براہ راست تعلق ہو۔“ میں نے آہستہ سے کہا۔
 ”نہیں مس ہلدا کارپ میں آپ سے انتہائی ہمدردی رکھتا ہوں لیکن میرے دوست، میں اس کے بغیر یہاں اس فلیٹ میں صرف آپ کے ساتھ۔“ ہلدا کارپ نے اداس لہجے میں کہا۔

”براہ کرم میری بات مان لیجئے۔ میں ان دنوں اتنی پریشان ہوں کہ آپ کو بتانا نہیں سکتی، اگر ایک سے دو افراد ہوں گے تو کم از کم ذہن بٹ جائے گا، پلیز۔ پلیز۔“
 ”ٹھیک ہے مس ہلدا کارپ، اگر آپ یہ سمجھتی ہیں کہ میرا یہاں آنا کوئی غلط بات نہیں ہے تو میں آجاؤں گا، مجھے اعتراض نہیں ہوگا۔“

”نہیں آجاؤں گا نہیں آپ ابھی میرے ساتھ چلیں گے۔ مایکس سے اپنا سامان اٹھائیں گے اور یہاں منتقل ہو جائیں گے۔“

”سوچ لیجئے۔ آپ کو کوئی دقت نہ ہو، میں تو یہاں زیادہ عرصے نہیں رہوں گا۔ لیکن کہیں کوئی یہ نہ کہے کہ آپ نے یا میں نے اپنے دوست کی غیر موجودگی سے کوئی فائدہ اٹھایا۔“

”پلیز آپ ان تمام باتوں کو نہ سوچئے۔ اس دقت اس سے بہتر کوئی بات نہیں ہو سکتی کہ ہم دونوں یکجا ہو جائیں۔“ وہ اس طرح پیچھے پڑی کہ میں نے آمادگی کا اظہار کر دیا، ہر طور ایک نیا باب شروع ہوا تھا اور کم از کم مجھے بھی ایک ایسی شخصیت مل رہی تھی جو کسی بھی وقت میرے کام آسکتی تھی۔ بہر حال میں نے بھی کوئی اعتراض نہیں کیا اور کچھ دیر کے بعد میں ہلدا کارپ کے ساتھ لمبی سرخ کار میں بیٹھا ہوا ہوٹل مایکس کی جانب جا رہا تھا۔ مایکس سے میں نے اپنا سامان اٹھایا۔ یہاں شاید اب میں کسی کی نگاہوں میں مشکوک

نہیں تھا جو کوئی بھی تھا اور جس نے بھی میرا تعاقب کر کے میرے بارے میں اندازہ لگایا وہ رچرڈ کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا گویا اگر۔

یہ ذمہ داری مسٹر ہرسٹ نے بھی اس کے سپرد کی تھی تو رچرڈ ہی یہ جانتا تھا کہ کہاں کہاں موجود ہوں، ایسی شکل میں ہلدا کارپ کے پاس آ جانا ہرسٹ سے زیادہ قریب کرنا تھا اور مجھے آسانی ہو جاتی تھی ہو سکتا ہے، مسٹر ہرسٹ بھی میرے صورت آشنا ہوں، لیکن اب جو ہو گا بعد میں دیکھا جائے گا۔ کم از کم اس طرح بات کچھ آگے تو بڑھی تھی ایک شخص نگاہوں میں تو آیا تھا جس سے میں مزید معلومات حاصل کر سکتا تھا ویسے یہاں مجھے واقعی بڑی بدولی ہوئی تھی اور انتہائی شدید ناکامیوں کا سامنا کرنا پڑا تھا، کچھ دیر کے بعد ہم واپس فلیٹ میں پہنچ گئے اور مس کارپ کسی قدر خوش نظر آنے لگی اس نے سروریلے میں کہا۔

”تمہارے آجانے سے مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میری تنہائی ایک دم ختم ہو گئی ہے، کم از کم دل میں آجانے والی کوئی بات تم سے کہہ تو سکتی ہوں اب میں گھر کے کام کاج کروں گی تم آرام کرو بلکہ بہتر ہے کہ کچھ دیر سو جاؤ میں تمہیں جگالوں گی۔“

”نہیں مس کارپ، سونے کا کوئی ارادہ نہیں ہے میرا..... مجھے کوئی کتاب دے۔“

”ہاں کیوں نہیں۔ کتابوں کا شوق تو مجھے بھی ہے، اور میں نے بہت سی کتابیں جمع کر رکھی ہیں۔“ اس نے مجھے ایک خوبصورت سنا ناول لا کر دے دیا اور میں ناول پر نظر جما کر آرام کرسی میں دراز ہو گیا۔ لیکن میرا ذہن برق رفتاری سے جانے کہاں کہاں کی سیر کر رہا تھا، مستقبل کے بہت سے منصوبے میرے ذہن میں گردش کر رہے تھے مسٹر ہرسٹ۔ مسٹر ہرسٹ۔ بار بار ایک ہی نام میرے ذہن میں گونج رہا تھا اور اب اس شخص کے علاوہ میرے لئے کوئی نہیں تھا جس پر میں ٹرائی کروں۔ لیکن ہلدا کارپ کا سہارا میرے لئے بے حد ضروری تھا۔ رات کے کھانے پر ہلدا کارپ سے اس سلسلے میں تفصیلی گفتگو ہوئی میں نے جو لاکھ عمل تیار کیا تھا اس کے تحت میں نے اس گفتگو کا آغاز کیا تھا۔

”مس کارپ، رچرڈ سے دوستی سے پہلے آپ کے کیا مشاغل تھے؟ معاف کیجئے گا بات کچھ ایسی ہی ہے کہ میں اس بارے میں معلوم کرنے پر مجبور ہو گیا ہوں۔ آپ کو شاید

اس بات کا اندازہ نہ ہو کہ میں بے شک ایک طویل عرصے رچرڈ سے دور رہا۔ لیکن ہم لوگوں کی دوستی بے مثال نوعیت کی حامل تھی۔ آج مجھے یوں محسوس ہوتا ہے۔ جیسے میں اپنی عزیز ترین شے کھو چکا ہوں۔ میرے دل میں جوار بھانا اٹھ رہے ہیں اور میں یہ سوچتا ہوں کہ میرے دوست رچرڈ کو قتل کر دیا گیا، اور میں زیادہ سے زیادہ بس اتنا کر سکتا ہوں کہ اس کی محبوبہ کو دلا سے دیتا رہوں۔ میں اس شخص سے انتقام لینا چاہتا ہوں میں ہلدا کارپ جس نے میرے دوست کو زندگی سے محروم کیا۔ جاپان میں میرا تعلق مختلف لوگوں سے رہا ہے۔ جرم کی دنیا سے مجھے بھی واقفیت حاصل ہے، یہ لوگ اپنا کوئی مطلب نکالنے کے بعد اپنے ہی ساتھیوں کو زندگی سے محروم کر دیتے ہیں، مجھے ہرسٹ اور رچرڈ کی درمیانی نوعیت کا پتہ ملنا چاہیے آخر رچرڈ ہرسٹ کے لئے کیا کر رہا تھا اور کیا رچرڈ کا قاتل ہرسٹ ہی ہے۔“

ہلدا کارپ پر میرے ان الفاظ کا مناسب رد عمل ہوا تھا اس کی آنکھیں آہستہ آہستہ سرخ ہو گئیں اس نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

”حقیقت یہ ہے کہ میرے دل میں بھی اس دوران کئی بار یہ خیال آیا ہے جو تمہارے دل میں پیدا ہوا۔ لیکن میں ایک بے بس لڑکی ہوں اور اس بارے میں کچھ نہیں جانتی۔ میں خود بھی رچرڈ کا انتقام لینا چاہتی ہوں۔ لیکن..... لیکن اس دوران میں نے جتنی بار بھی یہ بات سوچی میرے حوصلے پست ہو گئے۔ میں نے سوچا کہ آخر میں اس سلسلے میں کیا کر سکتی ہوں۔ لیکن اگر یہی تصور تمہارے ذہن میں بھی جاگا ہے تو میں سمجھتی ہوں کہ میرا اور تمہارا ملاپ رچرڈ کے قاتلوں کو جہنم کے دہانے پر لا کھڑا کرے گا، میں تم سے بالکل اتفاق کرتی ہوں۔ تم نے مجھ سے میرے بارے میں سوال کیا ہے ڈیر تو میں تمہیں بتاؤں کہ میری زندگی بڑے عجیب و غریب انداز میں گزری ہے۔ ماں بچپن ہی میں مر گئی تھی باپ ایک لاپرواہی فطرت کا انسان تھا، پھوپھی تھی، ایک میری جس نے میری پرورش کی مگر اس کے پاس بھی زندگی کے بہتر مسائل نہیں تھے۔ ہم نے ایک قصبے میں زندگی گزاری۔ پھوپھی چھوٹے موٹے کام کر کے گھر کی ضرورتیں پوری کر لیتی تھی اور میں اس کا ہاتھ بٹاتی تھی۔ لیکن جب اس کا بھی انتقال ہو گیا تو مجھے بحالت مجبوری سالونیکا آنا پڑا۔ جوان ہو چکی تھی لیکن زندگی گزارنے کے طریقے نہیں جانتی تھی۔ پھر کچھ لوگوں نے

ازراہ انسانیت مدد کی۔ میں نے کئی جگہ ملازمتیں کیں اور اس کے بعد ایک جنرل اسٹور میں سیلز گرلز کی حیثیت سے کام کر رہی تھی کہ رچرڈ سے ملاقات ہو گئی۔ ہم دونوں کے درمیان محبت کے رشتے قائم ہوئے اور بالا آخر رچرڈ نے مجھ سے ملازمت ختم کرادی اور مجھے اپنے اس فلیٹ میں لے آیا۔ وہ یہ نہیں دیکھ سکتا تھا کہ میں اتنی محنت کر کے اپنی تمام زندگی کو آگے بڑھاؤں اس کے بعد سے میں رچرڈ کے ساتھ زندگی بسر کر رہی تھی۔ یہ ہے میری اور رچرڈ کی کہانی جہاں تک ہرسٹ کا تعلق ہے تو رچرڈ ہی نے مجھے اس سے روشناس کرایا تھا لیکن براہ راست نہیں۔ وہ کہتا تھا کہ ہرسٹ ایسا آدمی نہیں ہے جس سے وہ میری ملاقات کرائے وہ ایک عیاش طبع شخص ہے اور عورت خور کے نام سے مشہور ہے۔" میری آنکھوں میں چمک آگئی۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

"آپ کا مطلب ہے کہ ہرسٹ سے آپ کی کبھی ملاقات نہیں ہوئی۔"

"براہ راست نہیں۔"

"آپ اسے پہچانتی ہیں۔"

"اچھی طرح۔ دور ہی سے میں نے اسے دوبار دیکھا ہے اور انہی لمحات میں مجھے بتایا گیا تھا کہ یہ شخص ہرسٹ ہے۔"

"اس کا پتہ بھی رچرڈ نے ہی آپ کو بتایا ہو گا۔"

"ہاں۔ وہ ویسے تو بہت صاحب حیثیت ہے، لیکن جس جگہ وہ رہتا ہے وہ اچھی جگہ نہیں ہے۔ درحقیقت وہ اس کی عیاشی کا اڈا ہے اور وہاں وہ اپنی خاص خاص دوستوں کو بلاتا ہے اور ان کے ساتھ رنگ رلیاں مناتا ہے۔ سالونیکا کا ساحل اس کے لئے ایک بہترین تفریح گاہ ہے اور وہیں پر اس نے اپنا ایک خوبصورت سا مکان بنا رکھا ہے۔"

"عموماً وہ اسی مکان میں ملتا ہو گا۔"

"ہاں۔ وہ اس کا خفیہ ٹھکانہ ہے اور میں سمجھتی ہوں کہ وہیں سے ہمیں اس کے بارے میں ساری معلومات حاصل ہو سکتی ہیں۔"

"تم میرا ذہن برق رفتاری سے کام کرتا رہا میں نے کہا۔" اس کا مطلب ہے مس کارپ کہ آپ اپنے محبوب کے انتقام کے لئے ہرسٹ کو ٹول سکتی ہیں؟

"ہاں۔ میں سب کچھ کر سکتی ہوں جو رچرڈ کے قاتلوں سے انتقام کے لئے ہو۔"

میں نے اپنا ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

"تو اس سلسلے میں آپ اپنے آپ کو تنہا نہ سمجھیں میں آپ کا بھرپور ساتھ دوں گا۔" مالا نے جاپان سے میں یہاں مختصر وقت کے لئے آیا تھا لیکن اب اس وقت تک واپس نہیں جاؤں گا جب تک کہ رچرڈ کے قاتلوں سے انتقام نہ لے لیا جائے۔"

"اور جاپان جاتے ہوئے میں بھی تمہارے ساتھ ہوں گی ڈیئر جنیڈ عیسیٰ۔" میں نے چونک کر اسے دیکھا۔ لیکن پھر سنبھل گیا۔ ظاہر ہے اب تک کون سا بول رہا تھا جو ایک جھوٹ اور نہ بول سکتا۔ میں نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"اگر تم پسند کرو۔!" میرے اس لہجے نے اسے بے اختیار کر دیا۔ اور اس کی بے اختیاری نے مجھے زیر بار کر دیا۔ یہ بار دوسری صبح تک میرے شانوں پر رہا اور میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ جھوٹ بہت سے بوجھ لا دیتا ہے۔ یورپ کی عورت قناعت پسند ہے۔ وہ ایک محبوب کی موت کی خلش مٹانے کے لئے دوسرے محبوب کا سہارا لے سکتی ہے، سالونیکا آکر میرا جن ناکامیوں سے واسطہ پڑا تھا ان میں یہ ایک اور ناکامی تھی کہ میں اپنے معیار برقرار نہ رکھ سکا تھا۔ لیکن اگر مجھے مقصد میں کامیابی حاصل ہو جائے تو شاید یہ سودا اتنا منگنا نہ لگے۔

ہلدا کارپ میرے لئے ایک عجیب و غریب شخصیت بن گئی تھی اور میں اس کے ساتھ گزر بسر کر رہا تھا۔ کچھ تجزیہ کرنے کا موقع بھی ملا تھا اس سے پہلے بھی موقع ملا تھا۔ مگر میں نے ان گہرائیوں پر بہت زیادہ غور نہیں کیا تھا۔ اب چونکہ ہلدا کارپ نے مجھے ایک عجیب احساس سے روشناس کرا دیا تھا۔ اس لئے یہ ساری باتیں ذہن میں آگئی تھیں۔ لیکن میں اسے بہت خوش دیکھ رہا تھا۔ ناشتہ کرتے ہوئے اس نے سرور نگاہوں سے میری جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم بذات خود بڑی عجیب و غریب شخصیت کے مالک ہوں جنید میں نہیں کہہ سکتی کہ تمہارے لئے میرے دل میں کیا احساس پیدا ہو گیا ہے۔ کیا بتاؤں کیا کہوں تم سے تمہارے بارے میں۔ لیکن میں رچرڈ کو نہیں بھول سکتی۔ کسی قیمت پر نہیں بھول سکتی۔ اس نے مجھ سے محبت کی تھی اس نے مجھے اس وقت سارا دیا تھا جب میں ایک بالکل بے سہارا لڑکی تھی اور یہ سوچتی تھی کہ اس کائنات میں میرا کوئی نہیں ہے۔ میرا رچرڈ۔"

اس پر۔ وہ غمزہ ہو گئی تھی یعنی وہ اپنے آپ کو میرے عزیز دوست کی محبوبہ کی حیثیت سے ہی میرے ساتھ رہنا چاہتی تھی اور اس سے بڑا لطیفہ اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔ الغرض یہ کہ میں نے اسے تیار کر لیا اور اس نے چند جگہوں کے نام بتائے جن میں ایک ریسے جن کلب تھا ریسے جن کلب کے بارے میں اس نے کہا۔ کہ عموماً رچرڈ ہرسٹ کا تذکرہ کرتے ہوئے یہی کہتا تھا کہ اسے ریسے جن کلب جانا ہے۔ جہاں وہ ہرسٹ سے ملاقات کرے گا۔ سب سے پہلی بار بھی اس نے مجھے ہرسٹ کو دور ہی سے ریسے جن کلب میں دکھایا تھا۔

”ایک بات بتاؤ۔“

”کیا؟“

”تمہارے محبوب نے تمہیں اپنے پاس سے ملانے کی کوشش کیوں نہیں کی۔“

”بتا چکی ہوں میں تمہیں۔“

”یعنی یہ کہ وہ ایک عیاش طبع آدمی تھا۔“ میں نے کہا۔

”اور رچرڈ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی نگاہ مجھ پر پڑے۔“

”گویا اس نے کبھی تمہیں نہیں دیکھا؟“

”یہ تو میں تمہیں پہلے بتا چکی ہوں۔ اور اس کے لئے رچرڈ نے ہمیشہ احتیاط برتی تھی۔“

”یعنی اب وہ تمہیں دیکھے گا تو کسی طور یہ نہیں پہچان پائے گا کہ تمہارا تعلق رچرڈ سے ہے۔“

”بالکل نہیں۔ بھلا اس کے ذہن میں یہ بات کیسے آسکے گی۔ جبکہ رچرڈ نے اسے آج تک میرے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔“

”بشرطیکہ کہ وہ مجھ سے متاثر ہو جائے۔“ میں نے مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

”جب تم سے مجھ جیسا آدمی متاثر ہو سکتا ہے ڈیئر تو بھلا اور کون نہ ہو گا۔“

”ہاں تم ایک شاندار مرد ہو۔“ اس نے اعتراف کرتے ہوئے کہا میرا مقصد بالکل یہ نہیں تھا اور یقین آئے تو یقین کر لیجئے گا کہ اس کے ان الفاظ پر مجھے اپنے دل میں

”میرا دل چاہا کہ قہقہے لگاؤں ایک جانب یہ عورت اپنے محبوب سے محبت کا اظہار کر رہی ہے۔ دوسری جانب وہ مجھے اس سے بہتر قرار دیتی ہے۔ واہ رے یورپ۔ اور واہ رے یورپ کی عورت۔ ہر حلا بات اپنا مطلب نکالنے کی تھی۔ اور میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ اس وقت میرے لئے اس کا سارا نہایت ضروری ہے میں اس کے ساتھ وقت گزاری کرتا رہا۔ بہت زیادہ پر جوش نہیں ہو رہا تھا کہ وہ کہیں مشکوک نہ ہو جائے۔ لیکن دبے دبے الفاظ میں اس سے اپنے جوش کا اظہار ضرور کر دیتا تھا۔

”مس ہلدا کارپ میں یہ نہیں چاہتا کہ ہمارے دل میں رچرڈ کی موت کا دکھ کمزور پڑ جائے اور وہ شیطان ہرسٹ ہمارے ہاتھوں سے بچ جائے۔“

”ایسا۔ بالکل نہیں ہو سکتا۔“ ہلدا کارپ نے دانت پیٹتے ہوئی کہا۔ اور میں اس کی پتلی کا جائزہ لینے لگا۔ جو انوکھی صفات کی مالک تھی۔ میں نے اس سے کہا۔

”تو پھر کیا خیال ہے۔ ہرسٹ سے میرا تعارف کب کراؤ گی۔“

”تعارف؟“

”میرا مطلب ہے میں کب اس سے آشنا ہوں گا۔“

”ہمیں اس سلسلے میں باقاعدہ منصوبہ بندی کرنی چاہیے اور اس کے لئے دو تین روز درکار ہوں گے ذرا سکون سے بیٹھ کر سوچیں گے۔“ اس نے کہا اور میں اس کی صورت دیکھنے لگا۔ پھر اس کی ترکیب میری سمجھ میں آگئی۔ کم از کم دو تین روز وہ میری قربت میں گزارنا چاہتی تھی اور اس کے بعد آگے بڑھنے کا ارادہ رکھتی تھی۔ اب اتنا بھی احمق نہیں تھا کہ اس کی باتوں میں آجاتا۔ میں نے اس سے کہا۔

”میں تو یہ سمجھتا ہوں ڈیئر ہلدا کہ ہمیں فوراً اپنا یہ کام سرانجام دے لینا چاہیے اور پھر اس کے بعد مجھے اور تمہیں جاپان جانے کی تیاری کرنی ہوگی اور میں نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ اب تمہیں یہاں نہیں چھوڑوں گا۔ جب تم تمہارا اور تمہارا یہاں کوئی بھی نہیں ہے تو پھر کیوں نہ تم بھی میری تنہائیوں کی شریک بن جاؤ۔“ ہلدا کارپ نے سرور نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولی۔

”کیا تم میرے بارے میں اس انداز میں سوچنے لگے ہو۔“

”کیوں نہیں تم میری عزیز دوست کی محبوبہ ہو۔“ میں نے کہا اور دل ہی دل میں

جو تک ایک پروفیشنل لڑکی نہیں تھی اور مردوں کو رجھانے کا گراسے نہیں آتا تھا لیکن آج اس نے یہی کام سرانجام دینا تھا اس لئے کچھ بدحواس سی نظر آ رہی تھی۔ ویٹرنے اس کے سامنے خوبصورت برتن لا کر رکھ دیئے جس میں ایک مشروب تھا۔ مجھ سے بھی میرا آرڈر پوچھا گیا تو میں نے کافی طلب کر لی۔ اور اس کے بعد چاروں سمت نگاہیں دوڑانے لگا۔ کبھی کبھی چور نگاہوں سے ہرسٹ اور ہلدا کارپ کو بھی دیکھ لیا کرتا تھا۔

میں محسوس کر رہا تھا کہ ہلدا کارپ کسی قدر الجھ سی گئی ہے اور غالباً اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ ہرسٹ تک رسائی کیسے حاصل کرے البتہ اس نے ایک کام عقلمندی کا کیا تھا۔ یعنی جس میز کا انتخاب کیا تھا وہ اسے بہر طور فائدہ دینے والی تھی اور یہی ہوا۔ ہرسٹ نے اسے دیکھا اور پھر گہری نگاہوں سے دیر تک دیکھتا رہا۔ اس کے بعد اس نے غالباً ایک ویٹرنے سے کچھ کہا تھا اور چند لمحات کے بعد ویٹرنے کو میں نے ہلدا کارپ کی میز کی جانب جاتے ہوئے دیکھا۔

ویٹرنے ادب سے جھک کر اس سے کچھ کہا تھا اور ہلدا کارپ نے نگاہیں اٹھا کر ہرسٹ کی جانب دیکھا تھا تب ہرسٹ گردن خم کر کے مسکرا دیا تھا۔ ہلدا کارپ اچھے الجھے سے انداز میں اپنی جگہ سے اٹھی اور میں نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی۔ اس کا مقصد ہے کہ اسے کامیابی حاصل ہو گئی ہے۔ اس دوران ہرسٹ نے اپنے ساتھ موجود ان لڑکیوں سے معذرت کر لی تھی اور وہ سب کی سب کینہ پرور نگاہوں سے ہلدا کارپ کو دیکھتی ہوئی وہاں سے چلی گئی تھیں۔ مجھے ہنسی آگئی۔ وہ سب کچھ ہو رہا تھا جس کی توقع کی جاسکتی تھی۔ ہلدا کارپ اس کی میز کے قریب پہنچ گئی۔ ہرسٹ نے اپنی کرسی سے کھڑے ہو کر اس کا استقبال کیا اسے بیٹھنے کی پیشکش کی تب ہلدا کارپ اپنا پرس رکھ کر وہاں بیٹھ گئی۔ اس کے انداز میں جھجک تھی اور ہرسٹ اس سے کچھ گفتگو کر رہا تھا۔ جو نہایت ملائم اور شگفتہ معلوم ہوتی تھی کیونکہ ہلدا کارپ کے چہرے پر چند لمحات کے بعد ہی سکون کے آثار نظر آنے لگے تھے۔ اور اس کے بعد میں کافی سے شغل کرنے لگا۔ میری نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں اور ضروری نہیں تھا کہ ان دونوں کی نگرانی کی جائے۔ کیونکہ ظاہر ہے ہلدا کارپ اپنا کام کرے گی اور ہرسٹ کسی مکڑی کی طرح اسے اپنے جال میں پھانسنے کی کوشش کرے گا۔ لیکن یہ فیصلہ کرنا بعد میں مشکل ہو جائے گا۔ ان میں سے

شرمندگی اور شرم کا احساس ہوا تھا۔

لیکن بعض اوقات اپنے احساسات کو قتل کرنا پڑتا ہے اور اپنے مقصد کی تکمیل کے لئے میں نے اس احساس کو بھی قتل کر دیا۔ اور اسی شام میں اس کے ساتھ ریوے کے کلب چل پڑا۔ ہم لوگ نے ایک منصوبہ ترتیب دے لیا تھا۔ یعنی کلب میں داخل ہونے کے بعد مجھے اور اسے الگ الگ بیٹھنا تھا اور ایک دوسرے سے شائستگی کا اظہار نہیں کرتا تھا۔ تاکہ کم از کم میں ہرسٹ کی نگاہوں میں نہ آؤں۔ کیونکہ میں ہرسٹ کو نہیں پہچانتا تھا۔ اس لئے یہ طے کر لیا گیا تھا کہ مناسب موقع ملتے ہی ہلدا کارپ مجھے ہرسٹ کے بارے میں بتا دے گی۔ بشرطیکہ کہ وہ کلب میں پہنچا ہو۔ کلب میں خوب رد و بق تھی اور ہونی بھی چاہیے تھی۔ کیونکہ کلب واقعی بہت شاندار تھا۔ جگہ جگہ کے لوگ نظر آ رہے تھے۔ مقامی لوگوں کی تعداد بھی کافی تھی اور مقامی لوگ تو روایتی حسن کے مالک ہوتے ہیں۔ اس کی تو ایک تاریخ بھری پڑی ہوئی ہے۔ میں ان حسین چہروں کو دیکھتا رہا۔ اور خوش پوش اور خوش باش لوگ کافی تعداد میں کلب میں موجود تھے۔ اور پھر مجھے ہرسٹ کی تلاش کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ نہ ہی ہلدا کارپ سے اس کی شناخت کی ضرورت پیش آئی۔ کیوں کہ ایک شخص کو میں نے بہت سی لڑکیوں کے درمیان گھرنے ہوئے دیکھا تھا۔ سفید سوٹ میں ملبوس سرخ چہرے والا یہ شخص ہرسٹ کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔ عمر پینتالیس سال کے قریب ہوگی۔ چہرہ انتہائی سخت آنکھیں چھوٹی چھوٹی اور کینہ پرور البتہ اس کے سر کے بال بہت زیادہ خوبصورت تھے۔ اور عالم نوجوانی میں یقینی طور پر وہ ایک مثالی حیثیت رکھتے ہوں گے۔ ہلدا کارپ نے ایک ایسی جگہ بیٹھنے کے لئے منتخب کی جہاں سے ہرسٹ کا اور اس کا براہ راست سامنا ہو جائے۔ میں نے بھی اس سے تھوڑے ہی فاصلے پر ایک میز سنبھال لی تھی۔ اور ہلدا کارپ نے ایک بار گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا تھا اور نگاہوں کا زاویہ تبدیل کر لیا تھا۔ جس سے یہ اظہار کرنا مقصود تھا کہ وہی شخص ہرسٹ ہے۔ میں نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا دی تھی۔ ہمیں پہلے ہی مرحلے پر کامیابی حاصل ہوئی تھی اور اس سے مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ ہلدا کارپ کو ہرسٹ کے بارے میں بہت کچھ معلوم ہے۔ جو پانچ چھ لڑکیاں اس کی میز پر موجود تھیں ان کا انداز خوشامدانہ تھا اور ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے ہرسٹ انہیں لفٹ دینے کے موڈ میں نہیں ہے۔ ہلدا کارپ

مکڑی کون ہے دو گھنٹے بعد ہلدا کارپ نے جاتے ہوئے مجھے کوئی اشارہ نہیں کیا تھا اور اس کا بس ایک ہی طریقہ تھا کہ میں بھی اسی سمت کا رخ کروں۔ میں نے چند لمحات کے لیے اپنی کرسی چھوڑ دی۔ میرا کارڈ وہیں رکھا گیا تھا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ میز ابھی میرے لیے مخصوص ہے اور کسی اور کو وہاں بیٹھنے کی اجازت نہیں ہے۔

چنانچہ میں اس حصے کی جانب چل پڑا۔ جہاں ہلدا کارپ مسٹر ہرسٹ کے ساتھ تھی۔ اندر مختلف قسم کے کھیل ہو رہے تھے۔ اور یہ سب جوئے پر مشتمل تھے۔ میں نے اندر داخل ہونے کے بعد چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں۔ اور پھر ہلدا کارپ کو مسٹر ہرسٹ کے ساتھ ایک گوشے میں میز کے قریب کھڑے ہوئے دیکھا۔ چند لمحات کے بعد وہ کرسیوں پر بیٹھ گئے تھے۔ اور تاش کا کھیل جاری ہو گیا تھا۔ اس کا مقصد ہے کہ ہلدا کارپ نے طویل منصوبہ بندی کر لی ہے۔ تقریباً گیارہ بجے تک مجھے وہاں رکنا پڑا۔ اور وہیں میں نے رات کا کھانا بھی کھایا کیونکہ مسٹر ہرسٹ اور ہلدا کارپ کو میں نے ساتھ ساتھ رات کا کھانا کھاتے ہوئے دیکھا تھا۔ اب اس کے بعد امکانات تو اس بات کے تھے کہ ہلدا کارپ مسٹر ہرسٹ کے ساتھ چلی جاتی۔ لیکن جب گیارہ بجے میں نے ان لوگوں کو باہر نکلتے ہوئے دیکھا اور خود بھی باہر آیا تو میں نے محسوس کیا کہ مسٹر ہرسٹ اپنی کار کی جانب بڑھ گئے ہیں اور ہلدا کارپ ان سے ہاتھ ملا کر دوسری کار کی جانب گویا آج یہ مسئلہ اس سے زیادہ آگے نہیں بڑھا دلچسپ بات تھی۔ مجھے اندازہ تھا کہ مجھے اب کیا کرنا ہے۔ چنانچہ میں وہاں سے چلتا ہوا دور نکل آیا۔ مسٹر ہرسٹ کی کار میں نے اپنے قریب سے گزرتے ہوئے دیکھی تھی اور چند ہی لمحات کے بعد ہلدا کارپ کی کار میرے نزدیک آکر رک گئی۔ اس نے مسکراتے ہوئے برابر کا دروازہ کھول دیا اور میں اس کے ساتھ اندر بیٹھ گیا۔ ہلدا کارپ نے کار تیزی سے آگے بڑھا دی تھی۔ راستے میں ہم دونوں نے اس موضوع پر گفتگو کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ لیکن ہلدا کارپ کے چہرے کا اطمینان جاتا تھا کہ اسے اپنے مقصد میں کامیابی حاصل ہوئی ہے اور مجھے بھی خود اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ اپنی کوششوں میں ناکام نہیں رہی ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ہلدا کی رہائش گاہ پر پہنچ گئے۔ اور اندر پہنچنے کے بعد اس نے تھکے تھکے انداز میں مسکراتے ہوئے کئی انگڑائیاں لیں۔ اور بستر پر نیم دراز ہو گئی۔ اس کی نیم باز آنکھیں مجھے دیکھ رہی تھیں۔ اچانک وہ ہنس پڑی۔ میں

مکڑی کون ہے دو گھنٹے بعد ہلدا کارپ نے جاتے ہوئے مجھے کوئی اشارہ نہیں کیا تھا اور اس کا بس ایک ہی طریقہ تھا کہ میں بھی اسی سمت کا رخ کروں۔ میں نے چند لمحات کے لیے اپنی کرسی چھوڑ دی۔ میرا کارڈ وہیں رکھا گیا تھا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ میز ابھی میرے لیے مخصوص ہے اور کسی اور کو وہاں بیٹھنے کی اجازت نہیں ہے۔

چنانچہ میں اس حصے کی جانب چل پڑا۔ جہاں ہلدا کارپ مسٹر ہرسٹ کے ساتھ تھی۔ اندر مختلف قسم کے کھیل ہو رہے تھے۔ اور یہ سب جوئے پر مشتمل تھے۔ میں نے اندر داخل ہونے کے بعد چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں۔ اور پھر ہلدا کارپ کو مسٹر ہرسٹ کے ساتھ ایک گوشے میں میز کے قریب کھڑے ہوئے دیکھا۔ چند لمحات کے بعد وہ کرسیوں پر بیٹھ گئے تھے۔ اور تاش کا کھیل جاری ہو گیا تھا۔ اس کا مقصد ہے کہ ہلدا کارپ نے طویل منصوبہ بندی کر لی ہے۔ تقریباً گیارہ بجے تک مجھے وہاں رکنا پڑا۔ اور وہیں میں نے رات کا کھانا بھی کھایا کیونکہ مسٹر ہرسٹ اور ہلدا کارپ کو میں نے ساتھ ساتھ رات کا کھانا کھاتے ہوئے دیکھا تھا۔ اب اس کے بعد امکانات تو اس بات کے تھے کہ ہلدا کارپ مسٹر ہرسٹ کے ساتھ چلی جاتی۔ لیکن جب گیارہ بجے میں نے ان لوگوں کو باہر نکلتے ہوئے دیکھا اور خود بھی باہر آیا تو میں نے محسوس کیا کہ مسٹر ہرسٹ اپنی کار کی جانب بڑھ گئے ہیں اور ہلدا کارپ ان سے ہاتھ ملا کر دوسری کار کی جانب گویا آج یہ مسئلہ اس سے زیادہ آگے نہیں بڑھا دلچسپ بات تھی۔ مجھے اندازہ تھا کہ مجھے اب کیا کرنا ہے۔ چنانچہ میں وہاں سے چلتا ہوا دور نکل آیا۔ مسٹر ہرسٹ کی کار میں نے اپنے قریب سے گزرتے ہوئے دیکھی تھی اور چند ہی لمحات کے بعد ہلدا کارپ کی کار میرے نزدیک آکر رک گئی۔ اس نے مسکراتے ہوئے برابر کا دروازہ کھول دیا اور میں اس کے ساتھ اندر بیٹھ گیا۔ ہلدا کارپ نے کار تیزی سے آگے بڑھا دی تھی۔ راستے میں ہم دونوں نے اس موضوع پر گفتگو کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ لیکن ہلدا کارپ کے چہرے کا اطمینان جاتا تھا کہ اسے اپنے مقصد میں کامیابی حاصل ہوئی ہے اور مجھے بھی خود اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ اپنی کوششوں میں ناکام نہیں رہی ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ہلدا کی رہائش گاہ پر پہنچ گئے۔ اور اندر پہنچنے کے بعد اس نے تھکے تھکے انداز میں مسکراتے ہوئے کئی انگڑائیاں لیں۔ اور بستر پر نیم دراز ہو گئی۔ اس کی نیم باز آنکھیں مجھے دیکھ رہی تھیں۔ اچانک وہ ہنس پڑی۔ میں

”لوگ اپنے بارے میں کچھ نہیں سوچتے ڈیئر عیسیٰ۔“ میں کچھ نہ بولا اور اسے دیکھتا رہا۔ وہ پھر بولی۔ ”میں اس شخص کی بات کر رہی ہوں جس کا نام ہرسٹ ہے۔ کجعت جرائم پیشہ انسان ہے۔ نجانے کیا کیا چکر چلائے ہوئے ہیں۔ لیکن اپنی زندگی کا ایک الگ شعبہ رکھتا ہے اور اس شعبے میں وہ بس کیا بتاؤں تمہیں اظہار عشق کرتا ہے تو اس طرح جیسے کوئی نوخیز لڑکا زندگی میں پہلی بار کسی لڑکی سے ہمکلام ہوا ہو۔“ مجھے واقعی ہنس آگئی۔ ہلدا کی بات بہت دلچسپ تھی۔ وہ خود بھی ہنسنے لگی۔ پھر اس نے کہا۔ ”یہ بھول جاتے ہیں لوگ کہ ان کے مد مقابل جو شخص ہے اس کی اور ان کی عمر میں کیا فرق ہے۔“

”خیر یہ بات نہ کہو ہلدا۔“

”کیوں۔“

”انسان اتنی ہی عجیب چیز ہے۔ اگر اپنی کوئی شناخت کر لے تو میں سمجھتا ہوں۔ بہت سی خوبیاں پیدا ہو جاتی ہیں اس میں۔“ ہلدا چونک کر مجھے دیکھنے لگی پھر اس نے کہا۔ ”تم نے واقعی۔ بڑی نفیس بات کہی۔“

”چھوڑو ان باتوں کو۔ ظاہر ہے اس قسم کے لوگ اگر یہ تمام باتیں سوچ لیں تو پھر وہ بھی تبدیل ہو جائیں۔ لیکن ہرسٹ تبدیل نہیں ہوا۔“

”بالکل نہیں۔ وہ تو بھند تھا کہ میں اس کے ساتھ اس کا گھر دیکھوں جو کہ ایک ساحلی علاقے میں ہے اور بہت خوبصورت بنا ہوا ہے۔“

”اوہو۔ اچھا۔“

”ہاں۔ مگر میں نے اس سے معذرت کر لی۔“

”کیوں؟“ میں نے اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

”بس جی نہ چاہا تھا آج اس کے ساتھ جانے کے لئے۔ کچھ عجیب سا ذہن ہو رہا تھا۔

میں یہ سوچ رہی تھی۔ کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں اپنے آپ کو چھپانہ پاؤں“

”پھر؟“

”کل کے لئے وعدہ کر لیا ہے اس سے۔“

”کیا؟“

”یہی کہ میں اس کا مکان دیکھوں گی۔ اس نے بڑی تعریفیں کی ہیں اپنے اس مکان کی اور کہا ہے کہ اگر میرے قدم وہاں پڑیں گے تو اس مکان کا حسن دوبالا ہو جائے گا۔ ہلدا کارپ پھر ہنس پڑی میں بھی ہنستا رہا تھا۔ ہلدا کارپ مجھے اس کے بارے میں بہت باتیں بتاتی رہی جو کوئی بنیادی حیثیت نہیں رکھتی تھیں۔ سوائے اس کے اس احمق نے اس سے کیا کیا گفتگو کی اور کس کس طرح اس سے اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا۔ ہلدا کارپ لگی۔

”میں جانتی ہوں ہر نئی ملنے والی لڑکی سے وہ یہی الفاظ کہتا ہوگا۔ وہ تو اس صلاحیت بھی نہیں رکھتا کہ نئے نئے الفاظ تراش سکے۔ اور اگر میں اس کی پرانی شناسائی اس کی پہلی ملاقات کے بارے میں پوچھ لوں تو یقین کرو یہی تمام کہانی دھرا دے گی وہ۔ آج میں تمہارے سامنے بیان کر رہی ہوں۔“

”خیر ہمارا مقصد تو کچھ اور ہی ہے۔ ہلدا کل کا کیا پروگرام ہے؟“

”پروگرام یہ ہے کہ میں شام کو سناڑھے پانچ بجے یہاں سے چلوں گی اور اپنی کار میں اس کی کوٹھی تک پہنچ جاؤں گی۔ مجھے وہاں کا راستہ معلوم ہے۔ تمہارے لئے ایک کار کا انتخاب کروں گی اس کار کا حصول میرے لئے مشکل نہیں ہوگا۔ تم اس کار میں ہمارے تعاقب کرو گے۔“

”یہ ذہن میں رکھنا کہ ہر سٹ جرائم پیشہ آدمی ہے۔“

”مطلب۔“

”میرا مطلب ہے وہ اس بات سے بھی ناواقف نہیں ہوگا کہ میں اس کا تعاقب کر رہا ہوں۔“

”خیر اب ایسا بھی نہیں ہے اور پھر وہ علاقہ جہاں مجھے جانا ہے اچھا خاصہ پر رونق علاقہ ہے اور بہت سی گاڑیاں تمہیں راستے میں نظر آئیں گی جو وہاں جائیں گی۔ اس لئے کوئی ایسی مشکل نہیں ہوگی۔“

”یہ اچھی بات ہے۔“ میں نے جواب دیا اور ہلدا مجھے گہری نگاہوں سے دیکھنے لگی۔

”میرا۔“

”نہیں آرہی۔“

”ہاں آرہی ہے۔“

”تو پھر سو جائیں۔“ اس نے مخمور نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا بہر طور اب اس کی بعد کی باتوں کا تذکرہ ایک طرح سے غیر مناسب بات ہے۔ میں قریبی دے رہا تھا اور اس رات بھی میں ٹھیک طرح سے قریب ہو گیا۔

دوسرا دن معمول کے مطابق تھا۔ ہلدا کو باہر کوئی کام نہیں تھا۔ اس نے فون پر کسی سے رابطہ قائم کر کے کار طلب کی اور تقریباً ڈھائی بجے ایک شخص اس کے فلیٹ پر پہنچ گیا۔ ہلدا نے مجھے اس کے سامنے نہیں آنے دیا تھا۔ اس سے نجانے کیا گفتگو کی ہلدا نے۔ جب وہ واپس چلا گیا تو ہلدا نے کار کی چابی مجھے دیتے ہوئے کہا۔

”تمہاری کار آگئی ہے۔ ذرا اس کا جائزہ لے لو۔ ہم دونوں باہر نکل آئے۔ میں نے اس خوبصورت کار کو دیکھا اور مطمئن انداز میں گردن ہلا دی۔ کوئی ایسی بات نہیں تھی جو باعث تردد ہوتی۔ میں نہیں جانتا تھا کہ مجھے آج کی شام کیا کرنا پڑے گا۔ لیکن اپنے آپ کو ہر پہلو سے تیار رکھنا چاہتا تھا۔ میرے پاس ایک پستول موجود تھا۔ جس میں دو گولیاں بھی تھیں۔ لیکن ظاہر ہے یہ ناکافی حیثیت رکھتا تھا اور پھر پستول کا استعمال خطرناک بھی ہو سکتا تھا۔ البتہ ہلدا کارپ کے فلیٹ سے میں نے ایک قیمتی چھری ضرور چرائی جو اس کے کچن میں موجود تھی۔ اور ہلدا کے علم میں لائے بغیر اسے اپنے لباس میں محفوظ کر لیا۔ مقررہ وقت پر ہلدا اور میں باہر نکل آئے۔ میں نے ہلدا سے کافی فاصلہ رکھا۔ اور انداز بھی ایسا رکھا کہ کوئی مجھے اس کے فلیٹ سے باہر نکلتے ہوئے نہیں دیکھ سکے۔ جب وہ اپنی کار اشارت کر کے آگے بڑھ گئی تو میں نے بھی کار اشارت کر دی۔ اور میری کار اس کی کار کا تعاقب کرنے لگی۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ یہ راستہ پر رونق تھا اور بے شمار کاریں آگے پیچھے دوڑ رہی تھیں۔ میں نے ہلدا کی کار سے اپنی کار کا اتنا فاصلہ رکھا تھا کہ درمیان میں دو تین گاڑیاں اور موجود تھیں۔ اور یہ شبہ بھی نہیں ہو سکتا تھا کسی کو کہ میں ایک مخصوص کار کا تعاقب کر رہا ہوں۔ آخر ہم طویل ترین فاصلہ طے کرنے کے بعد اس حسین

ساحلی علاقے میں پہنچ گئے جس کے بارے میں ہلدانے کہا تھا کہ وہ کوٹھی اتنی شاندار نہیں ہے۔ ہلدانے اپنی کار روکی تھی۔“

ہرسٹ غالباً ہلدانے سے بہت زیادہ متاثر ہو گیا تھا۔ کیونکہ دور ہی سے جب میں ایک اور عمارت کے قریب کار روکی تو مجھے ہرسٹ نظر آ گیا۔ جو ہلدانے کے استقبال کے لیے اس خوبصورت مکان کے سامنے موجود تھا اس کے بعد میں نہیں جانتا تھا کہ کیا صورتحال پیش آئے گی۔ لیکن بہر حال مجھے بھی اس مکان تک جانا تھا۔ چونکہ ابھی دن کی روشنی خاصی باقی تھی اس لئے ذرا الجھن کا سامنا کرنا پڑا۔ تاہم یہاں بہت زیادہ رش نہیں تھا۔ چونکہ عام دن تھے۔ چھٹی کے دن یقینی طور پر ان ساحلی مکانوں میں مکمل طور پر آبادی ہوتی ہوگی۔ میں تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اس مکان کے دروازے تک پہنچ گیا۔ پھر وہاں سے گزر کر اس کے بیرونی سمت ایک چھوٹا سا احاطہ تھا۔ اسے عبور کرنا مشکل کام ہی تھا۔ میں نے اپنے اطراف میں دور دور تک دیکھا اور اس کے بعد ایک چھلانگ مار کر احاطے کو گزر گیا۔

دوسری جانب کیاریاں بنی ہوئی تھیں۔ جن میں لگے ہوئے خوبصورت پھولوں کے پودے میرے پیروں تلے آکر کچلے گئے۔ چونکہ مجھے اندازہ نہیں تھا اس لئے میں ان خوبصورت پھولوں کو نہیں بچا سکا تھا۔ اپنے آپ کو سنبھال کر میں نے کیاری سے چھلانگ لگائی اور اس کے بعد پیروں کی مٹی جھاڑنے لگا۔ یہ اندازہ نہیں ہو پا رہا تھا کہ اس عمارت کا جائے وقوع کیا ہے۔ اور اس کے اندر کی جغرافیائی حیثیت کیا ہو سکتی ہے۔ لیکن پچھلی سمت میں ہی مجھے ایک راہداری نظر آگئی اور یہ میرے لئے محفوظ ترین جگہ تھی۔ کیونکہ راہداریوں کی چار میڑھیوں کے بعد دونوں سمت اونچی اونچی دیواریں موجود تھیں۔ اور وہ مجھے اپنے اندر چھپا سکتی تھی۔ لیکن جوں ہی میں نے راہداری کی میڑھیاں عبور کیں دفعتاً ہی سامنے سے مجھے دو آدمی آتے نظر آئے جو ایک لمحے کے لئے ٹھک گئے اور پھر تیزی سے آگے بڑھے۔ میں نے معذرتی انداز اختیار کیا اور وہ اس انداز میں آگے بڑھ کر آئے جیسے مجھ سے سخت باز پرس کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں۔ لیکن ان کے فرشتوں کو بھی گمان نہیں تھا کہ دو سرا قدم کیا اٹھانے والا ہوں میں۔ میں نے جھجکتے ہوئے انداز میں انہیں مخاطب کرنے کے لئے ہونٹ کھولے اور وہ میرے قریب پہنچ گئے۔ لیکن اسی لمحے میں باز

طرح جھپٹا۔ میرے دونوں بازو پھیل گئے تھے۔ اور میرے بازوؤں کی کلاسیاں ان کی گردن میں حلق کے بالکل نیچے اس قوت سے پڑیں کہ وہ دونوں کے دونوں بری طرح زمین پر جا پڑے۔ میرے لئے یہ ضروری تھا کہ میں انہیں ایک لمحہ نہ دوں۔ زندگی لینا تو مناسب نہیں تھا۔ نہ میں اس کا شوقین تھا کہ کوئی کام ہو یا نہ ہو لیکن بمقابلہ کو ختم کر دوں۔ یہ ایک انتہائی کمزور فعل تھا۔ البتہ میں نے ان کی گردنوں پر اتنا شدید دباؤ ڈالا کہ چند ہی لمحات کے بعد ان کی آنکھیں چڑھ گئیں اور پھر وہ بیہوش ہو گئے۔ ان بیہوش افراد کو محبت کر کسی ایسی جگہ ڈالنا ضروری تھا جہاں سے وہ فوری طور پر باعمل نہ ہو سکیں۔

چنانچہ میں نے ان کی کمر میں ہاتھ ڈال کر انہیں اٹھایا دو آدمیوں کا بوجھ اٹھانا آسان کام نہیں تھا اور نہ ہی میں اتنا طاقتور انسان تھا کہ انہیں آسانی سے قابو کر لیتا۔ لیکن مرنا کیانہ کرنا کہ مصداق مجھے یہ عمل کرنا بہت ضروری تھا اور خوش قسمتی یہ تھی کہ وہ چھوٹا سا کمرہ جو غالباً اسٹور تھا مجھے قریب ہی نظر آ گیا۔ اسٹور کا دروازہ آدھا کھلا ہوا تھا۔ اس اسٹور میں مجھے مطلوبہ اشیاء بھی مل گئی۔ چنانچہ ان دونوں افراد کو نہایت احتیاط کے ساتھ میں نے رسیوں سے کس کر اور ان کے منہ میں کپڑا ٹھونس کر اسٹور کے ایک گوشے میں ڈال دیا اور پھر اسٹور سے باہر نکلا ہی تھا کہ ایک تیسرا فرد جو کافی قوی ہیکل آدمی تھا نظر آیا۔ غالباً وہ کسی کو آوازیں دیتا ہوا اس سمت آرہا تھا۔ یہ خوش قسمتی تھی کہ میں نے اسٹور سے باہر قدم نہیں رکھے تھے۔ البتہ اسے میری موجودگی کا احساس ہو گیا تھا اور وہ بھی سمجھا تھا کہ ان دونوں میں سے کوئی اسٹور میں گھسا ہوا ہے۔ لیکن اسٹور میں ٹوٹی ہوئی کرسی کا ایک ایسا مضبوط پایہ پڑا ہوا تھا جو میرے لئے نہایت کار آمد تھا۔ میں نے وہ پایہ اٹھا کر اپنے قبضے میں کر لیا اور اس شخص کا انتظار کرنے لگا۔ اس شخص کو غالباً یہ اندازہ نہیں ہوا تھا کہ کوئی غیر معمولی واقعہ ہو گیا ہے۔ چنانچہ وہ کسی کو آواز دیتا ہوا بے اختیارانہ انداز میں اندر داخل ہوا۔

”میں نے بھی بڑی مہارت سے اس کے سر کا نشانہ لیا۔ مجھے یہ اندازہ نہیں تھا کہ پایہ اتنی زور سے پڑ جائے گا۔ اس کے حلق سے ایک دلخراش چیخ نکلی۔ اور وہ اوندھے منہ زمین پر آ پڑا۔ اس کے سر سے خون بہہ رہا تھا۔ یہ بات میرے لئے تکلیف دی تھی لیکن اب مجبوری تھی جو ہونا تھا وہ تو ہو ہی گیا تھا۔ البتہ اسٹور میں ایک بڑا سا کپڑا تلاش کر کے

میں نے اس کے سر کے گرد مضبوطی سے کس دیا۔ اور اس کے بعد اس کے ہاتھ اور بالوں کے ساتھ اس کے سر سے ہنڈھا ہوا تھا اس کے حلق میں ٹھونس دیا۔ یہ لپچپ بات تھی۔ ویسے یہ تیسر آدمی انتہائی طاقتور تھا۔ پچھلے دو آدمیوں کی نسبت اس سے باقاعدہ مقابلہ ہو جاتا تو شاید مجھے کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا۔ یہ اسٹور میرے نعمت ثابت ہوا تھا۔ اس کے بعد بہترین ہتھیار میز کا پانیہ ہی تھا جو میں نے اپنے قابو میں رکھا اور اسٹور سے گردن نکال کر ادھر ادھر جھانکا اور اس کے بعد راہداری میں راستہ سمت چل پڑا پہلے یہ جائزہ لے لینا چاہتا تھا کہ یہاں ان تین آدمیوں کے علاوہ اور بھی کوئی ہے یا نہیں۔ اور فیصلہ یہی کیا تھا کہ مسٹر ہرسٹ کا سامنا کرنے سے پہلے کم از کم اس عمارت میں امن قائم کر دیا جائے۔ تاکہ کوئی مداخلت نہ کر سکے۔ بلی کی طرح دبے پاؤں آگے بڑھتا ہوا میں راہداری کے دوسرے سرے پر پہنچا۔ تو مجھے سامنے کا حصہ نظر آیا۔ بڑا سادہ روازہ بند تھا۔ اور اندر دو گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ آگے والی گاڑی مسٹر ہرسٹ کی تھی۔ اور اس کے پیچھے جو گاڑی پارک کی گئی تھی وہ میری جانی پہچانی تھی۔ یعنی متحرم ہلدا کارپ کی گاڑی جو اندر تشریف لے آئی تھیں اور باقاعدہ ہرسٹ کی مہمان بن گئی تھیں۔ لیکن صورتحال یہ نہیں تھی۔ جو مسٹر ہرسٹ کے علم میں ہوگی۔ سامنے کے حصے میں مجھے ایک اور شخص بھی نظر آیا۔ اور یہ یقینی طور پر بیرونی حصہ پر پہرا دینے والا تھا۔ میں یہ سوچتا رہا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ ہو سکتا ہے یہی شخص آخری شخص ہو۔ تین تو اسٹور میں موجود تھے۔ چند لمحات میں سوچتا رہا۔ وہ شخص اطمینان سے بیٹھا ہوا اخبار پڑھ رہا تھا۔ اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ میں اسے اپنی جانب متوجہ کر دوں۔ لیکن اس کے لئے پہلے مجھے ایک موزوں جگہ کی تلاش تھی اور یہ موزوں جگہ اسی داہنی راہداری کے حصے میں ایک ایسا حصہ تھا جس میں ایک دیوار باہر نکل ہوئی تھی اور اس کے پیچھے خاصی جگہ موجود تھی یعنی وہاں با آسانی چھپا جاسکتا تھا۔ ہاتھ میں دبے ہوئے کرسی کے پائے سے میں نے دیوار کے حصے کو تھوڑا سا بجایا اور اس کے بعد برق رفتاری سے اس آڑ میں جا کھڑا ہوا۔ مگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔ تو اب اس شخص کو اٹھ کر اس سمت آنا چاہیے تھا۔ چونکہ میں نے جو آہٹیں پیدا کی تھیں وہ خاصی زور دار تھیں۔ میرے حسابس کان آہٹوں پر لگے ہوئے تھے اور نتیجہ خاطر خواہی ہی نکلا۔ قدموں کی چاپ

سنائی دی۔ وہ شخص غالباً حیران ہوا ہو گا کہ اس سمت سے یہ آواز کیسی آئی ہے قدموں کی چاپ لمحہ قریب آتی جا رہی تھی۔ اور بالا آخر وہ راہداری میں مڑ گیا۔ میں اس کا مدھم سا سایہ دیکھ سکتا تھا۔ جو روشنی کی وجہ سے بن رہا تھا۔ اور اتنا کہ بس کسی کی آمد کا احساس ہو۔ میں فاصلے کا اندازہ بھی لگاتا جا رہا تھا۔ وہ شخص محتاط قدموں سے آگے بڑھا اور مجھے سے دو قدم آگے نکل گیا۔ عقب سے میں نے اس پر ڈنڈے کا وار کیا۔ اور میرا ڈنڈا اس کی گدی پر پڑا۔ دوسرے لمحے وہ زمین بوس ہو گیا۔ چنانچہ میں نے اسے اطمینان سے کاندھے پر لا دیا۔ اور ڈنڈا ہاتھ میں لیتے ہوئے اسٹور کی جانب چل پڑا۔ اس اچھے خاصے وزنی آدمی کو اسٹور تک لاتے ہوئے سانس ذرا سا پھول گیا تھا۔ لیکن میں نے اسے بھی اس کے باقی تینوں ساتھیوں کے ساتھ محفوظ کر دیا۔ اور اسی انداز میں کہ وہ اپنے آپ کو سنبھال نہ سکیں۔ اس کے بعد ڈنڈا اسٹور میں ہی پھینکا اور اسٹور کا دروازہ باہر سے بند کر دیا۔ اب اگر کوئی ہے بھی تو اسے تلاش کرنا ہو گا۔

چنانچہ میں نے اب ذرا زیادہ آزادی سے وہاں موجود لوگوں کو تلاش کرنا شروع کر دیا۔ عمارت میں پانچ کمرے تھے اور ان پانچوں کمروں میں کوئی بھی موجود نہیں تھا۔ البتہ وہاں موجود سازو سامان کا میں نے جائزہ لے لیا تھا۔ پانچواں کمرہ جسے میں نے دور ہی سے دیکھا تھا یقینی طور پر وہ آرام گاہ ہوگی جہاں مسٹر ہرسٹ ہلدا کارپ کے ساتھ موجود ہوں گے۔ کافی دیر تک اسی تلاشی میں مصروف رہا تھا اور اس دوران ہلدا کارپ پر کیا جاتی تھی یہ نہیں معلوم تھا۔ چنانچہ پورے اطمینان کے ساتھ آہستہ آہستہ چلتا ہوا دروازے پر پہنچ گیا۔ اب شام کے سائے رات کے سناٹے میں تبدیل ہو گئے تھے۔ اطراف میں مکمل خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ وہ کمرہ جس میں ہلدا کارپ موجود تھی کھلا ہوا تھا۔ دروازے کو بند کرنے کی کوشش نہیں کی گئی تھی۔ جس کی وجہ سے اندر کی آوازیں بھی صاف سنائی دے رہی تھیں۔ میں نے کوئی اسی جگہ تلاش کی جہاں سے اندر جھانک سکوں۔ اور ایسی جگہ مجھے فوراً ہی مل گئی۔ دروازے کا چابی کا سوراخ تھا۔ جو مجھے اندر کے مناظر سے روشناس کر سکتا تھا اور میں نے جھک کر چابی کے سوراخ سے آنکھ لگادی۔ حالانکہ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اور میں اس سے بھی اندر جھانک سکتا تھا لیکن اس طرح مجھے محسوس کر لیا جاتا۔ چابی کا یہ سوراخ البتہ محفوظ تھا اور اس سوراخ سے دوسری طرف کا جو منظر مجھے نظر

آیا وہ میرے لیے فوری طور پر ناقابل یقین تھا۔ یہ منظر یہ تھا کہ ہلدا کارپ ہاتھ میں پستول لئے ہوئے مسٹر ہرسٹ کے سامنے کھڑی تھی۔ اس کا چہرہ آگ کی طرح سرخ ہو رہا تھا اور مسٹر ہرسٹ ایک صوفے پر بیٹھے ہوئے حیران نگاہوں سے اسے دیکھ رہے تھے۔ میرے لئے بھی حیران کن تھا۔ کیونکہ فلیٹ سے چلتے ہوئے مجھے اس بات کا علم تھا کہ ہلدا کارپ کے پاس پستول نہیں ہے۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں سوچا جاسکتا تھا کہ پستول مسٹر ہرسٹ ہی کا ہے۔ ابھی اتنا زیادہ وقت نہیں گزرا تھا۔ یہ نوبت کیسے آگئی۔ میں نے اندر کے معاملات میں مداخلت کرنا مناسب نہیں سمجھی۔ البتہ مجھے مسٹر ہرسٹ کی آواز کچھ دروازے سے صاف سنائی دی تھی۔

”کون ہے تو کتیا کون ہے؟“

”کتے تو خور مجھے پہچان کہ میں کون ہو سکتی ہوں۔“ ہلدا کارپ نے کہا۔

”کیا تو سمجھتی ہے کہ یہاں رہنے والے زندہ واپس جاسکے گی؟“ ہرسٹ نے پوچھا۔

”اس کا فیصلہ تو ابھی ایک لمحے میں ہو جائے گا۔ لیکن اس سے پہلے میں تجھ سے کچھ سوالات کرنا چاہتی ہوں۔“

”بھونک کیا بھونکنا چاہتی ہے۔“

”رچرڈ کو کس نے قتل کیا؟“

”کیا؟“ ہرسٹ نے چونک کر پوچھا۔

”میں پوچھتی ہوں رچرڈ کو کس نے قتل کیا۔“

”کیا میں یہ بات جانتا ہوں۔“ ہرسٹ دھاڑا۔

”تیرے علاوہ اور کون جان سکتا ہے وہ تیرے ہی لئے کام کرتا تھا۔“

”تو تیرا کیا خیال ہے میں نے اسے قتل کر دیا۔“

”تیرے علاوہ وہ اور کون ہو سکتا ہے۔ تو جانتا ہے وہ میرے لئے کیا تھا۔“

”جاننا چاہتا ہوں۔“

”وہ..... وہ میری زندگی کا مالک تھا۔ وہ میرا مستقبل تھا جو تو نے تباہ کر دیا۔“

”وہ احمق تھا۔ یوقوف تھا۔ اس کے ساتھ میرے اور بھی چند افراد مارے گئے۔“

”مجھے علم نہیں ہے کہ وہ کس سلسلے میں کام کر رہا تھا۔“

”جھوٹ بولتا ہے کہینے تو جھوٹ بولتا ہے۔ میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ تو نے تو نے میرا مستقبل تباہ کر دیا ہے۔“

”ہوش میں آ۔ کتیا کی پلی۔ کیوں میرے ہاتھوں زندگی برباد کرنے پر تلے ہوئے ہے۔ کیوں وہ ماحول پیدا کر رہی ہے۔ میں تو تجھے۔ اوہ اس کا مقصد ہے کہ تو جان بوجھ کر میرے سامنے آئی تھی۔ ایسا ہی ہو گا۔ سن میں تجھے بتا رہا ہوں رچرڈ کو میں نے قتل نہیں کیا۔“

”تیرے علاوہ اور کوئی اسے قتل نہیں کر سکتا۔“

”میں کتا ہوں۔ بکو اس مت کر۔ اس سے پہلے کہ مجھے غصہ آجائے۔ تو اپنے آپ کو ہوش میں لے آ۔“

”مسٹر ہرسٹ بہت زیادہ چالاک بننے کی کوشش کر رہے ہو۔ لیکن میں تمہیں نہیں چھوڑوں گی۔“

”یوقوف عورت۔ تو نے میری جیب سے پستول نکال کر یہ سوچا ہے کہ بس اس کا تیرے ہاتھ میں پہنچ جانا کافی ہے۔ مگر پستول کی شناخت رکھتی ہے۔ تو اسے کھول کر دیکھ یہ خالی ہے۔“ ایک لمحے کے لئے ہلدا کارپ کے چہرے پر خوف کے آثار پیدا ہوئے وہ پستول کو ہلا جلا کر دیکھنے لگی۔ اور ہرسٹ ہنستا ہوا کھڑا ہو گیا۔

”اس کے باوجود تو خوبصورت ہے اور مجھے پسند آئی ہے چنانچہ یہ پستول مجھے دے دے۔“ ہلدا کارپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ہرسٹ اس کے قریب پہنچ گیا۔ اور پھر اس نے پستول لے لیا۔ اس کے بعد اس نے ایک زوردار قہقہہ لگایا تھا۔

”رچرڈ ایک سمجھدار آدمی تھا۔ اس نے اپنی محبوبہ کو یہ بھی سمجھایا کہ پستول ہاتھ میں کیسے پکڑا جاتا ہے اور یہ شناخت کیسے کی جاسکتی ہے کہ وہ بھرا ہوا ہے یا خالی ہے۔ اس پستول میں گولیاں موجود ہیں ڈنیر ہلدا کارپ۔ ذرا سا ٹرائیگر دبانے کی ضرورت پیش آتی اور میرے سینے میں سوراخ ہو جاتا۔ لیکن عورتیں مرد کی برابری کرنے کے لئے ہمیشہ کوشاں رہی ہیں احمق کہیں کی۔“ ہلدا کارپ دیوانی ہو گئی۔ اس نے قریب ہی رکھی ہوئی میز سے بیتل کا گلدان اٹھالیا۔ اور ہرسٹ پر چھیٹی۔ لیکن ہرسٹ نے اسے جھکائی دے کر اس کے بال پکڑ لئے اور پھر اسے ایک زوردار جھٹکا دے کر ایک جانب اچھال دیا۔

مردانہ متوجہ ہوا تھا کہ مسٹر ہرسٹ نے مجھ پر حملہ کر دیا اور مجبوراً مجھے انہیں قتل کرنا پڑا۔ ہلداکارپ کے لئے اب کچھ نہیں کیا جاسکتا تھا کیونکہ میری اپنی زندگی خطرے میں پڑ گئی تھی چنانچہ وہاں سے فرار ہونا پڑا۔ پھر میں نے اسے ذہن سے نکال ہی دیا۔ میری زندگی میں مصروفیات کی کیا کمی تھی۔ شیبانا می ایک لڑکی سے ملاقات ہوئی جس نے مجھ پر جال ڈالا میں نے اس کی یہ پیشکش قبول نہیں کی تھی لیکن بالکل غیر متوقع طور پر میری ملاقات جبار گیننی ڈال نامی ایک شخص سے ہوئی جو افریقی مسلمان تھا۔ جذبہ دین سے سرشار اس نے مجھے بتایا کہ شیبانا ایک نیوری ریڈ سس مور لے کی بیٹی ہے جو اکثر ہندوستانی مشاورت کے لئے کام کرتا رہتا ہے۔ اب بھی وہ کسی ایسے ہی عمل میں مصروف ہے۔ جبار گیننی ڈال نے مجھے بتایا کہ اس کام کی تفصیل ایس نامی ایک شخص سے معلوم ہو سکتی ہے۔ جبار گیننی ڈال کو نامعلوم افراد نے شدید زخمی کر دیا اور میں نے سخت جتن کر کے اسے پاکستان بھجوا دیا۔ میں نے ایس کو چیک کیا لیکن ایس شیبانا کو اغوا کر کے لے گیا تھا جسے بچانے کے لئے مجھے ایس کو قتل کرنا پڑا۔ حالانکہ میرا مشن پورا نہیں ہوا تھا لیکن شیبانا میری دیوانی ہو گئی۔ میں اس کی یہ پیشکش ٹھکرا دی۔ اس نے مجھے اپنے باپ مور لے سے بھی ملایا اور مسٹر مور لے نے مجھے بہت سی پیشکش کیں لیکن میں نے انہیں ٹھکرا دیا۔ شیبانا آہستہ آہستہ مجھ سے ناراض ہوتی جا رہی تھی۔ ایک دن مجھے بڑے پراسرار طریقے سے ایک عمارت میں بلایا گیا۔ جب میں وہاں پہنچا تو مجھے ایک کمرے میں دو لاشیں ملی۔ میں حیرانی سے انہیں دیکھ رہا تھا۔

عمارت میں بھاگ دوڑ اور چیخ و پکار سنائی دینے لگی۔ میں برق رفتاری سے آگے بڑھا۔ جو بھی راستہ سامنے نظر آ رہا تھا اسی پر دوڑتا چلا جا رہا تھا۔ آخر ایک راہداری نظر آئی اور میں راہداری میں چھلانگیں لگانے لگا۔ کوئی اندازہ نہیں تھا کہ میں کدھر جا رہا ہوں۔ بس اس وقت اپنی جان بچانے کی فکر تھی باہر جانے کا راستہ نظر آ گیا۔ باہر مکمل تاریکی اور ویرانی پھیلی ہوئی تھی۔ یہ اندازہ لگانا ضروری نہیں تھا کہ یہ کون سی جگہ ہے۔ میں اس ویرانی و تاریکی میں دوڑنے لگا۔ تب مجھے احساس ہوا کہ عمارت آبادی سے الگ تھلگ کسی جنگل میں واقع ہے۔ میں کوئی بھی اندازہ قائم کئے بغیر بھاگتا رہا۔ جگہ جگہ درختوں کی آڑ لے رہا تھا۔ پیچھے اب آوازیں نہیں سنائی دے رہی تھیں۔ لیکن مجھے یقین

ہلداکارپ کے حلق سے چیخ نکلی اور اس کا سردیوار سے جا ٹکرایا میں نے اس کے سر سے خون بہتے ہوئے دیکھا تھا۔ اس کے بعد وہ دیوار ہی سے لگی لگی زمین پر آ رہی۔ ہرسٹ کا موڈ بہت زیادہ خراب ہو گیا تھا اور اس کے چہرے سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ کچھ ہوا ہے اس کے لئے غیر متوقع ہے اور وہ اس کی توقع نہیں رکھتا تھا۔ وہ جھک کر ہلداکارپ کو دیکھنے لگا۔ اور پھر اس نے اس کے منہ پر ایک زوردار تھپڑ مارا۔

”ذلیل۔ کتیا۔ کمینٹی۔“ اور پھر گلدان اس کے ہاتھ سے لے کر واپس اس کی جگہ پر رکھ دیا۔ ہلداکارپ کے جسم کو ٹھوکر لگانے کے بعد اس نے زور سے گردن جھٹکی اور دروازے کی جانب بڑھا۔ غالباً اپنے آدمیوں کو اس کے بارے میں ہدایت دینا چاہتا تھا۔ ہلداکارپ کو فرسٹ ایڈ کی ضرورت تھی ویسے خون زیادہ نہیں بہہ رہا تھا۔ اور سر کا پچھلا حصہ دیوار سے جا ٹکرایا تھا۔ جس کی وجہ سے اس کے ہوش و ہوا اس قائم نہیں رہے تھے۔ لیکن اب میرا کام شروع ہو جاتا تھا۔ مسٹر ہرسٹ نے دروازہ کھولا اور جونہی ان کا چہرہ باہر نکلا میرا زوردار گھونسا ان کی ٹھوڑی پر پڑا۔ اور ان کے حلق سے ایک زوردار چیخ نکل گئی گھونسا اتنا طاقتور تھا کہ مسٹر ہرسٹ اپنا توازن نہ برقرار رکھ سکے۔ اور آگے بڑھ کر سینٹر ٹیبل پر چپت جا پڑے۔

میرے لئے اب فوراً ہی اندر داخل ہونا ضروری تھا۔ چنانچہ میں اندر داخل ہوا۔ اور میں نے دروازہ بند کر دیا۔ مسٹر ہرسٹ برق رفتاری سے اٹھے اور انہوں نے جیب میں ہاتھ ڈال کر اپنا پستول نکالنا چاہا۔ لیکن میں اس کے لئے تیار تھا اور مجھے علم ہو گیا تھا کہ پستول خالی نہیں ہے اور مسٹر ہرسٹ کی کون سی جیب میں ہے۔ چنانچہ میں نے اچھل کر ایک زوردار ٹھوکر ان کے اس ہاتھ پر رسید کی جو جیب سے پستول نکالنے کے لئے اندر داخل ہوا تھا۔ اور مسٹر ہرسٹ کے حلق سے پھر ایک چیخ نکلی اور وہ اچھل کر نیچے جا گرے۔ میں نے ان کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا اور جھک کر پھرتی سے ان کی جیب سے پستول نکال لیا۔ اسکے بعد میں نے ایک زوردار ٹھوکر مسٹر ہرسٹ کو رسید کی۔ اور مسٹر ہرسٹ ہاتھوں کے سہارے پیچھے کھسکنے لگے ان کے چہرے پر بے پناہ خوف کے تاثرات تھے۔

دفعۃً مجھے اپنے عقب میں آہٹیں سنائی دیں، ایک لمحہ کے لئے ذہن ان آہٹوں کی

تھا کہ وہ فوری طور پر کوئی نہ کوئی کارروائی کریں گے۔ چنانچہ میں دوڑتا رہا اور پھر مجھے بالائی کا شور سنائی دیا۔ غالباً کوئی دریا تھا جو اس سمت سے بہہ رہا تھا۔ نجانے کبھی مجھے کہل لے آئے ہیں اور یہ کون سی جگہ ہے لیکن میرے اپنے اندازے کی تصدیق ہو گئی۔ تھوڑی سی دیر کے بعد میں ایک دریا کے قریب موجود تھا اور یہ بھی ایک دلچسپ بات تھی کہ ایک درخت کے تنے سے مجھے ایک لالچ بندھی ہوئی نظر آگئی یہ ان لوگوں کا گورنر دھندہ تھا لیکن میرا کام بن گیا۔ میں نے پھرتی سے اس کی رسی کھولی اور اسے لچھانا کر لالچ میں پھینک دیا۔ میں نے لالچ کا انجن اسٹارٹ کیا اور لالچ تیز رفتاری سے آگے بڑھ گئی۔ دریا کا ابتدائی حصہ عبور کرنے کے بعد میں نے اپنے آس پاس دیکھا اور یہ اندازہ لگانے کی کوشش کرنے لگا کہ مجھے کون سی سمت اختیار کرنی چاہیے میں تیز رفتاری سے لالچ کو آگے بڑھاتا رہا اور تقریباً پون گھنٹے تک سیدھا چلنے کے بعد میں نے کچھ روشنیاں دیکھیں۔ غالباً کوئی ساحلی آبادی تھی۔ لالچ زیادہ آگے تک لے جانا بے مقصد ہی تھا۔ ان کی پہنچ سے باہر نکل آیا تھا۔

ظاہر ہے معلومات حاصل ہونے کے بعد وہ ہر ممکن کوشش کریں گے مجھے تلاش کرنے کی اور اگر میں لالچ میں آگے بڑھتا رہا تو بغیر کسی پروگرام کے نجانے کہاں سے کہاں پہنچ جاؤں۔ چنانچہ لالچ کو میں نے کنارے کی جانب موڑ دیا اور تھوڑی دیر کے بعد میں کنارے پر اتر گیا۔ آبادی گہری تاریکیوں میں ڈبئی ہوئی تھی اور غالباً لوگ سو رہے تھے۔ کچے پکے مکانات کا سلسلہ دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔ کچھ عمارتیں ذرا بلند بھی تھیں اور دو تین منزلہ نظر آتی تھیں۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس وقت مجھے کیا کرنا چاہیے۔ پھر ایک مکان کے دروازہ کے قریب پہنچ گیا دستک دینے کے کوئی دس منٹ کے بعد دروازہ کھولا گیا۔ دروازہ کھولنے والا ایک بوڑھا سا آدمی تھا اور اس کی آنکھیں نیند میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ مجھے دیکھ کر اس نے حیرت سے آنکھیں سکڑیں اور میں نے آہستہ سے کہا۔

”معاف کیجئے گا جناب۔ اس وقت تکلیف دینا ایک غیر مناسب بات تھی لیکن ایک ایسی مشکل کا شکار ہوں کہ آپ تک پہنچنا پڑا۔“

”آؤ“ بوڑھے آدمی نے کہا جس آسانی سے اور جس اطمینان سے اس نے مجھے

اندر آنے کی دعوت دی تھی اس نے ایک لمحے کے لئے مجھے حیران کر دیا۔ میں اندر داخل ہو گیا تو بوڑھے نے پلٹ کر دروازہ بند کر دیا۔ میں نے اس مکان کا اندر سے جائزہ لیا۔ جیسا یہ باہر سے چھوٹا نظر آ رہا تھا اندر بھی اسی طرح کا تھا۔ دروازے سے داخل ہوتے ہی ایک کمرہ تھا۔ جس کا دروازہ ایک راہداری میں کھلتا تھا۔ بوڑھا راہداری سے گزرا اور دوسرے بڑے کمرے میں پہنچ گیا۔ غالباً یہی دو کمرے تھے اس مکان میں باقی دونوں سمت دوسری ضروریات زندگی کے لئے جگہ بنائی گئی تھی۔ بڑے سے کمرے میں پہنچ کر اس نے تیز روشنی جلائی اور میری طرف دیکھنے لگا لیکن میں نے اس کے ہونٹوں پر ایک پراسرار سی مسکراہٹ کھینچی دیکھی اور میرے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ بوڑھے نے اپنے ڈھیلے ڈھالے لباس میں ہاتھ ڈال کر ایک پستول نکال لیا تھا۔ میں نے دل ہی دل میں ٹھنڈی سانس بھری اس کا مقصد ہے کہ حالات یہاں آکر میرے موافق نہیں ہوئے۔ میں نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس پستول کو دیکھا تو بوڑھا کہنے لگا۔

”مجھے تمہارے بارے میں اطلاع مل گئی تھی کہ تم یہاں پہنچ رہے ہو۔“

”یہ لک کیا بد تمیزی ہے۔ آپ عمر رسیدہ ہونے کے باوجود یہ حرکت۔ میرا مطلب ہے آپ۔“

”پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں نے بتایا نہ کہ تمہارے فرار ہوتے ہی مجھے اطلاع مل گئی کہ تم لالچ کے ذریعے دریا میں اس سمت کا سفر کر رہے ہو اور پھر یہ ایک نفسیاتی امر ہے کہ جس لالچ کو لے کر تم فرار ہوئے تھے اس میں زیادہ دیر تک سفر کرنا پسند نہیں کرو گے اور جہاں بھی تمہیں آبادی نظر آئے گی وہاں رکنے کی کوشش کرو گے۔ پھر اس آبادی میں ایک ایسا مکان تمہاری نگاہوں کا مرکز بنے گا جس میں تمہیں روشنی جھلکتی محسوس ہو۔ چنانچہ اس اطلاع کے بعد میں نے مکان کا سامنے والا حصہ روشن کر دیا۔ تاکہ تمہیں یہاں مکان ہی اپنے کام کا محسوس ہو۔“

”لیکن آخر تم چاہتے کیا ہو؟“ میں نے کہا اور بوڑھے نے مسکراتے ہوئے ایک گہری سانس لی اب اس کے آنکھوں میں نیند کے آثار نظر نہیں آ رہے تھے اور وہ اپنی عمر کی نسبت زیادہ چاق و چوبند محسوس ہو رہا تھا اس نے پستول سے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”آرام سے بیٹھو۔ جلدی کیا ہے؟“ میں نے اس طرح قدم آگے بڑھائے جیسے

صوفے پر بیٹھنا چاہتا ہوں لیکن وہ پتائی میری توجہ کا مرکز بنی ہوئی تھی جو صوفے سے ایک قدم کے فاصلے پر رکھی ہوئی تھی۔

بوڑھا میرے ساتھ ساتھ ہی آیا تھا اور پھر میں نے اس طرح پوزیشن تبدیل کی جیسے صوفے پر بیٹھنے جا رہا ہوں لیکن ساتھ ہی پتائی میری گرفت میں آئی اور پوری قوت سے اچھل کر بوڑھے کے ہاتھ پر لگی۔ میرا نشانہ انتہائی کامیاب رہا ساتھ ساتھ ہی میں نے بوڑھے پر چھلانگ لگا دی تھی اور مہم دونوں ایک دھماکے سے لکڑی کے فرش پر آگرے تھے۔ میں یہ کوشش کر رہا تھا کہ اسے فرش پر ہی گرا ڈالوں لیکن حیران کن بات یہ تھی کہ بوڑھا میری توقع سے زیادہ پھرتیلا اور طاقتور تھا اس نے ایک دم سے کروٹ بدلی اور میں اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ کھڑے ہوتے ہوئے اس نے مجھے لات مارنے کی کوشش کی لیکن اس وقت پوری طرح چوکنہ تھا اور اس سے مار نہیں کھا سکتا تھا۔ میں نے اس کی وہی ٹانگ پکڑ کر اسے بل دینا شروع کر دیا اور بوڑھا تکلیف کی شدت سے دھرا ہو گیا۔ میں نے اسے کمر سے پکڑ کر اٹھایا اور پوری قوت سے زمین پر دے مارا۔ میری کوشش کارگر رہی بوڑھا کرب سے چیخ پڑا تھا اور اس کا جسم سبکست ہو گیا تھا لیکن میں ان آنے والوں کو نہیں دیکھ سکا تھا جو اندرونی دروازے سے بے آواز باہر نکلے تھے اور جیسے ہی میں بوڑھے سے نمٹ کر سیدھا ہوا میرے سر کی پشت میں سورج اتر آیا۔ تمام دماغ روشن ہو گیا آنکھوں کے سامنے روشنی کے لہریں پھیلتے چلے گئے۔ یقینی طور پر سر کے پیچھے حصے میں کوئی زوہ دار ضرب لگائی گئی تھی اور اس کے بعد ظاہر ہے کسی اور چیز کا ہوش رہنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا لیکن ہوش نہ آتا تو اپنی داستان کیسے بیان کرتا۔

ہوش آیا تھا لیکن اس طرح کہ بدن رقصاں تھا۔ ہچکولے لگ رہے تھے اور یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے زلزلہ آگیا ہو۔ آنکھیں کھولیں تو سر بڑے زور سے چکرایا۔ ایک بار پھر آنکھیں کھولیں تو طبیعت کچھ سنبھل گئی تھی اور پھر رفتہ رفتہ صورتحال میرے علم میں آگئی۔ یقینی طور پر یہ کسی سمندری جہاز کا کیمبن تھا۔ ہچکولے اسی انداز کے تھے۔ میں آہستہ آہستہ اپنے آپ پر قابو پا چکا تھا۔ بستر پر پاؤں لٹکا دیئے۔ اپنی جگہ سے اٹھا کیمبن کے دروازے پر آیا دروازہ باہر سے لاک تھا۔ ہینڈل پر ہاتھ رکھ کر اسے کھولنے کی کوشش کی اور پھر گردن ہلاتا ہوا واپس پلٹ پڑا۔ دوسری شاید الماری تھی۔ اس کے قریب پہنچا لیکن

الماری میں کوئی درجن بھر سوٹ لٹکے ہوئے تھے۔ حیران کن بات یہ تھی کہ سب کے سب میرے سائز کے تھے۔ میں نے ایک سوٹ نکالا اور ہاتھ روم کی جانب چل دیا تاکہ جگہ درست کر سکوں۔ سمندری جہاز کا یہ سفر کتنا طویل ہے یہ تو مجھے معلوم نہیں تھا لیکن میرے کرم فرما اب جو کچھ بھی چاہتے ہیں میں اس سے انحراف نہیں کر سکتا تھا۔ شیو بنا کر بال وغیرہ درست کئے۔ لباس پہنا اور میں تیار ہو کر دروازے کے قریب پہنچا۔ دروازے پر ہاتھ رکھا اور ہینڈل با آسانی نیچے ہو گیا۔ میں نے پھر ایک گہری سانس لی اور دروازے سے باہر نکل آیا۔ میڑھیوں سے گزر کر اوپر پہنچا تو شاید سورج ڈوب رہا تھا لیکن چونکہ یہ جگہ نچلے حصے میں بنائی گئی تھی اس لئے یہاں اوپر کی روشنی نہیں پہنچ پاتی تھی۔ میں عرشے پر نکل آیا۔ یقینی طور پر یہ سمندری جہاز تھا۔ خلاصی ادھر ادھر آتے جاتے نظر آرہے تھے۔ جہاز کافی بڑا تھا لیکن مسافر بردار نہیں معلوم ہوتا تھا۔ بلکہ کوئی کارگو جہاز تھا۔ برج پر بھی چل پل نظر آرہی تھی اور جہاز کے سربراہان وہاں موجود تھے ایک سمت نظر پڑی تو دفعتاً ذہن کو شدید جھٹکا لگا۔ آنکھوں کی بینائی اس قدر کمزور نہیں تھی کہ شبیہ کو اتنے فاصلے سے نہ پہچان سکتا۔ عرشے کی ریٹنگ سے ٹکلی باندھ کر سمندر کی لہروں کو دیکھ رہی تھی۔ ویسے جہاں تک میرے نظر جاتی تھی سمندر ہی سمندر تھا۔ کوئی ایسی شے نظر نہیں آتی تھی جس سے یہ اندازہ ہو سکے کہ میں آبادی سے قریب ہوں۔ یہ سفر نجانے کب سے جاری ہے اور اگر میرے اندازے کے مطابق مجھ پر چوبیس گھنٹے بے ہوشی کے گزر چکے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ ساحل بہت پیچھے رہ گیا ہو گا لیکن شبیہ میں نے ایک لمحے سوچا اور پھر آہستہ آہستہ قدموں سے اس کی جانب بڑھ گیا۔ میرا اندازہ تھا کہ وہ مجھے دیکھ کر چوکنے لگی لیکن جب میں اس سے دس گز کے فاصلے پر تھا تو اس نے کسی کی موجودگی محسوس کر کے گردن گھمائی تھی مجھے دیکھا تھا اور پھر بے اعتنائی سے رخ بدل کر سمندر کی لہروں کو دیکھنے لگی تھی اس کے بارے میں خیر مجھے یہ اندازہ تو تھا کہ وہ مجھے سے سخت بوریٹ محسوس کرتی ہے لیکن اب جو کچھ بھی تھا اس وقت تو اس سے معلومات حاصل کرنا میرے لئے انتہائی ضروری تھا۔ چنانچہ چہرے پر مسکراہٹ پیدا کی انداز میں چٹکی اور اس کے بعد اس کے پاس پہنچ گیا۔

”ہیلو“ میں نے کہا اس نے نظر پھر مجھ پر ڈالی اور سمندر کی جانب ایک بار پھر متوجہ

ہوں اور وہ کہاں جا رہے ہیں یہ مجھے کچھ نہیں معلوم سمجھے اور کیا خدمت کر سکتی ہوں

تمہاری۔“

”آپ کا یہ رویہ میرے لئے افسوسناک ہے حالانکہ مسٹر مور لے جتنے نفیس انسان

ہیں میں بتا نہیں سکتا۔“

”یہی اطلاع دینے کے لئے آپ تشریف لائے تھے!“

”نہیں دراصل میں یہاں بے ہوشی کے عالم میں لایا گیا ہوں۔“

”کیوں۔“

”یہی تو جانا چاہتا ہوں۔“

”تو تمہارا کیا خیال ہے میں تمہیں یہاں بے ہوش کر کے لائی ہوں؟“

”نہیں تو.....“

”وہ لیجئے آرہے ہیں میرے والد آپ کے دوست اور آپ کے ساتھی۔“ اس نے

ایک جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا اور میری نگاہیں بھی عقب کی جانب اٹھ گئیں۔

”مسٹر مور لے جہاز کے کپتان کے ساتھ اس طرف آرہے تھے۔ مور لے کے انداز

میں ایسی کوئی خاص بات نہیں تھی جس سے یہ اندازہ ہو سکتا کہ انہیں مجھے دیکھ کر حیرت

ہوئی ہے۔ حالانکہ ان کی نگاہ مجھ پر پڑ چکی تھی اور وہ دیکھ چکے تھے کہ میں شیبہ کے ساتھ

کھڑا ہوا ہوں۔ آہستہ آہستہ وہ اسی طرف آرہے تھے کچھ دیر کے بعد کپتان ان سے ہٹ

کر ایک سمت چلا گیا اور مسٹر مور لے مسکراتے ہوئے میرے قریب آگئے۔“

”ہیلو۔ بنگ مین۔“ انہوں نے کہا۔

”کو کیسے مزاج ہیں؟“

”آپ کو یہ معلوم تھا کہ میں اس جہاز پر موجود ہوں؟“ میں نے کہا اور انہوں نے

شیبہ کی جانب دیکھا پھر کہنے لگے۔

”تم اجازت دو تو تمہارے مہمان کو تھوڑی دیر کے لئے اپنے ساتھ لے جاؤں۔“

”میرے مہمان!“ شیبہ نے غصیلے انداز میں کہا۔

”مم..... میرا مطلب ہے۔“

”لے جائیے ڈیڈی اس شخص کو لے جانا ہی زیادہ مناسب ہو گا۔“

ہو گئی۔

”مس شیبہ مجھے آپ سے چند باتیں کرنی ہیں۔“ اس نے سادہ سی نگاہوں سے

جانب دیکھا اور کہنے لگی۔

”تم سے میں کیا باتیں کر سکتی ہوں۔ بوڑھے آدمی۔“

”کچھ بھی کہہ لیں لیکن میں اپنی مشکل آپ کو سنانے کے لئے بے چین ہوں۔“

”جی انکل فرمائے۔ کیا خدمت کی جاسکتی ہے آپ کی۔“

”انکل!“ میں نے متحیرانہ نگاہوں سے اوہرا دھردیکھا۔

”آپ سے کہہ رہی ہوں۔ اصولی طور پر تو مجھے آپ کو گرانڈ فادر کہنا چاہیے

میں آپ سے ایسا کوئی رشتہ قائم نہیں کرنا چاہتی اس لئے انکل کہا ہے فرمائے کیا تکلیف

ہے آپ کو۔“

”مس شیبہ پلیز۔“

”انتہائی بور آدمی ہو۔ مجھ سے بات مت کرو۔“ اس نے غرا کر کہا۔

”آپ سمجھیں تو سہی مجھے نہیں معلوم کہ میں اس جہاز پر کیسے آیا یہ کیا ہے

سب کچھ کیا ہے آپ یہاں کیسے ہیں یہ جہاز کس کی ملکیت ہے کیسا جہاز ہے یہ؟“

”سوالوں کی ترتیب کس طرح ہوگی۔“

”پلیز..... پلیز۔“

”ارے تو میں تمہیں کیا بتاؤں؟“

”یہ جہاز کس کا ہے اور میں یہاں کیسے آیا ہوں؟“

”ایک شپنگ کمپنی کا جہاز ہے تم یہاں کیسے آئے اس کا مجھے نہیں معلوم۔“

”اور آپ“

”میں مسٹر مور لے یعنی اپنے باپ کے ساتھ اس جہاز پر ہوں۔“

”اوہو مسٹر مور لے یہاں موجود ہیں۔“

”جی ہاں۔ موجود ہیں۔“

”کک۔ کہاں جا رہے ہیں ہم۔“

”تمہارے بارے میں تو مجھے کچھ نہیں معلوم۔ میں اپنے ڈیڈی کے ساتھ جا رہی

بال کو قتل کر دیا ہے اور تم میرے ساتھ ہی ہو۔ چنانچہ تمہیں اغواء کر لیا گیا اور وہ لوگ یہ معلومات حاصل کرنے لگے کہ ایلیں بال کا قاتل کون ہے لیکن میرے دوست میں بھی اپنے دوستوں کی جانب سے غافل نہیں رہتا۔ میرے ذہن میں تمہارے لئے ایک منصوبہ تھا اور میں خاموشی سے اس کی تیاریاں کر رہا تھا لیکن میرے دشمنوں نے تیزی دیکھائی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تھوڑا سا وقت تو لگا لیکن میں تمہیں ان کے چنگل سے نکال لانے میں کامیاب ہو گیا اور اس کے بعد بے ہوشی کے عالم میں تمہیں یہاں پہنچا دیا گیا۔ اس کی کچھ خاص وجوہات تھیں جن کے بارے میں نہ تمہیں سن کر کوئی فائدہ ہوگا اور نہ مجھے بتا کر اور اب ہم آزاد ہیں اور تم میرے ساتھ ہو.....“

”اور یہ کارگو شپ.....“

”ایسے لوگوں کا ہے جو ریڈ ساں مورلے سے انسیت رکھتے ہیں اور اس کا احترام کرتے ہیں حالانکہ یہ مسافر بردار جہاز نہیں ہے لیکن اس کی نوعیت بے حد شاندار ہے یوں سمجھ لو یہ ایک وی آئی پی شپ ہے اور اس میں اہم ترین لوگوں کے لئے کچھ کیبن بنائے گئے ہیں جیسا کہ تمہارا کیبن اور اس کے دائیں اور بائیں دو کیبن اور ہیں جن میں سے ایک میرا ہے دوسرا شیلا کا۔ کیبن اور دوسرے اہم ترین لوگ دوسرے حصے میں ہیں اور وہاں ان کے لئے کیبن بنے ہوئے ہیں باقی پورا جہاز مال بردار ہے کیسا لگا تمہیں یہ؟ میں نے سرد نگاہوں سے ریڈ ساں مورلے کو دیکھا اور پھر مدہم لہجے میں بولا.....“

”کیا آپ مجھے انسانوں سے الگ کوئی مخلوق سمجھتے ہیں۔“

”کیوں۔ میرے دوست؟“

”میں اس جہاز کی نوعیت پر غور کرنے کی بجائے یہ جانتا چاہتا ہوں کہ یہاں میری موجودگی کیا معنی رکھتی ہے۔“ وہ چند لمحات خاموش رہا۔ اس دوران کافی آگئی۔

”تمہاری بات کا جواب میرے پاس محفوظ ہے۔ میرا خیال ہے یہ مناسب وقت ہے کہ میں تمہیں اس کا جواب دے دوں۔ تم نے ریڈ ساں مورلے کے لئے ایلیں بال کو قتل کیا تھا نہ صرف اس لئے کہ وہ ریڈ ساں مورلے کو نقصان پہنچانا چاہتا تھا۔ اس میں تمہاری محبت کے علاوہ اور کوئی چیز شامل نہیں تھی کیونکہ تم غیر ملکی ہو اور میرا تم سے صرف ایک ہلکا سا واسطہ ہے بلکہ تھا اب کی بات نہیں کرتا۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی

”ارے کس انداز میں گفتگو کر رہی ہو تم!“ وہ حیرانی سے بولے اور شیلا کی طرف جھٹک کر دوبارہ سمندر کی جانب متوجہ ہو گئی۔

میں مسٹر مورلے کے ساتھ چل پڑا۔ وہ خاموشی سے آگے بڑھے اور تھوڑا سا فاصلہ طے کر کے عرشے کی ریٹنگ کے ساتھ ساتھ بڑا خوبصورت بیٹھنے کا انتظام کیا گیا تھا۔ یہاں سبز قالین کا ایک بڑا ٹکڑا اس طرح بچھایا گیا تھا کہ دیکھنے سے گھاس محسوس ہونے لگے۔ چھوٹے چھوٹے پھول لگے ہوئے تھے جب میں باریک زنجیریں بندھی ہوئی تھیں۔ درمیان میں خوبصورت رنگ برنگی کرسیاں اور میزیں لگائی گئی تھیں۔ مسٹر مورلے اس کی جانب بڑھ رہے تھے۔ آگے بڑھ کر وہ ایک میز کے گرد پہنچ گئے اور انہوں نے مجھے بیٹھنے کی پیشکش کی۔ میں گہری سانس لے کر بیٹھ گیا۔ فوراً ہی ایک آدمی دوڑتا ہوا اس کے سامنے پہنچا اور انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کافی۔“ وہ شخص چلا گیا۔ تو وہ میری طرف متوجہ ہو کر بولے۔

”یہ بات میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ اس وقت تمہارے لئے کافی سے اچھا مشروب اور کوئی نہیں ہے۔ ویسے کیسے ہو.....؟“

”میں حیران ہوں۔ کیا آپ میرے صبر کا امتحان لینا چاہتے ہیں۔ اس جہاز پر آپ کی پوزیشن جو کچھ ہے مجھے اس کا اندازہ ہو رہا ہے لیکن کیا آپ مجھے یہ بتانا پسند کریں گے کہ میں اس جہاز پر کیسے آگیا؟“

”بے ہوشی کے عالم میں۔“ انہوں نے جواب دیا۔

”مجھے کس نے بے ہوش کیا تھا؟“

”ان لوگوں نے جو تمہیں نقصان پہنچانا چاہتے تھے۔“

”وہ کون لوگ تھے؟“

”میرے دشمن۔“ مسٹر مورلے بولے۔

”یعنی اس کا مطلب ہے کہ..... کہ۔“

”ہاں۔ کم از کم تم نے میرے بارے میں یہ بات تو معلوم کر لی ہوگی کہ میرے

دوست کم دشمن زیادہ ہیں اور پھر جو لوگ میرے دوست بن جاتے ہیں۔ میرے دشمن ان کے بھی دشمن بن جاتے ہیں۔ سو یہی ہوا کچھ لوگوں کو اس بات کا علم ہو گیا کہ تم نے ایلیں

تمہاری شخصیت میں ایسی انوکھی خوبیاں ہیں کہ میں کیا کوئی بھی میری طرح کا انسان ہونا تم سے محبت کرنے پر مجبور ہو جاتا اور پھر میری جان مور لے تو یاروں کا یار ہے۔ جب تم نے اس کے لئے یہ ایثار کیا اور پھر اس پر ظاہر تک نہ کیا تو تمہارا کیا خیال ہے میں تمہیں اس طرح چھوڑ دیتا۔ اب اس کے بعد تمہارے بارے میں جو فیصلے کئے ہیں مور لے انہیں پورا کرے گا۔ میں نے تمہیں اپنے بہترین دوستوں میں جگہ دی ہے اور میرے بہترین دوست بہترین انسانوں کی زندگی گزارتے ہیں۔ دنیا کی ہر چیز ان کے سامنے سر نیچا کر لیتی ہے اور اب یہی تمہارے ساتھ ہو گا اگر تمہارا کوئی وسیع خاندان ہے تو وہ جہاں بھی موجود ہے وہاں اسے بادشاہوں جیسی زندگی گزاری چاہیے کیونکہ تم ایک بادشاہوں کے بادشاہ کے دوست ہو اور اگر تمہارا کوئی خاندان نہیں ہے تو پھر تم دنیا کے جس حصے میں اپنی زندگی کے بقیہ لمحات گزارنا پسند کرو گے تو وہاں تمہارے لئے معقول ترین بندوبست کر دیا جائے گا لیکن ابھی کچھ عرصے تمہیں میرا ساتھ دینا پڑے گا۔ میں نے تمہاری کارکردگی کی پوری تفصیل سن لی ہے۔ تم نے ایسی باتوں کے ساتھ جو سلوک کیا وہ بھی معمولی لوگوں کا کام نہیں ہے۔ میں تمہاری اس شاندار پھرتی اور کارکردگی سے بے حد متاثر ہوا ہوں لیکن تمہیں یہ حق حاصل ہے کہ میرے کسی مقصد کے لئے میرے مفاد کے لئے ذرہ برابر کوئی کام نہیں کرو جو کچھ تم نے کیا ہے اس نے میرا دل جیت لیا ہے اور اب تمہاری تقدیر میں صرف عیش ہی عیش لکھے ہوئے ہیں۔ مجھے معاف کرنا میرے دوست میں تمہیں اپنے ساتھ یہاں لے آیا یعنی میں جانتا ہوں کہ تمہارا جو بھی مشن ہو جو بھی مقصد ہو اب تمہاری جو نئی زندگی شروع ہوگی وہ اس سے ہزار درجہ بہتر ہوگی اور اس بات کا خواہشمند ہوں تم سے کہ مجھ سے بھرپور تعاون کرو۔ کافی پوٹھنڈی ہو رہی ہے۔ لطف جاتا رہے گا۔

میں نے پر خیال انداز میں کافی کا کپ اٹھا کر ہونٹوں سے لگا لیا۔ ظاہر یہ ہو رہا تھا کہ میں اپنے مستقبل کے بارے میں سوچ رہا ہوں لیکن حقیقت یہ تھی کہ میں کچھ اور ہی سوچ رہا تھا۔ اس جہاز پر مور لے اگر تنہا نہیں بھی تھا تب بھی مجھے وہ مواقع حاصل تھے کہ میں اسے فنا کے گھاٹ اتار دوں لیکن اس طرح میں بہت سی مصیبتوں کا شکار ہو جاؤں گا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ جہاز اس کی ملکیت ہو۔ وہ کیپٹن جو مجھے نظر آیا تھا۔ اس ہی کا

ساتھی ہو سکتا تھا اور اگر یہ میرے ہاتھوں مارا جائے تو اس سمندر میں مجھے کہیں جائے پناہ نہیں ملے گی۔ چنانچہ ہمت سے کام لیتا تھا۔ میں بالکل ہی خاموشی سے کافی پیتا رہا تھا۔ مور لے نے کئی بار مجھے نگاہیں اٹھا کر دیکھا تھا لیکن مکمل طور پر خاموش پا کر خود بھی دوسری جانب متوجہ ہو گیا تھا۔

”شیبا بدستور اسی جگہ کھڑی تھی اور یہاں سے نظر آرہی تھی۔ مور لے اچانک ہنس پڑا اور میں نے چونک کر کافی کی پیالی رکھ دی پھر میں سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ ریڈ ساں مور لے نے کہا۔“

”کوئی خاص بات نہیں بس شیبائیں رہی تھی۔ عورت کے لئے دنیا کا سب سے تکلیف دہ منظر وہ ہوتا ہے جب کسی مرد بلکہ نوجوان مرد کی نگاہوں میں اس کے لئے پسندیدگی نہ ہو۔ اور وہ تمہارے سلسلے میں ایسی ہی حالت کا شکار ہے۔ وہ تم پر بری طرح جھلائی ہوئی ہے۔ تم محسوس کر رہے ہو نا۔“

”کیوں نہیں۔“

”ویسے ایک بار پھر تم سے یہ سوال کروں گا کہ کیا شیبائیں شکل ہے؟ کیا وہ تمہیں پسند نہیں آتی؟“ میں نے عجیب سی نگاہوں سے ان کو دیکھا تو وہ ہاتھ اٹھا کر کہنے لگے۔

”کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہونا۔ بس ایسے ہی پوچھ لیا ہے میں نے۔ میں تمہاری اس سے بے توجہی کی اصل وجہ جاننا چاہتا ہوں۔“

”وہ میری منزل نہیں ہے۔ ہم ایشیائی لوگ بعض معاملات میں بڑے انتہا پسند ہوتے ہیں۔ ہمارے ہاں دوستوں کی بیٹیوں کا احترام کیا جاتا ہے اور ان پر کوئی غلط نگاہ نہیں ڈالی جاتی۔ انہیں بیٹی اور بہن ہی سمجھا جاتا ہے اور آپ نے بعد میں مجھے دوست کہا جبکہ اس سے پہلے میں آپ کو اپنے ذہن میں دوست تصور کر چکا تھا۔“ وہ آنکھیں بند کر کے مسکراتے لگے پھر بولے۔

”میں سب سمجھتا ہوں بے حد شکریہ۔ ویسے بالکل فکر مت کرو میں تمہیں اپنے ساتھ لے کر جس جگہ جا رہا ہوں وہاں پہنچ کر تم حیران رہ جاؤ گے۔ پہلے بتانا نہیں چاہتا لیکن اتنے عرصے تم سے چھپانا بھی نہیں چاہتا۔ تم اپنے وطن جا رہے ہو۔ سمجھے۔ میں بھی وہیں جا رہا ہوں کیونکہ تمہیں اس بات کا کم از کم یقین ہو گا کہ تمہارے وطن کے

سربراہوں سے ہمارے بہترین تعلقات ہیں۔ وہ ہمارے لئے اور ہم ان کے لئے بہت کچھ کرتے رہے ہیں اور ماضی میں بھی انہوں نے ہمارا بڑا ساتھ دیا ہے۔ دراصل یہ اکثریت میں تم پر اس لئے کر رہا ہوں کہ تم مذہبی طور پر انتہا پسند نہیں ہو بلکہ میرے لئے اعتراف کر چکے ہو کہ بے شک وہ وطن تمہارے ہم مذہب لوگوں کا نہیں ہے لیکن تم ان کے وفادار ہو میں تمہیں چونکا دیتا چاہتا تھا وہاں پہنچ کر لیکن کوئی بات نہیں ہے۔ میں تمہیں اب بتا دیا۔“

”ایک لمحے کے لیے میرا ذہن عجیب سی الجھن کا شکار ہو گیا تھا۔ میں نے ریڈیو مورلے کو اپنا مذہب تو بتا دیا تھا لیکن ساتھ یہ بھی بتایا تھا کہ میں اس ملک کا باشندہ ہوں جو میرے ہم مذہبوں کا ملک نہیں ہے بلکہ وطن کے بدترین دشمنوں میں شمار ہوتا ہے اس کا اور وہ وہیں جا رہا تھا۔ یہ بات میں جانتا تھا کہ اسرائیل اور اس ملک کے کتنے اچھے تعلقات ہیں۔ بہت سے معاملات میں وہ ایک دوسرے کی مدد کرتے رہتے ہیں بلکہ یہ کہا جائے تو غلط نہیں ہو گا کہ میرے مذہب کے خلاف دونوں ہی کا کام ایک ہے۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ وہاں کیوں جا رہا ہے۔ کافی ختم ہو گئی اور میں گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ ریڈیو مورلے نے مسکراتے ہوئے کہا:.....“

”میں جانا چاہتا ہوں کہ اپنے وطن کا نام بین کر تمہیں خوشی ہوئی یا افسوس۔“

”میرے وطن کا نام تو میرے لئے باعزت ہے لیکن آپ وہاں کیوں جا رہے ہیں؟“

”ایک ایسا اہم مسئلہ ہے جس کے لئے تم نے میری مدد چاہی۔ میں ان کے ایٹمی پلانٹ کے لئے ہیوی واٹر لے جا رہا ہوں یہ ہیوی واٹر۔ یعنی بھاری پانی۔ ان کے ایٹمی پلانٹ کے لئے بڑی قیمتی چیز ہے۔ اپنے طور پر انہوں نے بہت کچھ کیا ہے لیکن بعض معاملات میں ابھی وہ بیرونی دنیا کے دست نگر ہیں اور پھر ہمیں تو تم جانتے ہی ہو۔ ہمیشہ ایک تیر سے دو شکار کرتے ہیں۔ وہ لوگ جن جن ذرائع سے ہیوی واٹر حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے یا انہوں نے جیسے جیسے پلانٹ حاصل کر کے اپنے ہاں یہ بھاری پانی تیار کیا وہ ان کے لئے ناکافی ہے اور انہیں بیرونی ممالک سے بھی درکار تھا لیکن تم یہ بھی جانتے ہو کہ امریکہ بہت سے معاملات میں سخت ترین نگاہیں رکھتا ہے۔ چنانچہ وہ براہ راست کسی ایسے ملک سے اپنا مطلب نہ نکال سکے کیونکہ تقریباً تمام ہی ممالک امریکہ کے نام سے

واقف ہیں اور اس کے بعد انہوں نے اسرائیل سے اس کا اظہار کیا۔ میرا تعلق اسرائیل سے ہے اور مجھے اطلاع دی گئی کہ انتہائی منافع بخش سودا ہو رہا ہے۔ میں اسے کر لوں اور اس کے منافع کا ایک حصہ اسرائیل کے جنگ کے فنڈ میں جمع کرا دوں۔ میں نے حباب لگایا۔ تو مجھے تقریباً اسی کروڑ ڈالر کا فائدہ ہو رہا ہے۔ بھلا اتنا بڑا فائدہ کون نہیں حاصل کرے گا لیکن تمہیں یہ سن کر خوشی ہوگی کہ اس کا ایک پر سنٹ میں نے تمہارے لیے بھی مخصوص کیا ہے۔ کیونکہ اس کے بعد سے تم میرے دست راست کی حیثیت سے کام کرو گے۔ تمہاری کارکردگی اور شخصیت بے حد شاندار ہے۔ مجھے پسند آئی ہے اور پھر تم میرے لئے اس قدر تکلیف وہ آدمی ثابت نہیں ہو گے جس طرح دوسرے لوگ ثابت ہوتے رہے ہیں۔ اب کو میری دوستی سے تمہیں فائدہ ہوا یا نقصان۔“ میں نے چہرے پر نجانے کس طرح مسرت کے آثار پیدا کئے اور اس کے بعد کہنے لگا:.....

”مگر میں اس ایک پر سنٹ کا حقدار نہیں ہوں کیونکہ میں نے اس سلسلے میں کیا ہی کیا ہے.....“

”میری جان تم نے میرے لئے ایسے بال کو قتل کیا ہے۔ بس تمہارا جذبہ سب سے زیادہ قابل قدر ہے۔ اس کو مارنا میرے لئے بھی کوئی مشکل کام نہیں تھا لیکن تم نے ایک بہت ہی نیک جذبے کے تحت اسے قتل کیا۔ وہ بات میرے دل پر ٹھک سے جا لگی اور بس سمجھ لو کہ میں تمہارے مفادات کے لئے کام کرنے پر مجبور ہو گیا۔“

”اس کے لئے میں آپ کا شکریہ ہی ادا کر سکتا ہوں اور کیا کروں۔“ میں نے کہا۔

”بالکل نہیں۔ دوستوں کا شکریہ ادا نہیں کیا جاتا اچھا آؤ انھیں۔ میری بیٹی تمہیں میرے ساتھ دیکھ دیکھ کر بور ہو رہی ہے۔ فکر مت کرو میں ذہنی طور پر اسے بہت جلد اس بات کے لئے آمادہ کر لوں گا کہ وہ تمہارا بزرگوں کی طرح احترام کرے۔ تم جہاں چاہو گھوم پھر سکتے ہو۔ کیپٹن تمہارے بارے میں اچھی طرح جانتا ہے اور تمہیں اس جہاز پر مکمل آزادیاں دی گئی ہیں۔ وہ تمہیں میرے نائب کی حیثیت سے جانتا ہے۔ تم اسے اپنا نام عیسیٰ بتا سکتے ہو کیونکہ میں نے اسے تمہارا مکمل تعارف کرا دیا ہے۔ جہاں کہیں جس شے کی ضرورت ہو حاصل کر لینا۔ تمہیں اس کے لئے کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔“ مورلے وہاں پہنچ گیا۔

لیکن میں وہیں بیٹھا رہا اور جب وہ شخص برتن اٹھانے آیا تو میں نے اس سے کہا کہ یہاں کافی اور طلب کر لی تھی۔ میرا دل عجیب سی کیفیت کا شکار ہو رہا تھا۔ ریڈ سائبریا میں کو میں نے اپنے آپ کو جس ملک کا باشندہ بتایا تھا وہ ملک تو میرے وطن کے دشمنوں میں شمار ہوتا تھا اور یہ قیمتی شے جسے ہیوی وائر کہا جاتا ہے۔ اس کے پاس اس کے اسے میرے وطن کے خلاف استعمال کرے گا۔ میں بھاری پانی کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ ظاہر ہے سائنسی امور کے سلسلے میں مجھے بالکل معلومات نہیں تھیں لیکن کبھی اخبارات میں اس کا تذکرہ ہوا کرتا تھا اور اسے نہایت اہمیت دی جاتی تھی۔ بھاری پانی کا یہ ذخیرہ اس ملک میں منتقل ہو رہا ہے۔ ایک یہودی کے ہاتھوں اور وہ مجھے اپنا دست راست بنائے ہوئے ہے۔ کیا کوئی ایسا طریقہ ہو سکتا ہے کہ یہ بھاری پانی اس ملک جانے کے بجائے میرے وطن پہنچے اور میرے وطن کے سائنس دانوں کو اس سے فائدہ حاصل کرنے کا موقع مل سکے۔ دل میں حسرت سی پیدا ہو گئی تھی۔ کیپٹن اس کا اپنا آدمی تھا۔ باقی اس کے تمام ساتھی اور یقینی طور پر خود مورلے کے بھی بہت سے ساتھی یہاں موجود ہوں گے جبکہ میں بالکل تنہا تھا اور میرے پاس ایسا کوئی ذریعہ نہیں تھا کہ میں اپنے کسی ساتھی سے رابطہ قائم کر سکوں۔ بالکل تنہا رہ کر یہ کام نہیں کیا جاسکتا تھا۔ حالات نے مجھے اس کا پورا پورا احساس دلایا تھا لیکن ایسا کون سا طریقہ ہو کہ میں اس معاملے میں کوئی مداخلت کر سکوں۔ کون سا ایسا طریقہ ہو جس سے کامیابی حاصل کی جاسکے۔ کافی کی دوسری پیالی بھی ختم ہو گئی لیکن میرے ذہن میں کوئی ایسی بات نہیں آسکی تھی۔ رات کو تقریباً ساڑھے نو بجے ہم سب نے ڈنر کیا۔ شبیہ کی حالت وہی تھی۔ مورلے مطمئن نظر آ رہا تھا۔ موسم بہت خوش گوار تھا اور آسمان صاف شفاف۔ رات کا کھانا ہم نے اسی جگہ بیٹھ کر کھایا تھا جہاں سے سمندر کی ہواؤں سے لطف اندوز ہوا جاسکتا تھا۔ میں نے مورلے سے کہا۔

”میں نے دنیا کے بہت سے ممالک دیکھے ہیں لیکن کبھی سمندری سفر نہیں کیا۔ جبکہ میرے دل میں یہ آرزو تھی کہ کبھی سمندری سفر ضرور کیا جائے۔ مجھے جس انداز میں جہاز پر لایا گیا وہ تو خیر میرے لئے ناقابل یقین تھا لیکن اب یہاں آکر مجھے بہت لطف محسوس ہو

”ہے کیوں مس شبیہ آپ دیکھئے کھلا آسمان روشن ستارے اور نیچے تاحد نگاہ سمندر میرا خیال ہے نوجوان خاتون کی حیثیت سے آپ بھی اس منظر سے لطف اندوز ہو رہی ہوں گی۔“ اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ڈنر کے بعد اٹھ گئی اور کہنے لگی۔

”ڈنڈی میں چلتی ہوں۔“

”کہاں جاؤ گی۔ ابھی سے؟“

”بس مجھے نیند آرہی ہے۔ سونا چاہتی ہوں۔“ اس نے پر خیال نگاہوں سے شبیہ کو دیکھا اور شانے ہلا کر بولا۔

”ٹھیک ہے تمہاری مرضی۔ میں تمہیں کیسے منع کر سکتا ہوں۔“ وہ تیز تیز قدموں سے اس سمت بڑھ گئی۔ جہاں سے نیچے کیمینوں تک جانے کا راستہ تھا۔ مورلے مجھے دیکھتا رہا پھر ہنس پڑا پھر بولا۔

”شبیہ! ایک طویل کہانی ہے اس کی لیکن ابھی نہیں بتاؤں گا اس کے بارے میں۔ بس وہ اپنے ذہن میں بہت سی غلط فہمیاں رکھتی ہے لیکن ایک دن یہ غلط فہمیاں خود اس کے ذہن سے دور ہو جائیں گی۔ بعض اوقات وہ انتہا پسند ہو جاتی ہے میرے دوست۔ کبھی اس کے بارے میں محسوس نہ کرنا۔“

”نہیں میں نے تو اس طرف کبھی توجہ ہی نہیں دی۔“ وہ ہنسنے لگا پھر بولا۔

”واقعی موسم حیرت انگیز طور پر خوشگوار ہے۔ آؤ عرشے پر چل قدمی کرتے ہیں۔“ چل قدمی کے دوران وہ مجھ سے نجانے کیا کیا باتیں کرتا رہا۔ میں نے بھی اس گفتگو میں اس کا بھرپور ساتھ دیا تھا۔ یہ ظاہر ہونے نہیں دینا چاہتا تھا کہ میرے ذہن میں کوئی خاص بات ہے۔ البتہ کچھ دیر کے بعد میں نے اس سے کسی قدر حیرانی سے پوچھا۔

”یہ ہیوی وائر کیا ہوتا ہے؟“ جواب میں وہ قہقہہ مار کر ہنس پڑا تھا پھر اس نے کہا۔

”حقیقت یہ ہے کہ اس کے بارے میں مجھے بھی کچھ نہیں معلوم لیکن یہی سنا ہے

کہ اٹاک ٹیکنالوجی میں یہ بڑی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔“

”ہاں میں نے بھی یہی بات سنی ہے لیکن اس کی شکل کیا ہو سکتی ہے؟“

”یقین کرو میں نے خود نہیں دیکھا۔ وہ جو اس سمت تمہیں سرخ کارٹن نظر آرہے

ہیں۔ ہیوی وائر ان میں محفوظ ہے وہ کارٹن دیکھنے میں بہت ہلکے ہیں لیکن ان میں رکھی

ہو کر سمندر کا نظارہ کرنے لگا۔ معاملہ واقعی بڑا پر ہیچ تھا۔ میرے سامنے ایک ایسی سیڑھی تھی جسے میں سرانجام نہیں دے سکتا تھا۔ وہاں سے گھوما اور مختلف سمتوں کو طے کرتا ہوا اس طرف پہنچ گیا۔ جہاں کچن تھا۔ جہاز کا بڑا سا کچن بھی اس وقت خالی پڑا ہوا تھا۔ وہاں سے آگے گزر کر ایک سمت گھوم گیا۔ دفعتاً میرے حساس کانوں نے ایک سرسراہٹ سی سنی اور میں چونک کر رک گیا۔ اس جگہ تقریباً اندھیرا ہی پھیلا ہوا تھا۔ ایک سمت بڑی بڑی زنجیروں کا ڈھیر تھا۔

دوسری سمت کچھ اور کاٹھ کباڑ پڑا ہوا تھا۔ میں ابھی کچھ سوچ بھی نہیں پایا تھا کہ دفعتاً بجلی سی چمک گئی۔ وہ کیا شے تھی اس کا اندازہ تو نہیں ہو سکا لیکن میرے شانے پر ایک ایسی زور دار ضرب لگی۔ کہ میں اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا اور ایک سمت لڑھک گیا۔ وہ چھوٹی سی شے جس کا قد ساڑھے تین اور چار فٹ کے درمیان ہو گا۔ مجھے لات مارتی ہوئی گزری تھی۔ دوسری طرف جا کر اس نے اپنے قدم جمائے اور ایک بار پھر اسی طرح اچھل کر مجھ پر آ پڑی۔ میں بے اختیار ہی زمین پر بیٹھ گیا تھا۔ ورنہ اس بار میرا سینہ نشانہ بنایا گیا تھا۔ وہ میرے اوپر سے گزرتا ہوا مجھ سے کچھ فاصلے پر جاگرا۔ زنجیروں میں کھڑکھڑاہٹ ہوئی اور ایک ہلکی سی سسکی سنائی دی۔ اس کے ساتھ ہی کھڑکھڑاہٹ بڑھی اور میں حیران سا اچھل کر ایک سمت ہو گیا۔ آنکھیں پھاڑ پھار کر اس شے کو دیکھ رہا تھا۔ جسے دیکھ کر بعد میں یہ اندازہ ہوا کہ کوئی انسان ہے چھوٹے قد کا کوئی بچہ لیکن کیا یہ مافوق الفطرت نہیں ہے۔ میں اسے جدوجہد کرتے دیکھ رہا تھا۔ بد قسمتی تھی اس کی کہ دوسری بار بھی وہ میرے اوپر سے اچھل کر اس سمت پہنچا تھا تو لوہے کی زنجیر کی کڑی میں اس کا ایک پاؤں پھنس گیا تھا۔ زنجیروں کا ڈھیر اتنا وزنی تھا کہ وہ اسے اپنی جگہ سے ہلا بھی نہیں سکتا تھا اگر وہ وہاں پھنس نہ جاتا تو مجھ پر تیسری بار حملہ ہوتا لیکن یہ کون ہے۔ میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھنے لگا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ خدوخال اندھیرے میں چھپے ہوئے تھے۔ بس میں اس کے ہیولے کو دیکھ سکتا تھا۔ اوہرا اوہر دیکھا۔ تاحد نگاہ کوئی نہیں تھا۔ میں نے آہستہ سے انگریزی زبان میں اس سے کہا۔

”تم جو کوئی بھی ہو کم از کم کچھ دیر کے لئے مجھے اپنا دشمن نہ سمجھو میں تمہاری مشکل دور کرنا چاہتا ہوں۔ براہ کرم مجھ سے تعاون کرو۔“

ہوئی چیز کا نام ہیوی واٹر ہے۔ بتائیں کس کس طریقے سے اسے پیک کیا گیا ہے۔“

”آپ نے یہ کہاں سے حاصل کئے؟“

”بہت مشکل سے یہ مجھے حاصل ہو سکا ہے۔“

”کیا یہ اتنی قیمتی چیز ہے۔ کہ اس کی قیمت اتنی زیادہ ہو۔“

”میں سمجھتا ہوں اس کی قیمت کی نوعیت ذرا مختلف ہے۔ اصل میں اس کا اتنا تک ریکارڈ ہوتا ہے کہ کس ملک کے پاس کتنی مقدار میں یہ تیار ہو رہا ہے۔ کتنی مقدار میں استعمال ہو رہا ہے۔ یہ ریکارڈ غالباً کسی انٹرنیشنل ادارے کے سامنے رہتا ہے اس کی اصل قیمت یہ ہے کہ یہ خفیہ طور پر ایک ملک کے قبضے میں جا رہا ہے اور اس کا کوئی ریکارڈ نہیں ہو گا۔“

”اوہو۔ جی تو میں حیران تھا لیکن آپ اس قسم کے کام کرتے رہتے ہیں؟“

”نہیں اگر اس کی قیمت اتنی زیادہ نہ ہوتی تو شاید میں اس طرف کا رخ بھی نہیں کرتا۔ اپنا مفاد سب سے پہلے دیکھنا چاہیے۔ باقی ساری باتیں بعد کی چیز ہوتی ہیں۔“

مجھے خوشی تھی کہ اس طرح مجھے ہیوی واٹر کی موجودگی کا پتا چل گیا تھا۔ سرخ کارٹن بڑی حفاظت سے ایک جگہ رکھے گئے تھے اور پہلے بھی میری نگاہ ان پر پڑی تھی لیکن ظاہر ہے یہاں تو بے شمار سامان موجود تھا۔ میں ان پر کوئی خاص توجہ نہیں دے سکا یہاں تک کامیابی حاصل ہو گئی تھی لیکن اس کے بعد کچھ نہیں تھا۔ کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ اپنے کیبن میں پہنچنے کے بعد بستر پر لیٹ کر میں ہزاروں طریقوں سے سوچتا رہا لیکن اب ایسا سپرین بھی نہیں تھا کہ اپنی ہر خواہش کی تکمیل کر لیتا۔ یہ مسئلہ بالکل ہی ناممکن نظر آ رہا تھا۔ البتہ میرا دل دعائیں کر رہا تھا۔ کوئی ایسی سبیل پیدا ہو جائے کہ یہ قیمتی چیز میں اپنے وطن کے لئے حاصل کر سکوں ابھی رات زیادہ نہیں گزری تھی لیکن ظاہر ہے یہ کوئی آبادی یا بستی نہیں تھی کہ یہاں رونقیں ہوتیں۔ عام طور سے وہ لوگ جو اس وقت اپنی اپنی ڈیوٹیوں پر نہیں تھے آرام کرنے جا چکے تھے۔ میں بس یونہی اپنی جگہ سے اٹھا اور باہر نکل آیا مورلے اور شینا اپنے اپنے کیبنوں میں تھے۔ خلاصی بھی نظر نہیں آرہے تھے۔ برج پر روشنی تھی لیکن وہ روشنی پورے جہاز کو اپنی لپیٹ میں نہیں لئے ہوئے تھی۔ دیسے جہاز پر جگہ جگہ روشنیاں نظر آ رہی تھیں میں نے ان روشنیوں سے گریز کیا۔ عرشے

”سٹ اپ“ ایک مدھم سی سرگوشی سنائی دی۔

”میری بات سمجھ میں نہیں آئی تمہارے۔ ٹھیک ہے میں دوسرے آدمی سے بات کر کے میرا قصہ تمام کرنا چاہتا ہے۔ میں اس کے قریب پہنچا اور میں نے

تمہارے بارے میں اطلاع کرتا ہوں۔“ میں نے مڑنا چاہا لیکن فوراً ہی اس کی آواز سنائی دی۔

”سنو۔ رک جاؤ۔ ایک بے بس انسان پر ظلم کرنا اچھی بات نہیں ہے۔ شک میرے دشمن ہو لیکن صرف میری بات سن لو۔ کسی کو میرے بارے میں نہ بتاؤ۔ میں اپنے کئے پر نادم ہوں۔ میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں۔“

”تمہارا لہجہ بتاتا ہے کہ تم کوئی چالاکی کرنا چاہتے ہو۔“ میں نے کہا دوسری طرف سے خاموشی چھا گئی۔ پھر اس نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ وعدہ کرتا ہوں اب کچھ نہیں کروں گا حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ میں اس وقت غلط فہمی کا شکار ہو گیا۔ میں نے سوچا کہ میرا ایک ہی وار تمہیں ہوش و حواس سے بیگانہ کر دے گا لیکن رات تاریک ہونے کی وجہ سے میں اپنے داہنے پاؤں کو صحیح طور پر استعمال نہ کر پایا۔ ورنہ کم از کم تمہارا شانہ اپنی جگہ سے اکھڑ چکا ہوتا یا اگر تمہارا نشانہ بن گیا ہوتا تو اس وقت تمہاری کئی پٹیلیاں ٹوٹ چکی ہوتیں۔“

”تو پھر اب بتاؤ کیا خیال ہے؟“

”اگر انسانیت کے نام پر تھوڑی دیر کے لئے مجھے آزادی بخش دو تو میں تمہارا احسان مانوں گا۔ ہم لوگ اڑتالیس گھنٹے سے بھوکے ہیں اور میں..... میں۔“

”کیا مطلب؟“

”مطلب یہ کہ اگر ہمیں مزید کچھ دیر بھوکا رہنا پڑا تو وہ سب دم توڑ دیں گے۔“

”کون سب.....؟“

”میں تمہیں ان کے بارے میں کچھ نہیں بتاؤں گا اگر تم مجھے آزاد کر دو اس وقت تو یہ سمجھ لو میں ہی نہیں بلکہ میرے ساتھ کچھ اور افراد بھی تمہارے غلام بن جائیں گے۔ رحم کرو ہمارے اوپر۔ پہلے ہمیں کھانا کھالینے دو۔ اس کے بعد اگر تمہاری وفاداریاں جاگتی ہیں تو ہم اپنی بے بسی کو اپنی تقدیر سمجھیں گے۔“ میں اس کے لہجے پر غور کرنے لگا۔ اس بار اس کے انداز میں مکاری نہیں تھی جبکہ پہلے میں نے صاف محسوس کر لیا تھا کہ وہ شاید

حاصل کر کے میرا قصہ تمام کرنا چاہتا ہے۔ میں اس کے قریب پہنچا اور میں نے

”سنو دوست تم کوئی بھی ہو لیکن میں تمہارا دشمن کسی بھی قیمت پر نہیں بنوں گا۔ اگر اندھیرے میں مجھ پر وار کرو گے تو ہو سکتا ہے میں زخمی ہو جاؤں یا مر جاؤں لیکن اگر

ایسا نہ کرو تو میں تمہارا بہترین معاون ثابت ہو سکتا ہوں۔“

”میرا پاؤں زنجیر کی اس کڑی میں جا پھنسا ہے۔ کڑی بہت وزنی ہے اور صورتحال

ایسی ہو گئی ہے کہ میں اسے اس کی جگہ سے ہلا نہیں سکتا۔ تم میرا پاؤں اس کڑی سے نکال

”تاکہ تم مجھ پر وار کر دو۔ کیوں؟“

”نہیں۔ دیکھو میرے پاس یہ خنجر ہے اور حقیقت ہے کہ جب یہ گولی خنجر میرے

ہاتھ میں ہوتا ہے اور میں آزاد ہوتا ہوں تو دشمنوں کی تعداد نہیں گنتا اور دشمن کبھی اپنے

دشمنوں پر کھڑے نہیں رہے پاتے۔ میں یہ تمہارے سامنے رکھ رہا ہوں۔ میرا پاؤں آزاد

کر دو۔ خلوص دل سے میری باتیں سن لو اور اسکے بعد اگر تمہارا یہ دل کہتا ہے کہ ہم

لوگوں کی زندگی تمہارے لئے خطرناک ہوگی تو پھر میں اپنے آپ کو موت کے حوالے

کر دوں گا اور اس موت کو اپنی تقدیر تصور کر لوں گا۔“

”میں نے حیران نگاہوں سے اس چیز کو دیکھا جسے اس نے خنجر کہا تھا بالکل گولی کی

مانند تھی۔ بس یہ سمجھ لیا جائے کہ اس کے دونوں سرے ایک دوسرے سے آدھے انچ

کے فاصلے پر تھے۔ دوسری سمت نو کیلی۔ درمیان میں ایک لکڑی کی پیٹی لگی ہوئی تھی۔ ایک نظر دیکھنے سے وہ پلیٹ جیسی چیز نظر آتی تھی لیکن تیز چمکدار دھات کی بنی ہوئی انتہائی تیز دھار۔ عجیب و غریب ہتھیار تھا۔ نجانے اسے کس طرح استعمال کیا جاتا ہوگا۔ میں چند

لحظات سوچتا رہا۔ پھر میں نے کہا۔“

”اگر میرے خلاف کوئی ایسی حرکت کی جو میرے لئے نقصان دہ ثابت ہو تو یقین

کر دو کہ اپنی تقدیر پر کالک لگاؤ گے کیونکہ شاید تمہیں مجھ جیسا دوست کبھی نہ ملے۔ میں

ہر خطرہ مول لیتے ہوئے تمہاری رہائی کی کوشش کر رہا ہوں۔“ میں نے کہا اور بے دھڑک

اس کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے اس کا پاؤں زنجیر میں پھنسنے ہوئے دیکھا۔ بلاشبہ بری طرح

”میرا خیال ہے کسی کو میرے اس سمت آنے کا پتا نہیں ہے۔ جس کیبن میں میرا نام ہے اسے بھی میں بند کر کے آیا ہوں۔ کوئی مجھے تلاش نہیں کرے گا۔“

”تو پھر ان میں سے کچھ پیکٹ تم سنبھال لو اور احتیاط سے میرے ساتھ چلے آؤ۔“

میں نے اس کی بات پر عمل کیا کھانے کے پیکٹ لے کر میں اس کے ساتھ اس جھے میں پہنچ گیا جہاں ڈرم رکھے ہوئے تھے۔ بڑے بڑے ڈرم۔ یہاں سے تھوڑے ہی فاصلے پر سرخ کارٹن بھی موجود تھے جس کے بارے میں مورے نے مجھے بتایا تھا۔ ڈرم سیدھے رکھے ہوئے تھے اور ان کی تعداد بہت کافی تھی۔ وہ ایک دوسرے پر چنے ہوئے تھے۔ مجھے ساتھ لانے والا ان کے درمیان چلتا ہوا ایک ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں تھوڑا سا حصہ خالی تھا۔ قدموں کی آہٹ پر ایک اور سربراہٹ سنائی دی اور کسی نے آہستہ سے آواز دی۔

”نمبر تین! میں آگیا ہوں۔“ میں نے حیران کن منظر دیکھا۔ وہ لوگ ان ڈرموں میں سے باہر نکل آئے تھے اور ان کی تعداد چار تھی اور پانچواں یہ شخص تھا جسے نمبر تین کے نام سے پکارا گیا تھا۔ ان چاروں کا قد بھی بالکل اسی کے برابر تھا۔ وہ سب دبے پتلے بدن کے مالک تھے۔ دفعتاً ان کے حلق سے آوازیں نکل گئیں۔ انہوں نے مجھے دیکھ لیا تھا۔ نمبر تین نے آہستہ سے کچھ کہا۔ جسے میں نہیں سمجھ سکا تھا۔ زبان غالباً جرمن تھی۔ اس طرح مجھے ان کی قومیت کا بھی اندازہ ہو گیا تھا۔ وہ زبان تو میں نہیں سمجھ سکا تھا اور یہ نہیں جان سکا تھا کہ اس نے کیا الفاظ استعمال کئے ہیں لیکن یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ اس نے انہیں میرے بارے میں مطمئن کیا ہے تاہم وہ بھی جائزہ لے رہے تھے۔ میں نے کہا۔

”مجھے یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ تم سب لوگ بھوکے ہو تو سب سے پہلے تم لوگ کھانا کھاؤ اور اگر تمہیں کسی بات کا ڈر ہے تو اطمینان رکھو۔ میں تمہاری حفاظت کر رہا ہوں اور کسی بھی خطرے پر تمہیں آگاہ کر دوں گا۔ سمجھے۔“ میں نے کہا اور واپسی کے لئے مڑ گیا۔

وہ لوگ میرے اس طرح واپس مڑ جانے سے مضطرب بھی تھے لیکن بہر حال مجبوری تھی۔ البتہ میں محتاط تھا ہو سکتا ہے کہ ان کا ارادہ بدل جائے۔ جہاز کے کسی آدمی پر بھروسہ کر لینا ویسے بھی عقل کی بات نہیں تھی۔ میں ان کے پاس سے ہٹ کر جہاز والوں کو اطلاع بھی کر سکتا تھا چنانچہ اس بات کے امکانات تھے کہ وہ عقب سے مجھ پر حملہ

پھنس گیا تھا یہ پاؤں اور اگر یہ پاؤں اس طرح نہ پھنس جاتا تو مجھے وہ جس قدر بھرتا تھا آیا تھا اس سے یہ احساس اب مکمل ہو جاتا تھا کہ وہ ایک دو کوششیں اور کرنا اور کھنجر استعمال کر لیتا تو شاید جہاز کا یہ گوشہ میری آخری آرام گاہ بن جاتا میں نے زنجیر کی جگہ سے ہٹایا حالانکہ اس کام میں مجھے انتہائی جسمانی قوت صرف کرنا پڑی تھی۔ وہ بھی پھرتیلا تھا لیکن چھوٹے قدم و قامت کا مالک تھا اور اس کے جسم میں اس قدر جان بھری تھی کہ وہ اپنے آپ کو اس زنجیر سے آزاد کر سکتا لیکن میں نے بلاخر اس کی یہ مشکل حل کر ہی دی۔ وہ تھوڑا سا کھسک کر نیچے آگیا اور اپنے پاؤں کو مسلنے لگا۔ میں نے خود اس کے قریب بیٹھ کر اس کے پاؤں کی مالش کی اور اس کا بچہ زمین پر جمایا۔ وہ کھڑا ہو گیا اندازے سے تقریباً پونے چار فٹ کا آدمی تھا۔ بونی نسل کا تھا اور دبے پتلے جسم کا مالک۔ چہرے سے وہ چینی یا جاپانی نہیں نظر آتا تھا۔ پتہ نہیں کون سے ملک سے تعلق تھا اس کا بہر طور اس نے پاؤں جمایا اور پھر اپنی مدھم سی آواز میں بولا۔

”تمہارا شکریہ۔ میرے دوست۔“ تم نے میری زندگی بخش دی ہے۔ یہ جہاز احسان ہے۔ میں تمہیں اپنے بارے میں مکمل تفصیل بتاؤں گا لیکن یہ بتاؤ تم کس نرگس سے اس سمت آئے تھے۔

”بس یونہی ٹھٹھا ہوا لیکن کیا تم جہاز کے لوگوں میں سے نہیں ہو۔“

”نہیں اور اگر تم اس وقت تھوڑی سی مہربانی اور کرد تو۔ وہ کھانے کے پیکٹ رکھے ہوئے ہیں۔ یہ میں نے اس کچن سے چرائے ہیں۔ ان میں زیادہ تر وہ بچا ہوا کھانا ہے جسے ان لوگوں نے ڈسٹ بن میں پھینک دیا تھا۔ میں اسے چن کر لایا ہوں۔ نیا کھانا اس کے نہیں حاصل کرنا چاہتا کہ ان لوگوں کو کوئی شک نہ ہو جائے کہ کھانا کہاں چلا گیا البتہ خراب کھانے پر وہ کبھی توجہ نہیں دیں گے۔ یہ کھانا میں اپنے چار بھائیوں کو کھانا چاہتا ہوں میں نے کچن سے یہ کھانا حاصل کیا۔ باہر نکل رہا تھا کہ تمہارے قدموں کی آواز سنائی دی۔ کھانا رکھ کر میں تمہاری تاک میں لگ گیا۔ شاید ہو سکتا ہے تم ہمارے لئے بھی بہتر کھانا ہو سکو چنانچہ اگر اجازت دو تو پہلے میں کھانا اپنے بھائیوں کو پہنچا دوں۔ اس کے بعد میں سے باتیں کروں گا۔ کوئی تمہاری جانب متوجہ تو نہیں ہوگا۔ کوئی تمہیں تلاش کرتا ہوا تک تو نہیں آجائے گا۔“

آور ہوں۔ یہ اندازہ بھی ہو گیا تھا کہ غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک ہیں لیکن بہر حال اس وقت میرا ذہن کچھ عجیب و غریب انداز میں سوچ رہا تھا۔ نجانے کیوں دل میں بار بار یہ خیال آ رہا تھا کہ یہ امداد غیبی ہے اگر یہ عجیب و غریب لوگ میرے ساتھی بن جائیں تو شاید کوئی ایسا منصوبہ تراشا جاسکے جس سے میرے ارادوں کی تکمیل ہو جائے۔ دوہری کیفیت کا شکار تھا میں۔ وہ لوگ غالباً مطمئن ہو گئے تھے۔ میں ان کی سرسراہٹیں سن رہا تھا۔ اپنے کاموں میں مشغول تھے۔ بقول اس نمبر تین کے وہ لوگ اڑتالیس گھنٹے سے بھوکے تھے۔ یعنی اس وقت سے جب جہاز نے ساحل چھوڑا ہو گا۔ اب یہ تفصیل تو ان سے ہی معلوم ہو سکتی تھی۔ اس گوشے میں کسی کے آجانے کے کوئی امکانات نہیں تھے اور اگر آج بھی گئے تو یوں ان لوگوں کے ساتھ میں بھی چھپ سکتا ہوں ویسے نہ تو شیبہ کے جانے کے امکانات تھے اور نہ مسٹر ریڈ ساں مورلے کے۔ جہاز پر منتظرین کو یہ معلوم ہی نہیں ہو سکے گا کہ میں اپنے کیمپ میں نہیں ہوں چنانچہ باقی اور کوئی ایسا خطرہ سامنے نہیں تقریباً پینتیس منٹ تک انتظار کرنا پڑا اور اس کے بعد نمبر تین کی آواز سنائی دی۔

”مسٹر..... ہم لوگ کھانا کھا چکے ہیں۔“

”اب تم آرام کرنا چاہتے ہو گے۔“

”ہرگز نہیں۔ تم ہمیں غیر معمولی پاؤں گے۔ غیر معمولی تو ہم ہیں یا پھر تم ہمیں

کہہ سکتے ہو کیونکہ ہم تم جیسے نہیں ہیں۔“

”میں تم سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ تم سے تعارف حاصل کرنا چاہتا ہوں۔“

”اس سے پہلے ہم یہ معلوم کرنا چاہیں گے کہ تمہارا تعلق جہاز سے ہے یا ریڈ ساں

مورلے سے۔“

”تم اس کو جانتے ہو؟“ میں نے سوال کیا اور نمبر تین خاموش ہو گیا۔ باقی لوگ بھی

خاموش تھے۔ پھر اس نے کہا۔

”ہاں جانتے ہیں۔“ میں نے اس کے لہجے میں ایک عجیب سی غراہٹ محسوس کی

تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ اس سے نفرت کرتا ہو۔ پھر میں نے کہا۔

”تم لوگ مجھے شان کہہ کر پکار سکتے ہو لیکن خیردار کبھی میرا نام شان نہ لینا بلکہ اگر

کوئی ضرورت پیش آئے تو تم مجھ سے اجنبیت کا اظہار کر سکتے ہو۔“

”ہمارا سوال ابھی باقی ہے۔ تمہارا تعلق کیا جہاز والوں سے ہے؟“

”نہیں۔“

”تو پھر مورلے سے۔“ کیونکہ اس کے علاوہ اور کوئی اجنبی اس جہاز پر نہیں ہے۔

”یوں سمجھ لو میرا تعلق نہ مورلے سے ہے نہ جہاز کے عملے سے۔ نہ کیپٹن سے۔

میں ایک غیر آدمی ہوں صرف اس جہاز سے سفر کر رہا ہوں۔ مجھے بیہوش کر کے یہاں لایا گیا

تھا اور میری آنکھ اس جہاز پر ہی کھلی ہے۔“

”اوہ مائی گاڈ۔ تو تم وہ شخص ہو۔ اوہو ہاں۔ ہم نے دیکھا تھا۔ وہ کسی بیہوش کو جہاز

پر لائے تھے مگر کیا تم ان کے قیدی ہو۔“

”قیدی بھی نہیں ہوں۔ بس یوں سمجھ لو کہ مورلے نے مجھے دوست بنایا ہے۔“

میں نے کہا۔

”اس کے انداز میں مایوسی پیدا ہو گئی۔ وہ خاموش ہو گیا تھا۔ میں اس کے چہرے

کے خدوخال کو آسانی سے نہیں دیکھ سکتا تھا لیکن اندازے سے پتہ چلتا تھا کہ وہ محتاط ہو

گئے ہیں۔ میں نے آہستہ سے کہا۔“

”سنو میرے دوست اگر تم ریڈ ساں مورلے سے کوئی اختلاف رکھتے ہو تو کھل کر

مجھے بتاؤ یا پھر تمہارے چہنچے کی وجہ جہاز کا پکٹان ہے۔“

”نہیں اس سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے اگر اس سے ہمارا تعلق ہوتا تو.....“

وہ خاموش ہو گیا۔

”اب جبکہ میں تمہاری یہاں موجودگی سے واقف ہو گیا ہوں کم از کم تمہیں یہ

احساس تو ضرور ہو گا کہ میں تمہارے لئے ایک خطرہ بن سکتا ہوں۔ سب سے پہلی بات یہ

ہے کہ ہمارے درمیان تعارف کی کوئی ایسی شکل ہو جائے جس سے ہم لوگ ایک

دوسرے پر اعتماد کر سکیں۔“

”ٹھیک ہے۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ کہ یہاں سے جانے کے بعد تم ہمارے

لئے ایٹم بم سے زیادہ خوفناک ہو سکتے ہو۔ سمندر میں ہمارے لئے فرار کا کوئی راستہ نہیں

ہو گا۔ سوائے پانی میں ڈوب مرنے کے۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ اگر ہم نے جہاز والوں

سے جنگ کی تو ان میں سے کچھ کو مارنے کے بعد ہمیں خود بھی مرنا پڑے گا اگر ہم جہاز

والوں کو ختم کر بھی دیتے ہیں تو ظاہر ہے ہم جہاز رانی نہیں کر سکتے۔ یہ ساری چیزیں لیں
ہیں کہ ہمیں تم پر بھروسہ کرنا ہی پڑے گا۔ پہلے ہم سے ہمارے بارے میں سن لو اس کے بعد
بعد ہمارے ساتھ جو چاہو سلوک کرنا۔ ہم تو مستقل خطرات میں ڈوبے رہیں ہیں اور ہم
بھی مشکل میں ہمارے لئے تحفظ نہیں ہے چنانچہ ایک اور خطرہ سہی۔ "میں خاموشی سے
انہیں دیکھتا رہا۔ نمبر تین ہی نے کہا۔

"ہمیں چپکاس برادرز کے نام سے جانا جاتا ہے۔ شاید کبھی تمہارے کانوں سے ہمارے
نام گزرا ہو۔ ہم سب ایک بہت بڑے سرکس میں کام کرتے تھے۔ ہماری بہن چپکاس
ہماری ماں تھی اور اسی نے ہمیں پرورش کیا تھا۔ یہ ایک لمبی کہانی ہے لیکن مختصر الفاظ میں
یوں سمجھو کہ ہمارا باپ جرمنی تھا اور ماں چیکو سلاواکیہ کی باشندہ۔ ہم غریب لوگ تھے اور
میرا باپ ایک کسان تھا۔ ہم پیدا نہیں ہوئے تھے کہ ہمارے باپ کا ایک حادثے میں
انتقال ہو گیا۔ ہم سب سے چھوٹی ایک بہن تھی جو ہمارے لئے ماں کا درجہ رکھتی تھی۔
یوں ہوا کہ باپ کے انتقال کے بعد ماں کی حالت تو بے حد خراب ہو گئی۔ وہ دنیا سے بیزار
ہوئی اور اسی بیزاری کے عالم میں اس نے ہمیں جنم دیا۔ جانتے ہو ہماری عمروں میں کچھ
فرق ہے۔ صرف دس دس منٹ کا۔ ہم سب ایک دوسرے سے دس دس منٹ چھوٹے
ہیں۔ ہم پانچویں بیک وقت پیدا ہوئے تھے۔ ماں تو ہمیں دیکھتے ہی اس دنیا سے کوچ کر گئی
تھی۔ غالباً وہ یہ کہانی برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ کہ اس نے پانچ بچوں کو جنم دیا۔ ہمارا
جسامت کبھی چھوٹے چوہے کے برابر تھی اور ہماری زندگی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔
ماں تو مر گئی لیکن جس ہسپتال میں ہم پیدا ہوئے تھے وہاں کے ڈاکٹروں نے دلچسپ تجربہ کیا
اور ہمیں زندہ رکھنے کی کوشش کی۔ ہمارے سلسلے میں نجانے کیا کیا جتن کئے گئے لیکن
فائدے کے حصول کے لئے نہیں بلکہ ایک انوکھے تجربے کے لئے اور وہ یہ تجربہ نہ بھی
کرتے تب بھی قدرت نے ہمیں زندگی سے نوازا تھا اور یہی ہوا کہ وہ ہمارا ذریعہ بنے اور
ہم جی گئے۔ جیتے رہے پھر جب ہماری زندگیاں پختہ ہو گئیں تو ہماری بہن چپکاس نے ہمیں
ہسپتال سے حاصل کر لیا اور اس کے بعد وہ اپنی زندگی ہمارے لئے وقف کرنے کا باعث
بن گئی اور اس کے بعد جب ہم تھوڑے سے بڑے ہوئے تو اس نے ایک سرکس سے
رابطہ پیدا کر لیا اور سرکس والوں نے ہمیں عجوبے کے طور پر قبول کر لیا۔ غرض یہ کہ

ہماری پرورش سرکس ہی میں ہوتی رہی اور سرکس کے تمام لوگوں نے ہمیں بہت سے
کرتب سکھائے۔ ان کرتبوں کو سیکھنے کے بعد ہم سرکس کے سرگرم رکن بن گئے وہاں
ہماری بہترین نگہداشت ہونے لگی۔ پھر یوں ہوا کہ ریڈ ساں مورلے نے ہماری کارکردگی
دیکھی۔ وہ ایک جرائم پیشہ انسان ہے۔ یہودی نسل کا باشندہ۔ جرمن یہودیوں سے بلاوجہ
نفرت نہیں کرتے تھے۔ جانتے تھے کہ ان کا مستقبل بھی بہت بھیاٹک ہے۔ ماضی تو جو کچھ
تھا وہ تھا ہی۔ غرض یہ کہ اس نے ہمیں اپنی تحویل میں لینا چاہا۔ ہمارے ذریعے وہ مجرمانہ
کارروائیاں کرانا چاہتا تھا لیکن ہم نے مطلب یہ کہ میری یا ہماری بہن چپکاس نے اس
سے رابطہ قائم کرنے سے انکار کر دیا۔ جبکہ سرکس کا مالک ہمیں اس کے ساتھ کام کرنے
کے لئے مجبور کرتا رہا۔ ہم نے کہا کہ اگر وہ ہمیں سرکس سے منسلک رکھنا چاہتا ہے تو ہم
صرف سرکس ہی میں کام کریں گے اور کوئی ایسا کام نہیں کریں گے جو کہ مجرمانہ نوعیت کا
حامل ہو حالانکہ ہماری تربیت ایسی ہے کہ ہمیں دنیا کے خطرناک ترین کاموں میں مصروف
کیا جاسکتا ہے لیکن ہماری فطرت میں جرم نہیں ہے اور پھر جرم برائے جرم کا تو ہم تصور
بھی نہیں کر سکتے۔ ہاں بارہا ایسے واقعات پیش آئے جب انسانی زندگیاں خطرے میں
ہوئیں یا کوئی ایسا حادثہ رونما ہوا جس میں یہ بڑی جسامت والے لوگ کوئی عمل دخل نہیں
رکھتے تھے تو ہم نے اپنی جانوں پر کھیل کر وہاں اپنی قوتوں سے کام لیا۔ ہم جرم کے
راستوں کے راہی نہیں تھے۔ بہر حال مورلے نے جھلاہٹ اور غصے میں وہ سرکس ہی
خرید لیا اور ہم سب اس کی غلامی میں آگئے۔ یہ کام اس نے صرف ہمارے لئے کیا تھا۔
ہمیں یہ احساس دلا کر کہ اب ہم اس کے ملازم ہیں ہم سے اپنے مطلب کے کام لینے
چاہے تو میری بہن چپکاس نے اس سے صاف کہہ دیا کہ وہ کوئی بھی غلط کام نہیں کرے
گی۔ چاہے اس کے لئے اسے کتنی ہی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے۔ یہ بات بہت زیادہ پرانی
نہیں ہے دوست۔ انہوں نے ہماری بہن کو قتل کر دیا۔ مورلے نے ہماری ماں کو مار دیا۔
ماں بہت بڑی چیز ہوتی ہے لیکن اگر چپکاس کے بارے میں سوچا جائے تو وہ۔ وہ ہمارے
لئے ایک دیوتا کی حیثیت رکھتی ہے۔ ایسی بہن کا قتل ہم معاف نہیں کر سکتے تھے اور ہم
نے اس کا وہ خون جو ہماری رگوں میں آج بھی دوڑتا ہے اسی کے لئے وقف کر دیا۔
ریڈ ساں مورلے سے انتقام ہماری زندگی کا سب سے بڑا مقصد ہے اور اگر یہ مقصد پورا

نہیں ہوا تو ہم پانچوں بھائیوں نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم خود کشی کر لیں گے۔“ نمبر تین نے پھینکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

”میرے دوست ہماری خود کشی کا وقت شاید قریب آگیا ہے اب اگر تم جہاز والوں کو بتاؤ گے یا مور لے سے تذکرہ کرو گے کہ ان کے پانچ بدترین دشمن یہاں موجود ہیں تو ظاہر ہے اس کے بعد ہمارے پاس کچھ نہیں بچتا ہے۔ تم اگر انسانیت کے رشتوں کو تھوڑی بہت اہمیت بھی دیتے ہو تو یوں سمجھ لو یہ وہ مرحلہ ہے جہاں ہم کچھ نہیں کر سکتے سوائے اس کے کہ مرجائیں۔ یا مار دیں۔ یہ ہمارا آخری مرحلہ ہے اور ہماری پاس اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں ہے۔“

میں یہ متاثر کن داستان سن رہا تھا۔ پانچ چھوٹے انسانوں کا یہ عزم بہت بلند تھا۔ آسمان کو چھوٹا تھا اور مجھ جیسا انسان بھلا ان کا دشمن کیا بن سکتا تھا۔ میں دیر تک خاموش اور سنسنی کا شکار رہا۔ نمبر تین ہی نے کہا۔

”کیا سوچ رہے ہو تم؟“

”کیا تم ان میں سب سے بڑے ہو؟“

”نہیں۔ میرا نمبر تیسرا ہے۔“

”کیا تم انسانوں پر اعتماد کرنا جانتے ہو؟“

”کیوں نہیں۔ ہم برے لوگ نہیں ہیں۔ انسانیت کے رشتوں کو سمجھتے ہیں۔“

”کیا تمہارے دل میں اعتماد کا تصور ہے؟“

”میں سمجھا نہیں۔“

”اگر میں تم سے یہ کہوں کہ مجھ پر اعتماد کرو اور کم از کم میری جانب سے اپنے آپ کو محفوظ سمجھو تو کیا تم مجھ پر بھروسہ کرنے پر تیار ہو جاؤ گے۔“ وہ سب ایک دوسرے کی صورت دیکھنے لگے پھر پانچوں نے بیک وقت کہا۔

”ہاں۔ ہم تم پر بھروسہ کریں گے۔“

”تو پھر پہلی بات میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں تمہاری رہنمائی کروں گا اس سلسلے

میں۔ کیا تم اسے قبول کر لو گے؟“

”ہاں ہم قبول کر لیں گے۔“

”تم اپنا سر کس چھوڑ چکے ہو؟“

”بہت عرصہ ہوا۔“

”اچھا اب مجھے یہ بتاؤ کہ تم یہاں کس طرح پہنچے؟“ میں نے سوال کیا نمبر تین ہی

مہنگو زیادہ کر رہا تھا اور باقی لوگ اس سے متفق نظر آتے تھے۔ وہ کہنے لگا۔

”ہمیں علم ہوا کہ وہ ایک بحری جہاز سے سفر کرنے والا ہے۔ ہم نے اس سلسلے میں

تمام تر معلومات حاصل کیں اور اس بحری جہاز کا پتا لگالیا۔ چنانچہ ہم نے ایک منصوبہ بنایا

بحری جہاز پر جو سامان لادا جا رہا تھا اس میں یہ ڈرم بھی تھے۔ ان ڈرموں میں خاص قسم کا

آئل بھرا ہوا ہے۔ ہم نے ان میں سے دو ڈرم خالی کئے اور ان کا آئل نکال کر پھینک دیا

جبکہ وہ پیک ہو چکے تھے۔ ہم نے نہایت مہارت سے ان میں اپنے لئے جگہ بنائی اور اتنا

وزن ان میں محفوظ کر دیا کہ کوئی شبہ نہ کر سکے کہ ان میں آئل نہیں ہے لیکن اصل میں

یہ ہمارے گھر تھے اور ہم نے ان میں اپنی ضروریات کا سامان محفوظ کر لیا تھا۔ ڈرموں میں

ہمارے پاس ہلکا اسلحہ بھی موجود ہے جو بہترین کارکردگی رکھتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی کمبل

وغیرہ ہیں جو ہمیں سردی سے محفوظ رکھ سکیں۔ خوراک کا ایک مخصوص ذخیرہ محفوظ کیا تھا

ہم نے لیکن وہ ان ڈرموں میں قید کے دوران ختم ہو گیا اور اب اڑتالیس گھنٹے سے

ہمارے پاس کچھ نہیں ہے جبکہ ہمارے پاس اچھا خاصہ اسلحہ موجود ہے۔“

”لیکن ان ڈرموں میں تم لوگ زندہ کیسے رہے؟“ میں نے حیرانی سے پوچھا۔

”ہم سانس روک کر زندگی گزار سکتے ہیں اور جس دم کے ماہر ہیں۔“

”کتنی دیر تم سانس روک سکتے ہو؟“

”بہت دیر۔ اتنی دیر کہ دوسرے لوگ سوچ بھی نہیں سکتے۔ ہم اڑتالیس سے لے

کر اسی گھنٹے تک سانس روک سکتے ہیں اور اگر اس سے زیادہ کی ضرورت پیش آجائے تو

اس سے زیادہ بھی۔“

”یعنی.....“ میں نے حیرانی سے کہا۔

”ہاں۔ سرکس میں ہم نے اس کی مشق کی تھی۔“

”بہت خوب۔ یہ تو واقعی ایک حیران کن انکشاف ہے۔“ میں ذرا سی دیر خاموش

رہا۔ پھر میں نے ان سے کہا۔

”تو پھر آؤ ہم لوگ دوستی کا ہاتھ ملائیں۔ میں تمہارے لئے اتنا کار آمد ثابت ہوں کہ تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔“ انہوں نے خوشدلی سے اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں میں دے دیئے۔ نرم و ملائم ہاتھ جو بہت عجیب محسوس ہوئے تھے مجھے میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”میرا نام تو تمہیں معلوم ہو ہی چکا ہے مگر میں تمہیں کس نام سے پکاروں؟“
 ”نمبر ایک۔ نمبر دو۔ نمبر تین۔ نمبر چار۔ نمبر پانچ۔ یہی ہمارے نام ہیں۔“
 ”یعنی تمہارے کوئی نام نہیں رکھے گا۔“
 ”نہیں۔“

”دلچسپ بات ہے۔“

”تم نے یہ نہیں سوچا دوستو کہ فرض کرو اگر تم نے مور لے کو اس جہاز پر قتل کر بھی دیا تو بعد میں تمہارا کیا ہو گا۔ تم لوگ کس طرح زندگی گزارو گے اور اس جہاز سے کیسے نکل سکو گے۔“

”بہت کچھ سوچا تھا کہ اپنا مقصد پورا کرنے کے بعد خود کو تقدیر کے رحم و کرم پر چھوڑ دیں اگر ہمیں زندہ رہنا ہو گا تو زندہ رہیں گے۔ ورنہ کم از کم اپنا مقصد تو پورا کر لیں گے۔“ میں ان الفاظ سے بہت متاثر ہوا تھا۔ میں نے انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا۔
 ”تم زندہ رہو گے۔ میں تمہاری پشت پر موجود ہوں لیکن ایک بات کا وعدہ ایک بار پھر کرنا ہو گا تمہیں۔“

”کیا؟“

”جو کچھ میں کہوں گا اس پر مکمل اعتماد کرو گے اگر تمہیں میرے ذریعے کوئی نقصان پہنچے تو یوں سمجھ لینا کہ مور لے کے علاوہ ایک اور دشمن بھی ہے تمہارا جسے قتل کر دینا تمہارا مقصد ہو گا اور اگر تمہیں میری ذات سے فائدہ پہنچے تو میرے دوست بن جانا۔ میں تمہارے مقصد کی تکمیل کے ساتھ ساتھ تمہاری زندگی کو بچانا چاہتا ہوں۔“

”بہن کے بعد یہ جملے ہم نے تمہاری زبان سے سنے ہیں۔ ان کی بڑی قدر قیمت ہے ہماری نگاہ میں۔ کاش تم ہمارے لئے وہی ثابت ہو جو کہہ رہے ہو۔“

”اپنے آپ کو محتاط طریقے سے یہاں چھپائے رکھو۔ جب تک اس جہاز کی منزل نہ

آجائے میرا خیال ہے۔ یہ ڈرم اپنی جگہ سے نہیں ہٹائے جائیں گے۔ تمہیں ان کے درمیان اپنے آپ کو محفوظ رکھنا ہے۔ جہاں تک تمہارے کھانے پینے کا مسئلہ ہے تو یہ ذمہ داری میری ہے۔ جب کوئی ایسا مناسب وقت آیا تو تم مور لے کو اپنے انتقام کا نشانہ بنا سکو تو اس کا موقع میں تمہیں دوں گا۔“

پھر تھوڑی دیر تک ان کے پاس رکنے کے بعد میں وہاں سے چل پڑا اور چھپتا چھپاتا اپنے کیمپ تک پہنچ گیا۔ میرا اندازہ درست تھا کسی کو یہ شبہ نہیں ہوا تھا کہ میں کیمپ اور ہوں اور شبہ کرنے کی کوئی وجہ بھی نہیں تھی۔ میری بے چینی اچانک ہی رفع ہو گئی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے یہ بے چینی مجھے ان تک پہنچانا چاہتی ہو اب میرے کام کی تکمیل ہو گئی ہو۔ بستر پر لیٹ کر ان کے بارے میں سوچنے لگا۔ بڑے انوکھے لوگ تھے۔ اگر یہ مستقل میرے ساتھی بن جائیں تو تھوڑی سی تربیت انہیں انتہائی کار آمد بنا سکتی ہے میرے لئے۔ منصوبوں کا ایک طوفان میرے ذہن سے گزرنے لگا اور نجانے کیا کیا سوچ ڈالا میں نے۔ بڑی خوبصورت پلاننگ کی تھی میرے ذہن نے اور غالباً رات کے ساڑھے چار بج رہے تھے۔ جب مجھے نیند آگئی اور پھر اس وقت تک سوتا رہا جب تک کہ باہر سے دستک نہ دی گئی۔ جاگا تو جہاز کا ایک ملازم تھا۔

”مسٹر مور لے نے پوچھا ہے کہ آپ خیریت سے تو ہیں طبیعت تو ٹھیک ہے آپ کی؟“

”ہاں۔ میں ان کے پاس پہنچ رہا ہوں۔“

”وہ برج پر ہیں کیپٹن کے ساتھ..... ناشتا کر لیجئے اس کے بعد وہاں جائیں تو بہتر ہے۔ میں ناشتالے کر آتا ہوں۔“ ہاتھ روم میں جا کر منہ ہاتھ دھویا اور اس کے بعد ناشتے میں مصروف ہو گیا۔ ہلکا پھلکا ناشتا کر کے میں وہاں سے چل پڑا۔

تھوڑی دیر کے بعد برج پر کیپٹن کے قریب پہنچ گیا جو مور لے سے گفتگو کر رہا تھا۔ میرا پر تپاک استقبال کیا گیا۔ رسمی طور پر میری خیریت پوچھی گئی اور میں بھی بیٹھ گیا۔ سامنے ہی ایک نقشہ پھیلا ہوا تھا اور کیپٹن مور لے کو اپنے سفر کے بارے میں تفصیلات بتا رہا تھا۔ میں بھی غور سے سننے لگا۔ جغرافیائی کیفیت میرے ذہن میں آہستہ آہستہ آتی جا رہی تھی اور بالکل ہی غیر متعلقہ طور پر میری ایک خواہش کی تکمیل ہو گئی تھی۔ یہ وہ

خواہش تھی جو رات کو میرے ذہن میں پیدا ہوئی تھی۔ یعنی اپنی منصوبہ بندی سے ہوئے بظاہر میں لا تعلق رہا اور میں نے اس گفتگو سے کسی خاص دلچسپی کا اظہار نہیں کیا۔ لیکن درحقیقت میں سب کچھ سن رہا تھا۔ ایک ایک لمحہ نوٹ کر رہا تھا۔ کیپٹن مورے نے کہا تھا کہ کب اور کن کن لحات میں وہ کہاں کہاں سے گزرے گا اور اس وقت کے سوالات کر رہا تھا۔ اپنے اس سفر کے بارے میں اور اپنی معلومات میں اضافہ کر رہا تھا۔ درحقیقت اس گفتگو سے اصل فائدہ مجھے حاصل ہو رہا تھا۔ میری ذہنی قوتیں پوری طرح اس جانب متوجہ تھیں اور میں ہر چیز نوٹ کر رہا تھا۔ یہ میری خوش بختی تھی بلکہ شاید اشارے تھے کہ اب مجھے کامیابیاں حاصل ہوتی جا رہی تھیں۔

”حالانکہ بہت تھوڑے عرصے پہلے میں ان تمام باتوں کے بارے میں حسرت سے سوچ رہا تھا کہ کاش ان کی تکمیل کا کوئی ذریعہ نکل آئے۔ بعض اوقات دعائیں اس طرح پوری ہو جاتی ہیں کہ انسان سوچ بھی نہیں سکتا۔ اب ذرائع نکلے تھے تو اس طرح ساری مشکلیں آسان ہوتی جا رہی تھیں لیکن یہ صرف میرا تصور تھا ورنہ جس کام کا مجھے میں نے اٹھایا تھا اس میں مجھے جن جن مراحل سے گزرنا تھا اس کے اندازے بخوبی لگے تھے میں نے۔ غرض یہ کہ کافی دیر تک وہاں موجود رہا پھر مورے کے ساتھ ٹھٹھا ہوا آگیا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر شیا نظر آئی تھی کسی قدر جھلکی ہوئی تھی۔ تیز تیز قدموں سے ہمارے قریب پہنچ گئی اور مورے سے کہنے لگی۔“

”میں کہتی ہوں کہ آخر مجھے یہاں مرنے کی کیا ضرورت تھی۔“

”کیا بات ہے بیٹے۔“

”مجھ سے اس لمحہ میں گفتگو نہ کریں ڈیڈی۔ میں صرف یہ سوال کر رہی ہوں آپ سے کہ اگر تمنا یہ سفر کر لیتے تو کیا حرج تھا۔“

”نہیں ڈیڈی۔ ایسا میں نے کبھی اس سے پہلے نہیں کیا۔ اب کیسے کر سکتا ہوں۔“

”اچھی طرح جانتی ہوں؟“ مورے نے ادھر ادھر دیکھا پھر بولا۔

”کیا جانتی ہو؟“

”ڈیڈی میرا منہ نہ کھلوائیں، آپ صرف دولت کی مشین ہیں انسانوں سے آپ کا

کوئی تعلق نہیں ہے۔ نہ آپ انسان ہیں نہ کسی کو انسان سمجھتے ہیں۔“ وہ بے حیائی کے انداز میں ہنسنے لگا۔ پھر بولا۔

”یہ اکثر ایسی ہی باتیں کرتی ہے اور یقین کرو مجھے اس کا یہ فلسفہ بے حد پسند ہے۔ بولتی ہے تو اس کے رخسار میں گڑھے پڑ جاتے ہیں ایسے ہی گڑھے میری بیوی کے رخساروں میں پڑ جایا کرتے تھے اور وہ اس کی صورت دیکھ کر مجھے یاد آ جاتی ہے۔“

”نقصان اٹھائیں گے ڈیڈی۔ مجھ سے اس قدر بے اعتنائی کا اظہار نہ کریں۔ ورنہ آپ سمجھ لیجئے کہ جیونٹی بھی پاؤں کے نیچے دب کر کاٹ لیتی ہے۔ میں بغاوت پر اتر آئی تو آپ کو کہیں جائے پناہ نہیں ملے گی۔ وہ پھر اسی انداز میں ہنسنے لگا اور شیا پاؤں پٹختی ہوئی واپس چل پڑی۔ میں نے حیرانی سے کہا۔“

اسے کیا تکلیف ہے؟ مورے نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولا۔

”وہ جوان ہو چکی ہے۔“

”تو پھر۔“

”اس“ تو پھر۔“ سے آگے میرے لئے کچھ کہنا ممکن نہیں ہے۔

”لیکن آپ کو اس پر غور کرنا پڑے گا۔“

”کیا؟“

”یہی کہ آپ اس کی کہیں شادی کر دیں۔ ظاہر ہے وہ جوان ہو گئی ہے اور اس کی زندگی کا ایک مقصد ہے۔ آپ کو اس مقصد کی تکمیل تو کرنا ہی ہوگی۔“

”یہ میرے لئے سب سے پریشان کن مرحلہ ہے۔ میں اپنی بیٹی کو جس شخص کی بھی تحویل میں دوں گا۔ وہ اس پر اپنا اثر جانے کی کوشش کرے گا اور یہ بات میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ اگر وہ کسی کے زیر اثر چلی گئی اور اس شخص نے میرے خلاف کبھی کچھ کرنے کا فیصلہ کیا تو میں کمزور پڑ جاؤں گا۔ اپنی کمزوری میں کسی کے ہاتھ میں نہیں دینا چاہتا۔ یہی میری زندگی کا مقصد ہے اور شیا کو میری اس خواہش پر قربان ہونا پڑے گا۔“

”یعنی.....“

”دیکھو یہ بالکل ذاتی معاملات ہیں۔ براہ کرام ان میں مداخلت نہ کرو۔“

”بالکل مداخلت نہیں کرنا چاہتا لیکن شیا آپ کو نقصان پہنچانے پر تل گئی تو؟“

”کبھی نہیں۔ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ وہ زبان سے جو چاہے کہہ سکتی ہے۔“
میرے لئے اپنی گردن کاٹ کر میرے قدموں میں رکھ دے گی۔ میں نے اسے اچھی طرح پڑھا ہے میرے دوست۔“

میں ایک گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ مجھے ان تمام باتوں سے کوئی دخل نہیں تھی۔ البتہ اب میں یہ سوچ رہا تھا کہ اپنے اس حساب کتاب کو درست کر لوں۔ مجھے عمل کرنا ہے۔ جو منصوبہ بندی میرے ذہن میں تھی اب میرے لئے اسے کامیاب بنانے کے بہت سے مواقع پیدا ہو گئے تھے۔ کچن میں ڈاکہ ڈالنا کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ کوئی دوسرا کچھ بھی سوچتا رہے لیکن میں نے نہایت مہارت اور احتیاط کے ساتھ وہ تمام چیزیں یکجا کیں جو ان پانچ نمبروں کے کام آسکتی تھیں چنانچہ ان تمام تیاریوں کے بعد میں وہاں پہنچ گیا۔ جس کا جواب مجھے فوراً ہی ملا اور وہ پانچواں باہر نکل آئے۔ میں نے کھانے کے پیکٹ انہیں پیش کر دیئے تھے۔ پانچوں نے شکریہ کے ساتھ یہ کھانا قبول کیا البتہ نمبر تین کہنے لگا۔

”یہ کھانا صاف ستھرا اور تازہ ہے۔ کچھ خطرہ تو درپیش نہیں آئے گا۔“
”تمہارے پاس جو ہتھیار موجود ہیں وہ مجھے دکھاؤ میں نے سنی ان سنی کر دی۔“
”پہلے کھانا کھالیں یا؟“

”نہیں۔ پہلے کھانا کھاؤ۔“ کھانے سے فراغت حاصل کرنے کے بعد انہوں نے انتہائی جدید ساخت کی سب مشین گئیں مجھے دکھائیں۔ ان کے پاس فالتو ایمونیشن کا ذخیرہ تھا۔ میں نے اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

”اگر کوئی ایسی ہی۔ صورتحال پیش آجائے کہ تمہارے پاس کوئی ذریعہ باقی نہ رہے تو پھر بے دریغ قتل عام شروع کر دینا اور اپنی زندگی کی حفاظت کرنا۔ ورنہ میں سمجھتا ہوں کہ اس کے مواقع نہیں آئیں گے اور میں ایسا کوئی موقع نہیں دوں گا۔“
”ٹھیک ہے۔ اب مجھے تم پر مکمل بھروسہ ہے۔“ نمبر تین نے کہا اور میں مسکراتے لگا۔

چار دن گزر گئے۔ اب چیکاس برادرز مجھ پر مکمل بھروسہ کرنے لگے تھے اور میرا انتہائی احترام کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے بارے میں لاتعداد انکشاف کئے اور میں دل ہی

میں خوش ہوتا رہا۔ یہ سوچ سوچ کر کہ وہ مستقبل میں میرے بڑے کام آسکتے ہیں ان میں خوش ہونا ہی کافی نہیں تھا مجھے بھی بہت کچھ کرنا تھا اور میں نے اب اس کام میں صرف سوچ لینا ہی کافی نہیں تھا مجھے بھی بہت کچھ کرنا تھا اور میں نے اب اس کام میں آغاز کر دیا تھا۔ کارگو شپ کے ایک ایک گوشے کا جائزہ لے رہا تھا۔ ان تمام چیزوں کی نگرانی کی تھی میں نے جو یہاں موجود تھیں اور میرے منصوبے میں کام آسکتی تھیں مثلاً وہ بڑی لائچ جو ایک ہیٹر میں لٹکی ہوئی تھی۔ میں نے اس کا پوری طرح جائزہ لیا تھا حالانکہ مجھے لائچ ڈرائیو کرنے کا کوئی خاص تجربہ نہیں تھا لیکن کسی نہ کسی طرح یہ کام کیا جاسکتا تھا۔ کیونکہ میں ضرورت کے مطابق اس کو ڈرائیو کر سکتا تھا اور میں نے ایسا کیا تھا۔ مطلب یہی تھا کہ جس طرح بھی ممکن ہو سکے میں اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنا سکوں۔

بہت بڑا خطرہ مول لے رہا تھا۔ میں لیکن اس کے سوا چارہ کار نہیں تھا۔ منزل رفتہ رفتہ قریب آتی جا رہی تھی۔ وہ پوائنٹ آنے والا تھا جہاں سے میں اپنا مقصد پورا کر سکتا تھا اگر یہ سمندری جہاز اس پوائنٹ سے آگے نکل گیا تو میرے راستے بند ہو جائیں گے اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ مورے مجھے کوئی نقصان کسی بھی جگہ نہیں پہنچے دے گا اور میرا تحفظ کرے گا لیکن ظاہر ہے جو کچھ وہ دشمن ملک لے جا رہا تھا اسے میں کسی بھی قیمت پر دشمن ملک نہیں پہنچنے دے سکتا تھا۔ وقت بالکل نزدیک آگیا تھا اور مجھے اپنے منصوبے پر عمل کرنا تھا۔ اس سلسلے میں بھی قدرت نے میری راہنمائی کی اور میں صدق دل سے اس بات کا قائل ہو گیا کہ اس مہم میں میری اپنی کاوشوں سے زیادہ بلکہ مکمل طور پر امداد غیبی کار فرما تھی۔ مورے نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کل شیا کی سالگرہ کا دن ہے۔ میں نے اس سے بات کی تھی لیکن وہ سخت بد دل ہے حالانکہ یہاں جہاز پر بھی اس کی سالگرہ منائی جاسکتی ہے۔“
”کل؟“ میں خوشی سے اچھل پڑا۔

”ہاں۔“

”ہم کسی بھی قیمت پر شیا کو بد دل نہیں ہونے دیں گے۔ آپ یوں کیجئے کہ نہایت خاموشی سے انتظامات گرا لیجئے یا پھر کچھ ایسا کیجئے کہ شیا کے مسئلے کو آپ سنبھال لیجئے۔ انتظامات میں کرائے دیتا ہوں۔ کل تمام جہاز والے اس کی سالگرہ میں شرکت کریں گے۔ خفیہ طور پر یہ کام ان کے کانوں تک پہنچا دیا جائے۔ ایک خصوصی جگہ ہم لوگ جمع ہو

جائیں اور وہاں اس کی سالگرہ منائی جائے۔“ مورے نے مسکراتی نگاہوں سے دیکھا اور پھر بولا۔

”نہیں۔ اب نہیں رہ جاتی۔ باقی چار آدمی بیک وقت بولے۔“

”لیکن جو کچھ میں نے کہا ہے وہ نہایت ہوشیاری کے ساتھ ہونا چاہیے۔ تم لوگ اپنے اپنے ہتھیار بھی چیک کرلو۔ انہیں صحیح کام کرنا چاہیے۔ باقی سب کچھ مرضی کے مطابق ہو گا اور کچھ دیر کے لئے ہم اس جہاز کے حکمران ہوں گے۔“ بالکل اور آپ اطمینان رکھیں۔ ہم اس انداز میں کام کریں گے جس طرح آپ ہمیں حکم دیا ہے۔“

میرا ذہن شدید سنسنی محسوس کر رہا تھا انہیں اپنے پروگرام کا ایک ایک پہلو سمجھا رہا تھا میں نے اور اب اس کے بعد انتہائی ہنگامی حالات میں مجھے آگے کا عمل کرنا تھا۔ ان لوگوں کو کھانا وغیرہ کھانے کے بعد جب اپنے کیمپن میں واپس آیا تو بدن جیسے ٹوٹا جا رہا تھا۔ شہاب شدید کشیدگی محسوس کر رہے تھے اور باقی وقت میں نے اپنے آپ کو سنبھالنے میں گزارا۔ صبح ہونے میں زیادہ دیر نہیں رہ گئی تھی۔ سو بھی نہیں سکتا تھا کیونکہ دوسرے دن کے انتظامات صبح ہی سے کرنے تھے۔ وقت سے بہت پہلے غسل وغیرہ کر کے تیار ہو گیا اور پھر اس خوفناک مشن کے لئے باہر نکل آیا۔ جس کی ابتدا بڑے خوشگوار انداز میں ہونے والی تھی اور انتہا کے بارے میں ابھی کچھ نہیں کہا جاسکتا تھا۔

جہاز کافی پرسکون انداز میں اپنی منزل کی جانب رواں دواں تھا۔ اس لانچ کے پاس سے گزرا جو ہماری راہبری کرنے والی تھی۔ اس وقت اس لانچ کی بڑی اہمیت تھی ہمارے لئے۔ پروگرام سب کچھ میری مرضی کے مطابق نہیں ہو سکتے تھے کیونکہ بہر حال جہاز پر نولے جیسا جرائم پیشہ شخص موجود تھا اور کیپٹن اس کی مکمل ماتحتی میں تھا کہیں ایک لمحہ کا چوک ہو گئی تو لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔ اپنی زندگی کی فکر تو کبھی نہیں کی تھی۔ اپنے آپ کو ایک مشین کی حیثیت سے زندہ رکھا تھا لیکن اب میرے ساتھ وہ ننھے پانچ محسوس بھائی بھی تھے جو بے حد خطرناک لیکن اتنے سادہ دل تھے کہ میں ان کے لئے دل کا شدید محبت پاتا تھا۔ دوسری موٹر لانچوں کو دیکھا ان کی تعداد ہماری اپنی استعمال کی لانچ کے علاوہ تین تھی۔ اب ان پر بھی ہاتھ صاف کرنا تھا۔

چیکاں برادرز کو مختصراً تمام تفصیلات بتا دی تھیں لیکن ابھی انہیں بریف کرنے کے لئے کچھ اور بھی کرنا تھا۔ وہ یقینی طور پر شاندار کارکردگی کے مالک ہوں گے لیکن ابھی

”ایسا ہی کچھ خیال میرے ذہن میں بھی آرہا تھا۔ تمہارے اندر بڑی خوبی ہے۔ تم ذہن میں اپنا ذہن ڈال دیتے ہو لیکن انتظامات کی ذمہ داریاں تم سنبھالو اور ان لوگوں کو مدعو بھی تم ہی کرلو سالگرہ کا ایک جہاز کے یکن میں تیار ہو جائے گا۔ اس سے تم فکر مت کرنا میں کیپٹن سے بات کر لوں گا۔“

”تب پھر بالکل ٹھیک ہے۔ وہ بڑا ہال جو نیچے موجود ہے سالگرہ کی پارٹی کے موزوں ترین ہے۔ ہم شہاب کی سالگرہ کے وقت جہاز لشکر انداز کر دیں گے اور اسے پورا سر پرانز دیں گے۔ آپ اسے لے کر اس ہال میں آجائیے جہاں تمام انتظامات کرنا ہوں گے۔“

”میں تم سے اتفاق کرتا ہوں۔ بہت دلچسپ مشغلہ رہے گا۔ بس تو پھر تم لوگوں کو داری سنبھال لو۔ میں شہاب کو کسی نہ کسی طرح وہاں تک لے آؤں گا اور اسے وہاں بھیج دیا ہے یہ معلوم ہو گا کہ اس کی سالگرہ منائی جا رہی ہے۔“

میں نے پرست انداز میں ان تمام باتوں کا اقرار کر لیا۔ اس سے اچھا موقع نہیں بھلا اور کیا مل سکتا تھا۔ سچی بات یہ ہے کہ میں اس سلسلے میں خلوص دل سے قدرت کا قائل ہو گیا تھا۔ جو آسانیاں مجھے خود بخود حاصل ہوتی جا رہی تھیں میں اس میں اپنی کوشش کو داخل نہیں کر سکتا تھا۔ یہ سب کچھ قدرتی طور پر ہو رہا تھا اور یہ رات میرے لئے بڑی اہمیت کی حامل تھی۔ کل کے لئے تمام انتظامات بھی کرنے تھے اور خصوصی طور پر چیکاں برادرز کو ان کا مشن سمجھانا تھا چنانچہ رات کو انتہائی پر جوش انداز میں میں نے انہیں تمام صورتحال بتائی اور چار گھنٹے تک ان کے ساتھ رہ کر انہیں یہ سمجھاتا رہا کہ انہیں کل کیا کرنا ہے۔ وہ لوگ مجھ سے زیادہ پر جوش ہو گئے تھے اور ان کے چہرے سرخ ہو رہے تھے۔ نمبر دو نے کہا۔

”ہمیں صرف اس بات کا یقین دلانا ہے کہ ہم اپنا انتقام لینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔“ اس کے بعد ہماری کارکردگی دیکھیے۔

”کیا اب بھی یقین دلانے کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔“ میں نے مسکرا کر کہا۔

تک مجھے اس کا تجربہ نہیں ہو سکا تھا۔ اس لئے جو کچھ کرنا تھا دیکھ بھال کر اپنی ذمہ داری سے پورا کرنا تھا۔ مستقبل کے لئے بہت سے تصورات ذہن میں تھے۔ بشرطیکہ تقریباً مستقبل میں پہنچنے کا موقع عطا کرے۔ جہاز کے عرشے پر آگیا اور زیادہ دیر نہیں گزری کہ مورلے مجھے تلاش کرتا ہوا میرے قریب پہنچ گیا۔

”ہیلو۔ ڈیئر کیا ہو رہا ہے؟“

کیمپٹن سے ملنا چاہتا تھا اور اس جگہ کو تیار کر لینا چاہتا ہوں جہاں تمام لوگوں کو جمع کیا جائے گا۔ مجھے افسوس ہے کہ میں اسے مس شیا کے شلیان شان نہیں سجا سکتا لیکن کم کچن کا کام میری پسند کے مطابق ہونا چاہیے۔

”کیمپٹن کو تمام باتیں بتادی گئی ہیں اور اس نے خفیہ طور پر کچن کو احکامات جاری کر دیئے گئے ہیں کیک بہت وڈی ہو گا اور اس کی تیاریاں رات ہی سے شروع کر دی جائیں۔ تم چاہو تو وہاں کے کام کا جائزہ لے لو۔“ میں نے آمادگی کا اظہار کر دیا اور۔

مورلے میرے ساتھ کچن کی جانب چل پڑا۔ اس کا کہنا بالکل درست تھا۔ کچن تقریباً پندرہ کک کیک کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی چوکھٹا کے سفر کرنے والوں کے لئے ناشتے کا بندوبست بھی کرنا تھا۔ دوپہر کے کھانے کا بھی۔ اس کے کھانے کے لئے بھی خصوصی تیاریاں کی گئی تھیں اور یہ تمام تیاریاں جہاز کے کچن میں نظر آرہی تھیں۔ کچن میں کیمپٹن نے مورلے کو کیک کی تیاریوں کے بارے میں بتایا۔ ہم کچن سے باہر نکلے تو اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

”چالاک باپ کی چالاک بیٹی کو ان تمام تیاریوں سے بے خبر رکھنا۔ پھر اس کے اچانک اسے وہاں لے کر آنا اس کی ذمہ داری بھی تمہارے ہی سپرد ہے۔“

”میں نے عرض کیا نہ کہ آپ ان ذمہ داریوں کی جانب سے بے فکر رہیں۔“ مورلے نیم باز آنکھوں سے مجھے دیکھنے لگا اور کچھ دیر رک کر وہاں سے آگے چلا گیا۔

میرے پانچ ننھے منے بچے جن کی مکمل ذمہ داری میرے سپرد تھی اپنی پناہ گاہ میں چھپے ہوئے تھے اور اس کے لئے میں اب خود سے زیادہ فکر مند رہتا تھا میں نے رات ہی کو ان کے لئے ناشتے کا بندوبست کر لیا تھا اور اب مجھے یہ احساس ہمیشہ رہتا تھا کہ ان کے لئے انتظامات کر کے رکھوں چنانچہ موقع ملتے ہی میں ان کے پاس پہنچ گیا۔ یہ وہ لمحات تھے

جن کے بارے میں مجھے یقین تھا کہ اس وقت نہ تو شیا نہ مسٹر ریڈ ساں مورلے اور نہ ہی کیمپٹن شیورلے کو میری تلاش ہوگی۔ یہاں تک آنے کے لئے میں اتنا محتاط رہتا تھا کہ اگر میرا سایہ بھی زمین پر پڑ جاتا تو میں چونک پڑتا تھا اور یہ احتیاط مجھے بہر طور قائم رکھنی تھی۔ بڑیا کے پانچ معصوم بچے اپنی اپنی چونچیں کھولے ہوئے دانے کا انتظار کر رہے تھے اور میں نے اپنے ساتھ لائی اشیا ان کے حوالے کر دیں اور خود نگرانی کرنے لگا۔ پانچوں نے ناشتا کیا اور نمبر تین نے منہ سے مدھم سی آواز نکال کر مجھے بتایا کہ ناشتا مکمل ہو چکا ہے۔ میں نے مسکراتی نگاہوں سے ان سب کو دیکھا اور کہا۔

”یہ لمحات بہت مختصر رہ گئے ہیں میرے معصوم بچوں۔ اس کے بعد ہم آزادی کی فضا میں سانس لے سکیں گے۔“

”میں چاہتا ہوں کہ ایک بار پھر آپ ہمیں وہ تمام تفصیلات سمجھا دیں جو ہمیں کرنا ہے۔“

”مجھے یہ تفصیلات دہرانے میں کوئی عار نہیں ہے تم وہ لالچ دیکھ چکے ہو۔ جس کے لگ کالاک میں نے کھول دیا ہے اور تم میں سے ایک کو اوپر جا کر لالچ کے آخری ہک کا ٹن دینا ہے۔ تاکہ لالچ پانی میں اتر جائے۔ اس کا سارا میکنزم تمہیں سمجھ لینا چاہیے۔“

”اس کی تو آپ فکر ہی نہ کریں۔ یہ کام ہو جائے گا۔“

”باقی سب کچھ میں تمہیں بتا چکا ہوں لیکن ایک بار پھر اول سے لے کر آخر تک تفصیلات سن لو اور ہاں کیا تم نے اپنے ایمونیشن میں سے کارتوسوں کا بارود نکال لیا۔ وہ جس سے ہمیں دھماکہ کرنا ہے جواب میں نمبر ایک نے ڈبے میرے سامنے پیش کئے اور کہا۔“

”یہ دونوں بارود سے بھرے ہوئے انتہائی طاقتور بم ہیں یہ صرف دھماکہ کریں گے لیکن اتنا شدید دھماکہ کہ اس سے کم از کم ایک مکان کی بنیادیں ہل سکتی ہیں۔“

”ان میں باریک سا سوراخ کرنا پڑے گا۔ تم نے انہیں نیل بند کر دیا ہے۔“

”یہ سوراخ مقرر وقت پر کرنا زیادہ مناسب ہو گا۔ نمبر دو نے کہا۔“

”ہاں میں سمجھ رہا ہوں اور تمہیں اس جگہ کا علم ہے جہاں تمہیں ان دونوں ڈبوں استعمال کرنا ہے۔“

”بالکل آپ مطمئن رہیں۔ ہم یہ کام پورا کر لیں گے۔“

”تمہارے ہتھیار؟“

”وہ سب تیار ہیں۔ سب مشین گنیں لوڈ کر دی گئی ہیں اور یہ ایک سب مشین گن آپ کے لئے رکھ دی گئی ہے۔“

”میں سمجھتا ہوں باقی تمام باتیں تمہارے علم میں آگئی ہیں۔“

”آپ یہ سمجھ لیں کہ وہ ساری ہدایات ہمارے سینوں میں اتری ہوئی ہیں جو آپ نے ہمیں دی ہیں۔“

”تو ہو سکتا ہے کہ اب میری اور تمہاری ملاقات رات ہی کو ہو۔ میں دوسری بار خطرہ مول نہیں لینا چاہتا میں چلتا ہوں۔ افسوس آج تمہارے لئے دوپہر کا کھانا نہیں آئے گا۔“

”ہم احمق نہیں ہیں جو ناشائستہ آپ نے ہمیں دیا ہے ہم نے اسے آدھا استعمال کیا ہے اور باقی ہم دوپہر کو استعمال کر لیں گے۔ رات کو تو بڑا کھانا ہے ہی۔“

میں مسکراتا ہوا وہاں سے باہر نکل آیا۔ اور بہت ہی اچھا ہوا کہ اس وقت عرشے پر پہنچ گیا جب شیبہ مجھے تلاش کرتی پھر رہی تھی اور دو خلاصی مجھے جہاز کے مختلف گوشوں میں ڈھونڈ رہے تھے انہی میں سے ایک نے مجھے دیکھا۔ میں نے انہیں دیکھا تو وہ دوڑ کر میرے پاس آگئے۔

”مس شیبہ بہت دیر سے آپ کا انتظار کر رہی ہیں سر وہ دیکھیے وہ موجود ہیں وہ اسی وقت چونک پڑی تھی جب ان دونوں خلاصیوں نے مجھے آوازیں دی تھیں اور وہ میری جانب متوجہ ہو گئی تھی میں مسکراتا ہوا اس کے قریب پہنچ گیا۔“

”ہیلو“ میں نے اپنا انداز بدستور برقرار رکھا تھا اور میرے اس انداز سے وہ ہمیشہ نیم پاگل ہو جاتی تھی۔ انتہائی نفرت سے دانت بھینچتے ہوئے اس نے مجھے گھورا اور کہنے لگی۔

”صبح کو اٹھ کر میں شیطان کے بجائے تم پر لعنت بھیجتی ہوں۔ جس نے میرا ذہنی سکون تباہ کر کے رکھ دیا ہے میں ہنس پڑا۔ میں نے کہا۔“

”دل و دماغ کو ٹھنڈا رکھنا کتنا ضروری ہوتا ہے۔ تم اس کی تصدیق کرتی ہو

”ہیلو“

”ہاں ٹھیک ہے لیکن ایک بات ذہن میں رکھنا ایک لمحہ ایسا ضرور آجائے گا جب تم میرے قدموں میں پڑے ہو گے اور گڑگڑا گڑگڑا کر مجھ سے محبت کی بھیک مانگ رہے ہو

تو اس وقت اس وقت میں کیا کروں گی کاش وہ وقت جلد قریب آجائے۔“

”حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ میں ہمیشہ تمہارے لئے بہتری کی دعا کرتا ہوں۔“

”اور تمہاری دعائیں تو جیسے براہ راست آسمان تک پہنچ جاتی ہوں گی۔“

”تمہیں اس میں شک ہے۔“

”دیکھو مجھے غصہ مت دلایا کرو۔ تم اور ڈیڈی مجھے بیوقوف پاگل سمجھتے ہو۔“

”ارے ایسی کیا بات ہو گئی۔“ میں نے چونک کر پوچھا اور وہ برا سامنہ بنا کر مجھے

دیکھنے لگی پھر بولی۔

”ڈیڈی کا مسئلہ تو میرے علم میں ہے وہ کیا سوچتے ہیں کیا چاہتے ہیں کاش کسی طرح میں اپنے آپ کو ان سے بغاوت پر آمادہ کر سکوں۔“

”نو بے بی نو۔ ایسے نہیں سوچتے۔ انہوں نے تمہیں ماں اور باپ بن کر پالا ہے۔“

”تم باتیں بھی بوڑھوں جیسی ہی کرتے ہو۔ حالانکہ چہرے سے بالکل سوٹ نہیں

کرتیں ارے تمہیں تو آتش ہونا چاہیے تھا۔ آگ کی طرح گرم اور بھڑ جانے والا اور میں

اتنی بد صورت بھی نہیں ہوں کہ مجھے دیکھ کر تمہارے دل میں یہ جذبات نہ ابھریں۔ مجھے

جواب دو آخر تم کیوں مجھے جلانے پر تل گئے ہو۔“

”ڈیڈی شیبہ یہ جواب تم مجھ سے ہر چند گھنٹوں کے بعد مانگتی ہو۔ کیا اس میں کوئی

تبدیلی چاہتی ہو۔“

”تمہیں تبدیلی کرنا پڑے گی سمجھے۔ میں پوچھ رہی ہوں کہ تم میرے بزرگ کیسے

بن گئے بس مجھے اس بات سے شدید اختلاف ہے۔“

”اس لئے کہ میری بزرگی ہی میں میرا فائدہ ہے۔“

”کیا فائدہ ہے؟“

”مجھے مسٹر مورلے کی دوستی حاصل رہے گی ورنہ میں بھی ان کے دشمنوں میں

شامل ہو جاؤں گا۔“

”مجھ سے تعاون کرو گے تو میرے ڈیڈی تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے ہیں۔“

”میں یہ خطرہ مول نہیں لے سکتا۔“ دھتکتا ہی وہ مسکرا دی۔ پھر بولی۔

”گویا تم اس بات کا اعتراف کر رہے ہو کہ تم نے صرف خوف کی بنیاد پر یہ بڑی اختیار کر لی ہے اور اگر تمہارے دل سے یہ خوف مٹ جائے تو تم میرے قریب آ جاؤ گے۔“

”نہیں۔ شاید ایسا کبھی نہیں ہو سکے گا۔“

”آج ہی ہو گا میرے دوست۔“ شیبانے عجیب انداز میں مسکرا کر کہا۔

میں ایک لمحے کے لئے سہم گیا۔ یہ مضبوط لہجہ کس بنیاد پر ہے وہ اس انداز میں بات کیوں کر رہی ہے میں خاموشی سے اس کی صورت دیکھتا رہا اس نے بدستور مسکرا کر ہونے کہا۔

”کیوں ذہین تو ہو۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ کیا میں غلط کہہ رہی ہوں۔ موقع نہیں آ گیا۔“

”اگر اتنی گہری باتیں میں سمجھ لیتا تو نجانے کس مقام پر ہوتا۔ تم دیکھ لو غلامی کر رہے ہو۔ تمہارے ڈیڈی کی۔“

”غلامی کہتے ہو اسے۔ تم نے انہیں اپنی مٹھی میں جکڑ لیا ہے۔ وہ اگر اتنے سمجھدار ہوتے تو یہ ضرور غور کرتے کہ کسی کی ان سے اس قربت کا راز کیا ہے۔“

”مسٹر مور لے دنیا کے زیرک ترین انسان ہیں۔ کم از کم ان کے بارے میں الفاظ نہیں سن سکتا۔ لیکن تم اپنے باپ کی مسلسل توہین کئے جا رہے ہو۔“

”خیر میں زیادہ تفصیلات میں نہیں جاؤں گی اور نہ ہی میں اتنی گہری شخصیت کا مالک ہوں۔ میں تمہیں تمہاری کہانی سناؤں۔“

”میری کہانی؟“

”ہاں کہانی نہ کہو کھیل کہہ لو۔ جو آج کے دن تم ڈیڈی کے ساتھ مل کر کھیل رہے ہو۔“ میں نے دل ہی دل میں شکر کی گہری سانس لی ورنہ نجانے میرا ذہن کہاں پہنچ گیا تھا۔ تاہم میں نے انجان بن کر کہا۔

”کھیل کہانی! ویسے تمہاری ساری باتیں میری نگاہ میں ایک کہانی ہی ہوتی ہیں۔“

”ایک بار پھر وہی جیلے دہراؤں گی۔ مجھے یو قوف سمجھتے ہو کیا۔“

”خیر تم یو قوف نہیں ہو.....“

”اگر اس بات کو تسلیم کرتے ہو تو سمجھ لو کہ میری آنکھیں ہزار انداز میں دیکھتی ہیں۔ میری سالگرہ کا دن ہے نا آج۔“ میں نے چونکنے کا شاندار مظاہرہ کیا تھا اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگا۔

”ڈیڈی نے یہ ذمہ داری تمہارے شانوں پر رکھ دی ہے۔ تم مجھے سربراہ دو گے۔ تم مجھے تیار کرو گے کہ میں اپنی سالگرہ میں شرکت کروں۔ یقیناً اس کے لئے تم مجھے دھوکے سے اس جگہ لے جاؤ گے جہاں میری سالگرہ کا کیک کاٹا جائے گا اور کیا تم سمجھتے ہو کہ میں اس بات سے ناواقف ہوں کہ جہاز کے کچن میں تمام باورچی کیک کی تیاری میں مصروف ہیں۔“

میں دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر ایک گوشے سے جاٹکا اور آنکھیں بند کر کے اس طرح اپنے ذہن کو سنبھالنے لگا جیسے میرا دماغ چکرا گیا ہو۔ وہ ہنستی ہوئی میرے قریب آ گئی۔

”کیوں دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا تا میں نے ڈیڈی کے دست راست بن گئے ہو تم ان کے ارادوں کی تکمیل کرتے ہو۔ مگر جانتے ہو میں نے کیا فیصلہ کیا ہے؟“

”کیا؟“ میں نے بے اختیار دونوں ہاتھ چہرے سے لگائے ہوئے کہا

شام کو ٹھیک پانچ بجے میں اپنے کیمپن میں بند ہو جاؤں گی اور اندر سے اسے لاک کر لوں گی اور اس کے بعد ساری رات وہیں لاک رہوں گی۔ مجال ہے کسی کی جو میرے کیمپن کا دروازہ کھلوا سکے اس طرح تمہارا پروگرام ناکام ہو جائے گا کہو کیسی رہی۔“ میں نے خوفزدہ ہونے کی اداکاری کی اور کہا۔

”پلیز شیبانے میری عزت کا معاملہ ہے۔ یہ ایک جذباتی معاملہ ہے مسٹر ہر قیمت پر تمہاری سالگرہ منانا چاہتے ہیں۔ لیکن وہ تم سے خوفزدہ بھی تھے۔ میرے شانوں پر یہ ذمہ داری ڈالی تو نے بڑی محنت سے یہ سب کچھ کیا اور اب جب کہ تمہیں اس بات کا علم ہو چکا ہے۔ تو غور کرو کیا میرا دل نہیں ٹوٹ جائے گا۔ کیا ڈیڈی کی نگاہوں میں ایک حقیر سی شے بن کر میں نہیں رہ جاؤں گا۔ وہ سوچیں گے کہ میں ایک معمولی سی بات کو بھی راز

نہیں رکھ سکا تو میرے بارے میں ان کے خیالات تبدیل ہو جائیں گے شکیا یہ میری عزت کا سوال ہے۔“

”عزت بچانے کے لئے جتن کئے جاتے ہیں محنت کی جاتی ہے۔“

”جتن..... محنت۔“

”بالکل میں خاموشی سے اپنی سالگرہ کی تقریب میں شریک ہو جاؤں گی مگر اس کے لئے کچھ شرائط ہوں گی۔“

”کیسی شرائط میں تمہاری ہر شرط ماننے کے لئے تیار ہوں۔“

”کچھ چیزیں دکھانا چاہتی ہوں تمہیں آؤ۔ میرے ساتھ۔“

میں نے دل ہی دل میں اسے سینکڑوں گالیاں دے کر اس کے ساتھ قدم آگے بڑھائے۔ اس کی سالگرہ جنم میں چاہئے۔ وہ خود جنم میں جائے اور اس کا باپ بھی سمندر میں غرق ہو جائے۔ مجھے اس بات کی کوئی پروا نہیں تھی لیکن سالگرہ کے منصوبے کی ناکامی کا مطلب یہ تھا کہ میرا منصوبہ ناکام ہو جائے گا اور میں اپنا یہ منصوبہ کبھی ناکام نہیں ہونے دینا چاہتا تھا۔ اس کا رخ اپنے کیبن کی جانب تھا اور وہ مجھے ساتھ لئے ہوئے کیبن میں داخل ہو گئی۔ اندر پہنچ کر اس نے دروازہ بند کر لیا۔ اس کی آنکھوں میں ایک شوخ چمک نظر آرہی تھی۔ پھر اس نے سر سے پاؤں تک میرا جائزہ لیا اور کہنے لگی۔

”کم از کم اس سلسلے میں تم میرے تجربے کو چیلنج نہیں کر سکتے۔ یوں سمجھ لو میں چشم تصور سے تمہیں بہت دور تک دیکھ رہی ہوں یہ معمولی سا لباس کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ میں تمہارے بدن کے ایک ایک نقش سے واقف ہوں اور یہ میری نگاہوں کا کمال ہے اور اس پر تم بنتے ہو میرے بزرگ۔ سنو میں بہت ضدی ہوں۔ جو کہا ہے اس پر عمل کروں گی۔ اگر تم نے میری ہدایات پر عمل نہیں کیا۔“

”کیا دکھانے لائی تھیں تم مجھے یہاں۔“

”کچھ نہیں۔ یہاں لا کر تمہیں وہ حقیقت سمجھانا چاہتی تھی۔ ڈیڈی کی نگاہوں میں سرخرو ہونا چاہتے ہو نا تو اپنا چہرہ میرے قریب لاؤ اور اپنے لس کا ایک لمحہ مجھے دو اور اس کے بعد جب تقریب ختم ہو جائے اور رات کی سیاہی گہری ہو جائے تو تم اپنے کیبن سے میرے کیبن تک سفر کرو گے۔“

اور میں بادلوں بھری اس رات کو رنگین سے رنگیں ترکروں گی تمہارے لئے، میں خوشبوؤں میں بسی تمہارا انتظار کروں گی۔ وعدہ خلافی کی تو میرے ذہن میں ایک ایسا منصوبہ ہے کہ یقین کرو تم اس کی تاب نہیں لاسکو گے اور اس کے بعد ڈیڈی تمہارے درست نہیں دشمن ہوں گے اسی جہاز پر صرف یہ رات گزرنے کے بعد بولو میری شرط منظور ہے۔

اور مجھے اس کی شرط منظور کرتے ہی بن پڑی کیونکہ اس وقت میں اپنی زندگی کے اہم ترین لمحات سے گزر رہا تھا۔

مجھے اپنے منصوبوں کو تکمیل تک پہنچانا تھا۔ چنانچہ اس بد بخت کے مکروہ ہونٹوں کا لس قبول کرنا پڑا اور کیا ہی کمینہ تھی وہ کم از کم عورت کے اندر نسوانیت ہونی چاہیے اگر وہ خود ہی مرد بننے کی کوشش کرے تو اس پر لعنت بھیجنے کے علاوہ اور کیا کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ اس سے اس کی شرط پوری کرنے کا وعدہ کر کے میں اس پر ہزاروں لعنتیں بھیجتا ہوا اس کے کیبن سے باہر نکل آیا۔ باہر کے ماحول میں کوئی نمایاں تبدیلی نہیں تھی۔ ریڈ ساں مورلے کی شخصیت کے بارے میں درحقیقت بالکل صحیح اندازہ آج تک نہیں لگا سکا تھا۔ ایک سمت تو اس نے اپنی بیٹی کے مستقبل کو تاریک کرنے کا مکمل فیصلہ کیا ہوا تھا اور دوسری طرف اس کی سالگرہ کے سلسلے میں وہ بالکل بچہ نظر آ رہا تھا۔ خلاصی اس کے ساتھ کام کر رہے تھے اور اس نے ہال میں جس قدر ممکن ہو سکتا تھا سجاوٹ کر دی تھی جہاں سالگرہ کا پروگرام ہونے والا تھا اس نے مجھے سرگوشیوں کے عالم میں بتایا۔

”پانچ خلاصی ایسے ہیں جو کیپٹن کے بیان کے مطابق بہترین گویئے ہیں اور ان کے پاس ساز بھی موجود ہیں یہ ایک اور دلچسپ سلسلہ ہے ہم سالگرہ کے پروگرام کو مکمل ترتیب دے چکے ہیں۔ پہلے کیک کاٹا جائے گا اور اس کے بعد ایک گھنٹے تک رقص و موسیقی کا پروگرام ہو گا پھر ڈنر لیکن میرے دوست سب سے مشکل مرحلہ وہی ہے یعنی یہ کہ اسے اس سالگرہ پر آمادہ کر لینا اور یہ ذمہ داری بھی تمہارے ہی سپرد ہے، خوفزدہ تو نہیں ہو۔“

”نہیں مسٹر مورلے، یہ کام سر انجام دینا ہے۔“ میں نے دلچسپی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

”ہاں میرے لئے سب سے مشکل مرحلہ وہی ہوگا اور بس اس کے علاوہ میں کسی اور مسئلہ پر غور نہیں کرتی۔“ میں نے دل ہی دل میں مسکراتے ہوئے کہا۔
 ”تم کسی چیز سے خوفزدہ نہیں ہو۔“ میں نے دل ہی دل میں مسکراتے ہوئے کہا۔
 ”غرضیکہ وقت گزرتا رہا۔ بادل اس طرح جھکے تھے جیسے اگر ان کے سر پر کھل گئے تو ایسی دھواں دھار بارش ہوگی کہ رکنے کا نام نہیں لے گی لیکن صبح ہی سے بادل جھکے ہوئے تھے۔ اور ابھی تک انہوں نے اپنی مہم کا آغاز نہیں کیا تھا۔ نہ ہوتا تو بہتر تھا۔ کیونکہ ہمیں مشکلات پیش آسکتی تھیں۔ اب اتنی آسانیاں تو نہیں حاصل تھیں ہمیں کہ لالچ پر اپنی پسند کے مطابق انتظامات کر لیتے، سارے کے سارے خلاصی پورے جہاز پر مصروف تھے بس وہی ایک ڈیڑھ گھنٹہ چیکاس برادرز کو کام کے لئے مل سکتا تھا جو رقص موسیقی کے لئے ہوتا، میں نے انہیں اس قدر پروگرام سمجھا دیا تھا اب باقی سب کچھ ان کی ذہانت پر منحصر تھا، دیکھنا یہ تھا کہ وہ کس انداز میں کام کرتے ہیں بعد میں بھی کچھ کیا جائے گا۔ بشرطیکہ ہمیں پروگرام کے مطابق مکمل کامیابی حاصل ہو جائے۔ پھر وہ مرحلہ آگیا جسے مورلے نے مجھ سے درخواست کی کہ میں اب جاؤں اور اسے تیار کر لے آؤں، اس سلسلے میں اس نے بڑی تشویش کا اظہار کیا تھا لیکن میں جانتا تھا کہ مجھے کوئی وقت نہیں ہوگی۔ میں لڑکی کے کیمن میں آگیا وہ پہلے سے تیار یوں میں مصروف تھی مجھے سامنے لگے ہوئے آئینے میں دیکھ کر مسکرائی اور بولی۔“

”ہاں مجھے خوشی ہے اگر تم مجھ سے تعاون کر رہی ہو۔“
 ”ہرگز نہیں، میں اپنے آپ سے تعاون کر رہی ہوں اگر میرا یہ میک اپ تم سالن کے لئے سمجھتے ہو تو حماقت ہے تمہاری۔“
 ”تو پھر۔“
 ”آج مجھے تم حاصل ہو رہے ہو نا۔ میں تمہارے لئے رچ رہی ہوں۔“
 ”اوہ تھینک یو شیبا۔ اچھا اب کتنی دیر لگے گی تیار ہونے میں۔“
 ”تیار ہوں۔“ میں نے گردن ہلا دی دیسے بھی وقت بیٹا جا رہا تھا اور ہمیں اپنے کام کی تیاریاں مکمل کرنی تھیں۔“ شیبا ایک خوبصورت لباس میں ملبوس ہو کر بہت اچھی لگ

”ارے یہ کیا.....!“
 ”کچھ نہیں، جہاز لنگر انداز کر دیا گیا ہے۔“
 ”اوہ ڈیڈی ان کو بس میں کیا کہوں ویسے تو میری دلجوئی کے لئے نجانے کیا کیا کچھ کرتے ہیں لیکن میری زندگی میں کسی ساتھی کو قبول نہیں کرتے۔“ میرے ہونٹوں پر زہریلی مسکراہٹ پھیل گئی میں نے کہا۔
 ”شیبا تمہارے ڈیڈی نے بے شک تم پر کچھ پابندیاں لگا دی ہیں لیکن انہوں نے تمہیں دوستوں سے دور نہیں رکھا ہے۔“
 ”کیسی باتیں کرتے ہو، بھلا تمہیں صورت حال کا کیا علم میری دوستی میرے دوستوں کے لئے موت کی دوستی ثابت ہوتی ہے۔ ہمیشہ ڈیڈی نے کبھی اس شخص کو زندہ نہیں چھوڑا جسے میری قربت حاصل ہوئی۔“ اچانک وہ چونک کر رکی اور بغور میرا چہرہ دیکھنے لگی۔ میں ایک لمحے میں سمجھ گیا تھا کہ اس وقت اس کے چونکنے ہونے کی وجہ کیا ہے وہ میری صورت دیکھتی رہی پھر آستہ سے بولی۔
 ”اوہ مائی گاڈ، میں نے سوچا بھی نہیں تھا۔“
 ”کیا.....؟“ میں نے انجان بن کر کہا۔
 ”تم..... تم یقیناً بے حد چالاک انسان ہو۔“
 ”آگے بڑھو شیبا کیا ہوا تمہیں۔“
 ”سچ بتاؤ گے تو آگے بڑھوں گی، کیا تم اس لئے مجھ سے دور نہیں رہے؟ کیا تم نے اس لئے اپنے آپ سے میرا تعلق ظاہر کرنے کی کوشش نہیں کی کہ تمہیں ان واقعات کا علم تھا۔“
 ”کون سے واقعات کا؟“

”یہی جس کا میں نے تذکرہ کیا ہے یعنی میرے دوستوں کی موت کا۔“

”نہیں شیدا تمہیں علم ہے کہ میں اپنی مرضی سے جہاز پر نہیں آیا ہوں بلکہ مجھے یہاں لایا گیا ہے۔“

”خیر رات کو اس موضوع پر گفتگو کریں گے اپنا وعدہ یاد ہے نا۔“

”ہاں کیوں نہیں۔“

”چلو پھر آؤ“ میں صرف اس پروگرام میں دلچسپی لے رہی ہوں جو اس اجتماع پروگرام کے بعد شروع ہوگا۔“

ہال میں داخل ہونے کا ایک ہی دروازہ تھا۔

یہ جہاز کا اسٹور تھا جو اتفاق سے خالی رکھا گیا تھا حقیقت تو یہ تھی کہ اس جہاز کا سفر صرف ہیوی وائر کی سیلانی کے لئے کیا گیا تھا اور اس کے بارے میں مجھے علم ہو چکا تھا کہ وہ کہاں محفوظ رکھا گیا ہے، باقی اور کوئی بڑی کارگو شپ نہیں تھی اس میں۔ ہال میں تقریباً تمام خلاصی وغیرہ پہنچ چکے تھے۔ ایک چھوٹا سا اسٹیج بنایا گیا تھا۔ سب نے لباس تبدیل کر لئے تھے۔ کیپٹن اور مسٹر مورلے نے بھی ہم دونوں کا استقبال کیا اور مسٹر مورلے مسکراتے ہوئے بولے۔

”میری بیٹی میری شیدا“ میں تجھے پتھری سالگرہ کی مبارکباد دیتا ہوں جواباً شیدا بھی مسکرا دی۔ ظاہر ہے خوشگوار موڈ کا مظاہرہ ہی اس وقت اس کے لئے مناسب تھا۔ مسٹر مورلے نے میرے کان میں سرگوشی کی۔

”تمہیں جادوگر کہے بغیر نہیں رہ سکتا مائی ڈیئر۔ تمہیں انسانوں کو تسخیر کرنا آتا ہے۔ اس وقت تم نے جو کارنامہ سرانجام دیا ہے وہ میرے حساب سے سنہری حرفوں میں لکھنے کے قابل ہے۔“

ہم سب اسٹیج پر پہنچ گئے جہاں وہ عظیم الشان کیک رکھا گیا تھا۔ جس قدر ممکن ہو سکتی تھی۔ سجاوٹ کر ڈالی گئی تھی۔ اور مسٹر مورلے بہت خوش نظر آ رہے تھے ہم نے بھی ان کی خوشی میں پورا پورا حصہ لیا میرے پاس انتظامات مکمل تھے۔ میں نے ہدایت کی کہ دروازہ بند کر دیا جائے اور ایک خلاصی نے بغیر سوچے سمجھے کہ اس ہدایت کا مقصد کیا ہے دروازہ بند کر دیا۔ کسی نے توجہ نہیں دی تھی لیکن دروازہ میں نے اس لئے بند کرایا۔

فائدہ کہ چیکاس برادرز کو اپنے کام میں کوئی مشکل پیش نہ آئے، میں خود دروازے کے قریب پہنچ گیا تھا، وقت آہستہ آہستہ گزرتا جا رہا تھا۔ وہ پانچ سا زندے اپنے سازوں پر ہم دھن چھیڑے ہوئے تھے اور ماحول واقعی کافی خوبصورت بنایا گیا تھا، احساس ہی نہیں ہوتا تھا کہ ہم کسی سمندری جہاز پر ہیں ایک لمحے کے لئے سب ہی اپنی اپنی دنیاؤں میں رہنے لگے تھے۔ خلاصی بھی خوش تھے۔ کیپٹن نے بھی پوری پوری دلچسپی کا اظہار کیا تھا۔ اور سازندوں نے سالگرہ کی دھن بجانی شروع کر دی اور مسٹر مورلے نے مجھے طلب کر لیا میں بھی قریب پہنچ گیا اور پھر برسرِ مسرت تالیوں کے درمیان کیک کاٹا گیا اور لوگوں نے شیدا کو درازی عمر کی دعائیں دیں۔ تالیاں دیر تک بجتی رہی تھیں۔ اور اس کے بعد سازندوں نے ایک مست کر دینے والی دھن چھیڑ دی۔

جہاز کے خلاصیوں میں سازندوں کا یہ گروہ بلاشبہ اچھا میوزک گروپ تھا، انہوں نے ایک اپنیش گانا شروع کر دیا اور اس کی دھن پر لوگ تھرکنے لگے، شیدا نے میری جانب ہاتھ بڑھائے تو میں نے اس کے ہاتھ قبول کر لئے اب اس وقت نہ مجھے مورلے کا خوف تھا کہ وہ شیدا کے دوستوں کو قتل کرا دیتا ہے نہ اور کوئی خطرہ تھا پروگرام ایک گھنٹے کا تھا اور اس کے بعد ڈنر کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ اس وقت تک اور کوئی مسئلہ نہیں تھا اور میں سمجھتا تھا کہ چیکاس برادرز کے لئے خود مورلے نے بہترین مواقع فراہم کئے تھے اور انہیں ہر طرح کی آسانیاں حاصل کرنے کا موقع مل گیا تھا۔ پھر رقص و موسیقی کا یہ سلسلہ ختم ہو گیا ایک گھنٹہ چلکیاں بجاتے گزر گیا۔ میں نے وقت کا تعین کیا، میوزک رک گیا تھا میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا دروازے کے قریب پہنچا اور اس کے بعد ایک لمحے کے لئے دروازہ کھول کر باہر جھانکا، میرے منصوبے کے مطابق نمبر چار دروازے کے قریب موجود تھا، میں نے صرف اشارے میں اس سے سوال کیا کہ کیا تیاریاں مکمل ہو گئی ہیں اور اس نے اشارے ہی میں مجھے جواب دے دیا۔ ساتھ ہی وہ دونوں چیزیں بھی مجھے منتقل کر دیں جن کی میں نے فرمائش کی تھی اور میں دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔ مسٹر ریڈ ساں مورلے، کیپٹن سیورلے سے باتیں کر رہے تھے خلاصی بھی ایک دوسرے سے محفو گفتگو تھے۔ میں نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور تیز لہجے میں بولا۔

”تو لیڈز اینڈ جیسٹلین اب سالگرہ کا یہ برسرِ مسرت وقت ختم ہو گیا ہم ڈنر کے لئے تیار

ہاں! آپ لوگوں کے ہاں بھی محاورے کی حیثیت سے استعمال ہوتا ہے، یعنی اونٹ جب تک پاؤں کے نیچے نہیں آتا اس وقت تک وہ اپنے آپ کو سب سے بلند تر سمجھتا ہے، مسٹر مورلے بھی ایسا ہی سمجھتے تھے۔ ”چرے آہستہ آہستہ سکڑنے لگے اور میری جانب اٹھنے والی نگاہوں میں حیرت کے نقوش بیدار ہو گئے۔“



ہیں لیکن آج کاؤنریں نے آپ لوگوں کے لئے منتخب کیا ہے ڈنر سے پہلے ایک پروگرام مجھے پیش کرنا ہے، براہ کرم تمام لوگ سمٹ کر سامنے کے حصے میں جا جائیں۔“ مسٹر ریڈ سال مورلے نے مجھے خوشگوار نگاہوں سے دیکھا اور پھر ہاتھ سے اپنے ساتھ لوگوں کو اس سمت آنے کا اشارہ کر دیا، جدھر میں نے اشارہ کیا تھا وہ مجھ سے مل گیا۔

تعاون کر رہے تھے، کیپٹن نے پر مزاح انداز میں کہا۔

”کیا اب تم کوئی میک شو پیش کر رہے ہو ڈیر؟“

”ہاں میں بہت بڑا جادوگر ہوں اور اس وقت میں جو شو پیش کر رہا ہوں وہ آپ لوگوں کی زندگی کا بہترین شو ہوگا“ اس شو میں کچھ ایسی اہم چیزیں ہیں جن کا میں اگر پہلے سے تذکرہ کر دوں تو آپ لوگوں کی نجانے کیا کیفیت ہو، براہ کرم دو گروپ بنا لیجئے کچھ افراد دیوار کے اس سائیڈ کھڑے ہو جائیں اور کچھ اس سمت اور کرسی صدارت آپ سنبھالیں۔“

”صدارت؟“

”ہاں، آپ اس اسٹیج کے سامنے جو کرسی پڑی ہوئی ہے، اس پر تشریف رکھیے۔“

”اور میں۔“ شیبانے پوچھا۔

”تمہارے لئے یہی بہتر ہے کہ تم ان لوگوں کے ساتھ کھڑی ہو جاؤ، کیپٹن آپ اس طرف ہو جائیے۔“

”بھئی واقعی کوئی خاص ہی پروگرام معلوم ہوتا ہے۔“ کیپٹن نے کہا، ریڈ سال مورلے بولا۔

”اور اب تم سہنس پیدا کر رہے ہو، وہ پروگرام پیش کرو جو تم نے ترتیب دیا ہے۔“

”پروگرام یہ ہے مسٹر مورلے کہ آپ لوگ اب اس جہاز کے قیدی ہیں ہاں وقت تک کے لئے جب تک کہ میں اپنا مکمل نہ کر لوں، یہ پروگرام کا پہلا آئٹم ہے۔“

”قیدی.....؟“ کیپٹن نے مسکراتے ہوئے پوچھا تھا۔

”ہاں، بات دراصل یہ ہے کیپٹن کہ مسٹر ریڈ سال مورلے ایک بڑے جرائم پیشہ آدمی ہیں اور جرم کی دنیا میں اپنا ایک بہت بڑا نام رکھتے ہیں لیکن اونٹ اور ہماڑ کا معاملہ

Scanned by Uppadeem

آپ نے کی ہدایت کی اور باہر نکل آیا۔ چیکاس برادرز اپنے کام کی تکمیل کر چکے تھے۔ ہماری پانی کے ڈرم لانچ پر منتقل کر دیئے گئے تھے اور اس کے ساتھ خوراک کے کارٹن بھی۔ اور پھر چیک اور روبر کی مدد سے لانچ پانی میں اتار دی گئی۔ اس سے پہلے جہاز کے انجن ناکارہ بنا دیئے گئے تھے۔ لانچ کا انجن سٹارٹ کیا اور لانچ نے اپنا سفر شروع کر دیا۔ اب میں نے خود کو قدرت کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا۔ میں نے دل ہی دل میں اپنے وطن پہنچنے کی دعا مانگی اور اس کے بعد سب کچھ اللہ پر چھوڑ دیا۔ چیکاس برادرز کو میں نے یہی بتایا تھا کہ جب ہم اتنا فاصلہ طے کر لیں کہ جہاز کی تباہی سے ہماری لانچ کو نقصان نہ پہنچے تو جہاز ہائیڈروائٹس کے ذریعہ تباہ ہو جائے گا اور ان معصوم بچوں نے میری بات پر یقین کر لیا تھا۔ میری ہنگاموں سے بھرپور زندگی ایک نئی جیت سے آشنا ہو رہی تھی۔

جو حادثات اور واقعات میرے وطن سے نکلنے کے بعد مجھے پیش آئے وہ ایک طویل کہانی تھی۔ میں تو یہ بھی نہیں کہہ سکتا تھا کہ میری اس قدر جلد وطن واپسی ممکن ہو سکے گی لیکن ہمیشہ ہی تقدیر کا قائل رہا تھا اور تقدیر کے فیصلے انسان کے اپنے فیصلوں سے بالکل مختلف ہوتے ہیں۔ سچی بات یہ ہے کہ وہی بہتر ہوتے ہیں۔ میرے پاس ان غداروں کی نفرت بھی موجود تھی جو خود اپنے وطن کی چھت کے نیچے بیٹھ کر وطن کی جڑیں کھود رہے ہیں اور صرف دنیاوی عیش و عشرت کے لئے دوسروں کے آلہ کار بنے ہوئے ہیں نہ صرف آلہ کار بنے ہوئے ہیں بلکہ اپنے وطن کے رہنے والوں کے لئے وہ تباہی خرید رہے ہیں۔ ایسے انسانوں سے جس قدر نفرت کی جائے کم ہے اور میرا دل ان کی نفرت سے بھرا ہوا تھا۔ باہر کے لوگوں کا تو خیر ذکر ہی کیا انہیں ہم سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے لیکن کم از کم انہوں کی یہ بے وفائی مجھے افسردہ کر دیتی تھی اور میں یہ سوچتا تھا کہ جب آستین ہی میں سانپ چھپے ہوئے ہوں تو پھر باہر والوں سے کیا شکایت کی جائے۔

آخر کار میں نے ڈرامہ کیا اور اعلان کر دیا کہ جہاز تباہ ہو چکا ہے۔ میں نے اپنا کام کر دیا ہے۔ جیک اور روبر نے میری بات پر آنکھیں بند کر کے یقین کر لیا تھا کیونکہ فاصلے اتنے ہی ہو گئے تھے کہ اب جہاز کا نام و نشان نظر نہیں آ رہا تھا۔

شام ہو گئی اور اس کے بعد ہم لوگ زندگی کے معمولات میں مصروف ہو گئے۔ لانچ کا سفر اطمینان بخش تھا اور میں دل ہی دل میں خدا سے دعا کر رہا تھا کہ میرے مقصد کی

زیادہ تفصیل میں نہیں جاؤں گا۔ مسٹر مورلے پر میں یہ الزام نہیں لگاؤں گا کہ وہ ایک بدترین نسل کے انسان ہونے کی حیثیت سے ایک سازش کر رہے تھے۔ سب سے بڑا الزام ان پر یہ ہے کہ وہ صرف دولت کے حصول کے لئے ایک جنگی جنون میں مبتلا ملک کو وہ طاقت فراہم کرنے کا سبب بن رہے ہیں اور کروڑوں افراد کی زندگیاں خطرے میں ڈال رہے ہیں۔ لیکن ایک بڑی طاقت کو وہ لوگ ہمیشہ نظر انداز کر دیا کرتے ہیں جو آسمان پر موجود اپنے بندوں کی حفاظت کی نگراں ہے۔ مسٹر مورلے آپ کی ہوس آپ کے گناہ کی سزا آپ کے ساتھ معاہدہ کر دینے والے ہر فرد کو ملے گی۔ یہ جہاز اب چند گھنٹوں کا مہمان ہے کیونکہ اس پر بارود کے ایسے ذخائر نصب کر دیئے گئے ہیں جو اسے ریزہ ریزہ کر دیں گے۔ نہیں کیپٹن شیورلے آپ حرکت نہیں کریں گے۔ ورنہ آپ..... میں نے اچانک ریوالور سیدھا کرتے ہوئے کہا۔ آپ مسٹر جیک اور آپ مسٹر ویر میرے قریب آجائیں۔ آئیے تقدیر نے آپ کو زندگی کے کچھ لمحہ بخش دیئے ہیں تو ان سے فائدہ اٹھائیں۔

وہ دونوں سنجیدہ سے آگے بڑھ آئے تو میں نے انہیں باہر نکال دیا جہاں چیکاس برادرز ان کے استقبال کے لئے موجود تھا۔ ہمارا منصوبہ شاندار طریقے سے انجام پا رہا تھا۔ جیک اور روبر بہترین ملاح تھے اور ہمیں آگے کے سفر کے لئے ان کی ضرورت تھی۔ چیکاس برادرز نے انہیں اپنے قبضے میں لے لیا۔ میں اگر چاہتا تو انہیں جہاز کے ساتھ تباہ بھی کر سکتا تھا لیکن گیہوں کے ساتھ گھن نہیں پیسنا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے انہیں جنبش

”میں دیکھتا ہوں۔“

چیکاس برادرز بھی جاگ گئے تھے لیکن ان ننھے بونوں کو تو زندگی کی پرواہی نہیں تھی۔ البتہ میرے حکم کی تعمیل وہ اس طرح کرتے تھے کہ جیسے آسانی حکم ہو۔ یہ بد قسمتی تھی ہماری کہ ہمیں ترپال لانچ پر لوڈ کرنے کا خیال نہیں آیا تھا۔ ایک بھی ترپال لانچ پر موجود نہیں تھا اور اب رات بارش کے رحم و کرم پر گزرے گی یہ ہی نہیں بلکہ اس سے کچھ اور بھی خطرات لاحق ہو گئے تھے۔ یعنی کہ لانچ میں تیز بارش کی وجہ سے پانی بھی بھر سکتا تھا۔ دل پر اضطراب اور خوف چھا گیا تھا۔ بارش بلاشبہ بہت تیز نہیں ہوئی تھی لیکن خطرہ تھا کہ تیز ہو سکتی ہے اور آسمان ایسی ہی تصویر پیش کر رہا تھا۔ ہم لوگ بری طرح ہلنے لگے۔ لانچ کا انجن روم کور تھا۔ اس لئے ذرا سی بچت تھی لیکن اس میں جیک اور روبر کے علاوہ اور کوئی نہیں آسکتا تھا۔ صرف دو ہی افراد کی جگہ تھی۔ ننھے بونے ایک دوسرے میں گھس کر بیٹھ گئے تھے اور میں ان اشیاء کی نگرانی کر رہا تھا جو کھانے پینے کے لئے محفوظ کی گئی تھیں۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس سلسلے میں کیا کیا جائے۔

بہر حال یہی کیفیت رات بھر طاری رہی۔ لانچ سمندر کی خوفناک موجوں میں تنکے کی مانند اچھلتی کودتی ہلکورے کھاتی ہر لمحہ موت سے ہمکنار ہونے کے لئے آگے بڑھ رہی تھی۔ ساری رات یہ لرزہ خیز سفر جاری رہا اور ہم نے اپنے آپ کو قدرت کے حوالے کر دیا۔ رات کے آخری حصے میں بارش تھمی۔ بادل چھٹ گئے اور سیاہ آسمان پر اکا دکا تارے نظر آنے لگے۔ صبح ہوتے ہوتے سمندر کی خوفناک لہریں پرسکون ہو چکی تھیں اور لانچ اپنی منزل کی جانب بڑھ رہی تھی۔ میں بہت پریشان تھا۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ کھانے پینے کی اشیاء کے تمام ڈبے بھیگ چکے تھے اور اگر یہ سفر طویل ہو جاتا تو ان میں موجود چیزیں سڑنے کے امکانات پیدا ہو سکتے تھے۔ تمام گتے کے ڈبے گل چکے تھے اور بعض جگہ جگہ سے پھٹ رہے تھے۔ میں بے بسی سے انہیں دیکھتا رہا۔ اس وقت میں واحد شخص تھا لانچ پر جسے مستقبل کے خطرات تھے۔

جیک اور روبر کے بارے میں کوئی صحیح اندازہ نہیں لگایا جاسکتا تھا۔ میں نے ان سے تسلی بخش انداز میں صورتحال کے بارے میں پوچھا تو روبر نے تشویشناک لہجے میں کہا۔

”میں دیکھتا ہوں۔“

چیکاس برادرز کو کسی قسم کی کوئی پریشانی نہیں تھی ان کی دانست میں ان کی زندگی کا مقصد پورا ہو چکا تھا اور اب وہ منافع میں جی رہے تھے کیونکہ انہوں نے تو یہی فیصلہ کیا تھا کہ بہن کے انتقام کے لئے زندگی وقف کر دیں اور انتقام پورا ہونے کے بعد اپنے آپ کو موت کی آغوش میں پہنچا دیں۔ انہوں نے اپنی پسند کے مطابق ریڈ سلا مورے کو ہلاک کر دیا تھا اور یہ اطمینان ان کے چہروں سے برس رہا تھا۔ رات کو انہوں نے رقص و موسیقی کی محفل سجاوی لیکن مجھ سے اجازت لے کر۔ ننھے ننھے وجود تھرکتے ہوئے آگے لگ رہے تھے۔

لیکن میں نے ذہنی طور پر جیک اور روبر کو غیر مطمئن دیکھا تھا۔ اب انہیں یہ احساس ہو رہا تھا کہ ان کی زندگیاں تو بے شک بچ گئی ہیں لیکن اس کے بعد کیا ہوگا اس سلسلے میں انہوں نے پہلے بھی کچھ مختصر سے سوالات کئے تھے لیکن تفصیلی جواب کا انہیں موقع نہیں دیا گیا تھا۔ رات سر پر آگئی۔ آسمان پر بادل چھا گئے تھے اور گہرا تاریک آسمان ایک بھیانک منظر پیش کر رہا تھا۔ لانچ اپنی مناسب رفتار سے سفر طے کر رہی تھی اور کوئی ایسا قابل ذکر واقعہ پیش نہیں آیا تھا جس سے کسی قسم کا احساس ہوتا۔ میرے دل میں البتہ اضطراب کی لہریں اٹھتی رہتی تھیں اور میں سوچتا تھا کہ یہ سمندری سفر بخیر و خوبی طے ہو بھی جائے گا یا نہیں۔

ہم لوگ اس وقت نیم غنودگی کے عالم میں تھے کہ جب اچانک ہی بارش ہونے لگی۔ بارش گو زیادہ تیز نہیں تھی لیکن پھر بھی سمندر کے بچوں بچ بے حد خوفناک تھی۔ چاروں طرف گھپ اندھیرا، آسمان پر سیاہ بادل اٹھ اٹھ کر آرہے تھے۔ بجلی چمکتی تو دور دور تک سمندر کی دیو پیکر موجیں آپس میں ٹکراتی ہوئی دکھائی دیتی اور ان کے زبردست شور سے کانوں کے پردے پھٹنے لگتے تھے۔ میں دوڑ کر جیک اور روبر کے پاس پہنچ گیا۔ دونوں جاگ رہے تھے اور مستعدی سے اپنے کام میں مصروف تھے۔ میں نے کہا۔

”ہم نے اس صورتحال کا تجزیہ نہیں کیا تھا۔ یہ بتاؤ کہ لانچ کو کوئی خطرہ تو نہیں ہے؟“

”خطرہ ہے چیف۔ بہتر یہ ہوگا کہ ہم ترپال تلاش کریں۔ ویسے لانچ پر ترپال ملے

”اس طرح کچھ سمجھنا مشکل ہے۔ آپ آرام کیجئے ہم بہتر طور پر چل رہے ہیں۔“

سات بجے جیک نے لانچ سنبھالی اور روبہ سونے کے لئے چلا گیا۔ رات کو پھر بادل اتنے ہی گہرے آگئے اور میرے دل میں خوف کا بسیرا ہو گیا لیکن خدا کا شکر ہے کہ رات کو بارش نہیں ہوئی۔ البتہ رات بڑی ہولناک گزری تھی اور اب میرے ذہن میں دوسو سوں نے بسیرا کر لیا تھا۔ چیکا اس برادرز میرے ایک اشارے پر دنیا کا ہر کام کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ غرض یہ کہ یہ رات بھی گزر گئی۔ دوسرے دن صبح کو سورج نہیں نکلا تھا۔ چیکا اس برادرز لانچ کے کنارے کھڑے ہوئے پانی کی جانب دیکھ رہے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا تو نمبر تین نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”چیف یہ دیکھئے شارک۔“ اس نے پانی کی جانب اشارہ کیا اور یہ دیکھ کر وحشت سے میرے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

چھوٹی بڑی سینکڑوں شارک اپنے خوفناک جڑے کھولے لانچ کے چاروں طرف بے ہمتی سے تیر رہی تھیں۔ وہ بار بار لانچ کی جانب جھپٹتیں اور مایوس ہو کر لوٹ جاتیں۔ دہر تک وہ اسی طرح لانچ کا تعاقب کرتی رہیں۔ آہستہ آہستہ ان کی تعداد کم ہونے لگی تھی۔ سمندر کا وہ حصہ ہم عبور کر چکے تھے جو ان مچھلیوں کی آبادی تھی۔ بڑے بڑے سمندروں میں رہنے والی مچھلیوں کے قبیلوں کے بارے میں سن چکا تھا کہ وہ سمندر میں مخصوص جگہوں پر رہتی ہیں۔ اور اگر کوئی مچھلی اپنی حدود سے نکل کر دوسری مچھلیوں کی حدود میں داخل ہو جائے تو خود اس کی جان خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ اب ہمیں ان مچھلیوں کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا لیکن یہ کوئی ایسی بات نہیں تھی جس سے اطمینان ہو جاتا اور ہم آسانی کے ساتھ سفر کر سکتے۔

جیک اور روبہ اس بات کا اعلان کر ہی چکے تھے کہ وہ راستہ بھٹک گئے ہیں اور صورتحال کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ میں یہ سوچ رہا تھا کہ میری تھوڑی سی نا تجربہ کاری نے صورتحال کو خراب کر دیا ہے اور اب شاید امید ختم ہوتی جا رہی ہے۔ دعائیں مانگتا تھا لیکن نجانے کیوں ایک بے چینی سینے میں سمائی ہوئی تھی۔ لانچ کے اس بے ٹام سفر کو چوتھا دن گزر گیا اور اب ہماری ہمتیں پست ہونے لگیں۔ چوتھے دن دوپہر کو جیک اور روبہ نے لانچ کا انجن بند کر دیا۔ اچانک انجن بند ہوا تو میرے رونگٹے کھڑے

”چیف ایک بہت بڑی کمی اور رہ گئی ہے۔ آپ نے اس لانچ کو سمندر میں اتارنے وقت اس کا خیال نہیں رکھا۔“

”کیا؟“ میں نے فکر مندی سے منہ پھاڑ کر پوچھا۔

”کپاس“ بے شک آپ نے اپنے ذہن میں ایک نقشہ ترتیب دے لیا ہے لیکن آپ یہ بتائیے کہ کپاس کے بغیر ہم صحیح سمت کیسے اختیار کریں؟“

خوف کی ایک گرم لہر میرے رگ و پے میں دوڑ گئی۔ میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھتا رہ گیا جیک اور روبہ نے کہا۔ ”آپ نے جہاز سے فراڈ کا کھیل تو کھیل لیا لیکن ضروری چیزوں کا خیال نہیں رکھا۔ موسم بارش کا ہے اور ہمیں جگہ جگہ اس کا سامنا ہے اور رات کے طوفان میں ہم اپنا راستہ بھٹک چکے ہیں اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اب ہم کون سے رخ پر سفر کر رہے ہیں۔“ میں جھگے کو تھوک سے تر کرنے کی کوشش کرتا رہا تم سفر کرتے رہو۔“

”سمندر کو آپ نہیں جانتے چیف۔ سمندر بالکل مختلف چیز ہے ہمارا یہ بلا سوچے سمجھے کا سفر ہماری زندگی کو پانی پر ہی ختم کر دیتا ہے۔“

”مگر اور کیا کیا جائے۔ بہتر ہے کہ سفر جاری رکھو۔ اگر ہم لانچ کو لنگ انداز بھی کر دیں تو اس سے کیا نتیجہ حاصل ہو گا؟“

دونوں کے چہرے بگڑے ہوئے نظر آ رہے تھے اور مجھے ان کی آنکھوں میں بغاوت کی جھلکیاں محسوس ہو رہی تھیں۔ خوراک کے وہ ڈبے پہلے کھول لئے گئے جن کے پیکٹ گل چکے تھے اور اس خوراک کو محفوظ کرنے کی کوششیں کی جانے لگیں۔ تریپال کی غیر موجودگی نے صورتحال ہی بدل دی تھی۔ لانچ بھی اندر سے بالکل گیلی ہو رہی تھی لیکن دن میں تیز سورج نکل آیا۔ اس کی وجہ سے ذرا کچھ بہتری ہو گئی البتہ ساتھ ساتھ ہی تیز ہوا بھی چل رہی تھی اور موسم خاصا سرد محسوس ہو رہا تھا۔ ہم آگے بڑھتے رہے۔ اس کے بعد جیک نے آرام کرنے کا فیصلہ کیا اور شام تک سوتا رہا جبکہ روبہ لانچ کنٹرول کرتا رہا تھا۔ میں نے روبہ سے کہا۔

”روبر تم اگر مجھے بھی اس سلسلے میں کچھ سمجھا دو تو تمہیں بھی آرام کا موقع مل سکتا ہے۔“

ہو گئے۔ میں نے سسے ہوئے انداز میں اس سے پوچھا تو جیک نے کرخت لہجے میں کہا: ”سمندر میں اس طرح بھٹکتے رہنا ہمارے لئے بے سود ہے۔ آپ کے پاس ایسا کوئی دوا ہے؟“

کا کتنا ذخیرہ ہے آخر۔ میرے خیال میں اب زیادہ سفر بھی نہیں کیا جاسکتا۔ آپ بتائیے اس طرح لالچ کو بے نام سفر پر کب تک رواں دواں رکھا جاسکتا ہے؟“

”تو تمہارا کیا خیال ہے ہمیں کیا کرنا چاہیے؟“

”فیصلہ۔“ روبر غرائی ہوئی آواز میں بولا۔

”کیسا فیصلہ؟“

”لالچ پر جو کچھ موجود ہے اسے اب احتیاط سے خرچ کرنا ہو گا اور یہ آٹھ آدمیوں میں تقسیم ہوتا رہا تو پھر ہمارے پاس کچھ نہیں رہے گا۔ یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ ہماری زندگی کتنی ہے۔“

”تم کیا بکواس کر رہے ہو؟“

”میں سچ کہہ رہا ہوں۔ ہمیں فیصلہ کرنا ہو گا۔“

”کیسے؟“

”ہم میں۔ سے چند لوگوں کو اپنی زندگی ختم کرنا ہو گی۔“ روبر کی آواز بڑی ہولناک تھی۔ میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگا۔ پھر میں نے کہا: ”روبر حالات سے مغلوب ہو کر وہ انداز نہ اختیار کرو جو تباہی کے راستے کھول دیتا ہے۔“

چیکاس برادرز اب ان دونوں پر نگاہ رکھتے تھے۔ وہ مسلسل بیزاری کا اظہار کرتے رہتے تھے اور اکثر دونوں سرگوشیاں کرتے پائے جاتے تھے۔

ساتواں سورج نکل آیا۔ ویران اور بے رونق۔ یا پھر یہ بے رونقی دل پر چھائی ہوئی تھی۔ امید کی ہر کرن بجھتی جا رہی تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ تقدیر نے مشکل ترین لمحات میں مجھے مایوس نہیں کیا تھا لیکن اس بار تقدیر یاوری نہیں کر رہی تھی اور کوئی ایسی روشن لکیر نظر نہیں آتی تھی جو مستقبل میں بہتری کا پتا دے۔ تاحد نگاہ ویران سمندر بے نشان کوئی منزل سامنے نہیں تھی۔ پتا نہیں جیک اور روبر کیا سوچ رہے تھے۔ حالانکہ میں کسی بھی قیمت پر بلاوجہ انسانی زندگیوں سے کھیلنا پسند نہیں کرتا تھا اور میری دلی آرزو

”میرا خیال ہے روبر ہم سب اس وقت ایک ہی مشکل کا شکار ہیں نہ میں تمہارا ماسٹر ہوں اور نہ ہی تم پر کوئی حکم قائم کر رہا ہوں۔ روبر یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ ہم راستہ بھول بیٹھے ہیں ورنہ خوش مزاجی سے اپنا سارا کام سرانجام دیتے۔ میں تمہیں جہاں لے جا رہا ہوں وہاں جاتے اور اس کے بعد میں پوری عزت و احترام کے ساتھ تمہیں تمہارے وطن بھجوا دیتا۔ دیکھو میرا مشورہ ہے کہ ان مشکل لمحات میں ایسی کوئی حرکت نہ کرو جو ہمارے لئے کسی حادثے کا باعث بن جائے۔“ جیک نے قہقہہ لگایا۔ روبر سنجیدہ ہی رہا تھا۔ جیک تمسخرانہ انداز میں کہنے لگا۔

”ہمارے محترم دوست ابھی تک یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اس لالچ کے ماسٹر ہیں اور ہمیں ہدایات دینے کا جذبہ رکھتے ہیں یا حق رکھتے ہیں۔ نہیں مائی ڈیئر تمہارا کھیل ختم ہو گیا ہے

”خبردار ایک قدم آگے نہ بڑھاؤ۔ ورنہ وقت سے پہلے زندگی کھو بیٹھو گے۔“

”روبر میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں۔“

”تمہارے بات کرنے کا وقت ختم ہو گیا ہے۔ اب ہمیں بات کرنے دو۔ آخر ہم کہاں جا رہے ہیں۔ تمہاری پاس کوئی نقشہ نہیں ہے۔ سمندر میں زندگی اس طرح گزارنے سے کیا فائدہ کہ ہم آخری لمحات میں بھی تمہارے ہاتھوں بے بس ہوں۔ ہم تم سے آزادی چاہتے ہیں۔“

”میرا خیال ہے روبر ہم سب اس وقت ایک ہی مشکل کا شکار ہیں نہ میں تمہارا ماسٹر ہوں اور نہ ہی تم پر کوئی حکم قائم کر رہا ہوں۔ روبر یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ ہم راستہ بھول بیٹھے ہیں ورنہ خوش مزاجی سے اپنا سارا کام سرانجام دیتے۔ میں تمہیں جہاں لے جا رہا ہوں وہاں جاتے اور اس کے بعد میں پوری عزت و احترام کے ساتھ تمہیں تمہارے وطن بھجوا دیتا۔ دیکھو میرا مشورہ ہے کہ ان مشکل لمحات میں ایسی کوئی حرکت نہ کرو جو ہمارے لئے کسی حادثے کا باعث بن جائے۔“ جیک نے قہقہہ لگایا۔ روبر سنجیدہ ہی رہا تھا۔ جیک تمسخرانہ انداز میں کہنے لگا۔

یہ پانچوں بونے اور تم اب اس لانچ پر زندہ رہنے کا حق نہیں رکھتے۔ اس میں جو کچھ ہے وہ اب ہماری ضرورت ہے۔ خوراک کے ذخیرے بالکل ختم ہو جائیں گے۔ اگر ہم سب مل کر انہیں کھاتے رہے۔ نہیں کہا جاسکتا کہ ہماری لانچ کو کسی ساحل تک پہنچنے میں کتنا وقت لگ جائے۔ اب ہم تمہاری زندگیوں کا خطرہ مول نہیں سکتے۔ چنانچہ تم سب ہمیں رسید ہو جاؤ۔“

ان دونوں نے اسٹین گنیں ہماری جانب کیں اور مزید کوئی گفتگو کے بغیر ان کے ٹریگر دبا دیئے۔ میں نے فوراً ہی نیچے بیٹھ کر ان کے نشانے خالی کر دینے کی کوشش کی تھی لیکن چیکاس برادرز اسی طرح خاموش کھڑے رہے یہ دوسری بات ہے کہ اسٹین گنوں سے ایک بھی فائر نہیں ہوا اور ان دونوں کو ایک لمحے میں یہ احساس ہو گیا کہ اسٹین گنیں خالی ہیں۔ دونوں کے چہرے دھواں دھواں ہو گئے۔ تب نمبر پانچ نے کہا۔

”لمبی نسل کے کتو کیا تم سب کو یہ قوف سمجھتے ہو۔ کیا تمہارا خیال تھا کہ ہم احمق ہیں اور یہ ہلکی مشین گنیں جنہیں تمہارے سامنے اس طرح چھوڑ دیا گیا ہے کہ تم جب چاہو ان پر قبضہ کر سکو۔ لوڈ ہو سکتی ہیں انہیں خالی کر دیا گیا تھا میری جان۔ صرف یہ جاننے کے لئے کہ تمہارے ارادے کیا ہیں۔“

”میں نے بھونچکی نگاہوں سے نمبر پانچ کو دیکھا باقی چاروں بھی مسکرا رہے تھے۔ گویا یہ بات ان کے علم میں بھی تھی یہاں مجھے احساس ہوا کہ وہ پانچوں جسمانی طور پر ہی نہیں ذہنی طور پر بھی بہتر کارکردگی کے حامل ہیں۔ مشین گنیں خالی کر کے اس طرح سامنے رکھ دینا کہ جیک اور روبر انہیں حاصل کر سکیں درحقیقت جیک اور روبر کی شناخت کے لئے ایک شاندار تجربہ تھا اور میں اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔“

”اب وہ دونوں خوفزدہ انداز میں ہمیں دیکھ رہے تھے۔ پھر دونوں ہی نے سب مشین گنیں ہم پر پھینک ماریں اور شدید غصے کے عالم میں آگے بڑھے لیکن دونوں مشین گنیں چیکاس برادرز نے لپک لی تھیں اور اس کے بعد تیار ہو گئے تھے۔ جیک اور روبر جیسے ہی قریب آئے دونوں بونوں نے اچھل کر ان کے منہ پر لائیں رسید کیں اور دونوں دھڑام سے نیچے جا گرے۔ مجھے تو کچھ کرنے کی ضرورت پیش ہی نہیں آئی تھی۔ جیک اور روبر اٹھے ان کے نزدیک یہ ننھے وجود بے حیثیت تھے لیکن جب چیکاس برادرز نے ان

رات گزری لیکن اب شاید حادثات نے بے درپے ہماری جانب رخ کرنا شروع کر دیا تھا۔ صبح کی روشنی پھوٹی تو ہم نے کچھ فاصلے پر تشنگ ٹرالر دیکھا جو سانسے سے گزرا تھا۔ تشنگ ٹرالر دیکھ کر ایک لمحے کے لئے تو خوشی کا احساس ہوا اور دل میں زندگی کا امنگ جاگ اٹھی۔ اس کی بنیادی وجوہات دو تھیں۔ اول تو یہ کہ کوئی ایسا علاقہ قریب موجود ہے جہاں سے تشنگ کی جاسکتی ہے لیکن دوسرا بے بسی کا اور خوف کا جو احساس ابھرا تھا وہ اس تشنگ ٹرالر پر لگے ہوئے جھنڈے کی وجہ سے ہوا تھا۔ بھلا اس جھنڈے میں کیسے نہیں پہچان سکتا تھا۔ یہ جھنڈا ہمارے دشمن پڑوسی ملک کا تھا اور یقینی طور پر ہم اسی پڑوسی ملک کی حدود میں سفر کر رہے تھے۔ مور لے اسی پڑوسی ملک کی جانب ہی تو آ رہا تھا۔ اور اس کے ذہن میں اسی سے تعاون کا منصوبہ تھا۔ یہ ایک انتہائی خوفناک صورتحال تھی۔ تشنگ ٹرالر کا لالچ سے اتنا فاصلہ تھا کہ وہاں سے آسانی سے ہمیں دیکھا جاسکتا تھا اور یہی ہوا تھا۔

تشنگ ٹرالر کے اس حصے میں لوگ آکر کھڑے ہو گئے تھے اور لالچ کی جانب اشارہ کر کے باتیں کر رہے تھے میں جلدی کر کے چیکاس برادرز کے قریب پہنچا جو آرام کرنے کے لئے لیٹے ہوئے تھے۔ میں نے انہیں اس خوفناک صورتحال سے آگاہ کیا اور چیکاس برادرز اچھل کر کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے ٹرالر کو دیکھا اور پھر سنسنی خیز نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ پھر نمبر تین نے کہا۔

”ماسٹر فاصلہ بہت کم ہے اور انہوں نے ہمیں دیکھ لیا ہے اب کیا کیا جائے؟“

”یہ ٹرالر ہمارے دشمن ملک کا ہے اور یقینی طور پر اس کی جانب سے خطرناک کارروائیوں کی امید ہے۔ حالانکہ یہ ایک تشنگ ٹرالر ہے اور اگر اس میں اور کوئی خاص بات نہیں ہے تو یہ لوگ اسلحے سے لیس نہیں ہوں گے۔ مگر ہمیں نقصان ضرور پہنچائیں گے۔“

میں نے اچانک ہی پلیٹ کر جیک اور روپر کی جانب دیکھا اور دونوں کے ہونٹوں پر مسکراہٹیں پائیں وہ تیکھی اور طنزیہ نگاہوں سے ہمیں دیکھ رہے تھے اور انہوں نے ہماری گفتگو بھی سن لی تھی۔ میرے چہرے پر ایک لمحے کے لئے سناٹا چھا گیا۔ جیک اور روپر اس وقت ہمارے بدترین دشمن ثابت ہو سکتے تھے مجھے کسی بھی قیمت پر ان کی زندگی لینا منظور

نہیں تھا لیکن لالچ میں بھاری پانی کا ذخیرہ موجود تھا اور میں یہ کسی قیمت پر دشمن ملک کے ہاتھوں نہیں گئے دینا چاہتا تھا جبکہ جیک اور روپر اس حقیقت سے واقف ہو چکے تھے اور ہم سے بددیانتی کرنے پر آمادہ تھے۔ سب سے پہلے میں نے یہی فیصلہ کیا کہ اس سے قبل کہ مصیبت سر تک پہنچ جائے ان دونوں کو زندگی سے محروم کر دینا چاہیے۔ میں نے ابھر

ادھر دیکھا چیکاس برادرز میں سے ایک کے پاس اسٹین گن موجود تھی۔ میں نے اسے اپنے ہاتھوں میں لیا رخ تبدیل کیا اور چیکاس برادرز بھی اس وقت اچھل پڑے جب میری اسٹین گن سے نکلی ہوئی گولیوں نے جیک اور روپر کے جسموں میں لاتعداد سوراخ کر دیئے میرا یہ اچانک فیصلہ چیکاس برادرز کے لئے بھی بہت زیادہ خوفناک ثابت ہوا تھا وہ سکتے کے عالم میں رہ گئے تھے۔ جیک اور روپر لڑکھڑاتے ہوئے دو قدم آگے بڑھے اور پھر اوندھے منہ نیچے گر پڑے۔ فوراً ہی نمبرون نے آگے بڑھ کر لالچ کا کنٹرول سنبھال لیا تھا۔ میں نے اسٹین گن ایک طرف اچھالتے ہوئے کہا۔

”ان دونوں کی لاشیں پانی میں پھینک دو۔ مگر اس احتیاط کے ساتھ کہ ٹرالر پر سے دیکھا نہ جاسکے پھرتی سے اس کے علاوہ یہ خون بھی صاف کرنا ہے تاکہ لالچ پر ان کی موت کے نشانات نہ ملیں۔“

چار افراد نے اتنی برق رفتاری سے یہ عمل سرانجام دیا کہ میں بھی حیران رہ گیا۔ لیکن انہوں نے کسی حماقت کا ثبوت نہیں دیا تھا۔ لالچ سے ایسے وزنی لوہے کے گولے اٹھا کر انہوں نے ان کے پیروں میں باندھے جو ان کی لاشوں کو آن کی آن میں سمندر کی گہرائیوں میں لے جاسکتے تھے۔ یہ ان کا اپنی ذہانت کا عمل تھا جو انہوں نے میری ہدایت کے بغیر سرانجام دیا۔ اس کا مقصد ہے کہ وہ اپنی تمام کارکردگی میں مکمل ہیں اور میری ہدایت کے بغیر بھی بہت کچھ سوچ سکتے ہیں۔

کچھ دیر بعد انہوں نے ایک تجویز پیش کی۔ یہ تجویز نمبرون نے پیش کی تھی۔ اس نے کہا۔

”چیف ہم پانچوں پانی میں اتر جاتے ہیں۔ صورتحال کا جائزہ لیتے رہیں گے اور پھر جیسی بھی صورتحال ہوئی اسی کے مطابق عمل کریں گے۔ وہ اتنے فاصلے سے کم از کم یہ اندازہ نہیں لگا پائے ہوں گے ہم کتنے افراد اس لالچ پر موجود ہیں۔ آپ اپنا حلیہ خراب

کر لیجئے اور ان کے سامنے اپنے آپ کو دیوانہ بنا کر پیش کیجئے اس انداز میں جیسے کہ لالچ میں طویل عرصہ تھا گزار کر آپ ذہنی توازن کھو چکے ہیں۔ اس طرح آپ ان کے جواب سے بچ جائیں گے اور فوری طور پر کسی آفت سے محفوظ رہیں گے۔ ہم لوگ لمحہ حالات کا تجزیہ کرتے رہیں گے اور جیسی بھی صورتحال ہوئی اس کے مطابق عمل کریں گے۔ اس سے بہتر طریقہ میرے خیال میں اور کوئی نہیں ہے۔ پھر آپ اگر کوئی بھی صورتحال دیکھیں تو کنٹرول کر لیجئے لیکن ہماری جانب سے بالکل بے فکر رہیں ہم پانی میں بھی کافی وقت گزار سکتے ہیں اور وہ لوگ ہمارے بارے میں کچھ اندازہ نہیں لگا سکیں گے۔“

میں نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے چیکاس برادرز کو دیکھا اور ان لوگوں کی ذہانت کا دل میں قائل ہو گیا۔ اب جو کچھ بھی کرنا تھا فوراً ہی کرنا تھا۔ کیونکہ ہمارے پاس وقت نہیں تھا۔ ایک ایک کر کے وہ پانچوں پانی میں اتر گئے۔ میں نے اپنے بال بکھرا لئے اتنا دیر سمندر میں اس انداز میں گزار کر مشکل و صورت تو ویسے ہی کافی خراب ہو گئی تھی مگر یہ کہ میں نے اپنا لباس وغیرہ بھی ایک دو جگہ سے پھاڑ لیا۔

چیکاس برادرز کے لئے میرے دل میں ایک عجیب سی محبت پیدا ہو گئی تھی۔ بلاشبہ اب مجھے آہستہ آہستہ ایسے لوگ حاصل ہوتے جا رہے تھے جو میرے لئے انتہائی کارآمد ثابت ہوں۔

میں نے سطح سمندر پر نظر ڈالی۔ چھوٹے چھوٹے بلبلے جو سمندر کا ایک حصہ ہو رہے ہیں نظر آرہے تھے اور اس کے علاوہ کسی اور انسانی وجود کا حصہ نہیں تھا۔ ٹرالر برقی رفتار سے پانی کو چیرتا ہوا لالچ کی جانب آرہا تھا۔ اس کے انداز میں جارحیت تھی اور یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے وہ لالچ سے ٹکرا جائے گا۔ کیا وہ لوگ اسی قسم کا کوئی ارادہ رکھتے ہیں۔ اگر ایسی بات ہے تو انہیں روکنے کا کوئی ذریعہ بھی تو نہیں تھا میرے پاس۔ میں کیا کر سکتا تھا۔ بڑی مشکل سے میں نے اپنے آپ پر قابو پایا اور اس کے لئے خود کو تیار کر لیا کہ اگر ٹرالر کا اگلا حصہ لالچ کو ٹکرا رہا ہے تو مجھے کس انداز میں اپنی زندگی بچانے کے لئے بندوبست کرنا ہے۔ لیکن وہ لوگ غالباً مجھے خوفزدہ ہی کرنا چاہتے تھے کیونکہ جیسے ہی اتنا فاصلہ ہوا کہ لالچ کو ٹرالر کی زد میں آنے سے بچایا جاسکے انہوں نے برقی رفتاری

نے ٹرالر کا رخ موڑ دیا اور اسے لالچ کے دوسرے حصے سے گزار کر لالچ کے قریب لے آئے ساتھ ہی ساتھ ٹرالر کے انجن بھی بند کر دیئے تھے۔ ٹرالر کے اوپری حصے میں چار پانچ افراد کھڑے ہوئے تھے جو لالچ کو دیکھ رہے تھے میں نے اپنا کام شروع کر دیا اور پر اطمینان انداز میں لالچ پر لیٹ کر ان کا نظارہ کرتا رہا۔

ٹرالر سے ایسے بک پھینکے گئے جو لالچ میں بھنس کر اسے اپنے قریب کر لیتے۔ لالچ کا انجن چیکاس برادرز ہی بند کر گئے تھے چنانچہ لالچ کھینچتی ہوئی ٹرالر سے جا لگی اور پھر پھرتی سے دو بیڑھیاں نیچے پھینکی گئیں اور ان سے چار آدمی لالچ پر اتر کر آگئے۔ وہ چروں سے کافی خطرناک معلوم ہوتے تھے۔ ویسے ماہی گیر ہی تھے۔ لیکن آنکھوں میں شیطانیت نظر آ رہی تھی۔ انہوں نے لالچ پر اترنے کے بعد مجھے دیکھا دو کے ہاتھ میں لمبے لمبے چاقو دبے ہوئے تھے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ان کے پاس شاید پستولیں نہیں ہیں۔ ویسے یہ ناممکن سی بات تھی۔ ہو سکتا ہے انہوں نے آتشیں اسلحہ ساتھ لینا مناسب نہ سمجھا ہو یا پھر اپنے لباس میں چھپا رکھا ہو۔ میں سامنے نگاہیں جمائے اسی انداز میں بیٹھا رہا تب ان میں سے ایک میرے قریب آیا اور اس نے میرا گریبان پکڑ کر اوپر کھینچا۔ میں نے منہ سے کتے کے بھونکنے کی آواز نکالی اور اس نے جلدی سے میرا گریبان چھوڑ دیا۔ میں پلے کی طرح ٹیاؤں ٹیاؤں کرنے لگا تھا۔ سب نے حیرت سے ایک دوسرے کی صورت دیکھی پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

”یا گل ہو گیا ہے۔“

”مگر ہے کون؟“

”کیا کہا جاسکتا ہے؟“

”اکیلا ہے؟“

”لگ تو اکیلا ہی رہا ہے۔“

”سلامتی لو۔“ دو آدمی پوری لالچ کا چکر لگانے لگے ایک ایک چیز کا جائزہ لیا جانے لگا۔ ہلکی سب مشین گئیں جنہیں ظاہر ہے چیکاس برادرز نہیں لے جاسکے تھے قبضے میں کر لی گئیں اور ان لوگوں نے اس شخص کے سامنے ساری تفصیلات پیش کر دیں جس نے میرا گریبان پکڑ کر مجھے اٹھایا تھا۔ انہوں نے کہا۔

”اکیلا ہی ہے۔ لگتا ہے پہلے کچھ اور بھی تھے۔ اور لانچ کافی عرصے سے پانی میں موجود ہے۔ پانی کی نمی اور لانچ کا بھیگنا یہ بات بتاتا ہے۔“
 ”اور کیا کیا سامان ہے لانچ میں۔ کیا یہ اسمگلروں کی کوئی لانچ ہے؟“
 ”نہیں اسمگلروں کی نہیں معلوم ہوتی۔ کچھ سامان ہے ضرور مگر یہ نہیں پتا کہ کیا کیا ہے۔“

”لانچ کے بارے میں اندازہ ہوتا ہے کہ کیسی ہے؟“

”غالبا کسی سمندری جہاز سے اتاری گئی ہے۔ یہ وہ لانچ نہیں ہے جو اسمگلنگ کے مال لے کر سفر کرتی ہے۔“

”مجھے معلوم ہے تم مجھے کیا سمجھا رہے ہو۔“

”تو پھر گو تم مہاراج۔ آپ بتائیے کہ کیا کیا جائے؟“ جس شخص کو گو تم کے نام سے پکارا گیا تھا وہ ایک لمحے سوچتا رہا پھر اس نے کہا۔

”میرا خیال ہے لانچ کا سامان ڈاکر میں لے چلو۔ اس باؤلے کو بھی لے چلو اور لانچ تباہ کر دو ہمیں کیا کرنا ہے اس کا۔ جو کچھ بھی ہے ہاتھ ہی آئے گا۔“
 ”ٹھیک ہے گو تم سیٹھ۔“ دوسرے لوگوں نے کہا۔ گو تم بولا۔ ”اسے اٹھاؤ اور اوپر چڑھاؤ۔“

دو آدمیوں نے میری بگلوں میں ہاتھ ڈالے اور مجھے لے کر اوپر چل پڑے۔ بڑا مشکل مرحلہ تھا اپنے آپ کو دیوانہ ظاہر کرنے کے لئے مجھے تھوڑی سی جدوجہد کرنی پڑی اور ان لوگوں کے ہاتھ کھانے پڑے۔ پھر میں سیڑھی کے ذریعے چڑھتا ہوا ٹرالر میں پہنچ گیا تھا۔

لانچ کو تباہ کر دیا جائے گا یہ ایک افسوسناک امر تھا لیکن دیکھنا یہ تھا کہ وہ لوگ بھلا پانی کے اس ذخیرے کا کیا کرتے ہیں اگر یہ صرف ماہی گیر ہیں تو اس کے بارے میں کچھ نہیں جان سکیں گے لیکن خدا کرے وہ اسے ٹرالر پر منتقل کر لیں۔ یہاں میں بالکل بے بس ہو گیا تھا اور میرے پاس کوئی ایسا عمل نہیں تھا جس سے میں اس نادر اور قیمتی شے کو بچا سکوں جس کے لئے میں نے اتنا طویل مجاہدہ کیا تھا لیکن وہ لوگ بہت ہی لالچی تھے لانچ میں سے ہر وہ قیمتی شے اٹھالی جس کے بارے میں انہیں یہ اندازہ ہو سکتا تھا کہ اس کے کچھ

پے مل سکیں گے انہیں اور یہ بات میرے لئے اطمینان بخش تھی۔

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اب کیا ہوگا یہ اندازہ تو ہو چکا تھا کہ وہ ٹشنگ ٹرالر کون سے ملک کا ہے۔ وہ ہاں واپس پہنچا تو یہ تمام اشیاء اسی ملک کے قبضے میں چلی جائیں گی۔ یا پھر یہ ہو سکتا ہے کہ وہ انہیں بیکار شے سمجھ کر سمندر میں ہی بہا دیں یہ ایک طرح کی لوٹ مار تھی۔ انہوں نے ایک لانچ میں ایک تنہا شخص کو دیکھا تھا بجائے اس کے وہ اس سے اظہار ہمدردی کرتے اور اس کے بارے میں معلومات حاصل کرتے انہوں نے لوٹ مار کو ترجیح دی تھی۔ ایسے واقعات اکثر ہوتے رہتے ہیں یہ سوچ کر انہوں نے یہ عمل طے کیا تھا کہ ظاہر ہے اس کے سلسلے میں ان سے باز پرس کرنے والا کون ہوگا لیکن اب چیکاس برادرز کو دیکھنا تھا کہ وہ کیا کرتے ہیں۔ وہ شاندار کارکردگی کے مالک تھے ننھے ننھے نوجوان اب تک تو اپنی ذہانت کا ایسا مظاہرہ کرتے رہے تھے کہ ان سے کسی بھی شاندار عمل کی توقع کی جاسکتی تھی۔ لیکن اب نجانے صورتحال کیا ہوئی الحال ماحول میرے ہاتھ سے نکل گیا تھا اور اب زیادہ سے زیادہ زندگی بچانے کی جدوجہد کی جاسکتی تھی کسی بھی طرح اس میں بھی فی الحال چیکاس برادرز کا سہارا درکار تھا اور میرا اپنا کوئی عمل فی الحال کارگر نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ لوگ مجھے دکھائیے ہوئے دور لے گئے اور اس کے بعد مختلف ذرائع سے تمام کے تمام افراد لانچ کا سامان ٹرالر پر منتقل کرنے لگے۔ میں ہراساں نگاہوں سے وہ ذخائر دیکھ رہا تھا جو بڑے محفوظ انداز میں پیک کئے گئے تھے۔

جب وہ آسانی سے اور بغیر کسی نقصان کے ٹرالر پر پہنچ گئے اور انہیں دوسرے سامان کے ساتھ ایک جانب اکٹھا کر دیا گیا تو میں نے اطمینان کی ایک گہری سانس لی۔ ابھی تک تو یہ محفوظ ہیں۔ دیکھیں بعد میں کیا ہوتا ہے۔ وہ بہت لالچی لوگ تھے۔ چھوٹی سی چھوٹی چیز انہوں نے لانچ سے ہٹالی تھی اور اس کے بعد دو آدمی ٹرالر کے انجن کے پاس پہنچ گئے۔ ان لوگوں کی تعداد کے بارے میں میں نے پوری طرح معلومات حاصل کر لی تھیں۔ گیارہ افراد تھے۔ انہی میں ایک گو تم نامی تھا جو ان سب کا چیف معلوم ہوتا تھا۔ ویسے انداز سے یہ لالچی گیر لگتے تھے لیکن ذرا سرکش اور بد قماش قسم کے۔ جو موقع ملنے پر مچھلی پکڑنے کے علاوہ ایسی لوٹ مار بھی کر لیا کرتے تھے۔ ظاہر ہے سمندر میں دیکھنے والا کون ہو سکتا ہے۔

میرے ذہن میں بہت سے خیالات آرہے تھے ہو سکتا ہے یہ علاقہ میرے ملک کی سمندری حدود سے زیادہ فاصلے پر نہ ہو۔ یہ تو معلوم ہی کرنا پڑے گا بشرطیکہ اس کا موقع مل سکے۔ پھر ٹرالر کا انجن دوبارہ اشارت ہوا اور اس کے بعد اسے پیچھے ہٹایا جانے لگا۔ پھر وہ ایک دم آگے بڑھا اور غالباً اس نے لانچ کو زوردار ٹکرا مار دی۔ دھماکہ ہوا تھا اور اس کے ساتھ ہی ایک اور دھماکہ بھی۔ پھر فضا میں شعلے بلند ہوئے اور میں نے ایک گہری سانس لے کر آنکھیں بند کر لیں۔ لانچ تباہ ہو چکی تھی خدا کرے چیکاں برادر ز پانی میں محفوظ ہوں۔ حالانکہ ابھی خود اپنے بارے میں نہیں معلوم تھا کہ وہ لوگ میرے ساتھ کونسا سلوک کرنا چاہتے ہیں۔ برے آدمی تھے۔ تعلق چاہے کسی بھی ملک سے ہو لیکن اندازہ یہ بھی ہو گیا تھا کہ ان کے اندر سچائی نہیں ہے اور وہ جرائم پیشہ ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد ٹرالر نے اپنا رخ تبدیل کر لیا۔ میں خاموش اپنی جگہ بیٹھا رہا۔ چند لوگ ٹرالر کے انجن مصروف تھے۔ باقی گوتم کی راہنمائی میں اس سامان کے بارے میں اندازہ لگانا لگے اور ان کی ملکیت کا تعین کرنے لگے۔ لانچ میں بہت سی قیمتی چیزیں موجود تھیں۔ خاص طور پر خوراک کے ڈبے اور دوسری چیزیں ان لوگوں کے لئے دلچسپی کا باعث تھیں اور وہ انہیں دیکھ دیکھ کر ہنس رہے تھے پھر ان میں سے ایک نے گالی دیتے ہوئے کہا کہ ہم لوگوں نے شراب نہیں رکھی۔ دو سزا جو خاصا چالاک معلوم ہوتا تھا کہنے لگا۔

”گوتم مہاراج ایک بات سمجھ میں نہیں آئی۔“

”کیا؟“

یہ سسرا ہے تو ایک۔ مگر ہتھیار کئی ہیں یہ سب مشین گنتیں اتنی ساری کیوں ہیں اس کے پاس؟“

”ہو سکتا ہے اسلحہ اسمگل کرتے ہوں۔“

”مہاراج اسمگل کرنے والا اسلحہ ایسے کھلا نہیں پڑا ہوتا۔ ایسا لگتا ہے کہ دوسرے

بھی ہوں گے لانچ پر۔“

”تھے تو نہیں۔“

”کوئی واقعہ ہوا ہو گا۔“

”اب یہ سسرا تو کتے کی طرح بھونکتا ہے۔ اس سے کیا معلوم کیا جائے۔“

”اس کی کھوج کرنا بے کار ہے۔“

”مگر اس کا کریں کیا؟“

”ارے پانی میں پھینک دو سرے کو۔ کوئی ہمیں ثبوت رکھنا ہے کیا۔“

”ان ڈبوں میں کیا ہے؟“ اس نے کہا۔

”میرے بدن میں سنسنی دوڑ گئی۔ اشارہ بھاری پانی کے ان کارٹونوں کی جانب تھا جو

ایک ست رکھے ہوئے تھے۔“

”کھول کر دیکھ لو۔“

”ہے کوئی قیمتی ہی چیز۔ بڑی احتیاط سے بند کی گئی ہے۔“

”ہاں احتیاط ہی سے کھول لینا۔ دیکھو تو سہی کیا ہے ویسے کافی سامان ہے۔ اسے

چھپانا پڑے گا۔ واپس جائیں گے تو تلاشی تو ہوتی ہے۔ کہیں کوئی گڑبڑ نہ ہو جائے۔“

”اس کی تو چھتا ہی نہ کرو مہاراج۔ سب سنبھال لیں گے اپنے سرے آدمی کس

کام آئیں گے۔“ پھر ان میں سے ایک شخص ان ڈبوں کی جانب بڑھا اور اس وقت میرے

طلق سے ایک دہشت ناک چیخ نکلی۔ سارے کے سارے اس طرح اچھل پڑے جیسے

کرنٹ لگا ہو۔ وہ شخص رک گیا اور میری جانب دیکھنے لگا۔ میں آہستہ آہستہ اپنی جگہ سے

کھڑا ہو گیا تھا۔ وہ سب سنسنی خیز لگا ہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ پھر گوتم نے کہا۔

”تجھے کیا ہوا ہے؟“

”کھا جاؤں گا۔ بھوت ہوں۔“

”ارے سرے ہم خود تجھے کھا جائیں گے۔ ہم تو سارے کے سارے بھوت ہیں

۔ تو اکیلا بھوت ہمارا کیا بگاڑ لے گا۔“ گوتم نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا اور میں منہ سے اس

کے چہرے کی جانب پھونکیں مارنے لگا۔ پھر میں نے آہستہ آہستہ پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔

”ادھر آؤ۔ میرے پاس آؤ۔ میں تمہیں خزانہ دکھانا چاہتا ہوں۔ ایک ایسا عظیم

الثان خزانہ کہ تم دیکھو گے تو پاگل ہو جاؤ گے۔“

”وہ خزانہ کیا تیرے پیٹ میں بھرا ہوا ہے۔“

”تمہیں کیسے معلوم؟“ میں نے حیرانی کا مظاہرہ کیا اور وہ سب ایک دوسرے کی

مورت دیکھنے لگے پھر ہنسنے لگے۔

دونوں برق رفتاری سے چھلانگیں لگاتے ہوئے ٹرالر کے انجن روم کی جانب بڑھ گئے تھے۔
ایک تینوں سب مشین گنوں سے ان تمام افراد کو کور کئے ہوئے کھڑے تھے۔ میں نے نمبر
دو کو حکم دیا۔

”تم جہاز میں رسیاں تلاش کرو تاکہ ان لوگوں کو باندھ لیا جائے۔“

چنانچہ نمبر ایک بھی اپنے کام کے لئے نکل کھڑا ہوا۔ گوتم کے پیروں میں تو جان ہی
میں رہی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ زمین پر بیٹھتا چلا گیا تھا۔ چیکا اس برادرز میں سے دو ان
سب پر نگاہیں رکھے ہوئے تھے۔ میں نے یاقیوں کو بھی بیٹھ جانے کے لئے کہا اور وہ سب
مردہ چہرہ لئے ہوئے زمین پر بیٹھ گئے۔ میں نے گوتم کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔
”کہنے گوتم جی مہاراج اب کیسے مزاج ہیں آپ کے۔“

مگر اس کے منہ سے آواز نہیں نکل سکی۔ تھوڑی دیر کے بعد نمبر ایک رسیوں کے
ذہیر میں لدا ہوا ہمارے سامنے پہنچ گیا۔ تیلی تیلی رسیاں تھیں جو اس نے کہیں سے تلاش
کر لی تھیں پھر ان رسیوں کے ٹکڑے ان خنجروں سے کاٹے گئے جو ان لوگوں کے پاس
سے برآمد ہوئے تھے۔ اور ہم نے پہلے بھی انہیں دیکھ لیا تھا۔ اس کے بعد ننھے ننھے
ماتھیوں نے ان کے ہاتھ اور پاؤں پیچھے کر کے اس طرح باندھ دیئے کہ وہ جنبش بھی نہ
کر سکیں۔ ٹرالر کے انجن تو پہلے ہی بند ہو گئے تھے اور ٹرالر رک گیا تھا۔ اب وہ پانی پر
چپکولے کھا رہا تھا۔ لیکن اس سے زیادہ دیر تک بند رکھنا مناسب نہیں تھا۔ وہ دونوں انجن
روم میں موجود افراد کو پکڑ کر لے آئے اور انہوں نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے یہ منظر دیکھا
پھر ان میں سے ایک نے خوف زدہ ہوئی آواز میں کہا۔

”گگ.....گو.....گوتم مہاراج.....“

”ارے چپ گوتم کے بچے ہم سب سچ سچ بھوتوں کے چکر میں پھنس گئے ہیں۔“

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”گوتم جی مہاراج سچ کہتے ہیں۔ یہ پانچ ننھے ننھے بھوت تم نے اس سے پہلے کبھی
نہیں دیکھے ہوں گے۔ اچھا اب یوں کرو کہ تم دونوں انجن روم میں چلو۔ میں وہیں تم سے
باتیں کروں گا۔“

نمبر ایک کو ساتھ لے کر میں ان دونوں کو لئے ہوئے انجن روم کی جانب بڑھ گیا۔

”پاگل پن کی باتیں کر رہا ہے گوتم مہاراج بھلا اس کی باتوں پر کیا غور کرنا۔“

”ارے پھینک دو اسے پانی میں پھینک دو۔“

”ہاں پیچھا چھڑاؤ سرے سے پھر اپنا کام کریں گے۔ چل بنی اور ہیرا تو اسے اٹھا

اور پانی میں پھینک دے۔ بیکار اوپر اٹھایا اسے کوئی کام کی بات نہیں معلوم ہو سکتی۔“

دو آدمی میری جانب بڑھے تو میں تیار ہو گیا اور پھر جیسے ہی وہ میرے قریب پہنچے میں

نے سر کی ٹکرائیک کی ناک پر رسید کر دی اور دوسرے کے بال مٹھیوں میں جکڑ لئے۔ میں

اسے دور تک گھسیٹتا لے گیا تھا اور وہ سب میرے پیچھے دوڑے تھے۔ جس کے سر میں ٹکرائیک

لگی تھی وہ تو سر پکڑ کر ہی بیٹھ گیا تھا لیکن میرے ساتھیوں نے بھی عمل کرنے میں دیر نہیں

لگائی تھی۔ چیکا اس برادرز زندہ باد۔ میں نے ایک لمحے میں ان کا جائزہ لے لیا تھا۔ پانچوں

پانی میں شرابور تھے اور انہیں میرے اس عمل سے فائدہ بھی ہوا تھا یعنی کسی نہ کسی طرح

وہ چلتے ہوئے ٹرالر کے اوپر تو آگئے تھے لیکن ان لوگوں کو اپنے پیچھے لگا کر یہاں تک لے

آنے سے انہیں سب مشین گنیں اپنے قابو میں کرنے کا موقع مل گیا تھا۔ کھلا سمندر تھا

اور کوئی پرسان حال نہیں تھا۔ چنانچہ انہوں نے سب مشین گنیں اٹھا کر ان کے رخ اوپر

کی جانب کئے اور پھر پانچ آدمیوں کی فائرنگ سے کانوں کے پردے پھٹنے لگے۔ میرے

سے ایک قہقہہ نکلا تھا اور وہ سب کے سب منہ پھاڑ کر رک گئے تھے۔ پھر انہوں نے پھٹی

پھٹی آنکھوں سے ان پانچوں ننھے منے آدمیوں کو دیکھا جن کے ہاتھوں میں سب مشین

گنیں تھیں۔ میں نے دوسرا قہقہہ لگایا اور کہا۔

”دیکھا میں نے تم سے کہا تھا کہ میں بھوت اسمگل کرتا ہوں اور بھوتوں کا سودا

ہوں اور اب تمہارے سامنے یہ بھوت موجود ہیں۔“

”ارے دیا رے دیا۔ ارے یہ کیا ہے۔ ارے یہ کیا ہے۔“ وہ سب بری طرح چیخے

لگے۔ انہوں نے بھاگنے کی کوشش کی لیکن چیکا اس برادرز نے ان کے پیروں کو نشانہ بنایا

اور وہ سارے کے سارے سم کر رک گئے۔ میں نے کرخت لہجے میں کہا۔

”تم سب خاموش کھڑے ہو جاؤ اور خبردار اگر کسی نے جنبش کی تو وہی عمل میں

تمہارے ساتھ کروں گا جو تم میرے ساتھ کرنا چاہتے تھے۔“ پھر میں نے نمبر تین سے کہا

کہ وہ نمبر ایک کے ساتھ جائے اور انجن روم دیکھے۔ ٹرالر کے انجن بند کرادیئے جائیں۔

”ٹھیک ہے مہاراج۔“ پورن نے مردہ سے لہجے میں کہا۔

ہم ٹرالر کا رخ تبدیل ہوتے دیکھتے رہے۔ میرا دل خوشی سے اچھل رہا تھا۔ اس شاندار کامیابی پر میں پھولا نہیں سما رہا تھا بلکہ صحیح معنوں میں غور کرتا تو یہ بھی امداد غیبی تھی۔ کہ ٹرالر ملے اور اس کے بعد اس طرح مجھے اپنے وطن کا راستہ معلوم ہو جائے۔ میں یہاں ہو گیا تھا اللہ تعالیٰ نے مجھے کامیابی بخشی تھی۔ دل چاہ رہا تھا کہ یہیں سجدہ ریز ہو جاؤں۔ چیکاس برادرز میری کیفیت کو کیا سمجھتے لیکن میری جو حالت تھی میں اسے نظر انداز نہیں کر سکتا تھا اس کے ساتھ ساتھ ہی میرے دل میں یہ احساس بھی موجود تھا کہ یہ ہونے والے قذ کے عظیم لوگ میرے لئے کس قدر معاون ثابت ہوئے ہیں۔ بس اپنے ہاتھ کا صحیح الفاظ میں اظہار نہیں کر سکتا۔ جو کیفیت اس وقت طاری تھی وہ شادی مرگ کی تھی میں خوشی سے پھولا نہیں سما رہا تھا۔ پھر میں نے نمبروں کو ان لوگوں کی طرف سے ہوشیار رہنے کے لئے کہا اور وہاں سے باہر نکل آیا۔

بھاری پانی کے وہ کارٹن میں نے چیکاس برادرز کی مدد سے احتیاط سے ایک جگہ رکوائے انہیں صورتحال سے آگاہ کیا۔ قیدیوں پر پوری پوری نظر رکھی جارہی تھی۔ ٹرالر بالائی سرحد کی جانب رواں دواں تھا اور کچھ دیر کے بعد منزل مقصود قریب سے قریب تر آئی چلی گئی۔ میری ساری جان آنکھوں میں سمٹی ہوئی تھی اور پھر جب میں نے پانچ بجری انہوں کو جن پر پاکستانی جھنڈے لگے ہوئے تھے اس ٹرالر کی جانب بڑھتے ہوئے دیکھا تو میری آنکھوں سے خوشی کے آنسو رواں ہو گئے وہ ایک غیر ملکی ٹرالر کو اپنی سرحد میں داخل ہوتے دیکھ کر غیظ و غضب میں ڈوبے ہوئے آرہے تھے لیکن میں جانتا تھا کہ وہ میری منزل کو قریب سے قریب تر لا رہے ہیں۔ میرا دل خوشی سے اچھل رہا تھا اور میں ان کے قریب آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ بس نہیں چلتا تھا کہ کیا کروں۔

چیکاس برادرز میں سے ایک کو میں نے ہدایت کی کہ وہ بلندی پر چڑھ جائے اور وہ جھنڈا اتار لے جو اوپر لگا ہوا ہے۔ میرے ملک کی سرحد میں اس غیر ملکی جھنڈے کو بلند کرنا رہنا چاہیے تھا۔ چنانچہ نمبر دو برق رفتاری سے اوپر چڑھتا چلا گیا اور اس نے فلیگ اڑایا۔

بحری لائنیں جو ہتھیاروں سے مسلح تھیں ٹرالر کے چاروں طرف پھیل گئیں اور

بقیہ افراد کو میں ہدایت کر گیا تھا۔ کہ بندھے ہوئے آدمیوں کو گھسیٹ کر ایسی جگہ ڈال دیا جائے جہاں سے وہ کوئی حرکت نہ کر سکیں اور چیکاس برادرز میں سے ایک مستقل مشین گن لئے ان پر تعینات رہے تاکہ ان کی ہر حرکت سے باخبر رہا جاسکے۔ انجن روم میں پہنچنے کے بعد میں نے ان سے دوبارہ انجن اسٹارٹ کرنے کے لئے کہا اور پھر ٹرالر وہاں سے آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔ اس شاندار کامیابی پر میں پھولا نہیں سما رہا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ ہی میرے ذہن میں ایک اور تصور بھی پیدا ہو گیا تھا وہ یہ کہ اب صحیح راستوں کا تعین ہو سکے گا۔ دیر کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ میں نے ان سے کہا؟

”کیا کیا نام ہیں تمہارے؟“

”میرا نام گووند ہے مہاراج اور یہ میرا ساتھی پورن۔“

”تم لوگ ماہی گیر ہو یا کھارے؟ اور کوئی کام ہے؟“

”جھگوان کی سوگند سمندری کے شکار پکڑتے ہیں اور لے جاتے ہیں۔ یہی ہمارا کام ہے۔“

”تم اپنے وطن کی سرحد۔ میرا مطلب ہے سمندری سرحد سے کتنے فاصلے پر ہو۔“

”کافی دور ہیں مہاراج دور تک نکل آئے تھے۔“

”پاکستان کی سرحد یہاں سے کتنے فاصلے پر ہے؟“

”وہ سامنے کیا رہی۔ بس ہم اپنی سمندری حد میں ہیں مگر پاکستان کی سرحد وہ نظر آرہی ہے۔ میرا رواں دواں خوشی سے کانپ اٹھا تھا۔ ایسی شاندار کامیابی کا خواب میں بھی تصور نہیں کیا تھا۔ انتہائی برے حالات میں اللہ رب العزت نے یہ روشنی دکھائی تھی۔ میں نے اسٹین گن کی ٹال ان میں سے ایک کے سر پر رکھتے ہوئے کہا۔“

”ٹرالر کا رخ اسی جانب موڑ دو۔“

”مم۔ مہاراج پکڑے جائیں گے۔ پکڑے جائیں گے۔“

”مرنے سے بہتر ہو گا کہ پکڑے جاؤ۔ ایک منٹ میں اگر تم نے یہ کام نہیں کیا تو

میں اسٹین گن کی گولیاں تمہارے سر میں اتار دوں گا۔“

ایک لانچ آہستہ آہستہ قریب آنے لگی۔ میگا فون پر ہم سے کہا گیا کہ ہم ٹرالر کا انجن بند کر دیں اگر ایسا نہیں کیا تو ٹرالر پر فائرنگ شروع ہو جائے گی۔ میں نے فوراً ہی ہدایت جاری کی کہ اس پر سے پھر کہا گیا۔

”ٹرالر پر جتنے افراد موجود ہیں سامنے آجائیں خبردار ایک بھی اگر اندر موجود رہا تو اسے شوت کر دیا جائے گا۔ تم پاکستانی بحریہ کی زد پر ہو اگر تم نے خاموشی سے اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دیا تو ہم تمہارے بارے میں بہتر اقدام کریں گے لیکن اگر کسی نے ہتھیار ایک نکلوا بھی پھینکا تو ٹرالر کو تباہ کر دیا جائے گا۔“ میں قریب آگیا اور میں نے دونوں ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا۔

”براہ کرم اس ٹرالر کے خلاف کوئی کارروائی نہ کریں۔ میں آپ لوگوں کے کسی افسر اعلیٰ سے ملنا چاہتا ہوں۔ میرے پاس بہت سی معلومات کا ذخیرہ ہے۔ یہ براہ کرم ملک کا ضرور ہے لیکن میں دشمن نہیں ہوں۔ براہ کرم میری بات کو سچ سمجھا جائے۔“ بحری لانچ پر انتظامات ہوتے لگے اور اس کے بعد چند افراد خاص فرائض کی مشین میٹھیوں سے اوپر آنے لگے۔ میں خاموشی سے انہیں دیکھ رہا تھا اور میرے چہرے پر مستقبل پر اثرات تھے کیوں نہ ہوتے تھے میرے وطن کی سمندری سرحدوں کے تحفظ کے اپنا عیش و آرام چھوڑ کر اہل وطن کے لئے سمندروں میں زندگی گزارنے والے لانچوں سے ہمیں نشانہ بنایا گیا تھا اور بحریہ کا افسر اعلیٰ جو ایک نوجوان اور خوبصورت آدمی تھا اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ ٹرالر پر پہنچ گیا تھا۔ دونوں ساتھیوں نے پوزیشن سنبھال لی اور مجھے نشانہ بنایا میں نے مسکرا کر آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

”سر میں پاکستانی ہوں، پاکستان کا ایک ادنیٰ خادم، میرا نام دانش منصور ہے اور میرے پاس ایک ایسی کہانی محفوظ ہے جسے آپ سنیں گے تو حیران رہ جائیں گے وہ دیکھنے ٹرالر کے اصل ملاح وہ بندھے پڑے ہوئے ہیں۔ دو انجن روم میں موجود ہیں جنہیں میرا ایک ساتھی کور کئے ہوئے ہے۔ ہمارے پاس ایک ایسی کہانی موجود ہے جسے سن کر آپ حیران رہ جائیں گے براہ کرم ہم سے مکمل تعاون کیا جائے اس ٹرالر کو فوراً اپنے قبضے میں لے لیجے اس پر انتہائی قیمتی سامان موجود ہے جو ملک و ملت کی بقاء کے لئے ضروری ہے۔“

جس طرح چاہیں میرے بارے میں یقین کر سکتے ہیں۔“

”آپ کا نام دانش منصور ہے؟“ نوجوان آفسر نے کسی قدر حیرانی سے کہا۔

”جی ہاں، آپ کا نام جان سکتا ہوں۔“

”آپ مجھے کیپٹن وقاص کہہ سکتے ہیں لیکن آپ کی باتوں نے مجھے حیران کر دیا ہے۔“

”سر کیا یہ جگہ ایسی ہے جہاں ہم رک کر گفتگو کر سکیں آپ اگر پسند فرمائیں تو بحریہ کے چند اور جوانوں کو اس ٹرالر پر بلا لیں تاکہ وہ یہاں کی پوزیشن سنبھال لیں ان تمام لوگوں کو قیدی بنالیا جائے اور اگر آپ پسند کریں تو میرے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دیں مجھے اعتراض نہیں ہوگا کیونکہ میں آپ کے فرائض اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ اس کے بعد ٹرالر کو اپنی سرحدوں میں لے چلیں اور پھر مجھے مواقع دیں کہ میں آپ کو اپنے بارے میں تفصیلات بتا دوں۔“

کیپٹن وقاص کسی سوچ میں ڈوب گیا کچھ دیر سوچتا رہا اس کے بعد اس نے وائزلیس پر اپنی لانچوں کو ہدایات جاری کیں اور چند لمحات کے بعد تقریباً ”پندرہ یا بیس جوان ٹرالر پر آگئے، انہوں نے میری اطلاعات کے مطابق ٹرالر کے ان تمام افراد کو اپنی تحویل میں لے لیا جو ٹرالر پر پہلے سے موجود تھے چیکاس برادرز کو بھی ایک جگہ اکٹھا کر لیا گیا تھا۔ اس کے بعد کیپٹن وقاص نے اپنے ایک ماتحت افسر کو کچھ ہدایات جاری کیں اور پھر واپس اپنی لانچ میں چلا گیا۔ ہم لوگ انتظار کرتے رہے ظاہر ہے یہ فوری کارروائی تھی اور وہی لوگ زیادہ مناسب جانتے تھے کہ انہیں کیا کرنا ہے تقریباً ”دس منٹ کے بعد کیپٹن وقاص کچھ اور افراد کے ساتھ ٹرالر پر آیا ٹرالر کا پورا نظام نیوی کے ملاحوں نے سنبھال لیا۔ ہمیں اسی پر رکھا گیا تھا لانچوں نے اسے آگے بڑھنے کا راستہ دے دیا اور ٹرالر ایک بار پھر سفر کرنے لگا میرا دل خوشی اور مسرت سے سرشار تھا، چیکاس برادرز تو صرف میری صورت دیکھ کر خوش ہونا یا متشکر ہونا جانتے تھے۔ انہوں نے مجھے مطمئن دیکھا تو خود بھی آپس میں ہنسنے مسکرانے لگے، کیپٹن وقاص میرے پاس سے چلا گیا تھا اور اپنی لانچ ہی میں ٹرالر کی نگرانی کر رہا تھا ہم لوگ سمندری حدود میں داخل ہونے کے بعد بحری ہیڈ آفس پہنچ گئے اور ٹرالر کو نظر انداز کر لیا گیا اس کے بعد مجھے اور چیکاس برادرز کو ایک الگ لانچ میں اور

ٹرالر کے ملاحوں کو ایک دوسری لانچ میں سوار کرایا گیا اور دونوں لائیں ساحل پر گئیں۔

ہمیں ایک عمارت میں لایا گیا تھا۔ یہاں ہماری ضیافت کے لئے انتظامات موجود تھا چنانچہ نیوی کے چند جوان ہمارے لئے کھانے پینے کا بندوبست کرنے لگے۔ میرے ساتھ کسی قسم کا سخت رویہ نہیں اختیار کیا گیا تھا البتہ یہ اندازہ مجھے بخوبی ہو رہا تھا کہ میری نگرانی کی جارہی ہے مجھ سے اور میرے ساتھیوں سے ہماری ضروریات کے بارے میں پوچھا گیا۔ میں نے بس اتنی سی خواہش کا اظہار کیا کہ مجھے غسل کرا دیا جائے اب جب کہ سمندری سفر ختم ہو چکا ہے میں اس سلسلے میں بڑی گرانی محسوس کر رہا ہوں چنانچہ بندوبست کر دیا گیا چیکاں برادرز سے بھی اس کا سوال کیا گیا تھا لیکن انہوں نے مطمئن انداز میں کہا۔

”ہم سال دو سال میں ایک بار کبھی نہایا کرتے ہیں اور پھر ویسے بھی ہم تھوڑی دیر پہلے ہی نہا چکے ہیں اور ہمیں اس کی ضرورت نہیں محسوس ہو رہی ہے۔“ میں حیران تھا کہ یہ لوگ کہاں سے نہا لے لیں پھر یاد آگیا کہ وہ لوگ سمندر میں اترے تھے ٹرالر پر چڑھنے کے لئے مجھے ہنسی آگئی۔

بہر حال نہادھو کر فارغ ہوا تو ضیافت کا انتظام موجود تھا میں ان لوگوں کا شکر گزار تھا کہ انہوں نے میرے ساتھ وہی سلوک کیا جو کسی ہم وطن کے ساتھ کیا جاسکتا ہے لیکن ظاہر ہے ان کی ذمہ داریاں تھیں جنہیں پوری کرنا ان کا فرض تھا چنانچہ آسانٹوں کے باوجود ہمیں قیدیوں ہی کی مانند رکھا گیا تھا پھر تقریباً دس گھنٹے ہمیں انتظار کرنا پڑا لیکن یہ انتظار بھی تکلیف دہ نہیں تھا میں نے کیپٹن وقاص سے یہ بات کہہ دی تھی کہ ٹرالر پر انتہائی قیمتی سامان موجود ہے اور اس کا تحفظ کیا جائے درمیان میں پھر میری ملاقات کیپٹن وقاص سے ہوئی تو میں نے سوال کیا۔

”کیپٹن کیا ٹرالر پر معقول حفاظت کے انتظامات ہیں؟“

”آپ نے کہا تھا آپ کی خواہش کے مطابق ہی عمل کیا گیا ہے۔“

”میری ایک اور گزارش ہے کیپٹن۔“

”کیا فرمائیے۔“

”وہاں کسی چیز کو ہاتھ نہ لگایا جائے کچھ ایسی اشیاء بھی موجود ہیں جنہیں چھیڑنا مناسب نہیں ہوگا۔“

”آپ مطمئن رہیں تمام ہدایات جاری کر دی گئی ہیں۔“

”میرے بارے میں یقینی طور پر اعلیٰ حکام سے رابطہ قائم کیا گیا ہوگا؟“

”جی ہاں کسی بھی لمحے بحریہ کے اعلیٰ افسران آپ سے ملاقات کریں گے میں اپنی

ذمہ داریوں سے آگے نہیں بڑھ سکتا ورنہ خود میرے دل میں تجسس ہے کہ آپ سے

آپ کے بارے میں معلومات حاصل کروں۔ دانش منصور کا نام مجھے کافی آشنا محسوس ہوتا

ہے لیکن میں اپنی ذمہ داریوں سے آگے نہیں بڑھنا چاہتا۔“ میں مسکرا کر خاموش ہو گیا۔

ایک فوجی کے یہی اصول ہوتے ہیں۔ میں اچھی طرح جانتا تھا کیپٹن وقاص نے مجھ

سے کوئی رعایت بھی نہیں چاہی پھر دس گھنٹے کے بعد مجھے اور چیکاں برادرز کو اطلاع دی

گئی کہ اب سے کچھ دیر کے بعد ہمیں کانفرنس ہال میں پیش کیا جائے گا اور وہاں بحریہ کے

اعلیٰ حکام ہم سے ہمارے بارے میں تفصیلات معلوم کر کے فیصلہ کریں گے۔ میں تیار ہو گیا

نمبرون نے کہا۔

”چیف اگر ہم سے اس بارے میں کچھ سوالات کئے گئے تو ہمیں کیا جواب دینا

چاہیے۔“ میں نے مسکرا کر کہا۔

”یہ عارضی الجھنیں ہیں ڈیئر تھوڑی دیر کے بعد جب میرے وطن کے لوگ مجھے

پہچان لیں گے تو تم دیکھنا ہمیں کتنی عزت، کتنا احترام دیا جاتا ہے اور اس کے بعد ہم اپنی

منزل کی جانب روانہ ہو جائیں گے۔“

وہ پانچوں سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگے میں ان کی اس وقت کی سوالیہ نگاہوں

کا مطلب نہیں سمجھ سکا تھا چنانچہ میں نے پوچھ لیا۔

”کوئی اور بات تمہارے ذہن میں ہے۔“

”ہاں چیف ہے تو سہی۔“ نمبرون نے کہا۔

”تو پوچھنے میں تکلف کیوں کرتے ہو؟“

”اب تک چیف ہماری آپ سے بہت سی باتیں ہوئی ہیں۔ ہم نے اپنی زندگی کے

ایک ایک پہلو کو آپ سے روشناس کرا دیا ہم اپنے طور پر زندگی سے کوئی دلچسپی نہیں

رکھتے تھے لیکن آپ نے ہمارے مقصد کی تکمیل کی ہمیں اپنی بہن کی روح کے سامنے سرخرو ہونے کا موقع دیا اور سچی بات یہ ہے چیف کہ اب ہم آپ کے وجود کے ذرات ہیں۔ ہم اب آپ کے غلام ہیں اور آپ کے خادم ہیں اور یہ بات بھی ہم نے غلط نہیں کہی کہ ہمارا ہر قدم آپ کی جنبش سے منسلک ہے لیکن انسان ہونے کے ناتے کبھی کبھی دل میں خیالات بھی آجاتے ہیں۔ بس یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں ہم کہ ہمارا مستقبل کیا ہوگا؟ میں نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلائی اور کہا۔

”جب تم نے اپنے آپ کو میرے وجود کے ذرات ثابت کر دیا تو یوں سمجھ لو کہ تمہارے لئے وہی سب کچھ ہے جو میری اپنی ذات کے لئے میں سمجھ رہا ہوں کہ تم کیا پوچھنا چاہتے ہو اور بتانے میں مجھے کوئی دقت بھی نہیں صورتحال یہ ہے کہ میں اس ملک کا باشندہ ہوں جہاں پہنچ گیا ہوں یہاں میری ایک رہائش گاہ ہے سکون سے زندگی بسر کرنے کے تمام لوازمات موجود ہیں میرا ایک مقصد ہے یہ کہ اپنی زندگی کی آخری سانس تک اپنے وطن کی خدمت کروں اور اس کی خدمت کرتے ہوئے ہی جان دے دوں میں اپنے وطن کی ہر اس ضرورت کی تکمیل چاہتا ہوں جو میرے وطن کی عظمت میں اضافہ کرے اور اس کے لئے میں اپنے آپ کو وقف کر چکا ہوں بے شمار افراد میرے ساتھی ہیں جو میرے ساتھ عمل کرتے ہیں اور مجھے ان کا بہترین تعاون حاصل ہے تم لوگ بھی اگر چاہو تو میرے ساتھ زندگی کی اس مہم میں وطن پرستی کی اس مہم میں ساتھ دینا یہ سوچے بغیر کہ تمہارا تعلق اس وطن سے نہیں ہے۔ میں تمہارا شکر گزار ہوں گا اور اگر تم نے یہ پسند نہ کیا اور اپنے طور پر زندگی گزارنے کا کوئی فیصلہ کیا تو میرا تم سے وعدہ ہے کہ جس طرح بھی تم اپنا مستقبل تعمیر کرنا چاہو گے میں اس میں تمہاری بھرپور مدد کروں گا۔“ پانچوں محبت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے، بڑی معصومیت تھی ان معصوم بچے جیسے نوجوانوں کے چہروں پر پھر انہوں نے ایک دوسرے کی صورت دیکھی اور نمبر تین نے کہا۔

”چیف ہمارے درمیان ایک ذہنی رابطہ ہے اور یہ رابطہ روایات کے طریقوں کے مطابق ہے کیونکہ ہم سب جڑواں ہیں ہمارا انداز فکر ایک سا ہے ہماری سوچ یکساں ہے ہمارے دماغوں کے تار ایک دوسرے سے منسلک ہیں ہم اپنی بہت سی باتوں کو آپ پر واضح

میں کر سکے یہ خواہ مخواہ اپنے بارے میں ضرورت سے زیادہ بتا دینے کی کوشش ہوتی لیکن یہ ہے کہ ہمارا انداز فکر یکساں ہے اور جب ہم ایک دوسرے کی صورتیں دیکھتے ہیں تو ہمارے ذہنوں میں ایک مربوط کہانی بن جاتی ہے اور پھر ہم سے کوئی کچھ بھی کہے وہ سب کی ترجمان ہوتی ہے چنانچہ اس وقت میں ان سب کی نمائندگی کرتے ہوئے جو کچھ کہہ رہا ہوں آپ اس پر پورا پورا یقین رکھیں، ہمارا کوئی وطن نہیں ہے چیف جب ہم اپنے وطن میں تھے تب بھی وطن والوں نے ہمیں کوئی مقام نہیں دیا تھا اور اس کے بعد جب ہم دوبارہ ہوئے تب بھی ہماری مدد کرنے والا کوئی نہیں تھا اب اگر ایک شخص ہمیں اپنے بدن کا حصہ تسلیم کرتا ہے اور اس نے اپنے اب تک کے عمل سے ہمیں یہ مقام دیا ہے کہ ہم بھی اپنے آپ کو انسانوں کے درمیان محسوس کرنے لگے ہیں تو چیف پھر کیا سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم اپنے طور پر کسی سمت کا تعین کریں چیف جب ہمارے جسم میں جو آپ ہیں ایک تصور موجود ہے کہ ہم وطن پرستی اور وطن کی خدمت کریں گے بھلا ہم دانش منصور سے کیسے الگ ہو سکتے ہیں آپ ہمیشہ ہمیں اپنے ہاتھوں کی انگلیاں تصور کریں چیف اور آپ کو اس میں کبھی کوئی شکایت نہیں ہوگی۔“

”دل چاہ رہا ہے کہ میں تم سب کو سینے سے لگا لوں بہر حال تمہیں سوال و جواب کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی میں خود ان لوگوں کو تمہارے بارے میں تفصیلات بتا دوں گا۔“

”ہم یہی چاہتے ہیں چیف کہ کوئی ایسی بات نہ ہو جو ہم ناواقفیت کی بنیاد پر آپ کی پسند کے خلاف کر جائیں۔“

تھوڑی دیر کے بعد ہمیں کانفرنس ہال میں پیش کر دیا گیا۔ کئی شاندار شخصیتیں بڑی بڑی بیضوی میزوں کے اطراف میں بیٹھی ہوئی تھیں انہوں نے ہمارا گہرا جائزہ لیا کانفرنس ہال کا منظر نہایت پروقار تھا میں نے بڑی محبت سے سب کو سلام کیا گردنیں خم کر کے مدھم آوازوں میں جواب بھی دیا گیا۔ چیکاس برادرز کو دلچسپی کی نگاہ سے دیکھا گیا، ہمیں کرسیاں پیش کی گئیں اور درمیان میں، میں اور میرے دونوں اطراف ننھے بونے بیٹھ گئے مستعد فوجی ہتھیار سنبھالے کھڑے ہوئے تھے تبھی درمیان میں بیٹھی ہوئی شخصیت نے جو بہت خوبصورت اور پروقار تھی مجھ سے کہا۔

”مجھے اطلاع مل گئی ہے کہ آپ کا نام دانش منصور ہے دانش منصور نامی ایک شخص کا نام صنعتی حلقوں میں بھی سنا جاتا ہے آپ کا اس شخص سے کوئی تعلق؟“ میں نے گردن خم کر کے کہا۔

”صنعتی حلقوں میں ایک دانش منصور کا حوالہ دیا جاتا ہے تو وہ شاید میں ہی ہوں کیونکہ میرے علم میں یہ بات نہیں ہے کہ میرا کوئی اور ہم نام یہاں کاروباری دنیا میں موجود ہے۔“

”ہاں ہمیں اس نام سے شناسائی حاصل ہے مسٹر دانش منصور آپ تو خاصی مشہور شخصیت ہیں یقینی طور پر آپ یہاں ایسے افراد کو بھی جانتے ہوں گے جن سے آپ کا براہ راست رابطہ ہو۔“

”ایک صنعت کار کی حیثیت سے میں نے یہاں جو کچھ کام کئے ہیں اس کے لئے میری مدد ہر شخص نے کی ہے لیکن آپ کے ایک وزیر مسٹر شاہنواز مجھے براہ راست جانتے ہیں۔“

”یہ بہت اچھا ہوا کہ آپ نے مسٹر شاہنواز کا نام ہمیں بتا دیا۔ اس طرح ہمیں بڑی آسانی حاصل ہو گئی۔ میں کچھ اور تفصیلات چاہتا ہوں اور یہ صرف سرکاری نوعیت کی ہیں نہ میرا آپ کی ذاتیات سے کوئی تعلق ہے اور نہ میں آپ سے وہ باتیں جاننا چاہتا ہوں جو آپ کے لئے مشکلات کا باعث بنیں۔ درحقیقت یہ ٹرالر ہماری سمندری حدود میں نہیں تھا اور سمندری حدود سے باہر مای گیری کر رہا تھا اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہم نے اسے اپنی سمندری حدود میں داخل ہونے کے بعد ٹریس کیا ہے لیکن پھر بھی کچھ بین الاقوامی اصول ہوتے ہیں ہم کوئی ایسی معقول وجہ چاہتے ہیں جس کی بناء پر اس ٹرالر کو یہاں تک لانے اور بعد کے فیصلے کرنے میں آسانی ہو۔“

”اس ٹرالر پر دس افراد موجود تھے ہم یعنی میں اور میرے یہ ساتھی بہت سے مشکل مراحل سے گزرنے کے بعد ایک بحری لانچ کے ذریعے اپنے وطن کی جانب کچھ قیمتی سامان کے ساتھ آرہے تھے۔ ٹرالر نے ہمیں دیکھا ہمارے قریب پہنچا اور اس کے بعد مجرمانہ انداز میں انہوں نے ہمارے اوپر قبضہ جمایا لانچ کو اس ٹرالر سے ٹکرا کر تباہ کر دیا گیا۔ تمام سامان سمیٹ لیا گیا اور ان کے سربراہوں نے ہمیں ہلاک کرنے کا فیصلہ کر لیا۔“

”بیچے میں تھوڑی سی جنگ ہوئی اور ہم نے انہیں قابو میں کر لیا۔ اب اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ ہم ٹرالر اپنے وطن کی سرحدوں کی جانب لے آئیں اور اس بہت راستہ ہم نے انہی سے معلوم کیا تھا۔“

”اوہ تو کھلے سمندر میں آپ کی لانچ کو تباہ کر دیا گیا ہے؟ اور وہ بھی جان بوجھ کر.....؟“

”جی ہاں ایسا ہی ہوا ہے۔“

تب تو بات بنتی ہے، لیکن یہ قیمتی اشیاء کیا ہیں جن کا حوالہ آپ نے ہماری بحریہ کے ایک جوان کیپٹن وقاص کو دیا ہے۔

”جناب عالی ملکی معاملات میں تھوڑی سی رازداری برتی جاتی ہے کیا میں اس بات کا اطمینان رکھوں کہ جو کچھ میں کہوں گا وہ محفوظ رہے گا۔“

”مکمل طور پر.....“

”تو پھر میں چند الفاظ میں آپ کو حقیقت سے روشناس کرتا ہوں جناب والا میں دانش منصور ایک ایسی مہم پر گیا ہوا تھا جو میرے وطن پاکستان کے خلاف تھی اور اس سلسلے میں میں بڑی صاف گوئی اور اطمینان کے ساتھ یہودی لابی کا ذکر کروں گا، یوں تو دشمنان اسلام ہر وہ کوشش کر رہے ہیں جو میرے دین اور میرے ہم نسلوں کے خلاف ہو لیکن اس سلسلے میں پیش پیش یہودی لابی ہے۔ چنانچہ میری وہ مہم جو خالص ذاتی نوعیت کی تھی اور جس کے بارے میں مجھے علم ہوا تھا کہ اس انداز میں عمل کیا جا رہا ہے تقریباً کامیاب رہی میں ایک ایسے شخص کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو گیا جس کا نام ریڈ ساں مورلے تھا اور اس شخص نے ہمارے پڑوسی ملک سے ساز باز کر رکھی تھی آپ کو علم ہے جناب کہ پڑوسی ملک ہر اس ممکن کوشش میں مصروف ہے جو ہمارے لئے نقصان دہ ہو اس سلسلے میں یوں تو بہت سے عوائل کار فرما ہیں لیکن ایٹمی ٹیکنالوجی کا معاملہ بھی سرفہرست چل رہا ہے ریڈ ساں مورلے نامی شخص بھاری پانی کا ایک بڑا ذخیرہ لے کر ایک سمندری جہاز کے ذریعے اس ملک جا رہا تھا میں نے اس کی قربت حاصل کی اور میرے ان ننھے منے ساتھیوں نے میری بھرپور مدد کی جو مقامی نہیں ہیں لیکن یوں سمجھ لیجئے کہ مقامی لوگوں ہی کی مانند وطن سے ہمدردی اور محبت رکھتے ہیں ان کی بھرپور مدد کے ساتھ ہم نے

خود ہی تو میری زندگی کا سرمایہ تھے وہ سرمایہ جو میرا اپنا تھا جس میں کسی کی شرکت نہ تھی اور اب ان کے ساتھ تھوڑا سا وقت گزارے بغیر بھلا سکون کہاں حاصل ہو سکتا تھا۔ بڑے اطمینان سے ہم نے یہاں مزید کچھ گھنٹے بسر کئے اور اس کے بعد بالکل غیر متوقع طور پر شاہنواز نے آگے بڑھ کر مجھے سینے سے لگا لیا۔ پھر وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

”دانش منصور بڑی عجیب بات ہے آپ میرا احترام کرتے ہیں جبکہ اگر کوئی میرے دل سے پوچھے تو حقیقت یہ ہے کہ اس میں آپ کا احترام اور آپ کا تقدس کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ کبھی اس بات کو نہیں بھول سکتا میں کہ آپ نے مجھے کیا مقام دیا اور جس جگہ میں موجود ہوں وہ آپ ہی کی کاوشوں کا ثمر ہے۔“ میں نے ہنستے ہوئے شاہنواز کا ہاتھ دھرا اور کہا۔

”نہیں مسٹر شاہنواز سب ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں باقی کام تقدیر کا ہے۔ سب لوگ خیریت سے تو ہیں، کوئی ایسا مرحلہ تو پیش نہیں آیا جو آپ لوگوں کے لئے باعث پریشانی ہو گا۔“

”بالکل نہیں۔ آپ کے بارے میں شدید سنسنی پھیلی ہوئی ہے اور اس بار آپ نے واقعی ایک بڑا کارنامہ انجام دیا ہے جس کی باقاعدہ رپورٹ تیار کی جا رہی ہے تاکہ وزیراعظم کو بھیجوائی جاسکے۔ اس وقت تو سب ہی آپ کی جانب متوجہ ہو رہے ہیں باقاعدہ وزیر داخلہ صاحب نے مجھ سے رابطہ قائم کر کے مجھے یہاں پہنچنے کی ہدایت کی تھی۔ وزیر دفاع بھی اس سلسلے میں پوری طرح مشغول ہیں۔ آپ کا وہ تحفہ سرکاری تحویل میں لے لیا گیا ہے اور یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ وہ آپ ہی کی طرف سے اٹاک انرجی ڈیپارٹمنٹ کو تحفے کے طور پر پیش کیا جائے گا اور اس پر آپ کا پورا پورا حق تسلیم کیا جائے گا۔ اب آپ تیار ہو جائیں ساری کارروائیاں مکمل ہو چکی ہیں جو معلومات مجھ سے حاصل کی گئیں ہیں نے وہ فراہم کر دیں اور بحریہ کے حکام آپ کو خدا حافظ کہنے کے لئے تیار ہیں۔ ان ننھے ساتھیوں کے بارے میں بھی بڑی پراسرار کہانیاں گردش کر رہی ہیں۔ بہر حال اگر آپ تیار ہوں تو چلئے۔“

”ظاہر ہے اس بے سرو سامانی میں تو میرا چلنا ہی بہتر ہو گا۔“

”نہیں آپ اپنے وطن میں ہیں۔ دنیا کی ہر چیز آپ کو مہیا کی جاسکتی ہے لیکن کیا

ریڈ ساں مور لے کو شکست دی اور اسے اس کے مقصد میں ناکام بنا دیا ہیوی وائر کا وہ بلا ذخیرہ اپنے سائنس دانوں کو منتقل کر دیا جائے جو ہمارے لئے بڑی قیمتی حیثیت رکھتا ہے یہ ذخیرہ اصل میں ہمارے پڑوسی ملک کی ملکیت نہیں ہے بلکہ ایک یہودی تاجر اسے ہماری معاوضے پر وہاں فروخت کرنا چاہتا تھا اور وہ یہ سمجھتا تھا کہ اسے وہیں پہنچنا چاہیے ہم نے اس کی یہ کوشش ناکام بنا دی ہے اور اس وقت ہمارا وہ قیمتی اثاثہ ٹرالر پر موجود ہے میں نے اس لئے بحریہ کے جوانوں کو اس جانب سے مستعد اور ہوشیار رہنے کے لئے کہا ہے۔“

اضطراب کی ایک ہلکی سی لہر بیدار ہوئی، بڑا پیش ابھریں اور اس کے بعد انتہائی مدہم آواز میں سرگوشیاں کی جانے لگیں میرے انکشاف نے بہت بڑا اثر کیا تھا۔ فوراً ہی اس عظیم الشان شخصیت نے مجھ سے کہا۔

”آپ کے اس انکشاف نے ہمیں فوری طور پر اپنا پروگرام تبدیل کرنے پر مجبور کر دیا ہے آپ کو انتہائی قابل احترام شخصیت قرار دیتے ہوئے ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ کچھ دیر اور توقف فرما لیجئے مسٹر شاہنواز کو فوری طور پر آپ سے ملانے کا بندوبست کیا جائے گا اور اس کے ساتھ ساتھ ہی آپ نے جو کچھ کہا اس کی تھوڑی سی تصدیق بھی کرنا پڑے گی ہمیں امید ہے ایک محب وطن ہونے کی حیثیت سے آپ اسے بھی وطن کے قانون کی ضرورت تصور کریں گے۔“

”خلوص دل سے جناب اور انتہائی شکر گزار ہوں کہ مجھے عزت و احترام دیا گیا۔“ اور اس کے بعد یہ کانفرنس فوراً ہی ختم ہو گئی میرے انکشاف نے صورتحال کی چغلیں کا احساس دلا دیا تھا اور ادھر سے فوراً ہی کارروائی شروع ہو رہی تھی۔ چنانچہ ہمیں اس آرام گاہ میں پہنچا دیا گیا جہاں ہمارے لئے ہر آسائش موجود تھی۔

مجھے اب کسی بات کی پروا نہیں تھی، اپنے وطن میں آگیا تھا اور اصولی طور پر اب کچھ عرصے تک مکمل آرام کرنا تھا حالانکہ ذہن میں وہ فرست موجود تھی جس کے خلاف مجھے کام کرنا تھا۔ لیکن ظاہر ہے انسان اور مشین میں فرق ہوتا ہے۔ انسان کے جذبات بھی ہوتے ہیں کچھ نہ ہونے کے باوجود میرے وطن میں میرے اتنے اپنے تھے کہ ان کی یادیں وطن سے دور بھی نہیں چلیاں لیتی رہتی تھیں۔ بھلا ان سب سے دور میں کیسے رہ سکا

ضروری ہے کہ یہاں قیام کیا جائے۔“

”اب یہاں سے ہم لوگ کہاں جائیں گے؟“

”تشریف لائیے، جہاں آپ کہیں گے وہیں آپ کو پہنچایا جائے گا۔“ شاہنواز نے کہا اور ہم سب باہر نکل آئے۔ بلاشبہ ہمارے لئے اہتمام کیا گیا تھا، کئی بحریہ کی گاڑیاں تیار تھیں، پرائیویٹ گاڑیاں بھی موجود تھیں سرکاری گاڑی بھی تھی۔ میں نے آنکھیں بند کر کے گردن جھٹکتے ہوئے کہا۔

”نہیں شاہنواز میں ایک سادہ آدمی ہوں ایک عام شہری، وطن سے محبت کا کوئی خراج نہیں چاہتا۔ براہ کرم سادگی سے میرے لئے بندوبست کرو۔“

”جیسا آپ کا حکم ہو۔“

بحریہ کے حکام نے ہمیں پر محبت انداز میں رخصت کیا تھا۔ شاہنواز کے لئے سرکاری کار جس پر فلیگ لگا ہوا تھا لیکن میں نے اس پرائیویٹ کار میں بیٹھنا پسند کیا جو الگ سے لائی گئی تھی۔ شاہنواز بھی میرے ساتھ ہی بیٹھ گیا تھا راستے میں انہوں نے کہا۔

”آپ فوری طور پر اپنے گھر جانا چاہتے ہیں یا میرے ساتھ.....؟“

”ضروری کیا ہے؟“

”نہیں اس وقت کچھ ضروری نہیں ہے۔ آپ صرف آرام کیجئے گا میں تو آپ کو خوش آمدید کہنے آیا تھا۔ پھر جیسے ہی مناسب ہوا میں آپ سے وقت لے لوں گا تاکہ آپ اس سرکاری میٹنگ میں شرکت کر سکیں جو اس سلسلے میں ہو رہی ہے۔“

”یہی زیادہ مناسب ہے۔“ میں نے شاہنواز سے یہ بھی درخواست کی کہ مجھے اس اہتمام کے ساتھ میری کوٹھی نہ پہنچایا جائے بلکہ وہ اپنے کام سے جائے اور میں اپنے گھر چلا جاؤں بس اس کار کے ڈرائیور کو یہی حکم دے دیا جائے کہ وہ مجھے میرے گھر چھوڑ دے۔ شاہنواز نے میرے اس حکم کی بھی تعمیل کی اور تھوڑی دیر کے بعد وہ میری کار سے اپنی کار میں منتقل ہو گیا۔ سرکاری کار آگے بڑھ گئی اور میں اپنی رہائش گاہ کی جانب چل پڑا۔

جانی پہچانی سڑکیں۔ افسانوں سے بھری ہوئی میرے اپنے میری نگاہوں کے سامنے تھے۔ چیکاں برادرز بھی اپنی چھوٹی چھوٹی آنکھوں سے دوسری سمت کا ماحول دیکھ رہے تھے۔ پھر میں اپنے علاقے میں پہنچ گیا اور میں نے اپنی کوٹھی کی جانب اشارہ کیا لیکن

اچانک ہی سیاہ رنگ کی ایک بڑی سی کار ہماری کار کے نزدیک آکر رک گئی۔ رشید ناگی نے اٹھ بلایا اور میں رشید ناگی کو دیکھ کر خوشی سے اچھل پڑا۔

وہ دو آدمیوں کے ساتھ سیاہ رنگ کی اس کار میں موجود تھا۔ میں نے کار رکوالی۔ رشید ناگی نے کار روکنے کا ہی اشارہ کیا تھا، پیچھے پیچھے ایک اور کار آرہی تھی جو خالی تھی۔ میں رشید ناگی کو دیکھنے لگا۔ وہ جلدی سے گاڑی اتر ا اور میرے قریب پہنچ کر بولا۔

”چیف اب آپ اس گاڑی میں منتقل ہو جائیے۔ انہیں اس سے زیادہ زحمت دینا بہت نہیں ہے۔“

”ٹھیک ہے۔“ میں نے جواب دیا ”نیچے اتر آیا۔“

رشید ناگی کو کھینچ کر گلے لگایا اور اس سے اس کی خیریت پوچھی، پھر دوسری کار میں نکل ہو گیا۔ سرکاری کار واپس چلی گئی تھی۔ چیکاں برادرز کو الگ کار میں بٹھا دیا گیا تھا۔ رشید ناگی میرے ساتھ موجود تھا۔ میں نے اس سے کہا۔

”سب خیریت ہے نا رشید، بالکل ٹھیک ہونا تم؟“

”جی چیف دعائیں ہیں آپ کی، سب ٹھیک ہے اور کوئی ایسی اہم بات نہیں جس پر آپ کو تردد ہو۔“

”ویری گڈ۔“ کار جب چار سو گیارہ کے سامنے پہنچی تو میں نے چونک کر ناگی کو دیکھا۔

”کیوں۔ یہاں کیوں؟“ میں نے سوالیہ انداز میں کہا اور رشید ناگی مسکرانے لگا۔ پھر بولا۔

”چیف ایک تھوڑی سی ضرورت کے تحت.....“

”میں نے خاموشی اختیار کر لی۔ دونوں کاریں چار سو گیارہ کے پورچ میں رک گئیں۔ رشید ناگی نے نیچے اتر کر دروازہ کھول دیا۔ پھر ہم چار سو گیارہ کے مین گیٹ سے اندر داخل ہو گئے لیکن تھوڑی سی تبدیلیاں پائیں یہاں۔ جیسے ہی ہم صدر دروازے سے اندر داخل ہوئے تو اچانک ہی میں نے دیکھا کہ صدر دروازے کے دوسری جانب کون راستہ نہیں ہے بلکہ دیواریں بند ہیں اور تمام راستے بالکل بند۔ میں نے حیران نگاہوں سے رشید ناگی کو دیکھا تو اس نے مسکراتے ہوئے گردن خم کرتے ہوئے کہا۔“

”تم ہمیشہ اپنی جادوگری کا کوئی نہ کوئی ایسا شعبہ دکھاتے ہو مجھے کہ میں حیران ہو جاتا ہوں۔ بہر حال میں ان تمام چیزوں سے خوش ہوں اور اجمل شاہ نے مجھے مزید حیران کر دیا ہے۔ سعید تو خیر تھا ہی قابل ستائش انسان، لیکن یہ اجمل شاہ بھی کچھ کم نہیں معلوم ہوتے جو تمہارا کردار ادا کر رہے ہیں۔“

چار سو گیارہ بھی اپنی ہی ملکیت تھی اس کو ٹھی میں نہ گیا یہاں آگیا۔ رشید ناگی نے چیکاس برادرز سے مصافحے کئے تھے اور وہ بے چارے سہے سہے سے نظر آرہے تھے۔ پھر ہم ایک بڑے کمرے میں پہنچ گئے۔ رشید ناگی نے کہا۔

”چیف میں نے آپ کے لئے فی الحال چائے کا بندوبست کیا ہے۔ آپ تشریف لائے ہیں اتنے عرصے کے بعد، یہ ہم سب کی خوشی تھی کہ آپ کے ساتھ چائے پی چائے اور اس کے بعد آپ کو دوسری رہائش میں پہنچا دیا گیا۔“

”ضرور۔“ میں نے کہا اور اس کے بعد رشید نے چائے کے انتظامات شروع کر دیے۔ جب ہم ڈائننگ ہال میں پہنچے تو تمام ہی لوگ موجود تھے۔ گل شیر اور رشید ناگی کے ساتھ تقریباً اٹھارہ افراد تھے جن کا تعلق انہی دونوں عمارتوں سے تھا۔ باہر کے لوگوں کی تعداد تو خیر بہت ہی زیادہ تھی۔ میں نے ان سب کے ساتھ اس پر تکلف ضیافت میں حصہ لیا۔

چیکاس برادرز ان سب کی توجہ کا مرکز بنے ہوئے تھے اور وہ خاصے جھنبے جھنبے نظر آرہے تھے میرے ساتھ ان لوگوں کا جو رویہ تھا وہ اسے نوٹ کر رہے تھے۔ چائے سے فراغت کے بعد رشید ناگی نے مجھ سے میری اپنی رہائش گاہ میں چلنے کی درخواست کی اور ہم باہر نکلے بغیر زمین دوز راستے سے دوسری عمارت میں آگئے۔ یعنی اس میں جو میری مستقل رہائش گاہ تھی۔ یہاں بھی چیکاس برادرز شہر رہ گئے تھے۔ رشید ناگی کہنے لگا۔

”چیف اب آپ مجھے بتائیے کہ آپ کتنے وقت تک میری غیر موجودگی چاہتے ہیں؟“

”سب سے پہلے ناگی میرے ان معزز دوستوں کے آرام کا انتظام کرو اور اس دوران ایک سوال بار بار میرے ذہن میں ابھر رہا ہے جس کے بارے میں میں تم سے پوچھنا چاہتا ہوں۔“ جبار گینتی ڈال کہاں ہے؟

”بس ایک لمحہ جناب۔ اس کے بعد آپ کی حیرت رفع ہو جائے گی۔“ میں نے شانے ہلائے۔

”چیکاس برادرز بھی خاموشی سے میرے ساتھ کھڑے ہوئے تھے۔ اچانک ہی پل محسوس ہوا جیسے اس بند جگہ میں ایک تیز چمکدار روشنی کی لہر آکر گزر گئی ہو اور لہر کے گزرتے ہی سامنے کی دیوار میں ایک دروازہ نمودار ہو گیا۔“

”بھئی واہ تم نے تو یہاں بڑی ڈرامائی پجوشن پیدا کر رکھی ہے۔“ میں دروازے کی جانب بڑھ گیا۔ رشید ناگی میری راہنمائی کر رہا تھا۔ لیکن جیسے ہی دروازے کے دوسری جانب پہنچا دماغ کو اتنا زور دار جھٹکا لگا کہ منبھلنا پڑا۔ سامنے ہی رشید ناگی کا ایک مشکل موجود تھا، جو مجھے دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ پھر وہ تیزی سے آگے بڑھا اور میرے سینے سے لپٹ گیا۔ میرے عقب میں آنے والا رشید ناگی بھی خاموشی سے کھڑا مسکرا رہا تھا۔ چیکاس برادرز بھی معصوم بچوں کی مانند کبھی سامنے والے رشید ناگی اور کبھی میرے پیچھے والے دیکھ رہے تھے۔ رشید ناگی نے کہا۔

”چیف میں ناگی ہوں۔“ اور یہ اجمل شاہ ہے۔“ اس نے عقب میں اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ یعنی وہ رشید ناگی، جس نے میرا استقبال کیا تھا اور مجھے ساتھ لے کر یہاں تک آیا تھا اصل رشید ناگی نہیں تھا۔ میں نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔

”واہ یہ بھی ایک دلچسپ بات ہے بلکہ نہایت ہی دلچسپ اور یہ ہونا چاہیے تھا۔ یہ اجمل شاہ صاحب کون ہیں۔“

”آئیے چیف آپ کو تفصیلات بتا دی جائیں گی۔ یہ کمرہ دراصل میک اپ کی شناخت کے لئے ہے اور میک اپ ہی نہیں، یوں سمجھ لیجئے کہ یہاں سے گزرنے والے کی تمام کیفیت ایک دوسرے کمرے میں آسانی سے دیکھی جاسکتی ہے۔ اگر اس کا چہرہ مختلف ہے تو پتا چل جاتا ہے۔ اگر اس کے خیالات مختلف ہیں۔ تب بھی ان کے بارے میں علم ہو جاتا ہے۔ اول تو آپ نے ابتدا ہی میں اپنی شناخت کرادی تھی، یعنی جب گاڑی چار سو گیارہ کی طرف مڑی تو آپ نے حیرانی سے سوال کیا کہ ادھر کیوں۔ وہیں سے آپ کی شناخت ہو گئی اور باقی کمرے سے گزرنے کے بعد پوری ہو گئی۔ چیف مجھے یقین ہے کہ اسے آپ محسوس نہیں کریں گے۔ یہ سب آپ ہی کا ہے۔“

”انتہائی معذرت کے ساتھ چیف۔ میں نے اسے ایک الگ فلیٹ میں ٹھہرایا ہے۔ لیکن انتہائی معزز مہمانوں کی طرح، ان دونوں عمارتوں میں اسے اس وقت تک ٹھہرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔“

میں جانتا تھا کہ رشید ناگی اصول پرست انسان ہے اور اس نے یہ کام بھی نہایت بہتر انداز میں کیا ہے، چنانچہ میں نے اس سے اتفاق کیا۔ اس کے بارے میں۔ میں نے چند سوالات اور کئے۔

”کوئی ایسی بات تو نہیں اس کے بارے میں جو قابل ذکر ہو؟“

”نہیں چیف۔ نہایت نفیس انسان ہے ظاہر ہے آپ کا بھیجا ہوا ہے۔ نہ میں نے اس سے کوئی تفصیل پوچھی نہ اس نے خود مجھے کچھ بتایا مطمئن ہے اسے ایک ڈرائیور اور گاڑی دی گئی ہے ایک ملازمہ دی گئی ہے جو اس کے لئے کھانے پکانے کا انتظام کرتی ہے۔ بہت مطمئن ہے اور بار بار میرا شکریہ ادا کرتا ہے اور آپ کا بھی۔“

”ویری گڈ“ تو اب ان تمام مہمانوں کے لئے اسی عمارت میں قیام کا بندوبست کرو۔“

”بہت بہتر۔ آپ لوگ پانچ الگ الگ کمروں میں رہنا پسند کریں گے یا آپ کو تین کمروں میں تقسیم کر دیا جائے۔“

”زیادہ سے زیادہ ہمیں دو کمرے درکار ہوں گے اگر ایک بھی ہو تو کوئی حرج نہیں ہے ہم پانچوں بھائی ایک ساتھ ہی رہنا پسند کرتے ہیں لیکن مجبوری ایک الگ چیز ہے۔“

”قطعی مجبوری نہیں ہے“ آپ پانچوں کا ایک ہی جگہ بندوبست کیا جائے گا۔“ رشید ناگی مجھ سے اجازت لے کر چلا گیا۔ باقی لوگ بھی رخصت ہو گئے۔ تو میں نے چیکا اس برادرز سے کہا۔

”یہ میری دنیا ہے دوستو اور اب تم اسی دنیا کے فرد ہو چونکہ تمہارا ماضی کسی سے وابستہ نہیں ہے اس لئے اب تم میری ہی ذات سے وابستہ ہو، ہاں ایک درخواست ضرور کروں گا تم سے۔ وہ یہ کہ اس جگہ کے چھوٹے سے چھوٹے ٹکڑے کو اپنے لئے اجنبی نہ سمجھنا۔ تمہیں پورا پورا حق حاصل ہے یہاں ہر چیز کو اپنی ملکیت سمجھنے کا اور اگر تم نے اس سے گریز کیا تو مجھے دکھ ہو گا سمجھے؟“

”جی ماسٹر، آپ کے حکم کی تعمیل کی جائے گی۔“ نمبر تین نے مضحک سی آواز میں

”میں یہ چاہتا ہوں کہ یہاں جتنے افراد ہیں تم ان سب سے بے تکلفی اور پوری خوش اخلاقی سے ملو، اپنے بارے میں کسی سے کچھ چھپانے کی ضرورت نہیں ہے، میں اپنے نظام کے بارے میں تفصیل سے بتاؤں گا کہ میں یہاں کیا کرتا ہوں، میری اپنی حیثیت کیا ہے اس کے لئے جلد بازی نہ کرنا۔“

”چیف ہمیں کسی قسم کی کوئی جلد بازی نہیں ہے۔ آپ مطمئن رہ کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ مصروف رہیں۔ کیا ہمیں یہاں ٹیبل ٹینس مل سکتی ہے۔“ نمبر دو نے ایک عجیب سا سوال کیا۔

”کیوں نہیں۔“

”ہمارا بہترین مشغلہ ٹیبل ٹینس ہے، لیکن اس کا سائز ہماری ضرورت کے مطابق ہونا چاہیے۔“

”انتظام ہو جائے گا۔“ میں نے کہا اور پانچوں مسکرانے لگے۔ ”نہیں ان کی شخصیتیں کیا تھیں، سرکس کے لوگ تھے اور بھٹکے ہوئے تھے لیکن اتنا انداز میں لگا چکا تھا کہ یہ دنیا کے خطرناک ترین انسان بن سکتے ہیں، بہر حال میں ان کی اپنے آپ میں شمولیت سے خوش تھا۔“

رشید ناگی نے جس کمرے کا انتخاب کیا تھا وہ میری توقع کے مطابق تھا۔ اوپری منزل میں ایک کمرہ کیا ایک بہت بڑا ہال تھا رشید نے جس برق رفتاری سے تیار کرایا تھا وہ قابلِ داد تھا۔ میں بھی ان لوگوں کو ان کے کمرے تک چھوڑنے آیا۔ پانچ بستر لگے ہوئے تھے اور کمرے کی کشادگی میں پانچ افراد کا سونا کوئی مشکل امر نہیں تھا۔ دونوں سمت دو ہاتھ روم تھے۔ ڈریسنگ ٹیبل کپڑوں کی الماریاں۔ میں نے رشید ناگی کو ہدایت کی۔

”ان سب کے لئے عمدہ لباس درکار ہوں گے۔ ان کا بندوبست بھی کر دیا جائے۔“

”ہو جائے گا چیف۔“

”تو پھر آپ لوگ یہاں قیام کیجئے۔ مجھے اجازت۔“ میں چیکا اس برادرز سے اجازت لے کر رشید ناگی کے ہمراہ باہر نکل آیا اور میں نے چونک کر کہا۔ ”ارے بھائی تم یہ تو ہمارا

کہ تم اصلی ہو یا نقلی؟

”رشید ناگی ہنس پڑا پھر بولا۔“ چیف آپ کے ساتھ اس گستاخی کی جرات کر سکتے ہوں۔ اجمل شاہ کو میں نے چار سو گیارہ میں بھیج دیا ہے۔

”تب پھر آؤ بھی۔“ میرے کمرے میں آؤ میرے ذہن میں تو نجانے کیا کیا پک پک رہے ہیں، ساری معلومات حاصل کرنی ہیں تم سے۔“

رشید ناگی نے گردن خم کی اور میں اسے اپنے ساتھ لئے ہوئے بیڈ روم کی جانب چل پڑا۔ میں جانتا تھا کہ رشید ناگی کے ذہن میں بھی کچھ پھڑی سی پک رہی ہوگی۔ وہ میری کارروائی کے بارے میں جاننا چاہتا ہوگا۔ مجھے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ یہاں سب خیریت ورنہ رشید ناگی مجھے اس بارے میں فوراً بتاتا۔ پھر بھی میں نے کہا۔

”میری کہانی طویل ہے ناگی اور ابھی اس کا ایک حصہ باقی ہے۔ مختصر الفاظ میں تمہیں بتانا ضروری سمجھتا ہوں، تاکہ تم صورت حال سے ناواقف نہ رہو۔ نعیم کی زبان تمہیں یہ تو معلوم ہو چکا ہوگا کہ.....“ میں نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

”ہاں چیف۔ فراز مرحوم کے اہل خاندان کو میں نے زندگی بھر کے لئے مفاد فکروں سے آزاد کر دیا ہے۔ اس سے زیادہ میں اس کے لئے کچھ نہیں کر سکتا تھا۔“ ناگی افسردگی سے بولا۔ ہم دونوں ہی فراز کے لئے مغموم ہو گئے تھے۔

==☆☆☆☆==

رشید ناگی کی خوبی یہ تھی کہ وہ میری سوچوں سے ہم آہنگ تھا اور میرے ذہن میں پیدا ہونے والے ہر خیال کو وہ بڑی خوبی سے عملی شکل میں ڈھال لیتا تھا۔ میں نے مختصراً اسے اپنے اس دورے کی تفصیلات بتائیں۔ چیکاس برادرز اور جبار گینی ڈال کے بارے میں بھی اسے بتایا۔ اس نے گردن خم کرتے ہوئے کہا۔

”میرے لئے کیا حکم ہے چیف؟“

”آج کل کیا کر رہے ہو؟“

”سارے پروجیکٹ آپ کے حکم کے مطابق ترتیب سے چل رہے ہیں۔ گل شیر، ترو سیٹھ کی حیثیت سے سرکشوں کو سنبھالے ہوئے ہے۔“

”خوب..... اہل وطن کا کیا حال ہے۔ ان کی خبر گیری بھی ہو رہی ہے یا نہیں۔ میری مراد ان سے ہے جن سے میرا خصوصی رشتہ ہے۔“ اس نے مسکرا کر کہا۔

”رپورٹ ترتیب سے پیش ہے۔ آٹوشی نے چار نئی اسکیمیں شروع کی ہیں جو مقبول ہو رہی ہیں۔ اس کی رپورٹ پیش کر دی جائے گی۔ رفیق احمد جاگیردار بڑی خوبی سے اپنے رفقا کے ساتھ سارے نظام سنبھالے ہوئے ہیں۔ وہ ایک باصلاحیت بزنس مین ہیں اور پھر سے اپنی تمام صلاحیتوں کو بروئے کار لا رہے ہیں۔ چھوٹی صنعتوں کے سلسلے میں انہوں نے کچھ نئے منصوبوں پر کام شروع کیا ہے مگر چیف غزنوی صاحب میدان چھوڑ گئے۔“

”کیا مطلب ہے؟“ میں نے چونک کر کہا۔

”انہوں نے وطن چھوڑ دیا ہے۔“

”ارے..... کہاں گئے؟“

”یہ تو نہیں معلوم لیکن مقابلے کا جو عمل انہوں نے شروع کیا تھا اس کا نتیجہ آپ کے علم میں بھی تھا۔ صاحبزادگان نے اس دیوانگی کی مخالفت کی لیکن غزنوی صاحب رفتی احمد جاگیردار کو نیچا دکھانے کے سلسلے میں تمام حدود کو عبور کر گئے اور ان کے بیٹوں نے بغاوت کر دی۔ سب نے لوٹ مار شروع کر دی جس کے جو ہاتھ لگالے بھاگا یہاں تک کہ کوٹھی بھی فروخت ہو گئی۔“

”ارے.....“ میرے دل کو دھچکا سا لگا۔ اس کوٹھی سے مجھے لگاؤ تھا۔ یہاں میں نے ہوش سنبھالا تھا سروینٹ کو ارٹریں ہی سہی لیکن اس کی زمین مجھے عزیز تھی۔ ”غزنوی صاحب آنا ماں کے ساتھ کسی دوسرے ملک چلے گئے۔ تمام بیٹوں نے اپنے وال دیے کا بندوبست الگ الگ کر لیا۔“

”کیسے۔“

”چھوٹے چھوٹے کاروبار کر کے بیٹھے گئے۔ کوئی ٹرانسپورٹ کا کاروبار کر رہا ہے کسی نے اپنا کلج بتالیا ہے جسے جو سو جھی ہے اس پر عمل کر رہا ہے سارا شیرازہ منتشر ہو گیا ہے۔“

”بہت دکھ بھرا انکشاف ہے ناگی۔“

”غیروں کو دکھ ہو رہا ہے جناب لیکن ہمارے لئے تو یہ سب متوقع تھا انہیں رفتی احمد صاحب سے خدا واسطے کامیر تھا جو کچھ انہوں نے کیا صرف انہیں کی دشمنی میں کیا۔“

”ہاں! نہ جانے کیوں ایسا ہوا؟“ میں نے پر خیال لہجے میں کہا۔

”چیف ایک گستاخی کی ہے۔ عرض کروں.....“

”کیا؟“ میں نے چونک کر پوچھا۔

”وہ کوٹھی قمر سیٹھ نے خرید لی ہے۔ اشتہار دیا گیا تھا اس کے سلسلے میں اور چیف مجھے احساس تھا کہ..... کہ.....“

”خوش کر دیا ناگی۔ دل کا آدھا بوجھ ہلکا کر دیا۔ واہ بہت خوب اور بہت اچھا کیا تم نے۔“

”ہں چیف تھوڑا سا مزاج شناسا ہونے کا ملکہ رکھتا ہوں۔“ ناگی مسکرا کر بولا۔

”الیاس احمد ایڈووکیٹ کے خاندان کا کیا حال ہے؟“ میں نے موضوع بدل دیا اس

تکلیف دہ احساس کے دباؤ سے نکلنا چاہتا تھا۔

”آصف نور کے ہاں بیٹا پیدا ہوا ہے۔“

”ارے..... اوہ خوب نازاں باجی۔“ میری آنکھوں میں نازاں باجی کا چہرہ آگیا۔

”ایک دلچسپ خبر تھی۔“ وہ لوگ ٹھیک تو ہیں۔“

”بالکل چیف۔“

”اور کوئی خاص خبر۔“

”اہم لوگوں کی تو یہی خبریں ہیں باقی جو آپ پوچھنا چاہیں۔“ میں نے کچھ اور نہیں

پوچھا۔

ان چند خبروں نے ہی ذہن پر عجیب اثرات مرتب کئے تھے۔ دل بھاری بھاری سا ہو گیا تھا۔ ناگی کے جانے کے بعد دیر تک سوچوں میں ڈوبا رہا۔ کائنات کی وسعتیں میرے لئے سمٹ گئی تھیں۔ اتنا کچھ مل گیا تھا جو میرے جیسے نادار شخص کے لئے ممکن نہیں تھا لیکن یہ بھی ایک سچائی تھی کہ دل کے ان گوشوں میں کبھی شگوفے نہ پھوٹے تھے جن کا تعلق اپنی ذات سے ہوتا ہے۔ ان تاریکیوں میں آج تک صبح نہیں ہوئی تھی۔ لاکھ نظر انداز کرنے کے باوجود ایک زخم ہمیشہ دکھ دیتا رہتا تھا۔ اس کا مرہم کہیں نہ مل سکتا تھا اور جب یہ زخم سلگتا تو نہ دانش منصور رہتا تھا نہ فیصل۔ اس وقت ایسا بچہ میرے وجود میں ہونے لگتا جسے ایک نرم آغوش درکار ہو۔ وہ آغوش جس کا لمس خدا کے وجود پر ایمان کا مظہر ہوتا ہے۔ جو دنیا کے ہر فریب سے پاک ہوتا ہے۔ ماں کائنات کا سب سے عظیم رشتہ۔ باپ، ایک لامحدود تحفظ کا امین۔

بے کلی دل الجھانے لگی ”کیا کروں..... کہاں جاؤں..... نازاں باجی۔ ہاں وہ سب دنیا کی ریاکاریوں میں خوشی کا وجود قائم رکھے ہوئے تھیں وہاں میں فیصل تھا دانش منصور نہیں تھا۔ بچوں کی طرح ہمکتا ہوا وہاں پہنچ گیا۔“

سب سے پہلے بھابی نے مجھے دیکھا۔ ایک لمحے کے لئے بھونچکی رہ گئیں۔ پھر تیزی سے آگے بڑھیں اور بڑی محبت سے مجھ سے لپٹ گئیں۔ ان لوگوں کی محبت بے پایاں تھی

اور میں نے ہمیشہ ہی محسوس کیا تھا کہ خدا نے انہیں میرے اینٹوں کی حیثیت سے اس دنیا میں اتارا تھا۔ اگر یہ لوگ نہ ہوتے تو میری بے کسی انتہا کو پہنچی ہوئی ہوتی۔ الیاس بھائی اور آصف نور بھی پہنچ گئے۔ جھینپے جھینپے اور شرابے ہوئے تھے۔ میں نے الیاس بھائی کو پر خلوص مبارکباد دی۔ بھائی کو اور آصف نور کو مبارکباد دی اور وہ حیران رہ گئے۔ الیاس بھائی بولے۔

”لیجئے سربراہِ دیں گی فیصل کو“ دیکھئے اب سربراہ۔ ”بھائی ہنسنے لگیں پھر انہوں نے کہا۔

”میرا فیصل کتنا بڑا آدمی ہے۔ اتنا بڑا آدمی کوئی ایسے ہی نہیں بن جاتا الیاس کے لئے کان اور آنکھیں کھلی رکھنا ہوتی ہیں۔ آپ یہ کیوں بھول رہے ہیں کہ فیصل شہر کا قاضی ہے جسے پورے شہر کا اندیشہ ہوتا ہے مگر فیصل تم نے اتنے دن کیوں لگائے ہمارے آنے میں؟“

”بھائی آپ لوگ میرے بارے میں جو کچھ بھی سوچیں اور کہیں میں بھلا اپنی عبادت گاہ میں جھوٹ بول سکتا ہوں یہ گھر میرے لئے ایک طرح کی عبادت گاہ ہی کی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ جہاں سے انسان کو روشنی ملے۔ ہر قسم کی روشنی وہ جگہ مقدس ہوتی ہے۔ یہ خبر مجھے جتنے گھنٹے پیشتر ملی ہوئی میں اسی وقت پہنچ جاتا۔ یہ میری کانوں پہنچی تو میں بے چین ہو گیا۔ کہاں ہے میری نازاں باجی کیا نام رکھا ہے میرے بھتیجے کا؟“

”بھتیجہ نہیں بھانجہ۔“ بھائی نے درست الفاظ کہے۔

بد قسمتی سے بہت سے رشتوں سے ناواقف ہوں محبت کا کوئی بھی رشتہ ہوا ہے بھی نام سے پکار لیا جائے۔ محبت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ ارے یہ تو بتائیے کہ نازاں باجی ہیں کہاں۔“

”اندر ہیں اور کہاں ہیں۔“

”جاتا ہوں ان کے پاس۔“ میں اس سمت دوڑا تو الیاس بھائی نے جلدی سے مجھے پکڑ لیا۔

”ارے ارے سٹر جس طرح آپ کو محبتوں کے بہت سے رشتوں کے بارے میں تفصیلات معلوم نہیں اسی طرح کچھ رواج بھی معلوم نہیں ہیں۔ ذرا اطلاع کرا دو پہلے اس

کے بعد جانا۔“

”اپنی نازاں باجی کے پاس اطلاع کرا کے جاؤں چلے ٹھیک ہے آپ اطلاع کرا دیجئے۔ اے آصف نور صاحب آپ میرے زبردستی کے بہنوئی بن بیٹھے ہیں لیکن زیادہ اداکاری کرنے کی کوشش نہ فرمائیے۔ جانیے اپنی بیگم کو ہمارے آنے کی اطلاع دیجئے۔“ آصف نور ہنستا ہوا چلا گیا تھا۔ الیاس بھائی اور بھابی مجھے اندر لے آئے۔ آصف نور نے ہنسنے ہوئے واپس آکر کہا۔ ”چلے۔“

تھوڑی دیر کے بعد میں اس کمرے میں داخل ہو گیا۔ جو بہت خوبصورتی سے سجا ہوا تھا۔ ایک ننھے سے پلنگ پر چھوٹے سے بستر پر ایک ننھا سا وجود کلکاریاں مار رہا تھا۔ نازاں باجی کا کہیں پتا نہیں تھا میں نے ادھر ادھر نگاہیں دوڑائیں اور اس کے بعد اس ننھے سے وجود کے قریب پہنچ گیا۔ اسے دیکھتا رہا نجانے مجھے اس میں کیا نظر آیا تھا نجانے اس سے اس قدر محبت کا احساس کیوں ہو رہا تھا۔ میں نے بڑے پیار سے اسے اپنے بازوؤں میں اٹھایا اور اپنے سینے سے لگا لیا۔ بڑی دیر تک میں اس عالم میں کھڑا رہا۔ پھر اسے اسی پیار سے بستر پر لٹایا اور جیبوں میں جو کچھ تھا اس کے قدموں میں ڈال دیا۔ تمام جیبیں ٹٹول کر میں نے ایک چیز نکال لی تھی۔ کچھ جذباتی بھی ہو رہا تھا۔ کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی جیب میں لگا ہوا قلم، انگلی میں پہنی ہوئی انگوٹھی غرض وہ سب کچھ میں نے اس کے سامنے ڈال دیا۔ سب لوگ میری ان حرکات سے متاثر ہوئے تھے۔ دھتتا میں چونک پڑا اور میں نے حیرت سے ادھر ادھر دیکھا۔

”ارے یہ نازاں باجی کہاں ہیں؟“

”جائیے غسل خانے کا شیشہ توڑیے۔ ہاتھ ڈال کر چٹخی کھولیے اور باہر نکال لائیے۔ میں تو بس ایک طرح کا گھر داماد ہوں۔ میری سنتا ہی کون ہے۔“ آصف نور نے کہا اور میری نگاہیں غسل خانے کی جانب اٹھ گئیں۔

”کیا مطلب۔ یہ نازاں باجی غسل خانے میں کیوں گھسی ہوئی ہیں۔“

”شرما رہی ہیں آپ سے۔“ آصف نور نے کہا اور میرا قہقہہ گونج اٹھا۔ نازاں باجی نے شاید یہ ساری گفتگو سن لی تھی دروازہ کھولا اور باہر نکل آئیں۔ کہنے لگی۔

”لو اس میں شرمانے کی کیا بات ہے۔ ہیلو فیصل۔“

”ہیلو نازاں باجی۔ میں بھی یہی کہہ رہا تھا بھلا نازاں باجی مجھ سے کیوں شرمائی گی۔“

”بکواس کی تو جڑے پر گھونسا رسید کر دوں گی۔“ نازاں باجی نے کہا اور دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا لیا۔ میرے حلق سے بے شمار قمقمے آزاد ہو گئے تھے۔ سب لوگ میرے ساتھ ہنسنے لگے تھے۔ نازاں باجی نے آگے بڑھ کر کئی گھونٹے میری پیٹھ پر جما دیے۔ ظاہر ہے یہ منظر یہ ماحول میرے لئے کس حیثیت کا حامل ہو سکتا ہے اس کا اندازہ ہر صاحب دل لگا سکتا ہے نازاں باجی نے کہا۔

”اتنے دن تک بغیر اطلاع کے غائب رہے۔ جب فرصت ملتی ہے یہاں آ جاتے ہو۔ ہمارا تو تم لوگوں سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔“

”لوگوں سے۔“

”تو اور کیا۔“ تم نے اپنی جو دنیا بسا ڈالی ہے اس میں بہت کچھ ہے تمہارے پاس۔ ہم تو پتا نہیں کون سے نمبر پر آتے ہیں۔

”غیر۔ آپ کی محبت آپ سے یہ سب کچھ کھلواتی ہے۔ میں کوئی اس بات کا جواب نہ دیتی دوں گا۔ کیا نام رکھا آپ نے میرے اس بھانجے کا۔“

”بھانجا نہیں۔ بھائی کو اسے۔“ نازاں باجی نے کہا۔

ان جملوں میں بڑا مان تھا بہت بڑی بات تھی۔ نازاں باجی درحقیقت میرے لئے ماں ہی ثابت ہوئی تھیں۔ ان کے ان الفاظ پر ایک لمحے کے لئے دل بھر آیا۔ لیکن اس خوشی کے موقع پر کسی کو رنجیدہ نہیں کرنا چاہتا تھا یہ دوسری بات ہے کہ یہاں سب لوگ مجھ سے واقف تھے۔

”نام کیا رکھا ہے اس کا آپ لوگوں نے؟“

”کاشف نور۔“ بھابی نے جواب دیا۔

”بہت خوبصورت نام ہے۔ کہنے آصف نور صاحب ہمارے ساتھ رہے تو کچھ

ملا۔“

”بہت کچھ فیصل بھائی بہت کچھ۔“

”تو حضرات ہم خیریت سے ہیں۔ آپ نے ہمیں دیکھ لیا۔ یہاں کی خیریت معلوم

آپس پاس کا کیا حال ہے؟“

”ٹھیک ہے سب کچھ کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ ارے ہاں غزنوی صاحب کے بارے میں سنا تم نے؟“

”جی ہاں سن لیا ہے الیاس بھائی۔“

”بھئی سچی بات ہے مجھے تو غم ہوا۔ مگر نجانے غزنوی صاحب پر دیوانگی کیوں طاری تھی۔ آخر میں تو ایسا کیا انہوں نے فیصل جیسے پاگل ہو گئے ہوں۔ ہر ایک کو پھاڑ کھانے روڑتے تھے۔ وہ وہ حرکتیں کیں انہوں نے رفیق احمد جاگیردار کے خلاف کہ انہی سے معلوم کرنا۔ خیر رفیق احمد نے طرف کا ثبوت دیا اور ان کی کسی حرکت کا کوئی جواب نہیں دیا۔ سوائے اس کاروباری مقابلے کے جو ان دونوں کے درمیان لوگوں کے لئے تفریح کا باعث بن گیا تھا۔ نتیجے میں غزنوی صاحب ڈوب گئے۔ اب تو ملک سے باہر چلے گئے ہیں۔“

”ہاں.....“

”چھوڑیے بھائی جان اپنی باتیں ہی اتنی ہیں کہ ان سے جی نہیں بھرے گا۔ یہ صورت دکھانے آیا ہے۔ چاند کی طرح چمکے گا اور پھر کالے بادلوں کی اوٹ میں جا چھپے گا۔ دیکھ تو لینے دیجئے اسے تاکہ جی بھر جائے۔“ نازاں باجی نے کہا۔

”جی نہیں نازاں باجی۔ اس بار آپ کو ذرا دیر تک پریشان کرنے کے لئے آیا ہوں۔“

”سچ۔ میری قسم کھا۔“ نازاں باجی بولیں.....

”آپ کی قسم۔ ابھی ایک آدھ دن تو یہاں سے جانے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ ہاں کوئی ایمر جنسی کال آگئی تو مجبوری ہوگی۔“

”پریشانی کی بات تو یہ ہے کہ ہم میں سے ہر شخص اپنے فیصل میاں سے اپنے اپنے

طور پر گفتگو کرنا چاہتا ہے۔ ایسا کر لیا جائے کہ اپنا اپنا وقت مقرر کر لیا جائے۔“

”کاروباری بات نہیں ہوگی۔ کاروباری باتیں آپ لوگ آفسوں میں جا کر کریں۔

یہاں گھر کے ماحول کو ڈسٹرب نہ کریں۔“ بھابی نے حکم دیا۔

”لیجئے ہنگامہ آرائی شروع ہو گئی۔ مگر کیا کریں بد قسمتی سے یہاں توازن برابر ہے۔“

ہاں اب اس ننھے سے وجود کا اضافہ ہوا ہے۔ جلدی سے بڑا ہو تو ہمارا ایک دوست ہو جائے گا۔

”ٹھیک ہے بھائی جان پلیز۔ کاروباری باتیں آپ لوگ بعد میں کر لیجئے۔“ ہم سب بیٹھ گئے۔ کھانے پینے کا سلسلہ شروع ہوا۔ محبتوں کے تمام اظہار کئے گئے۔ دوران گفتگو الیاس بھائی نے بھی پوچھ ہی لیا۔

”اور غائب کہاں ہو گئے تھے اتنے دنوں کے لئے۔“

”وہی ایک مسلک۔ وہی ایک مقصد الیاس بھائی۔ جس کے لئے سرگرداں ہوں اور آپ کی دعاؤں کا طالب۔“

”بھئی بہت کچھ ہو رہا ہے۔ خدا کی قسم عجیب و غریب انداز میں ہو رہا ہے اور بات یونی ٹل کر نہیں رہ گئی۔ بلکہ زبردست چہ میگوئیاں ہوتی ہیں اور اب تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ بات نہایت اعلیٰ طبقوں تک پہنچ گئی ہے اور وہاں بھی تم پر ڈسکس ہو رہا ہے۔“

”مجھے اس سے کوئی ڈر نہیں ہے۔ آپ لوگ یہ بتائیے کہ جو اصلاحات میں اپنے اس کمزور وجود سے کی ہیں ان کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔“

”فیصل اور کچھ نہیں کہوں گا میں۔ سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کو جب بہتری دیکرنا منظور ہوتی ہے تو وہ اس کے لئے اپنے بندوں ہی میں سے کسی کو مخصوص کرتا ہے جو کام اسے جس سے لینا ہوتا ہے اس کے بارے میں وہی بہتر جانتا ہے۔ ایک معصوم سا بچہ میں اسے کمزور نہیں کہہ سکتا۔ گاڑیاں صاف کرتا ہوا مجھے ملا اور میں نے اپنی گاڑی اس سے صاف کرائی۔ ایک دوسرے آدمی نے میری گاڑی میں رکھے ہوئے بریف کیس پر ہاتھ صاف کر دیا۔ میں نے پولیس میں رپورٹ درج کی۔ وہ بچہ بھی پکڑا گیا۔ لیکن وہیں سے مجھے یہ احساس ہوا تھا کہ میں نے جس شخصیت پر الزام لگایا ہے وہ اس سے کہیں دور کی چیز ہے اور اس کے بعد قدرت کے عمل کے تحت ہمیں یہ سرخروئی حاصل ہوئی کہ ہم نے فیصل کے ساتھ چند لمحات گزارے۔ اس فیصل کے ساتھ جو آج دانش منصور کی حیثیت سے ایک زمانے کے لئے موضوع بنا ہوا ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ اس کے اندر یہ صلاحیتیں ہم نے بیدار نہیں کیں۔ اگر ہم میں سے کسی میں ایسی صلاحیتیں بیدار کرنے کی قوت ہوتی تو سب سے پہلے ہم اپنے اندر وہ صلاحیتیں بیدار کرتے پھر ایک

”بڑے موثر الفاظ تھے نازاں باجی کے واقعی قابل غور۔ دل میں ایک نیا جذبہ ایک نئی لگن پیدا کرنے والے میں بہت دیر تک ان الفاظ کے تاثر میں ڈوبا رہا تھا۔ میں یہاں بچوں کی طرح وقت گزارنے لگا، ننھا سا کاشف میری توجہ کا مرکز تھا اور سب کے منب مجھ پر ہنس رہے تھے۔ سب کے انداز میں بے پایاں محبت تھی۔ رات کو کھانے کے بعد ایک بار پھر مجھے مجلس مشاورت کے سامنے پیش کر دیا گیا۔ جو میرے بارے میں ذرا مختلف ارادے رکھتی تھی۔ اس سلسلے میں غالباً کوئی ایجنڈا بھی تیار ہو گیا تھا۔ کیونکہ سب کے چہروں پر مسکراہٹیں اور تجسس نظر آ رہا تھا۔ میں سب کی توجہ کا مرکز تھا۔ نازاں باجی اس مجلس کی صدر تھیں کہنے لگیں۔“

”فیصل بڑی بد قسمتی ہے ہماری کہ ہم تمہارے اصولوں کے ہاتھوں میں قید ہو کر رہ گئے ہیں۔ اتنے احسانات کر ڈالے ہیں تم نے ہم پر کہ اب تمہارے بارے میں بزرگوں کی طرح سوچتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔ غالباً تم نے نہایت چالاکی سے ہمیں اپنے قابو میں کر لیا ہے۔ ورنہ پاکستان کو اثر میں لے تھے تو کم از کم تم پر حق کا احساس تو تھا۔ اب یہ بتاؤ کہ ایسی کیا صورت حال ہو کہ ہم اپنی وہ حیثیت پھر سے واپس حاصل کر سکیں۔“

”شادی۔“ میں نے فوراً ہی کہا۔
 ”شرم نہیں آتی منہ پھاڑ کر نام لے لیتے ہو۔“
 ”ہاں نازاں باجی شرم نہیں آتی۔ جانتی ہیں کیوں۔“
 ”جی نہیں۔ بتا دیجئے۔“

”نازاں باجی شادی شادمانی کے لفظ کا ایک ٹکڑا ہے اور شادمانی صرف ایک عورت کی شکل میں نہیں ملتی۔ بعض اوقات انسانی زندگی کے مقاصد اس قدر آگے بڑھ جاتے ہیں کہ انہیں کسی ایک رشتے میں قید کر دینا لاکھوں انسانوں کے نقصان کا باعث بن سکتا ہے۔ اگر میں نے کبھی آپ کی بات مان بھی لی تو آپ یقین کیجئے میری زندگی کی ڈگر بدل جائے گی اور اس بدلی ہوئی ڈگر پر چل کر میں اپنے ان مقاصد سے بھٹک جاؤں گا جنہوں نے میرے وجود کو سہارا دیا ہے اور جنہوں نے مجھے زندہ رہنے کا عزم بخشا ہے۔ اس بات میں صرف لفاظی نہیں ہے بلکہ سچائیاں چھپی ہوئی ہیں کہ آپ لاکھوں انسانوں کی قاتل بن جائیں گی ان کی آرزوؤں اور امنگوں کی قاتل کہلائیں گی آپ نازاں باجی۔ وطن عزیز کی سرزمین کے ایک بیٹے کو زنجیریں پہنا کر آپ اپنا جرم کبھی مٹا نہیں سکیں گی۔ یہ نہ کیجئے نازاں باجی۔ ایسا نہ کیجئے۔ میں شادی شدہ ہوں۔ میرے تمام مقاصد میرے لئے باعث شادمانی ہیں۔ الیاس بھائی سے پوچھئے، دورہ کیجئے ان اداروں کا جہاں اس وقت خدا کے فضل سے ہزاروں بے کس انسان زندگی سے آشنا ہو رہے ہیں۔ یہ میری کاوشیں ہیں۔ اپنے ان بچوں کے لئے جو اس شادمانی کے نتیجے میں مجھ تک پہنچے ہیں۔ نازاں باجی ان سب کو ابھی میری ضرورت ہے۔ جنہیں زندگی کی یہ شادمانیاں حاصل نہیں ہو سکیں۔ خدا کے لئے مجھے قید کرنے کی بات نہ کیجئے گا۔“

”یا گل آدمی اپنے لئے بھی تو کچھ کر دو گے نا۔“

”اپنے لئے جو کچھ کیا ہے وہ کم ہے نازاں باجی۔ آصف نور، کاشف۔ کیا یہ میرے نہیں ہیں۔ آپ مجھ سے یہ حق چھین رہی ہیں۔ الیاس بھائی، بھابی اور اس کے علاوہ لاتعداد انسان آپ سب میرے ہیں۔ یہ سب کچھ میں نے اپنے لئے ہی کیا ہے۔ میری درخواست ہے نازاں باجی مجھے محبت سے اپنے قدموں میں تھوڑا سا وقت گزارنے کا موقع

میں نے ہنس کر کہا۔ ”محترمہ نازاں باجی بلاشبہ آپ ہی نے مجھے یہ دنیا دکھائی اور میں نے جو کچھ سیکھا ہے آپ ہی سے سیکھا ہے۔ استاد اور شاگرد کے درمیان جو ایک ذہنی رابطہ ہوتا ہے وہ ہمارے درمیان موجود ہے اور جو باتیں آپ کی دوسرے نہیں سمجھ پاتے وہ میرے ذہن تک پہنچ جاتی ہیں۔ کیونکہ آپ ہی کے کہنے کے مطابق میں آپ کا ذہن ترین شاگرد رہا ہوں۔ اگر شاگرد استاد کے مقصد کو نہ پالے تو اس کا مطلب ہے کہ اس نے استاد سے کچھ نہیں حاصل کیا۔“

”چرب زبانی سے کام نہ لو۔ آج تمہارے گرد گرفت بہت سخت ہے۔“

”تو پھر یوں کہے نا ادھر ادھر کی باتیں کرنے سے کیا فائدہ۔ میں جانتا ہوں کہ آپ نہ میری حیثیت سے مرعوب ہیں اور نہ ہی اس بات کو خاطر میں لاتی ہیں کہ میں نے آپ کے لئے کیا کیا ہے۔ اصل میں یہ بات آپ بھی جانتی ہیں کہ جو کچھ ہے آپ کا دیا ہوا ہے بھلا میری کیا مجال کہ کبھی اس کا کوئی تذکرہ کر سکوں۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ آپ جذباتی حملے کر کے میری زبان بند کرنا چاہتی ہیں۔“

”بکو اس مت کرو۔ جانتی ہوں بہت چالاک ہو گئے ہو۔ لیکن میرے سامنے کوئی چالاک نہیں چلے گی۔ دیکھو ہزار بار اس موضوع پر گفتگو ہو چکی ہے تم جس احساس کی تلاش میں ہو اس احساس کے ہزاروں ٹکڑے تمہیں مل چکے ہیں۔ لیکن تم یہ ظاہر کرنا چاہتے ہو کہ جب تک تم اپنی اصلیت نہ پالو بے سکون رہو گے۔ گویا ہماری حیثیت اس طور پر ختم ہو جاتی ہے۔ لیکن ہم ایسا نہیں سمجھتے۔ ہم سب تمہارے لئے فکر مند رہتے ہیں بالکل اسی مانند جس طرح تمہاری ماں رہتیں۔ بھائی جان تم سے باپ کی طرح محبت کرتے ہیں اور بھی بہت سے لوگ ہوں گے لیکن ہمارا مقام الگ ہے جسے تم خود قبول کرتے ہو۔ تو جناب آپ یہ بتائیے کہ ہم سے ہمارا یہ حق کیوں چھین لیا گیا کہ ہم آپ کے

”آپ کے لئے ایک دعوت نامہ موصول ہوا ہے۔ ملٹری ڈیپارٹمنٹ سے۔ بہت ناموں کے ساتھ۔ وقت کا تعین بھی کر لیا گیا ہے اور مسٹر شاہنواز بذات خود آپ کو اپنے ساتھ وہاں لے کر جائیں گے۔ جگہ کا تعین ہو گیا ہے۔ ٹیلیفون پر بتانا غیر مناسب ہے۔“

”ٹھیک ہے۔ ملاقات کب ہے۔“

”آج ہی رات کو۔ ساڑھے نو بجے۔“

”میں تھوڑی دیر بعد پہنچ رہا ہوں۔“

سب سے اجازت مانگی۔ سب نے محبت سے گلے لگایا۔ ننھے کاشف کو چوما اور اس کے بعد وہاں سے اپنی کوٹھی واپس آگیا۔

رشید ناگی نے دعوت نامے کی پوری تفصیل بتائی تھی۔ اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ چھوٹا سا پروگرام میرے اعزاز میں رکھا گیا ہے۔ کیونکہ ملک کے نامور سائنسدان اس دعوت میں شرکت کر رہے تھے۔ کچھ اور نام بھی تھے جو ملک کی سلامتی سے تعلق رکھتے تھے اور ملک کے اہم ترین ذمہ دار سمجھے جاتے تھے۔ بہر حال تیاریاں ہوئیں، مسٹر شاہنواز نے ایک پروگرام شام کو پانچ بجے پیش کیا۔ خفیہ مینٹگ تھی اور ایک بالکل اجنبی جگہ رکھی گئی تھی۔ جس کے بارے میں عام لوگوں کو علم نہیں تھا۔ چنانچہ کئی گاڑیاں بدل کر مسٹر شاہنواز تک پہنچا اور اس کے بعد ان کے ساتھ اس عمارت میں جو سرکاری تحویل میں تھی اور جہاں بڑی بڑی گاڑیاں موجود تھیں۔ مختلف مراحل سے گزر کر آخر کار اس کانفرنس ہال میں پہنچ گیا جہاں ملک کی اعلیٰ ترین شخصیتیں میرے استقبال کے لئے موجود تھیں۔ بڑے پر جوش الفاظ میں مجھے خوش آمدید کہا گیا۔ وزیر داخلہ، وزیر خارجہ، وزیر دفاع بھی تھے اور ملٹری ڈیپارٹمنٹ کے ایک افسر اعلیٰ بھی۔ سب سے میرا تعارف کرایا گیا۔ خصوصاً ان سائنس دانوں نے بڑی گرم جوشی سے میرا استقبال کیا۔ جن کی تصاویر اخبارات میں دیکھ چکا تھا اور جن کے اعلیٰ ترین کارنامے لاتعداد بار سن چکا تھا۔ مجھ سے کہا گیا۔

”وائس منصور آپ ملک کی ایسی شخصیتوں میں سے ہیں جن کے نام اکثر و بیشتر سامنے آتے رہتے ہیں۔ چونکہ ہمارا شعبہ مختلف ہے اس لئے کبھی آپ سے براہ راست تو ملاقات نہیں ہوئی لیکن آپ کے بارے میں جو شواہد اور جو داستانیں ہم تک پہنچی ہیں وہ

دیکھئے۔ کیونکہ اس کے بعد پھر مجھے اپنی زندگی کے اس کٹھن مشن کی جانب روانہ ہونا ہے جو میں اپنے بچوں کے لئے سرانجام دینا چاہتا ہوں۔ اپنی ماں کے لئے سرانجام دینا چاہتا ہوں۔ اپنے باپ کے لئے سرانجام دینا چاہتا ہوں۔ میرا باپ میرا وطن ہے۔ میری ماں یہ زمین ہے جو ملک بھر میں پھیلی ہوئی ہے اور میرے بچے اس ملک کے گوشے گوشے میں رہنے والے وہ تمام بچے ہیں جنہیں ایک حسین مستقبل دینے کے لئے میں مقدر پر کوشش کر رہا ہوں۔ مجھے کسی ایک گمر میں قید نہ کیجئے گا۔ میں تو بھٹکا ہوا انسان ہوں اور بکھرا رہنا چاہتا ہوں۔ الیاس بھائی آپ میری مدد کیجئے۔ میرے ان جذبات کو محسوس کیجئے اور ان لوگوں کو سمجھائیے۔“

”نازاں اب اس موضوع پر کبھی بات نہ کرنا۔ تم نے جو تاج محل تعمیر کیا ہے اس کی دستخطیں لا محدود ہیں۔ تم اس کے کناروں کو کبھی محدود نہیں کر سکتیں۔ یہ گناہ نہ کرو۔ جو کچھ اس نے کہا ہے اس کی گہرائیوں تک پہنچو۔ کیا سمجھیں؟“

”مگر بھائی جان۔“

”نہیں۔ اب اگر مگر کی گنجائش نہیں ہے۔ اطمینان رکھو فیصل، میں یہ موضوع آئندہ نہیں چھیڑنے دوں گا۔ میرا وعدہ ہے تم سے۔“ میں کچھ جذباتی سا ہو کر خاموش ہو گیا۔

نازاں باجی کی بھی کچھ آگے کہنے کی ہمت نہیں پڑی تھی۔ یہ دورے ان لوگوں پر پڑتے تھے کبھی کبھی۔ بہر حال یہ ان کی محبتوں کا نتیجہ تھے۔ میں نے مزید چند الفاظ کہہ کر انہیں پیار سے سمجھا دیا اور نازاں باجی خاموش ہو گئیں۔ بھابی نے البتہ کہا۔

”ایک ہی منٹ میں ناک آؤٹ کر دیا اس نے ہم سب کو۔“

”شاگرد کس کا ہوں۔“ میں نے ہنس کر نازاں باجی کی طرف اشارہ کیا۔ نازاں باجی گردن جھٹک کر خاموش ہو گئی تھیں ظاہر ہے اب اس کے بعد ان کے پاس کہنے کے لئے کچھ نہیں تھا غرض یہ کہ تین چار دن میں نے بڑے پرسکون گزارے۔ چوتھے دن میں خود بھی واپسی کا پروگرام بنا چکا تھا۔ لیکن ٹیلیفون پر ناگی نے مجھ سے رابطہ قائم کیا اور کہا۔

”چیف ضرورت پیش آگئی ہے۔“

”اوہ۔ خیریت ناگی۔“

انتہائی قابل قدر ہیں۔ وطن دوست وطن پرست وطن سے محبت کرنے والا وطن کا ایک ایسا ستون ہوتا ہے جس پر وطن کے مستقبل کا دارومدار ہوتا ہے۔ ہمیں دوسرے ذرائع سے بہت سی تفصیلات حاصل ہوئی ہیں جو قیمتی شے آپ نے ملک کے سائنسی شعبے کو دی ہے وہ بڑی اہمیت کی حامل ہے اور اس سے متعلق جو کارنامے آپ نے سرانجام دیئے ہیں وہ بھی بلاشبک و شبہ انتہائی بیش قیمت ہیں اور اس سے ایک اور امید پیدا ہو چلی ہے جس کا اظہار آپ سے باقاعدہ تو سرکاری طور پر کیا جائے گا لیکن دل کی بات کہہ دینے کی اجازت حاصل کر لی ہے ہم نے۔ چنانچہ کہے بغیر نہیں رہ سکیں گے۔

”اگر میرا معمولی سا وجود وطن کے کسی ایک گوشے کے کام بھی آتا ہے تو آپ یقین فرمائیے میں اس گوشے کو سینچنے کے لئے اپنے خون کا ایک ایک قطرہ دے سکتا ہوں۔“

”سبحان اللہ! یہ جذبہ ہمارے ملک کو انشاء اللہ تعالیٰ آسمان جیسی بلندیوں تک پہنچا کرے گا۔ دراصل آپ کو علم ہے کہ ہمارے ایٹمی شعبے میں جس قدر ترقی ہو رہی ہے وہ ہمارے لئے انتہائی تشویشناک ہیں۔ ایک کے بعد دوسرا راستہ بند کیا جا رہا ہے اور ہمیں اپنی بقا کے لئے ایٹمی ہتھیار سے روکا جا رہا ہے۔ طرح طرح کے الزامات لگائے جا رہے ہیں۔ جبکہ خود پڑوسی ملک اس ضمن میں کامیابیوں پر کامیابیاں حاصل کرتا جا رہا ہے۔ ہمارا ملک جنگجو ملک نہیں ہے۔ ہم امن و امان سے ترقی کے راستوں پر گامزن ہونا چاہتے ہیں۔ لیکن کیا کیا جائے۔ ہمیں اپنے سے کئی گنا بڑے ملک سے برابر خطرات رہتی ہیں۔ وہاں ہمارے خلاف مستقل کارروائیاں ہوتی رہتی ہیں۔ ان کے ہاں ہتھیاروں کا چھوٹا سا ذخیرہ واقع ہو ہمارے نام سے منسوب کر دیا جاتا ہے۔ بات وہیں تک نہیں ہے۔ لاتعداد اسلامی ممالک کے خلاف ایسی ہی کارروائیاں ہو رہی ہیں۔ اس طرح اصولی طور پر ہمیں ایک مضبوط پاکستان درکار ہے۔ لاتعداد رکاوٹوں کے باوجود ہمیں اپنی منزل کی جانب سفر جاری رکھنا ہے۔ ہم کسی کو نقصان نہیں پہنچانا چاہتے۔ لیکن اپنے آپ کو بھی نقصان پہنچانے کے خواہشمند نہیں ہیں اور ان لوگوں پر نگاہ رکھنا چاہتے ہیں جو دن رات ہماری بربادی کے کوشاں ہیں۔ مطلب یہ ہے دانش منصور صاحب کہ آپ نے اس وقت یہ کارنامہ سرانجام دے کر ہمیں بڑا حوصلہ بخشا ہے اور اگر ایٹمی شعبے میں ترقی حاصل کرنے کے لئے

”دانش منصور صاحب کہنے لگے۔“ بات یہیں تک محدود نہیں ہے۔ دانش منصور صاحب کے مختلف شعبوں میں ایسے لوگوں کو تلاش کیا ہے جو وطن دشمنی پر آمادہ ہیں۔ ان کے بارے میں مزید تفصیلات تو مجھے خود بھی معلوم نہیں ہیں۔ لیکن میری اپنی بات تو مجھے یہ بتاتی ہیں کہ چند ایسے کام جو ایک سرمائے دار کی حیثیت سے کئے جاسکتے ہیں۔ مثلاً چھوٹی صنعتوں کا یہ جال جس کے چرچے منظر عام پر آئے ہیں۔ مثلاً چھوٹی صنعتوں کا یہ جال جس کے چرچے منظر عام پر آئے ہیں۔ مثلاً چھوٹی صنعتوں کا یہ جال جس کے چرچے

”اس لئے کہ اپنے ملک کے سیاست دانوں پر مجھے مکمل اعتماد ہے۔ انہوں نے جو دریاں سنبھالی ہوئی ہیں ان سے مطمئن ہوں۔ پھر میں اپنی ٹانگ اس مسئلے میں اتار دوں۔“

”آپ ایک سرمایہ دار ہیں۔ آپ اپنے سرمائے کو اپنی ان کاوشوں سے اتنا بڑھا سکتے ہیں کہ سب سے دولت مند آدمی بن سکیں۔ آپ نے ایسا کیوں نہیں کیا۔“

”یہ سرمایہ بھی میرے وطن کا ہے۔ یہیں سے مجھے ملا ہے اور میں اسی پر خرچ کرنا

چاہتا ہوں۔ جہاں تک سرمائے کو بڑھانے کا معاملہ ہے تو یہ ان تمام ضرورتوں کے تحت بڑھ رہا ہے جو وطن کو درپیش ہیں۔“

”تجربہ ہے کہ اس سے پہلے آپ کا نام اس انداز میں منظر عام پر کیوں نہیں آیا بہر حال دیر آیا درست آیا۔ آپ کو ایک محب وطن کی حیثیت سے وہ مقام یقیناً ملے گا دانش صاحب جو آپ کا حق ہے۔“

”میرا مقام مجھے مل چکا ہے۔ جہاں تک منظر عام کا معاملہ ہے اس سے میں گریز کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ اس طرح میرے راستے رکیں گے۔“

بہر حال یہ ایک شاندار تقریب رہی۔ سائنسدانوں نے دبے الفاظ میں یہ اظہار بھی کر دیا تھا کہ انہیں آئندہ بھی میری مدد کی ضرورت پیش آسکتی ہے اور میں اس سے انکار کیسے کر سکتا تھا۔ پھر کچھ اور پرستائش الفاظ کے ساتھ یہ کانفرنس ختم ہو گئی۔ شاہنواز صاحب کو میری قربت حاصل نہیں تھی۔ بعد ہو گئے کہ مجھے گھر تک چھوڑنے چلیں گے میں انہیں نہایت خوشی سے اپنے ساتھ کوٹھی لے آیا۔ شاہنواز صاحب کہنے لگے۔

”دانش منصور صاحب درحقیقت سیاست کے رنگ بہت بدل گئے ہیں اور بعض جگہ انتہائی معذرت کے ساتھ ہیں یہ کیوں تو غلط نہیں ہوگا کہ سیاست بھی ایک کاروبار بن کر رہ گئی ہے۔ حالانکہ ایسا ہونا نہیں چاہیے۔ ضرورتیں بے شک ہر شخص کو ہوتی ہیں اور اپنے اختیارات سے اپنے ساتھیوں کو کچھ دینا کوئی غلط بات نہیں ہے۔ لیکن اس میں انتہا کو پہنچ جانا ملک دشمنی کے مترادف ہے۔ میں واقعی یہ سوچ رہا ہوں کہ آپ آئندہ الیکشن میں حصہ کیوں نہ لے ڈالیں۔ جس طرح آپ نے مجھے یہ مقام دلایا آپ پورا پورا بھروسہ رکھیں میں اب اپنی کاوشوں سے آپ کو وہ مقام دلواؤں گا۔ آپ مجھے اپنا نمائندہ مقرر کر دیجئے۔“

”نہیں شاہنواز صاحب میں یہ بات کہہ چکا ہوں کہ ملک کی سیاست میں حصہ لینا میرے لئے دوسرے معاملات میں رکاوٹ بن جائے گا اور پھر میں سیاستدان ہوں بھی نہیں میں تو ایک سپاہی ہوں۔ مجھے سپاہی کی حیثیت سے وطن دشمنوں سے لڑنے دیجئے۔“

”آپ کی مرضی۔ ویسے جو اندازہ میں نے لگایا ہے اور رشید صاحب نے جس طرح کچھ واقعات مجھے بتائے ہیں ان کے تحت میں آپ سے ایک اہم بات بھی کرنا چاہتا تھا۔“

اس وقت نہ سہی پھر کسی وقت سہی۔“

”نہیں۔ میں فارغ ہوں۔ آپ بتائیے کیا بات ہے آپ کے ذہن میں۔“

”ملک کے ایک گوشے میں ذرا کچھ گڑبڑ ہو رہی ہے۔ شاید وزیر صنعت کی حیثیت سے میں آپ کو اس کے بارے میں صبح معلومات فراہم کر سکوں۔ ہمارے ہاں بہت سے ایسے ادارے کام کر رہے ہیں جو ملک کی ضروریات میں خود کفیل ہونے کے خواہاں ہیں۔ ایک اہم ادارہ اس سلسلے میں کچھ پریشانیوں کا شکار ہے اور اس نے کئی بار میری توجہ اس باب مبذول کی ہے۔ میں نے کام بھی کیا ہے لیکن مجھے کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ یقینی طور پر کچھ ایسے لوگ اس سلسلے میں کام کر رہے ہیں۔ جو بے حد پراسرار وسائل رکھتے ہیں میں خصوصاً گھٹی کے شعبے کی جانب آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ حالانکہ ہم ملک کو ڈیجیٹل آئل کے سلسلے میں خود کفیل بنانے کے لئے بہت عرصے سے کوششیں کر رہے ہیں۔ میں نے صرف ایک آئٹم کا نام لیا ہے۔ باقی بھی بہت سے کام ہو رہے ہیں لیکن ان دنوں سنا یہ گیا ہے کہ ڈیجیٹل آئل اسمگل ہو جاتا ہے اور کچھ ایسے پوانٹس بھی نگاہوں کے سامنے آئے ہیں جہاں سے یہ کام کیا جا رہا ہے۔ میں آپ کو کھلے دل سے ایک علاقے کا نام بتاتا ہوں اور ایک ایسی شخصیت کی نشاندہی کرتا ہوں جو اس سلسلے میں سرفہرست بھی جا رہی ہے۔ شکر ہے کہ وہ کوئی سیاسی شخصیت نہیں ہے لیکن اپنے علاقے کی بااثر شخصیت تصور کی جاتی ہے۔ اس کا نام بادل گل ہے۔ بادل گل گھٹی کی اسمگلنگ کے سلسلے میں شہنشاہ سمجھا جاتا ہے لیکن اس کے بارے میں تحقیقات سے ہمیں کوئی نتیجہ نہیں حاصل ہوا اور وہ اپنے بے پناہ وسائل سے کام لے کر صاف اس چکر سے نکل گیا ہے۔ سنا ہے اسے کسی بڑے بین الاقوامی ادارے کا تحفظ حاصل ہے اور ساتھ ہی ساتھ پڑوسی ملک کے ایجنٹوں کا تعاون بھی۔ یہ نام ہمارے ذہن میں کیل کی طرح چبھ رہا ہے اگر آپ اس سلسلے میں کچھ کر سکیں تو میرے اوپر احسان ہوگا۔ میں وہ راستے بند کر دیتا چاہتا ہوں جن سے ہمارے وسائل ناکارہ ہو رہے ہیں اور پڑوسی ملک کو مسلسل فائدہ حاصل ہو رہا ہے۔“

میرے ذہن میں چیونٹیاں سی سرسرا رہی لگیں۔ بادل گل کا نام اس فہرست میں موجود تھا۔ جو مجھے باہر سے حاصل ہوئی تھی۔ پچھلے دنوں رشید ناگی سے بھی یہی تذکرہ رہا

تھا کہ مجھے پہلے قدم کے طور پر کیا کرنا چاہیے۔ ایک لمحے میں یہ بات میرے ذہن میں آئی کہ شاہنواز صاحب کا یہ مطالبہ اور ان کا مجھے اس جانب متوجہ کرنا میرے لئے ایک اشارہ ہے کہ مجھے اپنا ٹارگٹ کیا منتخب کرنا ہے۔ میں نے چند لمحات کے بعد کہا۔

”میں سمجھتا ہوں شاہنواز صاحب کہ یہ بھی ملک کی ذمہ داریوں میں سے ایک ذمہ داری ہے۔ میں اپنے طور پر اسے پورا کرنے کی انتہائی کوشش کروں گا۔“

”حالانکہ یہ ایک بالکل الگ شعبہ ہے۔ بات یہ نہیں ہے کہ ملک میں اس قسم کے معاملات پر کام کرنے والے موجود نہیں ہیں۔ یہ ایک بالکل ذاتی سی خواہش تھی جو میرے دل میں پیدا ہوئی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس سلسلے میں باقاعدہ کارروائی کی جائے تو شاہنواز وزارت داخلہ اس بات پر اعتراض کر دے۔ سیکرٹ سروس اور دوسرے انتظامی ادارے ایسے ذہین لوگوں سے خالی نہیں ہیں۔ جو دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیں۔ بس بجائے کیوں رشید ناگی سے اکثر آپ کے بارے میں ہونے والی گفتگو نے میرا ذہن اس جانب متوجہ کر دیا اور میں آپ سے یہ کہہ بیٹھا۔“

”نہیں آپ نے بہت اچھا کیا کہ مجھے اس طرف متوجہ کر دیا۔ میرا اپنا بھی ایک کام اس سے منسلک ہے لیکن آپ یہ فرمائیے کہ مجھے اس سلسلے میں قانونی طور پر کیا مدد دی جاسکتی ہے آپ میرا مطلب سمجھ رہے ہوں گے۔“

”بالکل سمجھ رہا ہوں اور اس چیز کے لئے پورے اعتماد کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ آپ کو ہر طرح کا تحفظ حاصل ہو گا۔ بڑی سے بڑی شخصیت پر آپ ہاتھ ڈال سکتے ہیں اگر یہ محسوس کریں کہ وہ شخصیت کس طرح سے قانون کی گرفت سے نکل سکتی ہے تو آپ بلاشبہ اس کا فیصلہ اپنے ہاتھوں سے کر سکتے ہیں۔ یہ الفاظ قانونی حیثیت نہیں رکھتے میں جانتا ہوں لیکن جو وطن کے لئے دیوانے ہوتے ہیں وہ کسی ایسے سہارے کے محتاج نہیں ہوتے ہر اس بہتری کے لئے جو وطن کے حق میں ہو انتہائی اقدامات کئے جاسکتے ہیں۔“

”میں نے آج تک اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے بہت سے ایسے کام کئے ہیں جن کی نوعیت اگر منظر عام پر آجائے تو انہیں غیر قانونی کہنا جائے گا لیکن آپ یقین کیجئے یہاں میری عدالت ضمیر کی عدالت میں ہوتی ہے اور میں یہ سوال کرتا ہوں کہ یہ چھوٹی غیر

ہونی حرکات اگر وطن کے مستقبل کے لئے بہتری پیدا کرتی ہوں تو مجھے کسٹنی چاہیں یا نہیں۔ اس عدالت سے فیصلہ ہمیشہ میرے حق میں ہوا ہے۔“

”بہر حال اہل دانش ضمیر کی عدالت کے فیصلوں کو تسلیم نہیں کریں گے لیکن عمل جاری رہے اور خدا کا شکر ہے اس کے بہتر نتائج نکلتے رہیں۔ وطن دشمن تو کسی حال میں تیل ہمدردی نہیں ہوتے اور بعض جگہوں پر ان کی سرکوبی کے لئے ایسے اقدامات کرنے پڑ جاتے ہیں جو قانون کی نگاہوں میں بہتر نہیں ہوتے لیکن ہم بعد میں یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ ہم نے جو کچھ کیا ہے وہ غلط نہیں ہے۔“

”تو ٹھیک ہے میں آپ کی اجازت کے ساتھ بادل گل کے خلاف محاذ کھول رہا ہوں۔“

”میری دعائیں اور میرا ہر طرح کا تعاون آپ کے ساتھ ہے۔ اس سلسلے میں کسی بھی وقت پورا پروگرام ترتیب دے کر مجھ سے تفصیلی ملاقات کر لیجئے گا۔“ اس گفتگو کے بعد شاہنواز صاحب چلے گئے۔ میں اس دلچسپ اتفاق پر حیران تھا۔ وطن دشمنوں کی جو فرست مجھے حاصل ہوئی تھی وہ میرے دل پر زخم تھی کیونکہ اس میں میرے ایک ولد ار کا خون شامل تھا۔ ان لوگوں کو معاف نہیں کر سکتا تھا جن کی وجہ سے فراز ہلاک ہوا تھا لیکن جو کچھ کرنا تھا اس پر کافی غور بھی کرنے کی ضرورت تھی۔

غزنوی صاحب کے بارے میں جب بھی سوچتا دل بھاری ہو جاتا، رخسار بھی کئی بار یاد آئی تھی۔ جب بھی یاد آئی ایک لطیف تصور ذہن پر طاری ہو جاتا، اچانک ہی مجھ پر یہ انکشاف ہوا تھا کہ رخسار کے تصور میں لطافت کا عنصر شامل ہے حالانکہ بارہا اس سے ملاقاتیں رہیں۔ میں نے ہمیشہ اس کے وجود کی نفی کی۔ کئی بار تو اس قدر کہ خود مجھے اس کی توہین کا احساس ہوا لیکن کچھ تھا اس خیال میں کوئی بات ضرور تھی۔ البتہ کسی خاص احساس کو اس لئے ہوانہ مل سکی کہ اس کے تصور کے ساتھ غزنوی صاحب کا تصور بھی جاگتا تھا۔ اور یہ تصور دل میں آگ روشن کر دیتا تھا۔ رخسار بھی اس آگ کی تپش کا شکار ہو جاتی تھی۔ ان دنوں نہ جانے کیوں وہ یاد آرہی تھی۔ ناگی نے ایک دن کہا۔

”سر فواد ناصری صاحب کئی بار آپ کو یاد کر چکے ہیں آپ کے پاس حاضری چاہتے ہیں۔“

”ہاں۔ وہ تو رہ ہی گئے۔ کیسے ہیں وہ؟“

”بہت شاندار جا رہے ہیں۔“

”اخبار بھی تمہیں دیکھا۔“

”فائل موجود ہے سر۔ جب حکم دیں پیش کر دوں۔“

”دیکھوں گا۔ ویسے ان لوگوں سے بھی ملاقات کرنی ہے تمہارے خیال میں اخبار کیسا جا رہا ہے میرے خیال میں فولاد ناصری صاحب نے اسے بہت اچھی طرح سنبھال لیا ہے۔“

”بہت اچھی طرح جناب۔“

”کوئی مشکل تو نہیں پیش آئی انہیں؟“

”بالکل نہیں۔ وہ تجربے کار آدمی ہیں سائرہ حسن بھی اس سلسلے میں شاندار کارکردگی کا مظاہرہ کر رہی ہے۔ جس کا نتیجہ اخبار کی اشاعت کی شکل میں موجود ہے۔“

”خوشی ہوئی۔ ناصری صاحب اور رفیق احمد جاگیردار سے بھی اپنے طور پر اچانک ملوں گا۔ مطمئن ہیں وہ لوگ؟“

”بہت زیادہ چیف۔ رفیق احمد جاگیردار صاحب کی تو صحت بھی بہت اچھی ہو گئی ہے۔ ایک بار پھر جوانی کی جانب لوٹ آئے ہیں۔“ ناگی نے مسکرا کر کہا۔

پھر ایک دن اچانک ہی اخبار کے دفتر چاچہ پچا تھا۔ فولاد ناصری صاحب واقعی اب پہلے کی نسبت بہت اچھی صحت کے مالک نظر آ رہے تھے۔ سائرہ حسن بھی اپنی تمام شوخیوں کے ساتھ ناصری صاحب کے دفتر میں ہی مل گئی۔ مجھے دیکھ کر دونوں ہی بھونچکے ہو گئے تھے۔ فولاد ناصری صاحب کا تو منہ ہی حیرت سے کھلا کا کھلا رہ گیا۔ کہنے لگا۔

”اکثر عالم خواب میں یہ تصور کیا ہے کہ آپ اچانک دفتر میں آئے اور ہمارے سامنے کھڑے ہو گئے لیکن ہوش و حواس کی دنیا کا بندہ ہوں۔ آنکھیں جو کچھ دیکھ رہی ہوں اس پر یقین کر لوں؟“

”ہاں ناصری صاحب۔ میرا خیال ہے یقین کر لیں۔“ میں نے انہیں مشورہ دیا۔

”تو پھر تشریف رکھیے۔“ انہوں نے سامنے کی کرسی پر اشارہ کیا۔ جو ان کا ٹائپ تھا اس کے بارے میں اچھی طرح جانتا تھا۔ زندگی میں کبھی کسی سے مرعوب نہ ہوئے مجھ

لے کیا ہوتے۔ کہنے لگے۔

”اس وقت آپ کا خادم نہیں بلکہ اخبار کا خادم ہوں۔ چنانچہ کوئی استقبالیہ غلطی ہو جائے تو۔“

”ایک سر پھرائیڈیٹر سمجھ کر معاف کر دیجئے۔“

”سر پھروں ہی کی تو انجمن ہے یہ ناصری صاحب! اگر آپ میں یہ خوبی نہ ہوتی تو ایڈیٹر کس کام کی۔ آپ اپنی کرسی پر بادشاہ ہیں۔ زمانے کو اپنے قلم کی نوک سے گھما لانے والے۔ اگر یہاں آپ ایک ملازم ہوتے اور مالک کا خیر مقدم کرتے تو معاف کیجئے گا میں آپ کو بددیانت سمجھتا۔“

”تو میاں ہمیں کون سی چیز یہاں روکے ہوئی ہے کوئی دیوانے ہیں ہم۔ یہ چند پیسے تو ہر جگہ مل جاتے ہیں کہیں کم کہیں زیادہ مزہ تو یہی ہے کہ ہمیں آزاد چھوڑ دیا گیا اور ہماری آزادی کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ آپ کا یہ اخبار حرف آخر ہوتا ہے جہاں اخبار پڑھا جاتا ہے اور ملک سے اور بیرون ملک کی سیاست سے روشناس ہونے کا جذبہ ہوتا ہے۔“

”یہ ناصری صاحب زیادہ ہی فولاد ہیں دانش منصور صاحب! میں تو ڈرتی ہوں کہ کہیں اس فولاد کو کوئی بھی میں نہ ڈال دے۔“

”بی بی نکلیں گے تو کندن بن کر ہی نکلیں گے۔ کیا سمجھیں۔“

”گویا آپ سونے اور فولاد کا مرکب ہیں۔“ سائرہ حسین نے ہنستے ہوئے کہا۔

”فولاد اور سونے کا تو کوئی جوڑ نہیں۔ سونا ہے کیا چیز۔ پیلے رنگ کی ایک ملائم دھات جس سے زیور بنانے کے علاوہ اور کچھ نہیں بنایا جاسکتا۔ فولاد اگر کندن بن جائے تو یوں سمجھ لو کہ پھر اس کا توڑ نہیں دریافت ہوتا۔“

”جیت لیجئے آپ ان سے باتوں میں دانش منصور صاحب۔“

”عزیزہ باتوں ہی کی تو قیمت ہوتی ہے۔ دانش منصور صاحب کیسے مزاج ہیں آپ کے گستاخیوں کی معافی چاہتا ہوں۔“

”بس فولاد صاحب عرصے کے بعد ملک واپس آیا تو آپ سے ملنا ضروری سمجھا۔“

”بہت بہت شکریہ۔ آپ میرے ساتھ چائے پییں گے میرے دفتر میں تو مجھے خوشی

”ارے چھوڑو یہ سب روایتی جملے ہیں لوگ ایک دوسرے سے یہی سب کچھ کہتے ہیں۔ کیا کوئی ایسا نہیں رہا اس دنیا میں جو ان الفاظ کو بدل دے اور وہ کہے جو دل کی گہرائیوں سے نکلے۔ ہے کوئی ایسا دانش منصور بتاؤ گے مجھے۔ صرف ایک آدمی صرف ایک شخص ایسا جو دل کے قریب سے گزرے..... کوئی ہے۔“

انہوں نے سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ ایک ہی جملے نے بوکھلاہٹ کا شکار کر دیا تھا اور میں درحقیقت کوئی مناسب جواب نہیں دے سکا تھا۔ وہ ہنس پڑیں پھر بولیں۔

”جھوٹ ہی سہی لیکن اپنے آپ ہی کو کہہ دو کسی کا دل رکھنا بھی ثواب ہوتا ہے۔“

”نہیں عافیہ بیگم یہ بات نہیں ہے۔“

”جھوٹ بولنا شروع ہو گئے کتنے دن کے بعد آئے ہو۔ نجانے کتنا انتظار کرایا ہے۔ خیر ہم تو قیامت تک انتظار کریں گے۔ تڑپاتے رہو جلاتے رہو۔ کوئی بات نہیں۔ یہ پھول لینا پسند کرو گے۔“ انہوں نے اپنے ہاتھ میں موجود پھول میری جانب بڑھا دیئے۔

”شکریہ عافیہ بیگم آپ نے تو ایسی شکایات کر ڈالیں کہ میں شرمندہ ہی ہو گیا۔“

وہ ہنس پڑیں پھر بولیں۔

”کیا دلچسپ دنیا ہے لوگ بڑے آرام سے ہر وہ بات کہہ دیتے ہیں جو اصولی طور پر ان کی ذمہ داری بن جاتی ہے لیکن وہ خود جانتے ہیں کہ جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں مد مقابل سے پیچھا چھڑانے کے لئے کہہ رہے ہیں۔ خیر میں یہ تو نہیں کہتی کہ تم دنیا سے مختلف بن جاؤ کبھی کبھی کسی کے لئے جھوٹ بھی بول دیا کرتے ہیں۔“

”عافیہ بیگم کیا کر رہی ہیں آپ۔“ میں نے پوچھا اور جواب میں انہوں نے گہری سانس لی۔

”فرار، بھاگے نا دائرے سے نکل کر کیا جواب دو گے میری باتوں کے۔ تڑپالو تڑپاتے رہو کوئی حرج نہیں ہے۔ بعض اوقات تڑپنے میں بھی مزہ آتا ہے۔“

”رفیق احمد صاحب موجود ہیں؟“

”ہاں ہیں جاؤ! میں نے ایسے ہی پکار لیا تھا اور شاید میں نے بھی نہیں پکارا تھا۔ کچھ آدازیں دل سے نکل جاتی ہیں۔ جھوٹ سمجھ رہے ہونا میری باتوں کو۔ سوچ رہے ہو گے

ہوگی۔“

فلوڈ ناصری واقعی ایک اخبار کے اڈیٹر تھے۔ سرکش بے باک بے دھڑک اور بے فکر ٹوٹ پھوٹ چکے تھے اور مزید ٹوٹنا پھوٹنا چاہتے تھے لیکن خدا کا شکر ہے کہ محفوظ تھے بہت سی باتیں ہوئیں ان سے سائرہ حسن بھی ان باتوں میں دلچسپی لیتی رہی اور اس کے بعد میں وہاں سے اٹھ گیا۔ یہ ملاقات بڑی پر لطف رہی تھی اور اب یہاں سے مجھے رفیق احمد جاگیردار کے گھر جانا تھا ویسے تو اور بھی بہت سے ایسے افراد تھے جن کے ساتھ زندگی کے یہ فاصلے طے کئے تھے اور ان کا کردار بہت بڑا تھا میری زندگی میں جیسے شاہد بھائی اسلم بیرو وغیرہ۔ لیکن رفیق احمد جاگیردار سے سب سے پہلے ملنا ضروری تھا۔ وقت کا کوئی تعین کر کے وہاں جانا خواجواہ اہتمام کرنے کے مترادف تھا۔ وہ لوگ جانے کیا کیا کر ڈالتے بہر حال چونکہ ان سے ملنا ہی تھا اس لئے اخبار کے دفتر سے نکل کر سیدھا اس جانب چل پڑا۔ رشید ناگی کی عادت تھی کہ صبح ایک جنبش بھی کرتا تو وہ اس پر نگاہ رکھتا تھا۔ سوچا بھی نہیں تھا کہ مجھے اس قدر کامیابیاں حاصل ہو جائیں گی لیکن قدرت خود ہی انتظامات بھی کرتی ہے۔ اچھے ساتھیوں کا حصول بھی نعمت ہوتا ہے۔

رفیق احمد جاگیردار کی وہی کوٹھی تھی لیکن جب میں پہلی بار اس میں آیا تھا تو ایک عجیب سی بد روئی اور بے کسی اس پر چھائی ہوئی تھی اور اب یہ کوٹھی انتہائی پر رونق تھی۔ سبزہ زار کھلے ہوئے تھے اور ہر چیز ہنسی مسکراتی نظر آرہی تھی۔ کارپورچ میں کھڑی ہی کی تھی کہ کسی نے زور سے شی شی کر کے پکارا۔ نظر فوراً ہی دائیں جانب گھوم گئی اور میں نے وہاں عافیہ بیگم کو دیکھا۔ پھولوں کی ایک کیاری کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔ چہرہ پھول ہاتھ میں تھے اور اس طرح مجھے پکار رہی تھیں جیسے میری آمد ان کے لئے متوقع ہو۔ قدم ان کی جانب بڑھ گئے ان خاتون سے خوف بھی محسوس ہوتا تھا لیکن ایک عجیب سا احساس بھی تھا ان کے بارے میں۔ نجانے کیوں پیاری ذہنی قوتیں کھو بیٹھی تھیں۔ جب بھی نظر آتیں عجیب سے تاثرات دل پر چھوڑتی تھیں۔ تیز قدموں سے ان کی جانب چل پڑا۔ کسی ایسی شخصیت کی دلجوئی کرنا بھی کارِ ثواب ہے۔

”ہیلو عافیہ بیگم آپ بہت پیاری لگ رہی ہیں اس وقت اور میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ کی صحت بھی بہتر ہو گئی ہے۔“

کہ دل بھی کہیں بولتا ہے۔ بولتا ہے یقین کرو بولتا ہے نہ سنو وہ دوسری بات ہے۔ دل کی آواز تو دل والوں تک ہی پہنچتی ہے اور دل والے ڈھونڈے نہیں ملتے۔“ انہوں نے فرخ تبدیل کر لیا۔

میں احمقوں کی طرح کھڑا سر کھجاتا رہا۔ اور بو جھل قدموں سے چلتا ہوا اندر داخل ہو گیا صدر دروازے میں ایک ملازم نظر آیا تو میں نے اس سے کہا۔
”رفیق احمد صاحب سے ملنا ہے۔“

”سر تشریف لائے۔“ وہ مجھے پہچانتا تھا اس کے انداز میں کچھ بدحواسی ہی پیدا ہو گئی تھی۔ کچھ دیر کے بعد میں رفیق احمد کے سامنے ڈارنگ روم میں بیٹھا ہوا تھا۔
صاحب نے پر مسرت لہجے میں کہا۔

”سر مجھے آپ کے آنے کی اطلاع مل گئی تھی۔ بس یہ سوچ رہا تھا کہ آپ کی بے پناہ مصروفیات آپ کو فرصت دیں تو میں آپ کی خدمت میں حاضری دوں۔“
”ارے ارے یہ انداز گفتگو؟ اتنا عرصہ تو نہیں ہوا مجھے ملک سے باہر گئے ہوئے رفیق صاحب کہ آپ مجھ سے گفتگو کرنے کا انداز بھول جائیں۔“

”نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے لیکن بہر طور میں آپ کا احترام کرتا ہوں۔“
”ٹھیک کیسے مزاج ہیں آپ کے۔“
”بالکل ٹھیک ہوں۔ کاروبار کا انداز آپ کو پسند آیا آپ کے علم میں تمام تفصیلات لے آئی گئیں۔“

”رفیق احمد صاحب‘ کاروبار کا معاملہ اب آپ کی ذمہ داری ہے مجھے صرف یہ بتائیے کہ آپ مطمئن ہیں۔“

”بہت زیادہ۔ بلکہ بہت زیادہ سے بھی بہت زیادہ‘ بالکل ٹھیک ہوں میں اور پر سکون طریقے سے اپنا کام کر رہا ہوں لیکن.....“
”لیکن کیا.....“ میں نے چونک کر پوچھا۔

”ہمارا یار میدان چھوڑ کر بھاگ گیا تھوڑا سا دکھ ہوا ہے اس کے بھاگ جانے سے۔“

”غزنوی صاحب کی بات کر رہے ہیں۔“

”ہاں۔ مزہ خراب کر گیا وہ ہم تو سوچ رہے تھے کہ پوری طرح مقابلہ کرے گا۔“
”جتنی میں ساتھ دے گا لیکن نجانے کیوں بھاگ گیا وہ۔“
”یہ بھی مانتے ہیں کہ وہ اس سرمائے کا مقابلہ نہیں کر سکا جو ہمارے ہاتھ آگیا ہے لیکن براضدی آدمی تھا کسی بھی طور ہار نہ ماننے والا اس کے ہار مان جانے کا افسوس ہوا ہے۔“
”ہاں اپنی حماقتوں کے شکار ہوئے غزنوی صاحب۔ لیکن رفیق صاحب‘ خیر چھوڑیے کوئی بات نہیں۔“

”کچھ کہنا چاہتے ہیں آپ.....“
”آپ کی کاروباری رقابت کچھ سمجھ میں نہیں آئی۔“ اکثر اس بارے میں سوچا لیکن جواب کہیں سے نہ ملا۔

رفیق صاحب کا چہرہ ایک دم سنجیدہ ہو گیا۔ کچھ لمحات سوچتے رہے پھر بولے۔
”پہلے بھی معذرت کر چکا ہوں۔ یہ معاملہ اس قدر ذاتی ہے کہ شاید اپنی زبان سے میں کسی کو نہ جاسکوں۔ مقصد یہ نہیں ہے کہ مجھے اس کائنات میں کسی پر اعتبار نہیں ہے بلکہ میرے دل کے زخمی تار چھڑ جاتے ہیں اور اس کے بعد میرے لئے خود کو سنبھالنا مشکل ہو جاتا ہے۔ بس کچھ ایسے ہی ذاتی معاملات تھے لیکن آپ نے میری وہ آرزو پوری کی ہے جس سے میری زندگی کے تار بندھے ہوئے تھے۔ ایک بار زندگی میں‘ بس ایک بار یہ خواہش تھی کہ کوئی ایسا موقع مل جائے جب میں غزنوی کو نیچا دکھا سکوں وہ موقع آپ نے مجھے عطا کیا۔ کس طرح آپ کا شکریہ ادا کروں۔ غزنوی میدان چھوڑ کر بھاگ گیا اس کا بھی مجھے افسوس ہے لیکن بہر طور اس سے آپ یہ نہ سمجھیں کہ اب اس کاروبار سے میری دلچسپی ختم ہو گئی ہے۔ میں رفیق احمد جاگیردار ہی کی حیثیت سے مرنا چاہتا ہوں اور آج جب لوگ عزت سے میرا یہ نام لیتے ہیں تو ایسا لگتا ہے جیسے زندگی کے بہت سے سال بڑھ گئے ہوں۔“

”میں آپ کی خوشی میں برابر کا شریک ہوں اور آپ کی زندگی بڑھ جانا میری اپنی زندگی کا بڑھ جانا ہے۔ خدا آپ کو خوش رکھے۔ بس تھوڑی ہی دیر کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور بڑا مسرور واپس جا رہا ہوں کہ یہ سب کچھ آپ کی اپنی پسند کے مطابق ہو گیا۔ بہت مبارک رفیق احمد صاحب بہت بہت مبارک۔“

”شکریہ..... بے حد شکریہ۔“

”دیے آپ کو علم ہے کہ غزنوی صاحب کے اہل خاندان ایک دوسرے سے الگ الگ ہو گئے ہیں۔“

”ہاں مکمل معلومات حاصل ہیں مجھے۔ دراصل غزنوی کا رویہ اپنے اہل خاندان کے ساتھ ہمیشہ سخت رہا ہے۔ والدین بے شک اولاد کی تربیت کرتے ہیں لیکن ان کے لئے اڑدہا بن جانا کوئی سمجھداری کی بات تو نہیں ہے۔ اولاد کے ساتھ بھی دوستانہ رویہ اختیار کر کے اسے اپنا شریک زندگی بنانا چاہیے یہ کیا کہ آپ نے صرف اپنے خیالات مسلط کر دیئے اور انہیں آخری چیز سمجھ لیا۔ یہی وجہ ہے کہ آج غزنوی کو ان حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ سب مل کر زور لگاتے تو شاید طریقہ کار ہی تبدیل ہو جاتا اور غزنوی ایک دم جیت ہو جاتا۔“

”کیا ان لوگوں کے بارے میں آپ کو مزید تفصیلات معلوم ہیں۔“

”نہیں کوشش نہیں کی۔“

”ٹھیک ہے۔ اچھا پھر اجازت۔“

”جرات تو نہیں کرنی چاہیے مجھے لیکن جب آپ نے یہاں تک آکر میری عزت

افزائی کی ہے تو تھوڑی سی خاطر مدارت کا موقع دیجئے۔“

”صرف کوئی ٹھنڈی چیز پلو دیجئے اور اس کے بعد اجازت مرحمت فرمائیے۔“

کچھ دیر کے بعد وہاں سے بھی اٹھ گیا۔ اس کے بعد گھر واپس آیا۔ رشید ناگی

ملاقات ہوئی تو میں نے کہا۔

”ایک بات بتاؤ۔“

”جی..... جی..... سر فرمائیے۔“ رشید ناگی ایک دم سنبھل گیا۔

”رخسار اس وقت کہاں ہے۔ بتا سکتے ہو؟“

”سر پورا پتا لے لیجئے، ایک چھوٹے سے بنگلے میں گلشن اقبال میں رہ رہی ہیں اپنے

والدین کے ساتھ ان کے والد عرفان غزنوی چھوٹا سا ڈیپارٹمنٹل اسٹور کھولے ہوئے ہیں

چند ملازمین رکھے ہیں انہوں نے اور خود ان کی نگرانی کرتے ہیں۔ بظاہر حالات پر سکون

ہیں بہت عمدہ گاڑی ہے ان کے پاس، ڈیپارٹمنٹ اسٹور بھی ٹھیک ٹھاک چلتا ہے بانی

”میں نے بھی کوئی نہ کوئی کاروبار کر لیا ہے۔“

”مجھے عرفان غزنوی کا مکمل پتا بتا دو۔“ اور رشید ناگی نے زبانی طور پر یہ پتا دہرا دیا۔

”میں نے نوٹ کر لیا۔“

رخسار اس رات پوری طرح میرے ذہن پر حاوی رہی تھی اس کے ساتھ گزرے ہوئے لمحات اور اس کی باتیں دل میں چبھ رہی تھیں۔ صحیح معنوں میں ایک انوکھا احساس دل میں جاگا تھا اگر یہ کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا کہ شاید پہلی ہی بار رخسار کے لئے میرے دل میں یہ تصورات پیدا ہوئے تھے اور یہ احساس جاگا تھا کہ شاید میرے دل کے کسی گوشے میں اس کی کوئی تصویر چسپاں ہے۔ آخر کار رات کے آخری پہر یہ فیصلہ کیا کہ میں رخسار سے ملوں گا۔ عرفان غزنوی صاحب سے بھی ملاقات کروں گا اور اس خاندان سے رابطہ قائم کروں گا۔ جہاں سے میری ابتدا ہوئی تھی بالکل ہی وہاں سے کٹ جانا میرے لئے ذرا مشکل کام تھا۔ یہ آخری تصور کچھ ایسا سکون بخش تھا کہ اس کے بعد نیند آگئی۔

صبح بھی خوشگوار کیفیات کی حامل تھی۔ معمولات سے فراغت حاصل کی ہی تھی کہ چیکاس برادرین اچانک ہی میرے کمرے میں داخل ہوئے اور میں انہیں دیکھ کر مسکرا نے

”ہیلو فرینڈز۔ کو کیسی گزری ہے۔ اس دوران تو آپ لوگوں سے ملاقات ہی نہیں

ہوئی۔“

”بہت اچھی گزر رہی ہے چیف اور اب ہم بیکار بیٹھے بیٹھے بور ہو گئے ہیں۔“

”کیا مطلب۔“

”مطلب یہ ہے چیف کے اب ہمارے لئے کوئی کام تلاش کیجئے ہم شدید بوریت کا

شکار ہیں۔ آپ نے اس جن کی کہانی تو ضرور سنی ہوگی جو ہر وقت اپنے آقا سے کام مانگتا

رہتا تھا۔ ہم ایک نہیں پانچ جن ہیں اور ہمیں کام چاہیے۔“ میں نے خیرانی سے چیکاس

برادرز کی صورت دیکھی اور وہ نگاہیں چرانے لگے۔ فوراً ہی ایک خیال میرے ذہن میں

پیدا ہوا اور میرے حلق سے بے اختیار قہقہہ نکل گیا۔

”ہوں تو یہ بات ہے، لیکن میرے معزز جن وہ جن جو ہر وقت اپنے آقا سے کام

مانگتا تھا اپنے آقا کے سامنے کبھی جھوٹ نہیں بولتا تھا اگر تم اسی قسم کے جن ہو تو پھر ج

بولو گے میرے سامنے۔“

”یقیناً“ چیف۔ بھلا ہم جھوٹ کیوں بولیں گے۔“

”تو پھر تمہیں کام مانگنے کے لئے جس نے مجبور کیا ہے مجھے اس کا نام بتاؤ۔“
دروازے کے باہر سے رشید ناگی کا ققمہ بلند ہوا تھا اور اس کے ساتھ ہی اس نے اندر
آنے کی اجازت مانگی تھی میں نے بھی ہنستے ہوئے اسے اجازت دے دی۔
”تو یہ تمہاری حرکت تھی۔“

”ہاں چیف۔ سوچتا رہا ہوں اس بارے میں اور آخر کار کسی نتیجے پر پہنچ ہی گیا۔“

”ان معصوم بچوں کو تم نے ورغلا دیا ہے۔“

”اعتراف کرتا ہوں لیکن اچانک ہی یہ بات ذہن میں آئی اور میں نے خود آپ سے
کہنے کے بجائے انہیں اپنا آلہ کار بنایا لیکن آپ یقین کریں مجھے شبہ تھا کہ آپ
صورتحال کو سمجھ جائیں گے۔ البتہ یہ شبہ نہیں تھا کہ فوراً ہی سمجھ جائیں گے۔“
”کیا منصوبہ ہے تمہارے ذہن میں؟“

”چیف آپ نے انہیں پنگ پانگ کھیلتے ہوئے دیکھا ہے۔“

”اوہ ابھی تک نہیں۔ کیا تم نے انہیں ان کی خواہش کے مطابق ٹیبل فراہم کر
دی۔“

”اسی دن چیف! ظاہر ہے ان کی ضرورت تھی مگر یہ پانچ فتنے آپ اگر انہیں پنگ
پانگ کھیلتے ہوئے دیکھ لیں تو حیرت سے آپ کی آنکھیں بند ہو جائیں ان کا کھیل دیکھتے
ہوئے ایک لمحہ ایسا آیا تھا جب میرے ذہن میں یہ تصور ابھرا۔“
”کیا.....؟“

”چیف آپ جہاں جا رہے ہیں وہاں ان کی موجودگی نہایت ضروری ہے۔ ایک
آئیڈیا ہے میرے ذہن میں اگر آپ اسے پسند کریں۔ میرے ذہن میں یہ آئیڈیا ہے چیف
کہ جبار گینی ڈال کو ان کا چیف بنا کر آپ انہیں پہلے روانہ کر دیں۔ میرا مطلب ہے
مطلوبہ مقام پر۔ وہاں یہ آپ سے پہلے اپنے قدم جمالیں اور جب آپ وہاں کام کا آغاز
کریں تو یہ لوگ آپ کی مدد کے لئے وہاں موجود ہوں۔“

میرے ذہن میں ایک چھنا کا سا ہوا تھا۔ درحقیقت رشید ناگی نے خوب سوچا تھا۔

میں تنہا کام کرنے کا خواہشمند تھا لیکن اگر چیکاس برادرز جن کے بارے میں پہلے بھی میں
نے یہ بات ذہن میں رکھی تھی کہ انہیں فہرست کے مطابق لوگوں کے خلاف عمل کرنے
کے لئے اپنی آرمی کی حیثیت دوں گا، مگر کچھ ایسا جذباتی ہوا تھا اس سلسلے میں کہ وہ بات
ذہن سے نکل گئی تھی رشید ناگی کا آئیڈیا تو بہت ہی شاندار تھا۔ جبار گینی ڈال بھی اس
سلسلے میں نہایت کارآمد شخصیت کا مالک تھا اور یہ پانچواں اس کے ساتھ بہترین انداز میں
کام کر سکتے تھے۔ چند لمحات سوچنے کے بعد میں نے پر خیال انداز میں کہا۔

”ٹھیک ہے ناگی مجھے یہ بات پسند آئی۔“

”تو بس چیف اب باقی معاملات مجھ پر چھوڑ دیجئے ہاں گینی ڈال سے آپ کو ایک بار
ضرور ملاقات کرنا ہوگی۔ ہم نے اسے ابھی تک آپ کی واپسی کی اطلاع نہیں دی ہے۔“
”ٹھیک ہے آج ہی گینی ڈال کو رات کے کھانے پر یہاں لے آؤ اور اسے علم نہ
ہونے پائے کہ میں واپس آگیا ہوں۔ نہ ہی یہ بتایا جائے اسے کہ میں کب یہاں واپس پہنچا
ہوں۔“

”اوکے چیف۔ یہ سب کچھ ہو جائے گا۔“ ناگی نے کہا۔ پانچوں بھائی مسکرانے لگے
تھے۔ میں نے کہا۔

”میں تمہارا پنگ پانگ کا کھیل آج شام کو ضرور دیکھوں گا۔ کس وقت کھیلتے ہو۔“
”پانچ بجے سے آٹھ بجے تک چیف، یہی پنگ پانگ کے لئے سب سے مناسب
وقت ہوتا ہے۔“

”اوکے تو پھر رشید ناگی اس سلسلے میں تمہیں مکمل اجازت ہے۔ جس طرح بھی
چاہو تیاریاں کر لینا۔“

”ٹھیک ہے دوستو! آپ لوگ جائے اور آرام کیجئے میرا منصوبہ کامیاب ہو گیا۔“
رشید ناگی نے چیکاس برادرز سے کہا اور وہ چلے گئے۔ رشید ناگی کہنے لگا۔

”ضرورت تو نہیں پیش آئے گی چیف لیکن ہو سکتا ہے پیش آئی جائے۔ اب ان
لوگوں کو اس ملک کی شہریت بھی دلوانی ہے ظاہر ہے یہ اب ہمارے لئے کام کریں گے اور
ان کا باقاعدہ ہونا ضروری ہے۔“

”میرا خیال ہے اس میں کوئی دقت نہیں ہوگی۔ میں بات کر لوں گا۔“

”پہلے مجھے کوشش کر لینے دیجئے چیف۔ آپ کا یہ غلام بھی تھوڑی بہت واقفیت رکھتا ہے لوگوں سے۔“

”ٹھیک ہے اگر تمہیں کوئی دقت پیش آئے تو مجھے بتا دینا۔ باقی ان لوگوں کے سلسلے میں جو انتظام بھی تم کرنا چاہو وہ تم پر منحصر ہے۔“

”اوکے چیف۔“ رشید ناگی نے کہا اور اس کے بعد تھوڑی دیر تک مجھ سے باتیں کرتا رہا پھر چلا گیا۔

رشید ناگی کا یہ احساس دلانا درحقیقت میرے لئے انتہائی کارآمد ثابت ہوا تھا۔ ان لوگوں کے ساتھ کام کرنے میں لطف ہی کچھ اور آتا۔ میں نے اپنے ذہن میں بھی ایک منصوبہ بنایا اور اس سے مطمئن ہو گیا کچھ وقت ضروری کاموں میں گزارا پھر تیاریاں کر کے عرفان غزنوی کی جانب چل پڑا۔ نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہاں میری کیسی پذیرائی ہوگی۔ عرفان غزنوی موجود ہوں گے یا نہیں لیکن کوئی حرج نہیں تھا۔ ملاقات کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں تھا۔ مطلوبہ پتے پر پہنچ گیا اور ایک درمیانہ قسم کے خوبصورت سے بنگلے کے سامنے کار روک دی پھر تیل بجانے پر جس شخصیت نے دروازہ کھولا اسے میں اچھی طرح پہچانتا تھا۔ دلشاد باجی تھیں۔ غزنوی صاحب کی ایک صاحبزادی۔ جو کافی حد تک مجھ سے مانوس رہی تھیں۔ مجھے دیکھا۔ حیرت سے پلکیں جھپکاتیں اور پھر ان کے چہرے کے تاثرات بدل گئے۔

”ہیلو دانش منصور صاحب۔ کیسے مزاج ہے آپ کے۔“

”اندر حاضر ہو سکتا ہوں۔“

”ارے ہاں معاف کیجئے گا۔ تشریف لائیے بہت بڑی شخصیت ہیں آپ سمجھ میں نہیں آتا کس طرح آپ کا استقبال کیا جائے۔“

دلشاد باجی نے کہا اور مجھے اندر آنے کا راستہ دے دیا پھر انہوں نے وہیں سے کچھ لوگوں کو آوازیں دیں ان میں رخسار کا نام بھی شامل تھا۔ بیگم عرفان غزنوی، رخسار اور ایک دو افراد اور آگئے۔ سب کے سب مجھے اس طرح دیکھنے لگے جیسے کوئی عجوبہ ان کے سامنے ہو، میں عجیب سی کیفیت محسوس کر رہا تھا لیکن بہر طور اس کے لئے تیار ہو کر آیا تھا۔ میں نے سب کو سلام کیا۔ رخسار سرد نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ اس کی خیریت

اچھی اور پھر عرفان غزنوی صاحب کے بارے میں پوچھا تو پتا چلا کہ وہ گھر پر ہی موجود ہیں۔ نزلے کا شکار ہیں ہلکا سا بخار بھی ہو گیا ہے۔ میں نے ان سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ مجھے اہتمام سے ڈرائنگ روم میں لے جایا گیا۔ دلشاد باجی کہنے لگیں۔

”ہمارے تعلقات بھی بہت عجیب ہیں مسٹر دانش منصور اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ آپ نے اپنی شخصیت اس طرح بدل لی ہے کہ آپ سے بہت تکلف محسوس ہونے لگا ہے۔“

”میری شخصیت تو آپ لوگوں کے درمیان ہمیشہ الجھن بنی رہی ہے۔ پتا نہیں وہ کون سا دن آئے گا جب مجھے آپ میری اصل حیثیت سے قبول کریں گی۔“

”وہ دن تو کسی بھی لمحے آسکتا ہے۔ اس وقت جب آپ یہ کہہ دیں کہ آپ دانش منصور نہیں فیصل ہیں۔“

”فیصل کی حیثیت سے اگر مجھے اس گھر میں کوئی محبت کا مقام مل سکتا ہے تو بھلا ذرا سامان تبدیل کر لینے میں کیا حرج ہے۔“

”گویا آج آپ یہ طے کر کے آئے ہیں کہ اپنے آپ کو ہم پر ظاہر کر دیں گے۔“ دلشاد باجی خاصی چالاک تھیں۔

”آپ سنائیے آپ کے شوہر اور بچے وغیرہ کیسے ہیں۔“

”میرے شوہر کا تبادلہ اسلام آباد ہو گیا ہے۔ آج کل وہیں رہتی ہوں۔ کچھ دن سے

آئی ہوں۔ بس دو بچے ساتھ لائی ہوں۔ باقی وہاں زیر تعلیم ہیں۔“

”سب ٹھیک ہیں۔“

”ہاں۔ بالکل ٹھیک۔ اس وقت جب تم فیصل تھے تو ایک ہی بیٹی تھی میری۔ ویسے

رومانہ بھی تمہیں بہت یاد کرتی ہے۔ خیر تمہاری یادیں تو ہر شخص کے دل میں ہیں لیکن تم

ہی نے ہم سب کی یادوں کو ایک وزنی نام تلے دبا دیا ہے۔ اسی وقت عرفان غزنوی صاحب

آگئے۔ رخسار بھی ساتھ تھی۔ مجھے ڈرائنگ روم میں پہنچانے کے بعد وہ غالباً عرفان

غزنوی کو اطلاع دینے چلی گئی تھی۔ ساتھ میں عرفان غزنوی کی بیگم بھی تھیں۔ عرفان

غزنوی صاحب نے مجھ سے پر اخلاق انداز میں مصافحہ کیا اور کہنے لگے۔“

”اتنی بڑی شخصیت کے لئے میری سمجھ میں نہیں آتا کہ استقبال کا کون سا طریقہ

اختیار کروں کیونکہ اب یہ بات ڈھکی چھپی نہیں رہی ہے کہ یہ شخصیت تو تقدیر کر رہی ہے۔ کئی کو بنا دینا کسی کو بگاڑ دینا اس کے ہاتھ کا کھیل ہے۔ کہنے دانش منصور صاحب کیسے مزاج ہیں آپ کے۔“

”اس طنز کے باوجود عرفان صاحب میں یہاں آکر بدول نہیں ہوں۔“ میں نے جواب دیا۔ رخسار نے چونک کر مجھے دیکھا مگر میں نے اس کی جانب توجہ نہیں رکھی تھی۔ عرفان غزنوی جلدی سے بولے۔

”معافی چاہتا ہوں۔ دراصل اپنی حیثیت کھو جانے پر افسردہ ہوں۔ کبھی ہم بھی صاحب حیثیت تصور کئے جاتے تھے۔“

”کیا ہوا۔ کیا ہو گیا۔“

”چھوڑیے آپ سنائیے۔ سنا ہے غیر ملکی دورے پر گئے تھے۔“

”جی ہاں۔ طویل عرصے ملک سے باہر رہا۔“

”ہم میں ایسی کون سی خوبی نظر آئی جو آپ ہم سے ملے آگئے۔“

”بہر حال آپ لوگ میرے پریمی تھے۔ ملاقاتیں ہوئی تھیں کئی بار۔ اب یہ کہانی جو میری سمجھ سے باہر ہے، اگر میری شخصیت میں کوئی تبدیلی پیدا کر رہی ہے تو میں اس میں اپنا قصور نہیں سمجھتا۔ یہاں آنے کے بعد کچھ تھوڑے سے حالات معلوم ہوئے تھے۔ آپ ہی کا پتہ مل سکا۔ آپ تک پہنچ گیا۔ ٹھیک ہے آپ جو بھی سلوک کریں گے آئندہ احتیاط کر لوں گا۔ یہ سوچ کر کہ مجھے یہاں پسند نہیں کیا جاتا۔“

”نہیں میاں۔ یہ بات نہیں ہے۔ تم اگر یہ سوچ رہے ہو یہ تمہاری اپنی مرضی ہے بہر حال بھی کچھ انتظام کرو۔ بہت بڑا آدمی آیا ہے ہمارے گھر اور ہاں دانش منصور صاحب! ویسے تو ہر شخص کسی بھی ستارہ درخت کے نیچے کھڑا ہونا پسند کرتا ہے تاکہ سایہ ملے لیکن اتفاق سے ہم نے اپنے طور پر قناعت کر لی ہے اور یہ سوچا ہے کہ جس قدر ہاتھ پاؤں خود مارے جاسکتے ہیں اتنے ہی مارے جائیں۔ یہ نہ سوچنا عزیزم کہ ہمارے ذہن میں تم سے کوئی فائدہ اٹھانے کا تصور موجود ہے۔“

”ٹھیک ہے عرفان صاحب یہ الفاظ صاف صاف کہہ رہے ہیں کہ یہاں آکر غلطی ہو گئی ہے اور آپ لوگ مجھے یہاں پسند نہیں کرتے۔ اس لئے تکلفات رہنے دیجئے۔ اس

اختیار کروں کیونکہ اب یہ بات ڈھکی چھپی نہیں رہی ہے کہ یہ شخصیت تو تقدیر کر رہی ہے۔ کئی کو بنا دینا کسی کو بگاڑ دینا اس کے ہاتھ کا کھیل ہے۔ کہنے دانش منصور صاحب کیسے مزاج ہیں آپ کے۔“

”اس طنز کے باوجود عرفان صاحب میں یہاں آکر بدول نہیں ہوں۔“ میں نے جواب دیا۔ رخسار نے چونک کر مجھے دیکھا مگر میں نے اس کی جانب توجہ نہیں رکھی تھی۔ عرفان غزنوی جلدی سے بولے۔

”معافی چاہتا ہوں۔ دراصل اپنی حیثیت کھو جانے پر افسردہ ہوں۔ کبھی ہم بھی صاحب حیثیت تصور کئے جاتے تھے۔“

”کیا ہوا۔ کیا ہو گیا۔“

”چھوڑیے آپ سنائیے۔ سنا ہے غیر ملکی دورے پر گئے تھے۔“

”جی ہاں۔ طویل عرصے ملک سے باہر رہا۔“

”ہم میں ایسی کون سی خوبی نظر آئی جو آپ ہم سے ملے آگئے۔“

”بہر حال آپ لوگ میرے پریمی تھے۔ ملاقاتیں ہوئی تھیں کئی بار۔ اب یہ کہانی جو میری سمجھ سے باہر ہے، اگر میری شخصیت میں کوئی تبدیلی پیدا کر رہی ہے تو میں اس میں اپنا قصور نہیں سمجھتا۔ یہاں آنے کے بعد کچھ تھوڑے سے حالات معلوم ہوئے تھے۔ آپ ہی کا پتہ مل سکا۔ آپ تک پہنچ گیا۔ ٹھیک ہے آپ جو بھی سلوک کریں گے آئندہ احتیاط کر لوں گا۔ یہ سوچ کر کہ مجھے یہاں پسند نہیں کیا جاتا۔“

”نہیں میاں۔ یہ بات نہیں ہے۔ تم اگر یہ سوچ رہے ہو یہ تمہاری اپنی مرضی ہے بہر حال بھی کچھ انتظام کرو۔ بہت بڑا آدمی آیا ہے ہمارے گھر اور ہاں دانش منصور صاحب! ویسے تو ہر شخص کسی بھی ستارہ درخت کے نیچے کھڑا ہونا پسند کرتا ہے تاکہ سایہ ملے لیکن اتفاق سے ہم نے اپنے طور پر قناعت کر لی ہے اور یہ سوچا ہے کہ جس قدر ہاتھ پاؤں خود مارے جاسکتے ہیں اتنے ہی مارے جائیں۔ یہ نہ سوچنا عزیزم کہ ہمارے ذہن میں تم سے کوئی فائدہ اٹھانے کا تصور موجود ہے۔“

”ٹھیک ہے عرفان صاحب یہ الفاظ صاف صاف کہہ رہے ہیں کہ یہاں آکر غلطی ہو گئی ہے اور آپ لوگ مجھے یہاں پسند نہیں کرتے۔ اس لئے تکلفات رہنے دیجئے۔ اس

”کل گیارہ بجے میری نگاہیں اپنے گھر کے دروازے پر ہوں گی رخسار خدا حافظ۔“ کوئی خاص مصروفیات نہیں تھیں رخسار کا تصور ذہن میں تھا۔ بہت سے کردار یاد آ رہے تھے۔ شامل وغیرہ۔ مسز اختر اور نجائے دوسرے کون کون سے لوگ پھر کسی خیال کے تحت کار کا رخ بدل دیا۔ اس بار شاہد بھائی سے ملنا چاہتا تھا ان کے دفتر پہنچا۔ وہ دفتر ایک بڑی ٹرانسپورٹ کمپنی میں تبدیل ہو چکا تھا لیکن بد قسمتی سے نہ شاہد بھائی سے ملاقات ہوئی نہ استاد بیروٹل سکا۔ دونوں کے لئے پیغام چھوڑ آیا کہ میں آیا تھا۔ دوبارہ کا کوئی تذکرہ نہیں کیا تھا کہ کب ملاقات ہوگی۔ یہ خود بھی نہیں کہہ سکتا تھا کہ میری مصروفیات کیا رہیں۔

چنانچہ ان لوگوں سے کوئی غلط بات کرنا مناسب نہیں تھا پھر کو بھی ہی کا رخ کیا تھا۔ شام کو پانچ بجے چیکاس برادرز کا پنگ پانگ کا کھیل دیکھنے کے لئے وہاں پہنچ گیا جہاں رشید ناگی نے ان کے لئے ایک مخصوص بلندی کی ٹیبل لگائی تھی۔ وہ لوگ شاید وقت کی پابندی کا بھی خصوصی خیال رکھتے تھے کیونکہ میں نے انہیں ٹیبل کے ارد گرد دیکھا تھا۔ ان لوگوں کے پاس کھیل کے لباس بھی تھے اور بالی سارا سازو سامان بھی۔ مطمئن اور مسرور نظر آتے تھے۔ مجھے دیکھ کر پانچوں مسکرائے اور پھر نمبر تین نے کہا۔

”چیف پانچ آدمیوں کا کھیل اس سے پہلے آپ نے کبھی نہیں دیکھا ہوگا۔ اس کھیل میں دو دو کی ٹیم ہوتی ہے لیکن ہم پانچوں اپنا انفرادی کھیل کھیل رہے ہیں۔ آپ ہمارے سوئٹوں پر یہ نمبر دیکھ رہے ہوں گے۔ ایک سے لے کر پانچ تک یہ نمبر ہیں گیند کو ترتیب وار شوٹ کیا جائے گا اور اگر ایک نمبر نے شارٹ لگایا ہے تو وہ شارٹ دوسرا نمبر ریسور کرے گا اور اسی طرح آخری پانچواں نمبر جب شارٹ لگائے تو ایک نمبر کو ریسور کرنا ہوگا۔ ان میں سے کوئی بھی اپنا شارٹ لوز کرتا ہے تو وہ ایک پوائنٹ سے ہار جائیں گے۔ یعنی اس شخص سے جس کا شارٹ اٹھایا نہ جاسکا ہو۔ یہ ترتیب ہے دراصل اور کوئی طریقہ کار نہیں تھا۔ ہم پانچوں نے اپنے کھیل میں یہ تبدیلی خود پیدا کی ہے۔“

”خوب لیکن ایک سوال اور ہے۔ میں نے دلچسپی لیتے ہوئے کہا۔ ”یہ ٹیبل دو سمت سے استعمال کی جائے گی یا باقی دونوں سمتیں بھی۔“

”نہیں چیف۔ پوری ٹیبل ہر حال پنگ پانگ ٹیبل ہے اگر اس کے بقیہ حصے بچ

”نمبر دو نے بتایا اور میں ہنسنے لگا۔ ہم اسے پوری طرح خرچ کرتے ہیں۔“ نمبر دو نے بتایا اور میں ہنسنے لگا۔

”واقعی یہ تمہاری اپنی ایجاد ہے اور تمہاری ایجادات ہوتی ہی بے مثال ہیں۔“ کھیل شروع ہوا۔ میرے ساتھ رشید ناگی بھی آگیا تھا۔ گل شیر بھی پہنچ گیا تھا اور بھی چند افراد تھے جو ان لوگوں کے کھیل سے لطف اندوز ہوتے تھے۔ رشید ناگی نے کہا۔ ”چیف یہ انہوں نے جو لائن بنائی ہوئی ہے ہمیں اس سے پیچھے رہنا ہوگا۔ یہ بھی ایک دلچسپ بات ہے کہ انہیں ہر طرح کے شارٹ اسی لائن میں ریسور کرنا ہوں گے ورنہ جو بھی آؤٹ ہوا وہ ایک پوائنٹ ہار جائے۔“

میں کافی دیر تک ان کا گیم دیکھتا رہا بالکل انوکھا انداز اختیار کیا گیا تھا کھیل کا۔ پانچوں ہی ڈٹے ہوئے تھے یہاں تک کہ وقت ختم ہو گیا۔ تین گھنٹے گزرنے کا اتنا سا بھی احساس نہیں ہوا تھا کہ ہم تھک ہی جاتے کسی کو خیال ہی نہیں آیا تھا سب ان چھلادوں کو دیکھ رہے تھے جو نجائے کس چیز کے بنے ہوئے تھے۔ تین گھنٹے کا وقت بھی اتنا تھا کہ عام لوگ سوچ بھی نہیں سکتے تھے لیکن انہوں نے انتہائی عظیم جسمانی ورزش کا مظاہرہ کیا تھا اور ان میں سے کسی کے انداز میں تھکن کے آثار نہیں تھے۔ پانچوں چونکہ ہم کرکھیلے تھے اس لئے کوئی بھی نہیں ہارا تھا۔ وقت ختم ہوا اور رشید ناگی نے ہاتھ اٹھا کر یہ مقابلہ برابر قرار دے دیا پھر اس نے کہا۔

”آج تم لوگوں نے قیامت ہی ڈھار کھی تھی۔ کوئی بھی غلطی نہیں کر رہا تھا۔“

”چیف سامنے تھے ہارنے والے کو چیف کے سامنے جس شرمندگی کا احساس ہوتا وہ اس کے لئے بڑا تکلیف دہ ہوتا چنانچہ ہم میں سے کسی نے بھی نہ ہارنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔“

”زندگی کے دوسرے مرحلوں میں بھی کیا تم ایسے ہی فیصلے کرتے ہو۔“

”ہاں اگر آپ جیسا محبت کرنے والا پہلے سے مل جاتا آپ جیسا شاندار باس پہلے سے مل جاتا چیف تو ہم ہمیشہ یہی کرتے اور اب..... اب تو یہ سمجھ لیجئے کہ ہماری قوتیں پہلے سے ہزار گنا زیادہ بڑھ گئی ہیں۔ ہمیں وہ تصور واپس مل گیا ہے چیف جو ہم سے کھو گیا تھا۔“ نمبر پانچ نے جذباتی لہجے میں کہا اور پھر وہ وہاں سے چلے گئے۔ رشید ناگی میرے ساتھ

ہی ساتھ آیا اس نے کہا۔

”چیف جبار گیننی ڈال سے کب ملاقات کریں گے۔“

”کل مل لیں گے اور باقی کام۔“

”جاری ہیں چیف۔ کل تک کے لئے آرام کیجئے۔ اب اس کے بعد دوسری بائیں کل ہی ہوں گی۔“

لیکن دوسرا دن میرے لئے کسی اور کیفیت کا حامل تھا۔ رات کو کئی بار رخسار یاد آئی تھی۔ پتہ نہیں وہ ذہنی طور پر خود کس کیفیت کا شکار تھی۔ مجھ سے کچھ ہٹی ہٹی سی نظر آرہی تھی۔ ویسے اس بیچاری کو اتنی مرتبہ ٹھکرایا گیا تھا کہ اس کی جگہ کوئی بھی ہوتی بد دل ہو جاتی لیکن میں نے اس سے کہا تھا کہ میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔ گیارہ بجے کا وقت دیا تھا اور اب گھڑی کی سوئیاں آہستہ آہستہ مطلوبہ وقت کی جانب بڑھ رہی تھیں۔ گیارہ بج گئے میں غیر اختیاری طور پر گھڑی کے دروازے تک آگیا۔ تمام کام معمولات کے مطابق ہو رہے تھے۔ میری نظریں گھڑی پر جمی ہوئی تھیں۔ سوا گیارہ ساڑھے گیارہ پونے بارہ الغرض ایک بج گیا۔ یہ انتظار کی انتہا تھی۔ ٹھیک ایک بجے میں واپس اپنے کمرے میں آگیا۔ اس کا مقصد ہے رخسار گیننی آئی تھی۔ ٹھیک ہے یہ ایک فیصلہ کن مرحلہ ہے۔ ہو سکتا ہے میں راستے سے بھٹک رہا ہوں۔ رخسار کا مجھے راستے پر لے آنا میرے حق میں فائدہ مند ہی ہو سکتا ہے۔ ورنہ دل کے پھیر میں پڑ کر نجانے کون کون سے کاموں میں پیچھے رہ جاتا۔ شکریہ رخسار سب حد شکریہ۔ تم نے مجھے فیصلہ کرنے میں مدد کی ہے۔ درحقیقت یہ میری منزل نہیں ہے۔

میں نے اپنی بے پناہ قوت ارادی سے کام لے کر رخسار کو اپنے ذہن سے جھٹک دیا اور اپنے کاموں میں مصروف ہو گیا۔ آٹو سٹی کے بارے میں رشید ناگی سے فائل طلب کر لیا تھا سارا کام اس انداز میں ہو رہا تھا کہ مجھے کچھ دیکھنے کچھ سوچنے کی ضرورت ہی نہیں پیش آرہی تھی۔ رشید ناگی سے اس وقت کوئی طویل ملاقات نہیں ہو سکی کیونکہ وہ کسی کام سے نکل گیا تھا۔ رات اسی طرح ہو گئی۔ شام کو کلب جانے کا جی چاہا تو تیار ہو کر چل پڑا۔ اب مجھے ایسے کاموں میں کوئی وقت سنہیں ہوتی تھی۔ کلب میں پرانے شناسا موجود تھے۔ ان کے ساتھ خوب دلچسپیاں رہیں اور میں نے اپنے آپ کو اس ماحول میں ضم کر کے وہاں

رات کا ایک بجادیا ایک بجے واپس پلٹا اور اپنے گھر پہنچ گیا۔ رشید ناگی اس وقت شاید چار سو گیارہ میں تھا۔ میں آرام کرنے کے لئے لیٹ گیا۔ باقی لوگ موجود تھے۔ کھانا وغیرہ کلب میں ہی کھالیا تھا۔ دوسرے دن تقریباً دو بجے رشید ناگی میرے پاس پہنچ گیا۔ آج صبح ہی ہے اس سے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ میرے پاس پہنچنے کے بعد اس نے تفصیلات بتاتے ہوئے کہا۔

”سرکاری کاغذات میں چیف اس علاقے کو سیکرٹائن کے نام سے مخاطب کیا جاتا ہے۔ میرا مطلب ہے اس علاقے کا نام سیکرٹائن رکھا گیا ہے بہت خوبصورت پہاڑی علاقہ ہے۔ عموماً برف پڑتی رہتی ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ وہ ہمارے ملک کی جنت ہے۔ سیاحوں کے لئے حسین ترین مقام ہے۔ سیاحوں ہی کی وجہ سے وہاں بہترین تقریحات کا بندوبست کیا گیا ہے۔ چھوٹے چھوٹے خوبصورت پارک برقانی علاقوں میں بنائے گئے ہیں جو برف میں ڈوبے ہوئے بہت حسین نظر آتے ہیں۔ اسی بنیاد پر یہاں کے تمام بڑے بڑے ہوٹلوں نے وہاں اپنی برانچیں قائم کی ہیں اور خوبصورت ہوٹل بنادیئے ہیں۔ جو ایک مخصوص طرز تعمیر کا نمونہ ہیں اور سنا یہ گیا ہے کہ وہاں بالکل غیر ملکی پیانے پر ڈینگ ہوتی ہے۔ مطلب یہ ہے چیف کہ حسین ترین علاقہ ہے۔“

”ہاں اس طرف جانا تو کبھی نہیں ہوا لیکن یہ میں نے سنا ہے اس علاقے کے بارے میں کہ ہمارے وطن کا ایک خوبصورت حصہ ہے۔“

”مقامی لوگ شاندار روایات کے حامل ہیں اور ان کی اپنی روایتی زندگی ہے۔ بادل گل بھی اسی علاقے کا آدمی ہے۔“

”بادل گل؟“

”ہاں چیف اب دیکھنا یہ ہے کہ وہاں کیا صورت حال رہتی ہے ویسے چیف آپ کا اس سلسلے میں ”کب تک وہاں جانے کا ارادہ ہے؟“

”میں یہ سوچتا ہوں کہ جو کام سرانجام دینا ہے اس میں دیر کیوں کی جائے۔“

”جیسے آپ کی مرضی۔“

”جبار گیننی ڈال کو ساڑھے سات بجے میں یہاں بلایا ہے۔ آپ کا کوئی اور پروگرام تو نہیں ہے۔“

”ہاں کل نہیں۔ آج جبار سے ہی ملاقات رہے گی۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا

”اور میں نے اس بات پر احتجاج کیا تھا چیف کہ آپ مجھے وطن واپس نہ بھیجیں۔

بلکہ اپنے ساتھ رکھ کر اپنے مسائل میں شامل کر لیں۔“

”بس تو سمجھ لو تمہیں شامل کر لیا ہے اور اس سلسلے میں کوئی اہم بات۔“

”باتیں تو بہت سی ہیں چیف۔ مثلاً“ آپ کب واپس آئے۔ جس مقصد کے تحت

آپ وہاں رکے تھے اس کی تکمیل ہو گئی۔“

”مکمل طور پر۔ تم یوں سمجھ لو سارے کام تکمیل تک پہنچ گئے۔ بلکہ میں مختصراً

تمہیں ان کے بارے میں بتائے دیتا ہوں۔“ جبار کو میں نے ساری تفصیلات بتائیں اور وہ

خوشی سے دیوانہ ہو گیا۔ اس نے بے اختیار میرے ہاتھ چومے اور کہنے لگا۔

”میں جانتا تھا چیف آپ جس راستے پر پڑ جائیں اسے منزل تک لائے بغیر نہیں

چھوڑتے۔ خیر اب مجھے یہ بتائیے کہ مجھے کیا کرنا ہے۔“

”میں تمہارا تعارف ان سے کراتا ہوں جن کے نام میں نے ابھی تمہیں بتائے۔

یعنی چیکاس برادرز۔ یاد ہے نا۔“

”جی چیف کیا وہ آپ کے ساتھ ہی موجود ہیں۔“ جبار نے دلچسپی سے پوچھا۔

دوران گفتگو کہانی سناتے ہوئے میں نے اس کو چیکاس برادرز کے بارے میں بھی بتا دیا تھا۔

جبار گینے ڈال بہت زیادہ متوجس ہو گیا رشید ناگی چیکاس برادرز کو لے آیا اور میں نے ان کا

تعارف جبار گینے سے کرایا۔ جبار ان سے مل کر مسرور ہوا تھا۔ ویسے بھی پانچوں دلچسپ

نوجوان بہت ہی خوش و خرم تھے۔ وہ بیٹھ گئے اور میں نے جبار سے کہا۔

اب آؤ اس کام کی جانب جس کی ذمہ داری میں تمہارے شانوں پر ڈالنا چاہتا

ہوں۔ یہاں ایک علاقہ ہے جسے ہم سکیٹرائزن ہی کا نام دیں گے اس کا اصل نام جو کچھ بھی

ہے اسے اپنی گفتگو میں استعمال نہیں ہونا چاہیے۔ تاکہ اسے خفیہ رکھا جاسکے۔ یہ سرکاری

نام ہے اس کا اور ہمارے اپنے اصولوں کے مطابق ہے۔ یہاں اسی علاقے میں ہم لوگوں کا

خیال ہے کہ کچھ ایسی پراسرار سرگرمیاں ہو رہی ہیں جو ملکی مفادات کے لئے نقصان دہ

ہیں اور میں اس سلسلے میں ان لوگوں کے خلاف کام کرنا چاہتا ہوں جو وہاں ملک دشمن

سرگرمیوں میں ملوث ہیں۔ وہاں مجھے تمہاری اور چیکاس کی مدد کی ضرورت ہے اس جگہ

”ہاں کل نہیں۔ آج جبار سے ہی ملاقات رہے گی۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور رشید ناگی بھی مسکراتے لگا۔ مقررہ وقت پر رشید ناگی اپنے ساتھ جبار کو لے کر میرے پاس پہنچا تھا۔ میں نے مسکراتے ہوئے اس کا استقبال کیا۔ وہ مجھ سے لپٹ گیا تھا۔ اور بے پناہ محبت کا اظہار کر رہا تھا۔ کہنے لگا۔

”دانش منصور مجھے جب آپ کی واپسی کی اطلاع ملی تو آپ یقین کیجئے ایک عجیب سا

احساس ہوا مجھے جیسے..... جیسے..... صرف اتنا ہی عرض کر سکتا ہوں کہ بعض لوگ

اسی طرح زندگی میں داخل ہوتے ہیں کہ آدمی تصور بھی نہیں کر سکتا اور پھر اس طرح

زندگی پر چھا جاتے ہیں کہ آدمی ان سے دوری کا تصور کرنا چھوڑ دیتا ہے۔“

”کیوں نہیں جبار۔ یہ بات میں جانتا ہوں۔ کہو یہاں آنے کے بعد تمہیں کیا لگا؟

”پہلے ہی کہا تھا زندگی ایک نئے دور میں داخل ہوئی ہے۔ اور پھر یہ ملک، یہاں

کے محبت کرنے والے لوگ جو رنگ و نسل سے بے نیاز ہو کر انسانی بنیاد پر ایک دوسرے

سے محبت کرتے ہیں کم از کم میرا تجربہ یہی ہے۔“

”جبار ہمارا دین ہمارا مذہب بھی اسی بات کا حکم دیتا ہے۔ رنگ و نسل تو ایک برکات

کی چیز ہے اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے ہر انسان کا ایک ہی مسئلہ ہے۔ محبت محبت محبت

اور ہو سکتا ہے کچھ لوگ اس سے منحرف ہوں۔ لیکن عموماً اس نظریے پر قائم ہیں اور ہم

اپنے طور پر اس پر فخر کرتے ہیں۔ تم خوش ہو مجھے بہت مسرت ہوئی اور ہاں بہت مختصر

وقت میں تمہیں اس ملک کی شہریت مل جائے گی۔ ویسے اب بھی تم اپنے آپ کو ایک

شہری سمجھو۔“

”میں آپ کی زبان سیکھ رہا ہوں۔ میری جو ملازمہ ہے وہ مجھے بچوں کی طرح پڑھائی

ہے اور بہت جلد آپ سے آپ کی زبان میں بات کروں گا میں۔“

”ابھی نہیں۔ ابھی تمہیں تھوڑا سا وقت لگ جائے گا اس میں۔“ میں نے کہا اور

جبار تعجب سے مجھے دیکھنے لگا پھر بولا۔

”وقت تو لگے گا یقیناً“ چیف۔ لیکن ان الفاظ کا مطلب نہیں سمجھتا میں۔“

”مطلب یہ ہے کہ میں کچھ ذمہ داریاں تمہارے شانوں پر ڈال رہا ہوں۔ تمہیں

ایک کام کے لئے روانہ ہونا ہے۔ میری تمہاری بات تو پہلے ہی ہو گئی تھی یاد ہے نا۔ میں

کے بارے میں تفصیلات بتائے دیتا ہوں شاندار برفانی مقام ہے۔ گو علاقہ بہت بڑا نہیں ہے لیکن سیاحوں کی جنت کہلاتا ہے اور وہاں بہت سے ایسے تفریحی مقامات ہیں جو سیاحوں کے لئے دلچسپیوں کا باعث ہیں۔ ہوٹل وغیرہ بھی بہت شاندار ہیں وہاں۔ تم لوگ وہاں جاؤ گے اور یہ بات طے ہے کہ چیکاس برادرز کی وجہ سے وہاں لوگوں کی نگاہوں کا مرکز بن جاؤ گے۔ لیکن فی الحال تمہیں ہر طرح کی سرگرمیوں سے دور رہنا ہے۔ رشید ناگی تمہیں وہ تمام ذرائع مہیا کریں گے جن سے وہاں میرا اور تمہارا رابطہ قائم ہو سکے گا۔ میرا مطلب ہے ٹرانسمیٹر وغیرہ۔ اس وقت تک جب تک میں وہاں نہ پہنچوں صرف تفریحات میں مصروف رہنا اور بہتر ہے کہ کسی قسم کی کوئی سرگرمی نہ دکھانا۔ اپنے آپ کو سیاح ظاہر کرنا اور سیاحوں ہی کی مانند رہنا۔ مقامی انتظامیہ کے لئے تمہارے پاس مناسب کاغذات موجود ہوں گے اور اس سے تمہیں کوئی وقت پیش نہیں آئے گی۔ میرے وہاں پہنچنے کے بعد بھی میرے اور تمہارے درمیان باقاعدہ رابطہ نہیں رہے گا بلکہ خفیہ طور پر ہم اپنے کام کو شروع کریں گے یہ ذمہ داری میں تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ یہ پانچ شریر بچے جتنے کارآمد ثابت ہوں گے اس کا اندازہ تمہیں خود بخود ہو جائے گا پوری ذہانت اور اعتماد کے ساتھ وہاں کام کرتا ہے۔“ جبار مستعدی سے یہ باتیں سن رہا تھا۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

”ٹھیک ہے سر۔ میں اپنی بساط بھر کو ششکروں گا کہ آپ کے معیار پر پورا اتروں۔“

”تمہیں بہت جلد روانہ کر دیا جائے گا اور وہاں تم اپنا کام سرانجام دے سکو گے ویسے یہاں جس جگہ تمہارا قیام ہے وہ تمہاری پسند کے مطابق ہے؟“

”یہاں میں بہت خوش ہوں۔ کچھ لوگوں سے میری شناسائی بھی ہو چکی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہاں کے رہنے والے بہت اچھے دوست بن سکتے ہیں۔“

”ہاں اس میں کوئی شک نہیں کہ تم اپنے وطن میں ہی ہو اور اب یہی تمہارا وطن ہے۔“

جبار نے آہستہ سے کہا۔ ”خوشیوں کا ٹھکانہ نہیں ہے میری۔ میری زندگی کا مقصد بھی دریافت ہو گیا ہے اور اعتماد بھی ملا ہے مجھے۔ آپ نے اس وطن کے سلسلے میں مجھ پر اعتماد کیا ہے۔ میری عزت اس قدر بڑھادی ہے آپ نے کہ میں اب خود بھی اپنی عزت

کرنے لگا ہوں اور یہ محسوس کرتا ہوں کہ میرا بھی ایک مقام ہے جبکہ اس سے پہلے میں کچھ بھی نہیں تھا۔“

”تمہارا مقام بہت بڑا ہے جبار۔ بس اتنا ہی کہا جاسکتا ہے تم سے۔“ پھر میں نے چیکاس برادرز کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”ایک دلچسپ خیال میرے ذہن میں آیا ہے۔ ہمارے ہاں ایک کتابی کردار ہے علی بابا اس کے تعلقات چالیس چوروں سے تھے اور ان دونوں کے کارنامے عجیب و غریب کہانیوں کی شکل اختیار کر چکے ہیں۔ تمہیں علی بابا کا درجہ دیا جاتا ہے اور یہ پانچ جو تمہارے ساتھ ہیں ذرا ان کا بھی خیال رکھنا دیے یہ پانچ قیامتیں تمہارے لئے انتہائی تعجب خیز ثابت ہوں گی اور تم لوگ جبار پر مکمل اعتماد کرتے ہوئے انہیں اپنے آپ سے پوری طرح متعارف کرا دو گے۔“

”چیف گینٹی ڈال سے ہمارا تعارف تو لگتا ہے صدیوں کا ہو۔ آپ انہیں اطمینان دلا دیجئے کہ ہم انہیں اپنا چیف سمجھتے ہوئے ان کے ہر حکم کی تعمیل کریں گے۔“

”گڈ۔ میں سمجھتا ہوں یہ ایک خوشگوار آغاز ہے اور اب اسے آگے بڑھانا ہے۔ تو جبار یہ تھی وہ تمام صورتحال جس سے میں نے تمہیں روشناس کرایا۔ کوئی سوال تو تمہارے ذہن میں نہیں ابھرتا۔“

”بالکل نہیں۔ میرا اعتماد آخری حیثیت رکھتا ہے۔“ اس کے بعد یہاں جبار کی خاطر مدارت شروع ہو گئی۔

رات کا کھانا ہم لوگوں نے ساتھ ہی کھایا اور جبار گینٹی ڈال اپنی رہائش گاہ کی جانب روانہ ہو گیا۔ چیکاس برادرز بھی آرام کرنے چلے گئے تھے۔ البتہ رشید ناگی سے اس پروگرام کے سلسلے میں میری بہت دیر تک باتیں ہوتی رہی تھی اور ہم اس کی نوک پلک سنوارتے رہے تھے۔ پھر اس گفتگو کے تیسرے دن جبار چیکاس برادرز کے ساتھ سکیڑنائن روانہ ہو گیا اور میں اس کے بعد جانے کی تیاریاں کرنے لگا۔

رخسار کبھی کبھی ذہن میں آئی۔ لیکن میں نے اپنے ذہن کے وہ راستے بڑی سختی سے بند کر دیئے اور خود کو یہ سوچ کر سمجھالیا کہ جو کچھ میری تقدیر میں ہے وہ اس سے زیادہ نہیں ہے۔ چھلانگیں لگانے کی کوشش کروں گا تو دکھوں کے علاوہ اور کچھ نہیں ملے گا۔

سکیرٹائن کے بارے میں تمام تر تفصیلات حاصل ہو گئی تھیں۔ اس سلسلے میں رشید ناگی نے مجھے باقاعدہ ایک کتابچہ فراہم کیا تھا جو محکمہ سیاحت سے حاصل کیا گیا تھا۔ آخری دن مسٹر شاہنواز سے بھی ملاقات ہوئی اور بڑی تفصیلی گفتگو ہوئی ان سے۔ مسٹر شاہنواز نے کہا۔

”اعلیٰ حکام سے اس سلسلے میں میری بڑی تفصیلی بات چیت ہوئی ہے کچھ لوگوں کا کہنا تھا کہ ایک سویلین کو اس قسم کی ذمہ داری سونپنا عجیب لگتا ہے اور بہت سے اچھے ہوئے معاملات سامنے آجاتے ہیں۔ لیکن میں نے مکمل اعتماد کے ساتھ یہ بات کہی کہ میں نے جو کچھ کیا ہے اس کی ہر طرح کی ذمہ داری قبول کرتا ہوں اور دانش منصور، آپ کو وہاں مقامی طور پر بھی ہر طرح کی امداد حاصل ہو سکے گی۔ لیکن ایک بات کیا خیال رکھیے گا۔ جہاں کہیں جرم فردغ پاتا ہے وہاں اس کے کچھ عوامل بھی ہوتے ہیں۔ ہو سکتا ہے آپ کو کچھ ایسی کالی بھیڑیں مل جائیں جو اس سلسلے میں برائیوں کا ساتھ دے رہی ہوں۔ ان کالی بھیڑوں سے خاص طور سے آپ کو ہوشیار رہنا ہے۔“

میں نے مسکراتے ہوئے کہا کہ مسٹر شاہنواز۔ میں نے یہیں آنکھ کھولی ہے اسی ماحول میں پردان چڑھا ہوں اور اس دنیا کو اپنی گہری نگاہوں سے دیکھا ہے کہ شاید میں اپنے وطن کے ہر فرد کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ میرے وطن کے جو دکھ ہیں میں ان سے نا آشنا نہیں ہوں۔ اتنا ہی عرض کرنا چاہتا تھا۔“



آخر کار سفر کا آغاز ہوا۔ رشید ناگی نے مجھے ایئرپورٹ پر رخصت کیا تھا۔ بہت سی توثیثوں بہت سی دعاؤں کے ساتھ بڑا انتظام کرنا چاہا تھا اس نے لیکن میں نے کہا تھا اس سے کہ میں کسی ایسی حیثیت سے نہیں جانا چاہتا جو دوسروں کی نگاہوں میں آجائے۔ ایک معمولی سے انسان ہی کی حیثیت سے اگر وہاں پہنچوں تو کام میں آسانی ہوگی۔ رشید ناگی نے اس بات سے اتفاق کر لیا تھا۔ طیارہ منزل کی جانب رواں دواں تھا۔ طیارے کی مطلوبہ جگہ اترنے کا اعلان ہوا۔ رن وے نگاہوں کے سامنے آگیا۔ چھوٹا سا خوبصورت ایئرپورٹ تھا۔ جہاں اترنے والوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر تھی۔ لیکن بہر طور سیاحوں کی آمد و رفت یہاں جاری رہتی تھی۔ اس لئے ایئرپورٹ کو جدید ترین پیمانے پر آراستہ کیا گیا تھا۔ محکمہ سیاحت نے شاید یہاں خصوصی توجہ دی تھی اور اس کی بنیادی وجہ یہی ہو سکتی تھی کہ ملکی زر مبادلہ میں یہاں کی تفریحات کی وجہ سے اچھا خاصا اضافہ ہوتا ہوگا۔ رات کا وقت تھا اس لئے بہت زیادہ رونقیں نہیں دیکھ سکا۔ باہر نکل کر ٹیکسی مل گئی ہوٹلوں کے نمائندے میرے نزدیک یہی سمجھ کر دوڑے آئے تھے کہ میں کوئی غیر ملکی سیاح ہوں لیکن میں نے ان سے معذرت کر لی تھی۔ اپنے کام کے لئے میں نمایاں نہیں ہونا چاہتا تھا۔ ان سے معذرت کر کے ٹیکسی میں بیٹھ گیا اور میں نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا مجھے کسی ایسے درمیانے درجے کے ہوٹل میں پہنچا دے جہاں اخراجات بہت زیادہ نہ ہوں۔ ٹیکسی ڈرائیور مقامی آدمی تھا۔

ہوٹل تک پہنچنے کے لئے کوئی بارہ منٹ کا راستہ طے کرنا پڑا تھا۔ دو منزلہ ہوٹل تھا

آپ کو پورا شہر کا سیر کرائے گا۔ صاب وہ دس کلاس پڑھا ہوا ہے بہت دانشمند ہے۔ صاب
افغانستان کا محاذ پر اس نے دشمن کا دانت کھٹا کر دیا تھا۔ ابھی جنگ ختم ہوا تو وہ ادھر ٹیکسی
چلا رہا ہے۔ آپ بولو تو اس کو بلائے۔“

”خوبصورت خان۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”جی صاب۔“

”اور تمہارا نام جناب خان ہے۔“

”ہمارا باپ کا نام حضور خان تھا۔“

”اپنی اولاد کا کیا نام رکھو گے۔“

”عقلمند خان۔“ اس نے جواب دیا اور میں ہنس پڑا۔ ”ہمارا بیٹا ہے صاب۔ ہم اس

نام عقلمند خان رکھا۔“

”بہت اچھا کیا جاؤ۔ خوبصورت خان کو بلا دو۔“

اس نے دروازے کی طرف چھلانگ لگا دی۔ کوئی پانچ منٹ میں وہ ایک نوجوان

کے ساتھ آگیا۔ نام کی طرح خوبصورت تو نہیں تھا۔ اندر آکر اس نے مجھے سلام کیا۔

”خوبصورت خان۔“

”ماں باپ نے رکھا ہے صاب۔“ وہ جلدی سے بولا۔

”ٹھیک رکھا ہے۔ کتنا کما لیتے ہو؟“

”تقدیر اچھا ہو تو سو سے ڈیڑھ سو صاب۔ تقدیر خراب ہو تو بیس روپے کا نقصان

ہوتا ہے۔“

”بیس روپے کا.....؟“

”پیٹرول تو جلتا ہے نا صاب۔“

”خوبصورت بھی ہو اور عقلمند بھی۔“

”نہیں صاب عقلمند ہمارا ہستیجہ ہے۔“

”ٹھیک ہے جناب خان۔ تمہارا بھائی بہت اچھا ہے۔“

”پیسے کا بات طے کیا صاب۔“ خوبصورت خان بولا۔

”طے کرلو۔“ میں نے کہا۔

اور اچھا خاصا صاف ستھرا تھا۔ نام گلزار تھا اور تمام ضرورتوں سے آراستہ تھا۔ مجھے بہت
پسند آیا۔ بڑی خوشگوار صبح اپنی تمام تر لطافتوں کے ساتھ میرے استقبال کے لئے تیار تھی۔
رات کو جو جانفزا کیفیت لے کر سویا تھا صبح کو اس میں اضافہ ہو گیا تھا۔ ساڑھے سات بجے
تھے کھڑکی کھول کر باہر دیکھا تو کچھ نظر نہ آیا۔ گاڑھی گہری کمر پھاڑوں پر اتری ہوئی تھی
اور ان کے دامن میں بکھری ہوئی ہر شے کمر کے خلاف میں لپٹ گئی تھی۔ کچھ بھی نہیں
نظر آ رہا تھا۔ میں نے کھڑکی بند کر دی ابتدائی ضروریات سے فارغ ہو کر ناشتہ طلب کیا اور
اس سے خوب لطف اٹھایا۔ ویٹر برتن اٹھانے آیا تو میں نے اسے روک لیا۔

”سنو جلدی میں ہو؟“

”نہیں صاحب اس نے کما اور حریص نگاہوں سے پچاس روپے کے اس نوٹ کو

دیکھنے لگا جو میں نے جیب سے نکالا تھا۔“

”چاہیے۔“ میں نے مسکرا کر کہا۔

”نہیں صاب۔“ وہ عجیب سے لہجے میں بولا۔ میں نے نوٹ اس کی جیب میں

ٹھونس دیا۔

”تمہارا کیا نام ہے؟“

”جناب خان۔“

”جناب خان تمہارا یہ شہر کیسا ہے؟“

”جنت کا ٹکڑا صاحب۔“ وہ خوشی سے بولا۔

”یہاں کے لوگ کیسے ہیں؟“

”اچھے برے۔ سب ہیں صاب۔“

”سیر گاہیں بھی ہوں گی؟“

”ایک سے ایک اچھا صاب۔“

”مجھے ان کے بارے میں بتاؤ۔“

”صاب ایک بات بولے۔“

”ہاں..... بولو۔“

”آپ ہمارا بھائی خوبصورت خان کو اپنا ساتھ لو۔ صاب اس کا پاس ٹیکسی ہے۔“

”آپ کو ہمارا بات برا لگا ہو گا صاب۔ مگر پیسہ ہمارا بات سے بھی برا چیز ہے! کبھی دل خراب کرنے میں بڑا کام کرتا ہے، اجی صاب آپ شکل سے ہمیں بہت اچھا آدمی لگا ہم چاہتا ہے کہ شام کو آپ ہمیں برائے لگے معافی چاہتا ہے صاب۔“ خوبصورت خان کی باتیں بھی خوبصورت تھیں مجھے ہنسی آئی، میں نے کہا۔

”تو پھر کہہ تو رہا ہوں کہ طے کر لویا پھر بات ویسے ہی طے ہو جاتی ہے تم ڈیڑھ سو روپے روز تک کما لیتے ہو پیڑوں کے بعد، جتنا چاہو پیڑوں ڈلو لینا، دو سو روپے مجھ سے لے لینا۔“

”زندگی بھر آپ کا غلام صاب، آج کا اصل مزدوری آپ ہم کو دے دو ایک بات ہم آپ کو بولتا ہے ایمانداری سے اپنا خدمت سرانجام دے گا، بھائی کے سامنے نہیں بول سکتا ہے، ورنہ جب اللہ تعالیٰ ہمارے کو پیٹا دے گا تو ہم اس کا نام ایماندار خان رکھے گا۔“ میں نے خوبصورت خان کو دو سو روپے نکال کر دے دیئے اور اس نے سلام کیا۔ جناب خان چلا گیا تھا، وہ کہنے لگا۔

”ہم نیچے آپ کا انتظار کرتا ہے، جس وقت بھی آپ کا دل چاہے نیچے آجاؤ، ٹیکسی سارا دن کے واسطے آپ کا.....“

”ٹھیک آرام کرو۔“ میں نے کہا اور خوبصورت خان چلا گیا۔ مزے دار آدمی تھے، بڑا لطف آیا تھا ان لوگوں سے گفتگو کر کے، بہر حال یہ تو طے کر لیا تھا کہ پہلے سکیٹر نائن کی سیر کروں گا اور اس کے بعد جیار گینی ڈال وغیرہ سے ملاقات کروں گا، ویسے بھی کوئی جلدی نہیں تھی۔ پہلے شہر سے واقفیت حاصل کی جائے گی اور اس کے بعد ہی میں اپنا کام سر انجام دوں گا۔

تھوڑی دیر کے بعد تیار ہو کر باہر نکل آیا ہوٹل کے باہر خوبصورت خان ٹیکسی کی صفائی میں مصروف تھا، میں قریب پہنچا تو اس نے بڑے ادب سے اس کا پچھلا دروازہ کھول دیا اور سلام کر کے بولا۔

”اب آپ بولو صاب کدھر کدھر کا سیر کرنا مانگتا؟“

”خوبصورت خان، یہ تمہارا شہر ہے، ایک کام کرو جو جگہ تمہیں سب سے خوبصورت نظر آتی ہو، وہاں سے آج کی سیاحت کا آغاز کرو۔“

”ایک وعدہ کرو صاب، ناراض نہیں ہو گا۔“

”کس بات پر؟“

”آپ نے ہم کو اجازت دیا کہ جو جگہ ہم کو خوبصورت نظر آئے وہاں سے سیاحت کا آغاز کرے۔“

”ہاں، میں نے تمہیں اجازت دی ہے۔“

”تو پھر یہ وعدہ اور کر لو کہ ناراض نہیں ہو گا۔“

”چلو وعدہ کر لیا کہ ناراض نہیں ہوں گا۔“

”ٹھیک ہے صاب۔“ خوبصورت خان نے ٹیکسی آگے بڑھا دی۔ رفتار اچھی خاصی بڑھ گئی گویا وہ وہیں سے اس شہر کو دکھانے کا بندوبست کرنا چاہتا تھا جہاں سے اس نے سوچا تھا مجھے بھی یہ آدمی کافی دلچسپ لگا تھا چنانچہ میں اس کی خواہش کے مطابق خاموش ہو گیا تھا، سینٹ اور اینٹوں سے بنے ہوئے مکانات بکھرے ہوئے تھے اور ان کے درمیان نیچے کھیل رہے تھے بہت وسیع آبادی تھی، سامنے ہی پہاڑ نظر آرہے تھے جو برف سے ڈھکے ہوئے تھے ان کے دامن میں قدرتی سبزہ زار پھیلے ہوئے تھے بائیں سمت پھلوں کے جنگل کے جنگل بکھرے ہوئے تھے، انہیں بلغ کہنا ذرا عجیب سا لگتا تھا کیونکہ وہ انتہائی بے ترتیبی سے پھیلے ہوئے تھے لیکن ان درختوں پر پھلوں کی جو بہتات تھی، وہ ناقابل یقین تھی۔ تمام درخت پھلوں سے جھول رہے تھے، ایک سمت انگوروں کی بلیں پھیلی ہوئی تھیں، آڑو اور خوبانی کی خوشبو فضا میں رچی ہوئی تھی، یہ درحقیقت پھلوں کا جنگل تھا، قدرت کی عظیم دولت سے مالا مال، فضا میں ایک ایسی حسین خوشبو رچی ہوئی تھی کہ میں گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ لیکن بائیں سمت جانے کے بجائے خوبصورت خان نے ٹیکسی کا رخ دائیں سمت کر دیا اور وہ آبادی میں داخل ہو گئی۔

تھوڑے ہی فاصلے پر ٹیکسی رک گئی اور میں نے ایک طرف لگے ہوئے پھلوں کے انبار دیکھے، گلے سڑے پھل جن کے اطراف میں لاتعداد نیچے نظر آرہے تھے وہ پھلوں کے اس ڈھیر کو کرید کرید کر اس میں سے نجانے کیا نکال رہے تھے یہاں ناخوشگوار بو پھیلی ہوئی تھی جو سڑے ہوئے پھلوں کی تھی، خوبصورت خان ٹیکسی روک کر کھڑا ہو گیا اس نے فضا میں منہ اٹھا کر گہری گہری سانسیں لیں اور میری طرف دیکھ کر مسکرائے لگا پھر بولا۔

”صاب جب آپ لیفٹ سائیڈ سے گزرتا تھا تو کھڑکی سے گردن نکال کر گہرا گہرا سانس لیتا تھا، وہ خوشبو صاب بڑا ناخوشگوار تھا، اگر زندگی کا خوشبو تلاش کرنا پسند کرے اور گہرا گہرا سانس لو خدا کا قسم یہ زندگی اور صحت سے بھرپور سانس ہو گا۔“

میں نے حیران نگاہوں سے خوبصورت خان کو دیکھا اور پھر خود بھی کار سے نکل کر اکھڑا ہوا۔

”تم نے کہا تھا کہ جو جگہ تمہیں سب سے زیادہ خوبصورت لگے گی وہاں سے تم ان کی سیاحت کا آغاز کرو گے۔“

”یہ جگہ ہمارا طرح خوبصورت ہے صاب، ایک دم حسین اور فست کلاس اور رہنے والا لوگ بہت غریب ہے آپ یہ سمجھ لو اس شہر کا غریب ترین لوگ ادھر کا صاب اور دیکھو یہ اصل بستی ہے اور وہ بستی جد سے آپ آیا نقل بستی ہے، آپ دیکھا صاب ادھر بجلی کا روشنی نہیں ہے، بجلی بڑا لوگ کا چیز ہے چھوٹا لوگ کا نہیں، ادھر گورنمنٹ کا پانی نہیں ہے کیونکہ وہ پانی ان لوگ کو اس نہیں آتا، یہ لوگ کنویں کا پانی پیتا ہے، اور چشمے سے پانی لے کر آتا ہے، تب ان کا پانی کا ضرورت پورا ہوتا صاب، یہ بڑا بڑا باغ دیکھتا ہے آپ لوگ، ملک کا سب سے اچھا پھل پیدا ہوتا ہے لیکن صاب آپ لوگ اگر ان لوگ سے پوچھو کہ کیا انہوں نے زندگی میں اپنے ان باغوں سے پھل کھائے ہیں، جنہیں وہ اپنے خون سے پینچتے ہیں، تو صاب یہ لوگ آپ کو ہنس کر دیکھے گا حیرت سے دیکھے گا، تعجب سے دیکھے گا چونکہ یہ پھل ان لوگ کا واسطے نہیں ہے ٹھیکیداروں کا باغ ہی، ٹھیکیدار یہ پھل تین حصوں میں تقسیم کرتا ہے سب سے اچھا والا پھل ملک کا سب سے بڑا شہر جاتا ہے، جد کا لوگ بہت دولت مند ہے، بہت زیادہ قیمت دیتا ہے ان پھلوں کا، دوسرا ان سے چھوٹے شہروں کو جاتا ہے، تیسرا ان غریب بستیوں کو جاتا ہے جو تھوڑا کم قیمت پر پھل خریدتا ہے اور ادھر کا لوگ تو صاب بس ان پھلوں کا خوشبو سونگھ کر جی لیتا ہے، وہ یہ پھل کھاتا نہیں ہے پر بچہ لوگ کدرا مانتا ہے صاب، بچہ لوگ اس گلے سڑے پھل میں سے اپنے حنّے کا پھل نکالتا ہے، جو پھل ذرا کم گلا ہوتا ہے وہ یہ بچہ لوگ کھاتا ہے، آپ دیکھو، صاب ایک بات آپ کو بولے، یہ بچہ بیمار نہیں ہوتا کیونکہ ان پر اللہ کا کرم ہے، انسان نے انسان سے سب کچھ چھین لیا ہے صاب، پر اللہ

نے اپنی رحمتوں سے انسان کو مایوس نہیں کیا، یہ بچہ اسی پھل میں خوش ہے اگر اس کو باغ کا اصلی پھل تو کر کھلا دو تو یہ اس کو تھوک دے گا کیونکہ یہ اس کا ذائقہ نہیں جانتا، صاب آپ نے سوچا ہو گا کہ کس پاگل آدمی سے واسطہ پڑا، صاب خدا کا قسم، ابی یہ پاگل پن کرتا پڑا ہے، آگے نہیں کرے گا، آپ نے بات ہمارا مرضی پر چھوڑ دیا تھا تو ہم نے آپ کو اپنی پسند کا جگہ دکھایا، اب صاب سارا جگہ آپ کی پسند کا دکھائے گا، آئی ایم سوری صاب، آئی ایم سوری، ابی بیٹھو گاڑی میں۔“ اس نے گاڑی کا دروازہ کھول دیا اور پھر خود اس میں بیٹھ کر شیشے چڑھا دیئے، میں بھی گاڑی میں بیٹھ گیا تھا، اس نے ایک بار پھر میری طرف دیکھا اور بولا۔

”آئی ایم سوری سر، آئی ایم سوری، آپ کو میرا وجہ سے بدبو برداشت کرنا پڑا، پر صاب برا مت مانتا آپ کو خدا کا قسم، میں پاگل ہے تھوڑا سا، یہ بستی یہ انسان میں ان کا بارے میں سوچتا اور میرا دل دکھتا، تصور میرا ماں باپ کا ہے صاب دس کلاس پڑھا دیا میرے کو سارا مغز خراب کر دیا ابی اگر تعلیم نہ ہوتا تو الٹا سیدھا بات نہ سوچتا، آئی ایم سوری صاب، آئی ایم سوری۔“ اس نے ٹیکسی اشارت کر کے آگے بڑھا دی۔

میں سکتے کے سے عالم میں تھا، جو کچھ مجھے خوبصورت خان نے دکھایا تھا اس نے میرا دل ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا۔ سکیٹرائن سیاحوں کی جنت۔ ایک نگاہ دیکھ کر دل میں پھول کھلا دینے والا شہر جسے سیاحوں کے لئے حسین ترین بنایا گیا تھا جہاں سے حکومت کو زر مبادلہ حاصل ہوتا تھا، مگر اسی حسین شہر میں یہ بستیاں بھی موجود تھیں چراغ تلے اندھیرا کی موثر ترین مثال، غربت و افلاس کی منہ بولتی تصویریں، ملک بھر کے بہترین پھلوں کی پیداوار یہاں ہوتی تھی اور سکیٹرائن کے پھلوں کو دنیا کے مختلف ملکوں میں ایکسپورٹ کیا جاتا تھا۔ لیکن جو ان پھلوں کے جنم داتا تھے وہ ان کے ذائقوں سے محروم تھے ان کے بچوں کی تقدیر گلے سڑے پھلوں کے انبار میں دبی ہوئی تھی۔ روشنیوں سے جگمگاتا ہوا شہر جہاں بڑے بڑے ہوٹلوں میں بڑے بڑے اسٹورز میں رات کو دن بنا رکھا تھا لیکن اس شہر کے گہرے علاقوں میں روشنی کا نام و نشان نہیں تھا روشنی سے محروم یہ لوگ جو اپنے خون سے شہر کی روشنیاں جلاتے تھے یہ تو کوئی بات نہ ہوئی اس کا مقصد ہے نہ ہی میں اور نہ ہی رشید ناگی اس طرف توجہ دے سکے۔ ہم لوگ صحیح پروگرام بنانے میں ناکام

رہے ہیں۔ شہر تو بہت سے وسائل کے مالک ہوتے ہیں، سفارت خانے، صنعتیں، ایئرپورٹ سمندر، دنیا بھر سے آنے والے لوگ ان شہروں کو دیکھ کر ملک کی صحیح کیفیت کا اندازہ لگاتے ہوں گے۔ اہل دانش ان شہروں کو نارمل رکھنے کے لئے کوشاں ہیں کوئی طوفان نہ اٹھ پڑے لیکن روشنیوں سے دور یہ چھوٹی چھوٹی بستیاں کسی بھی آواز سے محروم ہیں۔ یہ تو اپنا دکھ ان تک پہنچا بھی نہیں سکتے جو دکھوں کا مداوا کرنے والے ہوتے ہیں..... نہیں دانش منصور بہت بڑا دھوکا کھایا ہے تم نے، بہت بڑی غلطی کی ہے تمہاری نگاہیں صرف وہ دیکھ سکی ہیں جو تمہارے سامنے آیا ہے، صرف چند گز تک محدود رہی ہیں تمہاری نگاہیں۔ صرف چند گز میں اصلاحات کی ہیں تم نے جبکہ ضرورت تو بہت کچھ ہے، بہت سوں کو بہت کچھ چاہیے۔ تم نے چند پھیلے ہوئے ہاتھوں کو مٹھیاں بند کر کے پیچھے ہٹا دیا ہے..... لیکن وہ جن کے ہاتھ نہیں پھیلنے جن کی نگاہیں بے بسی سے آسمان کو تکتی ہیں ان کے چہرے تم نے بھی نہیں دیکھے عقل ناقص نے یہ نہیں سوچا کہ اور بھی وسعتیں ہیں ان پر نگاہ کو دوڑائے..... گا..... یہ تمہارا فرض تھا..... تمہارا فرض ہے کہ جب انسانوں کے لئے اپنے آپ کو وقف کیا ہے تو یہ لوگ اس قدر محدود کیوں ہیں؟ یہ سب بھی تمہارے اس عمل کے حقدار ہیں جن کا آغاز تم نے کیا ہے کمزور رہے دوست اپنی منصوبہ بندی میں دھوچھوچھنا پڑے گا..... ٹیکسی آگے بڑھتی رہی، خوبصورت خان کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔

”ناراض ہیں صاب؟“

”نہیں خوبصورت خان، تم نے جس حسن سے اپنے اس شہر کی زیارت کا آغاز کرایا ہے میں اسے تمہاری بڑائی سمجھتا ہوں اور تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے مجھے یہ جگہ دکھائی۔“

خوبصورت خان ہنسنے لگا۔ پھر بولا۔ ”صاب اب غصہ تھوک دو۔“

”سچ کہہ رہا ہوں خوبصورت خان۔ تم نے بہت اچھی جگہ دکھائی ہے اور میرے دل میں ان لوگوں کے لئے محبت اور ہمدردی کا جو جذبہ پیدا ہوا ہے اگر اس جذبے کے تحت میں کچھ کر سکا تو یوں سمجھ لو کہ اس کا افتتاح تم نے کیا ہے۔“

خوبصورت خان ہنسنے لگا۔ پھر بولا۔

”صاب یہ اللہ کا کام ہے ہم لوگ اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ اللہ کا کوئی کام مصلحت سے خالی نہیں ہوتا۔ اب یہ بے چارہ لوگ اگر زندگی کا آسائشوں سے محروم ہے تو یہ ان کا تقدیر صاب، اب آؤ دیکھو یہ گولڈن پارک ہے صاب سچا بات یہ ہے کہ دنیا بھر کے پھولوں کا یہ پارک سیاحوں کو پاگل کر دیتا ہے آپ ادھر دیکھو۔ ابھی ہم آپ کا گائیڈ بن گیا۔ آؤ صاب۔“

”ایک بڑے سے خوبصورت گیٹ کے سامنے خوبصورت خان نے ٹیکسی روک دی۔ لاک کیا اور میرے ساتھ پارک میں داخل ہو گیا۔ پارک میں داخل ہو کر میری آنکھیں سحر زدہ ہو گئی تھیں اس برفانی مقام پر یہ حسین پارک درحقیقت پھولوں کا پارک کہا جاسکتا تھا۔ پھولوں کے تختوں کو اس خوبصورتی سے وسعتوں میں پھیلا دیا گیا تھا کہ ان کے رنگ آپس میں ایک دوسرے سے منفرد ہو جائیں اگر کسی قدر بلندی سے دیکھا جائے تو یوں لگے جیسے پھولوں کی سجادوں کے ماہر ہاتھوں نے ایک حسین گلدستہ بنایا ہو۔ ایک ایسا گلدستہ جو سو دو سو گز کے دائرے میں ترتیب دیا گیا ہو۔ اس انداز میں ان پھولوں کو زمین پر اگایا گیا تھا اور ان میں یہ خاص خیال رکھا گیا تھا کہ بعض پھول بڑے بتوں والے ہوں اور بعض چھوٹے بتوں والے اور ان کے رنگ ایک دوسرے سے بالکل میل نہ کھائیں یہ ان کا حسن تھا۔ میں اس ترتیب کو دیکھ کر عیش عیش کر اٹھا۔“

بہت سے غیر ملکی سیاح یہاں تصویر کشی کر رہے تھے اور ملک کے لوگوں کی تعداد بھی اچھی خاصی تھی اس سے اس بات کی تصدیق ہوتی تھی کہ یہاں واقعی خاصا مجمع لگا رہتا ہے۔ کچھ ایسی ترتیب کی گئی تھی اس باغ کی کہ اگر بہت زیادہ بلندی سے اس کی تصویر لی جاتی تو پورا باغ ایک گلدستہ ہی معلوم ہوتا اس کے چاروں سمت برفانی چوٹیاں اپنی بہار دکھا رہی تھیں۔ پہلا ہی منظر اتنا حسین تھا کہ آدمی کھو جائے۔ لیکن میں اس سے بھی پہلے جو منظر دیکھ چکا تھا اس میں کھویا ہوا تھا اور میرے ذہن میں عجیب و غریب کلبا ہٹیں ہو رہی تھیں میں تو یہ محسوس کر رہا تھا کہ یہ ایک غیبی اشارہ ہے میری رہنمائی ہے آیا تو تھا یہاں شاہنواز صاحب کے ایک کام سے لیکن یہ لوگ نگاہوں میں آگئے تھے۔ خوبصورت خان کی شخصیت بھی بہت عظیم تھی۔ وہ مجھے روشنی دکھانے والا بنا تھا ویسے بھی نفیس انسان تھا اور اس بات کا شاک کہ اس کے ماں باپ نے اسے دس جماعت کیوں پڑھا دیا تھا اگر وہ جاہل

دوسری صبح ناشتے وغیرہ سے فراغت حاصل کرنے کے بعد ٹرانسمیٹر پر جبار گیننی کو
 ڈال کیا۔ میری کال فوراً ریسپور کی گئی تھی۔
 ”ہیلو گیننی ڈال۔“

”ہیس.....“

”کیا ہو رہا ہے۔ میری آمد کا انتظار کر رہے ہو گے۔“
 ”اب آپ کی طرف سے رابطہ کا انتظار کر رہے تھے۔“
 ”اوہو۔ اس کا مطلب ہے کہ میرے آنے کا پتا چل گیا تھا؟“
 ”جی سر۔ ہوٹل گلزار کے کمرہ نمبر تئیس کا بھی۔ آپ کی سیر سیاحت کا بھی۔ یہ تو
 ہماری ڈیوٹی تھی سر۔“

”تمہاری ڈیوٹی مجھ پر تو نہ تھی۔“ میں نے ہنس کر کہا۔
 ”کوئی اور ذمے داری تو آپ کی آمد کے بعد شروع ہوگی۔“
 ”کون سے ہوٹل میں ہو۔“

”ہوٹل پامیر۔ سیونٹی ٹو، سیونٹی تھری۔“

”پیکاس۔“

”بہت خوش ہیں۔“

”اور تم.....؟“

”بہت زیادہ خوش۔ خصوصاً ان پانچ اولادوں سے جنہیں باپ کی طرح سنبھالنا پڑتا

ہوتا تو زیادہ اچھا تھا کہ کم از کم اہل وطن کا دکھ تو اپنے سینے میں محسوس نہ کر سکتا، یا اگر کر
 بھی سکتا تو اس کے پاس اظہار کے لئے الفاظ نہ ہوتے۔ یہ شخص میرے بڑے کام آسکتا
 ہے۔ اسے چھوڑنا مناسب نہیں ہوگا۔ یہاں سکیٹرائزن میں میرے اپنے خیال میں کسی ایسے
 شخص کا مل جانا میرے لئے فال نیک تھا اور میں اس سے بڑے فائدے اٹھا سکتا تھا۔ میں
 بلغ کے مختلف گوشوں میں گھومتا رہا وہ میرے پیچھے پیچھے تھا، پھر اچانک ہی اس کے ہونٹوں
 پر مسکراہٹ آئی اور وہ مسکراہٹ ہنسی میں بدل گئی، میں نے چونک کر اسے دیکھا تو وہ بولا۔
 ”ادھر دیکھو صاب، ادھر اس طرف۔“ میں نے اس کے اشارے کی طرف نگاہیں
 دوڑائیں، نجانے کیا دکھانا چاہتا تھا وہ مجھے لیکن جو کچھ میں نے دیکھا اسے دیکھ کر میری
 مسکراہٹ بھی نہ رک سکی ایسا ہی منظر تھا۔



NADEEM

ہے۔ ایک انوکھا تجربہ ہے بغیر شادی کے انسان اگر ایسے پانچ بچوں کا باپ بن جائے تو..... وہ سب مجھے قادر کہتے ہیں۔“ جبار نے ہنس کر بتایا۔
”کیا پروگرام ہے؟“

”صرف آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ کے آنے کے بعد سے ہر وقت الرٹ ہیں کہ کب آپ کال کر لیں۔“

”اوکے چیف۔“ جبار گینی ڈال نے کہا اور میں نے ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔

چیکاں برادر س ذہن میں آگئے تھے، دلچسپ نوجوان تھے، میں ان لوگوں کی اپنے ساتھ شمولیت سے بہت خوش تھا۔ اول تو کارکردگی کے عجوبے تھے، پھر مزاج کے بہت اچھے، ان کی شخصیت میں ناقابل یقین صلاحیتیں پوشیدہ تھیں، جتنا کچھ ان کے بارے میں معلوم ہو چکا تھا وہ تو سامنے تھا ہی لیکن اس بات کا بھی یقین تھا کہ کسی بھی خطرناک مرحلے پر وہ ناقابل یقین کارنامے سرانجام دیں گے، سرکس سے تعلق تھا، بہترین جمناسٹ تھے ایسے تربیت یافتہ کارکن تو تقدیر ہی سے مل سکتے تھے اور تقدیر نے اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمیشہ میرا ساتھ دیا تھا۔ تیار ہو کر نیچے اترتا تو جناب خوبصورت خان اپنی ٹیکسی میں بیٹھے ہوئے میرا انتظار کر رہے تھے، مجھے دیکھ کر فوراً ہی نیچے اتر گئے۔

”ارے جب تم آگئے تھے تو میرے پاس کیون نہیں پہنچے۔“

”صاحب ٹیکسی ڈرائیور ہے ہم اور اپنے ذمے داریاں پہنچاتا ہے، زبردستی رشتے دار تو نہیں بن سکتا، ہم کو معلوم تھا کہ آپ جب نیچے آئے گا تو ہمیں دیکھ لے گا۔“

”ہوں، چلو ٹھیک ہے۔ جب تم نے خود ہی فیصلہ کر لیا کہ میرے اور تمہارے درمیان صرف کاروباری رشتہ ہے تو اب اس رشتے کو میں کیسے بدل سکتا ہوں۔“ اس نے جلدی سے عقبی دروازہ کھول دیا اور خود ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی، ٹیکسی اشارت کر کے وہ بولا۔

”صاحب فیصلہ تو ہم نے پہلے ہی کر لیا تھا کہ آپ دوسرے بہت سے لوگوں سے بہت زیادہ اچھے آدمی ہو، مگر صاب انسان کو زندگی میں احتیاط رکھنا چاہیے، اب اگر آپ ہم سے بہت زیادہ محبت سے پیش آئے تو وہ محبت ہمیں منافع معلوم ہوگا، صاب اگر بہت زیادہ بڑا توقع قائم کر لیا جائے کسی سے اور توقع پورا نہ ہو تو دل میں دکھ پیدا ہوتا ہے۔“

اور یہ دکھ کبھی کبھی دشمن بن جاتا ہے۔ انسان کا فطرت صاب، ہم معافی چاہتا ہے۔“
”نہیں خوبصورت خان تمہاری بات ٹھیک ہے پھر کبھی اس بات کا جواب دیں گے۔“

چوڑی سڑک پر ٹیکسی مناسب رفتار سے دوڑ رہی تھی، جب سیدھی سڑک ختم ہو گئی، اور آگے چل کر دو شاخوں میں تقسیم ہونے والی تھی تو خوبصورت خان نے پوچھا۔
”کدھر چلے صاب، آج آپ کا مرضی سے سیر کرائے گا آپ کو، کل ہم نے اپنی مرضی آپ کو بتایا تھا، ابی بولو کدھر چلنا ہے۔“

”پامیر ہوٹل، جانتے ہو؟“

”ٹیکسی ڈرائیور ہے صاب اور پھر ہمارا بستی اتنا بڑا نہیں ہے کہ ہم اس کے کسی گوشے کو نہ جانتا ہو۔“

میں خاموش ہو گیا اور اس کے بعد اس وقت تک خاموشی رہی جب تک کہ پامیر ہوٹل نہ آگیا۔ یہ ہوٹل البتہ بہترین تھا اور اعلیٰ درجے کے ہوٹلوں میں شمار ہوتا تھا، میں نے خوبصورت خان کو کسی مناسب جگہ ٹیکسی پارک کرنے کے لئے کہا اور ہوٹل میں داخل ہو گیا۔ ہوٹل بھی بھرے ہوئے ہی لگتے تھے، بہت سے غیر ملکوں کو بھی دیکھا تھا میں نے سب کو نظر انداز کرتا ہوا لفٹ تک پہنچ گیا اور بالا آخر اس کمرے کے سامنے، جس کے دروازے کے پیچھے جبار گینی ڈال موجود تھا، دستک دینے پر دروازہ چیکاں فوراً کھولا تھا اور پھر جبار گینی ڈال نے بقیہ چاروں کے ساتھ میرا استقبال کیا تھا، میں نے ان سب کو خوش و خرم دیکھا اور رسمی باتوں کے بعد ان کے سامنے بیٹھ گیا۔

”صورت حال کیا ہے، کوئی ہماری طرف متوجہ تو نہیں ہوگا؟“

”چیف ان پانچوں کی وجہ سے بڑی شہرت مل گئی ہے ہمیں، عام طور سے لوگوں کا خیال ہے کہ میں ایک ایسی مرغی لگتا ہوں جو پانچ بچوں کی ماں ہو اور ان کے سامنے سے کٹ کٹ کرتی ہوئی گزرتی ہو، لوگ بڑی دلچسپی سے ہمیں دیکھتے ہیں اور آپ یقین کریں یہ پانچوں ایسی ہی حرکتیں کرتے ہیں کہ قفقہ بن گئے ہیں ہم لوگ سب کے لئے، میں تو ان کی وجہ سے بہت کم باہر نکلتا ہوں اور اس پر یہ لوگ برے برے سے منہ بتاتے ہیں۔“
”تمہاری بات تو مانتے ہیں؟“

”ہاں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔“ میں نے چیکاس برادرز کی جانب دیکھا، پانچوں کے پانچوں گردنیں لٹکائے بیٹھے ہوئے تھے، پھر میں نے کہا۔

”اس کا مطلب ہے کہ یہاں تم نے اچھی خاصی جگہ بنائی ہے اپنے لئے۔“

”چیف لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا میں ان پانچ بچوں کا جائز پاپ ہوں، ہر حال میں نے کسی کو زیادہ لفٹ تو نہیں دی لیکن پھر بھی آپ یقین کریں بڑے بڑے تماشے ہو رہے ہیں۔“

”اچھا خیر اب بتاؤ کام کرنے کے موڈ میں آچکے ہو؟“

”پہلے دن سے چیف، یہاں آمد کے فوراً بعد سے، لیکن کوئی ہدایت نہیں تھی اس لئے کسی کام میں سرگرمی نہیں دکھائی، البتہ چیف اگر آپ کے پاس وقت ہو تو۔“

”کیا مطلب؟“

”تھمڑا سا کام کیا ہے جو آپ کے لئے ابتدائی طور پر کام آئے گا۔“

”مثلاً؟“ میں نے سوال کیا اور جبار گینی ڈال نے چیکاس دن کو دیکھا، وہ اپنے ننھے ننھے پاؤں اٹھاتا ہوا ایک ٹیبل کے قریب پہنچا اور اس کی نیچے کی دراز سے ایک رول کیا ہوا کاغذ اور کچھ دوسرے کاغذات لا کر سامنے رکھ دیئے جبار گینی ڈال نے وہ کاغذ سینٹر ٹیبل پر پھیلا دیا، یہ ہاتھ سے بنایا ہوا سیکٹر نائن کا نقشہ تھا، میں دلچسپی سے اس پر جھک گیا، جبار گینی ڈال نے ایک ہینسل لے کر مجھے تفصیلات بتانا شروع کر دیں۔

”چیف، اس آبادی میں تیرہ بڑے افراد ہیں، سرداری نظام چلتا ہے اور تیرہ کے تیرہ اپنے طور پر ایک دوسرے سے اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہیں، اسلحے کی کمی نہیں ہے اور ہر ایک کے پاس جتنے افراد موجود ہیں، ان کی ضرورت سے چار گناہ زیادہ اسلحہ ہے، یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ قانونی طور پر اس اسلحے کی کیا حیثیت ہے لیکن اس کی نمائش سرعام ہوتی ہے، ایک سردار اگر اپنی گاڑی میں بیٹھ کر نکلتا ہے تو اس کے پیچھے ایک درجن مسلح افراد اس کی نگرانی کے لئے موجود ہوتے ہیں، آج تک پولیس کے کسی عہدے دار کو یا عام آدمی کو سرداروں کی گاڑیوں کے سامنے آتے ہوئے نہیں دیکھا، بلکہ عموماً یہ ہوتا ہے کہ اگر پولیس کے افراد اس پاس موجود ہوتے ہیں تو ان سرداروں کے سامنے نہیں پڑتے، تو میں عرض کر رہا تھا آپ سے کہ یہ تیرہ سردار ہیں اور اب ان سڑکوں کو دیکھئے حالانکہ یہاں

سڑکوں کے لئے چھپے ہوئے نقشے مل جاتے ہیں جن میں سیکٹر نائن کی سیرگاہیں اور دوسری جگہوں کی نشاندہی کر دی گئی ہے، لیکن وہ نقشے نامکمل ہیں، اس دوران ہم نے یہاں کے بچے کی سیر کر کے ان جگہوں کے بارے میں معلومات حاصل کی ہیں جو نقشوں میں موجود ہیں۔۔۔۔۔ ہم جس ہوٹل میں قیام پذیر ہیں وہاں سے جو مختلف راستے نکلتے ہیں ان کی تفصیلات میں نے اس نقشے میں درج کر دی ہیں، یہ چوڑی سڑک آگے جا کر تین مختلف گروں کو چل پڑتی ہے ذرائع آمد رفت، زراعت، باغات اور جن جن لوگوں کی ملکیت ہیں یہ تمام چیزیں ان کے بارے میں تفصیلات، شہری آبادی سے دوسری جگہوں کے فاصلے مثلاً، ٹیبل سرحد، یہ جنوب مشرق اور یہ مغرب، یہ تمام چیزیں ہم نے اس نقشے میں سمودی ہیں اور چیف کہیں کوئی کسر نہیں چھوڑی، یہ آبشار ہے، یہ جھیلیں ہیں اور ان کے بارے میں تمام تفصیلات ان دوسرے کاغذات موجود ہیں۔ میں نے چیف اس نقشے پر سڑکوں کے نمبر دیئے ہوئے ہیں اسی طرح ان سے منسلک جو تفصیلات تیار کی گئی ہیں وہ الگ کاغذ پر ان گروں کے ساتھ موجود ہیں، آپ یوں سمجھ لیجئے کہ آپ نے ایک ہیٹی کاپٹر میں بیٹھ کر انتہائی بلندیوں سے اس پورے شہر کا جائزہ لیا ہے اور اس کے بعد اس جائزے کو کاغذ پر نقل کر دیا ہے، چیف اس کے علاوہ وہ جو تیرہ بڑے سردار ہیں، ان کے مشاغل کی تفصیلات بھی معلوم کی جا رہی ہیں، کچھ لوگوں کا کام ہو گیا ہے، چند کا باقی ہے جو ایک دو دن میں مکمل ہو جائے گا، ہوٹلوں کی تفصیلات، یہاں کے کاروبار اور ایسے پوائنٹس جو مشکوک قرار دیئے جاسکتے ہیں، ان کی تفصیل الگ ہے۔“

میں دلچسپی سے نقشے کو دیکھتے ہوئے جبار گینی ڈال کی زبانی تمام تفصیلات سن رہا تھا اور ایک بار پھر ذہن میں وہی تصور بیدار ہو گیا تھا کہ کیا میری تقدیر بہت اچھی نہیں ہے، مجھے جتنے افراد ملتے ہیں اور جو مجھ سے مکمل طور پر منسلک ہو جاتے ہیں، بلاشبہ وہ ایسی ہی اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک ہوتے ہیں کہ ان پر ناز کیا جائے، جبار گینی ڈال بھی ایسا ہی انسان تھا، ورنہ ایسے کسی نقشے کی تیاری کامیاب نہیں ہوتی، لیکن اب یہ محسوس ہو رہا تھا کہ انتہائی مختصر وقت میں میں سیکٹر نائن کے چپے چپے سے واقف ہو گیا ہوں اور اس کے بعد میں جبار گینی ڈال کے ساتھ مل کر اس کی تیار کی ہوئی تفصیلات میں کھو گیا، مجھے اندازہ نہیں ہوا تھا کہ کب کافی کے کپ میرے سامنے لا کر رکھے گئے اور کب میں نے

اپنی پیالی اٹھا کر ہونٹوں سے لگالی، کون یہ کافی لے کر آیا اور کس نے اس کا حکم دیا، میں تو ان تمام کاغذات کی تفصیلات پڑھ رہا تھا اور میری آنکھوں میں دلچسپی کے تاثرات تھے، جب آخری کاغذ بھی ختم ہو گیا تو میں نے کافی کا آخری گھونٹ لے لیا اور پیالی پلیٹ میں رکھتے ہوئے چونک پڑا۔

”ارے یہ کک..... یہ کہاں سے آئی اور میں نے کب اسے پینا شروع کر دیا۔“
”پسند آئی چیف یہ بات، کچھ اور کاغذات ہوتے اور آپ انہیں دیکھتے ہوئے یہاں سے باہر نکل جاتے تو بعد میں ہمیں یہ افسوس کرنا پڑتا کہ آپ بھی کیا سوچیں گے کہ ہمارے پاس آکر آپ کی کوئی خاطر مدارت نہ ہوئی۔“ چیکا اس تھری نے دبی زبان سے کہا اور میرے حلق سے قہقہہ آزاد ہو گیا۔

”تمہاری ساری حرکتوں کی تفصیلات مجھے موصول ہو چکی ہیں کیا کیا ہو رہا ہے؟“
”معذرت چاہتے ہیں چیف، دراصل جب سے یہ اطلاع ملی ہے کہ ہمیں اس ملک کی شہریت دی گئی ہے۔ ہماری فطرت ہی بدل گئی ہے اب ہم یہاں آنے والے ہر شخص کو غیر ملکی سمجھتے ہیں، اور چیف اگر ان غیر ملکیتوں کے ساتھ تھوڑی سی تفریح کر لی جائے تو کوئی حرج نہیں ہے، یہ لوگ بھی تو اپنے طور پر دوسروں کو بیوقوف بنانے میں خوش محسوس کرتے ہیں جیسے مس سونیا۔“

”یہ کون ہے؟“ میں نے سوال کیا اور جبار گینگی ڈال ہنس پڑا۔

”نسلا“ سوئیڈس ہے، قد تقریباً چھ فٹ دو انچ، جسامت اسی لحاظ سے، عمر تقریباً بیس سال لیکن اپنے آپ کو مس کہتی ہے اور چیکا اس ٹوکا اس سے عشق چل رہا ہے آپ اگر ان دونوں کو رقص گاہ میں دیکھیں چیف تو بے طرح ہنسیں گے، میں نے منع کیا ہے اس بد معاش کو مگر یہ باز نہیں آتا، دونوں جب رقص کرتے ہیں تو دوسرے لوگ رک کر صرف انہیں دیکھتے ہیں کیونکہ اس وقت چیکا اس تو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے کوئی چھوٹا سا بچہ اپنی ماں کے گھٹنوں سے لپٹا ہوا کسی کھلونے کے لئے ضد کر رہا ہو۔“ جبار نے کہا اور میں پھر ہنس پڑا، چیکا اس ٹوگردن جھکائے کھڑا ہوا تھا، اس نے چند لمحات کے بعد کہا۔

”معافی چاہتا ہوں چیف، لیکن یہ تو ہر انسان کا پیدا نشی حق ہے، آپ ہمیں اس کے لئے منع کریں گے۔“

”بالکل نہیں، لیکن مسٹر چیکا اس یہ تو ہو سکتا ہے کہ آپ کی اس عورت پسندی سے مشن کو کوئی نقصان پہنچ جائے۔“

”اگر ایسا ہوا تو اپنی گردن کاٹ کر آپ کے سامنے پیش کر دوں گا، دراصل ہمارے لئے بڑی آسانیاں ہیں ہم اپنے چھوٹے قد و قامت کی وجہ سے ہر اس جگہ تک پہنچ جاتے ہیں جہاں دوسرے نہیں پہنچتے اور انہیں میں وہ دماغ بھی ہیں جن میں ہمارے بارے میں سچ ہوتی ہے انہیں اچھی طرح پڑھنے کے بعد ہی ہم کسی جانب قدم اٹھا سکتے ہیں لیکن اگر آپ کی ہدایت یہی ہے کہ ہم ایسا کوئی عمل نہ کریں تو اطمینان رکھئے چیف آئندہ ایسا نہیں ہوگا، ارے میں تو جانتا بھی نہیں ہوں مس سونیا کو، وہ پہاڑ خاتون بھلا مجھ سے ان کا کیا تعلق؟“

”نہیں بھئی نہیں، میں شخصی آزادی ختم کرنے کا قائل نہیں ہوں تم اگر مس سونیا عشق کرنے لگے ہو تو اپنا عشق جاری رکھو، ویسے جبار! تمہاری اس کارکردگی سے میں خوش ہوا ہوں۔“

”اور اب سر ہم آئندہ کے لئے ہدایت چاہتے ہیں، سریہ جو نقشے تیار کئے گئے ہیں صرف معلوماتی نقشے نہیں ہیں بلکہ ہم نے اپنی آنکھوں سے ایک ایک جگہ دیکھ کر یہ ہماری تفصیلات بنائی ہیں۔“

”سمجھ رہا ہوں میں صرف معلوماتی عمل سے اتنا شاندار کام نہیں ہو سکتا۔“ میں نے سر ہنسی لہجے میں کہا اور چیکا اس برادر اس ایک قطار میں کھڑے ہو کر جھک کر مجھے دیکھنے کی دعوت دے کر سلام کرنے لگے، میں خود بھی اچھا خاصا مسرور ہو گیا تھا ان لوگوں کے درمیان آکر، خصوصاً ان کی کارکردگی سے جی بہت خوش ہوا تھا۔

میں بہت دیر تک جبار گینگی اور چیکا اس برادرز سے باتیں کرتا رہا۔ اب میں نے انہیں تمام تفصیلات بتا دینا ضروری سمجھا تھا۔ جبار سے میں نے کہا۔

”ابتدائی چند الفاظ کہہ کر میں بات ہمیشہ کے لئے ختم کروں گا، اس لئے میرے ان الفاظ کو محسوس مت کرنا۔ پہلی بات تو یہ کہ تم..... میری مراد تم چھ افراد سے ہے۔ پہلے تو تمہارا تعلق مجھ سے ہوا، جبار گینگی ڈال تم نے تمام تر انحصار مجھ پر کیا اور بالا آخر میرے کہنے پر یہاں آ گئے۔ چیکا اس برادرز تم لوگوں کا بھی ایک مشن تھا جس کے بعد تم

خود کشی کا ارادہ رکھتے تھے اور تم نے یہ خود کشی اس طرح کی کہ اپنے آپ کو میری گود میں ڈال دیا میں خلوص دل کے ساتھ پہلے بھی کہہ چکا ہوں اور ایک بار پھر یہ الفاظ دوہرا رہا ہوں کہ تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں اور یہ محسوس کرتا ہوں کہ میری قوت میں اضافہ ہو گیا..... میں خود کیا ہوں یہ اتنا اہم سوال نہیں ہے جس کا فوراً ہی انکشاف کیا جائے البتہ میری ذات کی اگر صحیح تشریح چاہتے ہو تو یہ سمجھ لو کہ میں محض جیتا جاگتا انسان نہیں ہوں۔ میں ایک مقصد ہوں ایک مشن ہوں، 'محب وطن ہوں' وطن کی سر زمین پر اگا ہوا ایک ایسا پودا ہوں جو تناور درخت بن کر اپنے وطن کے گوشے گوشے میں اپنی چھاؤں پھیلا دینا چاہتا ہے لیکن جو کچھ بھی سمجھو یہ میری آرزو ہے اور اگر تم مجھ سے منسلک ہو تو یوں سمجھ لو کہ تم میری شاخیں ہو تھوڑی سی کاوشوں کا جائزہ تم لوگوں نے خود لے لیا ہے۔ بے شمار افراد ہیں میرے ساتھ جو اتنی ہی سچائی سے میرے مقاصد سے متفق ہو چکے ہیں جتنا سچا میں خود ہوں اور اگر میں تمہیں اپنی شاخیں کہتا ہوں تو اس کا مطلب ہے کہ جو کچھ میرے وجود میں ہے اس کی توقع میں تم سے رکھتا ہوں، اس ملک میں تمہیں معزز شہری قبول کر لیا گیا ہے جو ضروری کارروائیاں ہیں وہ بھی ہو جائیں گی ان کی طرف بھی ذہن نہ دوڑاؤ اگر کسی ایسے انسان کی خواہشات تم سے وابستہ ہو جائیں جس کا مقصد تمہارے علم میں آچکا ہے تو کیا تم خلوص سے اس کا ہونا پسند کرو گے۔"

"چیف اگر آپ نے ہمیں اپنی شاخیں کہا ہے تو ہم صرف اتنا ہی کہہ سکتے ہیں کہ کاش ہم وہ بن کر دکھا دیں۔"

"شکریہ اور اس کے بعد میرے اس مشن کی مکمل ذمہ داری تم لوگوں پر بھی عائد ہوتی ہے اور جس طرح تمہیں اب اس سلسلے میں کام کرنا ہے تم یہ سمجھ لو کہ وہ ایک بالکل ہی مختلف معاملہ ہو گیا۔ وطن پرستی ہر شخص کی فطرت میں ہوتی ہے۔ لیکن ہم عمل میں اور ہمیں اپنے طور پر کام کرنا ہے یہاں اس علاقے میں جسے سرکاری سطح پر سیکڑنائن کا نام دیا گیا ہے، اطلاعات ملی ہیں اور جیسا کہ جبار گپنی ڈال تم نے خود معلومات حاصل کی ہیں، اسمگلر ہمارے ملک کی جڑیں کھوکھلی کر رہے ہیں، یہ محب وطن نہیں ہیں بلکہ انہیں صرف اپنی ذات سے محبت ہے چنانچہ دولت اکٹھی کرنے کے لئے یہ وہ سارے کام کر رہے ہیں جو ملک کے لئے نقصان دہ ہوتے ہیں۔ ہمیں ان کالی بھیڑیوں کو منظر عام پر لا کر

ان کی تمام کارروائیوں کا پتا چلانا ہے اور ان کے خلاف کام کرنا ہے۔"

"جبار نے اپنی معلومات کے مطابق جو نوٹس لکھے ہیں ان میں مجھے خوشی ہے کہ وہ تمام ہی نام موجود ہیں جو شک کی فہرست میں آتے ہیں، چند نام جبار گپنی ڈال کے نوٹس کے ساتھ ایسے بھی ہیں جن پر شک نہیں کیا جاسکتا۔ میں جبار سے پورا پورا اتفاق کرتا ہوں چنانچہ مقصد تمہاری سمجھ میں آگیا ہو گا۔ ہمیں ان لوگوں کے بارے میں مکمل تفتیش کرنا ہے ان کا طریقہ کار، ان کا کن لوگوں سے رابطہ ہے ان کے ذرائع کیا ہیں، یہ ساری معلومات ہمیں درکار ہیں..... چنانچہ فی الحال تم چھ افراد منتخب شدہ ناموں کے پیچھے لگ جاؤ..... تمہیں ان کی دن رات نگرانی کرنی ہے حالانکہ میں سمجھتا ہوں تمہیں اس کام میں کافی دقت ہوگی لیکن کام بہر حال کام ہوتے ہیں کرنے پڑتے ہیں الگ الگ رہو گے تو کسی کی توجہ کا مرکز نہ بن پاؤ گے۔ ہر طرح سے تمہیں اپنے طور پر کام کرنے کی آزادی ہے جیسے بھی مناسب سمجھو عمل کرو، مجھے بھی اعتراض نہیں ہو گا، بڑی احتیاط کے ساتھ تم لوگوں کو اپنے اپنے شکار کے بارے میں رپورٹس تیار کرنی ہیں۔"

"میں تم سے زیادہ رابطے نہیں رکھوں گا" صرف اتنا کہہ رہا ہوں کہ اپنے طور پر میں بھی مصروف ہوں اپنی اپنی حفاظت کا خیال رکھنا اور اگر کوئی مشکل پیش آجائے تو ایسی زندگی لینے سے گریز نہ کرنا جو تمہیں منظر عام پر لے آئے اور ملک دشمن ہو۔ میں اس کی تمہیں اجازت دیتا ہوں اگر کوئی دوسری ہی ضرورت پیش آگئی تو اطمینان رکھو تمہیں پورا پورا تحفظ حاصل ہو گا۔ میرا مطلب ہے کوئی قانونی مشکل، لیکن بہتر ہو گا کہ خود کو ہر نگاہ سے دور رکھو۔ کام کرنے کا لطف اسی میں آئے گا۔ کیا تم میں سے کسی کو اس بارے میں کوئی سوال کرنا ہے۔"

سب کی گردنیں بیک وقت نفی میں ملی تھیں اور میں مطمئن ہو کر کھڑا ہو گیا تھا۔

"میرے لئے کوئی اور نئی ہدایت چیف؟" جبار نے پوچھا۔

"نہیں۔ اب سے اس لمحے کے بعد سے کام شروع ہو گیا ہے اور خوش بختی یہ ہے کہ تم لوگوں نے اس کے لئے پہلے سے تیاریاں کر رکھی ہیں۔ یہ تمہاری ذہانت کا ثبوت ہے جبار تم نے جو تفصیلات تیار کی ہیں میرے لئے تو انتہائی کارآمد ثابت ہوئیں..... لیکن میں سمجھتا ہوں ان کا موجود رہنا مناسب نہیں ہے۔ جب ہم میدان عمل میں نکلیں

بھی ہوئی تھیں۔ بکرے ذبح کئے ہوئے لٹکے ہوئے تھے اور کھانے پینے کا ایک سادہ سا لیکن نہایت عمدہ انتظام تھا۔ میں نے خوبصورت خان سے ٹیکسی روکنے کے لئے کہا اور وہ بیٹ پر ہاتھ پھیرتا ہوا بولا۔

”خدا کا قسم صاب۔ بھوک تو میرے کو بھی بڑا زور دار لگتا۔ ابھی میں یہ سوچتا تھا کہ آج آپ کو بولے صاحب دوپہر کا کھانا اس غریب کے حساب میں کھا لو مگر صاحب آپ پہلے بول دیا۔ کھانا تو میں بھی کھائے گا۔“

میں ہنسنے لگا۔ میں نے کہا۔ ”کھانا تو ہمیں کھانا ہی ہے خوبصورت خان‘ بات صرف پیسوں کی ادائیگی کی ہے نا اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔“ اس نے ٹیکسی ایک جانب کر کے لاک کر دی اور ہم دونوں آگے بڑھتے ہوئے ہوٹل کے پاس پہنچ گئے۔ خوبصورت خان نے مجھے چارپائی پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”میں جا کر کھانے کے لئے بولتا ہے‘ آپ ادھر آرام سے بیٹھو صاب میں ادھر بیٹھ جائے گا۔“

”کیوں میرے پاس بیٹھنا پسند نہیں کرو گے خوبصورت خان۔“

”بات ہمارا پسند کا کدر ہے صاب۔“ اس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

”بول کر ادھر واپس آ جاؤ پھر باتیں کریں گے۔“ اس نے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی اور کھانے کے لئے کہہ کر واپس آ گیا پھر وہ میری پائلٹی بیٹھ گیا بڑا عجیب اور انوکھا ماحول تھا طبیعت میں بڑی فرحت محسوس ہو رہی تھی۔ میں نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”تم بہت زیادہ دل چلے انسان ہو خوبصورت خان۔“

”آپ ٹھیک بولتا ہے صاب بہت دل چلتا ہے اپنے وطن کے لئے‘ اپنا ملک کے لئے اور ابھی یہ ہے صاحب کہ ہم نے تھوڑا سا تعلیم حاصل کر لیا اب آپ کو کیا بولے۔“

”نہیں باتیں تو بہت ہیں کرنے کے لئے اور میرا خیال یہ ہے کہ میرے سامنے تمہیں بولنے میں کوئی مشکل بھی نہیں ہونی چاہیے۔“

”بولنا کیا ہے صاحب چھوٹا منہ بڑا بات‘ ابھی آپ دیکھو انسان انسان میں کتنا فرق ہو گیا ہے صاحب! مسلمان کا گھر پیدا ہوا ماں باپ اسلامی باتیں بتایا مولوی صاحب مسجد میں

گے تو دوسرے بھی ہماری جانب متوجہ ہوں گے۔ یہ ثبوت اگر انہیں تمہارے اس ہوٹل سے مل گئے تو سمجھ لو تم ان کی نگاہوں میں مشکوک ہو جاؤ گے‘ یہ شعبہ بھی سنبھالنا ہے کوئی تم پر شک نہ کر سکے۔“

جبار نے گردن ہلا دی تھی اور یہ وعدہ بھی کیا تھا کہ وہ ان تمام چیزوں کو ضائع کر دے گا میرے لئے وہاں رکنے کا اب کوئی جواز نہیں تھا چنانچہ میں ہوٹل سے باہر نکل آیا۔ خوبصورت خان معمول کے مطابق میرا انتظار کر رہا تھا۔ بہت مہذب بڑا باادب انسان تھا بات صرف ٹیکسی ڈرائیور ہی کی نہیں تھی‘ شخصیتوں کا مسئلہ الگ ہوتا ہے بہر حال میں ٹیکسی کے پچھلے حصے میں بیٹھ گیا اور اس نے ٹیکسی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ عادت کے مطابق کچھ دور چل کر بولا۔

”اب حکم کرد صاحب.....؟“

”تم نے وعدہ کیا تھا کہ اپنی پسند کی جگہ دکھانے کے بعد دوسری جگہیں دکھاؤ گے۔ مجھے یہاں کے مختلف مقامات کی سیر کراؤ۔“

”ٹھیک ہے صاب۔“ خوبصورت خان نے کہا اور اس کے بعد اس نے سیکرٹری کے مختلف گوشوں کا رخ کیا۔ سیاحوں کے لئے درحقیقت حسین ترین پہاڑی مقامات‘ سیر گاہیں اور شکار گاہیں بنائی گئی تھیں‘ محکمہ سیاحت نے اس علاقے میں اچھا کام کیا تھا لیکن حیرانی کی بات یہ تھی کہ دوسرے امور پر اس طرح توجہ نہیں دی گئی تھی جس طرح دی جانی چاہیے تھی۔ ورنہ یہاں وہ غیر قانونی کیفیات نہ ہوتیں جو ایک مثالی حیثیت رکھتی ہیں اور جن کی بنا پر شاہنواز صاحب نے میری ذمہ داری یہاں لگائی تھی۔ دیے یہ بھی سوچا جاسکتا تھا کہ بات صرف سیاحوں ہی کی نہیں تھی جیسا کہ میرے علم میں آیا تھا۔ غیر ملکوں سے آنے والے یہاں سے اور بھی بہت سے مفادات حاصل کر سکتے تھے اور پھر جغرافیائی کیفیت ایسی تھی کہ یہاں سے کچھ فاصلے پر دو ملکوں کی سرحدیں ہمارے ملک کی سرحد سے ملتی تھیں۔ غلط فہمی کی بنا پر تھوڑے سے رد و بدل کے ساتھ بہت سے ایسے اقدامات کئے جاسکتے تھے جن کا صحیح تجزیہ ناممکن ہو۔

میں خوبصورت خان کے ساتھ ان علاقوں کی سیر کرتے ہوئے انہی تمام چیزوں پر خاص طور سے غور کرتا رہا تھا۔ ایک جگہ جہاں ایک جھونپڑا ہوٹل بنا ہوا تھا چارپائیاں

کھڑا ہو کر بولتا ہے کہ دنیا کا تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہے، کوئی چھوٹا کوئی بڑا نہیں ہے صاحب ہریات سے یہ پتا چلتا ہے مگر کیا بولے صاحب ایک انسان کو بڑا بننے کا شوق ہے دوسرے کو چھوٹا بننے کا شوق ہے۔ اب یہ فرق بیچ میں آیا اور انسانیت نیچے چلا گیا مگر صاحب دنیا بھر میں دیکھو کہ کیا ہوتا ہے ہم دوسرے لوگ کابات نہیں کرتا۔ ان کا مذہب کابات دوسرا ہے ان کا مذہب جو کچھ بھی بولتا ہے وہ جانیں پر صاحب ہمارا مذہب اسلام کیا بولتا ہے، انسان، انسان میں کوئی فرق نہیں اور صاحب مسلم لوگ جب سے اس بات کو ماننے سے پیچھے ہٹا آپ دیکھو اس کا سارا کھیل خراب ہو گیا دنیا بھر میں اس کو نقصان پہنچا ہے۔ صاحب بات بہت لمبا ہے مگر آپ خود دیکھو دنیا بھر کا ملکوں میں دیکھو ابھی ہمارا پروسی ملکوں میں دیکھو وہ لوگ کیا کرتا پڑا ہے کیا نہیں کر رہا وہ مگر..... اور ہمارا ملک میں انسان اپنا اقتدار حاصل کرنے کے لئے جی رہا ہے جس کو دیکھو اپنا گھر بنانے میں مصروف ہے باہر کا لوگ کو کوئی نہیں دیکھتا، صاحب یہ دیکھ کر جی جلتا ہے خدا کا قسم، جی جلتا ہے۔“

”مگر اس کے خلاف آواز اٹھانی چاہیے ناں خوبصورت خان۔“ میں نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”چڑیا کا بچہ کا کیا آواز ہوتا ہے صاب“ ہم بولے گا لوگ ہمارے کو مار ڈالے گا، قتل کر دے گا، آپ خود دیکھو صاحب جس کا جو دل چاہتا ہے کرتا ہے کوئی قانون کو نہیں مانتا صاب ہم جانتا ہے ادھر کیا نہیں ہوتا، ہم تو اس چھوٹا سا بستی کا آدمی ہے اسی کے بارے میں جان سکتا ہے، صاب ادھر بہت بڑا بڑا لوگ رہتا ہے اس کا تعلق پورا پورا حکومت سے ہے اور صاحب اس کا کام دوسرا ہے اسمگلنگ کرتا ہے وہ، بڑا بڑا لوگ ادھر آتا ہے، اس کے کاندھوں پر ان بڑا لوگ کا ہاتھ ہے سب لوگ اپنا اپنا عیش کرتا ہے، آپ نے وہ بستی دیکھا جو ہم نے پہلے آپ کو دکھایا ادھر پیٹ بھر کا روٹی حاصل کرنے کے لئے کتوں کا مافق سڑک پر چکراتا پھرتا ہے پر یہ لوگ صاحب ان کا کتا آدمی سے اچھا زندگی گزارتا ہے۔“

”اسمگلنگ ہوتی ہے یہاں.....؟“ میں نے سوال کیا۔

”آپ حیران ہوتا ہے صاحب بہت معصوم آدمی ہے اس کا مطلب ہے مگر آپ بھی

ٹھیک ہو خدا نے آپ کو بیٹ بھر روٹی دیا آپ کو کیا فکر کدھر کیا ہوتا ہے۔“

”نہیں یہ بات نہیں ملک سے سب کو محبت ہونی چاہیے اگر تمہیں یہ معلوم ہے

کہ یہاں اسمگلنگ ہوتی ہے تو تم یہ بتاؤ کہ تم نے اپنا فرض پورا کیا.....؟“

اس کے ہونٹوں پر ایک زہریلی مسکراہٹ پھیل گئی۔ ”ابی آپ کھانا کھاؤ صاحب اس کے بعد ہم آپ کو ایسا لوگ دکھائے گا جنہوں نے اپنا فرض پورا کیا آپ اس کو دیکھ کر ضرور خوش ہو گا صاب۔“

”کون ہیں وہ.....؟“

”ابی چھوڑو صاب، دیکھو ادھر کھانا آگیا۔“ کڑھائی میں تازہ تازہ گوشت پہلے رنگ کے خمیری نانوں کے ساتھ آگیا، میں بھی خاموشی سے اس جانب متوجہ ہو گیا بھوک چمک رہی تھی، خوبصورت خان نے میرے ساتھ کھانا کھایا اور اس کے بعد چھوٹی چھوٹی پیالیوں میں سبز چائے آگئی جسے پینے کے بعد ہم نے کھانے سے فراغت حاصل کر لی میں نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

”بہت اچھا کھانا ہے۔“

”ابی صاحب کھانے کا مزا تو شیروں کا طرح کھانے میں ہی ہے، بڑا صاحب چچہ کاٹا سے کھانا کھاتا ہے اور خود کاٹا جیسا ہوتا چلا جاتا ہے، کھانے کا مزا اسی طرح کھانے میں ہے۔“ ہم لوگ وہاں سے اٹھ گئے ہیں میں نے کہا۔

”تم نے مجھ سے جو باتیں کی ہیں خوبصورت خان انہوں نے میرا ذہن خراب کر دیا ہے۔ تم نے کہا تھا کہ تم مجھے ایسے لوگوں سے ملاؤ گے جو وطن پرست ہیں۔“

”تم نے مجھ سے جو باتیں کی ہیں خوبصورت خان انہوں نے میرا ذہن خراب کر دیا ہے۔ تم نے کہا تھا کہ تم مجھے ایسے لوگوں سے ملاؤ گے جو وطن پرست ہیں۔“

”ابی بولا تھا صاحب مگر کیوں اس جھگڑے میں پڑتا ہے، آپ ادھر سیر کرنے آیا سیر کرو، اپنا شہر واپس جاؤ، ادھر کا لوگ جیسا مافق زندگی گزارتا ہے اس کو گزارنے دو۔“

”نہیں میرا دل چاہتا ہے کہ میں تمہارے ساتھ تمہاری بستی کے سارے معاملات کو دیکھوں، تم نے اپنی پسند سے مجھے وہ بستی دکھائی تھی اور اب میری پسند سے باقی کام بھی پورے کرو۔“

”ٹھیک ہے آؤ شہرہ دل خان کا جھونپڑی زیادہ فاصلہ پر نہیں ہے۔“

گاڑی کو تھوڑا سا سفر طے کرنا پڑا راستے ناہموار تھے اور باقاعدہ نہیں تھے،

خوبصورت خان نے ایک جگہ گاڑی کھڑی کر دی اور اس کے بعد ہم دونوں نیچے اتر آئے، ناہموار گھرائیوں میں سے ایک جگہ ایک جھونپڑی جیسی چیز بنی ہوئی تھی اوپر سے دیکھنے سے پورے طور پر نظر آتی تھی اطراف میں اونچی نیچی کھائیاں پھیلی ہوئی تھیں اور کوئی اس پاس مکان بھی نہیں تھا، ایک احاطہ نظر آرہا تھا جس میں چار بھیڑیں بندھی ہوئی تھیں، ایک نوجوان سی لڑکی احاطے میں جھاڑو دے رہی تھی، اس نے روایتی لباس پہنا ہوا تھا، خوبصورت خان نے وہیں کھڑے ہو کر کہا۔

”یہ شہہ دل خان کا بیٹی ہے ایک اور بہن ہے اس کا ماں بھی ہے۔ تینوں عورت لوگ ادھر رہتا ہے۔ شہہ دل خان اب ان کے درمیان نہیں ہے۔“

”کہاں گیا وہ.....؟“

”اس کا جسم کا چار ٹکڑا کر کے صاب ایک گڑھے میں پھینک دیا گیا تھا، کیونکہ اس کو بھی وطن سے محبت ہو گیا تھا۔“

”کیا مطلب.....؟“

”اسمگلروں کا نشانہ ہی کیا تھا اس نے؟“ پولیس افسر نے بہت شاباشی دیا، پچاس روپیہ انعام دیا اور اس کے بعد ان اسمگلر لوگ کو نشانہ ہی کر دیا کہ ان کا بخیری شہہ دل خان نے کیا۔ وہ لوگ انہیں کدھر چھوڑتا صاحب شہہ دل خان کو قتل کر دیا گیا اس کا بیوی بچی لوگ ادھر سے چلا گیا پانچ چھ سال تک بے چارہ نجانے کدھر کدھر مارا مارا پھرتا رہا پھر ادھر آکر آباد ہو گیا۔ چار بھیڑیں ہیں اس کے پاس اور بس وہ عورت اپنا بچوں کے ساتھ ادھر زندگی گزارتا ہے۔“

”ایک محب وطن کی بیوہ اس بے کسی سے زندگی گزار رہی ہے.....؟“

”کیا بولے صاحب، اب بولنے کو تو زبان پر بہت کچھ آتا ہے۔ پر ٹھیک ہے۔“

”مجھے اس سے ملاؤ گے نہیں.....؟“

”چلو صاحب ویسے شہہ دل کا بیوی زرینہ کسی سے زیادہ بات نہیں کرتا وہ اپنے شوہر کا یاد میں بس اللہ کا نام لیتا ہے یا پھر بچی لوگ کا پرورش کرتا ہے۔“

”پھر بھی میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔“ میں نے کہا اور ہم گھرائیاں اتر کر، تھوڑی سی چڑھائی چڑھ کر اس احاطے تک پہنچ گئے جس کا کوئی دروازہ نہیں تھا۔ لڑکی جھاڑو دے

چلی تھی اور اب شاید کوئی اور کام کرنے میں مصروف تھی اس نے چونک کر ہمیں دیکھا پھر جلدی سے اندر چلی گئی۔ بہت خوبصورت لڑکی تھی۔ بھرے بھرے بدن کی مالک، جوانی کی آمد آمد تھی اور چہرے پر شباب کا رنگ چڑھ رہا تھا۔ چند لمحات کے بعد ایک عورت باہر آئی، اچھے ہوئے بال چہرہ غم کی تصویر جیسے اس کے شوہر کا حادثہ آج ہی ہوا ہو، یا پھر یہ آثار جیسے اس کے چہرے پر منجمد ہو گئے تھے میں نے بڑے احترام سے اسے سلام کیا تو اس نے مدہم سے لہجے میں جواب دے کر پوچھا۔

”کیا بات ہے بھائی اور کیسے آنا ہوا.....؟“

”بہن آپ سے ملنے آیا ہوں کچھ وقت دیں گی ہمیں.....“

”آؤ بیٹھو، کون ہو، مجھ سے کیسے ملنے آگئے۔“ عورت نے پوچھا اور چارپائی کی جانب اشارہ کر دیا۔ میں بیٹھ گیا خوبصورت خان ایک سمت کھڑا ہو گیا تھا عورت بھی ایک لکڑی کی چارپائی گھسیٹ کر میرے سامنے بیٹھ گئی.....

”کدھر سے آیا ہے آپ بھائی صاحب.....؟“

”شر سے۔“

”میرے سے کوئی کام ہے؟“

”میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ کے شوہر نے وطن کی محبت میں جان دی آپ کی زندگی کیسی گزر رہی ہے؟“

اس کے ہونٹوں پر تلخ مسکراہٹ پھیل گئی اس نے کہا۔

”جس طرح وطن سے محبت کرنے والے گناہ لوگوں کی زندگی گزرتی ہے۔ میں

نے گناہ خاص طور سے کہا ہے کیونکہ وطن کے پیارے تو بڑے بڑے اعزاز پاتے ہیں

لیکن وہ جن کے نام منظر عام پر آجاتے ہیں۔ میرا شوہر ایک خاموش سپاہی تھا اس نے

خاموشی سے اپنے آپ کو وطن کے لئے قربان کر دیا اور بس اب ہم لوگ اس کی یاد میں

جی رہے ہیں۔ بڑا جشن مناتے ہیں ہم اس کا لیکن تین افراد۔ دو بیٹیاں ہیں میری اور ایک

میں۔ خدا کا شکر ہے کہ ان لوگوں نے جن کے خلاف میرے شوہر نے آواز اٹھائی تھی

ہمیں زندہ چھوڑ دیا ہے، ہمیں جینے کی اجازت دے دی ہے۔“

”میں آپ کی بیٹیوں سے مل سکتا ہوں“

کی قیمت محسوس ہوگی۔“

میں نے اس عورت کے جذبات کو مجروح نہ ہونے دیا دل پر ایک عجیب سا بوجھ ایک عجیب سا تاثر لئے وہاں سے واپس لوٹا البتہ چلتے ہوئے میں نے اس سے کہا۔
”بھائی کو اجازت دو بہن کہ اگر اس کا کبھی آپ سے ملنے کو جی چاہے تو وہ یہاں آجائے۔۔۔۔۔!“

”اچھی بات تو نہیں ہے مگر ٹھیک ہے اگر ادھر آہی جاؤ گے تو ہم لوگ کسی آنے والے کو گھر کے دروازے سے باہر نہیں نکالتے۔“ اس نے گول مول سا جواب دیا۔
راستے میں جب ہم ٹیکسی کی جانب واپس جا رہے تھے خوبصورت خان نے کہا۔
”صاب میرے کو تو خطرہ ہے کہ کل سے آپ کہیں میرے کو نکال ہی نہ دو۔“
”کیوں خوبصورت خان۔۔۔۔۔؟“

”جب بھی میں اپنی طرف سے کوئی کام کرتا ٹیڑھا میڑھا سا کام کرتا۔“
”نہیں خوبصورت خان تم سے تو بہت سی باتیں کرنی ہیں مجھے، آؤ ہوٹل واپس چلتے ہیں۔“

”جی صاحب“ خوبصورت خان حیرانی سے بولا۔

”ہاں آؤ، ہوٹل واپس چلتے ہیں۔“

”آپ جیسا بولو صاب، ابھی تو ہم آپ کا ڈیوٹی پر ہے۔“ میں اسے ہوٹل واپس لے آیا ٹیکسی لاک کر کے وہ میرے ساتھ ہی اوپر آگیا تھا حیران حیران نظر آ رہا تھا میں نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ بولا۔

”ویسے صاب ایک بات آپ کو بولے۔۔۔۔۔ آپ بھی بہت عجیب آدمی ہے۔“

”کیوں؟“

”بس عام لوگ سے تھوڑا الگ ہے آپ لیکن میں آپ کا عزت کرتا ہے۔“

”میں تمہاری عزت کرتا ہوں خوبصورت خان تم نے مجھے ان اسمگلروں کے بارے

میں بتایا ہے میں چاہتا ہوں مجھے ان کے بارے میں کچھ اور بتاؤ۔۔۔۔۔؟“

”ایک بات بولو صاحب خفیہ پولیس سے تو تعلق نہیں ہے آپ کا۔۔۔۔۔؟“

”یہ خیال تمہارے ذہن میں کیوں آیا۔۔۔۔۔؟“

”جاہل بچیاں ہیں دونوں، بے کار ہے ان سے ملنا، ان سے کوئی بھی کام کی بات معلوم نہیں کر سکو گے۔ ویسے کیا تمہارا تعلق اخبار سے ہے کوئی فیچر لکھنے آئے ہو یہاں؟“
میں نے فوراً ہی محسوس کیا تھا کہ عورت کا لہجہ صاف ہو گیا تھا۔ شاید وہ پڑھی لکھی تھی یہ سوال میں نے کر ہی ڈالا۔

”آپ تعلیم یافتہ معلوم ہوتی ہیں؟“

”اپنے بارے میں کچھ بتائے بغیر مجھ سے میرے بارے میں پوچھتے جا رہے ہو۔۔۔۔۔؟“

”میں تو ایک معمولی سا آدمی ہوں بہن، آپ جیسے بڑے لوگوں کی کچھ باتیں میرے علم میں آجائے گی تو مجھے خوشی ہوگی۔“

”مذاق کرنے آئے ہو ہم سے نہ کرو، دکھی لوگوں سے مذاق نہیں کیا جاتا۔۔۔۔۔ تم شاید خوبصورت خان ہو جناب خان کے بھائی؟“

”جی بہن صاحب آپ میرے کو جانتا ہے۔“

”تم لائے ہو گے ان کو یہاں۔“ یہ خوبصورت خان بھی سر پھرا ہے بھائی اس کی باتوں میں مت آنا، بس ایسے ہی الٹی سیدھی باتیں کرتا رہتا ہے۔ میں نے ایک بار جناب خان سے کہا تھا کہ اسے سمجھاؤ کہیں کوئی ایسا الٹا سیدھا قدم نہ اٹھا بیٹھے جو اس خاندان کے لئے بھی مصیبت کا باعث بن جائے میں چائے پلاؤں، تم لوگوں کو۔ اب جب کہ تم نے اس دروازے پر قدم رکھا ہے تو یہ ہماری روایات کے خلاف ہے کہ چائے پیئے بغیر چلے جاؤ۔“

میں نے ان دونوں بچیوں کو دیکھا، بلاشبہ حسن و جمال کا شاہکار تھیں، شرمائی شرمائی،

’لجائی لجائی سی۔ دونوں کی عمروں میں بہت زیادہ فرق نہیں معلوم ہوتا تھا واپسی میں، میں نے اس عورت سے کہا۔

”بہن زرینہ آپ نے مجھے بھائی کہہ کر پکارا ہے اب بھائی کے ہاتھوں یہ چھوٹا سا نذرانہ قبول کریں گی تو میری عزت بڑھ جائے گی۔“

”نذرانہ“ بھیک کا دوسرا نام ہوتا ہے، ہم لوگ یہ سب کچھ نہیں لیتے۔ برا نہیں ماننا اس طرح ہماری ساری عبادت بے کار چلی جائے گی۔ یہاں سے چائے کی پیالی پی کر جا رہے ہو میرے دل میں اپنی عزت ہو گئی ہے۔ یہ پیسے لے لوں گی تو مجھے بہت سی چیزیں

”آپ بہت زیادہ دلچسپی لیتا ہے اسمگلنگ میں۔“

”نہیں خوبصورت خان تم نے تذکرہ کیا ہے اس کا اس لئے مجھے دلچسپی ہو گئی ہے۔“

”ہاں صاب میں یہ سوچتا ہے کہ جس طرح شہ دل اپنا فرض پورا کرتا ہوا مر گیا میرے کو بھی وطن کا پیار میں ایسا ہی موت آجائے صاب میرا خیال میں کوئی میرا نام لے لیا نہ لے لیکن میرے کو خوشی ہو گا۔“

”ہمت ہے تمہارے اندر خوبصورت خان.....؟“

”خدا کا قسم بہت ہمت ہے صاحب مگر ہمارا بھائی جناب خان ہمارا بھتیجا عقلمند خان اور یہ چھوٹا خاندان یہ میرا درجہ سے خطرے میں پڑ جائے گا میرے کو بس یہ ڈر لگتا ہے۔ ورنہ میں یہ سوچتا صاب کہ ایک مشین گن خرید لے اور ان تمام لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دے جو ملک کے خلاف کام کرتا ہے سب لوگ کو مارنے کے بعد اگر کوئی آدمی مرے گا تو وہ صرف ایک ہی ہو گا نا خوب صورت خان! مگر صاب آپ یہ سوچو برا لوگ ادھر سے چلا جائے گا ادھر کا طرف تو پھر کتنا فائدہ پہنچے گا بہت سا لوگ پریشانی سے بچ جائے گا۔ مگر کیا بولوں جناب خان کو میرے کو فریجروں سے باندھ کر ڈال رکھا ہے ابھی صاب اس کے لئے تھوڑا ڈر لگتا ہے۔“

”تم جانتے ہو خوبصورت خان ان لوگوں کو جو یہاں اسمگلنگ کرتے ہیں؟“

”کس کو نہیں جانتا صاحب، ٹیکسی ڈرائیور ہے ہم سب کا ہمارے سے واسطہ پڑتا ہے ہم کو بولا گیا ہے کہ زبان بند رکھو اور جیو زبان کھولا تو زندگی مشکل ہو جائے گا۔“

”بہر حال میں تم سے یہ تو نہیں کہوں گا خوبصورت خان کہ تم ان معاملوں میں براہ راست حصہ لو لیکن اگر تم چاہو تو اپنے دل کا تھوڑا سا کام کر سکتے ہو۔ مجھے ان لوگوں کے بارے میں بتاؤ میرا تعلق خفیہ پولیس سے تو نہیں لیکن میرے پاس ایسے وسائل ہیں کہ میں ان کے خلاف کام کر سکتا ہوں۔“ خوبصورت خان گہری نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا تھا کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔

”ٹھیک ہے صاحب آپ بہت اچھا انسان ہے میرے کو آپ پر بھروسہ ہے پھر بھی اگر میرے کو آپ کے سامنے زبان کھولنے کا سزا ملتا ہے تو یہ میرا مقدر ہے۔“

”تمہیں سزا کون دے گا خوبصورت خان۔“

”چھوڑو صاحب اس بات کو میں صرف یاری کا بات کرتا اور جب میں یاری کا بات کرتا تو آپ کو دوسرا بات بھی بولے گا۔“

”وہ کیا.....؟“

”ادھر صاب جس لوگ کا ہم بات کرتا ہے وہ پیدا گیریا گلی یا سڑک کا لوگ نہیں ہے صاب وہ ارب پتی لوگ ہے اور یہ اربوں روپے کا دولت اس نے اپنا بازو کی قوت سے کمایا ہے۔ اپنا عقل کی قوت سے کمایا ہے اور جب صاب اس نے اربوں روپیہ کمایا تو اس رقم سے اس نے کام کا لوگ خریدا ہے آپ ان لوگوں کو کیا سمجھتا ہے صاب وہ بہت طاقتور لوگ ہے آپ اگر چھوٹا موٹا وسائل کا بات کرتا ہے تو میرا بات مانو خدا کا قسم اپنے کام سے کام رکھو بس نماز پڑھو اور اللہ سے دعا کرو کہ وہ ان شیطانوں کو ختم کر کے ملک کا عزت بچائے ابی صاب میرے پاس یا آپ کا پاس ان لوگ کے بارے میں بات کرنے کا تو ہے مگر ان کے خلاف کوئی چھوٹا موٹا کام نہیں ہو سکتا اگر آپ سنو تو میں آپ کو سنائے کہ بہت سا لوگ کا دماغ خراب ہوا آپ شاید غلام سجاد کا نام سنا ہو صاب وہ ڈپٹی کمشنر بن کر آیا نیک آدمی تھا جب اس کو معلوم ہوا کہ وہ ادھر ایسا کام ہوتا ہے تو اس نے کارروائی شروع کیا اور بہت سا کام کر لیا۔“

”مگر جب اس نے آپریشن کرنا مانگا تو اس کو کہیں سے مدد نہیں ملا، اکیلا لڑائی پر چلا گیا اور ان لوگ نے اس کو بڑے آرام سے سلام دعا کر کے واپس کر دیا اس کو بولا گیا کہ اب اس کا حق میں یہ اچھا ہے کہ وہ ادھر سے چلا جائے صاب بہت چالاک لوگ ہے یہ ادھر سے غلام سجاد کا تبادلے کا آرڈر آگیا اور وہ ادھر سے دو سرا خیر چلا گیا مگر صاب ادھر کا چالاک لوگ نے اس کو سزا دینے کا فیصلہ کر لیا تھا اور یہ سزا اس کو ادھر نہیں ملا بلکہ جدھر اس کا ٹرانسفر ہوا ادھر اس کا خاندان سمیت قتل کر دیا گیا بہت بڑا خبر چھپا اخبار میں مگر کہیں سے یہ آواز نہیں نکلا کہ غلام سجاد کو قتل کرنے والا کون لوگ ہے میں جانتا صاحب میں جانتا اس کا قاتل کون ہے آپ کو کیا معلوم اور ایسا بہت کام ہوتا بڑا بڑا لوگ بڑا بڑا کام کرتا ابی ہم بہت چھوٹا لوگ ہے صاب میں آپ کے سامنے یہ زبان کھولا چلو ٹھیک ہے آپ شریف آدمی ہے کسی کو نہیں بتائے گا کہ ایک ٹیکسی ڈرائیور کیا کیا بولتا ہے مگر صاحب اگر

ہم کسی جگہ ایسے زبان کھول دے کہ ان لوگ کو معلوم ہو جائے تو بس یہ سمجھ لو کہ ہمارا پتا نہیں لگے گا بہت بڑا لوگ ہے صاحب وہ بہت بڑا لوگ ہے۔

”مانتا ہوں“ لیکن ابھی تھوڑا ہی وقت تو گزرا ہے ہم کیا باتیں کر رہے تھے اپنے وطن کے لئے خوبصورت خان تمہارا نام خوبصورت ہے، لیکن اس پر یہ بد نما دھے۔

”بہت مشکل ہے صاب“ ابی میں آپ کو کس کس کا بارے میں بتائے، صاب بات اصل میں یہ ہے کہ کرنے کو تو بہت سا انسان بہت کچھ کرنے کو مانگتا مگر مقدر اس کا ساتھ کد ر دیتا مقدر تو ان لوگ کا ساتھ دیتا ہے صاب۔

”یہاں کتنے ایسے افراد ہیں خوبصورت خان جو ملک کے خلاف کام کرنے میں مصروف ہیں؟“

”بہت لوگ ہے صاب اپنا اپنا گھر بنانے کا شوق سب کو ہے اور اپنے شوق کے لئے اس نے ملک کا طرف سے آنکھیں بند کر لیا ہے“ ابی میں آپ کو بتائے ڈولی رباب ادھر بہت بڑا آدمی ہے اس کے ساتھ چھ دو سرا بڑا آدمی کام کرتا ہے اس کا گروہ الگ بن گیا ہے، ڈولی رباب پہلے صرف منشیات بیچتا تھا، غیر ملکی لوگ تو ادھر اب بھی آتا ہے، اصل میں تمہارے کو بولا صاب یہ سارا کام ان کتوں کا چلایا ہوا ہے جو خود تو یورپ میں رہتا ہے اور ادھر ہمارا ملک کو خراب کرتا ہے وہی ان لوگ کو دولت دکھاتا ہے۔ ان کا سارا آسانی کرتا ہے اور یہ لوگ ان کا گود میں بیٹھ کر کام کرتا ہے، بات یہ نہیں ہے صاب کہ ہمارا ملک کا لوگ خراب ہے، بلکہ اس کو خراب کرنے میں دوسرے ملک کا لوگ کا زیادہ ہاتھ ہے، ابی آپ میرے کو بتاؤ، پڑوسی ملک ہے اس نے اسرائیل سے دوستی کر لیا ہے صاب، آپ ذرا سوچو مسلمان کے خلاف سب مل کر کسی طرح کام کرتا ہے اور ابی صاب مسلمان آپس ہی میں لڑ رہا ہے، اس کا ہاتھ ایک دوسرے کے گریبان پر ہے، ابی.....

ڈولی رباب بہت بڑا آدمی بن گیا ہے پہلے وہ اتنا بڑا آدمی نہیں تھا، چھ آدمی اس کے ساتھ شامل ہے اس طرح ڈولی رباب کا گروہ سلت آدمیوں پر مشتمل ہے، صاب یہ لوگ پہلے ہنس منشیات بیچتا تھا، مگر اب اس کے پاس بڑا بڑا اسلحہ آتا ہے، صاب، ڈولی رباب ادھر کے علاقے میں اسلحے کا سب سے بڑا تاجر ہے، میرے کو پتا ہے صاب کہ اس کا ڈپو کس طرف ہے۔“

Scanned and Uploaded By Nadeem

”ابی آپ یوں سمجھ لو کہ اس کا ڈپو میں اتنا اسلحہ موجود ہے جو ایک اچھا خاصا فوج لئے کافی ہو سکتا ہے اور کیا کیا بتائے صاب آپ کو، دوسرا بڑا نام ادھر بادل گل کا ہے بادل گل کا بھی گروہ ہے جو کچھ آدمیوں پر مشتمل ہے، مگر بادل گل بہت طاقتور بہت چالاک آدمی ہے اور وہ اس لئے صاب کہ باہر کا جتنا ڈینگ ہوتا ہے ناں وہ بادل گل کے ساتھ ہوتا ہے بادل گل کا تعلق باہر کا ملک کا لوگ سے ہے، ابی ادھر ڈولی رباب کو بادل گل نے اسلحے کا نیا کاروبار سکھایا ہے، یہ اسلحہ باہر کے ملک سے آتا ہے اور پورا ملک کو سپلائی ہوتا ہے، اور صاب لمبا چوڑا کام ہے، آپ کو اگر کبھی موقع ملا تو ادھر لے جائے گا مگر دور دور سے دکھائے گا، آپ کو پتا ہے بادل گل نے صاب ایک پورا جنگل خریدا ہے وہ علاقہ تاریک علاقہ کہلاتا ہے تاریک علاقہ بہت خطرناک علاقہ ہے، بادل گل نے ادھر ایک خوبصورت عمارت بنایا، بہت بڑا علاقے کا جنگل خرید کر اس نے جنگل کی کٹائی کا کام شروع کیا مگر یہ بات میں ہی نہیں اور بھی بہت سا لوگ جانتا ہے کہ اس کا اصل کام جنگل کا کٹائی نہیں ہے بلکہ اصل کام کچھ اور ہی ہے، ادھر سے اس نے اپنے لئے کوئی فرسٹ کلاس والا آسانی پیدا کر لیا ہے، ابی آپ ادھر جا کر دیکھو گے تو سفید سفید عورت لوگ اور سفید سفید مرد لوگ ادھر آپ کو ساتھ ہی نظر آئے گا، اسی لوگ نے بادل گل کے اس علاقے کو دوسرے لوگوں کے لئے موت کا گھر بنا دیا ہے۔“

”یہ سارا بات ہے صاب یہ سب لوگ مل کر ملک کو کھاتا ہے اور کیا بتائے میں آپ کو، مگر خدا کا واسطے یہ سارا معلومات میرے نام کو مت لگا دینا..... ورنہ میرے کو اپنا تو پروا نہیں ہے، جناب خان اور ہمارا بھتیجہ عقل مند خان زندہ نہیں بچے گا.....“

میرے کو تو دس بار مار دو بس یہ کہہ دو کہ تم کو ملک کے لئے مارا جا رہا ہے خوبصورت خان، خدا کا قسم میں خاموشی سے مرجائے گا، مگر میرے کو خیال ہے تو اپنا بڑا بھائی اور اس کا بیٹے کا ہے، باقی سب ٹھیک ہے.....“

میں سحرزدہ سا خوبصورت خان کی باتیں سن رہا تھا، یہ بہت بڑے انکشافات کئے تھے اس نے، خاص طور پر تاریک علاقے کے بارے میں ابھی تک ہمارے پاس کوئی معلومات نہیں تھیں، غالباً چیکا اس برادرز بھی اس علاقے کے بارے میں کچھ نہیں جان سکے تھے حالانکہ انہوں نے اپنے طور پر پورے سیکرٹائن کا سروے کر ڈالا تھا، لیکن ظاہر

”ٹھیک، اچھا اب تمہیں ایک کام کرنا ہے کل اگر ممکن ہو سکے تو.....“
 ”بولو صاب.....“

”تاریخ کے علاقے میں گاڑی کہاں تک جاسکتی ہے؟“
 ”نہیں جاسکتا صاب، بس وہ آخری جگہ ہے جدر ہم آپ کو لے گیا۔“
 ”اور وہ جگہ جہاں ڈولی رباب کے اسلحہ خانے وغیرہ ہیں۔“

”ادھر میں آپ کو لے جاسکتا ہے وہاں سے ایک سڑک گزرتا ہے جو دوسرا شہر کو
 پہنچاتا ہے، پھر سیدھے ہاتھ پر نمک بنانے کا کارخانہ بکھرا ہوا ہے ادھر نمک بنتا ہے صاب،
 آپ یہ سمجھ لو وہ ڈولی رباب کا جاگیر ہے اور نمک بنانے کا جتنا کارخانہ ہے سب اس کا
 مال ہے اور کیا کیا ہے یہ اللہ جانتا ہے۔“

”تو پھر کل مجھے وہی علاقہ دکھا دو اور اب تم جاؤ اور سنو بے فکر رہنا تمہارا نام کہیں
 تک جگہ نہیں آئے پائے گا۔“

خوبصورت خان ایک لمحے تک پریشانی کے عالم میں بیٹھا رہا پھر اٹھ کر مجھے سلام
 کے باہر نکل گیا، غالباً شرمندہ تھا اپنی باتوں سے، لیکن میں اس کی مجبوری جانتا تھا۔

میں نے رات کو جہاں گینی ڈال سے رابطہ کیا اور وہ فوراً ہی میری جانب متوجہ
 ہو گیا۔

”کیا ہو رہا ہے؟“

”چیف ابھی ابھی واپس آیا ہوں وہ پانچوں غائب ہیں، الگ الگ کام کر رہے ہیں،
 کون سے کہاں سے کہاں پہنچ چکے ہیں۔“

”رابطہ نہیں ہوئے۔“

”جان بوجھ کر نہیں کئے انتظار کر رہا ہوں کہ انہی کی سمت سے کارروائی ہو۔“

”اس شہر میں تم نے تاریخ نامی کسی علاقے کا نام سنا ہے۔“

”میں وہیں گیا تھا چیف، ڈھلان پر ایک جنگل بکھرا ہوا ہے، جہاں درختوں کی کٹائی

درمیان میں ایک عظیم الشان عمارت ہے جس کا طرز تعمیر جدید قسم کا ہے،

لیکن وہاں داخلے کے لئے کوئی مناسب موقع نہیں مل سکا۔“

”اوہو ادھر جانے کی کوئی خاص وجہ؟“

ہے وہ ان جگہوں کو صحیح نام نہیں دے پائے تھے یا پھر ہو سکتا ہے چیکا اس برادر نے یا جہاں
 گینی ڈال نے اس علاقے کو بھی اپنے نقشے میں لکھا ہو لیکن اس کی طرف کوئی زیادہ اہمیت
 نہ دی ہو، یہ دلچسپ اطلاع تھی کہ یہاں ڈولی رباب نامی کوئی شخص بھی صاحب اختیار ہے
 اور وہ اسلحے اور منشیات کا اسمگلر ہے۔ ہر طور پر ساری باتیں میرے لئے انتہائی کارآمد
 تھیں، میں نے خوبصورت خان سے کہا۔

”میں نے تقریباً تمہارا یہ پورا شہر دیکھ لیا ہے، کیا خیال ہے تمہارا.....؟“

”تھوڑا تھوڑا جگہ باقی بچا ہے.....۔“

”تاریخ کا علاقہ کس طرف ہے؟“

”ابی آپ اور ہم جدر کھانا کھایا اس سے جب آگے بڑھا تو شہر کا جھونپڑا نظر آیا

’شہر دل کا جھونپڑا سے بائیں طرف سیدھا چلا جاؤ صاب تو چڑھائی آتا ہے اوپر جانے کے
 بعد یہ چڑھائی ڈھلانوں میں اتر جاتا ہے، بس جدر سے ڈھلان شروع ہوتا ہے وہ تاریخ کا
 علاقہ کہلاتا ہے اور ادھر آپ کو جنگل نظر آئے گا؟“

”ڈولی رباب کا وہ اسلحہ خانہ کہاں ہے؟“

”وہ بالکل دوسرا سمت ہے۔“ خوبصورت خان مجھے اس علاقے کے بارے میں
 بتانے لگا پھر بولا۔

”میں ادھر آپ کو لے جائے گا صاب، سارا کام فرسٹ کلاس والا کر کے بتائے گا،
 بس میرے کو جس بات کا خوف ہے وہ میں آپ کو بتا چکا ہوں، حالانکہ میرا زبان سے یہ
 بات اچھا نہیں لگتا۔ مگر کیا بولے بس انسان ہے مخلوق ہے۔“

”ہاں میں جانتا ہوں، بہر حال تمہارا بہت بہت شکریہ تم نے بڑے اچھے انکشافات
 کئے، ہاں ذرا ایک بات اور بتاؤ، یہ بادل گل یا ڈولی رباب کہاں ملتے ہیں عام طور سے؟“

”سب لوگ اپنا اپنا دولت میں کھویا رہتا ہے صاب، یہ اپنا اپنا گھر میں رہتا ہے ہاں
 اگر کبھی جرگہ ہوتا ہے یا اگر کوئی تقریب ہوتا ہے یا باہر کا کوئی بڑا آدمی آتا ہے تو پھر یہ عام
 طور سے ایک بڑا ہوٹل میں جمع ہوتا ہے۔“

”کون سے ہوٹل میں؟“

”ہوٹل پکاؤ، میں یہ لوگ رہتا ہے، ادھر ہی ان کا سارا تقریب ہوتا ہے۔“

”چیکاس فائیو نے نشاندہی کی تھی کہ ادھر پراسرار طریقے سے کچھ غیر ملکیوں کو جاتے ہوئے دیکھا گیا ہے جو جنگل میں پہنچ کر غائب ہو گئے تھے میں بعد میں وہاں گیا اور کافی دور تک دیکھ آیا لیکن مجھے یوں محسوس ہوا جیسے وہاں پہرے کا معقول انتظام کیا گیا ہے۔“

”کیا خیال ہے، آج رات کو کوشش کی جائے؟“

”کیا حرج ہے چیف.....؟“

”تو پھر تیار ہو کر آجاؤ۔“

”ٹھیک ہے، میں آپ کے ہوٹل پہنچ جاؤں گا۔“

”میرے ہوٹل کے بارے میں تفصیل تو معلوم ہے ناں؟“ جواب میں جبار گہنی

ڈال ہنسنے لگا اور اس نے کہا۔

”جی چیف، سب کچھ معلوم ہے۔“

”تو پھر ایسا کرو، ہوٹل سے باہر میں تمہیں لے لوں گا، کسی گاڑی وغیرہ کا بندوبست

ہو سکتا ہے؟“

”کرائے کی گاڑی مل جائے گی، یہاں ہمارے ہوٹل میں اس کی کوئی دقت نہیں

ہے۔“

”لیتے آنا۔“

”ٹھیک ہے چیف۔“

رات کو مقرر وقت پر جبار میرے پاس پہنچ گیا، چیکاس برادرز سے کوئی رابطہ قائم

نہیں ہوا تھا ہم نے تاریں کے جنگلات جانے کے لئے معقول بندوبست کر لیا تھا، گاڑی

بھی جبار گہنی ڈال نے بڑی ذہانت سے سیاہ رنگ کی حاصل کی تھی، جسے باآسانی چھپایا

جاسکتا تھا ہر طور ہم دونوں فاصلے طے کرتے رہے اور جبار گہنی ڈال نے چونکہ پہلے سے وہ

علاقہ دیکھا ہوا تھا اس لئے اسے وہاں تک پہنچنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی گاڑی کو ہم نے

وہیں اسی جھونپڑا ہوٹل کے عقبی حصے میں ایک جگہ پارک کیا اور ہوٹل پہنچ گئے، پہلے سے

یہ بات طے کر لی گئی تھی کہ ہم ہوٹل میں بیٹھ کر کھانا کھائیں گے تاکہ کسی کو شبہ نہ ہو سکے

اور پھر اس طرح وہاں سے واپس چلیں گے جیسے جارہے ہوں لیکن ہمارا اصل رخ اسی

جانب ہو گا۔ یہ سارا پروگرام معمول کے مطابق عمل پذیر ہوتا رہا رات کو اس ہوٹل میں

زیادہ رش نہیں تھا لیکن کھانے پینے کا انتظام بے شک تھا، ہلکا پھلکا سا کھانا کھایا اور اس کے بعد پروگرام کے مطابق ہم لوگ اس سمت چل پڑے، ہوٹل کے عقبی حصے میں آکر جہاں ہم نے گاڑی پارک کی تھی وہاں سے ہم نے اپنی سمتیں تبدیل کر دی تھیں اور ڈھلانوں میں اترتے چلے گئے تھے، خاصا طویل اور دشوار گزار راستہ تھا چونکہ پہاڑیاں تاحد نگاہ بکھری ہوئی تھیں اس لئے وہاں گہری تاریکیاں بھی چھائی ہوئی تھیں، جبار گہنی ڈال چونکہ وہاں تک ہو آیا تھا اس لئے اس وقت وہ میری رہنمائی کر رہا تھا بالا آخر ہم جنگل کے سرے تک پہنچ گئے اور درخت کے پہلے تنے کے قریب پہنچ کر میں نے اور جبار گہنی ڈال نے دو دو تک نگاہیں دوڑائیں تاحد نگاہ تاریکی پھیلی ہوئی تھی اور اندر داخل ہوئے بغیر اس عمارت کو نہیں دیکھا جاسکتا تھا جبار نے بتایا۔

”عمارت کے احاطے کا سلسلہ کوئی ایک فرلانگ کا ہے، تاروں کی باڑھ لگی ہوئی ہے اور چیف یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ان تاروں میں کرنٹ دوڑا دیا جاتا ہے اس قدر تحفظ

آنکھ کیوں کیا گیا ہے؟“

”یہ علاقہ بادل گل کا ہے جبار، کیا تمہیں اس کا علم ہے۔“

”نہیں چیف۔ یہ تو نہیں معلوم۔“

”مجھے معلوم ہو چکا ہے۔“

”ظاہر ہے آپ اپنے طور پر کام کر رہے ہوں گے تو پھر کیا ارادہ ہے؟“

”پہلے ان جنگلوں کا جائزہ لیا جائے ہو سکتا ہے کوئی کام کی بات معلوم ہو جائے۔“

”ہم آہستہ آہستہ دبے قدموں آگے بڑھتے رہے جنگل کے مشرقی گوشے میں کٹائی کا

کام کرایا گیا تھا یہاں بہت سے درختوں کے کٹے ہوئے تنے نظر آرہے تھے نجانے کیوں

درختوں کو جڑ سے نہیں اکھاڑا گیا تھا، بلکہ تنے کے قریب سے کوئی تین تین چار فٹ

جگہ چھوڑ کر انہیں کاٹ دیا گیا تھا یہ علاقہ بھی اچھا خاصا وسیع تھا جہاں کٹائی ہوئی تھی ہم

ایک ایک قدم پھونک پھونک کر رکھ رہے تھے اور پوری طرح محتاط تھے کہ کہیں سے کوئی

نشاندہی نہ ہو جائے۔ اندازہ ہو رہا تھا کہ تاریں کے ان جنگلوں کو نہایت پراسرار شکل

دے دی گئی ہے۔“

اگر یہاں حفاظت کا پورا پورا بندوبست کیا گیا ہے تو اس بات کے خطرات لاحق تھے

کہ کسی اجنبی کی آمد کا یہاں پتا چل جاتا ہو اور میرا یہ اندازہ درست ہی نکلا ایک سیٹی کی سی آواز سنائی دی تھی اور ہم دونوں چلتے چلتے ساکت ہو گئے تھے۔ جبار گینے ڈالنے کے کچھ کہنے کی کوشش کی لیکن میں نے اس کا بازو دبایا سیٹی کی یہ آواز بے مقصد نہیں تھی، دفعتاً ہی کہیں دور سے کتوں کے بھونکنے کی آواز سنائی دی اور میرے چہرے پر شدید تشویش کے آثار پھیل گئے جبار گینے ڈالنے بھی سرگوشی کے انداز میں کہا تھا۔

”کتے۔“

”بھاگو۔“ میں نے کہا اگر انسان ہوتے تو انہیں دھوکہ دیا جاسکتا تھا لیکن کتوں کا معاملہ بالکل مختلف تھا، وہ یقیناً ہماری بوسو گتھتے ہوئے یہاں پہنچ سکتے تھے اور کتوں کو بلاشبہ خطرے کا احساس کرنے کے بعد سیٹی بجا کر ہماری جانب متوجہ کیا گیا تھا۔ ہرچند کہ ہمارے پاس پستول موجود تھے لیکن گولی چلانے کا مطلب تھا کہ ہم پوری طرح اپنے آپ کو ظاہر کر دیں اس سے گریز ہی کرنا زیادہ موزوں تھا۔ جبار اس وقت ایک چوکنا چیتا نظر آ رہا تھا اس کے انداز میں بے پناہ پھرتی پائی جاتی تھی اس نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

”چیف بھاگنے کی بجائے رک جانا بہتر ہے۔“ میں نے اس کی بات سے اتفاق کیا اور رک کر کتوں کے بھونکنے کی آوازوں کی سمت، کاروازہ لینے لگا، کم بخت ہمارا سراغ پاچکے تھے اور ان کی آوازیں قریب آتی محسوس ہو رہی تھیں، میرے پورے جسم کا خون چہرے پر جمع ہو گیا تھا اور ایک عجیب سی ہیجان خیز کیفیت مجھ پر طاری ہو گئی تھی۔ تاریں کے یہ جنگلات واقعی بہت خوفناک ثابت ہو رہے تھے۔

دفعتاً عقب سے ایک ایسی آواز سنائی دی جیسے کتے نے اپنے منہ سے نکال ہو، مجھ سے زیادہ جبار گینے ڈالنے پھرتی کا مظاہرہ کیا رات کی تاریکی میں ہم نے ایک اچھے خاصے قدر آور کتے کو جس کا رنگ سیاہ تھا اپنے اوپر چھلانگ لگاتے دیکھا ایک بہت خوفناک نسل کا کتا تھا۔ لیکن جبار گینے ڈالنے اس وقت جو کارنامہ سرانجام دیا وہ ناقابل یقین تھا اس نے مجھے زور سے دھکا دیا اور میں اپنا توازن برقرار نہ رکھ پایا کتا ہمارے سر پر سے گزرا تھا اور اگر میں کھڑا ہوتا تو یقینی طور پر وہ مجھے دبوچ لیتا۔ تھوڑے فاصلے پر زمین پر گر کر وہ پھر سنبھلا اور اس نے خوفناک غراہٹ کے ساتھ جبار گینے ڈالنے پر چھلانگ لگائی۔ لیکن جبار اس دوران یہ طے کر چکا تھا کہ اسے کیا کرنا ہے اس نے انتہائی مہارت کے ساتھ اپنے

جسم کو چمک دی اور کتے کا یہ وار بھی خالی کر دیا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی اس نے ایک بھیانک عمل بھی کر ڈالا تھا۔ اپنے اوپر سے گزرتے ہوئے کتے کی دونوں ٹانگیں اس کے ہاتھ میں آگئیں۔

جبار کے حلق سے ایک وحشت ناک آواز نکلی، اس نے کسی ماہر جمناسٹر کی مانند اپنے جسم کو چمک دی اور کتے کی دونوں ٹانگیں پکڑ کر اسے گھما کر درخت کے تنے سے رے مارا۔ کتے کے حلق سے ایک بھیانک چیخ نکلی تھی لیکن میں اس دوران دوسرے کتے کو بھی دیکھا چکا تھا جو پہلے کتے کی طرح جوشیلا نہیں تھا بلکہ اپنی خونخوار چمکدار آنکھوں کو چمکاتا ہوا دونوں پنجے دبا کر میری جانب لپکا تھا۔ اب مجبوری تھی۔ میں نے سنبھل کر پستول نکالا اور کتے کی پیشانی کا نشانہ لے کر گولی داغ دی۔ کتے کی بھیانک چیخ دوبارہ سنائی دی اور وہ کئی قلابازیاں کھا گیا۔ گولی نے اس کی پیشانی کے چیتھرے اڑا دیے تھے، گولی چلانے کا مطلب یہ تھا کہ ہم نے اپنے آپ کو ان پر ظاہر کر دیا، جبار بھی سنبھل کر کھڑا ہو گیا۔ وہ کتا جسے اس نے درخت پر مارا تھا دوسری آواز نکالنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ البتہ اس کے زمین پر گر کے تڑپنے کی آوازیں سنی جاسکتی تھیں جب کہ دوسرا کتا جس کے گولی لگی تھی فوراً ہی ہلاک ہو گیا تھا۔

”بھاگئے چیف۔“ جبار نے کہا اور ہم نے ایک بار پھر اپنی جگہ چھوڑ دی یہ بھی ہماری تقدیر کا ایک اچھا فیصلہ تھا۔ کیونکہ اسی وقت ہم پر گولیوں کی بارش ہو گئی تھی اور یہ گولیاں پستولوں سے نہیں غالباً سب مشین گنوں سے چلائی جا رہی تھیں۔

گولیوں کی سنسنہٹ صاف سنی جا رہی تھی، بہتے ہوئے انگارے ہمارے قرب و جوار سے گزر رہے تھے لیکن رکنے کا مطلب یہ تھا کہ وہ لوگ ہمارے سروں پر پہنچ جائیں۔ اندازہ یہ ہو رہا تھا کہ ان کی تعداد کافی ہے۔ چنانچہ ہم بھاگتے رہے اور گولیاں ہمارا تعاقب کرتی رہیں۔ بس اپنے آپ کو تقدیر کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا تھا رکنے کا مطلب بھی موت تھا اور بھاگتے ہوئے بھی کوئی گولی چاٹ سکتی تھی۔ لیکن سب سے اچھی بات یہ تھی کہ درخت جا بجا بکھرے ہوئے تھے اور عموماً گولیاں انہی درختوں سے ٹکرا رہی تھیں اور غالباً یہی درخت ہمیں بچائے بھی ہوئے تھے۔

لیکن اچانک ہی جبار کی ایک بھیانک چیخ سنائی دی اور وہ اچھل کر نیچے گر پڑا غالباً

اس کے گولی لگ گئی تھی میں نے اس سے چار پانچ قدم کے فاصلے پر رک کر اسے دیکھا اور پھر فوراً ہی زمین پر بیٹھ کر رہ گیا تھا اس کی جانب بڑھنے لگا۔ جبار گینی ڈال کے حلق سے ایسی غراہٹیں نکل رہی تھیں جیسے کوئی پھینکا زخمی ہو گیا ہو۔

چشم زون میں میں اس کے قریب پہنچ گیا اور میں نے اس کے بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

”کیا ہوا؟ کیا گولی لگ گئی ہے۔“

”نہیں چیف گولی نہیں لگی“ یہ..... یہ..... اوہو براہ کرم اپنے آپ کو سنبھالئے، ہوشیار رہئے، یہ..... اس نے شدید تکلیف کے عالم میں کہا۔ لیکن میری سمجھ میں بات نہیں آسکی تھی البتہ اس کا انتظام بھی دوسری جانب ہی سے ہو گیا۔

قریب کے درخت سے ایک تیز روشنی ہم دونوں پر پڑی اور ایک لمحے کے لئے میری آنکھیں چکا چوند ہو گئیں۔ لیکن دوسرے لمحے روشنی کے اس دائرے میں میں نے جبار کو دیکھا اس کے ایک پاؤں میں شکنجہ کسا ہوا تھا، نوک دار شکنجہ جو غموما جانوروں کو قابو میں کرنے کے لئے زمین پر لگا دیا جاتا ہے اور جانوروں کے پاؤں اس میں پھنس جاتے ہیں۔ شکنجہ جبار کی پنڈلی اور پنچے میں بیوست ہو گیا تھا۔ صورت حال میری سمجھ میں آگئی حالانکہ روشنی کا دائرہ انتہائی خوفناک تھا اور اس میں ہم دونوں کو با آسانی دیکھا جاسکتا تھا۔ پتا نہیں ہمارے دشمن آس پاس موجود تھے یا فاصلوں پر تھے درختوں پر یہ سرچ لائٹیں لگانا بھی انتہائی دانشمندی کا کام تھا۔

میں نے شکنجے پر دونوں ہاتھ رکھ کر دانت کچکچا کر اسے کھولنے کی کوشش کی، لیکن سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا البتہ پاؤں کو جنبش دینے سے جبار کے حلق سے پھر غراہٹیں نکلنے لگی تھیں۔ میں یہ دیکھنے لگا کہ شکنجہ کسی حد تک کارآمد ہے اور میں جبار کو اٹھا کر یہاں سے لے جاسکتا ہوں یا نہیں لیکن اس کا بندوبست بھی کر لیا گیا تھا۔

شکنجے کو ایک موٹے رسے سے منسلک کر کے، رسہ درخت میں مضبوطی سے باندھ دیا گیا تھا اب وہی صورتیں تھیں یا تو یہ رسہ کس طرح کاٹا جائے اور جبار کو شکنجے سمیت یہاں سے اٹھا کر لے جایا جائے اور یہ کام بعد کے لئے چھوڑ دیا جائے کہ شکنجہ اس کے

پاؤں سے کیسے نکلتا ہے..... یا پھر..... شکنجے کو کسی طرح اس کے پاؤں سے ہٹایا جائے لیکن دونوں ہی کام ممکن نہیں ہو سکے تھے اور ہمارے دشمن ہمارے قریب پہنچ گئے تھے، بھاگتے ہوئے قدموں کی آوازوں اور اس کے بعد گولیوں کی برسات۔

مجھے زمین پر لوٹ لگانا پڑی تھی۔ جبار کو بھی میں نے گردن پر ہاتھ رکھ کر نیچے لٹا دیا تھا۔ ساتھ ہی میں نے پلٹ کر کئی گولیاں چلائیں اور ایک چیخ فضا میں بلند ہوئی، غالباً

میرا کوئی نشانہ کارآمد ہو گیا تھا۔ لیکن پھر دو سران نشانہ میں نے درخت پر لگی ہوئی سرچ لائٹ کا لیا۔ شیشے کے ٹکڑے ٹوٹنے کی آوازیں سنائی دیں اور تاریکی پھیل گئی۔ لیکن یہی ایک

سرچ لائٹ یہاں نہیں تھی عقب سے کسی دوسرے درخت پر ایک اور سرچ لائٹ روشن ہوئی۔ گو اس کی روشنی ہم تک بہت کم پہنچ رہی تھی لیکن اس نے جنگل کے اچھے خاصے

حصے کو منور کر دیا تھا پھر وہی گولیاں۔ میں نے اس دوسری روشنی کا نشانہ لے کر بھی فار کیا لیکن ساتھ ہی ساتھ اس بار کئی گولیاں میرے بالکل آس پاس لگیں اور اگر میں ایک لمحے

کی بھی تاخیر کرتا تو یقیناً ان گولیوں کا شکار ہو جاتا تو جبار گینی ڈال نے سرد لہجے میں کہا۔

”پیچھے ہٹ جاسیے چیف، یہ جگہ چھوڑ دیجئے۔ میں ان لوگوں کا مقابلہ کروں گا، اس وقت اگر آپ نے کسی قسم کی جذباتی حالت کا مظاہر کیا تو میں اپنی پستول سے خودکشی کر لوں گا۔ پیچھے ہٹ جاسیے، پیچھے ہٹ جاسیے۔“

لیکن جبار کا کہنا ضروری نہیں تھا۔ مجھے خود بھی پیچھے ہٹنا پڑا تھا۔ نہ ہٹا تو اب میرا

بچنا مشکل تھا۔ میں نے ایک لمبی چھلانگ لگائی اور کافی فاصلے پر جا پڑا۔ ساتھ ہی میں نے

اس دوسری سرچ لائٹ کو بھی دوبارہ نشانہ بنا دیا تھا لیکن اب جگہ جگہ روشنیاں ہوتی جا رہی تھیں اور گولیاں مسلسل میرا تعاقب کر رہی تھیں۔ خاصی لمبی دوڑ لگانی پڑی تھی مجھے۔ اور

جبار سے کافی دور نکل آیا۔ اس دوران جوں جوں موقع ملتا رہا۔ درختوں پر لگی ہوئی سرچ لائٹوں کو نشانہ بناتا رہا۔ سوچنے سمجھنے کی تمام قوتیں سلب ہو گئی تھیں۔ اور اب صرف

ایک ہی تصور تھا، دشمن سے مقابلہ اور دشمن کو نیست و نابود کرنا۔ میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھ رہا تھا کہ کوئی نظر آئے تو میں اسے نشانہ بناؤں اور اس طرح میں

نے تین آدمی شکار کر لئے تھے۔ وہ خود بھی کبھی کبھی روشنی کی زد میں آجاتے تھے لیکن

میں انہیں پوری طرح دیکھ نہیں پا رہا تھا۔ البتہ روشنیوں کا ختم کر دینا ہی میرے حق میں

بہتر تھا۔ اس طرح جبار گینی ڈال سے کافی دور نکل آیا۔ اور اپنی کارروائیوں میں مصروف رہا، پستول کے کارتوس ختم ہو گئے تھے اور اب وہ میرے تقریباً بے کار ہی تھا کیونکہ فالتو کارتوس میں نے نہیں رکھے تھے تاہم پستول کو میں نے وہیں پھینکا اور اس کے بعد ادھر دیکھنے لگا شکر تھا کہ مزید کتے اس طرف نہیں آئے تھے غالباً انہی دو پر اکتفا کر لیا گیا تھا۔ یا پھر تھے ہی دو کتے۔ لیکن جنگل میں بہت سے افراد کی موجودگی کا اندازہ ہو رہا تھا۔

میرے دل میں پٹکے لگے ہوئے تھے، جبار اگر نہ ہوتا تو اس وقت میری کارروائی نہایت شاندار ہوتی۔ زندگی اور موت کا تو خیر کوئی مسئلہ ہی نہیں تھا، موت تو کسی بھی لمحے متوقع کی جاسکتی ہے لیکن دشمنوں کو ایک ایسا سبق دینے کی خواہش میرے دل میں بیدار ہو رہی تھی جسے وہ ہمیشہ یاد رکھیں۔ اچانک ہی میرے عقب کے ایک درخت سے مجھ پر روشنی پڑی اور اس کے ساتھ ہی گولیوں کی تھر تھراہٹ سنائی دی، میں نے ایک لمبی چھلانگ لگائی تھی اس بار انہوں نے مجھے چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔

میں تنہا تھا اور میرے پاس مقابلے کے لئے کچھ بھی نہیں تھا اندازہ یہ ہو رہا تھا کہ اب بہت جلد یا تو کوئی گولی مجھے چاٹ جائے گی یا پھر میں ان کے قبضے میں آجاؤں گا۔ لیکن اچانک ہی مجھے ہلکی ہلکی گولیوں کی آوازیں سنائی دی، عجیب و غریب آوازیں ان چھوٹی سب مشین گنوں کی تھیں جو چیکاس برادرز اپنے ساتھ لے کر آئے تھے۔ میرے حلق سے ہلکی سی ایک چیخ نکل گئی۔ لیکن ساتھ ساتھ ہی مجھے کئی اور الجھنوں کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ یہ ان لوگوں کی چیخیں تھیں جو لوگ گولیاں برسا رہے تھے۔ میں نے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر فوراً ہی اپنی جگہ چھوڑ دی۔ اندازہ یہ ہو رہا تھا کہ چیکاس برادرز بھی کسی نہ کسی طرح یہاں پہنچ گئے ہیں ان کی مشین گنوں کی آوازیں ایسی تھیں جیسے بوتلوں کے کاربن کھلتے ہیں اور یہ سب مشین گنیں انہوں نے خصوصی طور سے ہوائی تھیں اور یہاں آتے دئے انہوں نے اپنا یہ اسلحہ ساتھ میں لے لیا تھا۔

چیکاس برادرز کا یہاں آجانا ایک نیک کام تھا۔ میں سمجھتا تھا کہ اب مجھے اس سے فائدہ ہوگا۔ اب مجھے جبار گینی ڈال کی طرف متوجہ ہونا تھا، نجانے وہ بے چارہ کس کیفیت شکار تھا، دل چاہا کہ رک کر چیکاس برادرز سے ٹرانسمیٹر پر رابطہ قائم کروں۔ لیکن ظاہر ہے ایک احمقانہ تصور تھا۔ جبار گینی ڈال کی سمت بیٹھا ہوا میں۔ اور اب اسے تلاش کرتا

پھر رہا تھا۔ گولیوں کی آوازیں اب بھی سنائی دے جاتی تھیں لیکن اب ان کی رفتار کم ہونا شروع ہو گئی اور یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ لوگ محتاط ہو گئے ہیں۔ ان میں جتنے لوگوں کی چیخیں سنائی دی تھیں وہ ذاتی طور پر کام آگئے تھے اور اس بات کے بعد انہوں نے یہ سوچا ہو گا کہ اس طرح تاریک جنگل میں وہ خود بھی دشمن کے رحم و کرم پر ہیں۔ چنانچہ وہ محدود ہو گئے تھے یا سمٹ گئے تھے۔

میں اپنی جگہ تبدیل کرتا رہا۔ ساتھ ہی میں مدھم مدھم سی آوازیں بھی دیتا جا رہا تھا تاکہ جبار گینی ڈال اگر میری آواز سن لے تو وہ خود بھی اپنی جانب متوجہ کر لے۔ لیکن گینی ڈال کی آواز مجھے نہیں سنائی دی تھی اور اس کی وجہ کا مجھے جلد اندازہ ہو گیا۔ میں وہ سمت کھو بیٹھا تھا جہاں گینی ڈال کو چھوڑ آیا تھا۔

یہ ایک نیا مشکل مرحلہ تھا ایک درخت کے تنے کے عقب میں رک کر میں نے گرمی گرمی سانس لیں۔ سانس تیز ہو رہی تھی اور سینہ پھول چکا تھا۔ لیکن میرے اعصاب مکمل طور پر قابو میں تھے، بس جبار گینی ڈال کا احساس تھا، شکیبہ دیکھ چکا تھا یقینی طور پر اس نے جبار گینی ڈال کی ہڈیوں تک کو کاٹ دیا ہوگا۔ اور یہ احساس میرے لئے بڑا روح فرسا تھا کہ گینی ڈال شدید زخمی ہو چکا ہے۔ وہ مل جائے تو جس طرح بھی ممکن ہو میں اسے یہاں سے ہٹا لے جاؤں۔ اب اس جنگل سے نکل جانا ہی مناسب تھا۔

چیکاس برادرز کا کوئی پتا نہیں تھا، کم از کم اگر وہ میرے سامنے آتے تو میں ان سے مدد طلب کرتا، ٹرانسمیٹر پر ان سے رابطہ بھی کسی شکل میں ممکن نہیں تھا۔

چند لمحات میں وہاں کھڑا رہا اور ایک بار پھر میں نے جبار کو کئی بار آوازیں دے ڈالیں، لیکن کوئی جواب نہیں ملا۔ میں نے پھر اپنی جگہ تبدیل کر لی، جنگل میں اب مکمل خاموشی چھا گئی تھی یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ لوگ کسی نئی کارروائی میں مصروف ہوں۔ اور ان کی کسی نئی کارروائی سے پہلے میں جبار گینی ڈال کو ڈھونڈ لینا چاہتا تھا۔ میری تمام حسیات جبار ڈال کی تلاش میں برسرِ پیکار تھیں کاش وہ مجھے مل جائے کاش میں نے سوچا۔ تقریباً دس یا گیارہ منٹ تک میں اسے مختلف گوشوں میں تلاش کرتا رہا کوئی اندازہ ہی نہیں ہو پا رہا تھا گرمی تاریکی میں۔ یکایک مجھے اپنے ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا اور میں نے فوراً ہی ٹرانسمیٹر بغلی جیب سے نکال لیا۔ جلدی سے اسے آن کیا اور چہرے کے

قریب کر لیا۔

”ہاں کہو کون ہے کیا بات ہے.....“

”چیف فوراً ہی اس جگہ پہنچ جائیے جہاں آپ نے اپنی کار کھڑی کی ہے جلد ہی..... ذریعہ کرنا مناسب نہیں ہوگا۔“ چیکاس برادر س میں سے ایک کی آواز سنائی دی۔

”اوہ دراصل یہاں جبار.....؟“

”نہیں ہم اسے کار تک لے آئے ہیں۔ آپ اپنے آپ کو حفاظت سے یہاں تک پہنچا لیجئے۔“

میں اچھل پڑا تھا۔ چیکاس برادر س سے ایسے ہی کام کی امید تھی۔ اول تو ان کا یہاں تک پہنچ جانا ہی حیرتاک تھا اور پھر وہ نجانے کس طرح جبار گینٹی ڈال کو یہاں سے لے گئے تھے۔

میرے لئے اب صحیح راستہ اختیار کرنے کا موقع آگیا تھا، میں اندازے کی بنا پر جنگل کے اس حصے کی جانب بڑھنے لگا جہاں سے ہم لوگ نیچے اترے تھے..... ہوشیار بھی تھا اور اپنے آپ کو ادھر ادھر لہراتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا تاکہ اگر کہیں عقب سے کوئی میری تاک میں ہو تو مجھ پرمان کی چلائی ہوئی گولی کار گرنے ہو سکے۔

خوشی بخشی نے ساتھ دیا اور میں ان ڈھلانون تک پہنچ گیا اور اس کے بعد یہ ڈھلان عبور کرنے میں مجھے کوئی مشکل پیش نہیں آئی تھی، تعجب ہوا تھا اس بات پر کہ وہ لوگ ایک دم خاموش کیسے ہو گئے تھے۔ اس سلسلے میں ایک ہی اندازہ قائم کیا جاسکتا تھا کہ وہ اس بات سے خوفزدہ ہو گئے تھے کہ عقب سے گولیاں کس نے چلائیں اور یہ گولیاں یقیناً چیکاس برادر س نے چلائی تھیں، گویا چیکاس برادر س نے انہیں خوفزدہ کر دیا تھا اور وہ پناہ لینے پر مجبور ہو گئے تھے اور اب نہانے آنے سے گریز کر رہے تھے۔ لیکن یہ موقع میرے لئے انتہائی کار آمد ثابت ہوا تھا۔

میں جس قدر برق رفتاری سے دوڑ سکتا تھا دوڑتا ہوا ہوٹل کے اس عقبی حصے میں پہنچ گیا۔ جہاں کار موجود تھی جہاں چیکاس دن، نو اور فور موجود تھے۔ جبار کو عقبی سیٹ پر ڈالا جا چکا تھا۔

”جلدی چیف جلدی..... مسٹر جبار کو لے چلنا ہے۔“ چیکاس فوراً بولے۔

”باقی لوگ کہاں ہیں.....؟“

”وہ موجود نہیں ہیں صرف ہم لوگ ہیں۔“ چیکاس دن نے کہا اور میں نے جلدی سے اسٹریٹک سنبھال کر کار کو برق رفتاری سے واپس موڑ دیا۔ یہ خوف تھا کہ راستے میں ہمارا تعاقب کیا جائے گا یا ہم پر چھاپے مارنے کی کوشش کی جائے اگر وہ لوگ اتنے ہی ہوشیار ہیں تو یقینی طور پر بیرونی علاقے کو بھی انہوں نے نظر انداز نہیں کیا ہوگا۔

کار برق رفتاری سے سڑک پر دوڑتی رہی۔ میں نے پر تشویش لہجے میں کہا۔

”جبار بے ہوش ہے کیا.....؟“

”ہاں وہ بے ہوش ہو گئے ہیں۔“

”مم..... مگر تم..... تم.....؟“

”چیف ہمیں کسی اسپتال کی ضرورت ہے راستے میں جو بھی اسپتال پڑے آپ کو

ادھر ہی کار رخ کرنا ہے۔“

”اسپتال!“ میں نے کسی قدر پریشان لہجے میں کہا اور خاموش ہو گیا۔ کچھ سمجھ میں

نہیں آرہا تھا۔ کہ جبار کا کیا ہوگا۔

کار شہر میں داخل ہو گئی، اور ہم اسے مختلف سڑکوں پر دوڑانے لگے۔ رات کا وقت

تھا کسی اسپتال کی تلاش میں ٹکنا بھی مشکل کام تھا، اور پھر آخر یہ ہو گا کیسے بہر حال اب یہ

سب کچھ بعد کی باتیں تھیں اس وقت تو کسی اسپتال کو تلاش کرنا ہی تھا پھر خوش قسمتی سے

ایک سڑک پر ایک اسپتال کے نیون سائن جگمگاتے نظر آ گئے۔ یہ کوئی پرائیویٹ اور چھوٹا

اسپتال تھا میں نے برق رفتاری سے کار اسپتال کے گیٹ سے اندر داخل کر دی۔ ایک

چوکیدار بیٹھا ہوا اونگھ رہا تھا۔ ہماری کار دیکھ کر وہ سیدھا کھڑا ہو گیا۔

میں نیچے اتر آیا اور تیزی سے چوکیدار کے نزدیک پہنچ کر بولا۔

”اندر ڈاکٹر موجود ہے؟“

”جی صاحب رات کا ڈاکٹر صاحب موجود ہے۔“

”ایمر جنسی ہے جلدی سے اسٹریچر منگواؤ۔“ چوکیدار نے ایک طرف لگا ہوا ٹن دبا

دیا تھا۔ دو وارڈ بوائے فوراً ہی اندر سے نکل آئے۔ میں نے نہایت نرمی سے ان سے

کہا۔

”اسٹریچر لے آؤ، مریض شدید زخمی حالت میں ہے۔“

ایک وارڈ بوائے اندر دوڑ گیا اور جلدی سے اسٹریچر لے آیا۔ تب میں نے اس سے کہا۔

”چلو اسے باہر نکلوانے میں مدد کرو۔“ جبار کو دونوں وارڈ بوائے احتیاط سے باہر نکالنے لگے پھر اسے اسٹریچر پر لٹا دیا گیا اور وہ لوگ سوچے سمجھے بغیر اسٹریچر کو لے کر آگے چل پڑے۔“

چیکاس برادر س میں سے ایک کو اشارہ کر کے میں باقی دو کو اپنے ساتھ لے کر ان کے پیچھے چل پڑا ایک راہداری سے گزر کر وہ ایک بڑے سے کمرے میں آگئے، جو ایمر جنسی روم تھا۔ ڈاکٹر یہاں موجود تھا اور ایک سینئر نیشنل پر پاؤں رکھے ہوئے ایک خوب صورت سی نرس سے بیٹھا ہوا باتیں کر رہا تھا۔ ہم لوگوں کو دیکھ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے وارڈ بوائے سے رعونت سے پوچھا۔

”کیا بات ہے۔“

”مریض زخمی ہے سر۔ خون بہت تیزی سے بہہ رہا ہے وارڈ بوائے نے کہا اور ڈاکٹر نرس کو اشارہ کر کے اسٹریچر کے قریب پہنچ گیا اور پھر اس نے جبار کے زخمی پاؤں کو دیکھا۔“

”یہ..... یہ کیا ہے.....؟“

”اس کے بجائے ڈاکٹر کہ آپ سوالات میں وقت ضائع نہ کریں، کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ آپ فوراً ہی اپنا کام شروع کر دیں۔“

”مم مگر یہ تو یہ تو لوہے کا..... اودہ مائی گاڑ یہ تو ہڈیوں میں پیوست ہو گیا ہے، مگر یہ ہوا کیسے.....؟“

”ڈاکٹر.....“

”آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں جناب، لیکن کم از کم معلومات تو ہونی چاہیں۔“

”بہتر ہے معلومات حاصل نہ کرو ڈاکٹر، بلکہ پہلے زخمی کو اس شے سے آزاد کرانے کی کوشش کرو۔“

”میں آپ کی بات مانتا ہوں جناب لیکن یہ کوئی عام بات نہیں ہے ہم لوگوں کو

جانوں کا بھی خیال رکھنا پڑتا ہے۔“

”ڈاکٹر پلیز۔ پہلے اسے اس شے سے نجات دلاؤ۔“

”ہاں ٹھیک ہے، نرس فوراً تیاریاں کرو، مگر یہ تو بہت سخت شے ہے بہت محنت

کرنی پڑے گی۔ چلو اسے آپریشن تھیٹر میں لے چلو۔“

ڈاکٹر نے وارڈ بوائے کو اشارہ کیا اور دونوں وارڈ بوائز اسٹریچر دھکیلنے لگے۔ آپریشن تھیٹر میں پہنچنے کے بعد ڈاکٹر نے وارڈ بوائز اور نرس کی مدد سے کارروائیاں کیں۔ جبار گینٹی ڈال کو دو انجکشن لگائے گئے اور اس کے بعد ڈاکٹر وارڈ بوائے کی مدد سے شے کو کھولنے کی کوشش کرنے لگا۔

شے واقعی بہت سخت تھا۔ میں نے بھی ڈاکٹر کی مدد کی اور دانت کچکپا کر شے کے ان حصوں میں انگلیاں پھنسا دیں جہاں سے اسے کھولا جاسکتا تھا۔ انتہائی سخت اسپرنگ تھا۔ ڈاکٹر اور وارڈ بوائے تو ناکام رہے تھے لیکن میرے دل کو لگی ہوئی تھی۔ ڈاکٹر نے بے بسی سے مجھے دیکھا مگر میں نے اس پر توجہ بھی نہیں دی اور پوری قوت سے شے کو دونوں ہاتھوں سے کھولنے کی کوشش کی، شے میں جنبش ہوئی تو ڈاکٹر اور وارڈ بوائے نے بھی اپنی انگلیاں پھنسا دیں اور پھر انتہائی مشکل کے ساتھ اور انتہائی محنت کے بعد ہم اسے کھولنے میں کامیاب ہوئے اور اسے جبار گینٹی ڈال کے پاؤں سے نکال دیا گیا۔

”اودہ مائی گاڑ۔“ ڈاکٹر نے اپنے مخصوص انداز میں کہا اور نرس کو دیکھنے لگا۔ اس دوران نرس وہ تمام ساز و سامان لے آئی تھی، جو زخم پر فوری طور پر استعمال کرنا تھا۔ ڈاکٹر نے زخموں کا اچھی طرح معائنہ کیا اور کہنے لگا۔

”جناب بہت بڑا کیس ہے، بڑی مشکل ہو جائے گی۔ ہم اسے وہ تمام ٹریٹ منٹ نہیں دے سکتے جو اس کے لئے ضروری ہے، یوں لگتا ہے جیسے شے کے داندانوں نے ہڈیوں کو بھی متاثر کر دیا ہے، آپ اس کی سختی کا اندازہ تو کر ہی چکے ہیں، جب یہ بند ہوا ہوگا تو پوری قوت سے بند ہوا ہوگا..... اور یقیناً یہ دندائے ہڈی کو متاثر کرنے میں کامیاب ہو گئے ہوں گے؟“

”ڈاکٹر یہاں کوئی بڑا اسپتال موجود نہیں ہے۔“

”کیوں نہیں۔ بڑا اسپتال موجود ہے، آپ کہیں تو میں وہاں فون کر دوں۔ آپ

مریض کو وہاں لے جائیں۔“

”نہیں ڈاکٹر یہ مناسب نہیں ہوگا۔ آپ کو ہماری میس پر مدد کرنا ہوگی اور اس سلسلے میں آپ کو ایک حوالہ دیا جاسکتا ہے۔“

”حوالہ.....؟“

”ہاں ڈاکٹر۔ یہ شخص بادل گل کا آدمی ہے، ایک حادثے کا شکار ہوا ہے، بادل گل کے دشمنوں نے اسے شکنجے میں کس کر گرفتار کرنے کی کوشش کی ہے اور یہ بادل گل کی ہدایت ہے کہ اسے انتہائی خفیہ رکھا جائے اور کسی بھی اسپتال میں محفوظ طریقے سے اس کی نگہداشت کی جائے۔ اب آپ یہ بتائیے ڈاکٹر کہ کیا بادل گل کے احکامات کی خلاف ورزی کر سکیں گے آپ.....؟“

ڈاکٹر کا چہرہ اتر گیا تھا اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

”ہرگز نہیں جناب۔ وہ تو بہت بڑے آدمی ہیں۔“

”تو پھر اس آدمی کو تم اس بڑے آدمی کا خاص آدمی سمجھو اس کے دشمن اس کی تاک میں ہیں اور اس وقت اسے پوشیدہ رکھنا ہے ضروری ہے اور اگر یہ انتظام تم نے کر دیا ڈاکٹر تو یہ سمجھو کہ بادل گل تمہارا احسان مند ہوگا..... اور اگر بادل گل کسی کا احسان مند ہو جائے تو باقی باتیں تم خود سمجھتے ہو۔“

”میں نے ڈاکٹر کے چہرے پر نگاہیں جماتے ہوئے کہا۔

ڈاکٹر کے انداز میں ایک دم تبدیلی رونما ہو گئی تھی۔ اس نے کہا۔

”آپ فکر مت کریں۔ ہم تو بادل گل صاحب کی رعایا میں سے ہیں۔ ہم بھلا ان کے حکم کی تعمیل کیوں نہیں کریں گے۔ ٹھیک ہے میں سارا انتظام یہیں کئے لیتا ہوں۔“

میں نے اطمینان کی گہری سانس لی میرا حربہ کامیاب رہا تھا۔ بادل گل ظاہر ہے اس علاقے کے لئے اجنبی نہیں تھا۔ ڈاکٹر نے فوراً ہی میری بات تسلیم کر لی تھی۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا..... وہ بہت زیادہ سرگرمی کا مظہر تھا۔ ڈاکٹر نے خصوصی توجہ دی اور تقریباً ایک سے ڈیڑھ گھنٹے تک جبار گینی ڈال کے پاؤں پر مصروف رہا۔ ”جبار کو بے ہوشی کے انجکشن لگا دیے گئے تھے“ اس لئے وہ بالکل ہی بے سدھ تھا لیکن اس کا چہرہ دیکھ دیکھ کر میرا دل کٹ رہا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ انتہائی مشکل حالات پیدا ہو گئے ہیں اور ان

حالات میں جبار کا تحفظ دیر تک کرنا ممکن نہیں ہوگا، جس طرح بھی بن پڑے اسے یہاں سے واپس دارالحکومت بھجوانا پڑے گا۔ ظاہر ہے یہ کام آسان نہیں تھا اس لئے یا تو مجھے رشید ناگی سے رابطہ قائم کرنا پڑے گا یا پھر چیکا س برادر س میں سے کم از کم دو افراد کو یہاں سے روانہ کرنا ہوگا بہر حال یہ فیصلہ ابھی مشکل تھا میں نے ڈاکٹر کا شکریہ ادا کیا تو اس نے کہا۔

”نہیں جناب۔ بادل گل کا نام کافی ہے۔ یہاں کون ہے جو ان کا احسان مند نہیں

”اس زخمی کے سلسلے میں آپ کا کیا مشورہ ہے ڈاکٹر۔“

”تجزیہ کرنا پڑے گا جناب۔ اس وقت تو تمام ٹیکنیشن جا چکے ہیں صبح کو پاؤں کے

ایکسرے کراؤں گا۔ راتوں رات یہ اندازہ بھی ہو جائے گا کہ پیر پر کتنی سوجن چڑھتی ہے اگر ہڈی میں سوراخ ہو گئے ہیں تو پھر انہیں کسی بڑے اسپتال لے جانا پڑے گا۔ میرا مطلب ہے کسی بڑے شہر کے اسپتال۔“

”ہوں۔“ میں نے پریشانی سے گردن ہلائی۔ ”گویا صبح تک انتظار کرنا ہوگا۔“

”اس وقت تو مجبوری ہے اور پھر انتظار بھی ضروری ہے لیکن آپ فکر نہ کریں۔

ان کی لمحے لمحے کی نگہداشت میرا فرض ہے۔ ہم انہیں کمرے میں منتقل کئے دیتے ہیں۔“

جبار کو ایک کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ ڈاکٹر نے کہا۔

”آپ لوگ آرام کیجئے۔ ہم مستعد ہیں۔ کل صبح نو بجے آپ تشریف لے آئیے۔

میں اس وقت تک یہاں رکوں گا جب تک ایکسرے وغیرہ مکمل نہ ہو جائیں گے۔“

”ہم بھی یہاں موجود ہیں ڈاکٹر۔“

”اس کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ لوگ بے فکر ہو جائیں ان کی مکمل ذمہ داری

اب ہم پر ہے۔“ ڈاکٹر کے انداز میں ہچکچاہٹ تھی۔ جیسے وہ ہمیں یہاں نہ رکھنے دینا چاہتا ہو۔ میں نے اس سے پوچھ لیا۔

”ہمارے یہاں رکھنے میں کوئی حرج ہے ڈاکٹر۔“

”اگر آپ برا نہ مانیں سر تو میں اس کا اقرار کروں گا۔ یہ چھوٹا سا پرائیویٹ کلینک

ہے۔ مالکان نے کچھ اصول بتائے ہیں اور پھر آپ یقین رکھیں ہم پر۔ ان کی دیکھ بھال تو

اب ہماری ذمہ داری ہے۔ ویسے آپ جیسا پسند کریں کیونکہ بادل گل کے نام پر تو تمام اصول بدلے جاسکتے ہیں۔“ ڈاکٹر بے چارگی سے بولا۔

میں نے ایک لمحے سوچا پھر جیب سے کچھ نوٹ نکال کر ڈاکٹر کے حوالے کرتے ہوئے بولا۔ ”ہسپتال کے کسی اصول میں کوئی مداخلت نہیں کی جائے گی ڈاکٹر! ویسے ایسے کسی مریض کے ساتھ ایک آدمی رک سکتا ہے۔“

”بے حد شکریہ جناب۔“ آپ یقین کریں ہم فرض شناس ہیں اور اپنی ذمہ داریاں خود پوری کرتے ہیں۔ آپ کو بالکل شکایت نہیں ہوگی۔“

”ہم باہر نکل آئے۔ تاحد نگاہ سڑک سنسان تھی۔ ہسپتال کے احاطے سے کچھ دور آکر ہم رک گئے۔ میں نے چیکاس ون کو کار کی چابی دے کر کہا۔ گاڑی یہاں ملے اور۔“

”اوسکے چیف۔“ ون چلا گیا۔ میں نے فور سے کہا۔

”تم لوگ وہاں کیسے پہنچ گئے۔“

”چند افراد کا تعاقب کرتے ہوئے۔“

”کون تھے وہ.....؟“

”بادل گل کے آدمی۔“

”اس علاقے کے بارے میں جانتے ہو جہاں وہ جنگل ہے۔؟“

”ہاں چیف۔ تاریکین کا علاقہ کہلاتا ہے۔ وہاں بادل گل کا ہیڈ کوارٹر ہے۔“

”کیسے معلوم ہوا.....؟“

”چیف، آپ نے ہمیں کام کرنے کا حکم دیا ہے۔“

”باقی کہاں ہیں؟“

”اپنے طور پر کام کر رہے ہیں۔“

”کیا تم وہ عمارت دیکھنے میں کامیاب ہو گئے جو اس جنگل میں ہے؟“

”نہیں چیف۔ ان لوگوں نے بہترین انتظامات کر رکھے ہیں۔ خاص طور سے

دشمنوں کی بوسونگھ لینے والے کتے۔ ہمیں جن سے بچنے کے لئے محنت کرنی پڑی تھی اور

انہی سے بچتے ہوئے ہم جبار تک پہنچ گئے تھے۔ ہم نے انہیں شکنجے میں پھنستے ہوئے اور

آپ کو گولیوں سے بچتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ ہمیں یقین تھا کہ آپ اپنی حفاظت کر لیں گے۔

ہسپتال کے ڈال کو وہاں سے اٹھا کر لانا ضروری تھا۔“

”ارے ہاں شکنجہ تم نے کیسے کاٹا۔“

”ایسی چیزیں ہمارے پاس رہتی ہیں۔ شکنجے کا سرا رے سے بندھا ہوا تھا اور اسے کاٹنے کے لئے یہ تیز دھار چاقو کام آگیا۔“ فور نے مجھے ایک چاقو دکھایا۔

”یہ چاقو ہمیشہ پاس رکھتے ہو؟“

”ہاں چیف۔ یہ چھوٹی چیزیں ہوتی ہیں۔ بظاہر ان کا رکھنا حماقت محسوس ہوتا ہے

لیکن بعض اوقات یہ حماقت کار آمد ہوتی ہے۔ خوش قسمتی سے ہمیں مسٹر ناگی جیسے آدمی

کی سرپرستی حاصل ہو گئی ہے۔ وہ ہمارے خیالات سے متفق ہیں۔“

”کیا مطلب.....؟“

”مسٹر ناگی نے ہم سے یہاں روانہ ہوتے ہوئے ہماری ضروریات پوچھی تھیں۔ ہو

ہم نے انہیں ایک فہرست دے دی تھی۔ مسٹر ناگی نے ہماری تمام ضروریات ہمیں مہیا کر

دی تھیں۔“

”خوب۔ اس بات سے میں نے سبق لیا ہے۔“

”جی سر۔“

”ہاں جبار نے بھی اس کا خیال نہیں رکھا تھا۔ ہم اس جنگل میں صرف ایک ایک

پتھول لے کر داخل ہو گئے تھے۔“

”اوہ سریہ بہت خطرناک تھا جبکہ آپ کو اندازہ تھا کہ آپ دشمن کی کچھار میں

جارے ہیں۔“

”غلطی کا خمیازہ بھگتنا پڑا تھا۔“ میں نے افسوس بھرے لہجے میں کہا۔ تو چیکاس خود

بولا۔

”ہمارے پاس بہت سی عجیب و غریب چیزیں ہیں آپ انہیں دیکھیں گے تو نہیں

گے۔“

”اب نہیں ہنوں گا۔“ میں نے کہا۔ چیکاس ون گاڑی لے آیا تھا۔ میں نے کہا۔

”جبار کے لئے یہاں رکنا چاہیے۔“

”جو حکم چیف۔“

”بات تو بن گئی ہے لیکن ہم اسے زیادہ وقت یہاں نہیں رکھ سکتے کسی طرح اسے واپس بھجوانا ہوگا اور اگر صورت حال خطرناک ہوگئی تو پھر کل ہی یہ کام کرنا پڑے گا۔ ممکن ہے تم میں سے کسی کو اس کے ساتھ جانا پڑے۔“

”جیسا آپ پسند کریں۔“

”چلو پھر ہوٹل چلتے ہیں۔ میں وہاں سے ناگی کو کال کروں گا۔ اس سے جبار کے بارے میں بات کر لی جائے گی۔ ڈاکٹر یقیناً مسٹر جبار کا خیال رکھے گا۔“

”صبح میں یہاں پہنچ جاؤں گا۔“ میں نے کہا۔ میرے چھوٹے سے ہوٹل میں ٹرنک کال کا معقول بندوبست نہیں ہو سکتا تھا چنانچہ میں ہوٹل پامیر چل پڑا اور کچھ دیر کے بعد ہم وہاں پہنچ گئے۔ تینوں چیکاس یہاں موجود تھے۔ ان سے گفتگو کئے بغیر میں نے فون پر آپریٹر سے رابطہ کیا اور اسے نمبر بتا کر اپنی کوٹھی کی کال مانگی۔ کچھ دیر کے بعد سعید خاں سے رابطہ قائم ہو گیا۔

”ہیلو۔ دانش“

”لیس سر۔“

”ناگی کہاں ہے؟“

”چار سو گیارہ میں۔“

”بات کراؤ۔“

”کوئی چالیس سیکنڈ لگے پھر ناگی کی آواز سنائی دی“

”جی مسٹر دانش۔“

”جبار سخت زخمی ہو گیا ہے۔ اسے واپس لے جانا ہے تاکہ وہاں اس کا علاج ہو سکے۔ کیا بندوبست کر سکتے ہو۔“

ناگی نے کچھ دیر سوچا پھر بولا۔ ”اسی وقت سے تیاریاں شروع کئے دیتا ہوں۔ جتنی جلدی ممکن ہو اپنیج جاؤں گا۔“

”اسے یہاں سے لے جانے کا انتظام کر کے آتا ہے۔“

”یقیناً“ چیف یہ فیصلہ کرنا ہے کہ کیا اتنی جلدی مسٹر جبار گینی ڈال کو یہاں تک لانے کا بندوبست کیا جاسکتا ہے۔ تاہم میں انتہائی کوشش کروں گا کہ اس میں دیر نہ لگے۔

”آپ تو خیریت سے ہیں“

”ہاں میں بالکل ٹھیک ہوں“ اچھا کل میں تمہارا انتظار کروں گا“ پتا نوٹ کر لو، ہوٹل گزار..... میں نے رشید ناگی کو اپنے ہوٹل کا پتا اچھی طرح سمجھا دیا اور اس کے بعد سلسلہ منقطع کر دیا۔

باقی چیکاس سنسنی خیز نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے، ٹیلی فون بند کرنے سے، میں نے ان کو دیکھا اور پھیکے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ ”ہاں دوستو! تم سب تو خیریت سے ہو۔“

چیکاس تھری نے سسے ہوئے سے انداز میں کہا۔ ”مسٹر جبار گینی ڈال سخت زخمی ہو گئے ہیں۔“

”ہاں“ بد قسمتی سے ہم اپنے کام کو موثر انداز میں نہیں کر سکے۔ جس کے نتیجے میں وہ زخمی ہو گیا ہے۔“

”وہ کہاں ہیں چیف؟“ نمبر ٹونے پوچھا۔

”اس وقت ایک اسپتال میں موجود ہے۔“

”کیا ان کا وہاں تمہارا رہنا مناسب ہے؟“

”فی الحال اسے تنہا چھوڑ دینا ہی مناسب ہے۔“ میں نے پر خیال لہجے میں جواب دیا۔

وہ تینوں سوچ میں ڈوب گئے۔ پھر گہری سانس لے کر مجھ سے متفق ہو گئے، میں بھی کسی قدر بے چینی محسوس کر رہا تھا۔ ایک ایسی بے چینی جسے میں کوئی موثر نام نہیں دے سکتا تھا۔ ظاہر ہے، جبار گینی ڈال سے قلبی واسطہ ہو گیا تھا اور اس کے ساتھ پیش آنے والے حادثے نے انتہائی ملول کر دیا تھا چند لمحے ایک سوگوار سا ماحول طاری رہا اس کے بعد میں نے ماحول کو بدلنے کے لئے چیکاس ٹو سے کہا۔

”تم تینوں کیا کارنامہ سرانجام دے رہے ہو؟“

”یہاں کی صورت حال کھل کر سامنے آگئی ہے، تمام تر نظام بہترین انداز میں چل رہا ہے، محکمہ سیاحت یہاں اپنے کام موثر طور پر سرانجام دے رہا ہے، جہاں تک ہماری معلومات کا تعلق ہے، کچھ عرصے قبل اس علاقے میں بڑی افراطی تفری تھی۔ سیاحوں کو

خطرناک حالات کا سامنا کرنا پڑتا تھا اور اس سلسلے میں بہت سے واقعات لوگوں کی زبانی معلوم ہوئے ہیں، لیکن پھر ایک سمجھوتہ ہو گیا۔ حکومت کے اور سرداروں کے درمیان اور اس سمجھوتے کے تحت یہ بات طے پا گئی کہ سردار غیر ملکی سیاحوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے اس کے نتیجے میں انہیں یہاں بہت سی مراعات دی گئیں۔ مثلاً "ایسے بازار جن میں غیر ملکی سازو سامان فروخت کیا جاسکے۔ ملکی لوگ غیر ملکی سامان کے سستے حصول کے لئے ان بازاروں میں آئیں جائیں اور خریداری کریں۔ یہ سلسلہ اب بھی چل رہا ہے لیکن ان لوگوں نے جو یہاں طاقتور لوگ کہلاتے ہیں اور ابھی بہت سے کاروبار شروع کر دیئے۔ پہلے یہاں چند افراد کی اجارہ داری تھی لیکن رفتہ رفتہ وہ لوگ ایک دوسرے میں ضم ہوتے چلے گئے اور اب صرف دو طاقتیں اس علاقے میں موثر حیثیت رکھتی ہیں۔ ایک ڈولی رہاب ہے دوسرا بادل گل، دونوں کے شعبے الگ الگ ہیں اور دونوں ہی طاقتور گروہ ہیں۔ ڈولی رہاب اسلحہ اور الیکٹرانک کے سامان کا اسمگلر ہے۔ دوسری ضروریات بھی وہی پوری کرتا ہے اور بادل گل نے دوسرا شعبہ اپنا رکھا ہے۔ جہاں تک ہمارے علم میں آیا ہے چیف، وہ دیہی نیبل آئل کنگ ہے اور سنا ہے ملک کی پیداوار کا ستر فیصد حصہ اس وقت بادل گل کی تحویل میں آجاتا ہے اور وہ دیہی نیبل آئل اسمگل کر دیتا ہے۔ سنا یہ گیا ہے کہ اس کا کاروبار ڈولی رہاب سے زیادہ بہتر ہے اور ڈولی رہاب اس کے مقابلے میں کچھ نہیں کھاتا۔ اس کا گروہ بھی ڈولی رہاب کے گروہ سے زیادہ طاقتور تصور کیا جاتا ہے۔ یہ صورت حال ہے۔"

میں نے چکراتے ہوئے ذہن کے ساتھ چیکاس ٹو کو دیکھا۔ کیا شاندار معلومات تھیں۔ ان لوگوں نے ابتداء ہی سے اپنی ذہانت کا سکہ بٹھا دیا تھا، اس نقشے کی ترتیب اور اس کے بعد یہ مزید معلومات جبکہ باقی دو نقشے چیکاس ون اور نور تارین کے جنگلات جا پہنچے تھے۔ ان لوگوں نے بڑے صحیح پوائنٹس تلاش کئے تھے اور یہ ان کی بے انتہا ذہانت کا اظہار تھا۔ میں نے چیکاس ون سے کہا۔ "ڈولی رہاب کے بارے میں تفصیلات معلوم ہو سکی ہیں؟"

"بہت محفوظ شخصیت ہے چیف، ظاہر ہے اتنے بڑے گروہ کو چلا رہا ہے لیکن ہم اس کے اسلحہ خانے تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ وہ سڑک نمبر تین کہلاتی ہے اور

ایک دوسرے شہر کو نکل جاتی ہے۔ سکیٹرائن کی آبادیوں سے کوئی آٹھ کلو میٹر کے فاصلے پر راسٹ ہینڈ کو نمک کارخانے ہیں لیکن اصل میں یہ کارخانے اسلحہ خانے ہیں۔ سنا یہ گیا ہے کہ یہاں ہر طرح کا اسلحہ دستیاب ہو جاتا ہے۔ خام بارود سے لے کر وہ تمام چیزیں جو ایک جنگ کی ضرورت ہوں۔"

"کیا وہ اسلحہ خانے دیکھ سکے ہو؟"

"جی چیف پورا پورا سروے کر آئے ہیں، مگر حفاظت کا انتظام کیا گیا ہے۔ البتہ میرے بھائی نے مجھ سے کہا تھا کہ اگر کبھی ان اسلحہ خانوں تک پہنچنے کی ضرورت پیش آجائے تو اس کے لئے کیا طریقہ کار اختیار کیا جاسکتا ہے اور جو تدبیر میں نے اسے بتائی وہ اس سے متفق ہے۔"

"گویا، اگر تم وہاں تک پہنچنا چاہو، تو پہنچ سکتے ہو۔"

"ایک موثر پروگرام کے تحت، آسانی سے نہیں وہاں بھی خاردار تاروں کی باڑھ لگی ہوئی ہے جس میں کرنٹ رہتا ہے۔ البتہ ہم لوگ بڑی آسانی سے وہ تار پھلانگ سکتے ہیں اور اس کے بعد اسلحہ خانے کی عمارت تک بھی پہنچ سکتے ہیں۔ آپ چاہیں تو کسی وقت اس کا مظاہرہ دیکھ لیں۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"کیوں نہیں، مجھے یقین ہے یہ ناقابل یقین بات نہیں ہے۔"

"تو چیف یہ صورت حال ہے۔ اب آگے آپ ہمیں احکامات دیں، ویسے جب تک مسٹر جبار گینی ڈال کی کیفیت بہتر نہیں ہو جاتی ہم لوگ مضطرب رہیں گے۔"

"جبار کے لئے یہ سب سے موثر بات ہے کہ اسے واپس پہنچا دیا جائے، وہاں صحیح طریقے سے علاج ہو جائے گا، رشید ناگی اپنی تمام تر کوششیں کرے گا۔" میں نے کہا۔

ان لوگوں کو آرام کرنے کی اجازت دے دی۔ طے یہ کیا گیا تھا کہ صبح کو جبار گینی ڈال سے ملاقات کی جائے گی۔ چیکاس ون اور نور دور دور رہ کر اس کی نگرانی کریں گے۔ یہ احتیاط کے طور پر کیا جائے گا۔ پھر جونہی رشید ناگی پہنچا، جبار گینی ڈال کی واپسی کا بندوبست کر دیا جائے گا اور اس کے بعد میں نے انہی کے ہوٹل میں آرام کیا، جبار کا کمرہ اور اس کا بستر خالی تھا، باقی وقت گہری سوچوں میں گزارتے ہوئے بالا آخر نیند نے مجھے پرسکون کر دیا۔

”اس نے کہا۔ ”کیا مطلب، آپ کو علم نہیں ہوا؟“

”کس بات کا ڈاکٹر؟“ میں بھاری لہجے میں پوچھا۔

”مجھے حیرت ہے آپ بادل گل صاحب سے رابطہ قائم کر لیجئے۔ شاید وہ آپ سے رابطہ قائم نہیں کر سکے۔ رات کو تقریباً ساڑھے تین بجے آپ کے مریض کی حالت خراب ہو گئی تھی۔ میرے پاس بادل گل صاحب کا ٹیلی فون نمبر تھا۔ میں نے ان سے رابطہ قائم کر کے تفصیل بتائی۔ اس وقت تک شاید انہیں بھی اس بات کا علم نہیں تھا کہ آپ اس مریض کو ہمارے اسپتال میں لائے ہیں۔ پھر انہوں نے کہا کہ وہ اپنے آدمی بھیج رہے ہیں۔ مریض کو ان کے حوالے کر دیا جائے تاکہ وہ اسے شہر منتقل کر سکیں اور یہی مناسب تھا۔ جناب حالانکہ اس لوہے میں زہریلا مادہ نہیں پایا گیا جو شکنجے کی شکل میں تھا لیکن پھر بھی یوں لگتا ہے جیسے ہڈی پوری طرح مضروب ہو گئی تھی، شاید سوجن چڑھ گئی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ مریض اندرونی طور پر بھی بہت بے چین ہو گیا تھا۔ وہ مسلسل کراہ رہا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر میں نے پہلے تو یہ سوچا کہ بڑے اسپتال سے رابطہ قائم کروں لیکن پھر یہ بھی سوچا کہ کہیں یہ آپ لوگوں کی مرضی کے خلاف نہ ہو چنانچہ میں نے بادل گل صاحب سے رابطہ قائم کیا۔ تقریباً سوا چار بجے ان کے آدمی مریض کو لے گئے۔ آپ کو شاید اس بارے میں کوئی اطلاع نہیں دی گئی۔“

ڈاکٹر اپنی بات کر رہا تھا اور میرے دل و دماغ میں دھواں بھر رہا تھا۔ میں نے خاموشی سے اپنی جگہ سے اٹھ کر دروازہ بند کیا۔ ڈاکٹر حیران نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا، پھر میرے ہاتھ میں پستول دیکھ کر اس کا منہ کھل گیا، میں نے پستول کی نال اس کی پیشانی پر رکھ دی۔

”تم نے ایسا کیوں کیا ڈاکٹر؟“

”جج..... جناب، اطلاع تو دینی ہی تھی، مم..... میرا کیا قصور ہے؟“

میں نے ایک زوردار تھپڑ اس کے رخسار پر رسید کر دیا اور شاید ڈاکٹر کا اندرونی گال پھٹ گیا، خون کی چھوٹی چھوٹی لکیریں اس کے ہونٹوں سے باہر آ گئیں۔ میں نے اس کی گردن اپنے ہاتھ کے شکنجے میں جکڑتے ہوئے کہا۔ ”اگر اسے کوئی نقصان پہنچ گیا ڈاکٹر تو تمہاری زندگی کی کوئی ضمانت نہیں ہوگی۔“

Scanned and Uploaded By Nadeem

دوسری صبح تقریباً سات بجے آنکھ کھل گئی تھی، ٹیلی فون پر چیکاس کو چیک کیا، سب کے سب جاگ رہے تھے۔ ہم نے مشترکہ طور پر ناشتا کیا اور پروگرام کے مطابق، میں دن اور فور کے ساتھ باہر آ گیا اور کچھ دیر کے بعد ہم تینوں اس پرائیویٹ اسپتال کی جانب جا رہے تھے۔ جبار کے لئے میرے دل میں بہت سے دوسرے تھے، رشید ناگی آجائے تو بہت بڑا سہارا مل جائے۔ میں اس پر بہت اعتماد کرتا تھا۔ ویسے کار اس وقت اسپتال کے گیٹ سے اندر داخل کرنے کے بجائے ہم نے نزدیک کے کنارے پارک کر دی۔ دونوں چیکاس کو میں نے وہیں چھوڑ دیا اور تیز قدموں سے چلتا ہوا اندر داخل ہو گیا، اسپتال میں زیادہ رش نہیں تھا بس اکا دکا افراد نظر آرہے تھے، استقبال پر میں نے اس ڈاکٹر کے بارے میں پوچھا جو رات ڈیوٹی پر تھا اور اس نے مجھے انگلی سے ایک کمرے کی جانب اشارہ کر کے وہاں بھیج دیا۔ ڈاکٹر اپنی میز پر بیٹھا غالباً کسی ایکس رے کو چیک کر رہا تھا۔ قدموں کی آہٹ پر اس نے گردن اٹھائی مجھے دیکھا اور پھر پہچان لیا اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

”ہیلو، کہئے خیریت، کیسے مزاج ہیں؟“

”خیریت ہے آپ بتائیے ڈاکٹر، ہمارے مریض کا کیا حال ہے؟“

”جی۔“ ڈاکٹر کے انداز میں کسی حیرانی کے آثار پیدا ہو گئے اور میرے بدن میں ٹھنڈی ٹھنڈی لہریں دوڑنے لگیں، ڈاکٹر کا یہ سوالیہ انداز کوئی سنسنی خیز کہانی سنارہا تھا، میں سرد نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔

بوٹھ لگا ہوا تھا۔ کچھ دیر کے بعد کار پبلک کاربوٹھ کے سامنے رک گئی۔ میں نیچے اترا اور اندر داخل ہو گیا۔

میں نے بادل گل کا ٹیلی فون نمبر ڈائل کیا اور ریسپونڈر کان سے لگا لیا۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔ ”ہیلو۔“

”بادل گل صاحب سے بات کرنی ہے۔“

”کون صاحب بول رہے ہیں؟“

”ان کا ایک پرانا دوست۔“

”موجود نہیں ہیں اور یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ اس وقت کون سے نمبر پر ملیں گے“

آپ کو کوئی پیغام دینا ہو تو دے دیجئے۔“

”صرف ایک پیغام ہے“ بادل گل سے یہ بات کہہ دینا کہ جس شخص کو رات کو وہ

ہسپتال سے لے آیا ہے اگر اسے بال برابر نقصان پہنچا تو بادل گل کے اہل خاندان میں سے

ایک بھی زندہ نہیں بچے گا۔ کتے کی موت ماروں گا میں اسے۔ بس یہ پیغام دے دینا میرا“

میں دوبارہ انہیں ٹیلی فون کروں گا۔“

میں نے فون بند کر دیا۔ پھر باہر نکل آیا جو کہا تھا وہ کرنا تھا۔ جبار میری غلطی کا شکار

ہوا تھا اگر واقعی اسے نقصان پہنچا تو پھر میں خود کو معاف نہیں کر سکوں گا۔

واپس آیا تو چیکاس ون نے پوچھا۔ ”کسے فون کیا تھا چیف؟“

”بادل گل کو۔ ملا نہیں۔“

”اب کیا حکم ہے؟“

”لڑائی شروع ہو گئی ہے اور یہ ان کا علاقہ ہے۔ ہمیں ہوشیار رہنا ہو گا۔“

”ہم کام جاری رکھیں؟“

”نہیں۔ فی الحال خاموشی اختیار کرو۔ تمام سرگرمیاں بند کر دو اور ہوٹل میں محدود

ہو جاؤ میں ٹرانسپیر پر تم سے رابطہ قائم رکھوں گا۔ ہاں ایک بات کا خیال رکھنا تمہیں ہر

قیمت پر اپنی حفاظت کرنی ہے اگر کوئی ناگزیر صورتحال پیش آجائے تو اپنا دفاع اور تحفظ کرنا

اور اس کے بعد صورت حال مشکل ہو تو میرے پاس پہنچ جانا میں سنبھال لوں گا۔“

”اوکے چیف۔“ چیکاس ون نے جھٹکے دار لہجے میں کہا اور پھر وہ واپس چلا گیا۔

”آپ..... آپ“ ڈاکٹر نے بھینچے بھینچے لہجے میں کہا، میں نے اس کی گردن پر گرفت کم کی تو وہ بولا۔ ”آپ یقین کیجئے میں نے تو پورے خلوص نیت سے یہ سب کچھ کیا ہے اگر اس میں کوئی غلطی ہو گئی ہے تو آپ اسے ٹانسانگی ہی تصور فرمائیے جناب، میرا تو کوئی تصور نہیں ہے۔“

اندازہ لگایا میں نے کہ غلطی مجھ سے ہی ہوئی ہے، ڈاکٹر کو اگر میں پامیر کا نمبر دے دیتا تو وہ یقیناً وہیں ٹیلی فون کر کے مجھے اطلاع دیتا۔ گویا جبار بادل کے ہاتھ پہنچ گیا اور بادل گل یہ بات جانتا ہے کہ رات کو تاریں کے علاقے میں سرگرمیاں ہوئی ہیں اور اس کا ایک شکنجہ غائب ہے، گویا جبار گینی ڈال شدید خطرے میں پڑ گیا۔ ”جس نمبر پر تم نے رنگ کیا ہے ڈاکٹر کاغذ پر لکھ کر مجھے دو۔“ میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا اور ڈاکٹر نے مجھے نمبر لکھ کر دے دیا۔

میں نے نمبر لے کر اپنی جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔ ”تم ان تمام واقعات کے بارے میں مکمل خاموشی اختیار کرو گے اگر ایسا نہ ہو تو..... اتنے ٹکڑے کروں گا تمہارے کہ ان کی تعداد نہیں گنی جاسکے گی۔“

میں پلٹا اور دروازہ کھول کر باہر نکل آیا، دماغ میں دھواں بھرا ہوا تھا۔ ہسپتال کی عمارت سے باہر کار میں پہنچا تو چیکاس ون نے میرا چہرہ غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ”کوئی خاص بات ہے چیف؟“

”چلو.....“ میں نے جواب دیا اور چیکاس ون نے کار اشارت کر کے آگے بڑھا دی۔ دل و دماغ میں شدید ہیجان برپا ہو گیا تھا۔ جبار کے لئے وہ موثر قدم نہیں اٹھایا گیا جو اس کی زندگی کی بقاء کا ضامن ہوتا۔ میں نے ذہانت کا ثبوت نہیں دیا۔ یہاں مجھ سے بڑی غلطی ہوئی ہے، اگر جبار کو کچھ ہو گیا تو اپنے آپ کو معاف نہیں کر سکتا تھا۔

”چیکاس ون نے سوال کیا۔ ”کہاں چلیں چیف؟“

”ٹیلی فون کرنا ہے مجھے کہیں بھی چلو۔“

”ہوٹل واپس چلوں۔“

”ٹھیک ہے“ میں نے کہا۔

گلزار ہوٹل سے کچھ فاصلے پر میں نے ایک میڈیکل اسٹور دیکھا تھا جہاں پبلک کال

میں ہوٹل میں اپنے کمرے میں آگیا، دل دوہانے میں دھواں بھرا ہوا تھا، میں یہ بھی محسوس کر رہا تھا کہ میں نے جس بڑے کام کا بیڑا اٹھایا ہے اس میں بہت سی ایسی خامیاں رہ گئیں جن کا اب احساس ہو رہا تھا۔ اصولی طور پر مجھے یہاں کسی نہ کسی طریقے سے انتظامیہ کا تحفظ حاصل کرنا تھا۔ صرف چند افراد کے ساتھ دو بڑے گروہوں سے ٹکرانا آسان نہیں محسوس ہو رہا تھا۔ ہوٹلوں کے علاوہ اور کوئی ایسا ٹھکانہ بھی نہیں تھا جہاں سے اپنی سرگرمیاں جاری رکھی جائیں ان مشکلات کا اب احساس ہو رہا تھا اگر ایسا نہ ہوتا اور ان خامیوں پر قابو پانے کے بعد کام کا آغاز ہوتا تو جبار اس طرح مصیبت میں نہ پڑتا۔ بڑی احتمال غلطی ہوئی اسے بے یار و مددگار چھوڑ کر۔ بادل گل کے لئے اس کا اغوا نہایت آسان ہو گیا۔ میں نہیں کہہ سکتا تھا کہ میں نے بادل گل کے آدمیوں کو جو وارننگ دی ہے، اس کے کیا اثرات مرتب ہوں گے اور یہ کوئی غلط بھی نہیں تھی کیونکہ جبار کے بارے میں اب کوئی شبہ نہیں تھا کہ وہ بادل گل کی قید میں ہے۔

بہت دیر تک سوچ میں ڈوبا رہا، آخر کیا تو اس سے خالی چائے طلب کر لی اور چائے کی کئی پیالیاں پی ڈالیں۔ پھر خوبصورت خان میرے پاس پہنچ گیا، چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیلے ہوئے تھے، سلام کر کے ایک طرف بیٹھ گیا۔

”چائے پیو گئے؟“

”نہیں صاب، امارا دل بوت اداس ہے، آج پھر ایک بد نصیب بادل گل کا ظلم کا شکار ہوا ہے۔“

”کون؟“ میں نے سرسری انداز میں پوچھا۔

”ابی صاب، توڑا دیر پہلے ام آپ کے پاس آتا ہوا جنگل چوک سے گزرا تو ادھر خلقت دیکھا، بوت سارا لوگ چوک پر جمع تھا۔ ایک کالا آدمی کا لاش چوک کے بچوں بچ کھبے کے ساتھ بندھا تھا، پتا نہیں کون بے چارہ ہے ویسے اپنا ملک کا نہیں معلوم ہوتا، لاش کا بدن پر کوئی کپڑا نہیں تھا صاب، اس کا دونوں آنکھ نکال لیا گیا ہے، آتوں کا پنجہ کلائی کے پاس سے کاٹا گیا ہے دونوں پیر بھی کاٹ دیا گیا ہے۔ سینے پر بادل گل کا پیغام چپکا ہوا ہے، لکھا ہے لاش کو سارا دن اسی مافق رہنے دیا جاوے، کوئی اسے ہاتھ نہ لگاوے، ابی لوگ دیکھتا ہے صاب اور افسوس کرتا ہے، شرم کا بات تو یہ ہے کہ ادھر پولیس کا نام و

ٹکان نہیں ہے، میں جانتا، صاب وہ جو کوئی بھی ہے لاش کو شام تک نہیں اتارا جائے گا، ابی پولیس کا لوگ بادل گل سے کھوشا کرے گا کہ لاش کو ادھر سے اٹایا جاوے اس کا اجازت کا بغیر کوئی کچھ نہیں کرے گا۔“

خوبصورت خان نجانے کیا کیا کرتا رہا لیکن اس کے الفاظ نے میرے بدن میں آگ لگا دی تھی، سارا وجود جل کر خاکستر ہو گیا تھا، خوبصورت خان کے الفاظ بتا رہے تھے کہ کالا آدمی جبار گینے ڈال کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا، آنکھیں نکالی لی گئی ہیں، ہاتھوں کے نیچے کاٹ دیئے گئے ہیں، پیروں کے پنجوں کو بھی جسم سے علیحدہ کر دیا گیا ہے، جبار گینے پر جو کچھ گزری تھی، پوری طرح میرے ذہن میں آگئی تھی اور میرا بدن کانپ رہا تھا۔

خوبصورت خان نے کہا۔ ”ابی آپ کو کیا ہوا صاب، کھوپڑوہ ہو گیا وہ بھیڑیا ایسا ہی کام کرتا ہے۔ یہ کالا آدمی اس کا مخالفت میں بولتا ہو گا۔“

”چلو خوبصورت خان۔“ میں نے بھرائی ہوئے آواز میں کہا۔

”ٹیک ہے صاب آج کدڑ چلتا ہے؟“

”جنگل چوک چلو مجھے وہ لاش دکھاؤ۔“

”ابی صاب، آپ بہت اثر لیتا، چوڑو ادھر ایسا کام بادل بوت کھوشی سے کرتا ہے، میں خاموشی سے اٹھ کر دروازے کے قریب پہنچ گیا۔

خوبصورت خان بھی اٹھ کھڑا ہوا تھا، پھر ہم دونوں باہر نکل آئے خوبصورت خان نے گاڑی میں بیٹھتے ہوئے کہا۔ ”ابی صاب آپ کا آلت اچھا نہیں لگتا، ادھر جانا چھوڑو جو اس کو دیکھتا تو بہ تو بہ کرتا ہوا ادھر سے آگے بڑھ جاتا۔“

”زیادہ مت بولو خوبصورت خان جنگل چوک چلو، میں تم سے کہہ رہا ہوں۔“

”ابی ٹیک ہے، صاب جیسا آپ کا مرضی۔“ خوبصورت خان نے ٹھنڈی سانس لے کر گاڑی آگے بڑھا دی، میرا سلگتا ہوا وجود کسی طرح قرار نہیں پا رہا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد کار جنگل چوک پہنچ گئی لوگوں کا رش بڑھتا جا رہا تھا اور راستے تقریباً بند ہو گئے تھے میں دیوانوں کی طرح نیچے اترا اور لوگوں کے ہجوم کو چیرتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ کافی لوگ وہاں جمع ہو گئے تھے۔ چوک کے بچوں بچ بچلی کے ایک کھبے سے جبار گینے ڈال کی لاش بندھی ہوئی تھی، بے لباس جسم، اذیتوں کا شکار نظر آ رہا تھا۔ بے شمار

زخموں کے نشانات تھے، پورے جسم پر آنکھوں کی جگہ خون سے بھرے ہوئے گڑھے نظر آرہے تھے۔ ہاتھوں اور پیروں کے پنجے کاٹ دیئے گئے تھے۔

میرے جڑے بھنچ گئے، جبار گینی ڈال کی لاش کو میں نے پہچان لیا تھا۔ وہاں سے واپس چل پڑا اور کار میں آبیٹھا۔ خوبصورت خان بدستور اسٹیرنگ پر موجود تھا، کینے لگا۔ ”دیکھا صاب۔“

”چلو۔“ میں نے سرد لہجے میں کہا اور اس نے کار آگے بڑھا دی۔ لوگ اب بھی خاصی تعداد میں یہاں جمع تھے۔ بادل گل کا پیغام جبار گینی ڈال کے سینے پر آویزاں تھا اور میرے بدن میں چنگاریاں دوڑ رہی تھیں۔

لوگوں کے ہجوم سے دور آنے کے بعد خوبصورت خان نے پوچھا۔
”اب کد ر چلے صاب؟“

”ہوٹل پامیر۔“ میں نے کہا۔
تھوڑی دیر کے بعد کار ہوٹل پامیر پہنچ گئی اور میں اتر کر اندر داخل ہو گیا، چیکاس برادرز میری ہدایت کے مطابق ہوٹل میں موجود تھے۔ ایک ہی کمرے میں تھے۔ دستک دی دروازہ کھلا، چیکاس دن فور فائیو موجود تھے۔ تھوڑی اور ٹوکا پتا نہیں تھا۔ جب میں اندر داخل ہوا تو چیکاس ون نے دروازہ بند کر دیا۔ تھوڑی اور ٹوکا ایک صوفے کے عقب سے نکل آئے، ان کے ہاتھوں میں چھوٹی سب مشین گنیں دبی ہوئی تھیں، میں صوفے پر بیٹھ گیا وہ پانچوں میرے گرد جمع ہو گئے۔“

”کوئی خاص بات ہے چیف، آپ کا چہرہ کچھ عجیب سا ہو رہا ہے؟“ چیکاس ون نے مجھ پر غور کرتے ہوئے کہا۔

”ہاں جبار گینی ڈال کو قتل کر دیا گیا ہے اس کی لاش یہاں کے ایک چوک پر بجلی کے کھمبے سے بندھی ہوئی ہے اس کی آنکھیں نکال لی گئی ہیں، ہاتھوں اور پیروں کے پنجے کاٹ لئے گئے ہیں سینے پر بادل گل کا پیغام آویزاں ہے اور اس پر لکھا ہے کہ لاش کو اس وقت تک نہ چھوا جائے جب تک بادل گل کی طرف سے پیغام نہ ملے۔ اس وقت لا تعداد افراد اس بے کسی سے مرنے والے کو دیکھ رہے ہیں۔“

چیکاس برادرز اچھل کر کھڑے ہو گئے۔ سب پر سکوت طاری تھا اور ان کی چھوٹی

چھوٹی آنکھیں غم کا شکار نظر آرہی تھیں۔
چیکاس فور نے کہا۔ ”مسٹر جبار گینی ڈال کو جان سے مار دیا گیا۔ ایسی اذیتیں دی گئی ہیں انہیں، چیف! حکم کے منتظر ہیں۔“

”ذرا سی غلطی ہو گئی ہم سے اور یہ بات میں زندگی بھر فراموش نہیں کر سکوں گا کہ جبار کی یہ موت صرف اور صرف میری وجہ سے ہوئی ہے۔ ہمیں رات کو اس کے تحفظ کے لئے وہاں موجود رہنا چاہیے تھا۔ بے شک یہ خیال ذہن میں نہیں تھا کہ اتنی جلدی بادل گل کو ہمارے تاربین میں داخل ہونے کے بارے میں معلوم ہو جائے گا لیکن ایسا ہو چکا ہے۔ گینی ڈال کو شدید اذیتیں دے کر قتل کیا گیا ہے اور اب اس کی لاش کی بے حرمتی کی جارہی ہے۔ ہم اس کی تدفین بھی نہیں کر سکتے۔ مقامی پولیس بھی اس سلسلے میں لاچار نظر آتی ہے، مگر ایسا ہونا نہیں چاہیے تم کیا جبار کی لاش کی نمائش برداشت کر سکتے ہو؟“

پانچوں چیکاس اچانک ہی جھرجھری لے کر ایک قطار میں کھڑے ہو گئے۔ ان کے تمام انداز مختلف ہوا کرتے تھے۔ انہوں نے دونوں ہاتھ سیدھے کئے اور قطار ہی میں جھک گئے، پھر سیدھے ہو کر بولے۔

”ہم نے قسم کھائی ہے چیف کہ مسٹر جبار کے دشمنوں کو فنا کئے بغیر نہیں چھوڑیں گے مگر یہ بعد کی بات ہے۔ آپ ان کی تدفین کا بندوبست کیجئے ہم مسٹر جبار کی لاش لے کر آپ کے پاس پہنچتے ہیں۔“

”میں اب کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتا اس کا جسم حاصل کرنا آسان نہیں ہوگا۔ کوئی ایسی ترکیب سوچنا پڑے گی جس سے تم لوگوں کو نقصان نہ پہنچے۔ میں تم سے مشورہ کرنا چاہتا ہوں۔“

”عظیم جبار گینی ڈال کے لئے ایک ایسا ہی پروگرام پیش کرنا ہوگا چیف، جو اس کے شایان شان ہو، دشمنوں نے اپنے لئے موت کا کنواں کھودا ہے۔ ہم کوئی برا اعلان نہیں کرنا چاہتے لیکن چیف، جبار کو ہلاک کرنے والے بہت عرصے تک اپنی اس حماقت کا ماتم کرتے رہیں گے۔ شاید اپنی موت کے بعد بھی۔“

منہی سی آواز تھی لیکن اس آواز میں جو عزم چھپا ہوا تھا وہ آسمان کی بلندیوں میں

گم ہو جاتا تھا۔ میں خاموشی سے انہیں دیکھتا رہا۔ سب کے سب مستعد نظر آ رہے تھے ویسے ان کے ان الفاظ نے مجھے بھی ہمت دلائی تھی۔ میں پر خیال انداز میں گردن ہلاتے لگا۔

چیکاس تھری ایک نقشہ لے آیا اور اس نے وہ نقشہ میرے سامنے سینٹر ٹیبل پر پھیلا دیا۔

”چیف وہ تمام چیزیں تو ضائع کر دی گئی جن کا حکم آپ نے دیا تھا۔ یہ نقشہ شہری علاقے کا ہے ہم لوگوں نے اپنے طور پر ترتیب دیا ہے ایک دوسرے سے رابطہ رکھنے کے لئے اور انہیں ہم نے اپنے طور پر نام بھی دے لیا ہے۔ میرا مطلب ہے ان جگہوں کو ہم ناموں سے اپنے ذہن میں ترتیب دے لیا ہے۔ آپ ذرا یہ بتائیے کہ اس میں وہ لون سی جگہ ہے جہاں مسٹر جبار گینی ڈال کی لاش کو لٹکایا گیا ہے؟ دیکھئے یہاں ہوٹل سے یہ راستہ اس سمت جاتا ہے۔“ چیکاس تھری مجھے اپنے بنائے ہوئے نقشے کی تفصیلات بتانے لگا اور میں نے بالا آخر اس جگہ انگلی رکھ دی جو جبار گینی ڈال کی نمائش گاہ تھی۔

چیکاس تھری نے اپنے ساتھیوں کی طرف رخ کر کے کہا۔ ”ڈی ایون.....“

”ہاں وہ ایک وسیع و عریض چوک ہے اور اسی چوک سے پانچ سڑکیں نکلتی ہیں۔“

”بالکل ٹھیک چیف ہم سمجھ گئے۔“ پھر وہ ایک دوسرے سے اس جگہ کے بارے میں تبادلہ خیال کرنے لگے۔

جبار کی موت کے غم نے مجھے نڈھال کر رکھا تھا لیکن چیکاس جس ذہانت کا ثبوت دے رہے تھے اس پر مجھے تھوڑی سی خوشی ہوئی تھی۔ بہت مستعد اور یقینی طور پر اس معیار کے تھے یہ جس پر فخر کیا جاسکتا ہے۔ انہوں نے اپنے طور پر اس جگہ کا صحیح تعین کیا اور پھر چیکاس ون نے کہا۔ ”چیف اب یہ بتائیے کہ آپ کو اس جگہ کا علم ہے جہاں مسٹر گینی ڈال کی تدفین کرنی ہے؟“

”نہیں..... لیکن میرے ساتھ جو ڈرائیور ہے وہ بھی میرا راز دار ہے اور میں اس سے معلومات حاصل کر سکتا ہوں۔“

”تو پہلے آپ کو انتظامات کرنا ہوں گے آپ پہلے مسٹر جبار کے لئے ایک قبر تیار کر دئیے اور پھر ہمیں گائیڈ کیجئے ہم اس چوک سے مسٹر گینی ڈال کی لاش حاصل کر لیں

ہے۔“

میں نے تشویش زدہ نگاہوں سے ان پانچوں کو دیکھا اور کہا۔

”تم لوگ اپنے ذہن میں کوئی منصوبہ رکھتے ہو تو کم از کم مجھے اس سے آگاہ کرو۔“

”ہم اس شہر کے لوگوں کو نقصان نہیں پہنچانا چاہتے کیونکہ کسی بے گناہ کو ہلاکت میں ڈالنا ہمارا مقصد نہیں ہے۔ ورنہ سکیڑ تائن میں یہ دن ایک یادگار دن ہو گا۔ لوگ چونک پڑتے اور سوچتے کہ کبھی کسی شخص کے ساتھ یہاں ظلم کیا گیا تھا۔ آپ مطمئن رہیں ہمارا یہ کام ہم پر چھوڑ دیجئے گا“ باقی دوسرے معاملات آپ سنبھال لیجئے۔“

”میں تھوڑی سی رد و قدح کے بعد ان لوگوں پر اعتبار کرنے کے لئے مجبور ہو گیا۔ خود بھی دل میں آگ لگی ہوئی تھی، اگر کوئی سامنے ہوتا تو نجانے کیا کچھ ہو جاتا۔ لیکن درحقیقت بادل گل نے میرا ہم وطن ہونے کے باوجود مجھے اپنے آپ سے اتنا متنفر کر لیا تھا کہ اب اس کے ساتھ کوئی رعایت میرے بس کی بات نہیں تھی۔ کچھ دیر کے بعد میں وہاں سے چل پڑا۔ خوبصورت خان میرا منتظر تھا۔ گاڑی میں بیٹھا تو خوب صورت خان نے گاڑی اشارت کر کے آگے بڑھا دی۔“

”ایک بات پوچھئے صاب۔“ میں نے چونک کر اسے دیکھا۔ خوبصورت خان عقب نما آئینے میں میرا چہرہ دیکھ رہا تھا۔

میں نے آہستہ سے کہا۔ ”ہاں پوچھو.....؟“

”صاب دیکھو ہم آپ کو سب کچھ سچ سچ بولتا پڑا ہے ابھی آپ میرے کو خدا کا نام لے کر سچ ایک بات بتاؤ کہ وہ آدمی جس پر ظلم کیا گیا آپ اس کو جانتا تھا۔“

”کیوں پوچھ رہے ہو یہ بات.....؟“

”ابھی صاب، میری آنکھوں نے بھی دنیا دیکھا۔ میں ایسا دیکھتا جیسے آپ اس کا موت پر بہت غمزدہ ہو گیا ہو۔ صاحب ایسا والا کوئی بات ہے.....“

”ہاں خوبصورت خان تمہارا اندازہ درست ہے یہ میرا اپنا آدمی تھا۔“

خوبصورت خان کا ہاتھ ایک لمحے کے لئے اسٹیرنگ پر بہکا اور پھر اس نے آہستہ سے کہا۔ ”آپ کا آدمی صاحب! ابھی ہم سمجھا نہیں یہ تو ہمارے کو افریقہ کا آدمی لگتا

تھا۔“

”ہاں۔ لیکن یہ میرے لئے کام کر رہا تھا۔“
”کام!“ خوب صورت خان آہستہ سے بولا۔

”ہاں خان تمہاری اس آبادی میں، میں کچھ کام کر رہا ہوں میں نے تم سے کہا تھا کہ وہ کالی بھیڑیں جو وطن کی پیشانی پر دھبے لگا رہی ہیں زندہ سلامت نہیں رہنی چاہئیں۔ جیسا کہ تم نے مجھے بتایا، ڈولی رباب اور بادل گل جو گروہ بنا کر بیٹھے ہوئے ہیں یہ گروہ ملک کے لئے ناسور کا درجہ رکھتے ہیں۔ میں یہ چاہتا ہوں خان کہ ان سے اپنے وطن کو نجات دلاؤں۔ یہ میرا مقصد ہے اور اس مقصد کے لئے کچھ لوگ میرے ساتھ کام کر رہے ہیں۔ جن میں یہ شخص بھی تھا یہ کالے چہرے والا مسلمان تھا اور ایک انتہائی وفادار آدمی اس کا تعلق ہمارے وطن سے نہیں تھا لیکن وہ جذبے اس کے سینے میں بھی موجود تھے جو ہمارے سینے میں ہیں اور یہ ہم سے زیادہ تیز نکلا کہ اس نے اپنے جذباتوں کے لئے زندگی قربان کر دی۔ یہ شخص ہمارے وطن کی بقاء کے لئے زندگی کھو بیٹھا ہے اس کی لاش کی یہ بے حرمتی نہیں ہونی چاہیے۔ صاف ظاہر ہو گیا ہے کہ بادل گل نے یہ سب کچھ کیا ہے یہ بادل گل کے ہاتھ کیسے لگا اس کی تفصیل میں تمہیں بعد میں بتا دوں گا ابھی میں تم سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہمارے لئے زندگی قربان کرنے والے کی لاش کی یہ بے حرمتی نہیں ہونی چاہیے، ہم اس کی لاش کی تدفین کریں گے۔ چلو مجھے کسی ایسی جگہ لے چلو جو اس کی قبر کے لئے بہتر ہو بلکہ قبرستان ہی چلتے ہیں کیا تم یہ تھوڑا سا خطرہ مول لینا پسند کرو گے۔“

خوبصورت خان کا چہرہ شدت جوش سے سرخ ہو رہا تھا، میرے ان الفاظ پر اس کے حلق سے غراہٹ نکلی۔ ”کیا بولتا ہے صاب، ابی آپ ہمارے کو انسان بھی نہیں سمجھتا، ابی بولو کیا امارا کھون اتنا ٹھنڈا ہے، دیکھو صاب آدمی ایک حد تک اپنے آپ کو بے بس سمجھتا ہے جب اس کے دل پر چوٹ پڑتا ہے تو پھر بے بسی کا کوئی تصور اس کے دل پر نہیں ہوتا۔ ابی اگر ایسا بات ہے تو آپ اس کا لاش کو لے کر چلو ام دیکھے گا کون ہمیں اس سے روکتا ہے، زیادہ سے زیادہ ایسا ہی ہو گا ناں کہ ایک نئے بجائے دو لاشوں کا تدفین کرنا پڑے گا آپ کو، ابی ام اس کو اور سے اتار کر لائے گا۔“ خوبصورت خان نے سینہ ٹھونکتے ہوئے کہا اور میرے جسم میں سرد لہریں دوڑنے لگیں۔ میں نے متاثر لہجے میں کہا۔ ”تو پھر

ہوں سمجھو کہ تم ہمارے اس مشن میں برابر کے شریک ہو، وطن دشمنوں کے خلاف جنگ چھڑ گئی ہے اور اس جنگ میں تم ہمارے ساتھی بنو، میں نہیں چاہتا کہ تمہیں خطرے میں ڈالوں، اسی لئے میں نے خاموشی اختیار کر لی تھی۔ ورنہ تم پر مجھے مکمل اعتماد ہے، میں جانتا ہوں کہ تم بھی اپنے سینے میں ایک محبت بھرا دل رکھتے ہو، اپنے وطن کے لئے اور اس کی ابتدا تم نے اسی وقت کر دی تھی جب تم نے سب سے پہلے مجھے اپنی پسندیدہ جگہ دکھائی تھی یعنی وہ بستی جہاں غربت کا اندھیرا ہے۔ خوبصورت خان کچھ جذبے انسانی زندگی میں خون بن کر دوڑتے ہیں، جو انسان جذباتوں سے خالی ہوتا ہے وہ آدمی زندگی گزارتا ہے، ٹھیک ہے کچھ کرنے کے لئے، کچھ پانے کے لئے کچھ کھونا پڑتا ہے اور ہمیں کچھ کھونا پڑے گا۔ میں نے اس کا انتظام کر لیا ہے لاش کو وہاں سے اتار لیا جائے گا پہلے ہمیں دوسرے کام کرنے ہیں۔

”بولو صاب، کیا کرتا ہے؟“ خوبصورت خان معتدل ہو گیا تھا۔

”اگر تم اس مقصد کے لئے کام کرنے پر تیار ہو تو ہمت کر ڈالو میرے دوست جو ہو گا بعد میں دیکھا جائے مجھے تم سے اور بھی کچھ کام لینا ہوں گے۔“

آپ کو پروردگار کا قسم، اب خوبصورت خان کو اپنا بازو سمجھو، جو آپ میرے کو بولے گا، جان کی باز لگا کر وہ کام انجام دے گا۔ آپ بالکل فکر مت کرو۔ اب ہم نے اپنا بھائی جناب خان، اپنا بھتیجا عقل مند خان اور باقی سارا خاندان کو خدا کا نام پر چھوڑ دیا، ابی اس کا حفاظت اللہ تعالیٰ کرے، ہم اپنے گھر کا رخ ہی نہیں کرے گا۔ ام کو شش کرے گا کہ پہلے اپنے دشمن کا خانہ خراب کرے، ابی آپ بالکل بھروسہ رکھو۔“

”ہوں تو پھر کام کا آغاز اسی طرح کرتے ہیں کہ پہلے جبار کی لاش کو دفن کر دیں۔“

”یہ اس آدمی کا نام ہے صاب۔“

”ہاں اس کا تعلق افریقہ سے تھا اس کی کمائی بڑی عجیب ہے بہر حال قبرستان چل

رہے ہیں ہم۔“

خوبصورت خان نے خاموشی سے گردن جھکا دی کچھ دیر کے بعد ہمیں قبرستان نظر آگیا وسیع و عریض قبرستان شہری علاقے سے باہر ایک گوشے میں تھا اور یہ سکون گاہ درختوں سے ڈھکی ہوئی تھی، قبروں پر درختوں کے سائے لرزاں تھے اور ہم اس بڑے

سے احاطے کے سامنے گاڑی سے اتر گئے۔ گورکن کا جھونپڑا تھوڑے فاصلے پر ہی تھا۔ گورکن ہمیں دیکھ کر باہر آگیا۔

خوبصورت خان نے اس سے کہا۔ ”ابی کیا کام کرتا؟“

”کوئی نہیں۔“

”قبر بناؤ۔“

”ٹھیک ہے، آپ تاپ لیا ہے۔“

”ایک قبر بناؤ، تاپ کا فکر مت کرو، کتنی دیر میں قبر تیار کر لے گا؟“

”ابی بس تھوڑا دیر لگے گا۔“

”جگہ بتاؤ۔“ خوبصورت خان بولا اور گورکن ایک جگہ جا کھڑا ہوا۔

”ٹھیک ہے۔ اس ٹیک آدمی کے لئے درخت کا سایہ ہی درکار ہے۔“ خوبصورت خان نے کہا کفن وغیرہ کا انتظام بھی گورکن نے کر دیا تھا اس سے بات ہو گئی اور ہم اسے رقم ادا کر دی۔ اس کے بعد میں نے چیکاس تھری سے رابطہ قائم کیا۔ ”یس چیف۔“

”کیا پوزیشن ہے؟“

”ہم موقع پر موجود ہیں۔ بس آپ کا انتظار ہے ہم کام شروع کر دیں گے۔“

”کوئی خاص بات تو نہیں۔“

”بالکل نہیں۔ سب ٹھیک ہے۔“ جواب ملا اور میں نے ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔ قبر تیار ہونے کے بعد ہم یہاں سے چل پڑے تھے۔

لوگ اب بھی کافی تعداد میں وہاں موجود تھے خوبصورت خان نے آہستہ سے کہا۔

”پہلے ام اس لاش کو دیکھا صاب، تو ہمارا دل کورنج ہوا آخر انسان تھا مگر اب.....“

”اب کیا خوبصورت خان؟“ میں نے مجمع کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ مجھے اس مجمع میں چھوٹے قد کے انسانوں کی تلاش تھی۔

”اب ایسا لگتا جیسے یہ ہمارا رشتے دار ہو۔“

”ہوں۔ سنو خوبصورت خان ٹیکسی کو اس ڈائریکشن سے لو کہ اگر یہاں کچھ ہو تو ہم بھاگنے والوں کے درمیان پھنس نہ جائیں۔“

”ٹھیک صاب۔“ خوبصورت خان نے کہا۔ اور پھر اس نے اپنی مہارت سے ایسا ہی

کیا۔ اصل میں میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ بادل گل کے آدمی اس لاش کی نگرانی کہاں سے کر رہے ہیں۔ یا مجمع میں شامل ہیں کہ کہیں عقبہ میں دور مستعد ہیں۔ آس پاس عمارتیں بھی تھیں اور ممکن ہے وہاں موجود ہوں۔ مجھے اندازہ نہیں ہو سکا تھا بالآخر میں نے ٹرانسمیٹر نکال لیا۔

”چیکاس۔“

”گریٹ چیف۔“ جواب ملا۔

”کہاں ہو؟“

”جہاں سے آپ کو دیکھ سکتے ہیں۔“

”پوزیشن تیار ہے؟“

”پوری طرح۔“

”کتنی دیر میں کام شروع کرو گے؟“

”دو منٹ کے اندر۔ چیف وہ سامنے والے کار پر آپ ایک سرخ ٹرک دیکھ رہے ہیں وہ بالکل سامنے جہاں آپ نے ٹیکسی کھڑی کی ہے۔“

”ہاں دیکھ رہا ہوں۔“ میں نے ٹرک دیکھ لیا۔

”یہ ٹرک ہمارا ہے، اسی میں لاش لے جائیں گے، چیکاس فور اس میں موجود ہے۔“

”اوکے میں اسے نظر میں رکھوں گا۔“

”اور کوئی حکم، چیف؟“

”نہیں خدا حافظ۔“ میں نے کہا اور پھر انتظار کرنے لگا لمحہ لمحہ دل کپٹیوں میں دھڑک رہا تھا۔ ٹھیک دو منٹ کے بعد ایک کان پھاڑ دینے والا دھماکہ ہوا۔ یہ دھماکہ چوک کے بالکل مخالف حصے میں ایک عمارت کے عقبہ میں ہوا تھا۔ عمارتوں اور دکانوں کے شیشے ٹوٹ گئے تھے اور چیخ و پکار کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ جو مجمع لاش کے قریب جمع تھا۔ وہ اچانک ہی چھٹ گیا۔ لوگ اس طرف معلومات حاصل کرنے دوڑ پڑے جہاں دھماکہ ہوا تھا۔ پھر اچانک لاش کے قریب کارروائی شروع ہو گئی ہلکی ہلکی آوازوں کے ساتھ سفید دھوئیں کے بادل فضا میں بلند ہو گئے اور لوگ جو دھماکے سے خوفزدہ ہو گئے تھے سر پر پاؤں

رکھ کر دوڑ پڑے۔ چاروں طرف سفید دھواں پھیل گیا اور چوک نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ اس وقت میں نے سرخ رُک اشارت ہو کر اپنی جگہ سے کھسکتے ہوئے دیکھا۔
”خوبصورت خان۔ ٹیکسی کو اشارت کرلو۔ ہمیں اس رُک کو نظر میں رکھنا ہے۔“
”جی صاب۔“

چیکاس برادرز نے ایک لمحے ضائع نہیں کیا تھا۔ انہوں نے انتہائی شاندار کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے کام کے لئے بہترین ماحول پیدا کر لیا تھا۔ رُک دھویں میں داخل ہو گیا اور چند لمحوں کے بعد اس سے نمودار ہو کر تیزی سے آگے بڑھنے لگا۔
چیکاس تھری کی آواز ٹرانسمیٹر پر ابھری جسے میں نے آن کر لیا تھا۔ ”ہیلو چیف۔ ٹیکسی آگے لے جائیں۔ ہماری رہنمائی کریں۔“
”سیدھے چلتے رہو۔“

”اوکے۔“ جواب ملا رُک طوفانی رفتار سے سیدھا چلتا رہا۔ ٹیکسی پیچھے تھی۔

میں نے خوبصورت خان سے کہا۔ ”ٹیکسی آگے نکال لو۔“

”جی صاب۔“ وہ مستعدی سے بولا۔ اور اس نے رفتار ایک دم بڑھا دی۔

”ہارن دو۔“ میں نے کہا۔ ہارن بجانے پر رُک نے ٹیکسی کو راستہ دیا اور ٹیکسی آگے نکل گئی۔ رُک کی رفتار میں کوئی کمی نہیں ہوئی تھی۔ قبرستان قریب آ گیا تھا۔ اچانک چیکاس تھری کی آواز ابھری۔ ”چیف ہمارے تعاقب میں دو جیپیں آرہی ہیں۔“
”کتنے آدمی ہوں گے؟“

”اندازہ نہیں ہو پا رہا۔“

”چلتے رہو۔“

”اوکے۔“ میرے بدن میں سنسنی ہو رہی تھی۔ قبرستان بھی قریب آتا جا رہا تھا۔ میں نے پھر ٹرانسمیٹر آن کیا۔

”چیکاس۔ رُک کو قبرستان میں تیزی سے اندر لے آنا۔ جیپ دالوں سے نمٹنے کا انتظام ہے۔“

”اس کی تو فکر ہی نہ کریں۔“

”انہیں اڑا دو۔ مگر قبرستان میں داخل ہونے کے بعد۔“

”تھینک یو چیف۔ یہ ہماری دلی خواہش تھی کہ مسٹر گیننی ڈال کے ساتھ ان کے دشمن بھی آخری سفر کریں۔ بس مسٹر گیننی ڈال کی تنہائی دور ہو جائے گی۔“ چیکاس تھری کی آواز سنائی دی۔ اس کے لمحے میں خوفناک غراہٹ تھی۔

خوبصورت خان نے ٹیکسی قبرستان کے احاطے میں داخل کر دی۔ رُک بھی اسی رفتار سے اندر داخل ہو گیا تھا۔ میں ان جیپوں کو نہیں دیکھ سکا تھا البتہ میں نے چار فتنوں کو رُک سے نیچے کودتے دیکھا۔ چشم زون میں وہ قبروں کے کتبوں کے پیچھے روپوش ہو گئے تھے۔

ایک خدشہ یہ بھی ہوا کہ ممکن ہے تعاقب کرنے والے قبرستان کے باہر رک جائیں لیکن ایسا نہیں ہوا وہ خود پر نازاں تھے۔ انہوں نے جیپیں اندر داخل کر کے اس طرح روکیں کہ کسی کے باہر نکلنے کا راستہ نہ رہے۔ چیکاس فائیو جو رُک ڈرائیو کر رہا تھا خود بھی رُک روک کر نیچے اتر گیا۔ اس نے سوئچ آف کر دیا تھا پھر وہ پھدکتا ہوا اپنی جگہ تبدیل کرنے لگا۔ اس کا جسم برق کی طرح کوند رہا تھا۔ مجھے صورتحال کا اندازہ تھا۔ اس لئے میں خوبصورت خان کو اشارہ کر کے نیچے اتر گیا۔ ہم نے ایک پکے مقربے کے پیچھے پناہ لی تھی۔ یہاں سے ہم دوسری سمت کے مناظر دیکھ سکتے تھے۔ جیپوں سے اترنے والے اسٹین گنوں سے مسلح تھے۔ ان کی تعداد دس بارہ سے کم نہیں تھی۔ وہ خوفناک انداز میں گتیں سیدھی کئے آگے بڑھنے لگے۔ اچانک گورکن اپنے جھونپڑے سے باہر نکل آیا اور میرا دل دھک سے رہ گیا۔ مارا گیا بے چارہ..... میں نے دل میں سوچا۔ لیکن ایسا نہ ہوا۔ وہ رک کر گورکن سے کچھ سوالات کرنے لگے اور گورکن نے اشارے سے قبر کے بارے میں بتایا۔ پھر ان میں سے ایک نے گورکن کو اس کے جھونپڑے کی طرف دھکا دے دیا اور گورکن اپنے جھونپڑے کے اندر جاگرا۔

وہ قدم بہ قدم آگے بڑھ رہے تھے اور ان کی نظریں رُک پر جمی ہوئی تھیں۔ اچانک ہی بوتلوں کے کارک کھل گئے اور اس کے ساتھ ہی کرناک جیپوں کا طوفان اٹھا۔ عقب سے حملہ ہوا تھا کسی نے پلٹ کر دیکھنے کی کوشش بھی کی تو کچھ کرنے سکا کیونکہ اس کا موقع نہیں ملا اسے پھر بھی دو چار کے ہاتھ ٹرانسگر پر دب ہی گئے لیکن نتیجے میں کچھ قبروں کے کتبوں پر لگے پتھروں کی کڑیاں اڑیں اور بس..... چیکاس برادرز نے انہیں نشانہ

لینے کا موقع ہی نہ دیا اور چونکہ وہ کھلی جگہ تھی، اس لئے آسانی سے شکار ہو گئے ان کے جسموں کے چھتھرے اڑ گئے تھے اور یہ صرف لمحوں کا کھیل ثابت ہوا۔ انہوں نے کسی طرح کی احتیاط نہیں برتی تھی ورنہ کم از کم کچھ لوگوں کو پیچھے ہی چھوڑ دیتے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ان کے جسم زمین پر لوٹ لوٹ کر سرد ہو گئے۔ کوئی مقابلہ ہی نہ ہو سکا تھا۔

چیکاں برادر زباہر نکل کر ایک جگہ جمع ہوئے تو خوبصورت خان کے منہ نکلا۔
”یا خدا یا۔ صاب یہ آپ کا بچہ ہے؟“ ”ہاں!“ میں نے پر جوش لہجے میں کہا۔
”آپ یہ کدو سے خریدا۔“

”آؤ.....“ میں نے کہا اور ہم دونوں مقبرے کی آڑ سے نکل آئے۔ میں نے خوبصورت خان سے کہا۔ ”گورکن کو باہر لے آؤ۔“ خوبصورت خان تیزی سے گورکن کے جھونپڑے کی طرف بڑھ گیا۔ چیکاں تھری اور نور جیپوں کی طرف بڑھ گئے تھے اور میں ان ہلاک شدگان کی طرف جواب سرد ہو گئے تھے۔ میں نے ان کے پاس پڑی ہوئی دو مشین گنیں اٹھائیں اور ساتھ ان کا ایمونیشن بھی۔ اس اثنا میں خوبصورت خان گورکن کا گریبان پکڑ کر اسے باہر کھینچ رہا تھا۔
”یہ خانہ خراب چوہے کے مافق بل میں گھسا پڑا تھا۔ ابھی میں اسے دو ہاتھ مار کر باہر لایا۔“

”چلو جلدی کرو۔“ میں نے کہا۔ گورکن دہشت سے سفید پڑ گیا تھا۔ تاہم اس نے کانپتے کانپتے سارا کام سرانجام دیا۔ جبار کی لاش کو گورکن، چیکاں برادر ز کے ذریعہ اپنی جھونپڑی میں لایا اس نے لاش کو نہلایا اور کفن پہنا کر قبر میں اتار دیا۔ چیکاں تھری اور نور بھی جیپوں کے پاس سے یہاں آ گئے تھے۔ میں نے ان کی آنکھوں میں آنسو دیکھے تھے۔ اچانک وہ پلٹے اور پھر وہ ان لاشوں کو مردہ کتوں کی لاشوں کی طرح گھسیٹ کر قبر کے گرد جمع کرنے لگے۔ قبر کی تکمیل ہو گئی تھی۔ انہوں نے بارہ انسانی جسموں کو اس قبر کے چاروں طرف سجا دیا۔ چیکاں دن نے غرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ ”مسٹر جبار گینی ڈال شاید ان میں سے وہ لوگ بھی ہوں جنہوں نے تمہیں تشدد کر کے اس کیفیت میں پہنچایا، ان سے اپنا حساب کتاب کر لینا، کاش ہم ان سے زیادہ لوگوں کو تمہاری اس قبر کے گرد پھیلا سکتے، فی الحال ہم کمزور انسانوں کی طرف سے یہ حقیر سا تحفہ قبول کرو۔“

گورکن کو کچھ اور رقم دی گئی اس کی تو حالت ویسے ہی بری طرح خراب ہو گئی تھی۔ لڑکھڑاتے قدموں سے اپنے جھونپڑے کی جانب چلا گیا تھا۔ اس کے بعد ہم نے پہلے راستے سے جیپیں ہٹائیں، صرف خوبصورت خان کی ٹیکسی کو لے کر باہر آیا گیا تھا۔ باقی تمام چیزیں وہیں چھوڑ دی گئی تھیں۔ جو بادل گل کے آدمیوں کی تھیں اور قبرستان میں ادھر ادھر بکھری ہوئی تھیں۔ ایمونیشن اور شاید ان کی جیبوں کی تلاشی بھی لے لی گئی تھی۔ اس کے بارے میں اس نے بتایا نہیں تھا۔

جب ہم قبرستان سے دور نکل آئے تو میں نے کہا۔
”خوبصورت خان، اب ہمارے لئے ایک مشکل ہے۔“

”بولو صاب، میرے کو بولو۔“

”میرے یہ ساتھی ہو تل پامیر میں رہتے ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ چوک پر کی جانے والی کارروائی کے دوران انہیں دیکھا جا چکا ہو گا اور بادل گل کے آدمی انہیں تلاش کریں گے مجھے کوئی ایسی جگہ درکار ہے جہاں انہیں پوشیدہ کر سکوں۔“
”فکر کا بات نہیں صاب امارا دوست دل جمال کا گھر بہت بڑا ہے اور دل جمال ادھر اکیلا رہتا ہے ہمارا جگری یار ہے مگر صاب ایک پریشانی ہو گا آپ کو۔“

”کیا؟“ میں نے سوال کیا۔

”صاب غریب کا گھر ہے غریب جیسا ہے اور آپ کو چارپائی ملے گا ٹوٹا پھوٹا چھت ملے گا، عیش آرام کا ادھر کام نہیں ہے صاب جیسا میں آپ کو بولا غریب کا گھر یہ تمام چیزیں نہیں ہوتا۔“

”کوئی فرق نہیں پڑتا مگر کیا دل جمال مان جائے گا؟“

”ہم غریب لوگ جو ہے نا، وہ سب ایک دوسرے کا بات مانتا ہے، ابی آپ ادھر چلو ام دروازہ کھولے گا اور ادھر داخل ہو جائے گا۔ دل جمال ہو یا نہ ہو بلکہ آپ اچھا بولا صاب، بات ایسا نہیں ہے کہ ام جو بادل گل کا یہ سامان اٹھایا، یہ چوری کا نیت سے اٹھایا یا ڈاکے کا نیت سے اٹھایا، ایسا بات نہیں ہے صاب، ام آپ کو ادھر جا کر بتائے گا کہ یہ سامان ہم کیوں اٹھایا؟“

”چلو پھر ٹھیک ہے، محفوظ جگہ ہے نا۔“

”اوائے تم بڑا خراب آدمی ہے مگر ہمارا صاب بولا لے لو۔“

”اویارا تم نہیں سمجھتا میرے بہت قرض ہو گیا ہے ابی میرا بے عزت ہونے کو ہے میں تمہارا قرض چکا دے گا۔“ یہ دلچسپ باتیں ہوتی رہیں، دل جمال کے اس جھوٹے میں آکر ایک عجیب سی کیفیت محسوس ہو رہی تھی مجھے ابھی دوسرا کام بھی سرانجام دینا تھا۔

رات کو خوبصورت خان کو لے کر نکلا اور اسی میڈیکل اسٹور پر پہنچ گیا جہاں سے میں نے پہلے بھی بادل گل کو فون کیا تھا۔ بادل گل سے باتیں کرنا چاہتا تھا، ٹیلی فون پر نمبر ڈائل کئے، یہ ٹیلی فون الگ تھلگ تھا اور اس پر ہونے والی گفتگو کو سنے جانے کا امکان نہیں تھا۔ چند لمحات کے بعد دوسری طرف سے نمبر مل گیا۔

”بادل گل سے بات کرنا چاہتا ہوں۔“

”کون ہے تم.....؟“ دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

”بادل گل کا بہت اچھا دوست، میری اس سے بات کراؤ۔“

تھوڑی دیر کے بعد ایک غرغراتی سی آواز ابھری ”کون بول رہا ہے؟“

”تمہارا باپ، بادل گل۔ آواز نئیں پہچانتا۔“

دوسری طرف ایک لمحے کے لئے خاموشی چھا گئی پھر انتہائی دہشت زدہ آواز

ابھری۔ ”کون ہے تو؟ کون ہے؟ نام بتا مرد کا بچہ نام بتا؟“

”میرا نام تو تو نے قبرستان میں دیکھ لیا ہو گا بادل گل ایک آدمی ہلاک کیا ہے تو نے

میرا بارہ آدمیوں سے اس کی قبر سجادی ہے میں نے یہ جواب ہے بادل گل اور آئندہ یہ حساب بڑھتا جائے گا۔ مجھ سے مقابلے کا بندوبست کر لے، تو نے میرے آدمی کو مار کر اپنی موت کو آواز دی ہے کیا سمجھا؟“

”اوائے خانہ خراب نام نہیں بتائے گا اپنا، کوئی نیا گروہ بنایا ہے کیا تو نے۔ کیا کرنا

چاہتا ہے، نام بتا دے پھر میں تیرے کو بتائے گا کہ آگے میرا تیرا کیا حساب چلے گا؟“

”نام بتانے میں کوئی فائدہ نہیں ہے بادل گل کام دیکھ کام، اپنی تباہی کا راستہ دیکھ لیا ہے تو نے لیکن میرے خیال میں ابھی کچھ نہیں دیکھا، انتظار کر انتظار۔“ میں نے ٹیلی فون بند کر دیا اور اس کے بعد خوبصورت خان کے ساتھ واپس دل جمال کے گھر کی جانب چل

پڑا۔

دل جمال بہت شگفتہ آدمی تھا اور زبان دراز بھی۔ چیکاس برادرز اس کے لئے بڑی دلچسپ حیثیت رکھتے تھے اور وہ انہی سے سر مار رہا تھا اس کا کہنا تھا کہ ایک ماں، ایک بونے کو جنم دے سکتی ہے لیکن یہ پانچ پانچ..... وہ بڑی مشکل سے اپنے قہقہے ضبط کر پا رہا تھا۔ خوبصورت خان نے اسے پھر ڈانٹا۔ ”اوائے دل جمال یہ پانچوں اگر بگڑ گئے تو تیرا چٹنی بنا دیں گے..... کا ہے کو ان کا کھوپڑی خراب کرتا ہے۔ ابھی یار اپنے گھر میں بلا کر تو ان کا مذاق اڑاتا ہے، امارا روایت کو خراب کرتا ہے اگر تو نے اب ان کا مذاق اڑایا تو خدا قسم میں ان کو ادھر سے لے جائے گا۔“

”او نہیں یارا میرا یہ مطلب کدھر۔ یہ تو میرا دوست ہے میرا بھائی ہے، پر یارا اتنا چھوٹا چھوٹا بھائی۔“

دل جمال کی شرارتیں بھی دل کو نہ لبھا سکیں اور میں مغموم ہی رہا خوب صورت خان اب خلوص سے میرے ساتھ ہر کام کرنے کو تیار تھا کہنے لگا۔ ”صاب ابھی میرے کو بولو..... اور کیا کام ہے؟ ویسے بادل گل۔ خدا قسم اس کے منہ پر اس سے بڑا جوتا اور کبھی نہیں پڑا مگر صاب یہ کچھ بھی نہیں۔“

خوبصورت خان سمیت سب لوگ معروف ہو گئے تو میرا ذہن ناگی کی طرف چلا گیا مجھے اس کا انتظار تھا اور اس کے لئے مجھے گلزار ہوٹل ہی کا رخ کرنا پڑا۔ ظاہر ہے بے چارے ناگی کو جو کچھ بتایا تھا وہ تو اسی پر عمل کرے گا۔ مقررہ وقت پر میں نے ہوٹل میں رشید ناگی کا استقبال کیا۔ یہ پراسرار آدمی یقیناً پورے اعتماد کے ساتھ یہاں پہنچا تھا۔ مسکراتا ہوا مجھ سے گلے ملا لیکن میرے چہرے پر وہ بھرپور مسکراہٹ نہ پا کر کسی حد تک متفکر ہو گیا۔

”سیدھا چلا آ رہا ہوں چیف۔ اس لئے کوئی نئی معلومات نہیں ہیں مجھے۔ البتہ آپ

نے جو اطلاعات دی ہیں وہ تشویش ناک ہیں اب بتائیے موجودہ صورتحال کیا ہے؟“

”مطمینان سے بیٹھو، سفر سے تھک گئے ہو گے اور ابھی کوئی آیا ہے تمہارے

ساتھ۔“

”ہاں چیف پورا ساز و سامان آیا ہے، ہر قسم کی ضرورت پوری کرنے کے لئے لیکن

چند ہی افراد تو ہیں جو ملکی دشمنی پر آمادہ ہیں میری جنگ ان سے ہے اور مجھے یقین ہے کہ میں ان پر قابو پاؤں گا۔

رشید ناگی کے چہرے پر جو تاثرات نظر آرہے تھے وہ اس بات کی غمازی کرتے تھے کہ وہ مجھ سے متفق نہیں ہوا۔ لیکن ظاہر ہے ضد بھی نہیں کر سکتا تھا اس نے کہا۔

”ٹھیک ہے آپ کا جو حکم ہو اس سے سرتابی کی بھلا مجھے کیا مجال؟“

”فکر مت کرو اپنے وطن کے اس حصے کو بھی میں غیروں سے آزاد کراؤں گا۔ وہ سب غیر ہیں جو وطن کے بارے میں محبت سے نہیں سوچتے۔ میری جنگ تو انہی کے خلاف ہے، تم وہاں کا محاذ سنبھالے رکھو۔ بات صرف اتنی سی ہے کہ یہاں غیروں سے واسطہ نہیں ہے ایک ایک آدمی کو قتل کرتے ہوئے یہ سوچنا پڑتا ہے کہ کسی اپنے کا خون تو نہیں بہہ رہا۔ جبار کا کھیل ختم ہو گیا اب یہاں نئے کھیل کا آغاز ہوا ہے اور اس میں میں چاہتا ہوں کہ اب میرا کوئی آدمی زخمی تک نہ ہو۔ بہت خوبصورت گیم شروع کیا ہے میں نے، بارہ لاشیں سجادی تھیں، جبار گینے ڈال کی قبر کے ارد گرد، بادل گل کو پتا چل گیا ہو گیا کہ ایک شخص کے بدلے اسے کتنے افراد کا نقصان اٹھانا پڑے گا اب تو گیم شروع ہوا ہے، کھیلوں گا اور ایسے مزے سے کھیلوں گا کہ کھلاڑی بھی یاد رکھیں گے۔ تم وہاں کا سارا مسئلہ سنبھالے رکھو، کہیں بھی کوئی کمی نہ ہونے پائے، اپنی زندگی کے یہ چند سال جو مجھے اس کھیل کے لئے ملے ہیں، میں جانتا ہوں کہ ان چند سالوں میں میں پورے ملک کی تقدیر نہیں بدل سکتا لیکن جتنا بھی کچھ کر لیا جائے کم از کم اپنی ذات کے سکون کے لئے کافی ہے چند افراد کو بھی بہتر زندگی ملے گی تو میں سمجھوں گا کہ میرا مقصد پورا ہو گیا۔ ہم کسی ملک کی تقدیر نہیں بدل سکتے لیکن جس حد تک بھی کام کر سکتے ہیں وہ ہم کریں گے۔“

”آپ ٹھیک کہتے ہیں، تو پھر جو لوگ میرے ساتھ آئے ہیں، ان میں سے اگر کسی کی ضرورت ہو، مختلف چیزیں بھی ساتھ لایا ہوں شاید آپ کے کام آسکیں۔“

”کوئی ضرورت نہیں محسوس کرتا میں، ہم سب کچھ انہی سے حاصل کریں گے اور انہی پر استعمال کریں گے۔“

”تو میری واپسی فوری ہو جانی چاہیے۔“

”ہاں، جس کھیل کا آغاز ہوا ہے اس نے دشمن کو چوکن کر دیا ہے ہر نیا چہرہ تلاش

میں نے اسے ادھر ادھر پھیلا دیا ہے۔ آپ بالکل مطمئن رہیں۔ جس چیز کی ضرورت بھی آپ کو پیش آئے گی وہ حاضر کر دی جائے گی مگر جبار گینے ڈال.....؟“

”یہ نام بہت مختصر وقت ہمارے ساتھ رہا۔ رشید ناگی اور بالا آخر اپنے فرض پر قربان ہو گیا۔“

رشید ناگی کا منہ ایک لمحے کے لئے حیرت سے کھلا پھر بند ہو گیا۔ میرے الفاظ، حقیقتوں کی رونمائی کرنے کے لئے کافی تھے۔ اس کے چہرے پر بھی غم کے سائے نظر آنے لگے، آہستہ سے بولا۔

”تو کیا.....؟“

”ہاں، اس کی تدفین کر دی گئی ہے۔“ میں نے جواب دیا اور رشید ناگی پھر خاموش ہو گیا۔

کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔ ”اب ضرورت اس بات کی پیش آگئی ہے چیف کہ آپ مجھے یہاں کے بارے میں ساری تفصیلات بتادیں۔“

”میں یہاں حالات کنٹرول کر لوں گا، جہاں تک تفصیل کا تعلق ہے تو یہاں دو کردار اہمیت رکھتے ہیں۔“ میں نے ناگی کو مکمل تفصیلات بتائیں۔ اس نے سر جھکا کر کہا۔ ”چیف، آپ کے کسی حکم سے انحراف نہیں کر سکتا لیکن اتنا ضرور عرض کروں گا کہ میری یہاں ضرورت ہے اور ویسے بھی اس وقت سارے معاملات ہماری پوری اسکیموں کے مطابق چل رہے ہیں۔ وہاں میری کوئی خاص ضرورت نہیں ہے، سعید خان نے سب کچھ سنبھالا ہوا ہے۔ اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں کچھ عرصے یہاں قیام کر لوں۔ میرا مطلب ہے کہ آپ نے مجھے صرف جبار گینے ڈال کے لئے بلایا تھا لیکن اب جبکہ یہ صورتحال ختم ہو گئی ہے۔ تو آپ یقیناً مجھے واپسی کا حکم دیں گے۔ میں یہاں رہ کر کام کرنا چاہتا ہوں۔“

”میں نے یہ سوچا تھا کہ تم یہ مطالبہ کرو گے لیکن میں اس کی مخالفت میں ہوں، تمہیں واپس چلے جانا ہے۔ یہاں کام میں جس انداز میں کر رہا ہوں اس میں، میں زیادہ بھیڑ بھاڑ نہیں چاہتا، بات صرف اتنی ہی ہے کہ میں اس وقت اپنے آپ کو کسی غیر جگہ محسوس نہیں کر رہا۔ یہ میرے وطن کا ایک حصہ ہے اور یہاں کچھ برے لوگوں نے اہل وطن کو یہ غمال بنا رکھا ہے۔ میں ان سب کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کرنا چاہتا۔ صرف

کر کے اسے نشانہ بنایا جائے گا۔ بادل گل دیوانہ ہو گیا ہو گا۔ تمام لوگوں سے ملاقات کر کے واپسی کا سفر اختیار کرو اور مجھے اپنی بخیریت واپسی کی اطلاع ٹرانسمیٹر پر دے دو۔“

رشید ناگی نے خاموشی سے گردن جھکا دی تھی اور اس کے بعد میں اسے رخصت کر کے ہی ہوٹل سے واپس آیا۔ دل جمال کا گھر اس وقت بہترین جگہ ثابت ہو رہا تھا لیکن جب میں دل جمال کے گھر پہنچا تو ایک شخصیت کو دیکھ کر کسی قدر حیرانی ہوئی تھی، صرف ایک بار ہی ملاقات ہوئی تھی اس سے لیکن میں نے اسے فوراً پہچان لیا۔ یہ شہ دل کی بیوہ تھی وہی پروقار عورت جو دو بیٹیوں کے ساتھ زندگی کے دن گھسیٹ رہی تھی۔ دل جمال اور خوبصورت خان اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور دلچسپ بات یہ تھی کہ چیکاس برادرز بھی وہیں موجود تھے۔ میں ان کے قریب پہنچا اور میں نے سلام کیا، معمر عورت نے پروقار انداز میں مجھے اس سلام کا جواب دیا۔

دل جمال کہنے لگا۔ ”یہ میری بہن ہیں، ہمارا دور کا رشتہ ہے، مگر پھر بھی میں اس کا بہت عزت کرتا ہوں ابھی یہ میرے پاس کسی کام سے آیا۔ خوبصورت خان اس سے بات کرتا، ویسے میں آپ کو بولے صاب یہ اس شہزادے سے مظلوم عورت ہے اور اس کے ساتھ سب سے بڑا ظلم ہوا ہے، ابی خوبصورت خان بولا کہ آپ اس سے مل چکا ہے۔“

”ہاں ہماری ملاقات ہوئی تھی۔“

”صاب، خوبصورت خان کہتا ہے یہ ہمارا بہت اچھا ساتھی ثابت ہو سکتا ہے اس نے اپنے آپ کو اس کام کے لئے پیش کیا ہے کہ اگر وطن دوستی میں اس کا کوئی ضرورت ہو تو یہ بھی کام آجائے۔“

میں نے ایک گہری سانس لی نجائے مجھے کیوں ایک لمحے کے لئے یہ احساس ہوا تھا کہ یہ ذرا نادانی ہو گئی ہے۔ خوبصورت خان سے کسی غیر کو ہمارے بارے میں یہ نہیں معلوم ہونا چاہیے تھا لیکن بہر طور یہ لوگ اتنے گہرے لوگ نہیں تھے دل جمال کو اپنی بھانج پر اعتماد تھا۔

شہ دل کی بیوہ کہنے لگی۔ ”میں ایک کمزور عورت ہوں ظاہر ہے اپنے شوہر کے قاتلوں سے انتقام نہیں لے سکی۔ بیٹے بھی نہیں ہیں میرے جو اپنے باپ کے مشن کو پورا کرتے لیکن اس کے باوجود میرے دل میں حوصلہ ہے اگر کہیں کسی سلسلے میں میری

ضرورت ہو تو میں خلوص دل کے ساتھ اپنی خدمات تم لوگوں کو دیتی ہوں۔ جو لوگ ظالموں کے خلاف کام کرتے ہیں وہ سب اپنے ہوتے ہیں اور دوسروں کو ان کا ساتھ دینا چاہیے۔“

”آپ کی محبت آپ کی دعائیں درکار ہیں ہمیں فی الحال ہم آپ کو کوئی تکلیف نہیں دے سکتے۔“

”میری طرف سے بالکل اطمینان رکھنا، جن لوگوں کے خلاف تم لڑ رہے ہو وہ میرے بھی دشمن ہیں میرے سینے میں کون کون سے آتش فشاں پوشیدہ ہیں۔ کبھی موقع ملا تو ان کے بارے میں بتاؤں گی۔“

”نہیں ایک محبت وطن عورت سے، ایک ایسے شخص کی بیوہ سے جس نے وطن کے لئے جان دے دی جس نے ظلم کے خلاف قربانی دی ہے کسی قسم کا خدشہ نہیں رکھا جاسکتا۔“ بہر حال ذہن میں ایک پھانس بے شک چبھی تھی لیکن شکایت کسی سے نہیں کر سکتا تھا۔ یہ ضرور سوچا تھا کہ دل جمال اور خوبصورت خان کسی اور کو بھی شریک راز کر سکتے ہیں بے شک انہیں اس پر اعتبار ہو گا لیکن مجھ جیسے محتاط آدمی کے لئے یہ مناسب نہیں تھا۔ چیکاس برادرز سے میٹنگ کی اور وہ مجھ سے معلومات حاصل کرنے لگے کہ اب ان کا آئندہ قدم کیا ہو گا۔

”بہت غور کر رہا ہوں اس سلسلے میں دوستو، بادل گل سے اعلان جنگ کا آغاز ہو چکا ہے اور اب میں یہ چاہتا ہوں کہ ہمارا کام شروع ہو جائے، میرے ذہن میں اس سلسلے میں ایک تجویز ہے اگر تم لوگ اس سے اتفاق کر دو۔“

”آپ ہمیں حکم دیجئے بس ہم تو آپ کے مرے ہیں۔ جہاں چاہیں اٹھا کر رکھ دیں۔“

”پھر بھی یہ میرا شروع سے مقصد رہا ہے کہ جو لوگ میرے ساتھ کام کر رہے ہوں انہیں حقیقت سے لاعلم نہ رکھوں، بادل گل اپنے اطراف مضبوط کر رہا ہو گا لیکن اس کے علاوہ ایک اور کردار بھی تو ہے جو بادل گل کا ہم پلہ ہے۔ میری مراد ڈولی رباب سے ہے۔ یہ شخص بھی تو وطن دشمنوں میں شمار ہوتا ہے۔ میں سوچ رہا ہوں ادھر بادل گل اس توقع میں ہو گا کہ میں اس پر دوسرا وار کروں۔ یہ وار اگر ڈولی رباب پر رہے تو کیسا رہے؟“

”میں نے حیرت سے چیکاس ون کو دیکھا اور شانے ہلا دیئے پھر میں نے کہا۔ ”اگر تم اس کی تفصیل بتا دیتے تو کیا زیادہ بہتر نہ ہوتا؟“

چیکاس ون نے کسی قدر ہچکچائی نگاہوں سے دل جمال اور خوب صورت خان کو دیکھا تو میں نے کہا۔ ”نہیں..... جب کسی پر بھروسہ کر لیا جاتا ہے تو پھر اس کے ساتھ بھرپور تعاون بھی کیا جاتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان لوگوں کی موجودگی میں تمہیں کسی قسم کا تردد نہیں کرنا چاہیے۔“

چیکاس ون نے گردن خم کی اور کہنے لگا۔ ”چیف عام لوگوں کے لئے واقعی اس عمارت میں داخل ہونا ممکن نہیں ہو گا لیکن آپ ان درختوں کو دیکھئے۔ یہ بڑے کارآمد ہیں ہمارے لئے۔ جس طرح یہ درخت نمک کے ان کارخانوں کو گھیرے کھڑے ہوئے ہیں۔ اس سے یہ احساس ہوتا ہے کہ انہوں نے اندر داخلے کے لئے ہی نمودار ہوئے ہیں۔“

”مگر کیسے.....؟“ یہ درخت تو بہت زیادہ فاصلے پر ہیں اور پھر ان درختوں سے ہم اسلحہ خانے کی ان عمارتوں کی طرف کیسے جاسکتے ہیں؟

”آپ اپنی بات نہیں کریں چیف..... ہماری بات کریں۔“

”کیا مطلب؟“ میں نے پوچھا۔

”وہ دیکھئے کارخانوں کی بلندی پر روشندان ہیں۔ یہ روشندان اتنے بڑے نہیں ہیں

کہ عام آدمی ان سے اندر داخل ہو سکیں لیکن ہم جاسکتے۔“

”مگر یہ اس سپاٹ اور لمبی دیوار کو عبور کر کے اوپر تک پہنچنا بھی تو ایک مشکل کام ہے۔ کیا روشندان کے نیچے کوئی ایسی چیز ہے جس پر چڑھ کر تم اوپر تک پہنچ سکو۔“ میں نے کسی قدر جھٹلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”نہیں چیف..... ان احاطوں میں داخلہ ہی ممکن نہیں ہو گا۔ اسلحہ خانے کی حفاظت کے لئے بہت سے افراد یہاں موجود ہوتے ہوں گے لیکن اگر درختوں میں سے کسی ایک درخت پر رسہ باندھا جائے اور اس کا دوسرا سرا اس روشندان تک پہنچا دیا جائے تو اس رسے پر چل کر روشندان تک پہنچا جاسکتا ہے۔ اور چیف ہم یہ کام کرتے رہے ہیں۔“

”میں نے حیرت سے منہ کھول کر چیکاس ون کو دیکھا پھر درخت اور روشن دان کا

کوئی ہماری جانب متوجہ تو نہیں ہے۔ سکیورٹائن کی زندگی معمول پر ہی تھی۔ جنگل چوک کی جانب سے گزرے وہاں لوگوں کی ٹولیاں اس سلسلے میں آج تک باتیں کر رہی تھیں لیکن کوئی قابل ذکر واقعہ نہ پیش آیا۔ پھر ہم نے نمک کے ان کارخانوں کی جانب رخ کیا۔ جو شہری آبادی سے ذرا ہٹ کر تھے لیکن ایسا نہیں تھا کہ وہاں جانا کسی کے لئے شبہ کا باعث ہو سکے۔ جب ہم وہاں پہنچے تو دوپہر کا ایسا وقت تھا جب چاروں طرف سنسان اور ویران جگہیں نظر آتی ہیں۔ دل جمال نے اس کا بندوبست کر لیا تھا کہ وہاں رکنے کا جواز مل سکے، چنانچہ ٹرک کو اس جگہ روک دیا گیا جہاں سے وہ کارخانے صاف نظر آتے تھے۔ ہم لوگ اس کا جائزہ لینے لگے، دل جمال نے بونٹ کھول دیا تھا۔ غرض یہ کہ وہاں سے بھرپور طریقے سے نمک کے ان کارخانوں کا جائزہ لیا گیا۔ بڑے بڑے احاطے بنے ہوئے تھے جن میں ٹرک چلتے پھرتے نظر آ رہے تھے۔

خوب صورت خان بولا۔ ”ڈولی رباب نے ان جگہوں میں سے کچھ جگہوں کو اسلحہ خانہ بنا رکھا ہے لیکن یہاں نمک بنانے والے مزدور بھی کام کرتے ہیں اور ڈولی رباب اس طرح اپنا تحفظ کرتا ہے۔“

چیکاس برادرز بھی گہری نگاہوں سے جائزہ لے رہے تھے میں نے پر خیال انداز میں گردن ہلاتی اور کہنے لگا۔

”بظاہر یہ محسوس ہوتا ہے کہ ان کارخانوں تک ہمارا پہنچنا ممکن نہیں ہو گا۔ احاطوں کے درمیان جو مضبوط عمارتیں نظر آرہی ہیں وہ کسی قلعے کی مانند ہیں۔ کم بختوں نے ایک ہی دروازہ رکھا ہے۔ اندر آنے جانے کے لئے۔ ظاہر ہے ڈولی رباب غیر متعلق لوگوں سے پوری طرح ہوشیار رہتا ہو گا۔“

چیکاس ون نے کہا۔ ”چیف ہم نے اندر جانے کا راستہ تلاش کر لیا ہے آپ اگر یہ ذمہ داری ہمیں سونپ دیں تو ہمیں خوشی ہوگی۔“

”کون سا راستہ؟“

”اس کے بارے میں ابھی تفصیلات معلوم نہ کریں لیکن یہ بات ذہن میں رکھیں کہ آپ ان میں سے جس عمارت میں بھی ہمیں داخل ہونے کے لئے کہیں گے ہم یہ آسانی اس میں داخل ہو سکتے ہیں۔“

فاصلہ ناپنے لگا اور میرے بدن میں جھرجھری سی پیدا ہو گئی۔ یعنی اتنا طویل فاصلہ کسی رے پر چل کر طے کیا جائے گا۔

”رے پر نہیں چیف بلکہ پتے سے تار پر۔“

”تمہارا دماغ خراب ہے۔“

”بالکل نہیں۔ آپ ہمیں ہمارا کام کرنے دیں۔ ہم تمام تیاریاں رکھتے ہیں۔ ہمارے سامان میں وہ تمام چیزیں موجود ہیں جو ہماری ضرورت کے تحت ہیں۔ مسٹر جبار نے اور ہم نے بڑی طویل بحث کرنے کے بعد سارے انتظامات کئے تھے اور مسٹر ناگی نے ہمیں ہماری ضرورت کا تمام سامان مہیا کر دیا تھا۔“

میں نے آنکھیں بند کر کے گردن جھٹکی اور کہا۔ ”اگر تم یہ کارنامہ سرانجام دے لو تو میں سمجھتا ہوں اس سے شاندار بات واقعی اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ ارے اس طرح تو ہم اور بھی بہت سے کام کر سکتے ہیں۔ میرا مطلب ہے تارین کے جنگلات میں اگر ہم ایسے ہی تاروں کا سہارے لے کر اس عمارت تک پہنچنے کی کوشش کریں جو جنگل کے پتوں بیچ ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ کام تم لوگ بہ آسانی کر سکتے ہو۔“

”تو چیف مشکل کیا ہے۔ آپ اس کا پہلا تجربہ نمک کے ان کارخانوں سے کریں۔“

”ٹھیک ہے تو پھر یہ کرتے ہیں کہ آج ہی رات اس پر عمل کر ڈالتے ہیں۔“

”جیسا آپ پسند کریں۔“

”دل جمال واپس چلو۔“ میں نے کہا لیکن دل جمال نے یہاں بڑی ذہانت کا ثبوت دیا تھا۔ ٹرک کو یہاں سے موڑنے کے بجائے تھوڑی دیر تک بوٹ پر جھکا رہا پھر اس نے ریڈی ایٹر میں پانی بھرا اور اس کے بعد ٹرک اشارت کر کے سیدھا ہی چل پڑا۔ تاکہ کسی کو شبہ نہ ہو ایک لمبا چکر کاٹنے کے بعد ہم واپس بستی میں داخل ہو گئے تھے اور میں نے دل جمال کی اس ذہانت کو سراہا تھا۔

دل جمال کی یہ رہائش گاہ بے شک کسی قدر مخدوش تھی کیونکہ یہاں اس کے شناسا آتے جاتے رہتے تھے لیکن اس کے علاوہ کیا بھی کیا جاسکتا تھا۔ چیکاس برادرز نے اپنا تمام سامان ہوٹل سے یہاں منتقل کر لیا تھا۔ کیونکہ بڑے بڑے تھیلے جو ان کی جسامت سے

انہیں زیادہ بڑے تھے۔ پہلے میں نے غور نہیں کیا تھا لیکن اب خصوصی طور پر جب چیکاس برادرز اپنی تیاریوں میں مصروف ہوئے تو میں نے ان تھیلوں سے برآمد ہونے والی اشیاء کو دیکھا۔ چھوٹی چھوٹی سب مشین گنوں کے لئے اتنا فالتو ایمونیشن رکھا گیا تھا کہ اسے کافی وقت تک استعمال میں رکھا جاسکتا تھا اور یہ بھی انہی لوگوں کا کارنامہ تھا۔ یہ سب مشین گنیں اپنی نوعیت کی بالکل منفرد تھیں۔ لگتا تھا جیسے ان کے لئے خاص طور سے تیار کی گئی ہوں۔ اس کے علاوہ نجانے کیا کیا الا بلا، لوہے کے چھوٹے چھوٹے گولے، جن کا قطر ایک انچ سے زیادہ نہیں تھا ایک دوسرے سے بالکل علیحدہ لیکن ان کے درمیان سوراخ..... موتیوں جیسے..... بات سمجھ میں نہیں آتی تھی لیکن ہو سکتا ہے یہ بھی ان کا کوئی اہم مسئلہ ہو۔

میں نے وہ خاص قسم کے ہتھیار دیکھے جو کمان کی شکل میں نظر آ رہے تھے، جدید ترین کمائیں، میں تصویروں میں دیکھ چکا تھا..... یہ تقریباً ایک ایک فٹ لمبی تھیں اور ان کے سرے نوکیلے تیروں جیسے تھے۔ لیکن یہ تیر آگے سے سیدھے نہیں تھے بلکہ ان میں پانچ خاص قسم کے آنکڑے بنے ہوئے تھے جو انتہائی ٹھوس فولاد کے بنے ہوئے معلوم ہوتے تھے..... چیکاس ون نے مجھے ان کا استعمال بتایا۔

”یہ لیور ہٹانے کے بعد صرف ایک ٹن دبانا پڑتا ہے ان کی مار تقریباً چار سو میٹر تک ہے چار سو میٹر یہ گولی کی طرح سفر کریں گے۔ اور پھر اس کے بعد جو کچھ ان کی رینج میں آئے گا۔ اس میں انک جائے گا۔ ان میں یہ خاص صلاحیت ہے چھوٹی سی جگہ ہو لیکن مضبوط ہو، یہ وہاں اپنی جگہ بنالیتے ہیں۔ ان کے دوسرے سروں پر باریک تار بندھے ہوئے ہیں۔ پھر جب ہم اپنی ہی ایک کمان مطلوبہ جگہ تک پہنچانے میں کامیاب ہو جائیں گے تو ہمیں ہر اس جگہ کام کرنے کا موقع مل سکتا ہے جو مضبوط ہو۔ یعنی ہم ان کے دوسرے سروں کو اس طرح لپیٹ دیں گے اور اس کے بعد یہ جو گراری ہے اسے کس دیں گے اس طرح سے تار بالکل کس جائے گا اور ہمارے استعمال کے قابل ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ یہ لوہے کے کڑے دیکھ رہے ہیں اگر ہم انہیں اس میں ڈال دیں اور کوئی ایسا توازن پیدا کر لیں جس سے یہ کڑے اوپر کی سمت یا نیچے کی سمت آسکیں، آپ سمجھ رہے ہیں نا میرا مطلب۔ فرض کریں ہم نے ان درختوں سے ان کڑوں کو اسلحہ خانوں

کے ان روشندانوں کی جانب پھینکا اور یہ سراپے کی سمت باندھ لیا تو اس طرح سے یہ ہو گا کہ ہم ان کڑوں کے ذریعے پھسل کر وہاں تک جاسکتے ہیں یعنی انہیں ٹرالی بنا سکتے ہیں لیکن ہم ایسا نہیں کریں گے کیونکہ فاصلہ بہت زیادہ نہیں ہے اور ہمیں برق رفتاری کی ضرورت بھی نہیں ہوگی۔“

میں متحیرانہ انداز میں ان کا یہ عمل دیکھ رہا تھا پھر میں نے ان سے کہا۔ ”میں جانتا ہوں چیکاس ون کے تم لوگ سرکس میں کام کرتے رہے ہو لیکن مجھے خوف محسوس ہو رہا ہے۔“

”جب آپ ہمیں کام کرتا دیکھیں گے تو آپ کا یہ خوف خود بخود دور ہو جائے گا۔“
”ہوں، ٹھیک ہے۔ تم لوگ زیادہ بہتر سمجھتے ہو، لیکن میں صرف ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔ اپنا تحفظ ہر حال میں مقدم رکھنا۔“

”آپ بے فکر رہیں ایسا ہی ہو گا۔“ چیکاس ون نے جواب دیا۔

یہ لمحات بڑے سنسنی خیز تھے اور رات ہونے کا انتظار بڑا مشکل لگ رہا تھا پھر تقریباً ساڑھے نو بجے دل جمال نے اپنا ٹرک سنبھال لیا۔ پوری پوری دلچسپی لے رہا تھا۔ وہ بھی ’آدی ذرا لا ابالی‘ کھنڈرا اور ضرورت سے زیادہ بولنے والا تھا لیکن انتہائی مخلص، خوبصورت خان تو اپنے آپ کو اس مقصد کے لئے وقف کر ہی چکا تھا اور ان دونوں کے جذبے میرے لئے انتہائی قابل قدر تھے۔

”انداز وہی رکھا گیا۔ خوف یہ تھا کہ چیکاس برادرز چونکہ چھوٹے قد کے مالک ہیں۔ اس لئے انہیں بہ آسانی تلاش کیا جاسکتا ہے جبکہ میں چھپ سکتا ہوں۔ میں نے دل جمال ہی کا دیا ہوا ایک لباس پہن لیا تھا۔ شلوار قمیص اور خاص قسم کی واسکٹ، پھر ساتھ ساتھ ہی سر پر کلاہ اور پگڑی جس نے میری شخصیت کو بالکل ہی تبدیل کر کے رکھ دیا تھا۔ چیکاس ون البتہ مجھے دیکھ کر بہت ہنسنا تھا اور اس کے بعد باقی چاروں بھی منہ کھول کھول کر ہنسنے لگے تھے۔ میں نے بھی ان کی ہنسی کا بھرپور ساتھ دیا اور اس کے بعد ہم لوگ وہاں سے چل پڑے۔“

اسلحہ ساتھ لے لیا گیا تھا، راستے میں خوبصورت خان نے بتایا۔ ”صاب دل جمال بے خطا نشانے کا مالک ہے اور وقت پڑنے پر موت برسا سکتا ہے۔“

”یہ تو بہت اچھی بات ہے کہ ہمارے ساتھ ایک ایسا شخص بھی ہے جس کا نشانہ بے مثال ہے۔“ میں نے جواب دیا تھا۔

اشین گنیں وہی استعمال کی گئی تھیں، جو خوبصورت خان ہادل گل کے آدمیوں کی سمیٹ کر لایا تھا۔ ایمونیشن کی بیٹیاں کڑوں کے نیچے چھپالی گئی تھیں۔ غرض یہ کہ انتظامات تو سارے مکمل تھے۔ میں خود بھی دانت پر دانت جمائے آنے والے وقت کے لئے پوری طرح تیار تھا..... ڈولی رباب کے اسلحہ خانوں کے بارے میں تمام تفصیلات معلوم ہونی چاہئیں۔ چیکاس برادرز کے پاس چھوٹے کیمرے اور مخصوص ساخت کے ٹرانسمیٹر موجود تھے۔ جو اس مہم کے لئے ’خصوصاً‘ ساتھ لائے گئے تھے۔ انہیں گوداموں کے اندر تصویر کشی کرنی تھی تاکہ وہاں کی صورت حال واضح ہو سکے۔ غرض ہم جدید ترین سازو سامان سے آراستہ تھے۔ اس وقت اگر کوئی اس ٹرک پر چھاپہ مار کر ہمیں گرفتار کر لیتا تو ہمارے پاس سے برآمد شدہ اشیاء دیکھ کر وہ یہ سوچتے کہ کوئی باقاعدہ ملک ان کے خلاف کارروائی کر رہا ہے اور اس نے جدید ترین سائنسی سازو سامان سے ہمیں آراستہ کیا ہے۔

مطلوبہ جگہ پہنچنے کے بعد ٹرک کو ایک سمت روک لیا گیا لائیں پہلے ہی بند کر لی گئی تھیں، یعنی نمک کے کارخانوں سے تقریباً ’کوئی چار کلومیٹر پیچھے‘ تاکہ شبہ نہ ہو سکے اور اس کے بعد دل جمال نے اندھیرے میں بڑی مہارت سے ٹرک بیک کیا تھا اور اسے اس سڑک کے دوسری جانب نشیب میں اتار دیا تھا۔ دائیں سمت نمک کے ان کارخانوں کا سلسلہ تھا جو اس وقت ہمارا ٹارگٹ تھے۔ بائیں سمت گہرائی میں ٹرک کو اتار کر ایسی جگہ پوشیدہ کر دیا گیا تھا، جہاں سے اسے آسانی سے نہ دیکھا جاسکے۔ تمام منصوبہ ہمارے ذہنوں میں تھا چنانچہ ایک ایک کر کے ہم لوگوں نے سڑک عبور کی۔ متحد نگاہ خاموشی اور سناٹے کا راج تھا۔ تاروں کی مدھم مدھم چھاؤں سے فضا منور ہو رہی تھی، لیکن اس حد تک کہ صرف انسانی ہیولے دیکھے جاسکیں۔ ہم نے کوشش کی کہ ہمارے ہیولے بھی کسی کو نظر نہ آسکیں اور اس طرح ہم اپنا فاصلہ نمک کے ان کارخانوں سے کم سے کم کرتے چلے گئے، جن کی تعداد پانچ کے قریب تھی۔

پہلا کارخانہ ہم سے کچھ فاصلے پر رہ گیا تو ہم نے اپنے آگے بڑھنے کی رفتار سست کر

ہے، آپ اس دوسرے بٹن کو دیکھ رہے ہیں یہ دوسرا بٹن یہاں سے کنٹرول کیا جائے گا اور جیسے ہی یہ دبے گا وہ پانچوں آنکڑے کھل جائیں گے اور تار کی واپسی شروع ہو جائے گی لیکن یہ زیادہ مشکل کام ہے کیونکہ تار کے واپس پلٹنے کی رفتار بہت طوفانی ہوتی ہے اور اگر اسے صحیح انداز میں کنٹرول نہ کیا جائے تو جو شخص اس مشین کے پیچھے ہوتا ہے اس کی زندگی خطرے میں ہوتی ہے۔ اسے ایک مخصوص طریقے سے واپسی کے لئے کنٹرول کیا جاتا ہے۔“

”ٹھیک ہے اس کا مسئلہ تو حل ہوا..... اگر روشندان تک پہنچ بھی جاؤ تم، تو وہ خاص بلندی پر ہے، نیچے اترنے کے لئے کیا طریقہ کار ہو گا۔“

جواب میں چیکاس دن نے چیکاس ٹو کو دیکھا اور وہ مسکرا دیا، اس نے اپنی کمر کے پچھلے حصے میں کوئی چیز تلاش کی۔ میں غور نہیں کر سکا تھا بس میں نے اس کا ہاتھ کمر کے عقبی حصے کی سمت جاتے ہوئے دیکھا تھا اور پھر اچانک ہی اس نے درخت کی اس شاخ سے نیچے چھلانگ لگا دی تھی۔ میں ایک لمحے کے لئے اچھل سا پڑا..... اور میرے حلق سے ایک بچی جیسی آواز نکل گئی لیکن چیکاس نیچے جا کھڑا ہوا تھا اور پھر میں نے اسے دوبارہ درخت پر چڑھ کر اوپر آتے ہوئے دیکھا۔ میں ششدر رہ گیا تھا۔ چیکاس نے مجھے یہ عمل بھی کر کے دکھایا۔ ان کی کمر سے بھی مخصوص قسم کی ایک بیلٹ بندھی ہوئی تھی، جس میں شاید مضبوط تار ہی موجود تھا اور اس کا ایک کب اسی مشینی آنکڑے سے بندھا ہوا تھا۔

”خدا کی پناہ، یہ بھی تمہاری اپنی ہی ایجاد ہے؟“

”سو فیصد..... لیکن ان تمام چیزوں کی فراہمی میں ناگی صاحب نے تعاون کیا ہے۔“

”کیا تمہیں اس بات کا علم تھا کہ یہاں ایسے حالات پیش آسکتے ہیں۔“ میں اپنا کام بھول کر ان کا انٹرویو لینے پر تل گیا تھا۔

”نہیں ایسی بات نہیں ہے، دراصل ہم جن فون کے ماہر ہیں، ان کے لئے ہم ہمہ وقت تیار بھی رہتے ہیں، کون جانے کب کہاں ضرورت پیش آجائے اب دیکھئے نا، ہم اپنے ہلکے وزن سے ہر جگہ فائدہ اٹھاتے ہیں اگر ہمارا وزن بھی عام آدمی کے برابر ہوتا تو یہ پتلا

دی اور اس کے بعد جائزہ یہ لیا جانے لگا کہ کون کون سے درخت ہمارے لئے کارآمد ہو سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں چیکاس برادرز کی نگاہیں ہی زیادہ کارآمد تھیں۔

چیکاس تھری نے فوری طور پر ایک درخت کا انتخاب کر لیا۔ اس کے بارے میں لیکچر دیتے ہوئے اس نے کہا۔ ”چیف یہ درخت نہایت مضبوط ہے اور یہاں سے ہماری رینج بالکل سیدھی پڑ سکتی ہے۔ دیکھئے یہ موٹی شاخ بہت مضبوط ہے اور اس روشندان کی سیدھ میں بھی۔“

”کیا تم اس کا مناسب جائزہ لے سکتے ہو۔“

”بالکل، ہماری نگاہوں نے اسے منتخب کر لیا ہے۔“ پھر وہ پانچوں آپس میں لڑنے لگے کہ پہلے کون نمک کے کارخانے کا سفر کرے گا۔ قرعہ فال چیکاس فائیو کے نام نکلا اور وہ خوشی سے تیار ہو گیا۔ درخت کے آس پاس ہم نے اپنا ڈیرہ جمالیا تھا۔ خوبصورت خانہ مشین گن سنبھالنے مستعد کھڑا تھا۔ دل جمال نے اس کی پشت سے پشت لگا رکھی تھی..... اور ان دونوں کی تیز نگاہیں چاروں طرف کا جائزہ لے رہی تھیں جبکہ میں درخت پر چڑھ کر اس موٹی شاخ کے پاس پہنچ گیا تھا۔ جہاں وہ پانچوں شیطان پہلے ہی سے موجود تھے۔ یہاں سے کچھ پتوں کی صفائی کرنا پڑی جس کے لئے لمبا چھرا استعمال کیا گیا تاکہ وہ تیر جو روشندان کی جانب پھینکا جائے، بغیر کسی رکاوٹ کے اپنا راستہ منتخب کر کے مطلوبہ جگہ تک پہنچ جائے۔ احاطوں کے بارے میں ہم نے یہ اندازہ لگالیا تھا کہ وہاں لوگ موجود ہیں جگہ جگہ مدھم مدھم روشنیاں نظر آرہی تھیں اور کہیں کہیں چلتے پھرتے ہیولے بھی۔ بہر حال ان لوگوں کو بھی ذہن میں رکھنا تھا اور اس طرح ہم ایک سنسنی خیز مہم سرانجام دینے کے لئے پوری طرح تیار ہو گئے تھے۔

”اپنی اس مشینی کمان کے بارے میں مجھے کچھ اور تفصیل بتاؤ، اس کی کارکردگی میری سمجھ میں نہیں آتی، مثلاً یہ کہ اگر تم یہ تیر جس میں مضبوط آنکڑے لگے ہوئے ہیں اس روشندان تک پہنچاؤ اور یہ وہاں جا کر انک جائے تو پھر کام کی تکمیل کے بعد اس کی واپسی کا کیا طریقہ کار ہو گا..... اگر کوئی اسے وہاں سے کھول دے تو واپس کیسے آئے گا.....؟“

”اسے وہاں سے کھولنے کی ضرورت نہیں پیش آئے گی۔ یہ ایک باقاعدہ میکانزم

چیکاس فائیو نے کھڑے ہو کر تار پر قدم رکھا اور اپنے جسم کو بیلنس کرنے لگا پھر اس نے ایک قدم آگے بڑھایا اور میرے سینے سے گہری سانس خارج ہو گئی، دوسرا قدم تیسرا قدم اور اس کے بعد وہ درخت سے تقریباً "دس فٹ آگے نکل گیا۔ اس نے دونوں ہاتھ فضا میں پھیلا کر پوری طرح اپنے آپ کو بیلنس کیا اور پھر تار کو پیروں سے دبا کر دیکھنے لگا، اس کے بعد وہ چھ سات قدم آگے بڑھا۔ اب وہ درخت سے کوئی پندرہ فٹ کے فاصلے پر پہنچ گیا تھا۔ یہاں پہنچ کر اس نے تار پر بیٹھ کر یا تو تار کی درستی کا جائزہ لیا، یا اپنی جسمانی درستی کا..... ظاہر ہے یہ میرا مسئلہ نہیں تھا اور میں نے اس قسم کے کھیل شاید ہی کبھی دیکھے ہوں لیکن اب یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے نہ صرف دیکھ رہا تھا بلکہ وہ میرا ساتھی ہی تھا جو یہ عمل کر رہا تھا۔

چیکاس ایک ایک قدم آگے بڑھنے لگا۔ پھر تقریباً "بیس فٹ دور نکلنے کے بعد اچانک ہی اس کی رفتار تیز ہو گئی اور میرے ہونٹوں سے ایک بار پھر عجیب سی آواز نکل گئی لیکن میں نے اپنا ہاتھ خود ہی اپنے منہ پر رکھ لیا تھا۔ دل جمال اور خوبصورت خان بھی چیکاس کو آگے بڑھتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ اس کی رفتار اب اتنی تیز تھی کہ یقین نہیں آتا تھا کہ وہ زمین کے بجائے کسی پتکے سے تار پر دوڑ رہا ہے۔

دل جمال نے پھٹی پھٹی آواز میں کہا۔ "اوئے خاناں خرابا اوئے خاناں خرابہ۔ یہ آدمی کا بچہ ہے یا بھوت کا بچہ....." اس نے یہ الفاظ مدھم لہجے میں کہے تھے لیکن رات کے سنائے میں یہ مدھم لہجہ بھی پوری طرح سنائی دے گیا تھا۔ کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔

چیکاس فائیو اپنا سفر طے کر رہا تھا پھر اس وقت ساری جان سمٹ کر آنکھوں میں آگئی۔ جب ہم نے اسے احاطے پر سے گزرتے ہوئے دیکھا۔ وہ تیر کی طرح سنسناتا ہوا اس روشن دان تک پہنچ گیا تھا۔ پتا نہیں احاطے کے محافظوں کی نظر اس تک پہنچی تھی یا نہیں لیکن اب تو یہ خطرہ مول لے ہی لیا گیا تھا۔ ایک لمحے میں اسے روشن دان میں دیکھا گیا اور دوسرے لمحے وہ روشن دان سے دوسری جانب گزر چکا تھا۔ اس کا یہ کامیاب عمل سب کے لئے باعث اطمینان تھا۔ میں نے ٹرانسمیٹر سنبھال لیا کیونکہ اندر پہنچنے کے بعد چیکاس فائیو کو ٹرانسمیٹر پر مجھے اطلاع دینی تھی۔ ایک ایک لمحے دل کی دھڑکن کو تیز سے

ساتار جو تقریباً "ڈھائی سو فٹ کی گہرائی میں ہمیں بہ آسانی پہنچا سکتا ہے اور اس کے ذریعے ہم واپس بھی آسکتے ہیں، ہماری کمریں اس طرح پوشیدہ نہ ہوتا کہ زیادہ وزن والے آدمی کو اول تو تار موٹا درکار ہوتا اور پھر اتنا کہ اسے چھپایا نہیں جاسکتا تھا۔"

میں نے گہری سانس لے کر آنکھیں بند کیں اور گردن جھٹک کر بولا۔ "خدا تمہیں ہر مشکل سے محفوظ رکھے، بے مثال ذہانت کے مالک ہو۔"

"تو پھر اجازت دیں، وقت نہیں ضائع کرنا چاہیے۔" چیکاس فائیو نے کہا کیونکہ یہ کام اسے ہی سراسر انجام دینا تھا۔ میں نے تمام تر انتظامات سے مطمئن ہونے کے بعد چیکاس فائیو کو اجازت دے دی اور اپنے فن کے ماہر اپنے کام میں مصروف ہو گئے۔

چیکاس اپنے کام کے لئے تیار تھے۔ درختوں کی سیدھ میں پتے وغیرہ کاٹ کر جگہ بنائی گئی تھی اور وہ مشین اس شاخ پر فٹ کر لی گئی تھی، جس سے تیر پھینکا جاتا تھا۔ چیکاس نو اس کام میں مصروف تھا۔ اس نے آنکڑے وغیرہ چیک کئے اور پھر اس طرح نشانہ باندھا اس روشن دان کا، جیسے بندوق کی نال سے نشانہ لیا جاتا ہے اور اس کے بعد سب سیدھے ہو گئے پھر چیکاس نو نے اپنا عمل کر ڈالا۔

ایک ہلکی سی آواز مشین سے پیدا ہوئی اور سٹ کی آواز کے ساتھ وہ آنکڑا درحقیقت گولی سے بھی زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ کمان سے نکل کر روشن دان کی جانب لپکا چشم زون میں سب کچھ ہو گیا تھا۔ آنکڑا روشن دان میں جا پھنسا تھا۔ چیکاس نو نے بڑے اعتماد سے اپنا یہ عمل سرانجام دیا تھا اور اس کے بعد اس نے مشین میں سے چند مضبوط کڑے نکالے اور انہیں اس شاخ میں فٹ کرنے لگا۔ اس میں بھی بڑی مہارت کی ضرورت تھی۔ چیکاس نو نے اس گراری کو چلانا شروع کیا جو تار کو بالکل سیدھا کر رہی تھی اور اس کے بعد وہ اس کام سے بھی فارغ ہو گیا۔ چیکاس فائیو اپنے جوتوں کے بند کس رہا تھا پھر اس نے ہلکی اشین گن سینے کے قریب مخصوص انداز میں لباس میں رکھی، کمرہ اور دوسری چیزیں جیکٹ میں سیٹ کرنے کے بعد اس نے جیکٹ کی زیپ بند کر لی۔ جوتوں کے نچلے سرے کو دیکھا اور اس ہولناک عمل کے لئے تیار ہو گیا جس کا احساس ہی دلوں میں خوف بیدار کر دیتا تھا۔ میں نے بھی درخت کی شاخ پر اپنی اشین گن سنبھال لی۔ باقی چیکاس وہیں تھے۔

ہوں جو ہمارے لئے کارآمد ثابت ہو سکے۔“

”ہوں ٹھیک ہے، رابطہ قائم رکھو۔“ میں نے کہا۔ چیکاس فائیو اپنا کام کرتا رہا

وقتے وقتے سے وہ مجھے اپنی پوزیشن کی اطلاع دے رہا تھا۔

البتہ اب احاطے میں چلتے پھرتے محافظوں کو میں نے صاف دیکھ لیا تھا۔ ویسے بھی

آنکھیں تاریکی میں دیکھنے کی عادی ہو گئی تھیں۔

کچھ دیر کے بعد چیکاس فائیو نے کہا۔ ”چیف میں واپس آ رہا ہوں۔“

”اوکے آ جاؤ۔“ میں نے کہا۔



تیز تر کر رہا تھا۔ میں انتظار کر رہا تھا۔ ٹرانسمیٹر آن کر لیا تھا میں نے اور اس پر نگاہیں جمائے۔

چیکاس فائیو اب روشندان سے نیچے اترنے کی کوشش کر رہا ہو گا لیکن پھر چند ہی لمحوں کے بعد ٹرانسمیٹر پر تبدیلی پیدا ہوئی اور چیکاس فائیو کی آواز سنائی دی۔

”ہیلو چیف..... میں اس عظیم الشان گودام میں پہنچ گیا ہوں۔ چاروں طرف نمک کی بوریاں جتنی ہوئی ہیں۔ مدھم سی روشنی پھیلی ہوئی ہے۔ یہاں پر اور اندھیرا بالکل نہیں ہے لیکن نمک کی ان بوریوں کی تعداد بہت زیادہ ہے ہلکی ہلکی بو اٹھ رہی ہے۔ اب میں اس گودام کی تلاشی لینے کے لئے آگے بڑھتا ہوں۔“

”کیا پروگرام کے مطابق چیکاس تھری کا انتظار نہیں کرو گے؟“

”نہیں چیف وہ یہاں پہنچ جائے گا تو ہم دونوں آپس میں رابطہ قائم کر لیں گے۔

ویسے یہاں گودام میں کوئی موجود نہیں ہے..... میں ذرا اس کے دروازے کو دیکھ لوں اس کے بعد چیکاس تھری کو یہاں پہنچ دیجئے گا۔“

میں نے خاموشی اختیار کر لی۔ کوئی دو تین منٹ کے بعد ہی چیکاس فائیو کی آواز پھر سنائی دی۔ ”سب ٹھیک ہے۔ میرا خیال ہے آپ چیکاس تھری کو یہاں مت بھیجے گا۔ اس گودام میں مجھے کوئی ایسی چیز نہیں آرہی جو قابل ذکر ہو۔ میں خود ہی اس کا جائزہ لے لیتا ہوں اس وقت کسی کی مدد کی ضرورت نہیں ہے۔“

”ٹھیک ہے۔“ میں نے جواب دیا۔ چیکاس ون اور فور فور ”ہی درخت سے نیچے

اتر گئے تھے۔ میں نے ان سے کوئی سوال نہیں کیا، بس خاموشی سے اس روشندان کی جانب دیکھتا رہا چیکاس فائیو کی آواز کا منتظر تھا جو ٹرانسمیٹر پر مجھ سے رابطہ قائم کئے ہوئے تھا اور مجھے اندر کے بارے میں بتاتا جا رہا تھا۔ اس نے مجھے نمک صاف کرنے کی مشینوں کے بارے میں بتایا وہاں تین الماریاں موجود تھیں۔ چیکاس فائیو نے ان میں سے ایک الماری کو کھول کر دیکھا اور مجھے بتایا کہ ان الماریوں میں صرف ایسے کاغذات ہیں جن میں نمک کے کارخانوں کے ریکارڈ موجود ہیں یہ شاید ان تمام کارخانوں کا ریکارڈ روم ہے۔

”چیف میں ننھی سی ٹارچ کی روشنی میں ان کاغذات کا جائزہ لے رہا ہوں۔ میں

نے یہ تمام کاغذات نکال کر زمین پر ڈھیر کر دیئے ہیں اور ان میں کوئی ایسی چیز تلاش کر رہا

آ رہے تھے۔ وہ ایک دلچسپ بات تھی۔

اس بار چیکاس ون اور فور کا پروگرام تھا۔ پہلے تو چیکاس فائو ہی گیا تھا، لیکن اب دو افراد اس گودام تک جانے کا ارادہ رکھتے تھے۔ چیکاس ون نے سب سے پہلے آغاز کیا اور وہ چیکاس فائو سے بھی زیادہ تیز ثابت ہوا۔ دو ہی قدم چلنے کے بعد اس نے لمبی لمبی چھلانگیں لگائیں اور تار پر کودتا ہوا دیکھتے ہی دیکھتے روشندان تک پہنچ گیا۔ ابھی وہ روشندان کے قریب ہی تھا کہ چیکاس فور بھی اس انداز میں اس کے پیچھے چل پڑا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے ان ننھے ننھے انسانوں کو تاروں پر چلنے میں کوئی دقت نہ ہو رہی ہو۔ وہ اس طرح ان پر دوڑ رہے تھے جیسے سادہ اور سپاٹ زمین پر دوڑتے ہیں اور دل جمال اور خوبصورت خان کی آنکھیں حیرت سے پھٹی ہوئی تھیں۔

ہم نے اپنی تمام تر توجہ اس گودام اور احاطے کی جانب مبذول کر دی۔ پہلے گودام میں چیکاس فائو کو کوئی چیز دستیاب نہیں ہوئی تھی وہ سرگوشی کے انداز میں مجھے اس گودام کی تفصیل بتا رہا تھا۔

”لوہے کا بہت بڑا دروازہ اسے بند کرتا ہے چیف، اس میں باقاعدہ ریٹنگ لگی ہوئی ہے اور اس میں رنگ چلتے ہیں۔ صحیح معنوں میں وہ ایک آدمی کے ہاتھوں کھسکایا بھی نہیں جاسکتا۔ باقی نہ اس مضبوط دیوار میں کوئی کھڑکی ہے اور نہ ہی کوئی اور رخسہ۔ البتہ اس میں صرف نمک کی بوریاں چنی ہوئی ہیں۔ میں نے کچھ بوریاں پھاڑ کر بھی دیکھ لی تھیں۔ اوپر نیچے ہر جگہ سے لیکن نمک کے علاوہ کچھ نہیں تھا..... ہاں اگر نمک کے اندر کوئی چیز ہو۔“ وہ میرے خدا۔ او میرے خدا۔ چیکاس فائو کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

”کیوں.....“

”چیف غلطی ہو گئی شاید۔“ چیکاس فائو بولا۔

”اب سپنس پیدا کئے جاؤ گے یا کچھ کہو گے بھی۔“

”چیف یہ تو بڑا آسان عمل ہے کہ اسلحہ کو سیلفین کی تھیلیوں میں پیک کر کے نمک کی بوریوں میں چھپا دیا جائے۔ چیف اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ نمک ہر چیز کو گلا دیتا ہے لیکن اگر پیکنگ مضبوط ہو تو دیکھنے والا سوچ بھی نہیں سکتا۔ او مائی گاڈ۔ او مائی گاڈ۔“ میں نے بھی چیکاس فائو کی باتوں پر غور کیا تھا چیکاس فائو نے کہا۔ ”ٹھیک ہے۔“

بڑا انوکھا اور پر اسرار عمل تھا۔ میری نگاہیں اب روشندان کا جائزہ لے رہیں۔ تھیں۔ چیکاس فائو تھوڑی دیر کے بعد روشندان سے باہر نکلتا ہوا نظر آیا پھر جس انداز میں وہ یہاں سے وہاں تک پہنچا تھا۔ اسی انداز میں اس نے واپسی کا سفر شروع کر دیا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ درخت پر پہنچ گیا۔ ہم نے اسے ہاتھ کا سہارا دے کر شاخ پر اتارا تھا۔

اس نے کہا۔ ”چیف نیچے اتر جائیے۔“

چیکاس ٹو اور ون اس مشینی آنکڑے کو واپس لانے کے لئے کارروائیاں کر رہے تھے۔ اب اس وقت یہ موقع تو تھا نہیں کہ میں اس عمل کا جائزہ لیتا اور اس میں دلچسپی لیتا۔ باقی دو افراد نجانے کہاں گم ہو گئے تھے نظر نہیں آ رہے تھے۔ نیچے پہنچ کر میں نے دل جمال اور خوبصورت خان سے ان کے بارے میں پوچھا تو دل جمال نے ایک درخت کی جانب اشارہ کر دیا اور میں اس سمت چل پڑا۔ میرے ساتھ خوبصورت خان۔ دل جمال اور باقی تین چیکاس بھی آگئے تھے۔ یہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ دو بھائیوں نے اوپر اپنا کام مکمل کر لیا ہے۔ درخت درخت چڑھنا پڑ رہا تھا لیکن مجھے کوئی دقت نہیں ہو رہی تھی کیونکہ میں بھی اس قدر نکلتا نہیں تھا کہ اس پھرتی کے لمحات میں کام نہ کر پاتا۔ درخت پر پہنچ کر میں نے دیکھا کہ وہاں مشین سے عمل مکمل کر لیا گیا ہے اور گودام نمبر دو میں جانے کے تمام انتظامات ہو گئے ہیں۔ ویسے یہ روشندان یقینی طور پر وہاں ہونے چاہیے تھے، کیونکہ گودام کو بالکل ہی بند نہیں رہنا چاہیے تھا مگر جس طرح یہ اس وقت ہمارے کام

دن اور فور کو ہدایت کر دی جائے کہ وہ پوری پوری کھول کر دیکھیں۔“
میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

تھوڑی دیر کے بعد چیکاس دن اور فور سے ٹرانسمیٹر پر رابطہ قائم ہوا۔ چیکاس دن نے کہا۔ ”چیف یہ ایک وسیع و عریض گودام ہے، خاصی بڑی عمارت ہے ایک آفس بھی بنا ہوا ہے یہاں اور نمک کی بوریاں جتنی ہوتی ہیں۔ بڑے بڑے خاص قسم کے کڑاؤ یہاں رکھے ہوئے ہیں جن کے پاس مشینیں بھٹیاں بھی ہیں، نجانے یہاں کیا ہوتا ہے چیف۔ نمک کی صنعت سے ناواقفیت رکھتے ہیں۔“

”فور پہنچ چکا ہے تمہارے پاس۔“

”ہاں میرے ساتھ ہی مصروف عمل ہے اور گودام کا جائزہ لے رہا ہے ویسے ان گوداموں میں رات کی روشنی والے بلب لگا دیئے گئے ہیں اور یہ مدھم مدھم روشنی یہاں پھیلی ہوئی ہے جس میں ہر چیز کو دیکھا جاسکتا ہے۔“

”ایک کام کرو۔ یہاں تم نمک کی بوریوں کو پھاڑ کر دیکھو بلکہ کوئی ایسی بوری جو تمہارے ہاتھ آجائے اور جسے تم بہ آسانی پوری طرح کھول کر دیکھ سکو تو ضرور اس کا جائزہ لو۔“

”اوکے چیف۔“ چیکاس دن نے کہا اور تین دوسری طرف سے رابطے کا انتظام کرنے لگا۔

”تقریباً چار منٹ گزر گئے اور اس کے بعد چیکاس دن کی کپکپاتی آواز سنائی دی۔“
”ہاں ہاں میں سن رہا ہوں۔“

”چیف نمک کی بوری کے بالکل اندرونی حصے سے ایک بکس برآمد ہوا ہے اور اس بکس میں چیف جاپانی کرنسی ہے۔۔۔۔۔۔ چیف جاپانی کرنسی اس بکس میں اوپر تک بھری ہوئی ہے اور اس کی مالیت بہت زیادہ ہے۔“
”نمک۔۔۔۔۔۔ کرنسی۔۔۔۔۔۔؟“

”ہاں چیف۔۔۔۔۔۔“

”اوہو۔۔۔۔۔۔ تصویر بنائی ہے تم نے اس کی؟“

”میں تصویریں بنا رہا ہوں چیف اور فور دوسری بوری کھول رہا ہے۔“

کوئی پندرہ یا بیس منٹ اس طرح گزر گئے پھر فور کی آواز سنائی۔ ”چیف یہاں جاپانی، فرانسیسی، برٹش اور امریکن کرنسی بہت بڑی مقدار میں موجود ہے۔“
”ہوں۔ تصویریں بنالو۔ باقی اور کوئی کام نہیں کرنا ہے۔“ میں نے کہا اور چیکاس فور نے میری اس ہدایت پر عمل شروع کر دیا۔ گویا کرنسی کا معاملہ بھی ہے۔ ویسے یہ چھاپہ پوری طرح کامیاب رہا تھا۔

ابھی میں اس سوچ میں گم تھا کہ دفعتاً ایک بھیانک آواز فضا میں گونجی۔ بالکل ایسی ہی سائرن تھا جیسا جنگ کے موقع پر بلیک آؤٹ کے لئے بجایا جاتا ہے۔ نا صرف میں بلکہ دل جمال اور خوب صورت خان بھی اچھل پڑے۔ ایک لمحے میں ہمیں یہ اندازہ ہو گیا کہ سائرن اس عمارت میں گونجا ہے جو گودام نمبر دو کے طور پر اس وقت ہماری لسٹ پر تھی اور جہاں چیکاس دن اور فور کام کر رہے تھے۔ ایک لمحے میں ہمارے بدن میں شدید سنسنی دوڑ گئی۔ میں برق رفتاری سے درخت سے نیچے کود آیا۔ چیکاس بھی میرے ساتھ ہی آگئے تھے اور تینوں میرے احکامات کے منتظر تھے۔ میں نے احاطے میں بھاگ دوڑ دیکھی اور اس کے فوراً ہی بعد کچھ ہوائی فائر ہوئے ساتھ ہی سیٹیاں بھی بجائی جانے لگیں، ہمیں اب پوری طرح اندازہ ہو گیا کہ گودام میں کسی کی موجودگی کی خبر گودام کے محافظوں کو مل گئی ہے اور وہ مستعد ہو گئے۔ غالباً آپس میں ایک دوسرے سے رابطہ بھی ہے ان کا، میں نے کئی افراد کو بھاگتے ہوئے دیکھا۔ وہ اسی گودام نمبر دو کی جانب جا رہے تھے۔

تب میں نے سرد لہجے میں کہا۔ ”چیکاس دن اور فور گودام میں پھنس گئے ہیں اور ہو سکتا ہے اب ان کی واپسی اس روشندان کے ذریعے ممکن نہ ہو۔ ہمیں ان کی مدد کرنا ہوگی۔“

چیکاس بھی تیار ہو گئے۔ دل جمال اور خوب صورت خان کے چہرے پر بھی سنسنی نظر آرہی تھی۔ ہم سب منظم ہوئے اور پھر ایک دائرے کی شکل میں پھیل کر آہستہ آہستہ گودام نمبر دو کی جانب بڑھنے لگے۔ محافظوں کو تو اصل صورت حال کا علم نہیں تھا۔ سائرن رہ رہ کر بدستور بج رہا تھا۔ غالباً کوئی ایسا عمل ہو گیا تھا جس کا اندازہ چیکاس دن اور فور کو نہیں ہو سکا تھا۔ ہم لوگوں نے محافظوں کو احاطے میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا۔ احاطے کا دروازہ کھل گیا تھا اور وہ سب عمارت کے بڑے دروازے کے سامنے جمع

ہو گئے۔ رفتہ رفتہ انہوں نے آپس میں گفتگو بھی شروع کر دی تھی لیکن ان کی آوازیں ہمارے کانوں تک لفظوں کی شکل میں نہیں پہنچ رہی تھیں۔ غالباً وہ یہ فیصلہ کر رہے تھے کہ انہیں کیا کرنا چاہیے۔ پھر اچانک ہی ان پر گولیوں کی بارش ہو گئی۔ غالباً چیکاس میں سے کوئی ایک یا دونوں روشندان تک پہنچ گئے تھے اور روشندان سے گیٹ کے سامنے والے حصے کا نشانہ لیا جاسکتا تھا۔ چنانچہ وہیں سے انہوں نے وہ فائرنگ شروع کی تھی جو بوتلیں کھلنے کی آوازوں جیسی تھی لیکن اس کے نتائج بڑے خوفناک ہوا کرتے تھے۔

محافظ بھی سنبھل گئے۔ ان کی تعداد بھی پندرہ سولہ سے کم نہیں تھی۔ غالباً سارے گوداموں کے محافظ اس گودام پر جمع ہو گئے تھے۔ چیکاس دن فور نے یہ بڑا خطرہ مول لیا تھا اگر کہیں غلطی سے انہوں نے تاروں پر واپس بھاگنے کی کوشش کی تو یقینی طور پر ان محافظوں کا شکار ہو جائیں گے۔ میں نے ٹرانسپیر آن کیا اور انہیں پکارنے لگا لیکن شاید وہ مصروفیت میں ٹرانسپیر کی جانب توجہ دینا بھول گئے تھے۔ ادھر سے محافظوں نے بھی زبردست فائرنگ شروع کر دی تھی لیکن غالباً انہیں یہ اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ یہ فائرنگ کدھر سے ہو رہی ہے اور وہ بس ادھر ادھر ہی گولیاں برسا رہے تھے۔ میرے پاس اب اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ محافظوں کو اپنی جانب متوجہ کر لوں تاکہ چیکاس دن اور فور کو وہاں سے نکل بھاگنے کا موقع مل جائے، چنانچہ ہم نے عقب سے فائرنگ شروع کر دی لیکن میں نے اپنے ساتھیوں کو ہدایت کی تھی کہ ان کا باقاعدہ نشانہ نہ لیا جائے۔ لیکن محافظوں نے صحیح سمت کا اندازہ لگانے کے بعد مورچوں بندی کر لی اور پھر وہاں سے براہ راست ہم پر گولیاں برسانے لگے۔ میں اسٹین گن سے گولیاں برسانے لگا اور رات کے سنائے میں نہایت خوفناک آوازیں سنائی دینے لگیں۔ ادھر تینوں چیکاس بھی فائرنگ کر رہے تھے لیکن ان کی فائرنگ ایک طرح سے بے مقصد ہی تھی، کیونکہ وہ تو صرف نشانوں پر ہی کارآمد ہو سکتے تھے۔ میں نے سرگوشی سے ان سے کہا کہ وہ تینوں احاطے کے دروازے سے باہر نکل جائیں۔

ہم زمین پر لیٹ کر گولیاں برسا رہے تھے اور ہماری گولیوں کی بوچھاڑ نے ہمیں وقتی طور پر کامیاب کر دیا تھا یعنی یہ کہ ہم ان کی فائرنگ رکوانے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ انہیں نشانہ لینے کا موقع نہیں مل رہا تھا اور غالباً وہ اندھا دھند ایمونیشن ضائع نہیں کرنا

چاہتے تھے۔ تینوں چیکاس باہر نکل گئے۔ میں نے دل جمال اور خوبصورت خان کو بھی اشارہ کیا کہ وہ بھی کھسکتے ہوئے دروازے سے باہر نکل جائیں۔ میں نے کچھ دیر سوچا اور پھر آہستہ آہستہ پیچھے کھسکنے لگا۔ چیکاس اور دل جمال وغیرہ کو بھی میں نے اپنے عقب میں آنے کے لئے کہا تھا لیکن اب ہم اس گودام کی دیوار کے ساتھ ساتھ پھیل گئے اور یہ اندازہ لگانے لگے کہ ادھر سے محافظ کیا کر رہے ہیں۔ دفعتاً ہی فضا کے سنائے میں ایک آواز ابھری۔

”ہیلو..... ہیلو..... میں غلام خان بول رہا ہوں، گودام نمبر سولہ پر بڑا منظم حملہ ہوا ہے، پراسرار حملہ آور اسٹین گنوں سے گولیاں برسا رہے ہیں۔ ہم نے انہیں باہر تو نکال دیا ہے گودام سے مگر ابھی خطرہ موجود ہے۔ کچھ لوگ گودام میں بھی گھسے ہوئے ہیں۔ جی صاب خدا قسم ہمارے کو نہیں معلوم وہ کبخت کدھر سے اندر آئے۔ ہمارا پہرہ ٹھیک لگا ہوا تھا۔ جی صاب۔ اچھا صاب، ٹھیک ہے صاب، ہم انتظار کرتا ہے صاب۔“

سنائے کی وجہ سے یہ آواز صاف سنائی دی تھی پھر شاید آواز دبانے کی کوشش بھی نہیں کی گئی تھی۔ یا تو یہ اطلاع ٹرانسپیر پر دی جا رہی تھی یا پھر کوئی اور ذریعہ لیکن کوئی اور ذریعہ کیا ہو سکتا تھا سوائے ٹرانسپیر ہی کے۔ البتہ ان الفاظ سے مجھے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ اب کوئی بیرونی کارروائی بھی شروع ہو جائے گی۔ چیکاس برادرز کا روشندان سے باہر آنا بے حد ضروری تھا اگر وہ دونوں وہاں پھنس گئے تو بڑی مشکل پیش آجائے گی۔ بہر طور میں سوچتا رہا، محافظوں نے ذہانت سے کام لیا تھا اور اندر سے باہر نہیں نکلے تھے پھر چونکہ باہر سے مدد بھی آرہی تھی اس لئے انہوں نے اندر ہی گھسے رہنا مناسب سمجھا تھا۔ ایک بار پھر ہم نے کوشش کی اور خوبصورت خان وغیرہ کو میں ساتھ لے کر گیٹ کے سامنے پہنچ گیا۔ میں یہ جائزہ لے رہا تھا کہ اندر کوئی تحریک ہے یا نہیں، لیکن محافظ اپنے مورچوں سے باہر نہیں نکلے تھے۔ ہم سے ان کا فاصلہ بھی زیادہ نہیں تھا اور وہ لوگ بھی رات کی اس تاریکی اور سنائے میں آہٹیں سننے کی کوشش کر رہے تھے۔ ہم نے اچانک ہی ان پر پھر گولیوں کی بارش شروع کر دی۔ محافظوں نے اکا دکا جواب دیے لیکن جس انداز میں ہم نے گولیاں برسائی تھیں۔ اس نے پھر انہیں مجبور کر دیا کہ وہ خاموشی ہی اختیار کریں۔

میں نے ٹرانسپیر آن کر لیا تھا اور اس کے بعد میں چیخ کر بولا۔ ”تم دونوں باہر نکلے

کی کوشش کرو جس طرح بھی بن پڑے باہر نکل کر اپنی مطلوبہ جگہ پہنچ جاؤ۔

میں نے فوراً ہی پھر گولیوں کی بارش شروع کر دی۔ دوسری جانب سے بھی اب جواب ملنے لگا تھا۔ غالباً جس طرح میں نے ان کی آواز سنی تھی اسی طرح انہوں نے بھی ٹرانسمیٹر پر میری آواز سن لی تھی اور گولیاں برسائے لگے تھے لیکن اب ان کا رخ اس دروازے کی جانب ہی تھا جو گودام سے باہر کی جانب کھلتا تھا۔ میرے ہوتوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میرا یہ طریقہ کار ایک طرح سے کارآمد بھی رہا تھا باہر نکلنے کے لئے ظاہر ہے وہ گودام کے گیٹ ہی کی جانب متوجہ ہو سکتے تھے اور ان کی نگاہیں اس سمت نہیں گئیں تھیں جہاں روشن دان سے تار بندھا ہوا تھا۔ البتہ میں ادھر ہی دیکھ رہا تھا پھر میں نے دونوں فتنوں کو تار پر دوڑتے ہوئے دیکھا۔ خدا کی پناہ، دونوں ایک ساتھ آگے پیچھے تار پر دوڑ رہے تھے اور محافظوں کو بالکل انداز نہیں ہو سکا تھا کہ کوئی اس طریقے سے بھی سفر کر رہا ہے۔ جب وہ احاطے کی دیوار کے اوپر سے گزر گئے تو میں نے اطمینان کی سانس لی لیکن گولیوں کی رفتار ہم نے بھی تیز کر رکھی تھی۔ غالباً دو یا تین منٹ ہی بمشکل تمام گزرے ہوں گے، میں بس اتنا اندازہ کر لینا چاہتا تھا کہ چیکاس برادرز درخت تک پہنچ چکے ہیں اور انہوں نے اپنا کام کر لیا ہے یا نہیں۔ اس کے بعد ظاہر ہے مجھے بھی پیچھے ہٹنا تھا کیونکہ اب یہاں رکنا خطرے سے خالی نہیں تھا لیکن جو کچھ ہوا وہ میری توقع سے بہت مختلف ہوا۔ عقب سے ہمیں مشینوں کی آوازیں سنائی دی تھیں، کچھ گاڑیاں ادھر آرہی تھیں۔

میں نے دل جمال اور خوبصورت خان سے کہا۔ ”بھاگو ہمیں واپس بھاگنا ہے ٹرک کے قریب۔“

دل جمال اور خوبصورت خان نے فوراً ہی میری ہدایت پر عمل کیا۔ ہم نے وہ تیز روشنیاں دیکھ لی تھیں جو تعداد میں تین چار سے کم نہیں تھیں۔ ادھر چیکاس برادرز بھی درخت سے نیچے اتر آئے تھے۔ انہوں نے غالباً وہ مشین بھی واپس رکھ لی تھی جس کے ذریعے انہوں نے تیر پھینک کر اپنے وہاں تک کے سفر کا بندوبست کیا تھا۔ گویا اب ایک طرح سے صورت حال مکمل تھی، لیکن بد قسمتی یہ تھی کہ ہمیں سڑک عبور کرنی تھی۔ اگر ایسا نہ کرتے اور یہاں موجود ہوتے تب بھی گھبر لئے جانے کا اندیشہ تھا۔

میں ایک لمحے تک سوچتا رہا اور اس کے بعد میں نے ان لوگوں کو منتشر انداز میں سڑک عبور کر کے دوسری جانب پہنچنے کے لئے کہا لیکن ہم اس کوشش میں ٹرکوں اور جیپوں کی روشنیوں سے نہ بچ سکے۔ غالباً دو ٹرک اور تین جیپیں تھیں جو برق رفتاری سے اسی سمت آرہی تھیں۔ سنائے میں ہمیں دور ہی سے ان کی آوازیں سنائی دے گئی تھیں۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے ہم روشنی میں آگئے اور ٹرکوں وغیرہ سے ہم پر بے پناہ فائرنگ ہونے لگی۔ غالباً ٹرکوں پہ مشین گنیں نصب کی گئی تھیں۔ ہم جان کی بازی لگا کر دوڑے اور خوش بختی سے سڑک کی دوسری سمت نشیب میں پہنچ گئے لیکن یہ بھی صورت حال بہت خوفناک تھی کیونکہ روشنیوں کی زد میں آگئے تھے اور یہ اندازہ لگایا گیا تھا کہ ہم کس سمت جا رہے ہیں۔ اس لئے اب ادھر خطرہ درپیش ہو سکتا تھا۔ کیا کیا جائے، کیا نہ کیا جائے۔ ہم اپنی مطلوبہ جگہ پہنچنے کے بجائے منصوبے کے تحت دوسری سمت ریگ گئے۔ وہ لوگ زیادہ سے زیادہ ہمارا ٹرک تلاش کریں گے جس میں بیٹھ کر ہم یہاں پہنچے ہیں اور اس پر توجہ رکھیں گے جب کہ ہم کوشش کریں گے کہ ٹرک سے اتنے فاصلے پر رہیں کہ وہ ہمیں تلاش نہ کر سکیں۔

بڑی سنسنی خیز اور دلچسپ صورت حال پیدا ہو گئی تھی۔ خوبصورت خان اور دل جمال کی ذہنی کیفیت کا تو میں صحیح طور پر اندازہ نہیں لگا پا رہا تھا حالانکہ اب تک انہوں نے جو کچھ کیا تھا وہ بڑی دلیری اور پامردی سے کیا تھا لیکن اب ذرا گھبرا جانے والی کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔ وہ چوکنے تو بے شک نظر آ رہے تھے لیکن بظاہر خوفزدہ نہیں محسوس ہوتے تھے، البتہ جہاں تک میرا معاملہ ہے میں پورے وثوق سے یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ میرے دل میں خوف کا کوئی تاثر نہیں تھا۔ بس ایک تجسس ایک سنسنی اور یہ احساس کہ یہاں سے بغیر کسی نشان کے نکل جانا ہے۔ تھوڑی دیر میں ہمیں یہ اندازہ ہو گیا کہ وہ لوگ نیچے اتر کر چاروں طرف بکھر گئے ہیں۔ یہ صرف اس لئے ہوا تھا کہ انہوں نے ہمیں سڑک عبور کر کے اس سمت آتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ ہم نے آپس میں سرگوشیاں کیں اور منصوبہ بنایا کہ آہستہ آہستہ سٹ کر ٹرک کے قریب پہنچا جائے اور ہر شخص انفرادی طور پر عمل کرے۔ دل جمال نے کہا کہ اگر اسے ٹرک تک پہنچنے کا موقع مل گیا بغیر کسی دقت کے تو وہ ٹرک کو بہ آسانی سڑک پر لے جاسکتا ہے۔ اسے اس راستے کے بارے میں تھوڑا بہت

علم ہے۔ تھوڑا سا کچے میں چلنا پڑے گا اور اس کے بعد ایک ایسی جگہ آتی ہے جہاں سے ٹرک کو بہ آسانی سڑک پر لے جا کر دوسری سمت بھگایا جاسکتا ہے لیکن سرسراہٹیں، آہٹیں صاف بتا رہی تھیں کہ وہ لوگ بھی ہم سے زیادہ دور نہیں ہیں۔

کچھ دیر کے لئے گہری خاموشی طاری ہو گئی اور ہم دم سادھ کر کھڑے ہو گئے۔ مدھم مدھم آوازیں بھی آرہی تھیں۔ وہ لوگ بھی خوفزدہ تھے کہ کہیں تاریکی میں چلنے والی کوئی گولی ان میں سے کسی کو نہ چاٹ جائے۔ اس لئے وہ بھی زیادہ متحرک نظر نہیں آرہے تھے۔ پھر تقریباً پندرہ منٹ اسی طرح گزر گئے اور اس کے بعد میں نے ان لوگوں کو واپس جاتے ہوئے دیکھا۔ خوش بختی یہ تھی کہ ٹرک پر ان کی نگاہ نہیں پڑ سکی تھی۔ ویسے بھی ٹرک ہم نے جس جگہ کھڑا کیا تھا وہاں ایک مٹی کا بڑا سا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ اس وقت ہم نے احتیاطاً ہی ٹرک اس سمت اس لئے کھڑا کر دیا تھا کہ اسے دیکھنا جاسکے لیکن اس کے فوائد ہماری امید سے زیادہ تھے۔ وہ لوگ بھی بہت زیادہ آگے بڑھ کر نہیں دیکھنا چاہتے تھے کیونکہ انہیں بھی اس بات کا علم تھا کہ ہم لوگ بھی مسلح ہیں۔ واپسی کا سفر انہوں نے اس لئے اختیار کیا کہ گوداموں کا جائزہ لیا جاسکے، اس بات کے امکانات بھی تھے کہ وہاں کے گوداموں کو کوئی نقصان پہنچ چکا ہو۔ رفتہ رفتہ بہت سے آدمی سڑک پر نظر آئے اور ہم نے خاموشی ہی سے انہیں دیکھا۔ ویسے بھی ان سب کی بے مقصد ہلاکت کا کوئی تصور میرے ذہن میں نہیں تھا، کوئی مشکل ہی پیش آجائے تو کسی کو نقصان پہنچایا جاسکتا ہے۔ عام طور سے لوگوں کو قتل کر کے کوئی فائدہ نہیں حاصل ہوگا، بس نکل جانے کا مسئلہ ہے ایک بار موقع مل جائے تو یہاں سے نکلتے ہی پر اکتفا کی جائے، مزید کچھ دیر گزری تو احساس ہوا کہ اب ان کی سرگرمیاں یہاں ختم ہو گئی ہیں اور اس جگہ کوئی اور موجود نہیں ہے، خطرہ تو مول لینا ہی تھا۔ اگر وہ لوگ گوداموں کی طرف سے مطمئن ہو کر اس طرف پلٹ پڑے تو پھر صورت حال کافی مشکل ہو جائے گی۔ اول تو محافظوں ہی کی تعداد بہت زیادہ تھی، پھر ایک ٹرک اور جیپوں سے آنے والے کم لوگ نہیں ہوں گے۔

غالباً وہ صحیح فیصلے نہیں کر پائے اور انہیں مکمل صورتحال کا علم نہیں ہوسکا اس بنیاد پر انہوں نے اپنی بھرپور کارروائی یہاں نہیں کی ہے بلکہ گوداموں کا جائزہ لینے چلے پڑے۔ چنانچہ اس موقع سے فائدہ اٹھالیا جائے۔ میں نے سب کو منظم کیا اور اس کے بعد ہم اللہ

کا نام لے کر ٹرک کی جانب چل پڑے۔ میرے ساتھ جیالے تھے جو میری ہدایت پر ہر خطرہ مول لینے کے لئے تیار تھے۔ دل جمال نے ٹرک پر کھڑے ہو کر چاروں طرف نظر دوڑائی اور ہم سب ٹرک میں گھس گئے۔ اس نے فوراً ہی ٹرک اسٹارٹ کر دیا تھا اور اس کے بعد وہ طوفانی رفتار سے وہاں سے آگے بڑھا۔ شکر تھا کہ عقب سے کوئی کارروائی نہیں ہوئی۔ دل جمال پورے اعتماد کے ساتھ ٹرک کو تقریباً کوئی دو سو گز کے راستے پر لیتا چلا گیا اور اس کے بعد اس نے ہم سب کو ہوشیار کر کے ٹرک سڑک پر چڑھا دیا اور پھر اسے اس رفتار سے دوڑایا کہ آنکھیں ہی بند ہونے لگیں۔ عقب سے فائرنگ کی آواز سنائی دی لیکن فاصلہ بہت زیادہ تھا۔ فائرنگ ٹرک پر ہی کی جارہی تھی لیکن یہ بھی ایک احتمالہ عمل تھا کیونکہ ٹرک اس کی ریچ میں نہیں تھا۔ تاہم پانچوں چیکاس برادرز نے عقبی پوزیشن سنبھال رکھی تھی اور مستعد تھے کہ اگر پیچھے سے تعاقب کیا جائے تو پھر جوابی کارروائی کریں لیکن اس کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ ٹرک انتہائی برق رفتاری سے اپنا سفر طے کرتا ہوا آبادی میں داخل ہو گیا اور اس کے بعد اس کی رفتار سست ہو گئی۔ چیکاس برادرز فوراً ہی پوشیدہ ہو گئے تھے تاکہ انہیں دیکھ نہ لیا جائے۔ یہاں معاملہ صرف ڈولی رباب ہی کا نہیں تھا بلکہ اصل دشمن تو بادل گل تھا جو نجانے کیا کیا کر رہا ہوگا۔ دل جمال کے گھر تک پہنچنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئی لیکن دل جمال ہمیں اتارنے کے بعد فوراً واپس پلٹ پڑا تھا۔ ٹرک کے پارے میں یہ اندیشہ اب بھی اس کے دل میں تھا کہ کہیں اسے دیکھ نہ لیا گیا ہو اور پہچان نہ لیا جائے۔ خصوصاً اس مونو گرام کی وجہ سے وہ زیادہ الجھن کا شکار تھا جو ٹرک پر بنا ہوا تھا۔ میں خوبصورت خان اور چیکاس برادرز کے ساتھ دل جمال کے گھر کے مخصوص جیسے میں پہنچ گیا۔ یہاں ہم لوگوں نے اپنا سامان وغیرہ محفوظ کر لیا مگر ہاتھ دھویا اور اس کے بعد یکجا ہو گئے۔ دل جمال کی واپسی کا بے چینی سے انتظار تھا۔

خوبصورت خان کہنے لگا۔ ”بڑے منظم ہیں وہ لوگ لیکن ام لوگ نے بھی ہلچل مچایا ہے اور ابی وہ لوگ جب اصل صورت حال سے وقف ہو گا تو بہت پریشان ہو گا مگر صاب اب ام نے دو بھیڑیوں کو چھیڑ دیا ہے۔ بادل گل تو جو کچھ کرے گا وہ کرے گا ہی لیکن اب میں سمجھتا ہوں کہ ڈولی رباب کا آدمی بھی اناری تلاش میں چل پڑے گا۔ ویسے خدا قسم مزا آتا ہے ام لوگ تو اب یہ سوچتا ہے کہ خاموش بیٹھ کر ہم کو نسا زندگی گزارنا تھا۔“

دل جمال خیریت کے ساتھ واپس آگیا تو ہم لوگ بہت زیادہ مطمئن ہو گئے وہ کہنے لگا۔ ”ابی میں چائے بناتا ہے چائے پیئے گا تو باتیں کرنے کا مزہ آئے گا۔“

چیکا اس برادرز نے بھی اپنے اپنے لباس تبدیل کر لئے تھے چیکا اس دن نے البتہ سرگوشی کے عالم میں مجھ سے کہا۔ ”چیف ویسے میں اس جگہ کو زیادہ محفوظ نہیں سمجھتا۔ آپ کا کیا خیال ہے کیا یہ جگہ محفوظ ہے؟“

”یہاں یہی سب سے بڑا مسئلہ بن گیا ہے چیکا اس دن ہم اور کوئی محفوظ جگہ تلاش بھی نہیں کر سکتے۔“

”تو پھر آپ مجھے ایک بات کی اجازت دیجئے۔“

”ہوں کہو۔“

”اس گھر کو ذرا محفوظ کر لیا جائے۔“

”کیسے؟“

”میں اس کی لوکیشن کا جائزہ لے چکا ہوں ہمیں یہاں مستعد رہنا ہو گا۔ چاروں طرف مورچہ بند کر لیتے ہیں اگر کوئی فوری خطرہ پیش آئے تو کم از کم اپنا بچاؤ تو کر سکتے ہیں۔“

میں نے گہری سانس لی اور چیکا اس برادرز کو دیکھتا رہا پھر میں نے کہا۔ ”اگر تم یہ کرنا چاہتے ہو تو میں دل جمال سے اجازت لے لوں۔“

چائے پیتے ہوئے میں نے یہ بات دل جمال سے کہی تو وہ ہنس کر بولا۔ ”ابی صاب خدا کی قسم میرے کو تو جو مزہ آیا ہے میں آپ کو بول نہیں سکتا۔ آپ کا گھر ہے جو دل چاہے کرو۔“

چیکا برادرز اس معاملے میں ہمیشہ ہی ذہین ثابت ہوئے تھے۔ وہ جو کچھ بھی کرتے رہے میں نے اس پر غور نہیں کیا البتہ بعد میں مجھے یہ معلوم ہوا کہ انہوں نے رات کو بھی پہرے دینے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ میں یہ بات اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ کسی چیز سے خوفزدہ ہونے والوں میں سے نہیں ہیں لیکن میرے تحفظ اور اپنے اس مشن کی تکمیل کے لئے وہ کمر بستہ تھے۔ خاص طور سے جبار کی موت نے ان کے ذہنوں پر بہت گہرا اثر ڈالا تھا۔ وہ اظہار تو نہیں کرتے تھے اپنی کیفیات کا لیکن میں ان کی افسردگی محسوس کر چکا تھا۔

دوسرے دن دل جمال نے کہا۔ ”آپ لوگ آرام کرو صاب میں چلتا ہوں ابی تھوڑا کام ہے۔ دو گھنٹے میں واپس آجائے گا خوبصورت خان بھی میرے ساتھ جاتا ہے۔“ خوبصورت خان نے کہا۔ ”میں ذرا شہر کی حالت معلوم کر لوں۔ آپ کو کہیں جانا تو نہیں ہے صاب۔“

”نہیں، ہم تو تمہارے مہمان ہیں۔“

”صاب آپ فکر نہ کرو بس جس کام کا ام نے آغاز کیا ہو ابی اللہ کا فضل رہا تو اسے پورا کئے بغیر آرام کا سانس نہیں لے گا۔“

میں متاثر نگاہوں سے ان دونوں محب وطن افراد کو دیکھنے لگا دل میں تو بہت کچھ تھا ان سب کے لئے لیکن ابھی منزل نہیں آئی تھی۔ رشید ناگی وغیرہ کو بھی اگر روک لیتا تو اس کے بہتر نتائج نہیں نکلتے سوائے اس کے کہ مزید خطرات مول لینے پڑتے اور ان کے لئے فکر مند رہتا۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ بادل گل اور ڈولی رباب ان واقعات کے بعد کس رد عمل کا اظہار کرتے ہیں۔

دوپہر کو ساڑھے بارہ بجے دل جمال آگیا ابھی ہم اس سے کچھ پوچھ بھی نہ پائے تھے کہ شہد دل کی بیوی زینہ آگئی۔ دل جمال اس کی بہت عزت کرتا تھا۔ ”تم لوگوں کے لئے ایک خبر لائی ہوں۔“ اس نے کہا۔ وہ گہری نظروں سے ہمارا جائزہ لے رہی تھی۔

”کیسا خبر بہن صاب۔“ دل جمال نے پوچھا۔

”تم اجمل شاہ کو جانتے ہونا دل جمال وہ تمہارے بھائی کے ٹکڑوں پر پل کر جواب ہوا ہے ہمارا وفادار ہے وہ مگر ڈولی رباب کا نوکر ہے۔“

”میں جانتا ہے۔“ دل جمال نے کہا۔

”یہ بھی جانتے ہو تم کہ اجمل شاہ کو پیٹ کا پیاری ہے۔ کوئی بات اس کے کانوں میں پڑ جائے تو اس کا ہاضمہ اس وقت تک خراب رہتا ہے۔ جب تک وہ بات پیٹ سے نہ نکال لے۔“

”جانتا ہے ام۔“ دل جمال ہنس پڑا۔

”ڈولی رباب کی گاڑی چلاتا ہے۔ وہ اس لئے اس کے قریب رہتا ہے۔ رات کو

ڈولی رباب کے گوداموں پر کچھ گڑبڑ ہوا ہے۔“ زرینہ نے کہا اور میں محتاط ہو گیا۔ شہ دل کی بیوہ میری کیفیات سے بے نیاز واقعات بتا رہی تھی اس نے کہا ”گوداموں میں باہر کا لوگ داخل ہوا۔ وہ ادھر کیا کیا؟ یہ نہیں معلوم۔“ مگر ڈولی رباب بہت پریشان ہو گیا اور پھر وہ سیدھا بادل گل کا پاس پہنچا۔

”ادھر تو جانا ہی تھا اس کو۔“ دل جمال بولا۔

”اجمل شاہ نے بتایا کہ ادھر بادل گل بھی بہت پریشان تھا۔ اس نے ڈولی رباب کو بولا کہ ادھر کوئی باقاعدہ کام ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے سرکاری لوگ ہمارے خلاف کام کر رہے ہو۔ یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کوئی اور سازش کر کے ادھر اپنا قدم جمانا چاہتا ہو۔ اس بات کا چھان بین ضروری ہے۔ ڈولی رباب نے کہا کہ کوئی ایسا کام ہونا چاہیے جس سے وہ لوگ روشنی میں آئے، تو بادل گل نے جواب دیا کہ اس کا ایک ہی حل ہے وہ یہ کہ اس شر سے سارے باہر والوں کو بھگا دیا جائے۔ پہلے ان لوگ کا صفایا کیا جائے اور اس کے بعد یہ دیکھا جائے کہ مقامی آدمیوں میں سے کون اس سلسلے میں کام کر رہا ہے۔ اجمل شاہ نے بتایا ہے کہ آج سے باہر والا لوگ کے خلاف کام شروع ہو جائے گا۔ ڈولی رباب اور بادل گل کا آدمی ہوٹلوں میں گھس کر لوٹ مار کرے گا۔ ان لوگ کو زخمی بھی کرے گا اور ایسا واقعات صبح سے شام تک بہت سا ہو گا۔ جس کے بعد ادھر باہر والا لوگ نہیں رکے گا۔ یہ آپریشن وہ لوگ آج ہی سے شروع کرتا ہے۔ مجھے چونکہ یہ بات معلوم تھا کہ ادھر مہمان آیا ہوا ہے اور وہ بھی کچھ کر رہا ہے اور یہ بھی میرا فرض تھا کہ میں آپ لوگوں کو اس بارے میں بتائے، سو ادھر چلی آئی۔“ بہت بڑا انکشاف ہوا تھا یہ۔ فی الحال ہم صرف چھ افراد تھے۔ زرینہ تو چلی گئی لیکن میں گہری سوچوں میں ڈوبا رہا۔

دل جمال کہنے لگا۔ ”آپ لوگ کے لئے تو یہ جگہ بالکل محفوظ ہے۔ آپ ادھر بے فکر ہے صاب، لیکن اگر آپ یہ سوچے کہ ادھر آپ غیر محفوظ ہے، تو آپ کے لئے کسی اور جگہ کا بندوبست کیا جاوے۔“

”نہیں دل جمال جب تم اس جگہ کو محفوظ کہتے ہو تو یقیناً یہ محفوظ ہی ہوگی، میں ایک بات سوچ رہا ہوں۔“

”بولو صاب میرے کو بولو، ابی میں تمہارا غلام ہے۔“

”اجمل شاہ ہمارے ہاتھ کیسے لگ سکتا ہے؟ ابھی وہ ڈولی رباب کا ڈرائیور ہے اور جیسا کہ زرینہ نے بتایا کہ اس کی ناک کا بال ہے میرا مطلب ہے اس کے ساتھ رہتا ہے۔ تو یہ شخص تو ہمارے لئے بڑے کام کا ثابت ہو سکتا ہے۔ کوئی ایسی ترکیب سوچو، دل جمال کہ اجمل شاہ سے ہماری دوستی ہو سکے۔“

جواب میں دل جمال نے زوردار تہققہ لگایا

”میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ ”کیوں دل جمال اس میں ہنسنے کیا بات ہے؟“

”ابی میرے کو ایک بات پر ہنسی آتا ہے، صاب وہ جو بولتا ہے ناں کہ بھل میں لڑکا اور شہر میں ڈھنڈورا۔ صاب اجمل شاہ جو ہے ناں وہ خوبصورت خان کا بچپن کا دوست ہے۔ آپ یہ سمجھ لو اگر خوبصورت خان، اجمل شاہ کو یہ بولے کہ تم اپنا ناک کاٹ کر ادھر سامنے رکھ دو تو اجمل شاہ ناک ہی نہیں اپنا کان بھی کاٹ دے گا۔ یہ سوچ کر کہ خوبصورت خان کو کہیں بعد میں کہنے کا ضرورت نہ پیش آئے۔“

”میں حیرت اور دلچسپی سے دل جمال کو دیکھنے لگا۔ میں نے کہا۔ ”کیا واقعی.....؟“

”ابی صاب میں آپ کو جھوٹ بولے گا۔ خوبصورت خان آئے تو اس سے بات کر لو وہ آپ کو خود بتا دے گا۔“

”یہ تو بہت اچھی بات ہوئی۔ دیکھو ناں ہم لوگ خلوص دل سے کام کر رہے ہیں تو ہمارے راستے آسان ہوتے جا رہے ہیں۔ اجمل شاہ تو ہمارے لئے بہت کارآمد آدمی ثابت ہو گا۔“

”ابی صاب، بات اصل میں ایسا ہوا کہ ادھر سارا لوگ ان سارا بات سے پریشان تو ہے مگر آپ دیکھو ہم ایک پیش گوئی کرتا ہے۔ باہر سے آنا والا لوگ کے خلاف کام شروع ہو گا ادھر کا پولیس ادھر ادھر بھاگتا پھرے گا۔ مگر ایک آدمی گرفتار ہو جائے تو دل جمال کا ناک کاٹ لینا صاب۔ اس کا وجہ یہ ہے کہ سارے کا سارا پولیس ان لوگ کے لئے کام کرتا ہے۔ کوئی گورنمنٹ کے لئے کام نہیں کرتا، ادھر سے اس کو زیادہ پیسہ ملتا ہے تو صاب بات اصل میں یہ بولا ام کہ ادھر سارا بات ام سوچا مگر کیا کر سکتا ہے۔ وہ لوگ طاقت والا ہے۔ پیسے کا طاقت ہے اس کے پاس۔ سب خرید سکتا ہے۔ اجمل شاہ اس کا ڈرائیور ہے مگر ہم لوگ کبھی ایسا کوئی بات نہیں سوچا کہ اس کے خلاف کام کرے۔ غریب لوگ

ہے صاب، بس بیٹ بھرنے کا مزدوری کرتا۔ جنگ نہیں کر سکتا ہے۔“
”ٹھیک ہے میں سمجھتا ہوں اس صورت حال کو۔“ میں نے کہا۔

خوبصورت خان تقریباً ساڑھے چھ بجے واپس آیا تھا عجیب سی کیفیات کا شکار تھا،
آکر کہنے لگا۔ ”شہر کی حالت تو بہت خراب ہو گئی ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے ڈاکوؤں کی پوری
فوج حملہ آور ہوئی ہو تمام علاقوں میں ایسا وارواتیں ہوا ہے۔ دو چار لوگوں کو چہرے بھی
مار دیا گیا ہے ڈاکو لوگ ان کو لوٹتا ہے۔ ان کا رقم چھین لیتا ہے اور فرار ہو جاتا ہے۔
پولیس پورا شہر میں بھاگا بھاگا پھر رہا ہے مگر ایک بھی آدمی گرفتار نہیں ہوا۔“
دل جمال نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ ”تمہارا کیا خیال ہے خوبصورت خان یہ سب کیا
ہو سکتا ہے۔“

”سمجھ میں نہیں آیا صاب، پانکلی سمجھ میں نہیں آیا، پر ایک بات پر غور کیا ام۔“
”وہ کیا؟“

”جتنا لوگ کو لوٹا گیا ہے وہ سب میرے کرنے والا لوگ ہے۔ جو باہر سے ادھر آیا ہے۔
اس میں فارن کالوگ بھی ہے صاب، سفیدی چمڑی والا۔“
”ہوں۔“ میں نے گردن ہلائی۔

دل جمال کے وانت نکلے ہوئے دیکھ کر خوبصورت خان نے کہا۔
”اوائے پاگلا تو ہنستا ہے یار، میں سوچتا ہے یہ ہوتا کیا ہے۔ ابی یہ کون سا نیا قدم
ہے۔ ویسے صاب ایک بات میں آپ کو بولوں، شہر میں سنسنی پھیلا ہوا ہے۔ ڈولی رباب
نے سچ سچ اس سلسلے میں کوئی بڑا کام کیا ہے۔ پر امارا سمجھ میں نہیں آیا۔“
”چھوڑو۔ یار تم ابی آکر بتاتا ہے۔ ابی ہم لوگ کو بہت پہلے یہ بات معلوم ہو چکا
ہے۔“

”کیسے؟“ خوبصورت خان نے چونک کر پوچھا۔

”ابی چھوڑو یار اور بہت سا کام جادو سے ہوتا ہے ہمارا صاب تم سے کچھ بات کرنا
چاہتا ہے۔“

”خوبصورت خان! کیا اجمل شاہ تمہارا دوست ہے، وہ جو ڈولی رباب کا ڈرائیور

ہے؟“
”دوست نہیں صاب وہ میرا چھوٹا بھائی ہے۔ بچپن سے میرا ساتھ رہا۔ میرا ماں
اس کو بیٹا بولتا ہے۔“

”واہ پھر تو مزا آگیا، تمہیں اس پر پورا بھروسہ ہے؟“
”میرا بات چھوڑو صاب اگر آپ کو خوبصورت خان پر بھروسہ ہے تو خوبصورت
خان کو اجمل شاہ پر بھروسہ ہے۔“

”وہ ہمارے ہاتھ لگ سکتا ہے۔ پوری رازداری کے ساتھ؟“
”ابی تھوڑا دیر میں آپ کے پاس پہنچ جائے گا۔ اوائے دل جمال اب تم جادو اجمل
شاہ کو ادھر ہی بلا کر لے آؤ۔“

”جاتا ہے یار، تم حکم دے گا تو کیسے نہیں جائے گا۔“ دل جمال نے کہنا اور تھوڑی
دیر کے بعد وہ وہاں سے چلا گیا۔

خوبصورت خان کہنے لگا۔ ”صاب یہ سب کیا ہوتا ہے؟“
”فکر مت کرو جب گیڈر کی موت آتی ہے نا خان، تو وہ شہر کی جانب دوڑ پڑتا ہے۔
تم یوں سمجھ لو کہ تمہاری اس آبادی میں اب دو اثر دھوں کے برے دن آگئے ہیں، جنہوں
نے تمہاری اس پوری آبادی کو اپنے حصار میں لے رکھا تھا۔“

”صاب خدا قسم ام تو یوم نجات منائے گا۔ میں آپ کو اور کارہنے والا لوگ کا دل
کا بات بتاتا ہے۔ ابی اور بہت اچھا لوگ رہتا ہے مگر کیا کرے مجبور ہے، بے بس ہے وہ
چاہتا ہے کہ ان لوگ کا چنگل سے نکل جائے مگر گولی کون کھائے گا صاب۔ آپ خود سوچو
سب جینا چاہتا ہے۔ ابی آپ نے میرے کو بدل دیا مگر میں بھی یہ بات سوچتا تھا کہ بادل گل
یا ڈولی رباب کا خلاف آواز نکال کر کون موت کو گلے لگائے۔“

”فکر مت کرو اب ان لوگوں کے برے دن آگئے ہیں۔“
”لگتا ہے صاب میرے کو لگتا ہے۔ مگر اجمل شاہ سے آپ کیا کام لے گا؟“

”اجمل شاہ نے زرینہ کو یہ ساری صورت حال بتادی تھی، میرا مطلب ہے کہ کس
طرح ڈولی رباب پریشان ہو کر بادل گل کے پاس پہنچا اور ان لوگوں میں میٹنگ ہوئی اور
لوٹ مار بھی اسی کا ایک حصہ ہے۔ وہ سب ڈولی رباب اور بادل گل کے آدمی ہیں اور اس

لئے باہر سے آنے والوں کے خلاف یہ کارروائی کر رہے ہیں کہ وہ یہاں سے بھاگ جائیں اور کالی بھیڑ سامنے آجائے۔“

”کالا بھیڑ کون صاب؟“

”ہم لوگ۔“ میں نے جواب دیا۔

خوبصورت خان گردن ہلانے لگا پھر وہ تھوڑی دیر کے بعد بولا۔ ”اجمل شاہ ہمارے بہت کام کا ثابت ہو گا۔ ڈولی رباب کا بارے میں فیسٹ کلاس رپورٹ دے گا۔ میرے کو خیال ہی نہیں آیا تھا صاب۔“

”اور تم کہتے ہو کہ وہ تمہارے پورے بھروسے کا آدمی ہے۔“

”اس کا طرف سے آپ بالکل بے فکر رہو اگر ام آپ کے بھروسے کا آدمی ہے تو اجمل شاہ بھی آپ کے بھروسے کا آدمی ہے۔ ذرا آپ کو بالکل ٹھیک بولا۔ وہ بیٹ کا ہلکا ہے مگر اپنی زندگی تو نہیں دے سکتا۔ میں اس کے لئے زندگی ہی ہے صاب، میں اگر اس کو بول دے گا کہ یہ بات کدر نہیں جانا چاہیے تو کبھی نہیں جائے گا۔“

”پھر اس سے ملاقات؟“

”آپ بالکل بے فکر رہو آج رات کو وہ اور آئے گا۔“ خوبصورت خان نے کہا۔

میں نے اس دوران ایک منصوبہ بنا لیا تھا اور اجمل شاہ اس منصوبے میں نہایت کار آمد ثابت ہو سکتا تھا۔ چنانچہ اب مجھے اجمل شاہ کا انتظار تھا۔

رات کو تقریباً ساڑھے دس بجے خوبصورت خان، اجمل شاہ کے ساتھ اندر داخل ہوا۔ دبلے پتلے بدن کا خوبصورت شکل و صورت کا آدمی تھا، مجھے سلام کیا۔ متحس نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

خوبصورت خان نے اس کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔ ”یہ ہے اجمل شاہ۔“

میں نے سلسلہ گفتگو یوں شروع کیا۔ ”اجمل شاہ، دراصل دل جمال اور خوبصورت خان نے تمہارے بارے میں اتنے اچھے الفاظ استعمال کئے کہ میرا دل تم سے ملنے کو چاہنے لگا۔ تم میرے بارے میں نہیں جانتے، خوبصورت خان نے تمہیں میرے بارے میں کیا بتایا ہے، یہ میں نہیں جانتا لیکن تمہارے بارے میں مجھے سب معلوم ہے۔“

”صاب میں اجمل شاہ کو یہ بتایا کہ اگر وہ میرا دوست ہے، میرا بھائی ہے، میرے

بچپن کا ساتھ نبھانا چاہتا ہے تو میرا صاب سے بات کرے اور میرا صاب جو چاہے اس کے لئے کام کرے۔ یہ نہ پوچھے کہ اس کام میں کیا نفع ہے کیا نقصان ہے۔ بس آنکھیں بند کر کے کام کرے، یہ بولتا ہے کہ یہ تیار ہے۔“

”تم لوگوں کی دوستی پر مجھے رشک آتا ہے۔ اجمل شاہ دراصل میں تم جیسے اچھے

نوجوانوں سے دل کی بات چھپانا ضروری نہیں سمجھتا۔ یہ تمہاری بستی ہے۔ تمہاری آبادی ہے۔ خوبصورت خان نے مجھے اس بستی کے وہ تاریک پہلو دکھائے ہیں۔ جہاں انسان نما جانور بستے ہیں۔ وہ انسانوں کی سی زندگی بسر نہیں کرتے۔ میری دل آرزو ہے اجمل شاہ کہ انہیں بھی انسانوں جیسی زندگی ملے۔ اس کے لئے میں کیا کر سکتا ہوں یا کیا کروں گا، یہ ایک الگ بحث ہے، تم سے میں چند کام چاہتا ہوں۔ کیا تم میرے لئے وہ کام سرانجام دو گے؟“

”صاب بس ایک بات بولے گا۔ خدا قسم، پورا ایمانداری، پورا رازداری سے آپ کے لئے ہر کام کرے گا یہ اجمل شاہ کا وعدہ ہے خوبصورت خان قسم کھا کر کہتا ہے کہ آپ کو امارا ذات سے کبھی کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔“

میں بہت متاثر ہوا میں نے کہا۔ ”اب میرے پاس شک کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ دراصل ڈولی رباب کے نمک کے کارخانوں کے بارے میں ہم ہی لوگ معلومات حاصل کرنے گئے تھے اور ہماری ہی وجہ سے ڈولی رباب اور بادل گل یہاں موجود غیر ملکوں کو پریشان کر رہے ہیں یا ان سب کو جو باہر سے سیروسیاحت کے لئے آئے ہوئے ہیں۔“

اجمل شاہ کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں اس نے آہستہ سے کہا۔ ”صاب وہ

چھوٹا بچہ لوگ آپ کے ساتھ ہے۔“

میں نے اس سے زیادہ حیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ ”تمہیں ان کے بارے

میں کیسے علم؟“

”ابی ڈولی رباب کے ساتھی لوگوں نے اس کو اشارہ دیا ہے کہ وہ لوگ چھوٹا قد کا

مالک ہے۔ صاب کام ہوتا ہے ان کے خلاف۔ ابی تھوڑے دن پہلے بادل گل نے ایک

آدمی کو ختم کیا اور اس کا لاش چوک پر لٹکایا۔ چھوٹا چھوٹا لوگ نے جو چھوٹے قد کا بڑا

لوگ ہے اس لاش کو اور سے حاصل کیا اور بادل گل کے بارہ آدمیوں کو جان سے مار دیا۔ ڈولی رباب اور بادل گل میرے اوپر بہت بھروسہ کرتا ہے۔ وہ لوگ آپس میں بات کیا کہ یونا لوگ گورنمنٹ کا آدمی ہے اور ان لوگ کے خلاف کام کرتا ہے۔ صاب وہ یونا لوگ کا تلاش میں ہے اور اس کے بارے میں یہ فیصلہ کر چکا ہے کہ اس کو جدر دیکھے جان سے مار دے۔ یہ بات ہے صاب اور ابی جو غیر ملکی لوگ کو مارا جا رہا ہے وہ اسی پروگرام کے لئے مارا جا رہا ہے۔

”میں صاب ڈولی رباب کے ساتھ بہت عرصے سے کام کرتا ہے مگر اب دیکھو برا آدمی تو برا ہی ہوتا ہے ناصاب اگر مالک برا ہو اور یہ دیکھتا ہو ام کہ وہ انسانوں کو نقصان پہنچاتا ہے تو یا تو پھر ایسا ہونا چاہیے کہ ہمارے ہاتھ میں بھی بندوق ہو اور ام بھی اس کا ساتھی بن جائیں لیکن اگر ایسا نہیں ہے اور اللہ کو جواب دینے کا خیال دل میں ہے تو صاب پھر اس کے خلاف کام کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ ابھی ام آپ کو پورا ایمانداری سے بولے اگر محکمہ پولیس ہمارا بات سنتا تو خدا قسم ہم ڈولی رباب کے بارے میں ادھر سب بات بتا دیتا مگر ام جانتا ہے کہ اگر ام ایسا کرنے جائے گا تو ادھر سے زندہ واپس نہیں آئے گا۔“

”گویا اجمل شاہ تم ہمارے لئے کام کرنے پر آمادہ ہو۔“

”ہاں صاب اگر وہ انسانیت کا خدمت کا کام ہو۔“

”اپنی زبان سے کہنا اچھا نہیں لگتا“ اجمل شاہ لیکن آنے والا وقت بتائے گا کہ میں ان دونوں شیطانوں کو ختم کر کے صرف انسانی بھلائی چاہتا ہوں یہ ہمارا وطن ہے ہماری زمین ہے۔ یہاں جتنے برے لوگ رہتے ہیں وہ ہمارے دشمن ہیں اور ہم دشمنوں کا خاتمہ چاہتے ہیں۔“

”ایک بات بولوں صاب آپ کو۔“ اچانک اجمل شاہ نے کچھ یاد کر کے کہا۔
”ہاں کہو۔“

”صاب اگر آپ کچھ کر سکتا ہے تو ایک کام کر لو جس طرح بھی بن پڑے آپ جنرل رباب کو پکڑ لو۔“

”جنرل رباب.....؟“ میں نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

”ڈولی رباب کا اکلوتا بیٹا ہے۔ باہر کے ملک میں رہ کر آیا ہے اور ڈولی رباب کا زندگی اس میں ہے۔ وہ اپنے بیٹے کو اتنا چاہتا ہے کہ اس کے لئے زمانے بھر کو آگ لگانے کو تیار ہو جائے گا۔ اس کا چھ بیٹا ہے اور ایک ہی بیٹا ہے۔“

”مگر ایک بات میں بھی بولوں صاب۔“ خوبصورت خان نے کہا۔ ”جنرل رباب اپنے باپ سے بالکل مختلف ہے۔ کبھی پرانا بستی میں نکل جاتا ہے تو لوگوں کو اتنا کچھ دے آتا ہے کہ سارا بستی اس کو دعائیں دیتا ہے۔ وہ صاب بہت عجیب سا آدمی ہے۔ ہم لوگ کا سمجھ میں نہیں آتا، کبھی فرشتہ، کبھی شیطان، دل چاہتا ہے تو لاکھوں لٹا دیتا ہے اور نہیں دل چاہتا تو ایک پیسہ تک چھین لیتا ہے۔“

”ہوں بڑی اچھی بات بتائی تم نے، مگر جنرل رباب ہمارے ہاتھ کیسے لگ سکتا ہے؟“

”یہ میرا ذمہ داری چھوڑو صاب، میں اس کو آپ کا ہاتھ لگائے گا۔“ اجمل شاہ نے کہا۔

”کیسے.....؟“

”کبھی کبھی میرے کو لے کر جاتا ہے وہ نشے کا عادی ہے، ایک جگہ سے نشہ کرتا ہے، وہ ادھر جا کر بیٹھتا ہے اور چوبیس چوبیس گھنٹے ادھر رہتا ہے۔ جب بھی وہ ادھر جائے گا میں آپ کو بھی ادھر پہنچا دے گا۔“

”ٹھیک ہے ویسے اجمل شاہ ڈولی رباب کے ہر قدم پر نظر رکھو۔ وہ جو کچھ بھی بات کرتا ہے جس سے بھی کوشش کرو کہ وہ بات سنو اور اس کے بعد ہم لوگوں کو بتا دو۔“
”آپ بے فکر رہو، اجمل شاہ آپ کا سپاہی ہے۔“ اجمل شاہ نے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا اور میں گرتوں ہلانے لگا۔

بہر حال ٹیم بنتی جا رہی تھی اور بادل گل کی گردن میں ہمارا حلقہ تنگ ہوتا جا رہا تھا لیکن وہ صاحب اثر تھا۔ ہر ممکن طریقے سے وہ ہمیں تلاش کر رہا تھا۔ خوبصورت خان، دل جمال اور اب اجمل شاہ بھی ہمیں اس کی اطلاع دے رہے تھے۔ شر کی حالت واقعی بہت خراب تھی لیکن بھلا پانچ بونوں کو وہ لوگ کیسے تلاش کر سکتے تھے؟

میں نے چیکا س برادرز کی ایک اور حرکت دیکھی۔ انہوں نے غالباً دل جمال ہی

سے مل کر لکڑی کے بڑے بڑے ڈنڈے منگوائے تھے اور انہیں تقریباً تین تین فٹ کا کٹوا لیا تھا۔ پھر وہ انہیں اپنی مرضی کے مطابق درست کرتے رہے تھے اور اس کے بعد میں نے انہیں دل جمال کے احاطے میں چھل قدمی کرتے اور بھاگتے دوڑتے دیکھا۔ وہ ان ڈنڈوں پر بھاگ دوڑ کر رہے تھے اور کوئی بھی نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ چھوٹے قدم کے لوگ ہیں یا ان کے پیروں میں ڈنڈے بندھے ہوئے ہیں اور ان سے انہوں نے اپنا قد بڑھالیا ہے۔

چیکاس تھری نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”مسئلہ لباس کا آجاتا ہے ہمیں چھ فٹ انسان کے لباس درکار ہوں گے۔“

”تم لوگ نجانے کیا ہو..... کیا ان ڈنڈوں پر بھاگ دوڑ بھی کر سکتے ہو؟“

”ہمز رفقاری کے ساتھ، یقین نہ آئے تو دوڑ کر دیکھ لیجئے، یہ دیکھیے۔“ وہ پانچوں کے پانچوں صحن میں رقص کرنے لگے، قلابازیاں کھائیں، بھاگے دوڑے، جتنی جگہ تھی اس میں انہوں نے اپنی برق رفقاری کا مظاہر کر کے ہمیں ششدر کر دیا۔ دل جمال تو پیٹ پکڑ پکڑ کر قہقہے لگا رہا تھا۔

خوبصورت خان پھٹی پھٹی آنکھوں سے انہیں دیکھ رہا تھا پھر اس نے آہستہ سے کہا۔ ”سچ بولتا ہے صاب، یہ لوگ انسان کا بچہ نہیں ہے۔ آپ کو تھوڑے دن کے بعد معلوم ہو جائے گا کہ یہ کسی سیارے کا مخلوق ہے۔“

”یہ ساری باتیں اپنی جگہ ہیں۔ اجمل شاہ نے ابھی تک کوئی رپورٹ نہیں دی۔“

”اجمل شاہ آج شام کو آنے کیلئے کہہ گیا ہے۔ مجھے راستے میں ملا تھا۔“ خوبصورت خان نے بتایا۔

”باہر کیا صورت حال ہے؟“

”کچھ نہیں صاب، بس باہر کے لوگ ادھر سے جا رہے ہیں۔ بہت سے ہوٹل ملنے ہو گئے ہیں۔ ایک عجیب سا خوف پھیل گئی ہے۔ ہوٹل کا کاروبار کرنے والوں میں اور دوسرے لوگوں میں بھی کیونکہ یہاں زیادہ تر غیر ملکی سیاحوں کی وجہ سے لوگوں کا کاروبار چلتا ہے۔ ابھی سارا لوگ پریشان ہوتا ہے۔“

”ہوں، اور پولیس کی طرف سے تو کوئی کارروائی نہیں ہو رہی؟“

جواب میں خوب صورت خان ہنس پڑا۔ پھر بولا۔ ”جو کارروائی ہو رہی ہے صاب، تو ہو رہی ہے لیکن اس احتیاط کے ساتھ کہ ڈولی رباب یا بادل گل کو کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔“

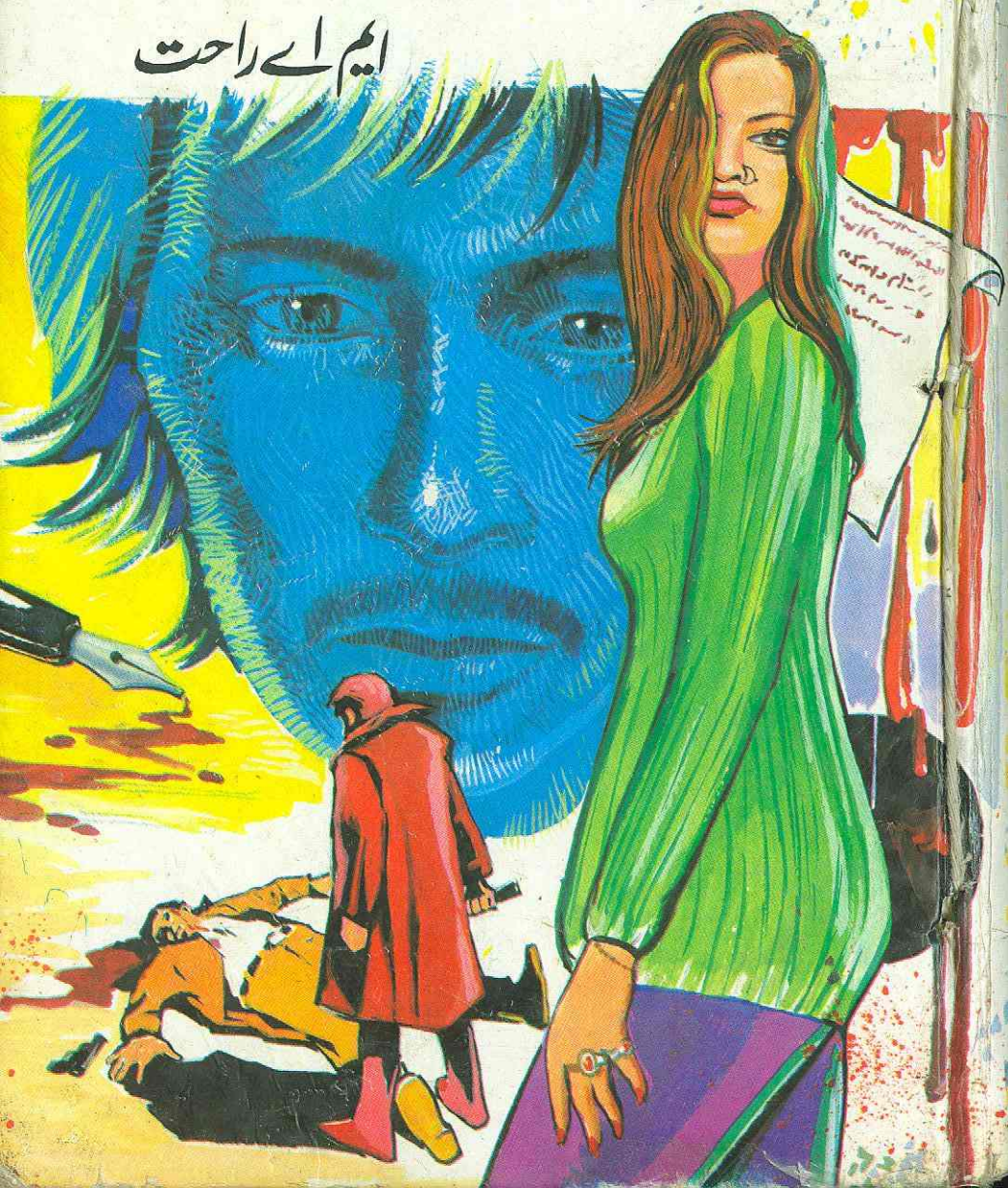
میں دانت پیس کر خاموش ہو گیا۔ اب یہ دو نام میسرے لئے زخم کی حیثیت اختیار کر گئے تھے اور میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ ان کا جلد خاتمہ ہونا چاہیے ورنہ برائیاں بڑھتی ہی چلی جائیں گی۔



خونی تحریر



ایم اے راحت



برف کی نگری میں ہم بہت دیر تک سیر و سیاحت کرتے رہے پھر تھک کر ایک ہوٹل میں جا بیٹھے۔

”میری کرائن کے لوگ دم بخود ہیں۔“ اس نے ہیمبرگر کو اپنے خوبصورت دانتوں سے کھینچتے ہوئے کہا۔

”کیوں؟“ میں نے کہا اور وہ خاموشی سے اپنے مشغلے میں مصروف رہی۔ پھر بولی۔
”یہی سمجھ لو، ایک بچے کو گھر کی چار دیواری میں قید رکھا گیا۔ اس کے ماں باپ اسے ہدایات دیتے رہے۔ ایسے بیٹھو، ایسے اٹھو، ایسے کھاؤ، ایسے چلو۔ یوں کرو، یوں نہ کرو۔ وہ بچہ اپنی کوئی سوچ اپنی کوئی رائے نہیں رکھتا۔ پھر اچانک وہ ماں باپ اسے چھوڑ کر چلے گئے۔ بچہ کیا کرے گا۔“

”ہاں، یہ سچ ہے۔“

”یہ ساری ریاستیں اسی تذبذب کا شکار ہیں۔“

”تم یہاں کتنے عرصہ سے ہو اسکیلا؟“

”ڈھائی سال ہو گئے۔“

”لیس لینڈ کی جنگ کے آثار یہاں نہیں نظر آتے۔“

”ہاں، بس کچھ عجیب سے حالات ہیں۔“

”تم نے تو یہاں عوامی علاقے بھی دیکھے ہوں گے۔“

”اور کرتی کیا رہی ہوں۔“

”مجھے ان کی سیر کراؤ گی؟“

”جو کہو گے کروں گی، یہاں کا سفری نظام بہت شاندار ہے، تم نے محسوس کیا ہوگا یہاں لاتعداد سہولتیں ہیں۔ جدید ترین، لیکن یہ صرف ان فلاش ریاستوں کے حصے میں آئی ہیں اور وہ بہ مشکل یہ نظام سنبھال پا رہے ہیں۔ کیونکہ پہلے سے اس کے تربیت یافتہ ہیں۔ لیکن اب وسائل نہیں رکھتے۔“

”تم بہترین تجزیہ لگا رہے ہو۔“
”شکریہ۔“

یہ ایک اچھا سہارا تھا۔ ابھی تک پینل کے لوگوں نے مجھ سے رابطہ نہیں کیا تھا۔ لیکن یہ بات طے ہو گئی تھی۔ پہلے میں یہاں تمام صورتحال سے واقف ہونا چاہتا تھا اس کے بعد ہی کام کرنا ضروری تھا۔

پھر اسکیلا میری بہترین گائیڈ بن گئی۔ ہم نے پورے میری کرائن کا جائزہ لے ڈالا۔ بہت بڑا علاقہ بھی نہیں تھا۔ برق رفتار ٹرینیں گھنٹوں میں سفر طے کر لیتی تھیں۔ ایک شاندار ٹرانسپورٹ نظام قائم تھا۔ البتہ اس تمام سیاحت کے دوران میں یہ اندازے کرتا رہا تھا کہ موٹی زون کی تجربہ گاہ کہاں ہو سکتی ہے۔ میں نے جنگ زدہ علاقوں کو بھی دیکھا تھا اور اس کے بارے میں بہت سے اندازے قائم کرتا رہا تھا۔ بہر حال سچی بات ہے کہ مجھے کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا تھا۔ میری کرائن کے کل سات شہر تھے ان میں تین شہر بالکل مخدوش حالت میں لیس لینڈ کے سرداروں کے پاس تھے اور دوران جنگ انہی شہروں کو زیادہ نقصان پہنچا تھا۔ حالانکہ جنگ بند نہیں ہوئی تھی۔ لیکن پراسرار طور پر رک گئی تھی اور اس کی وجہ نامعلوم تھی۔

اس شام بھی ہم تھکے ماندے ہاسٹل میں داخل ہوئے تھے۔ اسکیلا نے مجھے دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔ ”تھک گئے ہو گے۔“

”ہاں برفانی وادیوں کا سفر تھکا دینے والا ہوتا ہے۔“

”فریش ہو جاؤ۔“ رات کا کھانا ساتھ کھائیں گے۔

”ٹھیک ہے۔“ میں نے کہا، لیکن اب میں سوچ رہا تھا کہ مجھے پینل کے افراد سے

ملاقات کرنی چاہیے۔ بہت وقت گزر گیا تھا اور میں پہلا مرحلہ مکمل کر چکا تھا۔ میری

کرائن کی سیر ہر جگہ دیکھ ڈالی تھی اور کوئی خاص اندازہ نہیں لگا سکا تھا۔ ان لوگوں سے ملاقات میرے اختیار میں تھی۔ یہ گھڑی ٹرانسپیر بھی تھی اور کون نے مجھے ہدایت کردی تھی کہ میں پینل کے افراد سے اس کے ذریعے رابطہ کر سکتا ہوں لیکن اس وقت جب میں چاہوں چنانچہ میرے خیال میں اب اس کام کا آغاز ہو جانا چاہیے۔

کچھ دیر کے بعد مجھے اسکیلا کے ساتھ کھانے میں شریک ہونا تھا۔ اس لیے میں نے اس کام میں دیر نہیں کی۔ دروازہ بند کیا اور پھر اس ٹرانسپیر پر کارروائی کرنے لگا۔ جب میری کوششوں کے نتیجے میں گھڑی کا ڈائل بند ہو گیا تو میں نے کہا۔

”بی سی آئی۔ دس بی سی آئی۔ ہیلو دس بی سی آئی۔“

”گھڑی کے ڈائل پر ایک ننھا سا چمکدار نقطہ نمودار ہوا اور نہایت صاف آواز ابھری۔“

”لیس سرا آئی سی بی دس۔ آئی سی بی ایس ریسیونگ۔“

”میرا نام ڈی ایم ہے۔ بلیک چینل سے مجھے بھیجا گیا ہے۔“ ”کیا تمہیں میرے بارے میں اطلاع ہے؟“

”کیوں نہیں سر۔“

”میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔“

”ویل کم سرا! ہم آپ کے رابطے کا انتظار کر رہے تھے۔“

”کیا طریقہ ہو گا؟“

”سر آپ جیسے حکم دیں۔“

”کہاں ملاقات ہو سکتی ہے؟“

”اپنی کین پارک۔ آپ نے پارک لائن میں اپنی کین پارک دیکھا ہے۔“

”ہاں!“

”وہاں آسکتے ہیں۔“

”آسکتا ہوں۔“

”پارک کے سلسلے پر اٹم اسٹور نامی ایک یوٹیلیٹی شاپ ہے۔“

”ٹھیک ہے تلاش کر لوں گا۔“

”بالکل سامنے، کھلی سڑک پر یہ شاپ ہے سر، آپ پارک کے گیٹ پر کھڑے ہو کر سامنے دیکھیں گے تو آپ کو یہ شاپ نظر آجائے گی۔“

”ہاں میں سمجھ گیا۔“

”بس وہاں تک آپ کو زحمت کرنی ہوگی۔ وہاں سے آپ کو ریسیو کر لیا جائے گا۔“

”مجھے پہچانتے ہو؟“

”جی سر!“

”دیری گڈ، میں تمہیں کیسے پہچانوں گا؟“ میں نے کہا۔

”سر آپ کو ریسیو کرنے والا آپ کو سفید گلاب آفر کرے گا۔ اس کے کوٹ پر سفید گلاب کی دو کلیاں لگی ہوں گی۔“

”اوکے۔ وقت بتاؤ۔“

”یہ آپ پر منحصر ہے۔“

”ٹھیک گیارہ بجے۔“

”ہم مستعد ملیں گے۔“ دوسری طرف سے کہا گیا۔

”اوکے۔“ میں نے کہا اور ٹرانسیٹر بند کر دیا۔

اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی۔ پھر اسکیلا اندر داخل ہوئی۔ لباس بدل چکی تھی۔ مجھے دیکھ کر مسکرائی اور بولی۔

”لباس نہیں تبدیل کیا؟“

”ہاں، کمولت سوار ہے۔“

”نہیں لباس تبدیل کر لو، میں نکال کر دیتی ہوں۔“ وہ الماری کی طرف بڑھ گئی۔ پھر اس نے مجھے لباس نکال کر دیا اور میں اسے لے کر واش روم میں داخل ہو گیا۔ جب میں لباس بدل کر آیا تو اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی خوشی تلچ رہی تھی۔ میں اسے دیکھ کر مسکرایا۔

”میں حد سے تو نہیں بڑھ رہی ہوں۔“

”دوستی کی کوئی حد ہوتی ہے؟“

”نہیں۔“ وہ بولی۔

”پھر کیوں کہہ رہی ہو۔“ میں نے کہا اور وہ خاموش ہو گئی، پھر پچھو دیا۔

”ہم جدا ہو کر ایک دوسرے کو بہت یاد کریں گے۔“

”ہاں۔“ تم بہت اچھی ساتھی ہو۔

”کھانا کہاں کھاؤ گے؟“

”اسٹار بلوم میں، تم میرے مذہب سے واقف ہو؟“

”ہاں، میں جانتی ہوں، کتنی دیر میں چلو گے؟“

”بس تھوڑی دیر کے بعد۔“ اسٹار بلوم میں کئی بار کھانا کھا چکا تھا۔ یہاں زیادہ تر میرے ہم وطن آتے تھے۔ عملہ بھی میرے ہم وطنوں کا تھا انہیں دیکھ کر دل میں ایک ہوک سی اٹھتی تھی۔ دل چاہتا تھا ان سے ملوں، وطن کی باتیں کروں، لیکن اس جذباتی احساس کو دل میں ہی دفن کر دینا پڑتا تھا کسی بھی طرح یہ میرے لیے بہتر نہ ہوتا، کوئی میرا شناسا بھی نکل سکتا تھا ان میں، کیونکہ ایک زمانے میں خاصی شہرت حاصل ہو چکی تھی، اس وقت بھی اسٹار بلوم میں بہت سے ہم وطن موجود تھے، میں اسکیلا کے ساتھ ایک میز پر بیٹھ گیا اور ہم نے اپنی پسند کے کھانے کا آرڈر دے دیا۔ وقت کا تعین کر لیا تھا میں نے کہ کس وقت تک اسکیلا کا ساتھ دینا ہو گا اور اس کے بعد اس سے معذرت کر لوں گا۔ ویسے وہ ابھی تک میرے لیے درد سر نہیں بنی تھی، نہایت ہی متعاون اور نرم خو ساتھی تھی۔

الغرض ہم لوگ یہاں وقت گزارتے رہے، اسکیلا مجھ سے بہت اچھی باتیں کرتی تھی، خاصی دیر تک ہم لوگ ہوٹل میں رہے۔ پھر میں نے گھڑی میں وقت دیکھ کر اسکیلا سے کہا۔

”کیا خیال ہے اٹھیں؟“

”ٹھیک ہے تھوڑا سا پیدل چلیں گے اس کے بعد ٹیکسی لے کر ہاسٹل چل پڑیں گے۔“ وہ بولی اور میں نے اس سے اتفاق کر لیا۔ خاصا فاصلہ پیدل طے کیا تھا، سردی بھی آج شباب پر تھی اور ہوٹل سے باہر نکلنے کے بعد یوں محسوس ہوا تھا جیسے کسی نے پورا بدن برف کے بخ پانی سے نہلا دیا ہو۔ میں اس سردی کا عادی نہیں تھا، لیکن اسکیلا اسے بہ آسانی برداشت کر رہی تھی۔ تب میں نے اس سے کہا۔

”اب فوراً ٹیکسی لے لو، ورنہ میں بیمار پڑ جاؤں گا۔“

وہ ہنس پڑی اور ہم لوگ ٹیکسی کی تلاش میں نگاہیں دوڑانے لگے۔ پھر ایک ٹیکسی نے ہمیں ہمارے ہاسٹل میں چھوڑ دیا۔ اس وقت دس بجتے ہیں پانچ منٹ باقی تھے۔ اسکیلا کہنے لگی۔

”کیا خیال ہے کافی پی جائے؟“

”نہیں بھئی سردی نے مجھے بہت متاثر کیا ہے اور اب میں سونا چاہتا ہوں۔“

”اوکے پھر ہم دونوں ایک دوسرے کو خدا حافظ کہیں۔“

”بالکل۔“ اسکیلا اپنے کمرے میں چلی گئی، کچھ دیر کے بعد میں نے دروازہ کھول کر

سامنے دیکھا، سامنے والے کمرے کی روشنیاں بند ہو چکی تھیں، چنانچہ میں تیاریوں میں مصروف ہو گیا جس جگہ کے بارے میں مجھے بتایا گیا تھا وہ میرے علم میں آچکی تھی۔ اسکیلا کی معیت سے یہ فائدہ بھی ہوا تھا کہ میری کرائن کے بے شمار علاقوں سے واقفیت حاصل کر چکا تھا۔ بہر حال میں نے لباس وغیرہ تبدیل کیا بہت سے خیالات میرے ذہن میں تھے۔ پھر باہر نکلا۔ ٹیکسی یہاں آسانی سے دستیاب ہو جاتی تھی۔ بے چارے ڈرائیور سخت سردی کو نظر انداز کر کے تلاش رزق میں نہ جانے کہاں کہاں کھڑے رہا کرتے تھے۔ ایک ٹیکسی مجھے لے کر میری مطلوبہ منزل کی جانب چل پڑی اور میں خاموشی سے برف کی دھند میں لپٹی ہوئی روشنیوں کو دیکھتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ مطلوبہ پارک کے سامنے میں نے ٹیکسی رکوائی اور ڈرائیور کو بل کی ادائیگی کرنے کے بعد سامنے دیکھا۔ اسٹور کھلا ہوا تھا لیکن گاہک نہ ہونے کے برابر تھے۔ بس اکا دکا افراد۔ ویسے اسٹور بے حد شاندار تھا۔ میں آہستہ خرامی سے اسٹور کی جانب چل پڑا اور اس کے سامنے کے فٹ پاتھ پر پہنچ گیا۔ ابھی مجھے کھڑے ہوئے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ ایک خوب صورت سی لڑکی اوباش سے انداز میں مسکراتی ہوئے میری جانب بڑھی اور پھر اس نے گلاب کا ایک سفید پھول میری جانب بڑھایا اور کہنے لگی۔

”گلاب پسندیدگی کی نمائندگی کرتے ہیں اور میرے کوٹ میں سفید کلیاں بھی ہیں کیا آپ میرے ساتھ اسٹور کی داہنی سمت والی پتلی سی گلی میں چلنا پسند کریں گے؟“

میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی سے اس کے ساتھ چل پڑا۔ لڑکی مطلوبہ پروگرام کے مطابق تھی۔ اسٹور کے عقبی حصے میں ایک چھوٹا سا دروازہ کھلا ہوا تھا اس

نے اندر داخل ہو کر مودبانہ طریقے سے مجھے اشارہ کیا جس انداز میں اس نے مجھ سے ملاقات کی تھی اس کے تحت تو مجھے اسے کوئی دلکش جواب دینا چاہیے تھا، لیکن میں اپنا بھی ایک مقام قائم رکھنا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے سنجیدہ رویہ ہی اختیار کیا تھا جب میں چھوٹے سے دروازے سے اندر داخل ہوا تو لڑکی نے دروازہ بند کر کے اندر سے اسے لاک کر دیا۔ دروازے کے سامنے ایک راہداری نظر آرہی تھی جو آگے جا کر داہنی سمت گھوم گئی تھی لیکن داہنی سمت گھومتے ہی اس میں ایک اور بڑا دروازہ تھا۔ صاف شفاف عمارت تھی اس بڑے دروازے کے قریب پہنچ کر لڑکی نے ہینڈل پر ہاتھ رکھا اور میں اندر داخل ہو گیا۔

بہت بڑا کمرہ تھا جس کے درمیان میں میز پڑی ہوئی تھی اور کمرے میں چند افراد میرے منتظر تھے لیکن ان کے چہروں پر نگاہ ڈالتے ہوئی میری نظر ایک چہرے پر پڑی اور دوسرے لمحے میرے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا ایک نہایت سادہ، موٹے سے پروکار لباس میں اسکیلا بھی میرے سامنے کھڑی ہوئی تھی۔

==☆☆☆☆==

بات سے متفق تھے کہ جس شخص نے اپنے آپ کو ان کے نمائندے کی حیثیت سے پیش کیا ہے وہ سب اس سے مطمئن ہیں۔ میں نے اس سے کہا۔

”شکریہ..... میری درخواست ہے کہ آپ لوگ باقاعدگی سے مجھ سے اپنا تعارف نہ کرائیں بلکہ بہتر یہ ہے کہ آپ اپنے لیے نمبروں کی ترتیب کر لیں، جیسے آپ نمبر ایک کی حیثیت سے، باقی اپنے لیے نمبروں کا انتخاب تمام لوگ خود ہی کر لیں۔“ ان لوگوں نے میرے الفاظ میں دلچسپی محسوس کی تھی اور مسکراتے ہوئے گردنیں خم کر دی تھیں۔

”تو مسٹر نمبروں میں آپ سے پہلا سوال یہ کرنا چاہتا ہوں کہ میرے بارے میں جہاں سے بھی آپ کو ہدایت ملی ہے وہاں کیا یہ کہا گیا ہے آپ سے کہ آپ میرے ہر سوال کا جواب دینے کے پابند ہیں؟“

یہ ایسا سوال تھا جس نے ان لوگوں کو حیرت میں مبتلا کر دیا تھا لیکن نمبروں نے جواب دیا۔

”جی سر ہمیں ہدایت ملی ہے کہ آپ سے ہر طرح کا تعاون کیا جائے اور آپ کو اپنا لیڈر تسلیم کیا جائے۔“

”شکریہ۔ گویا یہ بات آپ لوگوں کو بتا دی گئی ہے کہ لیڈر کی حیثیت سے آپ کو میرے احکامات کی پابندی کرنا ہوگی۔“

”جی سر..... اور اس کے باوجود ہم ذاتی طور پر بھی آپ سے ہر طرح سے تعاون کرنے کے خواہش مند ہیں۔“

”بے حد شکریہ“ میں اس بات کے لیے ذاتی طور پر بھی آپ کا بے حد شکر گزار ہوں۔ مسٹر نمبروں! اب چونکہ یہ تمام معاملات ہمارے درمیان طے ہو چکے ہیں اس لیے میں آپ سے دوسرا سوال یہ کروں گا کہ کیا آپ کو علم ہے کہ مجھے یہاں کس مشکل کے حل کی تلاش کے لیے بھیجا گیا ہے؟“

نمبر ان نے متعجب انداز میں اپنے ساتھیوں کی جانب دیکھا اور بولا۔

”جی سر۔“

”کیا آپ سے یہ کہا گیا ہے کہ آپ کو میری شناخت کس طرح کرنی ہے؟“

”سر، ہم نے آپ کی شناخت کر لی ہے۔“

اسکیلا کو دیکھ کر میرے چہرے کے عضلات میں یقیناً ہلکا سا تاؤ نمودار ہوا ہو گا لیکن میں نے اسے نمایاں نہ ہونے دیا اور ہلکی سی گردن خم کر کے ان کے استقبالیہ کلمات کا جواب دیا۔ مجھے میرے لیے منتخب کردہ جگہ پر بیٹھنے کی دعوت دی گئی تو میں نے بیٹھنے کے بعد کہا۔

”میں آپ تمام لوگوں سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں، پہلا سوال یہ ہے کہ کیا آپ لوگوں کو میرے بارے میں تفصیلی ہدایت دی گئی ہے۔ میری یہ بھی خواہش ہے کہ آپ میں سے کوئی ایک فرد میرے سوالات کا جواب دینے کے لیے اپنے آپ کو منتخب کر لے اور بہتر ہے کہ میں اسی سے جواب طلبی کروں، لیکن یہ سب آپ کی مرضی پر منحصر ہے، میری طرف سے یہ کوئی ہدایت نہیں ہے تو کیا میں اس شخص سے روشناس ہو سکتا ہوں جو میرے تمام سوالات کا جواب دے اور اس کے علاوہ یہ لازمی نہیں ہے کہ وہی شخص سب کچھ کرے اگر کسی سوال کا جواب اس کے پاس نہ ہو تو وہ اپنے دوسرے ساتھیوں سے مشورہ کر سکتا ہے۔“ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا۔

”جناب! ویسے تو ہم سب ہی آپ کے سوالات کا جواب دینے کے لیے حاضر ہیں لیکن اگر مجھے اس حیثیت سے قبول کر لیا جائے تو مجھے خوشی ہوگی بشرطیکہ میرے ساتھیوں کو اعتراض نہ ہو۔“

”یہ سوال آپ اپنے ساتھیوں سے کر سکتے ہیں جناب!“ میں نے کہا اور اس نے اپنے ساتھیوں کی جانب دیکھا سب نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا دی تھی، گویا وہ اس

”اور آپ لوگ میری جانب سے مطمئن ہیں؟“
”جی ہاں، سو فیصد۔“

”مکمل اظہار اطمینان کے بعد اس امر کی گنجائش نہیں رہ جاتی کہ ہم آپ سے کسی طرح کا گریز کریں لیکن اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ آپ کے چند سوالات ہی نے ہمیں اس قدر مشکل میں ڈال دیا ہے کہ ہم بڑی عجیب سی کیفیت محسوس کر رہے ہیں بہر حال آپ کے اس سوال کا جواب اپنے وعدے کے مطابق ہمیں دینا ہے۔ میری کرائن اور ایس لینڈ کا جو معاملہ چل رہا ہے اس میں ماؤنٹی زوف کا کردار بھی بڑی حیثیت رکھتا ہے اور جس خدشے کا اظہار کیا گیا ہے وہ یقیناً آپ کے علم میں ہو گا۔ ہمارا کام یہ ہے کہ اس خدشے کا خاتمہ کیا جائے اور آپ کے تعاون کے ساتھ وہ تمام کارروائیاں کی جائیں جس سے بیس لاکھ افراد کی زندگی کا خطرہ بھی ٹل جائے اور ایک بہت ہی خوفناک اور اہم صورت حال کا خاتمہ بھی ہو جائے۔“

”دیری گڈ! میں اس سوال کے جواب سے پوری طرح مطمئن ہوں۔ اس میٹنگ کا مقصد ایک دوسرے سے تعارف بھی ہے اور کام کے آغاز کا سلسلہ بھی۔ تعارف کے طور پر میں اپنے بارے میں صرف اتنا بتانا پسند کرتا ہوں کہ مجھے بی سی کی جانب سے بھیجا گیا ہے اور میرا کام یہ ہے کہ ان افراد کو تلاش کروں جو یہاں یہ بھیانک منصوبہ لے کر داخل ہوئے ہیں اور اس کے ساتھ ہی ماؤنٹی زوف کو بھی منظر عام پر لاؤں۔ بی سی پینل کے ارکان کی حیثیت سے یقیناً آپ لوگوں نے بھی ان افراد کو تلاش کرنے کی کوشش کی ہوگی، کیا آپ میں سے کسی کو ان میں سے کسی کا سراغ ملا؟“
”نہیں جناب ابھی تک نہیں۔“ نمبروں نے جواب دیا۔

”کیا آپ کو اندازہ ہے کہ ماؤنٹی زوف کی وہ تجربہ گاہ کہاں ہوگی؟“
”نہیں سر۔ سر میری کرائن کے علاقے بہت الجھے ہوئے ہیں اور اس کے بعد بیرون شہر برفانی میدانوں کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے، لیکن ہمارا اندازہ ہے کہ وہ لیبارٹری برفانی میدانوں میں ہی موجود ہوگی۔“

”کیا ماؤنٹی زوف کے اہل خاندان یا اس کی قدیم ہسٹری کے بارے میں آپ کو معلوم ہے، کیا ایسے کسی فرد کا اندازہ ہے آپ کو جس کا تعلق ماؤنٹی زوف کے خاندان سے ہو؟“

”تو ٹھیک ہے مجھے آپ سے یہ سوال کرنے کا حق نہیں ہے کہ آپ کو میری شناخت کے لیے کیا ہدایات دی گئی تھیں لیکن اب جب کہ آپ مجھ پر مکمل اظہار اطمینان کرتے ہیں کہ میں ہی وہ شخص ہوں جس آپ کے پاس بھیجا گیا ہے تو پھر میں زیادہ اطمینان کے ساتھ آپ سے سوالات کر سکتا ہوں۔“
”جی سر۔“

”تو پھر آپ مجھے بتائیے کہ وہ کیا مشکل ہے جس کے حل کی تلاش کے لیے مجھے یہاں بھیجا گیا ہے اور آپ لوگوں کو مجھ سے معاونت کے لیے کہا گیا ہے۔“
ان سب کے چروں پر کشمکش کے آثار نظر آنے لگے تھے۔ میں نے ان کی کشمکش کو بھانپتے ہوئے کہا۔

”میں نے اس لیے آپ سے یہ سوال کیا تھا کہ پہلے آپ مجھے یہ بتا دیجئے کہ آپ لوگ میری جانب سے مطمئن ہیں یا نہیں، اس کے بعد میں آپ سے سوالات کروں گا۔ لیکن اس کے باوجود کہ میں آپ سے سوال کر چکا ہوں اور آپ مجھے اپنے اطمینان کا یقین دلا چکے ہیں، لیکن پھر بھی میں آپ کو اس بات کی اجازت دیتا ہوں کہ آپ مجھ سے سوالات کریں اور پہلے میرے بارے میں مطمئن ہو جائیں، یہ ایک سچا سودا ہے جو میرے اور آپ کے درمیان طے ہو رہا ہے جب آپ میری جانب سے مطمئن ہو جائیں گے تو پھر میرے سوالات کا جواب اطمینان سے دیں گے۔“

نمبروں نے اپنے ساتھیوں کی جانب دیکھا اور اسی وقت اسکیلا نے کھڑے ہو کر کہا۔

”سر ہم آپ کی جانب سے پوری طرح مطمئن ہیں اور جیسا کہ آپ نے فرمایا کہ اپنے اس اطمینان کی تفصیلات بتانا ضروری نہیں ہے۔“

”تو پھر میرا اپنا سوال برقرار رہ جاتا ہے۔ آپ لوگوں کو اس بارے میں کیا علم ہے اور کس سلسلے میں آپ میری لیڈر شپ تسلیم کر رہے ہیں یعنی ہمیں کیا کرنا ہے؟“

یہ سوال ان لوگوں کے لیے ذرا چکرا دینے والا تھا۔ وہ چند لمحات سوچتے رہے پھر ان میں سے کسی ایک نے کہا۔

”سر، اس بارے میں ابھی تک ہم نے کوشش نہیں کی۔“

”ٹھیک، اس کے علاوہ مسٹر نمبرون کیا آپ مجھے بتا سکتے ہیں کہ میری کرائن کے جنرل کا کیا نام ہے؟“

”جنرل نوکیان..... وہ جنرل نوکیان کے نام سے جانا جاتا ہے۔“

”اس کی قیام گاہ؟“ میں نے سوال کیا۔

”جی سر، اس کے بارے میں مجھے معلوم ہے۔“ اسکیلا نے جواب دیا۔

”ٹھیک اور کوئی ایسی صورت حال جو آپ کے علم میں ہو؟“

”نہیں سر، اور کوئی ایسی بات نہیں ہے جو ہمیں معلوم ہو۔“

”کیا آپ کسی ایک ایسے فرد کو میرے حوالے کر سکتے ہیں جو میری کرائن کے ہر گوشے سے واقفیت رکھتا ہو اور جس کے سامنے جس جگہ کا نام لیا جائے، وہ مجھے وہاں تک پہنچانے میں معاون ثابت ہو سکے۔“

اس بار اسکیلا اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی اس نے کہا۔ ”سر! میں ایسا کر سکتی ہوں۔“

”کیا آپ مجھے مکمل وقت دے سکتی ہیں مس اسکیلا؟“

”جی سر، بی سی پینل کی رکن کی حیثیت سے مجھ پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ میں آپ کے لیے ہر طرح کی خدمات سرانجام دوں۔“

”تو پھر خود کو میرے لیے مخصوص کر دیجئے دوسری بات یہ کہ آپ ڈرائیونگ کر سکتی ہیں؟“

”جی سر۔“

”کیا مجھے ایک اچھی کار میا کی جاسکتی ہے؟“

”جی سر۔“

”میرا خیال ہے اس کے علاوہ میں اور کوئی سوال نہیں کرنا چاہتا۔ ہاں اگر آپ لوگوں کے ذہن میں کچھ ہو تو آپ براہ کرم مجھے بتا دیجئے گا۔“

وہ تمام ہی لوگ میری اس گفتگو سے متاثر نظر آرہے تھے۔ نمبرون ہی نے اپنے ساتھیوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”کیا آپ میں سے کوئی سوال کرنا چاہتا ہے؟“

”نہیں۔“ سب نے ایک ایک کر کے جواب دیا۔

”تو میرے خیال میں اس کے بعد ہم اس میٹنگ کے خاتمے کا اعلان کرتے ہیں۔“

میں نے کہا اور اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔ نمبرون کہنے لگا۔

”سر، آپ کے ساتھ ہم کچھ وقت نہیں گزار سکتے؟“

”یقیناً گزار سکتے ہیں اب میں اپنی ڈیوٹی سے فارغ ہو چکا ہوں۔“ میں نے کہا اور

ان سب کے چہرے کھل اٹھے۔ میری اس گفتگو کے دوران وہ عجیب و غریب کیفیت کا

شکار ہو گئے تھے اور شاید میں اس عجیب و غریب کیفیت کا شکار نہ ہوتا لیکن اسکیلا کو یہاں

دیکھ کر میرے ذہن میں یہ تبدیلی رونما ہوئی تھی۔ اسکیلا کتنے دن تک میرے ساتھ یہ

کھیل کھیلتی رہی تھی، اور اب وہ اپنے آپ کو نمایاں کر کے شاید میرے اندر کسی حیرت کی

تلاش میں سرگرداں تھی لیکن میں نے ان لوگوں کے تمام تصورات کو ملبیا میٹ کر دیا تھا۔

وہ سب اپنی جگہ سے اٹھے میرے قریب آئے اور بولے۔

”سر، آپ نے ایک انوکھا طریقہ کار اختیار کیا ہے کیا آپ ایسی ہی طبیعت کے مالک

ہیں؟“

”یہ تو انٹرویو ہو گیا حالانکہ ہم اس وقت دوستانہ ماحول میں گفتگو کر رہے ہیں۔“

”تو سر آپ ہمارے ساتھ ایک کپ کافی پیجئے گا.....“

”آپ لوگوں کی مرضی ہے، ظاہر ہے میں تم لوگوں سے الگ کوئی شخصیت نہیں

ہوں۔ وہ مرحلہ ختم ہو گیا ہے۔“

کافی جس کمرے میں پلائی گئی وہ بے حد خوبصورت تھا۔ میں نے کافی کے دوران ان

سے یہ سوال کیا۔

”آپ نے یہ اسٹور اپنے لیے منتخب کیا ہے۔ کیا آپ کی تمام مصروفیات یہیں تک

محدود رہتی ہیں؟“

”نہیں سر ہمیں مختلف نکات دیے گئے ہیں۔ یہاں ہم بہت آرام سے زندگی گزارتے ہیں۔ لیکن ہر ایک پہلو پر نظر رکھنے کے عوض۔“

”مقامی حالات کیا ہیں؟“

”سر لیس لینڈ سے جنگ کی وجہ سے یہاں خاصی معاشی مشکلات پیدا ہو چکی ہیں اور لوگ بے کسی اور کمپرسی کا شکار نظر آتے ہیں۔“

”میں دوستانہ طور پر ہی آپ کو ایک ہدایت کرنا چاہتا ہوں۔ آپ میں سے ہر شخص اپنے طور پر نہایت احتیاط کے ساتھ یہ کوشش کرے کہ ماؤنٹی زونف کے خاندان میں سے کسی ایک یا چند افراد کا پتا چل جائے، لیکن براہ کرم ان کی زندگی کے تحفظ کی خاطر آپ کو یہ کام نہایت احتیاط سے کرنا ہو گا۔“

”ٹھیک ہے سر! یہ کام ہم کل ہی سے شروع کر دیں گے کافی کے بعد میں اپنی جگہ سے اٹھا تو اسکیلا نے مجھے پیش کش کی۔“

”سر! آپ ہاسٹل ہی جائیں گے؟“

”جی مس اسکیلا۔“

”کیا میں آپ کے ساتھ چل سکتی ہوں.....“

میں نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا اور پھر اسے اجازت دے دی۔ واپسی میں اسکیلا نے کہا۔

”میں کچھ محسوس کر رہی ہوں جناب!“

”کیا؟“

”آپ شاید تھوڑے سے اس بات پر ناراض ہوئے ہیں کہ میں نے ابتداء میں ہی اپنے آپ کو آپ کے سامنے ظاہر کیوں نہیں کر دیا؟“

”میرا خیال ہے یہ ناراض ہونے کی بات نہیں ہے مس اسکیلا! آپ کو خود اندازہ ہے کہ ہم لوگ کون سی دنیا سے تعلق رکھتے ہیں اس میں احتیاط ہی سب سے بہتر چیز ہوتی ہے۔“

”گو یا آپ نے اس بات کو خاص طور سے محسوس نہیں کیا۔“

”نہیں۔“

ہم ہوشل آگئے۔ اسکیلا نے تھوڑی دیر کے بعد پھر میرے کمرے کے دروازے پر دھک دی اور میری اجازت پر اندر داخل ہو گئی۔

”ویسے تو آپ نے مجھے نمبر تین کہا ہے لیکن اس وقت میں نمبر تین نہیں ہوں۔“

”اس وقت کیا نمبر ہے تمہارا؟“

”میں نہیں جانتی اس کا تعین تو آپ ہی کر سکتے ہیں۔“

”نہیں ڈیر اسکیلا ہم کوئی ایسی نرم بات نہیں کہیں گے جس سے ہمارے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے گداز پیدا ہو۔“ میرے ان الفاظ پر اسکیلا کا چہرہ کسی قدر پھیکا پڑ گیا تھا۔ وہ مدھم سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

”سر چونکہ یہ درخواست میں نے خود کی تھی اور آپ نے کہا تھا کہ آپ مجھے ایک بری عورت نہیں سمجھتے اس لیے آپ کا کیا خیال ہے کہ اب ان حالات سے متاثر ہو کر میں آپ سے ایسی کسی خواہش کا اظہار کروں گی؟“

”ٹھیک یو مس اسکیلا۔“

”سر لیکن یہ چند روز جو ہم نے ساتھ گزارے ہیں اور ان کی حیثیت ایک طرح سے دوستانہ ہو گئی ہے اس میں آپ سے ایک رعایت طلب کروں گی۔“

”کیا؟“

”اگر میں آپ سے کوئی ایسا سوال کر لوں جو آپ کی پسند کے مطابق نہ ہو تو آپ مجھے ضرور معاف کر دیں گے۔“

”ٹھیک ہے۔“ میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا اور اسکیلا مسکرائے لگی۔ پھر بولی۔

”سر آپ مجھے وہاں دیکھ کر حیران ہوئے تھے؟“

”ہاں مس اسکیلا! انسانی فطرت کا تقاضہ ہے یہ لیکن میں نے اسے ناگوار محسوس

نہیں کیا۔ ظاہر ہے آپ لوگ جس شعبے سے متعلق ہیں اس میں آپ کو یہ تمام احتیاط تو برتنا پڑتی ہوں گی اب جیسے آپ نے پرائم اسٹور قائم کیا ہوا ہے یقینی طور پر اسے دنیا کی نگاہوں سے بچانے کے لیے آپ کو خاصی محنت کرنی پڑتی ہوگی۔“

”جی سر، تھینک یو دیری بچ۔ میں نے یہ سوچا تھا کہ کہیں آپ یہ نہ سمجھیں کہ میں آپ کو اس دوران غلط فہمی کا شکار بناتی رہی ہوں۔“

”نہیں میں نے اس بات کو مائنڈ نہیں کیا۔“

”سر! اپنے بارے میں کچھ بتانا پسند کریں گے؟“

”نہیں مس اسکیلا۔“ میں نے جواب دیا۔

”تھینک یو سر تھینک یو دیری بچ۔“ اسکیلا تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد چلی گئی اور میں نے تنہائی میں اب اپنے اس پروگرام کے بارے میں سوچا۔ ان لوگوں سے ملاقات کا کوئی خاص تصور ذہن میں نہیں ابھرا تھا بس چونکہ بلیک چینل کے افراد تھے اور بلیک چینل کے لیے کام کیا کرتے تھے اور یہاں مجھے ان سے معاونت حاصل کرنی تھی لیکن جنرل نوکیان کے بارے میں جو سوال میں نے کیا تھا وہ ایک الگ اہمیت کا حامل تھا کم از کم فوج ہر قسم کے شک و شبہ سے پاک ہوتی ہے سازشیں مختلف انداز میں کی جاسکتی ہیں لیکن فوجی حکام ہر طرح سے قابل اعتبار ہوتے ہیں۔ میں نے دل میں یہ سوچا تھا کہ جنرل نوکیان سے ملاقات کر کے اس موضوع پر گفتگو کروں۔ حالانکہ یہ ایک انتہائی مشکل کام تھا لیکن مجھے جس طرح کی رعایت اور مراعات دی گئیں تھیں ان کے تحت میں ہر مشکل کام کر سکتا تھا۔ اسکیلا کو جنرل نوکیان کی رہائش گاہ کے بارے میں معلوم تھا اور میں بھی یہ بات اچھی طرح جانتا تھا کہ کسی فوج کا جنرل کس قدر حفاظتی اقدامات کے ساتھ رہتا ہو گا۔ لیکن بہر حال میں فیصلہ کر چکا تھا کہ اب سب سے پہلے ملاقات جنرل نوکیان سے کی جائے اور اگر مجھے اس کا تعاون حاصل ہو جائے تو میرے لیے انتہائی کارآمد ہو سکتا ہے ویسے کوئن میکوویا نے کوئی لائن آف ایکشن نہیں بنائی تھی اور اس سے پہلے بھی ایسا نہیں ہوتا تھا، مجھے ہر طرح اپنی پسند کے مطابق کام کرنے کی اجازت دی جاتی تھی اس لیے میں اپنے طور پر ہی فیصلے کر سکتا تھا اور جنرل نوکیان سے ملاقات کا فیصلہ اسی پروگرام کے تحت تھا۔

دوسرے دن صبح ناشتے کے بعد میں نے اسکیلا کو طلب کیا اب ذرا صورت حال مختلف ہو گئی تھی ہمیں مقامی یونیورسٹی کے معمولات بھی بنانے تھے چونکہ ایک ایسی ہی حیثیت سے یہاں قیام پذیر تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی ہمیں اپنا کام بھی پوری احتیاط

کے ساتھ کرنا تھا۔

اسکیلا میرے پاس آئی تو بہت سوچ رہی تھی۔ میں نے کہا۔

”جو کچھ میں نے کل لیا تھا اس کے سلسلے میں کچھ کارروائی ہوئی؟“

”جی سر، ایک خوبصورت گاڑی نیچے موجود ہے جس کی چابی میرے پاس پہنچا دی گئی ہے۔“

”اور تم نے کہا تھا کہ تم جنرل نوکیان کی رہائش گاہ سے واقف ہو؟“

”جی سر، لیکن میں یہ نہیں کہہ سکتی کہ اس وقت مسٹر جنرل نوکیان کہاں ہوں گے؟“

”خیر یہ بات میں معلوم کر سکتا ہوں کیا اب تم میرے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہو؟“

”جی سر۔“ اسکیلا نے جواب دیا۔

کمال اور زوال کی داستان پرانی ہے میری کرائن بھی عظیم شان و شوکت کا مالک تھا۔ عمارتیں، یونیورسٹیاں اور سائنسی ادارے اسی شان و شوکت کی کہانی سناتے تھے لیکن موجودہ صورت حال بہت الم ناک تھی۔ معیشت تباہ تھی لوگ بد حالی کا شکار تھے۔ پھر لیس لینڈ کی چیرہ دستیوں نے الگ تباہ کاری پھیلانی تھی۔ بمباری سے تباہ شدہ عمارتیں ایک بھیانک صورت حال کی گواہ تھیں۔

چکنی شفاف سڑکیں، ان کے اطراف کے مناظر بے حد خوبصورت تھے۔ برفباری نہ ہونے کے باوجود سردی مزاج پوچھ رہی تھی۔ پھر ہم فوجی علاقے کے پاس پہنچ گئے۔ پورا علاقہ حالت جنگ کی منہ بولتی تصویر تھا۔ ہمیں بہت دور رکنا پڑا تھا۔

”اس سے آگے بڑھنا ممکن نہیں سر!“ اسکیلا نے ایک جگہ کار روکتے ہوئے کہا۔

”مجھے اندازہ ہے۔“

”اس کی عقبی سمت رہائشی عمارتیں ہیں۔ جنرل نوکیان بھی انہی میں سے کسی عمارت میں رہتا ہے۔“

”یہاں عام لوگوں کی چیکنگ تو نہیں ہوتی؟“

”نہیں سر، کوئی خاص نہیں۔“

ہوئی تھیں۔

میں نے ایک محفوظ جگہ سے مائیکرو پلیٹ اندر داخل کر دی اور اسے بہترین ڈائریکشن کے ساتھ گزارنے لگا۔ یہاں تک کہ میں نے اس عمارت کے تمام گوشے دیکھ لیے۔ جنرل کے اہل خاندان بھی اسی عمارت میں فروکش تھے لیکن میں اس بڑے ہال میں رکا تھا جس میں ایک طویل میز کے گرد پڑی ہوئی کرسیوں پر بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے سامنے کاغذات رکھے تھے اور وہ ان کا جائزہ لے رہے تھے۔ میں نے جنرل نوکیان کو پہچان لیا کیونکہ وہ وروی میں تھا، لیکن اسی وقت مجھے ایک سنگین صورت حال کا احساس ہوا اور میرا منہ حیرت سے کھل گیا۔ کتنی بڑی اور سامنے کی بات کو میں نظر انداز کر گیا تھا۔ نہ صرف میں بلکہ کونین میکودیا بھی۔ حالانکہ وہ بڑی اہمیت کی حامل تھی اور وہ بات یہ تھی کہ میں مقامی زبان نہیں جانتا تھا۔ وہ لوگ آپس میں باتیں کر رہے تھے اور میرا سائنڈ سسٹم انھیں مجھ تک پہنچا رہا تھا لیکن میں ان کی گفتگو کا مطلب نہیں سمجھ سکتا تھا۔

”آہ۔ کیا حماقت ہوئی ہے۔ کونین میکودیا یقیناً اپنی سائنسی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر اس مشکل کا حل پیش کر سکتی تھی لیکن دونوں میں سے کسی کو خیال نہیں آیا تھا اور اب میں بے بسی سے ان آوازوں کو سن رہا تھا۔ اچانک مجھے کچھ خیال آیا وہ یہ کہ میں ان آوازوں کو ریکارڈ کر سکتا ہوں۔ یونیورسٹی کی طرف سے جو لیکچر دیے جاتے تھے ان کی ریکارڈنگ انگلش میں پیش کی جاتی تھی۔ یہ بیرونی دنیا سے آئے ہوئے اسٹوڈنٹس کے لیے سہولت کے طور پر کیا گیا تھا اور اس کے لیے یونیورسٹی کی طرف سے شیپ ریکارڈر فراہم کیے گئے تھے۔“

ایک لمحہ ضائع کیے بغیر میں نے دوڑ کر شیپ ریکارڈ اٹھایا اور لیکچر کا کیسٹ اس میں لگا کر ریکارڈ اور پلے بٹن دبا دیا لیکن اس گفتگو کو براہ راست نہ سن سکنے کا مجھے شدید افسوس تھا۔ اس کے بعد میں نے باقی کیسٹ بھی اپنے پاس رکھ لیے لیکن دوسرے کیسٹ کی ضرورت نہیں پیش آئی کیونکہ کوئی بیس منٹ کے بعد یہ میٹنگ ختم ہو گئی تھی اور میٹنگ میں شریک ارکان اپنی جگہ سے اٹھ گئے تھے۔ جنرل نے انھیں رخصت کیا اور اب میں نے مائیکرو پلیٹ جنرل نوکیان پر فکس کر دی یہاں تک کہ وہ اس کمرے میں داخل ہوا جہاں اس کی بیوی ایک بستر پر بے خبر سو رہی تھی پھر اس نے لباس تبدیل کیا ایک نگاہ سوئی

”حالانکہ صورت حال اس قدر مشکوک ہے۔“
”سر، میں نے ایک بات محسوس کی ہے۔“
”وہ کیا؟“

”مقامی حکومت ہی نہیں ہر شخص ایک ناخوشگوار اور غیر یقینی صورت حال کا شکار ہے۔ میرا خیال ہے اگر میری کرائن کو لیس لینڈ کی مشکل درپیش نہ ہو تو وہ اپنی بقا کے لیے کوششیں کر سکتا ہے لیکن اسے سانس لینے کا موقع نہیں دیا گیا۔“
”ہاں، شاید.....“ میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

لیکن میرے دل میں ایک خیال آیا تھا وہ یہ کہ اپنے اس مشن کی تکمیل کے بعد میں کونین سے درخواست کروں گا کہ وہ کسی طرح لیس لینڈ کو اس بات پر آمادہ کر لے کہ وہ دوسروں کی سازش کا شکار ہو کر انسانوں پر عرصہ حیات تنگ نہ کرے۔

”ہاں چلو.....“ اور اب مجھے میری کرائن کے نواح کی سیر کراؤ۔“ پھر رات گئے تک ہم نواحی علاقے میں بھٹکتے رہے تھے۔ اس کے بعد ہاسٹل واپس آ گئے تھے۔ اس دوران میں نے بہت سی کام کی باتیں دریافت کی تھیں۔ چنانچہ اس وقت جب ہاسٹل میں گہری خاموشی چھا گئی اور رات کا ایک پہر اُھل گیا۔ میں نے اپنے کام کا آغاز کر دیا۔

بہت عرصے کے بعد مائیکرو پلیٹ سے دوبارہ آشنائی ہوئی تھی اس دوران کیا کچھ نہ ہو گیا تھا۔ بہر حال میں نے اسے آپریٹ کیا اور وہ فضا میں میرے منتخب راستوں پر چل پڑی۔ یہ راستے دن میں پہچان لیے تھے اس لیے مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی اور میں برق رفتاری سے فاصلے عبور کرنے لگا۔

فوجی علاقہ روشن تھا کیونکہ ان دنوں لیس لینڈ کی طرف سے بمباری نہیں ہو رہی تھی۔ مائیکرو پلیٹ اندر داخل ہو گئی اور میں نے اس کی پرواز کی رفتار ست کر دی۔ پھر فاصلے طے کرتا رہا میں وہ جگہ تلاش کر رہا تھا جس کے بارے میں کسی سیویلیین کو معلوم نہ ہو گا۔ فوجی گاڑیاں گشت کر رہی تھیں اور پھر میں نے جنرل کی رہائش گاہ دیکھی۔ خوبصورت لیکن فوجی طرز کی عمارت تھی۔ امکان تھا کہ یہیں فوجی کنٹرول آفس بھی ہو گا اسی لیے اسے بمباری سے محفوظ بنایا گیا تھا۔ احاطے میں کوئی دس گیارہ سول کاریں کھڑی

ہوئی عورت پر ڈالی اور پھر خود بھی اسی بستر پر دراز ہو گیا۔

یہاں میرا کام ختم ہو گیا تھا چنانچہ میں نے دیگر کام کئے۔ مائیکرو پلیٹ واپس لانے کے بعد اسے محفوظ کیا اور پھر وہ کیسٹ ریو انڈ کر کے سنا جو اطمینان بخش تھا پھر میں بھی آرام کرنے کے لیے لیٹ گیا اب یہاں سے دانش منصور ہو گیا۔ رخسار..... کہیں اپنے بستر پر سو رہی ہوگی۔ دور بہت دور..... الیاس بھائی، نازاں باقی اور دوسرے لوگ اور وہ جو ابدی نیند سو گئے تھے۔ میرے اپنے میرے مشن کے ساتھی۔

آنکھوں میں آنسوؤں کی نمی لیے میں گہری نیند سو گیا تھا پھر میرے خوابوں نے میرے ماضی کے تمام کردار زندہ کر دیے اور میں ان سے باتیں کرنے لگا۔

دوسرے دن صبح کو جاگا اور معمولات سے فارغ ہوا تو نظر دروازے پر پڑی جہاں ایک پرچا پڑا ہوا تھا کھول کر دیکھا تو لکھا تھا۔

”سر..... میں ایک ضروری کام سے جا رہی ہوں گیارہ بجے تک واپس آ جاؤں گی۔“

ناشتے وغیرہ سے فراغت حاصل کر کے میں آرام کرسی پر دراز ہو گیا پھر گیارہ بجے دروازے پر دستک ہوئی اور میں سمجھ گیا کہ اسکیلا آئی ہے۔

”آ جاؤ..... دروازہ کھلا ہوا ہے۔“ میں نے کہا اور وہ اندر داخل ہو گئی۔

”سوری سر..... میں.....“

”نہیں اسکیلا سب ٹھیک ہے۔“ میں نے ہاتھ اٹھا کر اسے وضاحت کرنے سے روک دیا۔

”میری ضرورت تو نہیں پیش آئی؟“

”نہیں۔“ میں نے جواب دیا پھر کہا۔ ”لیکن اب تمہاری ضرورت ہے۔“

”سر دل و جان سے۔“

”اسکیلا، مقامی زبان جانتی ہو؟“

”بنیادی چیز ہے سر، اچھی طرح!“

”گڈ! دروازہ بند کر دو۔“ میں نے کہا اور اسکیلا اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ میں نے

ایک پیڈ اور قلم کا بندوبست کیا۔ اسکیلا دروازہ بند کر کے واپس آئی تو میں نے یہ دونوں

چیزیں اس کے حوالے کر دیں۔ پھر ٹیپ ریکارڈر آن کر کے قریب رکھ دیا۔ ”تمہیں کچھ آوازیں سنائی دیں گی۔ صاف اور واضح ہیں۔ ان کا ترجمہ ترتیب کے ساتھ کرو۔“

”یس سر!“ اسکیلا نے کہا۔ اور میں نے ٹیپ ریکارڈر آن کر دیا۔ ٹیپ سے آوازیں ابھرنے لگیں۔ اسکیلا سر جھکا کر اپنے کام میں مصروف ہو گئی لیکن دوسرے لمحے میں نے اس کے کان سرخ ہوتے محسوس کئے تھے۔ وہ بری طرح چونکی تھی لیکن مضبوط اعصاب کی مالک تھی اس لیے خود کو سنبھال کر اپنے کام میں مصروف رہی۔ میں نے اس کے کانڈ کو جھانکنے کی کوشش نہیں کی تھی پھر وہ اپنے کام سے فارغ ہو گئی اور اس نے کانڈ میری طرف بڑھا دیا۔

پہلا جملہ تھا۔ یقیناً جزل۔ یہ خاموشی پر اسرار ہے اور ہمیں پریشان کر رہی ہے۔

۲۔ ہم جسے فوجوں کی پسپائی سمجھ رہے ہیں وہ یقیناً پسپائی نہیں ہے کیونکہ ہماری کارروائی اس کا جواز نہیں بنتی۔

۳۔ پھر یہ سب کیا ہے؟

۴۔ ناقابل فہم۔

۵۔ اور پریشان کن۔

۶۔ سپلائی جاری ہے۔

۷۔ سب مستعد ہیں۔

۸۔ خاموشی کا یہ انداز جنگی حالت سے زیادہ مخدش ہے۔

۹۔ گروپ سیون کے آخری آدمی کی لاش مل چکی ہے۔

۱۰۔ ہاں، ہمارا یہ مشن ناکام رہا۔

۱۱۔ نئے احکامات کیا ہیں؟

۱۲۔ خاموشی لیکن تیاریوں کے ساتھ۔

۱۳۔ سکیٹریوں بالکل خالی ہو گیا ہے۔

۱۴۔ آخر کیوں؟

۱۵۔ اس سوال کا جواب نہیں ہے۔

پھر بہت دیر خاموشی رہی اس کے بعد آواز ابھری۔ ”ٹھیک ہے جنٹلمین اب آرام

کریں وزارت دفاع کوئی حل پیش کرے گی۔“
تحریر ختم ہو گئی۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ میں نے اسکیلا کو دیکھ کر کہا۔
”دوسرے لوگوں کو میرے اور تمہارے درمیان اس قربت پر اعتراض تو نہیں ہے؟“

”نہیں سر، ہم سب مل کر ایک بننے ہیں اور کوئی بھی پارٹ اپنا فرض سرانجام دیتا ہے تو باقی ہاڈی کو اعتراض نہیں ہوگا۔“
”تمہارے پاس رابطے کے لیے ٹرانسیٹر ہیں؟“
”جی سر!“

”مجھے ایک درکار ہوگا اس کا حجم کیا ہے؟“
”بہت مختصر، میرے پاس یہ بروج ہے۔ اس کی دوسری شکلیں بھی ہیں جیسے آلہ سماعت، کف لنک، ثانی پن وغیرہ۔“
”مجھے کف لنک دے دو۔“
”کتنی دیر میں درکار ہوں گے؟“
”شام تک۔“

”تب ٹھیک ہے۔“ اس نے کہا اور سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھنے لگی۔ اس کی آنکھوں میں سوالات تھے لیکن میں اسے اس کے کسی سوال کا جواب نہیں دینا چاہتا تھا۔
البتہ میں نے کہا۔

”رات کو نو بجے تمہیں مجھے فوجی علاقے میں چھوڑنا ہوگا۔“

”جی سر۔“ وہ آہستہ سے بولی۔

”جاننا چاہو تو جاسکتی ہو۔ اور سنو جو ترجمہ تم نے کیا ہے اس کے بارے میں ابھی پریشان نہ ہو۔ مناسب وقت پر میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گا۔“
”اوکے سر۔“

رات کو ساڑھے آٹھ بجے اسکیلا میرے پاس آگئی۔ ”سر وہاں تک پہنچنے میں آدھا گھنٹہ صرف ہوتا ہے۔“ میں ایک مناسب لباس پہن کر تیار تھا ہم دونوں باہر نکل آئے۔
بے آواز انجن والی کار سڑکوں پر دوڑنے لگی۔

”یہ رات تمہارے لیے محنت کی رات ہے۔ کھانا کھالیا ہے تم نے؟“ میں نے پوچھا۔

”نہیں سر!“

”ہوٹل تو کھلے رہتے ہوں گے۔“

”جی ہاں۔“

”تم اپنے ساتھیوں کے پاس بھی جاسکتی ہو۔ میں ایک نامعلوم وقت فوجی علاقے میں گزاروں گا یعنی وہاں سے واپس کا کوئی تعین نہیں ہوگا لیکن جب مجھے وہاں سے واپس آنا ہوگا میں تمہیں ٹرانسیٹر پر اطلاع کروں گا۔ تمہیں وہاں پہنچنے کے لیے کتنا وقت درکار ہوگا؟“

”آدھا گھنٹہ سر۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس علاقے میں رکا نہیں جاسکتا۔“

”میں جانتا ہوں۔“

”مجھے وہ پوائنٹ بتا دیں جہاں پہنچنا ہوگا۔“

”کسی شک و شبہ سے پاک جگہ۔ جیسے وہ کافی شاپ جہاں ایک بوسیدہ حال مجسمہ لگا

ہے۔“

”مناسب سر۔“ وہ پھولے ہوئے سانس کے ساتھ بولی۔

”تم تجسس ہو؟“

”جی سر۔“

”کیوں؟“

”کیا آپ ممنوعہ علاقے میں داخل ہوں گے؟“

”ہاں۔“

”یہ خطرناک ہے سر۔“

”میں جانتا ہوں۔ میرے کف لنک، تم نے اب تک وہ مجھے نہیں دیے؟“

”لیس سر، سوری سر.....؟“ اس نے ایک ہاتھ سے اسٹیرنگ سنبھال کر دوسرے

ہاتھ سے پرس اٹھایا اور اس سے ایک ڈبیہ نکالی پھر اس نے سونے کے ٹونگ کے کف لنک

مجھے دیے۔ ایک کف لنک پر سرخ نشان ہے۔“

بڑھ گیا۔ چند قدم چلنے کے بعد میں نے کوئن میکویا کا دیا ہوا تحفہ نگاہوں کے سامنے کیا اور گیارہ کے ہند سے کو دیا دیا۔ مجھے تو کچھ نہیں محسوس ہوا تھا لیکن کوئن میکویا کا کہنا تھا کہ میں اسے نظر نہیں آ رہا۔ اب یہ ایک دلچسپ عمل تھا حالانکہ کوئن میکویا نے آج تک کوئی ایسا عمل نہیں کیا تھا جس سے مجھے کسی مشکل کا شکار ہونا پڑے لیکن بہر حال ایسے تجربے خود کو بھی انوکھے ہی لگتے ہیں اور جدید ترین سائنسی دور میں ایسی کسی چیز کی موجودگی ناممکن نہیں ہے، بس ذہن کے قبول کرنے کی بات ہے، اس کے بعد میں بے خوف و خطر اس جگہ پہنچ گیا جہاں سے ممنوعہ علاقے میں داخلے کا راستہ تھا۔ میں جانتا تھا کہ یہاں کسی قسم کی کوئی غیر مناسب کوشش خطرناک ہو سکتی ہے۔ چنانچہ وہاں رک کر میں نے کچھ دیر انتظار کیا۔ فوجی گاڑیوں کی آمد و رفت یہاں ہوتی رہتی تھی اس کا اندازہ میں مائیکرو پلیٹ سے بھیجی ہوئی تصاویر کے ذریعے لگا چکا تھا۔ پھر ایک ایسا فوجی ٹرک وہاں آ کر رکا جس میں میرے سوار ہو جانے کی گنجائش تھی۔ چینگنگ کرنے والے کسی کو بھی نظر انداز نہیں کرتے تھے آنے والے فوجی ٹرک سے وہ پاس طلب کیا گیا جو غالباً یہاں سب کو ایٹو کیا گیا تھا اور صرف چند لمحوں میں اس ٹرک کو فارغ کر دیا گیا اور ٹرک کھلے ہوئے دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔ بہت وسیع و عریض علاقے میں یہ مکانات وغیرہ پھیلے ہوئے تھے چونکہ یہاں پر جنرل کی رہائش گاہ تھی اس لیے کچھ خاص انتظامات بھی کئے گئے تھے اور ٹرک جہاں پہنچ کر رکا وہاں بہت سے ٹرک کھڑے ہوئے تھے۔ فوجی جگہ جگہ ستونوں کی مانند استادہ تھے اور پوری طرح چاق و چوبند، میں اللہ کا نام لے کر نیچے اتر آیا۔ اب اپنی آزمائش تھی بلکہ اپنی کیا کوئن میکویا کے اس نئے تحفے کی آزمائش کہا جاسکتا ہے میں چند قدم آگے بڑھا اور پھر ایک مستعد فوجی کے بالکل سامنے سے گزرا۔ فوجی اسی طرح کھڑا رہا تھا۔ حالانکہ مجھے اندازہ تھا کہ وہ مکمل طور پر ہوشیار ہے، لیکن میں نے اس کی توجہ اپنی جانب نہیں پائی اور مزید کئی فوجیوں کے سامنے سے گزر گیا تب تھوڑا سا اطمینان ہو گیا تھا، غالباً میرے قدموں کی چاپ بھی نہیں ابھر رہی تھی۔ اس اطمینان کے بعد اب مجھے طول و طویل فاصلہ طے کر کے اس علاقے تک پہنچنا تھا جہاں جنرل نوکیان کی رہائش گاہ تھی۔ یہاں الگ سیکورٹی کے انتظامات تھے لیکن کم از کم ایسے کہ ان سے نمٹا جاسکے۔ مائیکرو پلیٹ سے حاصل شدہ معلومات نے راستوں کا تعین کرایا تھا۔ غرضیکہ میں اس

”ہاں، نظر آ رہا ہے۔“
 ”بس اسے دبانے سے ٹرانسمیٹر آن ہو جاتا ہے۔“
 ”بات کرو!“ میں نے کہا اور اسکیلا نے اپنے بیروچ کو ٹٹولا اور ادھر میں نے کف لٹک کا سرخ نشان دبا دیا تھا۔
 ”لیس سر!“ اسکیلا نے کہا۔
 ”ہم اسے بند کس طرح کریں گے؟“ میں نے سوال کیا۔
 ”یہی سرخ نشان دبا کر۔“
 ”اوکے۔ اس کی ریخ کیا ہے؟“
 ”میں کلو میٹر۔“
 ”آواز صاف ہے؟“
 ”جی سر۔“

”اوکے شکریہ۔“ میں نے کہا اور سرخ نشان دبا دیا۔ اس کے بعد خاموشی رہی تھی یہاں تک کہ مطلوبہ جگہ آگئی۔ کافی شاپ بند ہو چکی تھی لیکن میں نے ایک بار پھر اس کی نشاندہی کر کے کہا۔ ”میں تمہیں تکلیف نہ دیتا لیکن مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کوئی دوسری سواری مجھے یہاں سے نہیں ملے گی۔“
 ”سر میں خوشی سے تیار ہوں لیکن.....“

”ہاں کہو!“

”سر پلیز، خیال رکھئے گا۔“ اس نے ہلکی سی آواز میں کہا۔ اور میں نے گردن ہلا دی۔ اس نے گہری نظروں سے مجھے دیکھا اور کار آگے بڑھا دی۔

عورت..... میں نے دل میں سوچا۔ نہ جانے کون کون سے جذبوں سے معمور..... لیکن وہ بھی جسے میں آج تک یاد نہیں آسکا۔ جس نے مجھے یہ بتانا بھی پسند نہ کیا کہ میں نے کس کی کوکھ سے جنم لیا ہے۔ میری ابتدا کیا ہے۔ میری ماں۔ کیا اس کا کوئی وجود ہے۔“ کار نظروں سے اوجھل ہوئی تو میں سنبھل گیا۔

”سکن افسردہ خیالات کا شکار ہو گیا۔ یہ خیالات مجھے مضطرب کر دیں گے جبکہ اس وقت تیز عمل کی ضرورت ہے چنانچہ میں نے اپنا ذہن فوراً تبدیل کر لیا۔ پھر میں وہاں سے آگے

سیکورٹی سے بھی گزر گیا۔ عمارت کا بڑا دروازہ بند تھا اور یہاں دو فوجی تعینات تھے کوئی ایسی حرکت کر کے وقت سے پہلے اپنی موجودگی کا اظہار نہیں کرنا چاہتا تھا کیونکہ اس طرح وہ سب کچھ نہیں ہو سکتا جس کے لیے میں یہاں تک پہنچا تھا چنانچہ میں نے پوری عمارت گھومنے کے بعد آخر کار ایک ایسی جگہ کا انتخاب کر لیا جہاں سے اندر پہنچا جاسکتا تھا یہ ایک عام سی جگہ تھی اور اس سے پہلے بھی ایسی جگہیں میں استعمال کر چکا تھا۔ یعنی احاطے میں لگے ہوئے درختوں میں سے ایک درخت جس کی شاخیں عمارت کی چھت تک پہنچتی تھیں۔ درخت پر چڑھنا پڑا اور پھر کمزور شاخوں نے مجھے عمارت کی چھت پر چھوڑ دیا اور چھت سے راستے تلاش کرتا ہوا میں آخر کار اس جگہ آگیا جہاں سے جنرل کی رہائش گاہ میں داخل ہوا جاسکتا تھا۔ خاصا پر مشقت کام تھا لیکن بہر حال میری جسمانی قوتوں نے میرا ساتھ دیا تھا اور مجھے وہ لمحات یاد تھے جب کوئن میکویا نے مجھے یہ احساس دلایا تھا کہ اس کے طبی طریقہ کار نے مجھے ایک طرح سے از سر نو جوان کر دیا ہے اور یہ الفاظ حقیقت کی شکل میں میں نے محسوس بھی کر لیے تھے۔ چنانچہ اس وقت ایک پھرتیلے چیتے کی مانند میں اپنا کام سرانجام دے رہا تھا۔ ذہن میں وہ منصوبہ پہلے ہی بنالیا تھا کہ مجھے کیا کرنا ہے، لیکن اس منصوبے پر عمل جنرل نوکیان کا طرز عمل دیکھنے کے بعد ہی ممکن تھا۔ جنرل نوکیان کے کمرے میں مدھم سی روشنی پھیلی ہوئی تھی اور صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ ٹیبل لیمپ بھی روشن ہے۔ میں نے دروازے پر ہلکی سی دستک دی، ایک بار، پھر دوسری بار، اس کے ساتھ ساتھ ہی میں کی ہول سے اندر بھی جھانکتا جا رہا تھا۔ جنرل اس وقت اپنی مسہری پر نیم دراز، سلپنگ سوٹ میں ملبوس کسی کانڈ کا مطالعہ کر رہا تھا۔ دستک سن کر اس نے جلدی سے کانڈ سمیٹا اور اسے ایک جانب رکھ دیا۔ برابر میں اس کی بیوی سو رہی تھی اس نے اس کی جانب دیکھا پھر تکیے کے نیچے سے پستول نکال کر اس کے جیمبر چیک کئے لیکن اس نے لیمپ کی روشنی نہیں بجائی تھی جبکہ کمرے میں نائٹ بلب بھی جل رہا تھا پھر وہ پستول سیدھا کئے ہوئے بے آواز دروازے پر آگیا اور دروازے سے ہٹ کر اس نے غالباً دروازے کا بولٹ کھولا تھا۔ بولٹ کھولنے کے بعد اس نے غالباً باہر دیکھا اور کسی کو نہ پا کر حیران ہو گیا۔ چند لمحے سوچتا رہا میں تھوڑا سا پیچھے ہٹ گیا تھا اس نے سوچنے کے بعد دروازے سے باہر جھانکا۔ پستول اس نے اس طرح سیدھا کیا ہوا تھا کہ اگر کوئی بھی

لگا ہوں کے سامنے آئے تو اسے ایک لمحے کے اندر گولی سے اڑا دے لیکن پھر وہ راہداری بھی اسے خالی ہی نظر آئی جو دروازے کے سامنے تھی اور وہ کسی قدر بڑبڑانے والے انداز میں کچھ بولتا ہوا باہر نکل گیا میں اسی موقع کا منتظر تھا چنانچہ خاموشی سے میں دروازے سے اندر ریگ گیا۔ جنرل نے تقریباً چالیس سیکنڈ باہر گزارے اور اس کے بعد واپس آکر دروازہ اندر سے بند کر دیا اسے اچھی طرح بولٹ کیا اور ست قدموں سے چلتا ہوا مسہری تک پہنچ گیا۔ میں اس دوران کمرے کا جائزہ لے رہا تھا۔ وسیع و عریض خواب گاہ میں ایک اور دروازہ نظر آ رہا تھا جو بند نہیں تھا اور اس کے شیشے بھی روشن تھے۔ میں نے ان شیشوں کے دوسری طرف ایک تاریک خلا دیکھی تھی اس کا مطلب ہے کہ ادھر بھی کوئی دروازہ ہے۔ بہر حال میں جانتا تھا کہ جنرل خاصا پریشان ہو گا اگر اس کی بیوی جاگ گئی تو اسے اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ چنانچہ میں نے ایک فیصلہ کیا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس دوسرے دروازے سے اندر داخل ہو گیا اندر پہنچنے کے بعد میں نے تاریکی میں آنکھیں پھاڑیں۔ کوئی بہت بڑا کمرہ تھا۔ دیواروں میں شیعٹ لگے ہوئے تھے اور ان میں کتابیں چنی ہوئی تھیں۔ کمرے کا اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد میں نے پھر ایک اور عمل کیا اور دیواروں پر تلاش کرنے کے بعد کمرے کی روشنی جلا دی۔ میں جانتا تھا کہ دوسری جانب سے میرے اس عمل کا کیا رد عمل ہو گا۔ اب جنرل کو اس بات پر کوئی شبہ نہیں ہونا چاہیے کہ کوئی یہاں موجود ہے لیکن اس شریف آدمی نے اپنی بیوی کو نہ جگا کر مجھ پر احسان کیا اور اس بار وہ بہت زیادہ محتاط نظر آ رہا تھا۔ اس نے اپنے کمرے کی روشنی بند کر دی تاکہ میں اس کی نقل و حرکت نہ دیکھ سکوں اور پھر وہ اس دوسرے کمرے کے دروازے سے اندر آگیا۔ میں اس کی موجودگی کو محسوس کر رہا تھا لیکن اس کے باوجود وہ دیر تک وہیں کھڑا رہا اور پھر اچانک پستول سیدھا کئے ہوئے کمرے میں داخل ہو گیا اس کے انداز میں ایک تربیت یافتہ فوجی نمایاں تھا۔ کمرے میں داخل ہو کر اس نے پستول کو اپنی کلائی پر رکھ کر کئی پینترے بدلے اور متوحش لگا ہوں سے چاروں طرف دیکھنے لگا، لیکن مجھے بھی ہوشیار رہ کر ہی کام کرنا تھا کیونکہ وہ اندھا دھند فائرنگ بھی کر سکتا تھا اور بہر حال میں کسی کو نظر نہیں آ رہا تھا لیکن بے جسم نہیں تھا..... میں نے ایک ایسی جگہ کی آڑ لی جہاں اگر فوری طور پر گولی چلائی جاتی تو مجھے لگ بھی سکتی تھی، چنانچہ میں نے ایسی جگہ

اپنائی جہاں گولی کارگر نہ ہو سکے اور پھر بالکل ہی زمین سے چپک گیا۔ تب میں نے آہستہ سے کہا۔

”مسٹر جنرل نوکیان، کسی قسم کی جنبش یا کارروائی نہ کرو اور نہ ہی میری یہاں موجودگی پر پریشانی کا شکار ہو۔ اپنے آپ کو سنبھالو تاکہ میں تم سے اس کے بعد کی گفتگو کروں۔“ جنرل نوکیان اپنی جگہ ساکت رہ گیا تھا۔ وہ غالباً آواز کی سمت کا اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے چند لمحات توقف کے بعد پھر کہا۔

”یہ دروازہ اندر سے بند کر دو تاکہ تمہاری بیوی کو پریشانی نہ ہو“ اور ایک بار پھر میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ ہر مشکل کو ذہن سے نکال دو، میں تمہارا دشمن نہیں، دوست ہوں اور اس کا ثبوت تمہیں مل جائے گا براہ کرم کسی حیرت میں مبتلا ہونے کے بجائے بہتر ہے کہ اپنے آپ کو سنبھال لو۔ وہ درحقیقت بری طرح چکرا کر رہ گیا تھا اور یہ بات انسانی فطرت کے مطابق تھی۔ ہم اسے غیر انسانی عمل نہیں کہہ سکتے تھے۔ چند لمحات وہ شدید حیرتوں میں ڈوبا رہا اور پھر اس کا پستول والا ہاتھ نیچے لٹک گیا۔

”کون ہو، کہاں ہو؟“ اس کی بھاری آواز ابھری۔

”تم سے قریب ہوں جنرل، اگر چاہوں تو تمہارا پستول چھین بھی سکتا ہوں، لیکن یہ ایک گستاخانہ عمل ہو گا جبکہ میں تمہارا احترام کرتا ہوں اس لیے میں ایسا نہیں کروں گا تاہم میری ایک درخواست کی تکمیل کر دو تو میں تمہارا شکر گزار ہوں گا۔“

جنرل ایک لمحے تک کچھ سوچتا رہا پھر اس نے پلٹ کر دروازہ اندر سے بند کر دیا جو دوسرے کمرے سے رابطے کا ذریعہ تھا۔ اس کمرے میں اس دروازے کے علاوہ اور کوئی دروازہ نہیں تھا، میں نے پھر کہا۔

”شکریہ جنرل، بہر حال میں انسان ہی ہوں اور یہ پستول میری زندگی کا خاتمہ کر سکتا ہے، اس لیے اسے اپنے پاس محفوظ کر لیا پھر کسی ایسی جگہ رکھ دو جہاں تمہارے خیال میں اسے نہ استعمال کر سکیں، پلیز جنرل اگر میری باتیں تمہارے لیے فائدہ مند ثابت ہوں تو ٹھیک ہے ورنہ اس کے بعد تم ہر جدوجہد کے لیے آزاد ہو۔“

”لیکن تم کون ہو؟“ جنرل نے میری انگریزی زبان کے جواب میں انگریزی ہی میں کہا۔

”فی الحال مجھے اپنا دوست سمجھو، جب تک کہ میں تمہیں اپنے بارے میں مزید تفصیلات نہ بتا دوں۔“ میں نے کہا۔ جنرل چند لمحات سوچتا رہا پھر وہ آہستہ آہستہ ایک صوفے کی جانب بڑھ گیا۔

کچھ فاصلے پر سینٹر ٹیبل رکھی ہوئی تھی، اس نے اپنا پستول سینٹر ٹیبل پر رکھا اور پھر پستول سے خاصی دور ہٹ کر بیٹھ گیا پھر اس نے کہا۔

”میں تمہارا منتظر ہوں، کیا تم انسانی وجود میں میرے سامنے آ سکتے ہو؟“

”ہاں جنرل، لیکن براہ کرم اس وقت تک جب تک تمہیں یہ احساس نہ ہو جائے کہ میں تمہارے لیے کسی نقصان کا موجب ہو سکتا ہوں کوئی جذباتی قدم اٹھانے کی کوشش نہ کرنا۔“

”ٹھیک ہے میں وعدہ کرتا ہوں۔“ جنرل نے کہا اور میں نے اپنی کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی پر ایک کا ہندسہ دبا دیا۔ جنرل چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ میں اس پر ظاہر ہوا تو وہ ایک دم اٹھ کھڑا ہوا اس کی پھٹی پھٹی آنکھیں میرا جائزہ لے رہی تھیں۔ میں مسکراتا ہوا آگے بڑھا اور میں نے مصافحے کے لیے ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

”میں یہ درخواست کر چکا ہوں کہ جب تک تمہیں میری ذات سے کوئی نقصان نہ پہنچے مجھے اپنا دشمن نہ سمجھنا میں دوستی کا ہاتھ ملانا چاہتا ہوں۔“ جنرل نے غالباً یہ اندازہ لگانے کے لیے کہ وہ میرا ہاتھ چھو سکتا ہے یا نہیں اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ چوڑا اور کھڑا ہاتھ میں نے اپنے ہاتھ میں لے کر اس سے پر جوش مصافحہ کیا اور اسے بیٹھنے کی پیشکش کرتے ہوئے کہا۔

”بے شک میری یہاں آمد بہت حیران کن ہوگی تمہارے لیے مسٹر نوکیان، لیکن بہر حال میں تمہیں ذہنی طور پر بالکل تشنہ نہیں چھوڑوں گا اور اپنے بارے میں مکمل تفصیل بتا دوں گا البتہ ابتدائیہ کے طور پر یہ کہنا از حد ضروری ہے کہ میرا تمہارے پاس آنا بے مقصد نہیں ہے، لیکن میں جس مقصد کے لیے بھی آیا ہوں وہ تمہارے لئے، تمہارے وطن کے لیے بہترین مفادات کا حامل ہے، کیا براہ کرم تم مجھے بیٹھنے کی پیشکش کرو گے؟“

”بیٹھو۔“ جنرل نے سرد لہجے میں کہا اور میں پر اطمینان انداز میں اس کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گیا۔ تب وہ بھی میرے سامنے بیٹھ گیا لیکن میں اس کے اندر شدید

بے چینی، شدید اضطراب پارہا تھا اور اصولی طور پر اس کا یہ اضطراب جائز تھا۔ اپنے نواز سیدہ وطن کے لیے وہ ایک اہم شخصیت کا مالک تھا اور دشمن اس سے بھرپور فائدہ حاصل کر سکتا تھا۔ اس وقت وہ بے بس تھا لیکن بے شک یہ سائنسی دور ہے اور سائنس نے ایسی ایسی چیزیں دنیا کو دی ہیں کہ خود عقل انسانی حیران رہ جاتی ہے اور آفرین ہے ان پر جو ایسی پیچیدہ سائنسی ایجادات کھرتے ہیں۔ انسانی ذہن آج بھی سائنس کی گتھیوں میں الجھا ہوا ہے اور مکمل طور پر اس کی حقیقت کو نہیں پاسکا۔ تصورات اور توہمات انسانی فطرت کا ایک حصہ ہیں، لیکن کتنے بڑے لوگ ہیں وہ جنہوں نے ان توہمات کو حقیقتوں کا روپ دے دیا ہے۔ جنرل نوکیان ایک زیرک، تجربے کار اور عمر رسیدہ انسان تھا لیکن اس وقت جو واقعات اسے پیش آئے تھے وہ یقینی طور پر اس کے لیے ناقابل یقین تھے۔ وہ مسلسل مجھے دیکھے جارہا تھا میں نے مسکرا کر کہا۔

”جب مصافحہ کر لیا جاتا ہے جنرل تو انسان پر کچھ اخلاقی ذمہ داریاں عائد ہو جاتی ہیں“ میں بار بار یہ بات تسلیم کر رہا ہوں کہ میرا یہاں آنا شدید حیرتوں کا باعث ہے لیکن اس میں تمہیں ایک بات کا یقین دلانا چاہتا ہوں۔ اپنی حیرتوں سے نکل کر مجھ سے گفتگو کرو، میں یقینی طور پر تمہیں یہ بتا دوں گا کہ میں اس انداز میں یہاں کیوں آیا ہوں اور یہاں تک پہنچنے اور تمہیں نظر نہ آنے کے کیا ذرائع ہیں میرے پاس۔“

جنرل نے آنکھیں بند کر کے گردن جھٹکی اور بولا۔

”تمہارا لہجہ اور تمہارے الفاظ مجھے متاثر کر رہے ہیں لیکن انسانی فطرت کو نظر انداز نہ کرو اگر تم کوئی انسان ہو اور کوئی سائنسی طریقہ کار اختیار کر کے یہاں تک پہنچے ہو تو یقیناً قابل مبارک ہو کہ تم نے مجھ جیسے انسان کو متحیر کر دیا ہے۔“

”یقیناً جنرل! میں اس بات کا اعتراف کرتا ہوں لیکن میرے الفاظ حقیقت پر مبنی ہیں۔“

”ٹھیک ہے مجھے معاف کرنا اگر میں چند لمحات خود کو نہ سنبھال سکوں اور اب کیا تم میری حیرت دور کرنے کے لیے فوراً ہی یہ بتانا پسند کرو گے کہ تم کون ہو؟“

”جنرل بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں جن کا کوئی پس منظر ہوتا ہے اس پس منظر کی وجہ سے اور کچھ مشکلات درپیش ہونے کی وجہ سے میں تمہیں اپنا نام صرف ڈی ایم بتا سکتا

ہوں، کیا یہ نام تمہارے لیے قابل قبول ہو گا؟“

جنرل نے اب اپنے آپ کو پوری طرح سنبھال لیا تھا، اس کے ہونٹوں پر خفیف سے مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے کہا۔

”اگر یہ سب میرے لیے قابل قبول نہ بھی ہو، تب بھی تم مجھ پر اپنی برتری ثابت کر چکے ہو اور جب برتری ثابت ہو جاتی ہے تو پھر برتر کے احکامات ماننا پڑتے ہیں۔“

میں نے محسوس کیا تھا کہ جنرل نے اب اپنے آپ کو کافی حد تک سنبھال لیا چنانچہ چند لمحات سوچنے کے بعد میں نے کہا۔

”میں تمہید کے بغیر ان ضروری نکات پر تم سے گفتگو کروں گا جنرل نوکیان جن کے بارے میں، معلومات حاصل کرنے کے لیے میں تمہارے پاس آیا ہوں۔ مائی ڈیر جنرل یہ بات دیتا بھر کو معلوم ہے کہ اس وقت لیس لینڈ کچھ بڑی طاقتوں کا نواز سیدہ بنا ہوا ہے اور وہ بڑی طاقتیں میری کرائن کو لیس لینڈ میں ضم کر کے اپنے کچھ مفادات حاصل کرنا چاہتی ہیں لیکن میری کرائن کی فوجیں بڑی ہمت اور جوانمردی کے ساتھ لیس لینڈ کا مقابلہ کر رہی ہیں مائی ڈیر۔ جنرل! تمہارے سربراہوں نے اور خود تم نے کیا اس بارے میں نہیں سوچا کہ اچانک ہی لیس لینڈ کے حملوں میں نرمی کیوں آگئی ہے اور لیس لینڈ کی فوجوں نے کچھ جنگی برتری حاصل کرنے کے باوجود پسپائی کیوں اختیار کی ہے یا ان بڑی طاقتوں نے اپنی کسی واضح پالیسی کے اعلان کے بغیر لیس لینڈ کو وہ امداد دینا کیوں بند کر دی ہے جس کے ذریعے لیس لینڈ میری کرائن میں کافی تباہ کاری مچا رہا تھا۔“

جنرل کی پیشانی پر پسینے کی ننھی ننھی بوندیں ابھر آئیں اس نے سنسنی خیز نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

”یہ بات ہم سب کے لیے معمر بنی ہوئی ہے، کیا تم اس سلسلے میں کوئی انکشاف کرنا چاہتے ہو؟“

”ہاں جنرل نوکیان، چونکہ تم ابھی تک اس بات کا کوئی مناسب جواب تلاش نہیں کر سکے اور تمہارے حکام بھی اس سلسلے میں پریشانی میں مبتلا ہیں، لیکن ہمیں وہ جوابات معلوم ہو چکی ہیں جن کی بنا پر لیس لینڈ کی فوجوں نے فوری طور پر یہ طریقہ کار اپنایا ہے۔“

”آہ کیا تم اب بھی نہیں بتاؤ گے میرے دوست کہ تم کون ہو..... تم نے وہ

نہیں تھا اور اس سلسلے میں خاص طور سے اقدامات کئے گئے تھے کہ غیر دوسرے سے گھل مل نہ سکیں اس لیے سائنسی امور کے بارے میں مختلف ریاستوں میں موجود اذگواں کی معلومات صفر ہیں۔“

”ٹھیک ہے میں یہ بات تسلیم کرتا ہوں۔“ میں نے جواب دیا۔
 ”لیکن ماؤٹی زوف۔۔۔۔۔؟“

”ہاں میرے دوست‘ ماؤنٹی زوف ایک خطرناک سائنس دان تھا اور وہ میری کرائن میں ایک ایسی لیبارٹری میں کام کر رہا تھا جو کہیں پوشیدہ تھی، بلکہ ہے اور اس کے سپرد جو ذمہ داری تھی وہ یہ تھی کہ وہ جراثیمی ہتھیار بنائے۔ ماؤنٹی زوف اپنے کام میں مصروف تھا کہ یہ تبدیلی رونما ہوگئی اور شاید وہ نہیں جانتا کہ باہر کی دنیا میں کیا انقلاب برپا ہو گیا ہے جو معلومات ہمیں حاصل ہوئی ہیں وہ یہی ہیں کہ ماؤنٹی زوف آج بھی مشترک ملک کے لیے جراثیمی ہتھیار تخلیق کر رہا ہے باہر کی دنیا سے اس کے رابطے منقطع کر دیے گئے تھے جس کی بنیاد پر اسے اب تک علم نہیں ہے کہ کیا کچھ ہو چکا ہے۔ مالی ڈنیر جنرل نوکیان! دشمن حکومتوں کو اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے میری کرائن کے خلاف ایک خوفناک منصوبہ ترتیب دیا..... منصوبہ یہ ہے کہ کچھ افراد میری کرائن میں خفیہ طور پر داخل ہوئے ہیں اور ان کے سپرد یہ ذمہ داری کی گئی ہے کہ ماؤنٹی زوف کی وہ تجربہ گاہ تلاش کر کے اسے تباہ کر دیں۔ تجربہ گاہ کی تباہی سے وہ جراثیمی ہتھیار بھی تباہ ہوں گے جو انتہائی مملک اور خوفناک ہیں اس طرح میری کرائن میں ایک ہولناک تباہی پھیل جائے گی اور دشمن کو وہ تمام کام نہیں کرنے پڑیں گے جو میری کرائن کے خلاف جنگی کارروائی کر کے انہیں کرنا پڑتے..... میں لاکھ انسانوں کی ہلاکت کے بعد میری کرائن کی اپنی کوئی حیثیت برقرار نہ رہتی اور لیس لینڈ بہ آسانی اس پر قابض ہو جاتا۔ یہ منصوبہ ہے اور اس منصوبے پر اعلیٰ پیمانے پر عمل ہو رہا ہے شاید ان لوگوں کو ابھی کوئی ایسا شخص نہیں مل سکا جو ماؤنٹی زوف کی اس تجربہ گاہ کی صحیح نشاندہی کر سکے۔“

جہز کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا اس کی آنکھیں ابلی پڑ رہی تھیں، منہ کھلا ہوا تھا اور وہ میری جانب نگراں تھا۔ اس خوفناک انکشاف نے اس کے اعصاب مکمل طور پر تباہ کر دیے تھے اور وہ سکتے کے عالم میں بیٹھا میری صورت دیکھ رہا تھا۔ میں نے کچھ دیر

”گڈ! اس کا مقصد ہے کہ بہت سے اہم راز تمہارے علم میں ہوں گے، کیا تم کسی مقامی سائنس دان ماؤنٹی زوف کے بارے میں جانتے ہو جس کا تعلق میری کرائن ہی سے تھا؟“

”ہاں یہی اس کا نام ہے۔“

”شاید تمہیں اس سلسلے میں مکمل معلومات حاصل نہیں ہیں مشترکہ ملک میں یہ سب کچھ عام نہیں تھا ہر شعبہ اپنی جگہ ایک الگ حیثیت کا حامل تھا، فوج کا کام فوجی امور کو سنبھالنا تھا۔ سائنس دان اپنے سائنسی امور سنبھالتے تھے کسی کا دوسرے سے رابطہ

خاموش رہنے کے بعد کہا۔

”لیکن جنرل نوکیان! ہم یہ سب کچھ نہیں ہونے دیں گے اور میں نے اسی سلسلے میں تم سے ملاقات کی ہے۔ میرے ان الفاظ نے شاید اسے ڈھارس دی اس کے اندر ہلکی سی جنبش پیدا ہوئی پھر اس نے بے بس نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھا اور میری جانب اجازت طلب نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ کیا چاہتا ہے۔ میں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا۔“

”میں تمہیں پانی پیش کر سکتا ہوں۔“

”نہیں پلیز بس تم مجھے اجازت دے دو۔“

”سوری جنرل! میں نے تمہارے اوپر کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں لگائی ہے۔“

”جنرل اپنی جگہ سے اٹھا، اس نے بیڈ روم فریج سے پانی کی بوتل نکالی۔ اور پھر سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔“

”نہیں شکریہ تم پانی بیو۔“

جنرل پانی پینے کے بعد میرے پاس واپس آ بیٹھا تھا اس نے گھگھائی ہوئی آواز میں کہا۔

”آہ تم مجھے کم از کم یہ بتا دو کہ تم کون ہو؟ ہو سکتا ہے یہ خوفناک منصوبہ میرے اعصاب ختم ہی کر دے اور میں کسی قابل نہ رہوں۔“

”نہیں جنرل! خود کو سنبھالنا ہو گا تمہیں، اور حالانکہ مجھے یہ اجازت نہیں ملی ہے لیکن کچھ عرصے قبل ایک ایسا کام عمل میں آچکا ہے جس کی بنا پر میں اپنے طور پر بھی اپنے بارے میں انکشاف کرنے کا مجاز ہوں۔“

”مثلاً مثلاً.....“ جنرل نے کہا۔

”بلیک چینل کے بارے میں کچھ جانتے ہو؟“ میں نے کہا اور اس کے چہرے پر نگاہیں گاڑ دیں ایک لمحے کے لیے اس کے ذہن کی چرخی گھومی اور پھر اس نے زور زور سے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”بلیک چینل کے ساتھ کوئن میکوویا کا نام بھی ذہن میں آتا ہے اور یہ نام کچھ عرصہ قبل منظر عام پر آیا تھا جب ایک دیوانے سائنس دان نے پورے چھوٹے سے ملک کو

میزائلوں کا نشانہ بنانے کی کوشش کی تھی اپنے آپ کو ایک علاقے کا حکمران بنانے کے لیے، اور وہ ملک خالی ہونے لگا تھا لیکن کسی بلیک چینل نے اس سائنس دان کو اس کے منصوبے میں ناکام کر دیا تھا۔“

”گڈ، اس کا مقصد ہے کہ بلیک چینل دنیا کی نگاہوں میں آچکا ہے۔“

”جو تفصیلات اس کے بارے میں موصول ہوئی تھیں اس کے بعد اسے دنیا کی نگاہوں میں آنا ہی تھا۔“

”میں بلیک چینل کا نمائندہ ہوں کوئن میکوویا کا فرستادہ اور کوئن میکوویا ہی نے مجھے میری کرائن بھیجا ہے بلیک چینل کا نقطہ نگاہ یہ ہے کہ رنگ، نسل، مذہب اور ایمان کو نظر انداز کرتے ہوئے صرف انسانیت کی بنیاد پر کام کیا جائے اور چونکہ اس وقت میری کرائن میں ایک ایسا منصوبہ زیر عمل ہے جو بیس لاکھ انسانوں کی ہلاکت اور تباہی کا باعث بن سکتا ہے اس لیے کوئن میکوویا ان بیس لاکھ انسانوں کی سلامتی چاہتی ہے اور اس سلامتی کے تحفظ کے لیے ایک گروپ یہاں بھیجا گیا ہے جو سرگرم عمل ہے۔“

جنرل نوکیان کا بدن آہستہ آہستہ لرزنے لگا اس نے مدھم آواز میں کہا۔

”میں کیا کہہ سکتا ہوں اس سلسلے میں، اگر تم انسانی حیثیت رکھتے ہو تو میرے جذبات کا تعین کر سکتے ہو۔ وہ خوفناک منصوبہ جس نے میرے وجود کو منتشر کر ڈالا تھا اور میرا دل بیٹھا جا رہا تھا۔ یقینی طور پر ایسا ہے کہ ہم میں سے کوئی اس کے بارے میں تصور بھی نہیں کر سکتا لیکن اگر بلیک چینل اور وہ عظیم عورت ہماری مدد پر آمادہ ہے تو یقیناً بیس لاکھ انسانوں کی ہلاکت رک جائے گی، آہ میرے دوست مجھے تمہارے الفاظ کی تصدیق درکار ہے۔“

”میری کرائن کے اپنے ذاتی معاملات میں، لیس لینڈ نے جو منصوبہ بنایا ہے اسے یقیناً ناکام بنا دیا جائے گا اور اس کے بعد میری کرائن کو اپنے طور پر لیس لینڈ کی چہرہ دستیاب روکنا ہوں گی کیونکہ کوئن میکوویا کسی ملک کے ساتھ مل کر جنگی کارروائیاں نہیں کر سکتی۔“

”ہمیں اس کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ لیس لینڈ کو اگر بیرونی امداد حاصل ہے تو ہم اپنے جذباتوں سے لڑ رہے ہیں اور اس بات پر میری کرائن کا بچہ بچہ یقین رکھتا ہے کہ لیس

لینڈ کو ہم کبھی اپنے وطن کی زمین پر قابض نہیں ہونے دیں گے چاہے وہ کتنی ہی بھرپور قوتیں لے آئے۔ ہم اگر پریشان تھے تو صرف اس لیے کہ یہ جنگی کارروائی اس انداز میں کیوں روک دی گئی اور اب وہ لوگ کیا منصوبہ بندی کر رہے ہیں اور بلاشبہ جو کچھ ہمارے علم میں آیا ہے وہ تو اتنا بھیانک ہے کہ شاید ہمارے حکام اس کی توقع بھی نہ کر سکیں لیکن میرے دوست کیا تم لوگ اس میں کامیاب ہو جاؤ گے؟

”جنرل! میں تم سے یہی معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کیا ماؤنٹی زوف کی اس تجربہ گاہ کی نشاندہی ہو سکتی ہے، کیا آپ اپنے ان محکموں کو اس بات پر آمادہ کر سکتے ہیں جو سائنسی امور سے تعلق رکھتے ہیں کہ وہ اس لیبارٹری کی نشاندہی کر دیں۔ یقیناً آپ کے ذہن میں یہ سوال بھی پیدا ہو گیا ہو گا کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ میں لیس لینڈ کے لیے ہی کام کر رہا ہوں اور اس طرح آپ کو بے وقوف بنا کر اس لیبارٹری کا پتا معلوم کرنا چاہتا ہوں اس کے لیے جنرل آپ اپنے ذہن میں کچھ ایسی تجاویز منتخب کر لیں جن کے تحت آپ کو اس بات کا یقین ہو سکے کہ میں آپ کے دشمنوں میں سے نہیں ہوں۔“

”ٹھیک کہتے ہیں آپ مسٹری ایم۔ میں یقینی طور پر اس وقت بالکل خالی الذہن ہوں لیکن بہر حال آپ سے یہ وعدہ کرتا ہوں کہ بہت جلد میں اس سلسلے میں معلومات حاصل کر لوں گا۔“

”اور کسی بھی طرح اس کی کوئی تشریح نہیں کریں گے۔ میں آپ سے رابطہ قائم کروں گا جنرل! اس دوران میں کچھ اور کوششیں کر رہا ہوں کیونکہ آپ کو ماؤنٹی زوف کے بارے میں مکمل معلومات حاصل نہیں ہیں اس لیے میں آپ سے اس بارے میں کوئی سوال بھی نہیں کروں گا لیکن میری کوشش یہ ہے کہ ماؤنٹی زوف کی تلاش کے ساتھ ساتھ میں ان لوگوں کو بھی تلاش کروں اور ان میں سے جتنے افراد میرے ہاتھ لگیں میں ان کو ہلاک کر دوں۔ جنرل نوکیان! آپ اپنی مرضی کے مالک ہیں، اپنے وطن کے لیے مخلص ہیں اس لیے میں نے خصوصی طور پر آپ سے رابطہ قائم کیا ہے اور اس کی بنیاد ایک اور بھی ہے وہ یہ کہ فوج بہر حال دنیا کی ہر ریاکاری اور فریب سے پاک ہو کر اپنے وطن کی وفادار ہوتی ہے آپ اس سلسلے میں کوششیں کیجئے جنرل! میں آپ سے رابطہ رکھوں گا اور اگر آپ کو کچھ معلوم ہو سکے تو اسے اپنی ذات تک محدود رکھئے گا۔“

”میں ایسا ہی کروں گا میرے دوست اور..... اور تمہارا شکر گزار ہوں میں..... میری آرزو ہے کہ تم وہی نکلو جو تم نے اپنے آپ کو ظاہر کیا ہے۔“

”ٹھیک ہے جنرل! میں اس سے زیادہ تمہارا وقت نہیں لوں گا۔“ میں نے کہا اور اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا جنرل کو میں نے یہ احساس نہیں ہونے دیا تھا کہ میں نے کیا طریقہ کار اختیار کیا ہے لیکن اپنے آپ کو اس کی نگاہوں سے گم کرنے کے لیے جو طریقہ کار مجھے بتایا گیا تھا، اسے استعمال کر کے میں اس کی نظروں سے روپوش ہو گیا۔

کچھ لمحے وہیں رک کر میں جنرل کی کیفیت کا تجزیہ کرتا رہا۔ وہ سکتے کے عالم میں بیٹھا ایک دیوار کو گھورتا رہا تھا پھر اس نے چاروں طرف دیکھا جیسے مجھے تلاش کر رہا ہو۔ اس کے بعد وہ برقی رفتاری سے اٹھا اور میں نے اس کا ساتھ دیا۔ میں اس کا پیچھا کر رہا تھا۔ وہ وہاں سے اپنی خواب گاہ نہیں گیا تھا بلکہ ایک اور کمرے میں داخل ہوا تھا۔ یہاں پہنچ کر اس نے تیز روشنی جلائی اور ان الماریوں کی طرف متوجہ ہو گیا جن میں نمبروں سے کھلنے والے تالے لگے ہوئے تھے۔ اس نے ایک الماری کھولی اور اس سے فائلوں کا ایک ڈھیر نکال کر فرش پر بیٹھ گیا۔ میں نے اس کی بڑبڑاہٹ سنی۔

”مونٹی زوف..... مونٹی زوف.....“

”مجھے اطمینان ہو گیا۔ پھر میں وہاں سے نکل آیا۔ یہاں سے واپسی بھی ایک مشکل مرحلہ تھی۔ سب سے پہلے ایک سنسان جگہ آکر میں نے ٹرانسمیٹر آن کیا۔ لیکن مجھے ایک لمحہ انتظار نہیں کرنا پڑا تھا۔ دوسری طرف سے فوراً اسکیلا کی آواز سنائی دی۔“

”لیس سرا!“

”اسکیلا کتنی دیر میں پہنچ جاؤ گی؟“

”صرف پانچ منٹ میں۔“

”اوہ کیا آس پاس ہو؟“

”جی سر۔“

”پھر بھی تمہیں کم از کم پندرہ منٹ کے بعد وہاں پہنچنا ہے۔“

”اوکے سر۔“

میرا خیال تھا کہ اب یہاں خاموشی طاری ہو چکی ہوگی لیکن باہر تحریک تھی۔ مجھے

افسوس ہوا کہ میں نے اسکیلا کو اتنی دیر سے کیوں بلایا کیونکہ مجھے باہر آنے میں پانچ منٹ سے زیادہ نہیں لگے تھے۔

”اسکیلا صبح وقت پر پہنچی اور میں اس کے ساتھ واپس ہاسٹل آگیا۔ راستے میں اس نے صرف اتنا پوچھا کہ میں خیریت سے ہوں اور میں نے گردن ہلا دی۔“

جنرل نوکیان کو میں نے صورت حال سے آگاہ کر کے کم از کم ان لوگوں کو اس خطرے سے روشناس کرا دیا تھا جو انہیں پیش آسکتا تھا۔ اس وقت میں لاکھ انسانوں کی زندگی کا تحفظ میرے شانوں پر تھا اور محسوس کر رہا تھا کہ میرے دل میں ان کا درد ہے۔

دوسری صبح اسکیلا نے کہا۔ ”سر..... ایک سوال آپ سے کرنا چاہتی ہوں۔“
”کہو اسکیلا۔“

”اس طوفانی مشن کو سرانجام دینے کے لیے آپ کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے مجھ سے پوچھا گیا ہے کہ اگر ہاسٹل کی رہائش آپ کے لئے پرسکون نہ ہو تو کوئی اور بندوبست کیا جائے۔“

”اس کی ضرورت پیش آسکتی تھی۔ لیکن جنرل نوکیان سے ملاقات کے بعد مشکلات ختم ہو گئی ہیں۔ اس لیے ہر جگہ یکساں ہے۔“

”اوکے سر۔“ اسکیلا نے جواب دیا۔ میں نے دل میں سوچا تھا کہ اگر کبھی ایسی کوئی دقت پیش آئی تو کوئی بھی جگہ منتخب کی جاسکتی ہے پھر وہ دن خاموشی سے گزر گئے۔ تیسرے دن میں نے ضروری معلومات کے بعد جنرل نوکیان کو فون کیا۔ کسی جنرل سے رابطہ اتنا آسان نہیں تھا لیکن میں نے کہا تھا کہ جنرل کو بتایا جائے کہ ڈی ایم بات کرنا چاہتا ہے اس لیے جنرل ٹریس ہو گیا۔

”آپ کا دوست جنرل۔“

”سوری مائی ڈیئر۔ تمہیں یقیناً مجھ سے رابطے میں مشکلات پیش آئی ہوں گی۔ اس وقت میں اس قدر اپ سینٹ ہو گیا تھا کہ تم سے رابطے کی بات ہی نہیں کر سکا۔ اب ایک ٹیلی فون نمبر نوٹ کر لو۔“

”بتائیے جنرل؟“ میں نے کہا۔ اور جنرل کے بتائے ہوئے نمبر کو ذہن نشین کر لیا۔

”اس نمبر پر ڈی ایم کا حوالہ ایس او ایس ہے فوراً مجھے تلاش کر کے تم سے رابطہ

کرا دیا جائے گا۔“

”کیا پروگریس ہے جنرل؟“

”میں نے اس کام کے لیے ایک شعبہ متعین کر دیا ہے۔ ملٹری انٹیلی جنس سرگرم عمل ہو گئی ہے۔ بہت جلد ہم کچھ نہ کچھ کر لیں گے۔“

”وہ آپ کے ریکارڈ میں ہے؟“

”ہیں، لیکن گولڈاس انسٹی ٹیوٹ میں اس کا حوالہ ملا ہے البتہ نامکمل۔ یہ سائنسی انسٹی ٹیوٹ ہے جس میں اس کا دخل تھا۔ اسی رابطے کو نشان منزل بتایا گیا ہے۔“

”میں کب فون کروں؟“

”کسی بھی وقت لیکن بہتر ہے ایک وقت متعین کر لیا جائے اس وقت میں انتظار کروں گا۔“

”رات نو بجے۔“

”ہاں، یہ وقت مناسب ہے۔“

”اوکے جنرل!“ میں نے کہا پھر اس شام میرے ڈیپارٹمنٹ نے مجھے ایک بہترین ٹیکو دیا۔ پینل کے ایک رکن جانس نے ٹیلی فون پر بتایا۔

”سر مونٹی زوف فیملی کے ایک شخص کو ٹریس کیا گیا ہے۔ یہ فلو جس اسٹریٹ کے مکان نمبر ایک سو آٹھ میں رہتا ہے۔ کسی دور میں یہ مونٹی زوف کے ساتھ کام کرتا تھا۔ لیکن اب ناکارہ ہو چکا ہے اور بڑی کمپری کی زندگی گزار رہا ہے۔“

”نام؟“ میں نے سوال کیا۔

”کیوری آرنی۔“

”کیسے پتا چلا؟“

”انسٹی ٹیوٹ کے ایک شخص سے۔ یہ کیوری آرنی کی مالی مدد کرتا ہے۔“

”اطمینان بخش رپورٹ ہے؟“

”جی سر۔“

اسکیلا نے مجھے فلو جس اسٹریٹ پر اتار دیا۔ اور میں نے اسے واپس کر دیا میں ان لوگوں کو منظر عام پر نہیں لانا چاہتا تھا۔ مکان نمبر ایک سو آٹھ بوسیدہ حالی کا شکار تھا۔ ٹوٹا

”تم یہاں کیوں کھڑے ہو۔ دفع ہو جاؤ۔ مجھے مسٹر آرنی سے بات کرنی ہے۔“
 ”جنم میں جاؤ!“ وہ بولا اور دروازے سے باہر نکل آیا۔ اس کی طرف سے مطمئن
 ہو کر میں نے کیوری آرنی سے کہا۔

”کیا آپ ہی مسٹر کیوری آرنی ہیں؟“

”ایں..... ہاں..... ہوں۔“ اس نے عجب سے انداز میں اچک کر کہا۔

”سوری مسٹر آرنی مجھے آپ سے کچھ معلومات کرنی ہیں۔“

وہ پھر اچکا اور بولا۔ ”کیا؟“

”یہ شخص کون تھا جس نے دروازہ کھولا ہے؟“

”یہی معلومات کرنی ہیں تمہیں۔“

”نہیں کچھ اور۔“

”تو مطلب کی بات کرو۔“ بوڑھے کے انداز میں جھلاہٹ نمایاں ہو گئی۔

”سنا ہے آپ آج کل کچھ مالی مشکلات کا شکار ہیں۔ میں آپ کی کچھ مدد کرنا چاہتا
 ہوں۔“

”کیوں؟“ وہ بولا۔

”اس لیے کہ ماضی میں میرا موٹی زوف سے کچھ تعلق رہ چکا ہے اور مسٹر موٹی

زوف کا آپ سے گہرا تعلق رہ چکا ہے۔“

”بکواس مت کرو۔ مجھے کسی امداد کی ضرورت نہیں ہے۔ نکل جاؤ، دفع ہو جاؤ

یہاں سے۔“ بوڑھا جوش کے عالم میں اپنی جگہ سے اٹھا لیکن پھر اس طرح لیٹ گیا جیسے کمر

سنے ساتھ نہ دیا ہو۔ پھر اس نے بدلے ہوئے لہجے میں کہا۔ ”آہ..... میں تمہیں نہیں

جانتا تم کون ہو؟“

”آپ مجھے کچھ پریشان نظر آرہے ہیں۔ اس کی وجہ بتا سکتے ہیں۔“ بوڑھے کا سینہ

پھولنے پھولنے لگا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ کسی شدید ذہنی ہیجان پر قابو پانے کی کوشش کر رہا ہو۔

”براہ کرم آپ مجھے اپنی پریشانی کی وجہ بتائیے۔“

”میری..... میری پریشانی کی وجہ وہ ہے جو میرے پلنگ کے نیچے پوشیدہ ہے اور

جس نے پستول مٹی نال میری کمر سے لگا رکھی ہے اور بار بار مجھے ہموکے دے کر کہہ رہا ہے

پھوٹا دروازہ جو اندر سے بند تھا۔ میں نے دروازے پر دستک دی۔ دوسری اور پھر تیسری
 دستک پر ایک جھول سے آدمی نے دروازہ کھولا۔ اس کی عمر زیادہ نہیں تھی لیکن صحت
 کافی خراب معلوم ہوتی تھی۔ اس نے نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا اور انگریزی میں بولا۔

”کہو، کیا بات ہے؟“

”کیا آپ کیوری آرنی ہیں؟“

”کیا بات ہے، بتاؤ؟“

”مجھے کیوری آرنی سے ملنا ہے۔“

”وہ کسی سے نہیں مل سکتا، بھاگ جاؤ!“

”کیوں؟“

”اس لیے کہ وہ بیمار ہے۔“ جھول شخص نے کہا۔ اور دروازہ بند کرنے کی کوشش

کی لیکن میں نے دروازے میں پاؤں اڑا دیا۔ اور وہ رک کر مجھے گھورنے لگا۔

”میرا اس سے ملنا ضروری ہے۔“

”زبردستی ہے؟“

”جو کچھ بھی ہے!“

”آؤ.....“ اس نے کہا اور دروازے سے پیچھے ہٹ گیا۔ میرے اندر داخل

ہونے پر اس نے دروازہ بند کر دیا۔ پھر ایک طرف اشارہ کر کے بولا۔ ”چلو وہ سامنے

والے دروازے میں۔“

میں نے کمرے کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ بہت بڑا کمرہ تھا جس میں ایک

بوسیدہ بستر پر ایک بوڑھا شخص لیٹا نظر آ رہا تھا۔ کمرے میں ایک اور دروازہ تھا جو کھلا ہوا

تھا۔ بستر پر لیٹے ہوئے شخص نے خوفزدہ نظروں سے مجھے دیکھا تو میں نے آگے بڑھ کر کہا۔

”کیا آپ ہی مسٹر آرنی ہیں؟“

”ہیں۔ ہاں.....“ بوڑھے نے سسکی جیسی آواز میں کہا۔ مجھے اس کے چہرے پر

کچھ ایسے خوف کے آثار نظر آئے جس سے میں الجھ گیا۔ مجھے یوں لگا جیسے وہ کسی سے

خوفزدہ ہو۔ کیا وہ شخص جس نے دروازہ کھولا ہے کس طرح اس کے لیے خوف کا باعث

ہے۔ میں نے پلٹ کر اس شخص کو دیکھا وہ مجھے گھور رہا تھا۔

کہ میں تم سے تمہارے بارے میں معلوم کروں.....“

بوڑھا پھٹ پڑا اور میں ایک لمحے کے لیے ساکت رہ گیا لیکن یہ سکوت نقصان دہ ہوا تھا۔ دروازے سے وہی شخص اندر داخل ہو گیا جسے میں نے باہر نکالا تھا لیکن اب اس کے ہاتھ میں پستول دبا ہوا تھا جس کا رخ میری جانب تھا۔

”وہ ٹھیک کہتا ہے، ہاں ہاں، تمہارے دونوں ہاتھ اوپر ہونے چاہئیں۔“ اس نے پستول کو جنبش دے کر کہا۔ پھر میں نے بوڑھے آرئی کے بستر کے نیچے سے ایک شخص کو نمودار ہوتے دیکھا۔ وہ ہنس رہا تھا۔ اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

”رچیپ چیویشن ہے۔ لطف آگیا۔ ڈیکر پہلے اس شخص کی تلاشی لے لو۔ میں اس کو روکے ہوئے ہوں۔ نو مالی ڈیئر..... اپنا پستول مجھے دے دو، یہ ایک پھرتیلا آدمی معلوم ہوتا ہے۔“

میں نے دونوں ہاتھ اوپر کر دیے۔ جس شخص کو ڈیکر کے نام سے پکارا گیا تھا اس نے اپنا پستول دوسرے آدمی کو دیا اور اس نے وہ دونوں پستول مجھ پر تان لیے ڈیکر میرے قریب آکر میری جیبیں ٹٹولنے لگا۔ اس نے میری ٹانگوں پر بھی ہاتھ پھیرا اور بغلی ہولسٹر کا بھی جائزہ لیا۔ پھر تسخیرانہ لہجے میں بولا۔

”یہ ایک شریف آدمی ہے۔“

”گڈ..... تو پھر آرام سے بیٹھ جاؤ شریف آدمی۔ ہم شرافت کی قدر کرتے ہیں پلیز بیٹھ جاؤ۔ اس نے ایک اسٹول کی طرف اشارہ کیا اور میں بیٹھ گیا۔“

”ماضی میں تمہارا موٹی زوف سے تعلق رہ چکا ہے؟ جواب دیتے رہنا ورنہ.....“

”اس نے پستول کو جنبش دی۔“

”ہاں۔“

”کیا تعلق تھا؟“

”شناسائی تھی اس سے۔“

”کتنی پرانی بات ہے؟“

”تقریباً آٹھ سال گزر گئے۔“

”آٹھ سال پہلے اس کی کیا پوزیشن تھی؟“

”پوزیشن سے تمہاری کیا مراد ہے؟“ میں نے انہیں باتوں میں الجھانے کا فیصلہ نہ کر لیا۔

”کس حیثیت کا مالک تھا وہ؟“

”یہ بات تو آپ مسٹر کیوری سے بھی معلوم کر سکتے تھے۔“

”یہی معلوم کرنا چاہتے تھے کہ تم آگئے۔“

”مگر آپ کون ہیں؟“

”نو مالی ڈیئر..... سوال نہیں صرف جواب۔“ پستول والے نے کہا۔

”تم جانتے ہو وہ ایک ٹیررسٹ سائنس دان تھا۔“

”ہاں یقیناً۔“

”بہت بڑی حیثیت کا مالک تھا۔ وہ مشترکہ ملک کے لیے بڑی اہمیت کا حامل۔“

”بے شک۔ جراثیمی ہتھیار بنانے کا ایکسپٹ، کیا تم بھی اسی شعبے سے تعلق رکھتے ہو؟“

”نہیں، میں کاروباری آدمی ہوں۔“

”اس کے اہل خاندان بھی ہوں گے۔“ ڈیکر نے سوال کیا۔

”وہ غیر شادی شدہ تھا۔“ میں نے کہا۔

”بکو اس۔ تب تمہیں اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔ اور تمہاری اس سے

کلب سے شناسائی تھی؟“ اس بار بوڑھے کیوری نے کہا اور سب کی نظریں اس کی طرف

انٹھ گئیں۔

”آٹھ سال سے۔“ میں نے جواب دیا۔

”حالانکہ وہ گیارہ سال قبل روپوش ہو گیا تھا۔ اور نہ صرف شادی شدہ تھا بلکہ اس

کی ایک بیٹی بھی تھی۔ لانا..... اور سوئیرا کی ہم عمر؟“ کیوری نے کہا۔ لیکن کیوری نے

اس وقت ایک شاندار کام کیا تھا۔ اس کے اس انکشاف نے ایک لمحے کے لیے ان دونوں

کی توجہ اپنی طرف مبذول کرائی تھی۔ اور وہ لمحہ میرے لیے انتہائی کارآمد ثابت ہوا۔ میں

دائستول پر بیٹھا ہوا تھا اور میں نے اپنے پاؤں تیار کر لیے تھے۔ گفتگو کے اس وقفے میں

کیوری چیویشن تیار کر لی تھی میں نے اور پھر..... بالکل صحیح انداز سے میں نے پستول

والے پر چھلانگ لگادی اور اسے لیتا ہوا زمین پر آ رہا۔ میں نے اس کی دونوں کلاںیاں پکڑ لیں اور اسے زمین پر رگڑ ڈالا۔ لیکن میں ڈیکر کی طرف سے بھی غافل نہیں تھا۔ ڈیکر بظاہر مجھول نظر آتا تھا لیکن اس نے کسی اسپرنگ والے گڈے کی طرح اچھل کر ہم دونوں کے اوپر گرنے کی کوشش کی اور میں نے اس کے لیے جگہ خالی کر دی۔ میرے بجائے وہ پستول والے شخص پر گرا۔ اور پستول والے کے حلق سے ”ہیچ“ کی آواز نکل گئی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی پستول والے کی ایک کلائی میری گرفت سے نکل گئی۔ اس نے فوراً ٹریگر دبا دیا۔ مگر ڈیکر سنبھلنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کوشش میں وہ پستول کے سامنے آ گیا اور گولی اس کی ٹھوڑی کے نیچے سے اندر داخل ہو کر دماغ میں جا پھنسی لیکن میں بڑے اپنے تلے انداز میں اپنے بدن کو جنبش دے رہا تھا۔ میں نے دوسرا پستول نیچے والے کے ہاتھ سے نکالا اور اس کی نال اس کی پیشانی سے لگادی۔ حالات بھی میری مدد کر رہے تھے ڈیکر کے حلق سے نکلنے والی خون کی بھوار نے اس شخص کی آنکھوں کو نشانہ بنایا اور اس کی دونوں آنکھوں میں خون بھر گیا جس سے وہ ناکارہ ہو گیا۔ چنانچہ دوسرا پستول میں نے بے آسانی اس سے چھین لیا اور پھرتی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

”میں واقعی ایک شریف آدمی ہوں۔“ میں نے دونوں پستول سیدھے کر کے کہا۔ بے چارہ آرنی اسی طرح اپنے پلنگ پر لیٹا یہ ساری کارروائی دیکھ رہا تھا جیسے کوئی ایکشن فلم دیکھ رہا ہو۔

دوسرا آدمی اٹھ کر بیٹھ گیا۔ وہ اپنی خون آلود آنکھوں کو رگڑ رہا تھا پھر اس نے حیرت سے ایڑیاں رگڑتے ڈیکر کو دیکھا۔ اور جلدی سے آگے بڑھ کر اس کے قریب بیٹھ گیا۔

”آہ..... یہ..... یہ.....“ وہ آہستہ سے بولا۔

”تم نے اسے مارا ہے۔ ورنہ میری شرافت شک سے بالا ہے۔“ میں نے نرم لہجے میں کہا اور وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے میرے ہاتھوں میں دبے ہوئے پستولوں کو دیکھتا رہا۔ پھر اچانک اس کے حلق سے ایک آواز نکلی۔

”ڈیکر“ میرے بھائی۔“ پھر وہ سسکیاں لیتا ہوا ڈیکر سے لپٹ گیا جو غالباً اب دم توڑ چکا تھا کیوری آرنی خاموشی کے ساتھ اپنی جگہ ساکت یہ تمام مناظر دیکھ رہا تھا اور کہتے کے

سے عالم میں تھا۔ میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا اور پھر انتہائی مہارت کے ساتھ پستول کے پیچھے کھولے اور اس سے کارتوس نکال کر اپنی جیب میں ڈال لیے یہی عمل میں نے دوسرے پستول کے ساتھ کیا تھا۔ صورت حال کا میں اپنے ذہن میں ایک خاکہ بنا چکا تھا اور یہ ضروری تھا کہ اس وقت پستول کسی شکل میں استعمال نہ ہوں، میرے ہاتھ سے استعمال ہو گئے تو یہ دوسرا آدمی بھی جاسکتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی قسم کی جدوجہد میں بیچارہ بوڑھا آرنی موت کا شکار ہو جائے۔ اس لیے پستولوں کا خالی ہو جانا ضروری تھا لیکن اس شخص کو میں نے احساس نہیں ہونے دیا۔ وہ ڈیکر کی لاش سے لپٹا سسکیاں لیتا رہا۔ پتا نہیں ڈیکر سے اس کا کیا تعلق تھا میں بھی دو قدم آگے بڑھ گیا تھا اور خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا لیکن اس وقت میری خوشی کی انتہائی نہ رہی جب میں نے اچانک ہی ایک عجیب سے انداز میں اس شخص کو اپنی جگہ سے قلا بازی کھا کر اپنے آپ پر آتے ہوئے دیکھا۔ شاید اب تک وہ اداکاری کر رہا تھا یا پھر اپنے ساتھی کی موت سے اس پر جنون طاری ہو گیا تھا لیکن اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ اس نے بڑی پنی تکی چھلانگ لگائی تھی اور کسی مینڈک ہی کی طرح اپنی جگہ سے اچھل کر مجھ پر آپڑا تھا، غالباً اس نے میرے ہاتھوں کو بھی صحیح طور پر تاکا تھا کیونکہ اس کی دونوں لاتیں میرے ہاتھوں کی کلائیوں پر پڑی تھیں اور پستول اچھل کر دور جا گرے تھے۔ وہ جسمانی طور پر بہت پھرتیلا اور اپنے انداز سے مارشل آرٹس کا ماہر معلوم ہوتا تھا۔ گرے ہوئے پستولوں پر بھی اس نے فوراً ہی جھپٹا مارا تھا اور اس کے بعد انہیں ہاتھوں میں اٹھالیا تھا پھر وہ دونوں پستول میری جانب سیدھے کرتا ہوا بولا۔

”یہ گر میں نے تم سے ہی سیکھا ہے اصل میں لوگوں کا خیال ہے کہ میں سیکھ جانے کی بہترین صلاحیت رکھتا ہوں اور ایک لمحے میں ہر عمل سیکھ جاتا ہوں، ہم لوگوں کی زندگی میں موت زندگی کا کوئی تصور نہیں ہے، ہمارا مشن ہی ایسا ہے، لیکن تمہیں زیر کرنے کے لیے مجھے ڈیکر کی لاش سے لپٹنا پڑا۔ یہ کوئی اہم مسئلہ نہیں ہے، کوئی بھی کسی بھی وقت موت کا شکار ہو سکتا ہے جیسے اب تم، لیکن مرنے سے پہلے اب تمہیں میرے سوالات کا جواب دینا ہو گا کیونکہ میں اب سوالات کرنے کی پوزیشن میں ہوں۔“

میں اسے اس انداز میں دیکھنے لگا جیسے مجھے اپنی شکست کا اور دھوکا کھا جانے کا

اس نے اپنے پاؤں زمین پر لگائے تھے، پھر لیٹ کر سوئپ لگائی اور میرے پیروں کو الجھانے کی کوشش کی، لیکن میں نے اپنی جگہ خالی دے کر اپنے پاؤں کی ٹھوکرا اس کے جڑے پر رسید کر دی اور وہ دور تک لڑھکتا چلا گیا۔ جڑے کی یہ ٹھوکرا بھی اچھی خاصی زبردست تھی۔ اس نے کھڑے ہونے کی کوشش کی لیکن چکرا کر پھر گر پڑا۔ تب میں آگے بڑھا اور میں نے بالوں سے پکڑ کر اسے اٹھایا پھر اس کے پیٹ میں گھنٹا مارا اور دوسرا جڑا بھی ناکارہ کر دیا۔ وہ دیوار سے جاٹکا تھا اور اب پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ بظاہریوں محسوس ہوتا تھا جیسے اب اس کے اندر لڑنے کی سکت نہ رہی ہو، لیکن جیسے ہی میں اس کے قریب پہنچا اس نے اپنی پنڈلی پر بندھا ہوا ایک لمبا خنجر نکال لیا اور حقیقت ہے کہ میں اس وقت اگر قدرتی طور پر اس کے وار سے نہ بچ جاتا تو میری پنڈلی ادھیڑ دی تھی اس نے، میں نے اچھلنے کے بعد ایک زوردار ٹھوکرا اس کے پیٹ پر ماری اور اس کے حلق سے آواز نکل گئی۔ اس ٹھوکرا کی تکلیف سے اس کے دونوں ہاتھ سامنے ہوئے تو میں نے دوسری ٹھوکرا پلٹ کر اس کی بغل پر ماری۔ یہ وہی ہاتھ تھا جس میں خنجر دبا ہوا تھا، اس کے حلق سے پھر ایک کراہ نکلی اور میں نے دوسری ٹھوکرا اس کی کلائی پر ماری، خنجر دور جاگرا تھا، میں نے اسے اٹھایا اور پھر ہنستا ہوا بولا۔

”مسٹر کیوری آرنی! یوں لگتا ہے کہ آپ کی اس رہائش گاہ میں اس کا کوئی اور سنا تھی نہیں ہے لیکن اس بے وقوف کو یہ بتائیے کہ ایک شریف آدمی جب جنگ کرتا ہے تو اس کی جنگ ان بد معاشوں سے زیادہ شدید ہوتی ہے، اب آپ کہیں تو میں اس کے بھی ٹکڑے کر ڈالوں، اٹھیو۔“ میں نے اس سے کہا اور وہ سسے ہوئے انداز میں اپنی جگہ سے اٹھا، لیکن یا تو پھر کوئی مکاری کر رہا تھا یا واقعی اس کے اعصاب کشیدہ ہو گئے تھے۔ اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے وہ ایک بار پھر دھڑام سے نیچے گر پڑا۔ میں نے کیوری آرنی سے کہا۔ ”آپ بہت دیر آرام کر چکے مسٹر آرنی! آپ کو اٹھ کر میری مدد کرنی چاہیے۔“ کیوری آرنی کو جیسے ہوش آگیا۔ وہ پھرتی سے پٹنگ سے نیچے اتر آیا اور دوسرے دروازے کی جانب لپکتا ہوا بولا۔

”آہ وہاں میری دونوں پوتیاں ہیں، پتا نہیں ان دونوں بد بختوں نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا۔“ کیوری آرنی میری نگاہوں سے ادجھل ہو گیا۔ اب میرے لیے ذرا مشکل

احساس ہو، کیوری آرنی کو بھی یہ اندازہ نہیں تھا کہ میں پستول خالی کر چکا ہوں۔ وہ لمحہ لمحہ بدلتے ہوئے اس کھیل سے خاصا حواس باختہ نظر آ رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔ ”اور ہاں اب تمہیں میرے چند سوالات کے جواب دینا ہوں گے مثلاً یہ کہ تم کون ہو؟“

”یہ میں تمہیں بتا چکا ہوں ڈیئر، بلکہ تم نے ہی مجھے اپنا نام نہیں بتایا، تمہاری زبان سے میں نے صرف ڈیکر کا نام سنا تھا۔“

”اس کے علاوہ تم کیا ہو اور تمہیں مونٹی زوف کے بارے میں معلومات کی کیا ضرورت پیش آئی ہے؟“

”اور اگر فرض کرو میں ان سوالوں کے جواب نہ دوں تو؟“

”تو کوئی ہرج نہیں ہے، میں تمہارے بدن میں چند سوراخ کروں گا اور اس کے بعد یہ بوڑھا کتا مجھے بتائے گا کہ مونٹی زوف کے دوسرے اہل خاندان کہاں ہیں؟“

”یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے؟“

”کیا مطلب؟ کیا اس سلسلے میں بھی تم سے مشورہ کرنا پڑے گا مجھے؟“

”چلو ٹھیک ہے اب میرے لیے بھی مجبوری ہے کہ میں تمہارا حساب کتاب درست کر دوں۔“ میں نے دو قدم آگے بڑھائے اور اس نے مجھے روکنے کے لیے پستول نیچے کر کے میرے پاؤں پر فائر کر دیا لیکن پستول سے ہلکی سی ٹپ کی آواز نکل کر یہ گئی تو اس نے دوسرا پستول آزمایا۔ میں نے جیبوں میں ہاتھ ڈال کر کارتوس نکالے اور اس کے سامنے کرتا ہوا بولا۔

”یہ پستول شاید تم مجھ سے نہ لے سکتے۔ میں نے خود انہیں تمہارے حوالے کیا ہے، لیکن خالی کر کے۔“ وہ ایک لمحے کے لیے ششدر رہ گیا تھا لیکن دوسرے لمحے اس نے یکے بعد دیگرے دونوں پستول مجھ پر کھینچ مارے اور پھر اپنی جگہ سے چھلانگ لگا کر میرے اوپر آ رہا لیکن میں نے اسے دونوں ہاتھوں پر روکا تھا اور اس کے بعد واپس ایک دیوار کی جانب اچھال دیا تھا۔ کیوری آرنی پھر اٹھ کر بیٹھ گیا وہ اس دلچسپ تماشے کو حیرت اور خوف بھری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ میں نے اپنے عمل کے بعد اس شخص کو پیروں ہی کے بل نیچے جاتے ہوئے دیکھا اچھا خاصا مارشل آرٹس کا ماہر تھا اور ایک خاص انداز سے

مسئلہ تھا اس شخص کو دیکھوں یا کیوری آرنی پر توجہ دوں، پتا نہیں دوسرے کمرے میں داخل ہو کر وہ کیا عمل کرنا چاہتا ہے، کہیں بے وقوف بوڑھا میرے خلاف ہی کچھ نہ کر ڈالے، لیکن پھر میں نے یہی فیصلہ کیا کہ اب اپنے آپ کو تقدیر کے حوالے کر دوں، بوڑھے کی طرف سے زیادہ سے زیادہ کیا کارروائی ہو سکتی ہے، ویسے بھی وہ کوئی خطرناک آدمی نہیں محسوس ہوتا تھا۔ یہی کرے گا کہ ادھر سے باہر نکل جائے گا۔ میرے لیے کوئی خاص مشکل پیدا نہیں ہو سکتی تھی۔ چنانچہ میں اس شخص کی جانب متوجہ ہو گیا۔ میں نے ہاتھ میں پکڑا ہوا خنجر لہراتے ہوئے کہا۔

”ہاں ماسٹر، کیا یہ بہتر نہیں ہو گا کہ جس قدر نقصانات تم برداشت کر چکے ہو، انہی پر اکتفا کرو۔“

”مقصد کیا کہنا چاہتے ہو تم آگے کہو۔“

”اپنے گروپ کے بارے میں تفصیلات بتاؤ۔“

”گروپ کے بہت سے ممبر ہیں، لیکن تم کون سی تفصیلات جاننا چاہتے ہو۔“ اس نے سوال کیا۔

”تم سمجھ چکے ہو کہ میں تم سے کیا کہنا چاہتا ہوں؟“

”میں صرف ایک بات سمجھتا ہوں کہ تم گدھے ہو، تمہارا کیا خیال ہے کہ میں یہاں جس مشن کے لیے آیا ہوں تمہیں اس کی تفصیلات بتا دوں گا۔“

”تفصیلات تو مجھے معلوم ہیں، میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم مونٹی زوف کی اس تجربے گاہ کی تلاش میں آئے ہو جس میں بہت عرصے قبل وہ جراثیمی ہتھیاروں کی تیاری کے لیے مقید کر دیا گیا تھا اور لیس لینڈ کے وفاداروں کی حیثیت سے تم وہ جراثیمی لیبارٹری تباہ کر دینا چاہتے ہو تاکہ اس طرح میری کرائن کو ناقابل برداشت نقصان ہو اور لیس لینڈ کو جنگ کے بغیر میری کرائن پر فتح حاصل ہو جائے۔“

اس نے چکرائی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھا، چند لمحات اس کے چہرے پر حیرت کھیلتی رہی پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

”لیکن تم کون ہو؟“

”تمہارا بقیہ گروپ کہاں ہے؟“

”تم کون ہو؟“ وہ سرد لہجے میں بولا اور اس بار وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

”دیکھو میں نہیں چاہتا کہ میں تمہیں کوئی جسمانی نقصان پہنچاؤں تمہارا یہ ساتھی ابھی تمہاری حماقتوں کی وجہ سے مارا گیا، اگر تم نے مجھے مجبور کیا تو.....“

جواب میں وہ ہڈیانی انداز میں ہنسا اور پھر اس نے جو کچھ کیا وہ میرے تصور سے باہر تھا۔ وہ پوری قوت سے میری جانب دوڑا اور میں نے خنجر سیدھا کر لیا، لیکن وہ میرے قریب سے گزرتا چلا گیا۔ دروازہ میں نے کور کیا ہوا تھا تاکہ وہ دروازے سے باہر نکلنے کی کوشش نہ کرے، لیکن اس نے اپنا سر پوری قوت سے سامنے والی دیوار سے ٹکرایا تھا اور جو ہولناک منظر میری نگاہوں کے سامنے آیا تھا اس نے ایک لمحے کے لیے میری آنکھیں بند کر دی تھیں۔ اس کا سر کسی خربوزے کی طرح پھٹ گیا تھا اور ساری دیوار خون سے رنگین ہو گئی تھی۔ یہ خود کشی کا ایک طریقہ تھا۔ وہ آہستہ آہستہ دیوار کے ساتھ گھسٹا ہوا نیچے گرا اور بے جان ہو گیا۔ میں سرد نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔ مجھے یہی کرنا تھا۔ آخر کار ان لوگوں کو میرے ہاتھوں قتل ہونا تھا۔ یہی میرا منصوبہ تھا۔ انہیں کسی قانون کے حوالے تو کرنا نہیں تھا۔ کون میکوویا کا قانون ان پر لاگو ہو چکا تھا۔

پھر میں نے خود کو سنبھال لیا۔ اور دونوں لاشوں کی طرف دیکھا۔ اس کے بعد ان کی تلاشی لینے لگا۔ ان دونوں کی جیبوں سے کچھ کرنسی ملی جو میرے لیے بیکار تھی۔ لیکن میں نے اسے قبضے میں کر لیا۔ ڈیکر کی جیب سے البتہ ایک کارآمد چیز ملی۔ یہ ایک فون نمبر تھا۔ میں نے یہ چٹ جیب میں رکھ لی۔ پھر مجھے کیوری آرنی کا خیال آیا۔ بوڑھے کی آواز نہیں سنائی دی تھی۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ نکل گیا۔

کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ میرا کیا بگاڑ لے گا۔ پھر بھی میں اس دروازے کی طرف متوجہ ہو گیا۔ لیکن جب میں اس کے دوسری طرف پہنچا تو مجھے افسوس ہوا۔ آرنی دونوں حسین لڑکیوں کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ سہمی ہوئی لڑکیوں نے اس کے سینے میں سر گھسایا ہوا تھا اور آرنی ان کے سروں پر ہاتھ پھیر کر انہیں تسلیاں دے رہا تھا۔

مجھے دیکھ کر وہ دونوں لڑکیاں سہمے ہوئے انداز میں چیخ پڑیں آرنی نے بھی چونک کر مجھے دیکھا اور مجھے پہچاننے کے بعد اس کے چہرے پر کسی قدر سکون کے آثار نظر آئے اور اس نے لڑکیوں سے کہا۔

”نہیں بے بی نہیں ڈرو نہیں یہ دوست ہے، نہیں بے بی ڈرتے نہیں، یہ دوست ہے۔“

میں آرنی اور لڑکیوں کی اس کیفیت سے متاثر ہوا تھا۔ میں نے کہا۔

”مسٹر کیوری آرنی یہ لڑکیاں.....؟“

”میری پوتیاں ہیں میرے بیٹے کی بیٹیاں، کیا وہ بھاگ گئے۔“ آرنی نے سوال کیا۔ مجھے اندازہ تھا کہ لڑکیاں خوفزدہ ہیں ان کے سامنے صحیح صورت حال کی وضاحت مناسب نہیں ہے۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

”ہاں مسٹر آرنی! اب ان کا خطرہ ٹل گیا ہے لیکن مسٹر آرنی یہ لڑکیاں۔“

”ہاں ماں باپ سے محروم ہیں یہ بے چاری۔ بس مجھ بوڑھے کی زندگی کے ساتھ منسلک ہو گئی ہیں، حالانکہ میں کچھ اور چاہتا ہوں۔“

”مسٹر آرنی اب مناسب وقت ہے کہ میں آپ سے کچھ گفتگو کروں، ظاہر ہے میرا آپ کے پاس آنا بھی بے مقصد نہیں تھا چنانچہ بہتر ہے کہ آپ اپنے آپ کو سنبھال لیجئے اور میرے چند سوالات کا جواب دیجئے۔ میں بہر حال آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا یہ میرا وعدہ ہے۔“

آرنی نے تھوک نگل کر اپنی پوتیوں کو دیکھا اور پھر بولا۔

”یہ واقعی ایک مہربان شخص ہے اور اس نے ہمیں ان خطرناک لوگوں سے نجات دلائی ہے، تم لوگ براہ کرم اپنے آپ کو سنبھالو اور اس سے خوفزدہ نہ ہو۔“ پھر وہ میری طرف متوجہ ہو کر بولا۔

”پوچھ لیجئے مسٹر کیا پوچھنا چاہتے ہیں ہم سے۔“

”پہلے تو میں آپ سے یہی سوال کرنا چاہتا ہوں مسٹر آرنی کہ ماؤنٹی زوف سے آپ کا کیا تعلق رہا ہے؟“

”میں ماؤنٹی زوف کے ساتھ اس کی لیبارٹری میں کام کرتا رہا ہوں۔ میں خود بھی سائنسی امور کے سلسلے میں کچھ تعلیمات رکھتا ہوں لیکن اس کے بعد مجھے ریٹائر کر دیا گیا تھا یہ اس وقت کی بات ہے جب ماؤنٹی زوف سابقہ حکومت کے ایک عہدیدار کی حیثیت سے سائنس لیبارٹری میں کام کرتا تھا۔“

”ریٹائر ہونے کے بعد ماؤنٹی زوف کے بارے میں آپ کو کیا معلومات حاصل ہوئیں۔“

”ہم جس زندگی سے گزر رہے تھے اس میں صرف اپنے بارے میں ہی معلومات حاصل ہو جاتیں تو بہت کچھ تھا۔ لیکن پھر بھی مجھے یہ بات معلوم ہے کہ سرکاری طور پر ماؤنٹی زوف کو ایک اہم کام کے سلسلے میں طلب کر لیا گیا تھا اور اسے کہیں ایسی جگہ بھیج دیا گیا تھا جہاں اسے تنہا اپنی ذمہ داریاں سنبھالنی تھیں اور دوسروں سے کٹ کر رہنا تھا لیکن چونکہ میرے اس سے تھوڑے سے ذاتی تعلقات بھی ہو گئے تھے اس لیے اس کی بیوی اور بیٹی سے میری ملاقات ہوتی رہتی تھی ان لوگوں نے اپیل کی تھی کہ انہیں ماؤنٹی زوف کے پاس ہی بھیج دیا جائے اور یہ اپیل زیر سماعت تھی۔ پھر جب میں آخری بار ان سے ملاقات کے لیے گیا تو ان میں سے کوئی مجھے موجود نہیں ملا تھا۔ گھر کو تالا لگا ہوا تھا مجھے یہی معلوم ہوا کہ وہ دونوں ماں بیٹی ماؤنٹی زوف کے پاس چلی گئیں۔ بس اس قدر معلومات مجھے حاصل ہے۔“

”یہ نہیں کہ ماؤنٹی زوف کو کہاں بھیجا گیا ہے؟“

”یہ اس وقت کی بات نہیں ہے بلکہ کچھ عرصے کے بعد کی بات ہے کہ کسی ذریعے سے مجھے پتا چلا تھا کہ ماؤنٹی زوف آس پاس ہی کہیں موجود ہے اسے کہیں دور روانہ نہیں کیا گیا۔ لیکن کہاں اس بات کی نشاندہی کوئی نہیں کر سکتا تھا۔ البتہ ایک بار مسٹر لائی کون نے مجھ سے میری خیریت پوچھی تھی اور کہا تھا کہ ماؤنٹی زوف میرے لیے فکر مند ہے اور اس نے پوچھا ہے کہ میں ریٹائر ہونے کے بعد کیسی زندگی گزار رہا ہوں۔ بس یہ آخری خبر تھی ماؤنٹی زوف کے بارے میں اس کے بعد بس کچھ پتا نہیں چل سکا۔ پھر حالات یکسر تبدیل ہو گئے اور میری بد قسمتی کے دور کا آغاز ہو گیا۔“

”کیا مطلب؟“ میں نے تحمل سے پوچھا اور کیوری آرنی افسردہ نگاہوں سے مجھے دیکھ کر خاموش ہو گیا پھر آہستہ سے بولا۔

”اپنا ہی بدن تنگا ہوتا ہے، تم اس ملک کے شہری نہیں ہو۔ اس لیے تمہیں کچھ نہیں معلوم اور اب تو جلت پرانی ہو گئی ہے۔ اس نے افسردگی سے شانے ہلائے اور خاموش ہو گیا۔ میں اس کی بات سمجھ رہا تھا تاہم میں نے پوچھا۔“

”لیکن تمہارا بیٹا جس کی یہ دونوں بیٹیاں ہیں؟“

”بھینٹ چڑھ گیا اس دیوانگی کے جو کی گئی تھی اور جس کا نتیجہ بھگتنا پڑا۔“

”اور ہسو؟“

”وہ بھی فوج ہی میں ملازم تھی۔“ کیوری آرنی نے کہا ”اور اب ہم سب دوسروں کا کیا بھگت رہے ہیں۔ زندگی عذاب بن کر رہ گئی ہے۔ میں تو ہر لمحہ موت کو گلے لگانے کا آرزو مند ہوں مگر یہ بچیاں مجھے مرنے بھی نہیں دیتیں۔ کیا کروں؟ کہاں رکھوں گا انہیں۔ نہ معیشت ہے نہ کاروبار نہ روزگار، کوئی ذریعہ نہیں ہے زندگی گزارنے کا۔ یہ دونوں ایک جنرل اسٹور پر کام کرتی تھیں لیکن وہ بھی بند ہو گیا اور اب ہم بے کسی کی موت کا انتظار کر رہے ہیں، لیکن زندگی بہت بے غیرت ہوتی ہے، یہ میں ان بچیوں کو بتاتا رہا ہوں اور اب انہوں نے اس کا ثبوت دے دیا ہے۔ وہ کم بخت اس گھر میں داخل ہوئے تو یہ خوف سے نیم مردہ ہو گئیں۔ انہوں نے انہیں پرغمال بنالیا تھا اور مجھ سے معلومات حاصل کرنا چاہتے تھے۔“

”کیسی معلومات؟“ میں نے بے صبری سے پوچھا۔

”ماؤنٹی زوف کے بارے میں۔ نہ جانے ہر شخص یہ کیوں سمجھتا ہے کہ میں ماؤنٹی زوف کا ہم پلہ تھا۔ ارے میں ایک بہت معمولی سا آدمی تھا، اس شخص کی بڑائی تھی کہ اس نے مجھ جیسے معمولی آدمی کو بھی اہمیت دے رکھی تھی اور یہ وقت آگیا کہ لوگ مجھے اس کا ہم نشین سمجھنے لگے۔ حالانکہ ایسی بات نہیں تھی۔ سوائے اس کے کہ وہ ایک اچھا آدمی تھا۔ بھلا مجھے کیا معلوم ہو سکتا ہے ان پر اسرار سرکاری رازوں کے بارے میں جن کا تعلق ماؤنٹی زوف سے تھا۔ یہ تو میرے ساتھ زیادتی ہے۔“

میں اس شخص کی باتوں سے صحیح صورت حال کا اندازہ لگا رہا تھا۔ لیکن ایک نام وہ بھی چھوڑ گیا تھا اور وہ نام تھا لائی کوف کا۔ میں اس سے لائی کوف کے بارے میں پوچھنا ہی چاہتا تھا کہ اچانک ہی گاڑیوں کی بھاری آوازیں سنائی دیں اور یہ محسوس ہوا جیسے گاڑیاں اس مکان کے دروازے کے پاس ہی رکی ہوں۔ میں ایک لمحے میں محتاط ہو گیا۔ کیوری آرنی کو میں نے وہ کرنسی نوٹ دیے جو مجھے ان دونوں کی جیبوں سے حاصل ہوئے تھے اور پھر میں نے اس سے کہا۔

”مسٹر کیوری آرنی، میرا خیال ہے زندگی آپ پر اتنی تلخ نہیں ہوگی۔ میں ابھی حاضر ہوتا ہوں۔“ اور اس کے بعد میں دروازے سے باہر نکل آیا۔

میرا اندازہ بالکل درست تھا۔ آوازیں کیوری آرنی کے دروازے پر ہی ختم ہوئی تھیں۔ میں نے گھڑی میں گیارہ کا ہندسہ دبایا اور اس کے بعد ایک ایسی جگہ منتخب کی جہاں سے میں لوگوں کی زد میں آنے سے بچوں، یہ بروقت کام کیا تھا میں نے، کیونکہ دوسرے لمحے کیوری آرنی کے گھر کا دروازہ کھلا اور بے شمار فوجی اندر داخل ہو گئے۔ میں نے ایک گہری سانس لی تھی، سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ کیوری آرنی کے گھر فوجیوں کا حملہ کیا معنی رکھتا ہے لیکن یہ اندازہ ضرور ہو گیا تھا کہ بد نصیب آرنی اپنی بد بختیوں میں گھرا ہوا ہے اب اس کے گھر سے دولاٹیں برآمد ہوں گی اور اس کے پاس سے کرنسی نوٹ۔ پتا نہیں اس کی کیا حیثیت رہے۔ البتہ جتنے فوجی اندر گھس آئے تھے ان کی موجودگی میں زیادہ متحسب نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ بہر حال جسمانی ہیئت تو قائم تھی، فکر ابھی سکتا تھا اور ان کے علم میں آ سکتا تھا لیکن تھوڑی دیر کے بعد میں نے آرنی اور اس کی دونوں بیٹیوں کو نیم مردہ حالت میں لڑکھڑا کر فوجیوں کے ساتھ باہر آتے ہوئے دیکھا۔ فوجی انہیں دروازے سے باہر نکال لے گئے تھے اور یقیناً انہیں فوجی ٹرک میں بٹھا دیا گیا ہوگا۔ اس کے بعد ظاہر ہے ان دونوں لاشوں کے بارے میں کارروائی کی جارہی ہوگی، میرا اب یہاں رکنا ایک طرح سے بے معنی تھا چنانچہ میں وہاں سے ہٹ گیا اور پھر بہت دور تک آوارہ گردی کرنے کے بعد میں اپنے ہاسٹل کی جانب چل پڑا۔ مجھے اندازہ تھا کہ میزری ساتھی لڑکی فوجی کارروائی دیکھ کر یہاں سے ہٹ گئی ہوگی اور یہی ہوا راستے میں مجھے اس کا میسج ملا اور اس کی آواز سنائی دی۔

”سراسکیلا بول رہی ہوں۔“

”ہاں، اسکیلا کہو؟“

”سر آپ خیریت سے تو ہیں نا؟“

”ہاں۔“

”کیوری آرنی کے گھر پر فوجی ریڈ ہوا ہے۔“

”ہاں مجھے معلوم ہے۔“

”آپ کسی مشکل کا شکار تو نہیں ہوئے؟“
”نہیں اسیلا۔“

”سر میرے لیے کیا حکم ہے؟“

”کوئی خاص نہیں بس ہاسٹل پہنچ جاؤ۔“ میں نے جواب دیا اور اس کے بعد پرائیمری کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ اسیلا میرے ہاسٹل پہنچنے کے بعد خاصی دیر میں ہاسٹل واپس پہنچی تھی اور مجھے وہاں پا کر محتاط ہو گئی تھی۔

”سر میرے لیے کوئی کام تو نہیں تھا۔ میں ذرا پرائمری اسٹور چلی گئی تھی۔ وہاں مجھے رپورٹ دینی تھی ویسے ان لوگوں کا خیال ہے سر کہ آپ نے ان سے ابھی تک کوئی خاص کام نہیں لیا۔ تاہم ظاہر ہے اپنے معمولات کو آپ خود مناسب سمجھتے ہوں گے۔“

”ہاں ڈیئر اسیلا! یہ تم لوگوں کا خیال ہے کہ میں تم سے کوئی کام نہیں لے رہا اصل میں یہ کام کی نوعیت پر منحصر ہے کہ کس وقت مجھے تمہاری کہاں ضرورت پیش آسکتی ہے لیکن ان لوگوں کو یہ اطمینان دلا دو کہ جو ذمہ داری ان کے سپرد کی گئی ہے وہ پوری خوش اسلوبی سے اسے سرانجام دے رہے ہیں اور میں ان سب سے مطمئن ہوں۔“

”اصل میں یہی ہمارے لیے ذرا تشویش کی بات تھی۔ ان لوگوں کا خیال ہے کہ کہیں ہماری کوتاہی کو تو محسوس نہیں کر لیا گیا اور ہم پر زیادہ ذمہ داریاں اسی لیے نہیں ڈالی گئیں کہ ہم انہیں مناسب طور پر سرانجام نہیں دے سکتے۔“

”نہیں ڈیئر اسیلا! اس ٹائپ کا آدمی نہیں ہوں اور پھر یہ معاملات اس قدر سنگین ہیں کہ ذرا سی لغزش یا غلطی ہمارے مشن کے لیے زہر قاتل ثابت ہو سکتی ہے بات ہماری اپنی کارکردگی کے اظہار کی نہیں ہے بلکہ ہمیں بڑے محتاط طریقے سے میری کڑائیں کو بچانا ہے جو اس وقت ایک خوفناک پوائنٹ پر کھڑا ہوا ہے اور یہاں کے رہنے والے لوگ یہ نہیں جانتے کہ وہ کتنی سنگین صورت حال سے گزر رہے ہیں۔ بہر حال میں ان لوگوں سے ملاقات کر کے انہیں اطمینان دلا دوں گا۔ پھر اسیلا کے ساتھ ہی میں پرائمری اسٹور میں داخل ہوا تھا اور اس کے خفیہ کانفرنس روم میں وہ تمام نمائندے جمع ہو گئے تھے جن کا تعلق کومین میکوویا کے مقامی پینل سے تھا۔ میں نے ان لوگوں کو ان کے نمبروں ہی سے مخاطب کیا تھا اور مسکراتے ہوئے نمبروں سے کہا تھا۔“

”اسیلا کی زبانی مجھے علم ہوا ہے کہ آپ لوگ میری جانب سے تشویش کا شکار ہیں۔“

”نہیں سرا! اصل میں ہمیں ہدایت دی گئی تھی کہ ہم آپ کے ساتھ مل کر اس سنگین صورت حال کا مقابلہ بالکل اسی انداز میں کریں جیسے ہم مقامی فوجی ہوں اور دشمن سے اس ملک کو بچانا چاہتے ہوں، لیکن ابھی تک ہمیں کوئی کارکردگی دکھانے کا موقع نہیں ملا، بس اتنی سی تشویش تھی کہ کہیں ہم آپ کے لیے غیر معیاری تو ثابت نہیں ہو رہے؟“

”نہیں۔۔۔۔۔۔ میں نے آنکھیں بند کر کے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اصل میں یہ کام نہایت سست رفتاری سے جاری ہے اور یہ سست رفتاری ہی اس کی کامیابی کی ضمانت ہے ویسے مائی ڈیئر مسٹرون اور یہاں موجود تمام افراد آپ لوگوں کو یہ خوش خبری یقیناً پسند آئے گی کہ میں نے ان میں سے دو افراد کو ختم کر دیا ہے۔“
وہ سب بری طرح چونک پڑے۔ نمبروں پوچھے بغیر نہ رہ سکا۔

”سر کلک۔۔۔۔۔۔ کیا مطلب، یعنی وہ جن کے بارے میں یہ اطلاع ہے کہ وہ یہاں لیس لینڈ کے مفادات کے لیے کام کرنے داخل ہوئے ہیں؟“

”ہاں۔۔۔۔۔۔ آپس ملک کی بلکہ ان تمام آزاد ریاستوں کی مشکل یہ ہے کہ ان کی معیشت تباہ ہو چکی ہے اور یہاں ذریعہ آمدنی ختم ہو گئے ہیں۔ تم نے یقیناً دیکھا ہو گا کہ یہاں کے افراد اپنی مصنوعات لے کر اس وقت دنیا کے مختلف ملکوں میں پھیل گئے ہیں اور ان کی فروخت سے اپنی معیشت کی از سر نو بنیاد رکھ رہے ہیں۔ مقامی طور پر تمام صنعتوں کی جو کیفیت ہے اس کا بھی اندازہ آپ لوگوں کو بہ خوبی ہو گیا ہو گا ظاہر ہے ہم کسی ملک کے اندرونی معاملات میں بہتری کا ٹھیکہ لے کر یہاں نہیں پہنچے ہیں اور یہ ممکن بھی نہیں ہے سوائے اس کے کہ ہم تباہ حال لوگوں کی حالت پر افسوس کر سکیں لیکن ہماری نگاہ میں اصل مسئلہ ان افراد کی زندگی کا ہے جو اپنے سروں پر منڈلاتی ہوئی موت سے ناواقف ہیں، مجھے حکم بھی یہی دیا گیا تھا کہ ان مقاصد کو یہاں لے کر آنے والے کسی بھی فرد کو انسان نہ سمجھا جائے، اسے ایک خوفناک اور خونخوار جرثومے کا درجہ دیا جائے جس کا خاتمہ ایک عظیم مشن ہوتا ہے۔ بہر حال یہ سلسلہ جاری ہے ان لوگوں نے بھی اپنی ذہانت

آغاز ہو گیا۔ اس فون نمبر کے بارے میں دوسری صبح مجھے تفصیلات بتادی گئی تھیں۔ یہ ایک رہائشی علاقے کے فلیٹ کا فون نمبر تھا۔

”کیوری آرنی کے بارے میں مجھے تشویش نہیں تھی۔ اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا تو وہ جنرل نوکیان کا کارنامہ بھی ہو سکتا تھا اور جنرل کسی ایسے شخص کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا تھا۔ البتہ ہو سکتا ہے ان دولاشوں کا مسئلہ کچھ الجھ گیا ہو۔ اس نے مسئلے میں الجھنے سے قبل میں کم از کم اس بارے میں تھوڑی سی معلومات حاصل کر لینا چاہتا تھا۔“

”لیکن مجھے اندازہ تھا کہ جنرل نوکیان ان معلومات کے بعد کس قدر پر جوش ہو گیا ہو گا۔ وہ مجھ سے بہت پہلے حالات کی گہرائیوں میں اتر جانا چاہتا ہو گا۔ ایک مکان تھا جس کی میں تصدیق کر لینا چاہتا تھا۔ جو نیا فون جنرل نوکیان نے دیا تھا اس پر کسی لڑکی کی آواز سنائی دی تھی۔ اس کے استفسار پر میں نے کہا۔“

”نہیں مس، مجھ سے انگلش میں بات کرو۔“

”لیس سر۔“

”جنرل نوکیان نے مجھے یہ نمبر دے کر کہا تھا کہ کتنی ہی ایمر جنسی ہو اس نمبر سے جنرل ٹریس ہو جائیں گے۔“

”لیس سر۔ میرے پاس آپ کے سلسلے میں ہدایات موجود ہیں اور جنرل کئی بار فون کر کے مجھ سے پوچھ چکے ہیں۔ آپ اپنے نام کے بارے میں بتا سکتے ہیں۔“

”ڈی ایم۔“

”اوکے سر۔ صرف چند لمحے۔“

”اوکے!“ میں نے کہا اور انتظار کرنے لگا۔ پھر چند لمحات کے بعد جنرل نوکیان کی آواز سنائی دی۔

”ہیلو، نوکیان بول رہا ہے۔“

”آپ کا خادم۔“ میں نے کہا۔

”خادم نہیں دوست۔ محسن۔“ جنرل نے پرتاڑ لیجے میں کہا۔

”سب خیریت ہے جنرل؟“

”نہیں۔“

کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنے آپ کو مختلف حصوں میں تقسیم کر لیا ہے اور ایک دوسرے سے دور رہ کر کام کر رہے ہیں۔ لیکن میرا یہ اندازہ ہے بلکہ یہ سمجھ لیجئے کہ مجھے یقین ہے کہ وہ لوگ ابھی تک اس لیبارٹری کا پتا نہیں لگا سکے جہاں وہ خوفناک موت ایک سائنس دان کے ساتھ پنجرے میں بند ہے اور کسی بھی وقت اس پنجرے کا دروازہ کھل سکتا ہے بس میں اس کوشش میں مصروف ہوں کہ اس موت کے آزاد ہونے سے پہلے اس کے لیے کوئی بندوبست کر لیا جائے۔ اس لیے آپ بالکل تصور نہ کریں کہ آپ میرے ساتھ اس مشن میں شریک نہیں ہیں۔“ پھر میں نے جیب سے وہ چپٹ نکال کر کہا۔

”یہ ایک فون نمبر ہے۔ مجھے اس کے بارے میں معلومات درکار ہیں۔ لیکن احتیاط سے۔“

”جی سر، آپ نے آخر کار ہمیں ایک کام سونپ دیا۔“ ان میں سے ایک نے ہنستے ہوئے کہا۔

”کبھی کبھی بہت چھوٹے محسوس ہونے والے کام بڑی اہم نوعیت کے حامل ہوتے ہیں۔“ میں نے بھی ہنس کر کہا۔

”سروہ دو افراد جن کے بارے میں آپ نے تذکرہ کیا ہے۔“

”ہاں، مس اسکیلا جانتی ہیں کہ میں نے انہیں کہاں پایا ہے یہ نمبر انہی میں سے ایک کی جیب سے برآمد ہوا ہے۔“

”اور سروہ..... وہ اب اس دنیا میں نہیں ہیں۔“

”مجھے یہی ہدایت کی گئی تھی۔“

”واپسی میں اسکیلا نے کہا۔“ سر کیا آپ نے انہیں قتل کیا ہے؟“

”جی مس اسکیلا کیوں.....؟“

”سوری سر۔“ وہ جلدی سے بولی۔

”آپ نے اس سوال کی وجہ نہیں بتائی؟“

”سراصل میں آپ اس قدر نرم طبیعت اور نرم خدو خال کے مالک ہیں کہ آپ سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی۔“

میں مسکرا کر خاموش ہو گیا تھا۔ چند گھنٹوں کے تعطل کے بعد ایک بار پھر عمل

”اوہو، کوئی خاص بات ہے۔“

”ہاں یہ ایک دلچسپ بات ہے کہ انسان بعض اوقات اپنی ایک سطح متعین کر لیتا ہے۔ وہ اپنی بلندی کا انتخاب کر کے نیچے کے ماحول سے بے خبر ہو جاتا ہے۔ میری کرائن کی آزادی کے بعد ہم لوگ سانس بھی نہیں لینے پائے تھے کہ لیس لینڈ کی طرف سے ہم پر جنگ مسلط کر دی گئی اور ہم سب کچھ چھوڑ کر اپنی بقا کے لیے مصروف عمل ہو گئے۔ حالانکہ ہمیں ٹوٹے پھوٹے میری کرائن کو نئی بنیادوں پر استوار کرنا تھا۔ ہمیں دنیا کے دوسرے ملکوں سے رابطوں کی پالیسیاں بنانی تھیں لیکن ہمارے دشمن ہماری تباہی کے درپے ہو گئے۔ مسٹر ڈی ایم، لیس لینڈ ہمارے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ آنے والا وقت لیس لینڈ پر ہماری برتری ثابت کر دے گا اور آپ دیکھیں گے کہ ہم لیس لینڈ اور اس کے حلیفوں کے سارے منصوبے ناکام بنا دیں گے۔ ایک دن ہمارا ہو گا۔ لیکن ہماری نگاہ ان گہرائیوں کی طرف نہیں تھی جن کی نشاندہی آپ نے کی۔ اور یہ حقیقت ہے کہ ہم اپنے تمام منصوبوں سمیت فنا ہونے والے تھے اگر آپ بروقت اس خوفناک سازش کی نشاندہی نہ کر دیتے۔“

”بلیک چینل مستقبل میں بھی انسانیت کی بقا کے لیے سرگرم عمل رہے گا“ یہ اس کا نصب العین ہے۔“ میں نے جواب دیا۔

”آپ کی نشاندہی سے قبل ماؤنٹی زوف ہمارے ذہنوں سے اوچھل تھا لیکن اس کے بعد وہ جس قدر اہمیت حاصل کر چکا ہے آپ تصور نہیں کر سکتے۔“

”یقیناً۔“

”میں نے اس کے لیے ایک انوسٹی گیشن سیل بنا دیا ہے جس نے ہنگامی بنیادوں پر کام شروع کر دیا ہے۔ ہمیں اس سے خاصی معلومات حاصل ہوئی ہیں۔“

”مجھے بتانا پسند کریں گے۔“

”کیوں نہیں۔“

”کیا یہ فون محفوظ ہے؟“

”بالکل اس وقت یہ گفتگو کہیں ریکارڈ نہیں ہو رہی۔“

”گڈ، کیا معلومات ہیں؟“

”ماؤنٹی زوف پچھلے گیارہ سال سے انڈر گراؤنڈ ہے اس کی بیوی اور بیٹی کو بھی اس کے پاس ہی پھنسا دیا گیا ہے اس کے علاوہ ایک شخص کو ہم نے ٹریس کیا ہے۔“

”کون ہے وہ؟“

”اس کا نام کیوری آرنی ہے اور وہ ماؤنٹی زوف کے ساتھ اس کی لیب میں کام کرتا رہا ہے لیکن اس وقت جب ماؤنٹی زوف انڈر گراؤنڈ نہیں تھا۔“

”ٹھیک۔“

”کیوری آرنی کو ہم نے عجیب و غریب حالات میں حاصل کیا ہے۔ جنرل نے وہ پوری تفصیل سنائی جو میرے ساتھ پیش آئی تھی۔ پھر مجھ سے کہا۔“

”لیکن وہاں ایک معما ہمارے سامنے آیا۔“

”نہیں جنرل وہ معما میں حل کیے دیتا ہوں جو دو افراد وہاں ہلاک ہوئے اسی گروپ سے تعلق رکھتے ہیں جو لیس لینڈ کے مفادات کے لیے یہاں آیا تھا۔ اور وہ تیسرا آدمی میں نے اسے جس نے اپنی دونوں کو ہلاک کیا۔“

جنرل کی آواز دیر تک نہیں سنائی دی تھی۔ ”ہیلو۔۔۔۔۔۔“ میں نے کچھ توقف کے بعد کہا۔

”سوری مسٹر ڈی ایم۔ اس کا مطلب ہے کہ میری وی ہوئی اطلاعات۔“

”نہیں جنرل! میں بھی بہر حال کام کر رہا ہوں۔“

”میں شرمندہ ہو گیا ہوں۔“

”ہرگز نہیں کام جاری رکھیے، ہمارا تعاون اور بہت سے عقدے کھول سکتا ہے۔“

”ان لوگوں کے بارے میں تفتیش جاری ہے۔ ہم ان کا ریکارڈ تلاش کر رہے ہیں۔“

”آپ اپنے کام میں تساہل نہ برتیں میں ہر ضرورت پر آپ سے رابطہ کروں گا۔“

”اصل کام اس لیبارٹری کی تلاش ہے۔“

”اس کے لیے ہم خاص طور سے کام کر رہے ہیں۔“

”اوسکے جنرل۔“

”اوسکے۔ میں دوسری کال کا انتظار کروں گا۔“

”وقت ضرورت۔“ میں نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔ اب مجھے اس فلیٹ کے کلین کے بارے میں کام شروع کرنا تھا۔

اسکیلا میرے ساتھ بھرپور تعاون کر رہی تھی، چنانچہ اس نے مشن کے لیے میں نے اسکیلا کو اپنے ساتھ رکھا۔ مطلوبہ پتا تلاش کرنے میں ہمیں کوئی خاص دقت نہیں ہوئی تھی۔ اس عمارت کے سامنے پہنچ کر اسکیلا نے کار روک دی اور کہنے لگی۔

”سر، یہ عمارت ہے اور اس کی چوتھی منزل پر وہ فلیٹ واقع ہے۔“ میں نے اس اونچی عمارت کو دیکھا۔ رہائشی فلیٹ بنے ہوئے تھے اور بہت خوبصورت اور معیاری فلیٹ تھے، میں نے اسکیلا سے کہا۔

”اب تمہیں کسی مناسب جگہ رک کر میرا انتظار کرنا ہوگا، تمہارے پاس وقت ہے؟“

”سر کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ، میں تو یہ سمجھ رہی تھی کہ آپ معمول کے مطابق مجھے واپس کر دیں گے۔“

”نہیں اسکیلا رک جاؤ، انتظار تو بے شک کرنا پڑے گا، ہو سکتا ہے جلد ہی واپس ہو جائے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بہت دیر لگ جائے، لیکن بہر حال.....“ اسکیلا نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا دی اور میں آگے بڑھ کر اس عمارت میں داخل ہو گیا۔

عظیم الشان عمارت کی لفٹ میں پہنچنے کے بعد میں نے چوتھی منزل کاٹن دبا دیا اور اس کے بعد گھڑی کے گیارہ کے ہندسے کو دبا کر مطمئن ہو گیا۔ میرے ساتھ چونکہ اور کوئی نہیں تھا اس لیے مجھے کوئی دقت پیش نہیں آئی تھی۔ لفٹ چوتھی منزل پر رک گئی اور میں کوریڈور میں آگیا، چند افراد لفٹ میں داخل ہو گئے تھے۔

بہر طور میں اس فلیٹ کے سامنے رک گیا جہاں مجھے آنا تھا۔ پھر چند لمحات سوچے رہنے کے بعد میں نے کال بیل بٹن دبایا اور تھوڑے فاصلے پر کھڑا ہو گیا۔ دروازہ کھولنے والا ایک چوڑے چکلے بدن کا بھنچے ہوئے ہونٹوں والا آدمی تھا۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر دروازے سے باہر نکل آیا۔ اس کے چہرے پر شدید غصے کے آثار تھے۔ چند لمحات وہیں کھڑے رہنے کے بعد اس نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”انتہائی گھٹیا اور ذلیل فطرت کے مالک ہو تم لوگ، اگر کوئی میرے ہاتھ آگیا تو“

چھوڑوں گا نہیں اسے۔ بے غیرت قسم کے لوگ بار بار بیل دباتے ہیں اور بھاگ جاتے ہیں۔“ لیکن اس نے جملہ ادھوڑا چھوڑ دیا۔ میرے لیے بس اتنا ہی کافی تھا میں فلیٹ کے اندر پہنچ گیا۔ بہت خوبصورت فلیٹ تھا تمام ضروری چیزوں سے آراستہ، میں نے یہی اندازہ لگایا کہ یہ فلیٹ فریشنڈ حاصل کیا گیا ہوگا، ورنہ ظاہر ہے اس قسم کے لوگوں کو اتنے آرائشی فلیٹ کی کیا ضرورت پیش آ سکتی ہے۔ وہ شخص بڑبڑاتا ہوا واپس اندر آگیا اور میں دھبے پاؤں اس کا تعاقب کرنے لگا۔ وہ ایک کمرے داخل ہو گیا۔ میز پر شراب کے برتن رکھے ہوئے تھے، ایک کانڈ اور بال پوائنٹ بھی وہیں موجود تھا۔ وہ بیٹھ کر بال پوائنٹ سے کانڈ پر کچھ ٹکھنے لگا۔ گلاس میں شراب موجود تھی۔ تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد وہ ایک ایک سبب لیتا رہا تھا۔ میں چند لمحات کے بعد وہاں سے اٹھ آیا اور فلیٹ کے دوسرے حصوں کا جائزہ لینے لگا۔ ایک سرسری نگاہ میں نے تمام چیزوں پر ڈالی اور پھر ٹیلی فون کی گھنٹی کی آواز سن کر پھرتی سے اس کمرے میں آگیا جہاں وہ شخص بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے ٹیلی فون اس کی جگہ سے اٹھا کر سامنے رکھی سینٹر ٹیبل پر رکھا اور پھر ریسیور اٹھا کر بولا۔

”ہیلو.....“ ہاں، اوہو، مسٹر لازیل، کہنے کیسے مزاج ہیں آپ کے ہاں، ہاں، ہاں، نہیں مسٹر لازیل، یہاں آنے کے بعد تو کچھ عجیب سے حالات ہو گئے ہیں اور میں یہ محسوس کر رہا ہوں کہ شاید ہم لوگوں کی تباہی ہمیں آواز دے رہی ہے، بالکل بالکل میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں، آخر یہ سب کیا ہے؟ جی، جی ہاں، مرضی ہے آپ کی، میں تو انکار نہیں کر سکتا، جی ہاں بالکل، نہیں آپ آجائے، میں بہت بد دل ہو رہا ہوں اور اپنے طور پر یہ سوچ رہا ہوں کہ مجھے کیا کرنا چاہیے، ٹھیک ہے آپ آجائے، ہاں آئیے کتنی دیر میں پہنچ رہے ہیں آپ، اوکے میں انتظار کر رہا ہوں۔“

اس نے فون بند کر دیا۔ ایک اور نام میرے علم میں آیا تھا مسٹر لازیل، دیکھنا یہ ہے کہ یہ مسٹر لازیل کیا چیز ہے، وہ شخص پھر بال پوائنٹ سے کانڈ پر عجیب و غریب خاکے بنانے لگا تھا اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ اب مجھے خاموشی سے مسٹر لازیل کا انتظار کرنا چاہیے۔ ہاں اصولی طور پر تو مجھے شروع ہو جانا چاہیے تھا، لیکن اس بات کے بھی امکانات تھے کہ مسٹر لازیل بھی کوئی کام کی چیز ہی ثابت ہوں۔ پھر تقریباً بیس منٹ تک مجھے فلیٹ

تشویش کا شکار کر دیا ہے۔“

”یا تو آپ بہت سادہ لوح ہیں مسٹر لازیل! یا پھر مجھے بے وقوف بنا رہے ہیں۔“
”نہ میں سادہ لوح ہوں۔ نہ آپ کو بے وقوف بنا رہا ہوں، لیکن حالات سے ناواقف انسان بھلا کیا کہہ سکتا ہے؟“

”کیا آپ یہ محسوس نہیں کر رہے کہ دس افراد کے اس گروپ نے اپنے اپنے پارٹنر الگ کر لیے ہیں۔“ لازیل نے شراب سے بھیگے ہوئے ہونٹوں کو خشک کیا اور بولا۔
”تو کیا آپ نے بھی یہی بات محسوس کی ہے۔“
”اور آپ نے؟“

”ہاں، اصل میں آپ کو میں حقیقت بتا دوں یہ ساری کوششیں ایس گیری ڈیل کی ہیں، ایس گیری ڈیل کے بارے میں آپ کو پہلے سے بھی علم ہے اور پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ وہ ہمارے گروپ سے تعلق نہیں رکھتی، بلکہ اسے الگ ہی گروپ سے حاصل کر کے اس گروپ میں شامل کیا گیا ہے۔ دو آدمی تو اس کے اپنے ہیں، باقی چار افراد وہ ہیں جنہوں نے ماضی میں کوئی کارنامہ سرانجام نہیں دیا۔ اس عالم میں ایس گیری ڈیل نے یہ گروپ الگ کر لیا ہے، میں تو اصل میں یہ بات زبان پر نہیں لانا چاہتا تھا کیونکہ بہر حال ہم دیار غیر میں ہیں، یوں سمجھا جائے تو غلط نہیں ہوگا کہ جنم کے دہانے پر، ذرا سی لغزش ہمیں جلا کر خاکستر کر سکتی ہے۔ اس عالم میں بجائے اس کے کہ ہم اپنا مشن سرانجام دیں اگر آپس کی چپقلش کا شکار ہو گئے تو ہمارے لیے مشکلات پیش آسکتی ہیں۔“

”لیکن اس بات کو آپ کیا کریں گے مسٹر لازیل کہ سب لوگوں کو الگ کر دیا گیا ہے، کون کیا کر رہا ہے مجھے اس بارے میں کچھ نہیں معلوم، ایس گیری ڈیل سے رابطے کی ہر کوشش ناکام ہو گئی ہے جبکہ یہ بات میرے علم میں ہے کہ وہ اپنے مقصد کے لیے سرگرداں ہے۔ اصل میں ہر شخص اپنے اپنے نمبر بنانا چاہتا ہے ادھر آپ نے محسوس کیا ہوگا کہ ڈیکر اور گیرون اپنا الگ گروپ بنا کر بیٹھ گئے ہیں جو دو افراد پر مشتمل ہے۔ ان میں سے ہر ایک یہ کارنامہ تنہا سرانجام دے کر اپنی پارٹی کو فوقیت دلانا چاہتا ہے اور اس طرح میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں خاصی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ میں جب ان تمام لوگوں سے مایوس ہو گیا تو ایک گوشے میں آ بیٹھا، ہر چند کہ میری معلومات اپنی جگہ جاری ہیں لیکن میں

کے مختلف گوشوں کو دیکھتے ہوئے اور ایسی جگہوں کی تلاشی لیتے ہوئے گزرے جن پر آسانی سے ہاتھ ڈال سکتا تھا۔ لیکن کوئی بھی ایسی چیز دستیاب نہیں ہو سکی جو اس شخص کے بارے میں کسی وضاحت کی حامل ہوتی۔ پھر نیل بجی اور میں سمجھ گیا کہ مسٹر لازیل اندر آگئے ہیں اور میں خود بھی دروازے کے قریب پہنچ گیا۔ آنے والا بھی ایک اسی نسل کا آدمی معلوم ہوتا تھا۔ اس نے آسٹرویل یعنی اس فلیٹ کے مکیں سے پر جوش مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

”میں سمجھ نہیں پایا مسٹر آسٹرویل کہ آپ اس قدر پریشان کیوں ہیں؟“ آسٹرویل نے کوئی جواب نہیں دیا، دروازہ اندر سے بند کرنے کے بعد وہ اسی کمرے میں آ بیٹھا اور لازیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”وہ مشہور زمانہ شراب جس کے لیے یہاں کی زندگی کا تصور کیا جاتا تھا۔“
”میں تمہارے لیے دوسرا گلاس لاتا ہوں۔“

”اور دوسری بوتل بھی۔“ لازیل نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ شخص باہر نکل گیا۔ پھر اس نے گلاس لاکر میز پر رکھا الماری سے شراب کی ایک اور بوتل نکالی اور اسے لازیل کے سامنے کرتا ہوا بولا۔

”اپنی بوتل اپنی شراب۔“

”نہیں، مشترکہ بوتل، مشترکہ شراب۔“ لازیل نے کہا۔

”یہ سلسلہ یہاں آکر ختم کر دیا گیا ہے۔“

”ہاں، آپ نے کہا تھا مسٹر آسٹر، لیکن براہ کرم مجھے بھی تو اس بارے میں کچھ بتائیے۔“

”ڈیکر لازیل، تم کون سے گروپ میں شامل ہو، کیا مجھے بتانا پسند کر دو گے؟“

”میں سمجھا نہیں۔“ لازیل نے اپنی بوتل کھول کر گلاس میں شراب ڈالتے ہوئے کہا۔ آسٹر نے سامنے اس کی جانب بڑھایا تو وہ ہنس کر بولا۔

”میں اپنی زندگی میں کسی بھی چیز میں ملاوٹ پسند نہیں کرتا۔“ شراب کا ایک سبب لینے کے بعد اس نے کہا۔

”اب براہ کرم مسٹر آسٹر، مجھے پوری تفصیل بتائیے، کیا بات ہے آپ نے مجھے

یہ سوچ رہا ہوں کہ اگر میں یہ معلومات ایس گیری ڈیل کو فراہم کروں تو اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ وہ میری معلومات کو لے دوڑے گی اور مجھے خود سے الگ تھلگ کر دے گی۔“

لازبل خاموش ہو کر گردن ہلانے لگا پھر اس نے گلاس کی بقیہ شراب معدے میں انڈیلی اور مزید گلاس بھرتا ہوا بولا۔

”اگر یہ بات ہے تو پھر کیوں نہ ہم اپنا گروپ الگ بنالیں؟“

”کیا یہ مناسب رہے گا؟“

”بالکل غیر مناسب ہے، لیکن ان حالات میں کیا کیا جائے؟ شاید آپ کو اس بات کا یقین نہ آئے کہ پچھلے پانچ دن سے مجھ سے بھی کسی نے کوئی رابطہ قائم نہیں کیا، سب اپنے اپنے طور پر مصروف عمل ہیں۔“

”تو ہم احمق نہیں ہیں، میں تو یہ سوچ رہا تھا کہ مجھ سے جو کچھ بھی بن پڑے تنہا ہی کر ڈالوں، لیکن اگر مسٹر لازبل آپ میرے ساتھ شامل ہونا چاہتے ہیں تو میں آپ کو خوش آمدید کہوں گا۔“

”یقیناً۔“ لازبل نے اپنا داہنا ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے کہا جسے آسٹرویل نے اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ پھر بولا۔

”اور آپ نے اس سلسلے میں یقیناً جو کچھ کیا ہوگا وہ بھی کسی سے کم نہیں ہوگا لیکن میں آپ کو.....“

”ایک منٹ، اس شمولیت کے طور پر میں آپ کو ایک اہم ترین اطلاع دینا چاہتا ہوں۔“

”ٹھیک ہے، کہیے، مگر نھریے کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ جو اطلاع دیں وہی میرے پاس بھی موجود ہو، میں اپنی معلومات ایک کانڈ پر لکھ کر رکھے لیتا ہوں تاکہ آپ کو بعد میں دکھا سکوں اور اگر آپ کی معلومات میری معلومات سے مختلف ہوں تو پھر ہم دونوں مشترکہ طور پر اپنی معلومات کے سلسلے میں کام کریں گے۔“

”چلئے ٹھیک ہے۔“ لازبل نے کہا اور آسٹرویل سامنے رکھے ہوئے پیڈ سے کانڈ پھاڑ کر کچھ نکھنے لگا۔ پھر اس نے وہ کانڈ اوندھا کر کے رکھ دیا اور اپنے گلاس میں نئی شراب ڈالتے ہوئے بولا۔

”جی مسٹر لازبل۔“

”اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ دوسرے لوگ اپنے اپنے طور پر کام کر رہے ہیں، میں نے بھی یہی طریقہ کار اختیار کیا ہے، حالانکہ پہلے مجھ سے کہا گیا تھا کہ ہم میں سے ہر شخص زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرے، پھر ان معلومات کا تبادلہ کیا جائے اور ایک مشترکہ لائحہ عمل تیار کیا جائے لیکن بعد میں جیسا کہ ابھی ہمارے درمیان گفتگو ہوئی، میں نے بھی ایس گیری ڈیل کی اس بے اعتنائی کو محسوس کر لیا۔ ایس گیری ڈیل اگر مجھے مل جائیں تو شاید میں اپنی یہ معلومات ان کے حوالے کر دیتا، لیکن اب آپ سے ملنے کے بعد میری آنکھیں کھلی ہیں، مسٹر آسٹرویل، میں زیادہ کچھ نہیں جانتا، لیکن میں نے ایک شخص لائی کوف کو ٹریس کیا ہے، لائی کوف بہت عرصے پہلے ماؤنٹی زوف کا دست راست سمجھا جاتا تھا اور اس نے طویل عرصے تک مسٹر ماؤنٹی زوف کو اسٹ کیا ہے، مسٹر ماؤنٹی زوف تو جیسا کہ ہمارے علم میں ہے کہ ایک نئی منزل کی جانب روانہ ہو گئے، لائی کوف اس ادارے میں خاصے عرصے تک کام کرتا رہا، بعد میں تبدیل شدہ حالات کے تحت اس نے کچھ ایسی باتوں سے انحراف کیا جو مقامی حکومت چاہتی تھی، نتیجے میں اسے گرفتار کر لیا گیا اور اس وقت وہ جیل میں ہے، کہا جاتا ہے کہ لائی کوف اور ماؤنٹی زوف ایک جان دو قالب تھے اور اس بات کے سو فیصد امکانات ہیں کہ لائی کوف کو ماؤنٹی زوف کے بارے میں وہ معلومات حاصل ہو سکتی ہیں جو کسی اور کو نہیں۔“

میرے اعصاب تن گئے تھے، لائی کوف کا نام میرے علم میں آچکا تھا، لیکن اتنی تفصیلات مجھے نہیں معلوم تھیں، میری آنکھیں ان لوگوں پر لگی ہوئی تھیں اور کان ان کی گفتگو سننے میں مصروف تھے، آسٹرویل کہنے لگا۔

”اور مسٹر لازبل۔“

”میں اس دوران لائی کوف پر کام کرتا رہا ہوں اور یہ بات بخوبی میرے علم میں آچکی ہے کہ لائی کوف اس وقت مقامی جیل میں ہے اور وہیں وقت گزار رہا ہے، گویا اس سے مقامی جیل میں معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں۔“

”جی اب براہ کرم ذرا اس کانڈ پر نظر ڈال لیں۔ آسٹرویل نے اپنا لکھا ہوا کان سامنے رکھ دیا اور میں چند قدم آگے بڑھ کر ان دونوں کے عقب میں پہنچ گیا۔ میں نے

کاغذ پر لگا ہیں جمادیں اس پر پوائنٹ لکھے ہوئے تھے۔ ایک جملہ تھا۔

”مسٹر لائی کوف، ماؤنٹی زوف کا دست راست، جس کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ وہ ماؤنٹی زوف کے بارے میں اتنا بہت جانتا ہے جتنا دوسرے نہیں جانتے۔ دوسرا جملہ تھا۔ ”لائی کوف اس وقت مقامی جیل میں قید ہے اور یہ ایک بہترین مہرہ ہے جس سے ماؤنٹی زوف کے بارے میں معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں۔“

”لازیل کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔“

”اس کا مقصد ہے کہ ہم دونوں ایک ہی لائن پر کام کر رہے ہیں؟“

”شاید اس لیے کہ مستقبل میں ہمارا گروپ الگ بننے والا تھا۔“

”ایک بار پھر میں آپ کو تعاون کی پیش کش کرتا ہوں مسٹر آسٹرویل! اور ویسے بھی یہ صورت حال بے حد بھیانک ہے، ہم آگ سے کھیل رہے ہیں اور ہماری ذرا سی لغزش ہمیں موت سے ہمکنار کر سکتی ہے اس دوران آپ نے یہاں کے حالات دیکھے ہیں کیا اندازہ لگایا آپ نے؟“

”یہ سب بہت باخوصلہ ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ ایس لینڈ کو ناکوں چنے چبانے پڑیں گے اس نے اگر میری کرائن کو ترنوالہ سمجھ رکھا ہے تو میں سمجھتا ہوں یہ اس کی ہی نہیں بہت سوں کی بد قسمتی ہے۔“

”بالکل۔ میں یہ کہنا چاہتا تھا ایسے عالم میں ان دونوں کو دیکھو۔ میری مراد ڈیکر اور گیرون سے ہے، انہوں نے کئی دن سے رابطہ نہیں قائم کیا ہے، ایس گیری ڈیل کے بارے میں الگ ہی تفصیلات ہیں وہ اپنے طور پر ہوا میں اڑ رہی ہے۔“

”مجموعی طور پر اگر دیکھا جائے تو یہ گروپ ایسے مخلص لوگوں پر مشتمل نہیں ہے جو ایک ہوتے ہیں اور اس کی بنیاد وہی ہے جتنے ملک مل کر ایس لینڈ کے لیے کام کر رہے ہیں، ان کے اپنے اپنے مفادات الگ الگ ہیں اور ان میں سے کوئی بھی کسی ایک مسئلے پر متفق نہیں ہے آہ مجھے تو یہ خطرہ ہے کہ کہیں یہ بندر بانٹ ہم لوگوں کے لیے زندگی کا بدترین عذاب نہ بن جائے۔“

”ہمیں اس سے بچنا ہوگا، اسی میں زندگی کی ضمانت ہے بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ کیوں

نہ ہم گیرون اور ڈیکر کو اپنے ساتھ شامل کرنے کی کوشش کریں۔“

”نہیں وہ خود غرض لوگ جب اپنا گروپ الگ بنا چکے ہیں تو پھر ہمیں ان سے رجوع کرنے کی کیا ضرورت ہے؟“

”تو پھر ٹھیک ہے، یہ کام ہم دونوں مل کر سرانجام دیتے ہیں۔“

”یہ بہت اچھا ہوا کہ ہم اس طرح یکجا ہو گئے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ اب ہمیں آئندہ کاپروگرام ترتیب دینا چاہیے۔“

”ہمارے سامنے اس وقت سب سے اہم نکتہ ہے مسٹر لائی کوف کا لائی کوف مقامی جیل میں ہے، لائی کوف سے معلومات حاصل کرنے کے لیے یا تو اسے جیل سے فرار کرانا ہو گا یا پھر جیل تک پہنچنا ہو گا۔“

”ہم اتنے وسائل نہیں رکھتے مسٹر ویل کہ لاؤ کوف کو جیل سے نکال لیں لیکن ہم خود یہ کام سرانجام دے سکتے ہیں اور اس کے لیے میں پیش کش کرتا ہوں کہ آپ مجھے جیل بھجوادیں۔“ کچھ ایسا انداز اختیار کیا تھا لازیل نے کہ آسٹرویل ہنس پڑا، پھر بولا۔

”میں نہ تو کوئی پولیس آفیسر ہوں اور نہ جیلر، آپ نے یہ بڑی دلچسپ بات کہی مجھ سے اور اگر یہی الفاظ میں آپ سے کہوں تو آپ اس سلسلے میں مجھے کیا جواب دیں گے؟“

”یہ کہ میں آپ کو جیل بھجوا سکتا ہوں۔“ لازیل نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

”آہ! تو میں خوشی سے اس عمل کے لیے تیار ہوں۔ میں اس موضوع پر بالکل سنجیدہ ہوں مسٹر لازیل۔“

”تو پھر آپ یوں سمجھ لیجئے کہ جیل پہنچ گئے۔“

”معمولی سی بات ہے کوئی چھوٹا موٹا سا جرم کیجئے اور جیل چلے جائیں لیکن میک اپ کے اصل چہرے میں جیل جانا بھی آپ کے لیے خطرناک ہو گا۔“

”آسٹرویل پر خیال نگاہوں سے لازیل کی صورت دیکھتا رہا اس نے گردن ہلا کر کہا۔“

”میں خوشی سے تیار ہوں۔“

”اس سلسلے میں ہمیں مزید باتوں پر غور کر لینا چاہیے مثلاً یہ کہ لائی کوف ایک سیاسی

طرح اپنی جیبیں تختہ پھار رہا تھا۔ آسٹرویل نے اسے تعجب سے دیکھا اور بولا۔
 ”کیوں کیا ہوا؟“ لیکن لازیل نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ وہ ادھر ادھر دیکھ رہا تھا
 اور پھر اس نے صوفے کے نیچے جھانک کر دیکھا، صوفے کے عقب میں آیا اور ایک پورا
 راؤنڈ لے کر ایک جگہ کھڑا ہو گیا، آسٹرویل بھی اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا تھا۔

”کیا بات ہے لازیل! تم مجھے بتاؤ گے نہیں؟“
 ”تم..... میرے پاس پستول تھا اچانک ہی مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے
 میری جیب سے پستول نکال لیا ہو اور اب پستول میری جیب میں موجود نہیں ہے۔“
 ”نہیں ہے!“ آسٹرویل تعجب سے بولا۔
 ”ہاں۔“

”کوئی غلط فہمی، مائی ڈیئر کوئی غلط فہمی ہے، ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟“
 ”نہیں موجودہ صورت حال کے تحت ہم وہ مخصوص آٹو پٹک جیب میں رکھتے ہیں
 تاکہ اگر کوئی مشکل صورت حال پیش آجائے تو اسے استعمال کیا جاسکے۔ میں تمہیں یقین
 دلاتا ہوں کہ وہ چند لمحات قبل میری جیب میں تھا۔“
 ”میری عقل تسلیم نہیں کرتی اگر تھا تو کہاں گیا میں تو تم سے خاصے فاصلے پر بیٹھا
 ہوا ہوں۔“

”نہیں ظاہر ہے مگر.....“ لازیل ہونق نظر آ رہا تھا۔ آسٹرویل بھی متحیرانہ انداز
 میں اسے دیکھ رہا تھا نجانے لازیل نے یہ کیا شروع کر دیا تھا۔ بہر حال میں آہستہ آہستہ
 آسٹرویل کی جانب بڑھا وہ گھریلو لباس پہنے ہوئے تھا اور اس کا جائزہ لینے سے یہ اندازہ
 ہو گیا تھا کہ اس نے پستول وغیرہ ساتھ رکھنے کی کوشش نہیں کی ہے۔ بہر حال ایک پستول
 میرے ہاتھ میں آچکا تھا اور وقت ضرورت میں اسے استعمال بھی کر سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے
 اسے جیب میں رکھا اور کمرے کے دروازے کی جانب بڑھ گیا۔ میں باقاعدہ اس دروازے
 سے اندر داخل ہونا چاہتا تھا۔ تاکہ ان لوگوں کو کوئی شبہ نہ ہو سکے۔ اور پھر میں نے یہی
 کیا۔

اپنے آپ کو ظاہر حالت میں لا کر میں نے کمرے کے دروازے میں قدم رکھا اور
 اس طرح رکھا کہ آواز پیدا ہو۔ وہ دونوں ابھی تک پستول ہی کے چکر میں پڑے ہوئے

مجرم ہے اور کیا ایک عام قسم کے شخص کو اس تک پہنچنے میں آسانی ہوسکتی ہے؟“
 ”بے حد مشکل ہے لیکن اسے میری صلاحیتوں پر چھوڑ دیا جائے۔“
 ”تو پھر مجھے کیا کرنا ہوگا؟“

”میری نگرانی اور اس وقت کا انتظار جب میں لائی کوف سے معلومات حاصل
 کر لوں گا اور ہم دونوں اس سلسلے میں اپنے ملک کو آگاہ کریں اور اجازت مانگیں۔“
 میری دلچسپی اور مسرت کی انتہا نہیں تھی۔ یہ اندھے منصوبہ بندی کر رہے تھے
 لیکن میں اس سے پہلے لائی کوف تک پہنچ سکتا تھا اور اب تک مجھے یہ بات معلوم ہو گئی
 تھی وہ کہاں ہے۔ اس کے علاوہ ان لوگوں کی گفتگو سے اور بھی انکشافات ہوئے تھے۔
 انہیں ابھی تک ڈیکر اور گیرون کی موت کے بارے میں علم نہیں تھا بلکہ ان کے اپنے
 اندر ہی ایک انتشار برپا تھا، یہ لوگ افراط فری کا شکار ہو گئے تھے۔ بہر حال یہ بھی ان بے
 گناہوں کی تقدیر تھی کہ وہ اس مشکل میں مبتلا ہونے کے بعد اپنا کام اس برق رفتاری
 سے سرانجام نہیں دے سکتے تھے جس سے یہ جلد از جلد کامیاب ہو سکتے تھے۔ گروہ میں
 ایس گیری ڈیل نامی ایک عورت بھی تھی اور یہ لوگ مختلف ملکوں سے تعلق رکھتے تھے
 اس لیے آپس کی چپقلش میں بھی مبتلا ہو گئے تھے۔ بہر حال یہ سلسلہ بھی بہت دلچسپ تھا
 لیکن میرے دو اور شکار میرے سامنے تھے اور ایک اور جوڑی کا خاتمہ ہونے والا تھا۔
 لیکن ان پر ظاہر ہونے سے قبل میں یہ جائزہ لے لینا چاہتا تھا کہ وہ مسلح ہیں یا نہیں اور
 اس کے لیے مجھے فوراً کارروائی کرنی تھی ان لوگوں کو تصور بھی نہیں تھا کہ ان کے علاوہ
 کوئی اور بھی ہے جو ان کے قریب موجود ہے، میں چونکہ ان کے پیچھے ہی کھڑا ہوا تھا اس
 لیے وہ میرے ہاتھوں کی گرفت سے دور نہیں تھے۔ میں نے چویش کا جائزہ لیا، فوری طور
 پر ایسا عمل کرنا تھا کہ ان کے مسلح یا غیر مسلح ہونے کا پتا چل جائے چنانچہ میں دبے پاؤں
 آگے بڑھا اور اس شخص کے پاس پہنچ گیا جس کا نام لازیل تھا اور جو باہر سے یہاں فلیٹ پر
 پہنچا تھا۔ لازیل کی جیب میں چھوٹا آٹو پٹک پستول موجود تھا، میں نے اتھرائی صفائی سے یہ
 پستول نکالا لیکن لازیل کو احساس ہو گیا، اس نے چونک کر جیب پر ہاتھ مارا پستول میری
 گرفت میں آچکا تھا لیکن ظاہر ہے لازیل مجھے دیکھ نہیں سکتا تھا۔ میں فوراً ہی اپنی جگہ سے
 ہٹ گیا۔ لازیل نے اپنی جیب دیکھی، اور پھر متحیرانہ انداز میں کھڑا ہو گیا۔ وہ احمقوں کی

تھے، مجھے دیکھ کر ایک دم پتھرا سے گئے میں نے گردن خم کر کے کہا۔

”ہیلو مسٹر لازیل، ہیلو مسٹر آسٹرویل.....!“ ان کی پھٹی پھٹی آنکھیں بدستور مجھ پر جھی ہوئی تھیں اور بدن جیسے پتھرا گئے تھے۔ کسی کے منہ سے کوئی لفظ نہ نکلا تو میں دو قدم آگے بڑھا اور میں نے کہا۔

”ڈی ایم کے نام سے پکارا جاتا ہے مجھے اور آپ لوگ یقیناً میرے شناسا نہیں ہوں گے۔ لیکن میں نے آپ کو آپ کے نام سے پکارا ہے اس کا مطلب ہے کہ میں آپ کو جانتا ہوں۔“

”آسٹرویل ہی نے اپنے آپ کو سنبھالا اور حیرت بھرے لہجے میں بولا۔“

”لیکن..... لیکن تم اندر کیسے داخل ہوئے؟“

”آپ نے دروازہ کھلا چھوڑ دیا تھا مسٹر آسٹرویل۔“

”کیا بکواس کرتے ہو میں نے دروازہ احتیاط سے بند کیا تھا۔“

”جیسے آپ نے احتیاط تصور کیا تھا وہ انتہائی احتمالہ عمل تھا بہر حال اب میں آگیا ہوں اور ظاہر ہے دروازے ہی سے آیا ہوں گا۔“

”ڈی ایم۔“ آسٹرویل نے کہا۔

”جی سر ڈی ایم۔“

”کیا بنتا ہے اس سے.....؟“

”کچھ نہ کچھ بنتا ہی ہو گا۔ اتنی زیادہ وضاحت کی ضرورت نہیں ہے البتہ آپ لوگوں کے سامنے کچھ اور وضاحتیں کرنا چاہتا ہوں اگر اجازت ہو؟“

میں آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور تھوڑے فاصلے پر کھڑے ہو کر صوفے کے بہتے پر پاؤں رکھ دیا پھر میں نے ان سے کہا۔

”اگر آپ پسند فرمائیں تو بیٹھ جائیے، داستان طویل بھی ہو سکتی ہے؟“

”میں کہتا ہوں اس طرح تم بغیر اجازت میرے فلیٹ میں کیسے داخل ہوئے میں..... میں تمہیں..... میں تمہیں.....“

”نہیں مائی ڈیر مسٹر آسٹرویل! اگر آپ لوگوں نے اپنی جگہ سے جنبش کی تو یہ

پستول آپ کی کھوپڑیاں اڑا دے گا اور اسے مجھ سے زیادہ آپ لوگ بہتر جانتے ہیں۔ میں

نے چھوٹا سا لیکن انتہائی خطرناک پستول جس کا میں جائزہ لے چکا تھا جیب سے نکال کر ان پر تان لیا اور لازیل کی خاموشی ایک دم ٹوٹ گئی۔“

”یہ..... یہ..... یہ..... یہ میرا پستول ہے۔“

”آپ کا پستول ہے نا تو آپ سے زیادہ اس بات کو بہتر اور کون جانتا ہو گا کہ یہ کس قدر تباہ کن ہے۔ بیٹھو، بیٹھ جاؤ!“ آخری الفاظ میں نے انتہائی سخت لہجے میں کہے تھے اور لازیل کے بڑھے ہوئے قدم رک گئے تھے۔ پھر وہ حیرت سے بولا۔

”لیکن یہ تمہارے پاس کیسے پہنچا؟“

”میں تمہارے سوالات کا جواب دینے کا پابند نہیں ہوں۔ بیٹھنا چاہتے ہو تو بیٹھ جاؤ۔ ورنہ برابر برابر کھڑے ہو کر اس دیوار سے جا لگو۔“ میں نے پستول کو جنبش دے کر کہا۔ آسٹرویل نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر لازیل کی جانب دیکھا اور لازیل بیٹھتا چلا گیا پھر آسٹرویل بھی بیٹھ گیا تھا۔

”گڈ دو شریف آدمی میری بات مانتے ہوئے کس قدر بہترین لگ رہے ہیں۔ خیر تو مائی ڈیر مسٹر لازیل اور مسٹر آسٹرویل میں نے آپ کو اپنا نام بتا دیا ہے اب میرا خیال ہے مجھے اپنا کام بھی آپ کو بتا دینا چاہیے، حقیقت یہ ہے کہ لیس لینڈ نے جن لوگوں کو ماؤنٹی زونف کی لیبارٹری تباہ کرنے کا مشن سونپا ہے وہ اس کے اہل نہیں ہیں۔ گیمرون اور ڈیکر فٹم ہو چکے ہیں۔ ایلس گیری ذیل بھی بہر حال شکار ہو جائے گی۔ اور لائی کوف مجھے وہ سب کچھ بتائے گا جو ہم اس سے معلوم کرنا چاہتے تھے۔“

وہ دونوں جس کیفیات سے گزر رہے تھے مجھے اس کا اندازہ تھا۔ لازیل نے پھٹی لہجے میں آواز میں کہا۔ ”تم کون ہو؟“ اس سوال پر مجھے ہنسی آگئی۔

میں ان کی کیفیات سے لطف اندوز ہو رہا تھا لیکن میرے دل میں ان کے لیے رحم کا کوئی جذبہ نہیں تھا۔ وہ ظالم اور بے رحم تھے مجرم تھے اور جرم کرنے آئے تھے۔ میں لاکھ بے گناہوں کو بدترین موت سے دو چار کرنے کا عزم رکھتے تھے۔

بہر حال اب مجھے ان سے کوئی معلومات بھی درکار نہیں تھیں اور ان کی زندگی بڑی سے موت کی طرف بڑھ رہی تھی۔ میں نے کہا۔

”تم لوگ جس رنگ جس نسل سے تعلق رکھتے ہو، مجھے اس سے غرض نہیں ہے۔“

میں تم سے صرف ایک سوال کرنا چاہتا ہوں، جواب دو گے؟“ دونوں خاموش رہے تھے۔ پھر میں نے کہا۔ ”تم انسان ہی رہو گے۔ کسی ماں کی کوکھ سے ہی جنم لیا ہے تم نے۔ کیا تم لوگوں کو اپنی ماں یاد ہے؟ کیا اس کا پیار ملا ہے تمہیں؟ کونسا ضمیر، کونسا دل رکھتے ہو تم۔ جو کام تم کرتے ہو تمہیں اس کا معاوضہ ملتا ہے اس معاوضے سے تم اپنے لیے یا اپنے متعلقین کے لیے خوشیاں خریدتے ہو، ایسا ہی ہے نا؟“

”کیا بکواس کر رہے ہو تم، کون ہو آخر؟“

”اور وہ ہیں لاکھ..... وہ بھی تمہارے جیسے انسان ہیں تمہاری طرح خوشیوں کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔ زندگی کے بوجھ سے جھکے ہوئے۔“

”ضرور تم کوئی جنونی ہو۔“ آسٹرنے کہا۔

”ہاں، ٹھیک سمجھا تم نے۔ میں جنونی ہوں۔ تم جیسے ہر اس شخص کو ہلاک کر دینا چاہتا ہوں میں جو انسانیت سے عاری ہو۔“

”اتنا نرم چارہ نہیں ہیں ہم تمہارے لیے۔“ آسٹرنے کہا اور بڑی مہارت سے مجھ پر چھلانگ لگا دی۔ لیکن میرے ہاتھ میں دبے ہوئے پستول کا ٹرائیگر دب گیا۔ بہت ہلکی آواز پیدا ہوئی اور گولی آسٹرنے کے جسم میں داخل ہو گئی۔ اس کی چھلانگ ادھوری رہ گئی اور وہ درمیان میں ہی گر پڑا۔ لازیل نے دونوں ہاتھ سیدھے کئے اور آگے بڑھا دوسری گولی نے اس کی پیشانی داغ دار کر دی۔ اس نے دونوں ہاتھ بلند کئے اور پھر کسی کٹے ہوئے درخت کی مانند سیدھا آگرا۔ آسٹرنے پھر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

”ان ہیں لاکھ انسانوں کی بقا کے لیے مسٹر آسٹرن!“ میں نے اس بار اس کے دل کا نشانہ لیا تھا۔

دونوں خون انگھٹی لاشوں کی پھرتی سے تلاشی لے کر میں سیدھا ہو گیا۔ میرے دل میں ان کے لیے کوئی جذبہ نہیں تھا۔ پھر میں نے مزید کچھ وقت وہاں صرف کیا۔ فلیٹ میں اور کوئی کارآمد چیز نہیں تھی البتہ فلیٹ کے فون سے ہی میں نے ایک بار پھر جنرل نوکیان سے رابطہ قائم کیا۔ اور زیادہ دیر نہیں لگی۔

”سوری جنرل! آپ جس قدر ذمے داریاں اور مصروفیت رکھتے ہیں ان کے پیش نظر نگاہ آپ کو بار بار مخاطب کرنا آپ کے ساتھ زیادتی ہے۔“

”مسٹر ڈی ایم۔ میں ایک فوجی اور اپنے وطن کی بقا کا خواہش مند انسان ہوں۔ میری زندگی کے لیے اس سے بڑا مسئلہ اور کوئی نہیں ہے کہ میرا وطن قائم رہے۔ آپ نے میری ذمے داریاں شیر کی ہیں بلکہ وہ کیا ہے جو شاید میں نہ کر سکتا۔ میں اپنے جذبات کا اظہار جن الفاظ میں کرنا چاہتا ہوں وہ الفاظ نہیں پاتا۔ آپ میری حیثیت، میرے مرتبے کو بھول جائیے۔ آپ مجھ سے عظیم ہیں کہ میرے ہم وطن نہ ہوتے ہوئے میرے لیے کام کر رہے ہیں اس لیے آپ دن میں سو مرتبہ مجھے مخاطب کریں، میں حاضر ہوں!“

”شکریہ جنرل، ایک اطلاع اور وصول کیجئے۔“

”ہاں، کہئے۔“

”میں نے دو ستون اور گرا دیے ہیں۔ ٹپ ان کے بارے میں معلومات کرائیں گے تو آپ کو ان کا کوئی ریکارڈ نہیں ملے گا۔“

”اسی گروپ کے رکن؟“

”ہاں۔“

”ہلاک کر دیا آپ نے؟“

”ضروری تھا۔“

”ان میں سے کوئی زندہ میرے حوالے کریں مسٹر ڈی ایم۔ میں ایک ریکارڈ رکھنا چاہتا ہوں۔“

”کوشش کروں گا۔“

”پتا بتائیں گے؟“

”ہاں، نوٹ کر لیں۔“ میں نے کہا اور جنرل کو اس فلیٹ کے بارے میں تفصیل بتا کر فون بند کر دیا۔ اب فلیٹ میں میرا کوئی کام نہیں تھا۔

==☆☆☆☆==

”ہے۔ یہاں اس شہر میں کتنی جیلیں ہیں؟“

”ایک ہی ہے جناب۔“

”ظاہر ہے میں اس کا راستہ نہیں جانتا۔“

”ہمیں معلوم ہے جناب۔“

یہ ذمے داری بھی اسکیلا کے سپرد ہی تھی۔ اور یہ کام میں نے دوسرے دن پر ملتوی کر دیا تھا۔ اسکیلا کی آنکھیں بتاتی تھیں کہ وہ مجھ سے بہت کچھ معلوم کرنا چاہتی ہے لیکن اس کی ہمت نہیں پڑتی تھی۔ اس کے علاوہ اب میں اس کے انداز میں کچھ اور بھی محسوس کر رہا تھا۔ جس کا اظہار اس نے اسی روز کر دیا۔ ہم نے ساتھ ہی ڈنر کیا تھا۔ وہ خاموش خاموش تھی۔ میں نے خود ہی اسے سوال کر دیا۔

”خیریت اسکیلا، کچھ سوچ میں ڈوبی ہوئی ہو؟“

”نہیں مسٹر ڈی ایم، کوئی خاص بات نہیں ہے۔“

”سوری، میں نے صرف دوستانہ طور پر پوچھا ہے۔ ظاہر ہے ہر شخص کی ایک ذاتی زندگی ہوتی ہے۔“ میں نے کہا اور وہ نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھنے لگی پھر اس نے کہا۔

”کیا میں بہت بد صورت ہوں مسٹر ڈی ایم؟“

”نہیں مس اسکیلا، یہ خیال کیوں آیا آپ کو؟“

”لوگوں کا یہی کہنا ہے۔“

”رنگ، نقوش، چہرے بیرونی چیز ہوتے ہیں۔ اگر ظاہری چیزوں سے اس بات کا تعین کیا جائے تو وہ سطحی ہوتا ہے حسن تو دل کی گہرائیوں میں پوشیدہ ہوتا ہے اور وہاں تک کے سفر کے لیے وقت درکار ہوتا ہے۔“

”آپ دوہری شخصیت کے مالک ہیں مسٹر ڈی ایم۔“

”دوسرا عجیب سوال۔“ میں نے مسکرا کر کہا اور وہ بھی مسکرا دی۔

”کبھی کبھی میں کیا حرج ہے؟“ اس نے کہا۔

”آپ کو میری شخصیت دوہری کیوں لگی۔“

”ایک طرف دشمنوں کے لیے سفاک قاتل۔ دوسری طرف ایک نرم خو اور ہر طرح سے خیال رکھنے والا دوست۔ آپ یقین کریں گے ہم نے آپ کے بارے میں کیا

پرائم اسٹور کو تفصیل سے آگاہ رکھنے میں کوئی حرج نہیں تھا لیکن اس عمل کی تفصیل نہیں جو نہ ہوا ہو، البتہ جو ہو چکا اس کے بارے میں بتانے میں کوئی حرج نہیں تھا۔ البتہ مجھے یہاں سے ایک اطلاع ملی تھی۔

”کوئن نے رابطہ کیا تھا سر۔“

”کب؟“

”کوئی دو گھنٹے قبل۔“

”کس طرح؟“ میں نے سوال کیا۔

”ٹرانسمیٹر پر۔“

”کوئی خاص بات؟“

”نہیں آپ کے بارے میں پوچھ رہی تھیں۔ ہم سے بہت سی باتیں کیں۔ آپ کے بارے میں کہا کہ ڈی ایم کامیابی کا نشان ہے۔ وہ جو کچھ شروع کرتا ہے اسے ختم کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ ہم نے کہا کہ ہم صرف زبانی معاون ہیں تو کوئن نے کہا کہ تم لوگ صرف وہ کرو جس کی ڈی ایم خواہش کرے۔ اس کے علاوہ اسے کام کرنے دو۔“

”اور کوئی خاص بات؟“

”نہیں سر بس۔“

”اس گروپ کے چار کارکن ختم کر دیے ہیں میں نے۔ اب تم لوگ مجھے جیل پہنچاؤ گے۔“ میں نے کہا۔ وہ لوگ سمجھنے کی کوشش کرنے لگے۔ ”ہاں، میں نے جیل ہی کہا

تصور قائم کیا تھا؟

”کیا؟“ میں نے پوچھا۔

”بے رحم‘ سفاک چہرہ۔ بھنچے ہوئے ہونٹ‘ بھاری جڑے‘ چہرے پر خشونت جس پر کبھی مسکراہٹ نہ آتی ہو۔ جس مشن کے لیے آپ کا انتخاب کیا گیا ہے وہ ایسی ہی کسی شخصیت کے سپرد کیا جاسکتا ہے۔ کوئن نے ہدایت بھی کچھ ایسی دی تھیں۔ بلکہ ہم نے آپس میں اس پر ڈسکس بھی کیا تھا۔“

”وہ کیا؟“

”چونکہ آپ کو ایک اسٹوڈنٹ کی حیثیت سے یہاں آنا تھا۔ ہم کہتے تھے اس حیثیت سے آپ کو عجیب نظروں سے دیکھا جائے گا لیکن پھر کتنی حیرت ہوئی تھی۔“

”ہر انسان کے ہر الگ روپ ہوتے ہیں اسکیلا! تم بھی تو بلیک چینل کی ایک اہم رکن ہو‘ لیکن دوسری شکل میں۔“

”میں.....“ اسکیلا پھیکے سے انداز میں مسکرا دی پھر اس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ ”آپ روپوٹ نہیں ہیں مسٹرڈی ایم۔ کوئن یہ کر سکتی ہے۔ میں جانتی ہوں۔“

”نہیں‘ میں انسان ہوں۔“ میں نے ہنس کر کہا۔

”اور میں؟“ وہ بولی۔ میں حیرت سے اسے دیکھنے لگا اس کا چہرہ تپنے لگا تھا‘ آنکھوں میں ایک عجیب سی کیفیت ابھر آئی تھی۔ پھر وہ اچانک میرے پاس سے اٹھ گئی۔ ”سوری مسٹرڈی ایم۔ سوری‘ کاش میں آپ کو آپ کے نام سے پکار سکتی۔ سوری.....“ وہ وہاں سے چلی گئی اور میں خاموشی سے سوچتا رہا۔ پھر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

دوسرے دن میں نے تیاریاں مکمل کیں اور اسکیلا مجھے لے کر چل پڑی۔ وہ شرمندہ شرمندہ سی نظر آرہی تھی۔ میں نے بھی خاموشی اختیار کئے رکھی۔ جیل شہر سے کافی دور تھی اور روایتی نوعیت کی نہیں تھی۔ ایک بے حد وسیع احاطہ تھا جسے نہایت بلندی تک مضبوط خاردار تاروں سے محصور کیا گیا تھا۔ کافی اندر جا کر پیرکیں بنائی گئی تھیں۔ فوجی انداز کی جیل تھی ایک طرف بڑی سی عمارت بنی ہوئی تھی۔ سڑک سے کوئی ایک فرلانگ ہٹ کر تھی۔

اسکیلا نے مین روڈ پر سست رفتاری سے گزرتے ہوئے کہا۔

”کار کو جیل تک لے جانے کا کوئی جواز نہیں ہوگا مسٹرڈی ایم‘ اس کے لیے کیا حکم

ہے؟“

”آگے کہیں روک دو۔ میں اتر جاؤں گا!“

”جی!“ اس نے کہا پھر اسے رکنے کی جگہ بھی میں نے ہی بتائی تھی۔ میں اتر تو وہ

آہستہ سے بولی۔ ”اپنا خیال رکھئے گا مسٹرڈی ایم!“ میں نے مسکرا کر اسے دیکھا اور کہا۔

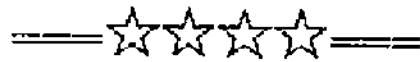
”ایک لڑکی سے میں نے ساہما سال محبت کی اور اس نے مجھ سے پھر ہم نے شادی

کر لی۔ اور اب..... ہم دو جسم لیکن ایک روح ہیں۔ ہم پہلے سے کہیں زیادہ ایک

دوسرے کو چاہتے ہیں۔ اور دونوں..... بہت فاصلوں کے باوجود ہمیشہ ایک دوسرے کے

قرب رہتے ہیں۔ مخلص اور ایماندار.....!“ میں نے مسکرا کر اسے دیکھا اور آگے بڑھ

گیا۔



دفتاب کریں گے، فوجی لوگ ہیں، نہ جانے کیا سمجھیں اور نہ جانے کیا ہو جائے۔ جیپ ایک ہی تھی اس لیے یہ فیصلہ کرنے میں آسانی ہو گئی کہ ان کا عمل کیا ہے۔ وہ برق رفتاری سے دوڑتی ہوئی اس جگہ پہنچ گئی، جہاں میں اوٹ میں ہوا تھا۔

وہاں پہنچتے ہی اس پر موجود تمام افراد گنیں لیے ہوئے نیچے کود آئے اور میں جیپ کے بالکل دوسری جانب ہو گیا لیکن کم از کم یہ اطمینان ہو گیا تھا اس راستے پر آتے ہوئے دیکھا گیا ہے۔ ایک طرح سے یہ ایک مناسب عمل بھی تھا کیونکہ میں روڈ سے تو کوئی بھی گزر سکتا تھا۔ ہاں جو اس طرف آتا نظر آئے اس پر غور کرنا ضروری ہوتا ہے۔ بہر حال وہ چاروں طرف بکھر گئے اور میں نے دل میں سوچا کہ دو فرلانگ کا یہ فاصلہ پیدل کیوں طے کیا جائے، انہی لوگوں کے ساتھ جیل میں داخل ہونا مناسب ہو گا بس ذرا احتیاط شرط ہے۔ وہ آپس میں باتیں کرتے بھی جا رہے تھے۔ یقینی طور پر وہی سلسلہ تھا جو میں نے سوچا تھا، یعنی انہوں نے کسی شخص کو ادھر آتے ہوئے دیکھا تھا اور اندازہ لگایا تھا کہ وہ کس جگہ ہے اور اب وہ اسے تلاش کر رہے تھے۔ میں ان سے بچتا رہا اور فاصلہ بھی اختیار نہ کیا تاکہ واپسی میں ان کے ساتھ جانے میں دقت نہ ہو، خاص قسم کی بڑی جیپ میں اتنی گنجائش تھی کہ میں اس کے پچھلے حصے میں بنے ہوئے ایک مخصوص پائیدان پر بیٹھ کر سفر کر سکوں۔ وہ لوگ کوئی دس سے لے کر پندرہ منٹ تک چاروں طرف مجھے تلاش کرتے رہے، شاید حیران بھی تھے اور اپنی حیرانی کا اظہار اپنی زبان میں کر رہے تھے جو میری سمجھ میں بالکل نہیں آ رہا تھا لیکن ان کا انداز پہچانا جاسکتا تھا پھر وہ مایوس ہو گئے۔ ایک شخص جو ان کی رہنمائی کر رہا تھا اور ان کا افسر اعلیٰ معلوم ہوتا تھا تشویش زدہ نگاہوں سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کے گلے میں دو ربین بھی پڑی ہوئی تھی اور وہ کئی بار اس دور بین کو آنکھوں سے لگا کر دور دور تک کا جائزہ لے چکا تھا۔ ایک بار پھر کوئن میکوویا کے لیے رائل سے دعائیں نکلیں۔ ایسے خطرناک کام آسان نہیں ہوتے لیکن اس نے میرے لیے اپنی سائنسی صلاحیتوں سے کام لے کر جو آسانیاں پیدا کر دی تھیں وہ بے مثال تھیں اور میں ان سے پورا پورا فائدہ اٹھا رہا تھا۔ اس سے قبل بھی میں نے مختلف کیسوں میں کوئن میکوویا کے عطیات سے بھرپور استفادہ کیا تھا اور اس وقت بھی وہ میرے کام آ رہے تھے۔ بہر حال وہ اوگ مایوس ہو گئے اور اس مایوسی کے بعد انہوں نے واپسی کا سفر اختیار کیا۔ وہ

کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد میں نے پلٹ کر اسے دیکھا۔ وہ اسٹیرنگ پر سائیکل بیٹھی ہوئی تھی۔ اب اتنی احمق بھی نہیں تھی کہ میرے الفاظ کا مفہوم نہ سمجھ سکتی پھر مجھے اس پر سے توجہ ہٹانی پڑی۔ جیل سامنے تھی اور مجھے دیکھا جاسکتا تھا۔ میری نگاہیں کسی ایسی جگہ کی تلاش میں بہنکنے لگیں جہاں میں اپنا کام کر سکوں۔

بس ایک چھوٹی سی اوٹ نظر آئی تھی اور میں نے اس طرف کا رخ اختیار کر لیا تھا۔ اصولی طور پر اب اسکیلا کو چلے جانا چاہیے تھا۔ یہ جگہ کافی مخدوش تھی اگر اسے یہاں دیکھ لیا جاتا تو وہ مشکلات میں پڑ سکتی تھی لیکن وہی سب کچھ جو انسان کی فطرت سے وابستہ ہے، جو کچھ اس نے کما چاہا تھا میں نے سمجھ لیا تھا اور جو میں اسے سمجھانا چاہتا تھا اسے سمجھ لینا چاہیے تھا۔ یہ ایک بہتر دوستی کا اظہار ہے اور پھر کوئن میکوویا نے اس نظریے کو اپنے اقدار کی بنیاد بنا رکھا تھا۔ اس کے ہاں حسن و عشق، رومانس یا پھر دوسرے معنوں میں عیاشی کی اجازت نہیں تھی لیکن انسان اپنی فطرت سے مختلف کیسے رہ سکتا ہے۔ بہر حال میں نے خود کو انسانی نگاہ سے روپوش کر لیا اور یہ بہتر ہی ہوا کیونکہ جیسے ہی میں اوٹ سے باہر نکلا، میں نے ایک کھلی جیپ کو طوفانی رفتار سے اس طرف آتے ہوئے دیکھا۔ سامنے کے حصے میں کئی گن بردار گنیں تانے ہوئے کھڑے تھے اور بہت محتاط نظر آ رہے تھے۔ ایک لمحے میں مجھے اندازہ ہو گیا کہ غالباً کسی سرچ ٹاور سے مجھے دیکھ لیا گیا ہے۔ تشویش کی ایک لہر میرے رگ و پے میں دوڑ گئی، اگر انہوں نے صرف مجھے دیکھا ہے تو کوئی ہرج نہیں ہے اور اگر بلند ٹاور سے اسکیلا کو بھی دیکھ لیا گیا ہے تو پھر وہ اس کا

سب جیب میں سوار ہو گئے اور جیب کا رخ تبدیل ہو گیا۔ میں شریر اور کھنڈرے بچوں مانند جو گاڑیوں پر پچھلے حصوں میں اس طرح سفر کرنا پسند کرتے ہیں اطمینان سے اسٹینڈ بیٹھ گیا، اسٹینڈ اتنا نیچا تھا کہ اگر اوپر سے کوئی ہاتھ پھیلاتا تو میرے سر تک اس کا ہاتھ پہنچتا۔

جیب مناسب رفتار سے جیل کے احاطے کی جانب چل پڑی خاردار تاروں کے سامنے والے حصے میں بڑا سا دروازہ بنایا گیا تھا اور اس دروازے کو کھول دیا گیا اور جیب اندر داخل ہو گئی پھر تھوڑے فاصلے پر جا کر رک گئی، میرا اندازہ درست ہی تھا۔ یہاں سرچ ٹاور بنے ہوئے تھے۔ جیب جس سرچ ٹاور کے سامنے رکی تھی اس کے نیچے بھی چار افراد کھڑے ہوئے تھے اور جیب سے سفر کرنے والے انہی کے پاس رک کر ان سے تبادلہ خیال کر رہے تھے۔ غالباً وہ یہ بتا رہے ہوں گے کہ جس علاقے کی نشاندہی کی گئی ہے وہاں کسی انسانی وجود کا کوئی پتا نہیں چل سکا۔ بہر حال ذرا سنسنی خیز لمحات پیدا ہو گئے تھے لیکن ان سے مجھے فائدہ بھی ہوا تھا کیونکہ جیل میں داخل ہونے میں مجھے آسانی ہو گئی تھی۔ اب یہاں آنے کے بعد مجھے اپنے کام سرانجام دینا تھے۔ ویسے اس وقت یہی کیفیت مناسب تھی ظاہر ہو کر بلاوجہ اپنے لیے خطرات مول لینا بہتر نہیں تھا۔ میں وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ قیدیوں کی بہت بڑی تعداد نظر آرہی تھی۔ مختلف قیدی مختلف کاموں میں مصروف تھے میرے لیے اب یہ سوال پیدا ہو گیا تھا کہ میں لائی کوف کو کس طرح شناخت کروں۔ اس کی کوئی تصویر، کوئی شناخت میرے پاس موجود نہیں تھی۔ بہر حال صبر آزما کام تھا اور اس کی انجام دہی کے لیے مجھے خاصی مشکلات کا سامنا کرنا تھا۔

لیکن بہر حال کوئی بھی کام اتنا آسان نہیں ہوتا کہ لحوں میں ہو جائے، البتہ میں نے بیروں کی چھان بین شروع کر دی، مختلف اقسام کے قیدی یہاں موجود تھے اور ان میں مجھے یہ معلومات حاصل کرنی تھیں کہ سیاسی قیدی کون سی بیرک میں رکھے جاتے ہیں۔ یہاں قیدیوں کی شکل اختیار کرنے کے لیے سب سے پہلی چیز ایک لباس تھا جو مجھے حاصل کر لینا چاہیے تھا تاکہ میرے کام میں آسانی ہو جائے اور اس لباس کے حصول کے لیے میں نے جدوجہد کا آغاز کر دیا پھر کافی دیر کی تلاش کے بعد میں جیل کے اسٹور تک پہنچ گیا اور اس کے بعد اپنے ناپ کا لباس تلاش کرنے میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی۔ اس لباس پر چار

انہیں نمبر پڑا ہوا تھا۔ شکر ہے ایک نمبر زیادہ نہیں تھا ورنہ خود بخود میری حیثیت مشکوک ہو جاتی۔ کیونکہ ایسے نمبر خاص طور سے توجہ کا باعث بن جاتے ہیں۔ میں نے اپنا لباس احتیاط کے ساتھ وہیں رکھ دیا اور ایک ایسی جگہ منتخب اس کے لیے جو کسی کے ذہن میں نہ آسکے۔ یہ اندازہ ہو گیا تھا مجھے کہ یہاں تک آنا کوئی دقت طلب مسئلہ نہیں اور یہاں سے میں ضرورت کے وقت اپنا لباس ہر وقت حاصل کر سکتا ہوں۔ ان تمام کاموں سے فارغ ہونے کے بعد میں پھر غائب ہی کیفیت میں باہر نکل آیا اور ایک بار پھر میں نے چھان بین شروع کر دی۔ قیدیوں کے مختلف اوقات تھے اور ان کے گردپ اپنی اپنی ڈیوٹیاں تبدیل کر رہے تھے۔ بعض سنگین قیدی ہتھکڑیوں اور بیڑیوں میں مقید تھے۔ لائی کوف کے بارے میں ان میں سے کس سے معلوم کیا جائے؟ پھر گھنٹہ بجنے کی آواز سنائی دی۔ غالباً قیدیوں کے لیے لچ کا وقت ہو گیا تھا۔ میں نے اب اپنے آپ کو ظاہری حالت میں منتقل کیا اور پھر اس لائن میں لگ گیا جس میں قیدیوں کا کھانا تقسیم کیا جا رہا تھا۔ کسی نے میرے نمبر کی جانب توجہ نہیں دی تھی اور خاموشی سے انتہائی گھٹیا قسم کا کھانا میرے سپرد کر دیا گیا۔ اپنے برتن میں کھانا لے کر میں وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ میری نگاہیں قیدیوں کا جائزہ لے رہی تھیں پھر مجھے ایک ایسی شکل نظر آئی جس سے یہ توقع کی جاسکتی تھی کہ وہ پڑھا لکھا آدمی ہو گا، میں اس کے پاس جا بیٹھا اور کھانے میں مصروف ہو گیا۔ جب میں اس کے قریب پہنچا تو اس شخص نے ایک سرسری نگاہ مجھ پر ڈالی اور پھر اپنے کھانے میں مصروف ہو گیا۔ میں نے ابھی اپنے کھانے کا آغاز نہیں کیا تھا۔ اس شخص نے غالباً بڑبڑا کر کچھ کہا اور میں اس کی جانب متوجہ ہو گیا۔ میں نے بے اختیار اس سے کہا۔

”آپ نے مجھ سے کچھ کہا جناب؟“ وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ غالباً اسے انگریزی کے الفاظ کچھ عجیب سے لگے تھے لیکن مجھے یہ بھی اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ خود بھی مقامی آدمی نہیں ہے۔ وہ ایک لمحے تک مجھے دیکھتا رہا پھر بولا۔

”میں اس کھانے کے بارے میں کہہ رہا ہوں۔ ناقص، ناکارہ، بد مزہ اور پھر اتنی مقدار میں کہ انسان کا پیٹ نہ بھرے اس سے تو خود کشی بہتر ہے۔“

”کیا یہاں ہمیشہ اس طرح کا کھانا دیا جاتا ہے؟“

”آپ نئے آئے ہیں؟“

”جی۔“

”کس جرم میں؟“ اس نے سوال کیا اور میں پھیکے سے انداز میں مسکرا دیا۔

”اس جرم میں جو میں نے نہیں کیا۔“ جواب میں وہ ہنس پڑا پھر بولا۔

”ہر قیدی ایک ہی جملہ کیوں کہتا ہے؟“

”اور یہ یقین دلانے کی کوشش بھی کرتا ہو گا کہ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے سچ کہہ رہا ہے۔“ میں نے بھی خوش دلی سے کہا اور وہ میری اس خوش دلی سے خوش نہیں ہوا اور اپنے کھانے میں مصروف ہو گیا لیکن میرے بار ماننے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ ایک ہی تو انگریزی داں ملا تھا اس وقت اس سے فائدہ نہ اٹھانا بدترین حماقت ہوتی۔ میں نے ابھی تک اپنے کھانے کا آغاز نہیں کیا تھا۔ میں تھوڑا سا اس کے قریب اور کھسکا اور میں نے آہستہ سے اس سے کہا۔

”جناب میں نے ابھی اپنے کھانے کو چھوا تک نہیں ہے اصل میں میں بیمار آدمی ہوں السر ہے مجھے زیادہ خوراک میرے لیے نقصان دہ ثابت ہوتی ہے اگر پسند کریں تو اس میں سے آدھا کھانا میں آپ کے حوالے کرنے کے لیے تیار ہوں۔“ وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا پھر ادھر ادھر دیکھا اور آہستہ سے بولا۔

”مذاق کر رہے ہو مجھ سے؟“

”ہرگز نہیں۔ کوئی ہماری طرف متوجہ نہیں ہے آپ چاہیں تو بخوشی میرے برتن میں سے آدھا کھانا لے سکتے ہیں، آپ نے خود دیکھا ہو گا کہ میں نے ابھی اپنے کھانے کو ہاتھ نہیں لگایا ہے۔“

”کیا بات کرتے ہو، کیا یہاں نفاست برتی جاسکتی ہے۔ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اگر تم اس کھانے میں تھوک بھی دیتے تو اسے بخوشی قبول کیا جاسکتا تھا۔“

”نہیں جناب بھلا ایسے کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔“ میں نے کہا اور پھر دوسروں کی نگاہیں بچا کر خاموشی سے آدھا کھانا اس کے حوالے کر دیا حالانکہ بقیہ آدھا بھی میں نہیں کھانا چاہتا تھا لیکن بہر حال تھوڑا بہت تو کچھ ہاتھ میں رکھنا ہی تھا۔ اس نے وہ کھانا لے لیا اور پھر مسکراتا ہوا بولا۔

”کیا یوں نہیں ہو سکتا کہ تم روزانہ یہی دلچسپ کھیل کھیلا کرو؟“

”پورے خلوص کے ساتھ مجھے اس میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔“ میں نے کہا۔

”تو پھر میں خود تمہیں تلاش کر لیا کروں گا اور جہاں تم کھانے بیٹھو گے وہیں تمہارے پاس آ بیٹھوں گا، کہیں کسی اور سے یہ رابطہ قائم نہ کر لینا۔“

”ہرگز نہیں۔“

”کیا نام ہے تمہارا؟“

”آرڈیل۔“ میں نے جواب دیا۔

”میرا نام کیرون ہے۔ آسٹریلیا کا باشندہ ہوں لیکن براہ کرم اس کھانے کے عوض مجھے سے میری کہانی پوچھنے نہ بیٹھ جانا۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تم سے بھی تمہارے بارے میں کچھ نہیں پوچھوں گا۔“

”منظور۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ خاموشی سے کھانے میں مصروف ہو گیا۔

میں نے فوری طور پر اس سے مددائے دل کہنا مناسب نہیں سمجھا تھا لیکن دل میں یہ فیصلہ بے شک کر لیا تھا کہ اس شخص سے معلومات حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔ کانیاپ نہ ہو سکا تو پھر کچھ اور کروں گا۔ بہر حال دو وقت کا کھانا اسے دینا پڑا اس دوران اس سے ہٹ کر بھی میں اپنے طور پر بیروں کی تلاش میں مصروف رہا تھا۔ اصل میں اگر اس کی کوئی تصویر مل جاتی تو شاید مجھے اتنی دقت نہ ہوتی۔ میں اسے پہچانتا نہیں تھا البتہ کیرون میرے لیے کار آمد ہی رہا۔ کیونکہ تیسرے وقت کی ملاقات میں میں نے اس سے مدد بیان کر دیا۔ میں نے کہا۔

”یہاں سیاسی قیدی بھی رکھے جاتے ہوں گے؟“

”بیرک نمبر آٹھ۔“ اس نے انگلی سے اشارہ کیا پھر چونک کر بولا۔

”خیریت، کیوں؟“

”نہیں ایسے ہی۔ اصل میں ایک شخص سے میری شناسائی تھی اور میں اس سے ملنا چاہتا تھا۔“

”کوئی سیاسی قیدی ہے؟“

”شاید سیاسی قیدیوں میں ہی ہو۔“

آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ باقی قیدی بھی تقریباً لیٹ ہی گئے تھے۔ دو چار ایک گوشے میں بیٹھے آپس میں خوش گپیاں کر رہے تھے۔

لائی کوف متحیر نظر آنے لگا۔ اس نے ایک نگاہ باقی تمام قیدیوں پر ڈالی اور پھر میری طرف دیکھ کر بولا۔

”کون ہو تم؟“

”قیدی۔“ میں نے جواب دیا۔

”اس بیرک میں کب منتقل ہوئے؟“

”آج ہی۔“

”لیکن اتفاق ہے میں نے تمہیں نہیں دیکھا تھا۔“

”اتفاق ہی ہو سکتا ہے۔“

”کو۔ کیوں پکارا ہے تم نے مجھے؟“

”مسٹر لائی کوف میں آپ سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں؟“

”یار فریڈ آر ہی ہے۔ پتا نہیں آج کچھ ضرورت سے زیادہ تھک گیا ہوں، کیا گفتگو کرنا چاہتے ہو، کیا کوئی ضروری بات ہے؟“

”ہاں مسٹر لائی کوف۔“

”کیا بات ہے؟“

”میں آپ سے ماؤٹیرنوف کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا ہوں۔“ لائی کوف کی

آنکھیں عجیب سے انداز میں سکڑ گئیں پھر اس نے کسی قدر ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

”کیا مطلب ہے اس بات کا، کیا میں تمہیں ماؤٹیرنوف کے بارے میں بتانے کا پابند

ہوں۔“

”ہرگز نہیں لیکن ایک شخص کا کہنا ہے کہ ماؤٹیرنوف کا آپ سے زیادہ ہمدرد اور

کوئی نہیں ہے۔“

وہ گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ چند لمحات غور کرتا رہا پھر آہستہ سے بولا۔

”کون شخص۔ کیا نام ہے اس کا؟“

”کیوری آر نی۔“ میں نے جواب دیا اور لائی کوف پھر چونک پڑا۔ کافی دیر تک سوچ

”نام کیا تھا اس کا؟“

”مسٹر لائی کوف۔“

”اوہ وہ معمر شخص جو غالباً سائنسٹ بھی ہے؟“

”ہاں۔ کیا آپ اسے جانتے ہیں مسٹر کیرون؟“

”ہاں اتفاق سے جانتا ہوں۔ ایک بار میری اس سے گفتگو ہو گئی تھی لیکن وہ شخص

سیاسی تو نہیں البتہ تم اسے نظریاتی قیدی کہہ سکتے ہو۔“

”ہاں اپنے اپنے نظریات ہی تو ہیں۔ بیرک نمبر آٹھ میں ہے وہ۔“

”سو فیصد بیرک نمبر آٹھ میں ہے۔ شاید تم نے کل شام کو نہیں دیکھا۔ میری اس

سے بات چیت بھی ہوئی تھی۔“

”اچھا اچھا۔ ویری گڈ بہر حال میں نے اس سے زیادہ چھان بین مناسب نہیں سمجھی

تھی۔ میرے لیے تو کوئی مسئلہ نہیں تھا لیکن لائی کوف کے بارے میں ضرورت سے زیادہ

معلومات حاصل کرنے میں، ممکن ہے لائی کوف کو ہی کوئی خطرہ پیش آجائے۔ ویسے بیرک

نمبر آٹھ کا پتا معلوم ہونے کے بعد میں لائی کوف سے گفتگو کرنے کا کوئی طریقہ کار منتخب

کر سکتا تھا۔“

پھر میں نے یہی کیا تھا۔ رات کو جب تمام قیدی اپنی اپنی بیرکوں میں جانے لگے، تو

میں پوشیدہ حالت میں بیرک نمبر آٹھ میں داخل ہو گیا۔ سنتریوں نے بیرک کے دروازے

بند کر دیے تھے اور بیرک میں مدھم روشنی کر دی گئی تھی۔

یہاں کل تیرہ قیدی تھے اور میں ان میں لائی کوف کو تلاش کر رہا تھا۔ میرے

دوست کیرون نے کہا تھا کہ وہ معمر قیدی اور اس وقت اتفاق سے ان تمام قیدیوں میں ایک

ہی ایسا شخص تھا جو سب سے زیادہ عمر رسیدہ تھا۔ باقی سب زیادہ عمروں کے لوگ نہیں تھے۔

بہر حال میں اندازے کی بناء پر آگے بڑھا اور اس معمر قیدی کے قریب جا بیٹھا۔ وہ دیوار

سے ٹیک لگائے گہری سوچ میں گم تھا اب میں سوچ رہا تھا کہ میں اس پر اپنی موجودگی کا

اظہار کیسے کروں پھر اس نے ہی مجھے یہ موقع فراہم کر دیا اور تھوڑا سا کھسک کر کروٹ

بدل کر لیٹ گیا۔ تب میں نے اس کے انداز میں لیٹتے ہوئے اسے پکارا۔

”مسٹر لائی کوف!“ اور وہ چونک کر پلٹ پڑا پھر اس نے مجھے دیکھا اور اس کی

میں دوبارہ پھر آہستہ سے بولا۔

”کیوری آرئی خیریت سے تو ہے زندہ ہے؟“

”ہاں مسٹر لائی کوف۔ وہ زندہ ہے اور اپنی دونوں بیٹیوں کے ساتھ بڑی بے کسی کی زندگی گزار رہا ہے۔“

”ہاں یہ زندگی واقعی بڑی بے کسی کی ہے مگر کوئی کیا کر سکتا ہے۔ حکمران اپنی ناعاقبت اندیشی سے بہت کچھ کھو بیٹھے اور جو برسرِ اقتدار آئے ہیں ان میں اتنی اہلیت نہیں ہے کہ حکومت سنبھال سکیں۔ تباہ شدہ معیشت کو قائم کرنا دنیا کا سب سے مشکل کام ہے لیکن شاید یہ سب کچھ نہ ہو سکے۔“

”مسٹر لائی کوف آپ ذہنی طور پر قدیم حکمرانی سے متاثر ہیں یا پھر اس آزادی سے؟“

میرے اس سوال پر لائی کوف بہت دیر تک خاموش رہا تھا پھر اس نے کہا۔

”جہاں تک قدیم حکمرانی کا تعلق ہے تو تم یوں سمجھ لو شاید تمہیں ایسے بہت کم لوگ ملیں گے جو دل کی بات زبان پر لاسکیں گے، اختلاف کی تو کوئی گنجائش ہی نہیں تھی اصل میں اختلاف جب کیا جاتا ہے جب اختلاف کو سننے والا موجود ہو اور اسے برداشت کرنے کی اہلیت رکھی جائے، یہاں تو اختلاف کے جواب میں موت کے سوا اور کچھ نہیں ملتا تھا، چنانچہ اختلاف کا تصور ہی ختم ہو گیا تھا۔ میں نئی حکومت کی بات کرتا ہوں اب تم یہ دیکھو کہ میں اس وقت سے قیدی ہوں جب میں نے نظریاتی اختلاف کیا تھا۔ ان جیلوں میں ایسے بہت سے محبِ وطن ہیں جو زمین سے پیار کرتے ہیں حالانکہ انہیں جس جرم میں قید کیا گیا ہے وہ زمین سے محبت ہی کا جرم تھا لیکن کبھی کسی نے یہ معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی کہ وہ کیا چاہتے ہیں اور جب پہلے کی طرح بھیڑ چال ہی کا نظام اہمیت رکھتا ہے تو پھر کوئی بھی حکومت ہو کیا فرق پڑتا ہے۔“

”گویا آپ کا یہ خیال ہے مسٹر لائی کوف کہ آپ جیسے لوگوں کو جیل سے نکال لیا جانا چاہیے تھا؟“

”نہیں ہم جیسے لوگوں کو سب سے پہلے موت کی سزا دی جانی چاہیے تھی اس لیے کہ ہم نے نظریاتی اختلاف کیا تھا اور یہ نہیں چاہا تھا جو ہو گیا اور جو ہو گیا ہے اب اس کی

جگہ نہیں چاہتے لیکن پوچھنے والا کون ہے۔ کون ہماری جانب توجہ دے گا مگر تم یہ سب کچھ کیوں کہہ رہے ہو؟

”نہیں مسٹر لائی کوف ایسی بات نہیں ہے بس ماؤڈیرزوف کے بارے میں کچھ معلوم کرنا چاہتا تھا۔“

”کیا اس بات پر یقین کرو گے کہ ماؤڈیرزوف کو جس جرم میں قید کیا گیا ہے وہ بھی جرم اختلاف ہی ہے۔“

”قید؟“ اب میرے حیران ہونے کی باری تھی اور لائی کوف کے ہونٹوں پر ایک زہریلی مسکراہٹ پھیل گئی۔

”ہاں خیر۔ جہاں تک میرا اندازہ ہے گیارہ سے لے کر بارہ سال ہو چکے ہیں اسے قید ہوئے۔“

”مگر میرے علم میں تو یہ آیا ہے کہ.....“

”جو کچھ تمہارے علم میں آیا ہے وہ درست ہے لیکن جو کچھ وہ اس سے چاہتے تھے وہ ایسا نہیں چاہتا تھا ایک تھوڑا سا اختلاف کیا تھا اس نے جس کے نتیجے میں اسے زیرِ زمین پہنچا دیا گیا۔ نہ جانے اس بے چارے کا کیا حال ہے۔“

میرا دل دھڑکنے لگا تھا میں نے آہستہ سے کہا۔ ”مسٹر لائی کوف، حقیقت تو یہ ہے کہ میں ماؤڈیرزوف کی آزادی چاہتا ہوں۔“

لائی کوف چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ چند لمحات اس کے چہرے پر غور و فکر کے آثار طاری رہے اور اس کے بعد وہ ایک دم عجیب سی کیفیت کا شکار ہو گیا۔

”اوہ مائی گاڈ اوہ..... اوہ۔ میں نے یہ تو سوچا ہی نہیں تھا۔“

”کیا؟“ میں نے کسی قدر تعجب سے کہا۔

”تم کس سلسلے میں یہاں آئے ہو؟“

”ایک چھوٹا سا جرم کر کے خود یہاں تک پہنچا ہوں۔“

”کیوں؟“

”آپ سے ملنا چاہتا تھا۔“

”وجہ؟“

”مسٹر ماؤٹیرزوف کا پتا معلوم کرنا چاہتا تھا۔“

”کون سے ملک سے تعلق ہے؟“

”میں نہیں سمجھا؟“

”مگر میں سمجھ گیا ہوں۔“

”آپ کیا سمجھے ہیں مسٹر لائی کوف؟“

”جو سمجھ گیا ہوں اسے راز ہی میں رہنے دو میرے دوست اور سنو زندگی میں بہت ہی کم ایسے مواقع آتے ہیں جب میری ذات سے کسی کو نقصان پہنچا ہو۔ میری یہ حیثیت برقرار رہنے دو۔“

”مسٹر لائی کوف۔“

”نہیں میرے پاس سے ہٹ جاؤ میرے پاس سے اٹھ جاؤ جو کچھ تم مجھ سے معلوم کرنا چاہتے ہو وہ بتانا میرے لیے ممکن نہیں ہو گا۔“

”آپ سنے تو سہی مسٹر لائی کوف؟“

”میں نہیں سننا چاہتا اور اگر تم مجھ سے سننا چاہتے ہو تو سنو۔ ہمارا عظیم وطن ٹکڑے ٹکڑے ہو چکا ہے، ہم منتشر ہو کر ٹکڑوں میں بٹ چکے ہیں اور میں جانتا ہوں کہ جب ایسا ہوتا ہے تو آپس کے اختلافات مزید تباہی کا باعث بنتے ہیں اور ایسا ہو رہا ہے۔ مغربی دنیا کو اب ہم سے کھینے کا موقع ملا ہے، ہم پر ہنسا جارہا ہے، ہمارا مذاق اڑایا جا رہا ہے حالانکہ ہم سائنسی قوتوں میں بے مثال تھے اور ہماری سائنسی تحقیق دنیا پر برتری حاصل کر چکی تھی لیکن بس وہی بات، وہی نظریاتی اختلاف جس کی بہت سوں نے مخالفت کی تھی اور موت کے گھاٹ اتار دیے گئے تھے اس کے باوجود ہمیں اس سرزمین سے پیار ہے کیونکہ ہم اس مٹی کی تخلیق ہیں اور تم، تم ان لوگوں میں سے ہو جو اب ہماری کاوشوں کو ہتھیانے کی فکر میں سرگرداں ہیں۔ تم غیر ملکی جاسوس ہو اور ماؤنٹی زوف جو کچھ کر رہا تھا اس کے بارے میں معلومات حاصل کر رہے ہو اور شاید کہیں سے تمہیں میرا پتا معلوم ہو چکا ہے لیکن تم کیا سمجھتے ہو کیا میں تمہیں ماؤٹیرزوف کے بارے میں بتا دوں گا۔ ہرگز نہیں، ناممکن میں اپنی کاوشیں تمہارے قبضے میں نہیں جانے دوں گا۔ سمجھ رہے ہو نا میری بات؟“

”میں جو کچھ سمجھ رہا ہوں یا نہیں سمجھ رہا لیکن آپ غلط سمجھ رہے ہیں مسٹر لائی کوف۔“

”کیا تم مقامی باشندے ہو؟“

”نہیں۔“

”کہاں سے تعلق ہے؟“

”ایک بالکل ہی اجنبی جگہ ہے۔“

”تو پھر تمہیں ماؤٹیرزوف سے کیا دلچسپی ہے؟“

”میں اس کا قدر دان ہوں۔“

”صرف اس لیے ناکہ اس کی کاوش کو لے اڑو؟“

”نہیں مسٹر لائی کوف۔“

”دیکھو اس سے پہلے کہ میں باہر نکلنے والے سنتری کو طلب کروں اور تمہارے بارے میں سب کچھ بتا دوں تم یہاں سے چلے جاؤ میں اپنی فطرت میں کوئی تبدیلی نہیں کرنا چاہتا۔ میں نے اگر تمہاری شکایت کردی تو تمہیں نقصان پہنچے گا۔ جاؤ کوئی اور ذریعہ اختیار کرو، کامیاب ہو جاؤ تو مجھے اعتراض نہیں ہو گا لیکن اگر میرے ذریعے تم ماؤٹیرزوف تک پہنچنا چاہتے ہو تو میں قیامت تک تمہیں اس کے بارے میں نہیں بتاؤں گا۔“

”مسٹر لائی کوف دیکھئے میری بات مان لیجئے۔ اب میں اس نظریے کے تحت یہاں نہیں آیا جس کے بارے میں آپ نے سوچا ہے۔ میں مسٹر ماؤٹیرزوف کا ہمدرد بھی ہوں اور ان کی رہائی کا خواہشمند بھی“

”سنو جہاں تک میرا خیال ہے، موجودہ حکمرانوں نے ماؤٹیرزوف کو تلاش کرنے کی کوشش بھی نہیں کی، اسی طرح جس طرح میں جیل میں بند ہوں لیکن ان سب باتوں کے باوجود میں ماؤٹیرزوف کو غیروں کے ہاتھ نہیں لگنے دینا چاہتا۔ کیا تم اس کے ساتھ بہتر سلوک کرو گے۔“

”نہیں مسٹر لائی کوف اگر آپ کے موجودہ حکمران میری کرائن کے سربراہ،

ماؤٹیرزوف کو عزت اور وہ مقام دینا چاہیں، جو درحقیقت اس کا مقام ہے تو کیا آپ اس کے لیے بھی مدد نہیں کریں گے؟“

”سربراہ تم ہو؟“

”نہیں لیکن؟“

”دیکھو میری بات مان لو، میں دس تک گنتی گنتا ہوں میرے پاس سے ہٹ جاؤ۔“
دس تک گنتی ختم ہونے کے بعد میں چیخنا شروع کر دوں گا۔“
”آپ غلطی کر رہے مسٹر لائی کوف، میں بڑی مشکل سے آپ کے پاس پہنچا ہوں۔“

”ایک۔“

”دس لیجئے پلیز میری بات سن لیجئے۔“

”دو۔“ اس نے کہا اور میں بے بسی سے اسے دیکھنے لگا لیکن پھر میرے ذہن میں ایک تصور آیا اور میرے ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ پھیل گئی، میں نے آہستہ سے کہا۔
”ٹھیک ہے مسٹر لائی کوف، میں یہاں سے چلا جاتا ہوں“ اور میں لائی کوف کے پاس سے اٹھ گیا لیکن اس کے الفاظ میرے ذہن میں موجود تھے۔ اس کا کہنا تھا کہ وہ ماؤٹیرنوف کے بارے میں نہیں بتانا چاہتا اس کا مطلب ہے کہ وہ ماؤٹیرنوف کے بارے میں جانتا ہے اور اس کے بعد کیا کرتا تھا۔ یہ میں جانتا تھا۔

بہر طور میرا یہاں آنا بے حد کارآمد رہا تھا اور اب بہت سے امکانات پیدا ہو گئے تھے۔ لائی کوف کے نظریات کا بھی اندازہ ہو گیا تھا اور صورت حال خاصی بہتر ہوتی جا رہی تھی۔ اس کے بعد جیل میں رکنا بے سود تھا ویسے بھی مشکوک حالات تھے اور اگر میرا کہیں سے انکشاف ہو جاتا تو مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا۔ ساری باتیں اپنی جگہ لیکن احتیاط بہتر چیز ہوتی ہے۔ چنانچہ میں خاموش ہو گیا۔ لائی کوف نے کئی بار اس انداز میں میری جانب دیکھا جیسے وہ مجھ سے کچھ سوال کرنا چاہتا ہو لیکن پھر شاید ارادہ ملتوی کر دیا۔ انتظار تو خیر کرنا ہی تھا آگے کے لمحات ذرا مشکل ثابت ہونے والے تھے لیکن بہر طور اپنی جگہ سے اٹھا اور بیرک کے دروازے پر پہنچ کر میں نے زور زور سے دستک دی۔ باہر سنتری ٹہل رہا تھا دروازے پر آکر رکا اور مجھے دیکھنے لگا۔

”میری حالت بہت خراب ہے شدید تکلیف میں مبتلا ہوں۔ براہ کرم میرے لیے کچھ کرو۔“ میں نے اس سے کہا۔

”جاؤ سو جاؤ اس وقت کچھ نہیں کیا جاسکتا کسی کے لیے۔“

”تو پھر کسی افسر اعلیٰ کو اطلاع دو۔ میں مرجاؤں گا۔“ میں نے دونوں ہاتھوں سے بھینچتے ہوئے کہا۔ سنتری مجھے دیکھتا رہا پھر اس نے غالباً در سنتریوں کو آواز دی تھی وہ لوگ آپس میں مشورہ کرتے رہے تھے اور اس کے بعد ایک سنتری نے دروازہ کھولا۔ دوسرے سنتری رانٹلیں تان کر کھڑے ہو گئے میں بد حالی کے عالم میں باہر نکلا۔ بہت سے قیدی جاگ گئے تھے اور ہم لوگوں کو دیکھ رہے تھے، کسی نے اٹھ کر دروازے تک آنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ یہاں تک کہ لائی کوف بھی اپنی جگہ لیٹا ہوا مجھے دیکھ رہا تھا۔

سنتریوں نے مجھے باہر نکالا اور ان میں سے ایک نے کرخت لہجے میں مجھے کچھ کہا لیکن اس نے اپنی زبان استعمال کی تھی جب کہ وہ سنتری شاید انگریزی جانتا تھا جو میرا مطلب سمجھ گیا تھا پھر بھی انہوں نے مجھے پوری طرح جکڑ لیا اور اس کے بعد اسپتال کی جانب لے چلے۔ جیل میں اسپتال بھی بنا ہوا تھا۔ یہ ساری کارروائی لاک اپ سے باہر نکلنے کے لئے کرنی پڑی تھی اور اس کے سوا کچھ کیا نہیں جاسکتا تھا۔ بہر حال وہ مجھے اسپتال میں دے کر پہنچ گئے۔ نظام خاصا بہتر تھا ڈاکٹر موجود تھے، سنتریوں نے انہیں صورت حال سے آگاہ کیا اور ڈاکٹر مجھے وارڈ میں لے گئے۔ یہاں میری دیکھ بھال کی گئی۔ انگریزی میں مجھ سے سوالات کیے گئے، ابھی تک کسی کو میرے نمبر پر شبہ نہیں ہو سکا تھا، نہ ہی سنتریوں نے مجھ پر غور کیا تھا بہر حال یہ بات میرے حق میں جاتی تھی، ان لوگوں کے تصور میں بھی نہیں ہو گا کہ قیدیوں کی بیرک سے جس شخص کو نکالا ہے وہ اس بیرک کا قیدی ہے ہی نہیں۔

ڈاکٹر مجھ سے میرا حال پوچھنے لگے اور اس کے بعد انہوں نے میرے لیے دوائیں تجویز کیں، جیل کے اسپتال سے باہر نکل جانا ڈاکٹروں کے خیال میں ممکن نہیں تھا پھر مجھے زبردستی دوائی بخش لینا پڑے، یہ ابتدائی کوشش تھی۔ میں آہستہ آہستہ پرسکون ہونے کی کوشش کرنے لگا اور پھر میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ پتا نہیں کم بختوں نے کیسے انجکشن لگائے تھے اگر ان میں بے ہوشی کا کوئی انجکشن ہوتا تو مزا ہی آ جاتا، یہ کوشش درحقیقت بڑی احمقانہ تھی اور اب مجھے احساس ہو رہا تھا کہ جلد بازی میں کیا کر بیٹھا ہوں لیکن شکر ہے کہ انجکشن بے ہوشی کے نہیں تھے۔ تاہم میں نے آنکھیں بند کر لیں اور خود کو پرسکون ظاہر کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ ڈاکٹر دوسری بار آئے اور مجھے پرسکون دیکھ کر

واپس چلے گئے، ایک نرس وارڈ میں گشت کر رہی تھی پھر کافی وقت وہاں گزارنا پڑا اور میں اپنے آپ پر ہنستا رہا کچھ دیر کے بعد نرس بھی وارڈ سے باہر چلی گئی۔ وارڈ میں تین قیدی اور تھے جو گہری نیند سو رہے تھے۔ میں اپنی جگہ سے اٹھا اور اس کے بعد اسپتال سے باہر نکلنے میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی۔ اب اتنا احمق بھی نہیں تھا کہ اپنے آپ کو ظاہری شکل میں رکھتا۔ چنانچہ وہاں سے باہر نکلا اور پھر ڈریسنگ روم کی جانب چل پڑا۔ یہاں اب کوئی پہرے دار نہیں تھا۔ کسی کو شبہ بھی نہیں تھا۔ اپنے لیے ڈریس حاصل کر کے میں نے قیدیوں کا لباس اتارا اور اسے پہن کر باہر کی جانب چل پڑا۔ چاہتا تو کوئی گاڑی وغیرہ بھی لے کر فرار ہو سکتا تھا لیکن جو کچھ بھی تھا اب انہی کے رحم و کرم پر رہنا پڑ رہا تھا۔ صبح کو تقریباً سات بجے تک مجھے وہاں انتظار کرنا پڑا۔ سات بجے ایک گاڑی وہاں آئی اور اس سے دودھ کی بوتلیں اتاری جانے لگیں ڈیری فارم کی گاڑی تھی۔ جسے واپس بھی جانا تھا اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار بھی نہیں رہا کہ میں دودھ والا بن جاؤں چنانچہ ڈیری فارم کی گاڑی میں چڑھ گیا۔ ان لوگوں نے وہاں بوتلوں کی ٹرے اتاریں اور اس کے بعد وہاں سے واپس چل پڑے تھے۔ میں شہر تک ڈیری فارم کی گاڑی میں آیا تھا اور اس کے بعد وہاں سے ہاسٹل چل پڑا تھا۔ رات بھر جاگنا پڑا تھا۔ آنکھوں میں نیند بھری ہوئی تھی، سر چکرا رہا تھا۔ ہاسٹل میں داخل ہوا اور اپنے کمرے میں پہنچ گیا پھر شام کو چار بجے تک گہری نیند سوتا رہا تھا۔ جاگا تو اسکیلا میرے پاس بیٹھی ہوئی مجھے تشویش بھری نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ میں چونک کر اٹھا تو اس نے آہستہ سے کہا۔

”آپ کو ہلکا بخار ہے مسٹر ڈی ایم۔“

”شاید رات کی تھکن سوار ہے مجھ پر۔“

”آپ خیریت سے تو ہیں نا؟“

”ہاں کیوں کوئی خاص بات ہے؟“

”نہیں میں ایسے ہی پوچھ رہی ہوں آپ بہت زیادہ تھکے تھکے نظر آ رہے ہیں۔“

”بالکل خاص بات نہیں ہے اسکیلا، ہاں اگر اس وقت تم مجھ پر کچھ احسان کرنا چاہتی

ہو تو مجھے بہت عمدہ سی کافی پلا دو۔“

”میں انتظام کرتی ہوں۔“ اسکیلا نے کہا اس کے چہرے پر شدید تجسس جاگ رہا تھا

لیکن اس نے مجھ سے کوئی سوال نہیں کیا۔ میں نے غسل خانے میں جا کر گرم پانی سے غسل کیا لباس تبدیل کیا اور اسکیلا کا انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ہاسٹل کے ایک ملازم کے ساتھ اندر داخل ہوئی۔ ملازم کے ہاتھ میں ٹرے موجود تھی اور اس میں کافی کا سامان سجا ہوا تھا۔ اسکیلا میرے سامنے بیٹھ گئی اور اس نے کافی بنائی۔ بلیک کافی کے چھوٹے چھوٹے گھونٹوں نے گویا اس وقت میرے بدن کو نئی زندگی سے روشناس کیا تھا۔ میں کافی کے سپ لیتا رہا اور اسکیلا مجھے دلچسپ نگاہوں سے دیکھتی رہی پھر کافی پینے کے بعد میں نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ اس کے چہرے پر لاتعداد سوالات بکھرے ہوئے تھے۔ ویسے خاصی بہتر لڑکی ثابت ہوئی تھی یہ اب تک اور مجھے اس سے کافی ہمدردی تھی۔ کچھ دیر کے بعد میں نے اس سے کہا۔

”ہاں ڈیر اسکیلا! تم مجھ سے کچھ سوالات کرنا چاہتی ہو؟“ اس نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا پھر آہستہ سے بولی۔

”جی مسٹر! مسٹر ڈی ایم اس دن آپ نے مجھ سے جو کچھ کہا تھا میں نے اس پر بہت غور کیا اور جب اس کا تجزیہ کیا تو آپ یقین کیجئے کہ میرے دل میں آپ کا اتنا احترام اور اتنا بڑا مقام پیدا ہو گیا کہ شاید میں الفاظ میں بیان نہ کر سکوں۔“

”اور ایک بات اور سچ کہوں آپ سے مس اسکیلا۔ وہ یہ ہے کہ اگر کوئی ایسی ویسی لڑکی ہوتی تو شاید میں کبھی اس سے اتنی سنجیدگی سے اپنے ذہنی راز کو آشکار نہ کرتا۔ آپ کا اپنا ایک معیار ہے، ایک مقام ہے میرے دل میں جس نے آپ کو ایک اچھی دوست بنانے کے لیے مجھے اسکیلا اور میں نے حقیقت آپ پر نمایاں کر دیں۔“

”دیکھئے مسٹر ڈی ایم اس کے بعد میں زندگی بھر آپ سے اس موضوع پر بات نہیں کروں گی حالانکہ میں جانتی ہوں کہ زندگی بھر کا کوئی تصور میرے اور آپ کے درمیان نہیں ہے آپ صرف ایک بات پر یقین کر لیں، میرے دل میں آپ کے لیے ایک گنجائش پیدا ہوئی تھی، میں نے اپنی بد صورتی کو ہمیشہ مددگار رکھا ہے اور اپنے آپ کو اس حد تک سمجھا لیا ہے کہ میرے دل میں اب کوئی ایسا حسین تصور نہیں ابھرتا۔ اصل میں آپ نے کبھی میری بد صورتی سے نفرت نہیں کی اور شاید یہیں سے مجھ سے غلطی ہو گئی اب میں اس غلطی کی معافی مانگتی ہوں تو بہت بڑی عزت افزائی کی ہے آپ نے میری کہ مجھے

حقیقت بتا دی۔ زندگی میں جہاں اور بہت سے مسائل و مشاغل ہیں وہاں ایک سب سے بڑی بات یہ بھی ہے کہ کوئی دل کا سہارا ہو لیکن آپ نے مجھے یہ راز سونپ کر وہ سب کچھ دے دیا ہے جو شاید اس انداز میں نہ ملتا جس میں آپ مجھے قبول کرنے کا اعتراف کرتے۔ آپ یقین کیجئے اس اپنائیت کو پا کر میرے دل کے سارے داغ دھل گئے ہیں۔

”میں نے غلط تو نہیں کہا تھا آپ ایک بہت ہی نفیس خاتون ہیں۔“

”تو کم از کم اتنا تو کریں کہ اب مجھے اپنے ایک اچھے دوست کا مقام دے دیجئے۔“

”آپ کو وہ مقام حاصل ہے مس اسکیلا۔“

”تو پھر بتائیے اب تک کیا ہوا ہے اور آپ نے اس سلسلے میں کیا کیا ہے؟“ وہ بولی

اور میں مسکراتے لگا پھر میں نے کہا۔

”مس اسکیلا یوں سمجھ لیں کہ میں کامیابی کی منازل طے کرتا جا رہا ہوں اور شاید اب بہت کم وقت ایسا رہ گیا ہے کہ ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں۔ یوں سمجھ لیں جیل میں، میں ایک شخص سے ملا ہوں جس سے مجھے کچھ اس قسم کے شواہد ملے ہیں جن سے شاید ہمیں ماؤٹیرزوف کا پتا چل جائے۔“

”دیری گڈ، بہر حال یہ بہت بڑی کامیابی ہے اور میں بے حد مسرور ہوں۔“ اسکیلا نے کہا۔

شام کو تقریباً ساڑھے سات بجے میں نے جنرل نوکیان کو تلاش کیا اور اپنے دیے ہوئے ٹیلی فون نمبر پر وہ ٹریس ہو گیا۔

”ہاں مسٹریڈی ایم آپ کا دوست بول رہا ہے۔“

”آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں جنرل۔“

”بولو کہاں، کس جگہ؟“

”وہاں سے ہٹ کر کسی ایسی جگہ جس پر آپ کو مکمل اعتماد ہو۔“

”آپ کو کہاں سے حاصل کیا جاسکے؟“

”یہ بھی آپ ہی بتائیں گے۔“ جنرل نے مجھے ایک جگہ بتائی اور میں نے اسے ذہن

نشین کر لیا تو جنرل کہنے لگا۔

”میں خود آپ کو وہاں خوش آمدید کہوں گا۔“ سیاہ رنگ کی پرانی مرسدیز میرے

استعمال میں ہوگی اس کا نمبر نوٹ کر لیں، کس وقت پہنچنا ہے مجھے؟

”رات کے کھانے کے بعد۔“

”اگر آپ مناسب سمجھیں تو رات کا کھانا میرے ساتھ ہی کھالیں۔“

”میں نے اسی لیے یہ سب کچھ کہا تھا کہ آپ اس کے بعد مجھے یہ آفر کریں۔“ میں

نے کہا اور جنرل ہنسنے لگا پھر بولا۔

”میں پورے خلوص کے ساتھ آپ کو رات کے کھانے کی دعوت دیتا ہوں۔“

”اور میں اتنے ہی خلوص کے ساتھ اس دعوت کو قبول کرتا ہوں جنرل۔“ میں نے

بھی فہم کر کہا اور اس کے بعد یہ سلسلہ منقطع ہو گیا۔ بہر حال پھر اسکیلا ہی کو میں نے

استعمال کیا تھا اور اسکیلا نے مقررہ وقت پر مجھے اس جگہ پہنچا دیا تھا جس کی نشاندہی جنرل

نوکیان نے کی تھی۔ میں اسکیلا کو واپس کرنے کے بعد ایک لیمپ پوسٹ کے نیچے کھڑا

ہو گیا۔ زندگی بڑی ست رفتاری سے رواں دواں تھی میری کرائن کے حالات خاصے مشکل

لمحات سے گزر رہے تھے اور میں ان کا بھرپور جائزہ لے رہا تھا پھر تھوڑی دیر کے بعد سیاہ

رنگ کی پرانی مرسدیز میرے پاس آ کر رکی، ایک ڈرائیور ڈرائیونگ کر رہا تھا اس کے برابر

شاید کوئی مسلح محافظ بیٹھا ہوا تھا لیکن سادہ لباس میں تھا۔ جنرل نوکیان کو عقبی سیٹ پر بیٹھا

دیکھ کر میں نے فوراً پہچان لیا تھا۔

نوکیان نے میرے لیے دروازہ کھولا اور میں اندر بیٹھ گیا۔ مرسدیز آگے بڑھ گئی

تھی۔ دوران سفر مکمل خاموشی طاری رہی۔ جنرل نوکیان بھی اپنی طرف کی کھڑکی سے باہر

کے مناظر دیکھ رہا تھا۔ میں نے اسے خاموش پانے کے بعد خود بھی مکمل طور پر خاموشی

اختیار کر لی تھی۔ جس عمارت کے دروازے پر یہ مرسدیز رکی وہ ایک چھوٹی سی عام سی

عمارت تھی۔ یہاں نہ مسلح پہرے دار نظر آرہے تھے نہ گیٹ پر کوئی شخص موجود تھا۔

البتہ ڈرائیور کے ساتھ بیٹھے ہوئے گن مین نے فوراً نیچے اتر کر پہلے جنرل کی طرف کا اور

پھر گھوم کر میری طرف کا دروازہ کھولا۔ ڈرائیور نیچے اتر آیا تھا۔

جنرل مجھے ساتھ آنے کا اشارہ کر کے اندر داخل ہو گیا۔ عمارت کا بیرونی حصہ مکمل

طور پر تاریکی کی زد میں تھا، بہت ہی مدہم روشنی راستے کو روشن کر رہی تھی پھر ہم

دروازے سے اندر داخل ہوئے اور انٹرنل دروازے کے دوسری جانب جو ہاں مجھے نظر

آیا وہ مکمل طور پر روشنی سے جگا رہا تھا۔ ہال میں انتہائی اعلیٰ درجے کا فرنیچر بچھا ہوا تھا۔ فرش پر موٹا قالین تھا۔ جنرل کی پرائیویٹ رہائش گاہ ایسی ہی ہونی چاہیے تھی۔ باہر سے کوئی اندازہ بھی نہیں لگا سکتا تھا کہ یہ عمارت کتنی اہم نوعیت کی حامل ہے۔ ہم لوگ ہال میں رکھی ہوئی کرسیوں پر بیٹھ گئے تو جنرل نے کہا۔

”بہتر ہے کہ کھانے کے بعد گفتگو کا آغاز کیا جائے۔“ کھانے میں جو اشیاء موجود تھیں ان میں سے ایسی اشیاء میں نے منتخب کیں جن کے بارے میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا تھا۔ یہ میرا ذاتی معاملہ تھا جس کا اظہار میں جنرل پر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ بہر حال اس حد تک تو اس کی ضیافت قبول کرنی ہی پڑی تھی۔ جنرل نے کئی بار مجھے دوسری ڈشز کی پیشکش کی لیکن میں نے انہیں مسترد کر دیا تھا۔

پھر ہم کھانے سے فارغ ہو گئے تو انتہائی نفیس قسم کا قہوہ پیالیوں میں سجا دیا گیا۔ جنرل نوکیان نے مجھ سے یہ کہا۔

”میں آپ کو اور بھی بہت کچھ پیش کر سکتا تھا لیکن اس اہم نشست میں میرے خیال میں وہ سب کچھ مناسب نہیں تھا۔“

”شاید میں آپ کو پہلے ہی بتانا بھول گیا جنرل کہ میں ان تمام چیزوں سے محروم ہوں۔“

”فرمائیے کیسے حالات چل رہے ہیں، ویسے آپ نے واقعی بہت مختصر وقت میں بہت کچھ کر ڈالا ہے، ان چار افراد کی موت اہم نوعیت کی حامل ہے اور میں بہت سی ایسی باتیں بھی جان چکا ہوں، میری مراد اس آدمی سے ہے، اس نے مجھے بہت کچھ بتایا ہے۔“

”ہاں جنرل نوکیان میری دلی خواہش ہے کہ وقت جس قدر مختصر ہو سکے بہتر ہے اور میں کوئن میکوویا کے احکامات کی تعمیل کرنا چاہتا ہوں۔“ جنرل نوکیان نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

”بے شک! اور اب جب کہ ایک اتنی بڑی شخصیت ہماری مدد پر آمادہ ہو گئی ہے تو نہ جانے کیوں مجھے میری کرائن کا مستقبل روشن نظر آتا ہے، آہ ہمیں ہمدردوں کی ضرورت ہے لیکن ہم ابھی تک اپنی نشست خالی پاتے ہیں، میں آپ کو بتا نہیں سکتا مسٹر ڈی ایم کہ میرے اندر کیسے کیسے احساسات جنم لیتے ہیں یہ انتہائی اہم راز میں اپنے سینے

میں چھپائے بیٹھا ہوں، وزیر دفاع تک کو میں اس سلسلے میں کچھ بتانے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔“

”اسی میں ہماری کامیابی پوشیدہ ہے جنرل نوکیان۔ بہر حال اس وقت میں آپ کے پاس جو اہم مسئلہ لے کر حاضر ہوا ہوں آپ کو اس کے لیے کام کرنا ہے، اس عمارت کی بارے میں آپ بتانا پسند کریں گے۔“

”میری ذاتی رہائش گاہ ہے لیکن میں اسے ہمیشہ ایسے خفیہ کاموں کے لیے استعمال کرتا ہوں جس میں سخت رازداری کی ضرورت ہو۔“

”میں کچھ وقت اس رہائش گاہ کو استعمال کرنا چاہتا ہوں۔“

”یہ مستقل آپ کے لیے حاضر ہے اور یہ میری خوش بختی ہوگی، یہاں میرے انتہائی قابل اعتماد ملازم موجود ہیں جو آپ کی خدمت کر کے اپنے آپ پر فخر کریں گے۔“

”اور آپ کو جنرل ایک اہم ذمے داری سونپی جاتی ہے۔“

”ہاں میں اسی کا انتظار کر رہا ہوں۔“ جنرل نوکیان نے متجسس لہجے میں کہا۔

میں نے کچھ دیر توقف کیا اور پھر کہا۔ ”آپ کو علم ہے جنرل نوکیان کہ میری اولین

خوشنوشی یہی ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو سکے مجھے ماڈیٹروف کے بارے میں معلومات حاصل ہو جائیں۔“

”ہاں۔ یہ مرحلہ میری کرائن کے لیے جس قدر خطرناک ہے اس کا مجھے پورا پورا اندازہ ہے لیکن کاش کچھ ایسے شواہد ہمیں حاصل ہو جاتے جن کی بنا پر ہم اعلیٰ حکام سے

درابطے قائم کر سکتے۔“

”جنرل میں آپ کی اس خواہش سے اختلاف رکھتا ہوں بے شک آپ اپنے طور پر متجسس ہوں گے اور ظاہر ہے آپ کا رابطہ آپ کے اپنے ساتھیوں ہی سے ہو سکتا ہے لیکن یہ بات میں جانتا ہوں کہ ہمیں جس قدر مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا آپ شاید اس کا تصور بھی نہ کر سکیں۔ یہ ایک ذرا سی لغزش ہمیں کامیابیوں کی بجائے ناکامی کے غار میں

دھکیل دے گی۔ اس سلسلے میں جس قدر کم لوگ ملوث ہوں، ہماری کامیابی کے امکانات زیادہ روشن ہو سکتے ہیں۔“

جنرل مجھے دیکھتا رہا پھر اس نے کہا۔ ”ہر شخص ایک عام شخص ہوتا ہے چاہے

”اور اسی لیے میں نے آپ سے اس عمارت کو ادھار لینے کی درخواست کی ہے۔“
میرے ان الفاظ پر جنرل مسکرا دیا۔ پھر بولا۔ ”یہ عمارت تو آپ کو تحفہ پیش کی جاسکتی ہے آپ ادھار کی بات کیوں کرتے ہیں۔“

”تو پھر جنرل مجھے یہیں رک کر انتظار کرنا ہوگا۔ آپ اپنے وسائل سے کام لے کر لائی کوف کو احتیاط کے ساتھ یہاں پہنچا دیجئے۔ ویسے آپ کو اس بات کا علم تو ہو ہی چکا ہے کہ ان آٹھ افراد میں سے چار ہلاک ہو گئے ہیں باقی چار کا پتا نہیں ہے۔ شاید یہ گیا ہے کہ ایس گیری ذیل نامی کسی عورت نے باقی تین افراد کو اپنے ساتھ شامل کر کے ایک گروپ بنالیا ہے۔ حالانکہ یہ تین افراد بھی مختلف ہیں اور ان کا اپنا اپنا الگ گروپ ہے لیکن بہر حال یہ ایک اطلاع ہے جو ممکن ہے غلط بھی ہو۔“

”اگر اور کوئی ایسی اہم بات نہیں جس کی مجھے ہدایت کی جائے دلی ہو تو میرا خیال ہے میں اس شخص کے حصول کے لیے کام شروع کر دوں؟“
”بہتر جنرل اور اس وقت تک کے لیے۔“

”تم بالکل بے فکر ہو کر رہو مائی ڈیئر۔ یہ تو میری خوش بختی ہے کہ مجھے اب اس بات کا علم ہو گا کہ تم کہاں موجود ہو۔“ نوکیان نے کسی قدر بے تکلفی سے کہا اور میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔ اس کے بعد جنرل نوکیان نے دو ایسے آدمیوں سے میرا تعارف کرایا جو انگریزی دان تھے اور اسی عمارت میں موجود رہتے تھے اس نے انہیں ہدایت کی کہ مسٹر ڈی ایم کو یہاں ذرہ برابر کوئی تکلیف نہ ہو اور ان کے احکامات کی مکمل پابندی کی جائے۔

میں نے جنرل نوکیان کے جانے کے بعد اس عمارت کا مختصر سا جائزہ لیا۔ ظاہر ہے مجھے صرف لائی کوف سے معلومات کے حصول کے لیے اسے استعمال کرنا تھا، ورنہ میرا کام تو ہاسٹل ہی سے چل رہا تھا اور پرائم اسٹور کو میں استعمال نہیں کرنا چاہتا تھا کہ کہیں وہ دوسروں کی نگاہوں میں نہ آجائے۔ کامیابی کی امید پیدا ہو گئی تھی لیکن معاملات بے حد سنگین ہو گئے تھے۔ کونن میکویا نے ہمیشہ کی مانند اس بار بھی ایک اہم ذمہ داری میرے سپرد کی تھی۔ کبھی کبھی کونن میکویا کا خیال آجاتا تھا اور ایک عجیب سا احساس دل میں پیدا ہوتا تھا لیکن اس احساس کو میں نے کبھی زیادہ اہمیت نہیں دی تھی۔ کیونکہ میکویا اپنی تمام

حالات اسے کتنی ہی بلندیاں بخش دیں لیکن اس کی فطرت میں جو جذبے پنہاں ہوتے ہیں وہ ان سے مختلف کبھی بھی نہیں ہو سکتا آپ یقین کریں۔ مسٹر ڈی ایم۔ میری اس وقت کی یہی کیفیت ہے اور میں میری کرائن کی فوجوں کا سربراہ ہونے کے باوجود اس سلسلے میں ایک معمولی سا آدمی ہوں۔ خیر چھوڑیے یہ تو اپنے اپنے ذاتی تاثرات ہیں آپ یہ بتائیے کہ اب مجھے اس سلسلے میں کیا کرنا ہے؟“

”اب تک جو کچھ ہوتا رہا ہے آپ کے علم میں ہے جنرل نوکیان۔ ہم انہی لوگوں پر ہاتھ ڈالتے رہے ہیں جو ہمیں ماؤڈیروزوف کا پتا بتا سکتے تھے لیکن کیوری آر نی جیسا آدمی بھی ماؤڈیروزوف کے بارے میں صحیح تفصیلات نہیں بتا سکتا۔ ہاں ایک اور نام میرے علم میں آیا ہے بلکہ نہ صرف علم میں آیا ہے میں نے اس کی تصدیق بھی کر لی ہے۔“
”کون؟“ نوکیان کے لہجے میں لرزش تھی۔

”اس کا نام لائی کوف ہے۔ جنرل یہ شخص ماؤڈیروزوف کا دست راست رہ چکا ہے اور سنا ہے کہ اس کے ساتھ کافی عرصے اس نے کام بھی کیا ہے اور یہ اس کے ذاتی معاملات سے بھی واقفیت رکھتا ہے لیکن نظریاتی بنیاد پر اسے پتا نہیں کس دور میں جیل میں ڈال دیا گیا تھا اور ابھی تک وہ سزا بھگت رہا ہے۔“
”لائی کوف۔“ جنرل پر خیال لہجے میں بولا۔

”ہاں۔“
”مگر آپ نے کہا تھا مسٹر ڈی ایم کہ آپ ذاتی طور پر بھی.....“
”ہاں میں جیل میں اس سے ملاقات کر چکا ہوں۔“
”جیل میں؟“

”ہاں جنرل آپ کو اندازہ ہے کہ جیل تک میری رسائی مشکل نہیں تھی۔“
”جنرل نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ بس خاموشی سے میری صورت دیکھتا رہا۔ میں نے کہا۔“

”میرا اپنا معاملہ بالکل مختلف ہے، لیکن لائی کوف کو جیل سے نکالنا میرے لیے ممکن نہیں تھا۔ یہ ذمہ داری میں آپ کے سپرد کرتا ہوں۔“
”اوہ سمجھا۔“

تر فطرت کے باوجود میرے لیے قابل احترام ہستی تھی۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ میکویا کی آنکھوں میں میرے لیے وہ جذبات ابھر آتے ہیں جن میں کہیں نہ کہیں ایک عورت پوشیدہ ہوتی ہے۔ حالانکہ اس نے رخسار کی قربت کے لیے سب سے زیادہ میری مدد کی تھی لیکن اب میں اس کے بارے میں اس طرح سوچنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ انتظار کرتا رہا میری خاطر مدارت میں کوئی کمی نہیں چھوڑی گئی تھی، ویسے بھی جو کچھ میں نے طلب کیا تھا وہ ان کے لیے باعث حیرت تھا کیونکہ وہ کچھ اور ہی خاطر کرنا چاہتے تھے پھر تقریباً سات گھنٹے کے بعد جنرل نوکیان خود لائی کوف کے ساتھ میرے پاس پہنچ گیا اور لائی کوف مجھے دیکھ کر ششدر رہ گیا۔ اس نے ایک نگاہ میں مجھے پہچان لیا تھا۔ جنرل نوکیان نے لائی کوف کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

”مسٹر ڈی ایم۔ مسٹر لائی کوف۔“

”مسٹر لائی کوف سے میرا تعارف ہے۔“

”لیکن یہ سب کیا قصہ ہے میں نہیں جان سکا۔“ لائی کوف نے کہا۔

”مسٹر لائی کوف بد قسمتی سے یہاں کے انتظامی امور سنبھالنے کے بعد ہمارے حکام کو موقع نہیں مل سکا کہ وہ ہر شے کی جانب توجہ دیتے، آزادی کے حصول کے فوراً بعد ہمیں لاتعداد مسائل کا شکار ہو جانا پڑا۔ ہم نے جس پالیسی کا اعلان کیا وہ ہمارے جغرافیائی نقطہ نظر سے بالکل درست سمجھے اور اسی پالیسی کو اپنا کر ہم زندہ رہ سکتے ہیں لیکن مغربی دنیا کو ہماری اس پالیسی سے اختلاف پیدا ہو گیا جس کے نتیجے میں لیس لینڈ سے ہم پر حملہ کرا دیا گیا اور لیس لینڈ کی مدد پر وہ تمام لوگ آمادہ ہو گئے جو ہماری پالیسیوں سے اختلاف رکھتے تھے۔ بس یوں سمجھ لیجئے کہ ہم ابھی تک بہت سے ایسے لوگوں کو نظر انداز کیے ہوئے ہیں جنہیں ہمیں نظر انداز نہیں کرنا چاہیے تھا لیکن مجبوریاں انسان سے سب کچھ کرا لیتی ہیں ہم بھی انہی مجبوریوں کے درمیان سفر کر رہے ہیں۔ مالی ڈیئر مسٹر لائی کوف! آپ جیسی معزز شخصیت کو کافی عرصے سے جیل کی صعوبتیں برداشت کرنی پڑ رہی ہیں حالانکہ اصولی طور پر ہمیں فوراً ایسے قیدیوں پر نظر ڈالنی چاہیے جو پہلی حکومت کی پالیسیوں کے شکار تھے اور انہیں فوری طور پر گلو خلوصی دلائی چاہیے تھی لیکن میں آپ کو ساری صورت حال بتا چکا ہوں جو یقینی طور پر جیل میں رہ کر آپ کے علم میں نہیں آئی ہوگی۔ مالی ڈیئر

مسٹر لائی کوف! آپ کے حصول کے بعد جو نہی ہمیں اپنی مرضی کے چند سانس لینے کا موقع ملا، ہم سب سے پہلے یہ کام کریں گے کہ جیلوں پر نظر ڈال کر یہ اندازہ لگانے کی کوشش کریں کہ کون کون سا ایسا قیدی ہے جسے صرف نظریاتی بنیاد پر قید میں ڈالا گیا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ آپ لوگوں کے درمیان میری موجودگی ضروری نہیں ہے۔ مسٹر ڈی ایم اس سلسلے میں آپ سے اپنے طور پر ڈیل کر لیں گے۔ آپ یہ سمجھ لیجئے کہ میری کرائن کی فوجوں کے سربراہ کی حیثیت سے میں مسٹر ڈی ایم پر مکمل اعتماد کرتا ہوں۔“

”ٹھیک ہے جنرل نوکیان۔“ لائی کوف نے کہا۔ وہ اب خاصا مطمئن نظر آ رہا تھا شاید اسے اس بات کی شکایت تھی کہ اب تک اسے اس آزادی کے باوجود قید رکھا گیا ہے لیکن اب وہ مکمل تعاون پر آمادہ نظر آتا تھا۔

جنرل نوکیان جوہری کیفیت کا شکار تھا کیونکہ اس سلسلے میں میں نے ہی وہ اہم انکشاف کیا تھا جس نے جنرل نوکیان کے ذہن کو ہلا دیا تھا اور وہ بری طرح مضطرب تھا کہ جس طرح بھی بن پڑے، میری کرائن کے حکام کو اسی صورت حال سے آگاہ کرے لیکن حقیقت بھی اس کے ذہن سے دور نہیں تھی، وہ جانتا تھا کہ وقت سے پہلے حالات کا انکشاف انہیں مشکلات کا شکار بھی کر سکتا ہے پھر ایک جنرل کی حیثیت سے ان حالات میں اس کی ذمہ داریاں بھی بہت زیادہ تھیں۔ وہ ادھر کی محسوسات حال کو بھی سنبھالنا چاہتا تھا اور شاید اسے اس بات کا احساس بھی تھا کہ اسے مجھ سے دور نہیں رہنا چاہیے، ویسے بھی یہ ایک حقیقت تھی کہ بلیک چینل کے مقامی ہیٹل کا اتنا ہی تعاون مجھے درکار تھا کہ میں میری کرائن کے جغرافیائی امور پر قابو پاسکوں، ورنہ جس حیثیت سے میں یہاں کام کر رہا تھا وہی سب سے مناسب تھی۔ حالانکہ کبھی کبھی تنہا کارکردگی بہت سے امور میں رکاوٹ بنی بن جاتی تھی۔ اول تو معاملے کی سنگین نوعیت اور پھر میرے خصوصی اختیارات۔ جبکہ دوسروں کے لیے زندگی کے خطرات لاحق ہو سکتے تھے اور غالباً کون میکویا نے بھی اس بات کا خیال رکھا تھا کہ انسانی زندگی کا زیاں کم سے کم ہو۔

لائی کوف سے بہت عرصے کے ساتھ میں نے کہا۔ ”مسٹر لائی کوف! اب جب کہ آپ کا وطن ایک نئی حیثیت اختیار کر گیا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ آپ کو اس سلسلے میں اپنا تعاون بھی پیش کر دینا چاہیے۔“

”صورت حال کی چونکہ وضاحت ہو چکی ہے اس لیے اب میں شکایتی انداز نہیں کروں گا لیکن ان حالات میں بھلا مجھ جیسے شخص کا کردار کیا ہو سکتا ہے؟“

آپ نہیں سمجھ سکتے، مسٹر لائی کوف، اس وقت میری کرائن کو ایک ایسا بھاری خطرہ درپیش ہے جس کا آپ تصور بھی نہیں کر سکتے۔“

”کیسا خطرہ مسٹر ڈی ایم؟“

لائی کوف کے سوال پر میں نے اسے مکمل تفصیلات بتادیں اور لائی کوف کا چہرہ پڑ گیا۔

”ہیں لاکھ انسانوں کی تباہی؟“

”ہاں اور یہ تباہی یوں سمجھ لیجئے کہ سرپر مند لا رہی ہے مسٹر لائی کوف۔“

”تو پھر مجھے بتاؤ، میں اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں؟“

”جہاں تک ممکن ہو سکے ماؤ شیرزوف کی اس تجربہ گاہ کی نشاندہی۔“

”تم یقین کرو مجھے اس کام میں شامل ہونے کی نہ تو دعوت دی گئی تھی اور نہ مسٹر ماؤ شیرزوف نے مجھے اس بارے میں کچھ تفصیلات بتائی تھیں، ویسے اپنے طور پر مسٹر ماؤ شیرزوف کی ذہنی کیفیت کا تجزیہ کرتے ہوئے میں یہ بیان کر سکتا ہوں کہ شاید خود مسٹر ماؤ شیرزوف اس قسم کے مہلک جراثیم کی تیاری کے لیے تیار نہ ہوتے اگر انہیں مجبور کر دیا جاتا۔ وہ بہت امن پسند اور انسان دوست شخصیت کے مالک تھے۔ البتہ ان کی نشاندہی میں کر سکتا ہوں۔“

”کیا؟“ میں نے سوال کیا اور لائی کوف گہری سوچ میں ڈوب گیا، کچھ دیر تک سوچ رہا اور اس کے بعد گہری سانس لے کر بولا۔

”اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو مسٹر ماؤ شیرزوف نے ایک بار مجھ سے ایک تذکرہ لیا تھا۔“

”کیا؟“

”اس علاقے کا نام لیول سائن ہے، لیول سائن میری کرائن کے مشرقی حصے میں ایک ناہموار برفانی علاقہ ہے اور یہ بھی میں جانتا ہوں کہ ان دنوں مسٹر ماؤ شیرزوف اس وقت کے حکام کے ساتھ ہیلی کاپٹر کے ذریعے اکثر لیول سائن جایا کرتے تم میری کرائن

میں لیول سائن کا جائزہ لو تو وہ تمہیں ایک لحاظ سے بالکل بے کار علاقہ نظر آئے گا لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس قسم کے کاموں کے لیے وہ جگہ اچھا ہے..... اوہو، مجھے کچھ اور بھی یاد آرہا ہے۔ ہمارا ایک مشترکہ درست جو بلڈنگ انجینئر تھا اور اپنے فن میں یکتا تھا ان دنوں سرکاری حکام کے ساتھ خاصی مصروفیات میں وقت گزار رہا تھا اور پھر اس نے یہ بھی کہا تھا کہ وہ ایک طویل عرصے کے لیے ایک اہم مشن پر جا رہا ہے جسے سرکاری حیثیت حاصل ہے۔ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر ان حالات کی ایک زنجیر بنائی جائے تو ساری کڑیاں ملتی چلی جاتی ہیں۔ ہمارا انجینئر دوست وہ لیبارٹری تعمیر کر رہا تھا اور اس کا ماؤ شیرزوف سے براہ راست تعلق تھا، اوہ میرے خدا اب میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر آپ کو ماؤ شیرزوف کی وہ لیبارٹری تلاش کرنی ہے تو آپ لیول سائن کا رخ اختیار کریں اگر یہاں ہمیں کوئی نقشہ دستیاب ہو جائے تو میں آپ کو تفصیلی طور پر لیول سائن کے بارے میں بتا سکتا ہوں۔“

یہ کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ میں نے وہاں موجود لوگوں سے میری کرائن کے نقشے کی خواہش کا اظہار کیا اور اس کے حصول میں ایک گھنٹے سے زیادہ صرف نہیں ہوا۔ یہ شہری نقشہ تھا۔ لائی کوف نے بڑی وضاحت کے ساتھ مجھے لیول سائن کے علاقے کے بارے میں بتایا اور میں نے اپنے طور پر اس کے لیے ایک نقشہ تیار کر لیا۔ یہاں سے کوئی ۸۰ کلومیٹر کے فاصلے پر لیول سائن کا برفانی علاقہ تھا اور اس کا بظاہر کوئی مصرف نہیں تھا۔ بہت دیر تک میں اور لائی کوف اس بارے میں گفتگو کرتے رہے لائی کوف نے اپنی جذبات پیش کرتے ہوئے کہا۔

”اگر ماؤنٹی زوف کی اس تجربہ گاہ کی تلاش میں میری معاونت کی ضرورت ہو تو میں غلووس دل سے حاضر ہوں۔“

”نہیں مسٹر لائی کوف۔ دراصل سب سے اہم مسئلہ یہی ہے کہ میں زیادہ لوگوں کو ذہان مصروف نہیں کرنا چاہتا۔“

”ٹھیک ہے یہ معاملہ اس قدر سنسنی خیز ہے کہ کوئی بھی احمقانہ ضد نہیں کی سکتی۔“ لائی کوف نے اعتراف کرتے ہوئے کہا۔

”جنرل نوکیان کو خود بھی اتنی ہی کرید پڑی ہوئی تھی اس نے مجھے ٹیلی فون پر ہی

مخاطب کیا تھا۔“

”مائی ڈیئر ڈی ایم! آپ یہ نہ سمجھئے کہ آپ سے فاصلہ اختیار کر کے میں ذہنی طور پر بھی آپ سے دور ہو گیا ہوں۔ آپ نے اس وقت مجھے ایک ایسی مشکل میں ڈال دیا جسے شاید میں الفاظ میں بیان نہ کر سکوں۔ آپ کا حکم مجھے مجبور کرتا ہے کہ میں اس عظیم راز کو اپنے ہی سینے میں چھپائے رکھوں، جبکہ انسانی فطرت اور میرا تجسس اس بات کا متقاضی ہے کہ جس طرح بھی بن پڑے میں اس سلسلے میں معلومات حاصل کر کے اس تجربہ گاہ کو اپنی تحویل میں لینے کے لیے اپنی کاوشوں کی انتہا کر دوں۔ آہ کتنا خوفزدہ ہوں میں اس احساس کے ساتھ کہ کہیں دشمن درحقیقت وہاں تک نہ پہنچ جائے اور اپنے اس مذموم مقصد میں کامیاب نہ ہو جائے۔“

”آپ مطمئن رہیں جنرل! ایسا نہیں ہوگا، لیکن مسٹر لائی کوف نے جو انکشافات کیے ہیں ان سے میری کچھ امیدیں وابستہ ہو چکی ہیں۔ لیکن ٹیلی فون پر میں یہ تمام تفصیلات نہیں بیان کر سکتا۔“

”میں حاضر ہوا جاتا ہوں۔“

”آئی ایم سوری جنرل! آپ کی مصروفیات.....؟“

”وطن کی حفاظت وطن کی بقا میری زندگی کا سب سے اہم مصرف ہے، بھلا اس سے اہم مصروفیت اور کیا ہو سکتی ہے میری۔“

رات کو ساڑھے گیارہ بجے میں نے جنرل نوکیان سے ملاقات کی۔ لائی کوف بھی ساتھ تھا پھر ہم نے اسے وہ نقشہ دکھایا اور جنرل نوکیان کی نگاہیں نقشے کا جائزہ لینے لگیں۔ پھر وہ گہری سوچ میں ڈوب گیا اور پر خیال انداز میں گردن ہلاتے ہوئے بولا۔

”درحقیقت ایک بہت اہم بات ہے جو شاید مسٹر لائی کوف کو بھی معلوم نہ ہو، لیکن میں جانتا ہوں لیول سائٹ کے علاقے میں ایسی عجیب و غریب داستانیں بکھری پڑی ہیں جن بہت عرصے تک سرکاری حیثیت کی حامل رہی ہیں لیکن میرا خیال ہے بعد میں ان داستانوں کو دبا دیا گیا کیونکہ اس وقت کے حکام نے اس علاقے سے فائدہ اٹھانے کے بارے میں سوچا۔“

”وہ داستانیں کیا ہیں؟“

”لیول سائٹ کا علاقہ بہت عرصے سے سرکاری کاغذات پر موجود تھا اور اس کی اہمیت کی بنیاد یہ تھی کہ برف کے نیچے ڈھکی ہوئی چٹانوں میں عظیم الشان غاروں کے سلسلے بکھرے ہوئے ہیں ان غاروں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ”باکسائیٹ“ کے حصول کی کوشش بھی کی گئی تھی۔ پھر ان غاروں کے بارے میں یہ طے کیا گیا تھا کہ یہاں ایٹمی تجربات کیے جائیں۔ لیکن چونکہ یہ علاقہ شہری علاقے سے بہت زیادہ دور نہیں تھا اس لیے یہ خیال ملتوی کر دیا گیا اور اس کے بعد ساری کہانی ہی گول کر دی گئی برفانی میدانوں میں زمین کے نیچے چھپے حصے قدرتی طور پر اس قابل ہو سکتے ہیں کہ وہاں تھوڑی سی تبدیلیوں کے ساتھ ایسی کوئی لیبارٹری قائم کر لی جائے لیکن بس ایک چیز مجھے الجھا رہی ہے۔“ جنرل نوکیان نے کہا۔

”وہ کیا؟“

”یہ کہ جب تک سابق حکمرانوں کا یہاں قبضہ رہا یقینی طور پر اس لیبارٹری کی نگرانی کی جاتی رہی ہوگی لیکن ملک کے ٹکڑے ہو جانے کے بعد اگر وہاں سپرہ قائم رہا تو کس کی نگرانی و سرکردگی میں؟ اور اگر وہاں سپرہ نہیں رہا تو مسٹر ماؤشرزوف کیا اب تک وہاں موجود ہوں گے؟“

بڑا جامع اور مکمل سوال تھا جس کا جواب ہم میں سے کسی کے پاس نہیں تھا۔ میں نے کہا۔

”یہ سب کچھ بے شک ہے جنرل نوکیان! لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟“

”میری رائے ہے کہ ایک بار اس جگہ کا اعلیٰ پیمانے پر جائزہ لے لیا جائے۔“

”نہیں جنرل یہیں سے میرا اختلاف ہے۔“

”نہیں اختلاف بالکل نہیں، میں آپ سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ میں صرف تجویز پیش کر سکتا ہوں، کیوں کہ معاملہ ابھی تک میری ہی ذات تک محدود ہے اگر دوسرے لوگ بھی اس میں شریک ہو جاتے تو پھر میں نہیں کہہ سکتا کہ ان کے اقدامات کیا ہوتے جہاں تک میرا تعلق ہے میں تو اس وقت آپ کی معاونت کر رہا ہوں مسٹر ڈی ایم، آپ مجھے حکم دیجئے مجھے کیا کرنا ہے؟“

”جنرل! میں اس علاقے میں جانا چاہتا ہوں۔“

”جی.....“

”ذریعہ سفر کیا ہوگا؟“

”آپ وہاں تنہا جائیں گے؟“ جنرل نوکیان نے سوال کیا اور پہلی بار میرے ذہن میں یہ تصور پیدا ہوا کہ بالکل ہی تنہائی غیر مناسب رہے گی۔ ہو سکتا ہے کسی مرحلے پر کوئی ضرورت پیش آجائے۔ اگر بی سی کے ایک یا دو افراد ساتھ رکھ لیے جائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ فیصلہ لمحوں میں کرنا تھا چنانچہ میں نے کہا۔

”نہیں جنرل ہم تین افراد وہاں کا سفر کریں گے۔“

”تو میرا خیال ہے زمینی ذریعہ سفر تو ممکن نہیں ہوگا اور آپ کا بے حد وقت بھی ضائع ہوگا آپ کو وہاں پہلی کاپٹر سے ڈراپ کیا جاسکتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس قسم کے بیس بنائے جاسکتے ہیں جہاں سے آپ رابطہ قائم کر سکیں اور آپ کو فوری ضروری امداد مل سکے۔ آپ ایک تفصیلی رپورٹ تیار کر دیجئے گا ایسے کتنے بیس درکار ہوں گے اور ان کا طریقہ کار کیا رہے گا؟“

جنرل کی پیش کش معقول تھی چنانچہ ہم رات کو چار بجے تک اس سلسلے میں تفصیلی فیصلے کرتے رہے۔ جنرل نوکیان پوری طرح میری ان تجاویز میں شامل تھا اور اپنے طور پر وہ تمام تجاویز نوٹ کرتا جا رہا تھا آخر میں اس نے کہا۔

”ان تمام تیاریوں کے لیے کیا آپ مجھے صرف بارہ گھنٹے عنایت فرمادیں گے؟“

”انتہائی مناسب وقت ہے آپ یہ تیاریاں کر لیجئے میں باقی تیاریاں کر لیتا ہوں۔“

ساڑھے چار بجے جنرل میرے پاس سے رخصت ہو گیا تھا۔ میں ہاتھ روم میں جا کر غسل کرنے کے بعد لائی کوف سے اجازت لے کر اپنے بستر پر دراز ہو گیا اور پھر دن کے بارہ بجے تک گہری نیند سوتا رہا۔ بارہ بجے کھانا اور ناشتا کچھا معدے میں اتارا اور اس کے بعد لائی کوف سے اجازت لے کر وہاں سے چل پڑا اب میرا رخ پرائم اسٹور کی جانب تھا۔ پرائم اسٹور میں میری آمد کو سنسنی خیز نگاہوں سے دیکھا گیا اور اس کے خفیہ حصے میں میری نشست کا بندوبست کر دیا گیا۔ بلیک چینل کے تمام کارکن جو یہاں اپنے فرائض سرانجام دے رہے تھے پرائم اسٹور سے تو صرف اپنی بھا کے لیے رابطہ رکھتے تھے ان کا

اصل کام کوئن میکوویا کے مفادات کی نگرانی تھا۔ چنانچہ تھوڑی دیر میں سب میرے گرد جمع ہو گئے میں نے کہا۔

”مجھے دو ایسے افراد کی ضرورت ہے جو اعلیٰ کارکردگی کے حامل ہوں۔ اس سے پہلے بھی میں آپ لوگوں سے اس قسم کی گفتگو کر چکا ہوں۔ لیکن آپ کو اندازہ ہے کہ دیارِ غیر میں کوئی کام کرنا کتنا مشکل ہوتا ہے۔ بہر حال میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ ایسے دو افراد کا انتخاب کریں جو زندگی اور موت کی بازی لگا کر اپنے اس مشن کی تکمیل کے لیے آمادہ ہوں۔“ ان میں سے ایک شخص نے کہا۔

”مسٹر ڈی ایم! ہم میں سے ہر شخص سرفروشی کے لیے آمادہ ہے۔ انتخاب کا کام آپ کا ہے۔ مشورہ اگر چاہیں تو دیا جاسکتا ہے۔“

”ہاں کیوں نہیں۔“

”مس اسکیلا سے آپ کی بہت زیادہ انڈر اسٹینڈنگ ہے اور ہم پورے اعتماد سے پہلے بھی آپ کو یہ مشورہ دے چکے ہیں کہ مس اسکیلا پر ہر وقت بھروسہ کیا جاسکتا ہے بشرطیکہ آپ پسند کریں۔ دوسرا آدمی جو آپ کے ساتھ اس سلسلے میں بہترین معاونت کر سکتا ہے۔ ”لیو آرٹھ“ ہے لیو آرٹھ اپنی اعلیٰ کارکردگی کے بہت سے مظاہرے کر چکا ہے، میں نے مخلصانہ طور پر اس کا نام لیا ہے ”لیو آرٹھ“ اپنا تعارف کراؤ۔“ اور ایک خوب صورت سانو جوان مسکراتا ہوا کھڑا ہو گیا۔ میں نے ایک نگاہ اسے دیکھا اور مطمئن انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”تو مسٹر آرٹھ آپ کو میرا ساتھ دینا ہوگا۔“

”بسرو چشم جناب۔“

”اب آپ یہیں سے ہاسٹل فون کر کے اسکیلا کو بھی طلب کر لیں تاکہ ہم اپنے کام کا فوری طور پر آغاز کر دیں۔“ میں نے کہا اور وہ لوگ اسکیلا سے رابطہ قائم کرنے لگے۔ اسکیلا تو میرے نام کی دیوانی تھی۔ یہاں پہنچ گئی اور پھر میں نے ضروری اقدامات کے بعد ان دونوں کو ساتھ لیا اور اس عمارت کی جانب چل پڑا جہاں جنرل نوکیان نے میری عارضی رہائش گاہ متعین کر دی تھی، اسکیلا اور لیو آرٹھ کو ابھی میں نے اپنے کام کے سلسلے میں مزید تفصیلات نہیں بتائی تھیں، لیکن یہاں آنے کے بعد میں نے سب سے پہلے انہیں ان

”سب کچھ مہیا ہو جائے گا“ یہی نہیں بلکہ خصوصی طور پر وہاں ایسے بیس بنا دیئے جائیں گے جہاں سے ہم رابطہ قائم کر کے فوری طور پر امداد حاصل کر سکتے ہیں۔“

”ہمیں وہاں روانہ کب ہونا ہوگا؟“

”میرا خیال ہے چوبیس گھنٹے کے اندر اندر۔“

”دیری گڈ“ میرا خیال ہے جناب ہمیں اپنی ضروریات کے لیے خود بھی مستعد رہنا

چاہیے۔ شاید میں اضافی بات کہہ رہا ہوں۔“

”نہیں یہ بات بالکل اضافی نہیں ہے“ میں خود بھی یہی چاہتا ہوں کہ تمام ذمے

داریاں دوسروں کو نہ منتقل کر دی جائیں۔“

”تو پھر ایک ایسے نظریے کے تحت اگر آپ اجازت دیں تو میں انتظامات کر لوں“

مس اسکیلہ آپ کو بھی میرے ساتھ چلنا ہوگا۔“

”اگر مسٹر ڈی ایم کی اجازت ہو تو.....“

”نہیں میں اجازت دیتا ہوں۔“ وہ دونوں چلے گئے۔ شام کو تقریباً چھ بجے ان کی

واپسی ہوئی، بڑے لدے پھندے آئے تھے اور جو کچھ انہوں نے میرے سامنے رکھا وہ

واقعی قابل تعریف تھا۔ بست اعلیٰ قسم کے اونٹنی جیکٹ جنہیں پہننے کے بعد سردی کی کسی

بھی شدت کا احساس نہ ہو، یہ مخصوص برفانی علاقوں میں استعمال ہونے والے جیکٹ تھے

اور پھر ان میں خاص قسم کی بنی ہوئی جیبیں جن میں بے شمار ضرورت کی اشیاء رکھی جاسکتی

تھیں۔ اس کے علاوہ لیو آر بٹ نے کچھ ایسی چیزیں بھی مجھے دکھائیں جو واقعی حیرت ناک

تھیں، یہ کچھ ادویات تھیں، مثلاً پیاس بجھانے والی گولیاں، بھوک ختم کرنے والی گولیاں،

نیند بھگانے والی گولیاں، یہ ایسی چیزیں جو یقینی طور پر جنرل نوکیان ہمیں مہیا نہ کرتا، یہ تمام

چیزیں میرے لیے بھی مخصوص کر دی گئی تھیں۔ سرحال میں نے اپنے طور پر بھی تمام

انتظامات کیے تھے اور پھر ان انتظامات سے مطمئن ہو گیا تھا۔ میرا اندازہ درست ہی تھا۔

جنرل نوکیان بذات خود ایک ذمے دار آدمی تھا اور پھر اس کے بھی دل کو لگی ہوئی تھی۔

رات کو تقریباً ایک بجے وہ خود عمارت میں پہنچ گیا۔ ہم لوگ ضروریات سے فارغ

ہونے کے بعد آرام کرنے کے لیے لیٹ گئے تھے، جنرل نوکیان نے معذرتی انداز میں کہا۔

”میں جانتا ہوں کہ جو کچھ کیا جا رہا ہے وہ بے اصولی ہے لیکن.....“

تفصیلات سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔

”ہمیں معلومات حاصل ہوئی ہیں ڈنیر اسکیلہ کہ ماؤڈیرڈف کی وہ خفیہ لیبارٹری

اس وقت دنیا کی نگاہوں سے روپوش ہے بہت سے لوگوں کے لیے باعث توجہ بنی ہوئی

ہے۔ یہاں کے ایک علاقے لیول سائن میں متوقع ہو سکتی ہے، لیکن اس کے بارے میں

بھی مکمل ثبوت موجود نہیں ہیں کہ وہ اسی علاقے میں ہے تاہم ہر ایسے اشارے کو مد نظر

رکھنا ہے جہاں کے بارے میں معلومات حاصل ہوں۔“

”لیول سائن جہاں تک ہماری معلومات کا تعلق ہے ایک دشوار گزار برفانی علاقہ

ہے۔ وہاں پہنچنے کا شاید کوئی ذریعہ نہیں ہے، یہ الگ بات ہے کہ مہم جوئی اپناتے ہوئے ہم

وہاں تک پہنچیں۔“

”اور وہاں پہنچنے کے بعد ہمیں وہ لیبارٹری تلاش کرنا ہوگی۔“

”ابھی تک یہ بات سمجھ میں نہیں آئی ہے مسٹر ڈی ایم کہ اس لیبارٹری تک رسد

رسائل کے کیا انتظامات ہیں اور کیا حکومت سے سلسلہ منقطع ہونے کے بعد مسٹر ماؤڈی

زوف بدستور وہیں مقیم ہیں یا انہوں نے وہ جگہ چھوڑ دی ہے۔“

”جو معلومات بیرونی دنیا کو معلوم ہوئی ہیں مسٹر آر بٹ! ہم اسے چیلنج نہیں کر سکتے

اور پھر کسی بھی کام کا آغاز تو کرنا ہی ہوتا ہے اب یہ تو بعد میں ہی پتا چلتا ہے کہ وہ کام کس

حد تک کارآمد ہے یا اس میں ناکامی حاصل ہوتی ہے۔“

”ہمارے لیے اتنا کافی ہے مسٹر ڈی ایم کہ آپ نے ہمیں اس کام کے لیے منتخب کیا

ہے۔“

”تم سے بھی کچھ معلومات درکار ہیں مثلاً یہ کہ ہمیں وہاں باقاعدہ نہیں پہنچایا جائے

گا بلکہ شاید ہم پیرا شوٹ کے ذریعے پہلی کاپڑوں سے وہاں اتارے جائیں گے۔ تم لوگوں

کو اس میں کوئی دقت تو نہیں ہوگی؟“

”ہرگز نہیں بلکہ ہمارے لیے یہ ایک دلچسپ مشغلہ رہے گا، ویسے کیا اس سلسلے میں

ہمیں مقامی حکام کا تعاون حاصل ہوگا؟“

”ہاں۔“

”تب کوئی فکر ہی نہیں ہے، ہتھیار وغیرہ.....؟“

”میں سمجھتا ہوں جنرل! ان الفاظ کی گنجائش میرے اور آپ کے درمیان اب قطعی نہیں ہے، ہم ضرورت کے لیے ہر وقت مستعد ہیں۔“

”تو پھر میں چاہتا ہوں کہ آپ ان تیاریوں کا جائزہ لے لیں جو میں نے آپ کی وہاں روانگی کے لیے کی ہیں۔“

تیاریوں کا جائزہ زیادہ ضروری نہیں تھا، بلکہ ہتھیار لیکن انتہائی مسلک اور ضرورت پر کام آنے والے، خاص قسم کے ٹرانسمیٹر جو ہیلی کاپٹر میں پر رابطے کے لیے استعمال کیے جاسکتے تھے ان کی تعداد تین تھی، جنرل نے ہمیں ان کا طریقہ کار بتایا، میں نے لیو آرٹ اور اسکیلا کو بھی اس کے سامنے پیش کر دیا تھا اور وہ ان لوگوں سے مل کر خلاصہ حیران بھی ہوا تھا۔ بہر حال باقی تمام چیزیں جو جنرل نے ہماری سردی سے بچاؤ وغیرہ کے لیے مہیا کی تھیں بیکار ہی ثابت ہوئیں چونکہ لیو آرٹ نے اس سے بہتر انتظامات کر ڈالے تھے۔ پھر تمام امور سے فارغ ہونے کے بعد ہمیں چلنے کے لیے کہا گیا اور سیاہ رنگ کی وہ گاڑی جسے جنرل کا معتمد خاص ڈرائیو کر رہا تھا ہمیں لے کر چل پڑی۔ گاڑی کا سفر خاصا طویل اور شہری علاقے سے باہر کا تھا چنانچہ کوئی ڈیڑھ گھنٹے کی مسافت طے کرنے کے ہم اس سسٹن ہیلی پیڈ پر پہنچ گئے جو پہاڑی ٹیلوں کے درمیان تھا اور جہاں چند افراد مستعدی سے ہمارا انتظار کر رہے تھے۔ ٹارچوں سے سنگل دے کر ہمیں راستہ بتایا گیا اور پھر ہم تینوں گاڑی سے نیچے اتر گئے، جنرل بھی آگیا تھا اس نے پائلٹ کو مزید ہدایات دیں اور ہم مخصوص ہیلی کاپٹر میں سوار ہو گئے۔ پیرا شوٹ ہمارے جسموں سے کس دیئے گئے تھے اور مختصر سامان جو جینے کا موقع فراہم کرتا تھا ہمارے ساتھ کر دیا گیا تھا۔ پائلٹ کے ساتھ کو پائلٹ بھی تھا۔ جنرل نے ہمیں الوداع کہا اور ہیلی کاپٹر کی مشین اسٹارٹ ہو گئی۔ پھر چند لمحات کے بعد وہ فضا میں بلند ہو گیا تھا۔ میں نے اپنے ساتھیوں کے چہروں پر شدید تجسس کے آثار دیکھے تھے۔ دونوں ہی پر جوش تھے اور اپنے کام کے سلسلے میں مستعد نظر آ رہے تھے۔ ان کی چمکتی آنکھیں اس بات کی غمازی کر رہی تھیں کہ وہ اپنے مقصد کے لیے دل و جان سے آمادہ ہیں اور کسی بھی لمحے پیچھے ہٹنے والوں میں سے نہیں ہیں۔

وہ لوگ کوئن میکوویا کے تربیت یافتہ تھے ظاہر ہے کوئن میکوویا نے بلاوجہ ہی انہیں اپنے پینل میں نہیں رکھا تھا، بہر حال خوشگوار ماحول میں یہ سفر جاری رہا اور پھر پائلٹ نے

ہمیں اطلاع دی کہ ہم لیول سائن پر پہنچ چکے ہیں۔ ہیلی کاپٹر کافی بلندی پر پرواز کر رہا تھا۔ میں نے جھانک کر نیچے دیکھا۔ مدھم چاندنی میں برف کی سفید چادر پورے ماحول کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے تھی۔ زمین سفید چادر اوڑھے سو رہی تھی۔ مدھم چاندنی میں یہ ماحول بے حد پراسرار لگ رہا تھا۔ پائلٹ آہستہ آہستہ ہیلی کاپٹر کو اتنے نیچے اتارنے لگا کہ ہم بہ آسانی اس برفانی علاقے میں اتر سکیں۔ اس کے ساتھ ہی ہمیں مستعد رہنے کے کاشن دیے جارہے تھے اور ہدایات بھی دی جارہی تھیں۔ میں نے خاص طور سے آرٹ اور اسکیلا کو دونوں سمت میں رکھا تھا تاکہ پہلے انہیں ہیلی کاپٹر سے نیچے دھکیلا جائے۔ اس کے بعد میں ان پر نگاہ رکھتے ہوئے پیرا شوٹ سے زمین کی جانب چھلانگ لگاؤں پھر پائلٹ نے ہمیں آخری اشارہ دیا اور اس کے ساتھ ہی آٹومینک دروازے کھل گئے۔ ان دونوں نے ایک لمحہ تاخیر کیے بغیر بڑی مہارت کے ساتھ چھلانگیں لگا دی تھیں اور جان بوجھ کر اتنا فاصلہ اختیار کیا تھا کہ پیرا شوٹ آپس میں الجھ نہ جائیں اس کے بعد ہیلی کاپٹر ٹھوڑا سا آگے بڑھ گیا تھا اور پھر میں نے بھی ہیلی کاپٹر چھوڑ دیا تھا۔ میں فضا میں قلابازیاں اٹھاتا ہوا نیچے جا رہا تھا۔ زندگی بڑی بے وقعت محسوس ہو رہی تھی۔ ذرا سی لغزش یا کوئی اتفاقیہ واقعہ موت کو اتنی آسانی سے قریب لے آئے گا کہ انسان سوچ بھی نہ سکے اور بہت دور انتہائی دور میرے انتظار میں بیٹھی رخسار ساری زندگی میرا انتظار کرتی رہ جائے گی لیکن ٹھیک ہے، زندگی سے بس اتنا ہی پیار ہونا چاہیے کہ انسان آسانی سے جی سکے۔ موت تو ایک ٹھوس حقیقت ہے جب بھی واپسی کا فیصلہ ہو جائے۔ خاموشی سے واپسی کا سفر اختیار کر لینا چاہیے۔ پیرا شوٹ کھل گیا۔ نیچے جانے کی رفتار تھم گئی۔ میں نے ان دونوں کو تلاش کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ یہ سب تو اس وقت مناسب تھا جب پاؤں زمین پر ٹک جائیں اور اس میں اچھا خاصا وقت لگا تھا لیکن جب زمین پر پاؤں ٹکانے کے بعد میں نے کمر سے پیرا شوٹ کھولا تو مجھے برف کی سفید چادر پر اسکیلا اور آرٹ نظر آ گئے۔ بہت عرصے سے ان دونوں نے زمین تک کا فاصلہ طے کیا تھا اور کمر سے پیرا شوٹ نکالتے کھول کر پیرا شوٹ لپیٹ رہے تھے۔ غالباً انہوں نے بھی اس کار آمد چیز کو ضائع کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا کیونکہ ان برف زاروں میں ہمیں ان کی ضرورت پیش آسکتی تھی۔ زمین پر قدم ٹکاتے ہی یہ احساس ہو گیا کہ یہ سردی ان تصورات سے کہیں زیادہ ہے جو

سردی کے سلسلے میں کئے جاسکتے ہیں۔ میں نے بھی انہی کی مانند عمل کیا اور پیرا شوٹ کی گٹھڑی باندھ کر کمر پر لادی۔ پھر میں ان دونوں کی طرف چل پڑا۔ اسی وقت ٹرانسیٹر پر اشارہ موصول ہوا اور میں نے اسے آن کر لیا۔

”ہیلو۔“ میں نے کہا۔

”آپ خیریت سے ہیں مسٹر ڈی ایم؟“

”ہاں۔ بالکل مسٹر آرہٹ۔ اور میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ لوگ بھی خیریت سے

ہیں۔“

”آپ ہمیں دیکھ رہے ہیں؟“

”ہاں۔“

”لیکن سر آپ ہمیں نظر نہیں آرہے؟“

”میں بائیں سمت کی بلندیوں پر ہوں۔“ میں نے کہا اور دور سے ان کے رخ

بدلتے دیکھے پھر انہوں نے بھی مجھے دیکھ لیا۔ اسکیلا نے کہا۔

”آپ حیرت انگیز طور پر ادھر پہنچ گئے ہیں جبکہ زمین پر اتر کر ہم نے آپ کو سامنے کی سمت دیکھا تھا۔“

”یہ ہوا کا کمال ہے۔ تم لوگوں کا علاقہ کیسا ہے؟“

”سر۔ یہاں کچھ حیرت ناک مناظر ہیں۔“

”مثلاً۔“

”برف کے پیچھے کچھ غاروں کے دہانے نظر آرہے ہیں اور سر ایک اور اہم چیز

ہے۔“

”کیا؟“

”ویسے تو آپ ہمیں جو بھی حکم دیں ہمیں منظور ہے لیکن اگر آپ ادھر آجائیں تو

زیادہ بہتر ہوگا۔“ لیو آرہٹ نے کہا۔

”ٹھیک ہے آرہٹ میں آ رہا ہوں۔“ میں نے جواب دیا اور اس کے بعد اپنے آپ

کو احتیاط سے سنبھال کر برف پر آگے بڑھنے لگا۔ اصولی طور پر تو یہاں برف میں دھنسنے

کے امکان نہیں ہونے چاہیے تھے۔ میدان ایسے ہی صاف ستھرے اور ڈھلوان تھے کہ

اگر اسکیگ شوڑ ہوتے تو آسانی سے یہ سفر کیا جاسکتا تھا لیکن کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد

مجھے خود ہی اپنے خیال کی تردید کرنی پڑی۔ یہ صرف دور سے نظر آنے والی بات تھی۔

دور نہ جس طرح ہم لوگوں کو برف کی موٹی تھوں کے نیچے چھپے ہوئے پہاڑی غاروں کی

نشاندہی کی گئی تھی اس سے اس علاقے کا اندازہ ہو جاتا تھا۔

تھوڑا فاصلہ طے کرنے کے بعد مجھے بھی یہ غار نظر آنے لگے تھے، درحقیقت

چھوٹے بڑے بے شمار دہانے یہاں بکھرے ہوئے تھے اور اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا تو ایسا

ہی کوئی دہانہ موٹی زوف لیبارٹری کا بھی ہوگا۔ لیول سائن اس سلسلے میں یقینی طور پر بہترین

جگہ تھی اور اگر وہاں کا انتخاب کیا گیا تھا تو غلط نہیں کیا گیا تھا لیکن یہ اندازہ بھی مجھے تھا کہ

وہ لیبارٹری اتنی آسانی سے دستیاب نہیں ہوگی ورنہ اس کا راز اس طرح راز نہ رہ سکتا۔

بظاہر ان دونوں تک پہنچنے کا فاصلہ بہت زیادہ نظر نہیں آ رہا تھا لیکن اب جب سفر کا آغاز کیا

تھا تو دشوار گزار راستوں کی بنیاد پر یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ یہ فاصلہ کافی طویل ہے اور پھر

برف پر یہ بھی پتا نہیں چل رہا تھا کہ کہاں ڈھلوان ہے اور کہاں سطح ہموار ہے۔ یہ ظاہر یہ

دسب کچھ ایک سفید میدان معلوم ہوتا تھا لیکن بڑے عجیب و غریب راستے تھے۔ تھوڑی

دور چلنے کے بعد اچانک احساس ہوتا کہ یہاں سے ڈھلان کا سفر کرنا ہے اور پھر صحیح معنوں

میں یہ اندازہ بھی نہیں ہو رہا تھا کہ کس جگہ برف جمی ہوئی ہے اور کہاں ایسی ہے کہ اس

میں دھنس جایا جائے۔ واقعی یہ مختصر سا سفر بڑا ہولناک ثابت ہوا تھا، کئی جگہ تو میں سینے

پینے تک برف میں دھنس گیا تھا اور اس سے نکلنا خاصا مشکل کام محسوس ہوا تھا۔ بہت سی

چیزوں کی کمی محسوس ہوئی تھی۔ پتا نہیں جنرل نوکیان کو بھی اس علاقے کی صحیح نوعیت کا

علم تھا یا نہیں ورنہ کم از کم وہ اس سلسلے میں تھوڑی سی رہنمائی ضرور کرتا۔ پھر یہ مرحلہ

طے ہو گیا۔ آرہٹ اور اسکیلا نے آگے بڑھ کر مجھے سنبھالا تھا۔ ان دونوں کے چہروں پر

کسی قدر خوف کے آثار تھے۔

”خیریت؟“ میں نے گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے کہا۔

”سریقین کیجئے ہم لوگ بڑے شرمندہ ہیں۔“

”کیوں؟“

”ہم نے آپ کا یہ سفر دیکھا ہے۔ راستہ اتنا دشوار گزار ہوگا ہمیں اندازہ نہیں تھا۔

ورنہ ہم یوں ادھر آنے کی کوشش نہ کرتے۔“

”ہاں تو ایک ہی ہوتی نا۔ جو مشکلات مجھے پیش آئیں، وہ آپ لوگوں کو پیش آئیں۔“

”سر آپ یہ دیکھ رہے ہیں۔ یہ بائیں سمت دیکھتے اور سر یہ سامنے کی سمت۔“

”میں نے ان برفانی غاروں کو دیکھا، عجیب سا احساس ہوتا تھا۔ بس یوں لگتا تھا جیسے سفید مینڈک منہ کھولے ساکت بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان میں کچھ وہاں خالص بڑے بھی تھے۔“

آرٹ اور اسکیلا نے کہا۔ ”سر آپ نے دیکھا؟“

”ہاں۔“

”اب ذرا داہنی سمت بھی دیکھئے۔“ اس نے کہا۔

داہنی سمت ان سے چند ہی گز کے فاصلے پر ڈھلان شروع ہو جاتی تھیں اور ابھی تک میں نے ان ڈھلانوں پر نظر نہیں ڈالی تھی اب جو میں نے دیکھا تو تھوڑے فاصلے پر برف کی سفید چادر پر کالے کالے چھوٹے چھوٹے دھبے نظر آئے اور میں ان دھبوں کو غور سے دیکھنے لگا پھر میں نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

”یہ کیا ہے؟“

”سر یہی دکھانے کے لیے ہم نے آپ کو بلایا ہے ذرا یہاں سے دیکھئے۔“ آرٹ نے کہا اور چند قدم آگے بڑھ گیا۔ میں بھی اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا تھا اور اسکیلا ہم دونوں کے پیچھے آرہی تھی۔ آرٹ نے کہنے لگا۔

”سر ہم ذرا سے فاصلے پر اترے تھے اور سب سے پہلے ہم نے ان دھبوں کو دیکھ لیا تھا اسی لیے ہم نے یہاں سے آگے بڑھنے سے گریز کیا۔“

”مگر یہ ہے کیا؟“

”آپ ذرا زمین پر ان نشانات کو دیکھئے۔“ اسکیلا بولی اور میں جھک کر ان نشانات کو دیکھنے لگا۔ خوب نشاندہی کی گئی تھی اور پھر چند ہی لمحوں میں مجھے یہ احساس ہو گیا کہ یہ نشانات برف پر چلنے والے خجروں کے قدموں کے نشانات ہیں اور نشانات بھی ایک دو نہیں تھے۔ اندازہ ہوتا تھا کہ بہت سے خجراں اس طرف سے گزرے ہیں۔

”یہ آئے کس طرف سے ہیں؟“

”سر یہ لائن آگے جا کر بائیں سمت گھوم گئی ہے ذرا ادھر سے دیکھئے۔“ اور میں نے آرٹ کے اشارے پر ادھر دیکھا۔ قدموں کا یہ سلسلہ بہت دور سے ایک برفانی تودے کے عقب سے چلا آرہا تھا اور پتا نہیں وہاں سے کتنی دور تک چلا گیا تھا۔

”سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ خجریہاں کیسے آگئے؟“

”سر نظر بھی نہیں آرہے۔“

”ہوں لیکن یہ ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ ان کا رخ کس جانب رہا؟“

”جی سر کچھ نہیں کہہ سکتے۔ وہ دھبے خجریہاں کی لید ہیں۔ اب اگر ہم اس سمت سے سفر کرتے ہیں تو ہو سکتا ہے مخالف سمت پہنچ جائیں۔“

”نہیں ڈیر یہ اتنا مشکل کام نہیں ہے۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”جی سر میں سمجھا نہیں۔“ آرٹ بولا اور میں برف پر جھک گیا۔ نشانات اچھے خاصے واضح تھے۔ خجروں کے سموں کی ساخت کا اندازہ لگانا مشکل کام نہیں تھا اور اگر غور سے دیکھا جاتا تو یہ پتا چل سکتا تھا کہ خجروں کے سموں کی ایزی کس طرف ہے اور اگلا حصہ کس طرف ہے۔ ظاہر ہے جدھر اگلا حصہ ہوگا خجروں کا رخ اسی جانب ہوگا اور وہ دوسری سمت سے آئے ہوں گے۔ پھر میں تقریباً دس پندرہ گز تک یہ نشانات دیکھتا چلا گیا

اور اس کے بعد میں نے کھڑے ہو کر کہا۔

”اندازہ ہو گیا مائی ڈیر۔“

”جی۔“

”ہاں بڑی آسان اور سادہ سی بات ہے۔“

”سر ہم واقعی اندازہ نہیں لگا سکے۔“

”بیٹھو ذرا میں تمہیں بتاتا ہوں۔“ میں نے کہا اور پھر انہیں خجروں کی سموں کے

اگلے حصے اور عقبی حصے کے بارے میں بتانے لگا اور دونوں کھیا نے سے انداز میں ہنس پڑے۔

”سر کبھی کبھی انسان کس قدر بے وقوف ہو جاتا ہے۔ کتنی آسان سی بات تھی لیکن ذہن میں نہیں آئی۔“

”بس ذہن میں نہ آنے ہی کی بات ہے۔“

”واقعی اس وقت تو آپ نے ہمیں شرمندہ کر دیا ہے۔“

”نہیں شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں، ہمیں یہ اندازہ ہو گیا ہے کہ خچر ادھر سے آئے ہیں اور ادھر گئے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہمیں آنے والی جگہ کا رخ اختیار کرنا چاہیے یا جانے والی کا؟“

”سر سیدھی سی بات ہے۔“

”کیا؟“

”جدھر یہ خچر گئے ہیں ہمیں بھی ادھر ہی کا رخ کرنا چاہیے۔“

”خچروں کے مانند؟“ میں نے سوال کیا اور اسکیلا کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

”نہیں سر انسانوں کے مانند۔“

”تو پھر ٹھیک ہے چلو ادھر چلتے ہیں، لیکن تمہارے ذہن میں کیا بات ہے؟“

”کس سلسلے میں؟“

”تم ادھر کا رخ کیوں کرنا چاہتی ہو؟“

”سریہ دیکھنا ہے کہ کون لوگ ہیں خچر تنہا تو نہیں ہوں گے؟“

”ہاں خچر تنہا نہیں ہوتے۔“ میں نے کہا اور وہ دونوں پھر ہنس پڑے۔

موڈ خاصا خوشگوار ہو گیا تھا۔ یہاں آنے کے بعد ہم نے اپنے آپ کو سنسنی کے احساس کا شکار نہیں ہونے دیا تھا بلکہ ہنستے بولتے آگے بڑھ رہے تھے لیکن یہ بات واقعی باعث حیرت تھی کہ یہاں ان برف زاروں میں خچروں کا وجود کیا معنی رکھتا ہے۔ اندازہ یہ بھی ہو گیا تھا کہ کافی زیادہ خچر ہیں مگر وہ کون ہیں۔ اسکیلا نے اس سلسلے میں وہ بات کہہ دی جو میرے ذہن میں بے شک تھی لیکن میں نے اس کا اظہار نہیں کیا تھا۔ وہ بولی۔

”سریہ بھی ممکن ہے کہ خچروں کے سموں کے نشانات موٹی زوف کی اس لیبارٹری کی جانب ہماری رہنمائی کر دیں۔“

”تمہارے خیال میں موٹی زوف آزادانہ طور پر اس برف زار میں سفر کرتا ہوگا۔“

”سر خوراک ہوتی ہے پانی ہوتا ہے زندگی کی بہت سی ضروریات ہوتی ہیں، کوئی نہ

کوئی ذریعہ تو ہوگا ان کے پاس۔“

”مگر پھر موٹی زوف اس لیبارٹری سے باہر کیوں نہیں آگیا؟“

”مم..... میں نہیں سمجھی سر۔“

”اس کے بارے میں جو تفصیلات ہمارے پاس موجود ہیں وہ یہی ہیں نا کہ موٹی

زوف کو اس تجربہ گاہ میں بند کر دیا گیا تھا۔“

”جی سر۔“

”اور اس قسم کے انتظامات کر دیے گئے تھے کہ وہ وہاں سے باہر نہ آئے۔“

”جی علم میں یہی ہے لیکن اب اس آزادی کے بعد ممکن ہے اس نے بھی باہر کی

دنیا میں قدم رکھ دیے ہوں۔“

”صرف باہر کی دنیا میں۔“

”جی سر۔“

”نہیں اگر وہ چاہتا تو اپنی اس لیبارٹری کو چھوڑ کر شہری آبادیوں میں بھی آسکتا تھا

بجائے اس کے ملاقاتیوں نے یہی بتایا ہے کہ وہ مسلسل روپوش ہے۔“

”پھر سر یہی ممکن ہو سکتا ہے کہ یہاں کچھ اور لوگ بھی آگئے ہوں۔“ اسکیلا نے

دکھائی۔ میری بات کا اب اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ پھر ہم خاموش ہو گئے لیو آر بٹ

رہنے آس دوران اپنی کسی رائے کا اظہار نہیں کیا تھا۔ خچروں کے قدموں کے نشان کافی دور

تک چلے گئے تھے لیکن پھر ایک جگہ پہنچنے کے بعد ہمیں مایوسی کا سامنا کرنا پڑا۔ یہاں بھی

برف کی ڈھلوان تھیں اور بھر بھری برف میں خچروں کے قدموں کے نشانات گم ہو گئے

تھے یہاں میں نے ان لوگوں کو رد کا اور کہا۔

”برف کے ان میدانوں میں ہم جس بے باکی اور بے تکلفی سے چل رہے ہیں کیا

یہ خطرناک نہیں ہے؟“

”سمجھے نہیں سر۔“ آر بٹ نے کہا۔

”کہیں بھی ایسی برف ہو سکتی ہے جو ہمیں دفن کر دے۔“

”نہیں سر، لیول سائن میں ایسی خطرناک جگہیں نہیں ہیں جہاں وہ برفانی گڑھے

موجود نہیں ہیں جو انسانی زندگی کے لیے خوفناک ثابت ہوتے ہیں۔“

”تمہیں یقین ہے۔“

”جی سر۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے اصل میں یہاں کی تھوڑی بہت جغرافیہ پوزیشن ہمیں معلوم ہے۔“

”مگر پھر میں جس جگہ سے گزرا وہاں سات سات اور آٹھ آٹھ فٹ گہری تھی۔ بعض جگہ تو مجھے کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔“

”جی سر اس کے امکانات ہوتے ہیں لیکن ان زمینوں میں گڑھے نہیں ہیں غار موجود ہیں۔ یہ یہاں کی جغرافیائی کیفیت کی رپورٹ میں درج ہے۔“

”میں یہ سوچ رہا تھا کہ خجروں کا اب دور دور تک پتا نہیں ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ بھر بھری برف میں دفن ہو گئے ہوں۔“

میرے ان الفاظ پر وہ خاموش ہو گئے بہر حال انسان تھے اور آرٹ اس جغرافیہ کیفیت کو کتابوں ہی کی شکل میں جانتا تھا کبھی کبھی حقیقی زندگی کتابی زندگی سے کافی مختلف ہو جاتی ہے۔

ہم لوگ جتنا فاصلہ طے کر کے یہاں تک آئے تھے اس کے بعد اتنا ہی فاصلہ واپس طے کر کے دوسری جانب جانا بہت پریشان کن تھا اور پھر یہ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ وہاں کیا ہو۔ اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ ہم بھی ان ڈھلوانوں میں اترنے کی کوشش کریں۔ آرٹ نے اس وقت ایک دلیرانہ پیش کش کی۔

”یوں کرتے ہیں سر کہ میں پہلے نیچے جاتا ہوں اور تھوڑا سا سفر طے کر کے دیکھتا ہوں اگر یہ جگہ خطرناک ہوئی تو اندازہ ہو جائے گا۔“

”تم کیسے جاؤ گے؟“

”اس سلسلے میں ایک کوشش کی جاسکتی ہے۔“ اسکیلا نے کہا۔

”ہمارے پاس نائٹوں کی رسیاں موجود ہیں۔ آرٹ کی کمر اس سے باندھ دی جائے اور ہم لوگ اسے نیچے اتاریں گے۔ پوری طرح محتاط ہو کر۔“

”ہاں یہ ہو سکتا ہے۔“ میں نے کہا اور پھر فوری طور پر اس پر عمل درآمد کیا گیا۔ یو آرٹ نیچے اتر گیا۔ برف واقعی بھر بھری تھی لیکن اس سے زیادہ گہری برف میں سفر کر کے میں یہاں تک آیا تھا۔ برف کا گہرا پن زیادہ سے زیادہ چار فٹ تھا لیکن ہماری رسیوں نے جہاں تک ساتھ دیا وہاں تک برف بھری بھری ہی تھی اور اب یہ اندازہ ہو گیا

تھا کہ خجروں کے نشانات کیوں غائب ہوئے ہیں۔ آگے ایک بڑا سا برفانی ٹیلہ راستہ روکے ہوئے تھا۔ آرٹ وہاں تک اطمینان سے پہنچ گیا اور اس کے بعد اس نے ہماری جانب اشارہ کیا۔ مقصد یہ تھا کہ یہاں تک آنا خطرناک نہیں ثابت ہوا۔ چنانچہ میں اور اسکیلا بھی خجروں میں اتر گئے اور برف پر سفر کرتے ہوئے آرٹ کے پاس پہنچ گئے۔ آرٹ نے کمر سے رسی کھول لی تھی اور اس کا لچھا بنالیا تھا پھر ہم نے اس برفانی تودے کے دوسری جانب کا رخ اختیار کر لیا۔ اندازہ یہی تھا کہ خجراسی جانب گئے ہوں گے چنانچہ احتیاط کے ساتھ آگے سفر کرتے ہوئے برفانی ٹیلے کے دوسری جانب پہنچ گئے۔ کم بخت خجروں نے اگر بلین بھی کر دی ہوتی تو کم از کم ان کی نشاندہی تو ہوتی لیکن سب سے پہلے سے فارغ ہو چکے تھے۔ ادھر کوئی نشان موجود نہیں تھا البتہ برفانی ٹیلے کے دوسری جانب چھوٹے چھوٹے غاروں کے بہت سے دہانے بکھرے ہوئے تھے اور یہاں برف کی تہ بھی بہت کم تھی۔

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ ”اب اس قدر جدوجہد بھی مناسب نہیں ہے۔ اس سے پہلے کہ تھکن ہو جائے پہلے ہم اپنے لئے کوئی بہتر پناہ گاہ تلاش کریں۔ چونکہ جوں وقت گزرتا جائے گا۔ سردی بڑھتی چلی جائے گی۔ کسی ٹھکانے کا انتخاب بہت ضروری ہے۔“

اسکیلا نے تشکرانہ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولی۔ ”سر کیا ہی عمدہ بات کہی ہے آپ نے؟“

میں نے مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھا تو وہ کہنے لگی۔ ”آپ یقین کیجئے بڑی تھکن کا احساس ہو رہا ہے۔“

آرٹ غاروں کی تلاش میں نگاہیں دوڑا رہا تھا اور پھر اسی نے پہل بھی کی اور غار کے ایک ایسے دہانے کے اندر داخل ہو گیا جو انسانی قد سے تھوڑا سا بلند تھا۔ اندازہ یہ تھا کہ غار اندر سے بہت کشادہ ہو گا۔ آرٹ اندر پہنچا اور چند ہی منٹ کے بعد واپس آ گیا۔

”سر وہ ایک سنگل روم ہے۔“ اس کے ان الفاظ پر میں اور اسکیلا ہنس پڑے۔

”سنگل روم؟“

”جی۔ دروازہ باقاعدہ انسانی قد و قامت کی مطابقت سے بنایا گیا ہے اور اندر تقریباً

دس بائی دس کا کمرہ موجود ہے صاف ستھرا۔ آپ دیکھیں گے تو آپ کو حیرت ہوگی۔“

”آؤ دیکھیں۔“ میں نے کہا اور اسکیلا کے ساتھ ہم اس سنگل روم میں داخل ہو گئے۔ واقعی کمال کی جگہ تھی سو فیصد قدرتی تراش۔ چھت میں ایک ایسا سوراخ تھا جسے روشندان کہا جاسکتا تھا اور اس کے اوپر سے روشنی آرہی تھی۔ اس روشنی میں ہم نے اس قدرتی غار کو حیرت کی نگاہ سے دیکھا۔ اس کی دیواریں انتہائی پختہ تھیں اور یوں لگتا جیسے پالش کی ہوئی ہوں۔ ناہموار ریت اپنی جگہ، لیکن نہ تو کہیں سے مٹی جھڑ رہی تھی نہ غار کے فرش پر مٹی کے نشانات تھے یہاں تک کہ اندر کے فرش پر برف کی نمی تک موجود نہیں تھی۔ میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

”یہ قدرتی ہٹ ہے۔“

”اور میرے خیال میں ہم لوگوں کے لیے نہایت موزوں۔ آپ محسوس کر رہے ہیں کہ اندر سردی بھی نہیں ہے۔“

”ہاں البتہ یہ خطرہ ہے کہ کہیں اس سوراخ سے برف پھسل کر اندر نہ آجائے۔“

”اگر ایسا ہوتا تو آرہٹ کم از کم غار کے فرش پر پانی کی نمی ضرور موجود ہوتی۔“

”جی سر آپ ٹھیک کہتے ہیں۔“ آرہٹ نے گردن ہلا کر کہا۔ اسکیلا غار کے ایک ایک گوشے کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”ایسے ہی موقعوں پر یہ احساس ہوتا ہے کہ انسان اپنے طور پر جو کچھ کر رہا ہے وہ حماقت کے سوا کچھ نہیں ہے۔ قدرت نے اپنے طور پر جو کچھ کیا ہے وہ ایک الگ نوعیت کا حامل ہے۔“

”بالکل بالکل۔“ میں نے کہا۔ ہم نے اپنا سامان زمین پر رکھ دیا تھا۔ اسکیلا نے ایک سنگھڑ عورت کی مانند زمین پر ایک پیرا شوٹ بچھا دیا۔ گو اس کی ناہموار ریت اپنی جگہ تھی لیکن اس کے باوجود یہ احساس ہوتا تھا کہ ہم کسی فرش پر موجود ہیں۔ ہم نے ایک گوشے میں بیٹھ کر جوتے وغیرہ اتارے اور پھر آرام کرنے کے لیے لیٹ گئے۔ اسکیلا خود بھی ایک طرف بے سدھ ہو کر لیٹ گئی تھی۔ حالانکہ ابھی تک کوئی خاص مشقت نہیں کرنی پڑتی تھی۔ بہر حال بہت دیر تک ہم خاموش لیٹے رہے۔ پھر آرہٹ نے کہا۔

”سر اگر مونٹی زوف اس طرح یہاں آزادانہ نقل و حرکت کر سکتا ہے تو بات زیادہ

مختلف نوعیت اختیار کر لیتی ہے۔“

میں بھی اتفاق ہے اس وقت یہی سوچ رہا تھا۔ مونٹی زوف کو اگر یہ آزادی حاصل ہے تو اس نے خود اس لیبارٹری سے فرار ہونے کی کوشش کیوں نہیں کی بہر حال ابھی حتیٰ طور پر تو یہ بات نہیں کہی جاسکتی تھی کہ نچروں کے قدموں کے جو نشانات نظر آئے ہیں ان کا تعلق کسی شکل میں مونٹی زوف ہی سے ہو گا۔ جغرافیائی نوعیت بھی کچھ ایسی تھی کہ یہ بھی تصور کر سکتے تھے کہ کوئی نچر بردار پارٹی ادھر سے گزری ہو کیونکہ کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد سرحدی علاقہ بھی تھا اور یہاں سے ایک اور چھوٹے سے ملک کی سرحد میں داخل ہوا جاسکتا تھا۔ یہ صرف مفروضات تھے جو ابھی تک ہمارے ذہنوں میں گردش کر رہے تھے بعد کے حالات کا تعلق تو بعد ہی سے تھا۔ پھر جب تھوڑا سا آرام کر چکے تو اسکیلا نے کہا۔

”سر کیا خیال ہے کافی کا ایک ایک کپ ہو جائے؟“

”ہاں برف کی اس پلٹک کو ہم اس طرح تو نہیں گنوا سکتے۔“ میں نے مسکرا کر کہا اور اسکیلا سامان سے کافی کے تھرمس نکالنے لگی۔ برف ڈاروں میں گرم کافی کا ذائقہ بے مثال تھا۔ ساتھ سینڈ ویج مزا دے گئے۔ ہم لوگ کچھ دیر کے لیے ماحول کو فراموش کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ اب میرے ذہن میں دوسرے خیالات آنے لگے۔ میں سوچ رہا تھا کہ یہاں آنے کے بعد کام کا آغاز کیسے کیا جائے۔ ابھی دعوے سے نہیں کہا جاسکتا تھا کہ لیون سائن میں مونٹی زوف کی لیبارٹری موجود بھی ہے یا نہیں۔ نچروں کا معاملہ بھی ذہن میں رکھا ہوا تھا۔ میرے ذہن میں یہ خیال بھی تھا کہ کچھ حالات ان دونوں سے چھپانے بھی ہیں۔ میرا اپنا طریقہ کار مختلف ہے جو ان لوگوں کو نہیں بتایا جاسکتا تھا۔

”کچھ دیر آرام کریں۔“ آرہٹ نے کہا۔

”ہاں۔ اب رات کو بھی کچھ کیا جاسکتا ہے۔“ اسکیلا نے خاموشی اختیار کیے رکھی تھی۔ آرہٹ زمین پر دراز ہو گیا۔ اسکیلا بھی اس سے کچھ فاصلے پر دراز ہو گئی تھی۔ میں ان لوگوں سے تھوڑا فاصلہ اختیار کر کے بیٹھ گیا۔ بہت دیر تک یہ خاموشی طاری رہی اس کے بعد میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ میرا اندازہ غلط تھا، اسکیلا اور آرہٹ صرف آنکھیں بند کیے ہوئے تھے وہ سو نہیں رہے تھے۔ اسکیلا فوراً ہی بولی۔

”کوئی خاص بات مسٹر ڈی ایم؟“

”نہیں تم دونوں یہاں آرام کرو۔“

”آپ کہاں جا رہے ہیں؟“

”سوری اسکیلا تھوڑا سا کام تم لوگوں کی غیر موجودگی میں بھی کرنا ہوتا ہے محسوس

نہ کرنا۔“

”نہیں سر ہم اپنی اور آپ کی حیثیت سے بخوبی واقف ہیں۔“

”یہاں بات حیثیت کی نہیں ہے اسکیلا! بلکہ کام کی ہے۔“

”میں جانتی ہوں سر آئی ایم سوری اگر آپ نے اس طرح محسوس کیا میرا مقصد یہ

بالکل نہیں تھا۔“ اسکیلا شرمندگی سے بولی اور میں خاموشی سے باہر نکل آیا۔ میرے ان

الفاظ سے انھوں نے یہ اندازہ تو لگا ہی لیا ہو گا کہ میں اپنے قریب ان لوگوں کی موجودگی

نہیں چاہتا میں نے اپنا تھیلا بھی اٹھالیا تھا اور پھر میں وہاں سے باہر نکل آیا۔ تھوڑا سا فاصلہ

طے کرنے کے بعد میں نے ایک جگہ منتخب کی اور اپنے طور پر کام کا آغاز کر دیا اصولی طور

پر ان لوگوں کو میرے کام میں مداخلت نہیں کرنی چاہیے تھی اگر کوئی اہم بات ہو تو

ٹرانسمیٹر پر رابطہ قائم کیا جاسکتا تھا اور انھیں یہ تعاون کرنا چاہیے تھا ورنہ پھر میرے اس

احساس کی تصدیق ہو جاتی کہ اصولی طور پر مجھے اکیلے ہی کام کرنا چاہیے۔ مائیکرو پلیٹ فضا

میں بلند ہو گئی اور میں نے ماحول سے بے پروا ہو کر مائیکرو ویژن پر مائیکرو پلیٹ کی

کارکردگی کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ میزائیکرو سسٹم پہلے سامنے کی طرف مائیکرو پلیٹ کو

آگے بڑھا رہا تھا اور میں نے برف کی چاور سے اس کی بلندی اتنی رکھی تھی کہ برف

موجود باریک سے باریک نشان مجھے مائیکرو اسکرین پر نظر آجائے۔ پلیٹ کو میں کافی دیر تک

سامنے کی سمت آگے بڑھاتا رہا۔ قرب و جوار اور اطراف کو بھی میں نے نظر انداز نہیں کیا

تھا۔ برفانی غار اور زندگی کی علامت سے دور برفانی ٹودے، بس اور کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔

میرے انداز کے مطابق مائیکرو پلیٹ نے تقریباً بیس کلومیٹر سامنے کی سمت کا جائزہ لیا پھر

میں نے اسے واپس کرنا شروع کر دیا اب مائیکرو ویژن اس سمت جا رہا تھا جدھر سے ہم

لوگ آئے تھے اور جہاں ہم نے خچروں کی لید پڑی ہوئی دیکھی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ

لید دوبارہ میری نگاہوں کے سامنے نمایاں ہو گئی اور خچروں کے قدموں کے نشانات پر میں

نے مائیکرو کو آگے بڑھانے شروع کر دیا۔ اس بار میں نے زیادہ دور تک کا فاصلہ طے کیا تھا

یہاں تک کہ مجھے ایک چھوٹی سی برفانی آبادی کے آثار نظر آئے یہ چھوٹی سی بستی تھی اور

جہاں پسماندہ لوگوں کی اقامت گاہ تھی بستی میں چلتے پھرتے لوگ اور زندگی کے معمولات

مجھے بھی نظر آرہے تھے اور یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ خچر اس بستی سے برف کے علاقوں کی سمت

آئے ہیں اب پوری بستی اور اس کے ایک ایک فرد کو تلاش کرنا تو بے معنی سی بات تھی

بہر حال یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ ادھر سے آنے والے ان راستوں سے آگے بڑھے ہیں کون

ہیں اور کہاں روپوش ہو گئے؟ اس کے بارے میں ابھی تک کوئی نشان نہیں ملا تھا۔ تقریباً

دو گھنٹے تک میں اپنی اس کارروائی میں مصروف رہا اور اپنے اس عمل کو سو فیصد ناکام قرار

دے دیا کیونکہ برف پر زندگی کا کوئی نشان نہیں ملا تھا پھر اس کے بعد میں نے اپنا یہ کارخانہ

سٹیٹ لیا اس سے مجھے کوئی خاص فائدہ نہیں حاصل ہوا تھا۔ ابھی میں واپس اپنے غار کی

جانب جانے کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا اور میں نے

فورا ہی اسے ریسیو کیا۔

”ہاں۔“

”سر آپ خیریت سے ہیں۔“

”بالکل۔“

”سر ہم اکیلے یہاں بور ہو رہے ہیں۔“

”میں واپس آ رہا ہوں۔“ میں نے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد میں غار میں واپس پہنچ

گیا۔ اسکیلا مسکرا رہی تھی اس نے کہا۔

”ہمارے پاس جس قدر گفتگو کے لیے مواد موجود تھا ہم وہ گفتگو ختم کر چکے ہیں اور

اسی لیے اب آپ کو تکلیف دی ہے۔“

”نہیں کوئی بات نہیں ہے۔“ میں نے خوشگوار لہجے میں کہا۔

”آئی ایم سوری مسٹر ڈی ایم! آپ سوچ رہے ہوں گے کہ ہم آپ کی معاونت

کرنے کے بجائے الٹا آپ کو ڈسٹرب کر رہے ہیں۔“

”نہیں میں یہ بات نہیں سوچ رہا البتہ تم لوگوں سے معذرت کے ساتھ یہ الفاظ

ضرور کہوں گا کہ جب مجھے تنہائی کی ضرورت ہو تو محسوس نہ کرنا۔“

”جی سر آپ کی شخصیت ایک پراسرار وجود رکھتی ہے۔ ہمیں اس بات کا مکمل طور

پر اعتراف ہے۔“

”نہیں مجھے پراسرار بننے کا کوئی شوق نہیں ہے بس بعض کام ایسے ہوتے ہیں جو خود ہی کرنا ہوتے ہیں یوں سمجھ لیں آپ لوگ کہ یہ بھی کوئن میکوویا کی ہدایت ہے۔“

وہ لوگ میرے چہرے پر کوئی ایسی بات تلاش کرنے کی کوشش کر رہے تھے جس سے ان پر یہ انکشاف ہو کہ میں کچھ معلومات حاصل کر چکا ہوں۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”نہیں کوئی ایسی بات نہیں ہے ابھی تک مجھے اس سلسلے میں کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔ بہر حال رات کو ہم اس سلسلے میں معلومات حاصل کریں گے پھر باقی وقت ہم نے غار میں واقعی اسی طرح گزارا جیسے پلنگ منانے کے لیے آئے ہوں۔ کھانا پینا اور اس کے بعد اسکیلا اور آرہٹ آرام کرنے کے لیے لیٹ گئے۔ میں نے خود ہی ہدایت کی تھی کہ ابھی ہماری سرگرمیاں اتنی زیادہ نہیں ہونی چاہئیں کہ ہم مخدوش ہو جائیں کیونکہ بہر حال یہاں کسی موجودگی کے امکانات نظر آئے ہیں۔“

”ہمیں تو بس یہ معلوم ہو جائے کہ یہ نشانات جو ہمیں دستیاب ہوئے ہیں ان کا تعلق مونٹی زوف سے ہے۔“

”یہ معلومات ہمیں کوئی سرکاری آدمی آکر نہیں دے گا بلکہ ہماری تلاش ہی اس کا ذریعہ بنے گی۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس بات کا اندازہ مجھے بھی تھا کیونکہ مائیکرو پلیٹ کے ذریعے میں نے جو کچھ دیکھا اس کے بعد کسی تلاش اور جدوجہد کی کوئی گنجائش نہیں رہی تھی لیکن بہر حال یہ بات بھی طے تھی کہ کچھ نہ کچھ کام ہمیں کرنا ہی ہے۔ چنانچہ رات کو کچھ دیر ہم لوگ میدان میں آوارہ گردی کرتے رہے اور نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات۔ ہم لوگ کافی دیر گھوم پھر کر واپس غار میں آگئے اور کسی قدر مایوسی کی گفتگو کرنے لگے۔ اسکیلا نے کہا۔

”ممکن ہے سر کوئی ایسا قافلہ ان راستوں سے گزرا ہو جسے سرحد عبور کرنی ہو۔ ہم بلاوجہ ان مشکلات میں پڑے ہوئے ہیں۔“ میں نے مسکرا کر کہا۔

”آپ اکتا گئی ہیں مس اسکیلا؟“

”سر آپ کے حکم پر پوری زندگی یہیں بسر کرنے کے لیے تیار ہوں۔ ایسی بات نہیں ہے۔“

”نہیں ڈیئر اسکیلا۔ میں تمہیں ایسا کوئی احمقانہ حکم کبھی نہیں دوں گا۔“ میرے ان الفاظ پر آرہٹ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا تھا اور تھوڑی دیر تک ماحول کافی خوشگوار رہا تھا پھر وہی آرام اور کیا بھی کیا جاسکتا تھا۔ اس بات کے امکانات اب ختم ہوتے جا رہے تھے کہ ہم یہاں لیول سائن میں مونٹی زوف کی لیبارٹری تلاش کر لیں گے خاصا مشکل کام معلوم ہو رہا تھا یہ برف کی ویرانی اور سناٹا اس بات کا مظہر تھا کہ کامیابی نصیب نہیں ہوگی لیکن بہر حال اتنی جلد ہمت نہیں ہاری جاسکتی۔ آرہٹ اور اسکیلا مستعد لوگ تھے لیکن پھر بھی زندگی کے ان تمام معلومات سے فرار ان کے لیے ممکن نہیں تھا۔ رات کو سردی بھی اچھی خاصی ہو گئی تھی اور غار کے اس سوراخ کے اوپر دھند چھائی ہوئی محسوس ہوتی تھی۔ میں گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ میرا خیال تھا کہ یہ لوگ سو جائیں تاکہ ایک بار پھر مائیکرو پلیٹ سے رات کی سرگرمیوں کا جائزہ لوں ممکن ہے کوئی کام کی بات معلوم ہو سکے۔ اس وقت کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں تقریباً ڈیڑھ بج رہا تھا جب مجھے باہر آٹھیں سنائی دیں اور میں چونک پڑا۔ میرے حساس کانوں نے ان آہٹوں کو اچھی طرح محسوس کر لیا تھا اور پھر دوسرے لمحے میں نے اپنا عمل کیا۔ اور ایک سیکنڈ میں دیکھنے والوں کی نگاہوں سے روپوش ہو گیا۔ اس کے بعد میں اٹھ کر غار کے ایک گوشے میں جا کھڑا ہوا تھا مجھے بہ خوبی اندازہ ہو گیا تھا کہ آٹھیں دہانے پر آکر رکی ہیں اور میرا یہ اندازہ درست ہی نکلا۔ چند ہی لمحوں بعد روشنی کا ایک طوفان غار میں داخل ہو گیا۔ یہ خاص قسم کے الیکٹرو لیمپ تھے جنہیں دو آدمیوں نے پکڑا ہوا تھا اور ان کی روشنی اتنی سفید اور آنکھیں پھوڑ دینے والی تھی کہ مجھے بھی اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھنا پڑے تھے اسکیلا اور آرہٹ ابھی حالات سے بے خبر تھے اور ان کی بے خبریند نے انہیں یہ احساس نہیں ہونے دیا تھا کہ کوئی خطرہ ان کے سروں تک پہنچ گیا ہے۔ میں روشنیوں کے سائے میں ان لوگوں کو دیکھ رہا تھا جو غار میں داخل ہو گئے تھے اور میں نے ان کے ہاتھوں میں دبی ہوئی ہلکی سب مشین گنیں بھی دیکھ لی تھیں جن سے انھوں نے ان لوگوں کو کور کیا ہوا تھا لیکن ابھی تک ان کے چہرے میری نگاہوں سے روپوش تھے میں نے غور سے ان کا جائزہ لیا تو وہ مجھے نظر آگئے۔ تین نومند مرد تھے اور ایک انتہائی خوبصورت عورت جس نے چست لباس پہنا ہوا تھا اور اپنے لباس ہی کی طرح چست نظر آرہی تھی۔ میں دم سادھے انہیں دیکھتا رہا چند ہی لمحات

کے بعد اسکیلا اور لیو آرہٹ اٹھ کر بیٹھ گئے انھوں نے اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے تھے۔ غالباً تیز روشنی نے انھیں بدحواس کر دیا تھا تب ان میں سے دو افراد نے آگے بڑھ کر کے بعد نہایت بے دردی سے ان دونوں کی گردنیں پکڑیں اور انھیں اٹھا کر سیدھا کھڑا کر دیا۔ سب مشین گنیں ان کے جسموں سے لگادی گئیں تھیں پھر عورت کی آواز ابھری۔

”تیسرا کہاں ہے؟“

”میڈم۔ وہ غار میں موجود نہیں ہے۔“

”یہ تو میں بھی دیکھ رہی ہوں۔ میں ان لوگوں سے سوال کر رہی ہوں ویسے یوں کرو تم باہر جاؤ اور احتیاط کے ساتھ اس تیسرے کی تلاش کرو۔ ہو سکتا ہے وہ کہیں اس پاس ہی ہو اس کی واپسی خطرناک بھی ہو سکتی ہے۔“ ان میں سے ایک آدمی باہر نکل گیا تھا۔ اسکیلا اور آرہٹ اس قدر حیران ہوئے تھے کہ ان کی آواز تک نہیں نکل سکی تھی۔ دونوں آدمیوں نے پھرتی سے ان کے لباس کی تلاشی لے ڈالی اور مطمئن لہجے میں کہا۔

”نہیں میڈم! ان کے پاس ہتھیار نہیں ہیں۔“

”سامان تلاش کرو۔“ عورت نے حکم دیا اور وہ لوگ ہمارے سامان کے تھیلے دیکھنے لگے بڑی فراست کے ساتھ تمام کام کیے گئے تھے۔ اگر انھیں ہمارے بارے میں کچھ معلومات نہیں ہیں تو پھر معلومات ہو بھی نہیں سکتی تھیں سامان سے کوئی خاص چیز برآمد نہیں ہوئی اور انھوں نے عورت کو اس بارے میں اطلاع دی۔

”ہوں۔ ٹھیک ہے روشنیوں کے لیمپ غار کے دونوں کونوں میں رکھے گئے تھے تھے اور ایک لیمپ میرے پیروں کے نزدیک ہی تھا۔ بہر حال میں خاموشی سے انھیں دیکھتا رہا ابھی تک ذہن یہ فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا کہ یہ کون ہیں۔ ظاہر ہے میں ان کے بارے میں اندازہ نہیں لگا سکا تھا کہ آرہٹ اور اسکیلا بے چارے کیا جان سکتے تھے۔ میں گہری نگاہوں سے ان کا جائزہ لے رہا تھا۔ عورت بہت اسمارٹ نظر آرہی تھی۔“

پھر عورت نے کہا۔ ”برف کے ان ویرانوں میں ایک خاموش موت کیے خواہش مند ہو تم؟“ یہ سوال اسکیلا اور آرہٹ سے کیا گیا تھا۔

اب مجھے یہ دیکھنا تھا کہ یہ لوگ کس طرح اپنے آپ کو سنبھالتے ہیں۔ صورت حال ان کے لیے بھی غیر متوقع تھی۔ میں نے اسکیلا کے بدن میں کپکپاہٹ دیکھی۔ وہ

خوف زدہ ہو گئی تھی۔ مجھے حیرت ہوئی۔ بلیک چینل میں کام کرنے والوں کو اتنا کچا تو نہیں ہونا چاہیے پھر عورت نے ان دونوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”تم تین افراد تھے لیکن اس وقت صرف دو نظر آرہے ہو۔ تمہارا تیسرا ساتھی کہاں ہے۔“ عورت اسکیلا کی طرف دیکھنے لگی۔

”تم بتاؤ تیسرا کہاں ہے؟“ عورت نے اسکیلا سے سوال کیا۔ اسکیلا کی کپکپاہٹ کچھ اور بڑھ گئی۔

”کک..... کون تیسرا؟“ اس کی لرزتی ہوئی آواز ابھری۔

”تم تین تھے۔“

”نہیں۔“

”ہوں۔ اس کا مطلب ہے تم مدافعت کر دو گے۔“

”ہمیں معاف کر دیں میڈم۔ ہم ایک دوسرے کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے۔“

آرہٹ نے عاجزی سے کہا اور عورت غور سے دیکھنے لگی۔ پھر بولی۔

”مطلب؟“

”میڈم ہم سرحد عبور کرنا چاہتے ہیں۔ ہماری زندگی تو ویسے ہی موت کے قریب

سے گزر رہی ہے۔ ہمیں کچھ وقت ایک دوسرے کے ساتھ جی لینے دیں۔ آپ کو دعائیں دے گئے۔“

”کیا تم لوگ مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش کر رہے ہو؟“

”ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے میڈم۔“ آرہٹ کی آواز گلوگیر ہو گئی۔

”کون ہو تم؟“

”میرا نام لیو آرہٹ ہے۔ آپ میرے کاغذات دیکھ سکتی ہیں۔“

”کیا کرتے ہو؟“

”ایک سپراسٹور میں سیلز مین ہوں۔“

”سپراسٹور کا نام؟“

”پرائم اسٹور۔“

”یہ کون ہے؟“

”یہ اسکیلا ہے۔“

”یہ کیا کرتی ہے؟“

”اسٹوڈنٹ ہے۔“

”ہوں۔ تم سے کیا رشتہ ہے؟“

”ہم دونوں شادی کرنا چاہتے ہیں۔“

”یہاں! اس دیرانے میں؟“

”نہیں میڈم! سرحد عبور کرنا چاہتے ہیں۔“

”کیوں؟“

”اس لیے کہ میری کرائن ہمارے دشمنوں کی آبادی ہے۔“

”دشمن۔“

”وہ لوگ جو ہمیں یکجا نہیں دیکھ سکتے۔“

”بڑے زبردست لوگ ہو تم۔ اپنے دشمنوں سے بچنے کے لیے فوجی ہیلی کاپٹر

استعمال کرتے ہو۔“

”نہیں میڈم۔ وہ مسٹر اسٹوف کی مہربانی تھی۔“ آرٹ نے جلدی سے کہا۔ میں

نے اندازہ لگالیا کہ آرٹ نے کہانی تیار کر لی ہے اور وہ صحیح لائن پر ہے۔

”مسٹر اسٹوف کون ہیں۔“

”میری کرائن کی فضائیہ کے ایک پائلٹ ہمارے کرم فرما۔ انہوں نے ہی ہماری

رہنمائی کی ہے۔ یہاں تک انہوں نے ہمیں پہنچا دیا ہے۔ آگے ہمیں اپنی تقدیر پر بھروسہ

کرنا تھا۔“

”گویا صورت حال یہ ہوئی کہ یہاں ایک رومانوی جوڑا ہے جو اپنے ایک پائلٹ

دوست کی مدد سے یہاں تک پہنچا ہے اور اب یہاں سے اس برفانی راستے کو عبور کر کے

پڑوسی ملک میں نکل جانا چاہتا ہے۔ اچھی کہانی ہے مگر وہ تیسرا کہاں ہے؟“

”میڈم۔ تیسرا کوئی نہیں ہے۔“

”بکو اس۔ ہم نے تین افراد کو ہیلی کاپٹر سے جپ کرتے دیکھا تھا۔“ عورت نے

کہا۔

”نہیں میڈم۔ آپ یقین کر لیں۔“

”میں اندھی نہیں ہوں۔“

”میڈم پلینز اگر آپ ہماری دشمن نہیں ہیں تو ہم پر شک نہ کریں ہم زندگی کی

تلاش میں نکلے ہیں۔ ہمیں زندگی دے دیں۔ لیو آرٹ رندھی ہوئی آواز میں بولا اور

اسکیلا سسکیاں لینے لگی۔ مجھے ان دونوں کی اداکاری پر ہنسی آرہی تھی۔ اچھی لائن پکڑی

تھی انہوں نے اور بہترین پر فارم کر رہے تھے۔ عورت کے چہرے پر الجھن نظر آرہی

تھی۔“

پھر اس نے کہا۔ ”بکو اس کر رہے ہو تم۔ میں نہیں مان سکتی۔ میں نے تین افراد

دیکھے تھے۔ جیک باہر دیکھو۔ کیا پوزیشن ہے۔“

ایک اور شخص باہر نکل گیا۔ عورت نے خود سامان کی تلاشی لی پھر بولی۔ ”تمہارے

انتظامات بہت شاندار ہیں۔“

”ہمیں معلوم تھا کہ اس برفانی راستے کو عبور کرنا ایک مشکل کام ہے اس لیے ہم

نے تیاریاں کی تھیں۔“

”ٹھیک ہے صورت حال کا اندازہ ہو جانے دو۔ مجھے تمہاری زندگی یا موت سے

کوئی دلچسپی نہیں ہے۔“

”آپ سرکاری خاتون ہیں میڈم؟“

”بکو اس مت کرو۔“ عورت بولی۔ اور پھر دونوں آدمیوں کو دیکھنے لگی جو اندر آگئے

تھے۔ ”ہوں۔“

”نگاہ کی حد تک کوئی تیسرا وجود نظر نہیں آتا۔“ دونوں نے جواب دیا۔ میں دل میں

ہنس رہا تھا۔ بعض لوگ تنکا تلاش کرتے ہیں اور شہتیر نظر انداز کر دیتے ہیں۔ میری

موجودگی کا سب سے موثر ثبوت وہ تین پیراشوٹ تھے جن میں ایک زمین پر بچھا ہوا تھا اور

دو فولڈ کئے ہوئے رکھے تھے مگر انہوں نے اس پر غور نہیں کیا تھا۔

”آؤ.....“ عورت نے کہا اور اپنے ساتھیوں کو اشارہ کر کے باہر نکل گئی۔ میں

ابھی تک اسی ادھیڑ بن میں تھا کہ یہ کون ہیں۔ وہ غار کے دروازے سے باہر نکلے تو میں

بھی دبے پاؤں ان کے پیچھے نکل گیا۔ وہ دہانے سے کچھ گز کے فاصلے پر تھے۔

”کیا کریں۔“ عورت نے کہا۔

”بظاہر بے ضرور لوگ معلوم ہوتے ہیں۔“

”مگر وہ تیسرا.....“

”ہو سکتا ہے وہی ہوں۔“

”نہیں دھوکا نہیں ہو سکتا مجھے۔“

”پتا بھی تو نہیں چل رہا۔ بتائیے کیا کریں۔“

”میری رائے تو یہ ہے میڈم گیری ڈیل کہ انہیں ٹھکانے لگا دیں۔ ان کا سامان بھی

ہمارے کام آئے گا۔ پھر رسک کیوں لیا جائے۔“

میرے ذہن کو شدید جھٹکا لگا تھا۔ گیری ڈیل، ایلس گیری ڈیل وہ ایجنٹ جو اسی مشن پر آئی ہوئی ہے اور یہ لوگ آٹھ افراد کے گروپ میں سے چار ہیں۔ گویا یہ بھی لیول سائن تک پہنچ چکے ہیں اب انتظار حماقت تھی۔ کوئی خطرہ مول نہیں لیا جاسکتا تھا۔

ایلس گیری ڈیل نے کہا۔ ”جیکب۔“

”ایس میڈم“

”ان دونوں کو گولی مار دو۔“

”اندر ہی میڈم۔“

”ہاں وہیں ٹھکانے لگا دو۔“

”اوکے میڈم۔“ جیکب نے کہا اور اپنی جگہ سے واپس مڑا۔ لیکن اس سے قبل

میں نے غار کے دہانے کے اندر چھلانگ لگا دی۔ جیکب پیچھے رہ گیا تھا۔ غار میں داخل ہوتے ہوئے میں نے اصلی شکل اختیار کر لی تھی۔ چشم زبون میں سب کچھ ہوا تھا۔ جیکب جھک کر غار میں داخل ہوا اور میں نے اس کی گردن دبوچ کر اسے اندر کھینچ لیا۔ باقی میری مہارت تھی۔ میں نے جیکب کے حلق سے آواز نہ نکلنے دی اور اسے زمین پر شیخ دیا۔ اس کی سب مشین گن میرے قبضے میں آگئی تھی۔ تب میں نے انتظار نہ کیا اور سب مشین گن سے جیکب کو چھلنی کر دیا۔ آربٹ اور اسکیلا ششدر رہ گئے تھے۔ میں نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور ان کے قریب پہنچ کر سرگوشی میں بولا۔

”خاموشی سے زمین پر لیٹ جاؤ اور آنکھیں بند کر لو۔“ انہوں نے کوئی سوال کیے

پھر میری ہدایت پر عمل کیا تھا۔ آنکھیں بند کرنے کی چنداں ضرورت نہیں تھی لیکن مجھے اپنا کام بھی کرنا تھا۔ میں سب مشین گن سنبھال کر باہر نکلا۔ لیکن باہر قدم رکھتے ہی میں نے خود کو ردپوش کر لیا۔ غار میں سب مشین گن چلنے کی آواز باہر سنی گئی ہوگی اور ایلس گیری ڈیل نے یہی سمجھا ہوگا کہ اس کے ساتھی نے اندر موجود دونوں افراد کا کام تمام کر دیا ہے۔

وہ تینوں کچھ فاصلے پر نظر آرہے تھے اور کچھ باتیں کر رہے تھے۔ میں نے سب مشین گن سیدھی کی اور احتیاط سے ان دونوں کا نشانہ لے کر فائر کھول دیا۔ فائرنگ کی رپٹ میں ایلس بھی بہ آسانی آسکتی تھی لیکن میں اسے زندہ رکھنا چاہتا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ برف کی زمین پر تڑپنے لگے۔ لیکن اس نے بھی چھلانگ لگائی اور زمین پر لیٹ گئی۔ سب مشین گن سے اس نے بے تحاشا فائرنگ شروع کر دی اور اب مجھے سنبھلنا پڑا۔ میں خود بھی برف پر لیٹ گیا اور آہستہ آہستہ اس کی طرف کھسکنے لگا۔ وہ متوحش نظروں سے چاروں طرف دیکھ رہی تھی اور اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ حملہ آور کہاں ہے، لیکن میں اپنے کام میں مصروف تھا اور میرے اور اس کے درمیان فاصلہ کم ہوتا جا رہا تھا۔ پھر میں اس کے بالکل قریب پہنچ گیا۔ سب مشین گن احتیاط سے ایک طرف رکھی اور اصل حالت میں آکر اس پر چھلانگ لگا دی۔ ایلس گیری ڈیل میری توقع سے زیادہ پھرتیلی نکلی اس نے شاید برف پر میرا سایہ دیکھ لیا۔ وہ ناگن کی طرح پلٹی، پھر پلٹ کر سب مشین گن سیدھی کی اور فائر کھول دیا۔

”میری تقدیر ہی یاور تھی کہ میں اس کے نشانے پر نہیں آیا اور اس پر گر پڑا۔ میرا پورا وزن اس کے بدن پر پڑا۔ اور اس کے حلق سے آواز نکل گئی۔ لیکن میں اس کے ہاتھوں سے سب مشین گن گرانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اس نے پھر بھی حواس نہ چھوڑے اور پاؤں موڑ کر گردن میں قینچی ڈال کر مجھے کھینچنا چاہا لیکن میں نے اس کے بال ہاتھوں میں جکڑ لیے اور اپنے پیروں کی قوت سے وہ مجھ سے لپٹی ہوئی اٹھتی چلی گئی۔ اس صورت حال سے نمٹنے کے لیے اس نے اپنے ہاتھوں سے کام لینا چاہا اور میری آنکھوں کو نوچنے کی کوشش کی، لیکن میں نے اپنے سر سے اسے نکر ماری اور اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ سر کی ضرب اس کی ناک پر پڑی تھی اور اس کی نکسیر پھوٹ گئی تھی۔ تب اس کا

بدن ڈھیل پڑ گیا اور میں نے دوسری ٹکڑی اس کے سر پر رسید کر دی۔ اب میں اس کے
پر سوار تھا اور وہ مجھے دیکھ رہی تھی۔

اس وقت یہ خیال حماقت تھا کہ وہ صرف عورت ہے۔ میں نے اس سے
رعایت نہیں برتی۔ اگر وہ عورت بھی تھی تو مجھے اس کی آنکھوں میں بیس لاکھ انسانوں
کے خون کا سمندر موجزن نظر آ رہا تھا۔

میں نے اس کا پورا بدن ٹٹول ڈالا اور اس کی پینٹ کا پانچہ الٹ کر ایک مہلک
نکال لیا۔ اب وہ بالکل نشتی ہو گئی تھی اور اس کی آنکھوں میں ہلکی سی خوف کی پرچھائیں
نظر آ رہی تھی۔ میں اس پر سے ہٹ گیا۔ وہ اس طرح لیٹی خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتی
رہی میں نے صورت حال کو قابو میں کرنے کے بعد چیخ کر آربٹ کو آواز دی اور وہ دونوں
دوڑتے ہوئے باہر نکل آئے۔

”یہ سب مشین گنیں اور دوسری چیزیں اپنے قبضے میں لے لو۔ انہیں دیکھو، وہ مر
گئے!“ میں نے گیری ڈیل کے دونوں ساتھیوں کی طرف اشارہ کیا۔

”اسکیلا ان دونوں کی طرف دوڑ گئی۔ آربٹ دوسری ہدایت پر عمل کرنے لگا
تھا۔“

”آپ مناسب سمجھیں تو اٹھ جائیے مس گیری ڈیل..... پلیز اٹھ جائیے۔“ میں
نے نرم لہجے میں کہا۔

”وہ خود کو سنبھال چکی تھی۔ چنانچہ وہ اچھل کر کھڑی ہو گئی۔“

”میں نے بیٹھ جانے کو کہا تھا۔“ میں مسکرا کر بولا۔

”کون ہو تم؟“

”تیسرا۔“ میں مسکرا کر بولا

”مجھے جانتے ہو؟“

”اچھی طرح۔“

”کون ہوں میں؟“

”ایک خوب صورت عورت۔ اتنی خوب صورت کہ جس کے خلاف کچھ کر کے

افسوس ہو۔“

”میں نے جیب سے رومال نکال کر اسے پیش کرتے ہوئے کہا۔“

”آپ کا یہ سرخ سرخ خون مجھے اپنے دل سے نکلتا محسوس ہو رہا ہے۔“

”تم اپنی موت کو آواز دے رہے ہو۔ میں مقامی انتظامیہ کی ایک اہم رکن

ہوں۔“ اس نے کہا اور میرے حلق سے ایک تہقہ نکل گیا۔

”میں نے آپ کو ایلیس گیری ڈیل کہہ کر پکارا ہے میڈم، کیا اس کے باوجود آپ

مجھے دھوکا دینے کی کوئی احتمالہ کوشش کریں گی؟“

”اس کے چہرے پر ایک لمحے کے لئے مردنی چھائیں اور وہ ہونٹوں پر زبان پھیرنے

لگی۔ میں نے کہا۔“

”اس کے باوجود میرے اور آپ کے درمیان مفاہمت ہو سکتی ہے، اصل میں آپ

نے جن لوگوں کو پال رکھا تھا ان کی موجودگی مجھے ناپسند تھی اب ہم اور آپ آپس میں ہر

قسم کا سودا کر سکتے ہیں۔“

”تمہارا دماغ خراب معلوم ہوتا ہے۔“

”جی بالکل، آپ کا اندازہ سو فیصد درست ہے، میں پاگل خانے سے بھاگا ہوا ہوں

اور پاگل خانے کے منتظمین میری تلاش میں سرگرداں ہیں۔ میں نے ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ

آربٹ اور اسکیلا اپنے کام سے فارغ ہو کر میرے پاس آگئے۔ آربٹ نے کہا۔“

”سب کچھ ٹھیک ہو گیا ہے سر۔“

”ہاں بس اصل میں میڈم ابھی اپنے جوش پر قابو نہیں پاسکی ہیں اس لیے ان کے

ہاتھ اور پاؤں باندھنے ہوں گے بلکہ یوں کرو صرف دونوں ہاتھ احتیاط سے جکڑ دو۔ میرا

خیال ہے مائی ڈیر آربٹ تم میری طرح ان کی خوبصورتی سے متاثر نہیں ہوئے ہو گے،

مجھے تو ان کے ساتھ جس قدر سختی کرنا تھی کر چکا۔ تم ذرا مضبوطی سے ان کے ہاتھ باندھ

دو۔“

”آربٹ تیزی سے غار کی جانب دوڑ گیا تھا اور سی نکال لایا تھا جبکہ اسکیلا کینہ توز

لگا ہوں سے ایلیس گیری ڈیل کو گھور ہی تھی اور ایلیس گیری ڈیل کے انداز سے یوں محسوس

ہوتا تھا جیسے اب بھی وہ کوئی چال سوچ رہی ہو۔ پھر اس نے اچانک ایک جانب چھلانگ لگا

دی بہت پھرتلی عورت تھی اور اس کا اندازہ میں لگا چکا تھا لیکن اس کی یہ احتمالہ کوشش

تھی جو اس کے کسی کام نہیں آسکی۔ سب مشین گن زیادہ فاصلے پر نہیں تھی میں اسکیلا کی جانب ہاتھ بڑھایا اور اس نے سب مشین گن میرے حوالے کر دی۔ اسکیلا کے اس طرح دوڑ جانے سے بدحواس سی ہو گئی تھی لیکن میں نے سب مشین گن کی گولیوں کا حصار اس کے گرد بنا دیا اور ایس گیری ڈیل برف میں پیوست ہوتی ہوئی گولیوں کو دیکھ کر ادھر ادھر ہٹتی رہی پھر اس نے اندازہ لگالیا کہ میں ایک خطرناک کھلاڑی ہوں اور میرے سامنے اس کی کاوشیں بے سود رہیں گی۔ چنانچہ وہ خوفزدہ انداز میں دونوں ہاتھ اٹھا کر کھڑی ہو گئی۔ اتنی دیر میں آرہٹ رسی نکال کر لے آیا تھا میں نے سب مشین گن سے کچھ اور فائر کیے اور چیخ کر بولا۔

”میڈم ایس گیری ڈیل آپ جس طرح بھاگی ہیں اس طرح بھاگتی ہوئی میرے پاس آجائیے ورنہ اس بار میری سب مشین گن سے جو فائر ہو گا وہ آپ کے جسم پر ہو گا۔“ وہ تڑھال سے انداز میں چلتی ہوئی واپس آ گئی۔ تب میں نے آرہٹ کو اشارہ کیا اور آرہٹ نے اس کے دونوں ہاتھ پشت پر کئے شروع کر دیئے۔ اس نے میری ہدایت پر سو فیصد عمل کیا تھا اور گیری ڈیل کا سینہ باہر ابھر آیا تھا وہ خاصی نروس نظر آرہی تھی۔ میں نے آرہٹ اور اسکیلا سے کہا۔

”اب تم دونوں غار میں جاؤ اس کا ساتھی اندر پڑا ہوا ہے اسے نکال کر غار کی صفائی کر دو ہم دونوں آرہے ہیں کچھ شغل رہے گا۔“

”آرہٹ اور اسکیلا فوراً ہی اندر واپس چلے گئے تھے“ ایس گیری ڈیل نے ایک نظر اپنے دونوں مردہ ساتھیوں پر ڈالی اور میں نے نشانے ہلاتے ہوئے کہا۔

”افسوس آپ کے ساتھ صرف یہی تین افراد تھے اور تینوں ہی ہلاک ہو چکے ہیں۔ اب کوئی آپ کی مدد کو نہیں آئے گا میڈم ایس گیری ڈیل اور مجھے اس بات کا دکھ ہے۔ لیکن ہوتا ہے اس قسم کے کھیلوں میں یہی ہوتا ہے ویسے آپ اس قدر حسین ہیں کہ آپ یقین کیجئے آپ کو ذرہ برابر نقصان پہنچانے سے دلی اذیت ہوتی ہے۔ لیکن انسان کو زندگی سب سے زیادہ عزیز ہوتی ہے۔ اب تک آپ کے ساتھ جو زیادتی ہوئی وہ زندگی بچانے کے لیے تھی۔ میرا خیال ہے مجھے اس پر معذرت کرنی چاہیے۔“

ایس گیری ڈیل نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ خاموش کھڑی رہی اور کچھ دیر کی

خاموشی کے بعد اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔
”اپنے بارے میں بھی بتاؤ گے؟“

”دل تو یہی چاہتا ہے کہ آپ سے بہت سی اپنائیت کی باتیں کی جائیں لیکن یہ بات اچھی طرح جانتا ہوں میں کہ آپ کسی قیمت پر مجھے معاف نہیں کریں گی۔“
”اگر ہم دونوں کے درمیان کوئی مشترکہ مفاد کارگر ہو سکتا ہے تو میں تمہارے لیے ایک اچھی ساتھی ثابت ہو سکتی ہوں۔“

”یہ عجیب بات ہے ابھی تھوڑی دیر پہلے ہم بدترین دشمن تھے ابھی اچھے ساتھی کا تصور آپ کے ذہن میں کیسے ابھر آیا؟“

”تم اعلیٰ کارکردگی کے مالک ہو اور چہرے سے اندازہ ہوتا ہے کہ میری کرائن سے تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے کیا کر رہے ہو، کیوں کر رہے ہو، یہ میں نہیں جانتی، لیکن تمہاری شاندار کارکردگی اور شخصیت مجھے بھی پسند ہے اور تم نے میرے لیے اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا ہے۔ تم یقین کرو وہ لوگ جو بہترین صلاحیتوں کے مالک ہوں، میرے لیے دل و جان سے زیادہ عزیز ہوتے ہیں چاہو تو میرا ساتھ حاصل کر سکتے ہو۔“

”اس پیش کش پر غور کیا جاسکتا ہے۔“

”بتاؤ گے نہیں کہ کون ہو؟“

”میرے شناسا مجھے ڈی ایم کے نام سے پکارتے ہیں اور اتفاق کی بات ہے آپ لوگوں کے خلاف کام کر رہا ہوں میڈم ایس گیری ڈیل..... اصل میں آپ کے منصوبے میں ایک بہت بڑی خرابی ہے، معاملہ کسی ایسے شخص کا نہیں جس سے آپ کی دشمنی ہو، میں لاکھ بے گناہ انسانوں کی موت تو میں سمجھتا ہوں انتہائی وحشیانہ عمل ہے اور آپ کو یہ ذمہ داری کسی بھی طور قبول نہیں کرنی چاہیے تھی۔ آپ کے جیسی حسین عورت، حسین بدن کی مالک شخصیت انسانیت سے اتنی عاری نہیں ہونی چاہیے اپنے وطن کا مفاد اپنے معاملات بے شک اہمیت رکھتے ہیں لیکن آپ خود سوچئے کہ میری کرائن کے ان بے گناہ انسانوں نے آپ کا کیا بگاڑا ہے جن کی تباہی کے لیے آپ یہاں پہنچی ہیں.....؟“

”اوہ مائی گاڈ۔ تم اتنا کچھ جانتے ہو؟“

سلسلہ گفتگو آگے نہ بڑھ سکا، اسکیلا اور آرہٹ باہر نکل آئے تھے۔ غالباً وہ اپنے کام

سے فراغت حاصل کر چکے تھے۔

میں نے کہا۔ ”اب سلسلہ گفتگو کچھ دیر کے لیے ختم کرنا پڑے گا۔“

”یہ گدھے کون ہیں، ان سے نجات حاصل کرو، انہیں غار سے باہر نکال کر یہ کہہ وہ کسی اور جگہ قیام کریں میں اپنے اور تمہارے درمیان کسی کی مداخلت نہیں چاہتی۔“

”کریں گے، کریں گے آپ آئیے تو سہی۔“

”اس ذلیل انسان نے میرے ہاتھ کس قدر کس کر باندھے ہیں تم ذرا اندازہ لگاؤ۔“

”وہ تو میں نے اندازہ لگالیا ہے لیکن آپ یقین کیجئے آپ کے ہاتھ اس طرح پشت پر چلے جانے سے آپ کے بدن کی خوبصورتی میں جس قدر اضافہ ہو چکا ہے اس کی مثال ممکن نہیں۔“

”تم وحشی درندے ہو، ورنہ یہ بدن تو ہر طرح سے تمہاری نگاہوں کے سامنے آسکتا ہے۔“

اس نے مجھے پیش کش کر دی اور میں دل ہی دل میں ہنس پڑا۔ میں نے کہا۔

”فی الحال تو آگے بڑھئے، آپ سے ذرا کچھ باتیں ہوں گی۔“ اور چند لمحات کے بعد ہم غار میں آگئے، میں نے اسے سہارا دیے کر ایک دیوار سے لگا کر بٹھادیا اور پھر اسکیلا سے کہا۔

”ڈیر اسکیلا! کافی، میرے خیال میں اس وقت مزادے جائے گی۔“

”میں نکالتی ہوں سر۔“ اسکیلا نے کہا اور پھر تین گم میں کافی نکال لی۔ میں نے کہا۔

”نہیں ڈیر اسکیلا یہ تو بری بات ہے کیا ہم اپنی مہمان کو کافی نہیں پلائیں گے۔“

”تھینک یو میں کسی اور کے ہاتھوں سے کافی نہیں پیوں گی۔“

”اسکیلا آپ کو کافی پلا دے گی مس گیری ڈیل۔“

”نہیں تھینک یو ویری مچ، میں منع کر چکی ہوں۔“

”آپ کی مرضی..... ویسے آپ نے میری باتوں پر غور کیا، افسوس آپ کا پورا

گروپ ختم ہو چکا ہے اور اب اس گروپ میں صرف آپ بچی ہیں۔ ویسے بڑی دلچسپ بات ہے میڈم ایلس، وہ لوگ جنہوں نے اپنی اپنی الگ الگ پارٹی بنالی تھی آپ سے بری طرح بد دل تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ آپ نے اپنے آپ کو مسلط کر کے سارے نمبر خود لے جانے کی کوشش کی ہے۔ خیر میں نے انہیں آپ کے راستے سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہٹا دیا۔“

”تک..... کیا مطلب، کیا بکواس کر رہے ہو؟“

”آرڈیل، کیرن اور ایسے دوسرے لوگ، بہر حال یہ کوئی خاص بات نہیں ہے، لیکن آپ کو اس سلسلے میں داد دے سکتا ہوں کہ آپ نے لیول سائن میں آخر کار موٹی زوف کی لیبارٹری کا پتا چلا ہی لیا۔“

”نہیں مجھے اس کا کوئی پتا نہیں مل سکا۔“

”یہ تو آپ اب بتائیں گی ذرا آہستہ آہستہ، ہم نے آپ کو کافی کی پیش کش کی تھی لیکن آپ نے قبول نہیں کی۔ خیر کوئی بات نہیں ہے دیکھئے یہاں ہمارے پاس ازیت رسائی کے صرف تھوڑے ہی آلات ہیں۔ مثلاً الیکٹرو لیپ جو خود آپ کی اپنی ملکیت ہے۔ ہو سکتا ہے آپ صرف اسی سے کارآمد ثابت ہو جائیں، ورنہ چند چیزیں ہمارے پاس ایسی اور بھی ہیں جو آپ کو نقصان پہنچانے کا باعث بن سکتی ہیں۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ اچھے انسانوں کا عمل کریں اور بخشی معلومات آپ کو حاصل ہیں وہ آپ ہمیں بتادیں۔“

”کیا پوچھنا چاہتے ہو؟“ وہ بولی۔

”آپ کا تعلق کون سے ملک سے ہے؟“ جواب میں اس نے اپنے ملک کا نام بتایا۔ میں نے کہا۔

”آپ نے موٹی زوف کی لیبارٹری تلاش کر لی ہے؟“

”یہ مسخرے پن کا سوال ہے۔“

”کیوں؟“

”اگر ہم لوگ لیبارٹری تلاش کر لیتے تو ظاہر ہے اس طرح تمہارے چکر میں نہ پڑتے۔“

”بات واقعی قابل غور ہے میڈم ایلس گیری ڈیل لیکن اب آپ یہ بتائیے کہ آپ

مجھ نے مفاہمت کی جو بات کرتی ہیں، کیا اس میں یہ تصور بھی شامل ہے کہ مونٹی زوف لیہارٹری تلاش کر کے اسے تباہ کر دیا جائے۔ جیسا کہ آپ کا اپنا منصوبہ ہے؟“

اس نے نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا پھر اسکیلا اور آرٹ کی جانب دیکھنے لگی پھر بولی۔

”میں تمہارے کسی سوال کا کوئی جواب نہیں دوں گی۔“

”ارے ارے، میڈم، آپ اچانک پڑی سے کیوں اتر گئیں۔“

”ان دونوں کو یہاں سے ہٹا دو۔“

”آخر کیوں؟“

”ان کی موجودگی میں مجھے سبکی کا احساس ہوتا ہے۔ یہ دونوں مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔“ اس نے آرٹ اور اسکیلا کو گھورتے ہوئے کہا۔

”اوکے، آرٹ پلیز.....“ میں نے آرٹ کو اشارہ کیا اور وہ دونوں مسکراتے ہوئے باہر نکل گئے۔ ”جی میڈم ایس گیری ڈیل۔“

”تم کون ہو؟“ وہ بولی۔

”نہ بتانا چاہوں تو.....“

”بہتر نہ ہو گا۔“

”چلئے اپنے ملک کا نام نہیں بتاتا، اتنا بتائے دیتا ہوں کہ جس مشن پر آپ کام کر رہی ہیں وہی میرا مشن ہے۔ مونٹی زوف نے جو کچھ کیا ہے وہ میرے ملک کے لیے بھی باعث دلچسپی ہے۔“

”کیا معلوم کر سکے؟“

”آپ اٹنے مجھ سے سوالات کر رہی ہیں۔“

”اس کی وجہ ہے۔“

”کیا؟“

”تم مجھے پسند آئے ہو۔“

”مگر اتنا نقصان اٹھانے کے باوجود۔“

”تم چیتے کی طرح پھرتیلے اور لومڑی کی طرح چلاک ہو، نفع نقصان کی مجھے بھی پروا

نہیں۔“

”پھر ہم کیا کریں گے۔“

”ساتھ رہیں گے۔“

”اور آپ کا مشن؟“

”اپنے وطن سے غداری کرنی پڑے گی۔“

”کر لیں گی؟“

”نہ کروں گی تو کیا کروں گی۔“

”کیا مطلب.....؟“

”ناکام ہو چکی ہوں۔ دوسرے مرچکے ہیں۔ تمہا کیا کر سکتی ہوں اس لیے دپوش ہو جاؤں گی۔“

”اوہ.....“ میں نے اسے گہری نگاہوں سے دیکھا۔ ”اتنا پسند آگیا ہوں میں“

”ہاں، کیونکہ زندگی میں پہلی شکست کھائی ہے۔“

”گڈ.....! آپ یہاں تک کیسے پہنچیں؟“

”شہید مشقت کے بعد۔“

”کوئی پتا چلا۔“

”ابھی تک نہیں۔ سوائے اس کے کہ یہ واحد جگہ ہے جہاں وہ لیہارٹری ہو سکتی ہے۔“

”کوئی نشان بھی نہیں ملا؟“

”نہیں۔“

”آپ اسی طرح بے سروسامانی کے عالم میں آئی ہیں۔“

”نہیں.....“ اس نے جواب دیا۔

”سامان کہاں ہے آپ کا؟“

”یہاں سے کچھ فاصلے پر ایک غار میں۔ ہم نے تم تینوں کو پیرا شوٹ سے کودتے

دیکھ لیا تھا۔ لیکن وہ فوجی ہیلی کاپٹر تھا۔ وہ تمہیں کیسے حاصل ہوا۔“

”ذہانت سے، آپ یہاں کیسے آئیں۔“

”پیدل۔“

”خجروں کے ذریعہ۔“

”خجروں.....“ خچر کہاں سے آتے۔“

”آپ.....“ میرا مطلب ہے آپ کے ساتھ خچر نہیں ہیں۔

”یہ خچر تمہارے سر پر کیوں سوار ہوئے۔“

”آپ نے یہاں خچر دیکھے بھی نہیں۔“

”نہیں، مگر کیوں؟“

”سلمان کہاں ہے آپ کا۔“ میں نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

”بتا دوں گی، میرے ہاتھ تو کھولو۔“ وہ ناز بھرے انداز میں بولی۔

”ایک منٹ میں، ان لوگوں کو بھیجتا ہوں۔“ میں نے کہا اور اس کا منہ کھل کر ہنسا۔
”تم دونوں اندر جاؤ۔“ وہ دوںوں اندر چلے گئے تو میں نے بے حد خطرناک عورت ہے۔ اس سے ہوشیار رہنا۔“ وہ دونوں اندر چلے گئے تو میں نے ٹرانسمیٹر نکالا اور اس میں سے رابطہ کرنے لگا جس کے بارے میں جنرل نے مجھے بتایا تھا اور اس رابطے کے کوڈ بھی بتا دیئے تھے۔ دوسری طرف سے فوراً میری کال موصول کی گئی تھی۔

”مائیں پلس ٹو نائن..... اور؟“

”تھری او..... پلس او!“

”جنرل سے رابطہ ہو سکتا ہے۔“

”تھوڑا سا انتظار پلیز!“ دوسری طرف سے کہا گیا۔ پھر کچھ لمحے بعد جنرل کی آواز

سنائی دی۔

”مسٹر ڈی ایم۔“

”ہیلو جنرل.....“

”آپ خیریت سے ہیں؟“

”جی ایک کام کرنا ہے۔“

”ضرور بتائیے۔“ جنرل نے کہا، میں نے اسے اپنی ضرورت بتائی۔ پھر کہا۔ ”اس

عورت کو محفوظ رکھئے گا۔ مجھے اس سے ایک اہم کام لینا ہے۔ لیکن اس کے سلسلے میں

پر وانی خطرناک ہو سکتی ہے۔

”آپ مطمئن رہیں۔“ جنرل نے جواب دیا اور میں اسے مختصر تفصیل بتانے لگا۔ پھر

سلسلہ منقطع کر دیا۔ اس کے بعد میں اس وقت تک اپنی جگہ بیٹھا رہا جب تک میں نے دور

سے فضا میں ہیلی کاپٹر کو آتے نہ دیکھ لیا۔ غار میں کیا ہو رہا ہے میں نے اس پر توجہ نہیں

دی اور پھر ایک کپڑا جو گہرے رنگ کا تھا فضا میں لہرانے لگا۔ ہیلی کاپٹر ایک بہتر جگہ رک

گیا۔ ایک کرنل نے مجھے باقاعدہ فوجی سلام کیا تھا۔

”میں کرنل جم اوسٹوف ہوں یہ میری شناخت ہے۔“ اس نے اپنے کاغذات مجھے

پیش کر دیئے۔ میں نے سرسری نگاہ کے بعد کاغذات اسے واپس کئے اور کہا۔

”جس عورت کو میں آپ کے حوالے کر رہا ہوں کرنل، وہ ایک خطرناک ایجنٹ

ہے، آپ اسے حفاظت سے لے جائیں۔“

”مطمئن رہیں سر۔“

کرنل اوسٹوف کو دیکھ کر ایلیں بری طرح چونکی تھیں۔ پھر اس نے خونی نظروں سے

مجھے دیکھا لیکن منہ سے کچھ نہیں بولی۔ کرنل نے ایک اور ہی قدم اٹھایا۔ اس نے جیب

سے ایک لائٹر نما شے نکالی اور ایلیں کے قریب کر کے بٹن دبا دیا۔ زرد رنگ کے محلول کی

ایک پھواری نکلی اور ایلیں کی ناک سے ٹکرائی۔ ایلیں نے گالیاں بکنا شروع کر دیں۔ پھر

اس کی آواز مدھم پڑتی گئی۔

”میں نے راستے کے خطرے کو ختم کر دیا سر!“ کرنل نے کہا۔

”ٹھیک ہے کرنل، اس کے بارے میں پوری تفصیل جنرل کے پاس ہیں۔“

”کچھ دیر کے بعد ہم انہیں خدا حافظ کہہ رہے تھے۔ اسکیلا اور آرہٹ بے حد متاثر

نظر آ رہے تھے۔ غار میں واپس آکر ہم بیٹھ گئے۔ اسکیلا نے کہا۔“

”سر کوئن نے ہمیں بریف کیا تھا۔ انہوں نے کہا تھا کہ وہ ایک ایسی شخصیت کو بھیج

رہی ہے جسے ایک پوری آرمی کہا جاسکتا ہے۔ ہم کوئن کی بات سے منحرف تو نہیں تھے

لیکن ہم حیرت زدہ تھے اور دیکھنا چاہتے تھے کہ ایک انسان میں کتنی وسعت ہو سکتی ہے اور

ہم نے دیکھ لیا۔“

میں مسکرا دیا۔ ”کیا دیکھا اسکیلا؟“

”یہ کہ ایک انسان ماحول کو کس طرح تسخیر کر سکتا ہے۔ وہ کس طرح خطرناک دشمن کو زیر کر سکتا ہے۔ اور آپ یہ صلاحیت رکھتے ہیں۔ یہ بات ہم جانتے ہیں کہ میری کرائن سے آپ کا کوئی تعلق نہیں ہے لیکن کرائن کے فوجی ہمارے ساتھ تعاون کر رہے ہیں۔“

”اگر میرا منصوبہ کامیاب ہو گیا اسکیلا تو میں انہیں مستقبل کا بہترین تحفظ دیکر جاؤں گا۔“ میں نے کہا۔

”کون کے ایک ایک لفظ کی تصدیق ہو رہی ہے سر، بلیک چینل جن مقاصد کے لیے وجود میں آیا ہے وہ یہی ہے کہ ساری دنیا میں رنگ لسل اور مذہب سے بے نیاز ہو کر وہ آسانیاں فراہم کی جائیں جو کسی کی ذات ہوس کے نتیجے میں دوسروں کے لیے مشکلات کا سامان پیدا کرتی ہیں۔ بہر حال ہم اس مقصد کے لیے ساری دنیا میں اپنا کام کر رہے ہیں“ سراب کیا پروگرام ہے؟“

”اصل میں ہمارے کام کا ایک پورشن ختم ہو چکا ہے اسکیلا، مثلاً یہ کہ کون میکویا کو یہ اطلاع ملی تھی کہ لیس لینڈ نے اچانک میری کرائن کے خلاف جنگی کارروائیاں بند کر دی ہیں اور اب وہ ایک ایسی سازش کر رہا ہے جس میں بیرونی قوتیں اس کے ساتھ ہیں۔ ہمیں ان آٹھ ہی افراد کے بارے میں اطلاع ملی تھی جن کا تعلق کچھ بڑی طاقتوں سے ہے اور انہیں وہ مذموم منصوبہ سرانجام دینا تھا جس کے تحت بیس لاکھ افراد کی ہلاکت کا خدشہ تھا۔ یہ چار آدمی جن میں یہ عورت بھی شامل تھی یہاں تک پہنچ گئے۔ اندازہ یہی ہوتا ہے کہ انہیں مونٹی زوف کی تجربہ گاہ کا ابھی تک پتا نہیں چل سکا تھا۔ سات افراد ان میں سے ختم ہو چکے ہیں اس عورت کو میں نے ایک خاص منصوبے کے تحت زندہ رکھا ہے۔ ورنہ اسے بھی کیفر کردار تک پہنچا دیتا۔ بہر حال اب ہمارا کام یہ ہے کہ ہم یہاں مونٹی زوف کی تجربہ گاہ تلاش کریں۔ باقی معاملات تقدیر پر چھوڑنا ہوں گے۔ اصل میں جس مذہب سے میں تعلق رکھتا ہوں ڈیڑا اسکیلا اس میں بہت سے کام تقدیر کے سہارے کرنا ہوتے ہیں اور ہم ہر قیمت پر اس پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ تقدیر نیکی کے کاموں میں بہتری کا ساتھ دیتی ہے۔ یہ ہمارا ایمان ہے اس کے باوجود اگر ہمیں مونٹی زوف کی تجربہ گاہ یہاں نہ دستیاب ہوئی تو اس کے بعد ہماری نئی کارروائیوں کا آغاز ہو گا یہ تو کرنا ہے ڈیڑا

اسکیلا۔“

”ٹھیک ہے سر، ہم ہر طرح آپ کے ساتھ ہیں۔“

بہر حال یہ دونوں افراد مجھ سے مطمئن تھے اور واقعی میں اس سلسلے میں اسب تقدیر پر ہی انحصار کر رہا تھا اور یہ تو میرے ماضی کا پورا پورا ریکارڈ تھا کہ جب بھی میں نے حالات سے مایوس ہو کر صرف تقدیر پر بھروسہ کیا تو تقدیر نے میرا ساتھ دیا، مائیکرو پلیٹ نے ہی میری رہنمائی کی تھی۔ میں نے برف زار میں ایک خچر کو دیکھا تھا جو تنہا گھوم رہا تھا۔ یہ بات ابھی تک میرے ذہن میں چبھ رہی تھی کہ ایلس گیری ڈیل نے خچروں سے نلوا قفیت کا اظہار کیا تھا۔ پھر یہی سوچا جاسکتا تھا کہ یہاں کچھ اور بھی ہے اور اس وقت یہ تنہا خچر دیکھ کر میرے ذہن میں فوراً ہی یہ خیال ابھر آیا تھا۔ میں نے ان دونوں کو صورت حال سے ناواقف رکھنا مناسب نہیں سمجھا۔ البتہ صحیح سمت کا جائزہ لینے کے بعد میں نے مائیکرو پلیٹ اپنے کنٹرول میں لے لی تھی اور پھر میں نے انہیں خچر کے بارے میں بتایا۔ وہ دونوں بھی حیران ہو گئے تھے۔

”تو پھر اب ہمیں کیا کرنا ہے سر؟“

”آؤ.....“ میں نے بے خوفی سے کہا اور مختصر سی تیاریوں کے بعد ہم اس دراستے پر چل پڑے، خچر اب بھی نظر آرہا تھا اور ہم آہستہ آہستہ اس کی جانب بڑھ رہے تھے۔ پھر میں نے اسکیلا اور آرٹ کو اپنے منصوبے سے آگاہ کیا اور وہ متحیرانہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگے۔ لیکن ان کے چہرے جوش جذبات سے سرخ ہو گئے تھے۔ وہ میرا ساتھ دینے پر آمادہ ہو گئے اور ہم دونوں بڑے محتاط انداز میں دبے پاؤں خچر کی جانب بڑھنے لگے۔



لڑکی چیخنے کی مشین بن گئی۔ حالانکہ میں نے اسے اس لئے دبوچا تھا کہ وہ چیخنے نہ پائے۔ لیکن میرے ہاتھ صحیح نہیں پڑے تھے اور میں اس کا منہ نہیں بند کر پایا تھا..... اس کے ساتھ ہی مجھے یہ احساس بھی ہوا تھا کہ اس وقت اپنی مدافعت کے لئے جس طرح میں نے اسے دبوچا ہوا ہے۔ اخلاقی طور پر یہ درست نہیں ہے..... ویسے بھی وہ ایک نوخیز اور نوجوان لڑکی تھی، اسکیلا اور آر بٹ بھونچکے کھڑے ہوئے تھے اور ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس وقت کیسے میری مدد کریں.....

تب دوسری مصیبت بھی نازل ہو گئی۔ دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں اندر ہی سے آئی تھیں اور پھر دوسری لڑکی کی نسوانی چیخیں اسی طرح ابھرنے لگیں اور وہ بھی حلق پھاڑ پھاڑ کر چیخنے لگی..... ہم لوگ عجب مصیبت میں گرفتار ہو گئے تھے..... بحالت مجبوری میں نے اپنے ہاتھوں میں دبی ہوئی لڑکی کو چھوڑ دیا اور اس نے ایک لمبی زقند اس سوراخ کی جانب لگائی جہاں سے وہ آئی تھی۔ البتہ میں اس کے پیچھے دوڑا تھا..... میرے ہاتھوں سے چھوٹنے والی لڑکی دوسری لڑکی سے ٹکرائی اور دونوں زمین پر ڈھیر ہو گئیں، ان کے اوپر گرنے سے بچنے کے لئے میں نے ان کے اوپر سے چھلانگ لگا دی تھی، البتہ اسکیلا اور آر بٹ جو بدحواسی میں میرے پیچھے ہی بھاگے تھے، ان دونوں کے اوپر ہی ڈھیر ہو گئے، لیکن میں اندر داخل ہو گیا تھا۔ یہ ایک وسیع و عریض اور روشن غار تھا.....

غار کے دوسرے دہانے سے برف کا بوڑھا اور برفانی معمر خاتون برآمد ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنے جسموں پر موٹے لباس لپیٹے ہوئے تھے..... بوڑھے کی دائرہی ہچھوٹوں کے ہال

برف کی طرح ہی سفید تھے اور یہی کیفیت معمر عورت کی تھی۔ وہ دونوں پھٹی پھٹی آنکھوں سے ہمیں دیکھ رہے تھے اور میں انہیں، تب میں نے آہستہ سے کہا۔

”معافی چاہتا ہوں جناب..... کچھ غلط نہیں ہو گئی ہے آپ براہ کرم ان لڑکیوں کو سنبھالنے جو خوفزدہ ہو کر چیخ پڑی ہیں۔“

میں نے یہ الفاظ کچھ ایسے مہذب انداز میں کہے تھے کہ بوڑھا چونک پڑا اور پھر اس نے چیخ کر لڑکیوں کو آواز دی۔

”لیچا، آرمینا کیا بات ہے؟“ اس دوران دونوں لڑکیاں اسکیلا اور آر بٹ بھی سنبھل گئیں..... لڑکیوں نے پھر اندر چھلانگ لگائی اور دوڑ کر بوڑھے کے پاس پہنچ گئیں۔

وہ خوفزدہ نگاہوں سے ہمیں دیکھتے ہوئے، ہانپتے ہوئے لہجے میں بوڑھے سے کچھ کہنا چاہ رہی تھیں، لیکن مانسوں کے اعتدال پر نہ ہونے کی وجہ سے ان کے حلق سے آوازیں نہیں نکل رہی تھیں..... تب بوڑھے نے مقامی زبان میں ان سے کچھ کہا، انداز سمجھانے والا تھا..... دونوں لڑکیاں کسی قدر سنبھل گئیں، لیکن ان کی خوفزدہ نگاہیں ہمیں ہی دیکھ رہی تھیں..... میں نے مہذب لہجے میں کہا۔

”شکریہ جناب..... ویسے کیا آپ کا نام مونٹی زوف ہے؟“

معمر بوڑھا ساکت نگاہوں سے ہمیں دیکھتا رہا، پھر بھاری لہجے میں بولا۔

”میں جو کوئی بھی ہوں، تم کون ہو؟“

”دیکھئے جناب اگر آپ مونٹی زوف ہیں تو سب سے پہلے ہماری تلاشی لے لیں، ہم

کئی بھی طرح آپ کے لئے نقصان دہ نہیں ہیں اور نہ ہی آپ کے دشمنوں میں شمار ہوتے ہیں۔ جب آپ اس بات کا اطمینان کر لیں تو پھر ہم آپ سے دوسری بات کریں گے۔“ اس شخص نے غالباً ہماری اس پیشکش کو قبول کر لیا تھا، چنانچہ وہ آگے بڑھا اور ہمارے قریب پہنچ گیا، پھر اس نے کہا۔

”دیکھو دوستو! جہاں تم لوگ اس وقت موجود ہو یا اس جگہ کے آس پاس تقریباً دو کلومیٹر

کے علاقے میں اس قسم کا بندوبست کر لیا ہے، میں نے کہا کہ میں اگر چاہوں تو یہاں بدترین تباہی پھیلا سکتا ہوں، تم اگر کتنے ہی خطرناک ہتھیار سے مسلح ہو لیکن میری معمولی سی کوشش، میں کوشش کا لفظ کہہ رہا ہوں جنبش نہیں..... معمولی سی کوشش تمہیں پانی میں تبدیل کر سکتی ہے، اس

بات کو ذہن میں رکھنا، تم کبھی یہ نہیں سمجھ پاؤ گے کہ اصل بات کیا ہوئی تھی اور جو کچھ میں چاہتا ہوں وہ ہو جائے گا۔“

”ٹھیک ہے جناب..... یہ براہ کرم اس وقت کیجئے جب آپ کو یہ احساس ہو کہ ہم کسی طور آپ کے لئے نقصان دہ ثابت ہو سکتے ہیں۔“

”اور اب اپنے ہاتھ بلند کرلو، حالانکہ میں یہ نہیں چاہتا کہ تمہارے ساتھ اور کتنے افراد ہیں، لیکن تم کم از کم اپنے بارے میں اطمینان دلاؤ۔“ بوڑھے نے بڑے ماہرانہ انداز میں ہماری تلاشی لی تھی اور ہمارے پاس سے جو کچھ برآمد ہوا تھا وہ اپنی تحویل میں لے لیا تھا، پھر اس نے دو قدم پیچھے ہٹ کر کہا۔

”اور اگر تمہیں میری بات پر یقین نہ ہو تو کیا میں باہر موجود تمہارے ساتھیوں کو موت کی نیند سلا دوں۔“

”جو آپ مناسب سمجھتے ہیں..... ہماری طرف سے اجازت ہے۔“ میں نے کہا اور بوڑھا مسکراتے لگا پھر بولا۔

”ٹھیک ہے اصل میں یہاں جن حالات میں، میں رہتا ہوں اس کی وجہ سے مجھے مجبور ہونا پڑا ہے..... معذرت چاہتا ہوں، اب بھی مجھے بتاؤ کہ کیا باہر تمہارے کچھ ساتھی موجود ہیں؟“

”نہیں۔“

”تب میں جو کچھ کر رہا ہوں میں حق بجانب ہوں۔“

بوڑھے نے کیا کیا نہ میری سمجھ میں آیا نہ دوسرے افراد کی لیکن چند لمحات کے بعد اس نے مطمئن انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے اب تم آسکتے ہو لیچا، آرمینا تم ان لوگوں کا سامان احتیاط سے اٹھا کر رکھ دو اور اس کے بعد معزز مہمانوں کے لئے گرم قبوہ لے کر اندر آ جاؤ۔“ میں نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا تھا..... بوڑھے نے بے پروائی سے ہمیں ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور ہم تینوں ان دونوں کے پیچھے پیچھے غار میں اندر داخل ہو گئے۔ ایک اور بڑا غار تھا لیکن بوڑھا اس میں نہیں رکا۔ غار میں بہت کچھ موجود تھا..... بوڑھا غار کی دیوار کے پاس پہنچ گیا، پھر یہ سمجھ میں ہی نہیں آیا تھا کہ وہ کیا کر رہا ہے اور کس طرح کر رہا ہے..... غار کی دیوار کے سامنے والے

جگہ میں ایک اور گول دہانہ نمودار ہو گیا، جس کا پہلے نام و نشان نہیں تھا اور بوڑھا ہمیں اس دہانے سے لے کر میڑھیاں اترتا ہوا نیچے ایک بہت بڑی جگہ پہنچ گیا۔ کمال کی جگہ تھی.....

حالانکہ یہ ایک تنگ غار تھا، تنگ اس لحاظ سے کہ اس کی چھت بہت نیچی تھی، لیکن بے پناہ کشادہ اور اس میں زندگی کی وہ تمام سہولتیں موجود تھیں جن کی عام حالات میں ضرورت ہو سکتی ہے۔

بہتر لگے ہوئے تھے..... ایک پورشن میں یہ سب کچھ تھا اور دوسرے پورشن میں عظیم الشان مشینیں لگی ہوئی تھیں جن کی وسعت کا اندازہ نہیں ہو پا رہا تھا..... یہ ناقابل یقین جگہ تھی جسے دیکھ کر دل پر خواہ مخواہ ایک ہیبت سی طاری ہوتی تھی، وہاں نشست گا ہیں بھی بنی ہوئی تھیں..... بوڑھا ہمیں لئے ہوئے ان نشست گاہوں میں پہنچ گیا۔ آرام دہ گدوں پر اس نے ہمیں بیٹھنے کے لئے کہا اور پھر خود بھی معمر عورت کے ساتھ ان سامنے والے گدوں پر بیٹھ گیا پھر بولا۔

”اب تم محفوظ جگہ پر ہو..... ایسی محفوظ جگہ جہاں دشمن کوئی کارروائی کر سکتا ہے اور نہ کوئی ایسا عمل کر سکتا ہے جو انسانی زندگی کے لئے نقصان دہ ہو۔“

”وہ کیسے؟“

”ہر بات بتانے کے لئے نہیں ہوتی نو جوان دوست، بہتر ہے کہ تم یہاں اپنی آمد اور اس کے مقاصد کی تفصیل بتاؤ۔“

”یقیناً..... ہم خود بھی نہ آپ کا وقت ضائع کرنا چاہتے ہیں مسٹر مونٹی زوف اور نہ اپنا، ویسے کیا آپ اس حقیقت کو تسلیم کریں گے کہ آپ ہی مونٹی زوف ہیں؟“

”ہاں..... میرا نام مونٹی زوف ہے۔ یہ میری بیوی ایسلا زوف ہے اور وہ میری دونوں بیٹیاں، یہاں صرف چار افراد پر مشتمل یہ خاندان رہتا ہے اور باقی جو کچھ ہے تم یہ سمجھ لو میرے وہ دوست ہیں جنہیں تم بے جان غلام کہہ سکتے ہو..... ان کی تباہ کاری تم باہر نکل کر دیکھ لو گے، اگر تمہارے ساتھی وہاں موجود ہیں۔“

”آپ یقین کر لیجئے کہ ہم تین افراد کے علاوہ آس پاس اور کوئی نہیں ہے۔ ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ کوئی ایسا اجنبی شخص بھی یہاں آس پاس موجود نہیں ہے جس سے ہمارا تعلق ہو۔“

”یہ اچھی بات ہے، کیونکہ باہر جو ہری گیس پھیل چکی ہے وہ انسانی زندگی کے لئے اس قدر خطرناک ہے کہ ایک لمحہ بھی اس میں سانس نہیں لیا جاسکتا بلکہ یہاں جو کوئی بھی ہوگا

اس کی ناک، کان اور منہ سے خون کے فوارے بہنے لگیں گے اور اس کے بدن کا خون جسم پر بہہ جائے گا تو اس کا جسم سرد ہو جائے گا اور دیکھنے والے صرف ایک ہی بات کہہ سکیں گے کہ شہید سردی کے باعث ان لوگوں کی شریانیں پھٹ گئی ہیں..... مجھے معاف کرنا اپنا تحفظ بھی انسان کو دنیا کی ہر چیز سے زیادہ ضروری محسوس ہوتا ہے اور تم خود سوچو، تین عورتوں کے ساتھ تنہا یہاں رہ رہا ہوں ان کی زندگی کا محافظ بھی ہوں اور اپنی زندگی کا بھی۔“

”ہم اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں۔“ میں نے معترف انداز میں کہا۔

”خیر چھوڑو..... یہ تو میں نے اس لئے ضروری سمجھا کہ تمہیں اس بات سے آگاہ کر دوں کہ یہاں تمہاری کوئی ایسی کارروائی کارگر نہیں ہو سکتی جو ہم لوگوں کے خلاف ہو، اس کے نتیجے میں تم اپنی زندگی کھونے کے علاوہ اور کچھ نہیں کر سکو گے۔“

”ٹھیک ہے، آپ بالکل مطمئن رہیں۔“

”اور اب یہاں اپنی آمد کا مقصد بتا دو۔“

”مسٹر مونٹی زوف، کیا آپ کا رابطہ باہر کی دنیا سے ہے؟“

”پہلے تم مجھے یہ بتاؤ کہ تم مجھ سے سوالات کرو گے یا میرے سوالات کے جواب دو گے؟“

”نہیں ٹھیک ہے..... ہم آپ کے سوالات کے جواب دیں گے، کیونکہ اس سے بھی ہمارا مقصد پورا ہو جاتا ہے۔“ میں نے تعاون کرنے والے انداز میں کہا۔

”تو پھر یہ بتاؤ کہ تم کون ہو؟“

”مسٹر مونٹی زوف، میرا وہ سوال، آپ کے اس سوال سے منسلک تھا..... میں بلیک چینل کا نمائندہ ہوں، کیا آپ نے بلیک چینل کا نام سنا ہے؟“

”نہیں۔“

”یہ ایک ایسا ادارہ ہے جو دنیا بھر میں پھیلی ہوئی گندگی کے خلاف کام کر رہا ہے اور اس کا نظریہ ہے کہ دنیا امن و سکون کی گود میں سانس لے، ہو سکتا ہے مسٹر مونٹی زوف آپ عدم واقفیت کی بنیاد پر اس ادارے سے ناواقفیت کا اظہار کریں اور اس پر مسکرائیں..... میں آپ کو ان دونوں میں سے کسی کام سے نہیں روکوں گا، لیکن بیرونی دنیا سے اگر آپ کا تعلق ہوتا تو آپ بلیک چینل کے ان کارناموں کے بارے میں ضرور جانتے جو اس دوران وہ مہم انجام دیتا

”ہے۔“

”چلو ٹھیک ہے مختصراً میں اس بات کو تسلیم کئے لیتا ہوں پھر؟“

”میرا سوال اب بھی آپ کے اسی سوال سے منسلک ہے۔“ بلیک چینل کے علم میں یہ

آچکی ہے کہ مسٹر مونٹی زوف اپنی حکومت کے ایماء پر کسی ایسی جگہ قید کر دیئے گئے ہیں

جہاں سے ان کے لئے نکلنا ممکن نہیں اور وہ اس عظیم الشان ملک کے لئے ایسے جراثیمی ہتھیار

تیار کریں جو دنیا کی تباہی کا باعث ہوں۔“

”ٹھیک درست اطلاع تھی۔“

”اور اس کے بعد مسٹر مونٹی زوف اگر بیرونی دنیا سے آپ کا تعلق ہے تو آپ کو اس

بات کا علم بھی ہو چکا ہوگا کہ وہ ملک ٹکڑے ٹکڑے ہو کر مختلف ریاستوں میں بٹ چکا ہے اور

میری کرائن اب ایک مطلق العنان ریاست بن چکی ہے..... آپ کم از کم میرے اس سوال کا

جواب تو ضرور دیں گے کہ کیا آپ کو اس بات سے واقفیت ہے کہ۔“

”ہاں ہے..... بیرونی دنیا سے میرا بس اتنا سا تعلق ہے کہ کبھی کبھی میں خفیہ طور پر نچر

لے کر سب سے قریبی آبادی میں نکلتا ہوں اور اپنے لئے تازہ سامان خرید لاتا ہوں اور یہ اسی

وقت ممکن ہو سکا ہے جب میری کرائن ایک آزاد ریاست کی حیثیت سے سامنے آئی ہے۔ ورنہ

اس سے پہلے اس کے انتظامات دوسرے لوگ کیا کرتے تھے۔“

”دیری گڈ، تو پھر آپ کو یقیناً یہ بھی معلوم ہوگا کہ لیس لینڈ جو آپ کی ایک پڑوسی

ریاست ہے۔ میری کرائن کے خلاف بدترین عزائم رکھتی ہے اور اس کے اور میری کرائن کے

درمیان جنگ ہو رہی ہے؟“

”ہاں..... مختصراً مجھے اس بارے میں بھی معلوم ہے۔“

”میرا کام تو بہت آسان ہو گیا مسٹر مونٹی زوف البتہ آپ کے بارے میں، میں یہ نہیں

جانتا کہ آپ کی ہمدردیاں کس حد تک میری کرائن سے ہیں۔“

”اگر میں یہ بات کہوں تو تم مجھے اس میں حق بجانب سمجھنا کہ میری ہمدردیاں اب

صرف اپنے اہل خانہ کے ساتھ ہیں، باقی دنیا کے کسی فرد سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں۔“

میں نے بوڑھے سائنس دان کو دیکھا۔ یہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ کس

قدر تک بول رہا ہے..... میرے کچھ بولنے سے قبل اس نے کہا۔

”میرا کام تو بہت آسان ہو گیا مسٹر مونٹی زوف البتہ آپ کے بارے میں، میں یہ نہیں

جانتا کہ آپ کی ہمدردیاں کس حد تک میری کرائن سے ہیں۔“

”اگر میں یہ بات کہوں تو تم مجھے اس میں حق بجانب سمجھنا کہ میری ہمدردیاں اب

صرف اپنے اہل خانہ کے ساتھ ہیں، باقی دنیا کے کسی فرد سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں۔“

میں نے بوڑھے سائنس دان کو دیکھا۔ یہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ کس

قدر تک بول رہا ہے..... میرے کچھ بولنے سے قبل اس نے کہا۔

”میرا کام تو بہت آسان ہو گیا مسٹر مونٹی زوف البتہ آپ کے بارے میں، میں یہ نہیں

”اور میرے ان الفاظ کا ایک پس منظر ہے۔“

”وہ کیا مسٹر مونٹی زوف؟“

”آہ..... تم جانتے ہو..... تم ہی نہیں دُنیا جانتی ہے۔ میں نے ایک طویل عمر سیکھنا تعلیم کے حصول میں صرف کی۔ دُنیا کو بھول کر محنت کرتا رہا..... یہاں تک کہ مجھے وہ حاصل ہو گیا جس کے لئے محنت کر رہا تھا۔ میں نے وہ پالیا جو میں چاہتا تھا، لیکن مجھے مجبور کر دیا گیا اور آخر کار میں نے ذہنی طور پر اپنے آپ کو ان کے حکم کے تابع کر لیا، کیا کر سکتا تھا..... نہ میرے بچوں کا کوئی مستقبل تھا، نہ میرا اپنا، مجھے ایک قیدی بنا کر برف کے ان غاروں میں ڈال دیا گیا تھا اور حکم دیا گیا کہ جو کچھ کہا جا رہا ہے وہی کروں..... میری بچیوں کا دنیا سے رابطہ ٹوٹ گیا..... شکایت تو انہوں نے مجھ سے کی تھی، کوئی اور ان کی شکایت سننے والا کہاں تھا۔ انہوں نے مجھے طعنے دیے کہ میں نے زندگی کا ایسا راستہ کیوں اپنایا جس میں کسی کے لئے کچھ بھی نہیں ہے..... بہر حال میری مجبوری تھی اور یہ مجبوری مجھ سے وہی کر رہی تھی جو وہ کہہ رہے تھے..... میرے دوست سارا وطن کی محبت کا جذبہ پانی بن کر بہہ گیا اور میں ایک مجبور زندگی گزارنے لگا، پھر جب مجھے علم ہوا کہ وہ ختم ہو گئے جو میرے مستقبل پر مسلط ہو گئے تھے تو میں نے خوش منائی اور یہ اندازہ لگایا کہ جو اطلاع مجھے ملی ہے وہ سچ ہے یا جھوٹ لیکن وہ جو اس قید خانے کے محافظ تھے فرار ہو گئے تھے..... تب میں نے، میری بیوی نے اور میری بیٹیوں نے آئندہ کے لئے فیصلے کئے، ہم نے یہ سوچا کہ اب جو لوگ ہم پر حکمران ہوئے ہیں ان کے بارے میں کیا کہا جاسکتا ہے کہ وہ کس نظریے کے حامل ہوں، سب اپنے اپنے افکار و خیالات رکھتے ہیں اور دوسروں کی زندگی کو بھول جاتے ہیں، چنانچہ ہم نے ان فیصلوں کے تحت عمل کیا۔ جو ذمے داری مجھے سونپی گئی تھی سب سے پہلے میں نے اسی سے نجات پائی۔“ مونٹی زوف کچھ لمحوں کے لئے خاموش ہوا لیکن اس کے ان الفاظ نے میرے دل میں تردد بیدار کر دیا تھا..... میں بولے بغیر نہ رہ سکا۔

”نجات پانے سے آپ کی کیا مراد ہے مسٹر مونٹی زوف؟“

جواب میں مونٹی زوف مسکرا دیا پھر بولا۔

”میں وہ پاگل بوڑھا ہوں جس نے زندگی میں انتہائی تنگ و دو کرنے کے بعد ایسے جراثیمی ہتھیار تخلیق کئے جو انسانوں کی بربادی کے لئے انتہائی مہلک حیثیت رکھتے تھے اور

جب وہ مکمل ہو گئے تو میں نے انہیں ختم کر دیا۔“

”ختم کر دیا؟“

”ہاں۔“

”مم..... مگر کیوں اور کیسے؟“

”کیوں کا سوال یہ تھا کہ میں ان سے بالکل غیر متفق تھا، میں نے یہ سب کچھ کرنے کے لئے تو اپنے سائنسی علوم کو فروغ نہیں دیا تھا..... میں کچھ کرنا چاہتا تھا، بے شک بہت کچھ کرنا چاہتا تھا لیکن وہ نہیں جو مجھ سے کرایا گیا تھا اور جب وہ اس دُنیا میں نہ رہے تو سب سے پہلے میں نے وہی ختم کیا جو میں نے ان کے کہنے پر تیار کیا تھا۔“

”تمہارا مطلب ہے کہ تم نے وہ جراثیمی ہتھیار تباہ کر دیئے؟“ میں نے سنسنی خیز لہجے میں کہا۔

”ہاں۔“

”مگر کیسے؟“

”بہت آسانی سے، ان کی تکمیل میں میری آدھی زندگی صرف ہو گئی تھی۔ خاتمے میں مجھے بھی نہ لگے..... میں نے انہیں فریز کر دیا، وہ اتنے سرد ہو گئے کہ اب ان میں زندگی آئی نہیں رہی ہے، میں نے اپنی تخلیق کو زمین کی گہرائیوں میں اتنا نیچے پہنچا دیا ہے کہ اگر اس زمین پر کم از کم بیس ایٹمی دھماکے ہوں تو شاید ان تک اس کے اثرات پہنچیں یا پھر اگر اس ملک کا موم بالکل ہی بدل جائے تو شاید وہ اپنی تخلیق میں انگڑائیاں لینے لگیں..... ورنہ اس بات کا امکان نہیں ہے کہ اب دوبارہ ان میں زندگی بیدار ہو جائے۔“

”جھوٹ بولتے ہو مونٹی زوف۔“

”سنو..... میں جس خوشی کے عالم میں یہ سب کچھ بتا رہا ہوں اس میں جھوٹ کا تصور

نہیں نہ کرنا، سمجھ رہے ہو تم اور اگر جھوٹ سمجھ رہے ہو تو سچائیاں خود تلاش کر لو۔“

”گویا تم نے اپنے وہ جراثیمی ہتھیار ختم کر دیئے۔“

”ہاں ہاں ہاں..... میں انہیں کسی کے لئے زندہ نہیں رکھنا چاہتا تھا۔ وہ تباہی تھی نہ بربادی تھی، ارے میری بھی دُنیا ہے یہ میرے بچے ہیں، ان کا مستقبل ہے، ان لوگوں کا کیا ہے جو برسرِ اقتدار آئے ہیں، حکومتیں کرنے کے بارے میں سوچ رہے ہیں۔ یہ حکومتیں کریں

گئے، حکومتیں تبدیل ہو جائیں گی، کچھ اور مزاج کے لوگ آئیں گے۔ وہ اپنے طور پر کچھ کر گئے، کچھ سوچیں گے، یہ لوگ تو یہ سب کچھ کرتے رہیں گے لیکن جو میں کر جاؤں گا وہ کسی لئے کسی قدر نقصان دہ ہو سکتا ہے۔ یہ کون جانے، میں اتنا خوش اب سے پہلے کبھی نہیں تھا اب ہوں..... میں اور میری بیوی، میری بیٹیاں یہ طے کر چکے ہیں کہ جب تک یہاں رہنا گزاری جاسکے گی ہم لوگ گزاریں گے۔ جب یہاں رہنا ممکن نہیں ہوا تو باہر کی دنیا آجائیں گے اور اتنی خاموشی کے ساتھ کہ کوئی یہ نہ جان سکے کہ مونٹی زوف کون تھا یا زوف کون ہے۔“

میں عجیب سی نگاہوں سے بوڑھے مونٹی زوف کو دیکھ رہا تھا اور میرے ذہن میں عورتوں سے تصورات جنم لے رہے تھے۔ ظاہر ہے جو ختم ہو گیا تھا اس کا ختم ہو جانا بے حد ضروری تھا کیونکہ وہ انسانوں کی بقاء کے لئے بیس لاکھ انسانوں کے لئے موت تھی اور اب یہ موت بقاء اس بوڑھے کے ختم ہو چکی ہے، لیکن پھر بھی یہ ضروری تھا کہ اس بات کی تسلی کر لی جائے۔ مونٹی زوف نے کہا۔

”ٹھیک ہے مسٹر مونٹی زوف میں آپ سے مکمل اتفاق کرتا ہوں کہ۔ آپ نے جو کچھ وہ انسانوں کی بھلائی کے لئے بہت بہتر کیا لیکن اب آپ کا ان غاروں میں رہنا کسی لئے مناسب نہیں ہے۔“

”بھول گیا ہوں میں باہر کی دنیا کو بھول گیا ہوں، صرف وہ چند لوگ یاد ہیں جب ان کے درمیان جاتا ہوں تو زندگی یاد آ جاتی ہے..... ورنہ سب کچھ تو بھلا دیا گیا ہے مجھے، غاروں کی یہ دنیا ہو یا باہر کی زندگی، میرے لئے تو سب یکساں ہے، نہ مجھے وطن سے محبت ہے، نہ وطن سے، کون سا وطن، کہاں کا وطن جو تھا وہ ختم ہو گیا اور جب تک ختم نہیں ہوا تھا مجھے میری مرضی کے خلاف زندگی گزارنے کے لئے مجبور کیا گیا تھا..... ارے میں سائنس دان تھا مجھ سے دنیا کی بہتری کے لئے کام لئے جاتے، وہ جراثیمی ہتھیار جو انسانوں کی زندگی کو تباہ کرنے کے لئے بنائے گئے تھے ان کے بجائے مجھ سے انسانی زندگی کی تعمیر کا کام لیا جاتا، سب کچھ ختم کر دیا انہوں نے مجھے مجبور کر کے پھر مجھے ان سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے اور اس دنیا سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے جس کے خاتمے کے لئے اس پر رہنے والے ہی سرگرداں رہتے ہیں۔“

میں نے اس سے زیادہ معلومات مناسب نہیں سمجھی تھی..... ایک پروگرام میرے ذہن

میں تھا جس کی ترتیب ضروری تھی۔ بہر حال اسکیلا اور آر بٹ کو میں نے یہاں تعینات کر دیا اور انہیں ہدایت کی کہ بوڑھے مونٹی زوف اس کی بیوی اور بیٹیوں پر کڑی نگاہ رکھی جائے اور اس کے بعد میں غار کے اس حصے سے باہر نکل آیا..... باہر کی دنیا سرد اور برفانی تھی۔ بوڑھے نے جودھمکی دی تھی یقینی طور پر وہ اس میں حق بجانب تھا، کیونکہ وہ ایک انتہائی ذہین سائنس دان تھا لیکن اب باہر کا ماحول بالکل نارمل ہو چکا تھا..... یہ ضروری تھا کہ بوڑھا اپنے تحفظ کے لئے باہر کا بندوبست بھی رکھے ورنہ اسے کسی بھی وقت نرم چارہ سمجھ کر ختم کیا جاسکتا تھا۔

بہر حال جو مشورہ میرے ذہن میں تھا مجھے یقین تھا کہ کوئن میکویا اس سے اختلاف نہیں کرے گی..... سب سے بنیادی بات یہ تھی کہ میرا اور کوئن کا ذہن ہم آہنگ ہو گیا تھا اور اندازہ یہ ہوتا تھا کہ ہم ذہنی طور پر یکساں سوچ کے حامل ہیں، چنانچہ ایک اعتماد سا ہو گیا تھا مجھے اور ہر قدم میں اپنی پسند کے مطابق اٹھالیتا تھا..... جنرل نوکیان کی بھی جان پر بنی ہوئی تھی، اس نے تمام لوگوں سے بے نیاز ہو کر اپنے اختیارات سے تجاوز کرتے ہوئے میرے ساتھ جو الحاق کیا تھا وہ اس کی زندگی کا بہت بڑا رسک تھا، لیکن محبت وطن انسان تھا اور اپنے وطن کے لئے ہر قدم اٹھالینا چاہتا تھا..... مجھے اس سے رابطہ کرنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی..... میں نے کہا۔

”جنرل، کیا آپ اس وقت کسی اہم پوزیشن میں ہیں؟“

”نہیں..... میں نے اپنے آپ کو اس وقت تک کے لئے دوسرے کاموں سے دور کر لیا ہے، مائی ڈیئر مسٹر ڈی ایم جب تک کہ آپ مجھ سے یہ نہیں کہہ دیتے کہ اب ہمارا کام ختم ہو گیا ہے۔“

”جنرل، میں آپ کو کچھ اطلاعات دینا چاہتا ہوں اور آپ براہ کرم ان کے مطابق عمل کیجئے گا۔“

”بتائیے مسٹر ڈی ایم۔“

”آپ وہ پوزیشن نوٹ کر لیجئے جو میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں..... مطلوبہ علاقے میں جس کے بارے میں آپ کو علم ہے میں موجود ہوں، وہاں میں آپ کے لئے ایسے رنگین کپڑوں کے نشانات چھوڑوں گا جن سے آپ یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ میں کس جگہ آپ کی موجودگی چاہتا ہوں..... میرے خیال میں یہ علاقے برفانی ضرور ہیں لیکن برف اتنی سخت ہے

کہ ان پر ہیلی کاپٹر اتر سکتے ہیں..... آپ ایک پورا گروہ ترتیب دے کر یہاں آجائیے۔
 مونٹی زوف کو ٹریس کر چکا ہوں اور اب اس کی لیبارٹری میرے کنٹرول میں ہے۔“
 ”اوہ میرے خدا۔“ جنرل نوکیان کے منہ سے سراسرتی ہوئی آواز نکلی۔

”اور میں آپ کو خوشخبری دیتا ہوں جنرل نوکیان کہ وہ خطرہ اب میری کمرائش کے
 سے نل گیا ہے جو ہمارے ذہنوں میں تھا۔“ جنرل نوکیان شدت جذبات کی بنا پر دیر تک
 نہیں بول سکا تھا..... کچھ دیر تک مکمل خاموشی رہی، پھر اس نے کہا۔

”وہاں کسی قسم کی جنگ و جدل کا امکان تو نہیں ہے؟“

”نہیں جنرل ایلس گیری ڈیل وہ آخری شکار تھی جسے آپ تک پہنچانا تھا اور اب اس
 کے بعد صرف مونٹی زوف ہے اس کی دو بیٹیاں اور بیوی ہے اور کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔
 لیکن بہر حال اس لیبارٹری پر کنٹرول ضروری ہے اور انداز ایسا رکھنا ہے کہ ہم اس کی پکارت
 چاہتے ہیں۔“

”دیری گڈ یہ بہت اچھا کیا آپ نے مجھے بتادیا مسٹر ڈی، ایم۔“

”جی جنرل بشرطیکہ آپ میری اس حد سے بڑھی ہوئی کارروائی کو محسوس نہ کریں۔“

”یہ الفاظ کہہ کر آپ مجھے شرمندہ کرنے کی کوشش نہ کیجئے مسٹر ڈی..... ایم بلیک چیل
 ایک تصوراتی نام ہے لیکن اب ہم اسے تصوراتی نام نہیں کہہ سکتے کیونکہ اس نے ہمارے لئے
 جو کچھ کیا ہے اس کی مثال شاید کہیں اور سے نہ مل سکے۔“

”تو پھر میں آپ کا انتظار کر رہا ہوں۔“ غار میں اسکیلا اور آرہٹ مونٹی زوف سے کافی
 بے تکلف نظر آ رہے تھے اور خاصے خوشگوار ماحول میں گفتگو ہو رہی تھی..... مونٹی زوف نے
 انہیں شاید اپنی اس رہائش گاہ اور تجربہ گاہ کے بارے میں مزید تفصیلات بتائی تھیں..... آرہٹ
 نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

”مسٹر ڈی ایم حقیقت یہ ہے کہ مسٹر مونٹی زوف اس ملک کے لئے ایک عظیم سرمایہ
 تھے، لیکن ان کے ساتھ جو کچھ ہوا ہے اس نے انہیں ذہنی طور پر انسانوں سے بہت دور کر دیا
 ہے اور وہ اپنے اس موقف میں حق بجانب بھی ہیں کیونکہ اصولی طور پر یہ سب کچھ جائز نہیں تھا
 جو ان کے ساتھ کیا گیا ہے۔ ایک اتنا عظیم سائنس دان ایک طویل زندگی قیدی کی حیثیت سے
 گزار چکا ہے، چنانچہ ذہنی طور پر وہ ان لوگوں سے جتنا بھی دور ہو جائے کم ہے جو اس کی زندگی

کو ضائع کرنے کا باعث بنے ہیں۔“

”مسٹر مونٹی زوف بعد کی زندگی کے لئے آپ کا کیا نظریہ ہے؟“

”آؤ کاش دنیا کے کسی گوشے میں مجھے ایک انسان کی حیثیت سے واپس لانے کا

موقع مل جائے۔ میں بھول جانا چاہتا ہوں اپنی ان تمام صلاحیتوں کو اپنی ان کاوشوں کو جو اب
 تک میں کرتا رہا..... میں ایک کھوکھلی کی حیثیت سے کسی دفتر کی میز پر بیٹھ کر اپنے بچوں
 کے لئے رزق کمانا چاہتا ہوں نہ آزادی، آزادی۔“

”بہر حال تھوڑی دیر۔۔۔ بعد آپ کو اس قید سے تو نجات مل جائے گی۔“

”میں نہیں جانتا کہ اس کے بعد کیا ہوگا، لیکن جب انسان اپنی بے بسی کو محسوس کر لیتا

ہے تو پھر میرے خیال میں اسے اپنے آپ کو حالات کے حوالے کر دینا چاہئے اور یہی میں

کر چکا ہوں۔“ تھوڑی دیر کے بعد میں اسکیلا اور آرہٹ کو ساتھ لے کر باہر نکل آیا..... مونٹی

زوف کی دونوں بیٹیوں کو بھی میں خاص طور سے اپنے ساتھ لے آیا تھا تاکہ مونٹی زوف کوئی

ایسا عمل نہ کر سکے جو نادانی پر مبنی ہو اور ہم لوگوں کے خلاف ہو کچھ رنگین کپڑوں سے ایک ہیلی

کپڑے کے لئے اشارے بنا دیئے گئے اور پھر تقریباً ایک گھنٹے کے بعد چھ ہیلی کاپٹر آسمان پر نظر

آئے، جن کا رخ اسی جانب تھا اور وہ صحیح سمت اختیار کر چکے تھے..... رنگین کپڑے دور سے

دیکھ لئے گئے تھے، پھر ایک ایک کر کے ہیلی کاپٹر اترنے لگے اور اس کے بعد بے شمار فوجی

ہینچے اتر آئے اور انہوں نے برف پر دوڑنا شروع کر دیا..... میں باہر آ گیا تھا، جنرل نوکیان کو

میں نے ایک لمبے کوٹ میں ملبوس اپنی جانب آتے ہوئے دیکھا اور مسکراتے ہوئے..... کاخیر

مقدم کیا۔

”جنرل نوکیان کیا آپ کے پاس ایسے افراد موجود ہیں جن کے ذریعے یہاں کے

واقعات عام ہو سکیں؟“

”ہاں اس کا مکمل بندوبست ہو چکا ہے، ہم نے ایک باقاعدہ ریڈ کیا ہے، بے شمار فوجی

کاڑیاں اس علاقے کو گھیرے ہوئے ہیں اور ماحول میں سنسنی پھیلی ہوئی ہے۔“ میں نے

مسکراتے ہوئے گردن ہلائی اور پھر جنرل نوکیان کو اپنے منصوبے کے بارے میں تفصیلات

بتاتا ہوا غار میں لے گیا اور جنرل نوکیان اس عجیب و غریب دنیا کو دیکھ کر ششدر رہ گیا.....

میں نے اس کی ملاقات بوڑھے مونٹی زوف سے بھی کرائی، جنرل نوکیان نے اس سے پر جوش

مصافحہ کیا تھا اور اس کے بعد لیبارٹری کے گرد فوجی پہرہ لگادیا گیا اور کافی دیر تک آرائیاں ہوتی رہیں۔۔۔۔۔ پھر ہیلی کاپٹر ہم تمام لوگوں کو لے کر فوجی ہیڈ کوارٹر چل پڑے اور زبردست انتظامی کارروائیاں دیکھنے میں آئیں، فوجی جوان ایک لائن بنائے اس لیبارٹری کے جانب برف پر مارچ کر رہے تھے اور جہاں سے انسانی آبادیوں کا آغاز ہوتا تھا وہاں خانہ فوجی چہل پہل دیکھی جا رہی تھی، مجھے اندازہ ہو گیا کہ جنرل نوکیان نے کیا طریقہ کار اختیار کیا ہے۔۔۔۔۔ میں درحقیقت ایک خاص مقصد کے تحت لیبارٹری پر قبضہ کی پلہٹی چاہتا تھا، پھر اس وسیع و عریض ہال میں جنرل نوکیان نے میری کرائن کے تمام سرکردہ افراد کو شریک کیا اور وہاں میرا تعارف بلیک چینل کے نمائندے کی حیثیت سے کرایا گیا۔۔۔۔۔ اسکیلا اور آر بٹ کو واپس پرائم سٹور جانے کی اجازت دے دی گئی تھی، میٹنگ میں صرف میں شریک تھا اور لوگ مجھے انداز میں دیکھ رہے تھے جیسے میں کسی سیارے سے آیا ہوں کوئی انسان ہوں۔۔۔۔۔ جنرل نوکیان نے ایک ایک لفظ تفصیل سے بتایا اور کہا کہ بلیک چینل نے اس وقت میری کرائن کی جو مدد کی ہے وہ ناقابل یقین ہے، لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس نے میری کرائن کو ایک بدترین حادثے سے دوچار ہونے سے بچایا ہے، پھر ایلیس گیری ڈیل کو گواہ کے طور پر پیش کیا گیا اور اسے بیان دینے پر مجبور کر دیا گیا۔۔۔۔۔ ایلیس گیری ڈیل نے یہ تسلیم کیا تھا کہ کچھ ممالک نے انفرادے کے گروپ کو اس لیبارٹری کی تباہی کے لئے بھیجا تھا، لیکن اس گروپ کے سات افراد ہلاک ہو گئے اور ایلیس گیری ڈیل اپنے مشن میں ناکام رہی ہے، اسے ایک جنگی مجرم قرار دے کر جنرل نوکیان نے اپنی تحویل میں رکھا تھا، پھر جنرل نوکیان کو مبارک باد دی گئی اور کہا گیا کہ مونٹی زوف کی کاوشیں مستقبل میں میری کرائن کو ایک طاقتور ملک کی حیثیت سے دنیا میں روشناس کرائیں گی اور اس کے دشمنوں کے لئے موت کا سامان مہیا ہو جائے گا۔۔۔۔۔ یہ تمام تفصیلات اخبارات کو بھی دے دی گئی تھیں اور میری کرائن کے مقامی زبان میں شائع ہوئے والے اخبارات نے نہ جانے کیا کیا سرخیاں لگائی تھیں، اسکیلا آر بٹ نے البتہ مجھے اس بارے میں تھوڑی سی تفصیلات مہیا کی تھیں اور پھر اخبار میں یہ خبر بھی شائع ہوئی کہ غیر ملکی جاسوسہ ایلیس گیری ڈیل فرار ہو گئی ہے اور اس کے پراسرار فرار کی ذمہ داری بہت سے لوگوں پر ڈالی گئی ہے جنہیں گرفتار کر لیا گیا ہے، لیکن جنرل نوکیان نے مجھ سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”سر! آپ کی ہدایت کے مطابق ہم نے اسے فرار ہونے کے لئے ایسے مواقع فراہم

کئے کہ وہ تصور بھی نہیں کر سکتی کہ اس فرار میں صرف اس کی اپنی کاوشوں کو دخل نہیں ہے بلکہ اسے فرار ہونے کا موقع دیا گیا ہے۔“

”اس کے دور رس اثرات آپ بعد میں محسوس کریں گے جنرل۔“

”سر! حکومت میری کرائن آپ سے ایک بار پھر خصوصی طور پر ملاقات کرنا چاہتی ہے۔“

”میں اس سلسلے میں آپ کو بہت جلد جواب دوں گا جنرل۔“ میں نے کہا، لیکن میں چاہتا تھا کہ اب اس سلسلے میں میرا کوئی کام نہیں رہا ہے اور بعد کے معاملات کے لئے صرف دستاویزات ہی مول لینا ہوں گی، چنانچہ میں اپنے منصوبے کے تحت پرائم سٹور پہنچ گیا۔۔۔۔۔ یہاں ان تمام لوگوں نے میرا استقبال کیا، ایک پراسرار سی فضا یہاں قائم تھی اور جب میں اس بڑے کمرے میں داخل ہوا جہاں ہم لوگ اکثر میٹنگ کیا کرتے تھے تو مجھے اس پراسرار فضا کا راز معلوم ہو گیا، کون میکوویا قربان ہو جانے والے انداز میں مجھے دیکھ رہی تھی، وہ چند لمحات خاموش رہی میں بھی حیران سا کھڑا ہوا تھا، پھر اس نے کہا۔

”میں تم پر جس قدر بھی ناز کروں مائی ڈیئر ڈی ایم اتنا ہی کم ہے۔ تم نے وہ کیا ہے جو میرے ذہن میں تھا کوئی نہیں سمجھ پائے گا کہ تمہاری ان کاوشوں سے کیا نتیجہ نکلے گا لیکن میں جانتی ہوں اور یہ بھی ایک سچائی ہے کہ جب کوئی کام میں تمہارے سپرد کر دیتی ہوں تو مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میں خود سرگرم عمل ہوں۔“

”شکریہ کون اور میں اب اس بات سے بہت زیادہ مطمئن ہو گیا ہوں کہ میرا انداز فکر آپ کے انداز فکر سے ہم آہنگ ہے۔“

”باقی گفتگو بلیک چینل چل کر ہی ہوگی ویسے تمہاری دلچسپی کے لئے میں تمہیں یہ بتا دوں کہ مونٹی زوف اس کی بیوی اور بیٹیوں کو ہم نے بلیک چینل روانہ کر دیا ہے۔“

”کیا۔“ میں اچھل پڑا۔

”ہاں۔۔۔۔۔ ان کا جہاں قیام تھا وہاں سے انہیں حاصل کر لیا گیا ہے، میری طرف سے جنرل نوکیان کو یہ اطلاع دے کر اس کا اضطراب ختم کر دو کہیں وہ یہ سمجھے کہ مونٹی زوف کو ان کے دشمنوں نے اغوا کر لیا ہے۔“ میرے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ آ گئی، میں نے کہا۔

”کون آپ نے یہاں داخل ہوتے ہی اپنا کام شروع کر دیا۔“ کون میکوویا بھی

مسکرا دی تھی بولی۔

”تمہارے اوپر اتنی ذمہ داریاں ڈال دیتی ہوں میں کہ کبھی کبھی مجھے خود بھی شرم آگتی۔ بے شک تم نے میرا آدھا کام سنبھال رکھا ہے اور میں یہ سوچتی ہوں کہ تمہارا شخصیت میرے لئے کس قدر کامیابی کا باعث ہے۔۔۔ بہر حال چونکہ تم خود بھی میرے مشن سے متعلق ہو اس لئے میں کبھی یہ نہیں سمجھتی کہ میرا مشن صرف میرا مشن ہے، میں اسے تمہارا مشن بھی سمجھتی ہوں ڈی ایم۔“

”یہ میرا مشن ہے کوئن اور یہ بات آپ اچھی طرح جانتی ہیں۔“

”ہاں میں یہ بات اچھی طرح جانتی ہوں، بہر حال یہ سب وہ باتیں ہیں جن کا کرنا ضروری نہیں ہے، ہمارے لئے جنرل نوکیان، اس بارے میں اطلاع دے وہ صرف اس لئے یہ اطلاع اس کو دینا چاہتی ہوں کہ کہیں وہ یہ نہ سمجھے کہ بلیک چینل نے یہی کرنا ان کے لئے کام کیا اور اس کا معاوضہ وصول کر لیا۔“

”جنرل نوکیان نے مجھ سے فرمائش کی تھی کہ زیر ایک بار پھر ان کی حکومت کے سامنے پیش ہو جاؤں۔“ میں نے کہا اور کوئن میکو دیا کچھ سوچنے لگی پھر بولی۔

”تم نے کیا جواب دیا؟“

”ابھی کچھ نہیں۔“

”کیا جواب دینا چاہتے ہو؟“

”میرا خیال ہے کوئی خاص ضروری تو نہیں ہے، ہم نے وہ کام کر دیا جو ہمارے اپنے ذہن میں تھا اور سب کم از کم لیس لینڈ کا وہ منصوبہ کسی بھی شکل میں کامیاب نہیں ہو سکتا جس کے لئے اس نے ایک لمبی سازش کی داغ بیل ڈالی تھی، جب یہ سب کچھ ہو گیا تو اس کے بعد ہم جنرل نوکیان پر احسان جتانے کے لئے یا حکومت میری کرانن کو بلیک چینل کا ممنون کر م کرنے کے لئے اس سے ملاقات نہیں کریں گے۔“

”میرا خیال ہے مائی ڈیئر تم جنرل نوکیان کی دعوت قبول کر لو۔“

”اچھا۔۔۔۔۔ اس کی کوئی خاص وجہ۔“

”ہاں۔۔۔۔۔ ہو سکتا ہے جو کچھ میں نے اور تم نے سوچا ہے جنرل نوکیان کے ذہن تک وہ بات نہ پہنچ پائے یا حکومت میری کرانن اس طرح ناموچے، ہمیں ان لوگوں کو اس بات سے

کر دینا چاہئے، ویسے ڈیئر ہم لوگ ایک دوسرے پر اس قدر اعتماد کر لیتے ہیں کیا خیال ہے اس سلسلے میں کوئی بات ہو جائے۔“

”ضرور کوئن۔“ میں نے کہا۔

”مگر میں اس کے لئے تنہائی چاہتی ہوں۔“ پرائم سنور کے ارکان نے ہمیں تنہائی مہیا کر دی تو کوئن میکو دیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”معاف کرنا میری بات کا بالکل برا نہیں مانتا، یہ تمہارا امتحان ہے اور نہ ہی مجھے کوئی نقص محسوس ہوتا ہے لیکن اسے ایک کھیل سمجھا جاسکتا ہے، بتانا پسند کرو گے کہ تم نے اس بارے میں کیا سوچا؟“

”مونٹی زوف کی لیبارٹری کو جس طرح میں نے جنرل نوکیان کی تحویل میں دیا ہے اس میں نے ایک خاص تاثر دیا ہے۔“

”کسے؟“

”لیس لینڈ اور اس کے حریفوں کو۔“

”ویری گڈ میرا خیال ہے اس کے بعد ہمارا اس موضوع پر بات کرنا بالکل ضروری نہیں

”نہیں کوئن کوئی حرج بھی نہیں ہے۔“

”چلو پھر گفتگو تم ہی کرو گے۔“ کوئن میکو دیا نے کہا۔

”اب میری کرانن، لیس لینڈ اور اس کے حریفوں پر یہ بات ظاہر کر سکتا ہے کہ مونٹی زوف کے تیار کردہ جراثیمی ہتھیار اب میری کرانن کے قبضے میں ہیں اور وہ انہیں اپنے دشمنوں پر استعمال کر سکتا ہے۔“

”اتنے جیو کہ جینے سے اکتا جاؤ۔“ کوئن میکو دیا مسرور لہجے میں بولی۔

”گویا آپ؟“

”بالکل درست ہے لیکن میں تمہیں اس لئے جنرل نوکیان سے ملنے کا مشورہ دے رہی

”ہوں کہ اس کے کانوں میں بھی یہ بات ڈال دو اور سنو ڈیئر میری دوسری ملاقات تم سے یہاں

”نہیں ہوگی۔۔۔۔۔ بلیک چینل واپس آنے کے لئے میں تمہیں بتائے دیتی ہوں کہ تمہیں کیا کرنا

”آپ واپس جا رہی ہیں کوئن؟“

”ہاں..... تمہیں خود بھی اندازہ ہے کہ ایک جان ناتواں ہے اور اتنے سارے کا

ہیں۔“

پھر میرے اور کوئن میکوویا کے درمیان بہت دیر تک گفتگو ہوتی رہی تھی، میں غیر مطمئن نہیں تھا، اب اس قدر بچہ بھی نہیں تھا کہ واپس بلیک چینل جانے میں مجھے دقتوں کا سامنا کر پڑے، پھر یہیں کوئن میکوویا نے مجھے خدا حافظ کہہ دیا تھا، اس ملاقات کے بعد مجھے بلیک چینل روانہ ہو جانا تھا..... بہر حال جنرل نوکیان سے رابطہ اب میرے لئے کوئی مشکل کام نہیں تھا حالانکہ کسی ملک کی اتنی بڑی شخصیت سے چند لمحات لینا بھی بہت بڑا کام ہوتا ہے لیکن جنرل نوکیان نے مجھے ہر طرح کی آسانیاں فراہم کر دی تھیں اور اس سے ملاقات کرنے میں مجھے کوئی دقت پیش نہیں آئی..... جنرل نوکیان نے سرور انداز میں میرا استقبال کیا تھا، پھر اس نے کہا۔

”قدیم زمانے میں ہم کوہ قاف کی کہانیاں سنا کرتے تھے اور میں نے مسٹر ڈی۔ ایم۔ ایک بار کوہ قاف دیکھا بھی ہے، کیونکہ یہ ہمارے دسترس میں تھا، میں نے وہ کہانیاں سننے کے بعد غور کیا، اس بات پر کہ کیا واقعی ایسا جادوئی تصور ممکن ہے، وہاں سے تو مجھے اس بارے میں کوئی ثبوت نہیں ملا لیکن آپ کو دیکھنے کے بعد مسٹر ڈی۔ ایم یہ تصور پایہ تکمیل کو پہنچ گیا کہ کچھ مافوق الفطرت قوتیں ہوتی ہیں جو ایسے غیر متوقع کام سرانجام دیتی ہیں جو انسانی بس کے نہیں ہوتے، درحقیقت اب ان تمام باتوں کو محسوس کیا جا رہا ہے اور آپ یقین کیجئے میری مملکت کے وہ تمام افراد جو محبت وطن ہیں اور ملک کی بقاء کے لئے سنجیدہ ہیں اور یہی نہیں بلکہ لیس لینڈ کی قوتوں کے قائل ہیں اور یہ سوچ رہے تھے کہ آخر کار لیس لینڈ ان پر اسرار قوتوں کے ساتھ ہم پر قابو پالے گا جو بظاہر صیغہ راز میں ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ لیس لینڈ کی بہترین مدد کر رہی ہیں، اب ہمیں یہ احساس ہو گیا ہے کہ ہم ان پر قابو پاسکتے ہیں اور یہ سب آپ کے تعاون سے ممکن ہو سکا ہے..... میں اور میرے وطن کے اہم ترین لوگ آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہتے ہیں۔“

”جنرل نوکیان! آپ سے میں نے ایک خاص سلسلے میں رابطہ کیا ہے۔“

”میں ہمہ تن گوش ہوں۔“

”جنرل ویسے تو ہر ملک میں محبت وطن اپنے وطن کے ہر مفاد کی حفاظت کرتے ہیں،

لیکن کبھی کبھی کچھ ایسی کالی بھیڑیں بھی گندے منصوبوں کے ساتھ اس طرح اقتدار میں شامل ہو جاتی ہیں کہ محبت وطن افراد کا پتا نہیں چلتا، لیکن سرحدوں پر سینہ سپر سینے پر گولیاں کھا کر وطن کی حفاظت کرنے والے ہمیشہ کے قابل اعتبار ہوتے ہیں، خود ان کا تعلق کسی بھی ملک سے ہو وہ اپنے وطن کی بقاء کے لئے جان دینے کے لئے ہمیشہ تیار رہتے ہیں اور میرے اپنے خیال میں وہ سب سے زیادہ قابل بھروسہ ہوتے ہیں..... جنرل ان معاملات کے لئے میں نے اسی لئے آپ کا انتخاب کیا تھا اور مجھے خوشی ہے کہ میرا انتخاب بالکل درست نکلا۔“

”شکریہ مسٹر ڈی ایم! کاش میں آپ کو آپ کے اصلی نام سے مخاطب کر سکتا۔“

”آپ مجھے صرف ڈی ایم کہہ لیجئے اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اس نام کی ترتیب خود

میرے حق میں نقصان دہ ہو سکتی ہے۔“

”نہیں میں آپ کو اس کے لئے مجبور نہیں کروں گا۔“

”تو میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ اس سلسلے میں جو کچھ بھی گفتگو ہو وہ

صرف میرے اور آپ کے درمیان ہی ہو جائے؟“

”مسٹر ڈی..... ایم یہ ان سب لوگوں کی خواہش ہے۔“

”وہ لوگ آپ کے لئے قابل اعتماد ہیں۔“

”سو فیصد۔“

”تب مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔“

”بہت بہت شکریہ۔“ اور اس کے بعد جنرل نوکیان نے ہی اس ملاقات کا بندوبست

کیا تھا جو افراد اس میٹنگ میں شامل ہوئے تھے ان کی تعداد گیارہ تھی، بارہواں جنرل نوکیان

تھا۔ میرا ان سب سے تعارف کرایا گیا اور ان سب نے بڑے عقیدت بھرے انداز میں مجھ

سے ہاتھ ملایا، ان میں سے ایک شخص نے کہا۔

”میرا خیال تھا کہ جب میں آپ سے ہاتھ ملاؤں گا تو میرا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں

سے گزر جائے گا۔“

”کیوں؟“ میں نے مسکرا کر پوچھا۔

”اس لئے کہ جو آپ کی کہانیاں میرے کانوں تک پہنچی ہیں وہ آپ کو اس زمین کا

باشندہ ظاہر نہیں کرتیں بلکہ یوں لگتا ہے کہ کچھ مافوق الفطرت قوتوں نے مالک افراد ہمارے لئے کام کر رہے ہیں۔“ میں ہنسنے لگا، میں نے کہا۔

”بلیک چینل کی نفی ہوتی ہے آپ کے ان الفاظ سے۔“

”ہرگز نہیں بلیک چینل کا نام پہلے بھی سامنے آیا ہے اور جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے، اب دنیا کے مختلف ممالک میں یہ نام رجسٹرڈ ہوتا جا رہا ہے اور اس کے بارے میں تحقیقاتی مشن قائم کر دیئے گئے ہیں۔ وہ لوگ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ بلیک چینل کے مقاصد کیا ہیں جو اظہار کیا گیا وہ ہی حقیقت ہے یا اس کے پس پردہ کچھ اور ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں مسٹر ڈی۔ ایم جیسا کہ مجھے آپ کے بارے میں بتایا گیا کہ کم از کم آپ کو اس شعبے میں بھی ہوشیار رہنا ہوگا۔“

”بے حد شکریہ اس مخلصانہ مشورے کا..... بہر حال میری کرائن ایک بدترین مشکل سے نکل چکا ہے..... جہاں تک ہماری معلومات کا تعلق تھا اور ممکن ہے اس بارے میں آپ کے علم میں بھی ہو لیس لینڈ جو میری کرائن پر تابڑ توڑ حملے کر رہا تھا، اچانک ہی پسپائی اختیار کرتا ہے اور ان جگہوں سے بھی ہٹ جاتا ہے جہاں تک وہ پہنچ چکا تھا..... اس کی کوئی خاص وجہ سمجھ میں نہیں آتی تھی، سوائے اس کے کہ لیس لینڈ اور اس کے حلیف ممالک کسی نئے منصوبے پر کام کر رہے ہیں اور وہ نیا منصوبہ آخر کار بلیک چینل کے علم میں آ گیا، میں بار بار اس کے بارے میں دہرانا پسند نہیں کرتا..... میں لاکھ انسانوں کی بقاء کا مسئلہ تھا، چنانچہ بلیک چینل نے دیکھا اور اس سلسلے میں کام کا آغاز کر دیا گیا، آپ کو تفصیل تو معلوم ہے دہرانے کی ضرورت نہیں..... ہاں یہ حقیقت ہے کہ اگر مونٹی زوف کی لیبارٹری تباہ کر دی جاتی اور جراثیم فضا میں پھیل جاتے تو وہ تباہی یقینی تھی جس کا تصور کیا گیا ہے، خدا کا شکر ہے کہ انسانوں کو اس بھیانک مہلت سے نجات مل گئی، مونٹی زوف کی رپورٹ آپ کے پاس موجود ہے..... مونٹی زوف نے درخواست کی تھی کہ اب ان تمام ہنگاموں سے اسے نجات دلا کر کوئی پرسکون گوشہ دے دیا جائے، بلیک چینل نے اس کی درخواست منظور کر لی اور اسے یہ موقع فراہم کر دیا گیا ہے..... مے بے ان الفاظ پر بہت سے چہرے حیرت زدہ رہ گئے تھے، پھر میری کرائن کے سربراہ نے مونٹی زوف کے بارے میں جنرل نوکیان سے سوال کیا۔

”کیا مونٹی زوف کو آزادی دے دی گئی ہے؟“ جنرل نوکیان بھی حیران رہ گیا تھا، اس

نے کہا۔

”میرے علم میں نہیں ہے ویسے اس کے لئے ایک موثر اور مناسب قیام گاہ کا بندوبست کر دیا گیا تھا۔“

”جنرل اب وہ اس قیام گاہ میں نہیں ہے لیکن آپ اس سے یہ نہ سوچئے کہ بلیک چینل نے مونٹی زوف کی شکل میں آپ کے یہاں کی جانے والی کارروائیوں کا معاوضہ وصول کر لیا ہے۔ ہر ایک معیار ہے اور ہم اس معیار کو قائم رکھنے کے لئے انتہائی کوششیں کرتے ہیں..... آپ بالکل مطمئن رہیں کہ جنرل نوکیان کے منصوبے کے مطابق مونٹی زوف کو اب اس سلسلے میں بھی استعمال نہیں کیا جائے گا۔ نیز جو سب سے اہم بات میں آپ سے عرض کرنا چاہتا ہوں وہ اس وقت آپ کے گوش گزار کرنا ضروری ہے۔“ وہ سب سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگے۔

”لیس لینڈ صرف اس لئے پسپا ہوا تھا کہ مونٹی زوف کی لیبارٹری تباہ کر کے وہ اپنی نوجوان کا نقصان کئے بغیر میری کرائن پر قبضہ کر لے تو اس کا منصوبہ ناکام ہوا..... مونٹی زوف کی لیبارٹری آپ کے قبضے میں آ گئی، اب آپ ایسے خفیہ ذرائع سے افواہیں پھیلائیے کہ مونٹی زوف کی لیبارٹری سے جو کچھ برآمد ہوا ہے، آپ نے اسے قابل استعمال بنالیا ہے۔ افواہوں کا انداز ایسا ہو کہ آپ اس کی تردید کریں اور یہ بتائیں کہ مونٹی زوف ان جراثیم کو ضائع کر چکا ہے، لیکن ایک خفیہ سبیل اس بات کا اظہار کرے کہ آپ لوگ غلط کہہ رہے ہیں اور آپ مونٹی زوف سے اعلیٰ پیمانے پر کام لے رہے ہیں، اس کے نتائج میری کرائن کے حق میں بہت بہتر نکلیں گے۔“

وہ سب دنگ رہ گئے تھے اور پھر ان سب نے اعتراف کیا کہ یہ بات بالکل درست اور میری کرائن کے حق میں ہے، پھر اور بہت سی باتیں ہوئیں اور یہ میٹنگ برخاست ہو گئی، اب میرے دل میں زخماں جاگ اٹھی تھی، کام ختم ہو گیا تھا، اب تک میں نے اپنے آپ کو ہر احساس سے پاک رکھا تھا اور زخماں کے بارے میں سوچا بھی نہیں تھا، لیکن بہر حال وہ میری زندگی کا حاصل تھی اور زندگی کے حاصل کا تصور جب ذہن میں آجائے تو جذبات بے اختیار ہو جاتے ہیں..... میں واپسی کی تیاریاں کرنے لگا اور پھر ہوشل میں اسکیلا سے ملنے جا پہنچا، وہ کمرہ جس میں اسکیلا کا قیام تھا کھلا ہوا تھا، میں مسکراتا ہوا اندر داخل ہو گیا، لیکن جو کچھ میں نے

دیکھا وہ میرے لئے ناقابل یقین تھا، اسکیلا کمرے کے وسط میں فرش پر پڑی ہوئی تھی۔ میں ششدر رہ گیا، مجھے ایک لمحے میں اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ بے جان ہو چکی ہے اور اس میں زندگی کے آثار نہیں ہیں، لیکن ذریعہ موت کیا تھا اور ایسا کیوں ہوا۔ میں غمزدہ سا اسکیلا کے پاس بیٹھ گیا، اس کی گردن پر ایک سرخ نشان بنا ہوا تھا..... ایک عجیب و غریب نشان جس کے بارے میں اندازہ نہیں لگایا جاسکتا تھا، گردن کئی ہوئی نہیں تھی، بلکہ صرف یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کسی چیز سے اسے دبا دیا گیا ہو، اسکیلا میں زندگی کی کوئی رمت نہیں تھی، میں ناچ کر رہ گیا..... یہ تصور میرے لئے بڑا افسوس ناک تھا کہ اسکیلا اس دنیا میں نہیں رہی..... سینکڑوں باتیں میرے ذہن میں آئیں، دل عجیب سی کیفیت کا شکار ہو گیا..... ایک لمحے کے اندر میں نے سوچا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے، ظاہر ہے یہاں اسکیلا کی موت کی تحقیق کے لئے زکنا تو میرے لئے ممکن نہیں تھا، کیونکہ واپس بلیک چینل جانا تھا، لیکن پھر بھی کم از کم دوسرے لوگوں کو تو اسکیلا کی موت کی اطلاع دینی تھی، مجھے یہاں کسی مشکل کا امکان نہیں تھا، کیونکہ میری پوزیشن بڑی مستحکم تھی لیکن بہر حال میں نے پرائم سٹور سے رابطہ قائم کیا..... مجھے حیرت ہوئی کہ میری بار بار کی کوششوں کے باوجود کوئی جواب نہیں ملا تھا..... بڑی بدولی ذہن پر طاری ہو گئی تھی، وہ لوگ کہاں ہیں..... میں نے دل میں سوچا پھر انتہائی غم و اندوہ کے عالم میں ڈوبا ہوا میں پرائم سٹور پہنچ گیا..... اسکیلا کی لاش کو میں نے وہیں چھوڑ دیا تھا..... پرائم سٹور بند تھا، لیکن وہ خفیہ راستہ کھلا ہوا تھا جو پرائم سٹور بند بھی ہو تو اس میں اندر جانے کے لئے استعمال کیا جاسکتا تھا اور اسی راستے سے میں اندر پہنچا تھا، حالانکہ اس وقت پرائم سٹور کے بند ہونے کی بھی کوئی تک نہیں تھی، لیکن پہلے ہی مرحلے پر مجھے ایک سنگین صورت حال کا احساس ہوا..... پرائم سٹور کا ایک کارکن جس کا تعلق بلیک چینل سے ہی تھا، اس دروازے کے نزدیک ہی زمین پر آڑا تر چھا پڑا ہوا تھا اور ایک نگاہ دیکھنے سے یہ اندازہ ہو جاتا تھا کہ وہ بھی اسکیلا کی طرح موت ہی کا شکار ہوا ہے..... میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے..... دل میں خوف کا ایک احساس جاگ اٹھا اور اس کے بعد میں نے فوری طور پر ایک عمل ضروری سمجھا، میں وہاں سے ہٹا اور ادھر ادھر دیکھ کر واپس سیڑھیوں پر پہنچ گیا جہاں سے گزر کر میں آیا تھا، یہاں کوئی موجود نہیں تھا اور اس کے بعد میں نے اپنے آپ کو گمشدہ حالت میں کر لیا..... اگر کوئی قاتل کوئی خونی گروہ یہاں موجود ہے اور ہر اس شخص کو قتل کر دینا چاہتا ہے جس کا تعلق بلیک چینل سے

ہے تو کم از کم اسے میری آمد کی اطلاع نہیں ہونی چاہئے، اس عالم میں آنے کے بعد میں واپس اس لاش کے قریب پہنچا، جھک کر اسے دیکھا اس کی گردن پر بھی وہی ہی نشان تھا اور پھر میں اندر داخل ہو گیا، مجھے پرائم سٹور کے ہر گوشے میں ایک لاش نظر آئی تھی اور جب میں نے ان تمام لوگوں کو گنا جو موت کا شکار ہوئے تھے تو میرے غم و اندوہ کی انتہا نہیں رہی، یہ سب بلیک چینل کے وہ نمائندے تھے جو اب تک مجھے اسسٹ کرتے رہے تھے اور جنہوں نے میرے لئے سارے کام سرانجام دیئے تھے، ان سب کو موت کی آغوش میں پہنچا دیا گیا تھا اور دوسرے لمحے میرے ذہن و دل میں ہیجان برپا ہو گیا۔ کیا ایلیس گیری ڈیل کا نکل جانا یا اسے فرار کر دینا ان لوگوں کی موت کا باعث بنا ہے۔ یہ منصوبہ صرف اسی لئے بنایا گیا تھا کہ ایلیس گیری ڈیل ان لوگوں کو یہ اطلاع فراہم کر دے کہ موٹی زوف کی لیبارٹری میری کرائے کے قبضے میں آچکی ہے، لیکن اس کے یہ سنگین نتائج نکلیں گے، اس کے بارے میں خواب میں بھی نہیں سوچا گیا تھا..... میں شدید غم و اندوہ کے عالم میں دیر تک وہاں کا جائزہ لیتا رہا جو لوگ اپنا کام کرنے آئے تھے وہ کام کر کے چلے گئے تھے اور اب اس کے بعد ان لوگوں کے سلسلے میں کوئی کارروائی میرے لئے ممکن نہیں تھی، میں پرائم سٹور سے واپس باہر نکل آیا اور اس کے بعد اس کے سوا اور کوئی چارہ کار رہا کہ میں واپس بلیک چینل کا سفر اختیار کروں، پھر دوران سفر میرے ذہن کی جو کیفیت رہی، میں اسے الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا، ایک شاندار کامیابی حاصل کرنے کے بعد اور کون میکوویا کو اس کامیابی کی اطلاع مکمل طور سے ملنے کے بعد میں ایک نئی اطلاع لے کر اس کے پاس جا رہا تھا، لیکن بہر حال جو ہونا تھا وہ ہو چکا تھا اور اب اس کی واپسی میرے لئے ممکن نہیں تھی۔ بلیک چینل میں کون میکوویا نے میرا پر تپاک استقبال کیا، لیکن میرے چہرے کی لکیریں دیکھ کر وہ خود بھی حیران رہ گئی۔

”تم اس قدر خوش نظر نہیں آرہے مائی ڈیز دانش منصور جتنا خوش تمہیں اس کامیاب مہم سے واپسی پر ہونا چاہئے تھا اور زخماں سے ملاقات کا خوشگوار تصور تمہارے چہرے پر چسپاں ہونا چاہئے تھا۔“

”ہاں کون ایسی ہی بات ہے۔“

”خیریت..... آؤ بیٹھو تو سہی میں تو تمہارا بے چینی سے انتظار کر رہی تھی۔“

”ایک بری خبر لایا ہوں آپ کے لئے کون؟“

”اوہو مجھے پریشان نہ کرو جلدی بتاؤ کیا بات ہے؟“

”کوئن انتہائی پراسرار طریقے سے میری کرائن میں پرائم سٹور کے تمام افراد کو جو بلیک پیسل کے کارکن تھے قتل کر دیا گیا ہے۔“ میرے ان الفاظ پر کوئن میکوویا بھی ساکت رہ گئی تھی وہ چند لمحات خلا میں گھورتی رہی، پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

”دانش منصور کیا ان کی گردنوں پر سرخ نشانات پائے گئے ہیں..... ایسے نشان جیسے کوئی کسی آلے سے گردن دباؤ اور اس کے بعد موت واقع ہو جائے؟“ میں حیرت سے اچھل پڑا تھا، میں نے جلدی سے کہا۔

”ہاں کوئن ایسے ہی نشانات تھے۔“ کوئن نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور پھر پر خیال انداز میں گردن ہلاتی ہوئی بولی۔

”بہت افسوس ناک خبر ہے لیکن..... لیکن..... تعجب خیز نہیں۔“

”کیا مطلب؟“ کوئن میکوویا نے نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا پھر آہستہ سے مسکراتی ہوئی بولی۔

”اپنے آپ کو اس غمناک تاثر سے نکالنے کی کوشش کرو دانش منصور، جاؤ رخسار تمہاری منتظر ہے، ہمیں اور بھی بہت سی باتیں کرنا ہوں گی۔“

”لیکن کوئن کیا آپ کے علم میں کوئی ایسی بات ہے؟“

”ناہوتی تو میں تم سے اس طرح سرخ نشان کے بارے میں کیوں پوچھتی۔“

”کیا آپ کے خیال میں ہم نے ایلس گیری ذیل کو آزادی دے کر ان افراد کے لئے موت خریدی ہے۔“ میں نے کہا۔

”نہیں ڈیز دنیا کے کئی ملکوں میں بلیک پیسل کے بہت سے نمائندے قتل ہو چکے ہیں اور ان کی گردنوں پر ایسے ہی سرخ نشان تھے لیکن کیا تم میری ایک درخواست قبول کر لو گے؟“

”کیا کوئن؟“

”سب سے پہلے رخسار سے ملاقات کرو اس کے ساتھ کچھ وقت گزارو، میں یہ خوشگوار لمحات تم سے نہیں چھیننا چاہتی..... میں نے کچھ کہنا چاہا لیکن کوئن ہاتھ اٹھا کر بولی۔ ”پلیز دانش منصور!“

اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ میں ابھی انسانوں کی زندگی موت کے چنگل سے نکل چکی

تھی اور میں اس سلسلے میں ایک فعال کردار ادا کر رہا تھا..... اس بات کی مجھے بے پناہ خوشی تھی لیکن جو کچھ ہوا تھا وہ بھی اتنا افسوس ناک تھا کہ میں اپنے آپ کو اس کے تاثر سے آزاد نہیں پارہا تھا، پھر میں نے رخسار کو دیکھا..... شاید کوئن میکوویا نے رخسار کو میری واپسی کی اطلاع دی تھی اور اسے سر پرانز دینا چاہتی تھی، اس لئے رخسار میری آمد سے بے خبر جس کام میں مصروف تھی اسے دیکھ کر مجھے بھی حیرت ہوئی، اس کے جسم پر جو ڈوکرائے کا لباس تھا..... ڈائسٹرکٹرز اس کے پاس موجود تھیں اور رخسار سن چکو گھما رہی تھی، اس کی رفتار اس کی مہارت قابل دید تھی..... میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی..... میں نے دل ہی دل میں کوئن میکوویا کا شکریہ ادا کیا کہ اس نے یہاں رخسار کو میری غیر موجودگی کا احساس نہیں ہونے دیا ہے اور اسے کچھ معمولات میں مصروف کر لیا ہے، پھر رخسار نے گردن خم کی اور اپنی انسٹرکٹرز کو سن چکو واپس کر دیا..... تب ہی وہ گھومی تھی اور اس کی نگاہیں دروازے کی جانب اٹھ گئی تھیں..... پھر وہ دونوں ہاتھ پھیلائے اس طرح ساکت ہو گئی تھی جیسے تصویر بن گئی ہو..... میں مسکراتا ہوا آگے بڑھا اور وہ سرزدہ نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی..... دونوں انسٹرکٹرز گردن خم کر کے وہاں سے چلی گئی تھیں۔

رخسار اپنی جگہ کھڑی ہوئی تھی..... میں اس کے قریب پہنچ گیا۔

”ہیلو رخسار۔“

”کیا یہ صرف ایک تصور نہیں ہے؟“

”کیا تم جیسی عظیم شخصیت تصورات پر بھروسہ کر سکتی ہے؟“

”اوہ فیصل میری زندگی، میری روح۔“ رخسار بے اختیار ہو گئی اور میں نے بھی اس کی پذیرائی اسی انداز میں کی..... ظاہر ہے میرے لئے بھی وہ بڑی اہمیت رکھتی تھی، ہم دونوں بہت دیر تک ایک دوسرے میں کھوئے رہے، پھر رخسار نے کہا۔

”تم آگئے..... مجھے اطلاع بھی نہ دی۔“

”کوئن میکوویا کی فطرت کو جانتی ہو، حالانکہ اسے میری آمد کا علم تھا۔“

رخسار کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی، پھر اس نے کہا۔

”لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ تمہارے اس طرح اچانک آجانے سے مجھے بے پناہ خوشی ہوئی ہے۔“

”میں جانتا ہوں جان، میں جانتا ہوں۔“ میں نے بے خودی کے عالم میں کہہ رخسار شرمگئی، پھر میں نے کہا۔

”یہ سب کیا ہے؟“

”یہ سب اتنا ہی نہیں ہے بلکہ اس سے آگے بھی بہت کچھ ہے۔“ وہ بولی۔

”ویری گڈ۔“

”آؤ اندر آؤ نا۔“

ہم اس خوب صورت بڑے ہال سے نکل کر اندرونی حصے کی جانب چل پڑے۔ رخسار مجھے اپنے بیڈروم میں لے آئی تھی۔ بیڈروم کے سیٹ اپ وغیرہ میں بھی تبدیلی تھی۔ میں کون میکوویا کا دلی طور پر شکر گزار تھا کہ اس نے ہمیں وہ حیثیت دے دی تھی جو شاید کسی اور کو کسی اور کے ذریعے نہ مل سکے۔ ایک عجیب تاثر قائم کیا تھا اس نے اپنے بارے میں دلوں میں۔

میں نے ایک طائرانہ نگاہ پورے ماحول پر ڈالی، رخسار میرے سینے سے سرگرا کر بیٹھ گئی تھی۔

”مجھے خود سے جدا نہیں کرو فیصل بس یہ تصور میرے وجود میں سرایت کر جانے دو کہ میں تم سے الگ تمہارے بدن کا کوئی حصہ نہیں ہوں بلکہ تمہارا وجود ہی ہوں۔“

”رخسار ہم عملی انسان ہیں اور حقیقتوں کو زندگی تسلیم کرتے ہیں۔ محبت میں جذبات بڑی چیز ہوتے ہیں اور الفاظ بھی۔ میں ان الفاظ کو صدق دل سے تسلیم کرتا ہوں۔ خیر چھوڑو نا باتوں کو۔۔۔۔۔ تم یہ بتاؤ کیسی ہو؟“

”بالکل ٹھیک ہوں؟“

”یہاں کیسے گزر رہا ہے؟“

”جیتا نہیں سکتی۔۔۔۔۔ کون میکوویا تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے دن رات میرے بارے میں ہی سوچتی رہتی ہے۔“

”وہ عظیم عورت ہے۔“

”اور میں سمجھتی ہوں کہ ہمارے لئے اس کائنات میں اللہ کے بعد سب سے بڑا

محسن۔“

”ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے لیکن رخسار میری زندگی میں جو کچھ ہے بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ خود تمہاری زندگی میں بھی جو کچھ ہے اس میں ہمیں بڑے اچھے اچھے محسن ملے ہیں اور کسی ایک شخصیت کو ہم حتمی شخصیت نہیں کہہ سکتے۔“

”میں سمجھ رہی ہوں تم کیا کہنا چاہتے ہو؟“

”ہاں کہاں سے ابتدا کروں۔۔۔۔۔ بہت پرانی بات ہے، الیاس بھائی اور نازاں باجی یہ سلسلہ شروع ہوا تھا بلکہ شاید اس سے پہلے پیرو استاد سے۔۔۔۔۔ کیا آغاز ہوا تھا زندگی کا رخسار۔ سوچتا ہوں تو ایک ایسی کہانی محسوس ہوتی ہے جو پردہ سیمیں پر چل رہی ہو، اس کہانی اپنا کوئی تعلق ہی نہیں لگتا۔۔۔۔۔ غزنوی صاحب کی کوٹھی میں ملازموں کی طرح زندگی گزارنے والا ایک معصوم سا بچہ جسے حالات کی ستم ظریفیوں نے انسانوں سے بگ کوئی چیز بنا ڈالا تھا۔ بدبختی نے اسے کہاں سے کہاں پہنچایا، ہمیں صاف کر رہا تھا۔۔۔۔۔ پیرو استاد ما، الیاس دھائی کا بیگ غائب ہوا، الیاس بھائی نے بند کر دیا۔۔۔۔۔ پھر اپنے ساتھ لے گئے، نازاں باجی نے پالا پھر مٹھل شاہ ملا اس کے بعد رشید ناگی، پھر اتنے دوست، اتنے محسن اور اتنے دشمن کہ ان کی کتنی تک یاد نہ رہی اور پھر۔۔۔۔۔ پھر رخسار مل گئی اور اب کون میکوویا۔۔۔۔۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے رخسار کہ ہم کسی ایک شخص کے شکر گزار ہیں۔ پتا نہیں کون کون ہمارے لئے کیا کیا کرتا رہا۔۔۔۔۔ رخسار بہر حال یہ ساری باتیں اپنی جگہ۔ تمہیں خوش دیکھ کر مجھے دلی مسرت ہوتی ہے۔“

”آپ کو پتا ہے کہ الیاس بھائی اور نازاں باجی کے بارے میں مفصل تفصیلات معلوم کرتی گئی ہیں۔“

”کیا مطلب۔۔۔۔۔ کیسے؟“

”کون میکوویا نے وہاں کچھ لوگوں کی ذمے داری لگائی تھی۔ انہوں نے براہ راست ہمیں اس سلسلے میں معلومات فراہم کی ہیں۔“

”کیا حال ہے ان کا؟“

”بالکل ٹھیک ہیں، مطمئن اور مسرور زندگی گزار رہے ہیں، اب ان پر کوئی دباؤ نہیں

”اور میرا وطن، میری زمین؟“

”سب ٹھیک ہے حالات ٹھیک چل رہے ہیں۔ بس ان میں دانش منصور نہیں ہے۔“

”میرے بارے میں کسی تاثر کا پتا چلا؟“

”خواب تاثر ہے تمہاری تلاش جاری ہے۔“

”ہوں کوئی بات نہیں ہے رخسار، وقت کی کہانیاں اگر تبدیل نہ ہوں تو اسے وقت کیسے کہا جاسکتا ہے..... ٹھیک ہو جائے گا، سب ٹھیک ہو جائے گا..... مجھے ان باتوں کی کوئی پروا نہیں ہے..... میں انتظار کروں گا..... اس وقت کا انتظار کروں گا جب میرے بارے میں اہل وطن کی غلط فہمیاں دور ہو جائیں، ایک بار پھر میں اپنے فرائض کی انجام دہی کے لئے اپنے وطن کا رخ کروں گا اور اس وقت تک اپنا فرض پورا کرتا رہوں گا جب تک میرے سینے میں آخری سانس ہے..... ہمیں زندگی میں اس قدر انوکھے واقعات پیش آچکے ہیں رخسار کہ اب کسی بات پر حیرت نہیں ہوتی..... زندگی اسی کا نام ہے..... چلو چھوڑو ان باتوں کو یہ کیا شغل شروع کر دیا ہے بھی تم نے..... نن چکو تو تم اس انداز میں گھما رہی تھیں کہ میں دیکھ کر حیران رہ گیا..... میری نرم و نازک رخسار اب اس قدر قوت حاصل کر چکی ہے۔“

رخسار کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی، اس نے کہا۔

”کون میکو دیا نے میرے لئے بڑے عجیب و غریب انتظامات کئے ہیں فیصل۔“

”مثلاً؟“

”ایک پوری تفصیل ہے اور اس وقت نہیں بتاؤں گی۔ پہلے مجھ سے میرے اور اپنے بارے میں باتیں کرو اور اس وقت تک باتیں کرتے رہو، جب تک مجھے یہ احساس نہ ہو جائے کہ جتنے عرصے تم مجھ سے دور رہے ہو، اس کی کمی پوری ہوگئی۔“

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی..... رخسار کے ساتھ وہ لمحات جس قدر مسرتوں کا باعث تھے اسی قدر وہ احساس بھی میرے دل میں کچوکے پیدا کرتا رہتا تھا کہ اسکیلا اور ان لوگوں کو قتل کرنے والے کون تھے۔ ہنستے بولتے، جیتے جاگتے لوگ کتنی آسانی سے موت کی نیند سلا دیئے گئے تھے..... زندگی کتنی بے وقعت شے ہے۔

میں حیرت سے منہ کھولے رخسار کی باتیں سن رہا تھا..... یہ تصور میرے لئے بہت دلکش تھا کہ کسی مرحلے پر رخسار بھی میرے شانہ بشانہ مہمات کی انجام دہی میں موجود ہو اور ہم دونوں مل کر وہ کریں جو انسانیت کے دشمنوں کے لئے موت کا باعث ہو۔ میں نے چند لمحات خاموشی رہنے کے بعد کہا۔

”رخسار ایک عجیب تصور ہے یہ کہ کیا تم کبھی خواب میں بھی سوچ سکتی تھیں کہ میں اور تم

ایک جیسے گھریلو اور عام زندگی گزارنے والے اس حد تک پہنچ سکتے ہیں۔“

”نہیں سوچ سکتی تھی فیصل، تم یقین کر د نہیں سوچ سکتی تھی..... کبھی کبھی تو مجھے یوں

محسوس ہوتا ہے کہ میں خلا میں ہوں اور دنیا میرے نیچے پھیلی ہوئی ہے اور میں بہت بلندی سے

اپنی دنیا کو دیکھ رہی ہوں..... یہ چھوٹے چھوٹے کھلونے میرے ہاتھوں کی دسترس میں ہیں اور

میں انہیں ان کی جگہ سے اٹھا کر کہیں بھی رکھ سکتی ہوں، اتنی قوت حاصل ہوگئی ہے مجھے۔ فیصل

یہ سب کچھ مجھے بے حد دلکش لگتا ہے، بالکل ایک ایسے خواب کی مانند جس میں انسان اپنی

ہر تری چاہتا ہو۔“

”مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے رخسار بلکہ بہت اطمینان ہوگا مجھے کہ کم از کم میری غیر

موجودگی میں تم کو فت کا شکار نہیں ہوگی، بلکہ تم خود بھی میرے شانہ بشانہ دانش منصور کی بیوی کی

حیثیت سے اپنے فرائض سرانجام دوگی۔“

رخسار خوش ہوگئی تھی، اس نے کہا۔ ”مجھے خوف تھا اس بات کا کہ کہیں تم اس احساس

کے ساتھ کہ کہیں مجھے کوئی نقصان نہ پہنچ جائے، اس بات سے منع کر دو لیکن فیصل میں یہ چاہتی

تھی۔“

”میں خوش ہوں رخسار۔“ میں نے کہا اور یوں بات ختم ہوگئی۔

رخسار کے ساتھ محبت کے وہ خوش آگئیں لمحات میرے لئے بڑے جان فزا ہوا کرتے

تھے اور یہ بھی حقیقت تھی کہ اگر میں دن رات اس کی محبت میں ڈوبا رہتا تو ممکن ہے کبھی یہ

احساس ہوتا کہ اپنے فرائض سے غفلت برت رہا ہوں اور یہ احساس بھی رخسار سے اُلجھا دیتا

لیکن وقفے وقفے سے رخسار سے ملاقات زیادہ خوشگوار تصور پیدا کرتی تھی اور کون میکو دیا نے

کئی دن تک ہم دونوں کو پریشان نہیں کیا تھا، حالانکہ میں اس سے ملنا چاہتا تھا لیکن جب بھی

اس کے بارے میں معلومات حاصل کرتا یہی علم ہوتا کہ کون موجود نہیں ہے، لیکن آخر کار ایک

دن میں نے اسے جا ہی پکڑا وہ اپنے ایک مخصوص چینل میں تھی، مجھے دیکھ کر بڑے دل آویز

انداز میں مسکرائی تھی۔

”آپ کہاں مصروف ہیں کون، کتنی بار آپ کو تلاش کر چکا ہوں؟“

”میں جو کچھ کرنا چاہتی تھی وہی کرتی رہی ہوں اور اب مناسب وقت ہے کہ میں تم

سے ملاقات کر لوں ورنہ شاید اس چینل میں تم مجھے نہ پاتے۔“
”مطلب؟“

”بھئی میرے بھی تو کچھ فرائض ہیں..... میاں بیوی اتنے عرصے کے بعد ملے ہیں کم از کم انہیں تھوڑا سا موقع تو دینا چاہئے تھا۔“
”میں ہنس پڑا.....“ تو آپ جان بوجھ کر یہ سب کچھ کر رہی تھیں؟“
”ہاں!“

”نہیں کوئن ہم ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جو اپنے لئے جیتے ہیں۔“
”نہیں اپنے لئے جینا چاہئے۔“

”تو پھر تب میں آپ سے بھی ایک سوال کر سکتا ہوں؟“
”کرو۔“ کوئن میکوویا نے جواب دیا۔

”آپ کو بھی تو خوشیاں درکار ہیں کوئن، آپ کو بھی تو وہ سب کچھ چاہئے جو انسانی زندگی کے لئے ضروری ہوتا ہے۔“

ایک لمحے کے لئے کوئن میکوویا کے چہرے پر ایک عجیب سا تاثر پیدا ہوا، یہ تاثر اس سے پہلے بھی ایک دو بار پیدا ہو چکا تھا اور ان لمحات میں مجھے ایک عجیب سی کیفیت کا احساس ہوتا تھا لیکن کوئن نے فوراً ہی اپنے آپ کو سنبھال لیا اور بولی۔

”ہاں مجھے بھی اپنی زندگی کے لئے سکون بخش لمحات درکار ہوتے ہیں، لیکن ڈیئر دانش منصور! انسان کی اپنی ایک فطرت ہوتی ہے، ایک سرشت ہوتی ہے اس کی۔ لوگ کس کس طرح زندگی میں لذتیں حاصل کرتے ہیں، تمہیں یقیناً اس کا اندازہ ہوگا۔ کچھ لوگ اپنے آپ کو نشہ آور ادویات کے حوالے کر دیتے ہیں اور خوش اور مطمئن رہتے ہیں، کچھ زندگی کے دوسرے شغل اپنا لیتے ہیں، میزری زندگی کا بہترین مشغلہ یہ ہے کہ میں اپنے آپ کو دوسروں کے لئے وقف کر دوں، جیسا کہ میں نے کیا ہے..... میں مطمئن ہوں دانش منصور۔ غیر مطمئن بالکل نہیں ہوں۔“

”جی کوئن۔“ میں نے آہستہ سے کہا۔

”اچھا یہ بتاؤ رخسار کو میں نے جن راستوں پر لگایا ہے کیا وہ تمہارے لئے قابل قبول ہیں؟“

”کوئن رخسار کو آپ نے ہی میرے لئے قابل حصول بنایا ہے۔ کیا میں اس بات سے انکار کر سکتا ہوں۔“

”نہیں..... وہ تمہاری محبت تھی، تمہاری ملکیت تھی۔ بس یوں سمجھو کہ میں نے تمہاری جائیداد تمہیں لا کر دے دی ہے کہ کون سا ایسا اہم کام کیا ہے میں نے؟“
”بہر حال آپ اس کے بارے میں جو کچھ سوچ رہی ہیں..... میں سمجھتا ہوں وہ مجھ سے بہتر ہے، وہ بھی خوش ہے کیونکہ ایک دلچسپ مشغلہ ملا ہوا ہے۔“

”میں اسے جو کچھ بنانا چاہتی ہوں دانش اس کے بارے میں مختصراً تمہیں اب بتانا پسند کروں گی..... میں اسے ایک ماسٹر برین بنانا چاہتی ہوں..... میں اسے ایک ایسی شخصیت بنانا چاہتی ہوں، جس کے بارے میں لوگ تصور بھی نہ کر پائیں، وہ متحرک ہوگی تو یوں سمجھ لو ایسے پیش بہا کارنامے سرانجام دے گی کہ لوگ انگشت بدنداں رہ جائیں میں اسے سائنسی صلاحیتوں سے مالا مال کروں گی اور زندگی کی کوئی ضمانت تو بے شک نہیں لی جاسکتی لیکن اس کے تحفظ کی ضمانت میں تمہیں دیتی ہوں۔“

”کوئن اس کے بارے میں آپ جیسا مناسب سمجھیں کریں، کیونکہ وہ خود بھی مطمئن اور سرور ہے اب آپ مجھے یہ بتائیے آپ نے مجھے جو وقت دیا تھا میرے اپنے خیال میں پورا ہو چکا ہے۔ اسکیلا اور پرائم سٹور کے ان ساتھیوں کی موت میں کبھی نہیں بھول سکوں گا..... میرا ذہن مسلسل تردد میں الجھا ہوا ہے اور آپ نے مجھ سے اس سرخ نشان کے بارے میں پوچھا تھا..... آپ کے وہ الفاظ بھی میرے ذہن میں اٹکے ہوئے ہیں۔ کیا تھا کوئن میکوویا، یہ سب کچھ کیا تھا؟“

کوئن میکوویا کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے، اس نے آہستہ سے کہا۔
”دانش منصور، مجھے امید تھی اس بات کی، میں احمق نہیں ہوں..... پہلی بار بلیک چینل کا نام منظر عام پر لانے کے بعد میں مستقل طور پر اس بات کو واپس کرتی رہی ہوں کہ بلیک چینل کے خلاف کیا کیا اقدامات ہوتے ہیں اور کہاں کہاں سے ہوتے ہیں..... یہ تو ایک ٹھوس حقیقت ہے کہ اگر آج بلیک چینل کے اغراض و مقاصد ہم مکمل طور پر منظر عام پر لے آتے ہیں بلکہ تھوڑا بہت لا بھی چکے ہیں تو یوں سمجھ لو کہ دنیا کے بے شمار ممالک ہماری تائید کریں گے، ہمارے بارے میں طرح طرح کے مقالے پڑھے جائیں گے..... ہمیں اپنے ساتھ شامل

ہونے کی پیش کش کی جائے گی..... کہا جائے گا کہ ہم وہ سب کچھ کر رہے ہیں، جو ہمیں کرنا چاہئے اور وہ سب ہمارے ہمنوا ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے دانش منصور کہ بے شمار وہ قوتیں جو کسی کو اپنا مد مقابل نہیں دیکھنا چاہتیں، شدید تشویش کا شکار ہو گئی ہیں اور مزید ہو رہی ہیں..... بھلا یہ کیسے پسند کریں گی کہ ان کی برتری ایک ایسی قوت کے ذریعے ختم ہو جائے جو منظر عام پر بھی نہیں ہے اور تم یہ جانتے ہو دانش منصور کہ بہر حال ان کے پاس بھی وسائل ہیں..... وہ ناکارہ نہیں ہیں اور پھر اب تو بلیک چینل کے خلاف ایک ایسا گٹھ جوڑ بن جائے گا..... جو انتہائی قوت کے ساتھ کام کرے گا..... دُنیا کی بڑی بڑی قوتیں ہر مد مقابل قوت کو پوری طرح اپنی نگاہوں میں رکھے ہوئے ہیں اور اس کے بارے میں جانتی ہیں، لیکن وہ بلیک چینل کے بارے میں بھی جاننا چاہتی ہوں گی۔ یہ اندازہ لگانا چاہتی ہوں گی کہ آخر بلیک چینل ہے کیا چیز اور اس کے وسائل کیا ہیں اور میں اس بات کا اعتراف کروں گی کہ دُنیا کے چند ملکوں میں انہوں نے بی سی گروپ کے بارے میں معلومات حاصل کر لی ہیں..... مجھے ستاون آدمیوں کی زندگی سے ہاتھ دھونا پڑے ہیں، ان چند ممالک میں انہوں نے ان لوگوں کو ایک مخصوص طریقے سے قتل کر کے اپنی قوت کا اظہار کیا ہے اور وہ ایک مخصوص طریقہ کار اختیار کر کے بلیک چینل کے ان ارکان کو قتل کر رہے ہیں تاکہ میں ان کی جانب متوجہ ہو جاؤں، یہی چاہتے ہیں وہ کہ اس طرح میرے اور ان کے درمیان ایک مقابلہ چل پڑے اور ہم لوگ منظر عام پر آجائیں۔“

میں دنگ رہ گیا تھا..... کافی دیر تک خاموش رہنے کے بعد میں نے کہا۔

”تو کوئن میکوویا کیا ہم انہیں ان کے اس کام کے لئے آزاد چھوڑ دیں گے؟“

”نہیں..... بات یہ نہیں ہے، میں اس کے ساتھ ساتھ ہی تمہیں کچھ اور اطلاعات بھی دینا چاہ رہی ہوں دانش منصور۔“

”جی میڈم۔“

”میرے اپنے ذرائع ہیں..... معلومات حاصل کر رہی ہوں میں..... یہ بات قطعی طور پر منظر عام پر نہیں آئی کہ وہ کون لوگ ہیں، لیکن ایک گروپ نمودار ہوا ہے اور یہ اپنے آپ کو اینٹی بی سی گروپ کہتا ہے، یعنی اینٹی بلیک چینل، یہ گروپ سرگرم عمل ہوا ہے اور منظر عام پر آیا ہے، میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ یہ نام منظر عام پر خود نہیں آیا بلکہ لایا گیا ہے..... اینٹی بی سی گروپ کا کہنا ہے کہ وہ اپنے طور پر تیاریاں کر رہا ہے، تاکہ بلیک چینل اگر کسی وقت دُنیا کے

خلاف اعلان جنگ کر دے تو اینٹی بی سی گروپ اس کا دفاع کر سکے، اس سلسلے میں اس گروپ نے دُنیا کے مختلف بڑے ممالک کو اپنے خیالات سے آگاہ کیا ہے اور ان ممالک میں اس بارے میں گفت و شنید ہو رہی ہے۔ میٹنگیں کی جا رہی ہیں اور یہ اندازہ لگایا جا رہا ہے کہ بلیک چینل اور اینٹی بی سی گروپ میں سے کسے فوقیت دی جائے اور کون دُنیا کی بہتری کے لئے زیادہ کارآمد ہو سکتا ہے۔“

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی..... میں نے کہا۔

”کون آپ اس سے کیا نظریہ اخذ کرتی ہیں؟“

”نہیں یقین کرو یہ سوال تم نے بس ایک لمحے پہلے کر ڈالا ہے، یہ میرا سوال ہے اور میں تم سے کرنا چاہتی ہوں۔“ کوئن میکوویا نے کہا..... میں پھکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کوئن میکوویا کو دیکھنے لگا، پھر میں نے کہا۔

”بہت مشکل سوال کر ڈالا ہے آپ نے مجھ سے کوئن، حالانکہ سچی بات یہ ہے کہ اب اسے چند لمحے قبل ہی آپ نے جس نظریے کا اظہار کیا ہے میں سو فیصد اس سے اتفاق رکھتا ہوں۔“

”تو کہتے ہوئے کیوں ہچکچاتے ہو ڈیئر دانش منصور، ہاں میرا وہی نظریہ ہے اور میں اس پر سو فیصد یقین رکھتی ہوں..... دُنیا کے بیشتر ممالک بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ ان کا گٹھ جوڑ جو بہر طور کسی نہ کسی شکل میں لیس لینڈ اور میری کرائن کے معاملات میں بھی منظر عام پر آچکا ہے، قطعی یہ نہیں چاہے گا کہ کوئی اور ایسی قوت منظر عام پر آئے جو ان پر فوقیت حاصل کر جائے ورنہ اس جنگ میں تو ان کی اپنی اجارہ داری ختم ہو جاتی ہے اور وہ ایک نادر قوت سے خوفزدہ رہتے ہیں..... میں اب بھی پورے اعتماد سے یہ کہتی ہوں کہ وہ گروپ بذات خود کچھ نہیں ہے، بلکہ اسے مختلف قوتوں کی پشت پناہی حاصل ہے، دانش منصور یہ ایک اتنی عام بات ہے جس پر ہم لوگوں کو بحث کرنی ہی نہیں چاہئے، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہمارا طریقہ کار کیا ہو؟“

”جی کوئن بالکل ٹھیک کہتی ہیں آپ۔“

”میں نے بڑا صبر کیا ہے دانش منصور، صرف اس لئے کہ جو قدم اٹھاؤں تم سے مشورے کے بعد اٹھاؤں۔“

”آپ نے مجھے بہت بڑا مقام دے دیا ہے کوئن، میں تو ان لمحات سے ڈرتا ہوں جب

کبھی میری صلاحیتیں آپ کے معیار پر پوری نہ اتر سکیں اور مجھے شرمندگی کا سامنا کرنا پڑے۔
 ”چھوڑو ان باتوں میں کیا رکھا ہے، جو میں نے پوچھا ہے وہ بتاؤ۔“
 ”کوئن ہمارے جتنے افراد ان کے ہاتھوں ہلاک ہوئے ہیں، وہ دنیا کے کتنے ملکوں سے تعلق رکھتے تھے، میرا مطلب ہے بی سی گروپ کے لئے وہ کہاں کہاں کام کر رہے تھے؟“
 اور کوئن نے ان ملکوں کے نام مجھے بتائے۔
 ”تمام افراد ختم ہو چکے ہیں۔“

”ہاں اور میں ان لوگوں کی معلومات کی داد دیتی ہوں..... خدا کا شکر ہے کہ میری کرائن میں ان لوگوں کو تمہارے بارے میں نہیں معلوم ہو سکا تھا، پتا نہیں کیوں..... میں اس کا اندازہ نہیں لگا سکی ورنہ اتنا تو میں جانتی ہوں کہ وہ تمہارے لئے بھی کوشش کرتے۔“

”جی..... فوری طور پر آپ نے کوئی قدم اٹھایا ہے؟“
 ”ہاں..... فی الحال میں نے بلیک چینل کے تمام ممبروں کو انڈر گراؤنڈ کر دیا ہے اور انہیں ہدایت کی ہے کہ فی الحال تمام کارروائیاں بند کر دی جائیں۔“

”ویری گڈ..... یہ آپ نے بہت اچھا کیا اور اب کوئن میں اس سلسلے میں فوری طور پر اپنے کچھ تصورات کا اظہار کرتا ہوں اور آپ نے مجھے اس قدر شہمہ دے دی ہے کہ میں اس کے لئے زیادہ وقت خرچ کرنے کے باوجود سوچ بھی نہیں رہا۔“

”نہیں سوچ کس ذہن میں پیدا ہوئی ہے، صرف یہ دیکھنا چاہئے کتنا وقت لیا ہے، کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔“

”ہمیں بہر حال اس خطرے کے پیش نگاہ اپنے کام کا فوری طور پر آغاز کرنا پڑے گا اور ان لوگوں کو منظر عام پر لانا پڑے گا جو اس سلسلے کے روح رواں ہیں۔“
 ”سو فیصد۔“

”اس کے لئے میڈم ہمیں از سر نو کسی ایک جگہ سے کام کا آغاز کرنا ہوگا اور میں اس سلسلے میں ایک خاص جگہ کا نام لیتا ہوں۔“ میں نے کہا۔

”کون سی؟“ کوئن میکوویا نے مجھ سے پوچھا اور میں نے اس جگہ کا نام کوئن میکوویا کو بتایا..... میکوویا پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگی، پھر اس نے کہا۔
 ”ہاں صحیح بات یہ ہے کہ ہمیں سے ان قوتوں کا وجود ظہور میں آ سکتا ہے تو پھر تم کیا کرنا“

”چاہتے ہو؟“

”کوئن میرا خیال ہے ہمیں بہت محتاط طریقے سے بی سی گروپ کے ایک چینل کو منظر عام پر لانا ہوگا لیکن اس کے لئے ہم جو طریقہ کار اختیار کریں گے وہ ذرا زیادہ مشکل ہوگا اور ہمارا مقصد یہ ہوگا کہ ہم خود منظر عام پر آ کر ان لوگوں کو منظر عام پر لائیں جو بی سی گروپ کے دشمن ہیں..... اس کے لئے ایک اُلجھا ہوا طریقہ کار اختیار کرنا ہوگا، لیکن بہر حال یہی طریقہ کار مناسب رہے گا۔“

”تم جو کچھ کرنا چاہتے ہو مجھے صرف یہ بتاؤ کہ اس سلسلے میں میری کیا خدمات ہوں گی؟“
 ”نہیں میڈم..... آپ کے مشورے کے بغیر تو میں کچھ نہیں کرنا چاہتا۔“

”دانش خود پر انحصار کرو..... میں وعدہ کرتی ہوں کہ تمہارے کسی مسئلے میں آڑے نہیں آؤں گی..... ایک پروگرام ترتیب دو بلکہ بلیک چینل کے ایک ذمے دار ستون کی حیثیت سے اپنے طور پر فیصلے کرو مجھے خوشی ہوگی۔“ میں پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگا، پھر میں نے کہا۔

”تب اس کے لئے مجھے تھوڑا سا وقت درکار ہے۔“

”یہ کہنے کی ضرورت ہی نہیں۔“ کوئن میکوویا نے کہا۔ رخسار سے بھی تفصیل سے اس موضوع پر بات چیت ہوئی..... میں نے رخسار کو تمام معاملات سے ناواقف بھی نہیں رکھا تھا..... وہ بہت دیر تک پر خیال نگاہوں سے میری صورت دیکھتی رہی، پھر اس نے کہا۔

”یہ بہت افسوس ناک امر ہے کہ ہم اپنے ہمدردوں کی اتنی زندگیاں ضائع کر بیٹھے جن لوگوں نے یہ قدم اٹھایا ہے اللہ کے خلاف انتہائی موثر اور جارحانہ اقدامات کی ضرورت ہے۔ ویسے بھی فیصل یہ ایک حقیقت ہے کہ اپنے وطن سے جدا ہونے کے بعد یہاں ہمیں جو کچھ نظر آیا ہے وہ ایسا ہے کہ ہم اسے اپنے وطن کے مترادف ہی سمجھ سکتے ہیں..... نظریہ مختلف نہیں ہے، وہاں ایک محدود حلقے کی بات تھی اور یہاں کائنات کی وسعتوں میں پھیلے ہوئے لا تعداد انسانوں کی بقاء کا مسئلہ، فرض تو ایک ہی ہے۔“

”ہاں رخسار..... جیسا کہ میں تم سے پہلے کہہ چکا ہوں کہ ہمیں وقت کا انتظار کرنا ہوگا۔“

”تو پھر تم اس سلسلے میں کیا ارادہ رکھتے ہو؟“

”ایک ملک کا انتخاب تو کر لیا ہے میں نے اور وہ بھی اس لئے کیا ہے کہ اس وقت بھر کی تمام قومیں اسے ہی حاصل ہو گئی ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ وہاں سے مجھے اینٹی بی سی گروپ کے بارے میں یقینی طور پر بہتر معلومات حاصل ہوں گی۔ مسئلہ صرف طریقہ کار کا ہے کہ کیا میں بی سی گروپ کے رکن کی حیثیت سے منظر عام پر آؤں اور ان لوگوں کو اپنے پیچھے لگا لوں یا پھر کوئی نیا طریقہ کار اختیار کیا جائے۔“

”میری ذہنی استعداد ابھی اس قدر نہیں بڑھی کہ میں اس سلسلے میں تمہیں کوئی بہتر مشورہ دے سکوں۔“ رخسار نے اعتراف کرنے والے انداز میں کہا۔

پھر کئی دن میں نے اسی سوچ بچار میں گزار دیئے تھے..... رخسار کے ساتھ تھوڑا سا وقت بھی چاہتا تھا جو بہر طور مجھے حاصل ہو گیا..... غور و خوض کرتے کرتے آخر کار میں نے ایک فیصلہ کیا اور اس سلسلے میں کوئن کو کچھ نہ بتانے کا تہیہ کر لیا..... البتہ کوئن سے ملاقات کر کے میں نے اس سے کہا۔

”ملک وہی ہوگا، طریقہ کار ذرا تبدیل کرنا پڑے گا..... ان تمام اشیاء کی ضرورت ہے جو اب تک مجھے حاصل رہی ہیں..... فی الحال تنہا ہی رہوں گا، لیکن بی سی گروپ کے ممبران کے بارے میں مجھے تفصیلات دے دی جائیں، تاکہ اہم ضرورت پڑنے پر ان سے رابطہ قائم کر سکوں۔“

کوئن میکوویا نے آنکھیں بند کر کے تمام چیزوں کا وعدہ کر لیا تھا اور اس کے بعد مزید ایک ہفتہ انتظار کرنا پڑا، لیکن میں اپنے عزم کو تازہ کر رہا تھا اور اپنے دل و دماغ کو آنے والے لمحات کے لئے مستعد کر رہا تھا..... یہ میری زندگی کا اہم ترین کیس تھا اور سچی بات یہ ہے کہ اس کے سلسلے میں یہ تعین بھی نہیں کیا جاسکتا تھا کہ اس کی دستیں اور پھیلاؤ کتنا ہوگا..... ادھر اینٹی بی سی گروپ تھا جو بی سی گروپ کو منظر عام پر لانا چاہتا تھا اور اس نے بی سی گروپ کے ستاون افراد قتل کر دیئے تھے..... ان کا انتقام ذہن میں تھا اور اس کے بعد وہ سب کچھ جو اس کے بعد پیش آئے گا، مجھے ایک بالکل ہی نئے انسان کی حیثیت سے منظر عام پر آنا ہوگا..... دل کے دبے دبے گوشوں میں یہ تصور بھی موجود تھا کہ بہر حال دانش منصور کی شناخت بھی بہت سے لوگوں کو ہے اور ہو سکتا ہے کچھ ایسے چہرے نظر آجائیں جو صرف دانش منصور کے شناسا ہوں..... ایک دلچسپ مرحلے کا آغاز ہونے والا تھا..... میں اپنی دونوں حاشیتوں کو مد نظر رکھ کر

ایک انتہائی پراسرار عمل کرنے کے لئے جا رہا تھا۔ آخر کار رخسار کے ساتھ وہ آخری رات گزاری، رخسار کچھ عجیب فطرت اختیار کر چکی تھی..... اس جیسی قناعت پسند عورت شاید زندگی میں کبھی میرے سامنے نہ آئی تھی وہ اس کام کو مقدم قرار دیتی تھی جو میرے لئے مخصوص ہوتا تھا..... اپنے تمام جذبے اور اپنی تمام چیزیں وہ پوشیدہ کر دیتی تھی۔

کوئن میکوویا اور رخسار نے مجھے الوداع کہا، اس وقت میں نے بے شک کوئن میکوویا سے وہ تمام چیزیں حاصل کی تھیں جو میرے لئے معاون ہو سکتی تھیں، لیکن ایک عام آدمی ہی کی حیثیت سے ایک طریقہ کار منتخب کر کے میں اس ملک روانہ ہوا تھا۔

جہاز میں سفر کر رہا تھا لیکن میرے ساتھ سفر کرنے والے یہ نہیں جانتے تھے کہ ایک عجیب و غریب شخصیت کچھ ایسے پوشیدہ ہتھیاروں کے ساتھ اس جہاز میں موجود ہے جن کا اگر اندازہ ہو جائے تو لوگوں پر بے ہوشی طاری ہونے لگے..... جہاز تک پہنچنے کے لئے ان اشیاء کو پوشیدہ رکھنے کا مسئلہ بھی کوئی خاص اہمیت نہیں اختیار کر سکا تھا، کیونکہ اس کے لئے کوئن میکوویا جیسی ذہین عورت نے دوسرے طریقہ کار دریافت کر لئے تھے۔

ہاں جب مطلوبہ ملک کے شاندار ایئر پورٹ پر اترا تو مجھے ان تمام چیزوں کو یکجا کرنے کے لئے دوسروں سے الگ تھلگ ہٹ کر تھوڑا سا انتظار کرنا پڑا اور اس انتظار کے لئے مجھے عجیب سی نگاہوں سے دیکھا گیا..... غالباً یہ سکیورٹی کے افراد تھے جنہوں نے مجھے الگ تھلگ پا کر کچھ شک و شبہات محسوس کئے تھے اور جنب امیگریشن کے معمولات سے فراغت حاصل کر کے میں باہر نکلا تو وہ دونوں میرے پاس پہنچ گئے..... دونوں جوان العمر اور چہرے سے ذہین نظر آنے والے نوجوان تھے، میں انہیں دیکھ کر مسکراتا ہوا رک گیا اور ان میں سے ایک نے اپنی جیب سے اپنا کارڈ نکال کر مجھے پیش کرتے ہوئے کہا۔

”معافی چاہتے ہیں جناب..... ہم انتظامیہ سے تعلق رکھتے ہیں..... کبھی کبھی ایسے امور درپیش ہوتے ہیں جن کے لئے ہمیں معزز مہمانوں کو ڈسٹرب کرنا ہوتا ہے..... ہم آپ سے تھوڑا سا وقت چاہتے ہیں۔“

”جی میں حاضر ہوں فرمائیے؟“

”براہ کرم آپ ہماری طرف آئیے۔“ اس شخص نے کہا جو مجھ سے مخاطب

ہوا تھا اور میں خوشی سے اپنی ٹرائی گھسیٹتا ہوا ان کے ساتھ چل پڑا جس پر میرے بیگ لہرے ہوئے تھے اور ایک چھوٹا سا بیگ میرے کندھے پر پڑا ہوا تھا، جس میں وہ سب کچھ موجود تھا جو ان لوگوں کے لئے ناقابل یقین تھا..... وہ لوگ مجھے عمارت کے ایک الگ تھلگ گوشے میں لے گئے جہاں مزید تین افراد اور موجود تھے..... چھوٹا سا آفس بنا ہوا تھا اور ایک میز کے پیچھے وہ تین بیٹھے ہوئے اپنے اپنے معمولات میں مصروف تھے..... تینوں نے باری باری نگاہیں اٹھا کر ہمیں دیکھا اور پھر اپنے کام میں مصروف ہو گئے..... مجھے ساتھ لانے والے دونوں افراد اس کمرے سے ملحق ایک اور کمرے میں داخل ہو گئے، جو چھوٹے کمرے کی نسبت وسیع تھا..... اس میں ایک بڑی ٹیبل پڑی ہوئی تھی، بیٹھنے کے لئے البتہ کوئی کرسی نہیں تھی اور یہ اندازہ ہو جاتا تھا کہ یہ ٹیبل سامان کی تلاشی لینے کے لئے ہے..... وسیع و عریض کمرے میں ایک جانب واش روم نظر آ رہا تھا..... یہاں پہنچنے کے بعد ایک نوجوان نے کہا۔

”براہ کرم اپنا یہ شولڈر بیگ یہاں رکھ دیجئے۔“ میں نے بڑی شرافت کے ساتھ بیگ اتار کر ٹیبل پر رکھ دیا..... انہوں نے ٹرائی سے میرے دونوں بیگ اتار کر ٹیبل پر رکھے تو میں نے کہا۔

”ایکسیوزی مسٹر، یوں محسوس ہوتا ہے جیسے آپ کو مجھ پر کوئی شبہ ہوا ہے۔“

”ہم انتہائی معذرت خواہ ہیں جناب..... براہ کرم اپنا پاسپورٹ دکھائیے۔“ میں نے بڑی شرافت کے ساتھ اپنا پاسپورٹ اور اس سے متعلق دوسرے کاغذات ان کے سامنے کر دیئے۔“ پاسپورٹ پر میرا نام مسٹر پشکن لکھا ہوا تھا اور تعلق سپین سے۔“ ان میں سے ایک نے کہا۔

”آپ بارسلونا سے آئے ہیں..... یہ کاغذات دیکھنے کے بعد کیا اس سوال کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟“ اس نے پاسپورٹ بند کر کے میرے حوالے کر دیا۔ پھر بولا۔

”یہ لاک کھول دیجئے۔“

”نہیں مائی ڈیئر ان کا بند رہنا زیادہ مناسب ہے۔“

”کیا مطلب؟“

”ان میں تمہیں جو اشیاء نظر آئیں گی، تم انہیں دیکھ کر حیران رہ جاؤ گے اور وہ تمہاری سمجھ میں بھی نہیں آئیں گی..... خاص طور سے میرا یہ شولڈر بیگ، یہ تو بس یوں سمجھ لو کہ ایک

اسلحہ خانہ ہے۔“

”کیا مطلب؟“

”اس سے پہلے میں تم سے ایک سوال کرنا چاہوں گا..... وہ یہ کہ تمہیں میرے اوپر شبہ

کیسے ہوا، جبکہ میں نہایت احتیاط کے ساتھ یہ اشیاء لے کر یہاں پہنچا ہوں۔“

”کیا تم بیکار گفتگو میں اپنا وقت ضائع نہیں کر رہے اور ہمارا بھی؟“

”خیر یہ ایک الگ بات ہے کہ تم میری بات کا جواب نہ دینا چاہو..... بہر حال تم ذہین

لوگ ہو لیکن افسوس تمہاری ذہانت میرے سامنے بے مقصد ہے۔“

”براہ کرم بیگ کھولو۔“ اس شخص نے کسی قدر درشت لہجے میں کہا۔

”اور میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ میں بیگ نہیں کھولنا چاہتا، اس میں اسلحہ ہے..... اصل

میں، میں ایک جرائم پیشہ آدمی ہوں اور بڑے وسیع منصوبے کے تحت یہاں جرائم کرنے آیا

ہوں..... تمہیں میرے ساتھ تعاون کرنا چاہئے..... وہ شاید واش روم۔“ میں نے کہا اور اس

سے قبل کہ وہ لوگ کچھ کہتے ہیں نے واش روم کی جانب چھلانگ لگا دی، مقصد ان لوگوں کو جنگ

کرنا ہی تھا لیکن واش روم میں داخل ہونے کے بعد مجھے ایک اور دروازہ نظر آیا جو دوسری

جانب کھلتا تھا اور اندر سے بند تھا..... غالباً اس واش روم کو دوست سے استعمال کیا جاتا تھا.....

میں نے فوری طور پر دوسرا دروازہ کھولا اور اس کے ساتھ ساتھ ہی اپنے ہاتھ پر بندھے ہوئے

کوئٹن میکوویا کے تحفے کو استعمال کر ڈالا..... وہ دونوں طوفانی انداز میں اندر داخل ہوئے تھے اور

پھر دوسری جانب کا دروازہ کھلا دیکھ کر برق رفتاری سے اس کھلے دروازے سے دوڑتے چلے

گئے تھے..... میں نہیں جانتا تھا کہ دوسرے دروازے کے دوسری جانب کیا ہے، لیکن ان کے

دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں بتا رہی تھیں کہ ادھر کوئی راہداری ہے اور کھلے دروازے کو

دیکھ کر وہ بے دھڑک اس جانب چل پڑے ہیں، یہ سوچ کر کہ میں ادھر سے نکل بھاگا ہوں،

ویسے بھی واش روم میں انہیں کچھ نظر نہیں آیا ہوگا، چنانچہ میں نے سب سے پہلے وہ دروازہ بند

کیا اور بند کرنے سے پہلے اسے جھانک کر دیکھ لیا..... لمبی راہداری دُور تک چلی گئی تھی.....

اطمینان بخش بات تھی..... میں نے واش روم سے نکلنے کے بعد ادھر کا دروازہ بھی بند کیا اور پھر

اطمینان سے اپنی اصلی شکل میں واپس آیا..... شولڈر بیگ کا ندھے پر لٹکایا، بیگ اٹھا کر ٹرائی پر

رکھے اور ٹرائی دھکیلتا ہوا باہر نکل آیا..... میزوں پر بیٹھے ہوئے تینوں افراد نے مجھے دیکھا تو میں

نے مسکرا کر ہلکے سے گردن خم کی اور وہ بھی خوش مزاجی سے مسکرائے..... میں پراطمینان قدموں سے ٹرائی دھکیلتا ہوا باہر نکل آیا اور پھر ہال سے گزرتا ہوا بیردنی حصے میں آ گیا..... ہوٹلوں کے نمائندے اپنے اپنے ہوٹل کے کارڈز کے ساتھ یہاں موجود تھے، میں نے بیگ ایک نمائندے کے حوالے کئے اور اس نے چٹکی بجا کر ہوٹل کے مونیو گرام والی کار کو طلب کر لیا۔ پھر پورے اہتمام کے ساتھ میرا سامان ڈکی میں رکھا گیا اور میں کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا..... ابھی تک دوسری جانب بھاگ دوڑ نہیں شروع ہوئی تھی، لیکن بہر حال میں اس دلچسپ مرحلے سے گزر کر پراطمینان انداز میں کم از کم ایئر پورٹ سے باہر آ گیا تھا۔

کار سڑکوں پر دوڑتی رہی اور تھوڑی دیر کے بعد ایک فورسٹار ہوٹل کے پاس اس کی رفتار سست ہوئی، پھر وہ اندر داخل ہو کر لائٹ پر رک گئی..... پورٹرز نے میرا سامان اٹھایا اور میں ان کے ساتھ اندر داخل ہو گیا..... ہوٹل کی سولہویں منزل پر مجھے ایک کمرہ الاٹ ہو گیا اور پورٹر میرا سامان اٹھائے ہوئے لفٹ کی جانب چل پڑے..... وسیع و عریض کمرہ بہت خوبصورت تھا..... فورسٹار ہونے کے باوجود اس میں فائبرسٹارڈیکوریشن کی گئی تھی۔ بڑی سی کھڑکی سے باہر دیکھا تو دنیا بہت چھوٹی نظر آنے لگی..... چند لمحات ادھر کا جائزہ لینے کے بعد میں نے کھڑکی بند کی اور پھر پراطمینان انداز میں اپنے سامان کی جانب چل پڑا..... میں نے دونوں بیگوں کو خالی کر کے ضروری سامان ایک بیگ میں منتقل کیا اور پھر یہ بیگ کندھے سے لٹکا کر ضروری سامان کے ساتھ باہر نکل آیا..... ظاہر ہے تھوڑی ہی دیر کے بعد ایئر پورٹ سیکورٹی کے لوگ یہ معلومات حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے کہ میں نے کون سے ہوٹل میں قیام کیا ہے۔ اس لئے فوری طور پر کچھ اور انتظامات کرنے تھے اور اس سلسلے میں پرانا تجربہ کام آیا۔ چنانچہ میں نے لفٹ سے نیچے آنے کے بعد ایک بار پھر ہوٹل کے کاؤنٹر کی جانب رخ کیا اور اس وقت میں نے دلچسپ عمل کیا تھا..... ہونٹوں کو ٹیڑھا کر کے، آنکھوں کو ذرا مختلف انداز دے کر میں نے روم بکنگ کلرک سے ایک کمرہ طلب کیا تھا..... اس وقت شاید سولہویں منزل پر ہی کمرے خالی تھے، جس نمبر میں مجھے مقیم کیا گیا تھا اس کے برابر ہی کے دوسرے کمرے میں میرے لئے جی بکنگ کردی گئی اور یہاں میں نے اپنا نام تبدیل کر دیا تھا..... بہر حال میں واپس دوسرے نمبر کے کمرے میں پہنچ گیا اور یہاں آنے کے بعد میں نے ذرا مطمئن انداز میں تھوڑی دیر آرام کرنے کا فیصلہ کر لیا، لیکن ذہانت کا تقاضا تھا کہ اپنی اس آرام گاہ میں رہ کر

میں کم از کم یہاں کی لوکیشن سے پوری طرح واقف رہوں تاکہ اگر کوئی اُلٹی سیدھی صورت حال پیش آ جائے تو اپنا دفاع کر سکوں..... طبیعت میں ایک جولانی سی تھی اور میں کام کے انداز کو تبدیل کرنا چاہتا تھا..... کون میکوویا نے مجھے بلیک چینل کے مقامی لوگوں کے بارے میں تفصیلات بتادی تھیں اور ان سے رابطے کا ذریعہ بھی لیکن ان لوگوں کو انڈر رگریڈ کر دیا گیا تھا اور میں نہیں چاہتا تھا کہ ابھی انہیں استعمال کیا جائے، چنانچہ ان سے الگ تھلگ رہ کر جس حد تک کام ممکن ہو سکے کرنا زیادہ مناسب تھا، چنانچہ سب سے پہلے میں نے ایسی جگہ کا جائزہ لیا کہ اگر کوئی مشکل صورت حال پیش آ جائے تو میں اپنے تحفظ کا بندوبست کر سکوں..... ایک بار پھر میں نے ہوٹل کے کمرے کی اسی عقبی کھڑکی سے باہر کا جائزہ لیا..... کمروں کی ساخت ایک جیسی تھی لیکن میں نے اس وقت یہ نہیں دیکھا تھا کہ کھڑکی کے دوسری جانب سپاٹ دیوار نہیں ہے بلکہ تقریباً ڈھائی فٹ چوڑی ایک گیلری بھی ہے جو شاید تحفظ کے خیال سے بنائی گئی ہے..... ڈیزائن بھی بہت خوبصورت تھا اس کا اور کھڑکی سے با آسانی اس گیلری میں نیچے اترا جاسکتا تھا..... یہ تو ایک طرح سے میرے لئے ایک بہترین جگہ بنائی گئی تھی، چنانچہ میں وہاں سے واپس آیا..... برابر کے کمرے کی چابی بھی میرے پاس ہی موجود تھی اور ابھی تک وہ کمرہ کسی کی نگاہوں میں مخدوش نہیں ہوا تھا..... راہداری میں ادھر ادھر دیکھنے کے بعد میں نے کمرے کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا، پھر میں نے اپنا بقیہ سامان بھی راہداری کے ذریعے دوسرے کمرے میں منتقل کیا اور واپس راہداری سے اپنے پہلے کمرے کی کھڑکی سے اندر داخل ہو گیا۔ کھڑکی میں نے بند کر دی تھی، لیکن اسے لاک نہیں کیا تھا۔ سلائیڈنگ ڈور دونوں طرف سے با آسانی ادھر ادھر ہٹائے جاسکتے تھے۔ کمرے سے باہر نکل کر میں نے اسے پھر لاک کیا اور پھر دوبارہ اپنے کمرے میں واپس آ گیا..... اس کے بعد مزید کچھ دیر مصروف رہا۔ اپنا وہ اہم ترین سامان جس میں مائیکرو پلیٹ وغیرہ بھی شامل تھی، میں نے بڑی احتیاط سے ایک خاص قسم کے پیکٹ میں رکھا اور اس پیکٹ کو اپنے شولڈر سے منسلک کر لیا..... لاسٹک بیٹ اور شولڈرز پر لگے ہوئے بک کسے کے بعد میں نے اطمینان سے اپنی گھڑی کے بٹن کو آن کیا اور اس قیمتی مسہری کے نیچے ریگ کیا..... قالین پر ایک پرسکون فینڈ آئی تھی اور میں اب اس وقت اپنے آپ کو دنیا کی ہر مشکل سے محفوظ سمجھ رہا تھا۔

پھر نہ جانے کب تک سوتا رہا..... بہت سے گھنٹے گزر گئے تھے، پھر آنکھ کھلی تو احساس

ہو! نہ رات ہوگئی ہے..... کھڑکی سے روشنیاں جھلک رہی تھیں، جبکہ میرے کمرے میں کسی نے آنے کی کوشش نہیں کی تھی..... ویسے بھی میں نے کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر دیا تھا..... کچھ بھوک سی محسوس ہو رہی تھی۔ وقت بھی بہت گزر چکا تھا، چنانچہ میں نے فیصلہ کیا کہ اب باہر نکلنا چاہئے..... غالباً ڈنر کا وقت ہو گیا تھا..... میں نے لباس تبدیل کیا اور اس کے بعد دروازہ کھول کر باہر نکل آیا، لیکن باہر نکلنے سے پہلے میں نے اپنے چہرے کو اسی انداز میں ٹیڑھا کر لیا تھا تاکہ راہداری میں کوئی ہو تو مجھے دیکھ کر چونک نہ پڑے اور اس کا واقعی مجھے اندازہ نہیں تھا کہ مقامی پولیس اس قدر ایڈوانس ہو سکتی ہے۔ میں نے دو پولیس والوں کو دیکھا جو میرے کمرے کے دروازے پر تعینات تھے اور جب میں باہر نکلا تو وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگے تھے..... میں نے دانت نکال کر گردن خم کی اور دونوں پولیس والوں نے بھی جوابی طور پر وہی کچھ کیا..... تب میں پرسکون انداز میں راہداری میں بڑھتا چلا گیا، دل ہی دل میں مجھے ہنسی آرہی تھی کہ کیا ہی عمدہ کام کیا ہے اس کا مطلب ہے کہ وہ لوگ بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ میری تلاش میں کامیاب ہو گئے تھے اور ہوٹل کے اس کمرے تک پہنچ گئے تھے..... باقی ہوٹل کے معاملات بالکل درست تھے۔ پتا نہیں احمقوں نے یہاں کیوں پہرہ لگا دیا تھا۔ غالباً اپنے مجرم کی واپسی کا انتظار کر رہے تھے، لیکن میں نے یہ سوچا کہ میں بہت زیادہ ایڈوانس ہو رہا ہوں..... تھوڑی سی سست رفتاری اختیار کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے..... براہ راست ان لوگوں سے ٹکراؤ مناسب نہیں۔ جو ضروری اشیاء تھیں وہ تو میں نے اپنے پاس رکھی تھیں باقی جو کچھ وہاں موجود تھا وہ ایسا نہیں تھا کہ مجھے اس کی کوئی اہم ضرورت پیش آتی، چنانچہ میں اطمینان سے نیچے اتر..... پہلے خیال تھا کہ اسی ہوٹل کے ڈائننگ ہال میں کھانا وغیرہ کھاؤں گا، لیکن اب اس صورت حال کا جائزہ لینے کے بعد اس پروگرام میں تبدیلی مناسب سمجھی تھی چنانچہ ہوٹل سے باہر نکل آیا اور ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر چل پڑا..... پر رونق شہر، رنگین روشنیوں سے سجا ہوا..... یہ ہوٹل جس علاقے میں تھا وہاں بہت سے ٹائٹ کلب بھی نظر آ رہے تھے جن کے سائٹن عجیب بے ہودہ انداز میں اپنے اندر ہونے والی بدکاریوں کی نمائش کر رہے تھے..... میں ان سب پر نگاہیں ڈالتا ہوا بہت دیر نکل آیا، پھر ایک جگہ میں نے ٹیکسی رکوائی اور نیچے اترنے کے بعد بل ادا کر دیا..... ایک اوپن ایئر ریسٹوران نظر آ رہا تھا جو سڑک کے کنارے واقع تھا اور بہت خوبصورتی سے سجایا گیا تھا..... کھلی ہوا میں بیٹھ کر آسکرا کی موسیقی کانوں

بھلی لگی۔ ویٹر مینو لے آیا تھا..... میں نے مختاط انداز میں ان سے چند چیزوں کا انتخاب کیا جو دیکھی ٹیبل تھیں اور اس کے بعد جب میرے آرڈر کی تکمیل ہوگئی تو میں ان سے شغل کرنے لگا..... ابھی تک کوئی جامع منصوبہ ذہن میں نہیں تھا۔ اوپن ایئر ہوٹل کی رونق دیکھتے ہوئے اب میں یہ سوچ رہا تھا کہ مجھے اپنے کام کو آگے بڑھانے کے لئے کیا طریقہ کار اختیار کرنا چاہئے..... کوئن میکوویا نے مجھ پر مکمل اعتماد کر کے مجھے یہاں بھیج دیا تھا اور تمام منصوبے میرے اوپر چھوڑ دیئے تھے۔ بلیک چینل کے خلاف کام کرنے والے عام لوگ نہیں ہو سکتے اور اگر اس بارے میں کچھ معلومات حاصل ہو سکتی ہیں تو اس کے لئے چند ایک شخصیتوں کو نامزد کرنا ہوگا جو اس قسم کے معاملات میں ملوث ہو سکتی ہیں۔ بہر حال کام تیز رفتاری سے نہیں کیا جاسکتا تھا، کیونکہ اس سے ان لوگوں کے ہوشیار ہونے کا خطرہ تھا اور اس کے لئے کوئی عمدہ ہی طریقہ کار دریافت کرنا ہوگا۔“

میں خاموشی سے کھانے میں مصروف رہا اور میری نظریں یہ نہ دیکھ سکیں کہ تھوڑے فاصلے پر بیٹھا ہوا ایک عجیب سا جوڑا میری جانب نگراں ہے۔ یہ جوڑا مرد اور عورت پر مشتمل نہیں تھا بلکہ یہ دو لڑکیاں تھیں جن میں سے ایک سفید لباس میں ملبوس سیاہ فام لڑکی اور دوسری سیاہ لباس میں ملبوس غالباً کوئی مقامی لڑکی..... حیران کن بات یہ تھی کہ سیاہ فام لڑکیوں کے بارے میں یہی تاثر ابھرتا ہے کہ بد شکل، کالی اور بد صورت لیکن پہلی سیاہ فام لڑکی تھی جو سیاہ فام ہونے کے باوجود بہت ہی نمکین نقوش کی مالک تھی اور اس کے چہرے پر بے پناہ کشش تھی..... دوسری لڑکی بھی خوبصورت تھی اور سنہرے بالوں نے اس کے حسن میں چار چاند لگا دیئے تھے، لیکن ان لوگوں کا لباس اور پھر ان کا انداز اس قدر دلچسپ تھا کہ میں چند لمحات انہیں دیکھتا رہا..... مجھے یہ احساس بھی ہو گیا کہ وہ خود بھی میری جانب متوجہ ہیں، پھر سفید فام لڑکی اپنی جگہ سے اٹھی اور میں نے ایک گہری سانس لی..... پتا نہیں کیا ہیں، لیکن شناسائی (اچھی چیز ہوتی ہے اور وہ بھی ایسے عالم میں، جب میں نے اپنے لئے ایک بالکل ہی نیا طریقہ کار اختیار کیا ہے..... لڑکی قریب آ کر تھوڑی سی جھکی اور بولی۔

”ہیلو۔“

”ہیلو۔“

”اور اس کے بعد یہی کہا جاتا ہے کہ کیا میں یہاں بیٹھ سکتی ہوں؟“

”اسے بھی بلا لو جو تمہارے ساتھ ہے، ورنہ وہ وہاں اکیلی بور ہوگی۔“
”تھینک یو ویری مچ۔“ اس نے کہا اور پھر کہنے لگی۔

”سورا..... سورا“ سورا غالباً اس لڑکی کا نام تھا، وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور دونوں میزوں
سامنے پڑی ہوئی کرسیوں پر بیٹھ گئیں، پھر ان میں سے ایک نے کہا۔
”ایسے موقع پر ہر شخص یہی سوچتا ہے کہ دو کال گرل شکار پھانسنے کے لئے آئی ہیں
اب شکار کا جائزہ لے رہی ہیں۔“

”ہو سکتا ہے میں مختلف انداز میں سوچوں۔“ میں نے کہا۔

”ہاں کیوں نہیں تمہیں سوچنا چاہئے۔“

”تو پھر مجھے کیا سوچنا چاہئے؟“

”یہی کہ کبھی کبھی لڑکیوں سے دوستی بھی کی جاسکتی ہے، کسی بھی غلط نظریے سے الگ
ہٹ کر۔“

”میرے خیال میں وہ دوستی تو بڑی مستحکم اور پسندیدہ ہوتی ہے۔“

”اتفاق کرتے ہو اس بات سے؟“

”یقیناً کرنا چاہئے۔“

”میرا نام لی تھل ہے اور یہ سورا۔“

”آپ لوگوں سے مل کر بہت خوشی ہوئی، لیکن اس اعتماد کے ساتھ کہ میں صرف دو

اچھی دوستوں کے درمیان ہوں۔“

”یقیناً یقیناً اور جب ہم اچھے دوستوں کے انداز میں ایک دوسرے سے ملے ہیں تو اگر

میں تمہیں پشکن کے نام سے مخاطب کروں تو تم اس بات سے ناراض تو نہیں ہو گے۔“

میرے دماغ کو ایک جھٹکا لگا تھا اور دل میں یہی خیال آیا تھا کہ یقیناً یہ دونوں مقامی
سیکوریٹی کی افراد ہیں، لیکن اب کرنا کیا چاہئے۔

البتہ جو کچھ میرے پاس موجود تھا اور جو تحفظ مجھے حاصل تھا اس کے تحت میں بڑے

سے بڑا خطرہ مول لے سکتا تھا..... سورا مسکرا کر بولی۔

”اور مسٹر پشکن اس تذبذب کا شکار ہیں کہ اپنی حقیقت کو تسلیم کریں یا نہیں۔“

”اپنی حقیقت تو ناقابل تردید ہوتی ہے لیڈر..... اس سے انکار کیسے ممکن ہے۔“

”واہ..... کیا خوب صورت بات کہی ہے..... بخدا یہ الفاظ بے وقوف بنانے کے لئے
پیش کیے میں نے۔“ لی تھل نے کہا۔

”میں خوب صورت الفاظ کا تبادلہ نہیں کر رہا..... یہ تو سچائی ہے، بشرطیکہ یہ عقدہ کھل جائے
جس پشکن کو پہچانا کس طرح گیا ہے؟“

”دونوں مسکرائے لگیں، پھر سورا نے کہا۔ گفتگو کسی بھی قسم کی ہو پہلے فریقین کو یہ فیصلہ
کرنا پڑتا ہے کہ دونوں ایک دوسرے کے لئے قابل قبول ہیں یا نہیں..... میں مسٹر پشکن سے
بھی یہی سوال کرتی ہوں کہ گفتگو کو آگے بڑھانے سے پہلے کیا وہ ذہنی طور پر ہمیں قبول کر سکتے
ہیں؟“ میں نے ہنس کر کہا۔

”مس سورا قبولیت سے آپ کی کیا مراد ہے..... ہم ایک ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں اور
ایک دوسرے سے دوستانہ ماحول میں گفتگو کر رہے ہیں، اب ایسے عالم میں اگر ایک دوسرے
سے قبولیت کا سودا کیا جائے تو میرے خیال میں یہ ان مختصر لمحات میں ضرورت سے زیادہ
بوجھ جائے گا..... میں پھر وہی سوال کروں گا آپ سے کہ یہاں اتفاقہ طور پر میری آپ سے
ملاقات ہو گئی اور آپ نے مجھے میرے نام سے پکارا، اگر میرا ذہن اس بات سے مطمئن
ہو جائے کہ آپ کیا شخصیت ہیں تو کیا آپ کے خیال میں یہ چیز انسان کو ذہنی تقویت نہیں
دیتی۔“ لی تھل نے آنکھیں چوڑی کر کے مسکراتے ہوئے کہا۔

”بات وزن دار ہے تسلیم کرنا پڑے گی سورا۔“

”مسٹر پشکن بالکل بے لاگ اور فریب کے بغیر میں یہ بات کہہ رہی ہوں کہ آپ کو
پہچانا قطعی مشکل نہیں ثابت ہوا..... ایئر پورٹ پر آپ نے کچھ کمالات دکھائے اور اس کے بعد
وہاں سے اپنے سامان سمیت نکل آئے، آپ کا کیا خیال ہے کیا اس کے بعد مقامی سیکوریٹی
آپ کو نظر انداز کر دیتی..... یہ بات سب ہی کے لئے باعث حیرت ہے کہ ایک شخص اس طرح
جلد سے کر ایک جدید ترین ملک کے ایک اہم ترین محکمے کو دھوکہ دے کر نکل آیا..... آپ کی
پیشگی ہو رہی ہے، آپ کی خیالی تصویر ٹیلی ویژن سے نشر کی جا رہی ہے اور وہ خیالی تصویر اس
قدر موثر ہے کہ آپ کا چہرہ ہماری نگاہوں سے نہ چھپ سکا..... ہم یہاں صرف تھوڑی سی وقت
گزارے کے لئے بیٹھے تھے، آپ نظر آ گئے اور ہمارے لئے باعث دلچسپی بنے۔“

”واہ..... واقعی میں سمجھتا ہوں یہ تھوڑی سی کمزوری ہے، مجھے کم از کم اپنے چہرے کو

تبدیل کر لینا چاہئے تھا۔“

”ہاں..... اتفاق کی بات ہے کہ ابھی تک کوئی موٹر نگاہ آپ پر نہیں پڑی۔“

”موٹر نگاہ سے آپ کی کیا مراد ہے؟“ میں نے سوال کیا۔

”سیکورٹی کا کوئی فرد، یہاں اس جگہ بھی آسکتا ہے جہاں آپ نے قیام کیا ہے وہاں

بھی موجود ہو سکتا ہے؟“

”وہ لوگ وہاں تک پہنچ گئے ہیں۔“

”کیا مطلب؟“

”جہاں میں نے قیام کیا ہے وہاں سیکورٹی کے افراد پہرہ دے رہے ہیں۔“

”اوہ مائی گاڈ کیا واقعی؟“

”میں نے ان لوگوں کی پہنچ کو یہیں تک سمجھا تھا مجھے یقین ہے کہ جس ٹیکسی ڈرائیور

نے مجھے میرے ہوٹل تک پہنچایا تھا اسے ٹریس کر لیا گیا اور میں اسے ان لوگوں کا کارنامہ سمجھتا

تھا، لیکن واقعی ٹیلی ویژن میری نگاہوں تک نہیں پہنچ سکا۔“

”ہوں۔“

”لیکن میڈم سورا اور میڈم لی تھل آپ لوگوں نے یہ رسک کیوں لیا؟“

”کون سا رسک؟“

”آپ یہاں میرے پاس پورے اطمینان سے بیٹھی ہوئی ہیں، مجرم کے شناسا بھی مجرم

ہی گردانے جاتے ہیں۔“

”اگر آپ خود کو مجرم تسلیم کر رہے ہیں تو پھر یوں سمجھ لیجئے کہ مجرم کے شناسا بھی مجرم ہوا

کرتے ہیں۔“

”مطلب؟“ میں نے سوال کیا اور جواب میں دونوں ہنس پڑیں پھر بولیں۔

”کیا ہماری یہ گفتگو طویل نہیں ہوتی جارہی، کیا مزید گفتگو کے لئے ہمارا یہاں بیٹھے

رہنا ٹھیک ہے..... یہ ایک کھلی جگہ ہے اور میں آپ کو بتا چکی ہوں کہ سیکورٹی کے پاس آپ کی

تصاویر موجود ہیں اور ٹیلی ویژن سے تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد آپ کے بارے میں

اعلان کیا جا رہا ہے۔“

”تو پھر مجھے کیا کرنا چاہئے؟“

”سب سے پہلے کسی بہتر شخصیت سے دوستی اور اس کے بعد اس شخصیت پر اعتماد۔“

”میں ایسی شخصیتوں کو کہاں تلاش کروں؟“

”اگر وہ کہیں کہ وہ خود آپ کے پاس پہنچ گئے ہیں تو؟“

”یعنی آپ لوگ؟“

”ہاں۔“

”دیری گڈ تو آپ میرے لئے کیا کر سکتی ہیں؟“

”آپ کو یہاں سے اپنے ساتھ لے جاسکتے ہیں اور پھر ایک عمدہ جگہ قیام کیا جاسکتا

ہے، وہاں پہنچنے کے بعد آپ سے گفتگو کی جاسکتی ہے اور اس کے بعد آئندہ کے لئے لائحہ عمل

طے کیا جاسکتا ہے۔“

”مگر کیوں؟“

”کہانا یہ ساری باتیں ایسی جگہ مناسب رہیں گی۔“

”اور آپ کا تعلق اگر سیکورٹی سے ہوا تو؟“

”تو آپ گرفتار ہو جائیں گے۔“ لی تھل نے بے پردائی سے کہا۔

”ہوں۔“ گویا آپ مجھے چیلنج کر رہی ہیں؟

”ہاں.....“ لی تھل پھر اسی انداز میں بولی۔

”چلئے پھر ٹھیک ہے مجھے آپ کا چیلنج قبول ہے۔“

”گڈ اور یہی وجہ ہے مسٹر پشکن کہ ہم لوگوں نے آپ تک پہنچنے کا رسک لیا، عام لوگوں

کے لئے ایسا خطرہ مول نہیں لیا جاسکتا۔“

”گویا آپ اس بات پر مصر ہیں کہ مجھے اپنے ساتھ لے چلیں؟“

”ہاں دل تو یہی چاہتا ہے لیکن ایک اور بھی بات ہے۔“

”کیا؟“

”آپ چاہیں تو ہم سے انکار کر سکتے ہیں..... یہاں سے جاسکتے ہیں، اس کے بعد کم

از کم آپ کے ذہن سے یہ خیال نکل جائے گا کہ ہمارا تعلق کسی ایسے ادارے سے ہے جو آپ

کو گرفتار کرنے کے چکر میں ہے۔“ میں نے ایک لمحے کے لئے سوچا یہ دولڑکیاں میرے لئے

کوئی اہمیت نہیں رکھتی تھیں..... میں با آسانی ان سے نمٹ سکتا تھا، لیکن اگر واقعی یہاں آنے

کے بعد تھوڑی سی ایسی شناسائی ہو جائے تو کوئی حرج نہیں ہے، ویسے بھی طریقہ کار بڑا بدل رہا تھا، مجھے کیونکہ ایک ہی انداز میں کام کرتے کرتے بہت وقت گزر گیا تھا..... تھوڑی سی جولانی طبیعت میں پیدا ہونی چاہئے، اگر ذہن پر شکستگی ہو تو پھر نت نئے طریقے اختیار کئے جاسکتے ہیں، چنانچہ میں نے آہستہ سے کہا۔

”ٹھیک ہے معزز خواتین میں آپ کے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہوں۔“

”گڈ..... سورا سارے بل پے کر دو۔“

”اگر یہ تکلیف نہ کریں تو کیا حرج ہے؟“

”یہ بات تو ثابت ہو چکی ہے کہ مسٹر پنشن آپ ابھی یہاں پہنچے ہیں، مہمان تو ہوئے نا آپ ہمارے اور جب انسان کسی کی میزبانی قبول کر لے تو پھر یہ ساری چیزیں ثانوی حیثیت رکھتی ہیں۔“

او کے مس سورا او کے۔“ میں نے کہا بل ادا کر دیئے گئے..... ہم اوپن ایئر ریسٹوران سے نکل کر سڑک عبور کرنے کے بعد جس گاڑی میں آکر بیٹھے وہ بہت ہی خوبصورت اور شاندار تھی، لی تھل نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور مجھے اپنے برابر بیٹھنے کی پیشکش کی، سورا پچھلی سیٹ پر جا کر بیٹھ گئی تھی..... سیاہ فام اور سفید فام دونوں لڑکیاں درحقیقت بڑی تیز طرار معلوم ہوتی تھیں اور میں ان کے بارے میں گہرے انداز میں سوچ رہا تھا..... روشن سڑکوں کا سفر جاری رہا، میں نے کوئی خاص احتیاط برتنے کی کوشش نہیں کی تھی، مجھے بہت اعتماد تھا اور میں اس اعتماد سے خاصا مطمئن تھا، پھر مختلف سڑکیں طے کرنے کے بعد کار ایک خوبصورت علاقے میں داخل ہو گئی اور یہاں ایک انتہائی حسین کالج کے دروازے پر جا کر جہاں آٹومیٹک سسٹم تھا اور غالباً بڑے سے گیٹ کو کار سے ہی کنٹرول کیا جاتا تھا، کیونکہ کار اس کے سامنے رکی اور سلائڈنگ گیٹ خود بخود کھل گیا..... اندر داخل ہونے کے بعد گیٹ بند ہو گیا تھا، میں نے دلچسپ نظروں سے اسے دیکھا اور کہا۔ ”گیٹ کھولنے والا تو کوئی نہیں تھا۔“

”وہ مشینی چوکیدار ہے جو ہر سسٹم پر نظر رکھتا ہے۔“ سورا نے کہا اور ہم سب گاڑی سے اتر آئے..... اندرونی دروازہ بھی اسی سسٹم پر کھلا تھا یا تو ان لوگوں کے پاس کوئی ریموٹ کنٹرول تھا یا پھر کوئی ایسا چکر جو بہر حال میری سمجھ میں نہیں آیا تھا، لیکن مجھے یہ احساس ہو رہا تھا کہ لڑکیاں ضرورت سے کچھ زیادہ ہی آگے کی چیز ہیں اور اپنے بہترین وسائل رکھتی ہیں، اس

کے ساتھ ساتھ ہی وہ اعلیٰ درجے کی شخصیت کی مالک ہیں، بہر حال ہم اندر داخل ہو گئے، عمارت جس انداز کی تھی اس سے ان لوگوں کی مالی حیثیت کا بھی اندازہ ہوتا تھا..... ایک بڑی سی نشست گاہ میں پہنچنے کے بعد سورا کہنے لگی۔

”مسٹر پنشن ہمیں لباس تبدیل کرنے کی اجازت دیجئے، لیکن یہ نہ سوچئے کہ دوسرے کمرے میں جا کر ہم پولیس کو اطلاع دیں گے کہ ہم نے اہم مجرم پنشن کو پکڑ لیا ہے۔“ میں نے ہنس کر کہا۔

”ڈیئر سورا اور لی تھل، ایئر پورٹ سیکورٹی کے ساتھ ایک چھوٹی سی آنکھ بھولی، آپ لوگوں کے علم میں آگئی ہے اور آپ کو یہ اندازہ ہو گیا ہے کہ میں وہاں سے بچ کر نکل آیا ہوں، اگر آپ ایسی کوئی کوشش کرتی بھی ہیں تو میں ایک بار پھر اپنے آپ کو آزماؤں گا۔“

”گڈ..... یہ اعتماد انسان کے اندر ہونا چاہئے..... خصوصاً ایسے انسان کے اندر جو دنیا کو چیلنج کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو..... یہ ٹیلی ویژن آن کیا جا رہا ہے، جب تک ہم لوگ واپس آئیں آپ ٹی وی دیکھئے۔“ سورا نے کہا اور ٹیلی ویژن۔ سکرین روشن ہو گیا، میں نے دلچسپی سے ان لوگوں کو ایک طرف جاتے ہوئے دیکھا..... لڑکیاں ایسی تھیں کہ اگر کوئی عام قسم کا انسان ان کے درمیان آ پھنسے تو ان کی جاؤ وگرمی کا قائل ہو جائے، بہر حال مجھے یہ احساس ہو گیا تھا کہ وہ جو کچھ بھی ہیں کوئی بڑی اور اندرونی چیز ہیں، پھر میں ٹیلی ویژن پروگرام کی جانب متوجہ ہو گیا اور چند ہی لمحے گزرے تھے کہ ٹیلی ویژن پر ایک تحریر نظر آئی۔“

”توجہ فرمائیے..... بارسلونا سے آنے والا ایک شخص جو کسی خطرناک شخصیت کا حامل ہے، ایئر پورٹ کے عملے کے افراد کو دھوکہ دے کر شہر میں داخل ہو گیا ہے..... یہ شخص کوئی خطرناک سیکرٹ ایجنٹ بھی ہو سکتا ہے اور کسی ملک کی جیل سے فرار ہونے والا کوئی خوفناک مجرم بھی، پولیس کی جانب سے عوام کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اس خدوخال کے کسی شخص کو جہاں کہیں بھی دیکھا جائے پولیس کو اس کے بارے میں فوراً اطلاع دی جائے، تصویر ملاحظہ کی جائے جو مکمل طور سے ان لوگوں کے ذریعے بنائی گئی ہے جنہوں نے اس شخص کو دیکھا ہے اور اس کے بعد میری خیالی تصویر ٹیلی ویژن پر نظر آتی رہی اور میں نے کئی بار آنکھیں بھیج بھیج کر اسے دیکھا، بہر حال یہ ایک جدید ترین ملک تھا اور ذہین ترین لوگ یہاں اپنے اپنے انتظامات سنبھالے ہوئے تھے، اس کا اندازہ اس تصویر کو دیکھ کر ہوتا تھا جس میں میری شکل سے کوئی

اختلاف نہیں تھا، ایک مکمل شکل ان کے سامنے تھی، میں نہیں سمجھتا تھا کہ اس سے مجھے نقصان پہنچ سکتے ہیں، کیونکہ بہر حال دانش منصور کی حیثیت سے اس تصویر کو دوسرے لوگ بھی دیکھ سکتے ہیں..... ہو سکتا ہے ان میں کوئی ایسا شخص بھی ہو جو دانش منصور کا شناسا ہو لیکن بہر حال میں نے اپنی ذمہ داری پر یہ سب کچھ کیا تھا اور اس کے بعد کی ذمہ داریاں بھی قبول کرنے کے لئے تیار تھا..... میں یہ باتیں سوچتا رہا کہ لی تھل واپس آگئی، لباس تبدیل کر لیا تھا..... میں نے مسکراتے ہوئے اس کا خیر مقدم کیا، وہ میرے سامنے بیٹھ گئی، پھر اس نے مسکرا کر کہا۔

”کیا ٹیلی ویژن پر تم نے اپنی پبلٹی دیکھی، بہت کم لوگوں کو یہ اعزاز حاصل ہوتا ہے۔“ میں ہنس دیا تو وہ بولی۔

”مگر یہی تو تمہاری خوبی ہے، تمہارے چہرے پر تردد کا کوئی نقش نہیں ہے۔“

”تم کیا سمجھتی ہو ڈیزلی تھل کیا میں نے ان لوگوں کے ساتھ صرف مذاق کیا تھا۔“

”یہی تو حیران کن بات ہے، بہت بڑا قدم اٹھایا تھا تم نے، طریقہ کار کچھ بھی اختیار کیا جاسکتا تھا، لیکن جو خوبصورت کام تم نے کیا وہ ایسا ہے کہ انسان اگر ذرا بھی صاحب دل ہو تو اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکے گا۔“

”سورہ کہاں ہے؟“

”ہوٹل میں پتا نہیں ہم لوگوں نے کیا کھایا، کیا پیا لیکن میں نے سورہ سے کہا ہے کہ کچھ لے آئے۔“

”ضرورت نہیں تھی۔“

”تھی۔“ لی تھل نے کہا اور پھر میری جانب دیکھنے لگی۔

”ڈیزل پشکن ایک بات بتاؤ؟“

”ہاں۔“

”یہ تمہارا اصلی چہرہ ہے؟“

”کیوں؟“

”تم نے اتنا بڑا رسک کیوں لیا؟“

”مطلب؟“

”میک اپ تو نہیں ہے؟“

”نہیں۔“

”کیا واقعی؟“

”ہاں۔“

”پھر تم میک اپ کر لو۔“

”نہیں۔“ ابھی کوئی ضرورت نہیں ہے، جب ضرورت محسوس ہوگی دیکھا جائے گا۔“

”ہم تمہاری مدد کر سکتے ہیں اس سلسلے میں۔“

”ابھی ہمارے درمیان نوبت یہاں تک نہیں پہنچی ہے مس لی تھل۔“ میں نے کہا۔

”میں سمجھ رہی ہوں، وقت تو لگتا ہے اور واقعی وقت لگتا ہے لیکن کبھی کبھی اپنے آپ کو

حالات کے حوالے بھی کر دینا چاہئے۔“

”کیا نہیں ہے میں نے..... اس وقت تمہاری اس رہائش گاہ میں موجود ہوں، غالباً

باہر لی بون کا بیج لکھا ہوا ہے۔“

”ہاں اور پر لطف بات یہ ہے کہ یہ عمارت ایک بیورو کریٹ کی ہے..... بڑی محترم اور

جڑی اعلیٰ حیثیت کی حامل، یعنی اگر سیکورٹی کے افراد کسی شخص کو یہاں بھاگ کر داخل ہوتے

ہوئے بھی دیکھیں تو سیدھے اندر نہیں چلے آئیں گے، بلکہ پہلے اس سلسلے میں ہم سے گفت و

شنید کریں گے۔“

”ویری گڈ۔“ البتہ ایک بات کا میں اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔“

”وہ کیا؟“

”تم لوگ بھی بڑی پراسرار شخصیت کی حامل ہو۔“

”پراسرار۔“ لی تھل سوچ میں ڈوب گئی، پھر آہستہ سے بولی۔

”پراسرار کہہ لو کوئی حرج نہیں ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہم پراسرار نہیں ہیں، خیر چھوڑو

یہ تو سب بعد کی باتیں ہیں..... اوہود دیکھو سورہ آگئی..... اس نے مجھے منع کیا تھا کہ جب

تک وہ یہاں نہ پہنچ جائے تم سے کوئی ایسی بات نہ شروع کی جائے ویسے ایک بات بتاؤ۔“

”جی؟“

”کیا تم جلد سونے کے عادی ہو؟“

”ہرگز نہیں۔“

”بالکل..... بالکل میں بھی یہی چاہتی ہوں۔“ سورا ایک ٹرالی دھکیلتی ہوئی لائی جس پر برتن سجے ہوئے تھے کافی، ہلکے پھلکے لطیف بسکٹ، میں نے مسکرا کر انہیں دیکھا اور کہا۔
”میں اس تردد کا شکار تھا کہ جو کچھ سورا لینے گئی ہے وہ میرے مزاج کے خلاف نہ ہو۔“

”مطلب؟“

”مطلب یہ کہ میں شراب نہیں پیتا، یا ہر طرح کی نشہ آور ادویات سے پرہیز کرتا ہوں کھانے پینے کے سلسلے میں میرا ایک مخصوص انداز ہے، میں سبزی کے علاوہ کچھ نہیں کھاتا سبزیاں یا پھل بس۔“ لی تھل پسندیدہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی، پھر اس نے کہا۔
”یہ تو نہیں کہو گے کہ ہم تمہارے الفاظ دہرا رہے ہیں؟“

”کیا مطلب؟“ میں نے سورا کو دیکھتے ہوئے کہا جو لی تھل سے کچھ فاصلے پر بیٹھ گئی تھی اور اس نے ساتھ لائی ہوئی ٹرالی لی، تھل کے سامنے سرکا دی تھی۔
لی تھل نے چینک سے پیالی میں کافی انڈیلی اور پھر اپنی پیالی تیار کر کے سب سے پہلے اپنے سامنے رکھی اور اس کے دو تین گھونٹ لے کر بولی۔

”یہ بسکٹ بھی ہر طرح بے ضرر ہیں..... تم اپنی مرضی سے کافی کی پیالی اٹھاؤ، تاکہ یہ بات تمہارے ذہن میں نہ آئے کہ ہم نے کافی میں کوئی خواب آور شے شامل کر دی ہے۔“
”تمہاری باتیں مجھے اچھی لگ رہی ہیں۔“ میں نے اپنی پیالی قریب سرکاتے ہوئے کہا۔

”شکریہ..... لو سورا کافی لو اور مسٹر پشکن یہ بسکٹ..... یہ سب کچھ بے ضرر ہے، ان چھوٹی چھوٹی ہاتھوں میں کچھ نہیں رکھا..... انسان کسی نہ کسی طرح اپنا تحفظ کر رہی لیتا ہے اور پھر تم جیسا آدمی جو بہر حال اپنی حیثیت میں منفرد ہے۔“

میں کافی کے دو تین گھونٹ لینے کے بعد سورا کو دیکھنے لگا پھر میں نے کہا۔

”ہاں مس لی تھل آپ کچھ کہہ رہی تھیں؟“

”بہت معمولی سی بات ہے، وضاحت کے طور پر کہہ رہی ہوں..... وہاں اوپن ایئر ہوٹل میں سب سے پہلے ہم نے یہ وضاحت کی تھی کہ پلیز ہمارے بارے میں یہ نہ سوچنا کہ ہم کال گرل ہیں اور تمہیں ایک آسانی سمجھ کر پھانسنے کی کوشش میں مصروف ہیں..... بات وہاں

ختم ہو گئی تھی، جہاں ہم نے تمہیں تمہارے نام سے پکارا تھا۔ مطلب سمجھ رہے ہونا ڈیئر پشکن..... مطلب صرف یہ تھا کہ ہم تم تک آنا چاہتے تھے اور پہنچ گئے تھے۔ اب تم نے چونکہ یہ ہم بھی کہا کہ تم نشہ آور ادویہ کے عادی نہیں ہو اور کھانے پینے میں اپنا ایک منفرد مزاج رکھتے ہو تو ہم بھی تمہیں یہ بتادیں کہ شراب نام کی کوئی چیز تمہیں ہماری اس رہائش گاہ میں بھی نہیں ملے گی اور اگر ہمارے سسٹم کا جائزہ لو گے تو تمہیں یہ احساس ہوگا کہ تم بہت اچھی لڑکیوں سے متعارف ہوئے ہو، ہم بھی شراب نہیں پیتے۔“

”گڈ..... حالات کچھ اس قسم کا اظہار کر رہے ہیں لی تھل کہ ہم لوگ اچھے دوستوں کی طرح وقت گزار سکیں۔“ میں نے کہا۔

”یقیناً..... ہم دونوں کی بھی یہی خواہش ہے۔“ لی تھل نے کہا پھر بولی۔

”انسان انہی روایات کا سہارا لینے کے لئے مجبور ہے، جن کے تحت وہ وقت گزارتا آ رہا ہے..... یعنی سب سے پہلے ایک دوسرے سے اپنا تعارف مسٹر پشکن، یہ بات آپ کو معلوم ہو چکی ہے کہ ہم نے آپ کو ٹیلی ویژن پر ہونے والےعلانات سے پہچانا اور یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ آپ اتنا کچھ کرنے کے باوجود اتنی آزادی سے اپنے معمولات میں مصروف ہیں، یہ کسی عام آدمی کے بس کی بات نہیں ہے..... ٹیلی ویژن کے پہلے اعلان میں یہ بات تفصیل سے بتائی گئی تھی کہ تم کس طرح ایئر پورٹ پہنچے..... سیکورٹی کے افراد کو تم پر شبہ ہوا..... تم نے انہیں بتایا کہ تم ایک جرائم پیشہ آدمی ہو اور جرم کرنے کے لئے یہاں آئے ہو۔ اس کے بعد تم اطمینان سے ان لوگوں کے چنگل سے نکل گئے..... اصل میں وہی بات ہے کہ ہر شخص کی اپنی ایک پسند ہوتی ہے..... تمہاری یہ بات ہمیں بہت پسند آئی تھی اور پھر یہ دیکھ کر تو ہم حیران رہ گئے کہ اس کے باوجود تم آزادی سے گھوم پھر رہے ہو۔ ایسی شخصیت ہر ایک کو اپنی جانب متوجہ کرتی ہی ہے..... بس تم تک پہنچنے کی صرف یہی بات تھی اور اس کے بعد باقی معاملات کا آغاز ہوتا ہے..... میں غالباً ایک لمبی تمہید کر گئی ہوں..... میں اصل میں یہ کہنا چاہتی تھی کہ پہلے ہم تمہیں اپنے بارے میں بتادیں کہ ہم کون ہیں؟“

”تھینک یو مس لی تھل۔“ میں نے خوش دلی سے کہا۔

”بہت زیادہ تفصیل تو بے کار ہی ہوتی ہے ہمارا تعلق جہاں سے ہے اس جگہ کو صیغہ راز میں ہی رہنے دو..... کوئی حرج نہیں ہے اور نہ ہی تمہارے لئے وہ بات باعث دلچسپی ہوگی۔“

یوں سمجھ لو کہ ہم ایک ایسے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں جو ہمارے وطن میں باعزت تھا، محترم تھا، سرکاری حیثیت رکھتا تھا، لیکن پھر اس خاندان کے کچھ دشمنوں نے پورشیں کیں اور اس خاندان کو زمین بوس کر دیا..... اتنا پسماندہ کر دیا گیا اس خاندان کو جو ایک سو ستاون افراد پر مشتمل ہے کہ وہ بے بسی اور بے کسی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہو گیا، اس خاندان کے چند افراد نے خودکشی بھی کر لی، کیونکہ ان کا ماضی بہت شاندار تھا اور حال میں انہیں بھجوا کر دیا گیا تھا کہ وہ انتہائی پسماندہ زندگی گزاریں..... دشمن کبھی سامنے نہیں آئے..... انہوں نے درپردہ رہ کر کام کیا، بلکہ ہمارے خاندان کے کچھ بزرگوں کا تو یہ خیال ہے کہ جو لوگ ان سے ہمدردی اور اخوت کا اظہار کرتے ہیں وہی پس پردہ ان کے دشمن تھے اور اب انہیں مالی پیش کشیں کر کے وہ صحیح معنوں میں ان کا مذاق اڑا رہے ہیں، لیکن چونکہ کوئی نام منظر عام پر نہیں تھا، اس لئے کسی کے خلاف کوئی کاہلوائی نہیں کی گئی۔ ہم دونوں بہنوں نے یہ طے کیا کہ اپنے دشمنوں کے خلاف اس انداز میں کام کیا جائے کہ انہیں منہ کی کھانی پڑے اور اس کے بعد ہم نے اپنا وطن چھوڑ دیا..... مقصد دولت کا حصول تھا، ہم نے اس کے لئے کوششوں کا آغاز کر دیا اور اب یوں سمجھ لو کہ ہم اپنے خاندان کی کھوئی ہوئی ساکھ بحال کرنے کی کوشش کر رہے ہیں..... ہم بھی جرم کی دنیا سے تعلق رکھتے ہیں اور ہم دونوں تنہا رہ کر ایسے جرائم کرتے ہیں جن سے ہمیں دولت حاصل ہو، ہمارا ایک طریقہ کار ہے، اس دولت کا اسی فیصد ہم اپنے وطن کو منتقل کر دیتے ہیں..... بیس فیصد اپنے استعمال میں رکھتے ہیں، ہم نے اس قسم کے وسائل حاصل کئے ہیں جن سے ہمیں بہت سے تحفظات مل جاتے ہیں اور بس یہ ہمارا طریقہ کار ہے۔ مائی ڈیئر مسٹر پنشن ہم خود خوب صورتی سے کام کرنے کے عادی ہیں، اس لئے یہ فطری امر ہے کہ اگر کوئی شخص ایسا کوئی کام کر جائے جو ہماری پسند کے مطابق ہو تو ہماری توجہ اس کی جانب مبذول ہو جائے..... میرا خیال ہے بات یہاں پر ختم ہو جاتی ہے اور اب تم سے صرف یہ معلوم کرنا چاہیں گے کہ یہاں تمہاری آمد کا مقصد کوئی خاص ہے، اگر کوئی خاص ہے تو ہمیں بتاؤ نہیں..... بس یہ اعتراف کر لو کہ ہاں ہے اور اگر نہیں ہے تو پھر تم کیا طریقہ کار اختیار کرنا چاہتے ہو..... تمہارا نظریہ کیا ہے، ہو سکتا ہے ہم تمہیں اپنے ساتھ رہنے کی پیشکش کر دیں یا اگر تمہارے پاس بہتر وسائل ہیں تو ایک اچھے دوست کی طرح کچھ وقت ہمارے ساتھ گزارنے کے بعد تم جس طرح چاہو اپنے کام کا آغاز کرو..... ہماری تمہاری شناسائی رہے اور اگر یہ ممکن

ہو کہ تم ہمارے ساتھ شامل ہو جاؤ تو ہم تمہیں خوش آمدید کہیں گے..... اب تک ہم تنہا کام کرتے رہے ہیں اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ تنہا کام کرنے میں خطرات کم ہو جاتے ہیں اور کام اپنی پسند کے مطابق ہوتا ہے، لیکن بعض اوقات ہم نے یہ محسوس کیا کہ ہمارا اگر کوئی ایسا ساتھی ہو جو ہمارا ہم مزاج بھی ہو اور ہماری طرح برق رفتاری سے کام کرنے کا حامل بھی..... تو ہم اسے پیشکش کر دیں کہ وہ ہمارے ساتھ شامل ہو جائے۔

میں ان کے الفاظ سن رہا تھا اور ذہن میں فیصلے بھی کر رہا تھا، اگر وہ سچ کہہ رہی ہیں تو واقعی دلچسپ شخصیت کی مالک ہیں اور ان کا ساتھ اختیار کیا جاسکتا ہے..... یہاں بلیک چینل کے ارکان کی فہرست میرے پاس موجود تھی..... وہ سب انڈر گراؤنڈ تھے اور شاید کونٹریکٹور یا انہیں انہیں منظر عام پر لانا نہیں چاہتی تھی، کیونکہ اپنے بہترین ساتھیوں کو کھوپچکی تھی اور یقیناً وہ ان کے لئے غمزدہ بھی ہوگی، اگر انہیں پس منظر میں رکھ کر اپنے طور پر کام کیا جائے تو میرے خیال میں ہر انہیں تھا اور اس کے لئے عارضی طور پر ان لڑکیوں کا ساتھ قبول کر لینے میں کوئی حرج نہ تھا، چنانچہ میں نے اپنا رویہ ان کے ساتھ نرم رکھا اور کہا۔

”آپ لوگوں کی کہانی واقعی بہت دلچسپ ہے، لیکن ابھی مس لی تھل آپ نے ایک جملہ کہا ذرا اس کی وضاحت چاہتا ہوں۔“

”ہاں۔“

”کیا مس سورا بھی آپ کے خاندان ہی کی فرد ہیں؟“

”ہاں۔“ لی تھل مسکرا دی۔

”کیا تعلق ہے آپ کا ان سے؟“

”وہ میری بہن ہے۔“

”میرا مطلب ہے..... معافی چاہتا ہوں مس سورا کچھ شکل و صورت کی بات ہے، رنگ

روپ کی بات ہے۔“

”آپ کو یہ سن کر یقینی طور پر لطف آئے گا مسٹر پنشن کہ سورا میری حقیقی بہن ہے۔“

”حقیقی؟“

”ہاں۔“

”لیکن میں کچھ سمجھا نہیں۔“

”میرے باپ کا تعلق ایک یورپین ملک سے ہے اور میری ماں افریقی نژاد ہے۔
قدرت نے ہم دونوں بہنوں میں سے ایک کو باپ کا روپ دیا، ایک کو ماں کا لیکن آپ
اندازہ ہو رہا ہوگا کہ میری بہن سورا سیاہ رنگ سے تعلق بے شک رکھتی ہے، لیکن اس کے
سیاہ قام لوگوں کے سے نہیں ہیں۔“

”ہاں یہ حیران کن بات ہے۔“

”قدرت کو یہ کرشمہ دکھانا مقصود تھا..... بہت سے لوگ ہم لوگوں میں بے پناہ
لیتے ہیں اور اگر آپ مزید حیران ہونا چاہیں تو میں آپ سے ایک اور بات بھی کہوں؟“
”وہ بھی کہہ ڈالئے..... میں خاصا حیران ہو رہا ہوں۔“ میں نے کہا۔

”ہم دونوں جڑواں بہنیں ہیں..... بلیک اینڈ وائٹ۔“

”کیا؟“ میں نے حیرت سے پوچھا۔

”ہاں..... اپنے خاندان میں بھی ہم بلیک اینڈ وائٹ سسٹرز کے نام سے مشہور ہیں۔“
میں نے واقعی ان باتوں کو دلچسپی سے سنا تھا، پھر میں نے کہا۔

”یقیناً آپ مجھ سے جھوٹ نہیں بول رہی ہوں گی، کیونکہ اس کی ضرورت نہیں ہے
لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ یہ ایک دلچسپ بات ہے اور اس سے زیادہ دلچسپ بات
ہے کہ آپ دونوں اپنے ایک خاص مقصد کے لئے عمل کر رہی ہیں، ویسے آپ لوگوں کی توجہ
با آسانی حاصل کر لیتی ہوں گی؟“

”ہم ان لوگوں کی توجہ ضرور حاصل کر لیتے ہیں جنہیں ہمارا شکار بننا ہوتا ہے۔“

”یقیناً ایسا ہوتا ہوگا۔“ میں نے جواب دیا اور پھر لی تھل کہنے لگی۔

”اور اب مسٹر پشکن آپ کی باری ہے۔“

”میرا ماضی کچھ بھی نہیں ہے مس لی تھل اور مس سورا بس آپ یوں سمجھ لیجئے۔ نہ جانے
کس طرح جرم کی زندگی کا آغاز ہو گیا..... بچپن سے بری صحبتوں میں رہا ہوں، ماں باپ
تبا چھوڑ دیا تھا، ایک امیر گھرانے میں نوکر کی حیثیت سے ہوش سنبھالا تھا، لیکن وہاں سے
نکالا گیا اور جب نکالا گیا تو ذہن نے مختلف راستے اختیار کر لئے..... پھر انہی راستوں پر زندگی
گزارتا ہوا یہاں تک پہنچا ہوں..... دولت کا حصول میرے لئے بھی مشکل نہیں ہوتا
دوسروں کو چھیڑ کر کام کرنے کا عادی ہوں.....“

اصل میں دوستیاں بنالیتا سب سے آسان کام ہے لیکن دشمنوں کے درمیان زندگی
گزارنے کا جو لطف آتا ہے اس کا مزہ ہی کچھ اور ہے..... کام سادگی سے بھی کر لیا جائے لیکن
اس طرح سے تو دفتروں میں کلرک بھی کام کیا کرتے ہیں..... گھر سے نکلے، آفس پہنچے.....
ایک میز پر بیٹھ کر کام کیا اور اس کے بعد واپس گھر پہنچ گئے..... تنخواہ مل گئی لیکن یہ طریقہ کار
پسند نہیں ہے، مجھے..... میں چاہتا ہوں کہ میرے ارد گرد گولیوں کی بارش ہو، لوگ مجھ سے
دشمن کریں، میرے دشمن مجھ پر دانت پیستے رہیں اور میں انہیں زک دیتا رہوں، بس یہ میری
نظرت کا ایک حصہ ہے۔“

”اوہ مائی گاڈ..... اوہ مائی گاڈ۔“ سورا نے آنکھیں بند کر کے کہا۔

”کیوں؟“

”نہیں کچھ نہیں۔“ وہ پھیکے سے انداز میں بولی۔

”نہیں سورا متاثر ہونے کا ایک طریقہ ہوتا ہے اس طرح نہیں۔“

”دیے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ آئیڈیل انسان ہیں آپ مسٹر پشکن..... اب یہ
تجائے کہ کیا آپ ہمارے ساتھ کچھ وقت گزارنا پسند کریں گے؟“
”دیکھئے اتنے اہم فیصلے اتنی جلدی نہیں ہونے چاہئیں۔“

”نہیں..... اہم فیصلے جتنی جلدی ہوں اتنا ہی اچھا ہوتا ہے، آپ جاسکتے ہیں..... آرام
لے کے ساتھ..... ہم اچھے دوستوں کی طرح آپ کی ہر ضرورت پوری کرنے کے لئے تیار ہیں،
لیکن ہمارا ماضی آپ بھول جائیے..... آپ کو ہم بھول جاتے ہیں..... بات ختم ہو جائے گی،
جب تک کبھی سر راہ مل جائیں گے تو اچھے دوستوں کی طرح ایک دوسروں سے مخاطب ہوں گے
بنا آپ کسی سے ہماری نشاندہی کیجئے، نہ ہم کریں گے، یہ تو مرضی کے سودے ہوتے ہیں۔“

”آپ خلوص دل سے یہ چاہتی ہیں کہ میرا نام آپ کے ساتھ ہو؟“

”اگر نہ چاہتے تو آپ کو ”لی بون“ کا بیج تک نہیں لے کر آتے۔“

”ٹھیک ہے مس لی تھل اور مس سورا اگر آپ لوگ یہ بات پسند کرتی ہیں تو بے شک
میں آپ کے ساتھ رہنے کے لئے تیار ہوں..... ہم طریقہ کار کا تعین کر لیں گے اور اس کے
بعد جو بھی انداز اختیار کرنا ہوگا اختیار کر لیا جائے گا۔“

”ویری گڈ۔“ لی تھل نے کہا اور سورا کی جانب دیکھنے لگی، پھر وہ بولی۔

”اگر آپ پسند کریں تو آرام کیجئے..... ہمیں بتا دیجئے کہ آپ کا سامان کون سے کمرے میں ہے۔ وہاں سے منگوا لیا جائے گا۔“

”وہ سامان میرے لئے بے حقیقت ہے پڑا رہنے دیجئے، صرف لباس وغیرہ کا معاملہ ہے، تو وہ مہیا کئے جاسکتے ہیں۔“

”اوکے تو پھر آئیے ہم آپ کو آپ کی خواب گاہ دکھا دیں۔“

جو کمرہ انہوں نے مجھے دکھایا تھا..... وہ ہر طرح کی آسائشوں سے آراستہ تھا..... میں نے اسے قبول کر لیا، میری پسند کے مطابق تھا..... کم از کم اور کچھ نہیں تو فی الحال اس عارضی جگہ کو اپنایا جاسکتا تھا..... میں ان لوگوں سے رخصت ہو گیا اور اپنے کمرے میں آکر بستر پر لیٹ گیا..... میرا اصل سامان میرے پاس موجود تھا اور اس کے تحفظ کے لئے معقول بندوبست بھی۔ اسے محفوظ کرنے کے لئے کوئی بھی خاص جگہ درکار نہیں ہوتی تھی..... کہیں بھی اس پیکٹ کو منتقل کیا جاسکتا تھا جس میں دنیا کی عجیب و غریب چیزیں تھیں..... سو میں نے ایسا ہی کیا..... مائیکرو پلیٹیں اور دوسری تمام چیزیں لی بون کا بیج کی چھت پر ایک ایسی جگہ پہنچا دی گئیں جہاں سے ان کا کسی کی نگاہ میں آنا ممکن نہیں تھا..... میں اس کام سے فارغ ہونے کے بعد دوبارہ اپنے بستر پر آ بیٹھا اور ان واقعات پر غور کرنے لگا۔

اصل میں کوئن میکوویا نے اس سارے معاملے کی ذمہ داری مجھے سونپ دی تھی۔ بلیک چینل کو منظر عام پر آنے کے بعد پہلی بار یہ زک پہنچائی گئی تھی اور اس سلسلے میں کوئن میکوویا کے مشورے سے ہم نے جس جگہ کا انتخاب کیا تھا وہ یہ ملک تھا کیونکہ تمام بڑی بڑی کارروائیوں کا آغاز یہیں سے ہوتا تھا، لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ میں اس وقت نہایت ناپائیدار پوزیشن میں تھا اور مجھے خود ہی اپنے راستے تلاش کرنے تھے۔

بہر حال ایسے کام طویل وقت چاہتے ہیں اور لمحوں میں اصل جگہ تک پہنچنا ممکن نہیں ہوتا، یہ بات کوئن میکوویا بھی جانتی تھی اور ہمارے درمیان یہ سب کچھ طے بھی ہو چکا تھا۔

ایک بار پھر میرے ذہن میں وہی تصورات جاگ اُٹھے..... یہاں آنے کے بعد ان مشکل حالات کا اندازہ لگایا جا چکا تھا جو مجھے پیش آئے تھے اور ہوٹل میں اس کمرے پر مسلح افراد کا پہرہ دیکھ کر مجھے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ ادھر سے بھی کام بہت جلد شروع ہو گیا ہے اور اب مجھے اپنے لئے کوئی مناسب ٹھکانہ تلاش کرنا ہوگا..... جب کہ فوری طور پر بلیک چینل کے

نمائندوں سے رابطہ بھی نہیں قائم کرنا چاہتا تھا لیکن قدرتی طور پر یہ ٹھکانہ مہیا ہو گیا تھا اور میں قدرت کی مہربانی پر شک نہیں کر سکتا تھا، چنانچہ پرسکون نیند سو گیا۔

رات گزر گئی، دوسری صبح جاگا تو بارش ہو رہی تھی..... بادل گرج رہے تھے..... لباس نہ ہونے کا احساس ہوا لیکن مجبوری تھی..... واش روم سے باہر نکلا تو سوراٹے کہا۔

”ناشتا تیار ہے مسٹر پنشن۔“

ناشتے کی میز پوری طرح سجی ہوئی تھی..... میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”یہاں کوئی ملازم تو نہیں ہے۔“

”ہم جو ہیں۔“

”اب یہ احساس ہوتا ہے کہ آپ لوگ بہت عجیب ہیں۔“

”کیوں؟“

”یہ ناشتا آپ نے تیار کیا ہے؟“

”ہاں۔“

”یہی عجیب بات ہے۔“

”نہیں مسٹر پنشن..... ہمارے حالات ہم سے ہمارا عورت پن تو نہیں چھین سکے.....“

”اگر حالات اجازت دیتے تو ہم بھی ایک اچھے خاندان کی شریف زادیاں کہلاتیں۔“

”شریف زادیاں تو آپ ہیں..... اس میں کوئی شک نہیں ہے، بہر حال ناشتا بہت عمدہ ہے مگر آپ کو اس کے لئے بھی وقت مل جاتا ہے۔“

جب ہم کسی خاص کام میں مصروف نہیں ہوتے تو یہ کام کرتے ہیں اور بہت اچھا لگتا ہے..... عموماً صبح کا ناشتہ ہم دونوں گھر پر ہی تیار کرتے ہیں..... ہاں دو پہر اور رات کو یہ موقع نہیں ملتا..... ناشتے کے بعد ایک ایسی جگہ آ بیٹھے جہاں سے بارش کی رم جھم کا نظارہ کیا جاسکتا تھا..... میں نے کہا۔

”آپ لوگوں نے اب تک اپنے خاندان کی کیا مدد کی ہے۔“

”میرے والد نے جن کا نام نہیں بتاؤں گی اپنی آبائی رہائش گاہ جو ایک محل کی شکل میں ہے، واپس خرید لی ہے..... اس کے لئے ہم نے انہیں ڈیڑھ کروڑ ڈالر فراہم کئے ہیں۔“

”مائی گاڈ..... اتنی بڑی رقم!“ میں نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر کہا۔

ہو سکتا ہے اس امکان کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔“ لی تھل نے کہا اور میں سوچ میں ڈوب گیا، پھر میں نے پوچھا۔

”لیکن مس لی تھل آپ نے اس سلسلے میں کسی مرد کا سہارا نہیں لیا؟“
”ابھی تک نہیں۔“

”میرا مطلب ہے کچھ ایسے لوگ جو کرائے پر آپ کے لئے کام کر سکتے، میرا خیال ہے ایسے لوگوں کی تلاش ناممکن تو نہیں تھی۔“

”بالکل نہیں تھی، ہم یہاں کے زیر زمین حلقوں سے واقفیت رکھتے ہیں، ہم چاہتے تو ان کا سہارا لے سکتے تھے، لیکن یہ بات آپ جانتے ہیں مسٹر پشکن کہ جب اپنے ہاتھ دوسرے کی ہاتھوں میں دے دیئے جاتے ہیں تو پھر نقصانات کی توقع بھی رکھنی پڑتی ہے، میں یہ نہیں کہتی کہ وہ لوگ ہمارے ساتھ دعا کرتے آپ یہ سمجھ لیجئے ان سے غلطی بھی ہو سکتی تھی اور ان کی غلطی ہمارے حق میں کیا ہوتی، اس کا اندازہ آپ لگا سکتے ہیں..... ہمارے احتیاطی اقدامات کا اندازہ تو آپ اس سے بھی لگا سکتے ہیں کہ ہم نے اپنے گھر میں کسی ملازم کے وجود کو بھی پسند نہیں کیا۔“ میں مسکراتی نگاہوں سے لی تھل کو دیکھنے لگا، پھر میں نے کہا۔

”لیکن مس لی تھل کیا میرے سلسلے میں آپ نے غیر معمولی رسک نہیں لیا ہے؟“
”اس کا جواب آپ کو سورا دے گی۔“ لی تھل نے کہا..... سورا مسکراتی ہوئی بولی۔
”اصل میں ہم لوگ بہت تو ہم پرست بھی ہیں، آپ اسے چاہے کچھ بھی کہہ لیجئے مسٹر پشکن لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ وہ ہم لوگوں کی بہت بڑی کمزوری ہے، البتہ یہ بات حیرت انگیز کہہ سکتے ہیں، آپ کہ ہم نے اس وہم کا سہارا لے کر جو قدم بھی اٹھایا ہے اس میں ہمیں نقصان نہیں پہنچا۔“

”آپ لوگ دلچسپ سے دلچسپ تر ہوتی جا رہی ہیں۔“
”نہیں..... آپ اسے غلط بیانی نہ سمجھیں، یہ ایک ٹھوس حقیقت ہے کہ اب تک ہم نے جتنے اقدامات کئے ہیں بلکہ ذرا سا اور پیچھے لوٹ جائیے ہم نے میرا مطلب ہے ہم دونوں ہنرور نے اپنے بارے میں یہ فیصلہ کیا کہ ہم اپنے خاندان کی بہتری کے لئے جرم کی دنیا میں نکلیں تو ہم نے ایک مخصوص طریقہ کار کی بنیاد پر اس فیصلے کا جواب مانگا اور جواب ہمیں اثبات میں ملا، یعنی ہم اس لائن میں کامیاب ہو سکتے تھے اور ہم نے اس جواب پر بھروسہ کر کے اپنے

”اس کا دلچسپ پہلو یہ ہے کہ بچانوے لاکھ ڈالر ہم نے اسی خاندان سے حاصل ہیں جس نے یہ محل خریدا تھا..... بلکہ خریدا بھی کیا تھا سازش کر کے اسے حاصل کیا تھا..... پھر خود کو دیوالیہ ہونے سے بچانے کے لئے ان لوگوں کو یہ محل ہی فروخت کرنا پڑا جو میرے والد نے واپس خریدا لیا اور یقین کرو ڈیر پشکن اس کامیابی نے میرے والد کو نئی زندگی دے دی، ورنہ وہ موت کی گھڑیاں گن رہے تھے۔“

”ان لوگوں کو تمہارے بارے میں علم ہے؟“
”کسے؟“

”تمہارے مخالف خاندان کو۔“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا..... وہ لوگ اس قابل ہی نہیں رہے کہ دوسرے امور پر توجہ دے سکیں۔“

”گڈ..... ویسے خواتین! آپ لوگوں کا طریقہ کار کیا ہے؟“

”اس ملک میں آنے کے بعد پہلی واردات ہم نے تیس لاکھ ڈالر کی ڈاکہ زنی کی شکل میں کی۔ اس کے بعد ایک گولڈ ڈیگن لوٹی جس سے ہمیں چالیس لاکھ ڈالر کی آمدنی ہوئی، پھر یہ کام چھوڑ دیا اور یہاں کے پوش حلقوں میں اثر و رسوخ بڑھایا..... اس کے لئے ہمیں ایک باکسائٹ پلانٹ لگانا پڑا، جس کے ہم ڈائریکٹر ہیں..... ہم مقامی حکومت کو ٹیکس دیتے ہیں..... سرکاری حلقوں میں ہمارا ریکارڈ بہترین ہے۔“
ویری گڈ..... عمدہ طریقہ کار ہے۔“

”اس کے بعد ہم نے ٹریک بدل لیا اور ایسے لوگ ہمارا ذریعہ آمدنی بنے جو عمدہ شہرت رکھتے ہیں لیکن پس پردہ کچھ اور ہوتے ہیں..... ہمیں ان سے بھی بہترین آمدنی ہوئی ہے، لیکن۔“

”لیکن کیا؟“ میں نے سوال کیا۔

”ایسے چند افراد کا گٹھ جوڑ اس بات پر غور کر رہا ہے کہ انہیں جو کچھ کرنا پڑا ہے اس کے عتب میں کوئی عورت ہے۔“

”اوہ گویا۔“

”بالکل نہیں..... ہمارے بارے میں وہ تصور بھی نہیں کر سکتے لیکن کسی بھی وقت ایسا

لئے لائحہ عمل مرتب کیا اور کام شروع کر دیا..... نتیجے میں اب تک ہمیں کامیابی ہی حاصل ہوئی ہے۔“

”میرے سلسلے میں کیا ہوا؟“

”صرف وہ کہانی سن کر جو سرکاری حکام کی جانب سے منظر عام پر لائی گئی، سوراخ ذہن میں یہ تصور ابھرا اور اس نے کہا کہ لی تھل اگر یہ شخص ہمیں حاصل ہو جائے تو کیا یہ ہمارا بہترین ساتھی نہیں بن سکتا۔“

”گڈ..... اس کے بعد؟“

”ہم نے اسی طریقہ کار سے کام لیا جس سے اب تک ہم اپنے مختلف معاملات کے ز فیصلے کرتے رہے تھے اور ہمیں یہ جواب ملا کہ مسٹر پشکن اگر ہمیں حاصل ہو جائیں تو ہمارے بہترین ساتھی بن سکتے ہیں۔“

میں نے ایک قہقہہ لگایا، بات ہی اتنی دلچسپ تھی لڑکیاں تو واقعی بڑی انوکھی ثابت ہو رہی تھیں اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ میرے کام میں یہ لوگ معاون ہوں یا نہ ہوں لیکن کچھ وقت مجھے ان کے کام میں معاون ہونا ہی پڑے گا، میں نے کہا۔

”بہر حال میں آپ کے اعتماد کو دھوکا نہیں دوں گا۔“

”آپ یقین کیجئے آپ اگر دھوکا بھی دینا چاہیں مسٹر پشکن تو وہ ہمارے لئے دھوکا نہیں ہوگا بلکہ ہمیں اس سے بہتری ہی حاصل ہوگی..... کم از کم آپ اسے جو بھی تصور کریں ہم اس میں پوری طرح مطمئن ہیں۔“

”آپ کا کوئی ٹارگٹ ہے۔“

”کس سلسلے میں؟“

”میرا مطلب ہے کہ کیا آپ ایک طویل عرصے اس دنیا میں رہنا چاہتی ہیں جسے آپ نے اپنایا ہے یا پھر ایک عارضی معاملہ ہے، میرے اس سوال پر دونوں سوچ میں ڈوب گئیں۔ لی تھل نے ایک بار گہری نظروں سے سورا کو دیکھا اور سورا نے فوراً کہا۔

”زیادہ سے زیادہ کیا ہوگا سورا..... کیا تم نے اس کام کے آغاز کے وقت یہ فیصلہ نہیں کیا تھا کہ ہم تقدیر کے فیصلوں پر انحصار کریں گے..... ہمیں ابھی تک نقصان نہیں ہوا۔“

”ہاں..... کبھی کبھی انسانی فطرت غالب آ جاتی ہے۔“ لی تھل گہری سانس لے کر بولی۔

پھر اس نے کہا۔

”بلی گون ایک اسلحہ ساز فیکٹری کا مالک ہے..... نسلی طور پر یہودی ہے اور یوں سمجھ لیں کہ اس ملک میں اسے بڑی زبردست شہرت حاصل ہے۔ اس کی فیکٹری کو سو فیصد سرکاری حیثیت حاصل ہے اور لاتعداد بینکوں نے اس کے ساتھ سرمایہ کاری کی ہے جنہیں حکومت کا تحفظ حاصل ہے..... یہ وہ بینک ہیں جو بہترین مراعات پر غیر ملکی سرمایہ کاری کرتے ہیں اور ان میں دنیا بھر کے بیشتر ممالک کا سرمایہ محفوظ ہے..... گویا یوں سمجھ لیں کہ بلی گون کا کاروبار اصل میں مقامی حکومت کا کاروبار ہے اور اس نے اپنی ساکھ بنا کر یہ حیثیت حاصل کی ہے۔“

”میں سمجھ گیا۔“

”بلی گون یہودی ہے اس بات کو نگاہ میں رکھیں۔“

”بالکل۔“

”اسلحہ ساز فیکٹری میں ایک خفیہ شعبہ قائم کیا گیا جس نے وہ ممنوعہ اسلحہ بنانا شروع کر دیا جس کی سرکاری اجازت نہ تھی اور اسلحہ اسرائیلی حکومت کے لئے تیار کیا جا رہا ہے..... بلی گون نے اس اسلحے کی ترسیل کے لئے جو انتظامات کئے تھے وہ ایک خاص نوٹیفیکیشن کی وجہ سے ناکام ہو گئے۔ یہ ایک ایسا حادثہ تھا جس نے بلی گون کے چھکے چھڑا دیئے..... ممنوعہ اسلحہ اس نے بڑی احتیاط سے ایک جگہ پوشیدہ کیا اور وہ خفیہ شعبہ فوراً بند کر دیا۔ حکومت اسرائیل نے اس سلسلے میں اپنی بے بسی کا اظہار کر دیا اور کہا کہ یہ بلی گون کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس اسلحے کی ترسیل کا انتظام کرے..... بلی گون سخت پریشان ہو گیا.....

پھر اس نے جوڑ توڑ شروع کئے، یہاں تک کہ اس نے ایک شخص سے رابطہ قائم کر لیا..... اس کا نام ڈین رشیر ہے اور یہ ایک ایسے اہم اور مضبوط خفیہ ادارے کا سربراہ ہے جسے اس ملک میں کلیدی حیثیت حاصل ہے اب ڈین رشیر خفیہ طور پر ان کارروائیوں میں مصروف ہے جن کے تحت یہ اسلحہ ملک سے نکالا جاسکے۔“

میں حیرت سے منہ کھولے یہ خوفناک انکشافات سن رہا تھا..... لی تھل نے کہا۔ ”ہم نے وہ گودام تلاش کر لئے ہیں جہاں یہ خطرناک اسلحہ پوشیدہ ہے۔“ اس کے بعد ہم نے ڈین رشیر اور بلی گون سے اپنا تعارف کرایا۔

”یعنی۔“

”پچیس کروڑ ڈالر طلب کئے ہیں ہم نے۔“ لی تھل نے آنکھیں میڑھی کر کے تسخراۓ انداز میں کہا..... پھر بولی۔ ”اور اس وقت کیفیت یہ ہے جیسے کوئی سانپ بھینس کا پاؤں منہ میں چبا لے اور یہ سوچے کہ اسے کچھ ترپ کیا جائے۔“

وہ خاموش ہو گئی، لیکن میرے ذہن میں بے شمار درتے کھلنے لگے..... بلی گون، خفیہ ادارے کا سربراہ ڈین رشیر! یہ تو سو فیصد میرا نارگٹ ہے۔



یہ دو نام سننے کے بعد میں اس طرح ان میں غم ہو گیا کہ لی تھل کے الفاظ کا مزا بھی نہیں لے سکا..... یہ دونوں نام میرے لئے بے حد دلکش تھے..... بلی گون اسرائیل کے لئے کام کر رہا تھا، کیونکہ یہودی تھا اور ڈین رشیر اس کا معاون۔ یہ گٹھ جوڑ تو دنیا کے سامنے تھا، لیکن اس کا ایک اور پس منظر بھی تھا جو شاید دوسروں کے لئے باعث دلچسپی ہو یا نہ ہو، لیکن میرے لئے بڑی اہمیت کا حامل تھا..... یعنی یہ دو نام ہی میرے شوق کو بھڑکانے کے لئے کافی تھے..... بلی گون اور ڈین رشیر، میں انہیں واضح طور پر اپنے وطن کے دشمنوں میں تصور کر سکتا تھا اور اس میں کوئی شبہ کی بات ہی نہیں تھی، اس کے علاوہ یہ کیس انتہائی دلچسپ تھا، اس سے پہلے بھی اس قسم کے واقعات سے میرا واسطہ پڑ چکا تھا اور اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا تو اس سلسلے کو یقینی طور پر میرے وطن کے لئے تشویش کا باعث ہونا چاہئے تھا، کیونکہ بہر حال وہ خطرناک اسلحہ جن لوگوں کے لئے باعث نقصان ہو سکتا تھا ان سے ہماری ازلی محبت تھی اور اس محبت کو ہم اپنے مذہب کے پاک رشتے سے کسی بھی طرح دُور نہیں کر سکتے تھے..... بہر حال میں یہ سوچ رہا تھا کہ کس طرح مجھے ایک دلچسپ صورت حال کا سامنا کرنا پڑا ہے اور یقینی طور پر اس میں بہت سے نئے عوامل بھی شامل ہیں..... میری سوچ ذرا لمبی ہو گئی تو لی تھل نے حیرانی سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

”کیا بات ہے مسٹر بشکن! آپ تو کچھ زیادہ ہی کھو گئے، آپ نے میری بات کا لطف بھی نہیں لیا۔“

”اے۔“ میں نے کھوئی کھوئی نگاہوں سے انہیں دیکھا اور لی تھل، سورا کی صورت

دیکھنے لگی پھر اس نے کہا۔

”مسٹر پشکن کی اس محویت کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی۔“

”میں فوراً ہی ذہنی طور پر حاضر ہو گیا اور میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”نہیں اصل میں، آپ نے جس دلچسپ صورت حال کا تذکرہ کیا ہے اس کی تھل میں

اس پر غور کر رہا ہوں، کچھ کمزوریاں ہر انسان کے اندر ہوتی ہیں، میں خیالات میں بہت دُور

تک نکل گیا تھا اور یہ سوچنے لگا تھا کہ کیا ہی اعلیٰ سازش ہے، لیکن کچھ باتیں میری سمجھ میں

بالکل نہیں آئیں۔“

”ہمیں کسی بات سے دلچسپی نہیں ہے، میں تو یہ سوچ رہی تھی کہ کیا اس بھینس کو نگلنا

ہمارے لئے ممکن ہوگا؟“

”ہاں واقعی بات قابل غور ہے، اصل میں معاملہ بہت بڑی قوتوں کا ہے، لیکن کیا آپ

کو اس سلسلے میں مختصر تفصیلات معلوم ہیں۔“

”مثلاً۔“ لی تھل نے سوال کیا۔

”مثلاً یہ کہ وہ کون سی ایسی پالیسیاں ہیں جنہوں نے بلی گون کو اس اسلحے کی ترسیل سے

روک رکھا ہے۔“

”بات اصل میں یہ ہے کہ مقامی طور پر یہودیوں کو یہاں کی سرمایہ کاری پر کلیدی

حیثیت حاصل ہے اور ہمیں کیا دنیا کے بیشتر ممالک میں انہوں نے اپنا جال پھیلا رکھا ہے، ہر

چند کہ سرمایہ دار سب سے پہلے سرمایہ دار ہوتا ہے اور اس کے بعد کچھ اور لیکن یہ خوبی یہودی ہی

میں پائی گئی ہے کہ سرمایہ دار ہونے کے باوجود وہ اپنے ملک کی اس قدر مدد کرتے ہیں کہ اس

دور میں یقین نہیں آتا..... شاید یہودی سرمایہ داروں کے علاوہ دنیا کے کسی بھی ملک میں سرمایہ

دار اپنے وطن کی بقا کے لئے اس قدر برق رفتار نہیں ہیں جتنے یہودی..... ہم اس بات کا

اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکیں گے، یہی کیفیت بلی گون کی ہے جہاں تک ہمارا اندازہ ہے وہ

اس سلسلے میں منافع خوری نہیں کر رہا، بلکہ منافع وہ دوسرے ذرائع سے کما رہا ہے اور یقینی طور پر

بہت بڑی حیثیت کا مالک ہے..... آپ اگر اس کو اندر سے ڈھونڈیں گے تو آپ کو یہ اندازہ

ہو جائے گا مسٹر پشکن! لیکن اس کے باوجود اس نے وہ شعبہ صرف اپنے ملک کے لئے قائم کیا

تھا اور مقامی حکومت جو اس ملک کی گہری دوست ہے اس سے لاعلم تھی، لیکن بہر حال ہر ملک

کے قوانین ہوتے ہیں اور آپ کو پتا ہے اگر یہ سکیئنڈل منظر عام پر آ گیا تو اس ملک کے صدر کو

ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نا اہل قرار دے دیا جائے گا..... پالیسی بہر حال پالیسی ہوتی ہے، میں یہ تو

نہیں کہتی کہ پالیسی اس بات کے لئے بنائی گئی ہے، لیکن بہر حال جو مسئلہ سامنے ہے میں سمجھتی

ہوں مقامی حکومت اس سے ناواقف بھی نہیں ہوگی..... اس کے باوجود اگر یہ بات منظر عام پر

آجائے تو اخبارات تو اسے اچھا اچھا کر حکومت کا ناک میں دم کر دیں گے۔“

”بہر حال آپ لوگوں نے بہت بڑا قدم اٹھایا ہے اور اب میں واقعی آپ کی بات کا مزا

لے رہا ہوں کہ مانپ نے بھینس کا پاؤں منہ میں لے لیا ہے اور بھینس نگلنا اس کے لئے بہت

مشکل ہے۔“

”مشکل..... آپ بڑی رعایت سے کام لے رہے ہیں۔“

سورا نے ہنستے ہوئے کہا۔

”لیکن بہر حال آپ نے آغاز تو کیا ہے۔“

”مسٹر پشکن پچیس کروڑ ڈالر کا مطالبہ کیا ہے ہم نے۔“

”ایک بات بتائیے۔“

”جی۔“

”کیا یہ بات بلی گون کے کانوں تک پہنچادی گئی ہے؟“

”مطالبے والی بات؟“

”جی۔“

”یقیناً۔“

”کوئی رد عمل۔“

”ابھی تک سامنے نہیں آیا۔“

”طریقہ کار کیا اختیار کیا ہے؟“

”بالکل سادہ، اصل میں بات یہ ہے کہ ہم لوگوں نے اپنے لئے جو طریقہ کار منتخب کیا

اس سے ہمیں خاصی آسانیاں حاصل ہوئیں..... بہت اعلیٰ پیمانے پر کوئی کام کرنا بہت سے

لوگوں کو اپنی جانب متوجہ کر لینے کے مترادف ہوتا ہے، جبکہ یہ طریقہ کار ہمیشہ ہمارے لئے

کارآمد رہا ہے..... بہت چھوٹے اور اتنے معمولی پیمانے پر کام کرو کہ پہلے تو شکار یہ سوچنے ہی

تہ پائے کہ یہ چھڑ جو اس کے بدن پر آ بیٹھا ہے اس کا کتنا خون چوس سکتا ہے، لیکن جب اس کے بدن میں خون کی کمی واقع ہونے لگے تو اسے احساس ہو کہ چھڑ کو بھگا دینا ہی زیادہ مناسب ہے..... میرا مطلب یہ ہے کہ ہم اس طریقہ کار سے خاصے مطمئن ہیں اور خاطر خواہ مفاد حاصل کرتے رہے ہیں۔“

”نہیں میں آپ سے اتفاق کرتا ہوں..... کسی بھی چیز کے لئے زیادہ پھیلاؤ صرف اپنی ہی جان کے لئے عذاب مول لینا ہوتا ہے..... سادہ لیکن موثر طریقے سے کام کیا جائے، خیر بات میرا خیال ہے، غلط رخ اختیار کر گئی..... میں یہ سوال کر رہا تھا کہ اگر آپ نے اس سلسلے میں بلی گون سے رابطہ قائم کیا ہے تو اس کا جواب کیا ملا؟“

”ابھی تک کوئی جواب نہیں ملا خاموشی ہے..... غالباً یہ سوچا گیا ہے کہ کوئی مذاق کیا جا رہا ہے، لیکن حقیقتوں کو پوائنٹ آؤٹ کیا گیا ہے وہ اس کے لئے تشویش کا باعث ہوں گی۔“

”کیا اس پر نگاہ رکھنے کا کوئی بندوبست کیا گیا ہے؟“

”بتا چکے ہیں آپ کو کہ ہم نے اپنا پھیلاؤ بالکل نہیں رکھا، یہاں تک کہ آپ کو یہ اندازہ ہے کہ ہم نے اپنے اس کانٹے میں کوئی ملازم بھی نہیں رکھا۔“ میں پر خیال نگاہوں سے ان دونوں کو دیکھنے لگا، بڑی آفت ثابت ہو رہی تھیں میرے لئے، کردار بھی دلچسپ تھے..... ایک ایسے خاندان کے افراد، بلکہ دولڑکیاں جو ملک کی بھی نہیں تھیں، اپنے تباہ شدہ خاندان کو بچانے کے لئے اتنا بڑا کام کر رہی تھیں اور انہوں نے جو کچھ بتایا تھا اس کے تحت ابھی تک یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ اس میں کافی کامیابی حاصل کر چکی ہیں، بہر حال قابل غور بات تھی، میں نے پر خیال نگاہوں سے انہیں دیکھتے ہوئے کہا۔

”لیکن مس لی تھل آپ یقیناً اپنی کوششوں میں اب تک کامیاب رہی ہوں گی، لیکن کیا آپ نے اس قسم کی کوئی کوشش پہلے بھی کی ہے؟“

”نہیں۔“ لی تھل نے صاف گوئی سے کہا۔

”تو کیا آپ نے اس طریقہ کار میں کوئی تبدیلی ضروری نہیں سمجھی؟“

”مثلاً؟“

”سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ آپ نے بلی گون تک اپنا پیغام پہنچا دیا، کیا اس کے بعد یہ ممکن نہیں ہے کہ بلی گون اس بات سے ہوشیار ہونے کے بعد بقول آپ کے اس

پراسرار ادارے کے سربراہ ڈین رشیر سے رابطہ قائم کرے گا، جیسا کہ آپ نے کہا کہ ان دونوں کے درمیان گہرے روابط ہیں اور اس رابطے کے ساتھ ڈین رشیر کی مدد سے وہ اپنا اسلحہ خانہ کسی اور جگہ منتقل کر دے اور اس کے بعد مطمئن ہو جائے اور آپ کو ٹھینکا دکھا دے۔“ سورا نہیں پڑی، اس نے کہا۔

”اس کے لئے ہم نے کچھ ایسے لوگوں کو ساتھ رکھا ہے جو اس اسلحہ خانے سے تعلق رکھتے ہیں۔“

”مطلب؟“ میں نے حیرت و دلچسپی سے پوچھا۔

”بلی گون کے چند ایسے خاص معتمد جو اس کے لئے کام کرتے ہیں بلکہ اس کے لئے خفیہ کام کرتے ہیں۔“

”مم..... مگر آپ نے تو کہا تھا۔“

”کیا کہا تھا۔“ لی تھل بولی۔

”آپ نے کہا تھا کہ اپنے ساتھ آپ نے کسی کو شامل نہیں کیا۔“

”مسٹر پشکن ساری باتیں آپ کو بتا دیں گے، زندگی میں پہلی بار رسک لیا ہے اور آپ جانتے ہیں کہ یہ ساری باتیں رسی ہیں، لیکن بس لے لیا، اب اس کا نتیجہ جو بھی ہوگا دیکھا جائے گا..... بات یہ ہے کہ ہم نے کسی کو شامل نہیں کیا اپنے آپ، وہ لوگ بلی گون کے خاص معتمد ہیں اور ہمارے دوست بلکہ اگر آپ معذرت قبول فرمائیں اور ہمارے اس گھٹیا پن کو محسوس نہ کریں تو ہم آپ کو بتائیں کہ ہمارے دوست نہیں بلکہ ہمارے عاشق اور انتہائی دل سوز عاشق جن کی باتیں سن کر تو کبھی کبھی ہماری آنکھوں سے آنسو نکل آتے ہیں۔“

”لی تھل خاصی پر مزاح لڑکی تھی، اس نے یہ الفاظ ادا کرتے ہوئے ایک سسکی سی لی تھی اور اس کے بعد ہنس پڑی تھی۔

”وہ ہم سے مخلص اور سچا عشق کرتے ہیں اور اس لئے اپنی ہر بات ہمیں بتا دیا کرتے ہیں، بس یوں سمجھ لیجئے کہ ہماری معلومات کا اضافہ انہی کا رہین منت ہے۔“

میں ہنسنے لگا تھا، میں نے کہا..... ”آپ لوگ واقعی بہت ایڈوانس ہیں۔“

”ایڈوانس کا لفظ آپ نے بہت اچھا استعمال کیا ہے اور اس کے لئے آپ کا شکریہ۔“ ان دو گواہوں کو آج تک ہمارا ہاتھ چھونے کی جرات بھی نہیں ہوئی، بس ہم نے ٹائپ دیکھ لیا

تھا کہ کس قسم کے لوگ ہیں اور ہمارے لئے کس قدر بے ضرر ہو سکتے ہیں..... بہر حال یہی گولی کا اسلحہ خانہ ابھی تک وہیں موجود ہے اور ایک بات آپ سے اور بھی کہوں، چونکہ سرکاری طور پر کوئی سہولت میسر نہیں ہے۔ اس لئے وہ اسلحہ خانہ منتقل کرنا بھی آسان کام نہیں ہے اور ویسے بھی وہ بہت بڑی حیثیت رکھتا ہے۔“

”میں سمجھ رہا ہوں، لیکن کیا ڈین رشیر ان کا معاون ثابت نہیں ہوگا۔“

”ڈین رشیر کو بھی اس کے لئے غیر قانونی اقدامات کرنے ہوں گے اور بہر حال مقامی حکومت نے اسے دیکھ بھال کر کے ہی اتنا بڑا عہدہ دیا ہوگا، کوئی قدم اٹھانے سے پہلے اسے اپنے اس عہدے کا خیال رکھنا ہوگا، کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ایسی کوئی بات ابھی تک منظر عام پر نہیں آئی اور میں سمجھتی ہوں کہ فی الحال اس کے امکانات بھی نہیں ہیں، لیکن اگر ایسا ہوا، اسلحہ کسی اور جگہ منتقل ہوا تو ہمیں اس کے بارے میں علم ہو جائے گا، آپ لوگ اس کی بالکل فکر نہ کیجئے۔“

”ہاں کیوں..... کیا اب آپ ہمارے ساتھ شامل نہیں ہیں۔“

”آپ بہت فراخ دل ہیں اور مجھے حیرت ہے کہ اتنی معصومیت سے ایک جرائم پیشہ آدمی کو اپنے آپ میں ملوث کر لینے کا فیصلہ کرنا آسان نہیں ہوتا، یہ تو سادگی ہے۔“

”نہیں مسٹر پنشن، اس کی وجہ آپ کو بتادی گئی ہے، چاہے کچھ بھی کہہ لیں اگر ہمیں اپنے اس نظریے کے تحت موت بھی آجائے تو آپ یقین کریں کہ اس وقت ہم یہی سمجھیں گے کہ ہماری موت یقینی تھی۔“

”نظریہ۔“

”اوہ، آپ شاید بھول گئے۔“ لی تھل نے کہا۔

”کیا؟“

”ہم تو ہمارے پرست ہیں اور جو کوئی کام اس طرح ہو جاتا ہے تو ہم اس پر کئی اعتماد کر لیتے ہیں بلکہ اس طرح سے کر لیتے ہیں کہ کام کا بگڑ جانا کسی اور وجہ سے ہو سکتا ہے، ہم نے غلط قدم نہیں اٹھایا۔“

میں نے حیرانی سے لی تھل کو دیکھا..... بہر حال ان کا اپنا مسئلہ تھا..... میں اس سلسلے میں ان سے اختلاف کہے کر سکتا تھا، ویسے اس میں کوئی شک نہیں کہ دونوں لڑکیاں عجیب و

غریب تھیں..... ایک بار پھر میں گہری سوچوں میں ڈوب گیا..... پھر میں نے گردن اٹھا کر کہا۔

”ایک بات بتائیے مس لی تھل۔“

”جی۔“

”آپ نے یہ تمام کہانی مجھے کیوں سنائی ہے۔“ لی تھل نے ایک بار پھر سورا کی جانب دیکھا اور سورا کہنے لگی۔

”اب اس کے بعد سلسلہ گفتگو میں شروع کروں گی مسٹر پنشن۔“

”جی!“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”جیسا کہ ہم نے آپ سے کہا کہ ہم اپنے اعتقادات کا سہارا لیتے ہیں ان تمام معلومات کے بعد آپ کی شخصیت ہمارے لئے باعث دلچسپی ہوئی اور وہی الفاظ میں پھر دہراؤں گی کہ جو شخص خطرات کو اپنے سامنے لا کر چلتا ہے وہ معمولی انسان نہیں ہوتا اور ہمیں کسی معمولی انسان سے کوئی دلچسپی بھی نہیں تھی..... ہماری خواہش تھی مسٹر پنشن کہ آپ ہمارے ساتھ کام کیجئے گا اور جیسا کہ ہم نے پہلے آپ کو پیش کش کی کہ جو بات قابل قبول نہ ہو آپ کے لئے، آپ پورے اعتماد کے ساتھ اس سے منحرف ہو جائیے، ہمیں اعتراض نہیں ہوگا اور آپ یہ بالکل نہیں سوچیں گے کہ آپ کا عدم تعاون ہمیں تشویش میں مبتلا کر دے گا اور ہم آپ کے خلاف کارروائیوں میں مصروف ہو جائیں گے..... نہیں مسٹر پنشن ہم اس اعتماد کا سورا نہیں کر سکتے..... بہر حال ہم دو بہنیں اس سلسلے میں کام کر رہی ہیں لیکن اگر آپ ہمارے ساتھ شامل ہو جائیں تو جو رقم اس کام سے حاصل ہوگی، بشرطیکہ ہم اس میں کامیاب ہو گئے۔ اس میں سے کچھ فیصد آپ اپنے لئے مقرر کر لیجئے..... ہم خوشی سے اس کی ادائیگی کے لئے تیار ہوں گی۔“

”کیا یہ آپ کے لئے نیا طریقہ کار نہیں ہوگا؟“

”ہوگا لیکن ہمیں یہ اعتماد ہے کہ یہ ہمارے لئے بہت کارآمد ہوگا اور جو کام ہم نہیں کر سکتے گے وہ آپ جیسا ڈین انسان کر سکتا ہے۔“

”اور آپ اس کے لئے مجھ پر مکمل اعتماد کریں گی۔“

”کریں گی نہیں بلکہ کر لیا ہے۔“ سورانے پر اعتماد لہجے میں کہا۔

”او کے مس سورا، او کے مس لی تھل، میں خلوص دل سے آپ لوگوں کے ساتھ تعاون کے لئے تیار ہوں اور اس بات کی قطعی ضرورت نہیں ہے کہ آپ مجھ سے لینے دے سودا کیجئے۔۔۔۔۔ یہ بات بھی ہمارے درمیان طے ہو چکی ہے کہ ہم لوگ ایک دوسرے سے نہیں کریں گے، اس کے بعد اور کوئی ایسی بات رہ جاتی ہے جو باعث تردد ہو؟“

”قطعی نہیں۔“ سورا ہنس کر بولی۔

”گڈ۔۔۔۔۔ اب یوں سمجھ لیجئے کہ میں آپ کے ساتھی کی حیثیت سے معلومات کے لئے کچھ سوالات کر رہا ہوں۔“

”بالکل۔“

”آپ نے ابھی کہا کہ آپ زیر زمین دنیا کے بے شمار افراد سے واقف ہیں، کیا میرے تعارف کسی طرح ان سے ہو سکتا ہے؟“

”وہ ایک جملہ رائج ہے اس کے لئے کہ، غائبانہ تعارف تو یہیں اسی کانچ میں ہو سکتا ہے، اس کے لئے ہمارے پاس انتظامات ہیں۔“

”کیسے؟“ میں نے سوال کیا۔

”ہمارے پاس ان سب کی وڈیو موجود ہیں اور اس کے بارے میں تمام تفصیلات، ہمارا اپنا ایک ریکارڈ روم ہے۔“

”گڈ۔۔۔۔۔ میں یقیناً ان سے واقفیت حاصل کرنا چاہوں گا، کیونکہ آپ جانتی ہیں کہ میں یہاں اجنبی ہوں۔“

”ہم یہ کام کریں گے۔“

”دوسرا سوال۔۔۔۔۔ کیا ڈین رشیر بھی آپ کے اس مشن میں شامل ہے۔“

”مطلب؟“

”مطلب یہ کہ آپ نے کون سا طریقہ کار اختیار کیا ہے، جس کے تحت آپ ان لوگوں سے پیچیس کروڑ ڈالر کا مطالبہ کر چکی ہیں، اس سلسلے میں فائل بات یہ ہے کہ کیا آپ کے خیال میں ڈین رشیر کو اس بارے میں تمام تفصیلات حاصل ہو گئی ہوں گی۔“

”ہاں۔“ سورا نے کہا اور قہقہہ لگا کر ہنس پڑی۔۔۔۔۔ پھر بولی۔

”اس کا نام بگ مارٹن ہے جو میرا دوست ہے یا آپ سمجھ لیجئے کہ میرا عاشق ہے۔“

بگ مارٹن کو یہ مرض ہے کہ وہ اپنی ہر بات مجھے بتاتا ہے۔۔۔۔۔ ڈین رشیر اور بلی گون اس سلسلے میں متوحش ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ صورت حال بے حد خطرناک ہے۔ ویسے بھی مسٹر بلی گون کا رویہ میرے ساتھ بڑا نرم ہے، مطلب یہ کہ وہ اس انکشاف سے خوفزدہ ہیں کہ میں ان کے بارے میں تمام تفصیلات جانتی ہوں۔“

”یہ خوف کس طرح آپ پر ظاہر ہوا۔“

”ٹیلی فون پر گفتگو کے دوران مسٹر بلی گون نے کہا ہے کہ وہ میرے مطالبے پر غور کر رہے ہیں اور میں کسی جلد بازی سے کام نہ لوں بلکہ انہیں غور کرنے کا پورا پورا موقع دیا جائے۔۔۔۔۔ دوسری بات جو انہوں نے حتمی طور پر کہی ہے وہ یہ ہے کہ پیچیس کروڑ ڈالر کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔۔۔۔۔ ہاں اس سلسلے میں مجھ سے سودے بازی کی جاسکتی ہے۔۔۔۔۔ ایک ہفتے کا وقت لیا ہے انہوں نے۔“

”اور اس گفتگو کو کتنے دن گزر گئے؟“

”پانچواں دن ہے۔“

”کیا ان دنوں میں وہ اسلحہ وہاں سے منتقل نہیں کر سکتے؟“

”میں پہلے ہی کہہ چکی ہوں کہ اسلحہ منتقل کرنا آسان کام نہیں ہے، لیکن ڈین رشیر سے مسٹر بلی گون کی میننگ ہو رہی ہے اور اس سلسلے میں کوئی مناسب فیصلہ تین دن کے بعد کیا جائے گا۔“

”دیری گڈ، کیا آپ نے ایسا طریقہ کار متعین کیا ہے جس کے تحت آپ کو اس اسلحہ فائز کی خیر ہو۔“

”ہاں بگ مارٹن اور کاک ملٹن، کاک ملٹن وہ ہے جو میری بہن سے عشق کرتا ہے۔“

”یہ لوگ آپ کے ساتھ بالکل مخلص ہیں۔“

”مکمل طور پر مخلص گڈھے۔“ سورا نے کہا اور ہنس پڑی۔۔۔۔۔ میں نے چند لمحات سوچنے کے بعد کہا۔

”تو مس سورا! اب یہ بتائیے کہ مجھے آپ کے خیال میں کس طرح اپنا طریقہ کار منتخب کرنا چاہئے؟“

”پہلی بات آپ یہ بتائیے آخری اور فائنل کہ کیا آپ ہمارے ساتھ مخلصانہ طور پر کام

کرنے کے لئے تیار ہیں؟“

”میں اس کا اعتراف کر چکا ہوں۔“

”گڈ..... گویا ہمارے درمیان یہ معاہدہ ہو گیا۔“

”یقیناً اور اب اس سلسلے میں کس تردد کی گنجائش نہیں ہے۔“

”ٹھینک یو مسٹر بشکن! بڑا کام بن جائے گا، آپ سے اصل میں ہم اس بات سے بخوبی خوفزدہ تھے کہ ہمارے موکل جب بھی سنیں ایک ہی آواز سنیں، یعنی کوئی نسوانی آواز اور یقینی طور پر مسٹر بشکن آپ آوازیں بدلنے پر قدرت رکھتے ہوں گے..... یہ تو بڑا ضروری ہوتا ہے۔“

”جی..... تھوڑی بہت۔“

”کیا آپ بتا سکتے ہیں مسٹر بشکن کہ آپ کے کام کرنے کا انداز کیا ہے؟“

”مطلب؟“

”مطلب یہ کہ آپ کیا طریقہ کار اختیار کرتے ہیں؟“

”وقت پر جو بھی سوچا جائے۔“ میں نے گول مول جواب دیا۔

”تو پھر اب آپ یہ سمجھ لیجئے کہ اس سلسلے میں آپ کو آگے بڑھنا ہے۔ ہم رقم کم کر سکتے ہیں، بقول شخصہ وہ جو کہتے ہیں ناکہ بھاگتے بھوت کی لنگوٹی بھلی..... ارے ہم بھلا ان لوگوں کا کیا بگاڑ سکتے ہیں، سوائے اس کے کہ اس کہانی کو منظر عام پر لے آئیں گے، مقامی حکومت کا خود بھی اس میں براہ راست واسطہ ہے اس لئے ہو سکتا ہے کہ اس کہانی کو دبانے کے لئے کوئی طریقہ کار اختیار کر لیا جائے..... کہانی دب جائے گی، ہم خاموش ہو جائیں گے، اس لئے کچھ بھی بدل ہو جائے، بڑی رقم کا معاملہ بھی اس لئے رکھا گیا ہے کہ اترتے اترتے آخر کچھ تو ہوگا، جس کی وہ لوگ ہمیں آفر کریں گے یا پھر وہ اپنی سی کوششیں کریں گے کہ ہمیں کرا دیں..... جان تو پہچانی ہے نا مسٹر بشکن۔“

”آپ نے کہا تھا کہ یہ کانچ آپ نے کسی بیورو کریٹ سے حاصل کیا ہے؟“

”وہ اتنا اطمینان بخش معاملہ ہے ہم نے یہ بھی تو آپ کو بتایا تھا نا کہ ہم نے ایک

باکس انٹ پلانٹ لگایا ہوا ہے اور ایک تاجر کی حیثیت سے دنیا میں روشناس ہیں..... ہمارے پاس ہمارا چھوٹا سا شاف بھی ہے اور ہم اپنے ادارے کے ڈائریکٹرز باقاعدہ آفس جوائن

کرتے ہیں۔ حکومت کو ٹیکس دیتے ہیں، اپنے سٹاف کو ہر قسم کی مروجہ مراعات دیتے ہیں اور بظاہر نیک نام لوگوں میں شمار ہیں، اب یہ الگ بات ہے کہ ہمارا کام کچھ اور ہی ہے۔“

”ویری گڈ..... تو پھر پہلے کام کے طور پر آپ مجھے مسٹر بیلی گون کے وہ تمام ایڈریس

دئے دیجئے جہاں میری ان سے ملاقات ہو سکتی ہے۔“

”ملاقات کریں گے۔“

”ایک بات خاص طور سے آپ سے عرض کرنا چاہتا ہوں، جیسا کہ آپ نے اپنے تمام

وسائل سے کام لے کر یہ معلوم کیا ہے کہ میں آپ کے لئے ضرر رساں نہیں ثابت ہو سکتا.....

ایک تھوڑا سا اپنے وسائل سے کام لے کر یہ اور معلوم کر لیجئے کہ میں آپ سے مخلص ہوں یا

نہیں۔“

”بات تو ایک ہی ہوگئی یعنی ضرر رساں نہیں ہیں تو مخلص ہیں۔“

”تو پھر آپ کو مجھ پر یہ اعتماد کرنا ہوگا کہ اصل بات معلوم ہونے کے بعد میں کیا طریقہ

کار اختیار کروں گا، ایک بات کا میں مکمل طور پر آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ اگر مجھے تیزاب کے

خوف میں بھی ڈبو دیا جائے اور رفتہ رفتہ میرے جسم کو گلیا جائے تب بھی میں کبھی یہ بات اپنی

د زبان پر نہیں لاؤں گا کہ آپ لوگوں سے میرا کوئی واسطہ ہے..... آپ لوگ میرے ذریعے کبھی

منظر عام پر نہیں آئیں گی۔“

”ٹھیک ہے بالکل ہمیں اعتماد ہے۔“

”تو پھر مجھے اس کا موقع دیجئے کہ میں اپنے راستے خود متعین کر سکوں۔“

”اوکے..... بات تو وہیں پہ آ جاتی ہے، یعنی ہم آپ پر اندھا اعتماد کرتے ہیں اور

میرے خیال میں اس اعتماد کو شکست نہیں ہونی چاہئے۔“

”تو پھر مجھے بیلی گون سے متعلق تمام تفصیلات درکار ہیں..... باقی رہی ڈین رشیر کی

بات تو مجھے یقین ہے کہ آپ کو ابھی تک خود اس کے بارے میں نہیں معلوم ہو سکا ہوگا۔“

”معلوم ہو بھی نہیں سکتا، وہ بھی ایک خفیہ ادارے کا سربراہ ہے، آپ کو خود بھی اس کا

اندازہ ہے..... یہ خفیہ ادارہ تو دنیا بھر میں اپنا لوہا منوا چکا ہے، بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ اس کا

سربراہ منظر عام پر آجائے۔“

”کیا بیلی گون اس کے بارے میں جانتا ہوگا؟“

”سو فیصد، بلی گون کے اپنے وسائل ہیں اور پھر اتنے گہرے روابط ہیں ان لوگوں کے درمیان کہ بلی گون ضرور ڈین رٹیر کے بارے میں جانتا ہوگا۔“

”گڈ..... کافی ہے۔“

”تو اب یہ بتائیے کہ آپ کو کس طرح بلی گون کے تمام پتے بتائے جائیں۔“

”آپ مجھے وہ پتے ذہن نشین کر دیجئے۔“

”تحریری شکل میں۔“

”ضروری نہیں ہے۔“ میں نے کہا۔

”اوکے۔“ اور پھر وہ لوگ مجھے بلی گون کی رہائش گاہ اس کے دفاتر، اس کی مشغولیات اور اس کے معمولات کے بارے میں تفصیلات بتاتی رہیں، میں نے انہیں اپنے ذہن کے کمپیوٹر میں فیڈ کر لیا تھا جس پر مجھے مکمل اعتماد تھا۔

”اور اب دوسرا مرحلہ یہ رہ جاتا ہے کہ آپ مجھے انڈر ورلڈ کے ان اہم لوگوں سے روشناس کر دیجئے جن سے مجھے خود ہوشیار رہنا چاہئے۔“

”آئیے۔“ سورا اپنی جگہ سے اٹھی..... لی تھل بھی اٹھ گئی تھی..... پھر ہم اس کاٹیج کے ایک انڈر گراؤنڈ حصے میں پہنچے جو ایک چھوٹے سے کمرے پر مشتمل تھا، یہاں کچھ الماریاں اور دوسری ایسی چیزیں موجود تھیں جو اس سلسلے میں کارآمد ہو سکتی تھیں، چنانچہ انہوں نے ایک پروجیکٹر کا بندوبست کیا، ایک اسپول سامنے رکھا اور پھر اس پر ایک فلم چلنے لگی، اس فلم میں نمودار ہونے والے چہرے کلوز میں اسٹل کئے گئے اور ان کے بارے میں تاریخ دہرائی جانے لگی..... باہر بارش ہو رہی تھی اور اندر یہ تمام کام نہایت خوش اسلوبی سے جاری تھا، اس دوران وہ لوگ ضروریات زندگی کا بھی پورا پورا خیال رکھ رہی تھیں، مجھے بہت سے چہروں سے شناسائی حاصل ہوئی اور میں نے اس بات پر دل ہی دل میں بڑی خوشی محسوس کی کہ وہ کام جو میری انتھک محنت سے ہونے والا تھا خود بہ خود ہو گیا تھا..... کافی دیر تک ہم اس سلسلے میں مصروف رہے اور اس کے بعد یہ سلسلہ ختم کر دیا گیا اور وہ تمام چہرے میری نگاہوں میں آچکے تھے۔“

”اب آخری کام۔“ لی تھل نے کہا اور میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی..... سورا نے وہ تمام چیزیں دوبارہ واپس رکھ دیں..... پھر وہ لوگ مجھے باہر لا کر کاٹیج کے عقبی حصے میں لے گئیں، جہاں ایک اونچی دیوار تھی اور اس کے کناروں پر خوب صورت پھول لگے ہوئے

تھے، سورا نے کوئی عمل کیا اور اس دیوار میں ایک دروازہ نمودار ہو گیا، وہ دونوں اس دروازے باہر نکل گئیں..... میں بھی ان کے عقب میں تھا، وہ لوگ مجھے ساتھ لئے ہوئے تھوڑے سے پر بنی ہوئی ایک عمارت کے قریب پہنچ گئیں..... لی تھل نے مجھے ایک چالیا دیتے ہوئے

”یہ اس گیمراج کی چابی ہے..... براہ کرم اسے کھولئے۔“ میں نے اس عمارت کے نیچے بنے ہوئے دروازے میں لگے ہوئے تالے کو کھولا۔

”اندر ایک خوب صورت کار کھڑی ہوئی تھی۔“ لی تھل نے اندر داخل ہو کر کہا۔

”اس کار کا رجسٹریشن ایک ایسی فرم کے نام ہے جس کا کوئی وجود نہیں ہے، لیکن یہ کسی بھی نگاہ میں مشکوک نہیں ہو سکتی، اس کی چابی اگنیشن کے نیچے بنے ہوئے ایک خانے میں موجود ہے براہ کرم کھول کر دیکھ لیجئے اور اس کے دروازے کا لاک کھولنے کے لئے یہ چابی ہے۔“ لی تھل نے دروازے کی چابیوں میں سے ایک چابی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

چابی کار میں نیچے موجود تھی..... میں نے اسے دیکھا اور اس کے بعد اسے وہیں بند کر دیا، لی تھل کہنے لگی۔

”آپ جب بھی باہر نکلیں گے اسی خفیہ دروازے سے جس سے ہم باہر نکل کر آئے ہیں اور اسی سے اندر داخل ہوں گے، وہی کمرہ آپ کے لئے مخصوص ہے جب بھی کبھی کسی کی ضرورت ہوگی تو آپ کو ہمارے پاس محسوس کریں، آپ کو اپنے آپ کو محفوظ رکھنا ہوگا..... کسی کو یہ پتا نہیں چلنا چاہئے کہ آپ ہمارے پاس ہیں، کیونکہ ہمارے بارے میں یہی مشہور ہے کہ ہم دونوں بہنیں یہاں رہتی ہیں اور پہلی بات یہ ہے کہ اجنبی لوگ کبھی یہاں نہیں آتے، سوائے ان دو گدھوں کے یعنی کاک ملٹن اور بگ مارٹن کے بس یہی دو افراد کبھی کبھی یہاں آ جاتے ہیں..... اس کے علاوہ مائی ڈیئر مسٹر پشکن! ہماری آخری درخواست آپ کو اور قبول کرنا ہوگی۔“

”وہ کیا؟“

”آپ اپنا چہرہ تبدیل کر لیجئے..... یہ بڑا ضروری ہے۔“

”میک اپ۔“

”ہاں..... سورا آپ کے چہرے کو بدلنے کی ذمہ داری قبول کرے گی، اس کا دعویٰ ہے کہ یہ ایک بہترین میک اپ آرٹسٹ ہے اور چہروں کو اس طرح تبدیل کر سکتی ہے کہ کوئی

سوچ بھی نہ سکے اور اس کے پاس اس سلسلے میں کافی سامان موجود ہے۔“

”مجھے اعتراض نہیں ہوگا۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر ہم اسی دروازے سے واپس اندر داخل ہو گئے، اسے استعمال کرنے کا طریقہ مجھے بتا دیا گیا تھا۔ میں ان دلچسپ حالات پر غور کر رہا تھا اور یہ سوچ رہا تھا کہ باقی جو کچھ ہے وہ اپنی جگہ لیکن بہر حال ایک ایسا مسئلہ میرے علم میں آیا ہے جس کا تعلق ابھی نہ سہی، لیکن بعد میں کون میکوویا کے مشن سے بھی ہو جائے گا، کیونکہ میں ان افراد کے درمیان جا رہا ہوں جو اس سلسلے میں بہترین معلومات کے حامل ہوں گے۔“ چونکہ ہم اس دروازے سے نکل کر باہر گئے تھے اور باہر بارش ہو رہی تھی، اس لئے ہمارے لباس کچھ بھیگ گئے تھے، اندر داخل ہو کر سورا کہنے لگی۔

”آپ چاہیں تو لباس تبدیل کر لیجئے۔“

”نہیں۔۔۔۔۔ میرا خیال ہے اس کی ضرورت نہیں ہے۔“

”بہر حال بارش تھوڑی سی رُکے تو ہمیں کچھ خریداری بھی کرنی ہوگی۔“

”کیسی خریداری؟“

”مثلاً آپ کے لباس وغیرہ۔“

”میرا خیال ہے کوئی مناسب موقع ملتے ہی میں ہوٹل سے اپنا سامان یہاں منتقل کر لوں گا اور اس میں مجھے دقت نہیں ہوگی۔۔۔۔۔ چند لباس میرے پاس موجود ہیں۔ بہت زیادہ اہمیت نہیں ہے، بعد میں خریداری بھی کر لوں گا۔“

”مسٹر پشکن اب یہ بات طے ہو چکی ہے کہ ہمارے اور آپ کے درمیان کوئی تکلف نہیں رہے گا۔“

”اب یہ الفاظ کہنے کی بھلا کیا گنجائش ہے۔“

”تو پھر آئیے آج کا یہ پر بہار دن باہر تو نہیں گزارا جاسکتا۔ ہم آپ کو کچن وغیرہ کے بارے میں بھی بتا دیں، زندگی کی اہم اور ضروری حیثیت رکھتا ہے۔۔۔۔۔ یہ پورشن بھی، کبھی آپ تنہا یہاں پہنچیں اور ہم موجود نہ ہوں تو آپ کو بھوکا ہی نہ رہنا پڑے۔“ میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی اور وہ مجھے لے کر کچن میں پہنچ گئیں۔۔۔۔۔ عظیم الشان کچن تھا اور اس میں زیادہ تر ایسی ہی چیزیں موجود تھیں جو فاسٹ فوڈ کی حیثیت رکھتی ہیں، ان کے اپنے معاملات اپنی جگہ، لیکن اور بھی بے شمار ایسی چیزیں تھیں جنہیں میں خوراک کے طور پر استعمال کر سکتا

میں نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی اور کہا۔

”اس کی وجہ ہیں نامسٹر پشکن! ظاہر ہے ہم یہاں کسی اجنبی کو نہیں رکھ سکتے اور پھر اپنا کھانا کرنے میں واقعی لطف آتا ہے، بالکل اپنی پسند اور اپنی مرضی کا کام ہوتا ہے تو یہ آپ نے دیکھا ہے، اب آئیے آپ کے چہرے پر میک اپ کر دیا جائے۔۔۔۔۔ تیار ہیں آپ۔“

”ہاں جب ایک کام کیا جانا ہے تو پھر اس میں وقت ضائع کرنے سے کیا فائدہ۔“ میں نے خود میک اپ کا ماہر ہونے کا دعویٰ نہیں کیا تھا اور ان لوگوں کا طریقہ کار دیکھنا چاہتا تھا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ سورا اس فن میں کمال رکھتی تھی اور میک اپ کے لئے اس نے وہ جدید ترین چیزیں استعمال کی تھیں جن کا عام رواج نہیں تھا۔۔۔۔۔ میرے چہرے پر ایک لوشن لگا کر اس کا ماسک بنایا گیا اور اتنی خوب صورتی کے ساتھ اس لوشن کو پیٹ کیا گیا کہ بدن کے رنگ سے بالکل اختلاف نہ ہو اور اس لوشن ہی کے ذریعے میرے خدو خال میں معمولی سی تبدیلی پیدا کی گئی۔۔۔۔۔ یعنی رخسار ذرا بھاری کر دیئے گئے۔۔۔۔۔ ناک تھوڑی سی موٹی اور ہونٹوں پر بھی تھوڑا سا لوشن چڑھا دیا گیا، سورا نے ہنستے ہوئے کہا۔

”آپ کے خوب صورت خدو خال کو خراب کرنا مجھے بالکل پسند نہیں آیا، لیکن مجبوری۔“

”شکریہ۔“ میں نے جواب دیا۔

”اب آپ چاہیں تو تھوڑی دیر آرام کر سکتے ہیں۔۔۔۔۔ ہم اس وقت گھریلو خواتین ہیں۔

”ایک بات کا خاص طور سے خیال رکھئے گا، میں ویجی ٹیرین ہوں۔“

”ارے کیوں؟“

”بس کبھی کبھی کوئی کیوں ایسی بھی ہوتی ہے جس کا کوئی جواب نہیں ہوتا۔“

”او کے خیال رکھا جائے گا۔“

”اور باقی اطمینان آپ مجھے دلا چکی ہیں، یعنی میں ڈرنک نہیں کرتا۔“

”او کے۔۔۔۔۔ او کے۔۔۔۔۔ او کے۔“ اور اس کے بعد ان سے رخصت ہو کر اپنے کمرے

میں آ گیا۔۔۔۔۔ یہ تمام واقعات ڈرامائی حیثیت کے حامل تھے اور بہت کم ایسا ہوتا ہے اگر میری

جگہ کوئی اور ہوتا تو ان واقعات کو کبھی حقیقی شکل میں تو قبول ہی نہیں کرتا، بھلا ایسا کہاں ہوتا

ہے، گہرائیاں اپنا ایک مقام رکھتی ہیں اور ان گہرائیوں پر غور کیا جاتا تو ان لڑکیوں کا رویہ اور یہ

ساری کارروائی غیر حقیقی نظر آتی، لیکن اس بات کا مجھ سے زیادہ قائل اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔ بعض ایسی غیر حقیقی چیزیں اتنی بڑی حقیقت ہوتی ہیں کہ انہیں جھٹلایا نہیں جاسکتا۔ یہ میرا ذاتی فلسفہ ہے، کوئی اس سے اتفاق کرے یا نہ کرے..... بہر حال پھر بھی احتمالہہ اعتماد کا قائل نہیں تھا..... پچھلی رات تو پرسکون گزری تھی، لیکن اب ان تمام باتوں کے بعد میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ ان کی اندرونی کیفیت کیا ہے اور یہ اس سلسلے میں کیا سوچتی ہیں، چنانچہ اپنے کمرے میں آکر میں نے دروازہ بند کیا..... چند لمحات انتظار کرتا رہا۔ پھر خاموشی سے اپنے آپ کو دوسروں کی نگاہوں سے روپوش کر کے باہر نکل آیا اور کچن کی جانب چل پڑا جہاں ان دونوں کی موجودگی کا احساس ہو رہا تھا..... میں نے کوئی خاص دفعہ نہیں دیا تھا تا کہ اگر وہ میرے بارے میں کسی گفتگو کا آغاز کریں تو میرے علم سے اوجھل نہ رہے۔ میں غیر محسوس انداز میں کچن میں داخل ہو گیا..... وہ دونوں واقعی میرے ہی بارے میں گفتگو کر رہی تھیں۔“ سورا کہہ رہی تھی۔

”ہم نے ہمیشہ یہی دعا مانگی ہے کہ جو کچھ کر رہے ہیں اس میں ایک جذبہ پوشیدہ ہے، راستے بے شک غلط ہیں لیکن ہماری اصل شخصیت سے ہٹا کر ان غلط راستوں پر پہنچایا گیا ہے، ہم اپنے مشن کی تکمیل کے بعد جرم کی یہ دنیا چھوڑ دیں گے اور اپنی زندگی کے ان سالوں کو بھول جائیں گے جن میں ہم نے یہ سب کچھ کیا ہے، میرا خیال ہے یہ شخص ہمارے لئے غلط نہیں ثابت ہوگا۔“

”ہاں، اندازہ یہی ہوتا ہے۔“

”یہ بتاؤ لی تھل کہ کیا ابھی تک تم نے اس کی باتوں میں کوئی ایسی بات محسوس کی ہے جو تمہارے لئے تردد کا باعث بنی ہو۔“

”حقیقت یہ ہے کہ کچھ بھی نہیں۔“

”تو پھر میرا خیال ہے ہم اپنے اچھے دوست کے بارے میں مزید کسی تشویش کا اظہار نہ کریں اور اس پر مکمل اعتماد ہی کر لیں۔“

”اعتماد تو کر لیا ہے سورا۔“

”نہیں میں یہ چاہتی ہوں کہ ہم اسے مکمل اعتماد دیں، اپنے طور پر مطمئن ہو جانا الگ بات ہے، وہ خود بھی ہمارے بارے میں سوچے گا، ہو سکتا ہے وہ اندر سے اتنا اچھا انسان نہ ہو۔ لیکن باہر سے جو کچھ نظر آتا ہے اس میں کوئی برائی نہیں محسوس ہوتی۔“

”ویسے کیا تم اس بات پر یقین کرو گی سورا کہ اس کی شخصیت بے حد پراسرار ہے۔“

”وہ تو ہے۔“

”چنانچہ وہ کون سا جذبہ ہے جو اس کے دل میں پوشیدہ ہے، وہ چاہتا تو خاموشی سے جہاں داخل ہو سکتا تھا، باصلاحیت انسان ہے، لیکن اس نے اپنی آمد کی شہرت کی اور اس کے بعد اتنا بڑا خطرہ مول لیا۔“

”خطرات پسند لوگ بھی تو ہوتے ہیں اس دنیا میں۔“

”خیر میک اپ بڑا ضروری تھا اس کے لئے لیکن اس کے باوجود ہمیں اس کے تحفظ کا خیال رکھنا ہوگا۔“

”یقیناً وہ ہمارا بہترین دوست ہے..... بہر حال اب اس موضوع کو ذہن سے جھٹک دو ہم اس پر اعتبار کرتے ہیں اور اس وقت تک کرتے رہیں گے جب تک ہمیں اس کی ذات سے کوئی نقصان نہیں پہنچ جاتا۔“ میں مطمئن ہو گیا تھا اور اس کے بعد میں اسی طرح دبے پاؤں کچن سے باہر نکل آیا تا کہ انہیں کسی قسم کا کوئی شبہ نہ ہو سکے..... بہر حال یہ سب کچھ پچھلی کارکردگی سے مختلف نہیں تھا، کسی بھی جگہ جا کر کام کا آغاز کرنے کے لئے کچھ دوسرے عوامل میں الجھتا ہی پڑتا ہے، ویسے اندازہ یہ ہو رہا تھا کہ اس بار بھی صحیح جگہ ہی منتخب کی ہے..... میں دوسری شخصیت کا مالک تھا، ایک طرف تو میرے ذہن میں ہر حالت میں اپنے وطن اور اپنی قوم کا مفاد سب سے زیادہ اولیت رکھتا تھا تو دوسری جانب بہر حال اینٹی بی سی گروپ کے سلسلے میں بھی کام کرنا تھا، کیونکہ اس وقت اہم مقصد یہی تھا یہ الگ بات ہے کہ کون میکوویا کے مقاصد اور میری اپنی راہ عمل یکساں تھی اور اس میں دونوں پہلوؤں کا نکل آنا حیران کن بات نہیں تھی، فی الحال تو ان لوگوں سے تعاون ضروری تھا..... بے چاری لڑکیاں اپنے خاندان کا مستقبل تلاش کر رہی تھیں، تمام امور سے فراغت حاصل ہو گئی، ان لوگوں کے ساتھ بہتر وقت گزرتا تھا..... شام کو اسی موضوع پر مزید گفتگو ہوئی تو میں نے کہا۔

”آپ لوگوں کے ذہن میں اب دوسرا قدم کیا ہے؟“

”فی الحال تو تعطل چل رہا ہے، ہم نے اپنی ڈیمانڈ مسٹر بیلی گون تک پہنچا دی ہے اور اب مسٹر بیلی گون کو اس بارے میں فیصلہ کرنا ہے۔“ میں پر خیال انداز میں رخسار کھجائے لگا، میں نے دل میں سوچا کہ لڑکیاں بے شک جو کچھ بتا چکی ہیں اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ تھوڑا

بہت کام کر رہی لیا گیا ہے اور انہوں نے بقول ان کے اپنے خاندان کی مدد کرنے کے لئے حاصل کر لیا ہے، لیکن شاید یہ ان کی زندگی کا بہت بڑا کام ہے اور کہنا درست ہی ہے کہ انہوں نے بھینس کا پاؤں منہ میں دبایا ہے اور اب بھینس نکلنے کے لئے پریشان ہیں، کچھ نہ کچھ چاہئے ورنہ ان کا طریقہ کار تو بہت ہلکا ہے، جبکہ اس سلسلے میں دو بہت بڑے لوگ کام کر رہے ہیں..... تاہم میں نے اس بات کا اظہار ان پر نہیں کیا، فائدہ بھی نہیں تھا میں نے کہا۔

”میں بلی گون سے کس طرح ملاقات کر سکتا ہوں۔“

”براہ راست ملاقات کرنا چاہتے ہو یا بس یوں ہی سرسری نگاہ سے دیکھنا چاہتے ہو؟“

”فی الحال تو مسٹر بلی گون سے روشناسی ہی مناسب ہوگی۔“

”آسان سی بات ہے ان کے مشاغل معلوم کئے جاسکتے ہیں۔“

”کیسے؟“

”ٹیلی فون پر۔“

”ویسے ایک بات بتائیے آپ لوگ، جیسا کہ آپ لوگوں نے مجھے بتایا ہے کہ آپ خود بھی یہاں صنعت کار کی حیثیت سے شہرت رکھتی ہیں تو کیا مسٹر بلی گون سے آپ کی کبھی براہ راست ملاقات نہیں ہوئی۔“

”مسٹر بلی گون ہم پر بڑی نظر عنایت کرتے ہیں اور وہ براہ راست ہمارے شناسا ہیں۔“

”واہ..... لیکن اس سلسلے میں انہیں آپ پر کوئی شبہ تو نہیں ہو سکا۔“

”اب ہمیں اس قدر بے صلاحیت نہ سمجھیں مسٹر پنشن، ہم نے اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کے لئے بھی خاصی محنت کی ہے۔“

”تو پھر مسٹر بلی گون سے شناسائی کا انتظام کیجئے۔“ میں نے کہا۔

”یہ بالکل بھی مشکل نہیں ہے۔“ اور اس کے بعد سورا نے مسٹر بلی گون کے آفس ٹیلی

فون کیا، اس نے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ رابطہ اس کی سیکرٹری سے ہوگا تو وہ دوسری جانب سے دیکھا جواب ملا۔

”جی میڈم کہئے آپ کو مسٹر بلی گون سے کیا کام ہے؟“

”میرا نام سورا ہے، میں سسٹرز باکسٹ کی طرف سے بول رہی ہوں۔“

”آپ کو پرستلی جانتی ہوں میڈم۔“

”مسٹر بلی گون سے کب ملاقات ہو سکتی ہے۔“

”میں آپ کو بتاتی ہوں۔“ دوسری طرف سے جواب ملا اور پھر سیکرٹری نے شاید مسٹر

بلی گون کی پروگرام ڈائری دیکھ کر انہیں تفصیلات بتائیں۔ ”مسٹر بلی گون دوسرے دن شام

بیس ساڑھے پانچ بجے ملاقات کر سکتے تھے، کیونکہ انہیں چھ بجے ایک پارٹی میں شریک ہونا تھا جو

شہر کی ایک متمول شخصیت کی جانب سے دی جا رہی ہے۔“ سیکرٹری نے کہا۔

”کیا میں آپ کو مسٹر بلی گون سے ملاقات کے لئے ساڑھے پانچ بجے کا وقت دے

دوں۔“

”نہیں رہنے دو اس پارٹی میں ہم لوگ بھی شریک ہو رہے ہیں، وہیں مسٹر بلی گون

سے ملاقات ہو جائے گی۔“

”اُد کے۔“ دوسری جانب سے جواب ملا اور سورا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”یہ بات تو مجھے یاد ہی نہیں رہی تھی مسٹر پنشن کہ کل ہم ایک پارٹی میں شریک ہو رہے

ہیں اور ہمیں بھی اس کے کارڈ موصول ہوئے ہیں۔“

”ہاں..... واقعی بشرطیکہ مسٹر پنشن کے لئے کل تک انتظار ممکن ہو سکے۔“

”نہیں ایسا کوئی اہم مسئلہ نہیں ہے، میں انتظار کر لوں گا۔“ میں نے جواب دیا اور بات

ختم ہو گئی، پھر میں ان لوگوں سے اجازت لے کر اسی طریقہ کار کے مطابق باہر نکل گیا تھا۔

گیراج سے کار لی بڑی قیمتی اور اعلیٰ درجے کی کار تھی، پھر میں کار میں بیٹھ کر آگے بڑھ گیا۔

ست رفتاری سے کار ڈرائیو کرتے ہوئے میں سوچ رہا تھا کہ اب اس کام کا آغاز تقریباً ہو ہی

گیا ہے اور پہلے میں تھوڑی سی شہر گردی کر لوں بعد میں اپنے مقصد کی تکمیل کے لئے کل سے

شروع ہو جاؤں گا..... بلی گون اور ڈین رشمر کے بارے میں جو تفصیلات مجھے معلوم ہوئی تھیں

وہ بڑی کارآمد تھیں..... ڈین رشمر ہمارے کام کا آغاز بن سکتا ہے اور اگر وہ میرے ہاتھ لگ

جائے تو اس سے مجھے انٹینی بی سی گروپ کے بارے میں خاصی تفصیلات حاصل ہو سکتی ہیں،

بہر حال اب سمندر میں موتی تلاش کرنا تھا اور اس کے لئے تنگ و دو تو کرنی ہی ہوتی تھی،

دوسرے دن ساڑھے پانچ بجے مکمل لائحہ عمل کے ساتھ ہم لوگ نکل کھڑے ہوئے اور کوئی

طریقہ کار نہیں تھا، اس پارٹی میں شامل ہونے کے لئے سوائے اس کے کہ میں انہی لوگوں کے ساتھ مہمان کی حیثیت سے اس پارٹی میں جاؤں اور وہاں پہنچ کر علیحدگی اختیار کر لوں، لی تھل اور سورا نے مجھے ایسی پارٹیوں کے بارے میں تفصیلات بتائی تھیں..... یہ پارٹی ایک بہت شاندار اور وسیع و عریض عمارت میں تھی، مہمانوں کو کارڈ دکھا کر اندر جانا پڑ رہا تھا لیکن وہ لوگ اتنے بد اخلاق بھی نہیں تھے کہ دو صنعت کار بہنوں کے ہمراہ اگر کوئی ایک شخص داخل ہو تو اس کے بارے میں باز پرس کریں یا اس کا راستہ روکیں، مجھے بہت سے لوگ نظر آئے تھے اور پارٹی کی وہی کیفیت تھی جو ایک دولت مند اور مقامی رئیس کے یہاں ہو سکتی ہے، اندر داخل ہوتے ہی میں نے سورا اور لی تھل سے علیحدگی اختیار کر لی تھی، ہمارے درمیان طریقہ کار طے ہو گیا تھا کہ ہمیں کس طرح ایک دوسرے سے اجنبی رہ کر اپنا کام کرنا ہے، چنانچہ میں دوسرے لوگوں کے درمیان بھٹکتا رہا..... یہ بھی ایک دلچسپ اتفاق تھا یا پھر کہا جاسکتا ہے کہ یہاں جو لوگ شریک تھے وہ اپنی ذات میں مگن لوگ تھے اور کسی کو کسی سے اتنی دلچسپی نہیں ہو سکتی تھی کہ وہ زبردستی اس سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرے۔ البتہ میں نے اپنا انداز ایسا ہی برقرار رکھا تھا کہ میں ان کے درمیان اجنبی نہ محسوس ہوں، پھر سورا نے میری جانب دیکھا..... ان لوگوں سے زیادہ فاصلہ اختیار نہیں کیا تھا میں نے۔ میں نے سورا کی نگاہوں کے تعاقب میں مسٹر بلی گون کو دیکھا..... گرے کلر کے سوٹ میں ملبوس صحیحے سردالا ایک ایسا ہی آدمی تھا جسے بے پناہ دولت کا مالک سمجھا جاسکے..... یہ بلی گون ہی تھا، کیونکہ بعد میں لی تھل نے میرے کان میں سرگوشی کر دی تھی اور میں نے کہا تھا کہ گرے سوٹ والے کو میں اچھی طرح دیکھ چکا ہوں..... میں نے اس دن مسٹر بلی گون سے علیحدگی ہی اختیار کئے رکھی اور یہ بات صرف شناسائی تک ہی رہی..... بعد میں ہم لوگ ایک ہی کار میں واپس آئے تھے..... میں اب پوری طرح اس طرف متوجہ ہو چکا تھا..... سورا نے کہا۔

”میں نے ایک اور جانب اشارہ کرنا چاہا تھا لیکن اس خیال سے خاموش رہ گئی تھی کہ کہیں تم میرے اشارے سے غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جاؤ..... مسٹر بلی گون کی تقریب میں تم نے ایک ایسے آدمی کو ضرور دیکھا ہوگا جو چوڑے شانوں کا مالک اور دراز قد آدمی تھا، اس کے چہرے پر کہیں شرافت کا کوئی نشان نہیں تھا۔“

”افسوس میں نے غور نہیں کیا..... ایسے تو وہاں بہت سے لوگ تھے مگر وہ کون تھا؟“

”انڈر ورلڈ کا بے تاج بادشاہ جس کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ کنگ ہارڈوور حقیقت بادشاہ ہے اور تقدیر گر بھی۔ یقیناً مسٹر ایری نیوٹن کے ہاں جو پارٹی ہوئی تھی اس میں کنگ ہارڈو کی شرکت اس بات کی مظہر تھی کہ ایری نیوٹن کا تعلق کنگ ہارڈو سے ہے اور لوگ ایسا کرتے ہیں اپنی پارٹیوں میں ایسے افراد کو مدعو کیا جاتا ہے جو کسی بھی شکل میں بہت بڑی حیثیت کے مالک ہوں، اب یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ کنگ ہارڈو سے ایری نیوٹن کے کیا تعلقات ہیں، لیکن دیکھنے والوں نے دیکھ لیا ہوگا اور اس طرح کنگ ہارڈو بہت سی سازشوں سے محفوظ ہو گیا ہے۔“

”واہ اچھا طریقہ کار ہے۔“ میں نے دلچسپی لیتے ہوئے کہا۔

”ہاں یہ جتنے بڑے بڑے لوگ ہیں، یہ اس قسم کے اقدامات ضرور کرتے ہیں۔“

”تو یہ کنگ ہارڈو کہاں پایا جاتا ہے؟“

”نہیں معلوم..... بس چند ہی لوگ اس کے بارے میں جانتے ہیں؟“

”تو اس کا مطلب ہے کہ ایری نیوٹن؟“

”وہ بھی بہت بڑی شخصیت کا مالک ہے اور ایک بات میں تمہیں بتاؤں؟“ لی تھل کہنے لگی۔

”ضرور۔“

”ہمارا دوسرا ٹارگٹ نیوٹن ہی ہے۔“

”ادہ ویری گڈ۔“ میں نے دلچسپی سے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہم ایسے کسی پوائنٹ پر کام کر رہے ہیں جس سے ایری نیوٹن سے ہماری محبت ہو جائے۔“ سورا نے کہا اور ہنس پڑی۔

بہر حال اب کام کے دوسرے مرحلے کا آغاز ہونا تھا یعنی ”ٹریڈنگ گون سے ملاقات اور اس کے لئے میں نے ایک ایسے عمل تیار کر لیا۔“

میں نے بہت ہی مدہم لہجے میں کہا۔

”مطلب؟“

”مطلب یہ کہ آپ بھی ذہنی خلفشار کا شکار ہیں اور ہم لوگ بھی کام میں جلدی چاہتے

ہیں۔“

”تم جو کچھ کہہ رہے ہو، میری سمجھ میں اس کا ایک لفظ بھی نہیں آیا۔“

”آپ سے رابطہ قائم کیا جا چکا ہے..... مسٹر بلی گون اور ہم نے وقت بھی مقرر کر دیا

تھا، لیکن ابھی تک آپ کی طرف سے کوئی پذیرائی نہیں ہوئی؟“

”صرف یہ کہ آپ پچیس کروڑ ڈالر کی ادائیگی کر رہے ہیں یا پھر ہم اپنے کام کا آغاز

کروں؟“

بلی گون کے دونوں ہاتھ میز کی سطح پر آگئے..... پھولے پھولے گول ہاتھ کپکانے

والے انداز میں میز پر ریگ رہے تھے اور وہ میز پر جھک آیا تھا، اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا، پھر

اس نے کرسی کی پشت سے نکتے ہوئے کہا۔

”گویا تم..... گویا تم..... وہ بلیک میل؟“

”نہیں مسٹر بلی گون بہت گھٹیا لفظ ہے یہ، خبردار اس سلسلے میں احتیاط رکھئے گا اور مجھے

اس نام سے مخاطب نہ کیجئے گا۔“

”تمہارا دماغ خراب معلوم ہوتا ہے..... بھلا پچیس کروڑ ڈالر کی ادائیگی کس طرح ممکن

ہے؟“

”سوچ لیجئے مسٹر بلی گون! عزت، زندگی اور بڑی بڑی صنعتیں داؤ پر لگانا اتنا آسان

نہیں ہوتا۔“

”تم بہت دیدہ دلیر معلوم ہوتے ہو، جو اس طرح یہاں آگئے، کیا تم سمجھتے ہو کہ تم

یہاں سے نکل کر جاسکو گے؟“

”جواب میں، میں نہیں پڑا..... میں نے کہا۔“

”مسٹر بلی گون! جن لوگوں نے مجھے یہاں تک یعنی آپ تک بھیجا ہے کیا آپ انہیں

بے وقوف سمجھتے ہیں؟“

”تفصیل بتاؤ؟“

مسٹر بلی گون کی سیکرٹری سے وقت لینا پڑا تھا اور یہ کام میں نے بذات خود کیا تھا اور

اپنا نام ایڈورڈ کین بتایا تھا، پھر جب وقت مقررہ پر میں ایک خوب صورت سوٹ میں ملبوس مسٹر

بلی گون کے شاندار آفس میں داخل ہوا تو میں نے مسٹر بلی گون کو بری طرح چوکتے ہوئے

دیکھا، پتا نہیں اس شخص کو میرے چہرے میں ایسی کون سی بات نظر آئی تھی جس سے وہ چونکا تھا،

لیکن اگر میری آنکھیں انسان کا صحیح طور پر جائزہ لینے کے قابل تھیں تو مجھے اس بات کا پورا پورا

یقین ہو گیا تھا کہ مسٹر بلی گون مجھے دیکھ کر چونکے ضرور ہیں۔ تاہم اس کی کوئی وجہ میری سمجھ میں

نہیں آسکی تھی، پھر اس کی سرد آواز ابھری۔

”آئیے مسٹر ایڈورڈ کین، آپ کی آمد میرے لئے حیران کن ہے، کیوں کہ یہ نام

میرے لئے قطعی اجنبی ہے..... برائے کرم تشریف رکھئے۔“

”شکریہ مسٹر بلی گون! یقیناً میں زندگی میں پہلی مرتبہ آپ سے ملاقات کر رہا ہوں اور

اس ملاقات کی کچھ خاص گہرائیاں ہیں، جیسا کہ آپ کی سیکرٹری نے آپ کو بتایا ہوگا۔“

”اصل میں میرا ایک طریقہ کار، ایک نظریہ ہے اور وہ نظریہ یہ ہے کہ ہر اس شخص سے

ملاقات کی جائے جو تم سے ملنا چاہے۔ یہ سوچ کر کسی کو نظر انداز کر دینا مناسب نہیں ہے کہ اس

سے کوئی خاص تعلق یا شناسائی نہیں ہے..... بعض اوقات بعض ایسے لوگوں سے بڑے بڑے

کام بھی ہو جاتے ہیں..... یہ طریقہ کار ہے میرا جبکہ میرے دوست اور قریبی لوگ اس بات پر

اعتراض بھی کرتے ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ اس طرح ہر ایرے غیرے سے ملاقات نہیں کرنی

چاہئے۔“

آپ کے نظریات ہیں مسٹر بلی گون اور ظاہر ہے ایک طویل تجربہ بھی ہوگا، آپ کے

ساتھ میں بھلا اس میں کیا کچھ سکتا ہوں؟“

”نہیں میں نے یہ بات تمہیں صرف ایسے ہی بتادی..... ویسے کیا میں تمہاری آمد کا

مقصد جان سکتا ہوں؟“

”ہاں مسٹر بلی گون..... کافی دن ہو گئے آپ سے رابطہ قائم کئے ہوئے، لیکن آپ نے

ابھی مکمل طور پر جواب نہیں دیا اور میرا خیال ہے اس سے زیادہ وقت آپ کو نہیں دیا جاسکتا۔“

”اچھا اب تم یوں کرو کہ چلے جاؤ، بعد میں مجھ سے رابطہ قائم کرنا، فی الوقت میں کچھ نہیں کہہ سکتا، یا پھر تم ان لوگوں سے کہہ دینا کہ مجھ سے دوسری بار ملاقات کریں۔“

”وقت مسٹر بلی گون وقت۔“

”کم از کم دس دن۔“

”زیادہ ہیں۔“

”نہیں یہ سودے بازی مت کرو، اگر یہ سودے بازی کرنی ہے تو تم ان لوگوں سے کہو کہ مجھ سے رابطہ قائم کریں۔“

”او کے مسٹر بلی گون اٹھیک ہے لیکن شاید دس دن آپ کو نہ دیئے جاسکیں اور آپ کے اس رویے کے بارے میں بھی میں تفصیلات بتا دوں گا۔“

”تم جاسکتے ہو۔“ بلی گون نے سرد لہجے میں کہا۔ میں نے فوراً ہی یہ ترکیب سوچی تھی اور میرے خیال میں اس سے بہترین ترکیب اور کوئی نہیں ہو سکتی تھی، لیکن اس کے باوجود میں

یہ جاننا چاہتا تھا کہ بلی گون مجھے دیکھ کر چونکا کیوں ہے۔ چنانچہ میں آفس کے دروازے سے باہر نکلا تھا اور اس طرح ایک جانب چل پڑا تھا کہ دوسرے لوگوں کی نگاہیں میرا تعاقب نہ

کر سکیں۔۔۔۔۔ پھر جونہی ایک سنسان گوشہ مجھے نظر آیا۔ میں نے فوراً ہی اپنا روپ بدل لیا اور اس کے بعد برقی رفتاری سے دوڑتا ہوا مسٹر بلی گون کے آفس میں جا گھسا۔ میں انہیں اس بات کا

موقع نہیں دینا چاہتا تھا کہ جو عمل وہ کریں، وہ میرے علم میں نہ آسکے اور بعد میں باہر جا کر ناریدہ حالت میں واپس آنے کا یہ وقفہ چند سیکنڈ سے زیادہ کا نہیں تھا۔“

مسٹر بلی گون شدید ہيجان میں مبتلا تھے اور کہہ رہے تھے۔

”ہاں ابھی وہ میرے آفس سے نکلا ہے اور ایڈورڈ کین کے نام سے وہ مجھ سے ملنے آیا تھا۔ فوری طور پر اس کا تعاقب کرو اور بڑی ہوشیاری کے ساتھ اس پر مسلط رہو، خبردار وہ

تمہاری آنکھوں سے اوجھل نہ ہونے پائے۔ بہت اہم شخصیت کا مالک ہے، ہاں۔۔۔۔۔ بس اب جاتوں میں وقت ضائع مت کرو۔ ابھی کوئی پچیس تیس سیکنڈ پہلے میرے آفس سے باہر نکلا ہے،

زنیادہ دُور نہیں گیا ہوگا۔“ پھر اس نے انٹر کام شیخ دیا۔ میں خاموشی سے اس سے کچھ فاصلے پر کھڑا ہوا، مسکراتی نگاہوں سے اس کی ہيجانی کیفیت کو دیکھ رہا تھا، پھر اس نے اپنی میز کی ایک

چوکی دراز کھولی، اس کے نچلے خانے میں ہاتھ ڈالا اور سیاہ رنگ کا ایک چوکور باکس نکال لیا۔

”تفصیل یہ ہے کہ میں بہت معمولی سی رقم پر ایک پیغام لے کر آپ کے پاس آیا ہوں اور یہ رقم میرے بینک اکاؤنٹ میں جمع ہو چکی ہے۔“

”میں نہیں سمجھا۔“

”جن لوگوں نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے، انہوں نے مجھ سے صرف اتنا ہی کام لیا ہے اور اس کے عوض مجھے دو ہزار ڈالر دیئے گئے ہیں، اگر آپ چاہیں تو مجھے قتل کر دیں، گرفتار

کر دیں یا کچھ بھی کر دیں۔۔۔۔۔ میرے خلاف لیکن اس سے اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ کو کوئی خاص فائدہ ہوگا تو اس بات کو ذہن سے نکال دیں کیونکہ میری قیمت صرف دو ہزار ڈالر ہے اور

مجھے جو کچھ بتایا گیا ہے بس وہی میں آپ کے سامنے دہرا رہا ہوں۔۔۔۔۔ اس کا پس منظر کیا ہے یہ بات میں نہیں جانتا۔“

بلی گون پھٹی پھٹی نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا، چند لمحات اسی عالم میں گزر گئے، پھر وہ ایک ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

”نہیں، نہ ہی میں تمہیں گرفتار کرانا چاہتا ہوں اور نہ ہی قتل کرانا چاہتا ہوں۔۔۔۔۔ جو کچھ میں نے سنایا تم نے کہا، اگر وہ سچ بھی ہے تو بہر حال یہ ایک الگ بات ہے اور تم ان لوگوں

سے یہ بات کہہ دو کہ پچیس کروڑ ڈالر میرے لئے ممکن نہیں ہیں۔۔۔۔۔ میں نے اس سلسلے میں بہت غور کیا ہے، بہت سوچا سمجھا ہے۔“

”تو پھر آپ کیا ادائیگی کر سکتے ہیں؟“

”کیا اس بارے میں بھی تم سے کہا گیا ہے؟“

”ہاں۔۔۔۔۔ مجھے آپ سے تمام معلومات حاصل کرنی ہیں۔“

میں نے کہا۔

”ہوں۔۔۔۔۔ اس بارے میں سوچنا پڑے گا۔“

”گڈ۔۔۔۔۔ کیا اس کے لئے آپ کوئی وقت مقرر کرنا چاہتے ہیں یا پھر نالنے والی بات

کر رہے ہیں؟“

”تم کہتے ہو کہ تم صرف ایک ہرکارے ہو۔“

”آپ تسلیم نہ کریں اور عمل کر کے دیکھ لیں۔“ میں نے کہا اور بلی گون جھلا گیا، پھر

لہجے میں بولا۔

نے اپنی اس چوڑی سی میز کے ایک حصے سے ایک تصویر نکالی اور اس کا جائزہ لینے لگے۔ میں نے سوچا کہ اُنھوں اور اس تصویر کو دیکھنے کی کوشش کروں، لیکن یہ خطرہ میں نے مول نہیں لیا۔ مسٹر بلی گون اپنی پیشانی اور آنکھوں سے بہت چالاک آدمی معلوم ہوتے تھے، اگر انہیں (ڈرا بھی شبہ ہو گیا کہ یہاں ان کے علاوہ کوئی اور بھی موجود ہے تو شاید وہ یہ نہیں سوچیں گے کہ انہیں یہ شبہ کیوں ہوا ہے، بلکہ اس شبہ کو یقین کی جگہ دے دیں گے۔ بہر حال اتنی جلد بازی مناسب نہیں ہے، بعد میں دیکھ لوں گا کہ کیا صورت حال ہوتی ہے۔

پھر دروازے پر آٹھٹیں ہوئیں اور بگڑی ہوئی شکل کا ایک دراز قد آدمی اندر داخل ہو گیا، اس نے اندر قدم رکھا ہی تھا کہ مسٹر بلی گون نے کہا۔
”دروازہ اندر سے بولٹ کر دو لارڈ۔“

اجنبی شخص نے دروازہ اندر سے بند کیا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا مسٹر بلی گون کے پاس پہنچ گیا، پھر وہ بے تکلفی سے کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا تھا۔ اس نے بلی گون کو دیکھتے ہوئے

”خیریت مسٹر بلی گون! کچھ زیادہ ہی متاثر نظر آ رہے ہیں آپ؟“
”ہاں لارڈ میں بہت پریشان ہوں، بہت زیادہ پریشان ہوں۔۔۔۔۔ پچھلے کچھ عرصے سے جو کچھ ہو رہا ہے، وہ میری سمجھ میں بالکل نہیں آ رہا؟“

”افسوس مسٹر بلی گون! پچھلے کچھ عرصے سے آپ نے مجھے تو اپنی فہرست سے نکال ہی دیا ہے اور میں یہ محسوس کر رہا ہوں کہ آپ نے شاید مجھ پر اعتبار کرنا چھوڑ دیا ہے اور اس کی وجہ بھی میں اچھی طرح جانتا ہوں اور شاید اس کو دہرائنا میرے لئے مناسب نہیں ہوگا، کیونکہ میں جینا بھی چاہتا ہوں۔“

”اوہ اگر تم بگ باس کی بات کرتے ہو تو وہ بے شک میری پشت پر ہاتھ رکھے ہوئے ہیں، لیکن جو حالات ہیں لارڈ اس میں تو شاید میں خود پر بھی بھروسہ نہ کر سکوں۔۔۔۔۔ میں نے اپنے آپ کو ایک طریقہ کار رکھا اور کوشش کی کہ جو کچھ بھی کروں اپنے ہی بل بوتے پر کروں، لیکن پچھلے کچھ عرصے سے مجھ پر جو ذمے داریاں مسلط ہو گئی ہیں۔ میں خود ان سے پریشان ہوں۔“

”خیر یہ آپ کے اپنے معاملات ہیں مسٹر بلی گون! لارڈ آج بھی آپ کی خدمت کے لئے اسی طرح حاضر ہے جس طرح پہلے۔“

ایک نگاہ دیکھنے سے ہی اندازہ ہو جاتا تھا کہ وہ ٹرانسمیٹر ہے۔۔۔۔۔ اس نے باکس کا ایریل اُٹھایا کیا اور پھر اس کے اوپر بنے ہوئے ڈائل کے کچھ ہندسے دبائے لگا اور انتظار کرنے لگا۔
باکس سے مدہم سی آواز ابھری تھی جو بہر حال اس پر سکوت ماحول میں صاف سنائی دے رہی تھی۔

”ہاں مسٹر بلی گون خیریت۔۔۔۔۔ کیا بات ہے؟“

”خیریت نہیں ہے لارڈ۔“

”کیوں کیا بات ہے؟“

”ایک بہت ہی اہم مسئلہ درپیش ہے، تم مجھ سے یہاں آفس میں ملاقات کر سکتے ہو یا

میں تمہارے پاس پہنچوں؟“

”آپ جیسا کہیں مسٹر بلی گون! اگر اتنا ہی اہم مسئلہ ہے تو میں آپ کے پاس آپ

کے دفتر بھی آ سکتا ہوں، مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔“

”آجاؤ۔۔۔۔۔ میں اعصابی کشیدگی کا شکار ہوں۔“

”اوکے۔۔۔۔۔ میں پہنچ رہا ہوں۔“ دوسری طرف سے جواب ملا اور مسٹر بلی گون نے

آنکھیں بھیچ کر زور سے سر کو جھٹکا پھر ٹرانسمیٹر کے بٹن آف کئے۔ ایریل واپس اس میں داخل

کیا اور اسے اسی طرح میز کی چٹکی دراز میں رکھ دیا۔

میں نے اپنے بیٹھنے کے لئے کوئی مناسب جگہ تلاش کی کیونکہ مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ

اب یہاں زیادہ انتظار کرنا پڑے گا۔

ایک خوبصورت سا سائڈ ریک رکھا ہوا تھا جس پر ایسی کوئی چیز نہیں تھی، جو مجھے بیٹھنے

میں بڑبڑ کر سکتی، مسٹر بلی گون سے کوئی چار گز کا فاصلہ تھا اور یہ فاصلہ مناسب تھا، کیونکہ

میری سانسوں کی بازگشت وہ اتنے فاصلے سے نہیں سن سکتے تھے، پھر مجھے تقریباً بیس منٹ تک

انتظار کرنا پڑا، مسٹر بلی گون نے اس دوران انٹرکام پر صرف ایک جملہ کہا تھا۔

”لارڈ میرے پاس آ رہا ہے، اسے بھیج دینا اور اس دوران یعنی اب سے لے کر اس

وقت تک جب تک لارڈ میرے پاس سے آکر واپس نہ چلا جائے، نہ میں کوئی ٹیلی فون مننا

چاہتا ہوں اور نہ کسی سے ملاقات کرنا۔ اس کے بعد مسٹر بلی گون پرسکون ہو گئے تھے، لیکن اسی

دوران میں نے ان کی ایک اور حرکت دیکھی جو میرے لئے کچھ تشویش ناک سی تھی۔۔۔۔۔ انہوں

”لارڈ یہی وجہ ہے کہ میں نے کسی اور سے رابطہ قائم کرنے کے بجائے تمہیں تکلیف دی ہے۔“

”ہاں خاصے دنوں کے بعد جب میں نے آپ کے دیئے ہوئے ٹرانسمیٹر سیٹ پر آپ کی آواز سنی تو مجھے بھی حیرت ہوئی اور میں نے حیرانی سے یہ سوچا کہ میں مسٹر بلی گون کو کیسے یاد آگیا۔“ لارڈ نے کہا۔

”بہتر ہے کہ میری ذہنی الجھنوں میں اضافہ نہ کرو، میں تمہیں کچھ بتانا چاہتا ہوں اور یہ ذمے داری تمہارے سپرد کرنا چاہتا ہوں۔۔۔۔۔ بات صرف یہ ہے کہ بہت بڑے بڑے لوگ بہت بڑے بڑے کام کرتے ہیں۔۔۔۔۔ میں تو صرف ایسے چھوٹے کاموں کا قائل ہوں جو میری دسترس میں ہوں۔“

”اور چھوٹے کاموں کے لئے ہم جیسے چھوٹے لوگ ہی مناسب ہوا کرتے ہیں، مسٹر بلی گون۔“

”میں محسوس کر رہا ہوں کہ تم مجھ پر مسلسل طنز کر رہے ہو۔۔۔۔۔ کیا میں اپنا ارادہ ملتوی کر دوں؟“

”اگر آپ نے میری اس شکایت کو طنز سمجھا ہے تو معافی مانگنے کے علاوہ میرے پاس اور کوئی چارہ کار نہیں ہے۔۔۔۔۔ بات بتائیے بات کیا ہے؟“

”یہ سب کچھ تو تم جانتے ہو، کیونکہ بہر حال تم میرے دست راست رہے ہو کہ میں جو کچھ کر رہا تھا اس میں حکومتی پالیسیوں کی وجہ سے ناکامی کا سامنا کرنا پڑا ہے۔۔۔۔۔ بد قسمتی یہ تھی کہ جو کچھ کر رہا تھا اس میں ایک بہت بڑی شخصیت کو میں نے شریک کر لیا۔“

”مسٹر ڈین رشمر۔“ لارڈ نے مسکراتے ہوئے کہا اور بلی گون عجیب سی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا، پھر بولا۔

”ہاں میں جانتا ہوں کہ تم حقیقت حال سے بے خبر نہیں رہ سکتے، بات یہی ہے لیکن شاید تم اس بات پر بھی بھروسہ کر لو کہ مسٹر ڈین رشمر کی ان معاملات میں شمولیت میرے لئے ناگزیر تھی۔“

”میں تسلیم کرتا ہوں۔“

”وہ کام نہیں ہو سکا اور خود مسٹر ڈین رشمر بھی میری اس سلسلے میں کوئی بہتر معاونت نہیں

کر پائے، سوائے مجھے قانونی تحفظ دینے کے لیکن میں جانتا ہوں کہ ایسے معاملات کس قدر خوفناک ہوتے ہیں، میرا ربوں روپے کا سرمایہ پھنس گیا ہے اور میں اتنی بڑی رقم پھنس جانے کی سخت دلبرداشتہ ہوں۔۔۔۔۔ بات یہیں تک محدود نہیں تھی، کسی کم بخت کو اس کا علم ہو گیا ہے اور ان نے مجھے بلیک میل کرنا شروع کر دیا ہے۔“

”گڈ لارڈ۔۔۔۔۔ کیا واقعی؟“ لارڈ نے حیرانی سے کہا۔

”ہاں۔۔۔۔۔ پچیس کروڑ ڈالر مانگے گئے ہیں مجھ سے اور کہا گیا ہے کہ اگر ان کی ادائیگی نہ ہوئی تو مجھے مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔۔۔۔۔ ایک بہت ہی پراسرار گروہ اس کے پس پشت

لارڈ حیرانی سے آنکھیں پھاڑنے لگا، پھر اس نے کہا۔

”پچیس کروڑ ڈالر۔“

”ہاں۔“

”اس کا مقصد ہے کہ بلیک میلر کا اسٹینڈرڈ بہت اونچا ہے۔“ لارڈ نے اپنے مخصوص انداز میں کہا اور بلی گون اسے خوشگلیں نگاہوں سے دیکھنے لگا، پھر اس نے کہا۔

”خیر وہ مسئلہ چل رہا تھا اور مسٹر رشمر نے کہا تھا کہ اس سلسلے میں وہ براہ راست مداخلت کریں گے اور صورت حال کا جائزہ لیں گے۔“

”ہوں پھر؟“

”لیکن ابھی تک وہ بھی کچھ نہیں کر سکے، سوائے ایسے اقدامات کے جو وہ کر سکتے تھے لیکن میں ان سے قطعی غیر مطمئن ہوں۔“

”مثلاً؟“

”نہیں لارڈ ابھی اس کے بارے میں نہیں بتاؤں گا، میں تو تمہیں وہ تازہ واقعہ بتانا چاہتا ہوں جو میرے لئے مشکل کا باعث بن گیا ہے۔“

”چلئے وہی بتائیے مسٹر بلی گون؟“

”تم نے ٹیلی ویژن پر نشر ہونے والی اس خبر کو یقینی طور پر سنا ہوگا، جس میں ایک شخص کے اس ملک میں داخلے کی تفصیل تھی اور پھر عجیب و غریب انداز میں اس کے فرار ہو جانے

کے واقعات تھے۔“

”پشکن۔“ لارڈ نے مسکراتی نگاہوں سے بلی گون کو دیکھتے ہوئے کہا۔
 ”ہاں لیکن مسٹر ڈین رٹمیر نے جو انکشاف کیا وہ انتہائی سنسنی خیز تھا۔“
 ”کیا مطلب؟“

”پشکن درحقیقت پشکن نہیں ہے بلکہ انتہائی خوفناک شخصیت کا مالک دانش منصور نامی آدمی ہے۔“

میں اپنی جگہ سے اُچھل پڑا، یہ بڑے دلچسپ انکشافات ہو رہے تھے اور یہ میرے دل میں موجود تھا کہ دانش منصور کی حیثیت سے مجھے پہچان لیا جائے گا اور پھر ایک دلچسپ کہانی کا آغاز ہو جائے گا، کیونکہ دانش منصور وہ شخصیت تھی جو نہ صرف بیرونی دنیا کو بلکہ خود اپنے وطن کو بھی مطلوب تھی۔ میری آنکھیں اور کان ان لوگوں کی گفتگو پر لگے ہوئے تھے۔
 ”یہ دانش منصور کون شخص ہے؟ میں نے کبھی اس کا نام نہیں سنا؟“

”اس کے بارے میں تمہیں کچھ بتانا بے سود ہے، روز آرگنائزیشن کا نام سنا ہے؟“

”نہ صرف سنا ہے بلکہ یہ بھی جانتا ہوں کہ آپ اس کے سرگرم کارکن ہیں۔“
 ”بالکل..... یہ سمجھ لو کہ روز آرگنائزیشن سے دانش منصور کی زبردست جنگ چلتی رہی ہے اور یہ بات کہنے میں کم از کم میں غار محسوس نہیں کر سکتا کہ دانش منصور نے روز آرگنائزیشن اور ڈان سینٹر کو ناکوں چنے چبوا دیئے ہیں، ان دونوں اداروں کی تمام تر قوت اسے زیر کرنے میں ناکام رہی ہے۔“

”خیر بہت ساری باتیں ہم جیسے لوگوں کے علم میں نہیں ہوتیں۔“
 ”یہ تو بہت بڑی بات ہے اور اس سلسلے میں نہ جانے کیا کیا اقدامات کئے جا چکے ہیں تو میں تم سے جو بات کہنا چاہتا تھا..... وہ یہ تھی کہ ابھی تھوڑی دیر قبل دانش منصور میرے پاس آیا تھا۔“

”کیا؟“ لارڈ نے دونوں ہاتھ میز پر رکھ کر آگے جھکتے ہوئے کہا۔
 ”ہاں اور یقین کر دو میرے اعصاب کشیدہ ہو گئے ہیں۔“
 ”وہ آپ کے پاس آیا تھا؟“
 ”بتا چکا ہوں کہ پشکن کو ڈین رٹمیر نے شناخت کر لیا تھا اور اگر تم نے اس کے بارے

میں ٹیلی ویژن اور اخبارات کی خبریں پڑھی ہیں تو تمہیں اندازہ ہو گیا ہوگا کہ وہ خاموشی سے جیسا داخل ہونے کے بجائے علی الاعلان یہاں پہنچا ہے۔“

”گنڈ..... دلچسپ اور سنسنی خیز واقعات ہیں۔“ لارڈ نے پوری دلچسپی لیتے ہوئے کہا۔
 ”دلچسپ نہیں خوفناک کہو..... انتہائی خوفناک۔ کیونکہ دانش منصور نے پشکن کی حیثیت سے اپنے آپ کو متعارف نہیں کرایا بلکہ اپنا نام ایڈورڈ کین بتایا تھا..... میرے پاس آنے کے بعد اس نے اسی موضوع پر بات کی۔“

”کس موضوع پر؟“ لارڈ نے دلچسپی سے پوچھا۔
 ”آہ..... وہی سب کچھ جو میرے لئے وبال جان بن گیا ہے۔“ بلی گون نڈھال لہجے میں بولا اور لارڈ پھر چونک پڑا۔

”آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ بلیک میلنگ کے سلسلے میں؟“
 ”ہاں۔“

”نہیں..... یہ کیسے ہو سکتا ہے، اب میں اتنا غیر حاضر بھی نہیں ہوں کہ پیریڈ کا تعین نہ کر سکوں..... جیسا آپ نے کہا۔ بلیک میلنگ کا سلسلہ کیا اس کی آمد کے بعد شروع ہوا۔“
 ”نہیں۔“

”گویا اس سے قبل؟“
 ”ہاں..... دونوں واقعات میں خاصا فاصلہ ہے..... اس کے علاوہ مجھے اس سلسلے میں اب تک جو آوازیں سنائی دی ہیں وہ نسوانی تھیں۔“

”بہت فنٹائسٹک واقعات ہیں، عقل کو چکرا دینے والے۔ کیا دانش منصور کا کوئی گروہ ہے؟“

”میں نہیں جانتا۔“
 ”یہی کہا جاسکتا ہے۔“ لارڈ پر خیال انداز میں بولا۔

”آہ..... تم نہیں جانتے لارڈ..... تم کچھ بھی نہیں جانتے..... حکومت اسرائیل کے پاس دانش شخص کا بلیک فائل کھلا ہوا ہے، جس میں درج ہے کہ اپنا سب سے بڑا مفاد چھوڑا اور یہ شخص دلاؤ پر آجائے تو اسے ہلاک کر دو..... اس نے اسرائیل کو ناقابل یقین نقصانات پہنچائے ہیں اور..... اور۔“

”جی مسٹر، مسٹر بلی گون..... رکئے نہیں۔“
 ”ہو سکتا ہے میرے دماغ کی رگیں پھٹ جائیں..... آہ میرے سینے میں درد ہونے لگا ہے۔“ بلی گون نے سینہ مسلتے ہوئے کہا۔

”آپ حوصلہ رکھیں..... میرے خیال میں پچیس کروڑ ڈالر کی جگہ آپ کو صرف دو کروڑ ڈالر خرچ کرنے پڑیں گے اور آپ کا کام ہو جائے گا۔“ لارڈ نے مکاری سے کہا۔

”اگر یہ کام ہو جائے تو میں بخوشی تمہیں دو کروڑ ڈالر ادا کر دوں گا۔“ بلی گون نے کہا۔
 ”سر آپ بالکل فکر نہ کریں..... میں پورے ملک میں اس کی تلاش اور خاتمے کا جال بچھا دوں گا..... براہ کرم مجھے اس کے بارے میں کچھ اور تفصیلات بتائیں۔“

”اس نے اپنی ذہانت آمیز چالوں سے ہیوی واٹر کا پورا جہاز غائب کر دیا..... سپین سے اسلحے کے جہاز غائب کر کے کئی ملکوں سے اسرائیل کے تعلقات خراب کر دیئے..... زیادہ تر اپنے وطن کے مفادات کے لئے کام کرتا ہے۔ اس تمام صورت حال نے میرے ذہن میں بے شمار الجھنیں اور خدشات پیدا کر دیئے ہیں۔“

”مثلاً؟“

”تم غور کرو..... ایسا شخص مجھے بلیک میل کرنے کے بجائے وہ اسلحہ ہی اڑانے کی کوشش کرے گا، تاکہ اسے اپنے ملک پہنچا دے، آہ کہیں وہ کوئی لمبی سازش نہ کر رہا ہو، لیکن ٹھہرو..... ایک وجہ سمجھ میں آتی ہے۔“
 ”کیا؟“

”اس کے اپنے ملک سے تعلقات بہتر نہیں ہیں اور وہ ان دنوں ملک بدر ہے۔“

”خود اپنے ملک سے اس کے تعلقات بہتر نہیں ہیں؟“

”اس سلسلے میں ڈان سینٹر اور روز آرگنائزیشن نے اربوں ڈالر خرچ کر کے یہ کام کر دیا ہے۔“

”تب آپ کی یہ الجھن دور ہو جانی چاہئے۔“

”ایں ہاں شاید لیکن اگر وہ مجھے بلیک میل کرنا چاہتا ہے تو پھر شاید..... شاید میری کسا طرح گلو خلاصی نہ ہو سکے، جبکہ اس سے قبل میں نے اس مسئلے کو اس قدر اہمیت نہیں دی تھی۔“

”ہرگز نہیں مسٹر بلی گون، جو رقم آپ مجھے دیں گے..... اسے میں پورے ملک میں

بھیلا دوں گا، پھر آپ دیکھئے اسے ہر حالت میں زندہ آپ کے سامنے پیش کیا جائے گا، مگر حیرت ہے ایک ایسی شخصیت کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم..... اس بات پر بھی حیرت ہے کہ آپ نے اس بارے میں اپنے وسائل سے کام نہیں لیا۔“

”تم احمق ہو..... کیا میں تمہیں بتا نہیں چکا کہ مجھ پر یہ انکشاف ابھی ہوا ہے۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس مسئلے سے اس کا تعلق ہوگا۔“

”ہاں یقیناً لیکن یہ انکشاف آپ پر کیسے ہوا؟“

”یہ تصویر دیکھو۔“ بلی گون نے وہی تصویر نکال کر اس کے سامنے کر دی جسے میں نہیں دیکھ سکتا تھا، لیکن جس کے بارے میں مجھے اندازہ تھا کہ وہ کسی خاص حیثیت کی حامل ہے۔“

”اوہ ماں..... ٹیلی ویژن کی نشریات میں یہ چہرہ میں دیکھ چکا ہوں۔“ لارڈ نے کہا۔
 ”وہ فرضی چہرہ تھا..... صرف یادداشت سے ترتیب دیا ہوا۔“

بلی گون نے کہا۔

”اوہ یہ؟“

”یہ اصل تصویر ہے۔“

”لیکن یہ تو۔“

”ہاں..... تازہ ترین..... بس کچھ دیر قبل کی۔“

”کیا مطلب؟“

”اوہ..... تم کھوج زیادہ کرتے ہو..... بہت سے معاملات صیغہ راز میں رکھنا ضروری

ہوتے ہیں۔“

”میرے خیال میں جو ذمے داری آپ نے مجھے سونپی ہے اس کے تحت اہم باتوں

سے آگاہ رہنا میری ضرورت ہے۔“

”ادھر آؤ یہاں دیکھو میں نے اپنے تحفظ کے لئے بہت سے انتظامات کر رکھے ہیں، یہ

میری ضرورت ہے، کیونکہ میں ایک سرمایہ دار ہوں اور سرمایہ دار سے محبت کرنے والے صرف

اور صرف وہ لوگ ہوتے ہیں جنہیں اس سے نہیں بلکہ اس کے سرمائے سے دلچسپی ہوتی ہے اور

یہ دلچسپی بھی کہ کس طرح اس سرمائے میں حصہ دار بنا جاسکتا ہے..... یہ تمام باتیں اپنے طور پر

الگ اہمیت کی حامل ہیں، یہ پولو رائیڈیشن مشین لگائی ہے میں نے اور اس کے کئی عوامل ہیں،

مثلاً اس دروازے سے اندر داخل ہونے والا کوئی بھی شخص ہو لیکن مجھے اس پولورائیزیشن مشین سے دو چیزیں فوری طور پر معلوم ہو جاتی ہیں۔ پہلی یہ کہ اس کے پاس کوئی مہلک ہتھیار وغیرہ تو نہیں ہے، دوسری یہ کہ اس کے چہرے پر میک اپ تو نہیں ہے، یہ پولورائیزیشن مشین فوری طور پر مجھے یہ بتا دیتی ہے کہ آنے والا کس حیثیت کا حامل ہے اور یہ کیمرہ فوری طور پر اس کی تصویر بنالیتا ہے۔ یہ سارا نظام اس لئے قائم کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش کرے اور خدا نخواستہ مجھے نقصان پہنچ جائے تو پولیس کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ میرے ساتھ یہ کارروائی کرنے والا کون تھا۔ اب غالباً تمہاری یہ الجھن دور ہو گئی ہوگی کہ میں نے اس شخص کو کیسے پہچان لیا۔“

”لارڈ کی یہ الجھن دور ہوئی یا نہ ہوئی ہو لیکن اس کے ان الفاظ سے میری یہ الجھن بے شک دور ہو گئی تھی۔ اب مجھے ہر بات کا اندازہ ہو گیا تھا کہ جب میں اس شخص کے کمرے میں داخل ہوا تھا تو وہ چونکا کیوں تھا۔ یقیناً اس نے اپنی میز میں لگی ہوئی پولورائیزیشن مشین پر میری اصل شکل دیکھ لی تھی اور اس کے بعد اس نے میری تصویر بھی بنالی تھی، جو فوری طور پر اسے حاصل ہو گئی تھی۔ میں نے دل ہی دل میں اس کی حاضر دماغی کی داد دی تھی، پھر میں لارڈ کے الفاظ کی جانب متوجہ ہو گیا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔“

”لیکن مسٹر بلی گون آپ نے فوری طور پر اپنے آدمیوں کو ہدایت کیوں نہیں کی کہ وہ جس طرح بھی بن پڑے اسے گرفتار کر لیں۔“

”ایں، ہاں۔۔۔۔۔ وہ بلیڈی فول۔“ میں نے فوراً ہی انہیں ہدایت کی تھی لیکن ابھی تک انہوں نے مجھے اس بارے میں اطلاع نہیں دی۔“ بلی گون نے پھر انٹرکام کا ایک بٹن دبایا اور دوسری جانب سے آواز سننے لگا۔

”گدھے کے بچو! میں نے تم سے جو کچھ کہا تھا تم نے اس کے بارے میں رپورٹ دی؟“

”سر، ہم آپ کو رپورٹ دینا چاہتے تھے لیکن میڈم نے کہا کہ آپ کی جانب سے ہدایت مل چکی ہے کہ نہ تو آپ کو کوئی ٹیلی فون کیا جائے اور نہ ہی کسی کو آپ کے پاس پہنچنے دیا جائے، ہم تو آپ کو رپورٹ دینے کے لئے بے چین تھے۔“

”کیا اسے پکڑ لیا گیا؟“ بلی گون نے حیران لہجے میں کہا۔

”نہیں سر اس کا کوئی نام و نشان نہیں مل سکا۔“

”تم لوگوں سے اور کیا امید کی جاسکتی ہے۔“ بلی گون نے انٹرکام پر زور سے گھونسا مارا اور پھر لارڈ کی جانب دیکھنے لگا، لارڈ نے آہستہ سے کہا۔

”سر جو کچھ بھی ہوا ہے کم از کم اس کی تفصیلات میرے علم میں آ گئیں، وہ بہت ہی شاطر شخص معلوم ہوتا ہے۔۔۔۔۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو یہ تصویر مجھے دے دیں۔“

”مجھے اس کے دوسرے پرنٹ بنانے ہوں گے، تم یوں کرو کہ اس کے دوسرے پرنٹ بنانا مجھے بھجوا دینا اور یہ تصویر اپنے پاس رکھ لینا۔“

”آپ بالکل بے فکر رہیں سر۔“ اس نے کہا اور اس کے بعد بولا۔ ”لیکن سر آپ کو اس بات کا تو علم ہے کہ پورے ملک میں اس کے بارے میں مفصل ہدایات اور کارروائیوں کے لئے فوری طور پر رقم درکار ہوگی۔“

”مسٹر لارڈ۔۔۔۔۔ لیکن دین کے مسئلے میں، میں نے ہمیشہ اپنے آپ کو ہوشیار رکھا ہے، اگر تم اس کی طرف سے ناکام رہے تو ظاہر ہے رقم کی ادائیگی نہیں ہوگی۔۔۔۔۔ یہ رقم تو اسی وقت تمہارے حوالے کی جائے گی جب تم اسے میرے حوالے کر دو گے؟“

”سر لیکن اخراجات؟“

”سوری لارڈ! تم ایک قسم کی سرمایہ کاری کر دو گے اور اس کے بعد تمہیں منافع کے ساتھ ایک بڑی رقم حاصل ہوگی۔ یہ رقم تمہیں اپنے پاس سے ہی خرچ کرنا ہوگی۔“

”سر لیکن؟“

”نہیں لارڈ میں نے زندگی میں کبھی کوئی ایسا سودا نہیں کیا اور اس کے لئے میں تم سے معذرت چاہتا ہوں۔“

لارڈ چند لمحات سوچتا رہا، پھر آہستہ سے بولا۔ ”ٹھیک ہے مسٹر بلی گون، اصولی طور پر تو مجھے اس سلسلے میں احتجاج کرنا چاہئے لیکن یہ بھی جانتا ہوں کہ ادائیگیوں کے معاملے میں آپ

فائسٹ دار ہیں اس لئے میں اس بات پر تیار ہوں۔۔۔۔۔ اس کے علاوہ اور کوئی گفتگو؟“

”نہیں لارڈ۔۔۔۔۔ لیکن تمہیں یہ کام کرنا ہے۔“

”اوکے مسٹر بلی گون بالکل ٹھیک ہے۔“

اب مجھے فوری طور پر یہ فیصلہ کرنا تھا کہ میرا دوسرا قدم کیا ہو۔ بلی گون کی نگرانی یا پھر

لارڈ کے بارے میں معلومات یہ شخص بہر حال بلی گون کا دست راست تھا، یہ الگ بات کہ بلی گون ایک خالص کاروباری آدمی تھا اور اس نے اس سلسلے میں لارڈ کے ساتھ بھی رعایت نہیں برتی تھی، لیکن بہر حال اندازہ یہ ہوتا تھا کہ لارڈ میرے لئے کارروائی کرے چنانچہ لارڈ سے بھی پوری طرح واقف ہونا ضروری تھا۔“

بلی گون کو دوبارہ بھی ٹریس کیا جاسکتا تھا..... اس لئے پہلے لارڈ کے بارے میں تفصیلات جاننا ضروری ہوگا..... میں اس تصور کے ساتھ لارڈ کے پیچھے پیچھے ہی باہر نکل آیا اور اس کے بعد اس کا تعاقب کرتا ہوا اس قیمتی کار تک پہنچ گیا جو کھلی چھت والی تھی اور نہایت خوب صورت سپورٹ کار تھی..... لارڈ ایک شوقین آدمی معلوم ہوتا تھا..... وہ ڈرائیونگ سیٹ پر جا بیٹھا اور میں اچک کر پچھلی سیٹ پر۔

یہ بھی ایک اچھی بات تھی، ورنہ شاید کار کے عقبی دروازے کو کھولنا میرے لئے ممکن نہ ہوتا۔

کار سڑکوں پر سفر کرنے لگی، وہ تیز ڈرائیونگ کا عادی معلوم ہوتا تھا، اس لئے اس کی کار طوفانی شکل میں بھاگ رہی تھی، پھر اس رفتار سے کار دوڑاتا ہوا وہ ایک ایسی عمارت کے قریب پہنچ گیا جس پر بار کا بورڈ لگا ہوا تھا..... چنانچہ یہاں وہ شغل کرنے آیا تھا یا پھر یہاں سے اس کا کوئی گہرا تعلق تھا..... بہر حال میں اپنے طور پر جو فیصلہ کر چکا تھا اس پر اٹل تھا۔ میرے اپنے اندازے کے مطابق لارڈ اس وقت میرے لئے کار آمد شخصیت ثابت ہو سکتا تھا، چنانچہ اس کا پیچھا کئے رہنا زیادہ بہتر تھا۔“

لارڈ بار کے ہال میں نہیں گیا بلکہ اس کے برابر سے سیڑھیاں عبور کرتا ہوا اوپری منزل کی جانب چل پڑا اور تھوڑی دیر کے بعد اس نے ایک کمرے کا تالا کھولا..... اس کا مقصد یہ تھا کہ یہ اس کی قیام گاہ ہے..... میں اس کے پیچھے ہی پیچھے اندر داخل ہو گیا تھا..... نہایت احتیاط سے کام لینا پڑ رہا تھا۔ ایسے موقع پر سانس کو قابو میں رکھنا ہوتا تھا، کیونکہ چالاک آدمی بہر حال یہ بات محسوس کر سکتا تھا کہ اس کے اپنے سانس کے علاوہ اس کے آس پاس کسی اور انسان کی سانسیں کیسے سنائی دے رہی ہیں..... یہ کمرہ مختلف نوعیت کا حامل تھا، یعنی ایک جانب ایک شاندار بیڈ لگا ہوا تھا اس کے سر ہانے ایک بہت ہی خوبصورت کاؤتھر بنا ہوا تھا، کاؤتھر میں اعلیٰ درجے کی بہترین شراب کی درجنوں بوتلیں اور شراب نوشی کا دوسرا سامان موجود تھا، دوسری

جانب ایک شاندار صوفہ سیٹ لگا ہوا تھا، صوفہ سیٹ کے برابر ہی میں ایک لکھنے کی ٹیبل تھی۔ گویا یہ کمرہ ملٹی پرپز رکھتا تھا اور مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ یہی لارڈ کا ٹھکانہ ہے۔ بہر حال اس قسم کے لوگ ویسے بھی خاندان کے ساتھ نہیں رہا کرتے، ہو سکتا ہے یہ بار بھی لارڈ ہی کی ملکیت ہو، اب لارڈ کے بارے میں تھوڑی بہت تفصیلات تو مجھے معلوم ہو ہی چکی تھیں۔

لارڈ نے اطمینان سے ایک لباس الماری میں سے نکالا اور پھر اسے زیب تن کرنے کے بعد صوفے پر آ بیٹھا، پھر اپنی جگہ سے دوبارہ اٹھا اور ایک بوتل سے گلاس میں شراب اُندلی اور اسے لئے ہوئے واپس صوفے پر آ بیٹھا، کچھ دیر تک وہ شراب کے گھونٹ لیتا رہا، پھر ٹیلی فون اپنے قریب سر کالیا، ٹیلی فون پر اس نے جو نمبر ڈائل کئے تھے وہ میں نے پوری طرح ذہن نشین کر لئے تھے..... دوسری طرف سے غالباً رابطہ قائم ہو گیا تو لارڈ نے کہا۔

”مسٹر فوسٹر میں کنگ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں، مجھے اب سے آدھے گھنٹے کے اندر اندر ان کے تازہ ٹھکانے کے بارے میں معلومات درکار ہیں۔“

دوسری طرف سے جو بھی آواز آئی وہ تو میں نہیں سن سکا تھا، لیکن لارڈ کے الفاظ پر غور نہ کر رہا تھا..... لارڈ نے کہا۔

”ہاں پیک پوائنٹ، گیارہ نمبر..... تمہیں یقین ہے کہ آدھے گھنٹے کے بعد وہ اس جگہ موجود ہوں گے؟“ ہاں تم سمجھتے ہو کہ کنگ کا وقت ضائع کرنے والے نقصان میں رہتے ہیں اور میری تلاش یقینی طور پر کنگ کے لئے سودمند ہوگی۔ اوکے تھینک یو۔“ اس نے ٹیلی فون بند کر دیا اور پھر گلاس میں نیچی ہوئی شراب طلق میں اٹل کر کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھا اور اس کے بعد اٹھ کھڑا ہوا..... واش روم میں جا کر غالباً اس نے اپنا لباس اور حلیہ سنوارا تھا اور پھر باہر نکل آیا تھا..... میں جانتا تھا کہ وہ کسی کنگ کی تلاش میں جا رہا ہے، لیکن اچانک میرے ذہن میں روشنیاں پھوٹیں..... مجھے کنگ ہارڈو کا نام معلوم ہو چکا تھا اور کنگ ہارڈو کے بارے میں بتایا گیا تھا کہ وہ انڈر ورلڈ کا بے تاج بادشاہ ہے، ہو سکتا ہے لارڈ اسی کی جانب جارہا ہو۔“

پھر لارڈ کے پیچھے پیچھے آنے سے مجھے کون روک سکتا تھا..... چنانچہ ایک بار پھر وہ میرا ڈرائیور بن گیا..... میں عقبی سیٹ پر تھا اور وہ ڈرائیونگ نشست سنبھالے ہوئے تھا..... کار کی رفتار بالکل ویسی ہی تھی لیکن آدھے گھنٹے کے بعد پیک پوائنٹ پر جانے کا مطلب یہ تھا کہ پیک

پوائنٹ خاصی دور کی جگہ ہے اور میرا یہ اندازہ درست ہی نکلا۔

یہ ایک نواحی علاقہ تھا، لیکن اس قدر خوب صورتی کا حامل کہ دیکھ کر دل خوش ہوتا تھا..... غالباً کوئی تفریحی مقام تھا، جگہ جگہ ٹرالر لگے ہوئے تھے اور لوگ خوبصورت پارکوں میں مٹر گشت کر رہے تھے..... پیک پوائنٹ غالباً اس جگہ کا نام تھا اور گیارہ نمبر اس ٹرالر کا نمبر تھا جس کے قریب لارڈ نے اپنی کار روکی تھی۔

میں ایک بار پھر محتاط ہو گیا، لارڈ کے ساتھ ساتھ ہی قدم آگے بڑھائے تھے اور لارڈ نے ٹرالر کے دروازے پر جا کر آہستہ سے انگلی بجائی تھی..... دروازہ ایک انتہائی خوبصورت اور دراز قامت عورت نے کھولا اور سوالیہ نگاہوں سے لارڈ کو دیکھنے لگی۔

”مجھے کنگ ہارڈ سے ملاقات کرنی ہے اور اس ملاقات کے لئے میں ان کے سٹاف سے اجازت لے چکا ہوں۔“ اس نے کہا۔

”ٹھیک ہے..... ٹھیک ہے۔“ اس خوبصورت عورت نے کہا، پھر بولی۔ ”آئیے مسٹر لارڈ، چیف آپ کا انتظار کر رہا ہے۔“

ٹرالر کے پتکے سے دروازے سے داخل ہونے میں مجھے خاصی مہارت کا ثبوت دینا پڑا تھا، کیونکہ خوب صورت لڑکی نے فوراً ہی دروازہ بند کر دیا تھا اور گنجائش اتنی ہی تھی کہ ایک آدمی ہی اندر داخل ہو سکے..... میرا بدن ٹرالر کے دروازے میں پھنستے پھنستے بچا تھا، لیکن شکر ہے کہ لڑکی کو اس بات پر شبہ نہیں ہو سکا اور وہ اندر داخل ہو گئی۔

غرض یہ کہ میں نے اندر کا ماحول دیکھا..... کیا ہی حسین ٹرالر تھا۔ دنیا بھر کی آسائشوں کا مجموعہ، دیکھنے دکھانے سے تعلق رکھنے والا، میں اسے دیکھ کر خاصا مرعوب ہوا تھا اور یہی کیفیت اس شخص کو دیکھ کر میری ہوئی تھی جو یقیناً کنگ ہارڈ تھا۔

شکل و صورت، جسمانی کیفیت اور شخصیت کے لحاظ سے وہ کنگ ہی لگتا تھا۔ بیٹھا ہوا تھا لیکن اس کی جسامت غیر معمولی تھی اور چہرہ انتہائی پرعب۔ اس کے سامنے بھی شراب ہی کے برتن رکھے ہوئے تھے اور عورت اس کے سامنے بہت مودب نظر آ رہی تھی۔

لارڈ نے نہایت عقیدت مندی سے اسے ہیلو کہا اور کنگ نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے گلاس کو نیچے رکھتے ہوئے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

”ہاں کہو کیا بات ہے؟“

”کنگ کیا میں بے تکلفی سے ہر طرح کی گفتگو کر سکتا ہوں؟“

”جو بکنا ہے بکو، اگر اس میں کسی قسم کی کوئی مشکل ہوگی تو اس کا تذکرہ میں خود ہی کر لوں گا۔“

”تھینک یو کنگ۔“

”اور میں جانتا ہوں کہ میرے سامنے بیٹھ کر تم شراب کی طلب نہیں کرو گے؟“

”میری یہ مجالس نہیں ہے کنگ..... ویسے اس خیال کا دل میں آ جانا ہی میری عزت افزائی ہے اور اس کے لئے میں شکر گزار ہوں۔“

”ہاں کیا بات ہے؟“ کنگ نے گلاس کی طرف اشارہ کر کے کہا اور لڑکی نے آگے بڑھ کر انتہائی پھرتی سے سامنے رکھی ہوئی بوتل سے کنگ کا گلاس کناروں تک بھر دیا..... غالباً وہ اس کا عادی ہوگا کیونکہ اس نے میز پر جھک کر اپنے ہونٹ گلاس سے لگا دیئے اور پھر تقریباً آدھا گلاس خالی کر گیا..... اس کے بعد اس نے سیدھے ہو کر ہونٹ خشک کئے اور لارڈ کو گھورتا ہوا بولا۔

”کیا تم وقت برباد نہیں کر رہے، میرے وقت کی قیمت جانتے ہو؟“

”سوری کنگ! میں منتظر تھا کہ آپ مجھے بولنے کی اجازت دیں۔“

”بکو..... جلدی بکو۔“

”کنگ..... آپ بیلی گون کو تو ضرور جانتے ہوں گے؟“

”وہ یہودی سرمایہ دار؟“

”جی کنگ۔“

”ہر سرمایہ دار میری نگاہوں میں رہتا ہے اور میں اس بات کے لئے کوشاں کہ اسے کوئی مشکل پیش آئے تو ہم اس کے سرمائے کے حصہ دار بنیں۔“ کنگ نے گلاس اٹھا کر دو تین لمبے لمبے گھونٹ لئے پھر بولا۔ ”بیلی گون کے بارے میں جاننے سے تمہاری کیا مراد ہے؟“

”کنگ اس نے ایک کام میرے سپرد کیا ہے؟“

”معاذہ سنا طے ہوا ہے؟“ کنگ نے پوچھا۔

”دو کروڑ ڈالر۔“ لارڈ نے جواب دیا۔

”گڈ..... غور کیا جاسکتا ہے۔“

”کیا کام ہے؟“

”کنگ یہ تصویر ہے جو اس کے خیال کے مطابق ایک ایسے شخص کی ہے جو بظاہر جو کچھ

ہے وہ نہیں ہے۔“

لارڈ نے تصویر نکال کر کنگ کے سامنے رکھ دی اور کنگ اسے دیکھنے لگا، پھر لارڈ کی طرف دیکھ کر بولا۔

”ہاں یہ تصویر ہے اور شاید اس شخص کی خیالی تصویر، جو چند روز قبل ایئر پورٹ پہنچا تھا اور کچھ شعبہ بازی کر کے مقامی حکام کی نگاہوں میں دھول جھونک کر نکل گیا اور انہوں نے اس کی خیالی تصویر شائع کی، مگر یہ خیالی تصویر نہیں معلوم ہوتی..... یہ تصویر تو نیچرل نظر آتی ہے، غالباً کسی پولو رائیڈ کیرے سے بنائی ہوئی۔“

کنگ کا خیال بالکل درست ہے، ایسی ہی بات ہے۔“

”خیر آگے کہو۔“

”اس کا کہنا ہے کہ اس شخص کا نام دانش منصور ہے۔“

”اور آگے اور آگے۔“ کنگ نے پھر لڑکی کو اشارہ کیا اور لڑکی نے آگے بڑھ کر گلاس کو

پھر اسی انداز میں بھر دیا اور کنگ نے کتے کی طرح اس گلاس میں منہ ڈال دیا۔

”بیلی گون کا کہنا ہے کہ یہ شخص ایک مشرقی ملک کا سرمایہ کار ہے اور اس کے ساتھ ہی

ایک ایسا خطرناک آدمی جس نے یہودی کار کو بہت سے نقصانات پہنچائے ہیں..... نام ہے

اس کا دانش منصور۔“

”ہوں پھر؟“

”یہ شخص بلی گون کے پاس پہنچا تھا۔“ لارڈ نے کہا اور اچانک ہی کنگ نے ہاتھ میں

پکڑا ہوا گلاس ٹھک کی آواز کے ساتھ میز پر رکھ دیا اور لارڈ کو گھورنے لگا۔ لارڈ اس کا مطلب

سمجھ کر جلدی سے بولا۔

”بیلی گون سے ملاقات کر کے یہ روپوش ہو گیا اور بلی گون اس کی تلاش میں ناکام

رہا۔ کنگ بلی گون کا کہنا ہے کہ یہ شخص اس کے لئے انتہائی خطرناک ہے، اصل میں کچھ وقت

قبل بلی گون سے کسی نے کوئی بڑی رقم مانگی تھی اور بلی گون اس سے پریشان تھا، پھر اس شخص

نے بھی وہی بات بلی گون سے کہی۔“ کنگ نے دوبارہ گلاس اٹھا کر ہونٹوں سے لگایا اور پورا

خیالی کر گیا اور اس کے بعد پھر سوالیہ انداز میں لارڈ کو دیکھنے لگا۔ لارڈ نے کہا۔

”اور اب بلی گون چاہتا ہے کہ میں اس شخص کو تلاش کر کے یا تو قتل کروں یا اس کے

خواب لے کروں اور اس کے لئے اس نے مجھے دو کروڑ کی آفر دی ہے۔“

”ہوں اور تم کیا چاہتے ہو؟“

”کنگ میں آپ کی انجمن کا ممبر ہوں اور ہمارے درمیان یہ معاہدہ ہے کہ ہم کہیں بھی

کوئی بھی کام تلاش کریں گے..... سب سے پہلے آپ کے سامنے اس کی تفصیل پیش کی جائے

گی۔ آپ سے اجازت لی جائے گی..... اس کے بعد کام شروع کیا جائے گا۔“ لارڈ نے کہا اور

کنگ مسکراتے لگا۔

”گڈ گڈ..... میں سمجھتا ہوں کہ تم نے ایک قیمتی بزنس کیا ہے اور اب ایسا کرو کہ یہ

تصویر میرے پاس چھوڑ جاؤ، اس کے بہت سے پرنٹ بنوائے جائیں گے، تمہیں بھی اس کا

ایک پرنٹ مل جائے گا۔ اپنے طور پر کام کرو اور یہ بات تم اچھی طرح جانتے ہو کہ جب کوئی

بزنس کرتا ہے تو ہمارا ادارہ اسے اس بزنس کا تیس فیصد دیتا ہے، باقی دوسرے لوگوں میں تقسیم

کیا جاتا ہے۔ بزنس تمہارا لایا ہوا ہے، اس لئے ساٹھ لاکھ ڈالر تمہاری ملکیت ہوں گے اور ان

ساتھ لاکھ ڈالر اور مکمل تحفظ کے لئے تم اپنے طور پر کام کا آغاز کرو باقی میں پورے گروپ کو

دانش کام پر لگا دیتا ہوں۔“

”تھینک یو کنگ! تھینک یو ویری مچ۔“

”اور کچھ؟“

”نہیں کنگ۔“

”جاؤ۔“ کنگ نے سخت لہجے میں کہا اور لارڈ اس طرح اٹھ گیا جیسے سپرنگ نے اوپر

اٹھ پھال دیا ہو، پھر وہ ٹالر سے نیچے اتر آیا تھا اور میں نے بھی اس کی تقلید کی تھی۔ ٹالر کا دروازہ

بند ہو گیا اور میں دوڑ کر لارڈ کی کار میں جا بیٹھا..... شہر تک تو اس کے ساتھ جانا ہی تھا، اس کے

بعد ظاہر ہے اب مجھے لارڈ کی ضرورت بھی نہیں تھی..... کنگ ہارڈو سے مل لیا تھا، جو بقول ان

لوگوں کے انڈر ورلڈ کنگ تھا اور اب میری تلاش اعلیٰ پیمانے پر ہوگی۔

بہر حال اس ساری کارروائی کو میں وقت کا زیاں نہیں سمجھتا تھا..... نتائج نکلیں گے،

بہت شاندار اور میری مرضی کے مطابق ہی نکلیں گے، اس کا مجھے پہلے بھی تجربہ تھا اور اب بھی یقین تھا۔

لارڈ نے کہیں اور کا رخ نہیں کیا تھا، بلکہ اسی بار کے سامنے پارکنگ پر کاررو کی تھی اور نیچے اتر گیا تھا..... ایسی کاریں درحقیقت بڑی شاندار ہوتی ہیں، کیونکہ ان میں وقت کا ساجنا نہیں کرنا پڑتا..... میں نے خاصا فاصلہ طے کیا اور اس کے بعد گھڑی کا ہٹن دبا کر اپنی اصلیت میں واپس آ گیا، پھر ایک ٹیکسی کر کے چل پڑا..... ٹیکسی اسی مطلوبہ جگہ رکی جہاں لی تھل اور سورا رہتی تھیں..... سورا اس وقت موجود نہیں تھی اور لی تھل اپنی خواب گاہ میں بیٹھی ایک کتاب کی ورق گردانی کر رہی تھی..... میں اس کے پاس پہنچا تو وہ چونک پڑی اور پھر اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”آئیے مسٹر پشکن لگتا ہے بہت مصروف وقت گزرا؟“

”ہاں۔“ میں نے اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا۔

”آپ کے چہرے سے اس کا اندازہ ہوتا ہے..... یہ بتائیے کچھ کھانا پینا پسند کریں گے؟“

”نہیں ابھی نہیں..... سورا کہاں ہے؟“

”وہ فیکٹریوں کا معاملہ کرنے گئی ہے..... آج جنرل انسپکشن ہوتا ہے اور ہم میں سے

ایک وہاں مصروف رہتی ہے..... کہتے مسٹر بلی گون سے ملاقات ہوئی؟“

”ہاں۔“

”کیسی رہی؟“

”نہایت دلچسپ اور سنسنی خیز۔“ میں نے جواب دیا اور وہ کتاب رکھ کر سیدھی ہو کر بیٹھ گئی، چند لمحات خاموش رہ کر میرے بولنے کا انتظار کرتی رہی، پھر جب میری خاموشی طویل ہو گئی تو اس نے کہا۔

”آپ بتائیں گے نہیں؟“

”کیوں نہیں؟“

”تو پھر بتائیے نا میں منتظر ہوں؟“ اس نے کہا۔

”مسٹر بلی گون بڑی دلچسپ شخصیت کے مالک ہیں، میرا ان سے خاصا گہرا تعارف

رہا۔ ویسے میرا خیال ہے آپ کا یہ میک اپ میرے لئے بے کار ہو گیا..... میک اپ کا سامان مجھے دیجئے۔ چہرہ تبدیل کرنا ضروری ہے۔“

”کیا مطلب؟“ وہ متحیرانہ انداز میں بولی۔

”مسٹر بلی گون کی میز پر دنیا بھر کی الابلابھری پڑی ہے، جن میں ایک ایسا پولو رائیڈ سٹم بھی ہے جو میک اپ زدہ چہروں کی اصل تصویر بھی لے لیتا ہے اور مسٹر بلی گون نے میرے اصل چہرے کی تصویر حاصل کرنی ہے اور اب وہ تصویر مسٹر کنگ ہارڈو کے پاس پہنچ گئی ہے اور مسٹر بلی گون نے مجھے تلاش کر کے قتل کر دینے کی قیمت دو کروڑ ڈالر مقرر کی ہے اور کنگ ہارڈو نے یہ ذمہ داری اپنے ہاتھ میں لے لی ہے۔“

”اوہ نو.....“ وہ خاصی مضطرب ہو گئی۔

”ایسا ہی ہوا ہے۔“

”دلیل لیکن کیوں؟“

”میں نے ان سے ملاقات کی تھی اور ملاقات کرنے کے بعد ان سے کہا تھا کہ وہ مطلوبہ رقم ادا کر دیں ورنہ ان کے لئے مشکلات کا آغاز ہو جائے گا اور پھر انہیں اپنے آپ کو سنبھالنا مشکل ہو جائے گا، لیکن مسٹر بلی گون نے اپنی پولو رائیڈ مشین سے مجھے پشکن کی حیثیت سے پہچان لیا..... ٹیلی ویژن پر وہ بھی میری تصویر دیکھ چکے تھے اور پھر انہوں نے لارڈ نامی کسی شخص کو طلب کر کے جو غالباً کسی بار کا مالک ہے، اس سے رابطہ قائم کیا اور لارڈ نے مسٹر کنگ ہارڈو سے۔“ میں نے پوری تفصیل لی تھل کو بتاتے ہوئے کہا اور لی تھل خاصی متوجس نظر آنے لگی پھر بولی۔

”بات بلندی تک پہنچ گئی ڈییز..... پشکن کنگ ہارڈو کے بارے میں تو میں آپ کو بتا ہی چکی ہوں کہ بڑے اعلیٰ وسائل کا انسان ہے، اب لا تعداد افراد ہمیں تلاش کرتے پھریں گے۔“

”چہرہ تبدیل کئے لیتے ہیں، ظاہر ہے وہ پولو رائیڈ مشین لے کر تو مجھے تلاش نہیں کریں گے۔“

”یہ تو فوراً ضروری ہے..... سورا کو واپسی میں دیر ہو جائے گی۔“

”نہیں میں خود بھی کوشش کر سکتا ہوں، بس آپ مجھے وہ سامان دے دیجئے جو سورا نے

مجھ پر استعمال کیا ہے۔“

”میں ابھی مہیا کئے دیتی ہوں۔“ لی تھل شاید اس بات سے خوفزدہ ہو گئی تھی کہ کوئی آنہ جائے اور مجھے دیکھ نہ لے۔۔۔۔۔ بہر حال اس کے لائے ہوئے میک اپ باکس میں مجھے سب سے پہلے وہ اشیاء تلاش کرنی پڑیں جو پہلے میک اپ کو میرے چہرے سے اتار دیں اور اس میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی، سورا نے ہر چیز کا انتظام کر رکھا تھا۔

اس کے بعد میں نے اپنے چہرے پر طبع آزمائی کی اور اپنی میک اپ کی مہارت استعمال کر کے ایک نیا چہرہ تخلیق کر لیا جسے دیکھ کر لی تھل کی آنکھوں میں پسندیدگی کی چمک اور ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔

”یہ چہرہ بہت خوبصورت ہے اور میرا خیال ہے آپ نے یہ نقوش ترتیب دے کر اپنے لئے کچھ مشکلات پیدا کر لی ہیں۔“

”کیسی مشکلات؟“

”ویسے ہی مقامی لڑکیاں بڑی دل پھینک ہوتی ہیں، بلکہ لڑکیوں سے آپ کو اس قدر خطرہ نہیں ہے۔ اٹھائیس سے پینتیس سال تک کی خواتین سے اپنے آپ کو ڈور رکھیں ورنہ میں دعویٰ کرتی ہوں کہ لاتعداد مشکلات میں پھنس جائیں گے۔“

”آپ کی عمر تو اس سے خاصی کم ہے۔“

”افسوس ہماری تو کوئی عمر ہی نہیں ہے، ہم انسان ہیں کہاں آپ کو پتا ہے کہ ہم تو صرف ایک مشین ہیں، ایک مقصد جس میں کوئی اور تصور کبھی نہیں پلتا۔۔۔۔۔ لی تھل نے کہا اور میں ہنستے ہوئے میک اپ کا سامان سمیٹنے لگا، پھر بکس بند کر کے میں نے اسے لی تھل کے حوالے کر دیا اور اسے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”ایک تجربے کی بات کہوں مس لی تھل؟“

”ہاں۔۔۔۔۔ ضرور۔“

”زندگی میں اگر کوئی مشن ہو تو زندگی کا حسن بڑھ جاتا ہے۔۔۔۔۔ اس مشن کی تکمیل کے بعد نئے دور کا انتظار بہت دلکش ہوتا ہے۔“ وہ مجھے دیکھتے ہوئے میرے الفاظ پر غور کرتی رہی تھی۔ اس کے بعد ہم دیر تک باتیں کرتے رہے تھے۔۔۔۔۔ ڈنر بھی میں نے اور لی تھل نے کیا تھا۔ سورا واپس نہیں آئی تھی۔ لی تھل کو کوئی تشویش نہیں تھی۔۔۔۔۔ اس نے بتایا تھا کہ سورا کو اتنی ہی

دیر ہو جاتی ہے۔“

صبح کو ایک دلچسپ صورت حال کا سامنا کرنا پڑا۔۔۔۔۔ میں غسل وغیرہ سے فراغت حاصل کر کے اپنے کمرے سے باہر نکلا تو سورا سامنے نظر آئی تھی۔۔۔۔۔ مجھے دیکھ کر ہکا بکا رہ گئی۔ اسے اس عالم میں دیکھ کر پہلے تو میں کچھ نہیں سمجھا، پھر مجھے اپنے بدلے ہوئے میک اپ کا خیال آیا۔۔۔۔۔ سورا کو شاید اس کا علم نہیں ہوا تھا۔

”ہیلو۔۔۔۔۔ سورا۔“

”تت۔۔۔۔۔ تم۔۔۔۔۔ پٹکن ہو؟“ وہ لڑکھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

”ہاں۔۔۔۔۔ کیوں؟“

”یہ تمہارا چہرہ؟“

”کیا لی تھل سے ملاقات نہیں ہوئی؟“

”نہیں۔۔۔۔۔ دو واش روم میں ہے لیکن۔“

”رات کو بھی وہ تمہیں نہیں ملی؟“

”میری واپسی دو بجے رات کو ہوئی تھی۔۔۔۔۔ لی تھل سخت نیند میں تھی لیکن۔“

”پریشان نہ ہو سورا۔۔۔۔۔ میک اپ بدل لیا ہے۔۔۔۔۔ میں نے۔“

”مگر یہ میک اپ کس نے کیا؟“

”خود میں نے۔۔۔۔۔ ویسے تمہاری جیسی مہارت تو نہیں رکھتا۔ ذرا بتاؤ کیا خامی رہ گئی

سورا عجیب سی نظروں سے مجھے دیکھنے لگی۔۔۔۔۔ پھر ایک دم گردن جھٹک کر بولی۔ ”اب تم

مجھے شرمندہ کرنا چاہتے ہو۔“

”ارے کیوں؟“

”اگر تم اس میں مہارت رکھتے تھے تو مجھے بتایا کیوں نہیں۔۔۔۔۔ میرا میک اپ اس میک

اپ کے سامنے بچکانہ کوشش تھی۔“ اس نے کہا۔

”ارے کیوں میرا مذاق اڑا رہی ہو۔“

”چھوڑو۔۔۔۔۔ بیکار باتیں مت کرو۔۔۔۔۔ چلو کچن میں دیکھیں لی تھل ناشتا تیار کر چکی

ہو گئی۔“ سورا کو اور مجھے دیکھ کر لی تھل مسکرائی تھی، اس نے اپرن کھولتے ہوئے کہا۔

”بس ناشتا تیار ہے..... اچھا ہوا تم آگئیں..... چلو میری مدد کرو۔“
 ”گویا تمہیں اس بارے میں معلوم تھا؟“ سورا نے کہا۔
 ”کس بارے میں؟“

”یہی کہ مسٹر پنشن نے چہرہ بدل لیا ہے۔“
 ”ہاں..... انہوں نے میرے سامنے ایسا کیا تھا۔“
 ”میں شرمندہ ہو رہی ہوں۔“

”کیوں؟“
 ”مسٹر پنشن بہترین میک اپ آرٹسٹ ہیں۔“
 ”اور یقینی طور پر ایک خطرناک انسان۔“
 ”خیر یہ نئی بات نہیں ہے۔“
 ”میں نے دوسرے معنوں میں خطرناک کہا ہے۔“
 ”یعنی؟“

”بھئی اس میک اپ میں وہ ہمارے علاوہ بہت سوں کو پریشان کر سکتے ہیں، کیا میں غلط کہہ رہی ہوں۔“

ناشتا کرتے ہوئے لی تھل سورا کو میری کارکردگی کے بارے میں بتاتی رہی اور مجھے وہ دونوں بہنیں یاد آگئیں، جو پہلے بھی مجھے ملی تھیں، بس مشن الگ تھا ورنہ انداز مختلف نہیں تھا، یہ یکسانیت خاصی حیرت ناک تھی۔

میرے خیال میں مسٹر پنشن کے اقدامات بہت فاسٹ ہیں اور اب ہنگامی صورت حال پیدا ہوگئی ہے۔ سورا نے کہا، لیکن میں اس کی طرف متوجہ نہیں ہوا تھا..... اس وقت ماضی کے کچھ واقعات یاد آئے، میں حیران ہو رہا تھا۔

”آپ کچھ اور سوچ رہے ہیں مسٹر پنشن؟“
 ”ہاں ایک حیرت ناک بات پر غور کر رہا ہوں اور اپنی یادداشت پر بھی۔“
 ”کیا مطلب؟“

”بہت عرصہ قبل میری ملاقات دو بہنوں سے ہوئی تھی..... بالکل اسی طرح میں ان کے ساتھ رہا تھا..... دونوں ایک کاز کے لئے کام کر رہی تھیں اور دونوں اس قدر پر جوش تھیں

حیرت کی جاسکتی ہے۔ ان میں سے ایک کا نام سورا تھا۔“
 ”اور دوسری کا؟“ لی تھل نے مسکرا کر پوچھا۔
 ”اپلا۔“

”کیا ان میں سے کوئی تمہاری محبوبہ تھی؟“ سورا نے فوراً سوال کیا، پھر کچھ فحش سی (ہوگئی)۔

”نہیں۔“ میں نے گہری سانس لے کر کہا۔
 ”پھر وہ تمہیں کیوں یاد آئیں؟“
 ”بس اچانک..... اتفاقاً۔“

”تمہیں پہلے سورا کیوں یاد نہیں آئی؟“
 ”اس بارے میں خود پر غور کر رہا ہوں..... نہ جانے کیوں میں یہ نام سن کر نہیں چونکا تھا۔“

سورا خاموشی سے گردن جھکا کر ناشتے میں مصروف ہوگئی تھی، پھر اس نے آہستہ سے کہا۔ ”شاید تم اپنے دوستوں کو آسانی سے بھلا دیتے ہو مسٹر پنشن! اور میرے خیال میں یہی بہتر ہوتا ہے..... ورنہ یادیں انسان کو بے سکون کر دیتی ہیں۔“

”اور ہمیں اپنے مقصد سے عشق کرنا سب سے بہتر ہے۔“ لی تھل نے سنجیدگی سے کہا۔
 ”کیا مطلب؟“ میں چونک کر بولا۔
 ”مطلب یہ کہ ہم موضوع سے ہٹ گئے ہیں۔“ لی تھل ایک دم مسکرا کر بولی۔

”اوہ..... ہاں واقعی..... اب تمہیں ایک کام کرنا ہے لی تھل!“
 میں نے کہا۔
 ”ہاں..... بتاؤ؟“

”وہ گودام مجھے دکھانے ہیں جہاں وہ اسلحہ رکھا گیا ہے۔ تمہیں وہ جگہ معلوم ہے؟“
 ”سو فیصد اور ہم نے اس بات پر ہمیشہ حیرت کی ہے کہ بلی گون نے اس کے لئے وہ جگہ کیوں منتخب کی ہے۔“

”کیا مطلب..... کیا وہ غیر محفوظ جگہ ہے؟“
 ”قطعی نہیں..... بلکہ محفوظ ترین ہے لیکن یوں سمجھو وہ گوداموں کا شہر ہے، لیکن جگہ عام

”ہے۔“

”میرے خیال میں یہ اس کی دانش مندی ہے۔ اس نے اس جگہ کو دوسروں کی توجہ سے مرکز نہیں بنایا۔۔۔۔۔ خیر تم لوگ مجھے وہ علاقہ دکھاؤ گی۔“

”ضرور مگر کب؟“ لی تھل نے پوچھا۔

”آج۔۔۔۔۔ کیا تم مصروف ہو؟“

”میں تمہیں وہاں لے جاؤں گی۔“ سورا نے کہا۔

”نہیں مجھے بھی فرصت ہے۔“ لی تھل نے جلدی سے کہا۔ ”اس کا انداز کچھ عجیب تھا۔“

”اوکے۔۔۔۔۔ تب ہمیں یہ کام آج ہی کر لینا ہے۔“

”میں فیکٹری چلی جاؤں گی۔۔۔۔۔ تم مسٹر پشکن کو وہاں لے جانا۔“ سورا نے کہا۔

”ہم دونوں ہی چلیں گے سورا۔۔۔۔۔ فیکٹری جانا اتنا ضروری نہیں ہے۔“ لی تھل نے کہا

اور میں نے حیرانی سے دونوں کو دیکھا۔۔۔۔۔ کچھ عجیب سی صورت حال ہو گئی تھی۔

پھر دونوں ہی مجھے لے کر چل پڑی تھیں۔۔۔۔۔ ڈرائیونگ سورا کر رہی تھی اور لی تھل اس

کے پاس بیٹھی ہوئی تھی، جبکہ میں عقبی نشست پر تھا۔۔۔۔۔ راستہ طویل تھا، لیکن بالکل خاموشی سے

ظلمے ہوا تھا۔۔۔۔۔ اس کے بعد صنعتی علاقہ شروع ہو گیا۔۔۔۔۔ فیکٹریاں اور گودام دور دور تک بکھرے

ہوئے تھے۔۔۔۔۔ ایک سڑک سے گزرتے ہوئے سورا نے کار کی رفتار سست کر لی، پھر اسے سڑک

کے کنارے کر کے روک دیا۔۔۔۔۔ اس کے ساتھ ہی سورا نے ہائٹ لیور کھول دیا تھا۔

”آؤ مسٹر پشکن۔۔۔۔۔ نیچے اتر کر کار کا انجن چیک کرو۔۔۔۔۔ آؤ پلیز۔“ لی تھل نے کہا اور

میں نیچے اتر گیا۔۔۔۔۔ میں بونٹ پر جھکا اور لی تھل میرے پاس آ کر کھڑی ہو گئی۔ ”وہ دائیں

سمت گودام نمبر ساٹھ نظر آرہا ہے۔۔۔۔۔ اس کے عقب میں گودام نمبر ایک سو بیس ہے، پھر اس

کے بالکل پیچھے دو سو چالیس۔“

”ہوں ٹھیک ہے۔“

”بس وہی تمہاری منزل ہے۔۔۔۔۔ اس طرف جانا خطرناک ہوگا، کیونکہ غیر متعلق لوگوں

کے لئے اس جگہ کوئی دلچسپی نہیں ہے، اسی لئے کوئی ادھر نہیں جاتا۔“

”میں سمجھ رہا ہوں۔“

”اور کوئی خاص بات؟“

”نہیں بس یہ جگہ دیکھنی تھی۔“

”اب چلیں؟“

”ہاں۔“ میں نے جواب دیا، پھر بونٹ بند کر کے ہم کار میں آ بیٹھے اور کار سیدھی آگے

بڑھ گئی۔۔۔۔۔ میں نے سورا کو مسلسل خاموش محسوس کیا تھا اور اس کی تھوڑی تھوڑی وجہ بھی محسوس

کر رہا تھا۔۔۔۔۔ رات کا کھانا بھی ہم نے باہر ہی کھایا، پھر واپس کاٹیج پہنچ گئے۔۔۔۔۔ آج معمول

سے پہلے ہی بیڈروم کا رخ کر لیا گیا تھا، لیکن میرے لئے سوچ کے در کھل گئے تھے۔۔۔۔۔ دونوں

لڑکیاں جو کچھ مجھے بتا چکی تھیں اس سے آگے کی چیز نہیں تھیں۔۔۔۔۔ ان کی تقدیر نے ساتھ دیا تھا

کہ وہ اپنے کچھ مقاصد حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئی تھیں، ورنہ یہ ان کے بس کی بات نہیں

تھی۔۔۔۔۔ بہر حال کمرے میں کچھ وحشت ہونے لگی تو باہر نکلا، پھر کچھ خیال آیا اور میں نے

گھڑی کا ہٹن دبا دیا۔۔۔۔۔ اس کے بعد ان دونوں کے بیڈروم کا رخ کیا۔۔۔۔۔ تیز روشنی ہو رہی تھی

اور دونوں بہنیں آمنے سامنے بیٹھی ہوئی تھیں۔۔۔۔۔ لی تھل کہہ رہی تھی۔

”نہیں ڈارلنگ۔۔۔۔۔ ہماری رگوں میں ایک ہی خون ہے اور تم جھوٹ بولو گی تو مجھے

انسوں ہوگا۔“

”میں جھوٹ نہیں بول رہی۔“

”تب میں یہ کہہ سکتی ہوں کہ تم اپنے جذبات خود نہیں سمجھ پائیں۔“ لی تھل نے کہا۔

”کیا مطلب ہے؟“

”تم اس سے متاثر ہو گئی ہو؟“

”کسی سے متاثر ہونا الگ بات ہے۔“

”ہرگز نہیں۔۔۔۔۔ یہ محبت کی پہلی منزل ہے۔“

”یکو اس۔۔۔۔۔ میں نہیں مانتی۔“

”تمہیں ماننا ہوگا۔“

”دیکھ لی تھل، میرے منہ سے کوئی غلط بات نکل جائے گی۔ پلیز مجھے مجبور مت کرو۔“

”میں چاہتی ہوں تمہارے اندر سے سارا غبار نکل جائے۔“ تاکہ تمہارا دل صاف

ہو جائے۔“

”یہ بہتر نہ ہوگا؟“

”یہی بہتر ہوگا۔“

”تب تم مجھ سے سچ بولو گی؟“

”وعدہ کرتی ہوں۔“ لی تھل نے کہا اور سورا اسے گھورنے لگی۔ اس کے چہرے پر تلخی پیدا ہو گئی تھی۔

”ذرا غور کر کے بتاؤ..... کیا تم بھی اسے نہیں چاہنے لگی ہو؟“

”ہاں..... ایسا ہے۔“

”گڈ..... ویری گڈ اور مجھے اس چاہت سے باز رہنے کی تلقین کر کے اپنا راستہ صاف کرنا چاہتی ہو۔“

”مجھے ان الفاظ پر زخمی ہو جانا چاہئے تھا، تلملانا چاہئے تھا، لیکن ایسا نہیں ہے..... ہماری محبت دنیا کی ہر چاہت سے زیادہ مضبوط ہے..... ہم اپنے لئے نہیں سورا ان کے لئے ہیں جو اپنا وقار کھو چکے ہیں..... یہ وقار بحال ہونے سے قبل ہم اپنے لئے کچھ نہیں سوچ سکتے..... وہ ساحرانہ شخصیت رکھتا ہے۔ میں اس کی چاہت کا اعتراف کرتی ہوں اور یہ بھی جانتی ہوں کہ تم بھی اسے چاہنے لگی ہو، لیکن نہ میں خود اس کے حصول کی خواہش کروں گی اور نہ سورا تمہیں اس کی اجازت دوں گی۔ ہم نے ایک بہت بڑا پروجیکٹ شروع کیا ہے، جس میں وہ ہماری معاونت کر رہا ہے، لیکن میں تمہارے لئے..... صرف تمہارے لئے اس پروجیکٹ سے کام چھوڑ رہی ہوں..... کل ہم اس سے ملاقات کر کے کہیں گے کہ اب وہ یہاں سے چلا جائے۔“

”کیا؟“ سورا چونک پڑی۔

”یہ ضروری ہے۔“

”اوہ..... نہیں لی تھل..... یہ مناسب نہیں ہے۔“

”کیوں؟“

”یہ بالکل مناسب نہیں ہے۔“ سورا نے پریشان لہجے میں کہا۔

”وجہ بتاؤ؟“

”کیا اس نے کسی سے اظہار عشق کیا ہے..... میرا مطلب ہے تم سے؟“

”قطعاً نہیں۔“

”مجھ سے بھی اس نے ایک لمحہ کے لئے کسی ایسی کیفیت کا اظہار نہیں کیا۔“

”میں جانتی ہوں۔“

”گویا اس کی طرف سے کسی کڑوے پن کا ثبوت نہیں دیا گیا، پھر ہم اس سے کیا کہیں گے۔ ہم نے خود ہی اسے اپنے ساتھ قیام کی دعوت دی تھی..... بڑی چاہت کے ساتھ اسے اپنے پروگرام میں شریک کیا تھا..... اس نے اپنی بڑائی کا پورا ثبوت دیا ہے اور ہم یہ سب کچھ کر رہیں۔“

”اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہے، ہمارے لئے سورا..... بالکل مجبوری ہے۔ ہماری پوزیشن کتنی مخدوش ہے..... اس عالم میں اگر ہم ایسے کسی جال میں پھنس گئے تو..... تو؟“ لی تھل نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا اور خاموش ہو گئی۔

بے وقوف لڑکیاں..... آخر لڑکیاں ہیں..... سب کچھ ہو کر ایک کمزور مخلوق۔ ویسے اس میں کوئی شک نہیں کہ بلی گون انہیں ایک پھوٹی کوڑی دینے والوں میں سے نہیں تھا۔ وہ بے حد چالاک انسان تھا..... باقی میں ایک شریف آدمی تھا اور مجھے ان لڑکیوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ یہ بلا وجہ میری مصیبت میں پھنس گئی تھیں۔

میں اپنے کمرے میں واپس آ گیا، پھر میں نے ایک پرچا لکھا۔ ”پیارے بچیو!“ اتفاق سے میں نے تمہارے درمیان ہونے والی گفتگو سن لی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ میں نے اپنا قول نبھایا ہے اور تم پر کسی کمزوری کا اظہار نہیں کیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ میرے دل میں تمہارے لئے ایسا کوئی تصور ہے بھی نہیں..... تاہم میں تمہیں ایسی کسی شخصیت کا شکار نہیں ہونے دینا چاہتا..... ہاں تم نے اگر مجھ سے یہاں سے چلے جانے کے لئے لاکھا تو یہ میری توہین ہوگی..... اس توہین سے بچنے کے لئے میں خود یہاں سے جا رہا ہوں۔ ایک بات خوب غور سے سن لو..... بلی گون بہت چالاک انسان ہے..... تم شاید اسے ٹریپ نہ کر سکو..... اپنا خیال رکھنا اور یہ نہ سوچنا کہ میں تمہارے اس پروجیکٹ کو خود ٹریپ کر لینا چاہتا ہوں..... سوچو گی بھی تو مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ تمہیں اختیار ہے جو دل چاہے کرو۔“ ہشکن! پھر میں اپنا مختصر سا سامان سینیٹ کر وہاں سے نکل آیا..... یہ کوئی جذباتی قدم نہیں تھا..... مجھے ان بے چاروں سے بھلا کیا دلچسپی ہو سکتی تھی..... بس اتنی سی بات تھی کہ ان لوگوں کے پاس اٹھکانہ مل گیا تھا اور کچھ سہولتیں حاصل ہو گئی تھیں۔ ”بہر حال وہاں سے چل پڑا، پھر ایک ہوٹل

میں قیام کے لئے کمرہ حاصل کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی تھی۔

رات پر سکون گزری..... صبح کو ناشتے کے ساتھ اخبار لے کر بیٹھ گیا اور دیر تک اس کی ورق گردانی کرنے لگا، کوئی خاص مصروفیت نہیں تھی..... طبیعت پر کچھ کھولت سوار تھی۔ اس لئے آرام کرنے لیٹ گیا..... بہت سے سیٹ اپ ذہن میں آرہے تھے۔ اصل کام ابھی تک پس پشت تھا، لیکن بہر حال جو سامنے آیا تھا وہ بھی میرا ہی کام تھا..... آج رات ذرا ان گوداموں کا نظارہ کر لیا جائے..... دونوں بہنوں کو میں نے ذہن سے بالکل نکال دیا تھا۔

پھر سرشام تیاریاں کیں اور جونہی فضاؤں میں اندھیرے اترے میں تیار ہو کر باہر نکل آیا، پھر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر منزل کی طرف چل پڑا..... گوداموں کے علاقے میں پہنچ کر میں نے ٹیکسی رکوائی اور بل ادا کر کے آگے بڑھ گیا..... پورا علاقہ سنسان تھا..... آبدورفت نہ ہونے کے برابر تھی۔ بس سڑک سے گاڑیاں گزر جاتی تھیں..... کچھ دور چل کر ایک گودام کی آڑ میں پہنچا اور وہاں سے خود کو لگا ہوں سے روپوش کر لیا، پھر مطلوبہ گودام تلاش کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی..... یہاں چند افراد نظر آرہے تھے، انہیں جل دے کر اندر داخل ہونا مشکل کام نہیں تھا..... چنانچہ گودام کے اندر داخل ہو گیا، لیکن وہاں کچھ مختلف حالات نظر آرہے تھے..... ایک عجیب سا احساس ہو رہا تھا..... ٹوٹی پھوٹی اشیاء، سگریٹوں کے ٹکڑے اور زمین پر پڑی ہوئی گرد جس پر انسانی قدموں کے نشانات تھے۔ خاص بات یہ تھی کہ گودام خالی نظر آ رہا تھا..... یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اسے آج ہی خالی کیا گیا ہو..... میرے ذہن میں چھنا کا سا ہوا..... کیا گودام خالی کر دیا گیا۔ ضرور ایسا ہی ہوا ہے..... یہ تو غلط ہو گیا۔ اب کیا کروں، پھر دماغ گرم ہو گیا..... کیا کسی ہنگامی صورت حال کے تحت وہ مال کسی جہاز پر چڑھا دیا گیا..... اب ضروری تھا کہ اس کے بارے میں معلوم کیا جائے۔ اس کے لئے وہ چند افراد کام آسکتے تھے جو یہاں موجود تھے..... میں واپس ان کے پاس پہنچ گیا۔ ان کی تعداد چار تھی..... ان میں دو گودام کے وائچ مین تھے۔ باقی دو بیلی گون کے خاص لوگ معلوم ہوتے تھے۔ وہ ایک میز کے گرد بیٹھے حساب کتاب میں مصروف تھے۔ ان میں سے ایک نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھ کر کہا۔

”میری ضرورت نہ ہو ولیم تو مجھے اجازت دے دو..... مجھے کچھ ضروری کام ہے۔“

”صرف دو منٹ ڈیئر..... بس میں بھی اٹھ رہا ہوں۔“ ولیم نامی شخص نے کہا۔

”ختم ہو گیا؟“

”ہاں..... کام تو مسٹر گیرون کی نگرانی میں ہوا ہے..... یہ تو بس ایک کلیدروائی ہے۔“

”اوکے..... جلدی کام ختم کرو۔“ پہلے آدمی نے کہا پھر ولیم نے اپنا کام ختم کر لیا اور

واپس کاغذ وائچ مین کے حوالے کرتے ہوئے بولا۔

”یہ لو جان..... مسٹر گیرون کو دے دینا۔“

”ٹھیک ہے سر..... ہمارے لئے کیا حکم ہے؟“

”نہیں اب تمہارا یہاں رہنا ضروری نہیں ہے..... فائل چیکنگ کر کے تالے ڈال دو

اور ہاں تالوں پر سیل لگانا نہ بھولنا..... اب ان خالی گوداموں کی چوکیں لاری ضروری نہیں ہے۔

”کل تمہیں تمہاری نئی ڈیوٹی دے دی جائے گی۔“

”بہتر ہے سر۔“

”الیکٹرک مین سوئچ آف کر دینا..... سارے دروازے بند کر دینا۔“

”بہت بہتر۔“ وائچ مین نے جواب دیا اور وہ دونوں باہر چل پڑے..... میں نے ان کا

تعاقب شروع کر دیا، لیکن میرے ذہن میں اب تشویش پیدا ہو گئی تھی..... پتا نہیں وہ واپسی کے

لئے کیا طریقہ اختیار کریں گے..... میں ان کا تعاقب کر بھی پاؤں گا یا نہیں، لیکن اپنی تقدیر

پر جس قدر بھی ناز کروں کم ہے۔ دونوں گودام کی بخلی سمت پہنچے اور انہوں نے جس گاڑی کا

دروازہ کھولا، وہ ایک پک اپ تھی جس پر خوبصورت ہڈ لگا ہوا تھا..... ڈرائیونگ سیٹ کے عقب

میں ایک بڑا خلا تھا جو اس پک اپ کا ڈیزائن تھا..... وہ دونوں اگلی سیٹوں پر بیٹھ گئے تو میں

اطمینان سے پک اپ کے پچھلے حصے میں چڑھ کر ان کے قریب ہی بیٹھ کر ان کی باتیں سننے

لگا۔ ولیم نے گہری سانس لے کر کہا۔

”سخت تھا دینے والا دن گزرا ہے..... میں تو شدید تھکن محسوس کر رہا ہوں۔“

دوسرے آدمی نے پک اپ سٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ ”تمہارا کیا خیال

ہے..... میری کیفیت تم سے مختلف ہے۔ صبح پونے سات بجے گودام پہنچ گیا تھا اور اس وقت

دیکھ لو کیا بج رہا ہے۔“

”کیوں نہ کسی بار پر رک کر کچھ پیس؟“

”میں نے تمہیں بتایا تھا نا کہ مجھے کچھ کام ہے۔“

”اوہ..... ہاں خیریت؟“

”میرے بے وقوف پڑوسی نے اپنی شادی کی سالگرہ پر مدعو کیا ہے اور میری بیوی اس گھرانے سے بہت اٹیچ ہے، ہمیں ڈنر میں شرکت کرنی ہوگی۔“

”گڈ..... مگر کیا تم اس قابل ہو؟“

”میری بیوی اس قابل ہے کہ مجھے اس ڈنر میں جانے پر مجبور کر دے۔“ دوسرے آدمی نے کہا جس کا نام مجھے ابھی تک نہیں معلوم ہو سکا تھا اور ولیم ہنسنے لگا۔

”شادی اتنی ہی بڑی مصیبت کا نام ہے۔ میں اس سلسلے میں تم سے بہتر ہوں۔“

”ہاں..... انسان نا تجربے کا رہتا ہے تو شادی کر بیٹھتا ہے، کاش ایسے لمحات میں کوئی تجربے کا دشمن اسے سمجھا دے۔“

دونوں ایسی ہی دلچسپ باتیں کرتے رہے پھر ولیم نے کہا۔

”اب تم مجھے میرے فلیٹ پر چھوڑ دو اور خود پک اپ لے کر گھر چلے جاؤ۔“

”اوکے۔“

پک اپ ایک رہائشی بلڈنگ کے سامنے رکی تھی اور قرعہ فال ولیم کے نام نکل آیا تھا، کیونکہ دوسرے آدمی کو اپنی بیوی کے ساتھ ڈنر میں جانا تھا اور ولیم نے شادی نہیں کی تھی۔ وہ بے وقوف نہیں جانتا تھا کہ شادی کے کیا فائدے ہوتے ہیں..... میں اس کا تعاقب کرتا ہوا اس کے فلیٹ میں داخل ہو گیا..... دو کمروں کا فلیٹ تھا جس میں ایک بیڈ روم اور ایک ڈرائنگ روم تھا، اس نے فلیٹ اندر سے مقفل کر دیا اور بیڈ روم میں داخل ہو گیا، جبکہ میں نے ڈرائنگ روم کا رخ اختیار کیا تھا..... یہاں رک کر صورت حال کا جائزہ لینا تھا..... ڈرائنگ روم کا پوری طرح جائزہ لے کر میں ایک صوفے پر بیٹھ گیا اور میں نے ظاہری شکل اختیار کر لی۔

وہ کوئی آدھے گھنٹے کے بعد ڈرائنگ روم میں داخل ہوا تھا..... اندر آ کر اس نے دیوار پر لگے سوئچ کو دبایا اور کمرے میں تیز روشنی ہو گئی۔ ظاہر ہے اس کے بعد اسے مجھے دیکھنا تھا اور اس کی حالت خراب ہونی تھی..... وہ سلپنگ سوٹ میں تھا اور شاید شراب پیتے ہوئے ٹیلی ویژن دیکھنا چاہتا تھا، لیکن مجھے دیکھ کر اس کی شکل بگڑ گئی۔ چند لمحات وہ کچھ نہ بول سکا، پھر ایک دم ہوش میں آیا اور آگے بڑھ کر بولا۔

”کون ہو تم اور میرے فلیٹ میں کیا کر رہے ہو؟“

”ظاہر ہے مسٹر ولیم! میں چور نہیں ہوں..... ورنہ خاموشی سے آپ کا قیمتی سامان چرا کر فرار ہو چکا ہوتا۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس کے چہرے پر جنون کے آثار نظر آنے لگے، پھر وہ غرائی ہوئی آواز میں بولا۔

”زیادہ سمارٹ بننے کی کوشش مت کرو مجھے نہیں جانتے تم کہ میں کون ہوں، شرافت سے ہاتھ اٹھا کر کھڑے ہو جاؤ اور اگر تمہارے پاس کوئی ہتھیار ہے تو اسے میرے حوالے کر دو۔“

”آپ دو الگ الگ احکامات دے رہے ہیں..... مسٹر ولیم! اگر میں ہاتھ اٹھا لوں گا تو ہتھیار آپ کے حوالے کیسے کر سکتا ہوں اور ہتھیار تو آپ کے پاس بھی نہیں ہے تو پھر بھلا مجھے ہاتھ اٹھانے کی کیا ضرورت ہے، لیکن اگر آپ کی یہی ہدایت ہے تو لیجئے۔ میں ہاتھ اٹھائے لیتا ہوں۔“ میں نے دونوں ہاتھ بلند کر دیئے..... اس پر بیجانی کیفیت طاری تھی۔ میرے ہاتھ بلند کر کے کھڑے ہونے کے باوجود میرے قریب نہیں آیا اور چند لمحے وہیں کھڑا مجھے گھورتا رہا، پھر جھلائی ہوئی آواز میں بولا۔

”میں پوچھتا ہوں آخر تم یہاں آئے کیوں ہو؟ ظاہر ہے کسی شریفانہ نیت سے نہیں آئے ہو گے اور غیر شریف لوگوں کو درست کرنے کا طریقہ مجھے بہت بہتر آتا ہے۔“ اس نے پاؤں سے دروازہ بند کیا اور پھر اس کے چہرے پر خطرناک تاثرات پھیل گئے اور وہ چند قدم آگے بڑھ کر بولا۔

”اس سے پہلے اس فلیٹ میں کسی کا خون نہیں کیا گیا، لیکن افسوس تم یہاں سے زندہ واپس نہیں جاسکو گے۔“

”اس میں افسوس کی کوئی بات نہیں ہے مسٹر ولیم! ظاہر ہے اگر کوئی اس طرح غیر شریفانہ انداز میں کسی کے گھر میں داخل ہوتا ہے تو اسے ہر نقصان کے لئے تیار رہنا چاہئے، ویسے میں ہاتھ اٹھائے کھڑا ہوں آپ نے ابھی تک کوئی کارروائی نہیں کی؟“

ولیم نے آستینیں چڑھائیں اور پھر محتاط انداز میں میری جانب بڑھنے لگا۔ یہ ذہنی دیوالیہ پن تھا..... ورنہ ظاہر ہے بغیر کسی ہتھیار کے کسی آدمی کا ہاتھ اٹھا کر کھڑے ہو جانا غیر یقینی بات تھی اور اسے اس پر غور کرنا چاہئے تھا، لیکن میں اس کی کیفیت سمجھ رہا تھا..... تاہم میں نے اسے اپنی تلاشی کا موقع دیا اور اس نے میری بغلی ہولسٹر اور جیبوں کا جائزہ لے ڈالا، لیکن

نہ اسے بغلی ہولسٹر نظر آیا تھا اور نہ جیبوں میں کوئی ہتھیار لیکن اس کے بعد اس نے جو کچھ کیا تھا وہ اس کی بددیانتی تھی۔

اس کا زوردار گھونسا میری ناک پر پڑا تھا اور میں ایک کراہ کے ساتھ پیچھے ہٹ گیا، تکلیف خاصی ہوئی تھی، لیکن میں نے چہرے تک ہاتھ نہیں جانے دیئے اور دونوں ہاتھ گرا کر بولا۔

”یہ بھی اچھا ہوا مسٹر ولیم! اور نہ حقیقت یہ ہے کہ آپ کے بارے میں میرا ذہن ابھن میں تھا۔“ اس نے گھوم کر ایک زوردار لات میرے پیٹ پر جمانے کی کوشش کی لیکن اب بار دھوکا نہیں کھایا جاسکتا تھا..... میں اس کی ریٹھ سے ہٹ گیا..... حالانکہ عقب میں صوفہ تھا لیکن مجھے بڑی مہارت سے اس کی لات سے بچنا پڑا تھا اور مجھے اس کا اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ مارشل آرٹ جانتا ہے، لیکن ولیم نے جو پاؤں گھمایا تھا اسے واپس زمین پر لا کر دوبارہ ایک چکر کھایا اور اپنی لات میرے پیٹ پر مارنے کی کوشش کی، اس بار میں نے تھوڑا سا پیچھے ہٹ کر اس کا پاؤں پکڑ لیا اور اسے زور سے کھینچا تو وہ دھڑام سے نیچے گر پڑا۔ اب میں اس ڈائریکشن سے ہٹ آیا تھا..... نیچے گرتے ہی ولیم نے اُچھل کر صوفے پر پناہ لی اور پھر اس کے پچھلے حصے سے کود کر دوسری جانب پہنچ گیا۔ یہ اس کا ڈرائنگ روم تھا اور وہ کوئی شریف آدمی نہیں تھا، اس لئے مجھے بہت زیادہ غیر محتاط نہیں ہونا چاہئے تھا، کوئی پستول وغیرہ بھی اس ڈرائنگ روم میں ہو سکتا تھا جس کا میں جائزہ نہیں لے سکا تھا، ولیم نے پیچھے ہٹتے ہی پوری قوت سے صوفے کو میری جانب دھکیلا..... صوفے کے نچلے حصے میں رنگ لگے ہوئے تھے اس لئے صوفہ میری پنڈلیوں سے ٹکرایا اور میں واقعی گرتے گرتے بچا، لیکن میں سنہل کر پیچھے ہو گیا تھا اور اب ولیم کو یہ احساس ہو گیا تھا کہ وہ مجھ پر حاوی ہوتا جا رہا ہے، چنانچہ اس نے زیادہ محنت سے صوفے کے عقب سے ایک لمبی چھلانگ لگائی اور اڑتا ہوا مجھ تک پہنچا، لیکن غلطی کی تھی۔ میں نے اس کی ریٹھ کا اندازہ لگالیا اور فضا ہی میں اس کے بال پکڑ کر اسے زور سے زمین پر دے مارا۔ ولیم کا سر قالین سے ٹکرایا تھا، ہر چند کہ قالین نرم تھا، لیکن ناک کی ہڈی اور پیشانی متاثر ہوئی تھی، اس نے فوراً پلٹی کھائی اور اب میں اس کے قریب تھا، چنانچہ میری پہلی ٹھوک اس کی پسلیوں پر پڑی اور وہ قلابازیاں کھاتا چلا گیا، لیکن میں نے بھی آگے بڑھتے ہوئے دو تین ٹھوکریں اس کے کولہے، پنڈلی اور سینے پر رسید کر دی تھیں۔ وہ دیوار کے قریب پہنچ گیا، اس

نے دیوار کا سہارا لے کر اٹھنے کی کوشش کی تو میں نے ایک ٹانگ اس کی پنڈلی پر ماری اور ولیم اس کے حلق سے کراہ نکل گئی، پھر میں نے اس کے بال پکڑے اور اسے زور سے گھسیٹ کر چھوٹے صوفے پر اچھال دیا، وہ صوفے سمیت اُلٹ گیا، لیکن موقع دینے کا وقت نہیں تھا۔ میں نے پھرتی سے صوفے سے بچتے ہوئے اس کے قریب پہنچ کر اس بار اس کی پشت پر ٹھوک ماری اور پھر اس کو بالوں سے پکڑ کر اسے صوفے پر ہی دے مارا۔ ولیم کو احساس ہو گیا تھا کہ مد مقابل اپنی نرم چارہ نہیں ہے، میرے دو تین گھونسوں نے اس کے جڑے ٹیڑھے کر دیئے اور اس کی آنکھوں سے وحشت برسنے لگی۔ اس نے گھگھپائی ہوئی آواز میں کہا۔

”رکور کو، رک جاؤ، مم..... مجھے بتاؤ تو سہی آخر تم چاہتے کیا ہو؟“

میں نے ایک زوردار پھڑاس کے گال پر رسید کیا اور وہ پلٹ کر بڑے صوفے پر جا پڑا، لیکن فوراً ہی اٹھتے ہوئے اس نے دونوں ہاتھ سامنے کئے اور بولا۔

”نہیں..... شاید میں تم سے مقابلے میں کامیاب نہیں ہو سکوں گا، مم..... مگر تم مجھے کیوں مار رہے ہو۔ مجھے کم از کم بتاؤ تو سہی؟“

”اس لئے مار رہا ہوں مسٹر ولیم! کہ آپ نے پہلا گھونسا میری ناک پر مارا تھا ورنہ میں تو آپ سے بڑی شرافت سے گفتگو کر رہا تھا اور پستول کے بغیر بھی میں نے آپ کو اپنی تلاشی کا پورا پورا موقع دیا تھا۔“

وہ اپنے منہ سے بہنے والے خون کو کلائی سے خشک کرنے لگا، پھر بولا۔

”کیا چاہتے ہو..... آخر تم ہو کون.....؟ تمہاری صورت میرے لئے بالکل اجنبی ہے۔“

”ہاں مسٹر ولیم یقیناً یہ ہماری پہلی ملاقات ہے، اصل میں مجھے آپ سے کچھ معلومات حاصل کرنا تھیں۔“

”معلومات حاصل کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ خاموشی سے کسی کے فلیٹ میں آ کر بیٹھ جاؤ۔“

”وہ معلومات ایسی نہیں تھیں، مسٹر ولیم! جو آپ مجھے شرافت سے فراہم کر دیتے۔“

”کیا مطلب ہے تمہارا؟“

”اصل میں مسٹر بلی گون کے وہ خفیہ گودام اچانک خالی ہو گئے ہیں اور مجھے بہت دیر

سے اس بارے میں معلومات حاصل ہوئی ہیں، جبکہ پہلے یہ بات میرے علم میں تھی کہ غیر قانونی اسلحہ بہت بڑی تعداد میں وہاں موجود ہے..... میں یہ جانتا چاہتا ہوں مسٹر ولیم کہ وہ اسلحہ وہاں سے کیسے غائب ہو گیا اور غائب کر کے کہاں پہنچا دیا گیا۔“

”کون مسٹر بلی گون اور کیسا اسلحہ، کیا تم شراب زیادہ پی گئے ہو اور نشے کے عالم میں یہاں گھس آئے ہو..... تمہاری بکواس میری سمجھ میں بالکل نہیں آرہی۔“ ولیم نے کہا۔

”آپ جانتے ہیں کہ میں نشے میں نہیں ہوں اور یہ بات آپ کے ٹیڑھے جڑے بتا رہے ہیں اس لئے بننے کی کوشش نہ کیجئے مسٹر ولیم۔“

”تم یقین کرو، میں کسی مسٹر بلی گون کو نہیں جانتا اور نہ ہی کسی گودام کے بارے میں جس میں غیر قانونی اسلحہ تھا اور اب موجود نہیں ہے۔ تمہاری بکواس تو مجھے بالکل ہی عجیب لگ رہی ہے، نہ جانے کہاں کی ہانک رہے ہو۔“

”ہوں ہوتا ہے مسٹر ولیم! ایسا ہی ہوتا ہے، حالانکہ تھوڑی دیر پہلے آپ کا دوست آپ کو پک اپ میں چھوڑ کر گیا ہے اور پک اپ میں آپ مسٹر بلی گون کے گودام سے ہی آرہے ہیں۔ پورا دن لوڈنگ کرا کے، مسٹر ولیم آنے کے بعد آپ نے شاید غسل بھی نہیں کیا اور لباس تبدیل کر کے بس ڈرائنگ روم میں داخل ہوئے ہیں..... غالباً شراب کی خواہش آپ کو یہاں لے آئی ہے۔ اس شراب کی جو اس کاؤنٹر پر بچی ہوئی ہے۔“

ولیم نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری اور مجھے دیکھنے لگا، پھر بولا۔

”مم..... مگر سنو تو سہی اپنے بارے میں نہیں بتاؤ گے، پلیز جو کچھ ہوا ہے اسے بھول جاؤ..... تم نے میری اچھی خاصی مرمت کر ڈالی ہے، میری خواہش ہے کہ میرے ساتھ تھوڑی سی شراب لو، ہم لوگ شریفانہ ماحول میں بھی گفتگو کر سکتے ہیں اور تمہیں یقیناً اس بات کا علم ہوگا کہ فلیٹ میں میرے علاوہ اور کوئی نہیں ہے، جو تمہیں نقصان پہنچا سکے۔“

”ہوں..... لیکن میں آپ کے ساتھ شراب میں شریک نہیں ہوسکوں گا، مسٹر ولیم! تاہم جس طرح میں نے آپ کو اپنی تلاشی کا موقع دیا ہے اسی طرح میں آپ کو اپنا حلیہ درست کرنے کا موقع بھی دے سکتا ہوں۔“

”تمہاری اجازت ہو تو میں تھوڑی سی شراب لے لوں۔“

”بالکل اجازت ہے، آپ اپنا کام پورا کر لیجئے۔“

”کیا واقعی ہے؟“ اس نے حیرت سے کہا اور میں نے آنکھیں بند کر کے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔

وہ صوفے سے اٹھا..... تھوڑے فاصلے پر ایک کاؤنٹر سجا ہوا تھا جس پر بوتلیں اور گلاس وغیرہ رکھے ہوئے تھے..... کاؤنٹر پر پہنچ کر اس نے ایک بوتل اٹھائی اور گلاس سیدھا کر کے اس میں شراب اُنڈیلنے لگا..... میں اس کی ہر حرکت پر نگاہ رکھے ہوئے تھا، شراب کا ایک پیگ اس نے حلق میں اُنڈیلا اور پھر دوبارہ گلاس میں شراب اُنڈیلنے لگا، لیکن اپنی حرکت سے باز نہیں آیا تھا، وہ شراب کی بوتل بندوق سے نکلی ہوئی گولی کی مانند میری جانب بڑھی اور میں نے اسے راستے ہی میں لپک لینا مناسب سمجھا، کیونکہ وہ یا تو دیوار سے ٹکراتی یا دروازے سے۔ شور ہوتا اور ہر حال یہ ایک ایسی عمارت تھی جس میں قریب قریب فلیٹ بنے ہوئے تھے اور ممکن تھا کہ شراب کی بوتل ٹوٹنے کی آواز سن لی جاتی، میں نے بوتل اپنے ہاتھ میں پکڑی، کھلی ہوئی بوتل تھی جس سے شراب گرتی ہوئی یہاں تک آئی تھی اور میرے بدن پر بھی اس ناپاک شے کے کچھ چھینٹے پڑ گئے تھے، لیکن ولیم نے اسی پر بس نہیں کیا، اس بار اس نے گلاس پوری قوت سے مجھ پر کھینچ مارا تھا..... میں نے بوتل پھینک کر گلاس پکڑا اور اس کے بعد تیسری بوتل کو بھی سنبھال کر میں نے قریب رکھی ہوئی ایک کرسی اٹھالی اور اسے اپنے سامنے کر لیا..... ولیم اپنے تین نشانے خالی دیکھ کر میری جانب کودا اور اس بار اس نے میرے اوپر چھلانگ لگائی، لیکن میں نے اپنی جگہ خالی کر دی، اب یہ بھی نہیں تھا کہ میں کرسی کے پیچھے آنکھیں بند کر کے ہی کھڑا ہو گیا ہوں، وہ توازن قائم نہ رکھ سکا اور دیوار سے جا ٹکرایا۔ تب میں نے کرسی پھینک کر اس کا گریبان پکڑا اور پھر ایک زوردار گھونسا اس کے جڑے پر رسید کر دیا۔

ولیم زمین پر گر پڑا اور اب وہ کسی سہمی چڑیا کی مانند مجھے دیکھ رہا تھا۔

”جی مسٹر ولیم، اس کے علاوہ آپ کیا کرنا چاہتے ہیں۔“

”سنو، بب..... بات سنو، مم..... مجھے مارنا نہیں، مم..... میں..... میں۔“

”آپ خاصے دلچسپ آدمی ہیں مسٹر ولیم! اٹھئے اور صوفے پر بیٹھ جائیے یا پھر آپ

مجھے بتائیے کہ اس کے بعد میں آپ کو مزید کیا اجازت دوں؟“

”ولیم نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری اور کہنے لگا۔

”آہ، دیکھو شراب ضائع ہو رہی ہے، بوتل سیدھی کر دو۔“

”جو آپ کا حکم، میں آپ کے ہر حکم کی تعمیل کے لئے حاضر ہوں۔“ میں نے کہا اور بوتل پاؤں سے ٹھوکر مار کر سیدھی کردی، لیکن ولیم اب بھی باز نہیں آیا تھا..... قریب ہی پہنچنے کا ایک ڈیکوریشن چس رکھا ہوا تھا..... اس بار اس نے زیادہ طاقت اور مہارت کے ساتھ وہ ڈیکوریشن پیس مجھ پر پھینک کھدایا تھا، میں بچ تو گیا لیکن ڈیکوریشن پیس میرے شانے کی ہڈی کو چھوٹا ہوا دیوار سے ٹکرایا تھا اور میری ہڈی پر معمولی سی چوٹ آگئی تھی، میں پھر سیدھا ہوا تو وہ زورس انداز میں صوفے پر بیٹھ گیا اور بڑبڑاتے ہوئے لہجے میں بولا۔

”تقدیر ہی خراب ہے میری۔“

میں نے نرم لہجے میں کہا۔ ”اور جب تقدیر خراب ہوتی ہے مسٹر ولیم، تو انسان کو اس قدر جدوجہد نہیں کرنی چاہئے بلکہ تقدیر سے سمجھوتا کر لینا چاہئے۔“

”سمجھوتا تو کرنا ہی پڑے گا۔“ اس نے کسی قدر ناخوشگوار انداز میں کہا اور میں مسکرائے لگا، پھر میں نے کہا۔

”چلو اب اچھے بچوں کی طرح ساری بات بتا دو؟“

”مم..... مسٹر بلی گون نے وہ اسلحہ قریب ہی کے ایک دوسرے گودام میں منتقل کر دیا ہے۔“

”کہاں..... کیا نمبر ہے اس گودام کا؟“

”اس کا نمبر ساٹھ ہے۔“

”اور ساٹھ نمبر گودام میں اسلحہ منتقل کرنے کے لئے آپ لوگ صبح سے مصروف عمل تھے۔“ میں نے مسکرا کر کہا۔

”نن..... نہیں میرا مطلب یہ ہے کہ آخر اس میں تعجب کی کیا بات ہے..... ساٹھ نمبر گودام بھی تو قریب ہی ہے۔“

”وہ اسلحہ وہاں سے کیوں منتقل کیا گیا ہے؟“

”مالکوں کی بات کیا ملازموں کو معلوم ہوتی ہے؟“

”مسٹر ولیم اصل میں جھوٹ بولنے کی بھی ایک خاص تکیفیک ہوتی ہے..... انسان جھوٹ بولے تو کم از کم اس طرح بولے کہ دوسروں کو یقین آجائے۔“

”مم..... میں جھوٹ نہیں بول رہا، تہہ..... تم یقین کر لو۔“

”نہیں آپ بالکل جھوٹ بول رہے ہیں..... اصل میں ساری حقیقت مجھے معلوم ہے، میں تو بس آپ سے اس کی تصدیق چاہتا ہوں اور آپ مسلسل مجھے فریب دے رہے ہیں۔“

میں نے بغور اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے کہا اور اس کے چہرے پر تاریکی پھیل گئی۔ پھر وہ چند لمحات کے بعد بولا۔

”جب تم جانتے ہو تو مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہو۔“

”کہنا میں تصدیق کرنا چاہتا ہوں۔“

”تو پھر ٹھیک ہے تصدیق کرتا ہوں۔“

”کیا۔“

”کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ اسلحہ کہاں پہنچ گیا ہے؟“

”مسٹر ولیم میرا خیال ہے اب تک میں نے آپ کے ساتھ بہت ہی نرم اور شریفانہ سلوک کیا ہے، اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ اب میرا یہ سلوک مسلسل جاری رہے تو کم از کم اپنا یہ خیال ذہن سے نکال دیجئے، کیونکہ میں ایک بے وقوف آدمی نہیں ہوں۔“

”تو پھر کیوں میرا دماغ کھا رہے ہو، اسلحہ جزیرے پر چلا گیا ہے۔“

”ہوں، اب آپ کے اندر سچائی ابھری ہے، اس جھلاہٹ کے ساتھ جو سچ نہ بولنے والے کی مجبوری ہوتی ہے، کون سے جزیرے پر پہنچایا گیا ہے یہ اسلحہ؟“ میں نے پوچھا۔

”اگر تمہیں معلوم ہے تو ہر سوال مجھ سے کیوں کر رہے ہو؟“

”دیکھو تم اب تک باز نہیں آئے، میں تم سے صرف سچ سننا چاہتا ہوں۔“

”نارگوں پر بھیجا گیا ہے اسے..... سمجھے، جزیرہ نارگوں پر بھیجا گیا ہے اسلحہ۔“

”اوہو جزیرہ نارگوں، لیکن یہ جزیرہ ہے کیا؟“

”تم نہیں جانتے؟“

”پھر وہی سوال، پھر وہی سوال، میرا خیال ہے ابھی آپ کو مرمت کی ضرورت ہے۔“

میں آگے بڑھا تو وہ ایک بار پھر اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔

”میں تمہیں جان سے مار دوں گا۔“

”ویری گڈ، ویری گڈ..... انسان کے اندر یہی جذبہ ہونا چاہئے۔“ میں نے کہا اور اس

دہار ایک زوردار ہاتھ اس کے جڑے پر رسید کر دیا..... اس کی گردن ٹیڑھی ہو گئی اور وہ توازن نہ

سنجیال کر چکر کر صوفے پر گر پڑا..... اس کے ساتھ ہی میں نے اس کے گھٹنوں، پنڈلیوں اور رانوں پر کئی ٹھوکریں لگائیں اور اس کے بعد اس کی گردن اپنے ہاتھ کے شکنجے میں لے لی۔
”سچ صرف سچ، مسٹر ولیم! اس کے بعد میں آپ کا کوئی جھوٹ برداشت نہیں کر سکوں گا۔“ میری آواز میں خوفناک غراہٹ پیدا ہو گئی تھی۔

وہ اپنی گردن دونوں ہاتھوں سے چھڑانے کی کوشش کر رہا تھا..... میں نے پھر اسے صوفے پر دھکیلا اور کہا۔

”آپ کی گردن میں نے صرف اس لئے چھوڑ دی ہے کہ آپ کی زبان سے سچائی نکل سکے..... ہاں تو جزیرہ نارگون کیا ہے۔“

”جزیرہ کیا ہوتا ہے۔“ اس نے بھنجی بھنجی آواز میں کہا۔
اس کی آنکھیں گہری سرخ ہو رہی تھیں اور ان سے پانی بہہ رہا تھا۔
”جزیرہ تو جزیرہ ہی ہوتا ہے، لیکن یہ جزیرہ کہاں واقع ہے؟“
”خلاء میں نہیں ہے، یہیں سمندر میں ہے..... ایک پرائیویٹ جزیرہ ہے۔“
”گڈ، گڈ..... آپ بہت اچھے انسان ہیں، بس ذرا مار کھانے کے بعد بولتے ہیں..... یہ جزیرہ کس کی ملکیت ہے، کیا مسٹر بلی گون کی؟“

”نہیں۔“

”تو پھر؟“

”میں نہیں جانتا۔“

”جو جانتے ہیں وہ بتائیے اور آپ کو پتا ہے کہ میں آپ سے سب کچھ پوچھے بغیر یہاں سے نہیں جاؤں گا۔“

”بلی گون کو جانتے ہو تم۔“

”ہاں میرا خیال ہے میں جانتا ہوں۔“

”تو مسٹر ڈین رشیر کو بھی جانتے ہو گے۔“

”یقیناً..... بلی گون کے سرپرست مسٹر ڈین رشیر ہی ہیں اور مسٹر ڈین رشیر مقامی خفیہ ادارے کے سربراہ بھی ہیں۔“

”تو تمہارا کیا خیال ہے ڈین رشیر اپنی دوستی کا حق ادا نہیں کر سکتا۔ یہ ایک پرائیویٹ

جزیرہ ہے اور مسٹر ڈین رشیر نے ہی اسے فراہم کیا ہے۔“
”تو ہتھیاروں کے کارٹن نارگون پر پہنچا دیئے گئے ہیں۔“
”ہاں ہاں ہاں..... اور اب تم جاؤ اور انہیں اپنے قبضے میں لے لو۔“
”مشورے کا شکریہ، لیکن انہیں وہاں تک منتقل کرنے کے ذرائع کیا تھے؟“
”بڑی بڑی لائنیں جو مسٹر ڈین رشیر نے ہی فراہم کی ہیں۔“
”ویری گڈ، تو اس جزیرے پر اور کیا ہوتا ہے؟“ میں نے سوال کیا اور ولیم جھلا گیا پھر

بولتا۔

”گھاس ہوتی ہے، درخت ہوتے ہیں، زمین ہوتی ہے اس سے زیادہ مجھے کچھ نہیں معلوم کیونکہ میں کبھی اس جزیرے پر نہیں گیا..... بتا چکا ہوں کہ وہ ایک پرائیویٹ جزیرہ ہے۔“
”اور آپ نے آج دن بھر لوڈنگ کرائی ہے۔“
”جانتے ہو تو کیا پوچھ رہے ہو۔“
”اور اب آپ میرے یہاں سے جانے کے بعد کیا کریں گے مسٹر ولیم؟“
”تمہاری موت کا سامان۔“

”گڈ ویری گڈ، ذرا اس کے بارے میں بھی تفصیلات بتا دیجئے۔“
”دیکھو تم تم تم..... میں..... میں..... نہ جانے مجھے کیا ہو گیا ہے۔“ اس نے کہا اور اس دہار شاید وہ مجھے ختم کر دینے ہی کے ارادے سے اٹھا تھا..... اس نے ہچکچاتے ہوئے مجھ پر حملہ کیا اور میرے بدن سے لیٹ ہی گیا، درحقیقت وہ اچھا خاصا طاقتور انسان تھا اور اس دوران اسے تابو میں کرنے کے لئے مجھے خاصی محنت کرنا پڑی تھی، لیکن اب تو وہ ایسا لپٹا تھا کہ مجھے یوں محسوس ہوئے لگا تھا کہ جیسے مجھے اپنے آپ کو بچانا مشکل ہو جائے گا اور ویسے بھی وہ میرے لئے انتہائی خطرناک چیز تھا..... مجبوراً میں نے ایک بار پھر اس کی گردن شکنجے میں لی اور اس کے حلقوم پر انگوٹھے جما دیئے، وہ مجھ پر اپنی طاقت صرف کر رہا تھا اور میں اس کی گردن پر پریسیج میں اس کی آنکھیں باہر نکل پڑیں اور جب میں نے محسوس کیا کہ اس کے ہاتھوں کی گرفت میرے بدن پر سے کم ہو گئی ہے تو میں نے اسے دھکیل دیا، بے چارہ ولیم اپنے آپ کو زندگی کی مشکلات سے دور رکھنا چاہتا تھا، لیکن بہر حال اب میں یہ بھی تو پسند نہ کرتا کہ وہ میرے بارے میں مسٹر بلی گون کو اطلاع دیتا اور یہ بتا دیتا کہ مجھے اسلحے کی منتقلی کا پورا راز معلوم

ہو چکا ہے اور نارگون کا نام بھی..... یہ بہر حال میرے حق میں بہتر نہیں تھا..... میں نے اس کی نظروں کا جائزہ لیا، پوری طرح اس پر غور کیا اور اس کے بعد شانے ہلا کر اس کی موت پر افسوس کا اظہار کرنے لگا..... بعد میں میں نے اسے ایک چادر میں لپیٹ کر مسہری کے نیچے سرکا دیا اور اس کے بعد کمرے کا ماحول درست کرنے لگا۔ سارا سامان قرینے سے اس کی جگہ رکھا..... پیتل کا گلدان دیوار پر لگا تھا اور اس دیوار پر ایک نشان پڑ گیا تھا، اس نشان کو چھپانے کا کوئی انتظام نہیں تھا میرے پاس، لیکن پیتل کا گلدان میں نے اس کی جگہ رکھ دیا اور پوری طرح چاروں طرف سے مطمئن ہونے کے بعد میں نے وہاں سے واپسی کے لئے قدم بڑھا دیا اور پرسکون انداز میں چلتا ہوا فلیٹ سے باہر نکل آیا..... تھوڑی دیر کے بعد میں ایک ٹیکسی میں بیٹھا ہوا اپنے ہوٹل کی جانب جا رہا تھا اور میرے ذہن میں الجھنوں کا بسیرا تھا۔

رات اچھی خاصی ہو چکی تھی اور میں کچھ تھکن سی محسوس کر رہا تھا..... بہر حال اپنے کمرے میں پہنچ گیا اور لباس وغیرہ تبدیل کر کے بستر پر دراز ہو گیا، اب میں یہ سوچ رہا تھا کہ ڈین رشمیر اور بلی گون کے گٹھ جوڑنے یہ نیا کھیل کھیلنا ہے، ایک پرائیویٹ جزیرے پر جس کا نام نارگون ہے، وہ اسلحہ منتقل کر دیا گیا ہے..... ہو سکتا ہے اس کی وجہ یہ بلیک میلنگ ہی ہو۔ ویسے اسلحہ مسٹر بلی گون کے گلے کی ہڈی بن گیا تھا اور مسٹر ڈین رشمیر بھی اس میں برابر کے شریک معلوم ہوتے تھے، لیکن اب کیا کرنا چاہئے..... یا تو یہ کہ وہ اسلحہ تباہ کر دیا جائے یا پھر اس وقت کا انتظار کیا جائے جب مسٹر ڈین رشمیر اس کی ترسیل کا بندوبست کر لیں اور ایک بار پھر میں ماضی کی کہانی دہراؤں اور جو کچھ ہو وہ اپنی جگہ..... کوئین میکو دیا بھی اس سلسلے میں اعتراض نہیں کرے گی، کیونکہ وہ میرے ساتھ ہر تعاون پر تیار رہتی تھی، مجھے اینٹی بی سی گروپ کے ممبران کا پتا چاہئے تھا اور ان کے خلاف کارروائی کرنی تھی اور اس کے لئے کوئی ایک دن متعین نہیں کیا جاسکتا تھا، بس طریقہ کار دیکھنا تھا اور اس کے بعد لوگوں کو ایک ایک کر کے فنا کرنا تھا جو اس گروپ کے سربراہان میں شمار ہوتے تھے، چنانچہ اگر اس دوران میں اپنے پیارے وطن کے لئے ایک اور تختہ روانہ کر سکوں تو کوئی حرج تو نہیں تھا، البتہ اس بارے میں کوئی مناسب پلاننگ کرنا ضروری تھی..... اسلحے کے گودام سے لے کر مسٹر ولیم کی ہلاکت تک خاصی جدوجہد کرنا پڑی تھی، اس لئے اس وقت مزید کوئی کام کرنا مناسب نہیں تھا، سوائے اس کے کہ آرام کی نیند سو جاؤں اور میں کسی بھی طرح اپنے آپ کو کسی خطرے میں ڈالنا پسند نہیں

کرنا تھا..... میرا طریقہ کار بہت مناسب تھا..... ہوٹل کے کمروں میں یا ایسی کسی غیر محفوظ جگہ جہاں اپنی زندگی کے خطرات کا احساس ہو سکے، بہتر یہ ہے کہ وہی طریقہ کار استعمال کیا جائے اور جیڈ کے بجائے بیڈ کے نیچے ٹھکانہ بنایا جائے، ہاں اگر کوئی میری رہائش گاہ کو بم ہی سے اڑا دے تو مجبوری ہے ورنہ اپنے دشمنوں کے استقبال کے لئے یہ موثر اور بہتر تیاریاں تھیں جو میں نے اختیار کی تھیں، چنانچہ میں نے خود کو نگاہوں سے روپوش کیا اور اپنے تنگ بیڈ روم میں داخل ہو گیا۔



تھکن کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ وہ بھرپور نیند لانے میں مدد کرتی ہے اور انسان ہر کیفیت کو بھلا دیتا ہے۔ یقیناً کانٹوں پر نیند آنے کا شعر کہنے والا شاعر بھی تھک کر سویا ہوگا۔ صبح ہوگئی تھی اور اس وقت بھی جاگنے کی وجہ دروازے پر ہونے والی دستک تھی۔

مسہری کے نیچے سے نکل کر پہلے اپنے آپ کو اصل حالت میں لایا پھر دروازہ کھولا۔ دیر تھا جو گردن خم کئے اندر آگیا۔

”سوری سر شاید آپ دیر تک سونے کے عادی ہیں، میں صفائی کے لئے آیا ہوں۔“

میں نے اسے کوئی جواب نہیں دیا اور واش روم کی جانب بڑھ گیا، غسل وغیرہ سے فراغت حاصل کر کے باہر نکلا اور روم سردی کو ٹیلی فون کر کے ناشتا طلب کیا، ناشتے کے دوران اپنے آج کے لائحہ عمل پر غور کرنے لگا..... مسٹر بلی گون کا مسئلہ طے ہو جائے تو پھر مسٹر ڈین رشمیر سے ایک پرسکون ملاقات کی جائے۔ البتہ اس بات سے ذرا سا اطمینان تھا کہ جو کچھ میں کر رہا ہوں وہ میرے کام ہی کے سلسلے کی ایک کڑی ہے، کیونکہ اصولی طور پر مجھے مسٹر ڈین رشمیر ہی سے اینٹی بی سی گروپ کے بارے میں کچھ معلومات حاصل ہو سکتی تھیں، البتہ ایک ایسی شخصیت کو تلاش کرنے کا معاملہ ذرا ٹیڑھا تھا، لیکن بلی گون جیسے انسان کا مل جانا اس بات کا مظہر تھا کہ کسی نہ کسی شکل میں ڈین رشمیر سے ملاقات ہو ہی جائے، اس کے لئے کوئی مناسب لائحہ عمل ناشتے کے دوران ہی میں نے طے کر لیا کہ مجھے بہر حال مسٹر بلی گون سے ملاقات کرنی چاہئے۔

پھر لباس وغیرہ تبدیل کیا اور ہوٹل کے کمرے سے باہر نکل آیا۔ ٹیکسی نے مجھے اس جگہ

پہنچا دیا جہاں بلی گون کا دفتر تھا۔ سٹاف آچکا تھا..... مسٹر بلی گون کے بارے میں علم نہیں تھا کہ وہ کتنی دیر میں پہنچیں گے۔ دفتر میں داخل ہونے سے پہلے میں نے اپنے آپ کو انسانی نگاہوں سے اوجھل کر لیا تھا اور اس طرح میں سٹاف کے درمیان سے گزرتا ہوا مسٹر بلی گون کے آفس کے دروازے پر پہنچ گیا۔ ابھی پورے نو بھی نہیں بجے تھے، چنانچہ مسٹر بلی گون موجود نہیں تھے، مجھے یہ دیکھنا تھا کہ وہ کس وقت یہاں تشریف لاتے ہیں لیکن اس دوران اگر مسٹر بلی گون کے آفس کا جائزہ بھی لے لیا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا، چنانچہ میں نے وہ پولورائیڈیشن سسٹم دیکھا جو واقعی انتہائی جدید تھا۔ مسٹر بلی گون کی میز کی درازیں بھی کھول کر دیکھیں لیکن میرے مطلب کے کاغذات مجھے نظر نہیں آئے تھے اور کوئی ایسا نشان نہیں مل سکا تھا جس سے اس پر کسی قسم کا شبہ کیا جاسکتا۔ بہر حال وہ ایک چالاک یہودی تھا اور کم از کم اس قوم کی ذہانت کا میں دل سے قائل تھا، اب یہ الگ بات ہے کہ بد قسمتی ہی اسے کسی مشکل میں پھنسا دے۔

پھر ٹھیک نو بجے مسٹر بلی گون اپنے آفس میں داخل ہو گئے اور میں پھرتی سے اپنی جگہ سے اٹھ گیا، اب تک میں ان کی کرسی پر قبضہ جمائے ہوئے تھا۔ مسٹر بلی گون اپنی کرسی پر آ بیٹھے اور میں ان سے تھوڑے فاصلے پر فردکش ہو گیا۔ تب مسٹر بلی گون نے انٹرکام پر اپنے سیکرٹری کو حکم دیا۔

”لارڈ آنے والا ہے، اسے میرے پاس بھیج دیا جائے۔“

میں نے دلچسپی سے گردن ہلائی، مسٹر بلی گون ابھی اسی چکر میں پڑے ہوئے تھے۔ پھر یوں ہوا کہ لارڈ اجازت لے کر اندر داخل ہو گیا۔ مسٹر بلی گون اس دوران اپنے سامنے رکھے ہوئے کاغذات دیکھتے رہے تھے..... لارڈ کے آنے پر انہوں نے تلخ کلامی سے لارڈ کو دیکھا اور اسے بیٹھنے کی پیش کش کی۔ لارڈ بیٹھ گیا، اس کا چہرہ بھی اترا ہوا تھا۔

”اگر تمہارا خیال ہے کہ تم میرے کام کے سلسلے میں کوئی ماہانہ منصوبہ بنائے ہوئے ہو تو میں تمہیں وارن کر دینا چاہتا ہوں کہ جو کام میں نے تمہارے سپرد کیا ہے، اگلے چوبیس گھنٹوں کے اندر اندر مکمل نہ ہوا تو میرا اور تمہارا معاہدہ ختم ہو جائے گا۔“

”اصل میں تھوڑی سی غلطی مجھ سے ہی ہوئی ہے اور آپ سے بھی مسٹر بلی گون۔“

”کیا غلطی ہوئی ہے مجھ سے؟“

”آپ نے بتایا تھا کہ وہ میک اپ میں تھا اور آپ نے مجھے جو اس کی اصل تصویر دکھائی تھی، وہ اس کا حقیقی چہرہ تھا..... کم از کم آپ کو اس کے میک اپ کی ایک تصویر مجھے ضرور دکھانی چاہئے تھی یا پھر اس کے حلیے سے آگاہ کرنا ضروری تھا۔“

”یہ کام تمہارا تھا یا میرا؟“

”نہیں مسٹر بلی گون اتفاق کی بات ہے کہ نہ مجھے اس بارے میں کچھ یاد رہا اور نہ آپ کو، اب مجھے بتائیے اس طرح میں کیا کر سکتا تھا؟“

”اس کے میک اپ زدہ چہرے کی کوئی تصویر میرے پاس نہیں ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں مسٹر لارڈ کہ تم یہ کام نہیں کر سکتے..... بس جنون اور ہیجان کے عالم میں تم سے رابطہ قائم کر لیا تھا میں نے۔ بہتر یہی ہے کہ اب یہ معاہدہ ختم کر دیا جائے۔“

”مسٹر بلی گون معاہدے زبانی ہوں یا تحریری معاہدے ہوتے ہیں، آپ کم از کم مجھے ایک ہفتے کا وقت تو دیجئے، آپ کو علم ہے کہ میں نے کتنا بڑا اسٹاف اس کام پر لگا دیا ہے اور اب مجھے آپ کو یہ بتانے میں کوئی عار نہیں ہے کہ اس سلسلے میں میری سرپرستی مسٹر کنگ ہارڈو کر رہے ہیں اور آپ ان کے بارے میں جانتے ہی ہوں گے؟“

”اوہ میں نے اپنے سر کیا مصیبت لگالی..... یہ کام میں نے تم سے کرنے کے لئے کہا تھا۔ کنگ ہارڈو جیسے انسان کو اس میں ملوث کرنے کی کیا ضرورت تھی، میں محسوس کر رہا ہوں لارڈ کہ میری مشکلات بڑھتی ہی جا رہی ہیں۔“

”مسٹر بلی گون آپ نے غالباً کہیں مس پلاننگ کی ہے، ورنہ کام تو ہو ہی جاتے ہیں اور ان میں اتنی مشکلات کا سامنا نہیں کرنا پڑتا..... میں یہ سمجھتا ہوں کہ کم از کم آپ کو دو کروڑ ڈالر تو ادا کرنے ہی ہوں گے..... البتہ اگر آپ اس کام کا انتظار نہیں کر سکتے تو پھر دو کروڑ ڈالر دے کر چھٹکارا حاصل کر لیجئے..... ورنہ کنگ ہارڈو اور آپ کا معاملہ براہ راست ہو جائے گا۔“

”تم..... تم مجھے بلیک میل کر رہے ہو؟“

”اپنے نام پر نہیں کنگ ہارڈو کے نام پر۔“

”میں تمام چیزوں پر اہانت بھیجتا ہوں، بہت مشکل صورت حال کا سامنا کرنا پڑ گیا ہے مجھے۔“

”میں سمجھتا ہوں، لیکن بہر حال آپ ہمیں ہمارا کام کرنے دیجئے اور اب تو یہ اشد

ضروری ہو گیا ہے کہ آپ وہ دو کروڑ ڈالر ہمیں نقد ادا کر دیجئے اور اگر آپ نے ایسا نہیں کیا مسٹر بلی گون تو کل کے اخبار میں اس اسلحے کے بارے میں تمام تفصیلات آجائیں گی اور آپ جانتے ہیں کہ میں تو ایک معمولی سا آدمی ہوں لیکن کنگ ہارڈو پہلے قدم کے طور پر ایسا ضرور کرنے پر تیار ہو جائے گا اور دوسرا قدم آپ جانتے ہیں کہ کیا ہوگا۔ ممکن ہے آپ پر ایک بہت بڑا وقت آجائے۔“

بلی گون انتہائی پریشانی کے عالم میں لارڈ کو دیکھ رہا تھا، پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے یہ رقم تمہیں کیش ادا کی جاسکتی ہے۔ میں تمہیں چیک نہیں دے سکتا، کیونکہ اس چیک سے تم مجھے بلیک میل کر سکتے ہو۔“

”میری نیک نیتی آپ پر اس انداز میں واضح ہو سکتی ہے کہ میں کیش رقم لینے کے لئے تیار ہو جاؤں، لیکن آج کل کا کوئی بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔“ لارڈ نے کہا اور بلی گون نے کرسی کی پشت سے گردن نکالی۔

لارڈ بھی دلچسپ آدمی تھا اور یقینی طور پر ایک ماہر پیشہ ور۔ بہر حال اس دلچسپ پیمائش کے بعد مسٹر بلی گون سے میرے کھیل کا آغاز ہونا تھا..... بے چارہ یہودی سرمایہ دار، وہ دیر تک خیالات میں کھویا بیٹھا رہا، پھر گہری سانس لے کر بولا۔

”ٹھیک ہے..... آج شام کو چار بجے میں تمہارے فلیٹ پر آؤں گا۔“

”کرائے کے قاتلوں کو نہ لے کر آئے مسٹر بلی گون، کیونکہ اگر آپ کو کرائے کے ایسے قاتل مل سکتے ہیں جن کا تعلق کنگ ہارڈو سے نہ ہو تو بے شک آپ یہ عمل بھی کر سکتے ہیں، لیکن مجھے جو کرنا ہے وہ یہ ہے کہ میں آپ سے ہونے والی تمام تر گفتگو کی پوری تفصیل کنگ ہارڈو کو بتا دوں اور یہ کہہ دوں کہ چار بجے آپ میرے پاس آئیں گے۔ اس کے بعد آپ سوچ لیجئے میرا تحفظ بھی آپ پر ہی فرض ہو رہا ہے، اگر میں کسی مشکل کا شکار ہو گیا تو پھر آپ کا اور کنگ ہارڈو کا براہ راست تعلق ہو جائے گا۔“

”تم جاسکتے ہو..... میں شاید ان دنوں بڑی بد قسمتی کا شکار ہوں کہ میں نے تم سے رابطہ قائم کیا، خیر ہوتا ہے ایسا بھی ہو جاتا ہے۔“

”بد قسمتی کے بعد خوش قسمتی کا دور شروع ہوتا ہے..... مسٹر بلی گون میں یہ پیش گوئی

کر رہا ہوں کہ بعد کے حالات آپ کے حق میں بالکل بہتر ہوں گے۔“
”تم جانا پسند کرو گے؟“

”واقعی جب انسان کسی کو ذلیل کرنا چاہتا ہے تو اس کے ساتھ یہی سلوک کرتا ہے، لیکن دولت ایسی ہی چیز ہے کہ انسان کو ذلیل ہونا پڑتا ہے۔۔۔۔۔ مجھے اعتراض نہیں ہے، کیونکہ میں خود بھی یہاں رکنے کا خواہش مند نہیں مسٹر بلی گون۔“ لارڈ نے کہا اور اس کے بعد وہ مسکراتا ہوا وہاں سے باہر نکل گیا۔۔۔۔۔ میں یہ سوچتا رہا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہئے، پھر میں نے یہی طے کیا کہ اس مسئلے کو ہر قیمت پر حل ہونے دیا جائے، اس کے بعد میں مسٹر بلی گون سے اپنے معاملے میں مذاکرات کرنے میں دیر نہیں لگاؤں گا، لیکن بہر طور یہ بھی دلچسپ معاملات تھے اور میرے ذہن میں کچھ نئے منصوبے پرورش پا رہے تھے جن کی میں ہر حالت میں تکمیل چاہتا تھا۔

پھر شام کو چار بجے میں نے مسٹر بلی گون کے ساتھ ہی سفر کیا، لارڈ کے بارے میں یہ جانتا تھا کہ بھلا وہ اس وقت کہاں جائے گا، یقینی طور پر وہ مسٹر بلی گون کا ہی انتظار کر رہا تھا۔ یہ سوچ میرے لئے بڑی دلچسپ تھی، پھر بلی گون، لارڈ کے فلیٹ میں داخل ہو گیا۔۔۔۔۔ میں بھی اس کے ہمراہ ہی تھا لارڈ، بلی گون کا انتظار کر رہا تھا۔۔۔۔۔ اس نے بڑے پر تپاک انداز میں مسٹر بلی گون کا استقبال کیا اور لپٹائی ہوئی نگاہوں سے اس بڑے بیگ کی جانب دیکھنے لگا جو مسٹر بلی گون کے ہاتھ میں دبا ہوا تھا اور یقیناً اس بیگ کی قیمت اس وقت دو کروڑ ڈالر تھی۔ بہت بڑی ذیل ہونے جارہی تھی، لیکن اس کا انجام بہتر نہیں ہونا تھا، کیونکہ درمیان میں دانش منصور موجود تھا، مسٹر بلی گون نے کہا۔

”لو! لیکن لارڈ ایک بات کو ذہن میں رکھنا۔۔۔۔۔ ان دو کروڑ روپے کے حصول کے بعد معاملہ ختم ہو جانا چاہئے، ورنہ مجھے مزید دو کروڑ روپے اس بات کے لئے خرچ کرنا پڑیں گے کہ میں کس طرح تم لوگوں سے نجات حاصل کر سکتا ہوں۔“

”واہ۔۔۔۔۔ مسٹر بلی گون، بہترین، بڑی اچھی سوچ ہے۔۔۔۔۔ آپ ایسا کریں کہ اس سلسلے میں بھی ایک کروڑ روپے میں سودا کر لیں، یعنی یہ کہ اس کے بعد اگر کچھ حالات پیدا ہوں تو ان سے نمٹنے کے لئے بھی یہ خاکسار ہی آپ کی خدمت کے لئے حاضر ہے۔“

”لارڈ! پاؤں کے نیچے دبی ہوئی جیونٹی بھی کاٹ لیتی ہے، اس بات کو ذہن میں

رکھنا۔“

”نہیں یہ تو میں نے آپ کی بات پر کہا، میرا آپ کا معاملہ ان دنوں کروڑ ڈالر کے حصول کے بعد ختم ہو جاتا ہے، مسٹر بلی گون اور آپ کو پتا ہے کہ برے لوگوں میں، میں بہت اچھا آدمی ہوں۔“

”رقم چیک کرو، میں چلتا ہوں۔“

”ارے ایسا بھی کیا، میں آپ کو مارشس کی بہترین۔“

”شٹ اپ۔“ بلی گون کا موڈ مہلے حد خراب تھا۔

”آپ کی مرضی ہے، حالانکہ آپ نے جس طرح مجھے اپنے آفس سے نکال دیا تھا (اصولی طور پر مجھے آپ کے ساتھ خشک رویہ اختیار کرنا چاہئے تھا، لیکن میں اپنے کلائنٹ کے ساتھ ہمیشہ اچھا رویہ رکھتا ہوں اور مسٹر بلی گون آئندہ بھی اپنی خدمات کے لئے لارڈ کو نہ دھولے گا۔“

”لعنت ہے تم پر۔“ بلی گون نے کہا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا فلیٹ سے باہر نکل گیا، لیکن میرا کام اب بلی گون کے ساتھ نہیں بلکہ لارڈ کے ساتھ تھا۔

لارڈ کے فرشتوں کو بھی یہ بات معلوم نہیں تھی کہ وہ اب صحیح معنوں میں ایک بڑی مصیبت میں پھنسنے والا ہے، کیونکہ کنگ ہارڈو سے اس کی ذیل میرے سامنے ہی ہوئی تھی اور ان دو کروڑ ڈالر میں سے صرف ساٹھ لاکھ ڈالر اسے ملنے والے تھے، لیکن اب وہ ان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے گا، یہ فیصلہ میں نے کر لیا تھا۔۔۔۔۔ بہر حال لارڈ اس وقت خوشی سے دیوانہ ہو رہا تھا۔ بلی گون کے جانے کے بعد اس نے دروازہ اندر سے بند کیا اور تیر کی طرح اس بیگ پر لپکا، بیگ کھول کر اس نے تمام گڈیاں ڈھیر کر دیں۔۔۔۔۔ بہت بڑی دولت تھی، بہت بڑی رقم تھی۔ لارڈ چکر کھانے لگا تھا، پھر اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے خود کلامی کے انداز میں کہا۔

”آہ اگر یہ رقم پوری میری ملکیت بن جائے تو پھر مجھے اس منحوس جگہ رہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ دنیا کے کسی دور دراز ملک میں اپنا ایک ٹھکانا بناؤں اور زندگی عیش سے گزار دوں لیکن میرا واسطہ مسٹر ہارڈو جیسے ذلیل شخص سے ہے، وہ دنیا کے کسی بھی گوشے میں مجھے زندہ نہیں رہنے دے گا اور سمجھدار لوگ کہتے ہیں کہ کم کھاؤ اور آرام سے کھاؤ لیکن آرام تو شاید

ویسے بھی نصیب نہ ہو کہ یہودی سرمایہ دار اس دو کروڑ روپے کی چوٹ کو کبھی بھولے گا نہیں اور ان یہودیوں کی فطرت سے میں بخوبی واقف ہوں، ساٹھ لاکھ ڈالر بھی کم نہیں ہوتے..... جگہ تبدیل کر لی جائے گی اور طرز زندگی میں تھوڑی سی مناسب تبدیلی، واہ لارڈ، اصل میں والدین نے تمہارا نام لارڈ بلا وجہ ہی نہیں رکھا تھا..... تمہیں یقیناً ایک ایسے وقت میں داخل ہونا تھا جب تم لارڈوں کی طرح ہی زندگی بسر کر سکو اور اب بہتر ہے کہ کنگ ہارڈ کو اپنی کامیابی کی خبر سنا دو، ویسے کنگ ہارڈ معاملہ ساز آدمی ہے، گڑ بڑ نہیں کرے گا اور پھر وہ آج تک کبھی کسی ایسے معاملے میں ملوث نہیں ہوا، خیر کبھی کبھی غلطی ہو جاتی ہے، لیکن بلی گون جیسے شخص سے تحفظ کے لئے کنگ ہارڈ کا سہارا ضروری ہے، اوکے اوکے مائی ڈیر مسٹر ہارڈ، میں دیانت داری سے اپنا فرض پورا کروں گا۔“ اور اس نے کنگ ہارڈ سے رابطہ قائم کرنا شروع کر دیا..... تھوڑی دیر کے بعد شاید اس کا رابطہ قائم ہو گیا، اس نے کہا۔

”سر آپ کا خادم! جی ہاں لارڈ، جی سر آپ سے ملنا چاہتا ہوں..... سر میں جانتا ہوں آپ کی مصروفیات بے پناہ ہیں، لیکن پھر بھی آپ سے میری ملاقات ضروری ہے..... سر میں ٹیلی فون پر نہیں بتانا چاہتا۔ آپ یوں سمجھ لیجئے کہ ہماری ڈیل مکمل ہو گئی ہے اور میں آپ کی امانت آپ کے پاس لانے کا خواہشمند ہوں..... جی سر جی، ٹھیک آٹھ بجے، آپ اطمینان رکھئے سر، مقررہ وقت پر میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔ سر میں تو آپ کا خادم ہوں، بھلا یہ کیسے ہوکتا ہے آپ کے لئے دل میں بے ایمانی پیدا کر کے میں زندگی سے محروم نہیں ہونا چاہتا، آپ جس طرح بھی مناسب سمجھیں فیصلہ کیجئے گا، اوکے سر۔ اوکے۔ جی ہاں..... ٹھیک آٹھ بجے..... بہت بہتر۔“

اس نے فون بند کر دیا اور اپنے گالوں پر تھپڑ مارتے ہوئے بولا۔

”لارڈ کبھی تو زندگی میں کوئی عقل کا کام کر لیتے، یہ سب کچھ تمہارا ہے لیکن لوگ کس طرح اپنا حق جتا رہے ہیں اس پر، مگر وہ جو کہا جاتا ہے ناکہ تقدیر کا لکھا پورا ہوتا ہے اب جو کچھ ہے وہ تو کرنا ہی پڑے گا، لیکن شاید مجھے ایک کروڑ چالیس لاکھ ڈالر کی اس رقم کا افسوس زندگی بھر رہے گا..... پھر اس نے نوٹوں کی گڈیاں بیگ میں احتیاط سے جما کر بیگ ایک الماری میں رکھ دیا اور پھر پاگلوں کی طرح وقت گزارنے لگا، اب میرے لئے یہ مسئلہ تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے، تمام تر انتظامات بڑے ضروری تھے..... میں نے انتظار کیا، ابھی بہت وقت تھا کئی گھنٹے

تھے، لیکن میں نہیں چاہتا تھا کہ لارڈ میری نگاہوں سے اوجھل ہو جائے..... میں اپنا کام اسی خوش اسلوبی سے سرانجام دینا چاہتا تھا، چنانچہ میں نے اسی نادیدہ حالت میں اس پورے فلیٹ کا جائزہ لیا اور پھر ایک ایسی جگہ منتخب کر لی جہاں وہ رقم چھپائی جاسکتی تھی، اس کے بعد میں نے اپنے کام کا آغاز کر دیا..... ایک تفریحی مشغلہ تھا، لیکن بہر طور اس تفریح میں حصہ تو لینا ہی تھا..... میں ایسی چیزیں تلاش کرنے لگا جو اس بیگ میں ان نوٹوں کے وزن کے برابر ہوں اور میں اس بیگ کی رقم خالی کر کے اس میں وہ چیز رکھ دوں ذرا تھوڑی سی دلچسپی تھی مجھے، دیکھنا چاہتا تھا کہ کنگ ہارڈ اس واقعے کے بعد لارڈ کے ساتھ کیا سلوک کرے گا، کچھ ردی کاغذ اور تھوڑی سی ایسی دزنی چیزیں میں نے مہیا کر لیں اور اس کے بعد انتظار کرنے لگا کہ لارڈ اس کمرے سے نکل کر جائے تو میں اپنا کام سرانجام دوں، اس دوران میں نے دوسرے انتظامات بھی کر لئے تھے اور پلاسٹک کے دو بڑے بیگ مجھے حاصل ہو گئے تھے جنہیں میں نے ایک جگہ محفوظ کر دیا..... پھر تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کے بعد وہ وقت مجھے ملا، لارڈ اس کمرے سے چلا گیا تھا، میں نے اطمینان سے الماری سے بیگ نکالا، اسے کھولا، نوٹوں کی گڈیاں پلاسٹک کے ان بیگوں میں منتقل کیں اور اس کے بعد اس وزن کو برابر کرنے کے لئے وہ اشیاء اس بیگ میں منتقل کر دیں اور بیگ واپس الماری میں اسی جگہ رکھ دیا جہاں وہ رکھا ہوا تھا..... اب میں نہیں کہہ سکتا تھا کہ لارڈ یہیں، اسی فلیٹ میں دوبارہ بیگ کا جائزہ لے گا یا پھر اسی انداز میں لے کر چل پڑے گا، کیونکہ دروازہ اندر سے بند تھا اور اسے کسی قسم کا خدشہ نہیں تھا، پلاسٹک کے بیگ میں نے اسی جگہ پوشیدہ کر دیئے جس کا انتخاب میں نے پہلے سے کر لیا تھا..... لارڈ کا انجام دیکھ لیا جائے، اس کے بعد پھر صورت حال کا جائزہ لوں گا اور پھر آٹھ بجے تک کا وقت گزارنا میرے لئے بڑا صبر آزما کام ثابت ہوا تھا، لیکن مجھے یہ خوشی تھی کہ اس دوران لارڈ نے بیگ کو دوبارہ کھولنے کی کوشش نہیں کی۔ وہ کچھ حساب کتاب میں لگا رہا تھا، اس کے بعد لیٹ کر شامیگا تھا، پھر جاگا تھا اور غسل کر کے کپڑے تبدیل کئے تھے، تمام کاموں سے فراغت حاصل کر کے اس نے کار کی چابی اٹھائی تھی، پھر الماری سے بیگ نکالا تھا اور مدہم سردوں میں سیٹی بجاتا ہوا فلیٹ سے باہر نکل آیا تھا۔ یہ کام اطمینان بخش تھا، گویا لارڈ کو شبہ نہیں ہوا تھا کہ بیگ میں کسی قسم کی گڑ بڑ ہوئی ہے، اس کی کار آخر کار بہت سے فاصلے طے کرتی ہوئی ایک عمارت پر جا رہی اور اسی عمارت کے ایک بڑے کمرے میں اس نے کنگ ہارڈ سے ملاقات کی۔

دیو قامت شخص اس کا انتظار کر رہا تھا، لارڈ نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔

”کنگ..... مجھے خوشی ہے کہ میں آخری سیکنڈ پر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔“

”میں اس ذمے داری کو پسند کرتا ہوں لارڈ بیٹھ جاؤ۔“

”کنگ آخر کار میں نے بیلی گون کو چاروں خانے چٹ کر دیا۔“

”میں سمجھتا ہوں تمہاری ضلالتیں پہلے سے زیادہ کارآمد ہو گئی ہیں، بیلی گون جیسے آدمی

کو اس انداز میں ذبح کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔“

”کنگ کبھی لارڈ کے سپرد کوئی مشکل کام کر کے دیکھئے آپ کا یہ خادم آپ کی توقعات

پر پورا اترے گا۔“

”یوں محسوس ہوتا ہے جیسے تم میری گڈ بک میں آتے جا رہے ہو۔“

”ایک کروڑ چالیس لاکھ ہیں؟“

”نہیں کنگ..... بھلا لارڈ کی یہ مجال ہو سکتی تھی کہ اپنا حصہ نکالنے کی کوشش کرتا، مجھے

میرا حصہ آپ اپنے ہاتھ سے دیں گے۔“ لارڈ نے بیگ کنگ کے قدموں میں رکھ دیا اور کنگ

اس کی زپ کھولنے لگا، پھر اس نے کپڑوں کے کچھ ہنڈل ردی کاغذوں کے ٹکڑے اور ایسی ہی

دوسری چیزیں بیگ میں سے نکالیں اور اس کے چہرے پر غصے کے تاثرات نمودار ہوتے گئے،

لارڈ خود بھی پھٹی پھٹی آنکھوں سے ان تمام چیزوں کو دیکھ رہا تھا، اس کے بعد وہ بھاگ کر آگے

بڑھا اور اس نے بیگ میں جھانکا، جواب خالی ہو چکا تھا، پھر وہ وہیں فرش پر بیٹھتا چلا گیا تھا اور

کنگ ہارڈو اسے خوشخوار نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

”بدنیا ملگئی اور اس کے بعد مذاق۔ لارڈ تمہاری یہ جرات بھی قابل قدر ہے، میرا

خیال ہے جو کام تم نے اس وقت کیا ہے وہ اچھے اچھے نہیں کر سکتے، میں تمہیں اس دلیری کی

مبارکباد دیتا ہوں۔“

لارڈ نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا، لیکن اس کی آواز نہیں نکل سکی، تب کنگ نے بیگ

اٹھا کر اس کے منہ پر دے مارا..... اچھی خاصی چوٹ لگی تھی لارڈ کو، وہ ایک جھٹکا کھا کر سنبھل

گیا، کنگ نے کہا۔

”جو کچھ لائے ہو وہاں اس میں رکھ دو اور تمہارا حصہ میں بہر طور تمہیں دوں گا۔“

”کنگ..... یہ کیا ہو گیا، یہ کیا ہو گیا؟“

”سمجھ میں نہیں آتا اگر تم چاہتے تو مجھے کوئی اور کہانی سنا سکتے تھے..... یہ مذاق اور یہ

انداز میری سمجھ سے باہر ہے اور بجائے اس کے کہ اس وقت میں تم پر غصے کا اظہار کروں میں

اس بات پر حیران ہوں کہ تم نے یہ جرات آخر کس طرح کی..... آخر کس طرح..... میری عقل

اس بارے میں کام نہیں کر رہی، کیا تم واقعی اس قدر دلیر ہو؟“

”کنگ..... میری تقدیر خراب ہو گئی ہے۔“

”ابھی کہاں، ابھی نہیں..... ایسی بات مت کرو میرے سامنے..... تقدیر ابھی کہاں

خراب ہوئی، تمہاری لارڈ! لیکن ہاں آگے کے امکانات ہیں۔“

”کنگ میں آپ سے معافی نہیں مانگوں گا، میں آپ سے صرف سوال کروں گا، کہ ایسا

کیسے ہو سکتا ہے؟“

”اب کیا مجھے کوئی اور کہانی سنانا چاہتے ہو؟“

”ہاں کنگ ہارڈو جو کچھ ہے وہ ایک عجیب نوعیت کا حامل ہے، لیکن آپ میری کہانی

ضرور سن لیجئے۔“

”سناؤ سناؤ..... جو رقم ابھی تک میرے ہاتھ میں نہیں آئی، میں اس کے لئے افسوس

نہیں کروں گا، کیونکہ آخر کار وہ رقم مجھ تک پہنچ جائے گی۔“

کنگ میں نے مسٹر بیلی گون سے اس سلسلے میں جو گفتگو کی اس کی تفصیل یہ ہے۔“ لارڈ

نے تمام تفصیل بتائی اور پھر بولا۔

”اور مسٹر بیلی گون نے چار بجے مجھ سے آنے کے لئے کہا۔“

”وہ آئے؟“

”یہ بیگ وہی لے کر آئے تھے۔“

”گو یا یہودی نے تمہیں بے وقوف بنا دیا، ویری گڈ..... ہماری قوم اس قدر ہی چالاک

ہوتی ہے۔“

”نہیں کنگ ہارڈو ایسا نہیں ہوا۔“

”اچھا..... اچھا پھر؟“

”مجھے نوٹ دکھائے تھے اس نے، گنوائے تھے اور اس کے جانے کے بعد میں نے

سنبھال کر رکھے تھے، یہ بھی نہیں کہ وہ بعد میں کوئی ہیرا پھیری کر گیا ہو، پھر میں نے اپنے

کمرے کا دروازہ بند کر لیا تھا..... آہ، کاش چار گھنٹے کا یہ وقت نہ ہوتا پتا نہیں اس دوران کیا ہو گیا، مگر میرے فلیٹ کا دروازہ بند تھا..... کنگ میرے فلیٹ کا دروازہ بند تھا کون آگیا، کیسے آگیا یہ، بیگ الماری میں رکھا ہوا تھا اور میں نے، میں نے نوٹ سنبھال کر رکھے تھے۔“

”تم کوئی پراسرار کہانی سنار ہے ہو مجھے، بند فلیٹ میں کون آ سکتا ہے، پہلے سے کوئی تمہاری تاک میں تھا؟“

”کنگ صورت حال بہت پراسرار ہے، کنگ میں یہ سوچ رہا ہوں کہ یہی گون واقعی ایک ڈھینچ آڈی ہے، کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ تمام حالات سے واقفیت ہونے کے بعد اس نے کسی کو میرے فلیٹ میں چھپا دیا ہو، مگر میرے فلیٹ میں چھپنے کی کون سی جگہ ہو سکتی ہے اور کنگ اگر وہ چھپ بھی گیا تو آپ یقین کیجئے فلیٹ سے باہر نکلنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے، وہ دروازہ، باقی کھڑکیوں وغیرہ میں گرل لگی ہوئی ہے، کوئی وہاں سے نہیں نکل سکتا، آہ میں نے اس بات پر غور بھی نہیں کیا ہو سکتا ہے کسی کھڑکی کی گرل نکالی گئی ہو۔ اف میرے خدا میں، میں اپنا فلیٹ چیک کرنا چاہتا ہوں۔“

”نہیں لارڈ بات وہی ہے میرے مزاج اور میری طبیعت کی بھلا اب جب تک میں خود اس معاملے کی تحقیقات نہ کر لوں تمہارا یہاں سے کہیں چلے جانا کیسے ممکن ہے اور تم خود دیکھ لو جو کچھ ہوا ہے اس میں میری کتنی توہین چھپی ہوئی ہے۔ کیا میں اپنی اس توہین کو اتنی آسانی اور اتنی خاموشی سے برداشت کر لوں گا۔“ کنگ ہارڈ کا لہجہ بہت خوفناک تھا اور میں نے لارڈ کا بدن کاچتے ہوئے دیکھا تھا۔

”کنگ..... تم خود اپنے ذہن سے سوچ کر فیصلہ کرو، کیا مجھ جیسی حیثیت کا کوئی شخص تم سے فراڈ کر سکتا ہے، کوئی ایسی بات کہہ سکتا ہے جو غلط ہو اور پھر یہ سب کچھ کر کے یہاں پہنچنے کی ہمت کر سکتا ہے، کنگ میرے اس کیس میں فراخ دلی سے کام لو، مجھے کوئی سزا نہ دو میں تو تمہارے پرستاروں میں سے ہوں، میں..... میں تو تمہیں اپنے لئے بہت بڑا سہارا سمجھتا ہوں۔“

”لیکن یہ جو کچھ ہوا ہے لارڈ، اس کے بارے میں کوئی وضاحت کر سکتے ہو تم؟“

”افسوس نہیں..... بالکل نہیں کوئی بات جو عقل میں آ رہی ہو۔“

”جب تمہاری عقل ساتھ دینے کو تیار ہو جائے اور تم اس حقیقت کو پا لو تو بے شک میں

تمہارے ساتھ بہتر سلوک کروں گا، میں تمہیں کوئی سزا نہیں دے رہا لیکن معاملے کی تحقیقات کے لئے ضروری ہے کہ تم میرے پاس وقت گزارو۔“

”میں اس سے انکار نہیں کرتا کنگ! لیکن اس بات کی آرزو کرتا ہوں کہ میرے ساتھ کوئی ایسا سلوک نہ کیا جائے جس سے بعد میں تمہیں اپنے ایک اچھے ساتھی کے کھودینے کا افسوس ہو۔“

”تمہارے پاس پستول وغیرہ ہے؟“

”ہاں کنگ دو پستول ہیں۔“ لارڈ نے اپنے دونوں بغلی ہولسٹروں سے بھرے ہوئے پستول نکال کر سامنے رکھ دیئے۔

”اور کچھ؟“

”نہیں۔“

”ٹھیک ہے اٹھو۔“

”کنگ!“

”اٹھو۔“ کنگ غراتی ہوئی آواز میں بولا اور اس کے بعد لارڈ کو ساتھ لئے اس کمرے سے باہر نکل آیا، ایک اور کمرے میں پہنچا جہاں سے ایک تہ خانے کا دروازہ تھا، پھر وہ تہ خانے میں اتر گیا، میں بھی احتیاط سے اس کے ساتھ ساتھ ہی چل پڑا تھا، تہ خانے میں پہنچنے کے بعد کنگ نے کہا۔

”وہ واش روم ہے، وہ کچن ہے اور کچن میں سب کچھ موجود ہے۔ لیکن اگر تم نے اس تہ خانے کا دروازہ کھولنے کی کوشش کی تو اس کے سامنے ایک مشین گن نصب ہے، کسی بھی زاویہ سے اس دروازے کو کھولو گے تو مشین گن تمہیں چھلنی کر دے گی، اس کا ایک مخصوص بٹن ہے جسے بند کیا جائے تو وہ کام کرنا بند کر دیتی ہے..... جیسا کہ میں نے کر دیا تھا لیکن وہ بٹن اس دروازے کے دوسری جانب ہے اور یہاں سے واپسی پر وہ بند نہیں ہوگا۔“

”نہیں کنگ میں تصور بھی نہیں کر سکتا، آپ کے کسی حکم سے انحراف کا لیکن ایک بار

پھر۔“

”اوکے۔“ کنگ ہارڈ نے کہا اور میں اس سے پہلے ہی تہ خانے کی سیڑھیاں طے کرتا ہوا اوپر پہنچ گیا، لیکن کنگ کی بات سے میں نے خاصا سبق لیا تھا..... جب کنگ خود دروازہ

کھول کر باہر نکلا تو میں آہستہ سے باہر بھگ گیا اور اب اس جگہ مشین گن تلاش کرنے کی ضرورت نہیں تھی، کیونکہ میں لارڈ سے کوئی سروکار نہیں رکھتا تھا، البتہ کنگ کا تعاقب کرتا ہوا میں اس دوسرے کمرے تک آیا تھا جو وہ کمرہ نہیں تھا جس میں کنگ ہارڈو نے لارڈ سے ملاقات کی تھی، البتہ اس کمرے میں مجھے خاصی ناقابل فہم اشیاء نظر آرہی تھیں..... غالباً کسی قسم کا کمپیوٹر روم تھا، بہت سے کمپیوٹر یہاں لگے ہوئے تھے کچھ اور مشینیں بھی تھیں..... کنگ ہارڈو کے بارے میں جہاں تک میرا علم تھا وہ یہ تھا کہ وہ زیر زمین قوتوں کا مالک ہے، لیکن بہر حال وہ ایک شخصیت تھی۔

اس نے ایک بٹن دبایا تو ایک شیف سے ایک چوکور مشین باہر نکل آئی..... کنگ نے اس کے کچھ بٹن دبائے اور کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا، مشین پر کچھ ڈائل روشن ہو رہے تھے اور ایک نگاہ دیکھنے سے یہ اندازہ ہو جاتا تھا کہ وہ وسیع احاطہ عمل کی ٹرانسمیشن مشین ہے..... کنگ ہارڈو نے اس پر کچھ کارروائی کی اور اس کے بعد بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

”ہیلو..... ہیلو..... ہیلو، مسٹر بلی گون، مسٹر بلی گون اگر آپ موجود نہیں ہیں تو مجھے اشارہ دیجئے۔“ وہ انتظار کرتا رہا اور چند لمحات کے بعد بلی گون کی آواز سنائی دی۔

”میں بول رہا ہوں۔“

”بلی گون میں ڈین رشیر بول رہا ہوں۔“ کنگ ہارڈو نے کہا اور میرے پورے وجود کو ایک شدید جھٹکا لگا..... ڈین رشیر، ڈین رشیر، ڈین رشیر، کنگ ہارڈو ہی ڈین رشیر ہے۔ اوہ..... میرے خدا کیا ایک ہی کردار میں دو اہم شخصیتیں موجود ہیں..... میرا ذہن برق رفتاری سے کام کرنے لگا لیکن میں نے اپنے ذہن کو ان سوالات سے آزادی دلائی اور اس کی آواز سننے لگا۔

”مسٹر ڈین رشیر آپ کا خادم بلی گون۔“

”بلی گون یوں لگتا ہے جیسے تم اپنا ذہنی توازن کھوتے جا رہے ہو۔“

”واقعی مسٹر ڈین رشیر ایسی ہی بات ہے اور میں اس وقت زندگی کی سولی پر لٹکا ہوں..... میں مسٹر ڈین رشیر میں، سخت بددل ہو گیا ہوں اور مجھے خوف ہے کہ کہیں میرے دماغ کی شریانیں نہ پھٹ جائیں۔“

”میرا خیال ہے تمہارے دماغ کی شریانیں پھٹ چکی ہیں؟“

”آہ نہیں مسٹر ڈین رشیر، مجھ سے اس لہجے میں گفتگو نہ کرو۔“

”تم..... بلی گون میرے لئے بھی عذاب بنتے جا رہے ہو اور میں یہ محسوس کر رہا ہوں

کہ کہیں تمہاری وجہ سے میرے سے مزید مشکلات نہ پیدا ہو جائیں۔“

”تو پھر مجھے بتاؤ کہ میں کیا کروں، میں سخت پریشان ہوں۔“

”لارڈ نامی کسی آدمی کو جانتے ہو؟“

”ہاں مسٹر ڈین رشیر بھلا آپ سے کیا چھپا پاؤں گا، لارڈ ایک بلیک میلر ہے اور

وہ..... وہ کنگ ہارڈو کا ساتھی ہے۔“

”اور تم نے کنگ ہارڈو جیسے شاطر شخص سے اس سلسلے میں رابطہ قائم کیا ہے، تم جانتے

ہو کنگ ہارڈو کیا چیز ہے؟“

”مسٹر ڈین رشیر میں آپ کو سچ بتا رہا ہوں کہ بس میں نہ جانے کیسے کیسے نظر نہ آنے

والے جالوں میں پھنستا جا رہا ہوں۔“

”اور یہ محنت تم خود کر رہے ہو۔“

”میں کیا کروں میری بہت بڑی دولت ہلاک ہو گئی ہے۔ یوں سمجھ لیجئے مسٹر ڈین رشیر

کہ میں نہ صرف ذہنی طور پر بلکہ مالی طور پر بھی معطل ہو گیا ہوں..... آہ، شاید میں غلطیوں پر

غلطیاں کرتا جا رہا ہوں۔“

”لیکن بعض غلطیاں ایسی ہوتی ہیں، جن کا بعد میں کوئی تدارک نہیں کیا جاسکتا۔“

”میں جانتا ہوں مگر مجھے بتاؤ میرے دوست یہ ایسی صورت حال آگئی ہے اس وقت

کہ نہ میں اس سے فرار حاصل کر سکتا ہوں اور نہ..... اگر میں اس سب کچھ سے ہاتھ دھو لوں تو

تم یقین کرو میرے پاس کچھ باقی نہ رہے، مجھے دیوالیہ ہونا پڑے..... ڈین رشیر، مجھے دیوالیہ

ہونا پڑے۔“ بلی گون کی آواز بھرا گئی تھی۔

”لیکن تم یہ بتاؤ، لارڈ سے رابطہ قائم کرنے کی کیا ضرورت تھی؟“

”آہ کچھ ایسے ہی حالات، کچھ ایسے ہی واقعات پیش آ گئے تھے۔“

”کیا تمہارا اس سے دو کروڑ روپے میں سودا ہوا تھا؟“ ڈین رشیر نے پوچھا۔

”ہاں۔“

”اور وہ دو کروڑ ڈالر تم نے اسے ادا کر دیئے تھے؟“

”دیکھ۔“ بلی گون نے جواب دیا۔

”ویری گڈ۔۔۔۔۔ تمہیں آج کل اپنی دولت لٹانے کا بے حد شوق ہوتا جا رہا ہے، مجھے

جواب دو اس بات کا اور وہ جواب سچائی پر مبنی ہونا چاہئے۔“

”ٹھیک ہے مسٹر ڈین رشیر۔“

”کیا تم نے واقعی اسے دو کروڑ ڈالر ادا کئے تھے؟“

”ہاں مسٹر ڈین رشیر۔“

”مجھے کچھ واقعات کا پتا چلا ہے۔۔۔۔۔ لارڈ کو قتل کر دیا گیا ہے اور اس کی لاش جس جگہ

پائی گئی ہے، وہاں اس کے پاس ایک بیگ بھی تھا جس میں ردی، کاغذ اور کپڑے کے ڈھیر بھرے ہوئے تھے۔“

”کیا وہ اوپر سے گول اور نیچے سے چپٹا بیگ تھا؟“

”ہاں۔“

”وہ میں نے ہی اسے دیا تھا۔“

”اور اس میں دو کروڑ ڈالر کے نوٹ تھے؟“

”ہاں مسٹر ڈین رشیر۔۔۔۔۔ آپ سے جھوٹ بولنے کی نہ تو کوئی وجہ ہے اور نہ میں آپ

سے جھوٹ بول سکتا ہوں، لیکن اگر لارڈ مارا گیا ہے اور ایسی کوئی صورت حال پیش آئی ہے تو

آپ اس بات پر یقین کر لیجئے۔۔۔۔۔ مسٹر ڈین رشیر کہ کنگ ہارڈو سے اس کی ڈیل بگڑ گئی ہے،

کیونکہ کنگ ہارڈو بھی اس معاملے میں برابر کا شریک تھا۔“

”ہوں۔۔۔۔۔ ویسے بلی گون اور کن کن لوگوں سے رابطہ قائم کیا ہوا ہے تم نے؟“

”کسی سے نہیں آپ یقین کریں کسی سے نہیں مسٹر ڈین رشیر لیکن وہ پیچیس کروڑ ڈالر

والی بات آپ کے علم میں ہے۔“

”ادھر سے اور کوئی رابطہ قائم ہوا ہے ابھی؟“

”وہ آخری بات میں آپ کو بتا چکا ہوں مسٹر ڈین رشیر۔“

”آہ بلی گون وہ شخص میرے سینے پر ایک ناسور کی طرح تکلیف دے رہا ہے، روپوش

ہو گیا ہے۔۔۔۔۔ اوہ میرے خدا۔ اوہ۔۔۔۔۔ اوہ۔۔۔۔۔ ڈین رشیر کو جیسے کوئی احساس ہوا ہو۔“ بلی گون

نے کہا۔

”کیا بات ہے مسٹر ڈین رشیر، کوئی خاص خیال آپ کے ذہن میں آیا؟“

”میرے ذہن میں تو سینکڑوں خیالات آسکتے ہیں۔۔۔۔۔ لارڈ کی لاش کہیں اس کا کوئی

کارنامہ نہ ہو، کیونکہ کنگ ہارڈو اگر لارڈ سے ناراض ہوتا یا کوئی اور ڈیل بگڑ گئی ہوتی اس کی تو وہ

لارڈ کو خاموشی سے قتل کر کے اس کی رقم ہتھیا لیتا، ایک بیگ میں کپڑے اور کاغذ بھرنے کی کیا

ضرورت تھی، اب مجھے دوسرے انداز میں سوچنا پڑے گا، ویسے بلی گون بہت غلط جا رہے ہو،

راہے آپ کو سنبھالو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہیں خودکشی کرنا پڑے۔“

”میں آپ کے بھروسے پر ہوں مسٹر ڈین رشیر۔“ بلی گون کی آواز سنائی دی۔

”میں زندگیاں بچانے کی ضمانت نہیں لیتا۔۔۔۔۔ تم جانتے ہو، میرا وعدہ کیا ہے اور تم یہ

بھی جانتے ہو کہ میرے اوپر کیا ذمے داریاں ہیں۔۔۔۔۔ میرا ملک مجھ پر کتنا بھروسہ کرتا ہے،

ایسی صورت حال میں تم نے مجھے جس الجھن میں ڈال دیا ہے، تمہارا کیا خیال ہے میں مسلسل

تمہاری حمایتوں کو برداشت کرتا رہوں۔۔۔۔۔ نہیں مسٹر بلی گون یہ زیادتی ہے۔ اوکے مجھ سے

دو ہفتے وقت تک رابطہ قائم نہیں کرنا جب تک کہ میں دوبارہ تم سے رابطہ قائم نہ کروں۔“

کنگ ہارڈو نے ٹرانسمیٹر کے بٹن آف کر دیئے اور اس کے بعد ٹرانسمیشن مشین کو

دو اپریل اس کی جگہ دھکیل دیا، لیکن مجھ پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹے ہوئے تھے۔۔۔۔۔ میں بڑی حیرت

و مسرت سے سوچ رہا تھا کہ کیا ہی عمدہ بات ہے، مجھ پر ایک ایسی حقیقت منکشف ہو گئی ہے جو

مشاید کسی کو بھی نہ معلوم ہو۔۔۔۔۔ کنگ ہارڈو اور ڈین رشیر ایک ہی شخصیت ہیں۔۔۔۔۔ کوئی تصور بھی

نہیں کر سکتا تھا۔۔۔۔۔ بلی گون کی گفتگو سے بھی یہی پتا چل رہا تھا کہ وہ اس بارے میں کچھ بھی

نہیں جانتا۔۔۔۔۔ ورنہ شاید لارڈ کے ساتھ وہ ڈیل کبھی نہ ہوتی لیکن اب، اب مجھے کیا کرنا

چاہئے۔۔۔۔۔ دفعتاً مجھے احساس ہوا کہ اس عمارت میں ابھی تک کوئی اور شخصیت نظر نہیں آئی

ہے۔ کیا یہ عمارت خالی ہے، اس کا اندازہ لگانے میں کوئی دقت نہیں ہو سکتی تھی۔ اب اس

انکشاف کے بعد کہ کنگ ہارڈو ہی ڈین رشیر ہے، میرے ذہن میں اور بھی بہت سی پرہیز

باتیں پیدا ہو گئی تھیں۔۔۔۔۔ کنگ ہارڈو کو ان جگہوں پر تلاش کیا جاسکتا تھا، جہاں میں اسے دیکھ

چکا تھا۔۔۔۔۔ یہ عمارت بھی میرے علم میں آگئی تھی۔ میرا خیال ہے اب ذرا کنگ ہارڈو کو دسی جگہ

چھوڑ دیا جائے اور ڈین رشیر کے معاملے کو التوا میں ڈال دیا جائے۔ پہلے ذرا بلی گون کا وہ

اسلحہ خانہ دیکھ لوں، میرے لئے یہ از حد ضروری تھا کیونکہ میری تمام دلچسپیاں اس اسلحے سے

قائم تھیں..... ایک عمدہ فیصلہ کرنا تھا مجھے، ایک بہت ہی عمدہ فیصلہ، جو بہر حال اپنی نوعیت میں انتہائی اہمیت کا حامل تھا..... ڈین رشمر سے ڈیل کی جاسکتی تھی، کوئی ایسا منصوبہ ترتیب دیا جاسکتا تھا جس سے وہ اسلحہ یہاں سے نکل جائے اور اس کے بعد میں اسے کنٹرول کر کے اپنے وطن پہنچا سکوں، آہ وطن سے میرا رشتہ تو زندگی کی آخری سانس تک نہیں ٹوٹ سکتا تھا، چاہے کچھ بھی ہو جائے..... بہر طور یہ سب کچھ ایک پورا پلان مانگتا تھا اور میرے لئے کوئی خوب صورت پلاننگ از حد ضروری تھی، پھر میں نے محسوس کیا کہ ڈین رشمر بھی اب یہاں سے نکل جانے کے چکر میں ہے، اس نے جس جس کمرے کا رخ کیا میں نے وہاں تک اس کا تعاقب کیا، پھر وہ لباس تبدیل کر کے وہاں سے باہر نکل گیا اور تھوڑی دیر کے بعد میں نے اسے ایک کار میں بیٹھ کر جاتے ہوئے دیکھا..... اب اس بات کی مکمل طور سے تصدیق ہو گئی تھی کہ اس عمارت میں اس کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا یا پھر اب اس تہ خانے میں لارڈ موجود ہے، بہر حال اب لارڈ سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں رہی تھی..... وہ میرے لئے ویسے بھی ایک بے کار شخصیت تھا، وہ جانے اور کنگ ہارڈ ویا ڈین رشمر، ڈین رشمر نے کار کو باہر روک کر گیٹ بند کیا تھا اور اس کے بعد اس کی کار چلی گئی تھی، لیکن اب میں نے واپس آکر اس عمارت کی تلاشی لینا شروع کر دی تھی اور پھر نہایت اطمینان کے ساتھ میں نے ایک ایک چیز کو چیک کیا..... بہت سی الماریاں اور ریک نظر آئے، اور میں نے انہیں کھنگال کر پھینک دیا۔ بہت سی ایسی چیزیں مل گئی تھیں جس سے اس بات کی تصدیق ہوتی تھی کہ کنگ ہارڈ وہی ڈین رشمر ہے اور اتنے بڑے ادارے کے سربراہ نے یہاں بہت سے انتظامات کر رکھے تھے، لیکن میں نے جو کچھ دیکھا تھا اسے مکمل طور پر اسی انداز میں محفوظ کر دیا تھا، تاکہ ڈین رشمر کو یہ شبہ نہ ہو سکے کہ اس کی غیر موجودگی میں کوئی یہاں آیا ہے۔ ابھی یہ غیر مناسب تھا، کیونکہ مجھے ابھی اور بھی بہت سے کام کرنے تھے..... اس کے بعد ہی بلی گون اور ڈین رشمر کو چیک کرنا تھا اور یہ سوچنا تھا کہ ان کے لئے کیا کیا جائے۔

پھر وہاں رکنے کی گنجائش نہیں رہی، میں اس عمارت سے باہر نکل آیا..... کافی دُور تک پیدل چلنے کے بعد آخر کار میں نے ایک ٹیکسی لی اور ٹیکسی کر کے اس طرف چل پڑا جہاں لارڈ کی رہائش گاہ تھی اور کچھ دیر کے بعد میں لارڈ کے فلیٹ میں داخل ہو گیا۔

فلیٹ خالی پڑا ہوا تھا اور میری وہ رقم محفوظ تھی جو میں نے یہاں چھپا کر رکھی تھی، لیکن

اس وقت بھی تقدیر نے میرا ساتھ ہی دیا تھا، کیونکہ جیسے ہی دروازے سے باہر نکلا چار آدمی اس فلیٹ کے دروازے پر رُک گئے، ان میں سے ایک نے کہا۔

”ارے یہ دروازہ تو کھلا ہوا ہے، دیکھو پھر وہ اپنے لباس میں سے پستول نکال کر فلیٹ میں داخل ہو گئے، اس وقت کیونکہ میں نادیدہ شکل میں نہیں تھا، اس لئے مجھے ان کی نگاہوں سے پوشیدہ ہونا پڑا تھا، لیکن یہ کون ہو سکتے تھے..... میں نے حیرانی سے سوچا پھر ایک ہی بات ذہن میں آئی تھی کہ ممکن ہے ڈین رشمر کے آدمی ہوں اور اس نے انہیں فلیٹ کی تلاشی کے لئے بھیجا ہے..... دل تو چاہا کہ رُک کر جائزہ لوں، لیکن اب یہ مسئلہ میرے لئے اس قدر اہمیت نہیں رکھتا تھا، اگر وہ تلاشی کے لئے بھی آئے ہیں تو ظاہر ہے اب انہیں یہاں سے کیا ملے گا..... دو دُکروڑ ڈالر کی خطیر رقم میرے پاس موجود تھی اور اب اس سے چھٹکارا حاصل کر لینا بھی ضروری تھا..... میرے ذہن کے ہر گوشے میں ایک ہی تصور تھا..... ان لڑکیوں سے میں بہت متاثر تھا اور جانتا تھا کہ بلی گون سے وہ ایک ڈالر بھی نہیں لے سکتیں..... یہ دو کروڑ ڈالر ان کے مشن میں بہت کارآمد ہوں گے۔ ان کی توقع سے کہیں زیادہ، جبکہ وہ خود تو یہ تصور ہی کھو بیٹھی تھیں کہ بلی گون سے انہیں کچھ حاصل ہوگا اور پھر رقم کی مجھے کوئی خاص ضرورت بھی نہیں تھی..... میں اب ہر حال کچھ دیر کے بعد اس کالج میں داخل ہو گیا جہاں لی تھل اور سورا موجود تھیں اور چونکہ ان کے ساتھ خاصا وقت گزار چکا تھا اس لئے مجھے معلوم تھا کہ وہ سوری ہوں گی، چنانچہ بہت احتیاط کے بعد کالج میں داخل ہوا اور پھر مختلف راستوں سے چلتا ہوا اس کمرے تک پہنچ گیا، جو میرے لئے مخصوص تھا..... یہاں میں نے پلاسٹک کے وہ دونوں بیگ رکھے اور ایک لمحے تک سوچتا رہا، پھر یہ اندازہ لگانے کے لئے کہ وہ دونوں سوری ہیں یا جاگ رہی ہیں..... میں خابوشی سے باہر نکلا اور دبے قدموں سے چلتا ہوا ان کی خواب گاہ کی جانب قدم بڑھانے لگا۔

خواب گاہ میں وہ دونوں ایک مسہری پر دراز تھیں اور چادر اوڑھے ہوئے سوری تھیں..... میں پرسکون انداز میں اپنے کمرے کی طرف چل پڑا اور پھر میں نے ٹیبل پر رکھا ہوا لیمپ روشن کیا اور ایک کاغذ تلاش کر کے اس پر ایک تحریر لکھنے لگا۔ میں نے لکھا۔

”بہت اچھی دوستوں، لی تھل اور سورا..... میں نے تمہاری خواہش کے مطابق تم سے علیحدگی اختیار کر لی، لیکن تم لوگوں کو میں بھول نہیں سکا اور اتنی اچھی دوستوں کو آسانی سے بھولا

بھی نہیں جاتا، یہ حقیقت ہے کہ تم لوگوں کے لئے میرے ذہن میں بہت اچھے جذبات تھے اور میں اور اوران جذبات میں کہیں بھی یہ تصور نہیں ہے کہ تم لڑکیاں ہو..... اصل میں تمہارا مشن ہی اس قدر اہمیت رکھتا ہے کہ اس کے بعد ہمیں عقیدت اور محبت کی نگاہوں سے ہی دیکھا جاسکتا ہے، میں تو ذہنی مریض ہوں اور میرا اگر کوئی مشن ہے تو وہ میرے ذہن کی گہرائیوں میں اس حد تک ہے کہ شاید اسے کوئی بھی تلاش نہ کر سکے، لیکن تمہارا مشن میرے لئے بڑی اہمیت کا حامل ہے..... تم یقین کرو بلی گون جیسا شخص پچیس کروڑ ڈالر کیا، پچاس ڈالر بھی کسی کو دینے پر آمادہ نہ ہوتا اس کے ہاتھ بہت لمبے ہیں اور وہ اپنا تحفظ کرنا جانتا ہے..... تم لوگوں کو اس کی وجہ سے نقصان بھی پہنچ سکتا تھا اور تمہیں خود بھی اس کا اندازہ ہے کہ بلی گون آسانی سے قابو میں آجانے والوں میں سے نہیں ہے، اس کے باوجود اگر تم محتاط طریقے سے اسے کسی طرح اپنے قابو میں لاسکتی ہو تو بے شک اس کے لئے کوشش کرو، فی الحال میں نے اس سے یہ دو کروڑ ڈالر حاصل کئے ہیں اور یہ ایک لمبی کہانی ہے، لیکن بہر حال میرے خیال میں یہ تمہاری ملکیت ہیں، کیونکہ مجھ سے زیادہ تمہیں ان کی ضرورت ہے، پھر میں اس عظیم بوجھ کا متحمل بھی نہیں ہو سکتا..... دوستی کے نام پر یہ تحفہ قبول کرو اور اس کے تحفظ کا بندوبست کرو..... وپسے بلی گون کے فرشتوں کو بھی اس بات کا احساس نہیں ہے کہ دو کروڑ ڈالر کی رقم تمہارے لئے حاصل کی گئی ہے۔“

تمہارا بہت اچھا دوست
پشکن

اور پھر میں نے یہ خط پڑھا اور اسے تہ کر کے نوٹوں کے اسی تھیلے کے پاس رکھا لیکن خط لکھنے میں محویت کچھ زیادہ ہی ہو گئی تھی یا پھر ان دونوں نے نہایت احتیاط سے کام لیا تھا..... مجھے واقعی بالکل احساس نہیں ہو سکا تھا کہ کمرے کا دروازہ کھل گیا ہے، جب میں یہ خط رکھ کر واپس پلٹا تو دروازے کی طرف دیکھ کر میری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں..... وہ دونوں دروازے پر کھڑی ہوئی تھیں اور ان کے چہروں پر عجیب سی کیفیت چھائی ہوئی تھی۔ میں ان دونوں کو دیکھ کر اس طرح بوکھلا گیا کہ واقعی اپنی جگہ سے جنبش بھی نہیں کر سکا..... چند لمحات وہ اسی طرح کھڑی رہیں، اس کے بعد سورا آگے بڑھی اور اس نے پلاسٹک کے تھیلوں پر توجہ دینے کی بجائے وہ خط اٹھا لیا جو میں نے ان کے نام لکھا تھا..... میں کوئی تعرض نہیں کر سکا تھا۔

سورا خط پڑھنے لگی، لی تھل نے آگے بڑھ کر دروازہ بند کر دیا تھا..... گویا وہ مجھے یہاں سے جانے نہیں دینا چاہتی تھیں..... چند لمحوں میں، میں نے خود کو سنبھال لیا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ سورا نے خاموشی سے خط پڑھا اور لی تھل کی جانب بڑھا دیا..... لی تھل نے بھی وہ پرچہ ہاتھ سے لے کر اسے پڑھا..... سورا خاموشی سے مجھے دیکھ رہی تھی اور میں بھی اس کی طرف دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔

پھر لی تھل کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور میں نے آہستہ سے کہا۔ ”تم لوگ بہت چالاک ہو..... درحقیقت اس وقت میں یہ اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکوں گا کہ میں دھوکا کھا گیا، اگر اس انداز میں، میں کسی دشمن کے گھر میں ہوتا تو یقینی طور پر مار کھا گیا ہوتا۔ دونوں نے کوئی جواب نہیں دیا، بس خاموشی سے مجھے دیکھتی رہیں..... لی تھل کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے۔ سورا نے کہا۔

”کیا تم نے اچھا کیا تھا پشکن؟“

میں نے سوالیہ نگاہوں سے سورا کو دیکھا اور کہا۔ ”مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی سورا۔“

”تمہیں اس طرح جانا چاہئے تھا؟“

”میں نے اس خط میں لکھ دیا تھا۔“

”کیا؟“

”یہی کہ میں نے تمہاری باتیں سن لی ہیں۔“

”لیکن تم ہمیں بتا تو سکتے تھے؟“

”میں نے تمہیں پرچہ لکھ کر بتا دیا تھا۔“

”پشکن کیا انسان سے غلطی نہیں ہو جاتی؟“

”کیسی غلطی سورا؟“

”اگر ہم نے غلط انداز میں سوچا تو کیا، ہم نے تم سے تو نہیں کہا تھا؟“

”دیکھو سورا ایسی باتیں نہ کرو پلیز، کیونکہ اس کا جواب مناسب نہیں ہو گا۔“

”پشکن پلیز! کیا ہمارے لئے معافی کا کوئی راستہ نہیں ہے؟“

”کس بات کی معافی؟“

”تم ناراض ہو گئے ہم سے؟“

”نہیں میں ناراض نہیں ہوں۔“

”پشکن پلیر معاف کر دو ہم دونوں کو۔“ لی تھل اب باقاعدہ رونے لگی تھی۔

”دیکھو لی تھل اور سورا، میں تم سے قطعی ناراض نہیں ہوں اور جب اچھے دوست مخلصانہ طور پر ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو ان کے دل میں پہلی خواہش یہی ہوتی ہے کہ ان کے خلوص پر یقین کیا جائے۔“

”اگر اس کی کوئی سزا متعین ہو سکتی ہے تو کیا تم یہ جملے کہنے کے بجائے ہمیں کوئی سزا دینا پسند نہیں کرو گے؟ خدا کی قسم وہ سزا تمہارے ہر تلخ جملے سے بہتر ہوگی۔“

”میں یہ نہیں چاہتا تھا لی تھل کہ تم لوگ مجھے یہاں سے جانے کے لئے کہو..... کیوں کہ..... کیوں کہ..... میرا خیال ہے مجھے ویسے بھی یہاں سے چلے جانا چاہئے تھا، میرے اپنے کام میں وقت ہوتی۔“

”نہیں جانا چاہئے تھا تمہیں۔“

”اور اگر تم اپنے منصوبے کے مطابق مجھ سے یہ کہہ دیتیں تو؟“

”تو تم پستول نکال کر ہمیں گولی مار دیتے، سزا دیتے ہمیں، تم نہیں جانتے، تمہارے یہاں سے چلے جانے کے بعد ہم پر کیا ہوتی ہے، ہمارا مشن ختم ہو گیا تھا..... پشکن ہم اپنے آپ کو دنیا کی سب سے ذلیل ہستی سمجھنے لگے تھے، اتنے اچھے دوست کو کھو کر شاید ہم اپنا مشن جاری نہ رکھ سکتے اور اس کے بعد..... یہ..... یہ سب کچھ..... یہ سب کچھ کر کے تم نے ہمیں قتل کرنے کی کوشش کی ہے پشکن..... پشکن ہمیں نہ مارو، ہمیں ایک خاندان کا وقار بحال کرنا ہے، پشکن اب ہمیں تمہاری ضرورت ہے۔“

”نہیں سورا..... نہیں لی تھل..... دیکھو میں تمہیں ایک بات بتا دوں، بلکہ اس خط میں بھی تم نے پڑھ لیا ہو گا کہ میرے ذہن کی گہرائیوں میں بھی ایک مشن ہے جس کے بارے میں شاید میں اپنے آپ کو بھی نہیں بتا سکتا..... مجھے اپنے اس مشن کی تکمیل کرنی ہے۔ لی تھل اور سورا میں نے بہت سیج وقت پر یہ فیصلہ کیا ہے، اگر تمہارے ساتھ مزید کچھ وقت گزارتا، تو ہو سکتا ہے میری وجہ سے تمہیں خاصی ذہنی پریشانیاں برداشت کرنا پڑتیں۔“

”پشکن ہم تمہیں نہیں جانے دیں گے۔“

”یہ ممکن نہیں ہے سورا۔“

”پشکن تمہیں اس سلسلے میں سوچنا پڑے گا، تم ہمیں اس طرح نہیں چھوڑ سکتے۔“

”دیکھو لی تھل ایک بات میں نے اپنے ذہن میں سوچی تھی اور شکر ہے کہ اس کی تکمیل کر ڈالی ہے میں نے..... بہت حقیر سی رقم ہے یہ، تمہیں تو ابھی بہت کچھ کرنا ہے لیکن میرا تنہا رہنا کسی طور مناسب نہیں ہے۔“

”بعد میں تم چاہو تو چلے جانا لیکن پلیر ابھی نہیں۔“

”خیر مجھے تم سے کوئی نفرت تو نہیں ہے، بہت اچھی ساتھی بہت اچھی دوست ہو میری۔“

”ایک آدھ دن رک جاتا ہوں لیکن بہر حال تمہیں مجھے اجازت دینا ہوگی۔“

”تم ہمارے لئے اس انداز میں سوچتے ہو تو کیا ہم تمہارے لئے اس انداز میں نہیں سوچتے ہوں گے، حالانکہ یہ بات کہتے ہوئے ہم خود بھی شرمندہ ہیں۔“ لی تھل نے کہا۔

”نہیں لی تھل کوئی ایسی بات نہیں ہے، دیکھو میں آگیا تھا، میں نے اس گھر کو غیر جگہ نہیں سمجھا۔“

”اور اس خط کو لکھنے کے بعد خاموشی سے چلے جاتے۔“ لی تھل ایک سسکی سی لے کر

”ہاں لی تھل یہ ضروری ہے۔“

”آؤ ہمارے ساتھ بیٹھو۔“

”چلو کوئی ہرج نہیں ہے۔“

وہ دونوں مجھے اپنی خواب گاہ میں لے آئیں..... میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

”مگر تم دونوں واقعی بہت چالاکی سے کمرے تک پہنچی تھیں؟“

”مجھے یہ اندازہ نہیں تھا کہ یہ تم ہو..... ہم دونوں تو یہ سمجھے تھے کہ ہمارا کوئی دشمن آگھسا

ہے یا پھر کوئی چور..... حالانکہ یہ ایک امتحانہ بات تھی۔ چور لیپ جلا کر ٹیبل پر بیٹھ کر افسانہ

نکاری نہیں کرتے۔“ سورا نے کہا اور آہستہ سے مسکرا دی۔ میں ایک گہری سانس لے کر ایک

صوفے پر بیٹھ گیا تھا..... لی تھل نے کہا۔

”کافی پیو گے؟“

”اب جو دل چاہے پلا دو۔“ میں نے کہا اور وہ باہر نکل گئی۔ سورا نے ایک اچھتی سی نظر

جاتی ہوئی لی تھل پر ڈالی تھی اور پھر میری جانب دیکھنے لگی تھی، پھر وہ آہستہ سے بولی۔

”پشکن مجھے سخت افسوس اور شرمندگی ہے تم اپنی فراخ دلی سے مجھے معاف کر دو۔“

”سوراباں ایسی تھی جس کا کوئی سر پاؤں نہیں تھا..... اچھے دوست یہ نہیں سوچتے کہ ان کی صنف کیا ہے۔ یقین کرو میرے ذہن میں تم لوگوں کے لئے ایسا کوئی چور نہیں تھا۔“

”تمہارے ذہن کی بات کس نے کی تھی؟“ سورا نے عجیب سے انداز میں کہا۔

”پھر؟“

”ہم تو اپنے ذہن کی بات کر رہے تھے اور پشکن اب ہمارے الفاظ تمہارا حق ہیں..... میرا خیال ہے لی تھل بھی تمہیں چاہتی ہے اور میں بھی یہ الفاظ کہنے سے گریز نہیں کرتی کہ اب میرے دل میں بھی تمہاری محبت جاگ اٹھی ہے۔ پشکن ہم دونوں ہمیں ایک دوسرے کو بے پناہ چاہتی ہیں..... میں جانتی ہوں کہ ہم دونوں ایک دوسرے کے لئے ایثار کر سکتی ہیں، لی تھل بڑے شوق سے کہہ سکتی ہے کہ سورا ہر چند کہ میں پشکن کو چاہتی ہوں، لیکن میری بہن میں تیرے لئے راستے سے ہٹ جاتی ہوں، مجھے یقین ہے پشکن کہ وہ یہ سب کچھ خلوص دل سے کہے گی، وہ اپنے سینے پر پتھر رکھ لے گی اور اس کے بعد شاید کبھی اس کے چہرے تک سے یہ اظہار ہونے نہ پائے کہ وہ تم سے محبت کرتی ہے اور یقین کرو یہ سب کچھ میں بھی اسی انداز میں کر سکتی ہوں، لیکن ہم اپنے لئے نہیں سوچتے پشکن..... ابھی وہ وقت بھی نہیں آیا ہے کہ ہم اپنے لئے کچھ سوچیں اور اس سے آگے کچھ کہنا بے سود ہے۔“

”تو میں نے ٹھیک ہی کہا نا؟ تم لوگوں کو بلاوجہ میری وجہ سے ایک دوسرے سے لگا ہیں چرائی پڑتیں۔“ سورا نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا، پھر وہ چونک کر بولی۔ ”اور یہ رقم تم نے..... اتنی بڑی دولت..... آہ ہم یہ نہیں کر سکتے تھے، یقین کرو پشکن ہم کسی کے لئے یہ سب کچھ نہیں کر سکتے تھے، یہ تو بہت بڑا کام ہے۔“

”چھوڑو سورا جانے دو، کیا رکھا ہے ان باتوں میں۔“

”مگر یہ رقم ہمارا حق نہیں ہے۔“

”تم چاہو تو یہ واپس کر سکتی ہو، میں اعتراض نہیں کروں گا، کیونکہ ظاہر ہے میں پھر بھی وہ مقام نہیں رکھتا جو تمہارے لئے لی تھل اور لی تھل کے لئے تم رکھتی ہو۔“ لی تھل نے شاید میرے الفاظ سن لئے تھے اور سمجھ بھی لئے تھے، چائے کا سامان نیچے رکھتے ہوئے اس نے کہا۔

”سورا سچ کہتی ہے، تم نے نہ جانے کیسے کیسے جتن سے یہ سب کچھ حاصل کیا ہوگا اور یہ

تم ہمارے حوالے کر کے جا رہے تھے، وہ بھی خاموشی کے ساتھ..... یہ مجرموں کی تو نہیں، یہ تو فرشتوں کی باتیں ہیں..... پشکن تم آخر ہو کون اور یہ سب، میں نہیں سمجھتی کہ تمہاری شخصیت کیا ہے؟“

”بس لی تھل، سمجھنے کی ضرورت بھی نہیں..... میں تم لوگوں کے مقاصد سے بہت متاثر ہوں..... کاش پچیس کروڑ ڈالر کی وہ رقم جو تم نے اپنے ذہن میں پیدا کی تھی، مجھے مسٹر بلی گون سے حاصل ہو سکتی۔“ لی تھل اور سورا دونوں ہنس پڑی تھیں..... میں تعجب سے انہیں دیکھنے لگا۔ لی تھل نے کافی بنا کر میرے سامنے رکھی، پھر سورا کے اور اپنے سامنے اور پھر ہنستی ہوئی بولی۔

”تم نے ہماری بات پر یقین کر لیا تھا پشکن؟“

”کیا مطلب؟“

”جانتے ہو ہم نے کیا سوچا تھا؟“

”کیا؟“

”ہم نے یہ سوچا تھا کہ اگر پچیس ہزار ڈالر بھی مسٹر بلی گون سے ہمیں حاصل ہو جائیں تو ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارا یہ ایک بڑا کارنامہ ہے اور سچ بتائیں تمہیں، ہم اتنے شاطر اور اتنے زبردست لوگ نہیں ہیں..... نہ ہی ہم اس اعلیٰ پیمانے پر کام کرنا جانتے ہیں، بس یوں کہو کہ وجد و جہد میں مصروف تھے..... باقی باتیں تم سے بالکل غلط نہیں کہی تھیں، لیکن نظریہ یہی قائم کیا تھا..... ہم نے کہ کچھ ہاتھ آجائے اور دیکھو نا اب ظاہر ہے ہم قتل و غارت گری تو کر نہیں رہے، انہی چالوں سے ہم لوگوں سے تھوڑا تھوڑا جمع کر رہے ہیں..... پچاس کروڑ ڈالر تو یہ سمجھو بس ایک خواب تھا اور دو کروڑ ڈالر، پشکن ہم نے کسی ایک مسئلے میں اتنی رقم کا کبھی تصور بھی نہیں کیا..... ہم تو ہزاروں کے آدمی ہیں، اگر بات کبھی لاکھوں تک پہنچ جائے تو ہمارے لئے بہت بڑا کارنامہ ہوتی ہے لیکن یہ دو کروڑ ڈالر۔“

”بہر حال اب یہ تمہاری ملکیت ہیں، ابھی ابھی سورا اس بات کا اظہار کر رہی تھی کہ تم لوگ اس رقم کو قبول نہیں کرو گی، میں تمہیں ایک بات بتاؤں..... یہ میں واپس مسٹر بلی گون کو دے دوں گا اور میں جو کچھ کہتا ہوں وہی کرتا ہوں۔“

”ارے لال..... لیکن کیوں؟“

”اور کیا تمہیں ڈین رشیر کے بارے میں معلومات حاصل ہیں؟“

”نہیں یہ کون ہے؟“

”مقامی سیکرٹ سروس کا چیف۔“ میں نے کہا۔

”اوہو..... بہت بڑی شخصیت ہے۔“

”ہاں لیکن کنگ ہارڈو اور ڈین رشیر ایک ہی شخصیت کے دو نام ہیں، وہ شخص بہت چالاکی سے انڈر ورلڈ کا سربراہ بنا ہوا ہے، یعنی ایک جانب اسے زیر زمین تنظیموں کے بارے میں سب کچھ معلومات حاصل ہیں اور ان میں وہ سب سے بڑی حیثیت کا مالک ہے تو دوسری جانب مقامی انتظامیہ کا سب سے بڑا سربراہ، اب اس حیثیت سے اسے جو کامیابیاں حاصل ہوتی ہیں ان کا تصور تم خود کرو پھلا اس کی نگاہوں سے کون پوشیدہ رہ سکتا ہے۔“

”اوہ..... مائی گاڈ لیکن پشکن یہ سب کچھ..... یہ سب کچھ تم نے کیسے معلوم کیا؟“

”بس تمہاری مہربانیاں ہیں، یہاں سے نکلنے کے بعد یہی ساری باتیں معلوم کرتا پھرا ہوں۔“

”بلاشبہ یہ بات تو شاید اس ملک کے وزیراعظم کو بھی معلوم نہیں ہوگی۔“

”چونکہ وہ اس ملک کا وزیراعظم ہوگا..... میں تو ایک معمولی سی شخصیت کا مالک ہوں۔“

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

بہت دیر تک باتیں ہوتی رہیں، پھر میں نے کہا۔

”اگر موقع مل جائے تو ہم لوگوں کو اس جزیرے تک پہنچنا ہے، ذرا جائزہ لے لیا جائے

اس کے بعد ہو سکتا ہے بات کچھ اور آگے بڑھائی جاسکے۔“

”میں بعد کے بارے میں کچھ نہیں کہتی لیکن اس جزیرے تک میں تمہیں لے جاسکتی

ہوں۔“ لی تھل نے پر جوش انداز میں کہا۔

میں خاموش ہو کر اس کی جانب دیکھنے لگا، ان جذباتی لڑکیوں کے بارے میں ابھی

تک میں کوئی مناسب بندوبست نہیں کر سکا تھا جو کچھ انہوں نے کہا تھا وہ قابل غور تھا اور کم از کم

میں یہ تو نہیں چاہتا تھا کہ میری وجہ سے ایک پورا خاندان تباہ ہو جائے..... اندازہ یہی ہو رہا تھا

کہ وہ جو کچھ کہہ رہی ہیں اسے کرنے سے گریز نہیں کریں گی، ایک تھوڑی سی الجھن بھی ذہن

میں تھی، ظاہر ہے میں اس طرح کی محبتیں نہیں پال سکتا تھا، میرے پاس بھلا ان باتوں کی

گنجائش کجاں تھی، لیکن تھوڑا سا وقت، تھوڑا سا کام تو کرنا ہی تھا، اس کے بعد یہ دیکھنا تھا کہ ڈین رشیر کے اور میرے درمیان کیا صورت حال قائم رہتی ہے یا کس طرح میرا اور اس کا سامنا ہوگا، کیونکہ اب یہ بات تو علم میں آچکی تھی کہ ڈین رشیر دانش منصور کی آمد سے پوری طرح ناخبر ہے اور یقینی طور پر اسے بھی میری تلاش ہوگی، مجھے اس سے بہت سے کام لینے تھے، لیکن ایسے کے اس انبار کا مسئلہ قابل غور تھا..... کچھ لمحے سوچنے کے بعد میں نے دل میں فیصلہ کیا کہ اور کچھ نہیں تو کم از کم اس جزیرے کا جائزہ تو لے ہی لیا جائے جہاں وہ اسلحہ منتقل ہوا ہے اور پھر یہ دیکھو کہ ڈین رشیر کس طرح اسے یہاں سے منتقل کرتا ہے..... ایک اچھا خاصا کام تھا جو غیر متوقع طور پر آپڑا تھا اور بہر حال میں اسے سرانجام دینے سے گریز نہیں کرنا چاہتا تھا، میں نے سوالیہ نگاہوں سے سورا کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”جزیرے کا جائزہ لینے کے لئے کیا طریقہ کار اختیار کرنا ہوگا، ظاہر ہے وہ مقامی

سیکرٹ سروس کی تحویل میں ہے۔“

”دراصل نارگون کے بارے میں کچھ عجیب و غریب روایات ہیں، تم اس علاقے

کو دیکھو گے تو تمہیں حیرت ہوگی، نارگون ہمیشہ ہی ایک پراسرار جزیرہ رہا ہے، وہاں کون کون،

کیا کیا کرتا ہے..... اس کے بارے میں کچھ معلومات حاصل نہیں ہیں، خیر میں تو ویسے بھی ہمہ

دانی کا مظاہرہ نہیں کروں گی، کیونکہ ان معاملات سے میرا کوئی تعلق ہی نہیں رہا ہے، لیکن جیسا

کہ میں نے تم سے کہا کہ اتفاق سے اس جزیرے کے بارے میں تھوڑی سی معلومات مجھے

بیک وقت ملنے سے حاصل ہوئی تھیں۔“

”کاک ملٹن؟“ میں نے سوالیہ انداز میں کہا اور سورا ہنس پڑی۔

”ہمارا وہ سرپرست جو اپنے دل میں ہمارے لئے برے خیالات رکھتا ہے، لیکن

درحقیقت ہمارے بزرگوں کا کردار ادا کر رہا ہے، بگ مارٹن ہی ہے جو بہت سے معاملات میں

ہمارے رہنمائی کرتا ہے اور ہم ان دونوں کی وجہ سے بڑا محفوظ مقام رکھتے ہیں، کاک ملٹن اس

سلسلے میں ہمارے کام آ سکتا ہے..... ہاں یہ الگ بات ہے کہ ذرا طریقہ کار بدل لیا جائے۔“

”یعنی؟“

”یعنی کے آگے کچھ نہ پوچھو، یہ ذمے داری اگر مناسب سمجھو تو مجھ پر ہی چھوڑ دو۔“

”مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔“

”کیا تم اس جزیرے کو دیکھنا چاہتے ہو؟“
 ”سو فیصد..... وہ ایک بہتر جگہ ہوگی۔“
 ”تو پھر میں انتظام کر لوں؟“
 ”کب؟“

”زیادہ سے زیادہ کل، لیکن اس کے لئے مجھے کچھ گھنٹے ملٹن کے ساتھ بسر کرنا ہوں گے، سارے معاملات طے کرنے کے لئے۔“

”او کے سورا۔“ ملٹن نے کہا اور وہ خاموش ہو گئی، اس کے بعد اس بات کی کوئی گنجائش نہیں رہی تھی کہ میں یہاں سے واپس چلا جاؤں، البتہ میں نے یہ بات آخری لمحے میں کہہ دی تھی کہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے یہ بڑی رقم وہ اپنے گھر روانہ کر دیں، وہ دونوں اس سلسلے میں خاصی متذبذب تھیں، لیکن بہر حال انہیں میری بات تسلیم کرنی پڑی کیونکہ میں ان کی بات مان چکا تھا، چنانچہ یہ جھگڑا یہاں ختم ہو گیا۔

دوسرے دن دس بجے ناشتے وغیرہ سے فراغت حاصل کرنے کے بعد سورا نکل گئی۔ میں وہیں لی تھل کے ساتھ رہا تھا..... لی تھل کا فی جاذباتی باتیں کرتی رہی تھی اور پھر میں نے اسے ساتھ لے کر باہر قدم نکال دیئے تھے، تاکہ وہ اس رقم کو اپنے وطن بھجوانے کا بندوبست کر لے، لی تھل کو میری خواہش پر یہ سارے کام سرانجام دینے تھے اور وہ پھر تک ہم اس کام سے فارغ ہو گئے، اب اس رقم کے منتقل ہونے کے آخری انتظامات کے بعد یہ اس کے وطن پہنچ جانی تھی۔

تقریباً ڈھائی بجے سورا واپس آ گئی اور اس نے یہ خوشخبری سنائی کہ اب سے تھوڑی دیر کے بعد اگر ہم لوگ چاہیں تو جزیرے پر روانہ ہو سکتے ہیں..... کاک ملٹن نے تمام انتظامات کر دیئے ہیں، اب یہ تو ممکن نہیں ہو سکتا تھا کہ لی تھل اور سورا کو میں اپنے ساتھ نہ لیتا..... انہوں نے خود بھی اس سلسلے میں ضد کی تھی، چنانچہ یہ پروگرام بنایا جانے لگا کہ جزیرے پر پہنچنے کے لئے کیا کیا جائے، ہم وہ تمام انتظامات کرتے رہے اور اس کے بعد سورا وغیرہ نے تیاریاں مکمل کر کے گھر سے باہر قدم نکال لئے..... پروگرام یہ تھا کہ سب سے پہلے ہم موٹر لائچ پر نکلیں گے اور جزیرے کے اطراف کا جائزہ لیں گے، اس کے درمیان دوسرے جزیرے بھی ہیں اور مقامی حکام کو ان جزیروں کے بارے میں کوئی شبہ نہیں ہے، وہاں کوئی ایسی بات نہیں

ہے جس کے لئے کوئی مشکل پیش آئے..... راستے میں ہورا نے بتایا کہ سمندر سے ساحل پر دیئے جانے والے روشنی کے ان خفیہ سگنلز کو بھی مذاق کی حیثیت دے دی گئی ہے اور وہاں لوگ اچھی خاصی سیروسیاحت کے لئے جاتے ہیں، موٹر لائچ پر صرف ایک ڈرائیور تھا جو مقامی آدمی تھا اور تھوڑا سا سکی معلوم ہوتا تھا..... بہر حال تمام تر انتظامات کرنے کے بعد ہم لوگ چل پڑے..... لی تھل اور سورا نے میرے لئے بھی غوطہ خوری کا لباس مہیا کیا تھا اور کہا تھا کہ میں اس لباس کو پہن لوں اور اس کے اوپر دوسرا لباس، کسی بھی وقت ضرورت پیش آ سکتی ہے، پھر ایک چھوٹے سے خوب صورت ساحل سے ہماری لائچ چل پڑی..... سمندر میں ڈور تک چھوٹی چھوٹی تفریحی لائچیں بکھری ہوئی تھیں..... ہم ساحل کے ساتھ ساتھ سفر کرتے ہوئے آگے بڑھنے لگے اور بہت دیر نکل آئے۔ ساحل کے بالکل ساتھ ساتھ پائن کے درختوں کی شاخیں پھیلی ہوئی تھیں اور حقیقت میں یہ سفر بہت ہی دلکش محسوس ہو رہا تھا..... آسمان اور زمین کے درمیان رنگ چمک رہے تھے، ایک دو مرتبہ لائچ ڈرائیور نے انجن بند کیا تو ہمیں ساحل کے گنجان درختوں کی طرف سے عجیب و غریب آوازیں سنائی دیں..... پہلے تو ہم یہی سمجھے کہ اس جزیرے پر انسان موجود ہیں، لیکن پھر ان آوازوں سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں رہا کہ وہ پرندوں کی آوازیں تھیں..... راستے میں جگہ جگہ سرخ، نیلے اور سبز رنگ کے تیرتے ہوئے مٹکے کی شکل کے برتن نظر آئے جن کے منہ چوڑے تھے..... جب پانی کی کوئی لہران کے اوپر سے گزرتی ہے تو سورج کی روشنی میں یوں لگتا ہے جیسے جواہرات جگمگا اٹھتے ہوں، ہم مختلف جزیروں کے درمیان سے گزرتے رہے، پھر ہمارا رخ ٹارگون کی جانب ہو گیا اور ہم ان اطراف کا پوری طرح جائزہ لینے کے بعد آخر کار اپنے مشن پر چل پڑے۔

کاک ملٹن نے بتایا تھا کہ اس جزیرے پر ایک چھوٹی سی بندرگاہ بھی ہے اور ایک گہری کھاڑی اس جزیرے کے اندر تک چلی گئی ہے، جس کے اختتام پر وہ بندرگاہ بنی ہوئی ہے، کھاڑی اتنی گہری ہے کہ ایک اسٹیمر بھی اس میں آسانی سے داخل ہو سکتا ہے..... سمندر کے قریب اس ڈھلوان کھاڑی کو پائن کے گنجان درختوں نے اس طرح چھپا رکھا ہے کہ اسے باہر سے نہیں دیکھا جاسکتا، ویسے اسٹیمر جیسی بڑی کشتی کے لئے ایک بہترین بندرگاہ ہے اور اس بات کے امکانات بھی ہیں کہ وہاں ہمارا واسطہ کچھ لوگوں سے پڑ جائے، بہر حال جب ہم ساحل کی طرف سے جزیرے کے قریب پہنچے تو ہمیں وہاں نہ تو اسٹیمر جیسی کسی بڑی کشتی اور نہ

ہی بندرگاہ کی موجودگی کے آثار نظر آنے، لیکن ان کی تلاش میں اپنا راستہ تبدیل کرنے کی کوشش نہیں کی تھی، اب ہم جزیرے کے مغربی ساحل کی طرف جا رہے تھے۔

”مجھے تو یہاں ایسی کوئی بات نظر نہیں آتی۔“ لی تھل نے کہا۔

”تمہارا کیا خیال ہے، کیا جو کچھ وہاں کیا گیا ہے اس کے بعد اس کے تحفظ کے انتظامات نہیں کئے گئے ہوں گے۔“

سور نے ایک سمجھ داری کی بات کی۔

”یقیناً کئے گئے ہوں گے۔“

”اور وہ لوگ آسانی سے منظر عام پر نہیں آئیں گے۔“

”ہو سکتا ہے۔“ وہ لوگ اپنی باتیں کر رہی تھیں اور میں اپنے طور پر ان تمام واقعات

کے بارے میں سوچ رہا تھا، پھر چند منٹ کے بعد ہماری لائچ ساحل کے قریب اس حصے میں پہنچ گئی، جہاں پانی کی گہرائی صرف چار فٹ تھی..... ہم لائچ سے اتر کر ساحل پر آ گئے اور پائین کے گنجان درختوں میں چند ہی قدم آگے بڑھے ہوں گے کہ مجھے رُکنا پڑا..... میں نے بغور اس علاقے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”اس جگہ درخت کافی چھدرے ہیں اور موسم بھی ذرا سخت ہے۔“

”ہاں..... لیکن ہمیں بہر حال اس بات کا خیال رکھنا ہوگا کہ کوئی ہمیں دیکھ نہ سکے، اس

لئے درختوں کا سہارا لینا زیادہ مناسب ہے۔“ میں نے اس بات سے اتفاق کیا اور ہم اس پتلی سی پگڈنڈی پر چلنے لگے ہمیں اندازہ نہیں تھا کہ یہ پگڈنڈی ہمیں کہاں تک لے جائے گی، لیکن بظاہر ایسی کوئی چیز نظر نہیں آرہی تھی جو ہمارے لئے پریشان کن ہوتی، تقریباً پانچ منٹ کے بعد ہم گنجان درختوں سے نکل آئے اور دور دور تک نگاہیں دوڑانے لگے..... اصل میں ہم یہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہے تھے کہ اسلحے کا اتنا عظیم الشان ذخیرہ رکھنے کے لئے انہوں نے

یہاں کیا انتظام کیا ہے، کوئی عمارت، کوئی ایسی جگہ اور پھر ہمیں فوراً ہی یہ اندازہ ہو گیا..... گنجان درختوں کے دوسری طرف ایک بڑا دُغریب منظر تھا..... لکڑی کا بنا ہوا وہ مکان بے حد خوب صورت بھی تھا اور بہت وسیع و عریض بھی، سامنے کی سمت ایک دراٹھہ بنایا گیا تھا اور چھروں سے بچاؤ کے لئے پورے مکان کے گرد جالی لگائی گئی تھی، اس مکان کے پس منظر میں درختوں کے اس پار نیلے سمندر کی جھلک بھی نظر آرہی تھی..... مکان کے آس پاس کسی ذی روح کا نام د

نشان نہیں تھا اور نہ ہی ایسے کوئی آثار دکھائی دے رہے تھے جس سے یہ اندازہ ہوتا کہ مکان میں کچھ افراد موجود ہیں..... ہم آگے بڑھتے چلے گئے، محتاط انداز میں یہ سب کچھ کر رہے تھے، لیکن بہر حال سامنے تو آنا ہی تھا، چنانچہ ہم آہستہ آہستہ مکان کے دروازے پر پہنچ گئے اور یہ جائزہ لینے لگے کہ اندر داخل ہونے کے لئے کون سی جگہ مناسب ہے، پھر مکان کے اندر داخلے میں بھی ہمیں کوئی دقت نہیں ہوئی تھی اور ہم لوگ آگے بڑھتے چلے گئے، کافی دیر تک ہم مکان میں چکراتے رہے، لیکن کوئی انسان ہمیں یہاں نہیں ملا تھا، البتہ یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ لوگ وہاں موجود رہتے ہیں، ان کے بہت سے نشانات مل رہے تھے..... پھر ہم مکان کے مختلف حصوں سے گزرتے ہوئے اس کے عقبی حصے میں پہنچ گئے..... ہم یہ اندازہ نہیں لگا سکے تھے کہ وہ اسلحہ خانہ کہاں ہے۔

”ہو سکتا ہے یہاں اور بھی کچھ ایسی عمارتیں ہوں جن میں سے کسی عمارت کو اسلحہ خانہ

بنایا گیا ہو۔“

”ممکن ہے۔“

”لیکن کم از کم اس مکان میں وہ اسلحہ خانہ نہیں ہے۔“

”ہو سکتا ہے یہاں اور بھی کچھ ایسی جگہیں ہوں یا پھر ایسے پہاڑی ٹیلے جن کے

درمیان غار موجود ہوں۔“

”تو پھر کیوں نہ ہم یہاں سے باہر نکلیں۔“

”زیادہ مناسب ہے۔“ ہم لوگ مکان سے نکل کر اس کے دوسرے حصے پر موجود گھنے

درختوں کے درمیان پہنچ گئے اور پھر یہاں بھی ہمیں ایک تنگ سی پگڈنڈی نظر آئی جس پر ہم

نے آگے بڑھنا شروع کر دیا..... سور نے متاثر کن لہجے میں کہا۔

”کچھ یوں نہیں محسوس ہو رہا مسٹر پنشن کہ جیسے کچھ نگاہیں چھپ کر ہمارا جائزہ لے رہی

ہوں۔“

”ایں۔“ میں نے حیرت سے کہا۔

”یہ جزیرہ یقینی طور پر ہمارے لئے موت کا جزیرہ بن سکتا ہے، اگر ہم کسی کی نگاہوں

میں آ گئے۔“

”لیکن تعجب ہے، وہ لوگ کہاں ہیں اور خاص طور سے اس مکان میں جو نشانات ہمیں

ملے ہیں ان سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ لوگ یہاں موجود ہیں۔“

”میری سمجھ میں بھی کچھ نہیں آرہا، لیکن اب کیا کیا جائے۔“

”دیکھو ابھی تو بہت وسعت ہے، اس جزیرے میں۔“ میں نے کہا۔

”لیکن احتیاط شرط ہے، مجھے اندازہ ہے کہ اگر یہاں لوگ موجود ہیں تو ہماری لالچ

ضرور دیکھ لی گئی ہوگی..... پتا نہیں لالچ کا ڈرائیور کس عالم میں ہے۔“

”ظاہر ہے پلٹ کر ہم اسے دیکھنے تو نہیں جاسکتے۔“

”نہیں اس کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔“ سورا کے یہ احساس دلانے پر کہ اسے یوں

محسوس ہو رہا ہے جیسے کوئی اسے دیکھ رہا ہے..... میں نے بھی غور کیا اور وقت گزرنے کے ساتھ

ساتھ مجھے بھی یہ شب محسوس ہونے لگا کہ ایسا کیا جا رہا ہے..... یہ احساس شدت اختیار کرتا جا رہا

تھا کہ اس جزیرے میں کوئی ان کی بھی قوت ہم پر نگاہ رکھے ہوئے ہے اور ہماری نقل و حرکت کا

اس طرح جائزہ لیا جا رہا ہے جیسے کسی مائیکروسکوپ میں نوئی چیز دیکھی جاتی ہے..... مجھے یہ

احساس بھی پریشان کر رہا تھا کہ ہم جس طرح بارودک ٹوک بڑے اطمینان سے اس جزیرے

پر آگئے ہیں اس طرح یہاں سے نکل بھی نہیں گئے پائیں۔“

بہر حال ہم نے اپنی تلاش جاری رکھی، تیزی کا ایک اور وسیع و عریض مکان یہاں نظر آیا

اور ہم نے اسے بھی دیکھ لینا مناسب سمجھا، پھر اس مکان کا جائزہ لینے کے بعد بھی یہی اندازہ

ہوا کہ لوگ یہاں موجود ہیں، لیکن کم از کم وہ اس مکان میں منتقل نہیں کیا گیا ہے، اب تو

کھوپڑی چبھنے لگی تھی، کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہاں موجود لوگ کہاں ہیں، پھر لی تھل نے

تجویز پیش کی۔

”اگر ایک لگا لالچ کو دیکھ لیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔“

”مطلب۔“

”مطلب یہ کہ تم از کم یہ اندازہ دوستا ہے کہ ہم کسی کی نگاہوں میں ہیں یا نہیں؟ میں

لی تھل کی بات پر غور کرنے لگا اور اس کا مطلب سمجھ گیا، وہ یہ کہنا چاہتی تھی کہ اگر کچھ لوگوں کو

یہاں ہماری آمد کا علم ہو گیا ہے تو سب سے پہلے ہماری لالچ پر قبضہ کیا گیا ہوگا اور اس بات

کے امکانات نظر آتے تھے، بہر حال میں سوچ رہا تھا کہ شاید مجھ سے تھوڑی سی غلطی ہوئی ہے۔

اگر میں یہاں تنہا ہی کسی نہ کسی شکل میں آجاتا تو زیادہ موزوں تھا، کسی کو ہماری آمد کا علم نہیں

ہوتا، اپنے آپ کو تو میں ان لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ کر سکتا تھا، لیکن لی تھل اور سورا کو نہیں،

بہر حال میں نے ان کا یہ مشورہ مان لیا اور ہم لوگ کسی ایسی جگہ پہنچنے کی کوشش کرنے لگے جہاں

سے بلندی پر چڑھ کر اس کھاڑی کا جائزہ لے سکیں، جہاں ہماری لالچ موجود تھی، تھوڑا فاصلہ

طے کرنے کے بعد آخر کار ہمیں ایک چٹان نظر آئی اور ہم اس پر چڑھنے لگے۔ چٹان گھاس

سے ڈھکی ہوئی تھی اور اس قدر بلند تھی کہ اسے چھوٹا سا پہاڑی ٹیلہ کہا جاسکتا تھا، اس چٹان سے

ساحل کا وہ حصہ دیکھا جاسکتا تھا جہاں ہم نے اپنی لالچ چھوڑی تھی۔ ہم چٹان کے اوپر پہنچ

گئے..... لالچ ہمیں نظر بھی آگئی لیکن لالچ کا ڈرائیور وہاں موجود نہیں تھا..... یہ بات کسی قدر

حیرت کا مظہر تھی، لیکن اس خوف کا بھی کیا ہو سکتا ہے..... لالچ کے ڈرائیور کو انہوں نے قبضے

میں لے لیا ہو اور پھر ہم چٹان سے اترے بھی نہیں تھے کہ دفعتاً ہمیں کچھ افراد نظر آئے، وہ مسلح

تھے اور ان کے ہاتھوں میں قیمتی رائفلیں دلی ہوئی تھیں..... چٹان سے زیادہ فاصلہ بھی نہیں تھا

ان کا، وہ لوگ آپس میں کچھ گفتگو بھی کر رہے تھے اور ان کی نگاہیں بھی چاروں طرف بھٹک

رہی تھیں..... میں نے مرد لہجے میں کہا۔

”تمہارا اندازہ درست نکلا سورا، یہ ٹولیاں بنا کر ہماری تلاش میں نکل کھڑے ہوئے

ہیں اور یقینی طور پر انہیں ہماری یہاں آمد کا علم لالچ سے ہی ہوا ہے اور اندازہ یہ ہوتا ہے کہ ان

میں سے کسی نے ہمیں ابھی تک دیکھا نہیں ہے، چونکہ ان کے گردن اٹھ اٹھا کر دیکھنے کا انداز

یہ ظاہر کرتا ہے کہ انہیں کسی کی آمد کا شبہ ہے شک ہے، لیکن وہ ان لوگوں کو دیکھ نہیں سکے ہیں،

جن کی انہیں تلاش ہے۔“

”اس کا مقصد ہے کہ لالچ کا ڈرائیور ان کے قبضے میں آچکا ہے..... لی تھل نے تشویش

بھرے لہجے میں کہا اور میں پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگا..... اچانک ہی کچھ فاصلے سے

چیننے کی آوازیں سنائی دیں اور دوسرے لمحے ایک آدمی چیختا ہوا درختوں سے برآمد ہوا۔

”اس نے خودکشی کر لی۔“ وہ مر گیا ہے۔“ یہ بات کس کے بارے میں کہی جا رہی تھی،

یہ تو سمجھ میں نہیں آیا، لیکن یہ لوگ اس کی جانب متوجہ ہو گئے تھے، آنے والا انہیں کچھ بتانے

لگا..... اسی لمحے کچھ اور آدمی بھی درختوں سے نکل آئے، ان سب کے ہاتھوں میں رائفلیں

ہوئی تھیں اور وہ دائیں بائیں دیکھتے ہوئے اسی طرف دوڑے چلے آ رہے تھے، پھر ہم اس

چٹان پر نہ رہے اور عقبی حصے سے نیچے اترنے لگے، سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب کیا کیا جائے،

بھاگنے کا راستہ تقریباً ختم ہو گیا تھا اور یقینی ہو گیا تھا کہ یہاں ہم بھٹکے ہوئے چوہوں کی طرح پکڑے جائیں گے، مجھے اپنے آپ سے زیادہ لی تھل اور سورا کی فکر تھی اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ انسان کو جس طرح بھی بن سکے اپنے کسی مشن کی سرانجام دہی کے لئے اس قسم کے واقعات سے بچنا چاہئے، اب یہ ممکن نہیں تھا کہ ان کو بچا کر یہاں سے نکالا جائے..... لانچ کے بارے میں بھی میں خاصی مایوسی کا شکار ہو گیا تھا..... بہر حال ہم لوگ وہاں سے اتر کر آہستہ آہستہ گھاس کے درمیان ریٹگنے لگے..... یہ راستہ ذرا دشوار گزار تھا اور اس جگہ جھاڑیوں میں جگہ جگہ چھوٹی چھوٹی خشک مچھلیاں اور کیکڑوں کی ہڈیاں بکھری ہوئی تھیں..... یہ کیکڑے اور مچھلیاں یقیناً سمندری پرندوں کی چونچوں سے گری ہوں گی جو ساحل پر اپنے شکار کی تلاش میں منڈلاتے رہتے ہیں..... ہم نے ابھی چند فٹ کا فاصلہ طے کیا تھا کہ میرا ہاتھ ایک انسانی کھوپڑی سے ٹکرایا جو چٹان کی بھر بھری مٹی میں دبئی ہوئی تھی، اس کے قریب ہی کیکڑے کی چند ہڈیاں بھی پڑی ہوئی تھیں..... انسانی کھوپڑی کو دیکھ کر دونوں لڑکیوں کے سینوں میں سانسیں رُک گئیں اور وہ ادھر ادھر دیکھنے لگیں..... انسانی کھوپڑی سے چند گز کے فاصلے پر ہی ایک انسانی ڈھانچہ بھی نظر آ رہا تھا، پتا نہیں یہ سب کچھ کیا تھا، لیکن اس وقت جن حالات میں ہم لوگ سفر کر رہے تھے اس کے تحت ایسی کسی چیز پر غور کرنے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا..... تھوڑے ہی فاصلے پر ایک چٹان کی گنگر نکلی ہوئی نظر آئی، اگر اس گنگر سے لٹک کر دیکھا جاتا تو پانی میں ڈوبی ہوئی چٹان کی جڑ بھی نظر آسکتی تھی، یہاں اہریں ہلکے ہلکے شور سے ٹکرا رہی تھیں اور اس جگہ پانی بہت گہرا تھا۔ وہاں سے تقریباً پینتیس فٹ آگے پانی میں ایک بڑا ٹیلہ ابھرا ہوا تھا اور یہ ٹیلہ اس وقت میرے خیال میں ایک بہتر جگہ ہو سکتی تھی، جہاں وہ لوگ ہمیں تلاش کرنے میں ناکام رہتے۔

”اب کیا کیا جائے؟“

”ایک ہی راستہ ہے۔“ میں نے کہا۔

”کیا؟“

”پانی میں چھپ کر ہم اس ٹیلے کی جانب بڑھیں اور وہاں اپنے لئے کوئی مسکن بنائیں۔ یہاں تک کہ یہ لوگ ہماری تلاش سے مایوس ہو جائیں..... اس کے بعد ہم اس کھاڑی میں پہنچنے کی کوشش کریں گے اور پھر خود ہی لانچ کو وہاں سے لے جایا جاسکے گا۔“

”اور ڈرائیور؟“ سورا نے عجیب سے لہجے میں پوچھا۔

”کچھ نہیں کہا جاسکتا ڈیز سورا اس بات کے امکانات موجود تھے کہ ہمیں یہاں خطرات کا سامنا کرنا پڑے، لیکن تمہاری ضد کے آگے میں کچھ نہیں کر سکا۔“

”نہیں تم بے فکر ہو، مشکن، ہر قسم کے خطرات سے نمٹنے کے لئے ہم بھی تیار ہیں۔ ایسی بات نہیں ہے۔“

”تو پھر کیا خیال ہے؟“

”اس تک پہنچنا خاصا مشکل کام ہوگا۔“

”دفعۃً ہی عقب سے شور کی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز بھی، غالباً وہ لوگ ہماری چٹان والی پگڈنڈی کی طرف آرہے تھے اور انہوں نے ہماری سمت کا اندازہ کر لیا تھا۔“

”ہری اپ سورا۔“ میں نے انہیں اشارہ کیا، حالانکہ ہمارے جسموں پر پلاسٹک کے لباس موجود تھے، لیکن بہر حال ہم اپنے ماسک وغیرہ نہیں لگا سکتے تھے اور نہ ہی اوپری لباس کو اتارنے کی کوشش کی جاسکتی تھی، کیونکہ عقب سے خطرہ قریب آتا جا رہا تھا..... میں نے ان لوگوں کو ہدایت کی۔

”پانی کے اندر ہی تیرتے ہوئے چٹان کی شمالی سمت نکل جانا اور دوسری طرف پہنچنے سے پہلے سطح پر آنے کی کوشش نہ کرنا، اگر کسی وقت محسوس کرو کہ اوپر آرہے ہو تو کائی کو پکڑ لینا اور اس کے نیچے نیچے تیرتے ہوئے دوسری طرف چلے جانا جلدی کرو..... ہمیں اسی انداز میں آگے بڑھنا ہے۔“

مجھے احساس ہوا کہ ہم سے تقریباً پچاس گز کے فاصلے پر جھاڑیوں کی شاخیں چٹنے کی آوازیں سنائی دے رہی ہیں وہ لوگ اب ہم سے صرف پچاس گز کے فاصلے پر رہ گئے تھے اور اس کے بعد اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ ہم چٹان سے سمندر میں چھلانگ لگادیں..... خلاف توقع یہ چھلانگیں خاصی لمبی لگائی گئی تھیں اور ہم پانی میں جا پڑے تھے..... پانی کے نیچے ہی نیچے تیرتے ہوئے ہم لوگ آہستہ آہستہ اس ٹیلے کی جانب بڑھنے لگے اور پھر اس کے قریب پہنچ گئے..... اس کا کنارہ پانی سے تقریباً ڈیڑھ دو انچ باہر نکلا ہوا تھا..... ٹیلے کی لمبائی چوڑائی دس فٹ مربع کے قریب تھی اور اوپر سے یہ عجیب سی کیفیت رکھتا تھا، اس پر موٹی

موٹی کائی جی ہوتی تھی اور اس کائی کے پیچھے آرام سے چھپا جاسکتا تھا۔۔۔۔۔ درحقیقت اس وقت یہ ٹیلہ ہمارے لئے خوش بخت ہی ثابت ہوا تھا کیونکہ عارضی طور پر چھپنے کے لئے یہ ایک اچھی پناہ گاہ ثابت ہو سکتا تھا۔۔۔۔۔ میں نے ان لوگوں کو اشارہ کیا اور ہم پانی سے شرابور لباس زیب تن ہوئے اوپر آگئے اور اس جگہ لیٹ کر لمبی لمبی سانسیں لینے لگے۔ وہ لوگ یقینی طور پر اب اس چٹان پر پہنچ گئے تھے جہاں سے ہم تھوڑی دیر قبل چلے تھے۔۔۔۔۔ اگر ہم ذرا سی بھی چوک کرتے تو اس وقت ان کی گولیوں کی زد میں ہوتے۔۔۔۔۔ پانی سے شرابور لباس عذاب بنے ہوئے تھے، لیکن اندازہ یہ تھا کہ دھوپ اس سلسلے میں ہماری معاون ہوگی اور تھوڑی دیر کے بعد ہمارے یہ لباس خشک ہو جائیں گے۔ سورا نے کہا۔

”کیا خیال ہے یہ لباس اتار لئے جائیں۔“

”مناسب نہیں ہوگا کیونکہ کسی بھی لمحے ہمیں یہ جگہ چھوڑنی پڑ سکتی ہے اور اس وقت یہ لباس بھی ہمیں چھوڑنا پڑیں گے۔۔۔۔۔ غوطہ خوری کے لباسوں میں شہر میں داخل ہونا ممکن نہیں ہوگا۔“ لی تھل آہستہ سے ہنس پڑی تھی اور اس کی ہنسی یہ بتا رہی تھی کہ وہ ان واقعات سے خوفزدہ نہیں ہے۔۔۔۔۔ کم از کم اس بات کا اندازہ تو مجھے بھی تھا کہ ان لڑکیوں نے جن راستوں پر قدم اٹھائے ہیں ان راستوں پر انہیں اس قسم کے خطرات سے بیشتر واقف پڑتا رہتا ہوگا اور وہ ان خطرات سے نمٹنا جانتی ہوں گی، لیکن بہر حال میرے لئے یہ بات خاصی تشویش ناک تھی، کیونکہ میں یہ جانتا تھا کہ ذین رشیر اس اسلحے کی طرف سے خاصا بد دل ہو چکا ہے اور وہ اس سلسلے میں شاید اب بلی گون کا ساتھ دینے کے لئے تیار نہیں ہے، وہ سب کچھ اپنی جگہ لیکن اس وقت کا جو مسئلہ تھا وہ خاصا پریشان کن تھا اور مجھے اپنے آپ ہی پر جھلاہٹ ہو رہی تھی، میں نے گہری نظروں سے چاروں طرف دیکھا، کئی انچ موٹی کائی کسی جال کی طرح بکھری ہوئی تھی۔۔۔۔۔ اگر اسے اپنے اوپر ڈال لیا جائے تو دور سے کسی قسم کا شبہ نہیں ہو سکتا تھا اور ہم فی الحال یہاں محفوظ تھے۔

بہر حال یہ سب کچھ بڑا پریشان کن تھا۔۔۔۔۔ دھوپ نے واقعی بڑا سہارا دیا تھا اور ہمارے لباس برق رفتاری سے خشک ہو رہے تھے، لیکن پھر ایک آواز سنائی دی اور ہم چونک پڑے۔ آواز بہت دور سے آرہی تھی، لیکن میں بھی اس سے آشنا تھا اور دونوں لڑکیاں بھی۔۔۔۔۔ یہ بلی کا پٹر کی آواز تھی۔۔۔۔۔ سورا نے آہستہ سے کہا۔

”وہ لوگ اب کسی قیمت پر ہمیں چھوڑنا نہیں چاہتے۔۔۔۔۔ کیونکہ بہر حال ایک اجنبی لالچ انہیں اپنی کھاڑی میں نظر آگئی ہے اور انہوں نے اس کے خلاف کارروائی کر دی ہے۔“

میں نے کوئی جواب نہیں دیا، بلی کا پٹر آخر کار جزیرے پر پہنچ گیا اور اس وقت ہم نے یہی کیا کہ موٹی کائی کا جال اپنے اوپر ڈال لیا۔۔۔۔۔ اس طرح سے اگر بلی کا پٹر ہمارے سروں پر سے بھی گزرتا تو ہم شاید اسے نظر نہیں آسکتے تھے۔۔۔۔۔ بشرطیکہ وہاں موجود لوگوں نے ہماری سمت کا صحیح اندازہ نہ لگا لیا ہو۔۔۔۔۔ کائی سے ہوا بھی آرہی تھی جس سے ہمیں سانس لینے میں کوئی دشواری نہیں پیش آرہی تھی۔۔۔۔۔ ہم درحقیقت اس وقت اس کائی کے شکر گزار تھے جو ہمارے لئے بہترین کیموفلاج ثابت ہوئی تھی۔ وہ لوگ اب مسلسل جدوجہد کر رہے تھے۔ بلی کا پٹر نے کئی چکر لگائے اور اس کے بعد غالباً کسی جگہ اتر گیا کیونکہ اب اس کی مکروہ آواز نہیں آرہی تھی، میں اس وقت اس لالچ ڈائیور کے بارے میں سوچ رہا تھا، یہ بات طے تھی کہ اس پر تشدد کر کے ہمارے بارے میں معلومات حاصل کر لی گئی ہوں گی اور انہیں ہم ہو گیا ہوگا کہ یہاں داخل ہونے والے صرف تین افراد ہیں، لیکن یہ بات بھی طے تھی کہ اس جزیرے پر اب اتر کر اسلحہ خانہ تلاش کرنا ایک مشکل کام تھا۔۔۔۔۔ مشکل کام تو یہ بھی تھا کہ ہم دوبارہ اس لالچ کو لے کر یہاں سے نکل سکیں۔۔۔۔۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

”لی تھل یہ تو طے ہے کہ انہوں نے اسلحہ خانے کے گرد اپنا حصار بنا لیا ہوگا اور ہم اس تک اب نہیں پہنچ سکتے، لیکن اب کچھ ایسا بھی احساس ہو رہا ہے کہ اس جزیرے سے فرار ہونا مشکل ہے، کیونکہ ان لوگوں کو ہماری یہاں آمد کا علم ہو گیا ہے اور ہمارے واپسی کے راستے ختم کر دیئے گئے ہیں۔“ لی تھل نے کوئی جواب نہیں دیا اور یہ خاموشی خاصی طویل ہوتی گئی۔۔۔۔۔ کبھی کبھی ہوا کی لہروں پر انسانی شور سنائی دے جاتا تھا، پھر اس کے بعد اچانک ہی ہم نے بلی کا پٹر کی مشین سنارٹ ہونے کی آواز سنی اور بلی کا پٹر فضا میں بلند ہو گیا۔۔۔۔۔ اس نے پھر جزیرے کے کئی چکر لگائے تھے اور ایک دوبارہ بالکل ہمارے سر پر سے بھی گزرا تھا، لیکن اس موٹی کائی نے ہماری واقعی اس وقت بڑی معاونت کی تھی۔۔۔۔۔ بلی کا پٹر نے اپنے چکر پورے کرنے کے بعد ایک بہت اختیار کر لی۔ غالباً وہ لوگ ہماری تلاش سے مایوس ہو گئے تھے، لیکن یہ بات تو خواب میں بھی نہیں سوچی جاسکتی تھی کہ وہ اس بات سے مطمئن ہو گئے ہوں کہ اب ہم اس جزیرے پر نہیں ہیں۔۔۔۔۔ لالچ کے بغیر کسی کا یہاں سے نکل جانا ناممکن عمل تھا۔

پھر پہلی کا پٹر کی آواز معدوم ہو گئی..... وہ یقینی طور پر واپس چلا گیا تھا، لیکن اس کے بعد ہم نے ایک بڑی سی کشتی دیکھی جو پائن کے گنجان درختوں میں چھپی ہوئی کھازی سے نکل رہی تھی۔ یہ بڑی کشتی جزیرے کے اندر یقیناً اس خفیہ بندرگاہ سے نکلی تھی جہاں ہم نے اپنی کشتی روکی تھی، کشتی کی رفتار بہت تیز تھی اور وہ برق رفتاری سے اس چٹان کی جانب آرہی تھی، جہاں ہم اب تک موجود تھے۔..... دبیز کائی ہمیں اپنے اندر چھپانے ہوئے تھی، سورج کی ڈھلتی ہوئی روشنی میں کشتی میں سوار آدمیوں کے چہرے صاف نظر آرہے تھے۔..... کشتی اتنی بڑی تھی کہ اس پر وہ تینویں کشتیاں اور موجود تھیں، جنہیں ضرورت کے وقت پانی میں اتارا جاسکتا تھا۔..... اسٹیر نما کشتی ہمارے بہت قریب سے گزری اور بے حد تیز رفتاری سے گہرے سمندر کی جانب چل پڑی۔ ہم خاموشی سے اسے جاتے ہوئے دیکھ رہے تھے، کوئی بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔..... کشتی میں خاصے افراد موجود تھے۔..... یوں محسوس ہوتا تھا کہ وہ لوگ جو اس جزیرے پر ہمیں تلاش کر رہے تھے، سارے کے سارے اس کشتی پر بیٹھ کر چل پڑے ہیں۔..... پتا نہیں اب ان کا مشن کیا تھا، لیکن اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔..... اچانک ہی جزیرے کے ایک حصے میں ایک خوفناک دھماکہ ہوا اور یوں محسوس ہوا جیسے پورا جزیرہ ہوا میں اڑ رہا ہو۔..... دھماکے کی شدت اس قدر خوفناک تھی کہ ہمارے کان بند ہو گئے اور دماغ میں سیٹی سی بجنے لگیں، لیکن پھر اس سے بھی بھیا تک دھماکہ ہوا اور اس دھماکے نے ہمیں چٹان سے اچھال کر پانی میں پھینک دیا۔..... لکڑیاں درخت، دھواں، پتھر فضا میں چھتری کی طرح بلند ہو گئے اور ان کی آن میں چاروں طرف پھیل گئے۔ پانی میں اپنے آپ کو سنبھالنا ناممکن لگا، کیونکہ اچانک ہی سمندر کی لہریں تیز ہو گئیں۔..... میں نے لی تھل اور سورا کی دلدوز چیخیں سنیں اور اس کے بعد اچانک ایک پہاڑی چٹان میری پشت پر آگری۔ محسوس ایسا ہی ہوا تھا کہ جیسے چٹان ہی آگئی ہو اور پھر کچھ اور محسوسات، مجھے یوں لگا جیسے بے پناہ وزن مجھے پانی کی گہرائیوں میں لے جا رہا ہو۔..... پھر میرا سینہ زیر سمندر کسی چیز سے ٹکرایا۔..... سر میں تیز روشنیوں کے دھماکے ہوئے اور اس کے بعد فضا میں تاریکیاں ہی تاریکیاں بچھ گئیں، اب ان تاریکیوں میں کچھ بھی نہیں تھا۔ میں بھی نہیں تھا۔



اگر زندگی باقی ہوتی ہے اور موت نہیں آتی تو پھر ہوش آ جاتا ہے اس خوفناک ہنگامہ آرائی کے بعد مجھے ہوش آ گیا تھا اور ہوش بھی آیا تھا تو اس طرح کی پر لطف بات تھی میں ایک خیمے کے اندر تھا۔ سفید رنگ کا بلند و بالا خیمہ خاصی اچھی حیثیت کا حامل تھا۔ اور اس میں بچھا ہوا بستر بھی قیمتی لیکن یہ نئی کہانی کہاں سے شروع ہوئی ہے۔ ہاں سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی ہاتھوں سے بندھی ہوئی پٹی کو ٹٹولنے کے بعد میں اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔ بہر حال اپنے بارے میں بھی کچھ سمجھ نہیں آتی اس طرح تفتیش کرنی ہوتی ہے۔ اپنے بارے میں سوچا میں کون ہوں لیکن کچھ یاد نہ آیا بلکہ دماغ میں درد ہونے لگا۔ چند لمحوں کے بعد اپنی جگہ سے اٹھ گیا تو بدن کو نقاہت کا احساس ہوا اس نقاہت کی وجہ سر سے بہہ جانے والا خون نہیں تھا بلکہ شاید بھوک پیاس تھی۔ خلق بھی پیاس کی شدت کا شکار تھا اور اسی طرح پیٹ کا بھی احساس ہوتا تھا چنانچہ میں خیمے کا پردہ اٹھا کر باہر نکل آیا اور پھر یہی محسوس ہوا کہ جیسے عالم بالا کا سفر کر رہا ہوں منظر اور ماحول ہی بدل گیا تھا جیسے ہی میں باہر نکلا میں نے دو افراد کو دیکھا جو بیٹھے ہوئے ایک دوسرے سے باتیں کر رہے تھے مجھے دیکھ کر اچھل پڑے اور اجنبی زبان میں نجانے کیا کیا کہنے لگے پھر انہوں نے چیخ چیخ کر دوسروں کو آدازیں دیں اور پانچ چھ افراد میرے سامنے جمع ہو گئے ان کے لباس اور حلیے سے میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ یہ عربی النسل ہیں لیکن مسئلہ کیا ہے میں نے ان میں سے ایک کو اشارہ کیا تو وہ میرے قریب آ گیا۔

”کیا تم انگریزی میں بات کر سکتے ہو۔“

”تھوڑی تھوڑی۔“ اس نے جواب دیا۔

”مجھے جانتے ہو۔“

”ہاں کیوں نہیں۔“

”کون ہوں میں۔“

”زخمی۔“

”مطلب۔“

”زخمی کا مطلب زخمی ہوتا ہے مگر تم کب ہوش میں آئے۔“

”جب بھی آیا اب تو تمہارے سامنے کھڑا ہوا ہوں مجھے اپنے بارے میں نہیں بتاؤ گے۔“

”شیخ شکار پر گیا ہوا ہے، ہمیں اس کی واپسی کا انتظار کرنا ہوگا۔“

”کون شیخ۔“

”اس کا نام ادب سے لودہ تمہارا محسن ہے۔“ اسی شخص نے جواب دیا۔

”میں اپنے محسن کا نام تو جان سکتا ہوں ناں۔“

”تم شیخ حماد کے مہمان ہو۔“

”شیخ حماد۔“

”ہاں۔“

”یہ کونسا علاقہ ہے۔“ میں نے سوال کیا میں نے محسوس کیا کہ صرف یہ شخص جو مجھ سے

بائیں کر رہا ہے تھوڑی بہت انگریزی سے واقف ہے اور دوسرے لوگ ہمارے درمیان ہونے

والی گفتگو کو نہ سمجھنے والے انداز میں سن رہے تھے وہ چند لمحات کے بعد بولا۔

”کیا تمہیں اس کے بارے میں معلوم نہیں ہے۔“

”نہیں میرے دوست میں نہیں جانتا۔“

”یہ جبوتی کا ساحلی علاقہ ہے جبوتی کے بارے میں تو جانتے ہو۔“ میں ذہن پر زور

دینے لگا۔ لیکن کچھ یاد نہ آیا۔ وہ شخص پھر بولا۔ شمال مشرقی افریقہ میں خلیج عون کے ساحل پر

واقع اس ملک کے قرب وجوار میں صومالیہ اور اتھوپیا ہیں اور یہ اسلامی ملک ہے کچھ عجیب

عجیب سے احساسات ذہن میں پیدا ہو گئے۔ مجھے دل ہی دل میں اپنے آپ پر ہنسی آنے لگی

اور میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر گردن ہلائی اب اس سے زیادہ اس سے اور کیا پوچھتا

لیکن پھر وہ سب ہی مستعد ہو گئے میں نے سامنے سے ایک نوجوان لڑکی کو آتے ہوئے دیکھا
تھا عربی لباس میں ملبوس تھی آدھے چہرے پر ہار یک نقاب پڑا ہوا تھا لیکن سیاہ رنگ کا یہ
نقاب صورت نقاب اس کی روپوشی میں ناکام تھا اور بالوں کے جو

پچھے پٹھانی پر لٹک آئے تھے ان کا رنگ بھی گہرا سیاہ تھا حسین آنکھیں اس کے بے مثال حسن
کی نمائندگی کرتی تھیں چلنے کے انداز میں ایک عجیب سی پھرتی تھی بہر حال کائنات میں عورت
کی موجودگی ماحول کے حسن کا اشارہ ہے اور میں اس وقت اسے دیکھ کر ایک عجیب سی کیفیت کا
شکار ہو گیا تھا یہاں موجود پہرے دار جوان خیموں کے درمیان پہرہ دے رہے تھے گردن جھکا
کر پیچھے ہٹ گئے اور آنے والی آہستہ آہستہ چلتی ہوئی میرے قریب پہنچ گئی اس کے حسین
ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی تب اس نے میرے قریب آ کر کہا۔

”میں نے تمہیں دور سے دیکھ لیا تھا تم کئی دن کے بعد ہوش میں آنے ہو کیا تم اپنے
حواس میں ہو۔“ میں نے گہری نگاہوں سے اسے دیکھا تو وہ بولی۔

”میرا نام فقرہ ہے یہاں کے لوگ مجھے خاتون فقرہ کہتے ہیں اور میں امیر حماد کی بیٹی
ہوں۔“

”میں آپ کا شکر گزار ہوں خاتون فقرہ اور لاتعداد سوالات میرے ذہن میں بکھرے
ہوئے ہیں جانتا ہوں کہ کمال مہربانی سے کام لے کر آپ نے مجھے یہاں جگہ دی ہے اور یہ
ذبات بھی میرے لیے تعجب خیز ہے کہ میں کئی دن بے ہوش رہا ہوں ہر انسان کو اپنے بارے میں
جاننے کی خواہش ہوتی ہے آپ کی ان مہربانیوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے میں آپ سے یہ
کہنا چاہتا ہوں کہ میں آپ کو کہاں سے دستیاب ہوا۔“

”آؤ میرے ساتھ مجھے خوشی ہے کہ تمہارے حواس قائم ہوئے دیوانگی کے عالم میں
بہتکے پھر رہے تھے آؤ میرے ساتھ میں تمہیں تمہارے بارے میں بتاتی ہوں۔“ میں نے ایک
ٹھنڈی سانس لی اور دل ہی دل میں افسوس کرنے لگا کہ کاش یہ دیوانگی مجھ پر ہمیشہ ہمیشہ کے
لیے مسلط ہو جاتی ذہن ہزاروں سوچوں سے آزاد ہو جاتا کم از کم دل میں وہ احساسات تو نہ

ہائپر تے جو لاکھ اپنے آپ کو سمجھانے کے باوجود میری ذات پر مسلط ہو جاتے تھے۔ اچھے خاصے خیمے
لگے ہوئے تھے خیموں کا باقاعدہ شہر سا آباد تھا۔ لیکن امیر حماد یہ اور خاتون فقرہ اور پھر یہ سب
کچھ..... تھوڑی دیر کے بعد میں اس بڑے خیمے میں داخل ہو گیا جس کے بارے میں داخل

ہونے سے پہلے ہی اندازہ لگا لیا تھا کہ شاندار ہوگا جنگل میں منگل منایا جاسکتا ہے۔ دولت مندوں کے لیے یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے دنیا کے مختلف ملکوں میں چلتے پھرتے عظیم الشان گھر جنہیں ٹالر کہا جاتا ہے اپنی پسند کی جگہوں پر فردکش زندگی کو کتنے انوکھے رخ دیے گئے ہیں ایک طرف پشت پر وزنی بوجھ جو کبھی نہیں اترتا اور چند پیسوں کے لیے انسان کو جانوروں کی طرح مصروف رہنا پڑتا ہے دوسری طرف زندگی کے یہ عیش و عشرت جنہیں دیکھ کر رشک آئے خاتون نقرہ نے یہاں بھی محل سرا بنالیا تھا اس عظیم الشان خیمے کی سجاوٹ دیکھنے کے قابل تھی۔ بہر حال مجھے کمال مہربانی سے بیٹھنے کی پیشکش کی گئی پھر اس نے پوچھا۔

”تمہیں بھوک لگ رہی ہوگی۔“

”جی خاتون نقرہ۔“ تھوڑے فاصلے پر دو اور خوبصورت لڑکیاں مستعد کھڑی ہوئی تھیں الف لیلیٰ کا ماحول محسوس رہا تھا۔ خاتون نقرہ نے کہا۔

”زیب مہمان کے لیے کھانے پینے کی چیزیں لائی جائیں“ تعمیل حکم ہوئی دونوں لڑکیاں باہر نکل گئیں تو خاتون نقرہ نے کہا۔

”میں تمہارے ماضی کے بارے میں کچھ نہیں جانتی میں اور میرے بھائی یہاں بہت عرصے سے فردکش ہیں امیر حماد گھوڑوں کے تاجر ہیں اور ان علاقوں میں گھوڑوں کی اچھی تسلیں پائی جاتی ہیں یہاں ان کی باقاعدہ افزائش ہوتی ہے۔ پھر امیر یہ گھوڑے پکڑ کر ان کی تربیت کرتے ہیں اور اس کے بعد یہ جبوتی کے اطراف کے ممالک میں ایکسپورٹ کر دیے جاتے ہیں میں ان کی بھینچتی ہوں اور یوں سمجھ لو کہ ان کے لیے ادا لہ کی مانند کیونکہ امیر حماد نے شادی نہیں کی ہم لوگ یہاں فردکش تھے کہ ہم نے تمہیں دیکھا پہاڑوں میں بھٹک رہے تھے حکیم ظاہر نے کہا کہ یہ شخص دیوانہ ہے لیکن کسی حادثے نے اسے دیوانہ کر دیا ہے حکیم ظاہر تمہیں مصنوعی خوراک دیتے رہے ہیں اور ان کا کہنا تھا کہ ایک دن تم اپنے پورے حواس میں آ کر ہمیں اپنے بارے میں بتاؤ گے۔“ میں نے آنکھیں بند کر لی تھیں حیرت کا جتنا بھی غلبہ مجھ پر نہ ہوتا کم تھا کیا پر لطف زندگی ہے انوکھی انوکھی کینٹیوں سے دو چار لیکن اس وقت میں اپنے اندر کسی قسم کی دیوانگی یا کمی نہیں پارہا تھا ہوش و حواس قائم تھے سوچ سمجھ سکتا تھا۔ آہ کیا مشکل زندگی ہے سوچوں سے لاکھ پیچھا چھڑانے کی کوشش کی جائے لیکن پیچھا نہیں چھوٹتا لمحوں میں فیصلہ بھی کرنا تھا یہ امیر حماد بے ضرر آدمی معلوم ہوتا تھا کم از کم میرے لیے میں اپنے خلاف کسی

قسم کی سازش کا تعین نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ اگر اپنے آپ کو گم ہی رہنے دیا جائے تو کیا حرج ہے اب کسے کسے اپنی بے تکی داستان سنا تا رہتا۔ لمحوں میں یہ فیصلہ کر لیا کہ دنیا کی نگاہوں میں اپنا ماضی بھول چکا ہوں اور کچھ یاد نہیں ہے سب کچھ بے کار تھا۔ وہ مجھے دیکھ رہی تھی۔ کچھ ہی لمحوں کے بعد کھانے پینے کی اشیاء آگئیں جنہیں احترام سے میرے سامنے رکھ دیا گیا اور خاتون نقرہ نے کہا۔

”تکلف کرو گے تو مجھے پسند نہیں آئے گا شکم سیر ہو جاؤ حکیم ظاہر نے بھی یہی کہا تھا۔“ حکیم ظاہر غالباً میرے معالج کا نام تھا بہر حال ایک دلکش ماحول لگا ہوں کے سامنے تھا اور میں جو ہمیشہ ہی کھلونوں کی طرح مختلف ہاتھوں میں جاتا رہا تھا۔ یہاں بھی ذہنی طور پر کھلونا بننے کے لیے تیار ہو گیا۔ اور یہ فیصلہ کرنے کے بعد میں نے کھانے پینے کی اشیاء کی جانب ہاتھ بڑھا دیا اور بدن کو توانائی ملنے لگی خاتون نقرہ خاموش بیٹھی مسکراتی لگا ہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی فی الوقت تو وہ میری سرپرست تھی میں اسے اپنے ساتھ کھانے کی دعوت کیسے دے سکتا تھا البتہ میں یہ سوچ رہا تھا کہ اس حسین عورت کے دل میں میرے لیے کوئی گنجائش بن رہی ہے۔ کھانے سے فراغت حاصل ہو گئی تو نقرہ نے کہا۔

”آؤ اب باہر کی سیر کر دو ہم عارضی طور پر یہاں قیام پذیر ہیں اس کے بعد واپس جبوتی چلے جائیں گے۔ جبوتی میں ہمارا محل ہے شیخ حماد جبوتی کے معزز لوگوں میں سے ہے تمہیں اس سے ملکر خوشی ہوگی۔“ میں باہر نکل آیا اور خیموں کے اس شہر میں گردش کرنے لگا خاتون نقرہ میرے ساتھ نہیں تھی وہ اپنے خیمے میں ہی رہ گئی تھی لیکن میں نے محسوس کیا کہ باقی لوگ جو وہاں خادموں کی حیثیت رکھتے ہیں میرے ساتھ بہتر سلوک کر رہے ہیں کم بخت سوچیں کتنا ہی ان سے پیچھا چھڑاؤ آسانی سے پیچھا نہیں چھوڑتیں بلکہ ذہن پر حملہ آور ہو رہی ہیں ہر قدم پر ایک نئی یاد دل میں ابھرتی تھی اور مجھے اب ان یادوں سے نفرت ہو گئی تھی بلاوجہ دل کا دکھ بن جاتی ہیں خیموں سے باہر ہٹ کر میں نے دور دور تک بکھرے ہوئے ماحول کو دیکھا جنگل بکھرے ہوئے تھے کھجوروں کے درخت جا بجا نظر آ رہے تھے۔ ہریالی بھی تھی اندازہ یہ ہو رہا تھا کہ ان جنگلوں میں درندے بھی بکثرت پائے جاتے ہوں گے نجانے کس طرح یہاں تک پہنچا اللہ ہی بہتر جانتا ہے پھر میں نے دور سے کچھ لوگوں کو آتے ہوئے دیکھا عجیب سا منظر لگا ہوں کے سامنے تھا چار جھینسیں تھیں جن میں لوگ بیٹھے ہوئے تھے کچھ لوگ گھوڑوں پر بھی سوار تھے لیکن

چاروں جیپیں ترتیب سے چلیں اور جو عجیب منظر تھا وہ یہ تھا کہ جیپوں سے رے بندھے ہوئے تھے اور یہ رے چند گھوڑوں کے جسموں سے بندھے ہوئے تھے۔ جیپیں بڑی ترتیبی سے ڈرائیو کی جارہی تھیں۔ غالباً یہ سرکش اور جنگلی گھوڑوں کو پکڑا گیا تھا۔ اور انہیں جیپوں سے باندھ کر لایا جا رہا تھا۔ پانچ گھوڑے تھے۔ جن میں سے دو سفید ایک براؤن اور دو سیاہ تھے براؤن گھوڑا درمیان میں تھا اور وہی سب سے زیادہ سرکش معلوم ہوتا تھا۔ یہ دلچسپ منظر میری نگاہوں کے سامنے آ گیا اور میں اسے دیکھنے لگا۔ جیپیں آہستہ آہستہ اسی کیچپ کی طرف آ رہی تھیں اور تمام خدام نکل کر ایک جگہ جمع ہو گئے تھے چونکہ خاتون فقرہ مجھے امیر حماد کے بارے میں بتا چکی تھیں اس لیے مجھے یقین ہو گیا کہ وہ امیر حماد ہی ہے جو واپس آ رہا ہے لیکن یہ ایک دلچسپ کھیل تھا اور اسے دیکھ کر نجانے کیوں میرے رگ و پے میں ایک سرسراہٹ سی ہو رہی تھی پھر گھوڑے پر آنے والے تین سوار ان جیپوں سے پہلے یہاں پہنچ گئے ایک دراز قامت اور ورزشی جسم کا مالک شخص جس نے شکار کا مخصوص لباس پہنا ہوا تھا۔ گھوڑے سے نیچے اترا اور خداموں کو ہدایات دینے لگا میں ایک گوشے میں کھڑا ہو گیا تھا جیپیں قریب آئیں تو بہت سے خدام رسوں کے پھندے بنا کر تیار ہو گئے۔ پھر چار افراد نے رسوں کے یہ پھندے بڑی مہارت سے سامنے والے گھوڑے کی گردن میں پھینکے اور اسے پھندوں میں جکڑ لیا اب ان کے سرے ان کے ہاتھ میں تھے اور دوسرے ہاتھ میں چابک تھے جیپ والوں نے بڑی احتیاط سے سیاہ رنگ کے گھوڑے کے رے کھولے غالباً یہ بھی بڑی احتیاط سے بنائے گئے تھے اور دور سے ہی انہیں کھولنا اور بند کرنا ممکن تھا۔ چنانچہ گھوڑا جیپ کی بندشوں سے آزاد ہو گیا۔ اور اچھل کود مچانے لگا لیکن وہ چاروں خدام جنہوں نے گھوڑے کے رے اپنے ہاتھوں میں پکڑے ہوئے تھے بڑی مہارت کے ساتھ گھوڑے کو جھٹکے دے دے کر زچ کر رہے تھے یہاں تک کہ گھوڑے کی اچھل کو ختم ہو گئی اور وہ لوگ اسے لیے ہوئے آہستہ آہستہ آگے بڑھ گئے باقی گھوڑوں کو ابھی تک جیپوں ہی سے کنٹرول کیا جا رہا تھا۔ اور وہ دراز قامت شخص جس کی شان و شوکت دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا تھا کہ امیر حماد ہی ہے اس کام کی نگرانی کر رہا تھا۔ خیموں کی اس بستی کے عقب میں گھوڑوں کے لیے عارضی جگہ بنائی گئی تھی اور اس کے انتظامات بھی مہارت کے حامل تھے پھر باقی گھوڑوں کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا گیا لیکن براؤن رنگ کا وہ گھوڑا کسی طرح قابو میں نہیں آ رہا تھا وہ تھا بھی بے حد طاقتور اور اس کی اچھل

کو قابل دید تھی پتہ نہیں میرے بدن میں کیوں ایک جھرجھری سی پیدا ہو رہی تھی۔ براؤن رنگ کے گھوڑے نے ایک طرف دوڑ لگائی تو اس کی مخالف سمت میں موجود دونوں خدام اسے قابو نہ کر سکے اور بری طرح اس کے ساتھ کھینچنے لگے یہاں تک کہ پتھروں سے ٹکرائے اور ان کے ہاتھوں سے رسیاں چھوٹ گئیں گھوڑا اس سمت دوڑ پڑا جدھر باقی دو خدام تھے وہ دونوں اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرنے لگے پھر یہ اتفاق ہی تھا کہ گھوڑا میرے قریب سے گزرا تھا۔ اور اچھلنے قریب سے گزرا تھا کہ میں اس کی لپیٹ میں بھی آ سکتا تھا لیکن بس قدرتی طور پر ہی یہ سوچھی تھی گھوڑا جیسے ہی میرے قریب آیا میں نے برق کی سی تیزی سے اس کی پشت پر چھلانگ لگا دی پہلے اس کی گردن پر پہنچا اور پھر کھسک کر پشت پر آ گیا۔ وہ دونوں خدام جو اسے سنبھالنے کی کوششوں میں مصروف تھے لڑکھڑا گئے تھے اور ان کی کیفیت بھی دوسروں سے مختلف نہیں ہوئی گھوڑا ان کے ہاتھوں سے نکل گیا تھا لیکن اب میں اس کی پشت پر موجود تھا۔ نجانے زندگی کے کون سے حصے گھڑ سواری کی کچھ مشق ہوئی تھی کچھ یاد نہیں تھا۔ جنگلی گھوڑا اپنی پشت پر کسی کو پا کر اپنی زندگی کی بدترین جدوجہد کرنے لگا۔ لیکن خوش قسمتی سے اس کی گردن میں پڑے ہوئے ایک پھندے کی رسی میرے ہاتھ میں آ گئی تھی یہ اسے کنٹرول کرنے کا کوئی موثر ذریعہ نہیں تھا لیکن میں نے اس رسی کو اتنا کس کر پکڑا کہ گھوڑے کی گردن کھینچنے لگی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ یہ دیوانگی کا کون سا درجہ تھا۔ جو اس وقت مجھ پر طاری ہو گیا تھا میرے دل میں صرف ایک خواہش تھی کہ یہ سرکش گھوڑا رام ہونا چاہیے۔ پتہ نہیں یہی طریقہ ہوتا ہے یا صرف اس وقت میں اس میں غیر اختیاری طور پر کامیاب ہو رہا تھا میں نے گھوڑے کی گردن میں پڑی ہوئی رسی کو سخت سے سخت کر لیا، گھوڑا بیس بیس قدم کھڑے ہو کر چل رہا تھا لیکن اس وقت بھی رسی ہی مجھے اس کی پشت پر بیلنس کیے ہوئے تھی۔ میرے دونوں پاؤں آہنی کڑوں کی مانند اس کی پشت میں بیوست ہو گئے تھے اور میں گھٹنوں سے اس کی پسلیوں پر دباؤ ڈال رہا تھا میں نے ایسا کیوں کیا تھا یہ مجھے بالکل نہیں معلوم تھا بس دلچسپی کا ایک عنصر وجود میں پیدا ہوتا تھا۔ اور میں نے یہ عمل کر ڈالا تھا۔ گھوڑے کی گردن گھٹ رہی تھی اور اب وہ سیدھا دیکھ ہی نہیں سکتا تھا اس کا منہ آسمان کی جانب اٹھا ہوا تھا اور میں تقریباً ایک فرلانگ کے ایریا میں اسے بری طرح رگیدتا پھر رہا تھا۔ میں نے غور نہیں کیا تھا کہ وہ لوگ میری طرف متوجہ ہیں یا نہیں بس دل میں ایک خیال تھا کہ اس گھوڑے کو میرے قبضے میں ہونا چاہیے پھر کافی جدوجہد کے

بعد گھوڑے میں تھکن کے آثار نمودار ہو گئے۔ اصل میں اس کی پشت سے چپکے رہنا ایک مسئلہ تھا اور میں اس مرحلے سے گزر گیا تھا اس مرتبہ گھوڑے نے اپنے دونوں آگے کے پاؤں اٹھائے اور اس کے بعد جب زمین پر رکھے تو وہ سیدھا ہو گیا۔ میں نے رسی کو آہستہ سے ڈھیل دینا شروع کی گھوڑا اب کھڑا ہو گیا تھا اور میں کافی فاصلے پر بیٹھنے چلانے کی آوازیں سن رہا تھا گھوڑے کو قابو میں کرنے کے بعد جب میں نے دیکھا کہ یہ اب سرکشی کا اردہ نہیں رکھتا تو میں نے اس کا رخ تبدیل کیا اور آہستہ آہستہ اسے چلاتا ہوا اس جگہ تک لے آیا جہاں گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں خاتون نقرہ کو میں نے اس دراز قامت شخص کے ساتھ کھڑے ہوئے دیکھا دراز قامت شخص حیرت سے آنکھیں اور منہ کھولے کھڑا ہوا تھا گھوڑا تو اب بالکل موم ہی ہو گیا تھا جب میں نے محسوس کیا کہ میرے اترنے کے باوجود وہ کوئی حرکت نہیں کرے گا تو میں اس کی پشت سے اتر آیا اس کی رسی اب بھی میرے ہاتھ میں بندھی ہوئی تھی خدام میری جانب دوڑے اور میں نے گھوڑے کی رسی ان کے حوالے کر دی گھوڑے نے غالباً اب حالات سے سمجھوتہ کر لیا تھا اتنی خاموشی سے وہ چلا گیا کہ خود مجھے حیرت ہوئی اور اس کے بعد اچانک میں نے تالیوں کی آوازیں سنیں بہت سے لوگ تالیاں بجا رہے تھے دراز قد آدمی میری جانب بڑھا اس کی آنکھوں میں دلچسپی کی چمک تھی خاتون نقرہ بھی مسکرا رہی تھی دراز قد آدمی نے آگے بڑھ کر مجھے اپنے گلے سے لگالیا اور بولا۔

”مبارک باد پیش کرتا ہوں کمال کے شہسوار ہوا اس سے پہلے یہ کمال میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا اب تو مجھے نقرہ کی فراست پر رشک ہو رہا ہے۔ اسی نے تمہیں دریافت کیا ہے اور بھلا اب اس بات کی گنجائش کہاں کہ تم ہم سے جدا ہو جاؤ نقرہ اپنی اس اولاد کو سنبھالو ہمارے لیے بے حد کام کا انسان ہے۔ مگر اس نے اپنا نام نہیں بتایا ہمیں شہسوار تمہارا نام کیا ہے؟“

جواب میں شکست خوردہ نگاہوں سے ان دونوں کو دیکھا اور آہستہ سے بولا۔

”اجنبی۔“

”کیا مطلب۔“

”یقین کیجئے میں اپنے آپ سے اجنبی ہوں۔“ میں نے دکھ بھرے لہجے میں کہا یہ میرے اس منصوبے کا پہلا حصہ تھا جو میں نے اپنے ذہن میں تیار کیا تھا۔

”کبھی کبھی کوئی بات جب سمجھ میں نہیں آتی تو ذہن شدید جھنجھلاہٹ کا شکار ہو جاتا

لیکن بعض شخصیتیں ایسی ہوتی ہیں جن پر کبھی غصہ نہیں آتا۔ اجنبی کوئی نام نہیں ہے لیکن خیر، تمہاری خواہش پر ہم تمہیں اجنبی کہہ کر ہی پکار لیں گے۔ ہمارا نام حماد ہے اور نقرہ ہماری بیٹی ہے۔“ میں نے گردن خم کر کے کہا۔

”اور جب آپ کو میرے ان الفاظ کی وجہ معلوم ہوگی تو آپ مجھ پر جھنجھلانے کی بجائے ہمدردی کا اظہار کریں گے۔“

”چلو ٹھیک ہے۔ تم آرام کرو۔ ہم ذرا ان باقی گھوڑوں کو بھی اصطبل پہنچادیں۔“ اس نے کہا اور اپنے آدمیوں کو ہدایت دینے لگا۔ نقرہ میرے قریب پہنچ کر بولی۔

”آؤ۔ تمہیں اپنا خیمہ یاد ہے۔؟“

”نہیں۔“

”کوئی بات نہیں۔ آؤ میں تمہیں تمہارے خیمے تک پہنچا دوں۔“ نجانے کیوں ان لوگوں نے مجھے وہاں نہیں رہنے دیا تھا۔ نقرہ نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

”کیا واقعی تمہیں اپنا نام یاد نہیں آیا۔؟“

”جو لوگ بے لوث کسی پر احسان کرتے ہیں اور کسی کے ساتھ اتنا اچھا سلوک کرتے ہیں۔ تو بھلا کس کا دل چاہے گا کہ ان سے غلط بیانی کرے۔ حقیقت یہ ہے خاتون نقرہ کہ میں اپنے آپ سے ناواقف ہوں۔ نجانے کیا کیا بھول گیا ہوں۔ بس اتنا یاد ہے کہ انسان ہوں اور دنیا میں طویل عرصے سے جی رہا ہوں۔“

”حکیم ظاہر ہا کمال حکیم ہے۔ وہ تمہارا علاج کرے گا اور تم ضرور اپنے آپ کو یاد کر لو گے۔ کیا تمہیں یہ بھی یاد نہیں کہ تم نے یہ گھڑ سواری کہاں سے سیکھی۔ امیر حماد تو شدید حیران ہیں۔ کہ کیا ہی اعلیٰ شہسوار نہیں ملا ہے۔ اور اب وہ تم سے بہت خوش ہیں اور میرا خیال ہے تمہیں ان کے درمیان جگہ مل جائے گی اور جو لوگ امیر حماد کی پسندیدگی کی سند حاصل کر لیتے ہیں انہیں زندگی میں خوشحالی اور خوشی بخشی نصیب ہوتی ہے۔ تم اپنے خیمے میں آرام کرو۔ وقت پر ہم تمہیں تکلیف دیں گے۔“ میں خاموشی سے اسی خیمے میں داخل ہو گیا۔ جس میں مجھے ہوش آیا تھا اور اس کے بعد اپنی کارکردگی کا اندازہ لگانے لگا، ویسے درحقیقت گھوڑے کو قابو نہیں کرنے کا طریقہ خود میری سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ نجانے کس طرح میں نے یہ عمل کر ڈالا تھا لیکن امیر حماد کی نگاہوں میں اپنے لیے پسندیدگی کے جو جذبات میں نے دیکھے تھے۔ اس

سے مجھے یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ واقعی یہاں میرا کچھ کام بن جائے گا۔ ایک تنہا سی دل و دماغ پر غالب تھی۔ بس سو جانا چاہتا تھا۔ ایسی نیند جس میں کوئی مشکل کوئی تردد نہ ہو۔ کاش مجھے اس کا موقع مل جائے۔ پھر دن گزر گیا میں نے اس کے بعد خیمے سے باہر نکل کر باہر کا منظر نہیں دیکھا تھا۔ یہاں تک کہ رات ہو گئی۔ اس کے بعد ایک شخص میرے پاس آیا اور بولا۔

”امیر حماد نے طلب کیا ہے۔“ میں باہر نکل آیا، فضاء میں گوشت پھنسنے کی خوشبو پھیل رہی تھی۔ ماحول بہت ہی خوشگوار تھا۔ خاتون نقرہ کے بڑے خیمے کے عقبی حصے میں ایک اور شان و شوکت والا خیمہ لگا ہوا تھا۔ جس کے ارد گرد خدام گھوم رہے تھے ایک کھلی جگہ پر قالین بچھا ہوا تھا۔ قالین پر امیر حماد خاتون نقرہ اور کچھ اور افراد تھے۔ مصنوعی روشنیاں جلائی گئی تھیں۔ جو قیمتی شمع دانوں کی شکل میں تھیں اور یہ شمع دان جگہ جگہ نصب کیے گئے تھے۔ امیر حماد قالین پر گاؤں تک لگائے بیٹھا ہوا تھا۔ دوسرے لوگ مرتبے کے مطابق دوزانوں بیٹھے تھے۔ امیر حماد نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

”اجنبی!“ اور پھر ہنس پڑا میں آہستہ آہستہ آگے بڑھ کر اس کے قریب پہنچ گیا تو ایک عمر رسیدہ شخص نے کہا۔

”اس طرف آؤ۔ اور بیٹھ جاؤ۔“

”نہیں۔ اسے میرے قریب آنے دو خاتون نقرہ تمہاری اولاد آداب سے ناواقف ہے۔“ میں نے دوسری بار یہ الفاظ سنے تھے۔ عجیب سے الفاظ تھے جو کچھ میں نہ آئے۔ یہ اولاد کا کیا مطلب تھا۔ بہر حال میں قریب پہنچ کر دوسرے لوگوں کے انداز میں دوزانوں بیٹھ گیا۔ تو امیر حماد ہنسنے لگا پھر بولا۔

”نہیں نو جوان، جو جانتے ہو وہ کرو۔ کیونکہ تمہارے بارے میں آخری فیصلہ تو بعد میں ہوگا۔ کم از کم اس طرح سے ہم تمہاری شخصیت سے تو واقف ہو سکیں گے۔ ہاں ذرا یہ بتاؤ، ماضی میں کیا گزری تمہارے ساتھ۔ کیا تمہیں اس بات کا علم ہو گیا کہ تم ہمیں پہاڑوں میں بھٹکتے ملے تھے۔ خاتون نقرہ جو ایک اسی سالہ خاتون ہیں۔ تمہیں یہاں لے آئیں حکیم ظاہر نے تم پر اپنی حکمت آزمائی اور حکیم ظاہر کے تو ہم قائل ہیں کہ وہ اپنی حکمت میں بے مثال، لیکن اب یہ بتاؤ کہ کیا تمہیں تمہارے ماضی کی کچھ باتیں یاد آتی ہیں۔؟“

”اگر ایسا ہوتا امیر حماد، تو میں سب سے پہلے آپ کی ان مہربانیوں کا صلہ اسی شکل میں

دیتا کہ آپ کے ہر حکم کی تعمیل کرتا۔“

”حکیم ظاہر آگے آؤ۔“ امیر حماد نے کہا اور بیٹھے ہوئے لوگوں میں ایک عمر رسیدہ آدمی جو بہترین صحت کا مالک تھا، اٹھ کر آگے آیا۔ گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر اس نے تھوڑی سی گردن خم کی، اور اس کے بعد سیدھا ہو کر دوزانوں بیٹھ گیا۔

”ویسے تو ہم نے یادداشت گم ہو جانے کے لاکھوں واقعات سنے ہیں۔ اس نو جوان کے بارے میں کیا کہتے ہو۔؟“

”عالی مرتبت! میں دعوے سے تو نہیں کہہ سکتا لیکن یہ حقیقت ہے کہ سر پر لگنے والی چوٹ دماغ کے خلیوں کو مضطرب کر دیتی ہے اور انسان کچھ عرصے کے لیے اپنے آپ کو بھول جاتا ہے۔ اگر یہ کچھ مخصوص وقت میرے زیر علاج رہے تو میں دماغی قوتوں کو یکجا کرنے والی دوائیں دے کر اس کی یادداشت واپس لاسکتا ہوں۔“

”یہ خوبصورت نو جوان! جس نے چند ہی لمحوں میں ہمارے دل میں اپنے لیے بہت بڑا مقام بنالیا ہے۔ ہمارے لیے بہترین ثابت ہو سکتا ہے اور اگر ہم اسے یہاں سے جانے کی اجازت دے دیں۔ تو بھلا یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ یہ اپنی منزل پر پہنچ جائے گا اور ایک بے منزل، بے نشان شخص کو ہم اس طرح در بدر بھٹکانے کے لیے تیار نہیں اے شخص تو جو اپنے آپ کو اجنبی کہتا ہے۔ اگر اپنے ہوش و حواس میں ایک سرکش گھوڑے کو رام کر سکتا ہے تو یہ بھی سوچ سکتا ہوگا کہ ہم تیرے لیے برے انسان ثابت نہیں ہوں گے اور جب تک تیری یادداشت واپس نہ آجائے جب تک تو اپنے ماضی کو نہ جان لے، کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ تو ہمارے ساتھ رہے۔“ میں نے امیر حماد کو دیکھا اور کہا۔

”حالانکہ، کسی کی ہمدردی اور محبت کو اس طرح رسوا نہیں کرنا چاہیے۔ میں تو یہ سوچتا ہوں امیر حماد کہ میں آپ کی اس مہربانی کا کیا جواب دے سکوں گا۔“

”جواب ہم لیں گے تم سے، جس سرکش گھوڑے کو تم نے رام کیا وہ معمولی نہیں تھا اور ہم یہ سمجھتے تھے کہ اس کے لیے ہمیں شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا لیکن تمہاری یہ صفت کیا کم ہے کہ تم تو ہمارے لیے بے حد کار آمد ثابت ہو سکتے ہو اور اگر تمہیں تمہارا ماضی یاد آجائے اور اس کے باوجود تم یہ پسند کرو کہ ہمارے ساتھ رہو تو ہم تمہیں اس کی دعوت دیتے ہیں اور تمہیں ایک عزت کا مقام بھی اب ہم یہاں زیادہ قیام نہیں کریں گے کیونکہ ہم اپنا ہدف

حاصل کر چکے ہیں اور اس کے بعد واپسی ہمارے لیے ضروری ہے کیونکہ ہمیں اپنے کچھ دوستوں کا بھی استقبال کرنا ہے، سو بہتر ہوگا کہ اب تم ہمارے ساتھ ہمارے مسکن پر چلو، لیکن اجازت ضروری ہے تم سے۔“

”میں شکرگزاری کے ساتھ رضا مندی کا اظہار کرتا ہوں۔“ میں نے کہا اور امیر حماد خوش ہو گیا اس نے فقرہ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

”اور یہ فقرہ، جنہیں اللہ تعالیٰ نے ساٹھ سال کا پیدا کیا اور یہ اپنی زندگی کے مزید بیس سال گزار چکی ہیں اپنے آپ کو تمہاری ماں کہتی ہیں چنانچہ والدہ محترمہ کو احترام دو اور یہ تمہاری نگرانی کریں گی۔“ فقرہ ہنسنے لگی تھی اور ایک بار پھر مجھے عجیب سا احساس ہوا۔ گزرے ہوئے لمحات یاد آئے۔ عجیب سی بات کہی تھی اس نے۔ پھر خاتون فقرہ نے کہا۔

”اور جب تک تمہیں تمہارا نام یاد نہ آئے میرے بچے! اگر میں تمہیں عارف کہوں تو کیا بہتر نہ ہوگا دیسے بھی یہ نام مجھے پسند ہے۔“

”یعنی ہوش مند۔ اچھا نام ہے۔ ہمیں بھی پسند آیا۔ لیکن عارف کے ساتھ اور کچھ شامل نہیں کیا جائے گا۔؟“

”نہیں۔ یہ تو ایک شناخت ہے۔ اور ایک دعا ہے اس کے لیے ہوش مندی اس کے قدم چومے۔ بس اس سے زیادہ اور کیا کہوں۔“ خاتون فقرہ نے کہا۔ ایک خادم نے آ کر کھانا تیار ہو جانے کی اطلاع دی تو امیر حماد نے کھانا لگانے کے لیے کہہ دیا۔ بھنے ہوئے ہرن اور ٹیل گائے، تابنے کی بہت بڑی تھالیوں میں رکھ کر لائی گئیں اور تمام لوگ ان کے گرد بیٹھ گئے۔ امیر حماد بھی تھا۔ خاتون فقرہ بھی حکیم ظاہر بھی اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ تھے اور میں بھی اس میں شامل تھا۔ میں اب اپنے آپ کو ان دلچسپیوں میں گم پارہا تھا اور یہ محسوس کر رہا تھا کہ یہ سب کچھ دلکش ہے۔ دیکھیں تقدیر نے جو نئے کھیل کا آغاز کیا ہے اس کا انجام کب ہوتا ہے اور ذہنی طور پر میں نے اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ وقت گزاری کے لیے تیار کر لیا۔ یوں کھانا کھایا گیا۔ ایک عجیب سا ماحول تھا۔ جس میں مجھے لطف آ رہا تھا اور اب اس نئے نام کے ساتھ جینے کے لیے تیار ہو گیا تھا۔ یہ رات بھی گزر گئی اور دوسرے دن یہاں سے واپسی کی تیاریاں ہونے لگیں۔ بڑا زبردست انتظام کیا گیا تھا۔ دو پہر کو ایک بہت بڑا اور کھلی چھت کا کنیٹنر لایا گیا جو غالباً ایک طویل سفر طے کر کے یہاں تک پہنچا تھا۔ پھر گھوڑوں کو اس کنیٹنر میں

چڑھایا گیا۔ چودہ گھوڑے تھے۔ جنہیں رسیدوں کے بنے ہوئے جال میں قید کر دیا گیا۔ کنیٹنر کے ساتھ ساتھ دوڑک بھی آئے تھی۔ چار جیسپس تھیں۔ اس طرح یہ عظیم الشان قافلہ یہاں سے روانہ ہو گیا۔ میں نے محسوس کیا کہ مجھے خاصا عزت و احترام دیا جا رہا ہے۔ خاتون فقرہ میرے لیے ایک عجیب و غریب اور پر اسرار عورت تھی۔ نوخیز اور حسین لیکن واقعی اس کے انداز سے بوڑھا پن نکلتا تھا۔ بہت سوں کو وہ بیٹا کہہ کر بلاتی تھی اور وہ سب بھی اس کا اسی طرح احترام کرتے تھے۔ یہ ایک دلچسپ کردار تھا میرے لیے۔ اور میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ مجھ پر بھی اس کی خاصی توجہ ہے۔ بہر حال زندگی ایک نئے سفر کا آغاز کر چکی تھی اور میں نے بھی دل میں فیصلہ کر لیا تھا کہ اب اس میں پوری پوری دلچسپی لوں گا۔ آخر کار سفر کا اختتام ہو گیا اور یہ اختتام جس جگہ ہوا تھا، میں نے اس کا تصور کر لیا تھا۔ امیر حماد کی جو شخصیت نظر آ رہی تھی۔ اس کے مطابق اسے ایسی ہی کسی رہائش گاہ کا مالک ہونا چاہیے تھا۔ یہ ایک باقاعدہ محل نما عمارت تھی۔ طویل و عریض رقبے میں پھیلی ہوئی۔ اس قدر خوبصورت کہ نگاہ نہ ٹھہر پائے۔ ایسے حسین سبزہ زار اندر موجود تھے کہ یقین ہی نہیں آتا تھا کہ یہ اصلی ہیں۔ دنیا کے حسین ترین پھول یہاں سجائے گئے تھے۔ نایاب درختوں کی بہتات تھی اور بڑے بڑے سوئمنگ پول بنے ہوئے تھے۔ اصل عمارت داخلی دروازے کے بائیں سمت تھی۔ داہنی سمت چھوٹے چھوٹے مکانات بکھرے ہوئے تھے۔ جو یقینی طور پر سرونٹ کوارٹر کے طور پر استعمال ہوتے ہوں گے۔ ایک اور درمیانہ درجے کی عمارت غالباً انیکسی کی شکل رکھتی تھی۔ گاڑیاں اندر داخل ہو گئیں اور میں اس پورے ماحول کو دلچسپی کی نگاہوں سے دیکھتا ہوا آخر کار اس جگہ اتر گیا جہاں دوسرے تمام لوگ اترے تھے۔ امیر حماد تو اندر چلا گیا۔ لیکن فقرہ یہاں رہ گئی تھی۔ اس نے قریب آنے والے ملازمین میں سے ایک سے کہا۔

”معزز مہمان کو انیکسی میں لے جاؤ اور ان کے قیام کا معقول بندوبست کرو۔ یہ امیر کا حکم ہے۔“ خادموں نے گردن ہلا دی۔ پھر میں ان کے ساتھ چل پڑا۔ انیکسی کو انیکسی صرف کہا جاسکتا تھا۔ انتہائی خوبصورت عمارت تھی۔ مجھے جس جگہ پہنچایا گیا وہ انیکسی کی پہلی منزل تھی۔ اوپری منزلوں میں کون تھا۔ اس کے بارے میں مجھے علم نہیں تھا۔ اس پہلی منزل کا پورا فلور نمبرے لیے مخصوص کر دیا گیا۔ کئی بڑے بڑے کمرے تھے۔ ایک ڈرائنگ ہال تھا۔ سارے کے سارے اعلیٰ پائے کے فرنیچر سے آراستہ حسین پردے اور ضرورت کی وہ تمام چیزیں جو کسی

”خادم یہی کوشش کرے گا۔“

”تو پھر بہتر یہ ہوگا کہ جو کچھ میں کہوں وہی کرتے رہو۔“ اس نے ایک گہری سانس لے کر گردن ہلائی اور مسکرا کر لگا۔ میں نے کہا۔

”میں امیر حماد کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔“

”امیر حماد جبوتی کے سربراہ اور وہ لوگوں میں شمار ہوتے ہیں اور انہیں ایک عزت کا مقام حاصل ہے۔ اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ وہ جبوتی کے شاہی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔“

”اور خاتون نقرہ؟“ میں نے سوال کیا۔

”وہ ان کے بھائی کی صاحبزادی ہیں۔ امیر حماد کے بھائی کا انتقال ہو چکا ہے اور خاتون نقرہ کی والدہ بچپن ہی میں انتقال فرما گئی تھیں۔ اس کے بعد امیر حماد نے خاتون نقرہ کی نگہداشت کا کام اپنے سپرد لیا اور تب سے اب تک وہ ان کے ساتھ ہی پرورش پاری ہیں۔ ان کے دل میں ایک بزرگی ہے اور اپنی عمر سے کہیں زیادہ آگے بڑھ کر وہ سوچتی ہیں۔ چنانچہ آپ محسوس کریں گے مالک کہ وہ ہر ایک سے بزرگی کے ساتھ پیش آتی ہیں۔ بہت ہی اعلیٰ ظرف اور اعلیٰ کردار کی مالک ہیں۔“

”امیر حماد صرف گھوڑوں کی تجارت کرتے ہیں؟“

”امیر حماد کے لیے یہ تجارت بے معنی ہے۔ اصل میں امیر حماد کی زندگی میں مہمات کا بڑا دخل رہا ہے اور وہ ایک مہم جو کی حیثیت سے اپنی زندگی گزارتے رہے ہیں۔ خاتون نقرہ بھی ان کی ہم مزاج ہیں اور دونوں چچا بھتیجی لیکن عمروں میں کچھ زیادہ فرق نہیں ہے ایک دوسرے سے بہت مانوس ہیں۔“

”ہونہ۔ ٹھیک ہے۔ بہر حال۔“ پھر اس کے بعد میں نے حاتم کو جاننے کی اجازت دے دی اور وہ چلا گیا۔ میں ایک بستر پر لیٹ کر وقت گزارنے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ یہ لمحات میرے لیے بڑے پرسکون تھے۔ مجھے احساس ہو رہا تھا کہ میرے وجود سے ایک بھاری بوجھ کم ہو گیا ہے۔ بہر حال اب جو بھی صورت حال یہاں پیش آئے بظاہر تو یہ محسوس ہوتا تھا جیسے زندگی کے یہ دن خاصے پرسکون گزریں گے اور میرا اندازہ غلط ثابت نہیں ہوا تھا۔ آہستہ آہستہ مجھے یہاں کے حالات سے واقفیت حاصل ہونے لگی۔ حاتم ایک بہترین ساتھی تھا۔ میرے رویے کی بناء پر اب اس نے میرے ساتھ اپنا پرویہ تبدیل کر لیا تھا اور میں اس سے

شائد ار رہائش گاہ میں کسی اعلیٰ درجے کی شخصیت کے لیے ہو سکتی تھیں۔ بہر حال میں نے خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دیا تھا۔ اب جو بھی صورت حال پیش آئے میں اس کے لیے تیار تھا۔ پھر ایک ملازم میرے پاس پہنچ گیا اور اس نے گردن خم کرتے ہوئے کہا۔

”میرا نام حاتم ہے۔ آپ کی غلامی میں دیا گیا ہے مجھے میرے لیے احکامات صادر فرمائیے۔“ میں نے اس عمر رسیدہ شخص کو دیکھا۔ بڑا نرم اور مشفق چہرہ تھا۔ بہر حال یہ یہاں کے معاملات تھے۔ اس میں کوئی مداخلت تو نہیں کر سکتا تھا میں نے اس سے کہا۔

”بزرگ حاتم۔ ابھی مجھے کچھ درکار نہیں ہے۔ ہاں کوئی ضرورت ہوئی تو میں آپ سے بیان کر دوں گا۔ ویسے آپ تعلیم یافتہ آدمی معلوم ہوتے ہیں۔“

”ہاں۔ تھوڑا بہت۔ خصوصاً مجھے آپ کی خدمت پر اس لیے مامور کیا گیا ہے کہ میں انگریزی زبان جانتا ہوں۔“

”ٹھیک۔ اور اگر اب میں آپ سے کچھ باتیں کرنا چاہوں تو۔“

”خادم کا فرض ہے کہ ہر حکم کی تعمیل کرے۔“

”تو بیٹھ جائیے۔“ میں نے کہا اور وہ فرش پر بیٹھنے لگا تو میں جلدی سے بولا۔

”نہیں بزرگ حاتم، آپ کی ملازمت اپنی جگہ لیکن میرے سامنے آپ زمین پر نہیں بیٹھ سکتے۔“

”یہ ہماری تربیت ہے۔ اپنے سے بڑی حیثیت کے انسان کے سامنے ہم کبھی کسی اور جگہ نہیں بیٹھ سکتے آپ سے درخواست ہے کہ آپ کی شرافت اپنی جگہ، لیکن ہمیں اس کے لیے مجبور نہ کریں۔“

”تو پھر ٹھیک ہے میں بھی آپ کے سامنے بیٹھ جاتا ہوں۔“ میں نے کہا اور وہیں فرش پر بیٹھ گیا۔ حاتم جلدی سے کھڑا ہو گیا تھا۔

”مالک اگر فرش پر بیٹھے ہوں تو غلام کو کھڑے رہنا ہوتا ہے۔“

”بیٹھ جاؤ۔“ میں کسی قدر سرد لہجے میں بولا اور وہ مجھے دیکھتا ہوا بے بسی میں بیٹھ گیا۔ لیکن اس کے انداز میں بڑا ادب پایا جاتا تھا۔

”تم اپنے طور پر اپنی ذمہ داریوں کو جس انداز میں پورا کرنا چاہو پورا کرو۔ لیکن ابھی تم کہہ چکے ہو بابا حاتم کہ تم میرے ہر حکم کی تعمیل کرو گے۔“

معلومات حاصل کرتا رہتا تھا۔ محل میں یا اس عمارت میں آنے جانے والوں کی تعداد بھی بہت زیادہ ہوتی تھی۔ ہر وقت گاڑیاں آتی رہتی تھیں۔ اور اس میں سے مقامی اور غیر مقامی لوگ برآمد ہوتے تھے۔ غالباً امیر حماد کا حلقہ احباب بہت وسیع تھا۔ اکثر میں نے یہاں غیر ملکی مرد اور عورتیں بھی آتی ہوئی دیکھی تھیں۔ انکیسی کے بائیں سمت کا جو حصہ صدر گیٹ کی جانب کھلتا تھا وہاں سے مجھے باہر کے مناظر نظر آتے تھے۔ صدر گیٹ سے لے کر پورے تک ایک روش تھی جس کے درمیان پکی سڑک گاڑیاں آنے کے لیے تھی اور اس کے دونوں طرف تقریباً آٹھ آٹھ فٹ چوڑائی میں سرخ بجری بچھی ہوئی تھی۔ دونوں سمت وسیع و عریض لان تھے۔ دائیں سمت بھی خاصی پکی جگہ غالباً پارکنگ کے لیے بنی ہوئی تھی۔ اس کے اختتام پر بھی ایک وسیع و عریض عمارت نظر آتی تھی۔ جو ملازموں کے کوارٹروں کے عقبی حصے میں تھی۔ ان دونوں جگہوں کے درمیان خاصی حسین گھاس لگی ہوئی تھی۔ مجھے یہاں آئے ہوئے تیسرا دن تھا۔ اس دوران نہ تو خاتون فقرہ سے ملاقات ہوئی تھی اور نہ ہی امیر حماد نظر آیا تھا۔ بہر حال اب اتنا زیادہ بھی آگے بڑھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ یہ لوگ خود ہی مجھے مخاطب کریں گے تو ٹھیک ہوگا۔ مجھے اپنے طور پر محتاط رہنا تھا۔ لیکن تیسرے دن امیر حماد کی طرف سے طلبی ہوگئی۔ وہ بہت خوشگوار موڈ میں تھا۔ مجھ سے کہنے لگا۔

”گھوڑوں سے صرف اتنی ہی دلچسپی تھی کہ ایک سرکش گھوڑے کو قابو میں کر لیا۔ یا اس سے کچھ زیادہ بھی دلچسپی لیتے ہو۔“

”کبھی ایسا موقعہ نہیں آیا جناب۔“

”اوہ معاف کرنا۔ میں بھول ہی گیا کہ ماضی کی باتیں تو تمہیں یاد ہی نہیں ہیں۔ لیکن میرا خیال ہے ماضی میں تمہیں گھوڑوں سے خاصی دلچسپی رہی ہوگی۔ ورنہ اتنی عمدہ شہسواری کا مظاہرہ نہ کرتے۔ آؤ میں تمہیں اپنے گھوڑے دکھاؤں۔“ امیر حماد کے ساتھ چلتا ہوا میں اس عمارت کے عقبی حصے میں پہنچا۔ ابھی تک میں نے پوری عمارت نہیں دیکھی تھی۔ عقبی حصے کی شان ہی الگ تھی۔ ایک عظیم الشان اصطل نظر آ رہا تھا۔ جس میں درجنوں خدام موجود تھے۔ امیر حماد نے مجھے اس اصطل کی سیر کرائی اور گھوڑوں کے اقسام کی بارے میں بتاتا رہا۔ پھر اس نے کہا۔

”غیر ملکی تاجر یہاں آتے ہیں اور میں گھوڑوں کی خرید و فروخت کرتا ہوں۔ تم اگر

گھڑسواری کا شوق رکھتے ہو تو یہاں سے کچھ فاصلے پر میں نے ایک ٹریک بنایا ہے۔ وہاں تم گھوڑوں کو لے جاسکتے ہو۔ ویسے میری خواہش ہے کہ تم میرے ساتھ ہی قیام کرو۔ ہم سرکش گھوڑوں کو رام کرنے کے لیے بڑی محنت کرتے ہیں۔ میرے پاس چھ ایسے افراد ہیں جن کے سپرد جنگی گھوڑے کیے جاتے ہیں اور وہ انہیں مختلف طریقوں سے درست کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ ماہر ترین لوگ ہیں اور تم سے ملاقات کرنے کے خواہش مند۔ کیونکہ انہیں تمہارے بارے میں بتایا گیا ہے۔“ میں نے گردن ہلا دی۔ اور اس کے بعد میری ملاقات ان افراد سے کرائی گئی۔ براؤن رنگ کا وہ گھوڑا جسے میں نے قبضے میں کیا تھا۔ یہیں موجود تھا۔ امیر حماد نے کہا۔

”یہ ہے وہ شخص، جس نے اس گھوڑے کو اپنے قبضے میں کیا تھا۔ اور شاید تمہیں حیرانی ہو عارف کہ ابھی تک اس گھوڑے نے اپنی پشت پر کسی اور کو سوار نہیں ہونے دیا کیا تم اب بھی اس گھوڑے پر اپنی مہارت کا نمونہ پیش کر سکتے ہو۔“

”اگر آپ کا حکم ہوگا امیر حماد تو میں کوشش کروں گا۔“

”ہاں میں ان لوگوں کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ دیکھو اس شخص نے وہ کام کر دکھایا ہے جو دوسرے نہیں کر پائے۔“ میں نہیں جانتا تھا کہ میں نے اس وسیع و عریض میدان میں اس گھوڑے پر کیسے قابو پالیا تھا۔ ایک شخص اس گھوڑے کو کھولنے کے لیے اندر پہنچا تو اس نے پھر وہی اچھل کود شروع کر دی۔ بمشکل تمام اس نے اپنے آپ کو بچا کر گھوڑے کا رسا کھولا گھوڑے نے ایک لمبی زقند لگائی اور سامنے کی سمت بھاگا۔ امیر حماد اچھل کر ایک طرف ہو گیا تھا ورنہ وہ گھوڑے کی لپیٹ میں آ جاتا۔ گھوڑے کی رسی اب بھی زمین پر لٹک رہی تھی۔ میں نے پھر بزق رفتاری کا مظاہرہ کیا اور وہ رسی پکڑ لی۔ اس کے بعد میں نے گھوڑے کے ساتھ ساتھ دوڑنا شروع کر دیا۔ لوگوں میں افراتفری پھیل گئی تھی۔ گھوڑا شدید اچھل کود مچا رہا تھا۔ لیکن اس جانور کے بارے میں کوئی خاص تجربہ نہ ہوتے ہوئے بھی میں نے کم از کم اتنا اندازہ ضرور لگا پا کہ اس کے اندر ایک خاص حس پائی جاتی ہے ایک بار میں نے اس کی پشت پر سواری کی تھی جب اس نے دوبارہ مجھے اپنے قریب پایا تو پہچان لیا اور اس کے انداز میں خاصی نرمی نظر آنے لگی۔ میں نے آہستہ آہستہ رسی جگ کرنا شروع کر دی۔ اور اس کے بعد میں ایک بار پھر اس کی پشت پر سوار ہو گیا۔ گھوڑے نے کوئی تعرض نہیں کیا تھا امیر حماد خوشی سے چیخا۔

”دیکھا تم نے، میں نے جو کہا تھا وہ سچ ہی ہے ناں۔“

دوسرے لوگ بھی طرح طرح کی باتیں کرنے لگے۔ گھوڑے کو خاصی دور تک دوڑانے کے بعد میں واپس لے آیا۔ اور اسے اس کی جگہ باندھ دیا۔

”یہ شخص ہمارے لیے انتہائی کارآمد ثابت ہو سکتا ہے۔ دوستو اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ اسے اپنے ساتھ رکھنا از حد ضروری ہے۔“ پھر وہ مجھ سے بولا۔

”عارف تم یہ سمجھ لو کہ تمہیں یہاں امیر حماد کی اس رہائش گاہ میں ایک اعلیٰ مقام حاصل ہے اور اب جب تک تم یہاں سے خود ہی نہ جانا چاہو ہم تم سے کبھی جانے کے لیے نہ کہیں گے۔ ویسے تمہاری اپنی رائے اس سلسلے میں کیا ہے۔ کیا تم کہیں جانا چاہتے ہو۔“

”نہیں امیر حماد۔“

”بس میں تمہاری زبان سے یہی الفاظ سننا چاہتا تھا۔ جس شے کی بھی حاجت ہو بے تکلفی سے بیان کر دینا۔“ بہر حال میرا یہاں ایک مقام بنتا جا رہا تھا۔ لیکن بات یہاں ختم نہ ہوئی۔ میری زندگی پر کبھی جمود تو طاری ہی نہیں ہوا تھا۔ ہمیشہ نت نئی کہانیاں میری زندگی سے وابستہ ہو جاتی تھیں۔ اور اسی طرح ایک اور نئی کہانی کا آغاز بھی ایک شام اس وقت ہوا۔ جب آسمان پر بادل گھرے ہوئے تھے اور شام وقت سے پہلے جھکتی چلی آ رہی تھی۔ چونکہ میں نے حالات سے سمجھوتہ کر لیا تھا اور یہاں اپنا مقام بھی پہچان لیا تھا امیر حماد نے مجھے صرف اس لیے یہ عزت بخشی تھی کہ وہ گھوڑوں کا تاجر تھا اور میں نے ایک سرکش گھوڑے کو قابو میں کر لیا تھا اس کے ذہن میں یہ خیال تھا کہ میں اس کے لیے نہایت کارآمد شخص ثابت ہو سکتا ہوں چنانچہ میں نے بھی اب جب اپنے حالات سے سمجھوتہ کر لیا تھا تو یہی فیصلہ کیا تھا کہ خاموشی سے امیر حماد کی خواہش پوری کرتا رہوں اور اپنا وہ کام سرانجام دوں جس کے لیے مجھے یہاں جگہ دی گئی ہے زیادہ بڑا بننے کی کوشش بالکل بے مقصد ثابت ہوتی اگر میں اپنے طور پر یہاں دوستیاں بڑھانے کی کوشش کرتا تو وہ میرے حق میں بہتر نہ ثابت ہوتے حالانکہ خاتون نقرہ کا کردار میرے لیے ایک معمہ تھا اور دل میں یہ خواہش تھی کہ اس جوان بوڑھی کے بارے میں زیادہ سے زیادہ جاننے کی کوشش کروں جو اس قدر کم عمر ہونے کے باوجود اپنے آپ کو اس گھر کا ایک بزرگ سمجھتی ہے اور ہر ایک کے ساتھ بزرگانہ انداز میں پیش آتی ہے لیکن یہ ساری خواہشیں میں نے اپنے دل میں دبالی تھیں امیر حماد نے تو صرف مجھ سے اتنا ہی کہا تھا کہ میں

یہاں قیام کروں لیکن میں نے گھوڑوں کے اصطبل سے لکھی لینا شروع کر دی تھی اور یہ ایک بہترین مشغلہ بھی تھا کچھ جانور ہی اتنے وفادار ہوتے ہیں کہ ان کی محبت کے جواب میں انہیں محبت دینا پڑتی ہے ان میں گھوڑے بھی سرفہرست آتے ہیں، میں نے تمام گھوڑوں سے مانوسیت کر لی اور ان کی مکمل دیکھ بھال کرنے لگا حالانکہ یہاں بہت سے سائنس تھے جو گھوڑوں کی نگہداشت کرتے تھے، چونکہ امیر حماد نے میرے بارے میں انہیں بھی بتا دیا تھا اس لیے وہ بھی اب میرے احکامات کی تکمیل کرتے تھے اور یہ مشغلہ واقعی خاص دلچسپ ثابت ہوا میرے سامنے گھوڑوں کی خرید و فروخت ہوتی رہتی تھی خریدار آتے تھے لیکن یہ عام گھوڑے نہیں ہوتے تھے بلکہ زیادہ تر گھوڑے ریس وغیرہ کے لیے استعمال کیے جاتے تھے لیکن خریدار انہیں خریدنے کے بعد خود ان کی تربیت وغیرہ کیا کرتے تھے بلکہ ایک بار تو ایک بہت ہی دلچسپ واقعہ پیش آیا تھا وہی گھوڑا جس کی وجہ سے یہاں میری قدر و قیمت ہوئی تھی ایک مقامی خریدار کو پسند آ گیا اور اس نے اسے دیکھ کر اس کی قیمت معلوم کی امیر حماد سے اس کی سود سے بازی ہوئی تھی۔ اور اس کے بعد گھوڑا اس کی تحویل میں دے دیا گیا لیکن گھوڑے کو لے جانا ایک مسئلہ تھا۔ مقامی شخص نے اپنے طور پر ہر ممکن کوشش کر لی۔ لیکن وہ گھوڑا کسی طور اس کے قبضے میں نہ آیا تو امیر حماد نے مسکراتے ہوئے مجھے اشارہ کیا اور میں نے با سانی گھوڑے کی پشت پر سوازی کر کے دکھادی۔ گھوڑوں کا خریدار حیرانی سے مجھے آنکھیں پھاڑ کر دیکھنے لگا پھر بولا۔

”یہ کون ہے امیر حماد؟“

”ان گھوڑوں کا سرپرست۔“ امیر حماد نے مجھے اپنا ملازم نہیں کہا تھا۔ لیکن وہ شخص جو

بہت دولت مند تھا کہنے لگا۔

”امیر حماد گھوڑے کی قیمت طے ہو ہی گئی ہے اس سرپرست کی قیمت بھی طے کر لو یہ تو

چیت جی ماہر آدمی معلوم ہوتا ہے اور تم یہ بات اچھی طرح جانتے ہو کہ تم سے زیادہ مجھے اس کی

ضرورت ہے۔“ امیر حماد مسکرایا پھر بولا۔

”کیا قیمت دے سکتے ہو اس کی تم۔“

”جو تم مانگو۔“

”تو پھر تمہارے پاس جتنا جو کچھ بھی ہے وہ سب میرے حوالے کر دو اور اس کے بعد

ابن کے بارے میں بات کرو۔“

وہ شخص کسی قدر ناراض ہو گیا پھر بولا۔

”کیا تم میرا مذاق اڑانا چاہتے ہو امیر حماد؟“

”نہیں چونکہ تم نے بات ایسی کی ہے اس کا جواب دے رہا ہوں میں گھوڑوں کا سوداگر ہوں انسانوں کا نہیں اور کسی انسان کو بیچنے کا حق مجھے حاصل نہیں ہے۔“

”لیکن یہ گھوڑا اسی قیمت پر خریدا جاسکتا ہے کہ اس کا یہ تربیت کار بھی میرے سپرد کر دیا جائے۔“

”جاسکتے ہو۔“ امیر حماد نے سرد لہجے میں کہا اور یہ سودا ملتوی ہو گیا تو بات اس شام کی ہو رہی تھی جس میں مجھے ایک نئی کیفیت سے روشناس ہونا پڑا عظیم الشان اصطبل میں گھوڑوں کے چارے کے لیے گودام بنا ہوا تھا اور چونکہ اب میں یہاں کی نگرانی کرنے لگا تھا اس لیے ہر چیز پر میری نگاہ تھی۔ گودام میں چاروں طرف گھوڑوں کی خوراک بند تھی۔ اور یہ خوراک اس قدر قیمتی تھی کہ بعض انسان بھی اسے استعمال نہیں کر سکتے تھے عظیم الشان گودام کے اندر میں خوراک کے حساب کتاب میں مصروف تھا۔ ایک دو افراد اور بھی میرے ساتھ میرے کام میں معاونت کر رہے تھے کہ اچانک اصطبل کی چھت پر مجھے عجیب طرح کی بھاگ دوڑ سنائی دی اور میں چونک کر اوپر دیکھنے لگا۔ میرے تینوں ساتھی بھی حیران تھے۔ اصطبل کی اونچی دیوار میں ایک بڑا ساروٹن دان تھا۔ جو کھلا ہوا تھا اور اس سے باہر کی کجلائی ہوئی شام نظر آ رہی تھی لیکن اچانک ہی روشن دان پر ایک سایہ نظر آیا اور پھر کوئی اس روشن دان سے گزر کر دھم سے اصطبل میں آ کوا اصطبل کا دروازہ اندر سے بند تھا۔ کودنے والا جو خاصی بلندی سے اندر کودا تھا ایک لمحے کے لیے اپنی جگہ رکا اور پھر اس نے دروازے کی جانب ایک لمبی چھلانگ لگائی۔ اصطبل کے اس حصے میں اچھی خاصی روشنی تھی۔ اس روشنی میں میں نے ایک لڑکی کو دیکھا جس کے بدن کا لباس نہایت بوسیدہ تھا۔ بال بکھرے ہوئے تھے اس کے نوجوان بدن کے نقوش صاف نظر آ رہے تھے۔ ننگے پاؤں تھی اور جس طرح اوپر سے کودی تھی وہ معمولی بات نہیں تھی۔ بلندی اتنی تھی کہ اس کی ٹانگیں ٹوٹ جانی چاہیے تھیں۔ لیکن میں نے دیکھا تھا کہ وہ بلی کی طرح بچوں کے بل نیچے کودی ہے اور اس کے بعد اس نے دروازے کی جانب چھلانگ لگائی ہے۔ لیکن دروازہ چونکہ اندر سے بند تھا۔ وہ دروازے کے قریب پہنچی لیکن دروازہ کھولنے میں کامیاب نہیں ہو سکی میں اور میرے ساتھی حیران نگاہوں سے اسے دیکھ رہے تھے کہ اچانک ہی

دروازے پر دھڑ دھڑاہٹ سنائی دی اور کسی نے چیخ کر کہا۔

”دروازہ کھولو وہ اندر آئی ہے۔“ لڑکی دروازے کے پاس سے ایک چھلانگ لگا کر

ایک بار پھر پلش اور ان بوریوں پر چڑھ گئی جو ایک طرف چنی ہوئی تھیں وہ ان بوریوں میں چھپنے کے لیے جگہ تلاش کر رہی تھی لیکن یہاں جگہ نہیں تھی تاہم وہ خاصی بلندی تک پہنچ گئی۔ میں سمجھتا تھا کہ اگر روشندان قریب ہوتا تو وہ واپس اسی روشندان سے اوپر جانے کی کوشش کرتی۔ لیکن اب وہ کسی قدر بے بس نظر آ رہی تھی۔ میرے ایک ساتھی نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ اندر داخل ہونے والا ایک مکروہ سی شکل کا آدمی تھی چوڑے چکے بدن کا مالک آنکھوں میں وحشت داڑھی بڑھی ہوئی اور بال الجھے ہوئے اس کے پیچھے تین اور افراد موجود تھے آگے والے آدمی کے ہاتھ میں ہنتر تھا اور کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کون ہے اور کیا چاہتا ہے اندر گھس کر اس نے جلدی سے دروازہ بند کر لیا اور اپنے ساتھیوں سے بولا۔

”ہوشیار رہو وہ یہیں موجود ہے پھر اس نے میری طرف رخ کر کے کہا۔“

”کہاں گئی وہ؟“

”وہ اوپر بوریوں پر چڑھی ہوئی ہے لیکن کون ہے وہ اور تم کہا چاہتے ہو۔“ جواب میں اس شخص نے مجھے گھورا لیکن کوئی جواب نہیں دیا اور اپنے ساتھیوں سے بولا۔

”دیکھو دیکھو وہ ہے اسے اتار دو۔“ اور وہ لوگ لڑکی کو اتارنے کی کوشش کرنے لگے

انہوں نے بوریوں کو دھکیلنا شروع کیا تا کہ وہ نیچے گر پڑے لیکن لڑکی غضب کی پھرتی کا مظاہرہ

کر رہی تھی اس نے ایک ایسا عمل کیا کہ میں خود بھی حیران رہ گیا۔ آنے والے کے ساتھیوں

نے ایک بوری گھسیٹی تو وہ اس کے ساتھ ہی نیچے لڑھک آئی لیکن جیسے ہی بوری زمین سے ٹکی

لڑکی نے اس پر پاؤں رکھ کر ایک لمبی چھلانگ لگائی اور دوبارہ بوریوں پر چڑھ گئی یہ جسمانی

پھرتی کا بے مثال مظاہرہ تھا اور وہ انہیں ڈاج دے رہی تھی اس دلچسپ کھیل میں ایک لمحے

کے لیے میں کھوسا گیا۔ لیکن اچانک ہی میرے ذہن کو ناگواری کا احساس ہوا۔ یہ آدمی اپنے

بارے میں بتائے بغیر میری اس مملکت میں ہنگامہ خیزی کر رہا ہے اور بوریوں گرا رہا ہے اس

نے آگے بڑھ کر اپنے ایک اور آدمی کو اشارہ کیا۔

”اسے مارو اور مار کر نیچے اتارو جس طرح سے بھی بن پڑے اسے مار دو۔“ تو میں

نے عقب سے اسے کہا۔

”تم اندھے ہو دیکھ نہیں رہے کہ تمام چٹا ہوا سامان تتر بتر ہو رہا ہے۔“ اس نے خونی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور غرائی ہوئی آواز میں بولا۔

”وہ آخری سرائف نظر آ رہا ہے تمہیں وہاں جا کر کھڑے ہو جاؤ ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔“ اچانک ہی لڑکی پھسل کر نیچے آئی اور اسی وقت خونخوار شکل کے آدمی نے اس پر اچانک حملہ کیا شائیں کی آواز بھری لیکن لڑکی نے لوٹ لگا کر اپنے آپ کو اس چابک کی زد سے بچالیا تھا۔ پھر وہ شخص اس پر پے در پے چابک برسانے لگا۔ مگر کیا مجال کہ لڑکی کے بدن کو چھو بھی۔ کاہو انتہائی ناقابل یقین منظر تھا یہ لیکن اب میرا دماغ گرم ہونے لگا تھا کچھ بھی تھا بہر حال وہ ایک لڑکی تھی چنانچہ اس شخص نے پھر چابک اٹھایا تو میں نے اس کا چابک اپنی مٹھی میں پکڑ لیا اور اسے ایک زوردار جھٹکا لگا کیونکہ میرا پکڑنا غیر متوقع تھا اس لیے اسے اپنا توازن سنبھالنا پڑا لڑکی بھی بھاگ دوڑ کر رہی تھی۔ ایک بار پھر وہ اچھل کر بوریوں پر چڑھ گئی تو وہ شخص میری جانب مڑا اور بولا۔

”تم پاگل کے بچے معلوم ہوتے ہو جانتے ہو میں کون ہوں اور تم نے کسے پکڑا ہے۔“

”چلو پہلے ہم ایک دوسرے کو جان لیتے ہیں۔“ میں نے سرد لہجہ میں کہا۔

”کیا مطلب؟“ اس نے کہا اور میں نے اسے مطلب سمجھا دیا۔ اس کے چابک کا سرا میرے ہاتھ میں تھا ایک دفعہ پھر میں نے اس کو جھٹکا دیا تھا وہ دوڑتا ہوا میری جانب چلا آیا لیکن جیسے ہی قریب پہنچا میں نے داہنے ہاتھ کا گھونسا اس کے جڑے پر رسید کیا اور اس کی گردن ٹیڑھی ہو گئی لیکن اب اس نے خونخوار انداز میں مجھ پر حملہ کر دیا تھا اب اتنا کچا بھی نہیں تھا میں کہ اپنے حملہ آور سے مار کھا جاتا میں نے اپنے آپ کو اس کی زد سے بچایا اور پھر زمین پر لیٹ کر دونوں پیروں پر اسے روکا اور پوری قوت سے اچھال دیا۔ اس نے کئی قلابازیاں کھائی تھیں لیکن اس کے ساتھ ہی اس کے ساتھ مجھ پر ٹوٹ پڑے تھے اور اب ضروری تھا کہ میں بھی بھرپور جنگ کروں چنانچہ میں نے انہیں گھونسوں پر رکھ لیا۔ ساری زندگی کا تجربہ میرے ساتھ تھا بہت کچھ سیکھا تھا۔ بہت کچھ کیا تھا بس اتنی سی بات تھی کہ جو سیکھا تھا وہ ذہن سے نکل گیا تھا لیکن ہاتھ پاؤں سب کچھ یاد رکھتے ہیں ایسی مرمت کی میں نے ان لوگوں کی ان کی شکلیں بگڑ گئیں وہ خونخوار شخص بھی میرے ہاتھوں بری طرح مار کھا رہا تھا۔ حالانکہ وہ انتہائی

چلتا تو تھا۔ لیکن اس طرح کی جنگ کا ماہر نہیں تھا کوڑے وغیرہ برسا لینا ایک الگ بات ہے یا کسی پر جسمانی تسلط قائم کر لینا ایک الگ چیز ہے یہاں جو کچھ اس کے ساتھ ہوا تھا وہ ایک الگ بات تھی۔ میرے ساتھی جو تھوڑی دیر پہلے میرے ساتھ کام کر رہے تھے حیرت سے آنکھیں پھاڑے کھڑے ہوئے میری کارکردگی دیکھ رہے تھے۔ میں نے ان سب کے چہرے خون میں ڈبو دیے اور وہ لڑکھڑانے لگے زبردست بیچ مارے تھے میں نے ان کے جیڑوں پر ان کی آنکھیں ناک اور منہ سوج گئے تھے۔ پھر اچانک ہی کچھ اور لوگ بھی اندر گھس آئے یہ میرے شناسا افراد تھے۔ میرے ساتھیوں میں سے ایک نے دروازہ کھولا تھا۔ اندر آنے والے اس عمارت کے منتظم تھے۔

”کیا ہو رہا ہے یہ کیا ہو رہا ہے یہاں کہاں گئی وہ۔“ جواب میں خونخوار شخص نے میری طرف اشارہ کر کے کہا۔

”یہ کون ہے میں اس کا خون پینا چاہتا ہوں؟“

”کیا بات کر رہے ہو جابری جانتے نہیں ہو یہ اصطبل کا نگران ہے امیر حماد کا منظور

بظہر۔“

”میرا حلیہ دیکھ رہے ہو میرا یہ حلیہ اس نے بنایا ہے۔ ساری باتیں اپنی جگہ امیر حماد کی نوکری چھوڑنے کے لیے تیار ہوں لیکن اس کی گردن میں اس کے شانوں سے ضرور اتار دوں

گاہ۔“

”تمہارا دماغ خراب ہو گیا جابری آخر بات کیا ہے۔“

”ادھر دیکھو بات کیا ہے۔“ اس خونخوار شخص نے جس کا نام اب مجھے جابری معلوم ہوا تھا بوریوں کی طرف اشارہ کر کے کہا لڑکی کسی بلی کی طرح اپنی جگہ بیٹھی ہوئی آنکھیں جھپک رہی تھیں عمارت کے کیمرنگر نے کہا۔

”پکڑو اسے تم اسے پکڑ کیوں نہیں رہے کہیں یہ بھاگ نہ جائے۔“

”اسے پکڑنے کے لیے ہی میں اندر داخل ہوا تھا اور اصطبل کے نگران نے میرا یہ حال کیا میرے ساتھیوں کو بھی اس نے مارا ہے منتظم کئی بار مجھ پر امیر حماد کی مہربانیاں دیکھ چکا تھا۔ صورت حال کی نزاکت دیکھتے ہوئے اس نے کہا۔

”نہیں جابری تم بھی اپنے آپ کو اعتدال میں لاؤ اور تم دوست تمہارا نام ہمیں

عارف بتایا گیا ہے یہ امیر حماد کی قیدی لڑکی ہے قید خانے سے نکل بھاگی ہے اس کو پکڑنا ضروری ہے تم ہماری مدد کرو۔“ میں نے کوئی جواب نہیں دیا امیر حماد کے نام پر مجھے خاموش ہونا پڑا تھا۔ البتہ میں نے اتنا ضرور کہا۔

”ٹھیک ہے پکڑ لو اسے۔“ میرے لہجے میں طنز تھا۔ لیکن اب میں نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ میں اس معاملے میں بولوں گا نہیں جاہری کے ساتھی میرے ہاتھوں کافی نقصان اٹھا چکے تھے لیکن پھر بھی وہ اپنی کوششوں میں مصروف ہو گئے لڑکی چھلا وہ تھی وہ اسے پکڑنے کی ہر ممکن کوشش کر رہے تھے لیکن وہ ان کے ہاتھ نہیں آرہی تھی یہ میرے لیے انتہائی حیران کن بات تھی پھر مزید کاوشیں ہونے لگیں ایک مضبوط جال اایا گیا۔ کچھ اور آدمی بھی آگئے اور سارے کے سارے اسے پکڑنے کی کوششوں میں مصروف ہو گئے وہ پورے ہال میں انہیں نچاتی پھر رہی تھی۔ میں اور میرے ساتھی ایک دیوار سے لگ کر کھڑے ہو گئے تھے۔ پھر وہ لوگ اپنی کوششوں میں کامیاب ہو گئے بڑی محنت سے انہوں نے جال تان لیا تھا اور اس بار جب لڑکی نے چھلانگ لگائی تو اس سے اندازے کی غلطی ہو گئی اور بور یوں کی دیوار سے نیچے آرہی اور سیدھی جال پر گر گئی وہ سارے کے سارے اس سے لپٹ گئے تھے اور آخر کار اسے قابو کر لیا گیا تھا نجانے کیوں میرے دل کو ایک افسوس کا احساس ہو رہا تھا۔ پھر وہ اسے بڑی بے دردی کے ساتھ پکڑتے ہوئے باہر لے گئے میں خاموش کھڑا رہا تھا جب وہ باہر نکل گئے تو میں نے بھاری لہجے میں اپنے آدمیوں سے کہا۔“

”جو سامان وہ تتر بتر کر گئے ہیں اسے واپس اس کی جگہ لگا دو۔ میں نے ان لوگوں سے لڑکی کے بارے میں نہیں پوچھا تھا لیکن میرے ذہن میں ایک خلش سی بیدار ہو گئی تھی۔ لڑکی کا چہرہ میں نے غور سے دیکھا تھا سانولی رنگت تھی بڑی بڑی ہرنی جیسی آنکھیں سر کے بال بے انتہا خوبصورت اور بدن انتہائی سڈول نجانے امیر حماد کا عتاب اس پر کیوں نازل تھا وہ کون تھی بے شمار سوالات میرے ذہن میں چکرانے لگے۔ اور میں مضطرب سا ہو گیا رات ہو گئی میں اصطبل سے نکل کر انیکسی کی جانب چل پڑا اور پھر معمول کے مطابق غسل وغیرہ کیا رات کا کھانا حاتم لے کر آ گیا تھا۔ میرے ذہن میں مسلسل لڑکی گردش کر رہی تھی حاتم بہت اچھا انسان تھا اور مجھ سے بڑی انسیت رکھتا تھا اچانک ہی میں نے اس سے کہا۔“

”حاتم بیٹھ جاؤ۔“

”جی عالی طرب حکم۔“ اس نے کہا۔

”حاتم تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔“

”خادم حاضر ہے۔“

”آج اصطبل میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔“

”کیا؟“

”اصطبل کے روشندان سے ایک لڑکی اندر گھس آئی عجیب سی لڑکی تھی پھٹے ہوئے

لباس میں ملبوس پھر جاہری نامی ایک شخص اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اندر داخل ہوا تھا اور لڑکی کو

پکڑنے کی کوشش کرنے لگا وہ بے حد پھرتیلی تھی اور وہ لوگ اس کے ساتھ بڑی بے دردی سے

ڈپشن آرہے تھے۔ کیا تم اس لڑکی کے بارے میں کچھ جانتے ہو۔“

حاتم کے چہرے پر تنہید کی پھیل گئی پھر اس نے کہا۔

”امیر حماد بہت اعلیٰ ظرف انسان ہے ہم تو اس طرح سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ

یہاں اس کی حویلی میں جتنے افراد موجود ہیں ان میں سے آپ کو ایک بھی ایسا نہیں ملے گا عالی

طرب جو اپنے مالک سے کوئی شکایت رکھتا ہو۔ خاتون نقرہ اور امیر حماد اپنے ساتھ ہر ملازم اور

ہر دوست کا بہترین خیال رکھتے ہیں ایک بار امیر حماد کسی مہم جوئی سے لوٹے تھے اور اپنے

ساتھ ایک کٹہرا لائے تھے۔ لوہے کے بنے ہوئے کٹہرے میں وہ لڑکی جس کا آپ تذکرہ

کر رہے ہیں بند تھی بالکل ایسے جیسے کوئی شیرنی ہوتی ہے۔ پتہ نہیں وہ اسے کہاں سے لائے

تھے۔ پھر بعد میں عقوبت گاہ میں اسے بند کر دیا اور اس وقت سے وہ وہیں ہے۔ وہ لڑکی کون

ہے اس کے بارے میں کوئی نہیں جانتا لیکن اس کا محافظ جاہری ہے ایک بہت برا آدمی ہے

جس کے ساتھ آٹھ افراد کام کرتے ہیں وہ بھی امیر کا ملازم ہے جاہری اس کی نگرانی کرتا ہے

لڑکی نے تین بار فرار ہونے کی کوشش کی ہے ایک بار اس نے اپنے ناخنوں سے جاہری کے

ایک ساتھی کا چہرہ لہو لہان کر دیا تھا اور اسے اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا تھا جس سے اس کی ریڑھ کی

ہڈی ٹوٹ گئی اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ بہت خونخوار تھی لیکن اس شخص کے علاوہ اس نے

کسی کو نقصان نہیں پہنچایا وہ صرف یہاں سے بھاگ جانے کی کوشش کرتی ہے۔ بس اس سے

زیادہ مجھے کچھ نہیں معلوم ممکن ہے وہ عقوبت خانے سے نکل بھاگی ہو اور گودام کی چھت پر آ گئی

”ہو۔“

”اس سے زیادہ تم کچھ نہیں جانتے۔“

”نہیں عالی طرب جانتا ہوتا تو آپ کو ضرور بتا دیتا۔“ میں خاموش ہو گیا لیکن میرے ذہن میں ایک شدید خلش بیدار ہو گئی اس رات میں بہت دیر تک سوچتا رہا تھا کہ لڑکی کون ہو سکتی ہے چہرے سے جس قدر معصوم نظر آتی تھی اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ کوئی بری لڑکی نہیں ہے یہ کیا راز ہے جسے امیر حماد جیسے اچھے انسان نے اپنے سینے میں پوشیدہ کر رکھا ہے میں نے سوچا کہ اگر ممکن ہو سکا تو کسی طریقے سے اس لڑکی کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کروں گا بہر حال یہ ایک پراسرار اور دلچسپ کھیل تھا جاہلی کی پٹائی ہو گئی تھی میرے ہاتھوں اور وہ مجھ سے نالاں تھا۔ دوسرے دن بھی وہ مجھے نظر آیا اس کے چہرے پر کئی جگہ ٹیپ چپکے ہوئے تھے حالانکہ وہ مجھے کافی فاصلے پر نظر آیا تھا۔ لیکن میں نے محسوس کر لیا تھا کہ اس کی آنکھوں میں نفرت کے آثار تھے جیسے ہی مجھ سے نگاہ ملی وہ ایک جھٹکے کے ساتھ واپس پلٹ گیا۔ میرے ہونٹوں پر مدہم سی مسکراہٹ پھیل گئی تھی لیکن بہر حال مجھے کسی سے خوف نہیں تھا پھر دو تین دن گزر گئے وہ لڑکی مجھے نظر نہیں آئی تھی اس عظیم الشان حویلی کے بہت سے حصے ایسے تھے جنہیں میں نے ابھی تک نہیں دیکھا تھا اور عقوبت خانے کے بارے میں بھی مجھے کچھ نہیں معلوم تھا کہ وہ کس طرف ہے لیکن بہر حال میں اس لڑکی کو نہیں بھول سکا میرے معمولات بدستور جاری تھے۔ امیر حماد نے مجھ سے اس بارے میں کوئی سوال نہیں کیا تھا پتہ نہیں یہ بات اس تک پہنچی تھی یا نہیں لیکن اس دن پائیں باغ میں جب میں ایک گھوڑے کی تربیت کر رہا تھا اچانک ہی مجھے خاتون نقرہ نظر آ گئیں مجھے دیکھ کر مسکرائی اور اس نے مجھے آواز دی۔ تو میں آہستہ سے چلتا ہوا ان کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے اسے تعظیم دی تو وہ بولی۔

”کیسے حال ہیں میرے بچے اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہاری طرف سے میں نے آنکھیں بند کر رکھی ہیں تو یہ غلط ہے میرے پاس اپنے ذرائع ہیں جن سے میں تمہارے بارے میں پوچھتی رہتی ہوں اور مجھے علم ہوا ہے کہ تم خوش ہو دل میں مجھے ہنسی آ گئی تھی یہ مجھ سے خاصی چھوٹی عمر کی لڑکی مجھے بچہ کہہ کر مخاطب کر رہی تھی لیکن خاتون نقرہ کے بارے میں خاصی باتیں میرے علم میں آ چکی تھیں وہ بہت ہی پاکیزہ فطرت کی مالک تھی ویسے تو یہ حقیقت ہے کہ اس پوری حویلی میں مجھے انتہائی پراسرار واقعات کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ یہ سب کے سب اچھے لوگ تھے لیکن ان کے اندر کوئی ایسی بات پوشیدہ تھی جو سمجھ میں نہیں آتی تھی یا پھر ہو سکتا ہے یہ

مباحول میرے لیے اجنبی ہو چونکہ یہاں کسی دوسرے آدمی نے مجھ سے اس کی پراسراریت کے بارے میں ذکر نہیں کیا تھا۔ میں نے خاتون نقرہ سے کہا۔ ”ہاں میں خوش ہوں سوائے ایک تکلیف کے۔“

”آؤ۔“ اس نے گھاس کے ایک قطع کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

اور میں اس کے حکم کی تعمیل میں آگے بڑھ گیا۔ وہ سنگ مرمر کی ایک بیٹھ گئی تو

میں نے اس کے پاس ہی گھاس کے قطعے پر بیٹھ کر اس کی جانب دیکھا۔ وہ کہنے لگی۔

”ہاں بتاؤ کیا تکلیف ہے تمہیں۔؟“

”خاتون نقرہ، آپ کو علم ہے کہ آپ ہی نے مجھے اپنے قریب آنے کی دعوت دی ہے۔ میں کسی جانے بوجھے منصوبے کے تحت یہاں نہیں آیا ہوں۔“

”کیسی باتیں کر رہے ہو۔ ہم تمہیں ایک باعزت مقام دیتے ہیں اور کسی کو بھی کوئی مقام دیا جائے تو وہ احسان نہیں ہوا بلکہ اگر کوئی خود کو اس مقام کا اہل ثابت کرتا ہے تو اسے یہ

مقام دیا جاتا ہے۔ تم ایک پراسرار نو جوان ہو۔ ہم تو اس بات پر حیران ہیں کہ تم اپنا ماضی بھول گئے ہو۔ بہر حال ہر انوکھی شخصیت میں ایک دلکشی ہوتی ہے اور تمہاری دلکشی کو بھی محسوس کرتے

ہیں۔ مگر کہنا کیا چاہتے ہو۔؟“

”پہلی بات تو یہ کہنا چاہتا ہوں خاتون نقرہ کہ بے ایمان آدمی نہیں ہوں۔ آپ

لوگوں نے مجھ پر جو احسان کیا ہے اس کی قدر میرے دل میں ہے۔ اور میری ذات سے آپ

لوگوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ لیکن انسان جس جگہ ہوتا ہے وہاں کے بارے میں بہت کچھ

جان لینے کا خواہشمند ہوتا ہے۔“

”ہاں کیوں نہیں۔“

”بہت سے سوالات ایسے ہیں میرے دل میں جنہیں جاننے کی خواہش کبھی کبھی

شدت اختیار کر لیتی ہے۔“

”کیا ہمارے بارے میں۔؟“

”ہاں۔“

”کسی سے معلوم کیا۔؟“

”نہیں۔“

”تو مجھ سے پوچھو کیا پوچھنا چاہتے ہو؟“ جواب میں، میں نے اس لڑکی کی کہانی خاتون فقرہ کو سنائی۔ خاتون فقرہ مسکرائی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر وہ حیرت سے بولی۔

”ارے مجھے تو معلوم ہی نہ ہوا۔ کیا تم نے جابری کو مارا جابری تو بہت خونخوار شخصیت کا مالک ہے۔ کیا واقعی۔ مگر مجھے یقین ہے تم نے ایسا کیا ہوگا۔ جو شخص ایک جنگلی گھوڑے کو قابو میں کر سکتا ہے اس کے لیے انسان مشکل نہیں ہوتے۔ دلچسپ، بے حد دلچسپ اور عجیب۔“

”مگر میں اس لڑکی کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔“

”وعدہ کرو کسی سے تذکرہ نہیں کرو گے۔“ تمہارے دل میں ایک خلش ہے کہ ہم تمہیں اپنے آپ سے دور رکھتے ہیں میں تمہارے دل کی اس خلش کو مٹانے کے لئے یہ باتیں کر رہی ہوں جو مجھے نہیں کرنی چاہئیں۔ کیونکہ پتا نہیں امیر حماد اسے پسند کریں یا نہ کریں لیکن پھر بھی۔“

”میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر کوئی ایسا ہی اہم راز ہو تو میں اسے اپنے سینے میں چھپا کر رکھوں گا۔“

”وہ اہم راز نہیں ہے۔ امیر حماد اصل میں ایک عظیم مہم جو ہیں اور تم یقین کر لو گھوڑوں کی تجارت صرف ان کا شوق ہے۔ ہماری ضرورت نہیں ہے۔ ہمارے پاس بہت سے ایسے وسائل اور ذرائع ہیں جن سے ہماری بہترین آمدنی ہوتی ہے۔ ہمیں گھوڑوں کی تجارت کی ضرورت نہیں ہے لیکن چونکہ ہمیں ایڈونچر کا شوق ہے چنانچہ امیر حماد اس طرح سے جنگل کے گھوڑے پکڑتے ہیں۔ شہری گھوڑوں کی وہ کبھی تجارت نہیں کرتے بس انہیں علم ہے اور اس علم سے فائدہ اٹھاتے ہیں تو میں تمہیں بتا رہی تھی کہ وہ ایک مہم جو ہیں۔ میں انکی ہر مہم میں ان کے ساتھ نہیں ہوتی۔ یہ بس میری خواہش پر مبنی ہے کہ میں جب چاہوں ان کے ساتھ چلی جاؤں۔ وہ مجھ سے اتنی ہی محبت کرتے ہیں۔ تو ایک بار ایک مہم سے لوٹے کچھ اور لوگ بھی ان کے ساتھ تھے اور یہ لڑکی کہیں سے پکڑ کر لائی گئی تھی۔ امیر حماد مجھ سے کچھ نہیں چھپاتے میں نے جب اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ یہ ایک سر بستہ راز ہے۔ اور جب یہ راز کھلے گا تو وہ خود ہی اس کے بارے بتا دیں گے۔ اصل میں اس کا تعلق کچھ اور لوگوں سے ہے اور وہ ہی اس کے بارے میں جانتے ہیں میں نے امیر سے اصرار کیا تو وہ بولے۔

”یقین کرو عزیز، مجھے چونکہ خود بھی ابھی اس کے بارے میں تفصیل سے نہیں معلوم۔ سمجھ لو کہ یہ لڑکی کسی کی امانت ہے۔ میرے پاس اور مجھے اس کی نگرانی کرنی ہے۔ تو تم سمجھ گئے ہو گے عارف کہ مجھے اس بارے میں کوئی صحیح تفصیل نہیں معلوم۔ بس جابری اس کا نگران ہے۔ ہم اسے قید میں رکھے ہوئے ہیں اور امیر حماد اس کے سلسلے میں شاید کسی کا انتظار کر رہے ہیں۔ خاتون خاموشی سے خاتون فقرہ کی صورت دیکھتا رہا۔ بات ابھی کی ابھی رہ گئی تھی۔ خاتون فقرہ نے کہا۔

”اور میرا خیال ہے یہ اس قدر اہم بات نہیں ہے۔ ویسے میں تمہیں مشورہ دیتی ہوں کہ آئندہ اس معاملے میں ٹانگ نہ اڑانا۔ جابری کو کچھ ذمہ داریاں امیر نے سونپی ہیں۔ میرا خیال ہے کسی بہتر شخص نے جابری کو امیر سے تمہاری شکایت کرنے سے روکا ہے۔ میں نہیں کہہ سکتی کہ امیر کا رویہ تمہارے ساتھ کیا ہوتا۔ لیکن میں تم سے ایک بات ضرور کہوں گی اور وہ یہ کہ اس مسئلے میں خود کو معتدل رکھو۔ امیر کے کچھ ایسے معاملات ہیں جن کا مجھے بھی علم نہیں ہے۔ سمجھ رہے ہوں نا تم۔“

”ہاں۔“

”خوبصورت زندگی کو مشکلات میں ڈال کر اپنے آپ کو الجھا دینا غفلندی نہیں ہے۔ بہتر ہے زندگی کو ہلکی پھلکی نگاہ سے دیکھو۔ امیر تو تمہارے بارے میں بھی سوچ رہے ہیں۔“

”میرے بارے میں کیا سوچ رہے ہیں امیر؟“ میں نے سوال کیا۔

”ڈاکٹر کا تعلق امریکا سے ہے۔ بہت بڑے نفسیات دان بھی ہیں۔ اور نفسیاتی معالج بھی۔ ڈاکٹر سے امیر نے تمہارے بارے میں ٹیلی فون پر گفتگو کی ہے۔ اصل میں امیر کی خواہش ہے کہ تم اپنی یادداشت حاصل کر لو۔ وہ تمہیں بے حد پسند کرتے ہیں۔ انہوں نے ڈاکٹر ہر مین کو دعوت دی ہے کہ وہ یہاں آئے اور تمہارا تجزیہ کریں۔ ڈاکٹر ہر مین شاید تھوڑے عرصے میں عرصے میں یہاں پہنچنے والے ہیں۔“ میں نے پھلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ گردن ہلائی اور بولا۔

”زمانے کی بے اعتنائی سمجھ لیں خاتون۔“

”کیا مطلب۔؟“

”مطلب یہ کہ ہر شخص اپنے بارے میں صرف اتنا بتانا چاہتا ہے جتنا وہ مناسب سمجھتا

ہے جیسے آپ۔“ میں نے جرات کر کے کہا۔ خاتون نقرہ بجائے اس بات کے کہ میری اس بات پر ناراض ہو جاتی حیرت سے مجھے دیکھنے لگی پھر بولی۔

”کیا میری ذات سے بھی تمہیں کوئی شکایت ہے۔؟“

”شکایت نہیں تجسس۔“

”کس سلسلے میں؟“

”خاتون نقرہ میں آپ کے بارے میں بھی بہت کچھ سوچتا رہا ہوں۔“

”کیا۔؟“ وہ اچانک سنجیدہ ہو گئیں۔

”اگر آپ یہ سمجھتی ہیں کہ میرے ذہن میں آپ کے لئے کوئی ایسا ویسا تصور ابھرتا ہے۔ صاف گوئی کے لیے معافی چاہتا ہوں۔ اگر آپ یہ سمجھتی ہیں خاتون نقرہ کہ آپ کی عمر اور آپ کے حسن کو دیکھ کر میرے دل میں ایک مرد جاگا ہے تو سب سے پہلے میں معذرت کے ساتھ آپ سے یہ عرض کر دوں کہ ایسی بات نہیں ہے میں آپ کو بے حد پسند کرتا ہوں۔ لیکن آپ کی شخصیت بھی میرے لیے ایک پراسرار معنی کی مانند ہے۔“

”ارے نہیں میں تو ایک سادہ سی کتاب ہوں۔“

”کتاب اگر اوپر سے سادہ ہو تو اس کی سادگی کے بارے میں یقین کے ساتھ کچھ

نہیں کہا جاسکتا۔ جب تک کہ اس کے اندر کے اوراق نہ پڑھے جائیں۔“

”کیا جاننا چاہتے ہو میرے بارے میں۔؟“

”آپ کی عمر زیادہ نہیں ہے۔“

”تو اس میں میرا کیا قصور ہے۔“ وہ پر مزاح انداز میں بولی۔

”لیکن آپ نے اپنے اوپر بزرگی طاری کر لی۔“

”کچھ چیزیں خود بخود اپنے اوپر طاری نہیں کی جاتیں۔“

”تو پھر؟“ میں نے سوال کیا اور وہ خاموش ہو گئی۔ کچھ لمحے گردن جھکائے بیٹھی رہی

پھر اس نے کہا۔

”بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں جن کا وقت سے پہلے سامنے آنا مناسب نہیں ہوتا۔“

”میں اپنی اوقات پہچانتا ہوں۔ آپ اس قدر محبت سے پیش آئیں۔ دل میں ایک

سوال ابھرا تو میں نے آپ سے اس کے لیے اظہار کر دیا۔ ضد نہیں کروں گا۔“

”ہاں ضد نہ کرو۔“ وہ اداس لہجے میں بولی۔

”آپ کے اندر بزرگی کا ایک ایسا جذبہ۔“

”اس کی کچھ وجوہات ہیں۔“

”کیا۔؟“

”نہیں۔ ابھی نہیں بتائی جاسکتیں۔“

”پھر کب۔؟“

”شاید کبھی نہیں۔“ اس نے کہا اور اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔

”آپ ناراض ہو گئیں۔؟“ میں نے سوال کیا۔

”نہیں! اس نے کہا پھر بولی۔

”مجھے اجازت۔“ اور اس کے بعد وہ کچھ کہے بغیر وہاں سے چلی گئی اور میں اپنی جگہ

کھڑا سر کھجاتا رہا۔ کیا کمال کا ماحول ہے۔ بہر حال اس کے بعد کئی دن خاموشی سے گزر گئے۔

کوئی ایسی قابل ذکر بات نہیں ہوئی۔ میں بھی اب خاصی حد تک مطمئن زندگی گزار رہا تھا۔ کوئی

مسئلہ ہی نہیں رہ گیا تھا۔ ذمہ داریاں سنبھالنے والے بے شمار افراد تھے۔ میری ذمہ داری صرف

اتنی سی تھی کہ گھوڑوں کی دیکھ بھال کرتا تھا۔ حالانکہ یہ بھی ایسے ہی ایک کام اپنے سر لے لیا تھا۔

ورنہ گھوڑوں کے سلسلے میں میری یادداشت میں کوئی ایسی بات نہیں تھی۔ جس سے میں یہ سمجھ

سکوں کہ میں نے کوئی ایسی خاص مہارت حاصل کی تھی۔ اب میں نے اپنے آپ کو پرسکون

رکھنا سیکھ لیا تھا۔ اور جب انسان اپنے کسی ایک شعبے سے مطمئن ہو جاتا ہے تو اس کے دل میں

خواہشیں ابھرتی ہیں کہ وہ دوسری چیزوں کے بارے میں جاننے کی کوشش کرے۔ سوانہ دنوں

میرے لیے مسئلہ وہی لڑکی تھی اور میں اس تاک میں تھا کہ جیسے ہی کہیں سے کوئی موقع ملے میں

اس کے بارے میں معلومات حاصل کروں۔ ویسے بھی مجھے اس عمارت میں گھومنے پھرنے کی

مکمل آزادی تھی۔ حاتم میرا مددگار تھا۔ اور چالاکی کے ساتھ میں اس سے مختلف حصوں کے

بارے میں معلومات حاصل کرتا رہتا تھا۔ تبھی میں نے اس حویلی کے بالکل مختلف حصے میں وہ

جگہ دیکھی جسے عقوبت خانہ کہا جاتا تھا۔ اب ظاہر ہے حویلی میلوں کے علاقے میں تو پھیلی ہوئی

نہیں تھی کہ اگر تھوڑی سی کوشش کی جاتی تو اس کے بارے میں معلومات حاصل ہو جاتی۔

عقوبت خانے کی عمارت الگ رکھی گئی تھی۔ ویسے امیر حماد اس قسم کا انسان نہیں تھا کہ اسے کسی

عقوبت خانے کی ضرورت پیش ہوتی۔ لیکن بہر حال امیر تھا اور اس کے معاملات بالکل مختلف تھے۔ اور ایک بار مجھے موقع مل گیا۔ میں نے جابری کو امیر حماد کے ساتھ جاتے ہوئے دیکھا تھا۔ دونوں اہم کردار چلے گئے تھے۔ اور اس وقت اگر میں کوشش کرتا تو تھوڑی سی کوشش کے ساتھ اس عقوبت خانے کا جائزہ لے سکتا تھا۔ ویسے میں نے جابری کی موجودگی میں وہاں جانے کی کوشش کبھی نہیں کی تھی۔ میں نے اس کی آنکھوں میں ہمیشہ نفرت کے آثار پائے تھے اور یہ اندازہ لگایا تھا کہ یہ شخص جب بھی کوشش کرے گا تو میرے خلاف کوئی بھی عمل کر سکتا ہے۔ بہر حال جابری اور امیر کی غیر موجودگی نے مجھے خاصی حد تک مطمئن کر دیا۔ ابھی وہ لوگ نکلے تھے اور وقت کافی مل گیا تھا۔ اس لیے میں اپنے طور پر کوشش کر سکتا تھا۔ پھر جھپٹنا ہونے پر میں آہستہ آہستہ اپنے پروگرام کی تکمیل کے لیے چل پڑا۔ سورج ڈوب چکا تھا۔ اور ماحول پر ایک عجیب سی خاموشی طاری تھی۔ میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا عقوبت خانے کی طرف بڑھنے لگا۔ حالانکہ میں جانتا تھا کہ جابری بے شک موجود نہیں ہے لیکن اس کے ساتھی وہاں موجود ہوں گے۔ تاہم پھر بھی اپنے طور پر کوشش کرنا چاہتا تھا۔ بڑی احتیاط کے ساتھ میں لوگوں کی نگاہوں سے بچتا بچتا عقوبت خانے کے عقبی حصے میں پہنچ گیا۔ سامنے کی سمت تمام دروازے بند تھے۔ لیکن عقبی سمت میں ایک احاطہ موجود تھا جسے میں پہلے بھی دیکھ چکا تھا۔ احاطے کے قریب پہنچ کر میں اپنے طور پر اندر جانے کے راستے تلاش کرنے لگا۔ پھر میں نے عقوبت خانے کی عقبی دیوار عبور کی اور احاطے میں اتر گیا۔ دروازوں کو آزمانا بے کار تھا میں جانتا تھا کہ مضبوطی سے اسے اندر سے بند کر دیا گیا ہوگا۔ لیکن پھر بھی میں درختوں کے ذریعے شاخوں شاخوں چلتا ہوا عمارت کی چھت پر پہنچا اور پوری چھت پر ہاتھوں اور پیروں کے بل چل کر نیچے اترنے کا راستہ تلاش کرنے لگا۔ مجھے ایک پائپ نظر آیا۔ اس پائپ کے ذریعے میں نیچے اترنے لگا۔ پھر میں نے اس عمارت کے صحن میں جھانکا۔ یہاں کوئی موجود نہیں تھا۔ مجھے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ سب لوگ عمارت کے باہر ہیں۔ جو اس عمارت کی نگرانی کر رہے ہیں۔ چنانچہ میں احتیاط کے ساتھ صحن میں اتر گیا۔ صحن میں اتر کر میں نے ادھر ادھر دیکھا۔ ایک کمرے میں مجھے مدہم روشنی نظر آئی۔ چنانچہ میں اس روشنی کی جانب بڑھ گیا۔ میرا اندازہ بالکل درست تھا۔ وہ لڑکی اسی ہال نما کمرے میں بند تھی۔ میں آہستہ آہستہ ایک کھڑکی کے قریب پہنچا۔ کھڑکی میں شیشے نہیں بلکہ جالی لگی ہوئی تھی۔ غالباً اس لڑکی کے تحفظ کے لیے، اس

کے شیشے نکال دیے گئے تھے۔ کیونکہ شیشوں کی جگہ بنی ہوئی تھی۔ تاہم جالی سے بھی اندر دیکھا جاسکتا تھا۔ چونکہ باہر رات پھیلی ہوئی تھی اور اندر روشنی تھی۔ اس روشنی میں میں نے اس لڑکی کو یوگا کے انداز میں پالتی مارے بیٹھے ہوئے دیکھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ دونوں ہاتھ جڑے ہوئے تھے اور سینے سے لگے ہوئے تھے۔ وہ ایک پتھر کے بت کی مانند بیٹھی ہوئی تھی لیکن جس جگہ سے میں اسے دیکھ رہا تھا۔ وہاں سے وہ صاف نظر آرہی تھی۔ بدن پر بے شک چھتھرے جھول رہے تھے۔ لیکن اس وقت وہ جس انداز میں بیٹھی تھی اس سے مجھے یہ احساس ہوتا تھا کہ وہ کم از کم ذہنی طور پر غیر متوازن نہیں ہے۔ بلکہ ایک ہوش مند لڑکی ہے۔ وہاں اسطبل کے گودام میں بھی اسے جس طرح ان لوگوں کا مقابلہ کرتے ہوئے دیکھا تھا اس سے اس کی ہوش مندی کا اظہار ہوتا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا کروں میرا دل چاہتا تھا کہ میں اس سے مخاطب ہوں لیکن کس طرح اس کی کوئی ترکیب سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ اچانک ہی اس نے آنکھیں کھولیں اور گردن اٹھا کر اس طرف دیکھنے لگی جس طرف میں کھڑا تھا۔ حالانکہ میں نے اپنی سانسیں بھی روکی ہوئی تھیں لیکن نہ جانے کس طرح اسے میری یہاں موجودگی کا احساس ہو گیا تھا۔ دوسرے لمحے وہ اچھل کر کھڑی ہوئی۔ ایک لمحے کے لیے میں نے سوچا کہ میں یہاں سے ہٹ جاؤں۔ کہیں وہ کوئی ایسا عمل نہ کرے جس سے کسی کو میری یہاں موجودگی کا علم ہو جائے۔ یہ صورت حال خطرناک ہوتی۔ بہر حال میں خطرہ مول لے کر یہاں آیا تھا اور میرے تجسس نے مجھے اس طرح مجبور کیا تھا۔ حالانکہ اس کے مضمرات بھی ہو سکتے تھے۔ خاتون فقرہ نے مجھے جس طرح امیر حماد کے اس لڑکی سے دلچسپی کے بارے میں بتایا تھا۔ اس کے بعد اس بات کے امکانات بھی تھے کہ اگر امیر حماد کو اس بات کا علم ہو جائے کہ میں لڑکی میں دلچسپی لے رہا ہوں تو وہ مجھ سے ناراض ہو جائے اور اس کی ناراضگی مختلف صورتوں میں میرے لیے خطرناک ہو سکتی تھی۔ اس اجنبی جگہ بہر حال میرے لیے یہ گھر بہت بڑا سہارا تھا۔ لیکن پھر بھی میرے قدم وہاں سے نہ ہٹے۔ لڑکی اپنی جگہ سے اٹھ کر سیدھی میرے قریب آئی تھی۔ اور پھر وہ کھڑکی سے چہرہ لگا کر کھڑی ہو گئی۔ اس کی روشن چمکدار آنکھیں مجھے دیکھ رہی تھیں۔ حالانکہ میں جانتا تھا کہ تاریکی میں ہونے کی وجہ سے میرا چہرہ اسے نظر نہیں آ رہا ہوگا۔ لیکن اس طرح ساکت کھڑی ہوئی تھی جیسے وہ مجھے بخوبی دیکھ رہی ہو۔ میں نے ہمت کی اور آہستہ سے بولا۔

اس بارے میں سوچے اور اس سے دوسری ملاقات کے لیے بھی کوئی مناسب موقع تلاش کروں گا۔ چنانچہ اس کے بعد میں نے واپسی ہی کا فیصلہ کیا اور دبے قدموں آگے بڑھتا ہوا احاطے کی دیوار کے پاس آ گیا۔ پھر دوسری جانب کود گیا اور لوگوں کی نگاہوں سے چھپتا چھپاتا اپنی رہائش گاہ میں آ گیا۔ آج میں نے لڑکی کو بغور دیکھا تھا۔ کیا چیز ہے آخر وہ..... کیا وہ جان بوجھ کر خاموش رہنا چاہتی ہے۔ کیا اس کا دماغی توازن خراب ہے کیا قصہ ہے۔ کوئی ایک بات بھی جو سمجھ میں آئی ہو۔ بہر حال اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ میں بستر پر لیٹ کر اس کے بارے میں سوچنے لگا۔ حاتم بھی مجھے اس کے بارے میں کوئی خاص بات نہیں بتا سکا تھا۔ اور اب زیادہ تجسس میرے لیے خطرناک تھا۔ کیونکہ بہر حال حاتم بھی میرا ملازم نہیں تھا۔ بلکہ امیر حماد کا وفادار ساتھی تھا۔ مجھے احتیاط کے ساتھ قدم اٹھانا پڑے گا۔ لیکن بہر حال دل میں یہ آرزو ضرور تھی کہ اس لڑکی کے بارے میں تفصیلات معلوم کروں۔ پھر اس کے بعد مجھے اپنے ذہن سے تمام خیالات جھٹک دینا پڑے۔ بلاوجہ ذہن تھکانے سے کوئی فائدہ نہیں۔ ہاں اگر کوئی موقع مل جائے تو اس سلسلے میں ضرور کوشش کروں گا یہ لوگ میرے لیے دل میں بڑے اچھے خیالات رکھتے تھے اور میں خود ان سے محبت کرنے لگا تھا۔ جس طرح اچھے لوگوں کا ساتھ مل جاتا ہے۔ میرا کتنا خیال رکھا جا رہا تھا۔ اس کا مجھے بخوبی اندازہ تھا۔ خاتون نقرہ اس کے بعد بھی کئی بار ملی لیکن یوں لگتا تھا جیسے اس دن کی اداسی اس نے اپنے ذہن سے جھٹک دی ہو۔ اس کے بعد کچھ اور تبدیلیاں ہوئیں کئی دن گزر گئے تھے اور کوئی خاص بات نہیں ہوئی تھیں۔ لیکن اس دن کچھ نئے مہمانوں کی آمد ہوئی۔ کچھ خواتین اور ایک خوبصورت سانو جوان جو مقامی ہی معلوم ہوتے تھے۔ وہاں پہنچے تھے۔ ابتداء میں تو مجھے ان کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہو سکا لیکن پھر آہستہ آہستہ پتا چل گیا کہ وہ امیر حماد کے عزیز واقارب ہیں۔ کسی اور ملک سے یہاں آئے ہیں۔ وہ خوبصورت سانو جوان جوانہائی وکلش شخصیت کا مالک تھا، اس کا نام عفان تھا اور وہ بزرگ شخصیت، جو خواتین کے علاوہ ان لوگوں کے ساتھ آئی تھی۔ اس کا نام وحدت تھا۔ یہ امیر حماد کے بہت قریبی عزیز تھے۔ غالباً بہت ہی قریبی عزیز۔ کیونکہ ان کی آمد سے امیر حماد بہت خوش نظر آتا تھا۔ خواتین بے شک جدید لباس میں ملبوس تھیں۔ لیکن ذرا لیے دیے تھیں اپنے آپ کو۔ اس لیے میں انہیں تو زیادہ نہیں دیکھ سکا۔ لیکن چند ہی روز کے بعد عفان میرے پاس پہنچ گیا۔ اس نے خود ہی مجھ سے تعارف حاصل کرتے ہوئے کہا۔

”میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو تمہیں یہاں قید کرنے کا باعث بنے ہیں۔ میں تمہارا ہمدرد ہوں۔ کیا تم مجھے اپنے بارے میں کچھ بتاؤ گی۔“ وہ خاموشی سے کھڑی مجھے دیکھتی رہی۔ پھر میں نے کہا۔

”اگر تم یہ سمجھ رہی ہو کہ تمہاری کوئی بات میں کسی سے کہہ دوں گا، تو اس غلط فہمی کو اپنے دل سے نکال دو۔ مجھے تم سے بہت ہمدردی ہے۔ میں تمہارے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔ تم کون ہو اور یہاں ان لوگوں نے تمہیں کیوں قید کر رکھا ہے۔ میں تمہاری رہائی کی کوشش بھی کر سکتا ہوں۔ چاہے اس کے لیے مجھے کتنے ہی نقصانات کیوں نہ اٹھانے پڑیں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ کم از کم تم مجھے اپنے بارے میں بتا دو۔“ وہ خاموش کھڑی رہی۔ اور میں اس کے بولنے کا انتظار کرنے لگا۔ کچھ لمحوں کے بعد میں نے پھر کہا۔

”اور اگر تم مجھے اپنے بارے میں نہیں بتانا چاہتیں تو میں تمہیں مجبور بھی نہیں کروں گا۔ لیکن ایک بات یاد رکھنا کہ مجھے ان لوگوں سے نفرت ہے جو تم پر ظلم کر رہے ہیں۔ میں تمہارے بارے میں دوسرے طریقوں سے بھی معلوم کرنے کی کوشش کروں گا اور اس کے بعد تمہیں یہاں سے رہائی دلانے کی کوشش بھی کر سکتا ہوں۔ لیکن کم از کم مجھے کچھ تو اپنے بارے میں بتا دو۔“ دیر تک جب کوئی جواب نہ ملا تو میں نے آہستہ سے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ ظاہر ہے جب مجھے کچھ علم ہی نہیں ہے تو میں تمہیں کیا بتا سکوں گا یا کیا کر سکوں گا تمہارے لیے۔“ میں اس کا چہرہ بغور دیکھ رہا تھا۔ اس کا چہرہ بے تاثر تھا اور یوں لگ رہا تھا جیسے وہ مجھے صرف دیکھنا چاہتی ہو۔ ایک لفظ بھی اس کے منہ سے نہیں نکالتا تھا۔ پھر اچانک ہی عتب میں مجھے قدموں کی آہٹیں سنائی دیں اور میں بجلی کی سی تیزی سے وہاں سے ہٹ گیا۔ پہلے سے ہی یہ تعین کر چکا تھا کہ اگر پیچھے سے کوئی آجائے تو میرے چھپنے کے لیے کون سی جگہ بہتر ہو سکتی ہے۔ چنانچہ بھاگ کر اس بڑے چوڑے چوکور ستون کی آڑ میں پہنچ گیا۔ جہاں سے ادھر کا جائزہ بھی لے سکتا تھا۔ میں نے نہایت پھرتی سے یہ عمل کیا تھا۔ آنے والے دو افراد تھے۔ جو اس لڑکی کے قید خانے کے دروازے سے گزرتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔ غالباً وہ کسی اور کمرے کی جانب جا رہے تھے۔ لیکن مجھے خوشی تھی کہ وہ میری یہاں موجودگی کا اندازہ نہیں لگا سکتے تھے۔ میں نے اور زیادہ خطرہ مولیٰ لینا مناسب نہیں سمجھا۔ آج کے لیے بس اتنا ہی کافی تھا۔ اگر میرے الفاظ لڑکی نے سمجھے ہیں تو ہو سکتا ہے کہ بعد میں وہ

”میرا نام عفان ہے اور میں تمہارے بارے میں یہاں بڑی تعریفیں سن چکا ہوں۔ تم ایک عجیب اور پراسرار شخصیت کے مالک ہو۔ اصل میں امیر حماد میرے ماموں ہیں۔ اور میرے والدین مرچکے ہیں۔ میں جرمنی میں تعلیم حاصل کرتا رہا ہوں۔ اور اب میری تعلیم مکمل ہو چکی ہے۔ وحدت میرے بہت قریبی عزیز ہیں اور میرے والدین کی موت کے بعد میرے سرپرست رہے ہیں۔ میں انہی کے ساتھ رہنے لگا ہوں، جرمنی سے واپسی کے بعد۔ لیکن اب ہمارا یہاں طویل قیام ہوگا۔ تو اصل بات یہ ہے کہ میں بھی گھوڑوں سے دلچسپی لیتا رہا ہوں۔ طبیعت میں تھوڑا سا ایڈونچر بھی ہے لیکن تعلیم کی وجہ سے اپنے اس شوق کی تکمیل نہیں کر سکا ہوں۔ اب فراغت ہے۔ سوچ تو یہ رہا تھا کہ اپنے کاروبار کا آغاز کروں لیکن وحدت یہ پسند نہیں کرتے۔ اور انہوں نے مجھے ابھی کچھ کرنے سے منع کر دیا ہے۔ جہاں تک وحدت عالی کا تعلق ہے۔ وہ خود بھی بڑے مہم جو ہیں۔ اور انہیں امیر حماد سے بڑی عقیدت ہے۔ میں نہیں جانتا کہ امیر حماد اور وحدت عالی کے درمیان کیا صورتحال ہے۔ لیکن کچھ تھوڑی سی گفتگو سے مجھے احساس ہوا ہے کہ اس بار وحدت عالی کا یہاں طویل قیام رہے گا۔ غالباً وہ کسی منصوبے پر غور کر رہے ہیں۔“ میں نے بہر حال اپنی حیثیت کو اپنے ذہن میں رکھا تھا اور عفان سے بہت زیادہ بے تکلفی سے گفتگو نہیں کی تھی۔ لیکن رفتہ رفتہ یہ احساس ہو گیا کہ عفان بہت ہی نفیس طبیعت کا انسان ہے۔ اور مجھ سے خصوصی طور پر متاثر ہے۔ نجانے کیوں مجھے یہاں بہتر سے بہتر مقام ملتا جا رہا تھا۔ وہ لوگ درحقیقت بہت اچھے لوگ تھے۔ یہ اچھے لوگوں کی رہائش گاہ تھی۔ جاہری کو غالباً تو میری جانب سے آگاہ کر دیا گیا تھا کہ وہ مجھ سے اچھنے کی کوشش نہ کرے۔ یا پھر خود اس نے ہی اس دن کے تجربے سے فائدہ اٹھایا تھا۔ اور کوئی ایسا عمل دوبارہ نہیں کیا تھا۔ جس سے میرا اور اس کا سامنا ہو جائے۔ لیکن بہر حال وہ لڑکی اب بھی میرے ذہن میں ایک خلش بنی ہوئی تھی۔ اور نجانے دل کے کون سے گوشے میں اس کے لئے ہمدردی کے جذبات پوشیدہ تھے۔ لیکن بہر حال میری ایک حد تھی اور میں اس حد سے تجاوز نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اپنے آپ کو ریزرو رکھا تھا۔ اور یہ میرے لیے ضروری بھی تھا۔ پھر عفان سے میری گہری دوستی ہو گئی۔ اس کے لیے تمام تر کوشش اسی نے کی تھی۔ وہ میری انیکسی میں آ جاتا تھا۔ اور کافی کافی دیر تک مجھ سے باتیں کرتا رہتا تھا۔ ایک دن اس نے مجھ سے کہا۔

”اگر برا نہ مانو تو میں تم سے ایک بات پوچھوں عارف۔؟“

”ہاں ضرور؟“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تمہاری شخصیت میں کوئی بہت ہی عجیب بات ہے۔ ایسی بات جسے نہ میں سمجھ سکا ہوں اور نہ دوسرے لوگ۔“

”وہ کیا بات ہو سکتی ہے؟“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اگر ہم اس بات کو الفاظ دے سکتے تو میں یقینی طور پر تمہیں اس بارے میں بتاتا۔ بس ایک احساس ہے اور صرف میرا ہی احساس نہیں ہے یہ بلکہ یہاں رہنے والے بھی تمہارے بارے میں اسی انداز میں سوچتے ہیں۔“ میں نے حیران نگاہوں سے عفان کو دیکھا اور کہا۔

”تمہیں علم نہیں ہے اس بات کا۔؟“

”اول تو یہ کوئی اہم بات ہی نہیں ہے۔ اور اگر ہے بھی تو واقعی مجھے اس کا کوئی علم نہیں ہے۔“

”اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ امیر حماد تمہیں صرف گھوڑوں کا ٹریزر سمجھتے ہیں تو یہ تمہاری بھول ہے۔ اصل میں چونکہ انہوں نے تمہیں گھوڑوں سے دلچسپی لیتے ہوئے دیکھا تو تمہارے مشغلے کے طور پر یہ کام تمہارے سپرد کر دیا۔ ورنہ درحقیقت وہ تمہارے لیے دل میں بہت اچھے جذبات رکھتے ہیں۔“

”میں پھر وہی الفاظ کہوں گا جو اچھے لوگ ہوتے ہیں وہ ہی دوسروں کے لیے دل میں جذبے رکھتے ہیں حالانکہ نہ میں نے ان پر کوئی احسان کیا ہے نہ کوئی ایسا عمل جس کی بناء پر وہ مجھے اپنے درمیان اس طرح جگہ دیں۔“

”خود تمہارے دل میں کبھی ان کے بارے میں کوئی نہ کوئی خیال تو آتا ہوگا۔“

”مثلاً؟“ میں نے سوال کیا۔

”مثلاً خاتون نقرہ۔“ عفان میری آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا اور میں چونک کر اس کی شکل دیکھنے لگا۔

”میں سمجھا نہیں؟“

”دیکھو دوست، غیر انسانی فطرت تو کبھی قابل قبول ہوتی ہی نہیں۔ خاتون نقرہ کی شخصیت میں جو عجیب بات ہے وہ تم نے ضرور محسوس کی ہوگی۔“ میں خاموشی سے عفان کی صورت دیکھنے لگا تو عفان بولا۔

”غالباً تم اپنے الفاظ پر کنٹرول کرنے کو شش کر رہے ہو۔“

”مجھے یہ کرنا چاہیے۔“ میں نے کہا۔

”ہاں۔ یہ ایک اچھے انسان کی علامت ہے۔ لیکن میں تمہیں بتاؤں خاتون نقرہ کو دیکھ کر ذہن میں یہ سوال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو اپنی عمر سے بڑا کیوں ظاہر کرتی ہیں؟“

”ہاں یہ سوال میرے ذہن میں ہے۔“

”یہ ان کی فطرت بن چکی ہے۔“

”کیوں؟ میرے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔“

”اس کے پس پردہ ایک المیہ داستان ہے۔ سننا پسند کرو گے؟“

”کیوں نہیں۔“ میں نے جواب دیا۔ اور عفان ایک گہری سوچ میں ڈوب گیا پھر

اس نے کہا۔

”زیادہ پرانی بات نہیں ہے۔ خاتون نقرہ زندگی سے بھرپور خاتون تھیں۔ تعلیم حاصل

کرتی تھیں۔ اور زمانہ طالب علمی میں انہیں ایک نوجوان سے عشق ہو گیا۔ امیر حماد بہت بڑی

حیثیت کے مالک ہیں۔ وہ بیچارہ معمولی سی حیثیت کا نوجوان تھا۔ خاتون نقرہ جانتی تھیں کہ وہ

انہیں کبھی مل نہیں سکے گا۔ لیکن بہر حال یہ سلسلہ جاری رہا۔ پھر ایک دن اس نوجوان نے خاتون

نقرہ کا نام لے کر خودکشی کر لی۔ اس نے یہی لکھا تھا کہ کوئی ایسا ذریعہ نہیں ہو سکتا۔ جس

سے وہ خاتون نقرہ کی زندگی میں داخل ہو سکے اور ان کے بغیر وہ اپنے آپ کو زندگی سے دور

سمجھتا ہے۔ پھر سانسوں کی اس ڈور کو باندھے رکھنے سے کیا فائدہ۔ خاتون نقرہ کو اس بات کا

علم ہو گیا۔ امیر حماد بھی اس بات سے باخبر ہو گئے۔ حالانکہ امیر حماد اس قسم کے انسان نہیں ہیں

وہ غربت و امارت کو کوئی بڑا مقام نہیں دیتے۔ انہوں نے انتہائی افسردگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا

کہ اگر خاتون نقرہ کی زندگی میں وہ نوجوان قابل قبول تھا تو امیر سب کچھ بھول جاتے اور اس

وقت خاتون نقرہ کو احساس ہوا کہ ان سے نادانی ہوئی ہے۔ لیکن بہر حال اس نوجوان کی زندگی

سے دوری نے انہیں درویش صفت بنادیا اور اس کے بعد انہوں نے اپنے دل کے دروازے

ہر شخص کے لیے بند کر دیے۔ ان کے اندر مانتا اور محبت کا ایک ایسا جذبہ نمودار ہو گیا جسے بعد

میں ڈاکٹروں نے دیوانگی قرار دیا۔ انہوں نے کہا کہ وہ اسی سالہ خاتون ہیں۔ اور اب ہر شخص

ہر نوجوان ان کے لیے ان کے بچوں کا درجہ رکھتا ہے لاکھ کوشش کی امیر حماد نے لیکن خاتون نقرہ کا یہ نظریہ نہیں بدل سکے۔ بحالت مجبوری انہوں نے ان کی یہ کیفیت قبول کر لی۔ کیونکہ اس میں نہ تو کوئی ضرر رساں بات ہے اور نہ ہی کوئی ایسا عمل جس سے کسی کو کوئی نقصان پہنچے۔“

میں اس عجیب و غریب داستان کو سن کر حیران رہ گیا تھا۔ لیکن بہر حال اس پر تیسرہ نہیں کیا جاسکتا تھا۔ پھر عفان نے کہا۔

”ویسے حسن و عشق کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے عارف۔؟“

”زندگی کا ایک حصہ ہیں۔“ میں نے جواب دیا۔

”تو پھر دوست تم بھی زندگی کی اس نعمت سے محروم نہیں ہو گے۔“ میں نے پر خیال

نگاہوں سے اسے دیکھا اور کہا۔

”حالانکہ کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں جنہیں انسان زندگی سے نکالنے کی کوشش کرتا ہے

اور یہ سوچ لیتا ہے کہ اب انہیں زندگی میں کبھی نہیں داخل ہونے دے گا۔ لیکن وقت کہیں نہ

کہیں گھسیٹ کر انہیں دوبارہ لے آتا ہے۔“

”عشق کی کوئی داستان۔“ عفان نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”ہاں عشق کی داستان، لیکن اپنی زندگی سے اپنے ماضی سے، اپنی شخصیت سے۔“

”سمجھا نہیں۔“

”میں ایک گم شدہ شخصیت کا انسان ہوں۔“

”ہاں۔ یہ بات مجھے بتادی گئی تھی اور یہ بتایا گیا تھا کہ عارف تمہارا اصل نام نہیں

ہے۔“

”چنانچہ اس کے بعد حسن و عشق کی چاشنی میرے لیے بے معنی ہو کر رہ گئی اور میں اس

سے محروم ہو گیا۔“ میں نے بدھم لہجے میں کہا۔ عفان افسردہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا تھا۔ کچھ

لہجے خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔

”لیکن دوست، زندگی میں بہت سے نقصانات ہو جاتے ہیں اور انسان ان

نقصانات کو برداشت کرنے کی اہلیت رکھتا ہے۔ تم یقینی طور پر اپنے ماضی کو تلاش کرو۔ لیکن

اس طرح کہ اپنے اوپر سوگ طاری نہ کر لو۔“

”نہیں عفان، میں نے اپنے اوپر سوگ طاری نہیں کیا۔ لیکن بس کبھی کبھی ماضی کا

خیال آجاتا ہے تو دل افسردہ ہو جاتا ہے۔ مجھے بھی تلاش ہے ان لوگوں کی جو میرے اپنے ہوں گے۔ نجانے کون ہیں وہ نجانے کہاں رہتے ہیں۔ نجانے انہوں نے مجھے کس طرح فراموش کیا ہوگا۔ کوئی ایک بات تو میرے ذہن میں آئے کچھ پتا تو چلے کہ آخر یہ سب کیا ہے۔ میں کون ہوں۔ بس اس کے بعد زندگی ایسے معاملات سے دو چار نہیں رہی۔ ویسے دوست چھوڑو کس چکر میں پڑ گئے تم۔ میں تو اپنے ماضی کے اس بھنور سے بہت عرصے پہلے نکل چکا ہوں اور اب میں اپنے حال میں زندہ ہوں۔“

”یہی تو افسوس ہے۔ میں تمہیں زندگی سے دور پاتا ہوں لیکن میری خواہش ہے کہ تم زندگی کے قریب آ جاؤ۔ عشق کرو، دوست عشق۔ انسان کی ازلی ضرورت ہے۔ اور اگر انسان اس سے دور ہو جائے تو سمجھ لو زندگی کے سارے لطف ختم ہو جاتے ہیں اور پھر جوانی کے یہی روز تو ہیں ہمارے لیے۔ اس کے بعد بڑھاپا ہوگا۔ بیوی ہوگی بچے ہوں گے۔ پھر ان بچوں کے بچے ہوں گے اور ہم۔ ہم نجانے کیا ہوں گے۔“ عفان تہقہہ ماکر ہنس پڑا اور میں بھی اس کے ساتھ ہنسنے لگا۔ پھر میں نے کہا۔

”اور عفان جب تم اس بات پر اس قدر اعتماد اور ایمان رکھتے ہو تو یقینی طور پر تمہاری زندگی میں بھی کوئی نہ کوئی شامل ہوگا۔“

”یار اتنی دیر سے یہ بک بک کیوں کر رہا ہوں۔“ عفان نے شرارت آمیز لہجے میں کہا۔

”کیا مطلب۔؟“

”میں اصل میں تمہیں اپنے عشق کی داستان سنانا ہی تو چاہتا ہوں۔“

”ارے واہ، تو پھر اتنی دیر سے خاموش کیوں ہو؟“

”بس ذرا گراؤنڈ بنارہا تھا۔“ عفان نے کہا اور تہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔ میں بھی مسکرا نے لگا تھا۔ عفان چند لمحے سوچتا رہا پھر اس نے کہا۔

”تو پوچھو نا کہ میں کس سے عشق کرتا ہوں۔“

”ہائی مائی ڈیر، عفان بتاؤ تم کس سے عشق کرتے ہو۔؟“

میں نے کہا۔

”ویری گڈ، یہ ہے ناں تمہارا اصل لہجہ۔ اصل میں تمہارا یہی لہجہ چاہتا ہوں میں۔ آہ

اس کا نام ربابی ہے۔“ عفان نے کہا۔

”یہ ربابی کون صاحب ہیں۔“

”یہ ایسی صاحب ہیں جو اس وقت بھی ہمارے ساتھ موجود ہیں۔“

”کیا مطلب۔؟“

”تمہیں علم ہے کہ ہمارے ساتھ کون کون آیا ہے۔؟“

”نہیں۔ میں نہیں جانتا۔“

”وحدت عالی اپنی دو بیٹیوں کے ساتھ آئے ہیں جن میں ایک کا نام شاہیہ ہے اور دوسری کا نام علایہ۔ وحدت عالی صاحب کے ساتھ ان کی ایک یتیم بھانجی بھی ہوتی ہے۔ اس کا نام ربابی ہے۔ ربابی نے کیلی فورنیا میں تعلیم حاصل کی ہے۔ اور اس کی تعلیم کی تمام تر ذمہ داریاں وحدت عالی نے ہی سنبھالی ہیں جس طرح میں نے جرمن میں تعلیم مکمل کی۔ اس طرح ربابی نے کیلی فورنیا میں تعلیم حاصل کی۔ مجھے ربابی سے بہت زیادہ ملنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ لیکن جب میں واپس آیا تو میرا اور ربابی کا ساتھ رہا۔ وہ بھی ایک ریزرو لڑکی ہے۔ اور اس نے ابھی تک میری جانب توجہ نہیں کی۔ لیکن میرے دل میں اس کے لیے بہت بڑا مقام ہے۔ اصل میں دوست انسان کے اندر بہت ساری کمزوریاں ہوتی ہیں۔ ان کمزوریوں میں ایک بہت بڑی کمزوری یہ بھی ہے کہ وہ اپنے عشق کی داستان کا راز دار کسی کو بنانا چاہتا ہے۔ کوئی ایسا راز دار، جو اس کی ہر کیفیت سے واقف ہو۔ اور کبھی کبھی یہ راز دار اس کے لیے بہت بڑا سہارا بن جاتا ہے۔“

”تو پھر۔؟“

”تو پھر یہ کہ میں تمہیں اپنا راز دار بنایا ہے۔ اور شاید تم اس بات پر یقین نہیں کرو گے۔ لیکن کرلو کہ اس سے پہلے میں نے کبھی اپنے عشق کی داستان کسی اور کو نہیں سنائی۔“

”ربابی کا اس کے بارے میں کیا خیال ہے۔“

”خاموش طبع ہے۔ تعلیم یافتہ ہے عشق و محبت کے کھیل کو ایک ایسا کھیل نہیں بنانا

چاہتی جس میں رسوائی ہو۔؟“

”سمجھ گیا۔“ میں نے آہستہ سے کہا۔

”تو بس اب جب کہ یہ ساری صورت حال سمجھ چکے ہو تو تمہیں میرا ساتھ دینا ہوگا۔“

”میں جس قابل بھی ہوں، حاضر ہوں۔ چاہے اس کے لیے مجھے کوئی نقصان ہی کیوں نہ اٹھانا پڑے۔“

”اس کی ذمہ داری میں لیتا ہوں کہ تمہیں کوئی نقصان نہیں اٹھانا پڑے گا۔ ہاں اگر کبھی میرا کوئی مسئلہ درپیش ہو تو براہ کرم میری مدد کرنا۔“

”کیا، علایہ اور شاہیہ کو تمہارے عشق کے بارے میں کچھ معلومات حاصل نہیں ہیں۔“

”سمجھتی ہیں، دونوں سمجھتی ہیں لیکن وہ دونوں خود بھی بہت عجیب و غریب ہیں۔“

”ہونہ۔ میں نے کہا۔ عفاف نے کچھ ایسا چکر چلایا کہ میری رسائی اندر تک ہو گئی۔ ویسے امیر حماد کے ہاں کے ماحول میں بھی کوئی ایسی خاص بات نہیں تھی۔ میں نے خود ہی اندرونی حصے سے علیحدگی اختیار کی تھی۔ جب کہ خاتون نقرہ اور امیر حماد نے بارہا مجھے اپنے ساتھ بٹھایا تھا۔ ناشتہ کرایا تھا ایک دو بار انہوں نے میرے ساتھ کھانا بھی کھایا تھا۔ لیکن بعد میں میں نے خود ہی اس چیز کی درخواست کر دی تھی کہ وہ میرے سلسلے میں اس قدر تکلف سے کام نہ لیں۔ انہوں نے میری ہر خواہش کا احترام کیا تھا۔ پھر مزید کچھ وقت گزرا، ایک دن امیر حماد نے مجھے سامنے کھڑا ہوا دیکھا، تو بلایا اور بولے۔“

”تمہیں ڈرائیونگ آتی ہے۔؟“

”شاید۔“ میں نے جواب دیا۔

”نہیں شاید نہیں۔ حقیقت بتاؤ۔ اگر آتی ہے تو تم سے مجھے ایک کام ہے۔“

”جی فرمائیے۔“

”اگر ڈرائیونگ آتی ہے تو یہ گاڑی کی چابی لو اور ذرا ان بچیوں کے ساتھ چلے جاؤ۔

انہیں کوئی کام ہے۔ اس وقت اور کوئی ڈرائیور میرے پاس نہیں ہے۔“

”جی ٹھیک ہے۔“ میں نے گاڑی کی چابی لے لی اور گاڑی میں بیٹھ کر انتظار کرنے لگا۔ لیکن آنے والی صرف ایک لڑکی تھی اور غالباً انہی مہمانوں میں سے ایک۔ لڑکی نے کہا۔

”مجھے کچھ کام ہیں۔ کیا تم ڈرائیور ہو۔؟“

”جی۔“ میں نے جواب دیا۔

”تو پھر چلو۔“

”لیکن خاتون، جس جگہ آپ کو جانا ہے کیا وہاں کا راستہ آپ کو معلوم ہے۔“

”ہاں۔ تم چلو۔“ اس نے کہا۔

”اور کوئی خاتون بھی ہیں آپ کے ساتھ۔؟“

”نہیں بابا۔ تم چلو۔ بلاوجہ سوال و جواب مت کرو۔“

اس نے کہا۔ اور میں نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ وہ عقبی سیٹ پر بیٹھ گئی تھی۔ راستہ خاموشی سے طے ہوا۔ اور وہ مجھے گاہے گاہے راستہ بتاتی رہی۔ پھر ایک عمارت کے سامنے وہ رک گئی۔ اور اس نے مجھ سے کہا۔

”انتظار کرو۔ میں ابھی واپس آتی ہوں۔“ وہ عمارت کے اندر داخل ہو گئی۔ میں

خاموشی سے بیٹھا انتظار کرتا رہا تھا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ میں نے یہاں جہوتی میں کارڈرائیونگی تھی۔ لیکن بہر حال میں کارڈرائیونگ ابھی طرح سے جانتا تھا اور یہ کوئی ایسی بات نہیں تھی۔ تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد وہ واپس آئی۔ اور کلائی پر بندھی گھڑی میں وقت دیکھتی ہوئی بولی۔

”جس شخصیت سے مجھے ملاقات کرنی تھی وہ اس وقت یہاں موجود نہیں ہے۔ ہمیں

تقریباً ایک گھنٹہ انتظار کرنا ہوگا، کیا خیال ہے کہ ایک گھنٹہ ہم گھر واپس جا کر دوبارہ آئیں یا کہیں اور انتظار کر لیا جائے۔“

”یہ آپ بہتر سمجھتی ہیں خاتون۔“

”چلو۔ یہاں سے تو چلتے ہیں۔“ اس نے کہا اور میں نے پھر کار آگے بڑھا دی۔ پھر

اس نے ایک ریستوران کے سامنے پہنچ کر کہا۔

”کار یہاں روک دو۔ اور تم میرا انتظار کرو۔ میں تھوڑی دیر ریستوران میں جا کر

بینھوں گی۔“

”جی۔“ میں نے کہا اور وہ اتر کر اندر کی جانب چل پڑی۔ لیکن پھر چند ہی لمحات کے

بعد واپس پلٹی اور میرے قریب پہنچ گئی۔

”سنو، کیا تم چائے وغیرہ پینا پسند کرو گے۔؟“

”نہیں شکریہ۔“ میں نے سر دھری سے جواب دیا۔

”اتر دو میرے ساتھ آؤ۔“ اس بار اس کے لہجے میں حکم تھا۔ میں نے گہری نگاہوں

سے اسے دیکھا اور پھر آہستہ سے نیچے اتر آیا۔ دروازہ لاک کر کے میں اس کے پیچھے چل پڑا۔

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ لڑکی نجانے مجھے کیا سمجھ رہی تھی۔ لیکن بہر حال ہو سکتا ہے کہ کسی نے اس سے میرا تعارف نہ کرایا ہو اور پھر میرے تعارف میں کوئی ایسی خاص بات تھی بھی نہیں میں اس کے ساتھ ریستوران میں داخل ہو گیا۔ ایک میز پر پہنچ کر اس نے کرسی گھسیٹی۔ بیٹھ گئی پھر بولی۔

”اب بیٹھ جاؤ۔ کھڑے کیوں ہو۔“

”شکریہ۔“ میں بیٹھ گیا، اس نے ویٹر کو اشارہ کیا اور چائے منگوائی۔“

”لوگوں کا کہنا ہے کہ تم ڈرائیور نہیں ہو۔“

”جی۔؟ میں نے حیرانی سے کہا۔“

”ہاں۔“

”لوگ کیا کہتے ہیں مجھے اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔ میرے سامنے کبھی کوئی کچھ نہیں کہتا۔“

”تمہارا نام عارف ہے ناں۔؟“

”جی۔“

”کون ہو تم۔“ پہلے کہاں رہتے تھے۔

”یہ باتیں بہتر تھا کہ آپ وہیں ان لوگوں سے پوچھتیں۔“

”مطلب۔؟“

”آپ نے مجھ سے پوچھا تھا کہ کیا میں ڈرائیور ہیں۔ میں نے یہی عرض کیا تھا کہ جی ہاں میں ڈرائیور ہوں اصولی طور پر تو مجھے آپ کے ساتھ بیٹھ کر چائے بھی نہیں پینی چاہیے تھی۔ لیکن اسے بھی میں نے آپ کا حکم سمجھ کر قبول کیا ہے۔“

”کس قسم کے انسان ہو؟“ اس نے سوال کیا۔

”اس کا فیصلہ بھی آپ ہی کو کرنا ہے خاتون۔“

”میرا نام علایہ ہے۔“

”جی۔ میں نے آہستہ سے کہا۔ اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ وحدت عالی کی بیٹی ہے۔ اس کے بارے میں غفان نے مجھے بتایا تھا۔ ویسے بھی میں نے ان دونوں کو دیکھا تھا لیکن کبھی ان پر توجہ نہیں دی تھی۔ علایہ ایک خوبصورت لڑکی تھی۔ لیکن اس کے چہرے پر ایک عجیب سی رعونت

چھائی رہتی تھی، تھوڑی دیر کے بعد ویٹر نے چائے لا کر رکھ دی تھی۔ علایہ کہنے لگی۔“

”تھوڑی بہت تعلیم تو حاصل کی ہوگی تم نے۔“

”یاد نہیں۔“ میں نے جواب دیا۔

”مجھ سے ناراض ہو۔“

”جی۔؟“ میں حیرت سے بولا۔

”میں نے شاید تمہاری توہین کی ہے۔“

”پتا نہیں۔“ میں نے جواب دیا۔

”ارے سنو، اگر میری کسی بات سے ناراض ہو تو پلیز مجھے معاف کر دو۔“

”آپ عجیب خاتون نہیں ہیں۔“ میں نے اسے دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

”کیوں۔؟“

”پتا نہیں کیسی ہیں آپ۔ امیر حماد نے مجھ سے کہا کہ آپ لوگوں کو کہیں چانا ہے۔“

آپ تنہا آئیں، مجھ سے پوچھا کہ میں ڈرائیور ہوں۔ ظاہر ہے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا تھا۔ اور

پھر میں نے آپ کے احکامات کی تکمیل کی۔ بھلا اس میں تو نئی ایسی عجیب بات ہے جو آپ

میرے سلسلے میں الجھ رہی ہیں۔“ وہ خاموشی سے مجھے دیکھتی رہی۔ دیکھتی رہی اور پھر میں نے

اس کی نظروں میں کچھ عجیب سی کیفیت محسوس کی۔ پھر وہ بولی۔

”تمہارے بارے میں تو طرح طرح کی داستانیں سنی ہیں میں نے۔“

”تعجب ہے۔ ایک ایسے بے مقصد اور بے کار آدمی کے بارے میں بھی لوگ

داستانیں گھڑ لیا کرتے ہیں۔“

”تم اپنے ماضی کو بھول چکے ہو۔“

”مجھے افسوس ہے کہ لوگ میری اس بیماری کا تذکرہ بھی اس اندازہ میں کرتے

ہیں۔“

”نہیں، نہیں۔ اندازہ کسی کا برا نہیں ہے۔ اچھا، خیر چھوڑو تم اس بات کو پسند نہیں

کرتے۔ چلو چائے پیئیں۔“ اس نے کہا۔ وہ اس کے بعد کچھ اس طرح موم ہوئی کہ نجانے

کہاں کہاں کی باتیں مجھ سے کرتی رہی۔ میں سمجھ گیا تھا کہ وہ وقت گزاری کی کوشش کر رہی

ہے۔ بہر حال اس کے بعد کافی دیر تک ہم وہاں بیٹھے رہے اور پھر اس نے کھائی کی گھڑی میں

ہو۔ میں ذرا سمجھنے کی کوشش کرو۔“

اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں نے کب منع کیا ہے۔ عفان صاحب لیکن اگر میرے ساتھ جانے

والوں نے اس بات کا تذکرہ کر دیا تو۔“

”وہ میں سنبھال لوں گا۔ علاوہ مجھ سے تعاون کرنے کے لیے تیار ہے اور غالباً صرف

ذاتی تمہارے ساتھ جائے گی۔“

”ٹھیک ہے۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ کب جانا ہے۔“

”بس تیار ہو جاؤ۔ ایسا ہوگا کہ تمہیں خصوصی طور پر میرے ساتھ تعاون کرنا ہوگا۔“

”میں تیار ہوں، میں کب منع کر رہا ہوں۔“ میں نے کہا۔ ”ہوگا یوں کہ یہاں سے

میں علاوہ کو لے کر نکلوں گا۔ ہو سکتا ہے کوئی اور بھی ساتھ ہو۔ تمہیں مجھ سے پہلے عمارت سے

نکل کر آگے جانے والے راستے پر میرا انتظار کرنا ہوگا۔ میں تمہیں وہاں سے پک کر لوں گا۔

اور تم گاڑی لے کر انٹرپورٹ نکل جانا۔ واپسی کی کوئی پریشانی نہیں ہے۔ کیونکہ گھر والوں کا ذرا

مختلف پروگرام ہوگا۔“

”ٹھیک ہے۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تو پھر میں جاؤں۔“

”ہاں کیا حرج ہے۔“

”اصل میں تم سمجھتے نہیں ہو۔ گھر کے لوگوں کا ایک خاص پروگرام ہے اور میں ربابی

سے۔“ وہ مسکرا کر خاموش ہو گیا۔ پروگرام پر عمل ہوا تھا۔ میں نے سب کچھ اس کی خواہش کے

مطابق کیا اور پھر علاوہ کو لے کر انٹرپورٹ چل پڑا۔ راستے میں علاوہ نے کہا۔

”آپ بہت مغرور معلوم ہوتے ہیں عارف۔ کسی سے بات کرنا بھی پسند نہیں

کرتے۔“ میں مسکراتے لگا پھر میں نے کہا۔

”آپ کو معلوم ہے مس علاوہ لوگ مجھے کھوئی ہوئی یادداشت کا مریض سمجھتے ہیں ہو سکتا

ہے میں دنیا بھول چکا ہوں۔ ہو سکتا ہے مجھے وہ باتیں نہ کرنی آتی ہوں جو عام لوگ کرتے

ہیں۔“

”تو میں سکھا دوں گی آپ کو وہ باتیں۔“

وقت دیکھ کر کہا۔

”چلیں۔ ہمیں اٹھنا چاہیے۔“ میں خاموشی سے اٹھ گیا تھا۔ اس نے بل کی رقم میز پر

رکھی اور ہم دونوں باہر نکل آئے۔ تھوڑی دیر تک ہم لوگ چلتے رہے اور پھر وہاں پہنچ گئے جہاں

جانا تھا۔ پتا نہیں کس کام سے یہاں آئی تھی۔ میں نے اس کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا۔

واپسی میں وہ بالکل سنجیدہ تھی۔ میں بھی عمارت میں داخل ہونے کے بعد سارے معاملات کو

بھول گیا تھا۔ یہ ایک ذمہ داری مجھے سوینی گئی تھی جو میں نے پوری کی تھی۔ لیکن شاید وہ لوگ

آہستہ آہستہ میرے سلسلے میں اپنے پروگرام تبدیل کر رہے تھے۔ کیونکہ اس کے بعد اکثر میں

ان لوگوں کے ساتھ باہر نکل جایا کرتا تھا۔ مجھے ڈرائیور کی حیثیت بے شک نہیں دی گئی تھی۔

لیکن ذاتی معاملات میں مجھے استعمال کیا جاتا رہا تھا۔ پھر اس شام عفان میرے پاس آیا۔ اس

نے بے تکلفی سے میرے شانے پہ ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

”عجیب گھوڑوں سے دلچسپی رکھنے والے ہو۔ گھوڑے بھی تمہارے لیے ترستے ہی

ہوں گے۔“

”کیوں؟“

”کیا کر رہے ہو اپنی اس عشق گاہ میں گھسے ہوئے۔“

”کچھ نہیں۔“

”باہر نکلنے کا موڈ ہے۔“

”کہیں چلنا ہے؟“ میں نے پوچھا۔

”مجھے نہیں چلنا یا۔ تمہیں جانا ہے۔“

”چلا جاؤں گا۔ بتاؤ کہاں جانا ہے۔“

”یار بابی کے ساتھ ایک پروگرام ہے۔ لیکن ڈاکٹر ہرین آ رہے ہیں۔ اور انہیں لینے

کے لئے انٹرپورٹ بھی جانا ہے۔ چند افراد چل رہے ہیں۔ اور ان میں علاوہ وغیرہ ہیں۔ ذمہ

داری میرے سپرد کی گئی تھی۔ لیکن آج ربابی کے ساتھ کچھ ایسا ہوا قتل گیا ہے کہ میرا مسئلہ

ٹیز ہا ہو جائے گا۔“

”تو پھر مجھے بتاؤ مجھے کیا کرنا چاہیے۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ان لڑکیوں کو انٹرپورٹ لے جاؤ اور پلیز یہ ظاہر نہ کرنا کہ میرے بجائے تم جا رہے

گئے۔ میں چند لمحات کے لیے خاموش ہو گیا سوال واقعی ٹیڑھا تھا ابھی تک میرے علم میں یہ بات نہیں آئی تھی کہ امیر حماد ایسا کوئی ارادہ رکھتا ہے لیکن اگر امیر حماد نے ایسا کوئی ارادہ ظاہر کیا اور مجھے اپنے ساتھ لے جانا چاہا تو مجھے کیا کرنا چاہیے پھر وہی سوال ذہن میں آ کھڑا ہوا تھا کہ کچھ نہ کروں تو کیا کروں وقت کے دھارے جس طرف منہ موڑیں اسی طرف مڑتے رہنا چاہیے چلتے رہنا چاہیے بھلا زندگی میں کوئی خاص مقصد ہو تو انسان اس بارے میں سوچے کہ اسے کیا کرنا چاہیے اور کیا نہیں کرنا چاہیے جب مقصد ہی نہ ہو تو پھر ہواؤں کا رخ زیادہ مناسب ہوتا ہے اور میری لیے ہواؤں کا رخ ہی زیادہ مناسب تھا۔

”پھر خاموش ہو گئے۔“

”نہیں میں سوچ رہا ہوں واقعی مجھے اس بارے میں کچھ علم نہیں تھا اور آپ کہتی ہیں کہ میری اتنی اہمیت ہے وہاں۔“

”بس بس جانے دیجئے۔ اس نے کہا اور میں خاموش ہو گیا تھوڑی دیر کے بعد ہم ائر پورٹ پہنچ گئے میں نے گاڑی پارکنگ لائٹ میں کھڑی کی تو وہ کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی دیکھتے ہوئے بولی۔“

”میرا خیال ہے ابھی فلائٹ آنے میں کچھ دیر ہے پھر بھی میں معلوم کیے لیتی ہوں۔“

”آپ تشریف رکھیے میں معلوم کر کے آتا ہوں۔“

”پلیز ٹھینک پو“ اس نے کہا اور میں اتر کر اندر چلا گیا۔ جس فلائٹ کے بارے میں مجھے بتایا گیا تھا اس کے آنے میں واقعی ابھی دیر تھی چنانچہ میں نے واپس آ کر اسے بتایا تو وہ بولی۔

”مجھے خود بھی اندازہ تھا بلکہ اندازہ کیا تھا یوں سمجھ لیجئے کہ عفان بھائی نے اس سلسلے میں مجھ سے درخواست کی تھی کہ میں ذرا جلدی نکل آؤں تاکہ عفان بھائی کو بھی وہاں سے نکلنے کا موقع مل جائے۔“ وہ بولی اور پھر کہنے لگی۔

”اندر آ جائیے ناں بیٹھ کر باتیں کریں گے۔“ میں اندر بیٹھ گیا تو وہ ہنس پڑی پھر بولی۔

”ویسے کیا آپ کو عفان بھائی کے بارے میں تفصیل کا علم ہے۔“

”آپ کو تکلیف ہوگی۔“

”یہ باتیں تو اچھی طرح جانتے ہو۔“ وہ کسی قدر ترش لہجے میں بولی۔

”بہر حال آپ کی گفتگو بہت اچھی ہوتی ہے مجھے لطف آتا ہے اس میں۔“

”تو پھر آج سے ایک بات طے کر لی جائے۔“

”کیا۔“

”ہم دونوں ملا کریں گے ایک دوسرے سے باتیں کیا کریں گے۔“

”آپ کو میری حیثیت کا علم ہے۔“

”ہاں علم ہے اسی بنیاد پر تو کہہ رہی ہوں۔“

”کیا علم ہے آپ کو میری حیثیت کا؟“

”یہ کہ امیر حماد، خاتون فقرہ اور باقی تمام لوگ آپ کو بڑی اچھی نگاہوں سے دیکھتے

ہیں خود امیر حماد میرے ڈیڈی سے آپ کی تعریفیں کر رہے تھے آپ کو اندازہ نہیں ہے کہ وہ لوگ آپ کے بارے میں کتنے اچھے خیالات رکھتے ہیں۔ امیر حماد کہہ رہے تھے کہ اگر وہ مہم جوئی کے لیے اس بار نکلے تو آپ کو ضرور اپنے ساتھ رکھیں گے۔“

”مہم جوئی۔“

”ہاں۔“

”کیسی مہم جوئی؟“

”اب اس بارے میں مجھے اتنی تفصیل سے نہیں معلوم لیکن آپ کو معلوم ہے کہ امیر

حماد مہم جو ہیں دنیا کے مختلف گوشوں کی میر کرچکے ہیں، خاندانی رئیس ہیں بے شمار کاروبار ہیں ان کے ان کی زیادہ تر زندگی صحراؤں اور پہاڑوں کی خاک چھانتے ہوئے گزری ہے اور اس بار بھی ہم لوگ یعنی میرے ڈیڈی وحدت عالی اسی خیال کے تحت یہاں آئے ہیں، امیر حماد کوئی مہم ترتیب دے رہے ہیں۔“

”اوہ واقعی میرے علم میں یہ بات نہیں تھی۔“ میں نے کہا۔

”چلیے میں کسی طرح سے آپ کے لیے معلومات کا ذریعہ بنی۔“

”ہاں یہ بات تو ہے۔“

”اگر امیر حماد آپ سے کسی مہم پر چلنے کے لیے کہیں گے تو کیا آپ اسے پسند کریں

آمد کا اعلان ہوا اور پھر علایہ نے ان دونوں باپ بیٹیوں کا استقبال کیا، ڈاکٹر ہرین کو دیکھ کر یہ اندازہ ہی نہیں ہوتا تھا کہ وہ کوئی عمر رسیدہ شخصیت ہے۔ بلند وبالا قد و قامت کا مالک نیلی آنکھوں والا باپ اس قدر خوبصورت تھا تو بیٹی کیوں نہ ہوتی، بڑا سڈول جسم تھا اس کا اور اس کی چال میں نوجوانی کی سی کیفیت پائی جاتی تھی بہت خوبصورت لڑکی تھی وہ یورپ کا مخصوص انداز لیے ہوئے جب کہ یہ لڑکیاں اپنے چہروں میں مشرقیت رکھتی تھیں۔ بہر حال علایہ نے اس کا استقبال بڑے اچھے انداز میں کیا اور اس نے مجھ سے بھی اس کا تعارف کروایا اور اس کے بعد ہم لوگ وہاں سے چل پڑے۔ یہاں بھی تمام لوگ موجود تھے سوائے عفان اور ربابی کے جسے میں نے ابھی تک نہیں دیکھا تھا۔ سب لوگوں نے ان کا بڑا پر جوش استقبال کیا اور اس کے بعد وہ اندر چلے گئے میں نے جان بوجھ کر ان کے ساتھ قدم آگے نہیں بڑھائے تھے علایہ بھی بیٹھے مجھے فراموش کر بیٹھی تھی میں بھی گاڑی کھڑی کر کے اپنی رہائش گاہ کی جانب چل پڑا حاتم میرے کمرے کی صفائی کر رہا تھا پھر خاصا وقت گزر گیا اور میں تمام باتیں نظر انداز کر بیٹھا اپنے طور پر میں گہری سوچوں میں مصروف تھا حاتم بدستور اپنے کاموں میں لگا ہوا تھا۔ اس نے مجھ سے چائے یا کافی کے بارے میں بھی پوچھا تھا لیکن میں نے اس سے انکار کر دیا نہ جانے کیوں حاتم مجھ سے کہنے لگا۔

”عالی طرب ایک سوال کروں آپ سے؟“ میں نے چونک کر حاتم کو دیکھا عموماً حاتم بہت کم بات کیا کرتا تھا بس میں جو سوال اس سے کرتا وہ اس کا باادب طریقے سے جواب دیتا میرا پورا پورا خیال رکھتا میں نے فوراً اس کی جانب متوجہ ہو کر کہا۔

”ہاں کہو حاتم کیا بات ہے؟“

”کسی پریشانی کا شکار معلوم ہوتے ہیں آپ ان دنوں۔“

”نہیں حاتم ایسی تو کوئی بات نہیں کیا تم نے محسوس کیا۔“

”ہاں بس دل چاہا کہ آپ سے یہ بات معلوم کروں۔“

”نہیں ایسی کوئی خاص بات نہیں ہے۔“

”عالی طرب ایسی کوئی الجھن ہو تو مجھے بتا دیا کریں آپ کے لیے کچھ کر کے مجھے دلی

خوشی ہوگی۔“

”کیا بات ہے آج کچھ جذباتی سے نظر آ رہے ہو۔“

”مختصر۔“

”ربابی بہت اچھی لڑکی ہے لیکن بے حد سنجیدہ، پتہ نہیں عفان بھائی اس سے کیا کیا باتیں کرتے ہوں گے۔“

”آپ نے کبھی نہیں سنی۔“

”نہیں میں ایسی شخصیت کی مالک نہیں ہوں۔“

”لیکن بہر حال آپ کو اس کا علم تو ہے۔“

”ہاں شاہیہ کو بھی ہے۔“

”مس شاہیہ کو بھی آپ کے ساتھ آنا تھا۔“

”ہاں لیکن عین وقت پر اس نے اپنا ارادہ ملتوی کر دیا۔ ویسے بھی شاید آپ کو یہ بات

معلوم نہیں ہے کہ اسٹیلا میری دوست ہے میری گہری دوست۔“

”اسٹیلا کون ہے۔“

”ڈاکٹر ہرین کی بیٹی۔“

”وہ بھی ساتھ آ رہی ہیں۔“

”وہی تو ساتھ آ رہی ہے ویسے ڈاکٹر ہرین بڑی شاندار شخصیت کے مالک ہیں تم اگر

ان کی کوٹھی دیکھو گے تو حیران رہ جاؤ گے ایک اتنی خوبصورت کوٹھی جو اپنی مثال آپ ہے۔“

”ہوں۔“ میں نے آہستہ سے کہا میرا ذہن امیر حماد کے الفاظ کی طرف چلا گیا تھا

ڈاکٹر ہرین ماہر نفسیات تھا اور امیر حماد یہ ارادہ رکھتا تھا کہ وہ میرا علاج کرے پتہ نہیں سب

چکر کیا چل رہا تھا حالات کا ایک الجھاؤ تھا جو میرے ذہن میں الجھا ہوا تھا لیکن یہ حقیقت ہے

کہ یہ سارے کے سارے حالات بے حد دلچسپ تھے اور ان میں سب سے زیادہ حیران کن

شخصیت اس لڑکی کی تھی کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ کون ہے اور امیر حماد جیسی اچھی شخصیت

کے مالک نے اسے کیوں قید کر رکھا ہے دوسری بات یہ کہ مجھ پر تو یہ انکشاف ہی تھا کہ وہ یہاں

باقاعدہ ایک مہم جوئی کی تیاریاں ہو رہی ہیں اور مہم جو حضرات اس انداز میں یہاں پہنچ رہے

ہیں پھر علایہ مجھے اسٹیلا کے بارے میں تفصیلات بتاتی رہی۔ غرض یہ کہ خاصا وقت گزر گیا اور

پھر وہ کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی دیکھ کر سینچے اتر گئی۔

”میرا خیال ہے کہ وہ لوگ آنے والے ہوں گے۔“ تھوڑی دیر کے بعد طیارے کی

”جذبات ہی تو زندگی کی علامت ہوتے ہیں۔“

”عالی طرب، دل میں کبھی کبھی کسی کے لیے محبت ابھرتی ہے تو انسان کا دل بے اختیار چیخنے لگتا ہے کم از کم اسے اپنے اس پیار سے آگاہ تو کیا جائے عالی طرب ایسے معاملات کو سینے میں دبالیٹا بڑا مشکل کام ہوتا ہے۔“

”تو تمہارے دل میں میرے لیے کوئی خاص محبت ابھری ہے۔“

”ابھرتی رہتی ہے عالی طرب اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ مجھے آپ کے خادموں کا درجہ دیا گیا ہے لیکن آپ مجھ سے جس عزت و احترام سے بات کرتے ہیں کبھی اس طرح کا کوئی کام مجھ سے نہیں کہتے جو آپ کی نگاہوں میں اچھا نہ ہو جب کہ میں تو خلوص دل سے اس کے لیے تیار رہتا ہوں۔ عالی طرب جب بھی یہ باتیں سوچتا ہوں میرے دل میں آپ کے لیے محبت ابھر آتی ہے۔“

”کوئی خاص بات نہیں ہے حاتم بابا ویسے تو انسان کے ذہن میں نجانے کیا کیا خیالات ابھرتے رہتے ہیں کبھی کبھی اپنے ان محسنوں کے بارے میں سوچتا ہوں جن میں امیر حماد اور خاتون نقرہ ہیں تو دل میں خیال آنے لگتا ہے کہ ان کے بارے میں زیادہ سے زیادہ جاننے کی کوشش کروں مگر پھر یہ احساس ہوتا ہے کہ کہیں یہ کوشش مداخلت نہ تصور کی جائے اس لیے اپنے خیالات سینے میں دبا کر خاموش ہو جاتا ہوں۔“

”یہ سادہ سے لوگ ہیں جتنا آپ کو ان کے بارے میں معلوم ہو چکا ہے میرا خیال ہے ان میں چند باتوں کے سوا اور کوئی خاص بات نہیں ہے۔“

”اور انہی چند باتوں میں میرا ذہن الجھتا ہے۔“

”میں سمجھ رہا ہوں کہ آپ کیا سوچ رہے ہیں؟“ حاتم نے کہا اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

”کیا سوچ رہا ہوں؟“

”وہ لڑکی یقیناً وہ لڑکی آپ کے ذہن میں ہوگی اور آپ یقین کریں کہ وہ لڑکی ہر ایک کے ذہن میں اسی طرح سے ہے امیر حماد نے شاید زندگی میں پہلی بار اپنے ساتھیوں اور اپنے محبت کرنے والوں سے اس لڑکی کا راز چھپایا ہے اور اگر میری بات ناگوار نہ گزرے عالی طرب تو میری آپ سے بھی یہی درخواست ہے کہ اس وقت تک اس سلسلے میں خاموشی

اختیار کریں جب تک کہ کسی بہتر ذریعے سے آپ کو اس کے بارے میں معلومات نہ ہو جائے۔“ میں خاموش ہو گیا تھا چند لمحے کی خاموشی کے بعد حاتم نے مجھ سے کہا۔

”عالی طرب میری بات پر ناراض تو نہیں ہوئے۔“

”نہیں حاتم تم بالکل ٹھیک کہہ رہے۔“

امیر حماد کی حویلی مختلف مصروفیات کا مرکز تھی دوسرے دن ڈاکٹر ہرین کے اعزاز میں ایک چھوٹی سی پارٹی دی گئی جس میں بہت سے اجنبی لوگ شامل ہوئے یہ یہاں کے مقامی تاجر بھی تھے دوسرے شعبوں سے تعلق رکھنے والے لوگ بھی میری بھی کچھ ذمہ داریاں لگائی گئی تھیں لیکن میں نے خاص طور سے یہ بات محسوس کی کہ یہ ذمہ داریاں وہ تھیں جو اس حویلی یا کوٹھی کے اہم ترین افراد کی ہوا کرتی ہیں مجھ سے خاص طور سے عمدہ لباس پہننے کی فرمائش کی گئی تھی اور خاتون نقرہ نے اس دن ایک بار پھر مجھ پر اپنی عجیب سی توجہ کا اظہار کیا تھا انہوں نے خود میرے لیے لباس کا انتخاب کیا کہنے لگیں۔

”جو کچھ کر رہے ہو اگر تم خود اس سے مطمئن ہو تو ٹھیک ہے ہم تمہارے اطمینان میں دخل انداز نہیں ہوں گے لیکن ہم سے پوچھو تو ہم غیر مطمئن ہیں۔“ میں نے حیرت سے خاتون نقرہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”خاتون بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کوئی بات انسانی سمجھ سے باہر ہوتی ہے اور اگر میں کسی بات کو سمجھ ہی نہ پاؤں تو اس سلسلے میں میری نا سمجھی ہی کو تصور کیا جائے گا نا فرمائی کو نہیں۔“

”یہی سب سے بڑی خرابی ہے عمر کے جس دور میں ہو اس میں تمہارے اندر سرکشی ہونی چاہیے ضد ہونی چاہیے یا پھر ہمارے اندر کوئی کمی رہ گئی ہے اور ہم تمہیں یہ سمجھانے میں ناکام رہے ہیں کہ تم یہاں نہ تو ملازم کی حیثیت رکھتے ہو نہ اجنبی کی تم ہم میں سے ایک ہو اور ہمیں کتنی خوشی ہوتی اس وقت جب تم اپنے دل میں بھی یہی تصور کر لیتے۔“

”میں اس کے لیے معذرت خواہ ہوں جہاں تک آپ کے ان الفاظ کا تعلق ہے تو یقین دلانے کے لیے کونسا ایسا طریقہ کار اختیار کیا جاسکتا ہے کہ آپ کو یقین آجائے کہ یہاں مجھے جو عزت و احترام اور جو وقار دیا گیا ہے اس کے لیے میرے پاس شکریہ ادا کرنے کے الفاظ نہیں ہیں۔“

”کہا نا ہی تو خرابی ہے اگر شکایتیں کرتے تو زیادہ اچھا لگتا۔“ میں ہنسے لگا تو خاتون نقرہ نے کہا۔“

”بہت جلد تم پر اور بھی کچھ انکشافات کیے جائیں گے ویسے اگر ہو سکے تو ہمیں اس تصور سے نجات دلا دو کہ تم یہاں اپنے آپ کو اجنبی محسوس کرتے ہو۔“

”میں انتہائی کوشش کروں گا کہ ایسی کوئی شکایت نہ ہو۔“ اور میں نے یہ کوششیں شروع کر دیں آج کی پارٹی میں میں نے ایک خوبصورت لباس پہنا اب یہ بات تو آپ سے کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ زندگی کس انداز میں گزر رہی تھی کیا کچھ نہیں دیکھا تھا میں نے بے شک ماضی میری یادداشت سے گم ہو گیا تھا لیکن وہ احساسات تو باقی تھے جو عمل کی منزل کا تعین کرتے ہیں۔ سو عمل کی اس منزل سے گزر رہا تھا اور اس وقت لباس میں میں نے جس قدر نفاست کا ثبوت دیا تھا۔ وہ سبھی کی نگاہوں کا مرکز بن گیا۔ پارٹی میں بہت سے لوگوں نے مجھ سے تعارف حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اور امیر حماد نے ان میں سے ایک ایک سے میرا تعارف کرایا۔ اپنے ایک دوست اپنے ایک گہرے فہم کی حیثیت سے علاوہ شاہینہ خانی آنے والی لڑکی اسٹیلا اور عفان کی منظور نظر رہانی میں ایک خاص تمکنت پوشیدہ تھی ایک ایسا انداز تھا اس کا کہ انسان اسے دیکھ کر اس سے متاثر ہوتا تھا لیکن حسن و جمال میں اسٹیلا بھی کم نہیں تھی وہ اپنے طور پر ایک الگ ہی شخصیت رکھتی تھی اور اس وقت مشرقی لباس میں بے حد خوبصورت نظر آ رہی تھی۔ ڈاکٹر ہرین بھی اپنی شاندار شخصیت کے ساتھ موجود تھا بہت عمدہ پارٹی رہی اور اس میں میں اپنا فرض ادا کرتا رہا چھوٹی چھوٹی سی خوبصورت باتیں بھی ہونیں اور مجھے یوں محسوس ہوا جیسے آج پہلی بار میرے دل میں خوشی کا ایک احساس جاگا ہو بڑی اپنائیت تھی ان لوگوں میں، خاتون نقرہ تو عموماً میرے آس پاس ہی رہی تھیں انہوں نے اس طرح مجھے اپنے آپ میں شامل کر لیا تھا کہ مجھے ذرہ برابر کسی قسم کا احساس نہیں ہونے پایا تھا، بہر حال خوب دلچسپیاں رہیں، اسٹیلا نے مجھ سے بہت سی باتیں کیں اور خاصی رات گئے یہ پارٹی ختم ہوئی بہت دیر تک ہم بعد میں بھی ایک ساتھ بیٹھے رہے تھے۔ پھر میں اپنی رہائش گاہ پر واپس آ گیا میں نے ایک خاص بات محسوس کی تھی وہ یہ کہ علاوہ مجھے مسلسل دیکھتی رہی تھی اور نجانے اس کی آنکھوں میں کیسی عجیب سی کیفیات تھیں دوسری صبح معمول کے مطابق تھی میرے ذہن میں ایک بار پھر وہ مظلوم سی لڑکی آگئی تھی جسے اس شاندار رہائش گاہ میں ایک قیدی بنا کر رکھا گیا تھا

نجانے اس قیدی کی حیثیت کیا ہے لیکن اس کے بعد میں نے دوبارہ اس طرف جانے کی ہمت نہیں کی تھی۔ دل تو چاہتا تھا کہ ذرا جا کر اس کا حال بھی دیکھا جائے لیکن بس کچھ ایسی ہی صورت حال تھی کہ میں دل مسوس کر رہ گیا تھا۔ یہ مداخلت واقعی کہیں امیر حماد کے لیے ناگواری کا باعث نہ ہو اور میں نہیں چاہتا تھا کہ امیر حماد کے دل میں میرے لیے کوئی بھی برا تصور پیدا ہو کچھ اور وقت گزر گیا ان لوگوں کی مجھ سے دلچسپیاں بڑھتی جا رہی تھیں اور اب خاصی رونق ہو گئی تھی یہاں ان مہمانوں کے آنے سے چنانچہ مجھے کچھ زیادہ ہی مصروف رہنا پڑتا تھا لیکن اس دن شام کے تقریباً پانچ بجے کا وقت تھا جب حاتم نے مجھ سے کہا کہ امیر حماد مجھے بلارہے ہیں میں حاتم کے ساتھ ہی چل پڑا تھا۔ امیر حماد اپنے کمرہ خاص میں بیٹھے ہوئے تھے رابدار یوں سے گزرتا ہوا آخر کار اس بڑے کمرے میں پہنچ گیا امیر حماد کے ساتھ ڈاکٹر ہرین بھی موجود تھا ڈاکٹر ہرین نے مجھ سے پرجوش مصافحہ کیا اور مجھے بیٹھنے کی پیشکش کی، امیر حماد خود اپنی جگہ سے اٹھا اور میں نے اپنے اس کمرہ خاص کا دروازہ بند کر دیا میں کچھ عجیب سی کیفیت محسوس کر رہا تھا امیر حماد کے واپس آنے کے بعد ہرین نے کہا۔“

”مائی ڈیئر مسٹر عارف! امیر حماد نے مجھ سے ٹیلی فون پر آپ کے بارے میں گفتگو کی تھی اور آپ کا پرابلم بتایا تھا اصل میں کسی بھی مسئلے میں کوئی بھی شخص اپنے آپ کو آخری حیثیت کا مالک قرار نہیں دے سکتا، میں ماہر نفسیات بھی ہوں اور دماغی معالج بھی اپنی اس زندگی میں میں نے بہت سے ایسے کام کیے جن کو سراہا گیا ہے بعض اوقات کسی انتہائی ہوش مند آدمی کے ذہن میں کوئی ایسی نفسیاتی گرہ پڑ جاتی ہے جس سے وہ اپنے ماضی سے جدا ہو جاتا ہے لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کا رابطہ کبھی اپنے ماضی سے نہ ہو سکے، وہ نفسیاتی گرہ کھل جائے تو اسے اپنا ماضی یاد آ جائے ہو سکتا ہے کہ کوئی ایسا واقعہ آپ کے ساتھ بھی پیش آیا ہو۔ سب سے زیادہ افسوس کی بات یہ ہے کہ آپ اپنے نام سے بھی نا آشنا ہو گئے ہیں۔ اگر آپ کی اجازت ہو تو میں آپ کا تھوڑا سا معائنہ کرنا چاہتا ہوں اصل میں میرے ساتھ یہ آسانی تھی کہ امیر حماد نے مجھے پہلے سے آپ کے بارے میں بتا دیا تھا چنانچہ کچھ ایسی چیزیں میں اپنے ساتھ لے کر آیا ہوں جو میرے اسپتال میں ہی ہو سکتی تھیں لیکن میں خود بھی ایک موجد رہا ہوں اور ہر اس چیز کو جو میرے کام میں میری معاون ہو سکتی ہے میں نے اپنی انتہائی کاوشوں سے مختصر کیا ہے، یہ چھوٹی سی مشینری جو آپ یہاں دیکھ رہے ہیں دماغی تجزیے کے

لیے انتہائی موثر ہے اس کا استعمال بالکل بے ضرر اور کسی بھی طرح کی تکلیف پہنچانے کا حامل نہیں ہو سکتا لیکن آپ کی اجازت بہت ضروری ہے۔“

”اس وقت امیر حماد نے مجھے اسی کام کے لیے منتخب کیا ہے ہم یقینی طور پر آپ کو پہلے سے اس کی اطلاع دے دیتے لیکن یہ بھی ہماری کادشوں کا ایک نتیجہ ہے یعنی اگر پہلے سے کسی کو اس کے لیے تیار کر دیا جائے تو اس کی سوچ میں تھوڑی سی تبدیلی رونما ہو جاتی ہے اور ہم اصل حقیقتوں کو نہیں تلاش کر سکتے آپ کو ہنگامی طور پر یہ فیصلہ کرنا ہے میری اس خدمت کو قبول کریں گے۔“

”مجھے اعتراض نہیں ہے، پہلے بھی امیر حماد نے مجھ سے اس بارے میں کہا تھا میں نے انہیں اس بارے میں کوئی جواب نہیں دیا تھا اصل میں ان کی محبتوں نے مجھے اپنے آپ سے بالکل مطمئن کر دیا ہے اور میں یہاں خود کو اپنے ہی گھر میں محسوس کرتا ہوں کیونکہ اس احساس کی کچھ وجوہات ہیں۔“

”میں سمجھ رہا ہوں اور یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ آپ ذہنی طور پر مطمئن ہیں پھر کیوں نہ آج یہ کام کر ہی ڈالا جائے۔“

”میں حاضر ہوں۔“

میں نے جواب دیا بات صرف امیر حماد کی نہیں تھی بھلا کس کے دل میں یہ خواہش نہیں ہوگی اپنے آپ کو جاننا اور پھر اپنے آپ سے اجنبی ہونا تو سب سے زیادہ تکلیف کا باعث ہوتا ہے ہو سکتا ہے ڈاکٹر ہرین میرے بارے میں کچھ ایسے انکشافات کریں جو مجھے میری اصلیت کے قریب پہنچا دے مجھے آمادہ پا کر امیر حماد نے بھی خوشی کا اظہار کیا تھا، ڈاکٹر ہرین نے کہا۔

”اور امیر حماد اگر آپ مناسب طریقے سے اس کا بندوبست نہ کر سکے ہوں تو میں ایک بار پھر آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ باہر جائیے اور لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اس وقت تک جب تک میں ان کا ذہنی تجزیہ کر رہا ہوں کوئی ایسی آہٹ دھماکہ یا آواز مجھے نہ سنائی دے جو ہمارے کام میں خلل اندازی کر سکے۔“

”ایک ایک فرد کو آگاہ کر دیا ہے میں نے اس بات سے۔ امیر حماد نے کہا۔“

”تو پھر ٹھیک ہے میں اپنے کام کا آغاز کرتا ہوں۔ ہرین بولا اور اس کے بعد اس

نے مجھے وہاں سے اٹھایا غالباً پہلے سے یہاں تمام ہندوبست کیا گیا تھا ایک آرام دہ کرسی پڑی ہوئی تھی برابر کی میز پر کچھ عجیب سے ساز و سامان رکھے ہوئے تھے ایک بڑا سا یا کس بھی میز پر موجود تھا جس میں نجانے کیا کیا کچھ تھا مجھے کرسی پر بٹھانے کے بعد ڈاکٹر ہرین اپنی مشینوں پر مصروف ہو گیا ایک چھوٹی سی مشین اس نے اشارت کی جس میں باریک باریک سوراخ تھے۔ ان میں سے روشنیاں نکل کر میرے چہرے پر مذکور ہو گئی تھیں پھر ڈاکٹر ہرین نے کچھ اور انتظامات کیے میرے سر پر ایک ہیڈ فون جیسی چیز لگا دی گئی ماتھے پر ایک پٹی سی کس دی گئی ڈاکٹر ہرین کے بارے میں مجھے زیادہ تفصیل سے تو نہیں معلوم تھا۔ لیکن جو کادشیں وہ کر رہا تھا کہ بہر حال وہ بھی اپنے فن کا ماہر ہے اور اس بارے میں بہت کچھ جانتا ہے اس کے پاس چھوٹی چھوٹی لاتعداد مشینیں تھیں، وہ مجھے مشینوں کے دور سے گزار رہا تھا اور اپنے طور پر ایک پیڈ پر کچھ نوٹ بھی کرتا رہا۔ پھر مشینوں کا سلسلہ ختم ہو گیا تو ڈاکٹر ہرین میرے سامنے کرسی ڈال کر بیٹھ گیا۔“

”میں تمہیں کسی نام سے بھی مخاطب نہیں کروں گا کیونکہ تمہارا اصل نام تمہارے ذہن میں غیر محفوظ ہے۔ اور تم خود اس کے بارے میں نہیں بتا سکتے لیکن جب تم نے اپنے آپ کو محسوس کیا یعنی وہ لمحات جب تمہیں یہ احساس ہوا کہ تم کچھ ہو، اس وقت کی صورت حال بتاؤ۔“

”اس وقت کی صورت حال یہ تھی ڈاکٹر ہرین کہ میں ایک جزیرے پر تھا۔“

”جزیرے کا نام؟“ ڈاکٹر ہرین نے پوچھا اور میں نے اس جزیرے کا نام بتا دیا۔ میں نے اسے ماضی کی وہ کہانی سنائی جب میں نے اپنے آپ کو محسوس کیا تھا اور میں ایک عجیب و غریب کیفیت کا شکار تھا۔ پھر میں نے جزیرے سے نکل آنے کا معاملہ اور اس کے بعد کی داستان، ان دونوں کو سنائی۔ دونوں کے چہرے دھواں دھواں ہو گئے تھے۔ امیر حماد کے چہرے پر بھی بڑے حیرت کے آثار تھے۔ یہ سارے کام ختم ہو گئے تو ڈاکٹر ہرین اپنے ساز و سامان کو سمیٹنے لگا۔ امیر حماد سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ اور ڈاکٹر ہرین بھی کھویا کھویا سا تھا۔ تمام کاموں سے فارغ ہونے کے بعد ڈاکٹر ہرین نے امیر حماد کو دیکھا اور بولا۔

”صرف چند الفاظ عارف کی ذہنی کیفیت کسی معمولی حادثے سے متاثر نہیں ہوتی ہے۔ اس وقت سے اب تک کی کہانی جب انہوں نے اپنے آپ کو محسوس کیا۔ اس قدر حیران کن ہے تو ان کی ماضی کی کہانی کیا ہوگی۔ آہ اگر مجھے موقع مل گیا تو تم یقین کرو مسر حماد کہ

میری دلی خواہش ہوگی کہ میں اس شخص کو اس کی اصلیت میں واپس لاؤں۔ تم جانتے ہو میرے پاس دولت کی کمی نہیں ہے لیکن یہ میری زندگی کا سب سے بڑا شاہکار ہوگا۔ میری تو ذہنی کیفیت ہی بدل گئی ہے۔“

”بہر حال۔ اس نفسیاتی تجزیے سے تم نے جو نتیجہ اخذ کیا ہے میں اس کے بارے میں جانتا چاہتا ہوں۔“

”پہلی بات تو میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ جو حادثہ اس شخص کے ساتھ ہوا ہے وہ معمولی حادثہ نہیں ہوگا اور یہ خود بھی کوئی معمولی شخصیت نہیں ہے۔ میں تو یہ سوچتا ہوں کہ کہیں، کہیں کہیں کہیں۔“ ڈاکٹر ہرین خاموش ہو گیا تو امیر حماد نے کہا۔

”اس شخص کو اس کا جائز مقام دیا جائے اور آہ۔ کاش کوئی ایسا موقع مجھے حاصل ہو جائے کہ میں اسے اس کی صحیح یادداشت واپس کر سکوں۔ تم یقین کرو، یہ ایک عجوبہ ہوگا۔“

امیر حماد گہری سانس لے کر گردن ہلانے لگا پھر بولا۔
”لیکن امیر حماد اگر مجھ سے میری رائے معلوم کی جائے تو اب میں یہ کہنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتا کہ آپ جیسے اچھے لوگ بھی اس دنیا میں کم ہی دستیاب ہوتے ہیں، خاتون فقرہ نے میرے ساتھ جو محبت بھرا سلوک کیا ہے اسے میں موت کے وقت تک نہیں بھول سکوں گا۔ اور امیر حماد آپ نے مجھے جو عزت کا مقام دیا ہے وہ بھی میرے اوپر بہت بڑا احسان ہے۔“

”نہیں اب یہ الفاظ نہ کہو عارف، ہماری خواہش ہے بلکہ ڈاکٹر ہرین کیا یہ بھی ہمارا ایک ایڈونچر نہیں ہوگا کہ ہم عارف کو اس کی اصل شخصیت دیں۔ تم اپنی کارروائی میں اپنے آپ کو تنہا محسوس نہ کرو۔ بلکہ میں تو اب یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا ہوں کہ میرے دونوں کاموں میں سے کون سا کام اہمیت کا حامل ہے۔ یہ بات تم بھی جانتے ہو ڈاکٹر ہرین کہ دولت اور عظیم الشان جواہر کے ذخائر میری منزل نہیں ہیں میں تو بس ایک پراسرار دنیا کا شائق ہوں۔ جس کے بارے میں مجھے صحیح معلومات حاصل ہو جائیں۔ باقی کچھ حاصل ہو یا نہ ہو۔“ امیر حماد ایک دم خاموش ہو گیا۔ ڈاکٹر ہرین بھی عجیب سی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ امیر حماد نے چور نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔ لیکن میں سادہ اور سپاٹ چہرہ لیے بیٹھا تھا۔ ڈاکٹر ہرین نے کہا۔

”بہر حال کام مکمل ہو گیا۔ مسٹر عارف، آپ چاہیں تو جاسکتے ہیں۔“

”ایک سوال کرنا چاہتا ہوں آپ سے ڈاکٹر ہرین۔“

”آپ کے ان اقدامات سے مجھے یہ اندازہ ہو گیا کہ آپ نہایت قابل شخصیت ہیں لیکن آپ کی یہ قابل شخصیت خاتون فقرہ کے لیے اب تک کیوں بے اثر ہے۔ میں اس سوال کا جواب چاہتا ہوں۔“ ایک بار پھر امیر حماد کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ اس نے میری طرف دیکھا تو ڈاکٹر ہرین نے کہا۔

”اس کا ماضی بے شک کھو گیا ہے لیکن اس کا حال اس کی گرفت میں ہے۔ تم یہ کیوں نہیں سوچتے۔“ امیر حماد ایک ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا تھا۔ تب ڈاکٹر ہرین نے مجھ سے کہا۔

”اصل میں ہماری معزز بہن فقرہ ایک ایسے ذہنی حادثے کا شکار ہوئی ہے جس نے اس کے احساس کو متاثر کیا ہے، اس کے دماغ یا اس کے ذہن کو نہیں، اس کے اندر ایک ایسی عورت آ رہی ہے جو زندگی کے اس احساس سے محروم رہی ہے جس میں عورت پہلے بیوی اور پھر ماں ہوتی ہے۔ وہ ایک بیٹی، ایک بہن، اور ایک عورت کی حیثیت سے تو بھرپور طریقے سے پروان چڑھی ہے لیکن اسے اس کی محبت کا وہ مقام نہیں مل سکا جو اس کی آرزو تھی اور حق بھی تھا۔ وہ نفسیاتی مریضہ نہیں ہے۔ اس نے اپنے اوپر محبت کی یہ چادر لپیٹ لی ہے اور وہ مجسم ہوتا ہے۔ یہ مانتا کسی کے لیے بھی جاگ اٹھے۔ تعجب کی کوئی بات نہیں ہوگی۔“ ڈاکٹر ہرین کی اس بات کے بعد اس سے کوئی اور سوال غیر مناسب تھا۔ پھر کچھ وقت کے بعد، مجھے وہاں سے نجات مل گئی، ڈاکٹر ہرین اور امیر حماد وہیں رہے تھے۔ میں ایک بار پھر اپنے ماضی کے عذاب میں گرفتار ہو گیا تھا آج چونکہ ماضی کی کہانی دہرائی تھی اس لیے یہ تڑپ دل میں شدت اختیار کر گئی کہ آخر اس جزیرے پر پہنچنے سے پہلے میں کہاں تھا۔



وہیں سے تو بات بگڑی تھی اس سے پہلے کیا تھا آہ کیا کوئی ایسا کردار کوئی ایسا تصور ذہن میں آجائے جو مجھے ماضی سے روشناس کر دے پھر کافی گھٹنے اسی اذیت کا شکار گزرے اور اس کے بعد اگر وہ تعجب خیز واقعہ نہ ہو جاتا تو نجانے کب تک میں مشکل میں گرفتار رہتا۔ اپنی آرام گاہ میں مسبری پر لیٹا ہوا ماضی کی یادوں میں کھویا ہوا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی میں نے یہی سوچا تھا کہ حاتم آیا ہے میں نے آنکھیں بند کئے رکھیں۔ حاتم کو کوئی کام ہوگا تو خود مجھے مخاطب کرے گا ورنہ اس وقت کسی سے بات کرنے کو دل نہیں چاہتا تھا پھر جب مجھے کوئی آواز سنائی نہ دی تو میں نے چونک کر آنکھیں کھول دیں سامنے والی کرسی پر علایہ بیٹی ہوئی تھی میرے بدن کو جیسے کرنٹ سا لگا میں جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گیا علایہ پہلی بار میری خوابگاہ میں آئی تھی میں حیران لگا ہوں سے اسے دیکھنے لگا۔

”بے بس ہو گئی ہوں۔ سمجھ رہے ہوں تم پاگل ہو گئی ہوں ایک دیوانی عورت کس آئی ہے تمہاری اس رہائش گاہ میں۔“

”خیریت تو ہے مس علایہ کیا ہو گیا کیا بات ہے۔“

”میرے اس پاگل پن کا علاج تمہارے پاس ہے سمجھ رہے ہوں تم۔“

”مس علایہ آپ خیریت سے تو ہیں؟“

”نہیں ہوں خیریت سے۔“ وہ جھلائے ہوئے لہجے میں بولی۔

”کیا ہوا کیا بات ہے میرے اکت کوئی خدمت ہو تو بتائیے۔“ وہ جلتی لگا ہوں سے

مجھے گھورنے لگی پھر اس نے کہا۔

”محبت کرنے لگی ہوں میں تم سے۔ تمہارے سپرد یہ خدمت ہے کہ میری محبت کی پیاس کو سکون بخشو۔ میں فاحشہ نہیں ہوں آوارہ نہیں ہوں کوئی جسمانی طلب نہیں ہے میرے وجود میں سمجھ رہے ہو بھول کر بھی نہ سوچنا کہ ایک نوجوان لڑکی کسی مرد کی خلوت چاہتی ہے اسے کسی مرد کے بدن سے پیار ہے خبردار ایسے کبھی نہ سوچنا۔ میں اپنی محبت کا جواب محبت سے چاہتی ہوں۔“ میں بھونچکا رہ گیا تھا لیکن نے اگر اس طرح منجھنوں سے محبت طلب کی ہوتی شیریں نے فرہاد سے یا دنیا میں کسی بھی محبت کرنے والے نے اپنے محبوب سے اس طرح محبت طلب کی ہوتی تو شاید محبت کا مفہوم ہی بدل گیا ہوتا کیا اب یہی ہے یہ لڑکی سارا معاملہ ہی چوپٹ ہو جائے گا ساری شخصیت خاک میں مل جائے گی وہ بہر حال ایک بہت بڑے شخص کی بیٹی ہے وحدت عالی کے بارے میں مجھے تقریباً عام باتیں معلوم ہو گئی تھیں بے پناہ دولت مند آدمی تھا انتہائی اعلیٰ پائے کی شخصیت تھی اور اپنے وطن میں انتہائی معزز شمار ہوتا تھا شاہیہ اور علایہ بھی اسی کی بیٹیاں تھیں یہ لیکن وہ مجھ سے اس طرح اظہار الفت کر رہی تھی اور اس میں دیوانگی کا ایسا احساس تھا میرا ایک لفظ میرے حق میں بدترین ہو سکتا تھا اس کے جذبات کے اس طوفان کو کسی نہ کسی صورت میں سرد کرنا ضروری تھا اور باقی ڈاکٹر ہرمن کا کہنا بالکل درست تھا ماضی میرے ذہن سے نکل چکا تھا لیکن حال میں جو کچھ میں نے کیا تھا اس میں پوری پوری ذہنی صلاحیتیں کارفرما تھیں چنانچہ دیوانوں کے انداز میں نہیں بلکہ فرزانوں کے انداز میں سوچنا تھا میں اور اس وقت علایہ کی جو کیفیت میں نے دیکھی ایک نفسیات دان ہونے کے باوجود یہ اندازہ میں نے ضرور لگا لیا کہ یہ صورت حال اگر ذرا بھی غلط رخ اختیار کر جائے تو خطرناک ہو سکتی ہے میں خاموشی سے اسے گھورتا رہا۔ علایہ اس طرح سکڑ کر بیٹھ گئی تھی جیسے اب اپنے الفاظ پر شرمندہ ہو۔ میں نے انتہائی نرم لہجے میں کہا۔

”مس علایہ آپ کو اپنے آپ کو سنبھالنا چاہیے آپ انتہائی معزز شخصیت ہیں اتنی معزز کہ آپ یقین کریں آپ کے والد اور آپ دونوں کا میں بے حد احترام کرتا ہوں آپ کو علم ہے کہ میری شخصیت کیا ہے وہ تو امیر حماد اور خاتون نفزہ اگر اتنے اعلیٰ ظرف نہ ہوتے تو میری رہائش گاہ بھی اصطبل ہی میں ہوتی یا پھر ملازموں کے کوارٹروں میں۔“

”تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ میں خود اپنے وجود میں اس قدر قوتیں رکھتی ہوں کہ اپنے مطلوب کے حصول کے ساتھ ساتھ اس کا مستقبل بھی تعمیر کر دوں۔ یہ بات تمہارے

سوچنے کی نہیں ہے۔

”آپ ٹھیک کہتی ہیں مس علایہ واقعی آپ کی ایک عنایت کی نظر میری تقدیر بدل سکتی ہے لیکن ہمیں جلدی بازی سے کام نہیں لینا چاہیے۔ آپ بھی ابھی کافی عرصے کے لئے یہاں موجود ہیں۔ میں بھی ہوں اور آپ کو یہ اندازہ ہے کہ میری حیثیت کے مطابق ہمارے درمیان کیا کیا رکاوٹیں ہوں گی۔ آپ ان رکاوٹوں کو ذہن میں رکھیے۔ اپنے آپ کو بھی سنبھالیے۔ جہاں تک آپ کی محبت کے اس اظہار کا تعلق ہے تو یہ میرے وجود کے لئے قیمتی سرمایہ ہے کہ ایک اتنی حسین اور اعلیٰ حیثیت کی مالک لڑکی مجھ سے اظہار محبت کر رہی ہے آپ یقین کریں آپ کی محبت کا یہ اظہار میں اپنی زندگی کے سب سے قیمتی سرمائے کی حیثیت سے اپنے پاس محفوظ رکھوں گا باقی تو ہمیں حالات کے ساتھ ہی سفر کرنا ہوگا اور میں سمجھتا ہوں کہ ایک سمجھدار لڑکی کی مانند آپ حالات سے سمجھوتا کریں گی۔“ میرا ایک ایک لفظ علایہ کے چہرے کی دیوانگی کو کم کر رہا تھا اور وہ نارمل ہوتی جا رہی تھی پھر اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اس نے دیر تک یہ آنسو بہائے۔ اس سے آگے بڑھنے کی میں نے خود کوشش نہیں کی تھی۔ کیونکہ اس سے آگے کے راستے خطرناک ہوتے ہیں اس کے دل کا غبار آنسوؤں کے راستے نکل گیا تو اس نے آہستہ سے کہا۔

”ایک بات کہوں آپ نے؟“

”ضرور کہیے“

”مجھے دنیا میں کسی سے بھی نفرت نہیں ہے۔ آج تک نہ کسی نے میرا راستہ روکا۔ نہ میں نے کسی کا راستہ روکنے کی کوشش کی۔ لیکن ہر انسان کی اپنی ایک پسند ہوتی ہے اور وہ اپنی پسند کو دوسرے کے ہاتھوں میں نہیں دیکھ سکتا۔“

”جی۔“ میں نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے کہا۔

”وہ لڑکی اسٹیلا اپنے آپ کو دنیا کی حسین ترین لڑکی سمجھتی ہے۔ آپ کا ایسا خیال ہے اس کے بارے میں؟“

”جی۔“ ایک بار پھر میرا منہ حیرت سے کھل گیا۔

”کیا وہ واقعی بے حد حسین ہے؟“

”اب میں آپ سے جو کچھ کہوں گا اس کے بارے میں خود مجھے شک رہے گا کہ آپ

اسے حقیقت مانیں گی یا نہیں مانیں گی۔“

”اب بھی ایسی باتیں کر رہے ہیں آپ۔“ وہ شکایتی انداز میں بولی۔

”جی۔“

”آپ کی ہر بات میرے لئے ایک ٹھوس حقیقت ہوگی۔“

”تو پھر اس حقیقت کو آپ غور سے سن لیجئے میں نے تو ابھی تک نگاہ بھر کر اسٹیلا کو دیکھا بھی نہیں اور نہ ہی اس کی ضرورت محسوس کی اس لئے ان کے بارے میں کوئی فیصلہ کن بات کہنے کا میں تصور بھی نہیں کر سکتا۔“

”ووہ مسلسل آپ کی تعریفوں میں مصروف ہے نجانے کیا کیا کہتی رہی ہے بس یوں کہہ رہی ہے کہ اس کی باتوں سے جیسے آپ سب سے زیادہ اس کے قریب ہوں۔“

”میں؟“ میں نے حیرت سے چکراتے ہوئے سر کو دونوں ہاتھوں سے سنبھال کر کہا۔

”جی۔“ شاہیہ اور ربالی کے سامنے وہ ایسے بات کر رہی تھی آپ کے بارے میں جیسے

آپ کی اس کی برسوں کی شناسائی ہو۔ اتنا کرید کرید کر پوچھ رہی تھی کہ بس مجھے غصہ آنے لگا۔

میں نے کسی قدر ترش لہجے میں اس سے کہا کہ وہ بھلا مسٹر عارف سے کیا تعلق رکھتی ہے تو اس

نے مسکراتے ہوئے کہا کہ ہم مشرق کے رہنے والے لگا ہوں کے پیغام کو نہیں سمجھ سکتے ہمارے

اندر اتنی صلاحیت ہی نہیں ہے اس نے آپ کی آنکھوں میں اپنے لئے محبت کے آثار دیکھے

ہیں۔“

”خدا کی پناہ۔ مس علایہ اس بات پر آپ یا تو اس کا سر پھوڑ دیجئے یا میرا۔ مجھے دونوں

سرروں کے زخمی ہونے پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔“ علایہ روتے روتے ہنس پڑی۔ پھر اس نے

مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

”گویا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ؟“

”جی۔ میں یہی کہنا چاہتا ہوں کہ جس شخصیت کو میں نے نگاہ بھر کر دیکھا بھی نہیں ہے

اسے میری آنکھوں میں یہ سب کچھ کہاں سے نظر آ گیا۔ تعجب کی بات ہے۔“

”آپ بس ہوشیار رہنے کا اس سے۔“

”بہت اچھا کیا آپ نے جو مجھے یہ بات بتادی۔“ پھر علایہ چلی گئی اور میں چکراتے

ہوئے سر کے ساتھ یہ سوچنے لگا کہ یہ الہی یہ کیسا نیا کھیل ہے یہ تو بڑا عجیب معاملہ ہے ایسا کیسے

”کس سلسلے میں مس شاہیہ“ میں نے پوچھا۔

”بس یہ جہاں نو جوان لڑکے اور لڑکیاں ہوتی ہیں وہاں بہاروں کا نزول ہو جاتا ہے۔“

”اصل میں جوانی خود ایک بہار ہے۔ آتی ہے تو اپنے ساتھ نجانے کیسے کیسے ہوا کے

”مجھونکوں کو لاتی ہے کہ پھول کھلتے ہی چلے جاتے ہیں۔“

”واہ یعنی یہ صفت بھی ہے آپ میں ویسے تو آپ نے محفل لوٹ لی ہے عارف

”صاحب۔ لیکن اس محفل کو اور تہہ و بالا نہ کیجئے۔“

”اوہو۔ یہ لوٹ مار کا الزام کیسے لگایا جا رہا ہے مجھ پر۔“

”بیجئے آپ کی کشدگان آگئیں۔“ شاہیہ نے کہا اور دانتوں تلے زبان بھینچ لی۔ میں نے

گھوم کر دیکھا علایہ اور اسٹیلا ایک ساتھ ہی ہماری طرف آرہی تھیں علایہ کے چہرے پر ایک پ

اعتماد مسکراہٹ تھی۔ اسٹیلا یورپین نسل سے تعلق رکھتی تھی چنانچہ اپنی گفتگو میں بھی بے باک تھی۔

گہری نگاہوں سے دیکھتی ہوئی میرے قریب آگئی اس کے خوبصورت ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی

ہوئی تھی مجھ سے نگاہ ملانے سے بھی اس کی نظریں نہیں جھکی تھیں۔

”ہیلو۔“ اس نے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

”ہیلو مس اسٹیلا۔ کہیے آپ کے مزاج کیسے ہیں؟“

”نہ پوچھو۔ وہ ایک گہری سانس لے کر مسکراتے ہوئے بولی۔“

”کیوں خیریت۔ طبیعت کچھ ناساز ہے۔“

”نہیں لگتا ہے بہت زیادہ سازگار ہے۔“

”تو یہ اچھی بات ہے۔“ میں نے کہا۔

”ہاں زندگی میں جب کوئی اتنی بڑی تبدیلی آجائے تو اچھی ہی بات ہوتی ہے۔“

”اوہ آپ کی زندگی میں کوئی تبدیلی آئی ہے۔“

”ایک بہت حسین تبدیلی ہے۔“

”اگر حسین ہے تو خوشی کی بات ہے۔“ میں نے سادگی سے کہا۔

”اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ بہت حسین ہے۔ یقین نہ آئے تو آئینہ دیکھ لو۔“ وہ

بے باکی سے بولی اور میں بوکھلائی ہوئی نگاہوں سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔

”بہر حال مجھے خوشی ہے کیونکہ آپ ہمارے مہمان ہیں۔“

ہو سکتا ہے۔ وہ لڑکی اسٹیلا تھی تو واقعی بہت خوبصورت لیکن بہر حال بات کافی خطرناک تھی اور

یہ خطرناک بات اس شام ظاہر بھی ہوگئی۔ شام کی چائے لان پر لگائی گئی تھی اور اچانک ہی مجھے

امیر حماد نے آواز دے دی تھی میں وہاں پہنچ گیا تو امیر حماد نے کہا۔

”آؤ ہمارے ساتھ چائے پیو۔“ خاتون نقرہ بیگم جی لہجے میں بولیں۔

”اور تم نجانے کہاں کہاں مارے مارے پھرتے ہو۔ میں کہتی ہوں یہ زبردستی کی ذمہ

داریاں تم نے اپنے سر پر کیوں لاد لی ہیں۔ نہ کھانے پر تم کبھی نظر آتے ہو۔ انٹیکسٹی میں رہنے کا

یہ مطلب نہیں ہے کہ تم ہم سے دور ہو گئے ہو۔ میں تو یہ سوچ رہی ہوں کہ تمہارے لئے اپنے

کمرے کے برابر ہی ایک کمرہ صحیح کرادوں۔“

”میں جہاں رہ رہا ہوں خاتون نقرہ وہاں انتہائی خوش ہوں۔ آپ نے ایک بہت

اچھا آدمی میرے حوالے کیا ہے میری مراد حاتم سے ہے۔ میں یہاں اتنا مطمئن نہیں رہ سکوں

گا۔“

”خیر یہ بعد کی باتیں ہیں پورا گھر عارف کے لئے موجود ہے ان کا جہاں دل چاہے

رہیں۔“ مجھے ان کے ساتھ چائے میں شریک ہونا پڑا امیر حماد مجھے بتانے لگا کہ کل اس نے

اپنے دوستوں کے اعزاز میں کچھ لوگوں کو ڈنر پر مدعو کیا ہے اور لان پر اس کے انتظامات کرنا

ہوں گے کیونکہ آنے والوں کی تعداد اچھی خاصی ہوگی۔“

”تم بھی ذرا خیال رکھنا۔ ویسے تو ملازمین یہ کام کریں گے لیکن تمہارے زیر نگرانی ہوں

گئے تو زیادہ بہتر ہوں گے۔“

”بہت بہتر۔“ میں نے جواب دیا اور اس کے بعد میں چائے پی کر اٹھا ہی تھا کہ عقب

سے شاہیہ اور ربابی نے مجھے آلیا۔ ربابی عفاف کی پسند تھی اور عفاف نے جیسے ہی اسے میرے

پاس دیکھا جلدی سے ہمارے قریب پہنچ گئے۔

”یعنی وہ جو کہا جاتا ہے ناں کہ ہم بیابان میں تھے۔ گھر میں بہار آئی تھی تو اس بہار کو

آپ نے لوٹ لیا۔ عارف صاحب۔“

”نہیں عفاف آپ کی بہار آپ کو مبارک ہو۔“ میں نے ربابی کے چہرے کی طرف

دیکھتے ہوئے کہا اور ربابی کے چہرے پر گلاب کھل اٹھے۔ شاہیہ ہنسنے لگی تھی پھر اس نے کہا۔

”کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ جتنا غور کرو انسان الجھتا چلا جاتا ہے۔“

”صرف مہمان؟“ وہ آہستہ سے بولی۔

”جی شاہد۔“ میں نے اب اپنے آپ کو ایک عجیب سی کیفیت کا شکار محسوس کیا تھا۔ وہ تو خیر تھی ہی ایک بے باک لڑکی۔ لیکن میرے اطراف میں بہت سے لوگ موجود تھے۔ میں نے ان میں سے کسی چہرے پر نظر نہیں ڈالی تھی۔ پھر میں اچانک ہی بولا۔

”ایک لمحے کے لئے معذرت۔ ابھی تھوڑی دیر میں حاضر ہوتا ہوں۔“ میں وہاں سے واپس چل پڑا ایک ہلکی سی ہنسی کی آواز سنائی دی تھی اور میں نے اس آواز کو پہچان لیا تھا یہ علایہ کے سوا کسی اور کی آواز نہیں تھی۔ تھوڑی دیر تک ہم لوگ وہاں مصروف رہے پھر میرے ذہن سے یہ تمام باتیں نکل گئیں۔

کافی مہمان آگئے تھے اور مزید آرہے تھے مجھے اندازہ نہیں تھا کہ اس تقریب میں اتنے لوگ ہوں گے لیکن بہر حال میں اپنی ذمہ داریوں میں مصروف رہا اور اس وقت بھی میں ایک الگ تھلگ گوشے میں کھڑا تھا کہ اچانک ہی کسی نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ دیئے میں نے چونک کر دیکھا اور دوسرے لمحے بدحواس لگا ہوں سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔ ویسے تو کوئی بات نہیں تھی نہ میں اتنا بدحواس تھا کہ کسی خوبصورت لڑکی کو دیکھ کر میرے حواس گم ہو جاتے لیکن اسٹیل ضرورت سے زیادہ ہی آگے بڑھ رہی تھی میرے قریب پہنچ کر کہنے لگی۔

”طویل عرصے سے ذہن کے پوشیدہ خانے ویران پڑے ہوئے تھے۔ یہاں آنے کو دل چاہ رہا تھا اور یہ دل بھی عجیب چیز ہے۔ پوری بات تو کرتا نہیں۔ ایسے دھوکہ دیتا ہے کہ انسان حیران رہ جائے۔“

”میں سمجھا نہیں۔“

”ایسا نہ کہو پلیز ایسا نہ کہو۔ تم مشرق کی طرح حسین ہو۔“

”ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے مشرق اتنا ہی حسین ہے۔“ میرے عقب سے آواز ابھری اور میں نے چونک کر گردن گھمائی علایہ کے سوا بھلا اور کون ہو سکتا تھا وہ آگے بڑھی اور بولی۔

”لیکن تم مشرق کے پیچھے کیوں پڑ گئی ہو۔ ظاہر ہے تم مغرب ہو۔“

”میں مشرق اور مغرب کو قریب لانا چاہتی ہوں۔“

”مشکل ہے۔ زمین آسمان کا معاملہ ہے۔“ علایہ طنزیہ انداز میں بولی۔

”کیا مطلب؟“

”زمین آسمان کبھی یکجا نہیں ہوتے۔“

”تمہارا کیا خیال ہے زمین کون ہے اور آسمان کون ہے۔“

”یہ تو ذرا مشکل سوال ہے۔“

”اور اگر سوال مشکل نہیں ہے تو جواب ضرور مشکل ہے کیونکہ ایسے سوالوں کے جواب خوشگوار نہیں ہوتے۔“

”بات چونکہ میری اور مسٹر عارف کی ہے اس لئے میں چاہوں گی کہ کوئی تیسرا ہمارے درمیان فاصلے تلاش نہ کرے۔“

”خوب مسٹر عارف کیا کہتے ہیں آپ اس سلسلے میں۔“

”صرف اتنا کہ عفان مجھے اشارہ کر رہا ہے اور میرا اس کے پاس پہنچنا بے حد ضروری ہے۔“ میں نے کہا اور پھرتی سے وہاں سے پلٹ کر واپس چل پڑا اور تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا عفان کے قریب پہنچ گیا عفان نے مجھے دیکھا اور قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

”لگتا ہے کہ تمہارے جیسے بخرے ہو رہے ہیں۔“

”تمہاری نگاہیں بہت تیز ہیں عفان۔“

”ارے بھائی بڑی دیر سے تمہاری خوش بختی پر رشک کر رہے تھے یہاں دیکھو بار بار پہنچ کر قریب کھڑے ہوتے ہیں اور بڑی بے دردی سے ہٹا دیئے جاتے ہیں۔“ میں نے قہقہہ لگایا اور وہاں سے آگے بڑھنے لگا تو عفان نے جلدی سے میرا بازو پکڑ لیا۔

”کم از کم صحیح طریقے سے مبارکباد تو قبول کر لو۔“

”عفان مجھے تم سے گفتگو کرنا ہوگی۔“

”علایہ بہت اچھی لڑکی ہے رہائی نے مجھے اس کے بارے میں بتایا ہے۔“

”اس وقت بے شمار مہمان موجود ہیں لیکن رات کو مجھے تمہاری مدد کی ضرورت پیش آئے گی یا میری مدد کرنا بہت ضروری ہے۔“

”ہاں واقعی انتخاب میں مدد کرنا تو بہت ضروری ہوگا حالانکہ علایہ سے میرا گہرا تعلق ہے لیکن چونکہ تم میری مدد کا وعدہ کر چکے ہو بلکہ تم نے میری مدد کر بھی ڈالی ہے اس لئے مجھ پر بھی فرض عائد ہوتا ہے کہ تمہاری مدد کروں۔“

مددگار اور کوئی نہ ہوتا اور اگر اسٹیل کی بات کرتے تو میں تم سے کہتا ہوں کہ یوں سمجھو کہ میدان تمہارے ہاتھ ہے۔“

”میں میدان سے بھاگ جانا چاہتا ہوں۔“ میں نے کہا اور عفان پیت پیز پیز کر بھستا رہا پھر سنجیدہ ہو کر بولا۔

”اصل میں تمہارے بارے میں صحیح بات کا مجھے اندازہ نہیں۔“

”کیا؟“ میں نے سوال کیا۔

”حالانکہ امیر حماد سے جب بھی کبھی تمہارے بارے میں گفتگو ہوئی تم شاید میری بات پر یقین نہ کرو اتنا اچھا اندازہ ہوتا ہے ان سے تمہارا تذکرہ کرتے ہوئے کہ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ اگر خود امیر حماد کی کوئی بیٹی ہوتی یا۔“

ایک بار پھر عفان نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا اور میری طرف دیکھتا رہا پھر بولا۔

”یا اگر خاتون فقرہ تم سے متاثر ہو جاتی تو امیر حماد کبھی تمہارے سلسلے میں کوئی اعتراض نہ کرتا اور بخوشی تمہیں اپنے خاندان میں شریک کر لیتا۔“

”تو پھر تم خود سوچو عفان ایک ایسا انسان جس نے ایک بے کار سے انسان کو ایک اتنا بڑا اعزاز بخش دیا ہے کیا اس پر یہ واجب ہے کہ اس کی رہائش گاہ میں رہ کر وہ وہاں نظر بازی کرے۔“

”نہیں یہاں مجھے تم سے اختلاف ہے زندگی کے مختلف مدارج ہوتے ہیں اور انہیں میں یہ سارا سلسلہ بھی شامل ہے ہمیں کہیں نہ کہیں اپنا مرکز نگاہ تلاش کرنا پڑتا ہے اگر ہم شریفانہ طریقے سے کوئی ایسا عمل کر لیتے ہیں اور اس میں غلاظتوں کو دخل نہیں دیتے تب تو یہ سب کچھ جائز ہے۔“

”ہو سکتا ہے لیکن تم یقین کرو میری منزل یہ نہیں ہے میں تو اپنی ہی زندگی کے عذاب سے گزر رہا ہوں اگر کبھی مجھے زندگی کے اس عذاب سے نجات ملی تو ظاہر ہے کوئی نہ کوئی مرکز نگاہ تلاش کروں گا۔“

عفان خاموش ہو گیا اور بات یوں ٹل گئی اس کے جانے کے بعد میں نے خود بھی اپنے الفاظ کا تجزیہ کیا اور اپنے آپ کو مطمئن پایا نہ تو علایہ میری زندگی کا مقصد تھی اور نہ ہی مجھے اسٹیل سے قربت کا کوئی شوق تھا اور اپنا یہ انداز میں نے برقرار رکھا حالانکہ دونوں لڑکیاں اب ایک

”پلیز ذرا مجھے ان دونوں سے بچائے رکھنا۔“

”کمال ہے یا، حالانکہ تمہاری جگہ اگر میں ہوتا تو خوشی سے پھولا نہ سکتا۔“

”میں پھولنا نہیں چاہتا۔“ میں نے غصیلے لہجے میں کہا اور وہاں سے بھی آگے بڑھ گیا بڑی عجیب سی کیفیت کا شکار تھا مہمانوں کے جانے کے بعد جب فرصت کے لمحات ملے تو عفان میرے پاس پہنچ گیا میں اس کا انتظار ہی کر رہا تھا مجھے دیکھ کر اس نے قہقہہ لگایا تھا۔

”یار تمہاری کیفیت تو بہت عجیب ہو رہی ہے لگ رہا ہے بہت بڑی مشکل کا شکار ہو گئے ہو ویسے بیک وقت دو لڑکیاں واقعی مشکل ہو جاتی ہیں اور پھر وہ یورپ کی حسینہ مجھے خطرہ ہے کہ علایہ پر بازی لے جائے گی۔“

”علایہ سے تمہارا بہت قریب کا رشتہ ہے۔“

”اس قریب کے رشتے میں مجھے علایہ کا تمہاری طرف متوجہ ہونا برا نہیں لگا کیونکہ بات

ایک انتہائی شریف اور نیک انسان کی ہے۔“

”عفان بیٹھو پلیز ذرا سوچو تو سہی یہ بات اگر کسی طرح امیر حماد کے کانوں تک پہنچ گئی تو میرا کیا ہوگا اور جہاں تک اسٹیل کا تعلق ہے تو وہ بڑی قیامت خیز چیز ہے اتنی بے باک کہ شاید بھرے مجمعے میں۔“ میں نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

”پریشان ہونے کی ضرورت نہیں بس فیصلہ کرنا ہے تمہیں اور اس فیصلے میں تمہاری کوئی

مدد نہیں کروں گا ہر انسان کو اپنی سوچ میں آزاد ہونا چاہیے۔“

”مگر میں تمہیں اپنے دل کی بات بتانا چاہتا ہوں۔“

”اس پر مجھے خوشی ہوگی۔“

”دیکھو علایہ میرے لئے بے حد محترم ہے اس لئے کہ تمہاری عزیز امیر حماد کے بہت

اچھے دوست کی بیٹی ہے اور جہاں تک اسٹیل کا تعلق ہے ظاہری بات ہے نہ اس کا میرے کچھ سے کوئی واسطہ ہے نہ میرے مذہب سے اور نہ ان دونوں کا واسطہ میری حیثیت سے ہے سمجھ رہے ہو نا تم۔“

”گویا دونوں ہی۔“ عفان نے حیرت سے منہ کھول کر کہا۔

”ہاں پلیز میں تمہیں بتا چکا ہوں۔“

”یہ مسئلہ واقعی ٹیڑھا ہو گیا بھائی حالانکہ اگر تم علایہ کی بات کرتے تو مجھ سے برا تمہارا

دوسرے کے احساسات سے واقف ہوئی تھیں اور میں دونوں کی آنکھوں میں ایک دوسرے کے لئے رقابت پاتا تھا ویسے تو خیر امیر حماد کے ذاتی معاملات میں مداخلت کا مجھے کوئی حق نہیں تھا اور نہ ہی شوق تھا لیکن کبھی کبھی میں یہ ضرور سوچتا تھا کہ مہمان اتنے عرصے کے لئے تو نہیں آتے یہ لوگ تو یہاں مستقل رہائش کے لئے ہی آگئے تھے لیکن بہر حال ذاتی معاملات میں کوئی مداخلت بالکل احمقانہ عمل تھی میرے ساتھ ان سبھی کا رویہ بہت اچھا تھا یہاں تک کہ وحدت عالی بھی اب مجھ سے خوب بے تکلف گئے تھے اس دن بھی میں اصطبل کے پاس گھوڑوں کی دیکھ بھال کر رہا تھا اور وہاں کام کرنے والوں کو ان کے بارے میں ہدایات دے رہا تھا کہ وحدت عالی میرے پاس آیا میں نے مسکراتے ہوئے اس کا خیر مقدم کیا تھا۔

”درحقیقت یہ شوق بھی شہنشاہی ہے اور اگر کوئی گھوڑوں سے دلچسپی رکھتا ہے تو نفسیاتی طور پر بہت بڑی شخصیت کا حامل ہوتا ہے اور پھر سرکشوں کو قابو کرنے کا شوق تو ویسے بھی ایک اعلیٰ درجے کا شوق ہوتا ہے تم بنے یہ دلچسپی کہاں سے پائی؟“ میں مسکرانے لگا میں نے کہا۔

”محترم وحدت عالی بس بیوں سمجھ لیجئے بعض باتیں فطرت میں رچی ہوئی ہیں میں نہیں جانتا کہ اس کی ابتدا کہاں سے ہوئی اور یہ بھی سچ ہے کہ میں نے کبھی اس پر غور نہیں کیا۔“ ہم دونوں باتیں کرتے رہے وحدت عالی کو گھوڑوں کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں تھی معلومات تو مجھے بھی حاصل نہیں تھی لیکن بہر حال میں کسی نہ کسی طور اس کے سوالات کا جواب دیتا رہا پھر ایک خادم نے آکر کہا۔

”امیر آپ دونوں کو طلب کر رہے ہیں بہت دیر سے آپ کو تلاش کیا جا رہا تھا باہر لان پر چائے لگی ہوئی ہے۔“

”آؤ۔“ وحدت عالی نے مجھ سے کہا۔

”میرا خیال ہے آپ کی طلبی ہوئی ہے۔“

”یہ خادم کیا کہتا ہے۔“

”وہ جی۔“

”آؤ بھی کیا عجیب سے انسان ہو آؤ۔“ خادم نے دونوں کا لفظ استعمال کیا ہے۔“ میں

شانے جھٹک کر وحدت عالی کے ساتھ چل پڑا درحقیقت ان لوگوں کی قربت سے دور رہنا چاہتا تھا اپنی ہی شخصیت میں لگن تھا۔ نجانے وہاں کون کون ہوگا پھر راستہ کاٹ کر جب ہم

سامنے والے حصے میں پہنچے تو گھاس کے قالین پر کچھ افراد موجود تھے عفان تھا امیر حماد تھے اور خاتون نقرہ موجود تھیں شکر ہے لڑکیوں کا گزر ادھر سے نہیں ہوا تھا۔ یا پھر انہیں اس چائے پر مدعو نہیں کیا گیا تھا۔ محفل ذرا سنجیدہ تھی میں اور وحدت عالی بھی وہاں پہنچ گئے کرسیاں بھی کم ہی رکھی گئی تھیں اس لئے بھی شاید لڑکیوں کا گزر وہاں سے نہیں ہوا تھا۔ امیر حماد نے ہم دونوں کا خیر مقدم کیا اور اس کے بعد ہم لوگ بھی بیٹھ گئے ملازم چائے شروع کرنے لگے تھے اس وقت گفتگو کا موضوع کوئی خاص نہیں تھا ہر شخص اپنے اپنے طور پر باتیں کر رہا تھا عفان میری جانب متوجہ ہو گیا تھا ہم دونوں باتیں کر رہے تھے پھر اچانک ہی کچھ افراتفری محسوس ہوئی اور ہماری نگاہیں سامنے کی سمت اٹھ گئیں عمارت کے عقبی حصے سے میں نے اسی لڑکی کو بھاگتے ہوئے دیکھا وہ دیوانوں کی طرح بھاگ رہی تھی اور اس کے پیروں میں پچھلے لگے ہوئے تھے اس کے پیچھے جابری اور اس کے ساتھی بھی دوڑ رہے تھے وہی منظر تھا جو میں پہلے دیکھ چکا تھا امیر حماد کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ وحدت عالی وغیرہ بھی ادھر ہی دیکھنے لگے تھے ڈاکٹر ہرین بھی حیرانی سے ادھر دیکھ رہا تھا لڑکی بری طرح دوڑ رہی تھی اور جابری اور اس کے ساتھی اس کا تعاقب کر رہے تھے میرے جڑے ایک دوسرے پر پہنچ گئے اور میں ادھر دیکھنے لگا پھر یہ دلچسپ تماشا عجیب و غریب شکل اختیار کر گیا سامنے کے حصے میں آکر لڑکی ایک لمحے کے لئے رکی غالباً وہ یہاں بھی لوگوں کو موجود دیکھ کر ٹھٹک گئی تھی اور اسی دوران جابری اور اس کے ساتھی وہاں پہنچ گئے انہوں نے لڑکی کے گرد ایک وسیع دائرہ بنالیا اور لڑکی نے اس طرح دونوں ہاتھ پھیلائے جیسے وہ فضا میں پرواز کرنا چاہتی ہو اور جابری اس کے قریب پہنچ گیا۔ جابری کے ہاتھوں میں ہنٹر تھا اس نے لڑکی پر ہنٹر گھمایا اور لڑکی زمین پر بیٹھ گئی اس نے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ ہنٹر اس کی کمر کے پاس سے گزرے گا جیسے ہی جابری کا ہنٹر فضا میں لہرا کر ناکام واپس پلٹا تو لڑکی نے پھر ایک لمبی قلابازی کھائی اور جابری کے عقب میں آگئی لیکن پیچھے موجود لوگوں نے اس پر حملہ کر دیا۔ لڑکی نے زمین پر پہنچے جوڑ کر پھر ایک بار الٹی چھلانگ لگائی اور اس کے بعد وہ مسلسل ان کے حملوں سے بچنے کی کوشش کرتی رہی جابری بھی دیوانہ ہی ہو گیا تھا شائیں شائیں کی آواز ہوا کو کاٹی ہوئی گزر رہی تھی لیکن کیا مجال کہ لڑکی کے جسم پر ایک بھی ہنٹر پڑا ہو وہ ادھر ادھر دیکھنے لگی اور ایک بار پھر وہ ان کا گھیرا توڑنے میں کامیاب ہو گئی امیر حماد بھی مضطربانہ انداز میں کھڑا ہو گیا تھا میں اور عفان بھی یہ ناقابل یقین منظر دیکھ رہے تھے سب سے

اس کے پیٹ میں رسید نیا اور دوسرا اس کی پسلیوں پر جابری نے بلبل کر لڑکی کے بال چھوڑ دیئے تھے امیر حماد اور دوسرے لوگ سکتے میں رہ گئے تھے۔

”دفعہ ہو جاؤ یہاں سے اسے جہاں بھی لے جایا جانا ہے میں اسے پہنچا دوں گا۔“ میں نے کہا جابری اپنی تکلیف میں مبتلا تھا لیکن پھر اچانک ہی اس نے خونخوار نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

”تو پھر آج تمہارا ہی قصہ نمٹا دیا جائے۔“

”کیا بکواس کر رہا ہے۔“ اچانک امیر حماد ہارٹ اور کئی قدم آگے بڑھ آیا۔
”میں کہتا ہوں یہ میرے معاملے میں دخل دینے والا کون ہے۔“ جابری خونخوار لہجے میں بولا۔

”جابری تمیز سے بات کر تجھے پتا نہیں ہے کس کے سامنے ہے تو۔“

”دیکھو امیر میں تمہارا ملازم ہوں اور تم نے کچھ معاہدوں کے تحت مجھے یہاں رکھا ہے اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ میں تمہارا غلام ہوں اور صرف تمہارے احکامات کی پابندی کروں گا تو اس خیال کو اپنے دل سے نکال دو میرا نام بھی جابری ہے۔“

”تیرا نام جابری ہے۔“ امیر حماد کو اچانک طیش آ گیا۔

”میں نے ہمیشہ اپنی مرضی سے کام کیا ہے تم نے مجھ سے ایک معاہدہ کیا ہے امیر حماد اور اب تم مجھے اپنے غلاموں کی طرح سمجھ رہے ہو۔“
”ٹھیک ہے اگر ایسی بات ہے تو میں یہ معاہدہ ملتوی کرتا ہوں۔“ امیر حماد غرائی ہوئی آواز میں بولا۔

”ایسے آسانی سے ملتوی نہیں کر سکتے تمہیں معلوم ہے میں نے یہاں کتنا وقت گزارا ہے اور کتنے نقصان اٹھائے ہیں مجھے تم سے ملا ہی کیا ہے۔“
”کیا یہ وقت ان فضول باتوں کا ہے جابری۔“

”امیر حماد تم بہت بڑے آدمی ہو لیکن جابری بھی سڑک پر دوڑنے والا کتا نہیں ہے اگر تم میری اوقات کا تعین کرنا چاہتے ہو تو یہ تمہارے لئے مشکل ہوگا۔“ امیر حماد کو طیش آ گیا اور اس نے ایک زوردار تھپڑ جابری کے منہ پر رسید کر دیا جابری کی آنکھیں سرخ ہو گئیں۔ اب بھی میرے پیچھے چھپی ہوئی تھی اس کے انداز میں وحشت کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا جابری نے

بڑی بات یہ بھی کہ وہ کئی افراد تھے لیکن سارے کے سارے مل کر بھی لڑکی کو ایک باز چھو بھی نہیں سکے تھے البتہ انہوں نے اس طرح اس کے گرد گھیرا تنگ کر رکھا تھا کہ وہ نکل نہیں سکتی تھی یہ الگ بات ہے کہ وہ اسے پکڑنے میں بھی ناکام رہے تھے پھر لڑکی نے ایک لمبی چھلانگ لگائی اور ہماری جانب آگئی اس بار جو اس نے رک کر اوھر دیکھا تو اچانک ہی ایک عجیب سی کیفیت اس پر طاری ہو گئی اور وہ آہستہ آہستہ ہمارے قریب آنے لگی میں نے محسوس کیا تھا کہ وہ مجھے دیکھ رہی ہے جابری پھر اس طرف آیا تھا اور زور سے چیخا تھا۔

”پکڑ لیں پکڑ لیں امیر حماد اسے پکڑ لیں۔“ امیر حماد تو کچھ نہ بولا لیکن لڑکی میرے عقب میں آگئی اور اس نے عقب سے میری قمیص پکڑ لی جسے میرے پیچھے پناہ لے رہی ہو یہ بے معنی بات نہیں تھی اسے غالباً میں اپنی پناہ گاہ محسوس ہوا تھا اور اس کے بعد اس نے یہ پناہ گاہ نہیں چھوڑی تھی یہاں تک کہ جابری ہمارے قریب پہنچ گیا اس کے ساتھ رک گئے تھے۔
”یہ۔۔۔ یہ۔۔۔ یہ۔۔۔ جابری گدھے کی طرح ہانپ رہا تھا۔

”ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے کوئی بات نہیں ہے اسے پکڑ لیا جائے گا۔“ میں نے نرم لہجے میں کہا۔

”تم کیا پکڑو گے اسے میرے حوالے کر دو۔“ جابری نے کہا اور اچھل کر میرے قریب آ گیا پھر اس نے میرے شانے پر سے ہاتھ گزار کر لڑکی کے ہاتھ پکڑ لئے لڑکی کے حلق سے کوئی آواز نہیں نکلی تھی جابری نے اس کے بال پکڑ کر اس کو ایک زوردار جھٹکا دیا بہر حال وہ بھی طاقتور آدمی تھا لڑکی غالباً اسے کبھی اپنے وجود کو ہاتھ نہ لگانے دیتی اگر اس نے میرا سہارا قبول نہ کیا ہوتا میں نے بیدردی سے جابری کو لڑکی کے بال پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے دیکھا تو نجانے کیوں میرے بدن میں ایک گرمی سی دوڑ گئی میں نے آہستہ سے کہا۔

”چھوڑ دو اسے جابری چھوڑ دو۔“

”بکواس مت کرو چلو کس لو اسے۔“ جابری نے ایک جملہ مجھ سے اور دوسرا اپنے ساتھیوں سے کہا تھا وہ آگے بڑھے تو دو قدم میں نے بھی آگے بڑھا دیئے اس وقت میں ارد گرد کے ماحول کو بھول گیا تھا میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”اسے چھوڑ دو جابری سمجھ میں نہیں آ رہا تمہارے۔“

”میں کہتا ہوں تم بکواس مت کرو۔“ جابری بھی بھرا ہوا تھا میں نے ایک زوردار گھونسا

خونخوار لگا ہوں سے امیر حماد کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”یہ پیٹھر ہمارے اخلاقی معاہدے ختم کر دیتا ہے امیر حماد اور اس کے بعد۔“ لیکن جابری جملہ پورا نہیں کر سکا تھا کہ امیر حماد نے ایک اور پیٹھر اس کے مارنا چاہا اس وقت جابری نے امیر حماد کی کلائی پکڑ لی تھی۔ یہ انتہائی گستاخانہ عمل تھا قرب و جوار میں کھڑے ہوئے تمام لوگ ساکت تھے لیکن میں آگے بڑھا اور میں نے سرد لہجے میں کہا۔

”دفعہ ہو جاؤ یہاں سے دفعہ ہو جاؤ ورنہ میں تمہارا وہ حشر کروں گا کہ تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔“

جابری نے ایک جھٹکے سے امیر حماد کی کلائی چھوڑ دی اور اس کے بعد اچانک ہی پیچھے ہٹ کر اپنے لباس سے چاقو نکال لیا بنن والا چاقو تھا جس کا پھل تقریباً گیارہ انچ لمبا تھا اس نے وہ چاقو گھماتے ہوئے کہا۔

”ایک بار میں نے تمہاری اس حرکت کو صرف اس لئے نظر انداز کر دیا تھا کہ تمہارے بارے میں سنا گیا تھا کہ تم دماغی مریض ہو اس کے علاوہ امیر حماد نے مجھ سے نہایت عاجزی سے کہا تھا کہ جو کچھ ہوا ہے اسے نظر انداز کر دوں لیکن اگر تم سمجھتے ہو کہ جابری کوئی معمولی چیز ہے تو پھر آؤ ذرا میں بھی تمہیں ایک دو ہاتھ دکھا دوں۔“ جابری چند قدم ہٹتے ہوئے مجھے لاکارتا ہوا بولا۔

”کیا فضول بکواس ہے۔“ غفان نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”کوئی کچھ نہ بولے نہ میرے آدمی کچھ بولیں گے نہ تم میں سے کوئی کچھ بولے گا ورنہ اس وقت مجھ پر خون سوار ہے جو کچھ بھی ہو جائے گا کم ہوگا۔“

”آپ لوگ پیچھے ہٹ جائیے۔“ میرے منہ سے غراکی ہوئی آواز نکلی امیر حماد دونوں ہاتھ اٹھا کر آگے بڑھتا ہوا بولا۔

”جابری تو چلا جا یہاں سے بس اس وقت چلا جائیں اپنے تمام خادموں کو آواز دے سکتا ہوں جو کچھ بھی یہاں ہوگا میں اس سے نمٹ لوں گا چلا جا جابری تو اس وقت یہاں سے۔“

”نہیں امیر حماد میرے اور تمہارے درمیان ہر معاہدہ ختم ہو گیا ہے تم جو کچھ بھی کرنا چاہتے ہو کر لو جابری کی یہی تو ایک خوبی رہی ہے اگر جابری حالات سے ڈر جاتا تو جابری نہ ہوتا امیر حماد اس وقت تم کچھ نہیں بولو گے میری عزت اور وقار کا مسئلہ ہے اس وقت معاملہ

میرے اور اس کے درمیان رہنے دو۔“

”امیر حماد میں بھی آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ اس کی عزت کے معاملے کو برقرار رہنے دیں یہ میری بھی عزت کا مسئلہ بن چکا ہے۔“ میں نے آستین سیٹ کر کہا۔

امیر حماد ہونٹ کھول کر رہ گیا جابری نے موقع سے فائدہ اٹھا کر زمین پر لوٹ لگائی اور پھر ایک مخصوص داؤ کے ذریعے اس نے مجھے ٹانگوں سے گرانا چاہا لیکن میری بھرپور لات اس کے جڑے پر پڑی اور وہ لڑھکتا ہوا دور چلا گیا میرے اس عمل سے وہ لوگ ششدر رہ گئے تھے میں کئی قدم آگے بڑھ گیا تھا جابری نے اپنے آپ کو سنبھالا اس نے ایک بار پھر اپنے آدمیوں کی طرف رخ کر کے کہا۔

”کوئی کچھ نہیں بولے گا۔“ وہ لوگ پیچھے ہٹ گئے اب بات کسی کے بس میں نہیں رہی تھی جابری چاقو ہاتھ میں تولے سانپ کی طرح مجھ پر ٹگا ہیں جمانے بینترے بدل رہا تھا اور میں اپنی جگہ ساکت و جامد کھڑا اسے دیکھ رہا تھا جابری نے تین چار بار مخصوص انداز میں چاقو لہرایا اور ایک بار پھر اس نے مل کھا کر میرے قریب آ کر مجھ پر حملہ کیا تھا اس نے چاقو والا ہاتھ میری گردن اور شانوں کے درمیان مارنا چاہا لیکن میرے داؤ سے وہ بے خبر تھا میں نے صرف اپنا بایاں پاؤں اٹھایا تھا اور جابری کے حلق سے ایک دلخراش چیخ نکلی تھی وہ میرے شانے پر تو وار نہیں کر سکا خود اپنے ہی پیٹ کو پکڑ کر زمین پر بیٹھ گیا میں اس سے اتنے فاصلے پر کھڑا ہو گیا کہ اس کے ہاتھ کی پہنچ میں نہ آسکوں یہاں پہنچ کر میں نے کہا۔

”اٹھو جابری اس وقت میں تمہیں ٹھوکریں مار مار کر اسی زمین میں دفن کر سکتا ہوں لیکن بیٹھے ہوئے پر میں وار نہیں کروں گا اٹھو۔“

جابری نے گردن اٹھا کر مجھے دیکھا شدید تکلیف اور کرب کے آثار اس کے چہرے سے نمایاں تھے لیکن تھا جاندار آدمی ایک بار پھر اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور چاقو کو ہاتھ میں تولنے لگا پھر اس نے دیوانوں کی طرح بے درپے وار مجھ پر کئے اور میں اس کے وار خالی دیتا رہا حیرت کی بات یہ تھی کہ وہ پاگل لڑکی بھی انہیں لوگوں کے درمیان آنکھیں اور منہ کھولے کھڑی ہوئی تھی اور میری اور جابری کی جنگ دیکھ رہی تھی یہاں تک کہ میں نے جابری کی بغل میں ایک ٹھوکر ماری اور جابری کئی فٹ اونچا اچھل کر زمین پر گرا اور اس کے بعد چاقو اس کے ہاتھ سے نکل گیا میں نے چاقو اٹھایا اسے ہاتھ میں لے کے قریب پہنچا جابری اب خوفزدہ

لگا ہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا میں نے اپنا گھٹنا اس کے سینے پر رکھا جاہری نے آنکھیں بند کر لیں لیکن میں نے اس کی پیشانی پر ایک نشان چاقو کی نوک سے بنایا اور اس کی پیشانی سے خون اہل پڑا جاہری کٹے ہوئے بکھرے کی طرح چیخا تھا اس کے آدمی سچ و تاب کھا رہے تھے لیکن جاہری کی ہدایت کے مطابق انہوں نے مجھ پر حملہ کرنے کی کوشش نہیں کی تھی پھر میں وہاں سے ہٹ گیا اور جاہری تعجب سے مجھے دیکھنے لگا میں نے کہا۔

”بس نہ تو میری تم سے کوئی دشمنی ہے جاہری اور نہ میں تمہیں قتل کرنا چاہتا ہوں تم نے میری لگا ہوں کے سامنے امیر حماد کی توہین کی جس پر مجھے غصہ آ گیا تھا۔“ میں نے چاقو بند کر کے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جاہری اٹھ کر بیٹھ گیا تھا وہ بار بار آنکھیں پھینچ رہا تھا جیسے اپنے ذہن پر طاری ہونے والی غشی کو دور کرنے کی کوشش کر رہا ہو پھر اس نے اپنے آدمیوں کی طرف رخ کر کے کہا۔

”مجھے سہارا دو اس کے آدمی بھرا مار کر اس کی طرف دوڑ پڑے تھے پھر انہوں نے جاہری کو بغلوں میں ہاتھ ڈال کر اٹھایا اور اسے لے کر ایک جانب چل پڑے ان کا رخ گیٹ کی جانب تھا یہاں تک کہ وہ سب باہر نکل گئے پاگل لڑکی اب بھی اپنی جگہ کھڑی ہوئی تھی کسی کو اس کا خیال نہیں رہا تھا لیکن پھر امیر حماد نے چونک کر اسے دیکھا اور متحیرانہ انداز میں بولے۔

”یہ۔۔۔ یہ۔۔۔ یہ۔۔۔“ پھر اس نے اپنے آدمیوں کی طرف اشارہ کیا اور قرب و جوار میں کھڑے ہوئے ملازمین جو منتظر تھے اس بات کہ امیر حماد انہیں اشارہ کرے تو وہ جاہری کے آدمیوں پر ٹوٹ پڑیں ان کے ہاتھوں میں ریواں تھے وہ امیر حماد کے اشارے پر اس طرف دوڑ پڑے جب وہ قریب پہنچے تو امیر حماد نے ان میں سے ایک کو اشارہ کر کے کہا۔

”اسے اس کی رہائش گاہ میں پہنچا دو۔ ہوشیار گیٹ سے باہر نہ نکلنے پائے۔“ ان سب نے لڑکی کے گرد گھیرا جما لیا لڑکی کے انداز میں ایک عجیب سی تبدیلی ہو گئی تھی وہ لوگ اسے دائرے میں لے کر آگے دھکیلنے لگے اور لڑکی سر جھکا کر آگے بڑھتی رہی امیر حماد کا منہ حیرت سے کھلا ہوا تھا اس نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔

”اس سے پہلے اسے اس عالم میں نہیں دیکھا گیا یوں محسوس ہوتا ہے جیسے یہ سحر زدہ ہو گئی ہو۔“ کسی نے کچھ نہیں کہا۔ ویسے بھی باقی لوگ جن میں وحدت عالی ڈاکٹر ہرین اور عفان وغیرہ تھے تصویر حیرت بنے کھڑے ہوئے تھے یہ عجیب و غریب ڈرامائی پتویشن ان کے

لے بڑی تعجب خیز تھی۔ میں نے بھی اس سلسلے میں مکمل خاموشی اختیار کر لی جو کچھ ہوا تھا وہ صرف اس لئے ہوا تھا کہ جاہری نے امیر حماد کی توہین کرنے کی کوشش کی تھی۔ ویسے لڑکی کے لئے میرے دل میں نرم گوشہ موجود تھا اور میں اس کے بارے میں شدید تجسس کا شکار تھا لیکن میں نے بھی یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ جب تک کوئی خود مجھے اس کے بارے میں نہیں بتائے گا میں خود اس کی زیادہ کھوج کرنے کی کوشش نہیں کروں گا۔ لیکن اب بھی میرے دل میں تجسس کا غلبہ تھا ویسے ایک خاص بات میں نے اور بھی محسوس کی تھی وہ یہ کہ نہ تو وحدت عالی نہ عفان اور نہ ڈاکٹر ہرین کوئی بھی اس پورے واقعے سے کسی سبب کا شکار نظر نہیں آتا تھا۔ نہ ہی انہوں نے میرے سامنے لڑکی پر کوئی تبصرہ کیا تھا۔ اس کا مقصد ہے کہ تھوڑا بہت وہ لوگ اس کے بارے میں جانتے ہیں۔ باقی تو سب کچھ ٹھیک ٹھاک تھا لیکن عفان پر مجھے حیرت ہوئی تھی اور میں نے دل میں یہ سوچا تھا کہ عفان نے ساری باتیں تو مجھے بتا دی ہیں لیکن اس لڑکی کا کبھی اس نے کوئی تذکرہ نہیں کیا اگر وہ اس کے بارے میں جانتا ہے تو اصولی طور پر جب اس نے مجھے اپنے عشق کی داستان تک سنا دی تو کسی نہ کسی شکل میں وہ لڑکی کا تذکرہ ضرور کرتا بہر حال یہ بات میں نے اپنے ذہن میں رکھی تھی۔ جاہری کے ساتھ جو کچھ ہوا تھا اس کا مجھے ہانکل افسوس نہیں تھا۔ عجیب وحشی قسم کا آدمی تھا لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ امیر حماد جیسے نفیس انسان نے اس لڑکی پر جاہری جیسے وحشی کو تشدد پر آمادہ کیوں کیا تھا اس کی کیا وجہ تھی۔ ذہن شدید تجسس کا شکار تھا۔ لیکن اس کے باوجود میں اپنے آپ پر قابو رکھنا چاہتا تھا البتہ رات کو عفان ڈنر کے بعد میرے پاس پہنچا۔ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا کہنے لگا۔

”یار تمہاری یہ صفت تو ابھی میرے سامنے آئی ہے۔ میں نے تمہارے بارے میں بہت سوچا لیکن بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی۔“

”کون سی صفت؟“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تم ایک بہترین فاسٹر ہو۔ یہ تمہاری شخصیت کا کون سا پہلو ہے۔ تم یقین کرو وہ لمحہ مجھے تمہارے بارے میں شدید حیرت کا شکار کر دیتا ہے۔“ میں نے سرد نگاہوں سے عفان کو دیکھا اور کہا۔

”ہو سکتا ہے ابھی میری بہت سی باتیں تمہارے علم میں نہ ہوں۔“

”ہاں خیر کوئی بھی کسی سے پوری طرح واقف ہونے کا دعویٰ تو نہیں کر سکتا۔“

”بالکل۔ جیسے میں۔“ میں نے کہا۔

”کیا مطلب؟“

”میں بھی تو تمہارے بارے میں زیادہ نہیں جانتا عفان۔“

”میں تو ایک کھلی کتاب ہوں اپنے بارے میں سب کچھ بتا چکا ہوں۔ زندگی جس طرح انزری اس کے تھوڑے بہت حصے سے تو تمہاری واقفیت بھی ہے۔ جرمن سے آیا تو عشق میں گرفتار ہو گیا۔ ویسے خدا کا شکر ہے کہ میری منزل زیادہ مشکل نہیں ہے۔ ربانی اب پوری طرح میری جانب متوجہ ہے۔ لیکن تم شاید اس بات کا یقین نہ کرو کہ تم سبھی کی نگاہوں میں ایک عجیب و غریب شخصیت اختیار کر گئے ہو۔“

”عفان پلیز میں اس قابل نہیں ہوں جس طرح تم میری تعریفیں کر رہے ہو۔“

”کیا بات ہے کچھ موڈ خراب خراب سا لگ رہا ہے؟“ عفان نے اب مجھ پر غور کیا

تھا۔

”نہیں عفان ایسی کوئی بات نہیں ہے۔“

”ہے یار۔ اب دیکھو ناں میری اور تمہاری اتنی گہری دوستی ہو گئی ہے کہ ہم ایک

دوسرے کو سمجھ رہے ہیں۔ کوئی خاص بات ہوئی ہے کیا؟“

”بالکل نہیں۔“

”نہیں۔ نہ بتاؤ گے تو مجبور تو نہیں کروں گا۔ لیکن کچھ لگ رہا ہے۔“

”عفان۔ تم نے مجھے اپنے بارے میں بہت سی باتیں بتادی ہیں حالانکہ میرا خیال تھا

کسی کو اپنے بارے میں اتنا کچھ نہیں بتانا چاہیے۔“

”کیوں؟“

”بس تھوڑے سے فاصلے تو زندگی کے لئے ضروری ہوتے ہیں۔“ عفان عجیب سی

نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔

”اب یہ تمہارا نظریہ ہے میرا تو نہیں۔“

”نہیں تمہارا بھی ہے۔“

”یار جو کہنا چاہتے ہو کھل کر کہو میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا ہے۔ اگر کوئی بات ہو گئی

ہے تو کم از کم مجھے بتا دو تا کہ میں اپنی کسی غلطی کا ازالہ کر سکوں۔“

”بالکل نہیں۔ یہی بات تو یہ ہے کہ امیر حماد نے مجھے اپنے درمیان جو مقام دے رکھا ہے میں قطعی طور پر اس کا اہل نہیں ہوں لیکن مجھے خوشی ہے کہ بعض جگہ مجھے میری حیثیت سے روشناس کرا دیا گیا ہے اور یہ بتا دیا گیا ہے کہ محبت اور ہمدردی کا اظہار بھی ایک الگ حیثیت رکھتا ہے لیکن انسان کو بعض معاملات میں اس کی اوقات تک رکھنا ضروری ہوتا ہے۔“

”میرے بھائی۔ میری بات کرو۔ امیر حماد کی بات کیوں کر رہے ہو۔“

”تم امیر حماد کے ہم پلہ ہو عفان۔ وحدت عالی کے بارے میں مجھے جتنا معلوم ہے اس سے مجھے یہ پتا چل چکا ہے کہ وحدت عالی کسی بھی طور مالی طور پر امیر حماد سے کم نہیں ہے ان کا وسیع و عریض کاروبار ہے اور تم ان کے چہیتے اور منظور نظر۔“

”تو پھر۔“

”میرا مطلب ہے تم امیر حماد کے ہم پایہ ہو گئے یعنی میرے مالکان کے ہم پایہ۔“

”امیر حماد تمہیں اپنا ملازم تو نہیں سمجھتے۔ اگر تم ایسا سمجھتے ہو تو میرا خیال ہے کہ یہ امیر کے ساتھ زیادتی ہے خاتون نقرہ تمہارے لئے دل میں جو مقام رکھتی ہے اس کا بھی تمہیں اندازہ ہوگا۔“

”وہ تو سب ٹھیک ہے لیکن کم از کم تمہیں تو اس لڑکی کے بارے میں ضرور معلوم ہوگا جو دو مرتبہ میرے سامنے آچکی ہے۔“ عفان کے چہرے پر ایک عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی۔ اس نے کہا۔

”کیا مطلب ہے تمہارا کیا تم سمجھتے ہو کہ میں اس کے بارے میں سب کچھ جانتا ہوں۔“

”نہیں۔ یہ تو میں نہیں سمجھتا بلکہ میں تو کچھ بھی نہیں سمجھتا لیکن ایک ایسی عجیب و غریب شخصیت پر تم نے نہ تو اظہار حیرت کیا اور نہ اس کے بارے میں اس وقت امیر حماد سے کوئی سوال کیا۔“

”ہاں۔ اس کی وجہ ہے۔“ عفان نے بھی سنجیدہ ہو کر کہا میں نے سوال یہ نہ کیا تھا کہ وہ کسی سوچ میں ڈوب گیا تھا پھر اس نے کہا۔

”میں بالکل نہیں چاہتا میرے دوست کہ تمہارے دل میں میرے لئے کوئی ایسی بات رہے اور اس کی وجہ تم سے محبت اور دوستی ہے میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میرے سر پرست وحدت

عالی رہے ہیں میری تعلیم انہوں نے مکمل کرائی ہے اور میرے ساتھ ان کا سلوک بالکل ایسا ہی رہا ہے جیسے اپنی سگی اولاد کے ساتھ ہوتا ہے لیکن ابتدا ہی سے میرے شاہیہ اور علاقہ کے درمیان بہن بھائیوں جیسا رشتہ رہا ہے یہ بات وحدت عالی بھی جانتے ہیں چنانچہ ایسے کبھی نہیں سوچا گیا کہ ان دونوں لڑکیوں میں سے کسی کو میری زندگی میں شامل کر دیا جائے رہا تو بعد کی چیز ہے تو وحدت عالی کے بارے میں بتا رہا تھا اس میں کوئی شک نہیں کہ اس دولت میں میرا بھی حصہ ہے چاہے میں اسے قبول کروں یا نہ کروں یہ ایک بالکل مختلف بات ہے۔ وحدت عالی کے بارے میں شاید یہ بات تمہیں معلوم نہ ہو کہ ان کی زندگی مہمان سے بھرپور رہی ہے اور امیر حماد کے ساتھ ان کی بے پناہ دوستی اور محبت ہم مزاج ہونے کی وجہ سے بھی ہے۔ وحدت عالی ان تینوں لڑکیوں کے ساتھ یہاں آ رہے تھے۔ میں بھی تعلیم ختم کر چکا تھا وحدت عالی نے مجھے بتایا کہ اپنی آخری مہم میں انہیں کچھ ایسے عجیب و غریب واقعات پیش آئے جنہوں نے انہیں چکرا کر رکھ دیا۔ نا صرف وہ بلکہ ڈاکٹر ہرملین اور امیر حماد تینوں افراد اس مسئلے کی عقدہ کشائی میں ناکام رہے اپنی اس آخری مہم میں وہ اس لڑکی کو ساتھ لائے جس کا کوئی نام نہیں ہے اور اس کے بارے میں کسی کو کوئی علم نہیں ہے لیکن وہ لڑکی کسی گھر سے راز کی چابی ہے اور اس چابی کو انہوں نے قبضے میں کر رکھا ہے۔ بہت عرصے سے ایک مہم ترتیب دی جا رہی تھی اور اس مہم کا مرکزی کردار یہ لڑکی ہے لیکن وہ مرکز کیا ہے یہ نہیں معلوم ان لوگوں میں ایک اور چوتھی شخصیت بھی شامل ہے جو اپنے طور پر اس مہم کی تیاریاں کر رہی ہوگی۔ وحدت عالی نے مجھے اس لڑکی کے بارے میں بتایا تھا اور یہ بھی کہا تھا کہ اس مہم میں میں بھی ساتھ ہوں گا اور یہ تینوں لڑکیاں بھی۔ لڑکیوں میں یہ صفت باپ کی طرف سے منتقل ہوئی ہے اور انہیں بھی ایڈونچر پسند ہے چنانچہ اس طرح ہم لوگ یہاں پہنچے ہیں۔ لڑکی کے بارے میں جتنا کچھ مجھے معلوم ہے میں نے تمہیں بتا دیا۔ وحدت عالی نے مجھ سے کہا تھا کہ میں ابھی اس سے اپنی واقفیت کا اظہار نہ کروں۔ لڑکی کو صیغہ راز میں رکھا جا رہا ہے غالباً کوئی ایسا گروپ بھی موجود ہے جو اس لڑکی پر قبضہ پانے کی فکر میں سرگرداں ہے وہ کون ہیں کیا ہیں یہ نہیں معلوم۔ لیکن بہر حال یہ سارا مسئلہ ہے مجھ سے کہہ دیا گیا تھا کہ میں اس لڑکی سے اپنی واقفیت کا اظہار کروں نہ کبھی کسی کو یہ بتاؤں کہ میں اس کے بارے میں اتنا بھی جانتا ہوں جتنا میں نے تمہیں بتایا۔ اب تم مجھے بتاؤ کہ کیا مجھے اس معاملے میں کوئی مداخلت کرنی چاہیے تھی۔“ بات سمجھ میں

آ رہی تھی میں نے کچھ دیر کے بعد کہا۔

”تصور میرا بھی نہیں عفان۔ اس سے پہلے بھی ایک بار میں نے جابری کو اس پر ظلم کرنے دیکھا۔ لڑکی اس دن بھی اسی طرح اپنی جگہ سے نکل بھاگی تھی اور جابری دیوانگی کے ساتھ اس کا تعاقب کر رہا تھا۔ لڑکی کے ساتھ وہ جس بے دردی سے پیش آتا ہے وہ تم نے خود بھی دیکھ لیا میں نہیں سمجھتا کہ وہ کون ہے اور کیا ہے لیکن حیرانی مجھے شدید ہے کہ امیر حماد اور خاتون فقرہ جیسی ہمدرد اور انسان دوست خاتون کس طرح اس لڑکی کے ساتھ یہ ظلم برداشت کرتی ہیں۔“

”ایک بات کہوں ان لوگوں کا خیال ہے کہ لڑکی کے سینے میں کوئی بہت ہی اہم راز پوشیدہ ہے اور وہ صرف دیوانگی کا مظاہرہ کرتی ہے۔ وہ یہاں سے فرار ہونے کی کوشش کرے گی اور ایسی کوشش وہ کئی بار کر چکی ہے۔“

”کیا دوسرے گروپ کے افراد کبھی سامنے آئے۔“

”یقین کرو جتنا تمہیں بتا رہا ہوں وہی میری کل معلومات ہے اس سے زیادہ مجھے اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔“

”بہر حال ساری باتیں اپنی جگہ انسانی نکتہ نظر سے جو سلوک وہ اس کے ساتھ کر رہا تھا وہ مناسب نہیں تھا اور اگر یہ سلسلہ مزید کچھ دیر جاری رہتا تو شاید امیر حماد سے میری رفاقت نہ بچھ سکتی۔“

”نہیں پلیز ایسا مت کرنا۔ یہ لوگ تمہارے بارے میں بڑے اچھے جذبات رکھتے ہیں۔“ عفان نے کہا اور میں خاموش ہو گیا۔ پھر رہابی کی گفتگو ہونے لگی۔ عفان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”یہ علاقہ اور اسٹیل میں خوب ٹھن گئی ہے وہ تو اتفاق ہے کہ ماحول میں تھوڑی سی تبدیلی آگئی ورنہ شاید تمہارے لئے ڈوئل ہو جاتی۔“

”مجھے یہ تمام باتیں ناپسند ہیں۔“ میں نے منہ بنا کر کہا۔

”آہ۔ مگر اپنی بھابی کو ناپسند نہیں کرنا۔“

”بات کسی حد تک آگے بڑھاؤ تو سہی۔“

”اب تو میرا کام بنتا ہوا نظر آ رہا ہے۔“

”ویسے میری سمجھ میں ایک بات نہیں آئی۔“
”کیا؟“

”اگر کوئی مہم درپیش ہے تو اس میں خواتین کی کیا گنجائش ہے۔“
”کمال کرتے ہو یا۔ ہر ایک کو خشک مزاج سمجھتے ہو بھی اگر رہا بی اس مہم پر نہ جاتی تو میں کبھی اس کے لئے تیار نہ ہوتا ویسے ایک بات بتاؤ۔“
”کیا؟“

”امیر حماد کی طرف سے کیا تمہیں اس مہم پر چلنے کی کوئی پیشکش کی گئی ہے۔“
”نہیں۔“

”میرا خیال ہے کی جائے گی بلکہ جہاں تک مجھے امیر حماد کی ذہنیت کا پتا چلا ہے اس سے تو یہ احساس ہوتا ہے کہ وہ تمہیں اب ایک پل بھی لگا ہوں سے اوجھل رکھنا پسند نہیں کریں گے۔ ہاں ایک بات میں تم سے کہے دیتا ہوں۔“
”کیا؟“

”تم واقعی بہت دلیر ہو۔ حالات پر قابو پانا جانتے ہو لیکن اندھیرے کے تیر کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔“
”مطلب؟“

”وہ آدمی مجھے کافی خطرناک معلوم ہوا تھا۔“
”جابر کی؟“

”ہاں۔“ ”ہوسکتا ہے وہ اپنی توہین کا بدلہ لینے کی کوشش کرے۔“
”میں نے ان باتوں کی کبھی پروا نہیں کی۔“
”ویسے تم زبردست فائزر ہو۔“

”ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ لیکن ہاں سر پر آپڑے تو دیکھ لیتا ہوں۔“
”میں نے تمہیں مارشل آرٹس کا مظاہرہ کرتے ہوئے بھی دیکھا ہے۔ بلکہ ہر مین کبہ رہے تھے کہ دیکھو اس شخص کی ایک اور صفت سامنے آئی۔ امیر حماد نے کچھ کہا نہیں تھا۔“ عفتان کے جانے کے بعد میں ایک بار پھر اس لڑکی کے بارے میں سوچنے لگا۔ عفتان نے اس کے بارے میں جو کچھ انکشافات کیے تھے۔ وہ میرے لئے بھی تعجب خیز تھے۔ میں نے ابھی تک۔

اندازہ نہیں لگایا تھا کہ لڑکی میں تھوڑی بہت ابھی ہوش مندی باقی ہے ایک مخصوص انداز تھا اس کی دیوانگی کا پتا نہیں کیا حقیقت ہے لیکن دوسرے دن امیر حماد اس وقت مجھ سے ملاقات کرنے آیا جب سارا دن گزارنے کے بعد رات میں اپنی آرام گاہ میں بیٹھا ہوا حاتم سے بات کر رہا تھا وقت اتنا ہو گیا تھا کہ سب لوگ آرام کے لئے سو گئے تھے بس نجانے کیا دل چاہا تھا کہ حاتم میرے پاس آ بیٹھا۔ اور ہم دونوں اس ماحول کے بارے میں گفتگو کرتے رہے۔ ابھی باہر کے دروازے پر آہٹیں سنائی دیں اور پھر حاتم جو باہر کا دروازہ کھولنے گیا تھا پر ادب میرے کمرے میں پہنچا۔ امیر حماد اس سے آگے آگے تھا۔ امیر حماد کو دیکھ کر میں چونک کر کھڑا ہو گیا یہ پہلا موقع تھا کہ امیر حماد میرے پاس میری انیکسی میں آیا تھا میں نے اسے پر احترام نگاہوں سے دیکھا اور بیٹھنے کی پیشکش کی تو امیر حماد نے حاتم سے کہا۔

”حاتم بہت عمدہ قسم کی کافی پلا سکتے ہو؟“

”حکم عالی طرح ہے۔“ حاتم نے گردن خم کر کے کہا اور وہاں سے باہر نکل گیا امیر حماد مجھے دیکھنے لگا اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی کیفیت تھی کچھ لمحات وہ مجھے اسی طرح دیکھتا رہا پھر بولا۔

”میں تمہارے پاس ایک کام سے آیا ہوں عارف۔“
”جی امیر۔“ میں نے ادب سے گردن خم کر کے کہا۔

”عارف تم اپنے آپ کو ایک مکمل نفس اور صاحب ظرف انسان ثابت کر چکے ہو میں انتہائی خلوص کے ساتھ یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ تمہاری قربت میرے لئے عزت کا باعث ہے یقینی طور پر تم ایک انتہائی شاندار نوجوان ہو وہ تمام صفات تمہارے اندر موجود ہیں جن پر ناز کیا جاسکتا ہے۔ آج بھی میری دلی آرزو ہے کہ تم اپنا صحیح مقام تلاش کر لو ڈاکٹر ہر مین نے جو کچھ تمہارے بارے میں بتایا ہے وہ میرے لئے باعث فخر بھی ہے اور باعث دکھ بھی نجانے کیا ہے تمہارا ماضی لیکن بہر حال ہم صاحب ایمان ہیں اور اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ اللہ ہمارے لئے ہمیشہ بہتر کرتا ہے میری دعا ہے کہ آخر کار ایک دن تم اپنی شناخت پالو۔ بہر حال میں یہ باتیں کر کے کسی قسم کے لالچ کا اظہار نہیں کرنا چاہتا۔ لالچ تو مجھے تم سے ہے اور اتنا ہے کہ ایک اعلیٰ شخصیت کو میں اپنے ساتھ شامل کر کے خوشی محسوس کرتا ہوں۔ یقینی طور پر تم نے یہاں آنے کے بعد کچھ عجیب باتیں محسوس کی ہوں گی۔ لیکن تم نے کبھی کسی سے ان عجیب باتوں کے

بارے میں کوئی سوال نہیں کیا۔ اس سے بھی تمہاری اعلیٰ ظرفی کا اظہار ہوتا ہے میں تم سے جو کام چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ جابری کے جانے کے بعد اس وحشی لڑکی کی ذمہ داری تم سنبھال لو۔ کیا یہ تمہارے لیے ممکن ہے۔“ میں ایک لمحے کے لئے سکتے میں رہ گیا تھا۔ امیر حماد اسے میرے لئے ممکن کہہ رہا تھا یہ تو میری دلی آرزو تھی کہ میں اس لڑکی کے بارے میں معلومات حاصل کروں اسے جانوں کہ وہ ہے کیا اور اگر مجھے اس کی قربت نصیب ہو جائے تو پہلی بات تو یہ کہ میں اس پر ہونے والے مظالم کا ازالہ کر سکوں دوسری یہ کہ مجھے اس کے بارے میں تفصیلات معلوم ہوں۔ امیر حماد سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں نے کہا۔

”امیر اگر آپ یہ ذمہ داری میرے سپرد کرنے کے خواہشمند ہیں تو مجھے بالکل انکار نہیں ہے۔“ میں یہ ذمہ داری بخوشی قبول کرتا ہوں اور اسے ہر حال میں پورا کروں گا۔



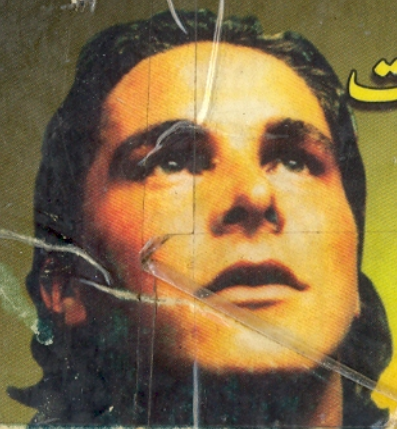
اس کے بعد کے حالات جاننے کے لئے

نامور سیریز کا شاہکار
”پتھر کے سپاہی“ پڑھیں

مخبر



ایم اے راحت



مجموعہ

ندیم

ایم اے راحت



مقبول اکیڈمی ۱۹۹ سکر رڈ چوک نارنگی لاہور

بیشتر لوگ خود کو بڑا ثابت کرنے کے لئے اپنا چھوٹا پن چھپاتے ہیں۔ ان کا ماضی ان

کے لیے سب سے بڑا خوف ہوتا ہے اور اسے پوشیدہ رکھنے کے لیے وہ نہ جانے کیا کیا جتن کرتے ہیں۔ چند لوگ میرے سامنے ہیں لیکن یہ ان کا فعل ہے اور مجھے ان کی رسوائی مقصود نہیں اور نہ ہی اس داستان سے ان کا تعلق ہے اس لیے جانے دیں خود میری کہانی ایسے ہی بڑے لوگوں کی کہانی ہے۔ یہ خود ان کے اعلیٰ کردار کی نمائندگی کر دے گی۔

میں بھی ایک بڑا آدمی ہوں۔ اتنا بڑا کہ بڑے ہونے کے تمام اصول پورے کرتا ہوں۔ 'کارین'، 'کوٹھیاں'، 'جائدادیں'، 'فرم'، 'فیکٹریاں'، 'تعلقات'، 'پولیس' کے افسران اعلیٰ ہر دور حکومت کے وزراء غیر ملکی سفیر، وکیل، 'جج'، 'بیرسٹر' یہ سب میرے دوست ہیں اور میری بے حد عزت کرتے ہیں۔ ملکی سیاست میں کبھی حصہ نہیں لیا لیکن سیاست دانوں کی ہر طرح خدمت کی اور کسی ایسے لیڈر کو شکایت کا موقع نہیں دیا جس کے برسرِ اقتدار آنے کے امکانات ہوں۔ آپ چاہیں تو اسے میری سیاسی بصیرت کہہ سکتے ہیں بلکہ بعض اوقات توٹے اور ریس میں جیتنے والے گھوڑے کے نمبر کی طرح یہ اندازے بھی کیے گئے کہ میں کسے سپورٹ کر رہا ہوں اور جسے میں سپورٹ کر رہا ہوں اس کی کامیابی کے امکانات سو فیصد ہیں خواہ اس کی سیاسی پوزیشن کسی بھی حد تک کمزور ہو اور وقت ثابت کرتا تھا کہ میرا فیصلہ کبھی غلط نہیں ہوتا تھا۔ اس طرح میں ایک سیاسی درویش بھی سمجھا جاتا تھا۔

تو بات کر رہا تھا بڑے لوگوں کے چھوٹا پن چھپانے کی میں بھی خود کو ایک حد تک

چھپانا چاہتا ہوں، بس اس حد تک جہاں تک ضروری سمجھتا ہوں۔ مثلاً میں آپ سے اپنا اصل نام چھپا رہا ہوں، ان مخصوص لوگوں کے نام چھپا رہا ہوں جن کا تعلق اس داستان سے ہے اور جنہیں آپ ان کے ناموں سے شناخت کر سکتے ہیں، اب یہ آپ کی ذہانت ہے کہ آپ ان فرضی ناموں کے پیچھے اصل چہرے کو شناخت کر لیں۔ میں اپنی زبان سے کسی کو رسوا نہ کروں گا۔ میں نے اپنے لیے ایک نام تجویز کیا ہے، آپ مجھے فیصل جلال کہہ سکتے ہیں، اپنی ولدیت چھپا رہا ہوں اور اس کی جگہ جو نام لوں گا وہ بھی فرضی ہو گا کیونکہ خود فیصل جلال فرضی ہے مجھ پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

کیونکہ میں بہت سی روایات سے منحرف ہوں۔

یہ نکلانا موضوع، یعنی روایات سے انحراف مختصراً کہوں گا کہ ہر بچہ معصوم ہوتا ہے بے بس ہوتا ہے، اچھا ہوتا ہے، نیک ہوتا ہے، نیک رہنا چاہتا ہے، یہ آپ پر منحصر ہے کہ آپ اسے کیا بتاتے ہیں۔ تخلیق کنندہ اسے گوشت پوست کے لو تھڑے کی شکل میں روح پھونک کر آپ کے حوالے کر دیتا ہے، اس کے بعد آپ کا کام شروع ہوتا ہے کہ آپ اس کا کیا کرتے ہیں۔ بات تقدیر کے حوالے کر دی جاتی ہے مگر مذہبی طور پر نبیوں، ولیوں اور درویشوں نے نیکی اور بدی کی تشریح کر دی ہے، کھلے لفظوں میں سمجھا دیا ہے کہ اس امتحان گاہ میں آپ کو پیپر دینے ہیں، ان میں کیا لکھنا ہے یہ آپ کا کام ہے۔ ببول کے درخت پر آم نہیں ملتے شاید میرا اندازہ کچھ نامحاذہ ہو گیا ہے، اس لیے اس موضوع کو ختم کرتا ہوں۔ بات روایات سے منحرف ہونے کی تھی، اس لیے اپنی صفائی پیش کرنے لگا تھا اور یہ کام بڑے زور و شور سے ہو رہا ہے۔ ہر شخص کہہ رہا ہے، سماج میں، معاشرے میں اور ماحول میں برائیاں بڑھتی جا رہی ہیں اور کوئی بھی اپنی ذمہ داری قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ پہلے اپنے اطراف پر الزامات لگائے جاتے ہیں اس کے بعد ماضی کا رخ کیا جاتا ہے، اب بتائیے ماضی میں جو بگاڑ پیدا ہو گیا ہے وہ حال میں کیسے دور کیا جائے، ماضی والے تو جا چکے، آپ جا رہے ہیں، چلتے رہیں جو ہو گا دیکھا جائے گا۔

آئیے آپ کو کراچی کے ایک خوبصورت علاقے میں لے چلوں۔ یہ علاقہ کراچی کا صف اول کا علاقہ ہے اور یہاں سب اول نمبر لوگ رہتے ہیں۔ ان میں سے بہت سے اول نمبر لوگوں کو میں جانتا ہوں، اس وقت سے جب وہ دس نمبری تھے، پھر وہ نو نمبری

آئے، نوے سیدھے سات نمبر پر پہنچے اور پھر تین نمبری ہوئے یہاں تک کہ ایک نمبری ہو گئے اور ایک نمبری ہونے کے بعد انھوں نے سارے نمبر بھلا دیئے اور اپنے ہر دور کے راز داروں کے دشمن بن گئے۔ مزاحیہ ڈراموں میں کام کرنے والا اداکار عمر شریف یہاں کے رہنے والوں کو برگر فیملی کہتا ہے مگر ان کا تجزیہ اپنے انداز میں کرتا ہے، جو لوگ یہاں یعنی ریٹس میں پیدا ہوئے ان کی یہ کیفیت فطری ہے کیونکہ سونے کے چمچے اور مٹی کے سالے میں فرق ہوتا ہے لیکن جنھوں نے ریٹس آباد کیا وہ ایسے نہیں۔ عمر شریف نے کبھی ان کا سامنا نہ کیا ہوگا، ورنہ مزاحیہ اداکار ہونے کی بجائے المیہ اداکار ہوتا۔

تو جناب یہ دُنیفس ہے۔ ساحل سمندر پر آباد اس عظیم الشان آبادی کی ایک کوٹھی میں ہی میں نے ہوش سنبھالا۔ لیکن سونے کے چمچے کے ساتھ نہیں بلکہ ہاتھ میں میلے جھاڑن کے ساتھ جس سے میں تین کمروں کا فرنیچر صاف کرتا تھا۔ اس کوٹھی میں بے شمار کمرے تھے جنہیں بے شمار لوگ صاف کیا کرتے تھے۔ میرے حصے میں صرف تین کمرے تھے کیونکہ میری عمر غالباً "چھ سات سال تھی۔ کیسی دلچسپ بات ہے انسان اپنے بارے میں سب کچھ جانتا ہے وہ کچھ بھی جو دوسرے نہیں جانتے لیکن زندگی پانے کے باوجود وہ ایک ایسے وقت کو نہیں جانتا جو اس کا اپنا ہوتا ہے 'اس کے بارے میں صرف دوسرے جانتے ہیں' جن کی مرضی ہے بتائیں یا نہ بتائیں اور وہ ہوتے ہیں عمر کے ابتدائی سال 'کہاں پیدا ہوئے کیوں پیدا ہوئے' کیسے پروان چڑھے 'یہ جھاڑن ہاتھ میں کہاں سے آیا وغیرہ وغیرہ۔

ڈیفنس کی اس کوششی میں ایک جہاں آباد تھا۔ اتنے لوگ تھے یہاں کہ سب کے نام گنوانے بیٹھ جاؤں تو کہانی کی رفتار ست ہو جائے گی، اس لیے یوں کروں گا..... کہ ضرورت کے تحت جو کردار آئے گا اس کا نام اور حیثیت بتاتا جاؤں گا۔ زندگی میں کائنات کی پہلی شناخت ماں ہوتی ہے چنانچہ میں اس کہانی کا دوسرا کردار اسے بنا رہا ہوں، کیونکہ پہلا کردار تو میں خود ہوں یعنی جناب فیصل جلال بلکہ عزت ماب جناب فیصل جلال۔ ماں کا نام شہزادی تھا کہ بعض والدین اولاد کے ساتھ ایسا ہی مذاق کرتے ہیں۔ کونسلے جیسی سیاہ، موٹی ناک، لمبے دانت نام حسن آراء یا ہتھوڑے جیسے ہاتھ، گھوڑے جیسی شکل، بکرے جیسی آواز نام شکیل احمد، جمیل احمد۔ تو میری ماں شہزادی تھی اور یہ شہزادی اس کوششی کے سروٹ کوارٹر نمبر چار میں رہتی تھی۔ چھوٹے بچوں کے کپڑے واشنگ مشین میں

صاحب تھے۔ یہی اس کو ٹھنی کے مالک تھے اور مالک رہنا جانتے تھے۔ کسی کی مجال نہیں تھی ان کے سامنے دم مارنے کی۔ خیر مجھے کسی سے کیا۔ ہاں جن سے براہ راست میرا تعلق ہے ان کا تذکرہ ضرور کروں گا جیسے آٹا ماں، یہ ایک مقدس نام ہے، میرے لیے اور اگر اس عمر میں میرے ذہن میں کسی کردار نے تجسس بیدار کیا تو وہ آٹا ماں تھیں، غزنوی صاحب کی بیگم اور یہاں جتنے موجود تھے سب کی ماں تھیں وہ۔ آٹا ماں کی کچھ باتیں سناؤں آپ کو۔

تاثیر میاں کے کمرے کی صفائی کرتا تھا میں۔ ایک دن وہ 'سر' سے پڑھ رہے تھے 'میں قالمین برش کر رہا تھا' سر، انھیں پڑھا رہے تھے (very Slow And diffecult) The works was اور تاثیر میاں سے اس کا تلفظ نہیں بن رہا تھا۔ سر نے کہا۔
 "اتنی بار تو اگر کسی گدھے کو بھی یہ جملہ رٹایا جاتا تو وہ اسے دہرا سکتا تھا۔ تم سے یہ جملہ نہیں نکل رہا۔ اے لڑکے تم بتا سکتے ہو کہ میں انھیں کیا پڑھا رہا ہوں۔"

"جی..... جی سر، داورک داز دیری سلو اینڈ ڈیفیٹلٹ" میں نے بے اختیار کہا۔
 "کچھ شرم آئی آپ کو؟" سر نے کہا۔

"تو یہاں کیا کر رہا ہے؟" تاثیر میاں شدید غصے کے عالم میں بولے اور ایک زور دار لات میرے رسید کر دی۔ میں زمین پر بیٹھا ہوا تھا اور وہ کرسی پر تھے، اس لیے لات میرے سر پر پڑی اور میں بری طرح گر پڑا۔ آٹا ماں عین اسی وقت اچانک اندر داخل ہوئی تھیں باقی باتوں کا تو انھیں کچھ پتا نہیں تھا لیکن انھوں نے تاثیر میاں کو میرے لات مارنے اور مجھے گرتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ وہ کچھ کہنے سے بغیر آگے بڑھیں اور انھوں نے تاثیر میاں کے بال پکڑ لیے اور اس کے بعد چٹاخ کی ایک زور دار آواز کمرے میں گونجی، ساتھ ہی آٹا ماں کی آواز۔

"کیوں مارا اسے؟" یہ ایک تھپڑ تو شاید چل سکتا تھا لیکن آٹا ماں نے تاثیر میاں کے بال نہ چھوڑے۔ دوسرا تھپڑ، پھر ایک گھونسا، دو لاتیں ان کے پڑیں اور تاثیر میاں کے منہ سے خون جاری ہو گیا۔ آٹا ماں پر تو جیسے دورہ پڑ گیا تھا۔ وہ صرف ایک جملہ کہہ رہی تھی۔
 "کیوں مارا اسے؟"

سر، آٹا ماں کو تو روکنے کی جرات نہ کر سکے تھے، اٹھ کر باہر گئے اور پھر دوسرے

دھوتی تھی، کچن کے برتن دھوتی تھی اور عیش کرتی تھی، عیش تو میں بھی کرتا تھا، تین کمروں کا فرنیچر صاف کرلو بس چھٹی، اس کے بعد لان پر آوارہ گردی کرو چاہے باہر نکل جاؤ، شام کو بڑے آدمیوں کے بچوں کو کھیلتے دیکھو مگر ان کے پاس نہ جاؤ، ہاں اگر خوبصورت گیند اچھل کر اپنی طرف آجائے تو اسے اٹھا کر ان کی طرف پھینک دو مگر دور سے، قریب جانے کے لئے خصوصی منادی کر دی گئی تھی۔

ماں کے بارے میں جذباتی لوگ بہت سی کہانیاں سناتے ہیں کہ بچہ پیدائش کے فوراً بعد اس کی آغوش کا شناسا ہو جاتا ہے۔ اس کے لئے ہمکتا ہے اس کے لیے روتا ہے، ماں اسے زمانے کی سرد و گرم ہواؤں سے بچاتی ہے، ماسٹامی کوئی جذبہ یا چیز ہوتی ہے، اس کے صندوق میں مجھے ایسی کوئی چیز نہیں ملی کیونکہ جب زمانے میں یا ڈیفنس کی اس کو ٹھنی کے کوارٹر نمبر چار میں سرد ہوا میں چلتیں تو میں نے کبھی خود کو ماں کی آغوش میں نہ پایا، سینے پر ہوا لگی تو الٹا ہو گیا۔ کمر کو ہوا لگی تو پھر سیدھا ہو گیا، ہاتھ پیروں کو ہوا لگتی تو گٹھری بن گیا اور صبح ہو گئی، قصہ ختم۔ ماں کی آغوش تو کبھی نہ پائی بلکہ بعض اوقات ماں ایسی نہ پائی اور کمرے کی دیواروں میں بھوت چلتے ہوئے پائے جو آنکھیں زور سے بند کر لینے سے بھاگ جاتے تھے۔

بہر حال شنزادی میری ماں تھی اور میں اس کا بیٹا۔ لوگ یہی کہتے تھے، باپ کے بارے میں، میں نے کبھی کسی سے نہ پوچھا، نہ کسی نے بتایا، مجھے خیال ہی نہ تھا کہ باپ بھی ہوتے ہیں اور ضروری ہوتے ہیں۔ بہت دن تک خیال نہ آیا تھا۔ شنزادی میری لیے کچھ نہ کرتی تھی۔ میں بھی اس سے کبھی کچھ کرنے کے لیے نہ کہتا تھا۔ عادت ہی نہ تھی بچپن سے البتہ ایک عادت ضرور تھی مجھ میں، وہ یہ کہ میں لوگوں کو دیکھتا تھا، ان سے سیکھتا تھا، ان کے افعال میں تمیز کرتا تھا، کاروبار زندگی چل رہا تھا، بہت سے بچے تھے یہاں بڑے تھے ہر عمر اور ہر فکر کے لوگ تھے، کچھ آقا تھے، کچھ غلام تھے، مجھے معلوم نہیں تھا لیکن گھر میں انھیں سر پڑھانے آتے تھے اور جو کچھ، سر، انھیں پڑھاتے تھے وہ میں نے بھی سیکھ لیا تھا یہ کہ ہمایوں، بابر بادشاہ کا بیٹھا تھا، قائد اعظم نے پاکستان بنایا تھا اور لیاقت علی خان شہید ہوئے تھے۔ ایسی لاتعداد باتیں میں سیکھ گیا تھا اور میری معلومات تاثیر میاں سے کسی طور کم نہ تھیں۔ بہت سے بڑے تھے، بہت سے چھوٹے تھے لیکن سب سے بڑے غزنوی

”پے لوگے؟“

”جی نہیں۔“

”لے لو..... لو یہ رکھ لو..... اور بھی دوں گی۔“ انھوں نے پرس سے کچھ نوٹ نکال کر میری جیب میں ٹھونس دیے۔ کئی بار مجھے چوما لیکن اسی وقت باہر سے غزنوی صاحب کی آواز سنائی۔

”ہم اندر آسکتے ہیں۔“ اور اجازت کی ضرورت نہ محسوس کر کے غزنوی صاحب اندر آگئے۔ آٹا ماں نے بری طرح مجھے دور دھکیل دیا اور میں گرتے گرتے بچا۔ ”امید ہے کہ آپ حسب عادت ایک آنکھ سے سو رہی ہوں گی۔ غزنوی صاحب نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا اور پھر ان کی نگاہ مجھ پر پڑی۔

”گیلا ہے ابھی، باہر دھوپ میں ڈال دے، ابھی سے اسے کیوں اندر لے آیا۔“ آٹا ماں نے کرخت لہجے میں کہا۔ اشارہ پیڈ کی طرف تھا۔ میری سمجھ میں کچھ نہ آیا تھا۔ آٹا ماں بھربولیں۔ ”عجیب نامراد لڑکا ہے، ارے میں کیا کہہ رہی ہوں سن نہیں رہا ہے۔“

”جی۔“ میں نے پیڈ اٹھایا اور باہر نکل گیا۔ نوٹ جیب میں نہ ٹھنسنے ہوئے تھے تو آٹا ماں کے اس پیار کو خواب سمجھتا کچھ سمجھ میں ہی نہیں آیا تھا۔ ہاں میری ماں ان نوٹوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوئی تھی۔ تیسری اور آخری بات سنا کر آٹا ماں کا تذکرہ ختم کرتا ہوں، یہ بھی ایک سنسان دوپہری کی بات ہے۔ تیز دھوپ پڑ رہی تھی، شدید لو چل رہی تھی۔ ماں نے دی منگوایا تھا اور دکان بہت دور تھی۔ دی لے کر اندر داخل ہوا تو پسینہ پسینہ ہو رہا تھا، اندر آگیا۔ دھوپ سے سرچکرا سا گیا تھا۔ زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ آٹا ماں اچانک اندر داخل ہو گئی۔ شہزادی اطمینان سے دی کی لسی بنا رہی تھی۔ آٹا ماں کو دیکھ کر ششدر رہ گئی۔ آٹا ماں میرے ہوش میں کبھی اس کو اڑ میں نہ آئی تھیں۔

”کہاں گیا تھا یہ؟“ انھوں نے پھنکارتے ہوئے کہا۔ اور شہزادی کی حالت خراب ہو گئی، اس کا چہرہ اتر گیا اور وہ چور سی بن گئی، بہر حال جواب دینا ضروری تھا۔ اس نے کہا۔

”دی..... دی منگایا تھا آٹا ماں۔“ آٹا ماں کی آنکھوں سے چنگاریاں پھوٹنے لگیں۔ انھوں نے سرد لہجے میں کہا۔

بہت سے لوگوں کو لے کر اندر آگئے۔ اتنی دیر میں تاثیر میاں کا بلواڑا بن چکا تھا۔ دوسرے لوگ اندر آئے۔ آٹا ماں کو روکنے کی جرات تو ان میں بھی نہ تھی، بس تاثیر میاں پر چھائے اور سب نے آٹا ماں کی لائیں اور گھونے کھائے پھر آٹا ماں تیزی سے باہر چلی گئی تھیں۔ بعد کا مقدمہ بھی میرے علم میں ہے۔ تاثیر میاں، عرفان غزنوی کے بیٹے تھے اور سسر عرفان یعنی عابدہ عرفان نے دو دن سے کھانا نہ کھایا، تیسرے دن بیٹے کو لے کر میکے چلی گئیں اور تین مہینے تک واپس نہ آئیں بعد میں کچھ مذاکرات ہوئے اور وہ واپس آگئیں۔ مجھ سے البتہ کسی نے ایک لفظ نہ کہا تھا نہ کچھ پوچھا تھا۔

یہ تو تھی ایک بات، آٹا ماں واقعی پراسرار کردار تھیں۔ ایک بار کسی کام سے دوپہر کے وقت میں ان کے کمرے میں چلا گیا، وہ سو رہی تھیں، میرے قدموں کی چاپ پر جاگ گئیں۔ مجھے دیکھا تو میں سہم گیا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئیں۔

”یہ پیڈ رکھنے آیا تھا، باہر سوکھ رہا تھا۔“ میں نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

”فیصل۔“ انھوں نے پیار سے مجھے پکارا۔

”جی آٹا ماں۔“

”مجھے سے ڈر لگتا ہے تمہیں، ادھر آؤ۔“ اور میں ان کے قریب پہنچ گیا۔ انھوں نے پیار سے مجھے پاس بٹھالیا۔ ”بولو ڈرتے ہو مجھ سے۔“

”نہیں۔“ میں نے جواب دیا۔ انھوں نے میرے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں لے کر مجھے دیکھا اور پھر میرا سر سینے سے لگالیا۔

”کوئی تکلیف ہے تمہیں؟“

”نہیں آٹا ماں۔“

”پیٹ بھر کر کھانا کھاتے ہو؟“

”جی ہاں۔“

”شہزادی کبھی مارتی تو نہیں تمہیں؟“

”جی نہیں۔“

”تمہارا خیال رکھتی ہے؟“

”جی ہاں۔“

”دھوپ اور گرمی کا کچھ اندازہ ہے، پتا ہے باہر لو چل رہی ہے۔“

”جی آنا ماں۔“

غزنوی تھے، نعمان غزنوی تھے، ان کے علاوہ غزنوی خواتین تھیں، یعنی دلشاد، نوشابہ، نوشین اور جنا وغیرہ، یہ سب بڑے غزنوی یعنی احسان غزنوی کے صاحبزادے اور صاحبزادیاں تھیں۔ مرد غزنویاں میں سے صرف کامران غیر شادی شدہ تھے، باقی سب مصیبت شدہ تھے اور ان مصیبت زدگان میں کسی نہ کسی کے ہاں ہر سال ایک آدھ غزنوی کا اضافہ ہو جاتا تھا۔ خواتین میں صرف دلشاد جہاں شادی شدہ تھیں اور باقی کے لیے رشتوں کا انتظار ہو رہا تھا۔ یہ ساری باتیں آہستہ آہستہ مجھے معلوم ہوتی جا رہی تھیں اور یہ عمر کا معاملہ تھا جو بڑھ رہی تھی۔ اس بڑھتی ہوئی عمر کے ساتھ ساتھ دوسرے بہت سے خیالات اور پیدا ہوتے جا رہے تھے۔ ہم اس گھر کے ملازم تھے۔ میری ماں شہزادی نہیں تو کرانی تھی۔ دوسرے بہت سے لوگ بھی یہاں نوکر تھے مختلف کام کرتے تھے، چھوٹے چھوٹے بچے، بوڑھے ملازموں تک کو جھڑک دیتے تھے ان سے بد تمیزی کر لیتے تھے کوئی انہیں کچھ نہ کہتا لیکن مجھ سے کسی کو بد تمیزی کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ میری بڑی مے بڑی غلطی پر لوگ دانت پیس کر رہ جاتے مگر مجھ سے کچھ نہ کہتے۔ بہت سے قیمتی برتن ٹوٹ چکے تھے مجھ سے، بڑے بڑے ڈیکوریشن پیس تباہ ہو چکے تھے جبکہ بہت معمولی معمولی باتوں پر دوسرے نوکروں کو چھٹی کا دودھ یاد دلا دیا جاتا تھا۔ میرے ساتھ یہ سب کچھ نہ ہوتا۔ طویل عرصے تک تو میں نے کچھ نہ سوچا مگر رفتہ رفتہ ایک عجیب سا احساس پیدا ہوتا جا رہا تھا۔ میری شخصیت متضاد کیوں ہے؟ میں کسی کی آنکھ کا تارا نہیں تھا پھر بھی سب پر ایک بندش تھی، کیوں؟

دوسرے لوگ تو خیر جو کچھ بھی تھے مگر سب سے زیادہ برا رویہ میرے ساتھ بڑے غزنوی صاحب کا تھا۔ انہوں نے میری اب تک کی زندگی میں کبھی براہ راست مجھ سے ایک آدھ بات کی تھی، وہ بھی ایسے کہ ایک دن، بہت پرانی بات ہے کہ میں ان بچوں کے ساتھ جا کھڑا ہوا جو لان پر کھیل رہے تھے ایک کی آنکھ پر پٹی بندھی ہوئی تھی اور وہ دوسروں کو چھو رہا تھا دوسرے چونکہ کھیل رہے تھے اور چھپ رہے تھے میں صرف کھڑا ہوا تھا۔ چھوٹے والے نے مجھے چھو لیا، سب بچے ہنس پڑے، مجھے بھی بہت اچھا لگا۔

بڑے غزنوی صاحب کہیں سے آئے تھے اور پورچ میں کار سے اترے تھے۔ بچے

”دوسرے لوگ بھی ہوتے ہیں گھر میں۔ شہزادی میرے ایک اشارے پر تمہارا جو حشر ہو سکتا ہے کیا تمہیں اس کا کچھ اندازہ ہے کیا تم اپنی کٹی ہوئی زبان اور تیزاب سے جھلے ہوئے چہرے کے بارے میں سوچ سکتی ہو، کرائے پر جرم کرنے والے بہت معمولی سے آدمی کے لیے یہ مشکل نہ ہوگا اور معاوضہ کیا دیتا پڑے گا صرف چند ہزار روپے، کانٹہ کے چند نوٹ۔“

”معافی چاہتی ہوں آنا ماں۔“ شہزادی نے لرزتے ہوئے کہا۔

”بہتر ہے خود کو سنبھالو، اس کی کالی تقدیر میں جو کچھ لکھا ہے اسے بھگتتے دو اس میں اور اضافہ نہ کرو۔“

”آئندہ ایسا کبھی نہ ہوگا آنا ماں۔“ شہزادی نے کہا اور آنا ماں میری طرف متوجہ ہوئے بغیر خاموشی سے چلی گئیں۔ میری چھوٹی سی عقل، یہ معرہ حل کرنے میں ناکام تھی، کیا ہوا تھا۔ یہ سب کچھ کیا تھا۔ شہزادی کے بدن میں لرزش تھی، اس کا چہرہ سفید پڑ گیا تھا۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

”جرائم پیشہ کہیں کے۔“

”بات کیا ہوئی ہے ماں؟“ میں نے کہا اور شہزادی چونک پڑی۔ چند لمحات وہ خاموشی سے دیکھتی رہی پھر ایک دم ہی مسکرا پڑی۔

”کچھ نہیں، لسی پیو گے؟“

”بلا دو مگر یہ آنا ماں کیوں بگڑ رہی تھیں؟“ ماں نے اپنے لیے بنائی لسی کا گلاس مجھے دے کر کہا۔

”وہ میں نے تمہیں دھوپ میں جو بھیج دیا تھا۔“

”تو اس سے کیا ہوا، ماں ہو تم میری بیٹا ہوں میں تمہارا انہیں کیا؟“ میں نے کہا۔

”اوہ بس! آنا ماں بہت رحمیل ہیں، اسی بات پر مجھے ڈانٹ رہی تھیں مکار کہیں کے۔ مجھے اندازہ نہ ہو سکا کہ یہ مکار کہیں کے کون ہیں نہ ہی میں نے اس بارے میں زیادہ سوچا کیونکہ وہی کی لسی بہت مزے دار تھی۔“

”سنو! یہ کپڑے کہاں سے آئے ہیں تمہارے پاس؟“

”میری ماں نے بازار سے خریدے ہیں۔“ میں نے کہا اور پلٹ کر واپس چل دیا

لیکن آہستہ آہستہ..... آج میں ان سے بالکل نہیں ڈر رہا تھا جبکہ گھر کے تمام ہی لوگ غزنوی صاحب سے دہشت زدہ رہتے تھے۔ مجھے ان کی باتوں کا کوئی افسوس نہیں ہوا تھا۔ ایک نفرت سی بیدار ہوئی تھی دل میں، صرف غزنوی صاحب سے اور اس وقت میں نے نہ جانے کیا کیا سوچا۔ کون ہیں یہ لوگ، کیوں دوسروں پر حکم چلاتے ہیں، کیا فرق ہے دوسروں میں اور مجھ میں۔ آدھی رات کو میں نے آئینے میں بار بار اپنا چہرہ دیکھا تھا۔ آخر کیا فرق ہے دوسروں میں اور مجھ میں۔

کوئی خاص بات نہ ہوئی، بس میں کچھ تلخ ہو گیا تھا اس دن کے بعد۔ یہ سب میرے لئے لگے تھے۔ بنی حوض کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے پر چھلانگ رہا تھا۔ ایک بار اس کا پاؤں پھسلا اور وہ گر پڑا۔ حوض کا کنارہ اس کے سر پر لگا اور بھل بھل خون بننے لگا۔ میں نے اسے دیکھا اور اطمینان سے آگے بڑھ گیا۔ کسی کو میں نے بنی کے بارے میں نہ بتایا تھا۔ بنی نعمان غزنوی کا بیٹھا تھا۔ بعد میں زیادہ خون بہہ جانے سے اس کی بری حالت ہو گئی تھی اور سارا گھر پریشان رہا تھا۔ میری فطرت میں یہ تلخی بڑھتی گئی مگر اس کا اظہار کسی چڑچڑے پن سے نہیں ہوتا تھا۔ جس نے ایک نیا رنگ اختیار کرنا شروع کر دیا۔ رومانہ بھی عرفان غزنوی کی بیٹی تھی۔ اس کے کمرے کی صفائی میرے ہی ذمے تھی۔ ایک دن میں اس کے کمرے میں صفائی کر رہا تھا کہ اس کے خوبصورت شیف سے ایک کتاب نیچے گر کر کھل گئی۔ اس میں جنگلی جانوروں کی تصویریں بنی ہوئی تھیں، بہت خوبصورت تصویریں تھیں۔ میں درق الٹ الٹ کر دوسری تصویریں دیکھنے لگا کہ رومانہ

”ارے! یہ کیا کر رہے ہو؟“

”تصویریں دیکھ رہا ہوں۔“

”تم نے میری یہ کتاب شیف سے کیوں نکالی؟“

”نکالی نہیں گر پڑی تھی۔“

”تو اس کرتے ہو، جانتے ہو کتنی قیمتی کتاب ہے، میرے ماموں امریکہ سے لائے

”تم یہاں کیا کر رہے ہو؟“ وہ سرد لہجے میں بولے۔

”کچھ نہیں..... کچھ بھی نہیں۔“

”آج کے بعد..... آج کے بعد کبھی تمہیں ان بچوں کے ساتھ کھیل میں نہ دیکھا جائے“ سمجھ گئے یا نہیں۔“

”سمجھ گیا۔“ میں نے کہا۔

”دفعان ہو جاؤ۔“ وہ بھیانک آواز میں غرائے اور میں وہاں سے بھاگ آیا پھر کبھی ہمت نہیں پڑی۔ بچوں کے کھیل میں شریک ہونے کی۔ دوسری بار غالباً ”عید یا بقر عید“ کا دن تھا۔ میں نے بھی نئے کپڑے پہنے تھے۔ بچے لائن لگا کر بڑے غزنوی صاحب سے عیدی وصول کر رہے تھے۔ جس جگہ یہ تماشا ہو رہا تھا، وہ کوٹھی کے صدر دروازے کے پاس ہی تھی..... میں صفائی کر کے باہر آیا تھا کہ یہ دلچسپ تماشا دیکھا۔ یونہی قدم رک گئے تھے۔ آخری بچے کو نمٹانے کے بعد ہی غزنوی صاحب نے مجھے دیکھا تھا۔ ان کا مسکراتا ہوا چہرہ ایک دم بگڑ گیا۔

”کیا ہے؟“ انھوں نے پوچھا۔

”کچھ نہیں..... کچھ بھی نہیں۔“

”عیدی چاہیے؟“

”نہیں۔“ میں نے متانت سے کہا۔ مانگنا میری عادت نہیں تھی۔ غزنوی صاحب چونک پڑے۔ انھوں نے مجھے غور سے دیکھا پھر کسی قدر نرم لہجے میں بولے۔

”عیدی چاہیے؟“

”نہیں میں نے پھر اسی لہجے میں کہا۔

”تو یہاں کیوں مر رہے ہو؟“

”ادھر سے جا رہا تھا، غلطی سے رک گیا۔“ میں نے غصے سے کہا۔

”تو اب کیوں رکے ہوئے ہو؟“

”جا رہا ہوں۔“ میں نے غضب ناک لہجے میں کہا۔ نہ جانے دماغ کیوں گھوم گیا تھا۔

میں بالکل آہستہ سے مڑا تھا۔ غزنوی صاحب نے مجھے پکارا۔

تھے۔ یہ ساری کتابیں اتنے پیسوں کی ہیں کہ تمہیں بیچ دیا جائے تب بھی پیسے پورے نہ ہوں گے۔“

”کون بیچ سکتا ہے مجھے، تم بیچو گی۔“ میں نے کتاب اٹھا کر پھینک دی اور وہاں سے نکل آیا۔ پوری صفائی بھی نہیں کی تھی میں نے۔ رومانہ چیخ چیخ کر رونے لگی۔ میں باہر نکل آیا تھا پھر میں انتظار ہی کرتا رہا، مگر کوئی میرے پاس نہ آیا مگر رومانہ کے الفاظ مجھے کھولتے رہے تھے۔ میرے دل میں انتقام کا جذبہ پروان چڑھنے لگا تھا۔ صفائی تو بہر حال مجھے اس کمرے کی کرنا ہی پڑتی تھی لیکن جب بھی کتابوں کی الماری پر نگاہ پڑتی میرے کانوں میں رومانہ کے الفاظ چبھنے لگتے۔ میرا دل چاہتا کہ اس الماری کو آگ لگا دوں۔ اس میں موجود کتابیں اس قدر قیمتی ہیں کہ مجھے بیچ کر بھی ان کی قیمت پوری نہیں ہو سکتی۔ مجھے بیچ کر..... مجھے بیچ کر۔ میں ہمیشہ کینہ تو ز نظروں سے اس الماری کو دیکھتا تھا۔ جسے خاکستر کرنا میرے لیے مشکل نہیں تھا۔ کتابوں کے اس ڈھیر کو میں تھوڑی سی کوشش کر کے ہمیشہ کے لیے فنا کر سکتا تھا لیکن شاید عقل کا آغاز ہو گیا تھا اور میں جانتا تھا کہ اس طرح کتابوں کی الماری کو آگ لگانے کی ذمہ داری مجھ پر ہی آکر پڑ سکتی ہے ہر چند کہ مجھ سے ایسے کسی معاملے میں باز پرس نہیں ہوتی تھی لیکن چونکہ اب رشتے ناتے میری سمجھ میں آنے لگے تھے، اس لیے میں جانتا تھا کہ کافی الجھنوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ویسے ہی عابدہ بیگم مجھ سے نفرت کرتی تھیں۔ نفرت تو خیر میں نے یہاں ہر شخص کی نگاہوں میں دیکھی تھی اپنے لیے لیکن چونکہ تاثیر میاں کا ایک واقعہ ہو چکا تھا اور اس دن کے بعد سے عابدہ بیگم کا رویہ میرے ساتھ بہت ہی خراب ہو گیا تھا، اس لیے اگر میں کتابوں کی الماری کو آگ لگا دیتا تو شاید میرے لیے مشکلات کا آغاز ہو جاتا۔ ہو سکتا ہے اس کے بعد آتماں بھی میری حمایت نہ کر سکتیں۔ کیونکہ پچھلی بار کافی لے دے ہوئی تھی۔

ایک دن کو اربڑ نمبر دو میں آگ لگ گئی۔ اس کو اربڑ میں چوکیدار اپنے مختصر سے خاندان کے ساتھ رہتا تھا۔ آگ خوب زور دار لگی تھی۔ کوئی جانی نقصان تو ہوا نہیں تھا لیکن ایک کمرے کا کافی سامان جل گیا تھا لوگ ایک دوسرے کو بتانے لگے کہ آگ شارٹ سرکٹ سے لگی ہے۔ یہ شارٹ سرکٹ کیا ہوتا ہے میرے ذہن میں تجسس ابھر آیا اور پھر میں نے کچھ لوگوں سے اس بارے میں معلومات حاصل کرنا شروع کر دیں۔ شارٹ سرکٹ

کی پوری تفصیل مجھے سمجھا دی گئی تھی لیکن کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ شارٹ سرکٹ سے واقفیت کیوں حاصل کی جا رہی ہے۔ اس کے بعد سے دوسرے دن میں نے رومانہ کے کمرے کو خاص نگاہوں سے دیکھا تھا اور یہاں شارٹ سرکٹ کا جائزہ لیا تھا۔ میری خوش قسمتی تھی کہ یہ الماری دیوار کے ساتھ ایسی جگہ لگی ہوئی رکھی تھی جہاں سے الیکٹرک کے تار گزرتے تھے۔ الماری کے بالکل قریب ٹائلوں کا ایک باریک پردہ پڑا ہوا تھا جو تاروں کو چھوتا ہوا گزرتا تھا اور سارا منصوبہ میرے ذہن میں آ گیا۔

میں جانتا تھا کہ بجلی کے ننگے تاروں کو اگر چھری سے ٹکچ کیا جائے تو کرنٹ لگ سکتا ہے۔ ان تاروں کو پھیلنا بھی ضروری تھا چنانچہ اس کے لیے میں نے ایک ایسی چیز حاصل کی جس میں لکڑی کا دستہ لگا ہوا تھا اور اس کا اگلا سرادھار دار تھا اس کی مدد سے کچھ تار ننگے ہو گئے تھے اور اب ایک لکڑی ہی سے مجھے دائرنگ کے ان تاروں کو اوپر کر کے ایک دوسرے سے ملانا تھا۔ جلد بازی کسی طور مناسب نہیں تھی۔ چنانچہ میں اطمینان سے اپنے اس منصوبے پر عمل کرتا رہا۔

یہاں تک کہ ایک دن مجھے موقع مل ہی گیا۔ رومانہ اسکول گئی ہوئی تھی اور میں معمول کے مطابق اس کے کمرے کی صفائی کر رہا تھا۔ سارا منصوبہ میں نے سوچ لیا تھا۔ چنانچہ ایک لمبی لکڑی سے جو جالے صاف کرنے کے کام آتی ہے میں نے ان دونوں تاروں کو ملا دیا۔ ایک زوردار چنگاری پیدا ہوئی۔ شاید کہیں فیوز بھی اڑ گیا تھا لیکن اس چنگاری سے ٹائلوں کے اس پردے میں آگ لگ گئی۔ میں پر مسرت نگاہوں سے اس آگ کو پھلتے دیکھتا رہا۔ مجھے اس کا گمان بھی نہیں تھا کہ آگ اتنی تیزی سے دوسری چیزوں کو بھی لپیٹ میں لے لے گی۔ بہر طور جب میں نے یہ دیکھ لیا کہ الماری پوری طرح آگ کی زد میں آ گئی ہے تو میں کمرے سے باہر نکل بھاگا اور عمارت کی بیرونی حصے میں آکر میں نے زور زور سے آگ کا شور مچایا، عظیم الشان کوٹھی میں لوگ اپنے اپنے معمولات میں مصروف رہتے تھے کوئی کسی کی جانب توجہ نہیں دیتا تھا اور یہ چیز میرے لیے انتہائی کارآمد ثابت ہوئی کیونکہ میری آواز سن کر باہر نکلنے والے بھی بڑی کمالت سے باہر نکلے تھے اور اس دوران خوبصورت کتابوں کی پوری الماری نذر آتش ہو چکی تھی۔ میں نے انھیں بتایا کہ اچانک ہی بجلی کے تاروں سے چنگاریاں نکلیں اور ٹائلوں کے پردے نے آگ پکڑ لی

غریب شخصیت کی مالک تھیں اور انھیں جب بھی موقع ملتا تھا وہ میرے ساتھ ایسا ایثار ضرور کر دیا کرتی تھیں جو دوسروں کی نگاہوں میں نہ آسکے۔ مثلاً "غیر ملکی چاکلیٹوں کے وہ پیکٹ جو انھوں نے ایک دوپہر مجھے کیاری میں کام کرتے ہوئے میرے پاس گرا کر کہا تھا۔

"ان کے بارے میں شنراوی کو بھی نہ بتانا اور خاموشی سے کہیں بیٹھ کر کھالینا۔"

یعنی آنا ماں یہ قیمتی چیز مجھے دینا چاہتی تھیں لیکن اس طرح کہ میری اماں کو بھی پتا نہ چلے کیوں آخر کیوں اور یہ لفظ کیوں 'میری زندگی میں ایک پہاڑ کی مانند بڑھتا چلا گیا تھا پھر زندگی کے کچھ اور واقعات پیش آئے۔ مثلاً "یہ کہ ایک دن میں گھر میں کام کرتے کرتے اپنی ماں سے کوئی ضرورت محسوس کر کے کچن کی جانب چل پڑا۔ مجھے اندازہ تھا کہ اس وقت وہ کچن میں کام کر رہی ہوگی..... کچن کے دروازے کو تھوڑا سا کھول کر میں نے اندر جھانکا تو ایک عجیب و غریب منظر دیکھا۔ باورچی شاہ زمان 'شنراوی سے مذاق کر رہا تھا۔ اس نے اس کے دونوں بازو پکڑے ہوئے تھے اور شنراوی ہنس رہی تھی 'بے اختیار ہو کر ہنس رہی تھی۔ میں نے حیرت بھری نگاہوں سے اسے دیکھا وہ عام طور سے اتنا نہیں ہنستی تھی 'میرے لیے بھی وہ کبھی ایسے نہیں ہنسی تھی۔ اس کا چہرہ گلنار ہو رہا تھا تبھی ان دونوں کی نگاہ مجھ پر پڑ گئی اور باورچی شاہ زمان نے جلدی سے شنراوی کے دونوں بازو چھوڑ دیے۔ شنراوی بھی کچھ عجیب سی کیفیت کا شکار ہو گئی تھی۔ پھر اس نے خود کو سنبھال کر کہا۔

"کیا ہے؟"

"ماں کچھ کام تھا تم سے۔" میں نے کہا۔ نہ جانے کیوں میرے دل میں دھواں سا بھر گیا تھا۔ یہ سب کچھ مجھے اچھا نہیں لگا تھا۔

"کیا کام آپ کا؟" شنراوی نے تنک کر پوچھا اور میں نے اسے وہ کام بتا دیا جس کے لیے میں اس تک پہنچا تھا۔

"دفعان ہو جاؤ" دیکھتے نہیں کام کر رہی ہوں۔" اس نے کہا اور میں وہاں سے چلا آیا لیکن پتا نہیں کیوں ذہن کو یہ بات سخت ناگوار گزری تھی۔ شاہ زمان تو ہمارا کوئی بھی نہیں ہے 'باورچی ہے وہ 'اسے میری ماں سے اس قدر بے تکلفی کا مظاہرہ کرنے کی جرات کیسے پیدا ہوئی لیکن قصور میری ماں کا بھی تھا۔ ظاہر ہے تالی ایک ہاتھ سے نہیں

غرضیکہ جب آس پاس دھواں پھیلنے لگا تو لوگ بدحواس ہو کر آگ بجھانے کی فکر میں سرگرداں ہو گئے۔ آگ بجھا دی گئی لیکن اس شکل میں کہ کمرے کا پشتر سامان راکھ میں تبدیل ہو چکا تھا اور اس کے بعد رومانہ کی حالت قابل دید تھی۔ آٹھ آٹھ آنسو روئی تھی اور سب سے زیادہ دکھ اسے کپڑوں کی الماری کے جل جانے کا تھا، لیکن میری مسرت کا کوئی ٹھکانا نہیں تھا۔ ایک ایسی چیز خاکستر ہو گئی تھی جس کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ اگر مجھے بھی بیچ دیا جائے تو اس کی قیمت پوری نہ ہو۔ میں تو اپنی جگہ موجود تھا، لیکن وہ چیز اب موجود نہ تھی اور نہ جانے کیوں مجھے اپنی اس کامیابی پر اتنا سرور آیا تھا کہ میں خوشی سے پھولا نہیں سمایا تھا۔

میری سوچ میں یہ تصور بھی شامل ہو گیا کہ جو کام بھی کیا جائے اسے ذہانت سے کیا جائے کہ کام ہو جائے اور کسی کو شے کا موقع بھی نہ ملے۔ دوسروں کو بس اس طور ہراساں کیا جائے کہ وہ اپنے نقصان پر ہاتھ ملتے رہ جائیں لیکن یہ نقصان پہنچا کر اپنے دل کو جو ٹھنڈک ملے وہ ساری محنت کا حاصل ہو اور یہ بات میری فطرت میں رچتی چلی گئی۔ میری سوچوں میں ایک انوکھی تبدیلی رونما ہوئی تھی۔ ہر چیز کو گہری نگاہ سے دیکھنے کا عادی تھا اور اب سوچوں میں بھی گہرائی پیدا ہو گئی تھی۔ میرا ذہن ایک خاص انداز میں ترتیب پاتا جا رہا تھا اور اس کی وجہ اس گھر میں میری انوکھی حیثیت تھی حالانکہ دوسرے ملازم بھی اور ان کے بال بچے بھی تھے 'وہ غلطی کرتے تو اس غلطی پر ان کے ساتھ کافی سخت سلوک کیا جاتا تھا بعض کو دو چار تھپڑ بھی پڑ جاتے تھے۔ میرے ساتھ یہ سب کچھ نہیں ہوتا تھا' اس طرح میری شخصیت میں ایک ناہمواری پیدا ہو گئی تھی یا تو یہ یقین ہوتا کہ جو کچھ دوسرے ہیں 'وہ میں بھی ہوں اگر مجھے کوئی رعایت دی جاتی تھی تو آخر اس کی وجہ کیا ہے اور پھر میرے ساتھ یہ رعایت برتنے کی علاوہ ایک اور زیادتی بھی تھی وہ یہ کہ میں نے کبھی کسی کی نگاہوں میں اپنے لیے محبت نہیں پائی تھی۔ محبت نہ سہی..... کم از کم ہمدردی اور اخلاق ہی برت لیا جاتا ہے لیکن میرے سلسلے میں وہ بھی نہیں تھا جب کہ ان ملازموں کو جن کے تھپڑ لگائے جاتے تھے۔ عید پر 'بقر عید پر یا گھر کی کسی بھی خوشی میں عنایات کی بارش کی جاتی تھی۔ میری ماں شنراوی بھی ان عنایات میں شامل ہوتی تھی لیکن ایک بھی دن ایسا نہیں آیا جب میرے لیے کوئی اہتمام کیا گیا ہو۔ آنا ماں البتہ عجیب و

ایمبولنس میں ڈال کر لے جایا گیا۔

وہی سرور، وہی لطف مجھے محسوس ہوا تھا جو کتابوں کی الماری جلانے کے بعد میرے دل میں اتر آیا تھا اور اس دوسرے منصوبے کی کامیابی نے مجھے واقعی بے حد باہمت کر دیا تھا اور اب میں ان تمام لوگوں سے کوئی نہ کوئی انتقام لینا چاہتا تھا جو میری توہین کا باعث تھے۔ یہ سارے احساسات میرے دل میں پروان چڑھتے رہتے تھے۔ میری عمر بھی آہستہ آہستہ بڑھتی جا رہی تھی اور اب میرے سپرد کچھ ذمے داریاں مزید کر دی گئی تھیں مثلاً یہ کہ کبھی کبھی مجھے کسی کام سے باہر بھی بھیج دیا جاتا تھا۔ یہ خیال بہر طور میرے ذہن میں موجود تھا کہ میں اس کو ٹھنی میں ایک ملازم کی حیثیت رکھتا ہوں اور یہاں ہر ملازم کوئی نہ کوئی کام کرتا ہے چنانچہ کبھی کسی کا کوئی سودا لانا ہو یا کوئی بھی کام ہوا، مجھے برا نہیں لگتا تھا اور میں اس کی انجام دہی خوش اسلوبی سے کر لیا کرتا تھا لیکن وہ عجیب و غریب سوچیں جو میری زندگی کو بدلنے کے درپے تھیں۔ میرے ذہن کا ساتھ نہیں چھوڑتی تھیں۔ میرے اندر جو خرابیاں اور خامیاں تھیں وہ اپنی جگہ تھیں، لیکن چونکہ میں اپنے طور پر ہر شخص سے تعاون کرتا تھا، اس لیے کچھ لوگوں کا پسندیدہ بھی ہو گیا تھا اور خاص طور سے اس گھر کی خواتین میرے ساتھ شاپنگ وغیرہ پر جانا پسند کرتی تھیں، یہ نئی ذمے داری مجھے بھی اچھی لگی تھی کیونکہ اس سے باہر کی دنیا دیکھنے کا موقع ملتا تھا اور میں تو تھا ہی دیکھنے کا شوقین..... چنانچہ جو کچھ بھی نظر آتا وہ میرے ذہن پر نقش ہو جاتا اور میں اس کا تجزیہ کرتا رہتا۔ یہ بھی ایک انتہائی دلچسپ مشغلہ تھا اور میرے لیے بہتر بھی، چونکہ جب میرے پاس مزید سوچیں نہ تھیں اور دنیا کی شکلوں سے ناواقف تھا، تو صرف ایک ہی سوچ میرے ذہن پر حاوی رہتی تھی اور وہ یہ کہ اس گھر میں میری حیثیت انوکھی کیوں ہے، میں اس طرح ان لوگوں کی نفرتوں کا شکار کیوں ہوں؟

اب جبکہ باہر کی دنیا دیکھنے کا موقع ملتا تھا تو میں ان بڑی بڑی عمارتوں کے بارے میں سوچنے لگا تھا جو بہر طور زمین پر اگائی گئی تھیں، خود نہ اگی تھیں یہ عمارتیں اگانے والے کون لوگ تھے، کس کا سرمایہ ان عمارتوں میں لگا ہے۔ ڈیفنس کی اس کو ٹھنی کو ہی میں بہت بڑی چیز سمجھتا تھا لیکن ان کثیر المنزلہ عمارتوں کے سامنے تو یہ کو ٹھنی کچھ بھی نہیں تھی۔ وہ کون لوگ ہیں جو اس گھر کے مالکان سے بھی بڑے ہیں اور یہ بڑائی ان کے اندر کہاں سے

بجٹی لیکن شاہ زمان اور نہ جانے کیوں مجھے اس کی ٹوہ لگ گئی باورچی خانے میں جو کاؤنٹر تھا اور جس پر چولھے وغیرہ لگے تھے اور جس میں ایک طرف بہت بڑا سا الیکٹرک ادون تھا اس کے سامنے ایک کھڑکی تھی جو پچھلی گلی میں کھلتی تھی اور یہ پچھلی گلی کوڑے کرکٹ کے لیے استعمال کی جاتی تھی، میں نے اس کھڑکی کو اپنا نشانہ بنالیا اور اکثر کام کرتے کرتے اچانک میں چھپ کر اس کھڑکی کے سامنے پہنچ جاتا اور وہاں سے اندر جھانکتا۔ اس کا مقصد ہے کہ میری ماں شاہ زمان سے بہت بے تکلف تھی چونکہ اکثر وہ اسی قسم کے ہنسی مذاق میں نظر آتے جو میں اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا اور میرے ذہن میں ایک بار پھر انتہائی جذبہ ابھرا۔ ماں کے لیے نہیں شاہ زمان کے لیے کہ اسے میری ماں کی یہ ہمدردی اور دلچسپی کیوں حاصل ہے اور جس چیز کے لیے میرے دل میں انتقام جاگنے لگتا تھا اسے میں شارٹ سرکٹ کے ذریعے بھسم کر دیتا تھا۔ شاہ زمان کتابوں کی الماری تو نہیں تھا کہ میں اس میں آگ لگا دیتا۔

میرا ذہن ترکیبیں سوچتا رہتا رہتا تھا اور پھر ایک ترکیب میرے ذہن میں آگئی۔ شاہ زمان بڑی بڑی ہانڈیاں چولھے پر چڑھانے کے بعد کاؤنٹر کے ساتھ بیٹھ جاتا تھا اور ایک چولہا کھڑکی کے عین سامنے تھا۔ میں نے ایک دوبار اسے بیٹھے ہوئے دیکھا تھا۔ شراوی بھی اس کے پاس ہی کہیں ہوتی تھی اور اس دن میں نے اپنے منصوبے پر عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ کھولتی ہوئی ہانڈی چولھے پر رکھی ہوئی تھی۔ جالے صاف کرنے کا وہ برش جس کے ذریعے میں نے شارٹ سرکٹ یعنی دو تاروں کو ملایا تھا، میرا بہترین ہتھیار تھا چنانچہ اس کی طرح دبے قدموں میں اس کھڑکی کے عقب میں پہنچا اور اس کے بعد یہ دیکھا کہ شاہ زمان معمول کے مطابق کاؤنٹر سے لگا بیٹھا ہے۔ میری ماں سنک پر برتن دھو رہی ہے۔ گویا اس وقت شاہ زمان میری ریخ میں تھا۔ چنانچہ برش آہستہ آہستہ آگے بڑھا۔ کھولتی اور کھلتی ہوئی ہانڈی پر لگا اور ہانڈی پوری قوت سے شاہ زمان پر اوندھ گئی۔ شاہ زمان کی دلخراش چیخ میں وہ آواز بھی دب گئی تھی جو برش کو باہر کھینچتے ہوئے کھڑکی کی گرل سے لگ کر پیدا ہوئی تھی۔ میں تو وہاں سے فوراً ہی بھاگ آیا لیکن شاہ زمان کے سلسلے میں بڑی بھاگ دوڑ ہو گئی۔ گاڑی کوئی اس وقت گھر میں موجود نہیں تھی، سب لوگ کسی نہ کسی کام سے گئے ہوئے تھے چنانچہ کسی اسپتال کو ٹیلی فون کر کے ایمبولنس منگائی گئی اور شاہ زمان کو اس

پیدا ہو گئی۔ بارہا میرے ذہن میں یہ تصور بھی آیا تھا کہ بڑے لوگ کہاں پیدا ہوتے ہیں اور کس طرح ان کی نمود ہوتی ہے۔ عام طور سے خواتین دو تین جگہ شاپنگ کرتے جاتی تھیں مثلاً طارق روڈ، صدر بازار یا پھر جب کوئی عام قسم کی شاپنگ کرنی ہوئی تو وہیں کافٹن کے علاقے میں کرلی جاتی تھی۔ میں ان جگہوں سے واقف ہوتا جا رہا تھا۔ نوشاہہ بی بی ایک دن پیراڈائز آئیں، ڈرائیور گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا اور پھر ہم پیراڈائز سینٹر پہنچ گئے۔ میں نو شاہہ بی بی کے ساتھ تھا۔ وہ دکانوں پر خریداری کرتی رہی اور میری نگاہیں چاروں طرف بھٹکتی رہیں۔ خریدی ہوئی چیز البتہ پیکٹ کی شکل میں میرے حوالے کر دی جاتی تھی۔ باہر کا نظارہ میرے لیے بہت دلکش تھا۔ زندگی کس طرح دوڑتی ہے، یہ میں دیکھ رہا تھا۔ ایک لمحے کے لیے ٹریفک سگنل رکنا تو کاروں کا اتنا ہجوم نظر آتا کہ جہاں تک نظر جائے گاڑیاں ہی گاڑیاں..... کمال ہنے یوں لگتا ہے جیسے صرف ڈیفنس کی اس کوٹھی میں رہنے والے ملازم ہی غریب ہیں۔ باقی سب لوگوں کے پاس کاریں ہیں اور ہر شخص دولت مند ہے۔ یہ سب اتنے دولت مند کیسے ہو گئے لیکن اس خیال کی تردید بھی تھوڑی ہی دیر کے بعد ہو گئی..... کاروں کے اس ہجوم کے دوسری جانب جہاں گورنمنٹ کے اداروں کے دفاتر کا علاقہ تھا۔ فٹ پاتھ کے ساتھ ساتھ بہت سے لوگ پانچپے چڑھائے گاڑیاں دھونے میں مشغول تھے، ان کے چلنے اور چہرے عسرت زدہ تھے اور اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ یہ لوگ بھی غریب ہیں، گویا ڈیفنس کی کوٹھی میں رہنے والے ملازم ہی غریب نہیں بلکہ اور غریب بھی جگہ جگہ بکھرے ہوئے ہیں اور انھیں تلاش کرنا پڑتا ہے دل میں ایک ہوک سی انھی، کاش میں بھی کچھ پڑھ سکتا تو مجھے دنیا کے بارے میں بہت سی باتیں معلوم ہو جاتیں لیکن یہ کام ممکن نہیں تھا، میں کہاں پڑھتا، بھلا اسکول جاسکتا تھا میں اور اب تو میں اتنا چھوٹا بھی نہیں رہا تھا کہ بستہ لے کر اسکول جانے کے بارے میں سوچتا پھر وہ سر مجھے یاد آئے جو تاثیر میاں کو پڑھاتے تھے اگر میں ایسے ہی کسی سر سے پڑھنے کی کوشش کروں، لیکن اپنے حالات کا جائزہ لے کر یہ اندازہ ہو گیا کہ یہ کام میرے لیے ممکن نہیں ہے چنانچہ ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو جانے کے علاوہ اور کیا کر سکتا تھا۔ یوں زندگی پندرہویں سال میں داخل ہو گئی اور اتنی عمر بہت کچھ سمجھا دیتی ہے۔ میں نے بھی بہت سی چیزیں خود بخود سمجھ لی تھیں۔ اس دوران صرف اتنا ہوا تھا کہ نوشاہہ اور نوشین کی شادی ہو گئی تھی۔

ند

کامران صاحب کا مسئلہ ابھی تک کھٹائی میں پڑا ہوا تھا۔ اب غیر شادی شدہ لوگوں میں صرف حنا رہ گئی تھی اور کامران رہ گئے تھے۔ ان شادیوں میں، میں نے بھی اپنی حیثیت کے مطابق کام کیا اور کوئی ایسی بات نہیں ہوئی جو قابل ذکر ہوتی لیکن پھر ایک قابل ذکر بات ہو ہی گئی۔ اس رات میں حسب معمول سویا لیکن رات کے ڈیڑھ یا پونے دو کا وقت ہو گا جب میں نے کوارٹر میں کچھ آہٹیں محسوس کیں اور اس کے بعد میں نے چند لوگوں کے بولنے کی آوازیں سنیں۔ آنا ماں کی آواز اس میں صاف سنائی دے رہی تھی۔ میں کمرے میں سو رہا تھا اور باتیں دالان میں ہو رہی تھیں۔ آنا ماں کے الفاظ ابھرے۔

”یہ شریفوں کا گھر ہے شنزادی بیگم، بہت دنوں سے اس سلسلے میں افواہیں سن رہی تھی لیکن آج..... آج..... میں کہتی ہوں تجھے یہ جرات کیسے ہوئی، ایسی ہی دیوانگی طاری تھی تجھ پر تو ہم سے نہیں کہہ سکتی تھی، کہیں نکاح وغیرہ کروا دیتے، ڈوب مر کبخت، جس حالت میں پکڑی گئی ہے اگر کوئی اور دیکھ لیتا تو کیا ہوتا تیرا؟“

میں حیران رہ گیا، اپنی جگہ سے اٹھ کر خاموشی سے دروازے سے جا لگا، باہر مدہم روشنی ہو رہی تھی۔ شنزادی تخت پر بیٹھی ہوئی تھی۔ آنا ماں، عابدہ بیگم، بس یہ دو خواتین وہاں موجود تھیں۔ شنزادی کا سر جھکا ہوا تھا۔ آنا ماں کہنے لگیں۔

”میں تو خیر اس بات کو خاموشی سے پی جاؤں گی لیکن اگر غزنوی صاحب کو پتا چل گیا تو گولی مار دیں گے تجھے، کبخت، ہو بیٹیوں کا گھر ہے اور یہاں تو نے یہ گل کھلائے۔ شنزادی کی سسکیاں ابھر رہی تھیں۔ سسکتے سسکتے وہ ایک دم ابل پڑی۔

”آپ نے بھی تو مجھے جانور سمجھ رکھا ہے، ساری زندگی آپ کے در پر گزر گئی، سوچا کبھی آپ نے میرے بارے میں اس گھر کے علاوہ کوئی اور گھر دیکھا ہے میں نے یہیں پلی بڑھی ہوں، میرے بھی جذبات ہیں، ایک کنواری لڑکی کو ماں بنا دیا آپ نے اور اب میرے بیٹے کی عمر بھی پندرہ سال ہے آخر مجھ پر بھی تو غور کر لیا ہوتا۔

”لو سنا تم نے عابدہ، ہو، کیا کہہ رہی ہیں شنزادی صاحبہ، اے بی بی! ہم نے کوئی ٹھیکہ تھوڑی لے رکھا ہے، تمام گھروں میں ملازم ہوتے ہیں، پیدا بھی ہوتے ہیں، پلتے بڑھتے بھی ہیں، تنخواہ لیتے ہیں، تمہیں بھی سب کچھ ہی ملا کیا نہیں ملا اس گھر سے تمہیں، جو چاہتی کرتیں لیکن شرافت تو اختیار کرتیں، تم نے تو رنگ ہی دوسرے اختیار کر لیے، نہیں

”ارے دیکھ کر لاؤ اسے“ میں تو ہر جگہ تلاش کر آئی۔ ”ساڑھے نو بج چکے“ غضب خدا کا ذرا دیکھو بٹیا کہاں چلی گئی، شاہ زمان بھی کہیں ڈوب مرا ہے، وہاں میاں نے ہم سب کی جان نکال رکھی ہے۔“ رشیدہ بڑبڑانے لگی اور پھر مجھے ہدایت کر کے باہر چلی گئی۔ میں کئی منٹ تک اسی طرح بیٹھا رہا پھر باہر آکر تخت کو دیکھا جہاں رات کو ماں بیٹھی ہوئی تھی اور اس کے بعد منہ ہاتھ دھویا اور باہر نکل گیا۔ کوٹھی میں ہی کہیں ہوگی اور کہاں جاسکتی ہے۔ میں نے سوچا اور تھوڑا سا فاصلہ طے کر کے کوٹھی میں داخل ہو گیا۔ اندر کوئی خاص بات نہیں تھی لیکن کا رخ کیا تو رشیدہ خالہ کو دیکھا جو ایک اور نوکرانی کے ساتھ مل کر جلدی جلدی ناشتہ تیار کر رہی تھیں۔

”کچھ پتا چلا بٹیا؟“ انھوں نے پوچھا۔

”نہیں“ مجھے چائے دو۔“

”ایک منٹ رک جا میرے لال، صاحب کے لیے ناشتا لگا دوں۔ اے جمیلہ! ذرا انڈے دیکھو ٹھیک اہل گئے ہیں نا۔“ رشیدہ خالہ نے کہا۔ بہر حال ناشتا تیار ہو کر ٹرائی سجایا اور جمیلہ اسے لے گئی پھر مجھے ناشتا مل گیا۔ رشیدہ خالہ کے چہرے پر عجیب اثرات تھے۔ انھوں نے کئی بار چور نگاہوں سے مجھے دیکھا تھا مگر میں نے توجہ نہیں دی تھی۔ ناشتے کے بعد میں تو اپنے کام سے چل پڑا۔ پیچھے کیا کیا ہوا مجھے نہیں معلوم۔

شام تک مجھے پتا چل گیا کہ واقعی وہ چلی گئی۔ یہ بات بھی مجھے کسی اور نے ہی بتائی تھی کہ وہ اپنا سامان بھی لے گئی۔ میں نے کوارٹر سے نکلتے ہوئے اس پر غور ہی نہیں کیا لیکن بعد میں جب کوارٹر جا کر دیکھا تو وہ پرانی اٹیچی غائب تھی۔ جس میں ماں کے کپڑے رہتے تھے۔ میرا جو کچھ تھا وہ یہیں موجود تھا۔ دماغ گم صم سا ہو گیا تھا، اب کیا ہوگا، میرے ساتھ کون رہے گا۔ رات کے واقعات دماغ میں آرہے تھے آتماں اور عابدہ بیگم سے ماں کی جو باتیں ہوئی تھیں، وہ بھی یاد آرہی تھیں۔ میں وہیں تخت پر بیٹھ گیا، جھپٹنا ہو گیا روشنی کرنے کو بھی دل نہیں چاہا تھا۔ میں خاموش لیٹا ہوا تھا کہ دروازے پر آہٹیں ہوئیں اور پھر کوئی دروازہ کھول کر اندر آگیا، آتماں تھیں۔

”فیصل!“ انھوں نے بہت نرم لہجے میں مجھے پکارا اور میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔

شنزادی بیگم، اپنا ٹھکانا کرنا پڑے گا تمہیں، گھر میں اب تمہارے لیے جگہ نکالنا مشکل ہے۔

”تو میں بھی مری نہیں جا رہی اس گھر کے لیے سمجھیں آپ! آج تک دل پہ پتھر رکھ کر جو کچھ کرتی رہی ہوں، اب نہیں ہو گا مجھ سے۔“

”تو بی بی دفغان ہو جاؤ، کس نے کہا ہے تم سے کہ یہاں مری رہو، ہمیں بھی ضرورت نہیں ہے تم جیسی آوارہ عورتوں کی۔“

دیکھیے آپ..... آپ.....!“

”زبان چلا رہی ہے مجھ سے کج بخت، زبان نکالو لوں گی، ارے لو بے شری کی حد ہو گئی، چوری اور سینہ زوری اسے کہتے ہیں، چلو عابدہ، یہ خود اپنے بارے میں فیصلہ کر لے گی۔“

سوچیں..... سوچیں اور صرف سوچیں۔ وہ لوگ چلی گئیں۔ شنزادی دالان ہی کے تخت پر بیٹھی رہی اور میں دروازے کے پاس کھڑا سوچتا رہا کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ سب کیا ہے، بہر حال ذہن اب اتنا ناکارہ بھی نہیں تھا کہ سوچ نہ پاتا لیکن آج..... آج شنزادی کے بارے میں یہ سب کچھ ’میرے کانوں نے سنا تھا۔ دماغ پر ایک دھواں سا چھایا ہوا تھا۔ ان الفاظ کی تشریح نہ ہو پارہی تھی جو آتماں نے کہے تھے، شنزادی نے کہے تھے۔ میں بستر پر لیٹ کر اس بارے میں سوچتا رہا بہت دیر گزر گئی باہر کوئی آہٹ نہیں تھی۔ ماں شاید تخت پر لیٹ کر سو گئی تھی۔ نہ جانے کب تک میں جاگتا رہا پھر سو گیا اور دوسری صبح دیر تک سوتا رہا پھر کسی نے مجھے جھنجھوڑ کر جگایا تھا۔

”فیصل! اٹھو گے نہیں کیا۔“ میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا رشیدہ خالہ تھیں۔ اس کوٹھی کی ایک بوڑھی ملازمہ۔ میں جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔

”کیا بات ہے خالہ؟“

”شنزادی کہاں ہے؟“

”ایں..... باہر تخت پر ہوگی۔“

”نہیں ہے، ساڑھے نو بج رہے ہیں، باورچی خانے میں بھی نہیں ہے، میاں نے نور بچایا ہوا ہے۔“

”مجھے نہیں معلوم وہ کہاں ہے۔“ میں نے جواب دیا۔ رات کے واقعات یاد

”جی آنا ماں۔“ میں نے نیاز مندی سے کہا۔

”اکیلے پریشان ہو رہے ہو۔“

”نہیں۔“

”رات کو ڈر تو نہیں لگے گا؟“

”نہیں آنا ماں اب تو بڑا ہو گیا ہوں۔“ میں نے کہا..... اور آنا ماں عجیب نظروں سے مجھے دیکھنے لگیں۔ ان کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے تھے پھر وہ گلو گیر لہجے میں بولیں۔

”تمہیں شہزادی یاد آرہی ہے؟“ میں نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کا فیصلہ خود نہیں کر پایا تھا کہ ماں مجھے یاد آرہی ہے یا نہیں، مجھے کئی بار اس کا خیال ضرور آیا تھا لیکن یاد.....!

”تم چاہو تو یارو چوکیدار کے گھر سو جاؤ، میں اس سے کہے دیتی ہوں۔“

”نہیں آنا ماں، میں یہاں سو جاؤں گا۔“

”تمہیں کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے؟“

”بالکل نہیں۔“

”دیکھو بیٹے، ہمت سے کام لینا چاہیے، انسان کی زندگی بہت طویل ہوتی ہے اور اس طویل زندگی میں نہ جانے کیسی کیسی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے مگر ہر مشکل وقت اٹل جاتا ہے، وقت آخر شکست کھا جاتا ہے، اس وقت کا انتظار کرنا چاہیے، جب وقت بے بس ہو کر تمہیں دیکھے۔“

”فلسفہ پڑھا رہی ہیں اسے بدر النساء بیگم۔“ غزنوی صاحب کی آواز سنائی دی اور آنا ماں چونک پڑیں۔ غزنوی صاحب اندر داخل ہو گئے تھے۔ ایک لمحے کے لیے بدر النساء بیگم یا آنا ماں چور سی بن گئیں لیکن پھر انھوں نے سنبھالا لیا۔

”بڑھاپے میں کچھ نئے شوق پیدا ہو گئے ہیں آپ کو۔“

”جی، میں سمجھا نہیں۔“ غزنوی صاحب بولے۔

”یہ عادت نئی ہے آپ کی کہ چھپ چھپ کر باتیں سنی جائیں۔“

”بوڑھا کہاں ہے آپ نے مجھے بدر النساء بیگم۔ ایک بات کان کھول کر سن لو جس

دن میں بوڑھا ہو گیا اس گھر کا شیرازہ بکھر جائے گا۔ جی ضرور چاہتا ہے کہ بوڑھا ہو جاؤں مگر آپ کے ہونہاروں نے جوان کر رکھا ہے۔ ایک سے ایک سعادت مند اور نیک سیرت ہے۔ کئی کئی بچوں کے باپ ہونے کے باوجود اتنے معصوم ہیں آپ کے بیٹے کہ ابھی اس دنیا میں کچھ نہیں کر سکے، کوئی بزنس ڈیل وہ نہیں کر سکتے کوئی نیا کاروبار ان کے سپرد نہیں کیا جاسکتا کیونکہ وہ اسے سنبھال نہیں سکتے۔ آپ اجازت دیں تو بوڑھا ہو جاؤں، آپ اپنے بیٹوں کے سہارے کوئی ذمے داری تو قبول فرمائیے۔ لہذا یہ جوان، بوڑھا ہونے کو حاضر ہے اور اگر ایسا نہیں ہے بدر النساء بیگم تو پھر میری جوانی برداشت کرنی ہوگی آپ کو۔ میں نے پوری زندگی کان اور آنکھ کا صحیح استعمال کیا ہے اور یہ کام آج بھی جاری ہے۔“

”کیا کہنا چاہتے ہیں آپ؟“

”آپ کے جذبات اس قدر ہلک گئے کہ آپ نے اس کو ارڈر میں قدم رنجہ فرمایا ہے۔“

”وہ کمبخت شہزادی دفعان ہو گئی یہاں سے اور شاہ زمان باورچی بھی غائب ہے دونوں کی کچھ لاگ ڈانٹ تھی۔“

”سن چکا ہوں۔“

”یہ اکیلا رہ گیا ہے۔“

”جی، آگے فرمائیے۔“

”اگر اسے اندر ہی کہیں جگہ دے دی جائے.....“

”ہوں، میں اپنا کمرہ خالی کردوں یا آپ اپنے کمرے میں ایک اور بستر لگوا لیں گی کیا حکم ہے؟“

”دیکھیے وہ.....“

”بدر النساء بیگم، میں اتنا ہی جوان ہوں جتنا تھا اور ابھی بہت عرصہ جوان رہوں گا، آپ مجھے بوڑھا تصور کر کے اگر عہد شکنی کرنا چاہتی ہیں تو اس میں کامیاب نہیں ہوں گی۔ میں آپ کو کامیاب نہ ہونے دوں گا، بہت طاقت ور ہوں میں، سمجھیں بدر النساء بیگم، ابھی میرے مخالف مجھ سے کانپتے ہیں۔“

”خدا آپ کو قائم رکھے گا مگر کچھ تو رحم کریں۔“

سے مسکراتے والے۔ دل چاہتا تھا ان کی مسکراہٹیں ہمیشہ کے لیے چھین لوں، ایسا کر دوں انہیں کہ وہ پھر نہ مسکرا سکیں۔ کیسے ہوتے ہیں یہ لوگ، فضا میں پرندے پرواز کر رہے تھے، آزاد، کسی کی پابندی سے آزاد، رزق تلاش کرتے ہیں، کھاتے ہیں اور جیتے ہیں جتنی جس کی زندگی ہے اور یہی اچھا بھی لگتا ہے۔

بس مل گئی اور اس میں بیٹھ کر چل پڑا۔ صدر میں بس سے اتر اٹھا۔ تھوڑے سے پیسے تھے، بہت تھوڑے سے آنا ماں نے جب بھی جو کچھ دیا تھا ماں کے حوالے کر دیا تھا اور ماں سب کچھ لے کر چلی گئی تھی۔ یہ تھوڑے سے پیسے نہ جانے کب سے پڑے رہ گئے تھے، آج کام آگئے لیکن اب زندگی کو دوسری نگاہ سے دیکھا تھا۔ اپنا بوجھ خود اٹھاتا تھا اور اس کے لیے کچھ کرنا ضروری ہے، دنیا کی یہی ریت ہے۔ پہلا کام یہ ہے کہ دل سے یہ بوجھ ہٹالیا جائے، جو کر لیا ہے اس سے اتفاق کیا جائے۔ ماضی کی اس تکلیف وہ یاد کو دل سے نکال دیا جائے، ورنہ عمل کے راستے بند ہو جاتے ہیں۔ میں نے سوچا، میں کیا کر سکتا ہوں۔ نگاہ سامنے بلاکس ایریا کے فٹ پاتھ پر پڑی، گاڑیاں دھل رہی تھیں۔

میں گاڑیاں دھو سکتا ہوں۔ میں نے دل میں سوچا اور تھوڑی دیر کے بعد وہاں جا پہنچا۔ میری آنکھوں میں چمک تھی انداز میں خود اعتمادی تھی۔ ایک گاڑی دھونے والے سے میں نے کہا۔

”میں گاڑی دھونا چاہتا ہوں۔“

”چاہو، میں کب منع کر رہا ہوں۔“ وہ بولا۔

”اس کے لیے کیا کرنا ہوتا ہے؟“

”گاڑی دھونا پڑتی ہے۔“ اس نے کہا اور ہنس پڑا۔ دوسرے دو لڑکے وہاں آگئے۔

”کیا بات ہے چاچا؟“

”بچہ، کام کرنے آیا ہے، کتا ہے گاڑیاں دھونا چاہتا ہے۔“

”نہیں چلیں گا چیف، ادھر پہلے ہی جاسٹی اسٹاف ہے کوئی اور ٹھکانا پکڑو۔“

”تمہارے ساتھ کام کرنا چاہتا ہوں میں، مجھے پیسے کی ضرورت ہے۔“ میں نے

کہا۔

”لائسنس لینا پڑتا ہے، ڈیڑھ سو روپے میں لائسنس ملتا ہے، رقم ہے تمہارے

”بعض جگہ لفظ رحم بے معنی ہو جاتا ہے اور پھر یہ بچہ نہیں ہے، جوان ہو چکا ہے“ اسے بیس پڑا رہنے دیں۔ جتنا تعاون میں نے آپ سے کیا ہے اس کا احساس بھی مجھے عذاب میں مبتلا رکھتا ہے سکون چھین لیا ہے آپ نے میرا۔“

”آپ نے بھی تو مجھ سے بہت کچھ چھین لیا ہے۔“ آنا ماں سسکتے لگیں۔

”آپ چاہتی ہیں کہ یہ سب کچھ برباد ہو جائے، بتائیے یہ چاہتی ہیں آپ؟“ غزنوی صاحب بولے اور آنا ماں روتی ہوئی دروازے کی طرف بڑھ گئیں غزنوی صاحب شدید غم کے عالم میں مٹھیاں بھینچتے رہے پھر انھوں نے مجھے گھور کر دیکھا اور پھر پاؤں پیختے ہوئے باہر نکل گئے۔ میں سکتے کے عالم میں کھڑا تھا۔ یہ تمام گفتگو میرے سامنے ہوئی تھی اور ایک لفظ جو سمجھ میں آیا ہو میرے، سب کچھ کان کے پاس سے گزر گیا تھا۔ رات گہری ہو گئی، عجیب سی اداسی چھا گئی تھی دل پر، نہ جانے یہ سب کچھ کیا ہے اور پھر اچانک ہی ذہن میں ایک نیا خیال آیا۔ کیا زندگی اسی کو ٹھی تک محدود ہے لوگ گھروں میں رہتے ہیں، ان گھروں میں دوسرے لوگ بھی ہوتے ہیں۔ سب ایک دوسرے کے شناسا، سب ایک دوسرے کو چاہنے والے اور انہی چاہتوں کا نام گھر ہوتا ہے، جہاں کوئی نہ ہو سوائے کوارٹر نمبر چار اور اس کی دیواروں کے، وہ گھر کہا ہوتا ہے۔ کیا میں کوارٹر نمبر چار کا قیدی ہوں، میں یہاں کیوں قید ہوں، اب تو وہ نام بھی نہیں ہے جو ماں کہلاتا ہے۔ شہزادی شاہ زمان کے ساتھ چلی گئی۔ کوارٹر نمبر چار کی قید سے آزاد ہو گئی، میں یہاں کیوں قید ہوں..... کیا کیوں قید ہوں میں یہاں؟ کون ہے یہاں میرا، کیوں وقت ضائع کر رہا ہوں میں، دل پر ایسا بوجھ طاری ہوا کہ میں اٹھ کھڑا ہوا، ادھر ادھر ٹھٹھا رہا فیصلے کرتا رہا اور آخری فیصلہ یہ کیا کہ یہ کوٹھی چھوڑ دوں۔ رات تو وہیں گزاری تھی، صبح کو باہر چل پڑا۔

دیران علاقہ چاروں طرف بکھرا ہوا تھا حالانکہ ہر گھر آباد تھا، اس میں بے شمار لوگ تھے لیکن نہ جانے کیسے لوگ، کوٹھی سے بہت دور آکر سوچا اب کیا کروں گا کہاں رہوں گا۔ یہاں ہر کوٹھی میں ملازم موجود تھے۔ ہر کوٹھی میں نوکروں کی ضرورت ہوتی ہے، دولت مندوں کو حکم چلانے کے لیے ہم جیسوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ٹھکانا ملنا مشکل نہ تھا، جس دروازے کے سامنے رکوں گا وہاں نوکری مل جائے گی مگر لوگ ویسے ہی ہوں گے، جیسے غزنوی صاحب کی کوٹھی میں تھے۔ مصنوعی، حقارت سے دیکھنے والے، حقارت

”کیسے کام کرے گا سالا پیرو استاد نہیں بولے گا تو“ تو کام کیسے کرے گا؟“

”گالی نہیں گالی کا جواب بہت برا ملے گا۔“ میں نے کہا۔ اور سیاہ فام آدمی خوئیں لگا ہوں سے مجھے گھورنے لگا زیادہ عمر نہیں تھی اس کی نوجوان ہی تھا۔ بیس بائیس سال کا ہو گا لیکن لمبے چوڑے بدن کی وجہ سے وہ یہاں نمایاں حیثیت کا حامل نظر آتا تھا۔ اس نے اپنا ایک ہاتھ سیدھا کر دیا اور بولا۔

”ابی اور پولیس والا لوگ گومتا پڑا“ اپن تیرے کو ایسا پیٹنی لگاتا کہ تو سالا زندگی بھر یاد کرتا پن ایسا کرابی فیصلہ کر لے اپن دیکیں گا کہ تیرے میں کتنا جان ہے۔“

میں اس کے اٹھے ہوئے ہاتھ کو دیکھتا رہا اور پھر میں نے اپنا ہاتھ بھی اٹھا دیا۔ کبھی اپنی جسامیت پر غور ہی نہیں کیا تھا۔ طاقت کا مظاہرہ اس سے پہلے کبھی نہیں کیا تھا لیکن اس وقت زندگی بھر کا معاملہ تھا اور میں اپنی پوری زندگی اپنے مستقبل کا آغاز کرنا چاہتا تھا اگر پہلے ہی مر طے پر ناکامی کا سامنا کرنا پڑا تو زندگی آگے نہ بڑھ سکے گی۔ پیرو استاد کے ہاتھ میں پنجہ ڈال دیا چند اور دوسرے لوگ بھی یہاں جمع ہو گئے۔ پیرو استاد میرے ہاتھ پر قوت صرف کرنے لگا لیکن بات اس وقت قوت آزمائی کی نہیں تھی بلکہ اپنی بقاء کی تھی چنانچہ میں بھی اپنی بقاء کی جنگ لڑ رہا تھا اور پیرو استاد ایک ایسے شخص کا مقابلہ نہ کر سکا جس نے ابھی زندگی کا آغاز کیا تھا۔ میں نے اس کا ہاتھ موڑ کر اس کی پشت پر رکھ دیا پیرو مجھے غور سے دیکھنے لگا تھا پھر بولا۔

”دیک بچہ اور مارا ماری منع ہے“ ابی اپن تیرے کو کج نہیں بولیں گا مگر تیرا مارا فائٹ ایک مرتبہ کھلے میدان میں ضرور ہوئیں گا کیا سمجھا؟“

”میں لڑنا نہیں چاہتا پیسے کی ضرورت ہے“ مجھے اپنے ساتھ کام پر لگالو۔“ پیرو استاد پر خیال نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

”ٹھیک ہے مگو“ اس کو کپڑا اور بالٹی دیو اور سن ایک گاڑی پچیس روپے میں دلتا“ پندرہ روپے تیرا دس روپیہ اپن کا۔“

”منظور ہے مجھے۔“ میں نے جواب دیا اور وہ لوگ میرے دوست بن گئے یہاں سے میں نے پہلا سبق سیکھا کہ کائنات پر طاقت حکمراں ہے۔ بازو کی قوت صرف کرو پوری قوت لگا دو“ ماحول تمہارے تابع ہو جائے گا اور اس پہلے سبق کو میں نے گرہ میں

پاس؟“ دوسرے نے کہا۔
”نہیں۔“

”پھر کلٹی ہو جاؤ“ پیر بخش کا کھوپڑی خراب ہے“ بہت مارتا ہے وہ۔“ اس نے کہا۔
”لانسٹس کہاں ملتا ہے؟“ میں نے پوچھا۔

”پیرو دادا دیتا ہے“ پر ابھی ادھر اسٹاف پورا ہے۔“

”ٹھیک ہے میں ادھر ہٹ کر کام کروں گا۔“ میں نے کہا۔

”ارے بابا“ کاہے کو صبح صبح دھندہ خراب کرتا ہے“ ادھر کوئی تیرے کو کام نہیں کرنے دے گا۔“

”اڑے اودھنیا پودینہ“ سالا صبح کا ٹیم ہے ابھی کام کر دو کہ تم ادھر گول میز کانفرنس کرتا پڑاڑے۔“ ایک لمبے چوڑے بدن کے سیاہ فام آدمی نے ایک گاڑی کے عقب سے سر ابھار کر کہا۔

”ذرا ادھر آؤ پیرو استاد“ دیکھو دو سرا دادا آیا ہے۔“ کسی نے کہا اور وہ سرجو تھوڑا سا ایک گاڑی کے عقب سے ابھرا تھا پورا نمودار ہو گیا اور اس کے بعد وہ ایک لال رنگ کا کپڑا کاندھے پر ڈال کر اس طرف آتا نظر آیا“ کھلا ہوا گریبان“ نیلے رنگ کی شلوار قمیص میں ملبوس“ چوڑے سینے والا یہ سیاہ فام آدمی ہمارے قریب پہنچ گیا اور اس نے سرخ سرخ آنکھوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

”کیا بات اے بچہ کیا ہو گیا تیرے کو؟“

”میں یہاں کام کرنا چاہتا ہوں“ آپ لوگ مجھ سے تعاون کریں۔“ میں نے کہا اور سیاہ فام ہنس پڑا۔

”ٹاؤن کرے ٹاؤن اڑے واہ لکھنؤ سے آنا پڑا یار تو“ تو اڑے کیا بوتا یار یہ لوگ میرے کو بتاؤنی۔“

”پیرو استاد کہہ رہا ہے لانسٹس کے پیسے نہیں ہیں اور یہاں کام کرے گا۔“ سیاہ فام آدمی نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولا۔

”بابا اور کا تمام سیٹ فل اپ ہے اور جگہ نہیں ہے تو کدرا اور کام دیک۔“

”میں یہیں کام کرنا چاہتا ہوں۔“ میں نے کہا۔

”کد ربار سے آیا پڑا؟“ اس نے پوچھا۔

”نہیں پہلے ایک جگہ رہتا تھا، وہاں سے نکال دیا گیا اور اب کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔“
میں نے جواب دیا۔

”پھر سوئیں گا کد ر؟“

”دیکھ لوں گا پہلے پیٹ بھرنے کے لیے پیسے چاہیے تھے، پیسے تمہاری مدد سے مل گئے اب اپنے رہنے کا ٹھکانا بھی تلاش کر لوں گا۔“ پیرو استاد کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔

”دیکھ ڈے اپنی بی برائیاں ہیں اور سب سالہ پیٹ کے لیے کوشش کرتا پڑا، میں تیرے کو اور سے بھگایا پر یار میرا دل خراب نہیں اے، روٹی تو سب کو چاہیے ہوتی ہے میں تیری مدد کر سکتا ہوں۔“

”کیسے پیرو استاد؟“

”ابھی دیک، رات کو اور چار چھ گاڑیاں آکر کھڑا ہوتا ان کا کام کرنا پڑتا میرے پاس ٹھیکہ ہے تو بی رات کو میرے سات کام کرنا ابی دن میں جاستی محنت مت کرنا، رات کو گاڑی دو لینا، میں استاد لوگ سے بول دیں گا کہ اس کو گاڑی میں سونے دو، ہسٹیک کلاس بستر لگا اور گاڑی میں سو جا، تیرا کام بن جائیں گا۔ صبح کو سامنے پٹرول پمپ کا پاس حلوہ پوری کا ناشتا ملتا اے اور ہوٹل میں کھانا مل جاتا ہے، عیش کرے گا زندگی بر۔“ پیرو استاد نے کہا اور میں نے اس کا دلی شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔

”تم نے میری بہت بڑی مشکل حل کر دی پیرو استاد، میں تمہارا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔“

”ارے چھوڑ یار میں تیرے کو بولاناں کہ میں دل کا برا نہیں بس اور جیادہ لوگ آئے گا تو اپن کا کام کھراب ہو گا۔ اس لیے اپن بار کا لوگ کو اور جگہ نہیں دیتا پر تیرے اندر نہ جانے کیا بات ہے کہ اپن سالا اپنا ہاتھ خود نیچے گرا لیا ورنہ اپن کا فیٹ محمد علی کھلے کے فیٹ سے کم نہیں ہے کیا سمجھا؟“ میں نے اس بات پر خلوص دل سے یقین کر لیا کیونکہ اس نے مجھے ناشتا کھانا اور سونا مسیا کر دیا تھا جو احسان کرے اس کے لیے ایثار کرنا ضروری ہوتا ہے ورنہ بات آگے نہیں بڑھتی۔ پیر بخش نے جو کہا تھا وہی کر دیا، پورا دن یہاں گزارا میں نے، تین گاڑیاں دھوئیں اور میری جیب میں پینتالیس روپے جمع ہو گئے۔

باندھ لیا خوش بختی تھی کہ تھوڑی ہی دیر کے بعد ایک نئی گاڑی آئی اور گو میرا استاد بن گیا۔ پیر بخش واپس اپنی گاڑی کے پیچھے چلا گیا اور اسے دھونے لگا لیکن اس نے کئی بار گردن اٹھا کر میری طرف دیکھا تھا۔ مگر چاچا مجھے گاڑی دھونا سکھاتا رہا۔ یہ لوگ بے شک اپنے طور پر ذرا مختلف قسم کے لوگ تھے لیکن میں نے یہ بات محسوس کی کہ ہمدردی کے جذبوں سے نا آشنا نہیں ہیں وہ گو چاچا میری مدد کر رہا تھا، مجھے بتا رہا تھا کہ کس طرح گاڑی دھوئی جاتی ہے اور میں نے اس کی ہدایت کے مطابق اسے استاد مانتے ہوئے ایک ایک عمل کیا تھا اور گاڑی چمکا کر رکھ دی تھی۔ گاڑی کے مالک نے پچیس روپے میرے ہاتھ پر رکھے مگر میں نے انھیں گو چاچا کے حوالے کر دیا۔ گو چاچا کہنے لگا۔

”ابھی دس روپے پیرو دادا کو دے دو بس سمجھو تم بغیر لائسنس کے پکے ہو گئے۔ میں نے پیرو دادا کے پاس جا کر پچیس روپے اس کے حوالے کر دیے تو اس نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا پھر بولا۔

”ٹیک ہے، ڈے دس روپے میرے کو دے دے باقی تیرا۔“ اور پندرہ روپے میں نے اپنے پاس رکھ لیے اور اس کے بعد سامنے کی دیوار سے ٹیک لگا کر جا بیٹھا۔ دوسرے لوگ دوسری گاڑیوں میں مصروف تھے۔ پیرو استاد بھی تھوڑی دیر کے بعد اپنے کام سے فارغ ہو گیا اور میرے پاس آ بیٹھا۔

”نام کیا ہے ڈے تیرا؟“ اس نے پوچھا۔

”فیصل۔“

”اپن کا نام پیر بخش ہے، تیرا ہاتھ بہت نکلڑا ہے، اس سے پہلے کیا کام کرتا تھا؟“
”کچھ نہیں۔“

”پہلی بار کام کرنے نکلا ہے؟“

”ہاں پیرو استاد۔“

”کد رہتا ہے؟“ اس نے سوال کیا۔

”کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔“

”کیا ڈے؟“ اس نے گول گول آنکھوں سے مجھے گھورا۔

”ہاں کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔“

دوپہر کا کھانا پیر بخش کے ساتھ کھایا، پیسے دینے کی کوشش کی لیکن اس نے منع کر دیا اور کہا کہ میں صرف اپنے پیسے دوں چنانچہ تھوڑے سے پیسوں میں کام چل گیا، اس کے بعد رات کا کھانا بھی تو دس بجے کے قریب کھالیا تھا۔ ساڑھے بارہ بجے گاڑیاں آگئیں اور اس کے بعد دو گاڑیاں دھونے میں ڈیڑھ بج گئی۔ پیر بخش نے میرے لیے ایک گاڑی والے سے بات کر لی تھی اور اس نے مجھے گاڑی کے اندر سونے کی اجازت دے دی تھی، اس سے زیادہ اور کچھ ابھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ گاڑی کے اندر میری یہ پہلی آرام گاہ مجھے بہت عجیب لگی تھی لیکن بہر طور یہ زندگی کا آغاز تھا اور اس آغاز سے میں غیر مطمئن نہیں تھا۔ صبح ہو گئی، چاروں طرف زندگی رواں دواں ہو گئی۔ مجھے بھی صبح جلدی اٹھایا گیا تھا کیونکہ گاڑی جانے کے لیے تیار تھی۔ بہر طور گاڑی سے اترنے کے بعد اپنے اسی ٹھکانے پر پہنچ گیا۔ ابھی کوئی نہیں آیا تھا۔ میں نے وہیں وقت گزارا اور زندگی کو بھاگتے دوڑتے دیکھتا رہا۔ لوگوں کا تجزیہ تو میری سب سے پسندیدہ چیز تھی۔ میں ان کے چروں سے ان کی ذہنی کیفیت کا اندازہ لگاتا رہتا تھا اور اس میں مجھے کافی مہارت حاصل ہوتی جا رہی تھی پھر پیرو استاد کے بتائے ہوئے ٹھکانے پر حلوہ پوری کا ناشتا کیا۔ دن بھر میں تین گاڑیاں بھی دھولی جائیں تو پینتالیس روپے بن جاتے تھے اور میرے لیے یہ رقم بہت کافی تھی لیکن میں نے سوچنے کا انداز بالکل تبدیل کر دیا۔ انسان کی جیبیں بھری ہوں تو زندگی سے خود بخود دلچسپی پیدا ہو جاتی ہے، یہ احساس وقت سے بہت پہلے مجھے ہو گیا تھا۔ اس وقت جب یہ احساس ذرا مشکل ہی سے پیدا ہوتا ہے۔ ساڑھے دس بجے کے قریب پیرو استاد آگیا اور دوسرے لوگ بھی آنے جانے شروع ہو گئے اور اس کے بعد پھر وہی ساری ذمے داریاں یہ دن گزار کر میں نے سوچا کہ بڑی صحیح جگہ کا انتخاب کیا ہے اور یہاں مجھے کوئی مشکل نہیں ہوگی پھر کافی دن گزر گئے، اس دوران پیرو استاد سے میری ٹھیک ٹھاک دوستی ہو گئی تھی اور میں زیادہ تر اسی کے ساتھ کام کرتا تھا۔ ایک گاڑی ہم لوگ مل کر دھوتے تو بہت جلد ہی کام نمٹا لیتے اور اب سیدھے سیدھے دس اور پندرہ کا فرق ہو گیا تھا یعنی گاڑی ہم دو آدمی پکڑتے اور اس میں پندرہ روپے پیرو کے ہوتے اور دس روپے میرے لیکن اس طرح آمدنی میں اضافہ ہی ہوا تھا یعنی ہم چھ سات بلکہ بعض اوقات آٹھ گاڑیاں بھی دھولیا کرتے تھے اور پھر بس والوں سے الگ مہینہ بندھا ہوا تھا جس میں سے پیرو نے مجھے میرا

حصہ بتا دیا تھا۔ پیرو اب مجھ سے بہت زیادہ گھل مل گیا تھا اور ہمارے درمیان گہری دوستی شروع ہو گئی تھی مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ کہاں رہتا ہے یا اس کا اور کون کون ہے اس دنیا میں، یہ ساری باتیں فضول لوگ کیا کرتے ہیں جبکہ ان کا ان باتوں سے کوئی تعلق نہیں ہوتا البتہ پیرو کبھی کبھی اپنے دل کی کہانیاں مجھے سنا دیتا تھا۔ وہ اپنے مخصوص انداز میں کہتا۔ ”اڑے ماں قسم یہ مقدر سالا کو مکہ ہے۔ پچاس لفظا کیا پن کام نہیں بنتا، دولت سالا اپنے متھے میں ہی نہیں، برائز بونڈ خریدا، کالا ہو گیا۔ رنفل ٹکٹ خریدا ہزار روپے کا نقصان اٹھایا۔ اڑے یار فیصل، ایک بار..... میں ایک بار داؤ لگ جائے پھر دیکھ یاروں کا یاری۔ ماں قسم بس خریدیں گا اور تیرے کو سینجر بنا دیں گا۔ وہ اکثر دولت کے حصول کے خواب دیکھا کرتا اور میں تنہائی میں اس کے خوابوں کے بارے میں سوچتا رہتا تھا۔

دوپہر کے ڈھائی تین بجے کا وقت تھا۔ ایک ڈائن بلو بڑا آکر رکی اور پیرو نے فوراً اسے پکڑ لیا۔ ڈائن سے ایک دراز قامت شخص اتر آیا، ادھیڑ عمر تھا اور اس نے سفید پتلون پر کالا کوٹ پہنا ہوا تھا۔ پیسوں کی بات طے ہوئی اور اس نے چابی پیرو کو دیتے ہوئے کہا۔ ”کام ذرا جلدی کر دینا، میں محبوب بخش تک جا رہا ہوں پھرتی سے ہاتھ چلائنا، پانچ روپے زیادہ دوں گا۔“

”آپ پروامت کرد صاحب، فٹافٹ کام ہوئیں گا۔“ پیرو نے کہا اور وہ شخص وہاں سے چلا گیا۔ ”چالو ہو جانٹوش۔“ پیرو نے کہا اور گاڑی کے پیڈ نکالنے لگا۔ میں بالٹی اور پانی تیار کرنے لگا تھا۔ پیرو نے ڈکی کھولی اور اسٹپنی سے پیڈ نکالنے لگا مگر میں نے اسے چونکتے ہوئے دیکھا تھا۔ وہ ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ میں اس کے پاس پہنچ گیا تھا۔

”فیصل۔“ پیرو سرسراقتی ہوئی آواز میں بولا۔

”کیا ہو گیا پیرو بھائی؟“

”اڑے ادھر دیکھ نیچے۔“ اس نے اشارہ کیا اور میری نگاہ بھی اندر پڑی۔ سیاہ رنگ

کا ایک بریف کیس ادھر رکھا ہوا تھا۔

”کیا بات ہے؟“

”چٹنی ہے اڑے تو تو ابی اسے کھلاس کرو۔“

”میں سمجھا نہیں۔“

”اڑے او لکھنؤ تیرے کو کون سی زبان میں سمجھائے، اسے کلٹی کر دو۔“

”مگر چالی تمہارے پاس ہے استاد۔“

”پردا مت کرو، تو ایسا کر اسے لے جا اور اسٹیٹ آفس کے سامنے ایک جلا ہوا

گاڑی کا کھوکھا پڑا ہے، اسے اس میں چھپا کر تیزی سے واپس آ جا۔“

”گڑ بڑ ہو جائے گی پیرو بھائی۔“

”دیکھ، جیسا میں بولتا ایسا کر، نہیں تو تیرا میرا دوستی ختم ہو جائیں گا۔ ابی ٹیم ہے،

دیری ہو گیا تو ٹیم کھلاس ہو جائیں گا تو فکر مت کر اپن پوزیشن سنبھال لیں گا۔“ اس نے

بریف کیس نکال کر میرے ہاتھ میں تھما دیا۔ میں بادل نخواستہ آگے بڑھ گیا تھا۔ وہ چوری

تھی ڈاکا تھا، اس سے پہلے یہ کام میں نے کبھی نہیں کیا لیکن پیرو سے دوستی ضروری تھی۔

جو ذمے داری پیرو نے میرے سپرد کی اسے انجام دے کر میں نے واپسی میں دیر نہیں لگائی

تھی۔ پیرو صابن سے پیڑ دھو رہا تھا۔ آہستہ سے بولا۔

”فٹ۔“

”ہاں۔“ میں نے جواب دیا۔

”کام ہے لگ جاؤ۔ ابی تھوڑے دن پہلے کا بات ہے۔ ایک صاحب لانسر دھلانے

لایا۔ گاڑی چھوڑ کر چلا گیا۔ اپن ڈھیلا کام کیا ڈکی والا پیڑ صاف نہیں کیا۔ صاحب واپس آیا

تو چالی اس کو وے دیا۔ اس صاحب نے ڈکی کھولا، اس سے بکس نکال کر اس میں سے

عینک نکالا۔ جانتا ہے اس بکس میں کیا تھا۔

”کیا تھا؟“

”ماں قسم اوپر تک نوٹ بھرا ہوا تھا۔ میرے کو دو دن تک افسوس کا بخار آیا، بے

ایمانی کا سزا ملا میرے کو۔“

”بے ایمانی کی سزا۔“

”اڑے ہاں اڑے، ایمانداری سے ڈکی کا پیڑ بھی صاف کرتا تو بکس اپن کو نہ مل

جاتا۔“ پیرو نے کہا اور میں اس بے ایمانی پر غور کرنے لگا۔ پھر ہم نے بجلی کی سی تیزی سے

گاڑی صاف کر دی تھی۔ کچھ دیر کے بعد کالے کوٹ والا واپس آ گیا۔ پیرو جیب سے

سگریٹ نکال کر ایک طرف جا بیٹھا۔ اس وقت مگو چاچا نے مجھے آواز دی۔

”فیصل کا کا، ادھر آؤ۔“ اور میں اس کے پاس چلا گیا۔ ”یار ذرا اس گاڑی میں

ہاتھ لگوائے، یہ رینو آج کلٹی ہو گیا، اکیلا کام کر رہا ہوں، جلدی کی گاڑی ہے۔“

”کوئی بات نہیں چاچا۔“ میں نے کہا اور مگو کے ساتھ مصروف ہو گیا مگر میرے ذہن

میں وہی بریف کیس گھوم رہا تھا اور اس میں اوپر تک نوٹ بھرے ہوئے نظر آ رہے تھے،

یہ نوٹ آدھے میرے ہوں گے اور..... اور..... مگر انھیں خرچ کیسے کروں گا اتنے

نوٹ۔

مگو کی گاڑی تیار ہو گئی اور میں ایک طرف جا بیٹھا۔ پیرو نظر نہیں آ رہا تھا، چائے

پینے گیا ہو گا۔ میں نے سوچا۔ ابھی بیٹھے ہوئے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ وہی ڈائن آ کر

رکی۔ کالے کوٹ والا اس میں بیٹھا ہوا تھا مگر وہ اس وقت شلوار قمیص پہنے ہوئے تھا۔ میرا

دل دھک سے ہو گیا۔ ڈائن والا ادھر ادھر نظریں دوڑا رہا تھا پھر اس نے مقصود سے

پوچھا۔

”وہ کالیا کہاں ہے؟“

”کون کالیا صاب؟“

”تھوڑی دیر پہلے یہ گاڑی دھلوائی تھی اس سے۔“ ڈائن والے نے کہا۔

”یہ تو پیرو استاد نے دھوئی تھی۔“ مگو چاچا بولے۔

”ہاں، کہاں ہے وہ؟“ ڈائن والا بولا اور مگو گردن اٹھا اٹھا کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

مگو نے مجھے پکارا۔

”فیصل، پیرو استاد کہاں ہے؟“

”پتا نہیں، چارلی کے تھڑے پر ہو گیا چائے پینے گیا ہو گا۔ میں نے خود پر قابو پا کر

کہا۔

”تم ادھر آؤ“ ڈائن والے نے مجھے اشارہ کیا اور گاڑی سے اتر آیا۔ میں پوری

طرح سنبھل کر اس کے پاس پہنچا تھا۔ اس نے مجھے بغور دیکھتے ہوئے کہا، ”تم بھی تو اس

کے ساتھ تھے۔“

”ہاں۔“

”کیسیں، ایک بریف کیس رکھا ہوا تھا۔ دیکھو کیسیں رکھ تو نہیں دیا تمہارے استاد

”بریف کیس کیا ہوتا ہے صاحب؟“ میں نے انجان بن کر کہا۔

”کالے رنگ کا ایک.....“ وہ اچانک خاموش ہو گیا۔ پھر بولا۔ ”استاد کو بلاؤ“

کہاں ہے چارلی کا تھڑا میرے ساتھ آؤ۔“ چارلی ہیرڈریر سامنے ہی تھا۔ ہم نے پہلے پیرو کو وہاں پھر چائے خانوں میں دیکھا مگو بھی ساتھ آگیا تھا مگر پیرو کہیں نہ ملا۔

”بات کیا ہے صاحب؟“ مگو نے پوچھا۔

”کوئی خاص نہیں“ ایک بریف کیس رکھا تھا میں نے گاڑی میں جو گھر جا کر مجھے اس

میں نہیں ملا۔“

توبہ..... توبہ عذاب ادھر ایسا نہیں ہوتا ایمان دھرم کی کھاتے ہیں، ایک کیل حرام سمجھتے ہیں، سالوں سے یہاں کام کرتے ہیں مگو نے کانوں کو ہاتھ لگائے ہوتے کہا۔

==☆☆☆==

ندیم

”اوہ، ٹھیک ہے کہیں اور بھول گیا ہوں گا، تمہارا شکریہ۔“ اس نے کہا اور دوبارہ گاڑی میں بیٹھ گیا۔ گاڑی اشارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔ یہ خطرہ اس طرح ٹل جائے گا مجھے امید نہ تھی۔ مگو چاچا بولا۔

”یہ پیرو ہاتھ کا خراب ہے، دوسرے ایسا نہیں کرتے..... مگر پیرو آخر گیا کہاں۔ میرے دل میں بہت سے خیالات آرہے تھے مگر ان کا اظہار میں نے کسی ہلکے سامنے نہ کیا۔ پیرو کی گمشدگی کا راز سمجھ رہا تھا مگر کچھ بھی ہے وہ میرا حصہ ضرور دے گا پھر ایک اور گاڑی آگئی اور میں اور مگو اس میں مصروف ہو گئے لیکن زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ اچانک پولیس کی ایک گاڑی قریب آکر رکی اور اس میں سے چھ سات پولیس والے نیچے کود کر ہماری طرف لپکے۔ وہ دور دور تک پھیل گئے تھے۔ گاڑی کے ساتھ وہی ڈائسن تھی۔ ڈائسن والا بھی نیچے اتر آیا تھا۔

”یہ ہے، اس کے ساتھ ایک اور تھا۔“ ڈائسن والے نے میری طرف اشارہ کر کے کہا۔ ایک اے ایس آئی اس کے ساتھ تھا۔ اے ایس آئی نے مجھے گریبان سے پکڑ لیا اور گالی بکتا ہوا کہنے لگا۔

”کہاں ہے تیرا ساتھی؟“

”گالی نہیں صاحب..... گالی نہیں۔“ میں نے غرا کر کہا اور اے ایس آئی کا پارہ نہ جانے کیوں پھیکا پڑ گیا۔

”شریف زادے تیرا ساتھی کہاں ہے؟“ اس نے کہا۔ اس دوران پولیس دوسرے

”میں نے بتایا تھا کہ مجھے اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔“

”یہاں آنے کے بعد بھی نہیں معلوم پکا لگتا ہے حرامی۔“

”دیکھو گالی مت بکو، میں نے پہلے بھی منع کیا تھا تمہیں، تیسری بار گالی اگر تم نے

مجھے دی تو..... تو.....؟“

”اوائے ہوئے سوہنا، سنا الیاس صاحب آپ نے کیا ہوگا بیٹا اس کے بعد جانتے

ہو؟“

”اتنے ٹکڑے کروں گا تمہارے کہ گنے نہ جاسکیں گے۔ اے لکھ لو پولیس افسر

صاحب، جو کہا ہے وہ کر دکھاؤں گا۔“ میں نے شدید سفاک لہجے میں کہا اور اے ایس آئی

چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ اسی وقت ایک زور دار ہاتھ میری گدی پر پڑا۔ اتنی طاقت ور

ضرب تھی کہ میں میز پر اوندھ گیل۔ یہ ہاتھ ایک لمبے چوڑے آدمی نے میری گدی پر جمایا

تھا اور پھر اس نے عقب سے میرے بال پکڑ کر مجھے سیدھا کھڑا کر دیا۔

”زبان نکال لوں اس کی کلمدار صاحب جی؟“ اس نے دریافت کیا۔

”چھوڑو اسے۔“ کلمدار صاحب نے کہا اور اس نے جھٹکے سے میرے بال چھوڑ

دیے۔ ”بریف کیس کہاں ہے حرامی۔ میں نے تجھے تیسری گالی دے دی ہے۔“ وہ بولا۔

اور میں سپاٹ نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔ اس کا نام کلمدار تھا۔ اس کا رنگ سانولا تھا۔

اس کی عمر بتیس سال کے قریب تھی۔ اس کے نقش موٹے اور بھدے تھے۔ میں نے یہ

نقش دل میں اتار لیے۔ الیاس صاحب نے کہا۔

”دیکھو لڑکے، اس میں کوئی رقم وغیرہ نہیں ہے۔ میرے بہت ضروری کاغذات

ہیں اگر تم وہ مجھے دے دو تو میں تمہیں پانچ سو روپے دوں گا۔“

”صاحب! وہ میں نے نہیں نکالا۔ مجھے اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔ آپ کا

دل چاہے تو تفتیش کر لیں۔“ میں نے جواب دیا۔

”وہ کالیا کہاں بھاگ گیا؟“ الیاس صاحب نے پوچھا۔

”اگر آپ کا بریف کیس اس نے نکالا ہے تو وہ ضرور اسے لے کر بھاگ گیا ہے۔“

”کہاں رہتا ہے وہ؟“

”میں نہیں جانتا۔“

تمام گاڑی دھونے والوں کو پکڑ لائی تھی اور آس پاس لوگ جمع ہونے لگے تھے۔

”وہ ابھی تک نہیں آیا۔“

”کیا کہاں ہے؟“

”نہیں معلوم۔“

”چلو اسے بٹھاؤ اسے بھی تلاش کر لیں گے اور کون کون تھا الیاس صاحب؟“

”ویسے تو یہ سب یہاں تھے مگر میری گاڑی ان دونوں نے دھوئی تھی۔“ ڈائسن

والے نے جواب دیا۔

”سب کو اٹھالیں؟“ پولیس اے ایس آئی نے پوچھا۔

”یہی کافی ہے، یہی بتائے گا۔“ ڈائسن والا بولا اور مجھے گھسیٹ کر پولیس کی گاڑی

میں بٹھا دیا گیا۔ اے ایس آئی نے دو پولیس والوں کو یہاں چھوڑ دیا اور پھر خود جیب میں

آبیٹھا گاڑی اشارت ہو کر چل پڑی۔ زندگی نے ایک اور نئے کھیل کا آغاز کیا تھا اور اس

نئے کھیل کے بارے میں مجھے فیصلہ کرنا تھا۔ میں نے راستے میں ہی فیصلہ کر لیا۔ کچھ دیر

کے بعد گاڑی پولیس اسٹیشن کی عمارت میں داخل ہو گئی۔ مجھے نیچے اتار کر ایک بڑے

کمرے کی طرف لے جایا گیا۔ راستے میں پولیس کا ایک بڑا افسر ملا جسے سلیوٹ کیا گیا تھا۔

اس نے فوراً پوچھا۔

”کیا ہوا الیاس صاحب، کام بن گیا؟“

”ابھی کہاں، آدمی مل گیا ہے اب دیکھیں یہ آپ کے اے ایس آئی صاحب کیا کام

دکھاتے ہیں۔“ ڈائسن والے نے کہا۔

”یہ ہے۔“ بڑے افسر صاحب نے اپنے چوڑے اور کھردرے ہاتھ سے میرے

رخسار دباتے ہوئے کہا اور اسی طرح بولا۔ ”سوہنا منڈا ہے، ہمارے یار کا بریف کیس

واپس کر دے بیٹا ورنہ یہ رنگ کالا پڑ جائے گا..... کلمدار چپی کر دو ذرا اس کی ننھا بچہ

ہے اچھا الیاس صاحب میں ذرا کام سے جا رہا ہوں، آپ کا کام تو ابھی ہوا جاتا ہے۔“ اس

کے بعد مجھے کمرے میں لے جایا گیا۔

”ہاں بھی کلفنام! اب بتا دے بیٹا بریف کیس کہاں ہے۔“ اے ایس آئی نے کرسی

پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ الیاس صاحب بھی ہمارا ہنٹہ گئے تھے۔

”کیا نام ہے اس کا؟“ اس بار اے ایس آئی صاحب نے پوچھا تھا۔

”پیر بخش۔“

”تو اس کے ساتھ کام کرتا تھا؟“

”ہاں۔“

”کہاں رہتا ہے تو؟“

”وہیں صدر ہیں۔“

”پتا بتا اپنا۔“

”دن بھر وہاں رہتا ہوں جہاں سے پکڑا گیا ہوں۔ رات کو وہاں کھڑی ہونے والی بسوں میں سوتا ہوں۔“

”دیکھا آپ نے الیاس صاحب، صورت دیکھو، عمر دیکھو اور پکا پن دیکھو۔ یہ تو مجھے عادی چور لگتا ہے۔ ابے اس سے پہلے کہاں رہتا تھا یا وہیں پیدا ہوا تھا۔ کوئی اور ہے تیرا؟“

”کوئی نہیں ہے۔“

”الیاس صاحب! معاملہ لمبا ہو جائے گا، کچھ اور چھو کرے بھی اٹھانے پر نہیں آئے آپ آرام کریں اس کی پھینٹی لگے گی تو کام ہو جائے گا، ابھی ٹھیک کر لیں گے اسے آپ فکر نہ کریں۔“

”بہت ضروری کاغذات ہیں میرے، کچھ موکلوں کا معاملہ تھا ان کی اہم دستاویزات ہیں کئی کیس خراب ہو جائیں گے۔“

”وہ تو ٹھیک ہے جی مگر کیا کیا جاسکتا ہے۔“ اے ایس آئی نے کہا اور الیاس صاحب سوچتے رہے پھر انھوں نے مجھ سے کہا۔

”تم چاہو تو مجھ سے تعاون کر سکتے ہو، میں تم پر سختی نہیں ہونے دوں گا، وعدہ کرتا ہوں۔“ میں نے رخ بدل لیا تھا پھر اے ایس آئی، الیاس صاحب کے ساتھ باہر نکل گئے۔

تھوڑی دیر کے بعد اے ایس آئی اندر آیا اور اس سادہ لباس شخص سے بولا۔

”غلام داد! اسے اندر کر دو اور تم میرے ساتھ ذرا بغدادی چلو کام ہے، میں باہر گاڑی میں انتظار کر رہا ہوں۔“

”جی صاحب۔“ سادہ لباس شخص نے کہا اور آگے بڑھ کر میرا بازو پکڑ لیا۔ کبخت کا ہاتھ مشینی معلوم ہوتا تھا۔ پھر وہ مجھے ساتھ لے کر ایک سلاخوں والے دروازے کے پاس پہنچا۔ ایک سپاہی چابی لے کر پیچھے پیچھے آ رہا تھا۔ اس نے دروازے کا تالا کھولا اور مجھے اندر دھکیل کر دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا۔ اندر کچھ اور لوگ بھی تھے۔ مدھم آواز میں ایک کورس سنائی دیا۔ ”آگے..... آگے گھر آگے،“ بلم پردیسی جن پردیسی آگے..... آگے گھر آگے۔“ میں نے بوکھلائی ہوئی نظروں سے انھیں دیکھا۔ پانچ افراد تھے، شہر کے مالک۔

”آؤ..... آؤ..... ابے کوہ قاف سے آرہے ہو کیا؟“ شہزاد گلغام، ابے دیکھو

”پکا دلی کا ہے بھائی میاں،‘ نہیں تو شرط لگا لو۔“

”یہاں قینچی کے استاد ہو کیا، کس کھٹولے کے سکھائے ہوئے ہو؟“

”یار بن بھائی تم بھی زے تے ہو، چھری تے دم تو لینے دو نیچے کو،‘ میاں چاند کہاں سے پکڑے گئے؟“

”کیا بد تمیزی ہے،‘ سنتری کو آواز دوں۔“ انہی میں سے ایک کسی قدر معقول سے لہجے میں نے کہا۔

”ابے بھائی سیاسی لیڈر۔! تم ہمیشہ قوم کی گردن پر چھری ہی چلاؤ، ابے لاڈلے یہ لیڈر ہے اپنا کام کرنے دو یار۔“

”ابی میں تم لوگوں کو کئی بار بولا کچھ مٹ پکاؤ،‘ فی اللہ کو یاد کرو مصیبت سے نکالے۔ ابی یار تمہاری سمجھ میں نہیں آتا۔“ ایک زور دار آواز سنائی دی۔ میں بوکھلائی ہوئی نظروں سے ایک ایک کو دیکھنے لگا۔ یہ تو چڑیا گھر معلوم ہوتا ہے۔“

”ادھر آؤ بیٹے، کیا کر آئے اتنی سی عمر میں۔“ سیاسی لیڈر نے کہا۔

”آپ لوگوں کو بتانا ضروری ہے؟“ میں نے کرخت لہجے میں کہا۔

”کڑک ہے بھائی،‘ سنبھال لے گا۔“ آخری آدمی نے کہا اور میں ایک گوشے میں جا بیٹھا۔ میری طرف سے کوئی جواب نہ پا کر وہ لوگ خود ہی آپس میں میرے بارے میں چہ میگوئیاں کرتے رہے۔

رات کو نو بجے کے قریب رجو اور گھوڑے کو بھی میرے پاس پہنچا دیا گیا۔ یہ دونوں بھی وہیں کام کرتے تھے جہاں سے مجھے لایا گیا تھا۔ رجو نے روتے ہوئے کہا۔

”مولا قسم! میں نے تو کبھی ایک رومال بھی نہیں چرایا کسی کا“ یہ لوگ میرے کو جبر جستی ہی اٹھالائے ہیں۔“

”اور میں تو جیسے گاڑیاں صاف کرنے کے بجائے چوری ہی کرتا رہا ہوں۔“ گھوڑے نے کہا۔

”تمہیں بھی اسی چکر میں لائے ہیں؟“ میں نے پوچھا۔

”تو اور کیا یار، گھر میں اماں انتظار کر رہی ہوگی۔“ رجو نے روتے ہوئے کہا۔

”پیرو استاد نہیں واپس آیا؟“

”اب کیا واپس آئے گا، کام دکھا گیا حرامی، ہمیں پھنسا گیا۔“

”ایک بات بتاؤ۔“ میں نے کہا۔

”کیا؟“

”یہ پیرو استاد رہتا کہاں ہے؟“

”انگو چاچا جانتا ہے، صاف قسمیں کھا گیا۔ دے کا مریض ہے اس لیے پولیس والوں نے

نے چھوڑ دیا۔ ویسے یار ایک بات بتا دے بھائی، بکسا نکالا ہے پیرو استاد نے یا نہیں؟“

”یہ بات جانتا تو پولیس والوں کو نہ بتا دیتا۔“

”تیرے سامنے نہیں نکالا؟“

”نہیں۔“

”پتا نہیں اب کیا ہوگا؟“

”تیری تو بڑی دوستی تھی پیرو سے، اس کے گھر کا پتا تجھے بھی نہیں معلوم۔“

”میں نے کبھی نہیں پوچھا۔“

”یار ایک بات بتاؤں تجھے فیصل، وہ پولیس والا ہمیں یہ کہہ کر لایا ہے کہ ہم تجھ

سے بکسے کے بارے میں پوچھیں پتا چل گیا تو ہمیں چھوڑ دیا جائے گا۔ تجھے پتا ہو تو بتا دے

بھائی تیرا بھلا ہوگا۔“

”تیرا دماغ خراب ہے گھوڑے۔ میں نے کہا نا تجھ سے اگر مجھے معلوم ہوتا تو

”میں نے

پولیس کو نہ بتا دیتا یہاں۔“

”اپن لوگ بلا وجہ پھنس گئے۔“ گھوڑے نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔ گیارہ بج

گئے پھر دو سپاہیوں نے گھوڑے اور رجو کو باہر نکالا اور اپنے ساتھ لے گئے۔ حوالات کے

قیدی زمین پر اوندھے سیدھے لیٹ گئے تھے۔ میں بھی تھک گیا تھا، اس لیے زمین پر لیٹ

گیا۔ پونے بارہ بجے قریب حوالات کا پھر دروازہ کھلا اور سپاہیوں نے مجھے آواز دی۔

”فیصل۔“ میں چونک کر اٹھ گیا۔ سپاہیوں نے مجھے آنے کا اشارہ کیا اور میں

خاموشی سے اٹھ کر باہر نکل آیا۔ اس کے بعد مجھے ایک اور دوسرے کمرے میں لے جایا

گیا تھا جہاں دو تین میز کرسیاں بڑی ہوئی تھیں۔ ایک کرسی پر میز کے پیچھے اے ایس آئی

کا مدار بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے پاس دو آدمی اور بھی موجود تھے۔ سپاہی مجھے اس کمرے میں

چھوڑ کر چلے گئے تو کا مدار نے میری طرف رخ کر کے کہا۔

”تجھے یاد آیا کہ بریف کیس کہاں لے جایا گیا ہے؟“

”نہیں جناب، میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا آپ سے پہلے بھی کہہ چکا

ہوں۔“

”پیرو کہاں رہتا ہے، یہ بھی نہیں معلوم تجھے؟“

”مجھے تو یہاں کام کرتے ہوئے زیادہ دن بھی نہیں ہوئے میں نہیں جانتا کہ وہ کہاں

رہتا ہے؟“

”چلو اس کی ہٹ دھرمی نکالو۔“ کا مدار نے ان دونوں آدمیوں کو حکم دیا جو اس

پاس موجود تھے۔ ان میں سے ایک نے جو گمرے سیاہ رنگ اور بڑی بڑی مونچھوں کا مالک

تھا اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے قریب پہنچ کر کہا۔

”بیٹا بہت بری بات ہے، زبان کھول دے کیا فائدہ تیرا ڈیزائن بگڑ جائے۔“ میں نے

خاموشی سے اسے دیکھا اور ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

”اگر مجھے.....“ لیکن میرے منہ سے اتنا ہی نکلا تھا کہ ایک بھرپور تھپڑ میرے

گال پر پڑا اور میں دو تین قدم پیچھے ہٹ گیا لیکن وہ بدبخت میرے ساتھ ساتھ ہی آیا اور

اس نے میرے بال کپڑ کر مجھے زمین پر گرا دیا اور پھر میرے شانے پر پاؤں رکھتا ہوا بولا۔

”ہڈی پبلی سب ٹوٹ کر برابر ہو جائیں گی، سمجھا؟ پتا نا بہت ضروری ہے۔“ میں نے

”میں نے

حوالات کے سامنے سے گزرا تو وہ جلدی سے کمبل منہ پر لے کر کروٹ بدل کر سو گیا۔ میں خاموشی سے ایک گوشے میں جا بیٹھا تھا۔ اس مصیبت سے چھٹکارا کیسے حاصل کیا جائے پھر پیرو پر غصہ آنے لگا۔ صاف ظاہر تھا کہ پیرو نے بریف کیس اپنے قبضے میں لیا اور وہاں سے فرار ہو گیا لیکن یہ تو دھوکا دی ہے۔ میں نے تو بریف کیس نہیں دیکھا تھا اور نہ ہی اسے نکالنے کی کوشش کی تھی۔ پیرو نے زبردستی وہ میرے حوالے کیا تھا تاہم اتنا قصور میرا ضرور تھا کہ میں اس کی چوری میں شریک ہو گیا تھا۔ بہر طور رات آہستہ آہستہ گزرتی رہی۔ تھانے میں بھی خاموشی چھا گئی تھی اور پولیس والے بھی غالباً سوتے چلے گئے تھے۔ صبح ہوئی اور اس کے بعد وقت آہستہ آہستہ گزرتا رہا۔ ہمیں چائے اور ڈبل روٹی کے دو کلوئے دیے گئے تھے۔ میں نے بہر طور اپنی شکم سیری ضرور کر لی۔ رات بھر کی جگہ اور اس کے بعد بدن کی تھکن نے بہت ہی نڈھال کر دیا تھا لیکن میرے حوصلے پست نہیں ہوئے تھے۔ اب پیرو کے لیے دل میں نفرت پیدا ہوتی جا رہی تھی۔ گھوڑا اور رجو دونوں حوالات میں نہیں آئے تھے۔ اس کا مقصد تھا کہ انھیں چھوڑ دیا گیا ہے اب دیکھنا یہ تھا کہ میرا کیا ہوتا ہے۔ دوپہر ہو گئی اور اس وقت دوپہر کے تقریباً ڈیڑھ بجے تھے کہ ایک بار پھر مجھے اسی کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ اے ایس آئی کلدار وہاں موجود تھا۔

”ہاں اب یاد آگیا تجھے؟“

”نہیں کچھ یاد نہیں آیا۔“ میں نے جواب دیا۔

”زبان تو تیری کھلے گی، اچھا یہ بتا اس سے پہلے تو کہاں رہتا تھا؟“

”بتا چکا ہوں کہیں نہیں رہتا تھا۔“

”مطلب یہ کہ فٹ پاتھوں پر ہی زندگی گزاری ہے؟“

”ہاں بس میں سوتا تھا۔“

”ابے بس کے بچے، بس سے پہلے تو تو کہیں ہو گا۔“

”کسی اور اڈے پر تھا، کسی اور فٹ پاتھ پر تھا، بس اسی طرح میں نے زندگی گزاری ہے۔“ میں نے جواب دیا۔ اسی وقت میں نے الیاس صاحب کو دیکھا، وہی بریف کیس کے مالک، کالا کوٹ پہنے ہوئے اور سفید پتلون پہنے ہوئے اندر آئے تھے۔ اے ایس آئی نے انھیں دیکھا اور آہستہ سے بولا۔

اب خاموشی اختیار کرنے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں سمجھا تھا۔ میں خاموش رہا۔ اس نے ایک ٹھوکر میری پسلیوں پر لگائی اور میں نے ہونٹ بھیج لیے اور آنکھیں بند کر لیں۔ اس نے ایک بار پھر مجھے بالوں سے پکڑ کر اٹھایا اور سیدھا کھڑا کر دیا پھر اس نے میری گردن پکڑ کر مجھے زور سے دیوار کی جانب دھکا دیا اور میں دیوار سے جا لگا۔ وہ مسلسل مجھے مار رہا تھا۔ تھپڑ گھونٹے میرے ہونٹوں سے خون نکل آیا تھا اور میں خاموشی سے پٹ رہا تھا۔ اس نے مجھے سیدھا کرتے ہوئے کہا۔

”کس استاد کا شاگرد ہے میری جان، مار کھانے میں تو خاصا ماہر ہو گیا ہے۔ زبان کھولے گا یا نہیں؟“ میں نے سرد نگاہوں سے اس شخص کو دیکھا اور اس کے بعد دیوار سے ٹک کر کھڑا ہو گیا۔

”مار دوں گا مدار جی، سارے کو بہت ڈھیٹ بن رہا ہے۔“

”گالی نہیں..... گالی نہیں۔“ میں نے انگلی اٹھا کر کہا اور اس بار کا مدار اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

”ابے شریف زادے گالی اتنی بری لگتی ہے تجھے کہ ہمیشہ دھمکیاں دیتا رہتا ہے لیکن جیہ نہیں جتنا کہ بریف کیس آخر گیا کہاں، چوری ہوئی ہے اس کی، کسی نے تو چرایا ہی ہو گا۔“

”میں نے نہیں چرایا یہ میں تمہیں بتا چکا ہوں۔“

”ایک بات سن لے کان کھول کر، پولیس تفتیش تو کر ہی رہی ہے پتا چل جائے گا لیکن اگر یہ معلوم ہو گیا کہ تو نے بریف کیس چرایا ہے تو پھر تو یہاں سے زندہ نہیں جاسکے گا، یہ کلدار کا قول ہے۔“ میں نے کوئی جواب نہیں دیا تو کلدار بولا۔

”بند کر دو اسے مر مرا جائے گا میرے ہاتھوں، بڑی بد تمیزی کر چکا ہے یہ مجھ سے، اسے چھوڑوں گا نہیں آسانی سے۔“ وہ دونوں مجھے لیے ہوئے باہر نکل آئے اور ایک بار پھر مجھے حوالات میں دھکیل دیا گیا۔ حوالات کے قیدی اٹھ کر بیٹھ گئے تھے۔ اندر ایک مدہم سابلب جل رہا تھا وہ میرا جائزہ لیتے رہے اور اس کے بعد ان میں سے ایک نے کہا۔

”مار پڑی ہے چاند؟“

”خاموشی سے سو جاؤ ورنہ اچھا نہیں ہو گا۔“ میں نے کہا۔ اسی وقت ایک خنٹری

وہاں ہتھوڑے کی کٹھا کھٹ سنائی دے رہی تھی۔ دماغ بری طرح دکھ رہا تھا۔ میں سوچنے لگا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے، دیے پیرو نے کھلا کھلا دھوکا دیا تھا۔ خود غائب ہونے کے ساتھ اگر وہ مجھے بھی لے جاتا تو کیا برا تھا۔ مجھے تو یہ امید نہیں تھی کہ میرے ساتھ یہ حالات پیش آئیں گے۔ پیرو کے لیے دل میں نفرت کا ایک جذبہ ابھرا اور میرے قدم خود بخود اسی طرف اٹھ گئے جہاں میں کام کرتا تھا۔ زندگی وہاں اسی طرح رداں دواں تھی۔ گھوڑا اور رہو بھی وہاں پہنچ چکے تھے۔ گلو چاچا بھی تھے مجھے دیکھ کر سب میرے گرد جمع ہو گئے۔ گلو چاچا نے ہمدردانہ نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

”مار پڑی تھی؟“

”نہیں، وہ تو بہت محبت سے پیش آئے تھے میرے ساتھ.....!“

”پیرو نے غداری کی تیرے ساتھ دیے تجھے یہ نہیں معلوم کہ ایسی کوئی چیز پیرو لے گیا ہے یا نہیں؟“

”نہیں مجھے نہیں معلوم۔“ میں اپنی ضد پر اڑا ہوا تھا۔

”وہ غائب اسی لیے ہو گیا اور اب یہاں نہیں آئے گا دیے ایک بات ہے، اس نے یہاں بڑی بد معاشی قائم کر رکھی تھی، محنت ہم لوگ کرتے تھے اور ہماری محنت کا آدھا حصہ وہ لے جاتا تھا، اچھا ہوا دفع ہو گیا۔ بہر حال اب تو کام کر چل آ جا میرے ساتھ اس گاڑی کی صفائی میں شریک ہو جا مگر سن چوئیں زیادہ تو نہیں لگی ہیں؟“

”نہیں گلو چاچا۔“ میں نے جواب دیا اور گلو چاچا کے ساتھ کام کرنے میں مصروف ہو گیا۔

”کچھ کھایا پیا ہے تو نے؟“

”ہاں دوپہر کو تھوڑی سی روٹی کھائی تھی۔“

”حوالات کی روٹی بھی کھالی تو نے بیٹا بہر طور تجربہ اسی طرح حاصل ہوتا ہے زندگی میں اب کسی پر اتنا زیادہ بھروسہ مت کرنا کہ وہ تیرے لیے مصیبت بن جائے۔“ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ رات تک گلو چاچا کے ساتھ کام میں مصروف رہا۔ تھوڑے بہت پیسے آگئے تھے۔ رات کا کھانا ڈٹ کر کھایا اور پھر بس کی طرف بڑھ گیا۔ بسوں کا کام کرنے کے بعد میں بس میں لیٹ گیا تھا۔ لیٹے لیٹے میرے ذہن میں نہ جانے کیا کیا خیالات آتے

”یار الیاس صاحب! کیا چیز ہمارے حوالے کر دی آپ نے، ذرا سارے کا ڈیزائن دیکھو اور ہماری محنت دیکھو رات بھر بٹائی کرتے رہے ہیں مگر زبان کھول کر نہیں دی۔“

”میرا خیال ہے اب اسے چھوڑ دیجئے۔ اسے ایس آئی صاحب!“

”کیا مطلب؟“

”چھوڑ دیجئے، ہو سکتا ہے یہ اس میں ملوث نہ ہو، وہ اصل کجنت نکل گیا جو وہاں کا دادا بھی تھا۔ دراصل میں تھوڑی بہت معلومات خود بھی وہاں جا کر حاصل کر چکا ہوں اس کے بارے میں۔ سنایا گیا ہے کہ اچھا لڑکا ہے وہیں بسوں اور گاڑیوں کا کام کرتا ہے ایک بس ہی میں سو جاتا ہے اگر بریف کیس اس کے پاس ہوتا تو اس نے کہیں نہ کہیں تو رکھا ہوتا جب کہ اس کے سابقہ ٹھکانے کا بھی کوئی علم نہیں ہے اس کا مقصد ہے کہ اصل آدمی پیرو ہے۔“

”مگر پیرو کا پتا بھی تو ضروری ہے۔“

”اب چھوڑ دیے جو ہو گا دیکھا جائے گا اللہ مالک ہے۔“

”آپ کی مرضی ہے بڑے صاحب سے بات کر لی آپ نے۔“

”ہاں ہاں، اس کے خلاف کوئی کیس تو نہیں بن سکا نہ میں نہیں چاہتا کہ بلا وجہ ایک لڑکے پر سختی ہوتی رہے چھوڑیں آپ چھوڑ دیں اسے۔“

”آپ کی مرضی ہے الیاس صاحب جیسا آپ چاہیں۔“ کمدار نے کہا اور اس کے بعد مجھے دیکھتا ہوا بولا۔

”سن پیرو کا پتا جب بھی معلوم ہو جائے، سیدھا ادھر آنا اور ہمیں اس کے بارے میں بتا دینا اب تو بھاگ جا یہاں سے۔“

میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا اور اس کے بعد گردن جھکا کر وہاں سے باہر نکل آیا۔ الیاس صاحب، اے ایس آئی کے پاس ہی بیٹھ گئے تھے۔ مجھے امید نہیں تھی کہ اتنی جلدی میری گلو خلاصی ہو جائے گی لیکن بہر طور تھانے کی عمارت سے نکلنے کے بعد میں نے باہر کے ماحول کو دیکھا۔ بدن بری طرح دکھ رہا تھا۔ چہرے پر جگہ جگہ نیلے نشان پڑے ہوئے تھے، جسم کے اور بھی بہت سے حصے زخمی ہو گئے تھے۔ میں تھکے تھکے انداز میں چلتا رہا اور اس کے بعد ایک جگہ جا بیٹھا۔ سامنے ہی ڈسٹنگ پینٹنگ کی ایک دکان تھی اور

سے مکان نمبر دو سو بتیس کا پتا معلوم کر کے آگے بڑھا اور بالآخر ایک بوسیدہ سے مکان کے دروازے پر پہنچ گیا۔ اس پر کوئلے سے دو سو بتیس نمبر لکھا ہوا تھا۔ میں نے دروازے پر دستک دی اور انتظار کرنے لگا۔ دوسری اور تیسری بار دستک دینے پر دروازہ کھلا اور ایک آواز سنائی دی۔

”ابی کوتا ہے، مرا کائے کو جاتا، کون ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک عمر رسیدہ عورت نظر آئی جو میلے کچیلے کپڑوں میں ملبوس تھی۔

”پیر بخش یہاں رہتا ہے؟“ میں نے پوچھا۔

”آن رہتا ہے۔“ عورت نے کہا اور میں نے محسوس کیا کہ وہ اندھوں کی طرح پلکیں جھپکا رہی ہے۔

”وہ اندر ہے؟“

”نہیں اے۔“ عورت نے کہا۔

”کہاں گیا ہے؟“

”میرے کو نہیں مالوم۔“

”آپ کو یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ کب آئے گا؟“

”نہیں مالوم۔“

”اچھا ٹھیک ہے، میں پھر آؤں گا۔“

”تم کون اے؟“

”میں..... میں اس کا دوست ہوں، آپ شاید پیرو کی.....“

”اماں اے۔“ عورت نے جملہ پورا کر دیا۔

”اچھا اماں جی، میں چلتا ہوں۔“

”اچھا پھر کبھی آئے گا؟“ عورت نے پوچھا۔

”جب بھی فرصت ملی آؤں گا اماں۔“ میں نے کہا اور دروازے سے واپس پلٹ پڑا۔ پیرو

کی ماں، اندھی عورت، ہاں وہ اندھی ہی تھی اور شاید گھر میں اکیلی تھی اور یہ گھر.....

عورت کی تصویر..... اس کا سہارا پیرو، صرف پیرو۔ دل نے کہا اچھا ہوا پیرو نہ پکڑا گیا اگر وہ پکڑا جاتا، بریف کیس اس کے پاس سے مل جاتا تو اس اندھی ماں کا کیا ہوتا، یہ کہاں

رہے، وہ پولیس افسر بھی یاد آیا جس نے مجھے گالیاں دی تھیں اور میں نے اس کے لیے دل میں ایک تہیہ کر لیا تھا۔ دوسرے دن پھر اسی مانند زندگی کا آغاز ہو گیا۔ اب میں مگو چاچا کے ساتھ کام کرنے لگا تھا۔ دوپہر تک ہم نے کام کیا، اس کے بعد ذرا سنان ہو گیا تو میں اور مگو چاچا ایک دیوار کے سائے میں آ بیٹھے۔ یہاں ایک درخت بھی لگا ہوا تھا جس کی چھاؤں پھیلی ہوئی تھی۔ میں نے مگو چاچا سے کہا۔

”پولیس نے تم سے پیرو کا پتا پوچھا تھا مگو چاچا؟“

”ہاں پوچھا تھا بس یوں سمجھ لے اللہ نے بچا دیا، ورنہ میں پھنس جاتا چلر میں۔“

”دیے مگو چاچا یہ بات مجھے معلوم ہے کہ تمہیں پیرو کا پتا معلوم ہے۔“

”کبھی گیا تو نہیں اس کے ہاں، ایک بار اس نے بتایا تھا کہ پرانے گولی مار میں رہتا

ہے، مکان کا نمبر وغیرہ بھی بتایا تھا اس نے مجھے۔“

”کیا نمبر ہے؟“ میں نے پوچھا اور مگو چاچا چونک کر مجھے دیکھنے لگے پھر بولے۔

”اب جان بچ گئی ہے تو چھوڑ اس چکر کو خواجواہ اس کے چکر میں مت پڑ آدمی اچھا

نہیں تھا کہ وہ ذرا بد معاش قسم کا تھا۔“

”یوں ہی پوچھ رہا ہوں مگو چاچا، مجھے اس کا پتا تو بتا دو کم از کم۔“

”مکان نمبر دو سو بتیس ہے اور سنا ہے اس کے سامنے ایک چھوٹا سا ہوٹل بھی بنا

ہوا ہے، اس علاقے میں ایک ہی ہوٹل ہے، ایک مرتبہ پیرو نے مجھے اپنا پتا بڑی تفصیل

سے بتایا تھا۔“

”دو سو بتیس۔“ میں نے یہ نمبر ذہن نشین کر لیا۔ مگو چاچا مجھے بہت دیر تک

سمجھاتے رہے اور میں سمجھتا رہا۔ شام کو چار بجے کے قریب میں وہاں سے خاموشی سے

ہٹ گیا تھا اور اس کے بعد بس میں بیٹھ کر میں پرانا گولی مار چل پڑا۔ اس طرف کبھی نہیں

آیا تھا چنانچہ لوگوں سے اس کے بارے میں پوچھتا رہا۔ ریکس لائن کا اسٹاپ آیا اور اس کے

بعد والا اسٹاپ پرانے گولی مار کا تھا۔ میں خاموشی سے وہاں اتر گیا اور اس کے بعد پیدل چلتا

ہوا پرانے گولی مار کے دوسرے حصے میں داخل ہو گیا۔ مکان نمبر دو سو بتیس کے بارے میں

معلومات حاصل کرنے میں کافی مشکل پیش آئی تھی لیکن پھر اس ہوٹل میں داخل ہو گیا۔

ہوٹل میں بیٹھ کر میں نے ایک چائے پی، شام کے تقریباً سوایچ بج رہے تھے پھر میں وہیں

ٹھو کریں کھاتی پھرتی، کون اس کے گھر کا چراغ جلاتا، اچھا ہوا بہت اچھا ہوا، میرا کون ہے؟
اگر سزا بھی ہو جاتی مجھے تو کسے تکلیف ہوتی کسی کو نہیں۔ دل پر جیسے شبنم کے قطرے
پڑے تھے۔ ایک ٹھنڈک سی محسوس ہونے لگی تھی۔ پہلے پیرو کے خلاف دل میں غصہ تھا،
گھٹن تھی مگر اب۔

ہوٹل کے سامنے سے گزرا، سامنے نظر پڑی پیرو ہی تھا۔ وہ شاید اپنے گھر کی طرف
ہی جا رہا تھا۔ میں ٹھنک گیا۔ اب یہاں آیا ہوں تو اس سے مل ہی لوں مگر میں نے خود کو
اس سے چھپا لیا تھا اور پھر میں اس کا پیچھا کرنے لگا۔ وہ اپنے گھر کے دروازے میں ہی
داخل ہوا تھا۔ دو چار منٹ کے بعد میں نے اس کے گھر کے دروازے پر دستک دی۔ اس
بار دروازہ پیرو نے ہی کھولا تھا۔ اس نے میری صورت دیکھی اور اس کا چہرہ ایک دم ہونق
ہو گیا پھر اس نے گردن اٹھا کر میرے عقب میں دیکھا اور کسی اور کو نہ پا کر گہری گہری
سانسیں لینے لگا۔ پیرو پیچھے ہٹتا ہوا بولا۔

”آؤ ڈے، اندر آجاؤ۔ ابھی تھوڑا دیر پہلے تم آیا تھا؟“

”ہاں۔“

”اماں نے ابی میرے کو بولا، آؤ ڈے اندر آجاؤ۔ میں جانتا تو میرے سے ناراض
ہو گا۔“

”میں اندر داخل ہو گیا۔ عسرت زدہ گھر میں پہلے اندھیرا تھا اب روشنی ہو گئی تھی۔
یہ روشنی یقیناً پیرو نے کی ہوگی۔ وہ نہ آتا ہو گا تو روشنی نہ ہوتی ہوگی، وہ اس گھر کا چراغ
تھا۔

”بیٹھو ڈے۔“ اس نے ایک تخت کی طرف اشارہ کیا اور میں بیٹھ گیا۔

”اڑے ماں قسم میں سمجھا کہ تو پولیس لے کر آیا، اپن کا جان نکل گیا۔ میں سرد
نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔ پیرو پھر بولا۔

”تیرے کو اپن کا پتا کدر سے ملا ڈے؟“

”تم نے مجھے دھوکا دیا ہے پیرو۔“

”اڑے خدا قسم لے لعنت دھوکا دینے والے پر، اپن بریف کیس ادھر سے کلٹی کیا
پھر توڑا دیر کے بعد اور پہنچا تو پولیس آگیا تھا۔ بس میں سوچا کہ ایک آدمی پھنس گیا ہے

”اڑے دو سرے کو نہیں پھنسا چاہیے، اس لیے میں رادر سے غائب ہو گیا۔ تیرے کو بہت
مارا پولیس والوں نے؟“

”بریف کیس کہاں ہے؟“

”ابی رکھا ہوا ہے یار، اپن کا تقدیر ہی کوٹا ہے سالا۔ یار اس میں تو کاغذ ہی کاغذ ہیں
اور کچھ بھی نہیں نکلا۔“

”اگر میں تمہیں تلاش نہ کرتا پیرو تو تم مجھے ملتے؟“

”خدا قسم پیرو پورا خبر رکھتا، تیرا ضمانت کراتا۔“

”اب کیا کرو گے؟“

”اور دروازہ تلاش کرے گا، دوسرا بہت سا اڈا ہے تیرے کو ایک بات بتائے، اپن
کا ماں دیکھا اس کے علاوہ امرا اور کوئی نہیں ہے دنیا میں۔ ابی وہ اندھا ہو گیا ہے۔ ڈاکٹر
لوگ بولتا آپریشن ہو گا۔ دس ہزار خرچہ مرچہ آئے گا۔ ابی یار اپنا ایک آرزو ہے۔“
”کیا؟“

”یار بہت سا آرزو ہے پر اور کچھ ہو نہ ہو، ماں کا آپریشن ضرور ہو جائے، پین سالا
لک ساتھ نہیں دیتا۔ چل تیرے کو چائے پلائے۔“

”نہیں، چائے میں نے سامنے والے ہوٹل میں پی لی ہے۔“

”ناراض ہے اپن سے؟“

”اب نہیں ہوں۔“

”پہلے تھا؟“

”ہاں۔“

”اب کائے کو نہیں ہے؟“

”اس لیے کہ تیرے پاس ماں ہے، اندھی ہے اور تو اس کا علاج کراٹا چاہتا ہے۔
اس کے پیرو..... اس کے لیے تجھے سب کچھ کرنا جائز ہے۔ لا وہ بریف کیس مجھے دے

۔

”ایں، کیا کرے گا اس کا؟“ پیرو نے پوچھا۔

”اسے اس کے مالک کو واپس کروں گا۔“

”تیرے کو کیا ملے گا؟“

”یار ابی تیرا دل صاف نہیں ہوا میری طرف سے“ تیری مرضی ہے میں تیرے کو اور کچھ نہیں بولے گا۔“ پیرو نے کہا اور میں اس کا شانہ تھپ تھپا کر بریف کیس ہاتھ میں لے کر باہر نکل آیا۔

پیرو بس اسٹاپ تک میرے ساتھ آیا تھا میں بس میں بیٹھ کر صدر چل پڑا۔ اندھیرا چھانے لگا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ بریف کیس کے ساتھ اب مجھے اپنے ٹھکانے پر نہیں پہنچنا چاہیے کیونکہ بریف کیس کی کہانی بہت سے لوگوں کو معلوم ہو گئی تھی مگر رات گزارنے کے لیے دوسری جگہ بھی تو نہیں تھی میرے پاس۔ بہت دیر تک سوچتا رہا اور اس کے بعد میں نے وہی ٹھکانہ پسند کیا اس کے علاوہ بھلا کہاں جاسکتا تھا چنانچہ بریف کیس کو میں نے اسی ٹوٹی ہوئی گاڑی کے نیچے چھپا دیا جس کا پتا مجھے پیرو نے دیا تھا پھر رات کو معمول کے مطابق بس میں کام کیا اور بس میں ہی سو گیا۔ دوسری صبح حسب معمول تھی۔ میں دیر تک سوچتا رہا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ حلوہ پوری کا ناشتا کیا، آج کام نہ کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ بہر طور کام تو کرنا ہی تھا پہلے بریف کیس کا مسئلہ حل کر لوں۔“

بریف کیس اسی جگہ رہنے دیا تھا اور وہ کارڈ جو جیب میں رکھے ہوئے تھے انھیں اپنے ساتھ لے لیا۔ ایک ہی جیسے کارڈ تھے۔ ایک پڑھے لکھے آدمی کو دیکھ کر میں نے اسے روکا سلام کیا اور کارڈ اس کے سامنے کرتا ہوا بولا۔

”جناب عالی کیا آپ مجھے یہ بتا سکتے ہیں؟“

”بھئی یہ پتا یہاں کا تو نہیں ہے“ اس میں کسی الیاس احمد ایڈوکیٹ کے بارے میں لکھا ہے۔ ان کا دفتر شی کورٹ کے سامنے ہے اور رہائش مسلم لیگ کوارٹر میں۔ کوارٹر کا نمبر ہے ایک سو اٹھادون بیٹھ ۱۵۸/۸۔

”بہت بہت شکریہ آپ کا۔“ میں نے کارڈ واپس اپنی جیب میں رکھ لیا۔ یہ بات مجھے معلوم تھی کہ اس شخص کا نام الیاس ہی تھا۔ ان لوگوں نے اسے الیاس کہہ کر پکارا تھا، لیکن اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ میں کیا کروں۔ بہت دیر تک سوچتا رہا اور اس کے بعد میں نے یہ فیصلہ کیا کہ اس کا یہ بریف کیس اس کے گھر پر ہی پہنچانا چاہیے۔ مسلم لیگ کوارٹر کے بارے میں تفصیلات معلوم کرتا رہا۔ آج کا دن یوں آوارہ گردی میں گزار دیا تھا پھر جب شام کے ساڑھے چھ بجے تو میں نے ادھر ادھر دیکھنے کے بعد بریف کیس اس کی

”کچھ نہیں پیرو دنیا کو سمجھ رہا ہوں“ آزمانا چاہتا ہوں۔

”اڑے واہ اڑے واہ! پڑھے لکھوں جیسا ماٹک بات کرتا ہے تو تو دنیا کو کیا سمجھے گا“ کیا آزمائے گا سب سالا لوگ اپنے مطلب کا لوگ ہے کوئی کسی کے کام نہیں آتا اڑے کوئی کسی کا مدد نہیں کرتا۔ چھوڑ یار ابھی تو اس کے پاس بریف کیس لے کر جائے گا ابھی وہ تجھ سے پوچھے گا کہ بریف کیس کد سے ملا کیا بولے گا تو اس کو؟“

”بریف کیس اسے دوں گا اور اس سے کہوں گا کہ اس کی چیز اس کے حوالے ہے اس سے زیادہ وہ مجھ سے کچھ نہ پوچھے۔“

”گردن پھنس جائے گا تیرا“ نیکی مت کر کچھ نہیں ملتا سالا نیکی میکی میں بس اپنا دھندا دیکھ اے سن یار اب تو میرے گھر آہی گیا ہے تو پھر ایسا کر کہ ابھی میرے ساتھ رہ جا کسی اور جگہ دھندا کریں گے ادھر پھنسا بہت سا ہے۔“

”یہ سب بعد کی باتیں ہیں پیرو لاؤ بریف کیس مجھے دے دو۔“

”ٹھیک اے اڑے جیسا تیرا مرضی“ اپن یار ایک بات تیرے کو بولے ابی اپنا نام پوچھیں کو مت دینا دیکھ اپن تیرے ساتھ دھوکا نہیں کیا اپنا دل صاف ہے پھر بھی اگر تیرے دل میں برائی ہے تو تیرا مرضی میرا ماں کا اور کوئی سہارا نہیں ہے اس بات کا خیال رکھنا۔“ پیرو نے کہا اور اندر چلا گیا۔ اس نے بریف کیس لا کر میرے سامنے رکھ دیا۔ میں نے بریف کیس کھول کر دیکھا بہت سے کاغذات رکھے ہوئے تھے اس میں مگر میں ان کاغذات کو پڑھ نہیں سکتا تھا۔ بریف کیس کی تلاشی لینے پر تھوڑے سے چھوٹے چھوٹے کارڈ بھی نظر آئے۔ ایسے کارڈوں کے بارے میں میں جانتا تھا ان پر نام پتا لکھا ہوتا ہے۔ میں نے وہ کارڈ نکال کر اپنے ہاتھ میں لیے اور جیب میں رکھ لیے پھر بریف کیس بند کیا اور پیرو سے بولا۔

”میں تیرے پاس کبھی کبھی آتا رہوں گا پیرو۔“

”مطلب یہ کہ تو اسی اڑے پر کام کرے گا۔“

”دیکھوں گا اب تو تو نے بتا ہی دیا ہے کہ بہت سے اڑے ہیں شرمیں کہیں بھی کام

کر سکتا ہوں۔“

جگہ سے نکالا اور اسے ہاتھ میں لیے ہوئے چل پڑا۔

مسلم لیگ کو ارٹھر کے بارے میں مجھے تفصیلات معلوم ہو چکی تھیں۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد میں بس سے مسلم لیگ کو ارٹھر اتر گیا۔ وہ کارڈ اب بھی میں نے اپنے ہاتھ میں لے رکھا تھا۔ راستے میں ایک دو جگہ لوگوں سے پتا معلوم کیا اور اس کے بعد ایک مکان کے سامنے جا کھڑا ہوا، صاف ستھرا مکان تھا، باہر دروازہ تھا اور بیل لگی ہوئی تھی۔ میں نے بیل پر انگلی رکھی تو ایک درمیانی عمر کی خاتون باہر نکل آئیں۔ انھوں نے مجھے دیکھا اور آہستہ سے بولیں۔

”کیا بات ہے، کس سے ملنا ہے؟“

”الیاس احمد خان صاحب یہیں رہتے ہیں؟“

”ہاں آؤ اندر آجاؤ۔“ انھوں نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ نہ جانے ان کی آنکھوں

میں کیسے تاثرات تھے۔ غالباً میرے چہرے کی نیلاہٹیں انھیں میرے بارے میں عجیب و غریب احساسات کا شکار کر رہی تھیں پھر انھوں نے دروازہ کھولا اور مجھے اندر بٹھا دیا۔

صاف ستھرا سا کمرہ تھا، صوفے پڑے ہوئے تھے میں اطمینان سے صوفے پر بیٹھ گیا اور چند ہی لمحوں کے بعد الیاس احمد خان اندر آگئے۔ انھوں نے مجھے دیکھا اور بری طرح اچھل پڑے پھر ان کی نظریں میرے پاس رکھے ہوئے بریف کیس کی جانب پڑیں اور وہ بے اختیارانہ انداز میں اس کی جانب لپکے۔

”یہ..... یہ بریف کیس م..... میرا ہے نا؟“

”جی جناب آپ ہی کا ہے۔“

”افوہ! ارے..... اور.....!“ انھوں نے جلدی سے بریف کیس اپنے ہاتھ میں لیا اور اسے صوفے پر بیٹھ کر بے تابی سے کھولنے لگے پھر وہ دیوانوں کی طرح اس میں موجود کاغذات کو دیکھتے رہے اور جب انھوں نے تمام کاغذات دیکھ لئے تو ان کے چہرے پر گہری طمانیت کے آثار نظر آئے اور انھوں نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

”کیا نام ہے تمہارا..... فیصل..... یہی نام ہے نا؟“

”جی صاحب۔“

”فیصل کیا یہ بریف کیس تم مجھے پہنچانے آئے ہو؟“

جی! لگاد By Muhammad Nadeem

جگہ سے نکالا اور اسے ہاتھ میں لیے ہوئے چل پڑا۔ مسلم لیگ کو ارٹھر کے بارے میں مجھے تفصیلات معلوم ہو چکی تھیں۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد میں بس سے مسلم لیگ کو ارٹھر اتر گیا۔ وہ کارڈ اب بھی میں نے اپنے ہاتھ میں لے رکھا تھا۔ راستے میں ایک دو جگہ لوگوں سے پتا معلوم کیا اور اس کے بعد ایک مکان کے سامنے جا کھڑا ہوا، صاف ستھرا مکان تھا، باہر دروازہ تھا اور بیل لگی ہوئی تھی۔ میں نے بیل پر انگلی رکھی تو ایک درمیانی عمر کی خاتون باہر نکل آئیں۔ انھوں نے مجھے دیکھا اور آہستہ سے بولیں۔

”کیا بات ہے، کس سے ملنا ہے؟“

”الیاس احمد خان صاحب یہیں رہتے ہیں؟“

”ہاں آؤ اندر آجاؤ۔“ انھوں نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ نہ جانے ان کی آنکھوں

میں کیسے تاثرات تھے۔ غالباً میرے چہرے کی نیلاہٹیں انھیں میرے بارے میں عجیب و غریب احساسات کا شکار کر رہی تھیں پھر انھوں نے دروازہ کھولا اور مجھے اندر بٹھا دیا۔

صاف ستھرا سا کمرہ تھا، صوفے پڑے ہوئے تھے میں اطمینان سے صوفے پر بیٹھ گیا اور چند ہی لمحوں کے بعد الیاس احمد خان اندر آگئے۔ انھوں نے مجھے دیکھا اور بری طرح اچھل پڑے پھر ان کی نظریں میرے پاس رکھے ہوئے بریف کیس کی جانب پڑیں اور وہ بے اختیارانہ انداز میں اس کی جانب لپکے۔

”یہ..... یہ بریف کیس م..... میرا ہے نا؟“

”جی جناب آپ ہی کا ہے۔“

”افوہ! ارے..... اور.....!“ انھوں نے جلدی سے بریف کیس اپنے ہاتھ میں لیا اور اسے صوفے پر بیٹھ کر بے تابی سے کھولنے لگے پھر وہ دیوانوں کی طرح اس میں موجود کاغذات کو دیکھتے رہے اور جب انھوں نے تمام کاغذات دیکھ لئے تو ان کے چہرے پر گہری طمانیت کے آثار نظر آئے اور انھوں نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

”کیا نام ہے تمہارا..... فیصل..... یہی نام ہے نا؟“

”جی صاحب۔“

”فیصل کیا یہ بریف کیس تم مجھے پہنچانے آئے ہو؟“

”یہ..... یہ بریف کیس م..... میرا ہے نا؟“

”جی جناب آپ ہی کا ہے۔“

”افوہ! ارے..... اور.....!“ انھوں نے جلدی سے بریف کیس اپنے ہاتھ میں لیا اور اسے صوفے پر بیٹھ کر بے تابی سے کھولنے لگے پھر وہ دیوانوں کی طرح اس میں موجود کاغذات کو دیکھتے رہے اور جب انھوں نے تمام کاغذات دیکھ لئے تو ان کے چہرے پر گہری طمانیت کے آثار نظر آئے اور انھوں نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

”کیا نام ہے تمہارا..... فیصل..... یہی نام ہے نا؟“

”جی صاحب۔“

”فیصل کیا یہ بریف کیس تم مجھے پہنچانے آئے ہو؟“

”یہ..... یہ بریف کیس م..... میرا ہے نا؟“

”جی جناب آپ ہی کا ہے۔“

”افوہ! ارے..... اور.....!“ انھوں نے جلدی سے بریف کیس اپنے ہاتھ میں لیا اور اسے صوفے پر بیٹھ کر بے تابی سے کھولنے لگے پھر وہ دیوانوں کی طرح اس میں موجود کاغذات کو دیکھتے رہے اور جب انھوں نے تمام کاغذات دیکھ لئے تو ان کے چہرے پر گہری طمانیت کے آثار نظر آئے اور انھوں نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا چائے پی کر جاؤ گے بیگم! بھی سنئے۔“ الیاس صاحب نے آواز دی اور چند لمحوں کے بعد وہی خاتون اندر داخل ہو گئی۔

”بریف کیس مل گیا یہ بے چارہ لڑکا اسے تلاش کر کے لایا ہے۔“

”خدا کا شکر ہے، آپ یقین کیجئے ساری رات وظیفہ پڑھتی رہی ہوں۔“

”مسئلہ ہی ایسا تھا بڑی مشکل ہو جاتی میرے لیے۔“

”آپ اتنے پریشان تھے کہ..... انھوں نے جملہ ادھورا چھوڑا اور پھر میری طرف دیکھتی ہوئی بولیں۔“

”بیٹے تمہارا بے حد شکریہ ہم لوگ شریف آدمی ہیں عزت سے روزی کھاتے ہیں دیکھ لو ہمارا گھر اس رونق کا حامل نہیں ہے جو دیکھوں کے گھروں میں ہوتی ہے۔ یہ الیاس صاحب بھی بس اپنا کام چلانے کی حد تک کام کرتے ہیں اگر یہ بریف کیس نہ ملتا تو ہمیں بہت ساری مشکلات اٹھانا پڑتیں۔“

”بھئی چائے والے پلو او ان کا نام فیصل ہے۔“

”ابھی لاتی ہوں۔“ خاتون نے کہا اور اندر چلی گئیں میں خاموش بیٹھا رہا تھا۔ الیاس صاحب بغور مجھے دیکھتے رہے پھر بولے۔

”فیصل اب تم نے مجھ پر یہ احسان کیا ہے تو میری یہ ذمہ داری ہو گئی ہے کہ تم سے کچھ سوالات کروں۔“

”جی۔“

”کون ہو تم؟“

”جی فیصل ہوں۔“ میں نے جواب دیا اور الیاس صاحب ہنس پڑے۔

”وہ تو بالکل ہو مگر تمہارے والدین وغیرہ کہاں ہیں؟“

”کہیں نہیں ہیں۔“ میں نے جواب دیا۔

”میں نے معلومات حاصل کیں تو پتا چلا کہ تم وہیں اسی علاقے میں رہتے ہو اور

بسوں وغیرہ میں سو جاتے ہو۔ کیا واقعی تمہارا کوئی عزیز رشتہ دار نہیں ہے؟“

”جی نہیں۔“

”یہ بتاؤ کچھ پڑھا لکھا ہے تم نے؟“

”جی نہیں۔“

”وہاں کب سے گاڑیاں دھوتے ہو؟“

”تھوڑے دن ہوئے۔“

”اس سے پہلے کیا کرتے تھے؟“

”بس یونہی فٹ پاتھوں پر زندگی گزاری ہے میں نے۔“

”فٹ پاتھ کے باسی لگتے تو نہیں ہو تمہاری زمان تمہارا لہجہ اور تمہارا انداز۔ خیر

چھوڑو یہ بتاؤ کہ وہاں سے کتنی آمدنی ہو جاتی ہے تمہاری؟“

”ضرورتیں پوری ہو جاتی ہیں۔“

”صرف ضرورتیں پوری کرنے کے قائل ہو یا اور بھی بہت سے ارادے ہیں دل

میں؟“

”جی نہیں بہت سے ارادے ہیں دل میں لیکن ابھی ان کے لئے راستے نہیں

ہیں۔“

”ارادے نیک ہیں یا برائیوں کی طرف جانا چاہتے ہو؟“

”یہ بات کسی کو بتانا پسند نہیں کرتا۔“ میں نے جواب دیا اور خاتون چائے لے

آئیں۔ اس کے ساتھ ایک پلیٹ میں بسکٹ بھی رکھے ہوئے تھے۔“

”چائے پیو۔“

”سنٹی ہیں بھی آپ حضرت کیا فرما رہے ہیں“ کہہ رہے ہیں زندگی کے بہت سے

ارادے ہیں لیکن کسی کو بتانا پسند نہیں کرتے۔“ خاتون دوسرے صوفے پر بیٹھ گئی تھیں۔

الیاس صاحب دیر تک سوچتے رہے پھر بولے۔

”فیصل بس نہ جانے کیوں دل چاہتا ہے کہ تمہیں ایک پیش کش کروں۔“

”کیسی پیش کش؟“

”دیکھو بیٹے! میں تمہارا بڑا ہوں مجھے بزرگ مانتے ہو۔“

”آپ عمر میں مجھ سے کافی بڑے ہیں۔“ میں نے جواب دیا۔

”بعض اوقات بزرگ بہت اچھے اچھے مشورے دیتے ہیں۔ جن لوگوں کو بزرگوں

گزاری۔ میری بیوی بھی پریشان تھیں پھر اس کے بعد ہم نے خدا پر سارا مسئلہ چھوڑ دیا اور اس سے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہم برائی نہیں کرتے ہمیں ہماری نیکیوں کی سزا مت دینا اور تم یہ بریف کیس لے کر یہاں آگئے۔ بیٹے ہم ہمیشہ خدا پر ہی بھروسہ کرتے ہیں۔ اب اس نے ہماری ایک مشکل حل کر دی ہے تو میری خواہش ہے کہ میں تمہارے بھی کام آؤں تم اگر مجھے کبھی کوئی نقصان پہنچاؤ گے تو میں دکھ کی سانسیں لے کر خاموش ہو جاؤں گا۔ یہ تو خدا کا حکم ہو گا خدا کی مرضی ہوگی۔“ الیاس صاحب کا چہرہ دیکھتا رہا کیسے عجیب لوگ تھے، اب انسان تھا یہ شخص پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

”اگر آپ مجھ پر بھروسہ کرتے ہیں تو یہ بات مجھے منظور ہے۔ دراصل اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ میں پڑھنا چاہتا ہوں“ پوری زندگی میں نے تعلیم کے خواب دیکھے ہیں لیکن انہیں پورا نہیں کر سکا اگر آپ یہ وعدہ کریں کہ مجھے پڑھنے کا پورا پورا موقع دیا جائے گا تو اس بات کا وعدہ میں کرتا ہوں کہ آپ کو میری ذات سے کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔“ الیاس صاحب اپنی جگہ سے اٹھے انہوں نے میرا بازو پکڑ کر مجھے اٹھایا اور میرا سر سینے سے لگاتے ہوئے بولے۔

”بیٹے میں نے تم پر پورا پورا بھروسہ کر لیا ہے بس اب تم یہاں سے کیس نہیں جاؤ وہی اور چیز کوئی اور سامان وغیرہ ہے تمہارے پاس؟“

”نہیں ہے اور اگر ہوتا بھی تو اسے بھول جاتا۔“

”ہاں ٹھیک ہے میری خواہش ہے کہ تم اپنے ماضی کی ہر چیز بھول جاؤ، میرے ساتھ ایک نئی زندگی کا آغاز کرو۔“

”آپ کو میرے ماضی کی کرید تو نہ ہوگی۔“

”نہیں۔“ الیاس صاحب نے آہستہ سے کہا۔

”میں آپ کا یہ احسان لینے کے لیے تیار ہوں۔“ میں نے جواب دیا اور الیاس

صاحب پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگے پھر ایک دم گردن جھٹک کر بولے۔

اس کے لیے اس کو نے والے کمرے میں میز ڈال دو، نازاں کہاں ہے؟“

”تسnim تے گھر گئی ہے۔“

”اوم، بات میں بھول گیا تھا۔“ الیاس صاحب بولے اور بیگم صاحب نے کہا۔

کی سرپرستی حاصل نہ ہو، وہ راہیں بھٹک جاتے ہیں، تم جس ماحول میں رہ رہے ہو، جس ماحول میں کام کر رہے ہو، وہاں تمہارے لیے کسی بہتر زندگی کا حصول انتہائی مشکل ہوگا اگر تم مناسب سمجھو تو میرے ساتھ رہو، میں تمہیں اس کی پیش کش کرتا ہوں، تم میرے ساتھ آرام سے رہو، میرے ساتھ دفتر چلا کرو، دفتر کو سنبھالا کرو اور اس کے بعد شام کو میرے ساتھ یہاں واپس آجایا کرو۔ میں تمہیں تین سو روپے ماہوار تنخواہ دوں گا، کھانا وغیرہ سب کچھ نہیں ہوگا۔ تم بالکل فکر مت کرنا، دیکھو اگر تم وہاں زندگی گزارتے رہے تو خطرہ ہے کہ برے ہاتھوں میں جا پڑو گے۔ ایک واقعہ ہو چکا ہے تمہارے ساتھ۔

ایک بار اگر کسی کو اٹھالے تو پھر بار بار اس کی تلاش میں رہتی ہے۔ جب بھی کوئی بھول موٹی واردات اس علاقے میں ہوگی پولیس تمہارا پیچھا کرے گی اور تمہیں اٹھالے جائے گی۔ میرے ساتھ رہ کر یہ سب کچھ نہیں ہوگا۔ تین سو روپے ماہوار تم اپنی ضروریات کے لیے کام میں لاسکتے ہو، کھانے پینے وغیرہ کی تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی اور اس کے بعد نازاں تمہیں پڑھا دیا کرے گی۔ نازاں میری بہن ہے اور وہ ایک اسکول میں لکچرر ہے۔ شام کا وقت خالی ہوتا ہے اس کے پاس، تمہاری تھوڑی بہت تعلیم بھی ہو جائے گی اور تمہیں کوئی خاص دقت بھی نہیں ہوگی۔ زندگی تو بہت طویل ہوتی ہے بیٹے اور راستے بہت وسیع تم اگر اپنے لیے کسی راستے کا تعین کرو گے تو تعلیم تمہیں وہاں تک پہنچنے میں مدد دے گی جبکہ وہاں اس ماحول میں بے شک تم پیسے زیادہ کما سکتے ہو لیکن تمہیں بے گناہ کچھ نہیں۔“

”میں بھونچکا رہ گیا تھا، جو باتیں مجھے الیاس صاحب نے بتائی تھیں..... تعلیم تو میری اولین خواہش تھی۔ الیاس صاحب کی تمام باتوں کو ٹھکرا دیتا لیکن انہوں نے مجھے تعلیم دینے کا وعدہ بھی کیا تھا اور یہ بات میرے لیے سب سے زیادہ پرکشش تھی۔ تاہم میں نے سر دل سے لے لیا۔“

”میں آپ کے لئے بالکل اجنبی ہوں الیاس صاحب اور ایک ایسے مسئلے میں آپ کے سامنے آیا ہوں جو بہر طور اچھا نہیں تھا، اس کے باوجود آپ مجھ پر بھروسہ کر لیں گے؟“

”میاں دیکھو بات سنو! یہ بریف کیس کھو گیا تھا۔ میں نے پوری رات پریشانی میں

”نہیں، چہرہ سنجیدہ، آنکھیں شوخ شاید انہیں میری شان نزول بتادی گئی تھی۔
”جناب فیصل صاحب۔“ انہوں نے بے تکلفی سے کہا۔
”جی۔“

”ہم کون ہیں آپ کے؟“

”آپ بتادیتے۔“

”باہی کہیں گے آپ ہمیں اور کل سے آپ کی پڑھائی شروع۔“ اس وقت پھر مجھے
ایک چھت ملی تھی اور یہ چھت مجھے بہت کچھ یاد دلاتی رہی تھی۔ بہت کچھ اور میں نے
اس چھت کے نیچے بہت کچھ سوچا تھا۔ دوسرے دن میں بلوہڑ میں بیٹھ کر دفتر پہنچا۔ دفتر
صاف کیا، میز سجائیں پورا دن گزارا اور شام کو گھر واپس آکر کچن میں گھس گیا۔ نازاں
باہی کھانا پکا رہی تھیں۔
”جی فرمائیے۔“

”میں بھی آپ کے ساتھ کھانا پکاؤں گا۔“ میں نے کہا۔

”بسم اللہ آئیے۔“ نازاں باہی نے کہا اور میں اس کے ساتھ مصروف ہو گیا پھر یہ
معمول بن گیا۔ میں اس گھر کا ہر کام کرنے میں خوشی محسوس کرتا تھا۔

ذی نفس کی وہ خوبصورت کوٹھی اور مسلم لیگ کوارٹر میں یہ چھوٹا سا گھر بڑا فرق تھا
وہاں دولت کا طریق تھا، یہاں غربت کی چھاؤں۔ الیاس صاحب غریب نہ تھے، گاڑی تھی
ان کے پاس، فرنیچر تھا گھر میں، اپنا دفتر تھا، اتنا کما لیتے تھے کہ زندگی میں کوئی پریشانی نہیں
تھی، آرام سے گزر بسر ہو جاتی تھی، اولاد نہیں تھی ان کی کوئی، نازاں باہی ان کی بہن
تھیں، رفتہ رفتہ مجھے ان کے گھر کے حالات معلوم ہوتے جا رہے تھے۔ نازاں باہی کی شادی
ہوئی تھی اور وہ صرف بیس دن ساگن رہی تھیں، اکیسویں دن ان کے شوہر اسکول کے
حادثے میں ہلاک ہو گئے تھے اور نازاں باہی صرف بیس دن سسرال میں رہ کر گھر واپس
آگئی تھیں۔ اس کے بعد انہوں نے شادی نہ کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ وقت گزارنے کے
لیے اسکول میں نوکری بھی کر لی تھی انہوں نے باقی الیاس صاحب تھے بیگم الیاس تھیں،
پاس پڑوس کے لوگ تھے، ملنے جلنے والے تھے، رشتے دار تھے، بڑے نیک لوگ تھے یہ
احسان کرنا جانتے تھے، ایک طرف نازاں باہی میرا بڑا خیال رکھتی تھیں تو دوسری طرف

”آؤ میری مدد کرو۔“ میں خاموشی سے ان کے ساتھ اٹھ گیا تھا۔ مجھے خود حیرت
تھی کہ میں نے یہ پیش کش کیوں قبول کر لی۔ کچھ عجیب سا لگ رہا تھا۔ الیاس صاحب کی
پیش کش بھی اور اپنا تیار ہونا بھی۔

کمرہ کافی اچھا تھا خوب روشن اور ہوا دار۔ ایک گوشے میں میرا بستر لگا دیا گیا۔ بیگم
صاحبہ نے پوچھا۔

”نہاؤ گے؟“

”جی نہالوں گا۔“

”کپڑوں کا مسئلہ ہو گا۔“

”یہی پہن لوں گا۔“

”تم فکر مت کرنا، میں کل تمہارے لیے دو ریڈی میڈی جوڑے خرید لاؤں گی،
اس کے بعد تمہارے لیے اور کپڑے بنا دیئے جائیں گے۔“

”بیگم صاحب! میں نے آہستہ سے کہا۔

”بیگم صاحب نہیں بیٹے بھابی کہا کرو گے مجھے، سمجھے؟“
”جی۔“

”اب کہو کیا بات ہے؟“

”یہ کچھ پیسے ہیں میرے پاس۔“

”تو پھر؟“

”آپ ان سے میرے کپڑے خرید لیں۔“

”ہوں، لاؤ کتنے ہیں؟“ انہوں نے کہا اور میں نے اپنے کیے ہوئے پیسے ان کے
حوالے کر دیے۔

”اوہو، یہ تو کافی ہیں۔“

”میں نے جمع کیے ہیں۔“

”گڈ، سنو یہ تمہارے پیسے ہیں اور میں تمہاری بھابی ہوں لیکن پیسے میں رکھوں گی
تاکہ تم فضول خرچی نہ کرو سمجھے، وہ سامنے غسل خانہ ہے، جاؤ نہالو پھر کھانا کھائیں گے۔“
کھانے پر میری ملاقات نازاں سے ہوئی۔ وہ پتلے جسم کی مالک ایک نوجوان خاتون۔

بیگم صاحبہ بھی چھ جوڑے کپڑے بنائے گئے تھے میرے لیے 'جوتے خریدے گئے تھے۔' نے ہنری فورڈ بننے کے لیے کیا کیا تھا۔

"اوہ میرے خدا! اتنی بلندی۔"

"ہاں بابی، بہت پیچھے رہ گیا ہوں اس دنیا سے میں اس کے برابر نہیں آنا چاہتا" اس

سے آگے نکل جانا چاہتا ہوں، بہت آگے بابی..... بہت آگے۔"

"تم بہت آگے کے انسان ہو فیصل، میری پیش گوئی ہے تم بہت آگے جاؤ گے۔"

"بابی مجھے چڑیا اور گھونسلوں سے آگے لے جائیں، میں کسی سکول میں امتحان نہیں

دوں گا، میں بس سب کچھ پڑھ لینا چاہتا ہوں۔"

"تب میں تم پر ایک تجربہ کروں گی فیصل۔"

"کیسا تجربہ؟"

"تمہیں ابتدائی کتابوں کے بجائے آگے کی کتابیں پڑھاؤں گی، لفظوں کی پہچان

ہو گئی ہے تمہیں۔ اوکے فیصل اوکے۔" اور بابی نے یہ تجربہ شروع کر دیا مجھ پر اور میں

نے انہیں ششدر کر دیا۔ وہ مجھے مشکل انگلش کے لفظ پڑھاتیں، میں پہلے انہیں رشتہ پھر

حروف کی ساخت میں کھو جاتا۔ میری خفیہ ذہنی قوتیں اس ساخت کو جذب کر لیتیں اور وہ

میرے ذہن میں اتر جاتی۔ بابی نے اپنے اس تجربے کا امتحان لیا۔"

"تم نے اس کتاب کے سولہ سبق پڑھ لیے ہیں۔"

"جی بابی"

"یاد ہیں؟"

"بالکل یاد ہیں۔"

"کاپی قلم اٹھاؤ۔" انہوں نے کہا اور میں نے ان کی ہدایت پر عمل کیا۔ بابی نے

درمیان سے کتاب کھول لی اور ایک متن ڈکٹیٹ کرانا شروع کر دیا۔ میں برق رفتاری

سے وہ متن لکھتا جا رہا تھا۔ متن لکھوا کر انہوں نے کہا۔ "اب اس کا اردو ترجمہ کر ڈالو۔"

"اوکے بابی۔" میں نے کہا اور اپنی ناقابل یقین یادداشت سے اس کا ترجمہ کرنے

لگا۔ اس کام سے فارغ ہو کر میں نے کاپی ان کے سامنے رکھ دی اور بابی پر شوق نظروں

سے میری کارکردگی دیکھنے لگیں پھر شاید انہیں چکر آگیا تھا۔ دو منٹ تک وہ سر پکڑے

یہ جاننا چاہتا ہوں کہ قائد اعظم نے اتنے مشکل حالات میں پاکستان کیسے بنا دیا یا ہنری فورڈ نے

ایک دن بخار آگیا۔ بدن ٹوٹ رہا تھا۔ کانوں سے آگ نکل رہی تھی۔ گھر کے کا۔
پورے ہو گئے تو نازاں بابی نے کہا۔
"فیصل، گھڑی نہیں دیکھی تم نے؟"
"آیا بابی۔" میں نے کہا اور کتابیں لے کر ان کے کمرے میں داخل ہو گیا۔
"جی" کل کی تفصیل؟" نازاں بابی نے کہا۔
"انگلش؟" میں نے پوچھا۔
"ہیں۔" نازاں بابی بولیں اور مسکرا دیں۔ میں نے انگلش کی کتاب کھول لی اور
پڑھنا شروع کیا۔ (The nest The boys see) (The birds are in the nest)
"مطلب بیان کرو؟"
"لڑکوں نے گھونسل دیکھا، چڑیوں کے دو بچے گھونسلے میں ہیں۔" میں نے جواب
دیا۔ اور نازاں بابی مسکرانے لگیں۔ پھر بولیں۔
"فیصل سیٹھ..... بعض اوقات تو لگتا ہے جیسے تم ہمیں گھس رہے ہو استار۔"
"کیسے بابی؟"
"ایک آدھ تو غلطی کرتے کبھی پڑھنے میں، نہ اسپیلنگ میں کوئی غلطی نہ گرامر کی
کہیں پڑھے ہو یا یونہی نئے سرے سے..... پڑھنے کا ڈراما کر رہے ہو۔"
"آپ سے جھوٹ بولنا گناہ ہے بابی مگر ایک بات ضرور کہنا چاہتا ہوں۔"
"کیا؟"

"میری عمر چڑیوں کے بچوں کو گھونسلے میں دیکھ کر خوش ہونے کی نہیں ہے۔ میں تو

یہ جاننا چاہتا ہوں کہ قائد اعظم نے اتنے مشکل حالات میں پاکستان کیسے بنا دیا یا ہنری فورڈ نے

ہے اسے تو۔

”بخارا! نازاں باجی بھی چونکیں اور پھر جو کچھ ہوا میرے لیے اجنبی تھا، کسی نے میرے سر میں تیل ڈالا، کسی نے جوشاندہ پلایا، بخار بھی صحیح وقت پر آیا تھا۔ پہلے زندگی میں ایک آدھ بار بیمار ہوا تھا۔ کسی نے پوچھا بھی نہ تھا اور خود بخود ٹھیک ہو گیا تھا۔ آج انوکھی بیمار داری ہو رہی تھی۔ دوسرے دن الیاس صاحب مجھے دفتر لے گئے۔ نازاں باجی اسکول نہ گئیں۔ دن بھر میری دیکھ بھال ہوتی رہی۔ اتنے بیمار داروں کے ہجوم میں بخار کہاں نکلتا۔ دوپہر تک ہی ٹھیک ہو گیا۔ ایک عجیب سے سرور میں ڈوبا رہا تھا۔ یہ گھر میری تمام آرزوئیں پوری کر رہا تھا۔ تعلیم کے میدان میں، میں مسلسل ان لوگوں کو حیران کر رہا تھا۔ شاید وقت اپنی کی پوری کر رہا تھا اور جو کچھ مجھے نہ مل سکا تھا، وہ مل رہا تھا البتہ اس گھر پر چھائی شرافت مجھے اپنے جال میں جکڑ رہی تھی اور میرے ذہن میں وہ شدت کم ہوتی جا رہی تھی جو مجھ پر حاوی رہتی تھی۔ معمولات میں کوئی تبدیلی نہیں تھی۔ وہی سب کچھ، میں اس گھر آنے کا ایک فرد بن چکا تھا۔ ماضی کے کسی کردار سے میرا رابطہ نہیں رہا تھا، کورٹ جانا، گھر آنا، دفتر میں کام کرنا، اب تو میں وکیل صاحب کے تمام فائل خود دیکھتا تھا، ان کے لیے نوٹس تیار کرتا تھا۔ نازاں باجی نے میرے لیے بہت سی جنرل نانج کی کتابیں خریدی تھیں اور میں دنیا کے دوسرے مسائل سے بھی واقف ہوتا جا رہا تھا، بہت کچھ معلوم ہو چکا تھا مجھے۔

یہ ایک دوپہر کی بات تھی۔ الیاس صاحب کورٹ میں مصروف تھے۔ مجھے کچھ فائل دے کر انہوں نے دفتر بھیج دیا۔ مٹی کورٹ کے درمیان کی سڑک طے کر کے میں دوسری طرف آیا۔ اس وقت ایک کار وہاں پارک ہوئی چونکہ وہ اچانک میرے راستے میں آئی تھی، اس لیے میں نے غصیلی نظروں سے اندر بیٹھے ہوئے شخص کو دیکھا اور چونک پڑا۔ غزنوی صاحب تھے۔ کار ڈرائیور چلا رہا تھا اور اس نے نیچے اتر کر دروازہ کھول دیا تھا۔ غزنوی صاحب نے بھی مجھے دیکھ لیا تھا۔ انہوں نے اپنا خوبصورت چشمہ اتارا اور مجھے بغور دیکھا۔ میں خاموشی سے فائل لے کر آگے بڑھ گیا تھا۔ وہ تمام نفرتیں میرے سینے میں ابھر آئی تھیں جو ان لوگوں کے لیے تھیں۔ میں نے پلٹ کر بھی نہ دیکھا تھا اور پھر میں عمارت میں داخل ہو گیا۔

”بھائی جان..... بھائی جان۔“ میری کاپی ان کے ہاتھ میں تھی، وہ اس طرح چیختی ہوئی الیاس صاحب کے کمرے میں گھس گئی تھیں۔ میں خاموش وہیں بیٹھا رہا اور کافی دیر گزر گئی۔ پھر بھابی نے ہی مجھے باہر سے آواز دی تھی۔

”جی بھابی جان۔“

”بھائی جان بلا رہے ہیں تمہیں۔“

”جی۔“ میں الیاس صاحب کے کمرے میں داخل ہو گیا۔ وہ مجھے عجیب سی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ ”پھر انہوں نے کہا۔“

”لے لیجئے۔“ میں نے کہا اور الیاس صاحب نے اپنی ایک فائل اٹھالی پھر وہ کسی کانڈ کو پڑھ کر مجھے ڈکٹیٹ کرانے لگے۔ میں لکھتا جا رہا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے کہا۔ ”اب اس دوسرے کانڈ پر اس کا ترجمہ لکھو۔“ میں ترجمہ کرنے لگا۔ کچھ الفاظ ایسے لیتے جو میں نے نہ پڑھے تھے، ان کی جگہ میں نے خالی چھوڑ دی تھی۔ یہ کام کر کے میں نے دونوں کانڈ ان کے سامنے رکھ دیے۔ الیاس صاحب انہیں دیکھتے رہے پھر انہوں نے کہا۔ ”یہ خالی جگہ تم نے کیوں چھوڑی ہے؟“

”یہ الفاظ میں نے نہیں پڑھے۔“

الیاس صاحب نے دونوں کانڈ نازاں باجی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ”جو جگہ چھوڑی ہے اس نے وہ ایسی جگہ ہے جہاں خالص قانونی اصطلاحات کے جملے ہیں، یہ ایک ناقابل یقینی عمل ہے۔ بہر حال ہم اسے ایک ناقابل یقین عمل سمجھتے ہوئے بھی اس کی حقیقت کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔ اس کا مطلب ہے کہ فیصل شاندار صلاحیتوں کا مالک ہے، دیکھو تقدیر اسے کیا مقام عطا کرتی ہے۔ اپنی تعلیم جاری رکھو فیصل، مستقبل تمہیں خود اپنی طرف بلا رہا ہے۔ الیاس صاحب نے گرم جوشی سے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا اور پھر چونک کر بولے۔ ”ارے یہ تمہارا ہاتھ اس قدر گرم کیوں ہے؟“

”بس ایسے ہی۔“

”ہاتھ گرم ہے۔“ مسز الیاس نے میرا ہاتھ چھو کر دیکھا اور گھبرا کر بولیں۔ ”بخارا“

تھے۔ الیاس صاحب نے بھی خود کو سنبھال لیا۔ رات کو معمول کے مطابق کھانا کھایا پھر الیاس صاحب نے کہا۔

”فیصل میاں کچھ پوچھنا چاہتا ہوں تم سے۔“

”جی۔“ میں نے چونک کر کہا۔ اس لہجے کو میں نے محسوس کیا تھا۔

”تمہاری کسی سے دشمنی ہے؟“

”جی؟ میں سمجھا نہیں۔“

”میرا مطلب ہے کوئی ایسا شخص ہے جو تمہارے خلاف ہو۔“

”میرے خلاف؟“

”فیصل، تم جتنے ذہین، جتنے اچھے انسان ہو، میں جانتا ہوں، اتنا عرصہ میرے ساتھ

مگر کیا تمہیں تمہارے اندر کوئی خرابی نہیں پائی میں نے مگر تمہارا ماضی کیا ہے؟“

”ماضی۔“

”ہاں بیٹے، یہ بات میں پہلے بھی تم سے پوچھ سکتا تھا مگر اس وقت تم ماضی کو صحیح

طور پر نہ جانتے ہو گے۔“

”میرے ماضی سے آپ کسی حد تک واقف ہیں بھائی جان۔“

”اس سے پہلے کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں۔“

”میں تمہیں پوری بات بتاؤں فیصل، آج میں پریشان اس لیے ہوں کہ کسی نے

تمہارے بارے میں فون پر بات کی ہے۔“

”اوہ کیا؟“ میں نے حیرت سے پوچھا۔ نازاں باجی بھی حیران نظروں سے الیاس

صاحب کو دیکھنے لگیں۔

”کہہ دیں نا، اس میں چھپانے کی کیا بات ہے؟“

”مجھ سے فون پر کہا گیا ہے کہ..... کہ میں تمہیں اپنے ساتھ نہ رکھوں۔“

الیاس صاحب نے ہنستے ہوئے کہا۔

”فون کرنے والے نے انہیں اپنا نام نہیں بتایا اور دھمکیاں دے کر کہا کہ اگر اس

کی بات نہ مانی گئی تو ہمیں تباہ کر دیا جائے گا۔“ بھابی نے کہا۔ میں پھٹی پھٹی نظروں سے

انہیں دیکھتا رہا۔

بہت دیر تک غزنوی صاحب میرے ذہن پر چھائے رہے۔ ماضی یاد آتا رہا پھر

الیاس صاحب آگے اور میں نے خود کو سنبھال لیا۔ ان شریف لوگوں نے میرے حال کو قبول کر لیا تھا۔ میرے ماضی کو کبھی نہیں کریدا تھا۔ اب میں انہیں کیا سمجھاتا۔ اس وقت پڑھنے میں بھی جی نہ لگا تھا اور نازاں باجی نے مجھے بار بار ٹوکا تھا۔ صبح کو ناشتے پر انہوں نے کہا۔

”بھائی جان، آپ کا کیا خیال ہے، کوئی چکر چلا کر ہم فیصل سے امتحان دلوا دیں۔“

”امتحان!“

”ہاں اس کے پاس باقاعدہ سند ہو جائے گی۔“

”کچھ سوچیں گے، ویسے اس کے بارے میں فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ کون سے

امتحان میں بٹھائیں، وکالت کے سلسلے میں یہ جو نوٹس تیار کرتا ہے وہ مجھے بھی ششدر کر دیتے ہیں۔ یہ ایک عمدہ وکیل بھی بن سکتا ہے۔“

”ہم ہر طرح کو شش کر کے اسے وکیل بنائیں گے۔“ نازاں باجی نے کہا۔ الیاس

صاحب گردن ہلانے لگے تھے۔ غزنوی صاحب کئی دن تک میرے ذہن پر چھائے رہے

اور پھر انہیں نے انہیں ذہن سے نکال دیا۔ بلا وجہ کسی کو دماغ پر بٹھائے رکھنے سے کیا

فائدہ۔ میرا ان کا رشتہ ہی کیا تھا۔ میں ان کے گھر میں کام کرنے والی ایک ملازمہ کا بیٹا تھا۔

میرے ساتھ وہی سلوک ہوتا تھا جو ہونا چاہیے تھا۔ اس میں شکایت کی کیا بات ہے۔ مالک

کی مرضی نوکر کے ساتھ جیسا رویہ چاہے رکھے۔ بات ختم ہو گئی میری ماں وہاں سے بھاگ

گئی، میں نے گھر چھوڑ دیا۔

معمولات زندگی جاری رہے پھر ایک دن شام کو جب ہم یعنی میں اور الیاس

صاحب گھر چلے تو میں نے الیاس صاحب کو ضرورت سے زیادہ گرم صم پایا۔ وہ کچھ پریشان

سے تھے۔ ان کی عادت تھی کہ دفتری کاموں میں کتنے ہی الجھے ہوتے، کتنے ہی مصروف

ہوتے جب دفتر سے نکلتے تو تمام الجھنیں جھٹک دیتے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ گھر کو صرف گھر

ہونا چاہیے۔ آج وہ ایمپریس مارکیٹ کی طرف بھی نہ مڑے تھے ورنہ وہ ایمپریس مارکیٹ

پر ضرور رکتے تھے پھل وغیرہ خریدتے تھے تب گھر آتے تھے۔ میں نے ان کی یہ پریشانی

خاص طور سے نوٹ کی تھی۔ بلا آخر ہم گھر پہنچ گئے۔ گھر کے معمولات جوں کے توں

”میں نے لاکھ پوچھا کہ اس کی وجہ کیا ہے مگر اس نے یہی کہا کہ جو کہا جا رہا ہے وہی کیا جائے، ورنہ نتیجہ اچھا نہ ہوگا۔“ الیاس صاحب بولے۔

”اس لیے یہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ تمہارا ماضی کیا ہے، کسی سے تمہیں کیا دشمنی ہو سکتی ہے۔ میرا مطلب ہے تمہارا ایسا دشمن کون ہے۔“

”اگر میرا کوئی دشمن ہے تو میرے علم میں نہیں ہے۔ ماضی صرف اتنا سا ہے کہ میں نے ایک بڑے گھر میں ہوش سنبھالا۔ میں اس گھر کی نوکرائی کا بیٹا تھا اور اس کے ساتھ اس گھر کے سرونٹ کوارٹر میں رہتا تھا۔ نوکرائی اچانک اس گھر کو اور مجھے چھوڑ کر چلی گئی اور اس کے بعد میں نے بھی وہ گھر چھوڑ دیا۔ بعد کے حالات آپ کو معلوم ہیں۔“

”اس گھر کے لوگ تمہاری واپسی تو نہیں چاہتے؟“

”اس گھر میں میرا کوئی مقام نہیں تھا، کسی کو میری ضرورت نہ تھی۔“

”تمہاری ماں تمہیں چھوڑ کر کیوں چلی گئی؟“

”میں نہیں جانتا۔“

”کہاں چلی گئی یہ بھی نہیں جانتے۔“

”نہیں۔“

”کمال ہے کیسی عورت تھی پھر وہ تمہیں نہیں ملی؟“

”نہیں۔“

”تعجب کی بات نہیں ہے، کیسی ماں تھی وہ جو اپنے بیٹے کو چھوڑ کر چلی گئی اور بعد میں اس کی خبر تک نہ لی۔ ویسے تمہارے ابو، میرا مطلب ہے.....“

”ہاں، آپ یقین کیجئے بھابی جان کہ زندگی کے ایک بہت بڑے حصے تک میرے ذہن میں باپ کا کوئی تصور نہیں ابھرا، میں نے زندگی میں صرف ماں دیکھی تھی، اور وہ بھی ایک عجیب و غریب شکل میں ایک ایسی ماں جس نے کبھی میری پیشانی نہیں چومی تھی، مجھے سینے سے نہیں لگایا تھا، بس وہ ماں کے نام سے اس کوارٹر میں میرے ساتھ رہتی تھی اور میں اس کے چھوٹے موٹے کام کر دیتا تھا، اس نے مجھ پر کبھی توجہ نہیں دی تھی۔“

بیگم الیاس ہمدردانہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگیں پھر انھوں نے کہا۔

”اس طرح تو کچھ پتا نہیں چلتا، ایک بات اور سنئے۔“ اس بار انھوں نے الیاس

صاحب کو مخاطب کر کے کہا تھا اور وہ چونک کر بیگم صاحب کو دیکھنے لگے۔ بیگم صاحبہ بولیں۔

”یہ جس طرح آپ کے ساتھ کام کر رہا ہے کہیں کسی کو کوئی حسد تو نہیں پیدا ہو گیا اس سے، لوگ بلا وجہ ہی دوسروں سے جل جاتے ہیں، آپ کہتے ہیں کہ یہ آپ کے ساتھ بہترین تعاون کر رہا ہے، دوسروں کی نگاہیں تو ہوں گی اس پر، ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔“

الیاس صاحب کسی سوچ میں ڈوب گئے پھر بولے۔

”بہر طور جائزہ لے لوں گا اس کا بھی میں تو بس اس لیے پریشان تھا کہ اس بے چارے کا دشمن کون پیدا ہو گیا۔“

”اگر اس کا کوئی دشمن پیدا بھی ہو گیا ہے تو ہم اس سے جنگ کریں گے، ارے واہ یہ کوئی بات ہوئی۔ ہمارے اپنے گھر کا معاملہ ہے، یہ ہمارے ساتھ رہتا ہے، تو وہ جہنم میں جائے۔ دیکھیں گے کوئی ہمارا کیا بگاڑ لیتا ہے۔ نازاں باجی پھرے ہوئے لمبے میں بولیں۔“

”خیر میں کسی کے کہنے سے خوفزدہ ہونے والا نہیں ہوں۔“ درحقیقت تم لوگ یقین کرو کہ میں صرف فیصل کے لیے پریشان ہو گیا ہوں، کسی کو آخر اس سے کیا پریشانی ہو گئی، بس اسے کوئی نقصان نہ پہنچے، باقی مجھے کوئی پروا نہیں ہے۔“ الیاس صاحب نے کہا پھر بولے۔

”لیکن ان تمام تفصیلات سے یہ پتا نہیں چلتا کہ فیصل کی دشمنی کس سے ہے، جہاں تک معاملہ اس گھر کے لوگوں کا رہا جہاں سے یہ چلا آیا ہے تو کتنا عرصہ ہو گیا، اسے وہاں سے نکلے ہوئے، کسی نے اس کی کوئی خبر گیری نہیں کی۔ نہیں بھئی یہ بڑے لوگ کسی کی پروا کہاں کرتے ہیں۔ ہو سکتا ہے بیگم آپ کا کہنا ہی درست ہو۔ کسی صاحب کو یہ کھٹکنے لگا ہو، میں تو بس اپنی فطرت سے مجبور آدمی ہوں۔ خواہ مخواہ اس ٹیلی فون نے ذہن میں الجھنیں پیدا کر دیں ہیں، اس لیے تھوڑا سا پریشان ہو گیا ہوں، ورنہ مجھے کوئی فکر نہیں ہے۔ نازاں باجی مجھے لے کر اپنے کمرے میں آگئیں پھر بولیں۔“

”تم اپنے دل میں کوئی خیال مت کرنا فیصل، یہ کبخت دنیا جو ہے نا، کسی کو خوش دیکھنا نہیں چاہتی، تم..... تم..... میں دعوی کرتی ہوں کہ ایک دن تم بہت بڑے انسان بنو گے اور لوگ ہمیشہ برائیوں کے راستے روکتے ہیں، کوئی تمہارا راستہ روکنے کی کوشش کر رہا ہے کرتا رہے، جو جہاں تک پہنچنے کا اہل ہوتا ہے، وہاں پہنچتا ہی ہے۔ نازاں

باقی نے معمول کے مطابق مجھے پڑھایا اور اس کے بعد میں اپنے آرام کے کمرے میں آگیا۔

لیکن آج ایک بار پھر دل کو دکھن کا احساس ہوا تھا، کون تھا، وہ، کون بد بخت تھا وہ جس نے ایک بار پھر جھیل کی ساکن سطح پر کنکری پھینکی تھی، کسی کو مجھ سے کیا پر خاش ہو سکتی ہے۔ غزنوی صاحب کی کوٹھی پر نگاہ دوڑائی تو یہ بات پایہ تکمیل کو پہنچ گئی کہ اس گھر میں کسی کو بھی میرے بارے میں اتنا خیال نہیں ہو سکتا تھا، بھلا اس گھر نے کو کیا پڑی ہے کہ الیاس صاحب کو دھمکی دیں پھر کون ہو سکتا ہے وہ، کون ہو سکتا ہے لیکن میرا ذہن اس شخصیت کو تلاش کرنے میں ناکام رہا تھا۔ الیاس صاحب نے تو اپنے آپ کو سنبھال لیا لیکن میں دو دن تک اسی بوجھ کا شکار رہا۔ ہر شخص کو مشکوک نگاہوں سے دیکھنے لگا تھا۔ ہر ایک کو دیکھ کر سوچنے لگتا تھا کہ کیسے یہ وہ تو نہیں ہے جو میرے خلاف ہو، اور مجھے وہاں سے ہٹانا چاہتا ہو، کچھ سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ تیسرے دن یہ بوجھ ذہن سے کسی حد تک کم ہو گیا لیکن تیسرے ہی دن وہ ہولناک واقعہ پیش آگیا جس نے ایک بار پھر مجھے یہ یاد دلایا کہ اس دنیا کے بارے میں میں نے جو فیصلے کیے ہیں وہ رفتہ رفتہ بھولتا جا رہا ہوں۔

دوپہر کو معمول کے مطابق کورٹ سے دفتر پہنچے تھے، کچھ کاغذات مجھے الیاس صاحب نے فائل کرنے کے لیے دیے اور میں فائلنگ میں مصروف ہو گیا اور اس طرح کافی دیر لگ گئی پھر دفعتاً ہی الیاس صاحب گھبرائے ہوئے میرے پاس پہنچے تھے۔

”سارے کام بند کر دو، چل رہے ہیں ذرا۔“ انھوں نے کہا اور میں چونک کر انھیں دیکھنے لگا۔

”جلدی کرو، میں نیچے گاڑی میں جا رہا ہوں، تم دفتر بند کر کے نیچے آ جاؤ۔“ الیاس صاحب دروازے کی جانب مڑ گئے۔ میں نے سارا کام سمیٹا اور پھرتی سے نیچے پہنچ گیا تھا۔ الیاس صاحب گاڑی میں بیٹھے ہوئے تھے۔ میں بھی ان کے برابر بیٹھ گیا اور انھوں نے گاڑی اشارت کر کے آگے بڑھادی۔

”کیا ہوا بھائی جان؟“ میں نے پوچھا۔

”گھر سے تمہاری بھابی جان کا ٹیلی فون آیا تھا۔ نازاں آج گھر نہیں پہنچی، پتا نہیں کیا ہوا، کافی دیر ہو گئی ابھی تک نہیں پہنچی، تھوڑی دیر پہلے فون آیا تھا۔ پہلے تو کبھی ایسا نہیں

”میرا خیال ہے ہم نازاں باجی کے اسکول ہوتے ہوئے چلیں۔“

”اسکول، ہاں ٹھیک ہے۔“ الیاس صاحب نے کہا۔ نازاں باجی ایک گورنمنٹ اسکول میں پڑھاتی تھیں اور تھوڑی دیر کے بعد ہم وہاں پہنچ گئے۔ اسکول کی دوسری شفٹ شروع ہو چکی تھی۔ الیاس صاحب نے وہاں معلومات کیں تو پتا چلا کہ نازاں باجی معمول کے مطابق وقت مقررہ پر باہر نکل گئی تھیں اور کوئی ایسی بات نہیں تھی، جو قابل ذکر ہوتی۔ الیاس صاحب وہاں سے واپس چل پڑے اور تھوڑی دیر کے بعد گھر پہنچ گئے۔ گھر پہنچ کر انھوں نے بھابی سے پوچھا۔ بھابی کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

”ابھی تک نہیں آئی، پوری زندگی میں کبھی ایسا نہیں ہوا۔ وہ اپنے اوقات کی بچی ہے اور کبھی کہیں اور نہیں جاتی، اس کے باوجود میں ایک دو جگہ ہو آئی ہوں اور معلوم کر آئی ہوں کہ کہیں وہ وہاں تو نہیں آگئی۔ اسکی دو سٹیاں بھی محدود ہیں اور کبھی ایسی غلط حرکت نہیں کی اس نے۔“

”آؤ فیصل۔“ الیاس صاحب نے کہا اور میں ان کے ساتھ چل پڑا۔ اس کے بعد الیاس صاحب مختلف اسپتالوں میں نازاں باجی کو تلاش کرتے رہے۔ بعد میں علاقے کے پولیس اسٹیشنوں میں بھی گئے اور وہاں انھوں نے تفصیلات معلوم کیں چونکہ خود وکیل تھے اور تمام ہی تھانوں میں ان کی شناسائی تھی، چنانچہ انھوں نے اپنے طور پر کوئی رپورٹ درج کرائے بغیر ان لوگوں سے استدعا کی کہ وہ ان کی بہن کو تلاش کریں اور کئی پولیس افسران نے وعدہ کیا کہ وہ فوری طور پر کارروائی کرتے ہیں۔ اسپتالوں میں بھی نازاں باجی کا کوئی پتا نہیں چلا تھا۔ کافی رات گئے گھر واپس پہنچے، گھر پر بھابی کا ویران چہرہ ہمارا منتظر تھا۔ کیا کرتے کیا نہ کرتے چنانچہ سب کے سب باہر برآمدے میں ہی بیٹھ گئے اور انتظار کرنے لگے کہ اب نازاں باجی گھر میں داخل ہوں گی، کھانا پینا بھلا کیسے یاد رہتا۔ بھابی نے شاید کچن کا رخ بھی نہیں کیا تھا، سب بری طرح پریشان تھے اور میں بھی اپنے آپ کو ان پریشانیوں میں برابر کا شریک پارہا تھا۔ دفعتاً ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور ہم سب نے اس طرح ٹیلی فون کی جانب چھلانگ لگائی، جیسے نازاں باجی ٹیلی فون کے راستے گھر آگئی ہوں۔ الیاس صاحب

نے ٹیلی فون اٹھایا، ان کا خیال تھا کہ شاید کسی تھانے سے فون آیا ہو اور نازاں باقی کے بارے میں کوئی اطلاع ہو۔ میں اور بھابی جان بھی ٹیلی فون کے نزدیک پہنچ گئے تھے۔ الیاس صاحب نے ریسیور میں کہا۔

”ہیلو، میں الیاس احمد خان ایڈووکیٹ بول رہا ہوں۔“

”کہئے الیاس صاحب، کیسے مزاج ہیں۔“ دوسری طرف سے آواز آئی۔ میں اور بھابی چونکہ ٹیلی فون کے بالکل قریب تھے اس لیے ریسیور سے آنے والی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔

”کون صاحب ہیں آپ، میں پہچانا نہیں۔“ الیاس صاحب نے کہا۔

”ظاہر ہے اگر آپ پہچان لیتے تو ہماری ہدایت پر عمل کرتے۔ وہ لڑکا آج بھی آپ کے ساتھ موجود ہے الیاس صاحب، جس کے بارے میں ہدایت کی گئی تھی کہ اسے آپ کے ساتھ نہیں دیکھا جانا چاہیے۔“ الیاس صاحب پر سکتہ سا طاری ہو گیا تھا۔ یہ مشکل تمام انھوں نے کہا۔ ”مگر آپ کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں۔“

”جو کچھ ہم چاہتے تھے وہ اس دن آپ کو بتایا تھا الیاس صاحب! ہم نے کہا تھا آپ نے کہ اس لڑکے کو گھر سے نکال دیجئے اور اس سے کسی قسم کا کوئی رابطہ نہ رکھیے لیکن آپ نے شاید ہماری بات کو مذاق سمجھا تھا، چنانچہ ایک چھوٹا سا مذاق ہم نے بھی آپ سے کر ڈالا۔ آپ کی بہن مس نازاں اب ہمارے پاس ہے۔“ الیاس صاحب کے ہاتھ سے ریسیور چھوٹے چھوٹے ہچا تھلا بھابی نے حلق سے نکلنے والی آواز روکی تھی اور میری آنکھوں میں ایک عجیب سی دیوانگی کی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔ الیاس صاحب پھر بولے۔ ”یہ کیا بد تمیزی ہے؟“ جواب میں دوسری طرف سے ایک ہلکا سا قہقہہ سنائی دیا اور پھر آواز آئی۔

”الیاس صاحب! بعض معاملات ایسے ہوتے ہیں جن کی تکمیل انتہائی ضروری ہوتی ہے۔ آپ ایک شریف آدمی ہیں اور وکیل کی حیثیت سے آپ کا کردار ہمیشہ بے داغ رہا ہے لیکن اب اگر آپ کی پیشانی پر بہن کی رسوائی کا داغ لگ جائے تو کیا آپ کو پسند ہو گا۔ بعض معاملات ایسے ہوتے ہیں وکیل صاحب جن پر توجہ دینی چاہیے، اب آپ خود ہی بتائیے بھلا کسی کو کیا ضرورت پڑی تھی کہ آپ کو ٹیلی فون کر کے بلا دجے آپ کو ایک ایسی

بات کے لیے مجبور کرتا جو آپ کی سمجھ میں نہ آئے لیکن اس کا کوئی مقصد ہوتا ہے، ہم یہ جانتے ہیں کہ اس لڑکے کا آپ سے کوئی تعلق نہیں ہے، کس طرح وہ آپ تک پہنچا، ہمیں نہیں معلوم لیکن جس طرح آپ کے ساتھ رہ رہا ہے ہم اسے ناپسند کرتے ہیں چنانچہ اب بھی آپ سے تعاون کیا جاسکتا ہے، اسے فوراً گھر سے نکال دیجئے اور اس سے ہر طرح کے رابطے توڑ دیجئے اسے ہدایت کر دیجئے کہ دوبارہ اسے آپ کے قرب و جوار میں نہ دیکھا جائے، اگر ایسا ہوا تو آپ یہ سمجھ لیجئے کہ آپ کے گھرانے کو کسی بھی تباہی سے دو چار ہونا پڑ سکتا ہے، اب آپ کی بہن گم ہو گئی ہے مل جائے گی آپ کو اگر آپ نے ہماری ہدایت پر عمل کیا، ورنہ دوسری صورت میں آپ کی بہن کو دوبارہ اغوا کیا جاسکتا ہے، آپ کا گھر نذر آتش بھی ہو سکتا ہے، اس کے علاوہ بھی بہت کچھ ہو سکتا ہے، سمجھ رہے نا آپ میری بات الیاس احمد صاحب۔“

”لیکن تمہیں اس سے آخر کیا پر خاش ہے؟“

”دیکھیے بعض باتیں بتانے کی ہوتی ہیں اور بعض نہیں، اس مسئلے کو ہم تک ہی رہنے دیں تو پھر کیا فیصلہ کیا آپ نے، میرا خیال ہے ہماری گفتگو کافی طویل ہو چکی ہے۔“

”میں..... میں..... میں.....؟“

”نہیں الیاس صاحب! یہ میں میں آپ کو نقصان پہنچا دے گی۔ کل دوپہر کو بارہ بجے کا وقت دیا جاسکتا ہے آپ کو..... ٹھیک بارہ بجے آپ کی بہن رہا کر دی جائے گی لیکن صورت حال یہ ہونی چاہیے کہ آج ہی رات کو وہ لڑکا آپ کے گھر سے نکل جا چاہیے۔“

میں خود بھی یہ آوازیں بخوبی سن رہا تھا اور میرے ذہن میں آگ سلگنے لگی تھی پھر دوسری طرف سے فون بند کرنے کی آواز سنائی دی اور الیاس صاحب چونک کر ہیلو ہیلو کرتے رہ گئے پھر انھوں نے ریسیور رکھ دیا۔ ان کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

”آپ پریشان ہو گئے بھائی جان۔“ میری آواز پر الیاس صاحب چونک پڑے میں نے پھر کہا۔ ”میں چلا جاتا ہوں بھائی جان، اپنا مختصر سا سامان سمیٹ کر اور اس کے نتیجے میں نازاں باقی آجائیں گی، ٹیلی فون نمبر مجھے معلوم ہے، ٹیلی فون کر کے اس بارے میں پوچھ

لوں گا' نازاں باجی آئیں گی' آپ ان سے معلومات حاصل کیجئے کہ وہ کون لوگ تھے جنہوں نے انہیں پکڑا تھا' بھائی جان میں واپس نہیں آؤں گا اور آپ سے دور رہوں گا لیکن آپ کا کیا خیال ہے کیا میری روح اس گھر سے دور رہ سکتی ہے ہرگز نہیں سوال ہی پیدا نہیں ہوتا' آپ بے شک بے حد نیک اور شریف انسان ہیں اور آپ نے زندگی کا ایک طویل دور اس طرح گزار لیا ہے کہ آپ کی ذات کے ساتھ کوئی منسلک نہیں ہوا لیکن میں نے ابھی اپنی زندگی کا آغاز کیا ہے اور میں آپ کی طرح نیک نہیں بننا چاہتا کیونکہ یہ دنیا نیکو کاروں کے لیے نہیں ہے۔ یہاں لوگ طاقت کو پسند کرتے ہیں اور اپنے ہی جیسے انسان کو اپنے درمیان چاہتے ہیں۔ میری تربیت ہو رہی ہے بھائی جان' دنیا مجھے سکھا رہی ہے کہ مجھے اپنے مستقبل کا آغاز کس طرح کرنا چاہیے اور میں اس دنیا کو مایوس نہیں کروں گا بھائی جان اس گھر میں مجھے جو کچھ ملا ہے' یوں سمجھ لیجئے کہ اس نے صحیح معنوں میں میری زندگی کی بنیاد رکھ دی ہے۔ نازاں باجی نے مجھے علم کی دولت سے مالا مال کیا ہے' وہ چیز دے دی ہے مجھے..... جس کی کمی شاید میری شخصیت کی تکمیل نہ کر پاتی اور اگر یہ مجھے نہ ملتا تو میں اس وسیع و عریض کائنات میں اس طرح بھٹکتا رہتا جیسے پانی میں ڈوب کر تیرنا نہ جاننے والے ہاتھ پاؤں مارتے رہتے ہیں۔ نازاں باجی نے انہی اوقات میں مجھے وہ طاقت بخش دی ہے جس سے میں اس دنیا کو سمجھ سکتا ہوں بھائی جان' میرا یہاں سے جانا بے حد ضروری ہے۔ ہم نازاں باجی کی عزت کے لیے اپنی ہزار زندگیاں قربان کر سکتے ہیں' یہ ہماری انا کا مسئلہ نہیں بنے گا اور میں آئندہ بھی اس کا موقع نہیں دوں گا ان لوگوں کو کہ وہ نازاں باجی کے ساتھ کوئی زیادتی کریں لیکن میری روح کا رشتہ آپ سے قائم رہے گا۔ میں باہر کی دنیا میں جا کر یہ معلوم کروں گا کہ وہ کون لوگ ہیں جو مجھے آپ سے دور کر کے خوش رہ سکتے ہیں وہ لوگ میرے سامنے آئیں گے بھائی جان' اب اتنا کمزور نہیں رہا ہوں' میں کہ انہیں شناخت نہ کر سکوں' میں انہیں شناخت کر لوں گا اور اس کے بعد انہیں اس قابل نہیں چھوڑوں گا کہ وہ میرے اور آپ کے درمیان رختہ اندازی کریں۔"

"کیا فضول باتیں کرتے ہو؟" الیاس صاحب نے کہا۔

"آپ سے انحراف میرے لیے اتنا بدترین تصور ہے بھائی جان کہ اس کے بدلے میں خودکشی کر لیتا پسند کرتا ہوں' لیکن نازاں باجی کے ناخن کو بھی اگر کوئی نقصان پہنچا تو

خدا کی قسم بھائی جان اتنے قتل ہوں گے اس شہر میں اتنے لوگ ہلاک ہوں گے کہ آپ تصور بھی نہیں کر سکتے' ان کی ہلاکت کو روکیے اور یہ اسی طرح ممکن ہے کہ آپ میرا راستہ نہ روکیں۔ نازاں باجی واپس آجائیں میں برائی کے راستوں پر اس طرح نہیں آگے بڑھنا چاہتا بھائی جان کہ لوگ میرے نام پر تھوک دیں اور اس کے لیے یہی ضروری ہے کہ ہم ہوشیاری سے کام لیں' میں یہاں سے نکل جاتا ہوں' میری اور آپ کی ملاقات اس وقت ہوگی جب ہم اپنے دشمنوں کو شناخت کر کے انہیں کیفر کردار تک پہنچا دیں اور اس کے لیے مجھے آپ کے تعلقات کی ضرورت بھی درکار ہوگی' آپ یوں نہ سمجھیں کہ میرا آپ سے کسی طور رابطہ ٹوٹ جائے گا نہ ہی آپ یہ تصور کریں کہ میں کسی طور یہ سوچوں گا کہ یہ گھر میرا تحفظ نہ کر سکا' اب تو اس گھر کا تحفظ مجھ پر فرض ہے کیونکہ اس گھر نے میرے بازوؤں کو مضبوط کیا ہے۔" بھابی بلک بلک کر رو پڑیں۔ میں نے ان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں نے ماں کو اس رنگ میں نہیں دیکھا بھابی' جس رنگ میں ماں کا تصور انسان کے ذہن میں موجود ہوتا ہے۔ میں نے باپ کو کبھی نہیں دیکھا بھابی اور نہ ہی اس کا تصور کیا لیکن آج میرے بھائی جان باپ کی حیثیت سے میری شناخت بن چکے ہیں' آپ بالکل افسردہ نہ ہوں' میں آپ سے دور نہیں ہو رہا بلکہ اس گھر پر سے ایک مشکل ٹالنے کے لیے ایک عمل کر رہا ہوں۔

"مگر تم جاؤ گے کہاں؟" الیاس صاحب نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"کچھ کچھ تو سکھا دیا ہے بھائی جان آپ نے مجھے اس وقت جب میں اس کوٹھی سے نکلا تھا جہاں میں ایک نوکر کی حیثیت سے رہتا تھا تو میں نہیں جانتا تھا کہ دنیا میں رہنے کا کوئی ٹھکانہ بھی ہوتا ہے لیکن آج میں جانتا ہوں' مجھے بہت کچھ بتا دیا ہے آپ نے' دنیا دکھائی ہے آپ نے بھائی جان مجھے انگلی پکڑ کر ہوٹلوں کی رہائش بہت آسان ہے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے مگر جو لوگ..... جو لوگ تمہیں یہاں سے دور کرنا چاہتے ہیں ان کا بھی تو کوئی مقصد ہو گا۔"

"میں موم کا بنا ہوا نہیں ہوں بھائی جان' ان کا جو کچھ بھی مقصد ہے بلا آخر سامنے آجائے گا۔ کم از کم مجھے دیکھنا تو چاہیے کہ میرے یہ کرم فرما کون ہیں؟"

”بہت زیادہ خود اعتمادی نقصان دہ بھی ہو سکتی ہے فیصل۔“ بھائی جان نے کہا۔

”لیکن خود اعتمادی کے بغیر دنیا کا کوئی کام ہوا ہے‘ آج تک؟“

”ہوں‘ ٹھیک ہے تمہیں یہ ٹیلی فون نمبر معلوم ہے‘ مجھے رنگ کرنا‘ مجھے بتانا کہ کہاں ہو؟“

”ٹھیک ہے بھائی جان بتا دوں گا‘ ظاہر ہے وہ لوگ مجھے یہاں سے دور کرنا چاہتے ہیں‘ میں یہاں سے نکلوں گا کسی ہوٹل میں قیام کروں گا‘ آپ براہ کرم میرا پیچھا نہ کریں بلکہ آپ صرف یوں ظاہر کریں کہ آپ نے ان کی ہدایت پر پورا پورا عمل کیا ہے۔“

”ہوں‘ کیا مصیبت نازل ہوئی ہے اچانک..... خدا غارت کرے ان لوگوں کو جنہوں نے..... جنہوں نے.....“

”نہیں بھائی جان‘ ایسے کام خدا کو سوچنا مناسب نہیں ہے اس کے سپرد تو پوری کائنات کا تحفظ ہے۔ ہم کسی کو غارت ہونے کی بددعا نہیں دیتا چاہتے بلکہ اپنا اس دنیا کا فرض خود پورا کرنا چاہتے ہیں۔“

”دیکھو فیصل! ایک نصیحت میں تمہیں ضرور کروں گا بیٹے‘ قانون سے کبھی مت ڈھکیلا‘ قانون کو کبھی اپنے ہاتھ میں نہ لینا‘ انتہائی حد تک برائی ہو جائے اس کے باوجود ذہانت ہے کام لینا قانون سے جس نے آج تک مذاق کیا ہے‘ وہ کبھی پنپ نہیں پایا۔ بالا آخر غیر قانونی حرکات اس کی فنا کا باعث بن جاتی ہیں۔“ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور پھر میں نے کہا۔

”میں نے ایک قانون دان کا نمک کھلایا ہے‘ ایک قانون دان کے گھر میں نے زندگی پائی ہے‘ آپ‘ اطمینان رکھیں آپ کے ناتے قانون کا احترام کروں گا‘ میں اتنا کچا نہیں ہوں۔“ بھائی پریشان لہجے میں بولیں۔

”کس ہوٹل میں قیام کرو گے‘ بتاتے تو جاؤ۔“

”بھائی بہت بڑا شہر ہے یہ کراچی‘ یہاں ہر قسم کی جگہیں موجود ہیں۔ دراصل مجھے یہ دیکھنا ہے کہ کچھ لوگ مجھے کہاں دیکھنا چاہتے ہیں۔“

الیاس صاحب بے حد غمزہ نظر آ رہے تھے لیکن انہیں ایک عظیم حادثے سے بچانے کے لیے چھوڑ دینا ضروری تھا۔ یہ حالت مجبوری بھائی نے رو رو کر میرا سامان ایک

”بہت زیادہ خود اعتمادی نقصان دہ بھی ہو سکتی ہے فیصل۔“ بھائی جان نے کہا۔

”انکار نہیں کروں گا بھائی لیکن.....“ میں خاموش ہو گیا۔ بہر حال کچھ دیر کے بعد میں خاموشی سے باہر نکل گیا‘ جو کچھ کرنا تھا بہت سوچ سمجھ کر کرنا تھا۔

نگار ہوٹل کے کمرہ نمبر ستائیس میں‘ میں نے قیام کیا تھا۔ چھوٹا سا ہوٹل تھا‘ چھوٹا ماکرہ‘ اتنا کرایہ کہ میں آسانی سے ادا کر سکوں۔ دنیا ایک بار پھر مشکل ہو گئی تھی میرے لیے‘ بہت سے سوالات منہ کھولے میرے سامنے کھڑے ہوئے تھے۔ ڈیفنس کی اس کوٹھی سے نکلا تھا تو سوچ کی سرحدیں مختصر تھیں۔ گاڑیاں صاف کرنا اور بس میں سو جانا ہی زندگی اں معراج تھی لیکن مسلم لیگ کو اربڑ نمبر ایک سو اٹھاون نے مجھے اس دنیا کا شناسا بنا کر باہر الا تھا اور اب میرا مقام مختلف تھا اور مجھے اس مقام کے حصول کے لیے سوچنا تھا‘ بہت بچھ سوچنا تھا۔ یہ معلوم کرنا تھا کہ وہ کون لوگ ہیں جو میرے لیے زندگی کے کچھ دوسرے استے چاہتے ہیں‘ آخر وہ کون ہو سکتے ہیں۔

رات گزر گئی‘ دوسری صبح دیر تک بستر پر اینڈتا رہا پھر ایک دم نازاں باجی کا خیال آیا اور میں اچھل پڑا۔ کمرے میں ابھی باٹھ نہیں تھا بلکہ کاسن باتھ تھے‘ باہر نکل کر ہاتھ نہ دھویا اور کمرے میں واپس آ گیا۔ ویٹر نے اندر آ کر پوچھا۔

”ناشتا لاؤں صاحب؟“

”چائے لے آؤ۔“ میں نے کہا اور ویٹر گردن ہلا کر چلا گیا۔ میں کھڑکی کھول کر کھڑا ہو گیا۔ بازار بند پڑے تھے‘ باقی کاروبار جاری ہو چکے تھے۔ میں سب کچھ دیکھتا رہا۔ ویٹر چائے لے آیا تھا۔ میں کھڑکی کے پاس سے ہٹ آیا اور چائے بنا کر پینے لگا۔ کافی دیر تک فورواد خوض میں ڈوبا رہا تھا پھر میں نے دوبارہ جا کر کھڑکی سے جھانکا تھا۔ کچھ فاصلے پر ایک میڈیکل اسٹور کھل چکا تھا‘ وہاں فون ضرور ہو گا۔ میں ہوٹل کے کمرے سے باہر نکل آیا اور پھر سڑک عبور کر کے میڈیکل اسٹور پر پہنچ گیا۔

”فون کرنا چاہتا ہوں۔“ میں نے کہا اور میڈیکل اسٹور کے مالک نے انسٹرومنٹ اٹھا کر میرے سامنے رکھ دیا۔ میں نے بیٹابی سے الیاس صاحب کے گھر کا فون نمبر ڈائل کیے اور ریسیور کان سے لگا لیا۔

”ہیلو۔“ دوسری طرف سے الیاس صاحب کی بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

”نیل۔“ میں نے کہا۔

”ہاں بیٹے۔“

”نازاں باجی آگئیں؟“

”ابھی نہیں ویسے بھی بارہ بجے کا وقت دیا تھا انھوں نے تم کہاں.....؟“

”ساڑھے بارہ بجے فون کروں گا۔“ میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔ اس سے زیادہ

گفتگو خطرناک ہو سکتی تھی۔ میں نے کال کے پیسے ادا کرنے کے لیے جیب میں ہاتھ ڈالا ہی تھا کہ ایک آدمی میڈیکل اسٹور میں داخل ہو گیا۔

”یہ دوائی چاہیے۔“ اس نے کہا لیکن میں بری طرح ٹھنک گیا۔ یہ چہرہ میرے لیے اجنبی نہیں تھا۔ بہت اچھی طرح جانتا تھا میں اسے میرے لگائے ہوئے داغ آج تک اس کے چہرے پر موجود تھے۔ یہ غزنوی صاحب کی کوٹھی کا وہ باورچی تھا جو شہزادی کے ساتھ غائب ہو گیا تھا۔

”شاہ زمان۔“ میں نے سرد لہجے میں اسے پکارا۔

==☆☆☆==

ندیم

شاہ زمان نے چونک کر مجھے دیکھا، پہلے تو مجھے نہ پہچان سکا اور پھر جب اس نے پہچانا تو میں نے اس کے چہرے پر بوکھلاہٹ کے آثار دیکھے تھے۔ دکان دار شوکیں میں شاہ زمان کی طلب کی ہوئی دوائی تلاش کرنے لگا تھا۔

”کیا ہے؟“ شاہ زمان بولا۔

”مجھے پہچانتے ہو؟“

”کیوں نہیں پہچانتا۔“ اس نے کہا اور جیب سے دکان دار کی طلب کی ہوئی رقم نکال کر دینے لگا۔ میں بھی خاموش ہو گیا تھا۔ شاہ زمان مجھے نظر انداز کر کے باہر نکلا تو میں بھی اس کے ساتھ باہر آ گیا تھا۔ دکان سے باہر آ کر وہ رک گیا۔

”شہزادی کہاں ہے شاہ زمان؟“

”میرے گھر میں ہے ویسے تمہارا مقصد کیا ہے؟ وہ میری بیوی ہے اور میرا اس سے

نکاح ہو چکا ہے۔ یہ بات غزنوی صاحب کو معلوم ہے۔“

”وہ میری ماں ہے اور میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔“

”وہ تم سے نہیں ملنا چاہتی۔“ شاہ زمان نے سرد لہجے میں کہا۔ پھر بولا۔ ”تم نے

کوٹھی چھوڑ دی ہے اور اب کہاں رہتے ہو؟“

”سڑکوں پر فٹ پاتھوں پر۔“

”کوٹھی واپس چلے جاؤ، تمہارا وہی ٹھکانہ بہتر ہے۔“

”میں شہزادی سے ایک بار ملنا چاہتا ہوں۔ اس سے اپنا رشتہ پوچھنا چاہتا ہوں۔“

”میں نے کما تا یہ ممکن نہیں ہے۔“

”میں کہتا ہوں اسے ممکن بناؤ۔“ میں نے سر دلہجے میں کہا۔

شاہ زمان مجھے گھورنے لگا پھر بولا۔ ”لڑکے میں ٹیڑھا آدمی ہوں۔ اگر میں ایسا نہ کروں تو تم میرا کیا بگاڑ لو گے؟“

”کچھ نہیں۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تمہارے لیے بہترین مشورہ ہے کوٹھی واپس چلے جاؤ سڑکوں اور فٹ پاتھوں پر تمہیں کچھ نہ ملے گا۔“ شاہ زمان نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ میں اپنی جگہ کھڑا رہا پھر جب شاہ زمان ایک گلی میں داخل ہوا تو میں تیزی سے آگے بڑھ گیا۔ وہ مجھے گلی کے آخری سرے پر نظر آیا تھا۔ میں نے درمیانی فاصلہ برق رفتاری سے طے کیا اور پھر میں نے اسے ایک بلڈنگ میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا۔ بے شمار فلیٹوں کی بلڈنگ تھی اس سے یہ معلوم ہوتا مشکل تھا کہ وہ کون سے فلیٹ میں گیا ہو گا۔ تاہم یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ وہ اسی عمارت میں رہتا ہے۔ میں نے اس وقت زیادہ تک و دو کرنا مناسب نہیں سمجھا اور وہیں سے واپس پلٹ پڑا۔

زندگی پوری طرح جاگ اٹھی تھی۔ لوگ کاموں میں مصروف تھے چاروں طرف شور مچ رہا تھا میں ہوٹل میں واپس آگیا۔ کمرہ نمبر ستائیس میرے استعمال کے لیے تیار تھا۔ میں نے ایک کرسی کھڑکی کے پاس ڈالی اور اس پر بیٹھ کر باہر کی دنیا دیکھنے لگا۔ جب میں ڈیفنس سے نکلا تھا تو یہ دنیا میری اتنا شاسا نہیں تھی لیکن اب..... میں اس کے اسرار و رموز سے کافی واقف ہو چکا تھا۔ زندگی کے راز وقت سے بہت پہلے میری سمجھ میں آگئے تھے اور اس حقیقت سے مرتے مرتے بھی انکار نہیں کر سکتا تھا کہ الیاس صاحب اور نازاں باجی کی محنت نے مجھے انسان بنا دیا تھا مگر اب زندگی کی ڈگر کیا ہوتی جا رہی ہے۔ سڑکوں پر چلتے پھرتے لوگ مشین معلوم ہو رہے تھے حیات کی تلاش میں سرگرداں کچھ رکے ہوئے بھی تھے جیسے وہ پیلے کوٹ والا جس نے سر پر ایک گرم ٹوپی پہن رکھی تھی۔ میں بہت دیر سے اسے..... بے مقصد کھڑے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ بہت دیر اسی طرح گزر گئی۔ پیلے کوٹ والا اپنی جگہ موجود تھا۔ میں نے اکتا کر کھڑکی بند کر دی۔ اس منظر کی یکسانیت نے دل بچھا دیا تھا۔ خیالات کی یلغار دماغ پر اگندہ کر رہی تھی۔ میں

نے خود کو سمجھایا۔ اس طرح زندگی کے راستے ٹیڑھے میڑھے ہو جاتے ہیں اور کوئی کام نہیں تھا..... مجھے سمجھنا ہو گا۔ ہر قیمت پر سمجھنا ہو گا۔ میں ہار نہیں مانوں گا اس دنیا سے۔

ساڑھے بارہ بجنے کا انتظار تھا۔ نازاں باجی دل میں کھٹک رہی تھیں۔ ساڑھے بارہ بجے اور میں اٹھ کھڑا ہوا۔ ہوٹل سے باہر نکلا اور جنرل اسٹور کی طرف چل پڑا۔ اب یہاں رش ہو گیا تھا۔ بہر حال فون حاصل کرنے میں دیر نہ لگی۔ میں نے نمبر ڈائل کیے اور دوسری طرف سے فون ریسپور کرنے میں دیر نہ لگائی۔ بھابی جان کی آواز سنائی دی تھی۔

”جی آپ کا غلام بول رہا ہے بھابی جان آگئیں؟“ میں نے سوال کیا۔

”ہاں آگئیں۔“

”خیریت سے ہیں؟“

”ٹھیک ہیں مگر سن۔“ بھابی جان نے اتنا ہی کہا تھا کہ میں نے ٹیلی فون بند کر کے ریسپور رکھ دیا۔ اس سے زیادہ ٹیلی فون پر بات نہیں کی جاسکتی تھی۔ دل کو بڑا سکون ہو گیا تھا۔ میرے اقدام سے الیاس احمد صاحب کی مشکل ٹل گئی تھی۔ دکاندار کو فون کئے پیسے ادا کیے واپس پلٹا ہی تھا کہ اسٹور کے بالکل قریب وہی پیلا کوٹ نظر آیا وہ دونوں جیبوں میں ہاتھ ڈالے میری طرف پشت کیے کھڑا ہوا تھا۔ میں نے اب بھی اس پر کوئی توجہ نہیں دی اور خاموشی سے آگے بڑھتا ہوا بالا آخر پھر ہوٹل میں داخل ہو گیا۔

نازاں باجی کے آجانے کی خبر سن کر دل کو خوشی ہوئی تھی لیکن میں نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ کوئی بھی ایسا کچا قدم نہیں اٹھاؤں گا جس سے الیاس احمد صاحب کو کسی تکلیف کا سامنا کرنا پڑے وہ ٹیلی فون میں نے بھی سنا تھا جس میں الیاس احمد صاحب سے کہا گیا تھا کہ وہ لوگ نہیں چاہتے کہ میں ان کے پاس رہوں۔ سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ وہ لوگ آخر کون ہیں؟ میں نے اس عزم کا اظہار کیا تھا ان لوگوں کے بارے میں..... معلومات حاصل کروں گا اور اب اس عزم کی تکمیل بھی کرنا چاہتا تھا۔ ویسے سچی بات ہے کہ بہت کچھ سیکھنے کے باوجود ابھی اس دنیا میں اپنا مقام بنانے کے لیے کوئی ایسا طریقہ کار ذہن میں نہیں آیا تھا جو موثر ہوتا لیکن اپنے آپ کو ٹٹولتے ہوئے یہ..... احساس ضرور ہوتا تھا کہ میں اس دنیا کے مشینی انسانوں جیسا نہیں ہوں بلکہ مجھے اس سے آگے کا سفر کرنا ہے۔

دن گزر گیا رات ہو گئی۔ رات کو تقریباً ساڑھے آٹھ بجے ہوئے سے باہر نکل آیا تھا اور پیدل چلتا ہوا آگے بڑھنے لگا رخ گارڈن کی جانب تھا۔ سڑکوں پر گاڑیوں کے ہارن کا شور سنائی دے رہا تھا۔ دکانیں زیادہ تر بند ہو چکی تھیں۔ صرف جنرل اور میڈیکل اسٹورز وغیرہ کھلے ہوئے تھے۔ دور تک پیدل چلتا رہا۔ یہی سوچا تھا کہ دن بھر کی کھولت اس طرح پیدل چلنے سے دور ہو جائے بالکل ہی اتفاقیہ طور پر میں نے ایک بار پلٹ کر دیکھ لیا تھا اور دوسرے لمحے میرے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا تھا۔ پہلے کوٹ والا آدمی مجھ سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھا اور میرے متوجہ ہوتے ہی اس نے رخ تبدیل کر لیا تھا۔ پہلی بار یہ خیال دل میں آیا کہ یہ شخص میرے آس پاس مسلسل موجود ہے اور اس کی کوئی نہ کوئی وجہ ضرور ہے۔ میں نے اپنی رفتار کسی قدر سست کر دی اور سوچتا ہوا آگے بڑھنے لگا کہ یہ آدمی میرا تعاقب کیوں کر رہا ہے۔ اس خیال سے ہوئے سے نکلا تھا کہ مسلم لیگ کو آرڈر جا کر نازاں بائی سے ملاقات کروں گا لیکن اب ایک دم سنبھل گیا تھا۔ چنانچہ گارڈن کے بس اسٹاپ پر پہنچنے کے بعد میں ایک بس میں سوار ہو گیا جو صدر جاتی تھی میں نے محسوس کیا کہ وہ شخص کسی قدر مضطرب ہو گیا ہے۔ بس کی کھڑکی سے جھانک کر میں نے دیکھا۔ وہ ایک اسکوائر پر بیٹھ رہا تھا اور اسکوائر سوار میرے لیے اجنبی تھا۔ میرا ذہن سنسنی کا شکار ہو گیا اور صورت حال میری سمجھ میں آنے لگی۔ میرا باقاعدہ تعاقب کیا جا رہا تھا۔ ایک طرح کا خوف بھی دل میں جاگزیں ہوا تھا۔ آخر یہ کون لوگ ہیں جو اتنی احتیاط سے میرے معمولات پر نگاہ رکھ رہے ہیں۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں سوچا جاسکتا تھا کہ میں باقاعدہ دشمن رکھتا ہوں۔

میں ریگل سینما کے بس اسٹاپ پر اتر گیا اور اس کے بعد فٹ پاتھ پر چلتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ مجھے انتظار نہیں کرنا پڑا پہلے کوٹ والا بدستور مجھ سے کچھ فاصلے پر تھا۔ میں سخت پریشان ہو گیا۔ اس طرح تو نازاں بائی تک جانا مناسب نہیں ہوگا۔ چنانچہ تھوڑی دیر تک صدر میں مڑ گشت کرتا رہا اور اس کے بعد ہوئے واپس آ گیا۔ اس دوران پہلے کوٹ والا نظر نہیں آیا تھا لیکن ضروری تو نہیں تھا کہ میں اسے نگاہ میں رکھ ہی سکوں۔ ہاں دوسرے دن وہ صبح کو اپنی جگہ پر موجود تھا۔ دل ہی دل میں سخت نفرت کا احساس ہوا۔ اس کم بخت نے تو میرے سارے معمولات ختم کرا دیے ہیں۔ اس طرح تو میں کچھ بھی نہیں کر سکوں گا۔ بہر حال آج اس سلسلے میں کوئی نہ کوئی فیصلہ کر لینا تھا۔ میں اس دن شام کو سات بجے

ایک بار پھر اپنے ہوئے سے نکل آیا۔ معمول کے مطابق میں نے پہلے کوٹ والے کو اپنے تعاقب میں پایا تھا۔ عجیب سی گھناؤنی شخصیت کا مالک تھا۔ ایک بس میں سوار ہو کر میں گارڈن پر اتر گیا۔ چند منٹ کا راستہ تھا۔ گارڈن پر اترنے کے بعد میں گارڈن کے مین گیٹ سے دوسری سمت چلنے لگا۔ یہاں بہت سی دکانیں بنی ہوئی تھیں اور ان کے آگے اچھا خاصا رش تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ کوئی ایسی ترکیب ذہن میں آجائے جو میرے لیے باعث عمل ہو اور تقدیر نے میرا ساتھ دیا۔

ایک دکان کے سامنے لگے ہوئے تختے پر ایک لمبا چوڑا پٹھان بیٹھا ہوا تھا، حلقے اور لباس سے اچھی شخصیت کا مالک نظر آتا تھا۔ دلچسپ بات جو میرے لیے فوری طور پر کار آمد ہوئی وہ یہ تھی کہ پٹھان نے ذرا سا رخ بدلا تو اس کی جیب سے ایک موٹا سا بٹوہ نکل کر نیچے گر پڑا میرے قدم ٹھک گئے تھے اور میرے تیز رفتاری سے سوچتے ہوئے دماغ نے ایک فیصلہ کر لیا تھا میں اس انداز میں واپس پلٹا کہ کسی کو احساس نہ ہوا اور اس کے بعد تختے کے پاس سے گزرتے ہوئے میں نے پاؤں کی ٹھوک سے اس بٹوے کو کافی آگے کر دیا۔ پٹھان کو احساس بھی نہ ہو سکا تھا۔ میں نے خاموشی سے بٹوے کو دوسری ٹھوک لگائی اور کچھ فاصلے پر جا کر اسے اٹھالیا، مجھے یہ اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ بٹوے میں کیا ہے۔ بہر حال جو کچھ بھی تھا۔ میرے لیے باعث دلچسپی نہیں تھا۔ البتہ میں نے اسے احتیاط سے اپنے لباس میں محفوظ کر لیا اور پھر وہاں سے واپس پلٹ پڑا۔ پہلے کوٹ والا اس جگہ سے زیادہ دور نہیں تھا۔ جہاں میں نے یہ عمل کیا تھا۔ میں اس کے بالکل قریب پہنچ گیا اور مجھے اس طرح اپنی طرف آتے دیکھ کر وہ کسی حد تک ندوس ہو گیا۔ میں اس کے بالکل قریب پہنچ کر اس سے ٹکرایا اور بٹوہ با آسانی میں نے اس کے کوٹ کی جیب میں منتقل کر دیا۔ میرے اس طرح ٹکرانے سے وہ کچھ اور ندوس ہو گیا تھا۔

”دیکھ کر نہیں چلتے۔“ اس نے کپکپاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”دیکھ کر ہی تو چل رہا ہوں اس لئے تو تم سے ملاقات ہو گئی۔“ میں نے کہا اور وہ

مجھے گھورنے لگا۔

”مطلب کیا ہے تمہارا؟“ اس نے تیکھے لہجے میں کہا۔ صاف محسوس ہو رہا تھا کہ وہ

”مطلب صرف اتنا سا ہے کہ دو تین دن سے تم مسلسل مجھ پر دقت مسلح کر رہے ہو اس کی وجہ بتا سکتے ہو؟“

”ابے تو کوئی خوب صورت لوٹنیا ہے کہ میں تیرا پیچھا کروں۔“

”گویا تم اس طرح نہیں مانو گے، تمہاری مرضی ہے، اب جو کچھ بھی ہو گا اس کے ذمہ دار تم خود ہو گے۔“

”کیا ہو گا بلا وجہ تڑیاں مار رہا ہے، جا اپنا کام کر..... ورنہ ایسا تھپڑ دوں گا کہ دماغ درست ہو جائے گا۔“ میں مسکراتا ہوا واپس پلٹ پڑا۔ وہ پریشان نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں اس پٹھان کے پاس پہنچ گیا اور جب میں اس کے سامنے رکا تو اس نے چونک کر مجھے دیکھا، اچھی شاندار شخصیت کا مالک تھا۔

”کیا بات ہے؟“ وہ بولا۔

”خان صاحب ذرا اپنی جیب تلاش کریں کیا آپ کا بوہ گم ہو گیا ہے؟“ میں نے کہا اور خان صاحب بری طرح چونک پڑے ان کا ہاتھ جیب کی جانب گیا تھا اور پھر وہ گھبرا کر کھڑے ہو گئے۔

”ہاں، میرا بوہ غائب ہے۔“

”جلدی کریں، وہ شخص جو پیلا کوٹ پہنے ہوئے ہے، میں نے اسے آپ کی جیب سے بوہ پار کرتے ہوئے دیکھا ہے، آپ کو اندازہ بھی نہیں ہوا وہ آپ کے پاس سے گزرا تھا اور بڑی صفائی سے آپ کا بوہ پار کر کے لے گیا ہے۔“

خان صاحب نے اس شخص کی جانب دیکھا جو اب بھی مجھے ہی دیکھ رہا تھا لیکن کچھ سمجھ نہیں پایا تھا، پھر خان صاحب نے پلٹ کر پشتو زبان میں کسی سے کچھ کہا اور دو لمبے تڑنگے پٹھان اور نکل آئے۔ خان صاحب نے پیلے کوٹ والے کی طرف اشارہ کیا اور دونوں پٹھان شیر کی طرح اس کی جانب لپکے۔ نہ جانے کیوں پیلے کوٹ والا بدحواس ہو گیا تھا۔ وہ پتا نہیں کیا سمجھا تھا اس نے دوڑ کر سڑک پار کرنا چاہی لیکن وہ دونوں پٹھان آن کی آن میں اس کے سر پر پہنچ گئے۔ ان میں سے ایک نے اس کے منہ پر ایک زور دار تھپڑ مارا۔ اتنی دیر میں لمبا چوڑا پٹھان بھی اس کے پاس پہنچ گیا اور اس پیلے کوٹ والے کا کالر پکڑ لیا۔ پیلے کوٹ والے نے برق رفتاری سے جیب میں ہاتھ ڈال کر کوئی چیز نکالی۔ یہ

کلب والا چاقو تھا لیکن اس سے پہلے کہ وہ اس چاقو کا استعمال کرتا، خان صاحب کا زور دار گھونسا اس کے منہ پر پڑا اور وہ پیچھے کھڑی ہوئی ایک ناکارہ گاڑی پر گر پڑا۔ خان صاحب کے دونوں ساتھیوں نے اسے پکڑ لیا تھا۔ میرے لیے بس اتنا ہی کافی تھا۔ یہاں رک کر اتنا تماشا میں دیکھ چکا تھا۔ لوگ اس طرف دوڑ رہے تھے لیکن میں گاڑن گیٹ کی جانب دوڑا اور پھر وہاں سے سڑک عبور کر کے مسلم لیگ کوارٹر جانے والی بس میں سوار ہو گیا۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد میں مسلم لیگ کوارٹر کے بس اسٹاپ پر اتر گیا اور یہاں برق رفتاری سے راستے طے کرتا ہوا الیاس بھائی کے کوارٹر کے عقب میں پہنچ گیا..... جو صورت حال درپیش تھی اس کے تحت تمام تر احتیاط ضروری تھی چنانچہ یہ اندازہ بھی لگا لینا چاہتا تھا کہ الیاس بھائی کے کوارٹر کے آس پاس تو کوئی نگرانی کرنے والا موجود نہیں ہے اور جب میں نے کسی کو نگراں نہ پایا تو میں نے کوارٹر کا دروازہ کھٹ کھٹایا اور چند ہی لمحات کے بعد دروازہ کھل گیا۔ دروازہ کھولنے والی بھابی جان تھیں، مجھے دیکھ کر ان کے حلق سے ہلکی سی آواز نکل گئی۔ انہوں نے میرا بازو پکڑ کے مجھے اندر گھسیٹ لیا اور دروازہ بند کر لیا۔ کیا محبت تھی اس لمس میں، کیا جذبات تھے ان کے چہرے پر، یہی جذبات تو زندگی کا سہارا بن گئے تھے، ورنہ شاید اس کائنات میں خود کو بالکل ہی بے سہارا محسوس کرتا۔ بھابی کی آنکھیں نم ہو گئیں، انہوں نے میرا سر سینے سے لگا لیا۔

”کیسی ہیں بھابی؟“

”ٹھیک ہوں، آؤ اندر آؤ۔“

”نازاں باجی کہاں ہیں؟“

”آؤ، تمہارے بھائی جان کے کمرے میں ہیں۔“

”کون ہے؟“ اندر سے الیاس صاحب کی آواز سنائی دی، مگر جواب میں ہم دونوں

اندر داخل ہو گئے تھے الیاس صاحب اور نازاں دونوں ہی مجھ دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔

الیاس بھائی نے کہا۔ ”کل کیوں نہیں آئے تھے، کتنے پریشان تھے ہم لوگ؟“

”مجھے سے ملنے بھی نہیں آئے تم۔“ نازاں باجی نے شکایتی لہجے میں کہا۔

”تفصیل بتاؤں گا تو آپ کی شکایت دور ہو جائے گی، نازاں باجی! آپ ٹھیک تو ہیں

”ہاں‘ خدا غارت کرے ان لوگوں کو جنہوں نے تمہیں ہم سے چھین لیا۔“

”بھائی جان نے بھی یہی کہا تھا باجی اور میں نے انہیں جواب دیا تھا کہ خدا کو بڑے بڑے کام کرنے دیں‘ ان لوگوں کو ہم خود ٹھیک کر لیں گے۔“

”کفر بک رہے ہو‘ خدا کے حکم کے بغیر کیا ہو سکتا ہے اور کیا تم قتل و غارت گری کرو گے‘ جھڑے کرو گے‘ یہی سکھایا ہے میں نے؟“

”اپنے دیے ہوئے سبق میں ایک اضافہ ضرور کر دیجئے باجی وہ یہ کہ کسی بے گناہ کو نہ چھیڑو اور کسی ظلم کرنے والے کو معاف نہ کرو۔ آپ یہ سب کچھ کہہ دیں گی تو مجھے دلی سکون پہنچے گا۔“

”بیٹھو‘ تم نے اپنا پتا بھی نہیں بتایا اور فون اس قدر مختصر کیا تھا کہ.....“

”پتا میں اب بھی نہیں بتاؤں گا‘ ورنہ آپ اپنی محبت سے مجبور ہو کر مجھ تک ضرور پہنچیں گے اور ابھی یہ مناسب نہیں ہے۔“

”تم بھی اپنا سامان اٹھا کر واپس آ جاؤ فیصل! ہم موم کے بنے ہوئے نہیں ہیں۔ وہ تو نہیں جھوٹے اسے اٹھالیا تھا انہوں نے مجھے‘ اب وہ ایسا نہ کر سکیں گے۔“ نازاں باجی نے کہا۔

”ہمارے درمیان رشتے کون توڑ سکتا ہے باجی ہم یکجا ہو جائیں گے مگر ان لوگوں کو فنا کرنے کے بعد۔“

”پھر وہی بکواس۔“ الیاس صاحب نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”اب مجھے اپنے بارے میں تفصیل بتائیے باجی!“

”اسکول سے نکلی تھی۔ اتفاق سے کچھ رجسٹر وغیرہ درست کرنے میں دیر ہو گئی تھی‘ باقی اسٹاف جا چکا تھا۔ بس اسٹاف کی طرف بڑھ رہی تھی کہ ایک پرانی فورڈ کار قریب آ کر رکی اور اس میں سے ایک شخص نے بڑی شرافت سے ایک کانڈ میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا کہ بہن! یہ پتا بتا سکتی ہیں..... چونکہ اس نے بہن کہہ کر مخاطب کہا تھا‘ اس سے دھوکا کھا گئی۔ جھک کر کانڈ دیکھا تو دوسرے شخص نے شاید کلورو فارم میں ڈوبا ہوا رومال میری ناک پر رکھ دیا کیونکہ اس کے بعد ایک لمحے کے لیے بھی ہوش نہیں رہا تھا‘ پھر جب ہوش آیا تو ایک کمرے میں قید تھی کوئی پر رونق جگہ تھی کیونکہ باہر سے مسلسل

گاڑیوں کے ہارن اور شور کی آوازیں بلند ہو رہی تھی‘ کمرے میں ایک کھڑکی تھی‘ جو باہر تختے جڑ کر بند کر دی گئی تھی اور ایک دروازہ تھا۔ میں جس قدر پریشان ہو سکتی تھی اس کا اندازہ تم لوگ لگا سکتے ہو‘ پھر دو آدمی دروازہ کھول کر اندر آئے تھے وہ میرے لیے کھانے پینے کی اشیاء لے آئے تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ دیکھو لڑکی! تمہیں یہاں ایک خاص مقصد کے لیے لایا گیا ہے۔ ہم تم سے وعدہ کرتے ہیں کہ تمہیں کوئی تکلیف نہیں دی جائے گی۔ سوائے اس کے کہ کچھ دیر تمہیں یہاں رہنا ہو گا۔ تمہیں چھوڑ دیا جائے گا لیکن ایک ہدایت تمہارے لیے ضروری ہے‘ خاموشی سے یہاں وقت گزارو۔ ہمارے لیے یہ محفوظ جگہ ہے اور تم جو کچھ بھی کرو گی اس کا نقصان صرف تمہیں ہی ہو سکتا ہے‘ خیال رکھنا اگر تم نے ہم سے تعاون نہ کیا تو پھر نقصان کی ذمے دار خود ہو گی۔ میں اس وقت کافی خوف زدہ ہو گئی تھی۔ اس کے بعد‘ وہ صرف کھانے پینے کی اشیاء پہنچاتے رہے اور پھر انہوں نے مجھے رہا کر دیا۔ رہائی کا طریقہ یہ اختیار کیا گیا تھا کہ وہ میری آنکھوں پر پٹی باندھ کر مجھے سیڑھیاں اتارتے ہوئے نیچے لائے دو آدمیوں نے مجھے سہارا دے رکھا تھا۔ اندازے کے مطابق مجھے چار منزلوں کی سیڑھیاں طے کرنا پڑی تھیں‘ اس کے بعد ایک گاڑی میں مجھے بٹھا دیا گیا اور گاڑی اسٹارٹ ہو کر چل پڑی‘ پھر یہاں آ کر ہی میری آنکھوں سے پٹی کھولی گئی تھی‘ وہی فورڈ گاڑی تھی اور وہی دونوں افراد تھے جو مجھے لے گئے تھے۔ انہوں نے گاڑی واپس موڑ دی۔ فورڈ کی نمبر پلیٹ غائب تھی۔ شاید اسی لیے اتاری گئی تھی کہ میں وہ نمبر نوٹ نہ کر سکوں‘ یہ ہے میری داستان۔“

”اس سے کوئی اندازہ لگانا مشکل ہے۔“ الیاس صاحب نے پر خیال انداز میں گردن ہلا کر کہا۔

”سمجھ میں نہیں آتا کہ کسی کو اس معصوم سے کیا پر خاش ہو سکتی ہے اور پر خاش بھی اس قدر کہ انہوں نے آپ کو مجبور کرنے کے لیے مجھے اغوا کیا۔“

”کوئی پر اسرار دشمن ہے‘ وہ لوگ اسے صرف ہم سے دور کرنا چاہتے ہیں۔“

”ہاں وہ صرف میری نگرانی کر رہے ہیں۔“

”اوہ‘ کیا مطلب؟“ سب چونک پڑے۔

”میں نگار ہوٹل میں رہ رہا ہوں‘ ایک شخص کو میں نے اپنا تعاقب کرتے ہوئے پایا‘

وہ پیلے رنگ کا کوٹ پہنے رہتا ہے اور اس کوٹ نے مجھے اس کی طرف متوجہ کیا۔
 ”پہلا کوٹ!“ نازاں باجی چونک پڑیں۔ ”اور سر پر اپنی ٹوپی بھی ہوگی۔“

”سو فی صد اور آپ.....؟“

”یہ شخص، مجھے اغوا کرنے والوں میں شامل تھا بعد میں وہ نظر نہیں آیا۔“ نازاں

باجی نے بتایا۔

”کمال ہے۔ واقعات پر پیچ ہوتے جا رہے۔“ الیاس بھائی بولے۔

”نازاں باجی شکایت کر رہی تھیں نا..... کہ میں ان سے ملنے نہیں آیا۔ میں نے

اس تعاقب کا جائزہ لے لیا تھا، اسی لیے ادھر کا رخ نہ کیا۔ آج میں نے اس کا مناسب بندوبست کر دیا ہے، اس کے بعد آپ کے پاس پہنچا۔“

”مناسب بندوبست؟“ الیاس صاحب نے سوالیہ انداز میں کہا اور میں نے اس

بندوبست کے بارے میں مکمل تفصیل بتادی، پھر انہوں نے گردن جھٹک کر کہا۔ ”جو کچھ میں

نہیں چاہتا، وہ ہو رہا ہے، خدا جلنے کیا لکھا ہے تقدیر میں۔ بیٹے! یہ سب کچھ تھوڑی سی

محنت سے کیا جاسکتا ہے۔ جرم کے راستے تو کشادہ ہوتے ہیں اور انسان خاص طور سے

تنبہاری عمر کا کوئی بھی نوجوان، ان کھلے راستوں پر چل کر بڑی مہارت حاصل کر سکتا ہے

لیکن جرم سے بچ کر زندگی گزارنا بہت بڑی بات ہے۔ میری خواہش ہے کہ تم دشمنوں

کی..... آرزوؤں کو ناکام بنا دو اور ان کے تصور کے خلاف نیکیوں کی جانب قدم

بڑھاؤ۔“

”بھائی جان! آپ کا حکم سر آنکھوں پر اور آپ کو خود بھی اندازہ ہو گا کہ میں نے

اپنی فطرت میں ایسے کسی پہلو کا اظہار نہیں کیا جو جرم کا فروغ چاہتا ہو لیکن نازاں باجی کا

اغواء اور اس کے بعد بقول آپ کے ان لوگوں کا میرے راستے میں آنا اور مجھے بہتری کی

جانب بڑھنے سے روکنا، کیا یہ سب کچھ نظر انداز کیا جاسکتا ہے؟ ویسے آپ کی ہدایات یاد

ہیں۔ یعنی آپ نے فرمایا تھا بھائی جان کہ میں کبھی قانون کا سامنا نہ کروں اور قانون شکن

نہ کہلاؤں تو آپ یقین کیجئے کہ وہ پیلے کوٹ والا میرے ہاتھوں کسی کوٹنے میں بے ہوش پڑا

ہوتا لیکن میں نے وہ قدم خود نہیں اٹھایا بلکہ تھوڑی سی ذہانت سے دوسروں کو اس کی لیے

آمادہ کر دیا۔ اگر آپ کا حکم ہے کہ یہ سب کچھ بھی نہ کیا جائے تو میں آپ کے حکم کی

الیاس صاحب نے عجیب سی نگاہوں سے نازاں کو دیکھا اور کہنے لگے۔ ”ویسے ایک

شکایت تم سے بھی ہے نازاں، تم نے اسے پورا فلاسفر بنا دیا ہے۔ اب یہ اپنی عمر سے پندرہ

سال آگے سوچتا ہے یقین کرو بعض اوقات اس کے منہ سے ایسے الفاظ مجھے بڑے حیران

کن لگتے ہیں، بے شک اس کی جسامت شاندار ہے لیکن عمر کا اندازہ میں بھی لگا سکتا ہوں

اور تم بھی۔“

”دراصل بھائی جان! کچھ لوگوں سے تقدیر دقت سے پہلے بہت بڑے بڑے کام لینا

شروع کر دیتی ہے اور شاید میں ان ہی لوگوں میں سے ایک ہوں بس۔ اب یوں سمجھ لیجئے

کہ تقدیر نے میرے بارے میں جو فیصلے کیے ہیں، مجھے ان فیصلوں کے ساتھ ساتھ سفر

کرنے کی قوت بھی بخش دی ہے۔“

”سنو، میں تمہیں روک کر اپنے خاندان کو پیش آنے والی مصیبتوں سے نہیں نمٹ

سکتا لیکن تم ایک بات کا خیال رکھنا کسی الجھن میں پھنس جاؤ تو سیدھے مجھ سے رجوع

کرنا۔“

”ٹھیک ہے بھائی جان! میں وعدہ کرتا ہوں۔“

”اگر وہ پیلے کوٹ والا تم سے کسی قسم کا انتقام لینے پر تل جائے تو۔“ الیاس بھائی

نے کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

”تو پھر میں آپ کو نازاں باجی کی بخش ہوئی اس ذہانت کے وہ کرشمے دکھاؤں گا کہ

آپ بھی ششدر رہ جائیں گے۔" میں نے بس یونہی اندھیرے میں تیر چھوڑا تھا لیکن میرے ان الفاظ نے ان لوگوں کو اطمینان بخشا تھا۔ پھر نازاں باجی نے میری خاطر مدارت کا سلسلہ شروع کر دیا اور میں نے کوئی تکلف نہ کیا، جب میں وہاں سے واپس چلا تو سب ہی کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ بھابی جان نے میرا سر سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔

"کم بخت کیا کھوئی تقدیر لے کر دنیا میں آیا ہے۔ محبت بھی کی تو کس سے..... اور اب ہم اس مصیبت میں تیرا ساتھ بھی نہیں دے سکتے۔"

"بچے جب بڑے ہو جاتے ہیں نا بھابی جان! تو انہیں اس دنیا میں باہر نکالنا چاہیے تاکہ وہ اس دنیا کو سمجھیں، اس سے لڑنا سیکھیں، ورنہ وہ بے وقوف رہ جاتے ہیں، آپ یہ سمجھ لیں کہ آپ نے مجھے ایک تربیتی کورس کے لیے باہر نکالا ہے۔ اس کورس کی تکمیل کر کے واپس آپ ہی کے پاس تو آتا ہے۔"

اب اس کے بعد میں اسی خاموشی سے کواٹر کے عقبی حصے سے نکل آیا تھا۔ کافی دور نکل آنے کے بعد میں نے سوچا کہ جو کچھ کر کے یہاں تک پہنچا تھا اس کے بعد وہ لوگ ہو سکتا ہے کوئی انتہائی کارروائی کریں۔ چنانچہ احتیاط ضروری تھی۔ ویسے بھی اب نگار ہوٹل میرے لیے اس لیے خطرناک ہو چکا تھا کیونکہ ان لوگوں کو میری وہاں موجودگی کا علم تھا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اب کہاں جاؤں۔ دوسرے کسی ہوٹل کا رخ بھی کر سکتا تھا لیکن رات کے اس حصے میں اس سلسلے میں ذرا مشکلات پیش آ سکتی تھیں۔ میں کھڑا سوچتا رہا اور پھر دفعتاً ہی ذہن میں بجلی سی کوند گئی تھی۔

پیرو استاد جس سے اس دوران ایک بار بھی..... ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ نہ جانے کیوں دل چاہا کہ پیرو کے پاس چلا جائے۔ چنانچہ یہ بات دل میں جم گئی اور میں بس میں بیٹھ کر پرانا گولی مارا تر گیا۔ بہت دن کے بعد اس طرف آیا تھا۔ چنانچہ ذرا جھمکتا ہوا سا آگے بڑھا اور بالا آخر پیرو کے مکان تک پہنچ گیا جس کے بارے میں مجھے اچھی طرح معلوم تھا۔ دروازے پر دستک دی۔ دروازے کھولنے والا پیرو ہی تھا۔ ایک لمحے کے لیے اس نے مجھے اجنبی نگاہوں سے دیکھا۔ دوسرے لمحے اس کا منہ بھاڑ سا کھل گیا۔

"ار ماں قسم تو ہے فیصل! اڑے یہ تو ہی ہے نایار! اڑے ماں قسم تو تو بابو بن گیا"

اندر اڑے، بار کا ہے کو کھڑا ہے۔" پیرو استاد نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے اندر لے گیا۔

میں کچھ عجیب سی کیفیت کا شکار ہو گیا تھا۔ اندر آکر میں نے چاروں طرف دیکھا اور پوچھا۔ "ماں کہاں ہے پیرو؟"

میرے اس سوال پر پیرو کے چہرے پر اداسی پھیل گئی اور میرا دل دھک سے ہو گیا۔ پیرو آہستہ سے بولا۔

"اماں..... اماں تو خلاص ہو گیا اڑے، تیرے کو نہیں معلوم تو پھر ادھر کو آیا ہی نہیں۔"

"کیسے پیرو؟" میں نے درد بھرے لہجے میں سوال کیا۔

"بس یار اس کو بولنا پڑا کہ بار مت نکل، بار مت نکل، پر اور بھی اس کا دل نہیں لگتا تھا، سڑک پر نکل گیا۔ ایکسیڈنٹ ہو گیا اور مر گیا۔"

مجھے شدید دکھ ہوا۔ حالانکہ چند لمحات کے لیے مجھے پیرو کی ماں سے ملنے کا موقع ملا

تھا لیکن ان لمحات میں جو تاثر میرے ذہن میں پیدا ہوا تھا۔ وہ نہ بھلانے والا تھا۔ ایک ماں میرے سامنے آئی تھی جس کو میں نے اس عالم میں بھی ماں دیکھا تھا جبکہ میرے اپنے ذہن میں ماں کا تصور اتنا مسخ ہو گیا تھا کہ میں اس کی حقیقتوں کو جاننے ہی سے قاصر تھا۔

پیرو نے میرے چہرے پر افسروگی کے آثار دیکھے اور پھینکی سی ہنسی کے ساتھ بولا۔

"یار، ایک بات تیرے کو بولے، اپن کا ماں خلاص ہوا تو پیرو استا بھی اس کے ساتھ ہی خلاص ہو گیا۔ سارا جھگڑا لہجڑا چھوڑ دیا ہم نے، شریف آدمی بن گیا، ماں کی قسم تو محلے میں کسی سے پوچھ لے، اپنا کسی سے اب جھگڑا نہیں ہوتا۔ ادھر گاڑیاں دھونا بھی بند کر دیا..... ایک پٹرول پمپ پر نوکری کر لیا ہے، بس گاڑی سروس کرتا ہے ادھر اور ٹھیک ٹھاک گزر ہو جاتا ہے۔ پر تو بتا اتنے دن تک کہاں رہا، کبھی تیرے کو اپنا پیرو یاد نہیں آیا۔ بریف کیس لے کر ایسا گیا کہ پھر تو نے پلٹ کر ہی نہیں دیکھا۔"

"میں نے مسکراتی نگاہوں سے پیرو کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "تو خود جانتا ہے پیرو اس بریف کیس میں ایسی کوئی چیز نہیں تھی جس کی وجہ سے میں تجھ سے بھاگ جاتا۔"

"اڑے ماں قسم کون کتا یہ بولتا پڑا کہ تو بریف کیس کی وجہ سے غائب ہوا پر تو اور پلٹا نہیں، اچا چوڑ، یہ بتا کیا کر رہا ہے آج کل۔؟"

پیرو نے صبح آٹھ بجے مجھے جگا دیا۔ بازار سے حلوہ پوری لے آیا تھا بے چارہ۔ چائے بھی اس نے خود ہی تیار کر لی تھی۔..... اور میں نے شکریہ کے ساتھ صبح کا ناشتہ کر لیا۔

”ابی تو چابی رک لے اپنے پاس اور جب تیرا دل چاہے اور سے کہیں چلے جانا“

شام کو ملاقات ہوئیں گا اپن کا۔“

”چابی رہنے دے پیرو! میں شام ہی کو واپس آؤں گا۔ ابھی تمہارے ساتھ ہی چلتا ہوں۔“

”جیسے تیرا مرضی چل!“ پیرو نے کہا، پھر پیرو تو اپنی ملازمت پر چلا گیا اور میں نے سیدھے ادھر ہی رخ کیا، جہاں شنزادی کے مل جانے کی امید ہو سکتی تھی۔ میں اس بلڈنگ کے اطراف چکرانے لگا اور پھر تقدیر نے میرا ساتھ دیا۔ میں نے شنزادی کو دیکھا جو ٹھیلے والے سے سبزیاں..... خریدنے کے لیے باہر نکلی تھی۔ وہ تو ٹھیلے والے سے سبزی خریدتی رہی میں آنکھ بچا کر عمارت میں داخل ہو گیا اور انتظار کرتا رہا کہ شنزادی واپس آئے تو دیکھوں کہ وہ کہاں رہتی ہے۔ مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی۔ میں نے شنزادی کو واپس آتے ہوئے دیکھا، وہ پہلی منزل کی سیڑھیوں کے پاس والے فلیٹ کے دروازے کے اندر داخل ہو گئی تھی۔ میں اس سے چند قدم ہی کے فاصلے پر تھا لیکن ایک ستون کی آڑ مل گئی تھی، جب میں مطمئن ہو گیا تو آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور اس فلیٹ کے دروازے پر دستک دی، دستک دیتے ہوئے دروازہ تھوڑا سا اندر کودب گیا تھا جس کا مقصد تھا کہ کواڑ کھلے ہوئے ہیں۔

”کون ہے، اندر آ جاؤ؟“ شنزادی کی آواز آئی۔“

میں خاموشی سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ وہ سامنے ہی ایک تخت پر بیٹھی سبزیاں اپنے سامنے..... پھیلانے ان کا جائزہ لے رہی تھی۔ گردن اٹھا کر مجھے دیکھا تو اس کے چہرے پر دہشت کے آثار پھیل گئے۔ اس کا منہ کھلا رہ گیا تھا۔

غالباً اس نے مجھے پہچان لیا تھا، وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتی ہوئی بولی۔ ”تم فیصل..... تم..... تم یہاں کیسے آ گئے؟“ اس نے عجیب سے لہجے میں سوال کیا۔ اس کے لہجے میں تھوڑی سی دلچسپی بھی تھی۔ حیرت بھی تھی اور ہلکا سا خوف بھی۔

”ابھی کوئی دھندا نہیں کر رہا۔“

”ریتا کد رہے؟“ پیرو نے سوال کیا۔

”فی الحال نگار ہوٹل میں رہتا ہوں۔“

”اڑے واہ پنی! یہ نگار ہوٹل کیسے ریتا پڑا رہے تو، پیسہ میسہ کد رہے آتا؟“ پیرو

نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”بس پیرو کچھ لوگوں نے زندگی کو سہارا دیا ہے۔ ویسے یار ہوٹل میں کچھ گڑ بڑ ہو گئی

ہے، ایک آدھ دن اگر تیرے ساتھ رہ جاؤں تو تجھے کوئی تکلیف تو نہیں ہوگی؟“

”کیا بولتا پڑا اڑے، اپن کو تیرے اور رہنے سے کیا..... تکلیف ہوئیں گا؟ بلکہ

اپن تو یہ بولتا کہ تو اور ہی رہ جا یا ر! پورا گھر خالی پڑا رہتا ہے۔ اپن پٹرول پمپ پر کام کرتا

ہے بس شام کو اور آ جاتا ہی اور اور بھی اکیلا ہی ہوتا ہے۔“

پھر ہم دیر تک بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ پیرو کو میں نے اصل واقعات کی ہوا بھی

نہیں لگنے دی تھی۔ پیرو تو سو گیا، مگر میں بہت دیر تک جاگتا رہا۔ ذہن اس گتھی کو سلجھانے

میں ناکام تھا کہ یہ سارا چکر آخر کیا ہے؟ وہ لوگ کون ہیں، جو باقاعدہ میرا پیچھا کر رہے تھے

اور آخر ان کا مقصد کیا تھا، میری زندگی سے ایسی کون سی کہانی وابستہ تھی؟ جس سے

دوسرے لوگوں کو دلچسپی ہو سکتی تھی اور وہ اس سلسلے میں خطرناک اقدامات بھی کر رہے

تھے۔ کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی، پھر ایک خیال اور دل میں آیا کہ پیلے کوٹ والا

یقینی طور پر یہ جانتا ہو گا کہ اسے کس نے میرے سلسلے میں نامزد کیا ہے اگر وہ ہاتھ لگ

جائے تو کم از کم مجھے یہ تفصیل معلوم ہو جائے کہ میرے دشمن یا مجھے نقصان پہنچانے

والے کون ہیں؟

رات کے آخری حصے میں، میں نے سوچا کہ انسان کے نام کے ساتھ دو نام ضرور

وابستہ ہوتے ہیں اور کچھ ہو یا نہ ہو یعنی ماں اور باپ۔ ماں کے بارے میں تو مجھے معلوم تھا

کہ وہ کس قماش کی عورت ہے لیکن میرا باپ کہاں گیا تھا؟ ظاہر ہے یہ نام میری نگاہوں

میں ہمیشہ ہمیشہ تاریک رہا تھا اور اس نام کی وضاحت شنزادی ہی کر سکتی تھی۔ فیصلہ یہ کیا کہ

دوسرے دن اپنی تمام تر کاوشیں شنزادی سے ملاقات پر صرف کردوں گا۔ وہ بلڈنگ تو مجھے

معلوم ہو ہی چکی تھی جس میں شاہ زمان داخل ہوا تھا۔ اب یہ دیکھنا تھا کہ شنزادی کہاں

میں اسے سر دنگاہوں سے دیکھتا رہا۔ پھر میں نے کہا۔ ”میرے آجائے نہیں“

خوشی ہوئی یا نفرت کا احساس تمہارے دل میں جاگا ہے؟“

”آؤ اندر آؤ۔“ اس نے کہا اور میں دروازے سے آگے بڑھ کر اس کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے تخت پر مجھے بیٹھنے کے لیے جگہ دے دی تھی۔

”ایک دم بڑے ہو گئے تم تو۔“ اس نے مسکراتی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ غالباً اب وہ سنبھل گئی تھی۔ میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ ”بولتے کیوں نہیں۔“

”بولنا چاہتا ہوں مگر یہ سوچ رہا ہوں کہ جو کچھ میں تم سے پوچھوں گا تمہیں پسند ہو گا یا نہیں ہو گا۔“

”تم کہاں رہتے ہو، کوٹھی میں تو اب تم نہیں رہتے؟“ اس نے کہا۔

”کیا تم نے میری خبر گیری کی ہے؟“ میں نے سوال کیا اور اس سوال کا اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں تھوڑی دیر تک اسے دیکھتا رہا، پھر بولا۔ ”صرف اتنا بتا دو کہ تم میری ماں ہو بھی یا نہیں۔“

اس نے بغور مجھے دیکھا، پھر آہستہ سے بولی۔ ”یہ بات تم سے کس نے کہی کہ میں تمہاری ماں نہیں ہوں۔“

”میرے سوال کا صرف جواب دو، میں جانتا چاہتا ہوں کہ اگر تم ماں ہو تو یہ ماؤں کی کون سی قسم ہے؟“

شہزادی کی عجیب سی کیفیت ہو رہی تھی۔ وہ بار بار مختلف کیفیات کا شکار ہو جاتی تھی، پھر اس نے آہستہ سے کہا۔ ”جو کچھ بھی صورت حال ہے اس میں میرا بالکل کوئی قصور نہیں ہے۔“

”کیا صورت حال ہے؟“

”مم..... میں..... میں..... تمہیں..... تمہیں..... اچھا یہ تو بتاؤ میرے آنے کے بعد تم وہاں سے کیوں چلے آئے تھے؟“

”تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں وہاں سے چلا آیا ہوں؟“

”شاہ زمان کو معلوم ہو گیا تھا، وہ سب لوگ جانتے ہیں کہ میں نے شاہ زمان سے شادی کر لی ہے اور پھر میں ان کی زر خرید تو تھی نہیں، بس یوں سمجھ لو ملازمہ تھی، وہیں

پیدا ہوئی، وہیں اپنی بڑھی، وہیں رہ رہی تھی ان لوگوں کے ساتھ..... مجھے نہ جانے کیا سمجھ لیا تھا، ویسے ایک بات بتاؤں تم کو بڑے خطرناک لوگ ہیں وہ غزنوی صاحب! بہت خطرناک آدمی ہیں فیصل! تم وہاں سے چلے آئے بہت اچھا کیا۔ اب کہاں رہتے ہو؟“

”فٹ پاتھوں پر زندگی گزار رہا ہوں۔“

”میں نے ایک دفعہ شاہ زمان سے کہی تھی یہ بات کہ اگر وہ تمہیں تلاش کر کے یہاں لے آئے تو حرج نہیں ہے لیکن وہ ڈرتا ہے۔ مجھ سے کہنے لگا کہ اس کے گلے مصیبت پڑ جائے گی۔ پتا نہیں کیوں وہ ایسا سوچتا ہے؟ خیر، اب تم یہ بتاؤ میں تمہیں کیا پلاؤں، چائے بناؤں تمہارے لیے؟“

”نہیں، کچھ سوالات پوچھنا چاہتا ہوں تم سے۔“

”پوچھو۔“

”پہلا سوال بدستور باقی ہے، کیا تم واقعی میری ماں ہو اور اگر ماں ہو تو کیسی ماں ہو؟ ماؤں کے نام کے ساتھ تو بڑی بڑی انوکھی کہانیاں وابستہ ہوتی ہیں، تم ان کہانیوں میں شامل کیوں نہیں ہو۔“

”یہ ساری باتیں میں نہیں جانتی فیصل! میں اتنا بتا سکتی ہوں تمہیں کہ میں تمہاری ماں نہیں ہوں۔“

”کیا.....؟“ میں شدت حیرت سے اچھل پڑا۔

”ہاں، فیصل! بس یونہی سمجھ لو کہ میں تمہاری ماں نہیں ہوں۔ اس سے زیادہ کچھ بتانا میرے لیے ممکن نہیں ہے۔“ اسی وقت دروازے پر آہٹ ہوئی اور شاہ زمان اندر داخل ہو گیا۔ غالباً اس نے بھی ہماری باتیں سن لی تھیں۔ اس کے قدموں کی آہٹ پر میں نے چونک کر اسے دیکھا۔ شہزادی بھی پریشان نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

شاہ زمان نے سر دلچے میں کہا۔ ”کیا بکواس کر رہی تھی تو اس سے؟ بول کیا بکواس کر رہی تھی؟“

”کچھ بھی..... کچھ بھی تو نہیں پوچھ لو تم اس سے کوئی خاص بات نہیں کہی میں نے اس سے۔“ شہزادی گھبرائے ہوئے انداز میں بولی۔

شاہ زمان میری طرف دیکھنے لگا، پھر بولا۔ ”تو یہاں کیسے آیا؟“

”اپنے پیروں سے چل کر۔“ میں نے جواب دیا۔

”میں کہتا ہوں تیرا اس گھر سے کیا تعلق ہے؟“ تو نے تو نے ہمارا پتا کیسے

لگایا؟“

”یہ میرا کام تھا شاہ زمان کہ میں نے تمہارا پتا کیسے لگایا۔ باقی جہاں تک رہا اس گھر

سے میرا تعلق تو یہ بات تم بھی بہتر طور پر جانتے ہو کہ میرا اس گھر سے کیا تعلق ہے؟“

”ابھی ابھی اس نے ابھی ابھی اس نے تجھ سے کہا ہے کہ یہ تیری ماں

نہیں ہے سمجھا..... اور یہ جو کچھ کہہ رہی ہے اس کا کوئی نہ کوئی مقصد بھی ہوگا۔ اس

کے بعد بھی کیا تیرا اس گھر سے کوئی تعلق رہ گیا ہے۔“

”نہیں“ اس کے بعد میرا اس گھر سے کوئی تعلق نہیں رہ جاتا لیکن یہ مجھے بتائے گی

کہ پھر میری ماں کون ہے اور اس نے کیوں اپنے آپ کو اب تک میری ماں کہا تھا؟“

”یہ تجھے کچھ نہیں بتائے گی“ بالکل کچھ نہیں بتائے گی۔ البتہ تیری زندگی برباد ہو

سکتی ہے کسی کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر داخل ہونے کا نتیجہ جانتا ہے تو میں تجھے

پولیس کے حوالے کر سکتا ہوں سوچ لے اچھی طرح سوچ لے۔“

میں جلتی ہوئی نگاہوں سے شاہ زمان کو دیکھتا رہا پھر میں نے شہزادی کو مخاطب کر کے

کہا۔ ”کیا تم مجھے یہ نہیں بتاؤ گی کہ میری ماں کون ہے اور تم نے ماں بن کر میری پرورش

کیوں کی تھی؟“

”بس میں کچھ نہیں جانتی اس بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم“ یوں سمجھ لے اگر

کچھ معلوم بھی ہے تو میں تجھے بتانا..... نہیں چاہتی۔“

”یہ سب کچھ معلوم کرنا میرے لیے بے حد ضروری ہے اس وقت شاہ زمان

اچانک یہاں پہنچ گیا ہے ہو سکتا ہے تو اس سے خوف زدہ ہو لیکن ایک بات ذہن میں رکھنا“

میں اس وقت تک تجھے نہیں چھوڑوں گا“ جب تک مجھے میرے بارے میں تفصیل نہیں بتا

دے گی۔“

”اور میں تجھے سے ایک بات کہہ رہا ہوں وہ یہ کہ اگر تم نے آئندہ ہماری طرف

رخ کیا تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا سمجھا!“ شاہ زمان نے آگے بڑھتے ہوئے کہا اور میں نے

اپنا ہاتھ اس کے سینے پر رکھ دیا۔

”نہیں شاہ زمان! تم عمر میں مجھ سے بہت بڑے ہو“ میں نہیں چاہتا کہ تمہاری بے

عزت کروں اس لیے ایسا کوئی قدم نہ اٹھاؤ جو مجھے مجبور کر دے۔“ شاہ زمان کو.....

میرے ہاتھ کے وزن کا شاید پورا پورا احساس ہو گیا تھا۔ کیونکہ اس کے آگے بڑھنے کا

سلسلہ فوراً ہی ختم ہو گیا اور وہ خود دو قدم پیچھے ہٹ کر غراتا ہوا بولا۔

”اسی وقت باہر نکل جا“ اس کے بعد میں تجھے یہاں نہ دیکھو“ ورنہ.....

ورنہ.....“ میرے ہونٹوں پر تلخ سی مسکراہٹ پھیل گئی اور پھر میں اسی طرح مسکراتا

ہوا باہر نکل آیا۔

جو کچھ ہوا تھا وہ باعث پریشانی نہیں تھا۔ البتہ شہزادی نے جو کہا تھا اس نے دل میں

ایک آگ سی لگا دی تھی۔ اس کی بے اعتنائی ایک ماں کا کردار ادا نہ کرنا الگ بات تھی

لیکن اس نے جس لہجے میں کہا تھا کہ وہ میری ماں نہیں ہے اس کی سچائی مجھ سے پوشیدہ

نہیں تھی۔ حالات یہی بتاتے تھے کہ میں کم از کم اس کی اولاد نہیں ہوں۔ پھر آخر میں کیا

ہوں؟ یہ سوال بے حد خوفناک تھا میرے لیے۔ میری جگہ کوئی بھی ہوتا اس کی کیفیت مجھ

سے مختلف نہ ہوتی۔ دماغ میں جھنجھلاہٹ پیدا ہو گئی تھی۔ لوگ مجھے میرے بارے میں

کیوں نہیں بتاتے؟ ایسی کیا خاص بات ہے میرے اندر؟ ایک جارحانہ جذبہ سینے میں ابھر

آیا..... اور اس میں شدت پیدا ہو گئی۔ اس شدت نے وجود میں خدت پیدا کی اور میں

ہر خطرے سے بے نیاز ہو گیا مجھے کسی کا خوف نہ رہا..... یہاں سے میں نے پیروں کے گھر

جانے کی بجائے ہوٹل کا رخ کیا تھا۔ اب میں خود ان لوگوں کا سامنا کرنا چاہتا تھا۔

ہوٹل کے کمرے کی کھڑکی سے میں نے باہر کا منظر دیکھا زندگی کے معمول وہی

تھے۔ میں نے اپنے ذہن کو پرسکون کرنے کی جدوجہد شروع کر دی۔ دل میں غزنوی

صاحب کی کوٹھی کا خیال آیا۔ میں نے اسی کوٹھی میں ہوش سنبھالا تھا۔ وہاں کے لوگ

ضرور میرے بارے میں جانتے ہوں گے۔ وہ مجھے میری اہمیت بتا سکتے ہیں ضرور وہ مجھے

میرے بارے میں بتا سکتے ہیں۔ اس خیال نے دل میں گھر کر لیا اور پھر شام کو چار بجے کے

قریب میں نے ایک عمدہ لباس نکالا اور تیار ہو کر ہوٹل سے باہر نکل آیا۔ اس کے بعد میں

نے ڈیفنس کا رخ کیا تھا۔ صدر سے کلفٹن جانے والی بس پکڑی اور ڈیفنس اتر گیا یہاں

سے کافی دور بیدل چلنا پڑا تھا۔ سارے راستے جانے پہچانے تھے۔ کچھ دیر کے بعد میں

کوٹھی پہنچ گیا۔ گیٹ پر دین محمد چوکیدار سے ملاقات ہوئی۔

”ارے فیصل! آگیا بیٹا، کہاں رہا اتنے دن؟“

”بس چاہا! یہ کوٹھی چھوڑ دی میں نے۔“

”تیری ماں مل گئی ہے؟“

”نہیں چاہا۔“

”دنیا بڑی خراب ہو گئی ہے بیٹا! سارے رشتے جھوٹے ہو گئے ہیں۔ ایک ہی رشتہ

تھا جس پر اعتبار کیا جاسکتا تھا مگر.....۔“

”چاہا ایک بات بتاؤ تم کتنے عرصے سے یہاں نوکری کرتے ہو؟“

”کوئی ساڑھے چھ سال ہو گئے۔“

”جب تم یہاں آئے تو میرا باپ میرے ساتھ رہتا تھا؟“

”نہیں۔“ دین محمد حیران نظر آنے لگا۔

”تمہیں یہ بھی پتا نہیں ہے کہ میرا باپ کون تھا؟“

”نہیں بیٹا! کبھی بات ہی نہیں ہوئی کسی سے۔“

”ہوں، اندر جاؤں چاہا؟“

”ارے کیوں نہیں، مل لے سب سے۔“ دین محمد نے کہا اور میں اندر داخل

ہو گیا۔ کسی اور سے کیا ملنا تھا۔ سیدھے اندر چل پڑا۔ پہلی ملاقات رومانہ سے ہوئی تھی۔

تاثیر میاں بھی فوراً ہی آگئے تھے۔

”ادھو، بابو صاحب آئے ہیں، ارے رومانہ باجی اس کی لائری نکل آئی اور ٹھاٹ

دیکھو اس کے۔ آئیے پرنس، اندر تشریف لائیے۔“ تاثیر میاں نے کہا۔

”دیکھو کیا بات ہے۔“ رومانہ نے ناک چڑھا کر پوچھا۔

”آٹا ماں سے ملنا چاہتا ہوں۔“ میں نے کہا۔

”فیصل آباد گئی ہوئی ہیں وہ، ایک ہفتے بعد آئیں گی۔“

”کسی اور سے مل لوں گا۔ آپ لوگ ٹھیک ہیں؟“ میں بولا اور رومانہ نے ناک

چڑھا کر تاثیر میاں کا ہاتھ پکڑا اور آگے بڑھ گئی۔ میں ایک لمحہ وہاں رکا، پھر آگے بڑھ

گیا..... دوسری ملاقات عابدہ بیگم سے ہوئی۔ وہ بھی مجھے دیکھ کر ٹھنک گئی تھیں۔ میں

نے انہیں سلام کیا تو انہوں نے نرمی سے جواب دیا۔

”تم تو گزروں کے حساب سے بڑھ گئے ہو فیصل! کو کیسے ہو اور وہ تمہاری ماں کہاں

ہے؟“

”آپ مجھے بتائیں گی چھوٹی بیگم صاحبہ؟“

”کیا؟“

”یہی کہ میری ماں کہاں ہیں؟“

”کیا مطلب؟“

”میری ماں کہاں ہے، کون ہے میری ماں؟“ میں نے عابدہ بیگم کو غور سے دیکھتے

ہوئے کہا۔ اس سے قبل کہ عابدہ بیگم کوئی جواب دیتیں کسی طرف سے غزنوی صاحب

نکل آئے۔ ان کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا۔ انگلی کے اشارے سے عابدہ بیگم کو جانے

کا اشارہ کیا اور پھر میری طرف دیکھ کر بولے۔

”آؤ۔“ یہ الفاظ ادا کرنے کے بعد وہ بڑے کمرے کی طرف چل پڑے۔ میں بے

خوفی سے ان کے پیچھے چلتا ہوا بڑے کمرے میں داخل ہوا۔ غزنوی صاحب صوفے پر بیٹھ

گئے، پھر بولے۔ ”کسی اجنبی گھر میں داخلے کے کیا آداب ہوتے ہیں جانئے ہو؟“

”یہ گھر میرے لیے اجنبی تو نہیں ہے۔“ میں نے کہا۔

”ہے تم ایک نوکرائی کے بیٹے ہو، نوکرائی یہاں سے بھاگ گئی ہے اور تم بھی چلے

گئے تھے، اب ہمارا تم سے کیا واسطہ رہ گیا ہے؟“

”آپ درست کہتے ہیں، میں یہاں کچھ پوچھنے آیا تھا۔“

”یہاں آنے کی اجازت کس سے لی تھی تم نے؟“

”میں یہ نہیں جانتا تھا کہ آپ مجھ سے یہ سوال کریں گے۔“

”اس کے بعد تم میری اجازت کے بغیر بڑے دروازے کے اندر قدم نہیں رکھو

گے۔“

”اس کے بعد میں اس عمارت میں..... کبھی نہیں آؤں گا۔“ میں خود پر قابو پا کر

بولا۔

”کیا پوچھنے آئے تھے تم؟..... اور کس سے پوچھنا چاہتے تھے؟“

”میری ماں، میرا باپ کون ہے؟“

”تمہاری ماں وہ عورت تھی جو ہمارے باورچی کے ساتھ چلی گئی اور تمہارے باپ کے بارے میں صرف وہی جانتی تھی اور کوئی نہیں جانتا۔“

”وہ کہتی ہے کہ وہ میری ماں نہیں ہے۔“

غزنوی صاحب مجھے گھورنے لگے، پھر بولے۔ ”کہاں ہے وہ؟“

”اسی شہر میں شاہ زمان کے ساتھ رہتی ہے۔“

”تم بھی اس کے ساتھ رہتے ہو؟“

”نہیں۔“

”ہوں پھر وہ تمہیں کہاں ملی؟“

”میں نے اسے تلاش کر لیا ہے۔“

”اگر وہ کہتی ہے کہ وہ تمہاری ماں نہیں ہے تو اس سلسلے میں ہم کیا کر سکتے ہیں۔“

”آپ مجھے سچ بتا سکتے ہیں۔“

”تمہارا کیا خیال ہے کہ تم ملکہ وکٹوریہ کے بیٹے ہو۔؟“

”غزنوی صاحب! یہ آپ کی چھت ہے اور آپ اس چھت کے نیچے اپنی پسند کے الفاظ کہہ سکتے ہیں لیکن ایک دن میں اپنی چھت کے نیچے آپ کے ان الفاظ کا جواب دوں گا۔..... اسے لکھ لیجئے تاکہ یاد رہے آپ کو۔“

”اوہ بولنا سیکھ گئے ہو۔“ جاؤ..... میں اپنی چھت کے نیچے اور بھی بہت کچھ کر سکتا ہوں مگر..... جاؤ اور اپنے وعدہ کا پاس کرنا۔ دوبارہ اس گیٹ سے داخل نہ ہونا

میں کچھ کہے بغیر واپس پلٹ پڑا۔ آج پہلی بار مجھے احساس ہوا کہ میں غزنور صاحب سے نفرت کرتا ہوں، شدید نفرت..... اور یہ نفرت تو میں بہت پہلے سے کرتا ہوں ان سے، بہت پہلے سے۔ بہر حال میں ان سے ملنے آیا بھی نہیں تھا۔ انا ماں مل جاتیں تو کچھ کام بنتا۔ ذہن و دل اتنے بو جھل ہو گئے تھے کہ دل الٹنے لگا۔ اعضا شل ہوئے جا رہے تھے کوئی بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ اب کیا کروں۔ واپسی کے بجائے ساحل کا رخ کیا جو یہاں سے دور نہیں تھا۔ سمندر کی پر شور لہریں میری طرف کھیلنے لگیں اور میں انہیں غور سے دیکھتا رہا۔ شاید وہ مجھ سے اظہارِ نفرت کر رہی تھیں۔ شاید اپنی نہ سمجھ

میں آواز سے کہہ رہی تھیں کہ خود کو تنہا نہ سمجھو، خود کو بے سہارا نہ سمجھو، ہم جو تمہارے ساتھ ہیں، ہمارے قریب آؤ، ہمیں چھوؤ، ہم تمہارے ساتھ کھیلیں گے۔ میرے ہونٹوں پر تلخ سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ یہ صرف اپنا احساس ہے، اپنے تراشے ہوئے الفاظ ہیں۔

سمندر اپنے معمول کے مطابق ہے۔ یہ تحریک اس کی ساخت کا عمل ہے، لہریں تو ساحل پر آتی ہی رہتی ہیں، وہ کسی سے کچھ نہیں کہتیں۔ ایک بے ہنگم شور سے اپنے جذبات کی مطابقت سے کچھ الفاظ تراش لینا اپنے آپ کو دھوکا دینے کے مترادف ہے، ان ساری آوازوں میں کوئی حقیقت نہیں اور جہاں تک رہا تنہائی کا معاملہ تو میں دوستوں سے محروم نہیں ہوں۔ کم از کم تین افراد ایسے ہیں اس کائنات میں جن پر بھروسہ کیا جاسکتا ہے۔ الیاس بھائی، بھالی..... اور نازاں باجی۔ جنہوں نے مجھ جیسے ناہموار پتھر کو تراشا ہے اور مجھے اس دنیا کے بارے میں اتنی تفصیلات بتا دی ہیں کہ اب یہ کائنات میرے لیے اجنبی نہیں ہے۔ میں جانتا ہوں کہ سمندر کا شور میرے لیے کیا معنی رکھتا ہے، میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اس دنیا میں رشتوں اور محبتوں کی تخلیق کس طرح ہوئی ہے، میں یہ نہیں جانتا کہ میری عمر اس تمام جانکاری کی مستعمل ہو سکتی ہے یا نہیں۔ تاہم یہ ضرور میں جانتا ہوں کہ ان جذباتی قصوں سے کچھ نہیں ملے گا۔ حقیقتوں کی چھان بین کے عمل کے لیے انسان کو الگ سے سوچنا پڑتا ہے اور کوئی بھی جذباتی لمحہ کسی عمل کے لیے بے مقصد ہی ثابت ہوتا ہے، اس سے کچھ نہیں ملے گا۔ تجزیہ..... اور صرف تجزیہ۔ حقیقتوں کو گہرائی کی نگاہ سے دیکھنا اور پھر انہی کے مطابق عمل کرنا، یہ سوچ کر خاموش نہ بیٹھ جانا کہ آنے والا وقت خود اپنی تشریح کرے گا۔ یہ سب کچھ نہیں ہونا چاہیے۔ بلکہ جس طرح سمندر کی یہ لہریں اپنے عمل کی جانب گامزن ہیں اور ایک ہی قسم کا کام کرتی ہیں اسی طرح اپنی جدوجہد کو بھی جاری رہنا چاہیے۔ لہروں کا کوئی مقصد ہو یا نہ ہو لیکن میری تحریک بے مقصد نہ ہوگی۔ ایک بار پھر ساحل کی ریت پر نقش و نگار بنا کر اپنی زندگی کے زاویے تلاش کرنے لگا۔

کوئی بھی یہ بات نہیں بتاتا کہ میرے اصل ماں باپ کون ہیں۔ کیوں نہیں بتاتے تھے یہ لوگ مجھے اس بارے میں، یہ میں نہیں جانتا تھا۔ بہر طور کیا یہ ضروری ہے کہ جو چیز

میری مٹھی سے باہر ہے، میں اسے اپنی گرفت میں لینے کے لیے اپنی زندگی کے دوسرے معمولات کو بھول جاؤں اور صرف ایک بوجھ ہی ذہن پر طاری کر لوں کہ میں کس کی اولاد ہوں، کیا اس طرح عملی دنیا میں کچھ قدم آگے بڑھائے جاسکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ نازاں باجی کی دی ہوئی تعلیم، ان کی پڑھائی کتابیں اور تھوڑے عرصے الیاس بھائی کے ساتھ جو کام کیا، اس سے علم میں آنے والے مختلف واقعات اس بات کا مظہر تھے کہ دنیا میں بہت سے کھیل ہوتے ہیں اور ہر ذی روح کو مشکل مرحلوں سے گزرنا ہوتا ہے اور وہی زندگی ہوتی ہے۔ کیونکہ موت کی کوئی آرزو میرے سینے میں نہیں ہے،..... مرنا نہیں چاہتا تو پھر زندگی کے لیے جدوجہد کرنا ضروری ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سی شخصیت ہے جس کی نگاہوں میں میری بھی اہمیت ہے، مجھ جیسے ناکارہ انسان کی۔ جس نے ابھی تک اس دنیا میں کوئی کام نہیں کیا۔ کھوج تو..... لگاتا ہے اس کا اور یہ کام بے حد ضروری بھی ہے لیکن اپنے طور پر سب سے پہلا کام یہی کرنا ہے کہ کہیں نہ کہیں سے زندگی کا آغاز پھر سے کیا جائے اور زندگی کا صحیح آغاز تو وہ ہوگا، جب میں اپنے پر اعتماد قدم کہیں رکھوں گا اور وہاں سے اپنے آپ کو شروع کروں گا۔ ساحل پر بیٹھے بیٹھے نہ جانے کتنے منصوبے میں نے اپنے ذہن میں بنائے اور سب سے پہلی بات پر میں جو اپنے آپ سے متفق ہوا۔ وہ یہ تھی کہ اب ماں باپ کی تلاش کا سلسلہ ترک کر دیا جائے۔ پہلے زندگی کو ایک نہج پر لانا اور ایک مقام کا تعین کر لینا ضروری ہے۔ باقی وقت ملا تو اس سلسلے میں بھی کام کر لیا جائے گا۔ شاید لوگ یہ سوچتے ہوں گے کہ میں ماں باپ کی تلاش میں بھٹکتا ہوا اور اپنی شناخت کی تلاش میں سرگرداں رہ کر کسی ٹھوس عمل سے دور رہ جاؤں گا۔ ہو سکتا ہے یہی ان کا منصوبہ ہو، ویسے بات یہی..... مزے دار ہے کہ ان کی ساری منصوبہ بندیوں کو ناکام بنایا جائے۔

میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ بگڑی ہوئی شکل کا خطرناک آدمی تھا۔ مجھے حیرت ہوئی۔ میں نے تعجب سے کہا۔ ”بیٹھا ہوا ہوں، کیوں؟“

”بہت دیر سے تو یہاں بیٹھا لڑکیوں کو گھور رہا ہے۔“ اس نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور میری نگاہیں اس جانب اٹھ گئیں۔

کچھ رنگین لباس نظر آئے تھے جو پانی میں اٹھیلیاں کر رہے تھے۔ میں نے تلخ نگاہوں سے گھورتے ہوئے کہا۔ ”نہیں، تمہارے متوجہ کرنے پر میں نے اس جانب دیکھا ہے، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔“

”بڑا شریف زادہ ہے تو۔“ دوسرے آدمی نے کہا۔

”ہوں تو سہی، تمہیں اعتراض ہے۔“ میں نے اپنی جگہ سے کھڑے ہو کر کہا۔

”زبان درازی کرتا ہے۔“ ان میں سے تیسرے نے ایک زور دار گھونسا میرے جڑے پر رسید کر دیا۔ یہ سوچنے میں مجھے کوئی دقت نہ ہوئی کہ وہ لوگ مجھ سے زبردستی کا جھگڑا مول لینا چاہتے ہیں اور اب فیصلہ کرنا تھا کہ کیا ہونا چاہیے۔ میں نے چاروں طرف دیکھا۔ وہ اس انداز میں میرے چاروں طرف کھڑے ہو گئے تھے، جیسے مجھے بھاگنے کا موقع نہ دینا چاہتے ہوں۔

میں نے ان سے کہا۔ ”دوستو! دل میں کیا ہے؟“

”بہت زیادہ بننے کی کوشش کر رہا ہے، چار دن کا چھو کر اور انداز گفتگو دیکھو۔“

”مار کھانا چاہتے ہو میرے ہاتھوں سے؟“ میں نے کہا اور اس بات پر وہ چاروں ہی چڑ گئے۔ چنانچہ ان چاروں نے مجھ پر یلغار کی تھی۔ میں انتہائی پھرتی سے ان کے زرعے سے نکل گیا لیکن عقب سے آنے والے پانچویں آدمی نے میری پنڈلی پر ایک زور دار ٹھوکر لگائی اور اس ٹھوکر نے مجھے لنگڑا دیا۔ دوسرے لمحے ان میں سے ایک کا ہاتھ میری گمڈی پر پڑا اور میں زمین پر گر پڑا۔ یہ پیچھے سے آنے والا بھی ان کا ساتھی ہی تھا لیکن میں ان سے خوف زدہ نہ ہوا۔ زمین پر لیٹ کر میں نے دونوں لاتوں کو چلایا اور یہ لاتیں کافی کارگر ہوئیں۔ ان میں سے دو تو اپنے پیٹ پکڑے ہوئے پیچھے ہٹ گئے تھے۔ میں نے ہاتھ ایک کو نکالے اور دونوں پاؤں بالکل ہی اٹھا کر عقب میں کھڑے ہوئے ایک آدمی کے منہ پر مارے لیکن ابھی سیدھا نہیں ہوا تھا..... کہ سامنے سے آکر ایک نے میرے پاؤں

”اچھی لکھی ہوئی کتاب ہے۔“

”آؤ آؤ“ تمہارا چوٹ لگا ہے، اب خون بھی نکلتا پڑا ہے، چلو میں تمہارے کو ڈاکٹر کا پاس لے چلوں۔“

”نہیں خان صاحب شکریہ۔“

”اے خدائی خوار دیکھو، یہ شکریہ نکریہ جو ہوتا ہے نا، یہ دوسرے کو ذلیل کرنے کے لیے ہوتا ہے۔ میں تمہارا دوست ہے، تم میرے کو ذلیل کرتا ہے۔“

”نہیں خان صاحب، ایسی کوئی بات نہیں۔“

”تو پھر آؤ بیٹھو میرے ساتھ گاڑی میں۔“ خان صاحب نے کہا اور میں بلاوجہ ہی آگے بڑھ کر ان کے ساتھ جیپ میں بیٹھ گیا۔

”تم ان لوگ کو پہچانتا ہے، ابی ہم ان کا پولیس میں رپورٹ کرائے گا، سب کو پکڑوائے گا۔“

”نہیں خان صاحب! میں کسی کو نہیں پہچانتا، بس یہاں بیٹھا ہوا تھا کہ یہ زبردستی مجھ پر نازل ہو گئے۔“

”ابی یہ دوبارہ نظر آئے گا تو ہم ان کو گولی مارے گا“ خدا قسم چھوڑے گا نہیں۔“

خان صاحب نے کہا اور میں نے ممنون نگاہوں سے اس بلاوجہ احسان کرنے والے کو دیکھا۔ خان صاحب نے کہا۔

”الی بتاؤ کد رکدر چوٹ لگا“ میں ڈاکٹر کے پاس لے چلتی۔“

”خان صاحب! کوئی ایسی چوٹ نہیں لگی ہے، جس کے لیے مجھے ڈاکٹر تک جانا پڑے۔ سب گھونسوں اور لاتوں سے مار رہے تھے وہ لوگ، یہ ذرا سا خون نکل آیا ہے شاید ہونٹ کٹ گیا ہے اور کوئی بات نہیں ہے۔“

”ابی خوادر آؤ چائے پلائے تمہارے کو۔“ خان صاحب نے کہا اور اس کے بعد مجھے لیے ہوئے پلے لینڈ ہوٹل میں پہنچ گئے۔ اس دوران میں نے اپنا خون صاف کر لیا تھا۔ بدن پر تھوڑی بہت ریت بھی پڑ گئی تھی جسے میں نے صاف کر لیا۔ خان صاحب نے

پکڑ لیے اور مجھے الٹا کر دیا۔ پانچ آدمی مجھ سے بیک وقت لڑ رہے تھے۔ اب اتنا سپر مین بھی نہیں تھا کہ میں ان پانچوں کو زیر کر لیتا۔ تاہم اس تنہا آدمی کی حیثیت سے ان سے مقابلہ کرنے لگا۔ جو زیادہ مشکلات میں گھر کر نڈر ہو جاتا ہے، پھر ان میں سے ایک نے میرے سر پر ایک زوردار ضرب لگائی اور میں چکرا کر گرا..... لیکن زمین پر گرنے کی بجائے میں سیدھا کھڑا ہو گیا تھا۔ میرے اندر جوش و جنون نے میری ہر تکلیف کو دور کر دیا تھا۔ وہ لوگ چونک سے پڑے۔ دفعتاً ہی میں نے ان میں سے ایک کے پیٹ میں لات رسید کی اور پھر میرا زوردار گھونسا ان میں سے دوسرے کے جڑے پر پڑا۔ دو افراد جو میرے بالکل قریب تھے، میں نے ان کے بال پکڑ کر ان کے سر آپس میں ٹکرا دیے اور ان چاروں کی حالت خراب ہو گئی۔ تھوڑے فاصلے پر میں ایک جیپ آتے دیکھ رہا تھا۔ جو ہماری طرف بڑھتی چلی آ رہی تھی۔ پانچواں آدمی میرے عقب میں پہنچا لیکن میں اس سے بھی غافل نہیں تھا۔ جو نہی میں نے محسوس کیا کہ وہ میری پشت سے بالکل قریب ہے، میں نے اپنا سر بالکل پیچھے کیا اور میرا سر اس کی ٹھوڑی پر لگا۔ اس کے حلق سے ایک آواز نکل گئی تھی۔ پھر ان پانچوں نے کچکا کر مجھ پر حملہ کیا اور تقریباً پانچوں ہی نے مجھے جکڑ لیا۔

جو جیب قریب آئی تھی اس سے ایک کیم شمیم قد آور آدمی نیچے اتر ا اور اس نے غرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ ”او خنزیر کا بچہ! او کتے کا ختم‘ پانچ پانچ آدمی ایک بچے سے لڑتا پڑا‘ ٹھہر میں تمہارا چٹنی بناتا‘ ابی ہٹو پیچھے‘ ورنہ خدا کا قسم‘ تم پانچوں کو گولی مار دے گا۔“

کیم شمیم آدمی نے جیب سے ریو الور نکال لیا اور ریو الور دیکھتے ہی وہ پانچوں سر پر پیر رکھ کر بھاگ گئے۔ کیم شمیم آدمی نے خونی نگاہوں سے انہیں دیکھتے ہوئے کہا۔ ”کتے کا بچہ‘ اکیلے آدمی کو مارتا ہے‘ او جوان‘ او خاناں‘ تو نے ان سب کا خانہ خراب کر دیا‘ ابی میں تیرے کو ان سے لڑتے ہوئے دیکھتا تھا۔ خدا کا قسم‘ مرد کا بچہ معلوم ہوتی ہے۔“ آنے والا پٹھان تھا اور بگڑی ہوئی اردو بول رہا تھا۔ سرخ و سفید چہرے کا مالک‘ بڑی بڑی روشن آنکھیں‘ واسکٹ اور شلوار قمیص میں ملبوس وہ دیو قامت نظر آتا تھا۔ میں بھاگنے والوں کو دیکھتا رہا۔ خان نے آگے بڑھ کر میرے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

”کس مرد کا بچہ ہے تو؟ کیا نام ہے تیرا؟“

”فیصل ہے میرا نام خان صاحب۔“

میرے لیے کرسی گھسیٹی اور میں بیٹھ گیا۔ خان صاحب خود بھی بیٹھ گئے اور پھر انھوں نے ویٹر کو بلا کر کہا۔

”خو چائے لاؤ اور چائے کے ساتھ دوسرا چیز بھی لاؤ۔ ابی ہمارا بائی کا خاطر کرو۔“

ویٹر گردن جھکا کر چلا گیا۔

چائے دیگر لوازمات کے ساتھ آگئی۔ ”کاؤ، کاؤ..... یہ سب کاؤ، یہ سب تمہارے کو ختم کرتا ہے۔ میں نے ابھی تھوڑی دیر پہلے روٹی کھایا۔“ خان صاحب نے کہا اور چائے کے برتن اپنے سامنے گھسیٹ کر چائے بنانے لگے۔ بہر حال میں نے ان کی خواہش پر ایک ہیٹیز نکال لی اور ابے کھانے لگا۔

”کدو رہتا برادر؟“

”بس خان صاحب ایک ہوٹل میں رہتا ہوں۔“ میں نے جواب دیا۔

”ہوٹل میں کدو، بار سے آیا، ٹورسٹ ہے۔“ خان صاحب نے سوال کیا اور میں

”ہاں ٹورسٹ ہوں لیکن اس پوری دنیا کا اپنے شہر کا، اپنے ملک کا۔“

”دیکھو بائی خان کا دماغ موٹا ہوتا ہے، ابی گہرا گہرا بات نہیں سمجھ سکتا صاف بولو۔“

”آپ نے بات ہی اتنی دلچسپ کہہ دی خان صاحب، آپ نے کہا میں ٹورسٹ

ہوں، یہ سچ ہے کہ میں ٹورسٹ ہی ہوں“ جگہ جگہ کی سیاحت کر رہا ہوں لیکن ابھی اپنے شہر ہی میں۔“

”ہوٹل میں کائے کو رہتا؟“

”اس لیے کہ کوئی گھر نہیں ہے۔“

==☆☆☆==

”او خدائی خوار ابی تو تمہارا عمر بھی بہت چھوٹا ہے، ماں باپ کدو رہے تمہارا؟“

”نہیں ہے خان صاحب۔“

”اؤئے چاچا، اب ام سمجھا..... کیا کام کرتا ہے؟“

”ابھی کوئی کام بھی نہیں کرتا۔“

”ہوں“ ایک بات بولے تم سے؟

”میرا ایک چوٹا بھائی تا ابی ملک میں رہتا تھا اس کو شیر نے ہلاک کر دیا، وہ مر گیا اور

تمہارا عمر اس کا برابر ہے اور میں تمہارے کو چوٹا بھائی بولا تم میرے کو بڑا بھائی بولے گا۔“

”میں آپ کو بڑا بھائی بول چکا ہوں خان صاحب۔“

”دیکھو، ام پٹان لوگ ہے امارے ہاں ایک قاعدہ ہوتا ہے برادر، وہ یہ کہ جو زبان

سے بولتا ہے وہ کر کے دکھاتا ہے۔ ابی تم میرے کو بڑا بھائی بولا اگر اس سے گردن موڑا تو

میں تمہارا گردن توڑ دے گی، سمجھا؟“

میں ہنس پڑا تھا۔ میں نے کہا۔ ”نہیں خان صاحب، آپ نے میرے اوپر احسان

بھی کیا ہے، مجھے ان لوگوں سے بچایا بھی ہے، آپ کو میں ایک بڑے بھائی کا درجہ دے

سکتا ہوں۔“

”اور ام تم کو چوٹا بھائی بولا برادر بولا اور برادر جب بے سہارا ہو تو بڑے بائی سے بڑا

سہارا اور کوئی نہیں ہوتا اس کا انکار کرے گا تم.....؟“

”میں سمجھا نہیں خان صاحب۔“

”تم امارا ساتھ رہے گا۔ امارا ڈیرہ ہے بلیر میں، یہاں سے واپس چلتے ہوئے ام ہوٹل سے تمارا سامان لے لے گا اگر کوئی کام نہیں کرتا تو اور اللہ کا فضل ہے۔ بہت سا بس ہے بہت سا گاڑی ہے، تم امارے ساتھ ان سب کا نگرانی کرے گا۔“

”آپ عجیب نہیں ہے خان صاحب، ساحل سمندر پر پڑے ہوئے ایک پتھر کو اٹھا کر اپنے گھر لے جا رہے ہیں، جس میں کوئی خوبی نہیں ہے۔“

”خوچہ انسان اور پتھر میں فرق اوتا اے، بانی کیسا بات بولتا یار میں پتھر کو نہیں اٹھا کر لے جاتی ایک مرد کا بچے کو اٹھا لے جاتی جو پانچ آدمیوں کو تڑتڑ کر کے مارتی، اسے سمجھا ابی یار بلا وجہ میرے کو بوت سارا علم مت سکاؤ، بس تم میرے ساتھ چلو۔“

بات کچھ عجیب اور فطرت انسانی سے ہٹی ہوئی تھی۔ پانچ آدمیوں کو کسی ایک پر ظلم کرتے دیکھ کر ترس آسکتا ہے کوئی غیور انسان اس کی مدد کر سکتا ہے لیکن اس کے بعد اسے اتنی بڑی پیش کش کرنا کچھ عجیب ہی سا لگتا تھا۔ میں ایک لمحے تک کش مکش کا شکار رہا اور دوسرے لمحے میرے ذہن میں ایک اور تصور ابھرا دو باتیں تھیں۔ ایک یہ سادہ دین انسان جو کچھ کہہ رہا ہے، اس کا تعلق انسانیت کی سچائیوں اور گہرائیوں سے ہے تو ان کی بات مان لینے میں مجھے فوری فائدہ یہ تھا کہ ایک ٹھکانا بھی مل رہا تھا اور ہو سکتا ہے کوئی ایسا کام بھی مل جائے جو میرے لیے کر لینا ممکن ہو اور فی الحال مجھے ہر قیمت پر ایک ٹھکانہ اور روزگار درکار تھا تاکہ میری کچھ آمدنی ہو اور آگے بڑھنے کا موقع مل سکے۔ اس کے ساتھ ساتھ دوسری بات یہ بھی تھی کہ اگر اس خان کی مجھ پر توجہ کسی مقصد کے تحت ہے تو وہ مقصد بھی سامنے آجائے گا اور پھر بہت زیادہ احتیاط، بہت زیادہ حمایت کی نشانی ہوتی ہے۔ یہ الفاظ کسی مفکر کے تھے جو نازاں باجی نے مجھے پڑھائے تھے پھر کچھ دیر کے بعد میں اس کے ساتھ اس کی جیب میں بیٹھ کر چل پڑا۔ کلفٹن کا علاقہ عبور کرنے کے بعد ہم نگار ہوٹل پہنچے۔ یہاں سے میں نے اپنا سامان ساتھ لیا اور ایک بار پھر خان کے ساتھ جیب میں آبیٹھا۔ راستے میں خان نے صدر سے کچھ خریداری کی اور اس کے بعد ایک لمبا فاصلہ طے کر کے بلیر کے ایک ایسے علاقے میں پہنچ گیا جہاں باغات وغیرہ پھیلے ہوئے تھے۔ ایک سرسبز جگہ خان کا ڈیرہ تھا یہاں چند ٹرک کھڑے ہوئے تھے۔ ایک دو میکینک ٹرکوں کے نیچے گھسے ہوئے کام کر رہے تھے۔ اسپر پارٹس وغیرہ بکھرے ہوئے تھے۔ ڈیرہ خاص قسم کا

بنا ہوا تھا۔ بڑا سادہ سیع احاطہ اور اس کے بعد اندرونی حصہ جہاں کمرے بنائے گئے تھے، احاطے میں کچھ اور لوگ بھی موجود تھے جو پٹھان ہی تھے۔ رستم خان کے سامنے سب مودب ہو گئے۔

رستم خان میری کلائی اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے تھا۔ صحن میں کھڑے ہو کر اس نے کہا۔ ”بائی لوگ سنو! یہ فیصل ہے اپنا چوٹا بائی اور اپنا چوٹا بائی تم لوگ کلابی بائی کیا سمجھا“ اس کا خیال کرنا۔ خدا قسم اس کو شکایت نہیں ہونا چاہیے۔ ”رستم خان نے کہا اور اس کے بعد مجھے ساتھ لیے ہوئے اندرونی حصے میں پہنچ گیا پھر اس نے ایک کمرے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ ”دیکھو فیصل اوہ تمارا کمرہ ہے، ابی ہم تمارا آرام کا بندوبست کرے گا، جو چیز تم کو چاہیے گا وہ ام دے گا۔ بعد میں تم کو بولے گا کہ تم کو امارے ساتھ کیا کام کرنا ہے۔“

میں نے ٹھنڈی سانس لے کر گردن ہلا دی تھی۔ ڈیفنس سے بلیر تک کا یہ فاصلہ راجن جن مراحل سے گزر کر طے ہوا تھا وہ ناقابل فراموش تھے۔ بے چارے پیرد سے کہہ کر آیا تھا کہ کچھ وقت اس کے ساتھ گزار دوں گا لیکن ایک تجربہ اور ہوا تھا، زبان لے نکل ہوئی بات پائیدار نہیں ہوتی۔ بہت سے فیصلے تقدیر کرتی ہے سوائے چند فیصلوں کے جو خود کیے جاتے ہیں، باقی سب تقدیر ہی کا کام ہوتا ہے۔ جس کمرے میں مجھے منتقل کیا گیا وہ کشادہ تھا۔ وہاں ایک بستر بھی پڑا ہوا تھا اور ضروریات زندگی کی کچھ دوسری اشیاء بھی، میں نے کمرے کی صفائی وغیرہ کی اور اس کے بعد وہاں سے باہر نکل آیا۔ لوگ مختلف کاموں میں مصروف تھے۔ رستم خان نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں احاطے سے باہر نکل کر ٹرکوں وغیرہ کا جائزہ لینے لگا۔ میکینک بدستور کاموں میں مصروف تھے اور سب لوگ ادھر سے ادھر آ جا رہے تھے۔ ان میں سے ایک خان نے مجھے اشارہ کیا اور میں اس کے قریب پہنچ گیا..... خان کے پاس نیلے رنگ کی ایک کیتلی میں چائے رکھی ہوئی تھی اور چھوٹی چھوٹی کچھ پیالیاں بھی تھیں۔ اس نے مجھے جلدی سے ایک کرسی لا کر بیٹھنے کی پیش کش کی اور بولا۔

”کوچہ بیو فیصل خان چینگ پیو۔“

میں نے اعتراض نہیں کیا تھا۔ چائے کی ایک پیالی پینے کے بعد میں نے اس سے

جانتا تھا۔

صبح کو جاگا تو اڈے کے باہر کچھ غیر معمولی گہما گہمی نظر آئی باہر نکل کر دیکھا تو بارہ تیرہ ٹرک کھڑے ہوئے تھے اور ان کے گرد ان کا اسٹاف موجود تھا۔ رستم خان بھی نظر آیا تھا۔ وہ ان سب کو ہدایات دے رہا تھا۔ اس نے مجھے دیکھا اور پھر ہاتھ ہلا کر بولا۔

”اڈے فیصل خان اور آجاؤ۔“ میں اس کے پاس پہنچ گیا تو رستم خان نے مجھے ٹرکوں کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ ”ابھی یہ سب امرا ٹرک ہے اور یہ لوڈنگ کر کے اور سے پشاور پنڈی فیصل آباد اور دوسرے شہروں میں جائے گا یہ اور ہمارا ڈیرہ ہے رات کو جو ٹرک آجاتا ہے اور خالی ہو جاتا ہے وہ اور آجاتا ہے حساب کتاب کرتا ہے اور اس کے بعد لوڈنگ پر چلا جاتا ہے۔ سنو فیصل! ام تمہارے کو کچھ کام دے گا ابی تمہیں ان کام کا نگرانی کرنا ہوگا۔“

”میں تو دل سے یہی چاہتا ہوں کہ مجھے کوئی کام دیا جائے۔“

”اویار چری تلے دم تو لو ابی تمہارے کو کام دیں گے پہلے تم یہ بتاؤ تھوڑا پڑا ہے تم؟“ میرا مطلب ہے حساب کتاب کر سکتا ہے؟“

”اچھی طرح خان صاحب۔“

”زندہ باد پیر ایسا کرو“ ابی ایک ٹرک میں بیٹ جاؤ اڈے پر چلتا اے اور بھی امارا بوت بڑا دفتر ہے اور جا کر تم ان ٹرکوں پر لوڈنگ کا حساب کرنا۔ دوسرا آدمی بھی کام کرتا اے پر جو کام ام تم کو دے گا وہ الگ کام ہوگا۔“

میں خلوص دل سے تیار ہو گیا، ناشتہ کیا گیا اور اس کے بعد میں ایک ٹرک میں بیٹھ کر ٹرکوں کے اڈے پر پہنچ گیا۔ بڑا رش تھا یہاں سامان کے انبار لگے تھے۔ رستم خان نے مجھے بتایا کہ جو سامان ٹرک پر لوڈ کیا جائے اس کی ایک فہرست کاغذات کے مطابق تیار کر لی جائے اس نے ایک آدمی کو میرے سپرد کیا جو مجھے یہ فہرست سکھانے لگا ہر جگہ کے ٹرک کا سامان الگ الگ تھا اور ان ٹرکوں پر لوڈ ہونے والے تمام سامان کی تفصیلات کمپنیوں کے نام کے ساتھ ان کاغذات میں درج کرنا ہوتی تھی۔ میرے لیے یہ کام بالکل مشکل ثابت نہ ہوا اور میں برق رفتاری سے یہ سارا کام کرانے لگا مزدور سامان اٹھا اٹھا کر ٹرک میں لوڈ کرتے جا رہے تھے اور میں ان کی تمام تر تفصیلات بناتا جا رہا تھا۔ جب پانچ ٹرک لوڈ ہو چکے

پوچھا۔ ”تم سب لوگ رستم خان کے آدمی ہو؟“

”ہاں ہم سب اور رہتا میرا نام غلام خان ہے اور سارا لوگ کا نام تم کو بتائے گا۔“ رستم خان تمہیں بائی بولی ہم بھی تمہارا بائی ہے ابی تم کو اور کوئی چیز کی ضرورت ہو فیصل بائی تو امارے کو بے دھڑک بولو۔“

”رستم خان شاید کہیں چلا گیا ہے؟“

”ہاں وہ مصروف رہتا ہے۔“ خان نے جواب دیا۔ بہر طور شام تک رستم خان واپس نہیں آیا تھا۔ رات کو اس وقت جب مغرب کی اذان ہوئی تو سارے کام بند ہو گئے اور لوگ اپنے اپنے لباس وغیرہ تبدیل کر کے احاطے میں جمع ہو گئے۔ اجتماعی چائے کی محفل چلی اور وہ لوگ ہنسی مذاق کرتے رہے۔ ایک ٹیپ ریکارڈر پر پشتو لوک دھن کا کیسٹ لگا دیا گیا اور دو آدمی رقص کرنے لگے اچھی خاصی ہلے گلے کی محفل ہو گئی تھی۔ میں بھی ان کے درمیان بیٹھا ہوا تھا اور مجھے ذرا بھی اجنبیت کا احساس نہیں ہو رہا تھا یہ سارے کے سارے لوگ تو واقعی بہت اچھے معلوم ہو رہے تھے۔ رات کو نو ساڑھے نو بجے تک یہ ہنگامہ خیریاں جاری رہیں اور اس کے بعد کھانا تقسیم ہو گیا۔ کھانا بھی شاید یہاں اجتماعی طور پر ہی ہوتا تھا۔ سولہ سترہ افراد تھے۔ سب نے وہیں احاطے کے اندر زمین پر دری وغیرہ بچھائی اور موٹی موٹی پیلی روٹیاں اور بھنا ہوا گوشت مع پیاز کے تقسیم ہو گیا اور سب لوگ کھانے میں مصروف ہو گئے۔ بہر حال زندگی کی یہ تبدیلی مجھے بھی بہت خوشگوار لگی تھی۔ کھانے وغیرہ سے فراغت حاصل کرنے کے بعد سب منتشر ہو گئے۔ ان سب کے اپنے اپنے ٹھکانے تھے مجھے جو کمرہ بتا دیا گیا تھا میں اسی میں آ گیا اور یہ رات پچھلے دنوں کی نسبت کافی پرسکون گزری البتہ کچھ لوگ یاد آئے غزنوی صاحب کا طرز گفتگو یاد آیا۔ میں نے کچھ لوگوں کے جو قرض اپنے آپ پر لے لیے تھے ان میں نمبر ایک تو وہ اے ایس آئی تھا جس نے مجھے گالیاں بکی تھیں اور جس سے میں نے کہا تھا کہ اسے ان گالیوں کا حساب دینا ہوگا۔ نمبر دو غزنوی صاحب تھے جن سے میں نے کہا تھا کہ میں اپنی چھت کے نیچے ان کے سامنے اپنے پسندیدہ الفاظ ادا کروں گا اور بھی کچھ کردار تھے جن کے ساتھ اچھے برے واقعات میرے ذہن میں جمع ہو گئے تھے۔ غرضیکہ زندگی ابھی بے ترتیب تھی اور اس کی ترتیب کرنے کے لیے مجھے کیسی کیسی مشکلات سے گزرنا تھا یہ میں اچھی طرح

”بھابی کا دیو بول رہا ہے۔“

”فیصل! بھابی کی آواز کی لرزش فون پر بھی نمایاں تھی۔“

”خیریت ہے نا بھابی؟“

”ہاں، تم بتاؤ، کہاں سے بول رہے ہو، خیریت سے تو ہونا؟“

”بالکل ٹھیک ہوں، نازاں باجی اور بھائی جان کے بارے میں بتائیے۔“

”سب ٹھیک ہیں، اتنے دن فون کیوں نہ کیا؟“

”بس بھابی مناسب نہیں سمجھا تھا۔ بات میری نہیں آپ کی ہے وہ گھر میرا، میرے

لیے بہت مقدس ہے بھابی، میں اسے ہر میلی نگاہ سے پاک رکھنا چاہتا ہوں اور اس وقت

ری اس سے زیادہ سے زیادہ دوری ہی مناسب ہے۔“

”ہم بہت زخمی ہیں فیصل، تمہاری یاد ایک لمحہ بھی ساتھ نہیں چھوڑتی، ہمیں اپنی

بے بسی پر غصہ آتا ہے۔“

”بے بسی کے کچھ لمحات ہوتے ہیں بھابی۔ آنے والا کل ان لوگوں کے لیے بے بسی

کے لمحات لائے گا جو آج ہماری..... بے بسی کا باعث ہیں۔“

”کوئی مشکل تو درپیش نہیں ہے تمہیں؟“

”ذرا برابر نہیں۔“

”پیسے تو ختم ہو گئے ہوں گے؟“

”نہیں کچھ زیادہ ہی ہو گئے ہیں، کام کر رہا ہوں میں۔“

”کیا کام کر رہے ہو؟“

”کوئی ایسا کام نہیں جو گھٹیا ہو۔“

”تمہارے بھائی جان کئی بار تمہاری تلاش میں ایسی جگہوں پر گئے ہیں جہاں گاڑیاں

غیر دھوئی جاتی ہیں، تم وہاں نہیں ملے۔“

”وہ پرانی بات ہے بھابی۔ نازاں باجی نے مختصر سے وقت میں جو خزانہ میرے سینے

میں دفن کر دیا ہے اسے میں تمام عمر خرچ کر سکتا ہوں۔ میری مستقبل کی معمار سے کہہ

دیجئے گا اس کا خزانہ میں اتنا وسیع کر دوں گا کہ اس کے گرد روشنیوں کے سوا اور کچھ نہ

ہوگا، کوئی اور بات تو نہیں ہوئی؟“

تو رستم خان نے مجھ سے وہ فہرست طلب کی اور اسے دیکھتا ہوا بولا۔

”او خدائی خار تم تو بڑے کام کا آدمی نکلا، ہم کو تو ٹرینڈ آدمی مل گیا۔ ابی امارے کو

ایسا ایک آدمی کا سخت ضرورت تھا۔ اب تو تم سمجھ لو کہ تم کام کا آدمی ہے اور اور مفت

خوری نہیں کرتا۔“

”ہاں رستم خان! میں مفت خوری کرنا بھی نہیں چاہتا۔“

”اوئے کوئی مرد کا بچہ مفت خوری نہیں کرتا۔ ابی تم دیکھو ہم تم کو کیا سے کیا بتا دیتا

ہے۔“ رستم خان نے ہنستے ہوئے کہا۔

”تم جو کام بھی میرے سپرد کرو گے میں اسے اچھی طرح سرانجام دوں گا۔“

”میرے کو یقین ہے یارا، میں نے تیرے کو دیکھ لیا، ابی ایک بات بولوں، تیرے کو

گاڑی چلانا آتا۔“

”زیادہ نہیں۔“

”کوئی بات نہیں سیکھ جائے گا اور تیرے کو دوسرا بات بولے۔ یارا! تو میرے کو

رستم خان نہیں، ”بائی جان بول خدا کا قسم میرے کو بہت اچھا لگے گا۔“

”ٹھیک ہے، میں آج سے تمہیں بھائی جان کہو گا۔“ میں نے کہا اور رستم خان

مسکراتے لگا۔

زندگی کا یہ نیا رنگ غیر دلچسپ نہیں تھا۔ رستم خان کا ذریعہ، میرا معمول جو مجھے پسند

تھا یہاں کی سادہ سادہ زندگی، یہ سب کچھ بہترین تھا۔ کوئی ایسی بات نہ ہوئی تھی جو باعث

پریشان ہوتی۔ دن بھر مصروف رہنے کے بعد ناچ رنگ کی محفل ہوتی۔

نو دن گزر گئے مگر میں نے زندگی کے اسی رنگ کو آخری نہیں سمجھ لیا تھا۔ میرا نام

فیصل تھا اور میری زندگی کا مقصد کچھ اور۔ اس مقصد کو فراموش نہیں کر سکتا تھا، البتہ اب

کوئی میرا تعاقب نہیں کرتا تھا۔ اور کوئی خاص بات بھی نہیں تھی۔ دسویں دن میں رستم

خان کے آفس میں بیٹھا تھا۔ چار ٹرک لوڈ ہو کر جا چکے تھے اور کوئی ٹرک اس وقت نہیں

تھا۔ مجھے سامنے فون رکھا نظر آیا تو مجھے الیاس بھائی یاد آ گئے اور میں نے فون آگے گھسیٹ

لیا۔ نمبر ڈائل کر کے ریسیور کان سے لگا لیا۔

”ہیلو۔“ دوسری طرف سے بھابی کی آواز سنائی دی۔

”نہیں بالکل نہیں۔“

”ویری گڈ، گویا ہمارے دشمن مطمئن ہیں۔“

”خدا جانے کب آؤ گے؟“

”آج بھی آسکتا ہوں۔ لیکن کچھ انتظار کر لیں بھابی۔“

”بول کہاں سے رہے ہو؟“

”ملوں گا تو بتاؤں گا۔“

”کسی طرح موقع نکال کر آ جاؤ، چاہے تھوڑی دیر کے لیے سہی۔“

”کل آٹھ بجے آؤں گا۔“

”انتظار کریں گے ہم لوگ۔“

”اوکے بھابی، ضرور آؤں گا لیکن دیواروں کے راستے۔ ابھی ان دیواروں کو قائم

رہنا چاہیے۔“ میں نے سلام کر کے فون بند کر دیا۔ بھابی سے گفتگو کر کے دل کو بڑا سکون

محسوس ہوا تھا۔ بہر حال وہ دن گزارا، شام کے معمولات جوں کے توں تھے یہاں سبھی سے

دوستی ہو گئی تھی۔ ویسے بھی سب اچھے لوگ تھے۔ ہنس مکھ، خوش مزاج، مالی طور پر مطمئن

اور پھر چونکہ رستم خان نے مجھے اپنا بھائی کہہ کر یہاں متعارف کرایا تھا، اس لئے سب میرا

خیال رکھتے تھے رستم خان بھی روزانہ ہی آتا تھا اور میری ضرورتوں کے بارے میں پوچھتا

رہتا تھا اس کا رویہ بہت اچھا تھا۔

دوسرے دن صبح میں نے رستم خان سے کہا۔ ”وہ بھائی جان آج شام میں ذرا جانا

چاہتا ہوں۔“

”ضرور جاؤ مگر کد ر جائے گا۔“

”کچھ دوست ہیں ان سے ملنے۔“

”ضرور جاؤ مگر کچھ دشمن بھی ہے تمہارا، ان کا خیال کرنا۔“

”ہاں خیال رکھوں گا۔“

”مکد ر رہتا ہے تمہارا دوست۔“

”مسلم لیگ کو ارڑ۔“

”میرا جیب سے جانا۔“ رستم خان نے کہا۔

”نہیں بھائی جان، میں ٹھیک سے گاڑی چلاتا نہیں جانتا۔“

”اوکے خدائی خوار، تو سیکھو تا یا را، ابی ام تمہارے بارے میں دو سرا بات سوچتا۔“

”کیا؟“

”او برادر! تم ہمارا بھائی ہے، فشی نہیں ہے۔ ابی تم اپنی خوشی سے یہ کام کرتا مگر ام

خوش نہیں اے، ام تمہارے واسطے دو سرا بات سوچتا۔“

”وہ کیا بھائی جان؟“

”احمد خان کو بول دے گا کل، وہ تمہیں ذرا یونگ سکھائے گا۔ ام تمہارا لائسنس

نکلا دے گا پھر تم ٹور کرو پیسا کماؤ۔ دیکھو برادر! اس دنیا میں پیسے کا عزت ہے انسان کا

نہیں۔ چلو چھوڑو کل تم اپنا دوست لوگ کو ملنے جاؤ، پرسوں سے تمہارا دوسرا کام چالو ہو گا۔

ایک بات بولے تم کو مانے گا؟“

”ضرور مانوں گا بھائی جان۔“

”اپنا دوست سے ملنے جاؤ، اس کو بولو تم آرام سے رہتا ہے کام کرتا ہے، عزت

سے روٹی کھاتا ہے، سارا بات کسی کو مت بتاؤ۔ امارے بارے میں کسی کو مت بتاؤ، اپنا راز

دوسرے کو دینا اچھا نہیں ہوتا۔ دوست سب سے خطرناک دشمن ہوتا ہے۔ دشمن تو ہوتا

ہی دشمن ہے۔ ابی خدا تم کو عقل دے تو امارا بات ضرور مان لیتا۔ کسی کو بتانے کا ضرورت

نہیں کہ تم کہاں رہتا ہے کیا کرتا ہے، آگے تمہارا مرضی۔“

”ٹھیک ہے میں آپ کی بات ضرور مانوں گا بھائی جان۔“

”زندہ باد فیصل خان اور سنو، احمد خان کو ساتھ لے جانا جیب میں چلے جانا۔“

”ٹھیک ہے۔“ میں نے گردن ہلا دی۔ خان بہت اچھا انسان تھا حالانکہ زیادہ دن

نہیں ہوئے تھے مگر میرے ساتھ بہت اچھا سلوک ہوا تھا اور یقیناً زندگی کافی پرسکون ہو گئی

تھی لیکن سینے میں سلگتا ہوا جہنم سرد نہیں ہوا تھا اور نہ اسے سرد ہونا تھا۔

شام کو رستم خان دفتر میں ہی تھا۔ اس نے خود مجھے یاد دلایا تھا۔

”اوئے فیصل خان! اوئے نیم دیکھتا کیا ہوا؟ تمہارے کو جانا نہیں ہے؟“

”جانا ہے۔“

”تو پھر جاؤ۔ میں احمد خان کو بول دیا، گاڑی تیار ہے ڈیرے جا کر کپڑے بدل لو اور

سنو! یہ رکھ لو پھل اور مٹھائی لے جانا۔" رستم خان نے سو سو پانچ روپے کا نوٹ نکال کر دیا۔

"کسی کو بتا کر نہیں گیا۔ دودھ والے اور اخبار والے کابل بھی نہیں دے کر گیا" وہ

بے چارے خود اس کا پتا معلوم کرتے پھر رہے ہیں۔" میں ایک گہری سانس لے کر رہ گیا۔ دل میں خیال آیا تھا کہ یہ برا ہوا، اسے دوبارہ تلاش کرنا مشکل ہو گا۔ بہر حال کیا کیا جاسکتا تھا۔ باہر آیا تو احمد خان نے مجھے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کیا ہوا اتنا جلد آگیا؟"

"جن سے ملنے گیا تھا وہ اب یہاں نہیں رہتے۔"

"اب کدو چلے؟" احمد خان نے پوچھا۔

"آؤ بازار سے کچھ خریداری کرتے ہیں اس کے بعد مسلم لیگ کوارٹر چلیں گے۔"

میں نے جواب دیا اور پھر ایک جگہ رک کر میں نے پھل خریدے، مٹھائی بھی خریدی اور جیب میں بیٹھ کر چل پڑا۔ البتہ مسلم لیگ کوارٹر پہنچ کر میں نے پریشانی سے یہ بات سوچی تھی کہ یہ سب کچھ لے کر میں پچھلی دیوار سے کیسے اندر جاؤں گا اس کے علاوہ احمد خان کا معاملہ بھی تھا پھر یہ بھی سوچا کہ تجربہ کر کے دیکھنا چاہیے کہ میری اس دوبارہ ملاقات کا کیا رد عمل ہوتا ہے۔ آیا صرف مجھے اس گھر سے ہی دور کرنا مقصود تھا یا ان لوگوں سے رابطہ ہی ختم کرانا تھا حالانکہ یہ سب کچھ تشویشناک تھا مگر اب اس کے سوا چارہ کار بھی نہیں تھا جیب دروازے پر ہی رکی تھی۔ میں نے دروازے پر دستک دی تو نازاں باجی نے دروازہ کھولا۔ مجھے دیکھ کر ان کے حلق سے ایک آواز نکل گئی تھی۔ احمد خان سامان اٹھا کر آگے بڑھا اور بولا۔

"بہن راستہ دو سامان رکھ دے۔" نازاں باجی بے اختیار پیچھے ہٹ گئی تھیں۔ احمد

خان پھر بولا۔ "خوام گاڑی ادھر سے لے جا کر کھڑی کرتا جب جانا چاہو تو آواز دے لینا۔" وہ باہر نکل گیا۔ ان کی لازوال محبت میرے ساتھ تھی۔

"یہ سب کیا ہے؟" انھوں نے پھلوں وغیرہ کی طرف دیکھ کر کہا۔

"کچھ بھی نہیں بھائی جان، براہ کرم اس کے بارے میں کوئی سوال نہ کریں۔"

"خوب! بہر حال ٹھیک ہے اندر آؤ۔"

"فون اس قدر مختصر کرتے ہو کہ کوئی بات ہی نہیں سنتے۔ بھابی نے شکوہ کیا اور میں

"میرے پاس پیسے ہیں بھائی جان۔"

"اور رئیس زادے! یہ پیسے بھی تیرے ہیں، خرچ کر کے آنا۔ رستم خان کا بھائی بن کر جانا، سمجھا، رکھ لے زیادہ ٹر نہیں کرتے۔" اس نے نوٹ میری جیب میں ٹھونٹے ہوئے کہا۔ میں خاموش ہو گیا تھا۔

وقت ابھی کافی تھا۔ احمد خان کے ساتھ چل پڑا۔ ڈیرے جا کر کپڑے بدلے۔ کچھ پریشان ہوا تھا کہ احمد خان ساتھ ہو گا، اس کے ساتھ الیاس بھائی کے گھر جانا مناسب ہو گا یا نہیں لیکن مجبوری تھی پھر بھی کچھ فاصلہ مناسب تھا۔ ساڑھے چھ کے قریب ڈیرے سے چلا تھا۔ راستے میں، میں نے کہا۔

"احمد خان اگر تمہارا دل چاہے تو تم واپس جاسکتے ہو۔ مجھے واپسی میں دس گیارہ یا اس سے بھی کچھ زیادہ وقت ہو جائے گا۔ رستم خان سے کہا تھا میں نے مگر وہ نہیں مانا۔" "کوئی بات نہیں فیصل بائی، خان بولا بس ٹھیک ہے، ابی بارہ بھی بچ جائے کوئی بات نہیں اگر ہم تمہیں چھوڑ دیا تو خان ہمارا بوٹی کھا جائے گا۔ ہم لوگ اس سے جھوٹ نہیں بولتے۔"

"تمہاری مرضی ہے۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا میرے چل کر سبیلہ تک پہنچے۔ ابھی الیاس بھائی کے ہاں جانے میں وقت تھا۔ مجھے شنزادی یاد آئی اور میں نے احمد خان سے یہاں چلنے کے لیے کہا۔ اس دن شاہ زماں سے کافی تلخ گفتگو ہوئی تھی مگر شنزادی کو میں نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ نہ جانے کیوں مجھے یقین تھا کہ وہ میرے بارے میں بہت کچھ جانتی ہے۔ کچھ دیر کے بعد اس عمارت کے سامنے پہنچ گیا اور پھر احمد خان کو رکنے کے لیے کہہ کر میں عمارت میں داخل ہو گیا۔

شنزادی کے فلیٹ پر تالا پڑا ہوا تھا۔ ایک گزرتے ہوئے شخص نے رک کر کہا۔ "شاہ زماں سے ملنا تھا، وہ تو یہ گھر چھوڑ کر چلا گیا۔"

"کب؟"

"ہفتے سے زیادہ ہو گیا۔"

ان لوگوں کے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔ میں نے اور نازاں باجی نے سامان اٹھایا تھا بھائی نے کہا۔

”کیا خیال ہے کھانا لگا دوں بعد میں باتیں کریں گے اور ہاں وہ پٹھان کون ہے اسے کھانا نہیں کھلاؤ گے؟“

”کیوں نہیں میں کھانے پر اسے بلائے لاتا ہوں ساتھ کھانا کھائے گا اور پھر باہر چلا جائے گا۔“

”میرے خیال میں رہنے دیں بھائی جان۔“

”آپ اپنا خیال رہنے دیں چلو تم کھانا لگا دو۔“ الیاس بھائی نے کہا اور باہر نکل گئے۔ بھائی باورچی خانے میں چلی گئی تھیں۔

”کیسے ہو فیصل؟“ باجی نازاں نے مجھ سے پوچھا۔

”کیسا نظر آ رہا ہوں باجی؟“

”نہیں بہت پریشان ہوں تمہارے لیے۔“

”ایک بات مان لیں گی میری؟“

”کہو۔“ انھوں نے اداسی سے کہا۔

”جو کہوں گا اس پر یقین کریں گی اور وعدہ کریں کہ اس کی تردید بھی نہ کریں گی۔“

”نہیں کروں گی۔“

”باجی! اماں کا تصور بڑا عجیب تھا میری نظروں میں بہن کے بارے میں کبھی سوچا ہی

نہیں۔ یہ وہ نام تھا جس کا کوئی تعلق میرے بچپن سے نہیں رہا۔ آپ کے گھر پہنچا تو ماں

بھی ملی، بہن بھی ملی اور باپ جیسا بھائی بھی۔ ایک محروم شخص کی زندگی میں یہ سب کچھ

اچانک شامل ہو جائے تو وہ خود کو کائنات کا سب سے امیر انسان سمجھ سکتا ہے اور یہ میں

بن گیا تھا لیکن اس کے علاوہ مجھے اس گھر سے جو کچھ ملا وہ ایک ایسی شے ہے جس نے

میری کائنات روشن کر دی ہے وہ ہے آپ کا دیا ہوا علم۔ اس علم سے میرے ذہنی راستے

کھل گئے ہیں باجی اور اب اس دنیا سے میری جنگ میرے لیے بہت آسان ہو گئی ہے، میں

لڑائی کے سارے گن جان گیا ہوں اور مجھے دشمن پر فتح حاصل کرنا آ گیا ہے اس لیے آپ

Muhammad Nadeem

”افوہ! بڑی لمبی چوڑی تقریر کر ڈالی تم نے تو۔“ باجی نے کہا۔ اسی وقت الیاس بھائی اندر آ گئے۔

”بھئی وہ نہیں مانتا کتا ہے کھانا کھا چکا ہے۔ ویسے نازاں بیٹے! اسے چائے بھجوا دو“

تیار کردو میں اسے دے آتا ہوں۔“ الیاس صاحب نے کہا۔ میرے آنے کی اطلاع پہلے

سے تھی اس لیے کھانے میں خصوصی اہتمام کیا گیا تھا۔ الیاس احمد صاحب نے کہا۔ ”تم

نے کہا تھا کہ تم دیواروں کے راستے آؤ گے میں اس سے متفق نہیں تھا وہ بد بخت جو

چاہتے تھے وہ ہو گیا اب کیا وہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ ہمارا وجود بھی نہ رہے۔“

”میں نے بھی یہ خطرہ مول لیا ہے بھائی جان۔“

”نہیں وہ مجھ سے رابطہ کریں گے تو بات کروں گا ان سے ویسے تم سناؤ اب

تمہارا ٹھکانا کہاں ہے؟ اور یہ جیپ کس کی ہے؟“

”آپ ہی کے شہر میں ایک ٹھکانہ بنالیا ہے اور جیپ ایک شناساکی ہے۔“

”راستے کیا ہیں۔“

”ایک وکیل اپنے بھائی کو قانون شکن نہیں دیکھنا چاہتا تو نہیں دیکھے گا۔ ویسے

بھائی جان ایک اور بات بھی سوچی ہے میں نے۔ یہ لوگ جو کوئی بھی ہیں میں نے ان کی

فطرت کے بارے میں ایک تجزیہ کیا ہے۔“

”وہ کیا؟“

”اس وقت تک جب میں گاڑیاں دھوتا تھا انھوں نے میری طرف کوئی توجہ نہیں

دی تھی۔ ہاں جب میں انسان بننے لگا تو انھیں تشویش ہوئی۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ

میرے لیے کوئی بہتر مستقبل نہیں چاہتے؟“

”ایسے کون لوگ ہو سکتے ہیں جنہیں تمہارے مستقبل سے بہرہ ہو؟“

”بس ان کی صورتیں ہی تو سامنے آئی چاہئیں بھائی جان اس کے بعد تو ہم کچھ نہ

کچھ کر ہی لیں گے اور اب یہ تصور میرے ذہن پر ہادی ہو گیا تھا کہ میں اپنے دشمنوں کی

شناخت کروں ویسے وہ لوگ یہ جانتے تھے کہ یہ سارے واقعات پیش آنے کے بعد

میرے دل میں یہ تجسس ضرور پیدا ہو گا اور میں اپنی تمام تر صلاحیتیں ان کی کھوج میں

میں باعث توجہ نہیں تھا البتہ غزنوی صاحب نے معمول کے مطابق لہجہ اختیار کیا۔ بہت تلخ الفاظ کہے تھے انھوں نے مجھ سے 'ان کی ہمیشہ یہی عادت رہی۔'

"کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ ان حالات میں کیا کیا جائے"

"بس اتنا کیا جاسکتا ہے بھائی۔ جان کہ آپ لوگ اپنی زندگی کے معمولات جاری رکھیں۔ مجھے میری زندگی کے معمولات جاری رکھنے دیں۔ میرا دل صرف اس لیے دکھتا ہے کہ آپ میرے لیے پریشان ہوں گے۔ مجھے اس بات کا اطمینان دلائیں کہ آپ لوگ پریشان بالکل نہیں ہیں بس انتظار کر رہے ہیں۔ اس وقت کا جب میں اپنے تمام مسائل سے فارغ ہو کر آپ کے قدموں میں آجاؤں۔"

"ہم بخوشی انتظار کریں گے تم اس سلسلے میں تمام تردد چھوڑ دو۔ جب بھی اور جتنے دن کے بعد بھی موقع ملے بس ہماری خیریت معلوم کرتے رہنا۔ حالات سازگار ہوں تو ایک آدھ بار ملاقات بھی کر لینا۔ ہم تمہارے لیے دن رات دعائیں کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے 'تم اپنا مشن جاری رکھو۔' الیاس بھائی نے کہا۔

"یہاں آکر جس طرح جی خوش ہو جاتا ہے اسے الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔ درحقیقت یہ گھر تو میرے لیے وہ گھر تھا جہاں انسان آنکھ کھولتا ہے۔ پتا نہیں میری آنکھ غلط جگہ کیوں کھل گئی تھی۔ ماں باپ اور بہن کا پیار تو مجھے یہاں سے ملا تھا اور انسان کی ابتدا اسی پیار سے ہوتی ہے۔ کافی دیر رکا، باہر احمد خان جیپ میں دراز میرا انتظار کر رہا تھا پھر ان لوگوں سے اجازت لے کر وہاں سے نکل آیا۔ چلتے ہوئے کہا تھا کہ میری اس طرح آمد کا رد عمل کیا ہوتا ہے 'اس کے بارے میں میں ضرور انھیں ٹیلی فون کر کے معلوم رلوں گا پھر میں جیپ میں آکر بیٹھ گیا اور احمد خان نے جیپ اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا" وہ بولا۔"

"اور کون رہتا ہے تمہارا ماں باپ؟"

"ہاں احمد بھائی یہی سمجھ لیں۔" میں نے جواب دیا۔

جیپ کا سفر طے کر کے بالا آخر ہم ڈیرے پر پہنچ گئے۔ یہاں کے معمولات میں کوئی فرق نہیں تھا۔ رستم خان سے دوسرے دن ہی ملاقات ہوئی تھی اور میں نے خود ہی اس سے فرمائش کی تھی کہ مجھ سے کوئی باقاعدہ کام لیا جائے۔ یہ سب کچھ میرے لیے موزوں

صرف کردوں گا لیکن بھائی جان میں نے سوچا کہ یہ تو ان کے راستوں پر چلنے والی بات ہے۔ کیا میں ان کے راستوں پر چل کر انھیں مطمئن ہونے کا موقع دوں 'بات صرف اتنی سی تو نہیں ہے کہ میں اپنی شناخت کر لوں اور یہ معلوم کر لوں کہ میں کون ہوں یا میرے دشمن کون لوگ ہیں' اس طرح زندگی کا ایک طویل وقت ضائع ہو سکتا ہے اور اس بات کے امکانات ہیں کہ میرے دشمنوں کی یہی چال ہو جو مجھے اپنے آپ میں الجھا کر میرے مستقبل سے دور کر دینا چاہتے ہوں۔"

الیاس احمد صاحب کھاتے کھاتے رک گئے تھے۔ انھوں نے ایک بار بھابی کا پھر نازاں کا اور بعد میں میرا چہرہ دیکھا اور اس کے بعد دوبارہ کھانا شروع کر دیا۔ میں خاموش نگاہوں سے انھیں دیکھ رہا تھا پھر بھابی کہنے لگیں۔

"کھانا کھاؤ بھی تم لوگ کھانا کم کھا رہے ہو اور باتیں زیادہ کر رہے ہو۔"

"دراصل میں یہ سوچ رہا تھا کہ کیا کیا نا انصافیاں ہو جاتی ہیں بعض اوقات انسانوں کے ساتھ غور کیا تم نے اس کی باتوں پر کیا کہہ رہا ہے یہ 'یہ سوچ میرے اپنے خیال میں اس کی نہیں سال بعد کی سوچ ہونی چاہیے تھی۔ اس کا مقصد ہے اس کے اندر ذہانت کے فاصلے عبور کرنے کی صلاحیت ہے۔ خدا کی قسم اگر اس کی تربیت کا موقع مجھے بھرپور طریقے سے مل جاتا تو میں اسے نہ جانے کیا بنا کر پیش کرتا۔ بہر حال ہمیں صرف افسوس کرنے میں وقت نہیں ضائع کرنا چاہیے جس طرح فیصل اپنی زندگی کے لمحات ضائع کرنا چاہتا لیکن اب بس ایک تردد رہتا ہے بیٹے بے شک تم بہت اچھا سوچتے ہو بہت کارکردگی کے مالک ہو لیکن جو لوگ تمہارے مد مقابل ہیں یقینی طور پر وہ عمر میں اور تجربے میں بھی تم سے زیادہ ہوں گے۔ کیا تم آسانی سے ان سے نمٹ سکو گے؟"

"بھائی جان! انسان کو اپنے آپ کو آزمانا ضرور چاہیے 'کامیابی یا ناکامیابی تو بہر طور ہوتی ہی ہے کیونکہ ان دو لفظوں کا وجود ہے۔"

"ایک بات دعوے سے کہہ سکتا ہوں فیصل کہ ان کا تعلق غزنوی صاحب کی کوٹھی سے ضرور ہے کیونکہ وہیں سے تمہاری ابتدا ہوئی ہے 'وہیں تمہارے لیے دوستی یا دشمنی کا آغاز ہو سکتا ہے۔"

"میں غزنوی صاحب کے پاس گیا تھا 'آنا ماں تو باہر گئی ہوئی تھیں باقی افراد کے لیے

نہیں ہے۔

”او خدائی خوار میں تیرے کو پیلے بولا..... گاڑی چلاتا تو سیک احمد خان کو میں نے بول دیا ہے، کوئی پروا نہیں ٹرک چلاؤ، بس چلاؤ جو دل چائے چلاؤ، میں تمہارا لائسنس نکلا دے گی۔“ رستم خان نے اپنے مخصوص انداز میں کہا اور پھر احمد خان کو بلا کر اسے میرے سامنے ہدایت بھی کر دی چنانچہ مجھے ڈرائیونگ سکھائی جانے لگی۔ چند ہی روز میں میں ایکسپرٹ ہو گیا اور احمد خان نے رستم خان کو بتا دیا کہ میں گاڑی چلانا سیکھ گیا ہوں چنانچہ میری تصویریں بنوائی گئیں اور پھر میرے لیے لائسنس نکلا لیا گیا۔

”ابھی اور بوت ٹیم ہو گیا فیصل خان! اب تم بار کا دنیا دیکو جیسا کہ میں تمہارے کو بولا۔“ تمام مراحل مکمل ہونے کے بعد ایک دن رستم خان نے کہا۔

”جی بھائی جان میں اس کے لیے تیار ہوں۔“

”ابی تم ایک ٹرک لے کر مردان جائے گا اور پھر اور سے سلمان لوڈ کر کے لائے گا“ سارا نگرانی تمہارا ہوگا“ کاغذات تمہارے پاس ہو گا۔ اب تم چیک کرنا کہ سفر کیسے کیا جاتا ہے، راستے میں کیا کیا وقت پیش آتا ہے۔“

مجھے بڑی خوشی ہوئی تھی۔ ٹرک لوڈ کر دیا گیا۔ ہمارے ساتھ چھ افراد سفر کر رہے تھے۔ میں ڈرائیور کے ساتھ اگلے حصے میں بیٹھا ہوا تھا۔ کراچی سے باہر نکلے اور اس کے بعد سفر کا باقاعدگی سے آغاز ہو گیا۔ سڑکیں بہت مخدوش تھیں۔ ڈرائیور خاصے ماہر تھے۔ ٹرک کا یہ سفر ایک اچھا خاصا ایڈونچر ثابت ہوا تھا۔ میرے لیے، فاصلہ چونکہ کافی طویل تھا اور اس کا ایک مخصوص ٹائم ہوتا تھا..... اور پوائنٹس بھی بنے ہوئے تھے کہ کہاں کہاں رکنا ہے۔ اس وقت ہمارے اس سفر کو تقریباً سترہ گھنٹے گزر چکے تھے۔ رات کا وقت تھا اور ایک جگہ ٹرک روک کر کھانا وغیرہ کھایا گیا تھا لیکن اس کے فوراً ہی بعد سفر کا آغاز کر دیا گیا۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں سو جاؤں۔ پچھلے حصے میں اس قسم کی جگہ بنا دی جاتی تھی کہ لوگ تھوڑی تھوڑی دیر سو لیں لیکن سفر میں اتنا لطف آ رہا تھا کہ میرا سونے کا دل نہیں چاہ رہا تھا۔ میں نے منع کر دیا اور کہا کہ جو لوگ سو رہے ہیں انہیں سونے دیا جائے مجھے جب نیند آئے گی میں سو جاؤں گا۔ رات کا نہ جانے کون سا پھر تھا کہ دفعتاً ہمیں سامنے سے کچھ تیز روشنیاں نظر آئیں اور ہمارے ڈرائیور نے مجھ سے کہا۔

”ہو سیار اگلے چیکنگ ہے۔“ یہ چیکنگ میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ روشنیوں نے ہمیں اس طرح گھیرا ہوا تھا کہ ٹرک آگے نہیں نکل سکتا تھا۔ ڈرائیور نے بھی لائسنس کے اشارے دیے اور اس کے بعد گاڑی روک دی گئی۔ بہت سی موٹر سائیکلیں اور ایک جیپ کھڑی ہوئی تھی اور پولیس کے وردی والے افراد صاف نظر آرہے تھے۔ انہوں نے پورے ٹرک کو روشنیوں کے دائرے میں لے لیا۔ پولیس والے بہت مستعد نظر آرہے تھے۔ تمام سونے والوں کو جگا کر نیچے اتار دیا گیا اور اس کے بعد ٹرک کے کاغذات طلب کیے گئے۔ میں نے یہ تمام کاغذات اس پولیس افسر کے سامنے پیش کر دیے جو اچھا خاصا بحیم سخیم نظر آ رہا تھا۔ ٹارچ کی تیز روشنی میں وہ ان کاغذات کا جائزہ لینے لگا۔ تمام انوائز دیکھی گئیں اور دوسری جانب پولیس والے ٹرک کے اوپر چڑھ کر مال کی تلاشی لینے لگے۔ یہ کام تقریباً ڈیڑھ گھنٹے جاری رہا تھا۔ میں آرام سے ایک سمت بیٹھ گیا۔ پولیس افسر اپنی نگرانی میں یہ سارے کام کر رہے تھے پھر ان میں سے ایک افسر نے مجھ سے پوچھا۔

”تمہارا کیا نام ہے؟“

”فیصل خان۔“ میں نے جواب دیا۔

”ہوں کوئی ایسی ایسی چیز تو نہیں ہے اس ٹرک میں۔“

”صاحب آپ تلاشی لے رہے ہیں ٹرک کی مجھ سے پوچھنا کیا معنی رکھتا ہے۔“

میرے ان الفاظ پر افسر نے چونک کر مجھے دیکھا پھر بولا۔

”پڑھے لکھے ہو؟“

”جی ہاں۔“

”ٹھیک ہے، چلو افضل خان تلاشی بند کرو، ویسے بھی یہ رستم خان صاحب کا ٹرک ہے اطلاع غلط ملی تھی۔“ پھر وہ میری طرف متوجہ ہو کر بولا۔ ”رستم خان نے ہمارے لئے کوئی پیغام تو نہیں بھجوایا؟“

”بھجوایا ہے صاحب۔“ میرے بجائے ڈرائیور نے کہا اور کوئی چیز نکال کر اس کے

ہاتھ میں تھما دی۔ ”یہ خان صاحب نے افسر صاحب کے لیے کچھ چیزیں بھیجی تھیں۔“

وہ چیزیں میری سمجھ میں نہ آ سکیں لیکن پولیس افسر نے خاموشی سے وہ چیزیں اپنے

ہاتھ میں لے کر جیب میں رکھ لی تھیں پھر اس نے میرے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

”رستم خان سے ہمارا سلام کہہ دینا اور کہنا کہ کوئی دقت ہو تو بتا دیا جائے۔“

ٹرک تھوڑی دیر کے بعد روانہ ہو گیا۔ ڈرائیور نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ ”یہ پتا نہیں اسے کیا سوچھی تھی یہ تو اپنا ہی آدمی ہے۔“

”کون؟“

”اسی پولیس افسر کی بات کر رہا ہوں۔ رشید بیگ نام ہے اس کا پتا نہیں کیوں روک لیا تھا۔ ہو سکتا ہے کوئی چکر ہو۔“

”وہ تحفے وصول کرنے کے لیے تو نہیں روکا تھا۔“

”نہیں بھائی تحفے تو جگہ پر پہنچنے کے بعد بھی وصول کر لیے جاتے ہیں۔ بیچ میں خواہ

خواہ ڈیڑھ گھنٹہ ضائع کر دیا۔“

==☆☆☆==

ندیم

ہم مردان شہر پہنچ گئے۔ وہاں کی زندگی بھی بہت دلچسپ ہوئی۔ میں نے شہر مردان دیکھا بہت بڑا شہر تو نہیں تھا لیکن صاف ستھرا اور خوبصورت تھا۔ تھوڑی بہت خریداری بھی کی یہاں سے جس کے لیے مجھے یہیں سے پیسے مل گئے تھے اور اس کے بعد ہماری واپسی ہو گئی۔ میرے اس پہلے ٹور پر رستم خان نے مجھے مبارک باد دی تھی اور دیکھا تھا کہ اب میرا یہی کام ہے کہ میں ٹرک لے کر مختلف جگہ جاؤں چنانچہ ایسا ہونے لگا۔ کبھی پشاور کبھی ایبٹ آباد کبھی راولپنڈی جہاں جہاں ٹرک جاتے وہاں مجھے پہنچنا ہوتا اور درحقیقت میری زندگی میں ایک نیا پن پیدا ہو گیا تھا یہ سب کچھ مجھے بے حد پسند آیا تھا۔ اس دوران دوبار الیاس بھائی کے ہاں ٹیلی فون کر کے اپنی خیریت بتا دی تھی اور ان لوگوں کی خیریت بھی میرے علم میں آچکی تھی۔ کچھ عرصے کے لیے میرے ذہن سے وہ تمام چیزیں نکل گئی تھیں جو مجھے حواس باختہ کئے رہتی تھیں اور یوں لگنے لگا تھا جیسے اس زندگی میں میں کافی طویل وقت گزار جاؤں گا لیکن پھر ایک اور تجربہ مجھے ہوا۔ ٹرک معمول کے مطابق چارہا تھا اور ایسی کوئی خاص بات نہیں تھی۔ جو باعث توجہ ہوتی لیکن پھر اچانک ہی یوں ہوا کہ ایک موٹر سائیکل ایک وپر آنے میں دوڑتی ہوئی نظر آئی۔ وہ ہمارے پاس آکر رک گئی تھی۔ اس پر ایک دبلا پتلا سا آدمی بیٹھا ہوا تھا جو ہاتھ سے ہمیں رکنے کا اشارہ کر رہا تھا۔ میرے ساتھ اس وقت احمد خان ہی تھا اور میں اس کے قریب بیٹھا ہوا تھا۔ اس شخص نے احمد خان سے کہا۔

”آگے ایس پی شاہ کھڑا ہوا ہے اور اسے منبری بھی ہو گئی ہے اگر کچھ ہے تو

بندوبست کرلو۔" بھکڑ سی مچ گئی تھی۔ ٹرک کو سڑک کے کنارے روک دیا گیا اور پھر وہ لوگ آپس میں صلاح مشورے کرنے لگے میری سمجھ میں کوئی بات نہیں آسکی تھی لیکن ان میں سے کسی نے میری جانب توجہ بھی نہیں دی تھی پھر ٹرک کو تھوڑا سا پیچھے لایا گیا اور ہمیں تقریباً تین میل واپسی کا سفر کرنا پڑا۔ موٹر سائیکل سوار وہاں سے آگے بڑھ گیا تھا۔ تین میل واپس آنے کے بعد ہمیں ایک جگہ ملی جہاں چھوٹے چھوٹے پہاڑی ٹیلے بکھرے ہوئے تھے۔ ٹرک کو کچے راستے پر اتار دیا گیا اور پھر پھرتی سے تمام لوگ اس کا سامان اتارنے لگے۔ دو بڑے بڑے کارٹن جو لوہے کی پٹیوں سے پیک کیے گئے تھے 'ٹرک سے نکال کر اس پہاڑی ٹیلے کے ایک غار میں چھپا دیے گئے اور معصوم خان کو وہاں چھوڑ دیا گیا۔ اس سے کہا گیا کہ واپسی میں اسے ساتھ لے لیا جائے گا، وہ احتیاط سے رہے کھانے پینے کی کچھ چیزیں بھی اس کے حوالے کر دی گئی تھیں پھر ٹرک کا بقیہ سامان اس پر لوڈ کیا گیا۔ اس میں کافی وقت لگ گیا تھا اور اس کے بعد ٹرک معمول کے مطابق وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ مزید راستہ طے کرنے کے بعد اسی انداز کی چیکنگ ہمیں ملی۔ یہ دن کا وقت تھا غالباً شام کے ساڑھے چار پونے پانچ بجے تھے اور پولیس کی اچھی خاصی گاڑیاں سڑک گھیر گئے ہوئے نظر آرہی تھیں۔ مسلح پولیس والے اس طرح کھڑے ہوئے تھے جیسے کسی فوج کی آمد کا انتظار کر رہے ہوں۔ ہم نے رکنے کا اشارہ ملنے پر ٹرک سائڈ میں لگا کر روک دیا پھر میں نے ایس پی شاہ کو دیکھا۔ ایک قد آور اور خوبصورت آدمی تھا۔ چہرے سے کافی سخت گیر نظر آتا تھا۔ اس نے ہم سب کو ٹرک سے نیچے اتار کر ایک سمت کھڑا کر دیا۔

کافذات وغیرہ طلب نہیں کیے تھے۔ اس نے اپنے ساتھ کھڑے ہوئے لوگوں کو ٹرک کی تلاشی لینے کا اشارہ کیا اور تھوڑی دیر میں ٹرک کا سارا سامان تتر بتر کر دیا گیا۔ اس سلسلے میں ٹرک ڈرائیور نے احتجاج کیا تو ایس پی شاہ نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"خاموشی اختیار کرو ورنہ اس کا نتیجہ خراب بھی ہو سکتا ہے۔" میری لیے یہ تجربہ کافی دلچسپ اور نیا تھا۔ پولیس والوں کی کارروائی دیکھتا رہا۔ انھوں نے کارٹن ادھیڑ دیے تھے اور ایس پی شاہ ہر چیز کی خود نگرانی کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ پورا ٹرک ان لوڈ کر دیا گیا اور اس کے بعد پولیس والے ٹرک کے مختلف حصوں کی تلاشی لیتے رہے انھوں نے ٹرک کی کئی تصاویر بھی بنائی تھیں اور تھوڑی دیر کے بعد ایس پی شاہ کو اطلاع دی گئی کہ ٹرک

بندوبست کرلو۔" بھکڑ سی مچ گئی تھی۔ ٹرک کو سڑک کے کنارے روک دیا گیا اور پھر وہ لوگ آپس میں صلاح مشورے کرنے لگے میری سمجھ میں کوئی بات نہیں آسکی تھی لیکن ان میں سے کسی نے میری جانب توجہ بھی نہیں دی تھی پھر ٹرک کو تھوڑا سا پیچھے لایا گیا اور ہمیں تقریباً تین میل واپسی کا سفر کرنا پڑا۔ موٹر سائیکل سوار وہاں سے آگے بڑھ گیا تھا۔ تین میل واپس آنے کے بعد ہمیں ایک جگہ ملی جہاں چھوٹے چھوٹے پہاڑی ٹیلے بکھرے ہوئے تھے۔ ٹرک کو کچے راستے پر اتار دیا گیا اور پھر پھرتی سے تمام لوگ اس کا سامان اتارنے لگے۔ دو بڑے بڑے کارٹن جو لوہے کی پٹیوں سے پیک کیے گئے تھے 'ٹرک سے نکال کر اس پہاڑی ٹیلے کے ایک غار میں چھپا دیے گئے اور معصوم خان کو وہاں چھوڑ دیا گیا۔ اس سے کہا گیا کہ واپسی میں اسے ساتھ لے لیا جائے گا، وہ احتیاط سے رہے کھانے پینے کی کچھ چیزیں بھی اس کے حوالے کر دی گئی تھیں پھر ٹرک کا بقیہ سامان اس پر لوڈ کیا گیا۔ اس میں کافی وقت لگ گیا تھا اور اس کے بعد ٹرک معمول کے مطابق وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ مزید راستہ طے کرنے کے بعد اسی انداز کی چیکنگ ہمیں ملی۔ یہ دن کا وقت تھا غالباً شام کے ساڑھے چار پونے پانچ بجے تھے اور پولیس کی اچھی خاصی گاڑیاں سڑک گھیر گئے ہوئے نظر آرہی تھیں۔ مسلح پولیس والے اس طرح کھڑے ہوئے تھے جیسے کسی فوج کی آمد کا انتظار کر رہے ہوں۔ ہم نے رکنے کا اشارہ ملنے پر ٹرک سائڈ میں لگا کر روک دیا پھر میں نے ایس پی شاہ کو دیکھا۔ ایک قد آور اور خوبصورت آدمی تھا۔ چہرے سے کافی سخت گیر نظر آتا تھا۔ اس نے ہم سب کو ٹرک سے نیچے اتار کر ایک سمت کھڑا کر دیا۔

"خاموشی اختیار کرو ورنہ اس کا نتیجہ خراب بھی ہو سکتا ہے۔" میری لیے یہ تجربہ کافی دلچسپ اور نیا تھا۔ پولیس والوں کی کارروائی دیکھتا رہا۔ انھوں نے کارٹن ادھیڑ دیے تھے اور ایس پی شاہ ہر چیز کی خود نگرانی کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ پورا ٹرک ان لوڈ کر دیا گیا اور اس کے بعد پولیس والے ٹرک کے مختلف حصوں کی تلاشی لیتے رہے انھوں نے ٹرک کی کئی تصاویر بھی بنائی تھیں اور تھوڑی دیر کے بعد ایس پی شاہ کو اطلاع دی گئی کہ ٹرک

"خاموشی اختیار کرو ورنہ اس کا نتیجہ خراب بھی ہو سکتا ہے۔" میری لیے یہ تجربہ کافی دلچسپ اور نیا تھا۔ پولیس والوں کی کارروائی دیکھتا رہا۔ انھوں نے کارٹن ادھیڑ دیے تھے اور ایس پی شاہ ہر چیز کی خود نگرانی کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ پورا ٹرک ان لوڈ کر دیا گیا اور اس کے بعد پولیس والے ٹرک کے مختلف حصوں کی تلاشی لیتے رہے انھوں نے ٹرک کی کئی تصاویر بھی بنائی تھیں اور تھوڑی دیر کے بعد ایس پی شاہ کو اطلاع دی گئی کہ ٹرک

"خاموشی اختیار کرو ورنہ اس کا نتیجہ خراب بھی ہو سکتا ہے۔" میری لیے یہ تجربہ کافی دلچسپ اور نیا تھا۔ پولیس والوں کی کارروائی دیکھتا رہا۔ انھوں نے کارٹن ادھیڑ دیے تھے اور ایس پی شاہ ہر چیز کی خود نگرانی کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ پورا ٹرک ان لوڈ کر دیا گیا اور اس کے بعد پولیس والے ٹرک کے مختلف حصوں کی تلاشی لیتے رہے انھوں نے ٹرک کی کئی تصاویر بھی بنائی تھیں اور تھوڑی دیر کے بعد ایس پی شاہ کو اطلاع دی گئی کہ ٹرک

دے دینا پہنچا دوں گا۔“ میں نے کہا۔

”تم یہ کام شروع کر دو۔ بڑے لوگ بڑا کام کرتے ہیں، ہم چھوٹے لوگوں کو چھوٹے کام کرتے رہنا چاہئیں۔“

”ٹھیک ہے شاہد بھائی۔“ میں نے جواب دیا۔

دوسرے دن شاہد نے موقع ملتے ہی مجھے آدھا کلو کا ایک پیکٹ دے دیا جسے میں نے اس کی ہدایت کے مطابق مطلوبہ شخص کے پاس پہنچا دیا۔ جواب میں اس نے مجھے بڑے نوٹوں کے کئی بنڈل دیے جو میں نے احتیاط سے رکھ لیے۔ واپس آنے کے بعد شاہد نے مجھے پانچ ہزار روپے دیے تھے اور اس طرح میری اور شاہد کی خوب نبھنے لگی۔ پیکٹوں کی ترسیل ہوتی رہی اور ہر ٹرپ کے مجھے پانچ ہزار ملنے لگے۔ بعد کا کام میں نے نہایت ہوشیاری سے کیا اور اپنا بینک اکاؤنٹ کھول لیا۔ کوئی ستر ہزار روپے جمع ہو گئے میرے پاس اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ اس دوران اکثر ٹرکوں پر چھاپے پڑتے رہتے تھے مگر مخبری پہلے ہو جاتی تھی اور ایسے کئی پوائنٹ تھے جہاں مال چھپا دیا جاتا تھا۔ میری مہارت بڑھتی جا رہی تھی اور میں اس دنیا کے بارے میں خوب جانتا جا رہا تھا پھر ایک دن اس ڈرامے کا بھی ڈرامہ سین ہو گیا اور مجھ پر ایک نیا انکشاف ہوا۔ دنیا کا ایک اور رنگ دیکھا میں نے۔

رات کا وقت تھا۔ میں ڈیرے پر ہی اپنے کمرے میں آرام کر رہا تھا۔ باہر سناٹا چھایا ہوا تھا۔ سرشام ہی سے لوگ کہیں چلے گئے تھے اور میں کھانا وغیرہ کھا کر لیٹ گیا تھا۔ دفعتاً فون کی گھنٹی بجی اور پھر دیر تک بجتی رہی۔ ڈیرے پر فون تھا اور اس کی تین لائنیں تھیں۔ ایک انٹرومنٹ برآمدے میں رہتا تھا۔ دوسرا باہر تھا اور تیسرا رستم خان کے کمرے میں تھا۔ رستم خان کو میں نے ڈیرے پر نہیں دیکھا تھا، آس پاس بھی شاید کوئی نہیں تھا۔ اس لیے میں خود دروازہ کھول کر برآمدے میں نکل آیا۔ پھر میں نے ریسپور اٹھایا ہی تھا کہ کسی اور نے بھی ریسپور اٹھالیا تھا۔ میرے کان میں آواز ابھری۔

”رستم خان!“

”بول رہا ہوں، کون ہے؟“

”تمہارا دوست، پہچانو کون ہے؟“

بارے میں تو ابھی میری سمجھ میں نہیں آرہا لیکن سمجھ میں آگیا تو یوں سمجھ لو کہ تمہیں کبھی سمجھا دوں گا پھر ایس پی شاہ نے پولیس والوں سے کہا کہ سلمان کو اسی طرح ٹرک میں واپس رکھوا دیا جائیں۔ اس کی ہدایت پر سلمان دوبارہ ٹرک پر لوڈ کیا جانے لگا۔ اس کام میں کافی دیر لگی تھی۔ بہر حال کام مکمل ہو گیا اور ہم دوبارہ چل پڑے۔

یہ سب کچھ بے حد سنسنی خیز تھا۔ بہر حال ہم اپنی منزل پر پہنچ گئے۔ معمولات میں کوئی تبدیلی نہیں تھی۔ رستم خان کے بارے میں مجھے یہ سب کچھ معلوم ہو گیا تھا لیکن میں نے اس کا اظہار نہیں کیا تھا۔ جانتا تھا کہ اس کا نتیجہ کیا ہو گا مگر پریشانی ضرور ہو گئی تھی۔ میں ایک خطرناک کام سے غفلت ہو گیا تھا اور کوئی بھی لمحہ خطرناک لمحہ ہو سکتا تھا۔ کافی دن گزر گئے۔ ایک معاملہ چونکہ میری نگاہ میں آگیا تھا، اس لیے اب میں گہری نگاہوں سے جائزہ لیتا رہتا تھا۔ میں نے ان لوگوں کو شناخت کر لیا تھا جو ایسے مال کی ترسیل کرتے تھے اس مال کی بکنگ بھی میں ہی کرتا تھا۔ ایک دن ایک شخص مال لے کر اس وقت میرے پاس آیا جب میں دفتر میں تنہا تھا۔

”فیصل خان؟“

”کیا بات ہے شاہد بھائی؟“

”یار بہت دن سے تم سے ایک بات کرنے کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔“

”کو کیا بات ہے؟“

”تمہارا نو شرہ کا ٹور کب ہے؟“

”پرسوں نو شرہ جا رہے ہیں ہم لوگ۔“

”میری ایک چیز لے جاؤ گے؟“

”کیا چیز ہے؟“

”بس ایک چھوٹا سا پیکٹ ہے، سارے انتظامات میں کر دوں گا۔ یہ پیکٹ تم ایک آدمی کو دو گے، وہ تمہیں اس کے پیسے دے دے گا جو میں تم سے لے لوں گا۔ دس فیصد تمہارا ہو گا۔“

”چیز کیا ہوگی؟“

”بس یہ نہ پوچھو۔“

”پہچان لیا۔“ رستم خان کی آواز سنائی دی۔

”کو تمہارا کام ہو گیا۔“

”آپ کا مہربانی صاحب، خدا قسم آپ نے بڑا کام کر دیا ہے امارا، رستم خان آپ یہ احسان کبھی نہیں بھول سکے گا۔“

”ہم نے تم سے کہا تھا رستم خان! ہماری دوستی تمہارے کام ہی آئے گی۔“

”بہت مہربانی صاب، ہمیں کوئی خدمت بتاؤ۔“

”خدمت تو تم مسلسل کر رہے ہو رستم خان، کو فیصل کیا ہے۔“ میں ریسیو رکھنے ہی والا تھا کیونکہ اول تو مجھے اس گفتگو سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ دوسرے یہ بری بات بھی تھی کہ کسی کا فون سنا جائے۔ رستم خان کو آواز ہلکی ہونے سے شبہ بھی ہو سکتا تھا مگر اپنا نام سن کر مجھے سخت حیرت ہوئی تھی۔ میں نے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھا اور پوری توجہ اس گفتگو پر مرکوز کر دی۔

”بہت اچھا ہے، بہت خوش ہے۔“

”اب دوسرے مرحلے کا آغاز کر دو۔“

”دوسرے مرحلے کا وہ کیا صاب؟“

”اسے کچھ دن کے لیے جیل جانا چاہیے۔“

”جیل!“

”ہاں رستم خان جب تک جیل کی روٹیاں نہ ملیں، اس وقت تک انسان مکمل کہاں ہوتا ہے۔ اب تم یوں کرو اسے کسی کیس میں ملوث کر کے کچھ عرصہ کے لیے جیل بھجوا دو۔“

”چہ ہو جائے گا صاب یہ کون سا بڑا بات ہے مگر کتنا بڑا کیس بنانا ہے؟“ رستم خان نے پوچھا۔

”بس دو سال گزار لے کافی ہے، بہت کچھ سیکھ جائے گا۔ دو سال کے بعد اس کے بارے میں کچھ اور سوچیں گے۔“

”ایک بات بتانے گا صاب؟“ رستم خان نے پوچھا۔

”پوچھو۔“

”خو قصہ کیا ہے، آپ بولتا اس کو نقصان نہیں پہنچنا چاہیے کھانا کپڑا کا تکلیف نہیں

ہونا چاہیے اور اب آپ اس کو جیل بھیجنا چاہتا۔“

”میں اس کی تعمیر کر رہا ہوں رستم خان، میں اسے جو کچھ بنانا چاہتا ہوں، اس کے لیے محنت کر رہا ہوں وہ، وہ نہیں بننا چاہیے جو میں نہیں چاہتا، اسے وہ بننا چاہیے جو میں چاہتا ہوں۔ وہ گاڑیاں صاف کر کے پیٹ بھرتا تھا، مجھے اعتراض نہیں تھا کیونکہ میں جانتا تھا کہ آوارہ سڑکیں اور یہ ماحول آسانی سے مجرم تخلیق کر دیتا ہے۔ خاص طور سے کسی ایسے کے لیے جو تنہا ہو، جس کا کوئی سرپرست نہ ہو مگر پھر ایک وکیل صاحب کو جنت کمانے کی سوچھی اور انہوں نے اس کی میری مرضی کے خلاف تعمیر شروع کر دی۔ وکیل صاحب کو راہ راست پر لانے کے لیے محنت کرنی پڑی اور وکیل صاحب کا دماغ ٹھکانے آگیا پھر اسے تم تک پہنچانے کے لیے ساحل پر ڈراما کرانا پڑا اور اس نے تمہیں اپنا ہمدرد سمجھ لیا تم نے اپنا کام بہت خوش اسلوبی سے پورا کر لیا ہے، اب دوسروں کی باری ہے۔“

”سمجھ گیا صاحب، کام ہو جائے گا۔“

”کیا کرو گے؟“

”اس بار وہ ہمارا مال لے کر جائے گا تو اس کے لباس میں ڈرگس ہو گا۔ پولیس کو مخبری کر دیا جائے گا اور پولیس اسے پکڑ کر تلاشی لے گا، ام بول دے گا کہ یہ کام اس کا اپنا ہے۔“

”کب یہ کام کر رہے ہو؟“

”پرسوں وہ پشاور جا رہا ہے، کام ہو جائے گا۔ ہاں صاب ایک بات اور بولنا تھا۔ ایک نیا ایس پی آیا ہے صاب، خطرناک آدمی ہے، ابھی تک اپنا جال میں نہیں پھنسا۔“

”محمود شاہ تو نہیں؟“

”وہی ہے صاب۔“

”سنو رستم خان! ہو شیار ہو جاؤ۔“ محمود شاہ بہت خطرناک آدمی ہے، وہ کسی سے مرعوب نہیں ہوتا ذرا مذہبی قسم کا آدمی ہے رشوت وغیرہ بھی نہیں لیتا، کسی کو خاطر میں نہیں لاتا اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ڈی آئی جی کا سالا ہے۔“

”چہ امارا سالا کیا ہو گا؟“

”بندوبست ہو جائے گا مگر کچھ عرصہ لگے گا“ فی الحال اس سے بچتے رہو“ میں کوئی ترکیب نکالوں گا۔“

”ٹھیک ہے صاب!“ رستم خان نے کہا اور دوسری طرف سے سلسلہ گفتگو منقطع ہو گیا۔

میں نے بھی احتیاط سے بریسیور رکھ دیا۔ سینہ دھونکنی بن گیا تھا۔ آنکھوں اور کانوں سے شعلے نکل رہے تھے۔ سوچنے سمجھنے کی قوتیں سلب ہو گئی تھیں۔ گرتا پڑتا اندر آیا اور بستر پر گر پڑا۔ آہ! یہ گفتگو میرے بارے میں ہو رہی تھی۔ ایک ایک لفظ سمجھ میں آ گیا تھا اور یقیناً دوسری طرف سے بولنے والا وہی شخص تھا جس نے مجھے الیاس بھائی کے بار سے نکلوایا تھا اور جو نہ جانے کس مقصد کے تحت مجھ سے دشمنی پر آمادہ ہو گیا تھا۔ اسی کی تلاش تو تھی مجھے اس کے بارے میں تو جاننا چاہتا تھا وہ کون ہے اس کی مجھ سے کیا پر خاش ہے اس کی اتہ میں کیا راز چھپا ہوا ہے۔ میرے اعضاء شل ہو رہے تھے ایک عجیب سی سنسنیٹ کا شکار ہو گیا تھا میں۔ وہ آواز میرے لیے ناقابل شناخت تھی جو دوسری طرف سے رستم خان سے بات کر رہی تھی اور جو الفاظ ان دونوں کے درمیان ادا ہوئے تھے وہ بہت سی باتوں کا انکشاف کر رہے تھے۔ میرا دشمن آہ! کاش ایک مرتبہ اس کی صورت مجھے نظر آئے۔ ایک مرتبہ اس سے شناسائی ہو جائے۔ پتا تو چلے وہ کون ہے، بہر طور ایک ایسا آدمی میرے علم میں آچکا تھا جو میرے دشمن کے بارے میں جانتا تھا۔ اس کے اور میرے دشمن کے تعلقات تھے۔ غرض یہ کہ نہ جانے..... رات کے کس حصے تک میں ان دونوں کے درمیان ہونے والی ایک ایک بات پر غور کرتا رہا اور اس سے نتائج اخذ کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ ان کی گفتگو کا ایک ایک لفظ ذہن پر..... ہتھوڑے مار رہا تھا۔ پہلا مرحلہ گزر گیا تھا اور اب دوسرے مرحلے کا آغاز ہونا تھا اور اس دوسرے مرحلے کے آغاز پر مجھے جیل کی ہوا کھلائی جانی تھی۔ رستم خان کا اب تک کاروبار میرے ساتھ جو کچھ رہا تھا۔ اسے مد نظر رکھتے ہوئے میرے دل میں اس کے لیے عزت پیدا ہو گئی تھی لیکن وہ قابل عزت نہیں تھا وہ آلہ کار تھا میرے دشمن کا۔ میں اپنی ذہنی قوتوں کو آواز دینے لگا اور میں نے دل میں سوچا کہ رستم خان تم بہت تجربے کار انسان ہو، بڑے وسایل رکھتے ہو تم لیکن میں تم سے ہی اپنی زندگی کا پہلا مقابلہ کروں گا اور اسے آپ کو

آزماؤں گا۔ ہرچند کہ میں تمہارے قابل نہیں ہوں لیکن میں سے تو صورت حال کا صحیح جائزہ سامنے آسکے گا تم مجھے بتاؤ گے کہ میرا دشمن کون ہے، وہ ہستی کون ہے جس سے تم بھی مدد مانگتے ہو، دیکھوں گا رستم خان دیکھوں گا۔

رات کا بہت بڑا حصہ اسی طرح گزر گیا۔ انتہائی کوشش کے باوجود نیند نہیں آسکی تھی۔ بہر طور دوسری صبح اپنے معمولات میں مصروف ہو گیا۔ کوئی ایسی بات نہیں ظاہر کی جس سے کسی کو میرے مسئلے میں شبہ ہو جائے۔ ٹرک لوڈ ہوتے رہے۔ کاروبار زندگی اسی طرح چلتا رہا۔ ٹرکوں کے اس اڈے پر اور بھی بہت سے دفاتر تھے۔ دوسرے لوگوں کے ٹرک بھی یہاں موجود تھے۔ تھوڑے ہی فاصلے پر ایک اور ٹرک آفس تھا جس کے مالک کا نام زربغت خان تھا۔ میں نے دوران زربغت خان کو بھی کئی بار دیکھا تھا۔ شاید اس کے اور رستم خان کے درمیان کوئی کاروباری چپقلش چل رہی تھی۔

ایک دن دوپہر کوئی ڈھائی بجے جب رستم خان دفتر میں آکر بیٹھا تو تھوڑی دیر کے بعد زربغت خان بھی وہاں پہنچ گیا۔ اس کے ساتھ دو آدمی موجود تھے۔ رستم خان نے تکیسی نگاہوں سے زربغت خان کو دیکھا۔ دونوں نے ہاتھ نہیں ملایا تھا۔ زربغت خان خود ایک کرسی گھسیٹ کر بیٹھتا ہوا بولا ”کو رستم خان کیا حال ہے تمہارا.....؟“

”ٹھیک ہوں۔“

”کتنا ٹائم ہو گیا رستم خان لیکن ہمارے درمیان تصفیہ نہیں ہوا تم نے آج تک مجھے قیمت ادا نہیں کی؟“

”اس کا فیصلہ کرلو زربغت خان کہ میرے اور تمہارے درمیان کتنا ادائیگی ہے“ فیصلہ ہو جائے گا تو میں تمہارے کو پیسے دے دے گا۔“

”فیصلہ تو اسی وقت ہو گیا تھا رستم خان، تمہیں ٹرک کا پورا پورا قیمت ادا کرنا ہو گا۔ اس میں گنجائش کا کیا سوال ہے۔“ زربغت خان بولا۔

”تو میں نے تمہیں اس کے لیے پہلے بھی منع کر دیا تھا زربغت خان کہ میں پورا قیمت نہیں ادا کرے گا۔ ابھی تم ایک ہی بات بار بار بولتا ہے، میرا خیال ہے اب اس سلسلے میں دوسرا بات نہیں اب اگر تم چاہو تو میں تمہارے کو آدھا قیمت دے سکتی ہے۔“

”چہ حرام کا مال نہیں تھا بھی صاحب کہ تم میرے کو آدھا قیمت دے سکتا پورا

قیمت تمہیں دینا ہو گا۔

”تو پھر ٹھیک ہے زربغت خان‘ میں اس کے لیے تم سے بولا کہ عدالت کا دروازہ کھٹکھاؤ۔“

زربغت خان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے آہستہ سے کہا۔ ”ہمارا عدالت کدھر ہوتا ہے رستم خان‘ تم بھی جانتا اور میں بھی جانتا۔ ہم لوگ پٹھان ہیں‘ ہمارا عدالت ذرا الگ ہی ہوتا ہے اگر ہمارا عدالت فیصلہ نہیں کر پاتا تو پھر ہم دوسرا عدالت کا بات کرتا۔“

”تم مجھے دھمکی دیتا زربغت خان۔“

”نہیں بابا‘ میں تمہارے کو دھمکی کدھر دے سکتا‘ لین دین کا معاملہ ہے۔ بہتر ہے کہ آپس میں طے کر لو‘ ابھی میں تمہیں سوچنے کے لیے تھوڑا ٹائم دیتا آخری فیصلہ ضرور کر لو‘ ابھی میرے کو رقم کا ضرورت بھی ہے آج کل۔“

”آدھی رقم کی بات میں نے کر دی ہے تم سے۔ جب دل چاہے فیصلہ کر کے مجھے بتا دینا میں ادا کیگی۔“

”نہیں بابا پورا رقم..... پورا رقم‘ کیا سمجھا اور فیصلے کے لیے ایک ہفتے کا ٹائم..... ایک ہفتے کے بعد جو فیصلہ ہو گا وہ ہماری طرف سے ہو گا۔“ زربغت خان نے کہا اور اپنی مونچھوں پر ہلکے سے دبا دیا وہاں سے چلا گیا۔

رستم خان کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔ تھوڑی دیر تک وہ زربغت خان کو دیکھتا رہا پھر جب زربغت خان اپنے دفتر میں داخل ہو گیا تو رستم خان نے گھٹی بجا کر کسی کو بلایا اور پھر آہستہ سے بولا۔ ”چمن شاہ کو بلاؤ۔“

چمن شاہ آگیا۔ میں نے اس شخص کو ایک آدھ بار ہی دیکھا تھا۔ ایک انتہائی بے تکے جسم والا خطرناک صورت آدمی تھا۔ لمبا قد پتلے پتلے ہاتھ پاؤں‘ پھولا ہوا پیٹ مگر چہرے سے بے پناہ شیطنت نکلتی تھی۔ وہ اندر آکر رستم خان کے پاس بیٹھ گیا۔

”چمن شاہ‘ زربغت خان مجھے دھمکی دے کر گیا ہے اور کہتا ہے کہ پورا رقم لے گا‘ نہیں تو میرے خلاف اپنی عدالت میں کارروائی کرے گا۔“

”رستم خان..... کیا کرنا ہے اس کا؟“ چمن شاہ نے پوچھا۔

”ابھی صرف ہوشیار وہ‘ بعد میں اگر کچھ کرنا پڑا تو کرے گا بابا‘ ورنہ کیا کرے۔“

”ٹھیک ہے خان‘ تم بالکل اطمینان رکھو‘ چمن شاہ نے جواب دیا۔“

میں خاموشی سے اپنے کام میں مصروف تھا اور اس پوری گفتگو کے دوران میں نے کوئی مداخلت نہیں کی تھی لیکن میرے ذہن میں پھلجڑیاں سی چھوٹ رہی تھیں۔ ایک نیا تصور میرے اندر جنم لے رہا تھا۔ میں نے ان خیالات کو ذہن میں محفوظ کر لیا۔ بہر طور ابھی مجھے یہ بھی سوچنا تھا کہ کل جب میں پشاور کے لیے روانہ ہو رہا ہوں گا تو مجھے اپنے تحفظ کے لیے کیا کرنا ہو گا۔

دن گزر گیا۔ رستم خان کہیں چلا گیا تھا‘ رات کو ڈیرے پر ہی میری اس سے ملاقات ہوئی۔

”اوائے فیصل کاناں! کل تم پشاور جا رہا ہے۔“

”جی خان‘ کوئی خاص بات؟“ میں نے اس سے سوال کیا۔

”نہیں اوائے کوئی خاص بات نہیں‘ بس میں تیرے کو دیکھ کر خوش ہوتا تو سارا کام سیکھتا جو جا رہا ہے۔“

”میرا بھائی جو میری مدد کرتا ہے۔“

رستم خان ہنسنے لگا پھر بولا۔ ”ادھر سردی بہت زیادہ ہے‘ گرم کپڑے کا خیال رکھنا‘ تیرے پاس گرم کپڑا موجود ہے۔“

”ہاں خان ہے۔“ میں نے جواب دیا اور رستم خان خاموش ہو گیا۔

میرا خیال درست ہی نکلا‘ دوسرے دن رستم خان نے ایک بہت ہی خوبصورت

جیکٹ میرے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ ”اس کو پہن لو‘ تمہارے لیے خریدا ہے میں نے۔“

میں نے شکریہ ادا کر کے جیکٹ اس سے لے لی اور اس کے سامنے ہی پہن لی۔

رستم خان مطمئن ہو گیا تھا۔ بہر طور مجھے یہ اندازہ لگانے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی کہ

ڈرگس کا وہ ذخیرہ اسی جیکٹ میں موجود ہے‘ جس کے بارے میں پہلے سے طے کر لیا گیا

ہے۔

میں مطمئن انداز میں اپنے کام کرتا رہا۔ اڈے پر پہنچا تو پشاور جانے والا ٹرک لوڈ ہو

رہا تھا اور تمام لوگوں کو روانگی کے لیے تیار تھے۔ میں نے بھی اپنی تیاریاں مکمل کیں اور اس

کے بعد ٹرک میں سوار ہو گیا۔ ٹرک اشارت ہو کر چل پڑا تھا۔

میں خاموشی سے ڈرائیور کے ساتھ بیٹھا سامنے دیکھتا رہا۔ وہ سارے کانڈات میرے پاس ایک بریف کیس میں موجود تھے جو اس ٹرک میں لدے ہوئے سامان کے سلسلے میں تھے۔ پیٹیاں وغیرہ بھی تھیں اور ایسی ہی دوسری چیزیں پھر بھی میں نے احتیاطاً وہ بریف کیس کھول کر کانڈات کا جائزہ لیا اور کانڈات سے زیادہ یہ اندازہ لگاتا رہا کہ بریف کیس میں تو کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔

بریف کیس کلیر تھا۔ میں نے اسے پیروں کے پاس رکھ لیا اور پھر اپنے اس جیکٹ کا جائزہ لینے لگا اور تو کوئی موقع ابھی تک نہیں مل سکا تھا بس یو نہی میں اسے ٹوٹتا رہا۔ مجھے محسوس ہوا کہ جیکٹ کی دہری تہ میں کوئی لمبی سی تھیلی نما شے پوشیدہ ہے اور یقینی طور پر یہی ڈرگس کا پیکٹ ہو سکتا تھا۔ ڈبل تہ میں اندرونی طور پر بھی زپیں محسوس ہو رہی تھیں۔ میں نے مسکرا کر گردن ہلائی اور مطمئن نگاہوں سے دیکھتا رہا۔

ٹرک کافی دور نکل آیا اور مناسب رفتار سے اپنا سفر طے کرتا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے ڈرائیور سے کہا۔

”اکبر خان! یاد ذرا سہڑک کے کنارے ٹرک روکو۔“

”کیا بات ہے یار فیصل خان؟“

”یار تھوڑا، بس۔“ میں نے ایک انگلی اٹھا کر اشارہ کیا اور اکبر خان نے مسکراتے ہوئے ٹرک سائیڈ میں کر دیا۔

کافی فاصلے پر جھاڑیاں وغیرہ نظر آرہی تھیں۔ میں انہی کی جانب بڑھ گیا اور تھوڑی دیر کے بعد ایک قد آدم جھاڑی کے عقب میں پہنچ کر میں نے برق رفتاری سے جیکٹ اتار لی اور اس کا جائزہ لینے لگا۔ اندرونی زپ میں ایک لمبی سی پلاسٹک کی تھیلی رکھی ہوئی تھی جس میں سفید سفید پاؤڈر بھرا ہوا تھا۔ میں نے جھاڑی کا اچھی طرح سے جائزہ لیا اور اس کے بعد پھرتی سے وہ تھیلی نکال کر جھاڑی کے ایک حصے میں پوشیدہ کر دی اور اس کے اوپر ایک پتھر رکھ دیا تاکہ نشانی کے طور پر کام آئے۔ اس کے بعد میں نے جیکٹ دوبارہ اپنی پھر آہستہ آہستہ چلتا ہوا ٹرک کے پاس پہنچ گیا اور ٹرک میرے بیٹھنے کے بعد روانہ ہو گیا۔ میرے ہونٹوں پر ایک اطمینان بخش مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

نے میرے خلاف جو کچھ کیا تھا میں نے اسے ناکام بنا دیا تھا اور اب مجھے کوئی خطرہ درپیش نہیں تھا۔ ویسے رستم خان کو یقیناً اس بات پر حیرت ہوگی۔ مجھے کرنا کیا چاہیے۔ ایک صورت حال تو یہ ہو سکتی تھی کہ پشاور پہنچ کر وہیں کہیں غائب ہو جاؤں اور بعد میں کراچی کا رخ کروں لیکن یہ کوئی بات نہ ہوئی۔ رستم خان سے تو باقاعدہ حساب کتاب کرنا تھا۔ ایک حساب اسے زربغت خان کا کرنا تھا، دوسرا مجھے کرنا تھا۔ یقینی طور پر اس سلسلے میں زربغت خان میری بھرپور مدد کر سکے گا۔ حالانکہ یہ ایک مشکل کام تھا۔ میرے اور اس کے درمیان بہت فرق تھا۔ وہ ایک مطمئن اور اپنے اطراف مضبوط رکھنے والا آدمی تھا جبکہ میں ابھی ایک بہت ہی کچی شخصیت تھا لیکن اندرونی طور پر میں کہیں سے بھی اپنے آپ کو کچا نہیں سمجھتا تھا۔ ویسے تقدیر نے بھی یاوری کی تھی کہ وہ ٹیلی فون میں نے سن لیا، ورنہ ہو سکتا ہے کہ پھنس جاتا۔ اب اس بات کا خاص طور سے خیال رکھنا ہو گا کہ ایک ایک لمحہ ہوشیاری کا لمحہ ہو۔ میرے دشمن مجھے چاروں طرف سے گھیر رہے تھے اور مجھے ان کی ہر چال سے بچنا تھا۔

سفر جاری رہا۔ پورا دن ہی گزر گیا۔ اس وقت شام کے تقریباً ساڑھے چھ بجے تھے۔ جب ہمیں ایک چیک پوسٹ نظر آئی۔ عارضی چیک پوسٹ تھی اور دلچسپ بات یہ تھی کہ وہاں پر ایس پی شاہ تعینات تھا۔ وہ خطرناک آدمی گہری نگاہوں سے ٹرک کا جائزہ لے رہا تھا۔ دو پولیس والوں نے ٹرک کو ہاتھ کے اشارے سے سائیڈ پر روکنے کے لیے کہا اور ڈرائیور اکبر خان نے ٹرک روک دیا۔

ایس پی شاہ آگے بڑھ آیا۔ اس نے ڈرائیور سے نیچے اترنے کے لیے کہا۔ ڈرائیور کے ساتھ میں بھی نیچے اتر آیا۔ ایس پی شاہ نے بغور مجھے دیکھا اور مسکرا کر بولا۔

”ہیلو۔ کہو کیا حال ہیں دوست؟“

”ٹھیک ہوں شاہ صاحب۔“

”گذا اس کا مقصد ہے کہ تم بھی مجھے پہچان گئے۔“

”جی سر، رستم خان صاحب ہی کا ٹرک ہے۔“

”مگر آج مجھے تم سے کچھ ضروری کام ہے، ویسے سرسری طور پر ٹرک کا جائزہ بھی

دیگا۔ کانگریسیتوں وغیرہ ہیں، تمہارے پاس تمام مسلمان کے۔“

طرف دیکھا۔ وہ بھی حیران رہ گئے تھے۔

”سر اطلاق تو اسی کے بارے میں ملی تھی۔“ ان میں سے ایک نے کہا۔
 ”ہوں، برآمد کرو۔“

”نہیں سر، اب کہاں سے برآمد کیا جائے؟“

”ٹرک کا اچھی طرح جائزہ لے لو۔“ ایس بی شاہ نے کہا اور سادہ لباس والا اپنے آدمیوں کی نگرانی میں ڈرائیونگ سیٹ کے پاس آگیا تھا۔ غرض ہر چیز کی تلاش لے لی گئی اور اس کے بعد انھوں نے ہمیں کلینر بس دے دیا۔

ایس پی شاہ نے میری طرف رخ کر کے کہا۔ ”دوست جو اطلاع ملی تھی ہمیں، وہ غلط نکلی بہر حال تم سے ملاقاتیں رہیں گے۔“

”جی شاہ صاحب! بہر حال میں نہیں سمجھتا کہ آپ کو کیا اطلاع ملی ہے۔“

”اوکے، تم لوگ جاسکتے ہو۔“ تھوڑی دیر کے بعد ٹرک اشارٹ ہو کر وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ دوسرے لوگوں کو شاید اس بارے میں کچھ بھی نہیں معلوم تھا۔ تلاشی معمول سے مختلف نہیں تھی، اس لیے اس پر کوئی خاص تبصرہ بھی نہ ہوا۔

ہم لوگ پشاور پہنچ گئے۔ یہاں جو کارروائیاں ہونی تھیں وہیں ہوئیں اور ان میں کوئی خاص بات نہ ہوئی پھر یہاں سے لوڈنگ کی گئی اور اس کے بعد ہم کراچی چل پڑے۔ پتا نہیں رستم خان نے میرے بارے میں معلومات کیں یا نہیں۔ تاہم یہ میں جانتا تھا کہ اگر اسے علم ہو گیا ہو گا تو وہ خود میری طرف سے بھی مشکوک ہو سکتا ہے۔ جیکٹ چونکہ اس نے خود میرے حوالے کی تھی، اس لیے اس بات کے امکانات نہیں تھے کہ کوئی دوسرا ڈرگس کی وہ تھیلی نکال کر کہیں خرد برد کر دے اگر یہ کام کر سکتا تھا تو صرف میں۔ اس لحاظ سے یہ بات ایک طرح سے خطرناک بھی ہو سکتی تھی کہ میں واپس رستم خان کے پاس پہنچ جاؤں لیکن میں اس سے ہار بھی نہیں ماننا چاہتا تھا۔ میرا اس کا معاملہ تو اب دوسری نوعیت اختیار کر گیا تھا۔

جب ٹرک واپس کراچی پہنچا تو رستم خان اپنے دفتر میں ہی موجود تھا۔ اس کے چہرے پر سنجیدگی چھائی ہوئی تھی اور اس نے مجھے دیکھ کر کسی خاص کیفیت کا اظہار نہیں کیا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ اسے یہ بات معلوم ہے کہ میں پولیس کے جال میں نہیں پھنس

”جی ہاں سر، آپ جانتے ہیں کہ ہم کاغذات مکمل کیے بغیر نہیں چلتے۔“

”ہاں ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ وہ دراصل ایک لطیفہ یاد آگیا تھا۔“ ایس نے کہا۔

”کیا سر؟“ میں نے سوال کیا۔

”ایک شخص ہمیشہ ایک ٹوٹی پھوٹی سائیکل لے کر اور اس کے کیرئیر پر ایک بوری رکھ کر سرحد کے دوسری جانب جاتا تھا اور پھر شام کو واپس آ جاتا تھا۔ سرحدی محافظوں کو شبہ تھا کہ یہ شخص اسمگلر ہے اور کوئی شے اسمگل کرتا ہے لیکن بیس پچیس بار انہوں نے اس کے سائیکل پر رکھی ہوئی بوری کا جائزہ لیا..... پوری سائیکل کا جائزہ لیا لیکن کوئی چیز انھیں دستیاب نہ ہوئی..... تھک ہار کر انہوں نے اس شخص کو کہا۔ دیکھو بھئی تم جس طرح جاتے ہو ہم اسی طرح تمہیں جانے دیں گے‘ وعدہ کرتے ہیں کہ کبھی تمہارا راستہ نہیں روکیں گے۔ تم صرف یہ بتاؤ کہ تم کیا چیز اسمگل کرتے ہو؟ پتا ہے اس نے کیا جواب دیا۔

”میں سائیکلیں اسمگل کرتا ہوں۔ تم لوگوں نے ہمیشہ سائیکل پر موجود چیزوں کو دیکھا۔ یہ کبھی غور نہیں کیا کہ یہاں سے میں ایک ٹوٹی سائیکل لے جاتا ہوں۔ بس یہ ہے میرا چھوٹا سا کاروبار‘ نہ اس بات پر۔“ ایس پی شاہ نے کہا۔

میں مسکرا کر خاموش ہو گیا پھر میں نے آہستہ سے کہا۔ ”میں سمجھا نہیں شاہ صاحب۔“

”مطلب صرف اتنا سا ہے کہ تم ہمیں اتنے بڑے ٹرک میں الجھا دیتے ہو اور ہم نے کبھی تمہاری تلاشی نہیں لی۔“

”میں حاضر ہوں بھلا میرے پاس سے آپ کو کیا مل سکتا ہے۔“ میں نے کہا۔

”یہ تو اب وقت ہی بتائے گا کہ تمہارے پاس سے اب کیا دستیاب ہو سکتا ہے۔“

ایس پی شاہ نے کہا۔ ان کے گرد کئی افراد آکر کھڑے ہو گئے تھے جن کا تعلق پولیس ہی سے تھا۔ ایک دو سادہ لباس والے بھی تھے۔ بہر حال انہوں نے میری تلاشی لی۔ دوسرے نے لباس کے دوسرے حصے دیکھے۔ جیکٹ کو پوری طرح سے مضمبوڑ کر رکھ دیا گیا اور سر سے پاؤں تک تلاشی لینے کے بعد ایس پی شاہ نے حیران نگاہوں سے سادہ لباس والوں کی

پھر پٹرول کی وہ بوتل نکال لایا جو دن میں 'میں نے ایک جگہ چھپا دی تھی..... بوتل کا پٹرول تریپالوں سے ڈھکے ہوئے ٹرک پر اچھال کر میں نے بوتل ٹرک ہی پر ڈال دی اور جیب سے ماچس کی ڈبیا نکال لی۔ میرے دل میں کوئی خوف نہیں تھا۔ نہایت دلیری سے میں اپنا یہ کام انجام دے رہا تھا۔ ماچس کی تیلی روشن ہوئی اور میں نے اسے تریپال پر اچھال دیا۔ بس اتنا کافی تھا۔ میں نے اپنے ہولناک مشن کا آغاز کر دیا تھا۔



ندیم

سکا اور کوئی ایسا عمل ہو گیا ہے جس کی بناء پر اس کی یہ کوشش کارگر نہیں ثابت ہوئی۔ مجھ سے اس نے کوئی خاص بات نہیں کی تھی، بس کاغذات کی چیکنگ میں مصروف رہا تھا لیکن میں ذرا برق رفتاری سے سوچ رہا تھا اور مجھے اپنا کام بہر حال جاری رکھنا تھا۔

میں ڈیرے پر واپس آگیا اور وہ جیکٹ میں نے اتار کر ایک جگہ ٹانگ دی۔ اس کے بعد میں معمول کی کارروائیوں میں مصروف ہو گیا تھا۔ رات کو رستم خان بھی واپس پہنچ گیا اور اپنے کاموں میں مصروف رہا۔ معمول کے مطابق باہر ناچ رنگ کی محفل جم گئی تھی چائے کا دور چلنے لگا اور یہ دور تقریباً ساڑھے گیارہ بجے تک جاری رہا۔ ساڑھے گیارہ بجے میں اپنی جگہ سے اٹھ کر اپنے کمرے میں واپس آگیا اور یہ دیکھ کر میری مسکراہٹ کسی طور نہ رک سکی کہ وہ جیکٹ اپنی جگہ سے غائب تھی اور میں جانتا تھا کہ رستم خان کے علاوہ اور کسی نے اسے حاصل نہ کیا ہو گا۔ غالباً وہ یہ تحقیقات کرنا چاہتا ہو گا کہ اس کی کوشش ناکام کیسے ثابت ہوئی اور اب یہ سوچنا تھا کہ یہ معلومات حاصل کرنے کے بعد اس کا رد عمل کیا ہو گا۔ کیا وہ مجھ سے اس سلسلے میں باز پرس کرے گا؟ اس طرح تو بات کھل کر سامنے آجائے گی۔

میں انتظار کرتا رہا۔ رات کا تقریباً ڈیڑھ بج چکا تھا۔ کوئی ایسی خاص بات نہ ہوئی جو میرے لیے باعث تشویش ہوتی، مجھے اپنے منصوبے کے تحت دوسرے دن اپنا کام کرنا تھا۔ جب مجھے یہ اطمینان ہو گیا کہ رستم خان براہ راست کوئی گفتگو کم از کم آج نہیں کرے گا تو میں آرام سے سو گیا۔

دوسرے دن صبح کو رستم خان موجود نہ تھا۔ میں ٹرک اڈے پر پہنچ گیا، اپنا کام بھی کرتا رہا اور جو کام مجھے کرنا تھا اس کا جائزہ بھی لیتا رہا۔ شام کو پانچ بجے میں نے اپنا دوسرا کام مکمل کر لیا۔ خوش قسمتی سے رستم خان آج دن بھر دفتر نہیں آیا تھا۔ اس طرح مجھے آسانی ہو گئی۔ دفتر بند ہونے کے بعد ڈیرے پر آگیا اور یہاں دوسروں کے ساتھ وقت گزارتا رہا۔ پھر خوش باش لوگ ناچ رنگ میں مصروف ہو گئے۔ میں بھی ان کے ساتھ تھا لیکن پونے دس بجے کے قریب میں آنکھ بچا کر وہاں سے چل پڑا۔ انتہائی تیز رفتاری سے میں ٹرک اڈے پہنچا۔ یہاں اب بھی رونق تھی۔ کچھ دفتر کھلے ہوئے تھے۔ زربغت خان کے دو ٹرک تریپالوں سے ڈھکے ہوئے کھڑے تھے۔ میں نے ان کے اطراف کا جائزہ لیا اور

”آگ کیسے لگ گئی؟“ میں نے سمندر خان سے پوچھا۔

”کیا کہنا چاہتے ہو زر بخت خان؟“

”جو ہم بولا تم نے سنا رستم خان! یہ اچھا نہیں ہوا“

”تمہارا خیال ہے آگ میں نے لگائی ہے؟“

”ابھی میں کیا خیال کرتا۔ یہ کام پولیس کا ہے میں تمہارے کو یہ بتانے آیا رستم خان کہ کام تم نے شروع کیا ہے۔ میں نے نہیں۔ یہ سب لوگ جرگے کے سامنے اس بات کا گواہی ہو گا۔“

”دیکھو زر بخت خان! میں تمہارے کو بولا ایسا کوئی کام خدا قسم ہم نہیں کیا پر تم دشمنی کا دھمکی دیتا ٹھیک ہے ہمارے کو دشمنی منظور ہے اب جاؤ دشمن کو دشمن کے چھت کے نیچے نہیں ہونا چاہیے۔“ رستم خان نے کہا اور زر بخت خان اپنے آدمیوں کو اشارہ کر کے وہاں سے چلا گیا۔ دفتر میں موجود تمام لوگ خاموش تھے۔

رستم خان تھوڑی دیر خاموش بیٹھا رہا اور پھر دو آدمیوں کے ساتھ جیب میں بیٹھ کر چلا گیا۔ وہاں موجود لوگ پشتو زبان میں اظہار خیال کرنے لگے جو میری سمجھ میں نہیں آتی تھی لیکن یہ سمجھ رہا تھا کہ یہ سب کچھ اسی سلسلے میں ہے۔ رستم خان نے مجھے بے بس و لاچار سمجھ کر اٹھلوتا بنایا تھا مگر میں کھلونا نہیں تھا اور یہ ثابت کرنا چاہتا تھا۔ اس رات ڈیرے پر ناچ رنگ اور قہقہے نہیں تھے ایک عجیب سی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

رات اداسی سے گزر گئی۔ دوسرے دن وہی ہنگامہ خیزیاں ابھر آئی تھیں۔ رستم خان بھی صبح سے کاموں میں مصروف تھا۔ مجھ سے سارے دن کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ شام کو وہ ڈیرے پر آگیا اور پشتو میں لوگوں سے کچھ کہا۔ نتیجے میں ہنگامہ آرائیاں شروع ہو گئیں اور وہی رونق واپس لوٹ آئی لیکن رات کے دس بجے کے قریب اس وقت زبردست سنسنی پھیل گئی۔ معشوق سلطان ٹیپ ریکارڈر پر نغمہ سرا تھی کہ اچانک فائرنگ کی آواز ابھری اور تین آدمی زخمی ہو کر نیچے گر پڑے۔ رستم خان نے دھاڑ کر لوگوں سے کچھ کہا اور پھر کمر سے پستول نکال کر خود بھی فائر کرتا ہوا باہر بھاگا۔ ادھر اس کے چند ساتھی دوڑ کر اندر سے ہتھیار نکال لائے مگر حملہ آور گاڑی اپنا کام کر کے فرار ہو چکی تھی۔

رستم خان کے ساتھیوں نے جیب سنبھالی اور رستم خان اچھل کر جیب میں بیٹھ گیا۔

”یار فیصل! تم سے ایک بات کرنی تھی۔“

جیب بندوق سے لگی ہوئی گولی کی طرح آگے بڑھ گئی تھی۔ ادھر زخمیوں کو سنبھالا جانے لگا۔ میں بھی ان میں شامل تھا۔ دو آدمیوں کے سینے میں گولیاں لگی تھیں اور ایک کی ران میں کسی نے اسپتال فون کر دیا اور پندرہ منٹ کے بعد ایمبولینس آگئی۔ آس پاس کے بہت سے لوگ ڈیرے پر جمع ہو گئے تھے۔ زخمیوں کو ایمبولینس میں ڈالا جا رہا تھا کہ رستم خان واپس آگیا۔ شاید وہ لوگ فائرنگ کرنے والی گاڑی کو پکڑ نہ سکے تھے۔ رستم خان زخمیوں کے ساتھ..... اسپتال چلا گیا تھا۔ ڈیرے کے تمام لوگ اس فائرنگ کے سلسلے میں زر بخت خان کا نام لے رہے تھے۔

آدھی رات تک سب جاگ کر رستم خان کی واپسی کا انتظار کرتے رہے پھر میں آرام کرنے کے لئے اپنے کمرے میں چلا گیا۔ رستم خان کو میں نے اپنی جوابی کارروائیوں سے مصیبت میں ڈال دیا تھا مگر میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس کی زبان کیسے کھلوائی جاسکتی ہے۔ مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ ایک مشکل کام ہے اور اس کے لیے مجھے طویل انتظار کرنا ہو گا بہر حال اس سے یہ فائدہ ضرور ہوا تھا کہ رستم خان الجھ گیا تھا اور اب وہ فوری طور پر میرے دشمن کی ہدایت پر عمل نہیں کر سکتا تھا مجھے تھوڑا سا وقت مل گیا تھا اور میں اس وقت کو بھی صحیح طور پر استعمال کرنا چاہتا تھا۔

صبح کو مجھے معلوم ہوا کہ زر بخت خان رستم خان کی رپورٹ پر گرفتار ہو گیا ہے اور تینوں زخمیوں کی حالت خطرے سے باہر ہے۔ معمولات میں کوئی فرق نہ آیا تھا اور ہم اڈے پر پہنچ گئے تھے۔ کام بھی معمولات کے مطابق جاری رہا۔ البتہ دو بجے کے قریب میں نے زر بخت خان کو دیکھا جو ہنستا ہوا مونچھوں پر تاؤ دیتا ہوا اپنے دفتر میں داخل ہو رہا تھا۔ دوسرے لوگوں نے بھی اسے سنسنی خیز نظروں سے دیکھا تھا۔ پتا چلا کہ اس نے ضمانت کرائی ہے۔ اسی وقت اتفاق سے شاہد خان کچھ مال بک کرانے آگیا۔ بکنگ میں نے کی تھی۔

”آؤ تمہیں چائے پلاؤں۔“ اس نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ شاہد خان کے ساتھ اٹھ کر میں کچھ فاصلے پر ہوٹل میں آگیا تھا۔ شاہد خان نے چائے منگوائی اور مجھے دیکھتا ہوا بولا۔

ایسے ساروں کی ضرورت تھی۔ مجھے احساس تھا کہ میں اپنے دشمنوں کے ساتھ ہوں مگر ان دشمنوں کو بھی میں اس وقت تک نہ چھوڑنا چاہتا تھا۔ جب تک حالات قابو سے باہر نہ ہو جائیں۔

”ابھی نہ پوچھ۔ کیا دوں گا وقت آنے دو۔“

”فیصل! آج سے تمہاری ہر ضرورت پر میں تمہارا ساتھ دوں گا۔ اطمینان رکھنا۔“

”ہاں شاہد بھائی! مجھے دوستوں کی ضرورت ہے۔“ میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

شاہد نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔

”آج سے ایک نئی دوستی کا آغاز ہو رہا ہے۔“ میں نے مضبوطی سے اس کا ہاتھ

تھام لیا تھا۔ کچھ دیر ہم بیٹھے رہے۔ دوسرے دن کے لیے کچھ مشورے ہوئے اور پھر وہاں سے اٹھ گئے۔

دوسرا دن خاموشی سے گزر گیا۔ شاہد مجھے اس وقت ملا جب میں اپنے معمولات

سے فارغ ہو کر یونیورسٹی آیا تھا۔

”میں نے تمہارے پاس آنا مناسب نہیں سمجھا۔ فیصل میں نہیں چاہتا کہ کسی کو شبہ

ہو جائے۔“

”میں نے یہ چیک لکھ لیا ہے اور یہ اب تمہارے حوالے۔ میری ضرورت جب

بھی محسوس کرو مجھ سے مل سکتے ہو۔“

”تمہاری ضرورت تو مجھے اب قدم قدم پر پیش آئے گی دوست تم نے میرے اوپر

جس اعتماد کا اظہار کیا ہے۔ میں کوشش کروں گا اسے نہیں نہ پہنچے۔ بات دراصل یہ ہے

فیصل کہ میں برائی کی دنیا کا انسان نہیں تھا لیکن وقت نے مجھے دھکیل دھکیل کر ان

راستوں پر لا ڈالا۔ کبھی تفصیل سے اپنی کہانی سناؤں گا۔ اپنے گھر والوں سے ملاؤں گا۔

ویسے یہاں رستم خان صاحب کے اڈے پر کچھ عجیب سی افراقی نظر آتی ہے آجکل؟“

”ہاں! ان لوگوں کی چل گئی ہے آپس میں۔“

”ایک بات کہوں تم سے فیصل! اگر یہاں کبھی کوئی مشکل محسوس کرو تو فکر نہ کرنا

تمہارے لیے رہنے کا ٹھکانہ موجود ہے۔“ اس پر میں نے شاہد کا شکریہ ادا کیا۔

اس رات کچھ اور ایسے معاملات سامنے آئے جن کے ذریعے میں اپنے دشمن رستم

”کیوں نہ میں اور تم مل کر ایک ٹرک خرید لیں؟“ میں چونک کر شاہد خان کو دیکھنے لگا تھا۔ وہ پھر بولا۔ ”تمہیں تجربہ بھی ہو چکا ہے اور پھر ہمارے پاس کچھ رقم بھی ہے۔

منصوبے تو بہت بڑے بڑے ہیں میرے دماغ میں! بس یوں سمجھو کہ وقت کا انتظار کر رہا

ہوں۔ دل میں آرزو ہے کہ ایک بہت بڑا ہاتھ لگ جائے کہیں سے۔ بیڑا پار ہو جائے یا

مگر سوچتا ہوں اتنا بڑا کام کیسے کروں؟“

”بہت سے جھگڑے ہوتے ہیں شاید بھائی اس کام میں“

”یہ جھگڑے بھی تو انسان ہی نمٹاتے ہیں۔ پولیس سے یاری کرنا ہوتی ہے اور

پولیس کو یار بنانا اتنا مشکل کام نہیں ہوتا۔ ابھی ہم جو کچھ کر رہے ہیں اس سے گزارا ہونا

مشکل ہے..... تم مجھے آزما کر دیکھو پیارے۔ دوستوں کے لیے جان دینے والوں میں

سے ہوں اور اس بات کا تم اندازہ تو کر چکے ہو گے کہ میں لین دین کا کھرا ہوں۔ میں کچھ

دوسرے لوگوں سے بھی کام لیتا ہوں اور سب میرے بھروسے کے لوگ ہیں وہ ہمارا پورا

ساتھ دیں گے۔“

”دیکھو شاہد بھائی! بینک میں میری جو رقم پڑی ہوئی ہے وہ تمہاری دی ہوئی ہے اور

میں آنکھیں بند کر کے تمہارے حوالے کر سکتا ہوں اگر تم سمجھتے ہو کہ وہ تمہارے کام

آسکتی ہے تو حاضر ہے ظاہر ہے وہ اتنی نہیں ہے کہ اس سے کوئی بڑا کام لیا جاسکے۔ میں

ابھی رستم خان کے ساتھ کام کرتا ہوں۔ اسے جاری رکھنا چاہتا ہوں۔ کسی بھی مناسب

موقع پر میں اس کا ساتھ چھوڑ دوں گا اور تمہارے پاس آجاؤں گا۔ تم اپنا کام بڑی خوشی

سے اپنے نام سے جاری کرو۔ مجھے بالکل اعتراض نہ ہو گا۔ ابھی مجھے باقاعدہ اپنے ساتھ

شامل نہ کرو کسی کو شبہ بھی ہو سکتا ہے۔ باقی رہی حساب کتاب کی بات تو مجھے تم پر بھروسہ

ہے۔“

”اطمینان رکھو! میں تمہارے بھروسے پر پورا اتروں گا۔ ہماری دوستی ساری زندگی

نیچے گی۔“

”رقم کل مل جائے گی تمہیں۔“ میں نے سکون سے کہا۔ بات دل کو لگ رہی تھی

اور پھر سچی بات تھی۔ وہ میرے تصور سے باہر تھی۔ اپنے مشن کی تکمیل کے لیے مجھے

خان کو نقصان پہنچا سکتا تھا۔ رستم خان اپنے تین خاص آدمیوں کے ساتھ مشورے کر رہا تھا اور یہ صرف اتفاق تھا کہ میں اس کمرے کے عقبی حصے میں نکل آیا تھا جہاں کھلی ہوئی کھڑکی سے میں اندر کی باتیں سن رہا تھا۔ رستم خان کہہ رہا تھا۔

”زیرفت! خان ہمارا زیادہ سے زیادہ نقصان کرنے کا کوشش کرے گا چمن خان! میرا خیال ہے ابھی جو مال ہمارا پاس پوشیدہ ہے اس کو ٹھکانے لگاؤ۔ اگر ہمارے ڈیرے کا اس کو پتا چل گیا تو وہ ضرور کمینہ پن کرے گا۔ ابھی تھوڑا انتظار کر کے ہم اس کا حساب پورا کرے گا۔ نور!“ ہی کوئی کارروائی کرتا ہے تو ہمارا نام سامنے آجائے گا۔“

”آپ ٹھیک بولتا خان! یہ بہت ضروری ہے۔“ نجانے کیوں یہ گفتگو وہ اردو میں کر رہے تھے۔ پشتو میں کرتے تو شاید مجھے دقت ہوتی لیکن اس کی وجہ بھی سمجھ میں آگئی۔ رستم خان کا ایک اور خاص آدمی جو رحمت علی کے نام سے پکارا جاتا تھا وہ پٹھان نہیں تھا۔ ”ابھی تم ایسا کرو کہ ڈیرے پر جو مال موجود ہے اسے ٹرک پر لادو، دوسرا ٹرک پر

صحیح والا مال لوڈ کرو اور پھر دونوں ٹرک اس جگہ لے جاؤ، جدھر ہم نے اپنا ٹھکانہ بنایا۔ یہ مال سب ادھر چھپا دو۔ احتیاط بہت ضروری ہے، چمن خان تم ادھر ہی رہے گا اپنے کھانے پینے کا سامان لے جاؤ اور احتیاط سے ادھر مال کا نگرانی کرو۔ تم اپنے ساتھ چار آدمی کو لے جاؤ، چمن خان تم جانے گا، رحمت علی تم جائے گا، گل زریں تم بھی جائے گا اور چوتھا آدمی اس لڑکے کو لے جاؤ، میرا مراد فیصل سے ہے۔“

”ٹھیک ہے مناسب رہے گا، مگر فیصل.....“

”نہیں، وہ بھروسے کا لڑکا ہے۔“ رستم خان نے کہا۔

دل ہی دل میں میں نے سوچا کہ رستم خان میں تو تمہارے لیے اتنے بھروسے کا آدمی ثابت ہوتا کہ تم میرا ہی تذکرہ ہر جگہ کرتے، مگر میرے بھروسے کو جو نہیں پہنچائی گئی ہے اس کا حساب تو تمہیں دینا ہی پڑے گا۔ میں باقی کارروائی خاموش نگاہوں سے دیکھتا رہا۔ رات گئے تک وہ لوگ ٹرک پر مال لوڈ کرتے رہے تھے۔ اس دوران رستم خان کے تمام آدمی بھی دور دور تک پھیل کر پہرہ دیتے رہے تھے۔ میرا نام چونکہ ساتھ جانے والوں میں شامل ہو چکا تھا۔ اس لیے میرے لیے جاگنا ضروری نہیں تھا۔

”صبح پانچ بجے ہی مجھے جگا دیا گیا۔ حالانکہ ابھی سوئے ہوئے گھنٹہ بھر بھی نہ گزرا

کے معمولات جاری ہو گئے۔ شاہد سے اس دن کے بعد ملاقات نہیں ہوئی تھی۔
چوتھے دن شاہد آیا اور مجھے اشارہ کر کے ہوٹل کی طرف بڑھ گیا تھا۔ میں اپنے کاموں سے فارغ ہو کر ہوٹل پہنچا تو اس نے مسکراتے ہوئے مجھے ایک چابی دی۔
”مبارک ہو فیصل ہم نے ایک ٹرک خرید لیا ہے ابھی تھوڑا سا کام باقی ہے اس کے بعد تمام کاغذات وغیرہ مکمل ہو جائیں گے اور ایس۔ ایف کمپنی کام شروع کر دے گی۔ اپنے اکلوتے ٹرک سے۔ میں نے اس سلسلے میں بہت سی معلومات حاصل کی ہیں۔ ہم باقاعدہ اڈے پر جگہ نہیں بتائیں گے بلکہ میں نے پرائیویٹ طور پر کمپنیوں سے کنٹریکٹ کیا ہے اور فی الحال ہم یہ مال لمبے فاصلوں پر نہیں لے جائیں گے۔ بلکہ شہر ہی شہر میں کام کریں گے۔ زیادہ اچھا کام ہے۔ اس میں اخراجات بھی کم ہوں گے اور آمدنی بھی ٹھیک ٹھاک ہو جائے گی۔“

”یہ تمہارا کام ہے شاہد بھائی! اس چابی کا شکریہ لیکن جیسا کہ میں نے کہا یہ سب کچھ تمہارے حوالے ہے۔ تم جانو اور تمہارا کام۔“
”یار بڑھے دل والے آدمی ہو‘ مجھ سے یہ بھی نہیں پوچھا کہ کہاں رہتا ہوں‘ کیا کرتا ہوں ایک چابی تمہارے حوالے کر دی تو تم نے مجھ پر اعتماد کر لیا۔“
”ہاں شاہد بھائی‘ میں نے تم پر اعتماد کر لیا ہے اور جب اعتماد کر لیا ہے تو میں کچھ اور جاننا بھی نہیں چاہتا۔“

شاہد نے گردن ہلائی اور میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ ”بس ایک بات کہوں گا تم سے فیصل کام غلط کر رہا ہوں لیکن خون برا نہیں ہے میری رگوں میں۔“
”بس بس اب اس سلسلے میں کوئی گفتگو نہیں کریں گے ایک بات بتاؤ شاہد بھائی۔“
”کیا؟“

”ایک شخص ہے محمود شاہ۔“
”ارے بھائی! بڑا خطرناک آدمی ہے۔ بہت ہی سخت مزاج‘ دراصل پولیس والے کے بارے میں ہم لوگوں کو معلومات حاصل کرنا پڑتی ہیں نا۔“
”کہاں ہے اس کا دفتر؟“
”کراچی کے ہیڈ آفس میں بیٹھتا ہے۔ مسئلہ کیا ہے؟“

”اوہو‘ اس کا مطلب ہے کہ اپنے فیصل بھائی بھی چل پڑے ہیں۔ کیا کام ہے اس سے؟“
”یہ ابھی نہیں بتا سکتا لیکن تم پر اعتماد کرتا ہوں۔“
”بالکل مطمئن رہو یار ہاتھ ملایا ہے ہم نے زندگی بھر ساتھ نبھائیں گے۔ ابھی تو آنے والا وقت بتائے گا کہ شاہد ہے کیا چیز؟“
”اس کے بارے میں مجھے ذرا سی تفصیلات درکار ہیں۔“
”ایک گھنٹے کے بعد بتا دوں گا کہ کہاں سے رابطہ قائم کیا جاسکتا ہے۔“ شاہد نے کہا اور میں نے اسے یہ ذمہ داری سونپ دی۔ شاہد نے مجھ سے کہا کہ وہ ٹیلیفون پر مجھے یہ بتا دے گا۔ کہ ایس پی محمود شاہ کا ٹیلیفون نمبر کیا ہے۔ اور اس سے کس وقت ملاقات ہو سکتی ہے۔ میں نے گردن ہلا دی تھی۔

شاہد تھوڑی دیر کے بعد چلا گیا اور میں دفتر واپس آ کر اس بارے میں سوچتا رہا۔
دوپہر کے بعد عموماً خاموشی چھا جاتی تھی۔ سب لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہو جاتے تھے۔ مال کی بکنگ ہوتی رہتی تھی جو میں ہی کرتا تھا۔ چنانچہ اس وقت بھی میں خالی بیٹھا ہوا تھا کہ ٹیلیفون کی گھنٹی بجی اور میں نے ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری طرف شاہد ہی تھا اس نے مجھے ایس پی محمود شاہ کے نمبر بتائے اور کہا کہ اس وقت وہ اپنے آفس میں موجود ہے۔ میرا دل بری طرح دھڑکنے لگا۔ جو کام کرنے جا رہا تھا وہ بے حد خطرناک تھا اور اس کے نتائج بہت بھیانک بھی نکل سکتے تھے لیکن ہمت کیے بغیر دنیا کا کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ شاہد کے بتائے ہوئے ٹیلیفون نمبر ڈائل کیے اور ریسیور کان سے لگا لیا۔ شاید ایس پی محمود شاہ کی ڈائریکٹ لائن تھی۔ دوسری طرف سے ایک بھاری آواز آئی۔ ”کون ہے؟“

”ایس پی شاہ صاحب سے بات کرنا چاہتا ہوں۔“
”شاہ بول رہا ہوں۔“
”شاہ صاحب! فوری طور پر ایک بات نوٹ کر لیجئے۔ اس میں کوئی دھوکا دہی نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے میری معلومات آپ کے کام آجائیں۔“

”کون ہو تم، کہاں سے بول رہے ہو؟“

”اگر وقت نے ساتھ دیا تو یہ بھی آپ کو بتا دوں گا کہ کون ہوں اور کہاں سے بول رہا ہوں، جو اطلاع دے رہا ہوں اسے فوراً اپنے پاس نوٹ کر لیجئے ہو سکتا ہے مجھے زیادہ وقت نہ ملے۔“

”کیا اطلاع ہے؟“ شاہ نے پوچھا اور میں نے نہایت ہوشیاری سے ایس پی شاہ کو اس جگہ کے بارے میں بتایا۔ جہاں رستم خان نے اپنا مال پوشیدہ کیا تھا اور جب ایس پی شاہ نے کہا کہ وہ اس نقشے کو سمجھ گیا ہے تو میں نے اس سے کہا۔

”شاہ صاحب! وہاں اسمگلنگ کا مال موجود ہے ایک آدمی وہاں اس مال کی نگرانی کر رہا ہے۔ آپ چھاپہ مار کر اس مال کو اپنی تحویل میں لے لیجئے جو شخص وہاں گرفتار ہوگا آپ اس سے خود ہی یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ مال کس کا ہے۔ بہر طور اب یہ آپ پر منحصر ہے کہ آپ کتنی برق رفتاری سے کام کر سکتے ہیں۔“

”دیکھو دوست! میرا نام محمود شاہ ہے اور میں عام پولیس والوں سے ذرا مختلف ہوں۔ تم اگر نیک نیتی سے کسی اسمگلر کی نشاندہی کرنا چاہتے ہو تو بے دھڑک مجھے اس کے بارے میں بھی بتا دو، میں تمہیں ضمانت دیتا ہوں کہ کوئی تمہیں تکلیف نہیں پہنچا سکتا۔ بہتر یہ ہے کہ کام کا آغاز نیک نیتی سے کیا جائے۔ اس کے سلسلے میں ہر خوف کو دل سے نکال دیا جائے۔ تم مجھے اپنے بارے میں تفصیلات بتا دو، میں تمہیں اس نشاندہی کا صلہ بھی دوں گا۔“

”شاہ صاحب! آپ کام کا آغاز تو کریں، میں خود ہی آپ سے کسی وقت رابطہ قائم کر کے باقی تفصیلات بھی بتا دوں گا۔ میں نے آپ سے عرض کیا تھا نا کہ زیادہ وقت نہیں ہے میرے پاس۔ دوبارہ آپ کو ٹیلیفون کر کے یہ معلوم کروں گا کہ میری دی ہوئی اطلاع درست نکلی یا غلط“ اس کے بعد میں نے ٹیلیفون بند کر دیا میں نے جو کارروائی کی تھی اس سے مطمئن تھا۔ میں جانتا تھا کہ رستم خان پر یہ ایک ضرب کاری لگے گی اور اس کا شبہ سو فیصد زربخت خان پر ہی جائے گا۔ یہی میرا مقصد تھا۔

اب انتظار کرنے کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا دل مچلتا رہتا تھا کہ کسی طرح رستم خان کو اس بات کے لیے مجبور کر دوں کہ وہ مجھے میرے دشمنوں کا پتا بتا دے لیکن

سچی بات یہ ہے۔ کہ کوئی ذریعہ سمجھ میں نہیں آتا تھا میں نے یہ سوچ کر اپنے آپ کو ہلا لیا کہ جلد بازی نہیں کرنی چاہیے۔ یہ تو تقدیر نے ایک موقع دیا ہے۔ پہلے رستم خان کو چاروں طرف سے نڈھال کر دوں اس کے بعد کسی مناسب موقع پر اس سے یہ سوال بھی کر لوں گا۔ دیکھنا یہ ہے کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ اس سلسلے میں بھی بہت زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔

دوسری صبح بڑی سنسنی خیز تھی کیونکہ پولیس نے رستم خان کے ڈیرے پر ریڈ کر کے رستم خان کے آدمیوں کو گرفتار کرنا شروع کر دیا تھا۔ ہم لوگ ابھی دفتر جانے کی تیاری ہی کر رہے تھے۔ کہ یہ افادہ پڑ گئی تھی۔ رستم خان غصے میں بھرا ہوا باہر نکلا تو پولیس کے چند جوانوں نے اسے بھی گرفتار کر لیا۔ میں بھی گرفتار شدگان میں شامل تھا اور میرے ہاتھوں میں بھی ہتھکڑیاں ڈال دی گئی تھیں۔ پھر میں نے ایس پی محمود شاہ کو دیکھا اور میرا دل مسکرا اٹھا۔ اس کا مقصد ہے کہ چمن شاہ گرفتار ہو گیا اور اس نے رستم خان کی نشاندہی کر دی۔

بہت ہی مسرور کن تصور تھا۔ میری پہلی کوشش بار آور ہوئی تھی۔ غرض یہ کہ ہم سب کو پولیس کی گاڑیوں میں بیٹھا کر پولیس اسٹیشن لے جایا گیا۔ اور اس کے بعد اجتماعی طور پر لاک اپ کر دیا گیا۔ رستم خان زخمی شیر کی مانند دباڑ رہا تھا اس کا خیال تھا کہ زربخت خان نے یہ کارروائی کی ہے۔ اسٹیشن انچارج سے اس نے چیخ چیخ کر کہا کہ وہ کوئی معمولی آدمی نہیں ہے، ایک ایک کو ٹھیک کر دے گا، ایس پی محمود شاہ کو بھی اس نے پشتو زبان میں گالیاں بکی تھیں۔ دوپہر ہو گئی۔ ہمارا پرسان حال کوئی نہیں تھا پھر ایک ایس آئی نے لاک اپ کے باہر سے رستم خان کو آواز دی تو رستم خان اٹھ کر اس کے پاس پہنچ گیا۔ ”کسی کو اپنی گرفتاری کے بارے میں اطلاع تو نہیں دینی ہے؟“

”اطلاع دینا ہے، بہت سا لوگ کو اطلاع دینا ہے پر تم ایک کام کرو۔ ابھی یہ ٹیلیفون نمبر لو اور ہمارا وکیل کو ہمارا پاس بلا دو۔“ رستم خان نے کہا۔

”ٹھیک ہے کیا نام ہے تمہارے وکیل کا۔“

”غلام علی خان! کو بولو کہ رستم خان گرفتار ہو گیا ہے، اس کو مل لے۔ ویسے ایک بات بتاؤ۔ سب انسپکٹر صاحب! ہمارے کو کیوں گرفتار کیا گیا ہے؟“ رستم خان نے پوچھا۔

”یہ بات بس تھوڑی دیر کے بعد ایس پی صاحب، تمہیں خود بتائیں گے۔“ ایس

آئی نے کہا اور ٹیلیفون نمبر لے کر چلا گیا۔

ڈھائی بجے کے قریب رستم خان کو لاک اپ سے نکال کر کہیں لے جایا گیا۔ تقریباً بیس منٹ بعد وہ واپس آیا تھا۔ اس کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔ لوگوں نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا مگر اس نے کسی کو کچھ نہیں بتایا پھر ساڑھے تین بجے کے قریب کالے کوٹ میں ملبوس ایک وکیل صاحب لاک اپ کے سامنے پہنچ گئے اور رستم خان اٹھ کر ان کے پاس آگیا۔

”خان صاحب! ابھی آپ کی ضمانت نہیں ہو سکتی، پہلے ان تمام لوگوں کے بیانات ہوں گے۔ میں نے بہت کوشش کی ہے لیکن ایس پی محمود شاہ صاحب نہیں مانتے۔ ان کا کہنا ہے کہ ضمانت عدالت میں ہو سکتی ہے۔ پولیس ضمانت لینے کے لیے تیار نہیں ہے۔“

”ابھی غلام علی صاحب ہم ان سب کو دیکھے گا۔ تم میرا ضمانت کا کوشش کرو۔“

رستم خان نے کہا۔

”کیا پولیس کا الزام درست ہے خان صاحب! اسمگلنگ کا مال پکڑا گیا ہے آپ کے پاس ہے؟“

”میں ابھی کچھ نہیں بولتا۔ تم ابھی میرا ضمانت کا بندوبست کرو، بعد میں تمہارے کو پورا بات بتائے گا۔“

”آپ کو انکار تو کرنا ہو گا آپ کا ایک آدمی چمن خان پکڑا گیا ہے اور پولیس نے اسے اپنے تحویل میں رکھا ہے۔“

”چمن خان پہلے میرا آدمی تھا اب نہیں ہے۔“

”گڈ! یہی کہنا چاہتا تھا خان صاحب! آپ کو عدالت میں یہی کہنا ہے کہ آپ نے چمن شاہ کو کچھ دن پہلے اپنی نوکری سے نکال دیا تھا اور چمن شاہ کسی اور کے لیے کام کرتا تھا۔ اس سلسلے میں آپ کے ان تمام لوگوں کو گواہی بھی دینا ہوگی۔“

”سب گواہی بھی دے گا“ رستم خان نے بڑے اعتماد بھرے لہجے میں کہا غلام علی وکیل تھوڑی دیر تک رستم خان سے باتیں کرتا رہا اور اس کے بعد چلا گیا اس کے جاتے ہی رستم خان کے ایک آدمی نے اس سے پوچھا۔

”خان! کیا ہمارا مال پکڑا گیا؟“

”اُدھے خدائی خوار چپ کرو۔ زیادہ بولنا اچھا نہیں ہوتا ابھی وہ کتا زربعت خان ہمارا ساتھ دشمنی کیا۔ خدا قسم! اس کو بتائے گا کہ رستم خان کا دشمنی کیا ہوتا ہے۔“ رستم خان غرائے ہوئے لہجے میں بولا۔ اس کے بعد اس کے کسی اور ساتھی نے اس کے بارے میں کوئی گفتگو نہیں کی۔ بہر طور شام ہو گئی۔ اس دوران ہم لوگوں کو کھانا دیا گیا اور رستم خان کے علاوہ سب نے ہی کھانا کھایا تھا۔ رستم خان نے کھانے سے انکار کر دیا تھا۔ پھر رات کو تقریباً آٹھ بجے پولیس کے دو کانسٹیبلوں نے لاک اپ کا دروازہ کھولا اور رستم خان کے ایک آدمی کو باہر آنے کا اشارہ کیا۔

یہ شخص پندرہ منٹ کے بعد واپس آگیا۔ اس دوران رستم خان اپنے آدمیوں کو ہدایت دیتا رہا تھا اور اس نے انہیں سمجھاتے ہوئے کہا تھا کہ ہو سکتا ہے پولیس بیان لینے کے لیے ان لوگوں کو بھی طلب کرے۔ چمن شاہ کے بارے میں یہی کہنا ہے کہ اسے رستم خان نے اپنے ہاں سے دس بارہ دن پہلے نکال دیا تھا اور اب وہ اس کے ساتھ کام نہیں کرتا۔ مال کے بارے میں بالکل لاعلمی کا اظہار کیا جائے اور پولیس والے رستم خان کے ایک ایک آدمی کو لے جاتے رہے یہاں تک کہ میرا نمبر بھی آگیا۔ رستم خان نے میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

”فیصل خان! تو پڑھا لکھا آدمی ہے ابھی ایسا بولنا کہ پولیس کو ہم پر کوئی شک نہ ہونے پائے۔“

”آپ اطمینان رکھیں ایسا ہی ہو گا۔“ میں نے جواب دیا۔ اس کے بعد مجھے ایک راہداری سے گزار کر پولیس اسٹیشن کے ایک کمرے کے اندر پہنچا دیا گیا۔ یہاں میں نے ایس پی محمود شاہ کو دیکھا تھا۔ اس کے ساتھ علاقے کا انسپکٹر بھی موجود تھا۔ محمود شاہ نے مجھے طنزیہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”یہ لڑکا ایک دن مجھے چیکنگ کے دوران ملا تھا اور میں نے محسوس کیا تھا کہ یہ بہت شاطر ہے۔ چلو سامنے بیٹھ جاؤ۔“ ایس پی شاہ نے مجھے حکم دیا اور اس کی ہدایت پر میں کرسی پر بیٹھ گیا۔

”دیکھو“ میں ذرا دوسری قسم کا آدمی ہوں جو کچھ بھی کہو سچ کہنا مجھے جھوٹ پکڑنے میں مہارت حاصل ہے ایک لفظ زبان سے جھوٹ نکلا تو زندگی بھر رونا پڑے گا کیا

”سمجھے؟“

”میں آپ کے سامنے سچ بولوں گا شاہ صاحب! لیکن اس کے لیے ایک شرط ہے۔“
 ”ایس پی بری طرح چونک پڑا تھا۔ وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا تھا اور اس کے چہرے کے تاثرات میری سمجھ میں نہ آ سکے تھے پھر اس نے سرد لہجے میں کہا۔ ”کیا شرط ہے؟“

”انسپکٹر صاحب کو باہر بھیج دیجئے۔ میں آپ سے تنہائی میں باتیں کرنا چاہتا ہوں۔“
 ایس پی صاحب نے نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبا کر چند لمحات میری اس شرط پر غور کیا اور پھر انسپکٹر کی طرف رخ کر کے اسے باہر جانے کا اشارہ کیا۔ انسپکٹر مجھے گھورتا ہوا باہر نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد ایس پی شاہ نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ ”اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو فون پر اس مال کے بارے میں اطلاع دینے والے تم ہی تھے۔“

”میرا منہ حیرت سے کھلا رہ گیا میں نے متعجبانہ انداز میں کہا۔ ”یہ اندازہ آپ نے کیسے لگا لیا ایس پی صاحب؟“
 ایس پی شاہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی پھر اس نے کہا۔ ”پولیس والوں سے اس سے پہلے واسطہ پڑا ہے؟“

”ہاں پڑا ہے۔“

”تو پھر سمجھ لو کہ میں نے اپنی زندگی انہی تمام کاموں میں صرف کی ہے۔ میں ٹیلیفون پر تمہاری آواز سن چکا ہوں..... تمہارے بولنے کا انداز میرے ذہن میں تھا اور اس وقت تمہارے چند الفاظ نے یہ ظاہر کر دیا کہ تم ہی وہ تھے جس نے مجھے اس مال کی اطلاع دی تھی۔“

”آپ بہت ذہین ہیں ایس پی صاحب! معافی چاہتا ہوں۔ میں تو بہت چھوٹی عمر کا ہوں۔ ظاہر ہے آپ کا تجربہ میری عمر سے بھی زیادہ ہوگا۔ آپ کا کہنا درست ہے۔ میں نے ہی آپ کو اس مال کے بارے میں اطلاع دی تھی۔“

”گڈ ویری گڈ“ اب جو سوالات میں تم سے کروں گا۔ ان کے جواب بالکل سچ دینا۔“

”ایس پی صاحب! آپ کے سامنے میں سارے سچ بول دیتا چاہتا ہوں“

”پہلا سوال کچھ پڑھے لکھے ہو؟“

”جی ہاں، تھوڑا بہت۔“

”لہجے سے تم پٹھان نہیں معلوم ہوتے۔“

”لہجے سے میں جو کچھ معلوم ہوتا ہوں، وہ آپ بہتر سمجھتے ہوں گے۔ ویسے رستم خان سے میرا ساتھ بہت پرانا نہیں ہے۔“

”پھر کون ہو تم؟“

”فیصل ہے میرا نام اور رستم خان کے پاس نوکری کرتا ہوں۔“

”کہاں رہتے ہو؟“

”رستم خان کے ڈیرے پر رہتا ہوں۔“

”والدین کہاں ہیں تمہارے؟“

”نہیں جانتا۔“

”خیر اس کے بارے میں مزید تفصیلات تم سے بعد میں معلوم کر لوں گا۔ پہلی بات مجھے یہ بتاؤ کہ رستم خان کے بارے میں تم نے مجھے یہ اطلاع کیوں دی تھی؟“

”اس لیے ایس پی صاحب کہ میں نے ابھی اس دنیا میں نیا دنیا زندگی کا آغاز کیا ہے۔ منتا یہ رہا ہوں کہ یہ دنیا جرائم پیشہ لوگوں سے بھری ہوئی ہے اور جرم انسان کو مالی آسودگی نشا ہے لیکن ایس پی صاحب یہ شاید اس وقت ہوتا ہو جب انسان عمر کی منزل میں کافی آگے بڑھ چکا ہوتا ہے۔ ہم چھوٹی عمر کے لوگ تو صرف یہ سمجھتے ہیں کہ وطن پرستی بھی کوئی چیز ہوتی ہے اور وطن کو نقصان پہنچانے والے وطن میں رہنے والے ہر شخص کے دشمن ہوتے ہیں۔ یہ تصور ابھی تک میرے دل میں زندہ ہے۔ آگے کے بارے میں نہیں کہہ سکتا کہ تجربات کیا سوچ دیں۔ ابھی میری سوچ یہی ہے کہ اسمگلنگ، بلیک مارکیٹنگ، چوری، ڈاکا زنی اور اس قسم کے دوسرے تمام جرائم وطن کو نقصان پہنچاتے ہیں اور وطن کو نقصان نہیں پہنچنا چاہیے۔ میں نے اس تصور کے ساتھ جب یہ بات میرے علم میں آئی کہ رستم خان سامان ادھر سے ادھر منتقل کرنے کے علاوہ اسمگلنگ کا کام بھی کرتا ہے تو اپنا فرض سمجھ کر آپ کو اطلاع دی، آپ کا ٹیلی فون نمبر بڑی مشکل سے مجھے معلوم ہو سکا تھا اس دن آپ نے مجھ سے گفتگو کی تھی تو اسی وقت سے آپ کا نام میرے ذہن میں

”ایس پی صاحب! آپ کے سامنے میں سارے سچ بول دیتا چاہتا ہوں“

محفوظ تھا۔“

ایس پی محمود شاہ کے چہرے پر متاثر ہونے کے آثار پائے جاتے تھے۔ وہ خاموش نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے کہا۔ ”اس مال کے وہاں تک جانے کی تفصیل بتاؤ۔“ اور میں نے تمام تفصیل ایس پی محمود شاہ کو بتا دی۔ وہ پہلا واقعہ بھی بتا دیا، جب مال کو درمیان میں اتار دیا گیا تھا اور اس وقت یہ بات کہی گئی تھی کہ ایس پی شاہ بہت خطرناک آدمی ہے اور کسی لالچ میں نہیں آتا۔“

”تم نے جس طرح مجھے متاثر کیا ہے میں اسے الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔ یہ بتاؤ چمن شاہ، رستم خان کا ہی آدمی ہے؟“

”ایس پی صاحب یہ بات آپ ٹرک اڈے سے معلوم کر سکتے ہیں۔ وہ پچھلے روز تک رستم خان کے ساتھ تھا..... اور رستم خان نے اسے اس مال کی نگرانی کے لیے وہاں بھیج دیا تھا۔“

”کیا یہ بات تم عدالت میں کہہ سکتے ہو؟“

”نہیں ایس پی صاحب میں عدالت ہی میں نہیں بلکہ اگر رستم خان آپ کے سامنے آگیا تو ان میں سے ایک بات بھی نہیں کہہ سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے ایس پی صاحب کہ میں ابھی اس دنیا کے سامنے بہت کمزور ہوں۔ آپ مجھ سے میری زندگی کی حفاظت کا وعدہ کر سکتے ہیں لیکن میں جانتا ہوں کہ آپ عملاً ایسا نہیں کر سکتے آپ اپنی کسی مصروفیت میں لگ جائیں گے اور ایک محب وطن دشمن کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتر جائے گا اگر آپ واقعی سچے اور اچھے انسان ہیں تو براہ کرم مجھے اس بات کے لیے مجبور نہ کیجئے گا میں آپ کو باقی اور بھی بہت سی باتیں بتا سکتا ہوں۔“

”میں تمہیں اس بات کے لیے مجبور نہیں کروں گا۔ اچھا یہ بتاؤ کہ ضمانت ہونے کے بعد کیا تم رستم خان کے ڈیرے پر ہی قیام کرو گے یا.....“

”جی ہاں، فی الحال۔“ میں نے جواب دیا۔

ایس پی شاہ نے وعدہ کیا کہ میرا نام درمیان میں نہیں لایا جائے گا۔ بہر حال دوسرے دن ہماری ضمانت ہو گئی اور ہم ڈیرے پر واپس آ گئے۔

رستم خان کو پورا یقین تھا کہ اس کی مخبری کرنے والا زربغت خان کے ہاتھوں میں ہے۔

کوئی نہیں ہو سکتا۔ اس نے واضح طور پر یہ بات کہی تھی، البتہ رستم خان اس بات پر حیران تھا کہ زربغت خان کو اتنی صحیح معلومات کیسے حاصل ہو گئیں۔ اس سے زیادہ مجھے اور کچھ نہیں معلوم ہو سکا۔ مجھے بھی ابھی خاموشی سے کچھ وقت گزارنا تھا۔ باقی ساری باتیں اپنی جگہ تھیں لیکن ابھی تک یہ ترکیب سمجھ میں نہیں آئی تھی کہ رستم خان کو زبان کھولنے پر کسی طرح آمادہ کیا جائے ویسے صحیح معنوں میں اپنا بدلہ تو لیا تھا۔

دوسرے دن صبح کو ہم سب معمول کے مطابق ٹرک اڈے پہنچ گئے۔ دفتر کھلا اور کام کا آغاز ہو گیا۔ رستم خان کے سارے ٹرک آج اڈے پر ہی تھے اور وہ دونوں ٹرک بھی جو پکڑے گئے تھے پولیس کی تحویل سے آزاد ہو کر آ گئے تھے۔ رستم خان کے تمام ہی آدمی اڈے پر موجود تھے۔ زربغت خان کا دفتر ویسے بھی سامنے ہی تھا اور یہاں سے وہاں دیکھا جاسکتا تھا۔ رستم خان گیارہ بجے کے قریب اپنے کمرے میں بیٹھا تھا کہ زرہفت خان اپنے دو آدمیوں کے ساتھ اڈے کی جانب سے گزرا۔ رستم خان کی طرف دیکھ کر اس نے

مونچھوں پر تاؤ دیا تھا۔ غالباً اس کے فرشتوں کو بھی یہ اندازہ نہیں ہو گا کہ رستم خان اس کے بارے میں کیا سوچ رہا ہے لیکن مونچھوں پر تاؤ دیتے ہوئے دیکھ کر رستم خان کا دماغ گھوم گیا۔ وہ وحشت زدہ انداز میں کھڑا ہو گیا اور اس نے پشتوں میں گالیاں بکتے ہوئے اپنے دفتر کا دروازہ کھول کر زربغت خان کو لاکار زربغت خان رک گیا۔ رستم خان غراتا ہوا اس کی جانب بڑھا اور زربغت خان کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ قریب پہنچتے ہی رستم خان نے ایک زور دار تھپڑ زربغت خان کے چہرے پر رسید کر دیا اور دوسرے لمحے زربغت خان نے اپنا پستول نکال لیا۔ رستم خان کے اڈے کے تمام لوگ بھی اس جانب متوجہ ہو گئے تھے لیکن اس دوران وہ ہو گیا جو میرے تصور سے بھی باہر تھا۔ زربغت خان نے رستم خان پر تین گولیاں چلائیں جن میں سے ایک اس کی پیشانی پر اور دو سینے پر لگیں، اس کے باوجود رستم خان زربغت خان سے لپٹ گیا اور اسے رگیدتا ہوا زمین پر لے آیا۔ اس نے زربغت خان کی گردن دبانے کی کوشش کی لیکن اس سے زیادہ کچھ نہ کر سکا..... گولیاں کارگر ہو گئی تھیں۔ زربغت خان نے اسے خود پر سے دھکیل دیا۔ چاروں طرف سنسنی پھیل گئی تھی پھر رستم خان کے ساتھی دوڑ پڑے اور انھوں نے رستم خان کو مردہ دیکھا تو

رستم خان کو پورا یقین تھا کہ اس کی مخبری کرنے والا زربغت خان کے ہاتھوں میں ہے۔

صلاحیتیں موجود ہیں اور میں اب تمہاری ہر قسم کی مدد کروں گا۔“

”بہت بہت شکریہ شاہ صاحب! شاید آپ کو ٹرکوں کے اڈے پر ہونے والے بلوے کا علم نہیں ہے؟“

”بلوہ!“ ایس پی شاہ نے مجھے دیکھا۔

”جی ہاں! وہاں پر صورت حال بہت خطرناک ہو گئی ہے۔“ پھر میں نے شاہ صاحب کو تمام تفصیلات بتاتے ہوئے کہا۔ ”وہاں اچھی خاصی خون ریزی ہوئی ہے پولیس نے بہت سے لوگوں کو گرفتار کر لیا ہے، بہت سے افراد زخمی ہو گئے ہیں لیکن میں موقع دیکھ کر وہاں سے بھاگ لیا تھا کہیں اور جاتا تو مجھے رستم خان کا مفروز ساتھی سمجھا جاتا۔ آپ چونکہ تمام صورت حال سے واقف ہیں اس لیے میں سیدھا آپ کے پاس آ گیا تاکہ اپنے بارے میں آپ کو تفصیلات بتا دوں۔“

ایس پی شاہ چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر اس نے ٹیلی فون اٹھا کر اس علاقے کے نمبر ڈائل کیے اور علاقے کے تھانے کے انچارج سے دیر تک اڈے پر ہونے والے بلوے پر گفتگو کرتا رہا۔

”بہت اچھا کیا تم نے کہ میرے پاس آ گئے، بالکل بے فکر رہو تم پر کوئی آنچ نہیں آئے گی اور پھر ظاہر ہے کہ تم اس بلوے میں شریک نہیں تھے۔“ وہ ٹیلی فون رکھ کر مجھ سے مخاطب ہوا تھا۔

”لوگ مجھے رستم خان کے آدمی کی حیثیت سے جانتے ہیں اس لیے میری پوزیشن بھی خطرے میں پڑ سکتی ہے۔“

ایس پی شاہ ہنستے ہوئے بولا۔ ”ویسے تم واقعی بے حد ذہین لڑکے ہو۔ تم نے بڑا صحیح انتخاب کیا، بے فکر رہو تمہاری ذمہ داری میں قبول کرتا ہوں۔“

”شکریہ ایس پی صاحب، اسی لیے آپ کو زحمت دی تھی۔“

”ایک بات سنو، رستم خان واقعی ہلاک ہو چکا ہے۔ زربغت خان کی حالت بھی بہتر نہیں ہے۔ تم نے مجھے بتایا کہ تم بے سارا ہو اب اس کے بعد کیا کرو گے۔“

”جناب عالی! دنیا بہت وسیع ہے اپنے لیے دو روٹی کا ٹھکانہ کہیں بھی تلاش کر لوں گا مجھے اس کی فکر نہیں ہے بس اپنی پوزیشن صاف کرنا تھی۔ آپ کی نگاہوں میں چنانچہ

کوشش کرنے لگا مگر رستم خان کے آدمیوں نے اسے پکڑ لیا۔ زربغت خان نے دو فائر اور کئے اس سے رستم خان کے دو آدمی مزید زخمی ہو گئے لیکن انہی میں سے ایک نے چاقو نکال کر زربغت خان کے پیٹ میں گھونپ دیا۔ دوسری طرف زربغت خان کے آدمی بھی ہتھیار لے کر میدان میں آ گئے تھے اور اس کے نتیجے میں اڈے پر باقاعدہ بلوہ شروع ہو گیا۔ ڈنڈوں، چاقوؤں اور کلماڑیوں کا آزادانہ استعمال ہونے لگا۔ اطراف میں موجود پولیس والوں نے یہ صورت حال دیکھی تو اپنے طور پر انتظامات میں مصروف ہو گئے بلوے میں بہت سے لوگ زخمی ہو گئے تھے۔ میں اس صورت حال کو دیکھ کر وہاں سے کافی پیچھے کھسک آیا کیونکہ مجھے بھی رستم خان کے ساتھی کی حیثیت سے پہچانا جاتا تھا۔

پولیس نے گھیرا ڈال لیا اور اس کے بعد جب اس کی کافی نفری وہاں پہنچ گئی تو انہوں نے گرفتاریاں شروع کر دیں۔ تیرہ چودہ افراد شدید زخمی ہو گئے تھے۔ پولیس نے کسی نہ کسی طرح صورت ہال پر قابو پایا اور دونوں گروہ کے لوگوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ میں چونکہ وہاں سے کھسک گیا تھا اس لیے کوئی میری جانب نہ ہوا لیکن میں جانتا تھا کہ اب صورت حال بہت خطرناک ہو گئی ہے اور اڈے کا دوبارہ رخ کرنا میرے لیے بہت خطرناک ثابت ہو سکتا تھا لیکن میرے ذہن میں یہ بات موجود تھی کہ میرا نام بھی ان لوگوں میں شامل ضرور ہو گا اور ایسے وقت میں مجھے ایس پی محمود شاہ یاد آیا تھا۔ فوری طور پر اس سے رابطہ قائم کرنا ضروری تھا چنانچہ میں پولیس ہیڈ کوارٹر پہنچ گیا۔

ایس پی محمود شاہ اپنے دفتر میں موجود نہیں تھا چنانچہ وہیں رک کر میں نے اس کا انتظار کرنا شروع کر دیا۔ اس کی واپسی میں کئی گھنٹے صرف ہو گئے۔ اس کے سامنے پہنچ کر میں نے اسے سلام کیا۔

”خیریت! کیسے آنا ہوا! کیا میرے پاس آئے ہو؟“

”جی شاہ صاحب!“ میں نے جواب دیا۔

”آؤ اندر آ جاؤ۔“ ایس پی شاہ مجھے اپنے ساتھ لے کر اپنے کمرے میں داخل ہو گیا۔ کچھ اور لوگ بھی اس کے پاس موجود تھے۔ جن سے اس نے معذرت کر لی اور پھر میری طرف دیکھ کر بولا۔ ”کہو کیا کام ہے مجھ سے؟ تم یقین کرو فیصل کہ تمہارے بارے

میں اکثر سوچتا رہا ہوں اور میں نے اندازہ لگایا ہے کہ تمہارے اندر ایک اچھا شہری پن ہے۔“

میں یہاں آگیا، باقی تمام تفصیلات آپ کے علم میں ہیں۔“
 ”یہ میرا کارڈ رکھ لو، اس پر میرے گھر کا پتا بھی ہے، کسی وقت ٹیلی فون کر کے میرے پاس آجنا، میں تمہارے لیے کوئی بہتر بندوبست کروں گا۔“
 ”بہت بہت شکریہ ایس پی صاحب! آپ کو میری پوزیشن سنبھالنی ہے باقی مجھے اور کوئی فکر نہیں ہے۔“

”اس کی طرف سے تم بالکل مطمئن رہو۔“

میں نے ایس پی شاہ کو سلام کیا اور وہاں سے نکل آیا۔ میرا ذہن کش کش کا شکار تھا۔ رستم خان کا ٹھکانہ ختم ہو گیا تھا لیکن مجھے اس کی فکر نہیں تھی۔ میں تو بس دکھ بھرے انداز میں سوچ رہا تھا کہ اس صورت حال کا یہ نتیجہ نکلے گا۔ اس کا میں اندازہ نہیں کر سکا تھا۔ رستم خان انتہائی بے وقت مارا گیا وہ کبھی نہ جانتا تھا کہ وہ کون ہے جو مجھے در بدر دیکھنا چاہتا ہے اور وہی اب اس دنیا میں نہ رہا۔ گویا میرے دشمن ایک بار پھر تاریکی میں چلے گئے تھے اور اب میرے لیے یہ مشکل ہو گیا تھا کہ میں یہ آسانی ان کے بارے میں معلومات حاصل کر سکوں۔ ایس پی شاہ سے ملاقات کر کے کم از کم یہ اطمینان ہو گیا تھا کہ اب رستم خان کے سلسلے میں میرے اوپر کوئی الزام غائد نہ ہو سکے گا۔ فی الحال یہ سوچنا تھا کہ قیام کہاں کروں۔ پیرو کا خیال بھی ذہن میں آیا لیکن وہاں جانے کی ہمت نہ پڑی۔ کتنے عرصہ سے اس سے ملا بھی نہیں تھا اور نہ ہی الیاس بھائی کے گھر جانا چاہتا تھا۔ یہ سارے کام تو اس وقت کے تھے جب اطمینان ہو۔ قیام کے لیے کوئی مشکل نہیں تھی۔ ہوٹل میں ٹھہرنے کا تجربہ بھی ہو چکا تھا اب یہی آخری فیصلہ کیا کہ کسی ہوٹل میں کمرہ حاصل کر لیا جائے۔ پیسے اتنے خاصے موجود تھے میرے پاس رستم خان نے کبھی روپے پیسے کے معاملے میں تنگ نہیں کیا۔ ہزار ڈیڑھ ہزار میرے پاس ہر وقت موجود ہوا کرتے تھے۔

آدم خان مارکیٹ کے پیچھے ایک ہوٹل میں ایک کمرہ حاصل کر لیا۔ کمرے میں بے سرو سامانی کے ساتھ قیام کیا تھا۔ رستم خان کے ڈیرے پر جا کر سامان حاصل کرنا بھی اس وقت بہت خطرناک تھا۔ پتا نہیں وہاں کیا صورت حال ہو۔ کمرے میں دوران قیام میں نے اپنے آئندہ اقدامات پر غور کیا۔ یہ خوبی اب میرے اندر پیدا ہو گئی تھی کہ حالات سے پریشان نہیں ہوتا تھا اور یہ خوبی اس لیے پیدا ہوئی کہ میں نے اپنے مستقبل کا فیصلہ کر لیا

ندیم



”بس زربخت خان اور رستم خان میں کافی دن سے چل رہی تھی۔ شاید رستم خان نے زربخت خان کے دو لڑکوں میں آگ لگوا دی تھی۔ جھگڑا ہوا ان لوگوں کا اور زربخت نے رستم خان کے اڈے پر فائرنگ کرائی، وہ گرفتار ہوا اور اس کے بعد رہا ہو کر آگیا پھر رستم خان نے اسے دیکھا اور مشتعل ہو گیا اور اس نتیجے میں جھگڑا ہوا اور زربخت خان نے رستم خان کو مار ڈالا۔ دونوں کے گردہ آپس میں لڑ گئے اور کافی خون خرابہ ہوا۔ میں تو وہاں سے پہلے ہی ہٹ گیا تھا۔ پولیس کو اس بات کا علم ہو گیا کہ میں اس جھگڑے میں شریک نہیں تھا چنانچہ مجھ سے کوئی پوچھ گچھ نہ کی گئی۔ اڈے پر جو ہنگامہ ہوا تھا، اس کے بعد رستم خان کے ڈیرے پر واپس جانا مناسب نہیں سمجھا چنانچہ میں نے پچھلی رات ہوٹل میں قیام کیا۔“

”اب تم صرف اور صرف میرے ساتھ قیام کرو گے۔ رستم خان تو مر گیا، اب اس کے کاروبار کا کیا بنے گا یہ اللہ جانے مگر ہمیں اس سے کیا غرض، ہمارا اپنا کام بڑی اچھی طرح شروع ہو چکا ہے چنانچہ اب ہم اپنا کام خود کریں گے بھلا اس سے تمہیں کون روک سکتا ہے۔“ چائے آگئی تھی۔ شاہد نے چائے کی ایک پیالی بنا کر مجھ کو دی اور دوسری خود لے کر بیٹھ گیا۔ پھر اس نے چیخ کر لڑکوں کو کچھ ہدایت دیں اور اس کے بعد میری طرف رخ کر کے بولا۔ ”واقعی تم بہت عجیب ہو فیصل، تم نے اس لڑکے کے بارے میں ذرا برابر دلچسپی کا اظہار نہیں کیا۔“

”دیکھو شاہد بھائی، میں بہت بڑا آدمی نہیں ہوں، جو کچھ ہوں تمہارے سامنے ہوں، یہ تھوڑے بہت پیسے جو میرے پاس جمع ہو گئے تھے صرف تمہاری مہربانیوں سے ہو گئے تھے ورنہ شاید میں اتنی بڑی رقم کبھی جمع نہیں کر پاتا۔ تم نے ایک تجویز پیش کی میں نے تمہاری دی ہوئی رقم تمہیں لوٹا دی۔“

”ہرگز نہیں، وہ رقم میں نے تمہیں بھیک میں نہیں دی تھی، تم نے بھی تو میرے لیے بہت بڑا خطرہ مول لیا تھا۔“

”اگر تم نے یہ سوچا ہے کہ اس لڑکے میں میرا بھی کچھ حصہ ہے تو یہ بھی تمہاری ہی مہربانی ہے۔“

”ہاں۔“ ذرا رستم خان کے اڈے کا پورا پورا واقعہ تو بتا دو مجھے۔“

دوسرے دن صبح ہی صبح میں شاہد کے پتے کی جانب چل پڑا۔ پہلی بار اس جگہ جا رہا تھا جہاں شاہد سے ملاقات ہونے کی توقع تھی۔ مطلوبہ جگہ شاہد مل گیا۔ وہ دو لڑکوں سے ٹرک کی صفائی کر رہا تھا۔ پہلی بار میں نے اس ٹرک کو دیکھا جس میں میرا بھی حصہ تھا شاہد مجھے دیکھ کر اچنبھے میں رہ گیا۔

”کمال ہے یار، تم میرے پاس نہیں پہنچے؟“

”کیا مطلب شاہد؟“ میں نے سوال کیا۔

”یار رستم خان کے اڈے کا سارا کھیل مجھے معلوم ہو گیا۔ رستم خان مر گیا ہے نا، کل مجھے پتا چلا تو یقین کرو۔ میں تمہیں آدھے شہر میں تلاش کرتا پھرا ہوں۔ ہر ایک سے معلومات حاصل کر لیں تمہارے بارے میں مگر کچھ پتا ہی نہ چل سکا کہاں رہے؟“

”بس شاہد بھائی اپنی جان تو بچانی ہی تھی نا۔“

”پولیس نے سب کو گرفتار کر لیا ہے، تمہارے اوپر تو کوئی آج نہیں آئی؟“

”نہیں، میرے اوپر کوئی آج نہیں آئی۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”آؤ بیٹھو“ تمہیں چائے پلواتا ہوں۔“ شاہد نے کہا۔ میں ٹرک کے قریب پڑی ہوئی

ایک بیچ پر بیٹھ گیا۔ لڑکے ٹرک کے ٹائروں کی دھلائی کر رہے تھے۔ شاہد تھوڑی دور پر واقع ایک ہوٹل میں چائے کے لیے کھنے چلا گیا اور میں ماحول کا جائزہ لینے لگا۔ شاہد چائے کے لیے کہہ کر میرے پاس آکر بیٹھ گیا تھا۔

”ہاں۔“ ذرا رستم خان کے اڈے کا پورا پورا واقعہ تو بتا دو مجھے۔“

”کوئی مہربانی نہیں ہے، اب میں تمہیں اور کچھ نہیں کرنے دوں گا، میرے ساتھ

میرے گھر میں رہو گے۔ ابھی تک تو موقع ہی نہیں ملا تھا کہ تمہیں اپنے گھر والوں سے ملاؤں لیکن اب سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ تم کہیں اور جاؤ۔ ہوٹل میں تمہارا سامان موجود ہے؟“

”نہیں بھائی، سامان تو میں ڈیرے پر ہی چھوڑ آیا تھا اور ڈیرے پر جانا اب میں مناسب نہیں سمجھتا۔“

”چلو کوئی بات نہیں ہے۔ ہمیں سامان کی ضرورت بھی کیا ہے جب چاہیں گے خرید لیں گے بلکہ جلد ہی خریداری کر لیں گے۔ ظاہر ہے تمہیں بہت سی چیزوں کی ضرورت ہوگی۔“

میں ایک لمحے کے لئے سوچ میں ڈوب گیا۔ عارضی طور پر اگر شاہد کے گھر کا سامان لے لیا جائے تو کیا حرج ہے۔ اپنے آپ کو کسی نہ کسی راستے پر لانے کے لیے سوچنے کا موقع مل جائے گا۔ چنانچہ میں نے نیم رضامندی کا اظہار کر دیا۔

”خوش قسمتی ہمارا ساتھ دے رہی ہے۔ تین کمپنیوں سے کنٹریکٹ ہو گیا ہے اور طے یہ ہوا ہے کہ میں ان کا مال لوڈ کروں گا۔ کہیں دور نہیں جانا پڑے گا۔ شہر کے شریا زیادہ سے زیادہ نواحی فیکٹریوں میں مال پہنچنا ہوگا اور معاوضہ نقد اور ٹھیک ٹھاک ملے گا۔ کام شروع ہو گیا ہے اور تمہاری دعا اب تک تقریباً اٹھائیس سو کی کمائی ہو چکی ہے۔ میرے خیال میں یہ بہت مناسب ہے لیکن اب ہمیں آدمیوں کی ضرورت پڑے گی۔ میں نے ابھی تک یہ کیا ہے کہ لوڈنگ وغیرہ کے لیے عارضی طور پر یہ مزدور رکھے ہیں لیکن اب یہ اندازہ ہوتا ہے کہ کم از کم دو تین آدمیوں کو مستقل رکھنا پڑے گا۔ فی الحال ایک ٹرک ہے اللہ نے چاہا تو اس کے بعد اور بھی بہت کچھ ہوگا۔“

”کیوں نہیں شاہد بھائی، ظاہر ہے تم اس سلسلے میں بہت کچھ جانتے ہو۔ ویسے ایک پیش کش کروں تم کو، ٹرک میں چلاؤں گا۔“

”چلاؤ اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔“

”ہاں بس یوں سمجھ لو میری حیثیت تمہارے ٹرک ڈرائیور کی سی ہوگی۔“

”ایسی باتیں کر کے میرا دل مت دکھایا کرو۔ تمہاری حیثیت جو کچھ ہے میں جانتا ہوں۔ دیکھو یا دراصل میں خود بھی بہت برے حالات سے گزر کر زندگی کے اس اسٹیج

تک پہنچا ہوں۔ دولت بے شک اتنی ضروری شے ہے کہ انسان اس کے بغیر کتوں کی طرح سڑکوں پر مارا مارا پھرتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی انسانیت اور محبت بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔ بہر طور فضول باتوں سے ہمیں کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ تم ٹرک چلانا چاہو تو چلاؤ پھر یوں سمجھ لو کہ ایک لوڈر تو میں ہی ہو گیا عارضی طور پر، ایک اور آدمی کا بندوبست کیے لیتے ہیں۔“

”میں ایک آدمی بھی تمہیں مہیا کر سکتا ہوں شاہد بھائی۔“

”بہت خوب، کون ہے وہ؟“

”پیرو ہے اس کا نام، بڑے کام کا آدمی ثابت ہوگا۔ اس کی تمام ذمے داری میں قبول کرتا ہوں۔“

”بڑی اچھی بات ہے تم ایسا کرو آج ہی اس سے بات کر کے اسے اپنے ساتھ شامل کر لو جو کچھ بھی طے ہوگا اس کو دے دیا کریں گے۔ اب یوں کرتے ہیں کہ ٹرک کی صفائی ہوگئی ہے اپنے کام کا آغاز کیے دیتے ہیں۔“

اس کے بعد ہم دونوں تیار ہو کر اٹھ گئے۔ یہاں سے ہم سائٹ پہنچے۔ ٹرک میں ہی چلا رہا تھا۔ رستم خان نے میرا لائسنس تو بنوا ہی دیا تھا۔ سائٹ کی ایک کمپنی میں پہنچنے کے بعد ہم نے وہ مال اٹھانا شروع کر دیا جس کے بارے میں شاہد کو پہلے ہی سے علم تھا۔ شام تک ہم نے وہاں کے تین چکر لگائے ہیں اور اس کام میں مجھے واقعی لطف آیا۔ یہ تصور میرے ذہن میں تھا کہ یہ ہمارا اپنا کام ہے۔ شاہد بھائی بھی بہت خوش تھے۔ غرض یہ کہ ساڑھے آٹھ بجے تک ہم اپنے کام میں مصروف رہے اور اس کے بعد فراغت حاصل ہوگئی۔ میں اس دوران کچھ سوچتا بھی رہا تھا۔ یہ تصور میرے ذہن میں تھا کہ میرے نادیدہ دشمن جو مجھے سڑکوں اور گلیوں میں دیکھنے کے خواہش مند ہیں اگر انہوں نے میرا پیچھا نہیں چھوڑا ہے تو یقینی طور پر اب یہ بات ان کے علم میں بھی آجائے گی کہ رستم خان کے اڈے سے ہٹنے کے بعد میں کسی اور کے ہاں ٹرک ڈرائیوری کی نوکری کر رہا ہوں۔ بظاہر تو یہ نوکری ان کے معیار کے مطابق تھی لیکن اب اس کے بعد حالات تو بعد ہی میں معلوم ہو سکتے تھے۔ شاہد بھائی نے مجھے راستے میں بتایا کہ وہ نیو کراچی کے ایک کوارٹر میں رہتے ہیں۔ گھر میں ان کے والدین اور ایک چھوٹی بہن دو چھوٹے بھائی ہیں لیکن دونوں چھوٹے

ہوئی چارپائی پر آبیٹھا۔ گھر کے لوگ ادھر سے ادھر آ جا رہے تھے مجھ سے کوئی خاص پردہ نہیں کیا گیا تھا۔ شاہد کے والد میرے پاس آ بیٹھے۔

”بڑی خوشی ہوئی بیٹے تم سے مل کر شاہد تمہارے بارے میں مجھے بتا چکا ہے اب تم ہمارے ساتھ ہی رہو گے۔ یوں سمجھ لو کہ تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی اور تم یہاں بالکل اپنے ہی گھر کی سی کیفیت محسوس کرو گے۔ شاہد کے علاوہ میرے دو بیٹے اور ایک بیٹی ہیں اور تمہاری چچی ہیں اور اب اس گھر میں تمہارا اضافہ ہو گیا ہے۔ شاہد تمہارے لیے انتظامات کر رہا ہے اس کے بعد آرام سے بیٹھ کر باتیں کریں گے۔“

میں نے ان کا شکریہ ادا کیا پھر تھوڑی دیر کے بعد کھانا لگا دیا گیا۔ ایک چھوٹی سی برآمدے نما جگہ میں زمین پر دسترخوان بچھا کر کھانا چن دیا گیا۔ شاہد کے والد شاہد اور میں کھانے میں مصروف ہو گئے۔ باقی لوگوں نے شاید اندر ہی کھانا کھایا ہو گا۔ پھر شاہد نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”وہ تمہارا بستر لگا دیا گیا ہے فیصل بس یوں سمجھ لو کہ ہمارے ہاں ایک نئی زندگی کا آغاز ہوا ہے۔ یہ گھر بہت چھوٹا سا ہے لیکن اس پر تمہیں پورا پورا تصرف حاصل ہے گھر کے افراد ہی کی طرح۔ یہاں گزر بسر کرنا اور کسی مسئلے میں کوئی تکلف نہ کرنا۔ اب میں تمہارا تعارف اپنے گھر کے تمام لوگوں سے کراتا ہوں۔ چلیے بھئی آپ لوگ آجائیے۔“

سب سے پہلے شاہد کی والدہ اندر پہنچی تھیں اور پھر انھوں نے میرے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ ”فیصل بیٹے! شاہد مجھے تمہارے بارے میں بتا چکے ہیں۔ میرے تین بیٹے ہیں اور اب تم یوں سمجھ لو کہ چوتھے بیٹے تم ہو۔ ہم تمہاری شمولیت کو بہت ہی محبت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں چلو فردوسی سامنے آؤ۔“ ایک نوجوان سی لڑکی اندر داخل ہو گئی۔ معمولی سے نقش و نگار کی مالک تھی۔ شرمیلی ہوئی سی اندر آئی۔ مجھے سلام کیا تو شاہد کی والدہ نے کہا۔ ”یہ میری بیٹی فردوسی ہے یہ ناصر ہے اور یہ منصور۔“

”اور ہم تو اپنا تعارف آپ سے کرا ہی چکے ہیں فیصل میاں۔“ شاہد کے والد نے کہا۔

”جی۔“ میں نے آہستہ سے جواب دیا۔

”بیٹے کبھی اس گھر میں تکلف نہیں کرنا“ بس یوں سمجھ لو کہ یہ تمہارا اپنا ہی گھر

بھائی ابھی بہت چھوٹے ہیں۔ شاہد نے انھیں اسکول میں داخل کرایا ہوا ہے۔ میں رُک ڈرا سُر کر رہا تھا شاہد بھائی مجھے اپنے بارے میں تفصیل بتا رہے تھے۔

”میں نے اپنے والد سے کہا کہ یہ رُک میں نے قبضوں پر خریدا ہے اور میں آرام سے اس کی قسطیں ادا کر دوں گا۔“

”شاہد بھائی میری بھی یہی خواہش ہے کہ کبھی تم اس میں میرے حصے کا تذکرہ کسی سے نہ کرنا۔ ہمارے تمہارے درمیان جو معاملات ہیں وہ ہم دونوں ہی تک رہنے چاہئیں۔“

”تمہاری بڑائی کا تو میں دل سے قائل ہوں لوگ تو کوئی چھوٹی سی چیز حاصل کرنے کے بعد آسمان کی جانب چھلانگیں لگانے لگتے ہیں مگر تم اپنے آپ کو اس رُک کا حصہ دار بھی نہیں کہنا چاہتے۔“

”ہاں شاہد بھائی میں اپنے آپ کو صرف ایک رُک ڈرا سُر کی حیثیت سے دنیا کے سامنے لانا چاہتا ہوں بس یوں سمجھ لو یہ میری ایک ضرورت ہے۔“

تھوڑی دیر کے بعد ہم نیو کراچی پہنچ گئے۔ کوارٹر کے سامنے کافی بڑا میدان تھا۔ یہیں پر رُک کھڑا کر دیا گیا۔ ان کے دونوں چھوٹے بھائی آگئے اور خوشی سے اچھلنے لگے۔ پاس پڑوس کے لوگ بھی اس رُک کو دیکھ رہے تھے۔ یقینی طور پر یہ اس علاقے کے لوگوں کے لیے بہت بڑی بات تھی۔ پتا نہیں کن کن حالات میں اس کوارٹر کے مکینوں کی زندگی گزری ہو لیکن اب یہاں بھی خوشحالی آگئی تھی۔ شاہد کے والد صاحب بھی نکل آئے۔ ضعیف آدمی تھے شاہد نے ان سے میرا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

”ابا! یہ فیصل ہے یوں سمجھ لیجئے کہ آپ کا دوسرا بیٹا۔“

شاہد کے والد نے مجھ سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔ ”بڑی خوشی ہوئی بیٹے تم سے مل کر آؤ اندر آؤ۔“ اور پھر ہم کوارٹر میں داخل ہو گئے۔

”فیصل منہ ہاتھ دھو لو اور بالکل تازہ ہو جاؤ بس یوں سمجھ لو کہ تم اپنے گھر میں ہی آئے ہو ابھی سب لوگوں سے تمہارا تعارف کراؤں گا“ آؤ ذرا تمہیں غسل خانہ بتا دوں۔“

نیو کراچی کے کسی کوارٹر میں جیسا غسل خانہ ہو سکتا تھا ویسا ہی غسل خانہ یہاں موجود تھا۔ ہر طور میں نے بھی بے تکلفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے منہ ہاتھ دھویا اور پھر صحن میں پڑی

”ہاں، تمہارا کہنا درست ہے لیکن ایک بات کہوں گا۔ رفتار تیز نہ کرنا شاید بھائی زمین پر رکھا جانے والا ہر قدم اتنا جما ہوا ہونا چاہیے کہ تند ہوا کا کوئی جھونکا پاؤں اکھاڑ نہ دے۔“

شاید دیر تک میری باتوں پر غور کرتا رہا پھر اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔
”یار بڑی بقراط والی بات کہی ہے، تم کتنے پڑھے ہوئے ہو فیصل؟“
”بس اتنا کہ یہ دنیا سمجھ میں آجائے۔“

”تمہاری باتوں سے تو پتا چلتا ہے کہ..... کہ تم نے ساٹھ سال تک تعلیم حاصل کی ہے۔“ شاید نے ہنستے ہوئے کہا اور میں بھی ہنسنے لگا اور پھر نہ جانے کب نیند کی دیوی مہربان ہو گئی۔

شاید بھائی صبح کو بہت جلدی جاگ گئے مجھے ذرا دیر تک سونے دیا گیا تھا۔ اس گھر میں صبح کو جلدی جاگ جانے کا رواج تھا بہر کیف اس کے بعد خود ہی جاگا۔ شاید بھائی سے شکایت کی میں نے کہ انہوں نے مجھے جلدی کیوں نہ جگا دیا۔

”یار دیر تک جاگتے رہے تھے نائرات کو اس لیے میں نے سوچا کہ تمہاری نیند خراب نہ کی جائے۔“

”اب ہم کام کے لوگ ہو گئے ہیں شاید بھائی، اس لیے ان تکلفات کی گنجائش آئندہ میں ہونی چاہیے۔“

”ٹرک وغیرہ صاف ہو گیا ہے چلو ناشتا کر لو پھر پیرو کے پاس چلیں گے۔“



”جی آپ مطمئن رہیں میں کوئی تکلف نہیں کروں گا۔“ میں نے جواب دیا۔ دیر تک وہ لوگ میرے پاس بیٹھے رہے اور پھر شاید نے اپنا بستر بھی میرے بستر کے برابر لگالیا اور ہنستا ہوا بولا۔

”کل صبح سب سے پہلے یہ کریں گے کہ تمہارے اس آدمی کو پکڑ لیں گے جس کا تذکرہ تم نے کیا تھا۔ کیا نام بتایا تھا تم نے اس کا؟“

”پیرو، پرانا گولیہار میں رہتا ہے۔“
”تو پھر ٹھیک ہے سب سے پہلے کل پیرو کو پکڑیں گے۔“

”بہت صبح چلنا ہو گا، وہ شاید کسی پٹرول پمپ پر گاڑیاں سروس کرتا ہے، اس سے پہلے کہ وہ اپنی ڈیوٹی پر روانہ ہو جائے ہم اسے جاکر پکڑ لیں گے۔“

”اچھا یہ بتاؤ یہ تبدیلی کیسی لگ رہی ہے۔“
”اچھی لگ رہی ہے شاید بھائی، آپ سب لوگ بہت محبت کرنے والے ہیں۔“

”اپنے بارے میں تو تم نے کبھی تفصیل بتائی ہی نہیں مجھے۔“
”چھوڑیں شاید بھائی، میری تفصیل کوئی ایسی نہیں ہے جسے کہانی کے طور پر سنایا جائے اور نہ ہی میں اپنے ماضی کو یاد کرنا چاہتا ہوں۔“

”ہاں بعض جگہ ماضی میں کچھ ایسی تلخیاں ہوتی ہیں کہ انسان انہیں دہراتا نہیں چاہتا۔ اب میری ہی زندگی کی کہانی سن لو یہ چھوٹا سا گھر دیکھا تم نے، والد ضعیف ہو گئے ہیں۔ بڑے منصوبے تھے۔ ہمارے ذہنوں میں، ہم نے بھی عام لوگوں کی طرح بہت کچھ سوچا تھا لیکن ہوتا وہی ہے جو وقت سوچتا ہے یا دوسرے معنوں میں یوں سمجھ لو کہ جو تقدیر کا لکھا ہوتا ہے میں نے بہت کوششیں کیں کہ زندگی کو کسی ایسے راستے پر چلایا جائے جو اچھے اور شریف لوگوں کا راستہ ہوتا ہے۔ فطرت میں بہت زیادہ برائیاں نہیں تھیں، اس لیے بہت بڑی ہمت تو نہ کر سکا جو کچھ تمہارے ذریعے کیا میں نے بس یوں سمجھ لو کہ وہ اپنے بارے میں آخری فیصلہ تھا اور اس میں کوئی ترمیم باقی نہ رہی تھی۔ مجھے اندازہ ہو چکا تھا کہ کسی دفتر میں کلر کی کر کے یا کسی مل کا ٹائم کیپر بن کر میں زندگی میں کچھ نہیں حاصل کر سکتا۔ یہ راستہ مجبوری کا راستہ ہے اور دیکھ لو اس طرح کچھ تو ہوا۔“

”ہاں۔“ میں نے جواب دیا اور ٹرک کے قریب پہنچ گیا پھر میں نے شاہد بھائی کو نیچے اترنے کے لیے کہا اور شاہد بھائی نیچے اتر آئے۔ پیرو، شاہد کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے اس نئے ٹرک کو بھی دیکھا تھا۔

”اڑے ماں کسم اپن کا نام پیر بخش ہے اور یہ فیصل ہمارا بائی ہے۔“

”میرا نام شاہد ہے پیر بخش اور میں فیصل کے ساتھ تمہارے پاس آیا ہوں۔“

”آجاؤ بائی صاب اور تمہارا ٹرک کوئی نہیں چوئے گا۔ اڑے او فٹنی توڑا ٹرک کا خیال کروڑے۔“ اس نے دو لڑکوں سے کہا اور انھوں نے گردن ہلا دی۔ شاہد میرے ساتھ ہوٹل چل پڑا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم تینوں بیٹھ گئے۔

”ابی اپن ناشتا نہیں کیا صاب! آپ لوگ بولو تو ناشتا منگائے نہیں تو چائے منگائے آپ کے لئے۔“

”ہم ناشتا کر کے آئے ہیں پیرو، تم صرف چائے منگالو ہمارے لیے۔“ شاہد نے کہا اور پیرو نے اپنے لیے انڈے کا آلیٹ اور ڈبل روٹی طلب کر لی اور ہم دونوں کے لئے چائے منگادی۔

”شاہد بھائی، فیصل ہمارا عجیب دوست ہے ابی سمجھ میں نہیں آتا ہم اس کا زیادہ دوست ہے یا یہ ہمارا آتا ہے بولتا ہے تمہارے ساتھ رہے گا اور پھر بھاگ جاتا ہے اڑے بابا اب کدر رہتا پڑا تم؟“ پیرو نے پوچھا۔

”بس پیرو بھائی یہ سمجھ لو آج کل شاہد بھائی کے ساتھ رہتا ہوں، تمہارے پاس ایک کام سے آیا ہوں۔“

”اڑے بولو خدا کا کسم جان دے کر بھی تمہارا کام کرے گا یا ر کیسا بات کرتا فیصل بائی۔“

”تمہارا کام کیسا چل رہا ہے؟“

”بس اڑے سروس کرتا ہے، پیٹرول پمپ پر زیادہ اچھا نہیں ہے کام اور دھاڑی پر لگا ہوا ہے، کبھی کام مل جاتا ہے کبھی نہیں مل جاتا پر اپن کا گزارا ہو جاتا ہے کوئی پریشانی کا بات نہیں۔“

”آج سے تم پیٹرول پمپ کی نوکری چھوڑ دو گے۔“

میں تیار ہو گیا جلدی جلدی ناشتا کیا اور اس کے بعد ہم ٹرک لے کر نکل کھڑے ہوئے۔ پرانا گولیماں پہنچ کر ٹرک ایک مناسب جگہ کھڑا کر کے میں پیرو کے گھر کی جانب لپکا۔ خوش قسمتی تھی کہ بروقت پہنچ گیا تھا۔ پیرو گھر کے دروازے کو تالا لگا کر باہر نکل ہی رہا تھا (پلٹا تو مجھے دیکھ کر ٹھٹک گیا اور پھر اپنے مخصوص انداز میں بولا۔

”اڑے فیصل بائی!“ کتا ہوا میرے گلے سے لگ گیا۔ ”یار خدا کسم تیرے پر بڑا غصہ آتا ہے میرے کو، ایک دن آتا ہے سو دن کے لیے غائب ہو جاتا ہے، اڑے کدر چلا گیا تھا، چلو تیرے کو چائے پلائے۔“

”ناشتا کر کے آیا ہوں پیرو بھائی۔“

”اڑے بابا تو تو ناشتا کر کے آیا ہے پر اپن ناشتا نہیں کیا چل تیرے کو چائے تو پلائے آجا میرے ساتھ۔“

”ہوٹل چل رہے ہو؟“ میں نے سوال کیا۔

”اڑے تو اپن کا کون سا سالا سسرال پڑا ہوا ہے اڑے ابی ہوٹل ہی چلے گا اور کدر چلے گا۔“

”آؤ میرے ساتھ۔“ میں نے کہا اور پیرو میرے ساتھ ساتھ چل پڑا۔

”اڑے ابی ہوٹل چل رہے ہو؟“ میں نے سوال کیا۔

”آؤ ایک اور آدمی ہے ہمارے ساتھ۔“

”اوہو اچھا اچھا کوئی دوست دوست ہے؟“

جو کچھ کمائیں گے، اس میں سے ایک حصہ آپ کا بھی ہو جائے گا۔“

”اڑے بابا کون کھوتے تنخواہ مغواہ کے بارے میں بولتا پڑا ابی ٹھیک ہے یار، دوستوں کا ساتھ کام کرے گا، عزت بھی ہوئیں گا اپن کو منظور ہے ابی اپن آپ لوگ کے ساتھ چلتا ہے۔“

”واہ! یہ ہوئی نا بات پیرو بھائی۔“ شاہد نے کہا۔

وہ بھی خوش ہو گیا تھا۔ پیرو کی کوئی باقاعدہ ملازمت نہیں تھی بس پیٹرول پمپ پر جاتا تھا۔ ہیلپر کے طور پر کام کرتا تھا اور شام کو دن بھر کی اجرت لے کر آ جاتا تھا۔ ہم لوگ ٹرک لے کر چل پڑے۔ پیرو ہمارے ساتھ تھا۔ بڑے خوش تھے تینوں اگلے حصے ہی میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کام لگا بندھا تھا چنانچہ ہم نے کام شروع کر دیا۔ پیرو اس سلسلے میں واقعی بہترین معاون ثابت ہوا۔ صرف ایک مزدور ہمیں لوڈنگ کے لیے لینا پڑا تھا۔ شام تک معمول کے مطابق کام کیا اور اس کے بعد پیرو کو ایک جگہ چھوڑا اور ہم واپس چل پڑے۔ شاہد نے پیرو سے اطمینان کا اظہار کیا تھا۔

نیو کراچی کے اس کوارٹر میں زندگی بہت ہی پرسکون تھی، وقت گزرتا گیا۔ ہم بڑک کے باقی معاملات سے بھی واقفیت حاصل کرتے چلے گئے تھے، اچھی خاصی آمدنی ہو رہی تھی اور اس کا ایک بڑا حصہ محفوظ کیا جا رہا تھا۔ اس کے بعد شاہد نے مجھ سے میرے حصے وغیرہ کے بارے میں کوئی گفتگو نہیں کی تھی ضرورت ہی نہیں پیش آئی تھی لباس وغیرہ بہت سے بن گئے تھے۔

وقت اسی طرح گزرتا رہا۔ اب ہمارے معمولات میں بھی کچھ تبدیلیاں پیدا ہو گئی تھیں۔ رہائش کے لیے تو یہ جگہ تھی ہی۔ پیرو اپنے گھر میں رہتا تھا اور یہاں مجھے کوئی تکلیف نہیں تھی کبھی کبھی شاہد بھائی ہمارے ساتھ نہیں ہوتے تھے اور میں اکیلا ہی ٹرک لے کر نکل جاتا تھا۔ ایسے ہی ایک دن میں خالی ٹرک لے کر کسی کام سے نکلا تھا۔ میں نے ٹرک ایک جگہ کھڑا کیا۔ بازار سے کچھ خریداری کرنی تھی۔ میں خریداری کرنے کے لیے بازار میں پہنچ گیا۔ حلیہ ویسا ہی بنا رکھا تھا۔ میں نے..... جیسا ایک ٹرک ڈرائیور کا ہونا چاہیے تھا حالانکہ عمر کے لحاظ سے میں مکمل طور پر ٹرک ڈرائیور نہیں لگتا تھا بہر حال اپنا طبعی مزاج کے مطابق آپ کی پسند کے مطابق

”اڑے نوکری چھوڑے گا تو کائے گا کدر سے، بابا تیری طرح سیٹو تو نہیں ہے نا فیصل بابی۔“ پیرو نے ہنستے ہوئے کہا۔

”میں نے تمہارے لیے ایک اور نوکری تلاش کر لی ہے پیرو بھائی۔“ میں نے کہا۔

”اڑے واڑے خدا کسم میرے کو نوکری کا بڑا ضرورت ہے گاڑی سروس کرنا اچھا نہیں لگتا کوئی ٹھیک کام مل جائے تو اپن بی شریف آدمی کھلائے شادی مادی کرے، بچے بچے پیدا کرے ابی باپ کھلائے اب۔“ پیرو نے حسب عادت پر مذاق انداز میں کہا۔

”بس تو ٹھیک ہے، یوں سمجھ لو تمہاری نوکری پکی ہو گئی۔“

”اڑے واڑے ایا مانق لگتا جیسا تو ہی اپن کا سیٹھ بن گیا اڑے کدر ہے نوکری بابا کون سا نوکری ہے؟“

”تم اس ٹرک پر کام کرو گے۔ پیرو بھائی، ساری ذمے داریاں تمہارے سپرد کر دی جائیں گی، لوڈنگ، ان لوڈنگ۔“

”اڑے وا کیا تیرا ٹرک اے اڑے، او میں سمجھا شاہد بھائی یہ آپ کا ٹرک ہے۔“

”یوں سمجھ لو پیرو ہم تینوں کا ہے۔“

”اڑے وا خدا کسم میرے کو معلوم تھا کہ یہ اپنا فیصل ایک دن کوئی بڑا کام کر کے رہے گا اڑے بابا کدر سے مارا یہ ٹرک۔“ پیرو نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

”ٹرک شاہد بھائی کا ہے پیرو اور میں نے شاہد بھائی سے بات کر لی ہے میں اس ٹرک پر ڈرائیوری کرتا ہوں اور تم میرے ساتھ رہو گے۔“

”کلیئر کلیئر۔“ پیرو نے کہا اور مسرور انداز میں ہنس پڑا پھر بولا۔ ”ابی تم لوگ مذاق تو نہیں کرتا میرے ساتھ؟“

”نہیں پیرو اس میں مذاق کی کوئی بات نہیں ہے۔ صبح ہی صبح ہم تمہارے پاس اس لیے آئے ہیں۔“

”خدا کسم میرے کو بڑا خوشی ہوا میں جانتا تھا فیصل بابی اپن کو بھولے گا نہیں اپنا کام ضرور کرے گا۔ ابی میں تیار ہے بابا۔“

”آپ باقی چیزوں کی فکر نہ کریں پیرو بھائی تنخواہ وغیرہ آپ کی پسند کے مطابق

”وہ دادا جان یہ..... یہ فیصل ہے۔“

”تو پھر اگر یہ فیصل ہے تو اس میں حیرت کی کیا بات ہے؟“

”نہیں میرا مطلب ہے مل گیا تھا یہ.....“

”سمجھ میں نہیں آتا رومانہ کہ اب اس سے ہمارا کیا تعلق ہے ہماری ملازمہ کا بیٹا تھا نکل گیا گھر سے نکل گیا۔ ملازموں کو اس سے زیادہ منہ تو نہیں لگایا جاسکتا، چلو بیٹھو گاڑی میں۔“ غزنوی صاحب تحقیر آمیز لہجے میں بولے اور رومانہ باجی نے ایک نگاہ مجھ پر ڈالی پھر اپنی گاڑی میں بیٹھ گئیں۔

میں خاموش نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا تھا۔ میرے ذہن میں ایک کھولن سی پیدا ہوئی تھی لیکن اس کے بعد میں نے خود کو معتدل کر لیا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ پیرو ٹرک ہی میں بیٹھا ہوا تھا۔ اسے ان تمام..... واقعات کا کوئی علم نہیں تھا۔ میں اس کے قریب جا کر بیٹھ گیا۔ اور پھر میں نے ٹرک اشارت کر کے آگے بڑھا دیا۔ ذہن پر ایک بوجھ سا ہو گیا تھا، ماضی کا آکٹوپس پھر اپنی سونڈیں پھیلائے میرے ذہن کو جکڑنے کی کوششوں میں مصروف تھا لیکن اس آکٹوپس ہی کو شکست دینا میری زندگی کا سب سے بڑا مقصد تھا اور یقینی طور پر میں اپنے اندر موجود قوت ارادی سے مطمئن تھا۔ کیونکہ میں نے بہ آسانی اس آکٹوپس کے تمام حربوں کو ناکام دیا تھا۔

اسی رات اتفاق کی بات یہ کہ شاہد نے مجھ سے ایک اہم موضوع پر گفتگو کی۔ کہنے لگا۔

”یار فیصل اب کچھ شروع ہونا چاہیے۔“

”مثلاً، شاہد بھائی! بہت کچھ تو شروع ہو چکا ہے اور کیا شروع ہونا چاہیے؟“

”دولت..... دولت اور صرف دولت اور اب اس کے حصول کے لیے ہمیں

کام کا آغاز کر دینا چاہیے۔“

”مثلاً“

”بھئی ہم نے اب تک اپنی ساکھ بنائی ہے اور میرا خیال ہے اس میں کامیاب رہے

ہیں، ہمارے نام کے ساتھ کوئی برائی وابستہ نہیں ہوئی۔ میں چاہتا ہوں کہ اب ذرا اعلیٰ

پیمانے پر کام شروع کیا جائے اور کچھ ایسا مال بھی پکڑا جائے جس سے ذرا خفیہ آمدنی شروع

میں نے رومانہ باجی کو دیکھا، وہ اسٹور سے کچھ خریداری کر کے نکل رہی تھیں۔ میں انھیں دیکھتا رہا، وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھتی ہوئی ایک کار کے نزدیک پہنچ گئیں۔ یہ کار میرے ٹرک کے نزدیک ہی کھڑی ہوئی تھی۔ رومانہ باجی سے تو خیر مجھے کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی لیکن انھیں دیکھ کر آتماں یاد آگئی تھیں چنانچہ کچھ سوچ کر میں ان کے قریب پہنچ گیا اور رومانہ باجی نے بھی مجھے دیکھ لیا۔ وہ ٹھٹک کر رک گئیں۔ غالباً مجھے پہچاننے کی کوشش کر رہی تھیں پھر ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

”ارے فیصل تم؟“ انھوں نے کسی قدر حیرانی سے کہا۔

”جی رومانہ باجی میں ہی ہوں۔“

”گڈ گڈ! بڑا عمدہ حلیہ بنا رکھا ہے تم نے کیا کسی تھیٹر میں کام کرنے لگے ہو؟ یہ کیا

حلیہ بنا رکھا ہے؟“

”کیوں رومانہ باجی! کیا خرابی ہے میرے اس حلتے میں؟“

”ہوں، خرابی تو خیر کوئی نہیں ہے مگر کچھ عجیب سے لگ رہے ہو کیا کرتے ہو آج۔“

”کون؟“

”یہ ٹرک چلاتا ہوں۔“ میں نے ٹرک کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

”واہ یہ تو عمدہ خبر سنائی تم نے، اس کا مقصد ہے کہ پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر

تھا۔“

”جی ہاں آپ کا فرمانا بالکل درست ہے۔“

”کیا کمالیتے ہو ٹرک ڈرائیوری کر کے؟“

”ہزار بارہ سو روپے تنخواہ مل جاتی ہے، اکیلا آدمی ہوں گزر ہو ہی جاتی ہے، آپ

سنائیے، آتماں کہاں ہیں؟“

”آتماں عمرے کے لیے گئی ہوئی ہیں چچا جان کے ساتھ۔“

”ان سے ملنے کو بہت جی چاہتا ہے۔“ میں نے ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ عقب میں کچھ

آہٹ سنائی دی، مڑ کر دیکھا تو غزنوی صاحب تھے۔ میں نے انھیں سلام کیا لیکن انھوں

نے سلام کا جواب نہیں دیا تھا۔ تیکھی نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے بولے۔

”رومانہ کیوں کھڑی ہو؟“

”نہیں شاہد بھائی! اس ٹرک کو ہم خفیہ آمدنی کا ذریعہ نہیں بنائیں گے۔“

”میری سمجھ میں نہیں آ رہا تم کیا کہہ رہے ہو۔ ہمارا تو پہلے بھی یہی خیال تھا کہ ایک ٹرک، دو ٹرک، چار ٹرک اور اس کے بعد ایک بہت بڑی ٹرانسپورٹ کمپنی۔“

”ٹرانسپورٹ کمپنی بنے گی شاہد بھائی لیکن اس ٹرک کے ذریعے نہیں۔“

”تو پھر دوسرا ٹرک کہاں سے آئے گا میرے بھائی، مجھے کچھ کام مل رہا ہے کچھ لوگوں سے بات چیت ہوئی ہے لیکن تمہارے مشورے کے بغیر میں ہاں نہیں کر سکتا۔“

”میں نے کہا نا شاہد بھائی میرا مشورہ یہی ہے کہ اس ٹرک کو اسی انداز میں مصروف رہنے دیا جائے جو کچھ ہم کر رہے ہیں، ابھی وہی جاری رکھنا ہوگا، دوسرا کوئی کام نہیں پکڑنا۔“

”مگر کام چلے گا نہیں فیصل یہ سوچ لو۔“

”چلے گا، فکر مت کرو، بالکل فکر مت کرو، ہاں شاہد بھائی ایک بات ذرا میں تم سے

متعلم کرنا چاہتا ہوں۔“

”کیا؟“

”اس سلسلے میں میرا مطلب ہے دوسرے کام کے سلسلے میں تمہارے پاس کچھ لوگوں کے نام موجود ہیں۔“

”ہاں کئی افراد کو جانتا ہوں جو ہم جیسے لوگوں سے کام لیتے ہیں۔“

”مجھے ان کی فہرست چاہیے شاہد بھائی۔“

”کیا کرو گے؟“

”بس اپنے پاس رکھوں گا تاکہ بہ وقت ضرورت ان سے فائدہ حاصل کر سکوں۔“

”تین چار آدمیوں کو میں جانتا ہوں، مگر تمہاری بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔“

”آجائے گی شاہد بھائی، تم تو مجھے بقراط کہتے ہی ہو۔“

”یار بقراط تو کہتا ہوں مگر تمہاری یہ بات ذرا میرے دل کو لگی نہیں۔“

”مطلب یہ کہ آپ کے خیال میں ہمیں اپنے ٹرک کے ذریعے اسمگلنگ شروع کر

دینی چاہیے، اس کے لیے شاہد بھائی ٹرک شہر سے باہر لے جانا ہوگا۔ آپ کا کیا خیال ہے،

یہ مناسب ہوگا؟“

”دیکھو فیصل! اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہاں رہ کر ہم جو کچھ کر رہے ہیں وہ

اچھا خاصا ہے اور ہمارا کام چل جاتا ہے لیکن لمبی لوڈنگ جو ہے وہ زیادہ کارگر رہتی ہے۔

ویسے بھی اس میں آمدنی زیادہ ہو جاتی ہے، ہم باقاعدہ ٹرک اڈے پر اپنا کوئی آفس وغیرہ

نہیں بنا رہے لیکن کمپنیوں کا مال باہر لے جانا کوئی ایسا مسئلہ تو نہیں بہت سی ایسی کمپنیاں

بھی ہیں جو اپنا مال لمبے سفر پر بھیجتا چاہتی ہیں۔ ہم اگر چاہیں تو ان سے کنٹریکٹ کر سکتے

ہیں۔“

”اس میں کوئی حرج نہیں ہے اگر اس میں آمدنی زیادہ ہے تو ہم اچھا مال لے جاسکتے

ہیں۔ میرا مطلب ہے ایک نمبر کا۔“

”مگر میری جان دو نمبر کے بغیر تو کام چلتا ہی نہیں۔“

”دو نمبر کے بغیر کام چلے گا آپ اگر چاہیں تو کسی کمپنی سے مال لمبا لے جانے کا

کنٹریکٹ کر سکتے ہیں۔“

”ہوں اور باقی کے لیے تم کیا کرو گے؟“

”اگر مجھ پر بھروسہ کرتے ہیں شاہد بھائی تو تھوڑا سا انتظار اور کرلو..... ذرا اصل

وہی والی بات ہے نا کہ جلد بازی ہمیشہ نقصان دہ ہوتی ہے، میں جلد بازی کا حائق نہیں

ہوں۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور شاہد بھائی خاموش ہو گئے، لیکن ان کے چہرے پر

تشویش کے آثار تھے۔ البتہ میں بھی تشویش کا شکار ہو گیا تھا۔ شاہد بھائی جس انداز میں

سوچ رہے تھے اس میں خطرہ تھا اور میں یہ خطرہ ان کی ذات پر مسلط نہیں ہونے دینا چاہتا

تھا جو لوگ یہ کام کرتے تھے وہ اپنی مضبوط پشت بھی رکھتے ہیں۔ ہم ایک ٹرک کے مالک

اگر کسی کی نگاہوں میں چڑھ گئے تو اس سے بھی جائیں گے۔ چنانچہ میں جو کچھ بھی کرنا چاہتا

تھا بہت غور کرنے کے بعد کرنا چاہتا ہوں۔ فوری طور پر یہ سب کچھ کرنا ہمارے لیے

سراسر نقصان دہ ہو سکتا تھا لیکن میں یہ سوچنے پر بھی مجبور تھا کہ شاہد بھائی کو مطمئن کرنا

بے حد ضروری ہے کہیں وہ بد دل نہ ہو جائیں بہر طور اس کے بعد شاہد بھائی نے بھی

خاموشی اختیار کر لی تھی اور میں بھی بس سوچنے ہی کی حد تک محدود رہا تھا۔

چند روز کے بعد شاہد بھائی نے مجھے وہ پتہ فراہم کر دیے جو میں نے ان سے طلب

کیے تھے۔ یہ فہرست دو نمبر کا دھندہ کرنے والوں کی تھی اور یہ اس بات کے خواہش مند

Uploaded By Muhammad Nadeem

تھے کہ ہم ان کا دو نمبر کا مال دوسری جگہ منتقل کر دیں۔ ان تمام ناموں کو میں نے ذہن میں محفوظ کر لیا تھا۔

وقت کی گاڑی اسی رفتار سے چلتی رہی۔ ہمارا کام ہماری امیدوں کے خلاف نہیں تھا۔ البتہ میں نے اتنا ضرور کیا کہ شاہد بھائی کی خواہش کے مطابق لمبی لوڈنگ شروع کر دی۔ وہ راستے میرے شناسا ہو چکے تھے جن پر مال دور دور تک لے جایا جاسکتا تھا۔ چنانچہ میں نے سب سے پہلا لمبا سفر ایبٹ آباد کیا۔ ایبٹ آباد کے اس سفر میں 'میں شاہد بھائی اور پیرو ساتھ تھے لیکن اس کے بعد ہم نے شیڈول میں ذرا سی تبدیلی کر لی۔ ایک دفعہ شاہد بھائی ٹرک لے کر لمبے سفر پر جاتے تھے اور دوسری دفعہ میں 'اس دوران میری چھٹی ہوتی اور میں اپنے دوسرے کاموں کے بارے میں سوچنے لگتا تھا۔ یہ ایک خوشگوار تبدیلی تھی جو ہم نے فوری طور پر پیدا کی تھی اور اس تبدیلی کے اثرات بھی بہتر ہوئے تھے۔ البتہ پیرو اپنے کام میں مستعد تھا اور وہ ہر سفر میں ساتھ جایا کرتا تھا لیکن بہر طور اسے بھی کبھی کبھی چھٹی دینے کا فیصلہ کیا گیا اور ہم لوگوں نے اپنے اس نئے شیڈول پر کام شروع کر دیا۔ بلاشبہ اس سے ہمیں بہترین آمدنی شروع ہو گئی تھی۔

ایک دن میں 'پیرو اور شاہد بھائی تینوں ہی پشاور سے واپس آرہے تھے۔ ہمارے ٹرک پر مال لوڈ تھا۔ میرا گزر اس جگہ سے ہوا جہاں رستم خان نے مجھے ڈرگ دے کر گرفتار کرانے کی کوشش کی تھی اور میں نے ڈرگ کا وہ پیکٹ ایک جگہ چھپا دیا تھا۔ وہ جگہ میرے ذہن میں تھی۔ وہاں پہنچ کر میں نے کسی خیال کے تحت ٹرک روک دیا۔ اس وقت میں ہی ٹرک ڈرائیو کر رہا تھا۔ شاہد بھائی نے چونک کر مجھے دیکھا۔

”خیریت؟“ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

”آپ کی کچھ آمدنی کرانے کے بارے میں سوچ رہا ہوں شاہد بھائی۔“

”کیسی آمدنی؟“

”ذرا آئیے میرے ساتھ۔“ میں نے کہا اور پیرو کو وہیں رکنے کا اشارہ کر کے ٹرک سے نیچے اتر آیا۔

شاہد بھائی میرے ساتھ تھے۔ میں سڑک کے نشیب طے کرتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔

شاہد بھائی مستعجبانہ انداز میں میرے ساتھ چل رہے تھے۔ میں اس جھاڑی کے پاس پہنچ

گیا۔ جہاں میں نے وہ ڈرگ چھپائی تھی۔ یہاں پہنچنے کے بعد میں نے ڈرگ کے اس پیکٹ کو تلاش کیا۔ ظاہر ہے کہ کسی کے یہاں تک پہنچنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ ویرانے کی اس جھاڑی میں اتنی قیمتی شے پوشیدہ ہوگی۔ چنانچہ ڈرگ کا وہ پیکٹ مجھے دستیاب ہو گیا اور میں نے پیکٹ نکال کر شاہد بھائی کے حوالے کر دیا۔

شاہد بھائی مستعجبانہ انداز میں اسے دیکھنے لگے تھے پھر انہوں نے سرسراتے ہوئے لہجے میں کہا۔ ”یہ تو شاید ڈرگ ہے۔“

”بالکل ڈرگ ہے شاہد بھائی۔“

”مگر یہ یہاں کہاں سے آگئی اور تمہیں اس کے بارے میں کیسے معلوم ہو گیا؟“ یہ وہ پیکٹ تو نہیں ہے جو میں تمہیں دیا کرتا تھا اور ویسے بھی ہر پیکٹ کا تم نے پورا حساب کر دیا تھا۔

”یہ میری طرف سے آپ کو تحفہ ہے شاہد بھائی، میرا خیال ہے آپ اس کی نکاسی بہ آسانی کر سکیں گے۔“

”یہ ساری باتیں تو اپنی جگہ ہیں مگر یہ بتاؤ یہ تمہارے پاس آئی کہاں سے اور کیا تم نے یہ کام شروع کر دیا۔“

”نہیں شاہد بھائی، یہ انہی وقتوں کی یادگار ہے جب آپ نے مجھے ان راستوں پر روانہ کیا تھا۔“

”اوہ میں سمجھا، گویا تم نے اس زمانے میں الگ سے بھی اپنا کام شروع کر دیا تھا؟“

”ہرگز نہیں شاہد بھائی، الگ سے کام کرتا تو میرے پاس اس کام کا کوئی نہ کوئی معاوضہ ضرور ہوتا۔“

”پھر یہ کہاں سے آئی؟“

”شاہد بھائی اس سوال کو بھی جانے دیں۔ میری زندگی میں تو نہ جانے کتنے راز چھپے ہوئے ہیں، اس راز کو بھی ان رازوں میں درج کر لیں اور ابھی اس کے بارے میں کوئی سوال نہ کریں۔ ضرورت پڑنے پر اور وقت آنے پر آپ کو ساری تفصیلات بتا دوں گا۔“

شاہد بھائی عجیب سے انداز سے مجھے دیکھتے رہے پھر بولے۔ ”یقین کرو فیصل کبھی

کبھی تم میری نگاہوں میں بہت پراسرار ہو جاتے ہو اور میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم مجھے
سادہ سے انسان کو اندر سے کیا سمجھو۔“

”ایک بات میں آپ کو بتا دوں شاہد بھائی! میں بے شک آپ کے سلسلے میں غیر
مخلص نہیں ہوں لیکن یوں سمجھ لیجئے کہ اتنا سادہ بھی نہیں ہوں۔ یہ ایک سچائی ہے کہ
میری زندگی ایسے رازوں سے بھری پڑی ہے، جنہیں شاید میں خود بھی حل نہیں کر سکا
ہوں اور نہ جانے کب تک میں انہیں حل نہ کر سکوں۔“

شاہد بھائی گہری گہری سانسیں لینے لگے پھر بولے۔ ”اچھی خاصی قیمت مل جائے گی
اس کی..... کافی مقدار ہے۔“ میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور اس کے بعد ہم ٹرک
میں آ بیٹھے۔ ٹرک چل پڑا۔ ڈرگس کی قیمت واقعی شاہد بھائی کو کچھ زیادہ ہی اچھی مل گئی
تھی۔ چہرہ گلنار ہو رہا تھا۔ شاہد بھائی نے بیس ہزار کی رقم مجھے دیتے ہوئے کہا۔
”یہ اس پیکٹ میں تمہارا حصہ بنتا ہے۔“

”تو میں کیا کروں گا، آپ اسے بھی میرے حساب میں جمع کر لیجئے۔“

==☆☆☆==

ندیم

بہر طور اس کے بعد وقت گزرتا رہا۔ کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوئی تھی، سوائے اس
کے کہ ہم اپنے کام میں زیادہ سے زیادہ مہارت حاصل کرتے جا رہے تھے۔

شاہد بھائی نے ایک دن مجھ سے کہا۔ ”یار اچھی خاصی رقم جمع ہو گئی ہے ہمارے
پاس اگر تم مناسب سمجھو تو ایک ٹرک کا بندوبست اور کر لیا جائے؟“

”کیا اتنی رقم ہو گئی ہے کہ ہم ایک ٹرک اور خرید سکیں؟“ میں نے پوچھا۔
”نہیں اتنی تو خیر نہیں ہوئی ہے کہ ہم نقد رقم سے ٹرک خرید سکیں لیکن اب
ہماری اچھی خاصی ساکھ ہو گئی ہے۔ میں سمجھتا ہوں قسطوں پر ہمیں ایک اور ٹرک مل سکتا
ہے۔“

”شاہد بھائی یہ شعبہ آپ کے سپرد ہے اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ ایسا بہتر رہے گا تو
مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔“

”بس تو پھر یوں کروں، اپنے کام جاری رکھو اور میں اپنے کام میں مصروف ہو جاتا
ہوں۔ اس کے علاوہ ہمیں ایک جگہ اپنا ٹھکانہ بھی بنانا چاہیے۔ میں نے اس سلسلے میں
بات کی ہے، میرا ایک شناسا ہے اس کے پاس جگہ موجود ہے، وہ مجھے یہ جگہ کرائے پر
دینے کے لیے تیار ہے۔ ابھی تو ہم کرائے پر ہی جگہ لے لیتے ہیں، اس کے بعد اپنی بھی
خرید لیں گے۔“

”میں نے کہا نا شاہد بھائی، یہ سارے شعبے آپ کے سپرد ہیں، جو چاہیں کرتے رہیں،
جہاں تک رقم کا معاملہ ہے تو میں نے پہلے بھی اس سلسلے میں آپ سے کبھی کوئی بات نہیں

کی اور نہ ہی اب کوئی بات کرنا چاہتا ہوں۔“

چنانچہ یہی ہوا، شاہد بھائی نے ٹرک کی خریداری میں مصروف ہو گئے اور میں اور پیرو بڑی آسانی کے ساتھ اپنا یہ کاروبار جاری رکھے رہے۔ یہاں تک کہ دوسرا ٹرک بھی خرید لیا گیا۔ اس دن شاہد بھائی کی خوشیوں کا ٹھکانہ نہیں تھا۔

شاہد نے وہ ٹرک خود سنبھال لیا اور اس کے بعد ہم لوگ مختلف راستوں پر چلنے لگے، پیرو کو البتہ میں نے اپنے ساتھ ہی رکھا تھا۔ شاہد بھائی نے دوسرے آدمیوں کا بندوبست کر لیا تھا اور اس طرح ہماری آمدنی میں بھی بہترین اضافہ ہو گیا۔ اب اکثر یہ ہوتا تھا کہ کبھی میں کراچی میں ہوتا تو شاہد بھائی کراچی نہ ہوتے اور کبھی وہ ہوتے تو میں باہر کسی سفر پر گیا ہوا ہوتا تھا۔ گھر کے معاملات بہت اچھے چل رہے تھے۔ شاہد بھائی کا پورا گھرانہ خوشحال ہو گیا تھا۔ گو ابھی نیو کراچی کے کوارٹر سے کہیں منتقل ہونے کے بارے میں نہیں سوچا گیا تھا لیکن اب ان کا طرز زندگی بدلتا جا رہا تھا۔ شاہد بھائی کے دونوں چھوٹے بھائی بہت اچھے تھے اور اسکولوں میں تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ والد اور والدہ بھی مجھ سے بیٹوں جیسا ہی سلوک کرتے تھے۔ البتہ شاہد کی بہن فردوسی کا رویہ مجھے پچھلے دنوں سے بڑا مشکوک محسوس ہونے لگا تھا وہ ان کوششوں میں مصروف رہتی تھی کہ کسی طرح تنہائی میں میرے قریب پہنچے، وہ میرے لیے خصوصی اہتمام کرتی تھی، میرے کپڑے استری کرتی تھی، جوتے پالش کرتے تھے اور اس طرح میرا کام کرتی تھی جسے میں عام بات نہیں سمجھ سکتا تھا اس کے علاوہ میری نگاہیں بھی اتنی کمزور نہیں تھیں کہ کسی کی نگاہوں کا مفہوم نہ سمجھ پاتیں لیکن اس گھرانے سے مجھے بہت زیادہ دلچسپی اور محبت تھی، اس لیے میں اس گھر میں کوئی ایسا نقش نہیں چھوڑنا چاہتا تھا جو کسی کے ذہن پر کوئی ناگوار تاثر پیدا کرے۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ فردوسی کے اس انداز کو کیا سمجھوں۔ بہر طور اس نے ابھی تک کھل کر مجھ سے کچھ نہیں کہا تھا لیکن نگاہوں کے پیغامات مجھ تک بہر حال پہنچ رہے تھے۔ خاص طور سے وہ دن پریشانی کے دن ہوا کرتے تھے جب شاہد بھائی گھر پر موجود نہ ہوتے اور ٹرک لے کر کہیں گئے ہوئے ہوتے۔ میں جانتا تھا کہ فردوسی، احمق ہے، نوخیز ہے اور عمر کے ان راستوں پر برق رفتاری سے دوڑ رہی ہے جو اس عمر کی لڑکیوں کو نت نئے خواب دکھاتے ہیں، یہ نوخیزیت بعض اوقات بڑی تباہی پھیلا دیتی ہے

اور میں شاہد بھائی کے گھر ایسی کوئی بات نہیں چاہتا تھا، یوں بھی بزرگوں کی نگاہیں اتنی کمزور نہیں ہوتیں کہ صورت حال کو سمجھ نہ پائیں، ایک بلاوجہ کی الجھن میں نہیں پالنا چاہتا تھا۔

فردوسی کی یہ کیفیات بڑھتی جا رہی تھیں اور میں کوئی بھی فیصلہ کرنے سے قاصر تھا۔ پھر ایک شام جب واپس گھر پہنچا تو فردوسی کے والد اور والدہ کہیں گئے ہوئے تھے۔ دونوں چھوٹے بھائی اور فردوسی گھر میں موجود تھے۔ مجھے دیکھ کر فردوسی کی آنکھوں میں چمک پیدا ہو گئی۔ میں نے اس سے اشتیاق صاحب اور چچی جان کے بارے میں پوچھا۔

”لانڈھی گئے ہوئی ہیں ماموں کے ہاں کوئی تقریب تھی چنانچہ دونوں چلے گئے، آپ منہ ہاتھ دھو لیجئے، میں کھانا لگاتی ہوں۔“

”ٹھیک ہے۔“ میں نے کہا اور فردوسی نے اپنے دونوں بھائیوں کو کھیلنے کے لیے بھیج دیا پھر کھانا لے کر وہ میرے سامنے آ گئی۔ اس کے ہونٹوں کی مسکراہٹ اور آنکھوں کی چمک مجھے کچھ سمجھا رہی تھی۔

میں نے کھانا شروع کیا تو وہ آہستہ سے بولی۔ ”میرے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا آپ کو کیسا لگتا ہے فیصل؟“

”بہت اچھا“ میں نے تو ہمیشہ اس کی تعریف کی ہے۔ ”فردوسی خاموشی سے مجھے دیکھتی رہی اور میں عجیب سی بے چینی محسوس کرتا رہا پھر میں نے کہا۔ ”تم نے کھانا کھا فردوسی۔“

”آپ کو کھانے کے بعد کھاؤں گی۔“

”چچا جان اور چچی جان کب تک واپس آئیں گے؟“

”دیر سے ہی آنا ہوگا آخر لانڈھی گئے ہیں۔“

”ہوں ٹھیک ہے، ارے یہ دونوں شریر کہاں چلے گئے؟“

”میں نے انہیں بھیج دیا ہے، پڑوس کے گھر میں ہیں، ان کے دوست ہیں، ان کے

ساتھ کھیل رہے ہوں گے۔“

”رات ہو رہی ہے، بلا لوانہیں۔“

”بلا لوں گی اتنی جلدی کیا ہے آخر، میں نے جان بوجھ کر انہیں بھیجا ہے۔“

”یعنی تم شادی کرنا نہیں چاہتیں؟“

”نہیں اس سے تو مجھے انکار نہیں ہے لیکن میں اپنی پسند سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔“

”اوہ! کیا تمہیں کوئی پسند ہے؟“ میں نے سوال کیا اور ہم دونوں گفتگو میں اس طرح کھو گئے تھے کہ باہر کے تصور کو بھی فراموش کر دیا تھا۔ ویسے بھی ہم اندرونی کمرے میں تھے اور بیرونی دروازہ بچوں کے جانے کے وجہ سے کھلا ہوا تھا۔

فردوسی چند لمحے مجھے دیکھتی رہی پھر اس نے کہا۔ ”ہاں مجھے کوئی پسند ہے، جس سے میں شادی کرنا چاہتی ہوں۔“

”پھر یوں کرنا فردوسی، جب میں اور شاہد بھائی تمہاری شادی کرنے کا فیصلہ کریں تو تم ہمیں اپنی پسند بتا دینا بلکہ بہتر یہ ہے کہ تم مجھے اپنی پسند بتا ہی دو کیونکہ جس لڑکے سے تمہاری شادی کی جائے اس کے بارے میں چھان بین کرنا بھی تو ضروری ہو گا۔“

”میں اس کے بارے میں چھان بین کر چکی ہوں، وہ بہت اچھا انسان ہے بہت ہی اچھا۔۔۔۔۔۔ بہت ہی اچھا۔“ فردوسی نے کہا۔

”نام بتاؤ اس کا۔“ میں نے اس سے پوچھا۔ حالانکہ میرا دل اندر سے جو کچھ کہہ رہا تھا وہ بڑا سنسنی خیز تھا۔ فردوسی سے اتنی باتیں میں کبھی نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن اب جب ایسی صورت حال پیش آگئی تھی تو میرے لیے یہ ضروری ہو گیا تھا کہ میں اسے اس راستے پر بڑھنے سے روک دوں، جس پر وہ برق رفتاری سے دوڑ رہی تھی۔ اس نے میری طرف دیکھا پھر آہستہ سے بولی۔

”فیصل ہے وہ فیصل ہے۔۔۔۔۔۔ وہ تم ہو فیصل۔۔۔۔۔۔ تم ہو۔“ اس نے جذباتی لہجے میں کہا اور میں ششدر نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا تھا۔

تھوڑی دیر کت میں کچھ سوچتا رہا پھر میں نے آہستہ سے کہا۔ ”جو کچھ میں کہوں گا اس کا برا تو نہیں مانو گی فردوسی۔“

”نہیں، وعدہ کرتی ہوں۔“

”دیکھو فردوسی، میں نے ابھی اپنی زندگی میں اس چیز کو کوئی دخل نہیں دیا، شادی کے بعد بھی وہی چیز رہے گی، میں دور دور تک کوئی تصور نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے میں زندگی

”کیوں آخر؟“ میں نے سوال کیا۔

”اس لیے کہ میں آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔“

میں ایک لمحے کے لیے لرز گیا پھر میں نے خود کو سنبھال کر کہا۔ ”کیا کہنا چاہتی ہو فردوسی؟“

”فیصل صاحب! دراصل۔۔۔۔۔۔ دراصل میں آپ کے بارے میں بہت زیادہ سوچنے لگی ہوں، جب سے آپ ہمارے گھر میں آئے ہیں، ہمارے گھر میں خوشیاں ہی خوشیاں بکھر گئی ہیں۔ پہلے ہمارے حالات اچھے نہیں تھے، ہم لوگوں کو بڑی مشکل سے گزرنا پڑتا تھا لیکن آپ کے قدموں کی برکت سے ہمارے گھر کے حالات بہت اچھے ہو گئے ہیں۔ میں۔۔۔۔۔۔ میں۔۔۔۔۔۔ راتوں کو بھی آپ کے بارے میں سوچتی رہتی ہوں۔“

”یہ کوئی ایسی خاص بات نہیں ہے فردوسی، محنت کر رہے ہیں ہم اور اس کا صلہ ہمیں مل رہا ہے۔“

”وہ تو ٹھیک ہے مگر۔۔۔۔۔۔ مگر میرا کیا ہو گا؟ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔“

”تمہارا کیا ہو گا؟ یہ بات تمہارے سوچنے کی تو نہیں ہے۔“

”میں جانتی ہوں میرے سوچنے والے بہت ہیں لیکن جو بات میرے دل میں ہے وہ صرف میں ہی سوچ سکتی ہوں، کوئی اور نہیں سوچ سکتا۔“

”کیا ہے تمہارے دل میں؟“ میں نے سوال کیا۔

”میں بتا نہیں سکتی، بس یوں سمجھ لیجئے کہ میرا منہ نہیں کھلتا آپ کے سامنے فیصل! میں۔۔۔۔۔۔ میں بس یہ چاہتی ہوں کہ آپ، آپ ہمیشہ میرے ساتھ رہیں، کہیں جانا نہ پڑے مجھے میں میں ہمیشہ آپ کے ساتھ رہوں۔“

”لیکن یہ کیسے ممکن ہے فردوسی، تمہیں تو کہیں نہ کہیں جانا ہی پڑے گا، تم یہاں کیسے رہ سکتی ہو۔“

”نک۔۔۔۔۔۔ کہاں جانا ہو گا؟“ وہ کسی قدر سسے ہوئے سے لہجے میں بولی۔

”شادی کریں گے ہم لوگ تمہاری، تمہیں اپنے سسرال جانا ہو گا۔“ میں نے جواب دیا۔

”بس یوں سمجھ لیجئے کہ یہی میں نہیں چاہتی۔“

Muhammad Nadeem

”تمہاری عمر اتنی نہیں ہے فردوسی کہ تم ابھی سے ان حماقتوں کا شکار ہو جاؤ۔ میں نے تمہیں بہت اچھی طرح سمجھا دیا ہے، باقی فیصلہ کرنا تمہارا اپنا کام ہے لیکن مجھے سے ایسی کوئی توقع نہ رکھنا۔“

میں کھانا کھا چکا تھا۔ فردوسی روتی رہی پھر وہ میرے سامنے سے برتن اٹھا کر وہاں سے چلی گئی۔ اس کے بعد وہ میرے پاس نہیں آئی تھی۔ میں کھانے سے فارغ ہو کر ہاتھ منہ دھونے کے لیے نکلا اور جب واپس پلٹا تو چچا جان اور چچی جان کو دیکھا جو آگئے تھے۔ میں نے مسکراتی نگاہوں سے انہیں دیکھتے ہوئے کہا۔

”ارے آپ لوگ آگئے۔“

”ہاں بیٹے، لائڈھی سے آنا تھا ہم نے سوچا ذرا جلدی ہی چل پڑیں۔“ اشتیاق احمد صاحب بولے۔

میں نے ان دونوں کے چہرے پر ایک گہری سنجیدگی پائی تھی لیکن اس کی وجہ میری سمجھ میں نہیں آسکی تھی، البتہ رات کو..... اشتیاق صاحب تمام کاموں سے فارغ ہوا کر میرے پاس آ بیٹھے۔ ان کے انداز میں بڑی شفقت تھی۔ چائے کی دو پیالیاں اٹھائے ہوئے آئے تھے۔

”بھئی تمہارے شاہد بھائی تو ہیں نہیں، ہم نے سوچا کہ ہم ہی تمہارے ساتھ کچھ وقت گزاریں۔“

”ضرور چچا جان، آپ کی قربت سے تو مجھے بہت خوشی ہوتی ہے۔“

”بیٹے تم نے ہمیں اپنے خاندان کے بارے میں کبھی کچھ نہیں بتایا؟“

”خاندان ہوتا تو اس کے بارے میں بتانا چچا جان، لاوارث ہوں اور مجھ جیسے

لاوارث سڑکوں، گلیوں اور بازاروں میں ہی پیدا ہوتے ہیں اور دم توڑ دیتے ہیں۔“

”خدا نہ کرے، اب تو تم سڑکوں، گلیوں اور بازاروں میں نہیں ہو بلکہ زندگی کی

سڑک ایک اہم منزل کی جانب بڑھ رہے ہو اور ترقیوں کی منازل طے کرتے جا رہے ہو۔“

”بس اس میں کسی کی دعائیں ہی شامل ہو سکتی ہیں۔ میرا تو کوئی دعائیں دینے والا

بھی نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے یہ دعائیں مجھے شاہد بھائی کے ساتھ ساتھ ہی مل رہی ہوں اور

میں کبھی شادی کرنے کے بارے میں سوچوں بھی نہیں۔ ایسی صورت میں فردوسی تمہارے لیے یہ بہت مشکل ہو جائے گا کہ تم میری زندگی میں شامل ہو جاؤ۔ ویسے بھی فردوسی تمہارے لیے میرے دل میں ذرا مختلف قسم کے جذبات ہیں۔ شاہد بھائی کو میں بھائی کہتا ہوں اس گھر میں مجھے جو جگہ ملی ہے وہ بہت قیمتی ہے فردوسی، یہ سب کچھ جو تم سوچ رہی ہو کسی طور ممکن نہیں ہے، بہت اچھا ہوا کہ تم نے کھل کر مجھے اس بارے میں بتا دیا، نہ بتاتیں اور دل میں رکھے راتیں تو تمہیں بھی پریشانی ہوتی اور مجھے بھی، میری خواہش ہے فردوسی کہ تم اپنے دل میں میرے لیے ایک بھائی کی سی محبت پیدا کرو میں تمہارے اعلیٰ مستقبل کے لیے ہر وہ کوشش کروں گا جو ایک بھائی کے لیے ضروری اور ممکن ہو سکتی، میرے لیے دل میں وہی جذبہ پیدا کرلو فردوسی، ویسے بھی محبتوں کے مختلف رنگ ہوتے ہیں۔ محبت میں ضروری نہیں ہوتا کہ ایک دوسرے کی قربت ہی حاصل کی جائے۔ محبت تو نوجوانوں میں اتر جاتی ہے۔ ضروری نہیں ہے فردوسی کہ ایک لڑکی ایک نوجوان سے صرف اس انداز کی محبت کرے کہ وہ اس کی زندگی میں شامل ہو جائے۔ میں ایک بھائی کی حیثیت سے بھی تمہاری زندگی میں شامل ہو سکتا ہوں۔“

فردوسی پر جیسے سکتہ سا طاری ہو گیا تھا۔ تھوڑی دیر تک وہ کچھ سوچتی رہی پھر اس نے کہا۔ ”آخر کیوں؟ کیا..... کیا میں اس قابل نہیں ہوں۔“

”تم جس قابل ہو میں جانتا ہوں، عام قسم کی لڑکیوں کو بہن نہیں کہا جاسکتا اور نہ ہی میں اس قسم کی حماقتوں کا عادی ہوں کہ کسی کو ماں، کسی کو بہن اور کسی کو بیٹی بناؤں لیکن چونکہ میرا تم سے ایک ایسا رشتہ ہے فردوسی جس میں، میں کوئی داغ نہیں دینا چاہتا..... میرے دل میں تمہارے لیے وہ جذبہ نہیں ابھرتا جس کی تم خواہش مند ہو۔ میں تم سے ایک اچھی لڑکی کی حیثیت سے یہ توقع کرتا ہوں کہ تم اپنے جذبات کے دھاروں کا رخ موڑ دوگی۔“

فردوسی کی آنکھوں سے آنسو بننے لگے۔ اس نے آہستہ سے کہا۔ ”ان باتوں کا میں صرف ایک ہی مطلب سمجھتی ہوں اور وہ یہ کہ تم مجھے پسند نہیں کرتے۔“

”فردوسی یہ مطلب نہ سمجھو تو بہتر ہے۔“

”نہیں فیصل، میں اپنے دل سے ان جذبوں کو نہیں نکال سکتی بہت دن سے اس

یہ دعائیں دینے والے آپ ہی ہو سکتے ہیں۔“

”فیصل! تم اپنے خاندان کے بارے میں ہمیں کچھ نہیں بتاتے لیکن ایک بات میں پورے بھروسے کے ساتھ کہہ سکتا ہوں۔“

”کیا چچا جان؟“

”وہ یہ کہ تم ہو کسی اچھے خون کے مالک، اتنے اچھے کہ تمہارے خاندان کی شرافت کی قسمیں کھائی جاسکتی ہیں۔“

”کوئی خاندان ہی نہیں تو شرافت اور کمینگی کیا معنی رکھتی ہے کس کی قسمیں کھائیں گے آپ؟“

”بہر حال میں جو کچھ کہنا چاہتا ہوں وہ مجھے زیب نہیں دیتا لیکن کہے بغیر وہ بھی نہیں سکتا۔“

میں ایک دم سے سنسنی سی محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا تھا، یہ سنجیدگی کوئی معنی رکھتی تھی۔

”بیٹے! دراصل لانڈھی سے واپسی کچھ جلدی ہو گئی تھی اور ہم اس وقت واپس آگئے تھے جب فردوسی تم سے باتیں کر رہی تھی۔“

میرا سر چکرا گیا، اشتیاق احمد صاحب کے اس انکشاف نے مجھے اس حقیقت کا احساس دلایا کہ جو کچھ فردوسی نے مجھ سے کہا وہ انھوں نے سن لیا ہے اور..... اور اس کا نتیجہ..... اس کا نتیجہ نہ جانے کیا ہو لیکن پھر یہ سوچ کر دل کو ڈھارس ہوئی کہ میرے جو الفاظ تھے، وہ کسی بھی طرح برائی پر محمول نہیں تھے۔ اشتیاق احمد صاحب چند لمحے سوچتے رہے پھر بولے۔

”جوانی کی یہ عمر بڑی خطرناک ہوتی ہے جس عمر سے فردوسی گزر رہی ہے، اس عمر میں اگر تھوڑی سی ماحول سے آزادی مل جائے تو انسان لازمی طور پر بہک جاتا ہے۔ وہ بہت ہی عظیم ہوتے ہیں جو اس عمر کو سنبھال جاتے ہیں۔ کچھ والدین کی نگرانی بھی ہوتی ہے اور کچھ تربیت بھی۔ میرا خیال ہے ہماری تربیت میں کوئی کمی رہ گئی اور ہم فردوسی کو اس قابل نہ بنا سکے۔ بنا بھی نہیں سکتے تھے بیٹے، ایسے مسائل کا شکار تھے ہم کہ تم سے بیان نہیں کیا جاسکتا، بس یوں سمجھ لو کہ مجھ پر بھی بڑھاپا ایک ہی دم طاری ہوا۔ بے چارے

شاید کو بہت ہی نو عمری میں عملی زندگی میں آنا پڑا۔ ہم اسے بہتر تعلیم بھی نہ دلا سکے، حالانکہ ہمارا خاندان بھی اتنا برا نہ تھا کہ تعلیم وغیرہ سے روشناس نہ ہوتا۔ بہر طور ہم پسماندہ تھے اور اس پسماندگی کے عالم میں بہت سے زندگی کے راستوں پر پیچھے رہ گئے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ جو فردوسی تم سے کہہ رہی تھی وہ میں نے سن لیا اور جو کچھ تم نے فردوسی سے کہا وہ بھی میں نے سن لیا اور اس بات پر میں تمہارے خاندان اور تمہارے خون کی قسم کھا سکتا ہوں۔ ایک اچھے خاندان کا نوجوان ہی کسی کو راستے سے بھٹکانے کی بجائے صحیح راستے پر لانے کی جرات کر سکتا ہے۔ تم عام آدمی نہیں ”تم نے میرے دل میں وہ مقام پیدا کر لیا ہے جو شاید شاہد کے لیے بھی میرے دل میں نہ پیدا ہو سکے، اس بات پر یقین کرنا چاہو تو کر لینا ورنہ تمہاری مرضی۔“

”آپ کی عزت آپ کا احترام میری زندگی ہے چچا جان اور میں نے صرف اپنا فرض پورا کیا ہے، آپ کا یہ فرمانا درست ہے کہ فردوسی نو عمری کی منزل میں ہے اور اس منزل میں انسان جلد بازی میں بہت سے فیصلے کر لیتا ہے اگر آپ نے یہ سب کچھ سن ہی لیا ہے تو میری ایک درخواست بھی ہے آپ سے..... دیکھیے وہ بچی ہے جو کچھ کہہ گئی ہے نادانی اور ناوانستگی میں کہا ہے، اس نے..... آپ اس کے ساتھ کوئی سختی نہیں کریں گے۔ میں زندہ ہوں اور شاہد بھائی موجود ہیں۔ ہم دونوں اس کے لیے بہتر زندگی تلاش کریں گے۔ آپ اس سے کچھ نہیں کہیں گے۔ جہاں تک میرا مسئلہ ہے آپ اطمینان رکھیے، میں اس کا محافظ ہوں اس کا دشمن نہیں بن سکتا ہوں۔“

”مجھے یقین ہے، تم نے جو کچھ اسے کہا، ہماری غیر موجودگی میں کہا۔“

”البتہ ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں آپ سے اگر برا نہ مانیں تو؟“

”کیا؟“

”کسی بھی طرح کسی ایسے انداز میں شاہد بھائی کو اس بات کے لیے آمادہ کیجئے کہ وہ مجھے الگ رہنے کی اجازت دے دیں۔“

”کیا مطلب؟“ اشتیاق صاحب چونکے۔

”مطلب یہ ہے اشتیاق احمد صاحب کہ آپ کی عزت اور اپنی عزت بچانے کے لیے اب میرا اس گھر سے ہٹنا بے حد ضروری ہو گیا ہے۔“

”کیا یہ ایک جائز بات ہوگی، تم سکون سے یہاں رہ رہے ہو۔“
 ”بے شک میں سکون سے رہ رہا ہوں، لیکن می ہر جگہ سکون سے رہ سکتا ہوں،
 آپ کے خاندان کو بے سکون کر کے اگر میں نے اپنا سکون پایا تو آپ یقین کیجئے میرا ضمیر
 اسے برداشت نہیں کر سکے گا۔“

”یہ اچھا تو نہیں ہوگا فیصل، یہ سب کچھ اچھا تو نہیں ہوگا۔“
 ”اگر ہم لوگ کبھی کسی الجھن کا شکار ہو جائیں اور ہمیں کوئی ایسا کام کرنا پڑے جو
 ہمیں پسند نہ ہو تو ہم اس کی اچھائی برائی کے بارے میں سوچیں گے۔ ہمیں وہ کام کرنا ہی
 ہو گا چچا جان..... خاندان کی عزت بچانے کے لیے بہت سے عمل ایسے ہو سکتے ہیں جو
 ناپسندیدہ ضرور ہوں گے لیکن وہ کرنا ضروری ہو جاتے ہیں۔“
 اشتیاق صاحب چند لمحے سوچتے رہے پھر بولے۔ ”اس سلسلے میں مجھے کچھ سوچنے کا
 موقع دو۔“

”میرے خیال میں چچا جان، یہ سوچنے کی بات نہیں ہے آپ کو میری مدد کرنی
 چاہیے۔“
 ”جھلا میں کیا کر سکتا ہوں، کیا کرنا ہو گا مجھے۔“ وہ کہنے لگے۔
 ”شاید بھائی سے میرے پیچھے کسی ایسے انداز میں گفتگو کیجئے جس سے انھیں یہ
 احساس نہ ہو کہ یہ خواہش میری ہے بلکہ گھر میں تنگی کا تذکرہ کیجئے، ایک جوان لڑکی کا
 تذکرہ کیجئے، چچا جان آپ کو یہ کام کرنا ہے، بجائے اس کے ہم بعد میں پچھتائیں اس کام کو
 آپ کر لیں تو بہتر ہے۔“

”ٹھیک ہے بیٹے، میں تمہارے اس احسان کو مرتے دم تک نہیں بھولوں گا۔“
 ”اس کے علاوہ چچا جان میں یہ چاہتا ہوں کہ جو بات آپ کے کانوں تک پہنچ گئی
 ہے بس وہ آپ تک ہی محدود رہے، یہ مجھ پر احسان ہو گا۔“

تھوڑی دیر کے بعد اشتیاق احمد صاحب چلے گئے، میں نے بستر پر لیٹ کر سوچا کہ
 میرا یہ اقدام نہایت مناسب ہے۔ ان دونوں کو علم ہو گیا، اس کے بعد یہ علم اور لوگوں کو
 بھی ہو گا۔ ہو سکتا ہے لوگ فردوسی ہی کو اس سلسلے میں قصور دار نہ قرار دیں ساری ذمے
 داری مجھ پر ہی آجائے گی۔ گناہ اور بے لذت والی بات تھی۔ کیا فائدہ بے چاری لڑکی بدنام

ہو جائے گی، زندگی کے اس مرحلے کے بارے میں مجھے کوئی خاص تجربہ بھی نہیں تھا اور
 ابھی تک یہ سب کچھ سوچنے کا موقع نہیں مل سکا تھا۔ ویسے بھی اس عمر میں اس سے زیادہ
 تجربات اور کیا کر سکتا تھا۔ وقت میرا استاد تھا اور وہ مجھے زندگی کے ہر موڑ اور ہر پیچیدہ
 راستے سے آگاہ کرتا جا رہا تھا۔

غالباً اشتیاق احمد صاحب نے اپنے کام کا آغاز کر دیا تھا کیونکہ پچھلے دو تین دن سے
 میں شاید کو الجھا الجھا اور پریشان سا محسوس کر رہا تھا۔ پتا نہیں اشتیاق احمد صاحب نے کن
 الفاظ میں اس سے یہ بات کہی تھی۔ ویسے میں جانتا تھا کہ شاید کو اس کا بہت دکھ ہو گا۔ اس
 دوران میں نے پیرد سے بھی بات چیت کی۔
 ”یار پیرد بھائی کیا خیال ہے، تم اپنا یہ پرانا گولیہار کا مکان چھوڑ دو، ہم کہیں اور چل
 کر رہیں گے۔“

”میرے کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے فیصل بائی، تم اگر ایسا بولتا ہے تو ٹھیک ہے، مکان
 تو فوراً بک جائے گا۔ ابھی ویسے بھی میرا ادھر دل نہیں لگتا یار، جب سے اماں اس دنیا
 سے گیا ہے میرے کو بڑا دکھ ہوتا ہے، اکیلے رہتے ہوئے ادھر ادھر ہر جگہ اماں کو دیکھتا رہتا
 ہوں۔ یار فیصل بائی، ایسا کام کرو مگر پھر ہم کدھر چل کر رہے گا؟“

”دیکھو پیرد، آج کل ہمارا کام سراب گوٹھ سے زیادہ ہو رہا ہے اگر ہم اتنا لمبا چکر نہ
 چلائیں تو ہمیں فائدہ ہو گا۔ ادھر ہم اپنا چھوٹا موٹا آفس بھی بنالیں گے۔ میرا خیال ہے شاید
 بھائی کو بھی اعتراض نہیں ہو گا۔ سراب گوٹھ کے پاس، ایک اسکوائر ہے وہاں پر ہمیں
 آسانی سے فلیٹ کرائے پر مل جائے گا جو رقم تمہیں اس مکان سے ملے اسے محفوظ کر لیتا
 کسی مناسب موقع پر کوئی دوسرا مکان خرید لیں گے، کیا خیال ہے؟“

”میرے کو تو کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن شاید بھائی تمہارے کو چھوڑے گا؟“
 ”یار کتنے دن اس کے ساتھ پڑا ہوں، میرا خیال ہے کہ ایسا کام کر لیتے ہیں۔“

ہم نے اس سلسلے میں بھاگ دوڑ کی اور فوراً ہی ہمیں ایک فلیٹ کرائے پر حاصل
 ہو گیا، اس میں کوئی شک نہیں کہ یہاں ہمیں بہت سی آسانیاں حاصل ہو سکتی تھیں۔ مکان
 کے مسئلے میں ساری کارروائیاں مکمل ہو گئیں اور اسی رات میں نے موقع ملتے ہی شاید

”پیرو نے الا آصف اسکو اڑ میں ایک فلیٹ کرائے پر لیا ہے، کہتا ہے کہ اس گھر میں اس کا دل نہیں لگتا جہاں وہ رہتا ہے۔ ماں تھی اس کی جس کا انتقال ہو گیا اور ماں کی موت کے بعد سے پیرو بڑا بے سکون رہتا ہے، بہت اچھا آدمی ہے اس نے فلیٹ کرائے پر لے لیا ہے اور اس کی خواہش ہے کہ میں بھی اس کے ساتھ اس فلیٹ میں رہوں۔“

شاہد چونک کر مجھے دیکھنے لگا تھا۔ پھر آہستہ سے کہا۔ ”تمہیں یہاں کوئی تکلیف ہے۔“

”کیسی باتیں کرتے ہیں شاہد بھائی! اپنے گھر میں کسی کو کوئی تکلیف ہوتی ہے۔“

”تو پھر تم نے یہ کیوں سوچا؟“

”بس پیرو سے مجھے کافی ہمدردی اور دلچسپی ہے اور اس نے کچھ ایسے لمبے میں یہ بات کہی کہ میں اس سے انکار نہ کر سکا۔ تاہم اتنا ضرور کہہ دیا میں نے اس سے کہ اگر شاہد بھائی نے اجازت دے دی تو میں ایسا ضرور کر لوں گا۔“

”تم جانتے ہو کہ میرے گھر والوں کو کتنا دکھ ہو گا؟“

”دکھ کی کوئی بات نہیں ہے، میں کون سا اس گھر سے دور رہوں گا۔ جب دل چاہا کرے گا تمہارے پاس آجایا کروں گا اور یہ تو ویسے بھی آسانی کی بات ہے اور پھر شاہد بھائی یوں سمجھ لو کہ ہم جس کام کا آغاز کرنا چاہتے ہیں وہ کم از کم گھر سے نہیں ہو سکتا، الگ رہنا بے انتہا ضروری ہے۔“

”تم کام کا آغاز تو کرو۔ الگ رہنے کے بارے میں پہلے ہی سوچ لیا۔“ شاہد نے کہا۔

حالانکہ اس کے لمبے میں ہلکی سی جھجک محسوس کر چکا تھا، میں جانتا تھا کہ وہ یہ سب کچھ اوپری دل سے کہہ رہا ہے۔ ورنہ اشتیاق صاحب شاید اسے مسلسل مجبور کرتے رہے ہیں۔

”میرا خیال ہے شاہد بھائی! آپ مجھے اس کی اجازت دے دیں، بہت اچھا رہے گا۔ آپ یقین کریں کہ ہم اپنے مستقبل کے سفر کو اتنا سست رفتار نہیں کرنا چاہتے۔ کام جاری ہونا چاہیے۔“

”مجھے تو تمہارے کام کا ہی آج تک پتا نہیں چل سکا کہ تم کون سا کام جاری کرنا چاہتے ہو۔“

”پتا چل جائے گا، آپ پہلے ایک کام تو کریں۔“

”ٹھیک ہے، اگر تم جانا چاہتے ہو تو ظاہر ہے میں تمہیں نہیں روکوں گا لیکن ذرا ابا سے بات کر لیتا ہو سکتا ہے وہ اس بات پر ناراض ہو جائیں۔“

”میں نہیں منانا تمہارا کام ہے شاہد بھائی! میں تو انہیں کہنے کی جرات بھی نہیں کر سکتا۔ میں شاہد بھائی کی مشکلیں آسان کرتا جا رہا تھا۔“

ابتدائی مراحل طے ہو چکے تھے، مجھے میرے مختصر سے سامان کے ساتھ اس فلیٹ میں منتقل کر دیا گیا تھا۔ پیرو بھی میرے ساتھ آگیا تھا، وہ بھی بہت خوش تھا حالانکہ وہاں جو آسانیاں ہمیں حاصل تھیں یہاں ان کا فقدان تھا لیکن بہر طور مجھے یہاں سکون کا احساس ہوا تھا اور یہاں رہ کوئی شک نہیں کہ میں اپنے کام کو زیادہ آسانی سے کر سکتا تھا۔ حالانکہ ذہن میں کوئی واضح منصوبہ نہیں تھا کہ زندگی کی ڈگر پر کس انداز میں آگے بڑھنا ہو گا لیکن ضروری نہیں تھا کہ ہر فیصلہ پہلے سے ہو جائے۔ وقت اپنے راستے خود متعین کرتا ہے۔

بس ایک سمت کا فیصلہ کر..... لیا جائے۔

پیرو کی خوشیوں کا ٹھکانہ نہیں تھا..... اس نے ساری ذمے داریاں سنبھال لی تھیں۔ فلیٹ کی صفائی کرتا تھا، ضرورت پڑنے پر کھانا بھی پکاتا تھا۔ پھر ٹرک کی ڈک بھال بھی کرتا تھا اور اس کے بعد میرے ساتھ سفر پر جاتا تھا۔ وہ ایک بہترین معاون ثابت ہوا تھا۔

لین دین کے مسئلے میں بھی میرے اور اس کے درمیان کوئی تکلف نہیں تھا۔ اسے میں ایک باقاعدہ تنخواہ دیا کرتا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ ہی اس کے تمام اخراجات بھی اٹھاتا رہتا۔ پیرو ہنس کر کہتا۔

”یار، فیصل بھائی! تم میرا اماں کا کام کر رہا ہے۔“

”کیا مطلب؟“ میں نے پوچھا۔

”یار، میرے کو تم پورا تنخواہ دیتا، پھر اس میں سے خرچ بھی نہیں کرنے دیتا اور میرے پاس پورا تنخواہ بچ جاتا ہے۔ اماں بولتا تھا کہ ابھی میرے پاس دس پانچ ہزار روپیہ اکٹھا ہو جائے تو وہ میرا شادی بنا دیں گا تو تم میرا شادی کر دیتا۔“ پیرو کے اس طرح کہنے پر

”یار پیرو تو اگر شادی کرنا چاہتا ہے تو اس کے لیے انتظار کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اچھا ہے میری بھائی آجائے گی، کھانا پکائے گی اور گھر کا خیال رکھے گی۔ ہم لوگوں کو تو آسانی ہی ہو جائے گی۔“

”اڑے ماں کسم، کیسا گولڈن خواب دکھاتا ہے میرے کو تو فیصل بھائی! پر یار نہیں میں تو تیرے کو مذاق کیا۔“ پیرو کے لہجے میں افسردگی آگئی اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

”کیا ہو گیا تجھے“ میں نے کہا۔

”نہیں یار، اپنی شادی نہیں کرے گا۔“

”کیوں ابھی تو پیسے جمع کر رہا تھا۔“

”مذاق کرتا تھا تیرے سے یار، اماں ہوتا تو شادی کرتا۔ اماں یہ حسرت لے کر چلا گیا، اب اپنی شادی کر کے کیا کرے گا۔“

”جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں ہے پیرو! یہ تو زندگی کے مراحل ہیں، طے کرنا ہی ہوتے ہیں۔ ویسے ایک بات میں تجھ سے کہوں، جب بھی تیرا دل چاہے شادی کرنے کو کر لیتا یار، یہ سب کچھ ہم سب ہی کا ہے، نہ شاہد بھائی ایسے آدمی ہیں، جو پیسے کے لین دین کے بارے میں سوچیں اور میرے بارے میں تو تو جانتا ہی ہے۔ ہم نے زندگی کا آغاز وہاں سے کیا تھا پیرو جہاں ہمارے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ آج یہ تھوڑی سی چیزیں ہیں تو اس میں میرے اور تیرے کا کوئی تصور نہیں ہے۔“

”میں جانتا ہوں فیصل بھائی تو بہت بڑا آدمی ہے، بہت بڑا آدمی ہے۔“ پیرو نے کہا۔

==☆☆☆==

ہم اپنے معاملات جاری رکھنے ہوئے تھے۔ اب رفتہ رفتہ جب وقت گزرتا جا رہا تھا تو یہاں منتقل ہونے کی افادیت بھی ظاہر ہوتی جا رہی تھی۔ آمدنی میں بہترین اضافہ ہوا تھا کیونکہ مارکیٹ میں تھے، بہت سے لوگوں سے کنٹریکٹ ہو گئے تھے..... اور ہمارا کام ترقی کی جانب سفر کر رہا تھا، پھر ایک دن میں پیرو کے ساتھ پشاور گیا اور با آسانی اپنا سارا ساتھ لایا ہوا مال منتقل کر دیا۔ واپسی میں بھی لوڈنگ کی تھی لیکن کچھ ایسے..... معاملات رہ گئے تھے کہ پیرو کو وہیں پشاور میں چھوڑنا پڑا۔ میں نے اس سے کہا دوسرے ٹرک پر میں اسے ساتھ لے لوں گا۔ یہ ٹرک بھی دو دن کے بعد لگنے والا تھا۔ پشاور سے واپسی کا سفر میں نے تنہا ہی طے کیا۔ کوئی مشکل مرحلہ نہیں تھا۔ اب تو مجھے اتنی آسانی حاصل ہو گئی تھی کہ میں کسی بارے میں سوچتا ہی نہیں تھا۔ راستہ خوش اسلوبی سے طے ہوتا رہا اور میں تنہا ہی ٹرک کو لے کر آگے بڑھتا رہا لمبی ڈرائیونگ کی عادت ہو گئی تھی اور میں اب پلک جھپکائے بغیر دو دو دن تک ڈرائیونگ کر سکتا تھا، حالانکہ ٹرک میں بعض اوقات دوسرے افراد بھی ہوتے تھے کچھ مزدور بھی رکھ لیے تھے، ہم نے جنہیں بوقت ضرورت ساتھ لیتا ہوتا تھا لیکن زیادہ تر یہی ہوتا تھا کہ میں اور پیرو ہی ٹرک لے کر آتے اور جاتے تھے اور آج میں تنہا تھا۔

پشاور سے کراچی تک کے فاصلے زیادہ مشکل نہیں تھے۔ میں تمام مراحل سے گزرتا ہوا بالا خر جام شورو تک پہنچ گیا۔ جام شورو سے آگے بڑھا اور رات کے دوسرے پہر میں سہرائی دے کر راستہ طے کرنے لگا۔ سہرائی دے کا فاصلہ ابھی طے کر ہی رہا تھا کہ تھانہ بولا

لیکن اس کے چہرے پر ایک عجیب سی چیز لپٹی ہوئی تھی۔ غالباً اس نے اپنا چہرہ چھپانے کے لیے کوئی ڈھیلا ڈھالا کپڑا لپیٹ لیا تھا اور صرف اس کی آنکھیں کھلی نظر آ رہی تھیں اور ان آنکھوں میں مجھے خون کی سرخی نظر آ رہی تھی۔

”ٹرک پر تمہیں تلاش بھی کیا جاسکتا ہے، تم ان ڈھلانوں سے گزر کر بھاگ کیوں نہیں جاتے۔“

”مجھے سبق مت پڑھاؤ، دیر کر دو گے تو مر جاؤ گے جلدی کرو۔“ اس نے کہا۔ میں نے ایک نگاہ سامنے ڈالی پولیس وہیں بھاگ دوڑ کر رہی تھی جہاں وہ کار چل رہی تھی۔

”تمہاری مرضی ہے، اگر تم میرے ٹرک میں چھپنا چاہتے ہو تو اس تریپال کے نیچے گھس جاؤ۔“ میں نے اوپر اشارہ کر کے کہا اور وہ بے قراری سے اوپر چڑھنے کی کوشش کرنے لگا لیکن یہیں وہ چوک گیا۔ پستول کا رخ تبدیل ہوا ہی تھا کہ میں نے اس پر حملہ کر دیا اور نیچے تلے انداز میں اس کی کلائی پر ہاتھ ڈال دیا۔ اس کے حلق سے ایک آواز نکلی مگر پستول بڑی مہارت سے میرے قبضے میں آ گیا اور میں دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اس کے چوڑے چکلے ہاتھ مجھے دبوچنے کے لیے مچلے لیکن میں نے پستول کا رخ اس کی طرف کر دیا۔

”کھیل بدل گیا دوست! اب اگر تم نے کوئی حرکت کی تو میں تمہیں گولی مار دوں گا۔“

”اوہ..... تم..... تم.....“ وہ کراہا مگر جملہ پورا کیے بغیر خاموش ہو گیا۔

”ہاں، پولیس سامنے موجود ہے اور تم مفرور مجرم ہو..... میں تمہاری لاش ان کے حوالے کر دوں گا تو انہیں خوشی ہی ہوگی۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”سنو، میری مدد کرو، مجھے پولیس سے بچالو، میں تمہیں منہ مانگا انعام دوں گا۔“

”اپنا چہرہ کھولو۔“ میں نے پستول کو جنبش دے کر کہا۔

”بکواس مت کرو، تمہاری موت ہی آگئی ہے شاید۔“ اس نے شدید پہچان کے انداز میں کہا۔

”چہرہ کھولو۔“ میں نے لہجہ سرد کر لیا اور پستول کو اس طرح کیا جیسے فائر کرنا چاہتا

خان سے کچھ پہلے اچانک ہی مجھے فائرنگ کی آواز سنائی دی اور میں ٹھٹک کر ٹرک کی رفتار ست کرنے لگا۔ یہ اندازہ لگانا چاہتا تھا میں کہ فائرنگ کہاں ہو رہی ہے۔

اچھی خاصی زور دار فائرنگ تھی۔ اس کے بعد ایک خوفناک دھماکا سنائی دیا اور کچھ فاصلے پر ٹرک کے ایک سمت شعلوں کا طوفان اٹھتا نظر آیا۔ میں نے گھبرا کر ٹرک روک دیا اور صورت حال کا جائزہ لینے کے لیے ٹرک سے نیچے اتر آیا۔

تاحد نگاہ تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ روشنی کی کوئی رمق موجود نہ تھی۔ سوائے اس جلتی ہوئی شے کے جو دھماکے کے ساتھ جل اٹھی تھی اور اب آگ کی روشنی میں مجھے جلنے والی چیز نظر آگئی تھی۔ وہ ایک کار تھی، پھر کار کے اطراف میں، میں نے کچھ سائے دیکھے۔ اندازہ نہ ہو سکا تھا کہ کون لوگ ہیں کیا ہیں۔ بہر طور میں متحیرانہ انداز میں اپنی جگہ کھڑا یہ منظر دیکھتا رہا۔ تب ہی مجھے اپنے عقب میں کچھ سراسر اٹ محسوس ہوئی اور اس سے پہلے کہ میں پلٹتا، اچانک ایک ٹھنڈی سی شے میری گردن سے آگئی اور اس کے ساتھ ہی ایک غرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

”سنو، تم پستول کی زد پر ہو۔ ذرا بھی جنبش کی یا آواز نکالی تو گولی تمہاری گردن میں سے گزر کر دوسری طرف نکل جائے گی سمجھے۔“

میں ساکت ہو گیا۔ ایک لمحے کے لیے بدن میں ٹھنڈی ٹھنڈی لہریں دوڑنے لگی تھیں لیکن پھر اپنے آپ کو سنبھالنے میں بھی مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی۔ میں نے سرد لہجے میں کہا۔ ”کون ہو تم اور کیا چاہتے ہو؟“

”مجھے چھپاؤ، مجھے چھپاؤ اور سنو میرے پیچھے پولیس لگی ہوئی ہے، ممکن ہے وہ تم سے بھی میرے بارے میں باز پرس کرے تم میری موجودگی سے لاعلمی کا اظہار کرو گے، پستول میرے پاس موجود ہو گا..... اور تم میرے پستول کے نشانے کی زد میں ہو گے۔ ایک لفظ اگر میرے بارے میں منہ سے نکلا تو تمہیں کم از کم ختم کر دوں گا، بعد میں جو کچھ ہو گا دیکھا جائے گا۔ جلدی کرو، پولیس نے یقیناً تمہارا ٹرک دیکھ لیا ہو گا اور ہو سکتا ہے وہ تمہاری طرف آئے، مجھے چھپاؤ۔“ وہ پستول میری گردن سے ہٹا کر ایک قدم پیچھے ہٹ گیا اور میں نے اسے پلٹ کر دیکھا۔

ڈھیلا ڈھالے قمیص شلوار میں ملبوس ایک شخص تھا۔ شانوں پہ چادر چڑھی ہوئی تھی

”جی صاحب۔“ ایس آئی نے کاغذات مجھے تھمائے اور وہاں سے آگے بڑھ گیا۔

”تم دوبارہ میرے پاس نہیں آئے فیصل!“ ایس پی شاہ نے کہا۔

”شروع میں دوبارہ گیا تھا مگر آپ ملے نہیں۔“

”ہوں اسی وقت سے ٹرک پر کام کر رہے ہو۔“

”جی بس یہی کام کر سکتا تھا۔“

”خوش ہو!“

”جی بالکل۔“

”ٹھیک ہے میں نے خود بھی تمہیں کئی بار۔ یاد کیا کبھی پریشانی ہو تو میرے پاس آجانا احتیاط سے نکل جاؤ۔ ایک خطرناک مجرم کا پیچھا کرتے ہوئے ہم یہاں آئے ہیں تاکہ بندی کر لی گئی ہے۔ پولیس چاروں طرف پھیل گئی ہے تاکہ کوئی نکل نہ سکے۔ میں ایک کانٹیل تمہارے ساتھ کیے دیتا ہوں وہ تمہیں کچھ دور چھوڑ دے گا۔“

”جی شاہ صاحب!“ میں نے کہا۔ ٹرک پر چڑھنے والے پولیس مین نیچے آگئے تھے۔ شاہ صاحب نے ایک کانٹیل کو ہدایت کی اور وہ ٹرک کے دروازے کو کھول کر اس سے لٹک گیا۔ میں نے اجنبی شخص سے بیٹھنے کے لیے کہا اور پھر خود بھی اسٹیرنگ پر بیٹھ کر ٹرک اشارت کر دیا، پھر ہم آگے بڑھ گئے۔ کوئی بڑا آپریشن تھا پولیس کی زبردست نفری نظر آرہی تھی۔ ہائی وے کے اس حصے کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا تھا اور پولیس پوزیشن سنبھال رہی تھی۔ آخری جگہ ہمارا راستہ رد کا گیا مگر ساتھ آنے والا پولیس مین کام آیا تھا۔

”شاہ صاحب نے اسے کلیرنس دے دیا ہے۔“ اس نے کہا..... اور نیچے اتر گیا۔ ہمیں آگے جانے کا اشارہ کر دیا گیا۔ میرے برابر بیٹھا شخص گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ ہم دور نکل آئے۔ ٹول پلازہ سامنے نظر آ رہا تھا تب اس شخص نے کہا۔

”تمہارا بہت بہت شکریہ“ ویسے تم بہت حیرتناک ڈرائیور ہو۔“

”کیوں؟“

”تم نے مجھے پہلے قابو میں کیا پھر میری مدد کی۔“

”ہاں تاکہ تم یہ نہ سمجھ لو کہ تم نے مجھے بے بس کر کے جان بچائی۔“

”جان تو تمہیں بے بس کر کے بھی نہ بچتی میری۔“

”مجھے اندازہ نہیں تھا کہ وہ اتنی سخت کارروائی کریں گے۔ اگر میں ٹرک میں چھپ جاتا تو ان سے نہ بچ سکتا تھا۔“

”ہاں اس صورت میں تمہارا بچنا مشکل ہو جاتا۔ میں نے اسی لیے تم سے پوچھا کہ وہ تمہیں صورت سے تو نہیں پہچانتے۔“

”اور تم نے فوراً ہی کارروائی کر کے میرا حلیہ بدلوا دیا۔“

”کیا تمہیں اس سے فائدہ نہیں ہوا؟“

”اگر ایسا نہ ہوتا تو میرا بچنا مشکل تھا۔“ اس نے کہا، پھر چونک کر بولا۔ ”مگر تم نے میری مدد کیوں کی؟“

”اس لیے کہ تمہیں مدد کی ضرورت تھی۔“

”کیا انعام چاہتے ہو اس مدد کا؟“ اس نے سوال کیا اور میں ہنس کر خاموش ہو گیا۔

”کیوں اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟“

”کوئی انعام نہیں چاہیے مجھے۔“

”ادہ“ تم واقعی عجیب ہو، بہت کم عمری میں تم نے ڈرائیوری شروع کر دی ہے مگر یہ ایس پی تمہیں کیسے جانتا ہے؟“

”بس سڑکوں پر ہمارا پولیس سے ساتھ رہتا ہے۔“

”اسے تم پر بہت اعتماد معلوم ہوتا ہے۔“

”آئندہ اگر کبھی تم مجھے ملے تو کیا مجھ پر اعتماد نہ کرو گے؟“ میں نے کہا اور وہ کسی سوچ میں ڈوب گیا پھر بولا۔

”فیصل ہے تمہارا نام“

”ہاں۔“

”ٹرک کس کا ہے؟“

”ٹرک کے مالک کا نام شاہد ہے، شاہد اینڈ کمپنی کا ٹرک ہے۔“

”تم کہاں رہتے ہو؟“

”الا آصف اسکوائر۔“

”فلیٹ میں؟“

”ہاں۔“

”کیا نمبر ہے تمہارے فلیٹ کا؟“ اس نے پوچھا اور میں نے اسے فلیٹ نمبر بتا دیا۔

”تم نے میرے بارے میں کچھ نہیں پوچھا فیصل؟“ اس کی اس بات پر میں ہنس

پڑا۔ وہ پھر چونک کر بولا۔ ”تم پھر ہنس رہے ہو۔“

”اگر میں تم سے تمہارے بارے میں پوچھوں گا تو کیا تم سچ بتا دو گے مجھے، کوئی جھوٹ سننا بے مقصد ہی ہو گا میرے لیے پولیس نے تمہیں ایک خطرناک مجرم قرار دیا ہے، تم مجھے کبھی یہ نہ بتاؤ گے کہ تم کون ہو اور تم نے کیا جرم کیا ہے۔“

وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا، پھر مسکرایا ”بہت ذہین ہو..... ضرورت سے کیس زیادہ میری پیش گوئی ہے کہ آئندہ بہت کچھ بن جاؤ گے، تم اگر چاہتے تو پولیس کو میرے بارے میں بتا سکتے تھے مگر..... تم نے ایسا نہ کیا۔“

”ہاں۔“

”کیوں جبکہ ایس پی تمہارا شناسا تھا؟“

”اس کا جواب میں تمہیں دے چکا ہوں۔ زندگی میں بہت سے دوستوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہو سکتا ہے کبھی تمہاری دوستی کام آجائے۔“

”آئے گی ضرور آئے گی۔ تم نے بہت کچھ بچالیا ہے، میری زندگی بھی عزت بھی“

اس کا انعام تمہیں ضرور ملے گا۔“

”کہاں جاؤ گے؟“

”تم کہاں تک جا رہے ہو؟“

”سہراب گوٹھ تک جاؤں گا۔“

”مجھے لالو کھیت تک پہنچا سکتے ہو؟“

”ضرور پہنچا دوں گا۔“

”شکریہ۔“ اس نے کہا اور خاموش ہو گیا۔ کچھ دیر کے بعد میں نے اس کا پستول

اسے واپس کر دیا اور اس نے خاموشی سے اسے رکھ لیا۔ اس کے بعد کوئی بات چیت نہیں

ہوئی۔

اسکوائر کے پاس اس نے مجھ سے رکنے کے لئے کہا..... اور پھر نیچے اترتا ہوا بولا۔ ”اچھا فیصل چلتا ہوا، تمہاری اس دوستی کو یاد رکھوں گا۔ تم مجھے تلاش نہیں کر سکتے لیکن میں تمہیں تلاش کر لوں گا۔ خدا حافظ۔“ اس نے اپنی چادر بدن پر لپیٹی اور دس نمبر کی طرف چل پڑا۔ میں نے ٹرک واپس موڑ لیا اور کچھ دیر کے بعد میں اپنے ٹھکانے پر پہنچ گیا۔

دوسری صبح کام معمول کے مطابق جاری ہو گئے تھے۔ سفر حیات طویل تھا لاتعداد منصوبے تھے مگر زندگی کی ڈگر پر رفتار کی حد مقرر ہوتی ہے اور اس حد کو عبور نہیں کیا جاسکتا۔ تاہم جو کچھ ہو رہا تھا وہ غیر تسلی بخش نہیں تھا اور میں اس سے مطمئن تھا۔ شاہد بھائی آگئے اور انہوں نے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔ ”کو فیصل سیٹھ کیا ہو رہا ہے“

”آج تو آرام ہو رہا ہے شاہد بھائی!“

”کوئی خاص بات؟“

”بالکل نہیں، آپ سنائیے۔“

”بس یار گزر رہی ہے، آہستہ آہستہ سارے خواب پورے ہو رہے ہیں، وہ شکر خان کو جانتے ہو؟“

”اچھی طرح جانتا ہوں۔“

”اس کی زمین پڑی ہے تھوری سی، پچاس ہزار مانگ رہا ہے۔ اچھی جگہ ہے، کیراج بنالیں وہیں دفتر بھی ہو جائے گا۔ تم دیکھ لو اسے۔“

”فورا“ لے لو شاہد بھائی! ہمارے لیے بہترین رہے گی۔“

”پچاس ہزار اوپر لگ جائیں گے مگر کام کی جگہ ہو جائے گی“ شاہد نے کہا اور میں

نے منظوری دے دی۔

اس سلسلے میں یہ شخص کمال کا آدمی ثابت ہوا تھا۔ حالانکہ سچی بات یہ ہے کہ

ہمارے راستے جرائم کی دنیا سے گزر کر ملے تھے، مگر وہ برے لوگوں میں اچھا آدمی تھا۔ لین

دین اور حساب کتاب کا کھرا..... الیاس بھائی کے بعد اس نے مجھے سب سے زیادہ متاثر

کیا تھا! الیاس بھائی یاد آگئے۔ کبھی کبھی زندگی کے ہنگاموں میں سکون بھی درکار ہوتا ہے ان کے چہرے فرحت بخش تھے اور ان کی قربت روح کو بالیدگی عطا کرتی تھی اور اب تو اتنا

عرصہ ہو گیا تھا کہ ان کی صورتیں بھی دھند لا گئی تھیں۔ نہ جانے کیا سوچتے ہوں گے میرے بارے میں، نہ جانے کس کس طرح یاد کرتے ہوں گے دل ان سے ملنے کے لیے چل اٹھا اور آج سارے کام ترک کر کے ان کے پاس جانے کا فیصلہ کر لیا۔ ویسے بھی کوئی خاص کام نہیں تھا۔ چنانچہ تیاریاں شروع کر دیں۔ ایک عمدہ لباس پہنا اور اتنا انتظار کیا کہ الیاس بھائی بھی دفتر سے واپس آجائیں۔ بازار سے کچھ خریداریاں بھی کی تھیں اور اس کے بعد ٹیکسی میں بیٹھ کر مسلم لیگ کوارٹر پہنچ گیا۔ دروازہ نازاں باجی نے کھولا اور مجھے دیکھ کر چیخ پڑیں۔

”بھائی جان! فیصل آیا ہے۔“ بھائی اور بھائی جان بھی دوڑ پڑے۔ شکایتوں کا آغاز ہو گیا۔ کتنے اپنے تھے یہ لوگ۔ طرح طرح کے سوالات شروع ہو گئے اور میں نے سارے جواب ہوشیاری سے دیے۔

”یہ اتنی لمبی گمشدگی کیوں فیصل؟ فون بھی نہیں کیا تم نے۔“ الیاس بھائی بولے۔

”زندگی میں کچھ سرمائے اتنے قیمتی ہوتے ہیں الیاس بھائی کہ کنجوس نہ ہونے کے باوجود انہیں بڑی کنجوسی سے خرچ کرنے کو جی چاہتا ہے۔ آتش بھڑکتی رہے۔ دل مانگتا رہے مگر آگ کو ہوا دی جاتی رہے، اس کے بعد جب ملے تو پورا پورا منافع حاصل ہوتا ہے، میں اس ٹرپ کا مزا لے رہا تھا۔“

”سنی ہو، دنیا کو سمجھ گیا یہ، بولنا آگیا ہے تمہارے دیور کو۔“ الیاس بھائی نے بھائی سے کہا۔

”کینہ ہے یہ، جانتا ہے تاکہ یہاں سب اس کے دیوانے ہیں بڑے، نخرے کرتا ہے۔“ بھائی نے کہا۔

”خدا کی قسم ایسی بات نہیں ہے بھائی! آپ تو میرا سرمایہ ہیں، آپ کی وجہ سے تو ایمان قائم ہے میرا، ورنہ..... نہ جانے کیا بن جاتا۔“

”کیا کر رہے ہو؟“

”نہیں بتاؤں گا۔“

”کیوں؟“

”آپ کو پسند نہ آئے گا مگر یوں سمجھ لیں وہ کر رہا ہوں، جو دنیا چاہتی ہے، وہ چاہتے

ہیں جو تاریک پردوں میں چھپے ہوئے ہیں اور جب وہ روشنی میں آئیں گے تو میں سب سے پہلے آپ کو ان کے مایوس چہرے دکھاؤں گا۔“

”بھائی کیا پراسرار کہانیاں لکھنے لگا ہے۔ نازاں ذرا اس کی باتیں سنو؟“

”ساری کہانیاں آپ کے علم میں ہیں بھائی جان! میری ان سے آنکھ پھولی جاری ہے مگر پانسہ پلٹ دیا ہے میں نے، پہلے میں ان کے لیے متجسس تھا، اب وہ میرے لیے پریشان ہوں گے، آپ سے وعدہ کیا ہے انہیں روشنی میں لاؤں گا اور اس طرح کہ وہ میرے سامنے بے بس ہوں گے، سرد پانی میں بھیگے ہوئے چوہوں کی مانند، خوفزدہ نگاہوں سے ہر طرف مدد کے لیے دیکھتے ہوئے۔“ میں نے مسرور لہجے میں کہا۔

”ایک اور وعدہ بھی یاد ہے تمہیں۔“ الیاس بھائی بولے۔

”یاد ہے الیاس بھائی!..... اور اس سے منسلک ایک اور وعدہ آپ کو کرنا ہو گا۔“

”کیا؟“

”کسی جرم میں پکڑا جاؤں تو جس طرح بھی ممکن ہو آپ میرے خلاف پیروی کر کے اپنے ہاتھوں سے مجھے بدترین سزا دلوائیں گے۔“ میں نے کہا اور الیاس بھائی لرز گئے۔

بھائی جلدی سے بولیں۔

”خدا نہ کرے۔“ الیاس بھائی پھیکے انداز میں مسکرا دیے اور بولے۔

”یقین کرو فیصل بیٹے، مجھے تم پر کوئی شک نہیں ہے، بس دنیا سے اور تمہاری نو عمری سے ڈرتا ہوں، بھٹک جانے کے ہزار راستے ہیں صحیح راستہ مشکل سے ملتا ہے۔“

”گفتگو بڑی علمی اور ادبی ہو گئی ہے کیا موضوع بدلنا ممکن ہو گا؟“ نازاں باجی نے مداخلت کی۔

اپنے گھر آیا تھا یہاں زندگی سے جنگ کرنی ہوتی تھی یہاں آرام کرنا تھا۔ رات گئے تک ان لوگوں کے ساتھ رہا، پھر واپسی کی اجازت مانگ لی، دوبارہ آنے کا وعدہ کیا تھا۔

الیاس بھائی ٹیکسی لے آئے تھے۔ دل میں سکون کی ٹھنڈک لیے سراب گوٹھ پہنچا اور اپنے فلیٹ میں داخل ہو گیا، پھر رات گئے تک ان سب کے بارے میں سوچتا رہا تھا۔

وہی ہنگامے، وہی سب کچھ، وہی جانے پہچانے راستے، وہی لوڈ ان لوڈ، ذہن کے منصوبے بھی عمل میں نہ آتے۔ وقت گزر رہا تھا اور منزل ابھی دور تھی۔ کئی روز گزر گئے۔

ایک شام پیرو کے ساتھ لائن ہی گیا ہوا تھا۔ وہاں جو کام تھا اسے کر کے واپس لوٹ رہے تھے..... ریلوے کراسنگ سے گزرے تو سامنے جم غفیر نظر آیا۔ ڈھائی تین سو افراد کا مجمع تھا۔ پیدل بھی تھے اور قیمتی کاریں بھی تھیں۔ ایک کھلی لیوزین میں چند افراد نظر آرہے تھے جن میں ایک کے گلے میں پھولوں کے بے شمار ہار پڑے ہوئے تھے یہ شخص کالی کفنی پہنے ہوئے تھا اور بڑے ٹھٹ سے ان لوگوں کے درمیان بیٹھا ہوا تھا۔ یہ جلوس ریلوے کراسنگ کے پاس پہنچا تو پیرو نے کہا۔

”یار فیصل بھائی! ماں کسم یہ دھندا بھی بڑا فٹ ہے۔“

”کون سا دھندا؟“

”اڑے یہ ری پیری مریدی کاڑے، ماں کسم میرا نام پیر بخش ہے۔ یہ تھو بڑا ذرا کالا ہے نہیں تو یارا اپن یہ دھندا چالو کر دیتا۔“ مجھے ہنسی آگئی۔

”تو اب بھی پیر بن سکتا ہے۔“

”اڑے نہیں اڑے لوگ مار کر بھگا دے گا۔ کالو پیر کو کون مانتا پڑا۔ اس کے لیے بڑا مالک گورا رنگ بڑا داڑھی لمبا بال ضروری ہوتا ہے، دیکھو اڑے دیکھو کیا شان ہے اس ڈنڈا پیر کی۔“ پیرو نے کہا..... اور میں مسکراتی نگاہوں سے لیوزین میں بیٹھے کا کل دراز کو دیکھنے لگا، مگر اچانک میری مسکراہٹ سمٹ گئی۔ میری آنکھوں میں بجلی سی چمک گئی تھی۔ یہ چہرہ، یہ چہرہ میرے لیے اجنبی نہیں تھا۔ میں نے اسے پہچان لیا تھا اور میری نگاہ کبھی دھوکا نہیں کھا سکتی تھی۔ میں نے دھوکا نہیں کھایا تھا، یہ وہی تھا سونی صد وہی جسے اس وقت میں نے پولیس سے بچایا تھا۔ ایس پی شاہ کے الفاظ میرے کانوں میں گونج رہے تھے۔

”ایک بہت بڑے مجرم کا پیچھا کرتے ہوئے ہم یہاں آئے ہیں۔ ایک خطرناک مجرم کا پیچھا کرتے ہوئے۔“ اس وقت جلوس میں نعرے لگائے جانے لگے۔

”پیر مٹھل شاہ زندہ باد، مٹھل شاہ زندہ باد، مٹھل شاہ زندہ باد۔“ اور یہ جلوس کراسنگ عبور کر گیا۔ میں ساکت نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا تھا۔

==☆☆☆==

جلوس گزر جانے کے بعد راستہ صاف ہو گیا تھا۔ رکا ہوا ٹریفک آگے بڑھ گیا لیکن میں نے پھر بھی ٹرک اشارت نہیں کیا تھا پیرو بھی اس جلوس کو دیکھتا رہا تھا پھر اس نے چونک کر مجھے دیکھا اور شانے پر تھپکی دیتا ہوا بولا۔

”اڑے فیصل بھائی کدھر چلا گیا اڑے ابھی آگے نہیں چلیں گا کیا“ میں نے چونک کر پیرو کو دیکھا تو پیرو آہستہ سے بولا۔

”ماں کسم میں سمجھ گیا اڑے ابی تیرا کھوپڑی میں اپن کا بات فٹ بیٹھا پن یار یہ سارا دھندہ گناہ کا دھندہ ہوتا ہے دوسرا لوگ کو بیوقوف بنا کر اللہ کے نام پر پیسہ کمانا شرافت تو نہیں ہے۔“ میں نے پیرو کی بات غور سے سنی اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

”الٹی سیدھی سوچ مت رکھا کرو پیرو بھائی تمہارا کیا خیال ہے کیا میں جعلی پیر بننے کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔“

”اڑے پھر کدھر چلا گیا تھا تم؟“ اس نے کہا میں نے کوئی جواب نہ دیا اور ٹرک آگے لے جا کر گھمایا اور اس کے بعد اسے ریلوے کراسنگ سے واپس لے آیا جلوس ابھی زیادہ دور نہیں گیا تھا میں نے اس سے کافی فاصلہ رکھا اور اس کا تعاقب کرنے لگا پیرو نے ایک گہری سانس لے کر آنکھیں بند کر لی تھیں پھر اس نے کہا۔

”اب میرے کو پتا چل گیا تم بی پیری مریدی کا چکر میں پڑنے والا ہے۔“ میں نے کوئی جواب نہیں دیا میرے ذہن میں کیا تھا۔ یہ بات بیچارے پیرو کو کیا معلوم، تھوڑے

تھوڑے وقفے کے بعد میں جلوس کا تعاقب کرتا رہا اور پھر میں نے دور سے وہ عمارت دیکھی اچھی خاصی خوبصورت عمارت تھی لائنڈھی کے اس علاقے میں پہلے میرا کبھی آنا نہیں ہوا تھا۔ یہاں زیادہ تر کوارٹرز بنے ہوئے تھے۔ بعض کوارٹروں کو خوبصورت مکانات میں بھی تبدیل کر لیا گیا تھا لیکن زیادہ تعداد انہی کوارٹروں کی تھی جو ابتداء میں تعمیر ہوئے تھے آبادی درمیانے درجے کی تھی۔ ان کوارٹروں کے درمیان یہ عمارت منفرد حیثیت کی حامل تھی خاص بات یہ تھی کہ اس کی چھت پر ایک برج سا بنا ہوا تھا جس پر ایک جھنڈا لہرا رہا تھا مجھے یہ اندازہ ہو گیا کہ جلوس کی منزل یہی عمارت ہے چنانچہ میں نے مناسب جگہ دیکھ کر درخت کے نیچے ٹرک روک دیا۔ پیرو نے اب اس بارے میں مجھ سے سوالات کرنا چھوڑ دیئے تھے میں نے سامنے نگاہیں جمائے رکھیں پیر مٹھل شاہ کار سے اترے اور مرید بڑے اہتمام سے انہیں اندر لے جانے لگے مجھے سب سے زیادہ حیرت ان قیمتی کاروں پر تھی جو اس جلوس میں شامل تھیں، زندگی کی الجھنوں سے تنگ آئے ہوئے تو ہم پرست لوگ تو ایسے معاملات میں بہت زیادہ متاثر ہو جاتے ہیں لیکن یہ کاریں ایسے لوگوں کی نہیں تھیں۔ یقینی طور پر یہ صاحب حیثیت لوگ ہوں گے انہیں پیر مٹھل شاہ سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے اور پھر اگر پیر مٹھل شاہ درحقیقت کوئی پیر ہوتے تو روحانیت کا بہر حال ایک مقام ہے اور لوگ اس سے متاثر ہوتے ہیں لیکن پیر مٹھل شاہ سے جو واقفیت مجھے حاصل ہو گئی تھی وہ ذرا مختلف تھی اور یہی بات میرے لیے باعث حیرت تھی مجمع چھٹنے لگا لوگ پیر صاحب کو یہاں تک چھوڑنے آئے تھے منتشر ہو گئے کچھ گاڑیاں بھی واپس چلی گئیں البتہ چند گاڑیاں وہیں رہ گئیں تھیں۔ میں نے پیرو کو اشارہ کیا اور ہم دونوں نیچے اتر آئے اور عمارت کی جانب بڑھنے لگے اطراف میں اکا دکا لوگ نظر آرہے تھے عمارت کے بیرونی دروازے پر بڑی سی پانی کی سبیل بنی ہوئی تھی بڑے دروازے پر آستانہ، مٹھل شاہ لکھا ہوا تھا، عمارت کی شان و شوکت یہ بتا رہی تھی کہ پیر مٹھل شاہ جو کچھ کر رہے ہیں وہ اپنی جگہ لیکن ان کا کاروبار نہایت شاندار پیمانے پر چل رہا ہے بس اس سے زیادہ وہاں رکنا غیر مناسب تھا چنانچہ میں نے پیرو کو اشارہ کیا اور ہم دونوں واپس ٹرک میں آ بیٹھے اس کے بعد ہم لائنڈھی کے علاقے سے نکل آئے تھے، پیرو نے ایک بار پھر مجھ سے پوچھا۔

”اڑے یار کم از کم اپن کو بتاؤ دیو نہیں تیرے کو اس پیر کا اندر کیا دلچسپی ہے“

”ماں کم اپن کو تجربہ ہے اس معاملے کا ابی یار دیکھو فی زمانہ کتنا ترقی کر گیا لوگ پتا نہیں کد رکدر پھرتا پڑا مگر یہ پیری میری کا چکر کبھی ختم نہیں ہوئیں گا، غریب لوگ جب اپنا مشکل کا کوئی حل نہیں دیکھتا تو ایسا لوگ کا ہی آسرا پکڑتا ہے اور یہ لوگ ان کا غربت میں سے اپنا حصہ نکال لیتا ہے سڑک پر طوطا فال نکالتے پڑے ہیں اب ان کو دیکھو ان کا بھی دھندہ چلتا ہے چلو وہ غریب لوگ اپنے جیسا غریب لوگ سے روپیہ سوا روپیہ نکال لیتا ہے مگر یہ لوگ ماں کم بس کیا بولے تیرے کو۔“

پیرو خاموش ہو گیا میں نجانے کب تک مٹھل شاہ کے بارے میں سوچتا رہا تھا وہ کار بھی مجھے یاد تھی جسے ہم مار کر تباہ کر دیا گیا تھا، مٹھل شاہ اسی کار میں سفر کر رہا تھا اور پولیس اس کا پیچھا کر رہی تھی کار کی تباہی کے بعد پتا نہیں پولیس کو اس بارے میں کچھ معلوم ہو سکا یا نہیں غرضیکہ مٹھل شاہ عرصے تک میرے ذہن پر سوار رہا تھا دل ہی دل میں میں نے چند باتیں بھی سوچی تھیں۔

ادھر شاہد بھائی کے تمام معاملات بخیر و خوبی جاری تھی وہ جگہ خرید لی گئی تھی جس کے بارے میں انہوں نے مجھ سے کہا تھا اور ہم نے اسے اپنی پسند کے مطابق تعمیر کرانا شروع کر دیا تھا صورت حال یہ تھی کہ ہمارے تمام منصوبے آہستہ آہستہ مکمل ہو رہے تھے اور ہمیں اس میں کوئی دقت نہیں ہو رہی تھی شاہد بھائی بھی مطمئن نظر آتے تھے گو ابتداء میں ان کا ذہن مختلف انداز میں سوچتا تھا اور زیادہ تر ان کی گفتگو انہی خیالات پر مشتمل ہوتی کہ دولت طوفانی انداز میں کمانا چاہیے لیکن جب سے دو ٹرک ہوئے تھے ان کا انداز فکر کچھ تبدیل ہونے لگا تھا اور اس کے بعد سے انہوں نے اب تک مجھ سے اپنے اس نظریے پر بات چیت نہیں کی تھی فردوسی کے بارے میں بھی مجھے کچھ نہیں معلوم تھا نہ ہی شاہد بھائی نے کبھی مجھ سے اپنے گھر چلنے کے لیے کہا تھا اور نہ ہی میں نے خود وہاں جانے کا ارادہ ظاہر کیا تھا، بات گول مول ہی ہو گئی تھی ویسے مجھے اس بات کا یقین تھا کہ شاہد کے والد نے شاہد کو صورت حال بتا دی ہوگی اور وہ بیچارہ خاموشی اختیار کر گیا ہوگا اس سلسلے میں مجھ سے کیا کہہ سکتا تھا بہر طور یہ مسائل قابل توجہ نہیں تھے، میرے ذہن

میں تو ایک سمندر موجزن تھا اور بات اتنی مختصر نہیں تھی جتنی میری شخصیت میں نظر آتی تھی پھر کچھ دن فرصت کے مل گئے ایسے ہی آرام کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ شاہد بھائی سے یہ گفتگو بھی ہوئی تھی کہ پیرو کو باقاعدہ ڈرائیور بنا دیا جائے وہ قابل اعتماد سا تھی تھا اور اس پر مکمل اعتماد کیا جاسکتا تھا اس کی علاوہ اس نے اس دوران جس طرح پوری محنت و دلچسپی سے ہمارے ساتھ تعاون کیا تھا وہ بھی ایک اہمیت رکھتی تھی چنانچہ پیرو سے اس بارے میں کہا گیا تو اس نے خوشی سے یہ ذمہ داری قبول کر لی اور چند روز کے لیے شاہد بھائی کے ساتھ لگ گیا تاکہ تمام بیرونی صورت حال بھی اس کی سمجھ میں آجائے بس بیچارہ پڑھا لکھا آدمی نہیں تھا۔ جس کی وجہ سے کچھ وقت ہو جاتی تھی اسی دوران میرے دل میں مٹھل شاہ کا خیال آیا اور ایک دن میں نے ٹیکسی سے لائڈھی کا رخ کیا ٹیکسی ڈرائیور کو جب آستانہ مٹھل شاہ کے بارے میں بتایا تو اس نے اس سے واقفیت کا اظہار کیا اور مجھے آستانے پر اتار دیا شام کے چار بجے تھے۔ آستانے پر خاموشی طاری تھی بڑے مہذب انداز میں لوگ آ جا رہے تھے میں دروازے پر پہنچا تو دو ملنگوں نے میرا استقبال کیا اور مجھ سے میری آمد کے بارے میں پوچھا گیا۔

”شاہ صاحب سے ملنا چاہتا ہوں کیا وہ آستانے پر موجود ہیں۔“

”ہاں لیکن ان سے ملاقات مغرب کی نماز کے بعد ہی ہو سکے گی تم اگر چاہو تو مغرب کی نماز کے بعد آ جانا انتظار کرنا چاہو تو ہمیں آرام کرلو۔“

ٹھیک ہے میں دور سے آیا ہوں انتظار کیے لیتا ہوں ”میں نے ان میں سے ایک کو دوست بنانے کی کوشش کی لیکن ذرا محتاط قسم کے لوگ تھے وہ مراقبے میں بیٹھ گئے اور میری ان سے گفتگو کی کوششیں ناکام ہو گئیں وقت کچھ اور آگے بڑھا تو لوگ آنا شروع ہو گئے ان کے لیے نشست گاہیں بنی ہوئی تھیں آنے والوں میں میں نے کچھ صاحب حیثیت لوگوں کو بھی دیکھا۔ باہر جھانکا تو دو تین گاڑیاں بکھری ہوئی نظر آئیں ایک کروڑا اسٹیٹ تھی جس سے ایک بھاری بھر کم آدمی نیچے اترا تھا اور بھی ایسی ہی قیمتی گاڑیاں تھیں مغرب کی نماز کا وقت ہوا اور وہیں آستانے میں نماز باجماعت ادا کی گئی پھر اس کے بعد وہ سب ایک ہال نما کرے میں بیٹھ گئے فرشی نشست تھی اور سامنے ہی ایک قالین بچھا ہوا تھا جب کہ عقب میں دروازہ نظر آ رہا تھا اس دروازے سے مغرب کی نماز کے بعد پیر

مٹھل شاہ برآمد ہوئے سیاہ کفنی میں ملبوس، زلفیں دراز چہرے پر جلال خاموشی سے مجمع پر ایک نگاہ ڈالی اور قالین پر آ بیٹھے ملنگوں نے ان کے گرد گھیرا ڈال دیا تھا اور اس کے بعد پیر مٹھل شاہ نے تقریر شروع کر دی نہایت ہی ٹھہرا ہوا اور مضبوط لہجہ تھا تلقین دین کی جارہی تھی نیک کاموں کی جانب راغب ہونے کے مشورے دیئے جا رہے تھے اور اس کے بعد یہ تقریر ختم ہو گئی تو مٹھل شاہ نے کہا۔

”اب آپ لوگوں میں سے جسے مجھ سے کوئی کام ہے وہ اپنی اپنی باری سے میرے پاس آجائے۔“ یہ کہہ کر وہ اسی دروازے سے اندر داخل ہو گئے بعد کے انتظامات ملنگوں نے سنبھال لیے تھے سب سے پہلے وہی کروڑا اسٹیٹ والا شخص اندر گیا تھا اور کوئی سات منٹ کے بعد واپس آیا تھا مٹھل شاہ سے ملاقات کرنے والوں میں میرے علاوہ سات افراد شامل تھے چوتھے نمبر پر ملنگ نے مجھے اندر جانے کا اشارہ کیا تو میں نے اس سے نرم لہجے میں کہا کہ مجھے سب سے آخر میں بھیجا جائے۔ ملنگ کو کیا اعتراض ہو سکتا تھا بالا آخر میرا نمبر آگیا مٹھل شاہ ایک چوکی پر پالٹی مارے بیٹھے ہوئے تھے آنکھیں بند تھیں اور چہرہ جلال میں ڈوبا ہوا تھا میں نے سلام کیا تو انہوں نے گردن سے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور میں ان کے سامنے دو زانو بیٹھ گیا میری نگاہیں ان کے پر جلال چہرے پر جمی ہوئی تھیں تب مٹھل شاہ نے آنکھیں کھولیں مجھے دیکھا اور میں نے اچھی طرح محسوس کر لیا مجھے پہچان کر ان کے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا ہے ان کے اندر فوراً ہی تبدیلی رونما ہو گئی تھی انہوں نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر مجھ سے بولے۔

”دروازہ اندر سے بند کر دو۔“ وہ کونے میں جو کرسی پڑی ہوئی ہے اسے اٹھا کر

میرے پاس لے آؤ۔“

”آپ نے مجھے پہچان لیا مٹھل شاہ صاحب۔“ میں نے آہستہ سے کہا۔

”ہاں میں اگر چاہتا تو اس سے انکار بھی کر سکتا تھا لیکن کیا تم اس بات پر یقین کرو

گے کہ اس دوران میں تمہارے بارے میں اکثر سوچتا رہا ہوں۔“

”مجھے خوشی ہے کہ آپ نے مجھے نظر انداز نہیں کیا۔“

”اس سے پہلے بھی تم نے یہاں کا رخ کیا تھا۔“

”نہیں پہلی بار آپ کے آستانے پر حاضر ہوا ہوں ویسے ایک دن جب آپ ایک

جلوس کی شکل میں تشریف لا رہے تھے تو میں نے آپ کو یہاں دیکھا تھا۔“
 ہاں اسلام آباد گیا ہوا تھا میں کچھ مریدوں کے اہم کام کرانے تھے بہر طور تمہاری آمد پر مجھے خوش ہوئی ہے میں خود بھی چند روز کے اندر اندر تم سے رابطے کے لیے کوشش کرتا۔“
 ”یہ میری خوش قسمتی ہے مٹھل شاہ صاحب کہ آپ نے مجھے اس انداز میں یاد کیا۔“

”تمہارا نام فیصل بتایا تھا ناں تم نے شاید؟“
 ”جی شاہ صاحب۔“
 ”فیصل یہ سب کچھ دیکھا تم نے؟“
 ”جی شاہ صاحب۔“
 ”اور اس پر غور بھی کیا ہوگا؟“
 ”بہت زیادہ نہیں کیونکہ پہلی بار دیکھا ہے۔“

”بات دراصل یہ ہے فیصل کہ اس دنیا میں سوچنے کے رنگ ڈھنگ بدل گئے ہیں میں تم سے بہت زیادہ صاف گفتگو کرنا چاہتا ہوں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس رات درحقیقت تم میری مدد نہ کرتے تو میری شخصیت بکھر کر رہ جاتی۔ بہت برے لوگ بھی زندگی میں ایک بار اچھے انداز میں ضرور سوچتے ہیں اور اگر وہ اچھائی ان کے ذہن میں نقش ہو جائے تو اس سے کچھ حاصل کرنے کی کوشش ضرور کرتے ہیں اس رات میں اس قدر بے بس ہو گیا تھا کہ میرے سوچنے سمجھنے کی قوتیں سلب ہو گئیں تھیں اور پھر تم نے میرے ذہن پر بہت گہرا نقش چھوڑا تھا پستول کے زور پر اگر تم وہ سب کچھ کرتے تو یہ یقینی امر ہے کہ میرے لیے بہتر نہ ہوتا تاہم میں یہ نہ سوچتا کہ تم بذات خود کسی شخصیت کے مالک ہو تم نے پہلے مجھے بے بس کیا اور اس کے بعد میری مدد کی اس چیز نے مجھے پریشان کر رکھا ہے دیکھو فیصل بظاہر تم ایک ٹرک ڈرائیور کی حیثیت سے میرے سامنے آئے ہو لیکن میرا کام اس دنیا کو پڑھنا اور اسے سمجھ کر اس کے بارے میں فیصلے کرنا ہے اور اس سلسلے میں مجھے کافی مہارت ہے ویسے بھی میں نے نفسیات جیسے خشک مضمون میں ایم اے کیا ہے، تھوڑا سا نفسیات میں بھی دخل ہے مجھے ان تمام چیزوں کو سامنے رکھتے

”میرا تجربہ یہی کہتا ہے کہ تم اپنی عمر سے بہت آگے بڑھ گئے ہو اور اس کی کچھ وجوہات یقیناً ہوں گی اپنے بارے میں تفصیل بتانا پسند کرو گے۔“
 ”نہیں شاہ صاحب بس وہ چیزیں بتا سکتا ہوں آپ کو جو دنیا کے سامنے ہیں میرا ماضی، میرے اندر کی تبدیلیاں ابھی میرے ذہن کی امانت ہیں اور میں اپنے آپ کو محفوظ بھی رکھنا چاہتا ہوں۔“

”خوب یہ جرات کسی عام آدمی کے اندر نہیں ہو سکتی۔ سچائیوں کو ذہن میں چھپانا تو سب کو آتا ہے لیکن ان کا اس بیباکی سے اظہار کسی معمولی آدمی کے بس کی بات نہیں میں بھی تم سے تعاون کرتا ہوں تمہارے ماضی کے بارے میں نہیں پوچھتا چلو حال کے بارے میں بتاؤ کس انداز میں زندگی گزار رہے ہو؟“

”یہ سوال پوچھنے کی وجہ جان سکتا ہوں شاہ صاحب؟“ میں نے کہا اور مٹھل شاہ نے کمری نگاہوں سے مجھے دیکھا پھر ایک گہری سانس لے کر بولے۔
 ”میرے پاس آنے کی کوئی نہ کوئی وجہ تو ضرور ہوگی۔“

”جی ہاں اس دن آپ کو اس رنگ میں دیکھنے کے بعد میرا مطلب اس دن سے ہے جب آپ ایک جلوس کی شکل میں تشریف لا رہے تھے میرے ذہن میں آپ کے لیے شدید تجسس پیدا ہو گیا ہے اور میں اس نظریے کو سامنے رکھ کر یہاں پہنچا ہوں کہ ممکن ہے آپ مجھے نظر انداز نہ کریں گے اگر آپ مجھے ایک عام آدمی کی طرح نظر انداز کر دیتے تو میں سوچتا کہ جو کچھ ہوا وہ ایک وقتی معاملہ تھا آپ دوہری شخصیت کے مالک ہیں لیکن اس کے بعد آپ کے بارے میں کچھ نہ کرتا۔“

”کیوں یہ بات تو خلاف فطرت ہوتی؟“ مٹھل شاہ نے کہا۔

”جی ہاں۔ خلاف فطرت ضرور ہوتی لیکن میں یہ سوچتا کہ وہ بات جو کسی طرح مجھ سے متعلق نہیں اس کے لیے الجھنیں کیوں مول لی جائیں۔“ مٹھل شاہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور پھر وہ بولے۔

”بہت نفیس انسان ثابت ہو رہے ہو۔ میرا سوال اب بھی قائم ہے زندگی موجود وقت میں کس انداز میں گزار رہے ہو؟“

”شاہ صاحب ایک ٹرک پر ڈرائیوری کرتا ہوں ٹرک کا مالک میرا دوست ہے مجھے ہر طرح کی مراعات دی گئی ہیں اور بہتر آمدنی ہو جاتی ہے دنیا میں تنہا ہوں کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس کے لیے مستقبل کی باتیں سوچنا پڑیں جیسا کہ میں نے آپ کو بتایا تھا کہ الا آصف اسکوائر کے ایک فلیٹ میں اپنے دوست اور معاون پیرد کے ساتھ رہتا ہوں زندگی بس گزر رہی ہے اور اس میں کوئی خاص بات نہیں ہے سوائے اس کے چھوٹے چھوٹے تجربات ہو رہے ہیں۔“

”عمر کتنی ہوگی تمہاری؟“ مٹھل شاہ نے دلچسپ نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

”عمر کے بارے میں نہ کوئی سوچنے والا تھا نہ میں نے اس بارے میں سوچا عمر کا اندازہ تو اس وقت ہوتا ہے جب والدین سا لگرہ کیا کرتے ہیں یا دوست احباب اس پر توجہ دیتے ہیں بس یوں سمجھ لیجئے کہ ہوش کی ایک عمر گزری ہے جس میں محنت مزدوری کے سوا کچھ نہیں کیا۔“

”تعلیم کہاں سے حاصل کی؟“ مٹھل شاہ نے سوال کیا۔

”کچھ کرم فریال گئے تھے۔“ میں نے پھسکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ ”جنہوں نے ضروریات زندگی سے آگاہ کر دیا۔ تھوڑی بہت تعلیم حاصل ہو گئی۔“

”واہ بہت عمدہ بات کہی زندگی کے اور کون کون سے امور سے واقفیت ہے۔“

”کبھی اس بارے میں نہیں سوچا لیکن کوئی بھی رنگ سامنے آجائے تو اجنبی نہیں محسوس ہوتا۔“

”تم تو میرے ذہن کی گہرائیوں میں اترتے جا رہے ہو۔ فیصل مجھے یوں لگ رہا۔ جیسے کوئی ریکارڈنگ رہا ہو تمہیں دیکھ کر بس ایک شوخ کھلنڈرے سے نوجوان کا تصور دماغ میں ابھرتا ہے مگر تمہاری باتیں سن کر بڑی حیرت ہوتی ہے۔“

”بس شاہ صاحب آپ سے ملنے کو جی چاہا تھا آگیا اگر آپ توجہ نہ دیتے تو چلا جاتا اور دوبارہ آپ کے پاس نہ آتا۔“

”تم یقین کرو فیصل میں خود تمہیں تلاش کرتا اور تم سے ملتا، ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔ اس دن تم نے مجھے پولیس سے کیوں بچایا تھا؟“

”وہ آپ کی ضرورت تھی۔“

”مجھ سے پستول کیوں چھین لیا تھا؟“

”مجبور نہیں ہونا چاہتا تھا۔ آپ سمجھتے کہ میں پستول کی وجہ سے خاموش رہا ہوں۔“

”دیری گڈ“ جو لوگ اپنا مقام پہچانتے ہیں وہ اپنا مستقبل بھی بنانا جانتے ہیں ایس پی شاہ تم سے کیسے واقفیت رکھتا ہے؟“

”راہ گزاروں کا شناسا ہے ایک ٹرک ڈرائیور سڑکوں پر چند ہی لوگوں کا آشنا ہوتا ہے ڈاکوؤں کا اور پولیس والوں کا۔“

”واہ لیکن ایسا لگتا تھا جیسے وہ تم پر بہت اعتماد کرتا ہو حالانکہ پولیس والے کسی پر بھی اعتماد نہیں کرتے۔“

”اس نے ہمیشہ میرے ہاتھ صاف ستھرے پائے غالباً اس کی یہی وجہ ہو سکتی ہے۔“ مٹھل شاہ گہری نگاہوں سے میرا جائزہ لینے لگا پھر اس نے کہا۔

”ہاتھ ہمیشہ صاف ستھرے ہی ہونے چاہئیں لیکن صرف اس حد تک کہ صابن سے دھو لیے گئے ہوں اور ان پر میل یا گرد کے ذرات نہ ہوں باقی گہرائیوں میں کیا ہوتا ہے سمجھو لوگ کبھی اپنے ہاتھوں سے ظاہر نہیں ہونے دیتے“ میں نے مسکراتی نگاہوں سے مٹھل شاہ کو دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔

”کیس میری گفتگو گستاخی کی حد میں نہ شامل ہو جائے۔“ مٹھل شاہ کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی اس نے کہا۔

”تم نے ابھی دیکھا ہو گا میرے حلقہ بگوش میرا کتنا احترام کرتے ہیں احترام کرنے والوں کا ایک مجمع ہے جو میرے ارد گرد اکٹھا رہتا ہے لیکن میں دوستیوں کا بھی قائل ہوں دوست ہمیشہ ضروری ہوتے ہیں تم بے دھڑک مجھ سے گفتگو کرو میں نے تمہیں اپنے

لیکن کچھ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے ایک تنہا انسان کو اپنا رفیق بنا کر اسے خرید لیا ہے میں ان کی محبت کا مقروض ہوں۔“

”اگر انسانی فطرت میں یہ بات نہ ہو فیصل تو زندگی کا کاروبار کبھی آگے نہ بڑھے بے شک محبتوں کا سہارا درکار ہوتا ہے تو پھر یوں کرو کہ ایک شخص سے مل لو میں تمہیں اس کا کارڈ دیئے دیتا ہوں یہ بتاؤ کب اس تک پہنچ پاؤ گے؟“

”ملنے کی وجہ کیا ہوگی شاہ صاحب۔“

”تمہارا اس سے ملنا ضروری ہے بس یوقی سمجھ لو کہ میرے ایک منصوبے کی تکمیل کا ایک حصہ ہے یہ، مٹھل شاہ نے ایک کارڈ نکال کر میرے حوالے کیا اور میں اس پر درج شدہ نام اور پتا پڑھنے لگا۔“

”یہاں تک پہنچنے میں کوئی دقت تو نہ ہوگی؟“

”ہاں کیوں نہیں کراچی ہی میں آنکھ کھولی ہے اسے تلاش کرنا کیا مشکل ہے۔“

”جلد سے جلد اس سے مل لو۔“

”تو پھر کل ہی مل لوں گا اس سے کل پانچ بجے میں اس بلڈنگ میں پہنچ جاؤں گا۔“

”پانچ بجے نہیں فیصل رات کو ساڑھے نو یا دس بجے کہ قریب اس وقت یہ اپنے

فلٹیٹ ہی میں ہوتا ہے۔“

”تو پھر دس بجے پہنچ جاؤں گا میں۔“

”کہیں جانے کا ارادہ تو نہیں ہے۔“

”نہیں کوئی ایسی بات نہیں ہے میں نے کہا تھا نہ آپ سے مٹھل شاہ صاحب کہ

میرے دوست کا ہے اور وہاں بھی دوستی ہی کا کاروبار چلتا ہے۔“

”اچھا اب تم جاؤ کل دس بجے اس سے ملنے کے بعد پرسوں مجھے اطلاع دینا۔“

مٹھل شاہ نے کہا اور میں خاموشی سے اٹھ گیا مٹھل شاہ نے ایک بار پھر مجھ سے ہاتھ ملایا

اور بولا۔

”یہاں جب بھی آؤ گے میرے مرید کی حیثیت سے آنا اور مجھ سے ملاقات سب

سے آخر میں کرنا تاکہ اس کے بعد میرے اور تمہارے علاوہ اور کوئی مداخلت کرنے والا نہ

دوستوں میں شامل کیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ تم نے دوستی کا ثبوت دیا ہے وہ رات میری زندگی کی بھیانک رات تھی یوں سمجھ لو میں پولیس کے چنگل میں آچکا تھا تم نے میری مدد کی بہر حال میں اسے نظر انداز نہیں کر سکتا۔“

”بات صاف ہاتھوں کی ہو رہی تھی شاہ صاحب دوہری زندگی تو آپ کی بھی ہے اور پھر آپ کا یہ نظریہ اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ آپ زندگی کے ان رنگوں کے قائل ہیں جو نگاہوں کے سامنے نہیں ہوتے۔ مٹھل شاہ کے چہرے پر آہستہ آہستہ سنجیدگی طاری ہو گئی۔ انہوں نے کہا۔“

”ہاں فیصل بہت سے انسان ایسے ہوتے ہیں جو اپنے آپ کو سچائیوں کے راستے پر چلانے کے خواہشمند ہوتے ہیں ان کا ذہن اسی انداز میں سوچتا ہے وہ زندگی کے ہر شعبہ میں نیکیوں اور سچائیوں کے راستوں کو پسند کرتے ہیں لیکن جب وہ اپنے اطراف میں دیکھتے ہیں تو اپنے آپ کو تنہا پاتے ہیں بہت دور سے گزرنے والے جو ناہموار راستوں میں اپنا سفر مستقبل تلاش کر رہے ہوتے ہیں صرف مسکراتی نگاہوں سے سچائیوں کے راستے پر چلنے والے کو دیکھتے ہوئے آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں اور وہ یہ سوچتا رہ جاتا ہے کہ وہ اس راستے پر تنہا کیوں ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ بھی راستہ تبدیل کر کے انہی لوگوں میں شامل ہو جاتا ہے تب کہیں جا کر اسے ان کے درمیان مقام ملتا ہے۔“ میں مٹھل شاہ کی باتوں کو بہت غور سے سن رہا تھا اور میرا ذہن اس سے اتفاق کر رہا تھا میں نے کہا۔

”میں آپ سے متفق ہوں شاہ صاحب۔“

”تو پھر فیصل جب تم نے اپنے آپ کو میری دوستی کا اہل ثابت کر دیا ہے تو کم از کم اس پر اس حد تک اعتماد ضرور کرو کہ اپنے مستقبل کا کوئی حصہ میرے حوالے کر دو میرا مطلب ہے کہ مجھے اپنے لیے کچھ کرنے کا موقع دو۔“

”کیا یہ معاوضہ ہو گا مٹھل شاہ صاحب۔“

”نہیں یہ دوستی ہوگی۔“ مٹھل شاہ نے کہا اور اپنا ہاتھ مصافحہ کے لیے بڑھا دیا میں

نے مسکراتے ہوئے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھام لیا مٹھل شاہ نے کہا۔“

”تم نے کہا ہے کہ تمہارے قرب و جوار خالی ہیں عزیز یا رشتہ دار کوئی نہیں ہے

”چھ نہیں کام جاری ہے۔“ شاہد بھائی نے کہا اور اندر آگئے میں نے فوراً ہی جائے کا پانی چڑھا دیا تھا غسل خانے میں جا کر منہ ہاتھ دھویا اور شاہد بھائی کے پاس آکر بیٹھ گیا وہ گہری نگاہوں سے میرا جائزہ لے رہے تھے کہنے لگے۔

”جو تکلیف وہ زندگی تم گزار رہے ہو فیصل اس پر مجھے بعض اوقات بڑا دکھ ہوتا ہے۔“

”ارے میری زندگی تکلیف دہ ہے شاہد بھائی؟“

”تو اور کیا یہ بھی کوئی زندگی ہے بات اصل میں یہ نہیں ہے فیصل کہ میں تمہیں کسی طور کم تر یا پریشان محسوس کرتا ہوں زندگی کا آغاز ہم نے جس انداز میں کیا ہے نہ تمہارا ماضی اس سے مختلف ہے نہ میرا لیکن دنیا جب روشنی کی جانب بڑھتی ہے تو وہ اپنے ماحول کو منور دیکھنا چاہتی ہے ہم لوگوں کو اس منزل پر پہنچنے کے لیے جو کچھ کرنا پڑا ہے اب کم از کم اس سے فائدہ تو حاصل کریں۔“

”کیا آپ نے اپنی منزل پالی شاہد بھائی؟“ میں نے سوال کیا اور جواب کا انتظار کئی بغیر چھوٹے سے کچن کی جانب بڑھ گیا جہاں یقینی طور پر چائے تیار ہو گئی تھی میں نے چائے کی دو پیالیاں بنائیں اور انہیں ہاتھوں میں سنبھالے شاہد بھائی کے پاس آبیٹھا شاہد بھائی شاید ابھی تک میرے اس سوال پر غور کر رہے تھے میں نے چائے کی پیالی سے چند چسکیاں لییں اور شاہد بھائی کو اس کی جانب متوجہ کیا تو انہوں نے گہری سانس لے کر چائے کی پیالی اٹھائی اور اپنے ہونٹوں سے لگلی پھر وہ بولے۔

”آج تم نے کچھ سوالات کر کے میرے ذہن کو بری طرح الجھا دیا ہے۔“

”اگر کسی بات میں کوئی الجھن درپیش ہوئی ہے شاہد بھائی تو اپنوں سے اس موضوع پر گفتگو کی جاتی ہے اور پھر ایک ذہن نہیں دو ذہن مل کر سوچتے ہیں شاہد بھائی نے ایک نگاہ مجھ پر ڈالی اور بولے۔“

”ہاں کیوں نہیں تم سے زیادہ اور کون میرے قریب ہو سکتا ہے تمہارے اس سوال کا جواب یہ ہے فیصل کہ میں نے ابھی تو اپنی منزل کا تصور بھی نہیں کیا دنیا کے بنائے ہوئے راستوں پر جب مجبوراً قدم رکھا تو یہ سوچا کہ اب انتہا تک جاؤں گا لیکن برا نہ مانا تمہاری وجہ سے میں نے یہ قدم آگے بڑھنے سے روک دیئے۔“

”میں نے گردن ہلائی اور اس کے بعد مٹھل شاہ کے حجرے سے باہر نکل آیا۔“

”آستانہ مٹھل شاہ سے واپسی پر ٹیکسی میں بیٹھا میں بہت سی باتیں سوچ رہا تھا میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی مٹھل شاہ کے بارے میں جس قدر میں نے اندازہ لگایا تھا اگر میرا اندازہ درست تھا تو یہ شخص بڑے کام کا آدمی ثابت ہو سکتا تھا بیچارے الیاس بھائی کا حکم تھا کہ میں کبھی کسی جرم میں ملوث نہ ہوں کبھی عدالت نہ پہنچ پاؤں اور میں ان کے اس حکم کو برقرار رکھنا چاہتا تھا لیکن اس کے لیے مجھے اپنے راستوں میں جس طرح منصوبہ بندی کرنی تھی اس میں کوئی خامی نہیں رہنی چاہیے تھی لائنڈھی سے سراب گوٹھ کا فاصلہ بہت طویل تھا بالآخر یہ فاصلہ طے ہو گیا اور میں اپنے فلیٹ میں پہنچ گیا رات گئے تک میں مٹھل شاہ کی شخصیت کے بارے میں سوچتا رہا تھا میں نے وہ کارڈ نکال کر دیکھا اس پر درج نام اور پتے پر غور کرتا رہا دل میں یہ فیصلہ تو پہلے ہی کر لیا تھا کہ اس شخص سے ملاقات ضرور کروں گا دیکھوں گا مٹھل شاہ مجھے اس سے ملا کر کیا کرنا چاہتا ہے ویسے یہ فیصلہ میرا آخری فیصلہ تھا کہ مٹھل شاہ جیسی شخصیت میرے لیے انتہائی کارآمد ہو سکتی تھی لیکن اگر وہ مجھے کسی مسئلے میں اپنا آلہ کار بننا چاہتا ہے تو یہ اس کی حماقت ہوگی میں حکمران تھا محکوم کبھی نہیں بن سکتا تھا اور یہ بات میں مٹھل شاہ پر ثابت کروں گا حالانکہ اس کی ایک جھلک تو وہ دیکھ ہی چکا تھا مجھ سے گفتگو بھی کی تھی اس نے اس بارے میں اس نے دیکھا تھا کہ اس کے پستول کی زد پر آنے کے بعد میں نے اس کی مدد کرنے کا ارادہ نہیں کیا تھا بلکہ جب وہ میرے پستول کی زد پر آگیا تھا تب میں نے اس کی مدد کی تھی رات کے کسی حصے میں نیند آگئی اور شاید رات کو دیر تک جاگنے کی وجہ سے صبح کو بھی دیر تک سویا بیرو موجود نہیں تھا شاہد بھائی نے ہی دروازہ بجا بجا کر مجھے جگایا اور میں نے دروازہ کھولا تو وہ پریشان لہجے میں بولے۔“

”خیر تو ہے فیصل کیا بات ہے طبیعت ٹھیک ہے؟“

”ہاں شاہد بھائی بس رات کو ذرا بے سکوئی رہی اس لیے صبح دیر تک سوتا رہا ہوں۔“

”خدا کا شکر ہے میں تو پریشان ہو گیا تھا تم دفتر نہیں پہنچے تھے۔“

”آئیے کیا ہو رہا ہے دفتر میں۔“

”میری وجہ ہے۔“

”ہاں فیصل ایک ٹرک کے بعد دوسرا ٹرک بے شک ہمیں حاصل ہو گیا ہے لیکن ابھی اس کی قسطیں ادا ہو رہی ہیں بے شک کوئی پریشانی نہیں ہے، ہمیں لیکن یقین کرو میں نے یہ سوچا تھا کہ ٹرک حاصل کرنے کے بعد طوفانی انداز میں کام کروں گا اور پھر وہ ذریعہ اختیار کروں گا دولت حاصل کرنے کے لیے جو ممکن ہو سکتا ہے۔“

”شاہد بھائی رستم خان کو دیکھا آپ نے بہت تیز رفتاری سے دوڑ رہا تھا ٹھوکر کھائی گرا اور مر گیا یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کم از کم جس راستے پر دوڑنے کی کوشش کی جائے اس کے لیے قدم اتنے مضبوط تو ہونے چاہئیں کہ ہلکی پھلکی ٹھوکروں سے سنبھلا جاسکے یہ کیا کہ ٹھوکر کھائی گرے اور مر گئے زندگی کی کہانی ختم ہو گئی شاہد بھائی اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ لوگ اسمگلنگ کر کے دولت مند بن جاتے ہیں تو میں اس سے انکار نہیں کرتا برے کاموں میں دولت کا حصول بے شک ایک آسان چیز ہے لیکن وہ لوگ بھی تو ہوتے ہیں جو برے کاموں کو ختم کرنے کی کوششوں میں لگے رہتے ہیں میری مراد پولیس اور انتظامیہ کے دوسرے محکموں سے ہے اگر ہم نے ایک ٹرک کے بعد چھ ٹرک اور بتائے اور ان کا کوئی بہتر جواز نہ ہوتا ہمارے پاس تو کیا ہم دوسروں کی نگاہوں میں نہیں آسکتے وہ دولت جو آتے ہی خدشات میں مبتلا کر دے کیا ذہانت سے حاصل کرنے کا دعویٰ کیا جاسکتا ہے میرا خیال ہے کہ نہیں پہلے اپنے ارد گرد اتنی مضبوط دیواریں کھڑی کیجئے کہ نہ تو کوئی ان دیواروں کو ہلا سکے اور نہ ان کی بلندی عبور کر سکے ان میں جھانک سکے ایسی حالت میں اگر کام کیا جائے تب اسے ذہانت کہا جاتا ہے شاہد بھائی ورنہ چمکتی ہوئی چیزوں کو دیکھ کر تو سب ہی دوڑ سکتے ہیں۔“

”ارے بھائی فلاسفر میری کھوپڑی خالی مت کر دماغ کی چولیس ہلا کر رکھ دی ہیں تو نے میرے عزیز میرے دوست مقصد کیا ہے ان باتوں کا؟“ شاہد بھائی نے گھبرا کر کہا اور میں ہنسنے لگا پھر میں نے کہا۔

”آپ میری زندگی سے مطمئن ہو جائیں شاہد بھائی میری زندگی بالکل اطمینان بخش ہے آپ نے اصل میں ایک چھوٹی سی منزل کا تعین کر لیا ہے لیکن میں ابھی ایک ایسے وسیع و عریض میدان میں کھڑا ہوں جس کا آخری سرا مجھ کو نظر نہیں آ رہا چلنا ہے شاہد

بھائی اس ویرانے اور ناہموار میدان میں چلنا ہے ابھی سے ہانپ گئے تو آگے کا سفر کیسے جاری رہ سکے گا اس چھوٹے سے فلیٹ میں مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے آپ صرف اس وجہ سے پریشان ہو رہے ہیں کہ میں یہاں تنہا ہوں زیادہ سے زیادہ پیرو ہے میرے پاس آپ کی خواہش ہے کہ میں ایسے گھر میں رہوں جہاں ملازم ہوں آسائشیں ہوں شاہد بھائی اگر ابھی سے ہم نے کسی ایسے گھر کا انتخاب کر لیا تو آپ کا کیا خیال ہے آگے کے مشکل راستے پر سفر کر سکیں گے۔“

”نہیں کر سکیں گے خدا کے لیے مجھے معاف کر دو آئندہ نہیں کروں گا۔“

”گھبرا گئے نا۔“

”یار بس تمہیں دیکھ کر گھبراتا ہوں میرے پاس تو ایک گھر ہے ماں ہے، بہن ہے بھائی ہے باپ ہے تم اکیلے ہو اور یہاں بالکل بے سارا۔“

”نہیں شاہد بھائی میرے ساتھ میرا عزم میری امتگیں ہیں حوصلے ہیں اور پھر بقول آپ کے تنہائی ہوتی ہے تو یہ سب میرے ارد گرد جمع ہو جاتے ہیں مجھے منزل پر پہنچنے کے راستے بتاتے ہیں اور میں ان سے منزل کے بارے میں گفتگو کرتا ہوں بالکل اکیلا نہیں ہوں میں میری طرف سے یہ خیال دل سے نکال دیتے۔“

”بہر حال کوئی خاص کام نہیں ہو رہا فیصلہ ہونا چاہیے۔“

”ہو گا بہت وقت پڑا ہے ابھی ہو گا۔“

”اویار سنو ایک رشتہ آیا ہے فردوسی کے لیے لڑکا بینک میں ملازمت کرتا ہے پڑھا لکھا ہے گھرانہ بھی ٹھیک ٹھاک ہے نیو کراچی کے ایک کوارٹر میں رہتے ہیں وہ لوگ کیا خیال ہے اس سلسلے میں بات آگے بڑھائی جائے۔“

”نہیں۔“ میں نے ٹھوس لہجے میں جواب دیا اور شاہد بھائی چونک کر مجھے دیکھنے لگے پھر چائے کی پیالی کا آخری گھونٹ لے کر ہونٹ خشک کرتے ہوئے بولے۔

”کیوں؟“

”اس لیے شاہد بھائی کہ زندگی کی ابتدا جہاں سے ہو وہ جگہ پیشانی پر چپک کر رہ جاتی ہے ابھی ہمیں کوئی جلدی نہیں ہے ایک راستہ طے کر لیں اس کے بعد دوسرے راستے کا تعین کریں گے فردوسی کے لیے ہمیں کوئی اچھا گھر چاہیے کوٹھی کوئی بنگلہ جہاں

کئی کاریں موجود ہوں اور اس گھر کو تلاش کرنے کے لیے ہمیں اپنا گھر بنانا ہو گا اس معیار کا اس قابل اس کے بعد اس گھر میں جو رشتے آئیں گے وہ ہمارے شایان شان ہوں گے ہم زندگی کو راستے ہی میں قتل نہیں کر دینا چاہتے ابھی تو آگے بڑھیں گے مشکلات کا حل ہماری مٹھی میں ہے یہ سب کچھ فرسودہ سوچ کا نتیجہ ہے۔ انتظار کرنا ہو گا اس رشتے کو مسترد کر دیجئے چاہے وہ کیسے ہی لوگ ہوں۔" شاہد بھائی کے بدن میں جھرجھری سی آگئی تھی انہوں نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"بعض اوقات تو تم سے خوف سا محسوس ہونے لگتا ہے فیصل یوں لگتا ہے جیسے تمہارے اندر کوئی بہت ہی خوفناک انسان بول رہا ہو تمہاری آواز لرزا دینے والی ہوتی ہے۔" میں نے خاموشی سے شاہد بھائی کا چہرہ دیکھا دیکھتا رہا پھر آہستہ سے کہا۔

"ہاں شاہد بھائی میں اپنی ذات میں اتنی گہرائیاں رکھتا ہوں کہ شاید آپ ان گہرائیوں کی تہ میں جھانک نہ سکیں معافی چاہتا ہوں بڑی بڑی باتیں کر رہا ہوں لیکن مجھے موقع تو دیجئے ان بڑی باتوں کی تکمیل کا تھوڑا سا وقت تو دیجئے مجھے ابھی جمعہ جمعہ آٹھ دن ہوئے ہیں ہمیں اس زندگی کو اپنائے ہوئے جلد بازی نہیں شاہد بھائی جلد بازی نہیں۔"

"کان پکڑے بابا آج سے واقعی تمہارے سامنے کان پکڑتا ہوں کمال ہے یا ایک بیوقوف سالز کا سمجھ کر جو ایک ٹرانسپورٹ کمپنی کے دفتر میں بیٹھا مال بک کرتا تھا میں نے یہ جرات کر ڈالی تھی کہ اپنی کچھ چیزیں تمہارے ذریعے بھجوا دیں مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہاں اس میز کے پیچھے پڑی ہوئی کرسی پر ایک پوری انجمن آباد ہے۔" میں ہنسنے لگا تھا کچھ دیر کے بعد میں نے کہا۔

"شاہد بھائی آپ ایک تعاون کریں گے مجھ سے؟"

"ہاں کہو۔"

"میں ٹرک لے کر جاتا ہوں باہر اور میرا کافی وقت صرف ہو جاتا ہے آپ یوں کریں تھوڑا سا اسٹاف بڑھائیں اب ہمیں وہ موقع مل گیا ہے کہ ہم اپنی منزل کی جانب چند قدم اور آگے بڑھیں میں یہاں رک کر کچھ نئے کام کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیا نئے کام؟"

"ابھی ان کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا ہے میں نے۔"

جہاں تک کیا اعتراض ہو سکتا ہے بھائی پیرو ہمارے پاس ہے ایک ٹرک میں لے جاتا ہوں دو سرائیرو لے جائے گا اگر تم چاہو تو کچھ لوگوں کو اور رکھ لیتے ہیں بلکہ میں تو کئی دن سے سوچ رہا تھا کہ تم سے بات کروں ہمیں اپنے لیے اب چند افراد کی اشد ضرورت ہے اچھے قسم کے لوگ میں تلاش کر لوں گا اس کی تم بالکل فکر نہ کرو میرا خیال ہے ہم انہیں آسانی سے تنخواہ وغیرہ بھی دے سکتے ہیں۔"

"یہ کام کر لیں شاہد بھائی مجھے جب بھی موقع ملے گا میں اس طرف بھی کام کروں گا باقی اور کوئی معاملہ ایسا نہیں ہے جو ہمارے لیے گفتگو کا موضوع ہو اور ایک بات میں آپ سے عرض کروں جلد بازی بالکل نہیں کریں گے اب بہت سے لوگ آپ کی طرف متوجہ ہوں گے میرا مطلب سمجھ رہے ہیں نا آپ وہ کام جو رستم جان کرتا تھا اور دوسرے لوگ کرتے ہیں آپ اس سے انکار کر کے اپنی ساکھ بنائیے اور اس ساکھ کی تشہیر کیجئے۔ سمجھ رہے ہیں نا لوگ آپ کو ایک ایماندار آدمی کی حیثیت سے جاننے لگے ہیں ایک بار ساکھ بن جائے تو پھر مشکل ہی سے ٹوٹتی ہے بس آپ اپنے آپ کو اپنی شخصیت کو بالکل مختلف انسان ثابت کر دیں پھر دیکھیں تماشا۔"

"اور تم اس میں میرے ساتھ نہیں ہو گے؟"

"ہاں شاہد بھائی مجھے تھوڑی سی فرصت درکار ہے۔"

"کیسی بات کر رہے ہو یا مالک ہو تم میں بھلا اس کا کیا حق رکھتا ہوں کہ تم سے کوئی مطالبہ کروں۔"

"نہیں شاہد بھائی حق تو بہت کچھ رکھتے ہیں آپ یہ تو تعاون والی بات ہوگی کوئی بہتر نتیجہ نہ نکلے تو آپ مجھ سے پورا پورا حساب لے سکتے ہیں۔"

"بس کرو ان باتوں کو آج تم نے مجھے ایک بار پھر دیوانا کر دیا ہے تو پھر یہ بتاؤ ابا سے کیا کہوں اس سلسلے میں۔"

"ان سے کہئے میں نے منع کر دیا ہے کہ ہم ابھی فردوس کی شادی کرنے کے بارے میں بالکل نہیں سوچ سکتے اس کے لیے ہمیں وقت درکار ہے انہیں اس بات کا اطمینان دلائیے کہ شادی ان کی زندگی میں ہی ہوگی اور ایسی جگہ ہوگی کہ ان کی روح تک خوش ہو جائے گی۔"

”او کے چیف میں ابا کو سمجھا دوں گا۔“ شاہد بھائی مطمئن ہو کر پھر کے **muhammad nadeem** کے پاس پہنچے بہت عمدہ مہمانی وہاں پر ہوئی اور وہاں سے دوسری

”اچھا یہ بتاؤ آج کا کیا پروگرام ہے۔“

”میری تو چھٹی ہی ہو گئی ہے بس یوں سمجھ لیجئے کہ اب ذرا طویل رخصت درکار

ہے دیے ایک آدھ دن کے اندر اگر موڈ بنا تو پھر کام کر لوں گا کافی الحال آپ اپنے آدمیوں

بندوبست کر لیجئے اور میرا خیال ہے کہ اس میں کوئی دقت نہیں ہوگی۔“

”بالکل دقت نہیں ہوگی تم بے فکر رہو۔“ شاہد بھائی نے کہا اور میں مطمئن ہوا

اس دن دوپہر کو پیرو واپس آگیا اپنے مخصوص انداز میں مسکراتا ہوا اور اڑے اڑے کر

ہوا بہت دیر تک پیرو سے باتیں کرتا رہا تھلا پیرو اپنی اس زندگی سے بہت خوش اور بہت

مطمئن تھا۔

”دوپہر کے کھانے سے فارغ ہو کر دفتر پہنچا اور پیرو اور شاہد بھائی سے گپیں لڑاتا رہا

باہر کا کام جاری تھا اور بہت سے لوگوں سے شناسائی ہو گئی تھی شاہد بھائی نے ایک شخص

سے ملاقات کرائی اور کہا کہ یہ ہمارے لیے کارآمد ہو سکتا ہے ہم نے اس شخص سے گفتگو

کر کے اپنا ملازم رکھ لیا تھا پانچ ساڑھے پانچ بجے شاہد بھائی اپنی جگہ سے اٹھ گئے۔“

”اچھا اب میں چلتا ہوں‘ پیرو اب تم سارے کام سنبھال لینا وہ کشن والا اگر آجائے

تو اس سے کشن کی بات کر لینا تمہارا کیا پروگرام ہے فیصل؟“

”کوئی خاص نہیں شاہد بھائی بس یوں ہی آوارہ گردی کرنا اور کیا ہو سکتا ہے۔“

”میں جاؤں۔“

”بسم اللہ جائیے۔“ میں نے کہا شاہد بھائی تشریف لے گئے ساڑھے سات اور پھر

اٹھ بج گئے اور پھر اس کے بعد میں اپنی روائی کی تیاریاں کرنے لگا مٹھل شاہ کو کسی طور

نظر انداز نہیں کر سکتا تھا یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ جس شخص کے پاس وہ مجھے بھیج رہے ہیں وہ

کیا شے ہے اور مٹھل شاہ کا مجھے وہاں بھیجنے کا کیا مقصد ہے نو بجے تیار ہو کر باہر نکل آیا

تھوڑے ہی فاصلے پر ٹیکسی میں بیٹھ کر میں اس علاقے کی جانب چل پڑا جس کے بارے

میں مجھے ہدایات دی گئی تھیں حسن سکوار سے آگے اسٹیڈیم روڈ کی طرف جانا تھا وہیں بنے

ہوئے لٹیوں میں سے ایک فلیٹ میری موجودہ منزل تھی بلڈنگ کا نام پڑھا اور ٹیکسی رکوالی

بل ادا کر کے آہستہ آہستہ ٹھلنے کے سے انداز میں آگے بڑھ گیا بہت خوبصورت عمارت

پہنچنے والے راستے کی جانب چل پڑا لفٹ نہیں تھی سیڑھیوں کے ذریعے دوسری

منزل پر پہنچا دس بجتے میں اب دو منٹ باقی رہ گئے تھے چنانچہ یہ دو منٹ بھی میں نے وہیں

نہاڑے اور جب گھڑی کی سوئیاں ٹھیک دس پر پہنچیں تو میں نے فلیٹ کے کال بیل بٹن

انگلی رکھ دی دروازہ کھلنے میں ایک لمحہ بھی نہ لگا تھا خوبصورت نیلے رنگ کے اسکرٹ

ن ملبوس ایک تقریباً اکیس سالہ لڑکی نے دروازے کھولا تھا بہت ہی اسماٹ اور خوش

ہل نظر آ رہی تھی مجھے دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر استقبالیہ مسکراہٹ پھیل گئی پھر اس نے

آہستہ سے کہا۔“

”مسٹر فیصل۔“

”جی۔“

”تشریف لائیے غوری صاحب آپ کا انتظار کر رہے ہیں میں خاموشی سے اندر بڑھ

گیا لڑکی مجھے لیے ہوئے ڈرائنگ روم تک آئی تھی اس نے دروازہ کھول کر ہاتھ کے

شارے سے اندر چلنے کو کہا ڈرائنگ روم جگمگ کر رہا تھا انتہائی قیمتی فرنیچر موٹا قالین

بہت لگا ہوا قیمتی فانوس اطراف کی سجاوٹ بھی بے مثال تھی اس نے مجھے صوفے پر

بیٹھنے کا اشارہ کیا۔“

”میں غوری صاحب کو اطلاع کئے دیتی ہوں۔“ لڑکی نے کہا میں نے گردن خم کر

دی لڑکی باہر نکل گئی تھی میں خاموشی سے دروازے کی جانب دیکھتا رہا زیادہ دیر نہیں

گزری تھی صرف دو منٹ کے بعد دروازہ آہستہ سے کھلا اور ایک دراز قامت شخص

ایک خوبصورت گاؤں میں ملبوس اندر داخل ہوا میں نے اس کا چہرہ دیکھا اور میرے ذہن

کو ایک شدید جھٹکا لگا آنے والا خوش شکل آدمی تھا اس کے چہرے پر ڈاڑھی تھی بال

انتہائی نفاست سے ترتیب دیے گئے تھے لیکن وہ کافی بڑے بڑے تھے جس بات سے

میرے ذہن کو جھٹکا لگا تھا وہ یہ تھی کہ صرف تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ یہ شخص سو فیصد

مٹھل شاہ سے ملتا جلتا تھا فرق صرف یہ تھا کہ مٹھل شاہ ذرا بے ترتیب نظر آتا تھا جب کہ

اس شخص کی داڑھی مونچھوں اور بالوں میں کافی ترتیب تھی اور وہ بے ترتیب نظر نہیں

آتے تھے آنے والے کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی اس نے آگے بڑھ کر

مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

”مجھے سعید غوری کہتے ہیں میں خاموشی سے اس کا چہرہ دیکھتا رہا آواز بھی مٹھل سے مختلف نہیں تھی وہ مجھے صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کر کے خود بھی میرے سامنے بیٹھ گیا۔“

”سنائیے مسٹر فیصل کیسے مزاج ہیں آپ کے میں اس دوران کچھ فیصلے کرتا رہا تھا اور اب مجھے یہ سمجھنے میں دقت نہیں ہو رہی تھی کہ سعید غوری درحقیقت مٹھل شاہ کا دوسرا روپ ہے میں نے مدہم سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔“

”اس میں کوئی شک نہیں ہے شاہ صاحب کہ آپ نے مجھے حیران کر دیا ہے۔“

”ارے کیا تم مجھے مٹھل شاہ سمجھ رہے ہو لوگوں کا خیال ہے کہ میں اس کا مٹھل ہوں لیکن ذرا غور کرو تو تم کو مجھ میں اور اس میں فرق نظر آئے گا۔“ اس شخص نے کہا

لیکن میری مسکراہٹ میرے ہونٹوں سے چپکی رہی پھر میں نے کہا۔“

”اگر آپ مجھے باور کرانا چاہتے ہیں شاہ صاحب کہ آپ مٹھل شاہ نہیں ہیں تو میں اخلاقاً خاموش ہو جاؤں گا ہو سکتا ہے کہ آپ کسی وجہ سے اپنی شخصیت چھپا رہے ہوں لیکن ایک بات آپ سے عرض کروں کہ جب کوئی اجنبی، اجنبی سے ملتا ہے تو اس کے انداز میں اس قدر اطمینان نہیں ہوتا پورا چہرہ سنبھالا جاسکتا ہے لیکن آنکھوں کا تجسس کبھی نہیں چھپایا جاسکتا اور آپ کی آنکھیں اس بات کا اظہار کر رہی ہیں کہ آپ کسی شناسا سے مل رہے ہیں بہت بڑی بات کر رہا ہوں میں، لیکن آپ یقین کیجئے کہ آپ لاکھ بار کہیں کہ آپ مٹھل شاہ نہیں ہیں تو میں خاموش ضرور ہو جاؤں گا مگر اس پر یقین نہیں کروں گا۔“

سعید غوری یا مٹھل شاہ کوئی جواب دینا چاہتا تھا کہ دروازے پر پھر آہٹ ہوئی اور اس بار جو خاتون اندر داخل ہوئی ان کی عمر تیس بتیس سے کم نہیں تھی بہت ہی متناسب بدن کی مالک ایک بہت ہی خوبصورت لباس میں ملبوس چہرے پر متانت چھائی ہوئی جس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ بہت ہی اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتی ہے ہلکا سا میک اپ، ہلکا سا زیور۔ چال میں انوکھا بانگن انہوں نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور ہاتھ آہ بڑھاتی ہوئی بولیں۔

”یقیناً“ میں مسٹر فیصل سے مخاطب ہوں۔“ یہ لمحہ میرے لیے ذرا مشکل لمحہ تھا چونکہ یہ زندگی کا پہلا مرحلہ تھا جب کسی خاتون سے اس طرح ہاتھ ملانا پڑا تاہم میں نے

By Muhammad Nadeem

ہاتھ کو چند لمحات تک دبائے رکھا۔ اور پھر اسے چھوڑے بغیر بولی۔

”مجھے میڈم خان کہا جاتا ہے۔“ میں نے گردن خم کی اور خاتون نے ہاتھ کے اشارے سے مجھے بیٹھنے کے لیے کہا البتہ مٹھل شاہ یا سعید غوری بیٹھا رہا تھا اس نے کہا۔“

”میڈم خان اپنا تعارف کرا چکی ہیں مزید تعارف بعد میں ہو گا میڈم خان دیکھ لیجئے یہ ہیں آپ کے فیصل لیکن مشکل یہ ہے کہ یہ مجھے سعید غوری تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں بلکہ مٹھل شاہ ہی کہہ رہے ہیں اب آپ بتائیے میں انہیں کیا جواب دوں۔“

”آپ اس سے کیسے شاہ صاحب کہ آپ سعید غوری نہیں مٹھل شاہ ہی ہیں۔“

”چلئے دو دوٹ ہو گئے اب ہماری کیا چل سکتی ہے ٹھیک ہے بھی فیصل ہمیں مٹھل شاہ کہہ سکتے ہو لیکن بہتر یہ ہو گا کہ یہاں تم ہمیں غوری کے نام سے مخاطب کرو۔ میڈم خان ہماری دست راست ہیں اور روزی ہمارے تمام کام کی نگرانی روزی وہ لڑکی ہے جس سے تم مل چکے ہو ہم تینوں دوستوں کی مانند رہتے ہیں روزی بھی یہاں پہنچ جاتی لیکن اسے ہدایات کر دی گئیں ہے کہ پہلے وہ تمہاری خاطر مدارت کا بندوبست کر لے اس کے بعد ہماری اس نشست میں شریک ہو یقینی طور پر تمہیں اس بات پر حیرت ہوگی کہ لاٹھی میں آستانہ مٹھل شاہ کا مٹھل یہاں سعید غوری کے نام سے کیوں رہتا ہے بتانا یہی مقصود تھا کہ انسان کو نجانے کیسی کیسی شخصیتوں سے واسطہ پڑتا ہے دوہری شخصیت کے حامل کسی شخص کو بڑی آسانیاں حاصل ہو جاتی ہیں اور پھر ابھی تو تمہیں یہ بھی نہیں معلوم ہو گا کہ مٹھل شاہ کی شخصیت دوہری نہیں اور بھی بہت کچھ ہے۔“ میں خاموشی سے مٹھل شاہ کا چہرہ دیکھتا رہا مٹھل شاہ نے سنجیدگی سے کہا۔

”دراصل یہ جاننے کے بعد کہ تمہارے اندر بے شمار خوبیاں پوشیدہ ہیں میں نے تمہارے بارے میں کچھ فیصلے کیے ہیں اور اس سلسلے میں میں نے میڈم خان سے بھی گفتگو کی ہے میڈم خان میں بغیر کسی تکلف کے فیصل کے بارے میں آپ سے آپ کی رائے جانتا چاہتا ہوں۔“ میڈم خان نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

”مسٹر غوری میں نے تو ہمیشہ ہی یہ بات تسلیم کی ہے کہ آپ کی نگاہ بہت دور رس ہے اور یقینی طور پر میں اس وقت سے فیصل صاحب کے بارے میں متجسس تھی جب سے

آپ نے ان کا تذکرہ مجھ سے کیا تھا میں دیکھنا چاہتی تھی کہ آخر ایچ کون کی شخصیت ہے؟
 کہ جسے مٹھل شاہ نے پہلی بار اس قابل سمجھا کہ اسے اپنا جانشین بنائے فیصل کے بارے
 میں جہاں تک میری رائے ہے میں یہ سمجھتی ہوں کہ آپ کا فیصلہ درست ہے ان کے
 اندر وہ خوبی پوشیدہ ہے جو کسی زیرک اور ذہین انسان کے اندر ہو سکتی ہے اور پھر
 خصوصاً ان کے بارے میں آپ نے مجھے جو تفصیلات بتائیں وہ بھی میرے لیے باعث
 دلچسپی ہیں۔“

”تو پھر اس کا مقصد ہے کہ آپ فیصل کے بارے میں میری رائے سے متفق
 ہیں۔“
 ”سو فیصدی“

”اب میں بغیر وقت ضائع کیے فیصل سے اپنا مقصد بیان کروں مائی ڈیر فیصل
 دراصل اس دنیا میں جینے کے لیے سب سے بڑا سارا دولت ہوتی ہے پہلا سوال میں تم
 سے یہ کرنا چاہتا ہوں کہ کیا تمہیں دولت سے دلچسپی ہے؟“

”کیوں نہیں مسٹر غوری کون نہیں چاہتا کہ اپنے لیے ایک بہتر مستقبل تلاش
 کرے؟“
 ”دولت کے حصول کا طریقہ جانتے ہو مائی ڈیر مسٹر فیصل۔“

”آہستہ آہستہ اس دنیا سے سیکھ رہا ہوں ابھی اس دنیا کو بہت زیادہ نہیں سمجھ پایا
 ہوں۔“

”وہی سمجھانے کے لیے میں تمہارا کچھ وقت صرف کرنا چاہتا ہوں۔“
 ”بات دراصل یہ ہے مسٹر غوری کہ میں جرم کے راستے دولت کا حصول نہیں
 چاہتا۔“ میرے ان الفاظ پر میڈم خان اور مٹھل شاہ چونک پڑے پھر مٹھل شاہ نے مجھے
 دیکھتے ہوئے کہا۔

”جرم کیا ہوتا ہے فیصل کیا تم اس کی تشریح کر سکتے ہو؟“
 ”ہر وہ کام جو قانون کی گرفت میں آئے۔“

”معاف کرنا میرے دوست اگر تم یہ بات کہتے ہو تو صبح کو جس وقت تم اپنے گھر کی
 چار دیواری سے باہر نکلتے ہو اور جو عمل کرتے ہو اس میں ایک بھی لمحہ ایسا نہیں ہوتا جو

قابل گرفت نہیں ہوتا تو اسے قابل گرفت بنالیا جاتا
 ہے۔ بشرطیکہ کسی کو شبہ ہو جائے کہ تم مستقبل کے بڑے آدمی بننے والے ہو یا بن چکے
 ہو دنیا میں لاتعداد کاروبار چل رہے ہیں ہاں اگر تم جرم اس کو کہتے ہو یعنی قتل، ڈاکہ زنی یا
 بلیک میلنگ یا کوئی ایسا کام جو کسی کو زندگی سے دور کر دے تو میں اسے تسلیم کرنے کے
 لیے تیار ہوں دوسری چیز ہوتی ہے کاروبار، کاروبار کے لیے بڑے بڑے کاروباری لوگوں کی
 زندگی کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لو وہ بہت ایمانداری سے اپنا کام کرتے ہیں لیکن اس کاروبار
 میں بے شمار افراد کو گھانا بھی ہوتا ہے اور بے شمار افراد نفع بھی اٹھاتے ہیں لیکن کاروبار
 کاروبار کہلاتا ہے نفع و نقصان زندگی کے ساتھ جاری رہتا ہے اصل چیز فن ہے اگر تم فن
 کے ذریعے دولت حاصل کرو اور انسانی کمزوریوں کو سمجھ کر ان سے فائدہ اٹھاؤ تو میں یہ
 سمجھتا ہوں کہ ہم اسے جرم کی حد میں نہیں لاسکتے بے شمار لوگ ایسے ہیں جو اپنی تفریح
 طبع کے لیے لاکھوں اور کروڑوں روپے ضائع کر دیتے ہیں اگر ضائع کرنے والی دولت میں
 سے تھوڑا سا حصہ تمہارا ہو جائے تو کیا تم اسے جرم کہو گے میرے خیال میں وہ جرم نہیں
 فن ہوتا ہے چنانچہ میں یہ چاہتا ہوں کہ تم فنکار بنو فن سے مارو پہلے اپنی ایک شخصیت بناؤ
 اور اس کی بعد یہ فیصلہ کرو کہ کون شخص تمہارے لیے کس قدر کارآمد ہو سکتا ہے میں
 تمہیں اس دور کے فن کی سائنس سے باخبر کرنا چاہتا ہوں اس کی ہلکی سی مثال میں تمہیں
 اپنی شخصیت سے رہتا ہوں وہ لوگ جو اپنے مسائل کے حل کے لیے پیر مٹھل شاہ کے پاس
 آتے ہیں ان میں بے شمار لوگ خامے دولت مند ہوتے ہیں بہت سے ایسے بھی ہوتے
 ہیں جو صرف عقیدت رکھتے ہیں اور اپنی الجھنوں کا شکار ہو کر مجھ سے ان الجھنوں کا حل
 مانگتے ہیں جہاں تک مجھ سے ہوتا ہے میں ان کے لیے الجھنوں کا حل تلاش کرتا ہوں
 انہیں ان بڑے آدمیوں کے ذریعے مطمئن کرتا ہوں جو خود بھی میرے دست نگر ہوتے
 ہیں اور مجھ سے اپنے سے بڑے آدمیوں کے ذریعے فائدہ حاصل کرتے ہیں مائی ڈیر مسٹر
 فیصل میں نے اس سلسلے میں دو سیل بنا رکھے ہیں ریڈ سیل اور وائٹ سیل میرے کچھ افراد
 ریڈ سیل میں کام کرتے ہیں اور کچھ وائٹ سیل میں بس یوں سمجھ لو کہ میں ان لوگوں سے
 زمانہ شناسی کا کام لیتا ہوں اور یہ معلوم کرتا ہوں کہ کون شخص کہاں سے کہاں تک جا رہا
 ہے کہیں اگر وہ ٹھوکر کھا کر گر جائے تو میں اسے سنبھالتا ہوں اور اس کا معاوضہ وصول کر

لیتا ہوں پیر مٹھل شاہ کی حیثیت سے لوگ اپنے دل کی وہ تمام داستانیں مجھ سے کہہ دیتے ہیں جنہیں شاید کبھی وہ اپنے اہل خاندان کے سامنے بیان کرنا مناسب نہ سمجھیں اور پھر میں نہایت ذہانت سے ان داستانوں میں سے اپنے لیے کوئی نکتہ نکال لیتا ہوں بس یہی نکتہ میرے لیے کارگر ہوتا ہے۔“

”دیری گڈ“ لیکن حصول دولت کا ذریعہ کیا ہوتا ہے مسٹر سعید غوری؟“ میں نے بے باکی سے سوال کیا۔

”کسی کمزور کی اس کمزوری سے پورا پورا فائدہ اٹھانا ہوتا ہے جو اسے کہیں بھی تباہ کر سکتی ہے یا اس کے اپنے ہاتھوں کسی کو نقصان پہنچانے کے بعد اس پر طاری ہو جاتی ہے۔“

”کیا ہم اسے بلیک میلنگ کا نام دیں گے؟“

”مبلغ بننے کی کوشش مت کرو فیصل وہ جس کے ساتھ وہ جو کچھ کر چکا ہوتا ہے اس کا خمیازہ بھگتا ہے اسے ہم بلیک میلنگ نہیں کہہ سکتے اور پھر بات صرف یہی نہیں ہے بلکہ ایک طریقہ کار دیکھنا ہوتا ہے کہ کون شخص کہاں اپنے کمزور پہلو رکھتا ہے بس وہیں سے اس سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔“ میں مسکراتی نگاہوں سے سعید غوری اور خوبصورت عورت میڈم خان کو دیکھ رہا تھا اور میڈم خان کی نگاہیں اس دوران مکمل طور سے میرے چہرے کا جائزہ لیتی رہی تھیں شاید وہ بہت ماہر چہرہ شناس تھیں اس نے ایک ہاتھ اٹھا کر کہا۔

”مسٹر سعید غوری میں درمیان میں مداخلت کی اجازت چاہتی ہوں۔“ سعید غوری

اس کی جانب متوجہ ہو گیا میڈم خان نے کہا۔

”میں دعوے سے یہ بات کہہ سکتی ہوں مسٹر غوری کہ مسٹر فیصل آپ کی باتوں سے پوری طرح متفق ہیں لیکن بس یہ اپنی تسکین کے لیے آپ سے معلومات حاصل کر رہے ہیں۔“

”مجھے اس عورت کے سامنے غصہ لانا پڑا تھا تاہم میں مسکراتا ہی رہا مٹھل شاہ مجھے

بخور دیکھتا رہا تھا پھر اس نے کہا۔“

”فیصل میں نے پہلے ہی اس بات کا اندازہ کر لیا تھا کہ تم اپنی عمر سے بہت آگے کے

انسان ہو گیا میڈم خان کا کہنا درست ہے۔“

ہاں مسٹر سعید غوری اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ میڈم خان اپنے فن میں یقیناً ماہر ہیں بات دراصل یہ ہے مسٹر غوری کہ میری زندگی سے بھی کچھ ایسے واقعات وابستہ ہیں جن کی چھان بین میں کرنا چاہتا ہوں اور اس کے لیے میں نے کچھ راستوں کی تلاش شروع کر دی تھی یہ صرف اتفاق ہے اس طرح آپ سے ملاقات ہو گئی اور دوسری بار آپ سے ملاقات ہوئی اور میں نے یہ محسوس کیا کہ آپ ان لوگوں میں سے ہیں جو میرے مددگار بن سکتے ہیں بات صرف اتنی سی ہے مسٹر سعید غوری کہ میں دوسرے نمبر کا انسان نہیں ہوں میں پہلے نمبر کی بات کرنا چاہتا ہوں اور یہ بات میری حیثیت سے بہت بڑی ہے ایک معمولی ٹرک ڈرائیور کی حیثیت سے میں آپ کے پاس آیا تھا حقارت سے میرے اس مطالبے کو ٹھکرا بھی سکتے ہیں لیکن آپ یقین کیجئے کہ آپ کے جانے کے بعد بھی میری مسلسل کوششیں جاری ہیں میں صرف نمبروں سے اپنے آپ کو شروع کرنا چاہتا ہوں نمبر دو میری فطرت سے مطابقت ہی نہیں رکھتا۔ ”نجانے کیوں میڈم خان کے چہرے پر ایک خوشی کا تاثر ابھرا تھا خود مٹھل شاہ مجھے دلچسپی اور حیرت کی نگاہ سے دیکھ رہا تھا پھر اس نے کہا۔“

”مجھے بھی ایک نمبر کا درکار تھا دو نمبر تو ان سڑکوں، گلیوں بازاروں میں بے شمار مل

جاتے ہیں میڈم خان آپ تصدیق کیجئے میری بات کی۔“

”آپ کا کہنا بالکل درست ہے مسٹر غوری۔“

”اچھا میرا خیال ہے ہم بہت سی گفتگو کر چکے اب ہم اس گفتگو سے ہٹ کر اصل مطلب کی طرف آتے ہیں۔“ لیکن مطلب پر آنے سے پہلے ہم لوگوں کو دردازے کی طرف متوجہ ہونا پڑا تھا جہاں سے روزی ایک ٹرالی دھکیلتی ہوئی اندر آرہی تھی ٹرالی پر چائے کا ایک سیٹ سجا ہوا تھا اور بھی چند چیزیں تھیں جو نفاست سے ہمارے سامنے شیشے کی ٹاپ والی میز پر سجادی گئی تھیں ٹرالی کو ایک سمت کر کے روزی بھی میڈم خان کے قریب ہی صوفے پر بیٹھ گئی تھی۔

”روزی فیصل سے تمہارا مختصر تعارف تو ہو ہی چکا ہے بس یہ سمجھ لو کہ یہی فیصل

ہیں۔“

جی میں سمجھ چکی ہوں۔“ روزی نے شرارت آمیز لہجے میں کہا اور ہنس پڑی
نجانے کیوں مجھے اس کی ہنسی بہت دلکش محسوس ہوئی تھی ویسے بھی اس کے ہونٹوں کی
تراش انتہائی پرکشش تھی اس کا اندازہ مجھے پہلی ہی نگاہ میں اسے دیکھ کر ہو گیا تھا۔ چائے
کے دور کا آغاز ہو گیا اور ہم لوگ خاموشی سے چائے پیتے رہے پھر اچانک ہی مٹھل شاہ بول
پڑا۔
”تو فیصل میرے خیال میں تم میری باتوں سے کافی حد تک متفق ہو گئے ہو گے کیا
میرا اندازہ غلط ہے۔“

”نہیں غوری صاحب اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس دنیا میں اپنا مقام حاصل
کرنے کے لیے کچھ نہ کچھ کرنا ہی پڑتا ہے۔“

”مجھے یہ بتاؤ کہ ٹرک ڈرائیوری سے تمہیں کیا مل رہا ہے؟“

”آمدنی کا مسئلہ بالکل مختلف ہے غوری صاحب۔ یوں سمجھ لیں مجھے اپنے گزارے
میں کوئی مشکل کبھی پیش نہیں آتی۔“

”کیا یہ ممکن ہے کہ تم وہ ملازمت چھوڑ دو۔“

”بالکل ممکن ہے اگر اس کی کوئی ضرورت پیش آئے۔“

”ضرورت پیش آگئی ہے دیکھو فیصل یہ جگہ جہاں میں تم سے سعید غوری کی حیثیت
سے ملا ہوں صرف میرے روزی اور میڈم خان کے علم میں ہے یہاں میری جو شخصیت
ہے لائڈھی کے اس آستانے میں کوئی بھی شخص نہیں جانتا کہ میں یہاں بھی پایا جاتا ہوں یہ
شخصیت اس شخصیت سے بالکل الگ ہے تم یہ سمجھ لو کہ اگر کسی کو اپنے اہم راز میں
شریک کیا جاتا ہے تو اس کی کچھ بنیاد ہوتی ہے تم میری زندگی بچانے کا باعث بنے ہو اور
میں نے تمہیں بہت بڑی اہمیت دی ہے اپنی نگاہ میں مجھے یقین ہے کہ تم نے میری اس
بات پر یقین کر لیا ہو گا اگر تم مجھ تک خود نہ پہنچ جاتے تو میں تمہیں تلاش کرتا ہوا تمہارے
پاس پہنچ جاتا گویا میں نے تمہیں نظر انداز نہیں کیا تھا بس تھوڑا سا وقت گزر گیا تھا مختصر یہ
ہے فیصل کہ تمہیں ایک اچھا خاصا وقت میرے لیے نکالنا ہو گا اور تم یہاں اس فلیٹ میں
قیام کرو گے۔“ میں نے چونک کر مٹھل شاہ کو دیکھا پھر کہا۔

”یہ ضروری ہے؟“

جے حد ضروری یہ نہ سوچنا کہ کسی طور میں تمہیں کسی سے کم سمجھتا ہوں بلکہ تم
سے گفتگو کرنے کے بعد یہ اندازہ ہو گیا ہے کہ تم خود بھی بہت کچھ سمجھتے ہو لیکن جس
معاملے میں تمہارے قدم ابھی داخل نہیں ہوئے ہیں اس کی شناخت کرانا ہمارا فرض ہے
میڈم خان کچھ عرصے تمہاری تربیت کریں گی اور رفتہ رفتہ تمہیں اس بات کا علم ہو جائے
گا کہ ہم کیا چاہتے ہیں اس کے باوجود اگر تمہیں اس سے گریز ہو تو تمہیں کسی کام کے
لیے مجبور نہیں کیا جائے گا اگر ہم سے اتفاق کرو تو پھر یہ سمجھ لینا کہ ایک شاندار مستقبل
تمہارا منتظر ہے۔“ میں نے صرف ایک لمحے سوچا بہت زیادہ اداکاری کرنا بھی مناسب نہیں
تھا اب ان لوگوں سے تعاون کر ہی لینا چاہیے۔ چنانچہ میں نے آہستہ سے کہا۔
”میں صرف ایک ترمیم چاہتا ہوں اس میں مٹھل شاہ صاحب۔“
”سعید غوری۔“ مٹھل شاہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔
”معافی چاہتا ہوں مسٹر سعید غوری!“

”میری وہ حیثیت بھی برقرار رہنی چاہیے اس کی وجہ کیا ہے یہ بھی آنے والے
وقت میں آپ کو بتا دیا جائے گا لیکن میرا کسی نہ کسی شکل میں وہاں پایا جانا بھی ضروری
ہے۔“

”مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے دن کا کوئی بھی حصہ تم وہاں صرف کر سکتے ہو لیکن پھر
تم ٹرک تو نہ چلا سکو گے۔“

”نہیں یہ کام تو میں نہیں کر سکوں گا لیکن جیسا کہ میں نے آپ سے عرض کیا
شاید سے میری دوستی بھی ہے اور میں کسی پر بھی یہ ظاہر نہیں کرنا چاہتا کہ میں کہیں اور
مصروف ہو گیا ہوں اپنی یہاں موجودگی کا کوئی جواز تلاش کر لوں گا اور ان لوگوں کو مطمئن
کردوں گا یوں سمجھ لیجئے جیسے کہ آستانے میں آپ کی حیثیت مٹھل شاہ کی ہے اس طرح
وہاں میری حیثیت ٹرک ڈرائیور کی ہوگی یہاں آپ جو بھی مجھ سے چاہیں گے وہ ایک
بالکل ہی الگ سلسلہ ہو گا۔“

مٹھل شاہ تقبہ لگا کر ہنس پڑا تھا پھر اس نے کہا۔

”ویری گڈ۔“ دیکھا میڈم خان یہ ابھی سے شروع ہو گیا میں جانتا تھا اور میرا ہاتھ
کبھی کسی غلط آدمی پر نہیں پڑتا مجھے اپنے اوپر اتنا ہی بھروسہ ہے۔“ مٹھل شاہ نے کہا اور

میڈم خان گردن ہلانے لگی۔

”تو یہ بات طے ہو گئی کہ اب مسٹر فیصل میری تحویل میں ہیں۔“

”سو فیصل“ مٹھل شاہ نے کہا اور پھر اس کے بعد چائے کا کپ اٹھا کر میرے چائے

کے کپ سے ٹکرا کر بولا۔

”فی الحال ہم اسے ہی جام تصور کیے لیتے ہیں۔“ میں مسکرا رہا تھا اور روزی ہنسنے

لگی تھی اور اس کے بعد ہمارے درمیان دیر تک گفتگو ہوتی رہی پونے بارہ بج گئے تھے

مٹھل شاہ نے روزی سے کہا۔

”اور اب ڈیر روزی یہ تمہاری ڈیوٹی ہے کہ مسٹر فیصل کو ان کی رہائش گاہ پر پہنچا

آؤ۔“

”او کے چیف روزی نے گردن خم کرتے ہوئے کہا مٹھل شاہ پھر بولا۔“

”کل دن کو گیارہ بجے میڈم خان یہیں اس فلیٹ میں تمہارا انتظار کریں گی۔“

”میں حاضر ہو جاؤں گا۔“ میں نے کہا اور اس کے بعد میڈم خان اور مٹھل شاہ نے

مجھ سے ہاتھ ملایا اور روزی مسکراتی ہوئی میرے ساتھ نیچے اتر آئی تھی نیچے ایک

خوبصورت کار کھڑی ہوئی تھی جس کا تالا کھول کر روزی نے ڈرائیونگ سیٹ کے برابر والی

سیٹ کا دروازہ کھول دیا اور مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا میں بیٹھا تو وہ خود بھی میرے ساتھ بیٹھ

گئی اور کار اشارت ہو کر چل پڑی۔ روزی کے بدن کی بھینی بھینی خوشبو میری ناک سے

ٹکرا رہی تھی اور میرا ذہن خیالات میں ڈوب گیا تھا زندگی کا ایک نیا موڑ سامنے آیا تھا اور

مجھے اس پر کوئی تشویش نہیں تھی میری عمر تو تھی ہی تجربات کے لیے بے آواز کار سڑکوں

پر دوڑنے لگی اور میں خیالات میں ڈوبا رہا پھر اچانک ہی میں چونکا کار اس وقت لالو کھیت

دس نمبر تک پہنچی تھی میں نے روزی سے کہا۔

”مس روزی یہاں ٹیکسیاں موجود ہیں میرا خیال ہے آپ یہاں گاڑی روک

دیجئے۔“

”کیوں۔“ روزی نے چونک کر مجھے دیکھا۔

”یہاں سے میں با آسانی ٹیکسی میں بیٹھ کر اپنی منزل پر چلا جاؤں گا وہاں پہنچانے کے

بعد آپ کو یہ لمبا فاصلہ تنہا طے کرنا ہو گا اس کے علاوہ میں ابھی نہیں چاہتا کہ کوئی مجھے

”روزی نے گردن خم کر دی اور اس کے بعد کار المکرم اسکوائر کے سامنے روک

دی اس کی کار کے واپس جانے کے بعد میں نے ٹیکسی کی تلاش میں نگاہیں دوڑائیں اور

مجھے ٹیکسی مل گئی اپنے ٹھکانے پر پہنچ کر میں خاموشی سے لباس وغیرہ تبدیل کر کے بستر پر

لیٹ گیا یہ لمحات جو مجھ پر گزرے تھے میرے لیے بڑے سنسنی خیز تھے اس میں کوئی شک

نہیں کہ مٹھل شاہ کا دوسرا روپ دیکھ کر میں ششدر رہ گیا تھا لیکن میرے دل میں یہ خیال

بھی تھا کہ یہی دنیا تو میری تربیت کنندہ ہے جو نہیں دیکھا وہ دیکھنا از حد ضروری ہے۔ اور

اسی سے میں زندگی کی وہ حقیقتیں سمجھ پاؤں گا جو مستقبل کے راستے کھولتی ہیں میں نے

بنیادی طور پر اپنے لیے جن راستوں کا انتخاب کیا تھا ابھی تک کوئی ان سے واقف نہیں تھا

مستقبل کے کئی فیصلے میرے دل کی گہرائیوں میں پوشیدہ تھے لیکن کم از کم یہ تعین کرنا سیکھ

لیا تھا میں نے کہ کہاں سے مجھے کیا حاصل ہو سکتا ہے مٹھل شاہ جیسے آدمی کی تو مجھے سخت

ضرورت تھی میں نے اس سے بہت سی جذباتی باتیں بھی کی تھیں لیکن بستر پر لیٹ کر میں

نے دل ہی دل میں سوچا کہ دنیا کا کوئی بھی شخص اپنے آپ کو نمبر دو محسوس نہیں کرنا چاہتا

مٹھل شاہ مجھے کوئی لائن دکھا رہا تھا تو پھر اس کی برتری تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں ہو گا ورنہ

راستے رک جائیں گے یہ ایک غلطی ہوئی تھی کہ اس سے گفتگو کرتے ہوئے تاہم بات

بن گئی تھی میں اپنی اس نئی تبدیلی سے غیر مطمئن نہیں تھا دوسرے دن پھر شاہد بھائی کا

سامنا ہوا اور میں نے اس سے اپنے مقصد کا اظہار کر دیا تھا۔“

”شاہد بھائی جو کچھ میں نے آپ سے عرض کیا تھا اس کی تکمیل کا وقت آگیا ہے۔“

”کیا مطلب؟“ شاہد بھائی نے پوچھا۔

”کچھ عرصے آپ کے پاس سے غائب رہنا ہو گا۔“

”بھئی مجھے کوئی حق نہیں پہنچتا کہ تمہیں کسی کام سے روکوں لیکن یہ حق ضرور پہنچتا

ہے مجھے کہ تم سے یہ معلوم کر لوں کہ جو کچھ تم کرنے جا رہے ہو اس میں تمہاری اپنی

ذات کے لیے تو کوئی خطرہ نہیں ہے۔“

”نہیں شاہد بھائی آپ مطمئن رہیں میرا آپ سے مسلسل رابطہ رہے گا بس اب

اس سلسلے میں مجھ سے کوئی زیادہ تفصیل نہ پوچھیں۔“ شاہد بھائی خاموش ہو گئے تمام

”سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ تم آؤ تو میں ہر طرح سے تمہاری ضروریات کا خیال رکھوں بتاؤ چائے بنادوں یا کھانے کا پروگرام ہے۔“

”میرا خیال ہے کھانا کھالیا جائے پھر اس کے بعد چائے کا ایک دور چلائیں گے۔“

یہاں میں نے اپنے آپ کو کسی جھجک کا شکار نہیں ہونے دیا تھا ویسے بھی طبیعت میں کافی چنگلی آگئی تھی مزید چنگلی پیدا کرنا تھی کیونکہ اب اس دنیا کا ایک نیارنگ میرے سامنے آرہا تھا روزی نے بہت عمدہ کھانا تیار کیا تھا کھانے کی ٹیبل پر وہ میرے سامنے ہی بیٹھ گئی تھی۔“

”میں بہت اچھے کھانے پکانا جانتی ہوں، دیے فیصل تمہارے آنے سے مجھے واقعی بے حد خوشی ہوئی ہے زیادہ تر میرا اور تمہارا ہی ساتھ رہا کرے گا میڈم خان تو مرضی کی مالک ہیں جب دل چاہے گا آجائیں گی ورنہ کوئی انہیں مجبور نہیں کر سکتا جہاں تک رہا مسٹر غوری کا تعلق تو وہ بھی روزانہ نہیں آتے بعض اوقات روزانہ آجاتے ہیں اور کبھی ہفتوں ادھر کا رخ نہیں کرتے۔ میں نے اس سلسلے میں کوئی تبصرہ نہیں کیا تھا بس خاموشی کے کھانے میں مصروف رہا تھا۔“

”اس کے بعد ہم ڈرائنگ روم سے اٹھ گئے میں کمرے میں چلا گیا اور روزی کچن کی جانب میں روزی کی واپسی کا انتظار کر رہا تھا کہ کال بیل سنائی دی اور میں سنبھل کر بیٹھ گیا روزی کے قدموں کی آہٹ دروازے کی جانب جاتی ہوئی محسوس ہوئی تھی پھر کسی سے گفتگو کرنے کی آواز سنائی دی اور چند لمحات کے بعد میرے بیڈ روم کا دروازہ کھلا آنے والی میڈم خان کے علاوہ اور کوئی نہیں تھی میڈم خان بہت ہی خوش لباس عورت تھی اس کے لباس کی خصوصیات یہ تھیں کہ اس میں اس کے جسم کی دلکشی نمایاں ہوتی تھی حالانکہ درمیانی عمر کی خاتون تھی لیکن جسمانی طور پر بے مثال قرار دی جاسکتی تھی میں نے کھڑے ہو کر ان کا استقبال کیا تو انہوں نے آگے بڑھ کر مجھ سے ہاتھ ملایا۔“

”ہیلو فیصل مجھے افسوس ہے کہ تمہیں میرا انتظار کرنا پڑا روزی بتا رہی ہے کہ تم نے کھانا وغیرہ کھالیا۔“

”ہاں اور اب کافی کا انتظار کر رہا ہوں۔“

”گڈ ویری گڈ“ روزی کافی لا رہی ہے۔ میڈم خان میرے بالکل نزدیک صوفے پر

معاملات چونکہ پہلے ہی طے ہو گئے تھے اس لیے مزید باتیں کرنا مناسب نہ سمجھا تھا میں نے دن بھر اپنے آپ کو اپنے اس نئے منصب کے لیے تیار کیا تھا پھر اس شام میں آٹھ بجے فلیٹ سے نکل آیا ٹیکسی لے کر ادھر چل پڑا جہاں وہ فلیٹ واقع تھا فلیٹ کے نیچے پہنچ کر میں نے ٹیکسی رکوائی اور اپنا مختصر سا سامان اٹھائے ہوئے اوپر کی جانب چل پڑا دروازہ روزی نے کھولا تھا اور شاید اس وقت وہ فلیٹ میں تھا تھی مجھے دیکھ کر اس کی آنکھوں میں چمک آگئی۔“

”ہیلو فیصل۔“ اس نے کل کی نسبت قدرے بے تکلفی سے کہا۔

”ہیلو“ میں نے جواب دیا اور اس نے آگے بڑھ کر میرا ہیک اپنے ہاتھ میں لے لیا میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

”روزی ہے روزی میرے ہاتھ میں رہنے دو۔“

”آؤ۔“ روزی نے اپنائیت سے کہا میں نے فلیٹ میں ادھر ادھر نگاہیں دوڑا کر اس

نزدیک ہے پوچھا۔

”میڈم خان نہیں ہیں کیا“

”نہیں اس وقت کوئی نہیں ہے نہ مسٹر سعید غوری اور نہ میڈم خان۔“

”گڈ۔“ میں نے گردن ہلائی روزی مجھے لیے ہوئے کمرے میں پہنچ گئی کمرہ نہایت

نفاست سے آراستہ تھا خوبصورت بیڈ پڑا ہوا تھا انتہائی قیمتی صوفہ سیٹ بہت ہی خوبصورت

رائٹنگ ٹیبل غرض یہ کہ اسے ایک آراستہ بیڈ روم کہا جاسکتا تھا روزی نے کہا۔

”یہ تمہارا کمرہ ہے فیصل، معاف کرنا میں تمہیں ذرا بے تکلفی سے مخاطب کر رہی

ہوں۔“

”تکلفات بے مقصد ہوتے ہیں روزی ان سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔“

”یقیناً“ اچھا یہ بتاؤ کہ کھانا تو نہیں کھایا۔“

”نہیں۔“

”ہم لوگ ساتھ ہی کھانا کھائیں گے۔“

”ٹھیک ہے روزی۔“ میں نے کہا ”میڈم خان نے میری لیے کوئی ہدایات دی

ہیں۔“

بیٹھ گئی اس کے انداز میں انتہائی بے تکلفی تھی اس نے مجھ سے کہا۔

”تو تم اپنی تمام تیاریاں کر کے یہاں آئے ہو۔“

”ہاں میڈم ظاہر ہے کہ یہی پروگرام طے پایا تھا۔“

”ہوں۔ ویسے فیصل اس میں کوئی شک نہیں کہ تم ان خوش نصیبوں میں سے ہو جن کا مستقبل بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ تابناک مستقبل خود ان کا استقبال کرتا ہے ورنہ لوگ تو اپنا کیریئر بنانے کے لیے آدمی زندگی برباد کر دیتے ہیں تم پر جس شخص کی نظر عنایت ہوئی ہے اس کے بارے میں بس تم سے اتنا کہنا کافی ہے اس نے جس جانب بھی محبت کی نگاہ سے دیکھا ادھر نہ جانے کیا ہو گیا۔“ میں خاموشی سے میڈم خان کی صورت دیکھنے لگا تو میڈم خان نے کہا۔

”نہیں فیصل اس بات پر میں تم سے متفق نہیں ہوں۔“

”کس بات پر میڈم میں نے متحیرانہ انداز میں کہا۔“

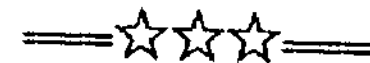
”سوال ضرور کرنا چاہیے کسی بھی ذہن میں آنے والی بات کو اگر خاموشی سے ہضم کر لیا جائے تو دل میں وہ سکون نہیں پیدا ہوتا جو معلومات حاصل ہونے کے بعد ہوتا ہے۔“

”یہ بھی سوچنا پڑتا ہے نہ میڈم کہ میرا کون سا سوال ناپسندیدہ قرار دیا جاسکتا ہے۔“ میں نے مسکرا کر کہا۔

”یہ سوچ ذہانت کی منظر ہے لیکن یہ جگہ تمہاری تربیت گاہ کے طور پر منتخب کی گئی ہے یہاں تمہارے ذہن کے ہر کچے اور کچے سوال کو سنا جائے گا محسوس کیا جائے گا تمہارے خلوص پر کوئی شک نہیں کیا جائے گا اس کی ہدایت مجھے غوری صاحب سے ملی ہے۔“

”مٹھل شاہ کے دوہرے روپ کا حال جاننا چاہتا ہوں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ جو شخص میرا مستقبل بنا سکتا ہے خود اس کا حال کیا ہے۔“

”ونڈر فل ونڈر فل۔ بڑا خوفناک سوال ہے یقین کرو سر چکرا کر رہ گیا۔“ میڈم خان نے متحیرانہ نگاہوں سے مجھے دیکھا پھر بیک مسکرا پڑیں۔



لیکن اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تمہارا ایک ہی سوال سامنے والے کو چت کرنے کے لیے کافی ہے واقعی اس کا جواب تو مجھے بھی سوچنا پڑے گا۔ ”میں سادہ نگاہوں سے میڈم خان کو دیکھتا رہا چند لمحات کے بعد وہ بولیں۔“

”مٹھل شاہ نے تمہیں خود ہی آنے کی دعوت دی ہے اور تمہارے سلسلے میں مجھے ہدایت دی میں جانتی ہوں کہ وہ تمہارے لیے دل میں کیا تصور رکھتے ہیں اور اسی کے تحت میں ان کے بارے میں تمہیں تھوڑا بہت بتانے میں حرج محسوس نہیں کرتی میری بات تم سمجھ رہے ہو گے فیصل بات دراصل یہ نہیں ہے کہ میں اپنے طور پر گریز کرنا چاہتی ہوں مٹھل شاہ صاحب نے یا سعید غوری نے جو مجھے ہدایات دی ہیں ان میں یہ شامل نہیں ہے کہ اگر تم یہ سوال کر ڈالو تو تمہیں کیا جواب دیا جائے محسوس نہ کرنا پلیز بس اپنی پوزیشن سب کو سنبھالنا ہوتی ہے مسٹر سعید غوری کے بارے میں یہ سمجھ لو کہ یہ وہ شخصیت ہیں جنہیں دنیا کا کوئی شخص مکمل طور پر جاننے کا دعویٰ نہیں کر سکتا ان کے ایک یا دو روپ نہیں ہیں تم نے انہیں مٹھل شاہ کی حیثیت سے دیکھا سعید غوری کی حیثیت سے جان لیا لیکن شاید تمہیں اور بھی کئی کرداروں میں نظر آجائیں بشرطیکہ وہ یہ سب کچھ چاہیں مالی طور پر وہ انتہائی مضبوط آدمی ہیں اور ذہنی طور پر بھی بے پناہ مضبوط ان کی مختلف عمارتیں پھیلی ہوئی ہیں اس شہر میں باہر کی دنیا میں نجانے کیا کیا ہے یہ میں بھی نہیں جانتی تمہارے سوال کا جواب یہ ہے کہ جس شخص کے بارے میں تم سے یہ کہا ہے کہ وہ تمہارا مستقبل تابناک بنا دے گا اس شخص کا ماضی حال اور مستقبل تینوں تابناک ہیں اتنا کچھ ہے

اس کے پاس کہ شاید ہم اس کا صحیح اندازہ بھی نہ لگا سکیں میرا خیال ہے اب ہم میڈم خان کے ساتھ رہیں گے۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا کہ روزی کافی کا سامان لے کر آگئی اب اس کے چہرے پر بے تکلفی کا وہ تاثر نہیں تھا جو تھوڑی دیر پہلے تھا بلکہ ایک طرح سے سنجیدگی چھا گئی تھی اس نے کافی سامنے رکھی اور خود بھی وہیں پر بیٹھ گئی لیکن پھر اچانک بولی۔

"اگر آپ کوئی ایسی گفتگو کر رہی ہیں میڈم جس میں میری شمولیت مناسب نہ ہو تو انتہائی معذرت کے ساتھ میں اپنی پیالی اٹھا کر یہاں سے چلی جاؤں۔"

"ارے نہیں روزی بھلا ایسی کیا بات ہو سکتی ہے جو تمہارے سامنے نہ ہو سکے بیٹھو" روزی خاموشی سے اپنی پیالی اٹھا کر بیٹھ گئی میڈم خان کہنے لگیں۔

"تو اب ہم فیصل کو ان کا آئندہ پروگرام بتائے دیتے ہیں مسٹر ہدایات یہ ملی ہیں کہ میں آپ کے لیے بہترین لباس سلواؤں آپ کے اس جینے کو فوری طور پر بدلنے کی کوشش کروں ویسے بھی آپ مجھ سے تعاون کا وعدہ کر چکے ہیں۔"

"کیوں نہیں میڈم خان بالکل۔" میں نے پر سکون لہجے میں جواب دیا۔

"لباس کا استعمال انسان کی شخصیت کو بہت کچھ بتا دیتا ہے اور وہ لوگ دوسروں کی نگاہوں میں زیادہ وقعت حاصل کر لیتے ہیں جو خوش لباس اور جامہ زیب ہوں تمہاری جسمانی ساخت یہ بتاتی ہے کہ یہ لباس تم پر بچے گا بہر طور کل ہم اس سلسلے میں کام کریں گے کچھ عرصے کے لیے تم اپنے وہ تمام مشاغل بھول جاؤ جنہیں جاری رکھے ہوئے ہو دوسرا سوال میں تم سے یہ کہنا چاہتی ہوں کہ تمہاری انگریزی کیسی ہے۔"

"اس کا امتحان لے کر دیکھیے میڈم خان!" میں نے کہا اور میڈم خان نے دوسرا سوال مجھ سے انگریزی ہی میں کیا تھا اور میں نے اس کا جواب انگریزی میں دیا تھا۔

"ویری گڈ۔" میڈم خان نے کہا اور اس کے بعد ہماری تمام تر گفتگو انگریزی میں ہی ہوتی رہی میڈم خان نے انتہائی پر مسرت لہجے میں کہا۔

"میرے خدا میں اتنی امید نہیں رکھتی تھی تم سے یوں لگتا ہے جیسے انگریزی پر تم نے خاصی توجہ دی ہو۔" میڈم خان کے ان الفاظ پر ایک چہرہ میرے ذہن میں آ کے گزر گیا یہ نازاں باجی کا چہرہ تھا جنہوں نے بڑی لگن سے خصوصی طور پر مجھے انگریزی سکھائی تھی ان کا کہنا تھا کہ یہ زبان بڑی کار آمد ہے اور زندگی کے ہر شعبے میں بڑی مددگار ثابت

ندیم

یہ سب باتیں میڈم خان نے کافی دیر تک مجھ سے گفتگو کرتی رہی پھر اس نے کہا۔

"بہر طور تم ہمارے لیے ایک کھلونے کی مانند ہو اور یہ کھلونا ہمیں بہت پیارا ہے اب میرا خیال ہے کہ آرام کیا جائے۔" میڈم خان اور روزی باہر گئیں دروازہ انہوں نے باہر سے یونہی بند کر دیا تھا میں بستر پر لیٹ گیا میرے پاس گہری سوچوں کے سوا اور کیا ہو سکتا تھا دوسرے دن تقریباً ساڑھے آٹھ بجے جاگا، غسل وغیرہ کیا اور لباس تبدیل کر لیا روزی غالباً کمرے میں جھانک کر جا چکی تھی لباس تبدیل کر کے باہر نکلا تو اس نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"ناشتہ تیار ہے۔"

"میڈم خان چلی گئیں۔"

"نہیں ناشتے پر تمہاری منتظر ہیں۔" اس نے کہا روزی کے لہجے میں میں نے ایک سپاٹ پن محسوس کیا تھا لیکن اس پر غور نہیں کیا، ناشتے کے کمرے میں بھی روزی ہمارے ہی ساتھ تھی میڈم خان نے کہا۔

"بس تھوڑی دیر کے بعد ہم چلیں گے فیصل تمہارے لیے تمہاری پسند کے لباس خریدنے جائیں گے اور اس کے بعد ناپ دے دیا جائے گا بعد میں تمہیں یہیں واپس چھوڑ دیا جائے گا آج کے دن میں ذرا مصروف ہوں کل سے ہو سکتا ہے کہ تمہارے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت گزاروں۔" میڈم خان نے جو کچھ کہا تھا اسی پر عمل کیا میں اس کے ساتھ کار میں بیٹھ کر چل پڑا روزی کو گھر ہی میں چھوڑ دیا گیا تھا میڈم خان مجھے سیدھی صدر لے گئی۔ ان لباسوں کی خریداری پر بے پناہ روپیہ خرچ کیا تھا میں نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا بس خاموش تماشائی کی حیثیت ہی اختیار کر لی یہ ایک اچھا ذریعہ ملا تھا مجھے اور میں اس سے پورا پورا فائدہ حاصل کر رہا تھا ان تمام کاموں سے فراغت کے بعد میڈم خان مجھے فلیٹ پر چھوڑ گئی روزی میرا انتظار کر رہی تھی اس نے کھانے کے بارے میں پوچھا تو میں نے کہا کہ بھوک نہیں ہے تاہم تھوڑا بہت کھانا کھالیا جائے گا کھانے کی میز پر روزی اتنی سنجیدہ تھی کہ میں نے چونک کر اسے دیکھا اور مسکرا کر بولا۔

"کیا بات ہے روزی تم اچانک سنجیدہ ہو گئی ہو؟"

"نہیں تو ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

”سیالکوٹ میں۔“ اس نے جواب دیا اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

”یہاں تمہارے خاندان کے دوسرے افراد نہیں ہیں۔“

”نہیں کوئی نہیں البتہ سیالکوٹ میں ضرور ہیں۔“

”کون کون ہے؟“ میں نے سوال کیا اور روزی کے چہرے پر کچھ یادوں کے نقوش

اجاگر ہو گئے جیسے وہ چشم تصور سے اپنے گھر کو دیکھ رہی ہو پھر اس نے کہا۔

”دو بہنیں ہیں ایک بڑی ایک چھوٹی ایک بھائی ہے چھوٹا“ مئی ہیں ڈیڈی ہیں سب

لوگ ہیں۔“

”تم کتنے دن کے بعد ان کے پاس جاتی ہو؟“

”چھ سال میں صرف دو مرتبہ جاسکی ہوں وہ بھی دو دو چار چار دن کے لیے۔“

”وہاں سے یہاں آنے کی وجہ؟“

”ملازمت۔“ روزی نے جواب دیا۔

”کیا اسی ملازمت کے لیے تم نے یہ سفر طے کیا تھا۔“

”حالات کی مجبوری نے مجھے روٹنگ اسٹون بنا دیا تھا پھر میں لڑھکتی ہوئی مٹھل شاہ

پہنچی مٹھل شاہ نے مجھے سہارا دیا اور پھر تھوڑی سی تربیت کے بعد یہاں پہنچا دیا اب

صرف اس کے لیے ہی کام کرتی ہوں۔“

”کیا کیا؟“

”یہ نہ پوچھو کام کی نوعیت بتانے کی اجازت نہیں ہے۔“ اس نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے جس کام میں تمہیں کوئی دقت ہو وہ میرے ٹھکنے سے کبھی نہ کرنا ویسے

تمہارے والدین یہ بات جانتے ہیں کہ تم یہاں ایک ایسے شخص کے ساتھ کام کرتی ہو جس

کے کئی روپ ہیں۔“

”تمہارے سوال کی گہرائی کو میں سمجھ رہی ہوں فیصل وہ لوگ نہیں جانتے۔“

روزی نے جواب دیا۔

”کیا تمہیں جرم کی زندگی گزارنی پڑتی ہے روزی۔“

”پلیز فیصل پلیز اس موضوع کو ترک کر دو تو اچھا ہے۔“

”میں صرف یہ جاننا چاہتا تھا کہ روزی تمہارے والدین کو یہ علم ہو جائے کہ تم کیا

”چھپانا چاہتی ہو تو مجبور نہیں کروں گا لیکن میں محسوس کچھ ایسا ہی کر رہا ہوں۔“

”یقین کرو کوئی خاص بات نہیں ہے بس انسانی فطرت ہے کبھی کبھی افسردگی سی

طاری ہو جاتی ہے تاش کھیلنا جانتے ہو؟“

”نہیں۔“ میں نے جواب دیا۔

”کبھی نہیں کھیلے۔“

”آؤ میں تمہیں سکھاؤں۔“

”نہیں کچھ دیر باتیں کریں گے۔“ میں نے کہا اور ڈرائنگ روم میں آ بیٹھا روزی

بھی میرے سامنے بیٹھ گئی تھی اس نے کہا۔

”شراب پیتے ہو؟“

”کمال ہے بری بری باتوں کے بارے میں پوچھ رہی ہو تم مجھ سے میں بتا چکا ہوا

روزی کہ میرا ماحول عجیب رہا ہے تمہیں تھوڑا بہت اندازہ تو خود بھی ہو گیا ہوگا جو زندہ

میں نے گزاری ہے اس میں ان تمام چیزوں کی گنجائش کہاں ہوتی ہے۔“

”ایک بات پر حیرت ہے مجھے فیصل۔“

”کیا؟“

”تم جس زندگی کا تذکرہ کرتے ہو اسے میں نے بھی دیکھا ہے وہ لوگ بہت مختلف

ہوتے ہیں تم سے جو درحقیقت اس زندگی سے متعلق ہوتے ہیں تم ان سے منفرد کیوں

ہو؟“

”پتا نہیں یہ بات تم نے محسوس کی ہے میں نے کبھی اس پر غور نہیں کیا۔“

”یا پھر میں یہ کہہ سکتی ہوں کہ کچھ لوگ جس مقصد کے لیے پیدا ہوتے ہیں ان کی

شخصیت میں بھی وہی بات نکل آتی ہے جو سب کچھ تمہارے اندر موجود ہے خیر چھوڑو ان

باتوں کو اب اپنی پسند کی بات کرو۔“

”تم سعید غوری کے ساتھ کب سے شامل ہو؟“ روزی میرے سوال پر مجھے دیکھتی

رہی پھر اس نے کہا۔

”میں کوئی چھ سال ہو گئے ہیں۔“

”اس سے پہلے تم کہاں تھیں؟“

زندگی گزار رہی ہو تو کیا وہ اس پر خوش ہوں گے۔“
 ”جواب میں روزی کی آنکھوں میں نمی آگئی وہ گردن جھکائے کچھ دیر سوچتی رہی پھر
 وہ قدرے بھرائی آواز میں بولی ”تمہارا کیا خیال ہے کیا وہ خوش ہوں گے۔“
 ”تو پھر۔“

”لیکن ان کی ذمہ داری مجھ پر ہے ڈیڈی آنکھوں سے معذور ہیں بہن بھائی بہت
 چھوٹے ہیں انہیں ایک اچھا مستقبل دینے کے لیے اچھی رقم کی ضرورت ہوتی ہے اور
 اچھی رقم یہاں کسی ملازمت میں نہیں مل سکتی سعید غوری بہت اچھے انسان ہیں بے شمار
 برائیاں ہوں گی ان کے اندر لیکن انسانی ہمدردی کی بنیاد پر وہ ایک معیاری انسان ہیں
 میری ضروریات کا خیال رکھتے ہیں کہ میں اپنے والدین کو ان کی ضرورت کے مطابق اتنا
 بھیج دیتی ہوں کہ اب ان کی پریشانیاں دور ہو گئی ہیں کچھ دن کے بعد میں ڈیڈی کو یہیں
 کراچی بلا رہی ہوں ان کی آنکھوں کا آپریشن کرانا ہو گا مجھے اور اس کے لیے سعید غوری
 ختم ہر قسم کی ذمہ داری قبول کر لی ہے تم خود سوچو فیصل اس قسم کی آسانیاں جہاں حاصل
 ہو جائیں وہاں میرا خیال ہے کوئی بھی کسی کام سے معترض نہیں ہو سکتا۔“

”میں گہری سانس لے کر گردن ہلانے لگا دکھ کی ایک داستان تھی جو روزی کے
 وجود میں سمائی ہوئی تھی اور میں اس داستان کے کرب کو بخوبی محسوس کر رہا تھا پھر میں نے
 کہا۔“

”روزی ایسا کوئی کام تو نہیں کرنا پڑتا تمہیں جس پر ضمیر روتا ہو؟“ میرے سوال پر
 روزی نے غور سے مجھے دیکھا پھر بولی۔

”فیصل ایسی کوئی بات نہ کرو جو میرے لیے عذاب بن جائے۔“
 ”کیوں اچھا ٹھیک ہے روزی ایک آخری بات کہہ رہا ہوں تم سے اسے اپنے ذہن
 میں ہمیشہ محفوظ رکھنا میری امانت ہوگی یہ تمہارے پاس۔“
 ”کیا؟“

”وقت ہم سے کچھ طلب کرتا ہے روزی اور اگر ہم اس کا مطالبہ پورا نہ کریں تو وہ
 روندنا ہوا بہت پیچھے چھوڑ جاتا ہے لیکن اپنے ان جذباتوں میں وہ تمام احساسات ہمیشہ زندہ
 رہنے چاہئیں جن کا تعلق ہماری ذات کے اندرونی حصوں سے ہوتا ہے ان جذبات کو کبھی

میں مرے ڈیڈی چاہیے جن میں انسانیت اور محبت محفوظ ہو مطلب یہ ہے کہ جو کچھ کر
 رہے ہو اگر وقت کی ضرورت ہے تو اپنے آپ کو اس مجبوری سے ہم آہنگ کر لو اور جو
 بھی بہتر وقت نصیب ہو جائے اپنے آپ کو تبدیل کر لو یہی میرے خیال میں بہتر ہے میرا
 تجربہ زیادہ وسیع تو نہیں روزی لیکن ان الفاظ کا مفہوم میں سمجھ چکا ہوں۔“

روزی ابھی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی پھر اس نے گہری سانس لے کر
 آنکھیں بند کر لیں میں نے چند لمحات اس کے بولنے کا انتظار کیا پھر کہنے لگا۔

”ایک بات بتاؤ روزی کم از کم یہ بتانے میں تو تمہیں جھجک نہیں ہونی چاہیے۔“
 ”کیا؟“ روزی نے آنکھیں کھول کر مجھے دیکھا۔

”کل جب میں آیا تھا تو تم کافی مسرور تھیں غیر متوقع طور پر میڈم خان یہاں آگئیں
 تو تم کچھ سنجیدہ ہو گئیں“ روزی نے اپنے چہرے کے بدلتے ہوئے رنگ پر قابو پایا اور پھر
 کہنے لگی۔“

”نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے میڈم خان کا مجھے احترام کرنا ہوتا ہے ان کے سامنے
 سنجیدہ رہنا تو لازمی ہے میری اور ان کی حیثیت میں بہت فرق ہے وہ سعید غوری صاحب
 کی دوست ہیں اور میں ملازم۔“

”ہوں تو یہ خاموشی صرف اس بنیاد پر تھی۔“
 ”ہاں یہی سمجھ لو البتہ ایک اور تصور بھی تھا دل میں۔“ روزی نے بدستور جھجکتے
 ہوئے لہجے میں کہا۔
 ”وہ کیا۔“

”ان کی غیر موجودگی میں میں اپنے آپ کو تم سے کافی بے تکلف سمجھ رہی تھی
 لیکن اس کے بعد اچانک یوں محسوس ہوا جیسے میرے اور تمہارے درمیان میڈم خان
 موجود ہوں اور اب میرا تم سے براہ راست واسطہ نہ رہا ہو۔“ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ
 پھیل گئی میں نے آہستہ سے کہا۔

”دیکھو روزی ابھی میری اور تمہاری ملاقات کو مختصر عرصہ گزرا ہے لیکن یوں سمجھ
 لو کہ اگر میڈم خان اونچی سطح کی عورت ہے اور اس کا تعلق براہ راست سعید غوری سے
 ہے تو میں تمہاری سطح سے تعلق رکھتا ہوں میرے ذہن میں تمہارے لیے جو مقام اور

ایک گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ مٹھل شاہ کی حیثیت سے ایک درویش نظر آنے والا یہ شخص اس وقت گرے کلر کے سوٹ میں بہت ہی دلکش نظر آ رہا تھا لمبے لمبے بال ایک خاص اشاکل میں ترتیب دیئے گئے تھے اور اس اشاکل نے اس کی شخصیت میں نکھار پیدا کر دیا تھا اس نے بھی مجھ سے مسکراتے ہوئے ہاتھ ملایا اور اس کے بعد ہم لوگ ڈرائنگ روم میں آگئے سعید غوری کہنے لگا۔

”روزی تم بھی کیا سوچتی ہوگی کہ جب بھی یہ شخص آتا ہے تمہیں کافی بنانے کے لیے کتا ہے مگر یہ بھی سچ ہے کہ کافی کا مزا تمہارے ہی ہاتھ سے آتا ہے۔“

”ابھی لاتی ہوں صاحب!“ روزی نے کہا اور باہر نکل گئی سعید غوری مجھے دیکھنے لگا پھر بولا۔

”ہاں بھی کیسا رہا تمہارا یہ تجربہ فیصل۔“

”بہت اچھا ہے غوری صاحب مجھے اندازہ تھا کہ زندگی کی یہ تبدیلی میرے لیے پسند ہوگی۔“

”ابھی کیا دیکھا ہے تم نے میرے دوست میری نگاہ انتخاب تمہیں نہ جانے کہاں سے کہاں پہنچائے گی کسی بات کا برا نہ ماننا خود تمہارے اندر اگر یہ صلاحیت موجود نہ ہوتی ظاہر ہے میں تمہارا انتخاب نہ کرتا۔ ویسے ایک بات میرے ذہن میں سے نکل گئی تھی کہ تم نے بھی اس کے بارے میں مجھ سے گفتگو نہیں کی پہلے تم نے مجھ سے کہا تھا کہ تم ہاں تھوڑا سا وقت دے سکتے ہو اور وہاں ٹرک کے اڈے پر تمہاری موجودگی بہت ضروری ہے میں نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا تھا لیکن اب یہ تمہارا فیصلہ کیوں بدل گیا۔“

”جس شخص کے ہاں میں ملازمت کرتا تھا اس کے بارے میں میں نے آپ کو بتا دیا ماسٹر غوری کہ وہ میرا دوست بھی ہے اور کرم فرما بھی میں نے اس سے کچھ عرصے کے لیے اجازت طلب کر لی ہے اور اس نے خوشی سے مجھے یہ اجازت دے دی ہے۔“

”بہت خوب میں نے بعد میں اس بارے میں سوچا اور ذرا سا الجھا بھی رہا ٹیلیفون کے معلوم بھی کر سکتا تھا تم سے لیکن پھر میں نے یہ سوچا کہ کیوں نہ آج تم سے ملاقات کر لی جائے۔“

منجائش ہے وہ میڈم خان کے لیے نہیں ہو سکتی یہ اچھا ہوا کہ یہ بات تم نے مجھے بتادی کہ ہمیں میڈم خان کے سامنے اپنا رویہ محتاط رکھنا ہوگا اس کے بعد اگر میڈم خان کے سامنے مجھ سے کچھ اجتناب برتا پڑے تو اسے محسوس نہ کرنا۔“ میرے ان الفاظ نے روزی کے چہرے پر جو تاثرات پیدا کیے ان سے مجھے ان الفاظ کی پوری پوری قیمت وصول ہو گئی ہر طور اسی دنیا کا انسان تھا اور خوشی سے متاثر ہوتا تھا جذبے بھی تھے سینے میں یہ دوسری بات ہے کہ ان جذبوں میں آگ لگا دی گئی تھی اور میں ایک سلگتے ہوئے وجود کی حیثیت اختیار کر گیا تھا ورنہ دنیا کے لیے میرے دل میں محبت بھی باقی تھی۔ روزی نے کپکپاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”تمہارے یہ الفاظ میرے لیے قیمتی سرمایہ ہیں فیصل اور اب تم مجھے اداس نہیں دیکھو گے تم نے یہ سب کچھ کہہ کر یقین کرو مجھے بہت سکون دیا ہے میری نگاہوں میں میری اپنی عزت بڑھا دی ہے شکریہ فیصل بے حد شکریہ!“ میں مسکراتا رہا تھا میڈم خان کہہ کر گئی تھیں کہ آج وہ واپس نہیں آئے گی مگر نجانے کیوں وہ اپنے پروگرام کی خود بخود تردید کر رہی تھی کیونکہ رات کو دس بجے کے قریب جب ہم کھانے سے فارغ ہوئے ہی تھے تو وہ پھر آگئی بیل جی تو دروازہ روزی نے کھولا اور پھر میں بھی باہر نکل آیا میڈم خان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہیلو فرینڈز کو کیا ہو رہا ہے میری آمد تم لوگوں کے لیے غیر متوقع تو ہوگی۔“

”ویسے ابھی تھوڑی دیر کے بعد ماسٹر غوری بھی آنے والے ہیں انہوں نے مجھے یہاں پہنچنے کے لیے کہا تھا۔ ویسے میرا آنے کا پروگرام نہیں تھا لیکن سعید غوری صاحب کی وجہ سے آنا پڑا“ میڈم خان میرا گہری نظروں سے جائزہ لینے لگیں پھر بولیں۔

”تم اس بات پر یقین کرو گے مائی ڈیئر فیصل کہ چند گھنٹوں کے اندر اندر میں تمہارے اندر ایک نمایاں تبدیلی محسوس کر رہی ہوں۔“

”آپ کی تمام باتوں پر یقین کرنا ہوگا میڈم خان!“ میں نے کہا اور میڈم خان مصنوعی انداز میں ہنسنے لگیں اس کی چمکدار نگاہیں میرا بغور جائزہ لے رہی تھیں پتا نہیں اس کے ذہن میں کیا تھا سعید غوری کے لیے ہمیں زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا آدھے گھنٹے کے بعد دروازے کی بیل پھر بجی اور آنے والا سعید غوری بھی تھا میں نے اسے دیکھا اور

”تجربہ غوری صاحب میں نے تو ابھی کچھ نہیں کیا سوائے یہاں کھانے پینے یا پھر بستر پر دراز ہونے کے۔“

یہ بات ابھی بہت بعد میں تمہاری سمجھ میں آئے گی کہ بہت سے خاموش مظاہرے بھی بڑی عجیب و غریب کیفیات کے حامل ہوتے ہیں۔ ویسے میں تمہیں ایک بات ضرور بتانا چاہوں گا وہ یہ کہ جہاں تک مجھ سے ممکن ہو سکا ہے تمہارے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہا ہوں۔ میری معلومات ابھی چند ماہ تک محدود رہی ہیں یعنی رستم خان تک۔ رستم خان جو ایک ٹرانسپورٹ کمپنی کا مالک تھا اور جو قتل کر دیا گیا تھا تم اس کے ساتھ رہتے تھے اس سے پہلے کے بارے میں میں بہت کچھ معلوم کرنا چاہتا تھا لیکن میری معلومات محدود رہی تھیں کیونکہ کوئی ایسا شخص نہیں مل سکا جو تمہارا شناسا ہو۔ میں خاموش نگاہوں سے سعید غوری کو دیکھنے لگا۔ تو اس نے کہا۔

”برا تو نہیں مانا میری اس بات کا تم نے مجھے اپنے بارے میں کچھ بتانے سے انکار کر دیا تھا لیکن تمہارے بارے میں کچھ جاننا میری ضرورت تھی۔“

”میں نے آپ سے یہ بھی تو کہا تھا غوری صاحب کے وقت گزرنے دیجئے۔ ایک وقت ایسا آجائے گا کہ میں خود بخود آپ کو اپنے بارے میں تفصیلات بتا دوں گا۔ اتنا بتا چکا ہوں میں آپ کو کہ میری ذات سے کوئی ایسا گہرا راز وابستہ نہیں ہے یا کوئی ایسی خاص چیز نہیں ہے جس کو نہ بتا کر آپ کو کوئی نقصان پہنچ سکے۔“

”ارے نہیں نہیں میں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ یہ بات نہیں ہے دراصل میں نے پہلی ہی نگاہ میں تمہارے اندر بھی ایک دوہری شخصیت دیکھ لی تھی ایک ایسا شخص جو ٹرک ڈرائیور کرتا ہے لیکن جو بے حد مستعد اور پھرتلا ہے جو بہترین انگریزی بولتا ہے اور اس کی گفتگو اس کی عمر سے کہیں آگے محسوس ہوتی ہے شخصیت میں تضاد تو نکلا بھی اور ہر آدمی اس تضاد کو جاننے کا خواہشمند ہوتا ہے میں نے بے اختیار مسکرا کر گردن ہلا دی تو سعید غوری بھی مسکرا اٹھا۔“

”ہاں ہاں میں جانتا ہوں تمہاری مسکراہٹ کی وجہ جانتا ہوں تم میری شخصیت کا تذکرہ کرو گے چلو ٹھیک ہے ابھی ہمارے درمیان معاہدہ تو ہو چکا ہے کہ رفتہ رفتہ ہم اپنے

”تبدیلیاں تو اور بھی ہیں مسٹر غوری مثلاً یہ کہ آپ نے فرمایا تھا رات کے اس حصے میں آپ ہمیں اس فلیٹ پر ہوتے ہیں لیکن نہ تو میڈم خان یہاں رہتی ہیں اور نہ آپ۔“ میری اس بات پر سعید غوری مسکرا دیا اور بولا۔

”دیکھو دوست اب تم سے کوئی بات گول مول کرنا اپنے ساتھ ہی نا انصافی ہے میرے بہت سے مشاغل ہیں آستانہ مشعل شاہ میں مشعل شاہ کی حیثیت سے جو کچھ کرتا ہوں اس کے ساتھ دوسرے لوازمات بھی ہوتے ہیں تفصیل تو نہیں بتاؤں گا تمہیں اس وقت مختصراً یہ سن لو کہ وہاں ایسے لوگ آتے ہیں جو زندگی کی الجھنوں کا شکار ہوتے ہیں اور اس سلسلے میں روحانیت سے مدد چاہتے ہیں میں ان کی مدد دونوں طرح سے کرتا ہوں یعنی ان کا روحانی علاج بھی ہو جاتا ہے اور وہ دنیاوی علاج بھی جس کے لیے وہ اپنے آپ کو بے بس پاتے ہیں بہت سے ایسے لوگ ہوتے ہیں جو ایک دوسرے سے منسلک ہوتے ہیں۔ آپس میں وہ تعاون نہیں کر سکتے لیکن جہاں روحانیت کا مسئلہ آجائے تو پھر انہیں تعاون کرنا ہی ہوتا ہے اب اس سلسلے کے بہت سے جھگڑے مجھے آستانے سے واپس گئے بعد نمٹانے پڑتے ہیں ایسے حالات کے لیے میں نے اپنے چند ٹھکانے بنا رکھے ہیں کبھی کہیں ہوتا ہوں کبھی کہیں تاہم تم سے ملاقات کے لیے خصوصی طور پر آگیا میری کمی محسوس نہ کرنا یوں بھی یہاں روزی میری جانشین ہے اور میڈم خان تو ہیں ہی تمہاری استاد۔ یہ تمہیں ساری استادیاں سکھا دیں گی اور تمہاری تمام ضرورتیں بھی انہی کے ذریعے پوری ہو جائیں گی مجھے ذرا تم تیسرے نمبر پر ہی رکھو تو بہتر ہے۔ ویسے جب بھی ضرورت پیش آئے گی ظاہر ہے تم سے دور نہیں رہوں گا۔“

”نہیں سعید غوری صاحب میرا یہ مقصد نہیں تھا۔ سعید غوری مسکراتا رہا میڈم خان نے کہا۔“

”بہر طور مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ فیصل یہاں مطمئن ہے۔“

”آپ انہیں مطمئن کرنے کے لئے سارے طریقہ کار اختیار کریں میڈم خان میں نے آپ کو ان کے بارے میں بتا دیا ہے کہ میرے ذہن میں ان کا مقام کیا ہے۔ ویسے اس میں کوئی شک نہیں ہے فیصل کہ روز بروز ہم تمہاری اپنی صلاحیتوں کے قائل ہونے

”نہیں غوری صاحب کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے میں آپ کے لیے کسی طور تکلیف
دہ نہیں بنوں گا۔“

”بس بس یہ کہنے کی ضرورت نہیں مجھے تم پر اگر اتنا یقین نہ ہوتا تو میں اتنا بڑا قدم
نہ اٹھاتا۔“

”سعید غوری چلا گیا میڈم خان کا جانے کا کوئی ارادہ نظر نہیں آتا تھا۔ روزی
معمول کے مطابق چپ چپ سی تھی ویسے میں نے اس سے جو کچھ کہہ دیا تھا اس سے وہ
مطمئن ہو گئی تھی میڈم خان کے ساتھ وہ بھرپور انداز میں تعاون کر رہی تھی۔ میڈم خان
میرے ساتھ ڈرائنگ روم میں ہی بیٹھ گئی پھر اس نے کہا۔“

”آج میرا واپس جانے کا ارادہ نہیں ہے فیصل بہت سی باتیں کروں گی تم سے کیا
خیال ہے وقت کافی ہو چکا ہے کیوں نہ آرام کیا جائے۔“

”جیسا آپ مناسب سمجھیں۔“ میں نے کہا میڈم خان نے روزی سے کہا۔
”روزی تم اپنے معمولات سے فارغ ہونے کے بعد آرام کرو میں ذرا فیصل کے
ساتھ ہوں۔“ روزی نے گردن خم کر دی تھی۔

”میڈم خان خواب گاہ کی ایک ایسی الماری کی طرف بڑھ گئی جو مقفل تھی اور ابھی
تک اسے کھولا نہیں گیا تھا اس نے اپنے پرس سے چابی نکالی اور الماری کا دروازہ کھول لیا
اندر بہت سے لباس رکھے ہوئے تھے وہ مسکراتے ہوئے بولی۔“

”معاف کرنا فیصل تمہارے کمرے پر ابھی میرے تھوڑے سے سامان کا قبضہ ہے
کسی مناسب وقت تمہاری الماری خالی کر دوں گی میں مدہم سی مسکراہٹ کے ساتھ
خاموش ہو گیا تھا میڈم خان نے ایک لباس نکالا اور ہاتھ روم کی جانب بڑھ گئیں میرے
ذہن میں کوئی ایسا تصور نہیں تھا جو باعث الجھن ہوتا میں صوفہ پر ہی بیٹھ گیا تھا۔ میڈم
خان غسل خانے سے برآمد ہوئی تو جسم پر ایک انتہائی خوبصورت گاؤن نظر آ رہا تھا۔ بال
کھلے ہوئے پھر وہ سراپا قیامت بنی ایک دلکش چال چلتی ہوئی میرے نزدیک صوفے پر
آ بیٹھی پھر انہوں نے کہا۔“

”کیا تم شب خوابی کا لباس تبدیل نہیں کرو گے فیصل میں نے مسکراتی نگاہوں سے
انہیں دیکھتے ہوئے کہا۔“

”فرق صرف یہ ہے غوری صاحب کہ آپ میرے بارے میں رستم خان تک

جاسکتے ہیں لیکن میں؟۔“

”نہیں بھئی“ یہ بات نہیں کہہ سکتے تم فیصل میں تو تمہارے بارے میں اتنی
کوششوں سے اتنا جان سکا ہوں کہ پہلے تم ایک ٹرانسپورٹ کمپنی میں تھے اور کچھ واقعات
پیش آنے کی وجہ سے وہاں سے ہٹ گئے لیکن تم میرے بارے میں اس سے پہلے جان
چکے ہو کہ میں ایک رات تمہیں ملا تھا اور اس کے بعد تم نے مجھے مشعل شاہ کے روپ
میں دیکھا اور اس کے بعد سعید غوری کی حیثیت سے تم مجھ سے روشناس ہوئے۔ گویا تم
اس سلسلے میں مجھ سے آگے نکل چکے ہو بہر حال جانے دو مجھے تمہارے ماضی سے کوئی
غرض نہیں ہے میں تو تمہارا حال اور اس کے بعد تمہارا مستقبل دلچسپی کی نگاہ سے دیکھتا
ہوں۔ حال کا جہاں تک تعلق ہے تو میڈم خان نے اس کی ذمہ داری قبول کی ہے اور اس
کے بعد مستقبل کی ابتدا ہوتی ہے اور اس کے لیے تم نے مجھ پر بھروسے کا اظہار کیا

”یقیناً“ میں آپ سے ہر تعاون کے لیے تیار ہوں۔ میں نے جواب دیا سعید
غوری..... دیر تک بیٹھا مجھ سے گفتگو کرتا رہا اور اس کے بعد اس نے میڈم خان سے
کہا۔“

”میڈم خان اب میں چلتا ہوں باقی آپ کا کام ست رفتار نہیں ہونا چاہیے۔“

”نہیں ہو گا۔“ میڈم خان نے جواب دیا۔ چلتے چلتے سعید غوری نے کہا۔

”میں تمہاری اس بات سے بہت زیادہ خوش ہوا ہوں فیصل کہ تم نے وہاں سے اپنا
رابطہ منقطع کر لیا ہے دیکھو کچھ پیشکش کروں گا تمہیں دو چار دن کے بعد اور اس کے بعد
تم سے ان کا جواب بھی طلب کروں گا میرا مطلب یہ ہے کہ اب تمہیں وہاں جانے کی
قطعی ضرورت نہیں ہے میں تمہاری ایک نئی شخصیت کی تکمیل کر رہا ہوں اور اس کے
لیے تمہیں دنیا کی نگاہوں سے چھپانا چاہتا ہوں۔ جہاں تک رہا تمہارے اس ٹرانسپورٹ
والے دوست کا معاملہ تو تم اس سے اگر کبھی چاہو تو ٹیلیفون پر گفتگو کر سکتے ہو یا اگر ممکن
نہ ہو تو کسی ایسے مناسب وقت میں اس سے مل بھی سکتے ہو جب کہ ہم اپنے اطراف سے

”میرے پاس ابھی دوسرے لباس ہیں کہاں میڈم اور جہاں تک شب خوابی کے لباس کا معاملہ ہے تو آپ کو میرے بارے میں اچھی طرح اندازہ ہے کہ میرے شب خوابی کا لباس بھی یہی ہوا کرتے ہیں۔“

”افوہ تھوڑی سی غلطی ہو گئی معاف کرنا میری ”سوری فیصل دیری سوری“ تمہارے کچھ لباس میں نے آج تیار کرنے کے لیے کہہ دیئے ہیں لیکن لینے نہ جاسکے۔ بس کل تک کی معذرت“ پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور اس کے بعد اس کمرے ہی سے باہر نکل گئی میں خاموشی سے دروازے کو دیکھتا رہا تھوڑی دیر بعد وہ واپس آئی تو ان کے ہاتھوں میں ایک ٹرے تھی جس پر کچھ سامان رکھا ہوا تھا اور انہوں نے یہ ٹرے میز پر رکھ دی اور میں نے غور سے دیکھا شراب کی بوتل میرے لیے اجنبی نہیں تھی کئی بار نگاہوں سے گزر چکی تھی غیر ملکی شراب تھی اور دو گلاس تھے اس کے علاوہ سائمن اور برف کی باسکٹ وغیرہ بھی تھی دو گلاس دیکھ کر میری پیشانی پر پسینے کے ننھے ننھے قطرے نمودار ہو گئے میڈم خان خاموشی سے اپنے عمل میں مصروف تھی انہوں نے دونوں گلاسوں میں شراب انڈیلی اور پھر میری جانب دیکھ کر مسکرانے لگی۔

”میں نے سرد لہجے میں کہا۔ ”میڈم خان میں نے زندگی میں کبھی شراب نہیں پی۔“

”تمہاری زندگی ہی ابھی کتنی گزری ہے فیصل ابھی تو زندگی تمہیں بہت سے لوازمات سے روشناس کرائے گی یہ ایک پیگ ہے پی لو۔“

”تمہیں میڈم خان چونکہ میں نے یہ سب کچھ اس سے پہلے کبھی نہیں کیا اس لیے میرے لیے مشکل ہے۔“

”سوری فیصل یہ بہت ضروری ہے اس لیے جو کچھ میں کہہ رہی ہوں اس پر عمل کرو۔ دیکھو کوئی ایسا قدم نہیں اٹھا رہی میں جو سعید غوری کی مرضی کے خلاف ہو ہم لوگ ایک ماحول تشکیل دے رہے ہیں فیصل۔ تمہیں زندگی کے بارے میں خاصی معلومات حاصل ہوں گی۔ میں اس سے انکار نہیں کرتی لیکن زندگی کے بے شمار رخ ہیں جس رخ کی جانب ہم تمہیں لے جانا چاہتے ہیں اس میں ایک حصہ اس چیز کا بھی ہے۔“

”مگر میڈم یہ میرے مزاج کے خلاف ہے۔“

”فیصل ایک بات کا تم اطمینان رکھو کوئی بھی ایسی بات نہیں ہونے دی جائے گی

جس سے تمہاری ذات کو ذرہ برابر نقصان پہنچے۔ دراصل لوگوں نے اپنی شناخت کے لیے کچھ خاص عوامل رکھے ہیں جس طبقے سے ہم اپنے آپ کو متعارف کرائیں گے اس میں یہ سب کچھ انتہائی ضروری تصور کیا جاتا ہے۔ بلکہ اسے شخصیت کا یہی ایک حصہ سمجھا جاتا ہے تمہیں کوئی نقصان کسی قیمت پر نہیں ہونے دیا جائے گا بالکل بے فکر رہو اور میری اس حیثیت کو قبول کرلو۔“

”حیثیت“ میں نے سوالیہ نگاہوں سے میڈم خان کو دیکھا۔

”ہاں ان لوگوں نے مجھے تمہارا استاد مقرر کر دیا ہے تمہیں وہ سب کچھ سکھانا میری ذمہ داری ہے جو تمہارے شخصیت کو ایک نکھار بخش دے۔“

ایک لمحے کے لیے تھوڑی سی الجھن کا شکار ہوا پھر میں نے سوچا جب اس دشت میں قدم رکھ ہی دیا ہے تو پھر اس کے ہر پہلو سے آشنا ہونا ضروری ہے۔ میں نیگلاس ہاتھ میں لے لیا تو میڈم خان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اس نے میرے گلاس سے اپنا گلاس نکرایا اور میں نے وہ مکروہ شے اپنے حلق میں انڈیل لی۔ جس کے استعمال کی وجہ سے آج تک میری سمجھ میں نہیں آئی تھی لوگ اس سے نفرت کا اظہار کرتے تھے پھر بھی اس سے شغل کرتے تھے۔ میں نے بھی اپنے گلے سے سینے تک ایک خراش سی محسوس کی

میڈم خان بری طرح چونک پڑی تھی پھر وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

”او مائی گاڈ تم نے ایک ہی سانس میں پورا پیگ حلق میں ڈال لیا۔“

”کتنے سانس لینے چاہیے تھے میڈم خان“ میں نے پر مزاج انداز میں کہا اور وہ آنکھیں بند کر کر کے جھٹکنے لگی اور پھر بولی۔

”غلطی میری ہی ہے اس کی ہلکی ہلکی چسکیاں لی جاتی ہیں دیکھو اس طرح انہوں نے اپنے گلاس سے ایک چسکی لی اور اس کے بعد اسے میز پر رکھ دیا پھر میرے لیے دوسرا پیگ بنانے لگیں۔“

”کیا یہ بھی؟“ میں نے سوال کیا۔

”ہاں پینے کا مزہ تو اسی انداز میں ہے جس انداز میں میں نے تمہیں بتایا۔ دیکھو کتنا فرق محسوس ہو گا تمہیں۔“ اور میڈم خان مجھے وہ فرق سمجھاتی رہیں شاید یہ فرق میں نے دوسرے پیگ میں بھی محسوس نہیں کیا تھا پھر تیسرے اور شاید چوتھے پیگ میں میں نے

ہونے لگا۔ زندگی میں کبھی بھی کوئی جرم نہیں کیا تھا۔ لیکن نجانے کیوں گزری رات مجھے اپنی مجرمانہ زندگی کی پہلی رات محسوس ہو رہی تھی۔ میں بستر سے کود کر غسل خانے کی جانب دوڑ گیا اور پھر شاور کھول کر اس کے نیچے بیٹھ گیا مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میرے بدن سے بھاپ اٹھ رہی ہو ایک عجیب سا سلگتا ہوا سا احساس میرے وجود میں سرایت کر چکا تھا پانی کی مدہم مدہم پھواریں سر سے پورے جسم پر بہہ رہی تھیں اور میں سوچوں میں گم تھا بند آنکھوں کی سوچوں میں میں نے اپنا ماضی دیکھا بہت سے ایسے واقعات تھے جنہوں نے مجھے دل براشتہ کیا تھا اور میں نے وہاں اپنے آپ کو بالکل بے بس محسوس کیا تھا۔ مجھے یاد تھا کہ غزنوی صاحب کی کوٹھی میں کیا کچھ ہوتا تھا لوگ کس انداز میں زندگی گزارنے کے عادی تھے۔ بے شک اس سلسلے میں کم از کم میڈم خان کا یہ کہنا درست تھا کہ مجھے اس ماحول سے روشناس ہونے کے لیے اس ماحول کے لوازمات کو بھی اپنانا ہو گا لیکن ان لوازمات میں میڈم خان کیا خود بھی شامل تھی۔ بہر طور یہ استادی کے گھر تھے اور میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ ان سے کس طرح پہلو بچاؤں۔ آخری فیصلہ یہی کیا تھا کہ جب اب زندگی میں داخل ہو ہی گیا ہوں تو چھوٹی چھوٹی باتوں کو ذہن پر طاری نہیں ہونا چاہیے باہر نکلا تو میڈم خان بھی بیدار ہو چکی تھیں وہ مجھے سر طراز نگاہوں سے دیکھتی رہی اور نجانے کیوں ان کی آنکھوں سے میرے بدن میں گدگدی سی ہوتی رہی۔ وہ مجھے دیکھ کر ہنس دی منہ سے کچھ نہ کہا لیکن ان کے انداز نے ایک کہانی سنا دی تھی۔ میں خاموش خاموش سا صوفے پر جا بیٹھا تو وہ بھی اپنے جسم سے لپٹی ہوئی چادر سمیٹ کر باتھ روم کی جانب بڑھ گئی اور تھوڑی دیر کے بعد نکھری نکھری سی باہر آگئی اور اس وقت روزی نے اندر جھانکا اور ہم دونوں کو جاگتے دیکھ کر جلدی سے بولی۔

”میڈم خان ناشتہ تیار ہو گیا ہے لگا دوں۔“

”تھینک یو روزی“ تھینک یو ویری مچ۔ میڈم خان نے کہا۔ البتہ ناشتے میں روزی ہمارے ساتھ ہی شریک رہی تھی۔ نجانے کیوں میں روزی سے بھی نگاہیں چرا رہا تھا۔ پھر اپنے اس احساس کو دل ہی دل میں کو سا بلا وجہ اپنے آپ کو مشکوک کر رہا ہوں۔ چنانچہ میں نے خود کو نڈر کر لیا دس بجے کے قریب میڈم خان نے مجھ سے کہا۔

”فیصل چلنا ہے ہمیں لباس وغیرہ لے لیے جائیں تیار ہو گئے ہوں گے۔ میں میڈم

اس فرق میں ایک سرور سا محسوس کیا اور میرے ذہن کی کیفیت بدلنے لگی مجھے اپنے الفاظ خود اجنبی اجنبی محسوس ہو رہے تھے۔ لیکن وہ ان الفاظ سے شاید اجنبی نہیں تھی اور میں نے ان سے سوال بھی کیا۔“

”میڈم مجھے اپنے الفاظ بے ربط سے لگ رہے ہیں۔ کیا آپ کو بھی ایسا ہی محسوس ہو رہا ہے جواب میں وہ ایک عجیب سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔“

”یہ بے ربط لہجہ تو تمہارے حسن کو ایک ایسا انداز بخش رہا ہے فیصل جسے الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے۔“

”ہاں کیوں نہیں بس ایک پیگ صرف ایک پیگ اور..... اور پھر تم اپنے آپ میں مطمئن ہو جاؤ گے۔“

”میں نے اس ایک پیگ میں بھی تشنگی محسوس کی تھی لیکن میڈم خان اس سے زیادہ مجھے پلانے کے لیے تیار نہیں تھی۔ میری اپنی سوچیں سو گئی تھیں اور مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جسے میں نے درحقیقت ایک نئی دنیا میں قدم رکھ دیا ہو اور اس نئی دنیا میں میں نے میڈم خان کو دیکھا اور اپنے قریب پایا اور مجھے یوں محسوس ہوا جیسے درحقیقت زندگی کا یہ دوسرا رخ پہلے رخ سے کہیں زیادہ حسین ہو کتنا ہلکا پھلکا پن ہے۔ ماحول میں میں نے میڈم خان کی جانب دیکھا تو وہ مسکرا دی مجھے یوں محسوس ہوا جیسے وہ میری آنکھوں میں داخل ہو چکی ہو اس کی گرم گرم سانسیں مجھے پکھلا رہی تھیں۔ درحقیقت میں برف ہی کی طرح پکھلا جا رہا تھا ہوش و حواس کی دنیا بہت پیچھے رہ گئی تھی اور میں نہ جانے کون سے آسمانوں میں پرواز کر رہا تھا۔ پھر صبح سوچ کی کرنوں نے آنکھوں میں گدگداہٹ پیدا کی تو میں نے آنکھیں کھول دیں ماحول کا کوئی اندازہ ہی نہ ہو پا رہا تھا۔ دیر تک چھت کو گھورتا رہا اور اس کے بعد حواس آہستہ آہستہ جاگے تو میں نے ایک کمرہ کے ساتھ کروٹ بدلی اور پھر میڈم خان کو اپنے بہت قریب بکھرے پایا تو چونک پڑا۔ وہ گہری نیند سو رہی تھی میں سمجھے ہوئے سے انداز میں اٹھ کر بیٹھ گیا اور میرا سر آہستہ آہستہ چکرانے لگا میڈم کان بے خبر سو رہی تھی اور اس بے خبری کے عالم میں وہ نجانے مجھے کیا محسوس ہو رہی تھی میں بہت دیر تک اسے دیکھتا رہا اور پھر رفتہ رفتہ بیتی رات کا نسانہ مجھے یاد آنے لگا۔ بالکل اجنبی انوکھی کہانی نجانے کیوں مجھے عجیب سی پیشانی کا احساس

”نہیں ایسی بات نہیں ہے ضرورت پڑتی ہے تو چلی بھی جاتی ہوں۔“
 ”کل اگر موقع ملا تو تمہارے ساتھ باہر جاؤں گا۔“
 ”کہاں جانے کا ارادہ ہے؟“ روزی نے چونک کر پوچھا۔
 ”بھئی کہیں بھی سیر و تفریح کے لیے۔“

”میرا خیال ہے کہ اس کی اجازت ابھی تمہیں نہیں ملے گی تمہیں یاد نہیں مسٹر سعید غوری نے کہا تھا وہ تمہیں دنیا سے چھپانا چاہتے ہیں۔“ روزی نے کہا اور ہنس پڑی
 میں اس کی ہنسی کی وجہ پر دیر تک غور کرتا رہا تھا۔“

”میڈم خان کی قربت اور تربیت کے تقریباً بیس بائیس دن گزر گئے۔ اس دوران کئی بار مٹھل شاہ سے میری ملاقات ہوئی تھی اور وہ مجھ سے کافی گفتگو کرتا رہتا تھا۔ وہ مجھے اور میں اسے سمجھنے کی کوششوں میں مصروف تھے میں نے بخوبی اندازہ لگالیا تھا کہ وہ مجھ سے اعلیٰ سطح کی گفتگو کرتا ہے لیکن اس میں ایک مصنوعیت ہوتی ہے۔ اس کا خیال تھا کہ میں اس کی شخصیت سے مکمل طور پر واقفیت نہیں رکھتا اور ابھی میرے اندر عمر کا کچا پن ہے لیکن میرے اندر جو کچھ تھا میں اسے ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ مٹھل شاہ کے بارے میں میرا تجزیہ تھا کہ وہ ایک زہریلا سانپ نہیں بلکہ ایک خوفناک اژدہا ہے جو ہر سمت سے وار کر سکتا ہے اور جس کی پہنچ بے پناہ ہے وہ مجھے تھوڑا تھوڑا سا اپنے بارے میں سمجھاتا رہتا تھا لیکن میں اس سے زیادہ سمجھ چکا تھا جو اس نے مجھے سمجھایا تھا میڈم خان نے مجھے اپنی ملکیت سمجھ لیا تھا اور بظاہر اس دنیا سے واقفیت کرا رہی تھی اور اب اس کے اندر میرے لیے ایک انیسیت سے پیدا ہو چکی تھی جس کا اظہار مختلف انداز میں ہو جاتا تھا۔ دوسری سمت روزی تھی جو خدمت کا پیکر بن کر رہ گئی تھی نوجوان تھی اور کسی بھی بات سے نادانف نہیں تھی میں نے اس وقت اس کے چہرے پر اواسی کے لمحات دیکھے تھے جب میڈم خان کو مجھ پر پورا پورا تصرف حاصل ہوتا تھا میں بے بسی کا شکار تو نہیں تھا لیکن عدم تعاون سے فضا خراب نہیں کرنا چاہتا تھا اور میری سوچ یہ تھی کہ جو کچھ حاصل ہو رہا ہے وہ میرے لیے انتہائی اہمیت رکھتا ہے اور ابھی مجھے گریز نہیں اختیار کرنا چاہیے۔ ویسے بھی عمر کا تقاضا تھا کہ وہ سب کچھ بھی جان لوں جو شاید ابھی دیر تک نہیں جان سکتا تھا اور اس سے مجھے میڈم خان کی پوری پوری توجہ حاصل ہو گئی تھی مٹھل شاہ کو

خان کے ساتھ باہر نکل آیا اس نے روزی کے ہاں سے میرے بے شمار لباس لیے اور اس کے بعد اور بہت سی ضروری چیزیں خریدیں مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے اب وہ کافی روز تک یہاں سے جانے کا ارادہ نہ رکھتی ہو بہر طور اس میں کوئی قباحت بھی نہیں تھی۔ چنانچہ ہم دوپہر کو واپس آ گئے روزی اس دوران کھانا تیار کر چکی تھی۔ روزی کا انداز بالکل خاموش خاموش ساتھ میں نے بھی خاموشی اختیار کی البتہ چار بجے کے قریب میڈم خان اٹھ گئی۔“
 ”اچھا بھئی اب اجازت میرا خیال ہے کہ میں رات کو نہ آسکوں گی میں بے اختیار مسکرا اٹھا تو میڈم خان بھی ہنسنے لگی۔“

”ہاں ہوتا تو یہی رہا ہے کہ میں کہہ کر گئی ہوں کہ نہیں آؤں گی اور پھر آ جاتی ہوں لیکن آج رات شاید واقعی نہ آسکوں۔ میڈم خان چلی گئی تو میں نے گہری سانس لے کر روزی کی جانب دیکھا وہ بھی مسکرا دی اس کی اس مسکراہٹ میں بڑا سکون تھا۔ میں نے بھی اپنے آپ کو پر سکون محسوس کیا کم از کم روزی کے اندر کوئی ایسی کیفیت پیدا نہیں ہوئی جو ناراضگی کا انداز ظاہر کرے اور یہ اچھی بات تھی کیوں کہ میں اس خوبصورت لڑکی کو ناراض نہیں کرنا چاہتا تھا۔“

”یہ میڈم خان بہت خطرناک خاتون ہے لیکن بہر طور لباس کی خاص آدمی ہیں اس لیے ہم ان کے بارے میں کوئی غلط بات بھی نہیں کہہ سکتے۔“
 ”خطرناک سے تمہاری مراد کیا ہے روزی؟“

”پتا نہیں میری کیا مراد ہے خطرناک سے“ روزی نے کہا اور خواہ مخواہ ہنس پڑی۔
 ”خیر چھوڑو تمہارا کیا خیال ہے آج وہ پھر واپس آجائیں گی۔“
 ”انہیں آنا تو چاہیے“ روزی نے معنی خیز لہجے میں کہا اور نجانے کیوں مجھے ایک جھینپ کا سا احساس ہوا۔ تاہم میں نے ڈھیٹ بن کر پوچھا۔

”کیا مطلب؟“

”میرا مطلب ہے جیسا کہ انہوں نے خود بھی کہا ہے کہ نہیں آنا چاہتی مگر آ جا ہوں اب آج پتا نہیں وہ کیا چاہیں“ میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ روزی کے سا وقت گزرتا رہا پھر میں نے کہا۔“

”تم یہاں سے بہت کم باہر نکلتی ہو روزی۔“

تو کسی بڑے پھر کے میں پڑ گیا ہے۔“

”نہیں پیرو کوئی لہرا نہیں ہے بالکل ٹھیک ہوں میں۔“

”ارے ماں قسم ٹھیک تو تم نظر آتا ہے پر اپن لوگ کا کیا ہوگا اپن تیرے کو کدھر

تلاش کرے تو اپن کو اپنا ٹھکانہ بتادے اپن تجھ سے خود ملنے آجائے گا۔“

”بتادوں گا یار تم سناؤ کیسی گزر رہی ہے تم لوگوں کی۔“

”اڑے ماں قسم اپنا تو عیش ہے اڑے۔ ابھی افس کلاس دھندہ ہوتا ہے شاہد بھائی

کچھ خاموش سے نظر آ رہے تھے پیرو سے نجات ملی تو میں نے ان سے پوچھا۔“

”سنائیے شاہد بھائی کیسی گزر رہی ہے؟“

”یہ بتاؤ تم اتنے عرصے کے لیے کہاں غائب ہو گئے تم نے تو کہا تھا یہاں سے بھی

رابطہ رہے گا۔“

”بار بار یہ کہتے ہوئے عجیب لگتا ہے شاہد بھائی کہ میں آپ کے وجود میں سمایا ہوا

ہوں دل و جان سے آپ کے ساتھ ہوں جو کچھ کر رہا ہوں اور جو کچھ سوچ رہا ہوں آپ

اس سے ایک لمحے کے لیے ہٹ کر نہیں ہیں بس جو میں کر رہا ہوں اس کے لیے مجھے الگ

ہی رہنا ہوگا اور آپ شاہد بھائی اس پر کوئی اعتراض نہیں کریں گے۔“

”نہیں بھئی اعتراض کا کوئی سوال نہیں ہے تم دیکھو میں نے سارے معاملات طے

کر لیے ہیں کوئی دقت نہیں ہو رہی کام میں مجھے دقت ہے تو بس ایک وہ یہ کہ تم نے مجھے

بتایا نہیں ہے کہ اگر کبھی دل میں تمہاری تڑپ اٹھے تو تم سے کہاں ملا جاسکتا ہے۔“

”اگر دل میں میری تڑپ اٹھے شاہد بھائی تو میرے لیے بس اتنی دعا کیجئے کہ جو کچھ

میں کر رہا ہوں اس میں مجھے کامیابی حاصل ہو۔“

”اور اگر کسی مشکل میں پھنس گئے تو ہمیں تو معلوم بھی نہیں ہو سکے گا۔“

”نہیں شاہد بھائی آپ اب مجھے اتنے پیچھے بھی نہ سمجھئے کہ مشکل میں پھنس کر آپ

کو اطلاع بھی نہ کراسکوں۔ بہت بڑی بات نہیں کرنا چاہتا شاہد بھائی لیکن اب یوں سمجھ

لیجئے کہ وہ مستقبل جس کے ہم نے خواب دیکھے ہیں اور جس کے لیے میں نے آپ سے

منع کیا تھا کہ ابھی ہم فردوس کی شادی نہیں کریں گے ہم سے دور نہیں ہے شاہد بھائی

آنکھیں بھیج کر گردن جھٹکنے لگے پھر بولے۔“

میرے بارے میں بہترین رپورٹیں دی جا رہی تھیں اور ان پر وہ خوشی کا اظہار کرتا تھا دنیا سے روشناس کرانے کا تو ایک بہانہ تھا ہی لیکن میڈم خان مجھے خود بھی اپنے ذوق طبع پر مکمل دیکھنا چاہتی تھیں نت نئے لباس نت نئے تحائف سگریٹ پینے کی عادت بھی ڈال دی گئی تھی مجھے اور اعلیٰ درجے کے سگریٹوں کے کارٹن میرے لیے آگئے تھے اس کے لیے ایک حد مقرر تھی غرض یہ کہ مجھے جدید سوسائٹی کا ایک فرد بنانے کے لیے ہر اس شے سے آراستہ کیا جا رہا تھا جس سے درحقیقت میں واقف نہیں تھا۔ بہت سی ایسی باتیں میرے علم میں آئی تھیں جن کا مجھے پہلے سے کوئی علم نہیں تھا اس دوران پیارے شاہد بھائی اور باقی سارے ماحول سے رابطے منقطع رہے تھے لیکن میں انہیں یہ احساس نہیں دلانا چاہتا تھا کہ میں ان سے دور ہو چکا ہوں چنانچہ ایک دن ان کے پاس جانے کا فیصلہ کر لیا

میڈم خان سے اس موضوع پر گفتگو کی تو وہ بولی۔“

”مسٹر غوری سے میری بات چیت ہوئی تھی اس بارے میں اور انہوں نے مجھے

اجازت دی تھی کہ اگر کبھی تمہارے دل میں یہ خیال آئے تو میں تمہیں روکوں گی نہیں

البتہ حالات کے تحت تمہیں ذرا سا حلیہ بدل لینا پڑے گا۔ یعنی اس حلیہ میں تم وہاں نہیں

جاؤ گے جو وہاں کا حلیہ تھا میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی میں نے مسکراتے ہوئے

کہا۔“

”میڈم خان وہ لوگ مجھے اس حلیہ میں ہی پہچان لیں گے میڈم خان ہنس کر بولی۔“

”گویا تمہاری دوہری شخصیت شروع ہو چکی ہے مجھے تیار کرانے میں میڈم خان نے

میری مدد کی تھی شلوار قمیص گلے میں سونے کی چین پشاور چیل غرض وہ تمام طریقہ میں

نے اختیار کر لیا تھا جو ٹرک اڑے پر جانے کا ہو سکتا تھا ٹیکسی سے میں وہاں پہنچا تھا اتفاق کی

بات کہ پیرو اور شاہد بھائی دونوں ہی وہاں موجود تھے مجھے دیکھ کر اچھل پڑے پیرو نے اپنے

خصوص انداز میں کہا۔“

”اڑے ماں قسم تیرا تو لاری نکل آیا ہے میرے یار فیصل بھائی ابھی رنگ کتنا گورا

ہو گیا ہے اپنے فیصل کا شاہد بھائی دیکھا آپ نے۔“

”ہاں کیوں نہیں“ شاہد بھائی نے آہستہ سے کہا۔“

”اڑے پر یار تو غائب کدھر ہو گیا لا ابھی میں تیرے کو اتنا یاد کرتا تھا شاہد بھائی بولتا کہ

”اس وقت تک اڑتالیس ہزار تمہارے حساب میں جمع کر چکا ہوں۔“

”دیری گڈ دیری گڈ ضرورت پڑنے پر بہت ہوگی میں نے کہا اور اس کے بعد میں شاید بھائی سے ان کے اہل خاندان کے بارے میں معلوم کرتا رہا۔ انہوں نے بتایا گھر میں نیا فرنیچر ڈلوادیا ہے کچھ اور کام بھی کرا لیے گئے ہیں سب لوگ خوش نظر آتے ہیں میں نے بھی اس بات پر خوشی کا اظہار کیا تھا پیرو سے بھی بہت دیر تک باتیں ہوتی رہی تھیں۔ پیرو نے بتایا تھا کہ دفتر میں ٹیلیفون لگنے والا ہے پیسے وغیرہ بھر دیئے گئے ہیں بس ٹیلیفون بہت جلد آجائے گا۔“

”تب پھر میری تمہاری گفتگو ٹیلیفون پر ہو جایا کرے گی پیرو۔“

”ارے ماں قسم اپن تو ادھر بہت خوش ہے یار تیرے ساتھ گاڑیاں دھونے سے دوستی شروع ہوا تھا اور میرے کو کدھر معلوم تھا کہ میرا دوست ہی میرے لیے اتنا فائدہ والا ثابت ہوگا میں نے پیرو کا شانہ تھپتھپایا اور اس کے بعد آخری کام میں نے الیاس بھائی کے ہاں ٹیلیفون کر کے کیا تھا۔ وہاں کی خیریت بھی مجھے معلوم ہو گئی۔ وہی چاہتیں وہی تڑپیں اور آج میں نے اپنے آپ کو بڑا مالا مال محسوس کیا تھا نازاں باجی سے تو بات نہیں ہو سکی تھی لیکن الیاس بھائی بھی تھے اور بھابی بھی دونوں ہی نے مجھ سے محبتوں کا اظہار کیا تھا الیاس بھائی کہنے لگے۔“

”اب تو تم ہمارے لیے ایک خواب سے بن کر رہ گئے ہو۔ جسے اپنی مرضی سے دیکھا بھی نہیں جاسکتا۔“

”انتظار الیاس بھائی انتظار آپ کو علم ہے میں کس مقام پر ہوں۔ مجھے اپنی منزل تک پہنچنے کے لیے وقت درکار ہے اور آپ کو میری قربت کے لیے انتظار کرنا ہوگا۔“

”کر رہے ہیں بھائی تم ایک پراسرار کہانی ہو جو ابھی تک ہماری سمجھ میں نہیں آئی بہر طور ہم نے اپنی محبتوں کے دروازے بند کیے ہیں اور ان کی جانب نگراں ہیں کہ کب وہ کھلیں گے۔“ میں بہت مطمئن ہو گیا تھا اور اس کے بعد میں نے اپنی منزل پر واپسی کا سفر شروع کر دیا۔ باہر کی دنیا سے اطمینان ہو گیا تھا جو میرے تھے بس انہیں ہی مطمئن کونا تھا باقی وہ بھی تھے جو ہو سکتا ہے اس وقت میری گمشدگی سے غیر مطمئن ہوں یہ بات میں اچھی طرح جانتا تھا کہ کچھ نگاہیں میری نگراں رہتی ہیں کہ میری موجودہ کیفیت کیا ہے۔

ساری باتیں مانتا ہوں فیصل کہ تم بے حد ذہین ہو اور سچی بات یہ کہ ہماری سمجھ سے بالاتر ہو لیکن بعض اوقات دل میں جو جذبے پیدا ہو جاتے ہیں وہ یہی احساس دلاتے ہیں کہ فیصل چھوٹا ہے نو عمر ہے دنیا سے ناواقف ہے اور بس یہی چیز پریشان کر دیتی ہے اچھا تم یہ بتاؤ جو کچھ کر رہے ہو اس سے غیر مطمئن تو نہیں ہو خاص طور پر تم سے اس لیے پوچھ رہا ہوں یہ بات کہ تم نے مجھ سے کہا تھا کہ تم براہ راست جرم کی دنیا میں نہیں آنا چاہتے یقین کرو فیصل اس دوران مجھے بے شمار آفر مل چکی ہیں مگر میں نے سب کو مسترد کر دیا ہے بعض لوگ مجھے اس بات پر بیوقوف سمجھتے ہیں اور بعض میری ہمت افزائی کرتے ہیں بلکہ ہمت افزائی کرنے والوں کی تعداد زیادہ ہے غلط کام میں تو ہر کوئی پڑ سکتا ہے لیکن اپنے آپ کو برے کاموں سے بچائے رکھنا بڑی بات ہوتی ہے اور اس سلسلے میں خدا کے فضل ہے مجھے شرت مل رہی ہے اور لوگ صاف ستھرے کاموں کے لیے صرف میرے نام کا انتخاب کرتے ہیں۔

”شاید بھائی ایسا ہی ہونا چاہیے یہی ہوگا کچھ روز اور بس کچھ روز اور یہ نہ سوچئے گا۔“

”مگر ہماری آمدنی کم ہے اور ہم وہ سنہرا مستقبل حاصل نہیں کر سکتے جو ہمارے ذہن میں ہے۔“

نہیں اب میرے سوچنے کا انداز بدل گیا ہے فیصل میں صورت حال کو سمجھ رہا ہوں اچھا دیکھو ہم سمجھوتے کے طور پر ایک بات کرتے ہیں کہ میں ادھر اپنے آپ کو سنبھالے رکھوں گا اور ادھر تم اپنے آپ کو سنبھالے رکھو گے تم نہیں جتنا چاہتے میں تم سے یہ نہیں پوچھوں گا کہ تم کیا کر رہے ہو لیکن بس کوئی ایسا داغ نہیں آنا چاہیے ہمارے دل پر اور ہمارے چہرے پر کہ ہمارے پاس اسے صاف کرنے کے لیے کچھ نہ ہو۔“

”بس اتنی سی بات! ٹھیک ہے وعدہ ہے آپ سے۔“

”تو پھر میں تمہاری طرف سے مطمئن ہوں جو کر رہے ہو کرتے رہو اور سنو حساب کتاب کا میں ہمیشہ سے کھرا آدمی ہوں تم اس وقت سے جانتے ہو مجھے جب رستم خان کے ہاں کام کرتے تھے تمہارے حصے کی جو بھی رقم ہے وہ محفوظ ہے۔“

”بہت بہت شکریہ ہو سکتا ہے مجھے کبھی اس رقم کی ضرورت پیش آجائے ویسے کتنی

رقم ہے وہ؟“

میں نے انہیں مطمئن رکھنے کے لیے ہی بے شمار کام کیے تھے لیکن اب وہ مجھے نہ پار ہے ہوں گے۔ تو ذرا سے الجھے ہوئے ہوں گے اور شاید ہر جگہ کرید کی جارہی ہو کہ میں کہاں گم ہو گیا ہوں کون ہے وہ جو یہ چاہتے ہیں کہ میں سڑکوں پر در بدر پھرتا رہوں میرا کوئی مستقبل نہ بن سکے۔ میں جرائم پیشہ افراد میں شامل ہو جاؤں۔ رستم خان سے ٹیلیفون پر ہونے والی گفتگو کا مجھے پورا پورا علم تھا وہ مجھے جیل بھجوا کر ایک مکمل مجرم بنانا چاہتا تھا۔ آخر کیوں؟ کون ہے وہ ان کے مقاصد کیا ہیں بس یہ ایک آخری بات تھی جو کبھی کبھی میرے سینے میں کیل کی طرح چبھنے لگتی تھی ورنہ زندگی میں اور کوئی الجھن نہیں تھی سوائے اس کے کہ میں جو اپنے لیے منصب چاہتا تھا اس کے راستے ہموار ہوتے رہیں۔ فلیٹ میں میڈم خان اور روزی موجود تھی میڈم خان نے مسکراتے ہوئے میرا استقبال کیا اور کہنے لگی۔

”اب جلدی سے کپڑے بدل ڈالو“ کیسے برے لگ رہے ہو اس لباس میں۔ میں مسکراتا ہوا اپنے بیڈ روم میں چلا گیا اور پھر ایک خوبصورت لباس پہن کر واپس آ گیا میڈم خان نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور روزی سے بولی۔

”تم نے دیکھا روزی فیصل کا انتخاب کتنا بہترین ہو گیا ہے۔“ روزی نے بھی مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی تھی۔ اور اس کے بعد میڈم خان میرے ساتھ تاش کھیلنے بیٹھ گئی وہ مجھے تاش کے مختلف کھیل مختلف اوقات میں سکھاتی رہتی تھی ہم لوگ فلاش وغیرہ بھی کھیلتے تھے جس میں روزی کو شریک کر لیا جاتا تھا مجھے تاش کے کھیل میں کافی مہارت حاصل ہو گئی تھی اور میں اچھی خاصی رقبے ان لوگوں سے جیت لیا کرتا تھا روزی کا اور میرا معاملہ تو ذرا مختلف تھا لیکن میڈم خان جو رقم ہارتی تھی وہ میری ہی ملکیت ہوتی تھی غرض زندگی کے ہر شب و روز جاری رہے میں ان میں سے وقت نکال کر کبھی کبھی اپنے شناساؤں سے بھی مل لیا کرتا تھا شاید بھائی کے ہاں ٹیلیفون آگیا تھا اور اب اکثر میں خود ان سے رابطہ قائم کر لیتا تھا انہوں نے بار بار مجھ سے میرا ٹیلیفون نمبر معلوم کرنے کی کوشش کی لیکن میں نے ان سے معذرت کر کے کہا کہ شاید بھائی آپ کو اپنا نمبر نہیں بتا سکتا اس کے لیے میری مجبوریوں کو مددگار رکھیں اور دوبارہ کے بعد شاید بھائی نے بھی اس موضوع پر گفتگو نہیں کی تھی بس یہی کہا تھا کہ کبھی کبھی ان کا بھی دل چاہتا ہے کہ مجھ سے

رابطہ قائم کریں۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ مٹھل شاہ مجھے جو کچھ بنا رہا ہے اس کے کیا نتائج برآمد ہوتے ہیں اور اس کے لیے مجھے مختلف زبانیں بھی سکھائی گئیں اور اس کے لیے میڈم خان ہی کے ذریعے کچھ نئے لوگوں سے ملاقات ہوئی۔ فلیٹ پر کوئی نہیں آتا تھا مجھے انتہائی رازداری سے ان کے پاس لے جایا جاتا تھا وہ مجھے سبق دے دیا کرتے تھے۔ سات ماہ مکمل ہو گئے میں نہیں جانتا تھا کہ میری تربیت کا یہ وقفہ کتنا طویل ہے تاہم یہ لحاظ میرے لیے بڑے صبر آزما تھے میں ابھی تک سب کو دعوں پر ٹال رہا تھا اور اب میرے ذہن میں تھوڑی سی تشویش بیدار ہونے لگی تھی کم از کم مٹھل شاہ سے مجھے یہ اندازہ تو ہو جائے کہ یہ سلسلہ کتنا طویل رہے گا اور اب میری اس تربیت میں کتنا وقفہ باقی رہ گیا ہے یا اس کے بعد مجھے کیا کرنا ہوگا۔ لیکن شک تھا کہ اس کی نوبت نہ آئے۔ مٹھل شاہ نے ایک دن صبح ہی کو فلیٹ کے دروازے کی بیل بجائی تھی اور اور اس کے بعد ایک بریف کیس کے ساتھ اندر داخل ہو گیا تھا۔ سعید غوری کے روپ میں ہی تھا۔ مجھ سے پر جوش انداز میں مصافحہ کیا میڈم خان ابھی تک نہیں آئی تھی روزی موجود تھی مٹھل شاہ ڈرائنگ روم میں میرے ساتھ آ بیٹھا اور پھر اس نے کہا۔

”فیصل وہ وقت آگیا ہے جب میں تم سے مطمئن ہو کر تمہیں کچھ ذمہ داری دے دوں اور اس کے بعد اپنے کام کا آغاز کر لوں میرے چہرے پر خوشی کے تاثرات پھیل گئے مٹھل شاہ بغور مجھے دیکھ رہا تھا پھر اس نے کہا۔“

”تم سے اب تک جو باتیں کرتا رہا ہوں وہ تمہاری رگ دپے میں رچ بس گئی ہوں گی اور چونکہ تم نے میرے مقاصد سے کہیں اختلاف نہیں کیا اس لیے میں مطمئن ہوں فیصل کہ تم اس دنیا کو اچھی طرح سمجھ چکے ہو اور اس میں اپنا مقام بنانے کی اہلیت رکھتے ہو فیصل آج میں تمہیں ایک نئی حیثیت سے دنیا سے روشناس کرانے کے بارے میں تیاریاں کر کے آیا ہوں میں بہت دن سے ان کاموں میں مصروف تھا اور میرے بہت سے کام بیرونی ممالک سے ہو رہے تھے۔ اس کے لیے مجھے جو کچھ کرنا پڑا ہے وہ تم پر احسان نہیں ہے بس یوں سمجھ لو میں نے تمہیں جس رنگ میں دیکھا تھا اب تمہارا وہ رنگ مکمل ہو گیا ہے بعد کے معاملات میں تمہاری اپنی ذہانت کار فرما ہوگی اور تم خود بہتر سمجھ سکو گے کہ تمہیں کس انداز میں کام کرنا ہے یہ سمجھ لو کہ اب تم عمل کے میدان میں اتر رہے

خوبصورت عمارت خرید لی گئی ہے اور یہ کام تمہارے ایک وکیل نے کیا ہے جس سے بعد میں تمہاری ملاقات کرا دی جائے گی اب تم اس عمارت میں رہائش اختیار کر دو گے۔ اور تمہاری آئندہ زندگی دانش منصور گوٹا والا کی حیثیت سے گزرے گی میڈم خان تمہیں نیروبی اور تم سے متعلق جن جن جگہوں کا ذکر کیا گیا ہے کی فلمیں دکھائیں گی اور وہاں کی ایک ایک شے سے روشناس کرا دے گی۔ تاکہ اگر کبھی کبھی تمہیں وہاں کا تذکرہ کرنے کی ضرورت پیش آجائے تو تم کسی وقت کا شکار نہ ہو۔ میرا مطلب سمجھ رہے ہو دانش اس کے بعد میں تمہاری نیشنلسٹی کے کاغذات دوں گا یہ کاغذات بالکل اصلی ہیں تمام کام باقاعدگی سے کیے گئے ہیں۔ حکومت پاکستان کی نیشنلسٹی کی منظوری اور تمام وہ اشیاء جن کا تعلق اس کاغذ سے ہے جو میں نے تمہیں دکھایا اس میں کوئی بھی چیز جعلی نہیں ہے صرف اتنی سی بات ہے کہ ان کاغذات کو بنوانے کے لیے کثیر سرمایہ اور مختلف لوگوں کی کاوشیں کارآمد رہی ہیں میں نے ایک بھی کام کچا نہیں کیا ہے تاکہ تمہیں پوری طرح سے سکون سے کام کرنے کا موقع دوں۔ بائیس کروڑ ڈالر کی جس رقم کا میں نے تذکرہ کیا ہے وہ یہاں کے بینکوں میں تمہارے نام جمع ہو گئی ہے اور یوں سمجھ لو فیصل کہ یہ میری تمام عمر کا سرمایہ ہے۔ جو میں نے آج تک جمع کیا ہے اور یہ بھی سمجھ لو تم اچھی طرح سے اس سرمائے کی اصل مالیت سے ہزار گنا زیادہ بڑھانا ہے ہمیں اور اس کے لیے میں اور تم مل کر کام کریں گے میں نے یہ رقم تمہارے نام منتقل کر کے تم پر جس اعتماد کا ثبوت دیا ہے اس اعتماد کو کبھی نہیں پہنچانے کی کوشش نہ کرنا۔ ضرورت کے مطابق تمہیں ہر کام کرنے کی اجازت ہے اور تم اپنے بینک اکاؤنٹ سے جتنے پیسے چاہو نکلا سکتے ہو اور اسے خرچ کر سکتے ہو لیکن صرف ضرورت کے مطابق تمہارے اخراجات کے سلسلے میں تمہیں نہ کسی تکلف سے کام لینا ہو گا اور نہ تم بخل کرو گے نہ ہی اس کے لیے میری اجازت کی ضرورت ہے۔ لیکن اس سرمائے کو بڑھانے کا کام اب میں نے تمہارے سپرد کر دیا ہے ایک اتنی بڑی شخصیت کا رکھ رکھاؤ جو کچھ ہونا چاہیے تمہارے اندر وہی رکھ رکھاؤ نظر آئے میڈم خان نے تم پر جو محنت کی ہے اب یہ سمجھ لو کہ اس کے اظہار کا وقت آگیا ہے تم یہاں کی اعلیٰ ترین سوسائٹی میں نظر آؤ گے یہاں کے جیم خانے اور کلب سب تمہارے اعزاز میں تقاریب منعقد کریں گے۔ تم ان تمام جگہوں کے ممبر ہو گے اور تمہارا اپنا ایک مقام ہو گا۔

”ہو۔“

”میں اس کے لیے بے چین ہوں سعید غوری صاحب‘ میں نے کہا۔“

”ہوں اچھا اب میں تمہیں وہ تفصیلات بتائے دیتا ہوں جو ابھی تک صرف اور صرف میرے ذہن میں تھیں۔ خود میڈم خان بھی ان سے واقف نہیں۔“

”جی“ میں نے مستعدی سے کہا اور مشعل شاہ نے اپنا بریف کیس کھول لیا پھر اس نے اس میں سے ایک فل سکیپ سائز کا کاغذ نکالا اور میرے سامنے کر دیا اس کاغذ میں کسی کا بایوڈیٹا تھا۔ میں نے اسے پڑھنا شروع کیا۔“

”دانش منصور گوٹا والا‘ باپ کا نام احمد منصور‘ دادا کا نام منصور عظیم گوٹا والا قدیم رہائش احمد آباد انڈیا۔ پیدائش نیوآئیر لائن نیروبی‘ کاروبار کوئلے اور تانبے کی کانیں‘ یہ کاروبار آبائی ہے اور دانش گوٹا والا کی پیدائش نیروبی میں ہوئی ہے اس نے تعلیم آکسفورڈ یونیورسٹی میں حاصل کی ہے اور تعلیم درمیان میں اس لیے چھوڑ دی کہ مسٹر منصور گوٹا والا کا انتقال ہو گیا اس کے بعد دانش منصور گوٹا والا نے اپنا کاروبار سمیٹنا شروع کیا اور کانیں وغیرہ فروخت کر کے اس کی رقم بیرون ملک منتقل کر دی باپ کی موت کے بعد اس نے پاکستان آنے کا فیصلہ کیا کیونکہ اسے علم تھا کہ اس کے اہل خاندان نقل وطن کر کے اپنے وطن پاکستان پہنچ گئے ہیں حکومت پاکستان سے اس نے پاکستان نیشنلسٹی کی درخواست کی اور بالا آخر اس کی یہ درخواست منظور کر لی گئی۔ اس نے اپنا سرمایہ بائیس کروڑ ڈالر پاکستان منتقل کیا مزید کچھ سرمایہ ابھی بیرون ملک موجود ہے یہاں کاروبار کا ارادہ رکھتا ہے اور صورت حال کا جائزہ لے کر کسی کاروبار کا آغاز کرنے والا ہے میں نے یہ تمام تفصیل پڑھی اور پھر سوالیہ نگاہوں سے مشعل شاہ کو دیکھنے لگا پھر میں نے اس سے پوچھا۔“

”کون ہے یہ شخص۔“

”تم!“ مشعل شاہ نے جواب دیا اور ایک لمحے کے لیے میرا منہ حیرت سے کھلا پھر بند ہو گیا میں سنسنی خیز نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا تھا۔

”تفصیل سمجھنا چاہتا ہوں مسٹر سعید غوری۔“ میں نے کہا۔

”یہ تفصیل تمہارے ہی لیے لکھی گئی ہے فیصل اب تمہیں دانش منصور گوٹا والا کی حیثیت سے اس شہر کراچی میں قیام کرنا ہے تمہارے لیے ایک خوبصورت علاقے میں

خیالات کے اظہار کے لیے مٹھل شاہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”یوں سمجھ لو فیصل یہ دولت میں نے بڑی مشکل سے اکٹھی کی ہے نجانے کیا کیا مشکلات اپنی ذات میں اٹھائی ہیں اور آج میں نے اسے بڑے اعتماد کے ساتھ تمہارے نام منتقل کر کے تمہیں اس کی اطلاع دی ہے اس کا مطلب سمجھتے ہو کیا ہے اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ میں نے تمہیں اپنے وجود کا عکس سمجھ لیا ہے۔ یہ سوچ لیا ہے میں نے کہ مٹھل شاہ کے جسم کا ایک حصہ دانش منصور ہے۔ لیکن مٹھل شاہ یہ جانتا ہے کہ زندگی کس طرح گزاری جائی اور اپنے ماحول کو کس طرح قابو میں رکھا جائے کبھی مجھ سے منحرف ہونے کی کوشش نہ کرنا۔ فائدے ہی فائدے میں رہو گے جب کہ دوسری صورت میں تمہاری زندگی کی ضمانت نہ ہوگی۔“

”صرف یہ دولت منتقل کر کے آپ اپنے الفاظ کو تبدیل کر رہے ہیں۔ سعید غوری صاحب“ میں نے سرد لہجے میں کہا۔

”ہرگز نہیں ایک لمحاتی گفتگو ہے جو اس کے بعد ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گی۔ بہر طور تمہارا وکیل تمہارے ہر مفادات کی نگرانی کرے گا لیکن وہ احمق شخص بھی نہیں جانتا کہ جو کچھ وہ ہے وہ اصلیت نہیں ہے یہ بات صرف دو افراد جانتے ہیں۔ روزی اور میڈم خان یا پھر خود مٹھل شاہ بہر طور فیصل میں تمہیں اس کامیاب زندگی کی مبارکباد بھی سے پیش کرتا ہوں اور اس امید کے ساتھ تم سے رخصت ہو رہا ہوں کہ تم اپنا یہ کردار بخوبی نبھاؤ گے باقی جہاں تک رہا تمہارے ان شناساؤں کا معاملہ جو تمہارے لیے اہمیت رکھتے ہیں تو ایک طویل عرصے تک تمہیں ان سے دور رہنا ہوگا۔ ہاں ٹیلیفون اور دوسرے ذرائع تم استعمال کر سکتے ہو۔ ان کے تمام مفادات کا خیال رکھ سکتے ہو تم۔ تمہیں اجازت ہے کہ اپنی مرضی سے ان کا کوئی کام کرنا چاہو تو مجھ سے پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ تمہیں کسی سے ملنا نہیں ہے ماضی کی ایک ایک شخصیت کو بھول جاؤ اور حال میں ضرورت کے لوگوں کو اپنا دوست بناؤ تاکہ تمہاری شخصیت مستحکم بن جائے اور اس کے بعد جب تم اپنی ذات کو استحکام بخش دو گے تو پھر جو کچھ بھی کرو گے اس پر شک نہیں کیا جائے گا۔ یہ میری آخری نصیحت ہے تمہارے لیے۔“

”دیکھا ہو گا سعید غوری صاحب جو آپ چاہتے ہیں۔“

فیصل دولت کمانے کے لیے پہلے اپنے آپ کو دولت مند ظاہر کرنا پڑتا ہے جب لوگ تمہاری مستحکم حیثیت کو محسوس کر لیں گے تو اپنے آپ کو تم پر کھول دیں گے یہ اس دنیا کا دستور ہے تمہارے پاس دولت کے انبار ہوں کسی کو اس میں سے ایک کوڑی نہ دو لیکن دنیا تمہاری عزت کرے گی دولت کے بغیر تمہاری شخصیت بالکل بے معنی ہے اور تم اپنے اندر کتنی ہی وسعتیں پیدا کر لو کسی کے لیے قابل نہیں بن سکو گے۔ یہ باتیں اب تمہیں سمجھانے کی نہیں ہیں بہت کچھ سمجھ لیا ہے تم نے اس دنیا میں میں تمہیں اس کے طریقے بتاؤں گا کہ کس طرح تم کیا کرو گے۔ میرے بدن میں سنسنی سی ہو رہی تھی۔ بائیس کروڑ ڈالر کا مقصد میں اچھی طرح سمجھتا تھا ویسے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ میڈم خان نے مجھے یہ بات بتائی تھی کہ مٹھل شاہ بے حد دولت مند آدمی ہے اور اس کے پاؤں نجانے کہاں کہاں پھیلے ہوئے ہیں لیکن یہ بات میں خواب و خیال میں بھی نہ سوچ سکتا تھا کہ وہ بائیس کروڑ ڈالر کی ملکیت کا مالک ہوگا۔ اتنا بڑا آدمی نظر نہیں آتا تھا لیکن اس کا ایک پہلو اور بھی تھا بائیس کروڑ ڈالر کی یہ رقم اس نے اپنے ہاتھ پاؤں سے نہیں کمائی تھی بلکہ اپنی اس پویشیدہ اور دوہری شخصیت سے حاصل کی تھی اور اس کے بل پر وہ اس حد تک پہنچا تھا بہر طور انہیں نے اپنی شخصیت میں ایک عجیب سی کیفیت محسوس کی دولت کے کھیل بے شک نیارے ہوتے ہیں اور انسان نجانے کیا سے کیا بن جاتا ہے حالانکہ وہی دو ہاتھ دو پاؤں وہی تمام ضرورتیں وہی ساری سوچیں کوئی بھی تو تبدیلی نہیں ہوتی ایک سائیکل پر پھرنے والے لاوارث اور ایک محل میں بیٹھے ہوئے انسان ہیں لیکن دولت کے حوالے سے ایک آقا ہوتا ہے اور ایک غلام یہ صرف دولت ہی کی کرشمہ سازیاں ہیں۔ اور صرف یہ اطلاع کہ میرے نام بینکوں میں بائیس کروڑ ڈالر جمع ہیں میرے لیے ایک ایسی انوکھی کیفیت کا باعث بن گئی تھی جسے میں محسوس کر رہا تھا مٹھل شاہ نے کہا۔

”تم تیار ہونے کے بعد ایئر پورٹ جاؤ گے جہاں کچھ لوگ تمہیں رسیو کرنے آئیں گے لیکن ان میں سے ایک بھی نہیں سوچے گا کہ تم نیروبی سے آئے ہو یا حسن اسکوار کے ان فلیٹوں سے ایئر پورٹ پہنچے ہو۔ یہ سب تمہاری شخصیت کی کرشمہ سازی ہوگی ایکس بہت بڑے آدمی کے بارے میں لوگ بہت زیادہ غور نہیں کرتے اس کی دولت ہی اس کی شناخت ہوتی ہے کیا سمجھ میں نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا دی الفاظ نہیں پارہا تھا اپنے

اپنے پیروں سے چل کر خود مجھ تک پہنچے گی اس کی مجھے امید نہیں تھی لیکن تقدیر ساتھ دے رہی تھی یہی سب کچھ تو سوچا تھا میں نے راستہ میری توقع کے خلاف تھا لیکن جاتا اسی منزل کی جانب تھا جس کی تلاش مجھے تھی لیکن میں مٹھل شاہ کے شانوں پر سوار ہو کر اپنی منزل کا رخ نہیں کرنا چاہتا تھا یہ تو مجھے ایک روشنی نظر آئی تھی آگے تو اپنے ہی قدموں سے بڑھنا تھا اور میری فطرت کا یہ پہلو شاید ابھی کسی آنکھ میں نہیں تھا کہ میں سب کی سنتا ہوں سب کی ہدایت کے مطابق اپنے آپ کو جنبش دیتا ہوں لیکن عمل وہ ہوتا ہے جو میری اپنی مرضی کے مطابق ہو اور میری اس فطرت میں تبدیلی اس دنیا میں رہنے والے کسی انسان کے بس کی بات نہیں تھی۔

”میڈم خان آگئی“ اپنے ساتھ وہ بہت سے لوازمات لائی تھی اور آج عام دنوں کی بہت سنجیدہ تھی۔
”ہیلو فیصل۔“

”فیصل نہیں دانش منصور“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
”گوٹا والا میڈم خان نے کہا۔“ تمہیں یہ منصوبہ پسند آیا۔
”بہت شاندار ہے۔“

”میں نے کہا تھا نا۔ مٹھل شاہ تقدیریں بدلنے کی قوت رکھتا ہے۔“
”آپ اپنے کام کا آغاز کریں میڈم۔“

”ہاں بالکل۔“ میڈم خان نے کہا اور پھر وہ روزی کی مدد سے اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔ ڈرائنگ روم میں ایک پروجیکٹر نصب کیا گیا تھا۔ ایک اسکرین بنایا گیا اور ایک پروجیکٹر پر ایک فلم رول چڑھا دیا گیا۔ میڈم خان کی آواز ابھری ”یہ نیروبی ہے اس فلم کا آغاز نیروبی ایئرپورٹ سے کیا گیا ہے اور مسٹر دانش منصور آپ کو اس کے ایک ایک پہلو سے روشناس کرایا جا رہا ہے آپ کو یہ سب کچھ یاد کرنا ہوگا جس کا امتحان لیا جائے گا میں نے آمادگی کا اظہار کر دیا اور فلم آگے بڑھنے لگی مجھے نیروبی کے ایک ایک گوشے سے روشناس کرایا گیا اس کے اطراف کی بڑی تفصیلی سیر کرائی گئی تھی میں نے اس فلم کو پانچ بار دیکھا اور اسے اپنے ذہن میں محفوظ کر لیا مجھے نیروبی کی تمام اہم شخصیتوں سے روشناس کرایا گیا تھا بس یہی گننے لگا تھا کہ جیسے میں نیروبی کے ایک ایک حصے سے واقف ہوں پھر

”ہاں وہی ہوگا اور وہی ہونا چاہیے اس کا مجھے یقین ہے۔“ مٹھل شاہ نے عجیب سے لہجے میں کہا۔ میں پر خیال نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا وہ کسی سوچ میں ڈوب گیا تھا میں نے کہا۔

”جو کچھ آپ نے بتایا ہے وہ میں سمجھ چکا ہوں اور یقینی طور پر آپ کی ہدایت پر پورا پورا عمل کیا جائے گا لیکن روزی اور میڈم خان کے بارے میں کیا خیال ہے۔“
”روزی اور میڈم خان تمہارے ساتھ ہی رہیں گی میڈم خان تمہاری سیکریٹری کی حیثیت ہوگی اور روزی تمہارے گھر کی منتظم کی حیثیت سے۔ باقی جو ملازمین ہوں گے وہ ان دونوں کی نگرانی میں کام کریں گے ابتدائی طور پر یہ ضروری ہے اس کے بعد اگر تم ان کا انتخاب پسند نہ کرو گے تو انہیں تم مجھے دور ہٹا دیا جائے گا لیکن فی الحال میڈم خان تمہارے اقدامات کی نگرانی کرے گی اور وہی بہتر طور سے تمام صورت حال سنبھال سکتی ہے۔ تم نے دیکھا میں نے تمہاری ہی طرح ان دونوں کو بھی دنیا کی نگاہوں سے دور رکھا ہے اس وقت میرے ذہن میں تم نہیں تھے بس میں اپنے سے متعلق ان خاص لوگوں کو جو میرے لیے کارآمد ثابت ہو سکتے ہیں دنیا سے محفوظ رکھتا ہوں تاکہ اگر ان سے کوئی کام لوں تو ان کے بہت سے شناسا ان کے ارد گرد نہ ہوں تمہیں ان دونوں کو اپنے ساتھ رکھنے پر کوئی اعتراض تو نہیں ہے۔“

”نہیں غوری صاحب بالکل نہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد میڈم خان آجائے گی میں نے اسے تمام صورت حال سمجھا دی ہے تم اگر چاہو تو ابھی کچھ وقت حالات کو سمجھنے میں لے سکتے ہو بلکہ یہی بہتر رہے گا۔ نیروبی اور دنیا کے دوسرے حصوں کے بارے میں بہت کچھ جان لو تاکہ نیروبی میں قیام کے دوران اور آکسفورڈ یونیورسٹی میں تعلیم کے دوران تم نے جن جن جگہوں کی سیر کی ہے ان کا تذکرہ ان کے حوالے سے اپنے شناساؤں کے درمیان کر سکو یہ کاغذات اب تمہارے سپرد ہیں اس سلسلے میں اپنی معلومات مکمل کر لو اور اس کے بعد بقیہ انتظامات کر دیے جائیں گے۔“ مٹھل شاہ اپنی جگہ سے اٹھ گیا پھر میں اسے دروازے تک چھوڑنے آیا اور وہ چلا گیا لیکن مجھے اپنا وجود ہلکا پھلکا محسوس ہو رہا تھا۔ جو کچھ وہ کہہ گیا تھا وہ میرے رگ و پے میں سرسراہٹ بن کر دوڑ رہا تھا ایک بالکل نئی اور بہت انوکھی زندگی کا آغاز لیکن میری پسند کے عین مطابق میری منزل اس طرح

دوسری فلمیں دیکھیں جو دوسرے ممالک کے متعلق تھیں میڈم خان خود بھی ایک پراسرار شخصیت ثابت ہوئی تھی وہ ایک ایک بات اس طرح بتا رہی تھی جیسے اس نے یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو یہ میری آخری تربیت تھی جو مسلسل ایک ہفتہ تک جاری رہی لاتعداد امتحانات ہوئے اور میں ان میں کامیاب رہا۔ یہ ہفتہ میڈم خان نے فلیٹ ہی میں گزارا تھا اور شاید اس کا مٹھل شاہ سے بھی رابطہ رہا تھا۔ ہفتے کے آخری دن مٹھل شاہ بھی آیا۔

”کسے دانش صاحب۔ آپ کا کام کیسا جا رہا ہے۔؟“

”بالکل ٹھیک۔“

”میڈم خان نے آپ کی کامیابی کی سند جاری کر دی ہے اور آپ کی تربیت کا آخری مرحلہ مکمل ہو گیا ہے کل رات پونے نو بجے آپ کی زندگی کے سب سے اہم مرحلے کا آغاز ہو جائے گا۔“ مٹھل شاہ نے کہا اور میں اپنے بدن کی سنناٹ محسوس کرنے لگا۔ نیا مرحلہ۔ بڑا سحرانگیز تھا بے حد سنسنی خیز اب یہ دیکھنا تھا کہ زندگی کے پاس مجھے دور میں کیا ہوتا ہے۔

زندگی

مٹھل شاہ نے جب تک اس وقت کا تعین نہیں کیا تھا جب مجھے اپنی زندگی کے ایک نئے مرحلے میں داخل ہونا تھا تو میں بس اس کے بارے میں سوچتا ہی رہا تھا لیکن اب اس کے الفاظ نے مجھے سنسنی کا شکار کر دیا تھا۔ میرے ذہن میں بہت سے خیالات پیدا ہوئے تھے۔ مٹھل شاہ بڑی گہری نگاہوں سے میرا چہرہ دیکھ رہا تھا پھر اس نے کہا۔

”میں اب تمہیں دانش منصور کہہ کر ہی مخاطب کروں گا فیصل تم اپنے پرانے نام کو فی الحال بھول ہی جاؤ۔ اس سلسلے میں اگر کوئی بات تمہیں پریشان کر رہی ہو تو بے دھڑک مجھ سے سوالات کر سکتے ہو۔ تمہارا مطمئن ہونا بہت ضروری ہے۔ ویسے بھی اس کے بعد ہماری اور تمہاری ملاقاتوں کا سلسلہ تقریباً بند ہو جائے گا۔“

”ایک سوال خاص طور سے میرے ذہن میں پیدا ہوا ہے۔“ میں نے سوچتے ہوئے کہا۔ ”یہ کردار جس کی ادائیگی مجھے یہاں کرنا ہوگی درحقیقت کوئی کردار ہے بھی یا نہیں میرا مطلب کہ اگر کوئی ایسا مرحلہ پیش آجائے، جب مجھے اس کردار کو حقیقی شکل میں پیش کرنا ہو تو کیا اس کا کوئی وجود ہو گا یا سب کچھ مصنوعی ہے۔“ مٹھل شاہ نے تحسین آمیز نگاہوں سے مجھے اور پھر میڈم خان کو دیکھا پھر بولا:

”یقین کرد دانش، میں تمہاری طرف سے اس سوال کا منتظر تھا۔ میں نے جان بوجھ تمہیں یہ بات نہیں بتائی تھی اور یہ سوچ کر خاموش رہا تھا کہ یہ تمہاری ذہانت کا آخری امتحان ہو گا اور اگر تم یہ سوال کر لیتے ہو تو اس کا مقصد ہے کہ تمہاری ذات میں کوئی خلا باقی نہیں رہ گیا ہے۔ میں بہت مطمئن ہوں تمہاری طرف سے دانش منصور ہاں

یہ کردار نیروبی میں موجود ہے لیکن ایک انوکھی شکل میں۔ مجھے اس سلسلے میں تمہیں کچھ اور تفصیلات بتانا پڑیں گی۔ بات دراصل یہ ہے مسٹر دانش کہ اس ملک میں چند ایسے خاندان بستے ہیں جو درحقیقت اس ملک کی تقدیر پر حکمراں ہیں۔“

”یہاں کی سیاست‘ یہاں کی معیشت اور یہاں کا سارا کاروبار انہی کے اشاروں پر چلتا ہے۔ اس ملک میں تمام پالیسیاں ان کے اشاروں پر بنتی ہیں اور میرا اندازہ ہے کہ اگر وہ خاندان اس ملک کی تقدیر پر قابض نہ ہوتے تو شاید اس کی شکل بدلی ہوئی ہوتی اسی لئے میں ان کی اجارہ داری ختم کرنا چاہتا ہوں اور اس کے لئے میں نے اپنی زندگی وقف کر دی ہے۔ طویل عرصے سے میرا یہ منصوبہ جاری ہے اور میں اپنے محدود وسائل کے ساتھ کام کرتا رہا ہوں۔ دانش منصور میں نہیں چاہتا کہ اس ملک کی تقدیر ہمیشہ ان کی مٹھیوں میں جکڑی رہے اس ملک کو ان کے تسلط سے آزاد کرانے کے لئے میں نے ایک منصوبے کا آغاز کیا اور اس پر آہستہ آہستہ عمل کرتا رہا۔“

”میری جنگ ان لوگوں سے ہے میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس ملک کو ایک آزاد پالیسی مل جائے تو یہ ترقی کے ان راستوں پر سفر شروع کر سکتا ہے جو ملکوں کو جاپان بناتے ہیں‘ چین بناتے ہیں‘ کوریا بناتے ہیں۔ ہمارے اہل ہرگز کسی بھی طرح پیچھے نہیں ہیں ہمارے انجینئر‘ ڈاکٹر اور زندگی کے ہر شعبے سے متعلق افراد بے پناہ صلاحیتوں کے مالک ہیں اور کہیں بھی وہ دنیا کی کسی قوم سے پیچھے نہیں ہیں لیکن ان کے راستے بند کر دیئے گئے ہیں۔ صنعتیں اس لئے نہیں لگائی جاتیں کہ وہ جو مال امپورٹ کرتے ہیں اس کی آمد نہ رک جائے۔ معیشت کو اس لئے نہیں ترقی دی جاتی کہ ان کی بے پناہ آمدنی ختم نہیں ہوتی وہاں کے کام بحسن و خوبی جاری ہیں لیکن جہاں کوئی کسی مرحلہ پر ان کی ذات کے آڑے آتا ہے وہ اسے تباہ و برباد کر دیتے ہیں۔“

”میں ان کی اجارہ داری توڑ کر اس ملک کو ایک آزاد معیشت دینا چاہتا ہوں۔ میں اسے ایک آزاد صنعتی ملک بنانا چاہتا ہوں۔ یہ آواز میرے دل میں طویل عرصے سے پروان چڑھ رہی تھی۔ میں جانتا تھا دانش منصور کہ اگر میں نے اعلان کر کے اپنے ان کاموں کا آغاز کیا تو تنکے کی طرح ان لوگوں کی طاقت کے سیلاب میں بہہ جاؤں گا۔ نہ میرے اندر اتنی ہمت تھی اور نہ میرے پاس اتنے وسائل کہ میں یہاں ان کا مقابلہ کر سکتا چنانچہ میں

نے خفیہ طور پر اپنا کام شروع کیا اور یہ دیکھا کہ وہ کون سا راستہ ہو سکتا ہے جس کے سارے میں ان سے پوشیدہ رہ کر اپنا کام کر سکتا ہوں۔ ابتدائی طور پر مجھے ان لوگوں سے مقابلہ کرنے کے لئے دولت درکار تھی اور دولت کے حصول کے لئے میں نے ایک مخصوص طریقہ اختیار کیا میں اس ملک کے توہم پرست لوگوں سے واقف ہوں۔ یہ لوگ اپنے مسائل اپنی الجھنوں کا شکار ہو کر بالا آخر توہم پرستی کا سہارا لیتے ہیں اور جدوجہد کو ایک بے کار شے سمجھتے ہیں۔“

میں ان سب کے ذہن تو نہیں تبدیل کر سکتا تھا میں نے انہی کے راستوں پر چل کر ان سے اپنا کام نکالنے کا فیصلہ کیا اور مٹھل شاہ کی حیثیت سے مشہور ہو گیا۔ میرے پاس بے شمار افراد آتے ہیں اپنی اپنی مشکلات میرے سامنے بیان کرتے ہیں اور میں مختلف طریقوں سے ان کی مشکلات کا حل انہیں پیش کر دیتا ہوں اور اس میں اپنے لئے راستے نکال لیتا ہوں چنانچہ بہت سے ایسے کام کئے ہیں میں نے۔ اس دوران جن سے میرے پاس کافی دولت آئی اس کے طریقہ کار کی تفصیل بتاؤں گا تمہیں تو بہت وقت لگ جائے گا۔ یہ لوگ کھلے آسمان کے نیچے بارش سے متاثرہ لوگوں کو امداد فراہم نہیں کر سکتے لیکن توہم پرستی کا شکار ہو کر لاکھوں نہیں کروڑوں روپیہ خرچ کرنے میں عار نہیں محسوس کرتے ہیں ان کو انہی کے راستے پر لے جا کر تلاش کر رہا ہوں۔

”میں نے کہا تا تم سے کہ اگر میں تفصیلات بتانے پر آجاؤں تو بہت وقت صرف ہو جائے گا۔ مختصریوں سمجھ لو کہ میں نے ان بڑی مچھلیوں کو شکار کر کے ان کی تجوریاں خالی کرائی ہیں اور یہ سرمایہ دنیا کے مختلف ملکوں میں منتقل کیا ہے۔ اس کام کے لئے مجھے خاصی جدوجہد کرنی پڑی ہے اور بے شمار ایسے اقدامات بھی جنہیں مجرمانہ قرار دیا جاسکتا ہے لیکن میرے سامنے بس یہی راستے تھے اور کوئی راستہ ایسا نہیں تھا کہ میں اپنے مقصد کو عملی جامہ پہنا سکتا۔ میں نے جو منصوبہ اپنے ذہن میں بنایا تھا اس میں ہمیشہ ہی ایک ایسے ساتھی کی ضرورت محسوس کی تھی جو اس منصوبے کو میری حیثیت سے آگے بڑھاسکے اور میری نگاہیں ایسے کسی ساتھی کی تلاش میں ہمیشہ سرگرداں رہتی تھیں۔“

”میں نے اپنے ذہن میں یہ بھی سوچا تھا کہ میرا ایسا ساتھی کس قسم کا ہونا چاہیے اور اتفاق کی بات ہے کہ تم مجھے مل گئے لیکن میں سمجھتا ہوں دانش منصور کہ یہ ایک عمل

کے نام سے جانا جاتا ہے۔ احمد منصور بھی ایک نام ہی تھا اور کسی نے شاید اسے کبھی نہ دیکھا ہو اسی طرح اس کا بیٹا دانش منصور بھی ایک نام ہی کی حیثیت رکھتا ہے لیکن وہاں ایک باقاعدہ کاروبار کا ملک دانش منصور جب وہاں سے منتقل ہو کر یہاں پہنچے گا تو دانش منصور ہی ہو گا اور اس کے بارے میں نیروبی سے تمام شواہد اکٹھے کئے جاسکتے ہیں۔

میں نے کوئی کچا کام نہیں کیا ہے اگر کبھی یہ اژدھے تمہاری کھوج میں لگ گئے تو انہیں تمہارے بارے کوئی خامی تلاش کرنے میں دانتوں پسینہ آجائے گا۔ مٹھل شاہ نے ایک بھی کام کچا نہیں کیا اور اب وہاں سے ایک شخص چل چکا ہے جو دانش منصور کی حیثیت سے اس ملک میں داخل ہو گا وہ میرا اپنا آدمی ہے یہاں سے وہ کلیرنس لے کر باہر آئے گا۔ لیکن اس کا صورت آشنا کوئی نہ ہو گا۔ پھر تم اس کی جگہ لے لو گے اور دانش منصور کے نام کو ایک شکل مل جائے گی۔ میں نے جو انتظامات کئے ہیں وہ بہت ہی سائنسی قسم کے ہیں کوئی بھی ان کاغذات تک پر شک نہ کر سکے گا جواب تمہارے پاس موجود ہیں اور تمہیں یقینی طور پر دانش منصور قرار دے دیا جائے گا۔ یہ ہے میرا چھوٹا سا منصوبہ۔

”میں یہ نہیں کہوں گا کہ میں ملک کی فلاح کے لئے یہ سب کچھ کر رہا ہوں بس یوں سمجھ لو ایک اندرونی جذبہ ہے ایک ایسا زخم ہے جو ناسور بن چکا ہے اور یہ ناسور اس کے علاوہ اور کوئی علاج قبول نہیں کرے گا جو میں نے تمہیں بتایا ہے۔ میں یہ سب کچھ کر کے رہوں گا اور یوں سمجھ لو کہ یہی سب کچھ میری زندگی کا محور ہے۔“

مٹھل شاہ خاموش ہو گیا اور میں پھٹی پھٹی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ آج تک مٹھل شاہ کے بارے میں میں نے جسہ بھی سوچا اسے ایک مجرم سمجھا۔ ایک ایسا شخص سمجھا جو اپنی شخصیت کو دہرا روپ دے کر لوگوں کو بے وقوف بناتا ہے ایک ایسا شخص سمجھا جو دولت ہونے کے لئے مختلف قسم کے مجرمانہ منصوبے ترتیب دیتا ہے لیکن آج مٹھل شاہ کی ایک نئی صورت میری نگاہوں کے سامنے آئی تھی۔ آج وہ میرے لئے ایک انوکھا روپ اختیار کر گیا تھا میں دیر تک خاموشی سے اسے دیکھتا رہا اور مٹھل شاہ کسی گہری سوچ میں ڈوبا رہا پھر اس نے کہا۔

”اور اب آخری سوال کر رہا ہوں تم سے منصور۔ بلکہ دانش منصور۔ تمہیں ذاتی طور پر تو میرے اس منصوبے سے اختلاف نہیں ہے؟“

ہے جس کو بہر طور اپنے مراحل سے گزرتا ہے۔ میرے یا تمہارے ذریعے نہ سہی کہیں اور سے یہی تمام کارروائی ہو سکتی تھی اور یہ انتہائی ضروری تھی۔ جہاں تک میری ذہنی پہنچ کا معاملہ ہے میں اپنے طور پر تمہیں اس مقصد کے لئے ایک مکمل انسان سمجھتا ہوں۔ یہ بات میں اچھی طرح جانتا تھا کہ یہ دن مین شو نہیں ہو سکتا اور اس میں لاتعداد افراد کے ساتھ ساتھ ایک ایسے شخص کی ضرورت لازمی ہے جو ذہین ہو، زیرک ہو، نوجوان ہو اور عمل کرنا جانتا ہو۔“

تمہاری ذات میں مجھے یہ سب کچھ ملا ہے باقی میں اپنی تقدیر پر چھوڑ دیتا ہوں اور شاید اس ملک کی تقدیر پر بھی میرے کہنے کا مطلب یہ ہے دانش منصور کہ اس طرح ہم اپنے اس مقصد کو آگے بڑھائیں گے اور میں نے اسی لئے وہ جمع شدہ سرمایہ بیرونی ممالک سے اپنے ملک میں منتقل کیا ہے اس سرمائے کے ذریعے ہم اژدھوں کا شکار کریں گے مزید اعلیٰ پیمانے پر ابھی تو وہ چھوٹی چھوٹی مچھلیاں میرا نشانہ ہیں جو ان بڑی مچھلیوں کی آلہ کار ہیں اور جو چھوٹے پیمانے پر ملک کی معیشت پر قابض ہیں اس کے بعد ہمارے ہاتھوں کی پہنچ ان بڑی مچھلیوں تک ہوگی ہم کسی سے کوئی ذاتی انتقام نہیں لینا چاہتے نہ کسی کو اپنے لئے نقصان پہنچانا چاہتے ہیں لیکن یہ کیا بات ہوئی کہ ملک کے ہونہار نوجوان مایوسیوں کے اندھیرے میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ اہل ہنر بیرون ملک رخ کرتے ہیں اور دنیا کے مختلف گوشوں میں جا کر اپنے لئے روزی تلاش کرنے کی فکر میں سرگرداں رہتے ہیں۔ اپنے وطن، اپنی زمین، اپنے دیس سے یہ مایوسی..... جانتے ہو ملک کے لئے آئندہ کون سے لمحات لانے والی ہے؟

سارے ہی اہل ہنر ملک چھوڑ گئے تو ملک میں کیا باقی رہ جائے گا بس یوں سمجھ لو کہ میری اس سوچ کا ایک پس منظر ہے اور وہ پس منظر میں نے آج تک کسی کو نہیں بتایا۔ تمہیں بھی نہیں بتاؤں گا ہاں اگر کبھی وقت نے مجھے مجبور کر دیا تو شاید میں اپنے بارے میں تمہیں کچھ بتا دوں۔ مٹھل شاہ کا یہ مشن ہے جسے وہ پورا کرنے کے لئے سرگرم عمل ہے اور اب تم اس کے دست راست ہو بلکہ دست راست کہنا کافی نہیں ہو گا یوں سمجھ لو تم ہی اس عمل کی بنیاد ہو اور مٹھل شاہ ایک پرزے کی حیثیت رکھتا ہے۔ تمہارا سوال تھا کہ کیا نیروبی میں ایسی کوئی شخصیت موجود نہیں ہے جس فرضی شخصیت ہے جو دانش منصور

”نہیں۔ میں نے ٹھوس سبب میں جواب دیا۔“

”یہ بات تم کسی اخلاقی یا ذہنی دباؤ کی وجہ سے تو نہیں کہہ رہے؟“

”نہیں مجھ میں اتنی جرات ہے کہ اگر کسی کام کو نہ کرنا چاہوں تو اس کے لئے انکار

کر سکتا ہوں۔ یا اگر کسی منصوبے سے متفق نہ ہوں تو اس سے اختلاف کر سکتا ہوں؟“

”ہاں۔ یہ بات میں اچھی طرح جانتا ہوں‘ میں نے تمہارا انتخاب بے مقصد نہیں کیا

ہے اور اپنے تجربوں پر مجھے ہر طور بھروسہ ہے۔ تم نے مجھے جذباتی کر دیا ہے۔ اس لئے

اب میں یہاں زیادہ نہیں ٹھہر سکوں گا۔ ماضی کی تند و تیز ہوائیں تلخ تجربے میرے زخمی

ذہن کو اذیت دے رہی ہیں اور ایسے لمحات میں میں تنہائی چاہتا ہوں چنانچہ خدا حافظ۔“

مٹھل شاہ اپنی جگہ سے اٹھا اور باہر نکل گیا۔ میڈم خان اسے باہر تک رخصت

کرنے لگی تھی میں خاموشی سے بیٹھا مٹھل شاہ پر غور کرتا رہا تھا تھوڑی دیر کے بعد میڈم

خان واپس آگئیں اور مجھے دیکھتی ہوئی میرے سامنے بیٹھ گئیں خود میڈم خان کے چہرے پر

عجیب کے تاثرات تھے اور وہ کھوئی کھوئی سی نظر آرہی تھیں۔ چند لمحات کے بعد انہوں

نے کہا: ”بہت گہری سوچ میں ڈوب گئے مسٹر دانش“ میں نے گہری سانس لے کر میڈم

خان کی طرف دیکھا اور پھیکے سے انداز میں مسکرا دیا۔ میڈم خان نے پھر کہا:

”ہوں اس میں کوئی شک نہیں کہ مٹھل شاہ نے بھی کمال کا ثبوت دیا ہے تمہیں

تلاش کر کے بے شک تمہاری شخصیت بھی میرے لئے مٹھل شاہ ہی کی طرح پراسرار ہے۔

اور خود مٹھل شاہ کو دیکھو کہ اس نے تمہارا ماضی کریدنے کے بجائے تمہیں صرف اپنے

مقصد کا پاکر تم پر پورا بھروسہ کر لیا۔ بلاشبہ یہ ایک سچائی ہے کہ ہمارے وطن میں بڑا

افرا تفری پھیلی ہوئی ہے۔ بے شمار لوگ ہیں۔ بے شمار خیالات ہیں۔ شدید اختلافات ہیں

اور الٹا ساری چیزوں کے کرتادھرتا صرف چند لوگ ہیں چند ایسے دولت مند جو اپنے

مستقبل کو محفوظ کرنے کے لئے ملک کے مستقبل سے کھیل رہے ہیں اور انہوں نے اپنی

سیاست رائج کر رکھی ہے۔ اس کے تحت سارے کام ہو رہے ہیں یہ سب کچھ ملکی بقا کے

لئے بہت مہلک ہے۔ سیاست اپنی جگہ ہونی چاہیے۔ ملک کی پالیسیوں کو سرفہرست رہنا

چاہیے۔ انہیں کسی کے زیر اثر نہیں ہونا چاہیے لیکن یہاں یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ مٹھل

شاہ نے اگر ایسا کوئی کام شروع کیا ہے تو میں تو یہ سمجھتی ہوں کہ وہ ایک ملکی خدمت ہے۔

اب اس کے پس پشت کیا جذبے چھپے ہوئے ہیں ظاہر ہے نہ تم سمجھ سکتے ہو نہ میں۔ لیکن

کم از کم اتنا تو ہے کہ ہم اس کا ساتھ دے کر ملک سے وفا کریں گے۔“

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ مٹھل شاہ نے مجھے شدید کر دیا تھا اور سچی بات ہے

کہ میں مٹھل شاہ کے لئے اب زیادہ خلوص سے کام کرنے پر آمادہ تھا پھر میڈم خان مجھ

سے بہت دیر تک باتیں کرتی رہی تھی اور اس کے بعد میں نے اس سے اجازت طلب

کر لی تھی میڈم خان نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولی:

”میرا خیال ہے کل سے حالات ایک انوکھی کروٹ لے رہے ہیں۔ تاہم تم سو جاؤ

میں تمہیں پریشان نہیں کروں گی کیونکہ ہمیں ذہنی اور جسمانی طور پر اپنے عمل کے لئے

خود کو تیار کرنا ہے۔“

میں اپنی خواب گاہ میں آکر بستر پر لیٹ گیا۔ دوسری صبح معمولات کا آغاز ہو گیا۔ میں

خود کو سنبھالے ہوئے تھا اور میڈم خان اور روزی میرے ساتھ تھیں۔ دوپہر تک وہ

دونوں میرے ساتھ رہیں اس کے بعد میڈم خان نے مجھ سے اجازت طلب کر کے کہا۔

”میں ذرا جا رہی ہوں اور ہو سکتا ہے اب رات تک میری واپسی نہ ہو مجھے مسٹر

غوری سے ہدایات لے کر اپنے کام کا آغاز کرنا ہے چنانچہ خدا حافظ۔ ہو سکتا ہے اس کے

بعد نئی جگہ ملاقات ہو۔“ جب وہ چلی گئی تو روزی نے مسکراتے ہوئی مجھے دیکھا اور بولی۔

”کیسا محسوس کر رہے ہیں فیصل؟“

”ٹھیک ہوں روزی۔ کوئی خاص بات نہیں ہے۔ تمہاری اپنی کیا کیفیت ہے؟“

”کچھ نہیں۔ بس ظاہر ہے میرا اپنا ایک مقام ہے ایک جگہ ہے وہ مجھے مل جائے گی

میں خوش ہوں کہ مجھے تم سے دور نہیں رکھا جائے گا۔ بس اس کے علاوہ میرے لئے

پریشانی کی کیا بات ہو سکتی ہے۔“

”ہوں۔ ٹھیک کہتی ہو..... اچھا یہ بتاؤ تمہارے والدین کا کیا حال ہے؟“

”کوئی خاص خبر نہیں ہے مجھے۔ ٹھیک ہی ہوں گے۔“

”مٹھل شاہ نے کبھی اس سلسلے میں آگے بات نہیں کی؟ میرا مطلب ہے تم نے مجھے

تایا تھا کہ تم اپنے والد کی آنکھوں کے آپریشن کے لئے کوششیں کر رہی ہو۔

نے میرے لئے انتہائی قیمتی لباس منتخب کیا اور اس کے بعد وہ بریف کیس بھی میرے حوالے کر دیا گیا۔ گویا کام مکمل ہو گیا تھا۔ یہ تمام تیاریاں کر کے میڈم خان وہاں سے چلی گئی اور میں خاموشی سے ایک جگہ بیٹھ گیا۔ وقت مقررہ پر میں نے غسل کیا اور لباس تبدیل کر لیا بال وغیرہ سنوارے اور اس کے بعد گھڑی دیکھ کر بریف کیس ہاتھ میں سنبھال کر فلیٹ کے دروازے کی جانب بڑھ گیا۔ روزی دروازے تک میرے ساتھ آئی تھی اس نے پر خلوص لہجے میں مجھے دعائیں دیں اور کہا کہ میں ایک بہتر مستقبل کی طرف بڑھنے میں کامیاب ہو جاؤں۔ پھر میں نیچے اتر آیا۔ ٹیکسی تلاش کرنے میں مجھے بہت زیادہ وقت نہیں ہوئی تھی۔ ٹیکسی ایئرپورٹ کی جانب جا رہی تھی اور میں اس ڈرائے پر غور کر رہا تھا۔ ایئرپورٹ پر خاصی گنما گئی تھی بھلا یہاں کون کسی کی جانب متوجہ ہوتا ہے پھر میں جس گوشے میں کھڑا تھا وہ پر ہنگامہ ماحول سے قدرے ہٹ کر تھا اور پھر وہ وقت آگیا جب مجھے اپنے کام کا آغاز کر دینا تھا۔ کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی نے مقررہ وقت کا اشارہ کیا اور پھر ایک شخص میرے قریب پہنچ گیا اس نے سرگوشی کے انداز میں مشکل شاہ کہا اور میں پلٹ کر اسے دیکھنے لگا۔ دہلی پتلی جسامت کا ایک خوش شکل آدمی تھا۔ اس نے اسی انداز میں مجھے اپنے ہمراہ آنے کا اشارہ کیا۔ میں اس کے ساتھ آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔ ایک جگہ پہنچ کر اس نے میرے کوٹ میں ایک خوبصورت پھول لگایا اور اس کے بعد سامنے کی سمت اشارہ کر کے بولا:

سر ”اب آپ پر اطمینان قدموں سے چلتے ہوئے لاؤنج تک پہنچ جائیے۔ باقی ہدایات آپ کو مل چکی ہیں۔“ میں نے رخ تبدیل کر لیا وہ شخص پیچھے ہی پیچھے بڑھتا چلا گیا تھا۔ شاید کوئی فلائٹ آئی تھی اور لوگ باہر نکل رہے تھے۔ ٹرائیاں دھکیلتے ہوئے وہ لاؤنج کی جانب آرہے تھے۔ میں پر اعتماد قدموں سے چلتا ہوا آگے بڑھنے لگا اور پھر میں نے ایک طرف میڈم خان کو کھڑے دیکھا جو ایک بڑا سا پلے کارڈ لئے کھڑی ہوئی تھی اور اس پر دانش منصور لکھا ہوا تھا۔ میڈم خان کے ساتھ دو بھاری بھر کم آدمی موجود تھے جو بہترین لباس پہنے ہوئے تھے اور ان کی نگاہیں باہر نکلنے والوں پر مرکوز تھیں۔ میں بڑی چابکدستی سے ان لوگوں میں شامل ہو گیا اور میں نے محسوس کیا کہ میڈم خان اپنے ساتھیوں کی توجہ دوسری طرف منتقل کئے ہوئے ہے۔ تب میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا میڈم خان کے سامنے

”میری دلی آرزو ہے کہ میرے والد کی آنکھوں کا آپریشن ہو جائے اور وہ پھر سے اس دنیا کو دیکھ سکیں اس کے علاوہ میرے دل میں اور کوئی آرزو نہیں ہے۔“ میں نے روزی کا رخسار تھپتھپایا اور دوستانہ انداز میں کہا۔

”ہمارا مسئلہ مشترک ہے روزی۔ تم انہیں صرف اپنے ہی والدین نہ سمجھو میں خود بھی انہیں اپنا ہی سمجھتا ہوں۔“ روزی نے پر نرم آنکھوں سے مجھے دیکھا اور پھر میرا ہاتھ پکڑ کر آہستہ سے بولی:

”شکریہ فیصل“ میں تمہاری پوزیشن سمجھتی ہوں اس کے باوجود اگر تم مجھ پر اتنی توجہ دیتے ہو تو میں اسے صرف اپنی خوش قسمتی ہی کہہ سکتی ہوں۔ شاید میرے ستارے گردش سے نکل آئیں۔“

ہم لوگ دیر تک گفتگو کرتے رہے اور وقت گزرتا رہا۔ شام تقریباً سات بجے میڈم خان پھر واپس آگئی۔ وہ بہت سنجیدہ تھی۔

”پروگرام یوں ہے مائی ڈیئر مسٹر دانش منصور کہ آپ آٹھ بجے یہ فلیٹ چھوڑ دیں اور ٹیکسی کے ذریعے ایئرپورٹ پہنچ جائیں گے۔ ایئرپورٹ پر آپ کو گائیڈ کیا جائے گا اور جو کوئی بھی آپ سے ملے اور جو ہدایات دے آپ اس پر عمل کریں بس وہ ایک نام دہرائے گا یعنی مشکل شاہ۔“

”ٹھیک۔ مجھے ایئرپورٹ کے کون سے گوشے میں کھڑے ہونا ہے؟“ میں نے

پوچھا۔

”ٹرینل نمبر ۲ پر کسی بھی مناسب جگہ اب یہ آپ پر منحصر ہے کہ آپ کہاں ہوتے ہیں۔ ویسے آپ جہاں بھی ہوں گے آپ کو تلاش کر لیا جائے گا اس کے علاوہ جو تفصیلات ہیں وہ یوں ہیں مسٹر دانش کہ آپ اس شخص کی ہدایت کے مطابق بریف کیس لے کر باہر آئیں گے۔ میں آپ کو ایئرپورٹ کے لاؤنج میں ملوں گی۔ میرے ہاتھ میں ایک کارڈ ہوگا جس پر مسٹر دانش منصور لکھا ہوا ہوگا۔ میرے ساتھ جو کوئی بھی ہوگا اس کا تعارف آپ سے بعد میں کرا دیا جائے گا۔ آپ کو اب یہ سمجھ لینا چاہیے کہ آپ کو دانش منصور گونا والا کا کردار ادا کرنا ہے۔“

”ٹھیک ہے میڈم خان میں اس ہدایت پر عمل کروں گا۔“ میں نے کہا میڈم خان

پہنچ گیا۔ اور میڈم خان چونک کر مجھے دیکھنے لگی میں نے مسکرا کر گردن خم کی اور انگریزی میں بولا۔

”آپ اردو نہیں بول سکتے مسٹر دانش منصور۔“ یہ سوال بھی انگریزی ہی میں کیا گیا تھا۔ میں نے کسی قدر شرمندگی سے کہا:

”سوری مسٹر آغا زاہد۔ دراصل اردو سے میرا واسطہ کم رہا ہے بلکہ یوں سمجھ لیجئے رہا ہی نہیں ہے لیکن اب آپ لوگوں کے ساتھ میں اردو ضرور سیکھ لوں گا کیونکہ اپنے وطن سے مجھے بہت محبت ہے۔“

”یقیناً۔“ یقیناً آپ کو اردو سیکھنا ہوگی۔ یہ انتہائی ضروری ہے۔“ میڈم خان کے ہونٹوں پر ایک پراسرار مسکراہٹ کھیل رہی تھی یہ گفتگو پروگرام میں شامل نہیں تھی اردو سے ناواقفیت کا اظہار میں نے جان بوجھ کر کیا تھا اور یہ میری اپنی ذہانت تھی اس سے میں کیا کام لینا چاہتا تھا یہ میں خود بھی جانتا تھا۔ مجھے جس خوبصورت کوٹھی میں لے جایا گیا وہاں پہنچ کر میرے ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ پھیل گئی کیونکہ اتفاق کی بات یہ ہے کہ یہ کوٹھی اس کوٹھی سے زیادہ دور نہیں تھی جہاں میرے بچپن کا آغاز ہوا تھا۔ یعنی ڈیفنس میں غزنوی صاحب کی کوٹھی سے پانچویں کوٹھی یہ تھی۔ جس میں مجھے لے جایا گیا اور یقیناً یہ کوٹھی میری ہی تھی۔ میں اس کا شناسا تھا۔ اس وقت جب میں غزنوی صاحب کی کوٹھی سے نکلا تھا تو یہ کوٹھی تعمیر ہو رہی تھی۔

”ہماری دلی تمنا ہے سر کہ یہ رہائش گاہ آپ کو پسند آئے جس کی خریداری مسٹر آغا زاہد نے آپ کے لیے کی ہے۔“

”یقیناً“ یہ ایک عمدہ جگہ ہے۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور ان لوگوں کی رہنمائی میں کوٹھی کے صدر دروازے کی جانب بڑھ گیا۔ دروازہ کھولنے والی روزی تھی میں نے گردن خم کر کے مجھے سلام کیا اور میڈم خان کہنے لگی۔

”آپ کی اس رہائش گاہ کے لئے بقیہ اسٹاف آپ کی خواہش کے مطابق رکھا جائے سر۔ فی الحال یہ ہاؤس کیپر مس روزی آپ کی خدمت کے لئے یہاں ملازم رکھی گئی۔ مس روزی یہ تمہارے پاس مسٹر دانش منصور ہیں۔“ روزی نے گردن خم کی اور کے بعد ہم آگے بڑھ گئے۔ مجھے پہلے ایک وسیع و عریض ڈرائنگ روم میں لے جایا گیا روزی نے جلدی سے ڈرائنگ روم کا دروازہ کھولا اور میں اندر داخل ہو کر ڈرائنگ

”میرا نام دانش منصور ہے۔“

”اوہ۔ مائی گاڈ۔ مسٹر دانش منصور۔ ویلکم۔ ویلکم۔“ میڈم خان نے پر مسرت لہجے میں کہا اور اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دیا۔ باقی دونوں آدمی بھی مستعد ہو گئے تھے۔ میڈم خان نے ان کی طرف رخ کر کے ایک آدمی کو اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”مسٹر جمشید رانا۔ جمشید رانا ایڈووکیٹ۔“

”ہیلو۔ مسٹر رانا“ میں نے ٹیڑھی زبان میں کہا اور مسٹر جمشید رانا نے پر خلوص انداز میں مجھ سے ہاتھ ملایا۔ پھر میڈم خان نے دوسرے آدمی کی جانب اشارہ کیا یہ ایک مقامی بینک کا پروٹوکول آفیسر تھا جس کا نام آغا زاہد تھا۔ ان دونوں افراد سے ملاقات کرانے کے بعد میڈم خان نے گردن خم کر کے کہا:

”تشریف لائیے۔ آپ کے آنے سے ہمیں جس قدر مسرت ہوئی ہے وہ ناقابل بیان ہے۔ میں آپ کی سیکریٹری میڈم خان ہوں اور آپ جانتے ہی ہوں گے کہ مسٹر جمشید رانا۔“

”میرے مشیر قانون ہیں۔“ میں نے بدستور زبان ٹیڑھی کرتے ہوئے کہا۔ انگریزی بھی میں انگریزوں ہی کے انداز میں بول رہا تھا اور مجھے اس پر قدرت حاصل تھی۔ وہ تینوں مجھے لئے ہوئے ایک خوبصورت کار تک پہنچے جس میں باوردی ڈرائیور موجود تھا ڈرائیور نے میرے لئے عقبی دروازہ کھولا۔ میڈم خان اور بینک آفیسر میرے نزدیک بیٹھ گئے جب کہ مسٹر جمشید رانا اگلی سیٹ پر ڈرائیور کے ساتھ بیٹھے اور ڈرائیور نے کار اشارت کر کے آگے بڑھا دی۔

”آپ تو بہت نو عمر ہیں مسٹر دانش منصور۔“

”سوری اس کی لئے معافی چاہتا ہوں۔“ میں نے کہا اور جمشید رانا ہنس پڑا۔

”گڈ اس کا مقصد ہے کہ خوش مزاج بھی ہیں۔“ اس نے کہا۔

”کیا نہیں ہونا چاہیے۔“

”ضرور ہونا چاہیے۔ خوش مزاجی چہرے پر شگفتگی پیدا کرتی ہے۔“ جمشید رانا نے

ہوں۔ ایک برصغیر میں کی حیثیت سے میں جانتا ہوں کہ سرمایہ کو گردش میں رہنا چاہیے۔

میرے ذہن میں بہت سے منصوبے ہیں۔ مختصراً یوں سمجھ لیجئے کہ میں فی الحال اپنی صنعت، فیکٹری یا کوئی اور ذاتی کاروبار شروع کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا بلکہ میرے ذہن میں یہ خیال ہے کہ یہاں جو منافع بخش کاروبار ہو رہے ہیں اس میں سرمایہ کاری کروں۔

”اوہو۔ گویا آپ کا مطلب ہے کہ آپ شیمرز کا کاروبار شروع کرنا چاہتے ہیں۔“

”ہاں۔ دوسرے الفاظ میں یہی سمجھ لیجئے۔ ایسی صنعتیں اور فیکٹریاں جو منافع بخش ہیں اور تسلی بخش طریقے سے کام کر رہی ہیں اگر مالی بحران کا شکار ہوئیں تو میں ان میں اپنی سرمایہ کاری کر کے ان کا حصہ دار بن جاؤں گا۔ اپنی جانب سے کوئی کاروبار نہیں شروع کرنا چاہتا۔“

”یہ آئیڈیا بھی بہت اچھا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ بہت ہی پروقار بھی۔ آپ کا منصوبہ میرے خیال میں بہت مناسب ہے۔ بہر طور میں اس سلسلے میں اپنی خدمات معلوم کرنا چاہتا ہوں۔“

”بینک نے آپ کو میرے اکاؤنٹ کے تمام کاغذات مہیا کر دیئے ہیں۔“

”جی۔ ہاں بالکل۔ میرے پاس تمام تفصیلات موجود ہیں اور ظاہر ہے اس وقت آپ کا استقبال مقصود تھا اس لئے ان کی تفصیل میرے پاس موجود نہیں ہے۔“

”اوہو۔ رانا صاحب میں تو ابھی یہ سب کچھ دیکھنا بھی نہیں چاہتا۔ فی الحال کچھ عرصہ تو مجھے بالکل ہی پرسکون گزارنے دیجئے۔ کم از کم یہاں کے بڑے بڑے لوگوں سے میری ملاقات ہونی چاہیے۔ مجھے یہاں کے معاشرے میں ضم ہونا ہے۔ آپ اس سلسلے میں کارروائیاں کریں تمام بڑے بڑے کلب اور اس قسم کے تمام معاملات آپ ذرا ذہن میں رکھیے۔ مجھے ان سے روشناس کرانا آپ کے لئے بے حد ضروری ہے۔“

”بہت بہتر میں اس سلسلے میں اپنی خدمات پیش کر دوں گا آپ کو۔ ویسے اور کوئی سلسلہ میرا مطلب ہے اسٹاف وغیرہ کے بارے میں یعنی آپ اپنے کاروباری سلسلے میں جو کچھ بھی کریں گے اس کے لئے آپ کو اسٹاف وغیرہ کی ضرورت تو ہوگی؟“

”میرا خیال ہے اس کام کے لئے میری سیکرٹری میڈم خان بہت موزوں ہیں۔ ہاں اگر کوئی کام ان کے لئے مشکل ثابت ہوا تو اس میں پھر آپ کی مدد لی جائے گی۔“

”ہم ایک بار پھر آپ کو اپنے وطن واپسی کی مبارکباد دیتے ہیں۔“ دانش صاحب اس کے ساتھ چند سوالات میرے ذہن میں ہیں جن کی تفصیل آپ سے معلوم کرنا ہوگی۔ ویسے آغا زاہد صاحب آپ اگر دانش صاحب سے کوئی گفتگو کرنا چاہتے ہیں تو ضرور کیجئے گا۔“

”میں مسٹر دانش کا بہت زیادہ وقت نہیں لوں گا۔ یہ میری ذمہ داری تھی کہ میں دانش صاحب کو یہاں خوش آمدید کہوں اور بینک کی طرف سے انہیں اپنی تمام تر خدمات کا یقین دلانا ہوں۔ دانش صاحب میرے لئے کوئی اور حکم تو نہیں ہے؟“

”جی۔ ہاں بالکل۔ میں مسٹر آغا میاں آنے کے بعد صورت ہال کا جائزہ لوں گا اور اس کے بعد ہی آپ سے رجوع کیا جاسکتا ہے۔“

”تب میں اجازت چاہتا ہوں۔ آغا زاہد نے کہا اور میں نے گردن خم کر دی، پھر میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔“

”مسٹر آغا کیا آپ کچھ چائے وغیرہ لینا پسند کریں گے؟“

”میں تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہی رہوں گا۔ دانش صاحب بعد میں یہ سب کچھ بھی ہو جائے گا۔ اچھا پھر اجازت چاہتا ہوں۔ خدا حافظ۔“ اس نے ہم لوگوں سے مصافحہ کیا اور اس کے بعد وہاں سے باہر نکل گیا۔ جمشید رانا بدستور بیٹھا رہا تھا۔ آغا زاہد کے جانے کے بعد اس نے کہا:

”اصولاً مجھے بھی آپ کا زیادہ وقت نہیں لینا چاہیے مسٹر دانش لیکن چند باتیں ذہن میں رکھنا میرے لئے بہت ضروری ہیں مثلاً یہ کہ آپ کتنے دن آرام کریں گے اور اس کے بعد یہاں اپنی آمد کے بارے میں آپ کے مزید منصوبے کیا ہیں؟“

”رانا صاحب میں اپنا سرمایہ یہاں منتقل کر کے افریقہ سے تمام رابطے ختم کر دینا“

میں چاہتا تھا کہ بے سکونی کے لحاظ گزاروں۔ تقدیر نے جب مجھے سکون مہیا کیا تھا تو اس سے پورا پورا فائدہ اٹھانا ضروری تھا۔ دوسری صبح بے حد خوشگوار تھی۔ ڈیفنس کے علاقے کا جانا پہچانا ماحول قرب و جوار میں ایک پرسکون سٹا۔ کوٹھی میں بھی بہت کم آوازیں محسوس ہو رہی تھیں۔ میڈم خان غالباً مجھے سوتا ہوا دیکھ کر جاچکی تھی۔ بہر حال جاگنے کے بعد غسل خانے کا رخ کیا۔ لباس تبدیل کیا اب زندگی گزارنے کے وہ تمام طریقے مجھے آچکے تھے جو صاحب حیثیت لوگوں کے ہوتے ہیں چنانچہ صبح کا لباس پہننے کے بعد میں نے بیل بجائی اور بیل بجاتے ہی روزی میرے سامنے آموچھو ہوئی۔ اس نے گردن خم کرتے ہوئے کہا:

”آپ جاگ گئے سر، کیا میں ناشتہ لگا دوں یا ناشتے سے پہلے چائے پینا پسند کریں گے؟“

”میڈم خان کہاں ہیں۔“ میں نے روزی سے پوچھا؟

”جی“ وہ اپنے کمرے میں ہیں۔ ناشتہ کر چکی ہیں۔

”ہوں۔ ٹھیک ہے روزی ناشتہ لگاؤ۔ کیا تم یہ بات نہیں جانتی کہ میں صبح کو ناشتے سے پہلے چائے نہیں پیتا بلکہ ناشتے کے ساتھ ساتھ ہی پیتا ہوں۔ روزی نے ایک نگاہ مجھے دیکھا اور گردن خم کر کے دروازے کی جانب بڑھی تو میں نے اسے پکارا۔“

”سنو روزی۔“

”لیں سر۔“

”دیکھو۔ میرے اور تمہارے درمیان دوستی کا جو رشتہ ہے وہ کبھی متاثر نہیں ہوگا۔ حالات کے تحت اگر کہیں میرے رویے میں لچک پاؤ یا کچھ خشک انداز محسوس کرو تو اسے ذہن تک نہ پہنچنے دینا۔ تم نے مجھ سے تعاون کا وعدہ کیا ہے۔“ روزی کے سنجیدہ چہرے پر ایک دم خوشی کی مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے پہلے میری جانب دیکھا پھر دروازہ کھول کر باہر جھانکا اور پھر دروازے پر کھڑے کھڑے بولی:

”میڈم خان تو بہت اداس ہیں سر۔“

”کیوں؟“

”مجھ سے کہہ رہی تھیں کہ مسٹر فیصل اپنا رویہ بدل رہے ہیں۔ تنہائی میں تو انہیں

”بے حد مناسب۔ میرے بارے میں تفصیلات میڈم خان کو معلوم ہیں۔ آپ جب چاہیں مجھ سے رابطہ قائم کر سکتے ہیں۔ باقی جو ہدایات آپ نے دی ہیں اس کے مطابق میں کام کا آغاز کر دوں گا۔“

”بہت بہت شکریہ مسٹر جمشید رائے۔“ میں نے کہا اور جمشید رائے بھی کھڑا ہو گیا پھر جب وہ چلا گیا تو میڈم خان نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پرست لہجے میں بولی۔

”بلاشبہ۔ بلاشبہ میری توقع سے کہیں بڑھ کر۔“ میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور میڈم خان سے بولا:

”اب آپ براہ کرم مجھے میری آرام گاہ دکھائیے۔“

”ہاں ضرور۔“ میڈم خان نے کہا اور اس کے بعد ہم ڈرائنگ روم سے بھی نکل آئے۔ جو خواب گاہ میرے لئے منتخب کی گئی تھی وہ کمال کی تھی۔ میں تو ان تمام چیزوں کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ میڈم خان نے مجھ سے کہا:

”اب میرے لئے کیا حکم ہے چیف؟“

”آپ آرام کیجئے میڈم خان میں بھی آرام کرنا چاہتا ہوں۔“ میں نے خشک سے لہجے میں کہا اور میڈم خان چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔ غالباً میرے لہجے کو محسوس کر رہی تھی پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

”اوکے۔ چیف چلتی ہوں خدا حافظ۔“ وہ باہر نکل گئی۔ میں نے اپنا رویہ خصوصی طور پر تبدیل کیا تھا اور میرے خیال میں اب یہ ضروری تھا ویسے بھی میڈم خان کا خود پر مسلط ہونا مجھے زیادہ پسند نہیں تھا۔ اس وقت جب میں زیر تربیت تھا تو دوسری بات تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ مشعل شاہ کی ہدایت کے مطابق میڈم خان نے مجھے جو تربیت دی تھی اس میں انہوں نے میرے ساتھ بہت محنت کی تھی لیکن اس کے علاوہ بھی میڈم خان نے جو تعلق مجھ سے قائم کر لیا تھا وہ اب میرے لیے ناخوشگوار ہی تھا۔ میں میڈم خان کا آلہ کار بنا رہنا نہیں چاہتا تھا اور ان کے تسلط کو ختم کر دینے کا خواہاں تھا جس کا آغاز میں نے اسی وقت سے کر دیا تھا اور میں سمجھتا تھا کہ اس پر نہ مشعل شاہ کو اعتراض ہوگا اور میڈم خان کو تو اعتراض ہونا ہی نہیں چاہیے تھا کیونکہ یہ ان کا خالص ذاتی معاملہ تھا جو مجھ سے متعلق تھا۔ لباس تبدیل کر کے میں بستر پر دراز ہوا اور سو گیا۔ میں اب یہ

”چاہیے۔ گاڑی کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟“

”سر خریدنا ہوں گی اور ایک نہیں کم از کم تین گاڑیاں درکار ہوں گی۔“

”اس کے لئے کیا مسٹر جمشید سے رابطہ قائم کرنا ہو گا؟“

”نہیں سر۔ ہم ہر مسئلے میں مسٹر جمشید کی ضرورت نہیں محسوس کرتے۔ تمام

مسائل ہمارے اپنے ہاتھ میں ہیں۔ بنیادی چیزوں کا انتظام ہم خود کریں گے۔ کسی بھی

شخص کو اپنے معاملات میں بہت زیادہ دخل اندازی کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔“

”تو پھر تم اس سلسلے میں جو بھی کارروائی کرنا چاہو کرلو۔ میں تمہیں اس کی منظوری

دیئے دیتا ہوں۔ میڈم خان ملازموں کا جہاں تک مسئلہ ہے ہمیں ڈرائیوروں کی ضرورت

ہوگی۔ کچن کے لئے کم از کم دو آدمی درکار ہوں گے۔ باقی کوٹھی کی صفائی ستھرائی کے لئے

اسٹاف۔“

”اس سلسلے میں آپ کا کوئی خاص اشارہ تو نہیں ہے جناب میرا مطلب ہے آپ

اپنی پسند کے لوگوں کو کہیں سے بلانا تو نہیں چاہتے۔“

”نہیں۔ ہرگز نہیں۔“

”تو پھر ٹھیک ہے میں اس سلسلے میں تمام انتظام ایک دو دن کے اندر اندر کر لوں

۔ گاڑیوں کے سلسلے میں بھی کارروائی شروع کی جاسکتی ہے اور میں ٹیلیفون ڈائریکٹری

دیکھ کر مختلف شورومز کو ٹیلیفون کر دیتی ہوں۔“ میڈم خان کو میں نے ان تمام چیزوں

کی منظوری دے دی اور میڈم خان نے گردن ہلا دی اس کے بعد میں ناشتے کے کمرے

سے باہر نکل آیا اور میڈم خان اپنا کام کرنے کے لئے چل پڑی تھی۔ دوپہر کے بعد میں

نے کچھ لوگوں سے ملاقات کی یہ شورومز کے مالکان تھے اور میرے پاس گاڑیوں کے سلسلے

میں گفتگو کرنے آئے تھے۔ میں نے دو گاڑیاں پسند کیں تیسری گاڑی کا مسئلہ ابھی ملتوی کر

دیا تھا اور شورومز کے مالکان کو میں نے اس سلسلے میں ہدایات جاری کر دیں۔ جمشید رانا

شام کو ساڑھے پانچ بجے میرے پاس آیا اور اپنی کارکردگی کی تفصیلات بتانے لگا۔ میں نے

اس سے مختلف موضوعات پر گفتگو کی تھی۔ بہر طور سب سے پہلے میرے یہاں قدم جمانے

کے انتظامات ہونے لگے اور تقریباً چھ سات دن اس کام میں لگ گئے کوٹھی کے تمام

ملازمین منتخب کر لئے گئے تھے۔ خاص طور سے میں ایک ڈرائیور کا تذکرہ ضروری سمجھتا

فیصل ہی رہنا چاہیے لیکن وہ کچھ بدلتے جا رہے ہیں۔“

”میڈم خان کے ساتھ رویہ تبدیل کرنا ضروری ہے وہ خطرناک عورت ہے لیکن

تم، میرا مطلب تم میری صرف دوست ہو۔“

”آپ نے۔ آپ نے سر مجھے جو مقام دیا ہے میں اسے مرنے کے بعد بھی فراموش

نہیں کر سکوں گی۔“

”ناشتہ۔“ میں نے کہا اور وہ ایک دم سے ہنس پڑی پھر باہر نکل گئی۔ تھوری دیر

کے بعد میں ناشتے کے کمرے میں پہنچ گیا۔ میڈم خان ایک کاغذ اور قلم ہاتھ میں لئے ہوئے

میرے پاس آگئی تھی۔ میں نے خاموشی سے اسے دیکھا اور بولا:

”میڈم خان آپ نے ناشتہ کر لیا؟“

”ہیں سر۔“ میڈم خان نے سر دلچے میں جواب دیا۔

”ٹھیک۔ تشریف رکھئے۔ براہ کرم اگر آپ چائے پینا پسند کریں تو میرے ساتھ

چائے لیجئے۔“

”شکریہ سر، میں چائے پی چکی ہوں۔“ میڈم خان نے آہستہ سے کہا اور میں ناشتے

میں مصروف ہو گیا۔ وہ کھڑی مجھے دیکھتی رہی اور میں ناشتہ کرتا رہا۔ ناشتے سے فراغت

حاصل کرنے کے بعد میں نے نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا اور بولا:

”جی میڈم خان۔ آج کا ہمارا کیا پروگرام ہے؟“

”سر آپ کو فیصلہ کرنا ہے کہ کوٹھی کے لئے کتنے ملازم درکار ہوں گے۔ میری

رائے ہے ایک نگاہ کوٹھی کا جائزہ لے لیا جائے اور اس کے بعد یہ تعین کر لیا جائے۔“

”آپ کے خیال میں ملازموں کی پوری فوج ضروری ہوگی یا ہم چند ملازموں سے

کام چلا سکتے ہیں۔“ میں نے سوال کیا؟

”سر میرا خیال ہے کہ اتنی بڑی کوٹھی کے لئے ملازمین کی تعداد زیادہ ہونی چاہیے۔

اس سے کوٹھی کے مکینوں کی حیثیت کا پتہ چلتا ہے حالانکہ آپ کی تنہا ذات ہے اور

ملازمین کی زیادہ ضرورت نہیں ہے لیکن زمانے کے دستور کا خیال رکھنا ہو گا۔“

”ہوں۔ تو پھر کوٹھی کا جائزہ لینے کی کیا ضرورت ہے میں ایک نگاہ اسے دیکھ چکا

ہوں اور دیکھ لوں گا۔ میرے خیال میں ہمیں سب سے پہلے گاڑی کا بندوبست کرنا

ہوں۔ غالباً ڈرائیور کی ملازمت کے سلسلے میں دیئے ہوئے اشتہار کے نتیجے میں لوگ uham نام میں نامہ لے رہے ہیں اور اس دور کے لئے جس قسم کے لوگوں کی ضرورت ہوتی ہے وہ اس پر پورا اترتا ہے۔ پہلی بار کراچی کے ایک بڑے جمنانے میں میرا تعارفی پروگرام ہونا تھا اور جمشید رانا نے اس کے لئے مجھ سے تمام تر منظوری حاصل کر لی تھیں۔ میڈم خان سے بھی اس سلسلے میں تفصیلی گفتگو ہوئی تھی چنانچہ مجھے تیار کرانے میں میڈم خان نے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ صرف کیا اور بقول کسی کے بال بال موتی پروئے۔ خود میڈم خان نے ایک خوبصورت ساڑھی باندھی تھی۔ دراز قامت اور اچھی جسامت کی خاتون تھی۔ اس ساڑھی میں بہت اچھی لگ رہی تھی۔ بیچاری روزی تو صرف ہاؤس کیپر تھی اور وہ اس قسم کے پروگراموں میں حصہ نہیں لے سکتی تھی۔ ڈرائیونگ کے لئے آصف نور ہی کو استعمال کیا گیا تھا۔ بلاشبہ بہترین ڈرائیونگ کرتا تھا اور اس وقت خوبصورت وردی میں ملبوس وہ بہت شاندار نظر آ رہا تھا۔ اس سبب دھج کے ساتھ ہم لوگ جمنانہ چل پڑے۔ جمنانہ کے وسیع و عریض گراؤنڈ میں ہمارا بہترین استقبال کیا گیا۔ بے شمار افراد تھے جو یہاں کے معزز ترین لوگوں میں شمار ہوتے تھے۔ میں کار سے نیچے اترتا اور میڈم خان کی سرکردگی میں آہستہ آہستہ پروقار چال چلتا ہوا آگے بڑھتا تو ان لوگوں نے میرا خیر مقدم کیا اور مجھے جمنانے کی عمارت میں لے گئے۔ بہت سی نگاہوں میں میرے لئے تحسین بکے آثار تھے آج کا یہ سارا پروگرام میرے حساب میں تھا چنانچہ اندر پہنچنے کے بعد میرے لئے استقبالیہ کلمات ادا کئے گئے اور شہر کے بڑے بڑے معززین نے اپنے درمیان میری شمولیت کو خوش آمدید کہا۔ بعد میں جمشید رانا نے میرا تعارف ان تمام حضرات سے کرایا۔ ”سریہ اجمل چوہدری ہیں۔ یوں سمجھ لیجئے کہ یہاں کی بے شمار صنعتوں پر ان کی اجارہ داری ہے اور یہ فیروز خان صاحب ہیں۔ ان کے بارے میں لوگوں کا کہنا ہے کہ راتوں رات تقدیریں بدل دیا کرتے ہیں اور ان سے ملنے سریہ قارون وقت سرفراز حتی ہیں اور انہیں قارون وقت بلاوجہ نہیں کہا جاتا۔ اس کی کوئی بنیاد ہے اور یہ خاتون جمال آرا ہیں۔ ایک خاتون صنعت کار جنہوں نے دنیا کے بیشتر ممالک میں اپنا کاروبار پھیلا رکھا ہے۔ یہ مسز اختر خان ہیں۔“ دوسری خاتون سے میرا تعارف کرایا گیا اور یہ تمام خواتین اپنی تمام تر دلکشی مجھ پر نچھادر کرنے لگیں۔ مسز اختر نے کہا:

”تجربہ کی بات ہے مسٹر دانش منصور آپ اس نوعمری کے عالم میں اس جگہ نظر آئے تھے اور میڈم خان ان کا انٹرویو لے رہی تھیں کہ میں وہاں پہنچ گیا۔ میڈم خان مجھے دیکھ کر کھڑی ہوئیں تو باقی تمام افراد بھی کھڑے ہو گئے۔ میں نے ایک نگاہ ان پر ڈالی اور خاص طور سے ایک نوجوان شخص میری نظروں کا مرکز بن گیا۔ اس کی عمر ستائیس اٹھائیس سال کے قریب تھی۔ چہرہ نہایت ہی بھلا لگ رہا تھا۔ خدوخال بہت اچھے تھے اور ڈرائیور کی ملازمت کے لئے مجھے یہ شخص بڑا عجیب سا لگا تھا۔ تاہم میں نے اس سے براہ راست کوئی گفتگو نہیں کی۔ میڈم خان نے اس سے اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنا شروع کر دیں۔ اس نے اپنا نام آصف نور بتایا۔ اس کی گفتگو سے صاف پتا چلتا تھا کہ وہ کچھ زیادہ تجربہ کار نہیں ہے۔

”میڈم خان دو سرٹھے ڈرائیور سے بات کرنے لگی تھی۔ میں نے میڈم خان کو اشارہ کیا تو وہ باتیں چھوڑ کر میرے پاس آگئی۔“

”اس ڈرائیور کو بھی رکھ لیجئے میڈم خان جس کا نام آصف نور ہے۔“

”اوکے۔ چیف مگر وہ زیادہ تجربہ نہیں رکھتا۔“

”تجربہ ہو جائے گا۔“ میں نے کہا اور اس کے بعد کمرے سے باہر نکل آیا۔ اب ظاہر ہے میڈم خان اسے نظر انداز نہیں کر سکتی تھیں۔ ویسے اس کی انگریزی پر مجھے ہنسی آئی تھی۔ دو چار لفظ بول لیا کرتا تھا انگریزی کے لیکن شخصیت بہت اچھی تھی۔ ڈرائیور تو لگتا ہی نہیں تھا۔ خاص طور سے میں نے اس کا تذکرہ اس لئے کیا کہ بعد میں آصف نور سے میرے بڑے اچھے تعلقات قائم ہو گئے۔

بہر حال میری ہدایات پر میڈم خان نے اسے رکھ لیا تھا اور اس طرح دوسرے ڈرائیور کا انتخاب بھی ہو گیا جو ایک باقاعدہ ڈرائیور تھا گویا کوٹھی کا یہ سلسلہ مکمل ہو گیا تھا جمشید رانا کے علاوہ اور بھی چند افراد نے مجھ سے ملاقات کی تھی اور میری شہرت آہستہ آہستہ بڑھتی جا رہی تھی پھر جمشید رانا ہی نے میرے لئے کراچی کے بڑے بڑے کلب اور جمنانوں کی رکنیت حاصل کی اور اس طرح یہ کام آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔ ایک بہت بڑے جیم خانے میں میرے لئے ایک تعارفی پروگرام رکھا گیا اس کے انتظامات بھی جمشید رانا ہی نے کئے تھے ویسے جمشید رانا کے بارے میں میں نے یہ اندازہ لگایا تھا کہ وہ اپنے

”اب اس سلسلے میں میں کیا عرض کر سکتا ہوں۔ مسز اختر خان۔ دراصل اصولی پر یہ سب کچھ میرے والد نے میری جانب منتقل کیا ہے۔ ورنہ اس میں میرا کوئی نہیں ہے۔“

”تو پھر یہ کہا جائے کہ آپ تقدیر کے شہنشاہ ہیں۔“

”خیر آپ جو چاہے کہہ لیں مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔“ جمال آرا۔ آگے بڑھ کر کہا۔

”ساری باتیں اپنی جگہ..... مسٹر منصور۔ لیکن آپ براہ کرم مسز اختر خان۔ ذرا ہوشیار رہیں۔ یہ نگاہوں ہی نگاہوں میں نبجانے کہاں کہاں پہنچ جاتی ہیں۔“

”ہاں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ آپ مجھ سے ہوشیار رہیں اور ان خاتونوں کو نظر انداز کر دیں۔ یہ جمال آرا ہیں لیکن اس کے علاوہ کیا کیا ہیں یہ شاید آپ کو آنے والا وقت بتا دے۔“ خواتین کی چونچیں شروع ہو گئیں اور میرے اعزاز میں وہ تمام کام سر انجام دیئے جانے لگے جو بڑے لوگوں کے ہوتے ہیں اور میں ان لوگوں کے درمیان دلچسپی لینے لگا۔ بہت سی نرم و نازک لڑکیاں بھی تھیں جنہوں نے اپنے طور پر مجھ سے ملاقات کی اور مجھ پر بچیاں گرانے کی آخری کوششیں بھی صرف کر دیں۔ اس اجنبی ماحول میں میں نے ایک لمحے کے لئے اپنے آپ کو اجنبی ظاہر نہ ہونے دیا تھا اور اسی طرح کا اظہار کیا تھا جیسے میں ان تمام چیزوں سے بخوبی واقف ہوں۔ مجھ سے طرح طرح کی گفتگو کی جانے لگی۔ اجمل چوہدری نے کہا:

”نیروبی میں تو آپ کو حسن و جمال کے یہ مناظر کم ہی دیکھنے کو ملتے ہوں گے مسٹر دانش۔“

”کیوں؟“ میں نے سوال کیا۔

”میرا مطلب ہے وہاں کی سیاہی آپ کی سفیدی سے ہم آہنگ نہ ہوتی ہوگی۔“

”وہاں سفیدی بھی تھی اور سیاہی بھی۔ بری جگہ نہیں تھی وہاں بس فرق اتنا تھا کہ وہ میرا وطن نہیں تھا۔“

”اب آپ کا یہاں کیا ارادہ ہے؟“

کا منتظر ہوں۔“

”کچھ کاروباری منصوبے تو آپ کے ذہن میں ہوں گے؟“

”بہت زیادہ نہیں بس یہ سوچا ہے کہ آپ کے تجربات سے فائدہ اٹھاؤں گا۔ جو صنعتیں آپ نے لگا رکھی ہیں ان میں اپنا حصہ بھی طلب کروں گا آپ سے۔“

”ہم سب حاضر ہیں آپ سے مکمل تعاون کیا جائے گا۔“ سرفراز حق صاحب نے کہا اور وقت بہت دلچسپی سے گزرنے لگا۔ میں نے بھانت بھانت کے لوگ دیکھے تھے۔ یہ سب شہر کی کریم تھی اور سب کے سب میرے گرد جمع تھے۔ ایسے لمحات میں مجھے اور

نہ جاننے کیا کیا یاد آ رہا تھا۔ یاد آنے والی سب سے بڑی اور سب سے قیمتی چیز الیاس بھائی اور

نازراں باجی تھے۔ اس خاندان نے مجھے یہاں تک پہنچانے میں میری جو مدد کی تھی میں اسے

مرتے دم تک فراموش نہیں کر سکتا تھا اور ابھی تو ان کے سلسلے میں میرے اوپر بڑی

ادائیگیاں باقی تھیں۔ آج کا پروگرام انتہائی شاندار رہا اور رات گئے تک جاری رہا۔ بے

شمار افراد نے مجھ سے میری کوٹھی پر ملنے کی درخواست کی۔ میں نے ان سے وعدہ کیا کہ

بہت جلد میں اپنی کوٹھی میں ان لوگوں کو ایک ضیافت دوں گا۔ بعض نے مجھ سے ذاتی طور پر ملاقات کی خواہش کی۔ میں نے پر خلوص لہجے میں کہا:

”میرا گھر آپ کا اپنا ہے جب دل چاہے تشریف لائیے۔“

”آپ کے دن بھر کے مشاغل کیا ہوتے ہیں۔ مسٹر دانش منصور؟“ مسز اختر نے پوچھا۔

”ابھی چونکہ آپ کی اس دنیا میں نووارد ہوں اس لئے مشاغل بھی محدود ہیں۔ زیادہ تر گھر میں قید رہتا ہوں اب آج سے باہر نکلنا شروع کیا ہے۔ آپ لوگوں سے تعارف حاصل ہوا ہے۔ اکثر جہانہ آنا ہوگا اس کے علاوہ اور بھی بہت کچھ چاہتا ہوں میں۔ میرا

مطلب یہ ہے کہ آپ سے تعاون کر کے ہی میں یہاں ایک بہتر زندگی گزار سکتا ہوں۔“ میں نے جواب دیا۔

مجھے باہر تک چھوڑنے آئے۔ آصف نور نے دروازہ کھولا اور میں جتنی سیٹے چڑھ کر بیٹھ گیا۔ **Uploaded By Muhammad Nadeem** ”میرے بچے کی کیا رائے ہے؟“

”کیا مطلب؟“ میں نے حیرت سے پوچھا۔

”ہاں۔ میں کافی دنوں سے آپ میں ایک عجیب سی تبدیلی محسوس کر رہی ہوں۔ دانش میں کوئی ایسی بات نہیں کہنا چاہتی جو آپ کو پسند نہ آئے۔ لیکن۔ لیکن میرے اور آپ کے درمیان جو قربت ہو گئی تھی وہ بحیثیت عورت کے میں بھول نہیں سکتی اور اب آپ کی یہ دوری محسوس کر کے میں نجانے کیوں افسردہ ہو گئی ہوں۔ لہذا روٹی طور پر میں سوچتی ہوں کہ دنیا کے سارے معاملات دنیا کی نگاہوں میں کچھ بھی ہوں لیکن جو دل اور ذہن ایک دوسرے سے اس قدر نزدیک ہو جائیں تو ان میں فاصلے کیسے پیدا ہو سکتے ہیں؟“ میں میڈم خان کی صورت دیکھتا رہا۔ ان کے الفاظ کا میں اچھی طرح سے مفہوم سمجھ رہا تھا بھرمیں نے خود کو سنبھال کر کہا:

”میڈم خان ذرا کچھ وضاحت کیجئے گا۔“

”نہیں دانش۔ اس سے زیادہ وضاحت شاید کسی عورت کی زبان سے ممکن نہ ہو۔“

مجھے دل ہی دل میں ہنسی آگئی۔ میڈم خان اپنے آپ کو عورت کہہ رہی تھی حالانکہ عورت تو بالکل ہی مختلف چیز ہوتی ہے۔ وہ عورت نہیں تھی کم از کم میں انہیں عورت سمجھنے کے لئے تیار نہیں تھا لیکن یہ الفاظ میں اپنی زبان سے ادا نہیں کر سکتا تھا میں نے ان سے کہا:

”بات دراصل یہ ہے میڈم خان کہ مجھے جس شخصیت نے اس جگہ تک پہنچایا ہے اس نے مجھے کچھ ہدایات بھی دی ہیں اور ان میں سے بیشتر ہدایات آپ ہی کی معرفت مجھے ملی ہیں جو تبدیلی میری زندگی میں پیدا کی گئی ہے اس کے لئے مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ میرا رکھ رکھاؤ اور طریقہ کار کیا ہونا چاہیے۔ اگر میں دیانت داری سے اپنا وہ فرض انجام دے رہا ہوں تو میرے خیال میں آپ کو اس پر اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔“

”میں اعتراض کرنے کا حق بھی نہیں رکھتی۔ ظاہر ہے تمہاری حیثیت تو بہت بڑی ہے دانش۔ میں۔ میں تو تم سے کہیں ادنیٰ درجے کی عورت ہوں لیکن جو لمحات تم نے مجھے پیش کیے ہیں وہ میرے دل سے دور نہیں ہوتے۔“

”خیریت میڈم خان۔ آپ ضرورت سے زیادہ ہی سنجیدہ نظر آ رہی ہیں؟“

”نہیں۔ کوئی ایسی خاص بات نہیں۔ آپ یہ بتائیے آج کا پروگرام کیسا لگا آپ کو؟“

”بہت اچھا تھا ظاہر ہے میرے لئے ایک نئی زندگی کا آغاز ہوا ہے۔ ویسے بھانت بھانت کے ان لوگوں سے مل کر مجھے واقعی حیرت بھی ہوئی ہے۔“

”ہاں یہ مصنوعی دنیا کے مصنوعی لوگ ہیں۔ دولت میں ڈوبے ہوئے اپنے آپ سے بے خبر کہ حقیقت میں وہ کیا ہیں۔ بہر طور آپ کو تو انہی کے درمیان رہنا ہے اور انہی کے انداز اپنانے ہیں۔“ میرے ہونٹوں پر مدہم سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے کہا:

”نہیں مجھے ان کے انداز نہیں اپنانے بلکہ ان کے انداز سے مخالف سمت سفر کرنا ہے۔“

”میں سمجھی نہیں۔“

”آپ کافی سمجھدار خاتون ہیں میڈم خان۔ آپ غور کر لیجئے کہ میرے اور ان کے درمیان کس قسم کے تعلقات رہیں گے۔“

”اوہ۔ ہاں کیوں نہیں۔ میں دراصل دوسرے انداز میں گفتگو کر رہی تھی۔ خیر چھوڑیے ایک سوال کرنا چاہتی ہوں آپ سے مسٹر دانش۔“

”جی۔ جی۔ فرمائیے۔“

”میڈم خان ان لمحات کے بارے میں آپ نے مجھے بتایا تھا کہ اس دنیا میں گزارا کرنے کے لئے کیا چیزیں ضروری ہوتی ہیں اور میں نے انہیں صرف اپنے لئے ایک تربیت سمجھا تھا۔ اس سے زیادہ نہ آپ نے مجھے کچھ سمجھانے کی کوشش کی اور نہ میں نے کچھ سمجھا۔“

”تم بے شک بے حد ٹھوس انسان ہو۔ یوں سمجھ لو کہ یہ بھی ایک امتحان تھا تمہارا کہ تم ان تمام باتوں سے کس حد تک متاثر ہوتے ہو۔ میں دل ہی دل میں پھر ہنس پڑا۔ میڈم خان نے ایک دم ناگن کی طرح پلٹا لیا تھا اور اب وہ اپنی پوزیشن صاف کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ تاہم میں نے مسکراتے ہوئے کہا:“

”آپ مجھے ایک مشین ہی تصور فرمائیں میڈم خان۔ وہ مشین جو صرف مٹھل شاہ کے احکامات پر چلتی رہے گی۔“

”ہاں۔ ہاں۔ کیوں نہیں کیوں نہیں۔ اچھا تو پھر اب آرام کرو اور مجھے اجازت دو۔“ میڈم خان خاموشی سے باہر نکل گئی۔ میں سرد نگاہوں سے اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ دل ہی دل میں میں نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ اس عورت کو اتنی قربت نہیں بخشی جاوے گی کہ یہ مجھ پر مسلط ہونے کی کوشش کرے بلکہ اگر ہو سکا تو کسی مناسب وقت پر مٹھل شاہ سے کہوں گا کہ اب اس کو مجھ سے دور کر دیں حالانکہ مجھے یہ اندازہ تھا کہ مٹھل شاہ میڈم خان کو کیا حیثیت دیتا ہے لیکن اس کے علاوہ میرا اپنا بھی ایک مسئلہ تھا میں اپنی ذات پر کوئی بوجھ نہیں چاہتا تھا۔ وہ رات گزر گئی راتیں اور دن تو گزر ہی رہے تھے اور ان میں کوئی ایسی اہم بات نہیں تھی لیکن میں غیر مطمئن بھی نہیں تھا جو کچھ ہو رہا تھا وہ میری مرضی کے عین مطابق تھا مگر سے کام لینے کا عادی تھا اور نہ غزنوی صاحب کی کوٹھی مجھ سے چار کوٹھیوں کے بعد تھی۔ میں نے آج تک کبھی اس کو ٹھنی کا تجزیہ نہیں کیا تھا۔ یہ بھی اندازہ لگانے کی کوشش نہیں کی تھی کہ وہاں کے حالات کیا ہیں حالانکہ میرے ذہن میں شدید تجسس تھا پھر اس وقت دن کے گیارہ بجے تھے جب مجھے کسی کی آمد کی اطلاع ملی۔ میرے ملازم نے آکر مجھے بتایا کہ ”ایک خاتون آپ سے ملنا چاہتی ہے۔“ میڈم خان کہیں مصروف تھیں اور ملازم اس تک نہ پہنچ پایا تھا۔ میں نے سرد لہجے میں کہا:“

”جاؤ میڈم خان کو اطلاع دو اور انہیں بتاؤ کہ کوئی خاتون مجھ سے ملنے آئی ہیں۔“

”سر مسز اختر خان آپ سے ملاقات کرنے آئی ہیں ان کے ساتھ ایک صاحبزادی بھی ہیں۔“

”مسز اختر خان؟“

”جی سر۔ وہ جو جمنخانے میں ملی تھیں۔“

”کیا خیال ہے مل لینا چاہیے ان سے؟“

”سر ان لوگوں سے تو آپ کو ملنا پڑے گا۔ آپ کو ضرور ملنا چاہیے۔“

”ٹھیک ہے ان سے کہیں کہ میں آرہا ہوں۔“ میں نے جواب دیا اور اس کے بعد میں اپنا حلیہ درست کرنے لگا۔ میڈم خان چلی گئی تھی۔ مسز اختر خان میں نے دل ہی دل میں سوچا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی پھر میں اپنے کمرے سے نکل کر ڈرائنگ روم کی جانب چل پڑا۔ مسز اختر خان ایک خوبصورت لباس میں ملبوس وہاں موجود تھی اور اس کے ساتھ ایک نیلی آنکھوں اور دودھ جیسے سفید چہرے والی لڑکی تھی جس کی عمر بائیس تیس سال سے زیادہ نہیں ہوگی۔ لڑکی انتہائی سبک نقوش اور سڈول سراپا کی مالک تھی۔ مسز اختر خان نے آگے بڑھ کر والمانہ انداز میں میرا ہاتھ پکڑ لیا اور پر مسرت لہجے میں بولی:

”اوہ۔ مالی ڈیروانش منصور کیا سحر پھونک آئے تھے تم رات کو۔ ہم سب کم از کم میں بیچ جانو ساری رات نہ سو سکی۔“ یہ الفاظ مسز اختر خان نے اردو میں کہئے تھے۔ میں کسی پریشانی سے ان کا اور اس کے بعد میڈم خان کا چہرہ دیکھنے لگا۔ میڈم خان نے فوراً آگے بڑھ کر کہا:

”سوری مسز اختر خان مسٹر دانش اردو نہیں سمجھ سکتے۔“

”ایں۔ مسز اختر چوکی اور پھر انہوں نے حیران لہجے میں کہا؟“

”اوہ میرے خدا کتنی بے وقوف ہوں میں مجھے تو یہ یاد ہی نہیں رہا تھا کہ سوری

”کیا آپ اپنے دوستوں کے ساتھ یہ سلوک کریں گے؟“

”نہیں مسز خان۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ سیکریٹری تم باہر چلی جاؤ۔ میں مسز خان سے گفتگو کروں گا۔“ میں نے میڈم خان سے کہا۔

میڈم خان کا یہ انداز مجھے بھی پسند نہیں آیا تھا۔ مجھے ہنسی بھی آرہی تھی اس بات پر کہ وہ اچھی خاصی عمر کی عورت تھی۔ وہ مجھ سے جس لگاؤ کا اظہار کر چکی تھی ظاہر ہے اس کی اور میری عمر سے مطابقت نہیں رکھتا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس نے مجھے بہت سے نئے معاملات سے روشناس کرایا تھا لیکن اب ایسا بھی نہیں تھا کہ میں اس کے جال میں پھنس کر رہ جاتا ویسے بھی میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ میڈم خان کا تسلط مجھ پر ضرورت سے زیادہ بڑھتا جا رہا ہے۔ میڈم خان خاموشی سے باہر نکل گئی اور مسز اختر نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا:

”اس میں کوئی شک نہیں مسز گونا والا کہ آپ کو ایک سیکریٹری کی اشد ضرورت ہے کم از کم اس وقت تک جب تک آپ یہاں کے ماحول سے واقف نہ ہو جائیں لیکن آپ کو یہ احساس ابھی نہیں ہو گا کہ کوئی بھی شخصیت آپ کو اپنے چنگل میں گرفتار کرنے کی کوشش کر سکتی ہے کیونکہ آپ بہت سوں کے لئے سونے کی چڑیا ہوں گے۔“

”نہیں مسز اختر خان ایسی بات بھی نہیں ہے۔ بس یوں سمجھ لیں میرا کام چل سکتا ہے اور مجھ پر ایسا کوئی وار کار گر نہیں ہو گا۔“

”آئی۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں مسز گونا والا کو اپنے فرائض پیش کر دوں۔ دیکھتے میں بھی فارغ ہی رہتی ہوں اور کوئی کام نہیں ہوتا مجھے مسز گونا والا کو ہم اگر یہاں کے معاملات سے روشناس کرادیں اور ان کی ضرورت سنبھال لیں تو یہ ایک دوست کی حیثیت سے ہمارا فرض ہو گا۔“ کرن نے کہا۔

”اوہ۔ بے بی میری طرف سے اجازت ہے اور پھر تمہارے لئے بھی کوئی مشغلہ تلاش کرنا ضروری ہے۔“ مسز اختر خان نے کہا اور پھر میری طرف دیکھ کر مسکراتی ہوئی بولیں:

”بے بی نے پیرس میں پرورش پائی ہے۔“

==☆☆☆==

مسز دانش منصور۔ دیری سوری دراصل میں اپنے جذبات کا اظہار کر رہی تھی۔ میں آپ کو یہ بتا رہی تھی کہ رات آپ سے ملاقات کے بعد آپ میرے ذہن پر اس طرح چھائے کہ میں نجانے کس وقت تک آپ کے بارے میں سوچتی رہی۔ آپ کی شخصیت میں ایک انوکھا پن ہے۔ دراصل زندگی کے اس سٹیج پر پہنچنے والے بوڑھے اور لاغر ہو چکے ہوتے ہیں اور تب کہیں جا کر وہ ایک ایسی شخصیت اختیار کر پاتے ہیں لیکن آپ نوجوانی کی اس عمر میں ہیں جہاں سے عموماً آغاز ہوتا ہے اور آپ میرے خیال میں انجام تک پہنچے ہوئے ہیں۔ میں اتنی متاثر ہوئی آپ سے کہ اپنی بھتیجی کرن زہرہ کو بھی آپ کے بارے میں تفصیلات بتائیں اور یہ کچھ اس طرح آپ سے ملنے کے لئے بے چین ہوئی کہ بالا آخر مجھے یہاں تک گھسیٹ لائی۔ معافی چاہتی ہوں آپ مصروف تو نہیں تھے؟“

”نہیں مسز خان درحقیقت میں تو آپ ہی لوگوں کی رہنمائی کا منتظر ہوں۔ یہاں آنے کے بعد مجھے آپ جیسے ساتھی درکار ہیں جو یہاں کے ماحول میں میرے لئے اجنبیت نہ قائم رہنے دیں۔“ کرن زہرہ نے پہلی بار لب کشائی کی:

”تو پھر اس کے لئے میں اپنے آپ کو پیش کرتی ہوں مسز گونا والا۔ میں خود بھی آپ کی شخصیت سے متاثر ہوئی ہوں میں آپ کو کراچی دکھاؤں گی بلکہ کراچی ہی نہیں پورے پاکستان سے روشناس کراؤں گی یہ ذمہ داری آپ میرے سپرد کر دیں۔“ میڈم نے کسی قدر جلے بھنے انداز میں کہا:

”یہ کام تو شاید میرے سپرد کیا گیا ہے مس کرن زہرہ۔ آپ بھلا کہاں تکلیف کریں گی؟“ مسز اختر خان نے چونک کر میڈم خان کو دیکھا اور پھر سرد لہجے میں بولی:

”آپ غالباً“ مسز دانش منصور گونا والا کی سیکریٹری ہیں؟“

”جی ہاں“ میڈم خان نے سرد لہجے میں کہا۔

”براہ کرم آپ ہمارے درمیان گفتگو میں مداخلت نہ کریں اور باہر چلی جائیں میرا خیال ہے آپ کو اس وقت سیکریٹری کے فرائض ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔“

”لیکن۔ خاتون یہ میری ذمہ داری ہے اس کے لئے میں بھلا کیسے فیصلہ کر سکتا ہوں؟“

”مسز گونا والا ہمارے اور آپ کے درمیان سیکریٹری کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔“

لوئی دقت نہیں ہوتی۔“

”تاہم یہ میرا فرض ہے کہ آپ کے معاملات کی نگرانی کروں۔ آپ کو کسی بھی قسم کی دقت پیش آئے، آپ براہ کرم مجھ سے رجوع کیجئے۔ ظاہر ہے یہ ہمارا فرض بھی ہے۔“

”آئی اب تو میں ان کے ساتھ ہوں، میں خود دیکھوں گی کہ انہیں کہاں کہاں دقتیں پیش آتی ہیں۔ میرے لیے یہ ایک بہترین تجربہ ہو گا۔“ کرن زہرہ نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ اس کے بعد مشروب پیا گیا۔ میں نے کرن زہرہ کو اپنی رہائش گاہ کی سیر کرائی اور وہ مجھ سے بے پناہ الفت کا مظاہرہ کرتی رہی۔ مجھے بھی اس کی شخصیت پسند آئی تھی اور میں اس سے کافی متاثر ہوا تھا پھر اس نے مجھے رات کلب آنے کی دعوت دی اور میں نے ان سے کہا کہ میں آج رات کلب ضرور پہنچوں گا۔ کافی دیر تک وہ لوگ میرے ساتھ رہیں اس کے بعد رخصت ہو گئیں۔ جب وہ چلی گئیں تو میڈم خان خاموش خاموش میرے پاس پہنچ گئی۔ اس نے آہستہ سے کہا:

”دانش تمہیں مجھے یہاں سے ہٹانا نہیں چاہیے تھا۔“

”میڈم خان براہ کرم آپ صرف وہ کریں جس کی خواہش میں آپ سے رکھوں۔“

مجھے یقین ہے کہ آپ میرے ان الفاظ کا برا نہیں مانیں گی۔ مٹھل شاہ نے جو ذمہ داریاں میرے سپرد کی ہیں ان میں کم از کم مجھے بھی تو اپنا ذہن آزمانے دیجئے۔ آپ کے زیر ہدایت کام کرنا میرے لیے ایک پسندیدہ مشغلہ نہیں ہو گا۔“ میڈم خان فوراً سنبھل گئی اس نے مسکراتے ہوئے کہا:

”نہیں میرا یہ مقصد نہیں تھا۔ ٹھیک ہے جیسی آپ کی مرضی۔“ میں نے میڈم خان کا لہجہ اچھا محسوس نہیں کیا تھا لیکن بہر طور مجھے اس کی پروا نہیں تھی۔ رات کلب پہنچا اور وہاں کرن زہرہ اور مسز خان نے ہی سب سے پہلے آگے بڑھ کر میرا استقبال کیا۔ مسز اختر خان سے بھی واقف ہوتا جا رہا تھا۔ اندازہ تھا کہ اس قسم کے لوگ میرے ارد گرد پھیلنے کی کوشش ضرور کریں گے لیکن میں نے اپنی فطرت کو جس انداز میں تیار کیا تھا اس کے مطابق عمل کرنا چاہتا تھا چنانچہ میں نے کرن زہرہ ہی کا ساتھ قبول کیا۔ بہت سے لوگ مجھ سے ملاقات کرنے آئے اور میرے بارے میں گفتگو کرتے رہے پھر کلب میں مختلف

دراصل میرے بھائی پیرس ہی میں قیام پذیر تھے اور وہیں پر کاروبار کرتے تھے۔ ان کا انتقال ہو گیا تو بے بی وہاں تنہا رہ گئی اور اس کے بعد میں نے اسے اپنے پاس بلا لیا۔ سچی بات تو یہ ہے کہ یہ یہاں کے ماحول میں ایڈجسٹ ہی نہیں ہو پائی۔ اس کا خیال ہے کہ مقامی نوجوان اونچے اور گھٹیا فطرت کے مالک ہوتے ہیں ان کے اندر کچھ ایسی کیفیات پائی جاتی ہیں جو اسے ناپسند ہیں، دوستوں کے معاملے میں یہ بہت محتاط ہے۔“

”یقیناً۔“ یقیناً میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تو بس یوں سمجھ لیجئے مسز گوٹا والا کہ آج سے میں آپ کی بلا معاوضہ سیکریٹری بن گئی۔“ کرن زہرہ نے کہا۔

”نہیں مس زہرہ، آپ میری دوست بن جائیں تو زیادہ بہتر ہو گا۔“

”کیوں نہیں۔ کیوں نہیں۔ مسز گوٹا والا جس خواہش کا اظہار کریں ہمیں اسی کی تعمیل کرنی چاہیے۔“

”آپ لوگ کیا پینا پسند کریں گی؟“

”میرے لئے کوئی مشروب منگوا دیجئے مسز گوٹا والا“ کرن زہرہ نے کہا اور مسز خان نے بھی اس کی فرمائش کی چنانچہ میں نے بیل بجائی، روزی آگئی اور میں نے اسے مشروب لانے کی ہدایت کر دی۔

”یہاں آپ کے انتظامات کس نے سنبھالے ہوئے ہیں مسز گوٹا والا؟“ مسز خان

نے پوچھا۔

قسم کی تقریبات کا آغاز ہو گیا اور لوگ ایک دوسرے سے گھل مل گئے۔ ادنیٰ وقت میں نے **Uploaded By Muhammad Nadeem** کوئی بات نہیں ہے لیکن آپ کو اس پر کوئی اعتراض ہے؟

”ہاں ہے ایک نو عمر شخصیت کی حیثیت سے آپ بہت سادہ اور معصوم فطرت کے مالک ہوں گے۔ کاروبار میں ترقی کر لینا دوسری بات ہے اور زندگی کے دوسرے مراحل میں اپنے آپ کو مستحکم رکھنا بالکل الگ چیز۔ آپ شاید مسز اختر خان کو نہیں جانتے اس لڑکی کے بارے میں انہوں نے آپ کو یہی بتایا ہو گا کہ یہ پیرس سے یہاں آئی ہے اور ان کی بھتیجی ہے۔“

”جی ہاں۔ کیا یہ غلط ہے؟“

”سو فیصد غلط۔ درحقیقت کرن زہرہ ایک بہت ہی خوبصورت لڑکی ہے اور مسز خان نے اسے خرید لیا ہے۔“

”جی۔“ میں نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

”جی ہاں۔ جو کچھ کہہ رہی ہوں اس کی تصدیق آپ آرام سے کر لیجئے گا اگر آپ کرن زہرہ سے پیرس کے بارے میں معلومات حاصل کریں تو شاید وہ آپ کو تفصیلات بتا دے کیونکہ مسز خان نے اسے پوری طرح تیار کیا ہے۔ دراصل وہ مسز خان کے لئے ایک خوبصورت حربہ ہے جو مسز خان ایسے لوگوں پر استعمال کرتی ہیں جو حسن پرست ہوتے ہیں۔ کرن زہرہ کے ذریعے مسز خان نے لاکھوں روپے کا انکم ٹیکس بچایا ہے اور کچھ عرصے پہلے کرن زہرہ انکم ٹیکس کے ایک بڑے آفیسر کے ساتھ دیکھی جاتی رہی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مسز خان نے کرن زہرہ کے کردار کو بہت محفوظ رکھا ہے اور ہم اس کے ماضی کا سراغ نہیں لگا سکے لیکن یہ بات نہ صرف میں بلکہ شاید دوسرے چند لوگ بھی بتا سکیں گے کہ کرن زہرہ کا مسز خان سے کوئی رشتہ نہیں ہے کیونکہ کم از کم مسز خان کا ماضی ہمارے علم میں ہے۔“

”خیر اگر ایسی کوئی بات ہے بھی جمال آرا بیگم تو مجھ پر اس سے کیا اثر پڑتا ہے؟“ میں نے کہا۔

”بہت بڑا اثر پڑتا ہے۔ مسز اختر خان نے جو اپنا یہ ہتھیار آپ کی جانب پھینکا ہے اور یقینی طور پر اس کے ذہن میں آپ سے بہت سے فوائد حاصل کرنے کے منصوبے ہوں گے۔“ میں ہنس پڑا۔ پھر میں نے آہستہ سے کہا:

جمال آراء بیگم کو دیکھا جو آہستہ چلتی میرے قریب آگئی تھی۔ اس نے میرے بجائے کرن زہرہ سے مخاطب ہو کر کہا:

”ڈیئر کرن۔ اگر تھوڑی دیر کے لیے انہیں میرے حوالے کر دو تو کیسا رہے گا؟ تمہیں اعتراض تو نہیں؟“ کرن زہرہ نے جمال آرا کو دیکھا اور پھر آہستہ سے پیچھے ہٹ کر بولی:

”نہیں نہیں مم..... مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔“

”پلیز مسٹر گونا والا۔“ جمال آرا نے کہا اور بے تکلفی سے میرا بازو پکڑ کر ایک جانب بڑھ گئی۔

”آپ میری اس بے تکلفی کو محسوس نہ کریں۔ دراصل میں فطرتاً بہت ہی بے تکلف قسم کی عورت ہوں۔“

میں نے مسز جمال آرا کی طرف مسکراتی نگاہوں سے دیکھا بلاشبہ حسین عورت تھی لیکن اب عورت تھی لڑکی نہیں۔ بہر طور میں نے اس کا ساتھ قبول کر لیا۔ وہ مجھے لے کر ایک گومشے کی میز پر پہنچ گئی اور میرے لئے بیٹھنے کو کرسی گھسیٹی۔ پھر اس نے مجھ سے کہا:

”کیا پلاؤں آپ کو؟“

”کچھ نہیں۔“

”نہیں ایسا کیسے ہو سکتا ہے کوئی ہلکی پھلکی چیز؟“

”معاف کیجئے گا اس وقت ضرورت نہیں محسوس کر رہا۔“

”آپ یقینی طور پر ابھی مجھ سے اجنبی ہیں لیکن کیا کیا جائے اس بات کا کہ بعض شخصیتیں ایک نگاہ میں دیکھنے کے بعد ہی اجنبی نہیں رہتیں۔ دراصل مسٹر گونا والا انتہائی معذرت کے ساتھ آپ سے کچھ الفاظ کہنا چاہتی ہوں۔“

”جی فرمائیے۔“

”یہ کرن زہرہ سے آپ کی اس قدر بے تکلفی کیسے ہو گئی؟“

”کوئی خاص وجہ نہیں ہے اس کی۔ بس یوں سمجھ لیجئے کہ مسز اختر خان نے کرن زہرہ کو مجھ سے میری کوٹھی میں ملایا اور کرن زہرہ ایک اچھی شخصیت ثابت ہوئی۔ بس

”اگر میرے ذریعے مسز خان کی کوئی مشکل حل ہو جائے تو میرا خیال ہے میں اس سے گریز نہیں کروں گا۔“

”آپ کی مرضی ہے میں نے آپ کو ہوشیار کر دیا۔ اس کے باوجود اگر آپ اس جال میں پھنسا چاہیں تو ظاہر ہے آپ مالک ہیں۔“ جمال آرا بیگم نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

”آپ مطمئن رہیں میں کسی کے لئے بھی نرم چارہ نہ ثابت ہوں گا۔“ مسز اختر خان نے اس مشکل مرحلے کو خود ہی سنبھالنے کا فیصلہ کیا اور وہ مسکراتی ہوئی میرے پاس آگئی۔ اس نے گردن خم کر کے کہا:

”معاف کیجئے گا جمال آرا بیگم اگر آپ میرے دوست کو مجھے واپس کر دیں تو آپ کی نوازش ہوگی۔“

”ہاں ہاں کیوں نہیں۔ مسز خان آپ ہمیشہ کاری وار کرتی ہیں۔ بھلا آپ کا کوئی دار بھی گنہگار ہو سکتا ہے؟“

”جی ہاں۔ بہتر یہ ہے کہ مجھ سے مقابلہ کرنے کی کوشش ہی نہ کی جایا کرے۔ پلیز مسز گوٹا والا آئیے کرن آپ کو یاد کر رہی ہے۔“ میں خاموشی سے اٹھ کر اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ ایک بار میں نے پلٹ کر جمال آرا بیگم کو چہرہ دیکھا تھا۔ وہ سلگتی ہوئی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ میرے لئے یہ تجربہ بھی زندگی کا دلچسپ تجربہ تھا۔ بہت بڑے لوگوں کی بہت بڑی دنیا میں بہت چھوٹی چھوٹی باتیں ہوتی رہیں۔ یہ بات میرے علم میں آرہی تھی اور میں ان سب کے درمیان کھلونا بن کر خود ان سے کھیلنے کا خواہش مند تھا۔ زندگی کے شب و روز گزرتے رہے کرن زہرہ مجھ سے زیادہ سے زیادہ بے تکلف ہوتی رہی۔ بات صرف یہیں تک محدود نہیں رہی تھی۔ اس کلب کے علاوہ کچھ اور کلبوں کی رکنیت بھی مجھے مل گئی تھی اور میں اپنا حلقہ احباب وسیع کرتا جا رہا تھا۔ مسز خان نے کرن زہرہ کو مستقل طور پر میرے ساتھ مصروف کر دیا تھا اور اب وہ ہم پر مسلط بھی نہیں رہتی تھی۔ کرن زہرہ کا ہر دن اور ہر رات میرے ساتھ گزرتا تھا۔ وہ دن نکلتے ہی میرے پاس پہنچ جاتی اور پھر رات کو اس وقت واپس ہوتی جب ہم کسی کلب یا کسی دوسری تفریح گاہ سے اٹھ رہے ہوتے۔ وہ دھیرے دھیرے بے تکلفی کی تمام منازل طے

کر چکی تھی مگر میڈم خان ان منازل سے مجھے پہلے ہی روشناس کرا چکی تھی چنانچہ میں اس سے زیادہ متاثر نہ ہو سکا۔ ایک روز جب وہ اپنی دانست میں مجھے بے بس سمجھ کر بولی:

”تمہارے ذہن میں مستقبل کا کیا پروگرام ہے؟“

”ہر شخص کے ذہن میں مستقبل کا ایک پروگرام ہوتا ہے میں تم سے صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہم بے تکلفی کی جس منزل تک پہنچ گئے ہیں ہمیں..... ہمیں رک جانا چاہیے۔ پتہ نہیں وقت آگے ہمارے لئے کون سے راستوں کا انتخاب کرے؟“

”کیا ہمارے راستے جدا بھی ہو سکتے ہیں دانش؟“

”یہ پہلے سے نہیں کہا جاسکتا۔“ میں نے سرد لہجے میں جواب دیا اور کرن خاموش ہو گئی۔ پتا نہیں کتنی گہری لڑکی تھی لیکن بہر طور میں نے اسے یہ بتا دیا تھا کہ میں اس کی گرفت میں آنے والی شے نہیں ہوں اور ان تمام حالات کے بعد مجھے بھی کسی قدر محتاط ہو جانا چاہیے تھا۔ ہم واپس آگئے۔ کرن آج کلب نہیں گئی تھی۔ بلکہ ساڑھے سات بجے

کے قریب وہ اپنے گھر واپس چلی گئی۔ یہ شاید میرے ان الفاظ کا رد عمل تھا جو میں نے اس سے کہے تھے۔ میرے اپنے ذہن میں کیا تھا یہ میں نے اپنے ذہن کی گہرائیوں میں محفوظ رہنے دیا تھا۔ میڈم خان اور روزی ہمیشہ کی مانند میری خدمات پر لگی رہیں۔ روزی تو بہت مطمئن زندگی گزار رہی تھی لیکن میڈم خان ان دنوں ذہنی بخار کا شکار تھی اور اس کے رویے میں گہری سنجیدگی پائی جاتی تھی۔ کام کی باتوں کے علاوہ مجھ سے اور کوئی بات نہیں کرتی تھی لیکن یہ تو میری بھی خواہش تھی کہ اب وہ مجھ سے صرف کام کی بات کیا کرے۔ کرن زہرہ کے رویے میں کسی تبدیلی کا منتظر تھا لیکن دوسرے دن وہ اسی طرح ہنستی مسکراتی میرے پاس آگئی اور دن بھر کے منصوبے بنانے لگی لیکن آج میں نے اس کے ساتھ اپنا رویہ ذرا محتاط رکھا تھا کرن زہرہ نے پھر میری قربتوں کی طلب کی لیکن میں نے آج کی مصروفیات اسے بتا دیں اور اس میں میڈم خان کو بھی شامل کر لیا۔ البتہ اس سے میں نے رات کو کلب میں ملنے کا وعدہ کر لیا تھا۔ کلب میں کرن زہرہ سے بھی میری ملاقات ہوئی اور مسز اختر خان سے بھی۔ دونوں بہت ہی بے تکلفی سے مجھ سے پیش آئیں۔ دوسرے بے شمار لوگ بھی تھے جو اب میرے گہرے شناسا بن گئے تھے۔ سرفراز حق صاحب نے مجھ سے فرمائش کی۔

”بھئی دانش صاحب آپ نے ہم سے اپنی کوٹھی میں ایک شاندار دعوت کا وعدہ کیا

تھا ابھی تک آپ کا وہ وعدہ پورا نہیں ہو سکا۔“

”حق صاحب میرا حلقہ احباب ذرا بڑھنے دیجئے۔ اس کے بعد ایک ساتھ میں آپ

لوگوں کو تکلیف دوں گا۔“

”ہم تو بڑا انتظار کر رہے ہیں ویسے کچھ لوگوں کے بارے میں سنا ہے کہ آپ سے

بہت قریب ہو گئے ہیں۔ قربت کے خواہشمند تو ہم بھی ہیں۔“

”آپ میرے بالکل قریب ہیں حق صاحب۔ بھلا دوری کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔

میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر فیروز خان کی جانب متوجہ ہو گیا جو معنی خیز انداز میں

مسکرا رہا تھا۔ ان لوگوں میں آپس کی رقابت بھی چلتی تھی۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ میں

اب ان لوگوں کی توجہ کا مرکز بنتا جا رہا ہوں اور ان میں سے ہر شخص اپنے اپنے طور پر مجھ

سے فائدہ اٹھانے کے بارے میں سوچ رہا ہے۔ یہ خیال بھی بار بار ذہن میں آیا تھا کہ کہیں

میری یہ تمام کوششیں مٹھل شاہ کے منصوبوں سے نہ ٹکراتی ہوں حالانکہ مٹھل شاہ کو مجھے

ہدایات دینا چاہیے تھیں لیکن وہ بھی مکمل طور پر خاموشی طاری کئے ہوئے تھا۔ میں نے

فیصلہ بھی کر لیا تھا کہ جب تک مٹھل شاہ خود مجھ سے کسی کام کے لئے نہیں کہے گا میں خود

کسی کام کا آغاز نہیں کروں گا حالانکہ اب جس دنیا میں تھا اسے اتنا سمجھ چکا تھا کہ کس

طرح ان لوگوں سے رابطے قائم کئے جاسکتے ہیں اور کس طرح مٹھل شاہ کے مشن کو آگے

بڑھایا جاسکتا ہے۔ اس رات اتفاق سے کلب سے واپسی پر میڈم خان سے اسی موضوع پر

گفتگو ہو گئی۔ میں نے میڈم خان سے مٹھل شاہ کی خیریت معلوم کی تو انہوں نے کہا:

”آپ کی مصروفیات اس قدر ہیں مسٹر دانش منصور کہ مٹھل شاہ صاحب خود بھی

آپ کے معاملات میں دخل نہیں دینا چاہتے۔ میرا خیال ہے وہ یہ سوچ رہے ہیں کہ آپ

اپنی ان تفریحات سے فارغ ہو جائیں تو کام کا آغاز کیا جائے۔“

”میڈم خان میں نے آپ سے مٹھل شاہ کی خیریت معلوم کی تھی‘ تقریر کرنے کی

درخواست نہیں کی تھی۔“ میں نے سرد لہجے میں کہا۔

”یہ تقریر تو نہیں ہے دانش صاحب بلکہ ایک حقیقت کا اظہار ہے۔“

”بہتر ہے کہ میں خود ہی مٹھل شاہ سے رابطہ قائم کر کے یہ معلوم کئے لیتا ہوں کہ

انہیں میرے ان مشاغل سے کہاں تک اختلاف ہے۔“

”میں نے اختلاف کی بات تو نہیں کی۔ آپ اگر میری کوئی شکایت کرنا چاہتے ہیں تو

دوسری بات ہے۔“ میڈم خان نے کہا۔

”تب پھر آپ سے درخواست ہے کہ مجھے صرف میرے سوالات کا جواب

دیجئے۔“ میڈم خان مجھے دیکھنے لگی پھر آہستہ سے بولی۔

”ایک سوال کروں دانش صاحب؟“

”جی فرمائیے۔“

”کیا آپ کا رویہ میرے سلسلے میں زیادہ خشک نہیں ہو گیا ہے۔“

”آپ کے خیال میں مجھے آپ کے ساتھ کیا رویہ اختیار کرنا چاہیے‘ میڈم خان؟“

”میرا مطلب ہے کہ کہ۔“ میڈم خان میرے ان الفاظ سے گھبرا سی گئی۔

”جی فرمائیے کیا رویہ ہونا چاہیے میرا آپ کے ساتھ؟“

”دوستانہ کم از کم ماضی کے ان لمحات کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے جو ہم گزار چکے

ہیں۔“

”میرا خیال ہے آپ خود ہی اپنی ہدایات سے انحراف کر رہی ہیں میڈم خان۔ مجھ

سے کہا گیا ہے کہ ماضی کو میں بالکل فراموش کر کے اپنی اس نئی شخصیت کی تشکیل مکمل

کروں جو مجھے دی گئی ہے۔“

”ہاں۔ یہ تو ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔“ میڈم خان اب زورس ہو گئی

تھی۔

”اس کے باوجود اگر میں سمجھتا ہوں کہ میں کچھ غلط اقدامات کر رہا ہوں تو میرا خیال

ہے اب مٹھل شاہ سے میرا رابطہ ضروری ہے۔“

”شاید آپ میری بات کا برا مان گئے مسٹر دانش؟“

”کیا آپ نے کوئی بری بات کہی ہے میڈم خان؟“ میں نے سوال کیا۔

”نہیں۔ بس یونہی میرا دل چاہا تھا کہ میں آپ سے کچھ کہوں تو میں نے کہہ دیا

ہے۔“

”اگر اس میں کوئی کام کی بات ہے تو براہ کرم آپ میری رہنمائی کیجئے۔ جہاں تک

میرا اپنا تعلق ہے تو میں آپ ہی لوگوں کی ہدایت پر اپنی اس شخصیت کو مکمل کر رہا ہوں جس کی مجھے ہدایت کی گئی ہے لیکن آپ کو اس بات کا پورا پورا حق حاصل ہے میڈم خان کہ اگر میں کہیں غلطی کر جاؤں تو آپ مجھے روک دیجئے گا۔“

میڈم خان عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی۔ بہر طور اس کے بعد اس نے اس موضوع پر مزید کوئی بات نہیں کی تھی۔ کرن زہرہ کی کوششیں مسلسل جاری تھیں اور میں نے ایک حد تک کوشش کو سراہا بھی تھا۔ نتیجے میں وہ مجھ سے کچھ اور بے تکلف ہو گئی تھی لیکن میں نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ اب رفتہ رفتہ اس سے کنارہ کشی اختیار کر لی جائے اور اپنے ذہن میں میں نے اس کے لئے منصوبہ بندیاں بھی کر لی تھیں لیکن اگر جمال آرا کا کہنا درست تھا تو اس میں کوئی شک نہیں کہ کرن زہرہ بلاشبہ مسز خان کے لیے ایک بہترین ہتھیار تھی۔ البتہ میرے سلسلے میں یہ ہتھیار یقینی طور پر ناکام رہا تھا۔ مسز خان نے شاید اس بات کو محسوس بھی کر لیا تھا کہ وقت زیادہ گزر چکا ہے اور میں نے ابھی تک کرن زہرہ کے ساتھ کوئی ایسی گفتگو نہیں کی جو مسز خان کے لئے سود مند ثابت ہوتی چنانچہ اس نے اپنے اس چیک کو کیش کر لینا ضروری سمجھا اور اس دن وہ تنہا ہی میرے پاس آئی۔ کرن زہرہ یہاں موجود نہیں تھی۔ میں اپنی کوششیں ہی میں تھا اور اپنے معمولات میں مشغول تھا کہ مجھے مسز اختر خان کی آمد کی اطلاع ملی۔ میں نے مسز اختر خان کا ڈرائنگ روم میں استقبال کیا تھا۔ میڈم خان، مسز اختر خان سے پہلے ہی الرجک تھی چنانچہ کبھی اس کے سامنے آنے کی کوشش نہیں کرتی تھی۔ مسز اختر خان نے پر مسرت انداز میں کھڑے ہو کر میرا استقبال کیا اور پھر آگے بڑھ کر میرے رخساروں کو بوسے دیئے۔ اس کوشش میں وہ میرے ضرورت سے زیادہ ہی نزدیک آگئی تھیں۔ بہر طور اب یہ دنیا میری سمجھ میں آتی جارہی تھی چنانچہ ایسے لمحات کو ٹال جانے کی صلاحیت بھی پیدا ہو گئی تھی میرے اندر۔ میں نے اسے بیٹھنے کی پیشکش کی اور پھر اس سے رسمی گفتگو کرنے لگا۔

”کیا بات ہے کرن زہرہ نظر نہیں آرہی۔ کیا وہ یہاں نہیں آئی؟“

”نہیں ابھی تک تو نہیں۔ میرا خیال ہے آج ان کا میرے پاس آنے کا پروگرام بھی

نہیں تھا۔“

”کیا کر دیا ہے تم نے اس لڑکی کو۔ ہر وقت تمہارے ہی بارے میں گفتگو کرتی رہتی

”وہ بہت اچھی خاتون ہیں اور میرا خیال ہے ان کا شمار اچھے دوستوں میں ہوتا ہے۔ دوست تو دوست کا تذکرہ کرتے ہی ہیں۔“

”مجھے تو کچھ دال میں کالا محسوس ہوتا ہے۔“ مسز اختر خان نے شرارت آمیز انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

”میں سمجھا نہیں؟“ میں نے اجنبیت سے کہا۔

”میرا مطلب ہے کچھ ضرورت سے زیادہ ہی بولنے لگی ہے وہ تمہارے بارے میں۔ خیر چھوڑو ڈیڑھ اس وقت میں تمہارے پاس ایک خاص مقصد سے آئی ہوں اور اس امید کے ساتھ آئی ہوں کہ تم مجھے مایوس نہیں کرو گے۔“

”فرمائیے مسز اختر میرے لائق کیا خدمت ہے؟“

”دیکھو دانش منصور بہت عرصے سے ایک منصوبہ تھا میرے ذہن میں اپنے طور پر کام بھی کر رہی تھی لیکن اب میرا راستہ اچانک رک گیا ہے اور اس وقت میں شدید پریشانی کا شکار ہوں۔“

”براہ کرم مجھے تفصیل بتائیے؟“

”کچھ غیر ملکی دوستوں سے میری شناسائی ہو گئی تھی جو کاروباری لوگ تھے اور عمدگی سے کاروبار کرتے تھے۔ بہت ہی دیانت دارانہ کاروبار ہے۔ میں نے کچھ الیکٹریک گڈز کے بارے میں ان سے گفتگو کی تھی جسے وہ سپلائی کرتے ہیں بہت ہی کارآمد چیزیں ہیں۔ یوں سمجھ لو کہ بس سونا ہے سونا۔ ادھر حاصل کرو اور ادھر منافع کے ساتھ فروخت کر دو۔ بہترین منافع ہو سکتا ہے اس میں۔ ان دنوں جن جن اشیاء کی کمی ہے وہی تمام چیزیں میں نے انہیں اپنے آرڈر میں نوٹ کرائی تھی اور اب وہ اپنا آرڈر سپلائی کرنا چاہتے ہیں۔ میں الیکٹریک گڈز کا ایک بہت بڑا ذخیرہ امپورٹ کرنا چاہتی ہوں اور اس سلسلے میں میرے پاس تمام کام مکمل ہے بس سرمائے کی کمی ہے۔ مجھے تقریباً دس کروڑ روپے کی ضرورت پیش آئے گی اور میں یہ دس کروڑ روپیہ دو ماہ میں واپس کر سکتی ہوں لیکن اس کی آمد بے حد ضروری ہے۔ جب ذہن کسی اور طرف سے مایوس ہو گیا تو پھر میں نے تمہارے بارے میں سوچا یہ دس کروڑ روپیہ تم میرے اس منصوبے میں صرف کرو دانش منصور اور اس سلسلے

مربوئی:

”خیر کوئی بات نہیں ہے۔ میرا مسئلہ ہے میں ہی نمٹ لوں گی۔ تم سناؤ اور کیا ہو رہا ہے۔“

”بس ابھی تک کسی کام کا آغاز نہیں ہو سکا۔ ابھی تو آپ لوگوں سے شناسائی جاری ہے۔“

”اچھا پھر چلتی ہوں خدا حافظ۔“

”ارے۔ ابھی تو آئی ہیں آپ۔ کچھ دیر بیٹھئے میرے ساتھ کچھ پیجئے۔ کیا منگواؤں آپ کے لئے؟“

”نہیں پلیز۔ پھر کبھی یہ سب کچھ ہو جائے گا۔ میں اس وقت ذرا جلدی میں ہوں۔ تم سے چونکہ بات نہیں بنی اس لئے کہیں اور کوشش کروں گی۔“ میں نے بڑے خلوص سے مسز اختر خان کو رخصت کیا تھا اور ان کے جانے کے بعد دیر تک اس سلسلے میں سوچتا رہا تھا۔ دن کے تقریباً ڈھائی بجے کا وقت تھا میں لُچ کر کے آرام کر رہا تھا کہ کرن زہرہ کی آمد کی اطلاع ملی اور میں نے اس کا استقبال اپنی خواب گاہ ہی میں کیا۔ کرن زہرہ کے قدم میری خواب گاہ تک با آسانی پہنچ جایا کرتے تھے کیونکہ یہ خواب گاہ بھی اب اس کے لئے اجنبی نہیں رہی تھی۔ میں نے مسکراتے ہوئے اسے خوش آمدید کہا تو وہ سنجیدہ سنجیدہ سی میرے سامنے بیٹھ گئی۔

”کیا بات ہے کرن، کچھ ابھی ابھی سی ہو؟“

”ہاں۔“ اس نے آہستہ سے کہا۔

”وجہ نہیں بتاؤ گی؟“

”کیا آج آنٹی تمہارے پاس آئی تھیں؟“ کرن زہرہ نے سوال کیا۔

”ہاں آئی تھیں۔ کیوں کوئی خاص بات ہو گئی؟“

”آنٹی بہت پریشان ہیں دانش صاحب، بے حد پریشان ہیں وہ۔ میں آپ کو بتا نہیں سکتی کہ کئی راتیں وہ جاگ کر گزار چکی ہے۔“

”کیوں آخر ایسی کیا بات ہے؟“

”وہ تو مجھ سے یہ کہہ رہی تھیں کہ انہوں نے تمہیں اپنی پریشانی بتائی تھی مگر تم

میں تمہیں ایک پیشکش کرتی ہوں۔ پہلی پیشکش تو یہ ہے کہ تم یہ دس کروڑ روپیہ ایک معقول منافع کے ساتھ مجھ سے اس وقت حاصل کر لو جب میرا یہ ذخیرہ فروخت ہو جائے۔ دوسری شکل یہ ہے کہ تم یہ چیزیں امپورٹ کر لو اور اس کے منافع میں سے ایک حصہ مجھے دے دو کیا خیال ہے کیا اس سلسلے میں تم میری مدد کرنا پسند کرو گے؟“ میں چند لمحات سوچ میں ڈوبا رہا پھر میں نے کہا:

”نہیں مسز اختر خان میں ایسا کوئی کام نہیں کر سکتا جو چانس پر ہو۔ بہت عرصے پہلے میں نے ایک مرتبہ اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا اور کہا تھا کہ میں اس انڈسٹری میں سرمایہ لگانے کے لئے تیار ہوں جو اپنے طور پر کام کر رہی ہو اور منافع کے ساتھ چل رہی ہو۔ میں اس میں بہترین سرمایہ کاری کر سکتا ہوں لیکن ایک ایسا مسئلہ جو میری نگاہوں کے سامنے نہ ہو اور جس میں صرف چانس ہو میرے لئے مشکل ہے کہ میں اس میں سرمایہ کاری کروں۔“

”مسز اختر منہ کھول کر رہ گئیں۔ اسے مجھ سے اس دو ٹوک جواب کی امید نہ تھی۔“ چند لمحات وہ شرمندگی کا شکار رہی پھر اس نے کہا:

”مگر میرا خیال تھا میرے اور تمہارے درمیان ایسے تعلقات پیدا ہو چکے ہیں کہ تم میری کسی خواہش پر یقینی طور پر میرا ساتھ دو گے۔ مجھے واقعی تمہارے اس جواب سے بے حد مایوسی ہوئی ہے۔“

”مسز اختر خان میں آپ کو اپنا بہترین دوست تصور کرتا ہوں۔ خاص طور سے کرن زہرہ کے حوالے سے لیکن جہاں تک کاروبار کا تعلق ہے اس میں میں نے اپنا ایک اصول بنایا ہے اور اپنے اصول سے ہٹ کر میں ابتدا ہی میں خود کو خراب نہیں کرنا چاہتا۔“

”لیکن میں تمہیں اس بات کا یقین دلا رہی ہوں کہ اگر ہم الیکٹرونک گڈز امپورٹ کر لیتے ہیں تو ہمیں اس سے بہترین منافع ہو گا۔“

”میں نے عرض کیا تھا کہ وہ ایک چانس کی بات ہے۔ ہو سکتا ہے مارکیٹ میں کوئی ایسی تبدیلی رونما ہو جائے جو میرے لئے منافع بخش ثابت نہ ہو۔ ایسی حالت میں میں دس کروڑ روپیہ صرف کرنے کے لئے قطعی طور پر تیار نہیں ہوں۔“ مسز اختر نے میرا دو ٹوک جواب پہلے ہی سن لیا تھا۔ وہ کافی دیر تک خاموش رہی۔ پھر ایک ٹھنڈی سانس لے

”اوہو۔ وہ الیکٹرانک گڈز کے امپورٹ کا جو معاملہ تھا۔“

”ہاں۔ انہیں دس کروڑ روپے کی اشد ضرورت ہے اور تم یہ بات جانتے ہو دانش کہ آنٹی کے علاوہ میرا اس دنیا میں اور کوئی نہیں ہے۔ میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ آنٹی بے حد نیک نیت خاتون ہیں اور کبھی کسی کے سرمائے کو ڈبونا پسند نہیں کرتیں۔ یہ دس کروڑ روپے تم انہیں نہ سہی تو مجھے بطور قرض دے دو۔“

”اوہ۔ کرن تم نے مجھ سے ایسی بات کہہ دی جس کے لئے انکار کرتے ہوئے مجھے شرمندگی ہی ہوگی لیکن یقین کرو کہ میرے والد نے صرف ایک بات سکھائی ہے۔ کاروبار کے معاملے میں خالص کاروباری بن جاؤ ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔ میں کسی کو دس کروڑ روپے کیا دس ہزار روپے یا دس سو روپے تک دینا پسند نہیں کرتا۔ جب تک کہ اس سلسلے میں کوئی بہتر کاروباری معاملہ میرے سامنے نہ آئے اور میں جانتا ہوں کہ تم مجھے میرے اصولوں سے ہٹانے کی کوشش نہیں کرو گی۔ کیونکہ تم میری دوست ہو۔“

”اگر میں تم سے کہوں کہ آنٹی کو دس کروڑ روپے دے دو تو کیا تم انکار کرو گے؟“

”ہاں کرن۔ چونکہ معاملہ کاروبار کا ہے اس لئے میں مجبور ہوں۔“

”اور اگر میں تم سے یہ رقم مانگوں؟“

”رقم کا مسئلہ میں نے بالکل ہی اپنے آپ سے الگ کر دیا ہے اور کبھی خود کو اس سے منسلک نہیں سمجھتا۔ مجھے تو تم ایک تلاش آدمی تصور کرو جو صرف اپنے اخراجات ہی سنبھال سکتا ہے اور اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ کاروبار ایک طرح سے میں نے اپنی شخصیت سے دور کر دیا ہے۔“ کرن خاموشی سے میرا چہرہ دیکھتی رہی پھر اس نے کہا:

”مجھے آج واقعی بہت زیادہ مایوسی ہوئی ہے۔ تمہارے سلسلے میں تو میں نے سوچا تھا کہ تمہاری ذات میری اپنی ہے اور تم کبھی اپنے آپ کو مجھ سے الگ رکھ کر نہیں سوچو گے۔“

”میں نے تمہیں ایک جواب دیا ہے نا کرن وہ یہ کہ میری ذات میرے کاروبار سے بالکل الگ ہے۔ اگر تم میری ذات پر اپنا حق تصور کرتی ہو تو میرا خیال ہے تمہیں اس میں مایوسی نہیں ہوگی لیکن اگر کہیں بھی کاروبار کا مسئلہ آجائے تو تم مجھے اس سلسلے میں ایک

”آنٹی کا خیال تھا کہ میں تمہیں اس کام کے لئے مجبور کر سکتی ہوں لیکن لیکن مجھے کتنی مایوسی ہوئی ہوگی، کتنی مایوسی ہوئی ہوگی مجھے۔“ کرن نے اداسی سے کہا اور میں بھی اس کے ساتھ ہی اداس ہو گیا۔ میں اپنے آپ کو اس کے غم میں برابر کا شریک ظاہر کر رہا تھا اور کرن دل ہی دل میں کسمار ہی تھی۔ مجھ پر دانت پیس رہی تھی لیکن ظاہر ہے جو کچھ میں نے اس سے کہا تھا اس کے بعد اس کے پاس مجھ سے کہنے کے لئے کوئی گنجائش نہیں رہی تھی۔ شام کو وہ بھی پانچ ساڑھے پانچ بجے کے قریب اٹھ گئی اور کہنے لگی:

”اچھا اب میں چلتی ہوں۔ آج رات کلب آؤ گے؟“

”ہاں۔ ارادہ تو ہے میں نے جواب دیا۔“

”میں انتظار کروں گی۔“ کرن زہرہ چلی گئی اور میرے حلق سے قہقہہ آزاد ہو گیا لیکن بات صرف ایک قہقہے سے نہیں ٹل سکتی تھی۔ میں جانتا تھا کہ اس سلسلے میں مزید کارروائیاں بھی ہوں گی اور میرا ذہن کہتا تھا کہ اپنا تحفظ کر لینا چاہیے مجھے۔ چنانچہ اس دن وقت سے کچھ پہلے ہی کلب پہنچ گیا۔ مسز اختر خان وہاں موجود نہیں تھیں نہ ہی کرن زہرہ۔ البتہ جس کی تلاش میں میں آیا تھا وہ موجود تھی۔ یعنی جمال آرا بیگم میں خود ہی ان کی جانب بڑھ گیا تھا۔ یہاں تو مجھے ہمیشہ ہی ہاتھوں ہاتھ لیا جاتا تھا۔ جس کی طرف میں بڑھ جاؤ اس کی خوشیوں کا تو کوئی ٹھکانہ ہی نہ ہوتا تھا۔ جمال آرا بیگم نے مسرور انداز میں میرا استقبال کیا تھا۔

”ہیلو مسٹر دانش منصور۔ کئے کئے مزاج ہیں؟“

”بس آپ لوگوں کے ساتھ جی رہا ہوں، مسز جمال آرا۔“

”ہوں۔ ہمارے ساتھ جی رہے ہیں یا ہمیں اپنے آپ سے دور رکھ کر جی رہے ہیں۔“ جمال آرا بیگم نے ناز بھرے انداز میں کہا۔

”ارے۔ یہ آپ نے کیسے تصور کر لیا کہ میں خود کو آپ سے دور رکھنا چاہتا ہوں۔“

”کیا بات ہے آج گفتگو میں بڑی نرمی ہے۔“ جمال آرا بیگم نے کہا اور ہنس پڑی۔

”اگر آپ کو کبھی میری گفتگو میں کوئی سختی محسوس نہیں ہوئی ہے تو میں اسے اپنی

بد قسمتی کے علاوہ اور کچھ تصور نہیں کر سکتا دیے بھی آپ جیسے لوگوں کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں۔" "تم نے مجھے بتایا کہ زہرہ سے کیسے تعلقات چل رہے ہیں اور اب تک وہ تم سے کیا حاصل کر چکی ہے؟" میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی پھر میں نے آہستہ سے کہا:

"در اصل مسز جمال آراء بیگم کوں مجھ سے کیا حاصل کر سکتا ہے یہ تو میں نہیں جانتا میں نے تو اپنا مقصد صاف اور واضح الفاظ میں لوگوں کو بتا دیا ہے ابھی تک میں نے یہاں کسی کام کا آغاز نہیں کیا اور نہ ہی مجھے اس کی جلدی ہے۔ میں اگر چاہتا محترمہ جمال آراء تو اپنے طور پر بھی یہاں بہت سی فیکٹریاں لگا سکتا تھا ایک باقاعدہ انڈسٹری کا آغاز کر سکتا تھا لیکن میرا نظریہ بالکل مختلف ہے کوئی بھی شخص ایسا کام جو جاری ہو اور منافع بخش ہو..... کر رہا ہو اور اسے سرمائے کی ضرورت ہو تو میں مناسب شرائط پر اپنا سرمایہ اس کام میں لگا سکتا ہوں کوئی نیا کام میرے لئے شروع کرنا مشکل ہے۔"

"یقیناً" تم نے اس بات کا اظہار پہلے ہی کر دیا تھا مگر بات کرن زہرہ کی ہو رہی تھی بلکہ اس کے پس منظر میں مسز اختر خان کی ہو رہی تھی۔"

"کسی کے بارے میں دوسرے کو کچھ بتانا اخلاقی جرم تو نہیں ہوتا محترمہ جمال آراء بیگم۔"

"یہ تم پر منحصر ہے جرم تو کچھ بھی نہیں ہے ہم کاروباری دنیا کے لوگ ہیں زیادہ تر یہاں نظر آنے والے صنعت کار اور بزنس مین ہیں ہم ایک دوسرے کو اپنا رازدار بنا لیتے ہیں اور ایک دوسرے کے تعاون سے ہی کام کرتے ہیں تم اگر مجھے اس بارے میں کچھ نہ بتانا چاہو تو میں تمہیں مجبور نہیں کروں گی۔"

"نہیں میں نے آپ کو اپنا محسن کہا ہے دوست کہا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ رازداری مناسب نہیں ہے۔"

"ہوں گویا مسز اختر خان نے کوئی جال پھینکا ہے تم پر میں پہلے ہی سمجھ گئی تھی کہ کرن زہرہ کو سامنے اسی وقت لایا جاتا ہے جب کوئی بڑا فائدہ حاصل کرنا ہوتا ہے۔ چلو چھوڑو تم یہ بتاؤ مسز اختر نے تم سے کیا کہا؟" میں چند لمحات تک سوچتا رہا پھر میں نے کہا:

"محترمہ جمال آراء بیگم، مسز اختر خان شاید الیکٹرک گڈز امپورٹ کرنا چاہتی ہیں جن کے لئے انہوں نے بہت پہلے سے تیاریاں کر رکھی تھیں لیکن سرمائے کی کمی کی بنا پر

"آؤ بیٹھو، آج میں تمہیں تمہاری پسند کی کوئی بھی چیز پلاؤں گی۔ تمہاری اس گفتگو سے مجھے دلی مسرت ہوئی ہے۔" مسز جمال آراء نے کہا اور میں ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔ انہوں نے مجھ سے میری فرمائش پوچھی اور پھر ایک مشروب طلب کر لیا۔ مشروب کے چھوٹے گھونٹ لیتے ہوئے وہ بولیں۔

"تم نے مجھے ابھی اپنا محسن کہا ہے۔"

"میں سمجھتا ہوں کہ آپ میری محسن ہیں جمال آراء بیگم۔"

"میں نے بھلا تم پر کیا احسان کیا ہے؟"

"اب اس کی تفصیلات جانے دیجئے آپ سناچے کیسی گزر رہی ہے آج کل۔"

"بھئی تم تو یہاں کلب میں ایک کہانی بن گئے ہو لوگوں کے لئے جانتے ہو کچھ لوگوں نے تمہارے بارے میں کس انداز میں سوچا؟"

"میں نہیں جانتا۔" میں نے جواب دیا۔

"کچھ سرمایہ داروں کا خیال تھا کہ تم صرف ایک ڈمی ہو ایک شو بوائے یعنی تمہاری دولت کے چرچے صرف ایک افسانہ طرازی ہیں اور جو کچھ تم نے کہا اور جس انداز میں یہاں تک پہنچے اس میں ڈرامہ زیادہ شامل تھا چنانچہ کچھ محترم حضرات نے تمہارے بارے میں بڑی اچھی طرح چھان بین کی ہے اور مختلف طریقوں سے تمہارے سرمائے کے بارے میں معلومات حاصل کی ہیں اور اس کے بعد دانتوں میں انگلیاں دبا کر رہ گئے ہیں کیونکہ انہیں یہ علم ہو گیا ہے کہ جو کچھ تم نے کہا وہ ایک ٹھوس سچائی ہے۔"

"ارے میری شخصیت کچھ لوگوں کے لئے اس قدر دلچسپی کا باعث بن گئی کہ انہوں نے میرے بارے میں کھوج لگانا شروع کر دیا۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہاں ہماری دنیا یہی ہے وہ صرف یہ چاہتے ہیں کہ ان کا ساتھ صرف ایک سرمایہ دار سے ہو اگر وہ شخص سرمایہ دار نہیں ہے تو ان کے لئے بے مقصد ہے جب کہ دولت مند ہو کر بھی وہ ان کے لئے بے مقصد ہی رہتا ہے کیا سمجھے؟"

"کچھ فلسفے جیسی بات ہے اس لئے میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

اپنے منصوبے کو عملی جامہ نہ پہنا سکیں مجھ سے دس کروڑ کی سرمایہ کاری کے لئے ہرگز راضی نہیں تھیں لیکن میں تو آپ کو پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ جو چیز میری نگاہوں کے سامنے نہ ہو اس پر میں کسی قسم کی سرمایہ کاری نہیں کر سکتا چنانچہ میں نے ان سے معذرت کرنی ہے۔" جمال آراء کے چہرے پر ایک دم مسرت کے پھول ہی پھول کھل گئے اس نے میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا:

"تو کیا تم نے انکار کر دیا اسے؟"

"ہاں یہ میرا کاروباری اصول ہے تمام دوستیاں اور تمام محبتیں اپنی جگہ لیکن کاروبار کو کاروبار ہی کے انداز میں کرنا چاہیے۔"

"اوہ میرے خدا میری روح تک خوش کر دی تم نے، کرن زہرہ نے تو تم سے بہت زیادہ سفارش کی ہوگی؟"

"ہاں کرن نے بھی یہی کہا کہ میں اسکی آٹھی کا ساتھ دوں لیکن میرے لئے ممکن نہیں تھا۔"

"اور کرن ناراض ہو گئی ہوگی؟" جمال آراء نے کپکپاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"نہیں ابھی تک تو اس نے ناراضگی کا اظہار نہیں کیا ہے لیکن میں محسوس کر رہا ہوں کہ وہ یہ اظہار ضرور کرے گی اور اس وقت شاید وہ اپنی اس دلچسپی اور محبت کا سہارا بھی لے جو اس دوران وہ مجھ پر لٹاتی رہی ہے لیکن آپ خود بتائیے محترمہ جمال آراء کہ کیا یہ انداز مناسب ہوگا؟"

"میں تمہیں پہلے ہی بتا چکی ہوں دانش کہ ان کا کاروبار یہی ہے میں نے تو تمہیں یہ تک بتا دیا ہے کہ کرن کسی بھی طور مسز اختر خان کی رشتہ دار نہیں ہے بلکہ وہ صرف ایک ہتھیار ہے ان کے پاس۔"

"لیکن میں اس ہتھیار سے کیسے بچوں اس کے لئے مجھے مشورہ دیجئے۔؟" جمال آراء بہت خوش نظر آرہی تھی اس نے کہا:

"اگر تم جمال آراء کا ساتھ حاصل کرلو تو یقین کرو بڑے منافع میں رہو گے جمال آراء یوں سمجھو ہر مرض کا علاج ہے، بولو مجھ سے کاروبار کرو گے؟"

"میں نے تو آپ سے پہلے ہی اپنا مقصد عرض کر دیا ہے۔"

"میں مجھے تم سے کسی سرمایہ کی ضرورت نہیں ہے لیکن تم مجھے اپنا کمیشن ایجنٹ ضرور مقرر کرلو میں تمہارے لئے پارٹیاں مہیا کروں گی اور تم یہ مناسب سمجھو کہ ان سے ڈیل کرنا تمہارے لئے بہتر ہوگا تو پھر منافع میں سے کمیشن مجھے بھی دے دیا کرنا۔" میں ہنس پڑا اور پھر میں نے مسز جمال آراء کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر دباتے ہوئے کہا:

"میں اس کاروبار کے لئے خلوص دل سے تیار ہوں۔"

"گڈ دیکھو باتوں ہی باتوں میں بعض اوقات بڑی بات ہو جاتی ہے میں نے ان سب پر فوقیت حاصل کر لی ہے اور صحیح معنوں میں تمہاری جیمیں خالی کراؤں گی۔"

"میں اپنی جیمیں ہی خالی کرنا چاہتا ہوں لیکن طریقہ کار میری پسند کے مطابق ہو۔"

"اچھا اب چھوڑو ان باتوں کو کرن زہرہ کا معاملہ طے کر لیا جائے۔ پہلے میں تمہیں

ایک بات بتا دوں اب وہ تمہارے پاس آئے گی اور تم سے کہے گی کہ چونکہ تم اس کی ضرورت سے زیادہ قربت حاصل کر چکے ہو اس لئے اس کا تم پر کچھ حق بنتا ہے ایسے موقع پر تم کیا کرو گے دیکھو۔ یہ سرمایہ دار لوگ میرا مطلب ہے مسز اختر خان جیسی خواتین اپنے پاس بہت سے ترکش رکھتی ہیں جن میں طرح طرح کے تیر ہوتے ہیں ہو سکتا ہے اس کام سے ناکام ہو کر وہ تمہاری شہرت کو داغ دار کرنے کی کوشش کرے اور اس کا ذریعہ کرن زہرہ ہی ہوگی۔"

"ہاں ہو سکتا ہے۔" میں نے آہستہ سے جواب دیا۔

"ایسے وقت میں تمہاری کمیشن ایجنٹ تمہارے کام آئے گی بولو منظور ہے؟"

"میں تو پہلے ہی منظوری دے چکا ہوں۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تو جب بھی یہ لمحہ قریب آجائے بس مجھے ٹیلی فون کر دینا باقی ذمے داریاں میں سنبھال لوں گی۔"

"کس طرح؟"

"تازہ ترین کیس اسی انکم ٹیکس افسر کا ہے جو کرن زہرہ کے ساتھ بڑے خوشگوار لمحات گزار چکا ہے۔ کرن زہرہ اگر اس بات کا اظہار کرے کہ صرف تم اس کی تہائیوں کے رفیق رہے ہو تو میں ایک اور رازدار تمہارے گھر لے آؤں گی بات وہیں ختم ہو جائے گی۔" میں مسکرا اٹھا۔ "یہی تصور میرے اپنے ذہن میں تھا۔" میں نے گردن ہلاتے

”مجھے صرف چند لمحات کی مہلت دیجئے ابھی حاضر ہوا جاتا ہوں۔“ اور یہ کہہ کر میں ڈرائنگ روم سے باہر نکل آیا دوڑتا ہوا اندرونی کمرے میں پہنچا جہاں ٹیلی فون رکھا ہوا تھا ریسپور اٹھا کر مسز جمال آراء کے دیئے ہوئے نمبر داخل کئے اور ریسپور کان سے لگا کر دوسری طرف سے آواز کا انتظار کرنے لگا بولنے والی مسز جمال آراء ہی تھیں۔

”اوہ و دانش خیریت کہو کیا بات ہے؟“

”وہ وقت آگیا جس کا انتظار تھا جمال آراء بیگم۔“

”گڈ گڈ کیا صورت حال ہے؟“

”دونوں میرے پاس آئی ہوئی ہیں اور مجھ سے سوال کیا گیا ہے کہ کرن زہرہ سے میرے تعلقات کی نوعیت کیا ہے ابھی صرف اتنا ہی سنا تھا کہ میں بھاگ کر آپ کے پاس آگیا۔“ جمال آراء بیگم ہنس پڑیں اور پھر انہوں نے کہا:

”ذرا ایک منٹ میں تمہارا تعارف ایک شخص سے کرانا چاہتی ہوں بات کرو۔“

میں نے چند لمحات انتظار کیا پھر دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

”ہیلو دانش منصور صاحب۔“

”جی آپ کا تعارف؟“ میں نے سوال کیا۔

”مجھے ابراہیم پاشا کہتے ہیں اور میں انکم ٹیکس ڈیپارٹمنٹ میں ایک چھوٹے سے

عہدہ پر فائز ہوں۔“

اتفاق سے یہ وہی صاحب تھے جن کا تذکرہ جمال آراء نے کیا تھا چنانچہ میں چند لمحوں تک اس کی گفتگو برداشت کرتا رہا پھر جب جمال آراء نے آنے کا وعدہ کیا تو میں نے فون رکھ دیا اور دوبارہ ڈرائنگ روم میں آگیا جہاں دونوں خواتین بیٹھی میرا انتظار کر رہی تھیں مسز اختر خان نے مجھے اوپر سے نیچے تک دیکھتے ہوئے کہا:

”کیا یاد آگیا تھا کہاں چلے گئے تھے۔“

”کوئی خاص بات نہیں، کچھ دوستوں کا انتظار تھا یہ معلوم کرنے گیا تھا کہ وہ پہنچ

رہے ہیں یا نہیں۔“

”اس وقت میں آپ سے بہت اہم گفتگو کرنا چاہتی ہوں مسٹر دانش منصور اس لئے

براہ کرم مجھے کچھ وقت دیجئے گا۔ دوستوں سے آپ بعد میں بھی مل سکتے ہیں۔“

ہوئے۔

”تو بس یوں سمجھ لیجئے کہ آپ کے کام کا آغاز ہو گیا مسز جمال آراء۔“

”بہت، بہت خوشی ہوئی ہے مجھے اس کام کے آغاز سے اور تم دیکھو گے کہ میں

تمہارے لئے کس قدر کارگر ثابت ہوتی ہوں لیکن یہاں کلب میں ہم لوگ صرف اسی

طرح ملاقاتیں کیا کریں گے جس طرح یہاں تم عام لوگوں سے ملتے ہو۔“

”آپ بہت سمجھدار خاتون ہیں مسز جمال آراء۔“ میں نے بدستور مسکراتے ہوئے

کہا اور وہ بھی ہنسنے لگی۔

”یہ مسئلہ میرے نزدیک تقریباً“ طے ہو گیا تھا اور اب میری تمام الجھنیں ختم ہو گئی

تھیں اور یہ بھی ایک دلچسپ بات تھی کہ اس کام میں بہت زیادہ وقت نہ لگا۔ کرن زہرہ

دوسرے دن نہیں آئی تھی البتہ تیسرے دن وہ اپنی آنٹی یعنی مسز اختر کے ساتھ میرے

پاس پہنچ گئی دونوں کے چہروں پر گہری سنجیدگی چھائی ہوئی تھی میں نے مسکراتے ہوئے ان

کا استقبال کیا اور پھر مسز اختر سے سوال کیا:

”کیا بات ہے مسز خان آپ لوگ ضرورت سے زیادہ سنجیدہ نظر آ رہے ہیں؟“

”میل تم سے کچھ اہم گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔ مسٹر دانش منصور لیکن براہ کرم اپنے

اس ہمزاد کو یہاں سے ہٹا دو۔“ اشارہ میڈم خان کی طرف تھا جو معمول کے مطابق میرے

ساتھ تھی۔ میڈم خان خود برا سامنے بنا کر باہر نکل گئی تھیں میں نے ان کے جانے کے بعد

مسز اختر خان کی طرف دیکھا اور بولا:

”ایسی کیا بات ہے جس نے آپ لوگوں کو اتنا سنجیدہ کر دیا ہے؟“

”دانش منصور کرن سے تمہارے کیسے تعلقات ہیں؟“

”بہت اچھے کیوں کوئی خاص بات ہے اس میں؟“

”کرن کا کہنا ہے کہ تم وہ تمام منازل طے کر چکے ہو جو بہت عرصے میں طے کی جاتی

ہیں۔ یہ تو ایک معصوم اور بے وقوف سی لڑکی ہے جو حالات کے ہاتھوں بھٹک گئی لیکن تم

نے یہ نہیں سوچا دانش منصور کہ ایک لڑکی کو اس قدر قریب لانے کا کیا مطلب ہوتا

ہے؟“ میں نے اچانک ہی کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھا اور پھر مسز اختر خان

سے معذرت کرتے ہوئے کہا:

دوسرے لوگ بھی۔ بلاوجہ اس لڑکی کی مجھ سے دوستی داغ دار کر رہی ہیں آپ یہ بے تکی باتیں کر کے براہ کرم اپنی سوچ کو تبدیل کر لیجئے۔ میں کسی کے ساتھ برے سلوک کا عادی نہیں ہوں لیکن اگر کوئی براہ راست مجھ تک پہنچنے کی کوشش کرے اور میرے گریبان کی جانب ہاتھ بڑھائے تو پھر اس ہاتھ کو روکنا کم از کم میرا حق ہے۔

”تو تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ کرن کو تم اپنا نہیں سکتے؟“

”میں نے عرض کیا یہ الفاظ میں آپ کی حماقت تصور کرتا ہوں اور میری درخواست ہے کہ دوبارہ یہ الفاظ میرے سامنے نہ کہیں۔ کرن زہرہ میری دوست رہی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے اس معاشرے میں یہ سب کچھ دور کی بات نہیں ہے۔ میں یہ بھی سمجھتا ہوں محترمہ اختر خان کہ آپ مجھ پر کس انداز میں یہ دباؤ ڈالنا چاہتی ہیں لیکن خیر کوئی بات نہیں۔ آپ جیسے لوگوں سے بھی میرا اکثر واسطہ رہے گا۔“

”بات بہت دور نکل جائے گی منصور۔ یہ نہ کہنا بعد میں کہ تم یہاں اجنبی تھے اور اس اجنبیت میں نقصان اٹھا گئے۔“

”آپ براہ کرم پہلے میرے ساتھ کچھ دیر بیٹھیں، کچھ بیٹھیں۔ اس کے بعد آپ سے تفصیلی گفتگو ہو جائے گی۔“ میں نے کہا اور گھنٹی بجادی۔ آنے والی روزی تھی میں نے روزی کو عمدہ قسم کی کافی اور کچھ ڈرائی فروٹ لانے کے لئے کہا۔ مسز اختر خان گہری نگاہوں سے میرا جائزہ لے رہی تھیں۔ غالباً یہ اندازہ لگانا چاہتی تھیں کہ میں نے جو کچھ کہا ہے اوپری ہمت سے کہا یا درحقیقت میں اس قدر باہمت انسان ہوں لیکن میں صرف انتظار کر رہا تھا جمال آراء بیگم اور ابراہیم پاشا کا۔ پھر اس وقت تک خاموشی ہی طاری رہی جب تک روزی نے ہمارے سامنے کافی کے برتن نہ سجادیے۔ میں نے نہایت اہتمام سے کافی بنا کر ان لوگوں کو پیش کی تھی اور یہ وقت میری توقع کے مطابق گزر گیا۔ مجھے ابراہیم پاشا اور جمال آراء کے آنے کی اطلاع نہیں دی گئی تھی بلکہ ان دونوں کو ڈرائنگ روم تک پہنچا دیا گیا تھا۔ وہ دونوں مسکراتے ہوئے اندر آئے اور پھر جمال آراء بیگم نے متحیرانہ انداز میں کہا:

”اوہ مائی گاڈ۔ مسز اختر خان اور کرن آپ لوگ یہاں موجود ہیں۔ چلے اچھا ہوا آپ سے بھی ملاقات ہو گئی۔“ ابراہیم پاشا ایک درمیانی عمر کا گھٹے ہوئے جسم کا شاطر سا آدمی

”ہاں کیوں نہیں۔“

”میں نے آپ سے ایک سوال کیا تھا؟“

”جی جی، آپ کرن زہرہ کے بارے میں کچھ فرما رہی تھیں۔“

”کرن زہرہ نے جو کچھ مجھے بتایا ہے کیا وہ درست ہے؟“

”انہوں نے آپ کو کیا بتایا ہے یہ بات مجھے نہیں معلوم، میرا خیال ہے انہیں میرے سامنے بھی کچھ کہنا چاہیے۔“ میں نے کرن زہرہ کو دیکھتے ہوئے کہا اس نے نگاہیں جھٹک لی تھیں۔ میں مسکراتی نگاہوں سے کرن زہرہ کو دیکھ رہا تھا۔ مسز اختر نے سنجیدہ لہجے میں کہا:

”دیکھو دانش تم میرے لئے نہایت محترم شخصیت ہو۔ نوجوانی کی بھول کو میں سمجھتی ہوں۔ انسان جذبات کے ہاتھوں بھٹک کر بہت دور نکل جاتا ہے لیکن اس آزاد معاشرے میں بھی کچھ اخلاقی پابندیاں ہوتی ہیں۔ ہم لوگ جس طبقے سے تعلق رکھتے ہیں اس میں بہت سی باتوں کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے لیکن پھر بھی تھوڑی بہت قدامت پرستی ہمارے ہاں موجود ہے۔ میں یہ سمجھتی ہوں کہ اگر تم دونوں کے ذہن یکجا ہو گئے تو کوئی ایسی خاص بات نہیں ہوگی جو قابل گرفت ہو لیکن ہر چیز کا ایک طریقہ ہوتا ہے میں تم دونوں کی یکجہایت کو مستقل کرنے کے لئے تیار ہوں۔“

”آپ ذرا کچھ اور وضاحت کر دیتیں تو بہتر تھا مسز اختر خان۔“ میں نے کہا۔

”کرن زہرہ کو تم اپنی زندگی میں شامل کرلو۔ جو کچھ ہو چکا ہے اس کی کوئی اہمیت

نہیں ہے۔“

”مطلب یہ کہ ان سے شادی کرلو؟“ میں نے سوال کیا۔

”ہاں کیا حرج ہے۔ ہم لوگ تمہارے شایان شان ہیں۔ کرن خوبصورت ہے اور

اس میں کوئی حرج بھی نہیں ہے کیونکہ تم غیر شادی شدہ ہو۔ ساری بات بیس کی بیس

دب جائے گی۔ کوئی بھی کچھ نہیں کہہ سکے گا اور ہمارے درمیان نہایت خوشگوار تعلقات کا

آغاز ہوگا۔“

”میرا خیال ہے آپ احمق ہیں مسز اختر خان اور اپنی حماقت میں یہ فضول باتیں کر

کر رہی ہیں۔ کرن زہرہ جو کچھ ہے وہ آپ بھی اچھی طرح جانتی ہیں اور میں بھی اور شاید

تھا۔ اس نے ان دونوں کی طرف دیکھا اور پھر کرن پر نگاہیں جمادیں۔ کرن کا چہرہ ایک دم تاریک ہو گیا تھا اور مسز اختر بھی بھونچکی سی رہ گئی تھی۔ جمال آراء اندر آئیں اور میں نے پر اخلاق انداز میں ان دونوں کو بیٹھنے کی پیشکش کی۔ پھر ابراہیم پاشا سے ہاتھ ملا کر میں نے بے تکلفی سے کہا:

”کسے پاشا صاحب کیسے مزاج ہیں آپ کے؟“

”بالکل ٹھیک ہوں۔ آپ سنائیے کیا ہو رہا ہے آج کل؟“

”بس کچھ نہیں۔ تشریف رکھیے میں آپ کے لئے کافی منگواتا ہوں۔“

”ضرور کافی اس وقت بہترین لطف دے گی۔ ویسے محترمہ کرن زہرہ صاحب آپ تو ذرا یہ بتائیے آپ تو بالکل ہی غائب ہو گئیں۔ آپ نے کیا وعدہ کیا تھا مجھ سے اور اس کے بعد آپ کا ٹیلیفون ملا کہ آپ ملک سے باہر جا رہی ہیں۔ اتفاق کی بات یہ ہے کہ ہم تو مصرف آدمی ہیں مسز اختر خان سے بھی ملاقات نہیں ہو سکی۔ کسے آپ لوگ کیسے ہیں اور ہاں کرن آپ باہر گئی تھیں یا ابھی تک نہیں؟“

”کرن نے کچھ کہنے کے لئے ہونٹ کھولے لیکن اس کے منہ سے آواز نہ نکل سکی۔“ میں نے فوراً ہی ابراہیم پاشا کو مخاطب کر کے کہا:

”ادہ کیا آپ لوگ ایک دوسرے کے شناسا ہیں؟“

”صرف شناسا نہ کہیں دانش صاحب۔ یہ محترمہ کرن زہرہ بس ان کے ظلم کی کہانی سنائیں گے آپ کو۔ ہم ایک دوسرے کے لئے بہت کچھ ہیں لیکن کیا کہا جائے ان بڑے لوگوں کو بس ان کی نظریں ایک لمحے میں پلٹ جاتیں ہیں۔ ویسے یہ بتائیے کہ آپ آخر ہیں کہاں؟“

”بھئی اب اس سلسلے میں پھر کبھی بات کر لینا پاشا۔ ہم لوگ چلتے ہیں اور ہاں کیا خیال ہے دانش صاحب آپ کے مہمان آگئے ہیں۔ اب آپ ان میں مصروف رہیں۔ کلب میں تو آپ سے ملاقات ہوتی ہی رہے گی۔“

”ہاں ہاں کیوں نہیں۔ کیوں نہیں۔ میں ذرا پاشا صاحب سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ بہت ضروری کام سے بلایا ہے میں نے انہیں۔“

”اچھا پھر خدا حافظ۔“ بیگم خان نے کہا اور کرن فوراً ہی اٹھ کھڑی ہوئی۔ پاشا نے

”کرن تمہیں عرفان صاحب بھی بہت یاد کرتے ہیں۔ میرا خیال ہے تمہیں فوراً ان سے مل لینا چاہیے۔ کیا خیال ہے کب آسکو گی؟“

”بتا دیا جائے گا تمہیں۔“ بیگم اختر خان جلے کٹے لہجے میں بولیں اور کرن کا ہاتھ پکڑ کر ڈرائنگ روم سے باہر نکل گئیں۔ جمال آراء بیگم نے ایک قہقہہ لگایا تھا پھر تھوڑی دیر کے بعد جمال آراء بیگم نے کہا:

”کسے دانش صاحب کیسی رہی؟“

”آپ لوگوں نے واقعی میرا بہت ساتھ دیا ہے۔ اس کے لئے میں آپ کا شکر گزار ہوں۔“

”میں نے پہلے آپ سے کہا تھا نہ دانش صاحب آپ نوجوان ہیں بلکہ نو عمر ہیں اور آپ کے ارد گرد بے شمار اژدھے پھیلے ہوئے ہیں۔ وہ سب آپ کو ڈسنے کے لئے چاروں طرف سے حملہ آور ہوں گے۔ آپ کو اپنے آپ کو ان سے محفوظ رکھنا ہو گا۔“

”چلئے اب تو آپ نے میری حفاظت کی ذمہ داری سنبھال لی ہے جمال آراء صاحبہ اور خاص طور سے مسٹر ابراہیم پاشا۔“

”ہم تو آپ جیسے لوگوں کے خادم ہیں۔ یہ تو ایک معمولی سی بات تھی۔ اتفاق کی بات یہ ہے کہ جمال آراء بیگم نے مجھے بلایا تھا اور اس موضوع پر بات کر رہی تھیں کہ آپ کا ٹیلیفون پہنچ گیا۔ یہ خاتون تو بہت آگے کی چیز ہیں۔ بظاہر ان کے چہرے پر جو معصومیت نظر آتی ہے ان کی اندرونی شخصیت کا اس معصومیت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ خیر میرا خیال ہے اب آپ کے پاس کہنے کے لئے بہت کچھ ہو گا۔“

”ہوں سنائیے آپ لوگوں کا کاروبار کیسا چل رہا ہے؟“

”بھئی۔ ہم تو سرکاری ملازم ہیں بس جمال آراء بیگم کوئی خدمت ہمیں سونپ دیتی ہیں تو ہم وہ خدمت انجام دیتے ہیں بلکہ آپ جیسے بڑے لوگوں سے تعارف بھی ہماری خوش بختی ہے کیونکہ آپ لوگوں کے ہی دم سے ہماری زندگی بھی قائم ہے۔“

”ضرور آپ کے لائق اگر کوئی ضرورت پیش آئی پاشا صاحب تو میں آپ کو ضرور تکلیف دوں گا۔ ویسے جمال آراء بیگم یہ بڑی غلط قسم کی خاتون ہیں کیا ان کی شہرت

”میں سعید غوری نہیں۔ اس وقت تم مجھے مٹھل شاہ ہی کہو۔ کوئی حرج نہیں ہے میں بہت خوش ہوں۔“

”مجھے بھی آپ کی خوشی سے بے حد خوشی ہوئی۔“

”دراصل میڈم خان سے تمہارے ہی موضوع پر گفتگو کر رہا تھا ایک بات تمہیں بتانا ضروری سمجھتا ہوں مالی ڈیئر دانش منصور کہ میں تمہاری طرف سے غافل نہیں ہوں۔ نہ سمجھنا کہ میں تم پر کسی خاص وجہ سے نگاہ رکھ رہا ہوں۔ بس تم چونکہ ابھی میرے نزدیک تجرباتی دور میں ہو اس لئے مجھے تمہاری ان تمام کارروائیوں پر نظر رکھنا ہوتا ہے جو تم کر رہے ہو۔ میری مراد کرن زہرہ یا مسز اختر خان سے بھی۔“ مٹھل شاہ نے کہا اور میرا چہرہ دیکھنے لگا۔ میں سادہ سی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ مٹھل شاہ نے گردن ہلاتے ہوئے کہا:

”ویسے تو تم ابتدا ہی سے میری توقعات پر پورے اترتے رہے ہو بلکہ اگر میں یہ کہوں تو غلط نہیں ہو گا کہ تم میری توقعات سے بھی بڑھ کر ثابت ہوئے ہو لیکن تمہارے تازہ ترین کارنامے نے مجھے مسرور کر دیا ہے۔ میڈم خان بھی خصوصی طور پر تمہاری تعریف کر رہی تھی۔“

”تازہ ترین کارنامہ؟“

”کرن زہرہ ہی کی بات کر رہا ہوں۔ یہ ایک پہلی کوشش تھی ان لوگوں کی جو انہوں نے تم پر کی لیکن تم نے جس طرح ان کی کوشش کو ناکام بنا دیا وہ قابل تحسین ہے۔ بالکل درست کیا تم نے درحقیقت دشمن کو اس کے ہتھیار سے مارنا زیادہ مناسب ہوتا ہے اور تم میں یہ صلاحیت موجود ہے۔ میڈم خان بھی تم سے بہت خوش ہیں کیونکہ کچھ دن پہلے ان کا خیال تھا کہ تم نوجوانی کے جذباتوں کا شکار ہو گئے ہو۔ کہتے میڈم خان کیا کہتی ہیں آپ اس بارے میں؟“

”آپ یقین کیجئے مٹھل شاہ صاحب کہ میں تو خواب میں بھی یہ بات نہیں سوچ سکتی تھی کہ دانش اس طرح ان لوگوں کو ذلیل کر کے رکھ دیں گے۔“

”اب آپ کا کیا خیال ہے مسز دانش کے بارے میں؟“

”یہی کہہ سکتی ہوں کہ جو کچھ ہم نے انہیں سکھایا ہے یہ بہت پہلے سے اس سے

دوسرے لوگوں کی زبانوں پر نہیں پہنچی؟“

”نہ پہنچی ہوتی تو میں آپ کو کیسے آگاہ کرتی۔ بہر حال آپ کا بگاڑ تو کچھ بھی نہیں سکتی تھی۔ بس نو عمر سمجھ کر فضول باتیں کرنے آگئی ہوں گی اور میرا خیال ہے آئندہ نہیں کریں گی۔“

”یقیناً“ یقیناً“

”اس کے باوجود اگر کبھی آپ کو ہماری ضرورت پیش آئے تو آپ تکلف نہ کریں۔“

”بہت بہت شکریہ۔ میں یقینی طور پر آپ کو یاد رکھوں گا۔ کافی پینے کے بعد وہ دونوں بھی اٹھ گئے تھے۔ جمال آراء بیگم نے کہا کہ وہ رات کو ملاقات کے علاوہ بہت جلد

مجھ سے ایک اور بھی ملاقات کرنا چاہتی ہیں۔ میں نے انہیں خوش آمدید کہا تھا۔ جب یہ دونوں چلے گئے تو میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں ذرا برابر پریشان نہیں تھا۔

کام اس انداز میں کرنا چاہتا تھا کہ کوئی غلط بات بھی سامنے نہ آئے اور کام بھی بن جائے اور میں سمجھتا تھا کہ کرن زہرہ کا مسئلہ با آسانی حل کیا تھا لیکن اس کے بعد تھوڑا سا محتاط ہو

جانا بے حد ضروری تھا کیونکہ میں اس سے زیادہ آگے قدم نہیں بڑھانا چاہتا تھا۔ رات معمول کے مطابق کلب پہنچا۔ ساری رونق جوں کی توں تھی۔ تمام لوگ موجود تھے لیکن

مسز اختر خان اور کرن زہرہ نظر نہیں آرہی تھیں۔ جمال آراء بیگم نے مجھے دور ہی دور سے سلام کیا اور میں ان کے سلام کا جواب دے کر دوسری جانب متوجہ ہو گیا۔ بیگم اختر

خان آج آئی ہی نہیں تھی۔ بہر طور بہت دیر تک کلب میں رہا اور اس کے بعد معمول کے مطابق وہاں سے واپس چلا آیا۔ کوٹھی پہنچا تو ایک خوبصورت کار کھڑی دیکھی۔ میں اس

کار کو پہچان نہیں سکا تھا لیکن اندر پہنچ کر معلوم ہوا کہ مٹھل شاہ آیا ہے۔ مٹھل شاہ ڈرائنگ روم میں میرا انتظار کر رہا تھا۔ میڈم خان اس کے ساتھ ہی بیٹھی ہوئی تھی۔

دونوں کسی بات پر مسکرا رہے تھے۔ مٹھل شاہ نے پر مسرت انداز میں میرا استقبال کیا اور مجھ سے پر جوش مصافحہ کرنے کے بعد بیٹھنے کی پیشکش کی۔“

”کہتے دانش منصور صاحب کیسی گزر رہی ہے آپ کی؟“

”آپ سے تو بہت عرصے کے بعد ملاقات ہوئی سعید غوری صاحب۔“

واقف تھے۔" میں ہنسنے لگا۔ مٹھل شاہ نے کہا:

"خیر بھی اب تم یہ دیکھ چکے ہو گے کہ اس دنیا میں کیسے کیسے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے چنانچہ اب میں تمہارے سپرد ایک نیا کام کرنا چاہتا ہوں۔ مختصر سی تفصیل اس لئے بتائے دے رہا ہوں کہ تمہیں طریقہ کار معلوم ہو جائے۔ پچھلے کچھ عرصہ سے ایک شخص مسلسل میرے آستانے پر حضریاں دے رہا ہے۔ بہت سی دیکھیں پکوا چکا ہے۔ بڑے صدقے خیرات کر رہا ہے اور میرے آستانے پر آنے والوں کے عیش ہو گئے ہیں اس شخص کا نام مقدس کریم ہے۔ شاید تم نے مقدس آٹوز کے بارے میں سنا ہو۔ آٹوپارٹ کی بہت بڑی بڑی دکانیں ہیں اس کی۔ براہ راست جلیان، اٹلی اور جرمنی سے آٹوپارٹ امپورٹ کرتا ہے اور اس نے ایک بہت بڑا گیراج بھی کھولا ہوا ہے۔ دراصل مقدس کریم ایک بہت بڑی پارٹی، میرا مطلب ہے اس پارٹی کا جس کا میں تم سے پہلے تذکرہ کر چکا ہوں کا آلہ کار ہے۔ اسے وہی بڑی پارٹی سرمایہ فراہم کرتی تھی لیکن پچھلے چھ مہینے سے اس پارٹی نے مقدس کریم پر سے ہاتھ ہٹالیا ہے۔ وہ مقدس کریم سے جو کچھ چاہتی تھی مقدس کریم نے اس سے روگردانی کی تو وہ پارٹی اس سے ناراض ہو گئی اور اس نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ نہ صرف ہاتھ کھینچا بلکہ مقدس کریم کے کاروبار سے اپنا تمام سرمایہ نکال لیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مقدس کریم اب تقریباً سترہ کروڑ روپے کا مقروض ہو چکا ہے اور اس کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ وہ رقم واپس اپنے کاروبار میں لگا سکے۔ قرض خواہ بھی میرا خیال ہے اسے زیادہ عرصے نہیں چھوڑیں گے چنانچہ تمہیں مقدس کریم کی مدد کرنی ہے۔ نہ صرف مدد کرنی ہے بلکہ اس کے کاروبار کو اتنی وسعت دینی ہے کہ وہ پارٹی بے جان ہو جائے۔ یہ بڑی پارٹی یہاں پر کاروں کی سب سے بڑی ڈیلر ہے اور یوں سمجھ لو کہ یہاں آنے والی اسی فیصد کاریں اسی کے ذریعے آتی ہیں اور وہ شخص ایک طرح سے اس فیلڈ کا بادشاہ بنا ہوا ہے۔ نام بتانا بیکار ہے بس یوں سمجھ لو کہ اس کی شخصیت یہ ہے چنانچہ اب ہوتا یہ چاہیے کہ مقدس کریم کا کاروبار اچانک ہی چمک اٹھے۔ نہ صرف اس کا قرض ادا ہو جائے بلکہ وہ کاروں کا ایک بہت بڑا شوروم بھی بنائے۔ جس میں کاریں بنانے والے تمام ممالک سے کاریں درآمد کی جائیں۔ میں تمہیں ایسے آدمی مہیا کروں گا جو کاروباری ذہن رکھتے ہیں۔"

اور پھر باہر کے ممالک میں تمہارے لئے راہیں ہموار کر سکتے ہیں۔ سرمائے کے بارے میں میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ اس کے خرچ میں کسی قسم کی پریشانی کی ضرورت نہیں ہے۔ کام میں جو کچھ بھی لگایا جائے وہ بہت بہتر ہوتا ہے چنانچہ یہ تو ہوا پہلا مسئلہ۔ اب میں تمہیں یہ بتا دوں کہ مقدس کریم تمہارے پاس کس طرح پہنچے گا چونکہ وہ پچھلے دنوں سے مسلسل آستانے پر آرہا ہے اور مجھ سے دعائیں کرا رہا ہے میں نے دعاؤں کے علاوہ دوا کا بھی بندوبست کیا ہے اس کے لئے۔ یعنی اب میں اسے ایک تعویذوں کا اور وہ تعویذ لے کر میڈم خان کے پاس پہنچے گا۔ یہ تعویذ تمہارے لئے ہو گا تاکہ تمہارا دل اس کی طرف سے نرم ہو جائے اور تم اس کی مدد پر آمادہ ہو جاؤ۔ میڈم خان یہ تفصیل آپ بھی ذہن نشین کر لیجئے۔ مقدس کریم آپ سے ملاقات کرے گا۔ آپ اسے ڈیل کریں گی اور اس کے بعد اس کی آلہ کار بن جائیں گی۔ بات کوئی اہم نہیں ہے لیکن میں اپنا طریقہ کار یہی رکھنا چاہتا ہوں۔ میں جانتا ہوں اس کے بعد مقدس کریم اور بھی بہت سے لوگوں کو اس بارے میں بتائے گا چنانچہ آستانے کا کاروبار بھی چلتا رہے گا اور اس کے ساتھ ساتھ ہی اس کام کا آغاز بھی ہو جائے گا جس کے لیے میں نے اب تک محنت لہی ہے۔ تم سمجھ رہے ہو دانش منصور۔ یہ کام وقت سے پہلے شروع ہو چکا ہے۔ میرا خیال تھا کہ پہلے تمہیں دنیا دکھاؤں گا اور اس کے بعد اس کام کی جانب متوجہ کروں گا لیکن مقدس کریم کے آنے سے میں نے فوری طور پر اپنے اس منصوبے کا آغاز کر دیا ہے۔ تمہیں یہ بات بھی ذہن نشین رکھنا ہوگی دانش منصور کہ اس بڑی پارٹی سے ٹکراؤ کے بعد تمہارا جسمانی عمل بھی شروع ہو جائے گا۔ یعنی اس بات کے امکانات ہیں کہ تم سے باقاعدہ دشمنی کا آغاز کیا جائے اور تمہیں نقصان پہنچانے کی کوشش کی جائے۔ یہ مت سوچنا کہ تم ایسے موقع پر تنہا ہو گے بلکہ اس کے لئے میں نے ایک الگ شعبہ قائم کر دیا ہے جس کا تعارف تم سے بہت جلد ہو جائے گا۔ تو اب تم اس کام کا آغاز اس انداز میں کرو اور رزم کے ساتھ بزم بھی جاری رہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ سمجھ رہے ہو نا۔ دونوں چیزیں ساتھ ساتھ چلتی رہنی چاہیے اور جہاں تک رہا کرن جیسی لڑکیوں کا یا بیگم اختر خان جیسی عورتوں کا معاملہ تو تم اس سلسلے میں بالکل بے فکر رہنا۔ ان لوگوں کے لئے میرے پاس بہت مناسب بندوبست موجود ہے لیکن چونکہ یہ ڈیل تم نے اپنے طور پر کی ہے اس لئے میں

تمہیں اس کی داد دیتا ہوں۔ وہی کام تم نے کر دکھایا جو میرے اپنے ذہن میں تھا اور سب سے زیادہ خوشی مجھے اس بات کی ہے۔

”بے حد شکریہ۔ آپ میری کارکردگی سے مطمئن ہیں۔“

”یہ کوئی خاص کارکردگی نہیں تھی۔ اصل کام تو اب شروع ہو رہا ہے۔“ مٹھل شاہ نے کہا۔

”میں انتہائی کوشش کروں گا کہ اس سلسلے میں آپ کی مرضی کے مطابق عمل کر سکوں۔“

”تم یقیناً کوشش کرو گے اور مجھے تمہاری ان کوششوں پر پورا پورا یقین ہے۔“

مٹھل شاہ بہت دیر تک بیٹھا باتیں کرتا رہا اس نے مجھ سے پوچھا کہ مجھے ذہنی طور پر کوئی الجھن تو نہیں ہے اپنے قدیم ساتھیوں سے دور ہونے کے بعد تو ایسی کوئی ضرورت پیش نہیں آئی جو میرے لئے باعث تکلیف ہو۔ میں نے اس سے کہا کہ وہ مطمئن رہے۔ ”میں اپنے طور پر بہت خوش ہوں اور سارے کام اپنے اپنے وقت پر کرنا چاہتا ہوں۔“ مٹھل شاہ نے کہا۔

”تمہیں مکمل آزادی ہے اور اب یہ الفاظ بار بار کہنا مجھے اچھا نہیں لگتا۔ میں تمہیں جو کچھ بتاؤں تم اس پر پوری طرح عمل کرو لیکن اس کے علاوہ تمہارے اپنے ذہن میں کوئی تصور ہو تو میری طرف سے تمہیں مکمل آزادی ہے کہ اس کی تکمیل کرو۔ مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔“ میں نے مٹھل شاہ کا شکریہ ادا کیا تھا۔ خیالات تو بہت سے تھے میرے ذہن میں لیکن بہر طور میں خود بھی محتاط طریقے سے اپنے عمل کو جاری رکھنا چاہتا تھا۔ مٹھل شاہ چلا گیا اور میڈم خان اسے باہر چھوڑنے گئی تھی۔ میں بھی ان کے پیچھے پیچھے ہی آیا تھا۔ واپسی میں میڈم خان کا موڈ کافی خوشگوار نظر آ رہا تھا اس نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا:

”مسٹر دانش منصور ایک بات کہنا چاہتی ہوں آپ سے؟“

”جی میڈم خان فرمائیے۔“ میں نے پر جوش لہجے میں کہا۔ میڈم خان کا اپنا ہی دلہن بگڑ گیا تھا۔ ورنہ میں ان سے مسلسل اسی انداز میں بولتا تھا۔ بہر طور یہ بات بھی مددگار رہی تھی کہ وہ میری استاد تھی۔ میڈم خان نے کس قدرے جھکتے ہوئے کہا:

”بات دراصل یہ ہے کہ مسٹر دانش منصور کہ بعض اوقات انسان سے بہت سی غلطیاں ہو جاتی ہیں۔“

”یقیناً“ ہو جاتی ہیں لیکن آپ کس غلطی کا تذکرہ کر رہی ہیں۔ میں سمجھا نہیں؟“

”دراصل ابتدا میں میں نے آپ سے کچھ ایسی گفتگو کی تھی جو آپ کو یقیناً پسند نہیں آئی ہوگی۔“

”مجھے یاد نہیں آپ ذرا اس گفتگو کی تفصیلات بتا دیجئے۔“

”نہیں۔ آپ کو ہر بات اچھی طرح یاد ہوگی۔ دراصل بعد میں مجھے اپنی حماقت کا

احساس ہوتا رہا ہے۔ میں سمجھتی ہوں مسٹر دانش کہ عورت کسی بھی جگہ پہنچ جائے عورت ہی رہتی ہے اور اس کے اندر کبھی کبھی عورت پن بیدار ہوتا رہتا ہے۔ مجھے اپنی حیثیت کو پہچاننا چاہیے لیکن وہی بد بختی آڑے آگئی یعنی میں نے چند لمحات کے لئے اپنے آپ کو عورت سمجھا اور وہی لمحات مجھے مغلوب کرنے کا باعث بن گئے۔“ میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا تو وہ بولی:

”مجھے امید ہے کہ آپ ماضی کی فضول باتوں کو فراموش کر دیں گے درحقیقت بعض لوگ بہت دور کی دنیا کے انسان ہوتے ہیں۔ ہم انہیں پہنچانے میں غلطی کرتے ہیں۔ مٹھل شاہ نے آپ کو جس مقصد کے لئے منتخب کیا ہے اس کے لئے کوئی عام آدمی تو نہیں ہو سکتا تھا اور آپ رفتہ رفتہ یہ ثابت کرتے جا رہے ہیں کہ آپ عام آدمی نہیں ہیں۔“

”شکریہ میڈم خان۔“ بہر حال میں ان باتوں کا کوئی جواب نہیں دینا چاہتا آپ کو۔

”آپ جواب نہ دیں میں نے جواب خود ہی حاصل کر لیا ہے اور صرف یہ کہنا چاہتی

ہوں کہ آئندہ احتیاط رکھوں گی اور آپ کو کوئی شکایت نہ پیدا ہوگی۔“ میں نے مسکرا کر گردن ہلائی اور بولا:

”شکریہ میڈم خان میں بھی آپ کو اچھے دوستوں میں شمار کرنا چاہتا ہوں۔ بات ختم

ہو گئی سارا دن بہت سے ایسے لمحے گزر جاتے تھے جب میری اپنی مصنوعی شخصیت منظر عام پر ہوتی تھی لیکن رات کو سکون کے وہ لمحات جو بستر پر بالکل تنہا ہوتے تھے بالا آخر ماضی میں گھسیٹ لے جاتے تھے اور اس وقت ماضی کی گرفت سے نکلنا ایک مشکل کام ہوتا تھا

ہوں۔“

”آپ کیا کہہ رہے ہیں دانش صاحب“ روزی نے کہا۔

”پلیز روزی فوری طور پر تم یہاں سے سیالکوٹ روانہ ہو جاؤ اور اپنے والدین کو یہاں منتقل کر دو۔“

”جی۔“ روزی کی آواز میں شدید سنسنی کی سی کیفیت تھی۔“

”ہاں۔ انہیں یہاں بلاؤ میں باقی انتظامات خود کئے دیتا ہوں۔ ان کا آپریشن جلد از جلد ہو جانا چاہیے۔“ روزی کے چہرے سے بے پناہ خوشی ظاہر ہونے لگی اس نے پھولے ہوئے سانس کے ساتھ کہا:

”سر..... سر آپ آپ“

”ہاں روزی۔ اتنا حق اب مجھے حاصل ہو چکا ہے۔ تم براہ کرم فوری طور پر یہاں سے روانگی کا بندوبست کر لو بلکہ ایسا کرو میں آصف نور کو بھیج دیتا ہوں۔ وہ تمہارے لئے سیالکوٹ روانہ ہونے کے مکمل انتظامات کر دے گا۔“

”سر اگر آپ اس سلسلے میں میڈم خان سے مشورہ کرنا چاہیں تو۔“

”روزی پلیز۔ کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ میرے لئے میڈم خان سے مشورہ کرنا ضروری ہے۔“

”نہیں سر نہیں۔ بالکل نہیں۔“

”بس تو تم اپنے طور پر تیاریاں کر لو باقی تیاریاں میں خود کئے دیتا ہوں۔“ میں نے آصف نور کو بلایا۔ آصف نور سے میری اچھی خاصی دوستی ہو گئی تھی۔ یہ شخص بھی مجھے بے حد پسند تھا اور میں اسے اپنے پسندیدہ لوگوں میں شمار کرتا تھا۔ میں نے اسے ہدایات دی اور آصف نور گردن جھکا کر باہر چلا گیا۔ روزی اپنے کمرے میں اپنے کپڑے وغیرہ درست کرنے چلی گئی تھی۔ میڈم خان دن کو تقریباً ساڑھے بارہ بجے واپس پہنچی تھی میں نے ان سے کہا۔

”میڈم خان روزی کے کچھ معاملات سے آپ واقف ہیں؟“

”کیوں خیریت۔ اسے کیا ہوا؟“ میڈم خان نے سوال کیا۔

”غریب گھرانے کی لڑکی ہے اس کے والد کی آنکھوں کا آپریشن ہونا تھا اس کے

میرا ماضی اس وقت تک جن مراحل سے گزرا تھا ان کا ایک ایک لمحہ میری نگاہوں کے سامنے آ جاتا تھا بہت سے کردار ایسے تھے جن سے ملنے کو دل مچلتا تھا لیکن یہ بات میں اچھی طرح جانتا تھا کہ کچھ پانے کے لیے بہت سی چیزوں کو نظر انداز کرنا پڑتا ہے اور میں ماضی کی بھول بھلیوں میں گم ہو کر بھی اپنی دنیا میں واپس لوٹ آتا تھا۔ دوسری صبح میڈم خان مجھ سے اجازت لے کر کسی کام سے چلی گئی۔ گھر میں صرف روزی تھی جو کچن میں مصروف تھی۔ میں نے ٹھننی بجائے تو روزی میرے پاس پہنچ گئی لیکن میں نے اس کی آنکھوں میں ہلکی سی سرخی کی جھلک دیکھی تھی کچھ ایسا درم سا تھا آنکھوں پر جیسے روتی رہی ہو۔ میں نے اس کا چہرہ دیکھا اور دیکھتا رہ گیا۔ روزی مسکرا دی تھی۔“

”آپ نے مجھے بلایا ہے سر؟“ اس نے نرم لہجے میں پوچھا۔

”ہاں روزی اب تو یہ بھی بھول گیا کہ کس لئے بلایا تھا۔“

”جی؟“

”ہاں کیا بات ہے تمہاری آنکھیں سرخ ہو رہی ہیں؟“

”کچن میں تھی سر دھواں لگ گیا۔“

”دھواں کچن میں دھواں کہاں سے آیا؟“ میں نے سوال کیا۔

”نہیں سر بس وہ۔“ روزی کچھ بوکھلا سی گئی۔

”کیا بات ہے روزی کیا تم میری اور اپنی دوستی فراموش کرتی جا رہی ہو؟“ میں نے

کہا اور روزی کی آنکھیں آنسوؤں میں ڈوب گئیں۔ اس نے اپنے گریبان میں ہاتھ ڈال کر ایک خط نکالا اور میرے سامنے کر دیا۔ میں نے خط جلدی سے اس کے ہاتھ سے لے لیا تھا۔ خط سیالکوٹ سے آیا تھا اور اس کے والدین کا تھا۔ روزی کے والد نے بہت ہی درد بھرے انداز میں اسے لکھا تھا کہ کیا وہ اس آرزو میں زندگی ختم کر بیٹھیں گی کہ ان کی دنیا پھر سے روشن ہو جائے۔ میں نے خط پورا پڑھا اور پھر ٹھنڈی سانس لے کر اسے روزی کے حوالے کر دیا اور کہا:

”دراصل کو تا ہی میری ہے روزی؟“

”جی۔ سر میں سمجھی نہیں؟“

”معافی چاہتا ہوں تم سے بلکہ صحیح معنوں میں یوں سمجھ لو کہ میں تمہارا مجرم

لئے شاید شاہ صاحب نے اس سے وعدہ بھی کیا تھا لیکن ظاہر ہے وہ اپنی مصروفیت میں سے وقت نہ نکال سکے اور اس مسئلے کو بھول گئے۔ آج اس کے والد کا خط آیا تھا اور وہ رو رہی تھی تو اتفاق سے میری اس پر نگاہ پڑ گئی۔ میں سمجھتا ہوں میڈم خان کہ اس کے والد کی آنکھوں کا آپریشن ہو جانا چاہیے۔“

”کیوں نہیں سر اگر آپ مناسب سمجھتے ہیں تو بالکل یہ کام ہو جانا چاہیے۔ آپ روزی کو اس کے گھر بھیج دیجئے اور اس سے کہئے کہ وہ اپنے والدین کو بلا لائے۔ یہاں ان کے آپریشن کا بندوبست میں بخوبی کر دوں گی اور اس کے علاوہ سر ایک اور تجویز ہے میری ان لوگوں کے قیام کے لئے ہم کیوں نہ اس فلیٹ کو تیار کر دیں جو سعید غوری صاحب کا تھا۔ ان دنوں وہ فلیٹ خالی پڑا ہوا ہے۔“

”ویری گڈ۔ بہت اچھا مشورہ ہے میڈم خان۔ ہم اس سلسلے میں روزی کو آگاہ کر دیں گے۔ آپ براہ کرم اس کے والد کے ہسپتال میں داخلے کا بندوبست کر دیجئے۔“

”یہ کام بالکل ہو جائے گا آپ سب سے پہلے روزی کو روانہ کر دیجئے اور پھر مٹھل شاہ صاحب کو ابھی اس پر اعتراض نہیں ہو گا۔“ میڈم خان نے کہا۔

”شکریہ میڈم خان۔ اب آپ مجھے بتائیے کہ مٹھل شاہ صاحب نے جو ایک ذمہ داری ہمارے سپرد کی تھی اس کا آغاز کب سے ہو رہا ہے۔“

”جس وقت بھی وہ شخص ہمارے پاس پہنچ جائے سر۔“

”ہوں ظاہر ہے۔“

”بالکل نہیں چیف۔ ویسے یہ کرن زہرہ بالکل غائب ہو گئی۔ چیف آپ کو اس کی ضرورت تو محسوس نہیں ہوتی؟“

نہیں میڈم خان۔ مجھے اپنا کام سب سے زیادہ عزیز ہے۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور میڈم خان بھی مسکرانے لگیں۔ روزی کو اسی شام ساڑھے سات بجے ٹرین میں سوار کرا دیا گیا تھا اور میڈم خان کو اس سلسلے میں تمام ذمہ داریاں سونپ دی گئیں تھیں۔ جاتے ہوئے میں نے روزی کو ایک اچھی خاصی رقم بھی دی تھی جس کے ذریعے وہ اپنے خاندان کو منتقل کر سکتی تھی اور اس کے علاوہ میں نے اسے یہ بھی بتا دیا تھا کہ اس کے والدین کے قیام کے لئے میں نے کیا بندوبست کیا ہے۔ میں نے اس سے یہ بھی کہا تھا کہ

وہ اپنے والدین اور تمام لواحقین کو اپنے ساتھ لے آئے اور کسی قسم کی کوئی فکر نہ کرے۔ وہ ممنون نگاہوں سے مجھے دیکھتی ہوئی چلی گئی تھی۔ چونکہ میں کسی ایک جگہ تک محدود نہیں تھا اور اب کراچی کے کسی بھی کلب وغیرہ میں جاسکتا تھا اس لئے آج ذرا موڈ بدلنے کے لئے میں نے میڈم خان کو ساتھ لیا اور ایک اور کلب کی جانب روانہ ہو گیا۔ آصف نور معمول کے مطابق ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ میڈم خان کے بدلے ہوئے رویے کی بنا پر میں نے اپنے رویے میں کچھ تبدیلی پیدا کر لی تھی۔ بہر طور ان سے میرے گہرے روابط تھے اور میں انہیں بھول نہیں سکتا تھا۔ میڈم خان نے بھی شاید خود کو کسی خاص کیفیت میں منتقل کر لیا تھا اس لئے ان کا موڈ بھی بہت زیادہ خوشگوار ہی نظر آ رہا تھا جس کلب میں ہم داخل ہوئے تھے میں وہاں پہلے بھی آچکا تھا اور یہاں بھی میرے بہت سے شناسا موجود تھے جنہوں نے معمول کے مطابق میرا استقبال کیا۔ ویسے میں اب چونکہ اس ماحول اور اس دنیا کو اچھی طرح سمجھ چکا تھا چنانچہ مجھے یہ اندازہ بخوبی ہو گیا تھا کہ خواتین ایسی جگہوں پر اپنی تقدیر بنانے کے لیے زیادہ تر کوشاں نظر آتی ہیں۔ فلرٹ کرنے والوں میں زیادہ تعداد انہی کی ہوا کرتی تھی یہاں بھی میری کئی شناسا خواتین ہو گئی تھیں جو مجھے بخوبی جانتے تھیں۔ کلب کی تفریحات جاری تھیں میں ان لوگوں کے ساتھ گفتگو کرتا رہا۔ اور میڈم خان مودبانہ انداز میں میرے ساتھ موجود رہیں پھر اچانک ہی میری نظر ایک جانب اٹھ گئی اور میں نے جو کچھ دیکھا اس نے ایک لمحے کے لئے میرے ذہن میں ایک سنسنی سی پیدا کر دی تھی۔ یہ شکل میری جانی پہچانی تھی جو میرے سامنے تھے اور اس شکل سے میرا طویل رابطہ بھی رہ چکا تھا۔ یہ کامران غزنوی تھے۔ غزنوی صاحب کے سب سے چھوٹے صاحبزادے جو غیر شادی شدہ تھے۔ ویسے شادی شدہ غزنویان تو خدا کے فضل سے پوری طرح مصروف ہو گئے تھے بس کامران غزنوی ہی تھے جو بیچارے ایسی تفریحات میں حصہ لیا لیا کرتے تھے لیکن شاید غزنوی صاحب کے خاندان میں وہ واحد تھے جنہوں نے کسی کلب میں آنے کی جرات کی تھی ورنہ غزنوی صاحب کی گرفت اپنے بچوں پر بڑی سخت ہوا کرتی تھی۔ کامران غزنوی صاحب کے ساتھ ایک بہت ہی خوبصورت سی خاتون بھی تھیں۔ میری نگاہیں ان کا طواف کرتی رہیں اور پھر دفعتاً میں نے کامران غزنوی کو اپنی جانب دیکھتے ہوئے محسوس کیا۔ کامران غزنوی نے مجھ پر آنکھیں جمادی تھیں بظاہر

میں ان کی جانب نہیں دیکھ رہا تھا لیکن میری چور نگاہیں بخوبی ان کا جائزہ لے رہی تھیں۔
 کامران غزنوی صاحب کے چہرے پر ذرا مختلف تاثرات تھے۔ غالباً انہیں میرے خدوخال
 پر شبہ ہو گیا تھا اور اس کے بعد میں نے انہیں اپنی میز سے اٹھتے ہوئے دیکھا انہوں نے
 اپنی ساتھی خاتون سے جھک کر شاید کچھ کہا تھا۔ میں میڈم خان کی جانب متوجہ ہو گیا اور
 کامران غزنوی صاحب کی طرف سے لائقیت کا اظہار کرنے لگا۔ کامران غزنوی کے قدم
 میری ہی جانب اٹھ رہے تھے جس کا مجھے بخوبی اندازہ ہو رہا تھا۔

==☆☆☆==

حیرانگی کے یہ لمحات زیادہ دیر تک برقرار نہ رہ سکے۔ کامران غزنوی چند لمحات کے
 بعد میری میز کے قریب پہنچ گیا اور میں نے اپنے انداز میں اجنبیت پیدا کرتے ہوئے اسے
 دیکھا میڈم خان بھی چونک کر اسے دیکھنے لگی تھیں۔ کامران غزنوی نے تھوڑا سا جھکتے
 ہوئے کہا۔

”مجھے کامران غزنوی کہتے ہیں۔ کیا میں آپ سے تعارف حاصل کر سکتا ہوں۔“
 جناب۔“

”جی۔ دانش منصور کہا جاتا ہے مجھے۔“

”آپ سے مل کر مسرت ہوئی دراصل بے تکلف ہو کر آپ کے نزدیک آنے کی
 وجہ یہ ہے کہ میرے ایک شناسا بلکہ یوں سمجھ لیجئے ایک ایسی شخصیت جو ہم لوگوں کے لئے
 خاصی سنسنی خیز رہی ہے آپ سے اس قدر ملتی جلتی ہے کہ میں حیران رہ گیا اور اپنے آپ
 کو آپ تک آنے سے نہ روک سکا۔“

”بہت خوب۔ گویا آپ نے مجھے ایک سنسنی خیز شخصیت قرار دے دیا ہے۔ ویسے
 آپ کے مشاغل کیا ہیں۔“

”میرا مطلب یہ نہیں تھا خیر چھوڑیں اس بات کو۔“ کامران غزنوی قہقہہ لگاتے
 ہوئے بولا اور پھر میڈم خان کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے بولا۔

”خاتون سے تعارف نہیں ہو سکا میں اسے کچھ بد اخلاقی سی سمجھ رہا ہوں آپ میرا
 نام جان چکی ہیں محترمہ اپنا تعارف بھی کروادیں تو خوشی ہوگی اس بار کامران نے میڈم

ندیم

خان کو مخاطب کر کے کہا۔

”میں دانش صاحب کی سیکرٹری ہوں اور مجھے میڈم خان کے نام سے جانا جاتا

ہے۔“

”خوشی ہوئی آپ دونوں سے مل کر“ تو دانش صاحب آپ نے مجھ سے پوچھا تھا کہ میرے مشاغل کیا ہیں بس یوں سمجھ لیجئے ایک چھوٹا موٹا سا کاروباری ہوں امپورٹ ایکسپورٹ کا کاروبار ہے۔ میرے کچھ اور بھائی بھی اس میں شامل ہیں۔ غیر شادی شدہ ہوں دور دور تک کوئی ایسا چانس نظر نہیں آتا جس سے اس بات کے امکانات ہوں کہ میری شادی ہونے والی ہے۔ اس لیے ذرا تفریح پسند ہوں۔“ کامران غزنوی نے ہنستے ہوئے کہا۔

”کیا حرج ہے کامران صاحب شادی کے بعد آپ کی اس طرح آزادانہ نقل و حرکت متاثر ہو جائے گی۔“

”یقیناً“ یقیناً۔ اور اس سے اس بات کا اندازہ بھی ہوتا ہے کہ آپ بھی اپنی گردن گوشت سے خالی رکھتے ہیں۔“

”جی ہاں یقیناً۔“ میں نے جواب دیا لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں محسوس کر رہا تھا کہ کامران غزنوی کی گہری نگاہیں میرا بغور جائزہ لے رہی ہیں پھر اس نے کہا۔

”ویسے دانش صاحب میں اس کلب میں اکثر آتا رہتا ہوں مگر اس سے قبل ملاقات نہیں ہوئی آپ کے اپنے مشاغل کیا ہیں؟“

”میری یہاں آمد زیادہ پرانی نہیں ہے نہ صرف کلب میں بلکہ اس ملک میں نووارد ہوں اور کوئی کام نہیں شروع کیا۔ نیروبی سے آیا ہوں تقریباً“ زندگی وہیں گزاری ہے۔“

”یہی وجہ ہے کہ ہم آپ کے شناسانہ تھے ورنہ ہم تو ہر ایک پر مسلط ہو جانے والوں میں سے ہیں۔ ایک بات میں پھر حیرانی کے ساتھ عرض کروں کہ آپ کی آواز میں بھی میرے اس شناسا شخصیت کی جھلک ملتی ہے۔“

”اب آپ یوں کریں کہ اپنی اس شناسا شخصیت کو بھی مجھ سے ملوا دیں آپ نے کچھ اس طرح اس کا تذکرہ کیا ہے کہ میرے دل میں بھی اسے دیکھنے کا اشتیاق پیدا ہو گیا ہے۔“

”بد قسمتی سے اب وہ شخصیت ہمارے ساتھ موجود نہیں ہے بس اس کی یادوں کے نقوش رہ گئے ہیں“ تاہم وہ حیات ہے اور اگر واقعی مجھے مل سکا تو میں آپ کو ضرور اس سے ملاؤں گا آپ خود حیران رہ جائیں گے۔ ویسے دانش صاحب آپ کا قیام کہاں ہے۔“

”ڈیفنس میں رہتا ہوں۔“ جب میں نے کامران غزنوی کو اپنی کوٹھی کا نمبر بتایا تو وہ حیرت سے منہ پھاڑ کر رہ گیا اور پھر بولا۔

”اسے کہتے ہیں چراغ تلے اندھیرا ہماری کوٹھی سے بالکل قریب ہے بس یوں سمجھ لیجئے کہ بہت مختصر فاصلہ ہے اور ہم ایک دوسرے کے شناسا نہیں ہیں اب تو پڑوسی کی حیثیت سے ہمارے کچھ اور بھی حقوق آپ پر ہو گئے کسی وقت آپ کی کوٹھی پر حملہ کیا جائے گا آپ کو اعتراض تو نہیں ہوگا۔“

”نہیں اس میں اعتراض کی کیا بات ہے۔ میں آپ کو خوش آمدید کہوں گا۔“ میں نے جواب دیا۔

”اور اس سے زیادہ کسی پر مسلط ہونا بد اخلاقی ہے چنانچہ اب اجازت۔“ کامران غزنوی نے کہا۔

”نہیں آپ کا یہ تسلط مجھے برا نہیں لگ رہا غزنوی صاحب براہ کرم تشریف رکھیے اور یہ بتائیے کہ میں آپ کو کیا پلاؤں۔“

”نہیں جناب۔ یہ کلب ہے آپ سے ہم آپ کے گھر پر ہی کچھ بیٹیں گے تو لطف آئے گا۔“

”تب ٹھیک ہے میں آپ کا انتظار کروں گا۔“ میں نے جواب دیا اور کامران وہاں سے اٹھ گیا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ میڈم خان نے کہا۔

”اس شخص کے بارے میں آپ کا کیا اندازہ ہے مسٹر دانش؟“

”کچھ نہیں میڈم خان یہ ایک دلچسپ معاملہ ہے۔“

”بعض لوگ جو کسی واسطے سے ملاقات کرتے ہیں میرے خیال میں زیادہ اچھے لوگ نہیں ہوتے۔“

”واسطے میں سمجھا نہیں میڈم خان؟“

”میرا مطلب ہے اس شخص نے آپ سے دوستی کرنے کے لئے ایسی شخصیت کا

حوالہ دیا تھا جو بقول اس کے آپ کی ہم شکل ہے میرے خیال میں یہ ایک مختلف بات ہے صرف شناسائی حاصل کرنے کی ایک کوشش۔“

”نہیں میڈم خان ان کا کہنا درست ہے۔“ میں نے پراسرار مسکراہٹ کے ساتھ کہا اور میڈم خان چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔
 ”میں سمجھی نہیں۔“

”ابھی سمجھا بھی نہیں سکتا میں۔“ میں نے جواب دیا اور میڈم خان بھی خاموش ہو گئی۔ ان دنوں وہ اپنے آپ پر بہت جبر کر رہی تھی پہلے وہ میرے معاملات میں اس قدر دخل انداز رہتی تھی کہ یوں محسوس ہوتا جیسے میں اس کی انگلی پکڑ کر ایک ایک قدم آگے بڑھ رہا ہوں لیکن اب وہ میرے بدلے ہوئے رویے کو دیکھتے ہوئے خود کو اس کا عادی بنا رہی تھی کوٹھی پہنچ کر بھی اس نے کوئی خاص بات نہ کی۔ روزی اپنے اہل خانہ کو لے کر سیالکوٹ سے واپس آچکی تھی۔ میری ہدایت کے مطابق میڈم خان نے اس کے والد کے علاج کے سلسلے میں تمام انتظامات کر لیے تھے۔ روزی اس سلسلے میں میری انتہائی ممنون نظر آتی تھی۔

ادھر مٹھل شاہ سے ایک دو بار ٹیلیفون پر گفتگو ہوئی تھی وہ صرف کام کی باتیں کیا کرتا تھا۔ آج ٹیلیفون موصول ہوا تو میں نے روزی کے بارے میں بتایا۔ مٹھل شاہ ہنس کر بولا۔

”ہاں۔ میڈم خان نے مجھے تم سے پہلے بتا دیا ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ منصور کہ تم نے وہ ذمہ داری پوری کر دی جس کا وعدہ میں نے کیا تھا لیکن اب بات اور بھی تو ہے تم میری ہی ذات کا عکس تو ہو جو تمہیں مجھ سے الگ سمجھتا ہے وہ احمق ہے میں نے یہ بات تم سے پہلے ہی کہہ دی تھی۔“

میں مٹھل شاہ کا شکریہ ادا کر کے خاموش ہو گیا۔ اس طرح کئی دن گزر گئے اور اس کے بعد ہم اپنے اس کام میں مصروف ہو گئے جس کا آغاز جیم خانہ میں ہوا تھا۔ معمول کے مطابق اس دن بھی میں میڈم خان کے ساتھ جیم خانہ پہنچا تھا۔ دراصل میری یہ تفریحات ایک طرح سے کاروباری نوعیت بھی رکھتی تھیں کیونکہ مٹھل شاہ کا مقصد ہی یہ تھا کہ لوگوں سے میرے روابط بڑھیں اور میں اپنے کام کو بخوبی آگے بڑھاؤں چنانچہ اس شام

بھی ہم لوگ جیم خانہ کی تقریبات میں شریک تھے میں اتفاق سے جمال آرا بیگم کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ میری نگاہ اس درمیانہ جسم کے مالک لیکن شاندار سے آدمی پر پڑی۔ وہ میڈم خان کے ساتھ گفتگو کر رہا تھا۔ میں نے اس کا کوئی خاص نوٹس نہیں لیا میڈم خان کا اپنا ایک حلقہ تھا اور اکثر ایسا ہوتا تھا کہ جیم خانہ میں کسی نہ کسی کے ساتھ گپ شپ میں لگی رہتی تھی اور میں اپنے معمولات میں الجھا رہتا تھا لیکن جمال آرا بیگم نے اس شخص کا تعارف مجھ سے کرایا۔

”اوہو۔ یہ مقدس کریم بہت عرصے بعد جیم خانہ میں نظر آیا ہے۔“ میں نے چونک کر ادھر ادھر دیکھا اور پوچھا۔
 ”کون مقدس کریم۔“

”تمہاری سیکریٹری کے ساتھ جو شخص ہے اس کا نام مقدس کریم ہے۔“ میرے ہونٹوں پر مدہم سی مسکراہٹ پھیلی اور پھر میں نے خود کو سنبھال لیا اور جمال آرا بیگم سے پوچھا۔

”کون ہے یہ؟“

”آٹوپارٹس کاسب سے بڑا ڈیلر۔“ جمال آرا بیگم نے جواب دیا۔ ”بہت دولت مند آدمی ہے اور بڑی شاندار شخصیت رکھتا ہے۔“

”بہت خوب۔“ میں نے گردن ہلائی۔ جمال آرا بیگم نے اس سے زیادہ مقدس کریم کے بارے میں کچھ نہیں کہا تھا لیکن میں مقدس کریم کو بدستور نگاہوں میں رکھے ہوئے تھا۔ میڈم خان کی اس سے کافی دیر تک ملاقات رہی اور بڑی دلچسپی سے وہ لوگ ایک دوسرے سے گفتگو کرتے رہے۔ اس دوران کئی بار ان کی نگاہیں میری جانب بھی اٹھی تھیں لیکن میڈم خان نے مقدس کریم سے میرا تعارف نہیں کرایا تھا۔ بہر طور کلب کی تفریحات میں اور کوئی خاص بات نہیں ہوئی پھر واپسی کا وقت ہو گیا اور آصف نور ہمیں لے کر چل پڑا۔ راستے میں میڈم خان نے کہا۔

”آپ نے ایک شخص کو میرے ساتھ دیکھا ہو گا مسٹر دانش۔“

”مقدس کریم۔“ میں نے جواب دیا۔

”جی ہاں مقدس کریم نے مجھ سے بہت سے گفتگو کی ہے اور کہا ہے کہ وہ مجھ سے

دوبارہ ملاقات کرے گا۔ اس کے لیے ایک ہوٹل میں کل شام ساڑھے پانچ کا وقت طے ہوا ہے۔“

”گڈ۔ ویری گڈ۔“

”جانا ہے نا۔ مسٹر دانش منصور؟“

”ظاہر ہے میڈم خان یہ کام مشعل شاہ نے ہمارے سپرد کیا ہے۔ میں نے کہا اور میڈم خان خاموش ہو گئی دوسرے دن میڈم خان ڈھائی بجے مجھ سے اجازت لے کر چلی گئی تھی اور اتفاق سے اس کے جانے کے فوراً ہی بعد روزی بھی میرے پاس آگئی تھی۔ اسپتال سے ہو کر آئی تھی، میڈم خان کو موجود نہ پا کر اس نے میری طرف ممنون نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔“

”عالیبا۔ میڈم خان کہیں گئی ہوئی ہیں؟“

”ہاں..... کیوں؟“

”میں آپ سے تنہائی میں ملنا چاہتی تھی۔“

”خیریت۔ روزی کوئی خاص بات ہے کیا؟“

”نہیں۔ بس دل میں کچھ جذبات موجزن ہیں ان کا تذکرہ کرنا چاہتی تھی۔“

”ارے نہیں روزی اگر وہ جذبات ممنونیت اور شکریہ کے ہیں تو ہماری دوستی ان

چیزوں سے دور ہے۔“

”دانش صاحب کیا میں آپ کی دوستی کے قابل ہوں؟“

”بار بار تم احقانہ باتیں کرنے لگتی ہو تم میری دوستی کے قابل ہی نہیں بلکہ میری دوست ہو۔ میں تمہارے لئے اچھے مستقبل کا خواہش مند ہوں اور اس سلسلے میں تم سے آخری بار یہ الفاظ کہہ رہا ہوں کہ جہاں کہیں بھی میری ضرورت محسوس کرو تکلف نہ کرنا تمہاری ضرورت کا مجھے علم نہیں ہو سکے گا اور اگر میں کوئی ایسا کام نہ کر سکوں جس کے لئے تم تکلف کر جاؤ تو پھر قصور دار میں نہیں ہوں گا۔“ روزی اپنی اور گھر والوں کی طرف سے میرا شکریہ ادا کرتے ہوئے ایک گھنٹے کے بعد واپس چلی گئی آج کل اس کی ذمہ داریاں کوٹھی سے ختم کر دی گئی تھیں۔ ویسے بھی اب یہاں کئی ملازم تھے جو معاملات سنبھال لیا کرتے تھے چنانچہ روزی کی کمی کا کوئی خاص اثر نہیں پڑ رہا تھا البتہ شام کو

ساڑھے پانچ بجے کے وقت میں نے کچھ مہمانوں کو اپنی کوٹھی کے گیٹ میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ یہ کامران غزنوی اور عرفان غزنوی کی سب سے بڑی صاحبزادی رومانہ صاحبہ تھیں۔ دونوں ہی جھجکتے ہوئے اندر آئے تھے چونکہ دار انہیں اپنے ساتھ لے کر آ رہا تھا۔ میں نے اوپری منزل سے ان دونوں کو دیکھا تھا اور اس کے بعد میں نے فوری طور پر یہ فیصلہ کیا تھا کہ ان کے ساتھ کس انداز میں گفتگو کرنی ہے۔

بہر طور چونکہ دار نے انہیں ڈرائنگ روم میں پہنچایا اور دوسرا ملازم مجھے اطلاع کرنے کے لئے اوپری منزل میں آیا پھر چند لمحات کے بعد میں ڈرائنگ روم میں داخل ہو گیا کامران اور رومانہ کھڑے ہو گئے تھے۔

رومانہ کا مجھ سے خاص تعلق رہ چکا تھا گو اس تعلق کو محبت کا نام نہیں دیا جاسکتا۔ لیکن بہر طور اس قدر اپنائیت ضرور تھی جتنی کچھ وقت ساتھ گزارنے والوں میں ہوتی ہے۔ رومانہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں نے آگے بڑھ کر مسکراتے ہوئے کامران کو خوش آمدید کہا تو رومانہ چند قدم آگے بڑھ آئی۔

”اوہ میرے خدا میرے خدا تم فیصل نہیں ہو۔“ اس نے کہا اور میں خیریت زوہ نگاہوں سے کامران غزنوی کو دیکھنے لگا۔ کامران نے مسکراتے ہوئے مجھ سے مصافحہ کیا اور کہا۔

”رومانہ آپ کو دیکھ کر حیرت کا اظہار کر رہی ہیں۔ رومانہ میں نے تمہیں بتایا تھا کہ مسٹر دانش اردو زبان نہیں جانتے وہ تمہارے الفاظ نہیں سمجھ سکے۔“

”مم۔ مگر مگر پر یہ انکل یہ یہ تو سو فیصد فیصل ہی ہے۔“ رومانہ نے اٹکتے ہوئے کہا۔

”میں نے کہا تھا نا تمہیں حیرت ہوگی۔“ کامران غزنوی نے کہا اور پھر رومانہ کی طرف سے بولا۔

”دراصل میری بھتیجی رومانہ حیرت کا شکار ہے وہ اس بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہے کہ آپ ہمارے شناسا جن کا نام فیصل ہے نہیں ہو۔“

”اوہ مس رومانہ مجھے خوشی ہوئی ہے اور افسوس بھی۔ خوشی اس بات کی ہے کہ میں آپ کے ایسے کسی شناسا کا ہم شکل ہوں جس سے آپ محبت رکھتی ہیں اور افسوس

اس بات کا ہے کہ میں وہ نہیں ہوں تاہم آپ لوگوں سے مل کر مجھے خوشی ہوئی ہے۔

رومانہ نے ایک تھکی تھکی سی سانس لی اور بولی۔

”مسٹر! دانش ہے نا آپ کا نام؟

”ہاں۔ دانش منصور۔“

”سوری مسٹر دانش میری یہ کیفیت فطری حیثیت رکھتی تھی کیونکہ جس شخصیت کے ہم شکل آپ ہیں اس سے ہمارا گہرا ربط تھا اور آپ میں اور اس میں کوئی فرق نہیں ہے سوائے اس کے کہ آپ عمر میں کچھ بڑے لگ رہے ہیں لیکن یقینی طور پر اس کی عمر بھی آپ سے کم نہیں ہوگی۔ بہر حال مجھے افسوس ہے کہ میں نے اس کیفیت کا اظہار کیا۔ آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی یہ جان کر مزید خوشی ہوئی کہ آپ ہمارے بالکل ہی قریبی پڑوسی ہیں۔ انکل کامران نے مجھے آپ کے بارے میں بتایا تو میں حیران رہ گئی اور میں ان سے تقاضے کرتی رہی کہ مجھے آپ سے ملایا جائے آج انہیں فرصت ملی ہے تو یہ آپ کے پاس آگئے ہیں۔“

”شکریہ! آپ لوگ تشریف رکھیے میں نے کہا اور وہ دونوں صوفے پر بیٹھ گئے۔ میں خود بھی ان کے سامنے بیٹھ گیا تھا۔ رومانہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے گھورے جارہی تھی پھر اس نے اردو زبان میں کامران غزنوی سے کہا۔“

”انکل کامران آپ اس کی آواز سن رہے ہیں آواز بھی فیصل سے مختلف نہیں ہے۔“

”میں نے تم سے کہا تھا نہ کہ تم دیکھو گی تو حیران رہ جاؤ گی۔“

”میں ہی کیا آپ کسی کو بھی دکھا دیجئے سب کے سب حیران نہ رہ جائیں تو میری ذمہ داری۔ میں مسکراتی نگاہوں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ ان کی نگاہیں مجھ سے ملیں تو کامران نے ایک بار پھر معذرت کرتے ہوئے کہا۔“

”معاف کیجئے گا میں انہیں سمجھا رہا تھا کہ یہ اپنا تصور ختم کر دیں اور اچھے پڑوسیوں کی طرح مسٹر دانش منصور سے ملیں۔“ رومانہ نے بھی معذرت کرتے ہوئے کہا۔

”میں اپنے ذہن پر قابو پانے میں کافی مشکل محسوس کر رہی ہوں دانش صاحب آپ اس بات کا نوٹس نہ لیں۔“

رہا ہوں۔“

”آپ کو مزید حیران کرنے کے لئے ہم یہ فوٹو گراف اپنے ساتھ لائے ہیں“ رومانہ نے کہا اور اپنے پرس سے ایک تصویر نکال کر میری جانب بڑھادی میں نے وہ تصویر ہاتھ میں لے لی تھی۔ دراصل غزنوی صاحب کی کوٹھی میں ہونے والی ایک تقریب کی تصویر تھی جس میں ملازموں کی مانند کام کرتا ہوا کسی طرح کیمرے کے سامنے بیٹھا تھا اور یہ تصویر کیمرے نے محفوظ کر لی تھی اس نے میرے ساتھ اجنبیت کا سلوک نہیں کیا تھا بلکہ اپنی سچی آنکھ سے جو کچھ دیکھا تھا وہ کاغذ پر منتقل کر دیا تھا ورنہ کوٹھی کے لوگ تو مجھے اس قابل نہیں سمجھتے تھے کہ میری کوئی تصویر بھی بنائی جائے۔ رومانہ نے میرے قریب آکر تصویر کے اوپر انگلی رکھتے ہوئے کہا۔

”آپ اس چہرے کو غور سے دیکھیں۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور میں نے کہا۔“

”آہ۔ افسوس یہ چہرہ تو بالکل پس منظر میں ہے بہت دھندلایا دھندلایا سا تاہم اس کے نقوش کچھ کچھ نظر آرہے ہیں البتہ اس بات پر مجھے حیرت ہے کہ ایک شخصیت جو آپ لوگوں کے لیے اس قدر باعث توجہ ہے وہ اس تصویر میں پس منظر میں کیوں ہے۔ کیا آپ کے پاس اس کی کوئی واضح اور نمایاں تصویر نہیں تھی۔“ میرے اس چہمتے ہوئے سوال پر دونوں نے بوکھلائے ہوئے انداز میں ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر کامران غزنوی نے کہا۔

”ہاں اتفاق ہے کہ ہمارے پاس اس کی کوئی صاف تصویر نہیں ہے۔“

”مجھے اس بات پر حیرت ہونا فطری ہے۔ آپ لوگ جس شخصیت کو اس قدر چاہتے ہیں اس کی کوئی اچھی تصویر بھی نہیں آپ کے پاس۔ خیر چھوڑیے یہ آپ کا ذاتی مسئلہ ہے مجھے اس شخصیت سے صرف اس حد تک دلچسپی ہے کہ یہ میری شکل ہے۔ ویسے کیا یہ اب آپ کے ساتھ نہیں ہے؟“

”نہیں اب یہ ہمارے پاس نہیں رہتا۔“

”اس کا مطلب ہے کہ اس کا آپ سے کوئی رشتہ نہیں تھا؟“

گئی ہوئی ہیں۔ اس کے بعد سے کوئی صحیح صورت حال سامنے نہیں آسکی تھی لیکن جلد بازی تو کسی طور ممکن ہی نہیں تھی یہ جلد بازی میرے لئے زہر قاتل ثابت ہو سکتی تھی ان لوگوں کو گئے ہوئے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ میڈم خان واپس آگئی وہ مسکرا رہی تھی اور مسرت سے اس کے ہونٹ کپکپا رہے تھے میں نے مسکراتے ہوئے اس کا استقبال کیا۔

”کسے میڈم کیا رپورٹ ہے آپ کی؟“

”بہت ہی خوبصورت رپورٹ ہے سر۔“ میڈم خان کہنے لگی۔ ”مقدس کریم زیادہ دیر تک اپنی اندرونی کیفیت کو چھپا نہیں سکا گو میری اس سے یہ پہلی ملاقات تھی لیکن اس پہلی ہی ملاقات میں اس نے تمام فاصلے طے کر لیا مناسب سمجھا۔“

”بہت خوب۔“ میں نے دلچسپی سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ میڈم خان نے مجھے آگے کی تفصیلات بتائیں۔

”مقدس کریم سے میری ملاقات ایک ہوٹل میں طے ہوئی تھی۔ ہم دونوں ہوٹل میں جا بیٹھے اور مقدس کریم مجھ سے کہنے لگا کہ یقیناً مجھے اس بات پر حیرانی ہوگی کہ وہ مجھ سے اس قدر بے تکلف کیسے ہو گیا اس کی بنیادی وجہ اس کی ایک اہم مشکل ہے۔“

”پھر اس نے وہی تفصیل بتائی تھی جو مجھے اس سے قبل مٹھل شاہ بتا چکا تھا اب وہ مٹھل شاہ کا تعویذ لے کر میڈم کے پاس پہنچا تھا تاکہ مجھے رام کیا جاسکے پھر میڈم خان نے ایک نیکس دکھاتے ہوئے بتایا۔“

”یہ مجھے اس نے تحفے کے طور پر پیش کیا ہے جو میں نے قبول کر لیا۔ ظاہر ہے ہم کاروباری لوگ کسی ایسے آدمی کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کر سکتے۔“ میڈم خان نے ہیرے کا وہ خوب صورت نیکس میرے سامنے رکھ دیا مجھے ہنسی آگئی۔

”آپ بھی کمال کی خاتون ہیں میڈم ایک تو وہ ایسے ہی مر رہا تھا اور آپ نے اس سے یہ قیمتی نیکس بھی قبول کر لیا۔“

”نہیں چیف۔ دراصل یہ سرمایہ دار بڑے عجیب ہوتے ہیں معاف کیجئے گا اب تو آپ بھی بہت بڑے سرمایہ دار ہیں۔ ان کے پاس بہت کچھ ہوتا ہے لیکن جب کوئی مشکل آتی ہے تو پھر یہ بھگتے ہوئے چوہے بن جاتے ہیں ایک بار پھر معافی چاہتی ہوں ان الفاظ

”ہاں ہمارا اس سے کوئی خاص رشتہ نہیں تھا۔“

”کون تھا یہ آپ کا؟“ میں نے پھر سوال کیا اور رومانہ ایک بار پھر پریشان ہو گئی۔

”بس یوں سمجھ لیجئے کہ ہماری اس سے شناسائی تھی۔“

”ویسے معاف کیجئے گا کامران صاحب مجھے آپ کے الفاظ میں تضاد محسوس ہوتا ہے۔ اب دیکھیے نا ایک فطری بات ہے ایک شخص جو آپ کو اس قدر قریب محسوس ہوتا تھا کہ آپ اس کے مشکل کو دیکھ کر اس سے قریب ہوئے بغیر نہ رہ سکے لیکن دوسری طرف آپ اس سے کسی رشتے وغیرہ کا اعتراف نہیں کرتے۔ میری نگاہوں میں تو یہ شخصیت مشکوک ہو جاتی ہے۔“

”میں نے کہا نا چھوڑیے اس تذکرے کو یوں سمجھ لیجئے کہ بس کچھ اتفاقات ایسے ہوئے کہ آپ نے ہمیں حیران کر دیا۔ اب ضروری تو نہیں ہے کہ اس حیرانی کو برقرار ہی رکھا جائے۔ ہماری آپ سے دوستی ہو گئی یہی بہت کافی ہے۔“

”یقیناً یقیناً۔“ پڑوسیوں کے ساتھ تو ویسے بھی اچھے تعلقات قائم ہونے چاہئیں۔

”آپ لوگ کیا پنا پسند کریں گے۔“

”کچھ نہیں کوئی تکلف نہ کیجئے گا۔“ رومانہ نے کہا لیکن پھر بھی ملازم ان کے سامنے مشروب وغیرہ بڑی نفاست سے سجا کر جا چکا تھا۔

وہ لوگ کافی دیر تک گپ شپ کر کے رخصت ہوئے تھے۔ لیکن از خود دوبارہ آنے کے وعدے پر۔

”ان کے جانے کے بعد میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ آج کا یہ سلسلہ بہت ہی پر لطف تھا میں نے انہیں بری طرح چکرا کر رکھ دیا تھا ابھی تو نجانے کوٹھی میں میرے بارے میں کیا کیا تذکرے ہوں گے پتا نہیں کامران نے باقی تمام لوگوں کو بھی میرے بارے میں بتایا ہے یا نہیں اور اگر بتا دیا ہے تو پھر یقینی طور پر کافی لوگ مجھ سے ملنے کی کوشش کریں گے۔ لیکن اگر مجھے کسی ذات سے کوئی دلچسپی تھی تو وہ صرف آنا ماں تھیں جن سے میں ملنا چاہتا تھا اکثر آنا ماں کا خیال دل میں آتا تھا تو میں ان کے بارے میں سوچتا رہ جاتا تھا لیکن حالات ایسے تھے کہ براہ راست ان سے ملنا ممکن نہیں تھا۔ جب میں غزنوی صاحب کی کوٹھی میں گیا تھا تو آنا ماں کے بارے میں معلوم ہوا تھا کہ وہ فیصل آباد

پر۔" میں ہنس پڑا اور بولا۔

"میڈم خان میں جتنا بڑا سرمایہ دار ہوں اس کے بارے میں آپ بہت اچھی طرح جانتی ہیں۔"

"نہیں چیف آپ تو مستند ہیں اس سلسلے میں بھلا آپ کو کون چیلنج کر سکتا ہے۔"

"خیر چھوڑو" تو پھر وہ تعویذ تم مجھے کب پلا رہی ہو۔"

"پہلی فرصت میں چیف۔ یہ تعویذ میرے پاس موجود ہے۔" میڈم خان نے اپنے پرس سے ایک سفید رنگ کا تعویذ نکال کر میرے حوالے کرتے ہوئے کہا اور میں مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا پھر میں نے کہا۔

"در حقیقت ہمارے لئے سب سے مشکل چیز خود مٹھل شاہ ہے۔"

"نہیں چیف مٹھل شاہ کوئی مشکل چیز نہیں ہے میں انہیں اچھی طرح جانتی ہوں۔"

دراصل ایسے سمجھ لیں کہ ان کی زندگی سے کچھ ایسی کہانیاں وابستہ ہیں جنہوں نے انہیں

یہ شکل دی ہے۔ ہو سکتا ہے کسی مرحلے پر وہ کہانی ہمیں سنا دی جائے۔"

"تو پھر آپ نے اس سلسلے میں مقدس کریم سے کیا بات کی ہے۔؟"

"مقدس کریم نے مجھ سے یہی فرمائش کی ہے کہ میں جس قدر جلد ممکن ہو سکے یہ کام کر دوں اور اس کے بعد اس تعویذ کے اثرات دیکھوں۔ وہ خود بھی شاید حالات کے ہاتھوں بری طرح شکار ہو کر اس جانب متوجہ ہوا ہے ورنہ اچھا خاصا روشن خیال آدمی معلوم ہوتا ہے۔"

"تو اس کے اثرات کب تک نمایاں ہوں گے؟"

"اس کے سلسلے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا چیف۔ ظاہر ہے وہ پہلے مجھ سے ملاقات کرے گا۔ پھر آپ سے..... آپ اپنے معمولات جاری رکھیے اور جب بھی وہ آپ سے ملے یہ آپ کو علم ہے کہ اس کے ساتھ آپ کو کیا رویہ اختیار کرنا ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی تھی۔

بہر حال تعویذ مجھ تک پہنچ چکا تھا اب یہ دوسری بات ہے کہ مقدس کریم اس کے اثرات کا کب تک انتظار کر سکتا ہے۔ ویسے ظاہر ہے خود مجھے اس سلسلے میں کوئی جلدی نہیں تھی میری زندگی کے معمولات تو میری پسند کے مطابق ہی چل رہے تھے اور میں

در حقیقت اپنی اس زندگی کو نہایت ہنگامی کہہ سکتا تھا۔ کل ہی کی تو بات تھی جب وینس کی اس کوٹھی میں شہزادی کے ساتھ رہتا تھا اور ہمیشہ یہ بات محسوس کرتا تھا کہ شہزادی میری انوکھی ماں ہے جو کبھی بھی ماں کے فرائض پورے نہیں کرتی اس سے بہتر تو آنا ماں تھیں۔ جن کے سینے میں خدا نے نجانے کون سے جذبے میرے لئے پیدا کر دیئے تھے۔ غزنوی صاحب کا رویہ بھی کچھ انوکھا سا تھا میرے ساتھ وہ خصوصاً ہمیشہ سختی سے پیش آتے تھے نجانے کیوں حالانکہ گھر میں دوسرے ملازم بھی تھے غزنوی صاحب ایک سخت مزاج انسان ضرور تھے لیکن ان ملازموں کے ساتھ وہ ایسا سلوک نہیں کرتے تھے جیسا میرے ساتھ باقی لوگ اپنے اپنے رنگ میں مست تھے اور اس کے بعد میری فہرست میں نئے نئے لوگ شامل ہوئے۔ پیر بخش، الیاس بھائی، رستم خان اور اس کے بعد اب مٹھل شاہ، میڈم خان اور نجانے کون کون ان کرداروں میں سے ہر شخص کی اپنی ایک شخصیت تھی اور اگر اس شخصیت کے بارے میں غور کرنے بیٹھ جاتا تو نجانے کتنا وقت صرف ہو جاتا لیکن در حقیقت وقت ہی ایک ایسی انوکھی چیز ہے جس کی قیمت کوئی نہیں لگا سکتا۔ بہت سی باتیں سوچنے میں آئی تھیں۔ شاہد بھائی کا مسئلہ بھی میرے ذہن میں ٹھہرا اب تو بہت دن ہو گئے تھے ان پرانے کرداروں سے ملے ہوئے نازاں باجی اور الیاس بھائی کا معاملہ تو میرے ذہن میں ایک انوکھی حیثیت رکھتا تھا اور جب بھی ان کے بارے میں سوچتا دل میں عقیدت ابھر آتی تھی بہر طور اب ان لوگوں سے ملنا بھی کوئی ایسا مسئلہ نہیں تھا لیکن میں یہ بات کبھی نہیں بھول سکتا تھا کہ وہ جس نے رستم کو ٹیلیفون کیا تھا اور جو مجھے سڑکوں پر دیکھنے کا شائق تھا در حقیقت میری تاک میں لگا ہوا..... یہ دوسری بات ہے کہ اب وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا میرے اطراف مضبوط فیصل تعمیر ہو چکی تھی لیکن اس بات کے امکانات بھی تھے کہ وہ میری نگاہوں سے او جھل ہو جاتا۔ میرے راستے سے ہٹ جاتا اور اس طرح میرے وجود میں جو تشنگی باقی تھی وہ ہمیشہ یونہی کی یونہی رہ جاتی میں خود کو کبھی سکون نہیں دے سکتا تھا۔ کئی دن بعد خیال آیا کہ کسی سے ملاقات کی جائے اور اس سلسلے میں شاہد بھائی ہی سے ملنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ آصف خود ایک اچھا ڈرائیور تھا خاموش طبع اور بہت ہی پرسکون آدمی اس نے کبھی کوئی ایسی بات نہیں کی تھی جو میرے لئے باعث پریشانی ہوتی ویسے جس مزاج کا نوجوان نظر آتا تھا اسے دیکھتے ہوئے یہ اندازہ

اس کا لائق انسان ہوتا ہے۔" آصف نے جواب دیا اور میں پھر چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"میں سمجھا نہیں؟"

"یہ صفت ماں باپ خاندان کی طرف سے ودیعت ہوتی ہے صاحب۔"

"اپنے بارے میں کیا خیال ہے تمہارا۔"

"کوشش کرتا ہوں جس کا نمک کھاؤں اس کا وفادار رہوں۔"

"بس یہی پوچھنا تھا تم سے۔ یہی گفتگو کرنی تھی۔ آصف خاموشی سے اپنی جگہ سے

کھڑا ہو گیا اور بولا۔"

"میں جاؤں سر۔"

"ہاں جاؤ۔ میں نے جواب دیا اور پھر اس شام میں نے میڈم خان سے گفتگو کرتے ہوئے کہا۔"

"میڈم خان میں اپنے پرانے ساتھیوں میں کچھ دیر کے لئے جانا چاہتا ہوں۔ آپ کو

اعتراض تو نہیں۔"

میڈم خان ہنس پڑی اور بولی۔

"سرجی مجھے اور اعتراض کیسی باتیں کرتے ہیں آپ، لیکن احتیاط شرط ہے۔"

"ہاں آصف کو اپنی ساتھ لے جا رہا ہوں۔"

"آصف نور کو لیکن چیف کیا اس شکل میں؟"

"شکل بدل لی جائے گی۔ اس کے لئے کچھ عرصے کے بعد میں کچھ اور انتظامات بھی

کروں گا لیکن ابھی فی الحال نہیں۔" میڈم خان نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بہر طور اسی شام

تقریباً سات بجے میں تیار ہو کر آصف نور کے ساتھ باہر نکل آیا اور میں نے اسے اپنا

مطلوبہ پتہ بتا دیا کچھ دیر بعد شاہد بھائی کے پاس پہنچ گیا۔ گاڑی کچھ فاصلے پر ہی رکوئی اور

پیدل چلتا ہوا ان کے دفتر میں داخل ہو گیا۔ شاہد بھائی اب اچھے خاصے کاروباری بن گئے

تھے۔ اس وقت پیر بخش بھی وہاں موجود تھا مجھے دیکھ کر دونوں اچھل پڑے دو اور آدمی ان

کے ساتھ موجود تھے شاہد بھائی نے ان سے معذرت کرتے ہوئے کہا۔

"آپ لوگوں سے میں پھر بات کر لوں گا ذرا میں اپنے دوست سے بات کر لوں۔ وہ

ہوتا تھا کہ بہت ہی نفیس طبیعت کا مالک ہے اور اگر اسے کسی حد تک اپنا رازدار بنایا جائے تو کوئی حرج نہیں تھا میں نے فیصلہ کر لیا کہ آصف نور سے اس سلسلے میں گفتگو کروں گا۔ عموماً یہی ہوتا تھا کہ جب کہیں آنا جانا ہوتا تو آصف نور سے رابطہ ہو جاتا ورنہ وہ اپنے کام میں مصروف رہتا اور میں اپنے معمولات میں۔ اس صبح میں نے آصف نور کو طلب کیا تو وہ فوراً میرے پاس پہنچ گیا اور باادب انداز میں کھڑا ہو گیا۔

"بیٹھو آصف۔" میں نے اس سے کہا اور وہ ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

"میں نے تم سے ہی کہا ہے۔" میں نے دوبارہ کہا تو وہ جھجکتا ہوا سا صوفے پر بیٹھ

گیا تھا۔"

"تم اس قدر تھک کیوں رہے ہو۔" میں نے اس سے سوال کیا۔

"نہیں جناب ک..... کوئی بات نہیں بس ایسے ہی آپ کے سامنے بیٹھنا کچھ

عجیب سا لگتا ہے۔"

"دیکھو۔ میں تم سے کچھ ذاتی باتیں کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے نرم لہجے میں کہا اور

وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ میں نے پھر کہا۔

"آصف تمہارے اہل خاندان میں کون کون ہے۔"

"جی سر۔ ماں ہے دو چھوٹی بہنیں ہیں اور میں ہوں۔ باپ کا انتقال ہو چکا ہے۔"

"زندگی کے بارے میں کبھی کچھ سوچا ہے تم نے؟"

"میں نے سر یہی سوچا ہے کہ یہ بہت مشکل امتحان ہے اور مسلسل جاری رہتا

ہے۔"

"گڈ۔ ویری گڈ لیکن ہمت نہیں ہارنا چاہیے آصف۔ وقت بالا آخر ہماری ہمت

کے آگے گھٹنے ٹیک دیتا ہے اور ہمیں آگے بڑھنے کے لئے راستہ دے دیتا ہے۔" میں نے

کہا آصف خاموشی سے میری صورت دیکھتا رہا میں نے گردن ہلا کر کہا۔

"خیر چھوڑو یہ بتاؤ یہاں تم مطمئن ہو۔"

"جی جناب بہت زیادہ۔ آپ بہت مہربان انسان ہیں اور میں بڑی مسرت سے اپنی یہ

ذمہ داریاں پوری کر رہا ہوں۔"

"مالکوں سے وفاداری کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔"

دونوں چلے گئے شاہد بھائی نے مجھے سینے سے لگا لیا۔ پیر بخش بھی بہت خوش نظر آ رہا تھا اس نے سر سے پاؤں تک مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

”اڑے اڑے یار تیرے کو تو پر لگ گیا۔ میرے یار کیا کمال کا جان ہو گیا ہے تیرا۔“
”کہاں رہ گئے تھے اتنے دنوں فیصل نظر ہی نہیں آ رہے اب تو تم۔ ہم سب تمہیں یاد کر کے رہ جاتے ہیں تم نے فون پر گفتگو کا وعدہ بھی کیا تھا لیکن تمہیں یاد ہی نہیں آئی۔“

”بس یوں سمجھ لیجئے شاہد بھائی زندگی کی تعمیر کر رہا ہوں اور اس سلسلے میں ابھی گناہ ہی رہنا چاہتا ہوں۔“

”پتہ نہیں تم کب تک زندگی کی تعمیر کرو گے۔ بہر حال چھوڑو یہ بتاؤ کیا پلاؤں تمہیں۔“

”وہی دودھ پتی والی چائے۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور پیر بخش نے باہر چھلانگ لگا دی پھر اس کی گھن گرج سنائی دی تھی وہ دودھ پتی کی چائے لانے کے لئے کہہ رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ واپس آ گیا اور اس نے کہا۔

”ابھی تم نے سنا یار فیصل یہ اپنے شاہد بھائی کا ٹرک کا ایکسیڈنٹ ہو گیا۔“
”اس؟“ میں نے شاہد بھائی کو دیکھا۔

”ہاں۔ کافی گڑ بڑ ہو گئی ایک ٹرک بالکل تباہ ہو گیا اور انشورنس کمپنی ابھی اس کے سلسلے میں تحقیقات میں مصروف ہے کافی سامان وغیرہ بھی تھا اس میں۔“
”کوئی زخمی تو نہیں ہوا؟“

”نیا ڈرائیور زخمی ہو گیا۔ ان دنوں سخت الجھن میں ہوں۔“
”فکر نہ کریں شاہد بھائی کوئی الجھن ہو تو مجھے بھی بتائیے۔“

”کچھ پیسوں کی ضرورت پیش آ گئی ہے انتظام کر سکتے ہو؟“ شاہد بھائی نے سنجیدگی سے کہا۔

”کتنے پیسوں کی ضرورت ہے؟“

”دو لاکھ روپے کی۔“

”ہو جائے گا شاہد بھائی کل یہ پیسے آپ کے پاس پہنچ جائیں گے آپ فکر کیوں

”اگر یہ پیسے میرے پاس پہنچ جائیں تو بس یوں سمجھو میری فوری مشکل حل ہو جائے گی ورنہ ذرا سی الجھنیں برداشت کرنا پڑیں گی۔“

”معافی چاہتا ہوں کہ آپ سے رابطہ نہ رکھ سکا لیکن آج سے ایک وعدہ کر رہا ہوں ہفتے میں ایک بار ٹیلیفون پر گفتگو کیا کروں گا اور مہینے میں ایک بار ملاقات رہا کرے گی۔“

”اڑے یہ ہوانا بات مردوں والا۔ ابھی یار میرے کو بھی تم سے ایک مشورہ کرنا ہے فیصل۔ شادی مادی بنانے کا ارادہ ہے اور تمہارا مشورہ منگتا ہے۔“ پیر بخش نے کہا۔
”اڑے پیرو بھائی یہ تمہیں شادی کی کیا سوچھی؟“

”ابھی یار کمال کرتا پڑھا بڑھا ہو جائیں گا تو کیا ہمارا بچہ لوگ شادی کریں گا۔ ابھی تم سوچو عمر جا رہا ہے یہی ٹیم تو ہے جوانی کا شادی مادی کر لے گا تو دو چار بچہ بھی ہو جائیں گا ورنہ اکیلا ہی بڑھا کھانسا کھانسا مر جائیں گا۔“

”آپ کی شادی ضرور ہوگی پیرو بھائی۔ آپ اطمینان رکھیں۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اڑے اپنے کو اطمینان ہے اڑے اور پھر ادھر اپنا شاہد بھائی بس ابھی تھوڑا سا پریشان ہے وہ ٹرک کا ایکسیڈنٹ ہو جانے سے۔ پر ٹھیک ہے یار یہ تو زندگی کا کھیل ہے ابھی تم دو لاکھ روپیہ اگر شاہد بھائی کو دیں گا تو سارا فکر خلاص ہو جائیں گا۔“
”مجھے افسوس ہے شاہد بھائی کہ اس وقت میرے پاس یہ پیسے نہیں ہیں ورنہ میں ابھی آپ کے حوالے کر دیتا۔“

”کیسی باتیں کر رہے ہو فیصل۔“

”بہر حال کل یہ آپ تک پہنچ جائیں گے۔“

”تم نے یہ نہیں بتایا کہ تم رہ کہاں رہے ہو؟“

”یہ میں ابھی بتانا نہیں چاہتا۔“

”یار کب بتاؤ گے کبھی کبھی تم سے ملنے کو اتنا دل تڑپتا ہے کہ بتا نہیں سکتا۔“

”ابھی انتظار کرنا ہو گا شاہد بھائی ابھی انتظار کرنا ہو گا۔“

”اڑے یار ایک بات بولو فیصل ابھی ہم اگر شادی کا پروگرام بنالیں تو تم کو کدھر

تلاش کرے گا۔

”کہانا پیرو بھائی کہ ہفتے میں ایک بار ٹیلیفون ضرور کر لیا کروں گا۔“

”اپنا ٹیلیفون نمبر بھی نہیں دیں گا تم۔“ پیرو نے کہا۔

”ہاں مشکل ہے۔“ میں نے جواب دیا۔ شاید بھائی سے باقی گھر والوں کی خیریت

وغیرہ پوچھی اور اس کے بعد میں وہاں سے چلا آیا ان لوگوں سے ملاقات کر کے کافی اطمینان ہوا تھا دل میں نازاں باقی اور الیاس بھائی کا مسئلہ بھی تھا لیکن یہ کام آج نہیں کرنا چاہتا تھا سوچا تھا کہ اس دوران ان سے ضرور ملاقات کروں گا۔ آصف نور خاموشی سے واپس چل پڑا۔ شاید وہ اس بات پر بہت حیران تھا کہ جب میں پہلی بار اس ملک میں آیا ہوں تو مجھے شہر کی تفصیلات کا علم کیوں کر ہوا اسی لئے میں اس سے نوٹے ہوئے لہجے میں اردو بولتا تھا۔

”آصف کسی کو یہ بات معلوم نہیں ہونی چاہیے کہ میں یہاں آیا تھا۔“

”نہیں معلوم ہوگی سر۔“ آصف نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ زندگی کے معمولات

اسی انداز میں چلتے رہے۔ غالباً دو تین دن کے بعد ایک شام میڈم خان نے مجھ سے کہا۔

”آج رات مقدس کریم آپ کے پاس آرہا ہے چیف۔“

”ڈنر پر؟“

”نہیں چیف۔ ظاہر ہے میں سیکریٹری ہوں۔ آپ کی ہدایت کے بغیر کسی کو ڈنر پر

نہیں مدعو کر سکتی تھی۔ بس یوں سمجھ لیجئے کھانے کے بعد وہ پہنچے گا میں نے اس سے وعدہ

کر لیا ہے کہ میں اسے آپ سے ملا دوں گی۔ اس کے علاوہ میں نے اس سے یہ بھی کہا ہے

کہ میں نے آپ سے اس کا مختصر تعارف کرا دیا ہے اور وہ آپ سے ملے گا تو آپ کے

لئے اجنبی نہیں ہوگا۔“

”گڈ۔ بہت عمدہ جارہی ہیں میڈم خان۔“

”شکریہ چیف۔“ وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

مقدس کریم تقریباً نو بجے وہاں پہنچا تھا۔ میڈم خان نے اس کا استقبال کیا تھا۔ اسے

ڈرائنگ روم میں بٹھایا اور پھر میرے پاس آگئی تھی میں تھوڑی دیر کے بعد ڈرائنگ روم

میں داخل ہوا تو مقدس کریم نے بہت ہی متوجہانہ انداز میں میرا استقبال کیا تھا۔ میں نے

اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

”آپ سے مل کر بے حد خوشی ہوئی مسٹر مقدس کریم۔ میڈم نے مجھے مختصراً آپ

کے بارے میں بتایا تھا سنا ہے کہ آپ آٹوپارٹس کے سب سے بڑے یوپاری ہیں ہمارے

ملک میں۔“

مقدس کریم نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور صوفے پر بیٹھ گیا۔ میں نے میڈم خان

سے اس کے لئے چائے وغیرہ کا انتظام کرنے کو کہا تھا اور میڈم خان باہر نکل گئی تھی۔

”فرمائیے مقدس صاحب میرے لائق کوئی خدمت ہو تو بے دھڑک فرما دیجئے گا۔“

آپ کی آمد سے مجھے بے حد خوشی ہوئی ہے۔“

”آپ آج کلب وغیرہ نہیں گئے مسٹر دانش منصور۔“

”نہیں ان دنوں میں نے کلب جانا کچھ کم کر دیا ہے وجہ کچھ بھی نہیں ہے بس ذرا

ذہن پر تھوڑی سی اکٹاہٹ سوار ہے۔“

”ہاں مجھے میڈم خان نے بتایا تھا کہ آج آپ کا کلب جانے کا ارادہ نہیں ہے۔“

دراصل مسٹر دانش منصور صاحب کئی دن سے آپ سے ملنے پر غور کر رہا تھا مگر جس مسئلے

میں آپ سے ملنا چاہتا تھا اس کے لئے زبان کھولنے کی ہمت نہیں پڑتی تھی۔“

”آپ اگر مناسب سمجھیں اور کوئی بات مجھے بتانا چاہیں تو آپ یقین کیجئے کہ آپ

کی وہ بات ایک دوست کے پاس دوست کی امانت کے طور پر رہے گی کوئی پریشانی ہو اور

اس میں میرے لائق کوئی خدمت ہو تو بے دھڑک فرما دیجئے گا آپ کو کوئی تکلیف نہیں

ہوگی میری ذات سے۔“ مقدس کریم کے چہرے پر اداسی کے آثار نظر آنے لگے پھر اس

نے کہا۔

”دانش منصور صاحب یوں سمجھ لیجئے کہ اس وقت آپ کو میرے لئے ایک میچا کا

کردار ادا کرنا ہوگا۔“

”بہت بڑی بات کہہ رہے ہیں آپ میں تو ناچیز ہوں۔ بھلا کیا کر سکتا ہو؟“ میں نے

کہا۔ یہ تمام گفتگو انگریزی زبان میں ہو رہی تھی غالباً میڈم خان نے اسے بتا دیا تھا کہ میں

اردو نہیں جانتا ہوں۔ مقدس کریم نے کہا۔

”آپ نے میرا نام میڈم خان ہی کی زبانی سنا ہے یا کہیں اور سے یہ نام آپ کے

کانوں تک پہنچا۔

”میرا خیال ہے دوسرے لوگ بھی آپ کا تذکرہ کرتے رہے ہیں۔“

”کس حیثیت سے؟“

”بس ایک بیوپاری کی حیثیت سے آٹو پارٹس کے سب سے بڑے ڈیلر کی حیثیت سے۔“ میں نے جواب دیا۔

”ہاں اگر آپ کو میری یہ حیثیت معلوم ہو چکی ہے تو پھر اس کے بارے میں کچھ حقیقتیں میں آپ کو بھی بتانا چاہتا ہوں۔“

”جی۔ جی فرمائیے۔“

پھر اس نے وہی کہانی سنا ڈالی جو مجھے مشعل شاہ نے بتائی تھی۔ اس کی کہانی سن کر میں نے کہا۔

”اگر فرض کیجئے کریم صاحب میں آپ کی اس خواہش پر آپ کے ساتھ اس کام میں شریک ہو جاتا ہوں تو اس سلسلے میں ہماری پالیسی کیا رہے گی۔“

”خدا! آپ کو خوش رکھے آپ نے یہ جملہ کہہ کر میرا سینہ چوڑا کر دیا ہے۔ بس سمجھ لیجئے کہ پالیسی وہ ہوگی جو آپ پسند کریں گے۔ بات صرف اتنی سی نہیں ہے کہ وہ مال جو وصول نہ کر سکا تو میری عزت ختم ہو جانے کی بلکہ یہ بھی ہے کہ اگر وہ مال میں نے وصول نہ کیا تو میرے دوسرے تمام کاروبار بھی متاثر ہو جائیں گے اور ایک طرح سے مجھے دیوالیہ تصور کر لیا جائے گا کیونکہ مال کے سلسلے میں جو رقم ایڈوانس دی گئی ہے وہ بھی اتنی ہے کہ اگر مال مجھے نہ ملا اور وہ رقم ڈوب گئی تو سمجھ لیجئے کہ میرے سارے کاروبار ختم ہو گئے۔ ایک ایسی خوفناک الجھن میں پڑا ہوا ہوں بہر طور بات ہو رہی تھی آپ کے اور میرے درمیان کاروباری امور کی تو یوں سمجھ لیجئے دانش صاحب کہ اس سلسلے میں جو فیصلہ آپ کریں گے وہی میرا فیصلہ ہوگا۔ میں اس طرح آپ کی ہر وہ بات مان سکتا ہوں جو نہ ماننے کے قابل بھی ہو کیونکہ میرا دوسرا کاروبار متاثر ہونے سے بچ جائے گا۔ اس سلسلے میں مجھے اگر کچھ نہ ملا تو نہ سہی لیکن اگر آپ یہ پسند کریں کہ میں اس کام کو جاری رکھوں تو پھر براہ کرم ایسا کیجئے آپ کہ میرا تھوڑا سا کمیشن مقرر کر دیجئے۔ مقدس آٹوز کا نام استعمال ہوتا رہے گا اور سارا سرمایہ آپ کا ہوگا۔ بعد میں اگر آپ پسند کریں تو اس نام کو

بھی تبدیل کر دیں مجھے اعتراض نہیں ہوگا۔ میں نے پر خیال انداز میں گردن ہلائی اور بولا۔“

”تو پھر یوں سمجھ لیجئے کہ مقدس آٹوز کا پورا کاروبار اسی طرح جاری رہے گا آپ اس کے نگران رہیں گے آپ کا وہ اسٹاف جو اس سلسلے میں کام کر رہا ہے کرتا رہے گا اسٹاف اور دوسرے اخراجات نکالنے کے بعد بیس پر سنٹ منافع آپ کو دیا جاسکتا ہے باقی اسی پر سنٹ کے لیے میں سرمایہ کاری کر سکتا ہوں۔“ مقدس کریم کا منہ خوشی اور حیرت سے کھلا کا کھلا رہ گیا تھا پھر اس نے کہا۔

”ایک بات آپ کو بالکل ایمانداری سے بتا دوں دانش صاحب مجھے اس سے پہلے جو کمیشن ملتا رہا ہے وہ تقریباً پندرہ پر سنٹ ہوتا ہے۔ آپ نے بیس پر سنٹ کی پیشکش کر کے اول تو میرا پانچ پر سنٹ کمیشن بڑھا دیا نیز سب سے بڑی بات یہ کہ آپ میری عزت کو بچا رہے ہیں۔ میں اس وقت بھی آپ کو پیشکش کرتا ہوں کہ اگر مجھے پندرہ پر سنٹ بھی کمیشن دے دیں تو یہ میرے لئے انتہائی عزت کا باعث ہوگا۔ میں آپ کی اس پر خلوص پیشکش پر اور بروقت مدد پر پانچ پر سنٹ کمیشن کم کئے دیتا ہوں۔“ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی میں نے کہا۔

”اس پانچ پر سنٹ مزید کمیشن کے ساتھ مقدس صاحب آپ پورے تقدس کے ساتھ اپنے فرائض سرانجام دیں مجھے بیس پر سنٹ دینے پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا اور اس بات کے امکانات بھی ہیں کہ ہم اپنے کاروبار کو بہت زیادہ بڑھالیں۔ مقدس خوشی سے گلزار ہو گیا تھا۔ اس نے میرے قریب پہنچ کر میرے گھٹنے چھوتے ہوئے کہا۔“

”آپ نے۔ آپ نے مجھے ایک نئی زندگی دے دی ہے۔ آپ نے واقعی مجھے ایک نئی زندگی دے دی ہے۔“

”ٹھیک ہے مقدس صاحب آپ اطمینان سے تشریف رکھیے ہمارے اور آپ کے درمیان یہ بات زبانی طور پر طے ہو گئی اب آپ اس سلسلے میں جس طرح بھی چاہیں اور جس ذریعے سے بھی چاہیں اپنے کاغذات تیار کر لیجئے سرمایہ فوری طور پر آپ کو مہیا کر دیا جائے گا۔ آپ پورے اعتماد کے ساتھ وہ مال وصول کیجئے گا۔“ مقدس کریم کی آنکھیں نم ہو گئیں تھیں۔ بہر طور دیر تک وہ مجھ سے گفتگو کرتا رہا اور میں نے اسے تسلی دیتے

ہوئے کہا کہ وہ بالکل اطمینان رکھے جو وعدہ میں نے اس سے کیا ہے اب اس میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں ہے۔ پھر میں نے اس سے کہا۔

”آپ نے دوران گفتگو ابھی ایک نام لیا تھا؟“

”ہاں۔ رانا جہانگیر خان۔“ اس نے جواب دیا۔

”آپ چونکہ باہر سے آئے ہوئے ہیں ورنہ یہ نام آپ کے لئے اجنبی نہیں ہوتا۔

جہانگیر لمیٹڈ یہاں بہت بڑا نام ہے۔ اس کی دولت کے بارے میں کچھ بتانا بس یوں سمجھ لیجئے کہ بیکار ہی ہے آپ کسی سے بھی اس کے بارے میں معلوم کریں۔ وہ آپ کو اس کی حقیقت بتا دے گا چند ہی تو گئے چنے نام ہیں۔“

”ہوں۔ بہر حال ہم رانا جہانگیر سے کوئی مقابلہ تو نہیں کر سکتے بس اتنا کہا جاسکتا ہے کہ مقدس آٹوز کو کوئی نقصان پہنچانا اب ممکن نہیں ہوگا۔“

”رانا جہانگیر یہاں کاروں کا سب سے بڑا ڈیلر ہے اور بہت بڑا شو روم ہے اس کے علاوہ اور بھی بے شمار صنعتیں اور کارخانے وغیرہ لگائے ہیں یوں سمجھ لیجئے کہ مقدس آٹوز اس کے لئے تو کچھ بھی نہیں ہے۔“

”مقدس کریم بہت دیر تک مجھے رانا جہانگیر کے بارے میں تفصیلات بتاتا رہا اور میرا ذہن مٹھل شاہ کی گفتگو پر غور کرتا رہا گویا رانا جہانگیر وہ پہلا آدمی تھا جس کے سامنے مٹھل شاہ مجھے لانا چاہتا تھا۔ پھر مقدس کریم نے مجھ سے اجازت طلب کی اور میں نے میڈم خان کو طلب کر کے مقدس کریم کو اس کے حوالے کر دیا۔ میڈم خان اسے باہر تک چھوڑنے گئی تھی تھوڑی دیر کے بعد وہ واپس آئی تو اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ گویا شکار پوری طرح بے بس ہو چکا تھا۔“

”رات ساڑھے گیارہ بجے کے قریب مجھے مٹھل شاہ کا فون موصول ہوا اور میں اس کی آواز سنتے ہی بولا۔“

”میں اس وقت آپ کی شدید ضرورت محسوس کر رہا تھا۔“

”خیریت۔“

”وہ شاید آپ کے علم میں یہ بات آئی ہو کہ۔“ میں نے ابھی جملہ پورا نہیں کیا تھا

کہ مٹھل شاہ بولا۔

”ہے۔“

”کہ مقدس کریم تمہارے پاس پہنچ گیا ہے اور تم نے اس سے گفتگو بھی کر لی ہے۔“

”جی۔ شاہ صاحب دراصل میں اس گفتگو کے بارے میں آپ کو تفصیلات بتانا چاہتا تھا۔“

”نہیں۔ مائی ڈنیر منصور یہ مناسب نہیں ہے۔“

”میں سمجھا نہیں۔“ میں نے حیرانی سے کہا۔

”جو کچھ کرنا ہے تمہیں اپنے طور پر ہی کرنا ہے اسی کے لئے تو میں نے تمہیں تمام تیاریاں کرائی ہیں۔ تم سیاہ و سفید کے مالک ہو اور یہی تمہارا امتحان ہے کہ کہاں سے کس طرح گزرتے ہو۔“

”میری نا تجربہ کاری کوئی نقصان نہ اٹھا جائے۔“

”اگر تم یہ سارا سرمایہ ضائع کر دو تب بھی مجھے کوئی افسوس نہیں ہو گا لیکن میں جانتا ہوں کہ ایسا نہیں ہوگا۔ میں نے تمہیں جو تربیت دی ہے وہ اتنی کمزور نہیں ہے۔“ میں خاموش ہو گیا تو مٹھل شاہ پھر بولا۔

”بس یہی اطمینان دلانے کے لیے میں نے تمہیں اس وقت ٹیلیفون کیا تھا کہ جو کچھ بھی تم کرو گے اس پر مجھے ذرہ برابر اختلاف نہیں ہوگا اور اب بار بار یہ الفاظ تم سے نہیں کہوں گا آج کے بعد تمہیں ہدایت کا سلسلہ منقطع کیا جاتا ہے۔“

”نہیں مٹھل شاہ صاحب مجھے تو ہر لمحہ آپ کی ہدایت کی ضرورت ہے۔“

”میں جانتا ہوں کہ تم ذہنی طور پر کہاں تک پہنچ چکے ہو فیصل اس کے بعد میرے لئے اب یہ ضروری نہیں ہے تم اپنا کام کرو اور مجھے اپنا کام کرنے دو۔ خدا حافظ۔“

مٹھل شاہ نے فون بند کر دیا اور میں دیر تک ریسیور ہاتھ میں لئے اس کے الفاظ پر غور کرتا رہا۔ اس کے بعد اپنے کمرے میں آ گیا اور بستر پر لیٹ کر بہت دیر تک ان واقعات پر غور کرتا رہا۔ ہر طور میں اپنے آپ کو کسی بھی جگہ کمزور نہیں پارہا تھا زندگی میں اتنے سارے واقعات پیش آچکے تھے کہ مجھے کہیں بھی یکسانیت یا ضرورت کا احساس نہیں ہوتا تھا۔ شاہد بھائی کو میں نے دو لاکھ روپے بڑے اعتماد سے آصف نور کے ہاتھ روانہ کر دیئے اور آصف نور نے اس کی رسید لا کر میرے حوالے کر دی تھی۔ نازاں باجی بھی ان دنوں

بہت یاد آرہی تھیں لیکن فی الحال ان سے رابطہ منقطع رکھنا ہی ضروری تھا۔ کسی مناسب وقت پر میں ان تک جانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ بہر طور اس کے بعد مقدس کریم کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ایک ایڈووکیٹ کے ذریعے تمام معاملات طے ہوئے۔ میں نے اور میڈم خان نے بغور ان کا جائزہ لینے کے بعد ان پر دستخط کر دیئے۔ مقدس کریم ہر لمحے مجھے صورت حال سے آگاہ رکھ رہا تھا اور اس کے بعد میں نے اسے اس کی خواہش کے مطابق سرمایہ فراہم کر دیا جس کے ذریعے مقدس کریم نے وہ تمام کلیئرنس کرائی جو اس کے لیے ضروری تھیں۔ بہر طور یہ کاروبار اس نے اپنے طور پر شروع کر دیا مقدس آٹوز کے جتنے پوائنٹ تھے وہ تمام کے تمام اس سلمان سے جگ گئے جو اس نے منگوا یا تھا۔ میں مقدس کریم سے مسلسل رابطہ رکھ رہا تھا اور یہ معلوم کر رہا تھا کہ رانا جمائگیر پر اس بات کا کیا رد عمل ہوا۔ مقدس کریم نے مجھے بتایا تھا کہ ابھی تک کوئی رد عمل محسوس نہیں کیا گیا۔ البتہ کچھ ایسے شواہد ملے ہیں جنکے ذریعے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ میں نے یہ سرمایہ کہاں سے حاصل کیا۔ اس سلسلے میں مقدس کریم نے مجھے بتایا کہ چند بینکوں کے انفسروں نے اس سے گفتگو کی تھی اور انہی میں سے اس کے ایک دوست آفیسر نے بتایا تھا کہ رانا جمائگیر کی طرف سے یہ معلومات حاصل کی جا رہی ہیں کہ کیا مجھے بینکوں نے سرمایہ فراہم کیا ہے۔ بہر طور ادھر یہ اطلاع پہنچ چکی ہے کہ بینکوں نے مجھے کوئی قرض نہیں دیا۔ میں ان تمام معاملات میں بڑی دلچسپی محسوس کر رہا تھا۔ جلد یا بدیر یہ بات منظر عام پر آجائے گی کہ مقدس کریم کا رابطہ مجھ سے ہے اور اس کے بعد یقینی طور پر رانا جمائگیر کی نوازشوں کا نشانہ میں ہی بنوں گا۔ بہر طور میں اس کے لئے تیار تھا۔ اس دن دوپہر کا وقت تھا اور میں لنچ کے بعد آرام کرنے لیٹا تھا کہ ملازم نے بتایا کہ پڑوس کے کوئی صاحب مجھ سے ملنا چاہتے ہیں۔ پڑوس میں میری زیادہ لوگوں سے شناسائی نہیں ہوئی تھی جو صاحب مجھ سے ملنا چاہتے تھے۔ ان کے بارے میں میں یہ بات بخوبی جانتا تھا کہ ان کا تعلق یقیناً غزنوی صاحب کی کوٹھی سے ہو گا ہو سکتا ہے کہ وہ کامران غزنوی ہی ہوں بہر طور میں نے ان سے ملنے پر آمادگی کا اظہار کیا آج آنے والے تاثیر میاں اور رومانہ بیگم تھیں۔ میں نے رومانہ بیگم سے شناسائی کا اظہار کر کے تاثیر میاں کی طرف سوا لیہ نگاہوں سے دیکھا۔

”یہ تاثیر ہیں۔“ رومانہ بیگم نے تعارف کرایا۔

”آپ لوگوں سے مل کر خوشی ہوئی۔“

”آپ نے ہماری طرف کبھی رخ ہی نہیں کیا۔“ رومانہ نے کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے کہا۔

”مس رومانہ میرے لئے یہ سب کچھ بہت مشکل ہے اور اس کے لئے میں آپ سے معذرت چاہتا ہوں بس یوں سمجھ لیجئے کہ مصروفیات اس قدر رہتی ہیں کہ فرصت ہی نہیں ملتی۔“

”لیکن جناب آج آپ کو وقت نکالنا ہی ہو گا۔“

”کس سلسلے میں؟“ میں نے سوال کیا۔

”آج شام کی چائے پر آپ کو مدعو کیا جا رہا ہے اور یہ ذمہ داری میرے سپرد کی گئی ہے کہ میں آپ کو آنے کے لئے مجبور کر دوں۔“ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی پھر میں نے کہا۔

”اگر آپ کا حکم ہے تو ظاہر ہے میں آپ کا حکم ٹالنے کی جرات نہیں کر سکتا۔“

”بہت بہت شکریہ تو ساڑھے پانچ بجے ہم لوگ آپ کو لینے پہنچ جائیں۔“

”نہیں میرے لئے آپ کی کوٹھی تک پہنچنا مشکل نہیں ہو گا۔“ میں نے جواب دیا۔

”بے حد شکریہ اس دعوت کے قبول کرنے کا۔ ساڑھے پانچ بجے ہم آپ کا انتظار کریں گے۔“ رومانہ اور تاثیر میاں چلے گئے تو میں نے بڑی دلچسپی سے شام کے اس پروگرام کے بارے میں سوچا۔ میڈم خان سے مشورہ کرنا ضروری نہیں تھا۔ یہ میرا خالص ذاتی معاملہ تھا اور اسے میں اپنی ذات تک محدود رکھنا چاہتا تھا چنانچہ میں نے تیاریاں کیں اور اس وقت تقریباً پانچ بجے تھے جب میڈم خان میرے کمرے میں داخل ہوئیں۔ میری سچ دھج دیکھ کر وہ حیران رہ گئی تھیں۔ انہوں نے کہا۔

”کہیں جانے کا ارادہ ہے سر۔“

”ہاں پڑوس کی ایک کوٹھی میں مجھے شام کی چائے کی دعوت دی گئی ہے اور میں نے قبول کر لی ہے۔“

”اوہ آپ نے پڑوسیوں سے تعلقات کیسے بڑھالیے شاید یہ وہی لوگ ہوں گے

”و اس دن آئے تھے۔“

”ہاں وہی ہیں۔“

”آپ تنہا جائیں گے چیف یا مجھے بھی ساتھ جانا ہے۔“

”نہیں چونکہ دعوت مجھے دی گئی ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ میں تنہا ہی

جاؤں۔“

”بڑا اہتمام کیا ہے آپ نے۔ اس کی کوئی خاص وجہ ہے۔“

”نہیں کوئی خاص وجہ نہیں ہے۔“ میں نے سرد لہجے میں جواب دیا۔ البتہ ساڑھے

پانچ بجے اس کو بھی تک جاتے ہوئے میں نے آصف نور کو ضرور ساتھ لے لیا تھا۔ کار

کوٹھی کے بڑے گیٹ میں داخل ہو گئی اور میں نے سامنے کے وسیع و عریض برآمدے میں

غزنوی خاندان کو دیکھا جو میرے استقبال کے لئے جمع ہو گیا تھا۔ آنا ماں کو دیکھ کر میری

آنکھوں میں محبت پیدا ہوئی بہت عرصے کے بعد آنا ماں کی صورت دیکھنے کو ملی تھی۔ باقی

تمام لوگوں کے چہرے پر تجسس بھی میں دیکھ رہا تھا اس کو ٹھی سے میری زندگی کی خاصی

یادیں وابستہ تھیں اس لئے ان یادوں کو تو میں دل سے نہیں نکال سکتا تھا لیکن اپنے آپ

کو محتاط رکھنا اس وقت میرے لیے جتنا ضروری تھا شاید اس سے پہلے کبھی اتنا ضروری نہ

رہا ہو۔

آصف نور نے نیچے اتر کر دروازہ کھولا اور میں نیچے اتر آیا۔ سب سے پہلے کامران

اور رومانہ میرے استقبال کے لئے آگے بڑھے تھے۔ غزنوی صاحب سپاٹ نگاہوں سے

مجھے دیکھ رہے تھے آنا ماں کی آنکھوں میں وہی محبت ٹپک رہی تھی اور باقی لوگ حیرت اور

دلچسپی سے میری صورت دیکھ رہے تھے۔ سب سے پہلے غزنوی صاحب ہی نے آگے بڑھ

کر میرا استقبال کیا اور سرد لہجے میں بولے۔

”ہیلو۔“ میں نے سوالیہ نگاہوں سے کامران کی طرف دیکھا تو کامران نے کہا۔

”یہ ہمارے ڈیڈی ہیں۔“ میں نے گردن خم کی اور ان سے مصافحہ کیا۔ غزنوی

صاحب نے میرا ہاتھ ایک لمحے تک نہیں چھوڑا تھا۔ کامران البتہ دوسرے لوگوں سے میرا

تعارف کرانے لگا۔ تمام ہی لوگوں کو خصوصی طور پر جمع کیا گیا تھا اور سب ہی کی نگاہیں میرا

بغور جائزہ لے رہی تھیں ان میں بے یقینی پائی جاتی تھی۔ غزنوی صاحب نے کہا۔

”آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی مسٹر دانش منصور۔ میرے بیٹے کامران نے آپ کا تذکرہ بڑے اچھے انداز میں کیا تھا اور ہم سب اس بات کے متنی تھے کہ آپ سے جلد ملاقات کی جائے براہ کرم تشریف لائیے۔ ڈرائنگ روم کے بجائے ایک اور بڑے ہال میں میرے لئے اہتمام کیا گیا تھا۔ وسیع و عریض میز لگی ہوئی تھی اور اس کے گرد بہت خوبصورت کرسیاں جمی ہوئی تھیں۔ میرے لئے ایک کرسی گھسیٹی گئی اور اس کے بعد خاندان کا ایک ایک فرد کرسیوں پر بیٹھ گیا۔ غزنوی صاحب میرے بالکل سامنے بیٹھے تھے۔ غالباً اس بات پر ریسرچ کی جارہی تھی کہ میں ان کے گھر کے ایک ملازم کا ہتھل کیوں ہوں۔ انہوں نے کہا۔“

”یوں تو آپ ایک معزز پڑوسی کی حیثیت سے ہمارے لئے بے حد قابل احترام ہیں لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ آپ ایک ایسی شخصیت کے ہم شکل ہیں جو ہم سے غیر متوقع طور پر جدا ہو گئی ہے اور اس کے ہتھل ہونے کی وجہ سے ہماری آپ سے دلچسپی حد سے زیادہ بڑھ گئی ہے۔ براہ کرم اگر کوئی ایسی بات ہو جو اس بات سے تعلق رکھتی ہو تو آپ سے اسے اپنے ذہن پر بار نہ محسوس کریں۔“ غزنوی صاحب نے یہ گفتگو انگریزی ہی میں کی تھی۔

”جی ہاں کامران صاحب نے بھی اس سلسلے میں بتایا تھا کاش میں خود بھی اسے دیکھ سکتا ویسے مجھے اندازہ ہو رہا ہے کہ میرا وہ ہتھل آپ کو بہت عزیز تھا۔“ آنا ماں نے تڑپ کر کہا۔

”اس کے لئے ماضی کا صیغہ استعمال مت کر دو وہ ہمیں واقعی بہت عزیز ہے۔“ آنا ماں نے یہ الفاظ اردو میں ادا کئے تھے اور میں نے انہیں بخوبی سنا تھا لیکن میرے اعصاب مضبوط ترین تھے میں نے آنا ماں کی جانب گردن نہیں گھمائی تھی اور پر خیال انداز میں میز کی سطح دیکھ رہا تھا۔ یہ اندازہ مجھے بخوبی ہو رہا تھا کہ غزنوی صاحب نے ان الفاظ پر مجھے بہت گہری نگاہ سے دیکھا ہے پھر انہوں نے کہا۔

”ہاں یہی بات ہے ہم سب اس سے بہت محبت کرتے تھے۔“

میں نے ایک گہری سانس لی۔ غزنوی صاحب کے ان الفاظ پر بہت سے لوگوں کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ بہر طور میرے ہتھل کے بارے میں گفتگو ختم ہوئی

اور چائے کا دور چلنے لگا۔ اس پارٹی کے اہتمام کی وجہ میں جانتا تھا کامران نے گھر آکر جو کچھ کہا ہوگا اور اس سلسلے میں گھر میں جو بحث ہوئی ہوگی یہ دعوت اسی کا نتیجہ تھی۔ یہ متجسس لوگ اس بات کو ہضم نہیں کر پارہے تھے کہ ایک اتنا بڑا آدمی ان کے ایک ملازم کا مشکل ہو سکتا ہے خاص طور پر اس سلسلے میں بڑے غزنوی صاحب کی حالت زیادہ خراب تصور کی جاسکتی تھی۔ نجانے کیوں یہ شخص شروع ہی سے میرا مخالف تھا اور یہ بات ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آسکی تھی۔ بہر طور یہ میری فہرست میں درج تھا اور میں اپنی اس صفت کو بیان کرنے میں غار نہیں محسوس کرتا کہ میرے دل میں جس کسی کے لئے ایک بار کوئی داغ پڑ جائے تو میں اسے کبھی نہیں بھول پاتا یہ داغ ہمیشہ میرے سینے پر جلتا رہتا تھا اور یہ جلن مجھے اس بات پر آمادہ کرتی تھی کہ متعلقہ شخص کو ذہن میں رکھوں اور جب بھی موقع ملے اس سے اپنی توہین کا انتقام لوں۔ بڑے غزنوی صاحب کے لئے میرے دل میں ایسا کوئی جذبہ تو نہیں تھا لیکن وہی تجسس جو میری روح میں رہتا تھا غزنوی صاحب کے بارے میں تھا آخر اس گھر میں میری کیفیت عجیب کیوں تھی۔ چائے سے فارغ ہونے کے بعد آنا ماں نے کہا۔

ندیم

”تم بھی جب تمہیں فرصت ملے ضرور یہاں آجایا کرو اور میرا بھی کبھی جی چاہے گا تو تمہیں دیکھنے آجایا کروں گی۔ چاہے تم اس بات کا برا ہی کیوں نہ مانو۔“ بڑے غزنوی صاحب نے آنا ماں کو گھور کر دیکھا تھا لیکن آنا ماں ان کی جانب متوجہ نہیں تھیں۔ ان کی آنکھوں سے محبت پھوٹ رہی تھی کامران نے فوراً ان کے جملے کا انگریزی ترجمہ کر کے مجھے بتایا۔ یہ بزرگ خاتون ہمیشہ ہی میرے ذہن کے لئے ایک عجیب سا بوجھ بنی رہی تھیں اس کردار کو بھی میں سمجھ نہیں پایا تھا۔ بڑے غزنوی اکثر میرے سلسلے میں انہیں سرزنش کرتے تھے اور آنا ماں اس طرح چھپ چھپ کر میری دلجوئی کرتی تھیں جیسے انہیں مجھ سے دلی لگاؤ ہو۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”بزرگ خاتون آپ کی صورت میں مجھے نجانے کیا نظر آتا ہے میری دلی خواہش ہے کہ خصوصاً آپ کبھی کبھی ضرور مجھ سے مل لیا کریں۔“

”ضرور ملا کروں گی۔“ آنا ماں نے جواب دیا۔ غزنوی صاحب بولے۔

”اگر اب ہمیں اجازت ہو تو ہم بھی آپ کے ان چہیتے سے کچھ گفتگو کر لیں۔“

انداز طنزیہ سا تھا اور مخاطب آنا ماں تھیں۔ آنا ماں خوش ہو گئیں تو غزنوی صاحب بولے۔
”دانش صاحب نیروبی میں کتنے عرصے قیام کیا آپ نے؟“ میں سمجھ گیا کہ میرا انٹرویو شروع ہو گیا ہے۔

”یوں سمجھ لیجئے انکل کہ میں نے ہوش ہی وہیں سنبھالا۔ زندگی وہیں گزاری جب تک ڈیڈی زندہ تھے میں مختلف ممالک کی سیر کرتا رہتا تھا لیکن ڈیڈی کی موت کے بعد یہ سلسلہ منقطع ہو گیا اور میں نے وہاں اپنے آپ کو اتنا تنہا محسوس کیا کہ پھر وہاں رہ نہ سکا۔ رخ اپنے وطن کی جانب ہوا تھا اس کی کہانیاں بہت سن رکھی تھیں میں نے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ میرا وطن پاکستان دنیا کے بے شمار ملکوں سے زیادہ خوبصورت ہے۔“

”یقیناً“ یقیناً یہاں تو تم نے بہت سے دوست بنا لئے ہوں گے۔“

”جی ہاں بہت سے شناسا بن گئے ہیں اور اچھے لوگ ہیں۔“

”والد کا کیا نام تھا تمہارے؟“ غزنوی صاحب نے پوچھا۔

”احمد منصور۔“

”ہوں وہاں کہاں قیام تھا دراصل یہ سوال میں اس لئے کر رہا ہوں کہ میرے کچھ شناسا بھی نیروبی میں رہا کرتے تھے۔“

”میرا گھرنیو ایرلائن ایک سواٹھارہ نیروبی میں تھا۔“

”بہت خوب۔“ غزنوی صاحب نے گویا سلسلہ گفتگو ختم کر دیا تھا اس کے بعد کامران رومانہ اور دوسری خواتین نے مجھ سے گفتگو شروع کر دی۔ بڑے غزنوی صاحب اٹھ کر چلے گئے تھے۔ آنا ماں کو بھی انہوں نے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا تھا اور میں اچھی طرح محسوس کر رہا تھا کہ بیچاری آنا ماں کو آج بھی اسی کیفیت سے گزرنا ہوگا جس کیفیت سے وہ ہمیشہ مجھ سے الفت کا اظہار کر کے گزرا کرتی تھیں۔ کچھ دیر کے بعد میں نے کامران غزنوی سے اجازت طلب کر لی اور پھر میری کار اس عمارت سے باہر نکل آئی میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

آج کی اس دلچسپ ملاقات سے مجھے بہت لطف آیا تھا۔

میری پسند کے یہ لمحات گزر گئے اور شب و روز کی کہانی اسی انداز میں جاری رہی۔

ہے۔

مقدس کریم کا کاروبار بڑی عمدگی سے چک رہا تھا اور اب اس پروگرام کا آغاز ہو گیا تھا جو مٹھل شاہ کی ہدایت کے مطابق قدم بہ قدم آگے بڑھ رہا تھا۔ مقدس آٹوز کی سلاک بحال ہو گئی تھی اور اس کے بعد مٹھل شاہ سے میری ایک میٹنگ ہوئی اور میں نے مقدس آٹوز کے سلسلے میں اسے اپنی کارروائیوں سے آگاہ کیا۔ مٹھل شاہ نے کہا۔

”اور اب تم مقدس کار امپوریم بھی بنوادو۔“

”میں سمجھا نہیں شاہ صاحب؟“

”ہمارے پروگرام کا دوسرا مرحلہ یہی تو ہے۔ مقدس آٹوز اپنی جگہ کام کرتا رہے اور اس کے بعد کاروں کی درآمد شروع ہو جائے۔ کاریں درآمد کرنے کے سلسلے میں میں نے تمہیں بتایا تھا کہ وہ بڑی پارٹی جس سے اب تم بھی واقف ہو گئے ہو کاروں کی سب سے بڑی امپورٹر ہے اور اس کے آگے کسی کا چراغ نہیں جلتا۔ تم ایک جگہ کا تعین کر کے ایک کار امپوریم بنوادو اور اس کے بعد نہایت اعلیٰ پیمانے پر مقدس آٹوز کے ذریعے کاروں کا کاروبار بھی شروع کردو۔ میں اس سلسلے میں تمہیں دو بہترین آدمی دوں گا جو تمہارے معاون ہوں گے یہ لوگ بھی میرا ہی نام لے کر تمہارے پاس پہنچیں گے مگر اس کے لئے تمہیں مجھ سے رجوع کرنا ہوگا۔“ میں نے مسکراتی نگاہوں سے مٹھل شاہ کو دیکھا اور بولا:

”براہ کرم اس کی تفصیل بھی سمجھا دیں مٹھل شاہ صاحب۔“

”مطلب یہ کہ ایک آدھ تعویذ ہمارا تم بھی لے لیا کرو کیا حرج ہے؟“

”یعنی آستانے پر حاضری دوں۔“

”دینا چاہیے اب وہ وقت آگیا ہے جب تم آستانے پر حاضری دو۔“ مٹھل شاہ نے کہا اور میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔

”یقیناً“ میں وہاں حاضری دوں گا شاہ صاحب۔“

”ایک غیر ملکی آدمی اگر مجھ سے عقیدت کا اظہار کرے تو یوں سمجھ لو کہ بہت سوں کے راستے کھل جائیں گے۔ سمجھ رہے ہو نا میری بات۔“

دوسرے روز میں نے آستانے پر جانے کا فیصلہ کیا۔

آصف مجھے لانڈھی لے گیا اور مٹھل شاہ کے آستانے سے کچھ فاصلے پر میں نے اپنی

میڈم خان نے مجھے بتایا کہ روزی کے والد کا آپریشن کامیاب ہو گیا ہے اور ان کی آنکھوں کی روشنی واپس آگئی ہے۔“

”گڈ۔ یہ ایک اچھی خبر ہے میڈم خان۔ ہمیں اسپتال جا کر ان سے ملنا چاہیے۔“

”جیسا آپ پسند کریں جناب۔“ میڈم خان نے جواب دیا۔

روزی کا پورا خاندان اسپتال میں موجود تھا اور روزی خوشی سے دیوانی ہو رہی تھی۔ اس نے پر مسرت انداز میں مجھ سے کہا۔

”سر میرے باپ کی آنکھیں ٹھیک ہو گئی ہیں۔“

”میری طرف سے پر خلوص مبارکباد قبول کرو روزی۔“

”آپ نے..... آپ نے ہمارے پورے خاندان پر احسان کیا ہے دانش صاحب۔“ روزی کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔ میں مسٹر جیکسن سے ملا شاید روزی نے میرے تعاون کے سلسلے میں ساری تفصیلات بتادی تھیں وہ کہنے لگے۔

”مسٹر دانش آپ نے میری دنیا روشن کی ہے میں آپ کو صرف یہی دعا دے سکتا ہوں کہ خداوند آپ کو ہمیشہ ہمیشہ روشن رکھے۔“ روزی نے مجھ سے کہا۔

”سزا ب میرے لئے کیا حکم ہے۔ ایک ہفتے کے بعد ڈیڈی کو یہاں سے اجازت مل جائے گی کیا میں انہیں سیالکوٹ روانہ کردوں۔“ میں نے چونک کر روزی کو دیکھا اور پھر کہا۔

”تم کیا چاہتی ہو روزی؟“

”اگر آپ اجازت دیں تو ان لوگوں کے لئے یہیں کوئی مناسب بندوبست کردوں۔ میرا خیال ہے ہم کوئی چھوٹی موٹی سی جگہ کرائے پر حاصل کر لیں گے۔ ظاہر ہے وہ جگہ ہمارے لحاظ سے بہت قیمتی ہے اور ہم وہاں نہیں رہ سکتے لیکن یہاں ہم سب کچھ نہ کچھ کریں گے میں تو آپ کی خادمہ ہوں ہی میرے ڈیڈی بھی اب کچھ نہ کچھ ضرور شروع کر دیں گے اور ہم باآسانی اپنا گزارہ کر لیں گے میں آپ پر اور کوئی وزن نہیں ڈالوں گی۔“ میں نے روزی کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے روزی ابھی تو ایک ہفتہ باقی ہے تمہاری یہ بات میرے کانوں تک پہنچ گئی کہ تم ان لوگوں کو یہیں رکھنا چاہتی ہو اب دیکھیں گے کہ اس سلسلے میں کیا کیا جاسکتا

گاڑی رکوالی اس کے بعد پیدل چلتا ہوا آستانے میں داخل ہو گیا یہ جگہ میرے لئے اچھی نہیں تھی ویسے میں نے اور بھی بہت سی گاڑیاں دیکھی تھیں جو ادھر ادھر کھڑی ہوتی تھیں۔ آستانے کے اطراف میں رہنے والے مٹھل شاہ صاحب کے عقیدت مند تھے۔ مٹھل شاہ مجھے دیکھ کر مسکرائے اور بولے:

”آؤ میرے ساتھ۔“ میں مٹھل شاہ کے آستانے کے عقبی حصے میں بنے ہوئے کمرے میں پہنچ گیا جو مٹھل شاہ کا حجرہ تھا۔ مٹھل شاہ نے مجھے دیکھ کر ہنستے ہوئے کہا: ”کو فیصل میاں، کیسا پارہے ہو اس زندگی کو؟“

”بس ٹھیک ہے، یوں سمجھ لیجئے کہ اس وقت انسان اس سطح پر ہے، حقیقتوں کو کوئی تسلیم نہیں کرتا اپنی برائیاں چھپانے کے لئے توہمات کا سہارا لیا جاتا ہے۔“ مٹھل شاہ نے ہنستے ہوئے کہا۔

”ہاں یہی ہو رہا ہے شاید تمہیں اس بات پر یقین نہ آئے کہ میں تو جس پیمانے پر کام کر رہا ہوں وہ الگ ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ میں نے انہی لوگوں سے بہت کچھ کمایا ہے اور بھی کچھ ذرائع رہے ہیں میرے لیکن بے شمار افراد اس ذریعہ معاش کو اپنا گئے ہوئے ہیں اور لوگوں کی اس کیفیت سے فائدہ اٹھاتے ہیں ان میں بعض ایسے ہیں جن کے کردار بھی گھناؤنے ہیں اور وہ عام حالات سے ہٹ کر اپنی نلپاک خواہشات کی تسکین بھی کر لیا کرتے ہیں۔ بہر طور یہ انسان کی کمزوری ہے اس کے بارے میں کیا کہا جاسکتا ہے۔“

”اس میں کوئی شک نہیں ہے میں دیکھ رہا ہوں۔“

”تم آگئے بہت اچھا کیا میں سمجھتا ہوں اس طرح تمہاری زندگی میں ایک تبدیلی بھی ہوگی، ادھر جیم خانوں اور نائٹ کلبوں میں تم ان بے شمار بڑے لوگوں کو دیکھتے ہو جو بے پناہ دولت مند ہیں اور اپنی دولت کے بل پر انسان کو انسان نہیں سمجھتے اور دوسری طرف یہی تمام دولت مند حلیہ بدل کر یہاں آستانے پر آتے ہیں۔ سر پر رومال باندھ کر بیٹھ جاتے ہیں اور بڑی عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ دوہری شخصیت نبھانے کیوں ان لوگوں کی فطرت میں شامل ہو گئی ہے لیکن ہر شخص کہیں نہ کہیں ضرور دھوکہ کھاتا ہے یہ اپنے آپ کو بھی دتو کہ دیتے ہیں اور اپنے اطراف میں پھیلے ہوئے لوگوں کو بھی اور یہاں یہ

دھوکہ کھانے کے لئے آتے ہیں۔ میں نے کچھ دن مخصوص کر رکھے ہیں فیصل، تم ایسا کرو بدھ کی ہشام کو ضرور آجانا، بدھ کی شام خصوصی طور پر ان لوگوں کے لئے وقف ہوتی ہے جو میرے کام کے آدمی ہوتے ہیں اور اس دن نشست کا انداز بدلا ہوا ہوتا ہے۔“

”بہتر ہے شاہ صاحب میں بدھ کو حاضر ہو جاؤں گا۔“

”ہاں بدھ کو آنا، بدھ کو میرے کچھ خاص آدمی بھی آتے ہیں تمہارا ان سب سے تعارف کراؤں گا، ویسے یہ جو آستانہ دیکھ رہے ہو ناقص بڑا جدید اور سائنٹیفک ہے۔ یہاں ایسی بہت سے چیزیں موجود ہیں جو اس آستانے کا وقار بحال رکھنے میں معاون ہوتی ہیں۔“

”یار فیصل ایک بات بتاؤ، دیکھو میرے درمیان اتنا ربط و ضبط قائم ہو گیا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اب ایسی کوئی بھی بات نہیں ہے جو کم از کم تم سے پوشیدہ ہو لیکن تمہارا ماضی اب تک میری نگاہوں سے اوجھل ہے، تمہاری اپنی کیفیت کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم ہو سکا۔ نبھانے کیوں بار بار دل چاہتا ہے کہ تم سے تمہاری کہانی سنوں۔“

”مٹھل شاہ صاحب میری کہانی ہی کیا ہے، میں نے شاید آپ سے یہ عرض کیا تھا کہ وینس کی ایک کوٹھی کے ایک کوارٹر میں میں نے آنکھ کھولی تھی۔ ہوش سنبھالا تھا، میری ماں شہزادی نامی ایک عورت تھی باپ موجود نہیں تھا لیکن شہزادی کا میرے ساتھ رویہ ماؤں جیسا نہیں تھا یا پھر ہو سکتا ہے اس کی فطرت ہی میں ممتاز ہو، بہر طور شہزادی نوجوان عورت تھی ایک دن وہ مجھے اس کوارٹر میں چھوڑ کر چلی گئی۔ میرے لئے یہ راستہ موجود تھا کہ میں اس کوٹھی میں نوکروں کی حیثیت سے کام کرتا رہوں لیکن شہزادی کے وہاں سے چلے جانے کے بعد میرا دل بھی نہ لگا اور میں نے خاموشی سے وہ کوٹھی چھوڑ دی۔ بسوں اور گاڑیوں کو دھوتا رہا اوپر پھر مختلف واقعات پیش آئے۔ چند لوگوں نے محبت کی، مدد کی تھوڑا بہت پڑھ لکھ بھی گیا اسی انداز میں زندگی گزار رہا تھا کہ بالا آخر آپ سے رابطہ قائم ہو گیا۔“ مٹھل شاہ رخسار کھجالتے ہوئے کچھ سوچنے لگا پھر بولا:

”میرا تجربہ یہاں آکر غلط ثابت ہوتا جا رہا ہے فیصل۔“

”کیسا تجربہ مٹھل شاہ صاحب؟“

”بھئی وقت کی کہانی یہ ہے کہ انسان میں کچھ جراثیم غفلت ہوتے ہیں اور وہ یہی طور پر ایک اہمیت رکھتے ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ کوئی غریب بچہ بلندیوں تک نہیں پہنچا ایسی بھی لاکھوں مثالیں ہیں لیکن عموماً جو تجزیہ ہوا ہے وہ یہی ہے کہ کسی کا پس منظر ہی ایسا ہوتا ہے جو اسے روشنی اور ذہانت بخشتا ہے۔ میرا مطلب ہے کہ میں تمہارے بارے میں صرف یہ سوچتا ہوں کہ تم یقیناً کسی ایسے خاندان کے چشمہ و چراغ ہو جو ذہانت اور عقل میں بے مثال ہو گا لیکن تم اس کی نفی کرتے ہو۔ بہر حال ٹھیک ہے یہ بتاؤ زندگی میں کوئی خلا تو نہیں محسوس کرتے؟“

”محسوس کرتا ہوں مٹھل شاہ صاحب۔“ میں نے جواب دیا اور مٹھل شاہ چونک

پڑا۔

”کیا مطلب؟“

”مجھے رکی رکی زندگی پسند نہیں میں تو زندگی میں ہنگامے چاہتا ہوں وہ سب کچھ چاہتا ہوں جس میں زندگی کی روانی محسوس ہو۔“

”تو جو کچھ تم کر رہے ہو اس میں روانی نہیں ہے؟“

”نہیں لیکن انداز بڑا ست ہے میرا مطلب ہے کہ میری جسمانی مشقتیں تو بالکل دب کر رہ گئی ہیں۔“ مٹھل شاہ پر خیال انداز میں گردن ہلاتا رہا پھر بولا:

”میں دراصل چاہتا نہیں ہوں کہ تمہیں جسمانی مشقت نہ کرنا پڑے ابھی اس کا

وقت نہیں آیا ہے ہو سکتا ہے کہ آنے والے وقت میں تمہارے لئے بہت سے خطرات

پھیل جائیں اور تمہیں ان خطرات سے بہر طور نمٹنا ہوگا۔ اپنے آپ کو اس کے لئے تیار

ضرور رکھو لیکن یہ مناسب نہیں ہے کہ فوری طور پر کچھ ہنگامہ خیزیاں کرنے پر آمادہ ہو

جاؤ۔ تمہاری پروکار شخصیت کو بنانے میں ہمیں جتنی محنت کرنا پڑی ہے تمہیں خود اس کا

اندازہ ہوگا۔ میرا خیال ہے تم پس پردہ رہ کر ذور ہلاتے رہو اسی طرح کام بن سکتا ہے۔

میں نے تم سے ایک بات کہی تھی ناں کہ ہو سکتا ہے کہ کچھ لوگ تمہاری زندگی کے درپے

ہو جائیں ظاہر ہے ابھی تو ان کے کاروباری نقصانات کا آغاز ہوا ہے اور وہ اس کوشش

میں لگے ہوئے ہیں کہ معلومات حاصل کریں کہ تم درحقیقت کون ہو بعد میں جب انہیں

تمہاری شخصیت کا پتہ چل جائے گا تو وہ ہر طرح سے تم سے نمٹنے کی کوشش کریں گے بس

یوں کچھ لو وہاں سے تمہاری جسمانی تحریک کا آغاز ہو جائے گا تھوڑا سا انتظار کرنے میں کوئی ہرج نہیں ہے۔“

”ہاں شاہ صاحب تھوڑا سا انتظار کرنے میں واقعی کوئی حرج نہیں ہے۔“ مٹھل شاہ دیر تک مجھ سے گفتگو کرتا رہا اور پھر میں نے اس سے اجازت طلب کر لی۔

آصف کے ساتھ میں جب وہاں سے واپس پلٹا تو وہ کچھ خاموش خاموش سا تھا ویسے وہ ایک دو باتیں کر لیا کرتا تھا لیکن میں نے اس وقت اسے خاموش ہی پایا تھا کچھ دور جانے کے بعد میں نے اس سے کہا۔

”خیریت آصف تم کچھ الجھے ہوئے سے ہو؟“

”نہیں چیف ایسی کوئی خاص بات نہیں ہے۔“

”گویا بات ہے۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”نہیں چیف واقعی آپ یقین کر لیں بس کچھ احمقانہ سوچیں بعض اوقات ذہن تک پہنچ جاتی ہیں۔“

”اس وقت کونسی احمقانہ سوچ تمہارے ذہن تک پہنچی ہے؟“ میں نے سوال کیا۔

”چیف میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ آپ بھی ایسے کسی مسئلے میں دلچسپی لے سکتے ہیں۔“

”کیسے مسئلے میں؟“

”میرا مطلب ہے ان نام نہاد درویشوں اور پیروں کے چکر میں۔“

”ہاں آصف بعض اوقات ایسے معاملات میں دلچسپی لینا پڑتی ہے۔“

”ٹھیک ہے چیف آپ ہر معاملے کو مجھ سے زیادہ بہتر سمجھتے ہیں لیکن یہ لوگ یہ

لوگ نجانے کیوں میرا ذہن کبھی ان کی جانب راغب نہیں ہوتا۔“ میں مسکرا کر خاموش

ہو گیا تھا۔ یہ آصف کی محبت تھی کہ وہ مجھے ایسے کسی جال میں پھنسنے سے بچانا چاہتا تھا لیکن

وہ پیچھا کیا جانتا تھا کہ میرا کیا معاملہ ہے۔

کوٹھی واپس آگیا اور اس کے بعد معمولات وہی رہے۔ جیم خانہ پہنچا اور جمال

آراء بیگم سے ملاقات ہوئی تو شکایتی انداز میں بولی۔

”اب یوں لگتا ہے مسٹر دانش کہ آپ کے مشاغل کچھ پھیل گئے ہیں۔“

”جی میں سمجھا نہیں جمال آراء بیگم۔“

”میرا مطلب ہے جیم خانے میں آپ بہت کم نظر آتے ہیں۔“

”ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے اب بہت عرصہ ہو گیا اس ملک میں واپس آئے ہوئے کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی پڑے گا۔“ جمال آراء عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی پھر بولی:

”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ دولت مند کس انداز میں سوچتے ہیں؟“

”اگر آپ کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی تو آپ یہ سوال اپنے آپ سے کر لیں جمال آراء بیگم۔“

”اپنے آپ سے؟“ جمال آراء نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہاں یقیناً“ اپنے آپ سے، آپ خود بھی تو ایک سرمایہ دار ہیں۔“ جواب میں جمال آراء مسکرانے لگی پھر بولی۔

”نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے، ہم ان لوگوں میں سے ہیں جو بڑے لوگوں کا قرب حاصل کر کے اپنے آپ کو بھی بڑا سمجھنے لگتے ہیں حالانکہ اس برائی کو قائم رکھنے کے لئے ہمیں جڑی مشکلات کا سامنا کرنا ہوتا ہے۔“

”آپ اکی یہ صاف گوئی بہت خوب ہے جہاں آراء بیگم مجھے پسند آئی۔“

”نہیں یہ ایک سچائی بھی ہے بہر حال آتے رہا کریں آپ نے مجھے کمیشن ایجنٹ بنانے کا وعدہ کیا تھا مسٹر دانش لیکن ابھی تک سب کچھ جوں کا توں پڑا ہے۔“

”آپ کوئی ایسا مسئلہ میرے سامنے لائیے جس میں میرے مقصد کی بات بھی ہو تو آپ دیکھ لیجئے کہ میں آپ سے بھرپور تعاون کروں گا“ ویسے ایک پیشکش ضرور کر سکتا ہوں۔“

”کیا؟“

”میرے لائق اگر کبھی کوئی خدمت ہو تو اس میں آپ تکلف نہ کریں۔“

”سوچ لیجئے کہیں آپ یہ نہ سمجھیں کہ میں آپ کی دوستی سے ناجائز فائدہ اٹھانا چاہتی ہوں۔“

”نہیں جمال آراء بیگم آپ نے خود بھی میرے ساتھ ایک اچھا سلوک کیا ہے اور

By Muhammad Nadeem

میں دوستوں کے کہنے پر بھی انحراف نہیں کرتا۔“

”تو بس یوں سمجھ لیجئے کہ مجھے پچیس لاکھ روپے کی اشد ضرورت ہے اور یہ پچیس

لاکھ روپے میں آپ کو واپس کروں گی لیکن کچھ عرصے کے بعد۔“

”میں آپ کو پچیس لاکھ روپے کا چیک کل پیش کر دوں گا یا اگر آپ مناسب خیال فرمائیں تو کوئی پنچ جائیں۔“

”کس وقت؟“

”کل دن میں کسی بھی وقت بینک ٹائم میں۔“ میں نے جواب دیا اور جمال آراء

بیگم کچھ حیران سی ہو گئیں، انہوں نے کہا

”آپ بغیر کسی ضمانت کے مجھے اتنی بڑی رقم دے دیں گے دانش صاحب؟“

”ہاں جمال آراء بیگم میں آپ کو بغیر کسی ضمانت کے یہ رقم دے دوں گا۔“ جمال

آراء بیگم نے کوئی جواب نہیں دیا اور خاموش ہو گئیں پھر کافی دیر تک ہمارے درمیان

مفتگو ہوتی رہی اور اس کے بعد میں واپس آگیا میں نے یہ سب کچھ کر تو لیا تھا لیکن ایک

ہلکا سا خیال یہ بھی تھا میرے ذہن میں کہ مٹھل شاہ سے کم از کم اس موضوع پر بات ضرور

کر لی جائے۔

جمال آراء بیگم کے بارے میں یہ اندازہ مجھے تھا کہ وہ کام کی خاتون ہیں لیکن پچیس

لاکھ رقم معمولی نہیں ہوتی یہ رقم تو میں شاہد کو بھی نہیں دے سکتا تھا چنانچہ واپس آنے

کے بعد میں نے مٹھل شاہ کو فون کیا اور اتفاق کی بات یہ کہ مٹھل شاہ صاحب سے ملاقات

بھی ہو گئی میری آواز پہچان کر انہوں نے حیران لہجے میں کہا۔

”خیریت دانش۔“

”بالکل خیریت ہے بس ایک تھوڑی سی بات کرنی تھی آپ سے۔“

”ہاں ہاں کہو۔“ مٹھل شاہ صاحب نے کہا۔

”کلب گیا تھا آج۔“

”ہوں پھر؟“

”جمال آراء بیگم وہاں ایک معزز خاتون کی حیثیت سے مشہور ہیں۔“

”میں جانتا ہوں۔“ مٹھل شاہ صاحب نے جواب دیا۔

”انہوں نے مجھ سے پچیس لاکھ روپے مانگے ہیں اور میں نے ان سے وعدہ کر لیا تھا۔“

”ہے کہ کل اس رقم کا چیک انہیں ادا کر دیا جائے گا۔“

”ٹھیک پھر؟“ مٹھل نے پوچھا۔

”میرا مطلب ہے بس وہ..... حالانکہ.....“

”کچھ جھجک رہے ہو۔“

”جی ہاں پتا نہیں یہ آپ کی مرضی کے مطابق ہو یا نہ ہو میرا مطلب ہے بڑی رقم ہے اور اور..... اس کا کوئی خاص فائدہ بھی نہیں ہے۔“

”نہیں دانش اس کا خاص فائدہ ہے، غالباً تم اس فائدے پر غور نہیں کر رہے“

پچیس لاکھ روپے کی رقم تم کسی خاتون کو اس کے طلب کرنے پر دے رہے ہو اس کی پلٹی بکتی ہوگی۔ ہمارا ایک پلٹی بجٹ بھی ہونا چاہیے اور اس بجٹ سے ہمیں بڑے فائدے حاصل ہوں گے سمجھ رہے ہونا میری بات۔“

”انہوں نے کہا ہے کہ وہ کچھ عرصے کے بعد یہ رقم واپس کر دیں گی۔“

”بالکل بے دھڑک انہیں یہ رقم دے دو اور میری پوری بات سنو ایسا تمہیں کرتے رہنا چاہیے۔ یہی چیز تمہاری شہرت کو چار چاند لگائے گی ہم قرض دے کر وصول بھی کر سکتے ہیں لیکن اتنی بڑی رقم قرض دینے کا مطلب جانتے ہو کہ ہمیں کتنی بڑی پلٹی ملے گی، میرے خیال میں ایسے کسی مسئلے پر تم کبھی نہ الجھا کرو۔“

”بہت بہت شکریہ مٹھل شاہ صاحب۔“

”اس میں شکریہ کی کوئی بات ہی نہیں ہے میں نے تم سے پہلے بھی کہہ دیا ہے کہ اب یہ معاملات تم خود ہی دیکھ لیا کرو اور مجھ سے اس موضوع پر گفتگو کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔“

”میں نے مطمئن ہو کر ٹیلیفون بند کر دیا تھا۔ دوسرے دن صبح تقریباً ساڑھے دس بجے جمال آراء بیگم کی آمد کی اطلاع ملی۔ میں ان کے لئے چیک لکھ کر تیار کر چکا تھا مٹھل شاہ سے اجازت ملنے کے بعد مجھے جمال آراء کے سلسلے میں کوئی پریشانی لاحق نہیں رہی تھی۔ میں نے جمال آراء بیگم کا استقبال ڈرائنگ روم میں کیا۔ ان کے چہرے پر اس وقت بھی غیر یقینی کے تاثرات تھے تاہم میں نے نہایت خوش اخلاقی سے انہیں خوش آمدید کہا

”تم بھی کیا سوچتے ہو گئے دانش منصور کہ تھوڑی سی دوستی جتنائی اور اس کے بعد اتنی بڑی رقم کا مطالبہ کر بیٹھی۔“

”جمال آراء بیگم آپ نجانے کس انداز میں سوچ رہی ہیں۔ دوستوں کی دوستیاں بڑی قیمتی ہوتی ہیں رقم بھلا کیا حیثیت رکھتی ہے۔“

”دوستی کے لئے پچیس لاکھ روپے بہت بڑی حیثیت نہیں رکھتے بہر حال چھوڑو اس تذکرے کو میں ایک بات جانتی ہوں اگر اب بھی یہ تمہارے لئے کوئی سوچنے والی بات ہو تو براہ کرم تکلف نہیں کرنا ضرورتیں تو انسان کو رہتی ہی ہیں۔“

”آپ یہ چیک قبول فرمائیے اور باقی گفتگو اس کے بعد ہوگی۔“ میں نے چیک نکال کر انہیں پیش کرتے ہوئے کہا اور ان کی آنکھیں حیرت و مسرت سے چمک اٹھیں۔

”اوہ یہ تم نے تیار کر کے رکھ لیا ہے۔“

”آپ کا حکم تھا بھلا بھول کیسے جاتا۔“ جمال آراء بیگم عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی پھر انہوں نے ٹھنڈی سانس لے کر چیک اپنے پرس میں رکھ لیا۔

”بے حد شکریہ دانش بے حد شکریہ۔ میں اس اعتماد کو ہمیشہ یاد رکھوں گی۔“

”مسز اختر خان کے بارے میں کیا رپورٹ ہے۔“

”ادھو ہاں۔ جیم خانے نہیں آرہیں آج کل لیکن مجھے اطلاع ملی ہے کہ ایک اور کلب میں پائی جاتی ہیں۔ کرن بھی ان کے ساتھ ہی ہوتی ہے۔“

”بہر طور کسی نئے شکار کی تلاش میں ہوں گی۔“

”ہاں میں تمہیں ایسے بہت سے کرداروں سے روشناس کراؤں گی جو اس سوسائٹی کی صحیح عکاسی کرتے ہیں۔ ان کا اندر اور باہر یکساں نہیں ہوتا وہ عجیب و غریب کیفیات کے لوگ ہوتے ہیں۔“

”ہاں جمال آراء بیگم ان لوگوں سے میری شناسائی ہوتی جا رہی ہے۔“

”پلیز اگر تم اجازت دو تو اب میں جاؤں۔ یہ چیک آج کیش ہو جانا بے حد ضروری ہے۔“

”یقیناً“ میں آپ کو نہیں روکوں گا۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور تھوڑی دیر کے

”کئے غیاث احمد میاں بہت عرصے کے بعد آپ کا یہاں آنا ہوا۔“

”شاہ صاحب بس یوں سمجھ لیجئے کہ زندگی سے اکتایا ہوا ہوں۔“

”خبردار ایسی انہونی بات اگر اس کے بعد میرے سامنے کی تو کان پکڑ کر باہر نکال دوں گا۔ زندگی اکتانے کی چیز نہیں ہے یہ خدا کی دی ہوئی نعمت ہے اور اس نعمت سے جب تک خدا چاہے لطف اندوز ہونا چاہیے۔“

”معافی چاہتا ہوں شاہ صاحب لیکن کیا کروں حالات نے موت کے دہانے پر لاکھڑا کیا ہے۔ جو کام بھی کرتا ہوں اس میں نقصانات ہی نقصانات ہو رہے ہیں۔ حالت تباہ ہو چکی ہے سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کیا جائے۔“

”برکت ہوگی۔ برکت ہوگی۔ فکر نہ کرو وقت گزر جائے گا اور رفتہ رفتہ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ ہاں وہ تم بتا رہے تھے کہ تم کوئی نیا کام کرنا چاہتے ہو کیا تھا وہ؟“

”شاہ صاحب صدر میں ایک پرانی عمارت خریدی ہے ساڑھے تین کروڑ روپے کی۔ وہاں شاہنگ سینٹر اور دفاتر بنانا چاہتا ہوں۔ پہلے ہوٹل کے بارے میں سوچا تھا لیکن وہ جگہ ہوٹل کے لئے موزوں نہیں ہے۔“

”وہ جگہ تو شاپنگ سینٹر کے لئے بھی موزوں نہیں ہے۔ میاں کتنے شاپنگ سینٹر بنواؤ گے۔ بھلا خود سوچو صدر میں کتنے شاپنگ سینٹر ہیں۔ آخر گاہک آسمان سے تو نہیں اتریں گے۔ میرے خیال میں تم یہ ارادہ ترک کر دو۔ فروخت کر دو اس جگہ کو۔“

”بہت قیمتی جگہ ہے شاہ صاحب مگر میرا خیال ہے وہاں شاپنگ سینٹر نہایت موزوں رہے گا۔“

”اگر اپنے خیال کی بات کرتے ہو میاں تو پھر ہمارے پاس زحمت کرنے کی کیا ضرورت تھی۔“

”نہیں شاہ صاحب میرا یہ مقصد نہیں تھا۔ آپ حکم فرمائیے مجھے کیا کرنا چاہیے۔“

”کہا جو بھی مل جائے اس جگہ کو فوراً بیچ دو نحوست کا نشان ہے تمہارے لئے۔ کتنا

رضہ ہو گیا اسے خریدے ہوئے؟“

”شاہ صاحب کوئی دس ماہ ہو گئے۔“

”اور مصیبتیں کب سے نازل ہوئی ہیں تم پر؟“ شاہ صاحب نے سوال کیا۔

بعد میں نے جمال آراء بیگم کو رخصت کر دیا۔ ان دنوں کوئی خاص بات نہیں تھی۔
 مٹھل شاہ سے بدھ کے دن ملاقات کرنی تھی اور اس سے پہلے تمام معاملات جوں کے تھے۔
 کوٹھی کے پڑوسی سے بھی کوئی نیا حملہ نہیں ہوا تھا اور کسی نے ادھر کا رخ نہیں کیا تھا
 بہر حال یہ تو کسی طور مناسب نہیں تھا کہ خود وہاں پہنچ جاتے حالانکہ آنا مانا سے بارہا ملنے کو
 جی چاہا تھا لیکن اپنے آپ پر قابو رکھنا بے حد ضروری تھا اس وقت میں جن حالات سے
 گزر رہا تھا اس میں خود اپنی ذات تک پر اعتماد کرنا حماقت تھی بے مقصد کسی کو رازدار
 بنانے کا مطلب یہ تھا کہ جو کچھ محنت کی ہے اسے کھو بیٹھوں۔ صورت حال ایسی ہی سنگین
 تھی۔ بدھ کے دن مٹھل شاہ کے آستانے کی جانب چل پڑا۔ آصف نور کو ساتھ لے لیا
 تھا۔ مٹھل شاہ نے مجھے اس دن کے لئے خصوصی طور پر کہا تھا میں اس کی وجہ جاننا چاہتا تھا
 جب آستانے پر پہنچا تو میں نے بہت سی اجنبی گاڑیاں وہاں دیکھی لیکن ایک سے ایک
 شاندار گاڑی تھی میں گہری سانس لے کر گردن ہلاتا ہوا آستانے کی جانب چل پڑا۔ ان
 عجیب و غریب انسانوں کی یہ آبادی مجھے واقعی حیران کر دیتی تھی جو اپنی ذات میں نجانے کیا
 کیا تھے۔ آج آستانے کی کیفیت واقعی بدلی ہوئی تھی۔ مٹھل شاہ صاحب میں بائیس افراد
 کے درمیان گھرے بیٹھے تھے اور ان سے بے تکلفی سے گفتگو کر رہے تھے۔ میری جانب
 بھی انہوں نے کوئی خاص توجہ نہیں دی اور میں خاموشی سے ایک گوشے میں باادب جا
 بیٹھا۔ مٹھل شاہ صاحب ایک شخص سے گفتگو کرتے ہوئے اس کے کاروبار کے بارے میں
 پوچھ رہے تھے اور وہ انہیں بڑے مودبانہ انداز میں صورت حال بتا رہا تھا۔ مٹھل شاہ
 صاحب نے ہاتھ اٹھا کر اس کے لئے دعا کی اور تمام لوگوں کو ان کے ساتھ ہاتھ اٹھانا
 پڑے۔ وہ شخص مودبانہ انداز میں گردن خم کئے مٹھل شاہ صاحب کی دعائیں لے کر باہر
 نکل گیا تھا۔ مٹھل شاہ صاحب نے دوسرے آدمی کو اپنے قریب بٹھایا اور اس سے گفتگو
 کرنے لگے۔ یہ بھی شر کا ایک صنعت کار تھا اور مٹھل شاہ صاحب اس سے تفصیلات سنتے
 رہے اور اس کے بعد انہوں نے اسے بھی کچھ مشورے دیئے اور وہ بھی چلا گیا اس طرح
 تین چار افراد مٹھل شاہ کے سامنے آ کر دعائیں لے کر چلے گئے۔ مٹھل شاہ صاحب کسی کو
 تعویذ دیتے تو کسی کو پڑھا ہوا پانی جو ان کے ملازمین میا کر دیا کرتے تھے۔ ایک شخص کو
 مٹھل شاہ صاحب نے اپنے پاس بلالیا اور بولے:

کروڑ روپے ادا کر دینا۔ غیاث احمد جاؤ ہم تمہیں دعا دیتے ہیں کہ اس کے بعد جو کچھ کرو گے اس سے فائدے ہی فائدے حاصل ہوں گے تمہیں۔“ غیاث احمد نے گردن جھکائی اور اٹھ کھڑا ہوا۔ مقدس کریم اب مٹھل شاہ کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔

”تمہیں یہ کرنا ہے مقدس کریم کہ وہاں تم کاروں کا ایک شوروم بنا دو۔ یقینی طور پر وہاں سے تمہیں کافی فائدہ حاصل ہو گا۔ ہمارے لئے اور کوئی خدمت ہو تو ہمیں بتاؤ۔“

”نہیں شاہ صاحب بس آپ کی قدم بوسی کے لئے حاضر ہو گیا تھا۔“

”جاؤ بھلا ہو گا۔“ میں سنسنی خیز نگاہوں سے مٹھل شاہ صاحب کو دیکھ رہا تھا۔ کس خوش اسلوبی سے انہوں نے یہ سارے معاملات نمٹائے تھے۔ بہر طور ایک کے بعد ایک شخص ان کے سامنے آتا رہا اور دعاؤں کے خزانے لے کر جاتا رہا یہاں تک کہ میں تنہا رہ گیا۔ جب میں تنہا رہ گیا تھا تو مٹھل شاہ صاحب نے اپنے تمام ملازموں کو وہاں سے جانے کا اشارہ کیا اور اس کے بعد اس جگہ میں اور مٹھل شاہ تنہا رہ گئے۔ انہوں نے کہا۔

”آؤ دانش منصور میرے ساتھ اندر آؤ۔“ اور اس کے بعد میں مٹھل شاہ صاحب کے حجرے میں داخل ہو گیا۔ مٹھل شاہ نے بیٹے ہوئے کہا۔

”دیکھا تم نے ان بیوقوف لوگوں کو یہ کروڑوں روپے کا ہیر پھیر کرتے ہیں نجانے کتنے انسانوں کا خون چوس کر اپنی تجوریاں بھرتے ہیں لیکن بالآخر ایک جگہ ایسی بھی ہے جہاں ان کا خون چوسا جاتا ہے۔ میں مسکراتی ہوئی نگاہوں سے مٹھل شاہ کو دیکھتا رہا۔ پھر میں نے کہا۔“

”واقعی یہ دنیا اپنے سے زبردست کے سامنے جھکتی ہے۔“

”بالکل سچ کہا تم نے۔ اب تم نے دیکھ لیا کہ ایک شاندار اور قیمتی جگہ صرف دو کروڑ روپے میں مقدس کریم کو حاصل ہو گئی۔ یہاں کار امپوریم کی تعمیر بہت خوبصورتی سے ہوئی چاہیے اور باقی معاملات جو کچھ بھی ہوں گے ان کے بارے میں تمہیں مزید ہدایت مل جائیں گی۔ مقدس کریم میرا خیال ہے کافی بہتر جا رہا ہے۔ تم فوری طور پر اسے دو کروڑ روپے ادا کر دینا۔“

”جی مٹھل شاہ صاحب ٹھیک ہے لیکن مٹھل شاہ صاحب آپ کو ان تمام چیزوں کے بارے میں کیسے معلوم ہو جاتا ہے۔ میرا مطلب ہے آپ نے غیاث احمد سے فوراً ہی

”اتنا ہی عرصہ ہو گیا شاہ صاحب۔“ غیاث احمد کسی قدر حیران لہجے میں بولا۔

”اس کے باوجود تم اشارے نہیں سمجھتے۔ اتنا کند ذہن نہیں ہونا چاہیے کسی کاروباری انسان کو۔ وہ جگہ تمہارے لئے نہیں ہے سمجھے۔ وہاں تم جو کچھ بھی کرو گے نقصان اٹھاؤ گے۔ اتنا بدترین نقصان کہ اپنے پرانے نقصانات بھول جاؤ گے۔ غیاث احمد کانپ کر رہ گیا۔ دیر تک وہ اس بارے میں سوچتا رہا پھر اس نے کہا۔“

”تت۔ تت۔ تو شاہ صاحب۔ مم۔ میں۔ میں تو اس کا نقشہ بھی بنا چکا ہوں۔“

”نقش مٹ جاتے ہیں سارے نقش مٹ جاتے ہیں۔“ مٹھل شاہ جلالی لہجے میں بولے اور غیاث احمد نے کہا۔

”ٹھیک ہے شاہ صاحب جو آپ کا حکم لیکن اس کی اتنی قیمت تو ملنی ہی چاہیے جتنی میں نے خریدی تھی۔“

”میاں ہمارے ہاتھ فروخت کر رہے ہو کیا۔ جو کچھ ہم نے کہا ہے اگر جی چاہتا ہے تو تمہیں لوور نہ ہمارا وقت ضائع نہ کرو۔ ہم کہتے ہیں کہ تمہیں اگر اس کے دو کروڑ بھی مل جائیں تو غنیمت جانو سمجھے۔“

”ٹھیک ہے شاہ صاحب ٹھیک ہے۔“ غیاث احمد نے بچھے ہوئے لہجے میں کہا اور مٹھل شاہ صاحب ادھر ادھر نگاہیں دوڑانے لگے۔ پر انہوں نے انگلی کے اشارے سے ایک شخص کو قریب بلایا اور میں نے اسے دیکھا وہ مقدس کریم تھا۔ مقدس کریم آہستہ آہستہ چلتا ہوا گردن جھکائے مٹھل شاہ صاحب کے سامنے جا بیٹھا۔

”میاں مقدس کریم صدر کے ایک معروف علاقے میں زمین خریدو گے۔ تمہیں دو کروڑ روپے کا بندوبست کرنا پڑے گا۔ معاہدہ کرو ہمارے سامنے غیاث احمد سے۔ وہ زمین غیاث احمد کو اس نہیں آئے گی لیکن تمہیں اس سے کافی فائدہ پہنچے گا۔ معاہدہ کرلو ہمارے سامنے۔ ہمارے سامنے کئے ہوئے معاہدے بے جان نہیں ہوتے۔“

”شاہ صاحب آپ کا حکم ہے تو میں یہ معاہدہ کئے لیتا ہوں۔ مقدس کریم نے کہا۔“

”کو میاں غیاث احمد یہ سودا منظور ہے تمہیں۔“

”جی۔ جی شاہ صاحب۔“

”ٹھیک ہے مقدس کریم غیاث احمد سے باقی کاغذی معاملات طے کر لیتا اور انہیں دو

زمین کے بارے میں گفتگو شروع کر دی تھی۔ ”مٹھل شاہ مسکرائے اور بولے۔
 ”اس سلسلے میں میرے پاس باقاعدہ اسٹاف موجود ہے۔ میرا اسٹاف ضروری لوگوں
 کی نگرانی کرتا ہے اور ان کے بارے میں تمام معلومات حاصل کرتا رہتا ہے۔ میرے پاس
 ہر طرح کے انفارمر موجود ہیں۔ پولیٹکل انفارمر الگ ہے۔ کاروباری انفارمر الگ ہے۔ یہ
 سب صورت حال معلوم کرتے رہتے ہیں کہ کون کیا کرتا تھا کیا کر رہا ہے۔ بہر طور پر سب
 کچھ نہایت سائنٹیفک انداز میں ہو رہا ہے اور میں باآسانی ان حالات پر قابو پالیتا ہوں۔
 تمہیں وہ واقعہ یاد ہو گا جب میں تمہارے ٹرک میں جا چھپا تھا۔ وہ ایک ایسا مسئلہ تھا جس
 میں مجھے خود عمل کرنا پڑا تھا لیکن ایک پولیس آفیسر نے مجھے چیک کر لیا تھا اور اپنے شے کی
 تصدیق کے لئے میرے پاس دوڑ پڑا تھا۔ تم اگر نہ ہوتے تو واقعی مجھے مشکل کا سامنا کرنا
 پڑتا بہر طور بعد میں وہ شخص آستانے تک بھی پہنچ گیا لیکن یہ آستانہ جو ہے ایسی جگہ ہے
 جہاں اچھے اچھوں کے دماغ ٹھکانے آجاتے ہیں۔ اس سے پہلے کہ پولیس آفیسر مجھ سے
 کچھ سوال کرتا میں نے خود اسے ہدایات دیں کہ اس کے ڈی آئی جی کو ایک حادثہ پیش
 آنے والا ہے وہ اگر چاہے تو ڈی آئی جی کو اس حادثے سے بچا کر اپنا عہدہ بڑھا سکتا ہے۔
 بس آگیا چکر میں وہ حادثہ پیش آیا لیکن پولیس آفیسر کی بروقت امداد نے اس حادثے کو ٹال
 دیا۔ اب یوں سمجھ لو کہ اس حادثے کے ذمہ دار میرے اسٹاف کے لوگ ہی تھے لیکن
 پولیس آفیسر کا عہدہ واقعی اس کا ردائی کے بعد بڑھ گیا۔ ڈی آئی جی صاحب بنفس نفیس
 اس پولیس آفیسر پر مہیاں ہو گئے اور اس کے بعد اسے جو آسانیاں حاصل نہ ہو جاتیں کم
 تھیں لیکن وہ پولیس آفیسر عہدہ حاصل کرنے کے بعد میرا ممنون ہے اور اکثر میرے پاس
 آتا رہتا ہے۔ سمجھ رہے ہو نا میرا طریقہ کار۔“ میں نے گہری سانس لے کر مٹھل شاہ
 صاحب کی طرف دیکھا اور بولا۔

”جی کچھ بھی ہو گا آپ کی ہدایت کے مطابق ہی ہو گا شاہ صاحب۔“
 ”جانا چاہو تو جاؤ۔ میرا خیال ہے اب آستانے پر اور کوئی نہیں آئے گا۔ بدھ کا دن
 خاص خاص لوگوں کے لئے مخصوص ہوتا ہے اور انہیں اطلاع دے دی جاتی ہے کچھ وہ
 حاضر ہو جائیں۔ مٹھل شاہ صاحب کے پاس سے واپس آتے ہوئے میں گہری سوچوں میں
 غرق تھا۔ بلاشبہ مٹھل شاہ کا طریقہ کار بہت ہی پر اسرار لیکن بہت زیادہ پر اثر تھا۔ مقدس
 کریم دوسرے ہی دن میرے پاس پہنچ گیا تھا وہ مسرور لہجے میں مجھ سے بولا۔“
 ”دانش صاحب مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ آپ بھی مٹھل شاہ صاحب کے
 عقیدت مندوں میں شامل ہو گئے ہیں۔ آپ کی ان تک رسائی کیسے ہوئی؟“
 ”عجیب و غریب بات ہوئی تھی مقدس کریم صاحب۔ میں نے خواب میں دیکھا تھا
 کہ اس طرح سے ایک آستانہ ہے اور وہاں ایک بزرگ موجود ہیں جو مجھے اپنے پاس بلا
 رہے ہیں۔ مجھے حیرت ہوئی تھی۔ جاگنے کے بعد بھی یہ خواب مجھے یاد رہا اور پھر بس یوں
 سمجھ لیجئے کہ اپنے ذہن کو مطمئن کرنے کے لئے میں وہاں جا پہنچا تھا۔ مجھے وہ تمام چیزیں
 دیکھ کر شدید حیرت ہوئی ہے۔“ مقدس کریم کے چہرے پر عقیدت کے آثار نظر آنے
 لگے۔ وہ آنکھیں بند کر کے جھومتا ہوا بولا۔
 ”اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مٹھل شاہ صاحب بہت ہی پہنچے ہوئے بزرگ
 ہیں۔ آپ نے وہاں جا کر کیا محسوس کیا دانش صاحب۔“

”بس ایک روحانی سکون محسوس ہوا مجھے۔ میرا خیال ہے میں اب اکثر وہاں جاتا رہوں گا۔“

”مجھے وہاں جو ہدایت ملی اور مشعل شاہ صاحب نے جس طرح مجھے مقدس کار امپوریم بنانے کے لئے کہا اور جگہ کا تعین کیا اس کے بارے میں آپ نے سنا۔“

”ہاں بلکہ یوں سمجھ لیجئے کہ آپ مجھ سے رابطہ قائم نہ کرتے تو میں خود آپ سے ٹیلیفون پر گفتگو کرتا۔ میرے خیال میں فوری طور پر تمام کارروائی کر لینی چاہیے اور اس کے بعد کام کا آغاز کر دیا جائے۔“

”بہت خوب..... میں میں سمجھتا ہوں اب تو میرے اور آپ کے درمیان ایک سرکارشہ بھی قائم ہو گیا ہے۔“

”مقدس صاحب آپ فوری طور پر اپنا کام شروع کر دیجئے۔ میں ہر طرح سے سرمایہ آپ کو فراہم کرنے کے لیے تیار ہوں۔ مقدس کار امپوریم ضرور بننا چاہیے اور ہمارے اس کاروبار کو آگے بڑھنا چاہیے۔“

اسی شام ایک اور دلچسپ واقعہ پیش آیا۔ سفید رنگ کی ایک کار میری کوٹھی کے احاطے میں داخل ہوئی۔ اس وقت میں چل قدمی کر رہا تھا اور میڈم خان میرے ساتھ ہی تھیں۔ کار سے جو شخصیت اتری اسے دیکھ کر میرے بدن میں سنسنی سی دوڑ گئی تھی۔ یہ آتماں تھیں اور ان کے ساتھ احسان غزنوی صاحب کی بیٹی رخسار تھی۔ رخسار خود کار ڈرائیو کرتی ہوئی یہاں تک آئی تھی حالانکہ غزنوی خاندان میں لڑکیوں کی ڈرائیونگ کا رواج کم تھا لیکن بہر طور یہ نئی نسل کا معاملہ تھا۔ ہو سکتا ہے غزنوی صاحب نے اس کی اجازت دے دی ہو جس وقت میں کوٹھی سے نکلا تھا رخسار بہت چھوٹی تھی اور اس کا کوئی قابل ذکر کردار نہیں تھا لیکن اب اس کا قد کافی لانا ہو گیا تھا اور بدن بھی انتہائی متناسب۔ خوبصورت پہلے بھی تھی اب جوانی کا نکھار اس کے چہرے پر رقاصا تھا اور وہ بہت دلکش لگ رہی تھی۔ میں نے صرف اس کے خطوط کی بنا پر اسے پہچان لیا تھا۔ خدوخال میں بہت زیادہ فرق نہیں ہوا تھا لیکن حسن میں بے پناہ اضافہ ہو گیا تھا۔ شریستی آنکھوں میں ایک گہرا خمار چھایا ہوا تھا۔ بہر طور میں نے پرتپاک انداز میں آگے بڑھ کر ان کا استقبال کیا۔ آتماں آہستہ آہستہ مجھ پر نگاہیں جمائے آگے بڑھ رہی تھیں۔ میں نے قریب پہنچ کر

”ہیلو۔“ میرا خیال ہے میں آپ کو پہچان گیا ہوں۔“ رخسار بھی قریب آگئی تھی۔ اس نے مجھ سے کہا۔

”ہم لوگ آپ سے ملنے آئے ہیں۔“

”جی۔ جی تشریف لائیے۔“ میں نے جواب دیا اور پھر میڈم خان سے بولا۔

”یہ ہمارے معزز پڑوسی ہیں ان کے لئے فوری طور پر چائے کا بندوبست کیجئے۔“

میڈم خان گردن ہلا کر آگے بڑھ گئیں۔ میں ان لوگوں کو لے کر ڈرائنگ روم میں داخل ہو گیا۔ آتماں آہستہ آہستہ آ رہی تھیں۔ میں نے انہیں صوفے پر بیٹھنے کی پیشکش کی۔ رخسار گہری نگاہوں سے میرا جزیرہ لے رہی تھی۔ میں نے ایک دوبارہ سرسری طور پر اس کا چہرہ دیکھا۔ حسن و جمال کی دلکش مثال تھی۔ بہر طور میں نے اس کے بارے میں کسی غلط انداز میں نہیں سوچا البتہ آتماں کی خاموشی کافی پراسرار تھی۔ انہوں نے ایک سسکی سی لی اور آہستہ سے بولیں۔

”مجھے بھی اپنی اصلیت نہیں بتائے گا فیصل۔ مجھ سے بھی وہی انداز اختیار کر رہے گا تو جو تو نے دوسروں سے کیا ہے۔“ یہ الفاظ انہوں نے اردو زبان میں ادا کئے تھے۔ میں نے ابھی ہوئی نگاہوں سے رخسار کو دیکھنے لگا۔ پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

”سوری میڈم میں یہ زبان نہیں سمجھتا۔ میں نے بتایا تھا اس دن بھی یہاں آکر میں نے ابھی تک یہ زبان نہیں سیکھی لیکن سیکھنا چاہتا ہوں۔ آپ ان خاتون سے کہیں کہ جو کچھ بھی کہنا ہے انگریزی زبان میں کہیں۔“ رخسار کے بجائے آتماں بولیں۔

”ہاں ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔ ظاہر ہے تیرے ساتھ جو کچھ ہوا اس کا بدلہ تو ہم سب سے نہیں لے گا تو کیا کرے گا لیکن ایک بات کان کھول کر سن لے فیصل دنیا دھوکا کھا سکتی ہے میں دھوکا نہیں کھا سکتی۔ میں نے، میں نے تیرے لئے جتنے دکھ اٹھائے ہیں میرا دل جانتا ہے، میرا دل جانتا ہے۔“ یہ جملے بھی آتماں نے اردو ہی میں کہے تھے اور میں سخت مشکل میں گرفتار ہو گیا تھا لیکن اس مشکل وقت سے نکل جانا کامیابی کی ضمانت تھی۔ رخسار ساتھ تھی نہ بھی ہوتی تو بہر طور ابھی آتماں پر اپنے آپ کو ظاہر نہیں کر سکتا تھا۔ سب کچھ ختم ہو جاتا اب تک جو محنت کی تھی وہ ملیا میٹ ہو جاتی۔ اگر میں جذباتی

ہو کر آنا ماں پر اپنی شخصیت کا اظہار کر دیتا چنانچہ میں نے اپنے چہرے اور اعضا کو قابو میں رکھا اور اپنے تاثرات میں کوئی تبدیلی ظاہر نہ کی۔ ابھی ہوئی نگاہوں سے میں رخسار کو دیکھتا رہا اور رخسار نے پھر انگریزی میں مجھ سے کہا۔

”مسٹر دانش منصور یہ ایک بہت ہی افسوس ناک کہانی ہے۔ بہر طور میں آپ کو مختصر الفاظ میں بتا دوں کہ آنا ماں خاص طور سے اس لڑکے سے بہت زیادہ محبت کرتی تھیں جس کا مشکل آپ کو قرار دیا گیا ہے۔ یہ میری دادی جان ہیں میرے اور ان کے درمیان سب سے زیادہ رازداری ہے۔ یوں سمجھ لیجئے مسٹر دانش منصور کہ آنا ماں اور میں ایک زبان اور ایک خیال رکھتے ہیں۔ جس دن سے آپ ہماری کوٹھی میں آئے ہیں آنا ماں پر بہت بے قراری طاری تھی اور وہ مجھے اس بات کے لئے مجبور کر رہی تھیں کہ کوئی مناسب موقع دیکھ کر وہ آپ کے پاس پہنچے۔ اس وقت اتفاق سے ہمیں موقع مل گیا تو ہم نے اس سے فائدہ اٹھایا اور میں آنا ماں کو لے کر یہاں آ گئی۔“

”آپ کے الفاظ مجھے بڑی پریشانی کا شکار کر رہے ہیں۔ میں آپ کو کس نام سے مخاطب کروں؟“ میں نے رخسار سے کہا۔

”میرا نام رخسار ہے اور میں ان خاتون کی پوتی ہوں۔“ رخسار نے جواب دیا۔

”میرا خیال ہے یہ خاتون انگریزی بول سکتی ہیں۔“

”میں نے آنا ماں کی طرف دیکھ کر کہا اور آنا ماں ایک ٹھنڈی سانس لے کر بولیں۔“

”ہاں میں انگریزی بول سکتی ہوں۔“

”آنا ماں اگر آپ اجازت دیں تو میں بھی آپ کو اسی نام سے مخاطب کروں۔“ آنا ماں تڑپ کر اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئیں اور ان کے انداز میں ایک عجیب سی بے چینی رونما ہو گئی پھر انہوں نے رخسار کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”دیکھا۔ دیکھا تو نے اس نے کس لہجے میں مجھے آنا ماں کہا۔ تم لوگ دھوکا کھا سکتے ہو خدا کی قسم۔ خدا کی قسم میرا دل بھی گواہی دیتا ہے اور آنکھیں بھی دماغ بھی۔ یہ فیصل ہی ہے فیصل ہی ہے۔“ یہ جملے بھی انہوں نے اردو ہی میں کہے تھے اور میں اردو نہ سمجھنے کا تہیہ کر چکا تھا۔ رخسار نے کہا۔

”آنا ماں میں آپ سے انتہائی ہمدردی رکھتا ہوں اور مجھے دکھ ہے کہ میری صورت نے آپ کو اس قدر پریشان کر دیا لیکن بہت سی چیزیں بھی ہیں مجھے۔ آنا ماں مثلاً یہ کہ آپ کہتی ہیں کہ وہ جو میرا مشکل تھا آپ کے گھر نوکری کرتا تھا ملازم تھا وہ تو کیا ملازموں سے اتنی ہمدردی کی جاسکتی ہے۔ اتنی محبت رکھی جاسکتی ہے؟“ آنا ماں نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا ان کے رخساروں پر آنسو بہتے رہے تب رخسار بولی۔

”دراصل دانش صاحب آنا ماں بہت ہی نیک دل اور رحم دل خاتون ہیں۔ یہ ہر ایک سے محبت کرتی ہیں آپ انسانوں کی بات کرتے ہیں ہمارے ہاں اگر جانور بھی پلے پڑتے ہیں تو وہ آنا ماں کی محبت سے دور نہیں رہتے۔ ایک بار ہمارا ایک طوطا مر گیا تھا تو آنا ماں نے تین دن تک کھانا نہیں کھایا تھا۔ یہ بس ایسی ہی فطرت کی مالک ہیں پھر وہ لڑکا تو ارے ہاں پردان چڑھا تھا بچپن ہی سے وہ ہمارے ہاں رہتا تھا۔ اس کو چونکہ اس کی اپنی ماں کی محبت حاصل نہیں تھی اس لئے آنا ماں اسے ماں کا پیار بھی دیتی تھیں۔ بس کچھ پابندیاں تھیں سب پر کہ ہر شخص کو اس کی جگہ دو اس لئے آنا ماں اس کے ساتھ بہت زیادہ اچھا سلوک نہیں کر سکی تھیں۔ میں پتھرائی ہوئی نگاہوں سے ان دونوں کو دیکھ رہا تھا لیکن اب بھی میرے لئے کچھ بولنا ممکن نہیں تھا۔ میں نے کہا۔“

”بہر حال مجھے افسوس ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی میری خواہش بھی ہے کہ آنا ماں جب بھی چاہیں مجھے بلائیں یا میرے پاس آجائیں یہ جگہ ان کی ہے اور آپ مس رخسار آپ لوگوں کے آنے سے مجھے بے حد خوشی ہوئی ہے۔ میری خواہش ہے کہ آپ لوگ مجھ سے مسلسل ملتے رہیں جب بھی آنا ماں کا دل چاہے میرے پاس آئیں یا مجھے اپنے پاس بلا لیں۔ آپ لوگوں سے مل کر مجھے بے حد مسرت ہوگی۔“ آنا ماں اس دوران

کریم اس بات پر خوش تھا اب مقدس کار امپوریم کی تکمیل مشکل نہ رہے گی، مجھ سے تمام منصوبوں پر گفتگو ہوئی اور میں نے اسے منظوری دے دی کہ وہ امپوریم کی تعمیر جس قدر جلد ہو سکے مکمل کرالے نقشہ وغیرہ اس نے مجھے پہلے ہی دکھا دیا تھا چنانچہ یہ کام بھی شروع ہو گیا۔

کلب، جی خانہ کاروباری امور، لوگوں سے ملاقات، جمال آراء بیگم اور دوسرے وہ کردار جن کا اب میری زندگی سے تعلق ہو گیا تھا ماضی کے کرداروں سے خیالی روابط یہی سب کچھ زندگی کا محور تھا اور محور کے گرد چکرا رہا تھا لیکن زندگی تو پے درپے حادثات اور واقعات کا مجموعہ ہے اگر ٹھہر جائے تو موت واقع ہو جائے اور جاری رہے تو کہانی بنتی رہے اور زندگی کی اس کہانی میں وقفے وقفے سے تبدیلیاں ہوتے رہنا نہایت ہی ضروری ہوتا ہے چنانچہ زندگی میں کچھ اور تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ ایک رات جب میں تمام مسائل سے فارغ ہونے کے بعد اپنے بستر پر تھا اور نیم غنودگی کی کیفیت کا شکار ہو گیا تھا غالباً رات کا پونا ایک بج رہا تھا کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بجنا شروع ہو گئی۔ ایک لمحے تک توں کمولت کا شکار رہا لیکن جب گھنٹی بجتی ہی رہی تو میں اپنی جگہ سے اٹھا اور میں نے ریسیور اٹھا کر کان مجھے لگا لیا دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

”ہیلو ہیلو، کون بول رہا ہے ہیلو؟“ آواز بھرائی ہوئی سی تھی لیکن بولنے کا انداز مٹھل شاہ سے مختلف نہیں تھا میں نے اپنے غنودگی کو ذہن سے جھٹک دیا اور بولا۔

”دانش منصور، کون بول رہا ہے؟“

”مٹھل، مٹھل شاہ۔“

”یہ آپ کی آواز کو کیا ہو رہا ہے مٹھل شاہ صاحب۔“

”میں، میں، میں شدید، شدید ڈان، ڈان، ڈان، ڈان سینٹر۔“

”مٹھل شاہ نے کہا پھر ایک ہلکا سا دھماکہ سنائی دیا اور آواز بند ہو گئی میں بری طرح بوکھلا کر رہ گیا تھا۔ بہر حال بڑی پریشانی سی ہو گئی تھی۔ ریسیور غالباً کریڈل پر نہیں رکھا گیا تھا اور اس سے ہوا کی ہلکی ہلکی سرسراہٹیں سنائی دے رہی تھیں۔ میں چند لمحات اسی طرح ریسیور ہاتھ میں لئے غور کرتا رہا، مٹھل شاہ کا بھرایا ہوا لہجہ، اس کا عجیب سا انداز، اس کے بعد فون پر اچانک رابطہ منقطع ہو جانا کوئی پراسرار اور خطرناک کہانی سننا

”تمہارا نام دانش ہے ناں؟“

”جی آنا ماں۔“

”اور منصور تمہارے والد تھے، کیا تم مجھے اپنے والدین کے بارے میں مزید کچھ بتا سکتے ہو۔“ میں خاموشی سے آنا ماں کی صورت دیکھتا رہا پھر میں نے کہا۔

”افسوس میرے والدین کی کہانی زیادہ طویل نہیں ہے بس یوں سمجھ لیجئے کہ ماں کو ہوش سنبھال کر کبھی نہیں دیکھا اور باپ کو جب دیکھا تو وہ زیادہ عرصے میرے ساتھ نہ رہ سکا، بس اتنی سی کہانی ہے میری۔“ آنا ماں گہری سانسیں لینے لگیں پھر انہوں نے کہا۔

”خیر قدرت کے کھیل ایسے ہی ہوتے ہیں کوئی حیرانی کی بات نہیں ہے بیٹے کہ تم اس لڑکے کے ہم شکل ہو اور..... اور..... نہ ہی تمہیں الجھنے کی ضرورت ہے میں تم سے معافی چاہتی ہوں، بس نبجانے کیوں جذباتی ہو گئی تھی اچھا اب ہمیں اجازت دو۔“

”ایسے نہیں آنا ماں کچھ وقت آپ کو میرے ساتھ گزارنا ہو گا۔“ میں نے کہا اور اس کے بعد میں ان لوگوں کے ساتھ کافی محبت اور اخلاق سے پیش آیا جو کچھ بھی ان کی خاطر بردارت ہو سکتی تھی کی، آنا ماں کسی قدر گھبرا رہی تھیں انہوں نے رخسار سے کہا۔

”میرے خیال میں اب ہمیں چلنا چاہیے، غزنوی صاحب اس دوران آ بھی سکتے ہیں۔“ رخسار کھڑی ہو گئی میں نے ان الفاظ پر غور کیا تھا پھر انہیں ان کی کار میں رخصت کر دیا گیا اور میں بہت دیر تک بیٹھا آنا ماں کے کردار پر غور کرتا رہا۔

بہت الجھی ہوئی کیفیت تھی میں سمجھ ہی نہیں پایا تھا کہ آنا ماں کیا شخصیت رکھتی ہیں اور مجھ سے ان کا اتنا گہرا ذہنی رشتہ کیوں ہے۔ وقت کو گزار دینا ہی سب سے بہتر ہوتا ہے ہر چیز اپنے وقت پر سامنے آ ہی جاتی ہے مجھے نبجانے کتنا طویل انتظار کرنا تھا۔ اپنی ذات کی الجھنوں کو دور کرنے میں لیکن میرے اطراف میں جو الجھنیں پھیلی ہوئی تھیں ان میں ہی میں لپٹ کر رہ گیا تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ مجھے ان الجھنوں سے انحراف نہیں تھا بلکہ اپنی ذات کی اس تکمیل پر میں بہت مطمئن اور مسرور تھا۔ مقدس کریم اس دوران اپنے کام میں مصروف تھا۔ اس کا غیاث احمد سے سودا مکمل ہو چکا تھا اور مقدس کریم نے مجھے ہنستے ہوئے بتایا تھا کہ غیاث احمد اس سودے پر بہت افسردہ ہے یقیناً صدر کی وہ زمین اس

وقت بہت قیمتی ہے اور دو کروڑ میں وہ ایک طرح سے

رہا تھا کوئی بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ بہر طور میں پریشان انداز میں ادھر ادھر دیکھتا۔ کیا کرنا چاہیے، کیا کیا جائے اور پھر دل میں یہ خیال آیا کہ جاکر میڈم خان کو جگاؤں انہیں اس صورت حال سے آگاہ کروں۔ یہ فیصلہ کرنے کے بعد میں اپنے کمرے سے نکل آیا اور میڈم خان کی خواب گاہ کے دروازے پر کئی بار دستک دی تو اندر تیز روشنی ہو گئی اور پھر میڈم خان کی آواز سنائی دی۔

”کون ہے؟“

”دروازے کھولئے میڈم خان۔“ میں نے کہا اور چند لمحات کے بعد دروازہ کھل گیا۔ میڈم خان بے حجابانہ انداز میں میرے سامنے کھڑی ہوئی تھی اس نے شب خوار کے لباس پر گلاؤں بھی نہیں پہنا تھا مجھے دیکھ کر ان کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک در آئی اور پھر انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”آؤ اندر آؤ۔ ان کے انداز میں جو کیفیت پائی جاتی تھی میں اس سے بے خبر نہیں تھا میں دو قدم آگے بڑھ کر اندر داخل ہو گیا اور میڈم خان نے دیوار پر لگی ہوئی گھڑی میرے وقت دیکھتے ہوئے کہا۔“

”کیوں آئیں نہیں آئی؟“

”میڈم خان آپ کو ایک عجیب خبر سنانے آیا ہوں۔“ میں نے سرد اور خشک لہجے میں کہا اور میڈم خان جیسے خواب سے چونک گئی اس نے ایک دم سنبھالا لیا اور پھر مجھے گھورتی ہوئی بولی۔

”خیریت کیا بات ہے؟“

”ابھی چند لمحات قبل مجھے مٹھل شاہ کا فون موصول ہوا تھا۔“

”تو پھر کیا کہہ رہے تھے مٹھل شاہ صاحب؟“ میڈم خان ایک دم سنبھل گئی تھی میں نے اسے فون کے بارے میں تفصیل بتائی اور میڈم خان کے چہرے پر بھی تشویش کے آثار پھیل گئے، وہ پلٹی اور اس نے ایک ریک پر سے اپنا گلاؤں اٹھا کر جسم پر لپیٹ لیا، اس کے چہرے پر اب سنجیدگی سے تشویش کے آثار نظر آرہے تھے۔

”عجیب سی بات ہے ڈان سینٹر، یہ ڈان سینٹر کیا چیز ہے۔“

”میں نہیں جانتا اس کے بارے میں اور آپ؟“

لیکن مٹھل شاہ صاحب کا یہ انداز آخر فون بند کیے ہو گیا تھا؟“

”یقینی طور پر ریسیور ہاتھ سے گر پڑا تھا۔“

”اور آپ بتاتے ہیں کہ.....“

”ہاں میڈم خان مجھے صورت حال کافی خراب معلوم ہوتی ہے۔“ میڈم خان پر خیال انداز میں گردن ہلاتی رہی پھر بولی۔

”کیوں یہ کوئی اور سازش وغیرہ تو نہیں ہے دانش منصور میرا مطلب ہے، میرا

مطلب ہے.....“

”مٹھل شاہ کی آواز میں نے بخوبی پہچان لی تھی اس لئے میں اسے سازش نہیں سمجھ

سکتا۔“

”تو پھر کیا کرنا چاہیے؟“

”میرا خیال ہے ان تمام باتوں کے علم کے بعد ہمارا گھر میں رہنا مناسب نہیں

ہے۔“

”تو پھر آپ لباس تبدیل کر لیجئے میں بھی لباس تبدیل کر کے آتی ہوں، ہم لائنڈھی

چیتے ہیں۔“

”ہاں میڈم خان یہ انتہائی ضروری ہے۔“ میں نے کہا اور کچھ دیر کے بعد ہم دونوں

تیار ہو کر باہر نکل آئے، آصف کو اس وقت جگانا مناسب نہیں سمجھا تھا، میڈم خان نے کہا

کہ وہ خود ہی ڈرائیو کر لے گی۔ میں ان کے پاس بیٹھ جاؤں، میں نے اس بات پر آمادگی کا

اظہار کر دیا تھا، ہماری گاڑی کو ٹھی سے باہر نکل آئی اور اس کے بعد ہم نے آستانے کی

جانب رخ کیل سڑکیں ویران اور سنسان پڑی ہوئی تھیں، رات بہت زیادہ بیت چکی تھی

اور موسم بھی کچھ ٹھنڈا ٹھنڈا ہی سا تھا اس لئے سڑکیں ضرورت سے زیادہ سنسان نظر

آ رہی تھیں۔ کار چینی سڑک پر پھسلنے لگی اور میرا ذہن مٹھل شاہ میں گم ہو گیا، کیا ہوا ہے

آخر اسے کیا حادثہ پیش آیا ہے؟

آگے کے حالات جاننے کیلئے جرم زادہ پڑھیں

☆☆☆

نادیدہ غبار

ایم اے راحت



نا دید و نہار

ایم اے اہل حق

Loaded By Muhammad Nazeen



مقبول اکیڈمی سرکلر روڈ چوک اردو بازار لاہور

وہ دن گزر گیا۔ دوسرا دن بھی گزر گیا۔ مکمل خاموشی چھائی رہی تھی۔ تیسرے دن صبح سات بجے کے قریب ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا اور میں نے جلدی سے اسے آن کر دیا۔

”چیک اس کیا بات ہے؟“

”رات ہم نے ایک کارنامہ سرانجام دیا۔ ہے ایک خطرناک مہم سرانجام دی ہے۔ کیتھ ایک مخصوص جگہ تک ہمارے ساتھ تھا۔“

”اس سے قبل میڈم کو اطلاع دی تھی؟“

”ان کی اجازت کے بعد ہی ہم تیار ہوئے تھے۔“

”کانڈاٹ مل گئے؟“

”ہاں چیف۔“

”کیاری ایکشن ہے؟“

”خوشی سے پاگل ہوا جا رہا ہے۔ اس نے ہماری رفاقت کا تاحیات معاہدہ کر لیا ہے۔“

”ویری گڈ اور کوئی خاص بات۔“

”نہیں چیف، باقی سب خیریت ہے۔“

”اوکے۔“ میں نے ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔ اس کے بعد میں سوچوں میں گم ہو گیا۔ یہ دن خاصی تبدیلیوں کا باعث بنا تھا۔ دوپہر کو دو بجے وہ لوگ مجھے دوبارہ قید خانے سے نکال

کے لے گئے تھے۔ باہر چل کر انہوں نے کہا۔

”میڈم آپ سے فون پر بات کرنا چاہتی ہیں۔ آپ ان سے فون کر کے بات کر لیں۔“ ایک کمرے میں لے جا کر انہوں نے فون میرے سامنے رکھ دیا اور نمبر بتایا۔ نمبر ڈائل کر کے میں نے ریسیور کان سے لگالیا۔

”ہیلو فراس۔ مجھے تمہاری ضرورت ہے۔ فوراً“ چلے آؤ۔“

”میڈم میں فوراً پہنچ رہا ہوں۔ ان لوگوں سے کہیں کہ وہ مجھے آپ تک پہنچا دیں۔“

”میں نے کہہ دیا ہے۔ بس تم جس حالت میں ہو فوراً آ جاؤ۔“

میں نے وہاں موجود لوگوں سے کہا کہ مجھے میریسا نے طلب کیا ہے۔ چنانچہ مجھے فوراً پہنچا دیا جائے۔ ایک ہلکا سا خیال دل میں یہ ضرور آیا تھا کہ کہیں میجر سلطان کیپٹن تیمور وغیرہ یہ نہ سمجھیں کہ میں ان کا راز لینے کے بعد فرار ہو گیا ہوں۔ انہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ کر میرے سامنے رکھ دیے تھے اور اب ان کی ہر طرح کی تشویش فطری تھی لیکن بہر طور دشمنوں کے خلاف سینہ سپر تھا اور اس وقت ان تکلفات کی گنجائش نہیں تھی۔ ہمیں جیسے ہی موقع ملے کام کرنا چاہیے تھا۔ چنانچہ مجبوری تھی۔ میں ان لوگوں کے ساتھ عمارت سے باہر نکل آیا اور ایک لمبی کار جس میں تاریک شیشے لگے ہوئے تھے مجھے لے کر چل پڑی۔ میں میڈرڈ سے مکمل طور پر ناواقف تھا کون کون سے راستوں سے گزرے کوئی اندازہ نہ ہو سکا۔ بہر طور اس سفر کا اختتام ایک چھوٹی سی خوشنما عمارت پر ہوا تھا۔ یہ عمارت بھی وہ نہیں تھی جہاں پہلے میں میریسا کے ساتھ وقت گزار چکا تھا۔ ظاہر ہے وہ اپنے آپ کو میڈرڈ کی بے تاج بادشاہ کہتی تھی۔ عمارت کے صدر دروازے پر میریسا نے میرا استقبال کیا۔ اپنی فطرت کے خلاف وہ اس وقت بہت خجل نظر آرہی تھی۔ عمارت کے اندرونی حصے میں شاید کوئی بھی موجود نہیں تھا۔ مجھے وہاں پہنچانے والے بھی باہر ہی رک گئے تھے اور اس کے بعد میڈم میریسا دیوانہ وار مجھ سے لپٹ گئی اور اپنی مجنونانہ فطرت کا اظہار کرنے لگی۔ بہر طور میں بھی انسان تھا اور مختلف موقعوں پر مجھے بعض اوقات تو اپنی فطرت کے بالکل خلاف وہ ناگوار فرائض انجام دینے پڑے تھے جو نوجوانی کے معاملات سے تو الگ نہیں ہو سکتے تھے لیکن فطرت کبھی کبھی ایسے واقعات سے روکنے

چاہتی تھی۔ البتہ جب مجبوریوں اس طرح شامل حال ہوں تو پھر فطرت کی رہبری کون قبول کرے۔

میریسا کے پر جوش جذبات کا جواب اگر اس سے زیادہ پر جوش انداز میں نہ دیا جاتا تو مقصد کا حصول ہی مشکل تھا۔ یہ طوفان بہت دیر تک پھنکارس مارتا رہا اور میں اس میں ایک تنکے کی طرح ہچکولے کھاتا رہا۔

جوابی کارروائی بھی بڑی زبردست تھی۔ میں نے اپنی تمام تر صلاحیتوں کو ہروئے کار لا کر اس پاگل عورت کو ہینڈل کر رکھا تھا۔ یہ جذباتی طوفان بھی بہت دیر تک وقت ضائع کرتا رہا پھر میریسا سنبھل گئی کہنے لگی۔

”تم نے سوچا تو ہو گا کہ میں نے تمہیں کس لیے بلایا ہے۔“

”بس تم نے بلایا ہے اس کے بعد سوچنے کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔“

”ہاں ہم دونوں اب سوچ کی منزلوں سے گزر چکے ہیں نہ میں تمہارے بارے میں اس انداز میں سوچتی ہوں کہ کسی بات کا کوئی خاص مقصد ہے اور مجھے یقین ہے کہ تم بھی ایسا نہیں کرتے۔ اصل میں اس کمینہ فطرت کیتھ اسٹروڈی نے ہاتھ پاؤں نکال لیے ہیں لیکن احمق کا بچہ اصلیت سے اب بھی ناواقف ہے۔ تمہیں یہ سن کر لطف آئے گا کہ وہ انہی کاغذات کو اصل کاغذات سمجھ رہا ہے۔ کاغذات اسے مل گئے اور اس نے ان میں دیکھ لیا کہ وہ تمام ثبوت ان میں موجود ہیں جو اسے میرے شکبے میں پھنسائے ہوئے تھے۔ بس اس نے یہ سمجھ لیا کہ اب وہ میری گرفت میں نہیں ہے اور اب اپنی دانست میں وہ چالاکی سے کام لے رہا ہے۔“

”تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا ڈیئر کہ وہ ان کاغذات کو اصلی سمجھ رہا ہے۔“

”وہ میرے ننھے دوست پچھلے دن میرے لیے انتہائی خوش بخت ثابت ہوئے ہیں جہاں مجھے تم جیسا ایک محبوب ملا وہاں پانچ ایسے ناقابل یقین کارکن مل گئے ہیں جن کی کارکردگی پر غور کرتی ہوں تو سرچکرانے لگتا ہے۔ اگر میں انہیں ایک چھوٹی موٹی فوج کہوں تو کم ہو گا وہ اس سے بھی بڑھ کر کوئی چیز ہیں۔ دنیا کا ہر کام وہ اس آسانی سے کر لیتے ہیں کہ دوسرے چند افراد تصور بھی نہیں کر سکیں۔ تمہیں شاید اس بات پر یقین نہ آئے کہ عمارت میں یہ کاغذات رکھے ہوئے تھے وہاں صدر دروازے کے بغیر کسی اور راستے سے

پہنچنا ناممکنات میں تصور کیا گیا تھا میں نے اس عمارت کو اسی طرح محفوظ ترین عمارت بنایا تھا کہ کہیں کوئی اجنبی وہاں داخل نہ ہو سکے لیکن جس طرح وہاں تک پہنچے وہ ایک ناقابل یقین بات ہے۔

”ویری گڈ اب تو مجھے ان لوگوں سے قریب رہنے کا اشتیاق ہو رہا ہے۔“

”ابھی نہیں ڈیر ابھی نہیں۔ پہلے اس کیتھ کتے کو کیفر کردار تک پہنچا دیں۔ اس نے روڈنی اولیاس سے براہ راست رابطہ قائم کیا ہے۔“

”کیا؟“

”یعنی تم سے ہٹ کر؟“

”ہاں۔“

”اوہ یہ تو انتہائی ہولناک بات ہے۔“

”نہیں ہے“ میں اتنی قوت رکھتی ہوں کہ اپنے ہاتھوں سے اس کا زخمہ دبا دوں لیکن صورت حال کچھ ایسی ہے کہ ابھی میں مصلحت سے کام لینا چاہتی ہوں۔ یہ ایک مجبوری ہے میری۔ روڈنی اولیاس سے رابطہ قائم کر کے جانتے ہو اس نے کیا کہا ہے؟“

”ظاہر ہے کہ نہیں۔“

”اس نے روڈنی اولیاس سے کہا ہے کہ میں اب تک اس کا کام سرانجام نہیں دے سکی ان لوگوں کو قیدی بنا لینے سے سارے مسئلے حل نہیں ہو سکتے۔ وہ لوگ زبان کھولنے پر آمادہ نہیں ہیں اور یہ نہیں معلوم کہ انہوں نے کارٹن کہاں چھپائے ہیں۔ میڈم میریسا نے انہیں صرف قید میں ڈال رکھا ہے۔ تشدد کے تمام حربے ناکام ہو گئے ہیں۔ کیا اس طرح روڈنی اولیاس اپنا مقصد حاصل کر سکتا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی ذریعہ نکل آئے اور وہ لوگ فرار ہونے میں کامیاب ہو جائیں۔ اس بات پر روڈنی نے اس سے پوچھا کہ آخر وہ کتنا کیا چاہتا ہے تو اس نے کہا کہ اگر یہ معاملہ براہ راست اس سے طے کیا جائے تو وہ اپنے طور پر کوشش کر سکتا ہے۔“

”ہوں۔ ویری گڈ وہ کیا کوشش کرے گا کچھ اس بارے میں معلوم ہو؟“

”نہیں۔“

”مگر آپ کو تفصیل کیسے معلوم ہوئی؟“

روڈنی اولیاس نے مجھ سے رابطہ قائم کیا تھا۔“

”ویری گڈ پھر؟“

”اس نے انتہائی کثرت لہجے میں کہا کہ کیا یہ اس قدر اہم کام کسی چھوٹے موٹے گروہ کی آپس کی چپقلش سے بن سکتا ہے۔ میں اس کی اہمیت کو سمجھنے میں ناکام رہی ہوں۔ روڈنی ہر قیمت پر ان لوگوں کی زبان کھلوانا چاہتا ہے۔ اس کی خواہش ہے کہ یہ کام جلد از جلد ہو جائے اور یہاں یہ گروہی سیاست چل رہی ہے اس نے کہا کہ اگر میں یہ کام نہ کر سکوں تو پھر وہ مجبوراً میرے ساتھی سے بات کرے گا ورنہ یہ ذمے داری میری ہے کہ آپس کی چپقلش کو ختم کر کے پہلے روڈنی کا کام کر دیا جائے اور اس کے بعد ہم سب جہنم میں جائیں جو ہمارا دل چاہے کرتے رہیں۔ اس نے اس کے لیے مجھے ایک ہفتے کا الٹی میٹم دے دیا ہے اس نے کہا ہے کہ ہفتے بھر کے اندر اندر میں اس بارے میں معلومات کر کے جواب دوں اور وہ گم شدہ کارٹن اس کے حوالے کر دوں۔ وہ مجھے اس کا معاوضہ ایڈوائس دینے کے لیے تیار ہے اور اگر ایک ہفتے کے بعد میں اس سلسلے میں ناکام رہی تو پھر کیتھ اسٹروڈی سے بات کرے گا اور دیکھے گا کہ اسٹروڈی اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہے۔ روڈنی اولیاس نے یہ بھی کہا کہ میں واقعی اس سلسلے میں ابھی تک متوثر کام سرانجام دینے میں ناکام رہی ہوں۔ یہ الجھن ہے میرے لیے ایک طرف میرا دل چاہتا ہے کہ کیتھ کی بوٹیاں چبا جاؤں تو دوسری طرف یہ احساس بھی ہوتا ہے کہ روڈنی الیاس جیسی موٹی اسائی میرے ہاتھ سے نکل جا رہی ہے اور یہ کام ہونے کی بظاہر ابھی کوئی اسید نظر نہیں آتی۔ میں نے اسی لیے تمہیں یہاں طلب کیا ہے ڈارلنگ کہ میں تم سے اس بارے میں مشورہ کروں۔ تمہارا ذہن بلاشبہ بہت تیزی سے کام کرتا ہے اور میں دل و جان سے اس کی قائل ہو گئی ہوں چنانچہ اب مجھے بتاؤ کہ اس سلسلے میں کیا کرنا چاہیے؟“

”کافی دیر غور و خوض کرنے کے بعد میں نے اس سے کہا۔“

”میرے ذہن میں اس سلسلے میں جو ایک منصوبہ آتا ہے وہ کسی حد تک خطرناک

ضرور ہے لیکن اب ان حالات میں ہمارے پاس اس کے علاوہ اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔“

”اگر کوئی متوثر بات تمہارے ذہن میں ہے“ میں سننے سے پہلے اس منصوبے کی

منظوری دیتی ہوں۔ بشرطیکہ تم اس پر مطمئن ہو۔“

”نہیں میریسا ابھی اس قدر اعتماد کر لینا مناسب نہیں ہے مجھ پر۔“

”کیسی باتیں کرتے ہو تم پر اب دنیا بھر میں سب سے زیادہ اعتبار ہے۔ ویسے ہمارے ذہن میں کیا منصوبہ ہے؟“

”جو منصوبہ میرے ذہن میں ہے وہ یہ ہے کہ میں ان پر اپنا اعتماد قائم کرتے ہوئے نہیں وہاں سے فرار کا موقع دے دوں۔“

”فرار کا؟“ اس کے لہجے سے چیخ نکلی۔

”ہاں۔“ میں نے اطمینان سے کہا۔

”تو پھر؟“ وہ ابھی حیرت میں مبتلا تھی۔

”اس کے لیے ہمیں ایک خوبصورت پلان تیار کرنا پڑے گا۔ میں خود بھی ان کے ساتھ اس فرار میں شامل ہوں گا چونکہ میں نے جس انداز میں ان سے اپنا تعارف کرایا ہے اس میں یہی کہا گیا ہے کہ میں بھی تمہارا ایک بدترین قیدی ہوں حالانکہ میں نے اپنے حالات ذرا مختلف بتائے ہیں۔“

میریسا کے انداز میں ایک دم ایسی کیفیت پیدا ہوئی جیسے وہ یہ کہنا چاہتی ہو کہ وہ یہ بات جانتی ہے کہ لیکن یہاں اس نے اپنے آپ کو کنٹرول کر لیا تھا۔ میرے ہونٹوں پر سکراہٹ آتے آتے رہ گئی۔ میں نے کہا۔

”ہاں اگر میں انہیں فرار کے لیے ایک بہترین موقع مہیا کر دوں تو شاید وہ اس موقع سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں۔“

”مگر اس کے بعد کیا ہو گا؟“

”فرار ہونے کے بعد میں ان سے کہوں گا کہ میں ان کے ساتھ ہی اپنے وطن پس جانا چاہتا ہوں۔“

”گڈ پھر۔“ میریسا اشتیاق سے میری بات سن رہی تھی۔

”وہ کارٹن یہاں چھوڑ کر یقیناً اپنے وطن واپس نہیں چلے جائیں گے۔“

”او تمہارا مطلب ہے۔۔۔۔۔۔“ اچانک میریسا نے اپنے ہاتھ میں پکڑا ہوا گلاس سینٹر بل پر رکھ دیا اور بولی۔ ”تمہارا مطلب ہے کہ اس طرح وہ کارٹن حاصل کرنے کی کوشش کریں گے اور تمہیں ان کے بارے میں علم ہو جائے گا۔“

”لازمی بات ہے وہ اپنا راز تو مجھے کبھی اس طرح نہیں بتائیں گے لیکن یہاں سے جانے کی کوشش کرتے ہوئے وہ کارٹن بھی اپنے ساتھ ہی لے جائیں گے آپ کا کیا خیال ہے؟“

”میرا خیال۔“ وہ اچانک ہی اپنی جگہ سے اٹھی اور مجھ پر لد گئی۔ وہ اپنے خیال اس طرح ظاہر کرتی تھی۔ بہر حال بمشکل تمام میں نے اس سے چھٹکارا حاصل کیا اور بولا۔

”اس کا مطلب ہے کہ آپ کو میری بات پسند ہے؟“

”تمہارے جتنے منصوبے ہیں وہ ٹھوس اور مضبوط ہوتے ہیں۔“

”اب آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ میرے منصوبے سے اتفاق کرتی ہیں؟“

”ہاں اگر اس کے چھوٹے چھوٹے پہلوؤں پر مزید غور کر لیا جائے تو میں اس منصوبے کی منظوری دیتی ہوں۔“

”دیری گڈ میں سمجھتا ہوں کہ اس سے اچھا منصوبہ اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔“

لوگ وہاں سے فرار ہوں گے اور اس کے بعد بحالت مجبوری انہیں مجھے اپنے ساتھ شامل کرنا ہو گا۔ ان کی فطرت کا میں اچھی طرح اندازہ لگا چکا ہوں۔ وہ صرف سرکاری لوگ ہیں جنہیں یہ مقصد سوچا گیا تھا۔ ایسے لوگ بلاشبہ راستے میں آنے والی گھاس کو کاٹ دیتے ہیں لیکن میں چونکہ ان کا ہم وطن ہوں اور ان پر اس طرح اپنا اثر قائم کر چکا ہوں کہ وہ مجھ پر مکمل اعتبار کریں گے اس سلسلے میں اور کم از کم مجھے اس بارے میں دھوکا دینے کی کوشش نہیں کریں گے اور پھر یہ لازمی امر ہے کہ وہ جہاں بھی جو کچھ کریں گے اس میں میرا ساتھ بھی لازمی طور پر اپنائیں گے اور مجھے اس کے بارے میں معلومات حاصل ہو جائیں گی۔ میں اس معلومات سے آپ کو آگاہ کرتا رہوں گا میڈم میریسا اور آپ اپنے ایک ایسے گروہ کے ساتھ جو کیسٹھ اسٹروڈی کے اثر سے پاک ہو میرا تعاقب کرتی رہے بلکہ مجھے ایسے بہت سے افراد درکار ہوں گے جو میرے اور آپ کے درمیان رابطے کا ذریعہ بنیں۔“

میریسا نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ ”میرے اور تمہارے درمیان رابطہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے بھی قائم ہو سکتا ہے۔ میں تمہیں ایسا ٹرانسمیٹر مہیا کروں گی جس پر تم مجھ سے گفتگو کر سکتے ہو۔“

”اس کے بعد شاید میں دوسری فرمائشیں بھی کرتا ڈیئر میریہ۔“

”ہاں ٹرانسپیر میں تمہیں دوں گی۔“

”لیکن صرف ٹرانسپیر سے کام نہیں چلے گا۔ وہ افراد بھی مہیا کرنے ہوں گے جو ظاہر ہے اس وقت ان پر حملہ آور ہوں گے جب وہ کارٹن حاصل کرچکے ہوں گے اور اس وقت کارٹن ہم اپنے قبضے میں لے لیں گے۔“

”بائی گاڈ اس سے اچھا منصوبہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ یہ نہایت شاندار بات ہے۔ میرے ذہن میں یہ منصوبہ ابھی تک نہیں آیا تھا حالانکہ میں اس سلسلے میں خاصی پریشان ہو چکی ہوں اور پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ہمارے پاس وقت نہیں ہے۔“

”تو ٹھیک ہے ہم اپنے منصوبے پر عمل شروع کر دیتے ہیں۔“

”میں تمہیں آٹھ ایسے افراد دے سکتی ہوں جو طوفانی طاقت رکھتے ہیں اور جو صرف میرے اور میرے وفادار ہیں۔ میرے لیے جان کی بازی لگا سکتے ہیں۔ بہت جلد میں ان سے تمہارا تعارف کرا دوں گی۔“ میریہ نے کہا۔

میں خاموش ہو کر اپنے اس منصوبے پر غور کرنے لگا۔ میریہ بھی پیٹا پلاتا بھول کر اسی بارے میں سوچنے لگی تھی۔

”یہ بتاؤ کہ فرار کے لیے کیا طریقہ کار اختیار کرو گے؟“

”میں اس دوران یہی غور کرتا رہا ہوں حالانکہ یہ ایک مشکل کام ہے لیکن پھر بھی ہمیں سرانجام دینا ہوگا۔ میرا خیال یہ ہے ڈیئر کہ اس وقت وہاں صرف چند افراد کو ہونا چاہیے جس وقت ہم فرار کا منصوبہ تیار کریں۔ میں یہاں سے جاتے ہی اپنا منصوبہ ان کے سامنے پیش کر دوں گا۔ اس کے لیے ہمیں چند چیزوں کی ضرورت پیش آئے گی۔ وہاں جو لوگ موجود ہوں گے ان کے پاس ہتھیار وغیرہ تو ہوں گے۔ لیکن پستولوں میں نقلی کار تو س ہونے چاہیں جو صرف دھماکا کریں۔ ہمیں ان لوگوں کو موت کے گھاٹ تو نہیں اتارنا ہوگا مگر فرار کا یہ منصوبہ کہیں سے کمزور نہ ہو۔ اس کے علاوہ ہمیں وہاں مقامی کرنسی بھی ملنی چاہیے اور اس کے ساتھ ساتھ ہمارے پوشیدہ رہنے کے لیے کوئی مناسب جگہ بھی ہو جہاں تمہارے آدمی ہمیں تلاش نہ کر سکیں۔“

میریہ پر خیال نظروں سے مجھے دیکھتی رہی پھر اس نے کہا۔

”نقلی ہتھیار بھی ان کے پاس موجود ہوں گے اور کرنسی بھی۔ تم ان کی جیبوں سے نکال سکتے ہو۔ اس کے علاوہ تمہیں باہر نکلنے کے لیے گاڑی بھی تیار ملے گی جس کے انجینیشن میں چابی لگی ہوگی۔ وہ لوگ پوری طرح تمہارے پروگرام سے واقف ہوں گے اور ان کی تعداد صرف تین ہوگی جنہیں تم ہوشیار سے قابو میں کرو گے۔ اور ہاں قیام کے لیے میں ہوٹل ہالی ڈی کا مشورہ دیتی ہوں ہالی ڈی جس عمارت میں تم لوگ مقیم ہو وہاں سے سیدھی سڑک جاتی ہے اور میڈرڈ کا اختتام ہی ہالی ڈی پر ہوتا ہے کیونکہ اس کے بعد صنعتی علاقہ شروع ہو جاتا ہے اور صنعتی علاقہ ہونے کی وجہ سے ہوٹل ہالی ڈی ایک نہ چلنے والا ہوٹل ہے۔ بس وہاں مسافروں کو اس سے بہتر جگہ اور کوئی نہیں ہے۔ وہ کار تم راستے ہی میں کہیں چھوڑ سکتے ہو اور وہاں سے نیکیسی لے لینا تاکہ باقی شبہ بھی مٹ جائے اس کے بعد ڈیئر تم ٹرانسپیر پر مجھ سے رابطہ رکھتا اور اپنا پروگرام بتاتے رہنا۔“

”ویری گڈ“ میرا خیال ہے اس سے بہتر اور کوئی منصوبہ نہیں ہو سکتا۔“

”تم ان سے اپنی اس گمشدگی کے بارے میں کیا کہو گے؟“

”یہی کہ مجھ پر تشدد کر کے مجھ سے میرے پروگراموں کے بارے میں معلوم کیا جاتا ہے اور اس وقت بھی اس لیے مجھے بلایا گیا تھا۔“

”مناسب بات ہے تم نے گراؤنڈ ہی ایسا تیار کیا ہے کہ ان لوگوں کو اس پر شبہ نہیں ہو سکتا۔“

”جی ابھی تک تو میں نہایت موثر پلانے پر اپنے کام کو سرانجام دے رہا ہوں۔ اب اس کے بعد دیکھئے کیا ہوتا ہے۔“

”ڈیئر تمہیں ان سے زیادہ دور نہیں رہنا چاہیے۔ ورنہ انہیں کوئی شبہ بھی ہو سکتا ہے۔ میں تمہاری واپسی کا بندوبست کیے دیتی ہوں اور ہاں ٹرانسپیر میں تمہیں ابھی مہیا کیے دیتی ہوں۔“

وہ اپنی جگہ سے اٹھی۔ دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ میں پر خیال انداز میں دیوار کو دیکھنے لگا تھا جس کام کا آغاز میں نے کیا تھا۔ امید تو تھی کہ کم از کم میں اپنے ان دشن دوست ساتھیوں کو ان کے سامان سمیت یہاں سے نکلانے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ حالانکہ یہ ایک مشکل کام تھا لیکن میرے لیے اس سے زیادہ مبارک وقت اور کون سا

ہو سکتا تھا۔ جب اپنے وطن کے لیے میں کوئی کارنامہ سرانجام دوں۔ میریسا نے بہت مختصر لیکن نہایت موثر ٹرانسپیر سیٹ کا ایک حصہ مجھے دیا۔ دوسرا بھی اس کے پاس ہی موجود تھا۔ کوئی ڈیڑھ انچ کے اسکوئر ٹرانسپیر سیٹ کو نہایت آسانی سے آپریٹ کیا جاسکتا تھا۔ اس کی رینج بھی کافی تھی۔ میریسا نے مجھے اس کے استعمال کے بارے میں پوری تفصیلات بتائیں اور میں نے اس کا تجربہ کر کے بھی دیکھ لیا۔

پھر اسے مطمئن انداز میں اپنے لباس میں پوشیدہ کر لیا۔ میریسا نے مجھے رخصت کیا۔ تھا اور یہ رخصتی بھی خاصی طویل تھی کچھ دیر کے بعد مجھے دوبارہ اس عمارت میں پہنچا دیا گیا اور پھر تہہ خانے میں۔ میں نڈھال سے انداز میں اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچ گیا۔ میجر سلطان، کیپٹن تیمور، راجیل زبیری اور فیروز میرے لیے کافی پریشان نظر آ رہے تھے۔ انہوں نے سوالیہ انداز میں مجھے دیکھا تو میں نے انگلی سے اوپر کی جانب اشارہ کر کے پوچھا کہ وہاں کیا پوزیشن ہے تو میجر سلطان نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر مجھے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ مطلب یہ تھا کہ ڈکٹافون اس وقت بند نہیں کیا گیا ہے چنانچہ گفتگو میں احتیاط ضروری ہے۔ میں نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی اور انہیں اشارہ کیا کہ اب وہ مجھ سے میرے بارے میں گفتگو کریں چنانچہ میجر سلطان شروع ہو گیا۔

”خیریت۔ تو بے مانی ڈیئر مسٹر فراز کہاں لے گئے تھے وہ لوگ آپ کو؟“

”ہاں کیا بتاؤں وہی پرانا سلسلہ، مختلف طریقوں سے تشدد کر کے وہ مجھ سے میرے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اس کے لیے یہ کارروائی ہوتی رہتی ہے۔“

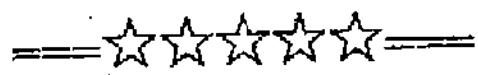
ہم نے ایک دفعہ پھر ڈکٹافون پر اپنی چپکادی اور میں انہیں میریسا سے ہونے والی فرار کے بارے میں تفصیل سے آگاہ کرتا رہا۔

”چنانچہ میرا نیا منصوبہ یہ ہے کہ آپ لوگوں کو یہاں سے فرار کرا دیا جائے اور میڈم میریسا نے اس منصوبے کی منظوری دے دی ہے۔ ان تمام ضرور کارروائیوں کے ساتھ جو ہمیں کرنا ہوں گی۔ ان کا مقصد یہی ہے کہ آپ لوگ یہاں سے فرار ہوں آپ کو کامیابی سے فرار ہونے کا موقع دیا جائے گا اور اس وقت تک آپ کے راستے میں کوئی مزاحمت نہیں کی جائے گی جب تک کہ آپ فاضل پرزہ جات کے وہ کارٹن حاصل کر کے

فرار ہونے کے لیے تیار نہ ہو جائیں۔ یہ ٹرانسپیر دیا گیا ہے مجھے جس کے ذریعے مجھے آپ کے منصوبے کی لمحہ لمحہ اطلاع میڈم میریسا کو دینا ہوگی اور جب آپ لوگ وہ کارٹن حاصل کر چکے ہوں گے تو میڈم میریسا اپنے آٹھ آدمیوں کے ساتھ آپ پر چھاپا مارے گی اور کارٹن اپنے قبضے میں کرے گی۔“

ان سب کے چہرے دھواں دھواں ہو رہے تھے۔ میں نے آہستہ سے کہا۔ ”اس طرح کم از کم آپ کو اس جگہ تک پہنچنے میں اب کوئی دشواری نہیں پیش آئے گی بس خدا سے یہ دعا کرنی ہے کہ ہم موثر طریقے سے اپنا یہ کام سرانجام دے سکیں۔ اس کے علاوہ مسٹر میجر سلطان چیکاں برادر س، کیتھ اسٹروڈی میڈم میریسا کے راستے میں مزاحمت کریں گے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ میرے منصوبے میں صرف اتنا ہی نہیں ہے کہ آپ کو وہاں تک پہنچا دوں بلکہ وہاں سے آپ کو بہ آسانی اس جگہ تک پہنچانے کی کوشش کروں گا جہاں سے آپ اپنے پروگرام کے مطابق ایٹ لاس کی جانب روانہ ہو جائیں گے۔ اب بتائیے کہ آپ اس سارے منصوبے سے اتفاق کرتے ہیں اور ہم رات کو نو بجے فرار ہو رہے ہیں۔“

میں نے سوالیہ نگاہوں سے میجر سلطان کو دیکھا۔ ان کا چہرہ شدت جوش سے سرخ ہو رہا تھا۔ اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں اور ہاتھوں کی مٹھیاں بھنجی ہوئی تھیں۔



میجر سلطان کے الفاظ پر میں خود بھی جذباتی ہو گیا۔ میں نے کہا۔ ”خدا میرے وطن کو سلامت رکھے اور آپ لوگوں کو خدا سلامت رکھے جو میرے وطن کے ذرے ذرے کے محافظ ہیں، اگر مجھے ہزار زندگیاں بھی مل جائیں تو میں آپ کی خدمت کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دوں بہر طور یہ سارا منصوبہ بہت ر سکی ہے اور ہم صرف خدا سے دعا کر سکتے ہیں کہ ہمیں اس میں کامیابی حاصل ہو۔“

”انشاء اللہ ہمیں اس میں کامیابی حاصل ہوگی، اللہ تعالیٰ ہر مشکل مرحلے میں بہر طور اپنے بندوں کی مدد کرتا ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ آپ کامل جانا تائید غیبی ہے، ورنہ سچی بات یہ ہے کہ ہم بے بس ہو گئے تھے اور بعض اوقات نہایت مایوسی سے یہ سوچنے لگتے تھے کہ ہمارا اپنا انجام کچھ بھی ہو لیکن جس مشن کے لیے ہم لوگ نکلے ہیں اس کا کیا ہوگا؟“

کچھ دیر ہم لوگ اسی طرح کی جذباتی باتیں کرتے رہے اور پھر میجر سلطان آرام کرنے لیٹ گیا۔ طے یہ ہی ہوا تھا کہ وقت مقرر پر ہم لوگ اپنی اس کارروائی کو آگے بڑھائیں گے۔ ادھر میرا بھی اس بات سے مطمئن نہیں کہ کام تسلی بخش ہو رہا ہے، میں جانتا تھا کہ ان کی حالت بھی نہایت جذباتی ہوگی اس کے علاوہ چیکا س برادرز، کیتھ کو سنبھالے ہوئے تھے لیکن ابھی میں اس منصوبے کی تمام تر اطلاع چیکا س برادرز کو نہیں دینا چاہتا تھا۔ ایٹ لاس کے بارے میں سلطان نے جو کچھ بتایا تھا ہمیں وہ پریڈ پورا کرنا تھا لیکن خوشی کی بات یہ طے تھی کہ ابھی وقت باقی تھا اگر ایٹ لاس نکل جاتا تو پھر مشکلات کا

سامنا کرنا پڑتا۔ اب سارے کام اسی وقت میں سرانجام دے لینے تھے۔

کھڑی کی سوئیاں بہت سست رفتاری سے آگے بڑھتی رہیں۔ ہمیں مقرر وقت پر اپنا کام سرانجام دینا تھا۔ میجر سلطان، کیپٹن تیمور اور دوسرے لوگوں نے اندر لگے ہوئے مائیکروفون پر سے پی ہٹادی تھی اور اب ہمیں اس پٹی کی ضرورت نہیں تھی۔ بہر حال وہ وقت آگیا جب ہمیں اپنے کام سرانجام دینے کے لیے تیار ہو جانا تھا۔ بہت ہی دلچسپ مرحلہ تھا۔ ہماری راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی لیکن ہم شدید سنسنی کا شکار تھے ہم جانتے تھے کہ ہمارے لیے انتہائی آسانیاں فراہم کر دی گئی ہیں اور اس وقت اس غمارت میں صرف وہی تین افراد ہوں گے جو ہمارے فرار کی تمام تیاریاں مکمل کر چکے ہیں۔ مقررہ وقت پر میں اٹھ گیا اور میں نے میجر سلطان سے کہا۔

”میجر سلطان آپ اور آپ کے تمام ساتھی تیار ہیں۔“

”ہم تو ہر وقت تیار رہتے ہیں۔ اس وقت تو خود کو ایک شاندار مہم پر محسوس کر رہے ہیں۔“ میجر سلطان نے جواب دیا۔

”تو پھر آئیے۔ اللہ کا نام لے کر باہر نکلتے ہیں۔“

وہ لوگ میری راہنمائی میں تہہ خانے کے مختلف مراحل طے کرتے ہوئے بالآخر باہر آگئے۔ ان کے چہرے جوش اور تجسس سے سرخ ہو رہے تھے۔ ہم لوگ ایک راہداری سے گزرتے ہوئے جب اس بڑے ہال میں پہنچے جہاں سے گزرنے کے بعد ہمیں بیرونی راستہ اختیار کرنا تھا تو وہاں ہم نے ان تینوں کو پایا۔ تینوں بے خبری کے عالم میں تھے اور شاید مار کھانے کے لیے پوری طرح سے تیار، تاہم ہمارے قدموں کی آہٹوں پر وہ چونک کر ہوشیار ہوئے لیکن پروگرام کے مطابق ہم لوگ بھی تیار تھے گولیاں چلانے کی نوبت ہی نہیں آئی، یہ تو منصوبوں کے خاص خاص مواقعوں کا ایک حصہ تھا کہ کس وقت کیا کرنا ہے میجر سلطان، کیپٹن تیمور نے ان تینوں افراد کو گھونسوں پر ہی رکھ لیا اور مار مار کر چیخ مچ ہی بے ہوش کر دیا حالانکہ یہ بات پروگرام میں شامل نہیں تھی لیکن میں میری س سے کہہ سکتا تھا کہ ہم صورت حال کے مطابق ہی عمل کرنے پر مجبور تھے۔

ہمیں ان لوگوں کی تلاشی کے دوران اچھی خاصی کرنسی اور باہر کھڑی ویگن کی چابی مل گئی تھی۔ سارے انتظامات مکمل تھے لیکن ہمیں اتنا ہوشیار رہنا تھا کہ ویگن میں بھی

ہمیں کوئی غیر متعلق گفتگو نہیں کرنی تھی اور میں نے ویگن تک جاتے ہوئے یہ بات میجر سلطان وغیرہ کو بھی بتادی۔ میجر سلطان نے میری بات کی تائید کی تھی۔

ہم باہر نکل آئے، تاحد نگاہ پر اسرار سناٹا اور خاموشی چھائی ہوئی تھی، ایسا دلچسپ فرار اس سے پہلے دیکھنے میں نہیں آیا ہوگا۔ جس کے لیے تمام انتظامات بہترین طریقے کر دیے گئے تھے۔ ویگن میں پیٹرول اچھی خاصی مقدار میں موجود تھا اور اس کے علاوہ نقشہ جو ہمیں ہوٹل ہالی ڈے تک لے جاتا تھا میرے ذہن میں محفوظ تھا۔ ڈرائیونگ میں نے سنبھال لی تھی۔ میرے چاروں دوست میرے ساتھ ہی بیٹھ گئے۔ میجر سلطان ڈرائیونگ سیٹ کے قریب بیٹھا تھا اور باقی تینوں افراد پیچھے تھے اور پوری طرح ہوشیار اور بالکل خاموش تھے ویگن میں ہم نے بہت ہی مختصر سی گفتگو کی۔

میجر سلطان نے مجھ سے پوچھا۔ ”اب آپ کا کیا پروگرام ہے ہمیں کہاں جانا ہوگا؟“

”میں نے ایک ایسی جگہ تلاش کی ہے جہاں ہم عارضی طور پر قیام کر سکتے ہیں وہ ایک ہوٹل ہے، ہالی ڈے کے نام سے مشہور ہے اور میڈرڈ کے نواحی علاقے میں ہے۔ وہاں بہت کم مہمان ہوا کرتے ہیں، گو ہمارے جلسے درست نہیں ہیں لیکن اتنے برے بھی نہیں کہ کوئی ہمیں شک کی نگاہ سے دیکھے۔“

”ٹھیک ہے۔“

میں ویگن ڈرائیو کرتا رہا۔ بہت ہی شاندار گاڑی تھی۔ ہالی ڈے ہوٹل کے لیے جو معلومات مجھے میریبا نے فراہم کی تھیں اسی کے مطابق نگاہیں دوڑاتا ہوا میں اپنے اس سفر کی تکمیل کر رہا تھا، تقریباً پینتالیس منٹ کا سفر طے کرنا پڑا، سڑکیں سنسان تھیں اور ڈرائیونگ تیز رفتاری سے کی جا رہی تھی اس لیے کوئی خاص دقت نہیں ہوئی۔ البتہ چروٹنگ پولیس کا خطرہ تھا، جس کی گاڑیاں کئی جگہ ہمیں نظر آئی تھیں اور وہاں ہم نے نہایت احتیاط سے ڈرائیونگ شروع کر دی تھی تاکہ کہیں کسی کو کوئی شبہ نہ ہو اور کوئی ایسی رکاوٹ درمیان میں نہ آجائے، جو ہمارا پروگرام چوہٹ کر دے البتہ ہم نے اپنی گاڑی ہوٹل ہالی ڈے سے تھوڑے فاصلے پر چھوڑ دی تھی اور اس کے بعد وہاں سے ہوٹل ہالی ڈے کا رخ پیدل ہی کیا تھا۔

اطراف میں سناٹے بکھرے ہوئے تھے لیکن ہوٹل کے اندر سے بیڈ کی موسیقی کی

آواز ابھری رہی تھی۔ اندر احاطے میں البتہ بہت خوب صورت ماحول بنا دیا گیا تھا۔ پارک بنا ہوا تھا جس میں شیڈ لگے ہوئے تھے اور یہاں سیروسیاحت کے لیے آنے والے لوگ اپنی اپنی تفریحات میں مشغول تھے ہم نے الگ الگ ٹولیاں بنالیں اور اس کے بعد ہوٹل ہالی ڈے کے ریسپشن میں داخل ہو گئے، جو ایک بہت بڑے ہال کی شکل میں تھا، میڈم میریبا نے بھی مجھے بتایا تھا کہ یہ ہوٹل زیادہ چلتا نہیں ہے لیکن یہاں کے انتظامات معمول کے مطابق تھے اور نہایت شاندار تھے، ہوٹل بھی بہت ہی خوب صورت تھا جو کمرے ہمیں حاصل ہوئے وہ قابل دید حیثیت رکھتے تھے۔ مقامی کرنسی نے ہماری بھرپور مدد کی۔ کسی نے ہم پر کوئی توجہ نہیں دی تھی لیکن یہ دیکھ کر ہماری باچھیں خوشی سے کھل گئی تھیں کہ وہاں اسٹورز بھی تھے بہر حال ایک جدید ملک کا جدید ہوٹل تھا چنانچہ مسافروں کی ضروریات کا خیال رکھا جاتا تھا۔ اسٹور اس وقت اگرچہ بند تھے لیکن دن میں اس بات کی امید ہو گئی تھی کہ وہاں ہمیں نئے لباس بھی میا ہو سکیں گے اور ضرورت کی دوسری چیزیں بھی۔

میں تو خیر ذہنی طور پر بالکل مطمئن تھا لیکن میجر سلطان اور اس کے ساتھیوں پر بیجانی کیفیت سوار تھی انہیں یہ رہائی بہت عرصے کے بعد نصیب ہوئی تھی اور صحیح معنوں میں وہ مشکلات کا شکار رہے تھے اس لیے وہ بہت زیادہ جذباتی ہو رہے تھے البتہ زبان سے کسی نے کچھ نہیں کہا تھا، یہاں ہم اپنے اپنے کمروں میں مقیم ہو گئے جو پورٹر ہمیں چھوڑنے آئے تھے وہ ہم سے ٹپ وغیرہ لے کر واپس جا چکے تھے اور ابھی ہمارا آپس میں کوئی رابطہ نہیں ہوا تھا میں نے اپنے لیے الگ کمرہ حاصل کیا تھا اور یہ ضروری بھی تھا۔ باقی وہ لوگ دو، دو کی شکل میں دو دوسرے کمروں میں منتقل ہو گئے تھے۔ غرض یہ کہ یہ ابتدائی مرحلہ پرسکون انداز میں طے ہو گیا تھا اور اب اس وقت یہ ضروری نہیں تھا کہ میں فوراً ہی میڈم میریبا کو اپنی اس پہلی کامیابی کی اطلاع دوں، مجھے پوری پوری ہوشیاری سے اپنا یہ تمام کام سرانجام دینا تھا، کہیں کسی مرحلے پر میڈم میریبا کو میرے بارے میں کوئی شبہ نہیں ہونا چاہیے، اس بات کا خصوصی طور پر خیال رکھنا تھا۔ چنانچہ کافی دیر تک میں ایک کرسی پر بیٹھا ان سوچوں میں گم رہا، کہ اب میرا دو سرا قدم کیا ہونا چاہیے اس کے بعد میں نے ہاتھ روم کا رخ کیا اور ایک عمدہ غسل کیا اس دوران ذرا سکون کم ہی ملا تھا

حالانکہ میڈم میریسا نے اپنی محبت میں مجھے ہر طرح کی مراعات فراہم کی تھیں لیکن اب جو یہ نئی کارروائی میں کر رہا تھا اس میں مجھے بھی صعوبتوں سے گزرنا پڑ رہا تھا۔ اس پر سکون غسل نے مجھے تازہ دم کر دیا اور اب اس کے بعد ظاہر ہے ہمیں شاندار کافی کی ضرورت تھی۔ میں اپنے کمرے سے نکل کر میجر سلطان کے کمرے میں آ گیا۔ میجر سلطان کے بقیہ ساتھی بھی وہیں موجود تھے۔ انہوں نے میرا مسکراہٹوں کے ساتھ استقبال کیا۔

میجر سلطان نے کہا: ”ہن یوں سمجھ لیجئے کہ کیپٹن تیمور آپ کے پاس آئے ہی والے تھے۔ ہم نے روم سرویس کو کافی لانے کے لیے کہا ہے۔“

”دلچسپ۔ میں بھی یہی سوچ کر آیا تھا۔ میجر سلطان ویسے میں یہ سمجھتا ہوں کہ اب ہمیں اپنی گفتگو کے لیے آزادی حاصل ہے، چنانچہ اس وقت ہم گفتگو میں کوئی تکلف نہیں کریں گے۔“

میجر سلطان نے تجسس بھری نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

”ہاں میجر کم از کم مجھے میریسا کی تمام کارروائیوں کے بارے میں معلومات حاصل ہیں۔ اب اس قدر ایڈوانس بھی نہیں ہے کہ خفیہ طریقے سے وہ ہماری گفتگو سننے کی کوشش کرے وہاں کی بات کچھ اور تھی۔“

”آپ یقین کیجئے کہ میں تو بڑی عجیب کیفیت محسوس کر رہا ہوں۔ ویسے یہ آزادی بڑی عجیب لگ رہی ہے، ہم لوگوں نے اپنے جسم سے اتنا میل چھڑایا ہے کہ ہمیں خود بھی حیرت ہو رہی ہے۔“

”خیر فوجی زندگی میں تو آپ کو ایسے مراحل سے گزرنا ہی پڑتا ہو گا۔“

”ہاں! لیکن اس کے بعد ہم سب بھول جاتے ہیں کہ ہم کسی مشکلات کا شکار رہے ہیں۔“

میں ہنسنے لگا پھر میں نے میجر سلطان سے کہا: ”ابھی تک جو کچھ ہوا ہے وہ ہماری پسند کے مطابق ہے، اب اس کے بعد آپ یہ بتائیے میجر سلطان کہ ہمارا دوسرا قدم کیا ہو گا؟“

”پروگرام پہلے سے مختلف نہیں ہے، مائی ڈیئر دانش ہمیں جزیرہ کیزی جانا ہو گا۔ کیزی کے ساحلوں پر جیسا کہ میں نے آپ کو بتایا تھا ہمارا مطلوب موجود ہے اور میں یہ

سمجھتا ہوں کہ جو تاریخیں ہمیں حاصل ہو گئی ہیں انہوں نے ہمارے حوصلے اور بڑھا دیے ہیں کیونکہ ایٹ لاس انہی تاریخوں میں ہی یہاں پہنچے گا۔“

”ایک بار پھر ذرا مجھے اٹلس کے بارے میں تفصیلات بتا دیجئے۔“ میں نے کہا۔

”ایٹ لاس خلیج کھلے میں لنگر انداز ہو گا اور وہاں سے ایک اسٹیمر مقررہ تاریخ پر جو ہمارے درمیان پہلے سے طے ہے، جزیرہ کیزی کے ساحل پر پہنچے گا۔ میرا مطلب ہے اس پر اسرار ساحل پر جہاں سے ہمیں وہ سارا کام سرانجام دینا ہے۔“

”اسٹیمر سے آپ کے کس طرح رابطے ہوں گے؟“

”وہاں سے ہمیں نشانات دیے جائیں گے جن کی تفصیل میں آپ کو بتا دوں گا۔“

”جوابی طور پر آپ کو کیا کرنا ہے؟“

”ایک بار سبز اور دوسری بار سفید روشنی۔ ہم یہ اپنا قومی نشان انہیں دیں گے اور اس طرح وہ لوگ یہ سمجھیں گے کہ لائن کلیئر ہے۔“

”اگر خدا نخواستہ لائن کلیئر نہ ہوتی تو؟“

”تو پھر صرف سرخ نشان دکھانا ہوتا انہیں اور اسٹیمر سمندر ہی میں واپس لوٹ جاتا۔“

”اس کا مطلب ہے کہ ہمیں سبز اور سفید روشنی کا بندوبست بھی کرنا ہو گا؟“

”ہاں یہ ضروری ہو گا۔ میرے خیال میں ہمیں صرف دو ٹارچیں درکار ہوں گی، جن میں سے ایک پر ہم سبز رنگ کی پٹی چڑھالیں گے دوسری کو سفید ہی رہنے دیا جائے گا اس طرح ہمارا کام بن جائے گا۔“

”ٹھیک اس کے علاوہ آپ کو کسی اور چیز کی ضرورت ہو گی مسٹر سلطان؟“

”میرا خیال ہے صرف لباس اور کوئی شے ہمیں درکار نہیں ہے لیکن اب آپ یہ فرمائیے مسٹر دانش کہ آپ کا آئندہ کا منصوبہ کیا ہے، ہم لوگ اب تک محتاط گفتگو کرتے رہے ہیں، یہ ہماری پہلی غیر محتاط گفتگو ہے، خدا کرے یہ محفوظ ہی رہے۔“

”انشاء اللہ تعالیٰ اس بات کے امکانات نہیں ہیں کہ اس گفتگو کو کہیں اور سنا جاسکے لیکن اب ہم اتنی دیوانگی کا مظاہرہ بھی نہیں کریں گے کہ ہر چیز میں خوف ہی کا شکار رہیں۔“

”میں سمجھ رہا ہوں آپ کی بات تو پھر اب آپ کا ارادہ کیا ہے؟ میں اصل میں یہ سوال اس لیے کر رہا ہوں کہ آئندہ جو اقدامات ہوں اور خصوصاً اس انداز میں کہ ایک بار ہم پھر فعال ہو گئے ہیں ہمیں حالات سے باخبر ہی رہنا ہے تاکہ ہم کسی بھی غیر متوقع مرحلے پر اپنے آپ کو سنبھال سکیں۔“

”یقیناً یقیناً۔“ میں سمجھتا ہوں اب اس میں کوئی دقت نہیں ہے، جیسا کہ میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ میریبا نے ہمیں اس لیے فرار کرایا ہے کہ میں آپ کے ہم وطن کی حیثیت سے آپ کے ساتھ رہوں، میرے پاس ایک ٹرانسمیٹر موجود ہے، جو میریبا نے مجھے مہیا کیا ہے اور میں اس ٹرانسمیٹر پر انہیں آپ کی پوزیشن سے آگاہ کرتا رہوں گا۔ منصوبہ یہ ہے، میریبا کو میں تمام حالات سے آگاہ رکھوں گا تاکہ وہ ہمیں سہولتیں فراہم کرتی رہیں ہم ان کے علم میں ہی کیزی پینچیں گے اور اس کے بعد اس مرحلے تک ہم انہیں با علم رکھیں گے جہاں وہ کارٹن آپ حاصل کریں۔ صورت حال ایسی بنالیں گے کہ مقررہ وقت پر اسٹیمر بھی وہاں پہنچ جائے، میں اس دوران میریبا کو پیچھے لگا کر لے جانا چاہتا ہوں تاکہ وہاں ان دونوں گروہوں کو آپس میں بھڑا کر آپ لوگوں کو نکل جانے کا موقع دوں۔“

==☆☆☆☆☆==

میں تمام تفصیلات میجر سلطان کو بتاتا رہا اور وہ حیرت سے تمام باتیں سنتا رہا۔ درمیان میں اس نے کئی بار مجھ سے سوالات کیے اور ایک بار پھر اس پر وہی جذباتی کیفیت طاری ہو گئی۔ اس نے میرے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا۔

”اللہ تعالیٰ آپ کو زندہ سلامت رکھے۔ واقعی یہ ایک موثر اور شاندار منصوبہ ہے اتھائی ذہانت سے بھرپور۔“

”میجر سلطان شدت جذبات سے مزید کچھ نہ کہہ سکا۔ اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی غالباً ویٹر کافی لے آیا تھا شاندار کافی اور اس کے ساتھ کچھ ڈرائی فروٹ ہم لوگوں کو لطف دے گئے آزادانہ طور پر زندگی گزارنے کا تصور بھی کتنا حسین ہوتا ہے۔“

رات کو تقریباً سوا دو بجے میں اپنے کمرے میں آگیا تھا۔ میریبا کے بارے میں سوچا۔ پتا نہیں جاگ رہی ہوگی یا سو گئی ہوگی لیکن پھر بھی اپنی محبت کا اظہار کرنے کے لئے میں نے اس سے ٹرانسمیٹر پر رابطہ قائم کیا اور پہلے ہی مرحلے پر مجھے کامیابی حاصل ہو گئی۔ جیسے ہی میں نے ہیلو کہا، دوسری طرف سے میریبا کی مضطربانہ آواز سنائی دی۔

”ہیلو فراس، کو کیا اس وقت تم تنہا ہو؟“

”ہاں تنہا اور ہوٹل ہالی ڈسے کے کمرانمبر تین سو گیارہ میں مقیم ہوں۔“

”اوہ دیری گڈ۔ ویسے مجھے عمارت سے صورت حال کا پتا چل گیا تھا۔ یعنی یہ کہ تم لوگ نکل جانے میں کامیاب ہو گئے۔ غالباً گولیاں چلانے کی نوبت نہیں آئی تھی نہ ہی ان لوگوں کے ہتھیار قابو میں کیے گئے۔“

”ان کی ہمیں ضرورت نہیں تھی کیونکہ میڈرڈ کی پولیس کو بھی ذہن میں رکھنا تھا اگر ہتھیار ہمارے پاس ہوتے اور ہم کسی مشکل انداز میں فرار ہو رہے ہوتے تو پولیس کی نگاہوں میں بھی چڑھ سکتے تھے۔“

”تمہاری ذہانت بے مثال ہے میں اس کا خلوص دل سے اعتراف کرتی ہوں۔ ابھی ان لوگوں کے بارے میں علم نہیں ہوا کیا انہیں کافی زخمی کر دیا ہے تم نے؟“

”نہیں آپ کو وہاں سے اطلاع کیسے ملی؟“

”وہ ہوش میں آچکے تھے اور انہوں نے ہی بتایا ہے کہ وہ اچھے خاصے زخمی ہو گئے ہیں۔“

”نہیں انہیں صرف ہاتھوں ہی سے مارا پینا گیا تھا“ اصل میں جو لوگ بہت عرصے سے قید ہوں اور انہیں فرار کا اندازہ ہو جائے تو پھر وہ بہت زیادہ جذباتی ہو جاتے ہیں۔ افسوس میں انہیں یہاں نہ روک سکا معذرت خواہ ہوں میں اس کے لیے۔“

”اوہ بالکل نہیں۔ بہر حال یہ سب کچھ تو ہو گا اب ہر کام ہماری پسند کے مطابق تو نہیں ہو سکتا۔ اب تم یہ بتاؤ کہ کیا صورت حال ہے؟“

”ابھی وہ لوگ فرار کی خوشیاں منا رہے ہیں اور اپنی آزادی کا جشن بھی۔ ہم کل صبح یہاں کے اسٹورز سے خریداری کریں گے اپنے لیے۔ لباس وغیرہ کی ضرورت ہے اس کے بعد جو بھی منصوبہ ہو گا میں اس سے آپ کو بالکل باخبر رکھوں گا۔“

”یوں سمجھ لو اس وقت میں صرف تمہارے لیے مخصوص ہو گئی ہوں۔ کوئی اور کام اول تو کرنا بھی نہیں ہے مجھے لیکن کرنا چاہوں تو کر بھی نہیں سکوں گی۔“

”کیتھ کی جانب سے بالکل ہوشیار رہیں ہمیں اس پر خصوصاً نظر رکھنی ہے۔“

”مطمئن رہو میں نے ان آٹھ آدمیوں کو بھی تیار کر لیا ہے جو اس مشق میں ہمارے ساتھی ہوں گے۔“

”اب آرام سے سو جائیے۔ میں نہیں چاہتا کہ جاگنے کی وجہ سے آپ کی صحت پر کوئی برا اثر پڑے۔“

”اوہ ڈارلنگ میری صحت پر تو صرف تمہاری غیر موجودگی کی وجہ سے اثر پڑ سکتا ہے تمہارے ساتھ جاگنے کا لطف ہی کچھ اور ہوتا ہے اور میں اس بات کی منتظر ہوں کہ

کب یہ کام ختم ہو اور ہم دوسری مشکلات سے آزاد ہو جائیں۔“ اس نے ٹرانسمیٹر پر ہی بہت ساری لغویات کا مظاہرہ کیا اور اس کے بعد ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔ میں دل ہی دل میں اسے گالیاں بکتا ہوا بستر پر دراز ہو گیا اور پھر سونے کی کوشش کرنے لگا۔ حالانکہ جب ذہن پر بیجانی کیفیت طاری ہو تو سونا ایک مشکل کام ہوتا ہے لیکن یہ مشکل کام سرانجام دینا تھا۔

دوسرے دن خاصی دیر میں آنکھ کھلی۔ اب اتنا زیادہ بھی فری نہیں ہونا چاہتے تھے ہم لوگ کہ دوسرے ہماری جانب سے مشکوک ہو جائیں اس لیے نہ تو میجر سلطان نے مجھ سے رابطہ قائم کیا اور نہ ہی میں نے اس سے۔ البتہ دن کو ساڑھے گیارہ بجے میں ہوٹل کے نچلے حصے میں پہنچا اور یہاں اسٹورز سے اپنے لیے دو تین جوڑوں کی خریداری کی۔ میں نے ان لوگوں کو بھی دیکھا وہ بھی اسٹورز میں جھانکتے پھر رہے تھے اور غالباً کچھ خریداری بھی کر ڈالی تھی انہوں نے۔ بہر طور یہ سب کچھ نہایت تسلی بخش طریقے سے ہو رہا تھا۔ البتہ اب گفتگو کے معاملے میں ہم لوگوں کو پھر محتاط ہو جانا چاہیے تھا چنانچہ واپسی میں میجر سلطان میرے ساتھ ہی اوپر کی منزل پر پہنچا تھا اور میں نے میجر سلطان کو یہ بتا دیا تھا کہ اب گفتگو ہم لوگ ہوٹل کے کسی ایسے حصے میں کیا کریں گے جو ذرا محفوظ ہو۔

”اس دوران میریسا سے رابطہ ہوا؟“

”ہاں رات ہی سوا دو بجے میں نے اسے اپنے مشن کے پہلے مرحلے کی کامیابی کی اطلاع دے دی تھی۔“

میجر سلطان پر خیال انداز میں مسکراتے لگا تھا پھر بولا۔ ”کچھ کہا اس نے؟“

”کامیابی کی مبارک باد دی تھی۔“

”روانگی کا انتظام کب تک کر لیں گے آپ؟“

”آپ کیا چاہتے ہیں میجر؟“

”نجانے کیوں ذہن پر کچھ ہول سا سوار ہے میں یہ سوچتا ہوں کہ کیوں نہ ہم جزیرہ کیزی پہنچ جائیں۔“

”وہاں پہنچ کر بھی ہمیں اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کی کوشش کرنی ہوگی کیونکہ ابھی ہمارے پروگرام میں چند روز باقی ہیں۔ میں یہ سوچتا ہوں کہ وہ وقت ہمیں گزار لیا جائے تو کیا حرج ہے؟“

”آپ جیسا مناسب سمجھیں“ بس یونہی میرے ذہن میں یہ خیال آیا تھا۔“
 ”ہاں میں اس سلسلے میں میری سہ بھی گفتگو کر لوں گا اگر اس نے وہاں کوئی ایسی
 تسلی بخش جگہ ہمیں دے دی جہاں ہم اپنا کام صحیح طریقے سے سرانجام دیں تو مجھے وہاں
 چلنے میں بھی کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن ایک وقت پیش آئے گی اس میں؟“
 ”کیا دانش؟“

”وہاں اگر ہم پہنچ گئے تو میری سہ یہ کہے گی کہ تم لوگ اپنا یہ کام جلد از جلد سرانجام
 کیوں نہیں دے لیتے اور انتظار کس بات کا کر رہے ہیں۔“
 ”اوہ ہائی گاؤ واقعی یہ بات میں نے نہیں سوچی تھی۔“
 ”میرے ذہن میں تھی۔ وہاں جا کر تو فوراً ہی آپ لوگوں کو اپنا کام سرانجام دینا
 ہو گا۔ چنانچہ کیا یہ مناسب نہیں ہے کہ ہم یہ چند روز یہیں گزار لیں۔“
 ”بات تو بالکل مناسب ہے۔“ میجر سلطان نے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا اور
 مجھے ہنسی آگئی۔ میجر سلطان نے کہا۔

”واقعی بہت اہم بات تھی لیکن ذہن میں نہ آئی۔ کیزی پہنچنے کا مطلب تو صاف
 ہے کہ ہمارے مشن کا تعلق اسی جزیرے سے ہے۔ وہاں پہنچ کر خاموش رہنے کا مطلب
 یہی لیا جائے گا کہ ہم کسی خاص بات کا انتظار کر رہے ہیں اور اس وقت وہ آپ سے سوال
 کرے گی کہ اب کس کا انتظار ہے؟“

”اور میرے لیے جواب دینا مشکل ہو جائے گا۔“ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

یہ دوسرا دن بخیر و خوبی گزر گیا کوئی ایسا قابل ذکر واقعہ پیش نہیں آیا تھا جو ہمارے
 لیے کسی طور باعث تشویش ہوتا، رات بھی ہو گئی اور یہ رات بھی میری سہ پر سکون ہی
 گزر جانے دی اور مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش نہیں کی، غالباً وہ اسی خیال میں
 تھی کہ کہیں رابطے کی کوشش میرے لیے نقصان دہ نہ ثابت ہو جائے، ہمیں پانچ دن ملے
 تھے جن میں میرے اپنے خیال کے مطابق تین دن ہمیں یہاں گزارنے تھے وقت کا تعین
 ہو گیا تھا، جزیرہ کیزی پہنچنے کے لیے جو وسائل تھے اگر انہیں ست روی سے بھی استعمال
 کیا جاتا تو یہ دو دن ہمارے لیے بہت کافی تھے لیکن ہر لمحہ تجسس میں گزر رہا تھا سارے کام
 ہماری مرضی کے مطابق ہی نہیں ہو جائیں گے بعض جگہ ہمیں مشکل مراحل کا سامنا بھی

کرنا پڑے گا۔

تیسرے دن میں خود چیکا اس برادرز سے رابطہ قائم کرنے کے بارے میں سوچ رہا تھا
 کہ مجھے ان کی جانب سے اشارہ موصول ہوا، اس وقت میں اپنے کمرے میں تنہا ہی تھا،
 ہم لوگوں کے درمیان یہ بات طے تھی کہ اگر اشارہ موصول ہو اور اس کا جواب فوراً ہی
 نہ ملے تو پھر دوبارہ کوشش نہ کی جائے، میں نے ٹرانسمیٹر آن کر لیا اور دوسری جانب سے
 چیکا اس ٹوکی آواز سنائی دی۔

”چیف، آپ خیریت سے تو ہیں۔ آپ کسی مشکل کا شکار تو نہیں ہیں؟“

”نہیں میں بالکل ٹھیک ہوں۔“

”لیکن آپ ہیں کہاں؟ یہ طویل عرصہ بغیر رابطے کے کیوں گزرا آپ نے؟ ایک بار
 پھر میں آپ سے یہی سوال کروں گا کہ آپ صحت مند تو ہیں نا۔“
 ”بے فکر رہو چیکا اس میں اپنے مشن کی تکمیل کے لیے مصروف ہوں اور اس
 دوران یہ مناسب نہیں تھا کہ میں تم سے رابطہ کرتا۔“

”اوکے چیف اوکے ہم تو بس آپ کے لیے پریشان تھے لیکن آپ تمہ خاندے سے
 گرم کہاں ہو گئے، میرا مطلب ہے اس قید خانے سے کیسے نکل گئے آپ کی کوئی خیر خبر
 میری سہ کے ساتھ بھی نہیں ملی۔“

”تمہیں اس بات کا علم کیسے ہوا کہ ہم اب اس قید خانے میں نہیں ہیں، ظاہر ہے
 تمہارا وہاں سے کوئی رابطہ نہیں ہے۔“

”کیسے ہمارے کاؤنٹر پاس نے ہمیں یہ بات بتائی تھی۔“

”اوہو کیا اس کو یہ بات معلوم ہو گئی کہ ہم قید خانے سے نکل چکے ہیں؟“

”ہاں چیف اور وہ بہت پریشان ہے، اس کا کہنا ہے کہ شاید کوئی ایسی بات ہو گئی ہے
 کہ میڈم میری سہ نے اب اس پر اعتبار کرنا چھوڑ دیا ہے اور اس سے بہت سی باتیں چھپانے
 لگی ہے۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ ابھی تک میڈم میری سہ نے اس بات کا اظہار تو نہیں کیا کہ
 وہ کسی طور اس سے بد دل ہے لیکن اس کی چھٹی حس بتاتی ہے کہ میڈم میری سہ کے دل
 میں اس کے خلاف کوئی بات ضرور ہے، سب سے زیادہ مضطرب وہ ان قیدیوں کے لیے جو
 فرار ہو گئے ہیں اور اسے یہ بات بھی معلوم ہے کہ آپ بھی اب ان کے ساتھ موجود

نہیں ہیں۔“

”ویری گڈ کیتھ کی معلومات اس قدر ہونی ہی چاہئیں کیونکہ وہ میریسا کا دست راست ہے، میں اب تم سے رابطہ قائم کرنے ہی والا تھا کیونکہ اب وہ وقت آگیا ہے جب تمہیں بھی باعمل ہو جانا ہے اور کیتھ کے وفادار کی بلکہ وفاداروں کی حیثیت سے۔“

”گڈ، اس کا مقصد ہے چیف کہ میں نے صحیح وقت پر آپ سے رابطہ قائم کیا۔“

”باقی کہاں ہیں؟“

”موجود ہیں، آپ سے پرسکون گفتگو ہوتے دیکھ کر اب ان کے چروں پر اطمینان کے آثار پھیل گئے ہیں۔“

”اچھا تو پھر سنو چیکاس ہم لوگوں کو آج سے لے کر کل تک کسی بھی وقت یہاں سے نکل جاتا ہے، ہمیں جزیرہ کیزی جانا ہو گا تم یہ بات کیتھ کو بتا سکتے ہو بلکہ انہیں پوری تفصیل جس طرح میں کہہ رہا ہوں اس طرح بتانا ہوگی۔“

”جی چیف۔“ چیکاس ٹو دو سہری جانب مستعد ہو گیا۔

”ہم یہ نہیں کہہ سکتے چیکاس کہ ہمارا کیزی تک جانے کا طریقہ کیا ہو گا لیکن ہمیں میرا مطلب ہے میں اور میرے ساتھ وہ چاروں افراد جن کے بارے میں تم جانتے ہو کسی بھی ذریعے سے جزیرہ کیزی جائیں گے، جزیرہ کیزی کے مشرقی ساحل پر جو ایک ویران ساحل تصور کیا جاتا ہے پہاڑی غار ہیں ہمیں ان غاروں تک پہنچنا ہے، مسٹر کیتھ کو خفیہ طور پر یہ اطلاع دو کہ میرے رابطے سے ان تمام لوگوں کو اعتماد میں لے کر فرار کرایا گیا ہے، وہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ میں ان کا ہمدرد ہوں ان کے ہم وطن ہونے کے رشتے سے ان کی مدد کرنا چاہتا ہوں لیکن دراصل میں میریسا کا دست راست ہوں اور اس کے لیے کام کر رہا ہوں میں انہیں وہاں تک لے جاؤں گا اور پھر وہاں شاید وہ لوگ اپنا کھویا ہوا سامان حاصل کریں گے اور اس کے بعد کسی ذریعے سے وہاں سے فرار ہونے کی کوشش کریں گے، وہ ذریعہ تمہارے علم میں نہیں آسکا ہے اور شاید میریسا کو بھی اس کے بارے میں علم نہیں کیتھ، کو اس بات پر آمادہ کرو کہ وہ خفیہ طور پر ہمارا تعاقب کرے اور کیزی تک پہنچ جائے اسے یہ بتا بھی لگنا ہو گا کہ ہم لوگ کیا ذریعہ سفر اختیار کرتے ہیں، اس طرح وہ وہاں پہنچے گا، اسے یہ بھی بتانا ہو گا کہ آٹھ آدمی خفیہ طور پر میریسا کے لیے کام کر رہے

ہیں اور اس وقت جب میجر سلطان اپنے وہ کارکن حاصل کرنے کا وہ آنکھوں آدمی ان پر حملہ کر کے ان سے سامان حاصل کرنے کی کوشش کریں گے، اس وقت اگر کیتھ چاہے تو اپنے طور پر کامیابی حاصل کر سکتا ہے، چیکاس باقی اس پوائنٹ پر پہنچنے کے بعد جو کچھ کرنا ہے، اس کے اطلاع میں کسی مناسب طریقے سے تمہیں دے دوں گا لیکن کیتھ کو میریسا کے پیچھے لگا کر کیزی تک پہنچانا تمہارا کام ہے اس سے کہہ دینا کہ اسے ہوشیار رہنا ہو گا اور سنو تم لوگوں کو بھی کیتھ کے خفیہ کارکنوں کی حیثیت سے مسلح رہنا ہو گا اس کے لیے خصوصی بندوبست کر لینا، کیزی تک تمہیں کیتھ کا دست راست بننا ہے، کیا سمجھے؟“

”جی چیف جی میں سمجھ رہا ہوں۔“ چیکاس بے اختیار بولا۔

”اور کوئی ایسا سوال جو اس سلسلے میں تم کرنا چاہو؟“

”نہیں چیف بات پورے طور پر میری سمجھ میں آگئی ہے البتہ مجھے یہ بتائیے کہ اب ہم اپنی اس کامیابی کی اطلاع کس وقت آپ کو دیں؟“

”بہتر ہو گا کہ کل صبح تک۔“

”ٹھیک ہے چیف تو پھر ساڑھے چھ بجے؟“

”مناسب وقت ہے۔“

”رات میں ہم اپنی تمام کارروائیاں مکمل کر لیں گے، کیتھ کو میں اس وقت صورتحال سے آگاہ کیے دیتا ہوں، باقی لوگوں سے مشورہ کر کے۔“

”تو پھر خدا حافظ۔“ ٹرانسمیٹر پر آنے والی آوازیں بند ہو گئیں، میں اس گفتگو پر غور کرنے لگا جو میں نے چیکاس برادرز سے کی تھی، کوئی ایسی صورت حال نہیں رہ گئی تھی جو نشہ ہو ابھی تک سارا پروگرام مکمل جاری تھا، میرے ذہن میں اس سلسلے میں جو منصوبہ تھا وہ قدم بہ قدم کامیابی کی جانب بڑھ رہا تھا اور اس سلسلے میں غیر اختیار طور پر کیتھ نے ہماری مدد کی تھی ورنہ اس پروگرام کو آگے بڑھانے میں خاصی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا۔

میں پوری طرح اس پروگرام میں مصروف ہو گیا تھا حالانکہ ذہن کے کسی گوشے میں تصور نہیں تھا کہ یہاں اسپین آنے کے بعد میں اپنے معاملے کے بجائے کسی اور چکر میں مصروف ہو جاؤں گا لیکن بس تقدیر میں یہ سرخروئی لکھی تھی اپنے وطن اور اہل وطن کے لیے کام کرنے کا ایک اور سنہری موقع مجھے حاصل ہوا تھا، میں بھلا اسے نظر انداز کر کے

اپنے بارے میں کیسے سوچ سکتا تھا؟ بے حد مسرور تھا میں اور بس اس سلسلے میں کامیابی کی دعائیں مانگ رہا تھا، کام جس آسانی سے ہو رہا تھا اس کی مجھے توقع نہیں تھی لیکن ماضی گواہ تھا کہ جب بھی میں نے کسی مقصد کے لیے قدم اٹھایا مجھے غیبی امداد حاصل ہوئی اور میرے راستے ہموار ہوتے چلے گئے پھر وہ وقت آگیا جب مجھے میرپا کو اس صورت حال سے آگاہ کرنا تھا۔ میں نے ٹرانسپیر پر میرپا سے رابطہ قائم کیا اور چند لمحات کے بعد وہ ٹرانسپیر پہنچ گئیں۔

”ہیلو مائی ڈیئر فراس کو کیسے ہو؟ میں تو درحقیقت بہت بد دل ہو گئی ہوں اب ان سارے معاملات سے اور اس کی وجہ تم سے دوری ہے؟ میں تم سے زیادہ دیر دوری برداشت نہیں کر سکتی“ خیر یہ تو ہوئی میری بات تم سناؤ کیا صورت حال ہے؟“

”میرا خیال ہے میں نے بہت اعلیٰ پیمانے پر کامیابی حاصل کی ہے اور اس کے لیے میں آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں مجھے خود بھی امید نہیں تھی کہ وہ لوگ اتنے اہم کام کے سلسلے میں مجھ پر اس قدر اعتماد کر لیں گے لیکن میں ان سے بہت کچھ معلوم کرنے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ وہ لوگ یہاں سے کیزی جانا چاہتے ہیں اور اب اپنے طور پر ان تیاریوں میں مصروف ہیں کہ کس طرح انہیں کیزی کا سفر اختیار کرنا چاہیے۔ ان کا اپنا وہ ساز و سامان وہیں کہیں محفوظ ہے۔“

”اوہ مائی گاڈ! انہوں نے اس جگہ کی نشاندہی نہیں کی؟“

”نہیں“ یہ میرے خیال میں ممکن بھی نہیں تھا۔“

”کم از کم یہ پتا چل جاتا کہ انہوں نے اپنے وہ کارٹن کہاں چھپائے ہوئے ہیں تو پھر ہم ان سے نجات ہی حاصل کر لیتے اور خود وہ کارٹن حاصل کرتے۔“

”اتنا بھروسہ شاید وہ مجھ پر کبھی نہیں کریں گے۔“

”چلو ٹھیک ہے تو پھر کیا وہ کیزی جانے کا کوئی بندوبست کر سکے ہیں؟“

”ابھی تک نہیں بلکہ اس سلسلے میں مجھ سے ہی مشورہ کر رہے ہیں“ اصل میں وہ مجھے بھی اپنے ساتھ وطن لے جانا چاہتے ہیں، ظاہر ہے اس کے بعد یہی سب کچھ ہونا تھا۔

”کیونکہ وہ مجھے اپنا ساتھی سمجھ رہے ہیں۔“

”یہ بات تو میں جانتی ہوں لیکن کیا تم کیزی جانے کا کوئی بندوبست کر سکو گے۔“

”آپ کو علم ہے کہ میں تمہارا اس سلسلے میں کچھ نہیں کرنا چاہتا اور پھر یہ سب کچھ تو ہمارے پروگرام سے بہت مختلف ہو جائے گا۔“

”نہیں بالکل نہیں“ میں نے بس یونہی یہ سوال کر لیا تھا کہ تمہارے اپنے ذہن میں اس کے لیے کیا تصور ہے؟ ویسے تمہیں ذرہ برابر فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں، اس کا انتظام میں چند گھنٹوں کے اندر اندر کر دوں گی، تم جس وقت بھی مناسب سمجھو کیزی روانہ ہو سکتے ہو۔“

”کیسے؟ وہی آپ مجھے بتائیے؟ وہ لوگ پر قول رہے ہیں اور اس بات کے امکانات ہیں کہ میں انہیں زیادہ دیر نہ روک سکوں، بجائے اس کے کہ میں ان کی ہدایت کے زیر اثر ان کے ساتھ یہ سفر کروں؟ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ کوئی ایسا بندوبست کر دیں جو زیادہ محفوظ ہو۔“

”میں بالکل بندوبست کر دوں گی، سنو جو کچھ میں بتا رہی ہوں اسے غور سے سنو، تمہیں پیٹا پوائنٹ جانا ہوگا، یہ ایک ساحل ہے، یہاں سے لمبے سفر کے لئے اسٹیمر حاصل کیے جاتے ہیں، سمندر کے شوقین بعض اوقات پورا پورا اسٹیمر اپنے لیے حاصل کر لیتے ہیں اور جزیرہ ہلاک اور کیزی تک ان اسٹیمروں کے ذریعے چلے جاتے ہیں، یہ سفر ہر طرح سے محفوظ اور شاندار ہوتا ہے میرا مطلب ہے خصوصی طور پر ہمارے کام کے لیے اسٹیمر سے کیزی تک کا سفر نہایت شاندار ہوگا۔ پیٹا پوائنٹ پر پہنچ کر تمہیں ہائی مارک تلاش کرنا ہوگا، ہائی مارک میری ملکیت ہے اور پیٹا پوائنٹ پر کھڑا رہتا ہے لیکن جب تم ہائی مارک کے منتظرین سے رابطہ قائم کرو گے تو وہ تم سے باقاعدہ سودے بازی کریں گے اور ایک عام آدمی کی حیثیت سے تمہیں ہائی مارک میں لے کر کیزی تک جائیں گے لیکن اس سے عمدہ بات اور کوئی نہیں ہو سکتی کہ تم ہائی مارک سے جزیرہ کیزی تک جاؤ، اس کے ساتھ ساتھ ہی تم یہ سمجھ لو کہ میں تمہارے پیچھے پیچھے آرہی ہوں کیا سمجھے؟ ہم نہایت خوبصورتی سے تمہارا تعاقب کریں گے اور اس طرح تم ہماری نگاہوں کے سامنے بھی رہو گے۔“

”ہائی مارک سے کیزی تک سفر کرنے کے لیے مجھے کیا بندوبست کرنا ہوگا؟“

”ایک دن کے کھانے پینے کا سامان اپنے ساتھ رکھ لینا بس بہت کافی ہوگا، تم گیارہ

سے لے کر بارہ گھنٹے کے اندر اندر جزیرہ کیزی تک پہنچ سکتے ہو۔“

”تو پھر ہائی مارک مجھے کس وقت تک وہاں مل جائے گا؟“

”وہ وہاں موجود ہے میں ان لوگوں کو اطلاع دیے دیتی ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ تمہیں بھی یہ ہدایت کرتی ہوں کہ چھ گھنٹے سے پہلے وہاں نہ پہنچنا چھ گھنٹے کے اندر اندر میں ایسا بندوبست کر لوں گی کہ میں خود بھی ان آٹھوں آدمیوں کو لے کر تمہارے پیچھے چل پڑوں۔“

”تغائب کا شبہ نہیں ہونا چاہیے۔“

”بالکل مطمئن رہو میں اس سلسلے میں نا تجربے کار نہیں ہوں۔“

”مجھے یقین ہے تو پھر میں مطمئن ہو جاؤں؟“

”میری نیک خواہشات کے ساتھ۔“ اس نے جواب دیا۔

”اوکے میڈم میں بھی آپ کو کامیابی کی دعائیں دیتا ہوں۔“

”تھینک یو ویری مچ۔“

”ٹرانسپیر ہمارے گفتگو کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔“

میرے ذہن میں ایک سنسنی سی پیدا ہو گئی تھی یہی شکر تھا کہ میں نے اسے جزیرہ کیزی میں محفوظ ان کارٹن کے بارے میں نہیں بتایا تھا ورنہ اس کج بخت نے کہا تھا کہ اگر ان کا پتا اسے معلوم ہو جائے تو ان لوگوں سے نجات حاصل کر لی جائے، گویا ان لوگوں کی زندگی کا خطرہ پیش آسکتا تھا، بس بال بال ہی بچ گیا تھا، حالانکہ یہ اطلاع کیتھ کو مل گئی تھی، پھر حال یہ کوئی ایسا مشکل مرحلہ نہیں تھا، اب اس کے بعد چیکاس کو بھی اس بارے میں اطلاع دینا تھی، چنانچہ میں نے ان سے رابطہ قائم کیا اور اس میں بھی مجھے کوئی وقت نہیں ہوئی، چیکاس ون نے میری کال ریسیو کی تھی۔

”کیا ہو رہا ہے؟“

”سب کچھ ٹھیک ٹھیک ہے، ہم لوگ بڑی خوشی، اسلوبی سے اپنا کام سرانجام دے رہے ہیں۔“

”اچھا چیکاس ون تمہیں اطلاع مل گئی ہوگی کہ ہمیں جزیرہ کیزی جانا ہے؟“

”لیس چیف اور اس سلسلے میں ہم نے بات آگے بڑھا دی ہے یعنی مسٹر کیتھ کو یہ

بات معلوم ہو گئی ہے کہ ہمیں جزیرہ کیزی جانا ہے لیکن ظاہر ہے وہ ان لوگوں کا تغائب

کر کے ہی وہاں جانا پسند کرتے ہیں۔“

”تو اب کیتھ کو تمام تفصیل بتا دو اس سے کہو کہ میری ہائی مارک نامی اسٹیر کے ذریعے ان لوگوں کو کیزی تک جانے کا موقع دے رہی ہے اور میں یعنی میریسا کا وفادار ان لوگوں کو دھوکا دے کر کیزی تک لے جا رہا ہوں۔“

”اوکے چیف کب تک روانہ ہو رہے ہیں؟“

”چھ گھنٹے کے بعد کسی بھی وقت ہمیں پینا پوائنٹ سے ہائی مارک پر سفر کرنا ہے۔“

”گڈ ہو سکا تو میں آپ سے دوبارہ رابطہ قائم کروں گا۔“

”صورت حال دیکھ لینا ویسے میرے لیے فی الحال کوئی مشکل نہیں ہے۔“ ان لوگوں

سے گفتگو کا سلسلہ ختم کرنے کے بعد میں نے میجر سلطان، کیپٹن تیمور، فیروز اور راجیل زہیری کو اس بارے میں اطلاع دے دی اور وہ سب مستعد ہو گئے۔

ہم نے سمندری سفر کے لیے ضروری انتظامات کیے، وہ کرنسی ہمارے بے حد کام آ رہی تھی جو صحیح معنوں میں ہمیں میریسا ہی نے مہیا کی تھی، کھانے پینے کا سامان اور دوسری بہت سی چیزیں اپنے طور پر حاصل کر کے ہم بالکل پکنک ہی کے سے انداز میں چل پڑے تھے۔ ٹیکسی نے ہمیں پینا پوائنٹ تک پہنچا دیا جو شہر سے کافی دور ایک ساحل تھا لیکن بہت خوبصورت اور زندگی سے بھرپور، میریسا کے بیان کے مطابق یہاں بے شمار اسٹیر نظر آ رہے تھے، خاصی گہما گہمی تھی اور ماحول میں ایک عجیب سی رنگینی رچی ہوئی تھی، ہم ساحل کے ساتھ ساتھ چلتے رہے، میری نگاہیں اطراف میں بھٹک رہی تھیں لیکن چیکاس برادرز اگر نظر آجاتے تو پھر بات ہی کیا تھی پھر کچھ دیر کے بعد ہمیں ہائی مارک نظر آیا، کیا ہی دلچسپ بات تھی، سازش در سازش ہو رہی تھی لیکن میں اور میرے ساتھی جانتے تھے کہ اصل سازش کیا ہے اور ہمیں کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا سارا منصوبہ میرے ذہن میں تھا اور میں میرا دل بھی دعائیں مانگ رہا تھا کہ اس منصوبے میں مجھے خاطر خواہ کامیابی حاصل ہو جائے۔

ہائی مارک کے محکمہ میں سے بات کی گئی انہوں نے حال حاضر کاروباری انداز میں گفتگو کی اور اس سفر کی ساری رقوم پیشگی ہم سے وصول کر لی، تین آدمی تھے، ہائی مارک ایک خوبصورت اسٹیر تھا جس پر تقریباً پندرہ آدمی بہ آسانی سفر کر سکتے تھے، اس میں آرام و

آسائش کی تمام چیزیں موجود تھیں، وہ تینوں آدمی بھی تعاون کرنے والے نظر آتے تھے، ایک کیبن بھی تھا جس میں ضرورت کے وقت آرام بھی کیا جاسکتا تھا، باقی نشستیں لگی ہوئی تھیں، ہم سیاحت کرنے والوں کے مانند ہائی مارک میں سوار ہو گئے اور ہائی مارک کے انجن اشارت ہو کر آگے بڑھ گئے۔ میں اب پوری طرح محتاط تھا اور یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ ہمارا تعاقب کرنے والے کون کون ہیں، اصولی طور پر میڈم میریسا کے علاوہ کیتھ کو بھی ہمارا تعاقب کرنا چاہیے تھا لیکن بہر حال اب صورت حال کافی سنگین ہو گئی تھی اور ہمیں محتاط رہنا تھا۔ سفر جاری رہا، اسٹیمر کھلے سمندر میں آگئے تھے اور چونکہ سمندر میں بہت سے اسٹیمر موجود تھے جو مختلف سمتوں کو سفر کر رہے تھے اس لیے یہ اندازہ لگانا مشکل تھا کہ ہمارا تعاقب کرنے والے اسٹیمر کون کون سے ہیں، لازمی امر تھا کہ جب یہاں سے کیزی تک کا سمندری سفر ہو سکتا تو پھر بے شمار لوگ اس ذریعے سے بھی سفر کرتے ہوں گے۔ ہمارے رہبر بالکل خاموشی سے اپنا یہ سفر جاری کیے ہوئے تھے، دن گزرتا جا رہا تھا اور اندازے کے مطابق ہمیں ابھی سفر کے تقریباً نو گھنٹے طے کرنا تھے، بہر حال ہمارا رویہ بالکل نارمل رہا گفتگو میں بھی ہم لوگ محتاط رہے تھے البتہ ان لوگوں کے سامنے ہم نے ایسا ہی طریقہ کار اختیار کیا تھا جیسے ہمارے درمیان کوئی ایسا گہرا ربط نہ ہو یوں کیزی تک یہ سفر بلا آخر ختم ہو گیا اور مجھے اس بات کا اعتراف کرنا پڑا کہ میں تعاقب کرنے والوں سے واقف نہیں ہو سکا۔ ہائی مارک کے ملاحوں نے دور سے ہمیں جزیرہ کیزی کے بارے میں بتایا اور پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

”آپ کون سے ساحل پر اترنا پسند کریں گے جناب کیزی کے پاس تین برتھ ہیں، نمبر ایک وہ جہاں سازو سامان اترتا ہے، نمبر دو جہاں سیاح اپنے لیے آسائشیں حاصل کر سکتے ہیں یعنی ساحل پر کمپننگ بنی ہوئی ہے، نمبر تین وہ ساحل ہے جو سرکاری استعمال میں آتا ہے، اس کے علاوہ بہت سے ویران کنارے ہیں۔“

”درست اگر تمہیں کوئی پریشانی نہ ہو تو ہمیں کسی ویران کنارے پر ہی اتار دو۔“

”نہیں ہم آپ کی خواہش کے مطابق عمل کریں گے لیکن آپ کو تھوڑا سا فاصلہ پانی میں چل کر طے کرنا ہوگا۔“

”اس میں ہمیں کوئی وقت نہیں ہوگی۔“ میں نے جواب دیا اور وہ لوگ ہماری

خواہش کی تکمیل کرنے لگے۔

وہ ساحل غیر آباد تھے جہاں ہمیں اتار گیا تھا، غالباً کیزی کا کوئی ایسا گوشہ جو عام طور سے استعمال میں نہیں رہتا تھا، ہم اپنا مختصر سا سامان اٹھائے ہوئے پانی سے گزر کر ریت کے بھورے ساحل پر آگئے جس کے کنارے درختوں کی بہتات تھی، مجھے کم از کم یہ اندازہ تو ہو گیا تھا کہ یہ وہ جگہ نہیں ہے جہاں میجر سلطان نے اپنا سامان وغیرہ چھپایا ہوا ہے۔ میجر سلطان بھی اتنا احمق نہیں تھا کہ ایسی کوئی حرکت کرتا اس نے یقینی طور پر ایک مختلف ہی جگہ اختیار کی ہوگی لیکن ابھی جلد بازی نہیں تھی، ہم لوگ ساحل پر کافی دور نکل آئے اور پھر درختوں کے ایک جھنڈ میں آرام کرنے کے لیے لیٹ گئے، میجر سلطان نے کہا۔

”بہت مناسب وقت، ہم لوگ یہاں پہنچے ہیں، میرا خیال ہے کل کا دن ہم یہیں گزار لیں گے، پرسوں کی رات تو ہمارے لیے ہے ہی کام کی رات مجھے امید نہیں تھی کہ ہم اتنی آسانی سے اس جگہ دوبارہ پہنچ جائیں گے، آہ مسٹر دانش منصور کس دل سے آپ کا شکریہ ادا کریں۔“

”شکریہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے میجر، یہ میرا ذاتی مسئلہ نہیں یہ ملکی مفاد میں ہے اس میں شکریہ کہاں سے آگیا۔“

”خدا آپ کو آپ کے حوصلوں میں استقامت عطا کرے، ویسے میرے خیال میں ہم یہاں بالکل محفوظ ہیں، ہمارے دشمن ہی ہمارے سب سے بڑے محافظ ہوں گے اور اس وقت تک ہمیں کوئی خطرہ نہیں ہوگا جب تک کہ ہم وہ کارڈن حاصل نہ کریں۔“

”ہاں اب میں ذرا اپنے دوستوں سے کچھ بات کر لوں۔“ میں نے کہا اور میجر نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔ سب سے پہلے میں نے میریسا کو مخاطب کیا، وہ تو جیسے تیار ہی بیٹھی ہوئی تھی، اس نے فوراً ہی میری کال ریسیو کی اور کہنے لگی۔

”ہیلو تم خیریت سے تو ہونا، وہ لوگ تم سے کتنے فاصلے پر ہیں؟“

”کیا آپ ہمیں دیکھ سکتی ہیں؟“

”نہیں میں نے جان بوجھ کر تم سے فاصلہ اختیار کیا ہے لیکن میں بہت مختصر وقت

میں تم تک پہنچ سکتی ہوں۔“

”ویری گڈ“ اس کا مطلب ہے کہ آپ نے نہایت کامیابی سے ہمارا تعاقب کیا ہے۔“

”کرنا تھا میری زندگی میں تمہیں خطرات میں کیسے چھوڑ سکتی ہوں میں یہ وہی جگہ ہے کیا انہوں نے اپنا سامان جنگلوں میں چھپایا ہوا ہے؟“

”میں آپ کو پوری طرح آگاہ رکھوں گا ان حالات سے لیکن آج کم از کم وہ یہ کام نہیں کریں گے بلکہ اس کے لئے کل کا دن گزارنے کے بعد مصروف عمل ہوں گے۔“

”ویری گڈ کوئی بات نہیں ہے تمہارے پاس آج کا دن یہاں گزارنے کے لیے کھانے پینے کا سامان موجود ہے یا نہیں؟“

”ہاں دوران سفر ہم نے اس سامان کو محفوظ رکھا ہے۔“

”واقعی مجھے اس کے لیے تشویش تھی۔“

”بس میں آپ سے اتنا ہی کہنا چاہتا تھا براہ کرم محتاط رہیے۔“

”میں محتاط ہوں“

اس سے سلسلہ منقطع کرنے کے بعد میں نے ایک درخت کی آڑ لے کر وہ ٹرانسمیٹر ان کر دیا جس سے چیکاس برادرز سے گفتگو کی جاسکتی تھی۔

دوسری طرف سے میری کال ریسیو نہیں کی گئی تھی جس کا مطلب یہ تھا کہ چیکاس برادرز اس وقت ٹرانسمیٹر پر گفتگو کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں ذہن میں ایک ہلکی سی خوش پیدا ہو گئی تھی بس ان کی یہاں موجودگی کا علم ہو جاتا مجھے اس سے زیادہ کسی بات کی فکر نہیں تھی کم از کم اس سے یہ اندازہ تو ہو جاتا کہ سارا پروگرام توقع کے مطابق چل رہا ہے، بہر طور کچھ کیا بھی نہیں جاسکتا تھا۔ میں سلسلہ منقطع کر کے واپس میجر سلطان وغیرہ کے پاس پہنچ گیا وہ سب بری طرح متحس تھے میں نے انہیں پر سکون رہنے کی تلقین کی، میجر سلطان نے مسکرا کر میرا شکریہ ادا کیا اور بولا۔

”یہ تجسس اور ہجان فطری ہے خدا کرے ہم کامیابی سے ہمکنار ہو جائیں، ناامیدی کے بعد یہ امید کی کرنیں روشن ہوتی ہیں۔“ بہت دیر تک ہم گفتگو کرتے رہے میں نے میجر سلطان سے پوچھا کہ وہ علاقہ کس سمت ہے جہاں ہمیں جانا ہے تو میجر سلطان نے پر اعتماد لہجے میں کہا۔

”نہیں مسٹر دانش منصور، میں پوری طرح اس جگہ کی تفصیل اپنے پاس محفوظ رکھتا ہوں بے شک ہمیں یہاں سے خاصا فاصلہ طے کرنا پڑے گا اس سے بھی زیادہ دیر ان ساحل ہے وہ جہاں ہم نے اپنا مطلوب چھپایا ہے لیکن میرے خیال میں ہمیں آج ادھر کا رخ نہیں کرنا چاہیے۔“

”ہاں ہمارے پاس یہ وقت موجود ہے تو ہم اس سے پورا پورا فائدہ حاصل کریں گے۔ بعد میں ہمارے معمولات کسی پکنگ پر آئے ہوئے گروپ کے مانند ہو گئے تھے، کھانے پینے کی اشیاء وافر مقدار میں موجود تھیں اور اس کے لیے کوئی مشکل نہیں تھی، اسٹیروائپس جاچکا تھا اب اس سلسلے میں آگے کی تمام کارروائی حالات کے مطابق ہی ہو سکتی تھی، کوئی فیصلہ کن بات نہیں کی جاسکتی تھی کہ اوٹ کس کروٹ بیٹھے گا۔“

پھر تقریباً دو یا ڈھائی گھنٹے کے بعد چیکاس برادرز کی جانب سے ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا میں نے بہر طور ان لوگوں کے سامنے ان سے گفتگو کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا تاکہ کسی بھی قسم کی مداخلت نہ رہے اور میں یکسوئی سے چیکاس برادرز سے بات کر سکوں، دوسری طرف سے چیکاس دن ہی بول رہا تھا۔

”ہیلو چیف آپ نے کچھ دیر پہلے ہمیں کال کیا تھا، لیکن اس وقت کیتھ اسٹروڈی ہم سے میٹنگ کر رہا تھا۔“

”اوہ ہاں کوئی شبہ تو نہیں ہوا؟“

”نہیں چیف مطلب کا آدمی ہے بہت زیادہ تجسس نہیں رکھتا مطمئن بھی ہے اور ہم سے بہت خوش بھی اس لیے ایسا کوئی سوال نہیں کیا اس نے، حالانکہ اسے ہلکی سی سٹی کی آواز سنائی دی تھی اور وہ چونک کر چاروں طرف دیکھنے لگا تھا، میں نے فوراً ہی ٹرانسمیٹر آف کر دیا تھا۔“

”میں خود بھی محتاط رہتا ہوں چیکاس، بہر حال سناؤ کیا کیفیت ہے؟“

”ہم پوری احتیاط کے ساتھ اپنا کام سرانجام دے رہے ہیں چیف، کیتھ کے ساتھ ہمارے علاوہ مزید دس افراد ہیں گیارہواں وہ خود ہے، ہمارے پاس بہترین اسلحہ موجود ہے اور ہم پوری طرح آپ لوگوں پر نظر رکھے ہوئے ہیں۔“

”اور کیا میڈم میری بھی تمہاری نگاہوں میں ہے؟“

”آٹھ آدمی اس کے ساتھ ہیں چیف اور وہ پوری طرح ہماری رنج میں ہے ہم اگر چاہیں تو ابھی اس کا کام تمام کر سکتے ہیں، بس عورت ہے نا، ویسے تو بہت ذہین اور چالاک ہے لیکن اتنی زیادہ محتاط نہیں رہ پائی، جتنا اسے رہنا چاہیے تھا۔“

”چیکاس تمہیں ہر قیمت پر اس کی نگاہوں سے محفوظ رہنا ہے تاکہ تم اس معاملے میں ملوث قرار نہ پاؤ۔“

”آپ بالکل مطمئن رہیں چیف ہمارا اپنا سارا کام ٹھیک چل رہا ہے لیکن اب ہمیں آگے کا منصوبہ بتائیے۔“

”یہ دن تو گزر ہی جائے گا، اصل دن کل کا ہے، کل ہم لوگ ان غاروں کی جانب جائیں گے جہاں میجر سلطان نے وہ کارٹن چھپائے ہوئے ہیں، مقررہ وقت پر کارٹن باہر نکالے جائیں گے کیونکہ ایٹ لاس نای جہاز سے آنے والا اسٹیر رات کے کسی حصے میں وہاں پہنچے گا، اب سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ اس وقت کا صحیح تعین نہیں کیا جاسکتا۔“

”ہوں، بات خاصی ابھی ہوئی ہے چیف، اس کا خاص طور سے خیال رکھیے گا۔“

چیکاس دن نے کہا۔

”مجھے پورا پورا احساس ہے لیکن چیکاس تمہیں بڑی ہوشیاری سے اپنا کام سرانجام دینا ہے میں تمہیں اس سلسلے میں تفصیلات بتائے دیتا ہوں۔“

”جی چیف۔“

میں بہت دیر تک چیکاس دن کو اپنے منصوبے کی تفصیل بتاتا رہا تھا اور وہ ایک ایک پوائنٹ غور سے سنتا رہا تھا پھر اس نے کہا۔

”اوکے چیف آپ مطمئن رہیں جو کچھ ہو گا اسی انداز میں ہو گا۔“

”سب سے بڑا کام یہ ہو گا کہ اس وقت تمہیں جس طرح بھی بن پڑے میڈم میریبا کو میرے پاس سے ہٹا دینا ہے، میں خود بھی اس سلسلے کو شش کردوں گا لیکن تمہیں اس میں زیادہ کارروائی کرنا ہوگی اور اپنے آپ کو پوری طرح ہوشیار رکھ کر۔“

”اوکے چیف اوکے آپ بالکل مطمئن رہیں۔“

”ان لوگوں کو خدا حافظ بھی کہنا ہو گا ناں۔“

”ہم سمجھ رہے ہیں چیف پوری طرح سمجھ رہے ہیں۔“

”اور کوئی خاص بات؟“

”نہیں چیف بظاہر اور کوئی خاص بات نہیں ہے لیکن اگر ہوئی تو آپ کو بروقت اطلاع دی جائے گی۔“

”بس تو اس سے زیادہ گفتگو کرنا بے مقصد ہے۔“ بعد کا وقت میجر سلطان اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ مختلف قسم کی گفتگو ہی میں گزرا تھا اور اس کے بعد ہم نے رات بھی پرسکون گزاری تھی، ہم جانتے تھے کہ ہمارے لاتعداد محافظ ہمارا تحفظ کر رہے ہیں اور یہاں جنگلوں میں ہمیں کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں ہے چنانچہ پرسکون سوئے تاکہ صبح کو تازہ دم جاگیں۔

اور یہی ہوا ناشتے وغیرہ کرنے کے بعد ہم ساحل سمندر پر پہنچ گئے اور چمقل قدمی کرنے لگے، انداز ایسا ہی تھا جیسے پکنک پر آئے ہوئے ہیں اور اس بات پر ہم لوگ ہنس بھی رہے تھے میں نے بالا آخر میجر سلطان سے کہا۔

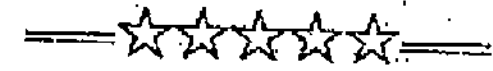
”اب کیا ارادہ ہے میجر کسی وقت ہم اس سمت سفر کریں گے؟“

”میرا خیال ہے دوپہر ڈھل جانے کے بعد اس طرح وقت زیادہ پرسکون گزرے گا۔“

”ٹھیک ہے لیکن جو بیچارے ہمارے محافظت کر رہے ہیں ان کی کیفیت قابل دید ہوگی۔“

میجر سلطان ہنسنے لگا۔ ڈھائی بجے کے بعد ہم نے تمام معمولات سے فراغت حاصل کر کے ساحل ہی کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئی ایک سمت کا رخ کیا، جنگل کا سلسلہ بہت دور تک پھیلا ہوا تھا اس کے بعد وہ ختم ہو گیا اور وہاں سے سخت پہاڑی میدان شروع ہوا جس میں چٹانیں ابھری ہوئی تھیں، جزیرہ کیزی کے بارے میں مجھے کوئی تفصیل معلوم نہیں تھی لیکن بہر طور ذرا مختلف سی جگہ تھی۔ ہم لوگ اب سنجیدہ ہو گئے تھے، ان چاروں کے چہروں پر بھی شدید سنجیدگی طاری تھی اور کسی قدر خوف کے سے آثار نظر آرہے تھے، غالباً اس تصور کے ساتھ کہ جو کچھ وہ یہاں پوشیدہ کر کے گئے تھے وہ محفوظ ہے یا نہیں، میجر سلطان نے اس کا اظہار تو نہیں کیا تھا لیکن اس کا چہرہ اس کے دلی جذبات کی تصویر بنا ہوا تھا، ان چٹانوں پر سفر تیز رفتاری سے نہیں کیا جاسکتا تھا اس لیے ہماری رفتار بہت سست

تھی اور ہم بہت محتاط انداز میں آگے بڑھ رہے تھے، مجھے یقین تھا کہ میڈم میریساتھ پر نظر رکھے ہوئے ہوگی، میں تمام تر نفسیاتی حربوں سے کام لے رہا تھا، میڈم میریساتھ سے اس دوران میں نے ٹرانسپیر پر کوئی گفتگو نہیں کی تھی، ورنہ وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتی کہ ان لوگوں کے درمیان گھلے ملے ہونے کے باوجود مجھے اس طرح اس سے گفتگو کرنے کی آزادی کیسے حاصل ہے یہ لحاظ انتہائی جاں گسل تھے اور ہم بھی شدید ذہنی پہچان کا شکار تھے، مجھے بھی بس ایسا ہی لگ رہا تھا، جیسے میں میجر سلطان کی مہم میں برابر کا شریک رہا ہوں اور خود بھی اسی احساس سے گزر رہا ہوں جس سے میجر سلطان، غرضیکہ ہم آگے بڑھتے رہے اور پھر دور سے ہمیں بدیہیت اور بد تما چٹانوں اور ٹیلوں کا وہ سلسلہ نظر آنے لگا جو ساحل سے بالکل قریب تھا سمندر کی موجیں ان کاٹی زدہ چٹانوں سے ٹکراتی تھیں تو فضا میں فوارے سے ابلنے لگتے تھے، دور سے ہی یہ منظر کافی پر اسرار اور خوفناک لگ رہا تھا، لہروں کے چٹانوں سے ٹکرانے کی مہیب آوازیں فضا میں گونج رہی تھیں، اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا تو یہی وہ علاقہ تھا جہاں میجر سلطان نے وہ کارٹن محفوظ کیے تھے لیکن ہر طور ایک سنسنی خیز بات تھی، میجر سلطان کا اس علاقے تک پہنچنا اسے دریافت کرنا اور پھر غاروں میں اپنا سرمایہ منتقل کر دینا ایک اہم کام تھا جسے اس نے نجانے کیسی کیسی مشکلات کے بعد سرانجام دیا ہوگا۔



میری اس سے تمام گفتگو ہوئی تھی لیکن اس موضوع پر بات نہیں ہوئی تھی، البتہ یہ کوئی ایسا موضوع نہیں تھا جس پر اس سے خصوصی طور پر بات کی جاتی، میجر سلطان نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

”یہی وہ علاقہ ہے جہاں پہنچنے کے لیے ہمیں نجانے کیسے کیسے مشکل مرحلوں سے گزرنا پڑا تھا۔“

”اور مطلوبہ جگہ یہاں سے کس سمت ہے؟“

”ان چٹانوں میں سے چھ چٹانوں کو چھوڑنے کے بعد جو ساتویں چٹان ہے اس کے عقب میں، عقبی حصے سے ایک غار کا دروازہ ہے، ہمیں اسی غار میں داخل ہونا ہوگا۔“

”ہوں، اس کا مطلب ہے کہ ہم اپنی مطلوبہ جگہ پہنچ گئے ہیں۔“

”نہیں، ہمیں ابھی کچھ اور آگے بڑھنا ہے کیونکہ یہ فاصلہ بھی کم نہیں ہوگا۔“

”میجر کیا آپ کو اس بات کا یقین ہے کہ ایٹ لاس سے آنے والا اسٹیمر آج ہی رات یہاں پہنچے گا؟“

”میری اس سلسلے میں جو بات چیت ہوئی ہے اور جو منصوبہ طے ہوا ہے اس کے مطابق وہ آج ہی کا دن ہے لیکن کوئی حادثہ ہو جائے تو پھر ہماری تقدیر، ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔“

”آپ کا کیا خیال ہے میجر، کیا اسٹیمر کے آنے کے بعد آپ کارٹن باہر لائیں گے؟“

”یہ آپ پر منحصر ہے مسٹر دانش منصور جیسی آپ کی ہدایت ہو۔“

”مبجر سلطان یہاں خاصی ہنگامہ آرائی ہوگی اور اب میں آپ کو اس سے آگاہ کر دینا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ جو منصوبہ میرے ذہن میں ہے اس میں آپ بھی کوئی مشورہ دے سکیں، ابھی تک میں نے آپ کو اس سے اس لیے لاعلم رکھا تھا کہ صورت حال کا صحیح جائزہ نہیں لے پایا تھا میں۔“

”جی فرمائیے۔“ مبجر سلطان نے کہا۔

میں نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں ماحول بظاہر سناں ہی تھا لیکن ایک بات میں جانتا تھا کہ نو افراد اور سولہ افراد ہم پر نظریں جمائے ہوئے ہیں۔ سولہ افراد کیتھ کے گروپ کے تھے اور نو افراد میڈم میریہا کے ساتھ خود میڈم میریہا سمیت، لیکن انہوں نے نہایت کامیابی سے اپنے آپ کو پوشیدہ رکھا ہوا تھا، ماحول انتہائی سناں اور خاموش تھا اور دور تک کی آواز بھی بہ آسانی سنی جاسکتی تھی لیکن ابھی تک ہمیں ایسا کوئی نشان نہیں مل سکا تھا جس سے ہم یہ اندازہ لگا سکتے کہ کوئی ہمارا تعاقب کر رہا ہے، میرے الفاظ پر مبجر سلطان کا چہرہ متحس ہو گیا تھا، میں نے آہستہ سے کہا۔

”پروگرام یہ ہے میرا مطلب ہے میڈم میریہا سے جو پروگرام طے ہوا ہے وہ یہ ہے کہ جس وقت ہم کارٹن نکال کر ایک جگہ جمع کر لیں گے تو میڈم میریہا ہم پر حملہ آور ہوگی اور ہم سے وہ کارٹن حاصل کر لے گی، میرا مطلب ہے آپ لوگوں سے، میں تو ہوں ہی اس کا ساتھی لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی کیتھ جو میڈم میریہا کا دست راست ہے چیکاس برادرز کی رہنمائی میں میڈم میریہا کے آدمیوں پر حملہ کرے گا اور یقینی طور پر انہیں قتل کر دے گا، مبجر سلطان اس وقت ہو سکتا ہے میں آپ کے ساتھ نہ رہ سکوں کیونکہ مجھے میڈم میریہا سے آئندہ بھی بہت سے کام لینے ہیں اس کی زندگی بچانا میرے لیے ضروری ہوگا، ممکن ہو سکا تو میں آپ کو خدا حافظ کہنے آپ کے پاس پہنچ جاؤں گا لیکن اصل صورت حال یہ ہوگی کہ میں میڈم میریہا کے آدمیوں کی ہلاکت کے بعد، میریہا کے ساتھ نکل جانے کی کوشش کروں گا۔“

”اور کیتھ اور اس کے ساتھی میرا مطلب ہے جو آپ نے بتایا؟“

”انہیں چیکاس برادرز سنبھال لیں گے۔“

”لیکن چیکاس برادرز تو بقول آپ کے ان کے ساتھ ہیں۔“

”آپ بالکل مطمئن رہیں وہ صرف میرے ساتھ ہیں۔“

”نہیں میرا مطلب ہے کہ وہ ان لوگوں کو کیسے سنبھالیں گے؟“

”بالکل سامنے آجائیں گے وہ اور ان لوگوں کو ہلاک کر دیں گے۔“

”اوہ میرے خدا اس کا مطلب ہے کہ یہاں شدید خونریزی ہونے والی ہے۔ مبجر سلطان اور پھر آپ کیا سمجھتے ہیں وہ لوگ جو میرے وطن کے مفادات کے دشمن ہیں میرے لیے باعث عزت ہو سکتے ہیں، میں ان کے خون کا پیاسا ہوں اور میں نے اس جزیرے کو ان کی لاشوں کا مدفن بنانے کا فیصلہ کیا ہے، یہاں بے شمار افراد قتل ہوں گے اور ہمارے مشن کی تکمیل ہوگی، میں ان لوگوں کے خون کا پیاسا ہوں جو میرے وطن کی جانب ذرا بھی ٹیڑھی آنکھ سے دیکھتے ہیں اور یہی نہیں مبجر سلطان میرا اصل ٹارگٹ تو روڈنی اولیاس ہے، وہ یہودی جس نے یہ تمام کارروائی کی ہے اب جبکہ میں اس کے سر پر پہنچ چکا ہوں تو اپنا اصل کام کیے بغیر یہاں سے واپس نہیں جاؤں گا۔“

”یعنی روڈنی اولیاس۔“

”ہاں مبجر، آپ بہت جلد اپنے ملک میں اس کی موت کی خبر سنیں گے اور اس بات پر آپ یقین کر لیجئے گا کہ وہ صرف اور صرف میرے ہاتھوں ہلاک ہوگا۔“

مبجر سلطان آنکھیں بند کر کے گہری گہری سانسیں لینے لگا تھا، پھر اس نے کہا۔

”اب تو آپ کے لیے کچھ کہنے کو میرے پاس الفاظ بھی نہیں ہیں۔“

”ان تمام چیزوں کی ضرورت نہیں ہے مبجر آپ جانتے ہیں کہ ان لحاظات میں آپ نے اپنے آپ کو کیسے محفوظ رکھنا ہوگا، ویسے آپ اس بات پر پورا پورا اطمینان رکھیے گا کہ آپ کے مطلوبہ سامان کو ذرہ برابر نقصان نہیں پہنچے گا، وہ لوگ آپس ہی میں لڑ کر فنا ہو جائیں گے، آپ سامان کی جانب سے بالکل بے فکر رہیں اور اس وقت صرف اپنی زندگیاں بچانے کی کوشش کریں کیونکہ آپ غیر مسلح ہیں۔“

مبجر سلطان گہری سانس لے کر گردن ہلانے لگا پھر اس نے راخیل زمیری سے کہا۔

”آپ لوگوں کو بھی پوری طرح محتاط ہو جانا چاہیے۔“ انہوں نے پر خیال انداز

میں گردن ہلائی۔

ایک لمحے کے لیے میں نے فیروز کی آنکھوں میں شکوک و شبہات کے تاثرات

دیکھے تھے لیکن وہ کچھ کہنے کی جرات نہیں کر سکا مجھے بھی اس بات کی پروا نہیں تھی، صورت حال جیسی بھی تھی، بہر طور اپنے طور پر جو کچھ بھی مجھ سے بن پڑا کر رہا تھا۔ ہم نے وہ چٹائی سلسلہ عبور کرنا شروع کر دیا اور پانچویں سلسلے پر پہنچنے کے بعد ہم رک گئے۔ اب میرے لیے ضروری تھا کہ میں جس طرح بھی بن پڑے، میڈم میریسا کو اس بارے میں اطلاع دے دوں چنانچہ میں نے ٹرانسیٹر آن کیا اور نہایت سرگوشی کے عالم میں میریسا کو مخاطب کیا، وہاں سے فوراً ہی میری آواز ریسیو کی گئی تھی اور میریسا کی آواز سنائی دی تھی۔

”ہاں، فراس۔“

”آہستہ آہستہ میڈم بہت آہستہ میرا ان لوگوں سے زیادہ فاصلہ نہیں ہے، کیا آپ لوگ اطمینان بخش طریقے سے ہمارا تعاقب کر رہے ہیں۔“ بالکل مطمئن رہو ہماری موجودگی کو محسوس کیا؟“

”نہیں اسی لیے پریشان ہو گیا تھا۔“

”اوہ ڈیئر بالکل پریشان نہ ہو ہم ایک ایک شخص کو نگاہوں میں رکھے ہوئے ہیں۔“

”بس اس سے زیادہ اور کوئی بات نہیں کروں گا۔“ میں نے کہا اور ٹرانسیٹر بند کر دیا، اس کے بعد چیکاس برادرز کے لیے بھی میں نے ٹرائی کی حالانکہ یہ ایک خطرناک مرحلہ تھا لیکن دل کی کیفیت کچھ ایسی تھی کہ صورت حال کو برداشت نہیں کر پار رہا تھا۔ دوسری جانب سے ٹرانسیٹر بند کر دیا گیا تھا اس کا مقصد تھا کہ چیکاس برادرز ان لوگوں میں گھسے ہوئے ہیں لیکن ٹرانسیٹر بند کر دینے اور کوئی گفتگو نہ کرنے کا مطلب یہ تھا کہ وہ بھی نہایت کامیابی سے اپنا کام سرانجام دے رہے ہیں، کیا ہی سنسنی خیز مرحلہ تھا، اس وقت تین گروہ مصروف کار تھے اور بہت سی خوفناک حادثات ہونے والے تھے، شام کے سائے چمکنے لگے تھے اور ہمارا دل دھڑکنے کی رفتار بڑھا چکا تھا، تقریباً ساڑھے سات بجے ہم اس ساتویں چٹان کے قریب پہنچ گئے جس کے قریب میں ہمارا کارڈ ہوا نظر آ رہا تھا، میجر سلطان رک گیا، اس نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا اور میں نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”آپ جانیے میجر سلطان اور پہلے یہ اندازہ لگائیے کہ آپ کا مطلوبہ سامان یہاں

موجود ہے یا نہیں۔“ وہ ٹارچ لے کر اندر داخل ہو گیا اور ہم لوگ دھڑکتے دل کے ساتھ اس کی واپسی کا انتظار کرنے لگے، کچھ دیر کے میجر سلطان واپس آیا اس کے انداز سے خوشی نمایاں تھی حالانکہ اس کے چہرے کے تاثرات اس وقت اندھیرے میں نہیں دیکھے جاسکتے تھے لیکن وہ مطمئن تھا، اس نے آہستہ سے لیکن پر مسرت لہجے میں کہا۔

”وہ سب کچھ جوں کا توں محفوظ ہے کسی کی نگاہ بد اس تک نہیں پہنچ سکی۔“

”تو پھر اب اسے باہر نکالنے کا کام کس وقت تک مکمل کیا جائے گا میجر سلطان؟“

”میرا خیال ہے اب سے تھوڑی دیر کے بعد کیونکہ رات کے اندھیرے میں اس

سامان کو ساحل تک لے جانا ایک مشکل کام ہو گا۔“

”تو پھر ٹھیک ہے ہمیں اپنے اس کام کا آغاز کر دینا چاہیے۔“ اس کے بعد نہایت

مشکل مرحلہ شروع ہو گیا سامان کے کارٹن ہم لوگ پکڑ پکڑ کر ساحل تک پہنچانے لگے، میں

ایک ایک لمحہ گن رہا تھا مجھے خوف تھا کہ کہیں جلد بازی کوئی کام نہ بگاڑ دے، اس کی علاوہ

مجھے وہ لوکیشن بھی دیکھنی تھی جہاں اتنا سنسنی خیز ڈراما کھیلنا تھا، یہ اندازہ نہیں تھا کہ اگر

یہاں فائرنگ ہوئی تو اس کی آواز کتنے فاصلے تک سنی جاسکے گی کہیں ایسا نہ ہو کہ مقامی

پولیس ہماری جانب متوجہ ہو جائے اور سارا کھیل بگڑ جائے، یہ سب کچھ نہایت سنسنی خیز

تھا اور جس انداز میں ہو رہا تھا وہ بہت ہی نازک تھا، ایک لمحے کی کوئی بھی غلطی سارا کھیل

بگاڑ سکتی تھی لیکن بہر حال تقدیر پر ہمیشہ ہی اعتماد رہا تھا مجھے اور میں آخری فیصلہ تقدیر ہی کا

سمجھتا تھا اگر ہماری تقدیر میں یہ سب کچھ ممکن ہے تو مسائل خود بخود ختم ہو جائیں گے اور

اگر ممکن نہیں ہے تو پھر جو بھی تقدیر کا فیصلہ ہو گا۔

کارٹن ساحل پر جمع ہوتے رہے یہی جگہ منتخب کر لی گئی تھی جہاں ایٹ لاس سے

آسنے والے اسٹیمر کو خوش آمدید کہتا تھا، جگہ بوقت مناسب تھی اور یہاں سے وہ کام زیادہ

آسانی سے کیا جاسکتا تھا، جس کے لیے یہ لوگ مستعد تھے۔ غرضیکہ آخری کارٹن بھی وہاں

جمع ہو گیا اس دوران اندھیرا مکمل طور پر پھیل چکا تھا، میں نے کارٹن برکتے کے لیے جو جگہ

منتخب کی تھی وہ اتنی تھی کہ جب اس سمت سے کوئی کارروائی ہو تو کم از کم ان لوگوں کو

اپنے آپ کو پوشیدہ کرنے کا موقع مل سکے، میرے بدن کا روال روال ایک ایک لمحے کا

انتظار کر رہا تھا۔ اب میرے اپنے اندازے کے مطابق میڈم میریسا کو اپنے کام کا آغاز کر

دینا چاہیے تھا اور میرا یہ اندازہ درست ہی نکلا، میں نے ہلکے ہلکے قدموں کی چاپ سنی اور اس کے بعد میجر سلطان کو ہوشیار کر دیا، میں جانتا تھا کہ ان لوگوں کے دلوں پر کیا بیت رہی ہوگی، گوگو کی کیفیت ہوگی ان کی، یہ خیال بھی کسی کے دل میں ضرور آیا ہوگا خصوصاً فیروز کے انداز سے تو یہی پتا چلا تھا کہ وہ میرے سلسلے میں بھی مشکوک ہے، ان لوگوں کو درحقیقت مشکوک ہونا چاہیے تھا اب یہ لمحہ ایسا تھا جب ان کا یہ سامان بہ آسانی ان کے ہاتھوں سے نکل سکتا تھا اور چشم زدن میں ان کی لاشیں اسی ساحل پر پڑی تڑپ رہی ہوتیں، یہ کام میرے لیے مشکل نہیں تھا لیکن وہ بیچارے کیا جانتے تھے کہ میرے سینے میں کون سے جذبے تڑپ رہے ہیں۔

اچانک ہی ٹارچوں کی تیز روشنیوں نے ہمارا احاطہ کر لیا میڈم میریسا اب ہم سے زیادہ فاصلہ پر نہیں تھی، اس نے فضا میں دو تین گولیاں چلائیں اور اس کے بعد غراتے ہوئے لہجے میں بولی۔

”تم سب اپنے اپنے ہاتھ بلند کرو اگر کسی نے جنبش کی تو اس کے جسم میں سوراخ ہی سوراخ ہو جائیں گے، تمہیں گھیر لیا گیا ہے۔“

میجر سلطان کے ساتھ ساتھ میں نے بھی ہاتھ بلند کر دیے تھے میڈم میریسا اپنے آٹھ آدمیوں کے ساتھ آگے بڑھتی نظر آئی اور اس کے بعد وہ ہم سے چند گز کے فاصلے پر پہنچ کر رک گئی، ٹارچ کی روشنیاں ان کارٹلوں کا احاطہ کیے ہوئے تھیں جو ساحل پر رکھے تھے، میڈم میریسا نے پر جوش قہقہہ لگا کر کہا۔

”ہوں تو بالآخر میجر سلطان میں نے تمہارا راز پائی لیا کو کیسا لگا تمہیں، تم نے بڑی مضبوطی سے اپنی زبان بند رکھی تھی لیکن دیکھ لو ہم نے رنگے ہاتھوں تمہیں پکڑ لیا ہے۔“ میجر سلطان نے کوئی جواب نہیں دیا۔

”اور آپ بڑے افسوس کے ساتھ مجھے اس بات کا اظہار کرنا پڑتا ہے کہ تم اپنے اس قیمتی سرمائے سے محروم ہو گئے اور یہ ہماری ملکیت بن گیا، اب اس کے پاس سے اتنے دور ہٹ جاؤ کہ میرے آدمی اسے اپنی تحویل میں لے سکیں، تمہارے سلسلے میں کوئی موثر فیصلہ بعد میں کیا جائے گا۔“

میں نے غیر محسوس انداز میں میجر سلطان کو اشارہ کیا اور میجر سلطان اور اس کے

ساتھی ہاتھ اٹھائے ایک سمت کھسکے لگے، میں بھی انہی لوگوں میں شامل تھا۔ میرے اندازے کے مطابق اب کام شروع ہو جانا چاہیے تھا، چنانچہ پلک بھی نہ جھپکنے پائی تھی کہ دفعہ ہی فضا میں گولیوں کی تڑتڑاہٹ ابھرنے لگی، بے شمار چیخیں ابھریں، پہلے ہی حملے میں میریسا پارٹی کے پانچ آدمی ڈھیر ہو گئے تھے، تین آدمی وحشت زدہ انداز میں پلٹے لیکن اس دوران میں نے بھی نہایت پھرتی سے میریسا پر چھلانگ لگائی تھی یہ عورت میرے لئے انتہائی کارآمد تھی اور مستقبل میں مجھے اس سے بہت سے کام لینے تھے، میریسا کے ہاتھ سے اسٹین گن گر گئی، میں اسے لپٹے ہوئے زمین پر لوٹیں لگاتا ہوا کئی گز کے فاصلے پر چلا گیا تھا، وہ سمجھ بھی نہ پائی تھی کہ یہ سب کیا ہوا، ادھر گولیاں طوفانی انداز میں برس رہی تھیں اور وہ لوگ ایسی پوزیشن لیے ہوئے تھے کہ یہ سب ان کی نگاہوں میں تھے چنانچہ میریسا کے وہ تین آدمی بھی ان لوگوں کی زد سے نہ بچ سکے، میں البتہ میریسا کو لے کر ایک چٹان کی آڑ میں ہو گیا اور اس کے بعد میں نے سنبھل کر اس سے کہا۔

”میریسا رکنا نہیں ہے، رکنا نہیں ہے آگے بڑھتی رہو آگے بڑھتی رہو ہری اپ، ہری اپ۔“

وہ کچھ ایسی بدحواس ہو گئی تھی کہ سوچے سمجھے بغیر میرے ساتھ آگے بڑھتی رہی پھر اچانک ہی گولیوں کا نیا طوفان نازل ہوا اور بہت سے لوگ بلندی سے دھاڑتے ہوئے نیچے گرنے لگے، سارا کام بخیر و خوبی ہو رہا تھا، یہ چیکاس برادرز تھے جنہوں نے یقینی طور پر عقب کی پوزیشن اختیار کر کے کیتھ کے آدمیوں پر حملہ کر دیا تھا۔

میرے اپنے اندازے کے مطابق کام بہتر ہی ہو گیا تھا خدا کرے۔ میجر سلطان اور اس کے ساتھیوں کو کوئی نقصان نہ پہنچنے پائے لیکن کوئی بھی مرحلہ درپیش ہو سکتا تھا، کہیں بھی کسی سے چوک ہو سکتی تھی، میں تھا، چیکاس برادرز تھے میریسا کے آدمیوں کا انجام تو میں اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا۔ میریسا اس وقت تمام اکڑفوں بھول گئی تھی وہ خوفزدہ ہو گئی تھی اور اس کی عقل نے ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ اچانک ہی ایک لاش بلندی سے گری اور میریسا اس کی لپیٹ میں آگئی۔ اس کے حلق سے دھاڑ نکلی تھی۔

”کیا ہوا۔ کیا تم زخمی ہو گئیں۔ کیا تمہارے گولی لگ گئی ہے؟“ میں نے تشویش سے پوچھا۔

”نہیں۔ میں۔ یہ۔ یہ۔“ اس نے کپکپاتے ہوئے لمبے میں کہا اور میں نے اسے آگے گھسیٹ لیا۔ ”یہ ہمارا آدمی نہیں ہے۔“ وہ بولی۔

”اوہ۔ آگے بڑھو۔ ورنہ مشکل میں پڑ جائیں گے۔ میں نے اسے آگے دھکیل دیا۔

میں یہ اندازہ لگانے کے لیے بے چین تھا کہ چیکاس برادرز پوری طرح اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے یا نہیں۔ لیکن یہ اندازہ لگانے کا کوئی بیانیہ میرے پاس نہیں تھا۔ میری بے چوں و چرا میرے ساتھ آگے بڑھی چلی آرہی تھی گولیوں کی آوازیں اب بھی آرہی تھیں اور ہمارا ان سے کافی فاصلہ ہو چکا تھا۔ میں بہت دور چلتے کے بعد ایک جگہ رکا۔ میری زمین پر لیٹ کر کسی کتیا کی طرح ہانپنے لگی، غالباً وہ اعصابی دباؤ کا شکار ہو گئی تھی اور اس کے منہ سے آواز تک نہیں نکل پاری تھی، اس نے اپنے آدمیوں کی ہلاکت دیکھی تھی اور خاصی غمزہ نظر آتی تھی۔ یوں لگتا جیسے اس کا وجود بے جان ہو گیا ہو۔ حالانکہ اس جیسی شیردل عورت سے اس بات کی توقع نہیں رکھی جاسکتی تھی کوئی بھی لمحہ ایسا ہو سکتا تھا جب وہ اچانک ہی اپنی اصلیت میں واپس آجائے لیکن اس وقت تو وہ نہایت بے بس نظر آرہی تھی۔ میں نے بھی اس جیسی کیفیت کا مظاہرہ کیا اور زمین پر گردن ڈال کر بیٹھ گیا، جیسے میری ذہنی قوتیں بھی مفلوج ہو گئی ہوں حالانکہ دل چاہ رہا تھا کہ جا کر صورت حال کا جائزہ لوں، جہاں تک میرا اندازہ تھا تمام تر معاملات درست ہو گئے تھے اب آگے ان کی تقدیر کا معاملہ تھا۔ اگر ایٹ لاس کا اسٹیئر مقررہ وقت پر نہیں پہنچا تو ان کے لیے یقیناً بڑی مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔ ہرچند کہ یہ ساحل ویران تھا لیکن وہ اپنے آپ کو کتنا وقت چھپا سکتے ہیں۔“

اب ان ساری باتوں کا حل تو میرے پاس تھا نہیں ان کے منصوبے کی تکمیل کر ڈالی تھی میں نے۔ باقی سب کچھ ان کی تقدیر پر ہی چھوڑ دینا مناسب تھا۔ ورنہ میرے آگے کے معاملات بالکل ختم ہو جاتے۔ میرے بس میں جو کچھ تھا میں کر چکا تھا۔ حالانکہ میری دلی آرزو تھی کہ وہ اپنے مشن میں کامیاب ہو جائیں۔ چیکاس برادرز کی ذمہ داری یہ بھی تھی کہ وہ اپنا مشن سرانجام دینے کے بعد وہ آگے کے حالات پر بھی نظر رکھیں کیونکہ اس وقت وہی آزاد تھے، میڈم میریسا کہ چور ڈر چلے جانے کا مطلب یہ تھا کہ میں اسے پورے پورے شک کا موقع دوں اس وقت کسی بھی طور یہ مناسب نہیں تھا، چنانچہ میں بھی اسی

طرح زمین پر دراز رہا اور ہمیں بہت دیر گزر گئی۔ گولیوں کی آوازیں اب بالکل ختم ہو گئی تھیں اور کوئی آہٹ نہیں سنائی دیتی تھی لیکن میرے حساس کانوں نے کوئی ایک گھنٹے کے بعد اسٹیئر کی مشین کی آواز سنی، دل تڑپنے لگا، دیکھنا چاہتا تھا میجر سلطان اور اس کے ساتھی کس طرح اپنی دنیا میں روانہ ہو رہے ہیں انہیں کہاں تک کامیابی حاصل ہوئی ہے لیکن اس کا اندازہ بھی تھا کہ میریسا جاگ رہی ہے۔

میریسا نے البتہ اسٹیئر کی مشین کی آواز پر کسی قسم کے رد عمل کا اظہار نہیں کیا تھا پھر مزید ایک گھنٹا گزر گیا اور میریسا گہری گہری سانسیں لینے لگی پھر بولی۔

”فراس کیا تم جاگ رہے ہو؟“ میں بھی اٹھ کر بیٹھ گیا میں نے کہا۔

”ہاں میڈم۔“

”کیا خیال ہے کیا کیا جائے اب، تمہارا کیا اندازہ ہے یہ سب کیا ہوا؟“

”اگر میرا خیال غلط نہیں ہے میڈم تو اس وقت ہمارے درمیان مداخلت کرنے والا کیتھ کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔“

”لیکن وہ کتا اس قدر غدار نکلے گا، مجھے اس کا اندازہ نہیں تھا۔“

”کچھ سمجھ میں نہیں آتا میڈم کہ وہ یہاں تک کیسے پہنچ گیا؟“

”میں خود حیران ہوں۔ میری بھی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا۔“ اس نے جواب دیا۔

”یہ بہت عجیب بات ہے میرے لیے میڈم۔“

”ہاں میرے اندر کچھ عجیب باتیں ہیں۔ مجھے اپنے ان ساتھیوں کی موت کا افسوس ہے وہ دھوکے سے مارے گئے اگر کوئی انہیں لٹکار کر ان پر حملہ کرتا تو وہ باقاعدہ ایک فوج کی طرح کام کرتے تھے لیکن مجھے حیرت ہے کہ کیتھ یہاں تک کیسے پہنچ گیا اور۔ اور۔

ادھو ایک بات میرے دل میں ہے۔ اگر ایسا ہوا تو مجھے اس کا بہت افسوس ہو گا۔“

”کیا بات ہے میڈم؟“

”وہ مائی گاڈ ادھ میرے خدا، یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا۔“ وہ مضطربانہ انداز میں اٹھ کھڑی ہوئی پھر سنبھل کر بولی۔

”نہیں ایسا نہ ہو کہ کیتھ ان کارٹونوں کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا ہو۔“

میرے چہرے پر بھی تجسس کے آثار نمودار ہو گئے۔ میں چند لمحات سوچتا رہا پھر میں نے

کہا۔

”میڈم اگر ایسا ہوا ہے تو واقعی یہ ہمارے لیے بڑی شرمندگی کی بات ہوگی۔“

میڈم میریسا سوچ میں ڈوب گئی۔ کئی منٹ تک وہ خاموشی سے کچھ سوچتی رہی پھر

اس نے کہا۔

”نہیں بالکل نہیں۔ میں تمہاری زندگی کا خطرہ مول نہیں لے سکتی۔“

”میری زندگی کو خطرہ کیوں میڈم؟“

”اگر ہم اسے تلاش کریں اور اس کے خلاف کارروائی کریں تو اس وقت ہمارے

پاس افرادی قوت نہیں ہے صرف میں ہوں اور تم ہو اور ہم دونوں ہی غیر مسلح ہیں وہ

اسٹین گن جو مجھے حاصل ہوئی تھی۔ وہ بھی اب میرے پاس نہیں ہے جب تم نے مجھے

زمین پر گرایا تھا تو وہ وہیں گر گئی تھی اور اس کے بعد میں اسے اٹھا ہی نہیں سکی۔“

”مجھے اس کا اندازہ ہے اگر کیتھ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا ہے تو جائے گا

کہاں؟ میڈرڈ میں وہ کتنی ہی قوت حاصل کر لے اگر وہ کارٹن روڈنی اولیاس کے حوالے

کر بھی دے تب بھی وہ کیا مجھ سے زیادہ قوت حاصل کر سکتا ہے۔ میرا خیال ہے اسے ایسا

کر لینے دو اگر اس نے یہ سب کچھ کر لیا ہے تو اور بھی اچھی بات ہے کم از کم میں اور وہ

کھل کر سامنے آسکیں گے نہیں مائی ڈیئر فراس یہ بھی مضطرب ہونے کی بات نہیں ہے

اس نے اگر مجھے ڈبل کر اس کیا ہے تو تم دیکھنا میں اس کا کیا حشر کرتی ہوں۔ وہ یقینی طور پر

کتے کی موت مارا جائے گا میرے ہاتھوں..... نہیں اب ہمیں مزید کسی بات سے کوئی

دلچسپی نہیں ہے کیا خیال ہے کیا اب یہاں سے واپسی کا سفر اختیار کریں۔“ میں حیران

نگاہوں سے اس سرپھری عورت کو دیکھنے لگا پھر میں نے اس سے کہا۔

”تو پھر آرام سے کسی چٹان پر سو جاؤ صبح اٹھ کر صورت حال کا جائزہ لیں گے۔“

”خیر سونے کا تو تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ میری ایک خواہش ہے اگر مناسب

سمجھیں۔“

”کیا؟“

”کوئی ایسی جگہ حاصل کر لیں جہاں ہم دشمنوں کی نگاہوں سے محفوظ رہ سکیں۔“

”میں تمہاری اس بات کو تسلیم کرتی ہوں واقعی ایسی جگہ حاصل کرنا بے حد

ضروری ہے۔“

ایسی جگہ ان چٹانوں میں بنے جا بجا غاروں میں سے ایک تھی جو ہمیں حاصل

ہو گئی۔ صاف ستھرا غار تھا اور اتنا کشادہ کہ ہم پاؤں پھیلا کر اس میں لیٹ سکتے تھے لیکن

یہاں پہنچنے کے بعد میڈم میریسا پر پھر رومان سوار ہو گیا وہ اس بھیانک ماحول میں بھی اپنے

آپ کو اپنی کیفیت کے اظہار سے باز نہ رکھ سکی۔ میں نے بھی دل میں سوچا کہ چلو ٹھیک

ہے باقی رات تو گزارنی ہی ہے صبح کی روشنی کی کرنیں غار کو منور کرنے لگیں تو ہم

لوگ اپنی جگہ سے اٹھ گئے میڈم میریسا اب اس قدر مطمئن نظر آرہی تھی جیسے جزیرہ

کیزی کے اس بھیانک مقام پر ہنی مون منانے آئی ہو اس نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے

دیکھا اور بولی۔

”اب ہم سمندر میں نہائیں گے۔“

”نہن۔ نہائیں گے۔“

”ہاں کیوں۔ تمہیں سمندر میں نہانے سے خوف محسوس ہوتا ہے۔“

”تمہیں میڈم لیکن.....“

”اوہ چھوڑو۔ گزری رات کی کہانی وہ رات کے ساتھ گزر گئی۔ اب نئے دن کا

آغاز ہوا ہے میں اسی قسم کی عورت ہوں۔“

اور اس قسم کی عورت کے ساتھ مجھے واقعی ساحل پر آنا پڑا۔ کم بخت بالکل ہی

خردماغ تھی۔ کسی بھی چیز کو خاطر میں نہ لانے والی لیکن میری نگاہوں نے اس جگہ کا جائزہ

ضرور لے لیا تھا جہاں کارٹن ڈھیر کیے گئے تھے اور اب وہاں کسی کا نام و نشان نہیں تھا۔

البتہ کچھ فاصلے پر پڑی ہوئی لاشیں نظر آرہی تھیں۔ میڈم میریسا نے ان لاشوں کی جانب

بھی توجہ نہیں دی اور سمندر کی لہروں سے انگھیلیاں کرتی رہی۔ یا تو وہ پاگل تھی یا پھر

انتہائی سخت دل کی مالک کہ کسی قسم کے ماحول سے متاثر نہیں ہوتی تھی۔ البتہ میرے دل

میں چیکا س برادرز کا خیال ضرور تھا۔ وہی لوگ اب مجھے یہ اطلاع دے سکتے تھے کہ مہجر

سلطان کو اپنے مشن میں کس حد تک کامیابی حاصل ہوئی لیکن بد قسمتی تھی کہ ابھی میں ان

سے رابطہ قائم نہیں کر سکتا تھا۔ میریسا کے ذہن میں بھی ان کا تصور نہیں آتا تھا۔ بہر حال

سمندر سے خوب لطف اندوز ہونے کے بعد اس نے لباس وغیرہ پہنا اور اس کے بعد گہری

سانس لے کر بولی۔

”اور اب ہمیں آبادیوں کی جانب چلنا ہے۔“

”ایک نگاہ ان لاشوں پر بھی ڈال لی جائے تو کیا حرج ہے میریسا ڈیر۔“

”دیکھ لو، چلو دیکھ لیتے ہیں۔“ اس نے کہا اور ہم اس جگہ پہنچ گئے۔ جہاں میریسا

کے پانچ آدمیوں کی لاشیں ایک جگہ پڑی تھیں۔ تین منتشر تھے لیکن وہ بھی مرچکے تھے ان کے جسموں میں لاتعداد سوراخ تھے اور ان کی شکلیں بے حد بھیاںک ہو گئی تھیں۔

میریسا نے انہیں بے پروائی کی نگاہوں سے دیکھا میں البتہ اس جگہ کا جائزہ لے رہا

تھا اور میری چور نگاہیں ریت پر بنے ہوئے نشانات بھی تلاش کر رہی تھیں لیکن کوئی

اندازہ قائم کرنے میں مکمل طور پر ناکام رہی۔ ایسا کوئی اندازہ قائم نہیں کیا جاسکتا تھا اور

اگر میں کسی خاص منصوبے کے تحت ساحل تک نشانات تلاش کرنے کی کوشش کرتا تو

میریسا مشکوک ہو سکتی تھی چنانچہ میں نے بھی صبر ہی کیا۔ اب تو چیکاس برادرز ہی ساری

صورت حال سے آگاہ کر سکیں گے پھر اس کے بعد ہم وہاں سے واپس پلے راستے میں

ہمیں ان لوگوں کی لاشیں ملیں۔ جن کا تعلق کیتھ سے تھا اور یہ ایک سنسنی خیز انکشاف

تھا کہ وہ سب بلندیوں سے گر کر ہلاک ہوئے تھے۔ ان کے جسموں پر گولیوں کے نشانات

بے شک تھے لیکن بلندی سے گرنے کی وجہ سے اس کے اعضا بھی ٹوٹ پھوٹ گئے تھے۔

بعض کے چہرے پتھروں سے ٹکرا کر ناقابل شناخت ہو گئے تھے۔ میریسا اچانک ہی ان میں

رچسپی لینے لگی اور اس نے جھک کر ان کے چہروں کو دیکھا۔ پھر پر خیال انداز میں گردن

ہلاتی ہوئی بولی۔

”جانتے ہو یہ کون لوگ ہیں؟“

”نہیں۔“ میں نے بے اختیار کہا۔

”یہ وہ لوگ نہیں ہیں جو میرے گروہ سے تعلق رکھتے ہیں یہ سب کے سب میڈرڈ

کے چھوٹے چھوٹے غنڈے ہیں جو اپنے تین تین چار چار افراد کے گروہ بنا کر کام کرتے

ہیں۔ اس سے کم از کم مجھے یہ اندازہ ہو گیا کہ کیتھ نے کس حد تک میرے خلاف لوگوں

کی حمایت حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ ان میں سے میرے آدمیوں

میں سے کوئی بھی نہیں ہے۔“

پھر اچانک ہی ہمیں چونکنا پڑا۔ خون کی کچھ ایسی لکیریں ایک خاص سمت نمائندگی کر

رہی تھیں جنہیں دیکھ کر یہ احساس ہوتا تھا کہ کوئی شدید زخمی گھسٹتا ہوا یہاں سے آگے

بڑھا ہے یہ لکیریں ایک گول چٹان کے پاس جا کر ختم ہو گئی تھیں۔ جیسے ہی ہم انہیں دیکھتے

ہوئے دوسری جانب پہنچے۔ اچانک ہی ہم پر گولیوں کی بوچھاڑ شروع ہو گئی۔ اس وقت بھی

میں نے ہی میریسا کو لپیٹ کر زمین پر گرنے میں نہایت پھرتی دکھائی تھی۔ ورنہ بلاشبہ وہ ان

گولیوں کا شکار ہو گئی ہوتی۔ البتہ اب اس کے نشانے بالکل ہی خطا کر رہے تھے۔ وہ شاید

پوری طرح سنبھل کر نشانہ نہیں لے سکتا تھا۔ ایک لمحے کے لیے ہم پر بدحواسی سوار

ہو گئی تھی فائرنگ بدستور ہو رہی تھی اور ہمیں گردن اٹھانے کا موقع نہیں مل سکا تھا۔

ویسے بھی کھلی ہی جگہ تھے لیکن جنبش بھی کرنے سے خطرہ محسوس ہو رہا تھا کیونکہ گولیاں

صرف ایک بالشت اوپر سے گزر رہی تھیں۔ نجانے کیوں وہ زمین پر گولیاں نہیں برسایا رہا

تھا مگر کون تھا پھر شاید اس کی اسٹین گن کی گولیاں ہی ختم ہو گئیں۔ اس سے پہلے کہ وہ

اسٹین گن دوبارہ لوڈ کرے۔ میں نے پھرتی سے اپنی جگہ سے اٹھ کر ایک چٹان کی آڑ میں

چھلانگ لگا دی اور اس کے بعد میریسا نے بھی میری ہی تقلید کی۔ یہاں سے ہم نے اس

شخص کو دیکھا اور میریسا کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ وہ کیتھ تھا لیکن اس کا نچلا دھڑ شدید

زخمی تھا اور وہ اپنے بدن کے نچلے حصے سے بالکل کام نہیں لے سکتا تھا۔ اس نے اسٹین

گن نیچے زمین پر رکھ دی تھی اور اب اس چٹان سے لگا گہری گہری سانسیں لے رہا تھا

جس کی آڑ میں اس نے اپنے آپ کو محفوظ کیا تھا۔

میریسا نے اس کا جائزہ لیا اور اس کے بعد وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

”میریسا میریسا۔“

”نہیں اب وہ اسٹین گن دوبارہ لوڈ کرنے کے قابل نہیں ہے اور اب شاید اس

کے پاس گولیاں بھی ختم ہو گئی ہیں۔“ میں نے جائزہ لیا تو میریسا کی بات کی تصدیق ہو گئی۔

البتہ ہماری آواز سن کر کیتھ نے آنکھیں کھول دی تھیں۔ اس نے ایک بار پھر اسٹین گن

اٹھائی لیکن اب وہ اسے اٹھانے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ اس کے ہاتھ لرز رہے تھے۔

میریسا آہستہ آہستہ اس کی جانب بڑھنے لگی اور پھر وہ کیتھ سے صرف چند فٹ کے فاصلے

پر کھڑی ہو گئی۔ اس کی آنکھوں میں شدید حقارت تھی۔ اس نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”کیتھ۔ میرا دوست میرا وفادار، میرا دوست راست۔“

”کیتھ نے جلتی نگاہوں سے میریسا کو دیکھا اور پھر زمین پر تھوک دیا۔ میریسا کے

حلق سے قہقہہ آزاد ہو گیا تھا۔“

”اگر اس وقت میں اپنے دوست کی بات نہ مانتی تو مجھے زندگی بھر اس کا افسوس

رہتا۔ اس کے کہنے پر میں ان لاشوں کی جانب چلی آئی۔ اور..... اور..... اور مجھے

یہ سنہرا موقع مل گیا۔ مائی ڈیئر کیتھ تم روڈنی اولیاس سے براہ راست رابطہ کرنا چاہتے تھے

اور وہ کارٹن اس کے حوالے کر کے اس سے دولت وصول کرنا چاہتے تھے۔ کیا میرے

پاس رہ کر تمہیں وہ سب کچھ حاصل نہیں تھا جو تم جیسے بے اوقات آدمی کے لیے کافی

تھا۔“

”کیتھ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میریسا کو گھورتا رہا۔“

”بہر حال تمہیں پتا ہے کہ تقدیر ہمیشہ میرا ساتھ دیتی ہے۔ تم نے میرے خلاف

جتنی سازشیں کیں سب کی سب ناکام رہیں۔ وہ ننھے وفادار درحقیقت تمہارے وفادار

نہیں تھے بلکہ انہوں نے تمہیں ڈبل کر اس کیا جس طرح تم مجھے ڈبل کر اس کر رہے تھے۔

ایک جانب تم ان کے لیے بینکوں میں رقومات جمع کراتے رہے دوسری جانب وہ مجھے

تمہاری کمینگی کی اطلاع دیتے رہے۔“

”کیتھ نے کچھ کہنے کی کوشش کی لیکن شاید اس پر کچھ اس قدر ثقاہت طاری تھی

کہ وہ کچھ کہہ نہ پارا تھا۔ حالانکہ میں سنسنی کا شکار ہو گیا تھا اس بات کے بھی امکانات تھے

کہ کیتھ کوئی ایسی بات کہہ دے جو چیکاس برادرز کے حق میں خطرناک ثابت ہو لیکن

شکر تھا کہ وہ بول ہی نہیں سکا۔“

”اور اب تم دیکھ لو۔ تم کس حالت میں ہو۔ ہاں تم نے وہ کام ضرور سرانجام دیا جو

بلی دیتی ہے۔ یعنی خود نہ کھایا اور لڑھکا بھی دیا۔ خیر میرے جوتے کو اس بات کی پروا نہیں

ہوتی۔ میں کسی کام کے لیے آخری حد تک جدوجہد کرتی ہوں اور اگر وہ کام بالکل ہی نہ

کرنے کے قابل ہو تو پھر اسے بھول جاتی ہوں لیکن تم..... تم بہت ذلیل انسان نکلے۔

میں نے تمہیں زمین سے اٹھا کر آسمان تک پہنچا دیا اور تم نے میرے ہی خلاف غداری

شروع کر دی۔ احمق آدمی وہ کاغذات حاصل کرنے کے بعد تم نے یہ سوچا تھا کہ تم میرے

چنگل سے آزاد ہو گئے لیکن اس قدر گدھے ہو تم کہ یہ اندازہ بھی نہیں لگا سکے کہ وہ

کاغذات نقلی ہیں جو تم تک پہنچ گئے ہیں۔“

کیتھ کے اندر پھر اضطراب پیدا ہوا لیکن میری خوش بختی نے اس سے قوت گویائی

ہی چھین لی تھی۔ میریسا اس سے نچالنے کیا کیا باتیں کرتی رہی اور وہ بس میریسا کی آنکھوں

میں دیکھتا رہا پھر میریسا نے ہنس کر میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”کیا خیال ہے ڈیئر فراس ہم اس کی مشکل آسان کر دیں یا پھر اسے یونہی مرنے

کے لیے چھوڑ دیں۔“

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میریسا خود ہی سوچتی رہی پھر اس نے وہ اسٹین گن

اٹھالی جو کیتھ کے پاس پڑی ہوئی تھی۔ اسے نال کی جانب سے پکڑا اور پھر اس وحشی

عورت نے ایک بھرپور وار کیتھ کے چہرے پر کیا۔ اسٹین گن کا کندہ کیتھ کی کھوپڑی پر

پڑا اور میں نے کھوپڑی کا تڑا خانا اس کے ساتھ ہی اس کی آنکھیں پٹیوں میں گھس گئی

تھیں۔ کیتھ کے حلق سے چیخ بھی نہ نکل سکی۔ دوسرا وار اس نے کیتھ کے سینے پر کیا

اور کیتھ کی پسلیاں ٹوٹ گئیں۔ اس نے دونوں ہاتھ فضا میں بلند کیے اور اس کے بعد ایک

جانب لڑھک گیا۔ میریسا نے اس پر مزید کئی وار کیے۔ میں اس کی وحشت خیزی دیکھ رہا تھا

اور نچالنے کیوں میرے اندر ایک عجیب سی کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔ پھر میریسا نے اسٹین گن

پھینک دی لیکن میں جلدی سے آگے بڑھا اور عجیب سے رد مال نکال کر اسٹین گن کی نال

پر سے اس کے ہاتھوں کے نشانات صاف کر دیے۔ میریسا نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے

دیکھا اور کہنے لگی۔

”تمہارا مقام میرے دل میں ہی نہیں میری روح تک میں بن گیا ہے۔ میری زندگی

آؤ اب چلتے ہیں۔“ ہم دونوں وہاں سے آگے بڑھ گئے کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد وہ

چٹائی سلسلہ ختم ہو گیا اور ہم ایک کھلے میدان میں نکل آئے۔ آبادی کا ابھی دور دور تک

نشان نہیں تھا۔ اس سے مجھے یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ رات کو ہونے والے ہولناک واقعات

کی اطلاع دوسرے لوگوں کو تک کیوں نہیں پہنچی۔ یہاں دور دور تک آبادی تھی ہی

نہیں۔ کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد میں نے میریسا سے کہا۔

”کیزی کی آبادی کیا بہت کم ہے؟“

”نہیں بہت وسیع آبادی ہے کیوں۔ یہ سوال تم نے کیوں کیا؟“

”ابھی دور دور تک کوئی نشان نہیں مل رہا۔“

”ہاں لیکن آگے جا کر ہمیں ایک سڑک مل جائے گی جو ہمیں آبادی کی جانب لے جاسکتی ہے۔ ہو سکتا ہے اس سڑک پر تمہیں کسی سے لفت مل جائے۔“

==☆☆☆☆☆==

”کیزی کتنا بڑا جزیرہ ہے؟“

”بہت بڑا۔ تمہاری توقع سے کہیں زیادہ۔ اسپین کے بڑے جزائر میں اس کا شمار

ہوتا ہے۔ بے لاک اس کی نسبت چھوٹا جزیرہ ہے۔“

میں کیزی کے بارے میں باتیں کرتا ہوا اس کے ساتھ آگے بڑھنے لگا۔ تھوڑے فاصلے پر پہنچنے کے بعد وہ سڑک ہمیں نظر آگئی جس کا تذکرہ میڈم میریسا نے کیا تھا۔ ہم سڑک کے کنارے کھڑے ہو گئے۔ میڈم میریسا نے مجھے سر سے پاؤں تک دیکھا اور پھر مجھ سے بولی۔

”مجھ پر غور کرو۔ کیا میرا حلیہ کسی طور مشکوک نظر آتا ہے؟“

”بالکل نہیں۔“

”لفت لینے والے سے ہم یہی کہیں گے کہ ہم ساحل پر تفریح کے لیے آئے تھے کہ ہماری گاڑی خراب ہو گئی۔ ہمیں شہر کے کسی پہلے مقام پر چھوڑ دے تاکہ ہم کوئی بندوبست کر سکیں۔“ میں نے گردن ہلا دی لیکن اس کے باوجود ہمیں تقریباً دو ڈھائی گھنٹے انتظار کرنا پڑا۔ غالباً یہ عام گزر گاہ نہیں تھی۔ کوئی ڈھائی گھنٹے کے بعد ایک سبزی کا ٹرک نظر آیا اور میریسا نے آگے بڑھ کر اسے اشارہ کرنا شروع کر دیا۔ ٹرک ہمارے قریب آکر رک گیا اور میریسا نے ٹرک ڈرائیور سے کہا۔ ”ہماری گاری خراب ہو گئی ہے اگر مہربانی کریں تو ہمیں آبادی تک چھوڑ دیں۔“ ٹرک ڈرائیور نے بڑے خلوص کے ساتھ ہم دونوں کو اپنے پاس بٹھالیا تھا اور اس کے بعد ہمارے اس نئے سفر کا اختتام کیزی کی

خوبصورت عمارتوں کے درمیان ہی ہوا تھا۔ جہاں میریسا میرے ساتھ بیچے اتر گئی۔ کیزی کے اس ساحل کو دیکھ کر یہ اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ وہ اس قدر جدید جزیرہ ہو گا لیکن اب یہاں داخل ہونے کے بعد یہ احساس ہوا تھا کہ جزیرہ کیزی بھی اسپین کے دوسرے علاقوں کے مانند جدید ترین ہے۔ وہاں خوب صورت ہوٹل بھی تھے اور عالیشان بازار بھی۔ البتہ جس ساحل سے ہم یہاں آبادی تک پہنچے تھے اس کے بارے میں بس یہی کہا جاسکتا تھا کہ نہایت دور دراز ہونے کی وجہ سے وہ اس قدر غیر آباد اور ویران نظر آتا ہے یہاں پہنچ کر البتہ ہم لوگ سنبھل گئے۔

میریسا نے ایک ہوٹل کا رخ کیا تھا اور اس میں ایک بہترین ڈبل روم حاصل کر لیا گیا تھا۔ مجھے کسی بھی قیمت پر اس سے رہائی تو حاصل ہو نہیں سکتی تھی۔ ویسے بھی صحیح معنوں میں اس وقت میں اس کی زندگی بچا کر اسے لایا تھا۔ آئندہ کام آنے کے لئے۔ اصل مقصد تو اب پورا ہو گا۔ خدا کرے کہ مہجر سلطان اور اس کے ساتھی کامیابی سے جہاز ایٹ لاس تک پہنچ گئے ہوں۔ ابھی تو خیر موقع ہی نہیں تھا چیکاس برادرز سے رابطہ قائم کرنے کا۔ ہم جس طرح ٹوٹے پھوٹے ہوئے تھے اس کے تحت پہلے تو ہمیں اپنی ذہنی حالت درست کرنی تھی۔ میریسا نے کمرے میں پہنچنے کے بعد کہا۔

”کیزی بھی میرے لیے کوئی مشکل جگہ نہیں ہے۔ یہاں میرے لیے لاتعداد وفادار اور شناسا موجود ہیں اور میں ان سے ہر طرح کی مدد حاصل کر سکتی ہوں۔ یہ جو کچھ ہوا بس یوں سمجھو اس کم بخت کیتھ کی غداری کی وجہ سے ہو گیا۔ ورنہ شاید کامیابی یہاں بھی میرے قدم چومتی خیر کوئی حرج نہیں ہے اب جو ہونا تھا وہ تو ہو ہی چکا ہے ہم اس سے نہیں بچ سکتے تھے اور سچ پوچھو تو مجھے اب اس کی پروا بھی نہیں ہے۔ نہ میں اسے اپنی شکست تسلیم کرتی ہوں۔ غداری ایک الگ چیز ہوتی ہے اور کسی کام میں ناکامی بالکل مختلف چیز۔“ میرے لیے اس کی ہاں میں ہاں ملانا ہی سب سے بہتر تھا۔ ظاہر ہے میں اس سے انحراف کیوں کرتا۔ مسئلہ بالکل ہی الٹا تھا۔

اس نے غسل کیا۔ پہننے کے لیے دوسرا لباس نہ تھا۔ مجھے بھی غسل کر کے وہی لباس پہننا پڑا پھر ہم نے کھانا پیا اور وہ کہنے لگی۔

”بہتر ہے اس وقت تک آرام کرو جب تک نیند پوری نہ ہو جائے۔“ اس کے بعد

اس نے ”ڈونٹ ڈسٹرب“ کلپ کھینچ دیا اور اپنے بستر پر لیٹ گئی۔ خاصی بے زار بے زار سی معلوم ہوتی تھی۔ بس اس کا اظہار نہیں کر پارہی تھی۔ میں نے بھی یہی انداز اختیار کیا۔ جیسے میں بھی تنہا سے چور ہوں اور گہری نیند سونا چاہتا ہوں لیکن اس کی نسبت میں خاصی بہتر حالت میں تھا۔ تنہا تو مجھ پر بھی تھی لیکن اس سے زیادہ چیکاس برادرز کے لیے مضطرب تھا۔ ان لوگوں سے بس یہ پتا چل جائے کہ مہجر سلطان کے مشن کا کیا نتیجہ رہا۔ ہماری ان کاوشوں نے اسے کامیابی سے ہمکنار کیا یا نہیں۔ اس کے بعد راوی میرے لیے بھی سکون ہی سکون لگھتا تھا۔ البتہ اس خطرناک اور شاطر عورت سے لمحہ لمحہ ہوشیار رہنا ضروری تھا۔ ہرچند کہ وہ گہری نیند میں ڈوب گئی تھی لیکن پھر بھی میں اس کی نیند کے پختہ ہونے کا انتظار کرتا رہا۔ حالانکہ میری آنکھیں بھی نیند کی بھیک مانگ رہی تھیں لیکن اس وقت میں ان سے مغلوب نہیں ہو سکتا پھر جب مجھے یہ اطمینان ہو گیا کہ میری کاوش کو محسوس نہیں کیا جاسکتا تو ہاتھ روم میں پہنچ کر میں نے بے صبری سے چیکاس برادرز سے رابطہ قائم کرنے کی کوششیں شروع کر دیں۔ یہ ٹرانسمیٹر اب اس طرح ہمارے استعمال میں آتا تھا کہ اس کی ایک ایک حرکت کا اندازہ ہوتا تھا۔ بہت دیر تک میں کوشش کرتا رہا لیکن چیکاس برادرز اس وقت رنج میں نہیں تھے۔ یا تو وہیں اسی ساحل پر بھٹک رہے ہیں لیکن یہ بھی ناممکن سی بات تھی کیونکہ وہ فاصلہ میرے ذہن میں تھا جو ہم نے ساحل سے جزیرے کی آبادی تک طے کیا تھا۔ ٹرانسمیٹر کو اس رنج میں کام کرنا چاہئے تھا لیکن چیکاس برادرز یا تو کسی مشکل میں گرفتار ہو گئے تھے یا پھر اتنے فاصلے پر پہنچ گئے تھے کہ وہ ٹرانسمیٹر پر میرا پیغام رسیڈ نہیں کر سکتے تھے۔ بہت دیر تک کوشش کرتا رہا پھر مایوس ہو کر واپس اپنے کمرے میں آگیا اور بستر پر لیٹ کر تشویش زدہ سوچوں میں کھو گیا۔ کیا ہوا ہے ان کے ساتھ۔ بظاہر تو یہ نہیں محسوس ہوتا کہ وہ کسی مشکل میں گرفتار ہو گئے ہوں۔ سارے کام انہوں نے نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دیے تھے۔ ناقابل یقین قوتوں کے مالک چیکاس برادرز آج تک تو اپنے کسی مشن میں ناکام نظر نہیں آئے تھے۔ کیا یہ ہو سکتا ہے وہ بھی اسٹیمر کے ساتھ سفر کر کے ایٹ لاس پر پہنچ گئے ہوں لیکن اس کی کوئی تک نہیں تھی۔ تشویش بہر طور فطرت کا ایک حصہ ہوتی ہے لیکن نیند بھی کم طاقتور نہیں ہوتی۔ شام کو کوئی سات بجے تھے جب میریسا نے مجھے جگایا۔ خاصی بہتر کیفیت میں نظر

آ رہی تھی۔ خصوصیت یہ تھی کہ اس نے نیا لباس پہنا ہوا تھا اور بہت اچھی لگ رہی تھی۔

میں نے حیرانی سے آنکھیں کھولیں اور اس کے لباس کی جانب اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

”یہ لباس۔“

”اپنی ذہنی قوتوں کا مظاہرہ کر رہے ہو ڈیئر فراس حالانکہ نیند سے جاگنے کے بعد آدمی تھوڑی دیر تک تو ماحول کو سمجھ ہی نہیں پاتا لیکن تمہیں فوراً ہی یہ احساس ہو گیا کہ میرے جسم پر دوسرا لباس ہے۔ اس کے سلسلے میں بس اتنا ہی کہہ سکتی ہوں کہ تم عظیم ترین ذہنی قوتوں کے مالک ہو۔ چلو ٹھیک ہے۔ اٹھو اور خود بھی لباس تبدیل کر لو۔ میں تمہارے لیے بھی لباس لے آئی ہوں۔“

”مگر کہاں سے؟“

”میں پانچ بجے جاگ گئی تھی اور اس کے بعد اس تک دو میں لگ گئی تھی کہ لباس کہاں سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ میں نے تمہیں بتایا تھا کہ کیزی میں میرے وہاں موجود ہیں۔ اب اس وقت بے شمار افراد ہمیں ہر طرح کی سمولت پہنچانے کے لیے آمادہ ہیں۔ لباس بھی انہی کے مہیا کیے ہوئے ہیں لیکن میں نے اس کمرے میں کسی سے ملاقات نہیں کی۔ تمہیں ڈسٹرب نہیں کرنا چاہتی تھی۔“ طبیعت اب بھی گری گری لگ رہی تھی۔ غسل کر کے نیا لباس پہنا تو خاصی فرحت محسوس ہوئی۔ باہر نکلا تو عمدہ قسم کی کافی کی خوشبو فضا میں پھیلی ہوئی تھی اس کے ساتھ ہی ترو تازہ پھل ڈرائی فروٹس اور بسکٹ وغیرہ رکھے ہوئے تھے۔

”یہ ہمارا صبح کا ناشتا دوسرا پہر کا کھانا اور شام کی چائے مشترک ہے لیکن شاید اس کے بعد معمول کی بے ترتیبی رات کے کھانے کا موقع نہ دے۔ تاہم تم پوری طرح اس سے استفادہ کرو۔ اس کے بعد ہم کیزی میں ایک خوب صورت شام منائیں گے۔“

میں نے خود بھی ان تمام چیزوں کی شدید ضرورت محسوس کی تھی اور اس کے بعد کھانے پینے میں کوئی تکلف نہیں کیا۔ اپنی قوت ارادی سے کام لے کر میں چیکاس برادرز کی گمشدگی کو نظر انداز کر دینا چاہتا تھا کیونکہ اس وقت اس کا بالکل موقع نہیں تھا۔

پھر ہم ہوٹل سے باہر نکل آئے۔ شام کے سانسے رات کی تاریکیوں میں ڈھل گئے تھے۔ چاروں طرف روشنیاں ہو گئی تھیں۔ پر رونق بازار اسپین کی اپنی زندگی۔ وہ خود بھی ترو تازہ نظر آ رہی تھی۔ راستے میں اس نے مجھے بتایا کہ کیزی کی طرز زندگی میڈرڈ کے طرز زندگی سے بہت مختلف ہے۔ یہ علاقہ قدیم علاقہ ہے حالانکہ جدیدیت یہاں پوری طرح مسلط ہے لیکن پھر بھی کیزی اور بے لاک جیسے جزائر قدامت پرست کہلاتے ہیں۔ یوں لگتا تھا جیسے ہونے والے واقعات کو بھول گئی ہو۔ خاصی رات گئے تک ہم جزیرے پر گھومتے پھرتے رہے اور اس کے بعد واپس ہوٹل آ گئے۔ وہ ہنس کر بولی۔

”کم از کم اس طرح پیدل چلنے سے ایک فائدہ ضرور ہوا ہمیں وہ یہ کہ ہم رات کا کھانا کھا سکتے ہیں۔“

”رات کا کھانا ہم نے اپنے ہوٹل کے ڈاننگ ہال میں ہی کھالیا۔ طرح طرح کے دلچسپ مشغلے جاری تھے لیکن ہم نے انہیں دور دور سے ہی دیکھا۔ میں نے ایک مشروب پیتے ہوئے اس سے سوال کیا۔“

”اب کیا ارادہ ہے؟“

”میڈرڈ واپس چلیں گے کل کے لیے میں نے انتظام کر لیا ہے۔ اگر تمہیں کیزی پسند آیا ہو تو ہم یہاں رک بھی سکتے ہیں۔ ویسے سچ بتاؤں میں اس وقت اپنے آپ کو دھوکا دے رہی ہوں جو کچھ ہوا ہے اس نے مجھے خاصا مضطرب کر دیا ہے اور میں یہ محسوس کر رہی ہوں کہ مجھے مراقبہ کرنا ہو گا لیکن میڈرڈ چل کر۔“

”مراقبہ؟“

”ہاں! میں نے تمہیں بتایا تھا کہ روحانی طور پر میں لیٹھ اشیر سے متاثر ہوں اور حقیقت یہ ہے کہ وہ جو کچھ بھی ہے لیکن ذہنوں کو سکون بخشتا ہے اور اس کے پاس ایسے نسخے موجود ہیں جن سے وہ اپنے پیروکاروں کو بہت کچھ مہیا کرتا ہے۔ مراسیہ میں میرا اس سے ذہنی رابطہ ہو گا اور میں اس سے رہنمائی مانگوں گی۔“

”خوب۔ بہتر ہم کل میڈرڈ چل رہے ہیں۔“ میں نے جواب دیا۔

سارے معمولات جاری رہے۔ مجھے بالکل موقع نہیں مل سکا کہ میں چیکاس برادرز کو دوبارہ ٹرائی کروں لیکن میرے دل میں جو کچھ تھا اس نے مجھے بے چین کر رکھا تھا۔

رات بھر اس کا موقع نہیں مل سکا کیونکہ محترمہ میریسا میرے پاس موجود تھیں اور میں ان کا بے دام غلام چنانچہ رات بھر حق غلام ادا کرتا رہا۔ دوسرے دن صبح الہستہ موقع مل گیا۔ ہاتھ روم سے بہتر جگہ اور کوئی نہیں تھی چنانچہ میں نے ایک بار پھر چیکا اس برادرز کو ثرائی کیا لیکن ناکامی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آیا اور بحالت مجبوری میں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ اب ان لوگوں سے رابطے کی کوشش حماقت ہے۔ غالباً وہ کیزی میں ہیں ہی نہیں۔ اب خواہ مخواہ ذہنی طور پر مضحل رہنا عقلمندی کی بات نہیں تھی چنانچہ میں نے بھی اپنے ذہن سے سب کچھ نکال دیا۔ پھر میڈرڈ جانے کی تیاریاں ہونے لگیں۔ اس کے لیے زمینی ذرائع استعمال کیے گئے تھے لیکن ہمارا یہ سفر خاصا طویل تھا۔ میڈرڈ میں داخل ہوئے تو رات کے ساڑھے بارہ بج رہے تھے۔ پورا دن سفر میں گزارا تھا اور ایک بار پھر تھکن ہو گئی تھی لیکن کم از کم اس تھکن نے مجھے میڈم میریسا سے محفوظ رکھا۔ اس نے ہمارے آلود نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

”تمہارے چہرے سے تھکن ٹپک رہی ہے فراس۔“

”میں کوئی خاص نہیں۔“

”میں چاہتی ہوں تم ایک پرسکون نیند سو جاؤ اور سنو صبح کو اس وقت تک نہ جاگنا جب تک نیند پوری نہ ہو۔“

”ٹھیک ہے۔“ میں نے کہا اور وہ مسکرا دی۔

”لیکن اگر ہم یکجا ہوں گے تو نیند کو فرار ہونا پڑے گا میرے اور تمہارے درمیان کسی تیسری شے کی گنجائش نہیں ہوتی۔ آؤ میں تمہیں ایک پرسکون خواب گاہ میں پہنچا دوں۔“

”میں مسکرا دیا۔ وہ مجھے ایک کمرے میں چھوڑ گئی۔ اس کے جانے کے بعد میں نے سکون کی گہری سانس لی تھی۔ کمرے کا دروازہ بند کرنے کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ ایک ملازمہ آگئی۔ وہ میرے لیے رات کا لباس لائی تھی۔“

”میڈم کہاں ہیں؟“ میں نے احتیاطاً پوچھا۔

”اپنے بیڈ روم میں جا چکی ہیں۔ مجھے ہدایت کر گئی تھی کہ میں آپ کے لیے شب خوابی کا لباس پہنچا دوں۔“

”شکریہ۔“ میں نے لباس لے کر دروازہ بند کر دیا۔ اس کے بعد میں ہاتھ روم میں داخل ہو گیا۔ یہاں پہلی کوشش میں چیکا اس سے رابطہ ہو گیا۔

”تم لوگ کیزی سے آگئے۔“

”ہاں چیف مجبوری تھی۔ کیتھ واپس پلٹ گیا تھا۔ کیا آپ کو علم ہے کہ کیتھ بھی مار دیا گیا؟“

”ہاں۔“ میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

”اگر ہم واپس نہ آتے تو ہمارے لیے مشکلات پیدا ہو جاتیں۔ ہمیں آپ کی سلامتی کا علم ہو گیا تھا۔“

”میجر سلطان کے بارے میں بتاؤ۔“

”انہیں ایٹ لاس روانہ کرنے کے بعد ہی ہم واپس لوٹے تھے۔“ چیکا اس نے کہا اور اچانک میری ساری تھکن دور ہو گئی۔ پورے بدن میں مسرت کی لہریں دوڑ گئیں۔

”وہ۔ وہ اپنا سامان بخیریت لے جانے میں کامیاب ہو گئے۔ اسٹیمر بروقت پہنچ گیا۔“

”سب کچھ نہایت پرسکون طریقے سے ہوا۔ وہ جاتے ہوئے آپ کے لیے نیک

تمناؤں کا اظہار کر گئے ہیں۔“ میری روح میں بالیدگی پیدا ہو گئی تھی۔ اب تھکن کا نام و نشان نہیں تھا۔ چیکا اس کو ہدایات دیں اور پھر ٹرانسیٹر بند کر کے عمدہ غسل کیا پھر بستر پر آگیا۔ ایسی میٹھی نیند آئی کہ صبح کو خوب دیر سے آنکھ کھلی۔ میریسا کے بارے میں معلوم کیا

تو ایک عجیب انکشاف ہوا۔ وہ مراسقبے میں تھی۔ ملازموں نے مجھے مراقبے کی تفصیل بتائی۔ میریسا عبادت کرتی تھی اور کئی دن تک اس کی یہ عبادت جاری رہتی تھی۔

”گویا اب اس سے ملاقات نہیں ہوگی۔“

”عبادت کے بعد۔“ ملازم نے جواب دیا۔ اس کے بعد راوی چین لکھتا گیا۔ خوب

آرام کیا۔ میجر سلطان کامیابی سے ہمنار ہو گیا تھا اب کوئی فکر نہیں تھی۔ بالآخر میریسا کا مراقبہ ختم ہوا اور اس وقت بالکل غیر متوقع طور پر میرے سامنے آگئی۔

میں اسے دیکھ کر حیران رہ گیا۔ سفید لباس میں ملبوس تھی۔ چہرے پر عجیب سی کیفیت تھی۔ بالکل کسی چرچ کی راہبہ لگ رہی تھی۔ مجھ سے بہت تپاک سے ملی۔

”یقیناً تم بوریت کا شکار رہے ہو گے؟“

”اصل میں مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ اچانک ہی آپ مراقبے میں چلی جائیں گی۔“
 ”یہ ضروری ہوتا ہے بس یہ روحانی معاملات جو ہوتے ہیں ہاں ڈارلنگ یہ بالکل مختلف ہوتے ہیں۔ لیتھ اشمیر اپنے معاملے میں کسی کی رکاوٹ کبھی نہیں گوارا کرتا جب اس سے رجوع کیا جاتا ہے تو پھر باقی لوگوں سے رابطے ختم کر دیے جاتے ہیں۔“
 ”تو کیا اس مراقبے میں آپ کا رابطہ لیتھ اشمیر سے رہا؟“
 ”بالکل اس طرح جیسے تم میرے سامنے ہو۔“

اس نے کہا اور میں سچ مچ حیران ہو گیا۔ ایک مجرم سے میں روحانیت کی توقع نہیں رکھ سکتا تھا۔ لیتھ اشمیر کے بارے میں مجھے بھی خاصی تفصیلات معلوم تھیں۔ وہ میرے سامنے بیٹھ گئی پھر بولی۔

”اور میں تمہیں بالکل سچ بتا رہی ہوں کہ جب اس سے رابطہ ہوتا ہے تو دنیا کی اور کوئی شے یاد نہیں رہتی لیکن مراقبہ ختم کرتے ہی مجھے جو پہلی شخصیت یاد آئی وہ تم تھے اور عالم مراقبہ میں بھی میں نے لیتھ اشمیر سے تمہارا ہی تذکرہ کیا۔“

”میں اس کی تفصیل جاننا چاہتا ہوں“ میں نے دلچسپی کا اظہار کرتے ہوئے کہا لیکن اصل میں لیتھ اشمیر کی شخصیت سے واقف ہونے کا خواہش مند تھا وہ کہنے لگی۔

”میں نے تم سے پہلے تذکرہ کر دیا تھا کہ میں روحانی عمل کرنا چاہتی ہوں اور اپنے روحانی پیشوا سے اپنے لیے سکون مانگنا چاہتی ہوں کیونکہ میں نے شاید پہلی ہی بار ناکامی کا منہ دیکھا ہے۔ جب اس سے رابطہ کیا جاتا ہے تو پہلے سے کسی سے نہ تو اجازت لی جاتی ہے نہ کسی کو اس کے بارے میں اطلاع دی جاتی ہے کیونکہ اس سے شرکت کا تصور جھلکتا ہے اور لیتھ اشمیر شرکت کو نہیں پسند کرتا ہم ایک بند کمرے میں اس کا تصور کرتے ہیں اور جس وقت بھی وہ ہماری گرفت میں آجائے۔ مطلب یہ کہ جب بھی اسے فرصت ہو وہ ہم سے رجوع کر لیتا ہے۔ مجھے ڈیڑھ دن لگا اس سے رابطہ قائم کرنے میں۔ تب وہ میری جانب متوجہ ہوا اور میں نے اسے ساری صورت حال بتادی۔ میں نے تمہارا بھی تذکرہ کیا تھا اور یقین کرو وہ تم سے بہت متاثر ہوا۔ اس نے ہمیں ہدایت کی ہے کہ ایک ہفتے کے اندر اندر ہم اس کی خدمت میں بار سلونا پہنچیں۔“

”اوہ۔“ میں نے بہت متاثر ہونے کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

میری دلی خواہش تو یہی تھی کہ اب میں لیتھ اشمیر تک پہنچوں کافی وقت ہو گیا تھا۔ میجر سلطان کے معاملے میں لیکن میں اس وقت کو ضائع ہونے والا وقت نہیں کہہ سکتا تھا کیونکہ جو اطلاع مجھے چیکاس برادرز سے مل گئی تھی وہ میرے لیے نہایت فرحت بخش تھی۔

”میں دعوے سے کہتی ہوں ڈیئر فراس کہ جب تم اس سے ملو گے تو تم خود بھی متاثر ہو جاؤ گے۔“

”میں اس سے ضرور ملنا چاہوں گا ڈیئر۔“

”اور ہم اس سے دعائیں حاصل کریں۔ میں تمہیں کیتھ کا درجہ دوں گی اور اس کے بعد تمہیں اسپین کی شہریت دلوا دوں گی۔ میرے ساتھ رہنا پسند کرو گے نا؟“
 ”کیا اب بھی اس سوال کی گنجائش ہے؟“ میں نے اسے محبت بھری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

غرض یہ کہ وہ لیتھ اشمیر سے اپنے عقیدت کا اظہار کرتی رہی اور میں اس کی ہاں میں ہاں ملاتا رہا۔ اس کے بعد وہ روحانیت سے پھر شیطانیت پر اتر آئی۔ روڈنی اولیاس کو اس نے بالکل ہی نظر انداز کر دیا تھا لیکن روڈنی اولیاس نے اسے نظر انداز نہیں کیا تھا۔ میں ذہنی طور پر اپنے آپ کو لیتھ اشمیر سے ملاقات کے لیے تیار کر رہا تھا اور اس سلسلے میں مجھے مناسب فیصلے کرنے تھے۔ چیکاس برادرز بدستور میڈرڈ میں اپنے فن کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ اب بار سلونا روانہ ہوتے ہوئے جبکہ حالات میرے لیے بالکل غیر یقینی تھے۔ میں یہ سوچ رہا تھا کہ چیکاس برادرز سے کیا کام لیا جائے یا انہیں میڈرڈ میں چھوڑ دیا جائے یا پھر بار سلونا چلنے کی دعوت دی جائے۔ نجانے کہیں چیکاس برادرز کسی طرح مشکوک نہ ہو جائیں چنانچہ ان کا وطن واپس جانا مناسب ہے حالانکہ یہ بات بالکل غیر یقینی بات تھی ان کے تو تصور میں بھی نہیں ہو گا پھر جب میں نے چیکاس ون نو اور تھری سے اس موضوع پر بات کی تو تینوں نے یکے بعد دیگرے اس بات پر اصرار کیا کہ ان کا میرے ساتھ ہونا ضروری ہے۔ چیکاس تھری نے پریشان لہجے میں کہا۔

”سوال یہ پیدا ہوتا ہے چیف کہ آپ نے اچانک ہی ہم لوگوں کو واپس بھیجنے کا ارادہ کیسے کر لیا۔ ابھی تو آپ نے وہ صحیح عمل کیا بھی نہیں ہے جس کے لیے ہمارا یہاں آنا

ہوا تھا؟

”اصل میں صورت حال ایسی ہے چیکاس کہ اگر میں ذہنی طور پر بٹ گیا تو خطرناک حالات کا شکار ہو جاؤں گا تم لوگ واپس وطن چلے جاؤ۔ مجھے اگر دوبارہ تمہاری ضرورت پیش آئی تو میں تمہیں اس بارے میں کسی نہ کسی طور پر اطلاع دے دوں گا۔“

”ہم سے کوئی غلطی ہو گئی ہے چیف۔“

”بچوں کی سی باتیں مت کرو۔ اگر غلطی ہوئی ہوئی تو پہلے میں تمہیں تمہاری غلطی بتاتا۔ تمہارا واپس جانا ضروری ہے۔“

”اوکے چیف آپ کا حکم ہے تو اس کی تعمیل ہمارا سب سے بڑا فرض۔“ چیکاس

تھری نے مایوسی سے کہا تھا۔

”اب مجھ سے ملاقات کے ضرورت بھی نہیں ہے۔ تمام انتظامات کرنے کے بعد تم واپس چلے جاؤ۔ میں تمہیں اسی وقت خدا حافظ کہتا ہوں۔“

ان کو حیرت ہوئی ہوگی لیکن میرا نظریہ بالکل مختلف تھا میں اپنے آپ کو بھی آزمانا چاہتا تھا۔ لیتھ اسٹیر کے بارے میں میں نے یہ اندازہ لگایا تھا کہ وہ روحانی نہ سہی لیکن شیطانی قوتوں کا مالک ضرور ہے۔ کرپشن ڈی ایم ڈیپارٹمنٹ سنبھال کر اس نے ایسی عجیب و غریب شخصیت کو وہاں بھیجا جسے صرف روایتی اور افسانوی کہا جاسکتا ہے۔ دو ایسی آنکھوں کے ساتھ جو پہنائاز کرنے کی قوت رکھتی تھیں اور اب جبکہ میڈم میریسا نے یہ بتایا تھا کہ اس کا اس سے روحانی رابطہ ہوا ہے تو میں نے یہی اندازہ لگایا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی کا ماہر بھی ہے۔ ٹیلی پیتھی کے ماہر میلوں کے فاصلے سے اپنا مافی الضمیر دوسروں کو سمجھا سکتے ہیں اور دوسروں کا مافی الضمیر سمجھ سکتے ہیں۔ ایسی پراسرار شخصیت سے واسطہ پڑنے کا مطلب یہ ہے کہ اچھا خاصا کھیل ہو گا۔ میں تو خیر جس طرح بھی ممکن ہو۔ اس کھیل کو برداشت کر جاؤں گا لیکن ہو سکتا ہے میرے ہی ذریعے چیکاس برادرز بھی روشنی میں آجائیں۔ میں ان کے لیے خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔ جبار گینی ڈال کو کھو کر مجھے بہت بڑا سبق حاصل ہوا تھا۔ میں نے ان لوگوں کو کچھ پیغامات بھی دیے تھے جو رشید ناگی کے لیے تھے اور ان پیغامات میں یہی تھا کہ وہ اپنا کام بخیر و خوبی سرانجام دیتا رہے اور میرے بارے میں تشویش کا شکار نہ ہو چاہے مجھے کتنا ہی وقت لگ جائے۔

بہر حال چیکاس برادرز سے رابطہ ختم کر دیا گیا تھا اور اب میں نے اپنے ذہن میں یہ تصور کر لیا تھا کہ جو کچھ بھی کرنا ہے مجھے تنہا ہی کرنا ہے۔ روڈنی اولیاس اچانک ہی ہمارے درمیان آگیا تھا۔ اس وقت میں اور میڈم میریسا اپنی رہائش گاہ کے بیرونی حصے میں بیٹھے کافی سے لطف اندوز ہو رہے تھے کہ ایک خوبصورت لمبی گاڑی اندر داخل ہوئی اور پورچ پر آکر رگ گئی۔ میریسا کی تنی ہوئی بھوئیں اس گاڑی کی جانب دیکھ رہی تھیں۔ گاڑی سے ایک مرد اور ایک عورت نیچے اترے اور میریسا نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”اوہو یہ دونوں روڈنی اولیاس کے آدمی ہیں بلکہ یوں سمجھو کہ اس کے پرسنل اسٹنٹ اس کے سارے معاملات میں طے کرتے ہیں۔“

دراز قامت عورت اپنے ساتھی کے ساتھ ہمارے قریب آگئی۔ میڈم میریسا نے گردن خم کر کے اس کا استقبال کیا تھا۔ عورت کو غالباً اس کا یہ انداز پسند نہیں آیا تھا اس نے کہا۔

”مسٹر اولیاس نے آپ لوگوں کو رائل ہال میں طلب کیا ہے اور یہ پوچھا ہے کہ اس کے سلسلے میں وقت کا تعین کر دیا جائے۔“

”اس کے لیے انہوں نے آپ کو بھیجا ہے“

”نہیں اس کے علاوہ آپ سے کچھ سوالات بھی کرنے ہیں مجھے۔“

”تو پھر تشریف رکھیے۔“

”میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔“ دراز قامت عورت نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھتے ہوئے کہا اور میڈم میریسا انگلی اٹھا کر بولیں۔

”سنو جن لوگوں کے پاس زیادہ وقت نہیں ہوتا میں ان سے گفتگو نہیں کرتی اگر تمہارے پاس وقت نہیں ہے تو تم کیا سمجھتی ہو کہ میں صرف تم سے گفتگو کرنے کے لیے تیار بیٹھی ہوئی تھی۔ تم جاسکتی ہو۔“

عورت ایک لمحے کے لئے گڑ بڑا گئی۔ مجھے تمام صورت حال کا بہتر طور سے اندازہ ہو رہا تھا۔ روڈنی اولیاس بہت بڑا دولت مند تھا اور یقینی طور پر اس لحاظ سے مغرور بھی ہو گا۔ آنے والوں کو شاید توقع ہوگی کہ ان کا استقبال بہت پر تپاک انداز میں کیا جائے گا کیونکہ وہ روڈنی اولیاس کے نمائندے ہیں لیکن میریسا سے زیادہ مغرور نہیں ہو سکتا تھا۔

میریبا نے اس بات کو کوئی لفٹ نہیں دی جس سے وہ عورت برگشتہ ہو گئی۔ البتہ میریبا نے اس سے جو کچھ کہا اس نے اسے ہوش دلا دیا تھا۔ تاہم اس نے اپنی انا برقرار رکھتے ہوئے کہا۔

”اگر چند الفاظ میں سننا چاہو تو سن لو مسٹر روڈنی نے یہ کہا ہے کہ آپ ان کے کام کے سلسلے میں جو کچھ بھی کر رہی ہیں یا کر چکی ہیں اس کی تفصیلات لے کر رائل ہال میں ان سے ملاقات کریں۔“

”روڈنی اولیاس سے کہو کہ وہ ٹیلی فون پر مجھ سے گفتگو کرے اور جب میں نے تم سے متع کر دیا کہ میں اس طرح کوئی بات کرنا پسند نہیں کرتی تو تم یہاں کھڑی کیوں ہو۔ جاسکتی ہو تم۔ جاؤ۔“ میریبا غرائی۔

عورت نے پریشان نگاہوں سے اپنے ساتھی مرد کو دیکھا اور مرد نے شانے ہلائے ہوئے کہا۔

”جب میڈم میریبا کہہ رہی ہیں کہ ہمیں واپس جانا چاہیے تو پھر ہمیں واپس ہی چلنا چاہیے۔ اصل میں تم نے میڈم میریبا کو غلط کیلکولیٹ کیا ہے چلو واپس چلو۔“

اس کے بعد وہ دونوں خاموشی سے واپس مڑ گئے تھے۔ میڈم میریبا انہیں تحقیر آمیز نگاہوں سے دیکھتی رہی پھر بولی۔

”اب روڈنی اولیاس کا دماغ ٹھکانے لگانا ضروری ہو گیا ہے اب ان دونوں کو اس کے ساتھ نہیں رہنے چاہیے۔ میں نے ان دونوں کو ان کی ملازمت سے معطل کر دیا ہے۔“

میں نے مسکراتی نگاہوں سے میریبا کو دیکھا اور بولا۔ ”تم نے؟“

”ہاں ایسے بے ہودہ لوگوں کو تو میڈرڈ ہی میں نہیں رہنا چاہیے۔ اگر اسپین میں رہنا چاہتے ہیں تو کسی ایسے دور دراز مقام پر انہیں پہنچنا ہو گا جہاں یہ دوبارہ کبھی میری نگاہوں کے سامنے نہ آسکیں۔ اگر روڈنی اولیاس کے نمائندے نہ ہوتے تو شاید بیس ان کا کھیل ختم ہو جاتا۔“

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

”تم بہت آتش مزاج ہو میریبا۔“

”میں گردن تان کر بیٹنا چاہتی ہوں جہاں کہیں میری گردن جھکی میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ خود کشی کے علاوہ میرے لیے اور کوئی چارہ کار نہیں ہو گا۔“

”روڈنی اولیاس کس قسم کا آدمی ہے کیا مغرور اور خود سر؟“

”وہ ایک سرمایہ دار ہے سرمایہ دار اپنی دولت کے بل پر اپنے آپ کو بہت کچھ سمجھ بیٹھتے ہیں۔ میرا خیال ہے اسے بھی آج پہلی بار ہی کوئی بہتر جواب موصول ہو گا۔“

رات کو ساڑھے آٹھ بجے ہم لوگ ڈزیمیل پر تھے جب ایک ملازم نے روڈنی اولیاس کی آمد کی اطلاع دی اور میریبا کا ہاتھ کھانے پر رک گیا۔ اس نے ملازم سے پوچھا۔

”روڈنی اولیاس خود آیا ہے۔“

”ہاں اور نہایت غصے میں بھرا معلوم ہوتا ہے اس کے ساتھ اس کے گارڈز بھی ہیں۔“

”کہاں ہے اس وقت؟“

”میں نے اسے ڈرائنگ روم میں پہنچا دیا ہے۔“

”اس سے کہو میڈم میریبا کھانا کھا رہی ہیں کھانے کے بعد یہاں پہنچیں گی۔“

میریبا کا یہ پیغام لے کر ملازم باہر چلا گیا۔ میں نے دلچسپی سے میڈم میریبا کو دیکھا اور کہا۔

”آپ نے اسے اطلاع بھجوائی تھی کہ وہ ٹیلی فون پر آپ سے گفتگو کرے وہ خود چلا آیا۔“

”شاید بہتر حالات لے کر انہیں آیا ہو گا خیر کوئی بات نہیں ہے جو کچھ بھی ہو گا میں دیکھ لوں گی۔“

”کیا اس ملاقات کے دوران میں بھی وہاں موجود ہوں گا؟“ میریبا نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا پھر بولی۔

”نہیں نہایت معذرت کے ساتھ بہتر یہ ہو گا کہ تم وہاں موجود نہ رہنا میں تمہیں دوسروں کی نگاہوں سے پوشیدہ رکھنا چاہتی ہوں۔“ میں نے شانے ہلا دیے تھے لیکن دل میں نے کچھ اور فیصلہ کر لیا تھا۔ روڈنی اولیاس اگر یہاں آہی گیا ہے تو پھر کچھ ہو جانا چاہیے میں اس کے چکر میں کہاں مارا مارا پھرتا رہوں گا اس وقت تو میریبا میری مٹھی میں

دہی ہوئی ہے میرے ہر فعل کو کسی نہ کسی طرح سنبھال لے گی لیکن اگر میں بار سلونا روانہ ہو گیا تو روڈنی اولیاس کو دوبارہ پانے کا مسئلہ ٹیڑھا ہو جائے گا۔ یہ ایک نیا کام تھا، مجھ پر بھی شاید کبھی کبھی دیوانگی ہی سوار ہو جاتی تھی کیونکہ روڈنی اولیاس ابتدا میں میری لسٹ میں نہیں تھا لیکن اب ایک ایسا آدمی میرے علم میں آگیا تھا جو میرے وطن کے لیے شدید ترین نقصانات کا حامل تھا اور اس کی برائیوں کے بارے میں سوچتا رہتا تھا پھر سب سے بڑی بات یہ کہ یہودی نسل کا تھا اگر میری گرفت میں آگیا ہے تو اسے زندگی سے محروم کر دینا میرے لیے کارِ ثواب ہی تھا اور میں اس ثواب کو ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہتا تھا۔ یہاں میڈم میریسا کے مکان میں مجھے جو مراعات حاصل تھیں، میں نے ان سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کا فیصلہ کر لیا۔ میریسا نے اطمینان سے کھانا کھایا۔ اس کے بعد مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر بولی۔

”تو پھر مجھے تھوڑی دیر کے لیے اجازت۔“

”ٹھیک ہے۔“ میں نے جواب دیا اور وہ باہر نکل گئی لیکن اس کے باہر نکلتے ہی میں نے بھی اپنی جگہ چھوڑ دی تھی اور اس کے بعد محل کے ایک ملازم سے میں نے ایک پستول طلب کیا جس پر سائلسر لگا ہونا چاہیے تھا، میری اس خواہش کی فوراً ہی تکمیل کر دی گئی اور مجھے ایک بہترین پستول فراہم کر دیا گیا، میں اپنے ذہن میں ایک مشکل منصوبہ ترتیب دے رہا تھا اور پھر اس منصوبے کی تکمیل کے لیے میں اس ڈرائنگ روم کی جانب بڑھ گیا جس میں میڈم میریسا روڈنی اولیاس سے ملاقات کرنے کے لیے گئی تھی، ڈرائنگ روم میرا دیکھا بھلا تھا لیکن اس نظریے سے نہیں دیکھا تھا میں نے کبھی اس میں خفیہ طور پر جھانکنا بھی ہو گا لیکن خوش قسمتی تھی میری کہ مجھے عقبی سمت ایک ایسی کھڑکی مل گئی جس سے اندر کا ماحول دیکھا جاسکتا تھا، کھڑکی نہایت مناسب تھی۔ وہاں سے اندر کا ماحول ہی نہیں دیکھا جاسکتا تھا آوازیں بھی سنی جاسکتی تھیں لیکن یہ دیکھ کر میں حیران ہوا کہ وہاں صرف تین افراد موجود تھے میڈم میریسا ابھی وہاں نہیں پہنچی تھی، ان تین افراد میں وہ شخص جو بھاری بھر کم جسامت کا مالک لیکن کسی قدر پست قامت تھا اور ایک خوب صورت سوٹ میں ملبوس تھا، یقیناً روڈنی اولیاس تھا، باقی دو آدمی صاف پہچانے جاسکتے تھے وہ اس کے گارڈز تھے جن کے پاس اسٹین گنیں موجود تھیں اور جو ڈرائنگ روم کے دو گوشوں

میں ساکت کھڑے ہوئے تھے، البتہ روڈنی اولیاس شدید غصے کے عالم میں ڈرائنگ روم کے فرش کو کچل رہا تھا۔ میریسا ابھی تک نہیں پہنچی تھی، پتا نہیں کہاں رک گئی تھی لیکن انتظار نہیں کرنا پڑا، ڈرائنگ روم کے دروازے سے میریسا اندر داخل ہوئی اور مجھے علم ہو گیا کہ وہ اتنی دیر کہاں رکی ہوئی ہے، اس نے ایک خوبصورت لباس پہنا ہوا تھا، ذرا جدید قسم کا چست لباس جس میں درحقیقت اس کا لہذا قد مزید خوبصورت نظر آ رہا تھا، وہ دروازے سے اندر داخل ہوئی تو روڈنی اولیاس رک گیا، اس نے خونی نگاہوں سے میریسا کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”کتنے کو تو میرے پاس بہت کچھ ہے لیکن کیا میں تم سے سوال کر سکتا ہوں میریسا کہ تم میری طلبی پر کیوں نہیں آئیں، نبردو تمہیں اندازہ ہے کہ میں کبھی کسی کے پاس نہیں جاتا۔ یہاں تمہارے اس ڈرائنگ روم میں کتنا وقت گزر چکا ہے۔ میریسا نے حیرانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔“

”آپ کی ایک بات بھی میری سمجھ میں نہیں آئی مسٹر روڈنی اولیاس۔“

”شاید تم نے مجھے غلط کیلکولیٹ کیا ہے میڈم میریسا، میڈرڈ میں تم نے غذا گروی کا جال پھیلایا ہوا ہے، یہ بات میرے علم میں ہے لیکن کیا تم احمق نہیں ہو کہ تم نے روڈنی اولیاس کے ہاتھوں کا پھیلاؤ نہیں سمجھا، تم جیسی عورتوں کو میں چٹکیوں میں مسل دیتا ہوں۔“ میریسا ساکت ہو گئی، اس نے روڈنی اولیاس کو گھورتے ہوئے کہا۔

”تو کیا تم یہاں مجھے چٹکیوں میں مسلنے کے لیے آئے ہو روڈنی اولیاس؟“

”میں تم سے پوچھتا ہوں کہ تم نے یہاں پہنچنے میں اتنی دیر کیوں لگائی جب کہ تمہارے علم میں تھا کہ میں یہاں آیا ہوا ہوں، دوسرا سوال میں تم سے یہ پوچھ رہا ہوں کہ جو ذمے داری میں نے تمہارے سپرد کی تھی اس کے لیے تم نے کیا کیا؟“

”میں نے وہ کام نظر انداز کر دیا مسٹر اولیاس وہ میرے معیار کا نہیں تھا۔“

روڈنی اولیاس نے خونخوار لہجے میں کہا۔ ”اس کے برعکس کیوں نہیں کہتی میریسا کہ دراصل تو نے کسی اور کے لیے کام کرنا قبول کر لیا، شاید کسی بڑے معاوضے کے عوض تو نے ان لوگوں کو ان کے سامان سمیت نکال دیا اس کا اعتراف کیوں نہیں کرتی؟“

”کہتے رہو ڈنیر اولیاس، کیونکہ تم جتنی بکواس کر رہے ہو اس کے نتیجے میں جو کچھ

طے کرنی تھیں اور اس بات کا خیال رکھنا تھا کہ کہیں کوئی روڈنی اولیاس کی گاڑی کی طرف متوجہ نہ ہو جائے، وہ اسپین کا ایک بڑا آدمی تھا لیکن ایسا نہیں ہوا، ہم خاصا طویل فاصلہ طے کر کے اس سڑک پر پہنچ گئے، سڑک سنسان پڑی تھی۔ میں نے گاڑی ایک جگہ روک دی اور اس کا بونٹ کھول دیا۔ یہ میں نے اس لیے کیا تھا کہ اگر کوئی گاڑی اتفاق سے ادھر سے گزرے تو مشکوک نہ ہو یہی سمجھے کہ یا تو ریڈی ایٹر کا پانی ختم ہو گیا ہے یا پھر انجن میں کوئی خرابی ہو گئی ہے، میں نے پھر ایک بھر پور نظر ادھر ادھر ڈالی اور اس کے بعد پھرتی سے گاڑی کے قریب آگیا۔ میریپا نے بھی اپنی گاڑی میری گاڑی کے پیچھے لا کر روک دی تھی۔ میں نے ایک گارڈ کو اسٹیرنگ پر بٹھایا اس کے برابر دوسری لاشوں کو اسی شکل میں ٹھونسا حالانکہ لاشیں آہستہ آہستہ اکڑنے لگی تھیں لیکن ابھی اتنی چمک تھی ان میں کہ میں انہیں اپنے طور پر بٹھاسکتا تھا، روڈنی الیاس کی لاش کو میں نے پچھلی سیٹ پر بٹھادیا تھا اور اس کے بعد میں نے بونٹ بند کر دیا، میریپا میرا مطلب سمجھ گئی تھیں اور مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی پھر میں نے گاڑی کا اسٹیرنگ سڑک کے دوسری جانب کاٹا اور اس کے بعد پوری قوت سے اسے عقب سے گھرائیوں میں دھکا دے دیا، گاڑی حالانکہ کافی وزن تھی لیکن جو نہی اس کے دونوں وہیل سڑک کے کنارے تک پہنچے وہ آگے بڑھ گئی اور میں پیچھے ہٹ گیا، ہم نے سڑک کے کنارے کھڑے ہو کر گاڑی کو کھائیوں میں ٹکراتے دیکھا اور اس کے بعد اس میں آگ تو بھڑکنا ہی تھی۔ میریپا نے دونوں ہاتھوں جھاڑ کر ایک زور دار قہقہہ لگایا اور میرا ہاتھ پکڑ کر اپنی گاڑی کی طرف بڑھتی ہوئی بولی۔

”روڈنی اولیاس“ کنگ آف اسپین۔“ پھر اس نے خود ہی گاڑی اشارت کر کے واپس موڑ دی تھی اور اپنی رہائش گاہ تک واپس پہنچتے ہوئے مجھ سے بے شمار باتیں کی تھیں، وہ اب مجھے ٹائیگر کہہ کر ہی مخاطب کرتی تھی، بہر حال یہ کام بھی سرانجام پا گیا تھا اور اب میرے پاس لیتھ اشیر کے سوانحی الحال کوئی اور کام نہیں تھا۔ میریپا سے لیتھ اشیر کے پاس جانے کے سلسلے میں کئی پروگرام طے ہوئے اور جب اس نے مجھے آخری وقت کا تعین کر کے بتا دیا تو میں نے ایک بار پھر چیکاس برادرز سے رابطہ قائم کیا وہ لوگ مضطرب تھے، چیکاس ون نے کہا۔

”چیف ہمارے خیال میں یہ ہمارے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے۔“

”کیا تم میرے کسی مصلحت آمیز قدم پر فکرتہ چینی کرو گے۔“ میں نے کسی قدر ترش لہجے میں کہا۔

”سوری چیف سوری، دیری سوری، بس ہم اصل میں یہ چاہتے تھے کہ۔“

”نہیں یہ ضروری ہے اور اب تمہیں اپنی محنت سے کام لے کر میڈرڈ سے نکل کر اپنے وطن پہنچ جانا ہے، باقی لوگوں کے لیے صرف اتنا پیغام ہے کہ انہیں بتا دینا کہ میں اپنے مقصد کی تکمیل کے بعد ہی واپس لوٹوں گا وہاں اپنا کام خوش اسلوبی سے جاری رکھا جائے اور یہی تمہارے لیے میرا آخری پیغام ہے اگر کوئی بہت ہی بڑی بات ہو تو مجھ سے رابطہ کرنا ورنہ خدا حافظ۔“ میں نے ٹرانسمیٹر بند کر دیا اور اس کے بعد اپنے آئندہ کے پروگراموں پر غور کرنے لگا، میڈم میریپا مراقبے کے بعد خود لیتھ اشیر کے پاس جانا چاہتی تھی۔

یہ کانٹا بھی اس کے دل سے نکل گیا تھا اور وہ بھی پوری طرح مطمئن تھی، البتہ اس کا اطمینان میرے لیے باعث مصیبت بن گیا تھا پھر جب اس نے لیتھ اشیر کے پاس جانے کے لیے تمام تیاریاں مکمل کر لیں تو وہ پاکباز بھی ہو گئی اور پھر ہم بار سلونا چل پڑے۔

اسپین کا دوسرا بڑا شہر بار سلونا جہاں لیتھ اشیر موجود تھا وہ لیتھ اشیر جو کریش ڈی ایم کا چیف تھا اور جسے روز آرگنائزیشن اور ڈان سینٹر نے میرے قتل کے لیے مخصوص کیا تھا، بار سلونا کے ایک عالی شان فاسیو اسٹار ہوٹل میں ہم دونوں نے قیام کیا، بڑے انتظامات کے ساتھ آئے تھے، اتنا اندازہ مجھے بھی ہو چکا تھا کہ پورے اسپین میں میڈم میریپا کے شناساؤں کی بہت بڑی تعداد موجود ہے اور وہ ہر جگہ اپنے لیے آسانیاں حاصل کر لیتی ہے، یہاں بھی اس نے کئی لوگوں کو فون کیے تھے اور بہت سے لوگوں نے نہایت عقیدت مندانہ انداز میں اس سے ملاقات کی تھی ایک شخص اس سے باتیں کرتے ہوئے اس نے لیتھ اشیر کے بارے میں پوچھا اور وہ شخص اس طرح منسوب ہو گیا جیسے کسی بہت ہی بڑے روحانی پیشوا کے سلسلے میں منسوب ہو جایا جاتا ہے اس نے کہا۔

”عظیم اشیر حسب معمول اپنی خانقاہ میں لوگوں کے فیض کے لیے موجود ہے اور تندرست و توانا ہے۔“

”مجھے طلب کیا گیا ہے اور میں اسی لیے میڈرڈ سے یہاں پہنچی ہوں“ میں نے تمہیں اس لیے تکلیف دی ہے مسٹر جیش کہ تم اس سلسلے میں میرا ساتھ دو۔“

”میں حاضر ہوں میڈم جس وقت بھی آپ حکم کریں گاڑی لے کر آجاؤں گا۔“

”کل صبح میں انتظار کروں گی تمہارا۔“

”کیا یہ بھی اشمیرس ہیں؟“ اس نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”ہاں تقریباً“ یہی سمجھو ابھی تک نہیں ہیں لیکن لیتھ اشمیرس سے ملاقات کے بعد ہمارے درمیان ایک اور اشمیرس کا اضافہ ہو جائے گا۔“

مجھے یاد آگیا تھا کہ اشمیرس کے ماننے والے اپنے آپ کو اشمیرس کہا کرتے تھے۔ پھر دوسری صبح جیش نامی شخص ایک شاندار قیمتی گاڑی لے کر پہنچ گیا اور ہم لوگ بار سلونا کے نواحی علاقے تیورس کی طرف چل پڑے مجھے تفصیلات بتاتے ہوئے تیورس کے علاقے کے بارے میں بتایا گیا تھا یہ ایک مصنوعی جنگل تھا جو مقامی طور پر بنایا گیا تھا اور میریسا کا کہنا تھا کہ اتنا خوب صورت جنگل شاید ہی دنیا کے کسی علاقے میں ہو۔ جنگل کے ابتدائی حصے کو دیکھ کر ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ میریسا کا کہنا درست ہے۔ جنگل کے بجائے اسے باغ کہنا مناسب تھا لیکن اتنا وسیع کہ واقعی دنیا کے کسی حصے میں نہ ہو۔ پہاڑیوں کی بلندیوں سے میلوں تک بکھرے ہوئے پھلوں کے درخت جن کے دامن میں قدرتی طور پر تراشی ہوئی گھاس، اوپر سے پھولوں کے انبار، ایسا حسین منظر تھا کہ آنکھیں کھل جاتی تھیں، جگہ جگہ موڑ کاٹی ہوئی سڑک بالا آخر پہاڑی کے دامن میں ختم ہو جاتی تھی۔ یہاں جگہ جگہ لوگ نظر آرہے تھے، مرد عورتیں، بچے بالکل نہیں تھے۔

”یہ سب لیتھ اشمیرس کے عقیدت مند ہیں۔“

”یہیں رہتے ہیں۔“

”نہیں، اس کی قدم بوسی کے لیے آتے ہیں۔“

”لیتھ اشمیرس کہاں رہتا ہے۔“

”وہ پہاڑی کے دامن میں اس کی خانقاہ ہے۔“

”خار میں۔“

”ہاں؟“ میریسا نے کہا۔ ہمیں لانے والے نے ہمیں یہاں اتار دیا پھر خاموشی سے

گاڑی لے کر واپس چلا گیا۔ میریسا نے ایک طرف اشارہ کیا۔ ”ہمارے لیے یہ جگہ بہتر ہے۔“

ایک درخت کے نیچے ڈیرا ڈال لیا گیا۔ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں آزادانہ گھومتے پھر رہے تھے۔ سب ایک دوسرے سے بے تکلف، چند لوگ نظر آئے یہ دراز قامت اور مختلف لباس پہنے ہوئے تھے اور ان کی رنگت تانبے جیسی تھی۔ میں نے میریسا سے ان کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا ”یہ اسپین کے قبائلی ہیں اشمیری ہیں اور لیتھ اشمیر کے خادم کہلاتے ہیں۔ خانقاہ کی نگرانی انہی کے سپرد ہے۔ ویسے یہ ہاتھی کی طرح طاقتور ہوتے ہیں اور ایک ایک شخص ایک درجن افراد پر بھاری ہوتا ہے۔“

”اشمیرس سے کب ملاقات کرو گی؟“

”شاید کچھ وقت لگ جائے۔“ میں خاموش ہو گیا۔ پورا ماحول عجیب لگ رہا تھا۔ لوگوں کے انداز سے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ یہاں پلنگ منانے آئے ہیں۔ ماحول میں کوئی تقدس نہ تھا جبکہ بظاہر ان کے انداز میں بہت احترام تھا۔ بہر حال اسپین میں ہو سکتا ہے روحانی پیشوا اسی طرح کے ہوتے ہوں۔ تھوڑی دیر کے بعد دونوں ہی ہمارے پاس آئے ایک ہاتھ میں رجسٹر اور قلم تھا۔ اس نے ہمیں اشارہ کیا۔

”میریسا ہارٹی۔ فراس۔“ میریسا نے کہا۔ انہوں نے ہمارے نام لکھے۔

رات ہو گئی۔ میں اس پورے ماحول کو دیکھ کر عجیب سے احساسات کا شکار تھا۔ تھوڑا سا احساس بھی تھا دل میں کہ کہیں میرا راز فاش نہ ہو جائے۔ یہاں میں بالکل بے بس تھا اس کے علاوہ یہ خیال بھی تھا کہ اگر کوئی موقع مل جائے تو اشمیرس کے ساتھ کیا سلوک کروں۔ اسے قتل کر دوں یا صرف کوئی زک پہنچا کر نکل جاؤں۔ یہ ذرا ڈرامائی سوچ تھی۔ ویسے مشکل نظر آرہا تھا۔ جہاں تک روحانیت کا تعلق تھا تو وہ مجھے قدرتی معلوم ہوتا تھا۔ ایسے شیطان صفت لوگوں میں روحانیت کا کیا تصور ہو سکتا ہے ہاں ٹیلی پیٹھی اور ہیناٹزم کے بارے میں سوچا جاسکتا تھا بلکہ اس مراقبے کی کمائی بتاتی تھی کہ وہ ٹیلی پیٹھی اور ہیناٹزم کا ماہر ہے اور اس نے ان علوم کو سائنس کی ایجادات میں سمو دیا ہے وہ آنکھیں لیتھ اشمیرس کے ساتھ مقابلہ ہو گا۔ یقیناً اس میں لطف آئے گا۔

پھر پہاڑی کے کنارے بہت سے لوگ ٹرائیاں دھکیلتے ہوئے باہر نکل آئے، ان

ٹرابیوں پر چار جنگ لائیں بھی سچی ہوئی تھیں۔

”دُور؟“ میریبا نے کہا۔ مجھے یہ سب بہت پسند آیا۔ کھانے کی قابیں تھیں۔ طرح طرح کے کھانے تھے اور کافی مقدار میں تھے ہر ایک کے سامنے ایک لائٹ بھی رکھی جا رہی تھی۔ ہمارے سامنے بھی دسترخوان سجایا گیا، برتنوں میں بہت سی ڈشیں تھیں۔ میں نے صرف پھلوں پر قناعت کی اور پیٹ کی تکلیف کا بہانہ کر لیا۔ بعد میں کافی اور اس کے ساتھ آئے ہوئے جنگ میوؤں سے کسر پوری کر لی تھی۔

”کیا بات ہے؟“ تم گوشت خور نسل سے تعلق رکھتے ہو لیکن اب تک میں نے تمہیں گوشت کو ہاتھ لگاتے نہیں دیکھا۔“

”بچپن سے نہیں کھاتا۔“

”میں نے کئی بار غور کیا ہے۔“ اس نے سرسری انداز میں کہا۔ بعد کے مناظر کچھ اور خوفناک ہو گئے۔ سب آزادی سے ایک دوسرے کی ہم نشینی اختیار کئے ہوئے تھے۔ میریبا نے ہنس کر کہا۔

”کیسا لگ رہا ہے؟“

”بہت دلچسپ اور عجیب۔ کیا اشمیر کی طرف سے آزادی ہے۔“

”ہاں۔ زندگی کا ایک اہم پہلو ہے۔ اس سے کیسے گریز کیا جاسکتا ہے۔“ وہ بدستور ہنستی ہوئی بولی۔ شکر ہے اس نے مجھے اس پہلو سے روشناس کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

رات خوب گہری ہو گئی۔ اس وقت آنکھوں میں نیند آرہی تھی پھر دو افراد ہمارے پاس آ گئے۔ ”میڈم میریبا اور مسٹر فراس۔“

”ہاں ہم ہیں!“

”آپ کو بلایا ہے۔“ انہوں نے کہا اور ساری نیند بھاگ گئی۔ میریبا اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے بھی اس کا ساتھ دیا لیکن خاموش رہا۔ البتہ رگوں میں خون کی روانی تیز ہو گئی تھی۔ رات کے اس حصے میں طلبی خاصی پراسرار تھی میرے لیے۔ ہمارے قدم خانقاہ کی طرف اٹھ رہے تھے۔

==☆☆☆☆☆==

میرے حساب سے یہ لمحات اب تک ہونے والی تمام کارروائی میں سب سے زیادہ اہمیت کے حامل تھے۔ میریبا خاموش تھی اور میں اس کے چہرے سے یہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ رات کے اس حصے میں لیتھ اشمیر کی طلبی کسی خاص اہمیت کی حامل ہے یا پھر یہ سب کچھ غیر معمولی نہیں ہے اور جب مجھ سے نہ رہا گیا تو میں نے یہ سوال اس سے کر ہی ڈالا۔ ہمارے رہنما ہم سے چند قدم آگے جا رہے تھے۔ میں نے سرگوشی کے انداز میں میریبا سے کہا۔

”اس وقت طلبی سمجھ میں نہیں آئی۔ کیا لیتھ اشمیر رات میں بھی آرام نہیں کرتا؟“

”اس کے تمام کام غیر معمولی ہوتے ہیں۔ پتا نہیں اس نے اس وقت ہی ہمیں طلب کرنا ضروری کیوں سمجھا بہر حال یہ اچھی بات ہے کہ اس نے ہمیں اہمیت دی۔“ میرے دل میں اب بھی اطمینان نہیں پیدا ہوا تھا لیکن پھر وہی کیفیت مجھ پر طاری ہو گئی جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ اب آنے والے وقت سے خوفزدہ ہونا کیا معنی رکھتا ہے۔ چنانچہ میں اس راستے کی جانب متوجہ ہو گیا جس سے گزر کر ہم لیتھ اشمیر کی خدمت میں جا رہے تھے۔ سارے ڈرامے ویسے ہی کیے گئے تھے جیسے متوقع تھے۔ راستے میں بہت سے مراحل سے گزرے اور بالآخر خانقاہ کے اس حصے میں پہنچ گئے جہاں لیتھ اشمیر اپنے معتقدین سے ملاقات کرتا تھا۔ پتھریلی چٹانوں میں تراشا ہوا ایک ہال تھا جو قیمتی اشیاء سے آراستہ تھا۔ وہاں میں نے لیتھ اشمیر کو دیکھا۔ اچھی شخصیت کا مالک تھا۔ جسم پر شاندار

سوٹ پہنے ہوئے تھا اور گلے میں بالائیں ڈال رکھی تھیں۔ کسی روحانی پیشوا کا مذاق معلوم ہوتا تھا۔ چہرے میں بھی کوئی خاص بات نہیں تھی۔ جس سے اسے روحانی پیشوا تسلیم کیا جائے۔

اس نے سنجیدگی سے ہم دونوں کو دیکھا۔ میریسا نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور میں بھی جھجھکتا ہوا اس کے قریب پہنچ گیا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ مجھے غور سے دیکھتے ہوئے اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیا اور میں نے بھی عقیدت سے اس کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔

”فراس۔“ اس نے کہا اور میں نے گردن خم کر دی۔

”مجھے تم سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔ بیٹھو میریسا یہ خصوصی ملاقات ہے ہر طرح کے تکلفات سے الگ۔“

”شکریہ، عظیم اشمیر ہمیں یہ اعزاز بخش کر تم نے ہمارا دل بہت بڑھا دیا ہے۔“
لیتھ اشمیر ہنس پڑا پھر بولا۔

”تم جیسی لڑکیاں خاص طور سے میری توجہ کا مرکز رہتی ہیں۔ اصل میں صنف نازک کے ساتھ نسوانیت کا ایک تصور وابستہ رہتا ہے اور عموماً ”صنف نازک ایسی ہی نکلتی ہیں لیکن مسٹر فراس آپ اس بات کو کیا کہیں گے کہ صنف نازک سے ایک اس قدر دلیر، ہیلی اور اپنے عمل میں بے پناہ کارکردگی کی مالک ہو تو پھر اس پر پیار کیوں نہ آئے۔ بیٹھو میری بچی بیٹھ جاؤ۔“

یہ الفاظ بھی میرے لیے دلچسپ تھے۔ ہم نشستوں پر بیٹھ گئے تو لیتھ اشمیر نے کہا۔
”کچھ دن ایسے ہوتے ہیں جب مجھ پر کام کا بہت وزن آ پڑتا ہے۔ یہاں اپنے مسائل سنبھالنا ہی ایک مشکل امر ہے کہ شناسا بے شمار مشکل کام میرے سپرد کر دیتے ہیں۔ اب ایک شخص ہے جو ایشیا کے ایک چھوٹے سے ملک کا باشندہ ہے۔ دانش منصور ہے اس کا نام۔ طویل عرصے سے دو ادارے اس سے جنگ کر رہے ہیں اور وہ انہیں بندروں کی طرح نچا رہا ہے۔ اس نے دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ان اداروں کے مفادات کو اس قدر نقصانات پہنچائے ہیں کہ اب وہ ان کے نام سے دہشت زدہ ہیں۔ مجھے یہ ذمہ داری سونپی گئی کہ میں اسے دیکھوں۔ میں نے اس سلسلے میں کوشش کی لیکن اس وقت

مجھے اس پر پیار آگیا۔ جب میں نے اپنی پہلی کوشش میں اس کے ہاتھوں شکست کھائی۔ اس نے میرے دو ایسے افراد کو قتل کر دیا جو میرے خیال میں نہایت کارآمد تھے۔ خیر یہ تو ہوتا رہتا ہے لیکن میری اس سے دلچسپی اب بے پناہ بڑھ گئی ہے اور سچی بات یہ ہے میریسا کہ جب سے تم نے مسٹر فراس کا تذکرہ مجھ سے کیا ہے یہ خیال میرے ذہن میں جنم لے رہا ہے کہ تلوار کو تدار سے کاٹا جائے، زہر کو زہر سے مارا جائے۔ دانش منصور کے لیے جو کام میں نے شروع کیا ہے وہ قابل داد ہے اور صحیح معنوں میں یہاں میں نے اپنی ذہانت کا مظاہر کیا ہے۔ مجھے اس وقت بے پناہ مسرت ہوگی جب میں روز آرگنائزیشن اور ڈان سینٹر کے لیے دانش منصور کی موت کا تحفہ لے کر ان کے سامنے جاؤں گا اور یہ اعزاز میں نے تمہارے دوست مسٹر فراس کو بخشنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ یہ میری عادت ہے میریسا کہ جب میں کسی کام کے بارے میں سوچتا ہوں تو اس وقت تک بے سکون رہتا ہوں جب تک اس کی تکمیل نہ کر ڈالوں۔“

میریسا نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر لیتھ اشمیر کو دیکھنے لگی۔ لیتھ اشمیر آہستہ سے بولا۔

”تم نہ صرف ایشیائی ہو بلکہ اس ملک کے باشندے ہو، یہاں اپنی کارکردگی کا اظہار کر کے اچانک ہی تم نے میرے ذہن میں بھی اپنے لیے ایک مقام بنالیا ہے اور میں یہ اہم ذمہ داری تمہیں سونپنے پر مجبور ہو گیا ہوں۔ اب تم یہ سوچو گے کہ میں نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ تم اپنے ایک ہم وطن کے خلاف میرے لیے کام کرنے پر مجبور ہو جاؤ گے تو اس کی توجیہ یہ ہے کہ میری روحانی قوتیں ہر اس شخص کو میرے کام کرنے کے لیے آمادہ کر لیتی ہیں جس سے میں کام لینا چاہتا ہوں۔ مائی ڈیئر مسٹر فراس اگر تم دلی طور پر اس کام کے لیے تیار نہ بھی ہوئے تو بہت مختصر وقت میں تیار ہو جاؤ گے۔ ہاں میں اس کے فوائد تمہیں بتا دوں۔ اپنے وطن میں دنیا کے ہر ملک میں تمہیں ایک ممتاز مقام حاصل ہو گا جو بہت سے بڑے بڑے لوگوں کو نہیں ہوتا۔ میں صرف روز آرگنائزیشن یا ڈان سینٹر کی بات نہیں کرتا بے شک یہ دونوں ادارے بے حد مستحکم ہیں اور تقریباً ساری ہی دنیا میں ان کے پاس وسائل موجود ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی میرا تعلق مافیا سے بھی ہے اور مافیا کے ایک بہت بڑے اور اہم رکن کی حیثیت سے مجھے دنیا بھر میں جانا جاتا ہے۔ ڈیئر فراس مافیا

کا کوئی اگر اتنا بڑا رکن تمہیں اہمیت دیتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ تم بین الاقوامی شخصیت کے مالک ہو۔ دولت تو خیر بہت معمولی چیز ہے تمہیں ہر جگہ اقتدار حاصل ہوگا کسی بھی ملک چلے جاؤ گے وہاں تمہارا ایک گروہ موجود ہوگا جو تمہارے اشارے پر ہر وہ کام کرنے پر آمادہ ہو جائے گا جس کے تم خواہش مند ہو گے۔ میں تمہارے وطن کے لیے بھی یہی بات کرتا ہوں۔ ایسے ایسے نام تمہارے سامنے آئیں گے جن سے تم واقف نہیں ہو گے لیکن آج تک تمہیں یہ پتا نہیں ہوگا کہ ان کا تعلق بافیا سے ہے بہر حال اس طرح تمہیں جو عزت اور شہرت حاصل ہوگی۔ وہ تمہارے لیے کسی دوسرے سے حاصل کرنا ممکن نہیں ہوگا۔ ان تمام چیزوں کے حصول کے لیے کوئی دیوانہ ہی ہوگا جو سب کچھ کرنے پر آمادہ نہ ہو جائے۔ میرا خیال ہے میں اتنا زیادہ بول چکا ہوں کہ اب میرے بولنے کی گنجائش نہیں ہے۔ تمہارا جواب سننا چاہتا ہوں۔“

میں پوری طرح تیار تھا۔ دل میں جو کچھ بھی تھا اس کا اظہار اس وقت چہرے کے عضلات تک نہیں آنے دینا چاہتا تھا۔ میں نے انتہائی مہذب انداز میں کہا۔

”شاید مسٹر لیتھ اشمیر میرے جذبات کا اندازہ نہیں لگا پار ہے ہیں یا انہوں نے میری اس کیفیت پر غور نہیں کیا۔ پہلی بات تو مجھے یہ حیران کر رہی ہے کہ آخر مسٹر لیتھ اشمیر کو مجھ پر اتنا اعتماد کیسے ہو گیا۔ انہیں یہ بات کیسے معلوم ہو گئی کہ میں ان کے لیے اس قدر کار آمد ثابت ہو سکتا ہوں۔“

لیتھ اشمیر ہنسنے لگا پھر بولا۔ ”جتنے بھی اشمیرس ہیں وہ مجھ سے دل کی بات نہیں چھپاتے اور اپنے تجربات اس طرح مجھے سناتے ہیں جس میں ان کا اپنا احساس بھی شامل ہوتا ہے۔ میری ساری باتیں مجھے تمہارے بارے میں لفظ بہ لفظ بتایا ہے بس یوں سمجھ لو اسی سے میں نے تمہارا تجزیہ کیا ہے۔ اب دوسری سمت آ جاؤ میری روحانی قوتوں سے تم انکار نہیں کر سکتے۔ روحانیت کا علمبردار ہونے کے لیے ایک مخصوص شکل درکار نہیں ہوتی جو لوگ بھیس بدل کر ناکٹ رچا کر اپنی روحانیت کا پرچار کرنا چاہتے ہیں۔ میں ان میں ایک خامی محسوس کرتا ہوں۔ میرے ذہن میں ان کے لیے یہ تصور ہے کہ اپنے آپ کو نمایاں کرنے کا اور کوئی ذریعہ ان کے پاس نہیں ہوتا۔ میں جدید دنیا سے مطابقت رکھتا ہوں لیکن جہاں تک میری روحانیت کا معاملہ ہے تو وہ اپنی جگہ مسلم ہے اور اس سے کوئی بھی انکار نہیں

کر سکتا۔ میری روحانی قوتیں بھی اس بات کا اشارہ کرتی ہیں کہ تم میرے لیے ایک وفادار اور ذہین ساتھی ثابت ہو گے۔“

”میں مطمئن ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ ہی آپ کا شکر گزار بھی مسٹر لیتھ اشمیر کہ آپ نے اپنے ذہن میں مجھے اتنا بڑا مقام دیا۔ میں انتہائی کوشش کروں گا کہ اس مقام کو قائم رکھوں۔ بات دنیا کی آجاتی ہے تو مسٹر لیتھ اشمیر، وطن پرستی، نسل دوستی، انسانی فطرت کا ایک حصہ ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی سب سے بڑی دوستی اپنی ذات سے ہوتی ہے۔ سارے کام اس کے بعد شروع ہوتے ہیں۔ میں جذباتی آدمی نہیں ہوں۔ حقیقتوں سے منحرف بھی نہیں۔ چنانچہ اپنے لیے اقتدار حاصل کرنا میری سب سے بڑی خواہش ہے اور میں وہ سب کچھ کرنے کے لیے تیار ہوں جس کا حکم آپ سے ملے۔“

”تم نے دیکھا تمہارے بارے میں میرا فیصلہ غلط تو نہیں تھا؟“

”میں آپ کا معترف ہوں مسٹر لیتھ اشمیر۔“

”میرا پتا نہیں اس معاملے میں تمہارے کیا جذبات ہیں۔ میں جانتا چاہتا ہوں۔“

”میں تو مسرور ہوں کہ مسٹر لیتھ اشمیر کو ایک شخص میری وجہ سے دستیاب ہو سکا۔ جہاں تک میرا اور مسٹر فراس کا تعلق ہے مسٹر اشمیر آپ اس سے بھی ناواقف نہیں ہیں۔“

”ہاں، بہر حال یہ ابتدائی گفتگو تھی کل دن کے ایک بجے باقی تفصیلات تمہیں مہیا کر دی جائیں گی جاؤ اس وقت تک آرام کرو۔“

مسٹر لیتھ اشمیر نے دونوں ہاتھ سیدھے کر دیے اور میری فوراً اٹھ گئی۔ اس کے بعد ہم اس سے مزید کوئی گفتگو کیے بغیر واپس پلٹ پڑے۔ کچھ عجیب سا انداز تھا لیکن باہر نکل کر میری ساری باتیں بتایا کہ جب اشمیر اپنا آخری لفظ کہہ دیتا ہے تو اس کے بعد اس سے کوئی دوسری گفتگو کرنا یا الوداعی الفاظ کہنا مناسب نہیں ہوتا۔ یہ اس کی ہدایات میں سے ہے۔

ہم واپس اپنی قیام گاہ پر آ گئے۔ میری کسی سوچ میں گم تھی۔ میرے نزدیک لیٹ کر اس نے آسمان کو گھورتے ہوئے کہا۔

”باقی تو سب ٹھیک ہے بس ایک خیال دل کو بے چین کر رہا ہے فراس۔“

”کیا؟“

”یوں لگتا ہے جیسے تمہاری اس مہم میں میری شرکت نہیں ہوگی۔“
”یہ بات میں نہیں جانتا۔“

”میرا اپنا ارادہ ہے لیتھ اشمیر نے کہیں بھی اس کا تذکرہ نہیں کیا۔“
”اگر تم چاہو تو اس سے اس موضوع پر بات کر سکتی ہو۔“

”میں یقیناً بات کروں گی۔ اصل میں اس کے سامنے جھوٹ بولنا سب سے بڑا جرم ہے اس سے بڑا جرم اور کوئی تصور نہیں کیا جاسکتا۔“

میں پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔ رات کا بقیہ حصہ کچھ دیر جاگ کر گزارا پھر نیند آگئی اور نیند نے ہمیں سارے ماحول سے بے خبر کر دیا۔

دوسرے دن صبح خانقاہ کے اطراف کی بہاریں دیکھنے کے قابل تھیں۔ میرے دل میں اور کوئی تصور نہیں تھا۔ بار سلونا بہر طور اپنی ایک انفرادی حیثیت رکھتا تھا لیکن مجھے سب سے زیادہ دلچسپی اپنے مقصد کی تکمیل سے تھی۔ لیتھ اشمیر نے جو تجویز میرے سامنے پیش کی تھی۔ میں اس پر ہنس رہا تھا۔ روحانی قوتوں کے مالک لیتھ اشمیر کو یہ بات معلوم نہیں تھی کہ جس دشمن کے لیے اس نے کرش ڈی ایم آرگنائزیشن بنائی تھی۔ وہ اس کے اتنے قریب موجود ہے اور وہ اسی سے اسے ختم کرنے کا کام لے رہا ہے۔ بہر حال یہ ایک دلچسپ صورت حال تھی۔ میں حالات کا منتظر تھا۔ دیکھوں لیتھ اشمیر کیا تجویز پیش کرتا ہے۔ اگر وہ میرے لیے قابل قبول ہوئی اور اس سے میرے آئندہ مفادات کی کوئی راہ نکلی تو پہلے سے سوچے ہوئے منصوبے کو ترک کر سکتا ہوں جیسا کہ لیتھ اشمیر نے کہا کہ اس طرح سے میرا تعلق بین الاقوامی مافیا سے ہو جائے گا تو میں سمجھتا تھا کہ یہ بہت بڑا کام ہوگا۔ روز آرگنائزیشن اور ڈان سینٹر سے تو اچھی خاصی ملاقاتیں ہو چکی تھیں اب ذرا اس مافیا سے بھی تھوڑی بہت واقفیت ہو جانی چاہیے۔ کوئی الگ قطع نگاہ نہیں تھا میرا۔ میرے دل میں تو بس ایک ہی جذبہ جی رہا تھا۔ وہ یہ کہ جس طرح بھی بن پڑے وطن عزیز کے لیے اپنی زندگی میں تھوڑا بہت کام کر جاؤں۔ وہ جس سے جی مطمئن ہو جائے۔

مقررہ وقت پر ہمیں لیتھ اشمیر کے سامنے پیش کر دیا گیا۔ وقت کی پابندی بہر طور اس کی ایک اعلیٰ خوبی تھی۔ وہ ہمارا منتظر تھا۔ خوشی اخلاقی سے ہمارا استقبال کیا۔ عام حالات میں کوئی ایسی اداکاری دیکھنے میں نہیں آئی تھی جس سے یہ احساس ہوتا کہ وہ اپنے

آپ کو دوسروں سے ممتاز کرنے کا شائق ہے ہمیں بیٹھنے کی پیش کش کی گئی۔ لیتھ اشمیر نے مطمئن لہجے میں کہا۔

”مائی ڈیئر فراس میں نے اپنی روحانی قوتوں سے تمہارے بارے میں اور بھی معلومات حاصل کی ہیں اور جو کچھ میرے علم میں آیا ہے۔ میں اس کے اظہار سے گریز نہیں کرتا کیونکہ یہ میری عادت میں شامل نہیں ہے۔ مجھے اندازہ ہوا ہے کہ تم ہمارے لیے بہت کارآمد ثابت ہو گے اور مستقبل میں خود تمہارا اپنا ایک الگ مقام ہوگا۔ جس کام کو سرانجام دینے کی ذمہ داری تمہیں سونپی جا رہی ہے تم اسے بخوبی سرانجام دے سکتے ہو۔ بہر حال اب میں تمہیں تمہارا آئندہ پروگرام بتائے دیتا ہوں کیونکہ اتنی مصروف ہے میری زندگی کہ میں اس سے گریز نہیں کر سکتا۔ بے شمار کام سرانجام دینا ہوتے ہیں۔ مشکل میں پھنسے ہوئے لوگ میری خدمات حاصل کرتے ہیں اور اشمیرس کے مسائل بھی حل کرنا ہوتے ہیں۔ خیر وہ ایک الگ چیز ہے۔ سنو، دانش منصور کے سلسلے میں جو منصوبہ میں نے ترتیب دیا ہے وہ بہت ہی اعلیٰ پائے کا منصوبہ ہے۔ تمہیں ”مناکو“ جانا ہوگا۔“

میرے بدن میں ایک لمحے کے لیے سنسنی دوڑ گئی۔ مناکو کا پروگرام تو خود میرے اپنے ذہن میں موجود تھا۔ مٹھل شاہ کے بارے میں مجھے علم ہوا تھا کہ مناکو میں وہ ٹٹ بین نامی ایک گینگسٹر کے پاس موجود ہے۔ ٹٹ بین کی پوری تفصیل نہیں معلوم ہوئی تھی لیکن مناکو پہنچ کر یہ معلوم ہو سکتا تھا لیتھ اشمیر نے چند لمحات خاموشی اختیار کی پھر بولا۔

”اصل میں اس منصوبے میں تھوڑا سا گھماؤ پھراؤ اختیار کیا گیا ہے۔ یہ منصوبہ میں نے بہت پہلے ترتیب دیا تھا لیکن اس کے بعد اس میں کچھ ترمیم کر لی تھی اور یہ بہتر ہی ہوا کیونکہ اس کے ذریعے ہمیں وہ کام سرانجام دینے کا موقع مل گیا جو ضروری تھا۔ مناکو میں تمہیں ہمارے گروپ کے ایک ایجنٹ ٹٹ بین سے ملنا ہے۔“ لیتھ اشمیر کی آواز ابھری اور مجھے مسلسل اعصابی جھٹکے لگتے رہے۔ البتہ اب میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا کہ یہ لیتھ اشمیر کہیں سچ مچ ہی تو میری شخصیت سے واقف نہیں ہو گیا یا اسے میرے آئندہ منصوبے کے بارے میں کوئی علم تو نہیں ہو گیا۔ کہیں یہ مجھ سے چوہے بلی کا کھیل تو نہیں کھیل رہا۔ تاہم میں اس کھیل کے لیے اپنے آپ کو تیار کر رہا تھا۔ اگر وہ مجھ پر کوئی طنز کر رہا ہے۔ وہ پر خیال انداز میں دیوار کو گھورتے ہوئے کہنے لگا۔

”ٹٹ مین کے پاس مٹھل شاہ نامی ایک شخص ہے۔ اصل میں مٹھل شاہ دانش منصور کا دست راست ہے بلکہ یوں سمجھ لو کہ بے شمار موقعے ایسے آئے جب دانش منصور کو مٹھل شاہ کے لیے سرگرداں دیکھا گیا۔ اس شخص کی کمائی کی مکمل تفصیلات تو نہیں معلوم ہو سکیں بس اتنا پتا چلا ہے کہ خطرناک آدمی ہے۔ وطن پرست ہے اور اپنے وطن کے لیے بے شمار کام سرانجام دیتا رہا ہے۔ بہت عرصے پہلے یہ روز آرگنائزیشن کے ہاتھ لگ گیا تھا۔ روز آرگنائزیشن کو اس نے کافی نقصانات پہنچائے تھے جن کے تحت روز آرگنائزیشن اسے ختم کرنے کے درپے ہو گیا تھا۔ دنیا کے مختلف ممالک میں اس کے اور روز آرگنائزیشن کے معرکے ہوئے یہ پتا رہا لیکن بالآخر اس کے ہاتھ آگیا اور روز آرگنائزیشن نے اسے اپنا قیدی بنالیا۔ طویل عرصے سے وہ ٹٹ مین کا قیدی ہے لیکن پچھلے کچھ عرصے قبل مجھے اس کے بارے میں تفصیلات معلوم ہوئیں اس وقت جب دانش منصور کا کیس پورے طور پر میرے حوالے کیا گیا۔ اس میں مٹھل شاہ کا ذکر بھی تھا۔ بہرحال مٹھل شاہ دانش منصور کے لیے ایک بہت بڑی حیثیت کا مالک ہے اور دانش منصور نے اپنا بہت وقت صرف کیا ہے۔“

ہم نے جو منصوبہ بنایا ہے وہ یہ ہے کہ مٹھل شاہ کو روز آرگنائزیشن کے ایک مخصوص طریقہ کار کے تحت اپنے قبضے میں لینے کے بعد اس کا دماغ تبدیل کر دیا گیا ہے۔ وہ اب دانش منصور کے لیے کارآمد نہیں رہا۔ ہم نے اس کے ذہنی خلیوں میں کچھ اس طرح کی تبدیلیاں کی ہیں کہ وہ اب دانش منصور کے خلاف ہے اور ہمارے اشارے پر ہر قسم کے کام کرنے کا پابند۔ اب تم یوں غور کرو مائی ڈیئر مسٹر فراس کہ مٹھل شاہ دانش منصور کے ملک بھیجا جاتا ہے۔ تم اس کی سرپرستی کرتے ہوئے درپردہ یا اس کے ساتھ مل کر اس ملک جاؤ گے اور وہاں اس کے لیے باقی تمام بندوبست کرو گے۔ وہ بے شک ایک مشینی عمل کا انسان ہے اور صرف اپنے مقصد کے تحت کام کرے گا اس کے اطراف کی نگہداشت تمہارا فرض ہوگا۔ مٹھل شاہ وہاں پہنچے گا اور دانش منصور کے لیے دیوانہ ہو جائے گا۔ ہم تمہیں وہ تمام تفصیلات بھی فراہم کریں گے جن کے تحت مٹھل شاہ کو وہاں تک پہنچانا ہوگا۔ بہر طور دانش منصور اس کی بے پناہ عزت کرتا ہے اور وہ اس کے ہاتھوں مارا جائے گا۔ مٹھل شاہ کے سپرد یہی ذمہ داری کی گئی ہے لیکن تمہیں اس کی نگرانی

کرتے ہوئے وہاں تک جانا ہے اور اس کے اس پروگرام کو تکمیل تک پہنچانا ہے۔ میرے بدن میں سنسناہٹ سی ہو رہی تھی۔ بڑی عجیب کیفیت تھی میری اور اب یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ جو کچھ لیتھ اشمیر کہہ رہا ہے وہ ایک منصوبہ ہے اور اس میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جو میرے خلاف ہو اور جس کے بارے میں یہ اندازہ کیا جائے کہ لیتھ اشمیر مجھ سے کھیل رہا ہے۔ میں نے بہر طور اپنے آپ کو سنبھالے رکھا تھا۔ لیتھ اشمیر نے مجھ سے کہا۔“

”اور اب تم مجھے اس بات کا جواب دو مائی ڈیئر مسٹر فراس کہ کیا تم اس پروگرام پر عمل کرنے کے لیے تیار ہو؟“

”مجھ سے اس سوال کا جواب کیوں طلب کیا جا رہا ہے مسٹر اشمیر۔“

”نہیں کم از کم تمہاری آمادگی کا اظہار ضروری ہے۔“

”میں سمجھتا ہوں اس میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جو سوچنے کے قابل ہو۔ آپ جس طرح سے حکم دیں گے میں اس طرح عمل کرنے کے لیے تیار ہوں۔ البتہ اس شخص (میری مراد مٹھل سے ہے) کے بارے میں مکمل تفصیلات ہونا ضروری ہیں تاکہ میں ان معلومات کے تحت ہینڈل کر سکوں۔“

”اور یہ تمام تفصیلات تمہیں ٹٹ مین دے گا۔“

”کچھ سوالات کر سکتا ہوں۔“

”ہاں بالکل کر سکتے ہو۔ کیونکہ یہ ایک اہم کام ہے اور میں نہیں چاہتا کہ کہیں بھی اس میں کوئی خامی رہ جائے۔“

”مسٹر ٹٹ مین کیا روز آرگنائزیشن اور ڈان سینٹر ہی کے آدمی ہیں؟“

بالکل وہ ڈان سینٹر کے وفاداروں میں سے ہے، شاید تمہیں اس بات کا علم نہیں ہوگا کہ دانش منصور نے ان دونوں اداروں کو یکجا کر دیا ہے۔“

”یکجا کر دیا ہے؟“ میں نے سوالیہ انداز میں کہا۔

”ہاں۔“ لیتھ اشمیر ہنس پڑا پھر بولا۔ ”یہ دونوں ادارے ایک دوسرے کے دشمن ہیں۔ دونوں کی پالیسیاں ایک دوسرے سے ٹکراتی ہیں۔ دونوں دنیا بھر میں آپس میں ایک دوسرے سے مقابلہ اور محاذ آرائی کرتے رہے ہیں لیکن دانش منصور نے اس طرح ان

دونوں کو خوف زدہ کر دیا ہے کہ اب وہ دونوں یکجا ہو کر یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ پہلے وہ دانش منصور کو ختم کر دیں اس کے بعد دوبارہ اپنی دشمنی کا بیڑا کھول دیں گے۔ دانش منصور کے سلسلے میں دونوں ہم آواز ہو کر کام کر رہے ہیں اور ایک دوسرے سے مکمل طور پر تعاون کر رہے ہیں۔

میں دل ہی دل میں مسکراتا رہا لیکن اس کا اظہار کرنا میرے لیے ممکن نہیں تھا۔ لیتھ اشمیر پر خیال انداز میں بولا۔

”اس سلسلے میں تمہیں تمام تر تفصیلات مناکو پہنچ کر حاصل ہوں گی۔ میں اب تم سے آخری سوال یہی کرنا چاہتا ہوں کہ کیا تم مکمل خلوص کے ساتھ اس کام کے لیے تیار ہو؟“

”ہاں مسٹر لیتھ اشمیر میں خلوص دل کے ساتھ آپ لوگوں میں شامل ہونے کا خواہشمند ہوں اور اس کا اظہار میں آپ کے اس پہلے کام کی تکمیل کر کے کروں گا۔“

”ویری گڈ۔ ویری گڈ۔ تو پھر تم بھی یہ بات سن لو ڈیئر فراس کہ تم نے اپنے سنہرے مستقبل میں قدم رکھ دیا ہے بس اب اس کے بعد میری تم سے ملاقات ضروری نہیں ہے۔ میں خاص طور سے اب تمہیں ہدایت دیتا ہوں ڈیئر میریسا، مسٹر فراس کو مناکو پہنچانے کا بندوبست اب تمہیں کرنا ہے۔ تم مناکو تک ان کے ساتھ جاؤ گی اور انہیں سٹ میں تک پہنچاؤ گی۔“

”ایک سوال میں اور کرنا چاہتی ہوں معزز لیتھ اشمیر۔ کیا میں فراس کے ساتھ اس کے وطن جاؤں گی۔ آپ نے غالباً اس بات کا اشارہ دیا تھا مجھے۔“

”ہاں میں نے تمہیں اشارہ دیا تھا لیکن کیا تم اس طرح اپنا وسیع و عریض کاروبار چھوڑ کر ان کے ساتھ جاسکو گی؟“

”میں اس کے لیے کوئی بندوبست کر لوں گی۔“

”میں سمجھتا ہوں یہ مناسب نہیں ہے۔ تم نے جس طرح اسپین میں اپنے آپ کو منوا رکھا ہے میں نہیں چاہتا کہ تمہاری غیر موجودگی میں کوئی اور تمہاری جگہ لینے کی کوشش کرے۔ خاص طور سے ایسی حالت میں جب کہ کیتھ اسٹروڈی بھی اب موجود نہیں رہا جو تمہارا قائم مقام تھا۔“

میریسا سوچتی رہی پھر اس نے کہا۔ ”اگر اس سلسلے میں میں آپ سے دوبارہ رابطہ قائم کروں تو آپ کو اعتراض تو نہیں ہوگا معزز لیتھ اشمیر۔“

”نہیں۔ میں خود تم سے اس موضوع پر دوبارہ بات کروں گا۔ فی الحال تم یہ تمام انتظامات کرو۔“

”اوکے۔“ لیتھ اشمیر نے پھر اس طرح دونوں ہاتھ اٹھا دیے جس طرح اس نے کچھلی رات اٹھائے تھے۔ بظاہر ایسا اندازہ ہوتا ہے جیسے کہہ رہا ہو کہ دفع ہو جاؤ خواہ مخواہ میرا وقت ضائع کر رہے ہو لیکن اصل میں یہ اس کا طریقہ کار تھا۔ ہم دونوں اسی انداز میں اٹھے اور باہر نکل آئے۔ میریسا کسی سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ باہر نکلنے کے بعد اس نے آہستہ سے کہا۔

”کچھ سمجھ میں نہیں آرہا۔ میں بری طرح کنفیوز ہو گئی ہوں فراس۔“

”کیوں؟“ میں نے سوال کیا۔

”لیتھ اشمیر کی اس بات سے میں مکمل اتفاق کرتی ہوں۔ حقیقت یہی ہے کہ اسپین میں میں نے جس طرح اپنے قدم جمائے ہیں۔ وہ ایک بہت بڑا کارنامہ تصور کیا جاتا ہے۔ یہاں زیر زمین گروہوں کی کمی نہیں ہے۔ ایک سے ایک خطرناک گروہ پڑا ہے لیکن میں ان پر حاوی آتی رہیں ہوں۔ بیشمار جنگیں ہوئی ہیں ہماری بے شمار افراد قتل ہوئے ہیں اور اس کے بعد میں نے اپنے لیے یہ مقام حاصل کیا ہے لیکن اب ان حالات میں یہ لازمی امر ہے کہ وہ لوگ سرابھاریں گے۔ ہم سب ایک دوسرے کے بارے میں مکمل معلومات رکھتے ہیں جب انہیں یہ علم ہوگا کہ میں اسپین سے باہر ہوں اور میرا کوئی ایسا قائم مقام بھی نہیں ہے جو میرے گروہ کو کنٹرول کر رہا ہو تو وہ میرے بہت سے مفادات پر قبضہ کرنے کی کوشش کریں گے۔ ہاں اگر مجھے اس کے لیے تھوڑا بہت وقت مل جاتا تو میں اس کام کو سرانجام دے سکتی تھی لیکن ڈیئر فراس تم سے الگ رہنا۔ تم سے جدا رہنا بھی اب میرے لیے ایک بہت مشکل مسئلہ بن چکا ہے۔ واقعی الجھ گئی ہوں میں۔ فیصلہ نہیں کر پا رہی کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔“

میں نے گہری سانس لی اور آہستہ سے کہا۔

”ہمیں یہاں سے میڈرڈ اور پھر میڈرڈ سے مناکو تک کا سفر تو کرنا ہے اس دوران

کوئی مناسب فیصلہ کر لیں گے۔“

”بار سلونا دیکھنے کے خواہشمند تو نہیں ہو؟“

”نہیں۔ مجھے سب سے زیادہ خوشی اپنا کام سرانجام دے کر ہوتی ہے۔“

میریسا نے ایک نگاہ مجھے دیکھا پھر بولی۔

”بتا نہیں اب تک تم ایک بہت بڑے گینگ کے چیف کیوں نہیں بنے۔ شاید یہی

انتظار کر رہے تھے کہ اسپین پہنچو اور مجھے تباہ و برباد کر دو۔“

میں ہنسنے لگا۔ میں نے دل میں سوچا کہ محترمہ آپ جیسی خواتین بھی تباہ و برباد ہو

جایا کرتی ہیں۔ یہ شعبہ تو آپ ایشیا کے لیے ہی رہنے دیجئے۔ آپ میں بھلا وہ جراثیم کہاں

بہر طور یہ ساری باتیں کہنے کی نہیں تھیں۔ بار سلونا سے ہم میڈرڈ پہنچ گئے۔ میریسا نے

معمول کے مطابق مجھے اپنے ساتھ ہی ٹھہرایا تھا۔ چیکاس برادرز واپس جا چکے تھے اور اب

میں مناکو جانے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ اس سلسلے میں جیسے ہی پہلی فرصت ملی میرا ذہن مٹھل

شاہ میں کھو گیا۔ کیا ان لوگوں کا کہنا درست ہے کہ اب وہ اپنے لگائے ہوئے پورے کا

دشمن بن گیا ہے۔ اپنی ہی پھلوری، اپنا ہی بلغ اجاڑنے کے بارے میں سوچے کا یہ عین

ممکن تھا مجھے روز آرگنائزیشن کا وہ عمل یاد تھا جو انہوں نے میرے ساتھ کیا تھا۔ انہوں

نے یقینی طور پر مجھے اتنا تبدیل کر دیا تھا کہ میں اپنے ہی وطن کا دشمن بن جاؤں۔ انہوں

نے مجھے بے پناہ جسمانی اور ذہنی قوتوں سے نوازا تھا لیکن بس میری تقدیر یاد رہی تھی۔ میری

تقدیر میں اپنے وطن سے غداری نہیں لکھی ہوئی تھی کہ میں ان کے اس چنگل سے نکل

آیا۔ ضروری تو نہیں ہے کہ مٹھل شاہ بھی ان کے چنگل سے اسی طرح نکل سکا ہو لیکن یہ

تو کچھ نہ ہوا۔ میرا تو سارا کھیل بگڑ گیا۔ میں تو مٹھل شاہ کے حصول کے لیے ایک منصوبہ

بنا کر آیا تھا۔ مٹھل شاہ مجھے حاصل ہو رہا تھا لیکن جو چیز اس کے نام سے میرے ہاتھ لگ

رہی تھی وہ میری توقعات کے بالکل خلاف تھی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ خود مٹھل شاہ نے

اس سلسلے میں کوئی عملی جدوجہد کی یا نہیں اور اگر وہ ان کا شکار ہو گیا ہے تو میں کس طرح

اسے ان کے چنگل سے نکال سکتا ہوں۔ بہر حال اب یہ سب مٹھل شاہ سے ملاقات کرنے

کے بعد ہی معلوم ہوگا۔

میریسا ان دنوں مٹھل نظر آتی تھی۔ بہر حال عورت تھی کتنی ہی سرکش کتنی ہی

دلیریوں نہ ہو انسانی جذبات سے دور تو نہیں رہ سکتی۔ وہ میرے لیے مٹھل تھی۔ ہم نے

مناکو تک کا سفر کیا۔ تمام انتظامات میریسا نے کیے تھے اور اب وہ میرے لیے صرف ایک

مہیاں میزبان کی حیثیت رکھتی تھی۔ کوئی ایسا عمل نہیں تھا اس کا جو مجھے انوکھا محسوس ہو۔

جنوبی یورپ میں فرانس کے ساحل پر واقع یہ چھوٹی سی مملکت فرانس کے طفیل ہی چل

رہی تھی۔ زیادہ تر یہاں فرانسیسی اقتدار کی جھلکیاں نظر آتی تھیں لیکن بہت ہی خوبصورت

علاقہ تھا۔ نہایت مختصر آبادی کے ساتھ وہاں حسن و جمال کا دور دورہ تھا لوگ پرسکون نظر

آتے تھے۔ شہری طور پر جو کچھ دیکھا جاتا تھا وہ نہایت روح افزا تھا۔ یہاں کے ایک اعلیٰ

پائے کے ہوٹل میں ہم نے قیام کا بندوبست کیا۔ غالباً یہاں موجود ٹٹ مین کو اس آمد کے

بارے میں اطلاع نہیں دی گئی تھی ورنہ ہمارے قیام کا بندوبست وہی کرتا بعد میں مجھے اپنی

اس غلط فہمی کو دور کرنا پڑا۔ میریسا نے بتایا کہ ٹٹ مین کو ہماری یہاں آمد کے بارے میں

تمام تفصیلات معلوم ہیں لیکن بس کچھ نسخہ صی بنیادوں پر احتیاط رکھی گئی ہے۔ اسی لیے

ٹٹ مین نے ہمیں مخاطب نہیں کیا نہ ہی وہ ہمارے استقبال کے لئے موجود تھا۔

”اس کی وجوہات؟“ میں نے سوال کیا۔

”کوئی خاص نہیں ہیں۔ بس یہی کہا جاسکتا ہے کہ ٹٹ مین حد سے زیادہ محتاط آدمی

ہے یا پھر ممکن ہے کہ حکومت فرانس اس کی کارروائیوں پر گہری نظر رکھتی ہو۔ بہر حال وہ

ایک جرائم پیشہ آدمی ہی کی حیثیت سے مشہور ہے اور یقیناً اس کا عمل بھی اسی قسم کا ہوگا

اس لیے ہو سکتا ہے اس پر خاص طور سے نظر رکھی جاتی ہو۔“

مجھے اس سے کوئی غرض نہیں تھی کہ ٹٹ مین ہمارے ساتھ کیا رویہ رکھتا ہے یا

ہماری میزبانی کے فرائض کس طرح سرانجام دیتا ہے۔ میرے ذہن میں تو یہاں آنے کے

بعد مٹھل شاہ کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ بڑے عجیب و غریب تصورات آنے لگے تھے

میرے دل میں، مٹھل شاہ نے مجھے اس وقت انگلی پکڑ کر سہارا دیا تھا جب میں کچھ بھی

نہیں تھا۔ سرکوں پر پھرنے والا ایک بے سہارا اور معذور سائل کا جس کے پاس جینے کے

وسائل تک نہیں تھے۔ مٹھل شاہ نے مجھے کیا سے کیا بنا دیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ چند

کردار ایسے تھے جنہوں نے میری زندگی میں مدد کی تھی۔ نازاں باجی نے بے شک مجھے دنیا

دکھائی تھی لیکن مٹھل شاہ نے صحیح معنوں میں وہ مقام عطا کیا تھا جس پر آج میں نظر آرہا

ہوں اور جس نے میرے لیے مستقبل کے وہ راستے کھول دیے تھے جن کا میں خواہش مند تھا۔

اب وہ مٹھل شاہ طویل عرصے کے بعد میرے سامنے آ رہا تھا۔ نجانے کیا اس میں تبدیلیاں ہو گئی ہوں گی، مجھے وہ تمام واقعات یاد آرہے تھے جن کے تحت مٹھل شاہ ہم سے جدا ہو گیا تھا۔ نجانے کیا کیا کہانیاں اس کی ذات سے وابستہ ہوں گی اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ وہ نادرہ کے ساتھ رہ چکا تھا۔ کیا مٹھل شاہ اب بھی ان تمام چیزوں کو اپنے ذہن میں رکھتا ہو گا۔ ایک عجیب سا کچاؤ اپنے اعصاب میں محسوس ہو رہا تھا۔ دیکھو کیا ہوتا ہے۔ بہر حال میریسا کا یہ کتنا غلط ثابت نہیں ہوا کہ ٹٹ مین ہماری یہاں آمد سے واقف تھا۔ میں اس شخص سے ملا تو خیران رہ گیا۔ دبے پتلے بدن کا مالک، ایک کھلاڑی معلوم ہوتا تھا۔ عمر پینتیس اور چالیس کے درمیان ہوگی۔ گال پچکے ہوئے۔ چہرے پر طرح طرح کے نشانات، دبلا پتلا اتنا کہ کوئی بھی زور دار گھونسا مار کر اسے زمین بوس کر سکتا تھا۔ یہ ٹٹ مین تھا۔ پتا نہیں کیا چیز ہے یہ۔ بڑے خلوص اور شوخ سے انداز سے مجھ سے ملا اور کہنے لگا۔

”آپ ہی مسٹر فراس ہیں میڈم میریسا آپ تو یقیناً مجھے پہچانتی ہوں گی۔ ایک بار ہماری ملاقات یو کو ہاما میں ہوئی تھی اگر آپ کو یاد ہو؟“

”ہاں مجھے یاد ہے۔“ میریسا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”بہر طور مجھے معزز اشمیر کی جانب سے ہدایات مل چکی ہیں اور جو ذمے داری میرے سپرد کی گئی تھی۔ میں اسے سرانجام دینے کے لیے بخوشی تیار ہوں کہے کیا آپ اسی وقت میرے ساتھ چلنا پسند کریں گے؟“

”ظاہر ہے مسٹر ٹٹ مین، ہم بہت زیادہ وقت نہیں ضائع کر سکتے۔“

”تو پھر تشریف لائیے۔ میرا خیال ہے آپ کے ہوٹل میں آپ کے ساتھ چائے پینے کے بجائے آپ میرے ساتھ پہلی ضیافت قبول فرمائیے۔“

میریسا تیار ہو گئی۔ ہم دونوں نیچے اتر آئے۔ ٹٹ مین بہت سادہ سی طبیعت کا مالک تھا۔ بے شک اس کے پاس ایک بہت ہی شاندار گاڑی تھی لیکن ڈرائیونگ وہ خود ہی کر رہا تھا۔ ویسے اپنی چال و خال اور جسمانی حرکات سے وہ بہت پھرتیلا اور مستعد آدمی نظر آتا

تھا۔ بہر طور یہ شخص عام قسم کے لوگوں سے خاصا مختلف نظر آیا تھا۔ وہ ہمیں ساتھ لے کر نہایت پر شکوہ رہائش گاہ میں پہنچا یہاں آنے کے بعد البتہ میں نے اس کی شخصیت کے ذرا مختلف روپ دیکھے۔ وہاں موجود لوگ اس کے سامنے اس طرح نظر آتے تھے جیسے انہیں سانپ سونگھ گیا ہو۔ وہ ان کے ساتھ بھی برا نہیں تھا لیکن پتا نہیں کیا قصہ تھا کہ اس نے ان پر اس طرح اپنا رعب قائم کر رکھا تھا۔ ہمیں ایک بڑے ہال میں لے جایا گیا جہاں ایک بہت وسیع میز بچھی ہوئی تھی۔ وہ ہمارے ساتھ اس میز پر بیٹھ گیا اور پھر اس نے سامنے رکھے ہوئے انٹرکام پر چائے کے لوازمات کا انتظام کرنے کے لیے کہا۔ اس کے بعد وہ میری جانب رخ کر کے بولا۔

”آپ نے یہاں بڑی دھوم مچا رکھی ہے مسٹر فراس۔ مجھے آپ کے بارے میں لیتھ اشمیر نے جو تفصیلات بتائی ہیں ان سے یہ اظہار ہوتا ہے کہ مسٹر اشمیر آپ سے بہت زیادہ متاثر ہیں خیر یہ یقینی طور پر آپ کا اپنا عمل ہو گا جس نے آپ کو اس قدر ممتاز کیا ہے۔ میرا نام ٹٹ مین ہے جیسا کہ آپ کے علم میں ہو گا یہاں مٹاکو میں، میں نے اپنا چھوٹا سا ادارہ قائم کر رکھا ہے لیکن اصل میں اس کی سرپرستی ڈان سینٹر کرتا ہے۔ اب میں آپ کو ایک ایسے شخص سے ملا رہا ہوں جس کے بارے میں آپ کو تفصیل بتا دی گئی ہے اس کا نام مٹھل شاہ ہے۔ مٹھل شاہ کو بلاؤ۔“ اس نے انٹرکام پر کہا اور چند لمحات کے بعد مٹھل شاہ ایک دروازے سے اندر داخل ہوا۔ میرا کلیجہ منہ کو آ رہا تھا جسم کا سارا خون کپٹیوں میں کھینچ آیا تھا۔ مٹھل شاہ، مٹھل شاہ، مٹھل شاہ میرے ذہن میں یہی دھمک ہو رہی تھی۔ آنے والا مٹھل شاہ ہی تھا لیکن اسے دیکھ کر میرے ہوش و حواس بہ مشکل تمام ہی قابو میں رہ سکے۔ اس وقت بھی مٹھل شاہ کی عمر اچھی خاصی تھی جب اس نے مجھے پایا تھا۔ ایک ذہین سمجھدار اور درویش قسم کا آدمی، اس وقت بھی وہی صورت میرے سامنے تھے یوں لگتا تھا جیسے اس پر برس نہیں بلکہ لمحے بیٹے ہوں۔ کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوئی تھی۔ سوائے اس کے کہ اب وہ بہت زیادہ اسٹارٹ نظر آ رہا تھا۔ جسمانی طور پر بالکل فٹ تھا۔ چہرے پر بے شک داڑھی وغیرہ اگی ہوئی تھی۔ بال بھی اس طرح جھاڑ جھنکار نما تھے لیکن اپنی حرکات و سکنات سے وہ بہت چاق و چوبند نظر آ رہا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے اس کی عمر کا ایک سال بھی آگے نہ بڑھا ہو بلکہ وہ عمر اس پر منجمد ہو گئی ہو۔ میں نے اس کی تیز چمکدار

آنکھوں میں بجلیاں سی تڑپتی ہوئی دیکھی تھیں لیکن ایک لمحے میں میں نے یہ اندازہ بھی لگالیا تھا کہ اس نے میرے بارے میں کسی قسم کی کوئی خاص بات محسوس نہیں کی۔ میں نے اس کا استقبال کیا۔ حالانکہ غیر اختیاری طور پر کھڑے ہو جانے کو جی چاہ رہا تھا اور میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں اس کی پذیرائی کس طرح کروں لیکن میں نے اپنے آپ پر قابو رکھا۔ مٹھل شاہ نے اپنا چوڑا ہاتھ میرے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔

”مسٹر فراز، یقینی طور پر یہ آپ کا صحیح تلفظ آوا نہیں کر سکتے لیکن ایک اہم وطن سے آپ کیا اس کی توقع رکھتے ہیں کہ وہ آپ کے نام کو بگاڑ دے؟“

”نہیں مٹھل شاہ صاحب یہ کیسے ممکن ہے؟“ میں نے اردو زبان میں کہا اور مٹھل شاہ ہنسنے لگا پھر بیٹھ کر بولا۔

”آپ بالکل محسوس نہ کریں ٹٹ مین جب دو ہم زبان ملتے ہیں تو سب سے زیادہ خوشی انہیں اپنی زبان بول کر ہوتی ہے۔“

”میں جانتا ہوں میں جانتا ہوں۔“ ٹٹ مین نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ملازموں نے چائے کے لوازمات سرو کرنا شروع کر دیے تھے۔

مٹھل شاہ اطمینان سے بیٹھ کر کرسی کی پشت سے ٹیک لگا مجھے دیکھنے لگا پھر بولا۔

”اور چونکہ مسٹر فراز اس کے بعد آپ کو میرے ساتھ ہی قیام کرنا ہے اس لیے میں آپ سے ان لوگوں کی پسند کی گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ میری اور آپ کی ذاتی گفتگو بعد میں ہوگی۔“

”بہتر ہے۔“ میں نے ہنس کر کہا۔

مٹھل شاہ خاموشی سے چائے کے ساتھ دوسرے لوازمات سے شغل کرنے میں مصروف ہو گیا۔ ٹٹ مین نے چائے کے چند گھونٹ لیے اور اس کے بعد کہنے لگا۔

”میری ذمہ داری صرف اتنی ہی ہے کہ میں آپ کو مطلوبہ جگہ بھیجنے کے انتظامات کردوں۔ اس کے علاوہ اگر کوئی اور عمل میرے لیے ضروری ہو تو براہ کرم مجھے بتا دیا جائے۔ میں ہر تعاون کے لیے تیار ہوں۔“

”مسٹر لیتھ اشمیر نے کہا تھا کہ بقیہ معلومات آپ کے پاس سے حاصل ہوں گی۔“

”معلومات کا ذخیرہ آپ کے سامنے موجود ہے۔ مٹھل شاہ کو وہ تمام تفصیلات معلوم

ہیں جن پر انہیں عمل کرنا ہے اور چونکہ ان کا تعلق بھی اسی ملک سے ہے۔ چنانچہ انہیں کچھ بتانے کی ضرورت نہیں اس کے باوجود اگر آپ کچھ سمجھتے ہیں کہ میں آپ کی رہنمائی کروں تو میں اس کے لیے حاضر ہوں۔ حالانکہ اس ملک کے بارے میں میں بالکل نہیں جانتا اور میں نے کبھی وہاں کا رخ بھی نہیں کیا ہے۔“

”اس کے لیے تم بالکل بے فکر رہو ڈیئر میریسا اور پیارے فراز، میں وہ تمام عمل جانتا ہوں جو ہمیں آگے سرانجام دینا ہے۔“

”تب میرا خیال ہے ایسی کوئی بات نہیں رہ جاتی جو قابل ذکر ہو۔ ہمیں کب روانہ ہونا ہوگا؟“

”صرف دو دن درکار ہیں، تیسرے دن میں آپ لوگوں کو خدا حافظ کہوں گا۔“ ٹٹ میں نے جواب دیا۔

میں نے ان الفاظ پر میریسا کے چہرے پر ایک بار پھر آزر دگی کے آثار دیکھے تھے۔ چائے کے لوازمات مکمل کرنے کے بعد ٹٹ مین نے کہا۔

”میڈم میریسا آپ اگر میڈرڈ واپس جانا چاہیں تو آپ چلی جائیں۔ آپ کا فرض یہاں آکر پورا ہو گیا ہے۔“

”اگر میں خود بھی یہاں رہ کر مسٹر فراس کو خدا حافظ کہوں تو اس میں کوئی حرج ہے مسٹر ٹٹ مین؟“

”ہرگز نہیں، لیکن اب مسٹر فراس کا آپ کے ساتھ واپس جانا ممکن نہیں ہے چونکہ لیتھ اشمیر ہی کے احکامات کے مطابق اب مسٹر فراس اور مٹھل شاہ یکجا رہیں گے تاکہ ان کے درمیان ہم آہنگی پیدا ہو جائے اور وہ ایک دوسرے سے گفتگو کر کے آئندہ کے معاملات طے کر لیں۔ میری بھی یہی رائے ہے کہ آپ اب انہیں تنہا چھوڑ دیجئے۔ قیام کا جہاں تک مسئلہ ہے اگر آپ یہاں رکنا چاہتی ہیں تو بے شک رکھیں لیکن شاید ہی اب آپ کی ملاقات مسٹر فراس سے ہو سکے۔“

”اوہ اچھا ٹھیک ہے پھر میرا یہاں رکنا کیا معنی رکھتا ہے البتہ میں کچھ دیر کے لیے مسٹر فراس کے ساتھ تنہائی چاہتی ہوں۔“

”ہاں ہاں اس میں کوئی حرج نہیں ہے آئیے مسٹر مٹھل شاہ ہم لوگ یہاں سے چلتے

ہیں یا پھر آپ لوگ ایک دوسرے کمرے میں چلے جائیے۔" ٹٹ مین نے شریر سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا جیسے وہ میریبا کے اور میرے معاملات بخوبی سمجھ رہا ہو۔ میں نے میریبا کی جانب دیکھا۔ میریبا کہنے لگی۔

"آپ ہمیں کوئی دوسرا کمرہ ہی بتا دیجئے۔"

دوسرے کمرے میں پہنچ کر میڈم میریبا نے اپنے خالص عورت پن کا اظہار شروع کر دیا۔ وہ باقاعدہ رونے لگی۔ اس نے آنسو بہاتے ہوئے کہا۔

"زندگی میں چند ہی بار ایسے مواقع آئے ہیں فراس۔ جب میری آنکھیں غم ہوئی ہوں اور میں نے اپنے دل کو دکھی محسوس کیا ہو تم نے درحقیقت مجھ پر ظلم کیا ہے بے شمار نوجوان میری زندگی میں آئے لیکن جس طرح تم نے میرے ذہن پر اثر قائم کر لیا ہے کبھی کوئی نہیں کر سکا۔ سنو میں تم سے دوبارہ ضرور ملوں گی اگر ممکن ہو سکا تو تمہارے پیچھے ہی پیچھے میں وہاں آتی ہوں جہاں تم جا رہے ہو کاش میرے پاس کوئی ایسا انتظام ہوتا کہ میں کسی کو اپنا قائم مقام بنا سکتی۔ مائی ڈیئر فراس یہ سارے معاملات سرانجام دینے کے بعد تمہیں واپس اسپین آنا ہو گا تم اپنا ہیڈ کوارٹر یہیں بناؤ گے۔ بے شک تم مافیا کے رکن بن جانا لیکن تمہیں اس کا حق حاصل ہو گا کہ تم اپنے لیے کوئی بھی مناسب رہائش گاہ تلاش کرو اور اس وقت تم میڈرڈ کے علاوہ اور کہیں نہیں جاؤ گے۔"

میں نے اپنا داہنا ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے میریبا میرا تم سے وعدہ۔"

"میرا اب یہاں رکنا مناسب نہیں ہے بلکہ میں یہاں سے فوراً ہی میڈرڈ واپس چلے جانا چاہتی ہوں اور وہاں جا کر اس قسم کے انتظامات کرتی ہوں کہ میرے معاملات سنبھالنے کے لیے مجھے کوئی مناسب آدمی مل جائے اور اس کے بعد میں تم تک پہنچنے کی کوشش کروں گی۔"

میں نے پر جوش انداز میں اس کے ان الفاظ کا استقبال کیا تھا اور اس کے بعد ہم دونوں باہر نکل آئے تھے۔ وہ مجھے خدا حافظ کہہ کر چلی گئی۔ ٹٹ مین کے ایک آدمی نے میری رہنمائی مٹھل شاہ کی رہائش گاہ کی جانب کی اور میں دھڑکتے دل کے ساتھ اس طرف چل پڑا۔ انتہائی کوشش کے باوجود میں اپنے اعصابی کھنچاؤ پر قابو نہیں پا رہا تھا۔ مٹھل شاہ

میرے لیے بہت بڑا مقام رکھتا تھا۔ اس کے سامنے پر فریب صورت لے کر جانا میرے لیے ایک گناہ عظیم تھا لیکن اس وقت یہی مرحلہ آگیا تھا کہ میں جان بوجھ کر اپنے مرشد کے سامنے اس طرح جا رہا تھا۔ اس کیفیت نے مجھے ذہنی طور پر سخت منتشر کر رکھا تھا۔ مجھے مٹھل شاہ کے کمرے تک پہنچانے والے شخص نے بالا آخر ایک دروازے کی جانب اشارہ کیا اور خود وہاں سے واپس پلٹ پڑا۔ اب اس وقت میرے ذہن میں کوئی اور کردار نہیں رہا تھا۔ میریبا اور دوسرے تمام معاملات میں بھول چکا تھا۔ بس مٹھل شاہ کا تصور باقی تھا۔ دروازے پر ہلکی سی دستک دی تو اندر سے مٹھل شاہ کی آواز ابھری۔

"آجاؤ کون ہے؟"

میں دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ وہ ایک خوبصورت گاؤن میں ملبوس ایک مقامی رسالہ ہاتھ میں لیے کرسی پر نیم دراز کیفیت میں تھا۔ مجھے دیکھ کر مسکرایا رسالہ رکھ کر کھڑا ہو گیا اور پر استقبال نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیا۔

"خوش آمدید میرے دوست خوش آمدید۔" اس کی گونج دار آواز ابھری۔ میں نے اپنے آپ کو سنبھالا اس سے مصافحہ کیا اور اس کے اشارے پر سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔ وہ خود بھی بیٹھا ہوا ہوا۔

"یہ حقیقت ہے کہ انسان وطن سے دور ہونے کے بعد اپنے ہم وطنوں کو کسی غیر جگہ دیکھ کر بہت مسرور ہو جاتا ہے۔ اس وقت میں اپنے آپ کو اسی کیفیت کا شکار پاتا ہوں۔"

"شکریہ مٹھل شاہ صاحب، میری کیفیت بھی آپ سے مختلف نہیں ہے۔ آپ کی شخصیت نے مجھ پر بے حد اثر کیا ہے۔ مزید دلچسپ بات یہ ہے کہ آپ نہ صرف میرے ہم وطن بلکہ اسی شہر کے رہنے والے ہیں۔ جہاں میں نے پرورش پائی ہے۔"

"کراچی میں۔"

"جی ہاں۔"

"مجھے تو آخری لمحات تک یاد نہیں جب میں وہاں سے رخصت ہوا تھا۔ ایک عجیب و غریب ماحول تھا۔ ایک عجیب و غریب زندگی تھی۔"

"کتنا عرصہ ہو گیا ہے آپ کو وہاں سے نکلے ہوئے؟"

”کچھ نہیں کہہ سکتا صحیح معنوں میں، میں وہ عرصہ بھول چکا ہوں۔ بس کچھ عجیب و غریب حالات تھے جن کی بنیاد پر مجھے وہاں سے ہٹنا پڑا، کیسا ہے کراچی؟“

”حسب معمول حالانکہ مجھے بھی وہاں سے نکلے عرصہ دراز ہو گیا ہے۔“

”تمہیں وہاں سے کیوں نکلتا پڑا؟“

”بس دنیا دیکھنا چاہتا تھا۔“

”کس انداز میں؟“

”جس طرح بے وسائل لوگ دیکھتے ہیں۔“ میں نے جواب دیا اور وہ ہنس پڑا۔

”ہاں بہر حال جرم کی اپنی ایک الگ زندگی ہوتی ہے حالانکہ میں محب وطن تھا بلکہ شاید اب بھی ہوں۔ مجھے اپنے وطن سے پیار ہے میں آج بھی وہاں رہنے والے کسی شخص سے مل کر دلی طور پر مسرور ہوتا ہوں۔“

”جی یقیناً۔“

”وہاں میں نے اپنے وطن کے لیے بہت سے کام کیے ایک خاص طریقہ کار اختیار کر رکھا تھا میں نے۔ میں وہاں ایک درویش بنا ہوا تھا۔ آستانہ بنایا تھا میں نے وہاں اپنا بڑے بڑے لوگ آتے تھے۔ اصل میں انسان کی کمزوری دریافت کر لو اور اس کے بعد اسے اپنا مطیع کر لو تھوڑی سی محنت کی ضرورت ہوتی ہے اس کام میں لیکن اس کے بعد عیش و عشرت کے علاوہ اور کچھ نہیں لیکن میرے ان جذباتوں میں وطن دوستی کا جذبہ چھپا ہوا تھا۔ میں شیطان صفت انسانوں کو بلیک میل کر کے ان غریبوں کی کفالت کرتا تھا جو زندگی کے بوجھ سے گردن نہیں اٹھا سکتے تھے۔ شاید کچھ لوگوں کو میرا یہ طرز عمل پسند نہیں آیا۔ انہوں نے میرے خلاف سازشیں کیں۔ مجھے اغوا کر لیا گیا اور اس کے بعد میں نجانے کہاں کہاں بھٹکتا رہا۔ ذہنی طور پر انہوں نے مجھے معطل کر کے رکھ دیا تھا۔ میں ایک طویل عرصہ کھو چکا ہوں اپنی زندگی کا مجھے یاد ہی نہیں کہ کہاں کہاں بھٹکتا پھرا تھا اور کیسے کیسے زندگی گزاری تھی بس کچھ دھندلائے ہوئے خواب آنکھوں میں سمائے رہتے ہیں لیکن مجھے اپنا شہر، اپنا وطن یاد ہے واہ۔“

”مٹھل شاہ صاحب زندگی کا جو عرصہ گم رہا ہے آپ کو اس کے کچھ واقعات تو یاد ہوں گے؟“

”یاد کرتا ہوں تو دماغ دکھنے لگتا ہے جو چیز تکلیف دے اسے بھول جانا بہتر ہے۔“

”یہ شخص جس کے خلاف ہمارا مشن ہے۔ یہ آخر ہے کیا چیز اور ان عظیم الشان اداروں کو اس سے کیا پر خاش ہے؟“ میں نے سب سے چبھتا ہوا سوال کیا۔ مٹھل شاہ عجیب سے انداز میں مجھے دیکھنے لگا پھر بولا۔

”اور شاید اس بات پر تم میرا مذاق اڑانے کی کوشش کرو جو نہ کرنا کیونکہ شاید میں اسے برداشت نہیں کر پاؤں گا۔ میں جو انکشاف کرنے جا رہا ہوں وہ تمہارے لیے بڑا حیرت ناک ہو گا۔ دانش منصور، یہ ایک ایسا کمزور اور نازک پودا تھا جسے میں نے اپنے ہاتھوں کی چھاؤں میں لے کر اس میں زندگی دوڑائی، اسے پروان چڑھایا اسے ایک مقام دے دیا میں نے بلکہ یہ نام بھی اسے میرا ہی عطا کیا ہوا ہے فیصل تھا۔ اس کا نام بہت معمولی سا لڑکا تھا لیکن یہ بھی ایک حقیقت تھی کہ میں نے اس کے اندر وہی طوفان امنڈتے ہوئے دیکھے تھے جنہوں نے اب ایک ہیجان خیز شکل اختیار کر لی ہے۔ اس کے بارے میں میری پیش گوئی بالکل درست تھی۔ مستقبل میں اسے یہی بننا تھا جو وہ بن چکا ہے لیکن اس کا ماضی بہت کمزور تھا۔ وہ میرے ہی شانوں کا سہارا لے کر اس قدر تباہ بنا ہے گو میں اسے زیادہ وقت نہیں دے سکا لیکن جس طرح میں نے اس کی آبیاری کی تھی اس کا نتیجہ سو فیصد نکلا ہے۔“

میں نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ دیں۔ مٹھل شاہ کا چہرہ سپاٹ نظر آ رہا تھا۔ اسے سب کچھ یاد تھا۔ ایک ایک بات یاد تھی پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

”لیکن مٹھل شاہ صاحب جس پودے کو آپ نے تباہ درخت بنایا اب آپ اپنے ہاتھوں سے اس درخت کو اکھاڑ کر چھیننے وہاں جا رہے ہیں۔“

”ہاں بعض اوقات نظریات اسی طرح تبدیل ہو جاتے ہیں اب اس درخت کو جڑ سے کاٹ دینا بے حد ضروری ہو گیا ہے۔“

”اس کے کیا عوامل ہیں؟“ میں نے سوال کیا۔

”میں نہیں جانتا لیکن جن لوگوں کو اس کی ذات سے نقصان پہنچ رہا ہے میری وفاداریاں اب ان سے منسلک ہیں۔ اگر میں ذہنی طور پر سوچنے کی کوشش کروں تو شاید پھر اپنی ذہنی قوتیں گنوا بیٹھوں۔ میں بس اتنا جانتا ہوں کہ دانش منصور کو ختم کرنا میرا فرض

ہے۔

”کیا آپ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ وہ اب بھی آپ کو یاد کرتا ہو گا۔“
 ”کچھ نہیں کہہ سکتا۔ انسان میں نجانے کیا کیا تبدیلیاں رونما ہو جاتی ہیں۔ جو شکل جو قوت اس نے اختیار کر لی ہے۔ اس میں شاید اب اسے کبھی میرا تصور بھی نہ آتا ہو۔“
 ”مٹھل شاہ صاحب اگر وہ آج بھی آپ کو یاد کرتا ہوا ملا، آج بھی آپ کی عقیدت سے سرشار ملا تو کیا آپ جذباتی طور پر متاثر نہیں ہوں گے؟“

”نہیں، اصل میں یہی تو میری جیت ہے۔ میرے نوجوان دوست میں نہیں کہہ سکتا کہ اس کے اندر کیا تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں لیکن کاش وہ آج بھی مجھ سے پہلے کی مانند محبت کرتا ہو۔ میرا اتنا ہی عقیدت مند ہو تو پھر مجھے اپنے اس کام میں آسانی ہوگی۔“
 ”گو کیا اپنے تمام رشتوں ناتوں کو بھلا کر آپ صرف اسے ہلاک کر دیں گے۔“

”ہاں جو منصب انسان کی زندگی میں سب سے بڑی حیثیت رکھتا ہو اس کی راہ میں جذباتی رکاوٹیں نہیں آنی چاہیں بلکہ اس کے ان جذبات سے میں فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں۔“
 ”اور اگر اس نے آپ کو متاثر کر لیا تو آپ اس ادارے سے وفاداریاں نہیں نبھاسکیں گے۔“

”ایسا نہیں ہو گا میرے دوست مجھے بہر طور اپنے آپ پر مکمل اعتماد ہے۔“
 ”ویری گڈ، ویری گڈ“ میں آپ کی ہر خدمت کے لیے حاضر ہوں مٹھل شاہ صاحب۔ میرے لائق جو بھی ذمے داری ہو آپ بے تکلفی سے فرما دیجئے گا۔“

”طویل عرصہ گزر جانے کے بعد میں اس ماحول کو تھوڑا سا بھول چکا ہوں یہ بہت اہم بات ہے کہ تم وہیں کے رہنے والے ہو تم میری بہتر معاونت کر سکو گے اور اس سے مجھے خاصا فائدہ حاصل ہو گا۔ میں پورا پروگرام بنا کر تمہیں بتا دوں گا کہ ہمیں کس طرح وہاں اپنے کام کا آغاز کرنا ہے۔ تمہیں اس کی جلدی تو نہیں ہے؟“

”نہیں“ میں تو صرف آپ کے ایک خادم کی حیثیت سے آپ کے ساتھ رہوں گا۔“ میں نے جواب دیا اور مٹھل شاہ عجیب سے انداز میں ہنسنے لگا پھر وہ سوچ میں ڈوب گیا اور خاصی دیر خاموش رہنے کے بعد بولا۔

”تمہیں وہاں سے نکلے ہوئے کتنا عرصہ ہو گیا؟“

”کئی سال۔“

”جب تم وہاں تھے تو تم نے دانش منصور کے بارے میں کچھ سنا تھا۔“
 ”نہیں۔ میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ میں لاابالی انسان ہوں۔ دنیا سے میرا بہت کم واسطہ رہا ہے۔“ میرے ان الفاظ پر وہ بہت ہنسنا۔

”کیا یہی اچھی بات ہے۔ ایسے خوش نصیب چند ہی ہوتے ہیں جن کا دنیا سے مختصر واسطہ ہو۔ ورنہ۔ انسان ہزاروں بندوشوں میں جکڑ ہوا پیدا ہو جاتا ہے اور آخری سانس تک انہی میں جکڑا ہوا مر جاتا ہے۔ یہ نظام زندگی اتنا مضبوط ہے کہ اس میں کوئی تحریف کی جاسکتی۔ حالانکہ اکتاہٹ بھی کو ہوتی ہے۔ نمود ایک عمل ہے۔ کوئی بھی ذہنی طور پر اس کے لیے تیار نہیں ہوتا کہ اس کی زندگی میں کون شامل ہونے والا ہے۔ انسان اس کائنات میں آ جاتا ہے۔ والدین اس کی پزیرائی کرتے ہیں۔ اس کی پرورش کرتے ہیں اپنی فطرت اپنی بساط کے مطابق وہ ان کا محکوم ہوتا ہے کیونکہ اس وقت اس میں خاکیت کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ ان کے اپنے پسندیدہ عمل کے تحت اس کی پرورش ہوتی ہے۔ جوان ہو جاتا ہے مختلف مراحل سے گزرتا ہے اور اس کے بعد وہی بوجھ اس پر مسلط ہو جاتا ہے پھر وہ بھی اس طرح سسکتے ہوئے دم توڑ دیتا ہے۔ نہ چاہتے ہوئے بھی اسے وہی سب کچھ کرنا ہوتا ہے۔ جو صدیوں سے ہوتا چلا آیا ہے۔ رشتے ناتے دوستیاں، محبتیں ضرورتیں، سب کی سب اس سے چٹنی ہوئی ہوتی ہیں اور وہ ان سے پیچھا نہیں چھڑا پاتا۔ چنانچہ جو لوگ یہ کہہ دیتے ہیں کہ دنیا سے ان کا واسطہ بہت کم ہے وہ دوسروں کو حسرت کا شکار کر دیتے ہیں۔ انسان اگر اپنی ذات میں جی سکے تو اس سے زیادہ خوش نصیب اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ خیر میرا خیال ہے تمہیں ان باتوں سے بھی اکتاہٹ محسوس ہو رہی ہوگی۔ چلو کچھ اور باتیں کریں یا اگر آرام کرنا چاہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ ٹٹ مین انتظامات کر رہا ہے ہم لوگ کسی بھی وقت پاکستان روانہ ہو سکتے ہیں۔ اس دوران بہتر یہ ہو گا کہ آرام ہی کرو۔ مٹھل کو بہت چھوٹی سی جگہ ہے۔ تاہم یہاں نوجوانوں کی زندگی کے لیے بے شمار لوازمات ہیں۔ اگر ان سے لطف اندوز ہونا چاہو تو میری طرف سے آزادی ہے لیکن مشورہ یہی ہے تمہیں کہ اپنے آپ کو ذہنی طور پر یک سو کر کے اپنی اس پہلی مہم کی تیاری کرو کیونکہ اس کے بعد تمہاری زندگی میں لاتعداد لمحات ایسے آئیں گے جب

تمہیں اپنی پسند کا ماحول حاصل ہو سکے گا۔“

”جی مٹھل شاہ صاحب میں خود بھی کسی دلچسپی میں حصہ لینا نہیں چاہتا۔“

بعد میں تقریباً ایک ہفتہ ہمیں وہاں گزارنا پڑا تھا اور اس ایک ہفتے میں مٹھل شاہ سے میری صرف دو ملاقاتیں ہوئی تھیں۔ غیر ضروری طور پر میں بھی اس کے سامنے نہیں جانا چاہتا تھا کیونکہ بہر طور وہ مکمل طور ذہنی تبدیلی کا شکار سی لیکن اس کی اپنی سوچیں بھی آزاد تھیں خوف یہی تھا کہ کہیں میری کسی بات سے وہ مشتبہ نہ ہو جائے لیکن اس دوران میری ذہنی حالت بہت خراب رہی تھی اور میں نجانے کیا کیا منصوبے بناتا رہا تھا۔ یہاں آمد کرش ڈی ایم کے سلسلے میں اپنی کارروائی اور اس سے حاصل شدہ نتائج میری توقع سے بہت زیادہ تھے۔ میں اپنے آپ کو اپنی اس کارکردگی میں بالکل مکمل سمجھتا تھا اور اپنے اس مشن کو نہایت کامیاب قرار دیتا تھا لیکن اس کے باوجود مٹھل شاہ کو جس حیثیت سے ساتھ لے کر جانا تھا وہ میرے لیے غم و اندوہ کا باعث تھی۔

مٹھل شاہ کو میں نے ہر طرح سے ٹول لیا تھا۔ میں تو روز آرگنائزیشن کی تمام تر کارروائیوں کے باوجود ان لوگوں کو چکر دے کر نکل گیا تھا لیکن مٹھل شاہ کا انتہائی باریک بینی سے جائزہ لینے کے بعد میں نے یہ اندازہ لگالیا تھا کہ وہ پوری طرح اس ادارے کی سائنسی کارروائیوں کی گرفت میں ہے اور اس کے اندر اور کوئی جذبہ پوشیدہ نہیں ہے۔

ایک ہفتے کے بعد ٹنٹ مین نے ہم سے ملاقات کی۔ یہ آدمی جرائم پیشہ ہونے کے باوجود ایک عجیب سی کیفیت کا حامل تھا جسے پسندیدگی کی نظروں سے دیکھا جاسکتا تھا۔ اس نے ہمیں اطلاع دی کہ ہمارے پاکستان روانگی کے تمام انتظامات مکمل ہو چکے ہیں اور آج رات ساڑھے بارہ بجے کی فلائٹ سے ہمیں پاکستان روانہ ہو جانا ہے۔ تیاری کے لیے کئی گھنٹے باقی ہیں چنانچہ ہم تیار ہو جائیں۔ بہر حال کچھ بھی تھا مسرت اور خوشی کی ایک لہر میرے رگ و پے میں سرایت کر گئی۔ حالانکہ مجھ جیسا یہ نصیب انسان اور کوئی شاید ہی ہو۔ بہت کچھ تھا میرے اطراف لیکن میرے ماں باپ نہیں تھے۔ میری شناخت نہیں تھی اپنے آپ کو اس تصور سے بہت دور ہٹا لیا تھا لیکن فطرت انسانی سے نہیں ہٹ سکا تھا۔ تیاریاں مکمل ہو گئیں۔ ٹنٹ مین نے ہمیں ائرپورٹ بھجوا دیا اور وہاں سے ہم ایک طیارے کے ذریعے پاکستان روانہ ہو گئے۔ مٹھل شاہ ویسے بھی بہت کم گفتگو کرتا تھا۔ میں خاص طور

سے اس کی صحت پر حیران تھا۔ اس کی صحت بہت عمدہ ہو گئی تھی۔ حالانکہ عمر اچھی خاصی تھی لیکن نوجوانوں ہی کے مانند چاق و چوبند تھا۔ یہ بھی روز آرگنائزیشن ہی کا عطیہ تھا۔ راستے میں ہمارے درمیان بہت کم گفتگو ہوئی اس نے چند ہی باتیں کی تھیں۔ خاموش بیٹھا ہوا تھا اور مجھے یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ اس وقت پاکستان کے بارے میں سوچ رہا ہے۔ نجانے اس کی ذہنی کیفیت کیا ہے۔ دانش منصور کے سلسلے میں تو یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ اس کی سوچ میں کوئی لچک نہیں ہے۔ اسے سب کچھ یاد ہے وہ محبت وہ جذبے جو اس کے دل میں دانش منصور کے لیے تھے لیکن پرناہ وہیں گر رہا ہے۔ ساری باتیں اپنی جگہ لیکن جو منصب اسے سونپا گیا ہے وہ اس کی تکمیل کے لیے دل و جان سے آمادہ ہے بلکہ اس میں ایک نہایت بھیاںک پہلو ہے کہ وہ دانش منصور کی جذباتی کیفیت سے بھی فائدہ اٹھانے کا خواہشمند ہے گویا اگر کبھی اس کا دانش منصور سے براہ راست سامنا ہو جائے تو وہ اپنی محبتوں کا اظہار کر کے اسے اپنے جال میں جکڑے گا اور اس کے بعد روز آرگنائزیشن کی ہدایت کے مطابق اسے ہلاک کر دے گا۔ کیا اس کی اس کیفیت کو بدلا جاسکتا ہے۔ مٹھل شاہ بھی میرے لیے ایک اتنا بڑا مقام رکھتا تھا کہ اپنا بدترین دشمن ہونے کے باوجود میں اس کے ہاتھ کے ناخن کو بھی نقصان پہنچانا نہیں چاہتا تھا اور یہ بات میں اچھی طرح جانتا تھا کہ اس میں اس کا ذاتی فیصلہ کچھ نہیں ہے بس اسے ایک مرض لاحق ہو گیا ہے اس کے علاج کا معاملہ تھا۔ کس طرح علاج کیا جاسکتا ہے بہر حال اب اس کا فیصلہ کراچی پہنچنے کے بعد ہی ہو گا لیکن میں ایک ذمے داری لے کر وہاں پہنچا تھا اور دوسری ذمے داری لے کر واپس آ گیا تھا۔ پہلی ذمے داری تو خدا کے فضل سے بہت خوش اسلوبی سے پوری ہو گئی تھی بلکہ میں چند وطن دوستوں کی مدد کی سعادت بھی حاصل کر چکا تھا۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ اس دوسری ذمے داری میں مجھے کس طرح سے سرخروئی حاصل ہوتی ہے۔ ایک ہفتے کے منا کو کے قیام کے دوران میں نے ایک منصوبہ تو تقریباً اپنے ذہن میں تیار کر لیا تھا اور اس کی تمام خامیوں اور خوبیوں پر غور کیا تھا۔ یہاں آکر اس کی تکمیل کے مراحل تھے حالانکہ ائرپورٹ پر اترنے کے فوراً بعد میں مٹھل شاہ کو اس طرح جکڑ سکتا تھا کہ اس کے فرشتے بھی میرے چنگل سے نہ نکل سکیں لیکن ایسا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ پھر سفر مکمل ہو گیا۔ جہاز کراچی کے رن وے کے اوپر چکر لگانے لگا۔ مٹھل شاہ نے

اچانک مسکرا کر پوچھا۔

”کراچی ائرپورٹ کے تو وہی رنگ ڈھنگ ہوں گے۔“

”مثلاً؟“

”کسٹم“ حکام“ سوالیہ نگاہوں سے چہروں کو ٹٹولتے ہوں گے اور سودے بازی کی فکر میں سرگرداں رہتے ہوں گے۔ باہر ٹیکسی ڈرائیور اپنے من پسند مسافروں کی تلاش میں رہتے ہوں گے اور انہیں بے وقوف بنانے کے چکر میں ہوتے ہوں گے۔ اس سے آگے دوسرے ملکوں سے خصوصاً“ لوٹنے والوں کی تاک میں وہ لوگ لگے رہتے ہوں گے جو کہیں بھی موقع پا کر انہیں لوٹ لیں۔ ایک مخصوص رنگ ہے ایک مخصوص ڈھنگ ہے اس میں کوئی تبدیلی شاید نہیں آئی ہوگی۔“

میں ایک لمحے کے لئے افسردہ ہو گیا جو کچھ مٹھل شاہ کہہ رہا تھا۔ وہ بہت سے لوگ کہتے ہوں گے میرے وطن کے بارے میں لیکن کیا کروں جن لوگوں کے سپرد یہ معاملات سنبھالنے کی ذمہ داری ہے وہی اپنے فرائض سے غافل ہیں اور اپنی ذات کی بلندی کے لیے سرگرداں ہیں تو باقی کوئی کیا کر سکے گا۔ مٹھل شاہ نے یہ الفاظ کہہ کر میرے جذبہ ملی کو مغموم کر دیا تھا۔ میں نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا لیکن مٹھل شاہ کا کہا ہوا ایک لفظ بھی غلط نہیں تھا وہی سب کچھ پیش آیا۔

==☆☆☆☆==

ہم باہر نکل آئے۔ ٹیکسی ڈرائیور نے ایک ہوٹل تک جانے کے لیے اتنی رقم طلب کی جو کسی طور جائز نہیں تھی بہر حال جانا پڑا۔ ایک عمدہ ہوٹل پہنچ گئے۔ فی الحال ہوٹل ہی میں قیام کرنا ضروری تھا کیونکہ مجھے اپنی شخصیت کو بھی برقرار رکھنا تھا۔ ہوٹل میں ہم نے برابر برابر کے دو کمرے حاصل کیے اور مٹھل شاہ اپنے کمرے میں مقیم ہو گیا۔ اس نے مجھ سے کہا۔

”اگر تمہکن نہ محسوس کر رہے ہو تو آؤ بیٹھو میرے پاس تھوڑی دیر کچھ باتیں کریں گے بلکہ چائے منگوا لو اور اگر تمہکے ہوئے ہو تو کوئی تکلف نہیں ہے۔“

”نہیں مٹھل شاہ صاحب میں حاضر ہوں۔“

چائے کے گھونٹ لیتے ہوئے اس نے کہا۔ ”وطن کی خوشبو ایک الگ ہی حیثیت رکھتی ہے نجانے کتنے عرصے کے بعد میں نے اپنے وطن کی سرزمین پر قدم رکھا ہے۔ شاید تم اس بات پر یقین نہ کرو کہ مجھے اس کی ہواؤں سے عشق ہے۔ میں وہ سب کچھ محسوس کر رہا ہوں جو ایک محب وطن شخص محسوس کرتا ہے میرا دل چاہ رہا ہے کہ میں کراچی کی سڑکوں پر دوڑیں لگاتا پھروں۔ ابھی سے ان تمام چیزوں کو دیکھنا شروع کر دوں۔ جن کا میری زندگی سے تعلق تھا۔ ماضی کا ایک ایک لمحہ مجھے یاد ہے لیکن کتنی افسوس ناک بات ہے کہ میں جتنے عرصے یہاں سے دور رہا ہوں اتنے عرصے کی کارروائی مجھے یاد نہیں ہے۔ مجھے اغوا کیا گیا تھا۔ نجانے کیسی کیسی مشکلات سے گزرنے کے بعد میں نے اپنے آپ کو کچھ لوگوں کے درمیان پایا تھا لیکن کم بختوں نے میرے ہوش و حواس قائم نہیں

رہنے دیے ایک پورا گروہ میرے چکر میں پکڑ گیا تھا۔ کیا چاہتا تھا وہ مجھ سے خدا ہی جانے کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ اگر میرے وہ گم شدہ لمحات مجھے مل جائیں تو شاید میں اس بات پر غور کر سکوں کہ وہ لوگ مجھ سے کیا چاہتے تھے یا کیوں انہوں نے مجھے اغوا کیا تھا۔ آستانہ تھا میرا۔ میں وہاں ایک مخصوص طریقہ کار کے تحت کام کرتا تھا اور یہ بات مجھے اچھی طرح معلوم تھی کہ بے شمار افراد مجھ سے خوفزدہ ہیں اور میرے خلاف کچھ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ کئی بار میرے خلاف کارروائیاں بھی ہوئیں بلکہ سچی بات یہ ہے کہ اس لڑکے نے جس کا نام فیصل تھا۔ ایک بار میری بڑی مدد کی تھی اور اس کے نتیجے میں میں اسے اپنی آرزوؤں کا محور بنانے کے لیے آمادہ ہوا تھا۔ مجھے اس کی ذات میں ایک ایسی سرکشی نظر آئی تھی کہ میں نے دل میں یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ ایک دن وہ ناقابل تسخیر بن جائے گا۔ یقین کرو میں نے اسے دنیا دکھائی، اسے اس کی سطح سے بہت اوپر لاکر دنیا کے بارے میں سکھایا پڑھایا اور میں نہیں بتا سکتا کہ آج جب دنیا کے دو اتنے بڑے بڑے ادارے اس کے خلاف یہ سب کچھ کرنے پر آمادہ ہوئے ہیں تو مجھے اس بات سے کتنی خوشی ہو رہی ہے۔ ارے وہ معمولی سا لڑکا جو ایک ٹرک پر کلینر تھا آج ایک بین الاقوامی حیثیت کا مالک ہے۔ وہ لوگ کہتے ہیں کہ دانش منصور نے انہیں دنیا بھر میں زک پہنچائی ہے۔ اس ٹرک کلینر نے اس معمولی سے لڑکے نے جس کا کوئی ماضی نہیں تھا جو صدر میں بسیں صاف کرتا تھا۔ گاڑیاں دھوتا تھا۔ کوئی غور تو کرے یہ عروج کیا حیثیت رکھتا ہے۔

میں نے ایک بار پھر غم آلود نگاہوں سے محل شاہ کو دیکھا اور اس کے بعد دکھ بھرے لہجے میں بولا۔

”آپ اس کی اتنی تعریفیں کیوں کر رہے ہیں۔ محل شاہ صاحب مجھے افسوس ہو رہا ہے ایک ایسا آدمی جسے آپ نے تعمیر کیا۔ آپ نے اسے آسمان کی بلندیوں تک پہنچا دیا۔ اگر روز آرگنائزیشن کا دشمن بھی ہے تو آپ کا دشمن تو نہیں ہے۔ وہ تو آپ کی اپنی تعمیر ہے آپ اس تعمیر کو کیوں ڈھا دینا چاہتے ہیں۔“

”یہی تو سب سے نازک نکتہ ہے جو بات میں خود نہیں سمجھ پا رہا۔ میرے نوجوان دوست وہ ہیں تمہیں کیسے سمجھا سکتا ہوں۔“

”آپ اپنی سوچ میں کوئی تبدیلی تو پیدا کر سکتے ہیں۔“

”نہیں کر سکتا اور تم بھی اس کی کوشش نہ کرو۔ ظاہر ہے تمہیں اپنی کے توسط سے یہ منصب دیا جا رہا ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ آج کے بعد ہمیں ایسی جذباتی گفتگو نہیں کرنی چاہیے جو ہمارے راستے روکنے کا باعث بن جائے جو مقصد ہے ہمارا ان کی تکمیل کریں۔“

میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی پھر بہت دیر کے بعد میں محل شاہ کے پاس سے اٹھ کر اپنے کمرے میں آگیا۔ اس کی گفتگو نے ذہنی طور پر مجھے بہت ملول کر دیا تھا لیکن اس بات کے امکانات تھے کہ اس کی اپنی شخصیت واپس آجائے۔ محل شاہ کا تو میں بال بیکا بھی نہیں ہونے دینا چاہتا تھا۔ اسے بڑی حفاظت کی ضرورت ہے۔ وہ جو کچھ کرنا چاہتا ہے ظاہر ہے اس میں کامیاب نہیں ہو سکے گا۔ ناکامی کی شکل میں اس پر کیا رد عمل ہوتا ہے۔

روز آرگنائزیشن کی کارروائیوں کے نتیجے میں محل شاہ جو کچھ بن گیا تھا۔ مجھے اس کا پورا پورا احساس رکھنا ہو گا۔ وہ ایک احمق انسان نہیں تھا بلکہ جس کارروائی کے لیے وہ یہاں پہنچا تھا اسے کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لیے میں اس بات کو بھی نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ کہ وہ درپردہ مجھ پر بھی نگاہ رکھے۔ اتنا ہی محتاط ہونا چاہیے اسے اور جہاں تک میرا اندازہ تھا محل شاہ اتنا ہی محتاط تھا۔ چنانچہ ابھی صبر سے کام لیتے ہوئے مجھے یہ انتظار کرنا تھا کہ وہ اپنی کارروائیوں کا کس طرح آغاز کرتا ہے۔ جلد بازی کر کے میں کام نہیں خراب کرنا چاہتا تھا چنانچہ میں بالکل پرسکون رہا۔

وقت کافی گزر گیا۔ محل شاہ اپنے کمرے میں پرسکون تھا۔ مجھ سے ایک دوبار اس نے فون پر بات چیت کی تھی اور کہا تھا کہ ابھی تھوڑا سا صبر و سکون درکار ہے۔ اس کے بعد ہم کارروائی کا آغاز کریں گے پھر پہلی کارروائی کی طور پر اس نے مجھ سے کہا۔

”مسٹر فراز تم یہ نہ سمجھنا کہ کسی طور تم میرے محکوم ہو۔ اگر تم کہیں آنا جانا چاہو تو آجاسکتے ہو۔ ہم دونوں کو مل کر یہ کام سرانجام دینا ہے۔ میں کچھ فیصلے کر رہا تھا جس کے لیے میں نے ابھی تک اپنے آپ کو ہوٹل کے کمرے میں مقید رکھا ہے۔ اس دوران پہلا فیصلہ جو میں نے کیا ہے وہ یہ ہے کہ ہمیں فوری طور پر اپنے لیے کوئی رہائش گاہ تلاش کرنی چاہیے۔ ہوٹل کے اس کمرے میں رہ کر ہم ذرا برابر کام نہیں کر پائیں گے۔ ہمیں

ایک مناسب رہائش گاہ درکار ہوگی تو کیا خیال ہے اس کی تلاش میں نکلیں؟

”جیسا آپ پسند کریں مٹھل شاہ صاحب۔“

”پھر ہم کراچی کی سڑکوں پر نکل آئے۔ میں نے کراچی کے کئی علاقے منتخب کیے۔

ہم نے اسٹیٹ ویلروں سے ملاقات کی۔ پیسے اگر جیب میں ہوں تو کراچی میں کوئی کام کبھی مشکل نہیں ہوتا۔ اسٹیٹ ویلر نے ہم سے فلیٹ کے بارے میں پوچھا تو مٹھل شاہ نے فوراً

ہی انکار کر دیا۔ اس نے مجھ سے سرگوشی میں کہا۔“

”فلیٹ بالکل ہمیں چلے گا کیونکہ یہاں کے فلیٹوں میں پرائیویسی نہیں ہوتی۔ اس

پاس کے لوگ فوراً ہی یہ معلوم کرنے میں سرگرداں ہو جاتے ہیں کہ برابر میں جو شخص رہا رہا ہے وہ کون ہے کیا ہے کہاں سے تعلق رکھتا ہے کیا کھاتا ہے کیا پیتا ہے۔“

گلشن اقبال کے خوب صورت علاقے میں اسٹیٹ ویلر نے ہمیں ایک چھوٹا سا

حسین مکان دکھایا جس کے آس پاس کنسٹرکشن ہو رہی تھی۔ پر رونق علاقے میں تھا۔

تھوڑے ہی فاصلے پر بھری پری سڑک موجود تھی۔ مٹھل شاہ نے اسے پسند کیا اور ہم نے

منہ مانگے کرائے پر اسے حاصل کر لیا۔ اس سے زیادہ اور کیا درکار تھا۔ سامان کچھ تھا ہی

نہیں پھر جو کچھ تھا اسے لے کر ہم بالا آخر اس مکان میں منتقل ہو گئے۔ سامنے کے مکان

سے ایک خاندان کو بلا کر اس سے پورے مکان کی صفائی کرائی گئی۔ مٹھل شاہ نے

مسکراتے ہوئے مجھ سے کہا۔

”دنیا کا بنیادی مسئلہ پیٹ ہے چنانچہ اس کچن کو ہمیں سجانا ہوگا۔ سرسری طور پر ہی

سہی چند انتظامات کر لینے چاہئیں۔ ویسے سچ بتاؤ میرے دوست کیا اس عمل میں تمہیں

لطف نہیں آ رہا۔ ہم لوگ کس مقصد کے تحت یہاں پہنچے ہیں اور کس انداز میں کام کر

رہے ہیں لیکن میرا یہ اصول ہے کہ جو کام بھی کیا جائے اس میں جلد بازی نہیں ہونی

چاہیے۔ اس بارے میں مجھے جس قدر بریفنگ دی گئی ہے اس میں خصوصی طور پر اس

بات کی نشاندہی کی گئی ہے کہ دانش منصور ایک ذہین ترین نوجوان ہے اور اس کے سلسلے

میں ابھی کچھ عرصے پہلے لیٹھ اشمیر نے ایک مشن بھیجا تھا جس میں اسے بری طرح ناکامی

ہوئی ہے۔ فلیک رابنس اور اس کی ایک ساتھی لڑکی شیری رابنس اس مقصد کے لیے

یہاں پہنچے تھے لیکن پتا یہ چلا کہ ان دونوں کو بڑے اطمینان سے ہلاک کر دیا گیا۔ بہر حال

ہمیں روز آرگنائزیشن کو یہ رپورٹ نہیں دینی کہ ہم ناکام ہو گئے۔ میں اپنے کسی مشن میں

ناکامی نہیں چاہتا۔“

کچن کے لیے ضروری اشیاء خرید لی گئیں۔ ہم نے گھریلو زندگی کا آغاز کر دیا تھا۔

مٹھل شاہ کے لیے میرے دل میں احترام اور محبت کا مندر موجزن تھا۔ بہت عجیب و غریب حالات سے گزر رہا تھا میں پھر مٹھل شاہ نے کہا۔

”اب میرے دوست تمہیں اپنا کام کرنا ہے تم اس سلسلے میں مجھ سے زیادہ

باصلاحیت ثابت ہو گے۔ تمہیں یہ معلوم کرنا ہے کہ دانش منصور کے مشاغل کیا ہیں کہاں

اس کا قیام ہے۔ کتنے افراد اس کے ساتھ باعمل ہیں۔ بات صرف اتنی سی ہے کہ ہم اسے

زندگی سے محروم کر دینا چاہتے ہیں وہ کیا کر رہا ہے اور کیا کرتا ہے ہمیں اس سے کوئی

دلچسپی نہیں ہمیں صرف ایسے پوائنٹس درکار ہیں جن کے تحت ہم اپنے مقصد میں کامیاب

ہو جائیں میں چاہتا ہوں تم اس کا آغاز کرو۔ میں اپنے طور پر بھی کوشش کروں گا لیکن

تم سے بھی مجھے بہت سی توقعات وابستہ ہیں۔“

”بہت بہتر مٹھل شاہ صاحب میں اس مقصد کے لیے ابھی نکل جاتا ہوں۔“ کچھ دیر

کے بعد میں باہر نکل آیا۔ اپنی غیر موجودگی میں مٹھل شاہ کے مشاغل دیکھنا چاہتا تھا چنانچہ

ایک ٹیکسی روک کر میں نے ڈرائیور سے انتظار کرنے کے لیے کہا۔ میرا اندازہ بالکل

درست نکلا۔ کچھ دیر کے بعد مٹھل شاہ بھی باہر نکل آیا تھا۔

وہ پر اعتماد قدموں سے چلتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا پھر تھوڑے ہی فاصلے پر ایک ٹیکسی

خالی ہوئی تو وہ اس کی جانب بڑھ گیا۔ ٹیکسی ڈرائیور سے گفتگو کر کے اس نے عقبی دروازہ

کھولا اور اندر بیٹھ گیا پھر جب ٹیکسی اشارت ہو کر آگے بڑھی تو میں نے اپنے ڈرائیور کو

اشارہ کیا۔

”اس کا نمبر ذہن میں رکھو بس ہمیں اس ٹیکسی کا تعاقب کرنا ہے۔“ میرے ٹیکسی

ڈرائیور نے بھی ٹیکسی اشارت کر کے آگے بڑھا دی تھی۔ مٹھل شاہ کی گاڑی آگے بڑھتی

رہی اور اس وقت میرے دل کو ایک عجیب سی کیفیت کا احساس ہوا جب وہ شاہراہ فیصل پر

آگئی۔ مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ مٹھل شاہ کہاں جا رہا ہے۔ میں خاموشی سے سامنے دیکھتا رہا۔

ٹیکسی فاصلہ طے کرتی ہوئی بالا آخر لائنڈھی کالونی میں داخل ہو گئی۔ مٹھل شاہ اس جگہ پہنچ

گیا اور ٹیکسی سے ٹیک کر کھڑا ہو گیا۔ جس جگہ اس کا آستانہ تھا وہاں اب دوسرے مکانات بنے ہوئے تھے جن کے سامنے بچے کرکٹ کھیل رہے تھے۔ نجانے کون اس زمین پر قابض ہو گیا تھا۔ نجانے کس نے اسے اپنی ملکیت بنالیا تھا۔ مٹھل شاہ دیر تک وہاں کھڑا رہا اس کے بعد ٹیکسی میں بیٹھ کر واپس چل پڑا پھر میں نے اسے کراچی کی مختلف سڑکوں کی آوارہ گروہ کرتے ہوئے دیکھا وہ پرانی یادوں کو تازہ کر رہا تھا۔ اس جگہ بھی پہنچا جہاں وہ فلیٹ موجود تھا۔ جس میں اس نے مجھے رکھا تھا اور جہاں مسز خان نے میری تربیت کی تھی۔ وہاں بھی کچھ دیر رکنے کے بعد وہ غالباً گھر واپس جانے کے لیے پلٹ پڑا۔ اس بات سے کم از کم مجھے یہ اندازہ بھی ہو گیا تھا کہ یہاں کہیں اور اس کا کوئی رابطہ نہیں ہے۔ لیتھ اشیر نے اس کی ضرورت نہیں محسوس کی تھی۔ اس کا کام کرنے کا انداز یہی تھا۔ پہلے بھی اس نے فلیک رابنس اور شیریں رابنس پر اکتفا کیا تھا اور انہی دونوں کو ان کی ذمہ داری سونپی تھی۔ اس بار بھی ٹٹ مین کے ذریعے اس نے موثر منصوبہ بنایا تھا۔ فلیک رابنس اور شیریں رابنس کا مسئلہ بالکل مختلف تھا لیکن مٹھل شاہ والا منصوبہ بے حد جاندار تھا۔ بقول لیتھ اشیر تلوار کو تلوار سے کاٹنا چاہتا تھا اور مٹھل شاہ اس لحاظ سے درحقیقت بہت کارآمد شخصیت تھی۔ اگر اس مشن کے سلسلے میں مجھے یہ حیثیت حاصل نہ ہو جاتی اور مٹھل شاہ کا منصوبہ میرے علم میں نہ ہوتا تو درحقیقت دنیا بھر کو دھوکا دے سکتا تھا مٹھل شاہ کو نہیں اور اس اعتماد میں مارا جاتا۔ یہ بھی قدرت کا کچھ عجیب سا کھیل تھا۔ مجھے نہ صرف حقیقت سے روشناس کر دیا تھا بلکہ اپنے ہی قتل کے سلسلے میں میری بھی مصروفیات اتنی ہی اہمیت رکھتی تھیں جتنی مٹھل شاہ کی۔

بالا آخر مٹھل شاہ اسی جگہ ٹیکسی سے اتر گیا جہاں سے وہ بیٹھا تھا۔ میرا ٹیکسی ڈرائیور نہایت خاموشی سے اپنا کام سرانجام دے رہا تھا۔ جب میں نے اسے وہاں سے آگے بڑھنے کے لیے کہا تو وہ حیرانی سے بولا۔

”صاحب ایسا مجرم ہماری سمجھ میں نہیں آیا جو بس ٹیکسی میں بیٹھ کر سیر کرتا پھرے اور پھر ادھر واپس آگیا۔“

میں ہنسنے لگا میں نے اس سے کہا۔

”اب تم مجھے صدر میں اتار دو۔“

ٹیکسی ڈرائیور کو میں نے اس کی توقع سے زیادہ انعام دیا اور وہ خوش ہو کر سلام کرتا ہوا وہاں سے چلا گیا پھر پی سی او سے میں نے رشید ناگی کو فون کیا۔ رشید ناگی سے رابطہ قائم ہونے میں ذرا سی دیر لگی تھی۔ میں نے بس ایسے ہی ایک فرضی نام لے دیا تھا کیونکہ اپنے نام سے اگر یہ بات کرتا وہاں اچھی خاصی ہلچل مچ جاتی۔ رشید ناگی فون پر آگیا تھا۔

”میں نے آپ کو پہچانا نہیں مسٹر افتخار، کون ہیں آپ اور مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟“

”میں صدر میں سٹی پوسٹ آفس کے پاس موجود ہوں اور تمہاری ضرورت محسوس کر رہا ہوں فوراً آجاؤ اس کے بعد تم سے کہیں بیٹھ کر باتیں کروں گا۔“ میں نے اصل آواز میں کہا اور رشید ناگی ایک لمحے کے لئے خاموش ہو گیا پھر آہستہ سے بولا۔

”چیف۔“

”ہاں میں ہی ہوں۔“

”میں آرہا ہوں چیف۔“ رشید ناگی نے بردباری سے کام لیتے ہوئے کہا۔ اس نے مجھ پر سوالات کی بوچھاڑ نہیں کر دی تھی بلکہ اپنے آپ کو نارمل رکھا تھا۔ میں سٹی پوسٹ آفس کے سامنے فٹ پاتھ پر لگی ہوئی ریلنگ کے سہارے کھڑا ہو گیا۔ کوئی خوف نہیں تھا کہ کوئی مجھے پہچان لے گا۔ رشید ناگی میرے اس میک اپ کے بارے میں اچھی طرح جانتا تھا اسے دقت نہیں ہوگی۔ کچھ دیر کے بعد اس کی کار پوسٹ آفس کے سامنے کھڑی ہوئی اسکوٹروں اور موٹر گاڑیوں کے ساتھ آگئی۔ میں اس کے قریب پہنچ گیا اور ڈرائیونگ سیٹ کے برابر والا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔ میں نے اس سے کہا۔

”چلو سیدھے چلتے رہو کلشن چل کر بات کریں گے۔“ رشید ناگی نے کار اشارت کر کے آگے بڑھا دی تھی۔ اس کے کان کی لونیں سرخ ہو رہی تھیں۔ اندر سے وہ جس قدر پر جوش تھا اس کا مجھے پوری طرح اندازہ تھا لیکن ضبط کیے ہوئے تھا۔ راستے بھر ہم دونوں نے کوئی بات نہیں کی تھی۔ کلشن پہنچ کر میں نے اس سے لیفٹ سائڈ چلنے کے لیے کہا اور ہم لوگ کیسینو کے بغلی حصے میں بنی ہوئی پتھریلی دیوار تک پہنچ گئے۔ اس وقت یہاں ہمارا سوا اور کوئی نہیں تھا۔ میں نے دروازہ کھول کر نیچے اترتے ہوئے کہا۔

”آؤ رشید ناگی بیٹھ کر باتیں کریں گے۔“

وہ خاموشی سے میرے ساتھ آگے بڑھا اور پتھری دیوار پر بیٹھ گیا۔
 ”چیف اگر اس وقت آپ میرا بلڈ پریشر دیکھیں تو آپ کو خود یقین نہیں آئے گا
 میں جس قدر ذہنی ہیجان کا شکار ہوں الفاظ میں نہیں بیان کر سکتا۔“
 ”مجھے اندازہ ہے ناگی۔“

”اب آپ میرے اس بلڈ پریشر کو کم کرنا پسند فرمائیں گے۔“

”کئی دن ہو گئے یہاں پہنچے ہوئے عجیب و غریب حالات میں پہنچا ہوں۔ تفصیل یہ
 ہے کہ تھوڑا سا کام کرنے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ کرش ڈی ایم کے چیف لیتھ اشمیر تک
 پہنچ گیا تھا لیکن اسے ہلاک نہیں کیا کیونکہ اس کی ہلاکت اس وقت ایک اہم مشن کے
 سلسلے میں نقصان دہ ہو سکتی تھی۔ مجموعی طور پر یوں سمجھ لو کہ مٹھل شاہ کو ساتھ لے کر آیا
 ہوں۔“

رشید ناگی بری طرح اچھل پڑا۔ پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھتا ہوا بولا۔
 ”مٹھل شاہ کو لے کر آئے ہیں؟“

”ہاں اور اب اس سلسلے میں ہی تمہیں تفصیل بتا رہا ہوں۔ بڑے دلچسپ اور عجیب
 و غریب واقعات کا سامنا کرنا پڑا ہے ناگی۔ میرا خیال ہے میں تمہیں پوری تفصیل بتاؤں۔“
 میں نے ناگی کو مختصر الفاظ میں اپنے اسپین پیسے کی کہانی سنائی وہاں پیش آنے والے واقعات
 بتائے پھر لیتھ اشمیر سے ملاقات اور لیتھ اشمیر کا انکشاف اور اس کے بعد منا کو سے ایک
 عجیب و غریب کیفیت میں مٹھل شاہ کے ساتھ یہاں آنے تک کی داستان سنا دی۔ رشید ناگی
 پر حیرت کے دورے پڑ رہے تھے۔ وہ تصویر حیرت بنا ہوا میری صورت دیکھ رہا تھا پھر اس
 نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا اور آنکھیں بند کر کے بیٹھ گیا۔ مجھے ہنس آگئی میں نے کہا۔
 ”یہ تمام واقعات ایسے ہی ہوش ربا کیفیت کے حامل ہیں۔ چیکا س برادرز یہاں پہنچ
 گئے ہیں؟“

”جی چیف۔“

”میریسا کے بارے میں انہوں نے تفصیلات تو بتائی ہوں گی؟“

”نہیں چیف نہ انہوں نے بتائیں نہ میں نے ان سے پوچھا۔ میں جانتا تھا کہ اگر
 آپ مجھ تک کوئی رپورٹ پہنچانا چاہتے تو وہ خود مجھے تفصیل بتاتے۔ اس کا مطلب یہ تھا

کہ آپ نے انہیں اس سلسلے میں ہدایت نہیں کی اور جس کام کی ہدایت آپ نے انہیں
 نہیں کی چیف ظاہر ہے میں اس کے لیے انہیں کیسے مجبور کر سکتا تھا؟“
 ”ہوں ادھورا کام تھا کیا تفصیل بتاتا تمہیں۔ تو اب صورت حال یہ ہے کہ مٹھل
 شاہ مجھے قتل کرنے آئے ہیں اور مجھے ان کی اس قتل کے سلسلے میں مدد کرنی ہے۔“
 رشید ناگی ہچانی طور پر ہنس پڑا پھر بولا۔

”اس سے زیادہ حیرت ناک الفاظ اور کوئی نہیں ہو سکتے چیف تو پھر اب کیا ارادہ ہے
 آپ کا؟“

”اس سلسلے میں ظاہر ہے تم سے مشورہ کرنا ہے لیکن ابھی کچھ وقت درکار ہو گا۔
 مٹھل شاہ سے بہت دیر دور رہنا مناسب نہیں ہے۔“
 ”نہیں چیف میرا خیال ہے آپ جس مشن پر نکلے ہیں وہ ایک لمحے میں تو سرانجام
 نہیں پاسکتا۔“

”ہاں اتنی جلدی بھی نہیں ہے مجھے ایک اندازہ خاص طور سے میں لگاتا رہا ہوں
 کہ یہاں کسی اور کو تو یہ ذمے داری نہیں سونپی گئی کہ مٹھل شاہ کی مدد کرے۔ بظاہر تو
 کوئی اندازہ نہیں ہو سکا۔ لیکن اس کے باوجود میں تمہیں اس مکان کا پتا بتا رہا ہوں۔ بہت
 ہوشیار لوگوں کو اس کی نگرانی پر مقرر کر دیا نہیں بس یہ اندازہ لگانا ہے کہ کہیں کچھ لوگ
 درپردہ مٹھل شاہ کی نگرانی بھی تو نہیں کرتے۔ ایسا ممکن ہو سکتا ہے کیونکہ مٹھل شاہ اسی
 ملک کا آدمی ہے۔ لیتھ اشمیر بلکہ یوں کہو روز آرگنائزیشن اور ڈان سینٹر اپنے طور پر خفیہ
 کارروائیاں بھی کر سکتے ہیں۔“

”جی چیف میں سمجھ گیا کیا آپ مطمئن رہیں۔ ہمارے آدمی پوری چوکی سے اس
 بات کی نگرانی کریں گے ویسے چیف ایک بات کہوں اگر برا نہ مانیں۔“
 ”ہاں ہاں ضرور۔“

”چیف ہمیں بڑی آسائیاں ہو گئی ہیں۔ شاہ صاحب کو آپ جالب نعمان کے سپرد کر
 دیں۔ جالب نعمان نے اپنے کام میں بہت ترقی کر لی ہے۔ ویسے چیف صورت حال یہ ہے
 کہ یہاں کے کام معمول کے مطابق ہو رہے ہیں۔ ہمارے پاس فنڈ کی کوئی کمی نہیں ہے
 اب تو ہماری لگائی ہوئی صنعتوں نے پورا فائدہ دینا شروع کر دیا ہے۔ ملکی پیانے پر بھی

بہت سے مسائل حل ہو گئے ہیں۔ آپ خود مارکیٹ کا جائزہ لے کر اندازہ لگا سکتے ہیں لیکن چیف ہمارے خلاف کارروائیاں بھی بدستور ہو رہی ہیں۔ چھوٹے صنعت کار جو راتوں رات کروڑ پتی بننے کے خواب دیکھتے ہیں ہمارے معاملے میں پریشان ہیں۔ طرح طرح کی کارروائیاں ہو رہی ہیں۔ حکومتی پیانے پر بھی راستے روکے جا رہے ہیں اور بعض صنعتوں پر ایسی کارروائیاں کی گئی ہیں کہ ہم اپنا کام جاری نہ رکھ سکیں لیکن ہم نے ان سے نمٹ لیا ہے چیف جن صنعتوں پر ہمیں نقصان ہونا شروع ہو گیا ہے اور ان چھوٹے صنعت کاروں کو اپنی لسٹ میں رکھ لیا ہے۔ ان کے لیے ایک پلان تیار کیا جا رہا ہے جس کے تحت انہیں ان کی کوششوں میں ناکام کر دیا جائے گا۔ شاہنواز صاحب نے اور خصوصاً "فوجی حکام نے ہماری مدد کی چنانچہ جزیرے پر دن رات کام ہو رہا ہے۔ ہم نے اپنا سائنس سیکشن وہاں منتقل کر دیا ہے۔ آمد و رفت کے لیے بھی مناسب انتظامات کر لیے گئے ہیں اور اب وہاں سے ایک مخصوص ساحل تک آنے جانے میں کوئی دقت نہیں ہے۔ ہم نے ایک علاقہ اپنے لیے مخصوص کر لیا ہے اور اس ساحلی علاقے میں صرف ہمارے اسٹیمر آ جاسکتے ہیں۔ وہاں ایک عمارت بھی بنوائی ہے میں نے جس میں شہر سے رابطے کے لیے گاڑیاں بھی موجود ہیں اور دوسرے مواصلاتی انتظامات بھی۔ میں آپ کو یہ سب کچھ دکھاؤں گا آپ کو پسند آئے گا۔ میری تو یہ یہی رائے ہے کہ مشعل شاہ صاحب کو جالب نعمان کے حوالے کر کے ہم ان کی ذہنی کیفیت بالکل درست کر دیں۔" میں نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلائی اور کہا۔

"ابھی اس سلسلے میں آخری فیصلہ نہیں کیا جاسکتا ناگی، میرا منصوبہ اس سے مختلف ہے بہر حال مجھے رپورٹ موصول ہو گئی ہے۔ تمہیں اپنی آمد کی اطلاع دینا چاہتا تھا۔ میری اس بارے میں کچھ اور رائے ہے تم بھی ذرا غور کر لینا اس پر۔"

"جی چیف فرمائیے۔"

"میں کھیل میں تھوڑی سی تبدیلی کرنا چاہتا ہوں چاہے یہ تبدیلی عارضی ہی لیکن اس وقت ایک دلچسپ صورت حال پیدا ہو جائے گی۔ میری خواہش ہے کہ دانش منصور کو قتل کرا دیا جائے۔"

"جی۔" رشید ناگی حیرت سے بولا۔

"ہاں کچھ عرصے کے لیے دانش منصور کو قتل کرا دیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اس طرح میں بہت سے لوگوں کو روشنی میں لا سکتا ہوں۔"

"اوہ چیف میں سمجھ رہا ہوں لیکن کیا یہ آسان کام ہو گا؟"

"ہم کوئی آسان کام کرتے ہیں ناگی؟" میں نے ہنس کر کہا۔ ناگی پر خیال انداز میں گردن ہلا رہا تھا پھر وہ بولا۔

"جیسا آپ پسند کریں چیف لیکن میری ذمہ داری تو مجھے بتا دیجئے؟"

"ابھی جلدی نہیں ہے دو سری ملاقات میں تمہیں اس بارے میں تفصیل بتاؤں گا اور پھر اب تو صورت حال ہمارے کنٹرول میں ہے۔ ہمارا رابطہ کالر ٹرانسمیٹر پر رہے گا۔"

"جی چیف۔"

"مجھے کالر ٹرانسمیٹر مہیا کر دو۔ وہ ضائع ہو چکا ہے۔"

"اس وقت مجھ سے یہ لے لیجئے چیف اس کا نمبر پانچ ہے میں دو سرا لگا لوں گا۔"

رشید ناگی نے مجھے ننھا سا ہٹن دے دیا جو بظاہر ایک ڈبل ہٹن معلوم ہوتا تھا لیکن اصل میں وہ ایک طاقتور ٹرانسمیٹر تھا۔ میں نے یہ ہٹن اپنے کالر کے سب سے اوپری حصے میں لگا لیا۔ یہی اس کا مستقل طریقہ تھا۔ بظاہر بالکل سادہ اور معمولی سا نظر آنے والا یہ ہٹن کیا حیثیت رکھتا ہے لوگ جانتے تو ششدر رہ جاتے پھر میں نے اس سے کہا۔

"اور اب میرا خیال ہے مجھے چلنا چاہیے بس کسی ایسی جگہ چھوڑ دو جہاں سے ٹیکسی حاصل کر لوں، مشعل شاہ پر بھی پوری پوری نظر رکھنی ہے، میرا اس سے کیا ذہنی رابطہ ہے تمہیں معلوم ہے رشید ناگی۔"

"ان حالات میں اور کوئی کام تو ہو ہی نہیں سکا ہو گا چیف، آپ یقین کیجئے مشعل شاہ صاحب سے ملاقات کرنے کو میرا بھی کتنا دل چاہتا ہے تاہم میں انہیں دور سے تو دیکھ ہی لوں گا۔" رشید ناگی کے لہجے میں ایک عجیب سی کیفیت ابھر آئی جسے میں اچھی طرح سمجھتا تھا پھر اسے مزید ہدایات دینے کے بعد میں منصوبے کے مطابق ٹیکسی لے کر گلشن اقبال چل پڑا۔

دل کافی حد تک مطمئن ہو گیا تھا، رشید ناگی سے بہت سے ایسے سوالات نہیں کیے تھے جو دل میں تھے، لیکن یہ سوالات نہ کرنے کے باوجود مجھے ان کے جواب معلوم تھے۔

اگر کوئی اہم بات ہوتی تو رشید ناگی لازمی طور پر اس کا تذکرہ کرتا، میری مراد الیاس بھائی نازاں باجی اور خاص طور سے رخسار سے تھی، ان لوگوں کی خیریت دل و جان سے چاہتا تھا۔ بہر حال اطمینان تھا پہلے اس کام کی تکمیل کر لوں، بڑی ٹیڑھی منصوبہ بندی تھی لیکن یہی موثر اور کارآمد تھی۔ ان حالت سے نمٹنے کے لیے یہ سب کچھ کرنا لازمی تھا میرا پلان بہت طویل تھا اور میں اس کی نوک پلک پر غور کر چکا تھا۔ راستہ طے ہو گیا، ٹیکسی میں نے مکان کے سامنے رکوائی تھی پھر ٹیکسی ڈرائیور کو بل ادا کر کے اندر داخل ہو گیا، مٹھل شاہ کچن میں مصروف تھا، مجھے دیکھ کر مسکرا دیا اور بولا۔

”آؤ میں تمہارا انتظار کر رہا تھا، زندگی میں بہت سے کام ایسے ہوتے ہیں جو بظاہر احمقانہ نوعیت رکھتے ہیں لیکن ان کے حسن سے انکار نہیں کیا جاسکتا، ان کا اپنا ایک مقام ہوتا ہے، اب مجھے دیکھو کچن میں مصروف ہوں پیٹ کی کچھ ضرورتیں تمہیں انہیں پوری کر رہا ہوں۔“

میں ہنسنے لگا، میں نے کہا۔ ”مٹھل شاہ صاحب آپ تشریف رکھیے میں ان ضرورتوں کا انتظام کر کے آتا ہوں۔“

”نہیں آؤ میرے ساتھ مصروف ہو جاؤ۔“ مٹھل شاہ نے کہا پھر وہیں سے بولا۔

”کہو، کیا صورت حال ہے، دانش منصور کی کچھ تفصیل معلوم ہوئی؟“

”میں تو یہ سمجھتا ہوں مٹھل شاہ صاحب کہ اگر آپ کسی ٹیکسی ڈرائیور سے بھی اس کے بارے میں پوچھیں گے تو وہ آپ کو دانش منصور کے بارے میں تفصیلات بتا دے گا۔“

”اتنا مشہور ہو چکا ہے وہ یہاں، لیکن عوام میں کیسے، میرا مطلب ہے تم نے ٹیکسی ڈرائیور کے بارے میں کہا۔“

”زیادہ تفصیلات تو نہیں معلوم ہو سکیں لیکن پتا یہ چلا ہے کہ اس نے ملک میں رفاع عامہ کے لیے بے شمار کام سرانجام دیے ہیں جس کی بنیاد پر وہ انتہائی عزت و احترام کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے اور ہر شخص اسے جانتا ہے۔“

”ویری گڈ، تمہیں اس کے بارے میں معلومات کہاں سے حاصل ہوئیں، کیا کسی ٹیکسی ڈرائیور سے؟“

”نہیں شہر میں آٹو شی کے نام سے ایک ادارہ ہے۔ دانش منصور ہی کا ذیلی ادارہ ہے وہاں کے ایک شخص سے دانش منصور کے بارے میں تفصیلات معلوم ہوئیں جو میرا قدیم شناسا تھا، آٹو شی میں کام کرتا ہے، اس سے پہلے ایک اور ادارے میں ملازم تھا۔“

”آٹو شی ویری گڈ، کیا تفصیل معلوم ہوئی؟“

”دانش منصور کا قیام ڈیفنس کی ایک کوٹھی میں ہے بے شمار ادارے ہیں اس کے کوٹھی ہی میں عموماً مل جاتا ہے۔“

”ٹیلی فون نمبر معلوم ہوا؟“

”نہیں لیکن فون ڈائریکٹری میں اس کا نمبر موجود ہو گا۔“

”ہوں، خیر ہمارے پاس یہاں ٹیلی فون نہیں ہے کوئی حرج نہیں ہے ہم اس سلسلے میں الگ ہی پلاننگ کریں گے۔“

”اس کی کوٹھی کے بارے میں علم ہو گیا ہے، کیا وہاں سے کام نہیں کیا جاسکتا، باہر تو نکلتا ہو گا، میرا خیال ہے یہاں میرے تعلقات کچھ ایسے لوگوں سے بھی نکل سکتے ہیں جو ہمیں اسلحہ مہیا کر دیں۔“

مٹھل شاہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اس نے کہا۔

”تمہیں میں اسے اسلحے سے ہلاک نہیں کروں گا، بات ہی کیا ہوئی، مزہ نہیں آئے گا، اس کی ہلاکت کے لیے تو میرے پاس اور بھی بہت سے خوبصورت منصوبے ہیں، بہر حال ابھی تو اس کی ہلاکت کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا، اس سے ملاقات کروں گا اس کے ساتھ کچھ وقت گزاروں گا، دل بھر جائے گا تو پھر اپنا کام سرانجام دے لوں گا۔“

میں نے حیران نگاہوں سے مٹھل شاہ کو دیکھا، وہ مسکرا کر گردن ہلاتا ہوا بولا۔

”بہت سے رشتے ہیں اس سے میرے، دشمنی کا رشتہ تو اب قائم ہوا ہے، صرف اس ایک رشتے کے علاوہ میرے سارے رشتے اس سے محبت کے رشتے ہیں، ذرا سی معلومات حاصل کروں گا اس سے اس کے بارے میں، ابھی اس کی ہلاکت کے لیے سوچ نہیں سکتا۔“

”گڈ ویری گڈ۔“ میں نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

مٹھل شاہ میرے ساتھ چلتا ہوا اندر آ بیٹھا جو اشیاء تیار کی گئی تھیں ان سے شغل

کرتے ہوئے میں نے پوچھا۔

”تو پھر اب آپ کیا کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں مٹھل شاہ صاحب؟“ مٹھل شاہ نے نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا چند لمحات پر خیال انداز میں اسی طرح گھورتا رہا پھر ایک ٹھنڈی سانس لے کر آہستہ سے بولا۔

”خود کو مجتمع کر رہا ہوں تم سے حاصل شدہ معلومات کے تحت کوئی بہتر منصوبہ ترتیب دینے کی فکر میں ہوں اس کے بعد اپنے اس منصوبے پر کام کروں گا مجھے اس کام کی تکمیل کی بہت جلدی نہیں ہے۔“

میں غور سے مٹھل شاہ کا چہرہ دیکھ رہا تھا پھر میں نے مدہم سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

”آپ گریز کر رہے ہیں شاہ صاحب۔“

وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا پھر بولا۔

”مطلب نہیں سمجھا تمہارا؟“

”میرا مطلب ہے کہ آپ کی اس سے خصوصی وابستگی رہ چکی ہے۔ ہو سکتا ہے یہ وابستگی آپ کو اس عمل سے روک رہی ہو آپ اس کشاکش کا شکار ہوں کہ آپ نے جس پودے کو خود اپنے خون سے سینچا ہے اسے اپنے ہی ہاتھوں سے کیسے اکھاڑ پھینکیں مجھے یہی محسوس ہوتا ہے۔“

مٹھل شاہ کی آنکھیں خوابوں میں ڈوب گئیں، کچھ دیر تک وہ کچھ نہیں بولا پھر کسی قدر خشک لہجے میں اس نے کہا۔

”نہیں ایسی بات نہیں ہے اور میرا خیال ہے تمہیں اس سلسلے میں بہت زیادہ سوچنے کی ضرورت بھی نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ مجھے کس طرح اپنا کام سرانجام دینا ہے ویسے میں تمہیں اس بات کی اجازت دیتا ہوں کہ اس وقت تک جب تک میں اپنے کام کی تکمیل کے لیے آخری فیصلہ نہ کر لوں تم آزادی سے گھومو پھرو تمہارے اوپر کوئی پابندی نہیں ہے ہاں شام کو سات بجے کے بعد میں تمہیں یہاں اپنے ساتھ چاہتا ہوں وجہ کچھ بھی نہیں ہے صرف یہ کہ میں کسی بھی وقت اپنے کام کی تکمیل کے لیے کوئی فیصلہ کر سکتا ہوں اس وقت مجھے تمہیں ہونا چاہیے میری اس بات کا یہ مطلب نہ نکالنا کہ

میں تمہیں اپنی محکومیت میں لے رہا ہوں تم پر کوئی حکم مسلط کر رہا ہوں یہ ہمارا مشترکہ کام ہے جس میں مجھے ہدایت کی گئی ہے کہ میں تمہاری ذہانت سے استفادہ کروں بلکہ ایک طرح سے یوں سمجھ کہ تم اس مشن میں میرے نگراں ہو میں محافظ یا گارڈ کی حیثیت نہیں دے رہا تمہیں نگراں کا مطلب کچھ اور ہوتا ہے مجھ سے اگر کوئی غلطی ہو تو تم اسے سنبھال سکتے ہو لیکن جب تک دانش منصور کے سلسلے میں کام کرنے کی بات ہے تو یوں سمجھ لو کہ یہ لمحات جو میں صرف کر رہا ہوں بہتر پلاننگ کے لیے کر رہا ہوں میری خواہش ہے کہ میں کام موثر انداز میں کروں جس شخص سے میرا واسطہ پڑے گا وہ بھی کوئی احمق آدمی نہیں ہے۔“

”مٹھل شاہ صاحب آپ کے کسی بھی مسئلے میں مداخلت نہیں کر رہا ہوں اور یہ پیشکش میں خود اپنی طرف سے کرتا ہوں کہ آپ جس طرح پسند کریں مجھ سے کام لیں مجھے اس پر اعتراض نہیں ہو گا البتہ کچھ اور خیالات دل میں آرہے ہیں آپ اگر محسوس نہ کریں تو سوال کر لوں؟“

”ہاں ہاں میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ تم میرے گارڈ نہیں ہو بلکہ میرے نگراں ہو“

”کیا یہاں کوئی ایسا ذریعہ نہیں ہو سکتا جس سے ہم اپنے ادارے کے سرکردہ افراد سے رابطہ قائم کر سکیں۔“

”اس سوال کی ضرورت تمہیں کیوں پیش آئی؟“

”میں صرف یہ سوچ رہا تھا کہ اگر ہمارے کچھ اور معاون ہمیں یہاں مل جاتے میرا مطلب ہے ایسے لوگ جن سے ہم ضرورت کے لوگوں کی نگرانی کا کام لے سکتے تو کچھ ایسے معاملات آسان ہو جاتے جن کے لیے مجھے یا آپ ہی کو سرگرداں رہنا ہو گا۔“

”مجھے اس سلسلے میں کوئی ہدایت نہیں کی گئی لیکن یہ بات میرے علم میں ہے کہ یہاں چند افراد ایسے ضرور موجود ہیں جو ان کے خفیہ آدمی کے جاسکتے ہیں روز آرگنائزیشن یا ڈان سینٹر صرف ہم دو افراد کو بھیج کر اتنا مطمئن نہیں ہو گیا ہو گا بلکہ میرے اپنے خیال میں ایک اور بھی بات ہے وہ یہ کہ ان اداروں کے مفادات کے لیے کام کرنے والے لوگ یہاں موجود ہوں گے اور خفیہ طور پر انہیں ہدایت کر دی گئی ہوگی کہ کچھ لوگ ایسے بھیجے گئے ہیں جو دانش منصور کو صفحہ ہستی سے مٹانے کا کام سرانجام دیں

گے، ان کے بارے میں رپورٹ دی جائے، بہر حال یہ صرف میرا اندازہ ہے کوئی ایسی شخصیت میرے علم میں نہیں ہے جس کے بارے میں دعوے سے یہ کہہ سکوں کہ وہ ہمارے لیے کارآمد رہے گی۔“

”جی۔“

”اوکے ڈیر فراز، تم اس سلسلے میں نہ تو کسی قسم کا تردد کرو اور نہ اس پریشانی کا شکار ہو کہ میں دیر کیوں کر رہا ہوں، میرے دیر کرنے کی کچھ وجوہات ہیں جنہیں میری ہی ذات تک رہنے دو، ان میں کوئی ایسا نرم گوشہ نہیں ہے جس کے لیے تم سوچو کہ میں دانش منصور کی موت سے گریز کر رہا ہوں، ظاہر ہے یہ طویل سفر میں نے اسی لیے اختیار کیا ہے اور اس کی تکمیل کرنا میری ذمہ داری ہے، تم بے دھڑک جہاں چاہو آ جا سکتے ہو لیکن بس شام کو سات بجے کے بعد تمہیں میرے پاس ہونا چاہیے۔“

”میرا ابھی کوئی ایسا اہم مسئلہ نہیں ہے، بے شک کچھ شناسا یہاں ہیں، لیکن ایسے نہیں کہ میں ان کے لیے بے چین ہو جاؤں میں آپ کو پہلے ہی بتا چکا ہوں۔“

”پھر بھی تم نوجوان آدمی ہو اپنے طور پر سیرو سیاحت کرو مجھے اعتراض نہیں ہو گا۔“

میں نے خاموشی اختیار کر لی جیسے نیم رضا مند ہو گیا ہوں۔ حالانکہ یہ خود میری اپنی خواہش تھی، ظاہر ہے ہر لمحے مٹھل شاہ کے ساتھ تو نہیں لگا رہ سکتا تھا پھر میں نے اس کی اس ہدایت سے فائدہ اٹھایا۔ دوسرے دن میں گھر سے باہر نکل آیا تھا، مٹھل شاہ نے مجھے کچھ کتابوں کے نام لکھ کر دیے تھے اور کہا تھا کہ اگر بازار سے مل سکیں تو لا کر اسے دے دی جائیں، میں وہ پرچہ لے کر باہر نکل آیا، البتہ میں اس حق نہیں تھا، ہر طرح سے اپنے آپ کو محتاط رکھتا تھا ہر چند کہ مٹھل شاہ نے کہا تھا کہ اسے کسی دوسرے آدمی کی موجودگی کا علم نہیں ہے یا اگر یہاں ان کے نگراں یا محافظ ہوں تو کم از کم انہیں ان کے بارے میں اطلاع نہیں دی گئی، لیکن پھر بھی میں اس کی اس بات سے پوری طرح متفق تھا کہ روز آرگنائزیشن کے لوگ یقینی طور پر یہاں موجود ہوں گے، ڈان سینٹر کے آدمی بھی موجود ہوں گے، یہ ایک سچائی تھی کہ میں نے یہاں سے ان کے بڑے نمائندوں کی جڑیں اکھاڑ پھینکی تھیں، لیکن یہ تو نہیں کہہ سکتا تھا کہ ان کے مفادات کی نگرانی کرنے والوں کا

بھی یہاں وجود نہ ہو، نجانے ہم ہی لوگوں میں سے کون ایسا ہو گا جو انہیں یہاں کے بارے میں مفصل معلومات فراہم کرتا رہا ہو گا، چنانچہ ان سے محتاط رہنا ضروری تھا، کوئی عمل کرنے سے پہلے کافی آوارہ گردی کر لینا اور اپنے کسی متعاقب کا جائزہ لینا ضروری تھا چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا اور اس کے بعد ایک بلڈنگ کی جانب رخ کیا، اس بلڈنگ میں ہمارا ایک آدمی یونس علی اپنی بیوی، بچوں کے ساتھ رہتا تھا، ایک عام گھریلو زندگی گزارتا تھا، لیکن درپردہ ہمارے کارکنوں میں سے تھا، یونس علی کے فلیٹ کے دروازے پر پہنچ کر میں نے دنگ دی، ایک معمر عورت نے دروازہ کھولا۔ میں نے یونس علی کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ یونس علی گھر میں موجود ہے، کچھ دیر کے بعد یونس علی میرے سامنے کھڑا ہوا تھا۔

”مسٹر یونس علی میں آپ سے تنہائی میں کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔“

”آئیے تشریف لائیے، میں آپ کو پہچانا نہیں۔“ یونس علی نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

شاندار جسامت کا مالک یہ نوجوان بڑی اعلیٰ کارکردگی رکھتا تھا۔ وہ مجھے ڈرائنگ روم میں لے گیا۔ میں نے اس سے کہا کہ ڈرائنگ روم کا دروازہ بند کر دیا جائے اور یونس علی نے ڈرائنگ روم کا دروازہ بند کر دیا۔

”سوری میرے دوست میں دانش منصور ہوں۔“ میں نے کہا اور یونس علی کے جبرے بھنچ گئے اس کے جبروں کے پٹھے ابھر آئے اس نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

”کیا مطلب، کون دانش منصور؟“

”بہت زیادہ الجھن کا شکار نہ ہو، میں رشید ناگی سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں، اس وقت میں جس مسئلے میں مصروف ہوں اس کے لئے مجھے کسی خفیہ جگہ کی ضرورت تھی۔“

”رشید ناگی صاحب سے آپ کیوں ملاقات کرنا چاہتے ہیں؟“

”ابھی پتا چل جاتا ہے، بس تم آرام سے بیٹھو اور رشید ناگی سے گفتگو کرنے کے بعد مجھے عمدہ قسم کی چائے پلاؤ۔“ میں نے صوفے پر بیٹھ کر پاؤں پھیلاتے ہوئے کہا۔

یونس علی ایک سست کھڑا ہوا تھا جیسے محتاط ہو اور میری باتوں کے جال میں نہ آنا چاہتا ہو۔ میں نے کالر ٹرانسیٹر پر رشید ناگی کو کال کیا، کالر ٹرانسیٹر دیکھ کر البتہ یونس علی کے چہرے میں کچھ تبدیلیاں رونما ہوئی تھیں۔ تھوڑی دیر کے بعد رشید ناگی سے رابطہ قائم ہو گیا، میں نے اس سے کہا۔

”ناگی کسی کام میں مصروف تو نہیں ہو؟“

”نہیں چیف فرمائیے۔“

”یونس علی یاد ہے؟“

”یونس علی؟“

”ہاں بھئی ہمارے کارکن مسٹر یونس علی۔“

”جی ہاں، کیوں نہیں۔“

”ان کا فلیٹ جانتے ہو۔؟“

”بے شک جانتا ہوں۔“

”بس تو میں اس وقت وہاں موجود ہوں اور یونس علی حیران کھڑے میری صورت دیکھ رہے ہیں اور محتاط بھی ہیں کہ دانش منصور کے نام پر کون انہیں یہ قوف بنانے یہاں پہنچ گیا ہے چنانچہ وہ چپے کی طرح چوکنے کھڑے ہوئے ہیں اب تم یوں کرو کہ جس قدر جلد ممکن ہو یہاں آ جاؤ مجھے تم سے اہم گفتگو کرنی ہے۔“

”ذرا یونس علی کو قریب بلا دیجئے چیف۔“

”یونس علی قریب آؤ۔“ میں نے کہا اور وہ میرے قریب پہنچ گیا، کالر ٹرانسیٹر پر رشید ناگی کی آواز بے شک مدھم تھی، لیکن اسے صاف پہچانا جاسکتا تھا، رشید ناگی نے کہا۔

”یونس علی تمہاری خوش بختی ہے کہ چیف اس وقت تمہارے فلیٹ پر موجود ہیں، ان کی پذیرائی کرو، میں ابھی دس سے پندرہ منٹ کے اندر اندر پہنچ رہا ہوں۔“

رشید ناگی نے کہا اور اس کے بعد ٹرانسیٹر پر اس کی آواز بند ہو گئی، البتہ یونس علی کو کوئی شک نہیں رہا تھا، اس نے نہایت معذرت آمیز انداز میں کہا۔

”چیف واقعی میری خوش بختی ہے میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ مجھے اتنا بڑا اعزاز ملے گا، میں نے اس سلسلے میں جو گستاخی کی ہے اس کے لیے معذرت خواہ ہوں۔“

میں نے مسکرا کر گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”چائے کا مطالبہ باقی رہ گیا ہے میرا، بہت عمدہ قسم کی چائے پلوا کر ان گستاخیوں کا ازالہ کرو۔“

”ابھی حاضر ہوا چیف۔“ یونس علی خوشی خوشی باہر نکل گیا۔ رشید ناگی نے وعدے کے مطابق پندرہ منٹ کے اندر اندر وہاں پہنچنے کا ریکارڈ قائم کر دیا تھا حالانکہ اچھا خاصا فاصلہ طے کر کے اسے یہاں آنا پڑا ہوگا، میں نے اس سے ملاقات کی پھر اس وقت تک گفتگو کا سلسلہ ملتوی کر دیا گیا جب تک یونس علی نے ہمارے سامنے چائے نہ لگا دی، اس کے بعد اس نے ہمارے قریب رکنے کی جرات نہیں کی تھی۔ رشید ناگی نے دروازہ بند کر کیا اور بولا۔

”آپ کا یہاں آ جانا چیف ذرا حیرت ناک ہے۔“

”ہاں، بس یوں سمجھ لو یہ عمارت سب سے پہلے نظر آئی میں نے سوچا یہیں سسی، تم سے ملاقات کرنا چاہتا تھا۔“

”جی فرمائیے۔“

”اب ایک اور مشکل مرحلہ آگیا ہے اس کے لیے ہمیں کام کرنا ہے۔“

”فرمائیے چیف۔“

”مٹھل شاہ مجھے بس یونہی آسانی سے دور دور رہ کر ہلاک نہیں کر دینا چاہتا، بلکہ پہلے وہ کچھ وقت میرے ساتھ گزارے گا اور اس کے بعد میری ہلاکت کا انتظام کرے گا، وہ عجیب و غریب کیفیت کا شکار ہے رشید ناگی، میرے بارے میں گفتگو کرتا ہے تو تمام اعترافات کرتا ہے جو اس کے اور میرے درمیانی رابطے کو ظاہر کرتے ہیں، وہ مجھ سے نفرت کا اظہار بھی نہیں کرتا اس کے دل میں میرے لیے ایک محبت کا جذبہ ہے اس کے باوجود وہ مجھے قتل کرنا چاہتا ہے اور اپنے اس ارادے میں بالکل ٹھوس اور اٹل ہے۔“

”چیف، بات کسی حد تک صاف ہے ہم فلیک رابنس اور شیر رابنس کو نہیں بھول سکتے، بہر حال وہ لوگ بھی اپنا کام جس انداز میں سرانجام دے رہے تھے اس کی تمام تفصیل ہمارے علم میں آچکی ہے اور پھر مٹھل شاہ صاحب کے بارے میں آپ نے بتایا ہے کہ روز آرگنائزیشن نے ان پر اپنی تمام تر صلاحیتیں صرف کی ہیں ان کی یہ کیفیت نئی

نہیں ہے ایسا ہونا چاہیے تھا۔ البتہ یہ بڑی بات ہے کہ روز آرگنائزیشن کی تمام تر کارروائی کے باوجود ان کے دل میں آپ کے لیے محبت کا جذبہ بھی موجود ہے۔ چیف میرے دل میں تو بس ایک خیال آتا ہے وہ یہ کہ اس سلسلے میں آپ مٹھل شاہ صاحب کو بھی امتحان میں نہ ڈالیں جو کچھ بھی ہو رہا ہے اس کی ہمیں کوئی پرواہ نہیں ہے، مٹھل شاہ صاحب کو اپنی تحویل میں لیں اور جالب نعمان کے حوالے کر دیں، میں تو جالب نعمان سے اس بارے میں گفتگو بھی کرنا چاہتا تھا لیکن چونکہ آپ کی ہدایت نہیں تھی اس لیے خاموشی اختیار کی ہے کیوں خطرہ مول لے رہے ہیں چیف۔

”نہیں ناگی، بالکل نہیں، قطعی نہیں۔ مٹھل شاہ کو پورا پورا موقع ملنا چاہیے۔ دانش منصور کو قتل کرنے کے لیے وہ کوئی آتشیں ہتھیار نہیں استعمال کرنا چاہتا، اس کی قربت میں رہ کر غالباً وہ اسے زہر دے کر ہلاک کرنے کے خواہش مند ہیں، یہ ان کا اپنا طریقہ کار اور اپنی سوچ ہے، بہر حال ہم ان سے بچیں گے، میں اب تم سے خاص بات جو کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ سعید خان کو ہریف کرنا ہے، ظاہر ہے میرا کردار وہی سرانجام دے گا، اسے کچھ ضروری تفصیلات بتانی ہیں، میں خود ہی تمہارے ساتھ چلتا ہوں، ذرا خفیہ طور پر جانا ہو گا حالانکہ مجھے اس بات کا خدشہ نہیں ہے کہ کوئی میری نگرانی کر رہا ہے، اس کے باوجود ہوشیار رہنا بہت ضروری ہے۔“

”ٹھیک ہے چیف حالانکہ یہ بات خطرناک ہے، سعید خان کی زندگی کو بھی خطرہ پیش آسکتا ہے، کیونکہ مٹھل شاہ آرگنائزیشن کے تربیت یافتہ ہیں۔“

”کیسی باتیں کرتے ہو رشید ناگی، یعنی تمام تر تفصیلات معلوم ہو جانے کے بعد ہم اپنا تحفظ نہیں کر سکتے، یہاں مجھے تم سے اختلاف ہے۔“ میں نے کہا۔

”سوری چیف، دیری سوری، چائے پینے کے بعد ہم چلیں؟“

”ہاں یہ ضروری ہے۔“ میں نے کہا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم یونس علی کا شکریہ ادا کر کے وہاں سے باہر نکل آئے اور پھر میں رشید ناگی کی کار میں بچھلی سیٹ پر لیٹ کر ڈیفنس کی اس کوٹھی تک پہنچا اور کوٹھی میں داخل ہونے کے بعد گاڑی سے اتر گیا۔ کچھ دیر کے بعد رشید ناگی سعید خان کو بلا کر لے آیا تھا۔ سعید خان نے مجھے دیکھ کر سلام کیا وہ مجھے اس میک اپ میں پہچانتا تھا پھر وہ کہنے

لگا۔

”چیف، حقیقت یہ ہے کہ اب میری عجیب سی کیفیت ہو گئی ہے ہر شخص مجھے دانش منصور کے نام سے مخاطب کرتا ہے، سرکاری حلقوں میں بھی کئی دعوتیں کھا چکا ہوں، لوگ طرح طرح کی باتیں کرتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو چیف کہ جب مجھے سعید خان کی حیثیت میں آنا پڑے تو میں پاگل ہو چکا ہوں۔“

”نہیں تمہیں اپنے ذہن پر کنٹرول رکھنا ہے سعید خان۔“ میں نے کہا۔

”وہ تو ہے چیف، لیکن میں بس آپ سے یہ عرض کر رہا تھا۔“

”سعید خان، میں اس وقت تمہیں سب سے اہم کام سپرد کر رہا ہوں اس میں کوئی

سقم نہ ہو کیونکہ اس سے بہت سے معاملات وابستہ ہیں۔“

”سعید خان میرے لیے کی سنجیدگی پر خود بھی سنجیدہ ہو گیا اور میری جانب دیکھنے لگا

میں نے کہا۔“

”تمہیں شاید مٹھل شاہ صاحب کے بارے میں تفصیلات معلوم نہیں ہوں گی؟“

”تھوڑی بہت معلوم ہیں چیف، لیکن بہت مختصر نہ ہونے کے برابر۔“

”تم اپنے آپ پر اس وقت وہ کیفیت طاری کر لو جو میری اپنی کیفیت ہے یوں سمجھ

لو کہ فیصل نامی ایک نوجوان جو ایک ٹرانسپورٹ کمپنی میں ٹرک کلیئر کی حیثیت سے نوکرتھا

ایک بار اپنے ٹرک میں سفر کر رہا تھا کہ ایک شخص اس کے ٹرک میں آکودا، اس نے اس

آدی کی پولیس سے بچنے میں مدد کی اس کا نام مٹھل شاہ تھا۔ مٹھل شاہ لائڈھی کالونی میں

ایک آستانے میں رہتا تھا، لوگ اس کی عزت کرتے تھے اسے بزرگ اور ولی مانتے تھے وہ

بھی لوگوں کے کام آتا تھا لیکن اس نے فیصل کو دانش منصور بنا دیا، فیصل کو اس نے ایک

فلیٹ میں مسز خان نامی ایک خاتون کی نگرانی میں دے دیا، جنہوں نے اس کی تربیت کی اور

اسے دنیا کے بارے میں تفصیلات بتائیں پھر وہ دانش منصور کی حیثیت سے اس دنیا سے

روشناس ہوا اور بالا آخر اس نام سے ترقی حاصل کر کے یہ شخصیت اختیار کر لی وہی مٹھل

شاہ طویل عرصے کے بعد واپس آیا ہے، لائڈھی کے آستانے پر حملہ کر کے اسے زخمی کر دیا

گیا تھا اور وہ وہاں سے غائب ہو گیا تھا۔“ میں یادداشت کے بل پر سعید خان کو اپنی اور

مٹھل شاہ کی زندگی کا ایک ایک نقطہ سمجھانے لگا۔ سعید خان پوری سنجیدگی سے میری باتیں

سن رہا تھا میں نے اسے اس دوران کے تمام کردار ذہن نشین کرائے جو مٹھل شاہ کی موجودگی میں ہمارے درمیان آئے تھے اس کے بعد سعید خان سے کہا۔

”اب وہ مٹھل شاہ تم سے ملاقات کرے گا، ایک ایسا شخص جس نے تمہیں یعنی مجھے فیصل سے دانش منطور بنایا ہے تمہارے لیے کس قدر باعث احترام ہو سکتا ہے اس کا اظہار جس انداز میں ہو سکتا ہے اس کا تمہیں خود اندازہ ہونا چاہیے اس کی اسی طرح پذیرائی کرنا ہوگی، لیکن ہر لمحہ اس سے ہوشیار رہنا ہوگا۔ کیونکہ وہ کسی بھی وقت تمہیں قتل کر سکتا ہے۔“

”سعید خان کا منہ ایک لمحے کے لیے حیرت سے کھلا پھر بند ہو گیا۔ میں نے سنجیدگی سے کہا۔“

”اور اس بات کے امکانات ہیں کہ وہ تمہیں کس سیال شے میں زہر دے۔“

سعید خان کا چہرہ ہونق ہو گیا تھا۔ رشید ناگی بالکل خاموش اور سنجیدگی سے یہ باتیں سن رہا تھا۔ میں نے سعید خان سے کہا۔

”حیران ہونے کی بالکل ضرورت نہیں، بس جو کچھ میں نے کہا ہے اسے ذہن میں رکھو، کہیں کوئی خالی نہ رہ جائے ورنہ جو شخص ہمارے سامنے ہے وہ بے حد ذہین ہے۔ کوئی ایسا سوال جو تمہارے ذہن میں ہو؟“

”نہیں چیف بات میں سمجھ گیا ہوں، حالانکہ یہ عجیب سی بات ہے۔“

”سعید خان، میرا کردار ادا کرنے کا مطلب کیا یہ ہے کہ تمہیں ہر بات اسی تفصیل سے معلوم ہو؟“

”ایک بار پھر معذرت خواہ ہوں چیف، اصل میں حیرانی کی وجہ سے ایسے احمقانہ جملے ادا کر رہا ہوں آئندہ محتاط رہوں گا۔“

”تمہیں اپنے طور پر تیار ہو جانا چاہیے، ان تمام چیزوں کو ذہن میں رکھو جو مٹھل شاہ سے ملاقات کے بعد تمہیں اختیار کرنی ہیں، ایک بار پھر ہدایت کرتا ہوں کہ اگر کہیں ذرا بھی کوئی سقم رہ گیا تو ہمیں شدید نقصانات سے دوچار ہونا پڑ جائے گا۔“

”نہیں چیف آپ مطمئن رہیں۔“

”اور اپنا بھی خیال رکھو گے جو کچھ میں نے کہا ہے اس پر لفظ بہ لفظ غور کر لینا یا

ایک بھر پھر دہراؤں؟“

”نہیں چیف، اب میں بالکل مطمئن ہوں، کام آپ کی پسند کے مطابق ہوگا۔“ سعید خان نے کہا اور میں نے مطمئن انداز میں گردن ہلا دی۔

رشید ناگی کو شاید میرے اس پروگرام سے اختلاف تھا لیکن بہر حال یہ نہیں ہونا چاہیے تھا۔ میں جس چیز کو جس انداز میں مناسب سمجھتا ہوں دوسرے لوگوں کو اس سے متفق ہونا چاہیے۔ ناگی کے ساتھ چار سو گیارہ میں آگیا اور بہت دیر تک اس سلسلے میں گفتگو بھی کرتا رہا، میں نے اسے مطمئن کرنے کی کوشش بھی کی اور کہا۔

”ناگی اصل میں، میں مٹھل شاہ کی ذہنی کیفیت کا صحیح تجزیہ ابھی تک نہیں کر سکا ہوں، میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ یہ گریز کیوں کر رہا ہے، اگر اس کے پس پردہ کوئی خاص بات ہے یا میری موجودگی اس کی راہ میں رکاوٹ ہے تو تم سمجھتے کیوں نہیں کہ اسے بھی نگاہ میں رکھنا ہے مجھے۔“

”آپ یقین کیجئے چیف، کسی بات سے اختلاف کرنے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ میری بات کو مان لیا جائے یا میں اپنی رائے آپ پر مسلط کرنا چاہتا ہوں، بس میرے دل میں ذرا سی بات آئی تھی یہ کہ خطرات کیوں مول لیے جائیں، مٹھل شاہ صاحب کو فوری طور پر تجربے گاہ میں پہنچا دیا جائے، اس کے علاوہ چیف میں اس کام کو جلد از جلد سرانجام دے کر آپ کو جزیرے پر بھی لے جانا چاہتا ہوں، اپنی کارکردگی دکھانے کا خواہش مند ہوں، بس یہ باتیں تھیں، اگر آپ میری باتوں کو کسی غلط انداز میں محسوس کر رہے ہیں تو انتہائی معذرت خواہ ہوں۔“

میں نے ہنس کر کہا۔ ”تم یہ کیوں نہیں سوچتے رشید ناگی کہ اس کام کے لیے میں نے بہت سے لوگوں کو پس پشت ڈال رکھا ہے، مثلاً، رخسار، نازاں باجی، الیاس بھائی اور اسی طرح کے دوسرے تمام لوگ۔“

رشید ناگی نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ ”ٹھیک ہے چیف تو اب کب تک یہ کام متوقع ہے؟“

”کچھ نہیں کہا جاسکتا جس وقت بھی مٹھل شاہ تیار ہو جائے۔“ میں نے گہری سانس لے کر جواب دیا۔ رشید ناگی سوچ میں ڈوب گیا پھر بولا۔

”مٹھل شاہ صاحب کا تجزیہ تو کیا ہوگا آپ نے چیف۔ میرے خیال میں وہ اس ٹرانس سے نکل کر بہت سے انکشافات کر سکتے ہیں۔“

”ہاں۔ شاید۔“

”آپ کچھ غیر مطمئن ہیں۔“

”یہ بات نہیں ہے ناگی۔ بس کچھ خیالات پریشان کر رہے ہیں ان پر غور کر رہا ہوں۔“

”انتہائی معذرت کے ساتھ چیف۔ میرے دل میں بھی ایک خیال ہے مٹھل شاہ کی شخصیت مشکوک تو نہیں ہے وہ اصلی ہیں۔“ ناگی کے جملوں پر مجھے ہنسی آگئی۔

”بات بہت جامع ہے ناگی۔ اس کا بھی پتا چل جائے گا۔ ویسے میرا خیال ہے اصلی ہی ہیں۔ لائنڈھی کا آستانہ وہ فلیٹ جس میں مسزخان اور میں رہتے تھے۔ اس کے باوجود ہم اس سلسلے میں بھی محتاط رہیں گے۔“ میں نے کہا اور ناگی گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔

کچھ تھا کوئی ایسی بات تھی جسے درحقیقت میں بھی نہیں سمجھ پایا تھا۔ تین دن تک میں نے مٹھل شاہ کا مسلسل تجزیہ کیا تھا وہ نہ تو الجھا ہوا نظر آتا تھا نہ سوچوں میں ڈوبا ہوا لیکن گریز کر رہا تھا۔ یقینی طور پر گریز کر رہا تھا کوئی ایسی کیفیت اس کے اندر بل چل چلا رہی تھیں اور اسے وہ کام کرنے سے روک رہی تھی جس کے لیے وہ مناکو سے یہاں تک آیا تھا۔ نجلے اس گریز کے پس پردہ اس کی دلی کیفیات کیا تھیں۔ بہر طور میں صرف تجزیہ ہی کر رہا تھا اس کے بعد نہ تو میں نے کوئی ضد کی تھی اور نہ ہی اس سے اس موضوع پر گفتگو۔ سعید خان کو ہدایت دینے کے بعد میں نے زیادہ آوارہ گردی بھی مناسب نہیں سمجھی تھی اور مٹھل شاہ کے ساتھ اس عمارت میں ہی مقیم رہا تھا پھر چوتھے دن اچانک ہی مٹھل شاہ کے اندر تحریک پیدا ہوئی اور صبح ناشتے کے بعد اس نے مجھ سے کہا۔

”میں آرام کر چکا ہوں فراز اور اب کام کر لینا چاہتا ہوں۔ ایک بار پھر تم سے وہی کہوں گا کہ اگر کوئی بہتر تجویز تمہارے ذہن میں ہو تو تم اس کا اظہار کر سکتے ہو میں اپنے آپ کو تم پر فوقیت نہیں دیتا۔ البتہ یہ چند روز جو میں نے قنصل میں رہ کر گزارے ہیں یہ

ایک طرح سے یوں سمجھو کہ میری مجبوری تھی۔ براہ کرم مجھ سے میری مجبوری کے بارے میں نہ پوچھنا۔“

”نہیں مٹھل شاہ صاحب مجھے کسی بات پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ آپ جس کام کو سرانجام دینا چاہتے ہیں جس انداز میں مناسب سمجھیں گے۔ میں ہر صورت میں آپ کے ساتھ تعاون کے لیے آمادہ ہوں۔“

”تو پھر اب میرا ارادہ یہ ہے کہ ہم اس جگہ کو چھوڑ کر پھر کسی ہوٹل میں منتقل ہو جائیں۔ اصل میں اصولی طور پر غلط محسوس ہوتا ہے یہاں آنے کے بعد مجھے فوری طور پر اسے تلاش کرنا چاہیے تھا۔ اپنے لیے کوئی رہائشی بندوبست بالکل غیر مناسب تھا میں اس پر یہ تاثر دینا چاہتا ہوں کہ میں ہنگامی طور پر یہاں پہنچا ہوں اور میں نے بمشکل تمام اسے تلاش کیا ہے تمہارے لیے میں یہی کہوں گا کہ تم مناکو سے میرے ساتھ آئے ہو اور ایک ہم وطن ہونے کی حیثیت سے تم نے مجھے مشکلات سے نجات دلائی ہے پتا نہیں اسے میرے بارے میں کیا معلومات حاصل ہیں لیکن میں یہی کہوں گا کہ کچھ نامعلوم دشمن بہت عرصے تک مجھے پریشان کرتے رہے مگر یہ کوئی اہم مسئلہ نہیں ہے تم مجھ سے دور نہیں رہو گے تو پھر اب ہمیں کسی ہوٹل میں منتقل ہو جانا چاہیے۔“

”بہت مناسب۔ اس کا بندوبست کر لیتے ہیں۔ یہ مکان چھوڑ دیں گے۔“

”نہیں۔ اسے محفوظ رکھنا ضروری ہے۔ ویسے بھی ہم اس کی ادائیگی کافی عرصے کے لیے کر چکے ہیں۔ بند پڑا رہے گا کوئی حرج نہیں ہے پتا نہیں کب اور کن حالات میں دوبارہ اس کی ضرورت پیش آجائے۔“

”بہتر ہے مٹھل شاہ صاحب۔“ میں نے نرمی سے کہا پھر ہم ایک ہوٹل میں منتقل ہو گئے یہ کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ دانش منصور کی رہائش گاہ کا ٹیلی فون مجھ سے پوچھ کر مٹھل شاہ نے ڈائل کیا اور ریسورکان سے لگالیا۔ میں خاموشی سے اس کی صورت دیکھ رہا تھا دوسری طرف سے کوئی اور بولا تھا۔ مٹھل شاہ نے کہا۔

”میں دانش منصور سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ ہاں ان سے کہہ دو ان کا ایک دیرینہ دوست یا بزرگ ان سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ نام ضروری نہیں ہے بھی آپ ان سے یہ کہہ دیجئے بس۔ ٹھیک ہے انتظار کر رہا ہوں۔“

پھر چند لمحات کے بعد غالباً "سعید خان ٹیلی فون پر پہنچ گیا تھا۔ مٹھل شاہ نے کہا۔
 "ہیلو دانش منصور..... دانش منصور میں شیرٹن ہوٹل کے کمرہ نمبر چار سو اسی
 سے بول رہا ہوں۔ میرا نام مٹھل شاہ ہے میں تم سے مذاقات کرنا چاہتا ہوں۔ ہاں مٹھل
 شاہ۔ بھی اگر کسی مٹھل شاہ کو جانتے ہو تو یہاں آجاؤ میں فون پر اس سے زیادہ اور کوئی
 جواب نہیں دے سکتا۔ ہاں شیرٹن چار سو اسی۔" مٹھل شاہ نے فون بند کر دیا۔ میں اس
 کے چہرے پر ایک عجیب سی جذباتی کیفیت دیکھ رہا تھا اور حیران ہو رہا تھا یا تو یہ شخص کوئی
 بہت ہی گہری چال کھیل رہا ہے یا پھر ایک عجیب و غریب نفسیاتی عمل ہے جس پر یقین کرنا
 مشکل ہو جائے۔ بہر حال پر میں خاموشی سے انتظار کرتا رہا۔

سعید خان کو جو ہدایات دی گئی تھیں۔ وہ ان سے اختلاف کیے کر سکتا تھا چنانچہ
 اس نے زیادہ وقت نہیں لگایا۔ کچھ دیر کے بعد دروازے پر دستک ہوئی اور میں نے آگے
 بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔

سعید خان ہی تھا۔ حیران حیران سا مجھ سے بولا۔ "سوری مسٹر یہاں سے ابھی ایک
 صاحب نے مجھے فون کیا تھا۔ اپنا نام مٹھل شاہ بتایا تھا۔"

"تشریف لے آئے....." میں نے کہا اور راستے سے ہٹ گیا۔ سعید خان اندر
 داخل ہو گیا تھا اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ کان بھی سرخ ہو رہے تھے، پتا نہیں یہ میک اپ
 کیا گیا تھا یا اس نے اپنے آپ پر درحقیقت کوئی جذباتی کیفیت طاری کر لی تھی۔ ویسے
 معمولی بات نہیں تھی، سعید خان نے میرے کردار کو جس طرح زندہ رکھا تھا اس پر بعض
 اوقات مجھے خود بھی شہید حیرت ہوتی تھی۔ یہ شخص بہ آسانی سب کو میری حیثیت سے
 بے وقوف بنا سکتا تھا۔ قیامت کی اداکاری کرتا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ اب تو اس کی
 فطرت میری ہی جیسی بن گئی تھی، میری آواز میں ہی بولتا تھا اور کوئی ایسی کسر نہیں چھوڑی
 تھی اس نے جس سے میں اسے اپنی دوہری شخصیت نہ کہہ سکوں۔ وہ بھٹی بھٹی لگا ہوں
 سے مٹھل شاہ کو دیکھ رہا تھا اور مٹھل شاہ کے چہرے پر عجیب سی مسکراہٹ پھیل ہوئی تھی
 وہ بے اختیار آگے بڑھا اور مٹھل شاہ سے لپٹ گیا۔ اس نے بری طرح مٹھل شاہ کو بھیج لیا
 تھا مٹھل شاہ بھی اس کی پشت پر ہاتھ رکھے ہوئے تھا۔ میں بری طرح گھبراہٹ محسوس
 کرنے لگا، اصل میں اس وقت میری اپنی کیفیت بھی بالکل ایسی ہی تھی جیسی سعید خان

ظاہر کر رہا تھا۔ مٹھل شاہ نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔
 "کیسے ہو فیصل....."

"آپ کہاں چلے گئے تھے مٹھل شاہ صاحب میرے خدا میرے خدا کیا میں واقعی
 خواب نہیں دیکھ رہا کیا یہ سچ ہے، میں کیسے یقین کر لوں، مجھے کیسے یقین آئے مٹھل شاہ
 صاحب ایک طویل عرصے گزر گیا۔ میں نے آپ کو کہاں کہاں نہ تلاش کیا، آپ کہاں چلے
 گئے تھے، مٹھل شاہ صاحب۔ آہ میں آپ کو پا کر کس قدر خوش ہوں، میں پاگل کیوں نہیں
 ہو جاتا۔"

مٹھل شاہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ کافی دیر یہ خاموشی رہی۔ پھر سعید خان مٹھل
 شاہ سے علیحدہ ہو گیا۔ اس نے کہا۔

"آپ یہاں کب پہنچے۔ کب آئے ہیں یہاں؟"
 "یہ تفصیلات معلوم کرنے کے بجائے کیا یہ بہتر نہیں ہو گا کہ ہم اس ہوٹل سے
 چلیں؟"

"نورا، چلیں، آئیے۔ آپ کا سامان کہاں ہے اور آپ مسٹر آپ پلینز۔ آئیے آپ
 سے تفصیلی تعارف گھر پر ہی ہو گا۔" سعید خان نے کہا۔

"میں اپنا سامان لے لوں اگر آپ اجازت دیں؟"

"کوئی ضرورت نہیں ہے، کمرہ اسی طرح چھوڑ دیجئے سب کچھ آجائے گا۔ آپ اس
 کی بالکل فکر نہ کریں بس کمرے کو تالا لگا دیجئے آئیے۔ آئیے مٹھل شاہ صاحب۔"

سعید خان نے مضبوطی سے مٹھل شاہ کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا وہ ایسی ہی جذباتی کیفیت کا
 اظہار کر رہا تھا جیسی ان لمحات میں مجھ پر طاری ہوئی چاہیے تھی۔

ہم لوگ ہوٹل سے باہر نکل آئے۔ نیچے ایک شاندار گاڑی کھڑی ہوئی تھی جس کی
 پچھلی سیٹ پر سعید خان، مٹھل شاہ کے ساتھ بیٹھ گیا۔ میں اگلی سیٹ پر ڈرائیور کے ساتھ جا
 بیٹھا تھا۔ گاڑی اسٹارٹ ہو کر چل پڑی۔ راستے میں خاموشی رہی تھی لیکن میں سعید خان
 کی کاوشوں کو محسوس کرتا رہا تھا جو کچھ میں نے اسے مٹھل شاہ کے بارے میں بتایا تھا وہ
 اس کا اظہار کر رہا تھا، مٹھل شاہ سے بے پناہ محبت کا اظہار اس خاموشی میں بھی محسوس ہو
 رہا تھا۔

ہم کو بھی پہنچ گئے۔ سعید خان نے نیچے اتر کر خود مٹھل شاہ کے لیے دروازہ کھولا تھا اور اس کے بعد ہم سب ایک شاندار کمرے میں پہنچ گئے۔ سعید خان نے مٹھل شاہ کو ایک آرام دہ نشست پیش کرتے ہوئے کہا۔

”میرے تصور میں بھی نہیں تھا کہ آج کی یہ روشن صبح میرے لیے اتنی خوشیوں کا آغاز کرے گی۔“

”تم میری آمد سے اتنے خوش ہو فیصل، کیا میں تمہیں فیصل کہہ سکتا ہوں۔“

”آپ مجھے اپنے قدموں کی خاک کہیں مٹھل شاہ صاحب۔ فیصل کو آپ نے ہی دانش منصور بنایا ہے۔“ مٹھل شاہ نے معذرت آمیز نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

”فراز تم سے میرا بہت گہرا رشتہ ہے، میں تفصیلی طور پر سب سے تمہارا تعارف کراؤں گا لیکن اگر ان جذباتی لحاظ میں کچھ دیر کے لیے تم ہمیں تنہا چھوڑ دو تو یہ تمہارا احسان ہو گا۔“

”یقیناً“ مٹھل شاہ صاحب۔ میں نے بادل نحواستہ کہا۔ تھوڑی بہت توقع تھی اس بات کی لیکن ابھی تک مٹھل شاہ نے اس کا کوئی اظہار نہیں کیا تھا لیکن اب اچانک ہی اس نے کہا تھا اور ظاہر میں زبردستی یہاں نہیں رک سکتا تھا البتہ کسی قدر الجھا الجھا باہر نکل آیا۔ گفتگو میرے سامنے ہی ہوتی تو اور بہتر تھا..... بہر طور ہر کام اپنی خواہش کے مطابق نہیں ہوتا لیکن باہر رشید ناگی نے میرا استقبال کیا تھا۔ جلدی سے بولا۔

”تشریف لائیے چیف، آئیے۔“ کچھ عجیب سے انداز میں وہ میرا ہاتھ پکڑ کر تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا ایک کمرے میں داخل ہو گیا اور اندر پہنچ کر اس نے دروازہ بند کر لیا۔ کمرے میں ایک ٹیلی ویژن سیٹ رکھا ہوا تھا۔ اس نے اس کا بٹن دبایا اور بڑے اسکرین کا ٹیلی ویژن سیٹ آن ہو گیا اس پر مٹھل شاہ اور سعید خان نظر آ رہے تھے اس نے ولیم بھی کھول دیا۔ سعید خان جذباتی لہجے میں کہہ رہا تھا۔

”آپ نہیں سمجھ سکتے، آپ اس بات پر یقین نہیں کر سکتے کہ اس وقت میری ذہنی کیفیت کیا ہے؟“

”مٹھل شاہ مسکراتا ہوا بولا۔ حالانکہ طویل عرصے کے بعد وطن واپس لوٹتے ہوئے میرے دل میں طرح طرح کے خیالات تھے، میں سوچ رہا تھا کہ دانش منصور کو میری یہ آمد

پسند بھی آئے گی یا نہیں۔ وقت بہت برا ہو چکا ہے میرے بچے، اولاد والدین سے برگشتہ ہو جاتی ہے، لوگ اپنا ماضی چھپانا چاہتے ہیں مجھے معاف کرنا میرے دل میں بھی یہی تصور تھا۔“

”میں تو آپ کے قدموں کی دھول ہوں، مٹھل شاہ صاحب۔ آج تک میں نے اپنے دل میں اس احساس کو زندہ رکھا ہے کہ زمین سے اٹھا کر آسمان تک پہنچانے والی شخصیت ہی میری تعمیر کنندہ ہے، ورنہ میری کیا اوقات ہے۔“ سعید خان جذباتی لہجے میں بولا۔

میں اطمینان سے صوفے پر بیٹھ گیا۔ رشید ناگی ایسے ہی محیر العقول کارنامے سر انجام دیا کرتا تھا۔ اس کی بے پناہ ذہانت کا میں بھی معترف تھا، اسے خدشہ تھا کہ مٹھل شاہ سعید خان سے تنہائی میں گفتگو کرنا چاہے گا اس کے لیے اس نے بندوبست کر لیا تھا۔ میں نے مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھا اور پھر اسکرین پر ان دونوں کو دیکھنے لگا۔ ہم مٹھل شاہ کے چہرے کا تجزیہ کرتے جا رہے تھے۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

”ہماری آواز کہیں اور نہیں سنی جاسکے گی؟“

”نہیں چیف بالکل نہیں۔“

”سخت حیران ہوں رشید ناگی، کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔ یقین کرو اس وقت میں بدترین ذہنی بحران کا شکار ہوں۔ مٹھل شاہ کی ہر ادا سے یہ احساس ہوتا ہے کہ وہ دانش منصور کا بال بھی بیکا نہیں کرنا چاہتا بلکہ اس کی شدید محبت میں مبتلا ہے لیکن کوئی شے اسے باز رکھ رہی ہے۔ اب پتا نہیں وہ بھی کسی گہری چال کا شکار ہے یا پھر کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔“

”ایک بات میرے ذہن میں بھی ہے چیف، اگر وہ کوئی گہری چال چل رہا ہے تو پھر آپ خطرے میں ہیں۔“

”میں؟“

”ہاں۔ اس کے خیال میں آپ اس کے نگران ہیں اور اگر وہ کوئی غلط حرکت کرے گا تو آپ ہی کے ذریعے اس کا انکشاف ہو سکتا ہے، چیف اگر اس کے دل میں ایسی کوئی بات ہے تو پھر آپ سے وہ نہ صرف محتاط رہے گا بلکہ اس بات کے امکانات ہیں کہ وہ

آپ کو راستے سے ہٹانے کی کوشش کرے۔“

میرے حلق سے قہقہہ آزاد ہو گیا۔ میں نے ناگی سے کہا۔

”یار تم ہمیشہ خوفزدہ کرنے والی باتیں کرتے ہو؟“

”نہیں چیف واقعی آپ اس بات کو ذہن میں رکھیے گا۔“

”ٹھیک ہے بھائی۔ تم نے تو الٹا مجھے ڈرا دیا۔“ میں نے کہا اور ہم لوگ ایک بار پھر

خاموش ہو کر ان دونوں کی گفتگو سننے لگے۔ مٹھل شاہ کہہ رہا تھا۔

”ہاں اب تو صحیح وقت کا تعین بھی نہیں کیا جاسکتا اصل میں وطن دوستی کا جذبہ

میرے سینے میں جس طرح بھی تھا میں اسے کوئی موثر اور مناسب مقام نہیں دے سکا تھا“

میں نے اپنے آپ کو محدود پیمانے پر وطن کی محبت کے لیے وقف کر دیا تھا۔ درویش بن کر

بہت سے ایسے لوگوں کے دل کھول لیے تھے میں نے جو وطن کے مفاد کے خلاف کام کر

رہے تھے پھر ان کے راز حاصل کر کے میں انہیں بلیک میل کرنا تھا اور پھر ان سے حاصل

شدہ رقومات بہت سے لوگوں کی حاجتیں پوری کرنے میں صرف کر دیا کرتا تھا لیکن یہ بات

میرے دل میں ہمیشہ تڑپتی رہتی تھی کہ میں بہت اعلیٰ پیمانے پر اپنے وطن کے لیے کام

کروں۔ ویسے مجھے یہ اندازہ ہو رہا ہے فیصل تم نے خاصی ترقی کر لی ہے۔ یہ کوٹھی تمہارا

اپنا انداز یہ ظاہر کرتا ہے کہ تم بہت دولت مند ہو چکے۔ یہ بتاؤ وطن کے لیے بھی کچھ کر

رہے ہو یا نہیں۔“

میں نے رشید ناگی کی طرف دیکھا اور تبصرہ کرتے ہوئے کہا..... ”یہ الفاظ جاتے

ہیں کہ مٹھل شاہ دانش منصور کو یہ نہیں بتانا چاہتا کہ وہ اس کی اصل حیثیت سے واقف

ہے۔“

رشید ناگی نے پر خیال انداز میں گردن ہلائی تھی سعید خان کی آواز ابھری۔

”شاہ صاحب شاید آپ کا یہ نظریہ روحانی طور پر میرے وجود میں سرایت کر گیا

ہے۔ میں نے آپ سے پچھڑنے کے بعد صرف ایک ہی کام کیا جہاں تک میری بساط تھی

جہاں تک میری اوقات تھی۔ میں نے اپنے وطن کے چپے چپے پر پھول کھلانے کی کوشش

کی ہے۔ گو اس کے لیے نہ میری کوئی بساط ہے نہ اختیارات لیکن جتنا بھی موقع مل سکا

ہے اپنے وطن میں بسنے والوں کے لیے میں نے جدوجہد کی ہے۔“

”مجھے ان کی تفصیلات بتاؤ۔ ارے ہاں یہ تو بتاؤ وہ مسز خان کہاں گئیں۔ وہ بچی جو

تمہارے ساتھ رہتی تھی۔“ میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ میں نے سعید خان کے

جوابات سننے لگا۔ وہ بھی بڑی ذہانت سے دی ہوئی ہدایات کے مطابق تمام تفصیلات بتا رہا

تھا۔ بہت دیر تک مٹھل شاہ سعید خان سے باتیں کرتا رہا۔ میں اور رشید ناگی مطمئن تھے۔

میں نے ہنستے ہوئے وہی الفاظ رشید ناگی سے کہے کہ سعید خان اگر بددیانتی پر آمادہ ہو جائے

تو بہ آسانی میری جگہ حاصل کر سکتا ہے۔ رشید ناگی نے سعید خان کی تعریف کرتے ہوئے

کہا کہ وہ بہت نیک نفس اور نفیس نوجوان ہے پھر اس کے بعد مٹھل شاہ کو آرام کرنے

کے لیے ایک کمرے میں بھیج دیا گیا۔ اس نے مجھے طلب کر لیا تھا میں مٹھل شاہ کے کمرے

میں پہنچا تو اسے گہری سوچوں میں ڈوبے ہوئے پایا میں نے مسکرا کر کہا۔

”کسے مٹھل شاہ صاحب کیا صورت حال ہے؟“

”غضب ڈھایا ہے اس لڑکے نے درحقیقت میں اسے اس قدر باصلاحیت نہیں

سمجھتا تھا اور پھر ظاہر ہے کہ جس شخصیت نے بین الاقوامی قوت رکھنے والے دو اداروں کو

نچاڑ رکھا ہے وہ معمولی نہیں ہو سکتی یہ بے حد باصلاحیت نوجوان ہے خیر ہم اس کے گن

گائے کے لیے یہاں نہیں آئے ہیں اپنا کام جلد از جلد ختم کر لینا چاہتا ہوں فراز۔“

”کیا آپ نے اپنے ذہن میں تمام منصوبہ ترتیب دیے لیا ہے مٹھل شاہ صاحب؟“

”ہاں میرے دوست جو کام کرنا ہے اس میں دیر کرنا ہے جتنی ہو گا۔“

”اگر مناسب سمجھیں تو مجھے بھی اس منصوبے کے بارے میں تفصیلات بتا دیں۔“

ناگہ میں ذہنی طور پر اپنے آپ کو بھی آئے والے واقعات کے لیے تیار کر لوں۔“

”یقیناً“ آج کا دن بالکل پرسکون گزارنا ہے اس کے بعد تمہیں کچھ کیمیکل بازار

سے خریدنے ہوں گے۔ میں تمہیں ان کے بارے میں تفصیل بتا دوں گا ان کیمیکلز کا

مرکب بہترین زہر تیار کر دیتا ہے الگ الگ یہ مختلف بیماریوں میں استعمال کیا جاتے ہیں

لیکن اگر ان کی مناسب مقدار یکجا کر لی جائے تو ایک خوفناک زہر تشکیل پاتا ہے یہ ترتیب

اور اس کا تجزیہ مجھے روز آرگنائزیشن کے نمائندوں ہی نے کر کے بتایا تھا اور اب میں اسے

بہ آسانی سے استعمال کر سکتا ہوں میں نے اس تجربے کے نتائج بھی دیکھے تھے بہت

بھیانک نکلے ہیں اصل میں یہ طریقہ کار میں نے اپنی آسانی کے لیے اختیار کرنے کا فیصلہ

کیا ہے۔

”اگر ہم اپنی کوششوں میں کامیاب ہو گئے تو اس کے بعد ہمیں کیا کرنا ہوگا مٹھل شاہ صاحب؟“

”وہ سوال کیا ہے تم نے جس نے مجھے سب سے زیادہ پریشان کر رکھا ہے، اصل میں میں یہاں کچھ وقت گزارنا چاہتا ہوں روز آرگنائزیشن کی طرف سے بھی مجھ پر اس سلسلے میں کوئی پابندی نہیں عائد کی گئی، اور یہ نہیں کہا گیا کہ میں اس کام کی تکمیل کے بعد فوراً ہی واپس مناکو پہنچ جاؤں، میں یہی سوچ رہا ہوں اور ہاں تم مجھے بتاؤ، اس کام کی تکمیل کے بعد تمہارا اپنا کیا ارادہ ہے؟“

”مٹھل شاہ صاحب مسٹر لیٹھ اشمیر نے مجھ سے کچھ وعدے کیے ہیں، انہوں نے کہا ہے کہ مجھے باقاعدہ اشمیرس گروپ میں شامل کر لیا جائے گا اور میرا تعلق مافیا سے ہوگا، میں خود بھی زندگی کے ان روشن مراحل سے گزرنا چاہتا ہوں۔“

”تمہیں اس کا حق حاصل ہے نوجوان، لیکن میرا دل اس ملک سے جانے کو نہیں چاہتا، خیر ویسے بھی ہمیں بعد کے تمام معاملات دیکھنا ہوں گے، یہ اندازہ لگانا ہوگا کہ دانش منصور کی موت کے بعد اس کے یہ تمام پروجیکٹ کون سنبھالتا ہے، بظاہر اس کا کوئی نعم البدل نہیں معلوم ہوتا، پھر بھی۔“

”دانش منصور کی موت کے بعد کیا آپ روز آرگنائزیشن کو اس بارے میں اطلاع دیں گے اور اگر یہ اطلاع دی جائے تو کہاں اور کس جگہ اور کس شخص کو؟“

”نہیں مجھے ایسی کوئی ہدایت نہیں دی گئی ہے، ویسے بھی ان کے اپنے انتظامات ہوں گے، نہ میں نے اس بارے میں ان سے کچھ پوچھا اور نہ ہی مجھے کچھ بتایا گیا۔“

”تو پھر یہ بات طے پائی کہ ہمیں یہاں قیام کرنا ہوگا؟“

”ہاں۔“

”کیا اسی کوٹھی میں؟“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا اس کام کی تکمیل کے بعد ہم خاموشی سے نکل چلیں گے، میں نے وہ مکان اسی لیے برقرار رہنے دیا ہے اور اس جگہ سے مطمئن ہوں ہمیں آسانی حاصل ہوگی۔“

”مگر رابطہ؟“

”میں نہیں جانتا اس بارے میں، لیکن اگر کچھ عرصے تک ان سے کوئی رابطہ نہ ہوا تو پھر ہم خود مناکو جا کر گفتگو کریں گے۔“

”بہتر، تو اب میرے لیے کیا حکم ہے؟“

”آج کا دن بالکل آرام کا دن ہے، کل تمہیں کچھ کیمیکلز مہیا کرنا ہوں گے، میں تمہیں لکھ دیتا ہوں۔“ بعد میں مٹھل شاہ نے مجھے وہ نام لکھ کر دے دیے جن کے مطابق مجھے یہ کیمیکل حاصل کرنا تھے، بس میرے لیے اتنا ہی کافی تھا، مٹھل شاہ کم از کم مجھ سے دوہری چال نہیں چل رہا تھا۔ اس کا اندازہ مجھے بخوبی تھا لیکن دماغ کی چولیس بل کر رہ گئی تھیں اس کا بچھا بچھا سا انداز اور اس کی کیفیت کوئی فیصلہ نہیں کرنے دے رہی تھی لیکن اب کیا بھی کیا جاسکتا تھا۔ سعید خان کو جو ہدایات دی گئی تھیں وہ ان کے مطابق عمل کر رہا تھا، کچھ دیر کے بعد وہ پھر آگیا، مسکراتا ہوا بولا۔

”مجھے اپنی ضروریات کی تفصیل بتا دیجئے گا مٹھل شاہ صاحب، لباس وغیرہ کا انتظام کرنا ہوگا، مزید جو ضرورتیں ہوں، اصل میں آپ سے دور رہنے کو دل نہیں چاہ رہا اگر آپ آرام کرنے کے خواہش مند ہوں تو میں چلا جاتا ہوں ورنہ۔“

”نہیں نہیں بیٹھو فیصل، تم کیا سمجھتے ہو اتنے عرصے کے بعد تم سے مل کر خود میرا دل تم سے دور رہنے کو چاہتا ہوگا، ہاں فراز کے لیے بھی بندوبست کر دو، یہ بھی میرے ساتھ ہی قیام کریں گے، میں ان کے بارے میں تمہیں بتا دوں گا کہ یہ کون ہیں اور میرے لیے کیا حیثیت رکھتے ہیں۔“

”سر آنکھوں پر مٹھل شاہ صاحب پوری کوٹھی ان کے لیے ہے پھر بھی میں ہدایت کر چکا ہوں، مسٹر فراز اگر آپ آرام کرنا چاہیں تو براہ کرم آرام کیجئے، کہیں جانے کے خواہش مند ہوں تو گاڑی تیار ہے۔“

”ہاں اب تم آرام کرو اور اگر کہیں جانا چاہو تو بے دھڑک چلے جاؤ۔“ مٹھل شاہ نے مجھ سے کہا اور میں کمرے سے باہر نکل آیا، رشید ناگی میری تاک میں تھا، میں اسے لے کر چل پڑا اور پھر میں نے کیمیکلز کا وہ پرچہ اس کے سامنے کر دیا اور اسے مٹھل شاہ کے منصوبے کی ساری تفصیلات بتا دیں، رشید ناگی نے فوراً کہا۔

”کوئی مشکل مسئلہ نہیں ہے چیف، بلکہ میں تو سمجھتا ہوں اگر مٹھل شاہ صاحب آپ سے کوئی فریب نہیں کر رہے اور جو کچھ کہہ رہے ہیں اسی کے مطابق عمل کرنا چاہتے ہیں تو یہ بہت اچھا ہوا کہ انہوں نے آپ کو اس کا طریقہ کار بتا دیا۔“

”مگر اب کرو گے کیا رشید ناگی؟“

”کوئی مشکل مسئلہ ہی نہیں ہے، یہ کیمیکلز درکار ہیں ناں آپ کو، آئیے چار سو گیارہ میں چلیں، کوئی کام تو نہیں ہے؟“

”نہیں بالکل نہیں۔“

”ہمارے پاس کیمیکل ایکسپرٹ موجود ہیں چیف ایک پورا سیکشن ہے۔ جزیرے پر تو میں نے اعلیٰ ترین لیبارٹری بنوائی ہے اور ہمارے بہت سے ایکسپرٹس وہاں ان دواؤں پر کام کر رہے ہیں جن کے بارے میں اخبارات میں خبریں آتی رہتی ہیں کہ غیر معیاری اور مضر صحت ہیں، چیف یہ بھی ہمارے وطن کا ایک اہم شعبہ ہے، بیمار انسانیت دکھ سے کراہتی ہوئی ہسپتالوں تک پہنچتی ہے، اول ہسپتالوں میں ان غریبوں کے لئے کوئی دوا موجود نہیں ہوتی جو اسے خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتے، دواؤں کے جو کوٹے ہسپتالوں کو دیئے جاتے ہیں وہ فروخت ہو جاتے ہیں، وہاں پر بھی ان کی خریداری ممکن ہوتی ہے بشرطیکہ مریضوں کی جیب میں پیسے ہوں، ورنہ دوائیں اشاک میں ختم ہو چکی ہوتی ہیں، بازار سے انہیں خریدا جائے تو ان کی قیمتیں آسمان سے باتیں کر رہی ہوتی ہیں مریض تو صاحب فراش ہوتا ہے، لیکن اس کا علاج کرانے والے منگانی کی بیماری کا شکار ہوتے ہیں اور اس کے علاوہ ان دواؤں سے بھی تسلی بخش نتائج برآمد نہیں ہوتے کیونکہ یہ غیر معیاری ہوتی ہیں، چنانچہ انہیں استعمال کرنے والے نئے امراض کا شکار ہو جاتے ہیں، ہمارا ایک بہت بڑا شعبہ ان دواؤں پر تحقیق کر رہا ہے ان کے اخراجات کا تخمینہ لگایا جا رہا ہے اور چیف اس سلسلے میں باقاعدہ منصوبہ ترتیب دے لیا گیا ہے، ہم ان کے خام اجزاء امپورٹ کر کے انہیں ملک ہی میں تیار کرائیں گے اور سرکاری پیمانے پر ان کمپنیوں کے خلاف کارروائی کی جائے گی جو دولت کمانے کے لیے انسانی صحت سے کھیلتی ہیں۔ اس سلسلے میں ہمیں محکمہ صحت سے امداد درکار ہوگی، لیکن میں یہ چاہ رہا ہوں کہ پہلے ہم اپنی تحقیق مکمل کر کے ان کی تیاری کا معقول ہندوستان کر دیں، ہو سکتا ہے سرکاری طور پر

مراعات مل جائیں اور ہم انہیں کمپنیوں میں یہ دوائیں بہتر انداز میں تیار کریں، جہاں ان کے پلانٹ لگے ہوئے ہیں، خیر یہ ذرا تفصیلی بات چیت ہو گئی، چار سو گیارہ میں بھی ہمارے ایکسپرٹس ابھی موجود ہیں، وہ جو بھی بہتر مشورہ دے سکیں ہم عمل کریں گے۔“

چار سو گیارہ میں چند لوگوں سے ملاقات ہوئی۔ میں چونکہ بدستور میک اپ میں تھا اور یہ بات تمام لوگوں کو نہیں معلوم تھی اس لیے میری زیادہ پذیرائی نہیں کی گئی لیکن رشید ناگی کا ساتھ ہونا کافی تھا، یہ کیمیکلز ایکسپرٹس کے سامنے پیش کئے گئے اور رشید ناگی نے سوال کیا کہ کیا ان کا مرکب انسانی صحت کے لیے خطرناک ہو سکتا ہے، تو تھوڑی ہی دیر میں ان کا کمپیوٹرائزڈ رزلٹ مل گیا اور اس رزلٹ نے بتایا کہ الگ الگ یہ بالکل نارمل چیزیں ہیں لیکن ان کا مرکب ایک ایسا کامی نیشن تیار کر دیتا ہے جو ذہر قاتل بن جاتا ہے۔ ”کیا کوئی ایسا ذریعہ ہو سکتا ہے کہ ان شیشوں کی پیکنگ میں ہمیں ان جیسی دوسری اشیاء مل سکیں۔“

میرے اس سوال کے جواب میں کیمیکل ایکسپرٹس نے کہا کہ ہاں یہ ہا آسانی ہو سکتا ہے۔ میں نے رشید ناگی سے کہا کہ مجھے یہ تمام چیزیں اس شکل میں درکار ہیں کہ ان کی پیکنگ اصل ہوں، تمام سیل اسی طرح لگی ہوئی ہوں اور ان کے اندر جو مخلول موجود ہوں وہ شناخت بھی نہ کیے جاسکیں اور ان کا مرکب کسی بھی طور انسانی صحت کے لیے نقصان دہ نہ ہو، رشید ناگی نے ان لوگوں سے گفتگو کی اور انہوں نے کہ پورے اعتماد کے ساتھ وہ یہ کام کر سکتے ہیں، اس کے باوجود میں نے اس خدشے کا اظہار کیا کہ یہ معاملہ غیر اہم نہیں ہے کیونکہ وہ مرکب کسی کو استعمال کرایا جائے گا اس کے کسی بھی طرح نقصانات کسی بھی طور برداشت نہیں کیے جائیں گے۔ اس بات کا وعدہ کر لیا گیا کہ ایسا نہیں ہوگا اور اس کی پوری ذمہ داری قبول کی جائے گی۔

میں نے رشید ناگی سے کہا۔ ”تو کیا میں مطمئن ہو جاؤں کہ تم یہ کام سرانجام دے لو گے؟“

”ہمیں یہ کب درکار ہوں گے چیف؟“ رشید ناگی نے کہا اور وہ تمام لوگ چونک کر مجھے دیکھنے لگے، رشید ناگی کے منہ سے چیف کا لفظ سن کر وہ سب ششدر رہ گئے تھے۔ تب رشید ناگی نے ان سے میرا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ میں دانش منصور ہوں اور

ضرورت کے تحت میک اپ میں ہوں۔ ماحول ہی بدل گیا۔ وہ سب منسوب ہو گئے، معذرتیں کی گئیں اور اس کے بعد انہوں نے کہا کہ تمام کام میری خواہش کے مطابق ہو جائے گا، میں نے اس کے لیے دوسرے دن کا وقت متعین کر دیا تھا۔

دل کو بے پناہ خوشی کا احساس ہوتا تھا۔ میرے پاس ہر شعبہ موجود تھا۔ سعید خان کے بارے میں ہمیں اس بات کا اطمینان تھا کہ وہ مٹھل شاہ کو سنبھالنے کی پوری پوری اہلیت رکھتا ہے، چنانچہ میں اور رشید ناگی ایک کمرے میں بیٹھ کر دوسری باتیں کرنے لگے۔ رشید ناگی اصل میں مجھ سے یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ نادرہ کا کیا ہوا، اس کے سوال کے جواب میں میں نے اسے نادرہ کے بارے میں تفصیلات بتائیں، اور کہا کہ وہ گم ہے، ویسے بھی مٹھل شاہ سے نادرہ کے بارے میں کوئی اہم سوال نہیں کیا جاسکتا تھا لیکن بہر حال مجھے نادرہ کا کوئی نشان نہیں مل سکا تھا۔ میں نے کہا۔

”ناگی ظاہر ہے اب ہم مٹھل شاہ کو یہاں سے نہیں نکلنے دیں گے۔ پہلے ان کی ذہنی حالت پر توجہ دی جائے گی اور اگر ہم اس میں کامیاب ہو گئے تو بعد میں ان سے نادرہ کے بارے میں معلوم کیا جاسکتا ہے، فی الحال میں نے جلد بازی نہیں کی ہے کیونکہ یہ معاملہ انتہائی خوفناک ہے۔“

”چیف آپ نے جو منصوبہ ترتیب دیا ہے درحقیقت میرے لیے وہ بڑا سنسنی خیز ہے آپ دانش منصور کی موت کا اعلان کریں گے۔ کیا اس کے بعد ہمیں کچھ مشکلات کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔“

”نہیں کرنا پڑے گا۔ میں کچھ عرصے یہ کھیل جاری رکھوں گا۔ روز آرگنائزیشن اور ڈان سینٹر کے ذہن سے میں دانش منصور کا خوف نکال دینا چاہتا ہوں کیونکہ وہ دانش منصور کے بارے میں بہت کچھ جان چکے ہیں اور اس کے بعد یہ ہو گا رشید ناگی کہ یہ دونوں ادارے ایک کام کی تکمیل کے بعد پھر علیحدہ ہو جائیں گے اپنے اپنے طور پر کام کریں گے۔ میں اپنا طریقہ کار کچھ بدلنا چاہتا ہوں میری خواہش ہے کہ اب تک تو ہم ان سے اپنا ڈیفنس کرتے رہے ہیں۔ اب آگے بڑھ کر میں ان کے خلاف کارروائی کروں اور اس قسم کے کام سرانجام دوں کہ دنیا بھر میں ہمارے لیے ملکوں کی کارروائیاں اور پالیسیاں بہتر ہوں، ہمیں ایسے وسائل حاصل ہوں جن سے ہمارا ملک ترقی پائے اور اس کے لیے

اتنا میں جانتا ہوں کہ مجھے مجرمانہ کارروائیاں کرنا ہوں گی۔ رشید ناگی میں مافیا سے منسلک ہونا چاہتا ہوں، اور اس میں شامل ہو کر میں اپنے ملک کے خلاف ہونے والی کارروائیوں سے بھی آگاہ ہو سکتا اور اپنے ملک کی بہتری کے لیے بھی کام کر سکتا ہوں۔ دانش منصور کی حیثیت سے یہ کام میرے لیے مشکل ہو جاتا، میں زیادہ بہتر طریقے سے یہ عمل کر سکتا ہوں۔“

رشید ناگی مجھے پر خیال لگا ہوں سے دیکھنے لگا پھر بولا۔

”ٹھیک ہے چیف ظاہر ہے آپ نے جو کچھ سوچا ہو گا بہتر ہی سوچا ہو گا۔“

”اور تم سے اس کی کامیابی کی دعاؤں کا منتظر ہوں ناگی۔“

”میرا رواں رواں آپ کی کامیابی کے لیے دعا گو ہے۔“

”یہ چیکناس برادرز نظر نہیں آئے اس دوران کیا کر رہے ہیں یہ؟“

”جزیرے پر ہیں انہیں جزیرہ بہت پسند آیا ہے وہیں پر اپنی اپنی پسند کے کاموں میں مصروف ہیں۔“ ناگی نے جواب دیا۔

”گڈ۔ میرے دل میں بھی اسے دیکھنے کی بڑی خواہش ہے لیکن جن حالات سے ہم گزر رہے ہیں اس کا تمہیں اندازہ ہے۔“

”میرا خیال ہے چیف کھیل بہت جلد ختم ہو جائے گا؟“

”نہیں ناگی۔ کھیل جلد ختم نہیں ہو گا، کیونکہ میں اسے دور تک لے جانا چاہتا ہوں۔“

رات کو ڈنر پر مٹھل شاہ نے مجھے شریک کیا تھا اور بہت سی باتیں کرتا رہا تھا۔ دوسرے دن اس نے ساڑھے دس بجے کے قریب مجھ سے ملاقات کی اور سرگوشی کے انداز میں بولا۔

”آج رات ڈنر پر میں اپنی کارروائی کی تکمیل کر لینا چاہتا ہوں۔ یقینی طور پر تمہیں یہ کیمیکل حاصل ہو جائیں گے کیونکہ ان کی فروخت عمومی ہے اور ان پر کوئی پابندی نہیں ہے تم چاہو تو انہیں مختلف اسٹورز سے حاصل کر سکتے ہو، پروگرام یہ ہے کہ ہم دانش منصور کو یہ مرکب کسی نہ کسی طرح دے دیں گے۔ اس کے دس بارہ ڈراپس کافی ہوں گے اس کارروائی کے دوران تم بھی میرے ساتھ رہو گے اس کی تکمیل کے بعد ہم اس کا

نتیجہ دیکھیں گے اور پھر خاموشی سے یہاں سے نکل چلیں گے۔ میں نے اچھی طرح جائزہ لے لیا ہے کہ جب میں اور دانش منصور ساتھ ساتھ ہوتے ہیں تو اور کوئی ایسا نہیں ہے جو ہماری جانب متوجہ ہوتا ہو اور ہم پر نظر رکھتا ہو۔ ہم دونوں ٹہلنے کے سے انداز میں یہاں سے نکلیں گے اور اس کے بعد کہیں سے کوئی ٹیکسی وغیرہ لے کر چل پڑیں گے۔ بعد میں ہمیں مستقل گھر میں قیام کرنا ہوگا۔

”بہت بہتر۔ اچھا تو اب مجھے اجازت دیجئے میں چلتا ہوں۔“

کوٹھی سے گاڑی لے کر ہی نکلا تھا اور اسے کافی دور جانے کے بعد ایک بنگلے کی آڑ میں روک دیا تھا پھر وہاں سے چار سو گیارہ تک کا پیدل سفر کیا تھا اور اس کے بعد چار سو گیارہ میں پہنچ گیا تھا۔

رشید ناگی کو چونکہ تمام منصوبوں کا علم تھا اس لیے تمام کارروائیوں کو چھوڑ کر وہ میرے کام کے لیے تیار تھا، کیمیکل ایکسپرٹس نے وہ شیشیاں میرے سامنے رکھ دیں اور ان کی اصل پیکنگ بھی جو بازار سے منگوائی گئی تھیں۔ نقلی پیکنگ اصل پیکنگ کے مطابق تھی پھر وہ مرکب مختلف مقدار میں تیار کر کے چند جانوروں پر آزما کر مجھے اس کے تجربات دکھائے گئے۔ ان پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا بلکہ وہ پوری طرح چاق و دو بند تھے۔ کئی گھنٹے میں چار سو گیارہ میں اس کیمیکل مرکب کی مختلف مقداروں کا تجربہ کرتا رہا اور جب مجھے اطمینان ہو گیا کہ یہ کسی بھی طور سعید خان کو نقصان نہیں پہنچا سکیں گے، تو میں مطمئن ہو گیا۔ وہ مرکب مختلف شیشیوں میں اصل کے مطابق پیک کر کے سیل کر دیا گیا اور اس کی کیفیت بازار سے حاصل شدہ مرکب کی شیشوں سے مختلف نہ رہی تو میں مطمئن ہو گیا۔ اس کے بعد سعید خان کو ایک بار پھر بریف کرنا تھا۔ رشید ناگی نے کوٹھی جا کر سعید خان کو بلا لیا۔ مٹھل شاہ اس وقت اپنے کمرے میں ہی موجود تھا۔ میں نے سعید خان کو تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”رات کو تمہاری ہلاکت کا بندوبست کیا جائے گا ذرا پر تمہیں ایک ایسی دوا دی جائے گی جو زہریلی ہوگی۔ سعید خان تمہیں مٹھل شاہ کو مطمئن کرنا ہے اس طرح کی اداکاری کرنی ہے تمہیں کہ مٹھل شاہ جیسا زیرک آدمی مطمئن ہو جائے، میرا خیال ہے موت کی اداکاری کرنے میں تمہیں کوئی خاص دقت نہیں ہوگی۔“

”نہیں ہوگی چیف آپ مطمئن رہیں۔“

”بس تو میرا خیال ہے مٹھل شاہ کے سلسلے میں یہ تمہارا آخری کام ہوگا اور ناگی اس کے بعد سعید خان کا میک اپ اتار دیا جائے اور اسے آرام کرنے دیا جائے۔“

رشید ناگی نے گردن ہلائی تھی، سعید خان کو زیادہ دیر یہاں نہ رکھا گیا چونکہ مٹھل شاہ کسی بھی وقت اسے طلب کر سکتا تھا، ہم نے جو منصوبہ ترتیب دیا تھا ابھی تک اس سے مطمئن نہیں تھے دواؤں کی وہ شیشیاں ایک ایسے تھیلے میں پیک کر لی گئیں جو میڈیکل اسٹور سے حاصل کیا گیا تھا تاکہ مٹھل شاہ کو کسی قسم کا کوئی شبہ نہ ہو سکے، یقینی طور پر وہ ان کے اثرات سے اتنا ہی مطمئن تھا کہ اس نے کسی تجربے کی بات نہیں کی تھی۔

غرضیکہ یہ سارے کام مکمل ہو گئے۔ کوئی پونے ایک بجے کے قریب میں واپس اسی گاڑی میں کوٹھی پہنچ گیا تھا اور یہ اچھا ہی ہوا کہ میں نے ہر چیز کا بنیادی طور پر خیال رکھا تھا۔ مٹھل شاہ اس وقت کوٹھی کے پارک پر چل قدمی کر رہا تھا۔ وہ میری جانب متوجہ ہو گیا تھا، میں دواؤں کا پیکٹ لے کر چند قدم آگے بڑھا تو اس نے بھی میری جانب قدم اٹھا دیے پھر گردن سے مجھے چلنے کا اشارہ کیا اور میں اس کے ساتھ چلنے لگا، راستے میں کوئی گفتگو نہیں ہوئی تھی، وہ مجھے لیے ہوئے اپنے کمرے میں پہنچ گیا اور پھر پیکٹ کی جانب ہاتھ بڑھا دیا۔ اس کے بعد سرگوشی کے انداز میں بولا۔

”دروازہ بند کر دو۔“

میں نے پلٹ کر دروازہ بند کر دیا تھا، اس نے دواؤں کی شیشیاں نکالیں، انہیں غور سے دیکھتا رہا پھر مطمئن انداز میں بولا۔

”عجیب و غریب چیز ہے یہ، ان چار دواؤں کا مرکب قیامت خیز زہر بن جاتا ہے جبکہ انہیں الگ الگ مختلف امراض کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، ان کی فروخت بالکل عام ہے۔“

”مجھے حیرت ہوئی اس بات پر۔“

”انہیں ذہن نشین کر لو ہو سکتا ہے کبھی ضرورت پیش آجائے۔“

”آپ انہیں مکمل کر کے کسی جانور پر تجربہ کرنا پسند کریں گے آپ کہیں تو میں کوئی بلی وغیرہ حاصل کرنے کی کوشش کروں۔“

کا جائزہ لے لیا کرتا تھا، لیکن میں نے اس میں کوئی جذباتی لغزش محسوس نہیں کی تھی وہ نارمل ہی رہتا تھا بہر حال آج اس کا فیصلہ ہو جانا تھا کہ وہ اپنی کاوشوں میں مخلص ہے یا غیر مخلص۔ رشید ناگی نے ایک دلچسپ نقطے کی جانب اشارہ کیا تھا کہ اگر وہ اپنے مسئلے میں غیر مخلص ہے اور دانش منصور کو قتل نہیں کرنا چاہتا تو پھر میری ذات کو خطرہ پیش آسکتا ہے۔ میں محتاط تھا لیکن اس کے امکانات نظر نہیں آرہے تھے، وقت گزارنا انتہائی مشکل ہو رہا تھا۔ دُزر پر بھی ہم تینوں ہی سیکجا تھے۔ مٹھل شاہ سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔ اس نے میرے سامنے ہی ان چاروں دواؤں کو سیکجا کر کے ایک مخلول تیار کیا تھا اور ایک چھوٹی سی شیشی میں اسے اپنے پاس محفوظ کر لیا تھا۔ کھانا جاری رہا میرے اعصاب میں ہلکی سی کھچاوت تھی۔ کھانا خاموشی سے کھالیا گیا، مٹھل شاہ نے کھانے کے دوران ہی فرمائش کر دی تھی کہ کھانے کے بعد وہ کافی پئے گا اور سعید خان نے کافی لانے کے لیے کہہ دیا تھا، میں سمجھ گیا کہ کھیل کافی ہی میں ہو گا۔

بہر حال میرا یہ اندازہ درست نکلا، کافی تیار کی گئی، مٹھل شاہ انگلی سے ایک ڈیکوریشن پیس کو گھما رہا تھا جو دُزر ٹیبل پر رکھا ہوا تھا، پھر اس نے اچانک ڈیکوریشن پیس کو اس انداز میں جنبش دی کہ وہ لڑھکتا ہوا میز سے نیچے گر پڑا ہلکی سی آواز کے ساتھ اور بالکل ہی غیر اختیاری طور پر سعید خان نے جھک کر وہ ڈیکوریشن پیس میز کے نیچے سے اٹھالیا، لیکن مٹھل شاہ کی برق رفتاری بھی قابل دید تھی اسی دوران اس نے سعید خان کی کافی کی پیالی میں وہ شیشی انڈیل دی تھی جو اس کے ہاتھ میں تھی سعید خان سیدھا ہوا تو مٹھل شاہ کا کام مکمل ہو چکا تھا۔ اس نے اپنی کافی اٹھا کر ہونٹوں سے لگالی، میں بھی کافی پیتا رہا، سعید خان نے بھی اپنی کافی اٹھا کر اس کے دو تین بڑے بڑے گھونٹ لیے اور اچانک ہی اس کا ہاتھ لرزنے لگا، آخری گھونٹ لے کر کافی کی پیالی رکھتے ہوئے اسے خاصی وقت کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ میرے دل میں دھواں سا بھر گیا، کیا سعید خان یہ اداکاری کر رہا ہے یا خواہ مخواہ کوئی گڑبڑ ہو گئی، وہ آنکھیں پھاڑ رہا تھا اور اس کے دونوں ہاتھ سختی انداز میں میز پر پھیل رہے تھے، میری حیرت اس وقت بالکل غیر حقیقی نہیں تھی، میں خوفزدہ لگا ہوں سے اسے دیکھ رہا تھا، سعید خان نے اچانک ہی کرسی پیچھے کھسکا کی اور کھڑے ہو کر کچھ بولنے کی کوشش کی، لیکن اس کے منہ سے چند ہی آوازیں نکلی تھیں۔

”کمال کرتے ہو تم یہ اتنی آزمودہ چیز ہے کہ اس کے غلط ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔“

”نہیں اگر آپ مطمئن ہیں تو میں آپ کے تجربے کو چیلنج نہیں کر رہا، میں تو صرف یہ کہہ رہا ہوں کہ کام اطمینان طریقے سے ہو۔“

”مٹھل شاہ نے دواؤں کی وہ شیشیاں ایک الماری میں رکھتے ہوئے کہا۔“

”سب سے زیادہ موثر بات یہ ہے کہ ہمیں یہاں بھروسہ اور اعتماد حاصل ہے لیتھ اشیر یا سٹ بین دوسرے کسی ذریعے سے اس کو ٹھی میں کسی کو نہیں بھیج سکتا تھا، میں اس کا اچھی طرح جائزہ لے چکا ہوں، ظاہر ہے دانش منصور جو کچھ کر رہا ہے اس میں اسے سینکڑوں دشمنوں کا سامنا ہے، وہ اتنی آسانی سے کسی کو یہاں تک نہیں پہنچنے دے سکتا۔“

میں نے مدھم سے مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

”آپ کو خود اندازہ ہو گا مٹھل شاہ صاحب کہ ان لوگوں نے آپ کا انتخاب لاکھوں میں سے کیا ہے اس سے پہلے بھی لیتھ اشیر اپنے ایک بہت ہی اہم رکن فلیک رابنس اور شیریں رابنس کو بھیج چکا ہے وہ یہاں موت کا شکار ہو گئے۔“

”ہاں مجھے بریف کرتے ہوئے اس بارے میں بتایا گیا تھا بہر حال آج ہم اپنا کام ختم کر لیں گے، تم تیار ہوناں.....؟“

”مجھے کیا تیاریاں کرنی ہیں، اس کام کی تکمیل کے بعد ہمیں نکل جانا ہے اور گلشن اقبال کے اس مکان میں قیام کرنا ہے بعد میں آپ جس طرح بھی مناسب سمجھیں۔“

ڈیڑھ بجے کے قریب کھانے کے لیے طلب کر لیا گیا، میں بھی کھانے میں شریک تھا، سعید خان بھی تھا، کھانے کے دوران ہلکی پھلکی گفتگو ہوتی رہی اور اس کے بعد کھانا ختم ہو گیا۔

پھر باقی وقت میں نے مٹھل شاہ کے ساتھ ہی گزارا تھا۔ شام کی چائے کے لیے ہم لوگ باہر آئے، سعید خان ہر طرح سے مٹھل شاہ کی پذیرائی کر رہا تھا۔ مٹھل شاہ نے اس سے کہا بھی کہ وہ اپنے مشاغل جاری رکھے لیکن سعید خان نے والہانہ انداز میں جواب دیا کہ اس کی زندگی کا بہترین مشغلہ یہ ہے کہ مٹھل شاہ کی خدمت میں حاضر رہے اس سے اہم کام اور کوئی نہیں لگتا اسے، اسے جیلے ادا کرتے دیکھ کر میں حیران لگا ہوا ہوں۔ مٹھل شاہ

”میں..... یہ میں..... تھا تھا، کب.....“

مٹھل شاہ اپنی کرسی کھسکا کر کھڑا ہو گیا، میں بھی دہشت زدہ سا اس کے ساتھ ہی کھڑا ہوا تھا۔ سعید خان کے حلق سے گھٹی گھٹی آوازیں نکل رہی تھیں اور پھر وہ دوسری جانب الٹ گیا۔

خاصی زور سے گرا تھا، میرے دل پر چوٹ لگی تھی لیکن اس وقت اس کی خبر گیری کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ آہ! نجانے کیا ہوا ہے، سعید خان کی یہ اداکاری، اداکاری تو نہیں معلوم ہو رہی تھی، مٹھل شاہ نے اپنا چوڑا ہاتھ میری کلائی پر رکھا اور آستے سے بولا۔

”آؤ۔“

میرے قدم دروازے کی جانب کس طرح اٹھے، میرا دل ہی جانتا تھا، اندر سے کوئی چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ گڑ بڑ ہو گئی ہے یقیناً، کوئی گڑ بڑ ہو گئی ہے۔

==☆☆☆☆==

مٹھل شاہ کے لیے دل میں اگر احترام کے وہ جذبات نہ ہوتے جو ابتدا ہی سے میرے دل میں جاگزیں تھے تو اس وقت مٹھل شاہ کا ساتھ نہ دیتا بلکہ سعید خان کی خبر گیری کرتا یہ اندازہ تو ہو چکا تھا کہ مٹھل شاہ کے اندر کوئی نرم گوشہ نہیں ہے بلکہ وہ روز آرگنائزیشن کے دیے ہوئے تمام کام اس خوشی اسلوبی سے پورے کر رہا ہے جس کی اسے ہدایات دی گئی تھیں۔ گویا اس نے اپنی دانست میں مجھے قتل کر دیا تھا۔ مٹھل شاہ کے لیے میرے دل میں ابھی تک کوئی بدگمانی نہیں پیدا ہوئی تھی کیونکہ میں جانتا تھا کہ وہ ذہنی طور پر عدم توازن کا شکار ہے بس ایک موہوم سا خیال تھا دل میں کہ ہو سکتا ہے ماضی کے رشتے اسے روکیں اور وہ اپنا یہ خیال تبدیل کر دے لیکن اس نے اپنی دانست میں سعید خان کو ہلاک کر دیا تھا حالانکہ جو اشیاء میں نے اسے لا کر دی تھیں اس کے بارے میں رشید ناگی نے اور میرے ڈپارٹمنٹ کے لوگوں نے مجھے پورا یقین دلایا تھا کہ وہ سب بے ضرر چیزیں اور ان سے نقصان نہیں پہنچ سکتا لیکن بس نجانے دل کیوں بے ایمان ہو رہا تھا۔ گلشن اقبال کے اس مکان میں پہنچ گیا حالانکہ عام حالات میں یہ بھی بہت زیادہ ضروری نہیں تھا اگر وہیں اس کو ٹھہری میں قیام کیا جاتا تب بھی کوئی نہ کوئی ترکیب نکالی جا سکتی تھی جس کے تحت الزام ہم دونوں پر نہ آتا لیکن میں مٹھل شاہ کے زیر ہدایت ہی کام کر رہا تھا اور ابھی تک میں نے کہیں اس سے انحراف نہیں کیا تھا۔ بس ایک غم کا احساس تھا دل ٹوٹ سا گیا تھا جب کہ مٹھل شاہ بہت مطمئن نظر آ رہا تھا۔

گلشن اقبال کے اس مکان میں پہنچنے کے بعد اس نے مطمئن لہجے میں کہا۔

”تم نے میری تمام کارکردگی پر غور کیا مسٹر فراز اصل میں مجھے اس بات کا بھی اعتراف ہے کہ اگر وہ احمق مجھ سے ایسی اندھی عقیدت نہ رکھتا تو اس طرح شکار نہ ہو جاتا لیکن اس نے اپنی عقیدت میں ہر خطرے کو نظر انداز کر دیا تھا مجھے تو حیرت ہے اس بات پر کہ روز آرگنائزیشن اور ڈان سینٹر جیسے بڑے ادارے جنہوں نے دنیا بھر میں اپنا ایک معیار قائم کر لیا ہے اس جیسے احمق کے ہاتھوں اس طرح کیوں بچ ہو گئے کہ ان کا جینا حرام ہو گیا۔ بہر حال میں تمہارے تعاون پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ یہ میری کامیابی نہیں بلکہ اس میں تمہارا پورا حصہ ہے۔“

”میں بھی آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں مشعل شاہ۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہمارے آئندہ اقدامات کیا ہوں گے؟“

”کچھ نہیں۔ ابھی ہمیں ہمیں قیام کرنا ہو گا اور اس سلسلے میں سب سے پہلا کام یہ کرو کہ اپنا حلیہ تبدیل کر لو۔ تمہارے پاس میک اپ کا سامان موجود ہے کیا تم اپنے ہاتھوں سے اپنے چہرے پر میک اپ کر سکتے ہو؟“

”جو سامان میرے پاس ہے وہ بس اتنا کر سکتا ہے کہ میرے چہرے میں تھوڑی سی تبدیلی پیدا کر دے۔“

”ہمارے لیے بس اتنا ہی کافی ہے۔ میں بھی اسی پر عمل کرنے جا رہا ہوں۔ ہم یہاں تو آگئے ہیں لیکن صرف حلیہ بدلنے کے لیے۔ ابھی ہمیں واپس جا کر حالات کا اچھی طرح جائزہ لینا ہے۔ کیا تم تیار ہو؟“

”مجھے آپ کے ہر حکم کی تعمیل کر کے خوشی ہوگی۔“

”تو بس جاؤ چہرے میں تھوڑی سی تبدیلی کر لو باقی کئی باتیں بعد میں بتاؤں گا۔“

مشعل شاہ خود بھی اپنے کمرے کے ہاتھ روم میں چلا گیا۔ میں کف افسوس ملنے لگا۔ بتا نہیں ادھر کیا صورت حال ہو۔ جب مجھے یہ اطمینان ہو گیا کہ مشعل شاہ اپنا حلیہ بدلنے میں مصروف ہے تو میں وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ اس نے مجھے اس بات کی اجازت دی تھی کہ میں بھی اپنا حلیہ تبدیل کر لوں چنانچہ اس سے کافی فاصلے پر آنے کے بعد میں نے ہاتھ روم کا رخ کیا اور دروازہ بند کرنے کے بعد کالر ٹرانسمیٹر پر رشید ناگی کو مخاطب کیا۔ رشید ناگی نے فوراً ہی میرا پیغام وصول کیا تھا۔

”رشید ناگی صورت حال بتاؤ۔“

”بالکل ٹھیک ہے چیف۔ سعید خان کی اداکاری کیسی رہی؟“

”میرے خدایہ سعید خان نے تو میرا کلیجہ ہی نکال لیا تھا۔ تم اس سے ملے ہونا ہمارے نکل آنے کے بعد۔“ میں نے رشید ناگی سے پوچھا۔

”چیف زیادہ فاصلے پر نہیں تھا آپ سے۔ جیسے ہی آپ لوگ وہاں سے چلے میں سعید خان کے پاس پہنچ گیا۔“

”وہ ٹھیک ہے نا؟“

”بالکل ٹھیک ہے آپ کو اس کی اداکاری پسند آئی؟“

”تم پسند کی بات کرتے ہو۔ میں کہہ رہا ہوں تم سے کہ میرا دوران خون تیز ہو چکا تھا۔ نجانے کیوں مجھے یہ احساس ہو رہا تھا کہ کوئی گڑبڑ ہو گئی ہے اور سعید خان کو کوئی نقصان پہنچ چکا ہے۔“

”نہیں چیف وہ بالکل ٹھیک ہے اور یہی کہہ رہا تھا کہ پتا نہیں میری اداکاری کیسی رہی؟“

”اسے میری طرف سے مبارکباد دینا اور اب تم اس سلسلے میں اپنی دوسری کارروائیوں کا آغاز کر دو۔“

”ٹھیک ہے چیف ہمارا پروگرام پہلے سے طے ہے۔“ رشید ناگی نے کہا اور میں نے اطمینان سے کالر ٹرانسمیٹر بند کر دیا اب کہیں جا کر سکون ہوا تھا دل کو۔ ورنہ ایسے برے برے خیالات آرہے تھے دل میں کہ بس جان ہی ہلکان ہوئی جا رہی تھی۔ میک اپ وغیرہ کیا کرنا تھا ہلکی سی داڑھی چہرے پر لگائی۔ باریک باریک مونچھیں۔ بھوتیں بھی تبدیل کر لیں اور ایک ایسا لوشن چہرے پر مل لیا جس سے رنگ سانولا ہو گیا۔ اس کے ساتھ گولڈن فریم کی ایک عینک نے مجھے اتنا تبدیل کر دیا تھا کہ مجھے کوئی اس شکل میں نہیں پہچان سکتا تھا۔

دل کے گوشوں میں اب بھی ایک دکھن سی تھی۔ مشعل شاہ نے مجھے ہلاک کر دیا۔ اس شخص نے جس سے مجھے دلی عقیدت تھی لیکن دل کو ایک طرح سے ڈھارس بھی تھی کہ مشعل شاہ اپنے ہوش و حواس میں نہیں ہے اب یہ بات طے ہو گئی کہ اس کا اپنا ذہن بالکل ہی تبدیل کر دیا گیا ہے۔ یہ بھی سوچا کہ مشعل شاہ کو اصل حالت میں لانے کے لیے

نجانے کیا کیا جتن کرنے پڑے گے۔ اب سوال یہ تھا کہ مٹھل شاہ کا اپنا آئندہ کیا پروگرام ہوتا ہے؟ میرے دل میں اس کے لیے بڑا احترام تھا اور اسی احترام کے تحت میں اب تک خاموشی سے اس کی ہدایت پر عمل کرتا چلا آ رہا تھا۔ ورنہ یہ پوچھ بھی سکتا تھا کہ اس کا پروگرام کیا ہے۔ مٹھل شاہ اس سلسلے میں اپنے آپ کو انچارج سمجھ رہا تھا حالانکہ تھوڑی بہت ذمے داریاں میرے سپرد بھی کی گئی تھیں۔ بہر طور یہ اختلاف کی بات نہیں تھی اس لیے اب تک میں نے اختلاف نہیں کیا تھا۔

میں اپنا حلیہ بدل کے اور لباس تبدیل کر کے جب مٹھل شاہ کے کمرے میں پہنچا تو بری طرح چونک پڑا۔ میرے فرشتوں کو بھی گمان نہیں تھا کہ مٹھل شاہ اپنے آپ کو اتنا مضحکہ خیز بنالے گا۔ اس نے اپنی خوب صورت داڑھی اور مونچھیں صاف کر دی تھیں اور ایسا چہرہ میرے سامنے آیا تھا جسے میں خود بھی پہچان نہیں سکتا تھا۔ میں نے تو مٹھل شاہ کو کسی اور ہی روپ میں دیکھا تھا۔ ایک درویش ایک محب وطن جو دوسروں کے کام آتا تھا اور جس نے اپنے وطن کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا تھا۔ اس نے طریقہ کار دوسرا اختیار کیا تھا لیکن اس کے پس پردہ انسانی بھلائی پوشیدہ تھی۔ نہ جانے کیوں مجھے کچھ نفرت کا سا احساس ہوا لیکن پھر یہ سوچ کر دل کو سمجھا لیا کہ جب اس کا دماغ ہی اس کا اپنا نہیں ہے وہ کچھ بھی کر سکتا ہے۔ مٹھل شاہ مسکرا کر بولا۔

”حالانکہ میں نے اپنی پسندیدہ داڑھی اور مونچھیں صاف کر دی ہیں زندگی کے کسی دور میں میں نے اس بارے میں کبھی بھول کر بھی نہیں سوچا تھا۔ نجانے کب سے یہ داڑھی اور مونچھیں میرے چہرے پر پل رہی تھیں لیکن آج میں نے اپنا حلیہ بدلنے کے لیے انہیں صاف کر دیا ہے۔ اس کے باوجود تم نے ہلکا سا میک اپ جو اپنے چہرے پر کیا ہے وہ بے حد جاندار ہے۔ بیٹھو ہمیں آئندہ کے سلسلے میں گفتگو کرنی ہے۔“

”جی مٹھل شاہ صاحب۔“ میں نے اپنے دل و دماغ پر مکمل قابو پا کر مٹھل شاہ کی اس ہدایت پر بھی عمل کیا اور اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

”سب سے پہلے تو ہم چلتے ہیں یہ جائزہ لیں گے کہ وہاں کیا ہو رہا ہے ذرا تھوڑی سی تفصیلات دیکھنا ہوں گی۔ اس کے بعد واپس آجائیں گے۔ ویسے بہت بڑا کام ہوا ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمارے سرپرستوں کے لیے یہ بہت بڑی خوش خبری ہے۔“

”مٹھل شاہ صاحب میں ابتدا ہی سے اس سلسلے میں ایک بڑی کی محسوس کرتا رہا ہوں۔“

”کیا؟ مجھے بتایا کیوں نہیں۔“

”بس آپ کے سامنے زبان کھولنے کی جرات نہیں ہوئی تھی۔“

”نہیں اگر کوئی کام کی بات ذہن میں آیا کرے تو ضرور بتایا کرو۔ میں تمہیں اپنا ماتحت نہیں اپنا دوست سمجھتا ہوں۔ کیا خیال آیا تھا تمہارے ذہن میں؟“

”ہمارے پاس کسی ایسے رابطے کا انتظام ہونا چاہیے تھا جس کے ذریعے ہم اپنی کامیابی یا ناکامی کی اطلاع اپنے اداروں کو دے سکتے۔ یا کم از کم لیتھ اسٹیمپر کو ہی۔“

مٹھل شاہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

اس نے کہا۔ ”خیر میں اس بارے میں زیادہ تفصیلات نہیں جانتا لیکن ٹٹ مین کا کہنا تھا کہ دانش منصور اس قدر چالاک انسان ہے اگر ذرا مشابہ بھی ہو گیا تو سارا کھیل بگڑ جائے گا۔ لیتھ اسٹیمپر کرش ڈی ایم کا چیف ہے۔ وہ بھی اس بات سے خوفزدہ ہے۔ اس نے پہلے بھی جن لوگوں کا بھیجا تھا انہیں بھی اس نے بڑی ذہانت سے منتخب کیا تھا اور ان کے ساتھ کسی اور کو نہ بھیج کر اس نے یہی سوچا تھا کہ اس طرح وہ محفوظ رہیں گے اور دانش منصور کو شبہ نہیں ہو پائے گا۔ حالانکہ میں سمجھتا ہوں اگر ان لوگوں کے پس پشت اور بھی چند افراد ہوتے تو شاید ان کا تحفظ ہو پاتا۔ یہی انداز اس بار بھی اختیار کیا گیا ہے۔ میں دعوے سے کہتا ہوں مالی ڈائریکٹر فراز کہ اگر دانش منصور کے دل میں میرے لیے وہ جذبات نہ ہوتے جنہوں نے اس سے سوچنے سمجھنے کی قوتیں چھین لی تھیں تو اسے زیر کرنا اتنا آسان کام نہ ہوتا۔“

”انتہائی معذرت کے ساتھ آپ سے ایک سوال کروں لیکن وعدہ کیجئے کہ میرے اس سوال کا آپ برا نہیں مانیں گے۔“

”نہیں..... جو کامیابی اس وقت مجھے حاصل ہوئی ہے اس میں تمہارا برابر کا حصہ ہے اور میں تمہاری اعلیٰ کارکردگی سے خوش بھی ہوں اس لیے جو سوال دل چاہے کرو۔“

”کیا دانش منصور کی موت کا آپ کو افسوس نہیں ہوا..... حالانکہ اب تک جو واقعات میرے علم میں آئے ہیں اور جس طرح دانش منصور نے آپ کی پذیرائی کی ہے

اس سے مجھے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ آپ سے اندھی عقیدت رکھتا تھا اور آپ خود اس بات کا اعتراف کر چکے ہیں کہ آپ اس کی اس عقیدت کی بنیاد پر اپنے اس مشن میں کامیاب ہو سکے ہیں۔“

میرے ان الفاظ پر مٹھل شاہ چند لمحات کے لیے خاموش ہو گیا۔ سوچتا رہا اور اس کے بعد اس نے کہا۔

”میرا خیال ہے میرے ذہن سے اب وہ تمام تصورات نکل چکے ہیں جن میں اس کے لیے گداز تھا یا محبت کا کوئی جذبہ تھا اب تو مجھے یاد بھی نہیں ہے کہ میں نے اس سے کس انداز میں اپنی محبتوں کا آغاز کیا تھا۔ نظریات بدل جاتے ہیں فراز اور بعض اوقات انسان اپنے ماضی سے بالکل ہی رابطے توڑ لیتا ہے۔ مجھے اپنی کامیابی کی خوشی ہے اور مجھے اس بات پر کوئی افسوس نہیں ہے کہ اب وہ نوجوان اس دنیا میں نہیں ہے جس نے میرے شانوں پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہونا سیکھا تھا۔“

میں نے پر خیال انداز میں گردن ہلائی اور دل میں نجانے کیا کیا سوچتا رہا۔ بہت دیر گزرنے کے بعد مٹھل شاہ نے کہا۔

”میرے خیال میں اب ہمیں چلنا چاہیے، ذرا فاصلے پر رہ کر یہ جائزہ لیں گے کہ دانش منصور کی موت کی تصدیق ہو گئی ہے یا نہیں۔“

میں تیار ہو گیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم وینس پہنچ گئے۔ یہاں رشید ناگی کی تمام کارروائی تیزی سے تکمیل کے مراحل طے کر رہی تھیں۔ دس بارہ موبائل پورے علاقے میں کھڑی ہوئی تھیں۔ گاڑیوں کو آنے جانے سے روکا جا رہا تھا سرکاری گاڑیاں بھی آرہی تھیں سائرن بج رہے تھے نجانے کیا کیا ہو رہا تھا پھر فوجی گاڑیاں بھی دیکھی گئیں، شاہنواز کی گاڑی بھی سکیورٹی والوں کے ساتھ وہاں پہنچ گئی تھی۔ پورے علاقے کا محاصرہ کر لیا گیا تھا۔ ویسے بھی چونکہ رات کا وقت تھا اس لیے اس علاقے میں زیادہ آمد و رفت نہیں تھی لیکن پھر بھی کافی فاصلے سے گزرنے والی گاڑیوں کو روکا جا رہا تھا۔ ہماری گاڑی بھی روک دی گئی اور ہم کو ٹھہری سے باہر دور رک گئے لیکن یہاں سے بھی صورت حال کا جائزہ لیا جاسکتا تھا۔

مٹھل شاہ خاموشی سے باہر کے مناظر دیکھ رہا تھا اس نے سرگوشی کے عالم میں کہا۔

”اس کا مطلب ہے کام ہو گیا ہے فوجی گاڑیاں بھی آئی ہیں اور وزراء کی گاڑیاں بھی ہیں۔“

بھئی اس لڑکے نے کمال کر دکھایا۔“

”مٹھل شاہ صاحب آپ کو اس کا ماضی یاد ہے۔“

ہاں اچھی طرح یاد ہے کہ ایک ٹرک پر کلینر تھا۔ صفائی کرتا تھا گاڑیوں کی، لیکن ذہین تھا۔ میں نے اس کی آنکھوں میں وہ بجلیاں ترپتے ہوئے دیکھی تھیں اس کا مستقبل اس کی آنکھوں سے جھانک رہا تھا۔ بہر حال وہ جن بلندیوں تک پہنچا وہاں سے میں نے ہی اسے نیچے اتارا۔

میرے اوپر سخت جنون طاری ہونے لگا تھا۔ مٹھل شاہ کے الفاظ میرے لیے ناقابل برداشت ہو رہے تھے حالانکہ میں بار بار اپنے آپ کو سنبھال رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ یہ شخص اس وقت دیوانہ ہے، مٹھل شاہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ حالانکہ دہری کیفیت تھی اس کی۔ میرے بارے میں یہ تو اسے یاد تھا کہ میں ٹرک پر کلینر تھا اور اس نے میرے لیے بہت اچھے انداز میں سوچا تھا لیکن آج کے اس واقع کا اس کے دل پر کوئی اثر نہیں تھا بلکہ وہ اپنی کامیابی پر خوش تھا۔ میں اپنے آپ ہی کو سمجھاتا رہا۔ قابو میں رکھنا ہے اپنے آپ کو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی جذباتی کیفیت وقت سے پہلے کام خراب کر دے۔ بہت دیر کے بعد میں نے مٹھل شاہ سے کہا۔

”ان کارروائیوں کے بارے میں ہمیں اس سے زیادہ علم نہیں ہو سکے گا مٹھل شاہ صاحب کیا اب یہاں رکنا مناسب ہے؟“

”نہیں۔ چلو واپس چلتے ہیں۔“

واپسی پر بھی وہ اسی موضوع پر گفتگو کرتا آیا تھا اور اس نے مسلسل مسرت کا اظہار کیا تھا کہ اسے اپنے مقصد میں کامیابی حاصل ہو گئی ہے۔ میں نے کہا۔

”ہماری واپسی کب تک متوقع ہے۔“

”نہیں نہیں ابھی تو ہمیں خاصا طویل وقت یہاں گزارنا پڑے گا۔“

”آپ نے مجھے اتنا مقام دے دیا ہے تو کم از کم اتنا ضرور بتا دیجئے کہ ہم اپنے اداروں کو اس کامیابی کی اطلاع کیسے دیں گے؟“

”کامیابی کی اطلاع تو غالباً کل کے اخباروں سے انہیں مل جائے گی۔ وہ سب ہماری

حرکت پر مسلسل نگاہیں جمائے بیٹھے ہوئے ہیں کسی نہ کسی طور انہیں پتا چل ہی جائے گا لیکن ہمیں اس بارے میں جو مزید ہدایات ملیں گی وہ شاید کچھ عرصے کے بعد ملیں گی۔“

”اس کا ذریعہ کیا ہوگا؟“

”ذریعہ تو نکل ہی آئے گا۔ تم بالکل بے فکر رہو جو کچھ بھی ہوگا اطمینان بخش انداز میں ہوگا۔“

”گویا وہ لوگ خود ہمیں تلاش کر لیں گے میرا مطلب یہ ہے بلکہ میری اصل بے چینی کی وجہ ہی یہ ہے کہ ہم گلشن اقبال کے اس مکان میں رہتے رہیں گے کس کو کیا معلوم ہوگا کہ ہمارا قیام یہاں ہے، ہم کسی سے کوئی رابطہ تو کریں گے، کسی کو اپنے بارے میں اطلاع تو دیں گے؟“

جواب میں مٹھل شاہ نے مسکراتے ہوئے مجھے دیکھا اور کہا۔

”میرے دوست، میرے نوجوان دوست، ذرہ برابر پریشان نہ ہو، بس اخبارات سے رابطہ رکھو، ہمیں اخبارات ہی کے ذریعے اطلاع ملے گی۔ جتنے بھی اخبار اس شہر میں چھپتے ہیں، سب کو باقاعدہ ہمارے پاس آنا چاہیے اس کے ذریعے ہم سے رابطہ کیا جائے گا اور بعد میں ہم ان سے رابطہ کریں گے۔“

میں نے ایک ٹھنڈی سانس بھری اور خاموش ہو گیا گھر واپس پہنچ کر مٹھل شاہ اطمینان سے اپنے کمرے میں سونے کے لیے چلا گیا۔ اس کا یہ بدلا ہوا چہرہ اور اس کی گفتگو مجھے مسلسل بے چین کیے ہوئے تھی اور اب ان لمحات میں اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں سونے کی کوشش کروں۔ میں جانتا تھا کہ وہاں کوٹھی میں کیا کیا کچھ ہو رہا ہوگا اور اس کے بعد جب میری موت کی اطلاع کل کے اخبارات میں چھپے گی تو کون کون کن کیفیات کا شکار ہو جائے گا لیکن یہ ضروری تھا ہم نے اس موت کو جس طرح اصل رنگ دینے کی کوشش کی تھی اس میں ان لوگوں کی اداکاری بھی ایک حیثیت رکھتی تھی جو ہم سے متعلق تھے حالانکہ رخسار سے تھوڑی بہت گفتگو ہو چکی تھی لیکن میں جانتا تھا کہ ذہنی طور پر وہ بھی اتنی طاقتور نہیں تھی کہ اپنے آپ کو سنبھال لے۔ بس اسے کوئی نقصان نہیں پہنچنا چاہیے۔ میں نے اس کے لیے بھی چند انتظامات کر دیے تھے لیکن سب ہی کی شکلیں منظر عام پر آئیں گی۔ ایک بار پھر اپنے دوستوں اور دشمنوں کو آزمانے کا

موقع ملے گا۔ چنانچہ خاموشی ہی بہتر ہی اور رات کے کسی حصے میں مجھے نیند آگئی، دوسرے دن بہت دیر تک سوتا رہا تھا۔ جب سورج کی گرمی کا احساس ہوا تو آنکھ کھلی۔ دن خاصا چڑھ چکا تھا۔ دیوار گیر گھڑی میں وقت دیکھا۔ سوا دس بج رہے تھے، چونک کر اٹھ گیا۔ پتا نہیں مٹھل شاہ کیا کر رہا ہے۔ باہر نکلا تو وسیع و عریض برآمدے میں مٹھل شاہ ایک کرسی پر آرام سے بیٹھا ہوا اخبارات پڑھ رہا تھا سامنے ہی چائے کے برتن بھی سجے ہوئے تھے۔ اس نے مجھے دیکھ کر اخبار رکھتے ہوئے کہا۔

”منہ ہاتھ دھو کر آؤ۔ تمہارے لیے چائے موجود ہے۔ جلدی آؤ بھی ذرا دیکھو۔ اخبارات نے کیا قیامت مچا رکھی ہے۔“ میں جلدی جلدی منہ ہاتھ دھونے کے بعد مٹھل شاہ کے پاس آ بیٹھا اور میں نے اخبارات کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔

اگر میرے چہرے پر میک اپ نہ ہوتا تو غالباً ”مٹھل شاہ میرے عضلات میں نمودار ہونی والی کیفیات پر چونک پڑتا۔ مجھے وہ مقام دیا گیا تھا وہ درجہ دیا گیا تھا جس کی میں توقع بھی نہیں کر سکتا تھا۔ میرا اپنا اخبار تو سیاہ حاشیوں سے بھرا ہوا تھا اور اس نے میرے بارے میں نجانے کیا کیا لکھا تھا۔ دوسرے تمام اخبارات نے بھی اپنی اشاعتوں کو ماتمی پٹیوں سے سجایا تھا اور میرے بارے میں ہر وہ تفصیل لکھی تھی جس کی مجھے توقع بھی نہیں تھی۔ یہ بات منظر عام پر لائی گئی تھی کہ اصل میں دانش منصور، دانش منصور نہیں تھا بلکہ فیصل نامی ایک نوجوان تھا جس نے جدوجہد کر کے دانش منصور کی حیثیت اختیار کی تھی۔ ایک عجیب و غریب فضا پیدا ہو گئی تھی اخبارات نے کس کس سے میرے بارے میں بیان لیے تھے۔ الیاس بھائی، نازاں باجی، بھائی کا تذکرہ بھی تھا۔ یہ لوگ نیم غشی کا شکار تھے اور بھی چند افراد کے نام تھے جن میں رفیق احمد جاگیردار کا نام بھی سرفہرست تھا، بے شمار افراد تھے جو اس سلسلے میں منظر عام پر آئے تھے اس کے علاوہ بہت سے حکام کے بیانات بھی تھے۔ خود میرے ملک کی افواج کے کمانڈر انچیف نے بیان دیا تھا کہ ملک کا ایک قیمتی سرمایہ ضائع ہو گیا۔ میری موت کے بارے میں مٹھل شاہ کا نام صاف طریقے سے لیا گیا تھا جس کے ساتھ ایک نوجوان آدمی بھی تھا۔ مٹھل شاہ کے بارے میں بھی تفصیلات لکھی گئی تھیں اور اس کے ماضی کی کہانی منظر عام پر آئی تھی۔ رشید ناگی اور وہاں موجود تمام لوگوں نے کھل کر بیانات دیے تھے اور انہیں میری یہی ہدایت تھی کیونکہ میں اس موت کو ایک

طویل عرصے کے لیے مستقل رنگ دینا چاہتا تھا۔ چنانچہ اتنا ہی کھل کر بیانات دینا ضروری تھا۔ اب پتا نہیں لوگوں پر کیا کیا کیفیتیں طاری تھیں۔ دل پر تھوڑا بہت بوجھ الیاس بھائی وغیرہ کا بھی تھا۔ انہوں نے میری موت کو جس شدت سے محسوس کیا ہو گا مجھے اس کا علم تھا لیکن میں ان سے مل نہیں سکتا تھا۔ نہ ہی اس وقت انہیں کوئی تسلی دی جاسکتی تھی۔ بہر حال خدا سے دعا تھی کہ وہ اس غم کو برداشت کر جائیں۔ بعد میں انہیں سنبھال لیا جائے گا لیکن فی الحال اس موت میں حقیقت کا رنگ بھرنے کے لیے یہ سارا ڈراما بے حد ضروری تھا۔

بعد کے تین دن عجیب عالم میں گزرے ایک گھٹن کا سا احساس تھا، رشید ناگی سے ان تین دنوں میں صرف دوبار انتہائی مختصر لمحات کے لیے گفتگو ہوئی میں نے اس سے رخسار اور الیاس بھائی کی کیفیت پوچھی پتا چلا کہ بہتر حالت میں ہیں، بس اتنا ہی معلوم ہو سکا تھا، ادھر اخبارات تھے کہ انہوں نے اب تک میرا پیچھا ہی نہیں چھوڑا تھا۔ درحقیقت میں بڑا موضوع تھا اپنے اہل وطن کے لیے، عجیب و غریب بیانات شائع ہو رہے تھے اخباری نمائندوں کو تو ایک بہت ہی دلچسپ کہانی ملی تھی، بے شک ان کی تحریروں میں مجھ سے محبت کا عنصر نمایاں تھا لیکن ان تحریروں کی ڈرامائی نوعیت بھی برقرار تھی اب میں دنیا کے سامنے آچکا تھا لیکن موت کے بعد وہ تمام افسانے لکھے گئے تھے میرے بارے میں جن کا تھوڑا بہت تعلق میری زندگی سے بے شک تھا لیکن بیان دینے والوں نے اس میں بھی تھوڑی سی احتیاط برتی تھی اور مجھے رسوا نہیں کیا تھا، میرے بارے میں یہی لکھا گیا تھا کہ ڈیفنس ہی کی ایک کونٹری میں میں نے جنم لیا تھا اور غزنوی صاحب کے ہاں ایک ملازم کی حیثیت سے پروان چڑھا تھا لیکن اس کے بعد میں نے وہ گھر چھوڑ دیا اور دنیا میں اپنی آزمائش کے لیے نکلا اس آزمائش پر میں اس طرح پورا اترا کہ میں نے اپنے وطن کے لیے دانش منصور بن کر بے شمار کارنامے سرانجام دے ڈالے اور اس وقت میرے لاتعداد پروجیکٹ کام کر رہے ہیں، یہ سب میری کاوشوں کا نتیجہ تھے، میں نے انتہائی پراسرار ذرائع سے کام لیتے ہوئے یہ تمام منصوبے بروئے کار لائے تھے اور اب یہ مضبوط بنیادوں پر کام کر رہے ہیں، پتا نہیں کیا کیا داستانیں جنہیں میں خود بھی بھول چکا تھا، اخبارات کی زینت بن گئی تھیں، ان میں کافی حد تک مبالغہ بھی تھا اور مجھے وہ تمام

تفصیلات پڑھ پڑھ کر ہنسی آرہی تھی۔ غرضیکہ اس وقت اخبار کے لیے سب سے گرم خبر میں ہی تھا۔

چوتھا دن تھا مٹھل شاہ آرام کرسی پر دراز اخبارات کا مطالعہ کر رہا تھا کہ اچانک ہی چونک کر سیدھا ہو گیا، میں بھی اس کے سامنے بیٹھا ہوا اخبارات کو ہی دیکھ رہا تھا۔ مٹھل شاہ کے منہ سے آواز نکلی۔
”گڈ ویری گڈ۔“

میں نے چونک کر اسے دیکھا اس نے ایک اخبار سامنے رکھ دیا اور پھر ہاتھ میں پکڑی ہوئی پنسل سے اس اخبار کی کسی خبر کے گرد ایک حاشیہ لگا دیا۔
”کیا ہے مٹھل شاہ صاحب؟“

”کیا تم ایک کامیاب اور خوشگوار زندگی کے خواہش مند ہو؟“ مٹھل شاہ نے مسکراتے ہوئے مجھ سے سوال کیا۔
”میں سمجھا نہیں۔“

”تو پھر اس اشتہار کو پڑھو۔“ اس نے حاشیہ لگا ہوا اخبار میرے سامنے کر دیا۔ ایک انگریزی اخبار میں ایک چھوٹا سا اشتہار تھا جس کی تحریر کا مفہوم یہی تھا جو مٹھل شاہ نے بیان کیا لکھا تھا، اگر آپ کامیاب زندگی کے خواہش مند ہیں تو مشورے کے لیے ایل ایم آرگنائزیشن سے رجوع کیجئے اپنی مشکلات اور کوائف ایک کاغذ پر لکھ کر ہمارے پوسٹ بکس نمبر پر روانہ کر دیجئے آپ کا پتا بھی صاف ستھرا لکھا ہونا چاہیے ہم آپ سے رجوع کریں گے۔“ اس کے آگے پوسٹ بکس نمبر لکھا ہوا تھا۔

”یہ اشتہار کسی خاص نوعیت کا ہے؟“ میں نے پوچھا۔

”کیا کہتے ہو اس اشتہار کے بارے میں؟“

”عام سی بات ہے لوگ طرح طرح کے ادارے قائم کرتے ہیں اور لوگوں سے پیسے بٹورتے ہیں، یہ کوئی ایسی اہم بات نہیں ہے۔“ مٹھل شاہ ہنسنے لگا پھر اس نے کہا۔

”نہیں مائی ڈیئر سن، یہ عام اشتہار نہیں ہے ایل ایم آرگنائزیشن کو تم لیتے اشتہار اور میری ہارٹی آرگنائزیشن کو دونوں یہاں پہنچ چکے ہیں اور یہ پوسٹ بکس نمبر اصل میں پوسٹ بکس نہیں ہے بلکہ ٹیلی فون نمبر ہے۔“

میرے پورے جسم میں گرم گرم لہریں دوڑ گئی تھیں۔ میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے مٹھل شاہ کو دیکھنے لگا، اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہاں، مجھے توقع تھی کہ ہماری کامیابی کے بعد وہ دونوں یہاں ضرور آئیں گے، یقینی طور پر یہ اشتہار ہمارے لیے ہے، اس نمبر کا کوئی پوسٹ بکس شاید موجود ہی نہیں ہو گا یا ہو گا بھی تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، ہم سے کہا گیا ہے کہ اپنا پتا صاف ستھرا لکھیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم انہیں اپنی موجودہ پوزیشن سے آگاہ کریں۔“

”لیکن مٹھل شاہ صاحب اس سے پہلے تو آپ نے اس کا تذکرہ نہیں کیا تھا کہ وہ ہم سے اس طرح رجوع کریں گے۔“

”تمہارا کیا خیال ہے مائی ڈئیر، کیا مجھے تم سے اپنی زندگی کے ہر مسئلے کا تذکرہ کرنا ضروری ہے؟“ مٹھل شاہ نے کہا اور میں چونک پڑا ایک لمحے کے لیے میرے دل میں مٹھل شاہ سے نفرت کا احساس بیدار ہوا، میں مانتا تھا کہ وہ ذہنی طور پر معطل ہے لیکن باقی تمام معاملات میں وہ بالکل ٹھیک چل رہا تھا اس کا مطلب ہے کہ وہ مجھے صرف ایک ماتحت سمجھتا ہے اور بہت سی چیزوں سے مجھے آگاہ کرنا ضروری نہیں سمجھتا۔ اگر ایسی بات تھی تو پہلے ہی اس کا اظہار ہونا چاہیے تھا، تاکہ میں خود بھی محتاط رہتا، بہر حال خود ہی اپنے آپ کو سمجھا لیا جو ہونے والا ہے وہ مٹھل شاہ کی توقع کے بالکل خلاف ہو گا میں بھی تو اس کے ساتھ جو کچھ کر رہا ہوں وہ بہت زیادہ ہے وہ اپنی حیثیت خود پہچان لے گا۔ مٹھل شاہ میری اس خاموشی اور سوچ کو صرف حیرت سمجھ رہا تھا اس نے کہا۔

”اور اب ہمیں ان لوگوں سے ملاقات کا انتظام کرنا چاہیے ویسے میرا خیال ہے ہم انہیں ٹیلی فون کر سکتے ہیں مگر اس سے پہلے ہمیں کچھ منصوبے اپنے ذہن میں ترتیب دے لینے چاہئیں۔“

”مثلاً؟“ میں نے سوال کیا۔

”ان دونوں نے جہاں کہیں بھی قیام کیا ہے میرے خیال میں انہیں فوری طور پر کوئی محفوظ جگہ درکار ہوگی کیا ہم انہیں یہاں لے آئیں؟“

”کیا حرج ہے ہم زیادہ بہتر طریقے سے ایک دوسرے کے ساتھ ملاقاتیں کر سکتے ہیں۔“

”تو پھر ٹیلی فون اٹھاؤ۔“ مٹھل شاہ نے ٹیلی فون پر وہ نمبر ڈائل کیا جو پوسٹ بکس کی حیثیت سے اخبار میں دیا گیا تھا، میں تحیر زدہ نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ مٹھل شاہ کا رابطہ کسی سے قائم ہو گیا اس نے کہا۔

”ایل ایم آر گنارزیشن کے سربراہان میں سے کسی سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔“ جواب میں دوسری طرف سے کوئی آواز سنائی دی اور مٹھل شاہ کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

”گویا میرا اندازہ درست تھا، جی میں آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں، جی ہاں یقینی طور پر آپ کو ہماری کامیابی کا علم ہو گیا ہو گا آپ کی تشریف آوری اس کا اظہار کرتی ہے، شکریہ بے حد شکریہ، ہاں وہ موجود ہے، صحیح معنوں میں میں اسے ایک بہترین اسٹنٹ کہہ سکتا ہوں وہ ہمارے مفادات کے لیے بہترین ثابت ہوا ہے، جی میں فوراً سمجھ گیا تھا، ہاں پتا بتا دیجئے، ہاں ہاں اوہ یقیناً فراز کو اس کے بارے میں معلوم ہو گا اور نہیں معلوم ہو گا تو وہ معلوم کر لے گا، فراز! کیا تمہیں ہوٹل میرینو کے بارے میں معلوم ہے، ہاں ہوٹل میرینو روم نمبر کیا ہے جناب، ٹھیک ہے، فراز! میرینو کے بارے میں جاننے ہو، نہیں شاہ صاحب لیکن پتا چلانا مشکل کام نہیں ہو گا۔“

”وڈ اسٹریٹ پر یہ ہوٹل موجود ہے۔“

”ٹھیک ہے پتا چل جائے گا۔“

”ہمیں اس کے کمرہ نمبر نائٹی سیون سے اپنے دوستوں کو لینا ہے، ٹھیک ہے جناب، نہیں بس ایک یا ڈیڑھ گھنٹے کے اندر اندر ہم آپ کے پاس پہنچ رہے ہیں، ہاں حالات ٹھیک ہیں بس تھوڑے سے حلیوں میں تبدیلی ضرور کرنا پڑی ہے، بہر حال آپ ہمیں ضرور پہچان لیں گے۔“ اس کے بعد مٹھل شاہ نے فون بند کر دیا۔ اس کے ہونٹوں پر فاتحانہ مسکراہٹ کھیل رہی تھی، اس نے کہا۔

”دکو دوست، مانتے ہو میرا اندازہ کتنا درست تھا؟“

”پوری طرح مانتا ہوں۔ مٹھل شاہ صاحب کیا کرنا ہے ہمیں؟“

”انہوں نے ایک عام سے ہوٹل میں قیام کیا ہے اور اب ہم انہیں اپنے یہاں لے آئیں گے۔“

”تو پھر چلا جائے؟“

”ہاں“ باقی تمام باتیں بعد میں ہوں گی۔ ”میں اور مٹھل شاہ تیار ہو گئے اور اس کے بعد ہم لوگ چل پڑے۔ وڈ اسٹریٹ پر ہوٹل میرینو تلاش کرنے میں ہمیں خاصی دقت پیش آئی تھی، کاروباری علاقہ تھا، تھوڑی سی چکر دار جگہ تھی لیکن ہر طور معلومات کرنے سے پتا چل گیا، بہت ہی گھٹیا درجے کا ہوٹل تھا، میں ان لوگوں کی چالاکی نوٹ کر رہا تھا، انہوں نے اپنے آپ کو منظر عام پر نہ لانے کے لیے کسی اچھے ہوٹل میں قیام نہیں کیا تھا، ورنہ لیتھ اشمیر معمولی شخصیت کا مالک نہیں تھا، کمرہ نمبر ستانوے کے سامنے رک کر مٹھل شاہ نے دستک دی، دروازہ کھولنے والی میریسا ہارٹی تھی، بہت پرکشش نظر آرہی تھی، مٹھل شاہ کو نظر انداز کر کے وہ میری جانب متوجہ ہوئی اور میرا بازو پکڑ کر مٹھل شاہ کی طرف توجہ دے بغیر میرے رخساروں کو اس نے کئی بار چوما، مٹھل شاہ آگے بڑھ گیا تھا میریسا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اگر مٹھل شاہ ہمیں یہ اطلاع نہ دیتا کہ تم لوگوں نے حلقے تبدیل کر لئے ہیں تب بھی میں تمہیں ہزاروں میں پہچان لیتی، میں تمہارے بدن کی خوشبو سے شناسا ہوں، فراس تم نہیں سمجھتے کہ میں نے تمہیں کتنا یاد کیا ہے۔“

”اور تمہارا کیا خیال ہے، کیا میں نے تمہیں یاد نہیں کیا؟“

”آؤ چلیں، اب تو بعد میں بہت ساری باتیں ہوں گی۔“ مٹھل شاہ آگے بڑھ کر لیتھ اشمیر کے پاس پہنچا چکا تھا جو اس وقت اپنے اصل حلقے میں نہیں تھا پھر بھی جدید ترین لباس پہننے کے باوجود وہ کچھ عجیب سا نظر آ رہا تھا، مٹھل شاہ کو اس نے سینے سے لگایا، مجھ سے بھی پر جوش مصافحہ کیا اور کہنے لگا۔

”میری روحانی قوتیں مجھے خبر دے چکی تھیں کہ جن لوگوں کو میں نے اب یہ ذمہ داری سونپی ہے، وہ اپنا کام پایہ تکمیل تک پہنچا دیں گے۔ آہ کیا تم یقین کر سکتے ہو فراس میرے دوست کہ تمہاری صورت دیکھ کر میں نے ایک لمحے میں تمہیں منتخب کر لیا تھا۔ اس سے پہلے جن لوگوں کو میں نے یہاں بھیجا تھا، ان کے بارے میں میری روحانیت کہتی تھی کہ وہ تجرباتی طور پر بہتر ثابت ہو سکتے ہیں لیکن اس مشن کی تکمیل نہیں کر سکتے، مائی ڈیئر مٹھل شاہ، اس سے پہلے میں نے جس جوڑے کو یہاں بھیجا تھا اس پر صرف تجربہ کیا تھا

اور یہ دیکھنا چاہا تھا کہ کس قدر طاقتور لوگوں کو میں یہاں بھیجوں جو اس کام کو سرانجام دے سکیں حالانکہ وہ شاندار قوتوں کے حامل تھے اور انہوں نے بہت خوش اسلوبی سے اپنا کام کیا لیکن دانش منصور انہیں کھا گیا اس سے مجھے یہ تجربہ حاصل ہوا کہ دانش منصور کو اس طرح زیر کرنا ممکن نہیں ہے بلکہ اس کے لیے کوئی ایسی ہی انوکھی ترکیب کارآمد ہو سکتی ہے جو خود اس کے لیے غیر متوقع ہو اور ہم نے بہترین فیصلے کیے ہیں تم دونوں کو دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں تم نے درحقیقت ایک مشکل کام سرانجام دیا ہے اور اپنا ایک مقام بنالیا ہے، میریسا تم نے اپنے دوست فراس کو مبارک باد دی؟“

”ابھی نہیں۔“ میریسا شرارت آمیز انداز میں بولی اور لیتھ اشمیر ہنسنے لگا پھر بولا۔

”جو اشمیرس ہیں انہیں یہ آزادی حاصل ہے کہ زندگی کی ہر خواہش کا کھلم کھلا اعلان کر دیں، ویسے میریسا تمہارا دوست اشمیرس نہیں بننا ہے۔“

”نہیں ہمارے بزرگ، جس وقت یہ بار سلونا روانہ ہوا تھا اس نے ذہنی طور پر اپنے آپ کو اشمیرس تسلیم کر لیا تھا، یہ اشمیرس ہے۔“

”میرے لیے خوشی کا باعث ہے، بہر حال، مٹھل شاہ اب ہمارا اس ہوٹل میں رہنا مناسب نہیں ہے کیا تمہارے پاس اس سے بہتر جگہ ہے جہاں ہم قیام کر سکیں؟“

”یقیناً“ میں آپ کو لے جانے ہی کی تیاریاں کر کے آیا ہوں۔“ مٹھل شاہ نے جواب دیا۔

”تو پھر بہتر یہ ہے کہ ہمیں اس گھٹیا سے ہوٹل میں نہ سڑنے دو اور جلد از جلد یہاں سے نکل چلو۔“ ہوٹل کے واجبات ادا کیے گئے اور اس کے بعد ہم چاروں گلشن اقبال پہنچ گئے، لیتھ اشمیر نے راستے میں ایک ایک چیز کو حیرت سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا تھا پھر اس نے کہا۔

”اقوام عالم میں اور ترقی یافتہ ممالک میں اس ملک کو پسماندہ ملک کہا جاتا ہے اور اس کا شمار غریب ملکوں میں ہوتا ہے لیکن اس کی عمارتیں، سڑکوں کا ریش، جدید ترین طرز زندگی دیکھ کر تو یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ چھوٹا سا ملک دنیا کے امیر ترین ملکوں میں ہے یہ لوگ تو کافی خوشحال معلوم ہوتے ہیں، اس کے برعکس ایک بار مجھے بھارت کا دورہ کرنے کا موقع ملا تھا میں نے وہاں بے پناہ پسماندگی دیکھی، وہاں کے جدید ترین شہروں میں زندگی

اتنی ایڈوانس نہیں ہے۔“

مٹھل شاہ ہنسنے لگا پھر بولا۔ ”ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے، میں نے بھی یورپ دیکھا ہے، امریکا بھی دیکھا ہے، وہاں کا طرز زندگی جدید ضرور ہے لیکن وہاں اس قدر آسائشیں حاصل نہیں ہیں جتنی یہاں اس ملک میں۔“

لیتھ اشمیر نے ناک سکوڑ کر دانت پیستے ہوئے کہا۔ ”اور وہ مردود اپنے وطن کے لیے دنیا بھر سے مراعات حاصل کرنا چاہتا تھا، وہ اسے اور جدید بنانا چاہتا تھا، بہت اچھا ہوا وہ اپنی آرزوؤں سمیت فنا ہو گیا۔“

گلشن اقبال کا یہ مکان دیکھ کر بھی لیتھ اشمیر ہی نے نہیں بلکہ میرپسا نے بھی حیرت کا اظہار کیا تھا۔ میرپسا حیرت سے بولی۔

”آہ یہ تو بہت خوبصورت ہے، یہاں تو ہر طرح کی آسائشیں موجود ہیں۔“

”تم نے یہاں یہ مکان جو دیکھا ہے اسے کوئی درجہ ہی نہیں دیا جاسکتا، ایسے ایسے حسین مکانات بنے ہوئے ہیں کہ تصور بھی نہ کر سکو۔“ مٹھل شاہ بولا۔

”میں چاہتا ہوں کہ یہ ملک پسماندہ رہے یہاں کے عوام صرف زندگی کو بوجھ سمجھ کر گھسیٹیں، میں ان سے یہ آسائشیں چھین لینا چاہتا ہوں، میں انہیں مشکلوں کا شکار بنانا چاہتا ہوں اور اس کے لیے میں اپنی تمام روحانی قوتیں صرف کر دوں گا۔“ لیتھ اشمیر کے الفاظ سن کر میری آنکھیں چلنے لگیں، میرے دل نے کہا۔

”لیتھ اشمیر تو نے یہ الفاظ کہہ کر اپنی موت کے پروانے پر دستخط کر دیے ہیں، میرے وطن کی جانب سے اٹھنے والی ہر ٹیڑھی نظر بصیرت سے محروم ہو جائے گی تو جو کوئی بھی ہے، تیرے دل میں میرے وطن کے خلاف نفرت کا یہ جذبہ موجود ہے تو میرے دل میں بھی تیری نسلوں کے خلاف نفرت بھری ہوئی ہے اور اب جبکہ میں زندگی کی اس شاہراہ پر چل پڑا ہوں تو پاکستان کے ایک ایک دشمن کو گہری دلدل میں غرق کر دینا میری زندگی کا سب سے بڑا مقصد ہو گا، اچھا ہے تو نے مجھے اپنی سوچوں سے آگاہ کر دیا۔“

یہاں ہم نے لیتھ اشمیر اور میرپسا کی ضیافت کا بہترین بندوبست کیا، وہ لوگ یہاں آکر بہت خوش تھے اور اس کے بعد وہ ہم سے دانش منصور کی موت کے بارے میں تفصیلات معلوم کرنے لگے۔ انہوں نے بتایا کہ مقامی ریڈیو نے ملک کے ایک بہت بڑے

سربراہ دار اور محب وطن آدمی کی موت کی خبر نشر کی تھی اور اس کے بعد روز آگنا زینشن اور ڈان سینٹر کے درمیان مبارک بادوں کا ایسا سلسلہ شروع ہوا کہ خود لیتھ اشمیر حیران رہ گیا، دانش منصور ان دونوں اداروں کے لیے بہت اہمیت کا حامل تھا۔

”مٹھل شاہ نے لیتھ اشمیر کو تفصیلات بتاتے ہوئے کہا۔ ”اگر وہ احمق ایک بار بھی اپنی آنکھوں سے مٹھل شاہ کا بدلا ہوا روپ دیکھ لیتا تو یقیناً کبھی اس کے قابو میں نہ آتا، مٹھل شاہ نے بتایا کہ دانش منصور نے یہاں بے پناہ ترقی کر لی تھی۔“ وہ کہنے لگا۔

”مسٹر لیتھ اشمیر اس نے جو کارروائیاں کر ڈالی ہیں اور جن کی تفصیلات دوسرے ذرائع سے میرے علم میں نہیں آئی تھیں بلکہ اس کی موت کے بعد اس کے بارے میں جو کچھ لکھا گیا اور جو کچھ اس نے کر ڈالا ہے وہ سب کچھ اتنا ہے کہ اسے ختم کرنے کے لیے بھی ایک عرصہ درکار ہو گا، اس کے لئے آپ نے کیا سوچا؟“

”ہم منصوبہ لائے ہیں، تم بالکل بے فکر رہو جس کام کی تکمیل کا بیڑا ہم نے اٹھایا ہے اسے آخری حد تک پہنچا کر دم لیں گے۔“

رات کو ڈنر کے بعد پھر ایک طویل میٹنگ ہوئی، میڈم میرپسا تو اس دوران بس مجھ پر بجلیاں گرانے میں مصروف رہی تھی اسے حسین گفتگو سے زیادہ مجھ سے دلچسپی تھی، ویسے وہ لیتھ اشمیر کی مرید تھی جو کچھ لیتھ اشمیر کہتا وہی اس کے الفاظ ہوتے، رات کی اس نشست میں لیتھ اشمیر نے کہا۔

”اصولی طور پر دانش منصور کی موت کا سہرا مجھ سے زیادہ تمہارے سر ہے مٹھل شاہ، میں اپنے بارے میں تمہیں بتا دوں اصل میں دانش منصور کے سلسلے میں پچھلے طویل عرصے سے روز آگنا زینشن اور ڈان سینٹر کو جو نقصانات اٹھانے پڑے تھے وہ اس قدر شدید تھے کہ دنیا بھر میں پھیلے ہوئے اور اعلیٰ ترین کارکردگی کے حامل یہ دونوں ادارے بوکھلا گئے تھے اور یہ اندازہ لگایا گیا تھا کہ اگر دانش منصور کا خطرہ ختم نہ کیا گیا تو ان دونوں اداروں کو بدترین نقصانات سے دو چار ہونا پڑے گا۔ ایشیا کی پوری معیشت متاثر ہو رہی تھی، بات صرف پاکستان کی نہیں تھی چنانچہ دونوں اداروں کے دانش مند سر جوڑ کر بیٹھ گئے اور انہوں نے دانش منصور کے سلسلے میں ایک دوسرے سے مفاہمت کر لی اور اسی مفاہمت کا نتیجہ ہے کہ آج ہمیں کامیابی حاصل ہو گئی ورنہ دانش منصور دونوں کو نقصان

پہنچاتا رہتا میں اسپین میں جو کچھ کر رہا ہوں وہ ایک بالکل الگ عمل ہے میرا تعلق صرف ان دونوں گروپوں ہی سے نہیں ہے۔ بلکہ مافیا کے ایک بہت بڑے سیکشن سے بھی متعلق ہوں اور مجھے اس کے مفادات کے لیے کام کرنا ہوتا ہے، البتہ ذہنی طور پر میں روز آرگنائزیشن کا کارکن ہوں اور ڈان سینٹر کو میں نے صرف اس لیے قبول کر لیا تھا کہ اس میں روز آرگنائزیشن کا مفاد بھی وابستہ تھا، جب دانش منصور ختم ہو گیا تو اس سلسلے میں خاصی گرما گرم تقاریر ہوئیں، ہم لوگوں نے ایک دوسرے کو مبارک باد دیں لیکن یہ بات بالکل طے ہے کہ دونوں ادارے ہر معاملے میں یکجا ہو کر کام نہیں کر سکتے ان کے مفادات جگہ جگہ الگ الگ ہیں۔ دانش منصور کے کھیل کے خاتمے کے بعد ان کے اپنے معاملات ایک دوسرے سے مختلف ہو گئے ہیں، روز آرگنائزیشن کے سرکردہ افراد نے مجھ سے ملاقات کر کے اس سلسلے میں گفتگو کی اور یہ سوچا گیا کہ اب یہاں کیا ہوگا۔ روز آرگنائزیشن کے سرکردہ افراد کا خیال تھا کہ ڈان سینٹر فوری طور پر یہاں پاکستان میں مٹھل شاہ کے ذریعے اپنے بچے گاڑنے کی کوشش کرے گا، چنانچہ صرف چھ گھنٹے کے نوٹس پر مجھے یہاں روانہ کر دیا گیا تاکہ میں تم سے گفتگو کر کے تمہیں روز آرگنائزیشن کے لیے مخصوص کر لوں اور کیونکہ میں ایک مصروف آدمی ہوں اور کہیں بھی بہت زیادہ وقت نہیں دے سکتا، اس لیے میں نے بھی بغیر کسی طویل تمہید کے تم سے اس سلسلے کے معاملات طے کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔“ لیتھ اشمیر خاموش ہو کر مٹھل شاہ کی صورت دیکھنے لگا، میرے پورے جسم میں سنسنی دوڑ رہی تھی۔ جبکہ مٹھل شاہ سوالیہ نگاہوں سے لیتھ اشمیر کو دیکھ رہا تھا، لیتھ اشمیر نے سلسلہ گفتگو آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

”روز آرگنائزیشن اور ڈان سینٹر دنیا بھر میں اپنے نمائندے رکھتے ہیں جو ہر ملک میں ان کے کاروباری مفادات کی نگرانی کرتے ہیں۔ مٹھل شاہ یہاں پاکستان میں آپ روز آرگنائزیشن کے مفادات کی نگرانی کریں گے، آپ کا اپنا وطن ہے آپ کے ہم مذہب یہاں رہتے ہیں، آپ سے زیادہ اس ماحول کو سمجھنے والا اور کوئی نہیں ہو سکتا، یہ ایک دلچسپ امر ہے کہ یہاں ڈان سینٹر کے نمائندے بھی تھے اور روز آرگنائزیشن چونکہ ڈان سینٹر کے بعد قائم ہوا ہے، اس لیے اس نے یہاں اپنے نمائندوں کو تعینات کرنے کی کوشش کی تھی لیکن ڈان سینٹر کے پہلے سے موجود نمائندے کو دانش منصور نے کتے کی

موت مار دیا اور وہ دانش منصور کے سامنے نہ ٹک سکے، اس کے بعد اس نے یہاں روز آرگنائزیشن کے پاؤں بھی نہ ٹکٹے دیے اور اس کے مفادات کو شدت سے نقصان پہنچاتا رہا، اب ایک بہترین موقع ملا ہے، یہ فیلڈ خالی ہے اور یہاں روز آرگنائزیشن کے سامنے ٹکٹے والا کوئی نہیں ہے اس سے پہلے کہ ڈان سینٹر یہاں اپنے نمائندے مقرر کرے یا تم سے اس سلسلے میں بات کرے روز آرگنائزیشن نے ہر جگہ پر کرنے کا فیصلہ کر لیا اور یہاں کا سربراہ بنایا ہے۔ مٹھل شاہ تمہارے ایک ہمدرد اور دوست کی حیثیت سے بلکہ اس کام کے بعد تمہارے عقیدت مند کی حیثیت سے میں تمہیں ایک دوستانہ مشورہ دے رہا ہوں، روز آرگنائزیشن کی نمائندگی قبول کر کے اپنے آپ کو ان مضبوط ترین لوگوں میں شامل کر لو جو ناقابلِ تسخیر ہوتے ہیں، یہاں تمہیں ہر طرح کی آسائشیں اور آسانیاں فراہم کی جائیں گی، بہت بڑا آرگنائزیشن فارم کیا جائے گا یہاں پر جسے تم ہی آرگنائز کرو گے کیا خیال ہے تمہارا اس بارے میں؟“

مٹھل شاہ چند لمحات خاموش رہا پھر اس نے کہا۔

”میں سمجھتا ہوں یہ ایک بہترین آفر ہے اور مجھے اس آفر کو قبول کر لینا چاہیے، یہ میرے لیے ایک دلکش موقع ہے، یہاں بھی رہوں گا اور آپ لوگوں سے بھی متعلق رہوں گا۔“

”مسٹر فراس نے اپنے آپ کو جس سطح کا انسان ثابت کیا ہے، میں سمجھتا ہوں آپ کے مستقل معاون کی حیثیت سے یہ آپ کے لیے نہایت کارآمد رہیں گے۔ مسٹر فراس اب جبکہ مٹھل شاہ صاحب اس آفر کو قبول کر چکے ہیں آپ اپنی بات بتائیے کیا آپ کو یہ سب کچھ پسند ہوگا؟“

میں نے نیاز مندی سے گردن جھکاتے ہوئے کہا۔

”اب چونکہ میں ایک اشمیرس بن چکا ہوں، اس لیے آپ مجھے ہر مسئلے میں حکم دیجئے مسٹر لیتھ اشمیر میں آپ کے حکم کی تعمیل کو سب سے افضل سمجھوں گا۔“

میرے ان الفاظ پر لیتھ اشمیر کے چہرے پر فخر کے آثار پھیل گئے اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور سیدھا کر کے میرے سر پر رکھتے ہوئے کہا۔

”میری تمام ہمدردیاں اور محبتیں تمہارے ساتھ شامل ہیں، میں تمہیں مٹھل شاہ کا

اسٹنٹ مقرر کرتا ہوں۔“

میں نے میڈم میریسا کی طرف دیکھا ان کا چہرہ مرجھا گیا تھا، غالباً وہ مجھے یہاں سے اپنے ساتھ اسپین لے جانا چاہتی تھیں کیونکہ انہوں نے پہلے بھی اس قسم کی خواہشات کا اظہار کیا تھا لیکن اب ان کی ان امیدوں پر اوس پڑ گئی تھی، میں نے البتہ کسی قسم کا تاثر نہیں دیا بلکہ عقیدت سے گردن جھکائے رہا۔ یہ گفتگو بڑی اطمینان بخش ثابت ہوئی تھی۔ بہت دیر تک یہ نشست جاری رہی اور اس کے بعد سب لوگ آرام کرنے کے لیے اٹھ گئے۔ اس عمارت میں مسٹر لیتھ اشمیر کو ایک شاندار کمرہ دیا گیا تھا، یہی کیفیت میڈم میریسا ہی کی تھی لیکن میڈم میریسا بھلا مجھے کہاں چھوڑ سکتیں چنانچہ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ میرا کمرہ کہاں ہے، محل شاہ کو اس بات سے غرض نہیں تھی کہ اپنے کام کی تکمیل کے بعد میرے مشاغل کیا ہوتے ہیں اب تک وہ میری جانب سے مطمئن ہی نظر آیا تھا اور میں نے کبھی یہ محسوس نہیں کیا تھا کہ وہ کسی طور پر مجھ پر شبہ کرتا ہو، چنانچہ اس وقت بھی وہ میری جانب سے مطمئن نظر آیا، میڈم میریسا نے ہر طور مجھ پر چھاپا مار دیا تھا، وہ کسی قدر افسردہ لہجے میں بولیں۔

”یہ کیا ہوا؟ یہ تو میری توقع کے بالکل خلاف ہوا ہے؟“

”کیا میڈم میریسا؟“ میں نے سوال کیا۔

”گو یا تم اب اس کام کی تکمیل کے بعد اسپین نہیں چلو گے میرے ساتھ۔“

”کیا آپ لیتھ اشمیر کے حکم کو ٹال سکتی ہیں؟“

”افسوس نہیں۔“

”اس سے کوئی فرق بھی نہیں پڑتا، میرا خیال ہے اسپین تک پہنچنا میرے لیے کوئی

مشکل کام نہیں ہوگا۔“

”آہ میں تمہیں ہمیشہ کے لیے اپنے ساتھ رکھنا چاہتی تھی، تمہیں اندازہ ہے

کہ کیتھ کی موت کے بعد میں اپنے آپ کو کتنا تنہا محسوس کرنے لگی ہوں، اب اس کے

بعد تو ایک ہی طریقہ رہ جاتا ہے۔“

”کیا؟“

”یہ کہ میں اسپین چھوڑ کر یہاں آ جاؤں۔“

”اگر ایسا ہو جائے میڈم میریسا تو میں سمجھتا ہوں میرے لیے نہایت خوشی کا باعث ہوگا۔“

”ایک بات جاؤ سچے دل سے؟“

”ضرور پوچھئے۔“

”کیا تم مجھے یہاں قبول کرو گے؟“

”دل و جان سے بلکہ سچی بات یہ ہے کہ میں آپ کو یہاں قبول کر چکا ہوں۔“ میں نے کہا اور میڈم میریسا کچھ نے سمجھنے والے انداز میں مجھے دیکھنے لگی۔ میں دل ہی دل میں مسکرا دیا تھا، ان الفاظ کا مطلب میں انہیں ابھی کیسے سمجھا سکتا ہوں البتہ اتنے دنوں کی جدائی جو ان کے لیے بہت آزر دگی کا باعث بنی تھی میری غیر موجودگی کو قبول نہیں کر سکتی تھی چنانچہ مجھے ان کی مہمان نوازی کرنا پڑی۔ آدھی رات کو اس وقت جب میڈم میریسا گری نیند سو گئی، میں نے اپنی جگہ سے باہر نکل کر سب سے پہلے محل شاہ کے کمرے میں جھانکا پھر لیتھ اشمیر کو سوتے ہوئے دیکھا، دونوں خواب خرگوش کے مزے لے رہے تھے لیکن میرے لیے یہ سونے کی رات نہیں تھی، میں ان لوگوں کو بہت زیادہ وقت نہیں دے سکتا تھا چنانچہ ایک ایسی جگہ پہنچ کر جہاں کسی بھی مداخلت کا خدشہ نہ تھا، میں نے کالر ٹرانسمیٹر پر رشید ناگی کو کال کیا، پتا نہیں کس مٹی سے بنا ہوا انسان تھا، نہ راتوں کو آرام کرتا تھا نہ دن میں اسے سکون سے پایا جاتا تھا ایک لمحے میں میری کال ریسیو کی تھی اس نے۔

”ناگی۔“

”ہاں چیف بول رہا ہوں۔“

”جاگ کیوں رہے ہو اس وقت؟“

”اتفاق سے ایک اہم پروجیکٹ پر کام کرنا تھا اس وقت اس لیے جاگ رہا ہوں

چیف خیریت؟“

”نہیں خیریت نہیں ہے۔“

”اوہ چیف کیا بات ہے۔ میرے آدمی تو آپ کے ارد گرد موجود ہیں؟“

”ہاں میں مگر اس وقت مجھے تم ہی سے کام ہے۔“

”حکم دیجئے چیف۔“

”جزیرے پر آمد و رفت کے کیا ذرائع ہیں یا چلو ٹھیک ہے اس وقت جزیرے کے چکر میں نہیں پڑتے کچھ آدمیوں کو تمہاری تحویل میں دینا ہے“ ابھی اسی وقت۔“

”حکم دیجئے چیف۔“

”کسی ایسی خواب آور گیس کے ساتھ یہاں پہنچ جاؤ جو انسانی صحت کے لیے نقصان دہ بھی نہ ہو اور لوگوں کو ذوق چار گھنٹے کے لیے بالکل ماحول سے بے خبر کر دے۔“

”آپ کی رہائش گاہ پر چیف؟“

”ہاں۔“

”بہت بہتر ہے“ چیف اس وقت پونے تین بج رہے ہیں مجھے بینتالیس منٹ کا وقت

دیجئے گا۔“

”ٹھیک ہے تم ساڑھے تین بجے تک یہاں پہنچ جاؤ۔“

”پہنچ رہا ہوں چیف آپ بالکل بے فکر رہیں۔“

”میں عمارت کے گیٹ پر تمہارا انتظار کروں گا۔“ میں نے کہا اور اس کے بعد سلسلہ منقطع کر دیا۔ رشید ناگی کو باقی تمام تفصیلات بتانے کی ضرورت نہیں تھی۔ میں جانتا تھا کہ چند لوگوں کو لے کر جانے کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ سفر کے انتظامات بھی کر کے آئے اس کے بعد میں بے آواز اس راہداری میں ٹھکتا رہا جہاں ان لوگوں کی خواب گاہیں تھیں اگر ان میں سے کوئی جاگ جائے تو اسے مطمئن کرنا بھی ضروری تھا۔

رشید ناگی نے البتہ یہاں آنے میں زیادہ دیر نہیں لگائی راہداری کے چکر لگاتے ہوئے کوئی تیس پینتیس منٹ بعد میری نگاہیں گیٹ کی جانب اٹھ گئیں، میں نے وہاں کسی کو موجود دیکھا تھا چنانچہ میں تیر کی طرح گیٹ کی جانب بڑھ گیا اور وہاں میں نے رشید ناگی کو پایا وہ مجھے سلام کر کے اندر آ گیا تھا۔ اس نے ایک چھوٹا سا سلنڈر میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

”چیف یہ آپ کی مطلوبہ گیس ہے بہت ہی اطمینان بخش طریقے سے کام کرتی ہے بلکہ نہایت زود اثر ہے میں گیس ماسک لے کر آیا ہوں تاکہ ہمیں کام میں دقت نہ ہو کتنے افراد ہیں۔“

”تین۔“

رشید ناگی نے مجھ سے یہ نہیں پوچھا تھا کہ وہ تین افراد کون ہیں ہمیشہ ہی میرا احترام کرتا تھا اور میرے معاملات میں حد سے آگے بڑھ کر مداخلت کرنے کی کوشش نہیں کرتا تھا، میں نے اس سے کہا۔

”آؤ میرے ساتھ گاڑی کہاں ہے؟“

”باہر موجود ہے چیف“ بند و بگن لایا ہوں تاکہ مہمانوں کو لے جانے میں دقت نہ ہو۔“

”دیری گڈ آؤ پہلے پہلا کام کر لیں۔“

رشید ناگی کو تو بیچارے کو یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ جن لوگوں کو اغوا کیا جانے والا ہے وہ کون ہیں، بہر حال ہم نے کی ہول سے گیس سلنڈر کی ناب لگا کر بس اسے درمیان سے ہٹ کرنا تھا، گیس کمرے میں پھیل گئی اور لیتھ اشیر، مٹھل شاہ اور میڈم میریسا کو بہ آسانی بے ہوش کر دیا گیا۔ ہم لوگوں نے گیس ماسک لگا لیے تھے اور اس کے بعد کمرے میں داخل ہوئے تھے، یہ گیس سلنڈر بھی ہماری ہی آرگنائزیشن نے تیار کیا تھا، سب سے پہلے میڈم میریسا کو جھنجوڑ کر دیکھا گیا، اتنا غفیل ہو رہی تھیں اس کے بعد مٹھل شاہ اور لیتھ اشیر کو بھی چیک کر لیا گیا پھر رشید ناگی باہر نکل آیا یہاں نگرانی کے لیے چار افراد ہمیشہ ہی موجود رہتے تھے جن کی ڈیوٹی رشید ناگی نے بہت پہلے ہی سے لگا دی تھی اور انہیں میرے مفادات کے لیے ہدایت کر دی گئی تھی۔ رشید ناگی تنہا آیا تھا لیکن وہ چاروں پہنچ گئے اور اس کے بعد معزز مہمانوں کو اٹھا کر بند و بگن میں ڈال دیا گیا۔ میں نے وہاں سے ان کا سامان وغیرہ بھی اٹھالیا تھا تاکہ ان کی ضرورت پر کام آئے اور پھر ہم انہیں لے کر چل پڑے تھے۔ رشید ناگی نے اب بھی ان کے بارے میں کوئی سوال نہیں کیا تھا اب چونکہ میں اس عمارت میں نہیں تھا اس لیے ان چاروں افراد کو بھی ساتھ لے لیا گیا تھا۔ ان کے پاس اپنی گاڑیاں موجود تھیں اس طرح ہم چار سو گیارہ میں پہنچ گئے، اصل جگہ کو ذرا الگ ہی رکھا گیا تھا، چار سو گیارہ میں بھی ہم نے عقبی دروازے سے اپنا کام کیا تھا کیونکہ سامنے والے حصے میں ابھی تک سوگواروں کے ٹینٹ لگے ہوئے تھے، باقاعدہ ملٹری کیمپ تھا، کئی موبائل بھی کھڑی رہا کرتی تھیں، عقبی دروازے سے اندر داخل ہو کر معزز

سمانوں کو چار سو گیارہ کے زیر زمین تہہ خانے میں پہنچا دیا گیا، جسے نہایت عمدگی سے آراستہ کیا گیا تھا، یہ تہہ خانہ ایسے ہی لوگوں کے لیے تھا جنہیں احتیاط کے ساتھ قید رکھنا ہوتا تھا اور ان کی آسائشوں کے ساتھ یہ خیال بھی رکھا گیا تھا کہ تہہ خانے میں انہیں کوئی ایسی چیز دستیاب نہ ہو جو ان کے لیے معاون ثابت ہو سکے، یا وہ خود کشی ہی کر سکیں۔ تہہ خانے میں جگہ جگہ ایسے وڈل اسکرین لگے ہوئے تھے جو وہاں کے سارے ماحول کو پروجیکشن روم میں پیش کرتے تھے، اس کے علاوہ مائیک بھی لگائے گئے تھے تاکہ ان کی ہلکی سے ہلکی آواز بھی سنی جاسکے، یہ انتظام تو میڈم میریسا نے بھی کیا تھا لیکن نہایت بھونڈے انداز میں جبکہ یہاں بڑی نفاست سے یہ کام کیا گیا تھا۔ میں نے رشید ناگی سے کہا۔

”یقینی طور پر تم جس سلسلے میں کام کر رہے ہو گے، اسے چھوڑ کر میرے پاس آئے ہو گے؟“

”نہیں چیف وہ کام مکمل کر کے آیا ہوں، میرا مطلب ہے مکمل کرنے کے بعد آپ کے پاس پہنچا تھا۔“

”کوئی مصروفیت ہے؟“

”بالکل نہیں چیف میرے لیے اس سے اچھی مصروفیت اور کیا ہو سکتی ہے کہ میں

آپ کے ساتھ قیام کروں۔“

”دلچسپ بات یہ ہے کہ رشید ناگی اسپین سے واپسی پر ہمارے ساتھ کوئی ایسی باقاعدہ نشست نہیں ہو سکی جس میں میں نے تمہیں تفصیلات سے آگاہ کیا ہو، اب مجھے فرصت ہے آؤ میرے ساتھ ان لوگوں کا تعارف بھی کراؤں گا تم سے اور آئندہ کے بارے میں منصوبہ بندی بھی کی جائے گی ظاہر ہے اس رات اتفاقیہ طور پر ہی تم نہیں سوئے اور میرے لیے تو یہ ویسے بھی ایک اہم رات تھی۔“

رشید ناگی نے مسکرا کر کہا۔ ”چیف ہم جو کام کر رہے ہیں صحیح معنوں میں وہ ابھی جدوجہد اور عمل کے دور میں ہے اور جب سکون کی فیندیں اپنا لی جاتی ہیں تو ایسے کاموں میں دقتیں پیدا ہو جاتی ہیں، یہ جاگتی راتیں ہی ہمیں ہماری کاوشوں کا صلہ دیں گی۔“

صورت جگہ آ بیٹھے، رشید ناگی نے ہنستے ہوئے کہا۔

”چیف ویسے آپ یقین کیجئے میں ان لوگوں کی پذیرائی سے بہت متاثر ہوا ہوں جو آپ کا سوگ منا رہے ہیں میرے خیال میں بڑی سے بڑی شخصیت کا سوگ اس طرح نہیں منایا گیا۔ لوگ دیوانے ہو رہے ہیں، اخبارات تو آپ کی نگاہوں سے گزرے ہی ہوں گے۔“

”ہاں رشید ناگی، بس اس موضوع پر اگر مجھ سے گفتگو نہ کرو تو بہتر ہے، آنکھوں سے آنسو نکل آئیں گے۔“

”جی چیف، بہر طور آپ کا ایک مقام ہے اور جس طرح وہ مقام بنا ہے ظاہر ہے اس کے بعد آپ کو یہ حیثیت ملنی ہی چاہیے تھی مگر مٹھل شاہ صاحب کے سلسلے میں آپ یقین کیجئے ذہن میں کچھ عجیب سے تاثرات پیدا ہو گئے ہیں۔“

”میں سمجھتا ہوں وہ بے قصور ہے رشید ناگی، روز آرگنائزیشن نے جس پیمانے پر اس کے ساتھ محنت کی ہے اس کے بعد ہم مٹھل شاہ کو اس کا پیکر تو کہہ سکتے ہیں مٹھل شاہ نہیں کہہ سکتے، تم نے ان اغوا شدہ لوگوں کی شکلیں تو دیکھی ہوں گی، مٹھل شاہ کو دیکھا۔“

”نہیں چیف کیا وہ میرا مطلب ہے میں تو.....“

”مٹھل شاہ نے اپنی داڑھی مونچھیں صاف کر دی ہیں اور ان میں سے ایک مٹھل شاہ صاحب ہیں۔“

”اوہ مائی گاڈ، اصل میں..... میں نے تو دخل در معقولات کی وجہ سے ان تینوں کے بارے میں کوئی سوال نہیں کیا تھا لیکن آپ یقین کیجئے بڑی حیرت ہوئی مجھے یہ سن کر، آئیے چیف پھر کیوں نہ پروجیکشن روم میں بیٹھ کر باتیں کریں، ذرا مٹھل شاہ کی صورت دیکھ لی جائے۔“

کافی پروجیکشن روم میں منگوائی گئی تھی، ایک بڑا سا کمرہ جس میں کئی آپریٹر مشینوں پر کام کر رہے تھے، یہ وہ لوگ تھے جو دن رات میری کاوشوں کو عملی جامہ پہنانے کے لیے متحرک رہتے تھے، ایک مخصوص جگہ ہم نے اپنے لیے منتخب کر لی۔ یہاں اسکرین لگا ہوا تھا اور اسے بہ آسانی آپریٹ کیا جاسکتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد کافی بھی آگئی مگر رشید ناگی ان تینوں بے ہوش افراد پر کیمرے فوکس کرنے لگا جو آرام دہ بستروں پر لیٹے ہوئے تھے، اس

نے پہلے لیتھ اشیر کو دیکھا، میریسا کو تو خیر دیکھنے کی ضرورت ہی نہیں پیش آئی تھی اس کے بعد فوکس مٹھل شاہ کے چہرے پر منتقل کر دیا پھر وہ خاموشی سے اس چہرے کو دیکھتا رہا تھا اور اس کے بعد اس نے اسکرین آف کر دیا اور کافی کی پیالی اٹھا کر ہونٹوں سے لگائی اس کے چہرے پر افسردگی کے آثار نظر آرہے تھے، میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

”نہیں میرا خیال ہے کہ تمہیں افسردہ نہیں ہونا چاہیے، بہر حال ہم مٹھل شاہ کو ٹھیک کر لیں گے۔“

”یہ بقیہ دونوں افراد کون ہیں؟“

”میڈم میریسا اور اشیرس قبیلے کا روحانی پیشوا لیتھ اشیر۔“

”اوہ مائی گاڈ وہ دونوں جن کے بارے میں آپ نے مجھے مختصراً بتایا ہے۔“

”ہاں اور بات بہت دلچسپ مرحلے میں داخل ہو گئی ہے دانش منصور کی موت کے بعد یہ دونوں مصروف ترین لوگ مٹھل شاہ کو یہاں مبارک باد دینے آئے ہیں، نہ صرف مبارک باد دینے کے لیے بلکہ ایک نئے منصوبے کی تکمیل کے لیے، مٹھل شاہ کو یہاں روز آرگنائزیشن کا چیف آرگنائزر مقرر کیا گیا ہے اور مجھے اس کا اسٹنٹ۔“

رشید ناگی کے ہونٹ سیٹی بجانے والے انداز میں سکڑ گئے تھے وہ دلچسپ نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا پھر اس نے کہا۔

”چیف ونڈر فل آئیڈیا ہے ایک بار پھر روز آرگنائزیشن اپنے ہی جال میں پھنسنے

جاری ہے۔“

”نہیں رشید ناگی ان لوگوں کو اغوا کر کے یہاں تک لانے کا مقصد یہی ہے کہ ہم اس پیشکش پر کام نہیں کریں گے بلکہ میرے اپنے ذہن میں کچھ اور منصوبے ہیں جن کی تفصیلات ابھی نہیں بتا سکتا، پہلے ہمیں یہاں دوسرے بہت سے کام کرنے ہیں، اب ان لوگوں کو ہماری تحویل میں رہنا ہے میں یہ سوچ رہا تھا کہ انہیں جزیے پر منتقل کر دیا جائے۔“

”بالکل چیف آپ حکم دیں تو یہ کام ابھی اور اسی وقت ہو سکتا ہے لیکن اگر ایسا

مناسب نہ سمجھیں تو پھر کل کا دن میرا مطلب ہے رات کا وقت زیادہ مناسب ہوگا۔“

”ہاں جلدی نہیں ہے وہ اب بھی محفوظ ہیں۔“

”ویسے چیف بڑا دلچسپ مرحلہ آگیا ہے جو کچھ اس دوران ہوا ہے اس نے واقعی بڑی عجیب و غریب فضا پیدا کر دی ہے، لوگوں کے ذہنوں میں ہزاروں سوالات آگئے ہیں، چیف بہت سے لوگوں کو میں نے افسردہ دیکھا لیکن آپ یقین کیجئے میں شاہنواز صاحب سے بہت متاثر ہوا ہوں، صرف ایک جملہ کہا تھا انہوں نے کہنے لگے کہ میری سرپرستی ختم ہو گئی ہے، میں صحیح معنوں میں اب تک یہ وزارت ان کے لیے برقرار رکھے ہوئے تھا اور اس سے میرا مقصد یہ تھا کہ میں اس احسان کی ادائیگی کر سکوں جو انہوں نے میری اس خواہش کی تکمیل کر کے مجھ پر کیا تھا۔“

۔ ”یار ہماری فیملی کی کمائی بھی تو سناؤ۔“

”چیف ان کی نہ پوچھئے، الیاس بھائی نازاں، بیگم الیاس آصف نور تمام کے تمام مردہ ہو گئے ہیں، ابتدا میں تو ان کی حالت ہی بگڑ گئی تھی اور چیف جہاں تک رخسار کا معاملہ ہے وہ سکتے کی سی کیفیت میں ہیں۔“

”حالانکہ میں نے اسے مبہم الفاظ میں ہوشیار کر دیا تھا۔“

”چیف آپ اسے اپنی سطح کے مطابق کیوں سمجھتے ہیں؟“

”خیر میں اس سلسلے میں بہت زیادہ وقت صرف نہیں کروں گا، بس اس خیال سے میں نے ان سب کو لاعلم رکھا تھا کہ کہیں تاڑنے والی نگاہیں ان کی کیفیت سے باخبر نہ ہو جائیں۔“

”ویسے آپ یقین کیجئے عرفان غزنوی صاحب اور دوسرے چند افراد بھی تعزیت کے لیے آئے تھے، کچھ عجیب سی کیفیات کا شکار تھے، غزنوی خاندان کے بہت سے افراد آئے تھے اور انہوں نے یہاں معلومات حاصل کی تھیں، اصل میں سب سے برا مسئلہ جو ہوا ہے نا چیف وہ یہ ہے کہ پہلی بار فیصل اور دانش منصور کو ایک ہی شخصیت تسلیم کیا گیا ہے جبکہ اس سے پہلے وہ لوگ اپنی انتہائی کوششوں میں مصروف رہے اور اس بات کو ثابت نہ کر سکے۔“

میں مسکراتا رہا میں نے کہا۔ ”اصل میں اب دانش منصور کو پس پردہ چلے جانا ہے اس لیے ضروری نہیں تھا کہ فیصل کا راز راز رہے اور جہاں تک ناگی میری اپنی زندگی کی کمائی کا مسئلہ ہے تو سچی بات یہ ہے کہ فیصل کا اب کوئی وجود نہیں رہا ہے یہ بھی ایک

اشارہ ہے قدرت کا کہ دنیا کے بہت سے معاملات میں اتنا کچھ کر سکتا ہوں میں لیکن اپنے لیے کچھ کرنا میرے اپنے بس کی بات نہیں ہے، میں نے قناعت بھی کر لی ہے اور صبر بھی کر لیا ہے، وقت اگر خود ہی میری کہانی منظر عام پر لے آئے تو ٹھیک ہے ورنہ اب اس سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں رہی ہے۔ میں فیصل ہوں ہی نہیں بلکہ اگر کبھی موقع ملا تو جانب نعمان سے میں یہی درخواست کروں گا کہ میرے ذہن کے غیلوں میں سے وہ تصور نکال دے کہ میرا ماضی ایک ناقابل فہم داستان رہا ہے، اس سے مجھے یہ فائدہ ہو گا کہ میں کم از کم کسی تردد کا شکار تو نہیں رہوں گا۔

رشید ناگی خاموش ہو گیا، مدھم مدھم اجالا پھیلنے لگا تھا میں نے ناگی سے کہا۔ ”کیا خیال ہے اب کچھ دیر کے لیے سو جائیں۔“

”ضروری ہے چیف۔“ رشید ناگی نے مسکرا کر کہا۔

دن کے بارہ بجے تک نیند پوری ہو گئی۔ تیار ہو کر رشید ناگی کے بارے میں معلوم کیا تو پتا چلا کہ پروجیکشن روم میں ہے میں خود پروجیکشن روم چل پڑا۔ وہیں ناشتا طلب کر لیا گیا۔ ناگی کوئی خبر۔

”ہمارے دوست ناشتا کر چکے ہیں۔ ویسے گیس کے زیر اثر ہیں۔ ساڑھے دس بجے تک سوتے رہے تھے۔“

”جاگنے کے بعد ان پر کیا اثرات مرتب ہوئے؟ اس کے بارے میں کوئی رپورٹ ملی؟“

”چیف فلم رپورٹ تیار ہے، جب یہاں کوئی نہیں ہوتا اور ضرورت محسوس کی جاتی ہے تو پھر ریکارڈنگ شروع کر دی جاتی ہے، اس وقت سے ان کے جاگنے تک کی پوری فلم موجود ہوگی ہمارے پاس۔“

”گڈ ویری گڈ“ پہلے ذرا ان کی صورتیں تو دکھاؤ۔ میں نے کہا اور رشید ناگی نے وڈول اسکرین آن کر دیا۔ تہہ خانے کا منظر نمایاں ہو گیا۔ لیتھ اشمیر اپنے بستر پر نیم دراز آنکھیں بند کیے ہوئے مراقبہ کی سی کیفیت میں بیٹھا ہوا تھا۔ میڈم میریبا ایک کرسی پر سر پکڑے بیٹھی ہوئی تھی اور محل شاہ آنکھیں بند کیے بستر پر دراز تھا جیسے سو رہا ہو۔ مکمل خاموشی طاری تھی کسی کے بولنے کی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ تینوں کے چہرے

فوکس کیے گئے۔ عجیب سے تاثرات پھیلے ہوئے تھے ان چہروں پر..... میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی اور ہنستے ہوئے کہا۔

ہمارے مہمان خاصہ پریشان نظر آتے ہیں۔ اچھا اب ذرا فلم تو دکھاؤ ان کی؟“ اتنی دیر میں ہمارے لیے ناشتا لگ گیا۔ میں اور رشید ناگی ناشتے میں مصروف ہو گئے اس کے ساتھ ساتھ ہی ایک دوسرے آپریٹر نے وہ پروجیکٹر آن کر دیا جس پر فلم اسپول چڑھا ہوا تھا۔ ابتدائی مناظر میں وہ تینوں اپنی مسہریوں پر دراز نظر آ رہے تھے آپریٹر نے یہ کہہ کر اسپول فارورڈ کر دیا کہ بہت دیر تک یہی منظر چلتا رہا اور وہ وہاں سے پروجیکٹر دوبارہ آن کرے گا جہاں وہ لوگ جاگے ہیں، میں اور رشید ناگی دلچسپی کے انداز میں انتظار کرتے رہے پھر کچھ دیر کے بعد اسکرین دوبارہ روشن ہو گیا اور آپریٹر نے حساب کے مطابق وہاں سے منظر آن کر دیا۔

میریبا سب سے پہلے جاگی تھی، اس نے ایک انگڑائی لی اور بستر پر کروٹ بدل کر میری تلاش کے لیے ہاتھ آگے بڑھائے، پھر مجھے نہ پا کر ادھر ادھر دیکھنے لگی پھر رفتہ رفتہ اس کے چہرے پر حیرت کے نقوش نمودار ہونے لگے، غالباً وہ منظر کو دیکھ کر چونکی تھی اور اسے یہ احساس ہو گیا تھا کہ یہ وہ جگہ نہیں ہے جہاں وہ سوئی تھی پھر اس سے زیادہ حیران کن بات یہ تھی کہ وسیع و عریض تہہ خانے میں اسے قریب ہی دو بستر نظر آ رہے تھے جن پر لیتھ اشمیر اور محل شاہ موجود تھے۔ اس کے منہ سے ہلکی آواز نکلی جسے واضح طور پر اسپیکر نے پیش کیا۔

”اوہ مائی گاڈ۔ او مائی گاڈ یہ کیا ہوا۔“ وہ برق رفتاری سے بستر سے کود گئی تھی۔ میں اس شاندار عورت کو بغور دیکھ رہا تھا، پہلے اس نے لیتھ اشمیر کو بھی جھنجھوڑا لیا تھا۔

”اٹھئے، اٹھئے، مسٹر اشمیر، ذرا دیکھیے تو سہی یہ کیا ہو گیا؟“

پھر چند لمحات کے بعد محل شاہ، لیتھ اشمیر بھی جاگ گئے اور وہ سب کے سب منہ پھاڑ کر یہ منظر دیکھنے لگے اچانک ہی لیتھ اشمیر نے اپنی پیشانی مسلتے ہوئے کہا۔

”آہ ہمارے سسٹم پر کسی خواب آور گیس کے اثرات ابھی تک موجود ہیں، مگر..... یہ کیسے ممکن ہے محل شاہ یہ کیسے ممکن ہے؟“

محل شاہ نے آہستہ سے کہا۔ ”اور فراس ہمارے درمیان موجود نہیں ہے۔“

”کیا مطلب۔ کیا مطلب ہے تمہارا؟“

”نہیں میں کسی بھی لفظ کی وضاحت نہیں کر سکتا۔ کیا یہ ممکن ہے مسٹر لیتھ اشمیر لیکن یہ ممکن نہیں ہے، ہو سکتا ہے فراس کسی اور کے قبضے میں چلا گیا ہو، وہ مکمل طور پر قابل اعتماد نوجوان ہے۔“

”مگر یہ کس نے کیا کیسے ہوا، کون ہو سکتا ہے۔“ لیتھ اشمیر بولا۔

”کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ میری عقل کام نہیں کر رہی۔“ مٹھل شاہ نے کہا۔

اس کے بعد وہ لوگ ہال کے ایک ایک حصے کا جائزہ لیتے رہے پھر مٹھل شاہ کی آواز ہی ابھری۔

”یہ تو ہر لحاظ سے ایک مکمل تہہ خانہ ہے مگر ہمیں قید کرنے والا کون ہو سکتا ہے کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔“

”وہ غالباً ہاتھ روم ہے۔“ لیتھ اشمیر نے کہا اور ہاتھ روم کی جانب بڑھ گیا۔

میریسا ہارٹی، مٹھل شاہ اور کچھ دیر کے بعد لیتھ اشمیر پھر یکجا ہو کر اپنی اس قید کے بارے میں باتیں کرنے لگے۔ لیتھ اشمیر نے کہا۔

”کیا یہ ممکن ہے کہ ہم دانش منصور کے قیدی ہوں۔“ مٹھل شاہ نے چونک کر دیکھا اور بولا۔

”میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا مسٹر لیتھ اشمیر؟“

”اس وقت ہمارے پاس سب سے زیادہ بد قسمتی کی بات یہ ہے کہ ہم جو کچھ کہتے ہیں اس کا مطلب خود بھی نہیں سمجھ پا رہے ہیں، اور اب دماغ کو تھکانے کے بجائے یہ انتظار کرنا ضروری ہے کہ جو لوگ ہمیں یہاں تک لائے ہیں، وہ ہم سے رجوع کریں اسی وقت ہمیں ان کے بارے میں علم ہو سکتا ہے۔ آہ وہ ہمارا سامان موجود ہے۔ ذرا دیکھو میریسا اس میں سے کچھ نکالا تو نہیں گیا ہے۔“

میں نے چونک کر رشید ناگی کو دیکھا، تو رشید ناگی بولا۔

”اس میں صرف ان کے کپڑے ہیں۔ باقی جو چیزیں اس سامان سے دستیاب ہوئی ہیں چیف، انہیں الگ کر لیا گیا ہے۔ میں نے مسکراتے ہوئے گرون بلا دی۔ اس کے بعد تقریباً بیس پچیس منٹ تک ہم ان لوگوں کی بوکھلاہٹیں دیکھتے رہے تھے، ان کی گھنگو میں

کوئی ایسی بات نہ تھی جو قابل ذکر ہوتی۔ ہاں تھوڑی دیر کے بعد جب ہمارے چار آدمی، مخصوص لباس میں ملبوس ان کے لیے ناشتا لے کر پہنچے تو وہ تینوں سکتے کے سے عالم میں انہیں دیکھنے لگے۔ لیتھ اشمیر نے آگے بڑھ کر کہا۔

”معزز دوستوں تم ہم پر قادر اور حکمران ہو۔ ہم اتنے احمق نہیں ہیں کہ تم سے کوئی تعرض کریں، اگر ممکن ہو سکے اور تمہیں اس کی اجازت ملی ہو تو ہمارے صرف دو سوالوں کے جواب دے دو۔ پہلا سوال تو یہ ہے کہ ہم کس کے قیدی ہیں؟ دو سرا سوال یہ ہے کہ ہمارا ایک اور ساتھی جس کا نام فراس ہے اور جو تمہارے ہی وطن کا باشندہ ہے کہاں ہے؟“

ناگی کے وہ آدمی جو ناشتا لے کر گئے تھے اچھے خاصے بذلہ منج معلوم ہوتے تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا۔

”سوالوں سے زیادہ یہ ناشتا اہمیت رکھتا ہے جناب، کیونکہ تھوڑی دیر کے بعد یہ ٹھنڈا ہو کر بے کار ہو جائے گا۔“ اور اس کے بعد وہ واپس پلٹ پڑے۔

بہر حال یہ سب کچھ بے حد دلچسپ تھا پھر میں نے رشید ناگی سے پرو جیکٹر بند کرنے کے لیے کہا۔ اندازہ ہو گیا تھا کہ ان تمام باتوں کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو گا آگے کی بنائی ہوئی فلم میں..... موجودہ کیفیت تو میں دیکھ ہی چکا تھا۔ اب وہ مایوس ہو کر مرجھائے بیٹھے سوچوں میں گم تھے۔ ہم لوگ ناشتے سے فارغ ہو چکے تھے۔ میں نے رشید ناگی سے کہا۔

”ہاں بھئی اب تم مجھے اپنے اس جزیرے کی تمام کارروائیاں کا احوال بتاؤ۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اس کی خریداری کے سلسلے میں جو تفصیلات میرے علم میں آئی تھیں ان میں کوئی ترمیم ہوئی؟“

”نہیں چیف، بس یوں سمجھ لیجئے، چند لوگوں نے خاص طور سے ہمارے ساتھ ہر طرح کا تعاون کیا اور تمام سہولتیں بہم پہنچائیں، یہاں تک کہ حیران کن بات یہ ہے کہ ہمیں بحریہ کے افسر اعلیٰ تک کا مکمل تعاون حاصل رہا ہے اور ساز و سامان کی منتقلی کے سلسلے میں ہمیں بے شمار بحری لائینیں فراہم کر دی گئیں۔ چیف آپ کی ذات پر اتنے بڑے اعتماد کا اظہار ہے۔ کہ شاید ہمارے ملک کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی، بہر حال تمام کام نہایت خوش اسلوبی سے ہو گئے ہیں۔ سرکاری کاغذات میں ہمارے اس جزیرے کو

ڈائمنڈ سٹی کا نام دیا گیا ہے اور اسی نام سے اس کی تکمیل کی گئی ہے اس کے بعد چیف میں نے ضرورت کے تمام لوگوں کو اس طرف منتقل کر دیا اور سب ہی نے دن رات کی ان تھک محنت سے وہاں وہ کارنامے سرانجام دیے ہیں جنہیں آپ دیکھیں گے تو آپ کو بے پناہ خوشی ہوگی۔ چیف اب سب سے بڑا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ نے جو موجودہ حیثیت اختیار کی ہے اس کے پیش نگاہ ڈائمنڈ سٹی کے معمولات کس کے تحت چلیں گے؟

میں نے مسکراتے ہوئے رشید ناگی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”میرے اور تمہارے ذہن میں ہم آہنگی ہے رشید ناگی اس کے تحت تمہیں کم از کم اس بات پر پورا پورا یقین رکھنا چاہیے کہ میں نے آگے کے اقدامات پر بھی غور کر لیا ہوگا۔ میں تمہیں اس کے بارے میں تفصیل بعد میں بتاؤں گا لیکن ان ناموں کی ایک فہرست تیار کروں جن کا ہم سے گہرا تعلق ہے اور اس کے ساتھ ہی اگر اس میں کچھ باقی رہ گیا تو میں شامل کروں گا۔ اب سب ہی سے چشم پوشی نہیں کی جاسکتی، اپنوں کو دھوکا دینے کے لیے یہ ساری کارروائی نہیں کی گئی ہے اس کی وضاحت کر دی جائے گی تاکہ ہمارے کرم فرما ہمیں وہ امداد دیتے رہیں جس کی ہمیں ضرورت ہے۔“

”ٹھیک ہے چیف مجھے اس بات کا پورا پورا یقین ہے کہ آپ نے دور تک اس سارے پروگرام پر غور کر لیا ہوگا۔ ویسے آپ یقین کیجئے بات تو بڑی عجیب سی ہے یعنی لوگوں کے تعزیتی بیانات شائع ہو رہے ہیں اور ہر شخص نے اپنی غمزدگی کا اظہار کیا ہے لیکن میں صرف یہ دیکھ رہا ہوں کہ ہمیں وہ بھرپور صلہ ملا ہے ہماری کاوشوں کا جو اصولی طور پر ملنا چاہیے تھا۔“

”ہاں رشید ناگی اخبارات میری نگاہوں سے بھی گزرتے رہیں ہیں۔ میں اسے کیا کہوں۔ ایک ایسا بے مایہ شخص ایک ایسا بے بس لڑکا جو ڈیفنس کی ایک کونٹری میں کچھ لوگوں کے زیرِ عتاب رہا۔ یہاں تک پہنچ جائے گا یہ بس سوچا ہی جاسکتا ہے اگر یہ عمل میں آجائے تو یقین کرو انتہائی عبرتناک بات ہے۔ خیر چھوڑو ان باتوں کو..... اب یہ کرنا ہے رشید ناگی کہ ان تینوں کو جزیرے پر منتقل کر دینا ہے۔ میں تمہیں اچھی طرح جانتا ہوں۔ تم نے کسی بھی پہلو کو نظر انداز نہیں کیا ہوگا۔“

”انہیں منتقل کرنے سے پہلے چیف اگر آپ وہاں کا جائزہ لے لیں تو کیا رہے گا؟“

”اب مجھے فرصت ہے۔ اصل کام یہی تھا جو پایہ تکمیل کو پہنچ گیا ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تمام کارروائیوں کے بعد کامیابی کی یہ خبر ملنے کے بعد لیتھ اسٹیر، مٹھل شاہ اور میریسا ہارٹی کی اس طرح گمشدگی ڈائن سینٹر اور روز آرگنائزیشن کے حلقوں میں حیران کن بن جائے گی لیکن اب ہم نے ان لوگوں کی حیرانی کا ٹھیکہ نہیں لیا ہوا ہے۔ وہ جو کچھ بھی کارروائی کریں گے وہ بہر طور منظر عام پر آجائے گی پھر کب چل رہے ہو؟“

”چیف آج ہی چلیں۔ آپ کے لیے تو کوئی مشکل نہیں ہے؟“

”تو پھر آؤ چلتے ہیں ان کے بارے میں ہدایات دے دو۔ انہیں کوئی تکلیف نہیں ہونی چاہیے۔ لیکن یہ بھی بتا دینا کہ یہ دنیا کے شاطر ترین لوگ ہیں۔“

”ٹھیک ہے چیف!“ رشید ناگی نے کہا پھر جب وہ میرے ساتھ ایک لینڈ کروزر میں بیٹھا ہوا ساحل سمندر کی جانب جا رہا تھا تو اس نے راستے میں کہا۔

”چیف بالکل برا نامانے ایک سوال کر رہا ہوں۔ مٹھل شاہ کے لیے اب آپ کے دل میں کیا جذبات ہیں۔“

”رشید ناگی تھوڑا سا تکدر تو ضرور پیدا ہوا ہے دل میں لیکن مٹھل شاہ اس وقت ذہنی طور پر قطعی غیر متوازن ہے وہ بے شک پوری ذہانت کے ساتھ ہمارے خلاف کام کر رہا ہے لیکن ہم یہ جانتے ہیں کہ وہ قصور دار نہیں ہے اسے یہی فیڈ کیا گیا ہے۔“

”چیف یہ کوشش تو انہوں نے آپ کے لیے بھی کی تھی؟“

”ہاں اللہ تعالیٰ کا کرم میرے ساتھ رہا۔ مجھے وہ مواقع مل گیا جن کے تحت میں ان کے چکر میں نہ آسکا اور انہیں دھوکا دے کر وہاں سے نکل آیا۔ اسے روز آرگنائزیشن کے قبضے میں آنے کے بعد پتا نہیں کیسے کیسے مراحل سے گزارا گیا ہوگا..... بہر حال جالب نعمان کو اب اپنی تمام تر صلاحیتیں مٹھل شاہ پر صرف کرنا ہوگی۔“ رشید ناگی پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔

جس ساحل کو جزیرے پر جانے کے لیے استعمال کیا گیا تھا وہ خاصا دور دراز تھا سو نمیبانی کے ایک مخصوص علاقے کو حکومت کی اجازت سے حاصل کیا گیا تھا اور وہاں ایک چھوٹی سی عمارت تعمیر کر دی گئی تھی جہاں اسٹیمروں کے محافظ اور عملہ رہتا تھا۔ ہمارے

اسٹیروں کو ڈائمنڈ سٹی کے نام سے سجاایا گیا تھا اور انہیں بحریہ کا تعاون حاصل تھا۔ بہت بڑی بات تھی، درحقیقت اس تعاون کے بغیر کام آگے نہیں بڑھ سکتا تھا ان لوگوں نے میری خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے یہ تعاون کیا تھا، میرے دل میں خوشی کی لہریں پیدا ہونے لگیں پھر ہم ایک اسٹیمر میں بیٹھ کر چل پڑے اور میں سمندر کی لہروں کو دیکھتے ہوئے نجانے کیسے کیسے خیالات میں کھو گیا۔ رخسار کا تصور بھی دل میں آیا تھا جو کچھ میں نے سوچا تھا اس کے تحت رخسار کو اب بہت عرصے تک اس ذہنی اذیت کا شکار نہیں رہنا تھا جس میں آج کل مبتلا ہوگی۔ کیا کہا جاسکتا ہے کس کیفیت میں ہو۔

سمندری سفر طے ہو گیا اور ہمیں جزیرہ نظر آنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اس جزیرے پر اتر گیا، درمیانی حصے میں تعمیر جاری تھی۔ لاتعداد مزدور کاموں میں لگے ہوئے تھے مالی کام کر رہے تھے اور اسے جنت نظیر بنایا جا رہا تھا۔ بہت سی جنگلوں پر پھول بھی کھلے ہوئے نظر آئے، پہلے سے جو قدرتی جھاڑیاں وغیرہ وہاں موجود تھیں ان میں سے بعض کو ترتیب دے کر اسی طرح قائم رہنے دیا گیا تھا، ویسے کوئی بھی ایسی عمارت نظر نہیں آرہی تھی جو مکمل ہو چکی ہو اسی بات پر مجھے ذرا حیرت ہوئی، تعمیری سازو سامان کے انبار لگے ہوئے تھے اور مزدور بے تکان کاموں میں مصروف تھے رشید ناگی اور میں خاموشی سے چلتے ہوئے ایک ایسے حصے میں پہنچ گئے، جہاں خاردار تاروں کی باڑھ لگی ہوئی تھی، رشید ناگی نے بتایا کہ جزیرے کے تحفظ کے لیے دوسرے انتظامات کیے جائیں گے۔ عارضی طور پر یہ باڑھ لگا دی گئی ہے تاکہ کوئی غیر متعلق شخص اندر داخل نہ ہو سکے۔ سرچ ٹاور بنا دیے گئے ہیں جہاں سے دن رات سمندر کی نگرانی کی جاتی ہے۔ میں خاموشی سے اس کی یہ تمام باتیں سنتا ہوا آگے بڑھتا رہا پھر وہ ایک جگہ رک گیا۔ یہاں ایک وسیع و عریض قدرتی چٹان کو تراش کر اس میں ایک دروازہ بنایا گیا تھا۔ یہ دروازہ ریموٹ کنٹرول تھا، رشید ناگی نے ریموٹ کا بٹن دبا کر دروازہ کھولا اور مجھے اندر آنے کا اشارہ کر کے اس میں داخل ہو گیا۔ دروازے کے دوسری جانب ایک وسیع و عریض پلیٹ فارم بنا ہوا تھا اور کچھ آگے چلنے کے بعد اس پلیٹ فارم سے سیڑھیوں کا ایک سلسلہ نیچے اترتا تھا، مجھے ان سیڑھیوں کو دیکھ کر اچنبھا ہوا تھا..... خاموشی سے رشید ناگی کے ساتھ نیچے اترنے لگا۔ وہ کہنے لگا۔

”چیف یہ سیڑھیاں بھی عارضی نوعیت کی ہیں ہم یہاں برق رفتار لفٹیں لگوائیں گے، جو نیچے جانے کے لیے ہوں گی۔“

سیڑھیاں خاصی گہرائی میں چلی گئی تھیں اور اس کے بعد ان کا اختتام ایک بڑے سے گول دروازے پر ہوا تھا، جو زمین ہی میں تراشا گیا تھا، لیکن اس گول دروازے کے دوسری جانب پہنچ کر میں شدت حیرت سے اچھل پڑا۔ میرے سامنے اتنا وسیع علاقہ بکھرا ہوا تھا کہ اس کی آخری حد تک نظر کام بھی نہیں کرتی تھی یہاں بے شمار عمارتیں بنی ہوئی تھیں روشن اور ٹھنڈی، صاف ظاہر ہوتا تھا کہ یہ پورا علاقہ آرکٹڈیشڈ ہے، روشنیاں بھی بجلی ہی کی تھیں، مشینوں کی آوازیں بھی ابھر رہی تھیں مختلف پورٹرز بنائے گئے تھے، مختلف سیکشن تھے۔ رشید ناگی مجھے یہ تمام چیزیں دکھاتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ وسیع و عریض راہداریاں مختلف سمتوں کو مڑتی ہوئیں، ہر طرف مشینوں کی مدھم مدھم آوازیں، میں ایک ایک پورشن کو حیرت سے دیکھتا ہوا آگے بڑھتا رہا پھر اتنی دیر میں، میں نے اس سے ایک ہی سوال کیا۔

”ناگی یہاں بجلی کی فراہمی کس طرح کی گئی ہے کیا جزیروں کے ذریعے؟“

”نہیں چیف الگ بجلی گھر تعمیر کیا گیا ہے بلکہ سب سے پہلے وہی تعمیر ہوا تھا۔ ہمارے اپنے انجینئروں نے سمندر کی گہرائیوں میں ایک انوکھے نظام کی بنیاد ڈالی ہے اور یہ بجلی سمندر ہی سے حاصل کی گئی ہے۔“ میں سکتے کے سے عالم میں یہ تمام مناظر دیکھتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔

مخصوص لباس میں لوگ آ جا رہے تھے اپنے کاموں میں مصروف، کوئی کسی کی جانب متوجہ نہیں تھا ایک عجیب سا ماحول تھا۔ یہ سب کچھ میرا تھا۔ ایک طلسم ہو شریا تھا اور اس پر یقین نہیں آ رہا تھا لیکن اس کا سرناگی کے سر تھا، انسان کی شکل میں مجھے ایک ایسا ذریعہ ملا تھا جس کا میں نے ہمیشہ ہی اعتراف کیا تھا۔ میری سوچ اس طرح پوری ہو جاتی جیسے زمانہ قدیم میں چراغ کے جن ہوا کرتے تھے۔ اتنے مختصر عرصے میں رشید ناگی نے جو کارنامہ سرانجام دیا تھا وہ ناقابل یقین تھا۔ اصل میں اس نے سب سے پہلے اندر گراؤنڈ کام کیا تھا اور اتنا کچھ بنالیا تھا جس پر یقین بھی نہ کیا جاسکے، نجانے کتنا وقت ہو گیا، ہمیں چلتے ہوئے ابھی ہم نے باقاعدہ کسی بھی شعبے میں داخل ہو کر کوئی بھی کام نہیں دیکھا تھا بس رشید ناگی

مختلف علاقوں سے گزرتے ہوئے مجھے یہ بتانا جا رہا تھا کہ کہاں کیا کام ہو رہا ہے۔
نعمان جالب اتفاقیہ طور پر ہی ایک دروازے سے نکل کر سامنے آیا تھا اور میرے
قدم رک گئے تھے۔ وہ میرے اس میک اپ سے بھی واقف تھا جو اس وقت میرے چہرے
پر تھا۔ یہاں شاید میرے بارے میں ہوسنے والی واردات کی کہانی نہیں پہنچی تھی۔ جالب
رک گیا اور اس نے مجھے سلام کیا۔ میں نے مسکراتے ہوئے اس سے ہاتھ ملایا تو وہ بولا۔
”مجھے چیف کی واپسی کی خبر مل گئی تھی بس اس کے بعد اور کچھ نہیں معلوم
ہو سکا۔“

میں نے سوالیہ نگاہوں سے رشید ناگی کو دیکھا تو رشید ناگی نے میرا مطلب سمجھتے
ہوئے کہا۔

”نہیں چیف ہمارے پاس ہر طرح کے ذرائع کیونیکیشن موجود ہیں، جزیرے پر ہر
لحظہ بات کی جاسکتی ہے، لیکن صرف ضروری باتیں، جو کچھ وہاں ہوا ہے میں نے اس کی
تفصیل یہاں کسی کو بتانا ضروری نہیں سمجھا۔“

میں مسکرا کر گردن ہلاسنے لگا۔ بہت دیر تک رشید ناگی مجھے ان تہہ خانوں کی سیر
کراتا رہا وہ بے پناہ صلاحیتوں کا مالک تھا اور اس نے یہاں اپنی بھرپور صلاحیتوں کا مظاہرہ
کیا تھا پھر اس کے بعد جب یہ تمام کارخانے دیکھ لیے گئے تو ہم ایک کمرے میں آ بیٹھے،
جالب نعمان اپنے کام پر چلا گیا تھا، ہر شخص مشینی طور پر مصروف رہتا تھا، جس کمرے میں
رشید ناگی مجھے یہاں لایا تھا وہاں پورے جزیرے کا نقشہ دیوار پر ترتیب دیا گیا تھا اور یہ
سب کچھ الیکٹرونک کا کمال تھا۔ رشید ناگی نے پہلے مجھے ان تہہ خانوں کے بارے میں
تفصیلات بتائیں کہ یہاں کیا کیا ہو رہا ہے اور کیا کیا ہو گا۔ اس نے کہا۔

”چیف ان تہہ خانوں کے اوپر جو عمارتیں تعمیر ہو رہی ہیں وہ بھی نیچے موجود اصل
کاروبار کا دروازہ ہوں گی، لیکن وہاں یہ سب کچھ چھوٹے پیمانے پر ہو گا تاکہ اگر کبھی ان
تمام چیزوں کا جائزہ لیا جائے تو لوگ ہمارا اصل طریقہ کار نہ جان سکیں، اس کے علاوہ چیف
ان تمام شعبوں کے لیے یہ کام ہو گا جن پر ہم ریسرچ کر رہے ہیں خاص طور سے ہم نے
جزیرے کے لیے جو بجلی گھر بنایا ہے وہ بڑی کمال چیز ہے، چیف بعض اوقات بہت دکھ ہوتا
ہے ہمیں یہ دیکھ کر کہ ہمارے ہاں ایسے ایسے باکمال نوجوان موجود ہیں جو آج بھی ناقابل

یقین ایجادات کرنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے، وہ روایتیں کہیں اور زندہ ہوں یا نہ ہوں،
لیکن ہمارے ملک پاکستان میں آج بھی وہ زندہ ہیں جن کے تحت ہم نے دنیا کو سائنس سے
روشناس کرایا تھا اور ہماری عدم توجہی نے ان تمام چیزوں کو یورپ میں منتقل کر دیا تھا،
دوسری قومیں بازی لے گئیں اور ہم اپنے اجداد کی ایجادات سے وہ استفادہ نہ کر سکے جو
ہمیں کرنا چاہیے تھا، یہ باصلاحیت نوجوان دنیا کے جدید سے جدید ملک کے مقابلے میں
ذہانت کا مظاہرہ کر سکتے ہیں، بے وسیلہ اور عدم توجہی کا شکار ہونے کی وجہ سے یا تو اپنی
خواہشوں کو سینے میں گھونٹ کر بالا آخر مر جاتے ہیں یا پھر بیرون ملک نکل جاتے ہیں اور
وہاں انہیں خرید لیا جاتا ہے، ان کی کاوشوں کو سستے داموں وہ لوگ اپنے نام سے منسوب
کر کے منظر عام پر لے آتے ہیں۔ سمندر کی گہرائیوں میں یہ چھوٹا سا جو بجلی گھر بنایا گیا ہے
اگر اسے وسیع پیمانے پر روشناس کرایا جائے تو مجھے یقین ہے کہ ہمارے ملک میں بجلی کا
بحران ختم ہو جائے گا۔ چیف یہاں اس جزیرے پر ہم نے سمندر کے پانی کو انتہائی سستے
ذرائع سے میٹھا کرنے کا ایک پلانٹ لگایا ہے جو فی الحال اس جزیرے پر پانی کی ضرورتیں
پوری کرے گا اور اس کے بعد جب ہم مکمل طور پر اپنے اس کام کی تکمیل کریں گے تو
اس شعبے میں بھی نوجوانوں کو تربیت دے کر اس کے لیے بڑے پلانٹ لگائیں گے، بہر حال
یہ ایک طویل منصوبہ ہے اور میں انتہائی معذرت کے ساتھ یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ یہ کسی
کی میراث نہیں رہے گا نہ دانش منصور کے نہ کسی اور کی بلکہ یہاں پر ہونے والی ریسرچ
پورے ملک کے لیے سود مند ہوگی، ہم اپنے وطن کے چھوٹے سے چھوٹے پسماندہ
علاقے کو روشن کرویں گے اور انہیں اتنے وسائل مہیا کریں گے کہ ہر طرف چراغ چلتے
نظر آئیں۔“

میں نے جذبات سے پر انداز میں رشید ناگی کو دیکھا اور کہا۔

”ان الفاظ کے لیے میں ہاتھ اٹھا کر اللہ سے دعا کرتا ہوں۔ رشید ناگی کہ ہمیں

ہماری ان خواہشات میں کامیابی نصیب ہو۔“

”فی الحال ہمیں دو پہلی کاپڑوں کی اجازت بھی مل گئی ہے چیف اور ان کی خریداری

کے لیے کوششیں کی جا رہی ہیں، یہ بھی بہت ضروری تھے، خیر یہ تو ہوئیں ساری باتیں،

اب مجھے یہ بتائیے کہ میرے لیے آئندہ کیا حکم ہے؟“

”یہ سب کچھ دیکھ کر مجھے بے حد خوشی ہوئی ہے میں اپنا کام جاری رکھنا چاہتا ہوں ناگی، یہاں سے میں بہت مطمئن ہوں، تم سب نے مل کر میری خواہشات کو عمل شکل دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، میرے ذہن میں طویل ترین منصوبے ہیں، جنہیں میں ابھی ترتیب دے رہا ہوں، فی الحال اب ہمیں یہ کرنا ہے کہ ان تینوں کو چار سو گیارہ کے تہہ خانے سے یہاں منتقل کرو، محل شاہ کا ذہنی تجزیہ کرا کر میں جالب نعمان سے یہ سوال کروں گا کہ کیا وہ اصل حالت میں آسکتا ہے، بہر حال وہ میرے لیے بہت بڑی حیثیت کا حامل ہے، جہاں تک میری اپنی موت کا معاملہ ہے تو اسے اسی طرح برقرار رہنے دو، ہاں اس بارے میں کچھ لوگوں کو مطمئن کرنا ضروری ہے، میں نے ابھی انہیں اس لیے غیر مطمئن رہنے دیا ہے کہ اگر کچھ لوگ اس بات کی کھوج میں ہوں کہ کیا یہ موت مشتبہ ہو سکتی ہے تو انہیں اطمینان ہو جائے۔“

”آپ کے خیال میں چیف کیا کچھ لوگ ایسے موجود ہوں گے؟“

”نہیں رشید ناگی، اگر تم روز آرگنائزیشن اور ڈان سینٹر ہی کی بات کرتے ہو تو میرا خیال ہے ان اداروں کے کسی فرد کو بھی ابھی تک اس بات کا کوئی شبہ نہیں ہو سکا ہے، لیکن تم یہ کیوں بھول جاتے ہو کہ ہمارے دشمن ملک سے باہر ہی نہیں ہیں بلکہ ملک کے اندر، ملک کے باہر سے زیادہ موجود ہیں، ان لوگوں نے اپنی سرگرمیاں بعض جگہوں پر میری وجہ سے ترک کر دی ہیں، لیکن جب انہیں اس بات کا یقین ہو جائے گا کہ میں موجود نہیں ہوں تو وہ ایک بار پھر منظر عام پر آئیں گی اور اس طرح ہمیں اپنے شکار منتخب کرنے میں آسانی ہوگی۔“ رشید ناگی نے گردن ہلائی اور بولا۔

”خوب، گویا آپ اپنی موت سے بھی خاصا بڑا فائدہ حاصل کریں گے چیف۔“

میں بھی مسکراتے لگا پھر میں نے کہا۔ ”تو پھر میں فی الحال یہیں قیام کروں گا تم واپس جاؤ اور ان تینوں کو یہاں منتقل کرو۔“

رشید ناگی نے گردن ہلا دی تھی۔ میں تہہ خانوں سے باہر نکل آیا اور اوپر ہونے والے کام کا جائزہ لینے لگا۔ سب سے حیران کن بات یہ تھی کہ جزیرے پر جتنے افراد کام کر رہے تھے ان میں سے کسی کے لیے کوئی نگراں مقرر نہیں تھا، لیکن کام پھر بھی برق رفتاری سے ہوتا تھا، میں اصل شکل میں چونکہ منظر عام پر نہیں تھا۔ کسی نے مجھ پر کوئی

توجہ نہیں دی تھی۔ میں نے ایک مزدور قسم کے آدمی کو روک کر اس سے پوچھا۔

”سنو بھائی، کیا کر رہے ہو؟“

”کام کر رہے ہیں بابو کوئی غلطی ہو گئی ہم سے؟“

”نہیں نہیں بالکل نہیں میرا مطلب یہ ہے کہ کتنے گھنٹے کام کرتے ہو یہاں؟“

”بابو جب تک تھکتے نہیں ہیں کام کرتے رہتے ہیں۔“

”یہ تو ناجائز ہے، کیا تم نے اس بات پر احتجاج نہیں کیا کہ کام صرف اتنا کرو گے جتنا

آسانی سے کر سکو؟“

”نہیں بابو یہاں ہم نوکر نہیں ہیں یا اجرت پر نہیں آئے ہیں، آپ کو اس بات کا پتا

نہیں ہے کہ ہمیں اتنا دے دیا گیا ہے کہ بابو ہمارے برسوں کے دلدر دور ہو گئے ہیں،

ساری زندگی محنت مزدوری کی بس اتنا کمایا کہ بچوں کے پیٹ بھر جائیں، پھٹے پرانے کپڑے

پن لیں، ٹوٹے پھوٹے گھروں میں رہ لیں، لیکن ہم جیسے مزدور لوگوں کو یہاں کام کرنے

کے لیے اتنا معاوضہ پہلے ادا کر دیا گیا ہے کہ جو ہم نے زندگی بھر نہیں کمایا، ہمارے گھروں

میں راشن بھرا ہوا ہے ہمارے بچے اسکولوں میں داخل ہو گئے ہیں، وہ اچھے کپڑے پہنتے

ہیں، بابو اسی کے لیے تو ساری زندگی ہم نے خرچ کی تھی، جو ہم نہیں کر پائے وہ ہمارے

لیے کر دیا گیا ہے، اس سے بڑا احسان ہم پر اور کیا ہو گا پھر بھی دل لگا کر کام نہ کریں۔“

میں آنکھیں بند کر کے گہری گہری سانسیں لینے لگا تھا۔ کافی دیر تک جزیرے پر

ہونے والے کام کا جائزہ لیتا ہوا میں پھر واپس تہہ خانوں میں آ گیا اور اس کے بعد جالب

نعمان کے پاس پہنچ گیا، جالب نعمان زبردست مشینوں کے ذریعے یہاں اپنا کام جاری کیے

ہوئے تھا، مجھے دیکھ کر پرتاک انداز میں میرے قریب آ گیا۔

”آپ سے باتیں کرنے کو بہت جی چاہتا تھا لیکن کام افضل ہے چیف۔“

”کو تمہارا کام کیسا ہو رہا ہے؟“

”آپ کی دعاؤں کے ساتھ بہت اچھا۔ میں نے اس سلسلے میں بڑی نئی نئی چیزوں پر

کام شروع کر رکھا ہے پورا اسٹاف دیا گیا ہے مجھے، کچھ سلمان جرمنی اور جاپان سے منگوا

گیا ہے وہ پہنچ جائے تو میں اپنے اس عمل کو ذرا تیز کر دوں۔“

”جالب نعمان میں تم سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔“

”فرمائیے چیف، ادھر تشریف رکھیے میں حاضر ہوں حکم دیجئے۔“

”میرے ایک بہت ہی معزز کرم فرما ہیں، مٹھل شاہ ان کا نام، روز آرگنائزیشن کے پاس ایسے جدید ترین سائنسی ذرائع ہیں کہ وہ انسانی ذہن کو اپنی گرفت میں لے لیتے ہیں، ان ذرائع کو انہوں نے مجھ پر بھی استعمال کیا تھا چنانچہ میں تمہیں ان کے طریقہ کار کی تفصیل بتا سکتا ہوں، اس سے پہلے یہ بتا دوں کہ یہ سلسلہ گفتگو میں نے کیوں چھیڑا ہے تو مٹھل شاہ کا ذکر کر رہا تھا میں انہیں بھی ذہنی طور پر اتنا ہی تبدیل کر دیا گیا ہے جبکہ یوں سمجھ لو کہ وہ میرے لیے دل میں ایک باپ کی سی محبت رکھتے تھے اور انہوں نے میرے لیے بہت کچھ کیا ہے، لیکن اب انہیں روز آرگنائزیشن کی قید میں طویل عرصہ گزارنے کے بعد یہاں میرے خلاف کام کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے اور انہوں نے پوری دیانتداری کے ساتھ وہ تمام کام سرانجام دیے ہیں جو مجھے نقصان پہنچانے کے لیے تھے، میں نے ان کا بغور تجزیہ کیا ہے ان سے گفتگو کی ہے۔ وہ اپنا ماضی نہیں بھولے میرا مطلب ہے کہ اس شخص کو یاد ہے کہ اس کا اور میرا کیا رابطہ رہا کس طرح میری اس سے ملاقات ہوئی اور میں اس کے لیے اپنے دل میں کیا جذبات رکھتا تھا میری مراد دانش منصور سے ہے بلکہ یوں سمجھ لو کہ دانش منصور کو دانش منصور بنانے میں، مٹھل شاہ ہی کا ہاتھ ہے، لیکن اس کے باوجود اب وہ دانش منصور کو ہر طرح کے نقصان پہنچانے کے درپے ہیں، کیا اس طرح سے ذہنی کیفیت تبدیل کر دینے کے بعد وہ دوبارہ اپنی اصل حیثیت میں آسکتے ہیں، میرا مطلب ہے کہ مٹھل شاہ پر اب مجھے یہ شک تو نہیں رہا کہ وہ دانش منصور کے خلاف کچھ نہیں کرنا چاہتا، لیکن میں اس کی ذہنی کیفیت کو تبدیل کرنے کا خواہش مند ہوں، یہ ممکن ہو سکتا ہے۔“

”چیف ابھی تھوڑے دن پہلے ہم نے روز آرگنائزیشن کے ایک حربے کو ناکام بنایا ہے، آپ نے جو طریقہ کار بتایا بالآخر آپ اس سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے، مٹھل شاہ میں وہ صلاحیت نہیں ہوگی، لیکن ان کے دماغی خلیوں کا تجزیہ کر کے صورت حال کا جائزہ لیا جاسکتا ہے اور اگر ممکن ہو سکا تو ہم ان خلیوں کی درستگی بھی کر سکتے ہیں، آپ براہ کرم ایکسپرٹ نظر مجھے دکھا دیجئے مٹھل شاہ کو۔“

رات کو تقریباً ساڑھے دس بجے رشید ناگی نے ان لوگوں کو یہاں منتقل کر دیا، بے ہوشی کی حالت ہی میں یہاں لائے گئے تھے۔ رشید ناگی اپنے طریقہ کار کو زیادہ بہتر سمجھتا تھا چنانچہ میں اس کے معاملات میں کبھی مداخلت نہیں کرتا تھا۔ تہہ خانوں ہی میں ایسے شاندار قید خانے بنائے گئے تھے جن کی کیفیت چار سو گیارہ کے انڈر گراؤنڈ قید خانے سے مختلف نہیں تھی۔ یہاں مزید عمدگی کے ساتھ ایسے انتظامات کیے گئے تھے کہ یہاں زمین پر گرنے والی ایک سوئی کی آواز بھی ریکارڈ کی جاسکے یا تہہ خانے کے کسی بھی گوشے میں ہونے والی کارروائی و ڈول اسکرین پر دیکھی جاسکے۔

وہ تینوں بے ہوشی کے عالم میں لائے گئے تھے اور انہیں ان کے بستروں پر منتقل کر دیا گیا تھا، میں ان کے ہوش میں آنے کا انتظار کرتا رہا۔ فی الحال واپس جا کر کوئی ایسا کام تو کرنا نہیں تھا جو اہمیت کا حامل ہو، میں نے کیونیکیشن کے ذرائع بھی دیکھے تھے۔ بہ آسانی ٹیلی فون کیا جاسکتا تھا، یہ ٹیلی فونک سسٹم بھی بے حد جدید تھا وہاں سے یہاں تک ٹیلی فون کیبل نہیں بچھائے گئے تھے بلکہ ایک جدید ترین سیٹلائٹ سے وہاں کے ٹیلی فونوں سے رابطہ قائم کیا گیا تھا اور یہاں وائر لیس ٹیلی فون استعمال ہو رہے تھے۔ یہ تمام چیزیں میرے لیے بڑی اطمینان بخش تھیں، دوسرے دن تقریباً گیارہ بجے مٹھل شاہ کو تہہ خانے سے نکال کر لایا گیا، وہ بری طرح نڈھال اور مضطرب نظر آ رہا تھا، میرا اب اس کے سامنے پہنچنا ضروری ہو گیا تھا، چنانچہ جس کمرے میں اسے لایا گیا میں وہیں موجود تھا، مٹھل شاہ مجھے دیکھ کر بری طرح لڑکھڑا گیا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ میں یہاں موجود ہوں گا یا نہیں اس نے میرے بارے میں کیا سوچا تھا، بہر حال وہ کہتے کے سے عالم میں مجھے دیکھتا رہا، میں یہ جائزہ لے رہا تھا کہ اس کے سسٹم پر میرے نظر آنے کے کیا اثرات ظہور پذیر ہوتے ہیں وہ حیران رہ جاتا ہے یا پھر اس کے ذہنی خلیوں میں حیرانی کا کوئی تصور نہیں پیدا ہوتا۔

چند لمحات اسی طرح خاموشی سے گزر گئے اور اس کے بعد مٹھل شاہ چند قدم آگے بڑھ آیا۔

”میری زندگی میں شاید ہی ایسے مشکل لمحات آئے ہوں جن کے بارے میں ذہنی طور پر کوئی فیصلہ نہیں کر سکا ہوں لیکن میں پورے اعتماد کے ساتھ یہ بات کہتا ہوں کہ اس

سے زیادہ حیران کن لمحہ میری زندگی میں کبھی نہیں آیا، میں تو اب تک یہ سوچتا رہا ہوں فراس کہ تم کسی حادثے کا شکار ہو گئے ہو، ہم لوگوں کے ساتھ تم بھی زیر عتاب آئے ہو، تم اس طرح آزادی سے بیٹھے ہوئے ہو یہ میری وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔

”آپ تشریف رکھیے مٹھل شاہ صاحب۔“

”نہیں اس سے پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ تم اس دوران کہاں رہے، کیا تم ان واقعات کے بارے میں کچھ معلوم کر سکتے ہو جو ہمارے ساتھ پیش آئے ہیں، کیا تمہیں علم ہے کہ ہم کچھ نامعلوم لوگوں کے قیدی بن گئے ہیں؟“

”ہاں مٹھل شاہ مجھے علم ہے۔“

”وہ نامعلوم لوگ کون ہیں، یہ سب کچھ کیا ہوا ہے، لیتھ اشیر اور میرپا ہارٹی بھی قیدی ہیں، ہمارے ساتھ ابھی تک کوئی برا سلوک نہیں ہوا، لیکن ہم دنیا کے جدید ترین تہ خانوں میں قید تھے اور اب یہ جگہ بھی بدل چکی ہے، میں ذہنی طور پر اتنا معطل ہو گیا ہوں کہ تمہیں یہ سب کچھ بتا رہا ہوں حالانکہ تم جس آزادی سے یہاں بیٹھے ہوئے ہو اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں کے بارے میں تم بہت کچھ جانتے ہو۔“

”آپ براہ کرم تشریف رکھیے۔“ میں نے کہا اور مٹھل شاہ آگے بڑھ کر بیٹھ گیا۔

”تمہارا لہجہ بدلا ہوا ہے کیا تم فراس نہیں ہو؟“

”نہیں مٹھل شاہ صاحب میں فراس نہیں ہوں۔“

”اوہ، لیکن تم نے میک اپ فراس ہی کا کیا ہوا ہے۔“

”ہاں، آپ فراس سے ملنا چاہتے ہیں۔“

”پہلے میں تم سے تفصیلی تعارف حاصل کرنا چاہتا ہوں۔“

”نہیں آئیے میں آپ کو اس بارے میں بھی بتا دوں گا، براہ کرم تشریف لائیے۔“

میں مٹھل شاہ کو ساتھ لے کر باہر نکل آیا۔ عقب میں مسلح گارڈز موجود تھے، یہ ان کی ڈیوٹی بھی تھی مٹھل شاہ ہویا کوئی اور بہر حال میرے سلسلے میں انہیں محتاط رہنا تھا، میں جالب نعمان کے ڈپارٹمنٹ میں آگیا اور میں نے جالب نعمان سے مٹھل شاہ کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

”یہ مٹھل شاہ ہیں۔“

”اوہ سر آئیے تشریف رکھیے۔“

”تم لوگ اگر مجھے اپنی پراسرار روش سے دیوانگی کا شکار کرنا چاہتے ہو تو اس میں کوئی کامیابی نہیں حاصل ہوگی، میں ذہنی طور پر بہت طاقتور ہوں، اپنا یہ نرم انداز اور یہ احترامیہ طریقہ کار ترک کر کے سب سے پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ یہ کون سی جگہ ہے؟“

”سر آپ تشریف رکھیے آپ کو اسی لیے زحمت دی گئی ہے کہ ہم آپ کو اس جگہ کے بارے میں تفصیلات بتا دیں۔“ جالب نعمان نے پر احترام لہجے میں کہا۔

مٹھل شاہ چند لمحات سوچتا رہا اور اس کے بعد اس کرسی پر جا بیٹھا جس پر جالب نعمان نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا، بظاہر ایک عام ہی خوبصورت اور قیمتی کرسی تھی مٹھل شاہ اس پر بیٹھا تو اچانک ہی کرسی کے گرد اس قسم کی کڑیاں نمودار ہو گئیں جنہوں نے مٹھل شاہ کے دونوں پیروں اور ہاتھ قید کر لیے، اس کے ساتھ ساتھ ہی اس کے شانوں پر بھی اس قسم کے ہک آگئے تھے جس سے اس کے اوپری جسم کو جنبش نہ ہو، مٹھل شاہ اچھل پڑا اس نے حیرانی سے ان تمام چیزوں کو دیکھا اور پھر سرد لہجے میں بولا۔

”میں گالیاں نہیں بکتا لیکن تم مجھے اس کے لیے مجبور مت کرو جو کرنا چاہتے ہو بے شک کرو، لیکن از کم مجھے ذہنی طور پر مطمئن کر دو یہ سب کیا ہے، میں کس کا قیدی ہوں کیا حکومت پاکستان کا؟“

”آپ کو آپ کے تمام سوالات کے جواب پوری تفصیل سے دیے جائیں گے مٹھل شاہ آپ بالکل مطمئن رہیں۔“ جالب نعمان نے آپریشن مشین کی طرف بڑھتے ہوئی کہا اور پھر وہ ایک چیئر پر بیٹھ گیا اس نے مجھے تھوڑے فاصلے پر پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا۔ میں بھی بیٹھ گیا جالب نعمان نے مشین کے کچھ بٹن دبائے اور میں نے مٹھل شاہ کی کرسی کو اپنی جگہ سے جنبش کرتے ہوئے دیکھا، وہ ایک خاص انداز میں پھسلتی ہوئی ایک سمت جا رہی تھی، مٹھل شاہ نے اپنے جسم کو جنبش دے کر اپنے آپ کو ان بندشوں سے آزاد کرانے کی کوشش کی لیکن وہ اس میں کامیاب نہیں ہو سکا تھا، کرسی ایک جگہ رک گئی، اس کے سامنے ہی سفید اسکرین لگا ہوا تھا، یہ سارا منظر ہم سب کی نگاہوں کے سامنے تھا پھر جالب کی کچھ اور کارروائیاں ہوئیں اور چھٹ سے ایک بڑا سا گلوب نیچے اترنے لگا، یہ گلوب مٹھل شاہ کے سر سے کچھ فاصلے پر رک گیا تھا پھر عقب سے ایک تیز

روشنی کی لکیر نمودار ہوئے اور مٹھل شاہ کی گردن کی پچھلی سمت کو روشن کرنے لگی۔
 محسن شاہ گردن نہیں گھما سکا تھا، لیکن کرسی میں ایک ایسا سوراخ رکھا گیا تھا جس سے
 روشنی کی لکیر آر پار ہو رہی تھی، جالب نعمان کچھ کارروائیاں کرنے لگا اور اس کے بعد
 سفید اسکرین پر روشن نقطے نمودار ہونے لگے۔ یہ نقطے تھوڑی دیر تک تو منتشر رہے اور
 اس کے بعد یکجا ہونے لگے، چند ہی لمحات کے بعد میں نے بڑے اسکرین پر ایک انسانی
 دماغ کو متحرک دیکھا جو بہت واضح تھا۔ دماغ کی نیس تک نظر آرہی تھیں، ہر چیز اپنے
 اور بیجنل کلر میں تھی۔ جالب نعمان مزید کارروائیاں کرتا رہا پھر ایک سمت سے چار چمکتے
 ہوئے نقطے نمودار ہوئے اور وہ اس دماغ میں داخل ہو کر گرم ہو گئے، ایک عجیب سی آواز
 فضا میں گونج رہی تھی۔ مٹھل شاہ کسی بات کے مانند ساکت تھا۔ اچانک ہی وہ نقطے چار
 مختلف جگہوں پر نمودار ہو کر چمکنے لگے پھر وہ اپنی جگہ تبدیل کرتے رہے، اور کئی جگہ پر
 رک کر انہوں نے اسپارک دیے۔ جالب نعمان کوئی بیس منٹ تک ان نقطوں سے کھیلتا
 رہا تھا اس دوران مٹھل شاہ کی کوئی آواز نہیں ابھری تھی پھر جالب نعمان نے یہ ساری
 کارروائی ختم کر دی۔ مٹھل شاہ پورے ہوش میں تھا لیکن کھویا کھویا سا۔ اس کی کرسی نے
 پھر جگہ تبدیل کی اور وہیں آگئی جہاں سے ہم اس کے چہرے کو نمایاں طور پر دیکھ سکتے
 تھے۔ جالب نعمان خاموشی سے ایک مشین سے کانڈ نکال رہا تھا۔ اس نے وہ کانڈ مشین
 سے نکال کر اپنے سامنے رکھ لیا اور پنسل سے اس پر مختلف باتیں نوٹ کرتا رہا پھر مٹھل
 شاہ کی آواز ابھری۔

”مجھے پانی مل سکتا ہے، آہ کم بجتو ایک گلاس پانی تو پلا دو۔ شدید پیاس لگ رہی
 ہے۔“

جالب نعمان نے فوراً ہی پانی کا بندوبست کیا اور اپنے ہاتھ سے مٹھل شاہ کو پانی
 پلایا۔ مٹھل شاہ پورا گلاس ایک سانس میں خالی کر گیا تھا۔ جالب نعمان نے اس سے پوچھا
 کہ اور پانی درکار ہے تو اس نے انکار کر دیا اور گہری گہری سانسیں لیتا ہوا ہم دونوں کو
 دیکھنے لگا پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

”فراس کیا تم اب بھی مجھے اس سارے گورکھ دھندے کے بارے میں بتاؤ
 گے..... میں یہاں تمہیں آزاد دیکھ رہا ہوں یہ سب کچھ کیا ہے، میری ذہنی قوتیں اس کا

فیصلہ کرنے میں بالکل ناکام ہو گئی ہیں۔“

”چیف ان کے ذہن کے چار خلتے تبدیل کر دیے گئے ہیں۔ ان خلیوں میں ان
 لوگوں نے اپنی پسند کے مطابق نمایاں تبدیلیاں کی ہیں اور جو کارروائی ہو رہی ہے انہی کے
 تحت ہو رہی ہے۔ باقی تمام خلتے اپنی جگہ محفوظ ہیں آپ یوں سمجھئے کہ ان چار خلیوں میں وہ
 ساری یادداشت فیڈ کی گئی ہے جن کے تحت مٹھل شاہ نے یہاں کارروائیاں شروع کی
 ہیں۔ باقی سب جوں کا توں ہے۔“

”میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں جالب نعمان کہ کیا ان خلیوں میں تبدیلی کے
 ذریعے میری محبت میرا پیار ان کے دماغ سے نکال دیا گیا ہے۔“

”میں اس کا بالکل صحیح تجزیہ نہیں کر سکتا چیف لیکن ایسا ہی لگتا ہے۔“

مٹھل شاہ نے پھر درمیان میں مداخلت کی۔ وہ سرسراتے لہجے میں بولا۔

”چیف، یہ شخص تمہیں چیف کے نام سے پکار رہا ہے فراس؟“

”مٹھل شاہ صاحب آپ آرام کیجئے۔ ابھی آپ کو اس سلسلے میں مکمل تفصیلات
 نہیں بتائی جاسکتیں لیکن بہت جلد آپ کو بہت کچھ بتا دیا جائے گا۔ آپ آرام کیجئے۔“ اس
 کے بعد میں نے تہ خانے کی انتظامیہ سے کہا مٹھل شاہ کو ان کی رہائش گاہ میں منتقل کر دیا
 جائے اور وہ لوگ مٹھل شاہ کو لے کر چلے گئے۔

”میں نے فوراً ہی پروجیکشن روم میں پہنچ کر وہ اسکرین آف کر دی، جہاں میں تہ
 خانے کے مناظر دیکھ سکتا تھا۔ ابھی وہ لوگ مٹھل شاہ کو لے کر تہ خانے میں نہیں پہنچے
 تھے لیکن چند ہی منٹ کے بعد وہ مجھے اسکرین پر نظر آئے جہاں سے میں تہ خانے کے
 مناظر دیکھ سکتا تھا۔ مٹھل شاہ کو قید خانے میں چھوڑ کر وہ واپس پلٹ پڑے تھے۔ میرا
 ہارٹی اور لیتھ اشمیر بے اختیار ہو کر مٹھل شاہ کی طرف لپکے اور بولے۔“

”خیریت کچھ پتا چلا؟“

مٹھل شاہ پر سکوت ساطاری تھا۔ لیتھ اشمیر نے کہا۔

”بتاتے کیوں نہیں، کچھ معلوم ہوا اس بارے میں؟“

”جو کچھ معلوم ہوا ہے ڈیئر لیتھ اشمیر، اسے سن کر تم بھی اپنے حواس پر قابو
 نہیں رکھ پاؤ گے۔“

”تم مجھے کہانیاں سنارہے ہو، تمہیں اندازہ ہے کہ میں ذہنی طور پر کتنا پریشان ہوں؟“

”تو پھر تمہیں یہ سن کر خوشی ہوگی کہ مسٹر فراس یعنی وہی مسٹر فراس جو ہمارے ساتھ یہاں تشریف لائے ہیں اور جنہیں میری ماتحتی میں پورے اعتماد کے ساتھ دیا گیا تھا درحقیقت ان لوگوں کے چیف ہیں جنہوں نے ہمیں قید کیا ہے۔“ میریسا ہارٹی کا منہ حیرت سے کھلے کا کھلا رہ گیا اور لیتھ اشمیر نے سمجھنے والے انداز میں مٹھل شاہ کو دیکھنے لگا پھر وہ بولا۔

”کیا تم اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھے ہو؟“

مٹھل شاہ نے کرخت نگاہوں سے لیتھ اشمیر کو دیکھا اور پھر انگلی اٹھا کر بولا۔

”تیسری اور آخری بار میں تم سے کہہ رہا ہوں لیتھ اشمیر کہ نہ تو میں اشمیرس ہوں اور نہ ہی کسی طور تمہارا ماتحت، تمہیں اپنا لہجہ اور الفاظ سنبھالنے ہوں گے ورنہ اس کے بعد جو کچھ ہوگا اس کے ذمے دار تم خود ہو گے۔“

”مٹھل شاہ ہر شخص ذہنی طور پر اس قدر نامہوار ہے کہ کسی کو اپنے ذہن پر قابو نہیں ہے۔ براہ کرم اس وقت الفاظ پر توجہ مت دو۔ کیا ہوا، کیا بات ہے پلیر بتاؤ۔“

”فراس ان لوگوں کا چیف ہے اور یہ جگہ کچھ سمجھ میں نہیں آتی کہ کیا ہے۔ اتنی جدید ترین مشینیں موجود ہیں یہاں کہ روز آرگنائزیشن نے ان کا تصور بھی نہیں کیا ہوگا، وہ میرا ذہنی تجزیہ کر رہے تھے اور انہوں نے انتہائی جدید پیمانے پر کام کر کے مجھ سے یہ معلوم کیا ہے کہ میرے دماغ میں کیا تبدیلیاں کی گئی ہیں۔ شاید اس کا پتا بھی چلا لیا ہے۔ انہوں نے اور یہ سب کچھ فراس کی نگرانی میں ہو رہا ہے۔“

”ناقابل یقین ہے۔ ناقابل یقین۔“ میریسا نے سرسراتی ہوئی آواز میں کہا۔

”جو کچھ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا، جتنا مجھے معلوم ہے وہ میں نے تمہیں بتا دیا۔ براہ کرم اس سے زیادہ نہ مجھ سے کچھ پوچھو اور نہ اس کی توقع رکھو۔“

اس کے بعد خاموشی طاری ہو گئی تھی وہ لوگ اپنے اپنے طور پر حیران سے بیٹھے ہوئے تھے اور میں آئندہ کے لیے لائحہ عمل مرتب کر رہا تھا۔ فرصت تھی، رشید ناگی سے ملاقات ہوئی اور میں نے اسے تفصیلات بتاتے ہوئے کہا۔

”مٹھل شاہ کو ذہنی طور پر معطل کر دیا گیا ہے اور جالب نعمان وہ طریقہ کار نہیں جانتا جس کے تحت مٹھل شاہ کے دماغ کے ان خلیوں کو چھیڑے جن میں میرے خلاف کارروائی کا عمل کیا گیا ہے، یہ ایک انتہائی افسوسناک بات ہے لیتھ اشمیر یا میریسا ہارٹی سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے اگر انہیں سامنے کھڑا کر کے گولی بھی مار دو، تو مجھے اس پر اعتراض نہیں ہوگا لیکن مٹھل شاہ کو میں زندہ رکھنا چاہتا ہوں۔“

”مجھے اندازہ ہے چیف اب اس سلسلے میں کیا کیا جائے۔“

”لیتھ اشمیر بتائے گا کہ وہ برین سرجن کون تھا اور کہاں مل سکتا ہے جس نے ان خلیوں میں تبدیلی کی ہے، وہی مٹھل شاہ کا دوبارہ آپریشن کر کے اس کو اصل شکل میں لائے گا۔“

”مگر چیف وہ ہمیں حاصل کیسے ہوگا۔“

”میں اسے اغوا کر کے لاؤں گا۔“ میں نے آخری اور حتمی لہجے میں کہا اور رشید ناگی میری صورت دیکھنے لگا۔ باہر کے حالات کی رپورٹ مجھے مل چکی تھی سب کچھ نارمل تھا۔ میری کوٹھی بدستور سوگ میں ڈوبی ہوئی تھی، کوئی ایسی اہم بات نہیں تھی جو قابل ذکر ہو۔ چنانچہ دوسرے دن ہم نے لیتھ اشمیر کے لیے معقول انتظامات کیے اور پھر تمام انتظامات کی تکمیل کے بعد ان تینوں ہی کو اس مخصوص کمرے میں طلب کر لیا۔ جہاں اتنا کچھ موجود تھا کہ یہ تصور بھی نہیں کر سکتے۔ لیتھ اشمیر بہت بڑی شخصیت کا مالک تھا ایک پورے قبیلے کا روحانی پیشوا اور بار سلونا میں ایک طرح سے اپنی بادشاہت قائم کئے ہوئے تھا وہ اول تو یہ قید ہی اس کے لیے بڑی روح فرسا تھی اور پھر مٹھل شاہ نے جو کچھ اسے بتایا تھا۔ وہ بھی اس کے لیے ناقابل یقین۔ چنانچہ چکرایا ہوا تھا۔ کمرے میں ان تینوں کو الگ الگ جگہ دی گئی۔ ان کے ہاتھ اور پاؤں باندھ دیئے گئے تھے، مٹھل شاہ کے لیے بھی یہی ضروری تھا اور میں جذباتی احمق نہیں تھا کہ مٹھل شاہ کو یہ تمام معلومات حاصل ہونے کے باوجود آزادی دے دیتا چنانچہ مٹھل شاہ کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا گیا تھا جو دوسروں کے ساتھ کیا تھا۔

مٹھل شاہ عجیب سی نگاہوں سے اس ماحول کو دیکھ رہا تھا پھر اس نے مجھے گھورنا شروع کر دیا لیکن نجانے کیوں اس وقت میرے اندر ایک عجیب سی حیوانی کیفیت بیدار

ہونے لگی تھی، میں نے مٹھل شاہ کو نظر انداز کیا اور آگے بڑھ کر لیتھ اشمیر کے پاس پہنچ گیا۔ میری ہارٹی کے چہرے کے تاثرات بھی بہت عجیب و غریب تھے۔ وہ سحرزدہ سی مجھے دیکھ رہی تھی لیکن اس نے مجھے مخاطب کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ میں نے لیتھ اشمیر کے پاس پہنچ کر کہا۔

”مسٹر لیتھ اشمیر۔“

لیتھ اشمیر کے جڑے بچے ہوئے تھے اور وہ خاموشی سے میری صورت دیکھ رہا تھا، میں نے سرو لہجے میں کہا۔

”یہ لمحات بہت سی باتوں کے انکشافات کے ہیں مسٹر لیتھ اشمیر۔ میری ہارٹی تم اور مسٹر مٹھل شاہ آپ سب کو اس بات پر یقینی حیرت ہوئی ہوگی کہ میں آپ لوگوں کا ساتھی فراس آپ کو الگ کیوں نظر آ رہا ہوں اور آپ کی طرح ان لوگوں کی قید میں کیوں نہیں، جنہوں نے آپ کو قید کیا ہے تو اس سلسلے میں مسٹر لیتھ اشمیر میں کچھ انکشافات کرنا چاہتا ہوں، آپ کو یقیناً یہ سن کر خوشی نہیں ہوگی بلکہ آپ اپنی ناکامیوں کا ماتم کریں گے کہ آپ میری ہارٹی تم اور مٹھل شاہ آپ دانش منصور کا کچھ نہیں بگاڑ سکے، دانش منصور اس وقت بھی آپ کے سامنے موجود ہے۔ ہاں مسٹر لیتھ اشمیر میں دانش منصور ہوں اگر آپ لوگ میری اصلی شکل دیکھنے کی فرمائش نہ کریں تو بہتر ہے، کیونکہ ابھی یہ میک اپ میرے لیے ضروری ہے آپ کو یہ سن کر خوشی ہوگی مسٹر لیتھ اشمیر کہ مسٹر فلیک اور شیری رائس یہاں آئے تھے اور انہوں نے نہایت کامیابی سے آپ کی اس انوکھی ایجاد کے ذریعے دانش منصور کے معمولات کی تفصیلات معلوم کرنا شروع کر دی تھی لیکن بالآخر وہ دانش منصور کے قبضے میں آگئے اور اس کے بعد ہم نے ان سے یہ معلوم کر لیا کہ ان کا اصل مقصد کیا تھا۔ ان سے ہمیں علم ہوا کہ ڈان سینٹر اور روز آرگنائزیشن نے اپنے مفادات کے لیے مشترکہ طور پر ایک ڈیپارٹمنٹ بنا دیا ہے جو اپنا سلوگن (کرش ڈی ایم) رکھتا ہے اور اس کے آرگنائزر آپ ہیں۔ مسٹر لیتھ اشمیر یہ معلومات حاصل کرنے کے بعد میرے لیے ضروری ہو گیا کہ میں خود ہی آپ سے ملاقات کروں۔ میں میک اپ کر کے اسپین پہنچا میری ہارٹی اتفاقہ طور پر ہی مجھ سے آہلی تھی، لیکن ہر طور یہ ایک کار آمد عورت تھی۔ میں نے اسے اپنا آلہ کار بنالیا اور اس کے ذریعے میں اپنے وطن کے ان

چار افراد کو، ان کے مقصد کی تکمیل کے ساتھ واپس اپنے وطن بھیجنے میں کامیاب ہو گیا جو وہاں یہودی النسل سرمایہ دار کے جال میں پھنس گئے تھے۔ مسٹر لیتھ اشمیر میں نے اس یہودی سرمایہ دار کو اپنے ہاتھوں قتل کر دیا اور اپنے ان چاروں ساتھیوں کو کامیابی کے ساتھ واپس وطن پہنچانے میں مدد کی اس کے بعد مجھے کرش ڈی ایم کے سربراہ لیتھ اشمیر کو دیکھنا تھا۔ میں نے آپ سے ملاقات کی اور اس کے بعد آپ کا منصوبہ لے کر مٹھل شاہ کے ساتھ یہاں پہنچ گیا۔ مٹھل شاہ کے فرشتوں کو بھی گمان نہیں ہو سکا کہ جس شخص کو قتل کرنے کے لیے ان کے دماغ میں تبدیلی پیدا کی گئی ہے وہ ان کے ساتھ قتل کے اس منصوبے میں شریک ہے۔ مٹھل شاہ نے دانش منصور کو قتل کرنے کے لیے زہر دینے کا منصوبہ بنایا لیکن جو آمیزہ انہوں نے تیار کیا تھا وہ میری مہیا کی ہوئی ادویات کا تھا جس نے اس شخص کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ جو میرے میک اپ میں یہاں دانش منصور کا کردار ادا کر رہا تھا۔ وہ سب کچھ اداکاری تھی جو مٹھل شاہ کے سامنے کی گئی اور مٹھل شاہ مطمئن ہو گئے، ہر طور یہ کارروائی از حد ضروری تھی اور یہ سارا کام بہترین منصوبہ بندی کے ساتھ کیا اور اب جبکہ مسٹر لیتھ اشمیر اور میڈم میری ہارٹی ہمیں مبارک باد دینے کے لیے یہاں پہنچے تو ہم نے آپ کو اپنے قبضے میں لے لیا آپ کو یہ سن کر نہایت خوشی ہوگی مسٹر لیتھ اشمیر کہ کرش ڈی۔ ایم ڈی۔ ایم کے ہاتھوں کرش ہو رہی ہے، مسٹر لیتھ اشمیر آپ کو میرے آئندہ منصوبے سے بھی خوشی ہوگی۔ میں آپ کی جگہ لوں گا اور بار سلونا میں اس قبیلے کا سربراہ بن جاؤں گا جو اشمیرس ہے، آپ کے بارے میں مجھے اس قدر معلومات حاصل ہیں، جتنی شاید آپ کو ہوں گی۔ مافیا کے سرگرم کارکن کی حیثیت سے آپ جو کچھ کرتے رہے ہیں اور جو کر رہے ہیں اس کی بہت سی تفصیلات میرے علم میں ہیں بالکل سبے فکر رہیں آپ کے تمام کام آپ ہی کے انداز میں سرانجام دیے جائیں گے، ہاں بس اتنا ہو گا کہ میرے وطن کے لیے جو مفادات مجھے حاصل ہو سکیں گے وہ میں حاصل کروں گا اور مافیا کے اپنی سربراہ کی حیثیت سے میں مافیا سے وہ کام لوں گا جو میرے وطن کے مفادات میں ہوں گے، یہ منصوبہ بندی طویل ترین ہے، آگے چل کر میں کیا کروں گا یہ آپ کو بتانا ممکن نہیں ہے آپ بس یہ اندازہ کریں کہ آپ کسی چوہے کی طرح جال میں پھنس گئے ہیں، مسٹر لیتھ اشمیر یہ پودا مٹھل شاہ نے اگایا تھا اور انہی کی کوششوں سے یہ

پروان چڑھا لیکن روز آرگنائزیشن نے میرے استاد، میرے لیے انتہائی قابل احترام مٹھل شاہ کو ذہنی طور پر معطل کر دیا، یہ تمام تفصیلات آپ کے گوش گزار ہیں اور اس کے بعد میں آپ سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں اگر ممکن ہو سکے تو شریفانہ انداز میں اس کا جواب دے دیں، میں ایسے لوگوں کو قتل کر کے کوئی خوشی نہیں محسوس کرتا جنہیں میں قتل کرنے کے قابل بھی نہ سمجھوں، جو میری نگاہ میں اتنے بے ضرر اور احمق ہوں کہ وہ میرا کچھ نہ بگاڑ سکیں جیسے آپ، لیکن مسٹر لیتھ اشمیر اپنی زندگی کے لیے آپ کو مجھ سے تعاون کرنا ہوگا، میں آپ سے پہلا اور آخری سوال صرف ایک کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ وہ برین سرجن کون ہے جس نے مٹھل شاہ کے دماغ کا آپریشن کیا اور میرے اس محترم بزرگ کو میرا دشمن بنا دیا میں اسے یہاں لانا چاہتا ہوں اور یہاں اس سے مٹھل شاہ کا آپریشن کرانے کا خواہش مند ہوں تاکہ میرا یہ محترم بزرگ مجھ پر پھر اپنی محبتوں کے دروازے کھول دے، میں اس سے بے پناہ محبت کرتا ہوں۔

ماحول پر سکوت چھایا ہوا تھا، مٹھل شاہ کا چہرہ سپاٹ تھا لیتھ اشمیر کا چہرہ آگ کی طرح دھک رہا تھا اور میری ہارٹی بالکل نڈھال نظر آرہی تھی یوں لگتا تھا جیسے اس پر سکتہ طاری ہو گیا ہو۔ یہ انکشاف اس کے لیے بڑا روح فرسا تھا، پھر اچانک ہی اس کے چہرے میں تبدیلی رونما ہوئی اور وہ ہنس پڑی۔ اس نے چمکتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”جو کچھ ہوا اور جیسے ہوا وہ ایک الگ بات ہے لیکن زندہ باد مائی ڈیئر دانش منصور، تم ماسٹر برین ہو اور ان تمام واقعات کو جاننے کے بعد کم از کم میں اپنی تجربات کی روشنی میں کہہ سکتی ہوں کہ روز آرگنائزیشن اور ڈان سینٹر اتنے مستحکم ادارے نہیں ہیں کہ دانش منصور کو نقصان پہنچا سکیں۔ درحقیقت تم نے ایک ایسا دماغ کھیل کھیلایا ہے جو کسی عام انسان کے لیے ممکن نہیں ہے ویری گڈ ویری گڈ۔“

لیتھ اشمیر نے گھور کر میری ہارٹی کو دیکھا تو میری ہارٹی ہنس کر بولی۔

”میں اسی قسم کی عورت ہوں، لیتھ اشمیر بڑی عقیدت بڑا احترام تھا تمہارے لیے میرے دل میں لیکن جب تم سے بڑی شخصیت نگاہوں کے سامنے آگئی اور اس نے یہ ثابت کر دیا کہ تم کچھ نہیں ہو تو واقعی اب تم کچھ نہیں رہے میرے لیے، کچھ بھی نہیں رہے۔“

لیتھ اشمیر نے بھنا کر منہ دوسری طرف کر لیا۔ میری ہارٹی نے کہا۔ ”اگر تم نے میرے بارے میں کوئی سزا سوچی ہو تو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا لیکن بس ایک خواہش دل میں ہے۔ یہ سزا دینے سے قبل ایک بار مجھے اپنی اصل شکل ضرور دکھا دینا۔“ میں نے اس کی بجائے اس پر توجہ نہیں دی اور اس سے کہا۔

”روز آرگنائزیشن کا وہ برین سرجن کون ہے جس نے مٹھل شاہ کا دماغ تبدیل کیا ہے؟“

”میں تمہارے کسی سوال کا جواب نہیں دوں گا۔ تم نے بہت کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ میرے علاوہ دوسرے لوگ بھی اس سلسلے میں تمہارے معاون ہیں لیکن یہ صرف میری ذات کا معاملہ ہے۔ اس میں کامیابی حاصل کر کے دکھاؤ۔“

”ادہ یہ بات ہے۔ کیا آپ اس برین سرجن کو جانتے ہیں مسٹر اشمیر۔“

”ہاں جانتا ہوں۔“

”اوکے۔ ٹھیک ہے میں کوشش کروں گا۔“

”کوشش کرو۔ کروں گا بے معنی بات ہے۔“ اشمیر نے کہا اور میں ہنس پڑا۔

”میں مصروف انسان ہوں ڈیئر اشمیر۔ تم شاید یوگا ماسٹر ہو۔ اس طرح کے لوگ جسمانی اذیتیں برداشت کرنے کے عادی ہوتے ہیں۔ میں تمہیں معمولی سی اذیت دوں گا۔ ہو سکتا ہے تم بہت تھوڑے وقت میں زبان کھولنے پر آمادہ ہو جاؤ۔“

”ضرور..... ضرور.....“ اس نے کہا اور میں ناگی کی طرف متوجہ ہو گیا۔

”ڈیئر ناگی، لیتھ اشمیر ایک قبیلے کا روحانی پیشوا ہے، یوگا کا ماسٹر ہے، اس کے جسم کو اذیتیں برداشت کرنے کی عادت ہے لیکن ہم اتنے بد اخلاق ہیں کہ معمولی لوگوں کی طرح اذیتیں دے کر مسٹر اشمیر کی زبان کھلوائیں گے، میرا خیال ہے ہمیں ان معمولی لوگوں کی فہرست میں نہیں شامل ہونا چاہیے۔“

”چیف ہمارے پاس بہترین انتظامات ہیں، بھلا ہمیں کیا ضرورت ہے کہ ہم لیتھ اشمیر کے جسم کو اذیتیں دیں۔“

”ہاں خود مسٹر اشمیر ایسی چیزوں کے ماہر ہیں، تمہیں شیری رائس اور مسٹر رائس کی کیفیت معلوم ہوگی، ہم وہ بھی نہیں چاہتے، میں چاہتا ہوں کہ مسٹر اشمیر اتنے معمولی

سے انداز میں اپنی زبان کھولنے پر آمادہ ہو جائیں کہ خود انہیں اس پر یقین نہ آئے، میں تمہیں کچھ ہدایات دیتا ہوں ان کی تکمیل کر ڈالو۔“

رشید ناگی نے ادب سے گردن جھکا دی تھی، میں اسے کچھ تفصیلات بتانے لگا اور اس نے گردن ہلا کر کہا۔

”ٹھیک ہے چیف، میں ابھی چند لمحات میں اس کا بندوبست کیے دیتا ہوں۔“

ان لوگوں کو وہیں قید خانے میں چھوڑ کر ہم واپس آگئے، پونے گھنٹے کے بعد رشید ناگی مجھے واپس اس جگہ لے گیا جہاں میری ہارٹی، لیتھ اسٹیر اور مٹھل شاہ قید تھے، رشید ناگی نے میری خواہش کے مطابق بندوبست کر دیا تھا، ایک ایسا خانچہ بنایا گیا تھا جو ایک بستر کی حیثیت سے اس طرح فکس کر دیا گیا تھا کہ اگر کوئی شخص اس میں چپٹ لیٹ جائے تو سر کو ذرا برابر ادھر ادھر جنبش نہ دے سکے، باقی جسم کے لیے پر آسائش گدار رکھا گیا تھا، اہم چیز جو تھی وہ ایک ریفریجریٹر تھا، جو مخصوص ساخت رکھتا تھا، اس سے ایک پائپ باہر نکالا گیا تھا اور اس پائپ کو آگے لے جا کر اس بستر کے اس سرے پر لٹکا دیا گیا تھا جہاں سے وہ اس بستر پر لیٹنے والے شخص کے سر کی سیدھ میں ہو ریفریجریٹر کے ٹھنڈے پانی کی ایک ایک بوند جس طرح ڈرپ سے گرتی ہے اسی طرح اس پائپ سے نیچے گرانے کا بندوبست کیا گیا تھا، وہ تینوں احمقانہ انداز میں ہمارے اس عمل کو دیکھ رہے تھے اور غالباً ان کی عقل کام نہیں کر رہی تھی کہ یہ سب کچھ کیا کیا جا رہا ہے۔ لیتھ اسٹیر کو قید خانے سے نکال لیا گیا اور اس کے بعد چند افراد کی مدد سے اسے اس مخصوص بستر پر لٹا کر اس کا سر اس خانچے میں سیدھا کر دیا گیا، لیتھ اسٹیر مسکرا رہا تھا غالباً اس کا خیال تھا کہ اب ہم اذیت رسانی کا کوئی دلچسپ طریقہ اختیار کریں گے۔ اس کے دونوں ہاتھ سیدھے کر کے بستر میں لگی ہوئی لوہے کی کڑیوں میں جکڑ دیے گئے اور اسی طرح دونوں پاؤں بھی، لیتھ اسٹیر نے کہا۔

”تم لوگ احمق ہو، اس نرم اور آرام دہ بستر کے بجائے تمہیں چاہیے تھا کہ اس میں ننھی باریک کیلیں نیچے سے ٹھوکتے جو میرے جسم کو اذیت میں مبتلا کرتی اور میں زبان کھولنے پر آمادہ ہو جاتا۔ یہ تو بہت آرام دہ جگہ ہے اور ویسے بھی مجھے چپٹ لیٹنے کی عادت ہے میں تمہیں بتاؤں ایک یا ڈیڑھ مہینے تک میں اپنے جسم کو جنبش دینے بغیر اس طرح

سیدھا لیٹ سکتا ہوں، غذا کا مسئلہ رہ جاتا ہے تو پندرہ سولہ دن بغیر غذا اور پانی کے بھی نکال سکتا ہوں، ہاں اس کے بعد حالت کچھ بگڑ جائے گی، لیکن مروں گا پھر بھی نہیں، ارے بیو تو فو! میری ہڈیوں میں ڈرل کرو اور اس میں کوئی ایسی تیز چیز بھرو جو میرے جسم کو شدید تکلیف دے شاید میں زبان کھول دوں یا پھر یوں کرو میرے پیروں کے پاس آگ روشن کرو، تیز آگ جب میرے تلوؤں کو لگے گی تو میرے پورے وجود میں حدت پیدا ہو جائے گی اور تمہیں اندازہ ہے کہ اگر یہ حدت مسلسل رہے تو اچھے اچھے انسان حواس کھو بیٹھیں گے، بھئی یہ آرام دہ بستر دے کر یوں لگتا ہے جیسے تم میرے کسی احسان کا بدلہ دینا چاہتے ہو۔“

”یقیناً“ ایسا ہی تصور ہمارے ذہن میں ہے مسٹر لیتھ اسٹیر۔“ میں نے جواب دیا اور وہ قہقہے لگانے لگا، مٹھل شاہ اور میری ہارٹی کی طرف دیکھ تو نہیں سکتا تھا، لیکن بہر طور وہ ان لوگوں کو بھی لطیفے سناتا رہا، میں خاموشی سے اس کی تمام بکواس برداشت کر رہا تھا پھر ہم نے بہت عمدگی سے ساتھ ریفریجریٹر سے منسلک ٹھنڈے پانی کی پائپ لائن سے پانی کی ایک ایک بوند لیتھ اسٹیر کی پیشانی پر گرانا شروع کر دی اور وہ اس پر بھی قہقہے لگاتا رہا۔

”واہ اس طرح تو دماغ ٹھنڈا رہے گا، بھئی لطف آگیا، مائی ڈیئر میری اچھے لوگ ہیں ہمیں ان کا شکر گزار ہونا چاہیے۔“ میں نے مرد لہجے میں لیتھ اسٹیر سے کہا۔

”اور اگر تم محسوس کرو کہ تم اس اذیت کو برداشت کرنے کے قابل نہیں ہو تو زور زور سے چیخا، برین سرجن کا نام پوری تفصیلات کے ساتھ بالکل درست بتا دینا ہم تمہیں یہاں سے اٹھالیں گے اور رشید ناگی۔“

ناگی میرے ساتھ باہر نکل آیا، اس کی آنکھیں سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں، کہنے لگا۔

”چیف بات تو واقعی بڑی خوفناک ہے لیکن قوت برداشت کتنی دیر میں ختم ہوتی ہے۔ یہ دیکھنا ہے، ویسے مجھے وہ ایک مقولہ یاد آ رہا ہے، کسی قدیم بزرگ کا تھا جس نے کہا تھا کہ میں اتنا شیر سے نہیں ڈرتا جتنا بچکے سے ڈرتا ہوں، میں سمجھ رہا ہوں یہ ساری باتیں چیف، لیکن اب دیکھنا یہ ہے کہ یوگا ماسٹر لیتھ اسٹیر ہمارے اس حربے سے چپٹ ہوتا ہے یا نہیں۔“

”ہو جائے گا رشید ناگی ہمیں جلدی نہیں ہے میں بھی باآہستگی اس کام کو سرانجام

دینا چاہتا ہوں، کیونکہ اس کے ساتھ ہمیں دوسرے بہت سے کام بھی کرنے ہیں، اپنا منصوبہ تو تمہیں بتا ہی چکا ہوں اس کے تحت عمل کرنے کا خواہش مند ہوں، لیکن سست رفتاری سے لیتے اشمیر اس برین سرجن کا نام بتا دے گا تو اسے اغوا کر کے یہاں تک لانا ہو گا اور اس کے بعد تم اس سے اپنی نگرانی میں مٹھل شاہ کا آپریشن کراؤ گے نتیجہ جو کچھ بھی نکلے بہر حال تم سمجھدار ہو، اپنے ڈاکٹروں کو بھی اس آپریشن میں شامل کر لینا تاکہ وہ کسی قسم کی گڑبڑ نہ کر سکے، اس کے لیے تمہیں بعد میں ہدایات دے دی جائیں گی، اب فی الحال ہمیں جو کام کرنا ہے وہ ایک فہرست کی تیاری ہے زیادہ نام نہیں ہیں، لیکن اس فہرست پر کام کرنا ذرا مشکل مرحلہ ہے وہ تمہیں سرانجام دینا ہو گا۔“

رشید ناگی کے ساتھ ایک کمرے میں بیٹھ کر میں نے چند نام منتخب کیے، یہ بہت اہم نام تھے اور میں نے انہیں نہایت فراست کے ساتھ اپنے ذہن میں جگہ دی تھی۔ انتظامیہ کے ایسے افراد جن میں کچھ سے میرا براہ راست تعلق رہ چکا تھا اور کچھ وہ تھے جن سے مجھے عقیدت تھی اور میں جانتا تھا کہ وطن عزیز کے تحفظ میں ان لوگوں کا ہمیشہ سے نمایاں ہاتھ رہا ہے اور انہوں نے ہر ذاتی جذبے سے بے نیاز ہو کر وطن کی خدمت کی ہے، رشید ناگی کے ذریعے ایسے بہت سے نام میرے علم میں آئے تھے جن سے میرا کبھی براہ راست واسطہ نہیں رہا تھا، لیکن جنہوں نے میری موت پر شدید رنج و غم کا اظہار کیا تھا اور عملی طور پر متاثر نظر آتے تھے، ان کے بیانات بھی اخبارات میں چھپے تھے، جن میں انہوں نے روایتی طور پر نہیں بلکہ حقیقی طور پر میرے لیے اپنے دلی جذبات کا اظہار کیا تھا ان لوگوں کے بارے میں میرے پاس رپورٹیں بھی موجود تھیں، بے داغ ماضی کے مالک یہ لوگ صحیح معنوں میں وطن عزیز کے رکھوالے تھے، اس کے علاوہ چار نام میں نے اور منتخب کیے تھے یہ میجر سلطان، کیپٹن تیمور، فیروز اور راجیل زبیری کے نام تھے، یہ اس پائے کے لوگ نہیں تھے جس پائے کے لوگوں کو میں نے طلب کیا تھا، لیکن بہر طور میرے پروگرام میں ان کی شمولیت دلچسپی کا باعث ہو سکتی تھی آخری نام میرے اپنے جذبات کا آئینہ دار تھا، یہ رخسار تھی ان تمام ناموں کی فہرست تیار کر کے میں نے رشید ناگی کے حوالے کرتے ہوئے۔

”میری ایک تعزیتی تقریب ڈائمنڈ سٹی پر منعقد ہو رہی ہے ان لوگوں کو خصوصی

دعوت نامے پہنچانے ہیں اور ان سے درخواست کرنی ہے کہ یہ اس تقریب میں شریک ہوں اس کے لیے میں آج سے دو دن کے بعد کا وقت مقرر کرنا ہوں، شام کے پانچ بجے ان تمام شخصیات کو یہاں پہنچ جانا چاہیے ناگی، تم ان سے رابطہ کر کے مجھے اطلاع دے سکتے ہو کہ ان میں سے کس کس نے اس تقریب میں شرکت کا وعدہ کر لیا ہے، ہاں بس ایک رخسار کا معاملہ ہے رخسار سے تمہیں خاص طور سے ذاتی طور سے ملنا ہو گا اور عرفان غزنوی وغیرہ کو جنم میں جھونک کر رخسار کو یہاں تک لانا ہو گا۔“

رشید ناگی نے اپنے مخصوص پر ادب انداز میں گردن ہلائی اور کہنے لگا۔
”ٹھیک ہے چیف آپ کی ہدایت کے مطابق یہ کام سرانجام دوں گا۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اور یقیناً“ تم متحسّس ہو گے کہ یہ سب کچھ میں کیوں کر رہا ہوں، اصل میں یہ ان لوگوں سے اظہار عقیدت ہے میں ان پر ظاہر ہونا چاہتا ہوں ناگی، کیونکہ مستقبل میں مجھے جو کچھ کرنا ہے یہ لوگ اس میں میری معاون ثابت ہوں گے۔“
”آپ یقین کر لیجئے چیف میرا بھی یہی نظریہ تھا۔“
”مجھے یقین ہے۔“ میں نے ہنس کر کہا اور ناگی بھی ہنسنے لگا۔

ہم نے اس قید خانے کی مانیٹرنگ کا بندوبست کر دیا تھا جہاں ہمارے پیارے دوست الیٹھ اشمیر کو ایک عجیب و غریب اذیت میں مبتلا کیا گیا تھا، اس مانیٹرنگ کا مقصد یہ تھا کہ اگر الیٹھ اشمیر تیار ہو جائے تو اسے اس اذیت سے نجات دلا دی جائے، ویسے ان لوگوں کے بارے میں میرا یہ نظریہ تھا کہ ان کا بے مقصد قتل مناسب نہیں ہو گا پڑے رہیں گے اسی قید خانے میں بلکہ ہم انہیں اس طرح معطل کر دیں گے کہ وہ اپنی سرگرمیوں سے باز آجائیں، باقی سب خیریت تھی، دلی آرزو تھی کہ مٹھل شاہ ٹھیک ہو جائے مقصد یہ نہیں تھا کہ اس کے بعد وہ انکشاف کرے کہ نادرہ نے اسے میرے بارے میں کیا تفصیلات بتائیں لیکن مٹھل شاہ سے جو عقیدت تھی وہ اس بات کا تقاضا کرتی تھی کہ میں اسے بہتر حالت میں کر کے اسی احترام سے رکھوں جس کا وہ حقدار ہے۔

بہر حال کارروائیوں کا آغاز ہو گیا۔ جزیرے کی دیکھ بھال میرے لیے بھی ایک دلچسپ مشغلہ تھی اور میں اس مشغلے میں مصروف ہو گیا، رشید ناگی اپنے کام سے چلا گیا۔

میں نے جزیرے پر تعمیر ہونے والی عمارتوں کا جائزہ لینا شروع کر دیا بڑی عمدگی سے کام ہو رہا تھا اور میرے دل میں نجانے کیا کیا خیالات جاگ رہے تھے ماضی کی بہت سے باتیں یاد آرہی تھیں، بسوں میں سونے والا ایک لڑکا اب ایک جزیرے کا مالک بن چکا تھا اور اس کی کیفیت قلبی کہانیوں میں پیش کیے جانے والے ان گردہوں کے سردار جیسی تھی جو سائنسی طور پر اپنی دنیا تعمیر کر لیتے ہیں اور اُس کے بعد بے شمار افراد اس دنیا کی تباہی کے لیے سرگرداں ہو جاتے ہیں۔ بہر حال وقت گزرتا رہا، جالب نعمان اور میرے دوسرے بہت ساتھی میرے لیے مصروف تھے اور اپنی زندگی کا قیمتی وقت میرے ارادوں کی تکمیل کے لیے صرف کر رہے تھے، رشید ناگی سے بھی وائر لیس پر گفتگو ہوئی اور اس نے بتایا کہ وہ اپنا کام خاصی حد تک مکمل کر چکا ہے، اس کے بعد مطلوبہ وقت قریب آتا چلا گیا، رشید ناگی نے مجھے آخری اطلاع دی تھی کہ میری مطلوبہ ہستیاں بخوشی اس بات پر آمادہ ہو گئی ہیں کہ اس تعزیتی اجلاس میں شریک ہوں اور اس کے لیے انہوں نے ڈائمنڈ شی آنا منظور کر لیا ہے، بحریہ کی لائینیں بندوبست کر رہی ہیں اور مقررہ وقت پر یہاں پہنچ جائیں گے، یہاں میں نے ان کے لیے معقول بندوبست کر لیا تھا، حالانکہ ایک تعزیتی اجلاس میں کھانے پینے کی اشیاء مضحکہ خیز تھی، لیکن ظاہر ہے بعد میں یہ اجلاس تعزیتی اجلاس نہیں رہے گا۔ مقررہ وقت آہستہ آہستہ قریب آتا جا رہا تھا۔ میں نے ایک مخصوص جگہ منتخب کر لی تھی، جہاں سے طاقنور دور بین کے ذریعے میں معزز مہمانوں کو دیکھ سکتا تھا، انتہائی خفیہ طریقے سے یہ ساری کارروائی ہوئی تھی حفاظت کرنے والے دستے ساحل پر پھیل گئے اور اس کے بعد ہماری شاندار گاڑیاں ان لوگوں کو لے کر مطلوبہ جگہ پہنچنے لگیں، یہاں ان کے استقبال کے لیے بندوبست کر دیا گیا تھا اور ایسے لوگ متعین کر دیے گئے تھے جو انہیں اس ہال میں پہنچا دیتے جہاں تعزیتی جلسے کا انتظام کیا گیا تھا پھر میں نے الیاس بھائی، نازاں باجی اور بھابی کے ساتھ آصف نور اور رخسار کو بھی دیکھا، ایک لمحے میں مجھے خیال آیا کہ رشید ناگی سے میں نے الیاس بھائی اور ان کے اہل خاندان کا نام نہیں لیا تھا، غالباً اس وقت ذہن سے نکل گیا تھا، لیکن یہ بھی رشید ناگی ہی کا معیار تھا کہ وہ میرے مزاج سے آشنا تھا اور جانتا تھا کہ میں کسے کسے یہاں بلانا پسند کروں گا، اصل میں کچھ عجیب سی ذہنی ہم آہنگی ہو گئی تھی ہمارے درمیان اور اس چیز کو کوئی باقاعدہ نام نہیں دیا جاسکتا تھا، ذہنی

ہم آہنگی ہر طرح ہمارے لیے سود مند ثابت ہو رہی تھی، ان لوگوں کو بلایا جانا بھی نہایت ضروری تھا اور مجھے رشید ناگی کے اس اقدام پر خوشی ہوئی تھی، بہر حال لوگ آتے رہے اور میں اپنی فہرست کی ڈپلی کیٹ کو تک کرتا رہا۔ یہاں تک کہ تقریباً تمام ہی افراد پہنچ گئے، رشید ناگی استقبال کرنے والوں میں موجود تھا، آخری گاڑی میں وہ بھی ساتھ آگیا، مسلح محافظ وہیں ساحل پر تعینات رہے تھے اور انہیں یہ اطمینان دلا دیا گیا تھا کہ اس سے آگے ان کی ضرورت نہیں ہے، آگے کے انتظامات کے لئے ڈائمنڈ شی کی فورسز موجود ہیں۔

تعزیتی ہال میں تمام افراد جمع ہو گئے، یہاں بھی مانیٹرنگ کا بندوبست کر لیا گیا تھا، سارے علاقوں کو ایسے پروجیکشن روم سے منسلک کر دیا گیا تھا جہاں آٹھ آدمی تعینات تھے اور وہاں ہونے والی ہر کارروائی کا مکمل جائزہ لیتے رہتے تھے۔ ان کی فلم رپورٹیں تیار کی جاتی تھیں یہی نہیں بلکہ جزیرے کی پوری وسعتوں میں اس قسم کے کیمرے سب سے پہلے نصب کیے گئے تھے جو جزیرے کے تحفظ کے لیے از حد ضروری تھے اور جزیرے کے ایک ایک چپے اور اس کے اطراف کے ساحلوں پر پوری پوری نظر رکھنے کا بندوبست کیا گیا تھا، جزیرے سے دس دس میل دور تک سمندری ماحول پر نظر رکھی جاسکتی تھی اور اس کے علاوہ ایسے راڈار بھی لگائے گئے تھے کہ اگر کھلی سرحدوں میں کسی جگہ سے جزیرے کے بارے میں کوئی معلومات حاصل کی جا رہی ہو یا پھر سیٹلائٹ کے ذریعے جزیرے کے اندرونی حالات کو دیکھنے کی کوشش کی جائے تو ہمیں فوراً اس بارے میں اطلاع مل جائے اور ہم اپنا بندوبست کر سکیں، یہ تمام کاوشیں ابھی تجرباتی مرحلے میں تھیں لیکن پورے اعتماد کے ساتھ ان کی تکمیل ہو جانی تھی، مجھے بتایا گیا تھا کہ بعض معاملات میں کچھ قانونی مشکلات پیش آئی ہیں اور ان کے لیے حکام کو اپروچ کیا گیا ہے کہ وہ کس مقصد کے تحت ضروری ہیں جو کارروائیاں ہو رہی ہیں۔ یہ بعد کی بات ہے، فی الحال اس تعزیتی اجلاس کی کارروائی مکمل ہوئی تھی، میں اس ہال سے زیادہ دور نہیں تھا جہاں یہ اجتماع کیا گیا تھا، پروجیکشن روم اس سے بالکل ملحق تھا اور میں ہال میں ہونے والی تمام کارروائی کو بغور دیکھ رہا تھا، ان تمام افراد کو بھی پہچان رہا تھا جو ملک کے عظیم رہنما تھے، سب جمع ہو گئے اور اس کے بعد انہی میں سے ایک نے میرے سلسلے میں اس تعزیتی جلسے کو خطاب کرنا منظور کیا اور کھڑے ہو کر دوسرے لوگوں کو میرے بارے میں تفصیلات بتانے لگا۔

معزز شخصیت نے میری مختصر عمر اور میرے عمل پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ میرے ایک ایک عمل سے ایک ایک قدم سے وطن سے عشق کا اظہار ہوتا تھا جو کچھ میں نے کیا ہے اس میں کوئی ذاتی غرض پوشیدہ نہیں تھی بلکہ وسیع پیمانے پر ہر طبقے سے بے نیاز سرزمین وطن کے لیے کچھ کرنے کا جذبہ میرے سارے وجود میں پایا جاتا تھا۔ معزز شخصیت نے گلوگیر لہجے میں کہا۔

”ہم کارخانہ قدرت کو بے مقصد نہیں کہہ سکتے وہاں جو کچھ ہوتا ہے اس کا ایک لازمی رد عمل بھی ہوتا ہے اور اس سے پتا چلتا ہے کہ وہی ضروری تھا جو ہوا، دانش منصور جیسے محبت وطن کو ملکی پیمانے پر وہ مقام ابھی تک نہیں ملا تھا جس کا وہ حقدار تھا، لیکن آج اس کی موت کے بعد ہم اس کے بارے میں یہ تعزیتی قرار داد پیش کرتے ہیں کہ وہ ایک عظیم محب وطن تھا اور اگر قدرت اسے زندگی دیتی تو یقینی طور پر اس مختصر وقت میں وطن کے بارے میں اتنا کچھ کرنے کے بعد بھی وہ اور بہت کچھ کرتا، لیکن مشیت ایزدی۔ میں اس کی یاد میں دو منٹ کی خاموشی اختیار کرنے کی درخواست کرتا ہوں۔“

”تمام لوگ کھڑے ہو گئے، میں مانیٹر پر رخسار کو دیکھتا تھا، رخسار کا چہرہ سب گیا تھا بالکل بیمار نظر آرہی تھی وہ اور بلاشبہ یہی کیفیت نازاں باجی، الیاس بھائی اور بھابی کی تھی الیاس بھائی تو اس طرح نڈھال ہو رہے تھے کہ ان سے کھڑا بھی نہ ہوا جا رہا تھا، میرے آنسو نکلنے لگے، بہر حال اب اس سے زیادہ برداشت نہیں کر سکتا تھا میں۔ میں نے میجر سلطان، کیپٹن تیمور فیروز اور راجیل زبیری کو بھی دیکھا تھا جو کچھ کہنا چاہتے تھے، اس تعزیتی قرار داد اور دو منٹ کی خاموشی کے بعد جب تمام لوگ بیٹھے تو ایک اور شخصیت نے جو مجھ سے کسی قدر منسلک رہ چکی تھی اور میں نے اس کی ہدایت پر کچھ کام کیے تھے۔ میرے بارے میں خیال آرائی کی اور مختصر ترین الفاظ میں بتایا کہ میں نے گھی کی اسمگلنگ روکنے کے لیے کس طرح خدمات انجام دیں اور اس کے بعد پڑوسی ملک چلا گیا۔ جہاں چند بیش بہا کارنامے سرانجام دے کر وہاں کی دہشت پسند ایجنسی کے افراد کو یہاں گرفتار کر آیا، ایک ایک شخص اپنے تاثرات کا اظہار کرتا رہا اور میں فخر و مسرت سے ان کی باتیں سنتا رہا۔ اہل وطن نے میری کاوشوں کو نظر انداز نہیں کیا تھا۔ میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ سرکاری حلقوں میں مجھے اتنی اہمیت حاصل ہو گئی ہے حالانکہ اس کا اظہار ادھر سے ہونے

والے تعاون سے ہوتا تھا۔ میرے لیے ہر وہ آسانی مہیا کر دی گئی تھی جس کا میں آرزو مند ہوتا۔ یہاں تک کہ ملکی قوانین کے خلاف یہ جزیرہ پرائیویٹ ملکیت میں دے دیا گیا تھا۔ یہ بہت بڑی بات تھی اس کے بعد شاہنواز نے رندھی ہوئی آواز میں چند الفاظ میرے بارے میں کہے اور رشید ناگی نے میجر سلطان سے فرمائش کر دی۔ میجر سلطان کھڑا ہو گیا اور اس نے آہستہ لہجے میں کہنا شروع کر دیا۔“

”ہم لوگ ایک اہم مشن پر گئے ہوئے تھے اس کی تکمیل یوں سمجھئے ہمارے ایٹمی پروگرام کے لیے از حد ضروری تھا۔ ہم نجانے کیسی کیسی مشکلات کا سامنا کرتے ہوئے بالآخر اسپین پہنچ گئے اور تمام جھگڑوں سے نکلنے کے بعد اسپین میں ہماری اس جدوجہد کا مکمل طور پر خاتمہ ہو گیا ایک یہودی سرمایہ کار جو اپنے وطن اسرائیل کے لیے سرگرداں تھا۔ ہمارے پہلے ہی مرحلے سے ہماری تاک میں تھا اور ہمارے منصوبوں سے آگاہ ہو کر اس نے ہمیں صحیح جگہ گھیرنے کا پروگرام بنالیا تھا۔ اسپین میں جزیرہ کیزی کے قریب ہم نے اپنی مطلوبہ اشیاء پوشیدہ کر دیں لیکن ہم اس یہودی سرمایہ کار کی نگاہوں سے نہ بچ سکے اور اس نے ہمیں ایک جرائم پیشہ گروہ کے ہاتھوں ٹریپ کر لیا، ہمیں شدید اذیتیں دی گئیں اور ہم سے پوچھا گیا کہ وہ مطلوبہ سامان کہاں ہے۔ خیر اس کا پتا تو ہم زندگی کی قیمت پر بھی نہیں بتا سکتے تھے لیکن ہمیں اس بات کا علم ہو گیا تھا کہ اب ہمارا یہ مشن کامیاب نہیں ہو سکے گا اور ہماری زندگی کا اختتام انہی خوفناک قید خانوں میں ہو جائے گا لیکن ایک شخص ہمارے قید خانے میں پہنچا۔ یہ اسی جرائم پیشہ گروہ کا ایک فرد تھا اور ہمیں اس بات کا یقین تھا کہ وہ ہمارا ہمدرد بن کر اصل میں ہمارے ان کا حال جاننا چاہتا ہے لیکن اس شخص نے کہا کہ اس کا نام دانش منصور ہے، اور وہ اس گروہ میں شامل ہو کر صرف اس لیے ہمارے پاس پہنچا ہے کہ ہماری مدد کرے ہمارے لیے اس شخص پر یقین کرنا جتنا مشکل کام تھا اس کا آپ اندازہ لگا سکتے ہیں لیکن اس کی سحرانہ شخصیت نے بالآخر اپنے آپ کو منوالیا اور جناب ہم پورے اعتماد اور دعوے سے یہ بات کہتے ہیں کہ اس وقت وہ سب کچھ ہمارے بس میں نہیں تھا جو اس نے کر دکھایا۔ اس سرمایہ دار کو قتل کرنے کے ساتھ ساتھ اس نے ہمیں ہماری منزل تک پہنچا دیا۔ میں آپ کو نہیں بتا سکتا کہ وہ کیا شخصیت تھی۔ مجھے انتہائی غم ہے کہ میں یہاں اس شخصیت سے آزادانہ طور پر نہ مل سکا۔ اس

نے یہ بھی مجھے بتایا تھا کہ وہ میک اپ کیے ہوئے ہے۔ ہم تو دانش منصور کی اصل صورت بھی نہ دیکھ پائے۔ ”اب میرے لیے یہاں رکنا مناسب نہیں تھا۔ یہ وہ وقت تھا جب میں سامنے آجاتا چنانچہ میں نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس ہال کے دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔ کمپین تیمور اپنے خیالات کا اظہار کر رہا تھا میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا اندر پہنچا اور کمپین تیمور مہجر سلطان وغیرہ کی نگاہیں مجھ پر پڑیں تو ان کے حلق سے عجیب و غریب آوازیں نکل گئیں، کمپین تیمور خاموش ہو گیا، دوسرے لوگ شاید صحیح صورت حال کا اندازہ نہیں لگا پائے تھے رشید ناگی بھی سناکت تھا اور تمام لوگ حیران نگاہوں سے دیکھ رہے تھے پھر مہجر سلطان کے حلق سے پھٹی پھٹی آواز نکلی۔

”یہ یہ“

میں ان لوگوں کے درمیان پہنچ گیا، غالباً کوئی مہجر سلطان سے پوچھ رہا تھا کہ آنے والا کون ہے لیکن مہجر سلطان کے منہ سے آواز نہیں نکل پا رہی تھی۔ میں نے قریب پہنچ کر تمام لوگوں کو سلام کیا۔ مہجر سلطان سے نگاہیں ملائیں اور درمیان میں جاکھڑا ہوا پھر میں نے مدھم لیکن پر اعتماد لہجے میں کہا۔

”میں اپنی اس خوش بختی کو وہ خاطر خواہ نام نہیں دے سکتا جس کا تصور میرے ذہن میں ہے اپنی حقیر سی کاوشوں کا اتنا مقام دیکھ کر میرے رویں روئیں میں مسرت کی لہریں دوڑ رہی ہیں۔ محترم حضرات یہ گستاخی ہے کہ آپ لوگوں کے درمیان آکر میں کسی ڈرامائی کیفیت کا اظہار کروں اپنا تعارف کرائے دیتا ہوں میرا نام دانش منصور ہے۔“

میرے اس انکشاف پر رگیں کھینچ گئیں، اعصاب کشیدہ ہو گئے، کسی نے کوئی جملہ نہ کہا سب حیرانی میں ڈوب گئے، میں نے رشید ناگی سے درخواست کی کہ میرے اس میک اپ کا خاتمہ کر دیا جائے اور رشید ناگی جس نے پہلے سے انتظامات کر رکھے تھے دو آدمیوں کے ساتھ میرے چہرے پر مصروف ہو گیا، باقی انتظام پہلے ہی کر لیا گیا، چند لمحات کے بعد میرا چہرہ سب کے سامنے آگیا۔ سب کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں تھیں اور ان کے ہونٹوں سے بڑبڑاہٹیں نکلی تھیں نجانے کیا کیا میں نے کہا۔

”آپ کی محبتوں اور دعاؤں کے ساتھ میں زندہ ہوں سلامت ہوں، میرا وطن ابھی میری ضرورت محسوس کرتا ہے اور جب تک میرا وطن میری چاہتوں کا طلب گار رہے گا

مجھے یقین ہے میں زندہ رہوں گا اور اب اس ڈرامائی کیفیت کو ختم کرنے کے لیے میں نہایت مختصر الفاظ میں اپنی یہ کہانی سنا دیتا چاہتا ہوں مجھے اس کی اجازت دی جائے۔“ لوگوں کی بڑبڑاہٹیں پھر نکلی تھیں کوئی بھی واضح طور پر میرے بارے میں فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا، میں نے کہا۔

”درحقیقت طویل عرصے سے بہت بڑی طاقتیں اس بات کے لیے کوشاں ہیں کہ مجھے قتل کر دیا جائے، اب تک بے شمار کوششیں ہو چکی ہیں، یہاں میرے اپنے وطن میں اور وطن سے باہر لیکن اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں ہے کہ ابھی میں موت سے ہمکنار ہوں، اس بار بھی ایسی ہی ایک کوشش کی گئی تھی اور ایک نہایت معزز شخصیت کے ذریعے میری ہلاکت کا بندوبست کیا گیا تھا لیکن میں اس سے بھی آگاہ ہو گیا تھا، میں نے اپنی موت کا ڈراما صرف اس لیے رچایا ہے کہ وہ طاقتیں عارضی طور پر مطمئن ہو جائیں، اصل میں ان کی نگاہیں اور ان کی اپنی تمام تر کوششیں اس وقت اس بات پر مرکوز ہو گئی تھیں کہ مجھے ختم کر دیا جائے میں نے محسوس کیا کہ اس طرح میرے وطن کے لیے میری کاوشوں میں رکاوٹ پڑ رہی ہے اور بہت سے منصوبے صرف اس لیے پس پشت جا پڑے ہیں کہ مجھے اپنے ان دشمنوں سے ہوشیار رہنا پڑ رہا ہے، چنانچہ میں نے اپنے قاتلوں کو پورا پورا موقع دیا اور ان کی پسند کے مطابق قتل ہو گیا لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہاں بھی میں نے انہیں شکست دی اور انہیں اطمینان دلانے کے بعد کہ میں قتل ہو گیا ہوں، میں نے یہ آسانی ان پر ہاتھ ڈال کر انہیں اپنی گرفت میں لے لیا لیکن قتل کے اس معاملے کو میں اس بار بالکل اسی طرح رکھنا چاہتا ہوں جس طرح میرے دشمن چاہتے ہیں کیونکہ اس سے مجھے آئندہ کام کرنے کا موقع مل جائے گا میں انتہائی معذرت خواہ ہوں کہ میرے محبت کرنے والوں کو اس اعلان پر دکھ ہوا، لیکن یہ ضروری تھا انہیں مطمئن کرنے کے لیے اس موت کو حقیقت کا رنگ دینا بے حد ضروری ہو گیا تھا اور اب میں پس پردہ رہ کر ان لوگوں کے خلاف کام کرنا چاہتا ہوں میرا ایک منصوبہ ہے جس پر عمل کر کے مجھے یقین ہے کہ وطن عزیز کے لیے میں اپنے بہت سے فرائض پورے کر سکوں گا، میں نے اپنے دوستوں اور کرم فرماؤں کو اس بات سے لاعلم رکھنا جرم سمجھا، چنانچہ انتہائی محدود پیمانے پر میں نے آپ کو زحمت دے کر یہ تمام تفصیل بتا دی ہے اور ایک بار پھر اظہار کرتا ہوں کہ

میرے جسم کا رواں رواں وطن کی محبت سے سرشار ہے اور میں ہر اس کام کے لیے حاضر ہوں جس سے وطن کا کوئی مفاد وابستہ ہو بھی عرض کرنے کے لیے میں نے آپ لوگوں کو یہ زحمت دی تھی، اگر دوسرے ذرائع ہوتے میرے پاس تو میں آپ سب کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ تمام تفصیل عرض کر دیتا، میں آپ سب کی محبت پر نازاں ہوں اور اس کے ساتھ ہی متنی ہوں کہ میری زندگی کی بات آپ کے ذہنوں میں رہنا چاہیے میں آپ کا خادم آپ کی خدمت کے لیے حاضر ہوں کوئی بھی مسئلہ اگر میرے لائق سمجھا جائے تو آپ کے سامنے یہ وسائل اور ذرائع موجود ہیں میں ہر خدمت کو سرانجام دے کر خوش محسوس کروں گا بے حد شکریہ۔

اور اس کے بعد وہ تمام لوگ بے قابو ہو گئے، میری زندگی کی مسرت سے سرشار مجھے مبارک باد دینے کے لیے لپکے، بہت پذیرائی کی گئی تھی میری، بہت محبت کا اظہار کیا گیا اور وہ چند لوگ جو صحیح معنوں میں میری شخصیت کے معمار تھے ایک گوشے میں کھڑے ہوئے انتظار کر رہے تھے کہ دوسروں کی محبتوں کا اظہار ختم ہو اور ان کی باری آئے۔

==☆☆☆☆==

محبت کے اس اظہار نے صحیح معنوں میں وہ خوشی بخشی تھی۔ جسے بیان کرنا مشکل تھا۔ دل کے ایک گوشے میں اگر داغ نہ ہوتا تو میں دنیا کا سب سے خوش نصیب انسان تھا کہ ایک جانب تو وہ تمام دلی آرزوئیں پوری ہو رہی تھیں جو سینے میں بھری ہوئی تھیں اور دوسری طرف اتنی محبتیں حاصل ہو گئی تھیں کہ سمیٹنے نہ سمیٹ پا رہی تھیں۔ یہ تمام لوگ وطن کے پیار سے سرشار تھے اور اپنے فرائض صرف فرائض کے طور پر سرانجام نہیں دے رہے تھے، بلکہ انہیں اپنا ایمان سمجھتے تھے، وطن کی زمین کے ایک ایک چپے سے محبت کرنے والے اس کے لیے مرٹنے والے ہی وطن کی محبت کا ورد جانتے ہیں اور یہ سب میری پذیرائی صرف اسی لیے کر رہے تھے کہ میں بھی وطن عزیز کی خدمت میں ان کا ہم رکاب تھا۔ مہجر سلطان، کیپٹن تیمور وغیرہ تو اتنے مسرور تھے کہ ان کے چہرے سے ان کا اندازہ ہوتا تھا، غرض کہ تمام لوگوں نے مجھے زندگی کی مبارک باد دی اپنے اپنے جذبات کا اظہار کسی تصنع کے بغیر کیا اور کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اس نے ایک ایسے محب وطن کو زندہ رکھا جو اپنے وطن کی بے لوث خدمت کر رہا ہے۔ مجھ سے کہا گیا کہ وطن کو میری ضرورت ہے، اپنے اپنے تعاون کا یقین دلایا گیا۔ یہ اقرار کیا گیا کہ میرے اس مشن کو کامیابی کی منزل تک پہنچانے کے لیے ہر شخص اپنے اپنے اختیارات کے ساتھ موجود ہے۔ ڈائمنڈ شی کے لیے ہر ضرورت کی فراہمی کا وعدہ کیا گیا اور اس کے بعد یہ محفل، غم، محفل طرب میں بدل گئی۔ رشید ناگی نے پہلے ہی سے بہت عمدہ قسم کے ریفرشمنٹ کا بندوبست کر لیا تھا۔ ان لوگوں سے فراغت حاصل کرنے کے بعد مجھے الیاس

بھائی کے پاس پہنچنا نصیب ہوا تھا۔ الیاس بھائی آنکھوں میں آنسو بھرے کھڑے ہوئے تھے۔ بھائی جان، نازاں باجی، آصف نور اور ان کے ساتھ رخسار جس کا چہرہ عجیب و غریب کیفیت کا آئینہ دار تھا۔ میں نے اپنا سر الیاس بھائی کے سینے سے ٹکا دیا اور بھرائے ہوئے لہجے میں بولا۔

”اپنی اس نالائقی پر شرمسار ہوں الیاس بھائی، لیکن تمام صورت حال آپ کے سامنے آچکی ہے، میرے دشمن میری موت کا وہ بھرپور تاثر نہ لیتے جو ضروری تھا۔“

”میں سمجھتا ہوں بیٹے ہم سب سمجھتے ہیں۔“

نازاں باجی نے میری پیشانی چومی، بھائی جان نے سر پر ہاتھ پھیرا آصف نور نے مسکراتے ہوئے مصافحہ کیا، تب میں رخسار کے سامنے جا کھڑا ہوا۔

”میں تم سے کچھ نہیں کہوں گا رخسار، بس اتنا کہوں گا کہ مجھے معاف کر دینا۔“

رخسار نے کانپتا ہوا ہاتھ بڑھا کر میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور مجسم الفاظ بن گئی، زبان خاموشی سے اس نے سب کچھ کہہ ڈالا۔ نازاں باجی اور بھائی جان بغور ہم دونوں کا جائزہ لے رہی تھیں، لیکن میں شرمندہ نہیں تھا۔ رخسار کو وہ درجہ دے چکا تھا جس کے لیے نجانے کتنے عرصے بڑی کشاکش کا شکار رہا تھا، پھر میں ان سب کو ساتھ لئے ہوئے ریفرشمنٹ ہال میں پہنچ گیا۔ مجھ سے ڈائمنڈ سٹی کے بارے میں اہم سوالات کئے جانے لگے اور میں نے ڈائمنڈ سٹی کے قیام کا مقصد بتا دیا، یہ مقصد بڑی گہرائیاں رکھتا تھا۔ میں نے ان لوگوں سے معذرت کرتے ہوئے کہا۔

”ڈائمنڈ سٹی کو میں ایک الگ حیثیت دے رہا ہوں، یہاں سے گزرنے والے وقت میں بہت سے معاملات بھی کنٹرول ہوں گے۔ میں آپ تمام حضرات سے نہایت معذرت کے ساتھ یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میری شخصیت بہت حقیر ہے۔ میرے دل میں ایک کوئیل آگئی ہے اپنے وطن عزیز کو دنیا کے نقشے پر ایک ایسے ناقابل تسخیر ملک کی حیثیت سے دیکھوں جس کے لیے دوست اگر کچھ کہنا چاہیں تو ان کے چہرے خوشی سے کھل اٹھیں اور دشمن اگر اس پر تنقید کریں تو ان کے دلوں سے دھواں اٹھے۔ بس میری یہ آرزو ہے کہ اس دنیا کو گوارہ مسرت بنانے کے لیے میرا وطن پیش پیش رہے اور ہم اس قابل ہو جائیں کہ ہمارے دفاع کی جانب کوئی نظر اٹھانے کی جرات نہ کر سکے اور ان تمام مظلوم

ممالک کے لئے ہم اپنا سینہ کھول دیں جو کسی دوسرے کی چہرہ دستی کا شکار ہیں۔ رنگ، نسل اور مذہب سے بے پروا ہو کر ان کی ہر قسم کی مدد کریں ہم جانتے ہیں کہ ہم برائیوں کی جانب راغب آسن دنیا کو گوارہ مسرت نہیں بنا سکتے ہمارے وسائل محدود ہیں اور مسائل لامحدود، لیکن اپنی کوششوں میں کوئی کوتاہی نہیں کریں گے۔ حکومتیں بدلتی رہتی ہیں، سیاست کے رخ تبدیل ہو جایا کرتے ہیں، میں ہر تعصب سے بالا تر ہو کر ہر اس حکومت کی حمایت کروں گا جو وطن عزیز میں بسنے والوں کے لیے محبت کا پیغام لائے اور ان کی بہتری کے بارے میں سوچے اور اگر اس سلسلے میں مجھے ڈائمنڈ سٹی سے کچھ سازشوں کا آغاز بھی کرنا پڑا تو شاید میں اس سے گریز نہ کروں گا، لیکن یہ سازشیں وطن کی محبت میں ہوں گی کسی کے خلاف نہیں۔“

میری اس تقریر کو بغور سنا گیا تھا اور اس سے اتفاق کیا گیا تھا۔ اس معاملے میں بھی ہر شخص نے اپنے تعاون کا یقین دلایا تھا۔ ایک بہت معزز شخصیت نے کھڑے ہو کر کہا۔

”ہم جانتے ہیں وطن کی سیاست تبدیل ہوتی رہتی ہے اور اسی طرح عہدے بھی ختم ہوتے رہتے ہیں لیکن ایک محب وطن انسان کی حیثیت سے ہم اپنے عہدے پر رہیں یا نہ رہیں لیکن جس قدر اختیارات ہمیں حاصل ہوں گے ہم ان کے تحت تمہاری مدد کریں گے دانش منصور۔“

”آپ لوگ یقین کیجئے میں نے بہت غور و خوض کے بعد آپ لوگوں کا انتخاب کیا ہے تاکہ اپنا رازدار بنا سکوں اس سے زیادہ میرے اعتماد کی اور کوئی حد نہیں ہو سکتی۔“

اس کے بعد ان لوگوں کو بڑی عزت و احترام سے رخصت کیا گیا۔ میں نے خود ساحل پر بحری لائینوں پر انہیں خدا حافظ کہا تھا۔ الیاس بھائی اور رخسار کو البتہ میں نے روک لیا تھا، ان لوگوں کا مسئلہ ذرا مختلف تھا۔ میں نے آخری فرد کے جانے کے بعد کہا۔

”آپ لوگوں کے جانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا ساتھ کچھ وقت گزاریں گے۔“

پھر میں نے رخسار کو ایک طرف لے جا کر کہا۔

”رخسار ہیں نہیں جانتا رشید ناگی تمہیں یہاں کیا کہہ کر لایا ہے لیکن مجھے اپنی الجھن کے بارے میں بتاؤ گھر واپس نہ گئیں تو کیا ہوگا؟“

رخسار دھیرے سے مسکرا دی اس نے درہم لہجے میں کہا۔

”اس گھر سے اب میرا واسطہ ہی کہا ہے۔ عرفان غزنوی نے مجھے صرف اپنی آبرو کو بحال رکھنے کے لیے رکھ چھوڑا ہے، ورنہ میں اس گھر میں ایک بیکار چیز ہوں مجھے کسی کی توجہ حاصل نہیں ہے اگر دو چار دن رک جاؤں گی تو زیادہ سے زیادہ وہ لوگ ناراض ہو لیں گے، آبرو باختہ تو سمجھا ہی جا رہا ہے مجھے، مجھے کسی کی پروا نہیں ہے بلکہ میں تو یہ کہتی ہوں فیصل کہ اب مجھے بھی یہیں روک لو، تمہارے اس جزیرے پر بہت بڑا اسٹاف ہے، میری بھی یہیں کہیں ڈیوٹی لگا دو، پڑی رہوں گی میرے لیے وہ گھر اب گھر نہیں ہے۔“

میں نے رخسار کا شانہ تھپتھپایا اور کہا کہ اس موضوع پر بات کر لیں گے پھر رات کے کھانے پر الیاس بھائی، نازاں باجی وغیرہ سے تفصیلی بات چیت ہوئی۔ الیاس بھائی نے تشویش زدہ لہجے میں کہا۔

”جتنا بوجھ تم نے اپنے شانوں پر اٹھالیا ہے۔ فیصل بیٹے کیا تم اسے سنبھال سکو گے؟“

بھابی جان کہنے لگیں۔ ”تو اب تک کیا اس بوجھ کو تم سنبھالے ہوئے ہو؟“ سب لوگ اس جواب پر ہنس پڑے۔ الیاس بھائی نے کہا۔

”نہیں بھئی، سمجھنے کی کوشش کرو۔ میرا مطلب یہ ہے کہ بہت پھیلاؤ ہے۔ بہت وسعتیں ہیں اور اس سے صرف ایک بات کا اظہار ہوتا ہے کہ یہ شخص کم از کم اس زندگی میں تو کبھی فراغت حاصل نہیں کر سکے گا۔“

”تو پھر میرے لیے اس جیسی ایک ہزار زندگیوں کی دعائیں کیجئے الیاس بھائی، تاکہ میں اپنے مشن کو پورا کر سکوں۔“

”وہ تو ٹھیک ہے برادر من! لیکن یہ بتاؤ کہ کوئی گھریلو زندگی بھی رہے گی تمہاری یا نہیں؟“

”یہ میرا گھر ہی تو ہے الیاس بھائی اپنے گھر والوں ہی کے لیے تو جدوجہد کر رہا ہوں۔“

”بعض اوقات مجھے نازاں پر شدید غصہ آتا ہے میرے آفس میں کام کرنے والے ایک ذہین نوجوان کو اس نے نجانے کیا الٹی سیدھی پٹی پڑھائی اور اب وہ دنیا کے لیے مصیبت بن گیا ہے۔“

”حالانکہ یہ ایک مذاق کی بات ہے لیکن میں اس مذاق پر بھی فخر کرتی ہوں۔“

نازاں باجی نے کہا۔

”نہیں نازاں مجھے الف، بے، پے آپ ہی نے پڑھائی ہے اس بات کو میں کبھی نہیں بھول سکوں گا کہ الیاس بھائی کے خاندان نے ایک وطن دوست کی پرورش کی ہے۔ ان کا لگایا ہوا پودا ایک تناور درخت بن کر بہت سے لوگوں کو اپنے سائے میں لینے کی فکر میں ہے۔“

”مگر بھیا، بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی اس چھوٹی سے کھوپڑی میں اس کائنات کی وسعتیں کیسے آسائیں؟“

”یہ سب آپ کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔“

”اچھا چلو یہ تو ہوئیں ذرا مردانہ قسم کی باتیں۔ اب ہم خواتین کو بھی کچھ بولنے کا موقع دیا جائے۔“ بھابی جان نے کہا۔

”ارشاد ارشاد۔“ میں ہنس کر بولا۔

”دیکھو تم اتنا آگے بڑھ چکے ہو فیصل کہ اب ہم لوگ تمہارے سامنے اپنے آپ کو بہت کمتر سمجھتے ہیں لیکن ہمارے دلوں میں اب بھی وہی فخر موجود ہے جس کا تم نے اعتراف کیا ہے۔ بھائی بات چاہے کچھ بھی ہو۔ تم انکساری سے کچھ کہو، لیکن ہم تو اپنے آپ کو وہی سمجھتے ہیں جنہوں نے کاجل لگی ہوئی فیصل کی آنکھوں سے پھیلا ہوا کاجل صاف کیا تھا۔“

”میری حیات کے آخری لمحے تک آپ کو یہ حق حاصل رہے گا بھابی جان!“

”تو پھر ہمیں بے وقوف نہ سمجھو۔ یہ نہ سمجھو کہ ہم تمہاری نگاہوں میں رخسار کا پیار نہیں دیکھ پائے۔“

رخسار ایک دم چونک پڑی۔ میرے چہرے پر بھی خجالت کے آثار نمودار ہوئے۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

”نازاں باجی کو میں اس بارے میں بتا چکا ہوں۔“

”ہاں، مجھے یہ فخر حاصل ہے کہ میں فیصل کی محبت سے انتہت رہتی ہوں۔ فیصل نے مجھے بتا دیا ہے کہ وہ رخسار کو چاہتا ہے۔ اور یہ بھی بتا دیا ہے کہ وہ زندگی میں

کبھی اسے فرصت ملی تو رخسار کے علاوہ کسی کو اپنی زندگی کا شریک نہیں بنائے گا۔
 رخسار کا چہرہ جھک گیا تھا۔ کچھ دیر پہلے اس کے چہرے پر جو مردانی نظر آ رہی تھی۔
 اچانک شفق میں بدل گئی تھی۔ وہ بہت مسرور نظر آ رہی تھی۔ بھابی جان نے کہا۔
 ”تو پھر اس کا منصوبہ تو بہت طویل ہے۔ نجانے کب تک یہ اپنے ہنگاموں میں
 مصروف رہے گا۔ میں چاہتی ہوں کہ رخسار کو اس کی زندگی کا ساتھی بنا دیا جائے۔ الیاس
 صاحب آپ اس سلسلے میں کیا فیصلہ صادر فرماتے ہیں؟“
 الیاس بھابی نے کہا۔ ”بھئی“ زنانہ گفتگو ہو رہی ہے۔ ہم مردوں کو اس چکر میں
 گھسیٹنے سے کیا فائدہ؟“

سب لوگ پھر ہنس پڑے تھے۔ بھابی جان کہنے لگیں۔
 ”نہیں وہ نیک انسان ہے ہماری اہمیت کو تسلیم کرتا ہے تو پھر ہم اس سے فائدہ
 اٹھائیں گے۔ میں تو کہتی ہوں کہ نہایت خاموشی اور سادگی کے ساتھ رخسار کا نکاح کر دیا
 جائے۔“

”بھابی جان“ مجھے تو بولنا ہی پڑے گا اس معاملے میں۔ دل کی وہ باتیں کر رہا ہوں جو
 اس سے پہلے کبھی نہیں کیں۔ میں سچا ہوں اور سچ بولنا چاہتا ہوں۔ دراصل رخسار کو میں
 اس وقت اپنی زندگی میں شامل کروں گا جب مجھے اپنے مشن سے فرصت مل جائے گی۔
 ”تو پھر فائدہ ہی کیا ہو گا۔ دو بوڑھے بیٹھے ایک دوسرے کی صورت دیکھا کریں
 گے؟“

”خدا کی قسم بھابی میرے دل میں تو یہی جذبہ ہے۔ عمر چاہے کتنی ہی آگے بڑھ
 جائے رخسار کو ہر شکل میں اپنی دیکھنا پسند کروں گا۔“
 ”تو آخر اس میں حرج ہی کیا ہے۔ تم اپنی مصروفیات میں رہو گے۔ ہم سب رخسار
 کی دیکھ بھال کریں گے۔ آخر ہو سسرال میں نہیں رہتی کیا؟“

”رہتی ہے لیکن بھابی جان پھر میں ڈبل مائنڈڈ ہو جاؤں گا اور ہو سکتا ہے اپنے مشن
 سے غفلت برتوں۔“

”ایک فوجی شادی کرتا ہے اور اپنے فرائض منصبی کی جانب روانہ ہو جاتا ہے۔
 دشمن سے جنگ کرتا ہے غازی بنتا ہے یا شہید ہو جاتا ہے۔ غیر شادی شدہ تو نہیں ہوتا۔ تم

اپنے مشن پر جاؤ گے رخسار تمہارے لیے دعائیں کرے گی۔ تمہارا انتظار کرے گی۔“
 ”اب اس سلسلے میں آخری بات کہہ کر میرا خیال ہے میں اس موضوع کو ختم کیے
 دیتا ہوں۔ بات یہ ہے بھابی جان کہ میں ہمیشہ سچ کے رشتے قائم کرنا چاہتا ہوں اور ہر ایک
 سے سچ بولنا چاہتا ہوں۔ رخسار ان آتشیں لمحات میں میرے لیے پانی کی ٹھنڈک ثابت
 ہوتی ہے جب میں کسی مشکل میں پھنسا ہوا ہوتا ہوں۔ میری زندگی میں کم از کم ایک چارم
 رہتا ہے ایک کشش رہتی ہے کہ جب مجھے اپنے مقصد سے فرصت ملے گی تو رخسار کی
 زلفوں کے بسائے میں پناہ لوں گا اگر یہ چارم بھی میری زندگی سے ختم ہو جائے تو آپ
 یقین کیجئے وہ لطف نہیں رہے گا زندگی میں۔“

رخسار نے پہلی بار شرمیلیں انداز میں زبان کھولی اور کہنے لگی۔
 ”میں فیصل سے متفق ہوں بھابی جان، درحقیقت ملاپ یہی نہیں ہوتا کہ دونوں یکجا
 ہو کر تنائیاں اپنائیں۔ میں سمجھتی ہوں میں کسی بھی لمحے فیصل سے دور نہیں ہوتی، وہ بھی
 میرے قریب ہی ہوتے ہیں۔ میں ان کے راستے کی رکاوٹ کبھی نہیں بننا پسند کروں گی۔
 ہاں بس یہ کہہ سکتی ہوں کہ موت کے آخری لمحے تک وہ مجھ تک پہنچ جائیں اور میرا ہاتھ
 اپنے ہاتھ میں لے لیں تو میں سمجھوں گی کہ پوری زندگی سنور گئی۔“
 سب لوگ بے حد متاثر ہوئے تھے رخسار کے ان الفاظ سے۔ میں محبت بھری
 نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا پھر میں نے کہا۔

”آپ یقین کیجئے بھابی! ہمارے درمیان صرف روح کے رشتے ہیں حالانکہ یہ رشتے
 بڑی مشکل سے قائم ہوئے لیکن اب یوں سمجھ لیجئے کہ ہماری روحیں یکجا ہیں۔“
 ”اچھا بھائی اچھا تم لوگ بڑے چار سو بیس ہو۔ ہماری اسکیم کو پوری طرح فیل کر
 دیا۔“

”بھابی جان! جہاں تک میرا معاملہ ہے تو میں سسرال میں نہ سہی اپنے بزرگوں کے
 زیر سایہ ہر لمحے آنے کے لیے تیار ہوں بلکہ اچھا ہے یہ موضوع نکل آیا۔ میں اپنا فی
 الضمیر واضح کیے دیتی ہوں۔ میرا گھر اب میرے لیے ناقابل برداشت ہو گیا ہے ممکن ہے
 میں آپ لوگوں کی آغوش میں آکر پناہ لے لوں۔“

”خدا کی قسم! ہمارے دروازے ہر وقت تمہارے لیے کھلے ہیں۔ رخسار جب بھی

کبھی گھبراہٹ محسوس کرو آجانا بلکہ یہ کام جس قدر جلد ہو بہتر ہے۔“

”خواتین و حضرات۔ اس جذباتی گفتگو میں کھانے کی رفتار خاصی سست رہی ہے۔ میرا خیال ہے تھوڑی دیر کے لیے ہم اپنے جذبات کو ان ڈشوں کی جانب منتقل کر دیں تو پھر بسم اللہ۔“ میں نے کہا اور ڈشوں پر پل پڑا۔ الیاس بھائی ہنسنے لگے پھر خاموشی سے کھانا کھایا گیا۔ وہ سب رخسار سے بے حد محبت سے پیش آرہے تھے۔ خاص طور سے نازاں باجی کے انداز میں اس کے لیے بے حد پیار تھا۔

اس کے بعد ماحول میں کافی بے تکلفی پیدا ہو گئی۔ جزیرے کے بارے میں گفتگو ہونے لگی۔ سب لوگوں نے کافی بے تکلفی کا مظاہرہ کیا۔ رشید ناگی نے جزیرہ دیکھنے کا بندوبست کر دیا اور میں نے اپنے ان محبت کرنے والوں کو اپنی تمام تر کادشوں سے روشناس کرایا۔ جالب نعمان اور دوسرے بے شمار ٹیکنیشنز سے سب کی ملاقاتیں کرائیں۔ ایک ایک چیز کو حیرت بھری نگاہوں سے دیکھا گیا اور اس کے ساتھ ساتھ ہی بار بار ان کی نظریں میرے چہرے کا طواف کرنے لگی تھیں۔ آصف نور نے شرارت آمیز انداز میں نازاں باجی سے کہا۔

”مجھے آپ سے شکایت ہے نازاں۔“

”کیا؟“

”ایک شخص کو تو آپ نے اس طرح بام عروج پر پہنچا دیا۔ میری بھی کچھ رہنمائی

سیکھنے گاہ۔“

”منہ دھو رکھیے آپ۔ ہر شخص فیصل نہیں ہوتا اور ہر شخص فیصل سے آگے بڑھ

کر دانش منصور نہیں بن جاتا۔“

”کمال ہے شوہر کی یہ عزت ہے آپ کی نگاہوں میں۔ آصف نور نے کہا اور سب

ہنسنے لگے۔“

پھر مجھے رخسار کے ساتھ تنہائی ملی اور میں اسے جزیرے کے ایک خاموش ساحل پر

لے گیا۔ میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

”کہو رخسار اب اپنی حماقت کا احساس ہو رہا ہے یا نہیں۔“

”حماقت؟“

”ہاں۔ تم ایسے آدمی سے وابستہ ہوئی ہو جو آدمی ہی کھلانے کا مستحق نہیں ہے۔“

”ہاں واقعی اسے صرف آدمی کہنا اس کی توہین ہے۔ اگر گناہ نہ ہوتا تو اسے نجانے

کیا کیا کہنے کو جی چاہتا ہے۔“

”رخسار کبھی اپنے اس عمل پر افسوس تو نہیں ہوتا۔“

”ایسی باتیں کیوں کرتے ہو فیصل۔ افسوس ہونا چاہیے میری جگہ اگر تم ہوتے تو

اس آسانی اعزاز پر افسوس کرتے۔“

”بھئی اصل میں مسئلہ وہی ہے رخسار! یہ سوچتا ہوں کہ پتا نہیں کہاں زندگی کا

اختتام ہو جائے اور بعد میں تمہیں یہ افسوس ہو کہ ایک ایسے آدمی سے زندگی کی دوڑ

باندھ لی جس کی زندگی کا ہی کوئی بھروسہ نہیں تھا۔“

”اگر مجھے ذلیل کرنا چاہتے ہو تو میں تمہیں اس کا حق بھی دیتی ہوں فیصل۔“

”وعدہ کرتا ہوں رخسار۔ جب ان تمام معاملات سے فرصت مل جائے گی تو اتنا

چاہوں گا تمہیں کہ چاہتوں کا تصور ہی ختم ہو جائے۔“

”مجھے اب بھی تمہاری وہی چاہت حاصل ہے بلکہ میری آرزو ہے کہ جو فیصلے تم

نے اپنے مستقبل کے بارے میں کیے ہیں انہیں تکمیل تک پہنچانے سے پہلے تم اپنا راستہ

تبدیل نہ کرو۔“

”شکریہ رخسار۔ میں نے نجانے کیوں اتنی دیر تک تمہارے بارے میں فیصلہ کرنے

تامل پر تھا۔“

دوسرے دن نازاں باجی، الیاس بھائی، رخسار، آصف نور وغیرہ کو میں نے بڑے

احترام سے رخصت کیا غیر معینہ مدت کے لیے۔ ہاں یہ وعدہ ضرور کر لیا کہ اس دوران اگر

فرصت ملی تو ان کی خدمت میں حاضری دوں گا۔ میں نے ایک بار بھی ان سے یہ نہیں کہا

تھا کہ وہ میری زندگی کے راز کو راز میں رکھیں کیونکہ مجھے ان پر پورا پورا بھروسہ تھا۔

البتہ اسٹیمر پر سوار ہوتے ہوئے الیاس بھائی نے خود ہی کہا۔

”یہ نہ سمجھنا کہ ہم میں سے کوئی تمہارا راز دار بننے کے تمہارے راز کے منکشف

کرنے کا باعث بن جائے گا۔ زندگی کی قیمت پر ہم سب اس راز کا تحفظ کریں گے۔ تم نے

بے شک اس بارے میں نہیں کہا۔ یہ تمہارا اعتماد ہے لیکن ہم تمہیں اس بات کا یقین دلا

کر جا رہے ہیں۔“

”آپ الفاظ ضائع کرنا چاہتے ہیں تو کر سکتے۔ الیاس بھائی۔ مجھے تو یہ کہنے کی ضرورت بھی نہیں پیش آئی۔“

میں نے انہیں خدا حافظ کہا۔ جہاں تک وہ نظر آئے سب ایک دوسرے کو دیکھتے رہے تھے پھر جب اسٹیرنگ گاڑیوں سے او جھل ہو گیا تو میں ٹھنڈی سانس لے کر پلٹا۔ رشید ناگی مجھ سے کچھ فاصلے پر ہی کھڑا مسکرا رہا تھا۔ میں بھی اسے دیکھ کر مسکرا دیا۔

”اب آپ میرے جیسے میں آگے ہیں چیف۔“ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔
”دل و جان سے۔“ میں نے گردن خم کر کے جواب دیا اور اس کے بعد ہم باتیں کرتے ہوئے وہاں سے آگے بڑھ گئے۔

”سنو، ہمارا دوست لیتھ اسٹیر کس کیفیت میں ہے۔“

”بچھلی رات سے اس کی حالت خراب ہو گئی ہے۔ چیخ رہا ہے۔ پکار رہا ہے۔ بڑبڑا رہا ہے۔ کہتا ہے کہ سب کچھ بتا دے گا اسے کھول دیا جائے۔ اس کی قوت برداشت جواب دے گئی۔“

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ میں نے کہا۔ ”تو کیا وہ یہ بتانے کے لیے تیار ہے کہ مٹھل شاہ کا برین آپریشن کرنے والا کون تھا؟“

”ابھی اس سے کوئی سوال ہی نہیں کیا گیا۔ وہ بس چیخیں مار رہا ہے۔ ایک دوبار بے ہوش بھی ہو چکا ہے۔ ویسے ہم اسے خوراک دیتے رہے ہیں جس وغیرہ کی شکل میں بالکل بھوکا ہی نہیں رکھ چھوڑا کہ کہیں موت سے ہمکنار نہ ہو جائے لیکن آپ یقین کیجئے بڑا ہی سخت جان انسان ہے۔“

”اب تو اس کی سخت جانی بے مقصد ہو گئی؟“

”ہاں مجھے خود حیرت ہے حالانکہ اس وقت مجھے اس کی آنکھوں میں نظر آنے والی دیوانگی دیکھ کر یہ احساس ہوا تھا کہ وہ مرجائے گا لیکن زبان نہیں کھولے گا۔“

”استاد محترم کا آزمایا ہوا نسخہ ہے جو کامیاب ہوا۔“

”کیا خود مٹھل شاہ کا؟“

”نہیں..... یہاں میرا استاد ایک اور شخص ہے جو اس دنیا میں نہیں ہے۔“

”کون؟“ رشید ناگی نے پوچھا۔

”زندگی میں کبھی مواقع تو نہیں ملے ایسی تفریحات کے لیکن غالباً ان دنوں جب میں نگار ہوٹل میں مقیم تھا اور نازاں باجی نے مجھے نکال دیا تھا۔ ایک ناول ہاتھ لگ گیا تھا ابن صفی کا۔“

”اچھا۔ پھر؟“ رشید ناگی نے پوچھا۔

”کیا بی تو بہت کچھ تھی لیکن ایک کردار تھا جسے شدید اذیتیں دی گئی تھیں اور آخر میں وہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا تھا۔ ہر لمحے پیشانی پر انگلی مار کر کہتا تھا۔ ”اف بوند آئی۔ اف بوند آئی۔“ مجھے نجانے کیوں اس وقت سے یہ بات ذہن نشین ہو گئی۔ ویسے یہ حقیقت بھی ہے رشید ناگی، بچپن سے سنتے چلے آئے تھے کہ کسی نے کہا تھا کہ اسے شیر کا ڈر نہیں ہے ٹپکے کا ڈر ہے۔ بات اصل میں یہ ہے کہ یہ ایک فطری احساس ہے اور نفسیاتی حیثیت رکھتا ہے اگر تمہارے کمرے کے کسی گوشے میں ایک ہاتھ روم ہو۔ ہاتھ روم کے ٹل کے نیچے لوٹا رکھا ہوا ہو اور اس لوٹے میں ایک ایک بوند پانی ٹپک رہا ہو تو تم مجھے کسی بھی رات سو کر دکھا دو۔ جب تک وہ پانی کی آواز بند نہ ہو جائے۔ حالانکہ معمولی سی آواز ہوتی ہے لیکن وہ ٹک ٹک بالآخر تمام اعصاب کو اپنی گرفت میں لیتی ہے۔ اسی طرح ٹھنڈے پانی کی ایک بوند پیشانی پر ایک ایسا ہتھوڑا بن کر پڑتی ہوگی۔ ابن صفی صاحب کے ناول میں میں نے یہ الفاظ پڑھے تھے اور اس کے بعد نجانے کیوں یہ کیفیت میرے ذہن میں منجمد ہو گئی اور میں نے اس کا ذاتی طور پر تجربہ کر کے بھی دیکھا۔ لیتھ اسٹیر پر وہی تجربہ آزمایا ہے میں نے۔“

”کمال ہے چیف۔ ایسی باتوں کو یاد رکھنا بھی تو بہر طور ایک حیثیت رکھتا ہے۔“

”تو پھر کیا خیال ہے لیتھ اسٹیر سے ملاقات کر لی جائے۔“

”جیسا آپ مناسب سمجھیں۔ میں نے اس دوران آپ کے محبت کرنے والوں کی محبت میں دخل اندازی مناسب نہیں سمجھی تھی۔“

”ہاں رشید ناگی کتنا چاہتے ہیں لوگ مجھے اس کا تم نے اندازہ لگایا؟“

”دوسروں کے بارے میں کیوں کہوں چیف۔ میری اپنی ذات کے بارے میں آپ کا

کیا خیال ہے؟“

”تم لوگوں کی محبت نے مجھے جو زندگی بخشی ہے اس کا کوئی بدل نہیں ہے رشید ناگی۔“ میں نے کہا اور رشید ناگی مسکرائے لگا۔

پھر ہم اس قید خانے میں پہنچ گئے جہاں لیتھ اشیر کو رکھا گیا تھا۔ میریسا ہارٹی اور مشعل شاہ بھی وہیں موجود تھے۔ رشید ناگی کے ساتھ میں اندر داخل ہوا تو میریسا ہارٹی نے مجھے اجنبی نگاہوں سے دیکھا پھر اس کے چہرے پر آہستہ آہستہ حیرت کے نقوش بیدار ہو گئے۔ اس نے وہیں اپنے قید خانے سے آواز لگائی۔

”اے سنو ادھر آؤ۔ بات سنو ہم تمہارے قیدی ضرور ہیں لیکن تم نے ہمیں انسان کا درجہ بھی دیا ہے۔ اسی انسانیت کے نام پر سنو۔ ادھر آؤ۔ آگے بڑھو۔ سنو سنو میں کچھ بات کرنا چاہتی ہوں۔“

میں نے مسکراتی نگاہوں سے میریسا کو دیکھا پھر اشیر پر ایک نظر ڈالتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ لیتھ اشیر کی دھاڑیں گونج رہی تھیں۔

”نکالو مجھے یہاں سے نکالو۔ میں نے شکست قبول کر لی ہے۔ میں نے ہار مان لی ہے۔ نکالو مجھے۔ کتو نکالو۔ نکالو۔“ اور اس کے بعد وہ موٹی موٹی گالیاں بکنے لگا۔ ہم لوگ مسکراتے ہوئے آگے بڑھ گئے تھے۔

”سنو۔ سنو۔ میں تم سے بات کر رہی ہوں۔ تم سے۔ ذرا مجھے اپنی آواز سناؤ۔ یہ شخص جو یہاں کا انچارج ہے اس طرح تمہارے پیچھے مودب چل رہا ہے جیسے تم دانش منصور ہو۔ کیا یہ سچ ہے۔ کیا یہ واقعہ سچ ہے؟“

”ہاں میریسا ہارٹی تم میری اصل صورت دیکھنا چاہتی تھیں ناں۔ چلو دیکھ لو۔ میں دانش منصور ہی ہوں۔“

”اوہ میرے خدا۔ میرے خدا۔ کیا تم مجھے تھوڑی دیر کے لیے اس قید خانے سے نکال نہیں سکتے؟“

”کیوں میریسا ہارٹی؟“

”میں تمہیں چوموں گی۔ تمہیں سینے سے لگاؤں گی۔ میں نجانے کیا کیا کرنا چاہتی ہوں۔ تم دانش منصور ہو۔ میں تمہاری اصل صورت دیکھ رہی ہوں۔ تم بہت بڑے انسان ہو۔ قابل احترام۔ قربان ہو جانے کے لائق۔ میں ہزار بار تم پر قربان ہو جانا چاہتی

ہوں۔ تم دانش منصور ہو کتنے خوب صورت ہو تم۔ کتنے دلکش اور مجھے تمہاری قربت کا فخر حاصل ہے۔ دانش منصور مجھے کتنے کی موت مار ڈالو زندہ جلا دو مجھے۔ بڑی خوشی سے جمل جاؤں گی لیکن..... لیکن..... صرف اتنا سمجھ لو کہ میں تمہاری پرستار ہوں اور اب میری کائنات میں تمہارے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ سمجھے میں فخر کرتی ہوں کہ اتنے بڑے آدمی سے کیسے ہی سہی میری قربت تو رہی۔“

”شکریہ میریسا! بہر حال تمہیں اذیت نہیں دوں گا میں۔ اس کا وعدہ ہے۔“

مشعل شاہ بالکل خاموش تھا۔ میں اس کی جانب متوجہ ہو گیا۔ میں نے کہا۔

”مشعل شاہ صاحب آپ پر جو کچھ گزر رہی ہے۔ اس کا مجھے افسوس ہے، لیکن اس کے باوجود میں‘ میں ابھی آپ کو اپنے دل میں موجود احترام کا وہ درجہ نہیں دے سکتا جو

آپ کے لیے ہونا چاہیے۔ میں آپ سے شرمسار ہوں مشعل شاہ۔ میں غمزہ ہوں آپ کے لیے آپ کو ذہنی طور پر معطل کر دیا گیا ہے۔ آپ کے دل میں ایک طرف دانش

منصور کا وہ تمام تصور موجود ہے جس کے تحت آپ نے ایک معمولی لڑکے کو دانش منصور بنایا تھا..... لیکن دوسری جانب آپ کے دماغ میں میرے لیے دشمنی کے وہ جذبے ڈال

دیئے گئے ہیں جو آسانی سے نہیں نکل سکتے۔ مشعل شاہ صاحب میں آپ سے شرمندہ ہوں

اس سے پہلے میں آپ کو رہا نہیں کر سکتا جب تک میں آپ کی ذہنی کیفیت نہ بدل

دوں۔“

”بزدل ہو۔ احمق بھی ہو اور مسخرے بھی۔ اپنے آپ کو بہت بلند یوں پر سمجھتے ہو

ایک چھوٹی سی اسکیم کو فیل کر کے تم نے اپنے آپ کو آسمان پر محسوس کر لیا ہے لیکن نہیں

گنجائش رکھو اب بھی میں تمہیں تمہارے دوست کی حیثیت سے جانتا ہوں کہ گنجائش

رکھو۔ دشمن تم سے قوی بھی ہو سکتا ہے۔ کوئی ایسا وقت بھی آسکتا ہے جب میں آزاد ہو

جاؤں اور اس کے بعد تمہاری اس چال کو تم پر ہی الٹ دوں جو تم نے اس وقت مجھ پر

آزمائی ہے۔“

”مشعل شاہ صاحب۔ ذہنی کیفیتیں بحال ہونے کے بعد آپ صرف میرے دوست

ہوں گے اور مجھے اسی دن کا انتظار ہے۔“

مشعل شاہ برا سامنہ بنا کر رخ بدل کر کھڑا ہو گیا۔ اب اس کے بعد مجھے لیتھ اشیر کی

طرف آنا تھا جو مسلسل گالیاں بکے جا رہا تھا۔ مجھے دیکھا تو اس کے چہرے پر جنون سوار ہو گیا۔

”کھول دو۔ کھول دو مجھے۔ اب اور کن الفاظ میں کہوں کہ میں نے ہار مان لی۔ یہ عجیب و غریب طریقہ اذیت مجھ سے نہیں برداشت ہوتا۔ میری پیشانی میں ایک گہرا سوراخ ہو گیا ہے اور پانی کی ٹھنڈی بوند اس سوراخ سے میرے دماغ پر پڑ رہی ہے۔ آہ مجھے ہر بوند سے ایسی اذیت کا احساس ہوتا ہے کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ میرا دماغ بالکل ختم ہو چکا ہے اس میں لاتعداد سوراخ ہو گئے ہیں مجھے کھول دو۔ دیکھو پہلے مجھے کھول دو۔ اس کے بعد میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گا۔ وعدہ کرتا ہوں ہر آنے والی بوند مجھے موت کی طرف لے جا رہی ہے۔ مرنے میں کوئی عار نہیں ہے مجھے لیکن مر بھی نہیں پارہا۔ لاکھ بار میں نے چاہا کہ میرے دل کی حرکت بن ہو جائے لیکن بد بخت طریقہ اذیت ایسا ہے کہ مجھے کوئی خاص نقصان نہیں پہنچ رہا۔ نکالو دیکھو۔ دیکھو اب تو میں شکست کا اعتراف کر چکا ہوں۔ اب تو میں تڑھال ہو چکا ہوں۔ میرا جسم سن ہو گیا ہے۔ میرے اعضا بھی اس قابل نہیں رہے ہیں کہ میں کسی کو ایک تھپڑ بھی مار سکوں۔ اب مجھے نکال دو۔ کھول دو مجھے۔“

میں نے رشید ناگی کو اشارہ کیا اور رشید ناگی نے فوراً ہی اپنے آدمی کو طلب کر لیا۔

لیتھ اشمیر کا بدن اکڑ کر لکڑی ہو گیا تھا۔ وہ اپنے اعصاب کو بحال نہیں کر سکتا تھا۔ وہ اپنے جسم کو جنبش بھی نہیں دے پا رہا تھا۔ رشید ناگی نے ایک اسٹریچر منگوا دیا اور اس اسٹریچر پر اسے لٹا دیا گیا پھر میں نے رشید ناگی سے کہا کہ اسے طبی امداد فراہم کی جائے اور رشید ناگی اسے لے کر جزیرے کے ہسپتال کی جانب چل پڑا۔ میں نے اس سے کہا کہ جب بھی اس کی ذہنی اور جسمانی کیفیت بحال ہو جائے، مجھے بلا لیا جائے۔ رشید ناگی نے گردن ہلا دی تھی۔ میں قید خانے سے واپسی کے لیے پلٹا تو ایک بار پھر میری ہارٹی کی آواز سنائی دی۔

”مسٹر دانش منصور۔ میرے پیارے دوست۔ میرے اتنے قریبی ساتھی جس کا شاید کسی اور نے آج تک تصور نہیں کیا ہو۔ ذرا چند لمحات مجھے اور دے دو۔ چند لمحات اور..... پلیز پلیز۔“

میں ایک گہری سانس لے کر اس کی جانب مڑا اس کے چہرے پر نجانے کیسے آثار منجمد تھے۔ مجھے محبت بھری نگاہوں سے دیکھتی ہوئی بولی۔

”تو تم نے اسے شکست دے دی۔ ایک ایسی شکست جسے اس نے اپنی زبان سے قبول کیا۔ لیتھ اشمیر اچھو سینکڑوں قبائلیوں کا روحانی پیشوا ہے۔ ان سب کے ہاتھوں میں خنجر دے دو اور لیتھ اشمیر سے کہلو دو کہ یہ خنجر وہ اپنی گردن پر پھیر لیں تو وہ ایک لمحہ گریز نہیں کریں گے۔ وہ بہت مغرور انسان ہے۔ شاید تمہیں یہ بات بھی معلوم ہو چکی ہے کہ وہ مافیا کا ایک سرگرم رکن ہے۔ وہ نہ صرف ان دونوں اداروں کے لیے کام کر رہا ہے بلکہ بنیادی طور پر وہ مافیا کا آدمی ہے اور مافیا کے اس گریڈ کے لوگ معمولی لوگ نہیں ہوتے۔ یہ لوگ مر جاتے ہیں مگر شکست قبول نہیں کرتے۔ تم نے اس کی زبان سے شکست قبول کرادی بہت بڑا کام ہے یہ۔ میں کتنی بار تم پر فدا ہو جاؤں۔ میری گردن کاٹ کر میرا خون اپنے قدموں پر بہا دو۔ اس سے زیادہ خوشی کی بات میرے لیے اور کوئی نہ ہوگی۔“

اچانک ہی مٹھل شاہ دباڑ کر بولا۔ ”اس کتیا کی بچی کو یہاں سے نکال لے جا۔ ورنہ میں اسے اپنے ہاتھوں سے قتل کر دوں گا۔ نکال لے جاؤ اسے یہاں سے۔ میں اس جیسی عورت کو ایک لمحہ اپنے پاس برداشت نہیں کر سکتا۔“

میں نے تشویش کی نگاہوں سے مٹھل شاہ کو دیکھا۔ میری ہارٹی نے بھی ادھر ہی دیکھا تھا اور اس کے بعد وہ میری طرف دیکھنے لگی اور ایک بار پھر ہنس پڑی پھر بولی۔

کچھ نہیں کہوں گی۔ کیونکہ تم نے اس شخص کے لیے احترام کے الفاظ ادا کیے ہیں مسٹر۔ کوئی بات نہیں مسٹر۔ کوئی بات نہیں اگر یہ مجھے یہاں سے نکالنا پسند کریں گے تو میں خود یہاں سے ہٹ جاؤں گی، لیکن خیر چھوڑو۔ جب وقت ہی بدل جائے تو انسان کو بھی بدل جانا چاہیے۔ چلو ٹھیک ہے کوئی بات نہیں۔ کوئی بات نہیں تو مائی ڈیئر دانش منصور۔ کیا یہ ممکن ہے جو میں نے تم سے کہا؟“

”میریبا خود پر کنٹرول رکھو۔ میں تمہیں یہاں سے ہٹا دوں گا..... بلکہ..... ٹھہرو۔“

میں نے کالر ٹرانسمیٹر پر رشید ناگی کو کال کیا اور رشید ناگی نے فوراً ہی جواب دیا۔

”جی چیف خیریت۔“

”ناگی چند لوگوں کو بھیج دو۔ میریبا کو اس قید خانے سے منتقل کرنا ہے اگر ایسا نہ ہو

تو شاید مٹھل شاہ اور میرپا کے درمیان چل جائے گی اور یہ بات میں کبھی پسند نہیں کروں گا۔

”بہتر چیف ابھی بھی بھیج رہا ہوں کسی کو۔“ ناگی نے کہا اور چند ہی لمحات کے بعد کچھ لوگ آگئے۔ میرپا کو اس قید خانے سے نکال لیا گیا۔ میں نے اسے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔ وہ بڑے ادب سے میرے ساتھ چل پڑی تھی۔ چند قدم آگے چل کر وہ رکی اور اس نے کہا۔

”مسٹر دانش منصور!“

”جی۔“

”میں تمہارا ہاتھ چوم سکتی ہوں؟“

”میرپا احمقانہ جذبات کا مظاہرہ مت کرو۔ وہاں میں اور یہاں میں بہت فرق ہے۔ اس وقت تم میرے لیے ایک مجبوری تھیں۔ یہاں میرے تمام لوگ موجود ہیں اور یہاں کی روایات بالکل مختلف ہیں۔ جذبات کا اظہار زبان سے ہی ہو تو بہتر ہوتا ہے۔ آؤ میرے ساتھ۔ میں تمہیں آزادی سے اپنے ساتھ لے کر چل رہا ہوں۔“

”یہ ایک عقیدت کا جذبہ تھا۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ میں تمہاری بے دام غلام بن گئی ہوں۔ یہ مت سمجھنا کہ اس طرح اظہار کر کے میں رہائی کی خواہش مند ہوں۔ بالکل نہیں۔ جو کچھ معاملات میرے سامنے آئے ہیں ان کے تحت ظاہر ہے میں تمہارے دشمنوں میں شمار ہوتی ہوں اور تم نے اپنے بازو کی قوت سے ہم لوگوں کو زیر کیا ہے۔ ہم تو تمہارے قتل پر خوشیاں منانے آئے تھے لیکن یہاں بھی ذرا سا فرق ہے۔ میں یہ نہیں جانتی تھی کہ میرا دوست فراس درحقیقت دانش منصور ہے ورنہ شاید میرے جذبات کچھ مختلف ہوتے، لیکن پھر بھی یہ اظہار کر کے میں تم سے کسی رعایت کی طلب گار نہیں ہوں۔ مجھے کوئی دوسرا قید خانہ دے دو۔ میرے بارے میں جو چاہو فیصلہ کرو اس فیصلے پر اگر تحریری دستخط چاہو گے تو تحریری دستخط بھی کروں گی۔“

میرپا کی فطرت کا مجھے اچھی طرح اندازہ تھا۔ نیم دیوانی عورت، جذباتی اور شدت پسند عورت تھی۔ پتا نہیں کن عوامل سے گزر کر جرائم کی زندگی میں آئی تھی اور فطری طور پر اب نارمل ہو گئی تھی۔ بہر حال میں اسے ساتھ لے کر وہاں سے نکل آیا اور جزیرے

کے ہسپتال پہنچ گیا۔ وہ چاروں آدمی ساتھ تھے اور ہمارے عقب میں چل رہے تھے۔ میں نے پلٹ کر ان سے کہا۔

”نہیں، ضرورت نہیں ہے ٹھیک ہے۔“

میرپا میرے ساتھ ہسپتال میں داخل ہو گئی۔ مٹھل شاہ کو وہیں چھوڑ دیا گیا تھا۔ ہسپتال میں ڈاکٹر لیتھ اشمیر کی دیکھ بھال کر رہے تھے۔ اسے کئی انجکشن وغیرہ دیے گئے تھے اور اس کا دوران خون بحال کرنے کی کوشش کی جا رہی تھی۔ میں خاموشی سے اس کی طرف نگراں رہا۔ لیتھ اشمیر نے آنکھیں بند کر لی تھیں پھر ڈاکٹروں نے اپنا کام ختم کر لیا اور اسے ایک بیڈ پر منتقل کر دیا گیا۔ رشید ناگی نے مجھے بتایا کہ لیتھ اشمیر ذہنی طور پر تو بالکل درست ہے۔ بس اس کے اعصاب ساکت ہو گئے ہیں۔ خون کی روانی بحال ہونے میں کچھ وقت لگ جائے گا۔ میں نے گردن ہلا دی۔ رشید ناگی نے کسی قدر حیران نگاہوں سے میرپا ہارٹی کو دیکھا تھا۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

”میرپا ذہنی طور پر قید ہے اور اس سے مجھے کوئی خطرہ نہیں ہے۔“

”سوری چیف۔ میرا یہ مقصد نہیں تھا۔ میں تو بس یہ دیکھ رہا تھا۔ ویسے میڈم میرپا کے لیے کیا حکم ہے؟“

”انہیں ایک پر تعیش جگہ دے دی جائے۔ بعد میں دیکھ لیں گے کہ ان کا کیا کرنا ہے۔“

”اوکے چیف۔“ رشید ناگی نے کہا۔ میرپا ایک دم ہی مغموم ہو گئی تھی۔

”میں میں بہت مختلف مزاج کی عورت ہوں اس وقت تو میں تمہاری عقیدت میں ڈوبی ہوئی ہوں لیکن اگر تم نے مجھے ذرا بھی مراعات دیں تو میں ذہنی طور پر بھٹک جاؤں گی۔ میں سب سے پہلے یہاں سے نکلنے کی خواہش مند ہوں گی اور اس وقت اس کوشش میں نجانے کیا کر بیٹھوں۔ ہو سکتا ہے میرے ہاتھوں سے تمہارے چند افراد کو نقصان پہنچ جائے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے مجھے یہاں سے نکلنے کا موقع نہ مل سکے لیکن اپنے طور پر تو کچھ کر ہی بیٹھوں گی۔ میں بس اتنا ہی چاہتی تھی، جتنا تم نے میرے ساتھ کیا۔ میرے لیے کسی مناسب قید خانے کا بندوبست کرو۔ میں خود اپنی ذہنی کیفیت پر کنٹرول نہیں رکھ سکتی چنانچہ اگر کچھ کر بیٹھتی تو بلاوجہ تمہارے سامنے شرمندگی ہوگی کیونکہ اگر میری ذہنی رو

بھٹک گئی تو نجانے کیا ہو۔“

میں نے چونک کر میریسا کو دیکھا۔ واقعی اس عورت کی ذہنی کیفیت کا کوئی صحیح تجربہ نہیں کیا جاسکتا تھا۔

”ٹھیک ہے میریسا۔ میں تمہیں قید ہی کیے لیتا ہوں۔“ اور اس کے بعد میں نے رشید ناگی کو حکم دیا کہ میریسا کو کسی مناسب جگہ قید کر دے۔ رشید ناگی اسے پہنچا کر واپس آیا تو کہنے لگا۔

”چیف واقعی حیران کن عورت ہے۔“ بہر حال اس کے بعد ہمیں وہ رات خاموشی سے گزارنی پڑی۔ دوسرے دن لیتھہ اشمیر بیان دینے کے قابل ہو گیا تھا۔ اس کا چہرہ بری طرح اثر کیا تھا اس نے کہا۔

”وہ برین سرجن جس نے مٹھل شاہ کی دماغی کیفیت تبدیل کی ہے، ریوڈی اسمتھ کے نام سے جانا جاتا ہے اور وہ ٹٹ مین کے پاس ہے۔ ریوڈی اسمتھ ایک مایہ ناز برین سرجن ہے اور اپنے فن میں کامل۔ اس سے زیادہ میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا اور کیا پوچھنا چاہتے ہو مجھ سے۔“

”وہ بھی پوچھ لوں گا مسٹر لیتھہ اشمیر۔ بہر حال آپ کا بے حد شکریہ۔“

”ذیل مت کرو مجھے۔ میں نے جو کچھ تمہیں بتایا ہے تم سے شکست قبول کرنے کے بعد بتایا ہے اور اس کے لیے شکریہ نہیں ادا کیا جاتا۔“ میں ہنس کر بات کو ٹال گیا تھا۔

غرض یہ کہ اب دوسرے معاملات سے ہٹ کر یہاں کارروائیوں میں وقت گزرنے لگا۔ میریسا ہارٹی سے اکثر ملاقاتیں رہتی تھیں۔ ابھی تک اس نے ایک بھی قدم ایسا نہیں اٹھایا تھا جو باعث تکلیف ہوتا۔ ہر معاملے میں تعاون کر رہی تھی۔ مٹھل شاہ اپنی جگہ خاموشی سے قیدی تھا اور جزیرے کے معاملات برق رفتاری سے اپنا عمل کر رہے تھے۔ ان لوگوں نے نہایت احتیاط سے کام لیا تھا جنہیں میری زندگی کا علم ہو گیا تھا۔ مجھ سے کوئی رابطہ قائم نہیں کیا گیا تھا اور وہ اس بات کو کسی بھی طور ظاہر نہیں کرنا چاہتے تھے کہ میں زندہ ہوں۔ الیاس بھائی وغیرہ نے بھی اس بات کا خیال رکھا تھا۔ رخسار سے بھی اور کوئی ملاقات نہیں ہو سکی پھر ایک دن لیتھہ اشمیر سے اس موضوع پر مزید گفتگو ہوئی۔ میریسا ہارٹی بھی موجود تھی۔ لیتھہ اشمیر اب بالکل سیدھا ہو گیا تھا۔ میری طلبی پر وہ میرے

کمرے میں پہنچ گیا۔ میریسا ہارٹی کو دیکھ کر البتہ اس کے چہرے پر نفرت کے آثار پھیل گئے تھے۔ اس نے انگلی اٹھا کر کہا۔

”کیا اسے میرا ہم پلہ قرار دیا گیا ہے؟“

”کیا کہنا چاہتے ہو مسٹر اشمیر؟“ میں نے سرد لہجے میں کہا۔

”یہ میری ادنیٰ غلام ہے۔ مجھے اس کی موجودگی میں تم سے بات کرتے ہوئے سخت شرمندگی کا احساس ہو گا۔“

”یہ اس دور کی بات ہے جب تم بار سلونا میں تھے۔ اب تم ایک قیدی ہو۔ میرے قیدی اور ایک شکست خوردہ انسان۔“

”ٹھیک کہتے ہو تم۔“ لیتھہ اشمیر خاموشی سے میرے اشارے پر کرسی پر بیٹھ گیا۔

”مسٹر اشمیر تمہارے بارے میں مجھے تھوڑی بہت تفصیلات معلوم ہیں، مزید تفصیلات معلوم کرنا چاہتا ہوں۔“

”کیسی تفصیلات؟“

”تم مافیا کے رکن ہو۔ مجھے ان تمام لوگوں کے نام بتاؤ اور اس عمل سے آگاہ کرو جس سے تم گزرتے رہے ہو اور تمہارے سپرد مافیا کی جانب سے جو ذمے داریاں ہیں ان کی تفصیل بھی مجھے بتاؤ۔“

”مافیا سے تمہارا کیا تعلق۔ تم صرف دو گروہوں کے خلاف کام کر رہے ہو۔ مافیا کی وسعتیں تو لا محدود ہیں۔ دنیا کے ہر ملک میں ان کا کام ہوتا ہے تمہیں مافیا سے کیا دلچسپی ہے؟“

”کیا میں تمہیں اس سوال کا جواب دینے کے لیے مجبور ہوں؟“

”نہیں..... لیکن پھر بھی۔“

”تو پھر سنو مافی ڈیئر لیتھہ اشمیر۔ بار سلونا میں تمہارا کام اب ختم ہو گیا ہے جس طرح میں تم لوگوں کو اپنے جال میں پھانس کر یہاں لے آیا ہوں۔ اس سے بس یہ نہ سمجھنا کہ بات اتنی ہی تھی اور یہاں ختم ہو گئی۔ اب ہو گا یہ کہ بار سلونا میں، میں یعنی دانش منصور تمہاری جگہ کام کروں گا۔ میں تمہارا کردار ادا کروں گا میرا نام لیتھہ اشمیر ہو گا اور میرا حلیہ بھی تم جیسا ہی ہو گا۔ تمہارا وہ قبیلہ جو تمہارا معتقد ہے میری اطاعت گزاری کرے گا۔ مافیا

کے وہ تمام ارکان جو تم سے اپنے لیے کام لیتے رہے ہیں، وہ میرے لیے کام کریں گے اور میں دانش منصور کے لیے مراعات حاصل کروں گا جو حاصل کر سکتا ہوں۔ مافیا کے ایک رکن کی حیثیت سے اب میں اپنا دائرہ کار بڑھاؤں گا۔ اور اپنے وطن عزیز کے لیے ہر وہ ممکن کام کروں گا جو ضروری ہو۔ سمجھ رہے ہو نا تم؟“

لیتھ اشمیر کا چہرہ تاریک ہو گیا۔ وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا پھر دھنچکا مکرانے لگا۔

”میرا خیال ہے غلط کر رہے ہو دانش منصور۔ روز آرگنائزیشن اور ڈان سینٹر بہت بڑے ادارے ہیں بلکہ یہ سمجھ لو کہ بظاہر وہ مافیا کی نکر کے ادارے ہیں اور مافیا کا کھیل بالکل مختلف ہے۔ اس میں کوئی احمق آدمی نہیں ہے۔ میرا خیال ہے میں واحد بے وقوف آدمی ہوں جسے مافیا میں اتنا بڑا عہدہ دیا گیا ورنہ وہ لوگ شیطان صفت ہیں۔ وہ تمہیں ہر طور شناخت کر لیں گے۔“

”کیا تمہیں مجھ سے ہمدردی ہے لیتھ اشمیر۔“ میں نے ہنستے ہوئے سوال کیا اور لیتھ اشمیر ایک بار پھر غصے میں آگیا لیکن اس نے فوراً ہی اپنے آپ پر قابو پالیا۔

”نہیں مجھے تم سے کوئی ہمدردی نہیں ہے۔“

”تو پھر مجھے میرے اس عمل سے ہوشیار کیوں کر رہے ہو؟“

”جنم میں جاؤ لیکن کیا میں اس کے لیے بھی مجبور کیا جاؤں گا کہ تمہیں مافیا کے بارے میں بتاؤں۔“

”دیکھو لیتھ اشمیر میں اپنے چہرے پر تمہارا میک اپ کروں گا اور اس کے بعد تمہاری جگہ لے لوں گا۔ اصل میں تمہارے ساتھ میں نے جو سلوک کیا وہ بھی میرے لیے ضروری نہیں تھا۔ میں اب تمہیں اس جزیرے کے مختلف مقامات کی سیرا کراؤں گا۔ میرے پاس ایک ایسا نظام موجود ہے جو ذہنوں کے راز کھول کر سامنے لے آتا ہے۔ تمہیں اس اذیت سے گزارنے کی مجھے کوئی ضرورت نہیں تھی، لیکن تم نے ایسی بات کہہ دی تھی جس کی وجہ سے میں مجبور ہو گیا اور میں نے تمہیں اس ذہنی اذیت سے دو چار کیا ورنہ تمہارے ذہن کا تمام کچا چٹھا باقاعدہ سائنسی ذرائع سے میرے علم میں بہ آسانی آ جاتا اور اب بھی میں تم سے مزید کوئی سوال نہیں کروں گا بلکہ تمہیں اسی مشینی عمل سے گزار

کر تمام تفصیلات حاصل کراؤں گا۔ میں تو بس ایسے ہی تم سے سوال کر رہا تھا۔ کیا خیال ہے چلیں.....؟ آہ میریسا ہارنی یہ شخص تمہیں اپنا غلام سمجھتا ہے۔ اپنے آپ سے بہت کتر سمجھتا ہے۔ کیا تم اس کی برتری اب بھی قبول کرتی ہو؟“

”لیتھ اشمیر، تو اب اس قابل بھی نہیں ہے کہ اپنے غلاموں کا غلام بن کر رہے۔“

میریسا نے نخوت سے کہا اور لیتھ اشمیر اسے گھورنے لگا پھر آہستہ سے بولا۔

”میں کسی کو کچھ نہیں کہوں گا۔ وقت وقت کی بات ہوتی ہے۔“

میرے ذہن میں اس دوران مزید کچھ منصوبے بن گئے تھے۔ میریسا ہارنی کو یہاں چھوڑنا بے مقصد ہی تھا۔ وہاں اسپین میں وہ اپنے طور پر ایک گروہ کی نمائندہ تھی اور اس کا اچھا خاصا گروہ تھا جسے میں دیکھ چکا تھا۔ ویسے بھی وہ نہ روز آرگنائزیشن کی نمائندہ تھی نہ مافیا کی رکن اور نہ ہی ڈان سینٹر کی رکن، اپنے طور پر آزادانہ کام کرتی تھی۔ اگر ایسی عورت میری مٹھی میں رہے تو میرے آلہ کار کی حیثیت سے کام کر سکتی ہے۔ جالب نعمان بہ آسانی اسے میرا غلام بنا سکتا تھا اور اس کے ذہن میں صرف ایک تصور ہوتا کہ وہ میری وفادار ہے۔ اگر یہ کام تکمیل تک پہنچا کر میں میریسا کو اپنے ساتھ ہی اسپین لے جاؤں تو میرے خیال میں یہ مناسب بات ہوگی اور میں نے اس کا فیصلہ کر لیا تھا۔ چنانچہ جالب نعمان کے ڈپارٹمنٹ میں پہنچنے کے بعد میں نے جالب نعمان کو تمام تفصیلات بے آگاہ کر دیا۔ لیتھ اشمیر یہاں آکر ہونق بن گیا تھا اور اس سارے نظام کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات پیدا ہو گئے تھے پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

”میں نے بہت سی غلطیاں کی ہیں جس کے نتیجے میں ان لمحات سے گزر رہا ہوں۔“

”مثلاً۔“

”ان گدھوں نے شاید دانش منصور کے بارے میں بہت غلط تعین کیا تھا۔ مجھے بس یہی بتایا گیا تھا کہ وہ ایک ذہین اور فطین آدمی ہے اور نہایت احتیاط سے اپنے کام کرتا ہے۔ یہ شاید ان کے علم میں بھی نہیں ہے کہ دانش منصور ایک باقاعدہ آرگنائزیشن ہے اور اس کے پاس ایک ایسا جزیرہ موجود ہے جہاں اس نے دنیا کے جدید ترین پلانٹ لگا رکھے ہیں۔ خیر کوئی بات نہیں اب تو سارا کھیل ہی بدل چکا ہے۔ تم اپنی تسلی کے لیے مجھے مشینی عمل سے گزار دو دانش منصور ورنہ میں اس منزل پر آگیا ہوں کہ تم سے کوئی بات

چھپانا بے مقصد سمجھتا ہوں۔“

رشید ناگی نے کہا کہ اس سلسلے میں کوئی رسک نہ لیا جائے۔ بات صرف اتنی ہی نہیں ہے کہ لیتھ اشمیر کے ذہن سے تمام تفصیلات معلوم کی جائیں بلکہ ذہنی طور پر لیتھ اشمیر کو بھی اب اس کے لیے مجبور کر دینا ہو گا کہ اب وہ یہاں خاموشی اور شرافت سے زندگی گزارے۔ چنانچہ میں نے بھی لیتھ اشمیر کو یہی جواب دیا کہ مجھے اب اس کی طرف سے حاصل شدہ معلومات کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ میں اسے اس مشینی عمل سے گزاروں گا جس کے بارے میں میں نے سوچا ہے اور اس کے بعد وہ یہاں ایک بار بردار گدھے کے سوا اور کچھ نہ رہے گا ایسا کہ اسے آزادی سے چھوڑ دیا جائے اور ہمیں اس سے کوئی خطرہ نہ ہو۔

جالب نعمان نے بالا آخر میری ہدایات کے مطابق کام شروع کر دیا۔ میں نے رشید ناگی کا اپنا نقطہ نگاہ بتا دیا تھا۔ اس کے تحت میری ہارٹی کی ذہنی رو میں بھی کچھ تبدیلیاں کرنا تھیں اس طرح کہ اس کی اصل شخصیت بھی برقرار رہے اور وہ یہ بھول جائے کہ میں کون ہوں۔ لیتھ اشمیر سمجھ کر ہی وہ میرے لیے سارے کام کرے۔ جالب نعمان نے اپنے کام کا آغاز کر دیا۔ میں نے ان لوگوں کو آزاد چھوڑ دیا تھا۔ یہاں سے روانہ ہونے سے قبل ایک بار رخسار اور الیاس بھائی سے مل لینا چاہتا تھا۔ باقی لوگوں سے بھی مجھے ملنا تھا جیسے رفیق احمد وغیرہ لیکن ظاہر ہے ان سے ملاقات ممکن نہیں تھی۔ البتہ ساری تفصیلات مجھے معلوم ہو چکی تھیں اور پھر میں نے اس کے لیے تیاریاں کیں اور بالا آخر ایک رات میں جزیرے سے چل پڑا اور الیاس بھائی کے گھر پہنچ گیا۔

میں نے چہرے میں بہت معمولی سی تبدیلی کی تھی۔ بظاہر کوئی خطرہ نہیں تھا کیونکہ معاملات ہموار چل رہے تھے۔ الیاس بھائی اور نازاں باجی مجھے دیکھ کر ششدر رہ گئے۔ انہوں نے بڑی سنسنی محسوس کی تھی۔ بہر حال اس کے بعد ان کی خوشیوں کا آغاز ہو گیا۔ میں نے انہیں بتایا کہ مجھے اب ایک طویل مہم پر روانہ ہونا ہے اور یہ نہیں کہہ سکتا کہ میری واپسی کب تک ممکن ہو اس لیے میں ان سے ملنے چلا آیا تو سب آزرده ہو گئے تھے۔ میری خواہش پر نازاں باجی نے رخسار کو ٹیلی فون کیا اور اس سے کہا کہ وہ آجائے۔ رخسار نے پہنچنے میں دیر نہیں لگائی تھی۔ اس دوران اس کے بارے میں گفتگو ہوتی رہی

تھی اور نازاں باجی نے مجھے بتایا تھا کہ رخسار بہت غمزہ رہتی ہے۔ اسے گھر سے کوئی تحفظ حاصل نہیں ہے۔ گھروالے اس سے نفرت کرتے ہیں۔ میں نے نازاں باجی سے کہا اگر وہ مناسب سمجھیں تو رخسار کو اپنے ساتھ ہی رکھ لیں۔

”تم مناسب سمجھنے کی بات کر رہے ہو۔ میری دلی آرزو ہے کہ وہ یہاں آجائے لیکن اس سے پوچھ لینا مناسب ہے۔“

رخسار آگئی۔ اسے یہ علم نہیں تھا کہ میں یہاں آیا ہوں مجھے دیکھ کر حیران رہ گئی۔ میں نے اس سے اس کی خیریت وغیرہ پوچھی۔ الگ لے گیا تھا اور باقی لوگوں نے اس سلسلے میں مجھ سے تعاون کیا تھا۔

”نازاں باجی بتا رہی تھیں کہ تمہارے اہل خاندان کا سلوک تمہارے ساتھ اچھا نہیں ہے؟“

”میں نے خود تمہیں بتایا تھا۔ اصل میں وہاں صورت حال ذرا مختلف ہو گئی ہے۔ وہ لوگ یہ بات جانتے ہیں کہ مجھے تمہارا غلط تحفظ حاصل ہے اور مختلف مشاہدات سے انہیں یہ بھی علم ہو گیا ہے کہ تمہارے ہر کارے میرے مددگار ہیں چنانچہ مجھ سے وہ کچھ نہیں کہتے لیکن وہاں سب میرے لیے اجنبی ہو گئے ہیں۔“

”تو رخسار پھر تم یوں کرو کہ نازاں باجی کے پاس آجاؤ۔ نازاں باجی کے بارے میں تمہیں اندازہ ہو چکا ہے کس قسم کی خاتون ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ تمہیں کوئی مشکل نہیں ہوگی۔“

”میں خود بھی یہی سوچ رہی تھی لیکن ابھی ایسا نہیں کروں گی۔“

”کیوں؟“

”بس میں یہ چاہتی ہوں فیصل کہ گھروالے کسی دن اپنی زبان سے مجھ سے یہ کہہ دیں کہ میں ان کے گھر سے نکل جاؤں۔ وہی دن بہتر رہے گا میرے یہاں آنے کے لیے۔“

”مجھے یقین ہے کہ تم پورے اعتماد کے ساتھ جیوگی رخسار۔“

”تم مجھ پر بھروسہ کر سکتے ہو فیصل۔“ اس نے جواب دیا۔ دیر تک ہم باتیں کرتے رہے پھر میں نے کہا۔

”میں ایک بار پھر جا رہا ہوں اور ہو سکتا ہے رخسار کہ اب کے میری یہ مہم طویل ہو جائے۔ جس طرح بھی بن پڑا تم لوگوں کو کسی خفیہ ذریعے سے اپنی خیریت سے آگاہ کرتا رہوں گا۔ میرے لیے جینا رخسار، تمہاری دعائیں بھی میرے لیے ضروری ہیں۔“

”اصل میں فیصل۔ میں نے تمہیں مکمل طور سے پالیا ہے۔ شاید یہ جذباتی باتیں ہوں شاید انہیں صرف ڈرامہ یا کہانی میں استعمال کیا جاتا ہو لیکن اگر میں اپنے آپ کو ٹٹولتی ہوں تو مجھے یہی احساس ہوتا ہے کہ اب ہم تم یکجا ہو چکے ہیں اور مزید کوئی خواہش باقی نہیں رہی ہے۔ ہاں، کبھی ایسا وقت آگیا کہ ہم ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں تو اس وقت زیادہ خوشی ہوگی۔ باقی اندر سے بڑی طمانیت محسوس ہوتی ہے اور میں تو اپنے ان جذبول میں صادق ہوں۔“

”تم بہت عظیم ہو رخسار۔ مجھے افسوس ہے کہ بہت عرصے تک میں تمہیں نظر انداز کرتا رہا۔ باقی اطمینان رکھنا۔ میرا پورا گروہ تمہارے ارد گرد پھیلا ہوا ہوگا۔ ایک اشارہ کرو گی تو تم سے تعرض کرنے والے نیست و نابود ہو جائیں گے۔ وہ ایسے خسارے سے دوچار ہوں گے کہ اس کے بعد کسی کے لیے منہ سے برا لفظ نکالتے ہوئے دہشت زدہ ہوتے رہیں گے۔ نازاں باجی تمہاری ہر طرح خبر گیری کریں گی۔ اچھا خیر یہ تو ہوئی باتیں۔ اب یہ بتاؤ ہمارے بڑے غزنوی صاحب کا کیا حال ہے؟“

”ملک سے باہر ہیں۔ سب سے رابطے توڑ رکھے ہیں۔ انا ماں بھی ان کے ساتھ ہیں۔ ویسے ان کی خیریت کی اطلاع ملتی رہتی ہے نجانے کہاں کہاں سیروسیاحت کر رہے ہیں۔ یہاں سے تمام اثاثے نکال لیے ہیں اور بہت بڑی رقومات باہر منتقل کر لی ہیں۔ بس یوں سمجھ لو کہ وہ اپنے بڑھاپے کو عیش سے گزار رہے ہیں۔“

”چلو ٹھیک ہے اور باقی لوگ؟“

”سب اپنے اپنے طور پر منتشر ہو گئے ہیں لیکن بے سکونی کی زندگی نہیں گزار رہے ہیں۔ غزنوی صاحب لئے ہوئے ہاتھی بے شک ہیں لیکن اتنا مضبوط کر گئے ہیں اپنی اولاد کو کہ کوئی بھی پریشان نہیں ہے۔ ہاں ان کی وہ حیثیت ختم ہو گئی جو کبھی ہوا کرتی تھی اور اس کا خاتمہ تمہارے ہاتھوں ہوا ہے۔ وہ لوگ یہی کہتے ہیں بلکہ تم سے نفرت کی بنیاد اب یہی بن چکی ہے۔“

میں ہنسنے لگا۔ پھر کہا۔ ”پہلے مجھ سے نفرت کی بنیاد کچھ اور تھی۔“

”ہاں، بہر حال یہ وہ بڑے لوگ ہیں جو خود اپنے آپ میں منتشر رہتے ہیں اور اپنی بڑائی کو ہر قیمت پر دوسروں پر مسلط رکھنا چاہتے ہیں اور اس میں ناکام بھی رہتے ہیں چھوڑو انہیں۔ ہمیں ان سے کیا لینا۔“

”ٹھیک ہے رخسار! تو پھر اب ہم لوگ رخصت ہوتے ہیں۔ مجھے واپس جانا ہے بہت سے کام کرنے ہیں تم لوگوں سے ملاقات کرنے آیا تھا۔“

”کب تک واپس آؤ گے فیصل۔“ رخسار نے جذباتی لہجے میں کہا۔

”حقیقت تو یہ ہے کہ تم سے دور ہی نہیں ہو رہا رخسار۔ تم ہر لمحہ میرے دل میں رہو گی لیکن میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ ممکن ہے اس بار میری مہم طویل ہو جائے۔“

”کتنی طویل؟“

”کوئی تعین مشکل ہے۔“

”مجھے تمہاری خیریت ملتی رہے گی؟“

”یقیناً“ میں اس کا انتظام کروں گا۔“ میں نے پر اعتماد لہجے میں کہا۔

”میرے لب ہر وقت تمہارے لیے دعا کرتے رہیں گے۔“

”اور یہ دعائیں مجھے ہر بلا سے محفوظ رکھیں گی۔ آؤ اب چلیں۔“ رخسار نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا دی، پھر ہم سب یکجا ہو گئے۔ نازاں باجی۔ الیاس بھائی وغیرہ بہت دیر تک مجھ سے باتیں کرتے رہے۔ میں نے نازاں باجی کو رخسار کے بارے میں ہدایات دیں۔ رشید ناگی کا ایک خاص ٹیلی فون نمبر بھی ان لوگوں کو دے دیا اور کہا کہ اگر کبھی کسی لمحے کوئی مشکل پیش آئے تو رشید ناگی سے رجوع کر لیا جائے پھر خاصی دیر ان لوگوں کے ساتھ گزار کر میں وہاں سے واپس پلٹا۔ جزیرے تک جانے کے لیے میرا انتظار ہو رہا تھا چنانچہ میں لانچ پر بیٹھ کر ڈائمنڈ سٹی چل پڑا۔

اب میرا ذہن باقی تمام معاملات سے ہٹ گیا تھا اور سب کو بھول کر مجھے اپنا کام سر انجام دینا تھا۔ ڈائمنڈ سٹی پہنچنے کے بعد سب سے پہلا کام میں نے یہ کیا کہ میری باہارتی کو جالب نعمان کے حوالے کر دیا۔ میں نے جالب نعمان کو تفصیل بتاتے ہوئے کہا کہ میری باہارتی کے ذہن میں صرف اتنی سی تبدیلی پیدا کرنی ہے کہ وہ یہاں ہونے والے

واقعات کو بھول جائے اور انہیں مختلف شکل میں دیکھے۔ مثلاً وہ سمجھے کہ ہم لوگ سیدھے دانش منصور کے قتل کی اطلاع پا کر وہاں گئے تھے اور مطمئن ہو کر واپس آئے ہیں۔ جالب نعمان نے یہ چیلنج قبول کر لیا تھا۔

میریسا ہارٹی کو اس سلسلے میں کچھ بتانے کی ضرورت نہیں تھی۔ یہ بات بس جالب نعمان جانتا تھا کہ کس طرح اسے ذہنی طور پر تبدیل کرنا ہے۔ البتہ میں نے جالب نعمان سے یہ پوچھ لیا تھا کہ بغیر کسی دقت کے یہ ممکن ہے یا نہیں۔ اس نے جواب دیا تھا۔

”میں پوری پوری کوشش کروں گا اور مجھے یقین ہے کہ اس میں مجھے کامیابی حاصل ہو جائے گی۔“

”ہاں دیار غیر میں یہ نہیں چاہتا کہ نئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے۔ ویسے تو میں نے جن حالات سے گزرنے کا فیصلہ کیا ہے، ان کے تحت کسی بھی لمحے کوئی مشکل پیش آسکتی ہے لیکن یہ تو زندگی کا معاملہ ہے جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ جہاں ہم احتیاط برت سکتے ہیں، بس میں وہیں احتیاط برتنا چاہتا ہوں۔ اس جانب سے مطمئن ہونے کے بعد میں نے اپنے میک اپ مین طلب کر لیے۔ لیتھ اشمیر کو سامنے رکھا کر اس کا میک اپ مجھ پر کیا جانے لگا۔ لیتھ اشمیر عجیب سی نگاہوں سے ہمیں دیکھتا رہا تھا اور میک اپ مین میرے چہرے پر جدید ترین کارروائیاں کرنے میں مصروف ہو گئے تھے جب کئی گھنٹے کی شدید محنت کے بعد میک اپ مین مجھ پر اپنے کمال فن کا اظہار کر چکے تو لیتھ اشمیر درد و کرب سے چیخ اٹھا۔“

”نہیں نہیں۔ نہیں اس سے پہلے تم مجھے ہلاکت کر دو۔ میں نے اپنی تمام زندگی اپنی حیثیت بنانے میں صرف کی ہے جسے تم جعلی شکل میں استعمال کرو گے۔ ایک دن بھی اگر کسی نے میری حیثیت سے کوئی کام کیا تو پھر میرے لیے جینا بیکار ہے۔“

”مسٹر اشمیر۔ آپ کا بندوبست بھی آسانی سے ہو جائے گا۔ میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ بعد میں آپ کو کیسی زندگی گزارنی پڑے گی۔“ لیتھ اشمیر نے دونوں ہاتھوں سے چہرہ ڈھک لیا تھا۔ مجھے ہو ہو اپنی شکل میں دیکھ کر اسے سخت غم ہوا تھا۔ پہلے تو وہ شاید یہ سمجھتا تھا کہ مکمل طور پر میں اس کا میک اپ نہ اختیار کر سکوں لیکن جب یہ کام مکمل ہوا اور میں نے اسی کی آواز میں اس سے گفتگو کی تو وہ اپنے ذہن پر قابو نہیں رکھ سکا تھا۔ اس کی مشکل بھی جالب نعمان حل کرنے والا تھا۔ میں مکمل طور سے تیار ہو گیا۔ جالب

نعمان نے تقریباً پانچ دن میریسا ہارٹی پر صرف کیے تھے۔ وہ مکمل طور سے اطمینان کر لینا چاہتا تھا اور بلاشبہ اس نے پہلے ہی اپنی شاندار ذہانت کا مظاہرہ کر دیا تھا۔ روانہ ہونے سے پہلے رشید ناگی نے مجھے کچھ اشیاء پیش کیں۔ اس نے ایک بریف کیس مجھے دیتے ہوئے کہا۔

”جیف اسے بہت احتیاط کے ساتھ نکال لے جاتا ہے۔“

”کیا ہے اس میں؟“

”ملاحظہ فرمائیے۔“ رشید ناگی نے بریف کیس کھول دیا۔ اس میں خوبصورت قسم کے قلم تھے۔ انگوٹھیاں تھیں۔ ٹائی پن تھے اور ایسی ہی چند معمولی چیزیں جن کا کوئی مصرف مجھ میں نہیں آتا تھا، لیکن جب رشید ناگی نے ان کا استعمال مجھے بتایا اور ایک آدھ چیز پر تجربہ کر کے بتایا تو میری آنکھیں شدت حیرت سے پھیل گئیں۔ یہ نہایت پائیدار قسم کے ہتھیار، بہت اعلیٰ پائے کے ٹرانسمیٹر، ایسے ڈکٹافون تھے جنہیں بظاہر کوئی اہمیت حاصل نہیں تھی۔ مثلاً پتھر کا ایک ٹکڑا جسے کسی بھی جگہ پھینک دیا جائے، وہ عام ٹکڑا ہی محسوس ہو لیکن انتہائی طاقتور ڈکٹافون تھا وہ اور اس کا ریسور میرے پاس رہ سکتا تھا کہ یہ چیزیں میرے لیے انتہائی حیران کن تھیں۔ اعلیٰ قسم کی فشنگ تھی ان کی اور یہ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ یہ مقامی طور پر تیار ہوئی ہیں لیکن رشید ناگی نے مجھے یہ کہہ کر حیران کر دیا کہ یہ ہماری ہی لیبارٹری کی تخلیق ہے اور ہمارے سائنس دان اس قسم کی چیزیں ایجاد کرنے میں مصروف ہیں جو ہمارے مشن کے لیے کارآمد ہوں۔ میں نے انتہائی مسرور انداز میں یہ اشیاء قبول کر لی تھیں۔ ویسے انہیں نکال کر لے جانا مشکل کام نہیں تھا کیونکہ بظاہر یہ عام سی چیزیں تھیں۔

اور یہی ہوا جب امیگریشن میں ہمارے سامان کو مشین سے گزارا گیا تو کسی قسم کی انڈیکیشن نہیں ہوئی۔ کمال کا کام دکھایا تھا ان لوگوں نے میریسا ہارٹی میرے ساتھ تھی اور اس نے میرے ساتھ ہی میڈرڈ کا سفر کیا۔ گویا لوٹ کے بدھو گھر کو آگئے تھے لیکن جو کچھ ہو گیا تھا اس دوران وہ ناقابل یقین تھا۔ میریسا کی کیفیت بھی نہایت معتدل نظر آتی تھی۔ لیتھ اشمیر کی حیثیت سے وہ میرا اسی طرح سے احترام کر رہی تھی جیسے میں نے اسے ہمیشہ دیکھا تھا۔ گویا اب اس کے ذہن سے وہ واقعات بالکل محو ہو گئے تھے اور شاید دانش منصور

کا تصور بھی یا اگر یہ تصور تھا تو صرف اس حد تک کہ بالا آخر دانش منصور کو قتل کر دیا گیا ہے۔ اس کے ذہن کے ہر گوشے سے فراز کا خیال نکال دیا گیا تھا تاکہ وہ کبھی ان دونوں میں موازنہ نہ کر سکے۔ غرض مجھے جو آسانیاں فراہم کی گئی تھیں ان کا بھی کوئی جواب نہیں تھا۔ میریساہارٹی نے دو دن مجھے اپنا مسمان رکھا اور اس کے بعد میرے ساتھ بار سلونا چل پڑی۔ میں بہت برق رفتاری سے اپنی یہ منازل طے کرتا جا رہا تھا۔ بار سلونا کا یہ علاقہ جہاں لیتھ اشمیر حکومت کرتا تھا۔ معمول کے مطابق وہاں کچھ افراد نے میرا استقبال کیا۔ ان میں ایک شخص پیش پیش تھا جس کے بارے میں مجھے لیتھ اشمیر سے معلوم ہو چکا تھا اس شخص کا نام ہینو بال تھا اور یہ میرا خاص اسٹنٹ تھا۔ اسپین کے قبائلی علاقے کا ایک قوی بیکل جوان جس کے چہرے سے فراست اور دلیری ٹپکتی تھی۔ جسم بھی قیامت کا تھا۔ بہت چوڑا سینہ بڑے بڑے بازو کسی رسلر سے مطابق رکھتا تھا، لیکن اس کی آنکھوں میں میرے لیے احترام نظر آتا تھا۔ سینے پر ہاتھ رکھ کر گردن خم کر کے بولا۔

”آپ کی واپسی پر مبارک باد پیش کرتا ہوں مسٹر لیتھ اشمیر۔“

”شکریہ ہینو بال۔ تم سناؤ یہاں کے معاملات کیسے چل رہے ہیں؟“

”کوئی تبدیلی نہیں ہے جناب، سوائے اس کے کہ ایک پیغام نوٹ کیا ہے میں نے۔“

آپ سمجھ رہے ہیں کس کی جانب سے؟“

”ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔“

میں نے پیغام کے بارے میں تفصیلات نہیں معلوم کی تھیں۔ جس حد تک میری معلومات تھیں بس اس سے آگے بڑھ کر کام نہیں کرنا چاہتا تھا پھر نہایت احتیاط سے میں نے اس ماحول سے واقفیت حاصل کرنا شروع کر دی۔ لیتھ اشمیر نے جو روحانی پیشوا کا چکر چلایا ہوا تھا۔ اس کے لیے جو کارروائیاں کی گئی تھیں۔ میں نے ان کا بھی جائزہ لیا اور کئی راتیں اور دن جاگ کر یہاں کے ماحول کا اندازہ لگاتا رہا۔ لوگ بظاہر یہ سمجھتے کہ میں سو رہا ہوں اور آرام کرنے کے لیے اپنی خواب گاہ میں پہنچ گیا ہوں لیکن میں لیتھ اشمیر کی اس خانقاہ کے ایک ایک گوشے کا جائزہ لے رہا تھا جو پہاڑوں میں بنائی گئی تھی اور اس میں ایسے ایسا انتظام کیے گئے تھے جس سے ایک قبیلے کو، ایک شہر کو بیوقوف بنایا جاسکتا تھا۔ روحانی کرامات بھی روحانی پیشوا ہونے کے لیے ضروری ہوتی ہیں اور یہاں شعبہ گری کا

خاصا معقول بندوبست کیا گیا تھا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ایک ایک چیز کو سمجھتا جا رہا تھا۔ ہینو بال صرف میرے طلب کرنے پر ہی آتا تھا۔ میرے خدمت گاروں کی بھی ایک پوری فوج موجود تھی اور میں نے نہایت ذہانت سے ان میں سے کسی کو بھی یہ شبہ نہیں ہونے دیا کہ میں لیتھ اشمیر نہیں ہوں پھر ہینو بال نے میرے سامنے وہ پیغام پیش کر دیا جس کے لیے اس نے پہلے ہی مجھے بتایا تھا۔ اس نے کہا۔

”چیف۔ اب ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں رہا ہے۔ مسٹر ہارٹ ڈیکورا پر مومن پہنچنے والے ہیں اس سلسلے میں یہ تمام تفصیلات لے کر میں حاضر ہو گیا ہوں جو میں نے تیار کی ہیں۔“

ہارٹ ڈیکورا کا نام میرے لیے اجنبی تھا، لیکن جو قائل مجھے پیش کیا گیا۔ ہینو بال کی غیر موجودگی میں ان کا جائزہ لے کر مجھے علم ہو گیا کہ ہارٹ ڈیکورا مافیا کا ایک سرگرم کارکن ہے اور میرے پاس کسی خاص مقصد سے آنا چاہتا ہے۔ گویا کارروائی کا آغاز ہو گیا تھا۔

میں ڈان سینٹر اور روز آرگنائزیشن کے لیے وہ کارنامہ سرانجام دے چکا تھا جس کی ان دونوں اداروں کو اطلاع ہو گئی تھی اور ان کی ادائیگی بھی ہو گئی تھی۔ مجھے بہت بڑی رقومات پیش کی گئی تھیں اور ان تمام لوگوں کو جنہوں نے اس سلسلے میں کارروائی کی تھی۔ مٹھل شاہ کے بارے میں مجھ سے پوچھا گیا تو میں نے جواب دیا کہ اسے وہیں چھوڑ دیا گیا ہے تاکہ اداروں کے مفادات کی نگرانی کرے۔ وہ لوگ مطمئن ہو گئے تھے ابھی میں ریوڈی اسمتھ کے سلسلے میں کوئی جلدی بازی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ہر کام اپنے وقت پر ہو تو زیادہ بہتر ہوتا ہے۔ جلد بازی بعض معاملات کے لیے نقصان دہ ہوتی ہے۔ میرے ذہن میں تو ابھی یہ بھی تھا کہ اگر کسی طرح بن پڑے تو نادرہ کے بارے میں بھی تفصیلات معلوم ہوں۔ بہر حال مسٹر ہارٹ کے بارے میں میں نے تمام تفصیلات پڑھ لیں اور ان تفصیلات سے مجھے یہ بھی اندازہ ہو گیا کہ مسٹر ہارٹ پہلی بار مجھ سے ملنے آرہے ہیں اور ان کا زیادہ تر وقت سویڈن وغیرہ میں گزرتا ہے وہیں وہ مافیا کے لیے کارنامے سرانجام دیتے ہیں اور سویڈن کے بڑے سرمایہ داروں میں شمار ہوتے ہیں۔ ہم مسٹر ہارٹ کے استقبال کے لیے تیار ہوئے اور مقررہ وقت پر ہینو بال میڈرڈ روانہ ہو گیا کیونکہ مسٹر ہارٹ

کو میڈرڈ ہی پہنچنا تھا۔

مافیا کے کسی سرگرم کارکن سے ملاقات کا یہ میرا پہلا موقع تھا اپنے آپ کو آخری شخصیت نہیں کہہ سکتا تھا۔ بہر حال بہت سے معاملات میں کوئی تجربہ نہیں تھا۔ مافیا کے بارے میں جو تفصیلات سن رکھی تھیں۔ ان کے تحت اگر ذرا بھی ہوشیار نہ رہا اور کوئی بھی غفلت کا لمحہ آگیا تو زندگی سب سے حقیر شے قرار پائے گی۔ چنانچہ اپنے آپ کو پوری طرح تیار کر لینا ضروری تھا۔ میری ہارٹی سے اس دوران کوئی ملاقات نہیں ہوئی۔ وہ میڈرڈ آکر اپنے معمولات میں مصروف ہو گئی تھی۔ بہر حال ہینو بال نے ہارٹ ڈیکورا کا استقبال کیا اور اس کے بعد اسے بار سلونا لے آیا۔ یہاں اپنی رہائش گاہ میں ہارٹ ڈیکورا کا سرد مہری سے استقبال کرتے ہوئے میں نے اس سے ہاتھ ملایا اور یہ دیکھ کر مجھے لطف آیا کہ ہارٹ ڈیکورا بھی تاثرات سے عاری ایک ربوٹ نما شخص تھا۔ دبلے پتلے بدن کا مالک لیکن بہت لمبا قد، چہرہ سوکھا ہوا۔ البتہ آنکھوں کی روشنی بتاتی تھی کہ بہت تیز و طرار طبیعت کا مالک ہے۔ اس نے مسکرائے بغیر رسمی جملے ادا کئے اور کہنے لگا۔

”میں ایک دن آرام چاہتا ہوں مسٹر لیتھ اشمیر“ اس کے بعد آپ سے تفصیلی ملاقات ہوگی۔“

میں نے آنکھیں بند کر کے خاموشی سے گردن ہلائی اور ہینو بال کو اشارہ کیا۔ مطلب یہ تھا کہ اس کے لیے جو رہائش گاہ تیار کی گئی ہے اسے وہاں پہنچا دیا جائے۔ ہارٹ ڈیکورا کا سلمان وغیرہ بھی اس کے کمرے میں منتقل کر دیا گیا اور چوبیس گھنٹے تک میں نے اس کی جانب توجہ بھی نہیں دی لیکن ذہنی طور پر میں اپنے آپ کو اس ربوٹ سے ملاقات کے لیے تیار کر رہا تھا۔ چوبیس گھنٹے کے بعد مجھے انٹرکام پر اس کی آواز سنائی دی۔

”مسٹر لیتھ اشمیر اگر آپ کے معمولات میں کوئی گڑبڑ نہ ہو تو میں اب آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں اور اپنی آمد کا مقصد بتا دینا چاہتا ہوں۔ اصل میں مجھے جو ہدایات ملی تھیں میں ان کے مطابق ایک ایک لمحہ عمل کر رہا ہوں۔“

”آپ کانفرنس روم میں آجائے مسٹر ڈیکورا۔“ میں نے سرد لہجے میں کہا اور کانفرنس روم میں ہم دونوں کی ملاقات اسی سردی مہری سے ہوئی۔ بے جان ہاتھ ایک دوسرے سے منسلک ہوئے اور میں اپنی کرسی پر جا بیٹھا اور ڈیکورا اپنی کرسی پر۔ وہ اپنے

ساتھ ایک بریف کیس لایا تھا اس نے خاموشی سے بریف کیس کھول کر کچھ کاغذات نکالے انہیں اپنے سامنے رکھا پھر بریف کیس ہی سے ایک چشمہ نکال کر آنکھوں پر لگایا اور ان کاغذات کو دیکھتا رہا میں نیم غنود سے انداز میں اس کے سامنے بیٹھا رہا تھا پھر ہارٹ ڈیکورا نے کہا۔

”ہائی کمان سے جو ہدایات ملی ہیں میں ان کی تفصیل لفظ بہ لفظ آپ کو بتا رہا ہوں۔ اسپین کے نواحی علاقوں میں جو جزائر ہیں ان میں بہت سے جزائر نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ خلیج بسکے اور اس کے نواحی علاقوں میں پھیلے ہوئے بہت سے جزائر جو آگے بڑھتے ہوئے پرتگال تک پہنچ جاتے ہیں۔ بیلاک اور کیزی کے علاوہ کچھ چھوٹے چھوٹے جزیرے بھی ہیں جن میں سے ایک خاص جزیرے کا میں ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ یہ جزیرہ لامانٹ ہے۔“

”جی۔“ میں نے نہایت مختصر انداز میں کہا۔

”لامانٹ کی جغرافیائی کیفیت کچھ ایسی ہے کہ اسپین میں کبھی اسے کوئی نمایاں مقام حاصل نہیں ہو سکا۔ حکومت نے بھی اس جزیرے کو کاشتکاروں کے لیے چھوڑ دیا ہے اور وہاں نہ تو کوئی صنعت لگائی گئی نہ کوئی اور کام کیا گیا۔“

”آپ مجھے اسپین کے نواحی علاقوں کے بارے میں تفصیلات بتا رہے ہیں مسٹر ہارٹ ڈیکورا۔“ میں نے کہا۔

”یہ تفصیلات مجھے لکھ کر دی گئی ہیں اور انہیں پڑھ کر دہرانا آپ کے سامنے ضروری ہے۔“ اس کی مشینی آواز ابھری۔

”جی۔“

”لامانٹ میں ایک ہارپوشاٹ نامی شخص سب سے بڑا زمیندار ہے۔ ہارپوشاٹ ایک خطرناک آدمی ہے مثلاً وہ پرتگالی ہے۔ غالباً دوغلا پرتگالی۔ ہارپوشاٹ نے لامانٹ پر مکمل اقتدار قائم کیا ہوا ہے۔ اس کی زمینوں پر جو لوگ کام کرتے ہیں درحقیقت وہ عام لوگ نہیں ہیں بلکہ دنیا بھر کے وہ جرائم پیش افراد ہیں جو مختلف ملکوں کی جیلوں سے بھاگے ہوئے ہیں۔ بدترین سزاؤں کے مجرم۔ جنہیں ہارپوشاٹ نے اپنے درمیان پناہ دی ہے اور ان کی حیثیت بدل کر انہیں کسانوں کی شکل دے دی ہے جن لوگوں کو زندگی ہی سے مایوسی ہو جائے اور دنیا کے کسی خطے میں ان کے لیے کوئی جگہ نہ رہے اگر انہیں ایک پناہ

گاہ اس شرط پر مل جائے کہ وہاں انہیں کسانوں کی حیثیت سے کام کرنا ہوگا تو وہ کبھی انکار نہیں کریں گے۔ وہ ہارپوشاٹ کے بے دام غلام بن چکے ہیں، لیکن ہتھیاروں کے استعمال میں لاثانی اور بہت بڑی قوت کے مالک۔ ان کی تعداد سو کے قریب ہے۔ سو سے زیادہ نہیں۔ اس سے کم ہو سکتی ہے۔ ہارپوشاٹ زمیندار کی حیثیت سے وہاں پہچانا جاتا ہے۔ اس نے باغات لگائے ہوئے ہیں۔ جزیرے کے دو پورشن ہیں۔ ایک ترائی کہلاتا ہے دوسرا بلندی۔ ترائی کے علاقے کافی خطرناک اور اونچی نیچی چٹانوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ ان چٹانوں کو عبور کر کے ترائی میں پہنچنا ایک مشکل کام ہے۔ ابتدائی ڈھلانوں میں ناریل اور زیتون کے باغات ہیں۔ اسپین کا روایتی زیتون انہی ڈھلانوں سے حاصل کیا جاتا ہے اور لامانٹ خاصی مقدار میں یہ زیتون سپلائی کرتا ہے۔ بہر حال یہ ہے وہاں کی جغرافیائی کیفیت کوئی دو سال قبل میڈرڈ میں ایک خطرناک شخص سینی کڈ کو سزائے موت دی گئی اسے پھانسی دینے کے انتظامات کیے جانے لگے، لیکن سینی کڈ جس کا تعلق درحقیقت لامانٹ سے تھا اور وہ خود بھی لامانٹ کے قدیم لوگوں میں شامل تھا اور ترائیوں میں رہتا تھا، فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے اپنے جزیرے ہی کا رخ کیا تھا، پھر وہاں اس نے ہارپوشاٹ سے رابطہ قائم کیا اور اسے اپنی خدمات پیش کرتے ہوئے کہا کہ اس کی زندگی بچانے میں اس کی مدد کی جائے جبکہ ہارپوشاٹ اس سے پہلے ایسے کام کرتا رہا ہے، لیکن ہارپوشاٹ کا کوئی قدیم خاندانی مسئلہ چل رہا تھا سینی کڈ کے قبیلے سے اور دونوں ایک دوسرے کے دشمن سمجھے جاتے تھے۔ ہارپوشاٹ نے سینی کڈ کو منع کر دیا کہ وہ اس کی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ سینی کڈ کے اہل خاندان نے کہا کہ اپنے اختلافات کسی بھی شکل میں دور کر لیے جائیں گے اس وقت انہیں مدد کی ضرورت ہے لیکن ہارپوشاٹ نے بے رحمی سے ان کی یہ التجا ٹھکرا دی نہ صرف اتنا کیا بلکہ اس نے حکومت اسپین کو یہ خبر بھی دے دی کہ سینی کڈ فرار ہو کر واپس لامانٹ آ گیا ہے۔ پولیس کی ایک نفری وہاں اسے گرفتار کرنے کے لیے پہنچی، لیکن سینی کڈ کو تلاش کرنے میں ناکام رہی۔ وہ انہی چٹانوں میں کہیں چھپ گیا تھا۔ بعد میں بہت عرصے تک کارروائی کے بعد یہ فیصلہ کر لیا گیا کہ ہارپوشاٹ کی اطلاع غلط ہے اور سینی کڈ اپنے علاقے میں موجود نہیں ہے، لیکن سینی کڈ نے ہارپوشاٹ کے اس اقدام کے بعد اس کے خلاف اعلان بغاوت کر دیا اور ترائیوں کو بہترین طریقے سے

استعمال کیا۔ اس نے زیتون اور ناریل کے وہ ڈھلان خالی کر دیے۔ جنگلوں میں آگ لگا دی اور اب وہ ڈھلان جو ناقابل سفر ہو چکے ہیں اور وہاں جو باغات موجود ہیں انہیں اجاڑا جا چکا ہے جبکہ ترائیوں میں سینی کڈ نے باقاعدہ زراعت شروع کر دی ہے اور وہاں سے وہ شراب بنا کر اسمگلنگ کرتا ہے اس کے قبیلے میں بھی غالباً دو ڈھائی سو افراد شامل ہو چکے ہیں اور وہ طاقت حاصل کرتا جا رہا ہے۔ جس پر ہارپوشاٹ خوفزدہ ہے، لیکن ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ ہارپوشاٹ لامانٹ میں مافیا کا رکن ہے۔

میں نے نگاہیں اٹھا کر ہارٹ ڈیکورا کو دیکھا۔ پراسرار آدمی خوفناک انکشافات کر رہا تھا۔ وہ کچھ دیر خاموش رہا پھر اس نے کہا۔

”اور یقیناً“ آپ یہ سمجھ رہے ہوں گے مسٹر لیٹھ اشمیر کہ ہم مافیا کے ایک شخص کی مدد کر کے اسے سینی کڈ سے نجات دلانا چاہتے ہیں۔“

”جب تک آپ کی گفتگو ختم نہ ہو جائے مسٹر ڈیکورا“ بھلا میں کوئی فیصلہ کیسے کر سکتا ہوں۔“ میں نے کہا اور پہلی بار ہارٹ ڈیکورا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کی ایک لکیر کھینچی، لیکن اس طرح جیسے وہ غلطی سے مسکرا دیا ہوں۔ دوسرے لمحے اس کا چہرہ پھر سہم ہو گیا تھا۔ اس نے کہا۔

”آپ کا یہ سوچنا بالکل درست ہے اور مسٹر لیٹھ اشمیر مجھے آپ سے روشناس کرا دیا گیا ہے۔ آپ نے جس طرح بارسلونا کے نواحات سنبھال رکھے ہیں اور جس طرح آپ مافیا کو بہترین رپورٹ دے رہے ہیں اپنی کارکردگی کی اس سے مافیا میں آپ کا گریڈ ہائی کمان کے پاس پہنچ چکا ہے اور یہ خود بخبری وقت سے پہلے میں آپ کو دے رہا ہوں کہ آپ کے گریڈ میں بہترین اضافہ ہونے والا ہے۔“

میں نے ہارٹ ڈیکورا کا شکریہ بھی نہیں ادا کیا تھا اور سر دنگا ہوں سے اسے دیکھتا رہا تھا۔ ہارٹ ڈیکورا شاید اس بات کا خواہشمند تھا کہ میں خوشی کا اظہار کروں گا لیکن میں اس وقت اس سے زیادہ شاندار اداکاری کر رہا تھا۔ ہارٹ ڈیکورا اس سلسلے میں مایوس ہونے کے بعد سنجیدہ ہو گیا۔ چند لمحات سوچتا رہا پھر اس نے کہا۔

”ہارپوشاٹ بعض وجوہات کے بنا پر جن کی تفصیلات نہیں بتائی گئی ہیں۔ مافیا کی نگاہوں میں قابل سزا قرار پایا ہے اور بالآخر مافیا نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہارپوشاٹ کو لامانٹ

میں سنی کڈ کے ہاتھوں شکست دے کر مروا دیا جائے۔ ہم تنہا ہارپوشاٹ کی موت کے لیے کوئی بندوبست کر سکتے تھے، لیکن مافیا اس کے پورے قبیلے کو ختم کرانا چاہتی ہے مجرموں کا جو گروہ اس کے ساتھ ہے وہ بہت سرکش ہے اور یہ سرکش گروہ ہارپوشاٹ کے معاملات سنبھال سکتا ہے ہم یہ خطرہ مول نہیں لے سکتے۔“

”ایک سوال؟“ میں نے انگلی اٹھا کر کہا اور ہارٹ ڈیکور اے اختیار مسکرا پڑا۔

”چلئے کوئی ایسا لمحہ آیا جب آپ نے کوئی سوال کیا۔“

”ہاں، کیا اس کے بعد مافیا کی رکیت سنی کڈ کو دی جائے گی؟“

”نہیں بالکل نہیں، لیکن سنی کڈ کو ہارپوشاٹ پر فوقیت دلا کر لامانٹ پر اس کی اجارہ

داری قائم کر دی جائے گی یہ مافیا کا فیصلہ ہے۔“

”اور کیا اسے یہ معلوم ہو گا کہ اس کی مدد مافیا کی طرف سے کی گئی ہے؟“

”یہ بھی ضروری نہیں ہے۔“

”ٹھیک، اس کا طریقہ کار کیا ہو گا؟“

”ابتدائی باتیں آپ نے سمجھ لیں طریقہ کار یہ ہے کہ سنی کڈ ہارپوشاٹ کا باغی

ہے۔ ترائیوں میں رہتا ہے اور تیز سمندر میں اسے بہت سے ایسے وسائل حاصل نہیں

ہیں جن سے وہ اپنا کوئی کام کر سکے، نہ وہاں سے برآمدات کر سکتا ہے بس ابتدائی طور پر

اس نے ترائی میں رہنے والے قبیلے کی کفالت کا بندوبست کر لیا ہے اور انہیں اس قابل کر

دیا ہے کہ وہ ہارپوشاٹ کے دست نگر نہ رہیں۔ ہارپوشاٹ نے ڈھلانوں کے باغات کے

خاتمے کے بعد ایسے انتظامات کر دیے ہیں کہ سنی کڈ ترقی نہ کر سکے اور سنی کڈ کو اس سے

کافی نقصان پہنچا ہے وہ بڑا فروخت ہے لیکن اس کے پاس وسائل نہیں ہیں۔ نہ وہاں ہتھیار

موجود ہیں اور نہ ہی اور ایسے وسائل جن سے وہ ہارپوشاٹ سے مقابلہ کر سکے۔“

میرے جڑے پہنچ گئے، میں نے گہری نگاہوں سے ہارٹ ڈیکور کو دیکھتے ہوئے

کہا۔

”میرا خیال ہے میں صورت حال سمجھ گیا ہوں۔ مافیا سنی کڈ کو مسلح کر کے

ہارپوشاٹ پر حملہ کرانا چاہتی ہے۔“

”نہ صرف حملہ بلکہ آپ کے قبائلی ایک محدود و تعداد میں ہارپوشاٹ کی دوسری

جانب سے لشکر کشی کریں گے اور سنی کڈ کی مدد کریں گے۔ اس سلسلے میں اگر آپ چاہیں تو سنی کڈ سے رابطہ قائم کر سکتے ہیں اور اسے مافیا کی طرف سے نہیں بلکہ لیتھ اشمیر کی طرف سے امداد فراہم کر سکتے ہیں۔ اس طرح سنی کڈ سے آپ کا رابطہ قائم ہو جائے گا اور ہارپوشاٹ سے نجات حاصل کرنے کے بعد سنی کڈ آپ کے احسان مندوں میں شمار کیا جائے گا بعد میں اگر مناسب سمجھا گیا تو اسے مافیا کی رکیت دے دی جائے گی۔ ہمارے اس پروگرام کا لب لباب یہ ہے کہ ہارپوشاٹ کی اجارہ داری لامانٹ سے ختم ہو جائے اور اسے مافیا کے رکن کی حیثیت سے خارج کر دیا جائے اور آپ جانتے ہیں مسٹر لیتھ اشمیر کہ جب مافیا کسی کو رکیت سے خارج کرتی ہے تو اس کی زندگی بے مقصد ہو جاتی ہے اور اصولی طور پر اسے جینے سے روکا جاتا ہے۔“

میں نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا دی اور ہارٹ ڈیکور کو دیکھنے لگا جو اس سے آگے بھی بہت کچھ کہنے کے لیے تیار تھا۔ کچھ دیر توقف قائم رہا۔ چوبیس گھنٹے کی مہلت کے بعد ہارٹ ڈیکور کسی مسئلے کو نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ اس نے اس توقف کے بعد گفتگو کا سلسلہ وہیں سے جوڑتے ہوئے کہا۔

”سنی کڈ کو ہتھیاروں کی فراہمی سمندری ذرائع سے ہوگی اور اس کے لیے مافیا پورے بندوبست کرے گی۔ پہلے آپ کے پاس ہتھیار پہنچ جائیں گے اور اس کے بعد یہ ہتھیار سنی کڈ کو دیے جائیں گے۔ نہ صرف یہ بلکہ سنی کڈ کو ان ہتھیاروں کے استعمال کا طریقہ بھی بتایا جائے گا تاکہ اسے کوئی وقت نہ ہو۔“

”دوسرا سوال؟“ میں نے گہری نگاہوں سے ہارٹ ڈیکور کو دیکھتے ہوئے کہا اور وہ متوجہ ہو گیا۔ ”کیا ہارپوشاٹ کے پاس فضائی ذرائع بھی موجود ہیں میرا مقصد ہے ہیلی کاپٹر کی حد تک۔“

”اس کے پاس ذاتی استعمال کے لیے ایک ہیلی کاپٹر ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی ذریعہ اسے حاصل نہیں ہے اگر ایسا ہوتا تو شاید وہ اسے سنی کڈ کے خلاف اب تک استعمال کر چکا ہوتا۔“

”مسٹر ہارٹ ان تمام تفصیلات کو مہیا کرنے کے بعد آپ کا اپنا کیا کام رہ جاتا ہے۔“

ہارٹ ڈیکور نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ ”کیونکہ سینی کڈ کو برتری دلا کر ہم اس سے اپنا کام لینا چاہتے ہیں اس لیے اس مشن کو کافی اہمیت دی گئی ہے اور مجھے ہدایت کی گئی ہے کہ میں آپ کے ساتھ بیرونی رابطے کا ذریعہ بنا رہوں میرا مطلب ہے آپ کو اسٹ کروں۔“ یہ جملے ادا کرتے ہوئے ہارٹ ڈیکور نے شاید کچھ سبکی محسوس کی تھی اس نے براہ راست یہ کہنے سے گریز کیا تھا کہ اسے اس مشن میں میرے اسٹنٹ کی حیثیت دی گئی ہے۔ میں نے بھی اس بات کو بہت ہی لاسٹ لیا کیونکہ ہارٹ ڈیکور سے مجھے مافیا کے ایک مضبوط رکن بننے کے لیے خاصا کام لینا تھا۔ میں نے نرم لہجے میں کہا۔

”میں آپ کو اپنے ساتھی کی حیثیت سے خوش آمدید کہتا ہوں مسٹر ڈیکور۔“

”اصل میں یہ فیصلہ خصوصاً اس لیے کیا گیا ہے کہ آپ اشمیرس قبیلے کو کنٹرول کرتے ہیں اور یہ بات ہائی کمان کو معلوم ہے کہ اشمیرس بہت طاقتور اور پھرتیلے ہیں اور آپ کے اشارے پر اپنی عقل استعمال کیے بغیر عمل کرتے ہیں۔ اس لیے آپ کو مکمل اختیارات دیے گئے ہیں اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں بیرونی معاملات سنبھالوں۔ مثلاً ہتھیاروں کے حصول کے لیے مجھے میڈرڈ میں رہ کر کام کرنا ہو گا اور پھر ان ہتھیاروں کو بار سلونا پہنچا کر وہ ذرائع حاصل کرنا ہوں گے۔ جن سے ہم وہ ہتھیار جزیرہ لامانٹ کے اس حصے میں پہنچائیں جہاں تیز سمندر کی وجہ سے کام مشکل ہو جاتا ہے۔“

”کیا وہاں اتنا تیز سمندر ہے کہ جہاز رانی نہیں ہو سکتی؟“

”نہیں یہ بات نہیں ہے۔ جہاز وہاں بہ آسانی جاسکتے ہیں۔ البتہ چھوٹے اسٹیمر نہیں پہنچ سکتے لیکن وہاں جہازوں کی کارروائی کے لیے بھی مناسب جگہ نہیں ہے، براہ راست جہاز ساحل تک نہیں پہنچ سکتے اور ہتھیار ان سے ان لوڈ نہیں کیے جاسکتے۔“

”تو پھر اس کے لیے کیا طریقہ کار اختیار کیا جائے گا؟“

”ہم اس کے لیے خصوصاً پروگرام بنائیں گے اور لامانٹ کی ترائیوں میں جا کر اس کا جائزہ لیا جائے گا۔“ میں نے اس کے بعد خاموشی اختیار کر لی۔ بہت زیادہ ذہانت کا مظاہرہ کر کے کوئی مشکل مول نہیں لینا چاہتا تھا۔ بہر حال یہ رسمی گفتگو ختم ہو گئی اور میں نے ہارٹ ڈیکور سے کہا۔

”مسٹر ڈیکور۔ یہاں بار سلونا میں میں نے جو انتظامات کیے ہیں وہ بہت سخت ہیں

لیکن آپ کو یہاں عیش و عشرت کے لیے مکمل آزادی حاصل ہے میرا معاون کار پینو بال آپ کو ہر طرح کی آسائشیں فراہم کرے گا۔ اس کے باوجود اگر آپ کسی قسم کی کمی محسوس کریں تو بے تکلفی سے بتادیں۔“

ہارٹ ڈیکور نے رسمی انداز میں میرا شکریہ ادا کیا اور اس کے بعد واپس چلا گیا۔ اب میرے لیے ذرا تشویشناک لحاظ تھے۔ ان سارے معاملات سے براہ راست کوئی تعلق نہیں بننا تھا جبکہ کام بہت بڑا تھا اور اس کے لیے مجھے اشمیرس قبیلے کو اس کارروائی میں جھونکنا تھا۔ ظاہر ہے قتل و غارتگری بھی ہوگی اور ہارپوشاٹ کو خاصا نقصان پہنچانا ہوگا۔ پتا نہیں کس قسم کا آدمی ہے۔ بہت غورو خوض کیا، لیکن اس کارروائی سے قرار کا کوئی راستہ نظر نہیں آیا۔ مافیا میں اپنا ایک مقام بنانے کے لیے مجھے یہ سب کچھ کرنا تھا۔ اور اس سے تجربات بھی حاصل ہوتے۔ چنانچہ میں نے یہ کمزوری گولی نگلنے کا فیصلہ کر لیا۔

دوسرے ہی قدم کے طور پر سب سے پہلے میں ریوڈی اسمتھ کو حاصل کر کے اپنے وطن بھیجنا چاہتا تھا اور غور کرتے ہوئے ایک منصوبہ میرے ذہن میں آئی گیا۔ کسی بھی مناسب جگہ کوئی بھی لمحہ ایسا نکال لوں گا۔ جس میں ریوڈی اسمتھ کو ملوث کر کے طلب کر لیا جائے اور اسے قبضے میں کر کے پھر کوئی چکر چلا دینا مشکل کام نہیں ہوگا۔ یہاں پہنچ کر ذہن و دل کافی حد تک مطمئن ہو گئے تھے کہ چلو اور کچھ نہ سہی اس کارروائی سے ریوڈی اسمتھ کے حصول کا موقع ملے گا پھر میں مطمئن ہو گیا اور اس سلسلے میں منصوبہ بندی کرنے لگا۔ اب میں صحیح معنوں میں مافیا کے رکن ہی کی حیثیت سے ان تمام معاملات کا جائزہ لے رہا تھا۔ میری ہارٹی کو طلب کر لیا اور اس سے جزیرہ لامانٹ کے بارے میں تفصیلات معلوم کیں۔ اس نے ایک بہت اچھا انکشاف کیا کہنے لگی۔

”مقدس پیشوا اگر جزیرہ لامانٹ کا فضائی جائزہ لینا ہے تو بحری جہاز ”لاکو“ سے رابطہ قائم کیا جائے لاکو کا کپتان میرا دوست ہے اور اگر ہم اس سے فرمائش کریں تو وہ ہمیں جزیرہ لامانٹ کی فضائی سیر کرا دے گا کیونکہ لاکو طیارہ بردار جہاز ہے اور اس پر بہت سے ہیلی کاپٹر بھی ہوا کرتے ہیں۔“

میں نے یہ بات ذہن نشین کر لی۔ اب میری ہارٹ ڈیکور سے اکثر ملاقاتیں ہوتی رہتی تھیں اور اس سے اس موضوع پر تبادلہ خیال بھی ہوتا تھا۔ میں نے یہ تجویز اس کے

سامنے پیش کی تو وہ بہت مطمئن ہوا اور کہنے لگا۔
”یہ کام بہت دلچسپ رہے گا۔ میرا خیال ہے ہمیں فوراً اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔“

میریسا ہارٹی کو میں نے سگنل دے دیا اور اس کے بعد اس کے ساتھ ہم میڈرڈ پہنچ گئے۔ میڈرڈ سے ہمیں کیزی جانا تھا۔ جزیرہ کیزی سے لاکو میں سفر کیا جاسکتا تھا اور میریسا ہارٹی نے اس کے تمام انتظامات کیے۔“

لاکو کا کیپٹن ایک دل پھینک نوجوان تھا۔ نسلاً اپنی ہی تھا ہم دونوں کو نظر انداز کرتے ہوئے اس نے میریسا ہارٹی سے شدید اظہار عشق کیا پھر بڑی مشکل سے میریسا ہارٹی نے اسے یہ بتایا کہ وہ ان دو افراد کو جو اس کے ساتھ آئے ہیں احترام کی نگاہ سے دیکھتی ہے چنانچہ کیپٹن کو احتیاط کرنی چاہیے۔

کیپٹن نے جب صورت حال کا ذکر کیا گیا تو اس نے بخوشی آمادگی کا اظہار کر دیا اور میریسا ہارٹی کے لیے فوراً ہی ہیلی کاپٹر کا بندوبست کر دیا۔ خود وہ جہاز سے دور نہیں رہ سکتا تھا۔

میں اور ہارٹ ڈیکورہ میریسا ہارٹی کے ساتھ اس شاندار ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر فضا میں پرواز کر گئے۔ ہم لوگ بڑے متجسس تھے۔ اس دوران ہم نے فوٹو گرافی کا بندوبست بھی کر رکھا تھا اور ہارٹ ڈیکورہ نے بتایا تھا کہ وہ ایک شاندار فوٹو گرافر ہے اور بڑے اطمینان سے ان علاقوں کی ویڈیو بنا سکتا ہے۔ چنانچہ ان انتظامات کے ساتھ ہیلی کاپٹر پر ہمارا یہ سفر جاری ہوا تھا۔

جزیرہ لامانٹ ایک بہت سرسبز جزیرہ تھا پہلے ہم نے سمندر کی جانب سے ترائی کا علاقہ دیکھا۔ ہارٹ بڑی مستعدی سے اس علاقے کی فلم بنا رہا تھا۔ اگر یہ ایک فوجی ہیلی کاپٹر نہ ہوتا تو شاید اسے اتنی آسانی سے اتنی نیچی پرواز کرنے کی جرات نہ ہوتی لیکن اس علاقے میں شاید ہیلی کاپٹر پرواز کیا ہی کرتے تھے۔ غرض یہ کہ اس کے بعد بلندی کا علاقہ دیکھا گیا۔ ہارٹ پوشاٹ نے بلندی کے علاقے کو خاصا خوب صورت بنایا ہوا تھا۔ چھوٹے چھوٹے حسین مکانات درختوں اور پھلوں کے درمیان بنے ہوئے تھے جبکہ ترائی کے علاقے میں کسمپرسی کا دور نظر آتا تھا۔ کافی دیر تک ہیلی کاپٹر جزیرے پر چکراتا رہا۔ میریسا

ہارٹی کی وجہ سے ہمیں یہ شاندار کامیابی حاصل ہو گئی تھی پھر ہم لاکو پر واپس اتر گئے۔ میریسا ہارٹی نے مجھ سے کہا کہ اگر میں اسے اجازت دوں تو وہ ایک دو دن لاکو پر گزارے، کیپٹن یہی چاہتا ہے۔ میں نے بخوشی اسے اجازت دے دی۔ واپسی میں ہارٹ ڈیکورہ ہنستا ہوا بولا۔

”ظاہر ہے سرکاری عہدے دار اپنی ان کاوشوں کا اور اس رسک کا ثمر ضرور حاصل کرے گا جو اس نے ہم لوگوں کے لیے ہیلی کاپٹر فراہم کر کے لیا تھا۔“

میں نے شروع سے ہارٹ سے بے تکلفی نہیں اختیار کی تھی۔ چنانچہ اس بات کو بھی خاموشی سے سن کر نظر انداز کر گیا۔ میڈرڈ کے ایک شاندار ہوٹل میں قیام کرنے کے بعد ہم نے بار سلونا واپسی کے لیے انتظامات کر لیے اور بالآخر وہاں پہنچ گئے۔ ہارٹ ڈیکورہ نے اس فلم کو ایڈٹ کیا جو وہ بنا کر لایا تھا اور اس کام سے فراغت حاصل کرنے کے بعد ہم لوگ ایک بار پھر میٹنگ کرنے بیٹھ گئے۔ اب اس میٹنگ میں آگے کے معاملات طے کرنا تھے۔ میرا ذہن برق رفتاری سے کام کر رہا تھا۔ ہارٹ ڈیکورہ نے کہا۔

”ہارٹ پوشاٹ ہمارا آدمی ہے اور ظاہر ہے مافیا کے احکامات پر وہ بہت سے کام سر انجام دے گا۔ میری رائے ہے مسٹر لیٹھ اشیر کہ ہم ہارٹ پوشاٹ کو خود اس جنگ کی ہدایت کریں۔ پہلے اس سلسلے میں کچھ تبدیلیاں ذہن میں آئی تھیں لیکن اب میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر ہارٹ پوشاٹ سے براہ راست کام لیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ وہ خود چھیڑ چھاڑ کر کی سنی کڈ کو اس جنگ پر آمادہ کرے گا اور پھر یہ خوفناک جنگ چند گھنٹوں سے زیادہ نہیں لڑی جائے گی اور ہمارا کام ہو جائے گا۔ سنی کڈ کے ہاتھوں ہم ہارٹ پوشاٹ کو ختم کرا دیں گی۔ آپ کی کیا رائے ہے؟“

میں سوچ میں ڈوب گیا پھر میں نے کہا۔ ”سب سے پہلے سنی کڈ کو مسلح کرنے کا معاملہ ہے۔ میرا خیال ہے اسے اسلحہ فراہم کرنے کے لیے کسی مناسب جگہ کی تلاش پر زور دینا چاہیے۔ بعد کے منصوبے حالات کے مطابق ہوں گے۔“

ہارٹ ڈیکورہ خوشی سے تیار ہو گیا اور ہم دونوں نے ہیلی کاپٹر سے تیار کی گئی فلم بار بار دیکھی۔ بار سلونا کے نواح میں اور خاص طور سے جزیرہ لامانٹ کے دوسرے حصے میں جہاں ترائی کا علاقہ تھا۔ اسٹیمر واقعی نہیں چل سکتے تھے، لیکن میری تیز نگاہوں نے ایک ایسا

حصہ تلاش کر لیا جو کار آمد ہو سکتا تھا۔ اس کے بارے میں، میں نے فلم اسٹل کرا کے ہارٹ سے گفتگو کی۔

”جزیرے کا یہ حصہ اس چھوٹے سے ٹاپو سے ملتا ہے اور اس طرف سمندر اتنا تیز نہیں ہے۔ ہاں لیکن اتنا کام ضرور کرنا ہوگا ہمیں کہ اسلحہ اس ٹاپو پر پہنچا دیا جائے اور وہاں سے اسے ترائی کے علاقے میں لایا جائے ہارٹ اس علاقے کو دیکھنے لگا اور بہت دیر تک دیکھتا رہا پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔“

”بات تو بالکل درست ہے، لیکن یہ ٹاپو بظاہر خالی ہی نظر آتا ہے اور یہاں ان درختوں کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ اس ٹاپو کی نوعیت کیا ہے۔ کیا آپ اس کے بارے میں تفصیلات جانتے ہیں؟“

”نہیں۔ جزیرہ لامانٹ اور اس کے نواحی علاقوں میں یہ دیکھنا پڑے گا کہ یہ ٹاپو کس نوعیت کا حامل ہے۔ میرا خیال ہے تم یوں کرو ہارٹ کہ ہم دو حصوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں۔ تم مکمل طور پر ہارپوشاٹ کو ٹریس کرو اور میں سینی کڈ کو دیکھتا ہوں۔“

”یہ ذرا مشکل رہے گا۔ ہافیا کے اپنے اصولوں کے خلاف ہے یہ بات، لیکن یوں کیا جاسکتا ہے کہ پہلے ہم ہارپوشاٹ سے ملاقات کر لیں اور اس سے اس موضوع پر بات کر لیں۔ اس کے بعد اگر آپ چاہیں تو اپنا کام الگ رہ کر سرانجام دے سکتے ہیں۔ یہ جنگ بے شک ایک روزہ ہوگی یا پھر ممکن ہے اس کا دائرہ کار بڑھ جائے، لیکن اس کے لیے ہمیں انتظامات طویل تر کرنے ہوں گے۔ بات حکومت اسپین کی بھی ہے۔ ظاہر ہے یہ جزائر اس کے کنٹرول میں ہیں۔ اسی طرح لامانٹ پر سرکاری ایجنسیاں ضرور ہوں گی اور اگر کسی شکل میں حکومت اسپین اس میں شامل ہوگئی جیسا کہ اسے ہونا چاہیے۔ اگر اس قسم کی گڑبڑ ہوئی تو پھر ہمارا کام مشکل ہو جائے گا۔ یعنی وہ نہیں ہو سکے گا جو ہم چاہتے ہیں۔“

ہم دونوں نے اس بات پر اتفاق کیا اور یہ طے ہو گیا کہ اس منصوبے کے تحت پہلے ہم ہارپوشاٹ سے ملاقات کر لیں۔ اس سلسلے میں ہمیں اپنا حلیہ تبدیل کرنے کی چنداں ضرورت نہیں تھی۔ تمام تر معاملات طے کرنے کے بعد ہم لامانٹ میں ہارپوشاٹ کی جانب چل پڑے۔ جزیرہ لامانٹ میں ہارپوشاٹ اور اس کی بیوی سی گورا نے ہمارا شاندار

استقبال کیا۔ ہارپوشاٹ ایک خوبصورت آدمی تھا۔ تیز و طرار اور اچھی پرسنالٹی کا مالک۔ اس نے مجھے لیتھ اشیر کی حیثیت سے تعظیم دی اور ہارٹ ڈیکورا کے سامنے سر خم کیا۔ کہنے لگا۔

”مسٹر لیتھ اشیر بہت بڑی شخصیت کے مالک ہیں۔ وہ ہمارے سربراہ ہونے کے ساتھ ساتھ اسپین میں جو اہمیت رکھتے ہیں اس سے کسی طور نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ میرے لیے یہ بہت بڑی بات ہے کہ مجھے لیتھ اشیر کے نیاز حاصل ہوئے۔ آپ لوگ تشریف لائیے۔ میں آپ کا استقبال کرتا ہوں اور آپ کے یہاں آنے پر اپنی بے پناہ خوشی کا اظہار.....“

سی گورا شاید ہارپوشاٹ کے معاملات میں بہت زیادہ دخیل تھی۔ ویسے بھلا بڑی حسین عورت تھی۔ نجانے کیوں اس کے چہرے پر ایک شرافت پائی جاتی تھی۔ ہارپوشاٹ جیسے آدمی کی بیوی کی یہ کیفیت ذرا سی تعجب خیز تھی لیکن بہر حال ہر حال کے لوگ ہوتے ہیں۔ اس کے انداز میں ایک احترام تھا اپنے شوہر کے لیے، جو کم از کم ان علاقوں میں تصور نہیں کیا جاسکتا۔ بہر حال یہ بے پناہ محبت ہو سکتی تھی۔ ان لوگوں نے ہمارے لیے شاندار انتظامات کیے اور ضروری امور سے فراغت حاصل کرنے کے بعد ہارٹ ڈیکورا کی فرمائش پر ہارپوشاٹ نے یہاں لامانٹ میں اپنی تمام تفصیلات بتائیں اپنے آدمیوں کی تعداد۔ قرب و جوار میں جس طرح اس نے اپنے تحفظ کا بندوبست کیا تھا وہ اور ایسی تمام چیزیں جن کے بارے میں اس وقت معلومات حاصل کرنا ضروری تھا۔ ان تمام تفصیلات کا علم ہو گیا تو پھر ہارٹ ڈیکورا نے اس سے دوسرا سوال کیا۔

”سینی کڈ سے تمہارے معاملات آج کل کیسے چل رہے ہیں ہارپوشاٹ؟“

”سینی کڈ میرے گلے میں ناسور کے مانند ہے۔ میں اس کی وجہ سے سخت نقصانات اٹھاتا رہتا ہوں۔ میری آرزو ہے کہ اور کچھ ہو سکے یا نہ ہو سکے لیکن سینی کڈ میرے راستے سے ہٹ جائے۔ میں نے اس سلسلے میں ایک دوبارہ رابطہ بھی کیے ہیں لیکن مجھے کوئی تسلی بخش جواب نہیں دیا گیا۔ ایک بار پھر مسٹر ہارٹ میں یہ درخواست کرنا چاہتا ہوں کہ اس علاقے میں سینی کڈ نہیں موجود ہونا چاہیے۔ خواہ کسی بھی شکل میں ہو۔ وہ میرے راستے روکنے کا باعث بنتا رہتا ہے۔“

”تمہاری یہ درخواست یقینی طور پر ہائی کمان کی نگاہوں میں ہوگی لیکن ہائی کمان کی جانب سے فیصلے فہرست کے مطابق ہوتے ہیں۔ کون سے مسئلے کو کس وقت دیکھا جائے اس کی ترتیب بھی ضروری ہوتی ہے۔ بہر حال ہم اس وقت اسی مقصد کے تحت تمہارے پاس آئے ہیں۔“

”آہ میزے لیے تو یہ بہت بڑی خوشخبری ہے۔ اصل میں یہاں لامانٹ میں میں نے اپنے مکمل اختیارات قائم کر لیے ہیں لیکن سنی کڈ میرے ہر مسئلے سے انحراف کرتا ہے اور میرے اور اس کے درمیان یہ چپقلش چل رہی ہے۔ وہ اس علاقے میں اپنی برتری کا اعلان کرنا چاہتا ہے اور اگر یہ برتری اسے حاصل ہو جائے تو یوں سمجھ لیجئے مسٹر ہارٹ کہ بافیا کو اس علاقے میں بدترین نقصانات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ لامانٹ کی جغرافیائی حیثیت ایسی ہے کہ اگر ہمیں اس پر مکمل کنٹرول حاصل ہو جائے تو ہمارے بہت سے مفادات حاصل ہو سکتے ہیں۔ بہر حال یہ خوشخبری میری لیے بڑی اہمیت کی حامل ہے اور میری آرزو ہے کہ اس کے لیے مجھے گائیڈ کیا جائے۔“

”اس وقت تمہارے پاس جو افراد موجود ہیں کیا یہ سب سنی کڈ سے انحراف کر سکتے ہیں؟“

”ان میں سے ہر ایک صرف وہ کرتا ہے جس کی خواہش میرے دل میں ہو اور یہ بات آپ کے علم میں ہے کہ یہ بہترین لڑاکے ہیں ان کی بھابھی اسی میں ہے۔“

”گویا وہ لوگ علاقائی بنیاد پر نہیں سوچتے۔“

”علاقائی بنیاد پر؟“

”میرا مطلب ہے وہ سب ایک خطے بلکہ ایک جزیرے کے رہنے والے ہیں۔ اسی طرح ان کے درمیان زمین کی محبت کا رشتہ تو موجود نہیں ہے۔“

”زمین کیا ہے۔ بلکہ ان کا ذاتی نظریہ بھی یہی ہے کہ لامانٹ میں مجھے اقتدار حاصل ہو ورنہ دوسری صورت میں وہ خود فنا ہو جائیں گے۔“

”ہتھیار تمہارے پاس کافی تعداد میں موجود ہیں۔“

”ہاں۔ ہمارے پاس ہتھیاروں کی کیفیت اطمینان بخش ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی اصل میں ہمیں کوئی ایسا ذریعہ حاصل ہونا چاہیے جس سے ہم ترائیوں میں چھپے

ہوئے سنی کڈ کے آدمیوں کو نشانہ بنا سکیں۔“

”ترائی کا علاقہ جو پہلے باغات سے چھپا ہوا تھا۔ اب اس کے ڈھلان تو سپاٹ ہو چکے ہیں اگر تم ان ڈھلانوں سے نیچے اترو اور خاموشی سے ان چٹانوں تک پہنچ جاؤ تو وہاں مورچہ بندی کرنے کے تم سنی کڈ کے قبیلے کو نقصان پہنچا سکتے ہو۔“

”ایسا ہو سکتا ہے جناب لیکن اس کے لیے سرکاری ایجنسیوں کی مداخلت کا خطرہ ہے۔“

”اور کچھ۔“

”نہیں جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے سنی کڈ کے پاس ہتھیار موجود نہیں ہیں اس طرح ہمیں اس پر فوقیت حاصل ہوگئی، لیکن حکومت اسپین کی طرف سے اگر مداخلت نہ ہو۔“

ہارٹ ڈیکور نے مجھے دیکھا۔ میں نے کہا۔

”قبیلوں میں اکثر جنگیں ہو جایا کرتی ہیں۔ سرکاری ایجنٹ زیادہ سے زیادہ اپنی حکومتوں کو اطلاع کر دیتے ہیں، لیکن اگر یہ ایجنٹ ہمارے قبضے میں ہو اور کام ہو جائے تو بعد کے معاملات تو بہ آسانی سنبھالے جاسکتے ہیں۔“

ہارٹ پوٹاٹ نے چونک کر مجھے دیکھا اور پھر مسکراتے ہوئے کہا۔

”مسٹر لیٹھ اشٹیر یقینی طور پر ناقابل یقین کام سرانجام دے سکتے ہیں۔ ہمارے لیے تو مشکل ہو جائے گی، لیکن انہیں اس کام کی انجام دہی میں اپنی حیثیت اور اپنا اختیار استعمال کرنا ہوگا۔“

”میں ہر کام سادگی سے کرنا چاہتا ہوں۔ پولیٹیکل ایجنٹ کے بارے میں کیا ہارٹ پوٹاٹ نہیں جانتا کہ وہ کہاں مقیم ہے اور اس کا کیا مقام ہے؟“

”کیوں نہیں جناب، پولیٹیکل ایجنٹ مسٹر مارون اپنی فیملی کے ساتھ ایک خوبصورت علاقے کے ایک جنگلے میں رہتے ہیں۔ ان کی دوستیاں ہیں اور بیوی ہے۔ بہت اچھے آدمی ہیں مجھ سے اکثر ملاقاتیں رہتی ہیں۔“

”تو پھر ٹھیک ہے مسٹر ہارٹ پوٹاٹ، انہیں خاموشی کے ساتھ وہاں سے ہٹا کر ایک دوسرے مکان میں منتقل کر دیا جائے اور اسی مکان کو ان کی عارضی قیام گاہ یا پھر قید خانہ

میرے اس معاملے میں نہایت کار آمد ثابت ہو سکتی ہو۔“

”مقدس اشمیر مجھے حکم دیں کیا چاہتے ہیں؟“

”مجھے اسلحے کی ایک بڑی کھیپ درکار ہے، یہ اسلحہ ہلکا ہونا چاہیے لیکن موثر۔“

”کتنی بڑی کھیپ درکار ہے؟“ میں اسے تفصیلات بتانے لگا۔ میری بات سنتی رہی پھر

اس نے کہا۔

”اگر آپ اجازت دیں تو ہم اسپین کے سرکاری اسلحہ ڈپو پر چھاپا مار کر یہ اسلحہ چرائیں۔“

”نہیں بالکل نہیں کیونکہ اسلحہ کی چوری کے بعد جب اسے استعمال کیا جائے گا تو یہ بات منظر عام پر آجائے گی کہ وہ اسلحہ چوری کر کے کہاں استعمال کیا گیا۔ کیا تمہاری نگاہوں میں ایسے کچھ لوگ نہیں ہیں جو اسلحے کی اسمگلنگ کرتے ہوں اور وہ ہمیں ہمارا مطلوبہ اسلحہ سپلائی کر دیں۔“

”بالکل ہے چیف، ایسی کوئی بات نہیں ہے مطلوبہ اسلحہ آسکتا ہے لیکن اس کے آنے میں پندرہ سے بیس دن لگ جائیں گے۔“

”میں یہ وقت تمہیں دے سکتا ہوں۔“

”تو پھر ٹھیک ہے اسلحہ کہاں پہنچانا ہے۔“ اس نے سوال کیا اور جواب میں میں نے اسے وہ فلم دکھائی اور میری بڑے غور سے یہ فلم دیکھتی رہی پھر اس نے کہا۔

”گويا اسلحہ جزیرہ لامانٹ کے ترائی کے حصے میں پہنچانا ہے، آپ اس کے لیے فکر کیوں کرتے ہیں چیف، ہم اسے بحری جہاز کے ذریعے لامانٹ کی ترائیوں تک پہنچا سکتے ہیں۔“

”وہاں تیز سمندر ہے۔“

”بحری جہاز کے لیے تیز نہیں ہے اشمیر تو البتہ وہاں نہیں جاسکیں گے۔“

”نہیں میں نے اس کے لیے ایک اور پوائنٹ منتخب کیا ہے۔“ میں نے کہا اور

میریا کو اپنا منصوبہ بتانے لگا۔ وہ غور کرتی رہی پھر اس نے کہا۔

”بالکل ٹھیک ہے بہت تھوڑا سا فاصلہ ہے ذرا سارے لکڑے گا ہمیں، لیکن

میرا خیال ہے یہ ممکن ہے۔“

”تو پھر میری بات تم دیر کے بغیر روانہ ہو جاؤ، اسلحے کی ادائیگی جس شکل میں بھی چاہو“

میں تمہیں کرنے کے لیے تیار ہوں۔“

”ڈالر کی شکل میں ہو سکتی ہے چیف، صرف ڈالر کی شکل میں۔“

”تمہیں یہ رقم میڈرڈ میں ہی مل جائے گی۔“ میں نے جواب دیا اور میریا نے

گردن خم کر دی۔

اسلحے کے لیے رقم کی فراہمی کوئی مشکل نہیں تھی کیونکہ یہاں میں نے مافیا کے اثاثوں کی تفصیل پڑھی تھی، مافیا کے اخراجات کے لیے بہت بڑے بڑے اکاؤنٹس کھلے ہوئے تھے اور یہاں سے رقم کا حصول کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ یہ اکاؤنٹس لیتھ اشمیر کے نام پر نہیں تھے بلکہ ایک الگ نام تھا اور اس کے لیے چیک بکیں موجود تھیں جن پر سائن کیے ہوئے تھے۔ بہت سستی خیر طریقہ کار تھا لیکن بہر طور مافیا کا معاملہ تھا اور اس کے کام ایسے ہی ہوتے ہیں۔

ادھر ہارٹ ڈیکور ہار پوٹاٹ کے ساتھ اپنے کام میں مصروف تھا، لامانٹ سے رابطہ قائم ہوتا رہتا تھا اور ہارٹ ہی نے مجھے بتایا تھا کہ پولیٹیکل ایجنٹ سے اس نے دوستی کر لی ہے اور وقت مقرر پر اسے اغوا کر لینا کوئی مشکل کام نہیں ہوگا پھر میریا نے جب مجھے سگنل دیا کہ ہمارا مطلوبہ جہاز ہمیں حاصل ہو جائے گا تو میں نے اپنے پروگرام کا دوسرا مرحلہ شروع کر دیا۔ لامانٹ میں سنی کڈ تک پہنچنا بے شک ایک مشکل کام تھا لیکن میں نے مشکل کام کا آغاز کر دیا اور وہ راستے اپنائے جہاں سے میں ترائیوں تک پہنچ سکتا تھا۔ میں بالآخر منصوبے طے کر کے لامانٹ میں سنی کڈ کے علاقے کی جانب چل پڑا۔ یہ ایک خطرناک کام تھا لیکن مجھے سرانجام دینا تھا۔ سنی کڈ نے اپنے علاقے میں داخلے کے لیے بڑے مستحکم انتظامات کیے ہوئے تھے اور کسی غیر متعلق شخص کا وہاں پہنچانا ناممکن عمل تھا۔ مجھے فوراً بندوقوں کے نشانے پر لے لیا گیا اور میں بڑے اعتماد کے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔ پھر داروں نے مجھ سے سوال کیا کہ میں کون ہوں اور یہاں کیوں آیا ہوں تو میں نے پر جلال لہجے میں کہا۔

”میرا نام لیتھ اشمیر ہے۔ اشمیرس قبیلے کا روحانی پیشوا ہوں، سنی کڈ سے ملنا چاہتا

ہوں۔“

وہ لوگ مودب ہو گئے، غالباً، اشیرس قبیلے کے روحانی پیشوا کے بارے میں انہیں بھی معلومات حاصل تھیں۔ مجھے عزت و احترام کے ساتھ ایک عمارت میں پہنچا دیا گیا اور یہاں سنی کڈ نے میرا پر جوش استقبال کیا۔ اس کے ساتھ ایک بے حد حسین لڑکی موجود تھی۔ وہ اسپین کے روایتی نقوش رکھتی تھی، گہری سیاہ آنکھوں والی یہ لڑکی گہری نگاہوں سے میرا جائزہ لے رہی تھی۔ سنی کڈ بھی ایک خوب صورت نوجوان تھا۔ یونانی خدوخال رکھتا تھا، شکل و صورت سے اسپینی تو معلوم ہی نہیں ہوتا تھا، اس نے کہا۔

”مقدس روحانی پیشوا کی خدمت میں خود ایک بار حاضر ہو چکا ہوں اور اپنی دلی عقیدت کا اظہار کر چکا ہوں مجھے حیرت ہے کہ معزز لیتھ اشیر نے ایسے گھٹیا سے علاقے میں مجھ جیسے ناکارہ آدمی کو یہ عزت کیوں بخشی ہے۔“

میں نے اس سے کہا۔ ”میں تم سے بہت اہم گفتگو کرنے آیا ہوں سنی کڈ اور اس کے لیے میں تمہاری چاہتا ہوں۔“

”میرنا کڈ میری بیوی ہے اور بیوی سے زیادہ میری مشیر کار آپ اس پر مکمل اعتماد کر سکتے ہیں، باقی اطراف میں مستحکم کیے دیتا ہوں، آپ کو تمام گفتگو میں کسی مداخلت کا خطرہ نہیں رہے گا لیکن اس سے پہلے مجھے یہ عزت بخشی جائے کہ جو طلب ہو اسے بیان کر دیا جائے۔“

”کوئی بھی ٹھنڈا مشروب۔“ میں نے جواب دیا اور سنی کڈ کی بیوی نے اس کا انتظام کر لیا۔ سنی کڈ خود بھی بہت تیز معلوم ہوتا تھا، اس نے زیادہ چاؤ جو پچلے نہیں کیے بلکہ مشروب کے گلاس سرو ہونے کے فوراً بعد اس نے اپنی بے تابی کا اظہار کر دیا، کہنے لگا۔

”معزز لیتھ اشیر جو کچھ بھی کہنا چاہتا ہے، اس میں دیر نہ کی جائے کیونکہ میں شدید سنسنی کا شکار ہو چکا ہوں۔“

”سنی کڈ اسپین کے نواح پر میری نگاہ رہتی ہے اور شاید تمہیں اس بات کا علم نہ ہو کہ میں دوسروں کے کچھ مفادات کے لیے بھی کام کرتا ہوں۔“

سنی کڈ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے کہا۔

”اگر گستاخی نہ تصور کی جائے اور لیتھ اشیر مجھے اجازت دیں تو میں یہ اظہار کروں

کہ میں جن حالات سے گزرا ہوں، ان میں اپنے آپ کو قائم رکھنے کے لیے مجھے اپنی آنکھیں بھی کھلی رکھنی پڑی ہیں۔ مجھے معاف کیا جائے کہ یہ بات میرے علم میں آئی ہے کہ معزز لیتھ اشیر ہارسلونا میں مافیا کے مفادات کی نگرانی کرتے ہیں۔“ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے کہا۔

”اور دلچسپ بات یہ ہے کہ مجھے ایسے باخبر نوجوان پسند ہیں، یہ تمہاری خوبی ہے سنی کڈ کہ اس چھوٹی سی عمر میں تم نے اپنے تجربے کی وسعتوں کو محدود نہیں کیا ہے، میں اس بات سے انحراف نہیں کرتا۔“

سنی کڈ مسکراتا رہا۔ میں نے کہا۔ ”لامانٹ میں ہارپو شاٹ مافیا کا ایک کارکن ہے لیکن ہم اس کی کارکردگی سے مطمئن نہیں ہیں جبکہ تم نے سنی کڈ اس مختصر وقت میں اور انتہائی محدود وسائل کے ساتھ اپنے آپ کو خاصا مستحکم کر لیا ہے۔ مافیا ہارپو شاٹ اور تم پر گہری نگاہ رکھے ہوئے ہے۔ اصل میں ہمیں ایسے ہی لوگ درکار ہوتے ہیں جو شاندار کارکردگی کے مالک ہوں اور وہ جو اپنی طاقت پر نازاں ہو کر خود کو ساکت کر لیتے ہیں ہمارے لیے تکلیف دہ ثابت ہوتے ہیں اور ہم ایسے لوگوں کو ناپسند کرتے ہیں، ہارپو شاٹ اپنی قوت پر نازاں ہو کر ساکت ہو گیا ہے اور پچھلے بہت سے معاملات میں وہ ناکارہ ہو گیا ہے، سنی کڈ کیا تم لامانٹ میں ہارپو شاٹ کی جگہ لینا پسند کرو گے؟“

سنی کڈ کے چہرے پر جوش کے آثار پھیل گئے۔ اس نے پتھریلی آواز میں کہا۔ ”معزز لیتھ اشیر، میں اس بارے میں کیا کہوں، میں اگر یہ کہوں کہ میری زندگی کی سب سے بڑی آرزو یہی ہے کہ میں لامانٹ پر اپنا اقتدار مکمل کر لوں تو غلط نہیں ہو گا۔ اگر لامانٹ میں ہارپو شاٹ کو مافیا کا تعاون نہ حاصل ہوتا تو میں اس کی تمام تر قوت کو ناکام بنا کر اسے موت کے گھاٹ اتار دیتا۔ اس نے ہمارے لیے جس طرح کانٹے بوئے ہیں ان کی وجہ سے ہم ترقی نہیں کر سکے۔ وہ خود بھی محدود ہے اور صرف بیرونی عوامل پر تکیہ کرنا ہے جبکہ لامانٹ میں اتنے وسائل موجود ہیں کہ اگر انہیں صحیح استعمال کیا جائے تو اسپین میں لامانٹ کو ایک شاندار مقام مل سکتا ہے۔ ہارپو شاٹ نے لامانٹ کو پسماندہ رکھا ہے۔ وہ نہ خود کچھ کرتا ہے، نہ کسی اور کو کچھ کرنے دیتا ہے، بہر حال ابھی یہ سب کچھ ایک دیوانے کا خواب ہے لیکن مجھے اگر موقع مل جائے تو میں لامانٹ کو ایک ایسا علاقہ بنا دوں کہ بالآخر

رول کر دیا اور کہا۔

”اب اگر تم مافیا کے چنگل سے نکلنا بھی چاہو تو تمہارے لیے یہ ممکن نہیں ہوگا سنی کڈ۔“

”سنی کڈ مسکرا دیا اور بولا۔“

”لیکن میں چاہوں جب تاں میں تو اس میں شامل ہونا چاہتا ہوں۔“

”اس فارم کی تکمیل کے بعد تم ہمارے معزز ساتھی بن چکے ہو۔ اب پوری تفصیل سنو، ہمیں یقین تھا کہ تم مافیا کی رکنیت پسند کرو گے چنانچہ ہم نے ہارپوشاٹ کے خلاف کام شروع کر دیا ہے۔ ہارپوشاٹ کو یہ بتایا گیا ہے کہ مافیا سنی کڈ کے خلاف کام چاہتی ہے اور اس بات کی خواہش مند ہے کہ ہارپوشاٹ لامانٹ پر اپنا اقتدار قائم کرے۔ ہارپوشاٹ ترائی پر حملہ کرنے کے لیے پوری طرح تیار ہے اور مافیا کا ایک ایجنٹ وہاں اس کی رہنمائی کر رہا ہے، اس ایجنٹ نے حکومت اسپین کے پولیٹیکل ایجنٹ کو اپنے قبضے میں کر لیا ہے تاکہ اس جنگ کے دوران حکومت اسپین کوئی مداخلت نہ کر سکے لیکن اصل میں اس حملے پر آمادہ اس لیے کیا گیا ہے کہ قبائلی جنگلات میں اس جنگ کو ایک عام جنگ قرار دیا جائے اور ہارپوشاٹ کا خاتمہ ہو جائے۔ تمہیں شاید اس بات کا علم بھی نہ ہوتا اور ہارپوشاٹ ایک دن بلندیوں کو عبور کر کے اچانک ہی تم پر حملہ کر دیتا لیکن اب صورت حال مختلف ہے۔ وہ یہ کارروائی اب بھی بہت جلد کرے لیکن تم حملہ آوروں کے استقبال کے لیے پوری طرح تیار ہو گے اور اس جنگ کا فیصلہ چند گھنٹوں میں ہو جائے گا کیونکہ اشمیرس قبائل ہارپوشاٹ پر عقب سے حملہ کریں گے اس طرح وہ دونوں سمت سے گھیر کر بہ آسانی فنا ہو جائے گا اور اس کے بعد تمہیں بلندیوں کا اقتدار بھی حاصل ہو جائے گا۔“ سنی کڈ کی آنکھیں جیسے نشے میں ڈوب گئی تھیں، غالباً یہ اس کی دلی آرزو تھی اور نجانے کب سے وہ اس بات کا خواہش مند تھا۔ میں اس کی دلی کیفیات نوٹ کر رہا تھا اور دل ہی دل میں مسکرا رہا تھا۔ کیا نشہ ہوتا ہے اقتدار کا بھی، انسان اپنے آپ کو بھول جاتا ہے۔

کچھ دیر کے بعد سنی کڈ نے کہا۔ ”معزز لیتھ اشمیر کیا میں دنیا کا خوش نصیب ترین انسان نہیں ہوں کہ بیٹھے بیٹھے مجھے اتنی بڑی دولت مل رہی ہے۔ میں ایک بار پھر اس کا

حکومت اسپین میرے سامنے جھکنے پر مجبور ہو جائے۔“

”میں جانتا ہوں کہ تم ایسا کر سکتے ہو اور مافیا بھی یہ بات جانتی ہے بہر حال اب وہ مناسب وقت آگیا ہے جب تم اپنا مقام حاصل کر لو اس کے لیے تمہیں ہارپوشاٹ سے جنگ کرنا ہوگی۔“

سنی کڈ پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھنے لگا پھر اس نے مایوسی سے کہا۔

”ہمارے پاس افرادی قوت موجود ہے لیکن ہتھیار نہیں ہیں۔“

”ہتھیار تمہیں مافیا فراہم کرے گی۔“

”اگر مجھے ہتھیار مل جائے تو میں ہارپوشاٹ کو کتے کی موت باروں۔“

”تمہارے لیے ہتھیاروں کا بندوبست ہو چکا ہے اور بہت جلد وہ تمہارے پاس پہنچ جائیں گے بشرطیکہ تم خلوص دل سے مافیا کی رکنیت اختیار کرنے کا فیصلہ کرو۔“

”اس سلسلے میں میں صرف ایک ہی بات کہہ سکتا ہوں، مافیا اپنی وہ تمام شرائط مجھے فراہم کر دے جس کے تحت مجھے اس کے درمیان کوئی مقام دیا جاسکے۔ میں انہیں سننے سے پہلے منظور کرتا ہوں اور ان کی تکمیل کے لیے زندگی کی بازی لگانے کو تیار ہوں۔“

”تو پھر میرے پاس مافیا کی رکنیت کے یہ فارم موجود ہیں، انہیں دیکھو اور بھرو۔“

یوں سمجھ لو مافیا اس خطے پر تمہارا اقتدار پسند کرتی ہے اور تمہیں یہ اعزاز دیا جا رہا ہے۔“

فارم میں اپنے ساتھ لایا تھا اور میں نے وہ فارم سنی کڈ کے حوالے کر دیے اور

کہا۔

”اس کے لیے تمہیں تمہارا مطلوبہ وقت دیا جاسکتا ہے۔“ سنی کڈ بہت زیادہ

جذباتی ہو گیا تھا۔ اس نے اپنی بیوی کی جانب دیکھا اس کی بیوی اس کا مطلب سمجھ کر ایک

قلم نکال لائی۔ میں مسکرا دیا اور کہا۔

”شاید تم جلد بازی کر رہے ہو۔“

”نہیں معزز لیتھ اشمیر بلکہ میں یہ ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ اس کام کے لیے ایک لمحہ

بھی دیر کرنا میرے لیے ممکن نہیں، آپ مجھے اجازت دیجئے کہ میں یہ فارم بھروں۔“

میں نے شانے بلا دیے۔ میں بھی برق رفتاری سے یہ کام چاہتا تھا۔ سنی کڈ نے

تمام ضروری کارروائیاں مکمل کیں اور فارم میرے سامنے پیش کر دیا جسے دیکھ کر میں نے

ظہار کے بغیر نہیں رہ سکوں گا کہ مافیا کی رکنیت میری دلی آرزو تھی اور میں حسرت سے یہ سوچتا تھا کہ نجانے کب میں اس قابل بن سکوں گا، بن بھی سکوں گا یا نہیں، مجھے قبول بھی کیا جائے گا یا نہیں لیکن اب یہ سب کچھ ہو رہا ہے اور معزز لیتھ اسٹیر، اسٹیرس قابل بھی میری مدد کر رہے ہیں۔“

”ہاں تمہیں لامانٹ پر اقتدار دلانے کے لیے ہم کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتے“ اسٹیرس قابل بلندیوں کے علاقے میں پہنچیں گے، اس امکان کے ساتھ کہ اگر ہارپوشاٹ کو سخت مقابلہ کرنا پڑے تو اسٹیرس قابل اس کی مدد کے لیے موجود ہوں لیکن درحقیقت ان کا کام یہ ہو گا کہ جیسے ہی ہارپوشاٹ اپنے آدمیوں سمیت ترائیوں میں اس پوائنٹ پر پہنچے گا جہاں سے تم اسے نشانے پر لے سکو، عقب سے اسٹیرس قابل اس پر حملہ کر دیں گے سامنے سے تم، اس طرح وہ پس کر رہ جائے گا اور اس کی ایک نہیں چل سکے گی۔ پولیٹیکل ایجنٹ ہمارے قبضے میں ہے بعد میں اسے اس بات پر آمادہ کر لیا جائے گا کہ وہ اپنی زبان بند رکھے اور حکومت کو اس معاملے میں ملوث نہ ہونے دے، یوں تمہیں بلندیوں کی قوت بھی حاصل ہو جائے گی اور اس کے بعد تمہارے وسائل بڑھ جائیں گے، مافیا تمہیں بہت بڑا فنڈ دے گی تاکہ تم لامانٹ میں اپنی حیثیت مستحکم کر سکو۔“

”یہ دن میری زندگی کا سنہرا دن ہے، کاش میں اپنے جذبات کا صحیح طور پر اظہار کر سکتا۔“

”ہتھیاروں کے حصول کے لیے ہم نے جو طریقہ کار اختیار کیا ہے اس کی تفصیل

سن لو۔“

میں سنی کڈ کو وہ تمام تفصیلات بتانے لگا پھر میں نے کہا۔

”اور اس وقت تک جب تک کہ یہ سارا کھیل مکمل نہیں ہو جائے گا مجھے شاید

تمہارے پاس ہی قیام کرنا پڑے۔“

”یہ میری خوش بختی کا ایک اور حصہ ہو گا۔“ سنی کڈ نے کہا۔ سنی کڈ سے ”آئیہا“

تمام گفتگو مکمل ہو چکی تھی اور میں اس گفتگو سے مطمئن تھا۔ چنانچہ سنی کڈ نے دہلی

میرے قیام کا بندوبست کر دیا، بہت ہی اچھا انسان تھا اس نے میری بہترین تواضع کی مجھے

اس وقت تک قیام کرنا تھا جب تک میری اپنے کام سے فارغ نہ ہو جائے۔ اظہار اس

علاقے میں رہ کر میریسا سے رابطے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا لیکن میریسا کے بارے میں مجھے یہ اندازہ تھا کہ وہ جو کچھ بھی ہے کم از کم ایک ذمے دار عورت ہے اور جو ذمے داری اس نے اپنے سر لی ہے اس کی تکمیل کرے گی اور اس کے بارے میں میریسا یہ اندازہ غلط نہیں لگا۔

یہاں ترائی میں قیام کے پانچویں دن سنی کڈ کے آدمی میریسا کو لیے ہوئے میرے پاس پہنچے اور انہوں نے بتایا کہ یہ عورت مسٹر لیتھ اسٹیر سے ملنا چاہتی ہے۔ میریسا نے وہی طریقہ کار اختیار کیا تھا جو ہم پہلے سے متعین کر چکے تھے۔ اس نے اسٹیر کے ذریعے اس علاقے سے یہاں آنے کی کوشش کی تھی جس کا تعین ہم نے کیا تھا۔ یہ بھی ایک بھیاںک تجربہ تھا لیکن میریسا کے بارے میں مجھ سے زیادہ اور کون جان سکتا تھا کہ وہ زندگی کو کھیل سمجھتی ہے اور ہر قسم کے خطرات مول لے سکتی ہے، جس اسٹیر کے ذریعے وہ یہاں تک پہنچی تھی وہ ایک عام اسٹیر تھا اور اچھے سے اچھا سمندری مہم جو اس اسٹیر کو ایسے خطرناک سمندر سے گزار کر ایسی جگہ تک لاسے ہوئے اچکچاتا لیکن میریسا نے یہ کارنامہ سرانجام دیا تھا۔ میں نے اس کا پر محبت استقبال کیا، ویسے یہ بات اطمینان بخش تھی کہ میرے اور میریسا کے درمیان احترام کے تمام رشتے تھے اور میریسا کہیں بھی بے قابو نہیں ہوتی تھی، بہر حال وہ مجھ سے بہت محبت سے ملی اور اس نے مجھے بتایا کہ میری ضرورت کے مطابق تمام انتظامات ہو چکے ہیں اور اس نے مختلف ذرائع سے اسلحے کو یہاں تک پہنچانے کا بندوبست کر لیا ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اس نے لاگو کے کیپٹن کو ٹرانس میں لے لیا ہے اور کیپٹن یہ کار خیر سرانجام دینے کے لیے تیار ہے۔ اس بات پر میں نے ذرا سنسنی محسوس کی تھی۔ میں نے کہا۔

”میریسا کہیں یہاں ہم مار نہ کھا جائیں، میرا مطلب ہے لاگو کا کیپٹن کوئی گڑبڑ نہ کر

جائے۔“

میریسا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے کہا۔

”عظیم لیتھ اسٹیر آپ کے سامنے میں نہ کوئی بہت بڑی بات کہوں گی اور نہ کوئی

دعویٰ کروں گی لیکن معاف کیجئے مرد کی ذات میں اگر یہ کمزوریاں نہ ہوتیں تو درحقیقت

دنیا کے جغرافیائی حدود میں بڑی تبدیلیاں رونما ہوتی، بہت سے ایسے کام ہو چکے ہیں جو

نہیں ہونے چاہیے تھے لیکن اگر آپ غور کریں تو ان کے پیچھے عورت ہی کی ذہانت اور سحر طرازی کار فرما ہے۔ کپتان میری خواہش سے ذرا برابر انحراف نہیں کرے گا۔ اس کا مجھے پورا پورا یقین ہے بس آپ اجازت دیں یہ کام راتوں رات ہو سکتا ہے کیونکہ تمام اسلحہ لاکو پر بار کر دیا گیا ہے اور لاکو اپنا راستہ بدل کر کچھ وقت کے لیے یہاں آسکتا ہے۔ کپتان نے تمام ذمے داریاں قبول کر لی ہیں۔“

میں واقعی ششدر رہ گیا تھا۔ میری اس قدر کار آمد ثابت ہوگی۔ یہ میں نے نہیں سوچا تھا۔ میں تو بس اسے ساتھ لے ہی آیا تھا اس تصور کے تحت کے ہو سکتا ہے کبھی اسپین میں وہ کسی کام آہی جائے لیکن اس وقت اس کی کارکردگی نے یہ ظاہر کر دیا تھا کہ وہ بڑے کام کی عورت ہے اور اس نے اعتماد قائم کر لیا تھا اور میں آئندہ بھی اس سے بہت کام لے سکتا تھا خاص طور سے ریوڈی اسمتھ کے اغوا ہی کا معاملہ تھا تو ریوڈی اسمتھ کے حصول میں بھی اب میری ہی کو کسی اچھے پروگرام کے تحت ٹٹ مین کے مقابلے پر لایا جاسکتا تھا۔ میں نے میری مبارک باد دی اور کہا کہ اگر وہ اس قدر پر اعتماد ہے تو پھر فوراً لاکو کے کپتان سے معاملات طے کر کے اس مسئلے میں قدم اٹھائے، میری نے وہ ٹرانسمیٹر میرے سامنے رکھ دیا جس پر لاکو سے رابطہ قائم کیا جاسکتا تھا اور کہنے لگی۔

”مسٹر لیٹھ اشمیر“ آپ سنی کڈ سے تمام معاملات طے کرنے کے بعد مجھے بتا دیجئے میں وہی وقت کیپٹن کو دیے دیتی ہوں۔“ میں نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی اور اس کے بعد سنی کڈ کو طلب کر لیا۔ میں نے سنی کڈ کو میری سے متعارف کرا کے اسلحے کے بارے میں تفصیل بتائی اور سنی کڈ انتہائی پر جوش ہو گیا۔ اس نے کہا کہ وہ چند گھنٹوں کے اندر اندر اسلحے کو ریسیو کرنے کا بندوبست کر سکتا ہے اور اس کے لیے اس نے ایک ساحل کا انتخاب بھی کر لیا ہے۔ ہم لوگ وہ ناقابل یقین کارنامہ سرانجام دینے کی تیاریاں کرنے لگے جن کے بارے میں آج تک کبھی کوشش نہیں ہو سکی تھی اور جسے ناقابل عمل سمجھا جاتا تھا۔ بالآخر میری نے لاکو سے ٹرانسمیٹر پر رابطہ قائم کیا، میرے سامنے ہی کپتان سے گفتگو ہوئی تھی، کپتان کو وہ تمام پوائنٹس بتائے جہاں اسے یہ کام کرنا تھا اور بالآخر وہ تیار ہو گیا۔ اس رات میں نے اور میری نے تقریباً تمام رات جاگ کر اسلحے کی منتقلی کے کام کی نگرانی کی تھی۔ سنی کڈ کے جتنے جوان یہاں موجود تھے انہوں نے نہایت تندی سے

اور بعض جگہ زندگی کی بازی لگا کر اسلحے کو ساحل تک پہنچایا تھا، بہت خطرناک کام سرانجام دیا گیا تھا لیکن بہر حال اس میں مکمل کامیابی حاصل ہوئی اور صبح سورج نکلنے سے غامبی دین پہلے لاکو، لامانٹ سے دور ہٹ گیا اور اسلحے کے بیش ہما ذخائر جن کی قیمت بھی بہت زیادہ تھی لامانٹ کی ان ترائیوں میں پہنچ گئے جہاں آج تک اتنے اسلحے کی صورت نہیں دیکھی جاسکتی تھی۔ سنی کڈ تو خوشی سے دیوانہ ہو رہا تھا اسے اپنی کامیابی کا پورا پورا یقین تھا۔ ابھی ہمیں یہاں رک کر اس اسلحے کے استعمال پر بھی اطمینان کر لیتا تھا اور اس کے لیے ترائیوں کا وہ آخری حصہ منتخب کیا گیا جہاں سے بلندیوں کا کوئی نشان نظر نہیں آتا تھا۔ سنی کڈ کے آدمی کافی ذہین تھے اور ایک طرح سے یہاں تو میرا کام ختم ہو گیا۔ یہی کام اس پورے کام میں خاصا مشکل تھا اس کے بعد میں میری کے ساتھ سنی کڈ سے رخصت ہوا۔ جاتے ہوئے میں نے سنی کڈ کو تمام تفصیلات بھی سمجھا دی تھیں اور وہ ٹرانسمیٹر بھی اسے دے دیا تھا جس کا ایک حصہ میرے پاس موجود تھا اس سے ہم سنی کڈ سے ضروری امور پر انتہائی اہم حالات میں گفتگو کر سکتے تھے پھر مجھے ہارپوشاٹ کے پاس پہنچنا تھا لیکن اس سے پہلے بار سلونا جانا ضروری تھا کیونکہ اشمیرس قبائل کے کچھ افراد کو بھی یہاں لانا ضروری تھا۔ تقریباً پچاس افراد منتخب کیے تھے میں نے انہیں بار سلونا سے لامانٹ تک پہنچانے کے لیے خاصے پیچیدہ ذرائع اختیار کئے کیونکہ انہیں بھی اسلحے سمیت ہی جانا تھا، اس اسلحے پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا تھا جو ہارپوشاٹ کے پاس موجود تھا کیونکہ ہم نے اس کا بغور جائزہ نہیں لیا تھا۔ ہارپوشاٹ ڈیکورا دیں ہارپوشاٹ کے ساتھ مقیم تھا۔ ایک عجیب و غریب سازش چل رہی تھی جس پر اگر غور کیا جاتا تو مافیا کی کارکردگی کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا تھا کس طرح چالیں چلی جاتی ہیں اور کس طرح یہ تمیز نہیں ہو پاتی کہ وہ دشمنی پر آمادہ ہے یا دوستی پر اس کے لیے دوستوں کی کیفیت بھی بس ایسے مہروں کی سی ہوتی تھی جنہیں ضرورت کے وقت اپنے ہی ہاتھوں سے پٹوا دیا جائے اور کوئی بھی شخص اپنے آپ کو مکمل طور پر محفوظ نہیں کہہ سکتا تھا، بہر طور میں نے اب اس دشت میں قدم رکھ ہی دیا تھا تو ذرا اس کا اچھی طرح مزہ چکھنے کے بعد ہی اس سے علیحدگی اختیار کر سکتا تھا، ابھی تو آغاز تھا، نہ جانے اس سے میرے اپنے وطن کے مفادات کے لیے کیا کیا فائدے حاصل ہو سکیں۔ بہر حال پچاس آدمیوں کے اس گروہ کے ساتھ میں لامانٹ میں بلندیوں کے علاقے تک پہنچ گیا۔ یہاں

ہارٹ ڈیکورا ہارپوشاٹ اور اس کی بیوی سی گورا نے ہمارا استقبال کیا تھا۔ ہارٹ ڈیکورا خاصا مسرور نظر آتا تھا اس نے ابھی تک یہ ظاہر نہیں ہونے دیا تھا کہ وہ ہارپوشاٹ کو کہیں بھی ڈبل کر اس کر رہا ہے یوں لگتا ہے جیسے وہ خود بھی ان تمام معاملات کو بھول گیا ہو۔

ہماری نشست ہوئی اور تمام منصوبہ بندی کی جانے لگی یہاں تک کہ اسی رات یہ بھی طے ہو گیا کہ ترائیوں میں سنی کڈ پر حملے کے لیے کون سا دن اور کیا وقت اختیار کیا جائے گا۔ یہ ساری اسکیم ہر قسم کی مشکلات سے پاک رکھ کر تیار کی گئی تھی اور ہر پہلو پر غور کر لیا گیا تھا۔ میں بھی اس میں پوری پوری دلچسپی لے رہا تھا کیونکہ یہ مہم میری ہی سرکردگی میں سرانجام دی جا رہی تھی۔ ہر چیز کا جائزہ لے لیا گیا اور اس کے بعد ہم اپنے پروگرام کے لیے متعین دن کا انتظار کرنے لگے۔ وہ دن آگیا۔ شام کو پانچ بجے اچانک ہی تمام تیاریاں شروع کر دی گئیں۔ ادھر اشمیرس قبائل بھی تیار ہو گئے ہارپوشاٹ ان کی آمد سے خوش تھا حالانکہ اس نے کہا تھا کہ سنی کڈ پر قابو پانے کے لیے اس کی اپنی ہی قوت کافی ہے لیکن اشمیرس قبائل کی آمد سے اس کے حوصلے بڑھ گئے تھے اور وہ بہت زیادہ مسرور تھا۔

تمام منصوبہ بندی کر لی گئی اور اس رات تقریباً ساڑھے نو بجے ہارپوشاٹ کے مسلح افراد بلندی کے آخری سروں پر نمودار ہو گئے ہارپوشاٹ کو عقب سے ان کا جائزہ لینا تھا بڑی بڑی دور بینیں نصب کر لی گئی تھیں۔ فاصلہ ہی کتنا بس بلندی سے ترائی پر اترنا تھا اور اس کے آدمیوں نے نیچے اترنا شروع کر دیا۔ میں ہارٹ ڈیکورا ہارپوشاٹ کی بیوی سی گورا وغیرہ مورچہ بنا کر بیٹھ گئے تھے اور یہاں سے دور بینوں کے ذریعے جائزہ لے رہے تھے۔

ہارٹ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی اس نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر سرگوشی میں بولا۔

”میرا خیال ہے اب دوسری جانب بھی اطلاع کر دی جائے۔“ میں نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلائی۔ تھوڑی دیر کے لیے وہاں سے ہٹا اور اس کے بعد سنی کڈ کو ٹرانسمیٹر پر کال کر کے ساری تفصیل اسے بتا دی۔ سنی کڈ نے ادھر سے جواب دیا کہ وہ بلندیوں پر

تحریک دیکھ چکا ہے اور اپنے آدمیوں کے ساتھ پوری طرح ہوشیار ہے۔ میں نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی تھی بالآخر وہ پوائنٹ آگیا جہاں سے ہارپوشاٹ کے آدمیوں کو حملے کا آغاز کرنا تھا اور پھر وادی میں بھاری ہتھیاروں کی بھیانک آوازیں گونجنے لگیں حملہ کر دیا گیا تھا۔ ہارپوشاٹ کے آدمی مناسب رفتار سے گولے اور گولیاں برساتے ہوئے قدم قدم نیچے اتر رہے تھے۔ دوسری جانب سے بھی اکا دکا فائر کر کے جواب دیا جا رہا تھا اور سنی کڈ اس معاملے میں نہایت فراست کا ثبوت دے رہا تھا۔ ہارپوشاٹ کے آدمی حالانکہ تعداد میں بہت زیادہ نہیں تھے لیکن اس طرح پھیل کر حملہ آور ہوئے تھے کہ بہت زیادہ محسوس ہوں۔ اشمیرس میرے اشارے کے لیے تیار کھڑے ہوئے تھے۔ میں نے ان میں سے کور کمانڈر مقرر کر دیا تھا اور انہیں صورت حال بتا دی تھی یعنی وہ یہ جانتے تھے کہ انہیں سنی کڈ کے خلاف نہیں بلکہ ہارپوشاٹ کے خلاف کام کرنا ہے۔ ہارپوشاٹ کے چند افراد اوپر بھی موجود تھے جنہیں اچانک ہی گرفتار کرنا تھا تاکہ وہ اپنی طرف سے کوئی کارروائی نہ کر سکیں اور پھر میرے اشارے پر سنی کڈ کو سرخ سنگل دیا گیا فضا میں آتش بازی چھوڑ کر سنی کڈ کو ہدایت کی گئی کہ اب وہ پوری طرح جوابی حملے کا آغاز کر دے اور سرخ سنگل کے فوراً بعد نیچے سے اچانک خوفناک آوازیں شروع ہو گئیں۔ راکٹ لاسچر مارٹر اور جدید ترین اسلحے کا استعمال نیچے سے کیا جا رہا تھا۔ سی گورا کا چہرہ دھواں دھواں ہو گیا۔ اس نے سرد لہجے میں کہا۔

”یہ یہ کیا ہو؟ یہ جوابی حملہ معلوم ہوتا ہے؟“

ہارٹ ڈیکورا اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہاں میڈم گورا یہ سنی کڈ کی جانب سے جوابی حملہ ہے اور اب ہارپوشاٹ کا دور اقتدار ختم ہو گیا سنی کڈ مافیا کا ایجنٹ ہے جو لاناٹھ پر اقتدار حاصل کرے گا براہ کرم اپنے آپ کو گرفتاری کے لیے پیش کر دیجئے۔“

سی گورا پر سکتہ طاری ہو گیا تھا اور بغیر کسی جدوجہد کے ہارٹ ڈیکورا نے اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال کر اسے محصور کر لیا تھا۔ سی گورا کے بدن میں جیسے لہو کا ایک قطرہ بھی نہیں رہا تھا۔

ادھر پروگرام کے مطابق اشمیرس قبائل نے ترائی میں تھوڑا سا فاصلہ طے کرنے

کے بعد عقب میں چٹانوں میں چھپے ہوئے بارپوشاٹ کے آدمیوں پر حملہ کیا، نیچے سے تو خیر جو کارروائی ہوئی تھی۔ اس کے کوئی اہم نتائج برآمد نہیں ہوئے تھے لیکن اشمیرس قبائل نے جو کچھ کیا اس نے بارپوشاٹ کے آدمیوں کو بھون کر رکھ دیا اور توقع سے کہیں پہلے اس جنگ کا خاتمہ ہو گیا۔ بارپوشاٹ کے تقریباً تمام آدمی مارے گئے تھے۔ اشمیرس قبائلی ہی بارپوشاٹ کو زخمی حالت میں اٹھا کر لائے تھے، وہ غالباً گولیوں کے زخم سے بے ہوش نہیں ہوا تھا بلکہ اس کا سر ایک پتھر سے ٹکرا گیا تھا اور اشمیرس یہی سمجھے تھے کہ بارپوشاٹ مر چکا ہے۔ سی گورا کے سامنے بارپوشاٹ کو لایا گیا تو دہشت سے چیخ پڑی۔

”نہیں نہیں یہ ظلم ہے جو کچھ کیا گیا ہے، ظلم ہے۔“

بارپوشاٹ تھوڑی دیر کے بعد ہوش میں آ گیا تھا۔ اس کے بازوؤں میں زخم تھا۔ کمر پر بھی ایک جگہ گولی رگڑتی ہوئی گزر گئی تھی جس سے اس کا بدن خون آلود ہو گیا تھا لیکن کوئی ایسا زخم نہیں تھا جو جان لیوا ہو۔ ہوش میں آنے کے بعد اس نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس بدلے ہوئے ماحول کو دیکھا۔ ہارٹ ڈیکہ را کو پھر مجھے اور پھر اپنی بیوی کو، سی گورا کے ہاتھوں میں ہتکڑیاں دیکھ کر وہ خوف سے اچھل پڑا۔

”یہ یہ مسٹر ہارٹ یہ سب کیا ہے، کیا ہم سنی کڈ کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے، کیا ہمیں جنگ میں شکست ہو گئی؟“

ہارٹ ڈیکہ را کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اس نے کہا۔
”بہتر ہے کہ تمام معلومات کسی مناسب جگہ پہنچ کر آپ کو حاصل ہونی چاہئیں مسٹر

بارپوشاٹ۔“

”آپ کا لہجہ مجھے کچھ بدلا بدلا محسوس ہو رہا ہے مسٹر ہارٹ ڈیکہ را۔“ ڈیکہ را نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک عمارت میں واپس آ گئے جہاں بارپوشاٹ رہا کرتا تھا، سی گورا کو بھی وہیں لے آیا گیا۔ ہارٹ ڈیکہ را مسرور انداز میں مسکرا رہا تھا۔ اس نے کہا۔

”اس شاندار کامیابی پر میں آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں مسٹر لیتھ اشمیر اور اپنے دوست بارپوشاٹ کے لیے فی الحال ہمدردی کے جذبات رکھتا ہوں۔ مسٹر بارپوشاٹ بہت سے معاملات میں عورت انسان کی زندگی کے لیے سب سے بڑا خطرہ ثابت ہوتی

ہے۔ یہ تاریخ صدیوں کی ہے اور شاید صدیوں تک جاری رہے گی۔ آپ کو احساس ہونا چاہیے تھا کہ آپ کا تعلق مافیا سے ہے اور جب کوئی بھی شخص مافیا کا رکن بن جاتا ہے تو ذاتی طور پر اس کی اپنی کوئی حیثیت نہیں رہتی۔ دنیا کے کسی فرد کے لیے بلکہ اپنی ذات کے لیے بھی وہ کوئی ایسا کام سرانجام نہیں دے سکتا جس میں مافیا کی مرضی شامل نہ ہو۔ آپ نے ایسا کیا ہے مسٹر بارپوشاٹ، جس کے صلے میں آپ کو یہ سزا دی گئی ہے، آپ کے تمام آدمی مارے گئے اور اب لامانٹ پر سنی کڈ کا اقتدار ہے۔ مافیا نے سنی کڈ کو لامانٹ کا نیا نمائندہ مقرر کیا ہے، میں اسی پروگرام سے یہاں آیا تھا اور مسٹر لیتھ اشمیر اور میں نے مل کر اس پروگرام کو تکمیل تک پہنچایا ہے۔ آپ نے غور کیا ہو گا کہ سنی کڈ نے بہترین ہتھیاروں کے ساتھ آپ کا مقابلہ کیا شاید آپ کو اس کا اندازہ بھی ہو کہ اشمیرس قبائل نے بھی عقب سے آپ کے آدمیوں پر حملہ کر کے انہیں موت کے گھاٹ اتارنے کا مکمل کام سرانجام دیا ہے۔ مطلب یہ کہ ہم نے سنی کڈ کو آپ کی جگہ دے دی ہے اور جب مافیا کے لیے کوئی شخص بیکار ہو جاتا ہے تو اس کی زندگی کا خاتمہ بھی ضروری ہوتا ہے چنانچہ یہ نیک کام بھی مسٹر لیتھ اشمیر اپنے ہاتھ ہی سے سرانجام دے دیں گے، مسٹر لیتھ اشمیر پلیز۔“

ہارٹ ڈیکہ را نے ایک شاندار ریوالور جس پر سائلنسر لگا ہوا تھا، لوڈ کر کے میرے ہاتھ میں تھما دیا، اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ بارپوشاٹ نے دہشت بھرے لہجے میں کہا۔

”لل..... لیکن مجھے میرا قصور بھی تو بتا دیا جائے۔“

”آپ کا قصور میں نے ابھی آپ سے عرض کیا تھا کہ عورت بہت سے معاملات میں زہر قاتل ہی ثابت ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے دنیا کی تاریخ میں بڑے بڑے حکمرانوں پر زوال آئے ہیں، آپ کی بیوی سی گورا نے آپ کو کسی ایسے کام پر مجبور کیا تھا جو مافیا کی پسند کے خلاف ہو؟“

بارپوشاٹ خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔ اس نے سر اسیمہ نگاہوں سے سی گورا کو دیکھا۔ سی گورا کا چہرہ بھی تاریک ہو گیا تھا۔ ہارٹ ڈیکہ را نے مسکراتے ہوئے کہا۔
”بہتر ہے مسٹر لیتھ اشمیر آپ اپنا یہ کام سرانجام دے دیں، یہ دونوں جانتے ہیں کہ

انہوں نے کیا کیا ہے اور اس کے نتیجے میں مافیا کی طرف سے انہیں یہ سزا دی گئی ہے۔“

”بہتر ہے ہارٹ ڈیکورا یہ کام تم ہی اپنے ہاتھوں سے سرانجام دو۔“ میں نے

پستول ہارٹ ڈیکورا کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا اور پھر پوچھا۔

”لیکن یہ تو پتا چلے کہ آخر وہ کام کیا تھا؟“

ہارٹ ڈیکورا مسکراتا ہوا بولا۔ ”میڈم سی گورا درحقیقت بوسنیا سے تعلق رکھتی ہیں اور بوسنیائی مسلمانوں کی سرگرم کارکن ہیں۔ بہت عرصے سے انہوں نے بوسنیائی مسلمانوں کی امدادی کارروائی کا آغاز کیا ہوا ہے اور مختلف ذرائع سے انہیں اسلحہ اور خوراک فراہم کر رہی ہے۔ اسی سلسلے میں انہوں نے ہارپوٹاٹ سے شادی کی تھی اور ہارپوٹاٹ کو اس بات کے لیے آمادہ کر لیا تھا کہ وہ اپنے وسائل اور ذرائع سے بوسنیائی مسلمانوں کی مدد کرے۔ مسٹر ہارپوٹاٹ اپنے آپ کو بہت ذہین سمجھتے ہوئے یہ کام کرتے رہے۔ کافی عرصہ نظر انداز کیا گیا لیکن جب انہوں نے نیکیوں کا بیڑا اٹھا ہی لیا تو پھر مافیا کی طرف سے ان کے لیے موت تجویز کی گئی اور سینی کڈ کو اس علاقے کا نمائندہ مقرر کرنے کا فیصلہ کیا گیا جسے آج ہم نے اس انداز میں تکمیل تک پہنچا دیا ہے۔“

میرے پورے بدن میں سنسنی کی لہر دوڑ گئی۔ دیوانگی تو بہر طور اپنی جگہ مسلم ہی تھی اور میں کبھی ایسے کسی عمل کے لیے مستقبل کے خدشات کو پیش نگاہ نہیں رکھتا تھا۔ اب میرے سامنے ایک ایسی بات آئی تھی جس میں میری دلی محبت شامل تھی اگر سی گورا اور ہارپوٹاٹ کسی طور پر بوسنیائی مسلمانوں کی امداد کے مجرم تھے تو میرے لیے ان سے زیادہ قابل احترام اور کون ہو سکتا تھا۔ مافیا اس سلسلے میں فیصلہ کر چکی تھی کہ سینی کڈ کو اقتدار دلایا جائے۔ اس فیصلے کو میں نہیں ٹال سکتا تھا لیکن بوسنیائی مسلمانوں کی امداد کے سلسلے میں ہارپوٹاٹ اور سی گورا کو موت کی سزا ملے یہ مجھے منظور نہیں تھا۔ ایک لمحے میں میں نے فیصلہ کر لیا اور اس کے بعد میں نے اپنا وہ بڑھا ہوا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا جس کے ذریعے میں ہارٹ ڈیکورا کو پستول واپس کر رہا تھا۔ میں نے سر ہلچے میں کہا۔

”اگر یہ بات ہے تب پھر یہ نیک کام میں ہی سرانجام دوں گا مسٹر ہارٹ ڈیکورا۔“

اور ہارٹ ڈیکورا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اس نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

”اس میں کوئی شک نہیں ہے مسٹر لیتھ اسٹیر کہ یہ ایک نیک کام ہے۔ مافیا اپنے

کسی آدمی کو اس بات کی اجازت قطعی طور پر نہیں دے سکتی کہ وہ اپنے کسی مفاد کا فیصلہ کرے اور مسٹر ہارپوٹاٹ اس کے مجرم قرار پائے ہیں۔ یہ سب کچھ تو بہت پہلے ہو جانا چاہیے تھا۔ خیر دیر آید، درست آید۔“ میں نے پستول سیدھا کیا۔ سی گورا اور ہارپوٹاٹ بالکل ساکت و جامد کھڑے ہوئے تھے۔ میں نے سی گورا کو دیکھ کر کہا۔

”تم مسلمان ہو؟“

”ہاں خدا کے فضل سے میں مسلمان ہوں اور اب تک اپنے مظلوم بھائیوں کے لیے جو کچھ کرتی رہی ہوں اس پر ناز کرتی ہوں۔ میری زندگی نے بس مجھے اتنا ہی موقع عطا کیا تھا لیکن مرتے ہوئے مجھے افسوس نہیں ہے، کیونکہ اپنے جیسے کا تھوڑا سا قرض میں نے پورا کر دیا ہے۔ میں جانتی ہوں مظالم کا شکار بوسنیائی، بلا آخر ایک دن ان مظالم سے نجات حاصل کر ہی لیں گے لیکن میری اپنی خوشیاں اپنی جگہ ہیں۔ میں کم از کم اس بات سے مطمئن ہوں کہ جتنا کچھ ان کے لیے کر سکتی تھی کر کے واپس جا رہی ہوں۔“ ہارٹ ڈیکورا نے مذاق اڑانے والے انداز میں تالیاں بجاتی پھر آہستہ لہجے میں بولا۔

”قوم پرست لڑکی۔“

پھر میں ہارپوٹاٹ کی طرف متوجہ ہوا اور بولا۔

”مسٹر ہارپو آپ تو غالباً مسلمان نہیں ہیں۔“

”انسان ہوں اور انسانیت کہیں بھی دل میں جاگ سکتی ہے اس کے لیے کسی مخصوص مذہب کا ہونا ضروری نہیں ہے۔“

”لیکن سی گورا تم نے ایک غیر مسلم سے شادی کر لی۔“

”یہ شادی نہیں ایک مشن تھا جس کے لیے میں نے اپنے وجود کو وقف کر دیا تھا۔ بے شک یہ ایک گناہ ہے لیکن بحالت مجبوری میں یہ گناہ کرنے پر آمادہ ہوئی۔ خیر اب ان باتوں میں کیا رکھا ہے۔ ہمارا گیم ختم ہو گیا اور ہم دونوں میں کسی کو اس کا ذرہ بھر افسوس نہیں ہے۔ آپ اپنا کام کیجئے مسٹر لیتھ اسٹیر۔ مافیا کے مفادات بہر طور اپنی جگہ ایک اہمیت رکھتے ہیں اور ہم دونوں اس بات کے لیے تیار تھے کہ کبھی نہ کبھی ایسا ضرور ہو جائے گا۔ ہم نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ کم از کم زندگی میں ایک نیک کام تو کر جائیں گے۔“

”اب آپ کیا کہتے ہیں مسٹر ڈیکورا کام تو انہوں نے واقعی نیک کیا ہے اور میرے

خیال میں اس ٹیک کام کے عوض انہیں موت کی سزا نہیں ملنی چاہیے۔“
”اوہو تو آپ کے ذہن میں کوئی اور خیال ہے مسٹر لیتھ اسٹیر۔“

”ہاں!“

”تو ٹھیک ہے۔ بہر حال مافیا کا یہی فیصلہ ہے لیکن آپ اس کیس کے انچارج ہیں جو بھی آپ مناسب سمجھیں۔“

میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی اور اس کے بعد اچانک ہی میرے پستول کا رخ ہارٹ ڈیکور کی جانب ہو گیا۔ میں نے پستول کے ٹریگر پر انگلی دباتے ہوئے کہا۔
”اور یہ ضروری ہے مسٹر ڈیکور کہ ان کا راز راز رہے۔ چنانچہ معذرت کے ساتھ۔“

میں نے ٹریگر دبا دیا اور گولی ہارٹ ڈیکور کے دل کے مقام پر پوسٹ ہو گئی۔ اس کا منہ حیرت سے کھلا پھر بند ہو گیا پھر دونوں ہاتھ پھیلے اور وہ اوندھے منہ زمین پر آ رہا۔ میں نے دوبارہ فار کیا اور اس بار گولی نے اس کے دماغ کے چیتھڑے اڑا دیے۔ میں اس کھیل کو زیادہ طویل کرنا نہیں چاہتا تھا۔ سی گورا اور ہارپوشاٹ کے منہ سے عجیب سی آوازیں نکل گئیں۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے ہارٹ ڈیکور کی لاش دیکھ رہے تھے۔ میں نے سرد لہجے میں کہا۔

”جو کام تم دونوں سرانجام دے رہے تھے مجھے اس سے پورا پورا اتفاق ہے۔ اب ایک لمحے ضائع کیے بغیر مجھے یہ بتاؤ کہ تم یہاں سے نکلنا چاہو تو اس کا ذریعہ کیا ہو گا اور کہا جانا پسند کرو گے۔“ ہارپوشاٹ بے اختیار بولا۔

”مسٹر اسٹیر..... مسٹر اسٹیر۔“

”ہارپوشاٹ ہمارے پاس ابھی وقت ہے۔ سنی کڈ میری اجازت کے بغیر یہاں کا کنٹرول نہیں سنبھالے گا، پولیٹیکل ایجنٹ ابھی ہمارے قبضے میں ہے، تم یہاں سے جو بھی چیز لے جانا چاہتے ہو، لو۔ میرے علم میں ہے کہ تمہارے پاس ہیلی کاپٹر موجود ہے۔ بے شک تم زخمی ہو لیکن تمہیں ہیلی کاپٹر لے کر یہاں سے نکلنا ہو گا جہاں جاسکتے ہو چلے جاؤ۔ وقت ضائع کرو گے تو شاید میں تمہاری ذمہ داری قبول نہ کر سکوں۔“ سی گورا ایک دم ہوش میں آگئی۔ اس نے کہا۔

”تو کیا آپ؟“

”ہاں۔“

”تو پھر ہمیں پر نگال کی جانب نکلنا ہو گا۔ وہاں سے ہم اپنے لئے کوئی نہ کوئی منزل متعین کریں گے۔“

”ایک لمحہ ضائع کیے بغیر اپنے کام کا آغاز کر دو۔“ سی گورا بولی۔ ”ہیلی کاپٹر میں بھی چلا سکتی ہوں۔“

”تو پھر آؤ۔ میں تمہاری مدد کرتا ہوں۔“ میں نے کہا۔ سی گورا اور ہارپوشاٹ نے ناقابل یقین انداز میں اپنے سارے اثاثے جمع کیے۔ میں نے اپنے ہاتھوں سے ان کے سوٹ کیس بھرے اور پھر ہیلی کاپٹر تک ان کی رہنمائی کی۔ ہیلی کاپٹر کو پوری طرح لیس کر لیا گیا۔ میں اس وقت تمام خطرات سے بے نیاز ہو کر یہ کارروائی عمل میں لا رہا تھا اور ہر قسم کا خطرہ مول لینے کے لیے تیار تھا۔

کایا ہی پلٹ گئی تھی۔ حالانکہ جو ابھی اپنے لیے ایک مقام بنا رہا تھا ایسا کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا جو میرے مستقبل کے تمام منصوبے تباہ کر دے لیکن مظلوم بوسنیائی مسلمانوں کے یہ مددگار ہر طرح سے اس قابل تھے کہ ان کے لیے ہر خطرہ مول لے لیا جائے۔ کچھ دیر کے بعد ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہو گیا۔ ہارپوشاٹ نے روانہ ہونے سے پہلے تشکرانہ نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

”بعض اوقات وہ ہو جاتا ہے مسٹر اسٹیر جس کا انسان خواب میں بھی تصور نہیں کر سکتا۔ ہم جانتے ہیں کہ زندگی میں ہماری کبھی دوبارہ ملاقات نہیں ہوگی لیکن اس کا وعدہ کرتے ہیں کہ جب تک زندہ ہیں آپ کی اس محبت اس احسان کو یاد رکھیں گے اور شاید یہ کبھی نہ سمجھ پائیں گے کہ آپ نے ایسا کیوں کیا۔“ میں مسکرا کر خاموش ہو گیا تھا۔ یہ تمام کام بحسن و خوبی سرانجام پا گیا اور میرا سینہ اطمینان سے لبریز ہو گیا، درحقیقت ساری کارروائی اپنے جنوں کی تسکین کے لیے ہوتی ہے، زندگی کے کسی بھی شعبے میں کوئی کارہائے نمایاں سرانجام دے دیا جائے اس کا تعلق اپنی ہی ذات سے ہوتا ہے۔ ان آخری لمحات میں جو کچھ ہوا تھا، وہ ایک اجنبی کھیل تھا لیکن اب مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے تقدیر نے میری رہنمائی اس جانب کی تھی۔ میں نے جو کچھ کیا تھا اس کا صلہ مجھے مل گیا

تھا۔ سی گورا اور ہارپوٹاٹ بے شک لامانٹ میں اپنا اقتدار کھو بیٹھے تھے لیکن وہ مافیا کی ہٹ لسٹ پر آچکے تھے۔ آج نہ سہی کچھ عرصے کے بعد کسی اور طریقے سے انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا کم از کم اس طرح مجھے ان کی تھوڑی بہت خدمت کرنے کا موقع مل گیا تھا، وہ جو بوسنیائی مسلمانوں کے ہمدرد تھے میرے دل میں یہ جذبہ بھی جاگا تھا کہ اگر میں مافیا میں اپنی حیثیت برقرار رکھ سکوں اور وقت مجھے اس کا موقع دے تو میں بوسنیائی مسلمانوں پر ہونے والے مظالم کے خلاف بھی کوئی عمل کر سکوں۔ ہو سکتا ہے تقدیر نے مجھے یہاں تک اسی لیے پہنچایا ہوا اور یہ چھوٹا سا واقعہ آنے والے وقت میں اس جدوجہد کا آغاز ہوا جو مجھے مسلمانوں کی امداد کے لیے مواقع فراہم کرے۔

اس کے فوراً بعد باہر متوجہ ہونا تھا کیونکہ سنی کڈ اب بلندیوں پر آچکا تھا اور کچھ ہی دیر کے بعد یہاں پہنچنے والا تھا۔ میں نے وہ پستول ضائع کر دیا جس سے ہارپوٹ ڈیکورا کو قتل کیا گیا تھا اور اس کے بعد ہارپوٹ ڈیکورا کی لاش ہاتھوں پر اٹھائے باہر نکل آیا۔ دیکھنے والے میرپا اور سنی کڈ ہی تھے جو ٹچلنے کہاں سے مجھے دیکھ کر میری جانب لپکے تھے۔ میں نے اپنے چہرے پر غم کے آثار پیدا کر لیے اور جب وہ میرے پاس پہنچے تو میں نے پرورد

لجے میں کہا۔

”افسوس ہمارا دوست ہارپوٹ ڈیکورا جانبر نہ رہ سکا وہ کسی کی گولی کا شکار ہو گیا۔“

”اوہ مائی گاڈ مسٹر ہارپوٹ ڈیکورا۔“ سنی کڈ نے افسوس بھرے لہجے میں کہا۔

”ہاں اسے قتل کر دیا گیا۔“ بہر حال مجھ سے یہ سوال کسی نے نہیں کیا کہ اسے قتل کرنے والا کون ہے؟ اس وقت ویسے ہی افراتفری پھیلی ہوئی تھی۔ سنی کڈ کو میں نے فوراً ہی یہاں کے معاملات سنہالنے کے لیے کہا، اشمیرس اس کی مدد کر رہے تھے اور بہر طور یہ مافیا ہی کی خواہش تھی چنانچہ تھوڑی ہی دیر کے بعد وہاں سکون چھا گیا۔ میرپا اب میرے پاس پہنچ گئی تھی، ہارپوٹ ڈیکورا کی لاش پر اس نے بھی افسوس کا اظہار کیا تھا۔ کچھ دیر کے بعد یہاں مکمل طور پر امن قائم ہو گیا۔ ہارپوٹاٹ کے آدمیوں کی لاشوں کو مختلف ذرائع سے ٹھکانے لگایا گیا اور چوبیس گھنٹے تک یہ کارروائی کی جاتی رہی۔ چوبیس گھنٹے کے بعد ہم نے پروگرام کے دوسرے مرحلے پر عمل کیا۔ پولیٹیکل ایجنٹ کو میں نے اپنے سامنے طلب کیا، سنی کڈ اور میرپا بھی موجود تھے۔ پولیٹیکل ایجنٹ بری طرح بدحواس نظر آ رہا تھا

اس نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

”یہ سب کچھ جو ہو رہا ہے میرے عقل و ہوش سے دور کی بات ہے۔ میں صرف یہ جانتا چاہتا ہوں کہ میرے بیوی بچے کہاں ہیں اور میرے ساتھ یہ سلوک کیوں کیا جا رہا ہے۔“

”آپ کو صرف یہ بتایا جاتا ہے کہ یہاں جو کچھ ہوا ہے اس کا ایک خاص پس منظر ہے آپ بھی ناواقف انسان نہیں ہیں اور میرا خیال ہے ترائی اور بلندی کے معاملات سے پوری طرح واقف ہیں جو تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں ان پر آپ کو زبان بند رکھنی ہے اور اگر آپ کی زبان اس سلسلے میں کھلی تو یوں سمجھ لیجئے یہ معاملہ مافیا سے تعلق رکھتا ہے اور شاید اسپین کی حکومت مافیا کے عمل کے خلاف آپ کا تحفظ نہیں کر پائے گی۔ ہماری مخلصانہ رائے ہے کہ آپ کسی بڑی مصیبت سے بچنے کی کوشش کریں۔“

”میں ہر مصیبت سے بچنا چاہتا ہوں۔ آپ مجھ سے تعاون طلب کریں اور مجھے بتائیں کہ مجھے کیا کرنا ہے۔“ پولیٹیکل ایجنٹ ایک صلح جو آدمی تھا واقعی مصیبت سے بچنا چاہتا تھا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے کہا۔

”آپ کو حکومت اسپین کو رپورٹ دینا ہوگی کہ لامانٹ کے علاقے میں دو قبائل میں ایک ہلکی سی جھڑپ ہوئی اور اس کے بعد دوبارہ امن قائم ہو گیا۔“

”میں تیار ہوں۔“

”اس کے بعد ایک طویل عرصہ تک آپ کو ”اوسکے“ رپورٹ دینا ہوگی۔“

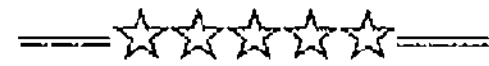
”مجھے کسی بات پر اعتراض نہیں ہے۔ آپ مجھے اس کا موقع تو دیں میں لامانٹ میں سب سے بنا کر رکھنا چاہتا ہوں۔“

پولیٹیکل ایجنٹ زمانہ شناس انسان ثابت ہوا چنانچہ اس کے بیوی بچے اس کے حوالے کر دیے گئے۔ سنی کڈ نے پوری طرح لامانٹ کا نظام سنہال لیا چنانچہ اب یہاں قیام کی ضرورت نہیں رہی اور بالا آخر وہاں سے چل پڑے۔ ہم بار سلونا پہنچ گئے۔ میرپا میرے ساتھ ہی یہاں آئی تھی اور اس نے میرے ساتھ قیام کیا تھا۔ میں نے یہاں آکر سب سے پہلے لامانٹ کے متعلق رپورٹ تیار کرائی۔ یہ رپورٹ فوری طور پر ہائی کمان کو دینا تھی۔ اس میں میں نے پوری تفصیل درج کر دی تھی پھر یہ رپورٹ مخصوص ذرائع

سے ہائی کمان تک بھجوا دی گئی۔ جواب میں مجھے مبارک باد کا پیغام موصول ہوا تھا اور کہا گیا تھا۔

”ہائی کمان ہمیشہ آپ کی کارکردگی سے مطمئن رہی ہے سر اسٹیمپر، درحقیقت اس جگہ اسلئے کا حصول ایک مشکل کام تھا لیکن آپ نے جس خوبصورتی سے اس مشکل کام کو ممکن بنایا یہ آپ کی فراست کی دلیل ہے اور ہم آپ سے مطمئن ہیں۔“

میں نے سکون کی گہری سانس لی تھی۔



بار سلونا واپس آکر خانقاہ آباد کرلی، جو کچھ کر کے آیا تھا بیرونی طور پر، اس کے اثرات جو بھی مرتب ہوئے ہوں، لیکن میرے دل کو جس طمانیت کا احساس ہوا تھا وہ میرا سرمایہ تھی۔ کچھ بھی نہیں لیا تھا میں نے، لیکن دو ایسے افراد کی اخلاقی مدد کی تھی۔ ان کی زندگیوں بچالی تھیں۔ جنہوں نے بوسنیائی مسلمانوں کے لیے اپنے جذبات کا مظاہر کیا تھا حالانکہ میرے لیے کچھ مشکل نہیں تھا۔ جو کچھ ہو رہا تھا وہ میرے مشن کے لیے زیادہ آسان تھا اور اس کے بعد میں نے جو کچھ کیا اس کے اثرات دور تک بھی جاسکتے تھے لیکن مجھے اس کی فکر نہیں تھی کیونکہ میرا دل بھی مطمئن تھا۔ البتہ پندرہ دن گزر گئے۔ مافیا کے بگ لارڈ کے عمل کو چیلنج نہیں کیا گیا تھا۔ اس سلسلے کی ساری رپورٹ ہائی کمان کو پہنچ گئی تھی اور ہائی کمان نے اس رپورٹ کو تسلیم کر لیا تھا۔ جو چاہا تھا وہ تو ہو گیا تھا بس ذرا سی تبدیلیوں کے ساتھ نکل جانے والے نکل گئے تھے اور انہیں یقینی طور پر اس کا حق حاصل تھا۔ اس دوران اپنے طور پر جو ضرورتیں محسوس کر رہا تھا ان پر عمل بھی کر رہا تھا۔ دلچسپ مشغلہ یہ تھا کہ مافیا کے ارکان اس سے متعلق جتنے لوگ خصوصاً اسرائیلی ایجنسیوں کی کارکردگی، جنہوں نے مافیا سے بہت سے کام لیے تھے ان لوگوں کی شناخت، جن کا تعلق کسی نہ کسی شکل میں مافیا سے تھا۔ ان تمام چیزوں کی جانچ پڑتال میرا محبوب مشغلہ تھا اور اس کے بعد جو احمقانہ کارروائیاں ہوتی تھیں ان پر وقت صرف کرنا پڑتا تھا۔ میرے معتقد اسٹیمپر اسپین ہی میں نہیں دنیا کے مختلف گوشوں میں پھیلے ہوئے تھے اور حیران کن بات یہ تھی کہ مجھے ایک نیا تجربہ حاصل ہو رہا تھا۔ عقیدت اب صرف دلوں

میں باقی نہیں رہ گئی ہے بلکہ اس کا تعلق بھی ذاتی مفاد سے ہو گیا ہے۔ اشمیرس میرے احکامات پر جان کی بازی لگانے کے لیے تیار تھے لیکن اس شکل میں کہ ان کے اپنے مسائل بھی پورے ہوتے رہیں اور ایسا ہوتا تھا۔ مجھے ان کے مسائل بھی حل کرنا پڑتے تھے۔ ان میں جائز اور ناجائز کا معاملہ نہیں ہوتا تھا بس اشمیرس ہونا ضروری تھا۔ ایسے چھوٹے چھوٹے کام جو برے نہیں محسوس ہوتے تھے بلکہ یہ احساس ہوتا تھا کہ ان کے کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ میں بخوبی سرا انجام دے دیتا تھا پھر ایک دلچسپ واقعہ ہوا۔ چھان بین کے دوران ہی فیرونا ناز کا فائل میرے ہاتھ لگا۔ فیرونا ناز ایک زمانے میں بڑی باعمل رہ چکی تھی۔ تعلق پیرا گوئے سے تھا لیکن بچپن ہی میں پیرا گوئے سے نکل آئی تھی اور پھر اس نے دنیا کے مختلف ممالک میں نام کمایا تھا۔ لیتھ اشمیرس سے ان کا تعلق بہت گہرا تھا اور وہ لیتھ اشمیرس کی محبوب رہ چکی تھی بہر حال اس بات کا احساس ہوا کہ قدرت ہر لمحہ میری رہنمائی کرتی ہے اور ایسے موقع پر ہوشیار کرتی ہے۔ جب عین وقت قریب آجائے۔ اس دوران کوئی ایسا اہم مشغلہ ہاتھ نہیں آیا تھا جس میں ذہنی طور پر مصروف ہو جاتا بلکہ بعض اوقات یہ احساس بھی ہونے لگا تھا کہ لیتھ اشمیرس کا روپ اختیار کر کے محدود ہو گیا ہوں۔ ایک بوڑھے روحانی پیشوا کی حیثیت سے زندگی میں بے کیفی پیدا ہو گئی ہے کوئی ایسا حل نکلنا چاہیے جس سے یہ بے کیفی دور ہو بہت سی سوچوں کے بعد ذہن میں..... جالب کا خیال آیا تھا جس طرح سعید خان دانش منصور کا بہترین کردار ادا کرنا رہا ہے۔ کیا جالب کے ذریعے کوئی ایسی شخصیت عمل میں نہیں آسکتی جو لیتھ اشمیرس کا روپ اختیار کرے۔ اصل میں اتنی بڑی بات اس لیے سوچ لی تھی کہ ڈائمنڈ سٹی پر..... جالب نے جو کارروائیاں کر رکھی تھیں ان پر مجھے بہت زیادہ اعتماد ہو گیا تھا۔ یقینی طور پر مافیا کے کسی ایک بگ لارڈ کو اتنی بڑی حیثیت نہیں حاصل ہوگی جتنی مجھے تھی۔ روز آرگنائزیشن وغیرہ اپنے طور پر بہت مستحکم ادارے تھے اور ان کے پاس دنیا بھر کے وسائل موجود تھے لیکن ڈائمنڈ سٹی کی تعمیر کے بعد میں ان کی فکر پر ہی آگیا تھا بلکہ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا کہ میں نے مافیا سے نکرانے کی صلاحیتیں حاصل کر لی تھیں۔ اس سلسلے میں اگر رشید ناگی سے ملاقات ہو جائے تو میں اپنے مافی الضمیر کا اظہار کردوں گا۔ جالب نعمان یقینی طور پر اس سلسلے میں میرا مددگار ثابت ہوگا۔ بہر حال یہ ایک لمبا پروس تھا۔

Uploaded By Muhammad Nadeem

فی الحال اس پر صرف غور ہی کیا جاسکتا تھا اور اس سلسلے میں رشید ناگی سے ملاقات ضروری تھی۔ کیونکہ رشید ناگی کے ذریعے ہی وہاں کے حالات بھی معلوم ہو سکتے تھے۔ چنانچہ میں نے ایک خفیہ ذریعے سے کوڈ ورڈ میں خط لکھ کر رشید ناگی کے نام پوسٹ کرا دیا۔ کسی بڑے ذریعے سے یہ کام کر کے خطرات پیش آسکتے تھے۔ اس لیے میں نے ایک معمولی ذریعہ اختیار کیا تھا۔ ظاہر ہے خط رشید ناگی کو ملنے میں اور اس کے بعد اس کا جواب موصول ہونے میں وقت لگے گا۔ چنانچہ مجھے خاموشی سے انتظار کرنا تھا اور جس دلچسپ واقعے کا تذکرہ میں کر رہا ہوں وہ اتنی دنوں پیش آگیا۔ جب میرے معتقدین مجھ سے دعائیں حاصل کرنے کے لیے میری خانقاہ کے دروازے پر جمع ہوئے تو میں نے ایک دراز قاصت عورت کو کھڑے ہوئے دیکھا جس نے اعلیٰ درجے کا لباس پہن رکھا تھا اور جس کے چہرے پر جالی کی ایک باریک نقاب پڑی ہوئی تھی جس کی آنکھیں اس قدر حسین تھیں کہ نگاہ جے تو ہٹنے نہ پاسے۔ ایک عجیب رنگ تھا ان آنکھوں کا اور ایک عجیب سی چمک تھی۔ وہ مسکرا رہی تھی۔ ایک لمحے تک تو میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا، لیکن اس کے بعد اچانک ہی میرے ذہن کے خانے روشن ہو گئے اور میں نے اسے پہچان لیا۔

یہ فیرونا ناز تھی جس کی تصویر اس کی فائل میں موجود تھی۔ تاہم میں نے نکل کا مظاہرہ کیا اور وہ خاموشی سے واپس لوٹ گئی لیکن مجھے اس بات کا یقین تھا کہ وہ خانقاہ کے اندرونی حصے میں ضرور آئے گی اور ایسا ہی ہوا۔

وہ اندر داخل ہوئی اور اس نے دروازہ بند کر دیا پھر اس نے اپنے چہرے سے نقاب اٹھائی اور مجھے گھورتے ہوئے بولی۔

”مقدس روحانی پیشوا۔ میری روحانی کیفیت اگر بگڑ گئی تو تمہیں بدترین مشکلات سے دو چار ہونا پڑے گا۔ تم جانتے ہو میں بے اعتنائی برداشت نہیں کر سکتی۔“

میں نے مسکرا کر اسے دیکھا۔ ظاہر ہے اس نے اپنی جوانی کے بہترین لمحات مجھے دیے ہوں گے تو اس ڈھلتی ہوئی عمر میں اسے ان کا خراج تو ادا کرنا ہی ہوگا۔ چنانچہ میں نے آہستہ سے کہا۔

”اور ضدی لڑکی سے مجھے اسی بات کی توقع تھی لیکن کیا اسے علم نہیں ہے کہ مجھے کتنا محتاط رہنا پڑتا ہے۔“

”رنگین بھیڑیے۔ میرے سامنے یہ اداکاری نہیں چلے گی۔ خوانخوار شخص عورتوں کا شکاری اس عمر میں بھی جو کچھ کر رہا ہے مجھے اس کا علم ہے۔ بہترین صحت بنا رکھی ہے اور مجھ سے اتنا فاصلہ۔“

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ ”کیا تم مجھے میرا کام نہیں کرنے دو گی۔ جیسا کہ تمہیں معلوم ہے۔“

”بس، بس، بس میرے سامنے بہت زیادہ مصروف ہونے کی اداکاری مت کیا کرو۔ میں نے تم سے پہلے بھی کہہ رکھا ہے کہ میں جب اور جہاں ہوتی ہوں وہاں میں ہی رہنا چاہتی ہوں۔ اب تم فوراً اپنی تمام مصروفیات ترک کر دو۔ ویسے بھیڑیے جاندار ہو، شاندار ہو۔“

میں ہنسنے لگا۔ ان چند لمحات میں اس کی بے تکلفی کا اندازہ تو ہو گیا تھا۔ وہ کہنے لگی۔ ”اور مجھے اندازہ ہے کہ تم نے اپنی عشرت گاہ کو کچھ اور وسیع کر لیا ہو گا کہیں ایسا تو

نہیں کہ وہاں تمہاری محفل جمی ہوئی ہو اور اس وقت میرا آ جانا تمہیں ناخوشگوار لگا ہو؟“

میں نے ٹپکھے لہجے میں کہا۔ ”تم میری بیوی تو نہیں ہو، جو مجھ پر اس قدر تنقید کر رہی ہو۔ تاہم آؤ میری اس عشرت گاہ کا جائزہ بھی لے لو۔“ میں نے اسے اشارہ کیا اور

اپنی اس عشرت گاہ کی جانب چل پڑا جو خانقاہ کے عقب میں زمین دوز بنائی گئی تھی یہاں لیتھ اسٹیمبر کا سارا کارخانہ تھا۔ پہاڑوں کی بلندیوں میں اور ان کی گہرائیوں میں مافیا کے بگ

لارڈ کے لیے ہر طرح کی آسائشوں کا بندوبست کر دیا گیا تھا اور اس کے لیے وہ تمام چیزیں مہیا کر دی گئی تھیں جو ایک شاندار رہائش کے لیے ضروری ہوتی ہیں۔ پہاڑوں کے نیچے یہ

قید خانے آرکٹڈیشنڈ تھے اور ان میں دنیا کی ہر آسائش موجود تھی۔ البتہ فیرونائز کی زبانی میں اپنی شخصیت کے نئے روپ پارہا تھا۔ یعنی اس نے مجھے میرا مطلب ہے لیتھ اسٹیمبر کو

عورتوں کا شکاری کہا تھا اور اس بات کا اظہار کیا تھا کہ میں بھلا اپنی سرشت سے کہاں باز آیا ہوں گا۔ اس کا مطلب ہے کہ مسٹر لیتھ اسٹیمبر اپنی اس عشرت گاہ میں ہر قسم کے تفریحات

سے لطف اندوز ہوتے ہوں گے۔ حالانکہ میں نے آج تک اپنے تقدس کو برقرار رکھا تھا بلکہ آج اس انکشاف کے بعد مجھے کچھ ایسے چہرے یاد آ رہے تھے جنہوں نے مجھ سے دو

معنی گفتگو کی تھی اور حیران ہو کر واپس چلے گئے تھے۔ یہ چند خوبصورت لڑکیوں کے چہرے

تھے جو یقینی طور پر میرے پاس اس لیے نہیں آئی تھیں کہ میری دعاؤں سے اپنے بگڑے کام بنائیں بلکہ انہیں میری قربت درکار تھی جو یقیناً اس سے پہلے بھی انہیں حاصل رہی ہوگی۔

دل ہی دل میں..... میں ہنسا کہ واہ مسٹر لیتھ اسٹیمبر روپ بدلنے کے بعد تم مزید گدھے ہو گئے اور ان حسیناؤں کی قربت سے کوئی فائدہ نہ حاصل کر سکے جو تم پر دل و جان نچھاور کرنے کے لیے تیار تھیں بہر حال میں فیرونائز کے ساتھ اپنی اس عشرت گاہ میں پہنچ گیا۔ اس نے کہا۔

”واقعی بوڑھے ہوتے جا رہے ہو؟“

میں ایک آرام کرسی پر دراز ہوتا ہوا بولا۔ ”تو میں نے اس کا اظہار کب کیا ہے کہ مجھ پر جوانی لوٹ رہی ہے۔“

وہ ہنسی پھر کہنے لگی۔ ”لیکن میں اتنی ہی جوان ہوں۔“

”اس کا اظہار تو ہو رہا ہے۔ کو کیسا وقت گزر رہا ہے۔“

”لیڈی نائز آج بھی لوگوں میں اتنی ہی مقبول ہے ویسے سچی بات یہ ہے کہ اب میرے پاس اتنی دولت اکٹھی ہو گئی ہے کہ مجھے مزید دولت کی ہوس نہیں رہی ہے۔ اس

کا مطلب یہ نہ نکال بیٹھنا کہ میرے ذہن پر بڑھاپا طاری ہو رہا ہے۔ میں سوچتی ہوں کہ جو کچھ کمایا ہے اب اسے صرف خرچ کیا جائے۔ ویسے بھی بھاگ دوڑ کو جی نہیں چاہتا۔ کوئی

چھوٹا موٹا کام ہوا تو تمہارے سپرد کر دوں گی۔“ اس نے کہا اور میں پھر مسکرا دیا۔

لیڈی نائز..... میں نے دل ہی دل میں سوچا اب مسئلہ یہ تھا کہ میڈم فیرونائز کتنے دن کے لیے یہاں آئی ہیں اور مجھے ان کی پذیرائی کس انداز میں کرنا ہوگی لیکن خطرے کی

گھنٹی بج گئی تھی۔ میڈم فیرونائز کے انداز سے پتا چلتا تھا کہ وہ میری خوابگاہوں کی ساتھی ہیں اور مجھے اپنے باپ کی ملکیت سمجھتی ہیں۔ گزارہ کرنا تھا اپنے آپ کو مشکوک کرنے سے کیا

فائدہ۔ خطرناک عورت لگتی تھی اور میں بے مقصد خطرات مول لینے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔ چنانچہ اس لعنت کو بھی برداشت کیا لیکن لعنت مسرت سے سرشار ہو گئی تھی۔ بڑی

حیرانی سے اس نے کہا۔

”لیتھ کیا کہوں میں تمہارے بارے میں؟“

کچھ دیر کے بعد وہ واپس آگئی اور میرے سامنے بیٹھ گئی۔
 ”کافی منگواؤ۔“ میں اس سے پہلے ہی کافی وغیرہ کے لیے کہہ چکا تھا۔ اس نے پھر
 میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

”تو میں کہہ رہی تھی کہ عورت کو سمجھتے ہو۔ بات آئی گئی ہو گئی تھی، لیکن مجھے اس
 کا جواب ایک بار پھر دو۔“

”میں نے کہا تھا کہ عورت عورت ہوتی ہے۔“

”اور اس کی زندگی میں جو سب سے پہلا مرد شامل ہوتا ہے وہ اسے اپنی سانسوں
 کے آخری لمحات تک نہیں بھولتی۔ لیتھ اشمیر میری زندگی کا پہلا مرد ہے، اب ہے یا نہیں
 ہے یہ ایک الگ بات ہے لیکن میں جس قدر اس کی شناسا ہوں کہ اس کائنات میں
 دوسری کوئی عورت نہیں ہو سکتی۔ میں نے اسی بنیاد پر کہا تھا کہ تم لیتھ اشمیر نہیں ہو۔
 مجھے بتاؤ گے کہ وہ کہاں چلا گیا کیا مافیا نے تمہیں اس کی جگہ متعین کیا ہے یا تم نے اپنے
 طور پر یہ جگہ حاصل کی ہے؟“

میں خاموشی سے اس کی صورت دیکھتا رہا، پھر میں نے کہا۔

”یہ موضوع تمہارے لیے کسی دلکشی کا حامل ہو تو ہو لیکن میں اس میں اپنے لیے
 کوئی دلکشی نہیں پاتا۔“

”خیر میں بھی اسی قسم کی عورت ہوں، مجھے ایسے معاملات سے بہت زیادہ غرض
 نہیں ہوتی۔ ہاں لیتھ اشمیر میری پسندیدہ شخصیت تھا۔ میرے اور اس کے بہت سے
 معاملات مشترک تھے اگر تم صرف اتنا بتا دو کہ وہ اب اس دنیا میں ہے یا نہیں تو میرا کام
 چل جائے گا اور میری گزارش ہے کہ تم ایسا کرو اور مجھے اپنے دوستوں میں جگہ دو، میں
 جانتی ہوں کہ تم نے اپنی شخصیت کو چھپانے کی کوشش کی ہے اور خود لیتھ اشمیر بن کر مجھ
 سے ملے ہو۔ جس خوبصورتی سے تم نے لیتھ اشمیر کے کردار کو نبھایا ہے اس پر میں
 تمہیں داد دیتی ہوں۔ مد مقابل اگر میں نہ ہوتی اور کوئی معمولی شخصیت ہوتی تو اس کے
 فرشتے بھی یہ شبہ نہیں کر سکتے تھے کہ وہ لیتھ اشمیر کے مقابل نہیں ہے لیکن میرا ایک
 ذوق ہے میری ایک پسند ہے ویسے بھی میں کوئی گھریلو عورت نہیں ہوں، زندگی کو میں نے
 بہت قریب سے دیکھا ہے، خیر چھوڑو، بس ذرا سا تجسس ہے، اگر تمہاری پوشنگ مافیا نے

”تم نے جو کچھ کہنا چاہا ہے کبھی اس سے گریز کیا ہے؟“
 ”لیکن اب میں جو کچھ کہنا چاہتی ہوں وہ بڑا سنسنی خیز ہے۔“
 ”کیا؟“

”ایک بات بتاؤ سچ بولو گے؟“ ایک بار پھر میرے ذہن میں خطرے کی گھنٹی بجی، میں
 نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

”بد قسمتی سے عموماً سچ ہی بولتا رہا ہوں۔“

”عورت کو کیا سمجھتے ہو؟“ اس نے سوال کیا۔

”عورت.....“ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

”چلی میں ایک بار ہم ایک مشکل کا شکار ہو گئے تھے اور ہمیں اس مشکل سے نکلنے
 کے لیے کیا کیا انوکھے سہارے لینے پڑے تھے۔ کیا ان واقعات کی نشاندہی کر سکو گے؟“

”کیوں اس کی کیا ضرورت پیش آگئی؟“

”میں تمہاری تصدیق چاہتی ہوں۔“

”میری تصدیق؟“

”ہاں۔“

”اب مطلب بھی سمجھاؤ۔“

”تم لیتھ اشمیر نہیں ہو۔“ اس نے کہا اور میرے سر سے پاؤں تک ایک گرم لہر
 اترتی چلی گئی۔ اس وقت خود کو سنبھالنا بہت مشکل ثابت ہوا تھا۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

”ہاں تمہارے سامنے میں لیتھ اشمیر نہیں ہوں۔“

”جو کوئی بھی ہو بے پناہ ذہین ہو اور بہت دلکش ہو۔“ اتنے دلکش کہ تمہارا نام

لے کر خود کشی کر لی جائے تب بھی گھٹا نہیں ہوگا، کون ہو؟“

”کیا بات ہے، رات کی تنہا باقی ہے ابھی، لیکن ذہن پر.....“

وہ آہستہ سے ہنسی پھر بولی۔ ”ذرا واش روم جا رہی ہوں واپس آکر تم سے باتیں

کروں گی۔“

وہ واش روم چلی گئی اور میں ایک کرسی پر دراز ہو کر یہ سوچنے لگا کہ بہر طور

خطرناک چیز ہے، خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔

”اصولی طور پر تمہیں میرے لیے لباس کا بندوبست کرنا تھا۔ ظاہر ہے میں لباس لے کر نہیں آئی اور ایک ہی لباس استعمال کرتے کرتے انسان زندگی سے بیزار ہو جاتا ہے۔ چلو مجھے اپنا ہی کوئی لباس دو۔“ میں نے ہنس کر کہا۔

”یہ سب کچھ دن بھر تمہاری تحویل میں رہا ہے میرے لباس بھی..... اور ہاں بے شک مجھ سے یہ غلطی ہوئی مجھے اس کا خیال رکھنا چاہیے تھا۔“

”اور غلطیاں نہ کرنا کیا سمجھے۔“ اس نے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ میز پر شراب پڑی ہوئی تھی اور اس کی آنکھوں میں سرخیاں نظر آرہی تھیں۔ وہ مسکرا کر بولی۔

”ویسے میرا دن لیتھہ اشمیر کا ماتم کرتے ہوئے گزارا ہے، کچھ تو بتا دو اس کے بارے میں اور تھوڑا سا اپنے بارے میں۔“

میں نے اس کے سامنے سچے شراب کے لوازمات کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”تم دن بھر شراب پی کر میرا ماتم کرتی رہی ہو۔“

”ہاں تمہائی کا اس سے اچھا سا تھی اور کون سا ہوتا ہے؟“

”شراب کے بارے میں جہاں تک میرا علم ہے وہ ذہن کو روشنی دیتی ہے اور انسان احمقانہ خیالات کو اس کی مدد سے بہ آسانی دل سے نکال سکتا ہے کیا تم نے یہ کوشش نہیں کی؟“

”لگتا ہے تمہاری عمر بھی بہت کم ہے۔ لگتا کیا ہے بلکہ حقیقت ہے بے شک جسم کے مالک ہو تم، چہرے کو بوڑھا بنا لینے سے کچھ نہیں ہوتا اور عمر کے ساتھ ساتھ ہی تجربہ بھی تھوڑا سا کم ہے۔ چلو چھوڑو، ٹھیک ہے معاف کیا، لیکن شرط یہی ہے کہ مجھے اپنے مستقل دوستوں میں شامل کرلو، آؤ تھوڑی سی ہو جائے۔ تم بھی اپنی الجھنوں کو کچھ کم کر سکو گے۔“

میں نے ایک گہری سانس لی اور اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔ کبجیت قیامت کی پینے والی تھی۔ اس نے پینا شروع کر دیا۔ میرے لیے اپنے گلاس کی شراب کو بہانا خاصا مشکل ہوا لیکن بہت ہی قیمتی اور موٹا قالین بچھا ہوا تھا جو میرے گلاس کی شراب کو تھوڑا تھوڑا جذب کرتا رہا، پھر اچانک ہی میرے ذہن میں ایک منصوبہ آیا اور میں نے اس پر عمل

کی ہے اور کسی خاص وجہ سے تمہیں لیتھہ اشمیر جیسی ہی شخصیت اختیار کرنے کی ہدایت کی گئی ہے تو بھلا مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ مافیا کے اپنے مسائل ہیں ارے میری زندگی، تم کچھ متفکر نظر آنے لگے ہو۔ دیکھو اگر میرے دل میں تمہارے لئے کوئی کھوٹ ہوتی یا میری ذات سے تمہیں کسی قسم کے نقصان پہنچنے کا احتمال ہوتا تو میں اپنے تجسس کو چھپائے رکھتی۔ تم سے اتنا کھل کر بیان نہ کر دیتی۔ تم اپنا کام جاری رکھو۔ میں دو چار دن تمہارے پاس رہوں گی۔ اب پتا نہیں تم نے مجھے اپنے دل میں کیا حیثیت دی ہے، آرزو تو یہی ہے میری کہ تم مجھ سے رابطہ رکھو، مجھے پسند کرو..... اپنے بارے میں بتا دو گے تو ٹھیک ہے، ورنہ یہاں سے جا کر بھی تمہیں لیتھہ اشمیر ہی سمجھوں گی، لیکن دوستی میں کوئی خلا باقی نہیں رہنا چاہیے۔ میری تو یہی آرزو ہے۔“

”مائی ڈیئر فیرونا نائر۔ اب تم یہ بتاؤ کہ بارسلونا کیسے آنا ہوا اور کیا میں تمہاری کوئی مدد کر سکتا ہوں۔“

”نہیں، بالکل نہیں اسپین آنا ہوا تھا۔ میڈرڈ میں تھی۔ لیتھہ اشمیر سے ملے بغیر کبھی واپس نہیں جاتی اس سے پہلے بھی ایسا ہی ہوا ہے۔ دو دن یہاں رہوں گی تمہارے پاس اس کے بعد یہاں سے آگے بڑھ جانا ہے، کچھ لوگوں کا انتظار ہے ان کے ساتھ ایران جانا ہے۔“

”تو پھر آرام کرو۔ میں تمہاری ہر طرح کی خدمت کے لیے حاضر ہوں۔“ وہ آہستہ سے ہنسی اور بولی۔ ”ٹھیک ہے میں نے تم سے اپنی پسند کا اظہار کر دیا ہے اور میری جو پسند ہوتی ہے اسے متفکر نہیں ہونا چاہیے۔“

”کچھ وقت کے لیے اجازت چاہتا ہوں۔“

”جاؤ جاؤ..... میں ہمیشہ کے مانند یہاں آرام کروں گی اور اس سے مجھے نہیں روکنا۔“

”رات کو ملاقات ہوگی۔“ میں نے جواب دیا لیکن جیسا دن میں نے آج گزارا تھا میرا دل ہی جانتا تھا۔ کم بخت فیرونا نائر بڑی خطرناک عورت تھی۔ میں نے اپنے معاملات جوں توں نمٹائے اور اس کے بعد شام کو فیرونا نائر کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”ہمیں‘ میں تمہاری خدمت کے لیے حاضر ہوں۔“ میں نے اسے بڑے اہتمام سے مسمری پر لٹایا۔ وہ غنودگی کی سی کیفیت کا شکار تھی، پھر میں نے بڑے اہتمام سے تکیہ اٹھا کر اس کے منہ پر رکھا اور اس کے بعد اس کے تکیے کو دونوں جانب سے بھینچ دیا۔ ایک لمحے تو وہ ساکت رہی اور اس کے بعد بہت ہی معمولی پیمانے پر اس نے جدوجہد کی لیکن میں نے تکیے سے اس کی ناک اور منہ کو بھینچ رکھا تھا اور اسے سانس نہیں لینے دے رہا تھا۔ خاصی قوت صرف کی تھی میں نے اس پر اور پھر جب اس کے بدن کی ہر جنبش سرد ہو گئی تو میں نے تکیہ ہٹالیا۔ اس کی نبض دیکھی دل کی دھڑکنیں سنیں۔ میڈم فیرونا اب اپنے تمام خدشات سمیت اس دنیا سے جہنم کی جانب سفر کر گئی تھی۔ خدا عارت کرے۔ کبخت نے بڑی مشکل میں ڈال دیا تھا۔ ہر حال یہاں اس کی لاش کو ٹھکانے لگانا کوئی مشکل کام نہیں تھا چنانچہ میں نے اس کے لیے انتظامات شروع کر دیے اور آدھی رات کے وقت میڈم فیرونا کی لاش کو بڑے اطمینان سے ایک ایسی جگہ محفوظ کر دیا جہاں وہ سالہا سال تک آرام کر سکتی تھی، یہاں اس قسم کے تہ خانے موجود تھے جن میں انسانی جسم کو جلا کر راکھ کر دینے والی بھٹیاں بھی تھیں اور ایسے سرد خانے بھی جہاں ضرورت کے تحت ان جسموں کو محفوظ کیا جاسکتا تھا..... فی الحال بس اتنا ہی کافی تھا کہ سرد خانے کے ایک چیمبر میں میڈم فیرونا سے میری گلو خلاصی ہو سکی، مافیا کی ہائی کمان کی جانب سے کوئی اور کارروائی کا آغاز نہیں ہوا تھا۔ اس لیے صرف بار سلونا میں اپنی خانقاہ کے معاملات کنٹرول کرتا رہا، رشید ناگی کو میرا پیغام ملے اور وہ بے چین ہو کر نہ پہنچ جائے، یہ ممکن نہیں تھا۔ اصل روپ میں ہی آیا تھا۔ خانقاہ کے آداب نبھائے تھے اور اس کے بعد مجھ سے دعائیں لینے پہنچ گیا تھا۔

پہلی ہی نگاہ میں دعائیں لینے والے مجمع کے ساتھ میں نے رشید ناگی کو دیکھ لیا تھا اور اپنے آپ کو بمشکل کنٹرول کیا تھا، پھر بالکل فیرونا ہی کے مانند تمام لوگوں کے چلے جانے کے بعد رشید ناگی اسی طرح گردن جھکائے کھڑا رہا اور جب ہر شخص چلا گیا تو میں نے اسے ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔ یہ وہ لمحات ہوتے تھے جب کوئی مداخلت کرنے والا موجود نہیں ہوتا تھا۔ رشید ناگی میرے ساتھ پہلے خانقاہ میں اور پھر میری اصل رہائش گاہ میں داخل ہو گیا۔ میں نے اس کے انداز میں وارفتگی کی جھلکیاں دیکھی تھیں۔ میں خود بھی جذباتی

کرنے کا فیصلہ کیا۔ میں ہلکا ہلکا ہنسنے لگا اور میں نے اس سے کہا۔
”ڈئیر فیرونا، میری زندگی میں بھی جیسا کہ تمہیں علم ہے بہت کچھ ہے، لیکن تمہارے وجود کی دلکشی کائنات پر حاوی ہے۔ تم آج بھی اتنی ہی حسین ہو جتنی روز اول تھیں اس دلکشی کا راز مجھے بتا سکو گی۔“

وہ ہنسنے لگی، اس نے کہا۔ ”نشہ ہو گیا ہے، لیکن چالاکی سے گریز نہیں کر رہے۔ اب بھی اتنی ہی شیطنت کی باتیں کر رہے ہو۔ چلو کوئی بات نہیں ہے تھوڑی سی اور پیو اصلیت اگلے دو گے۔ میں تمہیں اپنے ہاتھ سے پلاؤں گی۔“

”ہم دونوں ایک دوسرے کو اپنے ہاتھ سے پلائیں گے۔“ میں نے اس کا گلاس بھرتے ہوئے کہا۔ بھلا میں اسے اپنے ہاتھ سے کیا پلا سکتا تھا۔ میں نے گلاس اسکے ہونٹوں سے لگایا تو اس نے اس وقت تک نہ چھوڑا جب تک کہ اسے خالی نہ کر لیا۔ البتہ میں نے اپنے گلاس کے نچلے حصے پر اس طرح انگلیاں رکھ لی تھیں کہ شراب گلاس میں نظر نہ آئے اور جب پورا گلاس اسے پلا چکا تو میں نے بڑے اطمینان سے اپنی یہ شراب قالین پر انڈیل دی اور گلاس کے نچلے حصے کو اسی طرح انگلیوں سے چھپائے رکھا کہ وہ اسے نظر نہ آئے اور اس کے بعد منحوس گلاس کو ناک کے نیچے لگا کر تھوڑا سا جھکا دیا، اس ادکاری نے مجھے کافی سہارا دیا۔ میں نے اور بوتلیں نکال لیں جو لیتھ اشمیر اس خواب گاہ میں کافی مقدار میں موجود تھیں، پھر آہستہ آہستہ میری محنت بار آور ہونے لگی۔ فیرونا اب نڈھال ہوتی جا رہی تھی۔ اس کا لہجہ بھی وڑنی ہو گیا تھا اور آنکھیں بھی بوجھل۔ میں نے اس سے کہا۔

”تم تنہا یہاں آئی ہو فیرونا؟“

”ہاں، میں تو ہوں ہی تنہا، کیا تمہیں اس کا علم نہیں ہے ڈئیر اشمیر؟“

”میرے پاس موجود ہو۔“

”میرے ساتھی ہی نہیں ہیں کون سے ساتھی کی بات کرتے ہو؟“

”ہوں اچھا تو اب تم آرام کرو کیا خیال ہے۔“

”تنہا۔“

انسان نہیں تھا اور پھر رشید ناگی تو وہ شخصیت تھی جس نے مجھے سڑکوں پر دیکھا تھا اور جس نے نجانے اپنے اندر کون کون سے جذبے چھپا رکھے تھے جن کے تحت وہ ہمیشہ میری ڈھال بنا رہا تھا۔ چنانچہ میں نے دونوں ہاتھ پھیلائے اور آگے بڑھ کر رشید ناگی کو گلے لگالیا۔ رشید ناگی بھی مجھ سے لپٹ گیا تھا، پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

”ٹھینک یو، ٹھینک یو چیف۔“

میں نے اسے محبت سے ہٹایا اور پھر صورت حال معلوم کرنے لگے۔ رشید ناگی کو اس طرح بہت دیر تک اپنے پاس روکنا خطرناک ہو سکتا تھا۔ رشید ناگی مجھے تفصیلات بتانے لگا اس نے کہا۔

”چیف، تمام ذمے دار لوگ تعاون کر رہے ہیں۔ ہم اپنے راستوں پر بخیر و خوبی چل رہے ہیں، کوئی مشکل اس دوران پیش نہیں آئی، دانش منصور میموریل سوسائٹی بن چکی ہے اور اب جو کچھ ہو رہا ہے اسی کے تحت ہو رہا ہے۔ بہت سے نئے پروجیکٹ شروع کر دیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ چیف فنڈز کے لیے اپنا قمر و سیٹھ کام کر رہا ہے اور خدا کے فضل سے ہمارے پاس فنڈز کی کمی نہیں ہے۔ اپنے ذرائع آمدنی بھی پیدا ہو گئے ہیں۔ سرکاری پیمانے پر کافی سپورٹ کی جارہی ہے اور اس کے نتائج برآمد ہو رہے ہیں۔ کچھ نئے منصوبے ڈسکس ہوئے ہیں جن پر کام شروع ہو جائے گا۔ مطلب یہ ہے چیف کہ دوسرا سیکشن بھی بڑے اطمینان سے کام کر رہا ہے اور ہمیں تعاون حاصل ہے۔“

”ڈائمنڈ سٹی پر کیا ہو رہا ہے؟“

”دن رات کام ہو رہا ہے چیف، کئی ڈیپارٹمنٹ وہاں منتقل ہو گئے ہیں۔ ہم نے اور بھی انتظامات کیے ہیں ڈائمنڈ سٹی کی حفاظت کے لیے کیونکہ سمندری ذرائع سے ڈائمنڈ سٹی کے خلاف کوئی کارروائی ہو سکتی ہے۔ چنانچہ بحریہ کے تعاون سے بہترین حفاظتی انتظامات کر لئے گئے ہیں اور ان میں مزید اضافہ کیا جا رہا ہے۔ میرا اندازہ ہے کہ سرکاری پیمانے پر وہاں کچھ تجربہ گاہیں بنانے کا ایک منصوبہ زیر غور ہے۔ ابھی باقاعدہ کوئی شکل سامنے نہیں آئی ہے، لیکن اس بات کے امکانات ہیں کہ اس منصوبے کے بارے میں ہم بہت درخواست کی جائے گی۔ چیف کیا کہتے ہیں آپ، کیا یہ ہمارے لیے مناسب رہے گا؟“

”بالکل رہے گا رشید ناگی لیکن ذرا بدلی ہوئی شکل میں، یہاں جو کچھ بھی ہو گا وہ

ہماری نگرانی میں ہو گا۔ ہمارے اپنے لوگ وہاں ہوں گے، ہمیں صرف یہ بتایا جائے کہ کس قسم کی ریسرچ لیبارٹریز وہاں بنائی جائیں گی۔ ہم خود ان کا انتظام کریں گے۔ اصل میں وہ بھی تو وطن ہی کی خدمت کا ایک حصہ ہو گا۔ خیر یہ بعد کی بات ہے حکومتی پیمانے پر جب ہم سے اس سلسلے میں گفتگو کی جائے گی، تب ہی ہم اس کا فیصلہ کر پائیں گے۔ اب الیاس بھائی وغیرہ کے بارے میں بتاؤ۔“

”بالکل ٹھیک ہیں۔ نازاں باجی، آصف نور اور مس رخسار بھی خیریت سے ہیں۔ چیف مس رخسار اپنے گھر سے مکمل طور پر باغی ہو چکی ہیں اور بس انہیں برداشت کیا جا رہا ہے۔ باقی ان کی کوئی دیکھ بھال نہیں ہوتی، لیکن وہ غیر مطمئن نہیں ہیں کیونکہ انہیں کچھ کاموں میں مصروف کر دیا گیا ہے۔ آپ کی خیریت پوچھتی رہتی ہیں۔“

رشید ناگی سے تمام تفصیلات معلوم کرنے کے بعد میں نے اس سے کہا۔

”..... میں نے تمہیں ایک خاص مقصد کے تحت بلایا ہے۔ رشید ناگی۔“

”جی چیف!“

”لیتھ اشمیر کی حیثیت سے میں یہاں بہ آسانی اپنا وقت گزار رہا ہوں کچھ کارروائیاں کرنے کا موقع بھی ملا ہے اور میں نے اپنے ذلی جذبات کے تحت جو مناسب سمجھا کیا ہے، لیکن رشید ناگی یہ محسوس کر رہا ہوں کہ میں بار سلونا میں محدود ہو کر رہ گیا ہوں۔ جبکہ میری ضروریات اس بات کی متقاضی ہیں کہ میں یہاں سے باہر بھی نکلوں اور اپنے طور پر بہت سے کام کروں۔ لیتھ اشمیر کی حیثیت سے مجھے نہ صرف یہاں موجود رہنا پڑتا ہے بلکہ یہ سمجھ لو کہ ایک طرح سے میں قید ہو گیا ہوں۔ میں اس قید سے آزادی چاہتا ہوں۔“

رشید ناگی میری صورت دیکھتا رہا پھر اس نے کہا۔

”اس کے لیے چیف ذرا غلطی ہو گئی مجھ سے اور آپ کے ذہن میں بھی خیال نہیں آیا۔“

”کیا؟“

”ہمیں جالب نعمان کو ساتھ لانا چاہیے تھا۔“

”ویسے تو رشید ناگی نے مجھے ہمیشہ ہی حیران کیا تھا۔ بہت اعلیٰ ذہانت کا مالک تھا وہ

لیکن اس وقت اس نے جس طرح میرے دل کی بات سمجھ لی تھی اس پر مجھے کچھ زیادہ ہی حیرت ہوئی۔ میں نے تعریفی انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”تمہاری سوچ بالکل درست ہے لیکن یہ کوئی اتنا مشکل مرحلہ نہیں ہے تم یہاں رک کر جالب نعمان کو طلب کر سکتے ہو۔“

”گویا میرا اندازہ بالکل درست تھا چیف؟“

”ہاں، یقینی طور پر درست، جالب نعمان ہی وہ آدمی ہے جو مناسب طور پر اس سلسلے میں کارروائی کر سکتا ہے۔“

”ٹھیک ہے چیف۔ مگر اس کے لیے ہمیں کس کا انتخاب کرنا چاہیے۔ ویسے چیف ایک بات کہوں۔ سعید خان بھی روبرو بن چکا ہے۔ آپ کو ہنسی آئے گی۔ وہ اب آپ کے میک اپ میں بھی نہیں ہے لیکن آپ ہی کی طرح چلتا ہے۔ آپ ہی کی طرح بولتا ہے اور اس میں کوئی اداکاری کی بات نہیں ہے۔ آپ کا کردار اس طرح سوار ہو گیا ہے اس پر کہ اب وہ اس خول سے نکل نہیں پارہا۔ بس صورت مختلف ہے ورنہ وہ دانش منصور بن کر رہ گیا ہے۔“

مجھے ہنسی آگئی، میں نے کہا۔ تو پھر کیا خیال ہے اسے ہی لیتے اشمیر بنا دیا جائے۔“

”چیف! میں اس سلسلے میں مخالفت کرتا ہوں۔ ہو سکتا ہے آنے والے وقت میں کچھ لمحات ایسے آجائیں جب ہمیں ایک بار پھر سعید خان کی ضرورت ہو اگر وہ لیتے اشمیر بن گیا تو معاملہ گڑبڑ ہو جائے گا۔“

”تو تمہارے خیال میں کوئی اور ایسی شخصیت موجود ہے؟“

”بات اگر صرف اداکاری کی ہوتی تو کسی کو بھی منتخب کر لیا جاتا، لیکن میرا خیال ہے چیف، ہمیں لیتے اشمیر کا کردار ادا کرنے والے کسی بھی شخص کے اندر وہ تمام یادداشتیں سمونا ہوں گی جن کا تعلق لیتے اشمیر سے ہے۔ اس لیے کسی ایسے آدمی کا انتخاب ضروری ہے جو یہ سب کچھ کر سکے۔“

”یہی پوچھ رہا ہوں میں تم سے۔“

”اس کے لیے تو آپ بالکل بے فکر رہیں چیف۔ میں بہترین بندوبست کروں گا۔“

”یہ ضروری ہے رشید ناگی۔“

”بس چیف آپ مطمئن رہیں۔ جالب نعمان کو یہیں رک کر طلب کیے لیتا ہوں۔“

اس کا پہنچنا مشکل نہیں ہوگا۔ چنانچہ اب اجازت چاہتا ہوں۔“

رشید ناگی چلا گیا۔ میں دل ہی دل میں اپنے وطن کی یادوں سے سرشار ہوتا رہا۔ اس کے بعد کئی دن انہی معمولات میں گزر گئے، پھر رشید ناگی اور جالب نعمان میرے پاس پہنچے، جالب نعمان سے بھی مل کر خوشی ہوئی تھی۔ وہ تو صحیح معنوں میں لیتے اشمیر کا معتقد نظر آ رہا تھا۔ بہت متاثر ہوا تھا اس ماحول سے اور خصوصاً مجھ سے۔ کہنے لگا۔

”چیف، میرے پاس وہ الفاظ نہیں ہیں جن سے میں آپ کے بارے میں اپنے جذبات کا اظہار کر سکوں، لیکن بہت بڑا کام کر رہے ہیں آپ، اتنا بڑا کام کہ بس اسے فناسٹک اسٹوریز کا ایک حصہ ہی سمجھا جاسکے، لیکن آپ کر رہے، ورنہ اتنے بڑے معاملے کو کنٹرول کرنا آسان کام نہیں ہے۔“

”اچھا یہ بتاؤ جالب، ناگی نے تمہیں میرے مافی الضمیر سے آگاہ کر دیا ہے؟“

”جی چیف۔ مکمل طور پر لیکن اس کے لیے مجھے آپ کی یادداشت کی پلیٹ درکار ہوگی۔ میرا مطلب ہے کہ جتنا کچھ آپ کے اپنے ذہن میں محفوظ ہے یا آپ کو یہاں آکر حاصل ہوا ہے یہ تمام چیزیں ہمیں اس شخص کے ذہن کی پلیٹ پر منتقل کرنا ہوگی۔“

”مگر اس کے لیے تو تمہیں باقاعدہ انتظامات کرنا ہوں گے۔“

”چیف۔ آپ کا یہ خادم بہت سے کام کرتا رہا ہے مجھے اپنے اس کام کے لیے بار سلونا سے باہر نہیں جانا پڑے گا۔“

”پھر؟“

”میں انتظام کر لوں گا۔“

”یہیں۔“

”ہاں چیف اور اس طرح کہ آپ کو اس کے لیے ذرا بھی پریشانی نہیں اٹھانا پڑے گی۔“

میں نے آمادگی کا اظہار کر دیا اور اس کے بعد ایک ہفتے کے اندر اندر جالب نعمان اپنے تمام معمولات سے فراغت حاصل کر کے بار سلونا سے چلا گیا۔ رشید ناگی بھی اس کے

ساتھ ہی تھا۔ میں منتظر رہا کہ اب میرا نعم البدل یہاں پہنچ جائے اور میں اپنی یہ ذمے داریاں اسے سونپ کر اپنے طور پر زندگی بسر کروں۔

تقریباً ایک مہینہ لگ گیا اس کے لیے۔ مافیا سے میرا رابطہ قائم تھا جن لوگوں کے بارے میں معلومات حاصل ہو چکی تھیں ان سے گفتگو بھی رہتی تھی۔ بہت سے مسائل بھی ڈسکس ہوئے تھے۔ میں منتظر تھا کہ میرا مطلوبہ شخص میرے پاس آجائے۔ بہر حال ابھی ایسا نہیں ہو سکا تھا۔ میں جانتا تھا کہ اس کام میں مشکلات درپیش ہوں گی۔

پھر ایک اہم مصروفیت آگئی۔ مافیا کی ہائی کمان کی جانب سے مجھے جیٹکا طلب کر لیا گیا۔ جیٹکا بحیرہ کریمین میں کیوبا سے تقریباً ایک سو پچاس کلومیٹر شمال میں اور ہیٹی سے ایک سو ساٹھ کلومیٹر مشرق میں واقع ہے۔ اس سے پہلے میں نے اس چھوٹے سے ملک کے بارے میں صرف پڑھا ہی تھا۔ میرے پاس موجود ریکارڈ میں یہ بات بھی موجود تھی کہ جیٹکا کے دارالحکومت کنگسٹن میں مافیا کا ایک بہت بڑا براؤنچ سیکشن ہے اور یہاں اکثر مافیا کے بڑے بڑے عہدے داروں کی میٹنگ ہوا کرتی ہے۔ مجھے جانا تھا اور پریشان کن بات یہ تھی کہ یہاں ایسا کوئی جانشین نہیں تھا جسے میں اس کام کے لیے چھوڑ جاتا کہ اگر رشید ناگی وغیرہ یہاں پہنچ جائیں اور مجھ سے ملنا چاہیں تو انہیں صحیح صورت حال سے آگاہ کر دیا جائے۔ بہر حال یہ رسک تو لینا ہی پڑتا۔ ناگی وغیرہ احمق نہیں تھے کہ کسی مشکل میں گرفتار ہو جاتے انہیں علم ہو جائے گا کہ میں یہاں موجود نہیں ہوں اور وہ اپنے طور پر یہاں کسی نہ کسی شکل میں قیام کر لیں گے۔ چنانچہ میں جیٹکا روانہ ہو گیا اور کنگسٹن میں میرا بہترین استقبال کیا گیا۔

بہت سے لوگ میرے لیے موجود تھے۔ بہت خوبصورت شہر تھا اور وہ عمارت بھی بے حد حسین تھی جو ایک پہاڑی پر بنائی گئی تھی۔ یہ ایک طرح سے مافیا کا ہاسٹل تھا جس میں مافیا کے کارکنوں کے لیے رہائش گاہیں بھی بنائی گئی تھیں اور وہیں میٹنگ وغیرہ کا انتظام بھی تھا۔ پتا نہیں سرکاری طور پر اس جگہ کو کیا حیثیت حاصل تھی۔ اس عمارت میں بھی میرا استقبال بہت پر تپاک انداز میں کیا گیا۔ میں ان میں سے بیشتر افراد سے واقف تھا چونکہ یہ میرے پاس ریکارڈ میں موجود تھے اور میری یادداشت بہر طور میرا ساتھ ہمیشہ دیتی تھی۔ میں ان سے انہی کے نام سے ملا پھر میٹنگ کے پہلے ہی مرحلے پر ہم سب کا ایک

دوسرے سے تعارف کرایا گیا اور اس اعتماد کا اظہار کیا گیا کہ گروپ سیون کے جتنے ممبران ہیں وہ ایک دوسرے سے واقفیت کے باوجود اپنے ان فاصلوں کو برقرار رکھیں گے جو ان کے لیے ضروری ہوتے ہیں۔ البتہ گروپ سیون کا یہ مسئلہ پہلی بار میرے علم میں آیا تھا کیونکہ اس کا کوئی ریکارڈ مجھے لیتھ اشیر کے ریکارڈ روم سے نہیں مل سکا تھا۔ بعد میں مجھے اس کی تفصیلات معلوم ہو گئیں۔ مافیا کے عہدے داروں کی بھی ایک الگ سے ترتیب کی گئی تھی۔ اس میں بہت سے گروپ تھے جن کے نمبر تھے اور ایک گروپ میں جو عہدے دار آتے تھے۔ انہیں ایک دوسرے سے روشناس کرا دیا جاتا تھا۔ اس کی وجہ یہ بتائی گئی تھی کہ جن ممالک کا کنٹرول مافیا کے ان عہدے داروں کے سپرد ہے وہ ایک دوسرے سے قریب ہیں اور ایک دوسرے کی مدد بہ آسانی کر سکتے ہیں۔ مافیا کی تنظیم کا تو خیر کوئی ٹھکانہ ہی نہ تھا۔ اس کے بارے میں تو اس تنظیم میں شامل ہونے سے بہت پہلے میں یہ بات جانتا تھا۔ روز آرگنائزیشن جیسے ادارے مافیا کے سامنے کچھ بھی نہیں تھے۔ ان کے وسائل محدود تھے جبکہ مافیا کی وسعتیں دنیا کے گوشے گوشے میں پھیلی ہوئی تھیں۔

پانچ دن کے قیام میں ہر ایک کے اپنے اپنے ملک کے معاملات زیر گفتگو آئے۔ ہائی کمان کی جانب سے کوئی عہدے دار شریک نہیں ہوا تھا۔ بلکہ اس سلسلے میں مشینی ذرائع کا بندوبست کیا گیا تھا کہ ہم سے اونچے عہدے کے لوگ ہمیں مشینی ذریعے سے ہدایت دے سکیں کہ ہمیں جیٹکا میں کیوں طلب کیا گیا ہے۔ یہ ایک مخصوص وقت پر طلب کر کے اسے اس کی ذمے داریاں سونپی جاتی تھیں یا نئے کام بتائے جاتے تھے۔ جن افراد کو اس مشینی ذریعے سے ہمیں ہدایت دینی تھی وہ کس عہدے کے مالک تھے یہ کوئی نہیں جانتا تھا۔ ہائی کمان کے بارے میں یہ فیصلہ کن بات نہیں کہی جاسکتی تھی کہ کون لوگ آخری فیصلے کی قوت رکھتے ہیں جو ہمیں ہدایت دینے والے تھے انہیں ہدایت دینے والے کچھ اور تھے اور ان کچھ اور کو ہدایت دینے والے نجانے کون کون تھے۔ سمندر کی سی وسعتیں تھیں اس گروپ میں اور بہت ہی عجیب و غریب پیمانے پر کام ہوتا تھا۔ یہاں آکر مجھ پر بہت سے انکشافات ہوئے تھے۔ پھر وہ دن بھی آگیا جب ہمیں ہماری ذمے داریاں سونپی جانا تھیں۔ گروپ سیون کے تمام ارکان اس عظیم الشان ہال میں جمع ہو گئے جن میں الگ الگ میزس لگائی گئی تھیں اور ان پر ہائی کمان کی جانب سے ملنے والے احکامات سننے کا

معقول بندوبست کیا گیا تھا۔ ہم سب خاموش بیٹھے اوپر سے کیے جانے والے رابطے کا انتظار کر رہے تھے۔

بڑا سنسنی خیز ماحول تھا۔ حالانکہ گروپ سیون میں مافیا کے جو افراد شامل تھے۔ یہ وہ خونخوار اژدھے تھے جنہوں نے ملک کے ملک نگل لیے تھے۔ انہوں نے دنیا بھر میں تاجانے کیا کیا کارنامے سرانجام دیے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جن کے ناموں سے حکومتیں تک کانپ جاتی تھیں لیکن انہیں یہ حیثیت مافیا ہی کے توسط سے حاصل تھی اور ان کا اپنا کوئی مقام ذاتی طور پر نہیں تھا۔ چنانچہ اپنی اصل پر پہنچ کر ان کی اپنی کیفیت بھی عام لوگوں سے مختلف نہیں تھی اور یہ بھی اسی سنسنی کا شکار تھے جو ان کے نام سے دوسروں پر طاری ہو جاتی تھی۔ جہاں تک میرا معاملہ تھا اب اس کے بارے میں کچھ کمنا فضول ہے۔ میرا تو کردار ہی مختلف تھا اور میں ان کی طرح کسی خوف کا شکار نہیں تھا۔

کچھ دیر کے بعد ہمارے سامنے رکھے ہوئے بہت بڑے چیمبر میں کچھ تبدیلیاں رونما ہوئیں اور سب لوگ مستعد ہو گئے پھر چیمبر سے آواز ابھری۔

”گروپ سیون کنٹرولر آن لائن۔ آپ لوگ مناسب طریقے سے میری آواز سن رہے ہیں۔ براہ کرم جواب دیجئے۔“ سب نے جوابات دیے میں بھی ان میں شامل تھا۔ تب اسی آواز نے کہا۔

”ہائی کمان کی جانب سے مجھے اس وقت اسپیکر کے فرائض سونپے گئے ہیں میرے ساتھ ہائی کمان کی جانب سے متعین ہونے والے وہ تمام افراد موجود ہیں جنہیں اس میٹنگ میں آپ لوگوں کے سپرد ذمے داریاں کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ میں ان سب کی نمائندگی کر رہا ہوں۔ وہ اپنے نمبر دہرا رہے ہیں۔“ آواز خاموش ہوئی تو پھر ایک آواز سنائی دی۔

”ٹوٹی سیون۔“

پھر دوسری آواز ابھری۔ ”دون ہنڈرڈ، ٹوٹی فائیو، ٹائٹی ایٹ، ایون، ٹو ہنڈرڈ ون۔“ اس طرح سے مختلف آوازوں میں بہت سے نمبر دہرائے گئے یہ ہمارے کمانڈرز تھے۔ میں سرسری انداز میں لیکن دلچسپی سے دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ایک خوفناک ادارے کی کارروائیاں سن رہا تھا جب تمام نمبر دہرا دیے گئے تو پھر وہی آواز ابھری۔

”اور ان تمام لوگوں کی جانب سے میں آپ لوگوں کے سپرد آپ لوگوں کی ذمے داریاں کر رہا ہوں۔ براہ کرم اپنے سامنے رکھے ہوئے پیڈ اور پنسل اٹھا لیجئے۔“ میں نے بھی اپنا پیڈ جسے میں پہلے ہی اپنے ڈیسک پر دیکھ چکا تھا سامنے سرکالیا اور پنسل اٹھالی۔ اس کے بعد گروپ سیون کے ایک ایک فرد کو نام لے کر اس کی ذمے داریاں سمجھائی جانے لگیں۔ چوتھے نمبر پر میرا نام لیتے اشمیر کی حیثیت سے لیا گیا اور کہا گیا۔

”مسٹر لیتھ اشمیر! آپ نے ابھی کچھ دن قبل ایک شاندار کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ ہم ہمیشہ کی طرح آپ کی کامیابی پر آج بھی مکمل بھروسہ کرتے ہیں اور اس بات کی امید رکھتے ہیں کہ اب جو ذمے داری آپ کے سپرد کی جا رہی ہے آپ اسے بھی اپنی سابقہ روایات کے تحت عہدگی سے انجام دیں گے مسٹر لیتھ اشمیر۔“

”میں سن رہا ہوں۔“ میں نے جواب دیا۔

”آپ کو یہاں سے سیدھے اٹلی جانا ہو گا۔ روم میں دو دن قیام کرنے کے بعد آپ فلورینس روانہ ہو جائیں گے۔ فلورینس کے ہوٹل ہسٹو میں آپ کے لیے کمرہ نمبر تین سو سات (307) مخصوص کرا دیا گیا ہے۔ جہاں آپ لیتھ اشمیر کے نام سے ہی قیام کریں گے کمرہ نمبر (307) میں قیام کرنے کے بعد آپ ایک ٹیلی فون نمبر پر مسٹر آرمن کو مخاطب کریں گے اور ان سے کہیں گے کہ آپ وہاں پہنچ گئے ہیں بس اتنا کہہ کر آپ اپنا رابطہ اس سے منقطع کر لیں گے۔ آرمن کی تمام تفصیلات آپ کو ڈیپارٹمنٹ کے لوگ مہیا کریں گے جن کے سپرد ذمے داری کی گئی ہے۔ آپ اس کی شناخت کرنے کے بعد اس سے اس کی مشکل معلوم کریں گے۔ آرمن ہمارا کلائنٹ ہے اور اس سے ہماری گفتگو مکمل ہو چکی ہے۔ آپ کو اب اس کی تمام پر اہم کو حل کرنا ہو گا۔ تفصیلات اس سے معلوم ہو جائیں گی۔ آپ کے سپرد یہی ذمے داری کی جا رہی ہے۔ اوکے۔“ اور پھر پانچویں رکن کو اس کی ہدایت جاری کی جانے لگیں۔ میں نے وہ تمام تفصیلات کانڈ پر نوٹ کر لی تھیں جو مجھے دی گئی تھیں اور ان لوگوں کی گفتگو سے بظاہر بے نیاز میں انہی تفصیلات کی ریڈنگ میں مصروف تھا۔ یہاں سے مجھے اٹلی روانہ ہونا تھا۔ روم میں تین دن کا قیام سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ بہر حال مافیا کا معاملہ تھا اس کی اپنی ذمے دایاں ہوں گی۔ تین دن کے اس قیام کے بعد مجھے اٹلی ہی کے شہر فلورینس روانہ ہونا تھا اور فلورینس میں ہسٹو میں قیام کرنا تھا۔ سر حال

دوسروں کو دی جانے والی ہدایات سے بھی میں بے خبر نہیں رہ سکتا تھا ان میں کوئی ایسی بات ہو جو میرے مطلب کی نکل آئے لیکن اتفاق سے ایسی کوئی بات سامنے نہیں آئی اور آخری آدمی کو بھی اس کی ہدایات جاری کر دی گئیں۔ بڑا بارعب اور سنسنی خیز کھیل تھا یہ اور میں اس میں کافی دلکشی اور سنسنی محسوس کر رہا تھا۔ اس کے بعد تھوڑی سی مختلف گفتگو ہوئی اور پھر یہ میٹنگ درخواست ہو گئی۔ ایک عجیب سا معاملہ تھا۔ ہدایات جاری کرنی تھیں تو ان میں سے ہر شخص کو اس کے پوائنٹ پر جاری کی جاسکتی تھیں لیکن نجانے اس کی کیا ضرورت محسوس کی گئی تھی کہ گروپ سیون کو ایک جگہ جمع کیا جائے بہر طور مافیا کا ایک اور طریقہ کار میرے ذہن میں آیا تھا اور میں اس سے اچھی طرح لطف اندوز ہوا تھا۔ ہمارا قیام جس جگہ تھا وہیں پر ہمیں دو دو آدمیوں سے ملاقات کرنا پڑی۔ انہوں نے پہلے اپنی شناخت کرائی اور اس کے بعد مجھ سے ملنے والوں نے مجھے آرمین کے بارے میں تمام تفصیلات بتائیں۔ آرمین ایک یہودی تھا۔ روم کے بڑے تاجروں میں شمار ہوتا تھا اس کا زمینوں کی کاشت کا کاروبار تھا اور زمینوں کا سب سے بڑا ایکسپورٹر تسلیم کیا جاتا تھا اس کے علاوہ وہ دنیا کے کئی ملکوں کو مشینری ایکسپورٹ کیا کرتا تھا۔ اس کے بارے میں مجھے مکمل شناخت بھی بتائی گئی اور پھر میرے دوستوں کا کام ختم ہو گیا پھر اس طرح مجھ سے تمام رابطے منقطع کر لیے گئے۔ جیسے مافیا کے کسی رکن کی حیثیت سے میری یہاں آمد ہی نہیں ہوئی۔ دلچسپ اور پراسرار طریقہ کار تھا۔ میں نے یہاں وقت نہیں ضائع کیا اور اپنے طور پر تمام انتظامات کر کے اٹلی روانہ ہو گیا۔

روم میں..... میں نے منصوبے کے مطابق قیام کیا۔ ویسے یہ تین دن واقعی سمجھ میں نہیں آسکے تھے۔ تاہم بہت زیادہ سمجھنے کی کوشش بھی مناسب نہیں تھی۔ چوتھے دن میں فلورینس چل پڑا اور بالا آخر میں ہوٹل ہیلو کے اس کمرے میں منتقل ہو گیا۔ جس کے بارے میں مجھے تفصیل بتائی گئی تھی۔ حالانکہ اسپین میں مافیا کے بگ لارڈ کی حیثیت بہت بڑا مقام تھا لیکن بہر حال ہر شخص کی ایک کارکردگی ہوتی ہے اور اس کے بعد وہ ایک عام انسان ہوتا ہے۔

میں نے اس نمبر پر رنگ کیا جو مجھے ذہن نشین کرایا گیا تھا آپریٹر نے میری بات پر سنل سیکرٹری سے کرائی اور پر سنل سیکرٹری نے بلا آخر آرمین سے رابطہ کرا دیا۔ میں

نے سرد لیجے میں کہا۔

”مسٹر آرمین۔ میرا نام لیتھ اشمیر ہے اور میں ہیلو میں مقیم ہوں۔ آپ مجھ سے مل سکتے ہیں۔“ بس یہ کہہ کر میں نے فون بند کر دیا۔ یہی ہمارا طریقہ کار تھا اب اس کے بعد جو تاثرات مرتب ہوں گے وہ آرمین پر ہوں گے۔

آرمین بلاشبہ اٹلی کی مقتدر ترین ہستیوں میں شمار ہوتا تھا اور اس تک رسائی کے ذرائع آسان نہیں معلوم ہوتے تھے لیکن میرے پاس وہ اس قدر جلد پہنچا تھا کہ خود مجھے حیرت محسوس ہوئی یوں لگتا تھا جیسے ہوٹل کے دروازے کے باہر ہی موجود ہو۔ فون بند کر کے میں اس کے بارے میں چند ہی باتیں سوچ پایا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ میرے ذہن میں بھی نہیں تھا کہ وہ آرمین ہو گا۔ ویسے اچھی شخصیت کا مالک تھا۔ بہت خوب صورت چہرہ، کھڑے نقوش، عمر بھی بیستالیس سال سے زیادہ نہیں ہوگی۔ شاندار صحت تھی۔ غالباً اٹلی ہی کا باشندہ تھا۔ یہاں کی تمام خصوصیات اس کے چہرے پر پائی جاتی تھیں میں نے سرد نگاہوں سے اسے دیکھا تو اس نے اپنا کارڈ نکال کر میرے سامنے رکھ دیا۔

میں نے ایک سرسری نگاہ کارڈ پر ڈالی۔ اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا پھر آہستہ سے بولا۔

”آپ نے یہاں پہنچنے میں بہت کم وقت صرف کیا مسٹر آرمین۔“

”سر آپ یوں سمجھ لیجئے کہ آپ کی آمد کا ایک ایک لمحہ گن رہا تھا میں۔ مجھے جب اطلاع دی گئی کہ آپ تشریف لا رہے ہیں تو میں نے اپنی تمام مصروفیات ترک کر دیں اور اپنی سکرٹریز کو حکم دے دیا کہ نہ تو کسی بیرونی وفد سے میری ملاقات کرائی جائے اور نہ ہی کسی ایسے کام کا آغاز کیا جائے جس میں میری شمولیت ضروری ہو۔ اس کے بعد آپ کے انتظار میں مصروف تھے۔ چنانچہ اس طرح بھاگا کہ خود مجھے بھی اپنے اتنی جلد یہاں پہنچنے پر حیرت ہے۔“

میں نے گہری نگاہوں سے اس یہودی النسل کو دیکھا اس کی بد قسمتی اور میری خوش قسمتی تھی کہ اس کا معاملہ میرے سپرد کیا گیا تھا۔ میری خوش قسمتی یہ تھی کہ مجھے مسلمانوں کے دشمن ایک اور یہودی کے خلاف کام کرنے کا موقع مل رہا تھا اور اس کی بد قسمتی یہ تھی کہ اس کا معاملہ اتفاق سے میرے سپرد کر دیا گیا تھا۔ بہر حال میں نے مافیا کے چیف کی

حیثیت سے اپنی شخصیت برقرار رکھتے ہوئے اس سے کہا۔
 ”اور اس کے بعد مسٹر آرمین آپ اپنی مشکل بیان کریں۔ مانیا آپ سے مطمئن
 ہے اور آپ کے مسائل کو حل کرنے کے لیے پوری تیار۔“
 ”میں نے بحالت مجبوری یہ قدم اٹھایا ہے جناب۔ میں آپ کو لیتھ کھوں یا مسٹر
 اشمیر۔“

”لیتھ اشمیر۔“ میں نے جواب دیا۔
 ”اوکے سراو کے۔ مسٹر لیتھ اسی جگہ آپ کو تمام تفصیلات بتا دینا مناسب ہے یا اس
 کے لیے آپ مجھے کچھ وقت دیں گے؟“
 ”نہیں وقت ضائع کرنے کے لیے نہیں ہوتا آپ پورے اعتماد کے ساتھ اپنی مشکل
 بتائیے۔“

میرے ان الفاظ پر آرمین کچھ دیر سوچ میں ڈوبا رہا پھر اس نے آہستہ سے کہا۔
 ”میری مشکل میرا ایک پارٹنر مارشل لارا ہے۔ مارشل لارا کے بارے میں مختصری
 تفصیل آپ سے عرض کر دوں۔ یہ شخص ایک عجیب و غریب شخصیت کا مالک ہے اس کا
 بیک گراؤنڈ خاصا طویل ہے لیکن میرے اور اس کے درمیان جو اختلاف پیدا ہوا ہے وہ
 ایک عجیب و غریب نوعیت کا اختلاف ہے۔ کیا میں آپ کو اس کی تفصیل بتاؤں۔“
 ”آپ وقت ضائع کرنے کے شوقین معلوم ہوتے ہیں مسٹر آرمین۔“ میں نے
 بدستور پر رعب لہجے میں کہا۔

”سوری سر۔ مارشل لارا کا ماضی بے حد خطرناک رہا ہے۔ وہ ایک دہشت گرد بھی
 رہ چکا ہے اور ایک خطرناک مہم جو بھی۔ پہلے اس نے دہشت گردی کر کے خوب نام کمایا
 اور اس کے بعد ایک بار جب پولیس کے ہاتھوں نکل کر فرار ہوا تو ایک طویل عرصہ جینکا
 میں گزرا۔ نجانے کہاں کہاں مارا مارا پھرتا رہا واپس آیا تو اس کے پاس بے پناہ دولت تھی
 حالانکہ وہ غالباً سسلی کا باشندہ ہے لیکن اس نے بعد میں یونہی فلورینس میں قیام کیا اور
 نجانے کس طرح اپنے اوپر عائد تمام جرم ختم کرا لیے اور وہاں اسے ایک شریف شہری کی
 حیثیت دے دی گئی۔ میں آج تک اس بات پر حیران ہوں کہ ساڑھے تین سال تک اٹلی
 کی انتظامیہ اس کی تلاش میں در بدر بھٹکتی رہی لیکن جب وہ یہاں واپس آیا تو اس کے اوپر

سے تمام جرائم ختم کر کے اسے ایک شریف شہری کی حیثیت کیسے دے دی گئی۔ یہ بڑی
 حیران کن بات ہے لیکن بہر طور یہ سب کچھ ہو چکا پھر میری اس سے ملاقات ہوئی اور اس
 نے میرے کاروبار میں پارٹنر شپ کر لی۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ اس کی بے
 پناہ دولت نے میرے کاروبار کو چار چاند لگا دیے اور میں اس کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ
 سکوں گا کہ میں نے اس میں خوب کمائی کی اور میری پوزیشن بالکل محفوظ ہو گئی۔ سسلی اور
 جزیرہ سارڈینے میں اس نے صنعتیں لگائیں، بھاری مشینری کی صنعت قائم کی۔ نجانے
 کہاں سے اس نے انجینئرنگ بھی سیکھ لی تھی۔ اتنے حیران کن کام کیسے اس نے کہ میرے
 لیے ناقابل فہم تھے لیکن بہر طور اسے تسلیم کرنا پڑا اس وقت دنیا کے کئی ممالک میں ہماری
 مشینری ایکسپورٹ ہوتی ہے اور ہم اس سے شاندار زر مبادلہ کما رہے ہیں۔ اصل مسئلہ
 اس وقت شروع ہوا جب اس نے سسلی ہی میں ایک نئی فیکٹری لگائی۔ کثیر سرمایہ خرچ
 کر کے اس نے اس فیکٹری کا آغاز کیا۔ مجھے اس نے پارٹنر شپ دی۔ کیونکہ آج تک اس
 نے جتنے کام کیے ہیں مکمل ایمانداری سے کیے ہیں۔ اس پارٹنر شپ کے بعد جب میرے
 اور اس کے درمیان کچھ ایسے معاملات ہوئے جن پر مجھے شبہ ہوا تو میں نے خفیہ طور پر
 فیکٹری کا جائزہ لیا۔ فیکٹری میں وہ مشینیں بے شک تیار ہو رہی ہیں جو ان ممالک کو
 ایکسپورٹ کی جاتی ہیں جن سے ہمارے معاہدے ہیں لیکن اسی فیکٹری میں ایک الگ
 ڈپارٹمنٹ بھی ہے جو بڑی خاص قسم کی مشینری تیار کر رہا ہے۔ یہ ایک ایٹمی بجلی گھر ہے
 جس کے مختلف پرزے اور تمام تر چیزیں بڑی خفیہ طور پر تیار ہو رہی ہیں۔ انتہائی شاندار
 اور اعلیٰ پیمانے پر لیکن میری اور اس کی پارٹنر شپ میں اس ایٹمی بجلی گھر کے بارے میں
 کوئی تفصیل نہیں تھی۔ اس بات نے مجھے حیران کر دیا اور میں اس کی کھوج میں لگ گیا۔
 ان تمام چیزوں کو چیک کرتے ہوئے مجھے یہ احساس ہوا کہ آمدنی کا وہ حصہ جو ملتا ہے اور
 جس کے حسابات میرے اکاؤنٹ باقاعدہ رکھتے ہیں ان میں ایک ایسا خفیہ حصہ بھی شامل
 ہے جس کی کبھی کوئی تفصیل سامنے نہیں آئی کہ یہ آمدنی کس مد میں ہوئی؟ بس ایک بہت
 بڑی رقم میرے اکاؤنٹ میں جمع ہو گئی۔ اکاؤنٹ چونکہ زمانہ ساز آدمی ہے اس نے سوچا
 کہ جو آتا ہے آنے دو، کبھی حساب کتاب ہو گا تو بعد میں دیکھا جائے گا۔ آئی ہوئی رقم کو یہ
 کہہ کر واپس کرنا کہ یہ ہمارے حساب سے زیادہ ہے کوئی جائز بات تو نہیں تھی۔“

حیثیت کی حامل ہے لیکن ہمارے تمام راستے اپنے وطن کی جانب مڑتے ہیں۔ عربوں کے دل پر اسرائیل کی ہر معمولی چیز نہیں ہے کیونکہ اپنی بقا کے لیے ہم میں سے ہر ایک شخص کو مستعد رہنا پڑتا ہے۔ کیونکہ یہی ہمارا مستقبل ہے اور اگر ہم نے مستقبل کو نظر انداز کر دیا تو زندگی میں سر نہیں اٹھا سکیں گے اگر کسی اور کے لیے یہ کام ہو رہا ہو تو الگ بات تھی لیکن پاکستان کے لیے یہ سب کچھ ہو رہا ہے، بھلا میں یہ کیسے برداشت کر سکتا ہوں پھر میں نے بہت غور کیا۔ میں حکومت اسرائیل کو اس بارے میں اطلاع دے سکتا تھا۔ اسرائیلی حکومت یہاں اٹلی میں بھی اپنے تمام کام سرانجام دے سکتی تھی لیکن کچھ ایسے معاملات ہیں کہ میں مارشل لارا کو کوئی نقصان بھی نہیں پہنچا سکتا بلکہ اس کی زندگی کی حفاظت بھی مجھ پر ہی فرض ہے اگر میرے کاروبار سے اس کی پارٹنرشپ نکل گئی تو آپ یوں سمجھ لیجئے کہ دنیا بھر میں میرے لیے کہیں ٹھکانا نہیں ہوگا۔ یہ کچھ ایسے ذاتی معاملات ہیں جن کے لیے میں آپ سے معذرت چاہتا ہوں، لیکن میں خواہش مند ہوں کہ مافیا خفیہ طریقے سے ان تمام پاکستانی انجینئروں کو موت کے گھاٹ اتار دے اور اس فیکٹری کو اس طرح تباہ کر دے کہ وہاں دوبارہ اس قسم کا کوئی کام نہ ہو سکے۔ ساتھ ہی یہ بھی پتا چلانا ہوگا کتنے ایٹمی بجلی گھر اور کون کون سی چیزیں اس طریقے سے پاکستان منتقل ہو چکی ہیں۔ یہ تمام معلومات حاصل کرنے کے لیے میں نے مافیا سے رابطہ قائم کیا اور بالآخر ایک معقول معاوضے کے عوض مجھے یہ یقین دلایا گیا کہ میری مشکلات کا حل تلاش کر لیا جائے گا۔ میں نے آپ کو یہ تمام تفصیلات بتادی ہیں مسٹر لیٹھ اشمیر اور میں سمجھتا ہوں کہ میری اتنی ہی ذمہ داری تھی۔ یہاں اٹلی میں میں آپ کے لیے وہ تمام آسانیاں فراہم کر سکتا ہوں جو آپ پسند کریں۔“

”ہوں۔“ میں خاموشی سے یہ تمام تفصیلات سنتا رہا۔ میں نے آنکھیں بند کر لی تھیں اور ایک عجیب سی کیفیت کا شکار تھا۔ بہت دیر تک سوچ میں ڈوبا رہا پھر میں نے اس سے سوال کیا۔

”مارشل لارا کہاں رہتا ہے؟“

”اس کا مستقل قیام نیپلز میں ہے۔“ آرمن نے جواب اور میں خاموش ہو گیا۔

آرمن خود ہی مجھے مارشل لارا کے پورے پتے سے آگاہ کرنے لگا اس کے بعد میں

”آپ کا اکاؤنٹ بھی اسرائیلی ہے۔“ میں نے بے اختیار سوال کر ڈالا۔

”ہاں سو فیصد۔ میرا اپنا آدمی ہے اور دور کا رشتہ دار بھی ہوتا ہے۔“ اس نے

میرے لہجے پر غور کیے بغیر جواب دیا۔

بات منہ سے نکل گئی تھی اور غیر اختیاری طور پر نکلی تھی لیکن ایک دم یہ احساس ہوا تھا کہ کہیں اس بات سے مجھے کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔ چنانچہ میں ایک لمحے کے لیے سنجیدہ ہو گیا تھا لیکن اس کا جواب بالکل سادہ تھا۔ اس نے میری بات پر غور نہیں کیا تھا۔

اس کے بعد یوں۔

”میں خفیہ طریقے سے تحقیق کرتا رہا اور مجھ پر بہت سے انکشافات ہوئے مثلاً یہ ... مسٹر لیٹھ اشمیر کہ اس نئے ڈپارٹمنٹ میں جو لوگ یہ مشینری تیار کر رہے ہیں وہ سب ایشیائی ہیں اور ان کا تعلق پاکستان سے ہے۔ وہ انجینئرز ہیں اور کچھ غیر ملکی ماہرین کی زیر نگرانی وہ یہ ایٹمی بجلی گھر تعمیر کر رہے ہیں۔ میرا تجسس بڑھتا چلا گیا۔ بعد میں میں نے ان تمام تفصیلات پر غور کیا اور ان کے لیے زبردست چھان بین شروع کر دی۔ مجھے علم ہوا کہ یہ بھاری مشینری انتہائی خفیہ ذرائع سے مختلف مسلم ممالک کو بھیجی جاتی ہے کبھی کہیں اور کبھی کہیں پہنچتی ہے لیکن حیران کن بات یہ ہے کہ ایک ساخت کے پارٹس ایک ملک کو جاتے ہیں دوسری ساخت کے دوسرے ملک کو۔ پتا نہیں کس طرح یہ شپ منٹ ہوتی ہے اور اس کے بعد یہ تمام چیزیں کہاں چلی جاتی ہیں۔ کافی عرصے کی چھان بین کے باوجود کوئی بات سمجھ میں نہیں آئی پھر ایک دفعہ میں نے بمشکل تمام ان انجینئروں میں سے ایک انجینئر کو اغوا کر لیا جو اس خفیہ ڈپارٹمنٹ میں کام کرتے تھے اور انجینئر سے مجھے تشدد کے ذریعے جو معلومات حاصل ہوئیں۔ وہ معلومات یہ تھیں کہ مشینری کا یہ شپ منٹ ہوتا تو کسی ملک کے لیے ہے لیکن کسی خاص پوائنٹ پر جا کر اسے پاکستان کے لیے حاصل کر لیا جاتا ہے اور وہیں کے لیے اس کی تمام تیاریاں ہو رہی ہیں۔ پاکستان کے جو انجینئران ایٹمی بجلی گھروں پر کام کرتے ہیں۔ وہ بہترین تربیت حاصل کر چکے ہیں اور ان میں سے اگر دو افراد مشینری کے ساتھ جاتے ہیں تو دو نئے افراد یہاں آجاتے ہیں تاکہ ان کی جگہ وہ تربیت حاصل کریں۔ یہ بڑا انوکھا طریقہ کار ہے آپ کو معلوم ہے مسٹر لیٹھ اشمیر۔ میں یہودی نژاد ہوں ہم لوگ جس سرشت کے بھی مالک ہوتے ہیں وہ ایک الگ

نے آہستہ سے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ آپ جاسکتے ہیں مسٹر آرمین، میں بہت جلد اس سلسلے میں اپنی کارروائیوں کا آغاز کردوں گا۔“

آرمین نے ایک لمحے توقف کیا تو میں خود کھڑا ہوا اور اس انداز میں اسے دیکھنے لگا جیسے اس کی فوری واپسی چاہتا ہوں۔ آرمین بوکھلائے ہوئے انداز میں اٹھا۔ رسمی الفاظ کہنے اور باہر نکل گیا۔ آرمین واپس چلا گیا اور میرے دل میں بے پناہ نفرت چھوڑ گیا۔ میں نے اس پوری کہانی پر غور کیا اور میرے اندر ایک عجیب سی روشنی پھوٹنے لگی۔ قدرت نے ایک بار پھر وطن کی ایک خدمت میرے سپرد کی تھی۔ معرکہ خیرو شر کا ایک بار پھر سے آغاز ہوا تھا۔ آرمین یہودی مفادات کا نگراں اور مارشل لارا میرے وطن کی خدمت کے جذبے سے سرشار، ہمارے ملک کو اٹانک ٹیکنالوجی کی اشد ضرورت تھی۔ بڑے بڑے ممالک نے ہم پر ترقی کے دروازے بند کر دیے تھے وہ ہمیں اپنے زیر اثر لا کر بے دست و پا کر دینا چاہتے تھے جبکہ کچھ ہمدرد ایسے تھے جو انسانی رشتوں ہی کی بنیاد پر ہمارے معاون کار تھے۔ میرے لیے وہ آسمان تھے ان کی عزت، ان کا احترام میرے دل کی گہرائیوں میں جاگزیں تھا۔ میں نے دو ایسے افراد کو اپنی حیثیت کا خطرہ مول لے کر زندگی اور آزادی بخشی تھی، جو بونیائی مسلمانوں کے ہمدرد ثابت ہوئے تھے۔ بالکل ویسی ہی ایک سچویشن ایک بار پھر میرے سامنے آگئی تھی۔ بہر حال ایک انتہائی مشکل کام تھا جو میرے سپرد ہوا تھا۔ بات اگر مارشل لارا کے خلاف کام کرنے کی ہوتی تو شاید اتنی مشکلات نہ پیش آتیں لیکن ایک جانب پھر مافیا کے لیے آرمین کے مفادات میں کام کرنے کا مسئلہ تھا لیکن..... درپردہ مجھے مارشل لارا کے لیے کام کرنا تھا تاکہ وہ اپنے عمل جاری رکھے اور اگر جاری نہ بھی رکھ سکے تو جہاں تک پہنچا ہے وہاں تک پہنچنے کے بعد اس کی پوزیشن صاف کر دی جائے اور ان پاکستانی انجینئروں کو تحفظ فراہم کیا جائے جو اپنے وطن کی خدمت کے جذبے سے سرشار دشمن کی آغوش میں بیٹھے اپنے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ بہت گہرائی میں سوچنا تھا۔ مافیا کے بگ باس کی حیثیت سے مجھ پر مکمل اعتماد کیا گیا تھا اور یہ کہہ دیا گیا تھا کہ کیس مجھے ہینڈ کرنا ہے اور اس کے لیے میں صرف اپنی ذہانت اور اپنے اختیارات استعمال کروں۔ اس میں کسی سمت سے کوئی مداخلت نہیں ہوگی۔ یہ ایک اچھی بات تھی۔

بہر حال فوری طور پر تو کچھ نہیں کیا جاسکتا تھا۔ چنانچہ میں نے اسپین واپسی کا بندوبست کیا اور پھر مختلف مراحل سے گزرتا ہوا بار سلونا پہنچ گیا۔ یہاں کے معاملات مکمل طور پر کنٹرول میں رہتے تھے۔ میں نے میریسا ہارٹی سے تقریباً رابطہ منقطع ہی کر لیا تھا۔ وہ میڈرڈ ہی میں تھی اور اپنے معمولات سرانجام دے رہی تھی۔ میں فراز کی حیثیت سے اس کے ذہن سے نکل چکا تھا اور اب وہ مجھے صرف لیتھ اشیر کا درجہ دیتی تھی جو اس کا روحانی پیشوا تھا۔

”یہاں آنے کے بعد ابھی میں کوئی لائحہ عمل منتخب نہیں کر سکا تھا اور صرف سوچوں میں گم تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے لیکن میرا دست راست میرا دوست اور سچ کہنے میں اگر بخل سے کام نہ لیا جائے تو یہ آسانی یہ کہا جاسکتا تھا کہ میرا وہ ستون جس سے پشت لگا کر میں نے بڑے بڑے کارنامے سرانجام دیے تھے اپنے فرض سے غافل نہیں تھا۔ رشید ناگی کی بات کر رہا ہوں۔ بار سلونا واپس آنے کے بعد جو سب سے پہلی نشست رہی معقدین کے لیے ان میں، میں نے رشید ناگی کو بھی بیٹھے ہوئے دیکھا تھا۔ اس کے ساتھ ایک بوڑھا سالہا آدمی تھا جو سفید چادر اوڑھے ہوئے سر جھکائے مراقبے کی سی کیفیت کا شکار تھا۔ یہاں کا مخصوص انداز تھا یہ اور لوگ اسی طرح میرے سامنے آیا کرتے تھے اسے دیکھ کر ذہنی کیفیت عجیب سی ہو گئی تاہم برداشت کیا اپنی مشکلات بیان کرتے رہے۔ میں نے ان کے لیے اجتماعی دعا کی، وہ تمام کام ہوئے جو ہوا کرتے تھے۔ اس کے بعد معقدین رخصت ہونے لگے۔ رشید ناگی اور اس کا ساتھی اسی طرح بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے انہیں خانقاہ میں طلب کر لیا اور ان کے لیے خصوصی دعا کا بندوبست کرنے لگا پھر جب بالکل ہی لائن کلیئر ہو گئی اور مجھے اندازہ ہو گیا کہ اب کسی کی مداخلت کا خطرہ نہیں ہے تو میں ان دونوں کو لے کر خانقاہ سے ملحق اپنی مخصوص رہائش گاہ میں آگیا۔ میں واپس آنے کے بعد مکمل طور پر چیک کر چکا تھا۔ ہر چیز سے ہوشیار رہنا ضروری تھا۔ ویسے اب تک کی کارکردگی اور مافیا کے اقدامات سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ مجھ پر کوئی شبہ نہیں ہو سکا ہے، بہر طور یہاں پہنچنے کے بعد رشید ناگی نے اس شخص کے چہرے سے چادر ہٹا دی، پھر میں نے میک اپ کا ایک انوکھا کمال دیکھا، میک اپ میک کیا گیا تھا، بوڑھے کے چہرے کی نقاب ہٹا دی گئی اور اس کے نیچے سے جو چہرہ برآمد ہوا وہ میری موجودہ شکل سے سرمو مختلف نہیں

تھا، وہی جسامت وہی انداز وہی سب کچھ اب یہاں لیتھ اشمیر کی اس رہائش گاہ میں دو نقلی لیتھ اشمیر تھے، میں نے تعریفی نگاہوں سے رشید ناگی کو دیکھا تو رشید ناگی نے اس شخص سے لباس اتارنے کے لیے کہا اس نے لباس اتار دیا تھا، صرف زیر جامے میں تھا، یہاں مجھے ایک اور خیال آیا فیروزانے میرے جسم کو دیکھ کر ہی یہ اندازہ لگایا تھا کہ میں لیتھ اشمیر نہیں ہوں، رشید ناگی نے بغیر کسی گفتگو کے یہ عمل بھی کر لیا تھا، میرے نئے ہم شکل کے لیے جسمانی طور پر بھی میک اپ کا بندوبست کیا گیا تھا اور اس کا جسم اس کی عمر کی نشاندہی کرتا تھا، بالکل کسی ماڈل کی طرح اس کا معاینہ کرایا گیا اور میں نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی، رشید ناگی نے اسے لباس پہننے کے لئے کہا۔ میں نے مسکراتے ہوئے ناگی کو مخاطب کیا۔

”بہت خوب ناگی، خصوصاً اس بات کے لیے کہ تم نے اور جالب نعمان نے بہت مختصر وقت میں اپنی کارکردگی سرانجام دی ہے ویسے ان حضرات سے میرا کوئی تعارف نہیں ہو سکا۔“ ناگی بے اختیار مسکرا دیا اور پھر آہستہ سے بولا۔

”سعید خان۔“

”کیا؟“ میں اچھل پڑا۔

”ہاں چیف، بہت غور کیا، بہت سوچا، بہت سمجھا اور اس کے بعد سعید خان ہی کا انتخاب کرنا پڑا، اب وہاں اسے دانش منصور کے میک اپ کی ضرورت تو نہیں تھی، اس نے بھی اصرار کیا ہم لوگوں نے آپس میں صلاح و مشورے کیے اور سعید خان ہی کو لیتھ اشمیر کا دوسرا روپ دیا گیا، چیف بہت ہی اعلیٰ پیمانے پر کام کرتے ہوئے اس کے ذہن کو وہ تمام یادداشتیں دے دی گئیں اور یہ ذہنی طور پر بالکل آپ ہی کی طرح معتدل ہے آپ یقین کیجئے یہ سو فیصدی لیتھ اشمیر ہے، باقی صرف وہ معاملات رہ گئے ہیں جو آپ نے یہاں آنے کے بعد دیکھا اور سمجھا، سعید خان کی ذہانت سے آپ بخوبی واقف ہیں۔ آپ اسے اس سلسلے میں مزید بریف کر سکتے ہیں، یہ آپ کو بہترین پرفارمنس دے گا۔“

”مجھے ہنس آرہی ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ سعید کان خود اپنی اصلیت بھول جائے۔ دانش منصور کے بعد یہ اپنے آپ کو لیتھ اشمیر سمجھے۔ ہم اس کے ساتھ کافی زیادتی کر رہے ہیں۔“

”نہیں چیف۔ میں تو اسے اپنی خوش بختی کی انتہا سمجھتا ہوں۔ جو کچھ سیکھا ہے آپ ہی کے پاس سیکھا ہے اور اب اسے اپنے لیے استعمال کر رہا ہوں۔“

”سعید کے علاوہ میں سہیل کو بھی اپنے ساتھ لایا ہوں۔ چیف، میک اپ کی دنیا میں اس نے کمال حاصل کیا ہے اور کچھ نئے اسلوب دریافت کیے۔ سعید خان کا میک اپ اس کا کمال ہے۔“

”واقعی باکمال ہے۔“ میں نے تعریفی لمبے میں کہا۔

”میں جانتا تھا چیف کہ سعید خان کے اس حیثیت کو اختیار کرنے کے بعد آپ کو میک اپ بدلنے کی ضرورت پیش آئے گی سہیل اس کے لیے آپ کی مدد کرے گا۔“

”ویری گڈ۔“ میں نے کہا۔

”اس کے علاوہ چیف میں چار اور افراد کو اپنے ساتھ لایا ہوں۔ یہ لوگ ان خصوصی معاملات میں آپ کی معاونت کریں گے جو اپنے اس کردار سے ہٹ کر آپ کی ضرورت ہو سکتے ہیں۔“

میں نے پر خیال انداز میں رشید ناگی کو دیکھا پھر آہستہ سے کہا۔

”لیکن ان کے یہاں قیام کا کیا بندوبست ہو گا؟“

”ہندوبست کر کے آیا ہوں چیف، وہ یہاں بہ آسانی طویل عرصے قیام کر سکتے ہیں، میں نے اس کے بھی پورے پورے انتظامات کر لیے ہیں۔“

”ٹھیک ہے ناگی، انہیں اسی حیثیت سے یہاں لے آنا اور مجھے سے ملا دینا، سہیل کو کب لارہے ہو میرے پاس؟“

”جب آپ حکم دیں چیف۔“

”کسی بھی وقت آسکتے ہو یہاں میرا مکمل ہولڈ ہے؟“ میں نے کہا۔

حالانکہ سوچا یہ تھا کہ لیتھ اشمیر کی حیثیت سے اپنے طور پر تمام کام سرانجام دوں گا لیکن رشید ناگی کی مدد کی ایک بار پھر ضرورت پیش آگئی تھی اور میں اس کا سہارا لینے پر مجبور ہو گیا تھا، وقت گزرا، سعید خان کو میں انتہائی محنت اور لگن کے ساتھ لیتھ اشمیر کے سلسلے میں بریف کرتا رہا۔ میں نے اسے وہ سب کچھ بتا دیا جو میں جانتا تھا، میرے لیے اس سے زیادہ قابل اعتماد شخص اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا، لیتھ اشمیر کے چلنے کا انداز، اپنے

معتقدین اور مریدوں سے اس کا ملنا، دعائیں دینے کا طریقہ، غرض ہر وہ چیز سعید خان کو سمجھا دی جس سے وہ یہاں بھی میرا کردار ادا کر سکے اب کم از کم یہ فائدہ ہو گیا تھا مجھے کہ مافیا کی جانب سے جو ذمے داری مجھے سونپی گئی تھی اس کے لیے میں ایک الگ حیثیت سے کام کر لوں۔

پھر سہیل نے میرا میک اپ کیا، ان چار آدمیوں سے بھی ملاقات ہو گئی، دو پرانے تھے جو میرے شناسا تھے، ایسے کہ میں ان پر پورا پورا بھروسہ کر سکوں، دو نئے آدمی تھے، لیکن رشید ناگی، انہیں یقیناً میرٹ ہی کی بنیاد پر یہاں لایا ہو گا۔

سہیل نے میرا میک اپ کیا، میں نے ایک خوبصورت شکل اختیار کی، سہیل کا طریقہ کار بھی بڑا دلچسپ تھا، پلاسٹک کے محلول کو ایک خاص انداز میں اسپرے گن کے ذریعے وہ چہرے پر پینٹ کرتا تھا اس سے پہلے وہ ایک اور اسپرے چہرے پر کرتا تھا، وہ پلاسٹک کے اس محلول کے لیے استرکی حیثیت رکھتا تھا اور اس محلول کو خود میں جذب کرنے کی صلاحیت بھی اس میں موجود تھی۔ اسپرے گن سے اس نے میرے چہرے پر مختلف ابھار ڈالے، کہیں ہلکے کہیں وزنی ہونٹوں کی تراش تبدیل کی اور جب میں نے آئینہ دیکھا تو خود ہی جھینپ کر رہ گیا، بڑی حسین شکل دی تھی اس نے مجھے۔ رشید ناگی بھی موجود تھا اور والہانہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں نے اس سے کہا۔

”میرا خیال ہے تم نے سہیل کو بریف کیا ہے۔“

”یہ ضروری تھا چیف، شخصیت نمایاں ہونی چاہیے اس طرح بہت سے مسائل خود بخود حل ہو جاتے ہیں۔ یہ میرا تجربہ ہے۔“ سہیل نے کہا۔

”چیف، اس میک اپ کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ مسامات کو بند نہیں ہونے دیتا آپ کے مسامات اسی طرح باعمل رہیں گے، اگر آپ کے چہرے کو ریتی سے بھی رگڑ دیا جائے تو صرف زخم نمودار ہو گا، میک اپ نہیں ہٹے گا، اور اس کا ایک بہترین طریقہ یہ ہے چیف کہ جب بھی آپ اس میک اپ کو اپنے چہرے سے ہٹانا چاہیں تو ایک بہت ہی معمولی سی چیز استعمال کرنا ہوگی۔“

”وہ کیا ہے؟“ میں نے سوال کیا۔

”چیف۔ پیاز کا عرق اس کا توڑ ہے صرف پیاز کے عرق سے اگر آپ اپنا چہرہ

دھوئیں گے تو آپ کی اصل شکل نکل آئے گی۔“

”ویری گڈ کمال ہے۔“ میں نے متاثر لہجے میں کہا پھر اس کے بعد سہیل نے اپنے مخصوص عمل کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

”چیف، آپ کو اپنے جسم پر بھی یہ میک اپ کرانا ہو گا، یہ بہت بڑی کمزوری ہوتی ہے کہ چہرہ کچھ ہو اور جسم اس سے مختلف ہو جائے۔“

”ارے بھائی! میں شریف آدمی ہوں۔“ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

”پھر بھی چیف! پلیز اپ میری بات مان لیجئے۔“

میرے الفاظ پر رشید ناگی نے قہقہہ لگایا تھا لیکن سہیل میرے جسم کا میک اپ کرنے سے باز نہ آیا، کافی وقت صرف کیا تھا اس نے اور اس کے بعد اپنا کام ختم کر لیا تھا، اب کیفیت یہ تھی کہ یہاں کی ذمے داری آج سے سعید خان نے سنبھال لی تھی اور میں ایک الگ شخصیت کا حامل تھا، لیکن لیتھ اشمیر کے اختیارات اس قدر وسیع تھے اور بار سلونا میں اسے وہ حیثیت حاصل تھی کہ کوئی اس سے کسی سلسلے میں سوال کرنے والا نہیں تھا یہ معاملات تقریباً ایک ہفتے تک جاری رہے اور اس کے ایک ہفتے میں ان تمام معمولات سے فراغت حاصل کرتے ہوئے میں مسلسل یہ سوچتا رہا کہ آرمن کے سلسلے میں مجھے کیا اقدامات کرنے چاہئیں، مارشل لارا کا تحفظ میرے لیے بہت بڑی حیثیت رکھتا تھا لیکن میں یہ خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا کہ رشید ناگی یا اس کے ساتھ آئے ہوئے ان چاروں افراد کو اپنے اس مقصد کے لیے استعمال کروں، چنانچہ انہیں یہیں سعید خان کے تحفظ کے لیے مستعد کر دیا گیا اور میں نے ان کے قریب رہنے کا بندوبست کر دیا۔

رشید ناگی کو وطن واپس بھیج دیا اور اس کے بعد اپنے اختیارات سے کام لے کر میں نے اٹلی جانے کا دوبارہ انتظام کیا، اب مجھے وہاں جا کر مارشل لارا سے ملاقات کرنی تھی اور اپنے کام کا آغاز کر دینا تھا، اس کے لیے البتہ میں نے مافیا کے بچھے ایسے اہم افراد منتخب کیے جو میری لسٹ میں موجود تھے اور جو مافیا کے اعلیٰ ترین کارنامے سرانجام دے چکے تھے، یہ میرے اسسٹنٹ تھے، سات آدمیوں کا یہ گروپ بنا کر بالآخر میں اٹلی چل پڑا۔ میرا نیا نام ہٹ مین ریگو تھا اور سعید خان نے لیتھ اشمیر کی حیثیت سے مجھے میرے ان تمام ساتھیوں سے روشناس کراتے ہوئے کہا تھا کہ انہیں میرے احکامات کی تعمیل کرنا ہوگی۔

اور مجھے ان کا انچارج بنا کر اٹلی روانہ کیا جا رہا ہے۔ وہ سب حکم کے غلام تھے اور اشمیرس بھی، جو صرف مافیا کے رکن کی حیثیت سے لیتھ اشمیر کی عزت نہیں کرتے تھے بلکہ اس کے مریدوں میں بھی شامل تھے اور جب روحانی پیشوا کوئی حکم دے تو پھر عقل کی آنکھیں بند کر لینی ہوتی ہیں اور صرف عمل کرنا ہوتا ہے۔ انہیں میرے تابع کر دیا گیا تھا اور وہ میرے تابع دار تھے۔ ہم لوگ روم پہنچ گئے، آرمین سے ملاقات کرنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ وقت ضائع کرنے والی بات تھی اس سے گفتگو مکمل ہو چکی تھی، لیکن اس کے باوجود میں نے ٹیلی فون پر اس سے بات کی تھوڑی سی کوشش کے بعد اس سے رابطہ قائم ہو گیا۔ میں نے اس سے کہا۔

”مقدس روحانی پیشوا نے ایک مشن میرے سپرد کیا ہے مسٹر آرمین، مجھے اس کے بارے میں پوری تفصیلات معلوم ہیں، ہم لوگ نیپلز روانہ ہو رہے ہیں، آپ صرف اتنا بتا دیجئے کہ اس دوران کوئی تبدیلی تو نہیں رونما ہوئی۔“

”اوہ مسٹر بالکل نہیں، میں آپ کو کس نام سے مخاطب کروں۔“ آرمین نے پر جوش لہجے میں کہا۔

”نہیں۔ براہ کرم مجھے مخاطب کرنے کی کوشش نہ کیجئے گا بس یوں سمجھئے ہم نے کام کا آغاز کر دیا ہے۔“

”اتنی درخواست تو میں ضرور کروں گا کہ اس میں ذرا برقی رفتاری کا مظاہرہ کیجئے کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کا کام مکمل ہو جائے اور ہم ہاتھ ملتے رہ جائیں۔“

”گڈ بائے۔“ میں نے کہا اور ٹیلی فون کا ریسیور رکھ دیا بس اتنا ہی کافی تھا۔ اس کے بعد ہمیں نیپلز روانہ ہونے کے لیے تیاریاں کرنا پڑیں اور اس میں کوئی خاص وقت نہیں ہوئی چنانچہ ہم نیپلز پہنچ گئے، اٹلی کا ایک اور روایتی شہر جس کے متعلق بے شمار داستانیں کتابوں کی زینت تھیں۔

آرمین کی جانب سے جو ذمہ داری مافیا کو سونپی گئی تھی مافیا نے اسے قبول کر لیا تھا، لیکن اس کے لیے کوئی وقت نہیں دیا جاسکتا کہ کتنے عرصے میں اس کام کی تکمیل ہو۔ چونکہ ہائی کمان سے مجھے اس سلسلے میں براہ راست ہدایات ملی تھیں، لیکن وہاں بھی وقت کا تعین نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اس کے علاوہ میری معلومات بھی تھیں کوئی کام مافیا کے سپرد

کرنے بعد اس کی ذمہ داری بے شک قبول کر لی جاتی تھی لیکن پیروی نہیں دیا جاتا تھا کہ کتنے عرصے میں اس کی تکمیل کر لی جائے گی۔ چنانچہ مجھے بھی جلدی نہیں تھی تاہم یہ اپنی کوششیں تھیں کہ میں جلد از جلد اپنا کام نمٹالینا چاہتا تھا۔ نیپلز آنے کے بعد سب سے پہلے اس شہر کی سیاحت کرنے کا فیصلہ کیا۔ میرے ساتھ جو افراد آئے تھے وہ اپنے مخصوص طریقہ کار کے مطابق مجھ سے بہت فاصلے پر متعین ہو گئے۔ ہمارے تمام اخراجات آرمین کے بجٹ میں شامل تھے اور ہمیں ان کی پروا نہیں تھی لیکن کام کرنے کا بھی ایک انداز ہوتا ہے۔ میں نے درمیانے درجے کے ہوٹلوں کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ وہاں ضروریات زندگی بھی موجود نہ ہوں۔ ہوٹل میں ہر چیز موجود تھی۔ بس اسے وہ درجہ حاصل نہیں تھا جو بڑے ہوٹلوں کو ہوتا ہے۔

میں نے نیپلز سیاحت شروع کر دی۔ وہاں مشہور ترین مقامات دیکھے۔ لائیڈ مونا پارک بلاشبہ ایک حسین ترین پارک تھا جس میں بچوں کے لیے بڑے شاندار کھلونے لگائے گئے تھے۔ جگہ جگہ اوپن ایریہس (Phbs) موجود تھے اور ان میں بڑا رش ہوتا تھا۔ یہ یہاں کا سب سے خوب صورت پارک تھا اور نیپلز آنے کے تین دن کے بعد اسی پارک میں میری ملاقات ایک عجیب و غریب شخص سے ہوئی۔

دبلے پتلے بدن کا مالک مقامی آدمی تھا۔ ٹوٹی پھوٹی انگریزی بول لیتا تھا جس میں زیادہ تر الفاظ غلط ہوا کرتے تھے۔ میں ایک اوپن ایریہس میں بیٹھا ہوا تھا کہ وہ میرے قریب آگیا۔ زمانہ قدیم کا ایک سوٹ پہنے ہوئے تھا۔ چھوٹی چھوٹی آنکھوں میں عجیب سی چمک تھی۔ چہرے پر بھکاریوں جیسے تاثرات تھے۔ اس طرح جھک کر مجھے دیکھنے لگا کہ میں چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھا اور اس نے تعجب سے کہا۔

”کمال ہے۔ واقعی کمال ہے۔“

میں سرد نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا تو وہ بولا۔ ”بیٹھ جانے کے لیے کہہ دو۔ کچھ پینے کے لیے نہیں مانگوں گا۔“

اس کے انداز پر مجھے ہنسی آگئی۔ میں نے اسے آنکھوں کے اشارے سے بیٹھنے کے لیے کہا۔ وہ بیٹھ گیا۔ احمقانہ نگاہوں سے وہ مسلسل مجھ دیکھ رہا تھا۔ تب میں نے کہا۔

”کیا بات ہے مسٹر۔ تم خیریت سے تو ہو؟“

”میرا نام ڈھل بیو ہے۔“

”میں نے تم سے تمہارا نام نہیں پوچھا۔“ میں نے کسی قدر سخت لہجے میں کہا۔

”لیکن تعارف نام ہی سے ہوتا ہے۔ تم کون ہو؟“

”ہٹ مین ریگو۔“ میں نے جواب دیا۔

”مشکل نام ہے۔“

”تم مجھے ریگو کہہ کر پکار سکتے ہو۔“

”اور تم مجھے بیو۔“ اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس نے اس مسکراہٹ کو

ایک قہقہے میں تبدیل کر لیا۔

”بیو اینڈ ریگو۔“ اس نے جواب دیا۔

”وضاحت کرو۔“

”مسٹر ریگو۔ مجھے صرف ایک بات بتا دو۔ نیپلز میں کب داخل ہوئے ہو؟ کہاں سے

آئے ہو؟ کتنے دن یہاں آئے ہوئے گزر گئے؟ اس دوران فیڈرو گئے ہو یا نہیں؟ بس یہ

چند سوالات ہیں جن کے جواب مجھے درکار ہیں۔“

”کیا تم کسی پاگل خانے سے بھاگے ہو؟“

”بھاگا نہیں ہوں بھاگا ہوا لگتا ہوں اور اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ قدرت

نے میرا اسٹرکچر ہی ایسا بنایا ہے اب تم دیکھو نا اپنی ساخت میں تبدیلی تو نہیں کی جاسکتی۔“

”تمہارے اس سوال کا مطلب کیا ہے؟“

”مالی طور پر بہت مطمئن آدمی ہو کیا۔ لگتے تو نہیں ہو۔“ وہ میرے سوال کو نظر

انداز کر کے بولا۔

”اور اگر تیسری بار تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا تو میں تم سے اٹھ جانے

کی درخواست کروں گا۔“ میں نے کہا۔

”نہیں نہیں..... اصل میں میں حیران ہوں۔ غالباً تم فیڈرو نہیں گئے یا پھر وہ

سب کچھ کر چکے ہو اور نکالے ہوئے ہو۔“

”میں نے تم سے کہا تھا کہ بغیر کسی وضاحت کے تم مجھ سے فضول باتیں نہ کرو۔“

”اچھا اچھا مسٹر اچھا۔ غالباً ریگو۔“ اس نے پھر اس انداز میں انگلی اٹھا کر کہا۔ بار

بار میرا نام بھول جاتا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

”دیکھو اگر کوئن ایلسا سے مل چکے ہو تو مجھے بتا دو۔ میں خود ہی یہاں سے اٹھ

جاؤں گا اور تم سے کوئی بات نہیں کروں گا۔ بس صرف اس بات کا جواب دے دو کہ کیا

تم کوئن ایلسا کے منظور نظر رہ چکے ہو اور ایکس ہو چکے ہو؟“

”کوئن ایلسا؟“ میں نے اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”گویا تمہاری کوئن ایلسا سے کوئی ملاقات نہیں ہے۔ یقیناً نیپلز میں نئے آئے ہو۔

ورنہ اس سے محفوظ نہ رہتے۔“

”کیا پیو گے؟“ میں نے سوال کیا اور وہ ہنس پڑا پھر بولا۔

”وچپسی محسوس ہوئی نا مجھ سے۔ اور نچ جوس منگوا دو میرے لیے۔“

میں نے بھی ہنستے ہوئے ویٹر کو اشارہ کیا اور صرف اس کے لیے اور نچ جوس منگوا

دیا۔ میں تھوڑی دیر پہلے بلیک کافی پی چکا تھا جو ابھی تک مزہ دے رہی تھی۔ اور نچ جوس

آنے تک وہ بالکل خاموش بیٹھا رہا پھر جیسے ہی گلاس آیا۔ اس پر ٹوٹ پڑا اور آدھے کے

قریب گلاس صاف کر گیا پھر اس نے اپنے ہونٹ چوستے ہوئے کہا۔

”اب میں تم سے یہ سوال بالکل نہیں کروں گا کہ تم نیپلز میں نئے آئے ہو کیونکہ

اس بات کی تصدیق ہو گئی ہے۔ نہ ہی مجھے تم سے یہ پوچھنے کی ضرورت ہے کہ تم کون

سے ملک کے باشندے ہو اور اٹلی میں کب سے رہ رہے ہو۔ ویسے تمہارے رنگ ڈھنگ

سے یہ نہیں پتا چلتا کہ اٹلی سے بہت زیادہ واقفیت رکھتے ہو۔ چلو خیر چھوڑو۔ اصل میں

تمہیں اپنی شکل و صورت کا صحیح اندازہ نہیں ہے اتنے خوبصورت نوجوان ہو کہ کوئی بھی

تمہیں دیکھ کر ہوش و حواس کھو سکتا ہے اور پھر نیپلز کی حسینائیں تو ویسے بھی بے پناہ

فراخ دل ہیں۔ اپنے پسندیدہ مردوں کو اغوا کر لیتی ہیں اور اس کے بعد اس وقت تک

نہیں چھوڑتی انہیں جب تک کہ وہ زندگی سے بیزار نہ ہو جائیں تم جس قدر تازہ اور

کھلے کھلے نظر آتے ہو اس کی وجہ غالباً یہی ہو سکتی ہے کہ یا تو پبلک مقامات پر نہیں نکلتے یا

بہت مختصر وقت ہوا ہے تمہیں یہاں آئے ہوئے۔ خیر میں کسی ایسی حسینہ کی بات نہیں

کروں گا جو خود بھی تلاش ہو اور بس اپنی خواہشوں کی تکمیل چاہتی ہو۔ اس لیے کوئن

ایلسا کی بات کرنا ہوں۔ کوئن ایلسا نیپلز کی سب سے قدر دان عورت ہے اور صحیح معنوں

میں اگر یہ کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا کہ اس کا ساتھ زندگی بنا دیتا ہے۔ میرے علم میں ایسے بہت سے نوجوان ہیں جو سڑکوں پر جوتے رگڑتے تھے، بس شکل و صورت کے اچھے تھے کوئن ایلسا کی نگاہوں میں پڑھے تو انہوں نے بہت کچھ پالیا اور پھر وہ بڑی صاف ستھری عورت ہے۔ اسے خوب صورت نوجوان پالنے کا شوق ہے پتا ہے۔ لوگ کیا کہتے ہیں اس کے بارے میں؟“

میں اب اس احمق آدمی کی باتوں میں کافی دلچسپی لینے لگا تھا۔ میں نے پوچھا۔ ”کیا کہتے ہیں؟“

”وہ صرف حسن پرست ہے اور حسن پرست بھی ایسی کہ پھولوں کو ڈالیوں پر دیکھنے کی شوقین۔ غالباً اس کے اقوال نوجوان دہراتے رہتے ہیں۔ وہ کہتی ہے کہ پھول کو ڈالی سے توڑ لو تو اس میں ذرہ برابر حسن باقی نہیں رہتا۔ بہر حال میں تو اس قابل تھا ہی نہیں کہ وہ میری طرف رخ کر کے تھوکتا بھی پسند کرتی۔ لوگوں کی سنی ستانی بات ہے۔ تمہیں دیکھ کر نجانے کیوں میرے ذہن میں ایلسا ابھر آئی۔ ویسے پارٹنر اگر تم چاہو تو ٹیپلز میں زندگی کا حسن حاصل کر سکتے ہو؟“

میں حیرانی سے اسے دیکھنے لگا پھر میں نے کہا۔ ”تو کیا تم اس کے بروکر ہو؟“

”بالکل نہیں بالکل نہیں۔ وہ بروکر نہیں پالتی خوب صورت جوان پالتی ہے۔ بس جس کی جانب اس کی نگاہ اٹھ جائے میں سمجھتا ہوں کہ تم پر اگر کچھ خرچ کر دیا جائے تو خاصے منافع کے بعد واپس آجائے گا۔ بولو کاروبار کرنے کے لیے تیار ہو؟“

”مجھے تو تم کوئی پاگل آدمی معلوم ہوتے ہو؟“

”ابھی تو تمہارا جو دل چاہے کہہ لو میرے بارے میں لیکن اگر میں فائدہ مند ثابت ہوں تو پھر مجھے تسلیم کر لینا۔ فٹنی فٹنی کے پارٹنر۔ جتنی رقم میں تم پر لگاؤں وہ تم مجھے واپس کر دینا اور جو منافع ہو اس میں سے آدھا آدھا۔“

”مگر میرے بھائی کرنا کیا ہے؟“ میں نے سوال کیا۔

”ایک خوب صورت لباس..... بہن کر فیڈرو چلو۔ فیڈرو خود کوئن ایلسا کی ملکیت ہے اس کے بہت سے کاروبار ہیں، جائز اور ناجائز۔ یہ حکومت جانے اور انتظامیہ لیکن وہ ایک دولت مند عورت ہے۔ خوبصورت نوجوانوں پر اس طرح لپکتی ہے جیسے چیل

گوشت کے ٹکڑے پر پھر وہ انہیں اپنی تحویل میں لے لیتی ہے انہیں پالتی پوستی ہے پردان چڑھاتی ہے وہ سب کچھ کرتی ہے ان کے لیے جس کے وہ خواہشمند ہوں اور اس کے بعد انہیں آزاد کر دیتی ہے۔ کیا سمجھے؟“

میں نے حیرت سے شانے ہلائے، ایسی کسی شخصیت کا تصور میرے لیے بہت عجیب تھا۔ پتا نہیں یہ آدمی جھوٹ بول رہا ہے یا سچ، لیکن اگر جھوٹ بھی بول رہا ہے تو اس کا مجھ تک پہنچنے کا مقصد کیا ہے۔ بہر حال اب اسے نظر انداز تو نہیں کیا جاسکتا تھا۔ میں نے دلچسپی لیتے ہوئے کہا۔

”مائی ڈیئر مسٹر ہیپو، تمہاری باتیں واقعی دلکش ہیں اور اب میں تم سے یہ کہنے میں کوئی دقت نہیں کرتا کہ ٹیپلز میں نیا نیا آیا ہوں اور کوئن ایلسا کو جانتا ہوں اور نہ فیڈرو کو۔“

”تب پھر براہ کرم فوراً یہاں سے اٹھ جاؤ۔ تم مجھے کوئی تلاش آدمی مت سمجھنا۔ یہ مت سوچنا کہ اورنج جوس کا یہ گلاس تمہارے حساب میں بیٹا ہی میرا مقصد تھا۔ تمہارا بل میں ادا کروں گا، بلکہ یوں سمجھو اس وقت سے میرے اور تمہارے درمیان وہ معاہدہ ہو گیا جس کی میں نے خواہش کی تھی۔“ میں ہنسنے لگا، میں نے کہا۔

”نہیں، بہر طور اس وقت تم میرے مہمان ہو۔“

”سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔“ ہیپو نے اپنی جیب سے کچھ کرنسی نکالی اور اسے میز پر رکھ دیا پھر چٹکی، بجا کر ویٹر کو اشارہ کیا اور پھر باقی رقم رکھنے کے لیے کہہ کر وہاں سے اٹھ گیا۔

”تمہارا یہاں رکنا خطرناک ہے۔ کیونکہ اس قسم کا کاروبار یہاں بہت سے لوگ کرتے ہیں۔ میں نہیں چاہتا مجھ سے پاور فل آدمی تمہارے پاس پہنچ جائے۔ اصل میں بد قسمتی یہ ہے کہ میں ایک کمزور آدمی ہوں اور برق رفتاری سے کام نہیں کر سکتا۔ دوسرے مجھے دبا لیتے ہیں۔“

مجھے اس کی باتوں پر ہنسی آئے جارہی تھی۔ عجیب سی بات ہے لیکن ہے دلچسپ ان علاقوں میں جو کچھ بھی نہ ہو جائے وہ کم ہے اور دیکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے اگر کوئی ملکہ ایلسا اس قسم کا شوق رکھتی ہے تو ان کا اپنا کردار بھی کارآمد ہو سکتا ہے۔ نجانے کیا وسائل

ہوں ان کے اور کس طرح میں اس شخص تک پہنچ سکوں جو میری منزل ہے۔ میری مراد مارشل لارا سے تھی۔ بیسو مجھے اپنے ساتھ ایک چھوٹے سے فلیٹ میں لے آیا۔ دو کمروں کا یہ فلیٹ بے ترتیبی کی اعلیٰ مثال تھا۔ ہر چیز ایک دوسرے کے کے اوپر چڑھی ہوئی۔ نہایت گندہ اور غلیظ۔ بہر حال بیسو کی شخصیت سے ہم آہنگ تھا۔ اس نے کرسیوں پر پڑی ہوئی چیزیں ہٹا کر مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا پھر بولا۔

”ویسے اس دوران قیام کہاں رہا ہے؟“ میں نے اسے اپنے ہوٹل کا نام بتایا تو وہ گردن ہلاتا ہوا بولا۔

”اچھے خاصے اخراجات ہو جاتے ہوں گے۔ کرتے کیا ہو؟“

”کچھ نہیں، نوکری کی تلاش میں سرگرداں ہوں۔“

”بہت اچھی بات ہے یہ۔ ارے بھی انسان وہ کچھ کیوں نہ کرے جس سے اسے کچھ ادائیگی ہو، بجائے اس کے کہ کارخانوں اور فیکٹریوں میں بھاگا بھاگا پھرے۔ تم بالکل بے فکر رہو۔ بلکہ یوں سمجھو کہ آج سے تمہارے سارے اخراجات میرے ذمے۔ ہوٹل چھوڑ دو اور آج سے میرے پاس قیام کرو۔ کیوں کیا خیال ہے؟“

”مجھے اعتراض نہیں ہے مسٹر بیسو۔“

”گڈ..... وہ لوگ جو بے مقصد باتوں پر اعتراض نہیں کرتے بڑے پسندیدہ شخصیت کے مالک ہوتے ہیں نہ خود کسی کے لیے الجھن اور نہ کوئی اور ان کے لیے الجھن۔ میں سب سے پہلے تمہیں دو تین ریڈی میڈ ڈریس دلواتا ہوں۔ شخصیت کو نمایاں کرنے کے لیے لباس بڑی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔“

لطف آ رہا تھا اور میں بیسو میں بڑی دلچسپی لے رہا تھا وہ جس قدر مفلوک الحال نظر آتا تھا اس قدر تھا نہیں۔ اچھے خاصے لباس خریدے اس نے میرے لیے اور ٹھیک ٹھاک رقم خرچ کر ڈالی۔ ویسے بہت دلچسپ آدمی تھا اور اس کی معیت میں قہقہے مچتے رہتے تھے۔ غرض یہ کہ بیسو نے اپنا کام مکمل کر لیا۔ میرے چہرے پر جو میک اپ کیا گیا اس کا پہلا پھل مجھے مل رہا تھا۔ بیسو نے خود بھی ایک اچھا لباس پہنا اور اس کے بعد وہ مجھے ہوٹل فیڈرو لے چلا۔ راستے میں تمام باتیں طے ہو گئی تھیں۔ اس نے کہا تھا کہ وہ مجھ سے لا تعلقی کا اظہار کرے گا اور اگر کوئی ایسا سے کام بن جائے تو پھر میری اور اس کی

علیحدگی ہی رہے گی لیکن اس نے نہایت عاجزی سے کہا تھا کہ مائی ڈیئر ریگو، دیکھو ہر آدمی کو تھوڑی سی اخلاقی برتری رکھنی چاہیے اگر تم نے مجھ سے انحراف کیا اور حاصل شدہ آمدنی کو خود ہی ہضم کر گئے تو یقین کرو میں تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکوں گا لیکن مجھے فائدہ کشی کرنا ہوگی اور اخلاقی طور پر تمہیں اس کا افسوس ہونا چاہیے۔ باقی تم خود سمجھا رہو۔

میں نے اس کا شانہ تختہ پھیر دیا اور پھر ہم فیڈرو میں داخل ہو گئے۔ فیڈرو اعلیٰ پائے کا ہوٹل و ریسٹوران تھا۔ اس کا ڈائنگ ہال بے حد شفاف اور بڑے نفیس فرنیچر سے آراستہ، گید رنگ بھی خوب تھی۔ گاڑیوں ہی سے اندازہ ہوتا تھا کہ اعلیٰ درجے کے لوگ یہاں آتے ہیں۔ غرض یہ کہ ہم فیڈرو کے ریفرنر-شنگ ہال میں جا بیٹھے۔ آرکسٹرا کی مدہم تانیں ابھر رہی تھیں اور ایک اونٹ نما شخص غالباً ”کوئی مقامی نغمہ“ گا رہا تھا۔ ماحول بے حد دلچسپ تھا۔ میری جانب بے شمار نگاہیں اٹھیں پھر میں نے کون ایلسا کو دیکھا۔ لمبے قد و قامت کی ایک خوب صورت عورت جو چند نوجوان لڑکیوں کے جھرمٹ میں گھری ہوئی تھی۔ وہ سب اس کی تابعدار معلوم ہوتی تھیں اور اس کے سامنے باادب نظر آ رہی تھیں۔

کون ایلسا نے ایک طائرانہ نگاہ پورے ہال پر ڈالی اور بیسو کا کہنا بالکل درست نکلا۔ مجھے دیکھ کر اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں۔ اس دوران میں اپنے لیے ایک مشروب منگوا چکا تھا اور اس کے چھوٹے چھوٹے سپ لے رہا تھا۔ کون ایلسا مجھے گھور رہی تھی اور میں چور نگاہوں سے اس کا جائزہ لے رہا تھا پھر وہی ہوا جس کی توقع بیسو کو تھی۔

کون ایلسا کی ساتھی لڑکیوں میں سے ایک اپنی جگہ سے اٹھی اور میری جانب بڑھنے لگی۔ میں اس سے بے نیاز ہو کر دوسری جانب دیکھنے لگا۔ میرے قریب پہنچ کر اس نے کہا۔

”ایک کیو زی مسٹر! میں آپ کو کس نام سے پکاروں؟“ میں نے گردن اٹھا کر اسے دیکھا اور آہستہ سے بولا۔

”آپ مجھے کیوں پکارنا چاہتی ہیں؟“ وہ دلکش انداز میں مسکرائی اور بولی۔

”اگر آپ کے اس سوال کا جواب میں آپ کا نام پوچھنے کے بعد دوں تو کیا کوئی

”رج ہے؟“

”ہٹ میں ریگو۔“ میں نے جواب دیا۔

”وہ سامنے دیکھئے۔ کیا آپ اس عظیم شخصیت کو پہچانتے ہیں؟“

”غالباً وہ کوئن ایلسا ہیں۔“

”گڈ۔ تو پھر کوئن ایلسا آپ کو اپنی میز پر مہمان بنانا چاہتی ہیں اور مجھے یقین ہے کہ

آپ ان کی یہ پر خلوص دعوت قبول کر لیں گے؟“

”لیکن میں۔“ میں نے مشروب کے گلاس کی جانب اشارہ کیا۔

”ویٹر آپ کا یہ گلاس کوئن ایلسا کی میز تک پہنچا دے گا۔“

”ٹھیک ہے۔“ میں نے شانے ہلائے اور اپنی کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

وہاں سے آگے بڑھتے ہوئے میں نے ایک نظر ہیرو پر ڈالی۔ وہ خوشی سے دیوانہ ہوا

جارہا تھا۔ اس کی مٹھیاں بھنچی ہوئی تھیں۔ جنہیں وہ اپنے دونوں رخساروں پر مار رہا تھا۔

میں زیر لب مسکراتا ہوا کوئن ایلسا کی جانب بڑھا تو اس کی میز کے ارد گرد بیٹھی ہوئی

لڑکیاں اپنی جگہ سے اٹھ کر دسری میزوں پر جا بیٹھی۔

”کوئن ایلسا کی خدمت میں سلام۔“

اس نے مسکراتے ہوئے گردن خم کی اور کہنے لگی۔

”لیکن ہمیں حیرت ہے کہ تم نے ہم سے اس قدر فاصلے کیوں اختیار کیے؟“

”اس لیے کہ میں خود کو اتنی عزت کا مستحق نہیں سمجھتا۔“ میں نے نرم اور دلکش

لہجے میں جواب دیا۔

”نہیں۔ اصل میں اپنے آپ کو سمجھنا ایک مشکل کام ہوتا ہے اور جو اپنے آپ کو

سمجھ لے وہ اپنی صحیح قیمت وصول کرتا ہے۔“

”لیکن آپ ان کے لیے کیا کہیں گے کوئن، جنہیں حالات اپنے آپ کو سمجھنے کا

موقع ہی نہیں دیتے۔“

”انسان کو زندگی کی آخری سانس تک اپنے حسین مستقبل کی تلاش میں سرگرداں

رہنا چاہیے۔ مایوسی مناسب نہیں ہوتی۔“

”شاید میری خوش بختی آج مجھے فیڈرولے آئی۔“ میں نے کہا اور ایلسا مسکراتے

لگی پھر بولی۔

”میرا تجربہ ہے کہ جن لوگوں کے چہرے حسین ہوتے ہیں ان کے مزاج میں بھی

حسن ہوتا ہے۔ آواز اور انداز میں بھی اور سچ بات بتاؤں اگر حسین چہروں کے ساتھ مزاج

یا انداز اچھا نہ ہو تو ان کی اہمیت نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے۔ بے شمار ایسے لڑکے اور

لڑکیاں نظر آتے ہیں جو یا تو اپنے آپ میں گم ہوتے ہیں یا پھر اگر ان کے مزاج کا اظہار ہو

تو وہ نہایت بد نما نظر آتے ہیں۔“

”یہ آپ کی عزت افزائی ہے کوئن ایلسا میں سمجھتا ہوں کہ شکل و صورت یا اتفاق

ہوتی ہے۔ انسان کا اصل حسن اس کے مزاج میں ہے۔“

”واہ کیا خوبصورت بات کہی ہے تم نے۔ نام کیا ہے تمہارا؟“

”ہٹ میں ریگو۔“

”امینش ہو؟“

”آپ نے کیسے اندازہ لگایا؟“

”تمہارے نام سے، ویسے تمہارے اس حسین چہرے کے ساتھ یہ نام کرخت ہے۔

خیر، تمہیں ریگو کہہ کر مخاطب کیا جاسکتا ہے۔“

”ضرور۔“

”کیا کرتے ہو؟“

”آوارہ گرد ہوں سیاحت کا شوق ہے، جب بھی کبھی تھوڑے بہت پیسے جمع کرتا

ہوں کہیں سیاحت کے لیے نکل جاتا ہوں۔ اس بار اٹلی آیا ہوں۔“

”کہاں سے؟“

”ہار سلونا سے۔“ میں نے جواب دیا۔

”ویری گڈ۔ یہاں کہاں قیام ہے؟“

”ہوٹل ماونٹو میں۔“

”تمہارے اخراجات میں بچاؤں گی۔“

”جی۔“

”ہاں، میرے پاس قیام کرو، مجھے حسین نوجوان اور نرم و نازک لڑکے بہت پسند ہیں

لیے ناشتا لے کر آگئی۔ نہایت بد نما چہرہ تھا اس کا، صبح ہی صبح اسے دیکھ کر شدید ذہنی کوفت ہوئی ان حسین لڑکیوں میں یہ لڑکی بہت ہی عجیب نظر آتی تھی۔ مجھے تعجب ہوا کہ کون ایسا نے جو فطری طور پر حسن پرست ہے، ایسی بد شکل لڑکی کو بھی اپنے ساتھ رکھا ہوا تھا۔ لڑکی کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ اس نے ایک نگاہ مجھ پر ڈالی اور بولی۔

”ناشتا دیکھ لیجئے مسٹر ریگو، اگر کوئی اور شے درکار ہو تو براہ کرم مجھے بتا دیجئے۔“

”ایک منٹ۔“ میں نے اسے واپس مرتے ہوئے دیکھ کر کہا اور وہ رک گئی۔

اس نے سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھا تو میں نے کہا۔

”تمہارا نام کیا ہے؟“

”سیرا پارک۔“ اس نے جواب دیا۔

”کون ایسا کے ہاں ملازمت کرتی ہو؟“

”جی۔“ وہ بولی پھر آہستہ سے ہنس پڑی۔

”کیوں؟ میں نے ہنسنے والا کوئی سوال تو نہیں کیا تھا۔“

”نہیں مسٹر ریگو۔ میں آپ پر ہنس رہی ہوں آپ کتنے حیران ہوں گے کہ میڈم ایسا جیسی حسن پرست عورت نے مجھ جیسی بد شکل لڑکی کو اپنے ہاں ملازم کیوں رکھا ہوا ہے؟“

اس کے الفاظ نے مجھے متاثر کیا تھا۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

”نہیں مس سیرا! انسان اپنی شکل و صورت خود نہیں بناتا۔ صورتیں تو کہیں اور ہی تخلیق ہوتی ہیں اور پھر ہم نے اپنا معیار حسن متعین کر لیا ہے جو نہایت ناپائیدار بات ہے۔ شکل و صورت کا تعلق انسان کی اپنی ذات سے نہیں ہوتا۔ اصل حسن تو اس کی فطرت میں چھپا ہوا ہوتا ہے، اگر آپ یہ سمجھتی ہیں کہ میں نے آپ کو ناپسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھا ہے تو براہ کرم یہ تصور اپنے ذہن سے نکال دیجئے بلکہ اگر میں آپ سے یہ کہوں کہ میں آپ سے دوستی کا خواہش مند ہوں تو آپ اسے نہ تو میری رحم دلی سمجھیں اور نہ ہی اس کے پس پردہ کوئی اور مقصد ہے بہر حال میں انسانیت کی قدر کرتا ہوں۔“

اس پر رعشہ سا طاری ہو گیا۔ بدن میں تھر تھری صاف محسوس ہو رہی تھی۔ اس کے بعد وہ خاموشی سے باہر چلی گئی اور میں اس لڑکی کے جذبات کے بارے میں سوچتا رہا۔

لیکن اس کا مطلب یہ نہ سمجھنا کہ میں کوئی جنس زدہ عورت ہوں، بالکل نہیں، بالکل نہیں، بس خوبصورت چہروں کے درمیان رہنا میرا مشغلہ ہے۔ یہ لڑکیاں جنہیں تم نے ابھی میرے پاس دیکھا ہو گا اور جن میں سے ایک تمہیں بلانے گئی تھی۔ میری دوست ہیں۔ میں ان کی کفالت کرتی ہوں۔ تم بھی جب تک نیپلا میں ہو میرے ساتھ رہو گے ڈیر ریگو، تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔“

”آپ کو بلا وجہ تکلیف ہوگی۔“

”مجھے تکلیف نہیں ہوگی۔ میرے پاس اتنی دولت ہے کہ اس کا کوئی مصرف نہیں ہے، میرے پاس، بس میں نے تمہیں دعوت دے دی ہے اور اس وقت سے تم میرے میرے مہمان ہو۔ اگر چاہو تو ہوٹل کا کمرہ بھی نہ چھوڑو، لیکن اس کے اخراجات میرے ذمے، کسی قسم کی کوئی فکر نہ کرو۔ میں تمہیں نیپلا اور اس کے نواح کی سیر کراؤں گی۔“

ڈسمل بیس کا کہنا بالکل درست نکلا۔ کون ایسا اس طرح مجھ پر مسلط ہو گئی کہ میں خود بھی حیران رہ گیا۔ بعد میں وہ مجھے اپنے ساتھ اپنے گھر لے گئی۔ کیا اعلیٰ رہائش گاہ تھی۔ دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ وہ لڑکیاں بھی اس کے ساتھ ہی رہتی تھیں انہوں نے مجھ سے اپنا اپنا تعارف کرایا۔ بہر حال ابھی چونکہ میرے ذہن پر کوئی ایسا بوجھ سوار نہیں تھا چنانچہ میں نے سوچا کہ بے چارے ڈسمل بیس کی ضروریات ہی پوری کر دی جائیں۔ ویسے بھی مختلف ماحول تھا اور مجھے کچھ وقت کے لیے ذہنی بوجھ سے نجات مل سکتی تھی کیونکہ ابھی مارشل لارا کے سلسلے میں کوئی جلد بازی نہیں تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی میں اپنا کوئی مقام بھی بنانا چاہتا تھا تاکہ یہاں کے معمولات سے واقفیت حاصل کر لوں۔ حالانکہ یہ ایک غیر فطری سی بات تھی۔ میرے مزاج سے بہت مختلف لیکن کام کرنے کے انداز میں تھوڑی بہت تبدیلی اگر کبھی ہو جائے تو انسان مشینی کیفیت کا شکار نہیں رہتا بلکہ اسے اپنی زندگی کا بھی احساس ہوتا ہے۔

وہ پانچوں حسین لڑکیاں زیادہ تر میری قربت میں رہنے لگیں، لیکن کون ایسا کا یہ کہنا بھی درست ہی نکلا کہ وہ جنس زدہ نہیں، اور اس کی تھوڑی بہت نشاندہی ڈسمل بیس نے بھی کر دی تھی کہ وہاں کوئی ایسی بات نہیں ہوگی جو میرے لیے الجھن کا باعث ہو۔ دوسری صبح جب میں نے یوگا اور ہاتھ روم وغیرہ سے فراغت حاصل کی تو ایک لڑکی میرے

دیے بات واقعی حیران کر دینے والی تھی۔ شاید کون ایسا نے اسے مذاق اڑانے کے لیے اپنے ساتھ رکھا ہوا تھا۔

کوئی ساڑھے دس بجے ایسا کی ایک ساتھی لڑکی میرے کمرے میں آگئی اور اس نے کہا۔

”آپ یہاں اکیلے بیٹھے ہوئے ہیں مسٹر ریگو۔ میڈم ایسا نے آپ کو طلب کیا ہے۔“

ایک بڑے سے خوشنما ہال میں کون ایسا اپنی باقی ساتھی لڑکیوں کے ساتھ موجود تھی۔ اس نے مسکراتے ہوئے خیر مقدم کیا اور بولی۔

”کو ریگو! رات کیسی گزری؟“

”بہت خوبصورت ظاہر ہے میرے ہوٹل کا معمولی سا کمرہ اور آپ کے اس دولت کدے کا خوبصورت کمرہ کوئی مماثلت نہیں رکھتا۔ میں نے ایک پرسکون رات گزاری ہے۔“

”ناشتا کر لیا؟“

”جی۔“

”مجھے علم ہوا تھا کہ سیرا پارک تمہارے لیے ناشتا لے کر گئی تھی۔ میں نے دوسرے ملازموں کو برا بھلا کہا، صبح ہی صبح ایسی صورت دیکھ لی جائے تو انسان ایک خوبصورت دن نہیں گزار سکتا، لیکن خیر آئندہ وہ تمہارے پاس کبھی نہیں جائے گی۔“

”سوری میڈم ایسا۔ میرے نظریات ذرا مختلف ہیں، میں شکل و صورت کو اہمیت نہیں دیتا، حسن انسان کی اپنی ذات میں پوشیدہ ہوتا ہے اور جیسا کہ ہمارے درمیان کل گفتگو ہوئی، اگر مزاج اور شخصیت میں نرمی اور دلکشی نہ ہو تو انسان کتنا ہی حسین ہو، بد شکل محسوس ہوتا ہے۔ مجھے صبح ہی صبح اس لڑکی کو دیکھنے پر کوئی اعتراض نہیں ہے بلکہ میں درخواست کرتا ہوں آپ سے کہ میری ذمہ داریاں اسی کے سپرد کر دی جائیں۔“

میں نے محسوس کیا کہ کون ایسا کا چہرہ دھواں دھواں ہو گیا ہے۔ اس کی ساتھی لڑکیاں بھی کچھ ہنسنے لگی تھیں۔

ایسا چند لمحات ایسی کیفیت کا شکار رہی اور اس کے بعد ایک دم ہنس پڑی پھر بولی۔

”تم بہت ستم ظریف انسان معلوم ہوئے ہو، تمہارے مذاق کرنے کا اندازہ اتنا سنجیدہ ہے کہ انسان اس مذاق کو سچ ہی سمجھ لے۔“

”آپ یقین کیجئے میڈم۔ کم از کم جن احساسات کا میں نے اظہار کیا ہے ان میں مذاق بالکل شامل نہیں ہے۔“

”ایکسکیوزی، مجھے ایک ضروری کال کرنی ہے، تم اپنے کمرے میں آرام کرو۔ پھر تم سے ملاقات کروں گی۔“ کون ایسا اٹھ کر چلی گئی، لیکن میں نے غیر محسوس انداز میں اسے اپنی ساتھی لڑکیوں کو اشارہ کرتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ اس کے جانے کے بعد وہ سب مسکراتے لگیں، پھر بولیں۔

”مسٹر ریگو، آپ کی زندگی میں تو بہت کچھ ہوگا؟“

”مثلاً؟“

”آپ کی شکل و صورت، آپ کی شخصیت، ہمیں حیرت ہے کہ آپ کسی بہت بڑی شخصیت کے منظور نظر کیوں نہ بنے، آپ کو تو کسی ملک کی شہزادی بھی پسند کر سکتی تھی۔“

”شاید یہ میری فیلڈ نہیں رہی ہے۔ میں نے کبھی اپنے آپ پر اتنا غور ہی نہیں کیا۔“

”اچھا یہ بتائیے ہم میں سے کون آپ کو پسند ہے؟“ میں نے ان کا جائز لیا پھر آہستہ سے بولا۔

”اچھا دوست کوئی بھی ہو سکتا ہے آپ سب ہی اچھی لڑکیاں ہیں اور میں کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح نہیں دے سکتا۔“

”آپ ہمارا مطلب نہیں سمجھے، میڈم ایسا نے ہمارے سپرد یہ خدمت کی ہیں کہ ہم آپ کا آپ کی پسند کے مطابق دل بہلائیں۔ آپ یہ بتائیے کہ ہم میں سے کس کی قربت آپ کی خواہش ہے۔“

”میری بات پر ہو سکتا ہے آپ کو غصہ آجائے۔“

”کیوں؟“

”اگر مجھے میری پسند کے مطابق کسی شخصیت کو پسند کرنے کی اجازت دی جائے تو میں سیرا پارک کو پسند کروں گا۔“ وہ سب ایک بار پھر ششدر رہ گئیں پھر ان میں سے ایک

نے کہا۔

”مذاق کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔“

”ہاں مذاق کی ایک حد ہوتی ہے لیکن جہاں مذاق ہی نہ ہو وہاں آپ کون سی حدود مقرر کریں گی؟“

”گویا آپ سنجیدگی سے یہ الفاظ کہہ رہے ہیں؟“

”بالکل سنجیدگی سے۔“

”کمال ہے۔“ وہ سب کچھ مضحل سی نظر آنے لگیں۔ دروازے میں سیرا پارک

کھڑی نظر آئی۔ اس نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

”کیا آپ لوگ کافی پینا پسند کریں گے؟“

”کم از کم میں نہیں۔“ میں نے جواب دیا اور وہاں سے اٹھ کر اپنے کمرے میں

آگیا۔

کچھ عجیب سا ماحول لگ رہا تھا مجھے اور میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ کہیں میں کسی بے

مقصد کام میں تو نہیں پھنس گیا۔ بے شک وقت گزاری چاہتا تھا لیکن اب کوئی ایسا بے تکا

عمل بھی نہیں چاہتا تھا جس کا کوئی مفہوم ہی نہ ہو۔

کسی ایسی مشکل میں نہ گرفتار ہو جاؤں جس کا میرے اس مشن سے کوئی تعلق ہی

نہ ہو۔ بہر حال بہت دیر تک یہ سوچنا رہا ایک بار پھر اپنی جگہ سے باہر نکل آیا۔ اب اپنے

ساتھیوں سے بھی رجوع کرنا چاہتا تھا اور اس کے لیے ہوٹل واپس جانا ضروری تھا کیونکہ

وہاں میرے سامان میں وہ لائٹ ٹرانسمیٹر بھی تھا جس سے میں ہسٹ مین ریگو کی حیثیت سے

اپنے ساتھیوں سے رابطہ قائم کر سکتا تھا۔ باہر نکل کر میں نے کونٹن ایملسا کے بارے میں

پوچھا تو پتا چلا کہ وہ کسی کام سے باہر گئی ہوئی ہے چنانچہ میں بھی باہر نکل آیا۔ مجھے ایک کار

کی چابی دے دی گئی تھی اور کہا گیا کہ میں نیپلز میں یہ کار استعمال کر سکتا ہوں اور یہ کونٹن

ایملسا کی ہدایت ہے۔ میں نے کونٹن ایملسا کو اپنے ہوٹل کے بارے میں بتا دیا تھا اس لیے

کار میں بیٹھ کر ہوٹل جانا باعث تشویش عمل نہیں تھا لیکن اب یہ خیال بھی دل میں جڑ پکڑ

رہا تھا کہ کہیں اس سارے کھیل کا کوئی اور مفہوم نہ ہو۔ بہر حال کچھ وقت تو دیکھنا ہے

اس کے بعد جو بھی ہو گا دیکھا جائے گا۔

میں ہوٹل پہنچ گیا اور ٹرانسمیٹر پر میں نے اپنے آدمیوں سے رابطہ قائم کیا، فوراً ہی میری کال ریسیو کر لی گئی تھی۔

”ہاں تم لوگ کس پوزیشن میں ہو؟“

”کام ہو رہا ہے مسٹر ریگو۔ ہم اس کے بارے میں کافی تفصیلات معلوم کر چکے ہیں۔“

”تھاؤ؟“

”وہ یہاں ایک نیک نام آدمی کی حیثیت سے مشہور ہے۔ بہت سے لوگ اس کی تعریفیں کرتے ہیں۔ اس کی فیکٹریاں شاندار کارکردگی کا مظاہرہ کر رہی ہیں۔ قرب و جوار کے لوگ یہ بھی جانتے ہیں کہ وہ آرمین کا پارٹنر ہے۔ اس کے علاوہ لوگ اسے ایک دلچسپ آدمی سمجھتے ہیں کیونکہ ماضی میں وہ مہم جوئی کی زندگی بسر کر چکا ہے اور بیشتر مہمات میں حصہ لے چکا ہے۔ جن میں دنیا کے مشہور پہاڑوں کی چوٹیاں سر کرنا بھی شامل ہے۔ اس لحاظ سے مارشل لارا ایک الگ حیثیت کا حامل ہے۔ شادی شدہ ہے لیکن اس کا کوئی بچہ نہیں ہے۔ ہم اس کی رہائش گاہ وغیرہ کے بارے میں بھی معلومات حاصل کر چکے ہیں۔ جسمانی طور پر بالکل فٹ ہے اور اب بھی مختلف کھیلوں میں حصہ لیتا رہتا ہے جن میں فٹ بال اور آئس اسکاٹنگ شامل ہے۔ یہاں کے سب سے بڑے آئس کلب کا ممبر ہے اور نیپلز کی شہری ٹیم میں فٹ بال کا کھلاڑی، لیکن باہر جا کر نہیں کھیلتا کیونکہ ایک مصروف آدمی ہے۔“

”گڈ ویری گڈ۔“ تم اس کی نگرانی کر رہے ہو؟

”مسلل چیف۔“

”اس دوران آرمین نے اس سے ملاقات تو نہیں کی؟“

”نہیں چیف! اسے آرمین کے آس پاس نہیں دیکھا گیا۔“

”اوکے۔ اپنا کام جاری رکھو۔ میں ضرورت پڑنے پر تم سے رابطہ قائم کروں گا۔“

میں نے کہا اور اس کے بعد ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔

”میرے ساتھیوں کی رپورٹ اطمینان بخش تھی اور میں اس سے مطمئن تھا۔ یہاں

آکر یہ ایک دلچسپ مشغلہ بے شک میرے ساتھ آگیا تھا اور مجھے اس میں لطف بھی آرہا

تھا، لیکن سب سے اچھی بات یہ تھی کہ میرا کام خوش اسلوبی سے جاری تھا۔ میں خود بھی اس میں اشنا گپ دینا چاہتا تھا تاکہ ٹیپلز میں پوری طرح ضم ہو جاؤں۔ یہ ایک دن کا کام نہیں تھا خیال بھی رکھنا تھا پوری طرح کہ میرے اطراف کس قدر جو کس ہیں۔ اس لحاظ سے پر لطف تھا۔ بہر طور اس کے بعد ہوٹل سے نکل آیا۔

وہ عمل ہیو ایک لابی انسان تھا۔ اس نے مجھے میرے مقصد کے لیے چھوڑ دیا تھا اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ اگر کوئن ایلسا نے مجھے کوئی معقول رقم نہیں دی تو ہیو کو کیسی مایوسی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ بہر طور یہ اس کی کارروائی تھی اور میں اس سلسلے میں کسی ذمے داری کا متحمل نہیں تھا۔ ٹیپلز کے مختلف علاقوں میں وہاں کی زندگی کا جائزہ لیتا رہا اور پھر واپس کوئن ایلسا کی اسی رہائش گاہ پر پہنچ گیا جہاں میرے لیے شہزادوں جیسی زندگی موجود تھی۔ وہی ماحول، وہی دلکشی۔ رات کا کھانا کوئن ایلسا کے ساتھ ہی کھایا۔ وہ حسین لڑکیاں جن کے جھرمٹ میں بیٹھ کر صحیح معنوں میں ذہن فضاؤں میں پرواز کرنے لگے ہمارے اطراف میں موجود تھیں اور ان کی گفتگو میں ایسی لگاؤٹ اور ایسی بے تکلفی تھی کہ ان میں سے کسی سے بھی دل کی بات کا اظہار کرتے ہوئے کوئی جھجک باقی نہ رہے ویسے کوئن ایلسا ایک نفسیاتی کیس تھی اور میں غور کر رہا تھا کہ یہ عورت آخر چاہتی کیا ہی، لیکن انتظار نہیں کرنا پڑا۔

دوسرے دن کوئن ایلسا میرے ساتھ ہی رہی تھی اور اس کی قربت میں مجھے بہت فائدہ ہوا تھا کیونکہ اس دن دوپہر کے بعد اس نے آئس کلب کا رخ کیا تھا اور آئس کلب میں میں نے مارشل لارا کو اسکاٹنگ کرتے ہوئے دیکھا تھا۔

میرے دو ساتھی آئس کلب میں موجود تھے اور میری ہدایت کے مطابق مارشل لارا کی نگرانی کر رہے تھے، لیکن ان میں سے کسی نے مجھ سے رابطے کی کوشش نہیں کی۔ وہ یہی سمجھ رہے تھے کہ میں نے مارشل لارا کا جائزہ لینے کے لیے کوئن ایلسا کا سہارا حاصل کیا ہے۔ مارشل لارا کو دیکھا حالانکہ مافیائے مجھے اس کے خلاف کام کرنے بھیجا تھا لیکن اس کی شخصیت کو دیکھ کر میرے دل میں محبت کا طوفان موجزن ہو گیا تھا۔ میں نے دل میں کہا تھا کہ مارشل لارا تیرے تحفظ کے لیے میں یہاں آیا ہوں کیونکہ جس نیک مقصد کے لیے تو نے اپنے آپ کو وقف کیا ہے اس کا تعلق میرے دین و ایمان سے ہے اور میں اس

نیک مقصد میں تیری بھرپور مدد کرنا چاہتا ہوں۔ مارشل لارا جسمانی طور پر ایک نہایت فٹ آدمی تھا اور اسکاٹنگ کرتے ہوئے اس کی قشش کا بخوبی اندازہ ہوتا تھا۔ ویسے اسے اتنا ہی اسمارٹ ہونا چاہیے تھا کیونکہ وہ ایک مهم جو رہ چکا تھا۔

ایلسا کا مسئلہ اسی رات حل ہو گیا اور اس طرح حل ہوا کہ میں دنگ رہ گیا ایک انوکھی کہانی میرے علم میں آئی تھی۔ اس رات بھی بے تکلفی کا وہی ماحول رہا۔ ایلسا مجھ سے بڑی محبت سے باتیں کرتی رہیں۔ گفتگو ایسے ایسے رخ اختیار کر جاتی تھی کہ مجھے خود شرم محسوس ہوتی۔ اس وقت بھی کچھ ایسا ہی موضوع تھا اور سچی بات یہ ہے کہ دل و دماغ میں آگ لگا رہا تھا۔

ایلسا نے خاص طور سے کچھ اور بھی بندوبست کر رکھے تھے جن کی تفصیل میں، میں اخلاقی پابندیوں کی بنیاد پر نہیں جاسکتا۔ ایک انسان کو ذہنی پہچان کا شکار کرنے کے لیے یہ انتظامات بہت کافی تھے اور اس کے بعد اس نے مجھے چھوڑ دیا۔ جب میں اپنی خواب گاہ میں داخل ہوا تو وہاں لینا ایس موجود تھی جس نے ایک انتہائی دلکش لباس پہنا ہوا تھا۔ میں نے مسکرا کر اسے دیکھ کر حیرانی کا مظاہرہ کیا تو وہ بولی۔

”مائی ڈیئر گیو، ہم جن مناظر سے گزر کر آئے ہیں اس کے بعد میں اپنے جذبات پر قابو نہیں پاسکتی۔ مجھے تمہارا سہارا درکار ہے اور مجھے یقین ہے کہ میں تمہارے لیے کوئی ناپسندیدہ شخصیت نہیں ہوں۔“

میں ایک لمحے سوچ میں ڈوب گیا۔ چھٹی جس بتا رہی تھی کہ اس کے پس پردہ کچھ ہے ضرور لیکن جو کچھ تھا اس کا صحیح طور پر اندازہ نہیں ہو رہا تھا۔ ان لحاظ سے، سنبھلنا ضروری تھا۔ پتا نہیں کوئن ایلسا کا کھیل کیا ہے۔ بظاہر کچھ اندازہ نہیں ہو رہا تھا۔ میں نے فوراً سنبھل کر کہا۔

”مائی ڈیئر۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ کسی حسن پرست فطرت کے لیے تم ایک دلکش شخصیت ہو، لیکن شاید مجھ جیسے کسی فرد سے تمہارا واسطہ نہیں پڑا ہو گا۔ میرے دوست مجھے دیوانہ کہتے ہیں۔ میری پسند بالکل مختلف ہے۔ میں نے پہلے بھی یہ بات کہی تھی کہ اگر مجھ سے میری پسند پوچھی جائے تو میں سیریا پارک کو اپنی خلوت میں پسند کروں گا۔ بہر حال کوئن ایلسا ایک نفیس خاتون ہیں اور انہوں نے جس انداز میں میرا خیال رکھا

ہے میں ان کا احسان مند ہوں، لیکن اگر یہاں اپنی پسند کے لیے اتنی ہی آزادی ہے تو پھر سیرا پارک کی قربت چاہوں گا۔

وہ تعجب سے مجھے دیکھتی رہی پھر اس نے کہا۔

”میں نہیں جانتی کہ تم کتنی سنجیدگی سے مذاق کر لینے کی اہلیت رکھتے ہو۔ سیرا پارک ایک بھی ہوئی لڑکی ہے اس کے پاس نہ جذبات ہیں نہ حسن و جمال، کوئی دیوانہ ہی اس کی آرزو کر سکتا ہے۔“

”بات صرف اتنی سی ہے کہ تم مجھے دیوانہ کہنا چاہتی ہو۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔“

”بات اتنی سی نہیں ہے، ہم میں سے کوئی یہاں کوئن ایلسا کی مرضی کے بغیر قدم نہیں اٹھا سکتا۔ ہمیں اس کی طرف سے اجازت ہے کہ ہم تمہاری پذیرائی کریں، لیکن اگر تم ایک ستم طریقانہ مذاق کرنے پر آمادہ ہو تو میں ابھی سیرا پارک کو یہاں بھیجتی ہوں۔“ وہ اٹھی اور غصیلے انداز میں چلتی ہوئی باہر نکل گئی۔

پندار حسن کو ٹھیس پہنچی تھی۔ جیسے وہ برداشت نہیں کر پارہی تھی، لیکن میں چھٹی حسن کا تابع تھا۔ بیچاری سیرا پارک میری طلب کیا ہو سکتی تھی، لیکن بس یو نہی جی میں آگئی تھی کہ اگر وہ آج بھی گئی تو ان لوگوں کو حیران کیے بغیر نہ رہ سکوں گا اور وہ آگئی۔ اس پر کپکپاہٹ طاری تھی۔ میں نے مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھا اور حیرت سے بولا۔

”مجھے یقین ہے تم خود یہاں نہیں آئی ہو گی تمہیں بھیجا گیا ہو گا۔“ اس نے اداس نگاہوں سے مجھے دیکھا اور آہستہ سے بولی۔

”میں نہیں سمجھتی کہ اس مذاق میں تم ان لوگوں کے ساتھ کیوں شریک ہو گئے ہو؟“

”بیٹھو سیرا، میں کسی مذاق میں کسی کے ساتھ شریک نہیں ہوں، لیکن سخت حیران ہوں مجھے کچھ بتاؤ تو سہی، آخر یہ سب کیا ہے؟“

”کہیں کچھ بھی نہیں ہے۔ میڈم ایلسا اسی قسم کی خاتون ہیں کسی پر مہربان ہو جائیں تو اس کی ہر خوشی پوری کر دیں۔ تمہارے ساتھ بھی یہی ہوا ہے مسٹر ہٹ مین ریگو، تم انہیں پسند آ گئے ہو بس تمہارے لیے ہر عیش مہیا کر دیا گیا ہے، لیکن خدا کے لیے انسانوں

سے ایسے مذاق نہ کیا کرو۔“

”میں نہیں جانتا سیرا، تم کون سے مذاق کی بات کر رہی ہو؟“

”کیا میں اس قابل ہوں کہ کوئی میری طلب کرے؟“

”بس یہی جنون مجھ میں ہے سیرا، میری پسند عام لوگوں سے مختلف ہوتی ہے۔ تم اگر چہرے کی جانب اشارہ کرتی ہو تو سیرا۔ یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ بدن ہی تو سب کچھ نہیں ہوتا انسان کی شخصیت میں بھی کوئی بات ہوتی ہے۔ میں زیادہ واضح الفاظ میں نہیں کہہ سکتا لیکن مجھے یہ بتاؤ بدن کا رشتہ کیا اہمیت رکھتا ہے محبتوں کے رشتوں کے مقابلے میں۔ سیرا۔ شاید تم اس بات پر یقین نہ کرو کہ میری اپنی محبوبہ ایک بد صورت لڑکی ہے۔ اگر میں اس کو زندگی بھر ساتھ رکھنے کا یقین نہ دلا دیتا تو میں تمہیں یہ پیشکش کرتا۔“

”یہ صرف رحم کا جذبہ ہے۔ تم لوگ ذرا اچھی شکل و صورت کیا پالیتے ہو یہ سوچتے ہو کہ دنیا کی ہر چیز تمہاری ہے۔ انسان تو ہم بھی ہوتے ہیں۔ ہم پر رحم کھانے کے بجائے تم قدرت کے اس عمل پر غور کیوں نہیں کرتے جس سے ہماری شکل ایسی ہو گئی۔ کیا انسان کا اپنا کوئی تصور ہوتا ہے اس میں۔“

”نہ میں خود اسے سمجھتا ہوں سیرا نہ میرے ذہن کے کسی گوشے میں یہ تصور ہے کہ میں کسی بھی طور تم سے بہتر ہوں یا برتر ہوں۔ وہ میرے پاس آئی تھی، پندار حسن میں ڈوبی ہوئی میں نے اسے قبول نہیں کیا، اگر لحاظ کا ساتھ بنا ہی ہے کسی کو تو پھر اپنی پسند کی شخصیت کو کیوں نہ بنایا جائے۔“

”گویا ان کے مقابلے میں تم مجھے پسند کرتے ہو۔“

”ہاں سیرا، اور میں کہہ چکا ہوں کہ اگر میری ایک محبوبہ نہ ہوتی اور اگر میں اسے زندگی بھر ساتھ رکھنے کا فیصلہ نہ کر چکا ہوتا تو تمہیں اس کی جگہ دے دیتا۔“

اچانک ہی دروازہ زور سے کھلا اور میڈم ایلسا بڑے وحشیانہ انداز میں اندر گھس آئی۔ اس کی آنکھیں خون اگل رہی تھیں۔ وہ غصیلے انداز میں مجھے دیکھ رہی تھی۔ اس نے کہا۔

”جھوٹ بول رہے ہو تم، اپنے دل اپنے جذبات کے خلاف۔ بس ایک لڑکی سے اظہار ہمدردی کر رہے ہو۔ وہ حقیقت نہیں ہے جو تمہاری زبان سے ادا ہو رہی ہے۔“

”کون ایسا۔“ میں نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

ایسا نے سیر پارک کو دیکھا اور بولی۔ ”جاؤ۔“

سیر پارک اس ایک لفظ کو سن کر خاموشی سے باہر نکل گئی۔ میں متحیرانہ نگاہوں سے ایسا کو دیکھ رہا تھا۔ کچھ عجیب سی کیفیت کا شکار نظر آرہی تھی وہ۔ میرے قریب پہنچ کر اسی انداز میں بولی۔

”ہناؤ ہناؤ تم درحقیقت سیرا کو اپنی قربت میں چاہتے تھے یا یہ سب کچھ بکواس کر رہے تھے تم اس کا مذاق اڑا رہے تھے۔“

”میں سمجھ نہیں سکا کون ایسا میں واقعی نہیں سمجھ سکا۔“

”کوئی مرد، کوئی مرد ایسا نہیں ہوتا، بکواس کر رہے تھے تم جھوٹ بول رہے تھے۔ مردوں کی فطرت سے میں اچھی طرح واقف ہوں۔ تم صرف حسن پرست ہوتے ہو۔ چہروں کی چمک دمک جوانی کی پھبن، تمہیں اس کے علاوہ اور کوئی چیز متاثر نہیں کرتی، کسی کو اسحق بنانے کے لیے تم ہر بات کر سکتے ہو۔ ان میں کوئی چیز حقیقت نہیں ہوتی۔ میرا تجربہ ہے یہ۔“

”آپ نے مجھے سخت متحیر کر دیا ہے کون ایسا، آپ کی ایک بات بھی میری سمجھ میں نہیں آسکی۔“

”یہ جو تم ایثار پسندی کا مظاہرہ کر رہے ہو نا، فریب ہے یہ سب کچھ بالکل فریب ہے۔ مجھے بتاؤ کہ اس فریب کا پس منظر کیا تھا۔“

”کیسا ایثار، کس کے ساتھ، میں آپ سے بار بار یہ کہہ رہا ہوں کہ آپ کی کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آسکی۔ آخر کہنا کیا چاہتی ہیں۔ کیا میں یہ محسوس کروں کہ آپ کو اچانک ہی یہ احساس ہوا ہے کہ میرے ساتھ یہ رعایت کر کے مجھے یہ مراعات دے کر آپ نے غلطی کی ہے؟“

”نہیں، مجھے ایسا کوئی احساس نہیں ہے لیکن تم جس فریب کا اظہار کر رہے ہو مجھے

اس سے اختلاف ہے۔“

”کیسا فریب آخر کیسا فریب؟“ میرے انداز میں جھلجھلاہٹ نمودار ہو گئی تھی۔

”ان تمام حسین لڑکیوں کو نظر انداز کر کے تم نے سیرا سے محبت کی باتیں کی ہیں۔“

”کون ایسا، اگر یہ جرم ہے تو میں پہلے اس کے لیے معافی چاہتا ہوں اور اگر بات ناقابل معافی ہو تو پھر مجھے سزا دینے کا حق رکھتی ہیں۔ یہاں کے ماحول میں مجھے یوں محسوس ہوا جیسے آپ نے اپنی ساتھی لڑکیوں کو مکمل آزادی دے رکھی ہے اور وہ اپنے طور پر کسی سے بھی پسندیدگی کا اظہار کر سکتی ہیں۔ انہوں نے مجھ سے پسندیدگی کا اظہار کیا لیکن میرا اپنا بھی ایک مزاج ہے۔ میری اپنی بھی ایک پسند ہے میں نے درحقیقت سیرا سے اپنے جن جذبات کا اظہار کیا ہے ان میں نہ کوئی فریب ہے نہ رحم کا کوئی جذبہ، بس یوں سمجھ لیجئے اس کی آنکھوں میں ہنسی ہوئی اداسی میری فطرت سے ہم آہنگ ہے وہ بہت کم مسکراتی ہے۔ میں اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ لانا چاہتا ہوں اور اس کا تعلق ماضی سے بالکل نہیں ہے کیونکہ اس کی گواہ آپ ہیں کہ سیرا سے میرا ماضی میں کوئی تعلق نہیں رہ چکا۔ میرا مطلب ہے کہ اگر میں اسے پسند کرتا ہوں تو اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ آپ نے یہ بھی دیکھا کہ میں نے اسے فوری طور پر کوئی فریب نہیں دیا۔“

”ہاں، اگر وہ میری قربت میں طویل عرصے تک رہتی تو شاید میں اس سے محبت بھی کر سکتا تھا لیکن ایک لڑکی میرے دل پر حکمران ہے۔ میں اسے چاہتا ہوں اور میں نے سیرا کو یہ فریب بھی نہیں دیا بلکہ اسے حقیقت بتا دی۔“

”کیسے مان لوں، میں کیسے مان لوں، نہیں مان سکتی میں، تم نے، تم نے میرا نظریہ حیات بدل دیا ہے۔ تم نے میرے جینے کے انداز میں تبدیلی پیدا کر دی ہے، اگر تمہاری بات کو سچ مان لوں تو پھر میرے پاس اور کیا رہ جاتا ہے۔ میرے نظریات جو ختم ہو جاتے ہیں۔“

”اگر یہ کوئی نظریاتی مسئلہ ہے تو براہ کرم بیٹھئے۔ مجھ سے گفتگو کیجئے اس موضوع پر۔“

”سنو، میری بات سنو، میں ایک بھیا تک عورت ہوں۔ میں نے گیارہ نوجوانوں کو قتل کر دیا ہے۔ گیارہ خوبصورت نوجوان میرے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتر چکے ہیں گیارہ پورے گیارہ۔“

”کیا؟“ میں نے حیرانی سے پوچھا۔

”ہاں، میں غفریت ہوں میں ڈائن ہوں۔ ایک ایسی خونخوار ڈائن جو حسین

نوجوانوں کی قاتل ہے۔ مجھے ایسے نوجوان بہت پسند آتے ہیں جو بے پناہ خوبصورت ہوں اپنی جوانی اپنی شان و شوکت پر ناز کرتے ہوں اور اپنے سامنے کسی کو کچھ نہ گردانتے ہوں۔ وہ بد صورت عورتوں سے نفرت کرتے ہوں۔ خوبصورت لڑکیوں کے دلدادہ ہوں۔ انہیں قتل کر کے مجھے اتنا سکون ملتا ہے کہ میں بیان نہیں کر سکتی۔“

”مجھے حیرت ہے، آپ جیسی نفیس طبیعت کی خاتون کسی کو قتل بھی کر سکتی ہیں۔“

”ہاں، کر سکتی ہوں اور تمہیں، تم کیا سمجھتے ہو۔ تمہیں بھی میں اسی مقصد کے تحت یہاں لائی تھی۔ میں نے اپنی زندگی میں آسودگی کے لیے ایک جال پھیلا رکھا ہے۔ میرے اپنے سکون اور طمانیت کے لیے یہ جال میرے لیے بے حد ضروری ہے سمجھو۔ میں، میں تمہیں بتاتی ہوں کہ یہ کیا قصہ ہے۔ اس کا پس منظر کیا ہے۔ دیکھو، مجھے دیکھو مجھ پر غور کرو۔“ اس نے اچانک ہی اپنی گردن کے پاس کوئی چیز ٹٹولی اور اس کے بعد اپنے چہرے سے ایک ماسک اتار دیا اس کا داہنا رخسار جلا ہوا تھا۔ خدوخال بھی بہت معمولی تھے۔ آنکھیں پھٹی پھٹی اور بے نور سی تھیں۔ اس حسین چہرے کے نیچے سے جو چہرہ برآمد ہوا تھا ہم اسے بہت زیادہ بھیانک چہرہ تو نہیں کہہ سکتے لیکن وہ ایک بد صورت عورت کا چہرہ تھا۔

میں اسے حیران لگا ہوں سے دیکھنے لگا۔ ایسا نے کہا۔

”یہ شکل و صورت مجھے قدرت نے دی ہے اس کی تشکیل میں میرا کوئی قصور نہیں ہے، میں اگر چاہتی تو اپنے چہرے کو پلاسٹک سرجری کے ذریعے اس سے کہیں زیادہ حسین بنا سکتی تھی۔ جس کی ماسک میں نے لگائی ہوئی تھی لیکن میں نے ایسا نہیں کیا کیونکہ حسین بن کر میں مصنوعی طریقے سے اپنے لیے کسی کی محبت کو نہیں خریدنا چاہتی تھی۔ اس وقت جب میری اصلی شکل ایسی ہی تھی۔ کیا میرے پاس وہ وسائل نہیں تھے کہ میں اپنے چہرے پر پلاسٹک سرجری کر سکتی، مگر بد نصیبی یہ ہے کہ بد صورت چہروں کے سینے میں بھی وہی دل ہوتا ہے جو عام لوگوں کے سینوں میں ہوتا ہے۔ حسین لڑکیاں اپنا مطمح نگاہ پالیتی ہیں لیکن ان بچاریوں کا کیا قصور جنہیں قدرت ایسا بناتی ہے اور اس کے بعد وہ اس دنیا میں کسی کی محبت نہیں حاصل کر سکتیں۔ وہ بے اتفاقی کا شکار رہتی ہیں۔ احساس کمتری میں مبتلا رہتی ہیں۔ زندگی ان پر ایک عذاب بن جاتی ہے کوئی انہیں منہ نہیں

لگاتا۔ میں بھی انہی میں سے تھی۔ میں نے زمانے کی بے اعتنائی برداشت کی، کہیں میرا کوئی مقام نہیں بن سکا۔ مجھے کسی کی محبت حاصل نہیں ہو سکی۔ یہاں تک کہ میں ایک نوجوان کے عشق میں گرفتار ہو گئی لیکن اس نے ہمیشہ میرا مذاق اڑایا۔ وہ ہمیشہ مجھے ذلیل و خوار کرتا رہا۔ میں پاگل ہو گئی اس کے لیے۔ میں نے دنیا کا ہر وہ عمل کر ڈالا جس کے تحت میں اسے حاصل کر سکوں، لیکن اس نے مجھ سے صاف صاف کہہ دیا کہ وہ اپنی تمنائوں میں مجھے دیکھ کر خوفزدہ ہو جاتا ہے۔ وہ زندگی کے کسی حصے میں مجھ سے محبت نہیں کر سکتا اور اس تصور کے ساتھ کہ میں اسے کبھی نہیں پاسکتی۔ بالآخر ایک دن میرے اندر جنون ابھر آیا اور میں نے اسے قتل کر دیا۔ یہ میرا پہلا قتل تھا۔ اسے قتل کر کے مجھے جو سکون حاصل ہوا اسے میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتی اور اس کے بعد اس کے بعد میرا بہترین مشغلہ بن گیا۔ میں نے اس دنیا میں دولت حاصل کرنے کے لیے ہاتھ پاؤں مارنے شروع کر دیے اور اگر انسان ذہین ہو اور اس کے ذہن میں کوئی ایسا جذبہ پروان چڑھ رہا ہو تو دولت کا حصول اس کے لیے بہت زیادہ مشکل نہیں رہتا۔ میں نے ہر جائز اور ناجائز طریقے سے دولت اکٹھا کی اور اپنے آپ کو کون سا ایسا جذبہ پروان چڑھ رہا ہو تو دولت کا حصول اس کے لیے بہت زیادہ مشکل نہیں رہتا۔ میں نے ہر جائز اور ناجائز طریقے سے اپنے چہرے کے لیے ایسی ماسک بنوائی جنہیں دیکھ کر کوئی بھی مجھے ایک خوبصورت عورت سمجھ سکتا تھا، لیکن میرے اندر وہی زخم تھے۔ میں مصنوعی طریقے سے کسی کو حاصل نہیں کرنا چاہتی تھی یہاں تک کہ میری عمر اس حصے میں داخل ہو گئی جہاں میری طلب سرد پڑ گئی لیکن میرا انتقام مزید جوان ہوتا چلا گیا اور اس کے بعد میں نے اپنی دولت کے بل پر بے شمارا لیکن خوبصورت نوجوانوں کو پالنا شروع کر دیا۔ ان کے مسائل نے اور ان کی ہر طرح سے مدد کی، لیکن اس کے بعد جب جب میرے ذہن میں جنون ابھرتا ہے، میں انہیں قتل کر دیتی ہوں۔ گیارہ افراد کو قتل کر چکی ہوں میں سمجھو۔ بارہویں تم ہوتے، لیکن تم نے تم نے میرے نظریات کو ایک زبردست ٹھوکر لگائی ہے۔ جھوٹے ہو تم، تم جھوٹ بول رہے ہو تم جیسا حسین نوجوان کسی بد صورت لڑکی کو پسند نہیں کر سکتا سمجھو۔ تمہیں بھی میں اسی لیے لائی تھی کہ بالآخر ایک دن تمہیں ختم کر دوں گی۔ میں تمہیں ان لڑکیوں کو پیش کر رہی تھی۔ میں جانتی تھی کہ تم انہی میں سے کسی ایک کو پسند کرو گے یا پھر یکے بعد دیگرے ایک ایک کو، لیکن میرا کی جانب تم قدم بھی نہیں اٹھاؤ گے،

”کیا مے پال ایسا نہیں ہو سکتا تھا۔ کیا وہ اس فطرت کا مالک نہیں ہو سکتا تھا۔ کیا اس کی سوچ میں یہ بات نہیں آ سکتی تھی؟“

”مے پال!“

”ہاں، میرا محبوب، وہ جسے میں نے قتل کر دیا۔“ اس نے جواب دیا۔

میرا ذہن عجیب سی کیفیت کا شکار تھا اور میں حیرانی سے اس کہانی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ دنیا میں ایسا بھی ہوتا ہے۔ انتقام کے ایک جذبے کے تحت اس عورت نے گیارہ افراد کے خون سے ہاتھ رنگے ہیں اور بقول اس کے بارہواں میں تھا۔ بڑی حیران کن بات تھی۔ وہ گہری سوچوں میں گم تھی پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

”اور آج میرا وہ مشن ختم ہو گیا۔“

میں نے پھر اس کی صورت دیکھی تو اس نے آہستہ سے کہا۔

”ہاں، تم نے میرے نظریات میں تبدیلی پیدا کر دی۔ تم نے تم نے۔“ وہ سسک کر خاموش ہو گئی پھر اس نے کہا۔

”کاش! تم جیسا کوئی مجھے اس وقت مل جاتا تو میری شخصیت انسانوں جیسی ہوتی۔“

میں نے گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے کہا۔ ”ایسا، تمہاری تلاش میں غلطی ہوئی۔ میں تمنا نہیں ہوں۔ انسانوں سے محبت کرنے والے بے شمار ہیں وہ انسانوں کی انسانیت کو چاہتے ہیں شکل و صورت سے انہیں کوئی رغبت نہیں ہوتی۔“

”تو پھر قصور میرا تھا۔ میرا ہی قصور ہوا۔ آہ مگر میں کہاں تلاش کرتی ایسے کسی شخص کو جو مجھے میری بد صورتی سمیٹ اپنالے۔ خیر ٹھیک ہے جو گزر سو گزر گیا۔ میرا یہ کھیل آج سے ختم ہو گیا۔ آئی ایم سوری مائی ڈیئر۔ آئی ایم ویری سوری اب تمہارا رہنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔“

”مجھے اندازہ ہے۔“ میں نے غم لہجے میں کہا اور وہ خاموش ہو گئی۔ بہر حال سب سے پہلے میں نے یہاں سے واپسی کے اقدامات کیے، کوئن ایملنا یہاں سے چلی گئی تھی۔ میں بغیر کسی کو اطلاع دیے اپنے ہوٹل واپس آ گیا۔ عجیب و غریب کیس ہوا تھا یہ اگر غور کیا جاتا تو تھوڑی سی جذباتی نوعیت کا حامل تھا اور نظر انداز کیا جاتا تو اسے وقت گزاری ہی تصور کیا جاسکتا تھا۔ مارشل لارا کے سلسلے میں جس طرح کام ہو رہا تھا وہ میرے لیے غیر

لیکن یہاں پر مجھے ایک بدترین شکست سے دو چار ہونا پڑا۔ اب بھی کہہ دو کہ جھوٹ بول رہے ہو، لیکن اب کیا کہو گے تم ظاہر ہے ساری کہانی تمہارے علم میں آچکی ہے اب تو تم اپنی جان بچانے کی کوشش کرو گے۔“

میں آنکھیں اور منہ پھاڑے حیرت سے یہ عجیب و غریب کہانی سن رہا تھا اور حقیقت میرے تصور میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ ایسی کوئی عورت بھی ہو سکتی ہے جو اس انداز میں اپنے انتقام کو ہوا دے اور اس کے بعد گیارہ انسانوں کو موت کے گھاٹ سلا دے ایک لمحے کے لیے دل میں ایک عجیب سا احساس بھی پیدا ہوا تھا۔ پتا نہیں اس عورت کو قابل رحم سمجھوں یا پھر ایک قاتلہ کی حیثیت سے دیکھوں، میں بہت دیر تک غور کرتا رہا اور اس کے بعد میں نے ایک فیصلہ کر لیا۔ میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

”کوئن ایملنا، انسان کی اپنی سوچ ہی تو ہوتی ہے، میں سیرا سے اپنے جذبات بیان کر چکا ہوں۔ تمہارے سامنے بھی یہ بات کہہ دوں کہ درحقیقت چہروں کا تعلق محبت سے نہیں ہوتا جو لوگ صرف خوبصورتی دیکھ کر محبت کی جانب راغب ہوتے ہیں وہ محبت نہیں کرتے بلکہ ہوس پرست ہوتے ہیں۔ اپنے جذبات کی تسکین کے لیے وہ اپنی پسندیدہ شخصیتوں کو چاہتے ہیں۔ چہروں کا حسن بے شک ایک اہمیت رکھتا ہے لیکن تم ایک عورت ہو اور کم از کم اتنا جانتی ہو کہ حسن کا تعلق چہرے سے بالکل نہیں ہوتا اگر جسم کی بات کرتی ہو تب بھی میں کہتا ہوں کہ حسن تو ہر اس عورت میں ہوتا ہے جو نوجوان ہو، شکل و صورت کی جہاں تک بات رہی اس کو انسان لختی طور پر نظر انداز بھی کر سکتا ہے۔ یہی کیفیت سیرا پارک کی ہے اس کا انداز، اس کی فطرت، اس کی شخصیت میں جو نرمی، جو محبت ہے وہ مجھے پسند آتی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ میں اسے ان تمام لڑکیوں پر ترجیح دیتا ہوں اور یہ بھی ایک بہت بڑا بچ ہے میڈم ایملنا۔ آپ اس کے لیے مجھ سے جس طرح چاہیں قسم اٹھوا سکتی ہیں کہ میرے دل میں ایک لڑکی کی محبت ہے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو سیرا کو میں اپنی ساری زندگی کے لیے شریک کر سکتا تھا۔“

ایملنا کے چہرے پر وہی جنون رقاصا رہا، لیکن پھر آہستہ آہستہ اس کے غدوخال مدھم مدھم پڑنے لگے اور اس کے بعد وہ بالکل ہی مرجھا گئی پھر اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھری لگ گئی اس نے روتے ہوئے کہا۔

اطمینان بخش نہیں تھا۔ اتنی جلد بازی بھی نہیں کرنا چاہتا تھا کہ مشکل بن جائے۔ میرے آدمی مصروف عمل تھا اور میں مضبوط بنیاد پر آگے قدم اٹھانا چاہتا تھا، پھر پرسکون وقت گزارا اس کے بعد ایک دن تقریباً دس بجے میں اپنے معمولات سے فارغ ہو کر لباس تبدیل کر کے باہر نکلنے کے لیے تیار تھا کہ چند افراد دستک دے کر میرے پاس آگئے۔ اچھے لباسوں میں تھے اور مقامی تھے۔ ان میں سے ایک نے اپنا کارڈ مجھے دیتے ہوئے کہا۔

”ہمارا تعلق نیپلز سکیورٹی سے ہے۔ آپ سے ایک اہم سلسلے میں تفتیش کرنا چاہتے ہیں۔ تھوڑی سی تکلیف کرنا ہوگی آپ کو۔“

”فرمائیے۔“

”ہمارے ساتھ سکیورٹی ہیڈ کوارٹر چلنا ہوگا۔“ میں نے ایک لمحے کے لیے غور کیا۔ بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی تھی، پھر میں نے ان سے کہا۔

”کیا میرے بارے میں انتظامیہ کو کچھ شکوک و شبہات ہیں۔ میں اپنے کاغذات ساتھ لے چلوں؟“

”نہیں جناب۔ اس کی ضرورت نہیں ہے آپ کو بس تھوڑی سی زحمت دیں گے اور اس کے بعد آپ سے معذرت کر لی جائے گی۔ شک والی کوئی بات نہیں ہے۔“

میں نے ان لوگوں کے ساتھ تعاون کیا اور ان کے ساتھ پولیس کار میں بیٹھ کر چل پڑا۔ ذہن میں متضاد خیالات تھے۔ بظاہر تو ایسی کوئی بات نظر نہیں آتی تھی جس سے یہ احساس ہو کہ میرے بارے میں کسی قسم کی کوئی مخبری ہو گئی ہے۔ ویسے بھی میرے پاؤں مضبوط تھے اور کوئی ایسا قدم نہیں اٹھایا جاسکتا تھا جو میرے خلاف شدید نوعیت رکھتا ہو۔ انتظامیہ کی خوب صورت عمارت میں داخل ہونے کے بعد میں ان لوگوں کے ساتھ آگے بڑھ گیا اور کئی راہداریوں سے گزرتا ہوا ایک بڑے سے کمرے کے سامنے پہنچ گیا۔ ان میں سے ایک نے دروازہ کھولا اور مجھے اندر داخل ہونے کا اشارہ کیا، وسیع و عریض کمرے میں بڑی سی میز لگی ہوئی تھی اور اس میز کے پیچھے ڈسکل ہیو ایک اعلیٰ عہدے دار کی وردی پہنے ہوئے بیٹھا ہوا تھا۔ اسے دیکھ کر واقعی مجھے شدید حیرت ہوئی تھی۔ ڈسکل ہیو نے اپنی جگہ سے کھڑے ہو کر میرا استقبال کیا اور میری جانب مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتا

ہوا بولا۔

”مالی ڈیئر ہٹ مین ریگول!“

میں نے اس سے مصافحہ نہیں کیا۔ خاموشی سے آگے بڑھا اور ایک کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔ میں سرد نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ ڈسکل ہیو نے کھسیانے ہوئے انداز میں اپنا ہاتھ پیچھے کر لیا پھر کرسی پر بیٹھتا ہوا بولا۔

”تمہاری ناراضگی کو حق سمجھتا ہوں لیکن میرے دوست بعض اوقات ہمیں اس قسم کے کام بھی کرنا پڑ جاتے ہیں۔ تم یہ سمجھ لو تم نے میرے لیے جو کام سرانجام دیا ہے اس کے بدلے میں نیپلز میں تم اس کے لیے کوئی معاوضہ منتخب کرو گیٹ تو سرکاری طور پر میں تمہیں اس معاوضے کا چیک ادا کرنے کا پابند ہوں۔“

”یہ ڈراما کیا ہے مسٹر ڈسکل ہیو؟“

”ڈرامہ بہت عجیب ہے میرے دوست، لیکن اس سے پہلے میں تم سے پولیس آفیسرز کی حیثیت سے چند سوالات کرنا چاہتا ہوں۔ جہاں تک میری پوزیشن کا سوال ہے تو تم سمجھدار آدمی ہو۔ انتظامی امور نمٹانے کے لیے بعض اوقات ایسے روپ اختیار کرنے پڑتے ہیں جو ناپسندیدہ بھی ہو سکتے ہیں۔ بس سمجھ لو تم سے اس حیثیت میں ملنا میری مجبوری تھی۔“

”اوکے مسٹر ڈسکل ہیو آپ سوال کیجئے۔“

”یہ بہت حیرت ناک بات ہے کہ تم کوئن ایسٹا کو چھوڑ کر واپس اپنے ہوٹل منتقل ہو گئے۔ میں اس کی وجوہات جاننا چاہتا ہوں۔“

”پہلی بات تو یہ ہے مسٹر ڈسکل ہیو کہ میں نے آپ کی مدد کے طور پر اس کی قربت اختیار کی تھی مگر میرا خیال ہے آپ کا اندازہ بالکل غلط ہے۔ اس نے مجھے ایک بار بھی مالی پیش کش نہیں کی۔ ہاں میری عزت افزائی بہت کی گئی اور اس کے ساتھ ہی مجھے ایسے اچقانہ طرز عمل کا سامنا کرنا پڑا جو میرے لیے ناقابل برداشت تھا۔“

”مثلاً“ مثلاً۔“ ڈسکل ہیو نے دلچسپی سے کہا اور میں نے برا سامنہ بنا کر کہا۔

”تمہارا کیا خیال ہے کیا مجھے اس بوڑھی عورت سے عشق کرنا چاہیے تھا۔ نہیں میرے دوست ہر گز نہیں۔ وہ میرے بس سے باہر تھا۔ ڈسکل ہیو دونوں کہنیاں میز پر ٹکا کر

آگے جھک آیا اور دلچسپی سے بولا۔

”تو کیا اس نے تمہیں اس کے لیے مجبور کیا تھا۔“

”ہاں۔“ میں نے برا سامنے بنا کر جواب دیا۔

”تو پھر..... پھر تم نے اسے کیا جواب دیا؟“

”یہی کہ میڈم آپ، آپ میری بزرگ ہیں، میں آپ کی عزت تو کر سکتا ہوں“

لیکن..... میں نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔ ڈسمل ہیو نے قہقہہ لگایا اور بولا؟“

”اور..... اور..... اس کے بعد کیا ہوا؟“

”پولیس آفیسر کی حیثیت سے سامنے ہو میرے دوست، ورنہ بتانا اس کے بعد کیا

ہوا۔“

ڈسمل ہیو نے پھر ایک زوردار قہقہہ لگایا اور بولا۔ ”پلیز پولیس آفیسر کی حیثیت

سے نہیں ایک دوست کی حیثیت سے بتاؤ اس کے بعد کیا ہوا؟“

”اس کے بعد میں نے اس کی صورت پر لعنت بھیجی اور داہن اپنے ہونٹ لگایا۔“

ڈسمل دیر تک قہقہے لگاتا رہا تھا پھر سنجیدہ ہو کر بولا۔

”لیکن اس نے تمہیں آنے کیسے دیا۔ اچھا یہ بتاؤ کہ اس کے ساتھ جو خوب

صورت لڑکیاں ہوتی ہیں ان کا کیا مصرف ہے؟“

”میرا خیال ہے دولت مند عورت حسن پرست ہے وہ اپنے ارد گرد حسین چروں کو

بکھرے ہوئے دیکھنا چاہتی ہے۔“

ڈسمل ہیو سنجیدہ ہو گیا پھر کان کھجاتا ہوا بولا۔ ”بالت اگر یہیں تک ہوتی تو کوئی حرج

نہیں تھا۔ اصل میں اس کے بارے میں کچھ ایسی رپورٹیں ہیں ہمارے پاس، جن میں کئی

نوجوانوں کی گمشدگی کی رپورٹ بھی شامل ہے۔ ان نوجوانوں کی تعداد کئی ہے۔ سب کے

سب حسین، خوبصورت اور طاقتور نوجوان۔ اندازہ یہ ہے کہ کوئن ایلسا، کسی قلدہ پڑھ کی

تاریخ دہرا رہی ہے۔ یعنی یہ کہ وہ حسین نوجوانوں کو اپنی قربت میں شامل کرتی ہے اور

اس کے بعد انہیں زندگی سے محروم کر دیتی ہے۔

میں کوئن ایلسا کی بے بسی سے متاثر ہو گیا تھا اور پھر ظاہر ہے مجھے ان معاملات میں

داخل ہونے کی کیا ضرورت تھی اگر اس کی شخصیت کو واضح کر دیتا تو ہر کاری گواہ کے طور

پر عداوت کے چکر لگانے پڑتے۔ چنانچہ میں نے قہقہہ لگایا اور بولا۔

”تب پھر میں یہی کہہ سکتا ہوں ڈسمل ہیو کہ تم زمانہ قدیم کے خواب دیکھنے کے

عادی ہو۔ وہ تو ایک نرم مزاج اور شریف عورت ہی۔ بے شک یہ اندازہ میں نے اس کے

بارے میں لگایا ہے کہ وہ عاشقانہ مزاج رکھتی ہے لیکن نہایت نرم مزاج کی مالک ہے اور

اس کی ساتھی لڑکیاں اس کے ساتھ بست خوش ہیں۔ میرا دعویٰ ہے کہ وہ ایک چوہے کو

بھی نہیں مار سکتی۔“

”ڈسمل ہیو پر خیال انداز میں گردن ہلاتا رہا پھر اس نے کہا۔“

”سنو۔ کسی کو کوئی فائدہ ہوا ہو یا نہ ہوا ہو لیکن کوئن ایلسا کو تو تمہاری ذات سے

بہت بڑا فائدہ پہنچا ہے۔ وہ پولیس کی بلیک لسٹ سے نکل گئی۔ اس کا مطلب ہے نوجوانوں

کی گمشدگی کا راز کچھ اور تھا۔“

”اور اب بھی تم مجھے اصل چکر نہیں بتاؤ گے؟“

”اصل چکر بتا چکا ہوں۔ یعنی اس پر یہ شبہ تھا انتظامیہ کو کہ وہ نوجوانوں کو قتل کر

دیتی ہے۔ ہمیں کسی ایسے ہی خوبصورت نوجوان کی تلاش تھی جسے اپنے طور پر اس کی

تحویل میں دیں اور اس کا جائزہ لیں۔“

”اس کا مطلب ہے تم نے مجھے قربانی کا بکرا بنایا تھا۔“ میں نے غصیلے لہجے میں کہا

اور ڈسمل ہیو نے پھر قہقہہ لگایا۔ اور بولا۔

”لیکن ایک نیک مقصد کے لیے۔“

”اور میں اس نیک مقصد پر لعنت بھیجتا ہوں۔“ ڈسمل ہنستا رہا پھر اس نے کہا۔

”لیکن تم یقین کرو ریگو کہ لمحہ لمحہ تمہاری نگرانی کی جارہی تھی، اور اگر تمہیں کسی

نقصان کے پہنچنے کا احتمال ہوتا تو انتظامیہ تمہیں نقصان پہنچانے والوں کو خاک و خون میں ملا

دیتی۔ بہر حال تمہارا بے حد شکریہ اب یہ بتاؤ دوبارہ اس سے ملاقات کا ارادہ تو نہیں

ہے؟“

”میرا خیال ہے مجھے نیپلز چھوڑ دینا چاہیے۔“

”ارے نہیں نہیں سیرویا ت کرو پلیز اس کے بعد ڈسمل کے پاس رکنے کی کوئی

ضرورت نہیں تھی۔ میں وہاں سے باہر نکل آیا۔ دل ہی دل میں ہنس بھی رہا تھا اور عجیب

و غریب واقعہ پر حیران بھی تھا۔ ویسے دل میں نے یہ سوچا تھا کہ اگر یہاں کبھی انتظامیہ کی مدد کی ضرورت پیش آئی تو ڈسمل ہیرو میرا معاون ہو سکتا ہے لیکن اس کے امکانات نہیں تھے۔ مارشل لارا کے سلسلے میں مجھے شدید محنت کرنا تھی اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ اب مجھے اس سلسلے میں پوری طرح بائٹل ہو جانا چاہیے۔

میرے ساتھی مارشل لارا کے بارے میں کافی معلومات حاصل کر چکے تھے اور اب ان سے فائنل میٹنگ کرنا تھی۔ چنانچہ ایک جگہ منتخب کرنے کے بعد میں نے ان سب کو طلب کر لیا اور ان سے مارشل لارا کے بارے میں گفتگو کرنے لگا۔ اس گفتگو کا لب لباب یہی تھا کہ مارشل لارا سے تعارف حاصل کرنے کے لیے آکس فیلڈ سے بہتر اور کوئی جگہ نہیں ہے۔ وہ آکس اسکائنگ کا بے پناہ شوقین تھا اور اس سلسلے میں کافی مہارت رکھتا تھا۔ تعارف حاصل کرنا مافیا کے نقطہ نگاہ سے اس لیے ضروری تھا کہ اس کی قربت حاصل کیے بغیر میں اپنا کام سرانجام نہیں دے سکتا تھا۔ میں نے اس کے لیے ایک منصوبہ تشکیل دے لیا اور پچھ میں خود آکس فیلڈ پہنچا۔ میرے ساتھی الگ الگ پوزیشن میں دیں پر موجود تھے اور خود بھی اسکائنگ کرنے والوں میں شامل تھے۔ نیپلز میں اس کھیل کو بڑی اہمیت دی جاتی ہے اور اس کے لیے ملکی شاندار آکس کلب بنائے گئے ہیں جہاں اسکائنگ کے شوقین اپنے شوق کی تکمیل کرتے ہیں۔ میں آکس فیلڈ میں مختلف گوشوں میں گھومتا رہا پھر میرے ایک ساتھی نے میرے قریب سے گزرتے ہوئے مارشل لارا کی نشاندہی کی اور میں نے اسے اسکائنگ کرتے ہوئے دیکھا۔ میں خود بھی اس کے قریب قریب ہی رہا تھا۔ اسکائنگ میں مجھے کوئی مہارت حاصل نہیں تھی۔ بس اناڑیوں کی طرح برف پر گھومتا پھرتا رہا تھا جبکہ مارشل لارا کی مہارت قابل دید تھی۔ آج کا دن یہاں صرف کر کے میں نے اس پوائنٹ کا اندازہ لگایا جہاں میں اپنے مقصد کا آغاز کر سکتا تھا۔ انداز عام قسم کی سستی فلموں جیسا تھا لیکن فرق بس اتنا تھا کہ فلموں میں کسی لڑکی کو متاثر کرنے کے لیے ہیرو اس کے ساتھ کوئی ایسی کارروائی کرتا ہے جس کی بنا پر لڑکی اس کی جانب متوجہ ہو جاتی ہے لیکن یہاں ہیرو بے شک میں تھا لیکن ہیروئن مارشل لارا تھا اور دوسرے دن ہم نے اپنے اس کام کی تکمیل کا فیصلہ کر لیا۔

میرے ساتھی خاص قسم کے ٹکڑوں سے مسلح تھے اور میں نے انہیں

پوری طرح بریف کر دیا تھا۔ وہ سب منتشر شکل میں مارشل لارا کے آس پاس گردش کرنے لگے جبکہ میں بھی کچھ فاصلے پر ہی موجود رہا۔ تقدیر نے ہمارا ساتھ دیا مارشل لارا نے اسی پسندیدہ پوائنٹ کا رخ کیا جہاں عام اسکائر کم ہی پہنچے تھے۔ یہ ایک گہرائی تھی اور اسے عبور کرنا خاصا وقت طلب مسئلہ ہوتا تھا۔ میرے ساتھی اس گہرائی میں مارشل لارا کے پیچھے پیچھے چڑھ گئے۔ عموماً یہاں کم ہی لوگ آیا کرتے تھے۔ مارشل لارا ایک ذہین آدمی تھا۔ بیک وقت مجھے آدمیوں کو گہرائی میں اترتے دیکھ کر وہ ٹھٹھک گیا اور پھر اس نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے گز زمین پر ٹکائے اور رک کر انہیں دیکھنے لگا، اسے خطرے کا احساس ہو گیا تھا۔

میرے آدمی اس کے ارد گرد چکراتے رہے اور فاصلہ کم کرتے رہے پھر میں نے ڈنڈے سنبھال لیے۔ مارشل لارا جو یہ یقین کرنے کے بعد کے یہ مجھے افراد اس کے لیے گہرائیوں میں اترے ہیں اپنے فرار کا جائزہ لینے لگا اور پھر اس نے گز زمین پر ٹکا کر ایک دم بلندی کی جانب رخ کیا لیکن مافیا کے تربیت یافتہ لوگ بھی معمولی نہیں تھے ان میں سے ایک نے پوری مہارت کے ساتھ وہ ڈنڈا پھینکا جو اس کے ہاتھ میں دیا ہوا تھا اور مارشل لارا کے پیروں پر ضرب لگائی۔

ضرب کاری تھی۔ مارشل لارا کمر کے بل گر پڑا اور وہ لوگ فوراً ہی ڈنڈے سے سنبھال کر اس کے نزدیک پہنچ گئے۔ مارشل لارا اور ان لوگوں کے درمیان کچھ گفتگو ہو رہی تھی، میں نے اپنا رخ تبدیل کر کے سامنے کی سمت کا رخ کیا اور بلندی پر پہنچ گیا مارشل لارا ان لوگوں کے درمیان گھرا ہوا تھا اور اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن وہ ڈنڈے لیے ہوئے اس طرح چکرا رہے تھے جیسے اس پر وحشیانہ انداز میں حملہ کرنا چاہتے ہو۔ بس جناب اب ہیرو کی انٹری ضروری تھی چنانچہ میں نے اوپر سے نیچے کی جانب رخ کیا اور برق رفتاری سے ان لوگوں کی جانب آنے لگا۔ پروگرام مکمل تھا میرے ساتھی فوراً ہی میری جانب متوجہ ہو گئے اور پھر انہوں نے مارشل لارا کے بجائے مجھ پر وار کرنا شروع کر دیے۔

برف پر پھسلتے ہوئے جنگ کرنے کا یہ طریقہ میرے لیے اجنبی تھا لیکن چونکہ وہ لوگ جو اس سلسلے میں پیش پیش تھے میرا بچاؤ بھی کرنے کے لیے مجبور تھے اس لیے ایک

بھی کاری ضرب میرے جسم پر نہیں پڑی تب انہوں نے دو حصوں میں تقسیم ہو کر مجھ پر اور مارشل لارا پر بیک وقت حملے کرنے کی کوشش کی۔ مارشل لارا مرد آدمی تھا اس دوران وہ کھڑا ہو گیا تھا اور اگر چاہتا تو فرار ہو سکتا تھا لیکن اپنے ہمدرد کی مدد کو محسوس کر کے اس نے فرار ہونا مناسب نہیں سمجھا اور اپنے طور پر ان لوگوں سے جنگ کرنے لگا۔ میرے ساتھی مسلسل تارو تارو حملے کر رہے تھے۔ انہوں نے مجھ پر بھی کئی وار کیے اور مارشل لارا پر بھی لیکن ہم لوگ اپنے گزروں سے ان کا مقابلہ کر رہے تھے اور میں تو برق بنا ہوا تھا میں نے صحیح معنوں میں اس مصنوعی جنگ میں اس مہارت کا مظاہرہ کیا کہ مجھے خود بھی حیرت ہوئی اور میرے ساتھی بھی حیران ہو کر فرار ہو گئے۔ وہ سب برق رفتاری سے مختلف سمتوں کو چل پڑے تھے میں گز ہاتھ میں لیے پوری طرح مستعد ان لوگوں کو دیکھ رہا تھا۔ مارشل لارا میری پشت سے پشت ملائے کھڑا ہوا تھا جب وہ لوگ نگاہوں سے روپوش ہو گئے تو لارا نے اپنے چہرے پر پہنا ہوا ماسک اتارا اور میری طرف دیکھ کر مسکراتا ہوا بولا۔

”میں تمہارا بے حد شکر گزار ہوں میرے دوست تم نے اپنی زندگی کی بازی لگا کر اس وقت میرا تحفظ کیا ہے میں تمہارا احسان مند ہوں۔“

”کوئی بات نہیں جناب۔ وہ مجھے ایک آدمی پر حملہ آور تھے۔ بہر حال یہ میرا فرض تھا۔ مجھے صرف اس بات کی خوشی ہے کہ آپ کے دشمنوں کو میں نے کامیاب نہیں ہونے دیا۔“ مارشل لارا نے اپنا ہاتھ مصافحے کے لیے میری جانب بڑھایا اور میں نے اس سے مصافحہ کیا۔ تب وہ بولا۔

”آؤ اوپر چلتے ہیں۔“ میں نے اس کے ساتھ اوپر کی جانب رخ کیا اور کچھ دیر کے بعد ہم آگس فیلڈ کے ہیڈ کوارٹر میں پہنچ گئے، یہاں اس نے اسکاٹنگ شوٹ وغیرہ کھولے، میں نے بھی شوٹ کھول دیے اور ماسک اتار کر ایک جانب رکھ دیا، اس نے مجھے دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

”ویری گڈ۔ ویری گڈ۔ کیا نام ہے تمہارا؟“

”ہیٹ مین ریگوت“

”کہاں کے باشندے ہوں؟“

”اپہین کا ہوں۔“

”میں مارشل لارا کے نام سے پہچانا جاتا ہوں۔“

”یہ کون لوگ تھے مسٹر لارا؟“

”یقین کرو بالکل نہیں جانتا، بڑا حیران ہوں۔ ویسے میرا اندازہ ہے کہ یہ لوگ مجھے ہلاک نہیں کرنا چاہتے تھے غالباً زخمی کرنا چاہتے تھے اور..... اور اگر میرا خیال غلط نہیں ہے تو یہ لوگ شاید میرے اغوا کے خواہشمند تھے۔“

”دونوں میں سے کوئی بھی بات تھی لیکن انہوں نے اپنے عمل کے لیے بڑی عجیب جگہ منتخب کی تھی۔“

”ہاں، دیکھو اگر وہ مجھے مارنا چاہتے تو پستول لے کر آتے۔ ویسے بھی اگر سب مجھ پر پل پڑتے تو مجھے شاید زخمی کر دیتے، وہ مجھے بس فرار سے روکنا چاہتے تھے اور ان کا آخری وقت تک کا عمل اسی نوعیت کا محسوس ہوتا تھا لیکن تم نے بڑی دلیری سے ان کا یہ منصوبہ ناکام بنا دیا۔“

”ہو سکتا ہے بلکہ یقیناً اب اس کی تصدیق بھی ہو رہی ہے کہ وہ لوگ آپ کو صرف اغوا کرنا چاہتے تھے لیکن اس کا مقصد؟“

”بہت سے مقاصد ہو سکتے ہیں مالی طور پر مستحکم آدمی ہوں، ہو سکتا ہے وہ زیر زمین کام کرنے والے کسی ایسے گروپ سے تعلق رکھتے ہوں، جو مجھ سے دولت حاصل کرنے کا خواہش مند ہو۔ یا پھر..... یا پھر۔“ اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا اور پر تشویش انداز میں نچلا ہونٹ دانتوں میں دبایا۔ چند لمحے سوچتا رہا پھر چونک کر بولا۔

”سوری ویری سوری۔ اب یہ بتاؤ میں تمہاری کیا خدمت کروں۔“

”مطلب.....؟“ میں نے کسی قدر خشک انداز میں کہا اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

”نہیں، نہیں میری بات کا غلط مطلب نہیں نکالنا میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں تمہاری کوئی مالی مدد کرنا چاہ رہا ہوں بڑی عجیب سی بات کہہ گیا ہوں مجھے خود اس کا احساس ہے میرے دوست کیا مجھے کچھ وقت دے سکو گے؟“

”نہیں مسٹر لارا اس کی ضرورت نہیں ہے اگر آپ میرے اس چھوٹے سے کام کا

مارشل لارا مجھے ایک خوب صورت رہائش گاہ میں لے گیا، ایک دولت مند آدمی کی شاندار رہائش گاہ جیسی ہو سکتی تھی مارشل لارا کی رہائش گاہ اس سے مختلف نہیں تھی۔ وہ مجھے ایک ڈرائنگ روم میں لے آیا اور پھر نادانہ نگاہوں سے دیکھتا ہوا بولا۔

”لباس اتار لو، یقیناً تمہارے جسم پر بھی چوٹیں آئیں ہوں گی۔“

”میرے جسم پر ہلکی ہلکی ضربوں کے سوا کوئی ایسی چوٹ نہیں ہے جو قابل تشویش ہو یا مجھے تکلیف دے رہی ہو، آپ میری جانب سے بالکل مطمئن رہیں۔“

”دیکھو بعض اوقات کوئی ایک چھوٹا سا واقعہ ایسا ہو جاتا ہے جس سے اجنبیت ہمیشہ کے لیے دور ہو جاتی ہے۔ برسوں کی کاوشیں اتنی اپنائیت نہیں پیدا کر سکتیں، جتنی چند لمحوں کی کاوشیں کر لیا کرتی ہیں۔ تم اب بھی تکلف سے کام لے رہے ہو مجھے اس سلسلے میں بے تصور تصور کرو۔ دنیا کا کام ہی دولت کے بل بوتے پر چلتا ہے اور بعض لوگ خوشیوں کا محور دولت ہی کو سمجھتے ہیں۔ میں نے اگر تمہیں ایسی کوئی مالی پیشکش کر دی تو مجھے تمہاری توہین مقصود نہیں تھی بلکہ وہ ایک مخلصانہ پیش کش تھی جو میں تمہیں کر بیٹھا، اب انسان کا مزاج مختلف ہو تو کیا کیا جاسکتا ہے۔ میں محسوس کر رہا ہوں کہ تم اب بھی ناخوش گوار کیفیت کا شکار ہو، آئی ایم سوری مائی فرینڈ، آئی ایم ویری سوری۔“ مارشل لارا نے معذرت کی۔

میں ہنس پڑا، میں نے کہا۔ ”اور اگر کوئی سچائی سے کچھ کہنا چاہے تو اس پر یقین کرنا بھی ضروری ہوتا ہے مسٹر لارا، بشرطیکہ آپ اس پر اعتماد کرنے کے خواہش مند ہوں، آپ

مجھے کوئی صلہ دینا چاہتے ہیں تو معافی چاہتا ہوں ایسا کوئی تصور میرے ذہن میں نہیں ہے اچھا خدا حافظ۔“ میں واپس پلٹا تو اس نے لپک کر میرا بازو پکڑ لیا۔ پھر بولا۔

”میری بات ایسی ہی تھی کہ تمہیں برا مان جانا چاہیے تھا لیکن معذرت کر چکا ہوں اور معافی بھی مانگ چکا ہوں مجھے کچھ وقت دو۔“

”آئیے پھر ایک کپ چائے پی لیتے ہیں۔“

”نہیں۔ تھوڑی سی چونیس بھی لگی ہیں میرے جسم میں تم سے مکمل تعارف میں بعد میں حاصل کروں گا، کچھ وقت لینا چاہتا ہوں تمہارا۔“

”ضروری ہے؟“

”ہاں۔“

”تو پھر جیسا آپ پسند کریں۔“

”گاڑی ہے تمہارے پاس؟“

”نہیں۔“

”تو پھر میرے ساتھ آؤ۔“ اس نے کہا میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا اور پھر شانے ہلا دیے میں اس کے ساتھ جانے پر آمادہ ہو گیا تھا۔ ہر طور اب تک کامیابی حاصل ہوئی تھی اور آگے چل کر مارشل لارا پر اچھے اثرات قائم کرنے تھے۔ میں اس کی قیمتی کار میں بیٹھ گیا اور اس نے خود ہی اسٹیرنگ سنبھال لیا۔ کار آگے بڑھ گئی تھی۔

==☆☆☆☆☆==

اس بات پر بھی ضرور یقین کر لیں کہ میرے دل میں آپ کی طرف سے اب کوئی بغض نہیں ہے، میں مخلصانہ طور پر آپ کے ساتھ آگیا ہوں، اگر ناخوش گوار کیفیت کا شکار ہوتا تو وہیں آپ سے معذرت کر سکتا تھا۔

اس نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”ہاں ٹھیک ہے، اب مجھے اعتبار ہے کوئی چوٹ تو نہیں ہے تمہارے جسم پر دیکھو دوست، اب تو تم میرے وجود کے محافظ بن چکے ہو، تمہارا خیال رکھنا بھی مجھ پر فرض ہے۔“

”تو پھر آپ آرام سے جائیے اور اپنی چونوں کی بینڈیج کیجئے یا میں اس سلسلے میں کوئی مدد کر سکتا ہوں؟“

”قطعاً نہیں میں تھوڑی دیر کے بعد واپس آیا، ہاں تمہارے لیے کیا بھجوا دوں، چائے، کافی یا اور کوئی چیز۔“

”اگر آپ نے مجھے یہاں بٹھایا ہے تو لازمی امر ہے کہ جلد ہی آپ کی واپسی ہوگی تو کیا یہ مناسب نہیں ہے کہ جو کچھ بھی بیوں آپ کے ساتھ ہی بیوں؟“

”مناسب ہی نہیں بلکہ ضروری بھی ہے۔“ وہ مسکرا کر بولا پھر دروازے کی جانب بڑھ گیا، وہاں رک کر اس نے کہا۔

”جب بدن پر ہلکی ہلکی ضربوں کی کسک ہو تو کافی بڑی مزے دار لگتی ہے۔“

میں نے مسکرا کر گردن ہلا دی اور وہ باہر نکل گیا۔ اس کے بعد میں لارا کے اس عظیم الشان ڈرائنگ روم کا جائزہ لے کر اس کے رجحان کا اندازہ لگانے لگا، جیسا کہ مجھے اس کے بارے میں اطلاع ملی تھی کہ وہ ایک مہم جو بھی رہ چکا ہے، اس کا عکس اس کے ڈرائنگ روم میں نظر آ رہا تھا۔ شیشے کے حسین شوکیں بنے ہوئے تھے اور ان میں نوادرات سجے ہوئے تھے۔ یہ ڈرائنگ روم اس لحاظ سے بہت قیمتی تھا اور یقینی طور پر یہاں کسی ایسے بد نیت شخص کو نہیں چھوڑا جاسکتا تھا جو نوادرات کا لالچ کر بیٹھے، وہ بڑے اطمینان سے ان قیمتی نوادرات پر ہاتھ صاف کر کے یہاں سے نکل سکتا تھا اور یقینی طور پر ان میں سے بعض نوادرات کی قیمت لاکھوں ڈالر ہوگی۔ پتا نہیں مارشل لارا لوگوں پر اعتماد کرنے کا عادی ہے یا مجھ سے بہت زیادہ متاثر ہو گیا ہے یا پھر مجھے آزمانے کے لیے یہاں

چھوڑ گیا ہے بہت سی روغنی تصاویر بھی آویزاں تھیں، جن میں دلچسپ مناظر دکھائے گئے تھے، یقینی طور پر یہ مناظر یا تو کیمرے میں محفوظ ہو گئے ہوں گے اور لارا نے اپنے میلان طبع کے مطابق انہیں ان تصویروں کی شکل میں منتقل کر لیا ہو گا یا پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ خود ہی پینٹنگ کا شوقین ہو، بہر طور میں اپنے پہلے منصوبے میں کامیاب ہو گیا تھا، لارا بہت زیادہ متجسس آدمی نہیں معلوم ہوتا تھا کیونکہ میں نے اس کے چہرے پر اپنے لیے شبہ کے آثار نہیں پائے تھے۔ اس کا مقصد ہے کہ میں نے جو کچھ کیا ہے وہ اس کے لیے کسی بھی طور شبہ کا باعث نہیں بن سکا، اس تک پہنچ جانا میرے لیے باعث مسرت تھا اور میں اپنے دل میں ہلکی ہلکی خوشی محسوس کر رہا تھا۔ پچھلے واقعات بھی ذہن کے خانوں میں محفوظ تھے اور ان پر ہنسنے کے سوا اور کچھ نہیں کر سکتا تھا، بد معاش و عمل بیہوش شاطر آدمی تھا اور وہ معزز خاتون، کمال ہے، انسانوں کی کہانیاں کیسی عجیب ہوتی ہیں اور میری زندگی میں تو ایسی لاتعداد کہانیاں بکھری ہوئی تھیں۔ کچھ دیر کے بعد مارشل لارا واپس آگیا، ڈھیلے ڈھالے گھریلو لباس میں تھا، کہنے لگا۔

”کوئی ایسی چوٹ نہیں ہے جس سے خون جھلک آیا ہو بس کچھ ضربیں ہیں جنہوں نے جسم کے چند حصوں پر ہلکی سی سوجن پیدا کر دی ہے، میں نے وہاں مرہم لگوا لیا ہے، میں اب بھی تمہیں پیشکش کر رہا ہوں میری جان کہ تکلف نہ کرو۔“

میں نے ہنس کر اسے اس بات کا یقین دلایا کہ میں کسی تکلف یا تکلیف کا شکار نہیں ہوں، مارشل لارا بیٹھ گیا اور بولا۔

”ویسے یقین کرو میرا ذہن ابھی تک اس معاملے کو نہیں سلجھا سکا، مجھے انہیں کرنے والے کون ہو سکتے ہیں، اس میں تو کوئی شک نہیں ہے کہ انہوں نے میرے سلسلے میں باقاعدہ منصوبہ بندی کی ہوگی، میرے معمولات کا جائزہ لیا ہو گا اور یقینی طور پر انہیں یہ بھی اندازہ ہو گا کہ میں کون کون سے پوائنٹس کو پسند کرتا ہوں، دراصل برف پر پھسلنا میری دلچسپ ہالی ہے اور میرے بے شمار شناسا یہ بات جانتے ہیں کہ آکس اسکاٹنگ میں مجھے ہمیشہ خطرناک پوائنٹس کی تلاش رہتی ہے اور یہاں نیپلز میں جتنے آکس پوائنٹس ہیں وہ میرے لیے مذاق کا درجہ رکھتے ہیں چنانچہ ان لوگوں نے اسی علاقے کو پسند کیا جو خطرناک ہو سکتا ہے اور وہیں پہنچے لیکن تم بھی یوں لگتا ہے جیسے خاصے خطرناک پوائنٹس کے شوقین

”آنا پڑا۔“

”خیر اب یہ بتاؤ کیا تمہیں اس کے بارے میں کچھ موثر معلومات حاصل ہوئیں؟“
”ابھی تک نہیں۔“

”ہوں، خیر بے فکر رہو میرے دوست تم مجھے ان معلومات سے آگاہ کرو گے، میں اپنے وسائل سے بھی کام لوں گا۔ ہو سکتا ہے ہم مشترکہ طور پر اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں اور ہاں تم بہت حساس آدمی معلوم ہوتے ہو، کہیں یہ نہ سمجھ بیٹھنا کہ میں ہر قیمت پر تمہارے احسان کا بدلہ چکانے پر تلا ہوا ہوں، ایسا بالکل نہ سوچو۔ میں پر خلوص طور پر تمہیں دوستی کی دعوت دیتا ہوں، جب دوست بن جایا کرتے ہیں تو پھر تکلفات کی گنجائش نہیں رہتی، کیا تم اس حقیقت کو قبول کر سکتے ہو۔“

مارشل لارا کے خدو خال یہ ظاہر کرتے تھے کہ وہ درحقیقت مخلص آدمی ہے، بہت زیادہ گہرائیاں نہیں رکھتا، حالانکہ آرمن نے جو کچھ کہا تھا وہ اس سے خاصا مختلف تھا، پتا نہیں لارا بہت گہرا آدمی تھا یا پھر آرمن اس سے نسلی تعصب رکھتا تھا۔ بہر حال مجھے اس بات سے بہت زیادہ دلچسپی نہیں تھی، میں تو صرف ایک بات جانتا تھا کہ لارا پر جو چارج لگایا گیا ہے، وہ یہ ہے کہ وہ اٹامک ٹیکنالوجی میں یا کسی اور مسئلے میں پاکستانی انجینئروں کو تیار کر رہا ہے اور وہ مشینری پاکستان منتقل کر رہا ہے، میرے لیے اس سے زیادہ قابل احترام شخصیت اور کوئی نہیں ہو سکتی تھی اور لارا کا تحفظ اب میرے فرائض میں شامل تھا۔ کافی بہت شاندار تھی، لارا کافی کے دوران بالکل خاموش ہو گیا تھا، بس کافی کے ساتھ آنے والے لوازمات سے وہ میری مہارت کر رہا تھا، یہ خاموشی کسی گہری سوچ کا نتیجہ تھی جو بہت دیر تک اس پر طاری رہی۔ کافی سے فراغت حاصل کرنے کے بعد میں نے اس سے اجازت چاہی تو لارا جیسے چونک پڑا۔

”تمہارا قیام کہاں ہے؟“

”ایک چھوٹے سے ہوٹل میں۔“

اس نے عجیب سے انداز میں ہونٹ سکڑ لیے پھر شانے ہلاتا ہوا بولا۔

”ٹھیک ہے مالی ڈیئر ریگو میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں، کیا اس کے بعد بھی مجھ سے

ملاقات کرنا پسند کرو گے؟“

Uploaded By Muhammad Nadeem

”یہ بات نہیں ہے مسٹر مارشل لارا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ناواقفیت مجھے اس جانب لے گئی تھی کیونکہ میں نیپلز میں اجنبی ہوں۔“

”ہاں، یہ ہوئی نا بات، تعارف کا انداز کتنا مختلف ہے، ویسے یہ تو تم مجھے بتا چکے ہو کہ اجنبی ہو۔“

”ہاں۔“
”یہاں نیپلز میں آنے کا یقینی طور پر کوئی خاص مقصد ہوگا، اسپین میں کون سے شہر میں رہتے ہو؟“

”میڈرڈ میں۔“ میں نے جواب دیا۔

”کار دیار کرتے ہو؟“

”نہیں، کچھ عرصے پہلے پیٹرو کیمیکل فیلڈ کے ایک ڈپارٹمنٹ میں ملازمت کرتا تھا لیکن ایک بدعنوان شخص کا شکار ہو گیا اور اس کی وجہ سے مجھے نہ صرف ملازمت سے نکال دیا گیا بلکہ ایک سال کی جیل بھی کاٹنا پڑی اور اب میں بلیک لسٹ ہوں۔“
”اوہ اچھا، ویری سیڈ، ویری سیڈ، کون تھا وہ شخص؟“

”شین ڈیمل، وسکایا کا رہنے والا تھا، میرا گہرا دوست بن چکا تھا، اس نے کچھ ایسی بدعنوانیاں کیں جو انتہائی قابل اعتراض تھیں اور ان سے میری فرم کو شدید نقصانات پہنچنے کا خدشہ تھا لیکن اس نے ہندوق میرے کاندھے پر رکھ کر چلائی تھی، جب حقیقتوں کا علم ہوا تو میں پوری طرح اس کے جال میں پھنس گیا، وہ مالی فوائد حاصل کر کے میڈرڈ سے نکل بھاگا اور مجھے قید کی سزا بھگتنی پڑی، بعد میں میں نے اسے ڈھونڈنے کی ہر ممکن کوشش کی اور جب مجھے علم ہوا کہ وہ ان دنوں اٹلی میں ہے۔ میں اس کی تلاش میں یہاں نیپلز نکل آیا۔“

مارشل لارا کے چہرے پر تشویش کے آثار پھیل گئے اس نے افسوس بھرے انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ ”ہاں بعض اوقات دوستیاں ایسی شکل بھی اختیار کر جاتی ہیں لیکن تمہیں اس بات کا علم کیسے ہوا کہ وہ اب نیپلز میں ہے؟“
”اس کے بارے میں مختلف ذرائع سے معلومات حاصل کرتے ہوئے مجھے نیپلز تک

سرگرمیوں کے ساتھ چیک کر سکتی تھی، میری مراد ذہل ہیو جیسے شیطان سے ہے، بہر حال وہ شیطان مجھ سے واقفیت رکھتا ہے اور میں اس شخص کی شریر فطرت کے بارے میں اچھی طرح اندازہ لگا چکا تھا، وہ اپنا کام نکالنے کے لیے کسی کو بھی سولی پر چڑھا سکتا تھا۔ چنانچہ یہ دن میں نے آرام کرتے ہوئے گزارا، بس تھوڑی سی دیر کے لیے اپنے ساتھیوں سے رابطہ قائم کیا تھا اور ان سے ان کی خیریت معلوم کی تھی، انہوں نے مجھ سے پوچھا تھا کہ کیا انہوں نے اپنا کام بحسن و خوبی سرانجام دیا، تو میں نے پسندیدگی کا اظہار کر دیا تھا۔ انہوں نے مجھ سے یہ بھی پوچھا تھا کہ ان کی کسی حرکت سے مجھے ضرب تو نہیں پہنچی، میں نے انہیں مطمئن کر دیا تھا۔

دوسرے دن، رات کو ٹھیک آٹھ بجے میں مطلوبہ جگہ پر پہنچ گیا اور وہاں مجھے مارشل لارا نظر آگیا، بڑے پرتپاک انداز میں میرا استقبال کیا تھا اور ہنس کر بولا۔
 ”تھوڑے سے مختلف انسان تم بھی ہو، تمہارے جانے کے بعد میں نے تمہارے بارے میں بہت غور کیا، اصل میں دلیر لوگ کسی کی برتری قبول نہیں کرتے، تم نے ان جیسے آدمیوں کو نچا کر رکھ دیا تھا، اس کا مطلب ہے کہ تم لڑائی بھڑائی کے ماہر بھی ہو۔“
 ”نہیں مارشل، میں لڑائی بھڑائی کا نہ ماہر ہوں نہ شوقین لیکن دنیا سے نقصان بھی نہیں اٹھانا چاہتا۔“

”تم قابل تحسین ہو۔ یقین کرو بعد میں، میں نے یہ سوچا کہ میں نے تم سے بڑی عامیانہ گفتگو کی ہے۔ وہ باتیں تمہارے معیار کی نہیں تھیں۔“
 ”جانے دیجئے مارشل لارا ایسی کوئی بات نہیں ہے۔“
 ”تمہارا وہ دوست میرا مطلب ہے شین زحل، اگر تمہیں یہاں مل گیا تو تم اس کے ساتھ کیا سلوک کرو گے؟“

”یہ ان لمحات کی بات ہے جب وہ میرے سامنے آئے گا۔“

”کیا تم اسے قتل کرو گے؟“

”ہو سکتا ہے، کیونکہ مجھے اس کی وجہ سے خاصی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے۔“

وہ ہونٹ سکڑ کر سوچنے لگا پھر بولا۔ ”خیر، یہ حالات پر منحصر ہے، البتہ ایک بات میں تمہیں بتا دوں، میں بہت معمولی آدمی ہوں، ہیوی مشینری ایکسپورٹ کرنے کا کاروبار

”کیوں نہیں مسٹر لارا، آپ نے مجھے جتنی غلصانہ پیشکشیں کر دی ہیں تو اس کے بعد کم از کم یہ تو محسوس کر سکتا ہوں میں کہ نیپلز میں ایک شخصیت ایسی ہے جس کا مجھے سہارا حاصل ہے۔“

”میں تم سے جو کچھ کہوں گا وہ تو تم نہیں مانو گے۔ ٹھیک ہے، ابھی نہ مانو لیکن تمہائی میں غور کر لینا دوستی کے لیے کیا ضروری ہے کہ بہت طویل ملاقاتیں ہوں اور پھر اگر خلوص ہی درمیان میں نہ ہو تو ملاقاتیں کتنی ہی ہوں، دوستی نہیں ہو پاتی۔“

میں اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھتا رہا، اس نے کہا۔
 ”میں تھوڑا سا پاگل ہوں، براہ کرم میرے اس پاگل پن کو معاف کر دینا اچھا ٹھیک ہے، تم بے شک جاؤ لیکن سنو! کیا کل مجھ سے ملاقات کرو گے؟“

”کیوں نہیں مسٹر لارا، آپ حکم دیجئے۔“
 ”کل ڈیوین کلب میں رات کو آٹھ بجے مجھ سے ملنا ڈیوین کلب، لاشن روڈ پر واقع ہے، کوئی بھی ٹیکسی ڈرائیور تمہیں وہاں تک پہنچا سکتا ہے، کل آٹھ بجے ڈیوین کے ہال میں تمہارا انتظار کروں گا، آؤ گے۔“
 ”ضرور۔“ میں نے جواب دیا۔

میرا اپنا اندازہ بالکل درست تھا، اگر فوراً ہی لارا پر مسلط ہو جاتا تو بہر حال وہ بیوقوف آدمی نہیں تھا، سوچنے پر مجبور ہو جاتا، تھوڑی سی سست رفتاری ضروری ہے اور میں نے تو یہ طے کر رکھا تھا کہ بہت زیادہ تیز نہیں دوڑوں گا بلکہ مستحکم انداز میں اپنا عمل جاری رکھوں گا تاکہ کام کی صحیح انداز میں تکمیل ہو اور پھر مد مقابل آرمین جیسا مکینہ انسان تھا، اس سے ہر بات کی توقع رکھی جاسکتی ہے، ہر چند کہ آرمین کا مجھ سے اس حیثیت سے براہ راست تعلق نہیں تھا لیکن پھر بھی یہودی نسل بہت کینہ پرور ہوتی ہے اور اس کا کوئی کام شیطنیت سے خالی نہیں ہوتا، چنانچہ یہ سب ذہن میں رکھ کر قدم آگے بڑھانا تھا اور میں انہیں کسی قسم کے شک کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد اس سے رخصت ہو کر چلا آیا اور اپنی رہائش گاہ پہنچ گیا۔ اب بہت زیادہ سرگرمیوں کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہتا تھا کیونکہ یہاں ایک اور شخصیت ایسی تھی جو مجھ سے واقف ہو چکی تھی اور چونکہ اس کا تعلق انتظامیہ سے تھا، اس لیے کہیں بھی کسی بھی سڑک پر وہ مجھے میری

کرتا ہوں تھوڑی سی شناسائی بھی ہے اگر تم کسی مشکل کا شکار ہو جاؤ تو مجھ سے رجوع کر لینا ویسے تو میری بہت سی پیشکشیں تھیں تمہارے لیے لیکن اندازہ ہو گیا ہے کہ تم انہیں قبول نہیں کرو گے؟

اچانک ہی عقب سے ایک شخص نے مارشل لارا کے کوٹ کا کالر پکڑ لیا، یہ ایک گرانڈیل آدمی تھا اور سخت نشے میں معلوم ہوتا تھا، مارشل لارا چونک کر سیدھا ہوا تو اس شخص نے اسے کرسی سے نیچے گھسیٹ لیا، مارشل لارا کی کرسی الٹ گئی تھی، طویل القامت شخص نے انگلی سے اپنے قریب کھڑے ہوئے آدمی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”اور تم نے اسے اپنی ملازمت سے نکال دیا ہے، کیوں میں پوچھتا ہوں کیوں؟“ اس نے لارا کے کالر کو جھنجھوڑتے ہوئے کہا بہت سے لوگ اس جانب متوجہ ہو گئے تھے اور بعض نے اپنی جگہ چھوڑ دی تھی۔ لارا پر چونکہ اچانک ہی یہ حملہ ہوا تھا اس لیے وہ سنبھل نہ سکا، اگر وہ شخص اس کا گریبان چھوڑ دیتا تو شاید لارا گر ہی پڑتا۔ میرے لیے یہ ایک اور موقع تھا، میں پھرتی سے اپنی جگہ سے اٹھا اور میں نے گرانڈیل آدمی کی پشت پر ایک زوردار گھونسا رسید کر دیا، مجھے یہی لگا تھا جیسے میں نے کسی دیوار پر گھونسا مارا ہو، اس پر اثر بے شک ہوا تھا لیکن ذرا کم کیونکہ اس نے لارا کا گریبان چھوڑ کر میری جانب رخ کیا تھا۔ بہت سے لوگوں نے اپنی جگہ خالی کر دی، پتا نہیں یہ گرانڈیل آدمی کون تھا۔ بہر حال اب وہ میری جانب متوجہ ہو گیا تھا۔ میں نے انتظار نہیں کیا، وہ مجھے خونخوار نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ میں نے ایک الٹا ہاتھ اس کے جڑے پر رسید کیا اور اس بار میں نے اس کی طاقت کا اندازہ لگانے کے بعد یہ عمل کیا تھا، اس کی گردن دوسری جانب مڑ گئی تو میں نے ایک زوردار گھونسا اس کے پیٹ پر رسید کیا اور پھر گھٹنا اس کے پیٹ کے نیچے دے مارا پھر میرا ایک زوردار گھونسا اس کے جڑے پر پڑا اور دوسرا گھونسا ٹھوڑی پر وہ پلٹ کر نیچے گر پڑا تھا۔ دوسرا آدمی جو اس کی نسبت معمولی سی جسامت کا مالک تھا عقب سے مجھ پر حملہ آور ہوا تو میں نے اسے کاندھے پر لا کر اس گرانڈیل آدمی کے حلق سے چیخیں نکلوادیں۔ لوگ حیرت سے آنکھیں پھاڑ رہے تھے، میں نے ایک لمحے میں اس طاقتور و توانا شخص کو چوبنا دیا اور مار مار کر اس کا حلیہ اس طرح خراب کر دیا کہ وہ اپنے قدموں پر کھڑا

نہ ہو سکے۔ ایک خاص ٹیکنیک کے تحت میں نے اس کے گھٹنوں اور ٹخنوں پر ضربیں لگائیں اور میری ان ضربوں سے اس کے حلق سے چیخیں نکل گئیں۔ تبھی تین چار آدمی میری جانب بڑھے اور انہوں نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا۔

”نہیں جناب پلیز، پلیز یہ نشے میں ہے براہ کرام اسے اور نہ مارے مر جائے گا۔“ میں نے خونی نگاہوں سے ان لوگوں کو دیکھا اور کہا۔

”اسے اور اس کے ساتھی کو اٹھا کر یہاں سے لے جاؤ ورنہ میں مار مار کر اس کے جسم کی ایک ایک ہڈی توڑ دوں گا۔“

”یقیناً، جناب یقیناً۔“

میں نے دو قدم پیچھے ہٹ کر مجھے کو دیکھا، سب مجھے تحسین آمیز نگاہوں سے دیکھ رہے تھے پھر ایک سوڈ بوڈ شخص قریب آگیا تھا اور اس نے مارشل لارا سے کہا۔

”سوری مسٹر لارا، ویری سوری، وہ اچانک ہی اندر گھس آیا تھا اور میرے آدمی اسے روکنے کی کوششوں میں ناکام رہے تھے۔“

”تمہارا کلب ان لفنگوں کا اکھاڑا بننا جارہا ہے مسٹر کین، میرا خیال ہے اب یہاں معزز لوگوں کو نہیں آنا چاہیے۔“

”آئندہ آپ کو اس قسم کی کوئی شکایت نہیں ہوگی اور میں اس ذلیل آدمی کو ابھی پولیس کے حوالے کیے دیتا ہوں۔“

”جو کچھ بھی کر سکتے ہو کرو، بہر حال مجھے تم سے بے حد شکایت ہو گئی ہے۔“

”میں ایک بار پھر معذرت خواہ ہوں مسٹر لارا۔“

”لارا نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔“

”تم یہاں رکنا پسند کرو گے یا ہمیں واپس چلنا ہے؟“

”میں آپ کے پاس آیا تھا مسٹر لارا، ظاہر ہے آپ کے بغیر میرا یہاں رکنا بے معنی ہے۔“

لارا نے اس شخص سے کہا۔ ”اور اگر پولیس اس بارے میں کوئی سوال کرے تو اس سے کہہ دینا کہ ٹیلی فون پر مجھ سے رابطہ قائم کر لے، میں جوابدہی کے لیے یہاں رکنا پسند نہیں کروں گا۔“

”او کے مسٹر لارا، پلیز میں ایک بار پھر معافی چاہتا ہوں۔“ غالباً وہ شخص کلب کا میجر تھا جو یہ معذرتیں کر رہا تھا۔ لارا نے میرا بازو پکڑا اور تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا پارکنگ پر نکل آیا۔ آگے بڑھتے ہوئے اس نے اچانک رک کر مجھ سے کہا۔

”سوری میں نے تم سے ایک بات کہی تھی۔“ میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

”کیا.....؟“

”میں نے تم سے کہا تھا کہ اگر تم یہاں رکنا چاہو تو۔“

”ہاں اور مجھے اس پر حیرت بھی ہوئی تھی۔“ میں نے گہری سانس لے کر جواب

دیا۔

”وہ الفاظ میں نے مصلحتاً کہے تھے۔“

”مصلحتاً؟“

مجھے ہنسی آگئی، میں تو نہیں رکا تھا۔ مارشل لارا نے خود ہی رک کر وہ الفاظ کہے تھے، وہ ذہنی طور پر نجانے کیا کیا سوچ رہا تھا پھر ہم کار کے قریب پہنچ گئے اور مارشل لارا نے چابی نکال کر کار کا دروازہ کھول دیا۔

کچھ دیر کے بعد مارشل لارا کی کار میں اس کے ساتھ سفر کر رہا تھا، مارشل لارا گہری تشویش کا شکار نظر آتا تھا، اس شخص کی تشویش کا اظہار بھی ایک لمحے ہی میں ہو جاتا تھا۔ وہ عادتاً ہونٹ سکوڑ لیا کرتا تھا اور اس کی پیشانی پر لاتعداد شکنیں نمودار ہو جایا کرتی تھیں، ویسے چہرے ہی سے شریف آدمی نظر آتا تھا اور مجھے ایک بار بھی اس کی شخصیت پر شبہ نہیں ہو سکا تھا وہ اندر اور باہر سے یکساں ہی محسوس ہوتا تھا۔

اس وقت نجانے کس سوچ کا شکار تھا، کچھ دور چلنے کے بعد اس نے کہا۔

”اور اگر اس کے بعد تم نے مجھ سے انحراف کیا تو میری اور تمہاری دوستی میں

رختہ پڑ جائے گا۔“

”کیسا انحراف مسٹر لارا۔“

”میں تمہیں ہوٹل نہیں لے جا رہا بلکہ اپنے ساتھ اپنی رہائش گاہ پر لے جا رہا

ہوں۔“

”تو اس میں انحراف کی کیا گنجائش ہے۔ اگر آپ اپنی رہائش گاہ جا رہے ہیں تو میرا

خیال ہے مجھ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔“

”اور تمہیں میرے ساتھ ہی رہنا پڑے گا اب میں تمہیں ہوٹل میں نہیں چھوڑ سکتا۔“

”کیوں مسٹر لارا۔“ میں نے سنجیدگی سے سوال کیا۔

”دیکھو ریگو سمجھنے کی کوشش کرو۔ پہلے تم نے ان لوگوں سے دشمنی لی، جنہوں نے آئس فیلڈ میں مجھ پر حملہ کیا تھا اور اب اس کے بعد تم نے ہاکزا کی پٹائی کر دی ہے۔ دو دو دشمنیاں میرے لیے مول لی ہیں تم نے اور میں اتنا بھی نہ کر سکتوں کہ تمہیں اپنے ساتھ رہنے پر مجبور کر دوں۔ میری جان! تمہیں مجھ سے کوئی شکایت نہیں ہونے پائے گی اس کا میں تم سے وعدہ کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ میری رہائش گاہ میں اتنی گنجائش رہتی ہے کہ تم مجھے ڈسٹرب کیے بغیر وہاں رہ سکو، مجھے تم سے بہت سے کام ہیں، ہٹ مین ریگو میری بات مانو گے تو میں تمہارا احسان مند رہوں گا۔“

میں نے پر خیال انداز میں گردن ہلائی، تھوڑے سے تردد کا اظہار کرنا چاہتا تھا، حالانکہ میری اپنی دلی خواہش یہی تھی اس نے میری خاموشی کو خوشگوار محسوس کیا۔ کچھ دیر کے بعد میں نے کہا۔

”میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی مسٹر لارا کہ آپ اتنے امن پسند کیوں ہیں۔ میں نے آپ کو بہت نارمل محسوس کیا ہے ان بدترین حالات میں بھی آپ پر وہ اثرات مرتب نہیں ہوئے جو اصولی طور پر ہونے چاہئیں۔“

وہ مسکرا دیا پھر اس نے کہا۔ ”بھئی، میں لڑائی بھڑائی والا آدمی نہیں ہوں۔“

”ہر وہ شخص جو جسمانی طور پر تندرست ہو بہر طور اپنا ڈیفنس بھی نہیں کرتے۔ وہ ایک بار پھر سنجیدہ ہو گیا اور اس نے آہستہ سے کہا۔ ”اس کی وجوہات راز میں ہیں راز ہی میں رہنے دو۔“

میں نے ایک نگاہ اس پر ڈالی۔ وہ بہت سنجیدہ تھا اور اس کے بعد وہ ہنس پڑا۔

”ویسے میں ایسے معاملات سے خوفزدہ بھی ہوتا ہوں۔“ میں خلق سے ایک آواز نکال کر خاموش ہو گیا مقصد یہ تھا کہ میں نے اس کی بات کو تسلیم نہیں کیا ہے۔ اس نے میری اس آواز پر کوئی تبصرہ نہیں کیا تھا۔ ایک بار پھر میں لارا کی شاندار رہائش گاہ پر پہنچ

گیا۔ وہ مجھے رہائش گاہ کے عقبی حصے میں لے جا کر بولا۔

”یہ بالکل الگ تھلگ جگہ ہے، میں نے اپنے بہترین دوستوں کے لیے یہ جگہ رکھی ہوئی ہے، کبھی کبھی بیرون ملک سے میرے دوست آجاتے ہیں ایسے دوست جنہیں میں اپنے ساتھ رکھنا پسند کرتا ہوں یہیں رہتے ہیں۔ اب یہ رہائش گاہ تمہارے حوالے ہے۔“ اس نے ایک کمرے کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا اور اندر روشنی کا سوچ آف کر دیا۔

انتہائی شاندار بیڈ روم تھا، اٹچڈ باتھ کے ساتھ، ہر آسائش سے آراستہ، یہاں تک کہ اس میں شراب خانہ بھی بنایا گیا تھا۔ میں نے ایک نگاہ چاروں طرف ڈالی اور پھر اس دیکھنے لگا۔ اس نے فوراً ہاتھ اٹھا کر کہا۔

”تمہارا سامان تمہارے ہوٹل کے کمرے سے یہاں پہنچ جائے گا اور اگر نہ بھی منگوانا چاہو تو ہر چیز کا میس بندوبست ہو جائے گا اور ہاں ایک بار بھی یہ نہیں سوچو گے کہ یہ تمہارے کسی احسان کا صلہ ہے، یہ صرف میری دوستی اور محبت ہے اور مجھے یقین ہے کہ تم کسی شریف انسان کو بار بار قسمیں کھانے پر مجبور نہیں کرو گے۔“ میں نے ہنس کر شانے ہلائے تو وہ بھی ہنس کر ہی بولا۔

”تھینک یو میرے دوست تھینک یو ویری مچ۔ اب اگر تمہارے ذہن میں کوئی چچ ہو تو مجھ سے اس بارے میں پوچھ سکتے ہو۔“

”ہاں کون ہے؟“

”ایک خطرناک آدمی لیکن اعلیٰ سطح کا نہیں ہے تھوڑے سے پیسے لے کر ہر شخص کے لیے کام کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے حالانکہ بہت طاقتور ہے، ریسنگ کے رنگ میں کئی بار اپنے کمالات کے جوہر دکھا چکا ہے۔ یہ تو سوچا بھی نہیں تھا میں نے کہ تم ہانزا کی پٹائی کر دو گے۔ ہانزا جس کے جسم میں کم از کم چار آدمیوں کی طاقت ہے اور اس بات کو سب ہی تسلیم کرتے ہیں۔“

”ہانزا اگر ایسا ہی بد معاش ہے تو بڑے لوگوں کی نگاہوں سے کیوں دور ہے اس قسم کے لوگوں کو تو دولت مند لوگ کرائے کے بد معاش کے طور پر اپنے ساتھ رکھتے ہیں۔“

”ہاں یقیناً ایسا ہوتا ہے لیکن وہ قابل اعتماد نہیں ہے نوٹوں کی جھلک اسے ایک لمحے میں غداری پر آمادہ کر سکتی ہے، اب وہ شخص جو اسے لے کر آیا تھا یقینی طور پر خاصا لٹ گیا ہو گا۔ اصل میں ہم نے اسے گریجویٹ کی رقم دے دی تھی اور یہی ہماری غلطی تھی۔ وہ میری فرم میں ہی ملازم تھا لیکن کچھ ناخوشگوار واقعات کی وجہ سے میں نے اسے اپنی فرم سے نکال دیا اور اس نے اس کے لیے مجھے دھمکیاں بھی دی تھیں، مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ ہانزا کو ساتھ ملا لے گا، خیر دونوں ہی کو سزا مل گئی۔ بس میں یہ نہیں چاہتا کہ ہانزا یا کوئی دوسرا تمہیں نقصان پہنچائے۔“

میں نے گردن جھٹکی اور آہستہ سے بولا۔ ”ٹھیک ہے مارشل لارا، اب میں نے تمہاری بات مان لی ہے۔“

”غلط کہتے ہو۔ میری بات تم نے نہیں مانی بلکہ مجھ پر رحم کھا کر یہاں آگئے ہو۔ میرے دوست مجھے تمہاری اشد ضرورت ہے، اگر تم بھی واقعی ایک اچھے انسان ہو تو میرا ساتھ دو، جہاں تک رہائشیں و عمل کی بازیابی کا تعلق، تو یقین کرو میں اس طرح اس کام کو سرانجام دوں گا جس طرح اپنے کسی انتہائی ضروری کام کو سرانجام دے سکتا ہوں۔“

”ٹھیک ہے ٹھیک ہے میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں لیکن تمہاری کیا مشکل ہے؟“

”اب چند لمحوں میں تو اتنے لمبے فاصلے طے نہیں ہوتے، پہلے مجھے یہ اعتماد کر لینے دو کہ تم میرا ساتھ دو گے میرے ساتھ رہو گے تم بھی لا ابالی آدمی معلوم ہوتے ہو اور شاید کسی قدر انتہا پسند بھی آسانی سے جال میں نہیں پھنستے۔“

وہ ہنسنے لگا تو میں بھی ہنسنے لگا، میں نے اس سے کہا۔ ”میں تمہاری خواہش پر یہاں آ تو گیا ہوں اور مجھے کیا کرنا ہے؟“

”بس اس کے بعد میں یہی چاہوں گا کہ تم ایک طویل عرصہ میرے ساتھ گزارو سنو اس بات کی تو فکر ہی مت کرنا کہ یہاں نیپلز میں سرکاری انتظامیہ تمہیں کسی طور پریشان کرے گی، تمہاری دعاؤں سے اتنے تعلقات میرے ہیں کہ میں یہاں تمہارے طویل قیام کا بندوبست کر سکوں۔“

”او کے ڈیر لارا، اچھے دوستوں سے کون منحرف ہو سکتا ہے۔“

”تو پھر ہاتھ ملاؤ اور اس کے بعد اس مسری پر آرام کرو، کیا سمجھے، کھانا تو کھا چکے ہو گے؟“

”ہاں کھانا کھانے کے بعد ہی نکلا تھا۔“

”بس تو پھر ٹھیک ہے اب صبح کو ناشتے کی میز پر ملاقات ہوگی، لارا نے کہا اور مجھ سے ہاتھ ملا کر باہر نکل گیا۔“

تو یہ تھا میری کاوشوں کا انعام اور اب میں مافیا کے ایک اہم رکن کی حیثیت سے اور مافیا کی ہدایات کے مطابق مسٹر لیتھ اشمیرا کے نائب کی حیثیت سے اور آرمین کے منصوبے کی تکمیل کے لیے مارشل لارا کے گھر مقیم ہو گیا جبکہ دلچسپ ترین بات یہ تھی کہ میں خود لیتھ اشمیرا تھا، میں خود اس کا نائب تھا اور آرمین کے منصوبے کے بالکل خلاف اس کی تباہی کے لیے کام کر رہا تھا۔ اپنے پیارے وطن پاکستان کے لیے۔ اتنے بہت سارے معاملات یکجا ہو گئے تھے کہ غور کرنے پر خود اپنے آپ کو بھی یقین نہ آئے۔ بہر حال تقدیر نے بہترین مواقع فراہم کیے تھے اور میں ان کا پورا پورا فائدہ اٹھا رہا تھا۔

سو لینا بہتر ہوتا ہے کیونکہ اس کے بعد تمام صلاحیتیں پھر سے تروتازہ ہو جاتی ہیں چنانچہ کوشش کر کے نیند کو اپنے آپ پر مسلط کر لیا اور نیند کی دیوی مجھ پر مہربان ہو گئی لیکن وقت نے اسے مہربان نہ رہنے دیا۔

رات کے تقریباً تین بجے تھے جب عمارت کے اندرونی حصے میں فائرنگ کی آواز سنائی دی، بس چھٹی حس ہی تھی جس نے نیند کے عالم میں جاگنے سے ذہن پر کوئی اثر نہیں ڈالا بلکہ فوراً ہی یہ احساس ہو گیا کہ آوازیں گولیوں کی ہیں اور میں ایک دم مستعد ہو گیا، دماغ کو زور سے جھٹک کر برق رفتاری سے اپنی جگہ چھوڑ دی اور اسی عالم میں نیگے پاؤں دوڑتا ہوا اصل عمارت کی جانب چل پڑا۔ نجانے کیوں یہ احساس ہوا تھا کہ کوئی اہم واقعہ ہو گیا ہے اور اس بات کے امکانات ہیں کہ مارشل لارا خطرے میں ہو، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہاکزا کی جانب سے کوئی فوری کارروائی ہو، اندرونی عمارت میں داخلے کے راستے بند تھے، دروازے کو آزمایا وہ نہ کھلا، عمارت کے اطراف میں دوڑنے لگا۔ ایک عجیب سی خاموشی اور سناٹا مسلط تھا۔ بیرونی دروازہ بھی مکمل طور سے بند تھا۔ کہیں کوئی غلط فہمی تو نہیں ہوئی، ضرورت سے زیادہ کسی کے گھر میں مداخلت ناخوشگوار تو نہیں محسوس کی جائے

گی، لیکن گولیوں کی آوازیں مجبور کر رہی تھیں کہ صورت حال کا جائزہ لیے بغیر اپنے آپ کو بے عمل نہ کروں۔ چنانچہ اب اندرونی عمارت میں داخلے کے لیے کسی ایسی جگہ کی تلاش ہوئی جہاں سے اندر جلیا جاسکے۔ ایک درخت تھا جس کی شاخیں عمارت کی چھت تک پھیلی ہوئی تھیں اور ان کے ذریعے تھوڑی سی چھلانگ لگا کر عمارت کی چھت پر پہنچا جاسکتا تھا۔

نیگے پاؤں تو تھا ہی، درخت پر چڑھنے میں کوئی قباحت نہ ہوئی اور میں انتہائی برق رفتاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے درخت کی اس شاخ کے آخری سرے پر پہنچ گیا جو اتنی طاقتور نہیں تھی کہ میرا وزن سنبھال سکے لیکن اس کے پک کے نیچے گر جانے سے پہلے میں نے اپنے جسم کو تول کر عمارت پر چھلانگ لگا دی تھی اور اب اتنا فاصلہ بھی نہیں تھا کہ میں وہاں تک نہ پہنچ سکتا، البتہ چھت پر پہنچنے کے بعد میں نے بلیوں کا سا انداز اختیار کر لیا۔ تاکہ اگر نیچے کوئی گڑبڑ بھی ہے تو اوپر سے میرے قدموں کی آواز نہ سنی جاسکے، اس کے بعد نیچے جانے کا راستہ تلاش کرنے کی ضرورت نہیں پیش آئی۔ پانی کا بڑا سائینک تھا اور اس کے ساتھ ہی سیڑھیاں نیچے گئی تھیں، چنانچہ میں عمارت کے نچلے حصے میں اتر گیا۔ اپنے آپ کو بالکل سادگت و جلد رکھ کر میں نے کانوں سے کام چلایا اور آہٹوں کا جائزہ لینے لگا۔ ایک کمرے میں روشنی نظر آرہی تھی باقی کمرے تاریک پڑے ہوئے تھے اور کوئی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔ یہ روشن کمرہ ہی میرے لیے کارآمد ہو سکتا تھا، میں دبے پاؤں کمرے کی جانب بڑھ گیا، دروازہ کھلا ہوا تھا اور اس سے روشنی کی جھلک باہر آرہی تھی اس بات کے مکمل امکانات تھے کہ یہی مارشل لارا کا کمرہ ہو سکتا ہے اور یہ تیز روشنی اور وہ بھی اس وقت، جبکہ مکان کے مکیٹوں کے گہری نیند سونے کا وقت تھا، یقیناً کسی اہمیت کی حامل ہے۔ چنانچہ میں سانس روک کر بالکل دبے پاؤں آگے بڑھنے لگا اور چند لمحوں میں دروازے کے سامنے پہنچ گیا۔

اندرونی سے آوازیں سنائی دے رہی تھیں جن کا مفہوم تو میری سمجھ میں نہیں آسکا، لیکن دروازے پر میں نے ایک سایہ محسوس کر لیا۔ کوئی شخص دروازے کے بالکل قریب کھڑا ہوا تھا۔ میں نے سانس روک کر ایک ایک قدم آگے بڑھایا اور دروازے کے عقب میں پہنچ گیا۔ یہاں سے میں نے سیاہ چست لباس میں اس شخص کو دیکھ لیا جس کی پشت

میری جانب تھی اور ہاتھ اس انداز میں اٹھا ہوا تھا جیسے اس نے پستول سنبھال کر کسی پر تان رکھا ہو، ایک لمحے کے لیے ذرا سی جھجک دل میں بیدار ہوئی، لیکن مارشل لارا کی قربت حاصل کرنے کے لیے ایک اور شاندار موقع نصیب ہوا تھا اور اس کے ساتھ ہی اس بات کے امکانات بھی روشن ہو گئے تھے کہ کچھ اور صورت حال سے واقفیت حاصل ہو۔ چنانچہ مجھے فیصلہ کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی۔

میں نے بدن کو تولا، دروازہ ادھ کھلا تھا اب مجھے یہ دروازہ پورا کھولنے کے بعد اس شخص کو لپیٹ میں لے کر آگے بڑھنے تھا جس کے ہاتھ میں یقینی طور پر پستول دبا ہوا تھا۔ یہ دونوں کام اتنی ہی پھرتی سے کرنے تھے کہ صورت حال میرے حق میں ہی ہو اور بالا آخر میں نے اس پر عمل کر ڈالا۔ یہاں پجوشن ایسی نہیں تھی کہ میں اچھل کر اس شخص کی کمر پر لات مار سکتا، دروازہ زیادہ اونچا نہیں تھا، چنانچہ وہی اپنا قدیم طریقہ کار استعمال کیا۔ سر کی ٹکڑی تو ایسے موقعوں کے لیے بڑی کارآمد ہو سکتی ہے بشرطیکہ پوری قوت سے پڑے۔ میرے سر کی ٹکڑی پوری قوت سے اس شخص کی پشت پر پڑی اور اس کے حلق سے خاصی زوردار آواز نکل گئی۔ وہ تیزی سے آگے دوڑا اور کچھ اس انداز سے دوڑا کہ اپنے آپ کو روک نہ سکا۔ اندر ہلچل مچ گئی تھی۔ میں نے اس شخص کا سر سامنے کی دیوار سے ٹکرائے کی آواز سنی تھی لیکن اس کے ساتھ ہی وہ دونوں سیاہ پوش برق رفتاری سے پلٹے انہیں اس عالم میں جو عمل کرنا تھا مجھے اس کا اندازہ تھا اور میں اس کے لیے تیار تھا، چنانچہ میں اوندھا زمین پر لیٹ گیا اور ان کے پستولوں سے نکلی ہوئی گولیاں سامنے دروازے پر پڑیں لیکن بس ایک لمحہ اپنی جگہ رک کر میں تھوڑا سا اٹھا اور پھر سونپ لگا کر دونوں کو اپنے پیروں میں الجھا دیا۔ وہ بری طرح اچھل کر گرے اور گرتے ہوئے بھی انہوں نے فائر کر دیے۔ میں اور مارشل لارا شدید خطرے میں تھے۔ چنانچہ انہیں قبضے میں کرنا ضروری تھا۔ میں نے فوراً ہی پٹی کھائی اور ان میں سے ایک کو شانوں سے دیوچ کر ڈھال بنالیا۔ میرا اندیشہ درست نکلا۔ دوسرے نے مجھ پر فائر کیا اور میرے بازوؤں میں دبا شخص اس کا نشانہ بن گیا۔ گولی اس کے سینے پر پڑی تھی۔ میں نے اسے سنبھال کر اس کے ساتھ ہی پر دھکیل دیا اور پھر خود بھی اس پر جا پڑا لیکن وہ بھی بد نصیب تھا اور اس کی زندگی کے دن ختم ہو گئے تھے۔ اس کی انگلی ٹریگر پر تھی۔ میں جو اس پر گرا تو پھر فائر ہو گیا۔ اس کے ہاتھ

کی ڈائریکشن بدل گئی اور گولی اس کے کان کی لو کو چھیاتی ہوئی اس کے دماغ میں داخل ہو گئی۔ وہ ایک لمحے میں ٹھنڈا ہو گیا جبکہ سینے میں گولی لگنے والے نے کچھ دیر تڑپ کر جان دی تھی۔ میں اٹھ کھڑا ہوا اور میں نے فوراً ایک شخص کا پستول قبضے میں کر لیا۔ پھر میں نے اس تیسرے شخص پر نگاہ ڈالی جو دیوار سے ٹکرایا تھا لیکن وہ بے سدھ پڑا ہوا تھا اور اس انداز میں پڑا ہوا تھا جیسے مرچکا ہو، ویسے ان میں کسی کا چہرہ نگاہوں کے سامنے نہیں تھا، کیونکہ وہ سب نقابوں میں چھپے ہوئے تھے، غالباً مارشل لارا سکتے کی کیفیت کا شکار تھا۔ میں نے اس کے ساتھ شب خوابی کے لباس میں ایک خاتون کو بھی دیکھا، وہ یقیناً مارشل لارا کی بیوی ہوگی لیکن اس وقت ان تمام باتوں کو سوچنے اور سمجھنے کا بالکل موقع نہیں تھا۔ چنانچہ میں پستول لے کر باہر دروازے کی جانب جھپٹا۔ یہاں ہم لوگوں کا وہی حشر ہو سکتا تھا جو میں نے ان تین افراد کا کیا تھا ممکن ہے باہر ان کے اور بھی ساتھی موجود ہوں، ان کا جائزہ بھی لینا تھا۔

میں دروازے سے چند قدم ہی باہر نکلا تھا کہ مارشل لارا بھی دوسرا پستول سنبھالے ہوئے میرے پیچھے نکل آیا اور اس نے مجھے اپنی موجودگی کی خبر دے دی، مجھے اس کی آواز سنائی دی۔

”یہ میں ہوں ڈیئر ریگ، کہیں فائر نہ کر دینا۔“

”یہاں دوسرے لوگ بھی ہو سکتے ہیں۔ ذرا ان کا جائزہ لینا ہے۔“ میں نے کہا۔
 ”ہاں بالکل۔ نجانے کم بخت یہ ملازم کہاں مر گئے، کسی کی آواز نہیں سنائی دے رہی۔“

ہم دونوں نہایت ہوشیاری سے اطراف کا جائزہ لینے لگے۔ نہایت پھرتی سے اور پستول سیدھے کیے ہوئے، ہم نے سب سے پہلے بیرونی گیٹ کا جائزہ لیا۔ باہر نیلے رنگ کی ایک کار کھڑی ہوئی تھی جس کے دروازے لاک نہیں تھے اس پاس بھی کوئی موجود نہیں تھا۔ غالباً یہاں کارروائی کرنے والے یہی تینوں افراد تھے اور تینوں ہی اندر داخل ہو گئے تھے، عمارت کے اندر واپس آکر ان چاروں ملازموں کا جائزہ لیا، جن میں ایک عورت تھی اور تین مرد۔ وہ سب اپنی اپنی آرام گاہوں میں بندھے پڑے تھے ان کے ہاتھ پاؤں موڑ کر پیچھے باندھ دیے گئے تھے اور منہ میں حلق تک کپڑے ٹھونس دیے گئے تھے لیکن سب

اندز ہی پڑی ہوئی تھیں اور اس کا احساس تھا کہ وہ شب خوابی کے لباس میں وہاں موجود ہے اور میں اس کے ساتھ ہوں میں باہر ہی کھڑا ہوا تھا کہ مارشل لارا اپنے ملازموں کے ساتھ آگیا۔ مجھے باہر کھڑے دیکھ کر اس نے تعجب سے کہا۔

”خیریت۔ باہر کیسے نکل آئے؟“

”مسز لارا لباس تبدیل کرنا چاہتی تھی۔“

”اوہ اچھا۔ ویسے میں پریشان ہوں، کیونکہ مجھے ان کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ہو سکا۔ ہم نے ان کے لباس کی تلاشی بھی نہیں لی۔“

”وہ اب لیے لیے ہیں ذہنی طور پر جس طرح الجھے ہوئے ہیں اس کے تحت یہ خیال نہیں آیا۔“ کچھ دیر کے بعد مسز لارا نے دروازہ کھول دیا۔ مارشل لارا اپنے آدمیوں کے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔ ملازم یہ لاشیں دیکھ کر خوفزدہ ہو گئے تھے لیکن کوئی کچھ نہیں بولا میں نے اور مارشل لارا نے مل کر سیاہ پوشوں کے لباس کی مکمل تلاشی لے ڈالی لیکن کوئی ذرہ برابر چیز ان کے پاس سے دستیاب نہیں ہوئی۔ ظاہر ہے وہ پورے انتظامات کے ساتھ آئے تھے۔

پھر لارا کے حکم پر ملازموں نے جھجکتے ہوئے ایک لاش اٹھائی اور اسے لیے لیے ہوئے باہر نکل گئے۔ بہت زیادہ مداخلت کی ضرورت نہیں تھی۔ لارا جانتا تھا کہ اسے یہ لاشیں کہاں ٹھکانے لگانی ہیں۔ البتہ میں ذرا سا اس بات پر ضرور الجھا ہوا تھا کہ میں اس کے ساتھ نہیں جا رہا لیکن حد سے زیادہ مستعدی بھی حماقت ہی ہوتی ہے تھوڑا سا کام اسے بھی کرنے دیا جائے۔ یکے بعد دیگرے وہ تمام لاشوں کو لے کر باہر نکل گیا تو لارا کی بیوی نے قالین پر پڑے ہوئے خون کے دھبوں کو دیکھ کر کہا۔

”ہمیں اس کی صفائی کرنا ہوگی۔“

”یہ ایک مشکل کام ہے مسز لارا۔“

”نہیں بالکل مشکل نہیں ہے۔“ وہ ایک الماری کی جانب بڑھ گئی اور اس میں سے

اس نے ایک بڑی سی بوتل نکالی جس پر سانفن لگا ہوا تھا۔ میں نے ایک گہری سانس لی، سانفن سے وہ دھبوں پر کیمیکل اسپرے کرنے لگی۔ ہلکی سی خوشگوار بو فضا میں پھیل گئی لیکن کیمیکل کے فتاح بڑے حیران کن تھے خون کے دھبوں پر زبردست جھاگ بن گئے

”اب ان لاشوں کا کیا ہوگا؟“

”مجھے لاشیں ٹھکانے لگانے کا کوئی تجربہ نہیں ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ کام

مجھے کرنا ہی ہوگا۔“

میں خاموش ہو گیا۔ لارا نے پریشان لہجے میں کہا۔ ”خیر یہ سب کچھ ہو جائے گا۔ ارے ہاں چلو اب اتفاق سے آج ہی کی رات اس بات کے لیے منتخب ہو گئی تھی کہ میں اپنی بیوی سے تمہارا تعارف کروا دوں تو پھر میری بیوی سے ملو۔ میں تمہیں ابھی اس کا نام نہیں بتاؤں گا کچھ ایسی ہی مشکلات ہیں بس تم اسے میری بیوی کی حیثیت سے جان سکتے ہو۔“ میں نے ہنس کر گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”ہیلو مسز لارا۔ بہر حال مسٹر لارا کی مصلحتیں یہ خود بہتر جان سکتے ہیں۔ میرا نام ہٹ مین ریگو ہے اور اتفاق سے میں آپ کا مہمان بنا ہوا ہوں۔“

”میں جانتی ہوں، مسٹر ریگو۔“ لارا کی بیوی نے جواب دیا۔ میں نے پہلی بار اس کے چہرے پر غور کیا اور ایک لمحے کے اندر اندر شدید رہ گیا۔ اس کے خدو خال، اس کے چہرے کی بناوٹ اس کے انگلیش بولنے کا انداز میرے لیے سخت حیران کن تھا۔ بہر حال میں نے اپنے ذہن میں پیدا ہونے والے خیال کو دل ہی میں رکھا اس کا اظہار میرے لیے شدید نقصان دہ ہو سکتا تھا۔ میں نے لارا سے کہا۔

”اور مسٹر لارا براہ کرم مجھے بتائیے کہ اب ان لاشوں کو ٹھکانے لگانے کا کیا ہندوستان کیا جائے؟“

”بالکل نہیں۔ میں ملازموں کو استعمال کر لوں گا وہ سب میرے لیے بھروسے کے لوگ ہیں تم اطمینان سے یہیں قیام کرو بلکہ بہتر یہ ہوگا کہ یہیں اس کمرے میں رہو تاکہ میری بیوی کو بھی تحفظ حاصل رہے۔ میں بڑے اطمینان سے تمہیں اس کے تحفظ کے لیے چھوڑ سکتا ہوں۔“

میں نے کوئی جواب نہیں دیا، مارشل لارا باہر نکل گیا تھا۔ اس کی بیوی نے کہا۔

”مجھے معاف کیجئے گا مسٹر ریگو، میں لباس تبدیل کرنا چاہتی ہوں۔“

”ہاں ہاں میں باہر موجود ہوں۔“ میں نے کہا اور دروازہ کھول کر باہر نکل آیا اس نے اندر سے دروازہ بند کر لیا تھا، ویسے دل گردے کی عورت معلوم ہوتی تھی لاشیں ابھی

اور اس کے بعد جب یہ جھاگ کپڑوں سے صاف کیے گئے تو قالین پر کوئی دھبہ موجود نہیں تھا۔ میں نے آنکھیں بند کر لی گردن جھٹکی، مسٹر لارا نے دیوار کو بھی اس طرح صاف کر دیا پھر اس نے میری طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

”اب یہاں اگر کوئی خوردبین سے بھی تلاش کرے تو اسے خون کے دھبے نظر نہیں آئیں گے لیکن براہ کرم کہیں یہ نہ سمجھ لیجئے کہ یہاں اس قسم کے کھیل ہوتے رہتے ہیں۔“ میں ہنسنے لگا۔ میں نے کہا۔

”نہیں مسٹر لارا، مسٹر لارا اس قسم کے آدمی نہیں معلوم ہوتے لیکن میں آپ دونوں پر حیران ہوں۔“

”کیوں.....؟“

”آپ بہت دلیر معلوم ہوتی ہیں۔“ مسٹر لارا نے کچھ کہنا چاہا لیکن اس کے بعد ہونٹ بند کر لیے، جیسے کچھ کہتے کہتے رک گئی ہو۔ میں اس کا مقصد بھی سمجھ گیا تھا ظاہر ہے وہ اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر کوئی ایسا لفظ نہیں کہہ سکتی تھی جو ذاتی نوعیت کا ہو۔ میں نے بھی اسے مجبور نہیں کیا تھا، وہ کہنے لگی۔

”اصولی طور پر ہم دونوں کو بیٹھ کر بات چیت کرنی چاہیے لیکن مسٹر ہٹ مین ریگو مجھے آپ کے بارے میں تمام تفصیل لارار نے بتادی ہے البتہ میں اپنے بارے میں کچھ کہتے ہوئے اس بات کا شکار ہوں کہ پتا نہیں میری کہی ہوئی کون سی بات لارا کو پسند آئے اور کون سی ناپسند ہو۔“

”میں سمجھتا ہوں، آپ مجھے نیپلز کے موسم کے بارے میں بتائیے۔“ میں نے کہا۔

”آپ تشریف رکھیے، اچھا یہ بتائیے رات تو تقریباً“ خاتے کے قریب ہے اگر میں آپ کے لیے علیحدہ سے کافی بنا لاؤں تو کیسا رہے۔“

”آپ کو ابھی نجانے کتنی زحمت دینی ہے مجھے، چنانچہ تکلف بھی کروں گا تو کہاں تک کروں گا لیکن میرا آپ کے کچن کے سامنے موجود ہونا ضروری ہے۔“

”تو پھر آئیے..... حالانکہ آپ یقین کیجئے خوف نام کی کسی شے کا تصور میرے ذہن کے گوشے میں نہیں ہے۔“ میں اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔

اصلی درجے کا کچن تھا اس نے ایک پلیٹ میں پھل اور ڈرائی فروٹس وغیرہ نکال کر

میرے سامنے رکھ دیے اور کہنے لگی۔ ”یہ چیزیں ہماری ذاتی گفتگو کا نعم البدل ہو سکتی ہے۔“ میں نے کچھ ڈرائی فروٹس لے لیے اور وہ الیکٹرک کیتلی میں پانی بواکل کرنے لگی۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے کافی تیار کر لی اور بولی۔

”بیٹھنے کے لیے یہ جگہ بھی بری نہیں ہے، ویسے لارا کو ناوقت کھانا پینا بہت پسند ہے، آپ سمجھ رہے ہیں نا میری بات۔“

”نہیں سمجھ رہا.....“ میں نے جواب دیا۔

”کبھی کبھی جب کسی مشغلے میں رہ کر بہت رات گزر جاتی ہے اور لارا ڈنر کر چکا ہوتا ہے تو پھر وہ مجھ سے کھانے پینے کی چیزیں مانگتا ہے اور اس وقت اگر میں اس کی من پسند چیزیں اس کے سامنے رکھ دوں تو وہ اتنا خوش ہوتا ہے کہ بیان سے باہر ہے۔ آپ دیکھیے کیسی عجیب بات ہے، انسان کتنی ہی بڑی شخصیت اختیار کر لے اس کے اندر ایک معصومیت پوشیدہ ہوتی ہے۔ میں سمجھتی ہوں مسٹر ریگو معصومیت کا تعلق انسانیت سے ہے اور وہ بدترین شخص جو اپنی برائیوں میں بہت آگے نکل چکا ہو زندگی میں ایک نہ ایک لمحہ اس پر بھی ایسا آتا ہے کہ وہ معصومیت کی گفتگو کرتا ہے یہ گفتگو اس کی ذات کا ایک حصہ ہوتی ہے آپ اس سلسلے میں کیا کہتے ہیں۔“

”آپ کا مطالعہ بہت وسیع ہے اور تجربہ بھی.....“

”کافی لیجئے۔ آپ یہ کہنے پر مجبور ہو جائیں گے مسٹر ریگو کہ میں کافی بھی بہت عمدہ بناتی ہوں۔“ میں نے مسکراتے ہوئے اپنی کافی کی پیالی اٹھالی اور اس کا ایک سپ لے کر کافی کی تعریف کرنے لگا۔ ہم نے وہیں کچن ہی میں بیٹھ کر لارا کی واپسی کا انتظار کیا تھا۔ لارا تقریباً ایک گھنٹے کے بعد واپس لوٹا۔ پر سکون تھا جس سے یہ احساس ہوتا تھا کہ اس کا کام بخیر و خوبی ہو گیا ہے، کچن ایسی ڈائریکشن پر تھا کہ اندر داخل ہوتے ہی اس پر نظر پڑ سکتی تھی اور پھر روشنی، لارا کو اس سمت ہماری موجودگی کا اشارہ دے رہی تھی۔ چنانچہ وہ یہیں آ گیا اور مسٹر لارا کے کہنے کے مطابق ان تمام اشیاء کو دیکھ کر خوش ہو گیا۔ مجھے سے بولا۔

”پہلی بات تو یہ ہے کہ تینوں لاشیں اطمینان سے ٹھکانے لگا دی گئی ہیں، کسی کو شبہ بھی نہیں ہو سکتا، کار پر سے تمام ایسے نشان مٹا دیے گئے ہیں اور میرے ملازم قابل اعتماد ہیں۔ وہ زندگی کی قیمت پر بھی کبھی یہ بیان نہیں دیں گے کسی کو کہ انہوں نے میرے

مکان سے کچھ لاشیں اٹھا کر ٹھکانی لگائی ہیں۔ چاہے ان کے بدن کی پوری کھال کھینچ کر ان کے قدموں میں ڈال دی جائے۔“

”یہی بات میرے لیے باعث تشویش تھی مسٹر لارا۔“
 ”دوسری بات یہ کہ آپ سے ابھی تک میں نے یہ سوال نہیں کیا مسٹر ریگو کہ کیا آپ شادی شدہ ہیں۔“

”ذرا حیران کر دینے والا سوال ہے۔“ میں نے کہا۔

”آہ کاش اگر آپ شادی شدہ ہیں تو آپ بھی یہی بتائیں کہ آپ کی بیوی بھی میری بیوی جیسی ہی نفیس عورت ہے۔ اب دیکھئے یہاں کیا کیا موجود ہے۔ یوں لگتا ہی جیسے یہ اچھی خاصی مہمان نوازی کر چکی ہیں لیکن مسٹر ریگو تمہارا دنیا میں صرف آیا جاسکتا ہے اس کے بعد تشرافی سب سے بڑی چیز ہوتی ہے۔ آپ نے اگر یہ غلط حرکت کر لی ہے یعنی میری موجودگی کے بغیر کافی پی پی لی ہے تو سزا کے طور پر آپ کو ایک پیالی کافی اور پینا پڑے گی۔“

میں دوسری پیالی بھی پیوں گا کیونکہ کچی نیند کسل کافی سے بہترین طریقے سے دور ہو سکتی ہے اور اب میڈم آپ ذرا میرے لیے برتن سجا دیجئے۔“

مسٹر لارا ہنسنے لگی پھر بولی۔ ”کیوں نہ کمرے میں چلیں؟“

”نہیں بھی زندگی کا اصل حسن بعض اوقات بے اعتدالی میں ملتا ہے۔ ہاں اگر

ہمارے مہمان کو اس پر اعتراض ہو تو پھر جیسا آپ پسند کریں۔“

”یہ الفاظ وقت کے زیاں کے علاوہ کچھ نہیں ہوتے ہیں۔ بہت مختصر وقت میں اس گھر میں اتنا ملوث ہو چکا ہوں کہ اب یہاں کے کسی معمول پر مجھے کوئی تکلف نہیں محسوس ہوتا۔“

”تو پھر ٹھیک ہے یہیں بیٹھتے ہیں صبح کے سورج کا استقبال اسی جگہ ہو گا۔“ مارشل لارا نے بے تکلفی سے کہا اور وہیں بیٹھ گیا۔ مسٹر لارا دوسری کافی تیار کرنے لگی تھیں لارا چند لمحات خاموش رہا پھر اس نے مجھے دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

”اور اب جب تم کہہ چکے ہو کہ تکلف کے الفاظ وقت کے زیاں کے علاوہ کچھ نہیں ہیں تو پھر مجھے یہ کہنے کی اجازت دو کہ میں جو گفتگو کروں اسے تم کسی بھی طور منفی

انداز میں نہیں لے جاؤ گے۔ بولو کیا یہ ممکن ہے۔“

”بالکل ممکن ہے، نیگیٹو وے کا تصور ہی ذہن سے نکال دیا ہے میں نے۔“

”تو پھر یوں سمجھو کہ بہت مختصر وقت میں جو پے درپے حادثات اور واقعات پیش آئے ہیں انہوں نے درحقیقت مجھے بوکھلا کر رکھ دیا ہے۔ طویل عرصے میں ایسا نہیں ہوا تھا۔ بس یوں سمجھ لو کہ تمہارے نظر آنے کے فوراً بعد یہ مزید کارروائی ہوئی ہے اور میں شدید حیران ہوں۔ اصل میں یہاں فیملی میں میری اچھی خاصی حیثیت سے اور جرائم پیشہ لوگ میرے سامنے آنے سے گریز کرتے ہیں صرف اس تصور کے ساتھ کہ انتظامیہ میرے سامنے ان کی کوئی حیثیت نہیں سمجھے گی اور میرا ایک اشارہ انہیں مشکلات میں ڈال سکتا ہے، جہاں تک ”انڈر ورلڈ“ (Under World) کا تعلق ہے اس میں بھی میرے دشمنوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے، ہاں کچھ معاملات ایسے ہیں جن کی طرف میرا شبہ جاسکتا ہے لیکن اگر میں نے اپنے ذہن کو اس طرف منتقل کیا تو یوں سمجھ لو بات میرے لیے بہت خوفناک ہو جائے گی۔“

”اگر آپ یہ کہنا چاہتے ہیں مسٹر لارا کہ اصل میں میں کسی طور ان تمام واقعات سے منسلک ہو سکتا ہوں تو جواب میں میں آپ کو ایک حیرت انگیز بات بتاؤں گا۔“
 ”وہ کیا.....“

”ایسے نہیں۔ پہلے آپ بتائیے کہ آپ کو اس بارے میں کیا شبہ ہے۔“

مارشل لارا ہنس پڑا پھر اس نے اپنی بیوی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”تم نے دیکھا ڈیئر بعض اوقات انسان کیسی بچوں جیسی باتیں کرنے لگتا ہے، اب اس شخص نے مجھے یہ لالچ دیا ہے کہ وہ مجھے ایک دلچسپ بات بتائے گا لیکن میں اس پر شبہ ظاہر کروں یہ بچوں جیسی کوشش ہے یا نہیں جبکہ اس شخص کی فطرت کا دوسرا پہلو بھی تم نے دیکھ لیا ہے، تین انسانوں کو اس نے چٹکی بجاتے موت کے گھاٹ اتار دیا اور وہ بھی اس برق رفتاری سے کہ آنکھوں کو یقین نہ آئے، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ہم ان سے زچ ہو گئے تھے۔ چلو ٹھیک ہے اگر میرے دوست کی یہی خواہش ہے تو میں اسے بہت کچھ بتائے دیتا ہوں، مائی ڈیئر ہٹ مین ریگو تم نے کلب میں کہا تھا بلکہ وہاں سے واپس آتے ہوئے شاید یہ بات کہی تھی کہ میں جسمانی طور پر اس قدر توانا ہونے کے باوجود اتنا امن پسند کیوں ہوں اور اپنے

دشمنوں کو ترنوالہ کیوں نظر آتا ہوں تو ایسی بات نہیں ہے نہ میں اپنے دشمنوں کے لیے ترنوالہ ہوں اور نہ ہی بزدل ہاں تمہارے اس سوال کا جواب دینے کی زحمت میں اپنی بیوی کو دیتا ہوں۔“

”مم..... مجھے۔“ مسز لارا نے کس قدر الجھے ہوئے انداز میں کہا۔

”بعض اوقات ہر طرح کا رسک لینے کو دل چاہتا ہے ڈارلنگ، اس وقت میں رسک لینے کے موڈ میں ہوں جو کچھ بھی اس کا نتیجہ نکلے مجھے اس کی فکر نہیں ہے اور پھر تم نے ہی تو مجھے یہ سکھایا ہے کہ ہر فیصلہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہوتا ہے، انسان اپنے طور پر ارادے تو کرتا ہے لیکن ان کی تکمیل اگر ہونی ہوتی ہے تو اللہ کے حکم سے ہوتی ہے ورنہ کبھی کچھ نہیں ہوتا، اب دیکھو، یہ شخص اتنا اجنبی ہے ہمارے لیے کہ ہم اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے لیکن واقعات نے اسے ہمارے جس قدر قریب کر دیا ہے کیا تم اس سے انکار کر سکتی ہو؟“

”نہیں، لیکن تم اسے کیا بتانا چاہتے ہو؟“

”سب کچھ یوں سمجھ لو سب کچھ وہ جو آج تک میرے اور تمہارے سینے میں محفوظ ہے۔“

مسز لارا کے انداز میں اضطراب پیدا ہو گیا، میں مسکراتی نگاہوں سے ان کا جائزہ لے رہا تھا پھر مسز لارا نے کہا۔

”کیا یہ بہت ضروری ہے؟“

”ہاں مسز لارا، یہ واقعی بہت ضروری ہے۔“ میں نے کہا اور دونوں چونک کر مجھے دیکھنے لگے، لارا کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے، اس نے کہا۔

”تمہارا لہجہ کسی خاص بات کی نشاندہی کرتا ہے۔“

”اصل میں مسز لارا اگر آپ یہ سمجھ رہے ہیں کہ میں نے بچکانہ انداز کی کوئی کہانی سننے کا وعدہ کیا ہے تو براہ کرم آپ یہ خیال دل سے نکال دیجئے۔“

”مطلب؟“

”آپ مجھے جو کچھ بتائیں گے اس کے جواب میں میں اسی پائے کی داستان آپ کو سنائوں گا، اگر وہ آپ کے کئے ہوئے انکشاف سے کسی طور پر کم ہو تو آپ یوں سمجھ لیجئے

کہ میرا آپ کا واسطہ اسی لمحے ختم ہو جائے گا۔“

”اور کچھ ہو یا نہ ہو لیکن تم سنسنی پھیلانے کے ماہر ہو تاہم اتنی گہرائیوں میں اتر گئے ہو تم میرے سینے میں کہ اب اگر تمہارے ہاتھوں کوئی نقصان بھی پہنچا تو شاید میری پیشانی شکن آلود نہ ہو۔“

”مجھے یہ اندازہ ہو رہا ہے مارشل لارا کہ آپ جو کچھ بھی ہیں لیکن اس کے باوجود آپ کی طبیعت میں ایک نفاست ہے، ایک لایا بیلی پن ہے، بہر حال زندگی میں خطرات تو مول لینا ہی پڑتے ہیں اور خطرات مول لینے بغیر دنیا کا کوئی کام پایہ تکمیل کو نہیں پہنچتا، ہم عام اور سیدھی سادی باتوں کا تذکرہ نہیں کر رہے۔“

”واقعی ہم دونوں تمہارے ان الفاظ پر حیران ہو گئے ہیں۔ بہر حال میں اپنی کمزوری یا بزدلی کے بارے میں تمہیں صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ نہ تو میں بزدل ہوں نہ کمزور لیکن میرا تعلق ایک ایسے مذہب سے ہو گیا ہے جس میں آخری وقت تک امن پسندی کا درس دیا گیا ہے اور میں نے قسم کھائی تھی کہ اپنی ذات سے انسانوں کو نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ درگزر اور صلح جوئی سے کام لوں گا اب تک وہ قسم کھانے کے بعد میں اس پر عمل کر رہا ہوں، آنے والے وقت میں نہیں کہہ سکتا کہ کیا کروں گا۔ میں نے وہ قسم کھانے کی بعد سے اب تک انتہائی کوشش کی ہے کہ انسانی زندگی کو میرے ہاتھوں نقصان نہ پہنچے، میں ایک مم جو رہا ہوں اور میں نے دنیا کے خطرناک ترین خطوں میں اپنے قدم پہنچائے ہیں اور بعض اوقات کبھی زندگی کی حفاظت کے لیے اور کبھی کسی قیمتی شے کے حصول کے لیے مجھے انسانی زندگی سے بھی کھیلا پڑا ہے، لیکن اب اپنے ان گناہوں کا کفارہ ادا کر رہا ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ میری یہ توبہ قبول ہوگی یا نہیں۔“

میں خود اس کے الفاظ پر حیران تھا، خاصانہ ہی قسم کا انسان تھا، حالانکہ بظاہر نظر نہیں آتا تھا۔ مسز لارا کے بارے میں ابھی تک میرے ذہن میں عجیب سے شکوک و شبہات تھے حالانکہ مسز لارا کی شکل اور شخصیت کافی حد تک میرے شبہ کے مطابق تھی لیکن سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ ایسا کیسے ممکن ہے، مارشل لارا تھوڑی دیر تک سوچ میں ڈوبا رہا پھر اس نے کہا۔

”خاصی پرانی بات ہو گئی ہے یہ، لیکن میرے لیے ہمیشہ نئی ہی رہتی ہے، واقعہ ہی

ایسا تھا جسے زندگی کے کسی لمحے فراموش نہیں کر سکتا۔ ہمالیہ کی ترابیوں میں، میں اپنے مہم جو ساتھیوں کے ساتھ خیمہ زن تھا۔ وہاں کی چند بلند چوٹیاں آج تک مہم جو افراد کے لیے چیلنج کا باعث بنی رہی ہیں۔ میں نے بھی وہ چیلنج قبول کیا تھا اور یہ عزم لے کر نکلا تھا کہ ان چوٹیوں کو ضرور سر کروں گا۔ میرے ساتھ جو لوگ گئے تھے وہ بڑے سخت مزاج اور اپنے فن کے ماہر تھے۔ ہم سب تمام تر انتظامات کے بعد نکلے تھے اور ہمیں یقین تھا کہ ہم ہمالیہ کی ان چوٹیوں کا چیلنج قبول کر لیں گے۔ یہ علاقہ اتنا پرنا کھلاتا ہے انا پرنا کے دامن سے بلندی کی جانب سفر کرنے کے لیے ہر چند کہ ہم نے تمام تر انتظامات کر لیے تھے اور اس بات سے مطمئن تھے کہ ہمیں اس چوٹی کو سر کرنے میں بہت زیادہ مشکل نہیں پیش آئے گی۔ بہر حال مہم جوؤں کی یہ ٹیم اتنا پرنا کی بلندیوں کی جانب چل پڑی۔ ہمیں مہم جوئی کا لطف آگیا تھا کیونکہ راستے اور چڑھائیاں ہماری توقع سے کہیں زیادہ خطرناک تھیں۔ تاہم ہم کامیابیوں کے جھنڈے گاڑتے ہوئے بلندی کی جانب جا رہے تھے اور پھر ہم اپنی اس مہم میں کامیابی کے قریب پہنچنے والے تھے کہ برفانی طوفان نے ہمیں آگھیرا اور نتیجہ بہت ہولناک نکلا۔ اتنا ہولناک کہ تم تصور نہیں کر سکتے۔ میری نگاہوں کے سامنے ایک ایک کر کے میرے چودہ ساتھی برفانی گڑھوں میں دفن ہو گئے۔ میں اس ویران چوٹی پر تنہا رہ گیا اور میری زندگی کا کوئی امکان باقی نہ رہا۔ اس وقت میں برف کے ایک ایسے گلیشئر پر بیٹھا ہوا ہستے ہوئے پانی پر سفر کر رہا تھا جو آہستہ آہستہ گھلتا جا رہا تھا۔ برفانی طوفان نے مجھے اس گلیشئر پر پہنچا دیا تھا اور جب میں گلیشئر پر قدم جما کر آگے بڑھنے کے بارے میں سوچ رہا تھا تو ہواؤں کے ریلے نے اس گلیشئر کو باقی برف سے جدا کر دیا۔ تب مجھے احساس ہوا کہ وہ پانی کی سطح پر ہے اور نیچے پانی ہی پانی ہے۔ ناقابل یقین حد تک گہرا پانی جو آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا ہے اور لازمی امر تھا کہ کہیں دور جا کر وہ بلندی سے نیچے گرنا ہو گا۔ گلیشئر پانی میں آہستہ گھل رہا تھا اور میں اس پر زندگی کو سمیٹے ہوئے بیٹھا تھا۔ خوف و دہشت سے میرے بدن کا سارا خون خشک ہو گیا تھا۔ تب نجانے کیسے میرے ذہن میں یہ خیال آیا کہ اصل میں اس سے بھی بہت پرانی بات تھی۔ ایک مرتبہ میں مہم جوئی ہی کے سلسلے میں مصر جانکا تھا۔ مصر کے اہرام کی سیر کے دوران میری ملاقات ایک مسلمان شخص سے ہوئی۔ اس سے مذہب پر کافی گفتگو ہوئی اور اس نے مجھے مسکراتے ہوئے بتایا کہ اس کے

Uploaded By Muhammad Nadeem

مذہب میں ناامیدی کفر سمجھی جاتی ہے چاہے حالات کتنے ہی نامساعد کیوں نہ ہوں۔ اگر سچے دل سے اللہ کو پکارا لیا جائے تو پھر انسان کا کام ختم ہو جاتا ہے۔ شرط یہ ہے کہ دل میں سچائی ہو۔ وہ الفاظ مجھے یاد آگئے اور میں نے سچے دل سے اللہ کو پکارا۔ میں نے کہا کہ اگر زندگی کا خاتمہ لازمی ہے تب تو مجبوری ہے لیکن میری مدد ہو گئی تو میں مذہب اسلام قبول کر لوں گا اور سچے دل سے مسلمان بن جاؤں گا۔ یہ الفاظ ختم ہوئے۔ گلیشئر گھل رہا تھا مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کچھ آوازیں میرے کانوں میں پڑی ہوں۔ اس وقت میں نیم دیوانگی کے عالم میں گلیشئر کے مختصر ہوتے ہوئے ٹکڑے پر بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک کچھ رسے میرے جسم پر آکر پڑے اور میں ان میں جکڑ گیا پھر مجھے کھینچنا شروع کر دیا گیا اور تھوڑی دیر کے بعد میں ایک خشک جگہ موجود تھا۔ میں ہوش و حواس میں تھا لیکن مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میری روح عالم بالا میں سفر کر رہی ہو اور جو تصور اس وقت میرے دل میں تھا وہ صرف ایک حسین تصور تھا لیکن اس حسین تصور میں ایک حسین چہرہ بھی شامل ہو گیا۔ جس نے میرے جسم پر کبل ڈالنے شروع کر دیے اور مجھے لاتعداد کہانیاں میں لپیٹ دیا گیا پھر میرے حواس کی قوتیں جواب دے گئیں۔ ہاں جب ہوش و حواس واپس آئے تو میں ایک خیمے میں تھا اور میرا جسم خوب گرم ہو رہا تھا۔ میرے اطراف میں آگ روشن تھی اور ایک نہایت خوب صورت شخصیت میرے سامنے موجود تھی۔ یہ مسٹر حمیدی تھے۔ ایک شاندار مہم جو جنہوں نے اپنی زندگی میں ہمالیہ کی بہت سی چوٹیوں کو پامال کر کے رکھ دیا تھا اور ان دنوں وہ اتنا پرنا کا سفر کر رہے تھے۔ ان کے ساتھ ان کی پوری ٹیم موجود تھی اور مکمل طور سے محفوظ، میری زندگی بچ گئی تھی۔ موت کو میں نے اتنے قریب سے دیکھا تھا کہ شاید ہی کسی نے اس طرح موت کے مزے لیے ہوں پھر میرے دل میں وہ تصور جاگا اور میرا رواں رواں تھرا گیا۔ میں نے دعا مانگی تھی، میں نے اس مصری عالم کے الفاظ پر تجربہ کر کے دیکھا تھا اور وہ تجربہ اتنا مکمل اور موثر ہوا تھا کہ اس کے بعد کسی قسم کا کوئی شک باقی نہیں رہتا تھا۔ میں نے مسٹر حمیدی سے اپنے ان جذبات کا تذکرہ کیا اور وہ بے حد مسرور ہو گئے۔ ان کا تعلق پاکستان سے تھا، مذہباً مسلمان تھے، بہر حال انہوں نے میرے اس جذبے کو سراہا اور کہا کہ جو وعدہ میں نے اللہ سے کیا ہے اسے پورا کروں۔ چنانچہ مالی ڈیئر ہٹ میں ریگو شاید نہیں میری یہ بات پسند نہ آئے، شاید یہ سب کچھ سننے

کے بعد تم مجھ سے برگشتہ ہو جاؤ کیونکہ مذہبی معاملات کچھ ایسے ہی ہوتے ہیں لیکن جو سچائی میں نے اپنے سینے میں اتاری میں اسے اس وقت چھپا نہیں پارہا، مصلحت نے مجھے کچھ عرصے کے لیے مجبور کیا کہ میں اپنا وہی پرانا نام برقرار رکھوں لیکن اب اس قدر مصلحت بھی دروغ گوئی کی حد میں شامل ہو جاتی ہے کہ جب میں تم سے حقیقی بیان کرتے بیٹھا ہوں تب بھی ان حقیقتوں کو مصلحت کے غلاف میں لپیٹ دوں۔ میں نے مذہب اسلام قبول کر لیا۔ میرا نام بھی اسلام احمد رکھا گیا، پھر بعد کی تفصیلات کچھ یوں رہیں کہ مسٹر حمیدی کی بیٹی شازیہ حمیدی سے میں بہت زیادہ متاثر ہو گیا اور پاکستان میں ہم دونوں کی شادی کر دی گئی، تمہارے سامنے یہ شازیہ حمیدی موجود ہے۔ یہ ہے میری بزدلی اور کمزوری کا قصہ، اٹلی میں میرا وسیع و عریض کاروبار پھیلا ہوا ہے۔ میں اس کاروبار کے سلسلے میں کچھ کارروائیاں کر رہا ہوں، جن کا تذکرہ اس وقت بے مقصد ہے، اصل میں تمہیں یہ بتانا چاہتا تھا کہ نہ میں بزدل ہوں اور نہ ہی کمزور لیکن ایک وعدہ کر چکا ہوں۔ اپنے دین سے، اپنے مذہب سے اور وہ وعدہ نبھارہا ہوں۔

مارشل لارا خاموش ہو گیا لیکن میرے ذہن میں طوفان گڑگڑا رہے تھے، تو جو اندازہ میں نے مسز لارا کے بارے میں لگایا تھا وہ حرف بہ حرف درست ہے۔ مجھے اس خاتون کے چہرے میں اپنائیت محسوس ہوئی تھی، مجھے اپنے وطن پاک کی جھلکیاں نظر آئی تھیں اس کی شکل میں، لیکن ان کا طرز رہائش مقامی ہی تھا اس لیے میں کشمکش کا شکار تھا۔ یہ کشمکش لارا کے انکشاف سے دور ہو گئی تھی اور سچی بات یہ ہے کہ یہ جاننے کے بعد کہ وہ میرا ہم مذہب ہے اور ایک پاکستانی لڑکی کا شوہر، میرے دل میں اس کی عزت، اس کا مقام اس کی محبت، اس سے ہمدردی ہزار گنا بڑھ گئی تھی، میں خوشی اور مسرت سے کپکپا رہا تھا۔ ہر حال خاصی دیر اسی طرح گزر گئی، لارا نے مجھے دیکھ کر مایوسی سے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”مجھے اندازہ ہے کہ تمہیں مایوسی ہوئی ہوگی ہر انسان کے اندر مذہب کا ایک حصہ ضرور ہوتا ہے مگر میرے دوست یہ ذاتی نظریات ہیں۔ اپنی اپنی ذات کے کچھ اہم پہلو ہیں، تم اپنی ذات میں جو بلندیاں رکھتے ہو خدا کے لیے ان سے نیچے آنے کی کوشش نہ کرنا۔“

”نہیں مسٹر اسلام احمد، میں آپ کے بارے میں کسی غلط انداز سے نہیں سوچ رہا

بلکہ مجھ پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے ہیں۔ واقعی کچھ انوکھی باتیں سنائی ہیں آپ نے مجھے اور کچھ انوکھی باتیں میں آپ کو سناؤں گا۔“

”اب بھی۔“ مارشل لارا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اب بھی سے آپ کی کیا مراد ہے؟“

”میرا مطلب ہے وہ بچوں کی کہانی جو تم مجھ سے سنا چاہتے تھے اور جواب میں مجھے ایسی ہی بچکانہ کہانی سنانا چاہتے تھے اب بھی تمہارے ذہن میں موجود ہے۔ میں نے تو بہت بڑی حقیقت کا انکشاف کیا ہے، کیا تمہاری کہانی میری سنائی ہوئی اس کہانی کے ہم پلہ ہے؟“

میرے ہوتوں پر مسکراہٹ پھیل گئی، میں نے کہا۔

”وعدہ بھی کیا تھا شرط بھی ہے مائی ڈیئر اسلام احمد اور مسز شازیہ اسلام احمد، اگر میری کہانی آپ کو پسند نہ آئے تو میرا اور آپ کا تعلق ختم۔“

”نہیں بھی، میں یہ کہانی بالکل نہیں سنا چاہتا اور اگر سنانے پر تلے ہی ہوئے ہو تو شازیہ ڈیئر وعدہ کرو کہ تم ہر قیمت پر اس کہانی پر پسندیدگی کا اظہار کرو گی۔“ شازیہ ہنس پڑی اب تک میں اسے مسز لارا کی حیثیت دیتا تھا لیکن اب مجھے وہ اپنی ایک بہن محسوس ہونے لگی تھی۔ میرے دل میں اس کے لیے جو جذبات پیدا ہو گئے تھے وہ ابھی ان کے تصور سے بھی نا آشنا تھی، میں نے اس کی جانب رخ کر کے کہا۔

”تو شازیہ تم نے اسلام احمد کو اردو نہیں سکھائی۔“

یہ الفاظ میں نے اردو میں ادا کیے تھے، شازیہ پر جیسے بم ساگر پڑا، خود مارشل لارا یا اب میں اسے اسلام احمد کہہ کر مخاطب کروں گا کے انداز میں عجیب سی کیفیت پیدا ہو گئی تھی، دونوں آنکھیں پھاڑ کر مجھے دیکھ رہے تھے، شازیہ کے بدن میں تو تشنج سا پیدا ہو گیا۔ اس نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسلام احمد کو دیکھا اور بولی۔

”اردو‘ اردو بول رہا ہے۔“

”اس کا مطلب ہے کہ محترم اسلام صاحب بھی اردو سمجھتے ہیں۔“

”خ... خدا کے لیے، خدا کے لیے مجھے یہ بتاؤ کہ تم اردو کیسے بول رہے ہو؟“

شازیہ نے کہا۔

”میں نے کہا تھا کہ جواب میں جو کہانی میں سناؤں گا وہ کسی طور کم نہیں ہوگی، کیا تم دونوں اس کا اعتراف کرتے ہو؟“

”ہاں کیوں نہیں؟“ اس بار اسلام احمد نے بھی اردو ہی میں کہا، ہرچند کہ اس کی اردو میں ٹوٹا پھوٹا پن تھا لیکن بہر طور وہ اردو سیکھ چکا تھا، میں نے قہقہہ لگایا اور کہا۔

”چلو یہ اچھا ہوا، یہاں تو اپنوں ہی سے ملاقات ہو گئی۔“

”کیا مطلب ہے، کیا مطلب ہے تمہارا تم تم کیا کیا مگر کیسے، کیا تم ہٹ مین ریگو نہیں ہو؟“

”یہ بات بہت مختلف ہو جاتی ہے ابھی تو میں نے کہانی کا آغاز بھی نہیں کیا مسٹر اسلام احمد، اصل کہانی تو اب شروع ہوگی۔“

”تم نے واقعی ہم دونوں کو چت کر دیا ہے، اس سے زیادہ سنسنی کبھی نہیں محسوس ہوئی اور اب میرے ذہن میں نجانے کیا کیا تصورات جاگ رہے ہیں؟“

”بات کو طول دینا میرے خیال میں غیر مناسب ہے ویسے یہ رات بے حد خوشگوار انداز میں اپنا سفر طے کر رہی ہے اور ہم ایک دوسرے سے بہت زیادہ روشناس ہوتے جا رہے ہیں، مسٹر اسلام احمد! جب ڈراما اور سپنس چل ہی رہا ہے تو آپ کو یہ بتانے میں بھی کوئی قباحیت نہیں محسوس کرتا میں کہ مجھے آپ کی ان خفیہ فیکٹریوں کے بارے میں بھی معلومات حاصل ہیں جن میں آپ وہ مشینیں تیار کر رہے ہیں جو پاکستان کی ایٹمی منصوبہ بندی کے لیے بڑی کارآمد ہیں، ان فیکٹریوں میں جن انجینئروں کو تربیت دی جا رہی ہے ان کے بارے میں مجھے معلومات حاصل ہیں اور ان مشینوں کا جتنا بڑا حصہ پاکستان منتقل ہو چکا ہے اس کی تفصیل بھی میرے علم میں ہے۔“

اسلام احمد اور شازیہ احمد سکتے ہیں رہ گئے تھے اسلام احمد کے عضلات میں ایک عجیب سا کھنچاؤ محسوس کیا میں نے۔ اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر چاروں طرف دیکھا پھر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا پھر دوبارہ بیٹھ گیا پھر اس نے میرا جائزہ لیا اور اس کے بعد کرسی کی پشت سے ٹک گیا اس کے ہاتھوں کی کپکپاہٹ نمایاں تھی۔ شازیہ نے کہا۔

”مسٹر ہٹ مین ریگو، آپ نے درحقیقت جو کچھ کر ڈالا ہے ہماری قوت برداشت سے بہت آگے کی چیز ہے۔ میں مکتوبانہ درخواست کرتی ہوں کہ اس سے پہلے کہ ہمارے

دماغ پھٹ جائیں اور ہم اضطرابی طور پر کوئی ایسا عمل کر بیٹھیں جو ناخوشگوار ہو، براہ کرم آگے کی بات کیجئے۔ یہ انکشاف جو کچھ آپ نے کیا ہے سچ ہے یا جھوٹ ہے لیکن آپ کو اپنی شخصیت کی تشریح کہ دینی چاہیے۔ آپ اتنی اچھی اردو بول رہے ہیں اور آپ آپ.....“ شازیہ کا جملہ ادھر رہ گیا۔ وہ آگے کی گفتگو نہیں سمجھ پا رہی تھی کہ اسے کیا کہنا یا کرنا چاہیے۔ مارشل لارایا اسلام احمد عجیب سی نگاہوں سے مجھے گھور رہا تھا۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

”ایک سوال کا جواب دو گے؟“

”ضرور۔“ میں نے مسکرا کر کہا۔

”کیا تمہارے چہرے پر میک اپ ہے؟“

”ہاں۔“

”اور کیا تم پاکستانی ہو؟“

”ہاں۔“ میں نے سادگی سے کہا لیکن میرے اس جواب پر دونوں پتھرا گئے۔ اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھتے رہے۔ میں نے انہیں اس سے زیادہ پریشان کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ یہ خلاف اخلاق تھا۔ چنانچہ میں نے کہا۔ ”ایک بار پھر وہی الفاظ دہراؤں گا۔ میں نے آپ لوگوں سے کہا تھا کہ آپ کے انکشاف کے جواب میں کچھ انوکھے انکشافات کروں گا۔ آپ نے اس وقت اسے بچکانہ بات کہا تھا۔“

”ہاں اور اب دل میں اس قدر شرمندہ ہوں کہ الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔“

”اوہ نہیں میرے دوست، شرمندگی کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس گفتگو میں تھوڑی سی شگفتگی کا عنصر ہے اگر کوئی لفظ تمہارے معیار کے خلاف ہو جائے تو براہ کرم محسوس نہ کرنا۔“ میں نے کہا۔

دونوں میاں بیوی بدستور حیران نگاہوں سے مجھے دیکھتے رہے پھر میں نے ہی کہا۔

”بہر حال جو انکشاف میں نے کیا ہے وہ غلط تو نہیں ہے خود تمہارا میرے بارے میں

کیا خیال ہے۔ میں اس کی حقیقت جاننا چاہتا ہوں۔“

”میں صرف ایک بات سوچ رہا ہوں مائی ڈیئر ریگو وہ یہ کہ تم جان بوجھ کر مجھ تک

پہنچے ہو۔ میری تمہاری ملاقات اتفاقیہ نہیں ہے۔“

”ہاں اب انکشافات پر انکشافات کروں گا۔ میں جان بوجھ کر ہی تم تک پہنچا ہوں۔“

”مم بگر۔ وہ حملہ آور جنہوں نے آئس فیلڈ میں مجھ پر حملہ کیا تھا؟“

”میرے اپنے آدمی تھے اور وہ گھٹیا درجے کی فلموں کا ایک منظر تھا۔ جس میں عموماً ہیرو ہیروئن کو اپنی جانب متوجہ کرنے کے لیے ایسی دلیری کا مظاہرہ کرتا ہے کسی فلم میں بھی یہ منظر آج تک نہیں پیش کیا گیا ہو گا کہ کوئی مرد ایک مرد کو اپنی جانب راغب کرنے کے لیے اس قسم کا عمل کرے لیکن اسلام احمد میرے دوست تمہارے لیے مجھے یہ کرنا پڑا ہے۔“

وہ پھکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔ ”اور تمہارے اس ڈرامے نے میری کمر توڑ دی تھی۔ اچھی خاصی ضرب لگی تھی مجھے۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ میں تمہارے سامنے اس کا اظہار نہیں کر سکا۔ آہ کیا تمہیں پاکستان سے یہاں بھیجا گیا ہے۔“

”پاکستان سے؟“

”ہاں۔“

”کیوں آپ کے ذہن میں یہ سوال کیوں آیا اسلام احمد؟“

”میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ تمہیں میرے تحفظ کے لیے ہی بھیجا گیا ہے۔“

”نہیں ایسی بات نہیں ہے۔“

”تو پھر۔“

”اصل میں میرا تعلق مافیا سے ہے۔ مافیا انٹرنیشنل سے اور میں مافیا کے ایک سرگرم کارکن کی حیثیت رکھتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اب بہت زیادہ تمہیں الجھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ مختصر تفصیل یہ ہے کہ آرمین تمہارا یہودی پارٹنر یہ بات جان چکا ہے کہ تمہاری زیر زمین فیکٹریاں ایسا مواد تیار کر رہی ہیں جس سے پاکستان کو بہت سے مفادات پہنچتے ہیں اور جدید ترین ٹیکنالوجی میں تم پاکستان کی مدد کر رہے ہو۔ آرمین اگر چاہتا تو یہ انکشاف حکومت امریکہ پر بھی کر سکتا تھا لیکن تم اس کے قدیم پارٹنر بھی ہو اور اس کے علاوہ جو کچھ کر رہے ہو وہ بہت جدید نوعیت کا ہے۔ آرمین کو اس کے بارے میں تفصیلات معلوم ہو چکی ہیں۔ غالباً مافیا کی امداد حاصل کر کے ایک سمت وہ اپنے دشمن وطن

پاکستان کے لیے یہ سہولتیں روک دینا چاہتا ہے اور دوسری سمت وہ ایک جدید نوعیت کی ایٹمی ٹیکنالوجی کو حاصل کر کے غالباً کسی ایسے ملک کے ہاتھ فروخت کرنے کا خواہشمند ہو گا جو ایٹمی معلومات میں بہت آگے بڑھنے چاہتا ہے۔ ایسے بے شمار ممالک موجود ہیں جو اس کی اس ٹیکنالوجی کو خرید سکتے ہیں بشرطیکہ یہ تحقیق طور پر اس کے ہاتھ آجائے۔ حالانکہ اس نے مافیا سے ابھی اپنے مقصد کا اظہار نہیں کیا لیکن مافیا سے رجوع کرنے کا مطلب اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔“

”اوہ مائی گاڈ اوہ مائی گاڈ تو بات یہاں تک پہنچ چکی ہے۔ میں تو اپنے آپ کو بہت ذہین سمجھ رہا تھا اور میں نے جو یہ سب کچھ کیا تھا بڑی ہوشیاری سے کیا تھا لیکن اس کا راز فاش ہو گیا۔ آہ یہ کوئی حیران کن بات نہیں ہے کیونکہ آرمین شیطان صفت آدمی ہے اور وہ جو کچھ بھی نہ کرے کم ہے۔ اوہ ڈیئر شازیہ اس کا مطلب ہے کہ ہم سرعام عرباں ہو گئے۔“

شازیہ کے چہرے پر بھی عجیب و غریب تاثرات تھے۔ دونوں بری طرح زبوں نظر آ رہے تھے۔ میں نے سلسلہ گفتگو کو جوڑتے ہوئے کہا۔

”لیکن ان کی بد قسمتی ہے مسٹر اسلام احمد کہ میں مسلمان ہوں اور پاکستانی بھی ہوں۔ مافیا کی طرف سے جس وقت یہ ذمے داری میرے سپرد کی گئی تو میں نے اسی لمحے فیصلہ کر لیا کہ ان لوگوں کو بدترین نقصانات سے دو چار کروں گا۔ ظاہر ہے میرے وطن کے لیے کام ہو رہا ہے۔ میں بھلا اس کے خلاف کیسے دوسروں کو کامیاب ہونے دے سکتا ہوں۔“

میرے ان الفاظ سے دونوں میاں بیوی کے چہرے بحال ہوئے اور اسلام احمد نے کہا۔

”تو کیا تم واقعی..... تم واقعی؟“

”آپ خود فیصلہ کر لیجئے مسٹر اسلام احمد کہ اگر میرے دل میں یہ سب کچھ نہ ہوتا تو میں اس کا انکشاف آپ کے سامنے کیسے کر سکتا تھا۔ میں نے اسی وقت طے کر لیا تھا کہ آپ کی مدد کروں گا۔“

”ہوں پھر تو میں کہوں گا کہ میں نے جس ٹیک نیٹی سے اپنے کام کا آغاز کیا تھا اس

میں اب مجھے غیبی امداد حاصل ہو رہی ہے۔ ہاں اب میں یہ سب کچھ بتانے میں بالکل بھی عار محسوس نہیں کرتا کہ میں ذہن و دل سے مسلمان ہوں اور مسلم ممالک کے لیے بلکہ ہر مسلمان کے لیے اپنے دل میں نیک جذبے رکھتا ہوں۔ مجھے مسلمان ہونے کے بعد جس قدر مذہبی معلومات حاصل ہوئی ہیں انہوں نے مجھے اور متاثر کیا ہے۔ کیا حسین مذہب ہے یہ؟ یہ کتنا بڑا خاندان جو پوری دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ ہر مسلمان ایک دوسرے کا بھائی۔ اور ہر ایک ایک دوسرے کے لیے سینہ کشادہ کئے ہوئے اس سے بڑی بات اور کیا ہو سکتی ہے۔ گو مذہب اسی قسم کا درس دیتے ہیں لیکن جتنا درس اسلام میں بھائی چارنے پر دیا گیا ہے کسی اور میں نہیں۔" میرے دل میں دکھ کا ایک احساس جاگ اٹھا۔ یہ شخص تازہ تازہ مسلمان ہے اور اپنے دل میں نیک جذبے رکھتا ہے لیکن جو مسلمان صدیوں سے اس مذہب کے پیرو کار چلے آ رہے ہیں وہ آپس میں ایک دوسرے سے کتنی یگانگت اور محبت کرتے ہیں۔ اس کی مثال کم از کم میری نگاہوں سے دور نہیں تھی۔ یہ الفاظ گردنیں جھکا دیتے تھے اور دلوں میں شرمندگی پیدا کر دیتے تھے۔ یہ تازہ تازہ اس دین میں داخل ہونے والا شخص اگر یہ جان لے کہ ہمارے اندر آپس میں کس قدر پھوٹ اور اختلاف ہے، ہم ایک دوسرے سے کتنے فاصلے پر ہیں تو وہ یقینی طور پر سوچنے پر مجبور ہو جائے کہ اس نے کون سا فیصلہ غلط کیا تھا۔

بہر حال یہ بعد کی باتیں تھیں اور اس احساس کو میں نے اپنے دل میں ہی رکھا تھا۔ اسلام احمد گہری سوچوں میں ڈوبا ہوا تھا پھر اس نے کہا۔

"تو اب..... اب کیا کرو گے؟ بتاؤ کیا کرو گے میں تو بری طرح پریشان ہو گیا ہوں۔ اس وقت تقریباً سترہ انجینئرز اپنے کام کی آخری تکمیل میں مصروف ہیں اور اس کے بعد میں انہیں بخیر و خوبی اس تمام ساز و سامان کے ساتھ پاکستان روانہ کرنے والا تھا جو انہوں نے تیار کر لیا ہے یوں سمجھ لو کہ جو کچھ میں نے اپنے طور پر اپنے پیارے وطن کو دیا ہے وہ اس کی ترقی میں سنگ میل ثابت ہو گا اور یہ جو بہترین انجینئرز میں نے تیار کیے ہیں۔ ان کی زندگی بھی وطن کے لیے از حد ضروری ہے۔ اب تو میں یہ محسوس کر رہا ہوں کہ ان کی زندگیاں بھی خطرے میں پڑ گئی ہیں۔"

میرے اندر کسی قدر جوش پیدا ہو گیا۔ میں نے اسلام احمد کے کندھے پر ہاتھ رکھتے

ہوئے کہا۔

"ہم بہت حقیر ہیں اسلام احمد، بہت معمولی سے لوگ ہیں لیکن کم از کم اپنی آرزو کا اظہار تو کر سکتے ہیں۔ میں اپنے اس عزم کا اظہار کیے بنا نہیں رہ سکتا کہ جب تک میری سانس میں سانس ہے نہ تو ان انجینئروں کو کوئی نقصان پہنچے گا اور نہ ہی اس مشینری کو جو پاکستان کے لیے تیار کی گئی ہے۔"

میرے ان الفاظ سے اسلام احمد کے چہرے پر بھی جوش کے آثار پیدا ہو گئے اور اس نے مضبوطی سے میری کلائی تھامتے ہوئے کہا۔

"تم نے ابھی تھوڑی دیر پہلے کہا تھا کہ میں اس قدر امن پسند کیوں ہو گیا ہوں۔ اتنی اچھی جسامت رکھنے کے باوجود میرا سوچنے کا انداز اتنا نرم کیوں ہے؟ تو سنو میرے دوست اس کی وجہ میں تمہیں بتا چکا ہوں۔ بلاشبہ اپنے نئے دین میں داخل ہونے کے بعد میں نے دنیا سے لڑنا چھوڑ دیا ہے لیکن اس مقصد کے لیے اگر مجھے لڑنا پڑا تو مجھے ساتھی پاؤ گے۔ مجھے لڑنا مرنا آتا ہے اتنا کمزور نہیں ہوں میں۔ بس چونکہ شازیہ سے وعدہ کیا تھا اس لیے اپنے ہاتھ پاؤں چلانا چھوڑ دیے ہیں۔" میں مسکراتے لگا۔ اس نے کہا۔

"کمال کیا ہے تم نے ایک رات میں۔ نجانے کہاں کہاں پہنچ گئے۔ ویسے مجھے حیرت ہے۔ البتہ ایک سوال میں تم سے ضرور کروں گا میرے دوست۔"

"ہاں۔"

"اب اپنا نام تو بتا دو کم از کم مجھے۔"

"فیصل۔" میں نے جواب دیا اور شازیہ مسکراتے لگی پھر بولی۔

"اچھا مسٹر فیصل آپ کو میرے چہرے پر کوئی شبہ نہیں۔ آپ آخر پاکستانی ہیں۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ان باتوں کو جانے دیجئے مسز شازیہ، میرا خیال ہے آپ کے خدا خال نے ہی

میرے دل میں شکوک و شبہات پیدا کیے تھے۔"

"یہی تو میں سوچ رہی تھی کہ ہم ایک دوسرے کو چہرے سے پہچان سکتے ہیں، لیکن

افسوس کی بات یہ ہے کہ میں اس سے قاصر ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

”کیا میں آپ کا اصل چہرہ نہیں دیکھ سکتی۔“

”مناسب نہیں ہوگا، سنز شازیہ کیونکہ جو میک اپ میں نے اپنے چہرے پر کیا ہوا ہے اگر وہ اتر گیا تو بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔“

”ہاں میں جانتا ہوں مافیا کی جانب سے جو کارروائی کی گئی ہوگئی وہ معمولی نہیں ہوگی اور پھر یہ سب کچھ۔ اصل میں اسے اپنی خوش بختی کے علاوہ اور کچھ نہیں کہا جاسکتا، لیکن مائی ڈنیر فیصل تمہیں آخر مافیا میں شامل ہونے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔“

”بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں مسٹر اسلام احمد جنہیں ظاہر کرنے کو دل تو چاہتا ہے لیکن جنہیں ظاہر کرنا خود اپنے لیے موت کا باعث بن سکتا ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ اس سلسلے کو نظر انداز کر دیں گے۔“

”ٹھیک ہے بالکل ٹھیک ہے ایسی کسی بات کے لیے میں تمہیں قطعی مجبور نہیں کروں گا۔ جس کا بتانا تمہارے لیے ناممکن ہو۔“ اسلام احمد نے فوراً جواب دیا۔ شازیہ کی متجسس نگاہیں میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں پھر اس نے مدھرسی مسکراہٹ کے ساتھ عجیب سے لہجے میں کہا۔

”نجانے آپ کیسے ہوں گے مسٹر فیصل، میں آپ یقین کیجئے میں شاید اس سے زیادہ متجسس کبھی نہیں ہوئی۔ میرے خدا۔ میرے خدا۔ اگر ہمیں آپ کی یہ توجہ حاصل نہ ہوتی آپ مسلمان نہ ہوتے۔ پاکستانی نہ ہوتے۔ تو اس کا مقصد ہے کہ ہم مصیبتوں میں گرفتار ہو گئے تھے۔ مافیا کے کسی فرد کا ہماری جانب متوجہ ہو جانا کوئی معمولی بات تو نہیں ہے اور پھر آرمن، یہودی شیطان۔“ شازیہ پر خیال انداز میں خاموشی ہو گئی۔ میں نے اسلام احمد کو دیکھ کر کہا۔

”لیکن مجھے اس پر تعجب ہے اسلام احمد کہ آپ اتنے کٹر عقائد اور جذبے رکھنے کے بعد آرمن سے پارٹنرشپ پر کیوں تیار ہو گئے؟“

”نہیں مسٹر فیصل یہ بات نہیں ہے اصل میں میرا اس سے تعلق مسلمان ہونے سے بہت پہلے سے تھا اور یوں سمجھ لو کہ ہمارے یہ رشتے بہت قدیم تھے یعنی والدین کے دور کے اور یہ پارٹنرشپ مختلف شکلوں سے اس وقت سے چلی آرہی تھی۔“

”میں سمجھ گیا۔ یہ مسئلہ تھا۔“

”ہاں۔“

پھر اسلام احمد نے شازیہ کی جانب دیکھ کر کہا۔ ”صبح کی روسی پھوٹ رہی ہے میرا خیال ہے اب ناشتے کی تیاری ہو جانی چاہیے۔“

شازیہ ہنسنے لگی پھر مجھ سے بولی۔ ”یہ اسلام احمد کی کمزوری ہے کہ اگر وہ رات کو جاگ لیتے ہیں تو انہیں شدت سے بھوک لگتی ہے۔“

”واہ کیا خوبصورت کمزوری ہے۔“ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

”کیوں؟“

”بس یہ سمجھ لیں کہ ہم دونوں کا ایک ہی مزاج ہے۔“ شازیہ ہنس پڑی تھی۔

”نجانے کیوں مجھے اپنے اس پاکستانی بھائی سے مل کر بہت ہی خوشی ہو رہی ہے۔ کاش میں آپ کا چہرہ بھی دیکھ سکتی۔“

”مجبوری ہے شازیہ، ورنہ یہ کوئی اتنی بڑی بات نہیں ہے۔“

”ہاں ہاں میں سمجھتی ہوں۔“ شازیہ نے کہا اور پھر بولی۔ ”اچھا اب میں ناشتا بنانے جاؤں۔“

”اب اتنا وقت بھی نہیں گزارا ہے تھوڑی دیر اور انتظار کر لیں۔“ میں نے کہا اور شازیہ بیٹھ گئی۔ اسلام احمد بیٹ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا۔

”اب جبکہ میرے اور آپ کے درمیان یہ واسطے ہو ہی گئے ہیں تو براہ کرم مجھے بتائیے اب میں کیا کروں۔ جس قدر تشویش زدہ اب میں ہو گیا ہوں اس سے پہلے اتنی تشویش مجھے کبھی نہیں تھی۔ بات ان سترہ انجینئروں کی بھی ہے اور اس منصوبے کی بھی۔ اگر باقی مشینری پاکستان نہ پہنچ سکی تو سارا معاملہ بے کار ہو جائے گا اور کم بخت آرمن اس جانب متوجہ ہو گیا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ ہر ممکن طریقے سے یہ کارروائی کرے گا۔ ویسے مجھے اس بات پر حیرانی ہے کہ چلے وہ لوگ تو آپ کے اپنے تھے یہ کون تھے جو مجھ پر حملہ آور ہوئے۔“

”ان کے بارے میں واقعی میں بھی نہیں جانتا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ آرمن کے ہی ساتھی ہوں۔“

”جب اس نے آپ کو اس کے لیے مقرر کر دیا تھا تو پھر اس حملے کی کیا ضرورت

تھی۔“

”وہ بے صبر انسان ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ مجھ سے رجوع ہونے سے پہلے میرا مطلب ہے اس مسئلے کو مافیا کے سپرد کرنے سے پہلے ہی اس نے کچھ لوگوں سے رابطے قائم کیے ہوں۔“

”کاش ہمیں اس سلسلے میں کچھ معلوم ہو سکتا۔“

”کام تو ہو رہا ہے بہر حال دیکھیں گے کہ اور کیا ہو سکتا۔ ویسے تو میرا ذہن ہوٹل کے واقعہ کی جانب بھی جاتا ہے جہاں آپ پر ایک بار پہلے بھی حملہ ہوا تھا۔“

”ہاں لیکن میرے خیال میں وہ صرف اتفاق تھا۔“

”ہاں ہو سکتا ہے، نشے میں ڈوبے ہوئے اس شخص پر دیوانگی سوار ہوئی ہو اور اس نے یہ عمل کر ڈالا ہو لیکن اب میں سخت پریشان ہوں کیا کیا جائے اس بارے میں کیا کیا جائے۔“

”آپ پریشان نہ ہوں، مسٹر اسلام احمد یہ ذمے داری مجھ پر بھی عائد ہوتی ہے اور میں آخری وقت تک کوئی ایسی منصوبہ بندی کر لوں گا کہ کوئی کام کی بات ہو جائے۔ ویسے آپ یہ بتائیے کہ آپ کا پروجیکٹ اب کس مرحلے میں ہے؟“

”یوں سمجھ لیجئے کہ بالکل آخری لحات ہیں بلکہ چند روز کے اندر اندر یہ سب کچھ مکمل پذیر ہو جائے گا اور اس کے بعد میں اپنے دوستوں کو رخصت کروں گا۔“

”اگر ایسا ہو جائے تو اس کے بعد مسٹر اسلام احمد آپ کے لیے مزید مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔ میرا مطلب ہے کہ مسٹر آرمین یہ بات منظر عام پر بھی لا سکتا ہے کہ آپ کیا کر رہے ہیں۔“

اسلام احمد کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اس نے آہستہ سے کہا۔ ”نہیں ایسا نہیں ہوگا۔ اب میں آپ سے کوئی بات چھپانا پسند نہیں کرتا۔ اصل میں میں اپنا سرمایہ بہت عرصے سے پاکستان منتقل کر رہا ہوں اور اس کام کی تکمیل کے بعد میرا یہی ارادہ تھا کہ خفیہ طریقے سے وہاں پہنچ جاؤں اور سیاسی پناہ حاصل کر لوں۔ شازبہ اس سلسلے میں میری مدد کریں گی۔ ہمارے درمیان یہ سب کچھ طے ہو گیا ہے۔“ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے کہا۔

”ہوں تو بات اس پیمانے پر ہو رہی ہے۔ خیر یہ خوش بختی ہے میری بھی کہ مجھے آپ جیسا مذہب دوست انسان مل گیا۔ آپ کی ہر طرح سے مدد کرنا میرا فرض ہے۔“

”لیکن میں جس تشویش کا شکار ہوں اسے الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔“

”آپ فوری طور پر یہ تمام تصورات اپنے ذہن سے نکال دیں۔ ویسے مجھے یہ اندازہ ہو رہا ہے کہ آرمین نے اپنی فطرت سے مختلف کام نہیں کیا ہے ایک جانب اس نے مافیا کا سہارا حاصل کیا ہے۔ دوسری طرف اپنے طور پر بھی تمام کارروائیوں میں مصروف ہے اور ان حالات سے باخبر رہنا چاہتا ہے۔“

”مجھ پر اس حملے سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے۔“

”مگر اس سے اس نے مجھے محتاط کر دیا ہے۔ چنانچہ اب یہ ضروری ہے مسٹر اسلام احمد کہ میں آپ سے فاصلہ اختیار کر لوں۔“

”آہ اگر آپ مجھ سے دور چلے گئے فیصل تو مجھے عدم تحفظ کا احساس رہے گا۔“

”مجھے آپ سے دور جانے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی بلکہ آپ سے ملاقاتیں کرتے رہنا تو مافیا کا ایک مقصد ہے۔“

”ارے ہاں ایک سوال میں آپ سے اور کرنا چاہتا ہوں۔“

”جی جی پوچھئے۔“

”اگر مافیا کو اس بات کا علم ہو گیا کہ آپ نے اس کے مقاصد کے خلاف کام کیا ہے تو کیا آپ کی زندگی خطرے میں نہیں پڑ جائے گی۔“

”بے شک پڑ جائے گی۔“

”تو اس کے لیے آپ کیا کریں گے۔ مافیا کے ہاتھ تو بہت دور تک پھیلے ہوئے ہیں۔“

”جب آپ نے ایک اتنا بڑا قدم صرف اسلام کی محبت میں اٹھایا ہے تو کیا میں اپنی زندگی کا خطرہ مول نہیں لے سکتا۔“

”آپ میرے دوست ہیں نجانے کیوں مجھے آپ سے بہت زیادہ محبت ہو گئی ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ کسی بھی طرح آپ کو کوئی تکلیف پہنچے۔“

”اسے بس تقدیر پر چھوڑ دیں۔ تقدیر جو فیصلے کرتی ہے۔ وہی اٹل ہوتے ہیں۔“

انسان کے اپنے بس کی بات نہیں ہوتی۔“

”ہاں یہ تو ہے بہر حال پھر بھی میں آپ کو ہدایت کروں گا کہ آپ اپنے تحفظ کا بھی خاص خیال رکھیں۔ ابھی تک تو میرا خیال ہے آپ پر مافیا کو کوئی شک نہیں ہو سکا بلکہ میری قربت سے وہ لوگ یہی سمجھ رہے ہوں گے کہ آپ اپنا کام سرانجام دے رہے ہیں۔ ہاں میری ایک رائے اور بھی ہے؟“

”کم از کم آپ ان زیر زمین فیکٹریوں کا معائنہ کر لیں اپنے ان دوستوں سے مل لیں جو آپ کے ہم وطن ہیں ان سے گفتگو کر لیں۔“

”ہاں اس میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ میں ان سے ملنا چاہتا ہوں لیکن آپ کس حیثیت سے مجھے ان سے ملوائیں گے۔“

”بس میں ان سے اتنا ہی کہوں گا کہ یہ ہمارے مقصد کے حامی ہیں اور مجھے ان پر پورا اعتماد ہے۔“

”ہاں میں یہ نہیں چاہتا کہ اس سے زیادہ کوئی بات ان سے کہی جائے۔“

”تو پھر کب چل رہے ہیں۔“

”اس کا فیصلہ آپ خود کریں گے مسٹر اسلام احمد۔“

”تو پھر کل ہی سہی۔“

”ٹھیک ہے۔“

شازیہ نے کچھ دیر کے بعد ناشتا تیار کر کے ہمارے سامنے لگا دیا اور ہم تینوں بے تکلفی سے کھانے میں مصروف ہو گئے شازیہ ہم وطن ہونے کی حیثیت سے مجھے سے بہت زیادہ متاثر تھی اور میری بڑی خاطر مدارات کر رہی تھی۔ اس نے اس بات کا اظہار الفاظ کی صورت میں بھی کیا۔

”بہت عرصے کے بعد مجھے اپنے کسی ہم وطن سے ملنے کا موقع ملا ہے لیکن افسوس اس کے اور میرے درمیان ایک چادر حائل ہے اور میری نگاہیں اس چادر کو عبور نہیں کر سکتیں مجھے اس کا افسوس ہے۔“

”بعض اوقات مصلحتوں کے لیے انسان کو اپنے آپ کو قابو میں رکھنا پڑتا ہے اور

یہ از حد ضروری ہے۔“

ناشتے سے سے فراغت حاصل کرنے کے بعد طے یہ ہوا کہ ہم لوگ دو دو گھنٹے آرام کریں اور اس کے بعد تیار ہو کر فیکٹری کی طرف چل پڑیں۔

”میں اب تک کے پروگرام سے بہت مطمئن تھا لیکن ان لوگوں سے رخصت ہو کر اپنے بستر پر لیٹتے ہوئے میرا ذہن مسلسل چکرا رہا تھا۔ اب تو ذمے داریاں اور بڑھ گئی تھیں۔ آرمین جیسے شیطان کو فنا کرنا میرے اس منصوبے میں شامل تھا جس کے تحت میں نے مافیا کی جانب رخ کیا تھا اور جس مقصد کے لیے میں نے اپنی زندگی وقف کر رکھی تھی کون سی ایسی ترکیب ہو جس سے ان لوگوں کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے اور اپنے وطن عزیز کے مفادات حاصل کیے جاسکیں۔ میرا ذہن یہ فیصلہ کرنے سے قاصر تھا۔ ہو سکتا ہے اس وقت اسلام احمد اور شازیہ گہری نیند سو رہے ہوں لیکن میری آنکھوں میں نیند کا شائبہ بھی نہیں تھا میں پوری طرح مستعد اور چاق و چوبند تھا اور میرا ذہن برقی رفتار سے کام کر رہا تھا لیکن اس دو گھنٹے میں میرے ذہن میں کوئی ایسی واضح ترکیب نہیں آ سکی۔ جس سے میں اپنے پاکستانی بھائیوں کی زندگیوں کا تحفظ بھی کر سکوں اور وہ بقیہ مشینری اپنے وطن پہنچا سکوں۔ جب میرا ذہن ان تمام سوچوں میں ناکام رہا تو پھر میں نے بڑے خشوع و خضوع سے اٹھ کر وضو کیا۔ نماز پڑھی اور نماز کے بعد دعا مانگی کہ خداوند عالم مجھے کوئی ایسی غیبی امداد فراہم کر جس کی بنیاد پر میں اپنے اس کام کی تکمیل کر سکوں۔ یہ دعا مانگنے کے بعد دل کو ایک تقویت سی حاصل ہو گئی تھی اور دل میں یہ احساس جاگزیں ہو گیا تھا کہ پردہ غیب سے کچھ نہ کچھ ظہور پذیر ہو جائے گا۔ بعض اوقات انسان مکمل طور پر اس قسم کے معاملات میں اٹل ہو جاتا ہے۔“

میرا یہ اندازہ غلط تھا کہ اسلام احمد اس سلسلے میں تھوڑا بے پروا ثابت ہو گا کیونکہ نیند ایسی ہی چیز ہے اور رات بھر جاگنے کے بعد دو گھنٹے کی نیند لے کر اٹھ جانا ایک مشکل کام ہے۔ میں تو خیر جاگ ہی رہا تھا بلکہ اب پوری طرح چاق و چوبند تھا لیکن ٹھیک دو گھنٹے کے بعد اسلام احمد نے میرے کمرے کے دروازے پر ہلکی ہلکی دستک دی اور میں چونک کر دروازے کی جانب بڑھ گیا۔ میں نے اسے دیکھا تو وہ مجھے دیکھ کر مسکرا دیا۔

”بھئی شازیہ ہم ہار گئے۔“ اس نے کہا۔

”کیوں؟“

”بھئی دیکھو، یہ حضرت تو پوری طرح تیار ہوئے بیٹھے ہیں جبکہ ہم تو سمجھ رہے تھے کہ انہیں جگانا اس وقت ایک ناخوشگوار کام ہوگا۔“

شازیہ مسکرا نے لگی پھر بولی۔ ”اب تم میرے پاکستانی بھائیوں سے صحیح معنوں میں مل رہے ہو۔“

”مگر تعجب ہے یہ بات میرے لیے ہمیشہ الجھن کا باعث رہے گی کہ اتنی نفیس شخصیت بافیا میں آخر کیوں شامل ہوئی؟“

”اس کا خیال تو میرے دل میں بھی ہے لیکن بہر طور جب فیصل نے ہم سے یہ کہہ دیا ہے کہ یہ بتانا اس کے لیے ایک ناخوشگوار عمل ہوگا تو پھر ہم اسے مجبور نہیں کریں گے۔“ شازیہ نے کہا اور میں مسکرا نے لگا پھر شازیہ بولی۔

”کیا خیال ہے ناشتے کا اعدادہ کر لیا جائے۔“

”ارے نہیں بھئی اب تو بالکل گنجائش نہیں ہے اور پھر سچی بات یہ ہے کہ تھوڑی سی کسل بھی ہے طبیعت میں لیکن اپنے آپ کو چاق و چوبند رکھنا ضروری ہے۔“

”تو پھر مسٹر فیصل کیا خیال ہے آپ کا ہم لوگ چلنے کی تیاری کریں؟“

”میں تو تیار ہوں۔“ میں نے جواب دیا۔

”تو پھر پندرہ منٹ مجھے اور دے دیں اس کے بعد ہم نکل جائیں گے۔“ ٹھیک

پندرہ منٹ کے بعد میں اور اسلام احمد کار میں بیٹھے ہوئے ان فیکٹریوں کی جانب جا رہے تھے جن میں بظاہر مشینیں تیار کرنے کا کام ہوتا تھا لیکن انہی فیکٹریوں میں ایک انڈر گراؤنڈ جگہ ایسی بھی تھی جہاں اسلام احمد اپنا کام سرانجام دے رہا تھا۔ میں نے اسلام احمد سے کہا۔

”پاکستانی انجینئروں کو اس بارے میں کچھ بتانا صحیح نہیں رہے گا، انہیں دل جمعی سے

ان کے کام میں مصروف رہنے دیا جائے نہ ہی میرا تعارف آپ کسی ایسی حیثیت سے ان سے کرائیں جن سے یہ ظاہر ہو کہ میں پاکستانی ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ کسی تردد کا شکار ہوں کیونکہ اس سے ان کے ذہنوں میں ایک خلش بیدار ہو جائے گی اور ہو سکتا ہے کہ

اس کی وجہ سے وہ بہتر طریقے سے اپنا کام نہ کر پائیں۔“

اسلام احمد نے مسکرا کر گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ ”یہ بات میرے دل میں بھی تھی لیکن میں اسے کہتے ہوئے یہ سوچ رہا تھا کہ کہیں آپ اسے غلط انداز میں محسوس نہ کریں مسٹر فیصل۔“

”نہیں مائی ڈیئر اب بھلا ہمارے درمیان اس قدر رابطے قائم ہونے کے بعد اس کی کیا گنجائش ہے۔“ اسلام احمد مسکرا کر گردن ہلاتے لگا۔

بالا آخر ہم فیکٹری پہنچ گئے۔ ان عظیم الشان عمارتوں کو صرف فیکٹری کہہ دینا کافی نہیں تھا۔ بہت وسیع و عریض احاطے میں عمارتوں کا ایک جال پھیلا ہوا تھا اور وہاں کام ہو رہا تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ اسلام احمد یا سابق مارشل لارا معمولی آدمی نہیں تھا۔

ہر چند کہ فیکٹریوں میں آرمن کی پارٹنرشپ تھی لیکن بہر حال ان کا سارا نظام اسلام احمد سنبھالے ہوئے تھے اور یہ شخص صرف دین کی محبت میں اپنے کچھ جذبات کی تسکین کے لیے اس عظیم الشان کاروبار کو چھوڑ کر پاکستان منتقل ہو رہا تھا۔ مجھے جیسے انسان کے لیے اس کا یہ جذبہ جس قدر و منزلت میں ہو سکتا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ اب آپ خود بھی اس بارے میں اندازہ لگا سکتے ہیں۔ میری فطرت کے ذرے ذرے میں کوٹ کوٹ کر وطن کی محبت بھری ہوئی تھی اور وطن کے نام پر کانغہ کے ایک ٹکڑے کو بھی میں آسمان کی حیثیت دیتا تھا۔ بس اس پر میرے وطن کا نام لکھا ہو۔ چنانچہ میں نے دل و جان سے یہ بات طے کر لی کہ اسلام احمد کو اس کی منزل تک پہنچانا میری زندگی کا اولین مقصد ہے۔ باقی سارے مقاصد اس کے پس پشت ڈالے جاسکتے ہیں پھر میں نے ان کے زیر زمین فیکٹریوں کو دیکھا جہاں تک جانے کا راستہ بہت پر اسرار تھا اور اس کے لیے اسلام احمد نے نجانے کتنی محنت سے ایسے لوگوں کو منتخب کیا ہوگا جو اس کے رازدار تھے اور اس نظام کو سنبھالے ہوئے تھے پھر میں نے وہاں انجینئروں سے بھی ملاقات کی، جو ان العمر لوگ تھے۔ میرے وطن کی پیاری پیاری صورتوں سے آراستہ، سارے کے سارے محنت کش، وہ اپنے وطن کے لیے ایک ایسا خطرناک کارنامہ سرانجام دے رہے تھے جس میں لمحہ لمحہ زندگی کا خطرہ تھا۔ یہ ان بھاری مشینوں کے ساتھ پاکستان جائیں گے۔ ان سے زیادہ قابل قدر میرے لیے اور کون ہو سکتا تھا۔ میں بہت محبت سے ان سے ملا۔ بہر حال انہیں اسلام احمد پر اعتبار تھا۔ اس لیے انہوں نے بھی کھلے دل سے مجھ سے ملاقاتیں کیں اور

میں نے وہاں ان کا طرز زندگی دیکھا۔ ان کے لیے وہیں رہنے کا بندوبست کیا گیا تھا اور ہر طرح کی آسائش فراہم کر دی گئی تھیں۔ میں نے ان سے بہت سے سوالات بھی کئے اور انہوں نے بے ٹکان اس کے جواب دیے پھر میں نے ایک نوجوان سے پوچھ ہی لیا۔
”کیا تمہیں میرے سلسلے میں تجسس نہیں ہے دوست کہ میں کون ہو سکتا ہوں؟“
”بالکل نہیں۔“

”یہ بات انسانی فطرت کے خلاف نہیں ہے؟“
”جن حالات میں ہم لوگ یہاں رہ رہے ہیں ان کے تحت یہ بات انسانی فطرت کے خلاف بھی نہیں ہے۔“

”مطلب سمجھنا چاہتا ہوں۔“
”مطلب یہ ہے کہ جس شخص کے زیر سایہ ہم لوگ کام کر رہے ہیں ہمیں اس کی قیادت پر مکمل اعتبار ہے اور ہم جانتے ہیں کہ اس کا کوئی بھی قدم ہمارے مفادات کے خلاف نہیں اٹھ سکتا۔“

میں نے تحسین آمیز نگاہوں سے اسلام احمد کو دیکھا تو اس نے آہستہ سے گردن اٹھ کر دی۔ بہر طور میں نے ان لوگوں کو ان کاوشوں کی داد دی۔ ان سے سوالات کیے اور یہ پوچھا کہ یہاں وہ کس جذبے کے تحت کام کر رہے ہیں۔ کیا اس کے لیے صرف ایک ایسا مفاد کارگر ہو رہا ہے جس کے تحت انہیں بہترین مستقبل مل جائے گا یا پھر اس کے پس پردہ کوئی اور تصور بھی ہے۔ اس کے جواب میں ایک نوجوان نے کہا۔
”ہمارا مکمل مفاد اس کام سے وابستہ ہے اگر اس کے ذریعے ہمارے وطن کو ترقی ملی تو اس سے بہترین مصرف ہمارے زندگی کا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔“

”ہاں لیکن وطن کے بارے میں جو خبریں مختلف ذرائع سے ہمارے کانوں تک پہنچتی ہیں وہ ہمارے لیے بڑی تشویشناک ہوتی ہیں۔ ہم تو تعمیر وطن کے لیے دیار غیر میں اپنی زندگیاں داؤ پر لگائے ہوئے ہیں اور اہل وطن آپس میں ایک دوسرے سے دست و گریباں ہیں اور یہ تمام خراب حالات دنیا بھر کے اخبارات، ریڈیو اور ٹیلی ویژن کا موضوع بنتے ہیں۔ یہ سب کچھ ہمارے لیے باعث شرمندگی ہے۔“ میں نے اس نوجوان کا شانہ چھپتے ہوئے کہا۔

”یہ صرف ذاتی سوچوں کا معاملہ ہے۔ یہ سب کچھ ہوتا رہتا ہے۔ وطن عزیز پائیدار بنیادوں پر استوار ہے اور انشاء اللہ وہ اپنا وجود پورے وقار کے ساتھ برقرار رکھے گا۔ یہ سب کچھ عارضی چیزیں ہیں۔ اہل وطن بالا آخر یہ سوچنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ اپنی چھت کو ستونوں پر قائم رکھنا بے حد ضروری ہے۔ ستون کمزور ہو گئے تو وہ اس چھت کے بلے تلے دب کر ختم ہو جائیں گے اور ایسا کوئی بھی وطن پرست نہیں چاہے گا۔ آپ لوگ اس سلسلے میں اپنے دلوں میں میل نہ لائیں۔“

بہت ساری باتیں کرنے کے بعد میں عجیب سے جذبول سے سرشار وہاں سے واپس پلٹا تھا۔ ذہن میں شدید کرید تھی۔ بہت الجھن کا شکار تھا۔ بہر حال مارشل لارا یا اسلام احمد سے اتنے قریب رہنا اس لیے خطرناک نہیں تھا کہ میرے سپرد ڈیوٹی ہی یہ کی گئی تھی یعنی میرا نظریہ ہی یہ تھا کہ میں اس کی زیادہ سے زیادہ قربت حاصل کر کے اصلیت کا کھوج لگاؤں اور یہ معلوم کروں کہ بقول ان کے مارشل لارا کس انداز میں کام کر رہا ہے اور کون سا ایسا طریقہ کار ہو سکتا ہے جس کی بناء پر آرمی کے مفادات کی حفاظت کر سکوں۔

بہر حال اس کے بعد میں وہاں سے واپس پلٹا اور اپنے ان ساتھیوں کی خبر گیری بھی ضروری تھی جو مجھ سے تعلق رکھتے تھے اور یہ بالکل نہیں جانتے تھے کہ میری اصلیت کیا ہے۔ میں بس ہٹ مین ریگو کی حیثیت سے ان کا شناسا تھا۔ وہ سب میری طرف سے کوئی نیا حکم نہ ملنے کا وجہ سے اپنے اپنے معمولات میں مصروف تھے لیکن اس وقت وہ سب تجسس تھے ان میں سے ایک نے کہا۔

”مسٹر ریگو، ہم بہت پریشان تھے کیونکہ ہم یہ جائزہ لے چکے تھے کہ آپ اس وقت اپنے بہترین عمل میں مصروف ہیں اور آپ نے نہایت چابکدستی سے اپنا کام سرانجام دے لیا ہے اور مارشل لارا کے قریب رہ رہے ہیں۔“
”کوئی خاص بات؟“

”ہاں، بار سلونا سے آپ کے لیے ایک پیغام وصول ہوا ہے اور جو شخص یہ پیغام لے کر ہمارے پاس پہنچا ہے ہم آپ کی اس سے ملاقات کرانا چاہتے تھے۔“
میں ایک دم چونک پڑا۔ بار سلونا میں سعید خان، لیتھ اشیر کی حیثیت سے موجود تھا۔ خدا خیر کرے۔ بہر حال میں نے اس شخص کو طلب کر لیا جو بار سلونا سے آیا تھا۔ ایک

اشمیرس ہی تھا اور لیتھ اشمیر کا سرگرم کارکن میں اسے جانتا تھا۔

سلام دعا کے بعد اس نے ایک چوکور ٹرانسمیٹر میرے سامنے کر دیا اور کہنے لگا۔

”یہ ایک ایسا ٹیلی فون ہے سر جس کے نمبر دنیا کے کسی ڈائریکٹری میں نہیں ہو سکتے۔

لیکن یہ ٹیلی فون ہی کے مانند کام کرے گا اور آپ ہمارے سلونا سے نیپلز تک اس سے بات

چیت کر سکتے ہیں۔ یہ بڑی مشکل سے میں یہاں لانے میں کامیاب ہوا ہوں اور اس پر آپ

مسٹر لیتھ اشمیر سے گفتگو کریں گے۔“

”ویری گڈ کیا تم اسے آپریٹ کرنا جانتے ہو؟“

”سر میں ہی اس کا موجد ہوں اور مسٹر لیتھ اشمیر نے مجھے اس کے ساتھ آپ کے

پاس بھیجا ہے۔“

”ویری گڈ ویری گڈ تو پھر یہ گفتگو مجھے کس وقت کرنی ہے؟“

”مجھ سے کہا گیا ہے کہ آپ سے مناسب ملاقات ہوتے ہی میرا مطلب ہے کہ جیسے

ہی ہمیں اس کا موقع ملے میں اس سلسلے میں کوشش کر سکتا ہوں اور آپ مسٹر لیتھ اشمیر

سے گفتگو کر سکتے ہیں۔“

”تو پھر دیر کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟“ میں نے کہا اور اس نے گردن خم کر دی۔

عجیب و غریب ایجاد تھی۔ ٹیلی فون تھا لیکن ٹیلی فون نہیں تھا۔ البتہ اس کی کارکردگی انہی

ذرائع سے زیر عمل آتی تھی۔ اس طرح ان تمام گیٹ ویز کو شکست دے دی گئی تھی جو

اپنا کنٹرول سسٹم رکھتے تھے۔

میں اس ایجاد کو دلچسپی کی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا اور یہ میرے لیے انتہائی شاندار

ایجاد تھی بشرطیکہ میری تحویل میں رہ سکے۔ آپریٹر اس مشین پر کوشش کرتا رہا اس کے

اوپری حصہ کھولا گیا تو اس میں بے شمار بٹن نمودار ہو گئے۔ سائڈ کے ایک حصے میں اسٹیک

لگا ہوا تھا اور اسی کا آدھا حصہ مائیک کا کام دیتا تھا۔ بلاشبہ نایاب ایجاد تھی اور اس سے

بہت سے فائدے حاصل کیے جاسکتے تھے۔ میرے دل میں معاً یہ خواہش بیدار ہوئی کہ اگر

یہ میری تحویل میں رہے تو میں اسے ڈائمنڈ سٹی کے حوالے کر دوں جہاں اس سے فائدہ

حاصل کر کے اس کی نقول تیار کی جائیں اور یہ میرے مفادات کے لیے کارگر ہو سکے۔ ہر

طور پر یہ بعد کی باتیں تھیں پہلے مجھے یہ دیکھنا تھا کہ سعید خان مجھے کیا نئی ہدایات دینا چاہتا

ہے۔

آپریٹر اس پر مصروف رہا۔ ہلکی ہلکی کھڑکھڑاہٹیں ابھر رہی تھیں پھر آپریٹر نے ایک

سفید بٹن دبایا اور باکس سے آوازیں ابھرنے لگیں۔

”ٹی ٹی، زیڈ، زیڈ ٹی زیڈ۔“

”گڈ۔“ آپریٹر کی آواز سنائی دی پھر اس نے کہا۔

”کوڈ ریسیو کر لیا گیا ہے ٹی ٹی زیڈ، زیڈ، زیڈ ٹی زیڈ۔“

”کہنے کون صاحب ہیں کیا کہنا چاہتے ہیں؟“

”مسٹر لیتھ اشمیر سے بات کراؤ۔ میں بی فور بول رہا ہوں۔“

”اس کے لیے آپ کو ٹھیک آدھے گھنٹے بعد اشارہ موصول ہو گا آپ اشارہ ریسیو

کریں۔“

”اوکے۔“ آپریٹر نے کہا اور دو بٹن آف کر دیے پھر وہ میری جانب دیکھ کر بولا۔

”آپ کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ ہمیں آدھے گھنٹے انتظار کرنا ہو گا۔“

”ہاں میں جانتا ہوں اور اب مجھے اس کا طریقہ استعمال بتا دو۔ ظاہر ہے چیف سے

جو گفتگو کرنی ہے۔ تمنا میں کروں گا۔“ میں نے کہا۔

”ییس سر آپ اسے دیکھ لیجئے۔ یہ نیلی روشنیاں فاصلے ختم کرتی ہیں اور جب ان کی

آخری لائن ختم ہو جائے تو آپ یہ سفید بٹن دو دفعہ دبا دیجئے گا۔ اس سے پہلے جو اشارہ

آپ کو موصول ہو گا وہ ان تین سرخ بٹنوں کے ذریعے ہو گا سرخ بٹن جب آپ کو سگنل

دیں تو آپ یہ نیلا بٹن دبا دیجئے اس طرح وہاں سے رابطہ ہو جائے گا۔“

میں نے اس طریقہ کار کو بغور دیکھا اور اس کے بعد اسی عبارت کے ایک دوسرے

حصے میں آگیا جہاں یہ لوگ مقیم تھے۔ کمرے کا دروازہ اچھی طرح بند کرنے کے بعد میں

نے اس ٹرانسمیٹر باکس کو سامنے رکھ لیا جو اپنی نوعیت کا واقعی عجیب تھا اور اس سے یقینی

طور پر دنیا کے دوسرے حصوں میں بھی گفتگو کی جاسکتی تھی۔ لیکن طریقہ کار وہی ٹیلی فون

والا تھا۔ یعنی اس کے ذریعے نیلی فون سے لائن چرائی جاسکتی تھی۔ دلچسپ ایجاد تھی اور

میں اسے کسی بھی قیمت پر اپنے ہاتھوں سے نہیں کھونا چاہتا تھا کیونکہ مستقبل میں یہ

میرے اپنے وطن سے رابطہ قائم کرنے میں معاون ہو سکتا تھا۔ یقینی طور پر میرے شاندار

”مسٹر آرمین نے ہائی کمان سے درخواست کی ہے کہ اس پروگرام میں تھوڑی سی تبدیلی کر لی جائے۔ ہائی کمان کو اس کی اس درخواست پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔“

”میرے لیے جو بھی حکم ہو مجھے پتا دیا جائے۔“

”مسٹر آرمین نیپلز آرہے ہیں۔ وہ ہوٹل پی گیٹ میں قیام کریں گے۔ پی گیٹ روم نمبر دو سو اٹھارہ۔ ہمیں چونکہ اپنی خدمات اسی شکل میں انجام دینی ہیں جن میں مسٹر آرمین کی خواہش ہو۔ پہلے وہ جو کچھ چاہتے تھے۔ اس کی تکمیل کے لیے ہم یہاں تک پہنچ گئے ہیں لیکن اب اس کے بعد وہ اپنے پروگرام میں جو تبدیلی کرنا چاہتے ہیں۔ ہمیں خصوصی معاوضے پر اس پر بھی اعتراض نہیں ہے۔ مسٹر آرمین کے ساتھ ایک اور صاحب مسٹر ڈی جیوا بھی آرہے ہیں ان کے سامنے تم ہر طرح کی گفتگو کر سکتے ہو۔ کیونکہ وہ آرمین کے بھروسے کے آدمی ہیں۔ باقی تفصیل تمہیں آرمین خود ہی بتائیں گے۔ میں صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ ہائی کمان کی ہدایت ہے کہ مسٹر آرمین نے اپنے پروگرام میں جو تبدیلی کی ہے اس میں ان سے تعاون کیا جائے۔ ریکی گولڈ اس سلسلے میں کام کر رہا ہے اور میں نے آر۔ این پینل کو طلب کر لیا ہے۔ آر این پینل بہت جلد تم سے رابطہ قائم کرے گا اور اپنی رپورٹ دے گا۔ میں اس سلسلے میں یہ ضروری سمجھتا تھا کہ تمہاری مدد کے لیے آر۔ این پینل کو ہوشیار کردوں اور میں نے یہ کر دیا ہے۔ اس کے بعد کے معاملات میں تم سے جس وقت بھی موقع ملا ڈسکس کر لوں گا۔“

میں نے ایک لمحے کے لیے اس آر این پینل کے بارے میں سوچا۔ یہ یقینی طور پر کوئی خفیہ گفتگو تھی اور سعید خان نے مجھے سمجھانے کی کوشش کی تھی۔ آر این پینل آر۔ این اور دوسرے لمحے میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ آر۔ این کا مطلب تھا رشید ناگی۔

”ہیلو، کس سوچ میں ڈوب گئے؟“

”نہیں سر میں سمجھ گیا ہوں، آر۔ این پینل سے میرا مکمل تعاون رہے گا لیکن کیا آر این پینل والے مجھے خود تلاش کر لیں گے؟“

”انہیں تمام تر ہدایات کے بعد وہاں بھیجا جائے گا کیونکہ اس بارے میں جو کچھ بھی کرنا ہوگا اس میں ہمیں آر۔ این پینل کی مدد درکار ہوگی۔ مزید جس طرح بھی مناسب

سائنس دان اس کو اچھی طرح سمجھنے کے بعد اسے اپنے لیے قابل استعمال بنالیں گے۔ آدھے گھنٹے تک میں مختلف سوچوں میں گم رہا۔ سعید خان کیا گفتگو کرنا چاہتا ہے یہ بات ذہن کے گوشوں میں رقص کر رہی تھی۔

آدھا گھنٹا بڑی مشکل سے گزرا اور اس کے بعد وہ تین سرخ ہٹن اسپارک کرنے لگے۔ میں نے نیلا ہٹن دیکھا تو نیلی لائنوں کے سفر کا آغاز ہو گیا اور اس کے بعد جب آخری لائن بھی اپنی جگہ آکر رک گئی تو میں نے وہ سفید ہٹن دو مرتبہ دبا دیا۔ دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

”چیف لیتھ اشمیر سے رابطہ قائم ہو گیا ہے۔ براہ کرم گفتگو کیجئے۔“

میں نے گفتگو پر آمادگی کا اظہار کیا تو چند لمحات کے بعد دوسری طرف سے سعید خان کی گزرتی آواز سنائی دی۔

”لیتھ اشمیر۔“

”آپ کا خادم ہٹ مین ریگو۔“ میں نے جواب دیا۔

”کوڈ؟“ لیتھ اشمیر نے پوچھا۔

”ٹی ٹی زیڈ، زیڈ زیڈ ٹی زیڈ۔“

”گڈ، کو کیسے جارہے ہو؟“

”بالکل ٹھیک ہوں، آپ کے حکم کے مطابق عمل کیا جا رہا ہے۔“

”ہاں۔ یہ بات میرے علم میں ہے اور تمہاری کارکردگی کی رپورٹس مجھے ہائی کمان

سے موصول ہوتی رہی ہیں۔“

”گویا ہائی کمان میرے سلسلے میں مستعد ہے۔“

”مافیا کبھی اپنا کام کسی ایک آدمی پر نہیں چھوڑتی، وہ مختلف پہلو سے کام کرتی ہے

تم کبھی یہ نہ سوچنا کہ جو کچھ تم کر رہے ہو تنہا ہو کہیں بھی تم سے غلطی ہوئی تو تمہیں

فوراں ٹوک دیا جائے گا۔“

”تھینک یو۔ تھینک یو ویری مچ سر۔“ میں نے جواب دیا۔

”پروگرام میں کچھ تبدیل نوٹ کرو۔“

”لیس سر۔“

سمجھا جائے گا، کیا جائے گا۔ آر۔ این پینل تم سے خود رابطہ قائم کر لے گا۔ اس کے لیے فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔“

”تھینک یو۔ تھینک یو ویری مچ سر۔“

”کیا تم اس کارروائی سے مطمئن ہو؟“ سعید خان نے سوال کیا۔ میں جانتا تھا کہ اس وقت اس پر کیا بیت رہی ہوگی اور مجھ سے اس انداز میں گفتگو کرتے ہوئے اسے کتنی مشکلات سے گزرنا پڑ رہا ہوگا لیکن اس کی بے پناہ صلاحیتوں کو مدد نگاہ رکھتے ہوئے میں جانتا تھا کہ سعید خان معمولی ذہن کا مالک نہیں ہے اور یقینی طور پر اس نے یہ بھی ایک شاندار کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ آرمن کا پروگرام کس طرح تبدیل ہوا ہے میں نہیں جانتا تھا۔

”ہیلو، تم پھر سوچ میں ڈوب گئے۔“

”نہیں سر، سب کچھ ٹھیک ہے اور کوئی حکم میرے لیے۔“

”نہیں بالکل نہیں، بس تم مطمئن رہو اور ہاں اس شخص کو بلا لو اگر وہ تمہارے پاس موجود نہیں ہے جس نے تمہیں یہ ٹرانسمیشن باکس دیا ہے۔“

”آپ لائن پر ہیں چیف۔“

”ہاں میں اس کا انتظار کر رہا ہوں۔“

”میں برقی رفتاری سے وہاں سے باہر نکلا اور اس شخص کو بلا لیا۔ سعید خان نے لیتھ

اشمیر کی حیثیت سے کہا۔“

”اور تم اب یہ باکس اس کے حوالے کر دو۔ آئندہ یہ اسے ہینڈل کرے گا۔ اگر

تمہاری مدد کی ضرورت پیش آئی تو یہ تم سے مدد طلب کر لے گا تاکہ میرا اس سے تعلق قائم رہے۔“

”اوکے چیف اوکے۔ آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔“ آپریٹر نے کہا۔

”ہٹ مین ریگو؟“

”ہیئس سر۔“

”اور کوئی خاص بات جو تم مجھ سے ڈسکس کرنا چاہو۔“

”نہیں چیف۔ بس اتنا پوچھنا چاہتا ہوں کہ جب تک مسٹر آرمن۔ یہاں نہ پہنچ

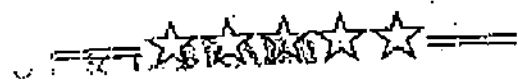
جائیں میں اپنی سرگرمیوں کو کس شکل میں رکھوں۔“

”مجھے علم ہے کہ تم مارشل لارا تک پہنچ چکے ہو اور اس کے اچھے دوستوں میں شامل ہو گئے ہو۔ اپنا یہ سلسلہ جاری رکھو اور اس سے تمہیں مارشل لارا کے پروگراموں میں مدد ملے گی۔“

”اوکے چیف تھینک یو ویری مچ۔“

اور اینڈ آل۔ ”دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے بعد لائن بے جان ہو گئی۔“

”آپریٹر نے باکس کو بند کرنے کا طریقہ مجھے بتایا اور پھر یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔ میرے بدن میں شدید سنسنی اور اینٹھن تھی۔ سعید خان نے ہائی کمان سے ملنے والا نیا پیغام مجھے بحسن و خوبی پہنچا دیا تھا اور اب مجھے اسی کے مطابق عمل کرنا تھا لیکن آرمن کے منصوبے میں کیا تبدیلی ہوئی ہے۔ یہ بات مجھے ذہنی طور پر تشویش کا شکار کر رہی تھی۔ یقینی طور پر سعید خان نے رشید ناگی کا سہارا بے مقصد ہی نہیں لیا ہوگا پھر ایک اور خیال میرے دل میں آیا وہ یہ کہ میں نے بڑے اہتمام سے دعا مانگی تھی کہ میری اس سلسلے میں مدد کی جائے اور یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ میری دعا قبولیت کا شرف حاصل کر چکی ہے اور یقینی طور پر اب اس نئی تبدیلی سے مجھے کچھ ایسے فائدے حاصل ہوں گے جو اس وقت تک میرے ذہن میں نہیں تھے۔ جہاں تک معاملہ اسلام احمد کا تھا تو میں دل و جان سے اس کا ساتھ تھا اور اس کی اس خواہش نے مجھے اور متاثر کیا تھا۔ جس کے تحت وہ اپنے یہ چھوٹے موٹے مفادات چھوڑ کر پاکستان منتقل ہونا چاہتا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے ایک اور نئی اور شاندار مہم میرا انتظار کر رہی ہو۔ بہر حال ذہنی طور پر میں اس مہم کی انجام دہی کے لیے مکمل طور پر تیار تھا۔

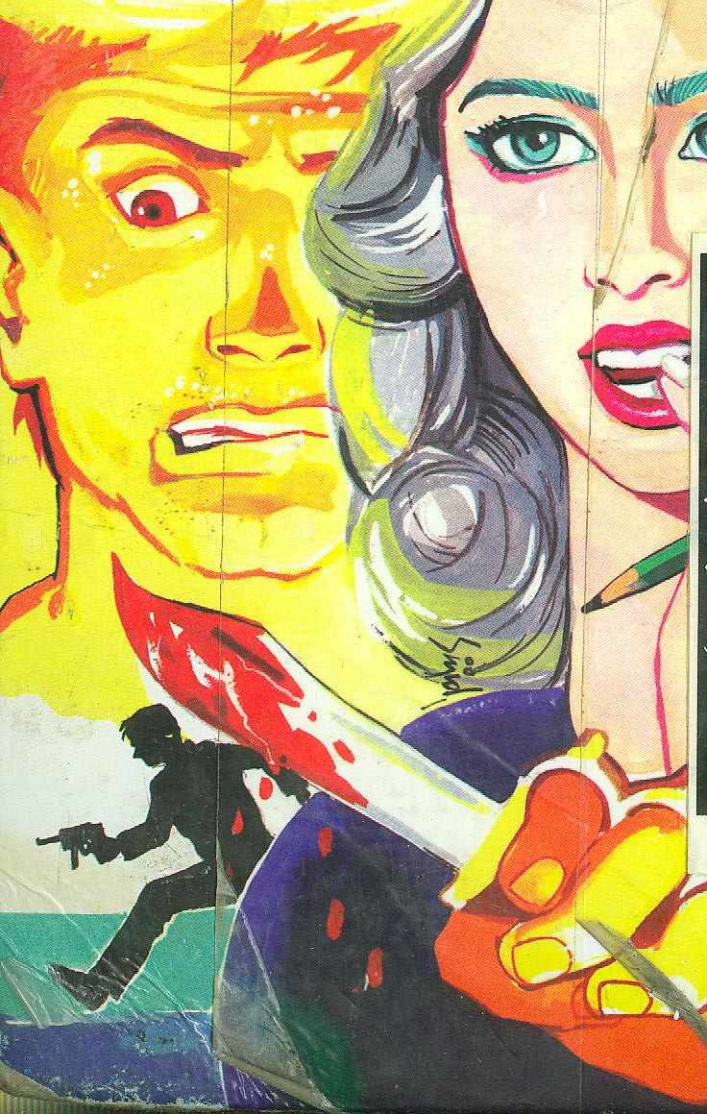


اس کے بعد کے حالات

نامور سیریں کا سہارا
”روح کے صحرا“ پڑھیں

نادیدہ تحریر

ایم اے راحت



نادیدہ کثر

ایم۔ اے راحت



مقبول ایڈیٹری سٹرکچر روڈ چوک اردو بازار لاہور

”دراصل بس اب احساس ہو رہا ہے کہ انسان کو اپنی زندگی میں تھوڑی بہت مشقت بھی کرنی چاہیے میں تو بالکل ہی اس کی عادی نہیں ہوں۔“

”کوئی بات نہیں ہے ویسے بھی ابھی بظاہر ہمیں یہاں کوئی خطرہ نہیں ہے کیونکہ اس کے آدمیوں کو کم از کم مہری وہاں آمد کا علم نہیں ہے ویسے تمہارے بارے میں تو انہیں علم ہوگا۔“

”ہاں ظاہر ہے انہوں نے مجھے وہاں دیکھا ہوگا۔“ جیشی نے کہا۔

”بہر حال پھر بھی کوئی ایسی بات نہیں ہے اگر کوئی ادھر آیا بھی تو اسے سنبھالا جاسکتا ہے۔“ میں نے پستول اسے نکال کر دکھاتے ہوئے کہا اور اس نے آنکھیں بند کر لیں پھر آہستہ سے بولی۔

”میرے خدا زندگی لینے اور دینے کا یہ کھیل کتنا عجیب ہے یہ معمولی سی شے صدیوں کی کہانیاں ختم کر دیتی ہے۔ کیا خوفناک بات ہے آہ کیا خوفناک بات ہے لیکن یہ سب آخر میرے پیچھے کیوں پڑ گئے کیا چاہتے ہیں یہ لوگ میں کتنی پریشان ہوں۔ مجھے اندازہ ہی نہیں تھا۔“ میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا پھر میں نے مدھم لہجے میں کہا۔

”جیشی زندگی لینے دینے کا کھیل ساری ہنگامہ خیزیاں چند ہی چیزوں کا محور ہوتی ہیں تم ایک دولت مند باپ کی بیٹی ہو اور یہ سارے کے سارے دولت کے پجاری سارے ہنگامے اسی کے لیے ہو رہے ہیں۔“

”لعنت ہے ان پر اگر یہ مجھ سے پہلے ہی کہہ دیتے اور اس طرح کی کوئی ہنگامہ خیزی نہ ہوتی تو میں خود ہی انہیں ڈیڈی سے جو یہ مانگتے دلوا دیتی آہ نہ جانے کیا کیا ہوا ہے کتنے

لوگوں کو میری ذات کی وجہ سے نقصان پہنچا ہے میں تو کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔“
 ”مس جیشی ویسے مجھے معاف کرنا تمہارے ڈیڈی تو ان احساسات کے حامل نہیں ہیں۔“ وہ تھوڑی دیر تک مجھے دیکھتی رہی پھر آہستہ سے بولی۔

”ڈیڈی بے شک انتہا پسند ہیں لیکن مجھے ایک بات بتاؤ مسٹر فارگون کیا انسان اپنے شعور کو پہنچنے کے بعد صرف دوسروں کی سوچوں کا تعاقب کرتا رہے، کیا اسے ایسا کرنا چاہیے اپنا شعور بھی تو کچھ کہتا ہے اور اس کی بھی تو ایک زبان ہوتی ہے شعور کو پہنچنے کے بعد ہم صرف رشتوں کا تعاقب نہیں کرتے نظریات کو نہیں دیکھتے نظریات میں تو انتہا پسندی بھی ہوتی ہے۔ ہم تو صرف یہ سوچنا چاہتے ہیں کہ کہاں برا ہے اور کہاں اچھا ہے کس جگہ بہتری ہے اور کس جگہ برائی۔ میں اپنے ڈیڈی کو بھی بے پناہ چاہتی ہوں اور اس کا مجھے اندازہ ہے کہ میری غیر موجودگی نے ان کی کیا حالت کر رکھی ہوگی لیکن بہر حال اگر تم مجھے ان کے نظریات سے متفق ظاہر کرنا چاہتے ہو تو پلیز ایسا نہ کرو اگر تم اپنے طور پر مجھے ان سے غفلت کر کے کوئی بری رائے قائم کرنے کے خواہشمند ہو تو بھی میری یہی درخواست ہوگی تم سے کہ کم از کم میرے بارے میں اس انداز میں نہ سوچو مجھے صرف اس بات کا دکھ ہوگا کہ تم جیسی شخصیت میرے بارے میں اچھے نظریات نہیں رکھتی پلیز پلیز اور دیکھو میں بلاوجہ صرف تمہاری خوشامد کرنے کے لیے تمہارے بارے میں یہ اچھے الفاظ نہیں ادا کر رہی۔ میں، میں تم سے بے حد متاثر ہوں اور بڑے اعتماد کے ساتھ یہ بات کہہ سکتی ہوں کہ تم جیسی اعلیٰ ظرف اور اعلیٰ پائے کی شخصیتیں شاید ہی کبھی کسی کو ٹکراتی ہو تم ہر طرح سے بے مثال ہو اپنی شخصیت میں اپنے احساس میں، اپنے اقدار و خیالات میں تم بہت نفیس انسان ہو اور سچی بات یہ کہوں کہ میرے دل میں تمہارے لیے ایک انوکھا تعلق بیدار ہوا ہے جو بمشکل ذہنوں تک پہنچ پاتا ہے تم نے ہر طرح سے اپنی شرافت کے ثبوت دے دیے ہیں۔“

”جیشی بذات خود تم بہت نفیس لڑکی ہو اور مجھے خوشی ہے کہ میں تمہارے کسی کام آسکا بہر حال ہم لوگ کوشش کرتے ہیں کہ اپنے لیے کوئی مناسب جگہ منتخب کر لیں۔“

”آہ یہ دونوں کس طرح مر گئے ویسے پیٹر میکس ایک اچھا آدمی نہیں تھا برا انسان تھا اور وہ لڑکی جہاں تک میرا اندازہ ہے وہ اس سے محبت کرتی تھی مگر دنیا سے دور نہیں ہوں میں۔ پہچانتی تو ہوں نا صورت حال کو ایک بات بتاؤ؟“

”ہاں پوچھو؟“

”کیا اس لڑکی کو اس بات کا علم ہو گیا تھا کہ وہ مجھ سے بدتمیزی کر رہا ہے؟“
 ”ہاں اس نے سن لیا تھا سمجھ گئی تھی وہ اسی وقت سمجھ گئی تھی بات یہاں تک اس طرح پہنچتی ہے ورنہ ورنہ انسان باقی ساری باتیں معاف بھی کر دیتا ہے ارے بہت دیر نہیں ہوگئی ہمیں ہاں یہ بتاؤ کہ اب یہاں سے کہاں چلو گے؟“
 ”آؤ دیکھتے ہیں جیشی پہلے تو مسئلہ کیونینس کا ہے ہم شہری آبادی سے کافی دور ہیں اور تمہیں بہر حال پیدل سڑک تک چلنا ہوگا ہو سکتا ہے ہمیں کوئی بہتر صورت حال نظر آجائے۔“

”کوئی فکر نہیں ہے تمہارے ساتھ میں بہت دور تک چل سکتی ہوں اور مجھے کوئی دقت نہیں ہوگی۔“ وہ اٹھ کر کھڑی ہوگئی پھر ہم سڑک تک پہنچے تھے اور میں سوچوں میں ڈوبا ہوا تھا مس جیشی جس کیفیت کا اظہار کر رہی تھی اس کا مجھے اچھی طرح اندازہ ہو رہا تھا۔ یہ سب کچھ برا نہیں تھا بلکہ ایک طرح سے میری بہتری کے لیے استعمال ہو سکتا تھا ہر انسان خود غرض ہوتا ہے تھوڑی سی خود غرضی تو میرے اندر بھی ہونی چاہیے غرض یہ کہ ہم لوگ سڑک تک پہنچے اور اس دوران میں یہ فیصلہ کر چکا تھا کہ فی الحال اب بھی میرے لیے پیٹر میکس کا فلیٹ ہی بہتر رہے گا اب پیٹر میکس کی لاش کس طرح دستیاب ہوتی ہے یہ بعد کی بات ہے ہو سکتا ہے اس دوران کوئی اور بہتر طریقہ ذہن میں آجائے مسٹر فارگون کی رہائش گاہ کا انتخاب اس لیے نہیں کر سکتا تھا کہ مس شوگیال میرے ساتھ تھی اور ڈاکٹر ڈیڈی کو یہ بات معلوم تھی کہ میں جیشی کو تلاش کر رہا ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ پہنچ جائے ایسی صورت میں جیشی کا تحفظ میرے لیے آسان نہ ہوتا حالانکہ دوسری صورت میں یہ فلیٹ بھی میرے لیے خطرناک ہو سکتا تھا کیونکہ پیٹر میکس کے آدمی بہر حال اس کی موت سے واقف ہو جائیں گے اس کے بعد امکان اس بات کا ہے کہ وہ لوگ فلیٹ تک پہنچیں اور ہم سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کریں میں تو بے شک ریٹی میکس کے ساتھ چھپ کر گیا تھا لیکن پیٹر میکس جیشی شوگیال کو کھلی گاڑی میں لے گیا تھا اور اس کی وہاں موجودگی کا علم انہیں ضرور ہوگا یہ ایک دوسری مصیبت بن سکتی تھی چنانچہ بہتر یہ تھا کہ اس فلیٹ سے بھی جس طرح ممکن ہو سکے چھٹکارا حاصل کر لیا جائے کسی ہوٹل میں قیام کوئی ایسی حیثیت نہیں رکھتا تھا لیکن ہوتا انتہائی خطرناک اور جیشی شوگیال جسے اس وقت پورے ملک کی

پولیس تلاش کر رہی ہوگی جیسے ہی ہوٹل میں داخل ہوگی اس کے بارے میں پولیس کو اطلاع مل جائے گی چنانچہ بڑی احتیاط کرنی تھی آخر کار ایک ایسی گاڑی مل گئی جو ہمیں شہری آبادی تک پہنچا سکتی تھی خطرہ تو مول لینا ہی تھا لیکن یہ گاڑی خطرے والی نہیں تھی کسی ذیری فارم کا ٹرک تھا اور ٹرک ڈرائیور شکل سے ہی لالچی آدمی معلوم ہوتا تھا تھوڑی سی کرنسی نے کام بنا دیا اور اس نے ہمیں شہری آبادی میں اتار دیا اور پھر ایک ٹیکسی نے مجھے اور جیشی کو اس فلیٹ پر جس میں داخل ہونے میں ہمیں کوئی دقت نہیں ہوئی تھی لیکن جس میں داخل ہونے کے بعد ایک عجیب سا پردہ تاثر ذہن میں ابھر آیا تھا۔ اس فلیٹ میں پیئر میکس اور ریٹی میکس کے ساتھ بہترین لمحات گزر چکے تھے چھوٹی چھوٹی کہانیاں مختصر وقت میں وجود میں آ گئی تھیں۔ جیشی بھی متاثر نظر آتی تھی لیکن یہاں قدم رکھنے کے بعد اچانک ہی میرے ذہن میں ایک ایسا خیال آیا جس نے مجھے فوری طور پر عمل کرنے پر مجبور کر دیا میں نے سوچا کہ اس وقت اس سے بہتر کوئی طریقہ کار نہیں ہو سکتا سو میں نے اپنے ذہن میں محفوظ ایک ٹیلی فون نمبر کو ٹیلی فون پر ڈائل کیا اور ریسیور کان سے لگا لیا اور دوسری طرف سے ایک بھاری آواز سنائی دی۔

”ڈاکٹر کریم..... کون بول رہا ہے؟“

”مسٹر ڈاکٹر کریم کرائے کے دوستوں کے سربراہ نے مجھے یہ نمبر دیا تھا اور کہا تھا کہ اگر کوئی مشکل پیش آئے تو اس نمبر پر رنگ کر سکتا ہوں۔“

”کیا نام ہے تمہارا؟“

”دانش منصور۔“ میں نے جواب دیا اور دوسری طرف خاموشی چھا گئی پھر کہا گیا۔

”خیریت؟“

”نہیں۔“

”کہاں سے بول رہے ہیں؟“

”پیئر میکس کے فلیٹ سے۔“

”انتظار کر لیں گے۔“

”فلیٹ پر نہیں۔“

”تو پھر؟“

”فلیٹ سے تھوڑے فاصلے پر ایک پارک ہوٹل ہے کھلی جگہ میں۔“

”ٹونش نام ہے اس کا؟“

”ہاں ٹونش کے سامنے میرے ساتھ ایک خاتون بھی ہوگی۔“

”سیاہ رنگ کی کار نمبر 3300۔“

”ٹھیک ہے۔“ میں نے جواب دیا پارک ہوٹل یہاں سے بالکل سامنے نظر آتا تھا یہ

گفتگو کرنے کے بعد میں جیشی کے پاس آ گیا اور میں نے کہا۔

”فوری طور پر ہمیں یہاں سے ایک جگہ منتقل ہونا ہے۔“

”میں کچھ نہیں جانتی تم جو کچھ کر رہے ہو مجھے اس پر مکمل اعتماد ہے۔“ جیشی نے کہا۔

”تھینک یو جیشی تیار ہو جاؤ ہم جلد ہی چلیں گے۔“ پھر تقریباً بیس منٹ کے بعد

میں اور جیشی نیچے اتر آئے تھے اور پیدل چلتے ہوئے ہوٹل تک پہنچے تھے اور یہ بھی خوش قسمتی ہی

تھی کہ جیسے ہی ہم وہاں جا کر کھڑے ہوئے سیاہ رنگ کی کار 3300 ہمارے نزدیک آ کر

کھڑی ہو گئی ڈرائیونگ سین پر صرف ایک شخص بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے جلدی سے عقبی دروازہ

کھول دیا اور ہم دونوں کار میں بیٹھ گئے ایک لمحے کے اندر اندر کار اسٹارٹ ہو کر چل پڑی تھی

ڈرائیور ایک بھاری بھر کم بدن کا آدمی تھا اس نے راستے بھر ایک لفظ بھی منہ سے نہ کہا میں

زبردست خطرات مول لے رہا تھا لیکن اس کے علاوہ چارہ کار بھی اور کیا تھا ورنہ اس وقت جیشی

شوگیال بارود کا بندل تھی پولیس اگر اسے میرے ہمراہ پالیتی تو یہ بعد کی بات تھی کہ جیشی شوگیال

میرے بارے میں کس قسم کے جذبات کا اظہار کرتی ہے اسے بہر طور میرے پاس سے ہی

برآمد کیا جاتا اور پھر میری جو شامت آتی وہ دیکھنے کے قابل ہوتی لیکن کبھی اس طرح کے

خطرات مول لینے ہی پڑتے ہیں۔ کر بھی کیا سکتا تھا سفر جاری رہا اور تھوڑی دیر کے بعد گاڑی

ایک رہائشی عمارت کے پاس پہنچ گئی اور اس کے پورچ میں داخل ہو کر رک گئی تب ڈرائیور نے

نیچے اتر کر پرادب لہجے میں کہا۔

”معافی چاہتا ہوں سر مجھے اجازت نہیں تھی کہ آپ سے کسی قسم کی کوئی بات کرتا اس

لیے خاموشی اختیار کرنی پڑی آپ براہ کرم تشریف لائیے اور پھر ہم دونوں ڈرائیور کے ساتھ

اندر داخل ہو گئے خوبصورت عمارت کے ایک کمرے میں ہمیں پہنچانے کے بعد اس شخص نے

کہا۔“

”ڈاکٹر کریم کو اطلاع دیتا ہوں یا تو وہ آچکے ہوں گے یا آنے والے ہوں گے

آپ براہ کرم یہاں پر اطمینان انداز میں بیٹھے۔“ جیشی شوگیال نے مجھ سے کوئی سوال نہیں کیا تھا تھکے تھکے سے انداز میں ایک صوفے پر جا بیٹھی تھی اور پھر کچھ ہی لمحوں کے بعد سیاہ رنگ کے لباس میں ملبوس ایک خوش شکل آدمی اندر داخل ہوا اس کے چہرے پر تپاک کے آثار تھے اس نے جیشی شوگیال کو نظر انداز کر کے میری جانب ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

”آہ مسٹر دانش منصور آپ یقین کریں مسٹر بلاٹکا کچھ اس طرح آپ کے لیے مضطرب تھے جیسے آپ کے اور ان کے درمیان کوئی کاروباری نہیں بلکہ ذاتی رشتہ ہو۔“ پھر اچانک ہی اسے احساس ہوا تھا کہ دوسرے صوفے پر کوئی اور بھی موجود ہے اور وہ جیشی شوگیال کی جانب رخ کر کے گردن ختم کرتا ہوا بولا۔

”سوری میں معذرت خواہ ہوں بس ذرا جذباتی ہو گیا تھا ویسے مسٹر دانش کیا میں آپ سے.....“

”ہاں۔“

”معاف کیجئے ڈاکٹر کریم ہم تھوڑا سا آرام کرنا چاہتے ہیں کیا آپ مجھے اس کا موقع دیں گے۔“ ڈاکٹر کریم نے چونک کر مجھے دیکھا پھر بولا۔

”ہاں ہاں کیوں نہیں، کیوں نہیں آپ پلیز۔“

”ذرا مجھے اس مکان کے کچھ اور کمرے دکھا دیجئے میں محسوس کر رہا ہوں کہ یہ کمرہ ہم دونوں کے لیے کچھ مناسب نہیں ہے۔“

”اوہ آئیے پلیز آئیے مس آپ بھی۔“ اس نے جیشی شوگیال کی طرف رخ کر کے کہا تو میں نے کہا۔

”نہیں آپ تشریف رکھئے میں ابھی آیا۔“ جیشی اٹھتے اٹھتے بیٹھ گئی تھی میں ڈاکٹر کریم کے ساتھ باہر نکل آیا اور پھر میں نے پیشانی پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

”ڈاکٹر کریم آپ بہت سادہ لوح آدمی معلوم ہوتے ہیں اس وقت مجھے حیرت ہوتی ہے جب اتنے سادہ لوح لوگ ایسے کاموں میں آتے ہیں۔“ ڈاکٹر کریم نے چونک کر مجھے دیکھا پھر آنکھیں پھاڑ کر سر کھجانے لگا اور بولا۔

”مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی ہے؟“

”آپ نے حقیقت جانے بغیر مجھے اس لڑکی کے سامنے میرے اصل نام سے مخاطب

کرتا شروع کر دیا اور کوئی تکلف ہی نہ کیا یہ بھی غور نہ کیا کہ وہ لڑکی کون ہے۔“

”اوہ میرے خدا یہ تو واقعی حماقت کی بات ہوئی پھر تو مجھے آپ سے معافی مانگنی چاہیے کیا وہ کوئی اجنبی لڑکی تھی جسے میں نے آپ کے ساتھ دیکھا؟“

”شاید میرا چہرہ بھی آپ کے لیے شناسا نہیں ہے آپ نے صرف ایک ٹیلی فون کال کی.....“

”ہاں واقعی چہرہ تو شناسا نہیں ہے لیکن آپ مسٹر دانش منصور نہیں ہیں؟“

”بے شک ہوں لیکن اس وقت میں ایک مقامی شخص مسٹر فارگون کے میک اپ میں.....“

”خیر اسے کسی کی غلطی تو نہیں کہا جاسکتا کیونکہ بعض اوقات کچھ تکامل ایسے ہوتے ہیں جنہ کا پہلے سے علم نہیں ہوتا اور یونہی بہت سارے کام ہو جاتے ہیں لیکن مسٹر ٹوری بلاٹکا بھی کبھی کبھی اندھے کھیل کھیل ڈالتے ہیں اور اب میں نے تو یہ بھی سنا ہے کہ آپ نے پیئر میکس سے براہ رابطہ قائم کیا تھا اور وہ صحیح طریقے سے آپ کو اینڈ نہیں کر سکا کیا یہ درست ہے مسٹر دانش منصور؟“

”ہاں کچھ ایسے واقعات پیش آگئے تھے جن کی بنا پر یہ سارا مسئلہ ہی الٹ گیا۔ بہر حال پیئر میکس، ریٹی میکس کے ہاتھوں موت کا شکار ہو گیا۔ ان لوگوں کی کہانی بڑی عجیب تھی یہ اطلاع میں آپ کو دے رہا ہوں اور مجھے یہ اطلاع اس شخص نے دی ہے جس کا نام روسٹن پارکر ہے۔“ میرے ان الفاظ پر ڈاکٹر کریم بری طرح اچھل پڑا تھا اس نے متوحش لہجے میں کہا۔

”ڈاکٹر ڈیڈ!“

”ہاں۔“

”لیکن لیکن کیا واقعی پیئر میکس مگر کیوں آخر اور کیا یہ بات غلط نہیں ہے کہ وہ ریٹی میکس کے ہاتھوں مارا گیا میرا مطلب ہے ریٹی میکس جو اس کی محبوبہ تھی۔“

”یہ ایک لمبا چکر ہے مسٹر کریم اور میرے لیے خاصا پریشان کن۔“

”وہ ہمارا ایک ساتھی ہے اور بہر حال مجھے اس بات پر تشویش ہے کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ اسے کہاں قتل کیا گیا تھا۔“

”وہ اور رینی دونوں اپنے فلیٹ پر موجود نہیں ہیں اور اس کے علاوہ میں نہیں جانتا کہ کہاں یہ واقعہ پیش آیا ہے۔“

”لیکن سر آپ کا ڈاکٹر ڈیڈ سے رابطہ کیسے قائم ہوا؟“

”ایک لمبی کہانی ہے مسٹر کریم جس کے کچھ حصے ایسے ہیں کہ کسی کو بتاتے ہوئے مجھے الجھن کا احساس ہوگا بہتر یہ ہے کہ آپ خود اس بارے میں مکمل طور پر تحقیق کر لیں اور اگر چاہیں تو مسٹر ٹوری بلاٹکا کو اس بارے میں اطلاع دے دیں یہ تو صرف اتفاق تھا کہ یہاں آنے کے بعد مسٹر ٹوری بلاٹکا کی ہدایت کے مطابق جب مجھے کسی مددگار کی ضرورت پیش آئی تو اس میں پیٹر میکس کا نام سامنے آگیا میں نے پیٹر میکس سے رابطہ قائم کیا اور اس نے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ بعض معاملات میں میری مناسب مدد کی تھی لیکن یہاں کچھ اور ایسے ڈراموں میں الجھ گیا جو میرے کام کے متعلق نہیں تھے اور اس لئے میرا رابطہ ان لوگوں سے ختم ہو گیا ایک لمبی کہانی ہے مائی ڈیئر ڈاکٹر کریم اور اب جب میرے کانوں تک یہ اطلاع پہنچی کہ صورت حال یہ ہو گئی ہے تو پھر میرے لیے یہ ضروری ہو گیا کہ میں کرائے کے دوستوں میں سے کسی اور سے رابطہ قائم کر کے کم از کم اس سلسلے میں اطلاع دوں میری خواہش ہے ڈاکٹر کریم براہ کرم اس بات کی تصدیق کریں کہ کیا واقعی ایسا ہو گیا ہے۔“ ڈاکٹر کریم کے چہرے پر تشویش کے آثار پھیل گئے پھر اس نے کہا۔

”بہر حال اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر ایسا ہوا ہے تو یہ ایک افسوسناک امر ہوگا اور یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ اس سلسلے میں مکمل معلومات حاصل کر کے مسٹر ٹوری بلاٹکا کو اس کی اطلاع دیں لیکن کیا آپ مزید کچھ تفصیل بتانا پسند کریں مثلاً بس اتنا کہ ڈاکٹر ڈیڈ یا رومن پار کرنے آپ کو اس بارے میں اطلاع کیوں دی ہے۔“

”ڈاکٹر کریم! شاید آپ اس لڑکی کو نہیں پہچانتے اس کا نام جیشی شوگیال ہے اور میں اس وقت اپنی اصلی شکل میں نہیں ہوں۔ میں ایک ایسے شخص کی حیثیت سے یہاں موجود ہوں جو مقامی آدمی ہے اور ایک جرائم پیشہ شخص کی حیثیت رکھتا ہے یعنی فارگون اگر یہ نام آپ کے علم میں آچکا ہے تو.....“ ڈاکٹر کریم نے فارگون سے لاعلمی کا اظہار کیا پھر بولا۔

”اور ان حالات میں۔“

”ڈاکٹر کریم! یہ ضروری ہے کہ آپ پہلے میرے بارے میں تحقیقات کریں اور پھر

میری مدد کریں۔ جیشی شوگیال کے بارے میں تو آپ نے پڑھ ہی لیا ہوگا اخبار میں۔“

”ہاں مسٹر کارسن شوگیال کی کہانی ہمارے علم میں ہے۔“

”بہر حال آپ اس بارے میں مجھے بتا دیجئے کہ کیا آپ میری کچھ مدد کرنا پسند کریں گے؟“

”ہم یہاں کرائے کے دوستوں کے مفادات کی پوری پوری نگرانی کرتے ہیں اور آپ کے بارے میں ہمارے پورے آرگنائزیشن کو جو ہدایات ملی ہیں وہ یہی ہیں کہ مسٹر دانش منصور کو جس قسم کی بھی مدد درکار ہو بغیر کسی تعارف کے ان کی پوری پوری مدد کی جائے خیر ٹھیک ہے آپ نے جتنا کچھ بتا دیا وہ ایک اضافی حیثیت رکھتا ہے اگر آپ نہ بھی بتاتے تو ہم معاہدے کے تحت آپ کی ہر مدد کرنے پر مجبور ہوتے جہاں تک پیٹر میکس کا تعلق ہے اس کے بارے میں ہم معلومات حاصل کر لیں گے اس کے کچھ ٹھکانے ہمارے علم میں ہیں ہو سکتا ہے ہمیں وہاں سے تھوڑی بہت معلومات حاصل ہو جائیں آپ اور کچھ ہمیں بتائیے جس کے لیے ہم آپ کے کام آسکیں۔“

”شکریہ ڈاکٹر کریم آپ چونکہ ایک باخبر انسان ہیں اس لیے آپ کو ایرش واش کے بارے میں بھی تھوڑی بہت معلومات حاصل ہوں گی۔“

”ایرش واش۔“ ڈاکٹر کریم نے سوالیہ انداز میں دیکھا پھر بولا۔

”ہاں مسٹر ایرش واش کے بارے میں یہ بات ہمارے علم میں ہے کہ وہ یہاں پچھلے کچھ عرصے پہلے آئے ہیں اور شاید ابھی تک یہیں قیام پذیر ہیں بہر حال صحیح صورت حال کے بارے میں ابھی تک کچھ نہیں معلوم۔“

”میرا اولین مسئلہ یہی ہے ڈاکٹر کریم کہ ایرش واش کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کروں یہ بات میرے علم میں ہے کہ کارسن شوگیال کا بھی ایرش واش ہی سے تعلق ہے اس وقت بھی صورت حال ایسی ہے کہ کچھ لوگوں کو میری تلاش ہے چنانچہ میں اس میک اپ کو ختم کیے بغیر بھاگ دوڑ نہیں کر سکتا اگر آپ مسٹر ٹوری بلاٹکا کے احکامات کو اہمیت دیتے ہیں تو پھر، یہ چند کام آپ کر دیجئے گا۔“

”میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ ہمیں خصوصی طور پر دوبارہ یہ ہدایت کی گئی ہے کہ آپ کے لیے کام کریں۔“

”پہلی چیز تو یہ کہ میرا یہاں آپ کے ساتھ قیام رہے گا اور میں اس بات کا خواہشمند رہوں گا کہ مجھ تک کوئی پہنچنے نہ پائے۔ جیشی شوگیال کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے اس کی حفاظت بھی مجھ پر فرض ہے کیونکہ بہر حال یہ میرے پروگرام کا ایک حصہ ہے دوسری بات یہ ہے کہ آپ ایرش واش سے رابطہ کے لیے تمام تر معلومات حاصل کیجئے۔“

”کیا اس کو آپ کے بارے میں بتا دیا جائے؟“

”قطعاً نہیں اسے میرے بارے میں ہوا بھی نہیں لگنی چاہیے۔“ میں نے جلدی سے کہا۔ لیکن دل میں، میں ہنسا تھا کہ یہ شخص میرے دشمن کو میرے سینے پر لا کر بٹھا دینا چاہتا ہے لیکن بہر حال وہ ایک ناواقف شخص تھا اور تمام حقیقتوں سے نا آشنا اس لیے قابل معافی تھا میں نے اسے اپنی تمام تفصیلات سمجھائیں بظاہر معقول آدمی معلوم ہوتا تھا لیکن دنیا کی سب سے بڑی حماقت کسی پر اعتبار کر کے اپنے آپ کو ساکت کر لینا ہے چنانچہ یہاں قیام کا فیصلہ تو کر لیا تھا میں نے لیکن بہت سے دوسرے احساسات کے ساتھ مثلاً یہ کہ اگر ڈاکٹر کریم کو پیٹر میکس کی لاش دستیاب ہو جاتی ہے تو اس کے بعد وہ میرے بارے میں کیا فیصلہ کرے گا لیکن یہ سب بعد کی باتیں تھیں اور اس وقت سے پہلے اس کے دوسرے پہلوؤں پر نگاہ نہیں ڈالی جا سکتی تھی بہر حال اس نے میری ضروریات پوری کرنے کا مکمل طور پر فیصلہ کر لیا پھر جس انداز میں اس نے اس نئی جگہ میری اور جیشی شوگیال کی پذیرائی کی اس سے یہ اظہار ہوتا تھا کہ وہ اپنی کہی ہوئی باتوں کو نبھانے کی کوشش کرے گا جب میں واپس جیشی شوگیال کے پاس پہنچا تو بے چینی سے وہ میرا انتظار کر رہی تھی مجھے دیکھ کر عجیب سے انداز میں مسکرائی اور میں نے بھی جوابی مسکراہٹ سے اس کی مسکراہٹ کا استقبال کیا پھر وہ کہنے لگی۔

”اب کیا کیفیت ہے؟“

”جیشی شوگیال میں نے آپ کو ان کے چنگل سے نکالا ہے تو اس لیے نہیں کہ آپ کو کسی کے حوالے چھوڑ دیا جائے آپ کو مسٹر شوگیال تک پہنچانا میری ذمہ داری ہے اور میں زندگی کی قیمت پر یہ ذمہ داری پوری کروں گا۔“ جیشی شوگیال عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی دیکھتی رہی پھر آہستہ سے بولی۔

”اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تم ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آئے۔“

”کیا مطلب؟“

”مطلب یہ کہ وہاں ہوٹل موسٹیو میں تم نے اپنی جان پر کھیل کر میری جان بچائی وہاں سے لے کر مجھے چلے تو اس کے بعد سے مسلسل گردش میں ہو یہاں تک کہ میری وجہ سے تمہارے دوست بھی زندگی ہار بیٹھے وہ شخص برا آدمی تھا لیکن اب اس دنیا میں نہیں ہے اس لیے میں اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں کہوں گی مگر تم مجھے اپنے بارے میں بتاؤ آخر تمہیں مجھ سے کیا دلچسپی ہے برا مت ماننا میری بات کا انسان جب کسی سے ذہنی طور پر متاثر ہو جاتا ہے تو اس کے دل میں بہت سے جذبات جاگتے ہیں نہ جانے کیسے کیسے جذبات اور کبھی کبھی یہ جذبات اس حد تک آگے بڑھ جاتے ہیں کہ خود پر قابو پانا بھی مشکل ہو جائے میں زندگی کا کوئی بہت بڑا تجربہ نہیں رکھتی اور بہت کم دنیا دیکھی ہے میں نے ڈیڈی نے مجھے اس انداز میں پروان چڑھایا ہے کہ میں نے اپنے آپ کو محدود رکھا ہے اور سچ کہوں تم سے اپنے آپ کو محدود رکھنا زیادہ ناکندے کی بات ہے ہم دنیا کے ہنگاموں میں پھنس جاتے ہیں اتنا ہی ہمیں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور ہماری الجھنیں سر سے اونچی پہنچ جاتی ہیں مجھے صرف اتنا بتاؤ کہ تم نے اتنا سب کچھ میرے لیے کیوں کیا ہے؟“

”اور وعدہ کریں مس شوگیال کہ جو کچھ میں کہوں گا اس پر یقین کریں گی۔“

”آہ ایسی بات مت کہو میرے محسن تم اس قابل ہو کہ جو کچھ تم کہو اسے آنکھیں بند کر کے یقین کی شکل دے دی جائے۔“

”تو آپ یہ سمجھ لیجئے کہ اس کا کوئی پس منظر نہیں ہے بہت عام اور معمولی سی بات ہے ان لوگوں نے تمہارے اغواء کا منصوبہ بنایا وہ یہ چاہتے تھے کہ تمہیں اغواء کر کے مسٹر شوگیال سے کسی بہت بڑی رقم کا مطالبہ کریں دوسرے لوگ بھی چاہتے تھے مگر میں ایک مست اور دیوانہ آدمی ہوں میں نے دولت کو بنیادی حیثیت نہیں دی بلکہ ان کے منصوبے زیر کرنے کا بیڑا اٹھایا اور مجھے خوشی ہے کہ میں اس میں کامیاب ہوں۔“

”ایسے ہی کامیاب نہیں ہو گئے تم کامیابیوں کے قابل ہو میرے دوست۔“ جیشی شوگیال آگے بڑھی میرا ہاتھ پکڑا اور اسے ہونٹوں سے لگا کر آہستہ سے چھوڑ دیا۔ اس کے چہرے پر جذبات کے سائے لرزاں تھے لیکن مختصر مدت جس طرف قدم بڑھا رہی تھیں وہ ذرا لڑ بڑ بات تھی کیونکہ ان قدموں کی پذیرائی میرے لیے زندگی کا ایک ناممکن امر تھی میرے سینے میں تو محبت کی شکل میں زخم کی شکل میں یا زندگی میں خوشی کی ایک کرن کی شکل میں صرف اور صرف

رخسار کا تصور تھا اور رخسار کے ساتھ گزرے ہوئے لمحات زندگی کی آخری سانس تک میرے ساتھی تھے۔ یہاں بھی میں اپنی وفا اور محبت کو حرف آخر بنانے کا تہیہ کیے ہوئے تھا۔ باقی زندگی میں جو لمحات ناگزیر ہوں اور غیر متوقع طور پر شامل ہو جائیں ان کی بات اور ہے بہر حال جیسی شوگیال کی طرح اور بہت سے کردار میری زندگی میں آئے تھے۔ میرے ذہن میں ایک بڑا لالچ تھا اور میں اس پر آہستہ آہستہ کام کر رہا تھا ڈاکٹر کریم کے بارے میں اب تک جو اندازہ تھا وہ یہی تھا کہ کام کا آدمی ثابت ہوگا پورا دن نہیں ملا۔ دوسرے دن بھی شام کو چار بجے تک اس سے ملاقات نہیں ہوئی نہ ہی میں نے اس کے بارے میں کوئی زبردست چھان بین کی تھی لیکن شام کی چائے پر وہ چائے کے ساتھ ہی میرے پاس پہنچ گیا ملازم چائے کے برتن لائے تھے اور وہ ان کے پیچھے پیچھے مجھ تک آیا تھا مجھے دیکھ کر مسکرایا مجھ سے ہاتھ ملایا اور بولا۔

”آپ سے کچھ گفتگو کرنی ہے پوشیدہ طور پر آپ کے ساتھ ہی چائے پیوں گا اور اس کے بعد مس شوگیال سے کچھ وقت کے لیے آپ کو ادھار مانگ لوں گا۔“ جیسی ہنسنے لگی پھر بولی ”آپ کا نظریہ غلط ہے ڈاکٹر کریم ان کے بارے میں اجازت دینے کی حقدار میں نہیں ہوں اپنی غلط فہمی کو درست کر لیجئے۔“

”سوری مس شوگیال کبھی کبھی انسان سے غلطی ہو جاتی ہے۔“ ڈاکٹر کریم نے کہا یہ اس نے اچھا کیا تھا کہ جیسی شوگیال کے سامنے ہی رام کہانی سنانے نہیں بیٹھ گیا تھا چائے کے بعد ہم دوسرے کمرے میں آگئے تو اس نے کہا۔

”پیٹر میکس اور اس کی محبوبہ کی لاش مل گئی ہے اور تحقیقات ہم لوگوں نے کی ہے وہ یہ ہیں کہ بڑے پراسرار حالات میں پیٹر میکس کا قتل ہوا ہے وہ اپنی اس دیہی اقامت گاہ میں ایک لڑکی کو لے آیا تھا جس کے بارے میں اس کے دوسرے ساتھی کچھ بتانے سے قاصر ہیں بعد میں وہ لڑکی وہاں سے غائب پائی گئی۔ البتہ ان لوگوں نے بریٹنی میکس کو وہاں آتے ہوئے دیکھا تھا اور بریٹنی میکس نے غالباً رقابت میں پیٹر میکس کو قتل کر دیا اور پھر اپنی کپٹی میں بھی گولی مار لی اس طرح دونوں ہلاک ہو گئے اور وہ لڑکی وہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئی اس کے بارے میں ہمیں کوئی صحیح اطلاع نہیں مل سکی لیکن بظاہر جو تفصیلات سامنے آئی ہیں ان سے یہی پتا چلتا ہے کہ اس لڑکی نے ان دونوں میں سے کسی کو قتل نہیں کیا بلکہ بات رقابت کی شکل میں سامنے آئی ہے بہر حال ان لوگوں کی لاشوں کی تصدیق کر دی گئی ہے ظاہر ہے ہم کسی

بھجن کو نہیں پال سکتے اور اس کے لیے کوئی غلط راستہ نہیں اختیار کیا جاسکتا دوسری بات مسٹر ایرش داش کی ہے مسٹر ایرش داش، بیس لکھ روڈ میں مقیم ہیں اور یہ ان کا ٹیلی فون نمبر ہے آپ براہ کرم اسے نوٹ کر لیجئے۔“ میں حیرت سے منہ کھول کر رہ گیا ڈاکٹر کریم نے تو بہت بڑا کام کر ڈالا تھا۔ ٹیلی فون نمبر مجھے بتانے کے بعد اس نے کہا۔

”اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ مسٹر شوگیال انہی کے پاس قیام پذیر ہیں اور ایرش داش خود مس شوگیال کی تلاش میں سرگرداں ہیں نہ صرف وہ خود بلکہ پولیس سے بھی مدد لی گئی ہے یہ ایک سنسنی خیز تصور ہے۔“

”اس سلسلے میں اعلیٰ حکام کا کیا خیال ہے ڈاکٹر کریم کیا اس بارے میں کچھ معلوم ہو سکا؟“

”نہیں ابھی بالکل نہیں لیکن اگر آپ چاہتے ہیں۔“

”نہیں بالکل نہیں میرا خیال ہے آپ نے بہت کچھ کیا ہے میرے لیے اور اس پر میں شکر گزار ہوں۔“

”ہماری ڈیوٹی ہے جناب آپ ایسی باتیں مت کیجئے گا بلکہ مجھے بتائیے کہ مزید۔۔۔۔۔“

”نہیں میں اب مسٹر شوگیال سے گفتگو کروں گا اور کوئی بہتر صورت حال بن سکی تو آپ کو بتاؤں گا۔“

”اوکے، ہم لوگ ہر ممکن ذمہ داری پوری کرنے کے لیے دل و جان سے حاضر ہیں۔“ ڈاکٹر کریم نے کہا، میں بے حد خوش تھا مجھے خاصی تفصیلات حاصل ہو چکی تھیں۔ دل تو چاہ رہا تھا کہ پرواز کرتا ہوا بیس لکھ روڈ پہنچ جاؤں ہو سکتا ہے میری زندگی وہیں محصور ہو اور اگر مجھے ملنے والی وہ اطلاع درست ہے کہ رخسار کو قتل ایبب پہنچا دیا گیا ہے تو پھر معاملہ بہت لمبا ہو جائے گا لیکن بہر حال میں تو دنیا کے آخری سرے تک اسکا پیچھا کروں گا چاہے زندگی کا آخری لمحہ ہی کیوں نہ ختم ہو جائے۔ رخسار کے علاوہ اب میرا مقصد اور میرا مشن اور کچھ بھی نہیں تھا تو یہ سلسلہ اس جگہ آ کر ختم ہو گیا۔ جیسی شوگیال نے بے چین نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

”آخر ایسی کون سی بات ہے جو تم مجھ سے چھپانا پسند کرو گے، ڈیڑ فارگون کوئی ہے ایسی بات۔“ جواب میں، میں مدھم سے انداز میں مسکرایا پھر میں نے بات گول مول کرتے

”جن کوششوں میں مصروف ہوں جیٹی شوگیال ان میں میری آرزو یہ ہے کہ اچانک ہی آپ کو متحیر کر دوں ایک سر پرانز دوں آپ کو۔“ وہ مسکراتی ہوئی بولی۔

”تم کیا جانو تمہاری طرف سے میری زندگی کے لیے سب سے اہم سر پرانز کیا ہو سکتا ہے۔“ اس کی کیفیت سے مجھے اس کے الفاظ کا مفہوم معلوم ہو گیا تھا لیکن احمق لڑکی ایک ایسے مفہوم کا اظہار کر رہی تھی جس سے میرا دور کا واسطہ بھی نہیں ہو سکتا تھا ایک ایسا مفہوم جسے صحیح معنوں میں سمجھا بھی نہیں جاسکتا تھا بہر حال یہ جو کچھ بھی کہہ رہی ہے اسکا اپنا عمل ہے میں اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں چنانچہ میں نے خاموشی ہی اختیار کی تھی البتہ یہ فیصلہ میں نے دل میں کر لیا تھا کہ جو بھی پروگرام ترتیب دوں گا وہ مکمل طور سے جیٹی شوگیال کے علم میں نہیں آئے گا مجھے ایرش واش کے بارے میں معلومات تو حاصل ہو گئی تھیں لیکن اب یہ بھی ممکن نہیں تھا کہ میں سیدھا جا کر ایرش واش کے سامنے کھڑا ہو جاؤں یا مسٹر شوگیال کو اپنے جال میں پھانسنے کی کوشش کروں وہ تو ایک بے مقصد کردار تھا بس ایرش واش تک رسائی حاصل کرنے کا ایک ذریعہ اور دوسری طرف اور بھی کچھ لوگ تھے چلو یہ تو مان لیا کہ بے چارہ پیٹر میکس جو ایک خطرناک شخص ثابت ہو سکتا تھا اس سارے سلسلے میں وہ زندگی کھو بیٹھا تھا لیکن ابھی ڈاکٹر ڈیڈ حیات تھا جو بہر حال اس سلسلے میں میرے لیے انتہائی سنگین ثابت ہو سکتا تھا چنانچہ سب کچھ احتیاط سے ہی کرنا تھا کوئی ایسی پلاننگ جس سے مجھے میرا مقصد حاصل ہو سکے اور اس کے لیے مجھے بہر حال دماغ سوزی کرنی تھی۔ جیٹی شوگیال اپنا مقصد ظاہر کر چکی تھی۔ لیکن ان حماقتوں کے لیے میرے پاس کوئی وقت نہیں تھا۔ میں تو تھا ہی ایک عجیب و غریب صورت حال کا مالک اور بہت غور کرنے کے بعد آخر کار میں نے اس مسئلے کے لیے ایک منتخب راہ فراہم کر لی اور اس کے ہر پہلو پر غور کرنے لگا۔ اس طریقہ کار سے میں بہر طور کامیابی کی منازل طے کر سکتا تھا لیکن سب کچھ ایک خطرہ ہی تھا اور خطرات اب میرے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتے تھے۔ بہر حال ہر پہلو پر غور کرنے کے بعد آخر کار میں نے ڈاکٹر کیری کی رہائش گاہ سے کچھ فاصلے پر ایک ٹیلی فون بوتھ سے اس نمبر کو ڈائل کیا جو ایرش واش کا نمبر تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہاں سے رابطہ قائم ہو گیا اور آواز سنائی دی۔

”ہیلو۔“

”ہیلو، دیکھئے یہاں ایک صاحب مسٹر کارسن شوگیال قیام پذیر ہیں، میں ان سے بات کرنا چاہتا ہوں۔“

”کون ہیں آپ؟“

”اس بارے میں میں کچھ نہیں بتا سکتا۔ البتہ انہیں صرف یہ اطلاع دے دیجئے گا کہ میں مس شوگیال کے بارے میں کچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔“

”کیا.....؟“ دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

”کیا آپ کارسن شوگیال ہیں؟“

”نہیں، لیکن تم جو کوئی بھی ہو یوں سمجھو میں کارسن شوگیال کا دست راست ہوں، مجھے اس بارے میں بتاؤ۔“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ مجھے کچھ بتانا نہیں ہے بلکہ مسٹر شوگیال سے ملاقات کرنی ہے اور میں انہیں پہچانتا ہوں۔ ویسے آپ کون ہیں؟“

”دیکھو، میرا نام ایرش واش ہے اور یوں سمجھو کہ میں مسٹر شوگیال کا جگہری دوست ہوں اور یہ قیامگاہ میری ہی ہے۔ میں ان کا دست راست اور معاون بھی ہوں۔ چنانچہ مجھے کچھ بتانے میں گریز نہ کرو۔ تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ ہم لوگ مس شوگیال کے لیے کتنے پریشان ہیں۔“

”آپ نے اپنا کیا نام بتایا؟“

”ایرش واش، ایرش واش.....“ وہ کرخت لہجے میں بولا۔

”مسٹر واش میں معذرت چاہتا ہوں، کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ آپ مسٹر شوگیال سے ہی میری بات کرا دیں۔“

”ایک منٹ انتظار کرو۔“ دوسری جانب سے جھلائی ہوئی آواز سنائی دی اور پھر خاموشی چھا گئی۔ میرے پورے بدن میں سنسنی دوڑ رہی تھی۔ ایرش واش کی آواز سنی تھی میں نے اس کا مطلب ہے کہ رابطے آگے بڑھ رہے ہیں اور مستقبل میں بہت سی کامیابیوں کی امیدیں کی جاسکتی ہیں۔ آہ..... میرے خدا، کاش میں بے آسانی یہ کامیابی حاصل کر سکوں۔ دل سے ایک آواز ابھری تھی اور پھر دوسری آواز فون کے ماؤتھ پیس سے ابھری تھی۔

”ہیلو، میں شوگیال بول رہا ہوں۔“

”مسٹر شوگیال میں ایک پبلک کال بوتھ سے بات کر رہا ہوں اور مجھے کوئی خطرہ نہیں ہے لیکن آپ سے میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کیا آپ جس ٹیلی فون سے بات کر رہے ہیں وہ کسی طرح مشکوک تو نہیں ہے؟“

”بالکل نہیں، تم بتاؤ کیا اطلاع دینا چاہتے ہو مجھے؟“

”دیکھئے، ایک عجیب و غریب صورتحال ہے۔ آپ براہ کرم جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اسے نہ تو کوئی فریب سمجھئے اور نہ ہی کوئی ایسا عمل جس سے آپ مشکوک ہو جائیں۔ میرا نام فارگون ہے اور میں بھی یہاں کے نیک نام لوگوں میں سے نہیں ہوں لیکن کبھی کوئی ایسی صورتحال پیش آ جاتی ہے جس کی بنا پر انسان صحیح فیصلے نہیں کر پاتا اور ایسے فیصلے کر بیٹھتا ہے جو سمجھ میں نہیں آتے۔“

”سنو، مجھے فلسفہ سنانے کی کوشش مت کرو۔ سب سے پہلی بات مجھے یہ بتاؤ کہ میری بیٹی کے بارے میں تم کیا جانتے ہو؟“

”جانتا نہیں ہوں مسٹر شوگیال بلکہ یوں سمجھئے کہ مس جیشی اس وقت میری تحویل میں ہیں اور میں انہیں آپ تک پہنچانا چاہتا ہوں۔“ دوسری طرف چند لمحات کے لیے خاموشی چھا گئی۔ ریسپور میں ہونے والی ہلکی سی کھڑکھڑاہٹ اس بات کا اظہار کر رہی تھی کہ فون کہیں دوسری جگہ بھی سنا جا رہا ہے اس خاموشی کا وقفہ طویل ہونے لگا تو میں نے کہا۔

”ہیلو۔“

”ہاں، ہاں میں لائن پر ہوں۔“

”اور سب سے پہلے یہ بات بتائیے کہ ٹیلی فون کی دوسری لائن پر کون ہے اور کیا آپ کا ٹیلی فون ٹیپ کیا گیا ہے یا یہ صرف آپ کی رہائش گاہ پر کسی اور نے سننے کی کوشش کی ہے؟“

”تم بہت چالاک آدمی معلوم ہوتے ہو۔ بے فکر رہو ہمارا ٹیلی فون ٹیپ نہیں کیا جا سکتا۔ میرا دوست ایرش واش میری اور تمہاری گفتگو سن رہا ہے۔ تم اس سے بات کر سکتے ہو۔“ پھر ایرش واش کی آواز سنائی دی۔

”سنو دوست مسٹر فارگون! تم کون ہو، کیا ہو یہ میں نہیں جانتا، لیکن اگر جیشی شوگیال کے بارے میں تم ہمیں کوئی موثر بات بتا سکتے ہو تو یوں سمجھ لو کہ تمہاری تقدیر بدل سکتی ہے۔ دنیا

کے جس ملک میں تم چاہو اپنے لیے اتنی آسائشیں حاصل کر سکتے ہو کہ ساری زندگی کی محنت کے بعد بھی تم نے وہ آسائشیں نہ حاصل کی ہوں گی۔“

”میں آپ کو مسٹر واش کہہ کر مخاطب کر سکتا ہوں۔“ میں نے کہا۔

”ہاں، کیوں نہیں۔“

”مسٹر واش! ہوٹل موسٹیو میں مسٹر روٹن پارکر نے یا اپنے دوسرے نام کے ساتھ ڈاکٹر ڈیڈ نے مسٹر شوگیال اور ان کی بیٹی کو ڈر دیا تھا۔ بظاہر وہ ایک مہذب آدمی ہے۔ شاید آپ کے علم میں یہ بات ہو کہ زیر زمین دنیا میں مسٹر روٹن، ڈاکٹر ڈیڈ کے نام سے مخاطب کیے جاتے ہیں اور ڈاکٹر ڈیڈ نے جیشی شوگیال کے اغوا کا ایک زبردست منصوبہ بنایا تھا اور اس منصوبے کا مقصد یہی تھا کہ مس شوگیال کو اغوا کر کے اعلیٰ پیمانے پر کارسن شوگیال سے مالی مفادات حاصل کیے جائیں اور اس کے لیے ڈاکٹر ڈیڈ نے ایک پورا گروہ اس کام پر مصروف کیا تھا جس کے ایک رکن نے مجھ پر اس پروگرام کا بھانڈا پھوڑ دیا اور اپنی فطرت کے تحت نہ جانے کیوں میں نے یہ فیصلہ کیا کہ بغیر کسی لالچ اور مقصد کے میں ان لوگوں کے اس منصوبے کو ناکام بناؤں گا۔ اس کی وجہ ڈاکٹر ڈیڈ کا ایک چیلنج تھا میرے لیے۔ میں تو بڑا معمولی سا آدمی ہوں نہ میرا کوئی گروپ ہے نہ گروہ۔ جرائم پیشہ بھی باقاعدہ نہیں ہوں۔ بس یوں سمجھ لیجئے کہ گزارے کے لائق کام کر لیتا ہوں۔ لیکن مجھے صرف اس بات کا ملال رہا ہے کہ ڈاکٹر ڈیڈ نے اپنی قوت کی بنا پر مجھے ایک حقیر انسان تصور کیا تھا۔ میں نے اس پر یہ ثابت کرنے کا تہیہ کر لیا کہ میں اس کے مقابلے میں ایک حقیر انسان نہیں ہوں۔ چنانچہ ہوٹل موسٹیو میں جس وقت جیشی شوگیال کو اغوا کرنے کا منصوبہ بنایا گیا میں نے اس منصوبے کو فیل کیا اور ڈاکٹر ڈیڈ کے کئی آدمیوں کو قتل کر کے آخر کار مس شوگیال کو وہاں سے اپنے ساتھ لے گیا۔ آپ یقیناً اس بارے میں بہت سی باتیں سوچیں گے یہ بھی سوچیں گے آپ کہ ممکن ہے میں آپ کو کہانیاں سنا رہا ہوں یہ آپ کے سوچنے کی بات ہے اور میں اس سے بالکل متاثر نہیں ہوتا۔ ہاں یہ ضرور کہوں گا کہ تفصیلات آپ کو جیشی شوگیال ہی بتائے گی لیکن بہر حال مجھے خطرہ ہے کہ اگر میں جیشی شوگیال کو آپ تک پہنچانے کی کوشش کروں گا تو ڈاکٹر ڈیڈ ہر طرح کی مزاحمت کرے گا۔“

”تم اس وقت کہاں ہو اور..... اور جیشی شوگیال کہاں ہے۔ کیا تم میری اس سے بات کر سکتے ہو، دیکھو بالکل بے فکر رہو۔ تمہیں ہر طرح کا تحفظ دیا جائے گا اور ڈاکٹر ڈیڈ کی جو

حالت ہوگی اس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ میری بیٹی مجھ تک پہنچا دو میں تمہارا بے حد شکر گزار رہوں گا۔“

”مس شوگیال سے آپ کی بات کرائی جاسکتی ہے تھوڑا توقف کیجئے گا۔“ میں نے اپنی بات کو موثر بنانے کا فیصلہ کر لیا۔

”مگر کب اور کیسے؟“

”میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ میں ایک پبلک کال بوتھ سے یہ فون کر رہا ہوں۔ آپ سے گفتگو کرنے کے بعد تقریباً پندرہ منٹ میں آپ سے طلب کروں گا۔ سولہویں منٹ پر اپنے فون پر میرا انتظار کیجئے گا۔ میں مس شوگیال کو فون تک پہنچا دوں گا لیکن اس سے پہلے میرے اس منصوبے پر غور کر لیجئے گا۔“

”ہاں، ہاں بالکل ٹھیک ہے۔ مجھے بتاؤ کیا منصوبہ ہے تمہارا۔“

”کل رات ساڑھے نو بجے آپ کو ایک پتا دے رہا ہوں میں، اس پتے پر پہنچ جائیے گا۔ تھوڑا سا اپنے آپ کو مستحکم کر کے آئیے۔ کچھ افراد کا آپ کے ساتھ ہونا بے حد ضروری ہے۔ میں مس شوگیال کو آپ کے حوالے کر دوں گا۔“

”اس سلسلے میں تمہاری کوئی شرائط.....“ کارسن شوگیال نے پوچھا اور میں ہنس پڑا۔ میں نے کہا۔

”آپ صرف محبت سے مجھ سے ہاتھ ملا لیجئے گا، یوں سمجھ لیجئے یہی میرا معاوضہ ہوگا۔“

”نہیں پھر بھی.....؟“

”خدا حافظ، اب سے پندرہ منٹ کے بعد میں آپ کو دوبارہ رنگ کروں گا۔“

”سنو میری بات سنو۔“ کارسن شوگیال نے کہا۔

”جی فرمائیے۔“

”میرا مطلب ہے کچھ اور تو تفصیلات بتاؤ۔ اس جگہ کے بارے میں بھی بتاؤ۔“

”وہ میرا گھر ہے۔ آپ اس کا پتہ نوٹ کر لیجئے۔“

”ہاں بولو، کیا تم اس وقت وہیں سے بول رہے ہو، میرا مطلب ہے اس کے آس پاس سے اور جھٹکی وہیں ہے؟“

”ہرگز نہیں۔ میں اس وقت ایک ایسی غیر محفوظ جگہ ہوں جہاں سے کچھ بھی نہیں کیا جاسکتا آپ بہر حال کل رات تک ضرور توقف کر لیجئے گا۔“

”سنو جب یہ کام کرنا ہے تو آج ہی کیوں نہیں!“

”کچھ ایسے ہی اہم معاملات ہیں۔ آپ یوں سمجھ لیجئے کہ جیشی محفوظ ہے اور تھوڑی دیر کے بعد آپ خود اس سے بات کر لیجئے گا لیکن میری مشکلات کو نگاہوں کے سامنے رکھ کر۔“

”ٹھیک ہے۔“ کارسن شوگیال نے آخر کار خاموشی اختیار کر لی اور میں نے رسم آخر کہہ کر فون بند کر دیا۔ میرے اپنے اندازے کے مطابق میرا اب تک کا اٹھایا ہوا قدم بالکل صحیح تھا۔ بہر حال اپنا تحفظ بھی کرنا تھا اور اپنے مقصد کی تکمیل بھی پھر ان تمام معاملات سے فراغت حاصل کرنے کے بعد میں وہاں سے واپس آ گیا۔ جیشی شوگیال اب کچھ زیادہ ہی قدم آگے بڑھا رہی تھی۔ جاگ رہی تھی مجھے دیکھ کر برا سا منہ بنا کر بولی۔

”کہاں گئے تھے؟“

”ارے کوئی غلطی ہو گئی مجھ سے مس شوگیال ظاہر ہے آپ کو بتائے بغیر میں کہیں بھی نہیں جاسکتا بس۔۔۔۔۔ ایک کام سے نکل گیا تھا۔“

”خیر اتنا تو میں جانتی ہوں کہ میرے ساتھ یہاں کوئی غلط بات ہو ہی نہیں سکتی کیوں کہ لوگ مجھے جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں لیکن تمہیں ضرور جانتے ہیں۔“ اس کے لہجے کا انداز فخر کا تھا۔ میں نے کہا۔

”ویسے مس شوگیال میرے جتنے اقدامات ہیں وہ صرف آپ ہی کی بہتری کے لیے ہوتے ہیں اور میں ہر وقت فکر میں رہتا ہوں کہ جس طرح بھی بن پڑے آپ کو خوشیاں فراہم کروں۔“

”میری سب سے بڑی خوشی تو یہی ہے کہ میں اپنے ڈیڈی کے پاس پہنچ جاؤں باقی ساری چیزیں بعد میں آتی ہیں۔“

”تو پھر آپ۔۔۔ خوش ہو جائیے میں آپ کی آپ کے ڈیڈی سے بات کر رہا ہوں ان کا پتا اور ٹیلی فون نمبر معلوم کرنے میں کامیاب ہو گیا ہوں میں۔“

”کیا واقعی؟“ وہ خوشی سے اچھل پڑی۔

”ہاں۔“ میں نے کہا اور ٹیلی فون کے نزدیک پہنچ گیا پھر میں نے ٹیلی فون پر نمبر

ڈاکل کیا۔ جیشی شوگیال پر شوق انداز میں میرے نزدیک آگئی تھی اور میرے شانے پر ٹھوڑی رکھ کر کھڑی ہوگئی تھی۔ اس کے اس انداز میں بڑی اپنائیت تھی۔ دوسری جانب بھی ٹیلی فون کا انتظار ہی ہو رہا تھا۔ فوراً ریسپور اٹھا لیا گیا۔ کرک کرک کی دو آوازیں سنائی دی تھیں۔ ایریش داش اس بار بھی دوسرے ٹیلی فون پر موجود تھا۔ جیشی شوگیال نے مجھے دیکھا اور میں نے کہا۔

”ہاں مسٹر شوگیال۔“

”میں بول رہا ہوں۔“

”لیجئے بات کیجئے۔“ میں نے کہا اور ریسپور جیشی شوگیال کو دے دیا۔ جیشی شوگیال کے ہاتھ میں ریسپور کپکپا رہا تھا۔ اس نے اسے کان سے لگا کر کہا۔

”ہیلو۔“

”ہیلو کون۔“ جیشی۔ دوسری طرف کی آواز یہاں تک سنائی دے رہی تھی۔ ”جیشی شوگیال رو پڑی۔“

”ڈیڈی آپ ہیں، یہ آپ بول رہے ہیں ڈیڈی۔“

”ہاں، میری بچی میری زندگی میں ہی ہوں۔ کیسی ہو تم۔“

”ڈیڈی میں ٹھیک ہوں، مجھے کوئی ذہنی یا جسمانی تکلیف نہیں ہے۔ مگر بس میں آپ کی وجہ سے پریشان ہوں۔ آپ میرے لیے بہت پریشان ہوں گے۔ ڈیڈی یہ بات مجھے معلوم ہے۔“

”ہاں میری بچی تجھے کوئی نقصان تو نہیں پہنچا تو زخمی تو نہیں ہے۔“

”نہیں ڈیڈی۔ جس شخص نے میری مدد کی ہے وہ فرشتہ صفت انسان ہے، ڈیڈی اس نے میرے لیے جو کچھ کیا ہے میں آپ کو الفاظ میں بتا نہیں سکتی۔ بڑے خطرات مول لیے ہیں۔ اس نے میرے لیے زندگی کی بازی لگا دی ہے۔ اس نے میرے لیے ڈیڈی، میں اس کا یہ احسان کبھی نہیں بھول سکوں گی۔“

”اب کہاں ہے تو میری بچی؟“

”ڈیڈی“ زفر فارگون نے خطرناک ترین حالات سے مجھے بچانے کے لیے نہ جانے کیا کیا جتن کیے ہیں۔ اس وقت بھی میں انہی کی تحویل میں ہوں اور ان کی اس بات سے مکمل اتفاق رکھتی ہوں کہ دشمنوں سے محفوظ رکھنے کے لیے مجھے بڑی احتیاط کے ساتھ آپ

تک پہنچانا ہوگا۔ میں اس بات سے انکار نہیں کرتی۔“

”ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔ جلد بازی میں کوئی خطرناک قدم اٹھانا کسی طور مناسب نہیں رہے گا۔ میں کل تک صبر کر لوں گا، کیا اس وقت وہ موجود ہے؟“

”ہاں مسٹر فارگون میرے قریب ہی ہیں۔“ جیشی نے جواب دیا۔

”مجھ سے بات کراؤ۔“ جیشی نے ریسپور میری طرف بڑھا دیا اور میں نے ریسپور

کانوں سے لگاتے ہوئے کہا۔

”نیں مسٹر کارسن شوگیال!“

”ڈیڈی فارگون تمہارا بے حد شکریہ۔ جیشی سے میری بات ہو چکی ہے اور میں مطمئن

ہوں۔ مجھے اس کا بھی اندازہ ہے کہ میری بیٹی کسی دباؤ کے بغیر بول رہی ہے۔ میں اس کی

فطرت اس کی شخصیت کو اچھی طرح پہچانتا ہوں۔ ٹھیک ہے ڈیڈی فارگون ویسے تم اگر چاہو تو میں

تم سے اسی وقت ہر طرح کے تحفظ کی فراہمی کا وعدہ کرتا ہوں لیکن بہر حال تمہاری مرضی کے

مطابق میں انتظار کرنے میں کوئی عار نہیں محسوس کرتا۔ یہ وقت میں گزار لوں گا۔ تم بالکل بے فکر

رہو۔ اب ذرا مسٹر ایریش داش سے گفتگو کر لو۔“

”ہیلو.....“ میں نے کہا۔

”ہاں ڈیڈی فارگون، مجھے یقین ہے کہ کل صبح تک تمہارے بارے میں تمام تر تفصیلی

رپورٹ میرے پاس ہوگی اور بہر حال چونکہ میرا دوست شوگیال جو میرے بچپن کا ساتھی ہے

اور میرے لیے بہت بڑی حیثیت کا حامل ہے اس بات پر آمادہ ہے تو تمہاری مرضی کے مطابق

ہی عمل کر لیا جائے۔ اس سلسلے میں اگر کوئی مزید احتیاطی اقدامات ہوں تو مجھے بتاؤ۔“

”سر کل رات کو ساڑھے نو بجے آپ براہ کرم اس پتے پر پہنچ جائیے جو میں نے آپ کو

بتایا ہے۔ یا اگر نہیں بتایا تو دوبارہ نوٹ کر لیجئے۔ میں احتیاطاً وہاں نہیں ہوں چونکہ ڈاکٹر ڈیڈی

مجھے بہت سی پیش کشیں کر چکا ہے میں نے اس سے یہی کہہ کر جان چھڑائی ہے کہ مس شوگیال

میرے پاس نہیں ہے بلکہ میں ایسے ذرائع رکھتا ہوں کہ انہیں حاصل کر لوں اور ہو سکتا ہے وہ

یہاں پہنچ جائے بہت سے دعوے کئے ہیں اس نے مجھ سے لیکن بہر حال اس کے بارے میں

کچھ کہنا حماقت ہے۔ جہاں تک میرا اندازہ ہے ممکن ہے وہ میری نگرانی کر رہا ہو لیکن آپ

مطمئن رہیں۔ مس شوگیال کو میں کوئی نقصان نہیں پہنچنے دوں گا، یہ میرا وعدہ ہے۔ آپ بس

تھوڑی سی زحمت کر لیجئے گا کہ ساڑھے نو بجے جب آپ وہاں پہنچیں تو اس بات کے لیے تیار رہیں کہ ممکن ہے آپ کا سامنا ڈاکٹر ڈیڈ سے ہو جائے۔“ جواب میں ایرش واش ہنسنے لگا پھر بولا۔

”تم بالکل بے فکر رہو ڈیئر فارگون! وہ ڈاکٹر ڈیڈ اب اسے مسٹر ڈیڈ کہو۔ یوں سمجھ لو کہ وہ اب سچ مچ مرحوم ہو چکا ہے اوکے۔ شوگیال سے اور کوئی بات کرنی ہے۔“

”کوئی خاص بات نہیں۔“

”میں لائن پر ہوں ڈیئر فارگون! اگر اس سلسلے میں تمہارا کوئی مالی مطالبہ ہے تو مجھے بتاؤ۔“

”سر میں بڑا سر پھرا آدمی ہوں اور ضرورت کے مطابق ہی کسی چیز کو اپنے لیے مناسب سمجھتا ہوں میرا کوئی مطالبہ نہیں ہے بلکہ آپ یہ سمجھ لیجئے کہ کسی مطالبے کی پیش کش میرے خلوص کو گالی دینے کے مترادف ہے۔ میں آپ سے اور مسٹر ایرش واش سے دلی عقیدت رکھتا ہوں کیونکہ مس جیشی مجھے آپ دونوں کی دوستی کے بارے میں بتا چکی ہیں۔ بہت اچھے دوست، بہت اچھے سرپرست ہی ثابت ہوتے ہیں اور میرے لیے اتنا ہی کافی ہوگا کہ میں لوگوں سے یہ کہہ سکوں گا کہ میں مسٹر ایرش واش کی سرپرستی میں ہوں۔ اوکے زیادہ گفتگو مناسب نہیں ہے۔“

”اوکے شوگیال نے کہا اور میں نے جیشی کی طرف دیکھا۔ جیشی نے مطمئن انداز میں مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی تو میں نے فون کا ریسور رکھ دیا۔ وہ بڑی سرور نظر آرہی تھی۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

”مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے میرے لیے جو کچھ کیا ہے اس کا صلہ میں تمہیں کیا دوں گی۔“

”مس جیشی شوگیال، آپ بہت بڑی شخصیت کی مالک ہیں۔ یقینی طور پر آپ اپنے اوپر کوئی احسان پسند نہیں کریں گی۔ ہم جیسے لوگوں کی کاوشوں کا معاوضہ ہی کیا ہو سکتا ہے۔ معمولی سے لوگ ہیں۔ آپ مجھے پانچ ڈالر دے دیجئے گا۔ میری اوقات کے مطابق کافی ہوں گے۔ میرے ان الفاظ پر وہ جذباتی ہو گئی اور مجھ سے معافیاں مانگنے لگی۔ پھر میں اسے وہاں سے لے آیا۔ بہر حال مجھے یہ ڈبل گیم بڑی احتیاط سے کھیلنا تھی کوئی بھی لغزش خطرناک ہو سکتی تھی۔ جیشی شوگیال بھی اپنے باپ سے ملنے کے لیے مضطرب تھی اور میں جانتا تھا کہ مسٹر شوگیال کا

حال بھی اس سے مختلف نہیں ہوگا بلکہ اس سے زیادہ خراب ہی ہوگا کیونکہ جیشی بہر حال میری تحویل میں خود کو مطمئن سمجھتی تھی لیکن مسٹر شوگیال کی اپنی بیٹی سے جدائی ان کے لیے بڑی اضطراب کا باعث ہوگی تھوڑا سا اندازہ ان کے اور ایرش واش کے درمیان تعلقات کا بھی ہو گیا تھا اور یہ بات مکمل طور پر میرے حق میں جاتی تھی ذرا فارگون کے کردار کو خوش اسلوبی سے نبھا لوں، بہر حال آج کی رات بڑی سنسنی خیز کیفیات کی حامل تھی اور میں نے سارے منصوبے نوک پلک کے ساتھ سنوارے تھے۔ بظاہر اس میں کسی قسم کی مشکل کا کوئی امکان نہیں تھا لیکن پھر بھی حالات کسی بھی شکل میں تبدیل ہو سکتے تھے اور اس کے لیے اپنے آپ کو تیار رکھنا ضروری تھا۔ جیشی شوگیال اس طرح مطمئن تھی جیسے اپنے بہت ہی قریبی عزیز کے ساتھ ہو۔ آخر کار مقررہ وقت میں اسے اپنے ساتھ لے کر فارگون کی رہائش گاہ کی جانب چل پڑا۔



اس بات کا شبہ تھا کہ ممکن ہے روسٹن پارکر کے ساتھی فارگون کی رہائش گاہ کو مستقل نگاہ میں رکھے ہوئے ہوں اور اس وقت بھی اس کے اطراف میں پھیلے ہوئے ہوں لیکن اب زندگی میں ایک حد تک احتیاط کی جاسکتی ہے ظاہر ہے دوسرے لوگ بھی شیطانی ذہانت کے مالک تھے اگر نہ ہوتے تو وہ مقام نہ پاسکتے جو اس وقت روسٹن پارکر نے اپنے لیے حاصل کیا ہوا تھا اور زیر زمین حلقوں میں ایک شیطان کی طرح مشہور تھا پھر بھی جس حد تک ممکن ہو سکتا تھا میں نے احتیاط رکھی واپسی کے سفر کے لیے ٹیکسی سے بھی اتنی دور اتر گیا تھا کہ تھوڑی سی کوشش کرتا تو اس رہائش گاہ کے گرد نظر رکھنے والوں کو تلاش کر سکتا تھا جیسی شوگیال کو دیکھ کر حیرت ہوتی تھی یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اسے دنیا کی کسی قسم کی کوئی فکر ہی نہ ہو اپنے باپ سے گفتگو کرنے کے بعد وہ اس طرح مطمئن ہو گئی تھی جیسے اپنے دوسرے باپ کے ساتھ ہو پھر اس مکان میں داخل ہونے کے بعد بہت دیر تک میں اس بات کا منتظر رہا کہ شاید کوئی اندر داخل ہونے کی کوشش کرے یہاں تک آتے ہوئے تو یہ اندازہ بالکل نہیں ہو پایا تھا کہ کوئی ہماری نگرانی کر رہا ہے لیکن تقریباً ایک گھنٹہ گزر گیا اور کوئی ایسا واقعہ نہیں ہوا جو باعث تشویش ہوتا تو میں کسی قدر مطمئن ہو گیا تو میں نے جیسی سے کہا۔

”اور مس جیسی اب آپ اپنے عورت ہونے کا ثبوت دیں۔“

”کیا؟“ جیسی کا منہ حیرت سے کھل گیا تو میں نے جلدی سے کہا۔

”نہیں میرا مطلب ہے یہاں کچن بھی ہے ہر قسم کی اشیاء موجود ہیں مجھے یقین ہے کہ

آپ بھی بھوک محسوس کر رہی ہوں گی۔“

”اوہ۔“ اس نے ایک گہری سانس لی اور میں معنی خیز انداز میں مسکرا کر خاموش ہو گیا محترمہ اب ایک ایک قدم آگے بڑھنے کی کوشش فرما رہی تھیں لیکن بہتر ہے کہ ایسا نہ ہو یہ انہی کے حق میں غلط ہو جائے گا میں نہیں جانتا تھا کہ ایرش واش سے میرے کیا تعلقات رہتے ہیں اور آگے کے حالات کیا شکل اختیار کر سکتے ہیں جیسی آؤڑ میں ایک عمدہ وقت گزارتے رہے نجانے کیوں یہ احساس ہو رہا تھا کہ اس لڑکی کے ساتھ زندگی کے لمحات بہت مختصر ہو چکے ہیں اور اب ہم دونوں علیحدہ ہو جائیں گے دیے بھی میں اسے زیادہ وقت نہیں دینا چاہتا تھا یہ مسئلہ حل ہو جائے اس کے بعد جو ہوگا دیکھا جائے گا گھڑی کی ٹک ٹک بہت سست تھی جب کہ میں وقت میں تیز رفتاری کا خواہش مند تھا نجانے کس طرح وہ وقت آیا جب مجھے اپنی اس کارروائی کا آغاز کرنا تھا۔ جیسی بھی اس بات کی منتظر تھی کہ کارسن شوگیال آئیں اور اسے حاصل کر لیں اس دوران گفتگو میں اس نے یہی تمام باتیں کہی تھیں بلکہ مجھے پیشکش بھی کی تھی کہ اگر میں چاہوں تو مسٹر شوگیال سے میرا مستقل رابطہ ہو سکتا ہے میں مدہم سی مسکراہٹ کے ساتھ خاموش ہو گیا تھا مقررہ وقت پر میں جیسی سے ہٹ کر ایک دوسرے کمرے میں آیا یہاں سے ٹیلی فون کرنا چاہتا تھا ایک ٹیلی فون اس کمرے میں بھی موجود تھا جہاں جیسی شوگیال میرے ساتھ تھی لیکن یہ ٹیلی فون مجھے مسٹر روسٹن پارکر کو کرنا تھا چنانچہ جیسی کے سامنے یہ ممکن نہیں تھا روسٹن پارکر نے مجھے جو نمبر دیا تھا میں نے اسے ڈائل کیا اور ریسپونڈر کان سے لگا لیا چند لمحات کے بعد آواز سنائی دی۔

”ہاں کون۔“

”مسٹر روسٹن پارکر سے بات کرنا چاہتا ہوں۔“

”کون ہو؟“

”بس آپ ان سے کہہ دیجئے کہ جیسی شوگیال کے لیے میرے پاس کچھ معلومات ہیں

نام بتانا پسند نہیں کرتا۔“

”ہاں۔“

”آپ کہاں سے بول رہے ہیں؟“

”کیا میں آپ سے یہ سوال کر سکتا ہوں کہ آپ کون ہیں؟“

”نہیں میرا مطلب ہے آپ مجھے تفصیلات تو بتائیے۔“

”مسٹر روسٹن پارکر موجود ہیں تو آپ انہیں میرا پیج دے دیجئے اور اگر نہیں ہیں تو میں نیلی فون بند کر دیتا ہوں۔“

”اوہ، ایک منٹ ایک منٹ براہ کرم انتظار کیجئے۔“

دوسری جانب سے جواب ملا اور میں نے گہری سانس لے کر خاموشی اختیار کر لی پھر کچھ لمحات کے بعد مجھے روسٹن پارکر کی آواز سنائی دی۔

”ہاں مسٹر فارگون۔“

”ہاں مسٹر پارکر۔“

”کہئے کیا پروگرس ہے؟“

”جیشی شوگیال اس وقت میرے پاس موجود ہے۔“ میں نے جواب دیا۔

”کیا؟“ دوسری طرف سے آواز چونکی ہوئی تھی۔

”میں نے آپ سے وعدہ کیا تھا نا کہ..... بہر حال جو کچھ بھی ہو میں اپنا یہ فرض سرانجام دوں گا اس وقت جیشی شوگیال میرے پاس ہے۔“

”تم جانتے ہو تم کیا کہہ رہے ہو؟“

”بہتر یہ نہیں ہوگا کہ آپ فضول باتوں سے گریز کریں اور مطلوبہ چیز لے کر میرے پاس پہنچ جائیں اور جیشی کو اپنی تحویل میں لے لیں آپ کو پتا ہے کہ اس وقت پولیس اور دوسرے لوگ اسکی تلاش میں ہیں۔“

”اور تم کہتے ہو کہ وہ تمہارے پاس ہے۔“

”کہئے کا انداز اگر کچھ تبدیل کرنا ضروری ہے تو آپ مجھے بتا دیجئے مسٹر روسٹن۔“

”ہوں ٹھیک ہے میں پہنچ رہا ہوں۔“

”لیکن ایک بات کا خیال رکھئے گا بہر حال آپ بہت بڑی شخصیت کے مالک ہیں لیکن

میں بھی اپنا تحفظ کرنا جانتا ہوں کہیں یوں نہ ہو کہ ہمارے درمیان صرف خون کا تبادلہ ہو جائے۔“ دوسری جانب سے ریسورٹس دیا گیا تھا۔

میرے ہونٹوں پر ایک مدہم مسکراہٹ پھیل گئی اگر مسٹر روسٹن پارکر شرافت کا ثبوت دیتے ہیں تب بھی ان کی یہ شرافت اب کسی کام نہیں آئے گی حالانکہ جس انداز کا یہ جرائم پیشہ شخص تھا اس سے امید تو نہیں کی جاسکتی تھی کہ جو کچھ کہہ رہا ہے وہی کرے گا لیکن ممکن ہے بہر

حال یہ خطرہ مول لیا تھا میں نے اور ساری زندگی ہی خطرات سے عبارت ہے خطرات مول نہ لیے جائیں تو زندگی میں ایک قدم بڑھانا مشکل ہو سو میں وہاں سے واپس آ گیا۔ ایک ایسی جگہ منتخب کر لی تھی جہاں سے باہر کے ماحول پر بھی نگاہ رکھ سکتا تھا اور جیشی شوگیال سے بھی باتیں کر سکتا تھا بہت دیر تک اس سے کہیں لگا تا رہا اور پھر مین گیٹ سے کافی فاصلے پر کسی کار کی بیڈ لائن دکھائی دیں جنہیں ایک لمحے میں بجھا دیا گیا تھا میں جیشی شوگیال کو احساس دلانے بغیر باہر کے ماحول کا منتظر رہا اور کچھ ہی لمحوں کے بعد میں نے کچھ لوگوں کو گیٹ سے اندر آتے ہوئے دیکھا ان کی تعداد اچھی خاصی تھی صحیح اندازہ تو نہیں ہو سکا لیکن میں ان کے استقبال کے لیے تیار ہو گیا۔ جیشی شوگیال کو احساس بھی نہیں ہوا تھا کہ کوئی اندر آیا ہے لیکن میں بہت اچھی طرح دیکھ رہا تھا کہ آنے والے چاروں طرف بکھر گئے تھے اور جو شخص اندرونی دروازے کی جانب آیا تھا وہ روسٹن پارکر ہی تھا یہ بہت اچھی بات تھی کہ وہ تنہا اندر آیا تھا اور باقی لوگوں کو اس نے باہر مستعد کر لیا تھا چونکہ اس کمرے میں روتنی تھی باقی عمارت تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی کمرہ بھی بے حد وسیع اور جس مقصد کے لیے میں نے اسے منتخب کیا تھا اس کے لحاظ سے مکمل تھا چنانچہ دروازے پر ہلکی سی آہٹ ہوئی اور اس کے بعد روسٹن پارکر ایک بریف کیس ہاتھ میں لٹکائے اندر داخل ہو گیا جیشی شوگیال کو ابھی تک صورت حال کا کوئی اندازہ نہیں ہوا تھا اس لیے وہ ایک دم چونک پڑی اس نے روسٹن پارکر کو دیکھا اور اس کے چہرے پر خوف کے آثار پھیل گئے پھر اس نے سہمی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھا روسٹن پارکر میری بجائے جیشی کو گھور رہا تھا پھر وہ آہستہ سے بولا۔

”میرے خدا واقعی، اوہ مائی ڈیئر فارگون تم نے تو قیامت ڈھا دی وہ کام کر دکھایا جو

مقامی پولیس نہیں کر پار ہی تھی تم جانتے ہو یہ کیا چیز ہے؟“

”یہ چیز نہیں مس شوگیال ہیں مسٹر روسٹن پارکر شاید آپ کی بینائی آپ کا ساتھ نہیں

دے رہی.....“ جواب میں روسٹن پارکر نے قہقہہ لگایا تھا پھر اس نے کہا۔

”میری بینائی بالکل میرا ساتھ دے رہی ہے میری جان دیکھو اور غور سے دیکھو اس

سونے کی کان کو تم نے چلتی پھرتی سونے کی کان کبھی نہیں دیکھی ہوگی مسٹر شوگیال اس کے عوض

مجھے کروڑوں ڈالر دے سکتے ہیں کروڑوں سمجھ رہے ہونا بہت بڑا منصوبہ بنایا تھا میں نے اس

کے لیے موسیٹو جیسے تین ہونٹوں میں اور بنا سکتا ہوں یہ لڑکی میرے لیے تین ہونٹوں ہے تین

”ٹھیک ہے تو پھر اب کیا پروگرام ہے تمہارا؟“

”ہاں میں تمہیں بتاتا ہوں۔“ روسٹن پارکر نے کہا اور بریف کیس اس طرح سامنے رکھ دیا جیسے مجھے وہ رقم دکھانا چاہتا ہو۔ جو جیشی شوگیال کے عوض مجھے دینا چاہتا ہے میں خاموشی سے اس کے بریف کیس کو دیکھ رہا تھا اور میرے کان آہٹوں پر لگے ہوئے تھے کہیں ایسا نہ ہو کہ ایرش واش چوک جائے اسے دیر ہو جائے اور صورت حال میرے ہاتھ سے نکل جائے یا پھر مجھے کسی اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑے لیکن اگر ایسا ہو بھی گیا تو بہر حال ابھی سچویشن میرے کنٹرول میں تھی روسٹن پارکر کو بریف بنا کر میں یہاں سے نکلنے کی کوشش کر سکتا تھا۔ بس کھیل بگڑ جانے کا خدشہ تھا لیکن بہر حال اب اس بات کی امید ہو گئی تھی کہ اگر جیشی شوگیال کو لے کر نکل جانے میں کامیاب ہو جاؤں تب بھی ایرش واش کا تعاون حاصل ہو سکتا ہے کیونکہ جیشی شوگیال تمام صورت حال ان کے سامنے واضح کر دے گی اور اگر روسٹن پارکر میرے ہاتھوں مارا بھی جاتا ہے تو بھی مجھے اس بات سے کوئی غرض نہیں تھی سوائے اس کے کہ اگر ایرش واش نے ساتھ نہ دیا تو اپنے آپ کو سنبھالنے کے لیے ہر ممکن کوشش کرنی پڑے گی۔ روسٹن پارکر نے بریف کیس سے ہاتھ باہر نکالا اس کے ہاتھ میں ایک خوفناک ریوالور چمک رہا تھا جس پر سائیلنسر لگا ہوا تھا۔ جیشی شوگیال جو روسٹن پارکر یا ڈاکٹر ڈیڈ کی ان تمام حرکات اور گفتگو ہی سے خوف زدہ تھی اس ریوالور کو دیکھ کر بری طرح سہم گئی اس کے حلق سے ایک خوف زدہ سی آواز نکلی اور وہ دیوار سے جا ٹکی میں نے روسٹن پارکر کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

”یہ کیا ڈاکٹر ڈیڈ.....؟“ جواب میں اس نے ایک بھر پور قہقہہ لگایا تھا پھر وہ کہنے لگا۔

”عمومی طور پر یہ لوگ مجھے ڈاکٹر ڈیڈ کہہ کر پکارتے ہیں لیکن میرا نام روسٹن پارکر ہے اب ڈاکٹر ڈیڈ وہ لوگ مجھے کیوں کہتے ہیں ان کے اپنے تجربات ہیں اور میں تجربوں میں ایک کا اضافہ کرنا چاہتا ہوں زندگی میں نہ سہی کم از کم موت کے بعد اس نام کا مفہوم تمہاری سمجھ میں آجائے گا کیا خیال ہے؟“

”اوہ، اس کا مقصد ہے کہ آپ مجھ سے غداری کرنا چاہتے ہیں؟“

”نہیں میں کچھ نہیں چاہتا جیشی شوگیال میرے لیے سونے کی کان ہے لڑکی آجاؤ ادھر شاید تم اس شخص کے جسم میں لاتعداد سوراخ برداشت نہ کر سکو اور میں تمہیں لے جانے میں کچھ

وقت محسوس کروں۔“

”نہیں مائی ڈیئر اس کی ضرورت نہیں..... اچانک ہی عقب سے آواز آئی اور روسٹن پارکر نے پلٹ کر بے تحاشا فائرنگ شروع کر دی لیکن اسی کمرے کی ایک عقبی کھڑکی سے دو فائر ہوئے چونکہ روسٹن پارکر کی پشت اس جانب تھی اس لیے ایک گولی اس کی گدی میں داخل ہو کر شاید دماغ میں جا آئی اور دوسری عقب سے دل کے مقام پر لگی بہترین نشانے باز نے فائرنگ کی تھی روسٹن پارکر کے دونوں ہاتھ فضا میں پھیلے اور اس کے بعد وہ پھیلے ہوئے ہاتھوں سمیت اوندھے منہ زمین پر آ رہا شاید ایک لمحے کے اندر ہی اندر اس کا کام تمام ہو گیا تھا جب کہ میں اور جیشی شوگیال اس عقبی کھڑکی کی جانب دیکھ رہے تھے جدھر ہماری توجہ بھی نہیں گئی تھی البتہ جو آواز دروازے کے باہر سے سنائی دی تھی اسے میں نے بخوبی پہچان لیا تھا ایرش واش کی آواز میرے کانوں میں اس وقت سے رچی ہوئی تھی جب میری ٹیلی فون پر اس سے بات ہوئی تھی باہر مکمل خاموشی تھی میں حیران تھا چونکہ میں نے دیکھ لیا تھا کہ روسٹن پارکر نے اپنے آدمیوں کو چاروں طرف پھیلا دیا ہے ایرش واش صحیح وقت پر پہنچا تھا اور اس نے بہر حال یہاں کی سچویشن کو کنٹرول کر لیا تھا لیکن کس طرح اس کا مجھے بھی اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔ باہر موجود لوگوں کا کیا بنا پھر چند ہی لمحے گزرے تھے کہ دروازے سے دو افراد اندر داخل ہوئے سامنے والے مسٹر کارن شوگیال تھے جو بڑے دکھ بھرے انداز میں دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے آگے بڑھے تھے ان کے ہونٹ بسور رہے تھے اور آنکھوں میں آنسوؤں کی قطرے چمک رہے تھے وہ دونوں ہاتھ اٹھائے ہوئے رندھی آواز میں چیختے ہوئے آگے بڑھے۔

”میری بچی، میری بچی۔“ پیچھے جو شخص تھا اس کی شخصیت قابل دید تھی مڑی ہوئی طوطے کی چونچ جیسی ناک باریک باریک بھنے ہوئے ہونٹ، چھوٹی چھوٹی آنکھیں، تنگ پیشانی، بلند و بالا قد و قامت یہ ایرش واش تھا اپنی پوری قوم کا واحد نمائندہ، چہرے ہی سے اندازہ ہوتا تھا کہ کس طرح کی شخصیت کا مالک ہے رنگ ضرورت سے زیادہ سرخ تھا نقوش بے شک مکروہ لیکن باقی شخصیت شاندار تھی۔

وہ مجھے دیکھ رہا تھا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کی لکیر بھنچی ہوئی تھی پھر اس نے ڈاکٹر ڈیڈ کی طرف دیکھا آگے بڑھا اور پاؤں نیچے کر کے اسے ٹھوکر سے سیدھا کر دیا روسٹن پارکر کی آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں پیشانی کا سوراخ بری طرح خون اگل رہا تھا اور دل کے مقام

پر سے گولی باہر نکل گئی تھی اس نے حقارت سے اس کے چہرے پر تھوکتے ہوئے کہا۔
 ”ڈاکٹر ڈیڈ ہاں ڈاکٹر ڈیڈ نہیں بلکہ روشن ڈیڈ بے وقوف آدمی، گدھا مقابلے پر آنے والوں کے بارے میں جو نہ سوچے کیا ہم اسے ایک عقل مند آدمی کہہ سکتے ہیں؟“
 ”ہیلو سر!“

”ہیلو، میرا نام ایرش واش ہے زندگی میں بہت کم لوگوں سے میں نے ہاتھ ملایا ہے اور جن لوگوں سے میں نے مصافحہ کیا ہے وہ اپنی تقدیر پر ناز کرتے ہیں اور یہ ہاتھ اس وقت میں تمہاری طرف بڑھا رہا ہوں اس لیے نہیں کہ تم نے میرے دوست کارسن شوگیال کی بیٹی کا تحفظ کیا ہے اور اسے کارسن شوگیال تک پہنچایا ہے بلکہ اس لیے کہ تم ایک ذہین دلیر اور دوستی کے قابل ہو اور جو ایرش واش کی دوستی کے قابل ہوتا ہے اسے سب کچھ حاصل ہو جاتا ہے جہاں تک جیشی کا معاملہ تھا تو اسکی زندگی بے شک شرط تھی لیکن میں نے تہیہ کر لیا تھا بلکہ مسٹر شوگیال سے کہا بھی تھا کہ مائی ڈیر شوگیال اول تو جیشی کو مقامی پولیس کہیں نہ کہیں سے برآمد کر لے گی اور اگر ایسا نہ ہو سکا تو تم اس بات کو اپنے ذہن میں محفوظ کر لو کہ جس شخص نے جیشی شوگیال کو اغوا کر کے حاصل کیا ہے وہ خود ہاتھ جوڑتا ہوا اسے یہاں پر لائے گا خیر تو جیشی شوگیال کو تو مجھ تک پہنچنا ہی تھا لیکن فارگون میری تم سے ملاقات ہو گئی اور بہر حال کچھ افراد میرے پسندیدہ ہوتے ہیں اب سنو ہم زیادہ دیر یہاں نہیں رہیں گے باہر مختلف جگہوں پر آٹھ انسانی لاشیں موجود ہیں اور یہ آٹھوں لاشیں روشن پارکر کے ساتھیوں کی ہیں جو یہاں مختلف گوشوں میں چھپ کر ماحول کی نگرانی کر رہے تھے میں روشن پارکر کو اس طرح قتل نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن میرا جو آدمی یہاں تمہاری حفاظت کے لیے مامور تھا اس نے یہ محسوس کیا کہ اگر روشن پارکر نے باہر کی جانب فائرنگ کرنے کے بعد رخ اندر کر لیا تو تمہیں یا جیشی کو کوئی نقصان نہ پہنچے اس لیے اس نے روشن پارکر کو ہلاک کر دیا اب ان نو لاشوں کی موجودگی میں تمہارا یہاں رکنا مناسب نہیں ہے کیونکہ اس بات کے قوی امکانات ہیں کہ پولیس یا کچھ ایجنسی لوگ یہاں پہنچ جائیں گے تمہیں فوراً یہ جگہ چھوڑ دینی چاہیے۔“
 ”لیکن مسٹر واش؟“

”نہیں میں نے تم سے کہا تھا نا کہ جس شخص سے میں نے ہاتھ ملا لیا ہے اس کے معاملات بھر اس کے نہیں میرے ہو کر رہ گئے ہیں تم اگر یہ سمجھتے ہو کہ فارگون کی شخصیت

مکھوک ہو جائے گی اور تم مصیبت میں گرفتار ہو جاؤ گے تو ایسا ہو چکا ہے اگر نو لاشیں تمہارے مکان میں ملیں گی تو کیا اس کے بعد پولیس تمہیں چھوڑ دے گی یا تم ان نو لاشوں کو کب تک ٹھکانے لگاؤ گے اس لیے میرے ساتھ آؤ باقی سارے معاملات بھول جاؤ۔“

”ہاں میرے دوست مسٹر فارگون تم نے جو احسان مجھ پر کیا ہے میں اس کا بدلہ تمہیں نہیں چکا سکتا لیکن بہر حال اس احسان کو تسلیم تو کرتا ہوں میں ہمارے ساتھ چلو اور مجھے کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ ویسے اس بات کو میں نے دل سے سراہا تھا کہ یہ کم بخت شیطان نما انسان جس نے میری رخسار کو مجھ سے دور کر رکھا ہے بے پناہ چالاک ہے اور اسکی چالاک کی یہ ثبوت معمولی نہیں ہے اس نے نجانے کس طرح اپنے آدمیوں کو یہاں تک پہنچایا اور اتنی کامیابی کے ساتھ پہنچایا کہ آخر کار انہوں نے روشن پارکر کے آدمیوں کو ہلاک کر دیا اور خود روشن پارکر بھی مارا گیا۔“ میں نے خاموشی اختیار کر لی تھی پھر اس کے بعد ہم لوگ وہاں سے چل پڑے عمارت کے احاطے کے دائیں سمت دو گاڑیاں موجود تھیں وسیع و عریض اور ان پر ایک ڈیری فارم کا مونو گرام بنا ہوا تھا۔ بہر حال ایرش واش کے اپنے وسائل تھے میں بھی اسی گاڑی میں بیٹھ گیا جس میں کارسن شوگیال اس کی بیٹی جیشی شوگیال اور خود ایرش واش بھی موجود تھا۔ پھر اس کے بعد ہم نے تقریباً پچیس منٹ تک سفر کیا تھا اور اندازہ یہ ہو رہا تھا کہ گاڑیاں شہر سے نکل کر مضافاتی علاقے میں دوڑ رہی ہیں اور اس کے بعد جس جگہ یہ گاڑیاں رکی تھیں وہاں پھلوں کی میٹھی میٹھی خوشبو پھیلی ہوئی تھی یہ تو نیچے اترنے کے بعد ہی معلوم ہوا کہ وہ ایک خوب صورت فارم ہاؤس تھا جس میں لاتعداد پھلوں کے درخت لگے ہوئے تھے اور انہیں کے درمیان وہ حسین عمارت بنی ہوئی تھی جسے اپنے جائے وقوع کے لحاظ سے بے مثال کہا جاسکتا تھا میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی ایرش واش نے اپنے لیے یہاں کس قدر آسانیاں حاصل کر رکھی ہیں بہر حال یہ اس کے وسائل تھے اور ان پر رشک کیا جاسکتا تھا۔ عمارت کا اندرونی حصہ بھی بے حد شاندار تھا ایک بڑے سے ہال نما کمرے کے بعد ایرش واش نے کہا۔

”اوہ، کیا اب یہ بہتر نہیں ہوگا کہ مسٹر شوگیال کہ ہم جیشی کی واپسی کا جشن منائیں اور رات کو رات سمجھیں میں سمجھتا ہوں کہ مسٹر فارگون کو اس پر اعتراض نہیں ہوگا۔“

”آپ لوگ مجھے بہت بڑا مقام دے رہے ہیں میں آپ کی غلامی کے قابل تو ہوں لیکن اس چھوٹے سے کام کے عوض اتنی توجہ برداشت نہیں ہو سکے گی مجھ سے۔“ جواب میں

ایرش داش ہلکی سی ہنسی کے بعد بولا۔

”مجھے بھی ایسے لوگ پسند ہیں جو بہر حال اپنی حیثیت پہچانتے ہیں اور جب وہ لوگ حیثیت پہچان لیتے ہیں تو تب میں انہیں دوستوں میں بڑا مقام دیتا ہوں اور یہ میرا ذاتی شوق ہے چنانچہ ان تمام باتوں کو بھول جاؤ اور ہمارے ساتھ اس جشن میں شرکت کرو۔“

”آپ کا بے حد شکریہ مسٹر داش، آپ نے مجھے بڑی عزت بڑا مقام دیا ہے۔“ میں نے ممنون لہجے میں کہا۔

شوگیال نے اپنی بیٹی سے کہا۔ ”جیشی کیا تم تھکن محسوس کر رہی ہو؟“ انکل داش سے تم اجازت طلب کرلو۔“

”نہیں ڈیر شوگیال، میں نے بہر حال تم سے کہا تھا تم خود اس قدر فکر مند ہو رہے تھے۔ میں نے کہا تھا تم سے کہ اپنے دوست کو جس قدر معمولی سمجھو گے اتنا ہی نقصان اٹھاؤ گے کوئی ایسی بات نہیں ہے جس کے لیے تم اس قدر پریشان ہو، جیشی کو آنا ہی تھا۔ البتہ میں دوران گفتگو ذرا تفصیل سے معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ سارے واقعات کس نوعیت کے حامل تھے۔ مسٹر فارگون کون ہیں؟ اور باقی ساری کیفیت کیا ہے؟ یہ بتا تو چلنا چاہیے نا؟“ پھر اس نے ایک بٹن دبا کر کسی کو بلایا اور چند لمحات کے بعد دو آدمی اس کے پاس پہنچ گئے۔

”مسٹر فارگون کیا پیتے ہیں آپ؟“

”ٹھنڈا پانی یا پھر اس عمارت کے تازہ پھلوں کا کوئی جوس۔ کیونکہ میرا لیور اس قدر چھلانی ہو چکا ہے کہ ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ اب اس میں شراب کی برداشت نہیں ہے۔“

”اوہو، تمہاری آنکھوں سے معلوم ہوتا ہے کہ تم بہت زیادہ پیتے رہے ہو۔“ جیشی نے بھی چونک کر کہا۔

”اُدہ، ہاں فارگون۔ میں نے کبھی تمہیں ڈرنک کرتے ہوئے نہیں دیکھا، لیکن اس وقت تک میں نے سوچا بھی نہیں تھا مگر تم اپنے لیور کا علاج کیوں نہیں کراتے؟“

”اس کا علاج یہی ہے کہ میں مزید شراب نہیں پیوں۔“ میں نے مدہم سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا اور کارسن شوگیال اپنی بیٹی کو دیکھنے لگا۔ غالباً جس انداز میں جیشی نے مجھے مخاطب کیا تھا، اس سے کارسن کو یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ مجھ سے کس قدر بے تکلف ہے، یا پھر ممکن ہے اس نے جیشی کے لہجے میں کوئی ایسی بات محسوس کر لی ہو جو اس کے لیے باعث تشویش ہو۔“

بہر حال جیشی کا باپ تھا اور جیشی کی شخصیت کو اچھی طرح جانتا ہوگا۔

ایرش داش نے میرے لیے پھلوں کا رس اور اپنے لیے شراب لانے کے لیے کہا اور پھر میری جانب متوجہ ہو کر بولا۔

”تم سے تمہارے بارے میں کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں ڈیر فارگون محسوس تو نہیں کرو گے؟“

”نہیں مسٹر داش میں حاضر ہوں۔“

”یہاں اس شہر میں کب سے رہتے ہو؟“

”آدھی سے زیادہ زندگی اس شہر میں گزاری ہے یہیں پیدا ہوا اور یہیں زندگی کے تمام

مراحل طے کیے البتہ دنیا کے کئی ملکوں کی سیر کر چکا ہوں۔“

”کاروبار کیا رہا؟“ داش نے سوال کیا اور میں ہنسنے لگا۔

”کاروبار؟“

”ہاں۔“

”بس زندگی گزارنے کے سہارے جہاں سے بھی حاصل ہو گئے۔“

”کتنے افراد کو قتل کیا ہے؟“ اس نے بے دھڑک سوال کیا اور میں نے جیشی کی طرف

دیکھا۔ پھر آہستہ سے بولا۔

”اس سوال کو صیفہ راز میں رہنے دیجئے مسٹر داش۔“

”بالکل۔ جو نہ بتانا چاہو گے اس کے لیے مجبور نہیں کیا جائے گا۔ پوچھنے کی وجہ کچھ اور

تھی۔“

”معذرت خواہ ہوں۔“

”کوئی بات نہیں، یہ سارا سلسلہ کیا تھا؟“

”ایک اتفاق جس نے مجھے اس جانب متوجہ کر دیا ایک شخص تھا میرا دوست لابیالی سا

آدمی، دوستی بھی زیادہ پرانی نہیں تھی نام تھا پیٹر میکس۔ اپنی محبوبہ کے ساتھ ایک فلیٹ میں رہتا

تھا، میری اس سے اکثر ملاقات ہوتی رہتی تھی۔ سارا کھیل اس کا شروع کیا ہوا تھا۔ اس نے

مجھے نہیں بتایا۔ لیکن اس کی محبوبہ رینی میکس نے تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ پیٹر میکس ان دنوں

ایک خاص منصوبے پر عمل کر رہا ہے، منصوبہ یہ ہے کہ ایک ارب پتی تاجر مسٹر کارسن شوگیال

یہاں آ رہے ہیں اپنی بیٹی کے ساتھ اور جیشی شوگیال ڈائمنڈ سنی ہے، ہیروں کا شہر۔ اگر اسے حاصل کر لیا جائے تو مسٹر کارسن شوگیال اس کے لیے اپنے خزانوں کا منہ کھول دیں گے، جو کچھ ان سے مانگا جائے گا وہ ملے گا۔ وہ اپنی زندگی کو روشن کرنا چاہتا تھا لیکن اس کی محبوبہ رینی اس کی ان حرکتوں سے عاجز تھی، اس نے مجھ سے تذکرہ کیا اور یقین کر لیجئے مسٹر واش کہ میں صرف اتفاقیہ طور پر پیٹر میکس کو یہ سمجھانے کے لیے ہوٹل موسیٹو پہنچا تھا کہ ایسی حرکات ترک کر دے۔ کیونکہ اتنے بڑے آدمی نے اپنی بیٹی کے تحفظ کے لیے معمولی انتظامات نہ کیے ہوں گے اور پھر جب میں وہاں پہنچا تو پیٹر میکس کا تو پتا نہیں چلا البتہ یہ وہ لحاظ تھے جب نقابوں میں لپٹے ہوئے کچھ لوگ جیشی شوگیال کو اغوا کر کے لا رہے تھے۔ میں نے ایک لمحے کے اندر فیصلہ کیا اور خود اپنے چہرے کو بھی نقاب میں پوشیدہ کر لیا، پھر جیشی شوگیال کو ان کے چنگل سے چھڑانے کے لیے مجھے ان افراد کو ہلاک کرنا پڑا اور میں انہیں لے کر واپس آ گیا مطلب یہ کہ اپنی رہائش گاہ پر اور بعد میں جب پیٹر میکس کو اس بارے میں اطلاع ملی تو اس نے مجھے ٹرائس میں لے کر جیشی شوگیال کو اغوا کر لیا اور اپنی ایک دیہی رہائش گاہ پر لے گیا جہاں آخر کار میں رینی میکس کی مدد سے پہنچ گیا۔ اگر رینی میکس پیٹر میکس کو قتل نہ کر دیتی تو یہ کام شاید میرے ہاتھوں ہوتا کیونکہ بہر حال میں نے مس شوگیال سے وعدہ کر لیا تھا کہ میں انہیں بغیر کسی لالچ کے ان کے فادر تک پہنچاؤں گا، بعد کے حالات تو شاید سب آپ کو معلوم ہیں میں نے تفصیلات کا پتا لگا لیا تھا، مس شوگیال کو اغوا کرنے میں ساری سازش، مسٹر ڈسٹن پارکر کی تھی اور ان کا مقصد بھی مسٹر شوگیال سے کوئی بڑی رقم یا کچھ اور مفادات حاصل کرنا تھا۔ بعد میں انہوں نے مجھ سے رابطہ قائم کیا کیونکہ انہیں علم ہو گیا تھا کہ میں وہاں موجود تھا، یعنی ان کے ہوٹل موسیٹو میں اور وہ جانتے تھے کہ بہر حال میں تنہا کام کرتا ہوں۔ لیکن جب کوئی کام کرنے کا فیصلہ کر لیتا ہوں تو پھر بڑی ذہانت سے اسے سرانجام دیتا ہوں۔ بہت پہلے ایک مرتبہ مناکو کی پرنس کے کچھ زیورات بھی ڈاکٹر ڈیڈ کی بجائے میں نے حاصل کیے تھے اور اس وقت سے میرے بارے میں جانتے تھے۔ انہوں نے مجھے ایک بڑی رقم کی پیش کش بھی کی تھی، لیکن مس شوگیال چونکہ ایک معصوم اور اچھی لڑکی ہیں، اس لیے میں نے تمام پیش کشوں کو ٹھکرا دیا۔ زندگی کی تمام ضرورتیں تو پوری ہو ہی جاتی ہیں، یہ کوئی اتنا اہم مسئلہ نہیں ہے۔ دوستیاں بہت کم ہوتی ہیں، بس اتنی سی بات ہے اور میرا خیال ہے مس شوگیال میری بات کی

تصدیق کر دیں گی۔“

”ایک ایک لفظ درست کہا ہے مسٹر فارگون نے اور یہ حقیقت ہے انکل واش، آئی ایم سوری، کیا آپ میرا انکل کہنا پسند کریں گے؟“

”بے بی افسوس تو یہی ہے کہ کارسن شوگیال نے مجھے اپنا رازدار تسلیم نہیں کیا تھا۔“

”یار کمال کرتے ہو تم، مجھے کیا معلوم تھا کہ تم یہاں موجود ہو۔ تل ابیب کی بات ہوتی تو تمہاری شکایت بجا بھی تھی۔ بہر حال اب تو میں تمہارے ساتھ ہوں۔ دیسے ایک بات بتاؤ واش کہیں ایسا نہ ہو کہ مسٹر فارگون کسی مشکل کا شکار ہو جائیں؟“

”کیسی مشکل؟“ ایرش واش نے کارسن شوگیال کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”ان کی رہائش گاہ میں نو لاشیں ہیں جو دستیاب ہو ہی جائیں گی۔ پھر ان کا کیا مقام ہوگا؟“

”مسٹر فارگون اب یہاں قیام نہیں کریں گے، اور تم مطمئن رہو ان کی ان کاوشوں کا انہیں بھرپور صلہ ملے گا اسے تم میری ذمہ داری پر چھوڑ دو۔“

”خیر اس بارے میں مجھے تم پر اعتماد ہے۔“ کارسن شوگیال نے کہا۔ پھر تھوڑی سی گفتگو کے بعد ہم لوگ اپنی جگہ سے اٹھ گئے۔ اس گفتگو کے دوران ایرش واش شراب پیتا رہا تھا۔ میرے لیے بھی جوس آگیا تھا اور میں نے ایک گلاس میں اس خوش رنگ مشروب کے کچھ پیپ لے لیے تھے، پھر ہمیں آرام کی اجازت مل گئی، ایرش واش نے میرے لیے کمرہ منتخب کر دیا، جہاں پہنچنے کے بعد میرے دل کی دھڑکنیں عروج پر پہنچ گئیں، کیا یہ ممکن ہے رخسار بھی اس عمارت میں ہو، آہ اگر ایسا ہے تو یہاں موجود جتنے افراد نظر آ رہے ہیں میں ان سب کو جانوروں کی طرح ذبح کر ڈالوں گا اور اپنی رخسار کو حاصل کر لوں گا۔“

”دل و دماغ میں طوفان اٹھ رہے تھے اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ میرا اگلا قدم کیا ہونا چاہیے، ایرش واش تک رسائی تو ہو گئی تھی۔ اب رخسار کی تلاش اور اسے یہاں سے نکال لے جانے کا مسئلہ تھا، کیا اس عمارت کی تلاشی لوں۔ سنگین صورت حال تھی۔ حالات پر غور کر کے ایک دم سنبھلنا پڑتا تھا۔ فرض کیا جائے کہ اگر رخسار یہاں موجود ہے تو اسے حاصل کر کے یہاں سے فرار ہونا ایک طرف دانش منصور کی شخصیت، بہر حال برٹش پولیس اور انٹر پول کے اپنے وسائل تھے۔ وہ لوگ ذرا سی بھی چوک پر میرے لیے عذاب جان بن جاتے۔ اس کے بعد

اب بے چارہ فارگون بھی مصیبت کا شکار ہو گیا تھا۔ نو لاشیں اس کی رہائش گاہ میں ملتی تو نجانے اس کا کیا حشر ہوتا، اس میک اپ سے بھی ابھی نجات حاصل کرنا ممکن نہیں تھا کیونکہ ایرش داش کے ساتھ رخسار کا نام بھی وابستہ تھا آخری فیصلہ یہی کیا کہ بزرگوں کے کہنے کے مطابق ٹھنڈی کر کے کھائی جائے۔ ایرش داش بظاہر مہربان نظر آتا تھا اور شاید کچھ کرنے کے لیے بھی تیار تھا۔ اصل میں بات وہی تھی کہ مسٹر کارمن شوگیال اس کے ہم مذہب بھی تھے اور بڑی حیثیت کے مالک بھی، ایسے آدمی کو خوش کرنے کے لیے بڑے سے بڑا آدمی سب کچھ کر سکتا ہے تو ممکن ہے فارگون کی حیثیت سے ایرش داش مجھے اپنے ساتھ شامل کرنے کی کوشش کرے۔ اگر میں نے اپنے آپ کو مشکوک کر لیا تو رخسار کا پتا چلانا مشکل ہو جائے گا اس لیے تھوڑا سا صبر ضروری ہے اور اپنے آپ کو سمجھا بھجا کر میں کھڑکی کے نزدیک آکھڑا ہوا۔ یہاں ذرا جذباتی کیفیت کا شکار ہو گیا تھا، فضاؤں میں، ہواؤں میں رخسار کی خوشبو تلاش کر رہا تھا۔ لیکن یہ کہانیوں کی باتیں ہیں۔ عام زندگی سے کچھ فاصلہ ہے ان کا۔ ہو سکتا ہے ان کا کچھ وجود ہو، لیکن مجھے رخسار کی خوشبو نہیں آئی تھی یا پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ سرے سے یہاں موجود ہی نہ ہو اور اس بارے میں تفصیلی معلومات کے لیے انتظار اور صرف انتظار۔ سب سے پہلے تو مجھے ایرش داش کے سامنے اپنے لیے جگہ بنانی تھی جو کچھ کیا تھا اس کا نتیجہ تو میری توقع کے مطابق ہی نکلا تھا۔ لیکن اب بعد کی صورت حال تھی جس کے بارے میں مجھے بہر طور صحیح فیصلہ کرنا تھا۔ غرض یہ کہ نجانے کب تک اس طرح کھڑکی میں کھڑا سوچتا رہا۔ پھر ایک ٹھنڈی سانس لے کر واپس آ گیا۔

دوسری صبح جیشی شوگیال ہی نے مجھے جگایا تھا۔

”ایسا لگتا ہے جیسے بہت دنوں کے بعد سکون کی نیند سوئے ہو جانتے ہو کیا آفت آئی ہے؟“ اس کے انداز میں ایک پہچان سا تھا۔

میں جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ ”خیریت مس شوگیال؟“

”خیریت نہیں ہے۔“

”کیوں کیا ہوا؟“

”ڈیڈی کچھ پولیس آفیسرز کے پاس گئے ہیں، میری بازیابی کی اطلاع پولیس کو دے دی گئی ہے اور ہم شاید آج ہی کسی مناسب وقت یہ شہر چھوڑ دیں۔“

”اوہ تو پھر؟“

”تمہیں میری اس اطلاع میں کوئی عجیب بات نہیں محسوس ہوئی، تعجب ہے۔“ جیشی نے کسی قدر ناخوش گواری سے کہا اور میں واقعی تعجب سے اس کی صورت دیکھنے لگا۔ پھر میں نے کہا۔

”واقعی جیشی میں سمجھا نہیں؟“

”خدا کے بندے صرف میں اور ڈیڈی واپس جا رہے ہیں۔ تم نہیں۔“

میں ایک لمحے تک اسے دیکھتا رہا۔ پھر میرے ذہن میں اس کی بات کا مفہوم آیا تو میں نے کہا۔

”میں تو ویسے بھی تمہارے ساتھ نہیں جاسکتا تھا جیشی۔“

”کیوں؟“ اس نے حیرت سے منہ کھول دیا۔

”جیشی میرا اور تمہارا کوئی رشتہ تو نہیں ہے؟“

”نہیں ہے؟“ وہ متعجب لہجے میں بولی، مجھے دیکھتی رہی پھر ایک دم دو قدم پیچھے ہٹ گئی، اس کی آنکھیں غصے سے سرخ ہو گئی تھیں اس نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”نہیں ہے۔“

”جذباتی کیفیت کبھی کبھی انسان کو خون کے آنسو رلاتی ہے مس جیشی، میرا واقعی آپ سے کوئی رشتہ نہیں ہے، ایک فرض ایک ذمہ داری ایک انسانی ہمدردی کے تحت کیا جانے والا عمل کسی صلے کا محتاج نہیں ہوتا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ میری اور تمہاری حیثیت میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ میں تو کچھ بھی نہیں ہوں جیشی، جب کہ تم ایک اہم ترین شخصیت کی مالک ہو۔ یہ لوگ یہ سوچ رہے ہیں کہ فارگون نے تمہاری یہ مدد کسی لالچ میں کی ہے اب ان کے شے کو تقویت پہنچ جائے گی اور وہ یہ سوچیں گے کہ دوسرے لوگ تو تمہیں حاصل کر کے مسٹر شوگیال کو تمہارے ذریعے بلیک میل کر کے کچھ رقم ان سے طلب کریں گے اور بہر حال مسٹر شوگیال وہ رقم انہیں دے دیں گے۔ لیکن اب جب انہیں اس بات کا علم ہوگا کہ تم میرے بارے میں کس انداز میں سوچنے لگی ہو تو کیا وہ اس بات پر غور کرنے میں مصروف نہیں ہو جائیں گے کہ میرا گیم ان لوگوں سے زیادہ خطرناک اور مشکل تھا۔ جیشی حالانکہ سچی بات یہ ہے کہ میں نے تمہیں صرف ایک انسانی نظریے کے تحت بچایا تھا اور تمہاری مدد کی تھی۔ لیکن یہ

صورت حال بالکل غیر متوقع ہے۔“

”اپنی بک بک کیے جا رہے ہو، یہ ساری کہانی مجھے مت سناؤ، میں تو صرف یہ جانتا چاہتی ہوں کہ اگر میں اپنی کوشش کروں اور اس بات میں کامیاب ہو جاؤں کہ ڈیڈی تمہیں اپنے ساتھ لے جانے کی آفر کر دیں تو تم اس آفر کو قبول کرو گے یا نہیں۔“

”سوری! جیسی بالکل نہیں۔“

”کیا..... وہ غرائی ہوئی آواز میں بولی پھر اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے اور اس کے بعد وہ پاؤں پختی ہوئی باہر نکل گئی۔ وہ بچوں کی طرح روتی ہوئی باہر نکل گئی تھی اور میرے دل کو ایک عجیب سے دکھ کا احساس ہوا تھا لیکن بہر حال ظاہر ہے بہت سی باتوں کا دکھ ہوتا ہے لیکن انسان مجبور ہے میری مجبوری بھی بڑی اہمیت کی حامل تھی۔ جیسی کیا کوئی بھی رخسار کی جگہ نہیں لے سکتا تھا۔ میں تو اس کے لیے زندگی کی بازی لگائے ہوئے تھا۔

بعد میں رات کو ڈنر پر ایریش داش نے مجھے کارسن شوگیال اور اس کی بیٹی کی واپسی کی اطلاع دی تھی نہ جیسی مجھ سے مل کر گئی تھی اور نا ہی مسٹر شوگیال۔ البتہ ایریش داش نے یہ مشکل حل کر دی اس نے مجھے بغیر دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

”ڈیر فارگون اس فیلڈ میں کتنے عرصے سے؟“

”میں نے کبھی کوئی بڑا کام نہیں کیا۔ یہ الگ بات ہے کہ عام انسانوں کی طرح محنت مزدوری کر کے زندگی نہیں گزاری بلکہ جرم کی دنیا سے منسلک رہا ہوں لیکن بہت بڑا کوئی کام کبھی نہیں کیا۔“

”اتنے ہی شریف ہو جتنی شرافت کا ثبوت دیتے رہے ہو یا پھر یہاں کوئی خاص وجہ آڑے آگئی؟“

”میں سمجھا نہیں جناب۔“ اس نے حیرانی سے کہا۔

”وہ لڑکی تم سے محبت کرنے لگی تھی اور جتنے دولت مند باپ کی وہ بیٹی ہے اور جس طرح باپ کی لاڈلی ہے اگر تم تھوڑی سی کوشش کرتے تو مستقبل کے امیر ترین آدمی بن سکتے تھے۔ میرا خیال ہے مسٹر شوگیال اپنی بیٹی کے جذبات سے کبھی منحرف نہ ہوتے، مگر شاید تم نے اس کی پذیرائی نہیں کی بہر حال وہ لوگ چلے گئے، تم بہت اچھے آدمی ہو فارگون میں تمہیں پیش کش کرتا ہوں کہ میرے ساتھ رہو۔ ویسے بھی ہم لوگ تمہیں مقامی حکومت کے سامنے نہیں

پیش کر سکتے بہت خطرات ہیں یہاں تمہارے لئے، میں تمہیں پر خلوص پیش کش کرتا ہوں اور بے فکر رہو۔ جو کچھ کر رہے ہو کرتے رہو۔ تمہاری مرضی کے خلاف تمہیں کسی کام کے لیے مجبور نہیں کروں گا۔“

”مسٹر داش اس میں کوئی شک نہیں کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اس کی نوعیت ذرا غیر مناسب ہے اور مزید جو کچھ کہوں گا شاید اس سے آپ کی نگاہوں میں اپنا وقار کھو بیٹھوں۔“

”نہیں کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟“

”بات یہ ہے کہ میں آپ کی بے پناہ عزت کرتا ہوں اور میرے دل میں خود یہ آرزو ہے کہ آپ کے ساتھ رہ کر آپ کے لیے کام کروں، آپ سے دل چسپی اور عقیدت کی بات ہے آپ سے اس لیے نہیں کہہ رہا تھا کہ آپ مجھے اپنے درمیان جگہ دیں۔ بس آپ نے پوچھا تو میں نے آپ کو حقیقت بتا دی۔“ ایریش داش مسکراتے لگا۔ پھر بولا۔

”تھینک یو مائی فرینڈ، تم مجھے ایک اچھا دوست اور ایک اچھا ساتھی پاؤ گے، فکر مت کرو، اوکے۔ تمہارے تمام مفادات کی نگرانی اب میرے سپرد ہے، میں تمہیں اپنے ساتھ ہی رکھوں گا، یہاں پر سکون رہو، کسی بھی وقت ہم یہ علاقہ چھوڑ دیں گے۔ کچھ کام کر رہا ہوں میں یہاں جو تکمیل کے قریب ہیں بہتر ہوگا کہ ابھی کچھ وقت یہاں اسی عمارت میں رہو اور باہر نہ نکلو۔ اس عمارت میں تم بالکل محفوظ ہو اس بات سے بے فکر رہنا۔“

”شکریہ مسٹر داش بہت شکریہ۔“ اور پھر چند روز بہت دل چسپ گزرے۔ عمارت کے مختلف افراد سے میری ملاقات ہوئی اور ان میں ایک شخص خاص طور پر میری دل چسپی کا باعث بنا اور اس کا پورا نام رینڈل فنج تھا..... رینڈل فنج گول مول سی جسامت کا ایک مسخری سی شکل کا آدمی تھا۔ باتیں بھی مسخرے پن سے کرتا تھا۔ خود ہی میری جانب متوجہ ہوا تھا اور عجیب سے انداز میں ہوا تھا۔

میں عمارت کے بیرونی برآمدے میں کھڑا ہوا تھا کہ وہ آنکھیں بند کر کے اندھوں کی طرح راستہ ٹٹولتا ہوا مجھ تک پہنچا اور یہ سوچ کر کہ بے چارہ اندھا آدمی ہے، میں نے اسے ستون سے ٹکرانے سے روکا تو وہ ہنس پڑا۔

”اگر تم مجھے اس ستون سے ٹکرانے سے نہ روکتے تو تم دیکھتے یہ ستون کس طرح اپنی جگہ سے اکھڑ کر دور جاگرتا ہے۔“

”کیا؟“ میں نے حیران لہجے میں کہا۔
 ”ہاں میں تمہیں دکھانا چاہتا تھا کہ زمانہ قدیم کے سکسن نے جو محل گرایا تھا وہ اپنے بالوں کی طاقت سے نہیں گرایا تھا بلکہ ایک ٹینک تھی اور میں اس وقت یہی ٹینک آزما رہا تھا۔“
 ”تم اندھے نہیں ہو؟“

”یہ اب اس طرح تو نہ کہو، میری چمکدار اور خوب صورت آنکھیں تمہیں نظر نہیں آ رہیں؟“ اس نے اپنی آنکھوں کی جانب اشارہ کر کے کہا۔
 ”تمہیں معلوم ہے سکسن کی روحانی قوت کیا تھی؟“
 ”میں بھی اسی قوت کا مظاہرہ کرنا چاہتا ہوں۔“

”مسٹر رینڈل بیچ فضول باتوں سے پرہیز کرو۔“ نجانے کیوں مجھے طیش سا آ گیا۔
 ”چلئے کیے لیتے ہیں، ضد تو میری فطرت میں ہے ہی نہیں۔ اس وجہ سے لوگ مجھے اپنا بہترین دوست سمجھتے ہیں اور میں ہوں بھی ایک بہت ہی اچھا آدمی۔“ رینڈل بیچ نے مسخرے پن سے کہا۔ میں سے دیکھ کر گردن ہلانے لگا، تو اس نے کہا۔
 ”نہیں نہیں مستقبل میں میرا سر توڑنے کا منصوبہ نہ بناؤ۔ نوبت ہی نہیں آئے گی۔ اختلاف ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔“

اس کی اس پیش بندی پر مجھے ہنسی آ گئی میں نے کہا۔
 ”خیر سنا ہے آپ، کیسے مزاج ہیں آپ کے مسٹر بیچ؟“
 ”مزاج..... مزاج ان لوگوں کے ہوتے ہیں جن کے مزاج ہوتے ہیں۔ کیا فلسفہ ہے؟۔“

بہر حال اس شخص نے تھوڑی سی دیر کے بعد ان باتوں سے واقعی مجھے اپنا دوست بنا لیا، مجھے احساس ہو گیا تھا کہ وہ ایک بے ضرر اور دلچسپ آدمی ہے، بلکہ یہ احساس بھی میرے دل میں پیدا ہو گیا کہ اگر میں اس سے دوستی کر لوں تو بہت سی باتیں بھی مجھے معلوم ہو سکیں گی۔ اور یہی ہوا، رینڈل بیچ زیادہ تر میرے ساتھ ہی رہنے لگا۔ ایرش واش بھی اپنے طور پر

مصرف تھا۔ اور رینڈل مجھے سر پھرے انداز میں اس کی مصروفیات کے بارے میں بتاتا رہتا تھا۔ میں نے جلد بازی نہیں کی تھی حالانکہ میرے دل میں صرف ایک ہی جذبہ تھا کہ جس طرح بھی بن پڑے رخسار کا سراغ لگا لوں۔ عمارت کا اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد مجھے یہ اندازہ تو

اچھی طرح ہو گیا تھا کہ رخسار یہاں موجود نہیں ہے بلکہ اس عمارت میں اب کوئی عورت نہیں تھی عیشی شوگیاں بھی جا چکی تھی۔ میں انتظار کرنے لگا کہ کہیں سے مجھے رخسار کا پتا معلوم ہو سکے۔ جلد بازی کا تو اب تصور ہی چھوڑ دیا تھا۔..... اتنا ضروری جانتا تھا کہ ایرش واش ہی رخسار کا پتا دے سکتا ہے۔ میں اس وقت اپنے بدترین دشمن کے ساتھ تھا اور کوئی بھی لمحہ ایسا ہو سکتا تھا جب میرے اندر بھڑکتے ہوئے شعلے انتہائی رخ اختیار کر جائیں اور ایسے عالم میں کیا ہو سکتا ہے اس کے بارے میں ابھی کوئی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا تھا۔ البتہ رینڈل نے میری اس مشکل کو بہت حد تک آسان کر دیا۔

موسلا دھار بارش ہو رہی تھی اور ہم دونوں ایک گوشے میں بیٹھے بارش کا نظارہ کر رہے تھے۔ رینڈل نے کہا۔

”بارش مجھے بچپن سے ناپسند ہے، نجانے کیوں آسمان سے برستا ہوا پانی مجھے اپنا دشمن معلوم ہوتا ہے اور یوں لگتا ہے جیسے یہ پانی ہی کبھی میری زندگی کا دشمن بن جائے گا۔“
 ”اس کا یقیناً کوئی پس منظر ہوگا مسٹر بیچ۔“ میں نے کہا۔

”ہو سکتا ہے آپ ٹھیک کہہ رہے ہو، بچپن کی کوئی یاد ہو سکتی ہے۔ لیکن جوانی کی کوئی یاد اس میں نہیں ہے جس میں پانی سے نفرت کا احساس ہو۔“

”میں نہیں جانتا مسٹر رینڈل کہ آپ کا بچپن اور جوانی کس انداز میں گزری ہے۔“
 ”ہیں، یہ کیا کہہ رہے ہو بھائی؟ تم نے تو میری پوزیشن ہی خراب کر کے رکھ دی۔“ وہ منہ پھاڑ کر بولا اور میں حیرت سے اسے دیکھنے لگے..... ایسی تو کوئی بات میں نے اس سے نہیں کہی تھی۔ پھر میں نے اس سے سوال کر ہی دیا۔

”کیا ہوا؟“

”بچپن تو گزر ہی گیا، تم جوانی بھی گزرنے کی بات کرتے ہو، وہ تو ابھی گزر رہی ہے، بلکہ مجھ تک پہنچی ہے اور ابھی اس کی رفتار بہت سست ہے؟“

اس کے اس انداز پر میرے حلق سے تہقہ آزاد ہو گیا تھا میں نے کہا۔

”ٹھیک کہتے ہو یونگ مین، بہر حال مسٹر ایرش واش کے پاس تم جیسے آدمی کی موجودگی کم از کم میرے لیے بے حد خوش گوار ہے کیونکہ صحیح معنوں میں تم سے میرا دل لگتا ہے، ویسے مسٹر ایرش واش کے یہاں کچھ اور بھی ساتھی ہیں کچھ اور بھی ٹھکانے ہیں؟“

جواب میں رینڈل نے حکیمانہ انداز میں گردن ہلائی اور ایک ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

”تم یہ سمجھ لو دوست کہ مسٹر ایرش واش کا سینہ ایک پورا ریکارڈ روم ہے اس میں نجانے داخل نہیں ہو سکتا۔ میں ان کے قریب سے قریب ترین رشتے کی بات کرتا ہوں، ویسے یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ وہ کو لیسا سے بہت محبت کرتے ہیں لیکن کو لیسا شاید ان سے کبھی اس ریکارڈ روم کے بارے میں نہ معلوم کر سکے۔“

”کو لیسا؟“ میں نے حیرت سے کہا۔

”ایرش واش کی بیٹی ہے۔“

”اوہو؟ اچھا مگر میں نے تو اسے نہیں دیکھا؟“

”تم کیسے دیکھ سکتے ہو؟ وہ کل ابیب میں ہے میں تو صرف یہ کہہ رہا تھا کہ اگر کو لیسا بھی اس ریکارڈ روم میں داخل ہونے کی کوشش کرے تو اس میں ناکام رہے گی۔“

”ہاں بہر حال یہ ایک اچھی بات ہے۔ لیکن یہاں قیام میری سمجھ میں نہیں آیا؟“

”اوہو، ایک عجیب مسئلہ ہے وہ جو کہتے ہیں تاکہ کبھی کبھی ایک بہت بڑا آدمی ایک بہت چھوٹے آدمی کے ہاتھوں زچ ہو جاتا ہے۔“

”مطلب؟“ میں نے سوال کیا۔

”دانش منصور کا نام سنا ہے تم نے؟“

”کون.....؟“ میں نے بڑی مشکل سے اپنے آپ کو سنبھالا تھا۔

”دانش منصور ایک پاکستانی نوجوان ہے اور بڑا عجیب و غریب ماضی رکھتا ہے وہ ایک ایسا شخص ہے جس کے دشمن بلکہ بدترین دشمن بھی اس کی تعریفیں کرنے پر مجبور ہوتے ہیں، ایسا ہی زبردست انسان ہے وہ.....“

”مگر ہے کیا چیز؟“

”ایک عام آدمی۔ حکومت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے، ایک صنعت کار، ایک بزنس مین یا پھر یہ سمجھ لو کہ ایک سیکرٹ ایجنٹ یا پھر یہ سمجھ لو کہ ایک پاکستانی فوجی، سپاہی یا پھر یہ سمجھ لو کہ اپنے وطن اپنے مذہب کے دشمنوں کا بدترین دشمن یا پھر یہ سمجھ لو کہ خصوصاً حکومت اسرائیل

کے خلاف کام کرنے والوں میں سے ایک، یا پھر یہ بھی سمجھ سکتے ہو تم کہ دنیا کے دایسے بڑے اور خوفناک آرگنائزیشن جن کا پوری دنیا میں اقتدار قائم ہے اس کے دشمن ہیں اور اس نے ان دونوں کی تاک میں رسی ڈالی ہوئی ہے۔“

”لگتا ہے مائی ڈیزر رینڈل بچ کہ اس شخص سے تمہیں کوئی بہت بڑا معاوضہ ملا ہے یا ملتا رہا ہے، جس کی تم اس قدر تعریف کر رہے ہو۔“ میں نے کہا اور بچ ہنس پڑا پھر بولا۔

”کبھی اس کے بارے میں تفصیلات سن لو، تو تم بھی اس کی تعریفیں کرنے پر مجبور ہو جاؤ۔“ اصل میں مسٹر ایرش واش کا واسطہ ایک غلط شخص سے پڑ گیا۔

”مگر بھائی تھوڑی سی معلومات تو مجھے بھی فراہم کر دو، ظاہر ہے اب تو میں بھی تمہارے ساتھیوں میں سے ایک ہوں۔“

اور پھر رینڈل بچ مجھے مختصراً میری تفصیل بتاتا رہا اس سے زیادہ دل چسپ صورت حال شاید ہی کبھی کسی کو پیش آئی ہو، میں اپنے بارے میں ایک شخص کے تاثرات سن رہا تھا اور وہ مجھے مجھ سے خوف زدہ کر رہا تھا یہاں تک کہ بات کام کی نہج پر آ گئی۔ یعنی اس فائل کا تذکرہ جس کے لیے یہ نیا ہنگامہ شروع ہوا تھا اور اس میں رانا وسیم کے ذکر کے بعد میں ایک دم محتاط ہو گیا اور وہ مجھے رانا وسیم کے بارے میں بتاتا رہا پھر اس نے کہا۔

”اور میں نہیں کہہ سکتا کہ ہماری بد قسمتی یا اس شخص کی خوش قسمتی نے رانا وسیم کو دانش منصور تک پہنچا دیا اور بس وہ دیوانہ اپنے وطن کے نام پر مصروف ہو گیا اور اب تک وہ فائل ایرش واش کے ہاتھ نہیں لگی، کہیں سے اطلاعات ملی تھیں کہ رانا وسیم کو کس ذریعے سے یہاں پہنچا دیا گیا ہے تو ایرش واش یہاں آ گیا حالانکہ دانش منصور کی انتہائی چہیتی بیوی رخسار کو وہ اپنے ساتھ لے آیا تھا اور اسے یقین تھا کہ دانش منصور معاملات کا علم ہوتے ہی یہاں پہنچے گا۔ چنانچہ وہ دانش منصور کی تلاش میں بھی ہے اور اس شخص یعنی رانا وسیم کی تلاش میں بھی۔“

میں پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔ پھر میں نے کہا۔

”لیکن دانش منصور یہاں پہنچا یا نہیں؟“

”پتا..... نہیں۔ اگر پہنچا ہوتا تو ہم لوگوں کو خصوصی طور سے الرٹ کر دیا گیا ہوتا۔ لیکن

بہر حال ابھی تک اس کا کوئی پتا نہیں ہے۔“

”ہوں، بہر حال۔ مگر اس عورت کو کہاں پہنچا دیا گیا؟“ کیا وہ سبیں اسی عمارت میں

”رخسار؟“

”ہاں اسی کی بات کر رہا ہوں۔“

”نہیں اسے تم سارا بھیج دیا گیا ہے۔ وہ وہاں موساد کی تحویل میں ہے۔“ رینڈل نے کہا اور میرے اندر ایک سنگین سی کیفیت بیدار ہو گئی۔ لیکن خود کو سنبھالے رکھنا ہی سب سے بڑا کام تھا۔ میں اس کیفیت پر قابو پانے کی کوشش کرتا رہا۔ پھر میں نے کہا۔

”لیکن اسے تل ایسب کیوں نہیں بھیجا گیا؟“

”ابھی تو سودے بازی کی گنجائش ہے، اگر وہ سامنے آجائے۔ میرا مطلب ہے دانش منصور کو مسٹرایرش واش سودے بازی کی پیش کش کر سکتے ہیں۔“

”سودا بازی کیا چاہتے ہیں مسٹرایرش واش؟“

”وہ فائل جس میں پاکستان کے ایٹمی راز پوشیدہ ہیں۔“

”لیکن تعجب کی بات ہے، جیسا کہ تم کہتے ہو رینڈل بیچ کر وہ فائل مسٹرایرش واش کے پاس رہی۔ انہوں نے اس کی کوئی نقل کیوں نہ تیار کر لی؟“

”بڑے سے بڑے آدمی سے کبھی چھوٹی موٹی سی غلطی ہو جاتی ہے اس غلطی پر مسٹرایرش واش شاید اپنے آپ کو کبھی معاف نہ کر سکیں، وہ تو یہی سمجھتے تھے کہ فائل ان کی تحویل میں آگئی ہے اور بات ختم ہو گئی۔ لیکن رانا وسیم نے سارا معاملہ خراب کر دیا اور اب یہی تو سب سے اہم مسئلہ ہے کہ مسٹرایرش واش نے اپنے اعلیٰ حکام کو اس فائل کے حصول کی اطلاع دے دی تھی اور اب وہ ان کے ہاتھ سے نکل گئی ہے انہیں خود بھی تو اس سلسلے میں زبردست جواب دہی کرنا ہوگی۔ حالانکہ ایرش واش کا اپنا ایک مقام ہے، لیکن بڑے سے بڑے آدمی سے اگر ملکی مفادات کے خلاف کوئی کام ہو جاتا ہے تو ظاہر ہے اسے معاف نہیں کیا جاسکتا بلکہ اس کے خلاف سخت ایکشن لیا جاتا ہے اور مسٹرایرش واش اس ایکشن سے بچنے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔“ رینڈل بیچ نے کہا اور میرے ذہن کے لاتعداد سوتے کھل گئے۔

فائل تو خیر اب ان لوگوں کے ہاتھ کیا ہی لگے گی، ابھی تک یہ اس کوشش میں ہیں کہ رانا وسیم کو گرفتار کر لیں حالانکہ رانا وسیم یقینی طور پر کبھی کا وطن پہنچ چکا ہوگا بہر حال یہ ایک دلچسپ بات ہے اور میرے دل میں اس کے لیے خوشی کا ایک مقام تھا کہ وطن سے دور رہ کر بھی میں

وطن کے لیے کوئی چھوٹی موٹی خدمت انجام دینے میں کامیاب ہو سکا، یہ میری خوش قسمتی ہے باقی سارے معاملات تو بعد کے ہیں بلکہ اب تو دل میں یہ آرزو پیدا ہو گئی تھی کہ بات اہل وطن کی ہی نہیں ہے بلکہ اہل دین کی بھی ہے اور اگر تقدیر نے مجھے موساد کے ایک خطرناک ایجنٹ کے مقابلے میں لا ڈالا ہے تو اس سے بھی دو دو ہاتھ سہی، جہاں تک معاملہ ڈان منٹر اور روز آرجنٹزیشن کا ہے تو بہر حال یہ دشمن ادارے تو اپنا کام کر رہے ہیں اور اب انہیں بہر حال میری زندگی کی اطلاع بھی مل چکی ہے پتا نہیں آگے کی صورت حال کیا ہو۔ دل میں ایک اور جو عجیب سی کیفیت ابھری تھی وہ یہ کہ رانا وسیم اگر وطن پہنچ چکا ہے اور اس نے کہیں کسی نہ کسی شکل میں میری زندگی کا تذکرہ کیا ہے تو وطن والوں کا رد عمل کیا ہوگا..... لیکن یہ احساس بس ایک موہوم سی آرزو کی شکل رکھتا تھا، ایک شکایت ایک دکھ بھری سسکی اور اس کے علاوہ کچھ نہیں۔ اہل وطن اب میرے لیے ایک سسکی ہی بن گئے تھے، وہ جنہوں نے مجھے ناکردہ گناہوں کی سزا دی تھی اور مجھے وطن دشمن قرار دے دیا تھا لیکن خیر وقت خود بخود ان کی آنکھوں سے پٹی ہٹا دے گا اور وہ میرے لیے دکھی ہو جائیں گے..... اور دوسرے یہ سوچنے پر مجبور کہ انہوں نے بہر حال میرے ساتھ غلط سلوک کیا تھا۔ اس قسم کے احساسات کو ذہن پر مسلط کرنا اپنے آپ کو کارکردگی سے محروم کر دیتا تھا۔ بہر حال انسانی دل میں جذبات تو ہوتے ہی ہیں۔ جذبات نہ ہوں تو پھر انسان پتا نہیں کیا چیز بن کر رہ جائے، لیکن انہیں اپنی ذات پر مسلط کرنا بہت خطرناک ہے چنانچہ میں نے اپنے آپ کو ان حالات سے چھٹکارا دلا دیا تھا اور پھر رینڈل بیچ نے ہی مجھ پر یہ انکشاف کیا تھا۔

”مسٹر فارگون۔“ اس نے سنسنی خیز لہجے میں کہا۔

”خیریت کیا بات ہے ڈیر بیچ۔“

”میرا خیال ہے ہمیں یہاں سے بہت جلد روانگی کی ہدایت ملنے والی ہے۔“

”کیا مطلب؟“

”ہم لوگ۔ تم سارا جا رہے ہیں۔“

فوراً۔ میں نے دل کی دھڑکنوں پر قابو پا کر کہا۔

”ہاں ایسا ہی لگتا ہے۔“

”بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی ہے؟“

”ہاں۔ اصل میں کبھی کبھی باتیں غیر متوقع طور پر معلوم ہو جاتی ہیں، غالباً تمہارا سے مسٹر ایرش داش کو کوئی ہدایت ملی ہے جس کے تحت انہیں وہاں کارروائی کرنی ہے۔“ ہدایت موصول ہونے کے بعد مسٹر ایرش داش خاصے پریشان نظر آنے لگے تھے۔

اس کے بعد انہوں نے مسٹر آنزر کو طلب کیا اور ان سے گفتگو کرنے لگے، پھر اس کے بعد رینڈل فنج اور مسٹر فارگون کا تذکرہ مسلسل رہا اور مسٹر آنزر کو حکم دیا گیا ہے کہ اس سلسلے میں ہم دونوں کو بریف کر دیا جائے اور ہو سکتا ہے اب سے کچھ لمحوں کے بعد اس کام کا آغاز ہو جائے۔

میں خاموش ہو گیا تھا۔ لیکن میرے دل میں وہی جذباتی کیفیت طاری تھی، صبر کا پھل بیٹھا ہوتا ہے اور صبر کا پھل ضرور ملتا ہے۔ یہ معلوم ہونے کے بعد کہ رخسار کو تمہارا بھیج دیا گیا ہے میں اگر جذباتی ہو جاتا تو رینڈل ہی کو ذریعہ بنا کر تمہارا سفر کرتا اور رخسار کو تلاش کرنے کی کوشش کرتا لیکن وقت نے خود ایسا وقت مہیا کر دیا تھا اور پھر مسٹر آنزر نے ہم دونوں سے ملاقات کی اور رینڈل کا اندازہ سو فیصد ہی درست نکلا تھا۔

مسٹر آنزر نے کہا۔

”مسٹر فارگون اور مسٹر رینڈل فنج آپ دونوں کو فوری طور پر تمہارا روانہ کیا جا رہا ہے آپ کا ٹکٹ اور دیگر انتظامات مکمل ہو گئے ہیں آپ یہ نہ سمجھیں کہ آپ کو آلہ کار بنایا جا رہا ہے بلکہ ایک طرح سے مسٹر فارگون کا امتحان لینا بھی مقصود ہے اور اپنے دشمنوں کو نقصان پہنچانا بھی۔ جس عمارت میں آپ کو بھیجا جا رہا ہے، وہ دشمن کی نگاہ میں ہے اور اس بات کے پورے پورے امکان ہیں کہ دشمن وہاں آپ تک پہنچنے کی کوشش کرے، آپ کو محتاط رہنا ہے اور صرف یہ ظاہر کرنا ہے کہ آپ دشمن کی ہر چال سے بے خبر ہیں۔ سمجھ رہے ہیں نا آپ؟“

”کیا یہ معلوم کرنا ضروری ہوتا ہے مسٹر فنج۔“ آنزر نے سرد نگاہوں سے فنج کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”نہیں بالکل نہیں۔ بات صرف اتنی سی ہے کہ ہم وہ سب کچھ کرنا چاہتے ہیں، جو ہمارے مقصد کی تکمیل کے لیے بے حد ضروری ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ ناواقفیت میں کوئی ایسا عمل رو جائے جو مسٹر ایرش کے پروگرام میں مکمل طور پر کامیابی کی دلیل نہ ہو۔“

”نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔“

”او کے..... او کے.....“

پھر مسٹر آنزر ہمیں ہدایات دیتے رہے اور اس کے بعد فنج خاموش ہی رہا تھا۔ ہاں جب مسٹر آنزر چلے گئے تو فنج نے زبان دباتے ہوئے کہا۔

”بار بار زندگی موت کے قریب سے گزر جاتی ہے، میرے منہ سے ایک ایسا جملہ نکل گیا تھا جس میں اگر تم ساتھ نہ ہوتے اور بات تمہاری نہ ہوتی تو شاید میری شامت ہی آ جاتی۔“ میں ہنسنے لگا تھا۔ پھر میں نے کہا۔

”کیا مسٹر آنزر بہت زیادہ خطرناک آدمی ہے۔“

”بے حد..... ایرش داش کبھی کبھی کسی معاملے میں رعایت برت جاتے ہیں..... لیکن.....“ رینڈل خاموش ہو گیا۔

پھر ان تمام ہدایات کی تعمیل کی گئی اور اس کے بعد ایک جہاز ہمیں لے کر تمہارا روانہ ہو گیا۔ میں صرف اتنا جانتا تھا کہ میں اس جگہ جا رہا تھا جہاں سے رخسار کا علم ہو سکتا تھا مجھے..... اور اب اس کے لیے کیا کیا جتن کرنے پڑتے ہیں وہ الگ بات تھی۔ جذبے تو لاتعداد ہوتے ہیں بعض جگہ حساب کتاب غلط بھی ہو جاتا ہے انسان اپنے آپ کو بہت اہمیت کا حامل سمجھ لیتا ہے۔ لیکن رخسار کی تلاش ایک مقصد تھی۔ کوئین میکوویا نے گویا ایثار سے کام لیتے ہوئے مجھے اپنے آپ سے آزاد کر دیا تھا اور یہ موقع دیا تھا کہ میں رخسار کے ساتھ ایک پرسکون گھریلو زندگی گزاروں اور اس میں کوئی شک بھی نہیں تھا کہ کوئین نے اپنے طور پر اس کے لیے مناسب ترین انتظامات کر لیے تھے لیکن بات میری تقدیر کی آ جاتی ہے رخسار اور میرے درمیان بہت کچھ حائل تھا اور میری تقدیر میں یہی لکھا تھا کہ میں اس کے لیے جدوجہد کرتا رہوں چند دنوں کی رفاقت اور پھر اس رفاقت کا خراج یہ سب کچھ ضروری تھا از حد ضروری اور بہر حال انسان کو عمل کرنا چاہیے اپنی ذمہ داریاں پوری کرنی چاہئیں کچھ بھی ہو کچھ بھی ہو جائے۔ سو یہی ہو رہا تھا میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ میں اپنے ہم مذہب بھائیوں کے لیے کچھ نہ کچھ ضرور کروں گا۔ چاہے اس کے لیے میرے پاس اب وہ ذرائع نہیں تھے جنہوں نے کبھی مجھے ایک مافوق الفطرت ہستی بنا دیا تھا۔ کوئین میکوویا نے یہ سوچا بھی نہیں ہوگا کہ میں پھر کسی ایسے راستے کے سفر کا آغاز کر سکتا ہوں، تو سوچ میری یہی تھی کہ جن لوگوں کے لیے میں نے

موساد کے خلاف کام کرنے کا تہیہ کیا تھا انہیں شاید کبھی میری اس جدوجہد کا علم بھی نہ ہونے پائے..... لیکن نہ سہی، ضروری نہیں کہ ہر کام کا کوئی صلہ بھی ہو اور معاوضہ بھی۔ بہت سے کام صلے اور معاوضے کے بغیر بھی کیے جاتے ہیں۔ بہر حال تمہارا کے بارے میں میری اطلاعات بہت زیادہ محدود نہیں تھیں وہ اس وقت مسلمانوں اور یہودیوں کے لیے محاذ جنگ کی حیثیت رکھتا تھا اور وہاں اکثر جھڑپیں ہوتی رہتی تھیں جن کا علم پوری دنیا کو تھا اور اس طرح مجھے بھی اور اب میں ایک دوست ہونے کے باوجود دشمن کے طور پر تمہارا جا رہا تھا۔ دیکھنا یہ تھا کہ وہاں وقت میرے لیے کیا کیا فیصلے کر چکا ہے اور مجھے کیا حاصل ہوتا ہے۔

میری اس طویل خاموشی کو بہت وقت گزر گیا تھا رینڈل بھی خاموشی سے کچھ سوچ رہا تھا۔ اچانک ہی اس نے مجھے مخاطب کر کے سوچ کا طلسم توڑ دیا۔

”مسٹر فارگون!۔“ وہ بولا اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

”کیا بات ہے ڈیر رینڈل؟“

”واقعی کیا بات ہے؟ ذرا دیکھئے آپ نے فضاؤں میں اڑنے والی پریاں تو دیکھی ہوں گی۔ رینڈل کا اشارہ اس اتر ہوش کی طرف تھا جو سرورس کر رہی تھی ایک لمحے کے لیے تو میں رینڈل کی بات سمجھ ہی نہیں سکا۔ پھر اس کی نگاہوں کے زاویے کا تعاقب کرتا اتر ہوش کو دیکھا۔ بہت ہی خوب صورت لڑکی ہے۔“

”میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تو رینڈل نے کہا۔“

”مسٹر فارگون میرا مطلب وہ نہیں تھا جو آپ سمجھے۔“

”ہاں یقیناً کیوں نہیں..... میں تم پر ایسا کوئی الزام نہیں لگا رہا۔“ میں نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

”کیا آپ جہاز میں سفر سے خوف زدہ ہوتے ہیں؟“ اس نے سوال کیا۔

”نہیں ایسی کوئی بات تو نہیں۔“

”آپ اس طرح دم خود بیٹھے ہیں جیسے آپ کو خوف ہو کہ آپ بولے تو جہاز کے انجن میں کوئی خرابی ہو جائے گی۔ دیے آپ کی نگاہوں کا زاویہ بالکل درست تھا۔“

”کون سا زاویہ؟“

”وہ اتر ہوش بہت خوبصورت ہے دیے مسٹر فارگون، جیٹھی شوگیال کے بارے میں

..... میں نے اندازہ لگایا تھا کہ وہ لڑکی آپ کو پسند کرتی ہے آپ نے اس پر توجہ دی۔“

”نہیں ڈیر فنج، میرا نظریہ کچھ مختلف ہے۔“

”مثلاً۔“

”بہتر ہوگا کہ اس قدر گہرائیوں کو مستقبل پر چھوڑ دیا جائے۔“ میں نے جواب دیا اور وہ گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔

”برا تو نہیں مانے.....“ میں ہنس کر بولا۔

”ارے نہیں، ویسے بھی مجھے برا ماننے کی اجازت نہیں ہے۔“ اس نے مدہم لہجے میں کہا میں بھی خاموش ہو گیا۔ میرا ذہن تمہارا میں الجھا ہوا تھا۔

میں تو خیر تمہارا کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں رکھتا تھا لیکن رینڈل فنج کو ساری تفصیلات کا علم تھا اور وہ ہر بات جانتا تھا، اتر پورٹ سے اترنے کے بعد اس نے ایک ٹیکسی روکی اور ٹیکسی ڈرائیور کو پتا بتا دیا، میں نے اس سے کہا۔

”مسٹر فنج، کیا خیال ہے آپ کا کیا ہم صحیح جگہ پہنچ جائیں گے؟“

”جس جگہ کا مجھے پتا بتایا گیا ہے میں وہاں پہلے بھی جا چکا ہوں۔ ایک خوب صورت مکان ہے جو تمہیں پسند آئے گا۔ اصل میں مسٹر ایرش واش اسی طرح کے آدمی ہیں وہ ہر کام بڑی احتیاط کے ساتھ کرنے کے عادی ہیں اور کبھی کوئی ایسی لغزش نہیں کرتے جس سے حالات خراب ہو جائیں، میرا تو یہی خیال ہے کہ انہوں نے وہاں مناسب انتظامات کر لیے ہوں گے اور پھر شاید تمہیں یاد نہیں رہا ڈیر فارگون کہ انہوں نے ہمیں بتا دیا تھا کہ مکان بند ہے اور اس کی چابی مکان کے عقبی حصے میں ایک ایسی جگہ موجود ہے جس کے بارے میں، میں جانتا ہوں۔“

”گڈ، پھر اس کا کہنا بالکل درست ہی ثابت ہوا جس خوب صورت مکان میں ہمیں جانا تھا، عقبی حصے میں ایک خوب صورت درخت تھا جس کے تنے کے درمیان مکان کی چابی چھپی ہوئی تھی اور یہ کمال کا عمل تھا ویسے اتر پورٹ سے یہاں تک آتے ہوئے تمہارا کے حسن سے بہت متاثر ہوا تھا میں اور رینڈل فنج سے اس بارے میں تفصیلی گفتگو ہوتی رہی تھی۔ پھر ہم مکان میں داخل ہو گئے۔ حسین رہائش گاہ تھی، رینڈل نے اس مکان کو بس ایسے ہی معمولی سا مکان کہہ دیا تھا جب کہ بہت شاندار مکان تھا یہ چونکہ مسٹر ایرش واش نے ہمیں یہاں بھیجا تھا

اور جو ہدایات ہمیں ملی تھیں اس کے تحت ہمارے لیے یہاں مکمل انتظامات تھے چنانچہ سب سے پہلی چیز کا جائزہ لیا گیا یعنی فرنیچر تو وہ ہمیں بھرا ہوا ہی ملا اور رینڈل بیچ سب سے پہلے کھانے پکانے کی تیاریوں میں مصروف ہو گیا، میں مکان کا جائزہ لیتا رہا تھا۔ اب ہمیں اس بات کا اندازہ نہیں تھا کہ یہاں آنے کے بعد فوری طور پر ہمیں کس مشکل کا سامنا کرنا پڑے گا، کھانا بڑا عمدہ تیار کیا تھا اور میں نے رینڈل سے اس کی تعریف کی تھی، کھانے کے بعد ہم دونوں بہت دیر تک باتیں کرتے رہے اور رینڈل نے مجھے یہی بتایا کہ ابھی ایرش واش کی جانب سے جب تک کوئی ہدایت نہیں ملے گی، کوئی کام نہیں شروع کیا جاسکتا بہر حال کوئی سمجھ میں آنے والی بات نہیں تھی۔ میں بھی صبر و سکون سے کام کر رہا تھا اب جو بھی ہوگا دیکھا جائے گا۔ ہماری یہ گفتگو رات کو بہت دیر تک جاری رہی اور اس کے بعد جب سونے کا فیصلہ کیا گیا تو رینڈل نے چکی منزل کے ایک کمرے کا انتخاب کیا جب کہ میں اوپری منزل پر چل پڑا تھا اور میں نے یہی سوچا تھا کہ اوپر کی منزل میں میرے لیے زیادہ آسانی ہوگی، تاکہ اگر کوئی سنگین صورت حال پیش آئے تو میں اپنا کام خود کر سکوں، رینڈل کے بارے میں تو مجھے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ سوچکا ہوگا۔ چونکہ جس کمرے میں میرا قیام تھا وہاں سے رینڈل کی رہائش گاہ کی روشنی ایک کھڑکی سے نظر آتی تھی جو اب مجھ چکی تھی وہ تو سو گیا لیکن مجھے نیند نہیں آرہی تھی، ذہن بہت سے خیالات کی آماجگاہ تھا ماضی کی یادیں جو تھائی میں میرے ارد گرد بکھر جاتی ہیں، یا پھر مستقبل جو ہمیشہ بے یقینی کی دھند میں پوشیدہ ہوتا ہے بہر حال ان تمام خیالات سے ایک فائدہ ہمیشہ حاصل ہوتا تھا کہ دماغ بوجھل ہو جاتا تھا اور بوجھل دماغ آخر کار نیند کی آغوش میں ہی پناہ لیتا تھا اور میں نہ جانے کب سو گیا تھا لیکن اچانک ہی بے چینی کی ایک لہر، تجسس کا ایک احساس میرے اعصاب کو جھنجھوڑنے لگا اور میں چونک کر جاگ گیا۔ کم از کم ان حالات میں زندگی گزارتے ہوئے چھٹی حس بہت تیز ہو گئی تھی اور عموماً برے لحاظ میں میرا ساتھ دیتی تھی اس وقت بھی یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ کوئی ایسی صورت حال ہے جس نے مجھے جگا دیا ہے میں نے سب سے پہلے نگاہیں گھما کر کھڑکی سے دوسری جانب دیکھا، رینڈل کے کمرے کی مدھم روشنی بہ دستور تھی گویا وہ معمول کے مطابق گہری نیند سو رہا تھا۔ پھر میں نے اپنے کمرے کا جائزہ لیا، بظاہر تو کوئی ایسا احساس نہیں ہوتا تھا جس سے میری نیند اچاٹ ہو جائے، تا حد سماعت خاموشی اور سناٹے کا راج تھا اور نگاہوں کی حد میں کوئی ایسی چیزیں نہیں تھیں کہ مشکل صورت حال کا ذکر

نہ کرے لیکن اعصابی کشیدگی اور یہ چھٹی حس کیا کہہ رہی ہے۔ ایسی بے چینی ذہن و دل پر سوار تھی کہ میں بستر پر اٹھ کر بیٹھ گیا حالانکہ نہ کوئی خواب تھا، نہ کوئی اور ایسا احساس جو دل و دماغ کو ناکارہ کر دے اور صورت حال اتنی ہی ناگزیر ہو جائے کہ نیند ہی نہ آ سکے۔ پھر یہ کیا مصیبت ہے کیوں ایسا ہوا ہے؟ نہ جانے کیا بات ہے؟ بستر پر بیٹھ کر میں چاروں طرف نگاہیں دوڑانے لگا اور آخر کار یہی فیصلہ کیا کہ اب دل و دماغ میں خاصی تبدیلیاں رونما ہوتی جا رہی ہیں اور میں اس قوت کا مالک نہیں رہا ہوں، جس قوت کے تحت آج تک زندگی گزاری ہے۔ لیکن کیا ایسا ہے؟ میں اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا اور یہ اندازہ لگانے کی کوشش کرنے لگا کہ آخر ایسی کیا بات ہے، عموماً ایسی نیند کے دوران لوگ جب کچھ نہیں معلوم ہوتا تو ”لا حول“ پڑھ کر آرام کرنے کے لیے لیٹ جاتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ یہ صرف ان کا وہم یا سماعت کا دھوکا تھا لیکن اس سے نقصانات بھی ہو جاتے ہیں اور انسان اس بے پروائی کا شکار ہو جاتا ہے زیادہ احساس کرنے سے مجھے اندازہ ہوا کہ میرے علاوہ بھی کوئی کمرے کے اندر موجود ہے لیکن کہاں؟ اس کا کوئی اندازہ نہیں ہو پا رہا تھا۔ سناٹے میں کوئی اور آواز بھی نہیں سنائی دے رہی تھی بہر حال میں نے آخری فیصلہ یہی کیا کہ لیٹ جاؤں اور ہر قسم کے وہم پر لعنت بھیج کر سونے کی کوشش کروں، لیکن اس پر جیسے ذہن راضی نہ ہوا تو میں بستر سے نیچے اتر آیا۔ ادھر ادھر دیکھا دروازہ اندر سے بند نہیں تھا، ضرورت ہی نہیں محسوس ہوئی تھی، سامنے ایک بڑی الماری رکھی ہوئی تھی میں اس کے قریب پہنچا اسے کھول کر اندر جھانکا اس کے عقب میں دیکھا اور وہاں سے آگے بڑھا۔ پھر کھڑکیوں کی طرف سے باہر کا جائزہ لیا اور آہستہ سے واپس پلٹا لیکن جیسے ہی میں واپس پلٹا۔ مجھے ایک دم یوں لگا جیسے کسی نے گہری سانس لی ہو اور پیچھے کی جانب سرکا ہو۔ یہ تو بڑی عجیب سی بات ہے کیا اس وقت میں کسی ایسی مشکل کا شکار ہوں جس کا تعلق کسی غیر انسانی عمل سے ہو۔ بڑی کھڑکی سے باہر چاند کی مدھم روشنی میں بنے ہوئے مکانات نظر آ رہے تھے۔ میں نے یہ کھڑکی بھی کھول دی اور دور تک نگاہیں دوڑاتا رہا، سب کچھ معمول کے مطابق تھا، احاطے کی دیوار کے ساتھ لگے ہوئے پھول مدھم ہوا کے جوش پر لہرا رہے تھے، گیٹ کے دونوں طرف لگے ہوئے تن آور درخت جھول رہے تھے یقینی طور پر یہ وہم ہے سو فیصد وہم، اب مجھے سو جانا چاہیے، میں نے واپسی کے لیے قدم اٹھائے اور ایک دم مجھے یوں لگا جیسے کسی نے میرے قدموں کے ساتھ قدم اٹھائے ہوں اس بار یہ آواز بہت واضح تھی بلکہ

اتنی صاف تھی کہ میں نے اس کی سمت کا اندازہ بھی لگا لیا۔ یہ آواز دروازے کی سمت سے آئی تھی، میں بڑی تیزی سے واپس پلٹا اور دروازے کی جانب دیکھنے لگا، میں نے محسوس کیا کہ دروازے کا ہینڈل نیچے سے اوپر کی جانب واپس جا رہا ہے یعنی طور پر یہ میرا وہم نہیں تھا کوئی تھا باہر لیکن کون؟ اور کیا چاہتا تھا؟ یہ سوال اپنی جگہ اہمیت کا حامل تھا اگر کوئی یہاں آیا ہے تو اس کا مقصد کیا تھا۔ اور اس وقت اتفاق سے میرے پاس پستول وغیرہ بھی نہیں تھا، میں نے سوچا کہ خود کمرے سے باہر نکل کر دیکھوں، لیکن کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا، اچانک ہی میری نگاہ ٹیلی فون پر پڑی یہ میں نے دیکھ لیا تھا کہ اوپر کی اور نیچے کی منزلوں میں ٹیلی فون کی ایک ہی لائن ہے۔ اگر میں ریسور اٹھا کر ہینڈل کو مخاطب کرنے کی کوشش کروں تو ہو سکتا ہے کام بن جائے اور اس وقت اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا چنانچہ میں واپس پلٹ کر ٹیلی فون کے پاس پہنچا، ریسور اتارا اور پھر کریڈل پر انگلی مار کر ہینڈل کے کمرے میں لگے ہوئے فون کی گھنٹی بجانے لگا۔ یہ کام کافی دیر تک کیا تب کہیں جا کر ہینڈل جاگا اور اس نے ریسور اٹھا کر کہا۔۔۔

”ہیلو کون ہے؟“

”رینڈل، میں فارگون۔“ میں نے کہا۔

”کیوں کیا بات ہے؟ کیا ڈر لگ رہا ہے مسٹر فارگون؟“ رینڈل نے کہا۔

”رینڈل، میرا خیال ہے ہم خطرے میں ہیں کوئی عمارت میں گھس آیا ہے اور ہمارے کمرے میں داخل ہونے کی کوشش کر رہا ہے، تمہیں بھی ہوشیار رہنا چاہیے۔“

”کون؟“ رینڈل نے تعجب بھرے لہجے میں کہا۔

”میں نہیں جانتا؟“

”میں تمہارے پاس آ رہا ہوں۔“

”کیا تمہارے پاس اسلحہ موجود ہے؟“

”ہاں۔“

”افسوس میرے پاس نہیں ہے۔“

”فکر مت کرو میں آ رہا ہوں۔“

”دیکھو ہوشیاری سے، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہیں کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش کرے۔“

”مگر کون ہو سکتا ہے؟“

”کیسے اندازہ لگایا جائے؟“ میں نے کہا۔

”خیر فکر مت کرو، میں پہنچ رہا ہوں تمہارے پاس۔“ رینڈل نے کہا اور میں نے

ریسیور رکھ دیا۔ میں یہ جائزہ لینے کی کوشش کر رہا تھا کہ جو کوئی میرے کمرے کی گمرانی کر رہا

ہے کیا اس نے میری یہ آواز سن لی ہے۔ اگر سن لی ہے تو اس کا کیا رد عمل ہوتا ہے، ممکن ہے

اسے اس بات کا علم ہو گیا ہو کہ رینڈل ٹیلی منزل سے اوپر میرے پاس آنے کی کوشش کر رہا

ہے اب صورت حال یہ بھی نہیں تھی کہ میں اپنے طور پر کوئی عمل نہ کر سکتا، لیکن اول تو نیند سے جاگا

تھا اور پھر ذہن فوری طور پر کوئی فیصلہ کرنے سے قاصر تھا۔ جب تک یہ اندازہ نہ ہو جائے کہ

آنے والا کون ہے؟ کیا کیا جا سکتا ہے۔ پھر چند لمحوں کے بعد میں نے قدموں کی آواز سنی اور

میں دروازے کی سمت سے سمت کر ایک طرف ہو گیا۔ دروازہ تو اندر سے پہلے بھی لاک نہیں

تھا۔ اسے با آسانی کھولا جا سکتا تھا میں نے پھرتی کیساتھ ایک فیصلہ کیا اور دروازے کی قریب

کی دیوار سے لگ کر کھڑا ہو گیا اگر آنے والا رینڈل نہیں ہے تو کمرے میں داخل ہونے کے

بعد وہ جو کوئی بھی عمل کرے گا، مجھے اس سے مدافعت کا موقع مل سکتا ہے اور میں اس کے لیے

کامل طور پر تیار تھا لیکن اندازہ یہی تھا کہ آنے والا رینڈل ہی ہو سکتا ہے کیونکہ اس سے پہلے

جو کوئی بھی تھا اس نے قدموں کی آواز میں احتیاط برتی تھی پھر دروازہ کھلا اور چلیے اور جسامت

سے میں نے یہ اندازہ لگایا کہ وہ رینڈل ہی ہے، اس نے آہستہ سے آواز دی۔

”مسٹر فارگون۔“

”ہاں، رینڈل میں ہوں۔“

”میں نیچے سے اوپر تک آیا ہوں، مجھے تو کسی کی یہاں موجودگی کا احساس نہیں ہوا،

لائٹ جلاؤ پلیز، اس نے کہا اور ایک پستول میری جانب بڑھاتے ہوئے بولا۔“

”یہ رکھو۔“

”مگر یہاں پستول۔“

”معافی چاہتا ہوں، غلطی مجھ سے ہی ہوئی تھی ظاہر ہے جہاز کے سفر میں ہم اسلحہ ساتھ

نہیں لا سکتے تھے یہاں دوسری تمام اشیاء کی طرح اسلحہ بھی موجود ہے لیکن میں نے تمہیں نہیں

دیا تھا۔ یہ لوڈ ہے، ویسے میں یہ کہہ رہا تھا کہ مجھے یہاں تک آتے ہوئے کسی کی موجودگی کا شبہ

نہیں ہوا اور پھر یہاں کون ہو سکتا ہے۔“ رینڈل کی بات کا میرے پاس کوئی جواب نہیں تھا بہر حال میں نے سوچ کچھ آن کر کے کمرے میں تیز روشنی کر دی..... روشنی ہوتے ہی۔۔۔ یوں محسوس ہوا جسے کوئی دوڑ رہا ہو۔ اب رینڈل بھی چونکا تھا۔

”مسٹر رینڈل۔“ میں نے سرگوشی کی۔

”نیچے کچھ ضرور ہے۔ مگر۔“

”نیچے سے اوپر آتے ہوئے مجھے کوئی احساس کیوں نہیں ہوا؟“

”کیا..... کہنا چاہتے ہو؟“

”سوچ رہا ہوں۔“

”ایسے لمحات سوچنے کے لیے تو نہیں ہوتے؟“

”نہیں میرا خیال ہے کہ کچھ اور ہے.....“ رینڈل نے کہا۔ اس کی آواز میں خوف کا ہلکا سا تاثر تھا۔ میں آنکھیں پھاڑ کر اسے گھورتا رہا پھر میں نے کہا۔

”ایک درخواست ہے تم سے رینڈل۔“

”بڑے غیر مناسب وقت میں آپ کوئی درخواست کر رہے ہیں مسٹر فارگون۔“ اس کے لہجے میں وہی شوخی ابھرائی تھی جو اس کی فطرت کا حصہ تھی۔

”نہیں میں سنجیدہ ہوں۔“

”آہ، انسان ایسے خطرناک لمحات میں بھی سنجیدہ نہ رہے تو پھر اسے رینڈل بچ ہی کہا جا سکتا ہے۔“

”تم کوئی خیال ظاہر کرنا چاہ رہے تھے اور تم نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔ میں اس پر تم سے احتجاج کر رہا ہوں یہ میری فطرت کے خلاف ہے کہ کوئی بات کہہ کر ادھوری چھوڑ دی جائے۔ مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جسے کوئی میری توہین کرنا چاہ رہا ہو۔“

”اوہ، آئی ایم سوری مسٹر فارگون! کبھی خواب میں بھی ایسا کوئی تصور نہیں کر سکتا۔ اصل میں کیا کہوں جس ماحول میں پرورش پائی ہے، میرا مطلب ہے کہ عمر کے ایک خاص حصے کی بات کر رہا ہوں۔ تو میں کہہ رہا تھا کہ جس ماحول میں پرورش پائی اس میں تو ہم پرستی کا بڑا دخل رہا ہے کیونکہ جس گھر میں، میں پیدا ہوا تھا اس میں ہمارے علاوہ بہت سے لوگ رہتے تھے مثلاً میرے دادا، میرے دادا کے والد صاحب اور میرے دادا کے والد صاحب کے دادا۔ سمجھ رہے

ہونا مسٹر فارگون اور یہ تمام روچیں اسی طرح آپس میں لڑتی جھگڑتی رہتی تھیں، جس طرح اپنی زندگی میں اور اس میں مذاق بالکل نہیں ہے، ویسے کیا آپ روحوں کے قائل ہیں؟“

”مجھے ہنسی آگئی تھی۔“ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

”یا تم واقعی عجیب آدمی ہو ان حالات میں بھی تم ان فضول باتوں میں الجھ رہے ہو۔“

”انداز کچھ ایسا ہی ہے مسٹر فارگون۔“

”یعنی تمہارے خیال میں روچیں.....!“

”ہو بھی سکتا ہے۔“

”تو پھر آؤ..... میں نے عالم ہوش میں کبھی روچیں نہیں دیکھیں۔“ میں نے اسے بازو سے دھکیل کر آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

راہداری مکمل تارکی میں ڈوبی ہوئی تھی۔ ہم دونوں پستول سنبھالے ہوئے تھے محتاط انداز میں نیچے جانے والے زینوں تک پہنچے۔ اب کوئی آہٹ نہیں تھی۔

”یہ تو تمہیں اندازہ ہو چکا ہے کہ یہ صرف میرا وہم نہیں تھا۔“

”یقیناً کوئی تھا۔“ رینڈل نے اعتراف کیا۔

”مگر کون؟“

”آہ، میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ البتہ ان کا مجھے اندازہ ہے کہ ابھی تک یہ عمارت تنظیم آزادی کے علم میں نہیں آئی ہے۔“ رینڈل نے جواب دیا۔ میں خاموش ہو گیا تھا۔ لیکن جونہی ہم زینے کے سرے پر پہنچے اچانک پیچھے سے ایک فائر ہوا اور شعلے کی چمک کے ساتھ ہی رینڈل کی تیز چیخ لہرائی گئی۔ وہ نیچے گر پڑا تھا۔ میرا دل دھک سے ہو گیا۔ رینڈل تما سراسر میں بہر حال میرا ساتھی تھا اور ابھی بھی میری ہر مشکل کا حل تھا۔ اس وقت خود کو بچانا بھی ضروری تھا چنانچہ میں پھرتی سے زمین پر گر پڑا۔ رینڈل بری طرح تڑپ رہا تھا اور اس کی چیخیں بلند ہو رہی تھیں یوں لگ رہا تھا جیسے وہ اپنی کر بٹاک چیخیں روکنے کی ہر ممکن کوشش کر رہا ہو، لیکن اسے کامیابی نہ ہو پارہی ہو۔ اس وقت میں رینڈل کی کوئی مدد بھی نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن حیرت کی بات یہ تھی کہ دوسرا فائر نہیں ہوا تھا۔ نہ جانے کیوں وہ جو کوئی بھی تھے ان کا رویہ بے حد پراسرار تھا اس فائر کے بعد انہوں نے خاموشی اختیار کر لی تھی۔ لیکن یہ چالاکی بھی ہو سکتی تھی۔ ہو سکتا ہے وہ اس فائر کا رد عمل معلوم کرنے کی کوشش کر رہے ہوں، لیکن رینڈل..... میں آہستہ آہستہ

کھسکتا ہوا اس کے پاس پہنچ گیا اور میں نے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے دل سوزی سے کہا۔
”رینڈل۔“

”ہوں۔“ اس نے فوراً ہی میری آواز کا جواب دیا۔

کچھ عجیب سا انداز تھا اس کا۔ میں کوئی فیصلہ نہیں کر پایا۔ میں نے پھر کہا۔
”کہاں گولی لگی ہے؟“

”لکڑی کے گٹلے میں؟ تم نے گلدان گرنے کی آواز نہیں سنی؟“ رینڈل نے کہا۔
”کیا۔“ میں نے حیرت سے پوچھا۔

”ہاں۔“ گملا ٹوٹ گیا ہے۔

”تت.....ت تو تمہیں گولی نہیں لگی؟“
”قطعاً نہیں۔“

”تو پھر چیخ کیوں رہے ہو۔“ میں نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”اخلاقاً۔“ وہ مسخرے پن سے بولا۔

”کیوں؟“

”اب دیکھو نا انہوں نے کوشش کی ہے کارٹوس ضائع کیا ہے جس نے فائر کیا ہے
اسے اپنے نشانے پر بھی اعتماد ہوگا۔ بے چارے کو مایوس کرنا مناسب نہیں تھا۔“

”تمہاری ایسی قسمی، تم نے تو مجھے پریشان کر کے رکھ دیا تھا۔“

”میں نے نہیں، انہوں نے۔“

”بڑے عجیب لوگ ہیں۔ کھل کر سامنے بھی نہیں آ رہے۔“

”خیر انہیں یہ معلوم ہوگا کہ ہم دو آدمی ہیں۔“

”تو پھر؟“

”کاش تم بھی چیخ کر گر پڑتے۔“

”کیا ہوتا؟“

”وہ ہماری مزاج پر سی کے لیے آتے..... اور ہم..... ان کی مزاج پر سی کر لیتے۔“

”فائر ہی ایک کیا ہے۔“

”یہی سمجھ میں نہیں آ رہا۔“ رینڈل نے کہا لیکن اس وقت اس کی شکایت دور ہو گئی

انہوں نے ہماری سرگوشی سن لی تھی اور اندھا دھند فائرنگ کر ڈالی تھی اور اس بار یہ فائرنگ نہ تو
ایک پستول سے کی گئی تھی اور نہ ہی صرف پستول سے بلکہ اس بار اس میں اسٹین گن کی آواز بھی
شامل تھی، لیکن چونکہ اس کی پوزیشن بہتر نہیں تھی اس لیے وہ کامیاب نہ ہو سکے۔

”بھاگو۔“ رینڈل نے کہا اور تیز رفتار چھپکلی کی طرح برق رفتاری سے زمین پر ریٹکتا
ہوا یہاں سے دور نکل گیا تھا۔ میں نے بھی اس کی تقلید کی رینڈل بولا۔ ”لگتا ہے سرپوری ہو
چکی۔“

”ہاں اب وہ زیادہ.....“ میں نے اتنا ہی کہا تھا کہ فائرنگ دوبارہ شروع ہو گئی۔ اب

تو گولیاں بے حد خطرناک ہو گئی تھیں رینڈل اٹھ کر بھاگا اور پھر ایک عجیب سی آواز سنائی دی
اور میرے قدم بروقت رک گئے۔ اس بار رینڈل کوئی چالاکی نہیں دکھاسکا تھا۔ دوڑتے ہوئے
اچانک وہ ایک ایسی جگہ پہنچ گیا تھا جس کے بعد کچھ نہیں تھا اور عمارت کا احاطہ سامنے تھا۔
رینڈل بلندی سے نیچے گرا تھا۔

”مارا گیا۔“ میرے منہ سے بے اختیار نکلا اور پھر ارے باپ رہے کہہ کر میں نے بھی

سوچے سمجھے بغیر نیچے چھلانگ لگا دی اور لا تعداد چنگاریاں اس جگہ پر سے گزر گئی تھیں جہاں

ایک لمحے پہلے میں موجود تھا۔ اب وہ کھل کر ہمارے خلاف ایکشن لے رہے تھے اور بے تحاشہ

فائرنگ کر رہے تھے۔ نہ جانے کون تھے؟ اور کیا چاہتے تھے میں نیچے گرا لیکن بے اختیار زمین پر

نہیں گرا تھا بلکہ سوچ سمجھ کر نیچے آیا تھا۔ بلندی کے باوجود مجھے کوئی چوٹ نہیں لگی تھی اپنی جگہ رک

کر میں نے ایک نظر قرب و جوار میں ڈالی اور یہ اندازہ لگانے لگا کہ رینڈل کا کیا حال ہے

کہیں اسی وقت پولیس کاروں کے سائرن بج اٹھے کئی کاریں تھیں جو مختلف سمتوں سے آرہی

تھیں۔ دوسری بار بھی ارے باپ رہے کہنے کو دل چاہا اب صورت حال اس قدر خطرناک ہو

گئی تھی کہ بچ کو بھی تلاش نہیں کیا جاسکتا تھا۔ دشمن تو خیر جو بھی تھا، وہ الگ بات تھی لیکن اب

تماسرا کی پولیس آگئی تھی اور میرے پاس بچنے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ چنانچہ اندھا دھند اٹھ کر

بھاگا اور احاطے کی عقبی دیوار پر پہنچ کر اس کی بلندی کا جائزہ لیا پھر اچھل کر اس پر چڑھا اور بچ

تو گیا..... لیکن واہ رے تقدیر ایک پولیس کار عین سامنے آکر رکی تھی اور اس کی روشنی نے مجھے

حلقے میں لے لیا تھا میری آنکھیں خیرہ ہو گئیں لیکن میں نے آنکھیں بند کیے کیے لمبی چھلانگ

لگائی اور اسی وقت مجھے ایک کرخت آواز سنائی دی۔

”اسے خبردار..... رک جاؤ..... ورنہ.....“ لیکن رک جانے کا مطلب میں جانتا تھا۔ اس کے بعد جو کچھ ہوتا وہ تصور تک میں نہیں آ سکتا۔ دوسری لمبی چھلانگ مجھے بے شک روشنیوں کی رو سے باہر لے گئی لیکن اس کے ساتھ ہی فائرنگ کی دل ہلا دینے والی آواز ابھری اور چنگاریوں کی بو چھاڑ میری طرف لپکی..... گولیاں مجھ سے زیادہ برق رفتار تھیں میرے دائیں بائیں سے چمکتی ہوئی مجھ سے دور نکل گئیں۔ البتہ میں نے زبردست مہارت سے کام لیتے ہوئے زمین پر اوندھے لیٹ کر دوسرے برسٹ کو بھی ناکام بنا دیا اور پھر فوراً ہی رخ بدل لیا اور دائیں سمت کی طرف دوڑنے لگا۔

”خبردار رک جاؤ.....“ پیچھے میگافون پر آواز سنائی دی لیکن اس کا کیا سوال تھا۔ میں نے فلاںچیں بھریں اور پھر حیرت انگیز طور پر سامنے آنے والی دیوار پھلانگ گیا۔ تیسرے برسٹ نے دیوار کو نشانہ بنایا تھا اور اس زخمی دیوار نے اسوقت میری جان بچائی تھی۔ دوسری طرف پھولوں کی کیاری تھی جس میں قلعے پودوں میں الجھ کر بری طرح نیچے گرا اور رکنے بھی نہ پایا تھا کہ یکا یک اندر عمارت میں تیزی سے روشنیاں جلنے لگیں۔ دوسری طرف پولیس گاڑیاں بھی عمارت کی طرف لپکی تھیں ان کے کان پھاڑ دینے والے سائرن عمارت کے چاروں طرف بج رہے تھے لگ رہا تھا گڑ بڑ ہو ہی گئی، میں نے سوچا.....

شاید میں اس قدر جدوجہد نہ کرتا لیکن بہت سے خدشات مجبور کر رہے تھے کہ اس وقت پولیس کے جال میں نہ پھنسون۔ پہلی بات تو یہ کہ فارگون کی حیثیت سے بہ مشکل تمام ایرش واش تک رسائی حاصل کی تھی اور اب اس بات کے امکانات پیدا ہو گئے تھے کہ ممکن ہے رخسار تک پہنچ جاؤں جب کہ پولیس نہ جانے میرے ساتھ کیا سلوک کرے۔ ویسے اس وقت رینڈل مجھ سے زیادہ خوش نصیب نکلا تھا۔ میں پولیس کی نگاہ میں آ گیا تھا اور رینڈل صاف نکل گیا تھا اور پولیس اب مجھے ہی سب کچھ سمجھ رہی تھی۔ جس عمارت کے احاطے میں چھلانگ لگائی تھی، وہ پتا نہیں کس نوعیت کی تھی، روشنی اتنی تیزی سے ہو رہی تھی کہ ایک لمحے کے اندر مجھے احساس ہوا کہ وہ جو کوئی بھی ہیں با آسانی مجھے دیکھ لیں گے، نتیجہ اس کا یہ نکلا کہ یہاں سے بھی فرار ہونے کی کوشش کی، یہ عمارت تو ایسی بھی نہیں تھی کہ یہاں چھپنے کی کوشش کی جاتی، چنانچہ برق رفتاری سے میں اس عمارت کے احاطے کی جانب دوڑا، پولیس گاڑیاں اب اس عمارت کو گھیر رہی تھیں۔

میں نے احاطے کی دیوار پر اچھل کر ہاتھ جمائے اور پھرتی سے دوسری جانب کود گیا، عمارت کے اس سمت جہاں میں کودا تھا، ایک ذیلی سڑک نظر آرہی تھی جس کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں تھا کہ کہاں جا رہی ہوگی، چنانچہ میں اس ذیلی سڑک پر پہنچنے کے بعد مخالف سمت دوڑنے لگا۔ پولیس گاڑیوں کو ابھی یہ اندازہ نہیں ہوا تھا کہ میں اس عمارت سے بھی نکل گیا ہوں، لیکن وہ کام بڑی برق رفتاری سے کر رہے تھے کچھ ہی لمحوں میں انہوں نے اس عمارت کی ذیلی سڑک کو بھی گھیر لیا تھا اور یہ میری خوش قسمتی تھی کہ مجھے وہاں سے نکلنے کا موقع مل گیا۔ میں دوڑتا ہوا اس ذیلی سڑک کے آخری سرے پر آ گیا میرے بائیں ہاتھ مکانات بنے ہوئے تھے اور دائیں سمت ایک اور چوڑی سڑک نظر آرہی تھی، جس پر ٹریفک گزر رہا تھا، ذیلی سڑک آگے جا کر ایک چوڑی سڑک سے مل جاتی تھی۔ میں بہر حال دوڑتا رہا اور آخر کار سڑک کے کنارے پہنچ گیا۔

یہاں پہنچنے کے بعد میں نے اس علاقے سے نکل جانا ہی مناسب سمجھا اور سڑک کے کنارے کسی ٹیکسی وغیرہ کا انتظار کرنے لگا۔ میری نگاہیں بار بار ادھر اٹھ رہی تھیں، جہاں سے فرار ہو کر میں یہاں تک آیا تھا۔ ابھی سوچنے سمجھنے کے لیے کوئی وقت نہیں مل سکا تھا، پتا نہیں کیا صورت حال ہے۔ غرض یہ کہ اب بالکل ہی بے دست و پا ہو گیا تھا اور نہیں معلوم تھا کہ آگے کے حالات کیا ہوں گے؟

پھر ایک ٹیکسی مل گئی۔ ٹیکسی میں بیٹھنے کے بعد ہی میں نے اپنے لباس کا جائزہ لیا تھا، خوش بختی تھی کہ پرس وغیرہ جیب میں ہی موجود تھا اور ساتھ ہی کرنسی بھی اس میں موجود تھی، البتہ کاغذات وغیرہ سارے میرے پاس موجود نہیں تھے، پتا نہیں کیا صورت حال ہوگی؟ پھر ایک بھرے پرے علاقے میں، میں نے ٹیکسی رکوائی۔ یہ ہوٹلوں کا علاقہ تھا اور یہاں خاصا رش نظر آ رہا تھا، مجھے یہ اندازہ تھا کہ اب اس عمارت میں واپس جانا ممکن نہیں ہے میرے لیے، کوئی بندوبست کرنا ہوگا لیکن رقم کی موجودگی میں مجھے کسی بات کی فکر نہیں تھی ٹیکسی ڈرائیور کو بل کی رقم دے کر میں ہوٹل میں داخل ہو گیا اور میں خاصی تھکن محسوس کرتے ہوئے اس کے ہال میں جا بیٹھا۔ اس بات کے لیے اطمینان تھا کہ فوری طور پر پولیس مجھ تک نہیں پہنچ سکتی۔ ہاں وہ پراسرار لوگ کون تھے جنہوں نے اس عمارت میں ایک عجیب منسنی خیز ماحول پیدا کر دیا تھا اور مجھے اس حال تک پہنچایا تھا۔ اگر وہ مجھے پہچانتے ہیں تو الگ بات ہے۔ لیکن وہی مسئلہ کہ اب

اتنی زیادہ چھان بین بھی غلط ہی ثابت ہوئی ہے۔ اگر میں اس چھان بین میں پڑ جاؤں تو ایک کام بھی نہ کر سکوں۔

میں نے اپنے لیے کافی طلب کر لی تھی، ویٹر کافی لے آیا اور اس لذیذ کافی نے تھکے ہوئے ذہن کو بڑی فرحت بخشی۔ کافی کے گھونٹ لیتے ہوئے میں تمسرا کے بارے میں سوچتا رہا۔ یہ بالکل اجنبی علاقہ تھا میرے لیے اور ریڈل کم بخت نجانے کہاں مر گیا تھا۔ کچھ پتا نہیں چل سکا تھا اس کے بارے میں۔ پتا نہیں مجھ تک پہنچے گا یا نہیں، چنانچہ دیکھنا ہوگا۔ فی الحال تو پہلے اس شہر کے بارے میں معلومات حاصل کی جائیں۔ بعد میں کوئی اور صورت حال درست ہوگی۔

بہت دیر تک میں یہاں بیٹھا رہا اور کیفیت کس قدر درست ہوگئی۔ چنانچہ پھر ہوٹل سے باہر نکل آیا اور اس بھری پڑی سڑک پر آگیا۔ یہ پرانے مکانات کی آبادی تھی، پرانے ہی طرز کے لوگوں سے بھری ہوئی، سڑکیں، بارونق، دوکانیں کھلی ہوئیں، جگہ جگہ ہوٹل بکھرے ہوئے تھے۔ جن میں لوگ بھرپور طریقے سے نظر آ رہے تھے میں اپنے قرب و جوار سے چوکنا ہو کر آگے بڑھتا رہا۔ اس چہل قدمی میں بھی اب لطف آ رہا تھا اور نجانے کیوں میں اپنے اندر ایک چستی سی پارہا تھا شاید اس لیے کہ اب جو کچھ بھی کرنا تھا اپنے قوت بازو سے کرنا تھا ورنہ صورت حال سنگین سے سنگین تر ہو جاتی۔ اتنی دیر تک کے آرام نے یہ احساس دلا دیا تھا کہ جو کچھ ہوا ہے، بہتر نہیں ہوا ہے، لیکن اس کا نہ ہونا میرے بس میں نہیں تھا۔ پہلے مجھے ہر قیمت پر ایرش واش کا اعتماد حاصل کرنا تھا، یہی میری کیا کم خوش قسمتی تھی کہ ایرش واش میری حقیقت کو نہیں سمجھ سکا تھا۔ میں اپنے بدترین دشمن کی آغوش میں بیٹھا ہوا تھا۔

بہر حال اب اس عمارت میں واپس جانا تو ممکن نہیں تھا اس اجنبی شہر میں ریڈل کی تلاش بھی ایک مشکل کام تھی، چنانچہ سب سے پہلے اپنے ٹھکانے کا بندوبست کرنا تھا، کیونکہ رات زیادہ سے زیادہ ہوتی جا رہی تھی اور آگے کی صورت حال کو سنبھالنا میرے لیے مشکل ہو جاتا۔ کون جانے میرے دشمن کہاں کہاں میری تلاش میں سرگرداں ہیں، چنانچہ ہوٹلوں کے اس علاقے میں، میں نے ایک ہوٹل کا انتخاب کیا اور اس میں داخل ہونے کے بعد اپنے لیے ایک کمرہ طلب کر لیا جو آسانی سے مجھے دستیاب ہو گیا تھا۔ میں نے اپنا ایک فرضی نام لکھوایا اور ویٹر نے مجھے میرے کمرے میں پہنچا دیا۔ ویسے یہاں ویٹر تقریباً زیادہ تر لڑکیاں ہی نظر آ رہی

تھیں۔ میں نے خاص طور سے اس کا جائزہ لیا تھا۔ جو ویٹر لڑکی میرے ساتھ میرے کمرے تک آئی تھی اس نے پوچھا۔

”میٹر آپ کا سامان نہیں ہے۔“

”صبح کو میرا سامان یہاں آئے گا ایک دوست کے ساتھ ٹھہرا ہوا تھا وہ شہر سے باہر چلا گیا ہے۔“ میں نے گول مول سا جواب دیا۔ لڑکی کو شاید اس بات سے کوئی غرض نہیں تھی وہ خوشی سے ہپ لیکر واپس چلی گئی اس کا کام بس اتنا ہی تھا۔

میں ہوٹل میں آرام کر نیکی بجائے نیچے آگیا پہلے میں نے ہوٹل کا جائزہ لیا اور اس کے پیرے میں اندازہ لگا تا رہا بس ٹھیک ٹھاک ہی ہوٹل تھا نہ زیادہ اچھا نہ زیادہ خراب میں تھوڑی دیر تک اس کے ہال میں رہا اور اس کے بعد یہ اندازہ لگانے کے بعد کہ کوئی میری جانب خاص طور سے متوجہ نہیں ہے، واپس اپنے کمرے میں آگیا۔ جوتے وغیرہ اتار کر بستر پر دراز ہو گیا۔ ذہن سوچوں میں گم ہو گیا۔ سب سے بڑا سوال یہ تھا کہ آخر وہ کون لوگ ہیں جو وہاں اس عمارت میں مجھے اور ریڈل کو قتل کر دینا چاہتے تھے انہوں نے کتنے اطمینان سے ہم پر فائرنگ کی تھی اور اس کے بعد فرار ہو گئے تھے۔ کیا ان کا مقصد ہمیں قتل کر دینا تھا۔ وہ پرتجسس لحاظ مجھے یاد آ گئے، جو عمارت میں پیش آئے تھے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اب کرنا کیا چاہیے۔ اگر ریڈل سے ملاقات نہ ہوئی تو ایرش واش کو دوبارہ تلاش کرنے کا کیا ذریعہ ہو سکتا ہے؟ ابھی انہی سوچوں میں گم تھا کہ دروازے پر آہٹ ہوئی اور میں چونک پڑا۔ کسی نے غالباً دروازہ بجایا تھا۔

”ہاں کون ہے؟“ میں نے پوچھا۔

”ویٹرس سر!“ آواز سنائی دی۔ میں نے دیوار پر لگی ہوئی گھڑی میں دقت دیکھا اور پھر حیران سا اپنی جگہ سے اٹھ کر دروازے پر پہنچ گیا۔ سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ اس دقت ویٹرس کو کیا دقت پیش آئی ہے۔ میں نے دروازہ کھول کر دیکھا تو وہ بولی۔

”رات کا آخری کام کرنے کے لیے حاضر ہوئی ہوں سر! کوئی ضرورت ہو تو بتائیے۔“

”کیا ضرورت پوری کر سکتی ہو میری؟“ میں نے سوال کیا۔ ویٹرس کو میں نے گہری نگاہوں سے دیکھا تھا۔

خوش شکل لڑکی تھی لیکن اسے لڑکی کہنا غلط تھا، چہرہ خاص قسم کے میک اپ سے رنگا ہوا

تھا اور نہ اس کی عمر تیس سال سے کم نہیں تھی، البتہ اس کے ہونٹوں کی تراش نے اس کی مسکراہٹ کو اور زیادہ خوب صورت بنا دیا تھا وہ کہنے لگی۔

”سر! ہر قسم کی خدمت جو آپ پسند کریں؟“ اس کے ساتھ ہی وہ اندر داخل ہو گئی تھی۔ میں نے اسے دیکھا اور وہ میری جانب دیکھ کر مسکرائی، پھر دروازے کی طرف پلٹی، غالباً دروازہ بند کرنا چاہتی تھی۔ لیکن بس ذہن کے کسی حصے میں کوئی چیز چبھ رہی تھی اور یہ چھین میرے حق میں بہتر ہی ثابت ہوئی۔ اس نے بظاہر دروازہ بند کرنے کی کوشش کی تو میں نے کہا۔

”نہیں ویٹرس رہنے دو۔“

”او کے سر!“ وہ بل کھا کر پلٹی، لیکن صرف ایک لمحے کے اندر اندر میں نے اس کے ہاتھ میں کسی چیز کی سیای محسوس کر لیا اور شاید میرے اعصاب اس سے زیادہ بااختیار تھے پستول کی گولی میرے سر سے گزرتی ہوئی دیوار میں لگی تھی پستول میں سائیکلنر لگا ہوا تھا جس کی وجہ سے ہلکی سی آواز ہوئی تھی۔ بہر حال میں جیسے ہی بیٹھا، میرے گھٹنے سینئر ٹیبل سے ٹکرائے اور میں نے پھرتی سے میز اٹھالی۔ یہ بھی بس غیبی قوتوں کا مظاہرہ تھا، کیونکہ یکے بعد دیگرے دونوں گولیاں میری میز سے ٹکرائی تھیں اور پھر میں نے میز پوری قوت سے اس پر پھینک ماری تھی۔ وہ اپنے تین فائروں کی ناکامی سے بددل ہو گئی تھی اور شاید بھاگنے کی کوشش میں تھی۔ چنانچہ اس نے رخ تبدیل کر لیا تھا۔ اس وقت میز پوری قوت سے اس پر پڑی تھی اور وہ اوندھے منہ پٹ سے نیچے گر پڑی اور اس کے بعد میں نے اس پر چھلانگ لگا دی۔

میں اس کی پشت پر بیٹھ گیا تھا، پستول اب بھی اس کے ہاتھ میں تھا۔ سب سے پہلے میں نے اس کے ہاتھ پر ایک زوردار ضرب لگا کر پستول حاصل کیا۔ پھر میں نے اس کے بال منٹھی میں جکڑ لیے، لیکن مجھے اندازہ نہیں تھا کہ ایک نرم و نازک بدن کی مالک عورت اس قدر پھرتیلی اور خاصی طاقتور ثابت ہوگی۔ حالانکہ میں اس کی پشت پر سوار تھا اور میرا وزن معمولی نہیں تھا۔ لیکن نجانے اس نے کس طرح اپنی ٹانگ موڑی اور دوسرے لمحے میری کمر میں شدید تکلیف ہو گئی۔ غالباً اس کے جوتے کی نوکیلی ہیل میری کمر میں پیوست ہو گئی تھی۔ میں بے اختیار ہلکی سی آواز حلق سے نکال کر اس کی دوسری ضرب سے بچنے کے لیے اس کی کمر سے گزر کر آگے آ گیا اور اس نے فوراً ہی اپنے جسم کو اٹھا کر ایک قلابازی کھائی پھر کم بخت نے

چھلانگ لگ کر میرے سینے پر مارنے کی کوشش کی جو توں سمیت اچھلی تھی اور اگر مجھے پہلے ہی یہ احساس نہ ہوتا کہ اسکے جوتے کی ایڑیاں اتنی خطرناک ہیں تو شاید میں اس کی زد میں آتا، لیکن اب صورت حال بالکل مختلف ہو گئی تھی۔ میں نے بائیں طرف گر کر اپنے آپ کو اسکے جوتوں کی زد سے بچایا تھا اور یہاں وہ مار کھا گئی۔ کیونکہ دارنا کام ہونیکے بعد اسے کمر کے بل نیچے گرتا ہی تھا لیکن نیچے گرتے ہی اس نے پھر سے کروٹ بدلی اور غالباً اس امکان کو ناکام بنا دیا کہ اس کے نیچے گرنے پر چھلانگ لگاؤں گا۔ میری پشت میں بے شک تکلیف تھی البتہ اب مجھے غصہ آ گیا تھا۔ چنانچہ میں نے آگے بڑھ کر ایک ٹھوکر اس کے سینے پر رسید کرنا چاہی لیکن اسے وہ اپنے شانے پر بچا گئی اور قالین پر لوٹ لگاتی ہوئی دروازے کی طرف لپکی۔ لیکن اس بار پھر میں نے پیچھے سے اس کے بال پکڑ لیے تھے اور اس کے بعد میں اسے بے دردی سے گھسیٹا ہوا کمرے کے درمیان لے آیا۔ بالوں کی وجہ سے وہ بے بس ہو گئی تھی، لیکن میں دیکھ چکا تھا کہ وہ ایک بہترین جمناسٹر ہے اور اپنے جسم کو ہر طرح سے توڑ مروڑ سکتی ہے، میں نے اس کے بالوں کو اچھی طرح اپنے ہاتھ میں لپیٹ لیا اور اس کی گردن کو بے دردی سے موڑ کر زمین سے اٹھایا۔ پھر اس کی پنڈلیوں میں ایک ٹھوکر مار کر اس کے جوتے اس کے پیروں سے جدا کر دیئے۔ یہ جوتے بے حد خطرناک تھے اس کے بعد میں نے اس کے بال چھوڑے اور آگے بڑھ کر اس کا پستول اٹھالیا۔ وہ جیسے ایک دم ہوش میں آ گئی ہو۔ اب اس کے چہرے پر الجھن اور خوف کے آثار تھے۔ میں نے پستول کا رخ اس کی جانب کرتے ہوئے کہا۔

”تین فائر تم کر چکی ہو اور تم نے مجھے زخمی کر دیا ہے۔ میں اس ہوٹل کا ایک معزز مہمان ہوں اور تم ویٹرس کے لباس میں۔ اگر ہوٹل کی ویٹرز بھی ہو تو یہ زخم میری پشت پر تمہاری وجہ سے آیا ہے۔ یہاں کا ماحول اور اترے ہوئے جوتے، بہت سے ثبوت ہیں تمہارے خلاف اور اگر ثبوت نہ بھی ہوں تو میں سائیکلنر لگے پستول کی باقی تین گولیاں تمہارے سینے میں اتار سکتا ہوں اور یہ اقدام حفاظت خود اختیاری کے طور پر باآسانی کیا جاسکتا ہے۔ اگر یہ سب باتیں تمہاری سمجھ میں آ گئی ہوں تو گردن ہلاؤ۔“

وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگی۔ پھر اس نے دروازے کی جانب رخ کیا اور زور سے نظر آنے لگی۔

”کون ہو تم؟“ میں نے سوال کیا اور پستول کا رخ اس کی پیشانی کی جانب کر دیا۔ وہ

خوف زدہ انداز میں پیچھے سرکنے لگی۔

”کتنے لوگ ہیں تمہارے ساتھ؟“ یہ میرا آخری سوال ہے اس کے بعد نہ میں تم سے کوئی سوال کروں گا اور نہ ہی تم کوئی جواب دینے کے قابل رہو گی۔“

”تم..... میں..... میں تنہا ہوں۔“

”بکو اس کرتی ہو۔“

”نہیں سچ کہتی ہوں۔“

”ہوں، بہت دلیر ہو اور مارشل آرٹس کی ماہر بھی مجھے کیوں قتل کرنا چاہتی تھیں۔“

”بس یہ میرا کاروبار ہے۔“

”کرائے کی قاتل؟“

”یہی سمجھ لو۔“

”یہاں پر لڑکیاں بھی یہ کاروبار کرتی ہیں؟“ میں نے حیرت سے پوچھا۔

”اونہ، غیر معمولی آدمی ہو، ورنہ میرے ہاتھوں سے بچ نہیں سکتے تھے۔“

”کیا نام ہے؟“

”ڈیکو۔“ اس نے جواب دیا۔

”یہ نام ہے تمہارا؟“

”ہاں۔“

”یہاں بھی جھوٹ؟“

”دیکھو بالکل بکو اس مت کرو، تم نے صورت حال پر قابو پا لیا ہے، ورنہ تم سے پہلے میں سولہ افراد کو قتل کر چکی ہوں۔“

”دیری گڈ۔“ اتنی خوب صورت لڑکی اگر یہ جملے ادا کرے تو تعجب کی بات ہے۔

”لوگ میرے بارے میں اچھی طرح جانتے ہیں۔ تم واقعی خوش نصیب ہو، میں پہلی بار ناکام ہوئی ہوں۔“

”میرے لیے کس نے تمہیں متوجہ کیا تھا؟“

”معاوضہ..... اور صرف معاوضہ۔ اس کے علاوہ میں کسی سے کچھ نہیں پوچھتی۔“

”لیکن کسی نہ کسی نے تو تمہیں اس کام کے لیے آمادہ کیا ہوگا؟“

”ہاں۔“

”کون تھا وہ؟“

”میں نہیں جانتی؟“

”اور بات میری سمجھ بھی نہیں آرہی۔“

”بس تمہاری تصویر دکھا دی گئی تھی۔“

”دیری گڈ تصویر تمہارے پاس ہے؟“

”نہیں تمہارا پتا بھی معلوم ہو گیا تھا مجھے۔“

”ڈیکو ہے نا تمہارا نام؟ مگر میڈیم ڈیکو میں نے تمہاری بات پر بالکل یقین نہیں کیا ہے اور یقینی طور پر اب میرے لیے ضروری ہے کہ میں پولیس کو بلوا کر تمہیں اس کے سپرد کر دوں۔“

”بھیک ہے تم ایسا ہی کرو۔“ اب اس کے انداز میں بے پروائی پیدا ہو گئی اور میں اس کی اس بے پروائی پر غور کرنے لگا۔ میں نے اس سے کہا۔

”تم پولیس سے خوف زدہ نہیں ہو؟“

”وہ عجیب سے انداز میں مجھے دیکھنے لگی۔ پھر بولی۔“

”مارشل آرٹس میں کونسا گریڈ رکھتے ہو؟“

سوال میرے لئے غیر متوقع تھا۔ میں نے اسے تعجب سے دیکھا تو وہ بولی۔

”بات اصل میں یہ ہے کہ مردکی مردانگی ہی مجھے متاثر کر سکتی ہے، میں پوہوں کو نفرت

کی نگاہ سے دیکھتی ہوں۔ تمہارے انداز میں ایک عجیب سی کیفیت ہے، تم نے ذرہ برابر میرے

ساتھ کوئی رعایت نہیں کی۔ میرے بال اس بے دردی سے پکڑے ہیں تم نے کہ اس سے پہلے

میں نے کبھی ایسا تصور بھی نہیں کیا اور پھر ہر طرح سے تم نے مجھے زیر کر لیا ہے، تمہارے لیے

میرے دل میں ایک پسندیدگی کا تاثر پیدا ہو گیا ہے۔ اگر پولیس کے حوالے کرنا چاہتے ہو تو

بے شک کر دو۔ لیکن اپنا مذاق خود اڑاؤ گے کیونکہ پولیس کے بغیر تو ہمارے جیسے لوگ ایک قدم

بھی نہیں اٹھا سکتے۔ ہماری آمدنی سے آدھا حصہ تو اس کا ہوتا ہے۔“

”ارے واہ، یہاں بھی یہ سب کچھ ہوتا ہے۔“ میں نے بے اختیار ہنستے ہوئے کہا۔

”یہاں بھی سے تمہاری کیا مراد ہے۔“ وہ بولی۔

”کچھ نہیں بس کچھ یاد آ گیا تھا۔ لیکن مائی ڈیئر ڈیکو چلو اٹھ کر بیٹھ جاؤ۔ اب جو دل چاہے کر لینا اگر واقعی معاوضہ لے کر قتل کرتی ہو تو میں تمہیں زندگی بچانے کے لیے بہترین معاوضہ دے سکتا ہوں۔“

”کیا مطلب؟“

”بھئی میرے زندگی مجھے واپس کر دو اور وہ نہ کرو جو وہ کہہ رہے ہیں۔ اگر کوئی اور مسئلہ ہے تو تم جانو تمہارا کام جانے۔ اٹھو اٹھ کر بیٹھ جاؤ، زمین پر پڑی اچھی نہیں لگ رہی ہو۔ لیکن صرف ایک بات سمجھ لینا۔ وہ یہ کہ میں تم سے متاثر ہو گیا ہوں۔ ایک عورت کی حیثیت سے تم پر غور کر رہا ہوں۔“

وہ آہستہ سے اپنی جگہ سے اٹھی اور قالین پر ہی بیٹھ کر مجھے دیکھنے لگی۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ویسے اپنے اور ساتھیوں کے نہ ہونے کا تم نے غلط اظہار کیا ہے، میرا خیال ہے تم ان کا انتظار کر رہی ہو؟“

”چلو ٹھیک ہے تم اپنا کام کیوں نہیں کر لیتے؟“

”کیا کام؟“

”مجھے گولی مار دو یا پھر پولیس کے حوالے کر دو۔“

”تعب ہے، واقعی تعب ہے، خیر چھوڑو، مائی ڈیئر ڈیکو تم اپنے کام میں ناکام رہی ہو، میں اس شہر میں اجنبی ہوں، دوست نہ سہی چلو دشمن ہی سہی، کم از کم تم سے تعارف تو ہوا۔“

وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر بولی۔

”میری بات کا یقین کر لو۔ مجھے معاوضہ دے کر تمہارے قتل پر آمادہ کیا گیا تھا۔ لیکن میرا اپنا بھی ایک معیار ہے، یہاں میرا کوئی ساتھی نہیں ہے، کام کرنے کے بعد مجھے تمہارے دشمنوں کو اطلاع دینا بھی معاوضہ ایڈوانس لیتی ہوں، ناکام رہی ہوں، اگر انہوں نے مجھ سے پوچھا تو میں بتا دوں گی کہ کامیاب نہیں ہو سکی اور بس معاوضہ واپس کر دوں گی انہیں۔“

”چلو ٹھیک ہے یہ لو اپنا پستول۔“

”کیا مطلب؟“

”ہاں دوست نہیں کہہ رہا، دشمن کہہ کر تمہیں پکارا ہے اور دشمن کا بھی ایک رشتہ ہوتا ہے

اگر میرا دشمن ہی مجھے ہلاک کر کے کامیابی حاصل کر لیتا ہے تو پھر کوئی ایسی صورت حال نہیں ہے، یہی سہی۔“ میں نے پستول واقعی اس کے حوالے کر دیا اور وہ عجیب سی نظروں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر پستول سنبھال کر اپنے لباس میں رکھتی ہوئی بولی۔

”کیوں ہلاک کرنا چاہتے ہیں وہ تمہیں؟“

”نہیں معلوم، معلوم ہوتا تو یقین کرو، انہیں بھی خاصہ نقصان اٹھانا پڑتا۔“

”میں جانتی ہوں، لیکن تم نے میری بات کا یقین کر لیا؟“

”ہاں، ڈیئر ڈیکو، کیا کہوں تمہیں، میں ڈیکو یا مسز؟“

”صرف ڈیکو کہو، فضول باتوں سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے اور میں ایسی باتوں کو نفرت

کی نگاہ سے دیکھتی ہوں۔ ڈیکو اور صرف ڈیکو۔ اب میں جاؤں۔“

”تمہاری مرضی ہے، میں تمہیں روکوں گا نہیں۔“

”تم پاگل ہو۔“

”ہو سکتا ہے، مگر تم یہ الفاظ کیوں کہہ رہی ہو؟“

”ارے جب انہیں اس بات کا علم ہو جائے گا کہ میں تمہیں قتل کرنے میں ناکام رہی

ہوں، تو کیا وہ کوئی دوسرا بندوبست نہیں کریں گے؟“

”ہاں، کریں گے تو سہی۔“

”تو پھر تم زندگی بچانے سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتے؟“

”رکھتا ہوں ڈیکو۔“

”تو میرے ساتھ آؤ، اگر تمہارے پاس یہاں دوسرے بہتر ذرائع ہیں تو مجھے تم سے

کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ لیکن اگر اور کوئی اچھا ذریعہ نہیں ہے اور کسی مشکل کے شکار ہو تو پھر

میرے ساتھ چلو، میں تمہیں تحفظ دوں گی۔“

”دشمن کے نام پر؟“

”ڈراما مت کرو، ڈراموں سے مجھے سخت نفرت ہے۔“ ڈیکو بولی۔

”بھئی آخر مجھے ساتھ لے جانے کی کوئی نہ کوئی وجہ تو ہوگی ہی؟“

”کم بخت دیوانگی ہے، جس سے میں کبھی چھٹکارا نہیں پاسکتی بس اسے میرا پاگل پن

سمجھ لو جس سے متاثر ہو جاتی ہوں اس کے لیے ہر نقصان اٹھالیا کرتی ہوں۔“ اور اگر اب

زیادہ فضول بکواس کرو گے تو میں چلی جاؤں گی۔

میں نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا۔ پھویشن ڈرامائی تھی لیکن بہر حال تھی، کیا کہا جاسکتا ہے، اس سلسلے میں۔ نہ کوئی ساز و سامان یہاں موجود تھا اور یہ بھی سچ ہے کہ وہ جھوٹ نہیں بول رہی دوسرے تو پھر بھی میرے دشمن ہیں، وہ میرے لیے مزید کوششیں کر سکتے ہیں۔ تو کیوں نہ دشمنوں کی آغوش میں ہی پناہ لے لی جائے، یہ عورت اگر مجھے جال میں پھانس کر اپنے ساتھ لے جا رہی ہے تو کم از کم یہ اندازہ تو ہو جائے گا کہ میرے دشمن کون ہیں؟ چنانچہ میں نے کہا۔

”ٹھیک ہے میڈم ڈیکو، اگر آپ کی یہ خواہش ہے تو آپ بھی اس دیوانے کو اپنے آپ سے دور نہیں پائیں گی۔“

”سنو یہاں سے اتر کر جاؤ گے، یہ چابی لو، میری کار کی چابی ہے، سرخ رنگ کی کار ہے نمبر 850 ہے جا کر بیٹھ جاؤ، احتیاط سے دروازہ کھولنا اور پچھلی سیٹوں کے درمیان رینگ جانا، ہو سکتا ہے کوئی میری نگرانی کر رہا ہو، بظاہر تو اس بات کی امید نہیں ہے لیکن کچھ نہیں کہا جاسکتا۔“

میں نے گہری نگاہوں سے اس چابی کو دیکھا تو وہ بولی۔

”اور اگر کوئی تمہارا سامان یہاں موجود ہے تو اس کی فکر مت کرو میں بعد میں اسے یہاں سے لے جاؤں گی۔“

”اور تم؟“

”تھوڑی دیر میں آرہی ہوں، بس ڈرائیونگ سائیڈ کا دروازہ کھلا رکھنا۔“

”اوکے۔“ میں نے کہا، دروازہ کھول کر باہر جھانکا اور راہ داری میں پھر سیدھا چلا گیا، لفٹ نے مجھے گراؤنڈ فلور پر پہنچا دیا اور میں ٹہلنے کے سے انداز میں آگے بڑھتا ہوا باہر نکل آیا۔

ہوٹل کے باہر لفٹ پاتھ پر اکا دکا لوگ رواں دواں تھے میں احتیاطاً اسی لفٹ پاتھ پر کافی آگے بڑھ گیا، پھر تھوڑے فاصلے پر جا کر سڑک کراس کی اور واپسی کا سفر طے کرتا ہوا، کار تک آگیا اور اس وقت اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا تو کوئی بھی میری جانب متوجہ نہیں تھا۔ چنانچہ میں کار کے قریب پہنچ کر اس کا دروازہ کھولنے لگا، سرخ رنگ کی 850 نمبر کار کو میں نے پوری

احتیاط کے ساتھ ذہن میں رکھا تھا، پھر کار کی پچھلی سیٹ پر لیٹ کر میں نے ڈرائیونگ سائیڈ کا ذہن کھول دیا اور انتظار کرنے لگا۔

کیا پر لطف عمل تھا، میں اپنے دشمن کے ساتھ موجود تھا اور وہ جو مجھے قتل کرنے کے لیے بھیجی گئی تھی۔ اب میری پناہ کا ذریعہ بن رہی تھی۔ غرض یہ کہ کوئی دس منٹ انتظار کرنا پڑا تھا۔ پھر ہلکی ہلکی آہٹیں سنائی دیں اور اس کے بعد کسی نے کار کا دروازہ کھولا، ایک شناسا خوشبو، محسوس ہوئی پرفیوم کی یہ خوشبو میں نے کمرے میں بھی محسوس کی تھی اور صاف ظاہر تھا کہ یہ خوشبو ڈیکو نے ہی استعمال کی ہے، ڈیکو نے کار اشارت کرتے ہوئے کہا۔

”کیا تم موجود ہو؟“

”ہاں؟“ میں نے جواب دیا۔

”براہ کرم اس طرح تھوڑا سا فاصلہ طے کرنا ہوگا، کوئی سات آٹھ منٹ کی ڈرائیو ہے۔“

”فکر مت کرو، اب تو میں تمہارے جال میں پوری طرح گرفتار ہو ہی گیا ہوں۔“

میں نے چپکتے ہوئے لہجے میں کہا اس نے کوئی جواب نہیں تھا اور کار اشارت کر کے آگے بڑھادی تھی۔ کار کی چابی میں نے انگشتیں میں ہی لگی رہنے دی تھی۔ بہر حال کار سفر کرتی رہی، پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک جگہ رک گئی اور مجھے ڈیکو کی آواز سنائی دی۔

”بس اب ٹھیک ہے یہ میری جگہ ہے اور یہاں تمہیں کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔“

وہ میرے ساتھ عمارت کے صدر دروازے کی جانب چل پڑی، چھوٹے سے پلاٹ پر بنی ہوئی عمارت تھی، جس میں فلیٹ بنے ہوئے تھے، سیڑھیاں عبور کرنے کے بعد وہ پہلی منزل کے ایک فلیٹ کے سامنے رک گئی۔ کار ہی کی چابی میں موجود ایک چابی سے اس نے فلیٹ کا دروازہ کھولا اور اندر آ کر روشنی کر دی، ایک انتہائی خوش نما اور پرسکون فلیٹ تھا، ہر طرح کی ضروریات سے آراستہ، وہ مجھے ایک کمرے میں لے گئی اور پھر کرسی پر بیٹھتی ہوئی بولی۔

”بیٹھو، آرام سے بیٹھ جاؤ، خدا کی قسم ایسی دیوانگی کے دورے بس کبھی کبھی ہی پڑتے ہیں، کئی بار مجھے ان دوروں سے نقصان بھی اٹھانا پڑا ہے۔“

”دورے۔“ میں نے سوالیہ انداز میں اسے دیکھا، لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا، زور سے آنکھیں بھیجنے لگی اور بولی۔

”وہ واش روم ہے، میں دوسرے کمرے کے واش روم میں جا رہی ہوں اور اطمینان

رکھو، نہ کسی کو تمہارے بارے میں اطلاع دوں گی اور نہ وہاں سے توپ اٹھا کر لاؤں گی، جس سے تمہیں اڑادوں۔“ میں ہنسنے لگا، میں نے کہا۔

”اصل میں جس قوم سے میرا تعلق ہے اس میں مہمانوں کو زندگی سے زیادہ قیمتی سمجھا جاتا ہے۔ مہمان میزبان پر اعتبار کرتے ہیں اور میزبان مہمان پر، یہ میری اپنی سوچ ہے، تمہارے دل میں اگر کوئی کھوٹ پیدا ہوئی تو بہر حال مجھے اس پر کوئی تعجب نہیں ہوگا۔ کیونکہ تمہارا تعلق نہ میرے وطن سے ہے اور نہ میری قوم سے۔“

اس نے ایک سنجیدہ نگاہ مجھ پر ڈالی اور کمرے سے باہر نکل گئی، میں خاموشی سے صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر کے بیٹھ گیا تھا، اب جب زندگی کو اس انداز میں داؤ پر لگا ہی دیا ہے تو کیا ڈرنا، جو ہوگا دیکھا جائے گا۔

میرے ذہن کے درپچوں میں رخسار جھانکنے لگی، ایک حسین تصور اور بس، جس کے ساتھ زندگی کے کچھ خواب وابستہ تھے اور پھر آنکھ کھل گئی تھی۔

کئی بار ایسا ہوا تھا، ماضی کی یادیں ایک ایسا سرمایہ ہوتی ہیں، جنہیں انسان جب چاہے بھان متی کے پٹارے کی طرح کھول کر بیٹھ جائے۔ کسی بھی سمت رخ کر لے، واقعات ہی واقعات ایک ایسا خزانہ جو کبھی نہ ختم ہو۔

رخسار کے ساتھ گزرے ہوئے لمحات، وہ بھی جب وہ میری صحت کے لیے کوشاں تھی اور وہ بھی جب میری قربت میں تھی۔ میں فضاؤں میں اس کی بوسہ لگتا تھا اور پھر اپنے آپ کو یہ کہہ کر ہوش دلا لیتا تھا کہ یہ سب افسانوی باتیں ہیں۔ مثالی کہانیاں ہیں، فضاؤں میں لیلیٰ کی خوشبو، مجنوں کو آتی تھی کیونکہ وہ صاحب جنون تھا، میں تو ہوش مند ہوں، بھلا فضا میں کسی کی خوشبو کہاں نشر ہوتی ہے اور پھر تمہارا کے کون سے علاقے میں وہ موجود ہے، مجھے کچھ نہیں معلوم تھا۔

یہاں ہے بھی نہیں، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس عمارت میں ہم دونوں پر جو حملہ کیا گیا تھا مجھ پر رینڈل پر تو یہ حملہ کس کی جانب سے تھا؟ ڈیکو اگر واقعی ہی ایسی بے وقوف عورت ہے، جیسا کہ ظاہر کر رہی ہے تو شاید اس بارے میں کچھ بتا سکے ویسے دونوں ہی قسم کے تجربات تھے مجھے۔ ڈیکو جیسی عورتیں ہوتی ہیں، یہ کوئی ایسی بات نہیں تھی، جس پر بہت زیادہ تعجب کیا جائے ویسے عورتیں کم ہوتی ہیں، لیکن ہو سکتا ہے کہ اس کی زندگی سے کوئی ایسی کہانی

وابستہ ہو، جو الگ نوعیت کی حامل ہے۔ البتہ اگر ڈیکو مجھے اس بارے میں بتا دے گی تو کام آسان ہو جائے گا۔

رینڈل پتا نہیں کہاں مرا ہوا ہوگا؟ زندہ بھی ہے یا ختم ہو گیا؟ بظاہر تو اس بات کے امکانات تھے کہ ایرش واش بھی میرے بارے میں ابھی تک نہیں جان سکا ہے اور فارگون کی ہی حیثیت سے اس نے اب تک میری پذیرائی کی ہے۔ کچھ باتیں مجھے رینڈل نے بھی بتائی تھیں وہ باتیں واقعی بالکل سچ نکلی تھیں۔ یعنی یہ کہ اس عمارت میں ہر حملہ ہو سکتا ہے، بڑی پراسرار کیفیت تھی۔ آخر حملہ آور کون تھے؟ یہ بات تو رینڈل ہی بتا سکتا ہے۔

پھر چند لمحوں کے بعد ڈیکو واپس آگئی، اس نے ایک ٹرالی سنبھالی ہوئی تھی۔ جس پر سے کافی کی خوشبو اڑ رہی تھی، میں نے مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھا، ٹرالی پر کچھ سینڈویچ اور بسکٹ وغیرہ رکھے ہوئے تھے۔ ٹرالی میرے سامنے لگا کر میزے قریب بیٹھ گئی اور بولی۔

”کافی کے علاوہ اور کوئی چیز تازہ نہیں ہے، لیکن حفظان صحت کے تمام اصولوں کے مطابق ہے اس لیے گریز کی ضرورت نہیں، اس سے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔“

میں ایک مدہم مسکراہٹ کے ساتھ خاموش ہو گیا تھا، بہر حال ہم کھانے میں مصروف ہو گئے تو وہ دوبارہ بولی۔

”اور نہ ہی کافی میں بے ہوشی کی دوا ہے جس سے تمہیں بے ہوش کر کے ان لوگوں کے حوالے کر دوں، سمجھ رہے ہوتا۔“ وہ مسکرائی اور بولی۔

”اور یہ بھی سوچ رہے ہو گے تم کہ بہت زیادہ چرب زبانی کا مظاہرہ کر کے تمہیں مرعوب کرنے کی کوشش کر رہی ہوں؟“

”تم کیا کر رہی ہو ڈیکو مجھے کچھ نہیں معلوم، لیکن کیا تم مجھے اس بات کی داد نہیں دو گی کہ تم نے مجھ پر قاتلانہ حملہ کیا، میں نے مدافعت کی، تم ناکام رہیں اور اس کے بعد میں فاتح ہو کر تمہارے پاس موجود ہوں۔“ وہ اس بات کو برا ماننے کے بجائے قہقہہ مار کر ہنس پڑی اور بولی۔

”دیوانہ پھر کسے کہتے ہیں اور یہی دیوانگی کا ثبوت ہوتی ہے، ارے کیا فرق پڑتا ہے، موت تو ہر طرح سے آجاتی ہے، دل کی اتنی سی بات بھی نہ مانی جائے، چلو چھوڑو، کس چکر میں پڑ گئے ہم لوگ، سناؤ کیا ہو؟ کیوں ہو؟ دشمن کیوں پال رکھے ہیں؟ کوئی سیکرٹ مشن رکھتے

ہو، کیا قصہ ہے؟“

”اب یہ بھی بتا دوں تمہیں؟“

”نہ بتاؤ، اب جب کہ میں تمہیں دوستوں کے سے انداز میں یہاں لے آئی ہوں تم سے متاثر ہو کر، تو اس گھر کی چھت کے نیچے تمہاری ہر خواہش میرے لیے قابل احترام ہے، تم نے کچھ وقت پہلے کہا تھا کہ تمہارا تعلق ایک ایسی قوم اور ملک سے ہے جو مہمان کو اپنا ایمان سمجھتے ہیں، میں نہ تمہاری قوم کی باشندہ ہوں، نہ تمہارے وطن سے میرا تعلق ہے لیکن بات مجھے بہت پسند آئی تھی، میں کوشش کر رہی ہوں کہ وہی ڈراما خود بھی کروں۔“

اس نے ایک سکٹ اٹھا کر دانتوں سے کاٹتے ہوئے کہا میں مسکراتی لگا ہوں سے اسے دیکھتا رہا، پھر میں نے کہا۔

”اگر یہ بات ہے میڈم ڈیکو، تو پھر تو یہ میرے لیے بڑی فائدہ مند ہو سکتی ہے اور میں تمہاری اس جذباتی کیفیت سے بڑا فائدہ اٹھا سکتا ہوں۔“ وہ سنجیدہ لگا ہوں سے مجھے دیکھنے لگی پھر بولی۔

”کیا فائدہ؟ کیا مطلب ہے تمہارا؟“

”مطلب یہ ہے کہ اب چونکہ میں تمہارا مہمان ہوں اور تم میرے لیے بڑے پراہتمام جذبات کا اظہار کر چکی ہو، اس لیے میں تم سے یہ پوچھ سکتا ہوں کہ یہ سارا قصہ کیا ہے؟ وہ کون لوگ ہیں جنہوں نے مجھے ختم کرنے کے لیے تمہاری خدمات حاصل کیں؟ اور ان کا مقصد کیا ہے؟“ اس نے کافی کے دو تین گھونٹ لیے پھر بولی۔

”یقین کرو مجھے نہیں معلوم کہ وہ کون ہیں؟ اور ان کا مقصد کیا ہے؟ البتہ وہ اتنا جانتے تھے کہ میں کرائے کی قاتل ہوں، اور اس طرح کے کام کر لیا کرتی ہوں۔ ٹیلی فون پر مجھ سے رابطہ قائم کیا گیا تھا۔ بولنے والا ایسا آدمی تھا جس کی آواز نہ مردانہ تھی اور نہ زنانہ، کئی بار ٹیلی فون کر کے اس ہی نے مجھ سے سارے سودے طے کیے اور ایڈوانس کی رقم بڑے پراسرار طریقے سے مجھے ایک چھوٹے سے بچے کے ہاتھوں سے حاصل ہوئی زندگی میں ایسے واقعات بے شمار بار آئے ہیں اور ویسے بھی میں اب ان پر غور نہیں کرتی۔ میرا مقصد تو صرف کام کرنا ہوتا ہے۔“

”اور اب جب کہ تم اس کوشش میں ناکام ہو گئیں تو کیا کرو گی؟“

”ناکامی کا اعتراف کر لوں گی اور ایڈوانس کی رقم انہیں واپس کر دوں گی۔“

”کیا اس پر وہ تمہارے خلاف نہیں ہو جائیں گے؟“

”ایسا ہوا نہیں ہے ابھی تک، ہاں جو لوگ براہ راست مجھ سے مل لیتے ہیں وہ پھر اس بات سے خوف زدہ رہتے ہیں کہ ان کا راز فاش نہ کر دوں، لیکن چونکہ میں نے ایسا کبھی کیا نہیں ہے، اور پھر ظاہر ہے لوگ ہر ایرے غیرے سے کام نہیں لے لیتے، پہلے اس کے بارے میں معلومات حاصل کرتے ہیں پھر اس کے سپرد کوئی ذمہ داری کرتے ہیں۔ ان لوگوں نے بھی کچھ نہ کچھ تو معلومات حاصل کی ہی ہوں گی۔“

”ہوں، بہر حال تمہارا نقصان ہو گیا۔“

”فضول باتیں مت کرو، پوچھ لیا مجھ سے میرے بارے میں، اب اپنے بارے میں کچھ بتانا پسند کرو گے؟“

”کوئی ایسی اہم بات ہے ہی نہیں، جو میں بتاؤں۔ معمولی سا آدمی ہوں، جرم کی دنیا سے تھوڑا بہت تعلق رہا ہے جرائم پیشہ افراد میرے پیچھے لگے رہتے ہیں، پچھلے دنوں ایک شخص نے ایک چھوٹے سے جھگڑے کی بنیاد پر میری بیوی کو اغوا کر لیا اور بعد میں مجھے اطلاع ملی کہ وہ تھامرا میں ہے، بس اسی کی تلاش میں یہاں آیا تھا۔ ابھی تک اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ہو سکا۔“

”اس کے باوجود یہ پوچھ رہے ہو کہ وہ کون لوگ ہیں؟ جو میرے ذریعے تمہیں نقصان پہنچانا چاہتے تھے؟“ وہ بولی۔

”ظاہر ہے انہوں نے جس جھگڑے کی بنیاد پر تمہاری بیوی کو اغوا کیا ہے وہ معمولی جھگڑا نہیں ہوگا، انہیں تمہارے یہاں آنے کی امید ہوگی، کچھ خوف ہوگا تمہاری طرف سے اور اس کے لیے انہوں نے مجھے استعمال کرنے کی کوشش کی۔“

”ہاں ایسا ہے، اور ایسا ہی ہو سکتا ہے۔“

”بہر حال تم ایک دلیر آدمی ہو اور نہ جانے کیوں میرا دل کہتا ہے کہ آسانی سے ان کے قبضے میں نہیں آسکو گے۔“

”بہر حال مجھے اچھے لگے ہو، میرے لائق کوئی خدمت ہو تو بلا معاوضہ اس کے لیے حاضر ہوں۔ ویسے ظاہر ہے جو عورت تمہاری بیوی ہوگی۔ اس سے محبت بھی کرتے ہو گے؟“

”بہت زیادہ میڈیم ڈیکو، درحقیقت اس کے گم ہو جانے سے میں معطل ہو گیا ہوں۔“
 ”وہ آدمی کون ہے؟ یا وہ لوگ کون ہیں؟ جنہوں نے یہ عمل کیا ہے؟“
 ”بہت خطرناک لوگ ہیں، بہت بڑی حیثیت کے حامل ہیں ان کے معاملے میں ایک معمولی سی شخصیت ہوں۔“
 ”کوئی اور تفصیل بتاؤ۔“
 ”تعلق اسرائیل سے ہے، اسرائیل ایجنٹ کا ایک اہم رکن ایرش واش۔“
 ”یہودی نسل کا ہے؟“ ڈیکو کے انداز میں ایک نفرت کی سی کیفیت پیدا ہو گئی۔
 ”ظاہر ہے۔۔۔۔۔۔“

”اوه مجھے یہودیوں سے بے پناہ نفرت ہے، بے پناہ نفرت تم تصور بھی نہیں کر سکتے کہ..... کہ!“

”بہر حال چھوڑو ان باتوں کو، وہ کہاں ہے؟ کیا مجھے اس کے بارے میں بتا سکتے ہو؟“
 ”نہیں یوں سمجھ لو ڈیکو کہ میں اندھیرے میں تیر مار رہا ہوں، کوئی ٹارگٹ نہیں ہے، بس ایک ایسے مسئلے پر وہ ہمارا دشمن بن گیا، جس سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے، میں نے اسے بتانے کی کوشش کی، لیکن بد بخت ماننے پر تیار نہ ہوا، چلو چھوڑو، اس بات کو۔“
 ”نہیں ایسی بات نہیں ہے، میں نے تمہیں خود پیشکش کی ہے کہ اگر تھوڑی بہت میری ضرورت ہو تو میں تمہاری مدد کر سکتی ہوں۔“

”بے حد شکریہ، ایرش واش کے بارے میں اگر کہیں سے آپ کو کچھ معلوم ہو جائے تو یوں سمجھ لیجئے گا کہ میرے لیے بڑا کارآمد رہے گا اور اس سے بھی زیادہ یہ پتا چل جائے کہ پاکستانی قومیت کی حامل رخسار کے بارے میں یہ اطلاع ملی ہے کہ وہ تمہارا میں موجود ہے، کہاں ہے؟ تو آپ یہ سمجھ لیجئے کہ اس سے بڑا احسان میری زندگی پر اور کوئی نہیں ہوگا۔“

”سنو، میں یہ بات معلوم کر کے تمہیں بتا دوں گی، تم اس سلسلے میں بالکل بے فکر رہو اور اس کے علاوہ میں تمہیں یہ پیش کش بھی کرتی ہوں کہ تم یہاں قیام کرو اور اس وقت تک آرام کرو، جب تک کہ تمہارا مشن پورا نہ ہو جائے دیکھو میرے ہاتھ بہت مختصر نہیں ہیں، میں بے شک تنہا کام کرتی ہوں، لیکن اپنی لائن کے لاتعداد لوگوں سے میرا تعلق رہتا ہے اور وہ میری خواہش پر میرا کام کر دیتے تھے، چنانچہ میں کوشش کروں گی کہ کسی طرح سے تمہاری بیوی کے

بارے میں کچھ معلومات حاصل ہو سکیں۔“
 میں نے احسان مند لگا ہوں سے اسے دیکھا، تو وہ ہنس کر بولی۔
 ”نہیں، یہ تو ایک معاوضہ ہے، جسے تم وصول کرنے کے حقدار ہو اور بات سمجھ رہے ہو گے کہ معاوضہ کس بات کا ہے، یعنی میں نے تمہیں نقصان پہنچانے کی کوشش کی اور تم نے مجھ پر قابو پانے کے بعد میرے ساتھ کوئی برا سلوک نہیں کیا، یہ اس کا معاوضہ ہے۔“
 ”میں مسکرا کر خاموش ہو گیا تھا اسی وقت ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور ڈیکو نے جلدی سے کانی کا آخری گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔“
 ”پروگرام کے مطابق انہیں اسی وقت مجھ سے گفتگو کرنی تھی تم یہ دوسرے والا ریسیور اٹھا لو، ایک ہی لائن ہے۔“ اس نے کہا اور میں نے اس بات پر تکلف نہیں کیا، وہ آگے بڑھی اور اس نے ریسیور اٹھا لیا تھا پھر وہ بولی۔
 ”ڈیکو۔“

”تم واپس آگئیں؟“ ایک باریک آواز ابھری۔
 ”تم بہت جاہل آدمی معلوم ہوتے ہو، کیا بات کرنے کا یہی انداز ہے، نہ میلو، نہ بائے، تم واپس آگئیں، کیا میں ٹیلی فون بند کر دوں؟“
 ”ارے نہیں نہیں مائی ڈیز ڈیکو! میں، میں ٹودی پوائنٹ بات کرنے کا عادی ہوں۔ کچھ ایسی مصروفیات تھیں میری کہ میں خود تمہاری مدد کے لیے کسی کو دہاں نہیں بھیج سکا۔ اب تم خوش خبری سناؤ اور یہ بتاؤ کہ کیا اس وقت اس کے کمرے کے گرد پولیس موجود ہے اور اس کی لاش کو سنبھالنے کی کوشش کی جا رہی ہے؟“

”تم کون ہو؟ ایک بار مجھ سے ملاقات کرو، تاکہ میں تمہاری خبر لے سکوں۔“ ڈیکو نے غصیلی آواز میں کہا اور میری طرف آنکھ مار کر مسکرائی۔
 ”کیا مطلب۔۔۔۔۔؟“ دوسری طرف سے آواز ابھری۔

”تم نے جس شخصیت سے مجھے بھڑایا ہے کیا وہ انسان ہی ہے؟“
 ”کہنا کیا چاہتی ہو؟“
 ”وہ ایک وحشی سائنڈ تھا جس سے مجھے جان بچاؤ مشکل ہو گئی۔ میں زخمی ہوں اور.....“
 ”ڈیکو صرف یہ بتاؤ کہ تم اسے ہلاک کرنے میں کامیاب ہوئیں یا نہیں؟“

”صرف یہ پوچھو کہ اسے مارنے کی کوشش میں ناکامی کے بعد میرے جسم پر کتنے زخم ہیں؟“

”تو تم اسے قتل نہیں کر سکتیں؟“

”نہیں تم بھاڑ میں جاؤ اور وہ بھی، اپنے ایڈوانس کی رقم.....“ لیکن ڈیکو نے اتنا ہی کہا تھا کہ دوسری طرف دھڑ سے ٹپکی فون کا ریسپور رکھ دیا گیا اور ڈیکو اپنا ریسپور ہاتھ میں لیے مسکراتی رہی۔ پھر اس نے دو تین بار ہیلو ہیلو کہا اور پھر ریسپور رکھ دیا اور ٹھنڈی سانس لیکر چھت کی طرف دیکھتی ہوئی بولی۔

”شکر ہے بس اتنی ناراضگی پر ہی بات ختم ہو گئی۔ تم نے ساری باتیں سن لیں نا۔“

”ہاں۔“ میں نے جواب دیا۔

”تو اب یوں کرو کہ آرام سے سو جاؤ، آؤ میرے ساتھ میں تمہیں تمہارے بیڈروم میں پہنچا دوں..... آ جاؤ.....“

وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور مجبوراً مجھے بھی اٹھنا پڑا میں نے کہا۔

”اچانک ڈیر ڈیکو“

”ہاں، نیند آ رہی ہے آؤ اب باقی بائیں صبح کے ناشتے پر ہوں گی۔“

وہ کمرے سے نکلی تو مجھے بھی اس کے ساتھ کمرے سے باہر نکلنا پڑا، پھر وہ مجھے ایک بیڈروم میں لے گئی اور میری طرف اشارہ کرتی ہوئی بولی۔

”بھول کر بھی یہ نہ سوچنا کہ میں ایک عورت کی نگاہ سے تمہیں دیکھ رہی ہوں، تم نے اپنے وطن میں مہمانوں کی پذیرائی کا تذکرہ کیا تھا نا، کیا تمہارے ہاں رشتوں کا تقدس بھی ہوتا ہے یعنی زبان سے اگر کچھ کہہ دیا جائے کسی کو تو؟“

”زندگی سے زیادہ قیمتی۔“

”تھوڑا بہت معلوم ہے مجھے تو سنو میں بالکل اس بات سے اتفاق نہیں کرتی کہ میرے دل میں تمہارے لیے محبت کا درخت اگ آیا ہے، لیکن اگر زبانی بات کرتے ہو تو مجھے اپنی ماں کی بیٹی کا درجہ دے سکتے ہو یا شدی تم مجھے بہن کہہ سکتے ہو چلو دروازہ بند کر لو۔“

وہ مڑی اور کمرے سے باہر نکل گئی، میں سانس روکے دروازے کی جانب دیکھتا رہا تھا۔ یہ آخری الفاظ ایسے تھے جنہوں نے مجھے چت کر دیا تھا، اب تک تو خیر جس انداز میں بھی

وقت گزارتا رہا تھا وہ الگ تھا، لیکن ڈیکو کے کردار کی یہ جھلک مجھے متاثر کرنے کا باعث بن گئی تھی۔

پھر رات پر سکون گزری تھی۔ یہی کہہ سکتا ہوں اور اس کے علاوہ اور کیا کہہ سکتا ہوں، وقت جو تبدیلیاں حالات میں پیدا کر دیتا تھا میں انہیں قبول کر لیتا تھا۔

صبح جاگنے کے بعد غسل خانے میں داخل ہو گیا، لباس دوسرا تو تھا نہیں، غسل کر کے وہی لباس پہن لیا، پھر باہر نکلا تھا کہ ڈیکو انتظار کرتی ہوئی نظر آئی، میں اسے دیکھ کر بڑے خلوص سے مسکرایا تھا۔ رات کے الفاظ مجھے یاد تھے۔

ناشتے کے میز پر اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”بہت عرصے کے بعد میں نے اتنے اہتمام سے صبح کا ناشتا تیار کیا ہے، یہ اہتمام اس وقت کرتی تھی جب میکلین زندہ تھا۔“

”میکلین؟“ میں نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا تو وہ بولی۔

”ہاں، تم نہ بھی پوچھتے تو میں تمہیں اس کے بارے میں بتاتی، سمجھ لو میرا محبوب تھا ہم دونوں نے ایک مارشل آرٹس کلب میں تربیت حاصل کی تھی۔ وہ بہت ذہین، بہت ہی اعلیٰ حیثیت کا مالک تھا، پھر ایک تنظیم نے اسے اپنے لیے حاصل کر لیا، میں بھی اس کے ساتھ ہی تھی ہم دونوں شادی کرنے والے تھے، لیکن پھر وہ ایک حادثے کا شکار ہو کر ہلاک ہو گیا۔ اسے کچھ نامعلوم لوگوں نے قتل کر دیا، یہ ہونا تھا پھر میں نے تنظیم سے علیحدگی اختیار کر لی، مجھ پر ایک جنون کی سی کیفیت طاری ہو گئی اور اس جنون نے نجانے مجھے کہاں کہاں لا پھینکا، بس یوں سمجھ لو کھلے سمندر میں ایک ہلکی سی کشتی کی مانند تھی۔ موجوں کے تھپڑے جدھر بھی لے جا رہے تھے چلی جا رہی تھی، زندگی کا اختتام اسی طرح چاہتی ہوں جس طرح میکلین کا ہوا تھا اور اسی لیے اتنا خطرناک راستہ اختیار کیا ہے، موت کی کبھی پروا نہیں کرتی کام کرتی ہوں، رقومات ملتی ہیں، بہت بڑا بینک بیلنس جمع ہو گیا ہے، لیکن اس کا استعمال بھی جائز ہی ہوتا ہے، تفصیل نہ پوچھنا۔“ میں خاموشی سے اس کی کہانی سنتا رہا۔ ناشتا ختم کرنے کے بعد اس نے کہا۔

”کچھ مصروفیات ہیں میری روزانہ جاتی ہوں۔ بتاؤں گی نہیں کہاں، تم آرام سے فلیٹ میں رہو، یہاں کبھی کوئی نہیں آتا، کسی کو معلوم ہی نہیں ہے کہ یہاں کون رہتا ہے اور

میرے بارے میں تو کسی کو بالکل ہی نہیں معلوم چنانچہ کوئی تمہیں ڈسٹرب نہیں کرے گا۔“
 ”میں بھی ٹکنا چاہتا ہوں یہاں سے۔“
 ”کیا مطلب؟“ وہ چونک کر بولی۔

”میرا مطلب ہے میرا بھی ایک مشن ہے ڈیکو۔“
 ”تم بے فکر رہو، میں تمہیں معلوم کر کے بتاؤں گی کہ تمہاری بیوی یہاں کہاں ہے۔ یہ بات میں بھولی نہیں ہوں۔“

”نہیں ڈیکو، میرا یہ مطلب نہیں ہے، مطلب یہ ہے کہ میں بھی تو ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہیں بیٹھ سکتا۔“

”لیکن تمہارے لیے باہر کی دنیا میں خطرہ ہے جب کہ تم اپنے دشمنوں کو جانتے بھی نہیں ہو۔“

”میرے دشمنوں نے اس سے پہلے بھی لاتعداد بار مجھے ہلاک کرنے کی کوشش کی ہے اور اب بھی وہ کوشش کر رہے ہیں، میں بچتا رہا ہوں، ایک ایمان یہ بھی ہے میرا کہ جب میرے اللہ کو منظور ہوگا وہ میری واپسی کا پروانہ جاری کر دے گا اور اس پروانے کو کوئی ملوثی نہیں کر سکتا۔“

”اوکے، اپنا خیال رکھنا اور واپس نہیں فلیٹ پر آنا، تمہارے پاس ہسٹول ہے وہ ہسٹول رہنے دو میں تمہیں ایک بہت شاندار ریوالتور دیتی ہوں اور کارٹوس وغیرہ بھی، احتیاط سے اپنے پاس رکھ لو، بس اس بات کا خیال رکھنا کہ اس کا انسٹنس نہیں ہے۔“

میں نے اس کا شکریہ ادا کیا، مجھے واقعی اچھے ہتھیار کی ضرورت تھی، بغلی ہولسر کو میں نے قیص اتار کر پہنا، اصل میں مجھے رینڈل کی تلاش تھی، ہو سکتا ہے وہ بھی مجھے تلاش کر رہا ہو، اب ان واقعات کے تحت گوشہ نشینی تو اختیار کی نہیں جاسکتی تھی، تھوڑی سی جدوجہد ضروری تھی، ڈیکو بے شک وسائل رکھتی تھی ہو سکتا ہے ایرش واش بھی تمہارا پہنچ گیا ہو، ابھی تک بہر حال میرا اور اس کا معاملہ خراب نہیں ہوا تھا اور وہ مجھے فارگون کی حیثیت سے اپنے ساتھیوں میں ہی سمجھتا تھا۔ اگر رینڈل مل گیا تو ہو سکتا ہے اس سے کچھ اور انکشافات بھی ہوں۔ کیونکہ بہر حال ایرش واش نے مجھے یہاں بھیجا تھا۔

کچھ دیر کے بعد میں فلیٹ سے باہر نکل آیا اور اس کے بعد تمہارا کی شہر گردی کرنے

لگا۔ پہلی بار میں نے اس شہر کو غور سے دیکھا تھا اچھی حیثیت کا حامل تھا، سڑکوں پر گرین بلیٹس بنی ہوئی تھیں جگہ جگہ آئی لینڈ تھے جو پھولوں سے لدے ہوئے تھے موسم بھی بہت خوب صورت تھا، بادلوں کی چھاؤں نے پھولوں کے حسن کو نکھار دیا تھا اور سبزہ زار آنکھوں کو بھلے محسوس ہو رہے تھے۔ میں نے ایک طویل سفر پیدل طے کیا اور تھک گیا تو ایک ریسٹوران میں آ بیٹھا اور کیا ہی عمدہ تقریر تھی کہ جیسے ہی ریسٹوران میں داخل ہوا اور ایک کرسی پر بیٹھا، کوئی میرے قریب پہنچ گیا۔ میں نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو رینڈل نکلا تھا، اسے دیکھ کر میں خوشی سے اچھل پڑا تھا۔

”رینڈل تم۔“

”میں بہت سی چیزوں میں دعویٰ رکھتا ہوں اس وقت تم یقین کر لو میں دل میں یہ آخری فیصلہ کر کے نکلا تھا کہ تم مجھے ضرور مل جاؤ گے اور تم اس طرح یہاں کھنچے چلے آئے جیسے کسی نے تمہیں اس طرف دھکیل دیا ہو۔“

”تم خیریت سے تو ہونا رینڈل؟ میں تو سمجھا تھا.....“

”کہ میں مر گیا۔“

”صورت حال اتنی ہی خوفناک تھی۔“

”نہیں میں خود بھی زندہ تھا اور تمہاری زندگی کے بارے میں بھی مکمل معلومات حاصل کر لی تھیں۔“

”کہاں سے؟“

”بس تھوڑی سی جدوجہد کر کے بتا چلا تھا۔“

”چلو چھوڑو، یہاں بیٹھو گے یا کہیں اور چلنا ہے؟“

”برجہ یکساں ہے بیٹھنا چاہو تو بیٹھو اور چلنا تو چلو؟“

”کیا تم نے کوئی اور ٹھکانہ دریافت کر لیا ہے؟“

”ہاں۔“

”اس عمارت کی کیا کیفیت ہے؟“

”اب ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے، آؤ باہر نکلتے ہیں۔“ اس نے کہا، پھر اس نے وائر کو بلا کر بل ادا کیا اس کا مطلب تھا کہ وہ دیر سے یہاں بیٹھا ہوا ہے، بات کچھ پر اسرار

نوعیت کی تھی۔ بہر حال وہ ایرش واش کا ساتھی تھا۔

باہر نکل کر اس نے جب ایک چھوٹی سی کار کا دروازہ کھولا تو میں نے کہا۔
”لگتا ہے تم تو یہاں مستحکم حیثیت گزار رہے ہو جب کہ میں بڑی خراب کیفیت میں
پھر رہا ہوں۔“

”مجھے اندازہ ہے آؤ بیٹھو شاید اس کے بعد تمہاری کیفیت خراب نہ رہے مسٹر
فارگون۔“

میں کار میں بیٹھا تو اس نے کار اشارت کر کے آگے بڑھا دی میں نے کہا۔

”ویسے رینڈل۔ پتا چل سکا کہ ہمارے دشمن کون تھے؟“

”میرے علم میں تو خیر یہ بات نہیں آئی، لیکن مسٹر ایرش واش اچھی طرح یہ بات جانتے
ہیں۔“

”ان کی طرف سے کوئی پیغام؟“

”ہاں پیغام کے طور پر وہ خود موصول ہو گئے ہیں۔“ رینڈل نے مسخرے پن سے کہا
اور میں چونک پڑا۔

”کیا مطلب؟“

”مسٹر ایرش واش آگئے ہیں؟“

”اوہ، اور تم ان سے مل لیے؟“

”ہاں، تمہارے لیے وہ سخت تشویش کا شکار تھے بلکہ مجھے ڈانٹ بھی پڑی ہے ان الفاظ
کے ساتھ کہ مجھے ہر قیمت پر تمہارے ساتھ ہی ہونا چاہیے تھا؟“

”ویری گڈ، مگر یہ نہیں بتایا انہوں نے بھی کہ آخر اس عمارت میں ہم پر حملہ آور کون
تھے؟“

”ایرش واش کی شخصیت سے ابھی تک واقف نہیں ہوئے مسٹر فارگون، وہ بہت بڑا
آدمی ہے، اپنی مرضی سے کوئی بات بتادے تو بیشک بتادے ورنہ کس کی مجال ہے کہ اس سے
کوئی سوال کر سکے۔ ہو سکتا ہے تمہیں اس بارے میں کچھ بتادے۔ بے چارہ بچ تو ایک معمولی
سا آدمی ہے، کسی سے محبت کرے اور اس سے محبت کرنے کا اختیار اسے حاصل نہ ہو تو اس پر
فرض ہوتا ہے کہ وہ اس سے محبت نہ کرے کیا بے بسی اور بے کسی کی زندگی ہوتی ہے، کیا تمہیں

کبھی ایسی زندگی سے واسطہ پڑا ہے مائی ڈیز فارگون؟“

”کیا بات ہے کوئی خاص بات ہوئی ہے کیا؟“

”یار کمال کرتے ہو، سوال، سوال ہوتا ہے جواب دے سکتے ہو تو دو ورنہ خاموش ہو
جاؤ۔“ رینڈل کسی قدر جھنجھلا کر بولا۔ میں اس کی کیفیت سمجھ نہیں پایا تھا۔ اس نے مسکراتے
ہوئے کہا۔

”خیر چھوڑو، یہ بتاؤ کہاں تھے؟ یہ وقت کہاں گزارا؟“

”ایک ہوٹل میں اور اس وقت تمہیں تلاش کرنے کے لیے لگا تھا۔“ میں نے رینڈل کو
تفصیل نہیں بتائی تھی۔

بہر حال ڈیکو سے میرا ایک رابطہ تھا اور اس رابطے کو میں دوسروں کی نگاہوں سے الگ
ہی رکھنا چاہتا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ایک کار ایک عمارت میں داخل ہو گئی اور رینڈل نے اسے روک
دیا، میں ایک بار پھر ایرش واش تک پہنچ گیا تھا۔ میں نے اپنے آپ کو سنبھال لیا تھا کیونکہ ایرش
واش کے سامنے اپنے آپکو ذہنی طور پر قابو میں رکھنا بے حد ضروری تھا۔

”رینڈل مجھے ساتھ لیے ہوئے عمارت میں داخل ہو گیا اور پھر وہ ایک کمرے میں پہنچ
کر بولا۔“

”آرام کرو؟“

”کیا مسٹر ایرش واش یہاں موجود ہیں؟“

”یہیں تھے، اس وقت ہیں یا نہیں یہ معلوم کرتا ہوں۔“

”میرے سلسلے میں تم نے انہیں اطلاع دے دی تھی؟“

”ہاں، انہیں معلوم ہو چکا ہے، اصل میں کچھ عجیب سی پراسرار کیفیت ہے، یہ بات
شاید ان کے علم میں پہلے سے تھی کہ یہاں اس عمارت میں ہمیں کوئی خطرہ پیش آ سکتا ہے۔
انہوں نے اس خطرے کو ذہن میں رکھا تھا اور وہاں سے روانہ کرتے ہوئے اس عمارت میں
دشیر رہنے کی ہدایت کر دی تھی، اب باقی بات انہوں نے نہیں بتائی یہ ان کا ذاتی معاملہ
ہے۔“

”تم نے انہیں اطلاع دے دی کہ عمارت میں ہم پر حملہ ہوا تھا؟“

”ہاں۔“
”کچھ کہا تو نہیں؟“

”بس اپنے طور پر بھی انہوں نے معلومات کر کے مجھے بتایا کہ مسٹر فارگون بھی زندہ سلامت ہیں انہیں تلاش کرو چونکہ ان کے پاس تھما سراسر میں وقت گزارنے کے لیے کچھ نہیں ہے اور پھر تمہیں یہاں کے بارے میں معلومات بھی حاصل نہیں ہیں۔ اچھا میں تھوڑی دیر کے بعد تمہارے پاس آتا ہوں۔“

میں ٹھنڈی سانس لے کر اس کمرے کے ایک صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔ پتا نہیں کیوں دل میں مایوسی اور بددلی کی لہریں اٹھ رہی تھیں ابھی تک رخسار کا کوئی نشان نہیں ملا تھا۔ وہ مل جائے تو میں بس یہاں سے نکل جاؤں اور اس کے بعد کوئی بالکل ہی مختلف فیصلہ کروں، یعنی یہ کہ اس زندگی سے اپنا نام و نشان ہی مثالوں اور رخسار کی خواہش کے مطابق ایک ایسے شخص کی زندگی بسر کروں جو بالکل معمولی حیثیت کا حامل ہوتا ہے اس طرح تو مجھے وہاں بھی جگہ مل سکتی ہے جہاں سے مجھے دودھ سے مکھی کی طرح نکال پھینکا گیا ہے۔ یعنی میرا وطن میری جنت، ان سے بھی رابطے ختم کر لوں جو شاید اب مجھے بھول بھی گئے ہوں گے کیا فائدہ لکیریں پیٹنے سے کیا حاصل، سب کچھ بے کار ہوتا ہے، رشتے ناتے بھلائے نہیں جاسکتے۔“ نجانے کیا کیا سوچیں ذہن پر سوار رہیں پھر ریڈل آگیا۔

”آؤ۔“ اس نے کہا اور میں اٹھ کھڑا ہوا۔

”کہاں؟“

”مسٹر وائش تمہیں طلب کرتے ہیں۔“

”موجود ہیں۔“

”ہاں آ جاؤ۔“ اس نے کہا اور میں اس کے ساتھ چل پڑا دل کی دھڑکنیں بے قابو ہو رہی تھیں۔ لیکن میں نے اس دروازے سے اندر داخل ہوتے ہوئے اپنے آپ کو سنبھال لیا۔ ایرش وائش ایک بہت ہی قیمتی صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔ بد شکل، بدنما اور ایسی مکروہ شخصیت کا مالک جسے دیکھ کر دل میں صرف نفرت کی لہریں ہی بیدار ہو سکتی ہیں، اس نے نرم لہجے میں مجھ سے کہا۔

”آؤ ڈیئر فارگون، آؤ بیٹھو۔“ اور میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کے سامنے صوفے پر

بیٹھ گیا۔

”فارگون، جب کوئی میرے سامنے آتا ہے تو مسلح نہیں ہوتا اور ایسا ہونا بھی نہیں چاہیے کیونکہ اس سے دوسرے کی شخصیت متاثر ہوتی ہے۔“

میرے پورے بدن میں سنسنی کی لہر دوڑ گئی تھی۔ بات یہ نہیں تھی کہ اس نے میرے پاس ریوالور کا اندازہ لگالیا تھا بات یہ تھی کہ اس نے اس پر اعتراض کیا تھا۔ لیکن میں نے بھی وائش مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

”سواری سرا! آپ جانتے ہیں کہ مجھے آپ کے بارے میں زیادہ معلومات حاصل نہیں ہے۔“ میں نے بغلی ہولسٹر سے پستول نکال کر سامنے سینٹر ٹیبل پر رکھ دیا، ریڈل وہاں موجود تھا، وائش نے ریڈل سے کہا۔

”اسے باہر لے جاؤ۔ امانت کے طور پر اپنے پاس رکھو، جب مسٹر فارگون اس کمرے سے باہر نکلیں تو ان کی امانت انہیں واپس کر دی جائے۔“

ریڈل نے پستول اٹھایا اور خاموشی سے باہر نکل گیا، اندر دو افراد اور بھی موجود تھے جو خاموش اس صوفے کے پیچھے کھڑے ہوئے تھے جس پر ایرش وائش بیٹھا ہوا تھا۔ میں خاموشی سے ایرش وائش کو دیکھتا رہا پھر اس نے کہا۔

”بات اصل میں یہ ہے کہ مائی ڈیئر فارگون کہ میری آنکھیں کبھی کبھی کیمروں کا کام کرتی ہیں اور وہ چیزیں تلاش کر لیتی ہیں جن کی تلاش دوسروں کے لیے ناممکن ہو، خیر چھوڑو میں تمہیں ایک دلچسپ چیز دکھانا چاہتا ہوں۔“

نہ جانے کیوں مجھے ایرش وائش کی باتوں سے مکاری محسوس ہو رہی تھی۔ لیکن کسی بھی طرح کی جلد بازی نقصان دہ ہو سکتی ہے، میں خود کو سنبھالے ہوئے تھا۔ اس نے ہاتھ اٹھایا اور پیچھے کھڑا ہوا ایک شخص اپنی جگہ سے متحرک ہو گیا۔ سامنے رکھے ہوئے ایک سائڈ ریک سے اس نے ایک جدید طرز کا ٹیپ ریکارڈر نکالا اسے سامنے رکھ کر ریموٹ کنٹرول سے اس کا کیسٹ ریوائنڈ کرنے لگا اور پھر ریوائنڈ ہو جانے کے بعد اس نے یہ کیسٹ پلے کر دیا، چھوٹے سے ٹیپ ریکارڈر سے جو آواز ابھری تھی وہ انتہائی زبردست تھی، اتنی صاف کہ اس ریکارڈنگ پر حیرت ہوتی تھی، آواز نے جو ایک بھاری بھر کم مرد کی آواز تھی کہا۔

”مسٹر ایرش وائش!“

”ہاں بول رہا ہوں۔“

”مسٹر ایرش واش، تم اسرا میں آپ کی آمد میرے لیے بڑی حیرت کا باعث تھی، لیکن بعد میں کچھ تھوڑی سی صورت حال میرے علم میں آگئی اور میں حیران رہ گیا، مسٹر ایرش واش! آپ جیسا زریک آدمی بھی دھوکا کھا سکتا ہے کسی سے یہ بات بے شک باعث حیرت تھی لیکن پھر جب مجھے یہ بات معلوم ہوئی کہ آپ کو دھوکا دینے والی شخصیت کون ہے تو میں مطمئن ہو گیا کیونکہ یہ شخص جو کچھ ہے مسر واش! آپ شاید نہ سمجھ سکیں میں آپ کی معلومات کو چیلنج نہیں کر رہا۔ لیکن اس کے بارے میں۔“

”دیکھو، کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں بے کار بیٹھا ہوا ہوں۔ مجھ سے جس قدر مختصر بات کر سکتے ہو کرو۔“

جواب میں ہلکی سی ہنسی سنائی دی، پھر اس نے کہا۔

”مسر واش! اگر میں آپ کو اپنی شخصیت کے بارے میں بتا دوں تو آپ بخوشی مجھ سے نجانے کتنے وقت تک گفتگو کرنا پسند کریں۔ خیر چھوڑیے ہر جگہ شخصیتیں ہی کام نہیں آتیں، کہیں کہیں دوستی بھی کام آجاتی ہے، اس بات کی تم کو ہوا ہی گیا ہوگا کہ وہ لڑکی جسے آپ نے اپنے قبضے میں کیا ہوا تھا اور جس کا تعلق دانش منصور سے تھا آپ کے پاس سے غائب ہو گئی ہے۔“

”کیا مطلب، کیا کہنا چاہتے ہو؟“

”اب وہ میرے قبضے میں ہے۔“

”تم نے ایک مجرمانہ عمل نہیں کیا؟“

”نہیں مائی ڈیر واش تمہیں اندازہ نہیں ہے میں نے معلومات حاصل کرنے کے بعد اس لڑکی کو اغوا کیا ہے، وہ بین الاقوامی نوعیت کی حامل ہے، شاید تم اس بات پر یقین نہ کرو کہ اس وقت دنیا کے ایک سو سات ملکوں کو دانش منصور کی ضرورت ہے اور ان میں زیادہ تعداد ایسے ملکوں کی ہے جو اسرائیل کے خلاف ہیں اور اسرائیلی مفادات کے لیے انہوں نے بڑے بڑے کام کیے ہیں۔۔۔۔۔ تم یہ سمجھو کہ ایک معمولی مقصد کے لیے تم ایک بہت بڑی چیز کو استعمال کر رہے تھے۔۔۔۔۔ اس لڑکی کو اگر تم سے حاصل کر لیا جاتا تو ایک عظیم نقصان نہانا پڑتا ہم لوگوں تم نے کبھی روز آگنا نریشن کے بارے میں سنا ہے؟“

”ہاں سنا ہے۔“

”دنیا میں صرف دو ہی بڑے آرگنائزیشن تھے، جو تمام دنیا پر حکمرانی کر رہے تھے، ڈان سینٹر اور روز آرگنائزیشن بعد میں ڈان سینٹر، روز آرگنائزیشن سے منسلک ہو گیا اور اس میں ضم ہو گیا اور اب اس وقت دنیا روز آرگنائزیشن کے کاروباری اصولوں پر چل رہی ہے اور روز آرگنائزیشن کو اگر کسی شخص سے کوئی تباہ کن نقصان پہنچا ہے تو وہ دانش منصور ہے سمجھ رہے نا تم۔“

دانش منصور، جو ایک بہت ہی خوفناک شخصیت کا نام ہے اب میں اس کی تعریف میں اور زیادہ کچھ نہیں کہنا چاہتا، بس تم یہ سمجھ لو کہ دانش منصور اس وقت نہ جانے کس حیثیت کا حامل ہے اور نہ جانے کس کس کو اس کی ضرورت ہے۔ مائی ڈیر مسٹر ایرش واش، دانش منصور کے بارے میں اگر معلوم کرنا چاہو تو خود موساد کے ریکارڈ روم سے معلومات حاصل کر لو، اس بھیا تک شخصیت سے بہت بڑے بڑے کام لیے جاسکتے ہیں اور یہ بات ہمارے علم میں ہے کہ رخسار سے وہ بہت زیادہ محبت کرتا ہے، براست ماننا ہم نے رخسار کو بے شک وہاں سے حاصل کر لیا ہے، جہاں تم نے اسے پوشیدہ کر رکھا تھا، لیکن یہ ایک مجبوری ہے، تم اس مجبوری کا جو بھی معاوضہ مجھ سے طلب کرو گے، میں تمہیں ادا کروں گا۔“

”کیا تم مجھ سے واقف نہیں ہو؟ مائی ڈیر نا معلوم۔“

”اچھی طرح واقف ہوں، براہ کرم کوئی دھمکی مت دینا بس اب میں تمہیں آخری معلومات فراہم کر رہا ہوں اور اس کے بعد تم خود فیصلہ کر لینا میرا یہ عمل کس حیثیت کا حامل ہے۔“

”کیسی معلومات؟“

”دانش منصور تمہاری شہرہ رگ کے قریب ہے، وہ بڑی محنت اور چالاکی کے ساتھ تمہاری قربت حاصل کر چکا ہے اور تم اس بات پر یقینی طور پر حیران رہ جاؤ گے کہ تمہاری جیسی شخصیت کو دانش منصور نے ٹریپ کر لیا ہے۔“

”کیا کہنا چاہتے ہو؟“

”فارگون کی حیثیت سے جو شخص تمہارے قریب آچکا ہے وہ فارگون نہیں بلکہ دانش منصور ہے۔“

”اب غالباً تم اپنے آپ کو سامری جادوگر ثابت کرنا چاہتے ہو؟“ ایرش واش کی آواز ابھری۔

”نہیں، سامری جادوگر نہیں، تمہارا دوست تمہارا ہمدرد، تمہارا ساتھی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حکومت اسرائیل کے سربراہان اس وقت جب تم مجھ سے منحرف ہو جاؤ تمہیں اس بات کی ہدایت کریں کہ مجھ سے تعاون کرو۔“

”تو تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ فارگون دانش منصور ہے؟“

”ہاں، اگر وہ تمہاری دسترس میں آ جاتا ہے تو اس بات کی تصدیق کر لینا اس کے چہرے پر میک اپ ہے..... سنو رخسار ہمارے پاس موجود ہے اور اگر دانش منصور تمہارے پاس آ جائے تو تم اسے ہمارے حوالے کر دو، نتیجے میں تم جو بھی چاہو گے وہ تمہیں حاصل ہو جائے گا جب تم فارگون کی شکل میں دانش منصور کو میرے حوالے کرو گے تو میں تم پر ظاہر کر دوں گا کہ میں کون ہوں؟“

”ہں میں فون بند کر رہا ہوں۔“ اس کے بعد ہلکی سی کھڑکھڑاہٹ کی آواز ابھری اور فون بند ہو گیا۔

ایرش واش کے چہرے پر بے پناہ سنجیدگی تھی اور وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا، اب ایسے حالات میں میری جو کیفیت ہونی چاہیے تھی اگر آپ زندگی میں کبھی اس کے ایک فیصد سے بھی گزر چکے ہوں تو آپ کو میری اس کیفیت کا اندازہ ہو سکتا ہے، میں دل ہی دل میں اپنے آپ پر ہنس رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ دانش منصور یہ نام اختیار کرنے کے بعد تمہیں زندگی میں جس قدر دلچسپ حالات سے واسطہ پڑا ہے۔ کیا کسی انسان کی زندگی کے حالات اس سے زیادہ دلچسپ ہو سکتے ہیں؟

اب کیا کرنا چاہیے، دو خطرناک دشمن ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ طاقت اور ذہانت دونوں کا مظاہرہ تھا اس وقت طاقت ایرش واش کے پاس تھی کیونکہ میں اس کے گھر کی چار دیواری میں تھا اور اس کی شخصیت معمولی نہیں تھی، کم از کم ہر جگہ غلط حساب کتاب نہیں کرنا چاہیے، نقصان اٹھانا پڑ جاتا ہے، یہاں سے نکلنے کی کوشش اور اس کے بعد اسکے تانچے پر غور کرنے کی ضرورت نہیں تھی، فیصلہ کیا جا سکتا تھا۔



ایرش واش نے بھی غالباً یہ چند لمحات سوچنے کے لیے دیئے تھے۔ اس کے بعد اس نے مدھم لہجے میں کہا۔

”بڑی سادہ سی بات ہے اور میں نے ایک بہت ہی مختصر راستہ اختیار کیا ہے اس بارے میں اگر میں تم سے پہلا سوال یہ کروں۔ مائی ڈیر فارگون۔ کہ کیا یہ سچ ہے تو تمہارا جواب کیا ہوگا؟“ مجھے یقین، مہم ہلکی آگنی میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

”دل تو بن چکا ہے مسٹر ایرش واش کہ آپ سے جھوٹ بولوں اور یہ کہوں کہ جس نے بھی آپ کو یہ کہانی سنائی ہے وہ جھوٹ بول رہا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ میرا جھوٹ کارگر نہیں ہو سکتا۔ ظاہر ہے اس دور میں بڑی آسانی سے کسی کے چہرے کی شناخت کی جا سکتی ہے اگر آپ ایسٹونیا سے میرا چہرہ دھلوا لیں گے تو میک اپ اتر جائے گا اور اس کے نیچے سے دانش منصور ہی برآمد ہوگا۔“

میرے ان الفاظ پر ایرش واش کے چہرے پر شدید سنسنی نظر آئی تھی لیکن چالاک آدمی تھا اپنے آپ کو سنبھالنا جانتا تھا البتہ اس کے مکروہ چہرے پر مدھم مدھم مسکراہٹ پھیل گئی پھر وہ آہستہ سے بولا۔

”بے حد خوبصورت اعتراف ہے، ویسے ڈیر دانش منصور تم بذات خود بھی معیاری انسان ہو، میں اس بات کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتا تو گویا تم اس بات کو تسلیم کرتے ہو کہ تم دانش منصور ہو۔“

”ہاں جن لوگوں نے یہ انکشاف کیا ہے وہ معمولی لوگ نہیں ہیں مائی ڈیر مسٹر ایرش

واش، یہ بات آپ بھی اچھی طرح جانتے ہیں اور میں بھی۔“

”ہاں، روز آرگنائزیشن میں میرا خیال ہے سو فیصد افراد میرے ہم نسل ہی نہیں بلکہ میرے ہم وطن بھی ہیں بڑی دلچسپ بات ہے یہ ویسے تم یقین کرو، میں نے خود بھی تمہارے بارے میں بہت کچھ سن رکھا ہے اور ایک بار میرے دل میں یہ آرزو پیدا ہوئی تھی کہ ذرا میں بھی تو تمہیں چھو کر دیکھوں، آخر کیا چیز ہو تم۔“

”سنایہ گیا ہے کہ تم نے اسرائیلی مفادات پر بے شمار حملے کیے ہیں اور جنگی محاذ پر نہیں بلکہ اندرونی محاذ پر زبردست نقصانات پہنچائے ہیں۔ خیر میں یہ نہیں کر سکا تھا کیونکہ بنیادی طور پر میری ذمہ داریاں مختلف تھیں لیکن کیا ہی دلچسپ بات ہے کہ تقدیر نے ہمیں اس طرح سامنے کھڑا کیا ہے بہر حال تمہارا یہ اعتراف اور اس کے پس منظر میں تمہاری کاوشیں یقین کرو میرے دل میں تمہارے لیے ایک عزت کا احساس پیدا کرتی ہیں اگر مناسب سمجھو دانش منصور تو اپنی زندگی سے مجھے تھوڑا سا روشناس کراؤ دیکھو تم جیسا ایک حقیقت پسند آدمی، حقیقتوں سے کبھی روگروانی نہیں کرے گا اس بات کا مجھے یقین ہے۔ اس وقت اس عمارت میں تقریباً پچاس افراد موجود ہیں جن میں سے دس کی ذمہ داریاں مختلف ہیں لیکن چالیس افراد مسلح ہوتے ہیں اور عمارت کے چپے چپے پر اپنے فرائض سرانجام دیتے ہیں اور اس وقت بھی وہ غیر مستعد نہیں ہیں ویسے تو سب چلتا ہے لیکن کوئی جسمانی کاریگری نہ کرو تو زیادہ بہتر ہوگا کیونکہ اس سے تمہیں نقصان پہنچنے کا خدشہ ہے کیا خیال ہے؟“

بالکل نہیں مسر واش، جب آپ دو سنجیدہ آدمیوں کی بات کر چکے ہیں تو میں یہ غیر سنجیدگی نہیں کروں گا میرا آپ سے وعدہ ہے۔

”اور میں اس وعدے پر بھرپور یقین رکھتا ہوں۔“ واش نے کہا اور میں اس کے پینترے پر غور کرنے لگا۔ خیر یہ تو سوچنا ہی غلط تھا کہ وہ ایک انتہائی شاطر آدمی نہیں ہے، کر یا تھا اور نیم چڑھا ہوا تھا، یعنی پہلی بات تو یہ کہ تعلق اسرائیل سے تھا اور یہودی نسل تھا، دوسری بات یہ کہ ایک خطرناک محکمے کا سربراہ تھا میں بھی مستی میں آگیا اور میں نے سوچا کہ اگر دماغ کا کھیل ہے تو آؤ ایریش واش وہ بھی کھیل لیتے ہیں۔

چنانچہ دماغی کھیل جاری ہو گیا، میں نے چہرے پر ایسے تاثرات پیدا کیے جنہیں دوستانہ کہا جاسکتا تھا اور مسکرا کر بولا۔

”کچھ وقت کے لیے انسان اپنے آپ کو ماحول کو اور حالات کو بھول جاتا ہے کبھی کسی کو دھوکا دینے کے لیے۔ کبھی کسی سے دھوکا کھانے کے لیے اور کبھی ان دونوں میں سے کوئی مقصد نہیں ہوتا بلکہ ذہن اور دل کے راستے کھل جاتے ہیں اور ان پر ہلکی ہلکی چہل قدمی کرنے میں لطف آتا ہے۔“

”واہ میں شاعری نہیں جانتا نہ کبھی شاعری کی۔ انسانی فطرت کی عکاسی کو اگر شاعری کہا جاسکتا ہے تو اس وقت بہت ہی خوبصورت الفاظ میں تم نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ دانش منصور تمہارے بارے میں میرے پاس ایک چھوٹا سا ریکارڈ ہے۔ اپنے وطن میں تم ایک سرمایہ کار کی حیثیت سے ابھرے، سنا گیا ہے کہ تمہارے والد ایک افریقی ملک میں تجارت اور کاروبار کرتے تھے اور وہاں سے تمہیں اپنے وطن آنے کی سوجھی اور تم نے وہاں اپنے اثاثے فروخت کر کے اپنے وطن کا رخ کیا اور بڑے بڑے سرمایہ داروں کے دانت کھٹے کر دیئے۔“

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی میں نے کہا۔

”ڈیز ایریش واش غلط ہے یہ سب کچھ، بالکل غلط ہے۔“

”کیا مطلب؟“ ایریش واش نے تسمراتی نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

”اپنے وطن میں ایک عمارت میں آنکھ کھولی میں نے، ہوش و حواس درست ہوئے تو ایک ملازمہ کا بیٹا قرار پایا۔ اس گھر کی صفائی ستھرائی کرتا تھا اور زندگی گزارتا تھا، کچھ عرصے کے بعد پتا چلا کہ اس ملازمہ کا بیٹا نہیں ہوں بلکہ میرے ماں باپ نامعلوم ہیں کچھ ایسے حالات پیدا ہوئے کہ وہاں سے بھاگ آیا۔ سڑکوں پر محنت مزدوری کرتے ہوئے، بسوں میں سوتے ہوئے زندگی گزاری پھر مختلف ہاتھوں میں پڑتا ہوا ایک ایسے شخص کے ہاتھ آگیا جس کے پاس بے پناہ دولت تھی اور اس دولت کا مصرف کوئی نہیں تھا وہ ایک محب وطن انسان تھا اور اس نے مجھے اس راہ پر لگا دیا۔ پھر میرا ان سرمایہ کاروں سے سامنا ہوا جو ملک کے خلاف اپنی دولت کے بل پر سازشیں کر رہے تھے، ایسی سازشیں جو میرے وطن کو نقصان پہنچانے کے مترادف تھیں ان سے اختلاف کیا، بات آگے بڑھتی چلی گئی اور ڈان سنٹر سے جھگڑا چلا اس جھگڑے میں نقصان اٹھا گیا، سازشوں کا شکار ہوا، یہاں تک کہ اپنے وطن میں ہی مجرم قرار پایا، روپوش ہو گیا، ایک لڑکی سے محبت کی اور اس سے شادی کر لی، اپنی دولت سمیٹ کر لندن میں آکر آباد ہو گیا، دل میں یہی خیال تھا کہ اب بقیہ زندگی یہیں گزار دوں گا، زندگی بے حد پرسکون تھی کہ

رانا وسیم آگیا، وہ ایک علاقے میں نرالوں کے درمیان جنگ و جدل میں مصروف تھا۔ ہم وطن ہونے کے رشتے سے اس کے ساتھ تعاون کیا یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ کسی اور کام میں ملوث ہے یہ بعد میں ہی پتا چل سکا تھا۔ جب تم میرے راستے میں آئے رانا وسیم تو وہ فائل لے کر ڈور کے راستے نکل گیا اور میں تمہارے جال میں پھنس گیا، میری بیوی تمہارے ہاتھوں میں پہنچ گئی اور اس کے بعد میں اس کی تلاش میں سرگرداں ہو کر یہاں تک آگیا، یہاں میری ملاقات ایک جوڑے سے ہوئی اور اس نے مجھے فارگون بنا دیا۔“ میں نے ایک ایک لفظ سچائی کے ساتھ ایرش واش کو بتایا، سوائے ان اہم باتوں کے جو میں کسی کو بھی نہیں بتا سکتا تھا اور واش کے چہرے پر حیرت کے نقوش صاف دیکھے جاسکتے تھے وہ گہری نگاہوں سے میرا جائزہ لے رہا تھا اور میں جانتا تھا کہ وہ میری آنکھوں میں سچائی تلاش کر رہا ہے اور یہ میں بھی جانتا تھا کہ بے وقوف آدمی نہیں ہے دنیا گزار چکا ہے اور کریم اور نیم چڑھا ہے۔

گویا وہ میری آنکھوں میں سچائی تلاش کر رہا تھا اور میں نے یہ سچائی اپنی آنکھوں میں قائم رکھی تھی، تب اس کے منہ سے دکھ بھرے انداز میں نکلا۔

”رانا وسیم پاکستان نکل گیا۔“

”بہت پرانی بات ہے۔“

”میں تسلیم نہیں کرتا۔“

”اس کے بعد میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں سچ نہیں بولوں گا۔“ میں نے پتھر یلے لہجے میں کہا۔ وہ مجھے گھورتا رہا اور پھر ہنس پڑا پھر بولا۔

”تمہیں چرانے کے لیے یہ بات کہی تھی میں نے۔ تم پورے دثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہو کہ رانا وسیم نکل گیا۔“

”اور تم نہایت ناکارہ آدمی ہو کہ یہ چھوٹی سی بات معلوم نہیں کر سکتے۔“ میں نے کہا۔ اندازہ یہ تھا کہ ایرش واش میری اس بات پر ناراض ہو جائے گا لیکن وہ مجھے دیکھتا رہا مسکراتا رہا پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”سارا کھیل پلٹ دیا تم نے تو، سنو ہم لوگ اس بات کی پروا نہیں کرتے کہ کہاں کامیاب ہوئے اور کہاں ناکام رہے، بات اصل میں یہ ہے کہ کامیابی کے ساتھ ناکامی کا تصور دن اور رات کے تصور جیسا ہی ہے نہ ہی میں نے اپنے حلف نامے میں اس بات کا اقرار کیا

ہے کہ اسرائیل کے لیے ہر وہ ضرورت پوری کروں گا جو میرے بس میں ہو یا نہ ہو، بڑا اہم معاملہ تھا وہ کھیل ہو رہا تھا بال دونوں طرف آ جا رہی تھی ہماری سائیڈ گول ہو گیا، ہو گیا اب اس کا کیا سوال ہے کہ اسکے لیے میں زندگی اور موت کی ذمہ داری قبول کروں لیکن میری جان تمہارے بارے میں سوچنا پڑے گا اچھا خیر تم چھوڑو یہ بتاؤ اب تم کیا چاہتے ہو۔“

”دیکھو میں تمہیں ایک بات بتا دوں، لندن سے لے کر یہاں تک اور اب تمہارا تک ایک ہی مقصد کے تحت آیا تھا کہ رخسار کو حاصل کر لوں اگر یہ ٹیپ ریکارڈر اس پر ہونے والی گفتگو فریب نہیں ہے تو اتنا مجھے اندازہ ہے کہ رخسار غلط ہاتھوں میں چلی گئی لیکن یہ بات بھی ذہن میں رکھو کہ روز آرگنائزیشن میں ستر فیصد یہودی ہوں یا نوے فیصد ہوں رخسار کو اگر نقصان پہنچ گیا ان کے ہاتھوں تو اتنی تباہی نازل کروں گا ان کے مفادات پر اتنی ضربیں لگاؤں گا کہ شاید وہ خود اپنے کیے پر پچھتاتے رہیں گے۔ بہر حال اب اس وقت صورتحال تمہارے ہاتھ میں ہے میں غیر مسلح ہوں اور تم مسلح ہو، پستول نکالو اور اسے مجھ پر خالی کر دو، اس میں تمہارا اور تمہاری قوم کا بھلا ہے روز آرگنائزیشن کا بھلا ہے۔“ وہ مسکراتی نگاہوں سے میرا چہرہ دیکھتا رہا پھر بولا۔

”میری ماں بہت عرصے پہلے مر چکی ہے، باپ ابھی زندہ ہے بہت بوڑھا ہے اور یقین کرو، بے حد خوبصورت آدمی ہے میرے چہرے کے کسی نقش میں اس کا نشان نہیں ملتا دو باتیں کہتا ہے وہ۔ پہلی بات تو وہ یہ کہتا ہے کہ ایک بہت بڑے نجومی نے اس کا ہاتھ دیکھ کر اسے بتایا تھا کہ اس کی تقدیر میں اولاد نہیں ہے، نجومی اتنا ماہر فن تھا کہ میرا باپ اس پر بے پناہ یقین رکھتا تھا لیکن میں پیدا ہو گیا۔ میری پیدائش سے لے کر آج تک میرا باپ یہ تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہے کہ میں اسی کی تقدیر میں تھا وہ ہمیشہ میری ماں سے کہتا رہا کہ میں اس کا بیٹا نہیں ہوں اس نے ہمیشہ اپنے آپ کو میرے نقوش میں تلاش کیا اور ناکام پایا۔ شاید یہی وجہ ہے کہ میں فطرتاً خالص یہودی نہیں ہوں کہیں کوئی ملاوٹ ہے مجھ میں، اگر میں خالص یہودی ہوتا تو اس وقت تمہیں روز آرگنائزیشن کے حوالے کر کے بہت سے مفادات حاصل کرتا لیکن کیا کروں ملاوٹ سے مجبور ہوں ابھی کچھ وقت لگے گا، مجھے وقت چاہئے تمہاری داستان میں کچھ باتیں ہیں جو مجھے مجبور کر رہی ہیں کہ میں روز آرگنائزیشن کے بجائے تمہارے ساتھ تعاون کروں۔ یہ زیادہ بہتر رہے گا اور میں یہ کرنا چاہتا ہوں۔“ میں دل ہی دل میں ہنس پڑا تھا اپنے

بارے میں اس سے زیادہ عمدہ تشریح شاید ہی میں نے کبھی سنی ہو لیکن میں بچھو کے ڈنک سے اچھی طرح واقف تھا۔ بچھو اگر آپ کی گود میں بھی بیٹھا ہو اور آپ اس کے ساتھ پیار کا سلوک کر رہے ہوں تب بھی وہ ڈنک ضرور مارے گا اور آپ کو زخمی کر دے گا لیکن ایریش واش نے میری یہ مشکل بھی حل کر دی اور کہا۔

”اور یہ نہ سمجھنا کہ یہ ایثار، یہ احسان میں تم پر بے مقصد کر رہا ہوں ہر انسان کا اپنا اپنا ایک شوق ہوتا ہے ایک عمل ہوتا ہے ان تمام حالات کے بعد اگر کوئی احمق وطن کی محبت کی بات کرے تو دیوانے کے علاوہ ہم اسے اور کیا کہہ سکتے ہیں۔ ہاں انسان کا اپنا ایک مقام ہوتا ہے ایک معیار ہوتا ہے، اسکے مطابق اسے عمل کرنا چاہئے ہو سکتا ہے میں رخسار کے حصول کے لیے تمہاری مدد کر سکوں۔“ بات بے شک بڑی عجیب ہے لیکن میری جان میں تمہاری ان تمام باتوں کو سچ تسلیم کر چکا ہوں۔ رانا وسیم نکل گیا، ٹھیک ہے ایک الگ ہی مسئلہ ہے اور اس کے بعد اب جو صورت حال ہے وہ یہ ہے کہ رخسار کو تمہارے حوالے کر کے ہو سکتا ہے میں تمہیں تمہارے وطن واپس بھیجوں، تمہارا دوست بن کر اور وہاں سے کچھ ایسے مفادات حاصل کروں جو میرے لیے نیک نامی کا باعث ہوں اور یہ سب کچھ کہتے ہوئے میں ایک بار پھر یہ تم سے کہوں گا کہ بہتر ہوگا کہ اپنے آپ کو ابھی کچھ وقت کے لیے دانش منصور سمجھنے کے بجائے فارگون ہی سمجھو۔ فارگون زیادہ بہتر رہے گا تمہارے لیے۔ ہاں ایک سب سے اہم سوال تو رہی گیا۔

”جیٹھی شوگیال کو تم نے کس طرح حاصل کیا اور مسٹر شوگیال کے حوالے کیوں کیا؟“

”بہت سیدھی سی اور سادہ بات ہے مسٹر ایریش واش۔“

”براہ کرم مجھے بتاؤ۔“

”آپ تک قربت اور رسائی حاصل کرنے کے لیے میں چاہتا تھا کہ آپ تک پہنچنے کے بعد رخسار کے حصول کی کوشش کروں۔“

”ویری گڈ، بہر حال دانش منصور ایک وسیع مفاد کے لیے میں دوستانہ طور پر تم سے یہی کہتا ہوں کہ جس طرح بھی بن پڑے اپنے آپ کو سنبھالے رکھنا۔ میں تمہارے ساتھ کوئی چال بازی کرنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔ میں نے اپنا موقف اسی طرح بیان کر دیا ہے تمہارے سامنے جس طرح تم نے میرے سامنے سچائی سے سب کچھ کہہ دیا ہے۔ چنانچہ بہتر یہ ہوگا کہ

کچھ وقت اطمینان سے آرام کرو اور اس کے بعد جو کچھ میں کہوں اس پر عمل کرتے رہو، میں جانتا ہوں کہ روز آرگنائزیشن اس بات سے واقف ہے کہ تم اس وقت میری تحویل میں ہو۔ ٹیپ ریکارڈر پر ہونے والی اس نامعلوم گفتگو سے تم نے اس کے بارے میں اندازہ لگا لیا ہے اور جب تم نے اس کی ساری سچائی کا اعتراف کر لیا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ لوگ انتہائی باخبر لوگ ہیں ایسے حالات میں ہمیں بڑی چالاکی سے یہ کام کرنا پڑے گا بلکہ عارضی طور پر تم فارگون کا میک اپ بھی ختم کر دو، میں تمہیں بالکل ہی ایک نیا روپ دیئے دیتا ہوں۔ ورنہ دوسری شکل میں تم یہ سمجھ لو کہ روز آرگنائزیشن کے کرتا دھرتا کوئی معمولی لوگ نہیں ہیں اور وہ تم تک پہنچنے کی کوشش کریں گے۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ مجھ سے کوئی جھگڑا مول لینا پسند نہیں کریں گے لیکن وہ تمہیں تمہاری بیوی کے نام پر بے اختیار کر سکتے ہیں جانتے ہو میں ان لوگوں سے کیا کہوں گا۔ میں ان سے کہوں گا کہ دانش منصور میرے چنگل سے بھی نکل گیا اس کے لیے میں ایک باقاعدہ ڈراما رچاؤں گا اور خود اپنے آدمیوں کے ساتھ تمہیں تلاش کروں گا سمجھ رہے ہونا، یہ سارا کام میں اس لیے کروں گا کہ رانا وسیم جو فائل واپس لے گیا ہے وہ تمہارے ذریعے مجھ تک پہنچے اور میری جان میں ایسے کام کر لیا کرتا ہوں اور مجھے ان میں کوئی دقت نہیں ہوتی۔ ٹھیک ہے کیا خیال ہے مجھ سے تعاون کرو گے؟“ میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”مسٹر ایریش واش، میں جانتا ہوں کہ ابھی ہم دونوں کو ایک دوسرے پر اعتماد کرنے میں بہت وقت لگے گا اور اس وقت آپ مجھ سے ہزار درجے بہتر پوزیشن میں ہیں۔ اس وقت تک جب تک میرے ذہن میں آپ کی پشت پر ڈنک مارنے کا خیال نہ آئے بہتر ہوگا کہ آپ مجھ پر اعتماد کریں اور میں وہی کروں جو آپ کہہ رہے ہیں۔“ ایریش واش قہقہہ لگا کر ہنس پڑا تھا پھر اس نے کہا۔

”بہت ہی پیاری شخصیت کے مالک ہو تم، کاش میری نسل کے ہوتے تو میری اور تمہاری دوستی مثالی حیثیت اختیار کر لیتی خیر تو اب تم فی الحال اپنے آپ کو ایریش واش کا ساتھی سمجھو میں ایک ایسے شخص کو تمہارے پاس بھیجوں گا جو تمہارے چہرے کے میک اپ کو تبدیل کر دے گا اور اس کے بعد میرا دوسرا آدمی تمہیں وہ حالات بتائے گا جس کے تحت کچھ سمجھے ہو مجھے بغیر تم خود کو ان حالات میں ڈھال لو گے، سمجھ لو روز آرگنائزیشن کے لیے کام کرنے میں ایک بہت عمدہ قدم ہوگا۔ تمہیں تھوڑا سا کام فلسطینی گوریلوں کی خلاف کرنا ہوگا۔ تم یہ سمجھ لو کہ کام

”آؤ اندر آؤ، میرے خدائے اگر تم ایک دو دن اور نہ ملتے تو ہمیں بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا۔ تمہیں یہ جان کر ضرور دکھ ہوگا کہ ہارلک کو شدید زخمی کر دیا گیا ہے اور وہ ہسپتال میں پہنچ چکا ہے۔ آہ بات اگر ہسپتال تک ہی رہتی تو شاید ہم اس کی دیکھ بھال کر کے اسے درست کر لیتے لیکن اسے ہسپتال سے اغواء کر لیا گیا ہے ان لوگوں نے آٹھ آدمیوں کو قتل کر دیا صرف ہارلک کو اغواء کرنے کے چکر میں اور جن لوگوں نے انہیں دیکھا ہے وہ پورے اعتماد سے کہتے ہیں کہ وہ کمانڈوز ہی تھے۔“

”اوہ۔“ میں نے دکھ بھرے لہجے میں کہا۔ ”میرا انداز ایسا تھا جیسے ہارلک پر پڑنے والی یہ بچہ میرے لیے بڑی پریشان کن ہو۔“ ڈینی نے آہستہ سے کہا۔

”آؤ جو ہونا تھا وہ تو ہو ہی چکا ہے لیکن تمہاری گمشدگی میرے لیے بڑی خوفناک تھی۔ آؤ پلیز۔“

پھر وہ مجھے ایک ڈرائنگ روم میں لے گئی تھی مجھے صوفے پر بٹھاتے ہوئے اس نے میرے شانوں پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

”لیکن تم کہاں گم ہو گئے تھے تمہیں اندازہ ہے کہ تمہارے گم ہو جانے سے کیا صورت حال پیدا ہو گئی تھی۔“

”ہاں ڈینی میں انتہائی خطرات میں گھر گیا ہوں یوں سمجھ لو اس دوران مجھے اس طرح جان بچانے کے لیے چھپنا پڑا ہے جیسے شکاری کتوں سے خرگوش۔“

”ان کی دہشت گردیاں بے حد بڑھ گئی ہیں، شاید تمہیں یہ سن کر پریشانی ہو کہ اپنی فرم میں خود بھی محفوظ نہیں ہوں میں نے اپنے ارد گرد بے شمار افراد کو چکراتے ہوئے دیکھا ہے وہ لوگ میرے بارے میں بھی جگہ جگہ سے معلومات حاصل کر رہے ہیں، تمہیں یقین نہیں آئے گا کہ میں نے خفیہ طور پر یہ منصوبہ بنایا تھا کہ اب میں سب چھوڑ کر یہاں سے کہیں اور روانہ ہو جاؤں، تمہارے بارے میں بہت غور کر رہی تھی میں اور میری دلی آرزو تھی کہ کاش تم مجھ تک پہنچ جاؤ دیکھو ڈیر! تم مجھ سے انکار نہ کرنا، میں نے تم سے بڑی آس لگائی ہوئی ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ ہم فوری طور پر یہاں سے نکل چلیں۔“

”کہاں؟“ میں نے چونک کر پوچھا۔

”میں نے اس کے لیے بھی جگہ منتخب کر لی ہے۔“

بہت مختصر ہوگا لیکن اس سے تمہیں جو استحکام حاصل ہوگا وہ الگ حیثیت رکھتا ہے۔“

میں اس کے لیے تیار ہو گیا تھا اور پھر سارے کام اسی انداز میں تکمیل پانے لگے جس انداز میں ایرش واش نے کہا تھا۔ ہم جدا ہو گئے مجھے اس عمارت کے ایک دوسرے کمرے میں پہنچا دیا گیا، کافی وقت آرام کرنے کے لیے ملا یہاں موجود لوگوں سے میری شناسائی ہوتی چلی گئی۔

پھر وہ شخص بھی آ گیا جس نے میرے چہرے پر میک اپ کرنا تھا اور پھر اس کے بعد مجھے اس سلسلے میں بتایا جانے لگا۔ میرا میک اپ ایک نوجوان اور خوبصورت آدمی کا تھا اور میں فارگون سے پال مورس بن گیا۔ پال مورس کی شخصیت کو بڑی انوکھی حیثیت حاصل تھی۔ مجھے اس کے بارے میں بتا دیا گیا اور اس کے بعد میری رہنمائی ایک ایسی شخصیت کی طرف کی گئی جس کا نام ڈینی تھا ڈینی۔ ایک فرم میں ملازمت کرتی تھی اور اس کی رہائش گاہ کے بارے میں مجھے گائیڈ کر دیا گیا اور ایک ایسی تفصیل بتائی گئی جو بہر حال غیر دلچسپ نہیں تھی پال مورس کے میک اپ میں جب میں وہاں سے آگے بڑھا تو میرے ذہن میں بہت سے منصوبے تھے۔

میرا میک اپ ایک تصویر کے ذریعے کیا گیا تھا اور میں سمجھتا تھا کہ میک اپ میں ایک باکمال آدمی تھا۔ اس نے ہو بہو مجھے اس تصویر کے مطابق بنا دیا تھا۔ بہر حال تھوڑی دیر کے بعد میں ایک ٹیکسی لے کر مطلوبہ علاقے کی جانب چل پڑا۔

مطلوبہ علاقے کی ایک خوبصورت عمارت میں فلیٹ نمبر ستائیس تلاش کرنے میں مجھے کوئی وقت نہیں ہوئی میں نے نیل بجائی تو چند لمحات کی بعد دروازہ کھل گیا۔ اس دروازے میں مجھے وہ لڑکی نظر آئی جس کے بارے میں مجھے تفصیل بتادی گئی تھی۔ خوش شکل لڑکی تھی اور چہرے کے نقوش میں دو چیزیں ایسی تھیں جنہیں بے حد پرکشش کہا جاسکتا تھا۔ نچلے ہونٹ کے درمیان ایک ہلکا سا خم اور اسی خم کا دوسرا حصہ ٹھوڑی کے گڑھے میں، عمر تیس چوبیس سال سے زیادہ نہیں ہوگی مجھے دیکھ کر ایک لمحے کے لیے وہ ساکت رہ گئی تھی پھر اس نے بڑی پھرتی سے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے اندر کھینچ لیا۔ اس کی لرزئی ہوئی آواز ابھری۔

”میرے خدائے خدا، کیا واقعی یہ تم ہی ہو پال؟“

”ہاں ڈینی میں ہی ہوں۔“ میں نے کہا مجھے بتا دیا گیا تھا کہ ڈینی کو میں پیار۔“

ڈینی کہتا ہوں۔ اس نے جلدی سے دروازہ بند کر دیا اور پھر پر اضطراب لہجے میں بولی۔

”کون سی جگہ؟“

”ہم ایروشائن چلیں گے۔“

”کیا دنیا سے روپوش ہو کر؟“

”نہیں بالکل نہیں۔“

”تو پھر ایروشائن ہی کیوں؟“

”وجہ ہے اس کی۔“

”کیا وجہ ہے مجھے بتاؤ تو سہی؟“

”ایسی ہی صورت حال پیدا ہو گئی ہے کہ ہمارا ایروشائن چلے جانا ضروری ہے۔ یہاں تماسرا میں دہشت گردیاں انتہاء کو پہنچ چکی ہیں تمہیں شاید اس کا اندازہ صحیح طور پر نہیں ہو سکا ہے تم نے یہ وقت کہاں گزارا ہے اس کے بارے میں، میں نہیں جانتی لیکن تم یقین کرو میں نے یہ دن سولی پر گزارے ہیں اگر میرے دل میں تمہارے مل جانے کی امید نہ ہوتی تو میں کبھی کی یہاں سے فرار ہو چکی ہوتی۔“

”تم مجھے صرف ایک بات بتاؤ؟“ میں نے کہا۔

”کیا؟“

”کیا ہمارا ایروشائن چلنا ضروری ہے؟“

”دیکھو، میں نے کہا نا کہ اس وقت ہمارا ایروشائن پہنچ جانا بے حد ضروری ہے۔“

”ٹھیک ہے مجھے اعتراض نہیں ہے لیکن بہر حال وہاں جانے کے لیے ہمیں

تو انتظامات کرنے ہی پڑیں گے۔“

”زندگی اور موت کے اس کھیل سے فی الحال بچنے کے لیے ہمیں یہ قدم اٹھانا پڑے

گا۔“

”اوکے، میں بھلا تم سے کیا انکار کر سکتا ہوں۔“

”تھینک یو ڈیر، تھینک یو ویری مچ۔ لیکن تم یہ بات سمجھ لو کہ یہ عمل ہمارے لیے غیر

مناسب نہیں ہوگا۔“

”میں سمجھتا ہوں لیکن کیا تمہارے خیال میں ایروشائن تک کا سفر ہمارے لیے کسی

مشکل کا باعث نہیں بنے گا؟“

”اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس وقت ایروشائن کے راستے بھی موت کے راستے

بن چکے ہیں لیکن ہم ایسے الجھے ہوئے راستے اختیار کریں گے جن پر سفر کرتے ہوئے ہمیں وقت نہیں ہوگی۔“ ڈینی نے کہا اور میں آنکھیں بند کر کے گردن ہلانے لگا۔

بہر حال اب چونکہ میں تمام تر تیاریوں کے ساتھ عارضی طور پر اپنے بدترین دشمن

سے تعاون کرنے پر آمادہ ہو گیا تھا حالانکہ میں جانتا تھا کہ ایرش واش کس نسل اور کس قوم کا باشندہ ہے سانپ پر اعتبار کیا جاسکتا ہے یہودی پر نہیں۔

لیکن اس کے بعد مجھے جو عمل کرنا تھا وہ ایرش واش کے تصور میں بھی نہیں ہوگا۔ بات

یہاں اب جسمانی طور پر ایک دوسرے سے نمٹنے کی نہیں رہ گئی تھی بلکہ اب ذہنوں کا مقابلہ تھا

اور اس سلسلے میں اگر خوش فہمیوں کے ساتھ سوچا جائے تو میں ایرش واش کو پہلی شکست دے چکا

تھا۔ یعنی بدترین دشمن جسے اصولی طور پر سب سے پہلے مجھے ختم کرنے کے انتظامات کرنے

چاہیے تھے اس انداز میں میرے بارے میں سوچ رہا تھا کہ اس پر صرف ہنسا ہی جاسکے اگر

دانش منصور کا ماضی اس شخص کے علم میں ہے تو اسے لازمی طور پر یہ بھی پتہ چل جاتا چاہئے کہ

دانش منصور نے تو اپنی زندگی مکمل طور پر اپنے وطن کے لیے وقف کر دی ہے یہاں تک کہ اس

نے اپنی محبت کو بھی وطن کے پیار پر قربان کر دیا ہے ورنہ رخسار کو حاصل کرنے کے لئے تو ہر وہ

عمل کیا جاسکتا تھا بڑی آسانی سے جیٹھی شوگیال کو رخسار کا نعم البدل بنا لیا جاتا اور یہ مطالبہ کر دیا

جاتا کہ اگر جیٹھی شوگیال کو حاصل کرنا ہے تو پھر رخسار کو اس کے بدلے میں مجھے واپس دے دیا

جائے۔ یہ تصور میرے ذہن میں آیا تھا لیکن میں نے اس پر عمل نہیں کیا تھا اور اس کی وجہ جو

تھی بہر حال میں نے اسے اپنے سینے میں محفوظ رکھا تھا۔

غرض یہ کہ ایرش واش کے ساتھ ایک تفصیلی کام کے لیے آمادہ ہو گیا تھا اور اب ذرا

محنت کے ساتھ مجھے اس کا اعتماد حاصل کر کے روز آرگنائزیشن پر ایک اور کاری ضرب لگانی

تھی۔ یہ ذلیل لوگ صرف اس لیے میرے پیچھے پڑے ہوئے تھے کہ میں ایک وطن پرست

انسان تھا اور اپنے وطن کے لیے اپنے مفادات قربان کر دینے کا خواہش مند۔

بہر حال، ایروشائن کے بارے میں مجھے مزید تفصیلات معلوم نہیں ہو سکتی تھیں اور اس

کے لیے میں ڈینی کو بھی نہیں کریدنا چاہتا تھا کیونکہ میں جانتا تھا کہ وہ اس سلسلے میں میرے لیے

کارآمد نہیں ثابت ہوگی۔ رات کا کھانا کھانے کے بعد اس نے کہا۔

”اور ہمیں ڈیرک سے بھی ملنا ہوگا، شاید تمہیں اس بات کا علم نہ ہو کہ ڈیرک تمہارے بارے میں بھی شدید تشویش کا شکار تھا، وہ کہتا تھا کہ اگر مسٹر پال کسی حادثے کا شکار ہو گئے تو یہ نقصان ناقابل برداشت ہوگا اور دہشت پسندوں کی خوش بختی ہوگی یہ۔ بہر حال ہم اب سے دیر کے بعد اپنے کام کا آغاز کر دیں گے۔“

میں نے اس کی بات پر گردن ہلا دی تھی تقدیر کے اس منے کھیل میں، میں نے خود کو حالات کے حوالے کر دیا تھا۔ زندگی میں یہ بیچ ختم آ ہی گئے تھے تو اب ماضی کے مطابق ان سے بھی لطف اندوز ہونا ضروری تھا۔ بہر حال ہم تھوڑا وقت گزارتے رہے اور اس کے بعد ڈینی کہنے لگی۔

”ڈیرک میں تمہیں تمہا کا محسوس کر رہی ہوں۔“

”کیوں؟“

”نہیں میرا مطلب ہے کہ نجانے کیسی کیسی مشکلات سے گزرنے کے بعد تم یہاں تک پہنچے ہو میں نے تم سے اس لیے اس بارے میں نہیں پوچھا کہ اپنی حد سے تجاوز کرنے والی بات ہو جائے گی لیکن بہر حال میں نے یہ پیشکش کر دی ہے کیا تم اس وقت ایرو سٹائن تک کے سفر کے لیے تیار ہو۔“

”ہاں کیوں نہیں، میں ہر طرح تمہارے ساتھ ہوں۔“

”اوکے۔“ پھر تمام تیاریاں مکمل ہو گئیں، یہاں تک کہ میں ڈینی کے ساتھ باہر نکل آیا اور ڈینی سامنے کی عمارت کے نیچے بنے ہوئے گیراج میں سے ایک گیراج کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئی میں باہر ہی اس کا انتظار کرنے لگا تھا۔

وہ اپنی کار کو ریورس کر کے باہر لائی تو اس نے ایک چابی میری طرف اچھالتے ہوئے کہا۔

”یہ پرائیویٹ گیراج ہیں اور یہ پرائیویٹ گیراج میرے لیے لاک ہے پلیز اس کا دروازہ بند کر دو۔“

میں نے گیراج کا تالا لگایا اور پھر ڈینی کے ساتھ آ بیٹھا، وہ کار اسٹارٹ کر کے چل پڑی تھی گیراج کے تالے کی چابی میں نے اس کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔

”ڈینی ایرو سٹائن کے بارے میں تمہارے پاس تمام تفصیلات موجود ہیں؟“

”کیوں نہیں البتہ گوریلوں کے بارے میں میرے پاس کوئی نئی تفصیل موجود نہیں ہے۔“

”کیا کہا جاسکتا ہے ویسے ڈیرک اس سلسلے میں کیا کہتا ہے۔“

”ڈیرک بہت پریشان آدمی ہے اگر اسے کوئی پریشانی نہیں ہوتی تو وہ اس لیے پریشان رہتا ہے کہ آج کل وہ پریشان نہیں ہے۔“ ڈینی نے کہا اور ہنس پڑی میں نے بھی اس کا ساتھ دیا تھا۔ پھر وہ بولی۔

”لیکن مخلص آدمی ہے ویسے اس میں کوئی شک نہیں کہ ایرو سٹائن میں اس کے سپرد بہت اہم ذمہ داریاں کر دی گئی ہیں، وہ مجھ سے بار بار یہی الفاظ کہتا ہے کہ اگر مسٹر پال مورس کو کوئی نقصان پہنچا تو یوں سمجھ لو اس کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ جائے گی۔“

میں نے خاموشی اختیار کر لی، ڈینی تیز رفتاری سے ڈرائیونگ کر رہی تھی۔ راستے ٹیڑھے میڑھے تھے بلندیوں سے ساحلی پستیوں کی جانب بڑھتے ہوئے گرمی اور گھٹن میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ آسمان بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا اور اس میں بجلیاں کوندتی پھر رہی تھیں ڈینی نے مدہم لہجے میں کہا۔

”یوں محسوس ہوتا ہے آگے بارش ہو رہی ہے۔“

”کیا آگے کا سفر اس بارش میں نقصان دہ نہیں ہوگا؟“

”ڈرائیونگ ڈینی کے ہاتھ میں ہے مائی ڈیئر پال۔“

”خود پر بہت ناز کرتی ہو۔“

”ڈرائیونگ کے سلسلے میں۔“ اس نے کہا اور پھر ہنس پڑی۔

ویسے یہ سفر جتنی برق رفتاری سے طے ہو رہا تھا اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ ڈینی ان علاقوں سے بخوبی واقف ہے اور ان پر بیچ راستوں پر پورے اعتماد کے ساتھ سفر کر سکتی ہے حالانکہ میرے اپنے اندازے کے مطابق بہت ہی خوفناک راستے تھے۔

آخر کار یہ سفر ختم ہوا، میں واقعی ان جگہوں کے بارے میں بالکل نہیں جانتا تھا اور اپنی اس عدم معلومات سے خوفزدہ بھی تھا ہو سکتا ہے پال مورس ان علاقوں کے بارے میں بخوبی جانتا ہو۔ پھر مجھے ایک عظیم الشان عمارت نظر آئی جو قدیم دور کی بنی ہوئی تھی۔ عمارت دو حصوں میں تقسیم تھی۔ راستہ اس کے درمیان سے گزرتا تھا۔

جب ہم اس سڑک پر پہنچے تو وہاں اتنا اندھیرا تھا کہ ہاتھ کو ہاتھ بھائی نہ دے، کار کی روشنیاں بھی نجانے کیوں زیادہ دور تک کے ماحول کو اجاگر نہیں کر پا رہی تھیں۔ خاصی لمبی سڑک تھی جو ان عظیم الشان پتھریلی دیواروں کے خاتمے کے بعد گہرائیوں میں اتر گئی تھی۔ میں نے ڈیڑھ سے کہا بھی تھا۔

”تم بہت تیز رفتاری کا مظاہرہ نہیں کر رہے۔“

”ایں۔“ وہ چونک کر بولی۔

”آگے بہت تاریکی ہے۔“

”ہاں۔“ وہ بے خیالی کے انداز میں بولی نہ جانے کیا سوچ رہی تھی بہر حال ان گہرائیوں کے نزدیک پہنچ گئی تھی۔ یہ گہرائیاں اچانک شروع ہو جاتی تھیں۔ ڈیڑھ گون سے واقف تھی لیکن میں ان راستوں پر اجنبی تھا جو نمی کار ڈھلوان میں اتری مجھے یوں محسوس ہوا جیسے وہ کسی پہاڑ سے نیچے گر پڑی ہو۔

”کیا تم مجھے ڈرائیونگ سے مرعوب کرنے کی کوشش کر رہی ہو؟“ آخر کار میں نے

کہا۔

”تم مرعوب ہو گئے۔“ وہ مسکرا کر بولی۔

”بالکل نہیں۔“

”تو پھر یقین کرو میں ایسی کوشش بھی نہیں کر رہی یہ میری عادت ہے۔“ اس نے کہا

اور اچانک کار ایک سمت کر کے روک دی۔

”کیا ہوا؟“ میں نے چونک کر پوچھا۔

”بس۔“

”کیا مطلب میں سمجھا نہیں۔“

”اس وقت مجھے بہت اچھا لگ رہا ہے وہ بولی تاریکی میں اس کا چہرہ تو نہیں نظر آ رہا

تھا لیکن اس کی آواز میں مسکراہٹ نمایاں تھی۔“

”کیوں؟“ میں نے پوچھا۔

”ہر قدم پر دوسروں کو ہدایات دینے والا اس وقت مجھ سے ایک ایک سوال پوچھ

رہا ہے۔“

”چلو ٹھیک ہے مگر اب بتاؤ۔“

”کار یہیں چھوڑنی پڑے گی اور ہمیں ڈیرک کی بستی تک سفر پیدل طے کرنا ہوگا۔“

”کیا آگے سڑک نہیں ہے؟“

”صاف شفاف خوبصورت سڑک لیکن بے حد خطرناک رات کی تاریکیاں اس سڑک

پر سوت کی علامت ہوتی ہیں یہ علاقہ خطرناک چھاپہ ماروں کی شکار گاہ ہے۔“

”مگر ڈیرک“ میں نے سوال کیا۔ اور وہ گہری سانس لے کر بولی۔

”ڈیرک بادشاہ ہے۔ عقل و دانش کا ہی نہیں بلکہ طاقت کا بھی بادشاہ۔“

”اوکے میں ایک ٹھنڈی سانس لے کر باہر آ گیا۔ اس نے کار لاک کی اور پھر

میرے ساتھ چل پڑی تا حد نظر گہرے سناٹے کا راج تھا دور دور تک کوئی روشنی نہیں نظر آ رہی

تھی وہ احتیاط سے بائیں سمت چل پڑی اور پھر خود ہی بولی۔“

”حالانکہ بستی تک صاف شفاف سڑک جاتی ہے اس سڑک کے بارے میں

تمہیں بتا چکی ہوں ہمیں ناہموار راستوں پر سفر کرنا ہوگا۔“

”فاصلہ کتنا ہے؟“

”زیادہ نہیں آؤ۔“ وہ بولی اور میں اس کے ساتھ چلتا رہا پھر میں نے کہا۔

”یہاں تو دور دور تک کوئی روشنی نظر نہیں آ رہی۔“

”تم نے غور نہیں کیا۔“

”کیا مطلب؟“

”ہم بلندیوں پر سفر کر رہے ہیں۔ آگے ڈھلان میں ڈیرک کی بستی ہے۔“ اس نے

ٹھیک کہا تھا۔ زیادہ فاصلہ نہیں طے ہوا تھا کہ ڈھلان نظر آنے لگی۔ انہی میں یہ بستی آباد تھی

مدھم مدھم روشنیاں جل رہی تھیں شاید کوئی بہت ہی پسماندہ بستی تھی بجلی بھی موجود نہیں تھی

گھروں میں مٹی کے تیل کے لیمپ روشن تھے جن کی بو ہوا کے ساتھ فضا میں پھیل رہی تھی میں

تے زیادہ سوالات مناسب نہیں سمجھے ورنہ دل چاہتا تھا کہ ڈیرک کے بارے میں معلومات

حاصل کروں۔ وہ اسی جگہ رہتا ہے۔“

”ڈیڑھ بستی میں داخل ہو کر فاصلے عبور کرتی رہی ویسے کسی نے ہم پر غور نہیں کیا تھا

حالانکہ ملگجے اجالوں میں بہت سے لوگ چلتے پھرتے نظر آ رہے تھے۔ پھر تھوڑا سا فاصلہ طے

کر کے آخر کار ہم کچی مٹی سے ہوتے ہوئے ایک احاطے کے سائے میں پہنچ گئے وہاں لکڑی کا ایک گیٹ لگا ہوا تھا۔ اندر گائیں بندھی ہوئی نظر آ رہی تھیں جن کی غلاظت کی بدبو فضا میں پھیلی ہوئی تھی۔“

”آئیڈیل جگہ ہے۔“ ڈینی ہنس کر بولی۔

”یہیں رہ جاؤ۔“ میں نے جل کر کہا اور ڈینی خوب ہنسی پھر ہم اس گیٹ کے پاس پہنچ گئے گیٹ ہم نے خود ہی کھولا تھا لیکن تاریکی میں دو قدم ہی آگے بڑھے تھے کہ اچانک ڈینی کو کسی چیز سے ٹھوکر لگی اور اس نے گرنے سے بچنے کے لیے میرا سہارا لیا پھر جھک کر اس شے کو دیکھا اور اس کے حلق سے آواز نکل گئی میں نے اس انسانی بدن کو دیکھ لیا تھا۔

”ل..... لاش۔“ ڈینی کے منہ سے نکلا۔

”کیا ڈیرک ہے؟“ میں نے پوچھا۔

”نہیں۔“ وہ جھک کر لاش کو دیکھتی ہوئی بولی۔ ”پھر سرسراتی آواز میں کانپنے لگی۔ اس کا مطلب ہے ڈیرک بھی خطرے میں ہے۔ آؤ۔ پھر ہم دونوں دوڑتے ہوئے اندر داخل ہوئے تھے۔ عمارت میں بھی مدھم مدھم روشنی پھیلی ہوئی تھی۔

”ہوشیاری سے۔ قاتل اندر بھی ہو سکتے ہیں۔“ میں نے کہا اور ڈینی سنبھل گئی۔ وہ ایک دم مجھ سے آگئی تھی۔ پھر اس نے سرسراتی آواز میں کہا۔“

”آہ نہ جانے کیوں مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے آنکھیں ہماری نگرانی کر رہی ہوں۔ میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور اور آگے بڑھ کر ایک کمرے میں داخل ہو گیا۔ اندازہ ٹھیک ہی نکلا تھا یہاں بھی کمرے کے وسط میں ایک انسانی لاش پڑی ہوئی تھی جس کی گردن کسی دھار دار آلے سے کاٹ دی گئی تھی۔ ڈینی کے حلق سے پھر ایک خوف بھری آواز نکل گئی۔“ میں نے کہا۔

”ڈیرک۔“

”اوہ، اسے قتل کر دیا گیا۔“ میں نے آہستہ سے کہا۔

”میرے خدا لگتا ہے یہاں سخت جدوجہد ہوئی ہے۔ انہوں نے بڑی بے دردی سے اسے قتل کیا ہے۔ یہ دیکھو؟“ ابھی اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ رات کے سنانے میں کسی چیز کے گرنے کی زوردار آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی آوازیں دوڑتے ہوئے قدموں کی

سنائی دیں۔ اب یہ جگہ خطرناک تھی۔ ڈینی کوئی فیصلہ کرنے سے قبل باہر نکل بھاگی تھی۔

”ڈینی۔“ میں نے آواز لگائی لیکن اس کے ساتھ ہی کئی فائر ہوئے اور ڈینی کی بھینک چبھ اُبھری۔ گئی میں نے دل میں سوچا۔ بات اب کمرے کے دروازے کی طرف بڑھ آئی تھی۔ میں نے بڑے دروازے سے باہر نکلنے کے بجائے دوسرے دروازے کی طرف چھلانگ لگائی اور کئی کمروں سے گزرتا ہوا ایک راہداری میں آ گیا۔ راہداری احاطے کے دوسرے دروازے کی طرف کھلتی تھی چنانچہ میں نے احاطے میں چھلانگ لگا دی۔ البتہ دوڑنے والوں کو میں مستقل اپنے پیچھے محسوس کر رہا تھا۔ پھر اچانک ہی ایک بھاری آواز سنائی دی۔

”رکو..... رک جاؤ، رک جاؤ۔“ لیکن اس کا کیا سوال تھا میں نے چیتے کی طرح جست کی اور دیوار کوڑ گیا۔ بہت سی چنگاریاں میرے سر سے گزر گئی تھیں۔ میں نے قدم جما کر آگے چھلانگ لگائی چند گز کے فاصلے پر ایک چوڑی نہر نظر آ رہی تھی جو آبادی کے درمیان سے گزرتی تھی میں نے ان لوگوں کو دیکھ لیا تھا جو خود بھی احاطہ کو دوسری طرف آگئے تھے۔ اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں نہر میں کود جاؤں۔ اب ڈینی کے بارے میں سوچنا بے کار تھا جس طرح اس کی آواز سنائی دی تھی اس سے صاف اندازہ ہو جاتا تھا کہ اس کی لاش بھی اسی عمارت میں پڑی ہوگی۔ میں نے نہر میں چھلانگ لگا دی اور پھر دوسرے کنارے پر پہنچ کر پانی سے نکل آیا۔ میں یہاں نہیں رکھا تھا بلکہ بھاگ کر آگے نکل آیا تھا۔ مجھے احساس ہوا کہ نہر پار کی بستی اس کسمپرسی کا شکار نہیں ہے اور یہاں کے حالات دوسری طرف سے بہتر ہیں۔ ایک عمارت میں بجلی کی روشنی بھی نظر آ رہی تھی۔ اس سے موسیقی کی مدھم مدھم آوازیں بھی ابھر رہی تھیں غالباً اندر اچھا خاصا ہنگامہ برپا تھا ہلکے ہلکے قبضوں کے آوازیں بھی آ رہی ہیں بہر حال اس کے لیے تجسس نہیں تھا کہ یہاں کون لوگ ہیں یا نہر پار کا یہ علاقہ نہر کے دوسری جانب سے مختلف

کیوں ہے؟ یہ کوئی ایسا اہم مسئلہ نہیں تھا جو قابل توجہ ہوتا میں صرف یہ سوچ رہا تھا کہ بھیکے ہوئے لباس سے چھٹکارا حاصل کرنے کا کوئی انتظام ہو جائے تو بہتر ہے اور چونکہ یہی عمارت چوبیس سے زیادہ روشن اور زندگی سے بھرپور تھی، اس لیے میں نے اسی کارخ کیا اس وقت جس قدر مہذب انسان تھا اسے سامنے رکھتے ہوئے کسی قسم کی اخلاقیات کا مسئلہ تو باقی نہیں رہا تھا لیکن کسی بھی شکل میں گزارا ہو جائے یہی کافی تھا چنانچہ ایک بھیگا ہوا چور عمارت میں داخل ہوا اور اپنے تجربے کی بنیاد پر ایسے سنسان گوشے تلاش کیے جہاں لوگ کوئی قیمتی سامان رکھتے ہوں

یا نہ رکھتے ہوں لباس ضرور رکھتے ہوں۔ غرض یہ کہ واقعات کا یہ حصہ اس قدر اہمیت کا حامل نہیں کہ ان کا تذکرہ خصوصی طور پر کیا جائے تھوڑی سی تلاش کے بعد لباس ملا اور ہمیشہ کی طرح ایسا ملا کہ سارے دلہن دور ہو گئے۔ ایک قمیض، عمدہ قسم کی ایک چٹلون اور ایک ہینگ پر لٹکی ہوئی چمڑے کی جیکٹ، جس میں دونوں طرف کی جیبوں میں رقم اس طرح موجود جیسے ڈاکہ ڈال کر جیبوں میں بھری گئی ہو اسی عمارت کے ایک واش روم میں حلیہ سنوارا اور مطمئن ہو گیا کہ اگر اور نہ سہی تو کم از کم یہاں زندگی گزارنے کا بندوبست ہو گیا ہے۔ تھوڑا سا سہارا تو لیا ہی جاسکتا ہے اور اس کے بعد میں نے اس عمارت کے مکینوں کا دل سے شکریہ ادا کیا کہ کم از کم زندگی سے بھرپور ہیں اور جو بھی کر رہے ہیں اچھا کر رہے ہیں کیونکہ ان کی اس اچھائی سے میرا فائدہ ہو گیا تھا اب اس کے بعد غم جاناں کا معاملہ تھا عمارت سے باہر نکل کر تاریک راستوں پر چل پڑا، تاکہ فی الحال کسی صاحب نظر سے مقابلہ نہ ہو سکے اور تھوڑی سی بہتری ہو جائے۔ علاقے کے بارے میں البتہ تھوڑا سا اندازہ ہوتا جا رہا تھا غالباً جس سمت سے ہم لوگ ادھر داخل ہوئے تھے وہ اس علاقے کا پس ماندہ حصہ تھا زندگی کی سہولتوں سے محروم یا پھر کوئی ایسی جگہ جسے بس یونہی عارضی طور پر استعمال کر لیا جاتا ہو میں یہ انداز لگانے میں کامیاب ہو گیا تھا کہ نہر کے اس طرف کا حصہ اصل میں اس علاقے کا صحیح حصہ ہے کیونکہ یہاں عمارتیں بھی اچھی خاصی خوش شکل اور رونق بھی ٹھیک ٹھاک تھیں جب کہ نہر کے اس طرف کچھ بھی نہیں تھا البتہ یہ سارا معاملہ ابھی تک ناقابل فہم تھا یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے ایرش واش مجھ سے چوہے بلی کا کھیل کھیل رہا ہو سمجھائے بغیر ایسے مشکل حالات کے سپرد کر دیا تھا۔ بات اصل میں کچھ بھی نہیں تھی سوچنے کا مقام یہ تھا کہ اب میں کروں کیا ظاہر ہے ایک بار پھر اندھیرے میں ہاتھ پاؤں مارے جانے کے سوا اور کوئی کام نہیں تھا لیکن ٹیپ ریکارڈر پر سنائی دینے والی گفتگو کسی حیثیت کی حامل تو تھی وہ صرف ایک مصنوعی عمل نہیں تھا لازمی بات ہے کہ ایرش واش کو اس طرح میرے اپنے آپ تک پہنچ جانے کی امید تو نہ ہوگی اور اس نے ٹیپ ریکارڈر پر وہ کہانی خود ہی تو نہ گھڑی ہوگی اس کا کوئی مفہوم ہوگا بہتر یہ ہے کہ ایرش واش کی قربت ہی رہے جب کوئی مشکل مرحلہ آئے گا تو دیکھا جائے لیکن اس وقت کی صورت حال کچھ سمجھ میں نہیں آرہی تھی ایک اور جگہ سے موسیقی کی مدھم مدھم آوازیں ابھریں تو میں نے سوچا ہو سکتا ہے وقت گزارنے کے لیے تھوڑا سا انتظام ہو جائے اسی جانب چل پڑا بڑی خوبصورت جگہ تھی

خوبصورت اس لیے کہ لکڑی کی عمارت بنائی گئی تھی اور اس پر رنگین کپڑوں کی ڈیکوریشن کی گئی تھی کچھ نہ ہونے کے باوجود بہت اچھی جگہ تھی اور اس پر "ویلی" لکھا ہوا تھا میں اندر داخل ہوا تو مجھے یہ سب کچھ لکڑی کا گھر محسوس ہوا۔ کلب ٹائپ کی چیز تھی ریکارڈنگ ہوا تھا لوگ مختلف مشروبات سے شغل کر رہے تھے بہت سی میز پر میز پر نظر آ رہے تھے میں آہستہ آہستہ آگے بڑھا، تو ایک سانولے رنگ کی حسینہ میرے قریب پہنچ گئی بھروسہ بدن کی مالک موٹے موٹے ہونٹ، عجیب سا چہرہ آنکھیں البتہ خوبصورت۔

"اس طرف آجائے جناب، زندگی اس قدر بے کیف بھی نہیں ہے کہ انسان اپنے چہرے پر اتنی بے زاری پیدا کر لے۔" میں نے غور سے اسے دیکھا اتنی دیر کے ذہنی بحران میں اگر کسی سے تھوڑی سی گفتگو کرنے کا موقع مل جائے تو ایک شریفانہ گفتگو کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بشرط یہ کہ خاتون شریفانہ گفتگو کرنے اور سمجھنے کی عادی ہو، میں نے بڑے پراعتماد انداز میں گردن خم کی اور اس کے ساتھ ساتھ آگے بڑھ گیا لکڑی کی یہ عمارت باہر سے اتنی وسیع نظر نہیں آتی۔ لیکن جب ہم ایک راہ داری سے گزرے تو میں نے تعجب سے اسے دیکھا۔ عمارت کی کئی شاخیں تھیں جو مختلف سمتوں میں نکل گئی تھیں، نیلی مدھم روشنی میں ماحول کو بے حد خواب ناک بنا دیا گیا تھا۔ خصوصاً مقامی لڑکیاں کافی تعداد میں یہاں موجود تھیں۔ وہ میرے ساتھ آگے بڑھتی رہی اور پھر راہ داری عبور کرنے کے بعد میڑھیاں نظر آئیں جن پر قالین بچھا ہوا تھا اور وہ انہی پر اتر رہی تھی۔

"اے اے میڈم سیئنے۔" میں نے کہا اور وہ رک گئی۔

"جی کیا بات ہے؟"

"زمین کی گہرائیوں میں پہنچنے کا وقت آگیا ہے کیا؟"

"مطلب؟"

"مطلب یہ کہ قبر سے اوپر بھی بہت کچھ ہے۔" وہ مسکرائی اور بولی۔

"قبر کے نیچے جو کچھ ہے وہ تمہارے لیے پسندیدہ ہوگا۔ آج بڑا اعتماد تھا ان الفاظ

میں۔" میں نے میڑھیاں عبور کیں اور ہم دونوں ایک راہ داری میں پہنچ گئے جس کے دونوں

طرف دروازے بنے ہوئے تھے اس نے ایک دروازہ کھولا اور مجھے راستہ دینے کے لیے ایک

طرف کھڑی ہوگئی میں ایک گہری سانس لے کر اندر داخل ہو گیا لیکن اندر داخل ہونے کے بعد وہی ہوا جس کی توقع کر رہا تھا لڑکی نے پھرتی سے دروازہ باہر سے بند کر دیا تھا، اندر تین آدمی نظر آ رہے تھے جنہوں نے کرائے کا لباس پہنا ہوا تھا اور ان کی کمر سے کالی پیٹاں بندھی ہوئی تھیں میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی۔ لڑکی دروازے سے پشت لگا کر کھڑی ہوئی تھی وہ تینوں پتھر ائے ہوئے کھڑے تھے میں نے لڑکی کی طرف رخ کیا اور مدھم لہجے میں بولا۔

”کیا تم مجسمہ ساز ہو؟“

”کیا مطلب؟“ وہ بات نہ سمجھ کر بولی۔

”یہ مجسمے تم نے تراشے ہیں؟“ میں نے ان تینوں کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”جو ساکت و جامد کھڑے ہوئے تھے۔“

”یہ تمہیں مجسمے نظر آ رہے ہیں؟“

”تو پھر یہ رو بوٹ ہوں گے؟“

”ہو سکتا ہے، آؤ اس طرف آ جاؤ۔“ اس نے کہا اور دروازے سے ہٹ کر ایک

جانب بڑھ گئی۔

”اب کہاں تک لے جاؤ گی، کیا یہ جگہ مناسب نہیں ہے؟“

”آؤ، اس سے بھی مناسب جگہ یہاں موجود ہے۔“ اس نے کہا اور کمرے کے اندر

بنے ہوئے دروازے کی جانب بڑھ گئی اب جب یہاں تک آ ہی گیا تھا تو یہاں کے حالات

سے پوری طرح ٹھنڈا ضروری تھا ویسے بھی ایرش واش جیسی بھیا تک شخصیت نے جو بھی عمل کر

رکھا ہوگا وہ اس قدر کمزور اور ناپائیدار نہیں ہوگا کہ اس کا کوئی صحیح انداز سامنے نہ آ سکے دیکھنا تو

چاہئے کہ قصہ کیا ہے۔ میں اس دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔ وہ تینوں پتھر یلے مجسمے جن

کے بارے میں مجھے اندازہ تھا کہ وہ مجسمے نہیں ہیں اپنی جگہ ہی کھڑے ہوئے تھے دروازے

کے دوسرے جانب تیز روشنی ہو رہی تھی اور کمرے کی ڈیکوریشن بہت خوبصورت تھی سامنے ہی

ایک آدمی ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا جو مقامی نہیں تھا بلکہ اس کی رنگت تانبے کی طرح سرخ تھی۔

عالمی اسپینش نسل کا ہوگا لیکن چھوٹی چھوٹی بدنما آنکھیں اسے اپنی بھی ظاہر نہیں کرتی تھیں

بہر حال ہم اندر داخل ہو گئے تو میرے ساتھ آنے والی لڑکی نے گردن خم کر کے کہا۔

”سری بی پال مورس ہے۔“

”تشریف لائیے مسٹر پال! آپ سے مل کر بے حد خوشی ہوئی ہے۔“ تانبے کی رنگت والے شخص نے کہا۔

”شکریہ، میں آپ کو کس نام سے مخاطب کروں مسٹر؟“ میں نے پراعتماد لہجے میں کہا۔

”ہیرس، تم مجھے رچرڈ ہیرس کہہ سکتے ہو۔“

”چلیے ٹھیک ہے، میں آپ کو وہی کہہ سکتا ہوں جو آپ کہیں گے مسٹر ہیرس۔“

”سنو؟“ ہیرس لڑکی کی طرف رخ کر کے بولا۔

”لیس سر۔“ لڑکی نے کہا۔

”باہر جاؤ اور سنو کسی قسم کی مداخلت یہاں نہ کی جائے سارے معاملات میری ذمہ داری پر چھوڑ دو۔“

”لیس سر۔“ لڑکی نے گردن خم کر کے کہا اور باہر نکل گئی، تب ہیرس گہری نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا پھر بولا۔

”مجھے تعجب ہے کہ تم مجھے زندہ نظر آ رہے ہو۔“

”اس کے جواب میں مجھے کیا کہنا چاہئے سر؟“ میں نے کہا۔

”نہیں میری جانب سے نئی زندگی کی مبارک باد قبول کرو۔“

”شکریہ جناب۔“

”غیر مقامی لوگ اگر ہمارے راستوں میں رکاوٹ کا باعث بنتے ہیں تو ہمیں زیادہ افسوس ہوتا ہے۔ تم کرائے کے لوگ دوسروں کے معاملات میں

مداخلت کرنے والے قابل نفرت ہوتے ہو، ہمیں تم سے بے پناہ نفرت ہے بے پناہ۔“

”بڑی خوشی ہوئی یہ سن کر جناب۔“ میں نے تسخرانہ انداز میں کہا۔

”تم میں سے کسی ایک کی موت ہمارے لیے خوشی کا باعث ہوتی ہے میں تمہیں اس

موت کی مبارک باد بھی دیتا ہوں۔“ اس نے کہا اور اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھادے۔ اسی وقت

دروازے سے وہی تینوں افراد دوڑتے ہوئے اندر داخل ہوئے اور انہوں نے ایک مخصوص

انداز میں مجھ پر چھلانگ لگائی، بڑی آسان سی بات تھی میں زمین پر بیٹھ گیا اور وہ پرواز کرتے

ہوئے میرے اوپر سے نکل گئے لیکن زبردست پھرتیلے لوگ تھے، تینوں آگے جا کر اس طرح

منتشر ہو گئے کہ حیرت ہوتی تھی ورنہ وہ سیدھے ہیرس پر ہی جا کر گرتے البتہ وہ تو منتشر ہو گئے لیکن میں نے ہیرس کو معاف نہیں کیا تھا میں نے برق رفتاری سے چھلانگ لگائی اور ہیرس پر جا گرا۔ ہیرس کرسی سمٹ الٹ گیا تھا لیکن افسوس اس کی گردن گرفت میں نہ آسکی البتہ میں نے نیچے گرتے ہی ایک زوردار لٹ اس کے پیٹ پر رسید کر دی تھی اسی وقت دفعتاً اندھیرا پھیل گیا اور ڈز کی ایک آواز کے ساتھ ایک ننھا سا چمکدار نقطہ میرے قریب سے گزر گیا میں نے تاریکی میں ہیرس کو دبوچنے کی کوشش کی لیکن اب وہ اتنا چوبا بھی نہ ہوگا چوبا ہوتا تو ایسے کسی مسئلے میں شریک ہونے کے لیے تیار نہ ہوتا وہ کسی چکنی مچھلی کی طرح میری گرفت سے نکل کر دور جا گرا تھا اور اس کے ساتھ اس کے حلق سے ایک وحشیانہ چیخ نکلی تھی۔

”روشنی کرو، کتے کے بچو روشنی کرو، البتہ کسی کتے کے بچے نے روشنی تو نہیں کی تھی لیکن مجھے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ ہیرس کی کھوپڑی کس طرف ہے میں نے پھرتی سے اس کی جانب ٹانگیں چلائیں خیال یہ تھا کہ اس کے سر پر لٹ ماروں اور اسے قابو میں کر لوں لیکن وہ کمبخت شاید رات میں بھی دیکھ سکتا تھا یا پھر اسے احساس ہو گیا تھا کہ میں اسے اتنی آسانی سے نہیں چھوڑ دوں گا چنانچہ مجھے اپنی اس کوشش سے کوئی فائدہ نہیں ہوا پھر میں پھرتی سے کھڑا ہو گیا تھا لیکن کھڑے ہوتے ہی مجھے اپنی حماقت کا احساس ہوا دو چنگاریاں ڈز ڈز کی آوازوں کے ساتھ میری دونوں سمت سے گزر گئی تھیں ایک لمحے کے لیے میں بھول ہی گیا تھا کہ لڑائی صرف ہاتھوں سے نہیں ہو رہی بلکہ پستول بھی استعمال کیے جا رہے ہیں اور پستولوں پر سائیلنسر لگا ہوا ہے میں زمین پر لیٹا اور لڑھکتا ہوا دور تک نکل گیا اصل میں یہ بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ مسئلہ کیا ہے اور وہ لوگ کیا چاہتے ہیں لیکن بہر حال کچھ نہ کچھ تو اب کرنا ہی تھا مجھے وہ دروازہ یاد آیا جو اس کمرے کے عقبی حصے میں تھا اور لوٹا ہوا میں اس دروازے تک پہنچ گیا لیکن ابھی دروازے میں تھا کہ کسی کا بدن میرے بدن سے ٹکرایا اور میں نے انتہائی برق رفتاری سے عمل کیا میں نے فوراً اس کی گردن دبوچ کر منہ پر ہاتھ رکھ لیا تھا لیکن گردن دبوچتے ہوئے مجھے جس طرح کے احساسات ہوئے ان سے پتا چلا کہ میری گرفت میں آنے والا جسم کسی لڑکی کا ہے اس نے ہاتھ خالی ہونے کے باوجود جدوجہد نہیں کی تھی بلکہ خالی ہاتھ سے اس نے میرا لباس پکڑ کر ایک طرف کھینچنے کی کوشش کی تھی غالباً کوئی اشارہ کرنا چاہی تھی میں ایک لمحے کی سوچ کے بعد ایک فیصلہ کرنے میں کامیاب ہو گیا میں نے اس کے منہ پر سے ہاتھ

اٹھایا تو وہ سرگوشی کے انداز میں بولی۔

”خدا کے لیے، خدا کے لیے اس طرف سے میرے ساتھ چلے آؤ مجھے صرف اتنا موقع دے دو کہ میں دوڑ سکوں تمہارے ساتھ، میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچانا چاہتی۔“ پھر اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور اس کے سوا اور کوئی چارہ کار محسوس نہیں کیا میں نے کہ اس کی ہدایت پر عمل کروں میں خود کو سنبھال کر ایک راہ داری میں دوڑنے لگا آگے جانے کے بعد راہ داری بائیں سمت گھوم جاتی تھی اور پھر اس نے سرگوشی کی۔

”سیڑھیاں..... سیڑھیاں اور میں ٹھوکر کھانے سے بچ گیا اور پر جانے والی سیڑھیاں تھیں ہم دونوں برق رفتاری سے چلتے ہوئے ان سیڑھیوں کو عبور کرتے ہوئے ایک راہ داری میں پہنچ گئے، لڑکی نے آگے بڑھتے ہوئے ایک جگہ رک کر کھڑکی سے نیچے دیکھا، سامنے ہی تاروں کی مدھم روشنی کے علاوہ عمارتوں کی روشنیاں بھی نظر آرہی تھیں اس نے کہا۔

”فاصلہ دس سے گیارہ فٹ ہے نیچے کودنا ہوگا، پچھلا راستہ خطرناک ہے کہیں اور سے ہم یہاں سے باہر نہیں جاسکتے میں نے یہاں روشنی میں اس لڑکی کو دیکھا اور یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ یہ وہی لڑکی تھی جو مجھے لے کر ہیرس تک پہنچی تھی میرا ذہن کوئی فیصلہ کرنے میں ناکام رہا تھا کہ دفعتاً عقب سے دوڑنے کی آوازیں سنائی دیں میں چونک پڑا۔ ساتھی لڑکی نے پھر بھی یہی کہا۔“

”پلیز!“ اور اس کے بعد سوچنے سمجھنے کی گنجائش نہیں رہی تھی لیکن جیسے ہی میں نیچے کودا لڑکی خود بھی میرے ساتھ نیچے آگئی تھی ایک نرم و نازک لڑکی کو اس طرح کودتے دیکھ کر بہر حال میرے ذہن میں ایک احساس تو ہوا تھا وہ تیزی سے میرا ہاتھ پکڑ کر آگے دوڑنے لگی لیکن غالباً عقب سے آنے والے ہمارے بارے میں صحیح اندازہ لگا سکے تھے ایک دم ڈز ڈز کی آوازوں کے ساتھ چنگاریوں کے سفر کا آغاز ہو گیا ہم پر گولیاں برسائی جا رہی تھیں یہاں تک کہ ہم دونوں اس لکڑی کی عمارت کے احاطے کے سامنے پہنچ گئے لیکن پھر اس کے ساتھ ہی اچانک میرے ساتھ دوڑتی لڑکی کے حلق سے سسکیاں سی ابھریں۔“

”او..... او۔“ اس نے کرب زدہ آواز میں کہا اور لڑکھڑا کر میرا ہاتھ چھوڑ دیا۔

”کیا ہوا، کیا بات ہے؟“

”گولیاں، مجھے گولیاں لگ گئی ہیں، جاؤ پلیز نکل جاؤ ہری اپ۔“

”ہری اپ، ہری اپ۔“ اس نے کہا اور اس کی آواز لڑکھڑائی، ایک لمحے کے لیے میں ساکت رہ گیا تھا، کوئی اتنی خاموشی سے میرے لیے اپنی جان دے دے اور مجھے بچانے کی کوشش کرے یہ ایک عجیب سا احساس تھا میں تو اس کے نام تک سے واقف نہیں تھا لیکن کیا کر سکتا تھا وہ نیچے گر پڑی اور ساکت ہو گئی۔ ایک لمحے کے اندر مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ اب وہ زندگی سے محروم ہے، بہر حال اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں یہ جگہ چھوڑ دوں۔ چنانچہ برق رفتاری سے آگے بڑھ گیا گولیاں اب بھی میرا تعاقب کر رہی تھیں اور میں بڑی برق رفتاری سے ایسی جگہوں کی تلاش کر رہا تھا جہاں میں ان گولیوں سے بچ سکوں پھر اچانک ہی ایک کار میرے قریب آ کر رکی ڈرائیونگ سیٹ پر کوئی موجود تھا کار کا دروازہ کھلا اور مجھے ایک آواز سنائی دی۔

”اندر آ جاؤ، فوراً اندر آ جاؤ۔“ جانے کیوں یہ آواز مجھے جانی پہچانی محسوس ہوئی تھی کسی عورت ہی کی آواز تھی اس وقت اس بیجان خیزی کے علاوہ میرا دماغ یہ فیصلہ تو نہیں کر سکا کہ آواز کس کی ہے لیکن مخاطب مجھے ہی کیا گیا تھا چنانچہ میں برق رفتاری سے کار میں بیٹھ گیا وہ جو کوئی بھی ہے بہر حال میرے لیے نقصان کا باعث نہیں بن سکتی تھی، اندر پہنچنے کے بعد البتہ میں نے اسے غور سے دیکھا اور یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہ ڈینی تھی میں نے ایک گہری سانس لے کر اپنی سیٹ کی پشت سے سر نکا دیا۔ ڈینی کار ڈرائیو کرتی رہی اور اس کے بعد میں نے پانی کے پینے کی آواز سنی غالباً کوئی وسیع و عریض دریا تھا۔ پانی کی آواز کے ساتھ ساتھ ایک بڑے اسٹیمر کی آواز بھی شامل تھی جس کی مشین چل رہی تھی ڈینی نے بالکل کنارے پر کار روکی تھی اسٹیمر پر بہت سے لوگ سرگرم عمل تھے ان میں سے ایک نے فوراً ہی لکڑی کا ایک تختہ اسٹیمر سے دریا کے کنارے تک لگا دیا اور پھر زور سے لکڑی کے تختے کو کھٹ کھٹایا۔

”آؤ۔“ ڈینی نے کہا اور میں سوچے سمجھے بغیر اس تختے سے گزر کر اسٹیمر میں پہنچ گیا اسٹیمر بل رہا تھا دریا کی روانی کافی تیز تھی ڈینی بھی میرے پیچھے ہی آگئی، ڈینی کو جس عالم میں چھوڑا تھا وہ بھی انتہائی خطرناک تھا اور اس کے بعد سے اب تک کیا ہوا۔ مجھے اس بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا۔ بہر حال وہ مجھے اسٹیمر کے اکلوتے کیمین میں لے آئی جو خاصی بہتر حالت میں تھا کیمین تک آتے ہوئے میں نے اسٹیمر پر بہت سے لوگوں کو دیکھا تھا جو بھاری ہتھیاروں

سے مسلح تھے ڈینی نے کسی کو آواز دی اور ایک شخص کیمین کے دروازے سے جھانک کر بولا۔

”جی میڈم۔“

”بہت عمدہ کافی۔“

”جی۔“ اس نے کہا اور باہر نکل گیا۔ اب میں نے ڈینی کا بھرپور جائزہ لیا ایک خوبصورت لباس میں ملبوس اور نکھری نکھری نظر آ رہی تھی۔

”کافی ٹھیک رہے گی نا؟“ اس نے کہا۔

”ہاں۔ کیوں؟“

”مجھے معلوم ہے تم ڈرنک نہیں کرتے۔“

”ہاں۔“ میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

”اصل میں تم ایک غلط جگہ پہنچ گئے تھے۔“ وہ بولی اور میں اسے گھور کر بولا۔

”صحیح جگہ کے بارے میں تم نے مجھے بتایا تھا۔“

”نہیں سوری میرا یہ مطلب نہیں ہے۔ حالات اس طرح پیش آئے کہ۔۔۔۔۔“

”مجھے کسی طرح کے حالات کا کوئی علم نہیں ہے۔“

”اصل میں وہ جگہ جرائم پیشہ افراد کا بہت بڑا مرکز ہے اور تازہ ترین اطلاع یہ ہے کہ

روز آرگنائزیشن نے اس کی خدمات حاصل کی ہیں۔“

”ویری گڈ۔“ مجھے بے اختیار ہنسی آگئی۔

”نہیں میں بالکل سچ کہہ رہی ہوں۔“

”ضرور کہہ رہی ہوگی۔“

”مگر تمہاری ہنسی میں بے اعتباری ہے۔“

”اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ اصل میں یہ دلچسپ بات ہے کہ مختصر ترین وقت میں

بہت بڑے بڑے کام ہو جاتے ہیں اب انہی لمحات کو لے لو۔“

”اگر ہم اس طرح جدا نہ ہو جاتے تو تمہیں بھی ایک لمحہ تکلیف نہ اٹھانی پڑتی۔ ویسے

تمہارے ذہن میں کیا ہے۔ مجھے بتانا پسند کرو گے؟“

”گو کیا اپنے ہاتھوں سے گردن میں رسی کا پھندہ ڈال کر اسکا سرا تمہارے ہاتھ میں

دے دوں۔“ میں نے مسکرا کر کہا اور اس نے نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا۔ اس کے چہرے پر ایک

اداسی کی لکیر نمودار ہو گئی تھی۔ پھر وہ بولی۔

”نہیں۔ بھلا میں تمہاری دشمن کیوں ہونے لگی۔ اگر تم ایسا سمجھتے ہو تو۔“

”اصل میں مسٹر ایرش داش میرے بہترین دشمن ہیں۔“ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔
”دشمن اور بہترین؟“

”حالات کے تحت کہہ رہا ہوں۔“

”جہاں تک میرا اندازہ ہے ان سے تمہارا کوئی براہ راست ٹکراؤ تو نہیں ہے۔“

”صدیوں کی جنگ ہے ہماری۔“ میں نے کہا۔

”نسلی جنگ؟“

”ہاں۔“

”مگر اس کا معاملہ تو اور ہی ہے۔“

”نہیں ہے تم نہیں سمجھتیں۔“

”میرا خیال ہے تم دونوں میں سے کوئی بھی مذہبی انتہا پسند نہیں ہے۔“ ڈینی نے کہا۔
”میں ہوں اور مسٹر داش بھی ہیں۔“

”صرف ایک بات میں کہہ سکتی ہوں وہ یہ کہ مسٹر داش کسی بھی نظریے کے تحت سہی اس وقت تمہیں کوئی نقصان پہنچانے کے حق میں نہیں ہیں۔“

”شاید۔“

”شاید نہیں حقیقت ہے۔ تم اسے تسلیم کر دیا نہ کرو۔“

”بات اصل میں یہ نہیں ہے ڈینی۔ مسٹر داش سمجھتے ہیں کہ میں بے بس ہوں اور وہ میری بے بسی سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔“ میں نے کہا اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔
”تم اس طرح سوچ رہے ہو؟“

”تو پھر کس طرح سوچوں۔ کیا مجھے معلوم ہے کہ مجھے یہاں کیوں لایا گیا ہے؟ یہ کون لوگ ہیں جن سے میری مذہبیڑ ہوئی تھی ان ہنگامہ خیزیوں کا مقصد کیا ہے؟“

”ڈینی سوچ میں ڈوب گئی۔ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد بولی۔ میرے خیال میں تمہاری الجھنوں کا حل تمہیں بہت جلد مل جائے گا۔“

”ٹھیک ہے۔ مجھے بھی جلدی نہیں ہے۔“

”یہ بالکل محفوظ جگہ ہے تم تھک بھی گئے ہو آرام کرو۔“ اس نے کہا اور کیمین سے باہر نکل گئی۔ میں خاصی بے سکونی محسوس کر رہا تھا۔ وہ بے چاری لڑکی گم نام مرگئی تھی صرف میرے لیے۔ آخر کون تھی؟ اس قدر غیر انسانی صفات کا مالک تو نہیں تھا میں۔ کہ اس کی موت کا اثر میرے دل پر نہ ہوتا وقت گزارنا تھا دوسری صبح ڈینی ایک قوی شکل شخص کے ساتھ میرے پاس آئی اس شخص نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔
”میرا نام آرسن گوگول ہے مسٹر داش نے مجھے آپ کی خدمت کی ذمہ داری سونپی ہے۔“

”آپ میری کیا خدمت کریں گے مسٹر آرسن۔“ میں نے تمسخرانہ انداز میں پوچھا۔
”مسٹر داش نے آپ سے ایک درخواست کی ہے مسٹر دانش منصور اور وہ درخواست یہ ہے کہ اس وقت ان علاقوں میں ایک بڑی گڑبڑ چل رہی ہے۔ یہ سمجھ لو کہ یہ گڑبڑ حکومت اسرائیل کے خلاف ہے۔ دراصل مسٹر داش اسی سلسلے میں خاصے عرصے سے کام کر رہے ہیں لیکن کچھ اور ذمہ داریاں بھی آپڑیں اب ہمارے پاس اس بات کے خواہش مند ہیں کہ آپ ان کے لیے کام کریں۔“

”میں تو ان کے لیے کام کر رہا ہوں لیکن افسوس مجھے اس کام کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔“

”آپ کے لیے ایک پیغام ہے میرے پاس۔“ اس نے کہا۔

”کس کا پیغام؟“

”مسٹر داش کا۔“

”اب تک آپ کیا کر رہے ہیں؟“ میں نے طنزیہ پوچھا۔

”وہ، جو کچھ کہا گیا ہے۔“ بہر حال آپ پلیز تھوڑا سا انتظار کیجئے۔ آرسن نے ڈینی سے کہا اور ڈینی اپنی جگہ سے اٹھ گئی پھر وہ ایک ٹیپ ریکارڈر لے آئی تھی آرسن نے جیب سے ایک کیسٹ نکال کر اس میں لگایا اور اسے آن کر دیا۔ ایرش داش کی آواز ٹیپ سے ابھری تھی۔

”ڈینی دانش منصور۔ تمہاری مشکلات کے بارے میں مجھے اچھی طرح معلوم ہے ڈینی سے میری بات ہوئی تھی اس نے تمہاری شکایت مجھ تک پہنچائی۔ میں تمہاری شکایت کو تسلیم کرتا ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ میں لندن ایک اور مشن پر پہنچا تھا یہ مشن حکومت اسرائیل نے مجھے دیا

تھا لیکن وہاں رانا وسم سے ملاقات ہوئی اور کچھ وقت کے لیے اپنے مشن سے ہٹا پڑا۔ بہر حال رانا کے بارے میں مجھے علم ہوا ہے کہ وہ پاکستان پہنچ چکا ہے اب میں اس دوسرے مشن کی طرف متوجہ ہوں تمہیں ایک اہم اسرائیلی راز بتا رہا ہوں لیکن بڑے اعتماد کے ساتھ۔ تمہیں یاد ہوگا کہ کچھ سال پہلے ہم نے فرانس کی ایک بندرگاہ سے کچھ جنگی کشتیاں حاصل کی تھیں جن میں اسلحہ بھرا ہوا تھا دنیا اب تک یہ سمجھتی ہے کہ وہ اسلحہ اسرائیل پہنچ گیا تھا لیکن ایسا نہیں ہوا یہ کشتیاں سمندری سفر کے دوران کچھ نامعلوم لوگوں نے ہم سے چھین لی تھیں۔ ابتدا میں ہم نے اسے بحری قذافی سمجھا تھا لیکن ایسی بات نہیں تھی یہ عمل کچھ مخصوص قبائل نے کیا تھا جن کے بارے میں ہمیں اب تفصیل معلوم ہوئی ہے۔ پھر اس وقت انہی لوگوں سے تبرہ آ رہا ہے اور حکومت اسرائیل ٹھوس شواہد حاصل کر کے اب ان کے خلاف کوئی بڑا قدم اٹھانا چاہتی ہے۔ تمہارا کام بالکل مختلف ہے لیکن تم یقین کرو کہ میں نے رخسار کی بازیابی کی ذمہ داری اب خود قبول کر لی ہے اور یہ کام میں جلد از جلد کروں گا۔ مسٹر آرسن گوگول تمہیں اسسٹ کریں گے اور ہر طرح تمہاری معاونت کریں گے مجھے امید ہے کہ وسیع تردستی کے لیے تم ان ہدایات پر کام کر دو گے۔“

کیسٹ ختم ہو گیا۔ میں سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ پھر میں نے گہری سانس لے کر کہا۔
 ”ٹھیک ہے مسٹر آرسن۔ میں مسٹر واش کی خواہش کے مطابق کام کرنے کو تیار ہوں۔“
 ”میں نے ان دونوں کے چہرے پر خوشی کے آثار دیکھے تھے پھر آرسن نے اٹھتے ہوئے کہا۔“ آپ کی منظوری کے بعد میری ذمہ داریوں کا آغاز ہوتا ہے جناب۔ تیاریوں کے لیے کچھ وقت کی اجازت دیجئے ڈینی میرے ساتھ تعاون کرے گی۔“

”ٹھیک ہے۔“ میں نے کہا اور وہ دونوں اٹھ کر چلے گئے۔ میں سکتے کے عالم میں بیٹھا رہ گیا تھا۔ نئی کہانی، شرمناک اور بے حد تکلیف دہ۔ میں اور اسرائیلی مفادات کے لیے کام کروں۔ کوئی لالچ مجھے اس کے لیے آمادہ نہیں کر سکتا تھا۔ رخسار کی قربانی دے سکتا تھا لیکن یہ کام..... پھر میرے ذہن نے ایک اور نئے انداز میں سوچا اگر ایش واش کا کہنا درست ہے یہ ایسے کچھ لوگوں کے خلاف کام کر رہے ہیں جنہوں نے اسرائیل کے مفادات کو نقصان پہنچایا ہے تو میں ان کی مدد کر سکتا ہوں۔ واش ان کے خلاف کام کر رہا ہے میں درپردہ واش کے اقدامات کو نقصان پہنچاؤں گا۔ واہ یہ ایک اچھا خیال تھا بڑی محنت سے کام کرنا ہوگا لیکن نتائج

بہتر نکل سکتے ہیں۔ دل کو کافی اطمینان ہو گیا تھا۔ پھر ڈینی آگئی۔

”تم بور بور ہے ہو گے؟“

”ہاں۔“

”مگر تم ہو بھی تو عجیب۔“

”کیوں؟“

”بس، کسی پادری کی طرح۔ نیکیوں کے پتلے، لیکن دشمنوں کے لیے فوٹا“

”تو پھر کیا کروں؟“

”زندگی سے پیار۔“

”کرنا ہوں۔“

”اپنے طور پر؟“

”ہر شخص اپنے طور پر ہی سوچتا ہے۔“

”کچھ سوچیں غلط بھی تو ہوتی ہیں۔“

”مثلاً۔“

”تمہاری بیوی، کیا نام ہے اس کا ہاں شاید رخسار.....“

”میرے ذاتی معاملات کے بارے میں بھی تمہیں اتنی تفصیل سے بتایا گیا ہے۔“

میں نے مسکرا کر کہا۔

”بتایا نہیں گیا بلکہ میں نے چھان بین کی ہے۔“

”کیوں؟“

”تم سے دلچسپی کی بناء پر۔“

”تب تو تمہیں مایوسی ہوئی ہوگی۔ مسٹر واش نے بتایا ہوگا کہ میں اپنی بیوی کے لیے

کس قدر کاوشیں کر رہا ہوں۔“

”ہاں لیکن میں تمہارے نظریات میں تھوڑی سی تبدیلی چاہتی ہوں۔“

”کس طرح؟“

”جسے چاہتے ہو اسے چاہتے رہو اور اگر کوئی تمہیں چاہے تو اسے بھی بد دل نہ کرو۔“

”ایک بات کہوں ڈینی تم اب تک جس کردار کا مظاہرہ کرتی رہی ہو اس میں مجھے

بہت اچھی لگی ہو۔ اگر تم سے کہا گیا کہ ایک عورت کی حیثیت سے بھی مجھے متاثر کرو اور مٹھی میں دبا لو تو میں تمہیں ایک پیشکش کرتا ہوں وہ یہ کہ ان لوگوں پر بھی ظاہر کرو کہ تم اپنے مشن میں کامیاب ہو لیکن اپنے کردار کو قائم رکھو۔“

شاید یہ الفاظ ڈینی کے دل کو جا گئے تھے، کچھ لمحوں تک وہ حیران لگا ہوں سے میری صورت دیکھتی رہی، پھر اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے، میں نے اس کی آنکھوں میں آنسوؤں کی نمی دیکھی تھی لیکن وہ با آسانی یہ آنسو پی گئی تھی مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ لوہا گرم ہے بروقت ضرب لگا دی جائے تو بڑی کارآمد رہے گی، میں نے ہتھیلی سے اس کے آنسو خشک کئے اور آہستہ سے بولا۔

”تھوڑی بہت انسانی شناخت مجھے بھی ہے ڈینی، میں نے تمہارے چہرے کے نقوش میں کبھی ایک فاحشہ نہیں دیکھی اور یقین کرو اس بات کی میں نے خلوص دل سے قدر کی ہے میں جانتا ہوں کہ تمہیں اس کے لیے مجبور کیا گیا ہے اصل میں یہ بھی یوں سمجھ لو ڈینی کہ لوگوں کی نا تجربہ کاری ہے۔ وہ لگا ہوں کا انداز نہیں پہچانتے، جب میں نے مسٹر ایرش واش کے لیے خلوص دل سے کام کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا تو اصولی بات یہ ہے کہ انہیں ہر تشویش کو ذہن سے نکال دینا چاہئے کیونکہ جب تک ہمارے درمیان وہنی ہم آہنگی پیدا نہیں ہوگی ہم مکمل سکون سے کام نہیں کر سکتے۔“ ڈینی نے اپنے آپ کو فوراً سنبھال لیا تھا وہ جلدی سے ایک عجیب سے انداز میں بولی۔

”بات اصل میں یہ ہے مسٹر دانش منصور کہ تمہارے نام کے ساتھ ایک محبت وطن شخص کا سائن بورڈ لگا ہوا ہے تم کس طرح مسٹر واش کے لیے خلوص دل سے کام کرنے کے لیے آمادہ ہو جاؤ گے، یہ بات ابھی سمجھ میں نہیں آئی ہے؟“

”مسٹر واش کو یہ بات سمجھ لینی چاہئے ڈینی بنیادی وجہ یہ ہے کہ میں تو ہر چیز سے محروم کر دیا گیا ہوں میرے دل میں تو بہت کچھ ہے لیکن میرے اہل وطن مجھے اپنے دل سے نکال چکے ہیں، کب تک لکیر پیتا رہوں گا۔ رخسار کے ساتھ اسی لیے لندن میں زندگی اپنائی تھی کہ اہل وطن کی بے دردی بھول جاؤں، بس اب بھی یہی چاہتا ہوں کہ مجھے میری بیوی کے ساتھ کسی گمنام گوشے میں پناہ مل جائے اس کے علاوہ اور کچھ درکار نہیں ہے مجھے۔“

”مسٹر واش یقینی طور پر تمہاری بھرپور مدد کرنے پر آمادہ ہو گئے ہیں۔“

”میں بھی ان کے ساتھ مکمل تعاون کرنے کا فیصلہ کر چکا ہوں اور اس کا صلہ صرف یہ چاہتا ہوں کہ رخسار مجھے مل جائے اور میں کوئی گمنام گوشہ اپنالوں۔“

”حالانکہ یہ تم جیسے کسی شخص کے لیے ایک عجیب سا کام ہوگا۔“

”کیوں؟“

”اس لیے کہ تم نے تو زندگی ہنگامہ آرائیوں میں ہی گزاری ہے۔“

”ہاں بے مقصد اور فضول ہنگامہ آرائیاں۔“ لیکن اچانک ہی میری نگاہیں ڈینی کی جانب اٹھ گئیں۔ وہ ہونٹوں پر انگلی رکھ کر خاموش رہنے کا اشارہ کر رہی تھی میں تعجب بھری نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

”اس قدر بد دل ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ بہر حال زندگی میں الجھنیں اگر نہ ہوں تو انسان اس پر سکون زندگی سے بھی اکتا جائے چلو چھوڑو مجھے خوشی ہے کہ تم نے میرے کردار کی تعریف کی ہے بہر حال ہم دوست ہیں اور دوستی کے ناتے میں تمہاری ہر خدمت کرنا اپنی خوش بختی سمجھوں گی۔ چند لمحوں کی مجھے اجازت دو دوبارہ تمہارے پاس آؤں گی۔“

”ٹھیک ہے ڈینی، ڈینی نے اپنے قدموں کی آواز پیدا کی اور کھٹ کھٹ کرتی کیبن کے دروازے تک پہنچی وہاں رک کر اس نے مجھے عجیب سے انداز میں انگلی سے اشارہ کیا جیسے کہہ رہی ہو کہ میں باہر آ جاؤں میں کسی قدر حیران حیران سا اپنی جگہ سے اٹھا اور بے آواز چلتا ہوں کیبن سے باہر آیا۔ باہر کا ماحول توقع کے مطابق تھا۔ دریا کے شور کی آواز اسٹیر ساحل پر ہی لنگر انداز تھا اور موٹے موٹے رے ساحل پر لگے ہوئے درختوں سے باندھ دیئے گئے تھے جب کہ پہلے ایسی کیفیت نہیں تھی اور ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے اسٹیر رواگی کے لیے تیار ہو لیکن اب وہ یہاں کچھ زیادہ وقت کے لیے لنگر انداز کر دیا گیا تھا۔ ڈینی مجھے لیے اسٹیر کے ایک گوشے تک پہنچ گئی میں نے چاروں طرف کا ماحول دیکھتے ہوئے کہا۔“

”منظر بہت حسین ہے لیکن تم نے مجھے خاموش رہنے کا اشارہ کیوں کیا تھا؟“

”عورت واقعی بہت بے وقوف شے ہوتی ہے، دانش منصور چند الفاظ اس سے ناجائز کیا کچھ چھین لیتے ہیں میں تمہیں کوئی آدمی نہیں کہہ سکتی بلکہ کبھی نہیں کہہ سکتی لیکن پتا نہیں کہ تم نے میری شخصیت کا اندازہ لگا لیا ہے یا پھر جو کچھ کہا ہے دل کی سچائیوں اور گہرائیوں کے ساتھ کہا ہے کچھ ایسے الفاظ ادا کر دیئے ہیں تم نے جنہوں نے مجھ سے میرا سب کچھ چھین

لیا ہے ہاں دانش منصور میں صاحب کردار ہوں اگر ہوں نہیں تو تھی اور مجھ سے جو کچھ چھینا گیا ہے میری خوشی سے نہیں چھینا گیا تم نے میرے دل کے وہ پوشیدہ تار چھین دیئے جو صرف میری امانت تھے۔ میرے احساسات سے بچتے تھے تم نے ان پر انگلی رکھ دی ہے میں کسی تفصیل میں نہیں جاؤں گی کیونکہ ماضی کی داستانیں کبھی کبھی اتنی دکھ بھری ہوتی ہیں کہ زبان تک آجائیں تو اداسیاں دھوئی نہیں جاسکتی میں یوں سمجھ لو حالات کی ماری ہوں لیکن اپنے کردار کی موت سے ہمیشہ افسردہ رہی ہوں اور اس میں میری کوئی غلطی نہیں تھی بس اتنا بتا دینا کافی ہے اچھا خیر چھوڑ دو جو گفتگو تم نے کی ہے وہ مسٹر ایرش واش کے لیے بڑی اطمینان بخش ہوگی وہ ہر قیمت پر تمہیں کیروشین قبائل کے سامنے لانا چاہتے ہیں اور تمہیں ہی اس سلسلے میں استعمال کرنے کے خواہشمند ہیں۔ انہوں نے ہر طرح سے اپنے تمام ساتھیوں کو یہ ہدایت کر دی ہے کہ تمہیں اس سلسلے میں کام کرنے پر آمادہ کیا جائے مجھ سے بھی انہوں نے یہی کہا تھا۔

”کیروشین قبائل غالباً وہ ہیں جن کا تذکرہ کیسٹ پر کیا گیا تھا؟“

”ہاں۔“

”تو تمہارا خیال ہے کہ کیبن کے اندر کوئی ایسا ڈیکٹوفون موجود ہے جس سے ہماری گفتگو کہیں اور سنی جا رہی ہے؟“

”خیال نہیں بات میرے علم میں ہے۔“

”اب یہی بات تو افسوس کی ہوتی ہے ڈینی میں جانتا ہوں کہ مسٹر ایرش واش مجھ پر اعتبار نہیں کر سکیں گے۔“

”ایسی بات نہیں ہے انہوں نے اعتبار کر لیا ہے لیکن شاید تھوڑی سی الجھن ان کے ذہن میں ہے۔“

”ایک بات بتاؤ ڈینی؟“

”ہوں۔“

”کیا تم بھی اسرائیلی قومیت سے تعلق رکھتی ہو؟“ میرے اس سوال پر وہ کچھ لمبے

خاموش رہی۔ پھر آہستہ سے بولی۔

”نہیں، میں آئرش ہوں۔“

”خیر تم جو کچھ بھی ہو اس سوال سے میرا کوئی گہرا مقصد نہیں تھا، ویسے مسٹر آرسن

گوگول کہاں گئے؟“

”نہیں وہ اس وقت اسٹیر پر موجود نہیں ہیں لیکن بڑے لوگوں میں اچھے آدمی ہیں۔“

”بڑا پراسرار مسئلہ چل رہا ہے بات ان قبائل کی ہے۔“

”اصل میں یہ سارا مسئلہ جو ہے نامائی ڈیئر دانش منصور تو تم یہ سمجھ لو کہ کیروشین قبائل

ان مسلمان ممالک سے تعاون کر رہے ہیں جو اسرائیل کے خلاف صف آرا ہیں وہ اسلحہ جو

اسرائیل نے اغواء کیا تھا۔ کیروشین قبائل کے ہاتھ لگا ہے درحقیقت سمندروں میں اس قسم کے

کام سرانجام دے لیا کرتے تھے اب ذرا صورتحال مختلف ہو گئی ہے اسلحہ کے بارے میں یہ

اندازہ ہے کہ وہ ابھی یہاں سے منتقل نہیں کیا جاسکا اور مسٹر ایرش واش یہی سراغ لگانا چاہتے

ہیں کہ اسلحہ کہاں ہے؟ یہ سراغ لگانے کے بعد اسلحہ کے ذخائر تباہ کر دیئے جائیں گے تاکہ وہ

عرب ممالک تک نہ پہنچ سکیں۔ اصل میں کچھ معلومات ان لوگوں کو بھی مسٹر ایرش واش کے

بارے میں ہیں لیکن تم نہ صرف ایک اجنبی ہو بلکہ جب تم ان کی نگاہوں کے سامنے آؤ گے تو

ان کی خفیہ معلومات انہیں یہ بتائیں گی کہ تم درحقیقت پاکستانی ہو اور بہر حال جتنے بھی مسلم

ممالک ہیں کم از کم پاکستان پر اتنا اعتماد کرتے ہیں کہ یہ مسلم مملکت کسی مسلم ملک کے خلاف

صف آراء نہیں ہو سکتی وہ تمہیں ہر طرح سے اپنے درمیان خوش آمدید کہیں گے اور مسٹر ایرش

واش تمہارے ذریعے ان ذخائر کا پتا چاہتے ہیں۔“

”میری آنکھیں حیرت سے پھٹ گئی تھیں وہ کمبخت مجھ سے اتنا بدترین کام لینا چاہتا

ہے خیر ٹھیک ہے اگر ایسی ہی بات ہے تو ایرش واش میری جان ایسی ضرب لگاؤں گا تجھ پر کہ

زندگی بھر نہیں بھول سکے گا۔“ میں نے ڈینی سے کہا۔

”ڈینی! دل میں اس قدر زخم ہیں کہ زبان تک سڑ چکی ہے لیکن میں اب بھی کوئی ایسا

لفظ اپنے منہ سے نہیں نکالوں گا جو میرے وطن کے خلاف ہو اختلاف وطن سے نہیں ہے وطن

کی مٹی سے نہیں ہے بلکہ ان لوگوں سے ہے جو بے مقصد مجھ سے دشمنی پر آمادہ ہو گئے

اور انہوں نے یہ دشمنی کی اور اس طرح کی ہے کہ آج میں بے یار و مددگار پھر رہا ہوں مسٹر واش

کو جس طرح بھی چاہو یقین دلا دو کہ بہر حال میں ان کے لیے کسی طور نقصان دہ نہیں ہو سکتا

کسی بھی طور، جو وعدہ میں نے ان سے کیا ہے میں اس کی تکمیل پورے خلوص اور دیانت کے

ساتھ کروں گا۔ سمجھ رہی ہو نا تم ویسے ڈیئر اگر مسٹر واش نے صرف مجھے آمادہ کرنے کے لیے

رخسار کو اپنے پاس رکھا ہوا ہے تو بہر حال یہ ایک تکلیف دہ امر ہوگا۔ میں ان کی ساری بے اعتمادی برداشت کر سکتا ہوں لیکن یہ نہیں کہ رخسار ان کے پاس موجود ہوا اگر میرے دل کو سکون بخش دیا جائے اور مسرت و شادابی مجھ سے کہیں کہ میں اپنی گردن اتار کر ان کے قدموں میں رکھ دوں تو یقین کرو میں ایسا بھی کر سکتا ہوں۔“

”میں نے اپنے ڈرامے کا آغاز کر دیا تھا اصل میں، میں نہیں چاہتا تھا کہ ڈینی سے متاثر ہو کر اپنی حقیقتیں اس پر کھول دوں لیکن بعض اوقات کیا ہی شاندار عمل ہوتا ہے اچانک ہی ایک ہلکی سی کھر کھراہٹ ڈینی کے گلے میں پڑے ہوئے لاکٹ سے ہوئی اور خود ڈینی کی آنکھیں خوف و دہشت سے پھٹ گئیں۔ لاکٹ سے ایرش وائش کی آواز ابھری تھی۔“

”ڈیئر دانش منصور کیا ہی عمدہ عمل کیا ہے میں نے اور کتنے شاندار طریقے سے مجھے تمہارے اندر کی کہانی معلوم ہوئی ہے۔ میری جان یہ آخری امتحان تھا تمہارا جس میں تم پورے اترے ہو اور اب اطمینان رکھو تم پر کوئی شبہ نہیں کیا جائے گا اور اب میں تم پر مکمل اعتماد کرتا ہوں اس اعتماد کے لیے ہی میں یہاں وقت گزار رہا تھا لیکن اب یہ سمجھ لو کہ سب ٹھیک ہے۔ جہاں تک رخسار کا معاملہ ہے میں تم سے پورے اعتماد کے ساتھ یہ بات کہہ چکا ہوں کہ اسے حاصل کر کے تم تک پہنچانا بھی میری زندگی کا اتنا ہی بڑا مشن ہے جتنا بڑا مشن کیروشین قبائل کے بارے میں ہے۔ بہر حال یہ جو کچھ بھی ہوا ہے بڑے دلچسپ انداز میں ہوا ہے اوکے اوکے۔“

آواز بند ہو گئی لیکن ڈینی کا چہرہ دہشت سے سفید پڑ گیا تھا۔ میں نے اسے دیکھا تو وہ پھرائی ہوئی سی کھڑی تھی، میں نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”نہیں ڈینی، مجھے دنیا میں کسی سے کوئی شکایت نہیں ہے بالکل شکایت نہیں ہے ٹھیک ہے چلتا ہے، سب چلتا ہے۔“ ڈینی نے اچانک ہی لاکٹ اپنی مٹھی میں بھینچا اور اسے زور سے نیچے کھینچ لیا لاکٹ اس کی گردن سے علیحدہ ہو گیا تھا اس نے اسے پوری قوت سے پانی کی طرف اچھالا لیکن وہ ایک لکڑی کے ستون سے ٹکرا کر اسٹیمر میں ہی گر پڑا۔ ڈینی دونوں ہاتھ چہرے پر رکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔

”ارے ارے دوسرے لوگ یہاں موجود ہیں ڈینی پلیز یہ کیا حماقت ہے بھئی؟“

لیکن ڈینی نے چہرے سے ہاتھ نہیں ہٹائے۔ میں اسے تسلیاں دیتا رہا۔ پھر وہ بڑے معصوم انداز میں سسکیاں لیتی ہوئی بولی۔

”یہ بات میرے علم میں تھی کہ کیبن میں ڈکٹو فون موجود ہے کہاں نصب کیا گیا ہے یہ مجھے نہیں معلوم تھا مجھے یہ بالکل نہیں معلوم تھا کہ یہ لاکٹ جو مجھے تختے میں دیا گیا ہے درحقیقت ڈکٹو فون ہے۔ خدا کی قسم یہ بات مجھے نہیں معلوم تھی ورنہ میں..... میں۔“ میں نے گہری نگاہوں سے ڈینی کو دیکھا پھر ہنس کر بولا۔

”چلو ٹھیک ہے میں نے یہ تسلیم کر لیا لیکن بے وقوف لڑکی ظاہر ہے یہ ایرش وائش کی ملکیت ہے اگر یہ پانی میں گر جاتا تو کیا تم سے باز پرس نہ ہوتی؟“

ڈینی نے کوئی جواب نہیں دیا وہ سسکتی رہی میں آگے بڑھا اور اسٹیمر کے تختے پر پڑا ہوا لاکٹ اٹھایا اس کا ہب ٹیڑھا ہو گیا تھا لیکن سونے کے ہب کو واپس اپنی جگہ پر لانا کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ البتہ یہ بھی میں نے محسوس کیا تھا کہ اسٹیمر پر جتنے افراد موجود تھے ان میں سے کسی نے بھی ہماری جانب توجہ نہیں دی تھی اور اپنے اپنے کاموں میں مصروف رہے تھے۔ بہر حال ہم لوگ وہیں کھڑے رہے باتیں کرتے رہے اور اس کے بعد ہماری نگاہیں ساحل کی جانب اٹھ گئیں۔ سیاہ رنگ کی ایک گاڑی اچھلتی کودتی آرہی تھی اور وہ دریا سے تھوڑے فاصلے پر رک گئی۔ پھر اس میں سے مسٹر آرسن کو اترتے ہوئے دیکھا گیا۔ ان کے چہرے پر کچھ ایسا انداز تھا جس سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ کوئی بہت ہی خاص بات ہے۔

مسٹر آرسن گول تیز قدموں سے چلتے ہوئے اسٹیمر کے قریب پہنچے۔ پھر لکڑی کے اس تختے کو عبور کر کے جو اسٹیمر اور ساحل کے درمیان پل کا کام دے رہا تھا ہمارے پاس پہنچ گئے پھر انہوں نے مودب لہجے میں کہا۔

”ہمیں روانگی کا حکم ملا ہے مسٹر پال، آپ کی طرف سے کوئی حکم ہے؟“

”نہیں میں تیار ہوں۔“ میں نے جواب دیا۔

”اوکے۔“ آرسن نے گردن خم کی۔ پھر اس نے کار کو چلے جانے کی ہدایت کی اور انہیں یہاں تک لانے والی کار اسٹارٹ ہو کر واپس چلی گئی۔ اس کی روانگی کے بعد مسٹر آرسن اسٹیمر کے عملے کی جانب متوجہ ہو گئے اور اسے ہدایات جاری کرنے لگے۔

ڈینی ابھی تک خاموش کھڑی ہوئی تھی۔

میں نے لاکٹ نما ٹرانسمیٹر کو جو میری مٹھی میں دبا ہوا تھا کھول کر اسکا باریک میکینزم دیکھا اور اس کو سمجھنے کی کوشش کرنے لگا اس میں سے ہلکی ہلکی ٹپ ٹپ کی آواز ابھر رہی تھی جس

سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہ آن ہے۔ ڈینی نے اس کو کافی زور سے زمین پر پھینکا تھا مجھے اس بات پر شبہ تھا کہ اگر اس ٹرانسمیٹر کے پیغامات دوسرے ریسیور پر موصول کیے جا رہے ہیں تو یہ اطلاع بھی ایرش واش کو مل گئی ہوگی کہ ڈینی نے لاکٹ کو نفرت سے پھینکا ہے۔ پتا نہیں اس عمل کا کیا رد عمل ہو ویسے مسٹر آرسن کے کسی انداز سے ایسی کسی بات کا پتا نہیں چل رہا تھا یوں بھی اس ساری گفتگو کو زیادہ وقت نہیں ہوا تھا اور اگر اس کی اطلاع ایرش واش کو ہوئی ہے تو ظاہر ہے ایرش واش کا فوری رد عمل سامنے نہیں آ سکتا یہ تو بعد میں ہی پتا چلے گا کہ ڈینی کے اس اقدام سے ایرش واش کی ذہنی کیفیت کیسی رہی مسٹر آرسن کو اس کے بارے میں کوئی تفصیل یقینی طور پر نہیں معلوم ہوئی تھی کچھ دیر کے بعد اسٹیمر کے انجن اشارت ہو گئے اور پھر اسے ساحل سے چھوڑ کر دیا گیا تختہ وغیرہ اٹھا دیا گیا تھا اور عملے کے تمام افراد مستعدی سے اپنی ذمہ داریاں پوری کر رہے تھے میں نہیں جانتا تھا کہ اسٹیمر کا یہ سفر کتنا طویل ہوگا ویسے جو تفصیلات میرے علم میں آئی تھیں ان کے مطابق ہمیں کروشین قبائل کے خلاف کارروائیاں کرنی تھیں اور ہمارا یہ سفر اسی علاقے کی طرف تھا لیکن اس کے لیے کیا طریق کار اختیار کیا جائے گا اس بارے میں ابھی کوئی تفصیل موصول نہیں ہو سکی تھی۔ میں سوچ رہا تھا کہ زیادہ الجھن میں پڑنا بے مقصد ہے آنے والا وقت کہانی کو جس رنگ میں بھی ڈھال دے مجھے اس میں ضم ہو جانا چاہئے کیا فرق پڑتا ہے ویسے ایرش واش جس قدر خطرناک آدمی تھا اس کا ایک اور اظہار اس عمل سے ہو چکا تھا اس نے کسی بھی موقعے کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا تھا اور اب بھی کیا کہا جاسکتا کہ وہ کن پراسرار کارروائیوں میں مصروف ہو پھر ٹرانسمیٹر کی مشینری کو چیک کرتے ہوئے مجھے وہ باریک سا بٹن نظر آ ہی گیا جسے دبانے سے ٹرانسمیٹر کی ٹنک ٹنک بند ہو گئی تھی اور میرا تجربہ بھی ان معاملات میں کم نہیں تھا ٹرانسمیٹر کا عمل ختم ہو چکا تھا۔ ڈینی سرد لگا ہوں سے دریا کے اطراف میں بکھرے ہوئے جنگل کو دیکھ رہی تھی جو آگے جا کر گھنے سے گھٹا ہوتا جا رہا تھا حالانکہ اسٹیمر نے ابھی زیادہ سفر طے نہیں کیا تھا لیکن دریا کے بہاؤ پر اس کی رفتار خاصی تیز تھی اور عملے کے افراد مستعدی سے اسے آگے بڑھا رہے تھے چاروں طرف کا جائزہ لینے کے بعد میں ایک بار پھر ڈینی کے پاس آکھڑا ہوا اور اس نے ویران لگا ہوں سے میری طرف دیکھا اور پھسکی سی مسکراہٹ سے بولی۔

”ٹرانسمیٹر تمہارے ہاتھ میں موجود ہے۔“

”ہاں، لیکن میں نے اسے ناکارہ بنا دیا ہے۔“
 ”میرے اس طرح پھینکنے سے اس کی مشین خود ختم ہو گئی ہوگی۔“
 ”نہیں، یہ چل رہا تھا۔“ میں نے جواب دیا۔
 ”اور اب؟“
 ”اب یہ بند ہے۔“

”کیا فرق پڑتا ہے۔ مسٹر واش نے جتنا کچھ سن لیا ہے اس کے بعد انہیں کم از کم اس بات کا علم تو ہو گیا ہوگا کہ میں تمہیں اس طرح کی بہت سی تفصیلات بتا چکی ہوں جس کی مجھے اجازت نہیں تھی۔“ وہ ردائی میں بول گئی لیکن پھر جلدی سے کچھ احساس ہوا اور اس نے غم زدہ نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

”انسان خوش فہمی کا مریض ہوتا ہے میں یہ سوچ رہی ہوں کہ تم کو مجھ پر اب بھی اعتبار ہے حالانکہ نجانے تمہارے دل و دماغ کی کیا حالت ہو؟“

”لڑکیوں کی اسی بات سے مجھے اختلاف رہتا ہے، ڈینی۔ وہ خطرناک سے خطرناک قدم اٹھانے پر تل جاتی ہیں لیکن اندر سے اتنی ہی کمزور رہتی ہیں میں کہتا ہوں جو کام تم کر رہی ہو اس کے بعد تمہیں ہر طرح کے حالات سے نگاہیں ملانا چاہئے اس طرح خوفزدہ رہنے سے تمہارا کیا خیال ہے زندگی کو بہتر انداز میں گزار سکوگی؟“
 ”یہ تم کہہ رہے ہو، مسٹر پال۔“

”یہ بھی فضول بات ہے ظاہر ہے یہ الفاظ تم میرے ہی ہونٹوں سے سن رہی ہو۔“
 ”چلو اپنی ہی بات بتا دو تا کہ یہ انکشاف ہونے کے بعد کہ میں نے تمہیں ڈکٹوفون کی تفصیل بتائی لیکن خود میری گردن میں ایک ڈکٹوفون یا ٹرانسمیٹر موجود تھا۔“

”میں ان باتوں کو کوئی اہمیت نہیں دیتا اگر کوئی بھی زندگی کے چند لمحوں میں کوئی ایسا عمل کر لے جس سے دوسرے کو مناسب فائدہ پہنچا ہو تو میں سمجھتا ہوں کہ باقی حساب کتاب کے صفحات سادہ رہنے چاہئیں اور گزرنے والے وقت کے ساتھ اس پر عمل کی تحریر درج ہوتی رہے تو زیادہ بہتر ہوتا ہے ہم کسی ایک شخص میں ساری خوبیاں تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حماقت ہے ہماری ساری خوبیاں کسی ایک شخص میں یکجا نہیں ہو سکتیں بہت سی خوبیوں بہت سی خامیوں کا مجموعہ ہوتا ہے ہر انسان ڈینی اگر تم اب تک ایک بھی بہتر سلوک کر چکی ہو

میرے ساتھ تو کسی چھوٹی سی بات پر اسے نظر انداز کر دینا میرے چھوٹے پن کی دلیل ہے۔“
ڈینی نے افسردہ انداز میں گردن ہلائی اور بولی۔

”ٹرانسمیٹر کیا واقعی بند کر چکے ہو؟“

”تم خود دیکھ لو۔“

”تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میں اس کے بارے میں جانتی ہوں۔“

”اب میں اسے اٹھا کر پانی میں پھینک دوں گا۔“

”لاؤ مجھے دو۔“ ڈینی نے کہا۔

”اسے پانی میں پھینکو گی۔“

”ہاں، اب مجھے کوئی خوف نہیں ہے۔“

”تب پھر اسے میرے پاس رہنے دو، ہو سکتا ہے کسی لمحے میرے لیے کارآمد ثابت ہو۔“

”جا کہاں رہے ہیں ہم لوگ؟“

”اس بارے میں ابھی تک مسٹر آرن سے کوئی گفتگو نہیں ہوئی۔“

”آؤ ان سے پوچھیں تو سہی۔“

”تم اپنے آپ کو پہلے بہتر حالت میں لاؤ، پتا نہیں کیا سے کیا بن گئی ہو تھوڑی سی دیر میں۔“

”مختلف احساسات کا شکار ہوں۔ تم سے شرمندہ ہوں اور ایرش داش سے خوفزدہ اور تم کیا سمجھتے ہو کیا وہ اس بات کو نظر انداز کر دے گا۔ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا لیکن وہ ٹھنڈا کر کے کھانے کا عادی ہے ابھی اگر سامنے آ جائے تو اس طرح کا اظہار کرے گا جیسے اسے ان واقعات کے بارے میں ذرہ برابر علم نہ ہو لیکن پھر کسی وقت ایسا دھوبی پاٹ مارے گا کہ انسان چاروں شانے چیت ہو جائے۔“ میں نے مسکراتے ہوئے شانے ہلائے اور بولا۔

”اپنے لباس کے خلاف ایسی باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔ ممکن ہے کہ آنے والے وقت میں ہم مسٹر ایرش کی طرف سے کسی بہتری کے خواہش مند رہیں۔“ وہ خاموش ہو گئی تھی میں جتنے فریب سے کام لے رہا تھا وہ اس کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی وہ تو بس یہی سمجھ رہی تھی کہ آخری بار میں ایرش داش کے ہاتھوں ٹریپ ہو گیا ہوں اور اب مکمل طور پر اس کے

لئے ہر طرح کی خدمات دینے کے لیے تیار ہوں اور بہر حال یہی میری کامیابی تھی کیونکہ اسی سے مجھے آگے کے معاملات ہموار کرنے تھے ایرش داش نے جو چکر چلایا تھا وہ اس کو پکا کر رہا تھا اور میں ہمیشہ کی مانند اس بار بھی اپنے طریق کار میں کامیابی حاصل کرتا جا رہا تھا۔ اسٹیمر دریا کے پانی پر برق رفتاری سے گزر رہا تھا آگے چل کر اس پر بادبان چڑھا لیے گئے تھے اور تھوڑی دیر بعد بادبانوں میں ہوا بھر گئی تو اسٹیمر کی مشین بند کر دی گئی اور وہ لوگ غالباً فیول کو احتیاط سے خرچ کرنا چاہتے تھے لیکن بہر حال بادبانوں سے بھی بھرپور کام چل گیا تھا اور تیز ہوائیں اسٹیمر کو تیز رفتاری سے آگے بڑھا رہی تھیں کچھ دیر کے بعد ہم نے فضا میں جہازوں کا ایک اسکواڈن گزرتے ہوئے دیکھا وہ برق رفتاری سے آگے بڑھ گیا تھا کوئی پندرہ منٹ کے بعد دو اور طیارے اوپر سے گزر گئے اور اس کے بعد خاموشی طاری ہو گئی یہ تو ناممکن تھا کہ بلندی سے دریا میں بہتی ہوئی اس کشتی کو دیکھا نہ گیا ہو گا لیکن طیاروں کی طرف سے کوئی کارروائی نہیں کی گئی جس کا مقصد تھا کہ کشتی کا یہ سفر کسی کے لیے حیران کن یا پریشانی کا باعث نہیں ہے میں آرن گوگول کو دیکھ رہا تھا جو ایک جگہ خاموشی سے ساکت کھڑا ہوا تھا حالانکہ میں نے سوچا تھا کہ اس سے سفر کے بارے میں کچھ تفصیلی گفتگو کی جائے لیکن اسے مصروف دیکھ کر ہم دونوں خاموش ہو گئے تھے البتہ آرن گوگول کی شخصیت پر غور کر کے میں کچھ عجیب سی کیفیت محسوس کر رہا تھا ہو سکتا ہی کہ یہ شخص بھی کسی پر امر شخصیت کا مالک ہو وہ خاموشی سے خلا میں کچھ تک رہا تھا اس کی گھنی بھنوں کے نیچے زرد آنکھیں غبار آلود ہو رہی تھیں اور اس کی تیز نگاہیں دریا کے دونوں طرف بکھرے ہوئے جنگلوں میں کچھ تلاش کر رہی تھیں ڈینی میرے قریب ہی کھڑی ہوئی تھی اور اس کے لباس سے پرفیوم کی مدہم مدہم خوشبو میری ناک تک پہنچ رہی تھی کچھ لمحوں کے بعد اس نے کہا۔

”یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اس منحوس اسٹیمر پر زندگی ساکت ہو گئی ہو تمام لوگ مشینی شکل اختیار کر گئے ہیں کسی میں زندگی کی کوئی امنگ ہی نظر نہیں آتی۔“ میں نے مسکرا کر اسے دیکھا اور بولا۔

”ویسے تو بہت سے سوالات ذہن میں پیدا ہوتے ہیں لیکن اب اس مشن کے بارے میں کوئی سوال کرنا تم سے ممکن نہیں رہا ہے۔“ ڈینی نے مجھے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا اور بولی۔
”کیوں؟“

”تم ایسی ہی بے زاری کیفیت کا شکار لگ رہی ہو مجھے۔“
”نہیں اب نہیں ہوں، میں نے خود کو سنبھال لیا ہے۔“

”میرے خیال میں یہ زیادہ مناسب ہے۔“ میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا اور وہ اداس سی نگاہوں سے میری جانب دیکھنے لگی اور پھر گردن جھٹک کر بولی۔“

”نصہرو، میں ذرا کافی وغیرہ کا بندوبست کرتی ہوں مسٹر آرسن نے سفر تو شروع کر دیا ہے ہنگامی بنیاد پر لیکن انتظامات کیا کیا کیے ہیں یہ مجھے نہیں معلوم۔“ ڈینی وہاں سے آگے بڑھ گئی ادھر مسٹر آرسن اپنی کارروائیوں میں مصروف تھا۔ انہوں نے ایک دور بین طلب کی تھی اور پھر اسے آنکھوں سے لگائے دریا کے دونوں کناروں کی جانب دیکھ رہے تھے میں آہستہ آہستہ چلتا ان کے قریب پہنچا تو مسٹر آرسن نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

”آئی ایم سوری مسٹر پال مورس میں ابھی تک آپ سے کوئی تفصیلی گفتگو نہیں کر سکا۔“
”کوئی بات نہیں ہے مسٹر آرسن لیکن مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے آپ کچھ مضطرب ہیں آپ نے سفر بھی اس برق رفتاری سے شروع کیا ہے۔“

”ہاں، میری چھٹی حس کے بارے میں لوگوں کا کہنا ہے کہ ضرورت سے زیادہ ہی کام کرتی ہے اور اس وقت میری چھٹی حس مجھے بتا رہی ہے کہ ہمارے دشمن دریا کے کسی کنارے کی طرف سے ہمارا تعاقب کر رہے ہیں اور شاید کی اینگل کی تلاش میں ہیں۔“
”کیا مطلب؟“

”ہو سکتا ہے میرا یہ خیال بالکل غلط ثابت ہو لیکن پھر بھی میں محتاط رہنا چاہتا ہوں۔“

”آپ کا مطلب ہے کہ کچھ لوگ ہماری تاک میں ہیں؟“

”ہاں اور اس موٹر بوٹ کے ساتھ جنگلوں میں سفر کر رہے ہیں۔“
”خیر میں آپ کے اس تجربے کو چیلنج نہیں کر سکتا لیکن میرا خیال ہے کوئی آسان کام نہیں ہے ان جنگلوں میں اس رفتار سے سفر کرنا۔“

”آپ کہہ سکتے ہیں بے شک لیکن محتاط رہنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔“

”ہاں محتاط رہنے میں کوئی حرج نہیں۔“ میں خاموشی سے اطراف میں دیکھتا رہا۔ میں سوچ رہا تھا کہ اگر مسٹر آرسن ٹھیک بھی کہہ رہے ہیں اور قرب و جوار میں کوئی ہماری تاک میں لگا ہوا ہے تو اسٹیر سے اس سلسلے میں کیا کارروائی کی جاسکتی ہے پھر کچھ دیر کے بعد ڈینی ایک

شخص کے ساتھ آتی ہوئی نظر آئی وہ کافی کے ٹرے اٹھائے ہوئے تھا ہوا کے دوش پر کافی کی سوندھی سوندھی خوشبو ہم تک پہنچ رہی تھی چنانچہ میں اور مسٹر آرسن ڈینی کو دیکھنے لگے مسٹر آرسن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اس وقت نجانے کون کون سی دعائیں آپ کے لیے دل سے نکل گئی ہیں مس ڈینی وہ کام کیا ہے آپ نے جو شاید سکندر اعظم نے بھی نہ کیا ہوگا۔“ ڈینی نے مسکراتے ہوئے ہم دونوں کو کافی سرو کی اور پھر مسٹر آرسن سے بولی۔

”بڑا بورما حول پیدا کر لیا ہے آپ نے مسٹر آرسن۔“

”نہیں، تھوڑا وقت گزر جانے دیجئے پھر آپ کو اس کشتی کے ہنگامے پسند آئیں گے۔“ ڈینی نے گردن ہلا دی اور ہم اپنی کافی لے کر وہاں سے آگے بڑھ گئے پھر اس اسٹیر کے ایک گوشے میں بیٹھ کر ہم دور دور تک نگاہیں دوڑانے لگے بہت دیر تک باتیں کرتے رہے پھر مجھے نیند آنے لگی اور میں کہیں میں سونے چلا گیا۔ سفر کا غالباً چھٹا گھنٹا تھا کہ اچانک کشتی پر بھاگ دوڑ شروع ہو گئی میں چونکہ تیزی سے باہر نکل آیا تھا بظاہر کوئی خاص بات نہیں محسوس ہو رہی تھی کشتی اسی رفتار سے اپنا سفر طے کر رہی تھی دریا کے دونوں کنارے خاموش تھے گو یہاں دریا کا پاٹ بہت چوڑا تھا اور رات کو تاریکی میں دھندلے درخت بہت فاصلے پر نظر آ رہے تھے لیکن کشتی پر بھاگ دوڑ میرے حساب سے بالکل درست نکلی تھی پھر میں نے مسٹر آرسن اور ڈینی کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا دونوں ہی میرے قریب پہنچ گئے تھے۔ ڈینی نے کہا شکر ہے تم خود بخود جاگ گئے۔

”خیر کیا بات ہے؟“

”ویسے تو ہم مطلوبہ جگہ تک پہنچ گئے ہیں لیکن مسٹر آرسن کا خیال بالکل درست ہے یہاں تک ہمارا تعاقب کیا گیا ہے اور آگے بھی ہمارا تعاقب جاری رہے گا ان لوگوں نے بے شک ابھی تک کوئی کارروائی نہیں کی لیکن یوں محسوس ہوتا ہے جیسے وہ کوئی خاص ٹارگٹ بنا رہے ہیں۔“

”تو پھر؟“

”آئی ایم سوری مسٹر پال مورس ہمیں اب دریا میں تیر کر تھوڑا سا فاصلہ طے کرنا ہوگا ان لوگوں کو دھوکا دینے کا صرف یہی ایک طریقہ ہے ہماری لانچ آگے بڑھ جائے گی پھر

کے مطابق کام کا آغاز نہیں کر دیتے ویسے ہمارا یہاں ایک سب اسٹیشن ہے اور ہم اسی پر کام کر رہے ہیں تھوڑا سا فاصلہ طے کرنے کے بعد ایک ایسی عمارت بنائی ہے ہم نے جسے آپ حیرت انگیز کہہ سکتے ہیں۔“ اچانک ہی مسٹر آرن بولتے بولتے رک گئے انہوں نے دیکھا تھا وہ میری نگاہوں سے بھی محفوظ نہیں رہا تھا یقینی طور پر یہ کچھ افراد تھے جو ہم سے تھوڑے فاصلے پر زمین پر اس طرح بے ترتیب پڑے ہوئے تھے کہ صاف ظاہر ہوتا تھا کہ بہتر حالت میں نہیں ہیں مسٹر آرن نے برق رفتاری سے چھلانگ لگائی اور ان کے قریب پہنچ گئے تھے پانچ افراد تھے جو بری طرح زمین پر مڑے مڑے پڑے نظر آ رہا تھا اور ان کے اطراف میں بکھرا خون جو جم کر خشک ہو گیا تھا چند لمحوں تک آرن ان جسموں کو دیکھتا رہا پھر اس کے بعد وہ گھٹنوں کے بل ان کے قریب بیٹھ گیا اور اس نے ان میں سے ایک کو سیدھا کر کے دیکھا میری نگاہیں بھی ان کا جائزہ لے رہی تھیں میں نے ایک لمحے کے اندر اندازہ لگا لیا کہ جو لوگ مردہ حالت میں پڑے ہوئے ہیں ان کے جسموں کو گولیوں سے چھلنی کر دیا گیا۔ آرن ایک لمحے کے اندر اندر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے بقیہ افراد کو دیکھنے کی کوشش نہیں کی تھی البتہ اس کے حلق سے غرائی ہوئی آواز نکلی۔“

”اس کا مطلب ہے کہ وہ..... وہ۔“ پھر اس نے اپنے پیچھے آنے والوں کو اشارہ کیا اور تقریباً دوڑنے کے انداز میں آگے بڑھنے لگا میں بھی اس کا ساتھ دے رہے تھے ڈینی کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا اور وہ اس وقت خاصی مستعد نظر آ رہی تھی پھر میں نے بھی وہ عمارت دیکھی اور بلاشبہ آرن کا کہنا درست تھا۔ چوڑے تنوں والے درختوں کی بلند یوں پر یہ عمارت بنائی گئی تھی اور اس کی حیثیت کسی چیک پوسٹ کی مانند تھی بڑی محنت اور مہارت سے یہ کام کیا گیا تھا درختوں کی موٹی موٹی شاخوں کو محافظ بنایا گیا تھا جب کہ اندر کے حصے میں یہ شاخیں کاٹ دی گئی تھیں اور ان کے درمیان چوڑے چوڑے تنوں کے تختے تراش کر دیواریں بنائی گئی تھیں یہ دیواریں خاصی موٹی تھیں اور اگر ان پر گولیاں بھی برسائی جاتیں تو وہ بھی بے اثر رہتیں جگہ جگہ چھوٹی چھوٹی کھڑکیاں بنائی گئی تھیں اور ان کھڑکیوں سے خود کار رائلوں کی نالیں جھانک رہی تھیں لیکن جب ہم وہاں پہنچے تو عمارت سے کوئی آواز نہیں ملی ہم لوگ وہاں خاموش کھڑے ہوئے تھے پھر آرن نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”اس کا مطلب ہے کہ یہاں زبردست معرکہ آرائی ہوئی ہے لیکن اتنی دیر کی

دیکھیں گے کیا صورت حال رہتی ہے۔ پلیز غوطہ خوری کا لباس اپنے جسم پر پہن لو، بہر حال میں تجاہ یہ سفر نہیں کر رہا تھا بلکہ میرے ساتھ ڈینی، مسٹر آرن اور چند لوگ بھی غوطہ خوری کے لباس میں موجود تھے اور پھر ہم لالچ سے پانی میں اتر گئے لالچ کی رفتار تیز ہو گئی تھی تاکہ جو لوگ ہمارا تعاقب کر رہے ہیں انہیں اس سازش کا احساس نہ ہو ہم لوگ دریا کے ایک کنارے کا انتخاب کر کے اس طرف چل پڑے پانی کی روانی پاٹ چوڑا ہونے کی وجہ سے تیز نہیں تھی بلکہ رفتار کسی حد تک سست تھی چنانچہ یہ فاصلہ طے کرنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئی اور تھوڑی دیر کے بعد ہم دریا کے ساحل پر پہنچ گئے آرن سب سے آگے تھا اور کنارے پر پہنچ کر کھڑا ہو گیا تھا اس نے اپنے لباس سے سب مشین گن نکال لی تھی اور اس وقت وہی ہم لوگوں کو لیڈ کر رہا تھا۔ لالچ آگے بڑھتی ہوئی نظر آ رہی تھی چند لمحات کے بعد آرن نے ہاتھ کا اشارہ کیا اور آہستہ آہستہ ہم تینوں بقیہ لوگوں کے ساتھ آگے بڑھنے لگے آرن نے ایک جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔“

”وہ جگہ بہت مناسب ہے میں سمجھتا ہوں ہمیں یہ فاصلہ تیزی سے طے کر کے درختوں کے اس جھنڈ میں پہنچ جانا چاہئے یہاں رک کر پہلے ہم یہ جائزہ لیں گے کہ اگر لالچ کا تعاقب کیا جاتا رہا ہے تو اب وہ کس پوزیشن میں ہے میں نے کوئی اعتراض نہیں کیا اور ہم مسٹر آرن کی رہنمائی میں آگے بڑھنے لگے ویسے میرے ذہن میں بہت سے سوالات چل رہا تھے۔ لیکن یہ فاصلہ طے کرنے سے پہلے کوئی بات کرنا مناسب نہیں تھا درختوں کا فاصلہ دریا کے ساحل سے بہت زیادہ بھی نہیں تھا ہم آخر کار ان کے قریب پہنچ گئے گھنے درختوں کے یہ جھنڈ دور دور تک بکھرے ہوئے تھے لیکن یہاں انسانی زندگی کا ذرا بھی نشان محسوس نہیں ہوتا تھا ہو سکتا ہے کہ آرن اب تک غلط فہمیوں کا شکار رہا ہو ہم درختوں کے قریب پہنچ گئے اور پھر وہاں سے دور دور تک کا جائزہ لیتے رہے آرن نے کچھ دیر کے بعد کہا۔“

”بظاہر تو حالات پرسکون ہی محسوس ہوتے ہیں۔“

”میں نے آپ کے تجربے کو چیلنج نہیں کیا مسٹر آرن، کیونکہ آپ ان علاقوں کے بارے میں زیادہ جانتے ہیں اور پھر ظاہر ہے کہ آپ ہی کو اس مشن کو دیکھنا ہے۔“

”نہیں مسٹر پال مورس مشن کے انچارج آپ ہی ہیں میں تو اس وقت تک آپ سے تعاون کر رہا ہوں جب تک آپ اس تمام چیلنج سے واقف نہیں ہو جاتے اور اپنی پسند

مجھے توقع نہیں تھی کیونکہ یہاں ہمارے کافی آدمی رہتے ہیں بہر حال یہ بہت برا ہوا ہے بہت ہی برا۔ دفعتاً آرسن پھر چونک پڑا اس نے دریا کی جانب نظر اٹھائی نیلی مدہم روشنی کی کرنیں نضا میں بلند ہو رہی تھیں اور آرسن بے اختیار مضطرب ہو گیا تھا اس نے غرائی ہوئی آواز میں کہا

”میرے خدائے میرے خدادہ لوگ وہاں تک پہنچ گئے۔“

”کون مسٹر آرسن، آپ نے تو مجھے ہر طرح کے حالات سے بے خبر کر کے رکھ دیا ہے۔ آپ کہہ رہے ہیں کہ میں اس مشن کا انچارج ہوں لیکن مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے آپ مجھے بے وقوف بنا رہے ہیں۔“

”اوہ نہیں مسٹر پال مورس! آئی ایم سوری ایسی بات نہیں ہے۔“

”پھر یہ سب کیا ہے؟ کیا میں ان تمام چیزوں سے واقف ہوں؟“

”پلیز تھوڑا سا وقت دیجئے مجھے، سوچا تو یہ تھا کہ یہاں اس عمارت میں آنے کے بعد آپ کا تعارف اپنے ان تمام ساتھیوں سے کراؤں گا اور پھر یہ مشن مکمل طور پر آپ کے سپرد کر دیا جائے گا لیکن سارا تصور میرا بھی نہیں ہے بلکہ میں اسے اپنا تصور تو قرار دے بھی نہیں سکتا۔ مجھے خود بھی ان حالات سے زیادہ واقفیت نہیں ہے۔ اب آپ دیکھئے اودہ میرے خدادہ لوگ ہماری کشتی تک پہنچ گئے یہ خطرے کا سنگل دیا جا رہا ہے۔ میں سنگل کو سمجھ رہا ہوں وہ شاید ہماری کشتی کے آس پاس ہیں کشتی والے کہہ رہے ہیں کہ وہ واپسی کا سفر کرنے پر مجبور ہیں شاید دریا کے ساحل پر کچھ ایسے لوگ پہنچ گئے ہیں جو ہماری موٹر لانچ کو نقصان پہنچانے کی غرض سے آگے بڑھ رہے ہیں پھنس گئے۔“ ہم سب پھنس گئے پھر اس نے اپنے لباس سے دو آٹوینک پکڑ لئے ایک مجھے اور ایک ڈینی کو دیئے اور بولا۔

”سینے مسٹر پال مورس اور ڈینی میں نہیں کہہ سکتا کہ آگے کی صورت حال کیا ہو مگر آپ لوگ خود بھی اپنا تحفظ کرنے کی کوشش کیجئے، پلیز صورت حال بالکل اتفاقی طور پر خراب ہو گئی ہے ہمیں محتاط رہ کر دیکھنا ہوگا۔“ اور پھر وہ وہاں سے واپس پلٹ پڑا بہر حال ابھی تو مجھے اس کا ساتھ دینا ہی تھا حالانکہ ذہن میں جھنجلاہٹ سی ہو رہی تھی پتا نہیں یہ گدھا کیا کرتا پھر رہا ہے ابھی تک تو اس نے کوئی کام کی بات نہیں کی تھی لیکن بہر حال میں اندر سے تو کچھ اور ہی تھا چونکہ تمام تر صورت حال کا مکمل طور پر جائزہ لینے کے بعد ہی کوئی عمل کیا جاسکتا تھا چنانچہ میں

بھی ان کے ساتھ چل پڑا اچانک ہی ہم نے کسی طرف سے کسی بھاری گاڑی کے انجن کی آواز سنی پھر یہ آواز ایک سے زیادہ محسوس ہوئی میں نے ڈینی کو دیکھا وہ بھی خاصی مضطرب نظر آ رہی تھی۔ غالباً زندگی کا خوف ہی تھا جو ہر طور ہر انسان کو ہوتا ہے آرسن غالباً ایسی جگہ تلاش کر رہا تھا جہاں پناہ لی جاسکے پھر ایک گھنٹی جھاڑیوں کا جھنڈ نظر آیا تو ہم سب اس میں داخل ہو گئے آرسن ان لوگوں کو جانے بغیر ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کرنا چاہتا تھا اس نے آہستہ سے کہا۔

”یہ انداز نہیں لگایا جاسکا کہ ان کی تعداد کتنی ہے۔“

میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا غالباً یہ الفاظ بھی اس نے بڑبڑانے والے انداز میں ادا کیے تھے اور خود اس بات کا یقین رکھتا تھا کہ اس کے ان الفاظ کا کوئی جواب نہیں دیا جائے گا وہ بس اپنے طور پر بول رہا تھا پھر اس نے کہا۔

”اگر یہ دشمن نہیں تو ہمارے آدمی بھی ہو سکتے ہیں۔“

”تمہارے آدمی؟“

”ہاں، ہم نے وہاں صرف پانچ لاشیں دیکھی ہیں جب کہ یہاں ہمارے آدمیوں کی تعداد کافی ہے۔“

”اندازاً کتنی؟“

”یہ تو میں بھی نہیں جانتا۔“

”مگر تم اس عمارت میں داخل نہیں ہوئے؟“

”کون سی عمارت؟“

”وہ جو درختوں پر بنائی گئی ہے۔“

”لیکن، میں۔“

”اور اس عمارت کی طرف کوئی کارروائی بھی نہیں ہوئی۔“

”آپ کی بات میری سمجھ میں نہیں آئی، مسٹر پال۔“

”ہو سکتا ہے عمارت کے اندر تمہارے بقیہ افراد کی لاشیں موجود ہوں۔“ میں نے کہا اور آرسن عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا میرے ان الفاظ میں جھنجلاہٹ تھی جس کو غالباً اس نے محسوس کر لیا تھا میری بات کا اس نے کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی سے سامنے دیکھنے

لگا بھاری گاڑیوں کے انجن کی آوازیں معدوم ہو گئی تھیں دور دور تک جنگل ویران پڑا ہوا تھا۔ پتا نہیں یہاں آبادی ہے یا یہ صرف جنگلی علاقہ ہے۔ جزیرے جیسی جگہ محسوس ہو رہی تھی ہو سکتا ہے کہ یہ صرف جنگل ہی کا علاقہ ہو لیکن بات کچھ سمجھ میں نہیں آرہی تھی کروشین قبائل ان علاقوں میں کیا حیثیت رکھتے تھے یا پھر یہ بھی ممکن ہے کہ یہیں سے ان آبادیوں کی طرف شاخیں نکلتی ہوں جن پر کروشین قبائل نے قبضہ کر رکھا تھا یہ سب کچھ جو نظر آ رہا تھا میرے لیے اور بقیہ افراد کے لئے سنسی خیز اور غالباً افسوس ناک بھی تھا لیکن یہ جاننے کے بعد کروشین قبائل اصل میں عرب ممالک کے مددگار ہیں کم از کم میں ان سے محبت محسوس کر رہا تھا اور اگر کوئی ایسا لمحہ آ جاتا جس میں یہ فیصلہ کرنا ہوتا کہ کروشین قبائل کے افراد کو نقصان پہنچانا ہے یا اپنے ساتھ آنے والے ایرش واش کے آدمیوں کو جو یقینی طور پر یہودیوں کے آلہ کار ہیں نہ سوچنے کی ضرورت تھی اور نہ الفاظ کی شکل میں ادا کرنے کی ظاہر ہے یہاں ایسے موقع پر میں کروشین قبائل ہی کا ساتھ دیتا، چاہے انہیں اس بات کا علم ہی نہ ہو پاتا کہ ان کا مددگار کون ہے علم ہونا ضروری تو نہیں تھا بہر حال ہم دم سادھے انتظار کرتے رہے گاڑیوں کی آوازیں پھر ابھریں اور اس بار یہ محسوس ہوا کہ وہ اسی جانب آرہی ہیں ہم انہیں دیکھتے رہے گاڑیاں نظر تو نہیں آرہی تھیں غالباً سامنے والے درختوں کے سلسلے کے دوسری جانب تھیں لیکن انجن کی آوازوں سے یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ بالکل قریب آ کر رکی ہیں پھر انسانی آوازیں بھی سنائی دینے لگیں وہ لوگ گاڑیوں سے نیچے اتر آئے تھے درختوں کے سلسلے کے قریب جھاڑیاں بھی ہلتی نظر آرہی تھیں آرسن نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

”ہر شخص ہوشیار رہے انہیں شاید ہماری یہاں موجودگی کا علم ہو گیا ہے اور اب وہ ہمیں تلاش کرنے کے لیے چل پڑے ہیں۔“ صورت حال واقعی سنگین تھی وہ دوست ہیں یا دشمن اس کا تو بعد ہی میں فیصلہ کرنا تھا لیکن انہوں نے ہمیں دیکھتے ہی فائرنگ شروع کر دی تو صورت حال کافی خراب ہو جائے گی۔ تھوڑی دیر تک جھاڑیوں اور پتوں کی آوازیں سنائی دیتیں رہیں پھر انسانوں کی آوازیں بالکل ہمارے قریب آ گئیں ہم نے سانسیں تک روک لی نہیں تب کسی نے کہا۔

”ممکن ہے یہاں کوئی آیا ہی نہ ہو۔“

”ہاں اس کے امکانات بھی ہیں کہ وہ لوگ یہاں اترنے کی تیاریاں کر رہے ہوں۔“

دوسری آواز بھری۔

”لیکن وہ لالچ؟“

”بھی ضروری تو نہیں ہے کہ اس موٹر لالچ کو کوئی خاص ہی حیثیت دی جائے۔“

”لیکن ہمارا محتاط رہنا تو ضروری ہے نا۔“

”تو تم نے دیکھ لیا ممکن ہے کہ وہ مچھلیاں پکڑنے والی لالچ ہو جو ادھر آ گئی ہو۔“

”تو پھر بے کار وقت کیوں ضائع کر رہے ہو چلو واپس چلیں۔“

”میں نے تو پہلے ہی یہ بات کہی تھی کہ لالچ والوں کو اس بات کا علم ہو گیا کہ کوئی ان کے خلاف کارروائی کر رہا ہے اور وہ اتنی دور چلی گئی کہ اب اس کے پیچھے جانا حماقت ہے۔“

”ہاں، جہاں تک میرا اندازہ ہے لالچ سے کوئی نیچے نہیں اترے۔“

”کسی کا دماغ خراب ہے جو یہاں جنگل میں بھٹکنے کے لیے اترے گا۔“

”تم بہت زیادہ خوش فہمی کے مریض معلوم ہوتے ہو اتنی زیادہ خوش فہمی بھی مناسب نہیں ہے بہر حال جو صورت حال چل رہی ہے کیا اس میں تم اپنی ذمہ داریوں سے گریز کرو گے۔“

”کیا میں گریز کر رہا ہوں؟“ انسا سوال کر دیا گیا۔

”تمہارے سوالات ایسی ہی نوعیت کے ہوتے ہیں۔“

”تم ہمیشہ میری زبان کی کمزوریاں تلاش کرتے ہو۔“

”ارے ارے کیا دماغ خراب ہو گیا ہے تم لوگوں کا، تم نے ان سنگین حالات میں بھی لڑنا شروع کر دیا۔“ ایک تیسری آواز پکائی دی۔

”ہر مسئلے میں میری ہی ٹانگ ٹھسٹی جاتی ہے یہ کوشش کرتا ہے کہ کسی بھی طرح مجھے اپنی گرفت میں لائے۔“

”فضول باتوں سے گریز کرو، دماغ کی خرابی کبھی کبھی سب کے لیے مصیبت کا باعث بن جاتی ہے اور تم دونوں کی یہ جاہلانہ بحث ہم میں سے ہر شخص کے لیے خطرناک ہو سکتی ہے اس لیے اس فضول کجواں سے گریز کیا کرو۔“ دوسری آواز غراہٹ میں تبدیل ہو گئی اور پھر جھاڑیوں میں واپس جانے کی آواز بھری ہم سب خاموشی سے ان کے دور نکل جانے کا انتظار کر رہے تھے بہت دیر ہو گئی تھی سانس روکے ہوئے پھر جب ان کا فاصلہ اتنا ہو گیا کہ ہمارے

سانسوں کی بازگشت وہ نہ سن سکیں غالباً سبھی گہری گہری سانس لینے لگے لیکن اس کے علاوہ کوئی جنبش نہیں کی تھی کہ یہاں تک کہ آرسن نے یہ جاننے کی بھی کوشش نہیں کی تھی کہ وہ کون ہیں اور کتنے ہیں لیکن ایک بات کا بخوبی اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ بقول آرسن کے دشمن ٹولے کے لوگ تھے یعنی کروشین بہر حال مجھے ابھی ہوش اور ہمت سے ہی کام لینا تھا۔ جذبات کچھ بھی تھے لیکن عمل بنیادی حیثیت رکھتا ہے پھر گاڑیاں اسٹارٹ ہوئیں اور آوازیں دور ہوتی محسوس ہونے لگیں تھوڑی دیر کے بعد بالکل خاموشی طاری ہو گئی تھی پھر آرسن نے ہی سرگوشی کے انداز میں کہا۔

”میں ذرا باہر کا جائزہ ہے لے لوں اور اس کے بعد آپ لوگ باہر آئیں گے۔“ اور پھر وہ درختوں کی جھنڈے سے نکل گیا چند لمحوں تک وہ ادھر ادھر کا جائزہ لیتا رہا پھر اس کی آواز سنائی دی۔

”آ جاؤ، اب یہاں کوئی نہیں ہے۔ چنانچہ ہم سب جھاڑیوں سے نکل کر اس کے پاس پہنچ گئے آرسن اپنی جگہ کھڑا ہوا پر خیال انداز میں رخسار کھجرا رہا تھا پھر اس نے آہستہ سے کہا۔“

”آپ نے ان لوگوں کی گفتگو سنی، مسٹر پال مورس؟“

”ہماری لانچ واپس چلی گئی ہے۔“

”کیا اس کو واپس جانے کی ہدایت کر دی گئی تھی؟“

”نہیں لیکن جو سنگین صورت حال یہاں پیش آئی ہے۔ اس کے بعد اس کی واپسی ہی

زیادہ مناسب تھی یہ الگ بات ہے کہ یہاں سے واپس جا کر ہمارے بارے میں وہاں اطلاع دے اور ہمیں وہاں سے مدد حاصل ہو۔“

”مگر۔“

”ہاں، آپ کی یہ بات میرے لیے بھی قابل قبول ہے کہ اب شاید ہمارے محافظوں

میں سے یہاں کوئی زندہ موجود نہیں ہے عمارت کی جانب سے خاموشی اور سنائے کا اظہار اسی بات کی تصدیق کرتا ہے۔“

”میں کچھ نہیں کہہ سکتا، مسٹر آرسن یہ بات تو آپ بھی جانتے ہیں کہ میں ابھی تک

صورت حال سے مکمل طور پر لاعلم ہوں اور کوئی بات میرے علم میں نہیں ہے اور ایسے حالات

میں کسی بھی مسئلے میں اپنی رائے کو مسلط کرنا ہر طرح سے ناممکن ہے۔“

”ہاں میں جانتا ہوں کہ بد قسمتی سے ہماری یہ کوشش ناکام ہو گئی ہے اور ہم اس سلسلے میں کسی کو ذمہ دار قرار نہیں دے سکتے یہ افراد جو یہاں موجود تھے آگے کی صورت حال کا صحیح طور پر فیصلہ کر سکتے تھے لیکن بد قسمتی سے یہ سب کچھ بالکل ہی تبدیل ہو گیا اور اب ہم کسی بات کا دعویٰ نہیں کر سکتے خیر اب یہاں رک کر وقت ضائع کرنا بالکل بے مقصد ہے ہم پیدل سفر کر کے شہری آبادی میں داخل ہونے کی کوشش کر سکتے ہیں اس طرح پہلے آپ کو وہاں پہنچا دیا جائے میرا مطلب ہے ہم سب، پھر وہیں سے ہم اپنی واپسی کا بندوبست بھی کر سکتے ہیں اس کے علاوہ اور کوئی صورت حال نظر نہیں آتی۔“

”تمام تر ذمہ داری آپ کے شانوں پر ہے مسٹر آرسن گوگول میں اس سلسلے میں کیا کہہ سکتا ہوں۔“ میں نے کہا۔ آرسن ہتھیلی پر گھونسا مار کر بولا۔

”یہ بھی اندازہ نہیں ہے کہ وہ کم بخت کتنی دور چلے گئے اور ان کی تعداد اس علاقے

میں کتنی ہے ویسے جہاں تک میرا اندازہ ہے کہ انہوں نے یہاں خاصی زبردست کارروائیاں کی

ہیں اور بظاہر یہ محسوس ہوتا ہے جیسے اب یہاں ان کا مکمل طور پر قبضہ ہے وہ لوگ اپنی گاڑیاں

تک یہاں لے آئے ہیں اور بڑی آسانی سے یہاں نقل و حرکت کر رہے ہیں۔ آئیے میرا

خیال ہے اب چلیں اور سنو اب تم کو کسی سے یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ محتاط رہو، کسی بھی

جگہ ہماری ان سے ٹک بھینٹ ہو سکتی ہے۔“ کسی نے کوئی جواب نہیں دیا اور ہم لوگ وہاں سے

آگے بڑھ گئے آرسن غالباً اپنی معلومات کی بنیاد پر راستے منتخب کر رہا تھا میں نے اسے بائیں

سمت بڑھتے محسوس کیا اور کم از کم یہاں اس نے ذہانت کا ثبوت دیا تھا کہ جنگلوں میں سفر کرنا

خطرناک بھی تھا اور مشکل بھی لیکن بائیں جانب دور تک بٹنے کے بعد ہمیں میدانی راستے نظر

آنے لگے اور پھر ہم میدانوں میں داخل ہو گئے تقریباً ایک میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد

جنگل ہی کے درمیان ایک ٹوٹی پھوٹی سڑک نظر آئی جو بہر حال ان راستوں سے بہتر تھی جن پر

سفر کرتے ہوئے ہم یہاں تک آئے تھے اس سڑک پر چلنے لگے آگے گھاس بہت لمبی تھی اور

کچھ فاصلے کے بعد پھر گھنا جنگل شروع ہو گیا تھا سڑک کے دونوں سمت بھی گھاس اگی ہوئی تھی

کہیں کہیں درختوں کے جھنڈ بھی نظر آ جاتے تھے ہم اس ٹوٹی پھوٹی سڑک پر سفر کرتے رہے جو

آگے جا کر دائیں سمت مڑ گئی تھی پھر ہمیں بائیں ہاتھ پر چٹائیوں کی ایک جھونپڑی نظر آئی جو

بے شمار درختوں کے درمیان تھی اور آرن نے اسی جانب رخ کیا ہم اس تکلیف دہ سفر کے دوران بری طرح تھک گئے تھے۔ ڈینی نے تو آخر کار میرے بازو کا سہارا طلب کر لیا تھا اور لڑکھڑاتی ہوئی یہاں تک آئی تھی ہم یہاں پہنچنے کے بعد رک گئے آرن غالباً کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن اس سے پہلے ہی میں نے اس کے ہونٹوں سے بات چھین لی اور کہا۔

”بالکل مسٹر آرن آگے کے سفر کی بالکل بھی ہمت نہیں ہے چنانچہ ہمارا رخ اسی جھونپڑی کی جانب ہونا چاہئے۔“ اور پھر بغیر کسی تکلف کے ہم سب برق رفتاری سے اس جھونپڑی کی جانب چل پڑے جو زیادہ دور نہیں تھی ہر ایک کی غالباً یہی خواہش تھی کہ وہ اب آرام کرے لیکن جھونپڑی کے بارے میں بھی بہر طور یہ اندازہ تو لگانا تھا کہ وہ ہمارے قبضے میں آسکتی ہے یا نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ بھی کروشین قبائل کے لوگوں کی ملکیت ہو اور ابھی چند لمحات کے بعد اندر سے ہماری جانب گولیوں کی بارش ہو جائے اس تصور کو مد نظر رکھتے ہوئے یہاں تک کا سفر اس طرح دے قدموں کیا گیا تھا کہ کوئی آہٹ نہ ہو سکے اس کے علاوہ آرن گوگول نے ہاتھ میں دبی ہوئی سب مشین گن کو سنبھالے رکھا تھا ہم لوگ بھی پستولیں لیے مستعد تھے یہ اندازہ نہیں ہو پارہا تھا کہ ہمارے ساتھ بقیہ افراد جو ہیں وہ مسلح ہیں یا نہیں۔ ابھی تک صحیح صورت حال کا پتا ہی نہیں چل سکا تھا۔ جھونپڑی بہت کشادہ تھی اور اس کو بہت عمدگی سے بنایا گیا تھا یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ اس کا جائے وقوع کس نوعیت کا حامل ہے اس کی تیاری میں پتلے اور چھوٹے درختوں کے پورے پورے تنے استعمال کیے گئے تھے جنہیں اوپر سے کاٹا تک نہیں گیا تھا اور ان کی شاخیں اسی طرح بکھری ہوئی تھیں خاص قسم کی گھاس کو چھت کے طور پر استعمال کیا گیا تھا اور اس چھت کو بھی لکڑیوں سے بنایا گیا تھا اور پھر ہم جھونپڑی کے دروازے تک پہنچے اور اس کے بعد بھی آرن نے ہی سب سے پہلا قدم اٹھایا تھا یعنی کہ وہ برق رفتاری سے سب مشین گن سنبھالے اندر داخل ہوا تھا اور پھر وہ غرائی ہوئی آواز میں بولا۔

”خبردار، کسی نے بھی جنبش کی تو گولیوں سے بھون دیا جائے گا۔“ لیکن جواب میں کچھ بھی سنائی نہیں دیا تھا سانسوں کی آواز تک نہ تھی چند لمحوں کے بعد اندازہ ہو گیا کہ جھونپڑی اندر سے خالی ہے اور کچھ دیر کے بعد ہم سب اندر داخل ہو گئے تھے بڑی آرام دہ جگہ تھی باہر کی شدید خشکی سے محفوظ، اب تک کی جدوجہد نے موسم پر غور کرنے کا موقع نہیں دیا تھا لیکن اس جھونپڑی میں داخل ہونے کے بعد اس بات کا شدید احساس ہوا تھا کہ باہر سخت ٹھنڈک ہے

جب کہ جھونپڑی کی فضا اس ٹھنڈک سے محفوظ تھی تاہم آرن نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کر کے کہا۔

”دوستوں، تم میں سے دو آدمی میری اس سب مشین گن کے ساتھ مستعدی سے پہرہ دو گے پہرہ تمہیں دو گھنٹے تک دینا ہوگا اس کے بعد تم اپنے دوسرے دو ساتھیوں کو جگا سکتے ہو زندگی بچانے کے لیے یہ سب اشد ضروری ہے اور اگر تم یہ کہو کہ میں اس ذمہ داری سے بچنے کی کوشش کر رہا ہوں تو یوں کرو کہ تم میں سے ایک میرے ساتھ یہ پہرہ دے میں سب سے پہلے اپنے آپ کو اس کے لیے پیش کر دیتا ہوں۔“

”نہیں مسٹر آرن، آپ مطمئن رہیں ہم یہ کام بخوبی سرانجام دے لیں گے۔“ اچانک ہی ڈینی نے آگے بڑھ کر کہا۔

”بہت اچھے اچھے لوگ، بہت اچھی اچھی باتیں کر رہے ہیں سب تھکن کا شکار ہیں اور نہ مجھے ابھی نیند آرہی ہے اور نا پال مورس کو کیوں تاہم دونوں پہلے دو گھنٹے جاگتے رہیں۔“ میں نے فوراً ہی ہاتھ اٹھا کر کہا۔

”حالانکہ ڈینی نے یہ بات مجھ سے مشورہ کیے بغیر کہہ ڈالی ہے لیکن شاید یہ میرے دل کی آواز بھی ہے آپ لوگ یہاں آرام سے دو گھنٹے لیٹیں ہم دونوں اپنی ڈیوٹی سرانجام دینے کے بعد منتخب شدہ ٹیم کو جگا دیں گے۔“

”اوہ نہیں مسٹر پال مورس بہر حال آپ قابل احترام ہیں اور مس ڈینی ایک خاتون، آپ دونوں اس ذمہ داری سے مبرا ہیں ہم آپ دونوں کو۔“ لیکن میں نے آرن کا جملہ پورا نہ ہونے دیا اور ہاتھ اٹھا کر اس کو روکتے ہوئے بولا۔

”مسٹر آرن آپ بالکل فکر نہ کریں میں اور ڈینی پہلے پہرے دار ہوں گے ہاں آپ یہ سب مشین گن مجھے دے دیں۔“

”او کے جیسا آپ پسند کریں۔“ آرن نے کہا اور سب مشین گن میرے حوالے کر دی۔ میں ڈینی کے ساتھ باہر نکل آیا اور ڈینی نے باہر نکل کر مسکراتے ہوئے کہا۔

”سوری پال فوراً ہی میرے ذہن میں یہ بات آئی اور سچ مچ میں سوتا نہیں چاہتی تھی لیکن تمہارا نام میں نے یونہی لے دیا تاہم یہ میری خوش قسمتی ہے کہ تمہیں اس سے کوئی اختلاف نہیں ہوا۔“ اس نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔ تھوڑے فاصلے پر ایک بلند جگہ نظر

آ رہی تھی جہاں گھاس پھوس کا ایک ڈھیر بڑا ہوا تھا میں نے ڈینی کو اس جانب متوجہ کر دیا ہوئے کہا۔

”وہ جگہ غالباً مچان کی شکل میں بنائی گئی ہے۔“

”ہاں۔“

”اور میرا خیال ہے کہ پہرہ دینے کے لیے انتہائی مناسب ہے۔“

”اندازہ یہی ہوتا ہے کہ یہ جگہ پہرہ دینے کے لیے ہی بنائی گئی ہے۔“ ڈینی بولی اور

ہم دونوں اس جانب بڑھ گئے بانس کی ایک سیرھی اس جگہ لگی ہوئی تھی اور یہی اوپر جانے کا راستہ تھا چنانچہ ہم سیرھی کے قریب پہنچ گئے پہلے ڈینی اس سیرھی سے اوپر پہنچی اور میں نیچے کھڑا ہوا دیکھتا رہا اور پھر وہ بولی۔

”سب مشین گن اوپر اچھال دو ویسے یقین کرو ڈیر پال کہ اس سے عمدہ جگہ کوئی اور نہیں ہو سکتی۔“ میں اس کی ہدایت پر عمل کرنے کے لیے سب مشین گن کو ہاتھوں میں تولے لگا اور جب میں نے اس کو اوپر اچھالا تو ڈینی نے بڑے آرام سے اسے لپک لیا اور اس کے بعد میں سیرھی کے ذریعے اوپر پہنچ گیا اوپر پہنچنے کے بعد میں نے دور دور تک کا جائزہ لیا اور بولا۔

”کمال ہے یہ مچان اس طرح کا بنایا گیا ہے جیسے جنگلوں میں درندوں کے شکار کے لیے بنایا جاتا ہے۔“

”وہ مچان درختوں کے درمیان ہوتا ہے میرا مطلب ہے کہ درختوں کی شاخوں کے درمیان تاکہ درندوں سے محفوظ رہا جاسکے لیکن یہ کھلی جگہ میں ہے اور مقصد اس کا یہی ہے کہ اس سے اطراف میں نگاہیں رکھی جاسکیں۔“ میں نے اپنے آپ کو قدرے چوڑے مچان پر دراز کرتے ہوئے کہا۔

”ویسے ڈینی ایک بات بتاؤ یہ تم لوگوں کی کاوش ہے یا کروشین قبائل کی۔“

”یقین کرو مائی ڈیر میں اس بارے میں بالکل بھی نہیں جانتی اصل میں بات کہاں

سے کہاں تک آپہنچی ہے یہ جال کتنے لمبے پھیلے ہوئے ہیں میرا خیال ہے کہ کوئی ایک فرد بھی ان کے بارے میں مکمل تفصیل نہ بتا سکے یہ ایک طویل سلسلہ ہے ویسے حیرت کی بات ہے کہ کہاں کہاں تک پنچے گاڑ دیئے گئے ہیں حکومت اسرائیل اور عرب ممالک میں جو چکر چلا ہوا

ہے نہ تو اس کا آغاز آج ہوا اور نہ اس کا انجام ہماری زندگی میں ہوگا اندازہ یہی ہوتا ہے ویسے ہر ملک کے حامی ہوتے ہیں آپ پتا نہیں کروشین قبائل عرب ممالک کے کس طرح حامی ہیں بظاہر تو یہی محسوس ہوتا ہے کہ یہ سارا دولت کا کھیل ہے۔“

”ہو سکتا ہے ویسے جو کہانی ہمارے علم میں آئی ہے سنسنی خیز اہمیت کی حامل ہے بات تو خاصی پرانی ہو گئی کروشین قبائل اغوا شدہ اسلحہ اور کشتیاں لیے ہوئے آج تک چھپے بیٹھے ہیں میرا مطلب ہے کہ ان کشتیوں کا آج تک سودا نہیں ہو سکا یا اور کوئی کارروائی اس کے لیے نہیں ہو سکی جب کہ حکومت اسرائیل کو اس بارے میں ساری معلومات حاصل تھیں۔“

”میں نے کہا نایہ باتیں آسانی سے سمجھ میں آنے والی نہیں ہیں۔ بس انہیں انہی بڑے بڑے لوگوں کے لیے چھوڑ دینا کافی ہے جو اس معاملے میں سرکھپاتے ہیں۔“ ڈینی کی آواز میں ایک لرزش پیدا ہو گئی تھی کہ اچانک ہی مجھے احساس ہوا کہ یہ کام کی ہر بات کو نظر انداز کیوں کرتی جا رہی ہے۔ خوبصورت موسم، ٹھنڈی ٹھنڈی ہواؤں سے بوجھل رات اور تنہائی اس کے ذہن میں کچھ اور ہی طاری ہو گیا ہے لیکن ظاہر ہے وہ میرے لیے کسی طور نہ تو قابل قبول تھی اور نہ میری پسند چنانچہ میں نے اس کے اس احساس سے گریز کرتے ہوئے کہا۔

”میرا ذہن اس سارے مسئلے میں عجیب سی کیفیت کا شکار ہے۔“

”تم بھی کمال کے انسان ہو پال! میں کہتی ہوں کبھی کبھی اپنے ذہن کو ایسے معاملات

سے آزاد بھی کر دینا چاہئے۔“

”اور اس کے بعد دشمن کا نوالہ بن جانا چاہئے کیوں؟“

”نہیں، یہ مطلب نہیں ہے میرا۔“

”ہم پہرہ دینے کے لیے یہاں رکے ہیں اب یہ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ یہ جگہ کروشین

قبائل کی بنائی ہوئی ہے یا ان لوگوں کی جو اسرائیل کے ہمنوا ہیں اور جنہوں نے۔۔۔۔۔“

”نہیں خیر ایسی بات نہیں ہے وہ لوگ یہاں اتنی اہمیت کی حامل جگہ نہیں بنا سکتے۔“

”کون لوگ؟“

”میرا مطلب ہے ہمارے آدمی۔“

”کیوں نہیں بنا سکتے؟“

”وہ جنہیں پہرے پر متعین کیا گیا تھا یا وہ جن کے لیے مسٹر آرنن نے کہا تھا کہ وہ

محدود ہیں انہیں مقامی حکومت کی مدد حاصل ہے لیکن اتنی بھی نہیں کہ حکومت اپنی فوجیں یہاں چھپا دے جب کہ کروشین قبائل اپنی سرگرمیاں یہاں بہت اعلیٰ پیمانے پر رکھتے ہیں۔

”آخر ان قبائل کا اصل مطلب کیا ہے؟“ میں نے سوال کیا اور ڈینی کس قدر برہمی کے انداز میں مجھے دیکھنے لگی غالباً سوچ رہی ہوگی کہ کیسا گدھا انسان ہے اور انسان ہے بھی کہ نہیں یہ موقع، یہ ماحول اس کو بالکل بھی متاثر نہیں کر رہا میں اسے اسی احساس سے نکالنا چاہتا تھا چنانچہ چند لمحات گزر جانے کے بعد میں نے اس سے کہا۔

”ہاں تم نے بتایا نہیں ڈینی؟“ وہ ایک دم جیسے سنبھل گئی اور اس کے بعد میری جانب دیکھتی ہوئی بولی۔

”واقعی، میں نے تو شاید کچھ غلط ہی کیا تمہیں تو سچ مچ نیند نہیں آ رہی۔“

”اگر تم سونا چاہتی ہو تو سو جاؤ میں تمہاری ذمہ داری پوری کر لوں گا۔“ میں نے کسی قدر خشک لہجے میں کہا۔

”نہیں، یہ مطلب نہیں ہے جہاں تک میری معلومات ہیں اور وہ یہ ہیں کہ کروشین قبائل اپنی حکومت کے بھی مخالف ہیں ان کے ذرائع آمدنی محدود ہیں بس تھوڑی بہت زراعت سے کام نکال لیتے ہیں ہاں ان علاقوں میں معدنی دولت کے انبار ہیں اور اس کے لیے اکثر کام ہوتا رہا ہے بلکہ ہو بھی رہا ہے لیکن کروشین قبائل کو اس جگہ بھی کام کرنے کا معاوضہ دیا جاتا ہے اور مقامی حکومت خوشی سے یہ معاوضہ ادا نہیں کرتی چنانچہ بہت سی جگہوں پر کروشین قبائل دہشت گردی کرتے رہتے ہیں اور اب یہ دہشت گردی خاصی بڑھ گئی ہے سمندری راستوں سے بھی ان لوگوں کو ایسی جگہ حاصل ہے جو حکومت کی تحویل میں نہیں ہے اور سنا یہ گیا ہے کہ وہاں انہوں نے ایک ایسی خفیہ بندرگاہ تیار کی ہے جہاں سے وہ بحری کارروائیاں بھی کر سکتے ہیں یہ بھی علم میں آیا ہے کہ وہ شاید عرب ممالک کے سرمائے سے اس بندرگاہ کی توسیع کر رہے ہیں تاکہ وہاں سے عربوں کے مفادات کے لیے کام کیا جاسکے چونکہ یہ علاقہ اسرائیل سے بہت فاصلے پر اور الگ تھلگ ہے اس لیے اسرائیل نے مقامی حکومت کو ٹریپ کر کے یہاں کروشین قبائل کے خلاف ہنگامہ آرائی کا جال بچھا رکھا ہے اور بہر حال یہ کام خفیہ انداز سے ہو رہا ہے پہلی بات تو یہ ہے کہ حکومت اسرائیل سمندری راستے سے سفر طے کر کے یہاں کارروائی نہیں کر سکتی۔ دوسری بات یہ ہے کہ مقامی حکومت بھی کروشین قبائل کی

سہم کھلا مخالفت مول نہیں لے سکتی اس لیے اسرائیلی حکومت کو خفیہ کارروائیاں کرنے کی اجازت مل گئی ہے لیکن محدود پیمانے پر بڑے پیمانے پر اسرائیل کو یہاں اڈے وغیرہ تو فراہم نہیں کیے گئے کیونکہ خطرہ یہ ہے کہ اگر کروشین قبائل کو یہ بات معلوم ہوگئی تو وہ حکومت کے شہروں میں تباہی مچا دیں گے اور سمندری راستے سے بھی انہوں نے فرانس سے اغوا ہونے والی کشتیوں پر قبضہ جمایا تھا اور انہیں یہاں لے آئے تھے حکومت اسرائیل اس اسلحے کی خریداری کے لیے مکمل طور پر کوششیں کر رہی ہے ویسے سنا یہ گیا ہے کہ حکومت اسرائیل کی درخواست پر سمندر کے اس حصے کی ناکہ بندی کر لی گئی ہے امریکا اور دوسرے کئی ممالک اپنے بحری بیڑوں سے اتنے عرصے سے اس علاقے کی حفاظت کرتے رہے ہیں تاکہ وہ اسلحہ فوری طور پر عرب ممالک میں نہ پہنچ سکے یہی وجہ ہے کہ کروشین قبائل ابھی تک ان کشتیوں کو عربوں کے حوالے کرنے میں ناکام رہے ہیں اور اس سلسلے میں مسلسل جدوجہد جاری ہے اور عرب چاہتے ہیں کہ کروشین قبائل سے کشتیاں کسی طرح بھی ناکہ بندی توڑ کر حاصل کر لی جائیں اور اسرائیل کی حکومت یہ چاہتی ہے کہ یہ اسلحہ ان کو واپس مل جائے۔“

”جب کہ اسلحہ فرانس کی ملکیت ہے۔“

”ہاں وہ جنگی کشتیاں فرانس ہی کی ہیں جو کرسس کے موقع پر حکومت اسرائیل نے فرانسیسی بندرگاہ سے غائب کی تھیں۔“

”دیری گڈ اور تم کہتی ہو کہ تمہیں اس بارے میں کوئی خاص معلومات حاصل نہیں ہیں۔“ میں نے مسکراتے ہوئے ڈینی سے کہا، ڈینی مایوس نگاہوں سے میری طرف دیکھنے لگی اور پھر بولی۔

”ہاں ایسا ہے جو بات میں نے تمہیں بتائی وہ بالکل عام ہے سمجھ رہے ہوتا تم اور اب بہتر ہوگا کہ مجھے تھوڑی دیر آنکھیں بند کرنے کی اجازت دو یہ نہ سوچنا کہ میں تمہیں یہاں لانے کے بعد تنہا چھوڑ رہی ہوں یہ تنہائی تم خود اپنے لیے حاصل کر رہے ہو۔“ اس نے کہا اور پھر نیم دراز ہو کر آنکھیں بند کر لیں اور اس سے زیادہ کیا صرف جملوں میں وضاحت کی جاسکتی تھی لیکن مجھ جیسا گدھا بھی روئے زمین پر کوئی ہویا پھر میرا وطن میرا خون میرا دل اور رخسار کے لیے میرا خلوص یہ ساری چیزیں مجھے ان راستوں پر بڑھنے سے روک دیتی تھیں۔ جہاں رخسار سے بدعہدی کا آغاز ہوتا تھا چنانچہ میں نے ڈینی کی کیفیات پر کوئی توجہ نہ دی کچھ لمحوں

کی خاموشی کے بعد ڈینی خود ہی سنبھل گئی اور خاموش نگاہوں سے ایک طرف دیکھنے لگی اور میں بھی خاموشی سے دور دور کا جائزہ لے رہا تھا کہ اچانک ہی ڈینی بولی۔

”علاقہ ویسے بہت خوبصورت ہے کیا خیال ہے تمہارا ڈیڑ پال مورس؟“ میں نے ایک لمحے میں محسوس کیا تھا کہ ڈینی کو عقل آگئی ہے اور وہ سنبھل گئی ہے ظاہر بات ہے کہ اس وقت کا ماحول بڑا سنسنی خیز تھا کوئی احمقانہ بات ذہن پر طاری کرنا خطرناک بھی ہو سکتا تھا۔ میں نے خاموشی سے گردن ہلا دی اور ڈینی کہنے لگی بہر حال ہمیں اپنے فرائض پورے کرنے ہیں اور اپنا کام خوش اسلوبی سے سرانجام دینا ہے پھر اچانک ہی اس نے چونک کر کہا۔

”او پال پال!“ اس کے لہجے پر میں چونک پڑا اور میں نے کہا۔

”ہاں کیا بات ہے؟“

”وہ دیکھو اوہ اس طرف یقینی طور پر فوراً اطلاع دو پلیز۔ میں نے اس کے اشارے کی طرف دیکھا تو مجھے دور سے مجھے مدہم روشنیاں متحرک نظر آئیں تین گاڑیاں تھیں ٹرک یا جیپ جو کچھ بھی ہو فاصلہ اتنا تھا کہ ہم صحیح طور پر اس کے بارے میں اندازہ نہیں لگا سکتے تھے لیکن بہر حال یہ بات بالکل مستند تھی کہ وہ ادھر ہی آرہے تھے چنانچہ میں برق رفتاری سے سیڑھی کی جانب بڑھا اور نیچے اترنے لگا ڈینی بھی میرے پیچھے پیچھے تھی ہم جھونپڑی میں داخل ہوئے تو ہمارے قدموں کی آواز سن کر سب افراد ایک دم اٹھ کر بیٹھ گئے۔“

”کیا بات ہے مسٹر پال؟“ آرسن کی آواز سنائی دی۔

”وہ میرا مطلب ہے کہ تین گاڑیاں اس طرف آرہی ہیں۔“

”اوہو، کتنا فاصلہ ہے ان کا۔“

”ابھی کچھ زیادہ ہے لیکن میرا اندازہ ہے کہ چند لمحوں میں وہ اس طرف آجائیں گے۔“

”چلو۔“ مسٹر آرسن نے فوراً اپنے ساتھیوں کو مستعد کیا اور سب کے سب پھرتی سے جھونپڑی سے باہر نکل آئے میں نے سب مشین گن مسٹر آرسن کی طرف بڑھا دی تھی مسٹر آرسن نے شکریہ کے ساتھ مشین گن سنبھال لی اور بولے۔

”آپ بالکل بے فکر رہیں مسٹر پال۔“

”میں بے فکر ہوں۔“

باہر نکل کر ہم نے ان گاڑیوں کو پھر دیکھا انہوں نے روشنیاں مدہم کی ہوئی تھیں اور مناسب رفتار سے اس طرف آرہے تھے اس کا مطلب تھا کہ انہیں کسی سنسنی خیز کیفیت کا احساس نہیں ہے اور وہ اس بات سے لاعلم ہیں کہ ان کی اس پناہ گاہ کو کچھ لوگوں نے اپنے قبضے میں لے رکھا ہے جو ان کے دشمن ہیں ویسے عجیب بات تھی کہ اسٹیمر کے دریا کے ساحل پر موجود ہونے اور ان کا ہمیں تلاش کرنے کا اہتمام ایسا نہیں تھا کہ وہ اس کے بعد صورت حال سے بے خبر ہو جاتے لیکن پتا نہیں انہوں نے کیا چکر چلا رکھا تھا ایک بار پھر میں نے مسٹر آرسن سے کہا۔

”مسٹر آرسن، جن لوگوں کے بارے میں آپ نے بتایا اور جو اس عمارت میں رہتے

تھے جو درختوں کے درمیان بنائی گئی تھی کیا یہ وہ لوگ نہیں ہو سکتے؟“

”نہیں، میرا خیال ہے کہ یہ ہمارے آدمی نہیں ہو سکتے چونکہ انہیں اس طرح کی

مراعات حاصل نہیں ہیں مثلاً میرا مطلب ہے کہ عمدہ قسم کی گاڑیاں وغیرہ جو ان بھیا نک راستوں پر اتنی آسانی سے سفر کر سکیں۔“ آرسن نے جواب دیا اور پھر بولا۔

”بہتر یہ ہوگا کہ ہم منتشر ہو جائیں اور مورچے بنا کر ان کا جائز لیں۔“

”ٹھیک ہے۔“ میں نے کہا میرا اور ڈینی کا حیر بن ہی چکا تھا چنانچہ ہم دونوں پھرتی

سے وہاں سے آگے بڑھ گئے باقی مسٹر آرسن نے بھی اپنے ساتھیوں کو مختلف جگہوں پر تعینات کر دیا تھا۔ البتہ میری چھٹی حس اس موقع کو انتہائی خطرناک بنا کر پیش کر رہی تھی کیونکہ جس

انداز سے وہ لوگ آرہے تھے اس سے اس بات کا اندازہ ہو رہا تھا کہ ان کی تعداد بہت زیادہ

ہے تین گاڑیوں میں یقین طور پر زیادہ ہی افراد موجود ہوں گے میرے لیے بڑی مشکل یہ تھی

کہ میں ان لوگوں پر اپنے طور پر گولیاں نہیں چلا سکتا تھا ویسے یہ بھی حقیقت ہے کہ میں ان کے

تحفظ کے لیے بھی نہیں آیا تھا ڈینی میری ساتھ تھی اور نشینی طور پر میں اگر کسی طرح سے بھی ان

لوگوں سے رعایت برتا تو ڈینی میری نیت سے واقف ہو جاتی حالانکہ تھوڑی بہت اسے

معلومات حاصل تھیں کہ میں ذہنی طور پر کیا سوچ رہا ہوں اور کس چکر میں ہوں پھر سوچنے کا

موقع نہیں ملا کیونکہ مجھے یہ اندازہ نہیں تھا کہ مسٹر آرسن بلا کسی خاص وجہ سے ان پر فائرنگ

شروع کر دیں گے انہوں نے گاڑیوں کے ریج پر آتے ہی سب مشین گن سے فائرنگ شروع

کر دی تھی اور وہ گاڑیوں کی ایک ایک لائن چھنا کوں کے ساتھ ٹوٹ گئی تھی لیکن جواب میں

دوسری طرف سے بھی گولیوں کی بارش شروع ہو گئی گھاس کی جھونپڑی میں لاتعداد گولیاں بیوست ہو گئیں ایک تیز چیخ سنائی دی گویا اس طرف سے ہونے والی فائرنگ مسٹر آرسن کے کسی ساتھی کو چاٹ گئی تھی یہ آرسن کی غلطی تھی کہ اس نے کوئی مناسب عمل ہونے سے پہلے ہی فائرنگ شروع کر دی تھی پتا نہیں ایسا کیوں کیا گیا تھا لیکن اس سے نتیجہ بڑا بھیانک نکلا تھا کیونکہ گولیاں اتنی برق رفتاری سے برسائی جا رہی تھیں کہ ہم میں سے کسی کو سنبھلنے کا موقع نہیں مل رہا تھا اور اب کسی محفوظ پناہ گاہ کی تلاش ناممکن ہو چکی تھی آرسن اور اس کے ساتھی بھی بھرپور مقابلہ کر رہے تھے یہ ان کی بقاء کا معاملہ تھا اور اتنے سارے لوگوں سے جان بچانا معمولی کام نہیں ہو سکتا تھا لیکن میرے اپنے نظریے کے مطابق مسٹر آرسن کی یہ پہل غیر مناسب تھی اور انہوں نے جان بوجھ کر اپنے لیے مشکل تلاش کی تھی البتہ اس وقت صورت حال میرے لیے بہت خطرناک ہو گئی تھی چنانچہ میں نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر اچانک ہی ڈینی کا ہاتھ پکڑ کر زمین پر گھسیتا ہوا جھونپڑی کے آخری حصے میں پہنچ گیا یہاں سے ڈھلان شروع ہو جاتے تھے سامنے کی سمت سے جھونپڑی تک آتے ہوئے یہ مقام کسی بلند جگہ پر محسوس نہیں ہوتا تھا لیکن پیچھے کی طرف ایک گہری کھائی تھی جس جگہ ہم پہنچے تھے وہاں سے ایک چھوٹی سی دراڑ نیچے چلی گئی تھی میں اس دراڑ کو دیکھ کر مسرور ہو گیا یہ جگہ ایسی معلوم ہوتی تھی جیسے ہمارے تحفظ کے لیے ہی بنائی گئی تھی اس وقت مجھے یہی احساس ہوا تھا میں نے برق رفتاری کے ساتھ دراڑ میں چھلانگ لگا دی۔ ڈینی کو میں نے پوری طرح سنبھال رکھا تھا اور دراڑ میں اترتا چلا جا رہا تھا۔

”وہ لوگ..... وہ لوگ سخت خطرے میں ہیں۔“ ڈینی نے ہانپتی ہوئی آواز میں کہا۔

”مسٹر آرسن نے حملے میں پہل کر کے سخت غلطی کی ہے۔“ میں نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

”اب کیا کریں۔“

”کچھ نہیں کیا جاسکتا۔ سوائے اسکے کہ اپنی جان بچائیں۔“

”تم ٹھیک کہتے ہو پال میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ آخر مسٹر آرسن نے ان پر اچانک گولیاں کیوں برسائی شروع کر دیں اگر انہیں ہماری موجودگی کا علم ہوتا تو وہ مورچہ بندی کر کے جھونپڑی پر ہی فائر کرتے، اس کا مطلب تھا کہ انہیں علم نہیں ہے ورنہ وہ روشنی میں نہ آتے اور اگر آ ہی گئے تھے تو انہیں اس بات کا شبہ تھا کہ ہم جھونپڑی میں موجود

ہیں تو وہ گاڑیوں سے اترنے کے بعد جھونپڑی اکھاڑنے کی کوشش کرتے مسٹر آرسن نے خود اپنی موجودگی کا یقین دلایا ہے۔“

”اور اس بارے میں مجھ سے مشورہ تک نہیں کیا اور سب مشین گن سے فائرنگ شروع کر دی بہر حال سوری ڈیر ڈینی ظاہر ہے اس معاملے میں، میں انکی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اپنے کیے کا کوئی علاج نہیں ہوتا۔“ ڈینی نے کوئی جواب نہیں دیا وہ بادل نخواستہ میرے ساتھ ساتھ نیچے اتر رہی تھی اس کا سانس پھولا ہوا تھا اور وہ خاصی بدحواسی کا شکار تھی گولیوں کی آوازیں تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھیں اور یہ حقیقت تھی کہ میں برق رفتاری سے یہ عمل نہ کرتا تو جہاں ہم موجود تھے وہاں گولیوں سے محفوظ رہنا مشکل ہو جاتا بہر حال میں نے دراڑ میں اترنے کا عمل جاری رکھا اور پھر ہمیں ایسی جگہ حاصل ہو گئی جہاں خود کو چھپانے کا موقع مل گیا تھا یہ جگہ اس دراڑ کے نیچے تھوڑی سی جھری تھی اور چٹان کا ایک حصہ اس طرح آگے بڑھا ہوا تھا کہ ہم اسے پلیٹ فارم کے طور پر استعمال کر سکتے تھے مسٹر آرسن نے ہمیں آٹومینک پستول دیئے تھے جو میں نے اور ڈینی نے اپنے ہاتھ میں نکال لئے تھے اب صورت حال یہ تھی کہ ہم نے رک کر صورت حال کا اندازہ لگانا تھا ڈینی کی ذہنی کیفیت کچھ بھی ہو وہ اپنے فرائض کو کس طرح محسوس کر رہی تھی یہ بات ظاہر ہے کہ میں نہیں جان سکتا تھا میں کم از کم اس بات سے خوش تھا کہ مجھے ایک موقع مل گیا ہے کہ میں کروشین قبائل کے افراد کو اپنے ہاتھوں سے ہلاک نہ کروں اس طرح ضمیر تو مطمئن رہے گا کیونکہ جس مقصد کے لیے میں دل سے خلاف تھا جو کام میں نہیں کرنا چاہتا تھا وہ کرنا میرے ضمیر کو کچھ کے دیتا اور میں اس سے بچنے کی صلاحیت حاصل کر چکا تھا اگر اریش واقعی یہ سمجھتا ہے کہ وہ مجھے اپنے جال میں پھانس لینے میں کامیاب ہو گیا ہے تو یہ عہد تو میں نے اپنے دل میں کر ہی لیا تھا کہ اس یہودی جہنمی کو ایسی سزا دوں گا کہ مرنے کے بعد بھی یاد رکھے حالانکہ ابھی تک میں نے مکمل بنجیدگی کے ساتھ فلسطینی مقاصد کا ساتھ نہیں دیا تھا کوئی موقع ہی نہیں ملا تھا ایسا لیکن اگر یہ سعادت مجھے خود بخود حاصل ہو رہی ہے تو پھر میں یہ ثواب کیوں نہ کماؤں چاہے مصلحت کسی حد تک مجھے لے جائے لیکن آج تک جو کرنا چاہوں اسے کم از کم اپنے دل میں داغدار نہیں کر سکتا تھا ڈینی ان تاثرات کو کیا سمجھتی وہ صرف صورت حال کا جائزہ لے رہی تھی اور مسٹر آرسن بڑی ہمت کے ساتھ اپنا کام سرانجام دے رہے تھے اور ابھی تک بھرپور طریقے سے گولیاں چلنے کا مطلب یہ تھا کہ دوسری طرف جو

کوئی بھی ہے مسٹر آرن پر قابو پانے میں ناکام رہا ہے اور مسٹر آرن اپنے مختصر ساتھیوں کے ساتھ اپنا بھرپور دفاع کر رہے ہیں لیکن اچانک ہی ہم لوگوں کو اپنے کان بند کر لینا پڑے غالباً اس طرف کوئی دستی بم پھینکا گیا تھا اور روشنی اور دھماکے کے ساتھ ساتھ ہی بہت سی چیخیں سنائی دیں اور اس کے بعد دوسرے اور تیسرے بم کے دھماکے نے مجھے یہ احساس دلایا کہ اب مسٹر آرن اور ان کے ساتھیوں کی زندگی تقریباً ناممکن ہے۔ ڈینی بھی اس قدر ناواقف نہیں تھی اور صورت حال کو سمجھ رہی تھی پھر جھوپڑی نے آگ پکڑ لی اور میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”ڈینی میرا خیال ہے مسٹر آرن اور ان کے ساتھی.....“ ڈینی نے کوئی جواب نہیں وہ غمزہ انداز میں خاموش ہو گئی تھی پھر اچانک ہی گولیاں چلنے کی آواز بند ہو گئی تھی اور خاموشی سی پھیل گئی جھوپڑی سے بلند ہونے والے شعلے اب سارے ماحول کو منور کر رہے تھے لیکن ہم جس جگہ پوشیدہ تھے وہ واقعی بڑی محفوظ جگہ تھی کروشین قبائل کے افراد اگر اس طرف نکل بھی آتے اور انہیں یہ احساس نہ ہوتا کہ کوئی اس طرف آیا ہے تو وہ آسانی سے ہمیں تلاش نہیں کر سکتے تھے ڈینی نے غمزہ انداز میں آہستہ سے کہا۔

”یوں محسوس ہوتا ہے کہ مسٹر آرن.....“

”خود کو سنبھالے رکھو ڈینی میں مسٹر آرن کے عمل سے شدید اختلاف رکھتا ہوں اور پھر یہ اندازہ ہی نہیں ہو سکا تھا کہ مسٹر آرن ہمارے گروپ میں کیا حیثیت رکھتے ہیں مجھے تو یوں لگ رہا تھا کہ وہ جیسے مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش کرتے رہے ہوں سارا عمل اپنے انداز میں کیا جنگ کے لیے بھی حکمت عملی درکار ہوتی ہے۔ سنو ڈینی ایک بھی گولی اس انداز میں نہ چلاتا کہ بعد میں صورت حال کو سنبھالنا مشکل ہو جائے ڈینی نے گردن بلا دی تھی شعلوں کی روشنی نے ماحول کو اس طرح اجاگر کر دیا تھا کہ ہمیں اور سمٹنا پڑا دوڑتے بھاگتے قدموں کی آوازیں اور پھر انسانوں کی آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں وہ لوگ ماحول پر قادر ہو گئے تھے اور بھاگ دوڑ کر دوسرے لوگوں کو تلاش کر رہے تھے پھر ہم نے کچھ لوگوں کی آوازیں اس طرح بھی سنیں۔“

”اتنے ہی معلوم ہوتے تھے جو لاشیں ہم نے اٹھالی ہیں اس کے علاوہ کسی زندہ انسان کا وجود نہیں ملتا۔“

”پھر بھی تلاش کرو، نظر انداز کرنا مناسب نہیں ہے۔“ ایک اور آواز سنائی دی پھر کچھ

لوگ اس راستے پر گزرنے لگے میں نے ڈینی کے کان میں سرگوشی کی۔

”اس وقت تک جب تک میں فائر نہ کروں نہ تو تمہیں فائر کرنا ہے ڈینی اور نہ ہی آواز نکالنی ہے سانس تک روک لو ان لوگوں کا چلے جانا ہی بہتر ہے۔“ ڈینی کو خود بھی ان تمام باتوں کا احساس تھا اور اس قدر احمق بھی نہیں تھی وہ کہ صورت حال کی نزاکت کو نہ سمجھ سکتی لیکن شکر تھا کہ وہ لوگ زیادہ نیچے تک نہیں آئے تھے اصل میں جھوپڑی کے چلنے سے آگ کی تپش اور دھوئیں کے مرغولے انہیں بھی پریشان کیے ہوئے تھے جب کہ ہم بھی ان سے متاثر تھے اور ہمیں صرف یہی خطرہ تھا کہ کہیں ڈینی کو کھانسی وغیرہ نہ آجائے لیکن وہ خود پر قابو پائے بیٹھی ہوئی تھی یہاں تک کہ ڈھلان میں اترنے والے لوگ واپس پلٹ گئے اور جب اس طرف ان کے آنے کی امید نہ رہی تو میں نے ڈینی سے کہا۔

”آؤ۔“

”اب کیا؟“

”ہاں، ڈینی آؤ میں نے اس کا ہاتھ پکڑا اور دراڑ کی طرف نیچے اترنے لگا ہم خاصی گہرائی میں اتر آئے تھے اور اس کے بعد نوکیلی چٹانوں والا ناہموار میدان میلوں پھیلا ہوا تھا اس کھلے میدان میں سفر کرنا اس وقت بالکل مناسب نہیں تھا لیکن اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ ہم ان نوکیلی چٹانوں کا سہارا لے کر یہاں سے دور نکل جائیں۔ ممکن ہے کہ کروشین قبائل ہی دور دور تک بکھر کر یہاں آنے والوں کو تلاش کریں اور ہم ان کے ہتھے چڑھ جائیں میرے پاس ظاہر ہے اس وقت کہنے کے لیے کچھ بھی نہیں ہوگا چونکہ میری ہر بات اپنا بچاؤ تصور کی جائے گی ہم نوکیلی چٹانوں کا سہارا لے کر بڑی احتیاط سے آگے بڑھنے لگے پھر کافی فاصلے پر ہمیں درختوں کے جھنڈ نظر آنے لگے ان کے دامن میں لمبی لمبی گھاس بھی تھی اور یہ ہمارے لیے بہترین پناہ گاہ بھی بن سکتی تھی چنانچہ یہاں احتیاط کو نظر انداز کر کے تھوڑی سی دوڑ لگانی پڑی اور ہم یہ فاصلہ طے کر کے اس گھاس تک جا پہنچے، نرم گھاس ہمارے لیے اس وقت بڑی سکون آور ثابت ہو رہی تھی دھوئیں اور گھٹن کا احساس بھی یہاں نہیں تھا کیونکہ فاصلہ کافی ہو گیا تھا ویسے جلتی جھوپڑی سے اب بھی اونچے اونچے شعلے بلند ہو رہے تھے ڈینی یہاں آ کر گھاس پر لیٹ گئی وہ گہری گہری سانسیں لے رہی تھی اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے میں بھی اس کے قریب بیٹھ گیا اور دور جلتی ہوئی جھوپڑی پر آنکھیں جمائے نجانے کیسی کیسی

سوچوں میں گم ہو گیا یہ سب جو کچھ ہو رہا تھا بڑی اہمیت کا حامل تھا لیکن کیا کیا جاسکتا ہے زندگی کے سفر میں یہی سب کچھ تحریر کر دیا گیا تھا تو بھلا اس سے گریز کس طرح ممکن تھا اس ناویدہ تحریر کو تقدیر کا لکھا سمجھ لیا جائے۔ کافی دیر ہو گئی ڈینی اسی طرح لیٹی ہوئی تھی میں نے اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

”ڈینی اگر تمہیں نیند آرہی ہے تو سو جاؤ۔“

”نہیں، نیند کا کیا سوال ہے میں تھک گئی ہوں پال۔“

”ہاں، یقینی طور پر تم تھک گئی ہوگی جو کچھ کرتی رہی ہو ویسے میری بات کا برا امت مانتا میرا ذاتی خیال ہے کہ حالات کیسے بھی کیوں نہ ہوں لیکن یہ منصب خواتین کا نہیں ہے۔“

”چھوڑو ان باتوں کو ان میں کیا رکھا ہے ڈیز پال مورس انسان کیسے کیسے مراحل سے گزرتا ہے اور کس طرح ایسے فیصلے کر لیتا ہے جو درحقیقت اس کے اپنے نہیں ہوتے ان باتوں کو غور کرنے سے سمجھ میں آنے کے امکانات ہوتے ہیں ورنہ ہر شخص اپنے طور پر تجربہ کر سکتا ہے میں نجانے کیوں مسٹر آرن کے لیے غمزدہ ہوں ویسے تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا مسٹر آرن.....“

”اگر ان میں سے کوئی بچ گیا ہے تو یہ ایک شدید حیران کن بات ہوگی۔“

”پتا نہیں کروشین قبائل کے لوگ ابھی وہاں موجود ہیں یا نہیں؟“

”کیا کہا جاسکتا ہے۔“ میں نے جواب دیا اور اس کے بعد پھر خاموشی طاری ہو گئی

اور یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے وہ لوگ وہاں سے چلے گئے ہوں میں نے کہا۔

”ڈینی کیا خیال ہے ہم وہاں چل کر جائزہ لیں اور یہ اندازہ لگانے کی کوشش کریں

کہ مسٹر آرن.....“

”نہیں پلیز میں اب بالکل اس کیفیت میں نہیں ہوں اگر مسٹر آرن وغیرہ زندہ بچ

بھی گئے ہیں تو کیا انہوں نے انہیں یہاں چھوڑ دیا ہوگا؟“

”تم ذرا اہمیت سے کام لو ڈیز میں ان کے بارے میں معلومات کرنے جاتا ہوں۔“

”دیکھو میں تمہیں کسی بھی مسئلے میں روکنے کا اختیار نہیں رکھتی لیکن میری درخواست

ہے تم سے کہ مجھے تنہا چھوڑ کر نہ جاؤ اور پھر یہ عمل جو تم کرنا چاہتے ہو کافی خطرناک ثابت ہوگا

پلیز ایسا نہ کرو۔“

”تو پھر ہمیں کیا کرنا ہے؟“

”یہاں سے آگے بڑھ جائیں گے راستہ جس سمت بھی جائے ہم آخر کار آبادی تک پہنچ جائیں گے۔“

”کیا تم کو ان راستوں کے بارے میں علم ہے؟“

”نہیں لیکن اتنا معلوم ہے کہ یہاں قرب و جوار میں اچھی خاصی جدید آبادیاں پھیلی ہوئی ہیں کروشین قبائل جنگلی قبیلے نہیں ہیں وہ جدید ترین بستیوں میں رہتے ہیں بس انہوں نے طریقہ کار ذرا مختلف منتخب کیا ہے اور حکومت سے الگ ہٹ کر اپنے لیے عہدگی سے آبادیاں بنائی ہیں سرحدی راستوں کو انہوں نے خاصا مشکل کر دیا ہے۔ باقی سب ٹھیک ہے۔ جہاں مناسب سمجھو چلو ہمیں بہر حال ان جنگلوں میں وقت تو نہیں گزارنا لیکن رات کے اس حصے میں اگر ہم نے سفر کیا اور کہیں تاریکی میں ہم ان لوگوں کو نظر آ گئے تو پھر صورت حال مشکل ہو جائے گی۔“

”نہیں رات تو ہمیں یہیں گزارنی چاہئے۔“ پھر اس کے بعد ہم لوگ خاموش ہو گئے یہ گھاس ہی بستر بنی ویسے بھی رات کا غالباً آخری پہر ہی تھا لیکن گھنے درختوں کی چھاؤں میں صبح کی روشنی کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکا نیند اس طرح ٹوٹ کر آئی تھی کہ آنکھ کھلی تو سورج ڈھل چکا تھا اور یہ بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ کتنا وقت گزر گیا ہے شام کے سائے آہستہ آہستہ پھیلتے جا رہے تھے ڈینی نے شدید حیرت سے کہا۔

”گویا ہم پوری رات اور پورا دن سوتے رہے ہیں۔“

”پورا دن ہی کہو ڈینی کیونکہ رات کا آخری پہر تھا صبح کا ستارا سفر کر رہا تھا جب ہم سونے کے لیے لیٹے تھے۔“

”یہی بات ہے اب کیا کریں؟“

”اس کے سوا اور کچھ نہیں کر سکتے کہ آبادیوں کی جانب سفر شروع کریں۔“ اور راستے کا تعین کر کے ہم نے سفر کا آغاز کر دیا آبادیاں لگا ہوں کے سامنے تو تھی نہیں لیکن شاید تقدیر ہماری مددگار تھی کیونکہ درختوں کے جھنڈ کا آخری حصہ غیر آباد نہیں تھا یہاں چھوٹے چھوٹے ایسے آثار نظر آ رہے تھے جن سے یہ ظاہر ہو رہا تھا کہ بڑی آبادی کا فاصلہ زیادہ دور نہیں ہے لیکن یہ فاصلہ اتنا مختصر بھی نہیں تھا اس وقت رات تقریباً ہونے ہی والی تھی جب ہم اچھی خاصی آبادی کے قریب پہنچ گئے یہاں خاصے عمدہ مکانات بکھرے ہوئے تھے جگہ جگہ روشنیاں نظر

آ رہی تھیں تھوڑے فاصلے پر رہ کر ہم نے اس آبادی کا جائزہ لیا تو ڈینی بولی۔

”یہ تو خیر سوچنے کی بات ہی نہیں ہے کہ ہم کسی کروٹیں آبادی میں ہیں لیکن بہتر ہے کہ ذرا سی رات اور بیت جائے جب ہم آبادی میں داخل ہوں۔“ میں نے ڈینی سے اتفاق کیا تھا ہم ایک ایسی جگہ رک گئے جہاں ایک کھنڈر نما عمارت نظر آ رہی تھی بہر حال رات کی تاریکی کچھ گہری ہوئی تو ہم باہر نکل آئے اور شہری آبادی میں داخل ہو گئے چھوٹے چھوٹے ہوٹل اور قبوہ خانے کھلے ہوئے تھے غالباً چوبیس گھنٹے سے زیادہ کا فاقہ ہو چکا تھا بھوک دیوانگی طاری ہو رہی تھی اور ڈینی بھی صورت سے نڈھال نظر آ رہی تھی سب سے بڑا مسئلہ سامنے تھا چنانچہ اب زیادہ احتیاط نہیں برتی جاسکتی تھی ہم ہمت کر کے ایک چھوٹے سے ہوٹل میں داخل ہو گئے اس میں خاصی میزیں پڑی ہوئی تھیں لیکن زیادہ تر خالی تھیں بس اکا دکا میزوں پر لوگ بیٹھے ہوئے تھے ہوٹل کے ملازم سامان سمیٹ رہے تھے ہم اندر داخل ہوئے تو گہرا سناٹا طاری ہو گیا یوں لگتا تھا جیسے وہاں موجود لوگوں نے بھوتوں کو دیکھ لیا ہو سبھی چورنگا ہوں سے ہماری جانب دیکھ رہے تھے حالانکہ ان میں اور ہمارے لباسوں میں کوئی نمایاں فرق نہیں تھا شکل و صورتیں بھی ایسی نہیں تھیں کہ وہ لوگ کسی غلط فہمی کا شکار ہو جائیں پھر کیا ان کو ہمارے بدن سے ایسی خوشبو آ رہی تھی کہ وہ ہمیں اجنبی سمجھ لیں بہر حال ہم ان تمام باتوں کو نظر انداز کر کے آگے بڑھے۔ سامان اٹھاتے ہوئے دیٹر بھی خاموشی سے اپنی جگہ رک گئے تھے میں آگے بڑھ کر کاؤنٹر پر پہنچ گیا کاؤنٹر میں اچھی خاصی جسامت کا مالک تھا میں نے جیب سے کرنسی نکال کر اس کے سامنے رکھ دی اور کہا۔

”ہمارے لیے کھانا تیار کرو۔“ کاؤنٹر میں اچھل پڑا اور پھر وہ مستعد ہو گیا اس نے سامنے رکھی ہوئی گھنٹی پر ہاتھ مارا اور ملازم اس کے پاس پہنچ گئے۔

”کھانا لاؤ، ان لوگوں کو کھانا درکار ہے۔ بیٹھے جناب آپ براہ کرم کسی میز پر بیٹھ جائیے۔“ اس نے کہا اور ہم ایک میز کی جانب بڑھ گئے ڈینی بیٹھ کر سرگوشی کے انداز میں بولی۔

”کچھ محسوس کر رہے ہو۔“

”ہاں لیکن اس کے بارے میں تمہارا کیا اندازہ ہے۔“

”انہیں ہم پر شبہ ہو گیا ہے۔“

”میری چھٹی حس بھی کسی خطرے کا اعلان کر رہی ہے۔“

”تعب ہے، ویسے تمہارا کیا خیال ہے یہ لوگ ہمارے بارے میں کیا سوچ رہے ہوں گے۔“ ڈینی خاموش ہو گئی اس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا عجیب و غریب فضا پیدا ہو گئی تھی وہ لوگ دوڑ دوڑ کر کام کر رہے تھے اور ہماری جانب مسلسل چورنگا ہیں اٹھ رہے ہیں تھیں ڈینی نے آہستہ سے کہا۔

”کیا کھانا پر اطمینان انداز میں کھایا جاسکتا ہے؟“

”کیا مطلب؟“

”کہیں کھانے میں کوئی زہریلی چیز نہ ملا دی جائے۔“

”میں نے چونک کر ڈینی کو دیکھا اور بولا۔“

”یہ جانے بغیر کہ ہم ان کے لیے نقصان دہ ہیں کہ نہیں؟“

”کیا کہا جاسکتا ہے۔“

”جو کچھ بھی کہا جائے یہ نہ کہا جائے بھوک اتنی لگ رہی ہے کہ اس وقت زہر کھا کر بھی گزارہ کیا جاسکتا ہے۔“ ڈینی خاموش ہو گئی کچھ لمحوں کے بعد ہمارے سامنے کھانا لگا دیا گیا کھانا لگانے والا ویٹر پلیٹیں ہمارے سامنے لگا رہا تھا لیکن اس کے چہرے پر خوف کے آثار منجمد تھے جب وہ کھانا لگا کر آگے بڑھ گیا تو ڈینی بولی۔

دوسرا ویٹر غائب ہو گیا۔

”کیا مطلب؟“

”اس سے پہلے دو تھے۔“

”تو تم کوئی خطرہ محسوس کر رہی ہو۔“

”خطرہ تو لمحے لمحے محسوس کیا جانا چاہیے کیونکہ بہر حال یہاں کے ماحول میں عجیب سی پراسر کیفیت ہے۔“ میں ایک لمحے تک سوچتا رہا پھر میں نے کہا۔ ڈینی کھانا تو کھا لو تا کہ اس کے بعد جو کچھ بھی پیش آئے ہم اس کے لیے ذہنی طور پر تیار ہوں۔

”او کے ڈینی نے کہا اور ہم واقعی سر جھکا کر کھانے میں مصروف ہو گئے پیٹ کا دوزخ بھرنے کے بعد ہی یہ سوچا جاسکتا تھا کہ آگے کیا ہوگا اور جو ہوگا دیکھا جائے گا اس وقت جس انداز میں ہم نے کھانا کھایا تھا اگر کہیں خود اپنے اس انداز کو دیکھ لیتے تو خود پر ہی ہنستے لیکن بہر حال وقت کی ضرورت تھی کچھ نہیں کیا جاسکتا تھا تھوڑی دیر کے بعد ہم کھانے سے فراغت

حاصل کر چکے تھے اور چند لمحات کے بعد میں نے کہا۔“

”اٹھو ڈینی ہم دونوں اچانک ہی اٹھ کھڑے ہوئے تھے کاؤنٹر میں نے ہمیں دیکھا اور اوہرا دھر ہاتھ پاؤں مارنے لگا وہ بلاوجہ سامنے کی چیزیں اوہرا دھر کر رہا تھا جب کہ دوسری میزوں پر بیٹھے ہوئے لوگ اب بھی ساکت تھے کوئی بھی یہاں سے نہیں اٹھا تھا میں نے اپنا پستول نکال لیا اور اس کے بعد ہم وہاں سے واپس چل پڑے کاؤنٹر میں کو پہلے ہی رقم ادا کر دی تھی اس لیے بل وغیرہ کا کوئی مسئلہ نہیں تھا اس نے باقی رقم نکال کر اپنے سامنے رکھ لی تھی البتہ ہم سے یہ کہنے کی جرات نہیں کر سکا تھا کہ ہم باقی بچی ہوئی رقم لے لیں لیکن ڈینی کی چھٹی حس نے واقعی اسے صحیح احساس دلایا تھا جیسے ہی ہم ہوٹل کے دروازے سے باہر نکلے ایک جیپ ہماری سامنے آ کر رکی اور اس میں سے چند افراد باہر نکل آئے ان میں سے ایک ہوٹل کا وینر تھا جسے میں نے ایک نگاہ میں پہچان لیا تھا دوسرے افراد اجنبی چہروں کے لوگ تھے انہوں نے ہمیں دیکھا اور ٹھنک گئے لیکن مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ دیر کرنا اس وقت بدترین غلطی ثابت ہوگی مسٹر آرسن نے بھی شاید میرے ہی انداز میں سوچا ہوگا اور حالات سے ایکدم خوفزدہ ہو کر ان پر فائرنگ کر دی ہوگی لیکن ان سے غلطی ہوگئی میں نے البتہ صحیح آدمی کو مارا تھا چنانچہ میں نے لمبی چھلانگ لگائی اور جو شخص میرے سامنے آیا میں نے اس کو اپنی لپیٹ میں لے کر زمین پر گر دیا جب کہ ہوٹل کا ملازم اندرونی دروازے کی طرف لپکا تھا لیکن جیسے ہی وہ آگے بڑھا ڈینی نے پاؤں آگے بڑھا دیا اتنا اندازہ تو مجھے ڈینی کے بارے میں بھی تھا کہ وہ بہر حال انریش وائش کی ساتھی تھی اور یقینی طور پر لڑائی بھڑائی کے معاملات سے بھی واقف ہوگی اس نے اس وقت جس طرح اپنا پاؤں وینر کے پاؤں میں اڑایا تھا وہ بڑا کارآمد رہا وینر اس بری طرح گرا کہ اس کا چہرہ زمین سے ٹکرا کر شدید زخمی ہو گیا اس نے دو تین بار ہاتھ پاؤں مارے لیکن ڈینی نے اپنے کام کو پختہ کرنے کے لیے اپنے جوتے کی ٹھوک اس کے سر کے پچھلے حصہ پر رسید کی اور وینر چپت ہو گیا ڈینی نے یہ سب کچھ ہی نہیں کیا تھا بلکہ اس نے وینر کو گھسیٹ کر ایک جانب ڈال دیا اور پستول نکال کر باقی افراد کی جانب متوجہ ہو گئی اس کی غرائی ہوئی آواز ابھری۔“

”خبردار اپنے ہاتھ اوپر کر لو ورنہ اس دوران میں اپنے مد مقابل سے بھڑا ہوا تھا میرا مد مقابل جو بہت اچھے بدن کا مالک تھا ایک لمحے کے لیے بوکھلایا تھا لیکن دوسرے لمحے اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا اور جھک کر اپنے موزے سے ایک لمبی چھری نکال لی اور پھر انتہائی

پھرتی سے اس نے وہ چھری مجھ پر پھینک ماری تھی لیکن میں غافل نہیں تھا میں نے فوراً اپنی جگہ خالی کر دی اور اس کے ہاتھ سے نکلی ہوئی چھری اسی کے ایک ساتھی کی گردن میں پیوست ہو گئی جو مجھ پر پیچھے سے حملہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا دوسرے لمحے میں نے اچھل کر اس شخص کے پیٹ پر ایک ٹھوک رسید کر دی پستول کو میں ابھی جان بوجھ کر استعمال نہیں کر رہا تھا جب کہ وہ میرے ہاتھ میں موجود تھا میں نے اس کے منہ پر ایک گھونسا رسید کیا اور وہ نیچے گر پڑا ڈینی یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی میں نے پلٹ کر دوسرے آدمی کی پنڈلی پر ٹھوک ماری اور جیسے ہی وہ جھکا تو میرا گھونسا اس کے جڑے پر پڑا اس طرح میں نے ان تینوں افراد کو زمین پر لٹا دیا اور پھر وہ چھری اٹھالی جو پہلے آدمی نے نکالی تھی اور اس کے بعد میں نے اسے منھی میں دبا کر کہا۔“

”پستول میں اس لیے استعمال نہیں کر رہا کہ تمہارے دوسرے ساتھی اس طرف متوجہ نہ ہوں لیکن چھری سے میں با آسانی تمہاری گردن الگ کر سکوں گا وہ ایک لمحے کے لیے میرے الفاظ سے متاثر ہوا لیکن پھر اس نے زمین پر بڑیک ڈانسر کی طرح لوٹ لگائی اور اپنی دونوں ٹانگوں سے میری ٹانگوں کو الجھانے کی کوشش کی جس میں وہ خاصی حد تک کامیاب ہو گیا تھا اور میں ایک دم لڑکھڑا گیا اس نے زمین پر لیٹے لیٹے اپنے جوتے کی ٹھوک میرے پیٹ پر ماری درحقیقت مجھے اس کا گمان نہیں تھا میں ایکدم پیچھے جا گرا اور اچانک دوسرے لوگوں نے مختلف سمتوں میں چھلانگیں لگا دیں وہ ہمت چھوڑ چکے تھے کیونکہ انہیں یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ ہم دونوں مسلح ہیں اور اگر پستول استعمال کریں تو با آسانی انہیں ٹھکانے لگا سکتے ہیں میں نے اب بھی پستول استعمال نہیں کیا تھا بلکہ وہی شخص میری ریش میں تھا جو مجھ پر حملہ آور ہوا تھا اور میں نے ایک لمبی چھلانگ لگا کر اسے پکڑ لیا حالانکہ خطرہ یہ بھی موجود تھا کہ کہیں ہوٹل سے اور لوگ باہر نہ نکل آئیں۔ اس وقت ہم دونوں بڑا جھگڑا کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھے چنانچہ بہتر یہ ہے کہ اس جھگڑے کو جتنی جلدی ختم کر لیا جائے چنانچہ میں نے اپنے شکار کو ایک زوردار لات رسید کی اور اس کے بعد اس کے جڑے پر پوری قوت سے ایک گھونسا رسید کر دیا۔ نتیجہ میری مرضی کے مطابق نکلا تھا۔ اس کا دماغ چکرا گیا۔ باقی لوگ چونکہ بھاگ چکے تھے اسی لیے ان کی جانب سے خطرہ تقریباً ختم ہو گیا تھا میں نے اس کے آخری گھونسا رسید کیا اور وہ زمین پر چاروں شانے چٹ گر گیا تب میں نے اپنا گھٹنا اس کے سینے پر رکھ کر کہا۔“

”زندگی چاہتے ہو تو فوری طور پر یہاں سے نکلنے کی کوشش کرو۔“ وہ بالکل ہی نڈھال

”وہ لوگ مجھے یہ کہہ کر لائے تھے کہ میں اپنی ڈیوٹی سرانجام دوں۔ اجنبی ہوٹل میں آگھسے ہیں اور شاید کچھ خطرناک ارادے رکھتے ہیں۔ بس میں تھوڑا سا جھوٹک میں تھا کہ چلا آیا اور مجھے کم از کم اپنے تحفظ کا بندوبست کر لینا چاہئے تھا۔“

”لیکن مائی ڈیر تم ہو کون؟“

”ولسن ہے میرا نام اور بس یہ سمجھ لو کہ ایک غلطی کی سزا بھگت رہا ہوں۔“ اس نے جیب آگے بڑھاتے ہوئے کہا اور ہمارے سامنے کوئی منزل تھی نہ نظریہ۔ بس یہاں سے نکل کر کسی محفوظ جگہ پہنچنا تھا۔ صورت حال تو خراب ہو ہی چکی تھی ایک طرح سے ہم بھیڑیوں کے جنگل میں پھنسے ہوئے تھے اور یہ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ آنے والے وقت میں ہماری کیا درگت بنے گی لیکن اب جب کہ یہ صورت حال پیش آئی گئی تھی تو اب حالات جو بھی فیصلہ کریں۔ مسٹر ولسن مسلسل اپنے بارے میں بتا رہے تھے اور ہمیں ان کی گفتگو سے یہ پتا چلا تھا کہ کروشین قبائل بے شک اپنے علاقے میں جدوجہد کر رہے ہیں لیکن مقامی حکومت نے انہیں ابھی تک آزادی نہیں دی اور یہاں اپنی چوکیاں قائم کر رکھی ہیں۔ مسٹر ولسن ایک چوکی کے انچارج تھے۔ انہوں نے بتایا۔

”ہم لوگ مقامی حکومت کے وفاداروں کی حیثیت سے ان علاقوں میں تعینات ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ کروشین گوریلے حکومت کے کسی بھی آدمی کو بھلا کیسے زندہ رہنے دیں گے۔ وہ ہم لوگوں کو چن چن کر قتل کر دیں اگر ہم ان کے مفادات کے خلاف ایک بھی جنبش کریں۔ چنانچہ یہ سمجھ لو کہ ہم حکومت سے صرف تنخواہیں لیتے ہیں اور باقی ہمارے سارے مفادات کروشین گوریلوں کیساتھ ہیں اور یہ ہماری مجبوری ہے لیکن صرف ان لوگوں کی جو اپنے فرائض کو سرانجام دینا ہی بہتر سمجھتے ہیں ورنہ وہ لوگ جو صرف تنخواہ وصول کرنے کے شوقین ہوتے ہیں آرام سے یہاں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ بات سمجھ میں آرہی تھی یہ شخص کم از کم اس لحاظ سے کارآمد تھا کہ ہمیں یہاں کے حالات جان کر کچھ وقت گزار لینے میں مدد مل سکتی تھی میں نے کہا۔“

”اب یہ بتاؤ میرے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔“

”صرف اتنا کہ تم لڑائی بھڑائی کے ماہر شخص ہو اور ایسے لوگوں کی یہاں بہت گنجائش ہے لیکن چونکہ تم یہاں سے تعلق نہیں رکھتے اس لیے تمہارے لیے جگہ جگہ خطرات منہ کھولے

ہو گیا تھا اس نے دونوں ہاتھ سامنے کرتے ہوئے کہا۔

”آہ غلطی، غلطی مجھ ہی سے ہوئی تھی اور اس غلطی نے مجھے اس حالت تک پہنچا دیا اور اب جب تم نے مجھ پر فتح حاصل کر لی ہے تو کوئی بات کہنا ایسا ہی لگتا ہے جیسے یا تو میں تمہیں دھوکا دے رہا ہوں یا پھر زندگی کی بھیک مانگ رہا ہوں۔“

”مطلب؟“

”ابھی کچھ نہیں بتاؤں گا کچھ بھی نہیں بتاؤں گا جو کچھ ہوا ہے بس یوں سمجھ لو کہ دوسرے لوگوں کی غلط اطلاع سے ہوا ہے۔ میں تو یہ محسوس کر رہا ہوں کہ تم کروشین ہو ہی نہیں۔“

”انھو۔ میں نے سرد لہجے میں کہا اور اس کا گریبان پکڑ کر اسے کھڑا کر دیا وہ جھومتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا تھا پھر میں اسے آگے دھکیلنے لگا تو اس نے کہا۔“

”اس طرف نہیں اس طرف اگر تم مناسب سمجھو۔“

”کیوں ادھر کیا ہے؟“ میں نے سوال کیا۔

”میری جیب کھڑی ہوئی ہے۔ مجھے اس تک لے چلو۔“

”تاکہ تم اس میں سے اسلحہ نکال کر میرے خلاف کارروائی کر سکو۔“

”بالکل نہیں، بالکل نہیں، تم اطمینان رکھو آگے بڑھو پلیز ورنہ پھر دوسروں کو میں نہیں روک سکوں گا اور وہ جو کچھ کریں گے اس کا نتیجہ مجھے بھگتنا پڑے گا۔ میں نے اس کی بات مان لی تھی۔ ڈینی نے بھی مجھے آنکھ سے اشارہ کیا تھا کہ کوئی حرج نہیں ہے دیکھ لیا جائے آخر وہ کیا چاہتا ہے۔ چنانچہ ہم اس کے ساتھ آگے بڑھ گئے۔ تھوڑے فاصلے پر واقعی جیب موجود تھی۔ میں نے اس سے کہا۔“

”چلو ٹھیک ہے اور کوئی نہیں ہے تمہارے ساتھ؟“

”نہیں۔ پھر ہم نے اسے جیب میں دھکا دیا لیکن ڈینی نے ایک اور کام بھی کیا تھا اس نے پھرتی سے اس کا پستول نکال کر اپنے قبضے میں کر لیا اور میں نے اسے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔“

”چلو جیب اسٹارٹ کرو۔ اس نے جیب اسٹارٹ کر دی تھی اور میرے اشارے پر

اسے آگے بڑھا دیا تھا میں نے اس سے کہا۔“

”ہاں تم کسی غلط فہمی کی بات کر رہے تھے۔“

کھڑے ہوئے ہیں۔ میری تم سے کوئی دشمنی ابھی تک نہیں شروع ہوئی ہوئی کے لوگ جیسا کہ میں نے تمہیں بتایا یہ کہہ کر مجھے یہاں لائے ہیں کہ میں کوئی سرکاری جاسوس ہوں لیکن اب صورت حال عارضی طور پر مناسب ہے اگر میری تم سے دشمنی ہوتی تو اس وقت میں با آسانی تمہیں پھنسا سکتا تھا لیکن خیر نو جوان ہو، لڑکی کے ساتھ ہو میں تمہیں عارضی طور پر پناہ دے سکتا ہو بشرطیکہ تم مجھے یہاں اپنی آمد کا مقصد بتا دو۔“

”ہماری آمد کا مقصد کم از کم کروشین کمانڈر کو نقصان پہنچانا نہیں ہے بلکہ یوں سمجھ لو کہ ہم خود مقامی حکومت سے بھاگے ہوئے لوگ ہیں اور پناہ لینا چاہتے ہیں لیکن ہم کچھ ایسے لوگوں کے قبضے میں تھے جو ہمیں اپنی قید میں رکھنا چاہتے تھے اور شاید کروشین قبائل میں کچھ قیدیوں کے تبادلے کے لیے اپنے ساتھ لائے تھے وہ مارے گئے۔“

”آہا، تو کیا تم انہیں لوگوں میں سے ہو جو سرکاری کیمپوں میں گوریلوں کے ہاتھ مارے گئے۔“

”ہاں لیکن ان میں سے مفرد۔“

”گڈ، ویری گڈ، میری نگاہیں بہت دور تک دیکھ رہی ہیں اور میرا خیال ہے کہ میں تمہیں پناہ دے سکتا ہوں۔“ اس کے انداز میں نرمی پیدا ہو گئی تھوڑا سا کھسکا ہوا آدمی معلوم ہوتا تھا۔ کیونکہ اس نرمی کی وجہ اب تک میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ اپنے طور پر سوچتا اور فیصلے کرتا رہتا تھا اور یہ سارا تاثر اس کے چہرے سے جھٹک رہا تھا۔ بہر حال اگر غلط بھی ہے تو عارضی طور پر ہم یہاں مشکل ہی کا شکار ہیں۔ ذہنی بھی دوہری کیفیت میں مبتلا تھی ایک طرف وہ ایرش واش کے مفادات کے لیے کام کر رہی تھی لیکن دوسری طرف وہ اپنے خیالات کا اظہار کر کے اپنی دانست میں ہی نہیں بلکہ میرے خیال میں بھی ایرش واش کی نگاہوں میں بھی مشکوک ہو چکی تھی اور اگر ایرش واش کو اس بارے میں مکمل اطلاع ہو چکی ہے تو پھر ذہنی کے لیے بھی حالات بہتر نہیں تھے۔ اس بات سے وہ خود بھی بخوبی واقف تھی۔ چنانچہ آنے والے وقت میں اگر کروشین گوریلوں کی درمیان پناہ لے کر میں عربوں کے مفادات کے لیے کوئی بہتر قدم اٹھا سکوں تو مجھے خوشی ہوگی اور باقی معاملہ جہاں تک رخسار کا رہا تھا اس کے بارے میں اتنے الفاظ اپنے ذہن میں سمو چکا تھا کہ مزید کچھ کہنے کی گنجائش باقی نہ رہی تھی۔ باہر کا موسم خاصا گہرا ہوتا جا رہا تھا۔ آسمان پر پھیپے بادلوں کے ٹکڑے پھیل گئے تھے پھر وہ جمع

اپھر کالی سیاہی جیسی شکل اختیار کر گئے اور اس کے بعد بجلی کڑکنے لگی۔ ولسن نے آسمان کو دیکھا اور بولا۔

”یہاں کے موسم کی بھی کوئی تک نہیں ہوتی۔ جب چاہے خراب ہو جاتا ہے دیکھو صبح کتنی روشن تھی اور چند لمحوں میں موسم کتنا تبدیل ہو گیا۔ دیسے کیا چاہتے ہو؟ کیا تمہارے لیے بہتر جگہ منتخب کی جائے؟ یا پھر جیسا تم کہو۔“

”اب یہ تم پر منحصر ہے مسٹر ولسن جیسے بھی تم مناسب سمجھو۔“

”چل رہا ہوں، دیکھو صورت حال کیا رہتی ہے۔“ ولسن نے کہا اور گاڑی دوڑاتا رہا ہم اس وقت ایک شکستہ سڑک سے گزر رہے تھے جو گھنے درختوں کے درمیان سے نکل رہی تھی۔ جیپ اس پر خاصی اونچی نیچی اچھل رہی تھی۔ اس کے علاوہ موسم اس قدر شدید ہوتا جا رہا تھا کہ اب درختوں کے نیچے سیاہی پھیلنے لگی تھی اور یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے گہری رات ہو رہی ہو پھر آگے جا کر یہ سڑک کسی قدر بہتر ہو گئی۔ غالباً کوئی اور آبادی نظر آ رہی تھی حالانکہ آگے جنگل خاصا گھنا تھا اور ہم اس جانب بڑھتے چلے جا رہے تھے آبادی کی مدہم مدہم روشنیاں جو گہری تاریکی کی وجہ سے جلادی گئی تھیں کبھی دائیں سمت سے ٹٹماتی اور کبھی بائیں سمت سے ولسن نے کہا۔

”اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ راستے محفوظ ہیں تو یہ احتمالہ خیال دل سے نکال دو۔ کوئی بھی لمحہ ایسا آ سکتا ہے کہ گوریلے ہم پر آپڑیں اور اگر ہم ان کو کوئی تسلی بخش جواب نہیں دے سکے تو زندگی کا تصور مشکل ہو جائے گا۔“

”چلتے رہو مائی ڈیئر ولسن یا تو خود کوئی جگہ منتخب کر دیا پھر اپنے آپ کو وقت کے سپرد کر دو۔“

”تم سمجھتے نہیں ہو، بالکل بھی نہیں سمجھتے خیر، تمہاری مرضی۔“ اس نے واقعی خاموشی اختیار کر لی اور پھر کافی سفر اسی خاموشی سے طے ہوا آگے چل کر یہ راستہ دو شاخوں میں تقسیم ہو گیا تھا ولسن نے یہاں ایک لمحے کے لیے گاڑی روکی اور بولا۔

”بتاؤ کس طرف چلنا ہے؟“

”یار تم عجیب آدمی نہیں ہو۔“

”کیوں؟“

”تو پھر یہی کہا جاسکتا ہے کہ خدا تمہیں عقل دے ارے میرے بھائی اگر کہیں لے ہی اچانا چاہتے ہو تو ہم نے تم سے پہلے بھی یہ بات کہہ دی ہے کہ ہمیں اس پر اعتراض نہیں ہے۔“
پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگا اور پھر بولا۔

”آؤ۔“ جیپ ایک مناسب جگہ کھڑی کر دی گئی تھی ویسے ہم اس چھوٹے سے پل کو دیکھ رہے تھے جو کچی مٹی سے بنا ہوا تھا اونچے نیچے ٹیلوں جیسی زمین تھی جس پر سے گزر کر دوسری سمت پہنچا جاسکتا تھا وہ ہمیں لیے ہوئے دوسری جانب چل پڑا۔ پل پتلا تھا اور پھر اس کے بعد ایک عجیب سی جگہ درختوں سے گھری ہوئی تھی یہ پل اسی ندی کے اوپر تھا جس کی آواز ہم سن چکے تھے چنانچہ ہم آہستہ آہستہ احتیاط کے ساتھ اس پر سے گزرنے لگے نیچے ندی کا پانی شور مچانا گزر رہا تھا اور ایک عجیب سی کیفیت ہو رہی تھی۔ پھر ہم نے پل کا آخری حصہ عبور کیا اور اس جگہ پہنچ گئے جہاں ایک عجیب سی پھسلن تھی اور اس مٹی پر خود کو سنبھالنا پڑ رہا تھا۔ اچانک ہی کسی جانب سے ایک تیز سی سیٹی کی آواز سنائی دی اور لسن رک گیا اس کے چہرے پر خوف کے آثار پھیل گئے تھے اور پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

”مر گئے، مر گئے وہی ہوا جس کا خطرہ تھا۔“ میں ساکت ہو گیا تھا۔ ڈینی بھی میرے ساتھ سہمی ہوئی نگاہوں کے ساتھ دیکھ رہی تھی پھر ہم نے کچھ سایوں کو دیکھا اور اس کے ساتھ ہی کچھ ہوائی فائر ہوئے جو یقیناً ریوالور سے کیے گئے تھے اور پھر کچھ لوگ برق رفتاری سے دوڑتے ہوئے ہمارے قریب پہنچ گئے انہوں نے ہمارے گرد گھیرا ڈال دیا تھا اور ہمارا بغور جائزہ لے رہے تھے پھر ایک آواز سنائی دی۔

”اوہ میری ڈیئر ڈینی کیا واقعی یہ تم ہو۔“ ڈینی اس آواز کو سن کر چونکی اور اس نے اس جانب دیکھا بھاری جسم کا مالک ایک بوڑھا آدمی جس کی داڑھی کافی لمبی تھی ڈینی کی جانب چلتا آ رہا تھا وہ اپنے ظاہری حلیے کی مناسبت سے کافی تندرست نظر آ رہا تھا جب کہ داڑھی کی سفیدی اس کی عمر کا صحیح اندازہ پیش کرتی تھی۔ ڈینی نے بھی آہستہ سے کہا۔

”مسٹر مارٹن فورس“ میں اس نام سے بالکل ناواقف تھا ڈینی نے کبھی یہ نام میرے سامنے نہیں لیا تھا اور نہ ہی کسی اور طرف سے یہ نام میرے علم میں آیا تھا میں نے ڈینی سے اس بارے میں پوچھنا بھی مناسب نہیں سمجھا کیونکہ اس وقت اس کی بالکل گنجائش نہیں تھی البتہ میں یہ دیکھنے لگا کہ آنے والے وقت میں کیا ہوتا ہے پھر ڈینی آہستہ سے بولی۔

”ابھی تو تم مجھے پناہ دینے کی بات کر رہے تھے اور اب مجھ سے یہ سوال کر رہے ہو۔“
”تم نے اس کا فیصلہ ہی کب کیا تھا۔“
”یہ سڑک کہاں جاتی ہے کیا شہری آبادی کی جانب؟“
”نہیں۔“
”تو پھر؟“

”اچھا اب تم خاموش ہو جاؤ مجھے چلنے دو۔“
”ٹھیک ہے۔ ہم نے پہلے بھی منع نہیں کیا تھا۔“ میں نے جواب دیا اور لسن نے بائیں سمت کا راستہ اختیار کر لیا۔ یہ راستہ آگے چل کر خاصا دشوار گزار ہو گیا تھا۔ سڑک نام کی کوئی چیز یہاں نہیں تھی البتہ کسی ندی کے بہنے کی پر شور آواز سنائی دے رہی تھی۔ یہ اندازہ کچھ ہی لمحوں کے بعد ہو گیا تھا۔ موسم کی خوفناک شدت سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ اگر بارش ہوئی تو اتنی تیز ہوگی کہ شاید ان جنگلوں میں زندگی بچانا ہی مشکل ہو جائے۔ ویسے حیرت کی بات تھی کہ ابھی تک ایک بوند بھی نہیں پڑی تھی راستہ آگے چل کر جگہ جگہ جھاڑیوں میں تقسیم ہو گیا تھا اور جیپ انہیں جھاڑیوں میں اچھلتی جا رہی تھی۔ بادل برابر گرج رہے تھے اور بجلی چمک رہی تھی جس اس طرح سے ہو گیا تھا کہ آکسیجن کی کمی بھی محسوس ہونے لگی تھی۔ بہر حال اس وقت ہم جو سفر کر رہے تھے وہ انتہائی خوفناک سفر تھا۔ تاریکی گہری سے گہری ہوتی جا رہی تھی اور اس تاریکی کے عقب میں طوفانی بجلیاں کڑک رہی تھیں۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک پتلے سے پل کے قریب پہنچ گئے اور یہاں لسن نے گاڑی روک دی اور اس کے بعد بولا۔

”کیا تم اس پل پر سے گزرنا پسند کرو گے۔“

”کیا مطلب؟“

”گاڑی یہاں چھوڑنی پڑے گی۔“

”تم کچھ عجیب باتیں نہیں کر رہے لسن، مجھے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے تم ہمیں کسی مشکل میں پھنسانا چاہتے ہو۔“

”جتنا راستہ تم طے کر کے یہاں آئے ہو اس راستے میں ایسی ایسی مشکلات تھیں کہ تم تو کیا تمہارے فرشتے بھی ان سے نہیں نکل سکتے تھے لیکن میں نے تمہیں کسی مصیبت میں نہیں پھنسنے دیا اور اب تم مجھ پر ایسا کوئی الزام لگاؤ گے تو میری ذہنی کیفیت کیا ہو سکتی ہے؟“

”کسی قسم کی کوئی جدوجہد نہ کرنا، مائی ڈیئر پال مورس میرا خیال ہے کہ ہمارا وقت آ گیا ہے۔ مسٹر مارٹن فورس تو ہمارے اپنے ہی آدمی ہیں یہ جملے اس نے بڑی آہستگی سے کہے تھے کہ دوسرے لوگ نہ سن لیں لیکن میں نے بہر حال سن لیا تھا کچھ لمحوں کے بعد بوڑھا شخص ہمارے قریب پہنچ گیا اور اس نے غور سے ڈینی کو دیکھتے ہوئے کہا۔“

”او مجھے، مجھے تمہارے بارے میں اطلاع مل چکی تھی اور ان لوگوں کے بارے میں بھی جو گوریلوں کے ہاتھوں مارے گئے لیکن مجھے اس بات کی امید نہیں تھی کہ تم اتنی عہدگی سے ادھر کا سفر کرو گے اور یہ شخص کون ہے؟ بلکہ تمہارے ساتھ یہ دونوں افراد۔“

”دونوں ہی قابل بھروسہ ہیں۔“ اور مجھے آپ کو یہاں دیکھ کر حیرت ہوئی مسٹر مارٹن فورس۔

”ہم لوگ جس شعبے سے تعلق رکھتے ہیں مائی ڈیئر ڈینی اس میں کسی بات پر حیرت کا کوئی تصور نہیں ملتا۔ چلو ٹھیک ہے اب زیادہ چکر میں نہ پڑو، یہ مت سمجھنا کہ ہم محفوظ جگہ پر ہیں کسی بھی وقت کوئی گڑبڑ ہو سکتی ہے۔ ویسے مجھے اپنے قیمتی لوگوں کے مارے جانے کا دکھ ہے لیکن وہاں میرے سپرد کوئی ذمہ داری نہیں کی گئی تھی۔ ویسے تم نے ان دونوں کا تعارف نہیں کروایا مجھ سے۔“

”یہ مسٹر پال مورس ہیں۔“

”ہاں یہ نام میرے علم میں آچکا ہے لیکن یہ شخص۔“

”یہ اپنا نام لسن بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ سرکاری آدمی ہوں۔“

”چلو، چلو کوئی بات نہیں ہے اسے بھی دیکھ لیں گے کیوں مسٹر لسن تم کون سے سرکاری عہدے پر فائز ہو۔ ویسے ٹھیک ہے تمہیں شناخت کرنے والے بھی ہمارے پاس موجود ہیں لیکن ایک بات ذہن میں رکھنا اگر کوئی بھی گڑبڑ کی تو ہم اس بات کا خیال نہیں کریں گے کہ تم کوئی سرکاری عہدے دار ہو۔ خاموشی سے چلتے رہو۔“ اس کے بعد وہاں سے آگے کا سفر شروع ہو گیا یہ بہت سے لوگ تھے اور میں اندازہ لگا رہا تھا کہ ہو سکتا ہے کہ یہ ان لوگوں میں سے ہوں جن کے بارے میں میرے علم میں آیا گیا تھا بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ آرسن گولڈن ان کے بارے میں تفصیلات بتا چکا تھا ڈینی بھی نجانے کیوں تفصیل میں نہیں جا رہی تھی غالباً اس صورت حال سے محتاط رہنا چاہتی تھی اور اس کے محتاط رہنے کی وجہ میں سمجھتا تھا یعنی یہ کہ وہ

ایش واش سے مخلص نہیں رہی تھی جب کہ ہم اس بات سے انکار نہیں کر سکتے تھے ایش واش یہاں ایک خوفناک کھیل کھیل رہا تھا جس راستے پر ہم آگے بڑھ رہے تھے اس پر جگہ جگہ سخت جھاریاں اگی ہوئی تھیں جن کی وجہ سے چلنے میں سخت دشواری پیش آرہی تھی موسم کی وہی کیفیت تھی نہ بارش ہو رہی تھی اور نہ بادل ہٹ رہے تھے بس گہری گھٹائیں آسمان پر قبضہ جا چکی تھیں بالکل اسی طرح جیسے کوئی خوفناک دشمن کسی علاقے پر فتح حاصل کرنے کے بعد وہاں اپنے اختیارات مستحکم کرنے میں مصروف ہو جاتا ہے۔ ہم ان خاردار جھاڑیوں سے گزرتے رہے اور پھر ایک ہموار میدان میں پہنچ کر آگے بڑھ گئے اور وہ ندی پیچھے ہی رہ گئی تھی اور اس کے بعد کا علاقہ بہت دشوار گزار تھا۔ پھر ہمیں تھوڑے فاصلے پر ایک عجیب سی جگہ نظر آئی۔ غالباً ندی کہیں سے گھوم کر اس سمت آ گئی تھی اور یہاں قیام کے لیے جگہیں بنا دی گئی تھیں بڑے بڑے ستونوں پر ٹین کے سائبان پڑے ہوئے تھے اور ان کی نچلے حصے خالی تھے لیکن وہاں کسی انسان کا وجود نظر نہیں آتا تھا ندی اس جگہ سے بڑے زور و شور سے جھاگ اڑاتی ہوئی گزر رہی تھی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ علاقے کی کیا نوعیت ہے لیکن مسٹر مارٹن فورس کا رخ اسی جانب تھا کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد ہم ان سائبانوں کے نیچے پہنچ گئے۔ یہاں تھوڑا بہت سامان بھی پڑا ہوا تھا اور نوم کے لاقعدا گدے ایک دوسرے پر چڑھے ہوئے تھے۔ چنانچہ مسٹر مارٹن فورس نے کہا۔

”ہم اپنے اس ٹھکانے پر تم لوگوں کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ یہاں اس وقت تک آرام کرو جب تک تمام تھکن نہ اتر جائے۔“ کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا تھا موسم کی شدت کے تحت اور کوئی بات کہی بھی نہیں جاسکتی تھی اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ نوم کے ان گدوں پر آرام کیا جائے ان لوگوں نے جو مسٹر مارٹن فورس کے ساتھ یہاں تک آئے تھے اور جنہیں ہم نے دیکھ لیا تھا کہ ہلکی سب مشین گنوں سے مسلح ہیں فوراً ہی گدے نزدیک نزدیک بچھا دیئے اور میں اور ڈینی قریب قریب گدوں پر بیٹھ گئے البتہ مارٹن فورس کے اشارے پر مسٹر لسن کو خاصے فاصلے پر لے جایا گیا تھا اور وہاں مسٹر لسن کو نوم کے گدے پر دھکا دے دیا گیا تھا۔ معاملات ہی پر اسرار تھے کوئی ایک بات جو صحیح سے سمجھ آ رہی ہو خطرناک صورت حال تھی لیکن ہر قسم کے حالات سے تعاون کرنا ہی اس وقت زندگی کی ضمانت ہو سکتا تھا اور اپنی طرف سے کوئی کارروائی قطعاً غیر مناسب تھی۔ ہم آرام کرنے کے لیے لیٹ گئے میں نے ڈینی سے

کہا۔

”ڈینی تم غیر معمولی طور پر خاموش ہو، پوچھ سکتا ہوں۔“

”ذرا اس چیل نما انسان کو دیکھو اس کی آنکھیں کس طرح ہماری جانب نگران ہیں میری سمجھتی ہوں کان بھی اس جانب ہوں گے اور وہ معمولی سی سرگوشی بھی سن لیتا ہوگا۔“

”مسٹر فورس؟“

”ہاں اسی کی بات کر رہی ہوں۔“

”یہ نام پہلے کبھی میرے علم میں نہیں آیا۔“

”پہلے یہ نام لیا بھی نہیں گیا تھا چونکہ میں بالکل بھی نہیں جانتی تھی کہ یہ شخص ان علاقوں میں تعینات ہوگا ویسے تم یہ سمجھ لو کہ ایرش واش کا خاص آدمی ہے۔ سانپ سے زیادہ زہریلا اور اس سے زیادہ خطرناک، لومڑی کی طرح چالاک ہے اس کے چہرے کی معصومیت پر نہ جانا اس کے سینے میں کیا ہے یہ شاید مسٹر ایرش واش بھی نہیں جانتے بہت ہوشیار رہتا ہے ہمیں اس سے۔ اس وقت تک جب تک یہ ہمارے سامنے ہے گفتگو ذرا کم ہو تو بہتر ہے۔ اس نے کہا اور میں خاموش ہو گیا۔ بہر حال ڈینی پر اب میرا اعتماد کافی حد تک بحال ہوتا جا رہا تھا حالانکہ اس سے پہلے بھی بہت سے کردار نے مجھے فائدے بھی حاصل ہوئے تھے لیکن اب طبیعت پر ایک دھند سی چھائی ہوئی محسوس ہوتی تھی۔ اپنے آپ کو بہلائے رکھو جب تک دل چاہے بہلائے رکھو لیکن جب سوچو تو کلیجہ منہ کو آنے لگے۔ کیا عجیب سی بات تھی زندگی میں ہزاروں نشیب و فراز آئے نجانے کیسے کیسے کردار دل کے راستے دماغ تک پہنچے لیکن نہ دل نے انہیں اپنے اندر جگہ دی اور نہ دماغ نے۔ رخسار سے پہلے تو ایک عجیب سا انحراف رہا پھر اس کے بعد جب قربت ہوئی تو رخسار کے سوا کچھ نہ رہا لیکن ستاروں کی جنگ بڑی عجیب تھی۔ انہوں نے کبھی چند لمحوں سے زیادہ ہمیں یکجانہ ہونے دیا۔ مجھے تو ہنسی آتی تھی یہ سوچ سوچ کر کہ میں نے رخسار کے لیے کیا کیا کوششیں نہ کر لیں لیکن وقت کے ظالم ہاتھ زیادہ طاقت ور ہوتے ہیں۔ وہ اس طرح رخسار کو میرے سامنے سے اٹھا کر لے جاتے تھے کہ میری ایک نہ چل پاتی تھی ڈینی جیسی لڑکیاں میری کتنی ہی قربت حاصل کر لیں لیکن رخسار کا مقام کوئی نہیں لے سکتا تھا۔ وہ بھی کیا سوچتی ہوگی میرے بارے میں کہ کیسا عجیب انسان ملا جس سے اس نے اپنی تقدیر پھوڑ لی کبھی ایک لمحے کے لیے بھی اسے سکون کی آغوش میں نہ رہنے دیا۔ غرض

یہ کہ سوچیں انسان کا وقت بڑا لپٹیں ہیں اور بڑی سے بڑی الجھن کچھ لمحوں کے لیے ٹکا ہوں سے اوجھل ہو جاتی ہے۔ میں اپنے آپ کو بہلا کر ایک بار پھر اپنے آپ سے ہی فرار حاصل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن یہ کوشش زیادہ دیر تک کارگر نہ ثابت نہ ہوئی مارٹن فورس ہمارے پاس آ گیا تھا وہ بہت خوش نظر آ رہا تھا اور ایک بہت لمبا سگار دانتوں میں دبائیے اس کے گاڑے گاڑے کش لے رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔“

”کتنا پر لطف موسم ہے اور ماحول بھی عجیب دریا کو دیکھو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے کناروں سے ابل کر ہر طرف جانے کے لیے بے چین ہو۔“

”آپ شاعر ہیں مسٹر فورس۔“ میں نے کہا اور مارٹن فورس نے ایک جاندار قبضہ لگایا اور بولا۔

”شاعری کسی شاعر کی ملکیت نہیں ہوتی ہر انسان کے اپنے اندر شعروں کے مجموعے سجے ہوتے ہیں اور موسم کی مناسبت سے طبیعت کی موزونیت سے یہ شعرا ابل پڑتے ہیں انہیں لفظوں کی ترتیب دینا ضروری نہیں ہے یہ کام ہم شاعروں کے لیے چھوڑ دیتے ہیں۔“

”واہ، اس کا مطلب ہے کہ آپ شاعر ہی نہیں ادیب بھی ہیں۔“

میں نے کہا اور مارٹن فورس کا چہرہ اکیدم سکر گیا وہ گہری نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ چند لمحات اسی طرح دیکھتا رہا اور پھر ہنس پڑا۔

”میں نہیں جانتا کہ تم مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش کیوں کر رہے ہو۔“

”کمال کرتے ہیں آپ، یعنی یہ خوبصورت موسم پر آپ کے جو الفاظ ہیں میں ان کی تعریف کر رہا ہوں اور آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ میں آپ کو بے وقوف بنا رہا ہوں۔“

”بڑی سادہ اور آسان سی بات ہے جو شخص کسی پرکتہ چینی نہیں کرتا تو اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ اس سے مخلص نہیں ہے بلکہ دشمن ہے اس کا خیر چھوڑو میرا تمہارا واسطہ ہی کیا چند لمحوں کی بات ہے۔“

”ٹھیک ہے، اب آپ ہی بتائیے کہ آپ اس وقت تشریف لائے ہیں تو کیا میں موسم پر گفتگو کروں یا گزرے ہوئے ان لمحات پر جن پر ہم یہاں آئے۔ ویسے کیا آپ مجھے یہ بتانا پسند کریں گے مسٹر فورس کہ آپ کا ڈینی سے کیا تعلق ہے؟“

”کیوں جاننا چاہتے ہو؟“

”اس لیے مسٹر فورس کہ جن لوگوں سے ڈینی کا تعلق ہے انہوں نے مجھے یہاں ایک مخصوص مشن پر بھیجا ہے اور اس مشن کے لیے انہوں نے مجھے کچھ لوگوں کی قریبوں کا تعاون پیش کیا تھا لیکن یہاں آ کر کھیل ہی بگڑ گیا۔ اب اگر کوئی ذمہ دار آدمی مجھے ملتا ہے تو کم از کم یہ بتا سکتا ہے کہ آگے مجھے کیا کرنا ہے مارٹن فورس ایکدم سمجھ گیا، پھر بولا۔“

”ہاں مجھے علم ہے اور ایسے ایک شخص کا تذکرہ کچھ اور لوگوں کی زبانی مجھ تک پہنچا ہے جب کہ براہ راست مجھے کوئی ہدایت نہیں دی گئی لیکن ڈینی میری واقف کار ہے میں آپ سے تعاون کرنے کی لیے تیار ہوں مسٹر پال مورس، اصل میں میری مذاق کرنے کی عادت ہے اور بعض اوقات مجھے اپنے بھونڈے مذاق کا خود بھی احساس ہوتا ہے براہ کرم آپ میری بات کا براہ مابینے۔ میں نے خاموشی سے گردن ہلائی اور پر خیال نگاہوں سے چاروں طرف دیکھنے لگا اور پھر میں نے کہا۔“

”یہ جگہ کیسی ہے، میرا مطلب ہے کہ ٹین کے یہ سائبان کس مقصد کے لیے یہاں بنائے گئے ہیں؟“

”کروشین قبائل کے لئے اس جگہ کو ایک بندرگاہ بنی کی حیثیت حاصل تھی یہ تیز و تند دریا آگے جا کر سمندر سے مل جاتا ہے اور جہاں یہ سمندر سے ملتا ہے وہاں باقاعدہ ایسے انتظامات ہیں جن سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ بڑے سے بڑے جہاز وہاں لنگر انداز ہو سکتے ہیں۔ میری بات سمجھ رہے ہونا، یہ دریا ایک طرح سے سمندر کی ذیلی شاخ ہے حالانکہ ہم اسے شاخ نہیں کہہ سکتے کیونکہ یہ باقاعدہ ایک طویل فاصلہ طے کر کے یہاں تک پہنچتا ہے سمندر میں لنگر انداز جہازوں سے بڑی بڑی لانچوں کے ذریعے یہاں آمد و رفت ہوتی ہے اس لحاظ سے کبھی کسی زمانے میں اس جگہ کو بندرگاہ کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا اور کروشین قبائل یہاں سے اعلیٰ پیمانے پر اسمگلنگ کیا کرتے تھے۔ بہر حال بعد میں مقامی حکومت نے یہاں زبردست بمباری کی اور یہاں موجود تمام چھوٹی چھوٹی غمارتیں تباہ ہو گئیں، اسمگلرز مارے گئے۔ پھر سمندر کے راستے اکثر بحری فورسز ادھر آتیں اور کچھ عرصے کے بعد وہ اسمگلنگ ختم کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ بہر حال اب اس علاقے میں چونکہ بغاوت کا دور شروع ہو چکا ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ قرب وجوار کی تمام آبادی گوریلوں سے جا ملی ہے چنانچہ اس بات کی شدید ضرورت محسوس ہو رہی ہے کہ حکومت یہاں اپنا کوئی مناسب بندوبست کرے بس یوں سمجھ لو کہ

یہ صورت حال ہے۔“ میں نے خاموشی سے گردن ہلا دی ڈینی اس دوران ہماری گفتگو سے لا تعلق ہی رہی تھی اور اس نے اس میں کوئی مداخلت نہ کی کھانے پینے کا انتظام بھی نہیں کیا گیا۔ مسٹر مارٹن فورس دوسرے لوگوں کی طرح بڑے پرسرار آدمی تھے۔ رات آہستہ آہستہ اپنے مراطل میں داخل ہو رہی تھی آسمان تاریک تھا اور ہواؤں میں تیزی پیدا ہو گئی تھی مارٹن فورس کافی دیر تک ہم سے باتیں کرتا رہا تھا اور پھر وہاں سے چلا گیا تھا۔ بہر حال کچھ دیر کے بعد یہاں تیز ہوائیں چلنے لگیں اور ہواؤں کے جھونکے شدت اختیار کر گئے ٹین کی چھتیں بڑی قوت سے چیخنے لگیں لیکن یہ بھی کمال کی بات تھی کہ انہیں اس طرح ستونوں پر نصب کیا گیا تھا کہ وہ اڑ نہیں سکتی تھیں۔ تیز ہوائیں ان کے اندر خاصی آواز تو پیدا کر رہی تھیں لیکن انہیں اپنی جگہ سے ہلانے میں ناکام رہی تھیں میں اور ڈینی بھی یہاں موجود دوسرے لوگوں کی طرح پریشانی سے ان تیز ہواؤں کے طوفان کو دیکھ رہے تھے وہ تو شکر تھا کہ دریا کے کنارے خاصا سر سبز و شاداب میدان بکھرا ہوا تھا اور مٹی نہیں تھی ورنہ بے دیوار کی ان رہائش گاہوں میں مٹی کے انبار لگے جاتے۔ اس وقت مسٹر مارٹن فورس نے بھی ہماری جانب رخ نہیں کیا تھا۔ وہ اس قدر بامروت انسان نہیں تھے کہ اس مسئلے میں بھی ہمارا ساتھ دیتے کوئی ایک گھنٹے تک تیز ہواؤں کے یہ جھکڑ چلتے رہے اور ڈینی عجیب سے نگاہوں سے میری طرف دیکھتی رہی اس کی نگاہوں میں اس وقت جو کیفیت تھی وہ میرے ذہن سے دور نہیں تھی لیکن نہ تو میں خود کو دھوکا دینا چاہتا تھا اور نہ اسے چنانچہ میں نے ان نگاہوں کے مفہوم کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی جھکڑ آہستہ آہستہ رک گئے۔ دریا کے کنارے سے جو چھینٹیں اڑ رہی تھیں وہ ہوا کے جھکڑوں کے ساتھ کبھی کبھی یہاں بھی پہنچ جاتی تھیں اور انہوں نے ہمیں ہلکا ہلکا بھگو بھی دیا تھا کچھ دیر تک سردی لگتی رہی اور پھر اس کے بعد نیند آ گئی چونکہ ہوائیں بڑی پرسکون تھیں۔ صبح کو البتہ تیز دھوپ نے وقت سے پہلے ہی جگا دیا تھا۔ سائبانوں کے نیچے صبح ہو چکی تھی اور یہاں پر موجود تمام لوگ جاگ گئے تھے مارٹن فورس ان کے درمیان انتظامات کرتے رہے تھے۔ اب تک جو میں نے صورت حال کو محسوس کیا تھا وہ میرے لیے بہت عجیب و غریب تھی۔ کہیں تو یہ محسوس ہوتا جیسے کروشین گوریلوں نے یہاں مکمل فوقیت رکھتے ہوں اور پھر ان کے درمیان یہ سرکاری لوگ جس طرح مصروف عمل نظر آتے تھے اس سے بھی حیرت ہوتی تھی پتا نہیں کیا چکر تھا لیکن ناشتے وغیرہ سے فراغت حاصل کرنے کے بعد ہم لوگ دریا کے کنارے آگے کا سفر کرنے

لگے اور مسٹر مارٹن فورس نے ہمیں بتایا۔

”آگے چل کر ہمیں ایک آبادی ملے گی مسٹر پال مورس اور یوں سمجھ لیجئے کہ وہاں پہنچ کر میری ذمہ داریاں ختم ہو جائیں گی۔ شاید آپ کو نئی ہدایات دیں پر موصول ہوں۔“ میں نے کوئی جواب نہیں دیا نہ جانے یہ نئی ہدایات کیا ہوں گی اور نہ جانے وہ آبادی کس طرح کی ہوگی، لیکن دو پہر کو ساڑھے بارہ بجے تک ہمیں دریا کے کنارے جو سفر کرنا پڑا وہ خاصی حد تک تکلیف دہ تھا ڈینی تو نڈھال ہو گئی تھی اور پھر جب یہ دریا ڈھلوانوں میں اترتا ہوا نظر آیا اور انہی ڈھلوانوں میں ہمیں ایک آبادی بکھری ہوئی نظر آئی تو بڑے سکون کا احساس ہوا۔ مسٹر مارٹن فورس نے کہا۔

”وہ جو عمارت نظر آ رہی ہے جس کی چینی سے دھواں نکل رہا ہے بس یوں سمجھ لو کہ وہاں پہنچ کر ہماری تکلیف کا یہ سفر ختم ہو جائے گا۔“

”وہ کیسی عمارت ہے؟“

”سرکاری عمارت۔“

”گویا مقامی حکومت کی؟“

”ہاں۔“

”مسٹر مارٹن فورس مگر چھوڑیئے آپ کا انداز میرے ساتھ زیادہ بہتر نہیں ہے آپ سے بھلا کیا سوال کیا جائے۔“

”نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے اگر کوئی سوال کرنا چاہتے ہو تو کرو۔“

”میں یہ پوچھنا چاہتا تھا مسٹر مارٹن فورس کہ یہاں سرکاری اہلکاروں کی حیثیت کیا ہے؟“

”ہاں میں اس سوال کا کوئی جواب نہیں دے سکتا یہ جواب تمہیں اس عمارت میں پہنچ کر مل جائے گا۔“ مارٹن واقعی قابل نفرت شخصیت تھا یہ شخص کسی مسئلے میں تعاون کرنے کا روادار ہی نہیں تھا۔ پھر اس عمارت تک کا سفر اتنا طویل معلوم ہوا کہ بیان سے باہر ہے۔ راستے میں کئی بار مجھے ڈینی کو سہارا دینا پڑا تھا۔ آخر کار ہم اس عمارت کے بڑے گیٹ تک پہنچ گئے۔ یہاں مسلح افراد موجود تھے جو مقامی حکومت کی مخصوص وردی میں ملبوس تھے۔ مارٹن فورس کو دیکھ کر انہوں نے فوراً ہسٹری گیت کھول دیا میں نے اندر داخل ہوتے ہوئے محسوس کیا کہ یہاں

زبردست انتظامات کیے گئے ہیں اور اس عمارت کو قلعے کی شکل دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ بلند یوں پر مسلح پہرے دار موجود ہیں۔ سرچ ٹاور بنے ہوئے ہیں ہو سکتا ہے کہ سرکاری افراد کی کارروائیاں صرف یہیں تک محدود ہوں اور گوریلوں سے بچاؤ کی لیے یہ انتظامات کیے گئے ہوں غرض یہ کہ اس طرح دقت گزرتا رہا اور ہم عمارت میں داخل ہو گئے عمارت کے ایک بڑے کمرے میں مجھے اور ڈینی کو رہنے کی جگہ دی گئی تھی اور باقی افراد باہر ہی رک گئے تھے۔ البتہ مسٹر مارٹن فورس نے کہا تھا۔

”اور اب مجھے اجازت دو کہ میں تمہارے لیے بہتر مراعات حاصل کروں۔ اس وقت تک تم یہاں سکون سے رہو۔“ اور واقعی یہ جگہ بڑی پرسکون محسوس ہوئی تھی لوگ بالکل خاموش تھے۔ ہماری کھانے پینے کا بندوبست بھی کیا گیا تھا اور ہر طرح کی آسائش فراہم کی گئیں تھیں چونکہ گھنٹے یہاں اسی طرح گزر گئے تھے نہ ہم اس کمرے سے نکلے تھے اور نہ ہمیں باہر نکلنے کی اجازت دی گئی تھی بلکہ ایک بار جب میں باہر گیا تھا تو باہر کھڑے ہوئے شخص نے مجھ سے معذرت آمیز لہجے میں کہا تھا۔

”نہیں جناب یہ سب کچھ آپ کے تحفظ کے لئے ہے ہمیں ہدایت کی گئی ہے کہ آپ کو باہر قدم نہ رکھنے دیا جائے۔“

”کیا اس عمارت میں بھی چاند ماری ہو رہی ہے؟“ میں نے غصیلے لہجے میں سوال کیا تھا۔

”پتا نہیں، آپ براہ کرام اندر جائیے۔“ اس بار پہرہ دینے والے کا چہرہ سخت ہو گیا تھا میں خاموش ہو گیا۔ ڈینی نے بھی اس دوران کوئی خاص گفتگو نہیں کی تھی غالباً وہ اندازہ لگا چکی تھی کہ انتہائی بور شخصیت سے واسطہ پڑا ہے اور میں اسے وہ توجہ نہ دے سکوں گا جس کی وہ طالب ہے اور اب وہ بے زاری نظر آنے لگی تھی۔ دونوں طرف سے ماری گئی تھی بے چاری ابھی تک اس کے دل میں یہ خیال موجود تھا کہ ایرش واٹش نے ٹرانسمیٹر پر وہ تمام گفتگو سن لی ہوگی جو اس نے مجھ سے کی تھی اور اس کے نتائج اسے بھگتنا پڑیں گے جہاں تک میرا معاملہ تھا سچی بات ہے میں اس کے چکر میں پڑنے کے لیے تیار نہیں تھا بلکہ اب مجھے بوریت ہونے لگی تھی کہ ایرش واٹش نے مجھے ایک چکر میں پھانس لیا تھا اور خود تقریباً الگ ہی ہو گیا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا کروں۔ بہر حال وقت تو گزرتا ہی تھا پھر یہاں خاصا وقت

گزر گیا یہ کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا کہ تھکن تو دور ہوگئی تھی اور اب کاٹلی کی تھکن سوار ہونے لگی تھی۔ ڈینی بھی بے زار نظر آنے لگی تھی اور اب وہ مجھ سے زیادہ گفتگو بھی نہیں کرتی تھی پھر غالباً یہاں قیام کا تیسرا دن تھا کہ مجھے طلب کر لیا گیا اور جب میں اس بڑے کمرے میں پہنچا جہاں عمدہ قسم کا فرنیچر لگا ہوا تھا تو سب سے پہلی جو شخصیت مجھے نظر آئی وہ ایرش وائش کی تھی اور ایرش وائش اپنی منحوس شکل کے ساتھ مسکراتے ہوئے مجھے دیکھ رہا تھا لیکن میں نے اپنے انداز میں استقبالیہ کیفیت پیدا کی اور ایرش وائش نے کھڑے ہو کر مجھ سے ہاتھ ملایا اس کے چہرے پر کوئی ایسی کیفیت نہیں تھی جسے کوئی مخصوص نام دیا جاسکے مجھے اپنے سامنے بیٹھنے کی پیش کش کرتے ہوئے اس نے کہا۔ ”مائی ڈیز مسٹر پال مورس اس وقت اگر میں تمہیں وائش منصور کہوں تو میرے خیال میں کوئی غلط بات نہ ہوگی۔“

”آپ کو اختیار ہے مسٹر ایرش وائش۔“

”شکریہ ویسے اب تک آپ نے جو وقت گزارا ہے مسٹر وائش منصور اس کے بارے

میں اب آپ کیا کہتے ہیں۔“

”کچھ بھی نہیں سوائے اس کے کہ اب تک کی صورت حال میرے لیے بالکل اجنبی رہی ہے۔ مختلف لوگ میرے رہنما ہوئے ہیں لیکن میں یہ نہیں سمجھ پایا کہ مجھے یہاں کیا کرنا ہے۔“

”جس انداز میں آپ یہاں تک پہنچے ہیں اس کا اعتراف کرتا ہوں کہ وہ زیادہ مناسب نہیں تھا بلکہ اس میں ایسی الجھنیں تھیں جو کسی بھی شخص کو متاثر کر سکتی ہیں بس آپ یوں سمجھ لیجئے کہ وہ سب کچھ ہمارے لیے غیر متوقع رہا ہے اور اس وقت جو گفتگو میں آپ سے کر رہا ہوں مسٹر وائش منصور وہ بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔“

”جی فرمائیے۔“

”اصل میں دیکھئے ہر شخص کو اس بات کا اختیار حاصل ہے کہ جب وہ کچھ کرنے لگے تو اس کے بارے میں تمام تر معلومات حاصل کر لے تاکہ بعد میں اسے اپنے کیے پر پچھتا نہ پڑے۔“

”ہر سمجھ دار آدمی یہی کرنا چاہتا ہے اور کرتا ہے مسٹر ایرش وائش۔“

”چنانچہ جب آپ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں تو یقینی طور پر آپ کو اس بات پر

اعتراض نہیں ہوگا کہ میں ایک طرح سے یوں سمجھ لیجئے کہ اب تک آپ کے بارے میں سوچتا اور غور کرتا رہا ہوں۔ معافی چاہتا ہوں مسٹر وائش منصور اصل میں آپ کے بارے میں اب تک کی جو رپورٹیں مجھے حاصل ہوئی تھیں وہ یہ تھیں کہ آپ نہایت ہی محب وطن، محبت قوم شخصیت رہے ہیں۔ آپ نے ان تمام مسائل میں بھرپور حصہ لیا ہے جو آپ کی قوم اور آپ کے وطن کو درپیش تھے۔ آپ نے اپنے ہم نسلوں اور ہم مذہبوں کا ہمیشہ خیال رکھا ہے۔ اس لیے یہ بات قابل غور ہو جاتی ہے کہ کیا آپ اپنے ذہن میں کوئی تبدیلی پیدا کر سکتے ہیں۔“

”اور آپ ابھی تک اس بے اعتباری کی منزل میں ہیں مسٹر ایرش وائش۔“ میں نے کسی قدر طنزیہ انداز میں سوال کیا۔ لیکن وہ میرے طنز سے متاثر نہیں ہوا تھا بلکہ اس نے بے حیائی سے ہنستے ہوئے کہا۔

”اس کا مطلب ہے کہ میری نسل پر آپ نے ابھی تک ریسرچ نہیں کی۔“

”مثلاً؟“ میں نے سوال کیا۔

”آپ کو ہماری قوم کا وہ لطیفہ تو یاد ہوگا کہ ایک یہودی باپ نے اپنے بیٹے کو ایک بلند دیوار پر چڑھا کر کہا کہ اوپر سے نیچے کود جاؤ بیٹے، بیٹا کہنے لگا ڈیڈی نیچے تو گہرائی ہے مجھے چوٹ لگ جائے گی تو یہودی باپ کہنے لگا کہ میں جو ہوں تم بے دھڑک کود جاؤ میں تمہیں سنبھال لوں گا چنانچہ جب وہ چھوٹا سا بیٹا دیوار سے نیچے کودا تو باپ پیچھے ہٹ گیا بچہ نیچے گرا اور اس کو کافی چوٹ لگی اس نے شکایتی انداز میں اپنے باپ کو کہا کہ ڈیڈی آپ تو کہہ رہے تھے کہ گود میں سنبھال لیں گے مگر آپ پیچھے ہٹ گئے تو باپ کہنے لگا کہ بیٹے میں تمہیں یہی سبق دینا چاہتا تھا کہ دنیا میں اپنے باپ کے اوپر بھی اعتماد نہ کرو، صرف اپنے آپ پر اعتبار کرو تو مائی ڈیز وائش منصور میں اسی نسل کا فرد ہوں۔ ہم ہر طرح سے اپنے آپ کو محتاط رکھتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ آپ کو علم ہے کہ ہم اس جگہ اپنی یہ چھوٹی سی آبادی بنائے ہوئے بیٹھے ہیں۔ ہم محتاط رہتے ہیں اور یقینی طور پر آپ اس بات کا برا نہیں مانیں گے، بات اصل میں یہی تھی کہ مجھے اس بات پر یقین نہیں آ رہا تھا کہ آپ کسی طور مجھ سے مخلص ہو سکتے ہیں۔“

”مخلص تو شاید میں اب بھی آپ سے نہیں ہوں مسٹر ایرش وائش بلکہ آپ نے جس طرح میری گردن دبوچی ہوئی ہے بس یوں سمجھ لیجئے کہ بے بس ہوں۔“

”دیری گڈ، آپ یقین کیجئے لمحہ لمحہ آپ میرے دل میں اپنے لیے جگہ قائم کرتے

جار ہے ہیں مسٹر دانش منصور، انسان کو حقیقت آشنا ہونا چاہئے اور سچائیاں ہی انسان پر انداز ہوتیں ہیں۔ آپ اگر یہ کہتے کہ آپ مجھ سے مخلص ہو گئے ہیں اور میرے مشن کے لیے خلوص دل سے تیار ہیں تو آپ یقین کیجئے کہ شاید میں خاموش ہو جاتا۔ مگر یقین کبھی نہ کرتا چونکہ یہ سب ان نیچرل ہوتا جو آپ نے کہا ہے وہ نیچرل ہے۔ میں آپ سے کسی خلوص کا اظہار نہیں کر رہا یہ تو سودے بازی ہے۔ آپ کو یہ یقین دلایا جاتا ہے کہ میرے چند مقاصد کی تکمیل کے بعد رخسار ہر قیمت پر آپ کے حوالے کر دی جائے گی۔ وہ بے شک کچھ ایسے لوگوں کے چنگل میں جا پھنسی ہے جو آپ کے مخالف ہیں اور ابھی تک آپ کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔ میں نے اصل میں اپنے ایک مشن کے لیے آپ کو مخصوص کیا ہے۔ ورنہ میں آپ سے یہ کہہ سکتا تھا کہ آپ ان لوگوں سے مل لیجئے اور رخسار کا پتا معلوم کر لیجئے۔

”مختصر یہ کہ میرے مشن کی تکمیل ہو جائے گی تو میں مسٹر فیروڈن سے رخسار کے لیے مذاکرات کر سکتا ہوں۔“

”مسٹر فیروڈن؟“

”ہاں۔“

”یہ کون ہیں؟“

”نہیں براہ کرام اس کے بارے میں ابھی جاننے کی کوشش مت کیجئے۔“

”کیا آپ میرے ساتھ ایک سخت سلوک نہیں کر رہے مسٹر ایرش واش۔“ میں نے کہا۔

”مطلب؟“

”آپ کے خیال میں رخسار مسٹر فیروڈن کے قبضے میں ہے۔“

”میرے خیال میں نہیں، بلکہ یقیناً ایسا ہے۔“

”اور آپ مجھے فیروڈن کے بارے میں نہیں بتا رہے۔“ میں نے کہا۔

”بات وہیں پر آ جاتی ہے مسٹر دانش منصور۔“

”نہیں، سودے بازی بے شک زندگی میں ہوتی ہے مگر اس طرح بھی نہیں کہ انسان کو سامنے والا شخص دشمن نظر آئے۔“ ایرش واش گردن جھکائے کسی سوچ میں ڈوب گیا پھر اس نے کہا۔

”بات اصل میں یہ ہے کہ میں نے ڈینی کے پاس ایک ٹرانسمیٹر محفوظ کر دیا تھا۔ میں

آخر تک آپ کی طرف سے ہوشیار رہنا چاہتا تھا ڈینی کو بھی اس ٹرانسمیٹر کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا لیکن میں اس پر آپ کی گفتگو سنتا رہا ہوں۔ اس گفتگو نے میری نگاہوں میں آپ کی شخصیت تقریباً نارمل کر دی ہے اور اس سے زیادہ انسان کسی پر شبہ کر بھی نہیں کر سکتا کیونکہ اس کے بعد اس کی یہ سوچ دانشمندی کا عمل نہیں کہی جاسکتی بلکہ بے وقوفی کی مظہر ہے۔ جب کہ ڈینی ان راستوں پر چلی گئی جو بغاوت کے راستے ہوتے ہیں اور جس کے بعد کسی پر بھروسہ کرنا اپنے آپ کو کنوئیں میں ڈبوئے کے مترادف ہے لیکن آپ نے سچے اور کھرے انداز میں جس طرح اپنے مقاصد کا اظہار کیا ہے وہ مجھے آپ پر اعتماد دلاتے ہیں۔“

”جی۔“

”اصل میں فیروڈن کا تعلق روز آرگنائزیشن سے ہے اور وہ بہت بڑے کام کر رہا ہے۔ روز آرگنائزیشن کے لیے اس کا تعارف تفصیل سے پھر کبھی کرادوں گا۔ وہ کہاں مقیم ہے یہ بھی بعد میں آپ کو بتادوں گا۔ کیا آپ مجھے اب بھی اس کی اجازت نہیں دیں گے۔“

”نہیں، مسٹر ایرش واش آپ کو بھلا اجازت دینے کا کیا سوال ہے یہ سب کچھ تو میں نے اسی سچائی کے ساتھ آپ سے عرض کر دیا ہے جو میرے دل میں ہے یعنی یہ کہ میں بہر حال ایک طویل عرصے تک اس وقت تک جب تک آپ میرے لیے رخسار کے راستے آسان نہیں کر دیتے۔ تعاون کرنے پر مجبور ہوں اور چونکہ رخسار تک پہنچنا چاہتا ہوں اس لیے آپ کی ہر خواہش پر سچائی کے ساتھ عمل کرنا چاہتا ہوں۔“

”مجھے یقین ہے مجھے یقین ہے اور آپ یہ دیکھیں گے کہ بہر طور میں بھی آپ کے لئے ایک برا انسان ثابت نہیں ہوں گا۔“

”اب آپ مجھے یہ بتائیے کہ آگے مجھے کیا کرنا ہے یہ تو بہت اچھا ہوا کہ آپ یہاں تشریف لے آئے۔“

”ہاں اصل میں آنکھ پھولی کا یہ کھیل جو یہاں تک ہوتا رہا ہے بہت دلچسپ ہے۔ میرے آدمی مارے جارہے ہیں لیکن آپ کو یہ سن کوہنسی آئے گی کہ ان میں سے کوئی بھی میرا آدمی نہیں ہے۔“

”مطلب؟“

”وہ مقامی حکومت کے نمائندے ہیں اور مقامی حکومت سے ہم لوگ تعاون کر رہے

جس یعنی اسرائیلی سیکرٹ سروس کے افراد۔ ہمیں یہاں طلب کیا گیا ہے اور مقامی حکومت نے ہم سے کروشین قبائل کے خلاف مدد مانگی ہے لیکن درحقیقت وہ اسلحہ جو اسرائیل کی ملکیت ہے ہماری منزل ہے اور اسے یہاں سے تل ابیت منتقل کرنا ہمارا سب سے بڑا مشن، تو مسٹر دانش منصور اب میں اصل مسئلے کی طرف آتا ہوں۔“

”جی۔“

”یہاں اس عمارت میں دو ایسے افراد قید ہیں جن کا تعلق عرب ممالک سے ہے یعنی وہ فلسطینی تو نہیں ہیں۔ ان میں سے ایک مصری نژاد شخص ہے اور دوسری فلسطینی لڑکی۔ دونوں ایک دوسرے سے عشق کرتے ہیں اور اپنے مقصد کے لیے کام کر رہے تھے لیکن ہمارے چنگل میں پڑ گئے اور بالآخر یہاں تک آ گئے۔“

”سبھ رہے ہیں نا آپ۔“

”جی۔“

”اور اب وہ ہمارے قیدی ہیں۔“

”جی۔“ میں ایرش واش کو دیکھتا ہوا بولا وہ اپنی انگلی سے داہنا رخسار کھجا رہا تھا اور میرے طرف دیکھے بغیر گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا اس نے کہا۔

”مقامی حکومت کے افراد تو انہیں قتل کر دینا چاہتے تھے لیکن میں نے انہیں ان سے مانگ لیا اور یہاں منتقل کر دیا میرے ذہن میں ایک طویل منصوبہ تھا اور یہ صرف ایک اتفاق ہے کہ آپ میرے ہاتھ لگ گئے مسٹر دانش منصور اور یوں سبھ لیجئے کہ میرے ذہن میں اس منصوبے کی تکمیل آ گئی۔ سبھ رہے ہیں نا آپ۔“

”جی۔“

”مسٹر دانش منصور اب صورت حال یہ ہے کہ میں آپ کو استعمال کرنا چاہتا ہوں۔“

”کیسے؟“

”یہاں سے کچھ فاصلے پر سمندر شروع ہوتا ہے اور اس سمندری علاقے میں، میں نے کچھ جہازوں کو نقل و حرکت کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ یہ جہاز کسی نامعلوم کمپنی کے ہیں۔ یہ پتا نہیں چل سکا کس کے ہیں لیکن بہر حال حکومت اسرائیل نے مجھے ان کے بارے میں اطلاع دی ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ درحقیقت یہ جہاز عرب ممالک نے کرائے پر حاصل کیے ہیں اور

ان میں عرب ملکوں کے نمائندے چکر لگا رہے ہیں تاکہ کسی بھی طرح ممکن ہو سکے تو کروشین قبائل سے وہ اسلحہ حاصل کر لیا جائے اور انہیں عرب ممالک پہنچا دیا جائے۔ آپ میری بات سمجھ رہے ہیں نا۔“

”جی۔“

”لیکن انہیں کوئی حل نہیں مل رہا اس کا اور وہ نہیں سمجھ پا رہے کہ یہ کام کیسے کیا جاسکتا ہے۔“

”جی۔“ میں نے پریشانی سے ایرش واش کا چہرہ دیکھتے ہوئے کہا جس پر ایک شیطانی مسکراہٹ پھیلتی جا رہی تھی وہ کچھ لمحے خاموش رہا جیسے اپنے کسی تصور سے مزے لے رہا ہو اس کے بعد بدستور شیطانی لہجے میں بولا۔

”اصل میں کروشین قبائل خود بھی اس سلسلے میں سرگرداں ہیں تو شاید وہ اب تک عرب ممالک کے لیے سب کچھ کر چکے ہوتے لیکن یہ معاملہ چونکہ سمندر کا ہے فرض کیجئے مسٹر دانش منصور کہ وہ یہاں سے یہ اسلحہ کسی عرب جہاز پر پہنچا دیتے ہیں اور دوسری جانب سے مقامی حکومت کے طیارے اس جہاز پر بمباری شروع کر دیتے ہیں تو آپ بتائیے نتیجہ کیا ہوگا۔ حالانکہ عرب ممالک نے اپنے ذاتی جہاز یہاں نہیں بھیجے بلکہ بہت سی کمپنیوں سے رابطہ قائم کر کے اپنی دولت کے بل بوتے پر ان جہازوں کو یہاں پر بھیجا ہے لیکن مشکل وہی درپیش ہے کہ باقی کام کیسے ہوں۔ میں یہ نہیں کہتا کروشین قبائل صرف عربوں کے مفادات کے لئے مقامی حکومت سے ٹکرا رہے ہیں ان کا اپنا مسئلہ بالکل الگ ہے انہیں عربوں کی دولت درکار ہے جو بہر طور پر انہیں مل رہی ہے اور اسی کے بل پر یہ لوگ مقامی حکومت سے ٹکرا رہے ہیں لیکن یہ معاملہ چونکہ حکومت اسرائیل سے کوئی تعلق نہیں رکھتا اس لیے ہم نے اس کی جانب توجہ بھی نہیں دی ہے لیکن باقی تمام صورت حال کا اندازہ آپ کو ہے۔“

”جی جی۔“

”اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ ان بے چارے لوگوں کی مشکل حل ہو جائے۔“

”کیا؟“ میں نے چونک کر کہا۔

”ہاں، ایک خوبصورت منصوبہ ایک حسین آئیڈیا جس کے لیے مجھے بہر حال آپ جیسے

کسی فرد کی ضرورت تھی۔“

”مسٹر دانش بہت ساری باتیں کی ہیں، آپ نے وہ سب کی سب اہمیت کی حامل مگر آپ نے جو یہ الفاظ کہے ہیں وہ ضرورت سے زیادہ اہمیت کے حامل ہیں اور اگر واقعی مجھ سے کوئی کام لینا چاہتے ہیں تو آپ اپنے دوسرے اور خوف چھوڑ کر کام کی بات کیجئے تاکہ ہم لوگ قدم آگے بڑھ سکیں۔ حالانکہ آپ اب تک اپنا وقت ضائع کرتے رہے ہیں۔ بات صرف اتنی سی ہے کہ مجھے رخسار کی ضرورت اور تلاش ہے اور آپ کو اپنے مقصد کی تکمیل درکار ہے جہاں تک معاملہ رہا ہے میرے وطن، میرے مذہب اور میرے جذبہ حب الوطنی کا تو وہ سب میرے سینے میں پوری قوت کے ساتھ موجود ہیں اور میں ان کا احترام کرتا ہوں میں اپنے وطن سے کبھی انحراف کا اظہار نہیں کروں گا، ہاں جہاں تک انسان کا اپنی ذات سے تعلق ہوتا ہے تو کبھی کبھی وہ برائیوں پر بھی آمادہ ہو جاتا ہے اور اپنی ان مجبوریوں کو نظر انداز نہیں کر سکتا جو اس کا دامن پکڑے ہوئے ہوتی ہیں میری مجبوری اس وقت رخسار ہے اور یہ سمجھ لیجئے کہ میں رخسار کے لیے ہر کام کرنے کے لیے تیار ہوں جو میرا ضمیر قبول نہ کرے۔ مجبوری آخر کار مجبوری ہوتی ہے۔“

”بڑی کھری اور سچی بات ہے۔“

”تو میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اب آپ مزید تمہید میں وقت ضائع نہ کریں اور یہ بتائیے کیا چاہتے ہیں؟“

”دو افراد کا تذکرہ میں تم سے کر چکا ہوں۔ جو میرے پاس قیدی ہیں۔“

”ہاں۔“

”اور یہ بھی جانتے ہو کہ ان کا تعلق مصر اور فلسطین سے ہے۔“

”جی۔“

”مصری نژاد نوجوان کا نام راحیل نظری ہے اور لڑکی کا نام عرشہ فجر، یہ دونوں فلسطینی مقاصد کے لیے کام کر رہے تھے اور ان دونوں کو یہاں اس لیے بھیجا گیا تھا کہ ذہانت کے ساتھ اسلحہ سمندر تک پہنچائیں۔ کروشین قبائل کی مدد سے یہ بڑا کام کر ڈالیں۔ لیکن یہ ہمارے قبضے میں آگئے اور خاصا وقت ہو گیا ہے یہاں ہو سکتا ہے عرب حکومتیں ان کی موت کا یقین کر چکی ہوں اور ان کی طرف سے مایوس ہو گئی ہوں لیکن آپ ان کی مدد کر سکتے ہیں آپ یہ اسلحہ عرب ممالک تک پہنچا سکتے ہیں۔“

”کیا مطلب۔“ میں نے حیرت بھرے انداز میں کہا۔ ”عرشہ فجر اور راحیل اسی تجارت کے ایک قید خانے میں قید ہیں اور آپ کو بھی وہاں پہنچنا ہوگا اور اس کے بعد منصوبہ بندی کرنی ہوگی۔ میں آپ کو ساری تفصیل بتائیے دیتا ہوں کہ کس طرح تہہ خانے سے آپ فرار ہوں گے۔ دو چار آدمیوں کو قتل کر دیجئے گا اس کا انتظام ہو جائے گا میرا اپنا ہی آدمی ہوگا جو آپ کی مدد کرے گا اور آپ کو یہاں سے راحیل نظری اور عرشہ فجر کے ساتھ فرار کرادے گا۔ اس کے بعد آپ کروشین قبائل کے سربراہوں کے ساتھ شامل ہو جائیں انتظامات کریں، اپنے آپ کو ظاہر کر دیں اور بتادیں کہ آپ دانش منصور ہیں۔ یقینی طور پر وہ لوگ آپ پر مکمل اعتماد کریں گے پھر آپ یہ اسلحہ کسی مناسب جہاز تک پہنچادیں اور جہاز یہاں سے روانہ ہو جائے۔“

”جی۔“

”اور اس کے بعد ایک اور جہاز آپ کے پاس پہنچے اور آپ کی مدد سے اس جہاز پر قابو پالے اور پھر جہاز کے عملے کے افراد اس جہاز پر پہنچیں اور جہاز اسلحے کے ساتھ تل ابیب پہنچ جائے۔ آپ یوں سمجھ لیجئے کہ آپ کا کام ختم ہو جائے گا۔“ میں سنسنی خیز لگا ہوں سے ایرش واش کو دیکھنے لگا بھیانک منصوبہ تھا لیکن میرے لیے اجنبی نہیں کیونکہ اپنی زندگی میں ایسے بہت سے کام میں نے کیے تھے جو بنیادی طور پر حکومت اسرائیل کے خلاف تھے اور کئی مرتبہ اسرائیلی مقاصد کو میرے ہاتھوں نقصان پہنچ چکا تھا۔ غالباً مسٹر ایرش واش میرے ماضی سے مکمل طور پر واقف نہیں تھے ورنہ کم از کم اس منصوبے میں وہ میری مدد طلب نہ کرتے۔ میں ابتدائی لحاظات تو سنسنی کا شکار رہا اور پھر میرے دل میں وہی انسانی جذبہ ابھرنے لگے جو میری زندگی کا مرکز رہے تھے اور فوراً ہی میں ایک شاطر انسان بن گیا۔ جسے اپنے مقصد کے لیے کام کرنا تھا۔ میں نے کہا۔

”اور اگر اسلحے سے بھرا جہاز میں تل ابیب پہنچانے میں کامیاب ہو جاؤں تو اس سلسلے میں مجھے کیا ملے گا مسٹر ایرش واش۔“

یقین کر لیں گے میری بات پر۔ ایرش واش نے کہا۔

ہاں کیوں نہیں۔

رخسار، ہو سکتا ہے کہ رخسار تل ابیب کی بندرگاہ پر تم سے ملاقات کرے یقینی طور پر یہ

میری انتہائی کوشش ہوگی۔“ میں نے ایک لمحے کے لیے ذہن میں آ جانے والی لہر کو نفرت سے اپنے وجود سے جھٹک دیا۔ رخسار کے بدلے میں ہزاروں غریبوں کی زندگی کا سودا نہیں کر سکتا تھا۔ ناسہی رخسار میری تقدیر میں لیکن کم از کم میں اپنے دین، اپنے ہم مذہبوں سے غداری مرتکب تو قرار نہیں پاؤں گا۔ رخسار تو دنیا کی چیز ہے۔ اس دنیا میں وہ میری ہوگی اور پھر اس کے بعد نہیں جانتا کہ عاقبت میں میرے ساتھ کیا عمل ہوگا۔ اس چند روزہ زندگی کے لیے میں ہزاروں انسانوں کو اس اسلحے کے ذریعے زندگی سے محروم نہیں کر سکتا تھا جو اسرائیل کے ہاتھوں پہنچ جائے گا اور اب میں پورے اعتماد اور ہمت کے ساتھ حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار تھا۔ میں نے اپنا داہنا ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

”مجھے یہ سودا منظور ہے مسٹر ایرش واش۔“ ایرش واش نے بڑے پر جوش انداز میں مجھ سے مصافحہ کیا تھا اور کہا تھا۔

”اور اس کے بعد اس بات کے امکانات بھی ہیں کہ میں تمہیں کل ایب کی شہریت دلوا دوں۔ تم اپنی زندگی کے بقیہ حسین ترین لمحات وہیں بسر کرو، کم از کم اس بات کو تو تم قبول کر لو گے دل سے کہ میں یہ حیثیت رکھتا ہوں۔“

”کیوں نہیں، آپ کل ایب کی بقاء کے لیے کام کر رہے ہیں لیکن شرط وہی ہوگی مسٹر واش۔“

”کیا؟“

اس کے بعد کسی بھی عمل کو شک کی نگاہ سے نہیں دیکھا جائے گا۔

”ٹھیک ہے، منظور ہے۔“ ایرش واش نے جواب دیا اور پھر بولا۔

”تو اب میں آپ کو وہ تمام تفصیل بتائے دیتا ہوں جس کے تحت آپ کو عمل کرنا ہے۔“

”جی مسٹر واش۔“ اور ایرش واش مجھ سے بہت دیر تک اس منصوبے پر بات کرتا رہا میں نے اس کی اس بات کو دل سے تسلیم کر لیا تھا لیکن جس دل سے تسلیم کیا تھا اس کے بارے میں ایرش واش کو پتا نہیں تھا۔ ایرش واش نے مجھ سے آخری مصافحہ کیا اور تمام تر پروگرام مجھ تک پہنچانے کے بعد وہ یہاں سے چلا گیا۔ میں اس شخص کے ساتھ جو مجھے یہاں تک لے کر آیا تھا۔ واپس اپنے کمرے میں پہنچا کمرہ تنہا تھا۔ میں نے اس کے جانے کے بعد دیر تک ڈینی

کا انتظار کیا اور جب وہ نہیں آئی تو میں دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ اس وقت میرے دروازے پر کوئی پہرہ نہیں تھا لیکن تھوڑے فاصلے پر مجھے ایک شخص نظر آ گیا۔ یہ بھی شنا سا چہرہ تھا اور اس دوران مجھ سے اور ڈینی سے ملتا رہا تھا۔

”میری ساتھی لڑکی کہاں ہے؟“

”مسٹر واش کے حکم پر اسے گرفتار کر کے کہیں بھیج دیا گیا ہے۔“

”گرفتار کر کے...؟“

”ہاں۔“

”کیوں؟“

”مسٹر واش کا حکم تھا۔“

”میرا مطلب ہے...؟“

”نہیں سر، واقعی ہمیں اس بارے میں کچھ نہیں معلوم۔“ اس شخص نے سادگی سے کہا اور میرے دل میں دکھ کی ایک لہر دوڑ گئی تھی۔ میں سمجھ گیا تھا کہ واش نے ڈینی کو واش آؤٹ کر دیا ہے اور بہر حال کم از کم میرے پاس ایسا کوئی ذریعہ نہیں تھا جس سے میں ڈینی کی کوئی مدد کر سکتا۔ بے چاری لڑکی۔ بس اس سے زیادہ اس کے بارے میں سوچ کر اپنے آپ کو پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔ تنہائی بڑی عجیب سی لگی اور اب میں سرگرم عمل ہونے کے لیے مناسب منصوبہ بندی کر لینا چاہتا تھا جو اس فالتو وقت میں، میں نے کر لی اور پھر جب وہ چار افراد میرے پاس پہنچے جنہوں نے اس کام کو آگے بڑھانا تھا تو میں نے اپنے آپ کو خوشی کے ساتھ ان کے حوالے کر دیا۔ وہ کچھ زیادہ ہی اریجکل تھے۔ حالانکہ واش نے مجھے یہ بات نہیں بتائی تھی لیکن صورت حال وہی رہی کم بختوں میں سے ایک نے میرے سر پر پستول کا دستہ اس طرح اچانک مارا کہ میں خود کو سنبھال نہیں سکا اور میرا سر چکرا گیا۔ آنکھوں کے سامنے تارے ناچ گئے اور لاکھ کوشش کے باوجود خود کو ہوش میں رکھنے میں ناکام رہا پھر جب ہوش آیا میں نے اپنے آپ کو ایک تہہ خانے میں پایا سامنے کھلے ہوئے روشن دان سے آسمان کی روشنی جھلک رہی تھی میں ایک بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ میرے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی اور کچھ ہی فاصلے پر ایک دھلا دھلا سا سفید چہرہ محبت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ دلکش نقوش، ایک خاص علاقے کی نمائندگی کرتے تھے لباس سادہ سا تھا، عمریالی سی تھی اور بدن ان تمام رعنائیوں کا

حائل جو فضول وقت میں شاعروں کی شاعری بن جاتی ہیں۔ مجھے آنکھیں کھولے دیکھ کر ان دلکش ہونٹوں پر مسکراہٹ کی لکیر نمودار ہو گئی جن کی تراش کا ذکر کروں تو کم از کم سر کی اس دھن سے ہم آہنگ نہیں ہوتا جو اس وقت میرے سر میں تھی۔ آنکھوں بھی مسکراہٹ دوڑی پھر ہاتھ آگے بڑھا اور میرے سینے پر میں آٹکا۔ میں نے سادہ نگاہوں سے اسے دیکھا اور کہا۔
”کون ہو تم؟“

”کیسے ہو۔“ میرے سوال کے جواب کی بجائے اس نے خود سوال کر دیا۔ میں گزرے ہوئے واقعات پر غور کرنے لگا تبھی کچھ فاصلے سے مردانہ آواز سنائی دی۔
”تم نے کس سے بات کی فجر، کیا یہ ہوش میں آ گیا ہے؟“

”ہاں آؤ۔“ لڑکی نے کہا یہ نام میرے ذہن سے ٹکرایا تھا۔ فجر، فجر عرشہ فجر اور پھر مجھے سب کچھ یاد آ گیا کچھ لمحوں کے لیے تو چکرا کر رہ گیا تھا لیکن بعد میں ساری صورت حال ذہن میں آ گئی۔ ایرش واش نے اس سارے کھیل کو حقیقت بنانے کے لیے میری کھوپڑی زخمی کرادی تھی۔ کم بخت یہودی نسل کا بے ایمان آدمی، اس سے اس کے علاوہ اور کیا توقع کی جاسکتی ہے۔ میں نے راحیل نظری کو دیکھا گہری کالی آنکھوں والا خوبصورت نوجوان تھا۔ اس کے بال بے حد حسین تھے اور چہرے کی رنگت بہت زیادہ سفید جس کی بناء پر اس کی شخصیت میں بڑی دلکشی پیدا ہو گئی تھی لیکن لباس اور چہرے سے یہ احساس پیدا ہوتا تھا کہ سخت صعوبتوں میں مبتلا رہا ہے۔ دونوں میرے قریب پہنچ گئے۔ میں انہیں سادہ سی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا لیکن پھر میری آنکھوں نے کچھ اور بھی دیکھا اور میں جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ یہ کچھ ایسے گول گول نشانات تھے جو فجر عرشہ کی گردن، کان کی لو اور بائیں رخسار پر تھے۔ ایک ہی طرح کے کئی نشانات وہ بھی عجیب طرح کی کیفیت کے حامل میرے حلق سے ایک سسکی سی نکل گئی تھی۔ دودھ جیسے شفاف چہرے اور دلکش نقوش کی مالک اس لڑکی کے چہرے کے یہ نشانات میرے سینے پر جانکے تھے۔ میں اٹھ کر بیٹھ گیا تو خوبصورت بدن کے مالک نوجوان نے کہا۔

”آپ کو زخمی حالت میں اس قید خانے میں لایا گیا تھا اور یہاں چھوڑ دیا گیا تھا۔ آپ بے ہوش تھے بہر حال انسانی ہمدردی کی بنیاد پر ہم نے آپ کی مختصر سی خدمت کی ہے۔ یہ میری سائنٹی عرشہ فجر ہے۔ میرا نام راحیل نظری ہے میں نسلاً مصری ہوں اور عرشہ فلسطینی، ہم دونوں فلسطینی مقاصد کے لیے کام کر رہے تھے کہ اسرائیلی حکام کے ہاتھوں جڑھ گئے اور اب ایک

طویل عرصے سے یہاں قید ہیں۔ آپ کوئی بھی ہوں ہم نے اپنا تعارف کر دیا۔ اس کے بعد اگر آپ ہمیں اپنے بارے میں بتانا پسند کریں تو ضرور بتائیے۔ لیکن ہاں پہلے یہ بتائیے کہ آپ کیا لینا چاہتے ہیں گے۔ اس وقت صبح کے سات بجے ہیں ناشتے کا وقت ہے۔ ناشتا آپکا ہے کچھ چیزیں یہاں موجود ہیں مثلاً دودھ، بسکٹ، روٹی، انڈے یہ ہمیں یہاں فراہم کر دیئے گئے ہیں اور ہم اپنے طور پر انہیں استعمال کرتے ہیں۔ وہ سامنے دیکھئے وہ فرج رکھا ہوا ہے تو میرا مقصد کہنے کا یہ ہے کہ آپ کو اس وقت جو شے بھی درکار ہو براہ کرم بے تکلفی سے فرما دیجئے۔“

”اب تو صورت حال یہی ہے کہ ناشتا میں تمہارے حساب میں کروں گا۔“

”نہیں یہاں یہ اشیاء بے حساب موجود ہیں اور ان کی کافی تعداد پہنچا دی جاتی ہے۔ ان لوگوں نے کم از کم جو کچھ بھی کیا ہے لیکن ہمیں کھانے پینے کی کوئی تکلیف نہیں ہونے دی۔“ لباس بھی دیئے گئے ہیں لیکن ہم نے انہیں زیادہ استعمال نہیں کیا اور اپنے یہی پرانے کپڑے دھو دھو کر کام چلا رہے ہیں۔“

”تو پھر آپ لوگ جو ناشتا کرتے ہیں وہ میرے لیے بھی تیار کر لیں۔“

”میری رائے ہے کہ فوری طور پر آپ ایک گلاس دودھ لے لیجئے گا۔ یہ ضروری ہے۔“

”کیا میرے سر کا زخم زیادہ گہرا ہے؟“

”نہیں، لگتا ہے کسی چیز سے آپ کے سر پر ضرب لگائی گئی ہے۔ غالباً بے ہوش کرنے کے لیے میں نے اپنے دوپٹے سے پٹی پھاڑ کر آپ کے سر پر باندھ دی ہے ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ بینڈیج کا سامان فراہم کر دیں۔“

”نہیں، میں سمجھتا ہوں یہ بھی کافی ہے۔“

”تو میں ناشتا تیار کر لوں، پھر اس کے بعد آپ سے تفصیلی تعارف ہوگا اور نظری تم میرے پیچھے ان صاحب سے ان کے بارے میں معلومات نہیں حاصل کرو گے۔ دیکھئے سر، آپ جو کوئی بھی ہیں ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں ہے۔ ہم تو خود قیدی ہیں آپ کے ساتھ اتنا تعاون ضرور کریں گے جتنا انسان انسان کے ساتھ کر سکتا ہے۔ نا تو آپ ہم سے نفرت کیجئے نہ ہم سے کسی دشمنی کا احساس رکھیے گا۔ بس یوں سمجھ لیجئے کہ جس طرح بسوں میں سفر کرنے والے مسافر یکجا ہو جاتے ہیں چند لمحوں کے لیے یہی اس وقت آپ کی اور ہماری کیفیت ہے۔“

اپنے بارے میں ہر فیصلے کا اختیار آپ کو ہے۔ نظری میں ناشتا تیار کر کے لاتی ہوں لڑکی ان الفاظ کے ساتھ ایک جانب بڑھ گئی اور نظری میرے پاس بیٹھ کر مسکراتا ہوا مجھے دیکھنے لگا اور پھر بولا۔

”وہ بہت خوش مزاج لڑکی ہے۔ ہم لوگ زندگی اور موت کی کشمکش کا شکار ہیں لیکن ہمیں اس کی پرواہ نہیں ہے کیونکہ جس مذہب سے ہمارا تعلق ہے اس میں یہ بات بنیادی حیثیت رکھتی ہے کہ انسان کا کوئی بھی لمحہ اس کے قبضے میں نہیں ہوتا بلکہ کوئی اور ہی قوت اس کی مالک ہوتی ہے اور جب ہم اپنی زندگی اور موت کے مالک نہیں ہیں اور اس پر اپنی پسند کا اختیار نہیں رکھتے تو خوف کیا معنی رکھتا ہے۔ چنانچہ ہم بے خوف ہیں اور قدرت کے فیصلوں کے منتظر آپ سے ایک سوال ضرور کیا جاسکتا ہے۔“ میں نے مسکراتے ہوئے انگلی اٹھائی اور بولا۔

”آپ وعدہ کر چکے ہیں مسٹر راجیل نظری کہ جب تک عرشہ فخر نہیں آجاتی آپ مجھ سے میرے بارے میں کوئی سوال نہیں کریں گے میرے اس انداز پر وہ مسکرا دیا اور مدہم لہجے میں بولا۔“

”ہاں وعدہ تو میں نے کیا ہے۔“

”تو پھر انہیں آجانے دیجئے۔“ میں نے کہا اور وہ خاموش ہو گیا۔ اس کی نگاہیں مجھے ٹٹولنے والے انداز میں دیکھ رہی تھیں کچھ دیر کے بعد عرشہ فخر دودھ کا ایک گلاس لیے ہوئے آگئی اور اسے میری جانب بڑھاتے ہوئے بولی۔

”یہ تو آپ پہلے لے لیجئے ناشتا بس تیاری پر ہے انڈے بواکل ہو رہے ہیں۔ میں ابھی لے کر آتی ہوں، میں نے دودھ کا گلاس اس کے ہاتھ سے لے لیا تو راجیل کہنے لگا۔“

”بھئی جلدی سے آ جاؤ تاکہ ہم گفتگو کا آغاز کر سکیں۔ عجیب سی بے چینی ہو رہی ہے۔“

”آ رہی ہوں فخر بولی اور واپس اپنی جگہ چلی گئی میں جھوٹ موٹ کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتا رہا اور دودھ کا گلاس ختم بھی نہیں کیا تھا کہ وہ ہاتھوں میں ٹرے لیے ہوئے آگئی۔ چائے دانی رکھی ہوئی تھی جس کی ٹوٹی سے ہلکا ہلکا لطیف دھواں خارج ہو رہا تھا اور اس دھواں میں چائے کی خوشبو شامل تھی۔ میں نے جلدی سے اپنا گلاس ختم کیا اور عرشہ سے بولا۔“

”حالا کہ چائے کی اتنی لذیذ خوشبو کے بعد دودھ کی کوئی گنجائش نہیں رہتی لیکن مہمان ہمیشہ میزبان کے رحم و کرم پر ہوتا ہے چنانچہ یہ دودھ مجھے پینا ہی تھا۔“

”اچھا ہونا، آپ اب چائے لیجئے اور اس کے بعد ناشتا شروع کر دیا گیا۔ نظری کہنے لگا۔“

”کیا ناشتے کے دوران گفتگو کرنے پر پابندی ہے؟“

”نہیں۔“

”تو مسٹر نامعلوم سے پہلا سوال کر لوں؟“

”ضرور کرو۔“ فخر ہنس کر بولی۔

”سر جو سوال میں آپ سے پوچھنا چاہتا تھا وہ پہلا سوال یہ ہے کہ آپ مسلمان ہیں؟“

”الحمد للہ۔“ میں نے جواب دیا۔

”کلمہ پڑھنا پسند کریں گے؟“

”یقیناً کیوں نہیں میں نے کہا اور پھر خلوص دل کے ساتھ تین بار کلمہ پڑھا، راجیل نظری نے میرا ہاتھ اٹھایا۔ اس کی پشت کو بوسا دے کر آنکھوں سے لگایا اور بولا۔“

”میری اس گستاخی کو معاف فرمائیے گا جناب اس کے بعد اصل میں کسی شے کی گنجائش نہیں رہتی اور بات کو مخلصانہ طور پر آگے بڑھانے کے لیے مطمئن ہونا بڑا ضروری ہوتا ہے۔“

”جی۔“

”آپ کا تعلق کہاں سے ہے؟“

”پاکستانی ہوں۔“ میں نے جواب دیا۔

”نام پوچھ سکتا ہوں؟“

”دانش منصور۔“

”ماشاء اللہ، ہمارے نام تو آپ کو معلوم ہو ہی چکے ہیں۔ میرا نام راجیل نظری ہے اور یہ عرشہ فخر۔“

”جی ہاں، آپ لوگوں نے دوران گفتگو اپنے نام مجھ پر واضح کر دیئے ہیں لیکن اس سے پہلے بھی مجھے آپ کے نام معلوم تھے۔“

”کیسے؟“

”اس کے بارے میں ناشتے سے فراغت کے بعد بتاؤں گا، پہلے کچھ اور بات کرنی

ہے آپ سے۔“

”جی..... جی۔“

”کتنا عرصہ ہو گیا آپ کو یہاں قید ہوئے؟“

”خاصا وقت ہو چکا ہے۔“

”آپ بہت مطمئن نظر آ رہے ہیں۔“

”ہاں اپنی کاوشیں ناکام ہو گئی ہیں اور اب اللہ کے فیصلوں پر انحصار کر رہے ہیں۔“

”ویری گڈ، بات ہی ختم ہو جاتی ہے۔ اللہ کے فیصلے یقیناً ہر لحاظ سے بہتر ہوں گے۔“

”آپ کا یہ زخم اور آپ کی یہاں آمد کس سلسلے میں ہے؟“

”بتاؤں گا آپ کو تفصیل سے۔“ میں نے کہا اور اس کے بعد ہم خاموشی سے ناشتا

کرتے رہے تھے۔ ناشتے سے فراغت حاصل کرنے کے بعد میں نے کہا۔

”یہاں آپ کو یہ چیزیں فراہم کرنے کے لیے کون آتا ہے؟“

”دو افراد ہیں۔“

”آپ نے فرار کی کوشش نہیں کی؟“

”بہت کوششیں کیں لیکن ناکام رہے۔“

”یہ نشانات کیسے ہیں؟“ میں نے فجر کے چہرے کے نشانات کی طرف اشارہ کر کے

کہا۔

”سگریٹ سے داغا گیا ہے۔ فجر نے مسکراتے ہوئے کہا اور میرے منہ سے ایک سسکی

نی نکلی گئی۔ فجر ہنس کر بولی۔“

”نہیں ایسی سسکی، راحیل کے ہونٹوں سے بھی نہیں نکلی۔ یہ تو محبت کی یادگاریں ہیں

وطن کے پیار کی نشانیاں ہیں۔ وطن کو خراج تحسین ہے۔ بڑے اچھے لوگ ہیں یہ جنہوں نے ان

چھوٹے چھوٹے داغوں پر اکتفا کی۔ اگر میرے چہرے پر پیٹرول چھڑک کر یا تیزاب ڈال کر

میرا چہرہ مکروہ کر دیتے یہ لوگ تب بھی میں سمجھتی ہوں میرے لیے مسکراہٹوں کے سوا اور کچھ نہیں

تھا وطن کے لیے تو ہم پاؤں کے ناخن سے لے کر سر کے بالوں تک اپنے آپ کو وقف کر چکے

ہیں جب کسی شے پر ہمارا اپنا حق ہی نہیں رہا تو وطن دوستی کے لیے ہمارے ساتھ کچھ بھی

ہو جائے۔ راحیل بھی اسی نظریے کے حامل ہیں۔“

”خدا آپ کو آپ کے ارادوں میں قوت عطا فرمائے۔“ میں نے خلوص دل سے کہا

پھر بولا۔

”ویسے آپ لوگوں کا آپس میں کیا رشتہ ہے؟“

”اس کا جواب میں دیتا ہوں آپ کو۔“ راحیل نے کہا۔

”جی۔“

”بہت سے رشتے ہیں، ذرا ترتیب بتا دوں۔ نمبر ایک مذہب کا رشتہ، ہم ایک مذہب

کے پیروکار ہیں، نمبر دو انسانیت کا رشتہ، نمبر تین رشتہ وطن کا ہونا چاہئے تھا لیکن اتفاق سے میرا

تعلق مصر سے ہے جب کہ فجر فلسطین کی رہنے والی ہے چنانچہ ہم تین نمبر کو درمیان سے نکال

دیتے ہیں چوتھے نمبر کا معاملہ یہ ہے کہ ہم دونوں ایک دوسرے سے منسلک ہیں اور یہ بات ہے

کہ جس دن ہم میں سے ایک اس دنیا سے جائے گا دوسرا خود بخود اس دنیا سے رخصت ہو

جائے گا پیچھا کسی صورت میں نہیں چھوڑیں گے ہم ایک دوسرے کا کیوں فجر۔“ راحیل نظری

بولا۔

”ہاں، فجر نے نگاہیں نیچے کر کے جواب دیا اور میں مسکرا دیا۔“

”میری دعائیں ہیں کہ آپ زندہ رہیں۔ زندگی کی تمام لافتوں سے روشناس ہوں

اور بس۔“

”اب آپ اپنے بارے میں بتائیے؟“

”پاکستانی ہوں مسلمان ہونے کے بارے میں آپ پہلے ہی تصدیق کر چکے ہیں بس

یوں سمجھ لیجئے کہ آوارہ مزاج ہوں۔ دل میں جو آتا ہے کر لیا کرتا ہوں۔ یونہی ان علاقوں کی

جانب آ نکلا اور کچھ لوگوں کے شے کا شکار ہو گیا۔ اپنے دل میں آپ لوگوں کے مقاصد کے

لیے براگداز رکھتا ہوں اور یہ آروز رکھتا ہوں کہ کاش میں بھی آپ کے مقصد میں کام آ سکتا ہوں

لوگ ناشتے سے فارغ ہو گئے تو میں نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر انہیں خاموش ہونے کا اشارہ کیا

اور پھر بولا۔“

”کچھ تھکن محسوس کر رہا ہوں اگر آپ اجازت دیں تو کچھ دیر آرام کر لوں۔ بات ان

کی سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ فجر نے جلدی سے کہا۔“

”ہاں۔ ہاں ضرور آپ براہ کرم آرام کر لیجئے اور بتائیے کسی شے کی حاجت تو نہیں

”جے۔“

”نہیں بے حد شکریہ۔“

”تو آپ آرام کیجئے وہ بولی اور میرے پاس سے دونوں ہٹ گئے لیکن میں اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کے قریب پہنچا تھا اور ایک بار پھر میں نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا۔ پھر میں اس پورے تہہ خانے کی ایک ایک چیز کا جائزہ لینے لگا۔ وہاں موجود بستر دیواریں، چھت، استعمال کی ایک ایک چیز وہ لوگ تعجب خیز نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ میں دراصل یہاں کوئی ایسا ڈکٹو فون تلاش کر رہا تھا، جس پر یہ گفتگو کہیں اور سنی جا رہی ہو لیکن حیرانی کی بات تھی کہ یہاں کوئی ایسی چیز موجود نہیں تھی دیواروں وغیرہ میں موجودگی کا اندازہ ہوتا پھر مجھے یہ اندازہ ہو گیا کہ کروشین قبائل کے اس علاقے میں ایریش واش کو اس چیز کا موقع نہیں مل سکا اور یہ تہہ خانہ اس قسم کی کسی شے سے محفوظ ہے۔ میرے اس عمل سے فخر اور نظری خاصے پریشان تھے۔ جب میں رک گیا تو وہ بولے۔“

”آپ کچھ تلاش کر رہے ہیں؟“

”ڈکٹو فون یا کوئی ایسی چیز جس سے یہ اندازہ ہو کہ ہماری یہ گفتگو کہیں اور بھی سنی جائے گی۔“

”آپ اس سلسلے میں مجھ سے پوچھ لیتے، ہم لوگوں نے ایک ایک انچ کی چھان بین کر لی ہے۔ ایسی کوئی چیز یہاں موجود نہیں ہے۔ ہم بے دھڑک ہر طرح کی گفتگو کر سکتے ہیں۔“

”ٹھیک، آپ کو معلوم ہے آپ کس کے قیدی ہیں؟“

”ہاں ہم یہودیوں کے قیدی ہیں۔“ اس نے جواب دیا

”ایریش واش کو جانتے ہیں؟“

”ہاں، پہلے نہیں جانتے تھے اب جانتے ہیں۔“

”کیا چاہتا ہے وہ آپ سے؟“

”یہ ایک طویل کہانی ہے۔“ نظری نے جواب دیا اور میں مسکراتے لگا پھر میں نے کہا۔

”یہ کہانی اگر آپ میری زبان سے سنیں گے تو کیا آپ کو حیرت نہیں ہوگی۔“

”آپ کی زبان سے؟“

”ہاں۔“

”یقینی طور پر اس کہانی کے بارے میں آپ کی معلومات کا کوئی ذریعہ ہوگا۔“

”ہاں۔“

”لیکن کیا کہانی ہے آپ بتائیے اور جواب میں، میں نے ایریش واش کی بتائی ہوئی داستان دہرانا شروع کر دی وہ دونوں غور سے میری باتیں سن رہے تھے۔ میں آخر تک پہنچا تو عرشہ نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔“

”ہاں، یہی پوری بات ہے آپ کو کہاں سے معلوم ہوئی اور یہ معلومات آپ کو فراہم کرنے کی کوئی خاص وجہ تھی؟“

”ہاں، وہی وجہ میں بتانا چاہتا ہوں۔“

”پہلے یہ بتائیے کہ یہ معلومات کس نے فراہم کیں؟“

”ایریش واش نے۔“ میں نے جواب دیا اور محسوس کیا جیسے ان دونوں کے ذہن کو جھٹکا سا لگا وہ تعجب خیز نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ پھر راجیل نظری نے آہستہ سے کہا۔

”ایریش واش سے آپ کا کیا تعلق ہے؟“

”اب چونکہ صورت حال بہتر محسوس ہو رہی ہے مجھے، اس لیے میں ساری تفصیل تم

لوگوں کو بتا رہا ہوں۔“

”جی۔“

”اصل میں میرا تعلق جیسا کہ میں بتا چکا ہوں کہ پاکستان سے ہے، میرے اور ایریش

واش کے درمیان ایک جھگڑا چل پڑا۔ جس کی تفصیل ہفتوں میں بھی نہیں بتائی جاسکتی۔ ایریش

واش نے میری بیوی رخسار کو اغواء کر لیا اور اس کے ذریعے مجھے اپنے آپ سے تعاون پر آمادہ

کیا۔ میں اپنی بیوی کے حصول کے لیے بڑے مشکل مراحل سے گزر چکا ہوں اور مسلسل اس کی

تلاش میں سرگرداں ہوں، ایریش واش مجھے بلکے میل کر رہا ہے۔ یہاں تک کہ اس نے یہ نئی

ذمہ داری میرے سپرد کی ہے۔ کروشین قبائل کے پاس وہ اسلحہ موجود ہے جو اس نے فرانس کی

چوری شدہ کشتیوں سے حاصل کیا ہے اور اسرائیلی چور اسے فرانس سے چرا کر لے جا رہے تھے

اس نے مجھے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا کہ کچھ عرب جہاز کروشیہ کے اس حصے میں جہاں یہ

ندی کی شاخ سمندر سے ملتی ہے گردش کرتے رہتے ہیں اور آپ لوگ اسی پکڑ میں ان لوگوں

کے ہاتھ لگے ہیں ایرش واش نے ایک سازش کی ہے۔ جس میں اس نے مجھے استعمال کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور سازش یہ ہے کہ میں آپ دونوں کو یہاں سے فرار ہونے میں مدد دوں کچھ لوگوں کو اس پر آمادہ کیا جائے گا کہ وہ ہمارا ساتھ دیں۔ ہم یہاں سے فرار ہو کر کروشین قبائل کے علاقے میں پہنچیں گے اور پھر آپ لوگ اس اسلحے کو لے کر سمندر میں جائیں گے۔ اسلحہ جہاز میں بار کیا جائے گا۔ میں اس سلسلے میں مسلسل آپ کی مدد کرتا رہوں گا۔ یہاں تک کہ اسلحے کا جہاز روانہ ہو جائے گا پھر راستے میں ایک اور جہاز ہم تک پہنچے گا اور میں سازش کے تحت جہاز کے عملے کے افراد کو بے ہوشی کی دوا پلا دوں گا۔ یہاں تک کہ دوسرے جہاز سے کچھ کشتیاں ہم تک پہنچ جائیں گی اور اس جہاز کو قابو میں کر لیا جائے گا اور پھر اسے نئے عملے کے ساتھ تل ایب پہنچا دیا جائے گا مجھے اس منصوبے کے ساتھ یہاں بھیجا گیا ہے۔“

فجر اور نظری کے چہرے آگ کی طرح سرخ ہو گئے تھے میں محسوس کر رہا تھا کہ ان کے سر جھک رہے ہیں۔ وہ اس بات پر یقین کرنے کو تیار نظر نہیں آ رہے تھے کہ میں نے ان سے جو داستان بیان کی ہے وہ سچ ہے اور اس کے پس منظر میں کچھ نہیں ہے۔ کچھ لمحوں کے لیے میں انسانی فطرت سے مجبور ہو کر ان کی اس حیرت سے لطف لینے لگا تھا۔

فجر اور راحیل نظری تصویر حیرت بنے رہے۔ میں نے بھی ان کی اس خاموشی میں خلل انداز ہونے کی کوشش نہیں کی تھی۔ میں ان کی آنکھوں میں حیرت کے نقوش پڑھتا رہا اور اگر نگاہ میں تھوڑی سی وسعت ہو اور انسانی خیالات کا تجزیہ کرنے میں تھوڑی سی بھی مہارت حاصل ہو تو آنکھیں زبان کا بدل ہوتی ہیں اور کبھی کبھی جب زبان الفاظ کی ادائیگی سے عاری ہوتی ہے تو نگاہوں میں زبان کا مفہوم پڑھا جاسکتا ہے۔ ویسے تو قدرت نے پورے جسم کو ایک دوسرے سے منسلک کیا ہے۔ چہرے کے تاثرات، عضلات کا انتشار سب کا سب لا تعداد حقیقتوں کا غماز ہوتا ہے لیکن آنکھوں کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ عام طور سے سچ ہی بولتی ہیں لوگ زبان سے جھوٹ بول لیا کرتے ہیں لیکن اگر کسی کو آنکھوں سے جھوٹ بولنے کی مہارت حاصل ہو جائے تو ہم اسے بڑا ماہر فن کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ یہ انتہائی مشکل کام ہے لیکن میرے سامنے دو افراد تھے اگر وہ اپنی کاوشوں میں تیز طرار ہوں تو الگ بات ہے اور یقیناً ایسا ہوگا ورنہ تنظیم آزادی فلسطین میں اتنی نمایاں حیثیت کے حامل نہ ہوتے لیکن اپنی عام صورت میں وہ انتہائی سادہ لوح تھے اور ان کے چہرے کا ہر نقش ان کے اندرونی جذبات کی چغلی کھا رہا

تھا۔ فجر کہنے لگی۔

”مسٹر دانش منصور بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں جن کا الفاظ میں تجزیہ نہیں کیا جاسکتا مثلاً ہم اپنی زبان پر ایک ایسی لذیذ شے رکھتے ہیں جس کے لطف کا ہمیں پہلے سے علم ہوتا ہے اور چونکہ ہم اس لذیذ شے سے پوری طرح سے لطف اندوز ہونے کے خواہشمند ہوتے ہیں اس لیے ابتدائی طور پر ہم اپنے ذہن کو ذائقے کی جانب مائل نہیں کرتے کیونکہ وہ ذائقہ ہمارے لیے بہت انوکھا ہوتا ہے ہم اس سے بڑے پیمانے پر لطف اندوز ہونا چاہتے ہیں بلکہ اسی طرح اس وقت آپ کے اس انکشاف نے ہمیں اسی کیفیت کا شکار کر دیا ہے دل چاہتا ہے کہ آپ کے قدموں میں سر رکھ دیں آپ سے کہیں کہ ہماری زندگی ہزار ہا موت کے حوالے کر دیجئے لیکن ہمارے مقصد کی تکمیل کر ڈالیے لیکن ہم سوچ رہے ہیں دیکھ رہے ہیں کہ تقدیر نے واقعی ہمارے لیے اتنا بڑا اور اتنا حسین موقع مہیا کر دیا ہے اور اگر ایسا ہو گیا ہے دانش منصور صاحب تو پھر تو ہم یہ کہیں گے کہ اب تک قید میں ہمیں جن اذیتوں سے دوچار ہونا پڑا ہے ان کا صلہ ان سے کہیں زیادہ ہے۔ فجر خاموش ہوئی اور میں انتظار کرنے لگا کہ اب راحیل نظری صاحب اپنے نظریات کا اظہار کریں لیکن راحیل نظری کی قوت گویائی اس وقت ختم ہو گئی تھی بس اس کا چہرہ بول رہا تھا آنکھیں بول رہی تھیں بدن کی جنبشیں بات کر رہی تھیں وہ فرط مسرت سے کچھ کہہ نہیں پار رہا تھا تو میں نے کہا۔“

”سب سے پہلے تم دونوں یقین کی منزل میں آؤ جب تم یقین کی منزل پر پہلا قدم رکھ لو گے اور مجھے تمہارے بدن کی جنبشیں حقیقتوں کی جانب بڑھتی ہوئی نظر آئیں گی تو اس سے آگے کی بات کر دوں گا۔“

”خدا کے لیے خدا کے لیے جو کچھ آپ نے کہا ہے وہ اس قدر اہمیت کا حامل ہے کہ اس کے بعد ہم سے کوئی انتظار کروانا، ان اذیتوں سے کہیں زیادہ اذیت ناک ہوگا جو اس قید کے دوران ہمیں دی گئیں ہیں آخر کار راحیل نظری کی زبان بھی کھل ہی گئی میں ا یکدم سنجیدہ ہو گیا اور میں نے کہا۔“

”سنو راحیل اور فجر تم دونوں نے ایک دوسرے سے ایسی گہری محبت کا اظہار کیا ہے جو غیر حقیقی نہیں ہے۔ قدرت نے انسان کو محبت کے جذبے دیئے ہیں اور جو کچھ قدرت نے انسان کو دیا ہے اس سے انحراف تو ممکن ہی نہیں دماغ کی سوچ، آنکھوں کا دیکھنا، دل کا محسوس

نرنا، بہر حال میں زیادہ منطق بگھارنے کی کوشش نہیں کروں گا، بس تم لوگ یوں سمجھ لو کہ میرے سینے میں بھی محبت کا ایک سمندر پوشیدہ ہے میں بھی کسی کو چاہتا ہوں اور جسے میں چاہتا ہوں وہ میری محبوبہ ہی نہیں بیوی بھی ہے لیکن کچھ بے رحم ہاتھوں نے اسے مجھ سے چھین لیا ہے۔ میں اس کی تلاش میں سرگرداں ہوں بلکہ یوں سمجھ لو زندگی نجانے کتنے مراحل سے گزری ہے اور اب میں یہ سمجھتا ہوں کہ اب وہ ایک محور پر آگئی ہے اور میری مکمل حیات کا محور شاید اب رخسار ہے۔ رخسار میری بیوی کا نام ہے جسے میں چاہتا ہوں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی بچپن سے ایک انوکھی دیوانگی کا شکار رہا ہوں اور وہ دیوانگی وطن سے میری محبت ہے اپنے آپ کو فرشتہ ظاہر کرنے کی کوشش کر رہا ہوں مجھے اس کا احساس ہے لیکن خدا را میرے الفاظ کو یہیں تک محدود رہنے دو میں تم سے یہ نہیں کہوں گا کہ مجھ پر یقین کر لو بس یوں سمجھ لو جو کچھ میں نے تمہیں بتایا ہے وہ سچائی ہے دل چاہے تو اسے قبول کر لو ایریش واش نے میری بیوی کے حصول کے لیے میری مدد کرنے کا وعدہ اسی شرط پر کیا ہے کہ میں اس منصوبے کی تکمیل کر ڈالوں جس کی تفصیل میں نے تمہیں بتائی ہے۔ لیکن بہر حال میرے اور رخسار کے درمیان ایک معاہدہ رہا ہے اور وہ یہ کہ اگر کبھی ہمارے کسی عمل سے ہمارے ہم مذاہبوں کو اور اس کے بعد انسانیت کو کوئی نقصان پہنچنے کا خدشہ ہو تو ہم کبھی اس پر عمل نہ کریں اور بات ذات باری تک پہنچا دیں۔ ہم اپنی قوتوں کا اجماع اظہار نہ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کے سامنے وہ قوتیں بے معنی ہیں میرا خیال ہے میں بہت زیادہ بول گیا ہوں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہوں گا دل چاہے تو مجھ پر یقین کر لینا اور اگر دل تسلیم نہ کرے تو خاموشی اختیار کر لینا میں بھی وقت کے فیصلوں کا انتظار کروں گا۔ یہ الفاظ ادا کرنے کے بعد میرے دل پر ایک بوجھ سا طاری ہو گیا تھا چنانچہ میں نے خاموشی اختیار کر لی۔ راجیل نظری اور عرشہ فجر مسلسل مجھے عجیب سی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ پھر اچانک راجیل نے جھرجھری سی لی اور عرشہ کو دیکھ کر بولا۔

”فجر ہم لوگ کیا کر رہے ہیں، کیا کہہ رہے ہیں، کیا تم بھی اس وقت عقل و خرد سے عاری ہو گئی ہو جو کچھ ہمارے سامنے آیا ہے کیا نعمت خداوندی نہیں ہے اور ہم اس نعمت سے گریز کر رہے ہیں۔“

”نہیں، اسے گریز تو نہیں کہہ سکتے ہم..... کیا کسی انہونی بات پر اظہار حیرت انسانی عمل نہیں ہے۔“

”بے شک بے گردانش منصور صاحب نے جو کچھ کہا ہے حقیقی پرکھ کیا کہتی ہے اس کے بارے میں۔“ میرے لیے بولنا ضروری ہو گیا تھا۔

”اگر عقل کی پرکھ سے کام لو گے راجیل تو شاید عقل میرے الفاظ کے حق میں فیصلہ نہ دے سکے سنو میں اس کا انتظار نہیں کرنا چاہتا کہ تم اپنا کیا فیصلہ دیتے ہو میں نے ایک صورت حال تمہارے سامنے پیش کر دی ہے اس کے بعد اگر تم چاہو تو اس کے بارے میں فوری طور پر اپنا کوئی فیصلہ سناسکتے ہو اور فیصلہ فوری طور پر سنانا ہی از حد ضروری ہے کیونکہ بہر حال مجھے اس کے بعد بھی آگے کام کرنا ہے۔“

”میں جانتا ہوں جناب۔“

”تو پھر ایک پہلی اور آخری بات تو بتاؤ کہ تم میرے ساتھ میرے منصوبوں پر عمل کرنے کے لیے تیار ہو۔“

”خلوص دل سے۔“ راجیل نظری نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر کہا اور عرشہ فجر کی جانب دیکھتے ہوئے بولا۔

”اور تم کیا کہتی ہو۔“

”وہی جو تم نے کہا راجیل۔“

”بات ختم ہوگئی، ہم بہت زیادہ ایک موضوع پر بات نہیں کریں گے سنو راجیل ایریش واش کی جانب سے جو منصوبہ پیش کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ وہ ہم تینوں کو یہاں سے فرار کا موقع دے گا۔ مجھے ایک بات کا جواب دو کہ جب تم لوگ یہاں آئے تھے تو تمہاری ملاقات کسی ایسے فرد یا شخصیت سے ہوئی تھی جو یہاں کروشین قبائل میں کسی نمایاں حیثیت کا مالک ہو اور ایسی شخصیت رکھتا ہو جس سے ہم اس سلسلے کو منسوب کر سکیں۔“

”ہاں، کیوں نہیں، رامش ہاس کروشین قبائل میں ایک بڑا نام ہے اور یہ وہ شخص ہے جسے ہم عمل طور پر اس مشن کا سربراہ تو نہیں کہہ سکتے لیکن کروشین قبائل اس پر پورا پورا بھروسہ کرتے ہیں اور یہ ان کا کمانڈر ہے اور ہمیں اسلحے کے سلسلے میں رامش ہاس سے ہی ملاقات کرنی تھی اور ہماری اس سے ملاقات ہو چکی تھی۔“

”پھر۔“

”وہ ہمارے ہر منصوبے پر عمل کرنے کے لئے تیار تھا تفصیلی میننگ اس سے کی تھی لیکن

ہم اس تفصیلی میٹنگ کو نہیں کر پائے تھے کہ اپنی نادانی سے ان لوگوں کے ہاتھ آ گئے اصل میں ہم سیر و سیاحت کے لیے نکل کھڑے ہوئے تھے۔ حالانکہ رامش ہاس نے ہم سے کہا تھا کہ صورت حال مناسب نہیں ہے جب تک ہم اپنے کام کی تکمیل نہ کر لیں ان علاقوں کو ذریعہ تفریح نہ بنائیں لیکن کبھی کبھی انسان تمام باتوں کو بھول کر کوئی ایسا احمقانہ عمل کر ڈالتا ہے جس کی بناء پر اس کو نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ ہم ایرش واش جیسے آدمی کے ہاتھ لگ گئے بات اگر مقامی حکومت کے افراد کی ہوتی تو شاید ہمارا ان کے ہاتھ لگنا اتنا آسان نہ ہوتا لیکن ایرش واش کیونکہ اس سلسلے میں مداخلت کرنے کے لیے آچکا تھا اور اس نے جو جال بچھایا تھا ہم اس جال میں پھنس گئے اور اس کے بعد سے اب تک اس کی قید میں ہیں۔

”رامش ہاس کا ٹھکانہ جانتے ہو؟“

”ہاں اگر ہم تھوڑی سی کوشش کریں تو اس تک پہنچ سکتے ہیں۔“

”تو سنو کسی بھی وقت میں ایرش واش کے کسی آدمی کو اشارہ دے سکتا ہوں کہ میں اس منصوبے پر عمل کرنے کے لیے تیار ہو گیا ہوں اور تم لوگوں کو میں نے اپنے اعتماد کے جال میں پھانس لیا ہے اور ہم یہاں سے فرار ہونے کے لیے تیار ہیں ہمیں دو تین افراد کو قتل بھی کرنا پڑے گا یہ ایک مجبوری ہے۔ اصل میں ایرش واش ہمارے فرار کو حقیقت کا رنگ دینا چاہتا ہے تاکہ کروشین قبائل کے سربراہان کو اس بات کا اندازہ ہو جائے کہ تم فجر اور میں قید سے آزادی حاصل کرنے کے بعد آئے ہیں۔ اصل میں کروشین قبائل کے افراد بھی مقامی حکومت میں اسی طرح شامل ہیں کہ ساری صورت حال سے آگاہی رکھتے ہیں۔ اب کون کہاں کس عالم میں پوشیدہ ہے اس کے بارے میں نہ میں جان سکتا ہوں نہ تم اس کے لیے ہمارے پاس ایک ہی حل ہے وہ یہ کہ ہم لمحہ لمحہ محتاط رہیں، کیا تم اس بات کے لیے تیار ہو؟“

”ہاں ہم دونوں تیار ہیں۔“

”سوچنے سمجھنے کا کوئی عمل؟“

”بالکل نہیں۔“

”مجھے وہ جگہ بتاؤ جہاں ہماری ملاقات رامش سے ہو سکتی ہے۔“

”ایک علاقہ ہے یہاں فارا کے نام سے پکارا جاتا ہے، فارا میں ایک ہوٹل ہے،

جبہ پڑا نما ہوٹل اس ہوٹل کا مالک ذریعہ اطلاعات ہے اور وہ ضرورت مندوں کو آسانیاں بھی

فراہم کر دیتا ہے۔“

”گڈ، کافی ہے ہمیں جس طرح بھی بن پڑا اس ہوٹل میں پہنچنا ہے ویسے کیا مقامی حکومت کی نگاہوں میں وہ ہوٹل ہے۔“

”نہیں وہ انتہائی خفیہ جگہیں ہیں بلکہ فارا ہوٹل کا مالک آپ یوں سمجھے لیجئے ایک طرح سے ڈبل کام کرتا ہے یعنی ایک طرح وہ حکومت کا مخبر بھی ہے اور کئی بار اس نے کروشین قبائل کے سربراہان کی اجازت سے حکومت کو کچھ ایسی خبریں بھی فراہم کیں ہیں جن سے کافی نقصانات ہوئے ہیں لیکن اصل میں ہوٹل فارا کو ذریعہ اطلاعات بنانے کے لیے ایسے نقصانات برداشت کرنا ضروری سمجھا گیا ہے اور ان کا ایک الگ بجٹ رکھا گیا ہے۔ انسانی زندگیوں کا بجٹ بھی اور مالی بجٹ بھی۔“

”خدا کی پناہ۔“ میں نے آہستہ سے کہا اور پھر بولا۔

”تو اب تم لوگ تیار رہو کوئی بھی لمحہ ہماری کارکردگی کا لمحہ ہو سکتا ہے۔“

”ہم دونوں تیار ہیں۔“ میں نے دل ہی دل میں خوشی محسوس کی تھی کہ ان دونوں کوراء

راست پر لانے کے لیے مجھے بہت زیادہ جدوجہد کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ اور کام اس انداز میں ہو گیا ہے جس انداز کا میں خواہش مند تھا جو طریقہ کار مجھے بتایا گیا تھا اس طریقہ کار کے تحت اس رات جب میرے لیے کھانا آیا اور کھانے سے فراغت حاصل کرنے کے بعد جب برتن لینے کے لیے لوگ واپس آئے تو میں نے وہ انگوٹھی اتار کر اس ٹرے میں رکھ دی جو ایرش واش نے مجھے دی تھی اور جس کا مقصد یہ تھا کہ اب ہم اپنے کام کی تکمیل کے لیے تیار ہیں اور وہ کر لیا جائے جو ہمیں کرنا ہے۔ ویسے احتیاطاً میں نے اس انگوٹھی کا بھی جائزہ لے لیا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ میرے لیے موت کا پھندا بن جائے لیکن ایرش واش یہ بات ضرور جانتا تھا کہ دانش منصور اس قدر احمق آدمی نہیں ہے کہ چھوٹی چھوٹی باتوں کا خیال نہیں رکھے گا۔ اصل میں رخسار کے بارے میں اس نے تمام تر تفصیلات معلوم کر لیں تھیں اور یہ بات جانتا تھا کہ رخسار کے بغیر میری زندگی ادھوری ہے اور میں رخسار کی زندگی کی قیمت پر کوئی خطرناک عمل نہیں کر سکتا اگر ایرش واش کو میرے معاملے میں تھوڑا سا کوئی دھوکا ہوا تھا تو وہ بس یہی تھا ورنہ باقی معاملات میں اس نے واقعی میرے گرد مضبوط جال بنا ہوا تھا اور میں نے بار بار محسوس کیا تھا کہ یہ جال اپنے ہر پھندے سے مضبوط ہے اور میرے لیے کوئی گنجائش نہیں چھوڑی بہر حال اب

مجھے اس کے نتائج کا پتا چلنا تھا چنانچہ دوسرے صبح کو کوئی خاص بات نہیں ہوئی دوپہر کو بھی کھانا آیا کھانا لانے والے اجنبی لوگ تھے لیکن شام کو جب ہمارے لیے چائے پہنچائی گئی تو ایک بڑا سا خوان تھا جس پر سرپوش ڈھکا ہوا تھا، یہ تھوڑی سی اجنبی بات تھی لانے والا یہ خوان رکھنے کے بعد خاموشی سے واپس چلا گیا۔ فخر اور نظری نے بھی حیران نگاہوں سے اسے دیکھا تھا پھر اس نے کہا۔

”نئی بات ہے۔“ میں نے خوان اٹھایا تو ان دونوں کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں جب کہ میں کسی حد تک اس بات کا متوقع تھا۔ خوان میں چائے کا سامان تھا اس کے ساتھ ساتھ ہی تین پستول رکھے ہوئے تھے اور فالتو راؤنڈ بھی تھے۔ ساتھ ہی ایک چھوٹا سا پرچہ بھی جس پر پنسل سے لکھا ہوا تھا۔

”آج رات گیارہ بجے دوسری چیز کرنی تھی مقامی کرنسی کی ایک گڈی جو ہماری ضروریات پوری کرنے کے لیے کافی تھی۔ ایرش واٹش نے اپنے طور پر تو بہت مستحکم عمل کیا تھا لیکن انسان اگر غلطی نہ کرے تو انسان نہیں ہوتا اور اس سے آگے کچھ کہنا ان الفاظ کی توہین ہے کیونکہ بات معمولی نوعیت کی حاٹل ہے غلطی اس سے یہ ہوئی تھی کہ میں نے اس سے اب تک راجیل نظری یا عرشہ فخر کو یہ نہیں بتایا تھا کہ یہاں میری مدد کے لیے کوئی اور بھی موجود ہے یہی غلطی ایرش واٹش سے ہوئی تھی اگر اتفاق سے یہ لوگ اس بارے میں مجھ سے سوالات کر ڈالتے یعنی ایسے عالم میں جب میں تمام صورت حال سے آگاہ نہ کر چکا ہوتا تو کیا ہوتا میں نے اس ٹرے کو دیکھا جس میں یہ سامان لایا گیا تھا اسے پلٹ کر دیکھا اس میں تین پائے لگے ہوئے تھے اور ایک پائے میں باریک باریک جالیاں تھیں جنہیں دیکھ کر میں ایک دم ساکت ہو گیا میں نے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ کر ان لوگوں کو اشارہ کیا کہ زبان سے کچھ الٹا سیدھا لفظ نہ نکالیں کیونکہ وہ خطرہ سر پر ہے اس وقت جس کی پہلے توقع تھی۔ میں نے چائے کی اس تھالی یا پلیٹ میں سے سارا سامان نکال کر اسے الٹا کر کے راجیل نظری اور عرشہ کو دکھایا اور وہ دونوں صورت حال کو سمجھ گئے تب میں نے کہا۔“

”تم لوگوں پر سکتہ کیسے طاری ہو گیا۔“

”یہ یہ سب کیا ہے، یہ پستول یہ کرنسی اور یہ فالتو راؤنڈز۔“ راجیل نظری چونکہ اب تمام صورت حال سے واقف ہو چکا تھا اس لیے اس نے یہ الفاظ کہے تھے۔

”اصل میں مسٹر راجیل میں نے کچی گولیاں نہیں کھیلی ہیں۔ یہاں میں نے کچھ ایسے ہمدرد پیدا کر لیے ہیں جو میرے راستے ہموار کریں گے۔ آپ ان لوگوں کو بے وقوف سمجھتے ہیں جنہوں نے ہمیں گرفتار کر کے قید کر دیا ہے ہمیں اس مشکل سے نکلنا ہے۔“

”لیکن یہاں یہ سب کچھ پہنچا دینا آسان تھا۔“

”کیا آپ لوگوں کو وہ آسانیاں حاصل ہو سکی ہیں؟“

”اگر ہمیں آسانیاں حاصل ہوتیں تو ہم یہاں قیدی نہ ہوتے۔“

”بس تو یہ سمجھ لیجئے گا کہ یہ آسانیاں حاصل کرنے کے لیے یہ جدوجہد کی گئی ہے وہ

بڑی اہمیت کی حامل ہے بس آپ یوں سمجھ لیجئے کہ آج رات آپ کی قید کی آخری رات ہے۔

لیکن اس کے بعد ہمیں جدوجہد کرنا پڑے گی وہ بہت مشکل ہوگی۔“

”مجھے حیرت ہے مسٹر دانش منصور آپ واقعی باکمال شخصیت ہیں آپ نے وہ کر ڈالا جو

ایک طویل عرصہ گزر جانے کے باوجود تنظیم آزادی فلسطین نہیں کر سکی تھی۔“

”خیر چائے پیچھے بہت زیادہ جذباتی ہونا آسان نہیں ہے۔ پھر ہم نے چائے آپس

میں تقسیم کر لی گفتگو کو بھی جاری رکھنا تھا چونکہ پہلی بار ہماری گفتگو کے سننے کا بندوبست کیا گیا تھا

اور جس ذہانت سے کیا گیا تھا وہ بے مثال تھا اس مخصوص دھات کی ٹرے میں ایک پایا ایسا لگا یا

گیا تھا جو یقینی طور پر ایک طاقت ور ڈکٹوفون تھا اور اس پر تمام گفتگو کہیں اور سنی جا رہی تھی کوئی

سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ باریک باریک سوراخ بظاہر یوں محسوس ہوتا ہے جیسے بناوٹ میں رہ

گئے ہوں ڈکٹوفون کے مائیک ہیں راجیل نظری نے کہا۔“

”آپ کو یقین ہے کہ ہم اپنی ان کاوشوں میں کامیاب ہو جائیں گے۔“

”یقین پر زندگی کی بنیاد قائم ہوتی ہے۔ اگر یقین نہ ہو تو انسان کے لیے جینا مشکل

ہو جائے اور وہ بے یقینی کے عالم میں ایک بے مقصد زندگی گزارے۔“

”آپ کا کہنا ہے کہ باہر آپ کے مددگار موجود ہیں۔“

”ہاں اور وہ ہمارے لیے فرار کے راستے استوار کریں گے میں نے جواب دیا اور

پھر راجیل کو اشارہ کیا کہ بہت زیادہ گفتگو کرنا بھی خطرناک ہو سکتا ہے کوئی ایسا جملہ منہ سے نکل

سکتا ہے جو اس شیطان صفت آدمی کو ہوشیار کر دے اس لیے زیادہ گفتگو نہ کرنا ہی مناسب ہے

تو راجیل بھی خاموش ہو گیا اور اس کے بعد ہم نے صرف چند ہی باتیں کیں برتن آج ہمیں

چھوڑ دیئے گئے تھے یہاں تک کہ جب رات کا کھانا ہمیں پیش کیا گیا تو وہ برتن اٹھائے گئے اور میں نے رات کے اس کھانے میں بھی ہر چیز کا اچھی طرح جائزہ لے لیا تھا۔ اس لیے رات کے کھانے کے ان برتنوں میں کوئی ایسی چیز نہیں تھی تاہم اشاروں کی زبان میں ہم نے ایک دوسرے کو سمجھا دیا کہ اب کسی ایسی گفتگو سے پرہیز کیا جانا ہے جو اس سلسلے میں ہوا بہت ذرا سا ایک احساس میرے دل میں ضرور تھا وہ یہ کہ ہمیں یہاں سے نکلنے کے لیے کچھ ایسے لوگوں کو قتل کرنا ہوگا جنہیں یقینی طور پر یہ ہدایت کردی گئی ہوگی کہ وہ ہمارے خلاف کوئی جدوجہد نہ کریں وقت گزرتا رہا اور وقت مقررہ پر میں نے بے چینی سے باہر کا منظر دیکھا۔ کوئی خاص بات نہیں ہوئی تھی لیکن اچانک ہی عرشہ فخر نے سرسراتی ہوئی آواز میں کہا۔

”مسردانش۔“ میں نے چونک کر اسے دیکھا تو وہ بولی۔

”ذرا دروازے کی جانب دیکھئے۔“ میں نے قید خانے کے دروازے کی طرف دیکھا اور یہ دیکھ کر ششدر رہ گیا کہ دروازے کا تالا کھلا ہوا تھا۔ غالباً یہ کارروائی اس وقت کر ڈالی گئی تھی جب رات کا کھانا لانے والے برتن واپس لے گئے تھے ہم نے اس کارروائی پر غور نہیں کیا تھا پھر مطلوبہ وقت پر ہمیں اچانک ہی کچھ مدہم مدہم سی چیخیں سنائی دیں۔ یہ میرے لیے ذرا اجنبی بات تھی میں نے دروازے کے باہر آ کر دیکھا تو ایک شخص سینہ پکڑے ہوئے لڑکھڑاتا ہوا آتا نظر آیا اور اس کے بعد وہ گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھ گیا پھر زمین پر ڈھیر ہو گیا مدہم روشنی میں ہم نے اس کا ہاتھ خون میں رنگین دیکھا تھا ایک لمحے کے اندر اندر ساری صورت حال میرے علم میں آ گئی ظالم ایرش واش نے ذرا سی ترکیب بدل دی تھی یہ رسک بھی ختم کر دیا تھا اور میرے مددگاروں کے حوالے سے خود اپنے ہی آدمیوں کو قتل کر دیا تھا۔ بہر حال اس پرتہصرہ آرائی بے مقصد سمجھ کر میں نے فجر اور راحیل کو اشارہ کیا اور اس کے بعد ہم لوگوں کو قید خانے کا دروازہ کھولنے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی ہم باہر نکل آئے تھے اور باہر نکلنے کے بعد سب سے پہلے میں نے جھک کر اس شخص کو دیکھا جو اوندھا زمین پر گرا ہوا تھا اور اس کے سینے کے پاس سے خون بہہ رہا تھا اور یہ خون بہہ بہہ کر چکنے فرش پر درر تک پھیلتا جا رہا تھا ہم لوگ باہر جانے والے راستے کی جانب چل پڑے زیادہ فاصلہ نہیں طے کیا تھا کہ ہمیں ایک اور شخص نظر آیا جو اسی طرح دیوار سے ٹکا ہوا کھڑا تھا یہ بھی مر چکا تھا نکاسی کے دروازے تک ہم

نے چار افراد کو دیکھا جن کی ظالم ایرش واش نے زندگی چھین لی تھی اور اس کے بعد باہر کا منظر جسے غالباً فجر اور نظری نے بہت عرصے کے بعد دیکھا تھا۔ باہر بھی خاموشی اور سناٹے کا راج تھا یہاں آنے کے بعد نظری اور فجر مستعد ہو گئے اور ہم تینوں برق رفتاری سے ایک جانب چل پڑے خاصا فاصلہ طے کرنے کے بعد میں نے نظری سے کہا۔

”اور اب ماحول کی باگ دوڑ تمہارے ہاتھ میں ہے تمہیں اندازہ لگانا ہے کہ ہمیں کس سمت جانا ہے ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے ہر چند کہ کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش نہیں کرے گا اور جگہ جگہ ہماری حفاظت کی جائے گی لیکن پھر بھی احتیاط ضروری ہے۔ نظری نے کوئی جواب نہیں دیا ہم لوگ فاصلے طے کرتے رہے کافی دور نکل آنے کے بعد نظری نے ایک ٹیکسی روکی اور ہم اس ٹیکسی میں بیٹھ کر چل دیئے نظری نے ٹیکسی ڈرائیور کو راستہ بتا دیا تھا یہ الگ بات ہے کہ یہ سفر تقریباً سوا گھنٹے تک جاری رہا تھا سستان راستوں سے گزرنے کے بعد ہم ایک چھوٹی سی آبادی میں داخل ہو گئے اسے چھوٹی سی آبادی بے شک کہا جاسکتا تھا لیکن میں نے یہاں قیام کرنے کے دوران اس علاقے کی آبادیوں کو دیکھ لیا تھا بعض جگہیں تو اتنی ہی پس ماندہ تھیں اور وہاں انسانی زندگی بڑی مجہول اور مضطرب نظر آتی تھی اور بعض جگہیں زندگی سے بھرپور تھیں یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے انسانوں نے آپس ہی میں اپنے طبقات بنا لیے ہوں۔ کس کا ذریعہ آمدنی کیا تھا یہ کوئی نہیں سمجھا سکتا تھا البتہ ہم جس جگہ رکے تھے وہ زیادہ خوبصورت نظر آ رہی تھی، حسین ترین دکانیں اور شوروم اور ان کے عتب میں مکانات بنے ہوئے تھے میں نے اس دوران ایسی کوئی بات نہیں کہی تھی جو ان لوگوں کی جدوجہد میں رکاوٹ بن سکے بلکہ اب چونکہ میں نے تمام معاملہ راحیل نظری کے ہاتھ میں سونپ دیا تھا اس لیے وہ بیچ در بیچ گلیوں سے گزر رہا تھا یہاں تک کہ وہ ایک چوڑی سڑک پر نکل آیا چوڑی سڑک کی دوسری جانب ڈھلان تھی اور تقریباً سو کلومیٹر چلنے کے بعد پھر روشنیاں نظر آ رہی تھیں میں سمجھ گیا راحیل نظری نے ٹیکسی کا یہ سفر احتیاط سے کیا ہے اور یقینی طور پر وہ ایک ذہین نوجوان تھا کیونکہ اس نے اس موقع سے فائدہ اٹھانے کی پوری پوری کوشش نہیں کی تھی۔ وہ اپنے معاملات میں بہت مستعد نظر آ رہا تھا سڑک عبور کی گئی اور اس کے بعد وہ ڈھلان پھر وہ میدان اور میدان کے بعد کچی آبادی کے کچے مکانات اور ان مکانات کے اختتام پر ایک کچی دیواروں سے بنا ہوا ہوٹل جسے بس ہوٹل کہا جاسکتا تھا اگر اسے صحیح الفاظ دیئے جاتے تو اسے

ہوئی لیکن جس کمرے میں ہم پہنچے تھے وہ اچھا خاصا بڑا تھا اور ہم تینوں کرسیوں پر ہی بیٹھے ہوئے تھے یہاں پہنچنے کے بعد ہم تینوں اچھل کر کرسیوں سے کھڑے ہو گئے راحیل نظری نے خوفزدہ سی آواز میں کہا۔

”خدا کرے یہ کوئی اور عمل نہ ہو، ورنہ ہم ایک بار پھر قید ہو گئے۔“

”نہیں جناب، خاکسار کی مجال ایسا کوئی عمل کر سکے یہ تو آپ کے تحفظ کے لیے کیا گیا ہے آپ براہ کرم تشریف رکھیے اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے جناب تو آپ راحیل نظری ہیں اور یہ محترمہ عرشہ فخر یہ الفاظ اس شخص نے ادا کیے تھے وہ ایک دوسرے دروازے سے نمودار ہوا تھا قد ساڑھے چار فٹ سے زیادہ نہیں تھا اور یہ وہی کاؤنٹر مین تھا جسے ہم نے چند لمحوں قبل دیکھا تھا راحیل نظری کہنے لگا۔“

”میں تمہیں بالکل نہیں پہچانتا۔“

”آپ مجھے کوئی بھی نام دے سکتے ہیں اپنی پسند کا بے شک آپ مجھے نہیں پہچانتے ہوں گے لیکن رامش ہاس نے ہم لوگوں کو آپ کی اتنی تصویریں فراہم کر دی ہیں کہ اگر آپ بوڑھے بھی ہو جاتے اور ہمارے سامنے آتے تو ہم آپ کو پہچان لیتے ہاں البتہ یہ تیسرے صاحب جو ہیں یقینی طور پر ان کا شناسا نہیں ہوں۔“

”تم رامش ہاس کے آدمی ہو۔“

”میں آپ کے مشن کے بارے میں بھی پوری طرح جانتا ہوں۔ مسٹر راحیل نظری اور کچھ لمحوں کے اندر اندر میں آپ کی رامش ہاس سے گفتگو بھی کراؤں گا۔ میرے بارے میں شکوک و شبہات کا اظہار کر کے اپنے وقت کو بالکل ضائع نہ کیجئے بلکہ یہ بتائیے کہ میں آپ کی ابتدائی خدمت کیا کر سکتا ہوں۔“ راحیل نظری نے میری جانب دیکھا تو میں نے کہا۔

”اس کے علاوہ اور کچھ نہیں مسٹر نامعلوم کہ آپ فوری طور پر رامش ہاس کو راحیل نظری اور عرشہ فخر کی رہائی کی اطلاع دیجئے اور یہ بھی بتا دیجئے کہ ہمیں فوری طور پر ان کی مدد درکار ہے۔ ورنہ اس بات کے امکانات بھی ہیں کہ حقیقت کا علم ہونے کے بعد ہمیں چپے چپے پر تلاش کیا جائے گا۔“ موٹے بدن والے آدمی نے گردن خم کی اور منہ سے ایک لفظ ادا کیے بغیر وہ کمرے سے واپس نکل گیا تھا اور راحیل نظری میری صورت دیکھنے لگا تھا پھر اس نے کہا۔

”اصل میں ہوٹل فارا بہت محفوظ جگہ تصور کی جاتی ہے اور چونکہ کروشین گوریلے یہاں

غریبوں کی ایک نشست گاہ کے علاوہ اور کچھ نہیں کہا جاسکتا تھا اور بہت سے غریب اپنی اس نشست گاہ میں بیٹھے مختلف مشروبات سے شغل کر رہے تھے۔ ہم لوگ اندر داخل ہوئے تو کچھ نگائیں ہماری جانب اٹھیں میں نے ایک گہری نگاہ کاؤنٹر پر بیٹھے ہوئے اس بھاری بھر کم بدن والے شخص پر ڈالی تھی جس کا سر انڈے کے چھلکے کی طرح صاف شفاف تھا اور مونچھیں چنگیز خان کی طرح تھوڑی سی نیچے لٹکی ہوئی تھیں دیکھنے میں وہ اچھی خاصی مضحکہ خیز شخصیت کا مالک نظر آتا تھا لیکن اس کی آنکھوں کی باریک لکیریں پھیل گئی تھیں اور میں نے ایک لمحے میں محسوس کر لیا تھا کہ راحیل نظری اور عرشہ فخر کو دیکھ کر وہ بری طرح چونکا ہے۔ ہم لوگ کسی میز کی تلاش میں آگے بڑھے تھے اور پھر ایک میز پر بیٹھ گئے تھے میں نے ایک لمحے کے اندر محسوس کیا کہ کاؤنٹر پر بیٹھے ہوئے شخص نے ایک ویٹر کو قریب بلایا ہے اس سے آہستہ سے کچھ کہا ہے ابھی ہم اپنی کرسیوں پر بیٹھے ہی تھے کہ وہ ویٹر ہمارے پاس پہنچ گیا اور اس نے ادب سے گردن جھکا کر میز کو کپڑے سے صاف کرتے ہوئے کہا۔“

”آپ کے بیٹھنے کے لیے جگہ موزوں نہیں ہے جناب، آپ براہ کرم اس طرف چلے جائیے ادھر میزیں خالی ہیں اور ماحول پرسکون بھی ہے۔“ اس نے ایک جانب اشارہ کیا تھا چنانچہ ہم تینوں کرسیوں سے اٹھ کر ویٹر کی رہنمائی میں چل پڑے جن لوگوں نے چند لمحوں کے لیے ہم پر توجہ دی تھی وہ اب اپنے اپنے مشغلوں میں مصروف ہو گئے تھے جس جگہ لا کر ہمیں میز پر بٹھایا گیا وہ واقعی خالی پڑی ہوئی تھی اور ادھر ایک بھی آدمی نہیں تھا جب کہ میزوں کے تین سیٹ لگے ہوئے تھے جن کے گرد چار چار کرسیاں پڑی ہوئیں تھیں ہم ان کرسیوں پر بیٹھ گئے، ویٹر نے چاروں طرف دیکھا اور اس کے بعد آہستہ سے بولا۔

”کیا پینا پسند کریں گے آپ؟“

”کوئی بھی گرم مشروب۔“

”بہتر۔“ وہ چلا گیا ہم لوگوں نے مکمل خاموشی اختیار کیے رکھی تھی۔ پھر اچانک کیا ہوا۔ ری کرسیاں پیچھے کھینچنے لگیں، ہم تینوں بری طرح بوکھلا گئے تھے لیکن میں نے اپنے عقب میں دیوار کو کسی سلائڈنگ دروازے کی طرح پیچھے کھینچتے ہوئے دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ جیسے۔۔۔ ری کرسیاں کھسک کر اس دیوار سے اندر داخل ہوئیں زمین سے تین اور کرسیاں نمودار ہوئیں اور اس میز کے رز پھیل گئیں بس ایک لمحے پھر اس کے بعد ہمارے سامنے والی دیوار برابر

اپنا مضبوط اقتدار قائم کیے ہوئے ہیں اس لیے تمام تر سرکاری کارروائیوں کے باوجود ہمارے کچھ پوائنٹس ایسے ہیں میرا مطلب ہے ان لوگوں کے جن پر بھروسہ کیا جاسکتا ہے یہ آدمی دیکھنے میں عجیب نظر آتا ہے یقینی طور پر کروشین گوریلوں کے لیے بہت بڑی شخصیت ہوگی میں یہ سمجھتا ہوں دانش صاحب کہ ہم ان پر بھروسہ کر سکتے ہیں۔“

”جس طرح وہ شخص ہمارا مطالبہ سن کر خاموشی کے ساتھ واپس چلا گیا ہے اسی طرح میں بھی تمہاری بات پر اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے خاموشی اختیار کیے لیتا ہوں میں نے مسکرا کر کہا اور وہ دونوں بھی مسکرانے لگے۔ پھر کچھ لمحوں کے بعد ایک ملازم ہمارے لیے ایک بڑی سی زالی دھکیل کر اندر لایا جس پر کافی چیزیں تھیں چائے کا سامان، عمدہ قسم کے سینڈویچ، لیکن درمیان میں جو چیز رکھی ہوئی تھی وہ دلچسپ تھی یہ ایک بڑا نرسمیٹر تھا جس کے اوپر دو سرخ مین اسپارک کر رہے تھے درمیان میں ایک سفید مین تھا زالی لانے والے نے آہستہ سے کہا۔“

”بہت عمدہ کافی بنائی ہے سر میں نے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی آپ اس سفید مین کو بھی دبا دیجئے گا آپ کو بہتر محسوس ہوگا اور اس کے بعد وہ خاموشی سے وہاں سے واپس چلا گیا تھا۔ راجیل نظری نے زور زور سے سانسیں کھینچتے ہوئے کہا۔“

”اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہمیں سب سے پہلے اس نرسمیٹر پر رامش ہاس سے گفتگو کرنی چاہیے لیکن بہت عرصے کے بعد چائے کی اتنی عمدہ خوشبو آئی ہے کہ دل بے چین ہو گیا ہے اگر ہم اس گفتگو کے ساتھ ساتھ جلدی سے یہ چائے بھی پی لیں تو کوئی حرج تو نہیں ہوگا۔“

”میں بتاتی ہوں۔“ نجر نے کہا اور برتن اپنے سامنے کھسکا لیے جب کہ راجیل نظری نرسمیٹر پر مصروف ہو گیا تھا اس نے سفید مین دبایا اور نرسمیٹر پر اسپارک کرنے والے دونوں سرخ بلب سرد ہو گئے پھر ایک آواز ابھری۔

”ہاں بولو۔“

”میں راجیل نظری بول رہا ہوں۔“

”آہ، میں تمہاری آواز پہچان رہا ہوں راجیل زندہ سلامت ہو کسی جسمانی نقصان کا شکار تو نہیں ہوئے۔“

”نہیں مسٹر رامش ہاس، رامش ہاس میں نے بھی آپ کی آواز پہچان لی ہے۔“

”میرے دوست شاید تم میرے الفاظ کو کاروباری الفاظ سمجھو لیکن یہ حقیقت ہے کہ تمہارے لیے میں جس قدر افسردہ تھا اتنا افسردہ میں اپنے چند ساتھیوں کے لیے ہوا ہوں تمہاری شخصیت میں نجانے میرے دل میں کون سی ایسی کیفیت پوشیدہ ہے خیر یہ سب فضول باتیں ہیں مجھے جلدی سے بتاؤ کہ اس بچی کا کیا حال ہے جس کا نام عرشہ فخر ہے۔“

”میں راجیل نظری کے ساتھ موجود ہوں مسٹر رامش ہاس۔“ نجر نے کہا اور ایک لمحے کے لیے رامش ہاس خاموش ہو گیا۔ پھر اس کی آواز آہستہ آہستہ ابھری۔

”یقین نہ کرنے والے کبھی یقین نہ کریں گے اور نہ ہی میں کسی کو یقین دلانا چاہتا ہوں۔ تم لوگ فارانک پہنچ گئے ہو میرا خیال ہے اس رات انتظار نہ کرو ہم ذرا بھی خطرہ مول نہیں لے سکتے۔“

”ہم آپ کے پاس آنا چاہتے ہیں مسٹر رامش ہاس۔“

”چتا چلا ہے کوئی تیسرا شخص بھی تمہارے ساتھ موجود ہے۔“

”ہاں، بہتر ہے کہ اس کا تعارف تمہارے پاس آ کر ہی ہو۔“

”تو پھر میں یوں کرتا ہوں کہ اپنے مخصوص لوگوں کو بھیج رہا ہوں۔ وہ تمہیں گائیڈ کرے گا جس کا قد چھوٹا اور جسم موٹا ہے۔“

”بہت بہتر۔“

”اور تم چلے آؤ سیدھے میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔“

”اور کچھ۔“

”بس کچھ بھی نہیں میں تمہارے لیے بے چین ہوں۔“

”بہت مناسب۔“ راجیل نظری نے جواب دیا اور اس کے بعد سلسلہ منقطع ہو گیا،

راجیل نظری گہری نگاہوں سے میرا جائزہ لے رہا تھا پھر وہ بولا۔

”کوئی بات ایسی تو نہیں ہوئی ہے جو آپ کے لئے ناقابل قبول ہو اور جس سے آپ

متعلق نہ ہوں۔“

”نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔“ میں نے مختصر سے الفاظ میں کہا اور ہم نرسمیٹر بند

کر کے چائے سے لطف اندوز ہونے لگے پھر تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد وہی پستہ قامت شخص

اندرا آیا تھا اور اس نے مشینی انداز میں کہا تھا۔

”گاڑی آچکی ہے جناب۔“

”ہم چلیں۔“ راجیل نظری نے پوچھا۔

”جی میں اسی لیے حاضر ہوا ہوں۔“ جب ہم سامنے والے دروازے کی جانب بڑھے

تو وہ جلدی سے بولا۔

”بہتر نہیں ہوگا ادھر سے جانا، کچھ گا کہ موجود ہیں براہ کرم آپ ادھر سے آ جائیے

راستہ یہ بھی مختصر ہے اور اس کے بعد ہم دوسرے راستے سے گزر کر ہوٹل کی عمارت سے باہر نکل

آئے یہاں سبز رنگ کی ایک ویگن کھڑی ہوئی تھی جس کے اطراف آنکھ موڑ سائیکلیں تھیں

اور کاریں کھڑی ہوئی تھیں ایک شخص نے ویگن کا آخری دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔“

”آپ اندر تشریف رکھیے۔ یہ ہمارے کمانڈر ہیں جو آپ سے دو دو کلومیٹر آگے پیچھے

دائیں اور بائیں سفر کریں گے اور یہ جو گاڑی ہے ان پرائیٹی ایئر کرافٹ نصب ہیں اگر پہلی

کا پٹر وغیرہ سے آپ کا تعاقب کیا گیا تو ان لوگوں کو بدترین نقصانات سے دو چار ہونا پڑے گا

آپ بالکل بے فکر ہو کر یہ سفر جاری رکھیے۔ چلو اور اس کے بعد وین اشارت ہو گئی، ہم

تینوں عقبی حصے میں بیٹھ گئے تھے وین سبک روی سے آگے بڑھ گئی اور ہم خاموشی سے اس سفر

کے اختتام کا انتظار کرنے لگے۔ جس کی طوالت کا ہمیں کوئی اندازہ نہیں تھا لیکن ہم میں سے

کوئی غیر مطمئن نہیں تھا اور یہ سفر خاصا پرسکون محسوس ہو رہا تھا کوئی الجھن ہی نہیں تھی چنانچہ سفر

جاری رہا سبھی گہری سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اس سے بڑی بات اور کیا ہو سکتی تھی کہ ان

لوگوں کو رہائی نصیب ہو گئی تھی اور غالباً وہ ابھی اسی سحر میں ڈوبے ہوئے تھے کہ مختصر وقت کے

اندر یہ کیا ہو گیا ہے۔ سفر ہماری توقع سے کہیں زیادہ طویل تھا اور ہم اس بات کی امید نہیں

رکھتے تھے پھر ویگن کسی ایسے راستے پر دوڑنے لگی جو خاصا ناہموار تھا اور اس پر خوب جھٹکے لگ

رہے تھے۔ یہ سفر بھی تقریباً بیس منٹ جاری رہا اور یہ اس پورے مرحلے کا سب سے مشکل سفر

تھا پھر جب ویگن رکی تو یوں محسوس ہوا جیسے زندگی کی بہت بڑی مشکل حل ہو گئی ہو ہم لوگ

ویگن سے اترے اور ایک لمحے کے اندر اندر یہ بتا چل گیا کہ سفر اس قدر خراب کیوں تھا۔ تاہم

نظر پہاڑیاں بکھری ہوئی تھیں اور یہ یقینی طور پر سڑک سے ہٹ کر راستہ تھا جس کی وجہ سے

ویگن کو جھٹکے لگ رہے تھے۔ بہر حال ایک غار کے دہانے سے ہمیں اندر داخل ہونا پڑا حالانکہ

کروشین گوریلے یہاں اپنا مشن کافی عرصے سے انجام دے رہے تھے لیکن پھر بھی کچھ مخصوص

جگہیں ایسی رکھی گئی تھیں جن پر اگر بمباری بھی کی جائے تو کوئی نقصان نہ پہنچنے پائے غار

کے دہانے سے گزر کر ایک لمبی سرنگ کو عبور کر کے ہم ایک ایسے ہال میں پہنچ گئے جہاں تمام

آسانشیں فراہم کر دی گئی تھیں لیکن سب کی سب مصنوعی ذرائع سے اور اس میں کوئی وقت کی

گنجائش نہیں چھوڑی گئی تھی۔ شمع دان رنگین شیشوں سے بنے ہوئے تھے جن سے مختلف رنگوں

کی روشنیاں دیواروں پر ایک حسین کیفیت پیدا کر رہی تھیں، ایک چھوٹے سے غار کے دہانے

سے اندر داخل ہوئے تو ایک اور غار نظر آیا جس کی آرائش کا تذکرہ اس وقت بے مقصد ہی

ہے۔ یہیں رامش ہاس نے ہم سے ملاقات کی تھی اپنے نام کے برعکس وہ ایک چھری سے بدن

کا دراز قامت آدمی تھا چہرے کے نقوش جاذب نگاہ تھے لیکن کروشین قبائل کے مخصوص انداز

میں تھے۔ وہ ایک لمحے کے لیے راجیل نظری کو دیکھتا رہا پھر دونوں ہاتھ بڑھا کر آگے بڑھا

اور راجیل نظری سے لپٹ گیا انتہائی شستہ انگریزی میں اس نے کہا۔“

”اور وہ لوگ جو بہترین اداکاری کر لیتے ہیں کسی سے محبت کے اظہار کی میں سمجھتا ہوں

دنیا کے سب سے زیادہ منافق لوگ ہوتے ہیں کیونکہ محبتوں کا اظہار صحیح انداز میں کیا ہی نہیں

جاسکتا جب تک دل میں کسی کی محبت نہ ہو اور میرے دوست میں نہیں جانتا کہ ایسا کیوں ہے

میں تم سے دوبارہ مل کر بے حد خوش ہوا ہوں اور یہی کیفیت تمہیں دیکھ کر میرے دل میں پیدا

ہوئی ہے عرشہ فخر، بس یوں سمجھ لو کہ ایک بڑے بھائی کے دل میں ایک چھوٹی بہن کو دیکھ کر

جو جذبے سرا بہا کر سکتے ہیں کاش تم میرے ان الفاظ کا یقین کر لو، میں نے عرشہ فخر اور راجیل

نظری کے چہرے پر اس طرح کے جذبات دیکھے جس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہ دونوں اس

کی بات سے بے حد متاثر ہوئے ہیں۔ راجیل نظری نے رامش ہاس کو دیکھتے ہوئے کہا۔“

”اور اگر تم یہ محسوس کرو رامش ہاس کہ تمہارے ان الفاظ پر ہم دونوں میں سے کسی کو

کوئی شک ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہمارے ساتھ زیادتی ہوگی۔“

”آہ تم نہیں سمجھتے شاید تم اس بات پر یقین نہ کرو۔ راجیل نظری کہ تمہاری تلاش کے

لیے بھیجے جانے والے پانچ افراد زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ میں نے مختلف طریقوں سے

تمہارے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے پانچ افراد کو متعین کیا تھا لیکن ان میں

سے ایک ایک کر کے سب اس شیطان کی نذر ہو گئے جس کا نام ایرش واش ہے یا پھر مقامی

حکومت نے انہیں مختلف طریقوں سے ہلاک کر دیا۔ یہ سب تمہاری تلاش میں سرگرداں تھے۔“

”آہ، کیا واقعی۔“ راحیل نظری نے درحقیقت افسوس بھرے لہجے میں کہا۔

”ہاں، کم از کم میں اپنے ساتھیوں کی موت کے سلسلے میں جھوٹ بولنے کا عادی نہیں ہوں۔ راحیل نظری اور عرشہ کافی دیر تک گردن جھکا کر خاموش رہے تھے پھر اچانک ہی رامش ہاس نے کہا۔“

”گزری ہوئی اس بات کا تذکرہ مجھے ابھی وقت سے پہلے تم سے نہیں کرنا چاہئے تھا میں جانتا ہوں کہ تم ایک درد مند دل رکھتے ہو اور تمہارے لیے یہ خبر واقعی افسوسناک ہوگی لیکن نجانے کیوں میں اس کا تذکرہ کر بیٹھا خیر، اب ذرا اس نوجوان کا تعارف تو مجھ سے کراؤ جس کی شخصیت کو دیکھ کر میں کئی بار سوچ چکا ہوں کہ یہ کون ہے اور تمہارے ساتھ کس طرح ہے اور یہ نظریہ بھی قائم کیا ہے میں نے اس کے بارے میں کہ یہ کم از کم مقامی شخص نہیں ہے بلکہ مشرق کے کسی ایسے علاقے سے تعلق رکھتا ہے جس کی شکلیں جانی پہچانی ہوتی ہیں۔“

”ہاں، تعلق پاکستان سے ہے نام دانش منصور ہے اور شخصیت جو کچھ ہے مسٹر رامش ہاس شاید تم اس کے بارے میں مکمل طور پر نہ سمجھ سکو۔“

”دانش منصور، پاکستانی اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو مسٹر دانش منصور تو آپ کافی عرصے تک ڈان سینئر اور روز آگنا نریشن سے منسلک رہے ہیں کیا میں نے یہ بات غلط کہی ہے۔“ میں نے حیرت بھری نگاہوں سے رامش ہاس کو دیکھا اور پھر بولا۔

”چونکہ آپ نے اس بارے میں مجھ سے سوال کیا ہے مسٹر رامش ہاس یہ بات غلط تو نہیں ہے حقیقت ہے کہ ان دونوں اداروں سے میرا تعلق رہا ہے اور میرے اور ان کے درمیان ایک طویل عرصے سے جنگ چلی آرہی ہے۔“

”اور راحیل نظری کہتے ہیں کہ میں آپ کے بارے میں زیادہ تفصیلات نہیں جانتا، راحیل نظری جس شخصیت کو تم ساتھ لے کر آئے ہو اپنی مختصری معلومات کے مطابق اگر میں اسکی تفصیل بتانے بیٹھ جاؤں تو شاید تم اس پر یقین نہ کر سکو بشرطیکہ اس کے بارے میں تمہیں تمام تفصیلات معلوم نہ ہوں میں بھی بہت زیادہ نہیں جانتا لیکن اتنا جانتا ہوں بلکہ جو کچھ میں جانتا ہوں اس کے ذرائع بڑے عجیب سے ہیں۔ آہا کیا بات ہے بہت بڑی بات ہے بہت ہی بڑی بات ہے تم یہ سمجھو کہ شاید میں مسٹر دانش منصور کے بارے میں تمہیں کوئی کہانی

سنانا چاہتا ہوں لیکن اس وقت میں کوئی کہانی تمہیں نہیں سناؤں گا کیونکہ جس قدر وقت گزر چکا ہے اس کے بعد ایک عقل مند آدمی کے لیے ضروری ہے کہ وہ کم از کم آرام کا موقع دے دن پڑا ہوا ہے ہم اپنی ناکامی کا اعتراف اس طرح سے کرتے ہیں کہ تمہیں آزاد کرانے میں ناکام رہے باقی تفصیلات کل دن میں مناسب رہیں گی چلو آرام کرو، پھر رامش ہاس نے کسی کو بلایا اور جو شخصیت یہاں آئی وہ ایک خوبصورت جسامت کی مالک نوجوان لڑکی تھی چہرے کے نقوش میں ایک عجیب سی ملاحظت تھی لیکن یہ چہرہ اس قدر سنجیدہ تھا کہ بس الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا بس یوں محسوس ہوتا تھا پتھر کی کوئی مورت تراش دی گئی ہو ہر تاثر سے بے نیاز، وہ قریب آئی تو رامش ہاس نے کہا۔“

”رہیم جب میں تمہیں کوئی ذمہ داری سونپتا ہوں تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ جن لوگوں کی ذمہ داری سونپی جا رہی ہے وہ خاص اہمیت کے حامل ہیں۔ میرے ان معزز مہمانوں کو آرام سے کسی بہتر جگہ ٹھہراؤ بس تم سے اتنا کہہ دینا کافی ہے اور جس غار میں رہیم نے ہمارے لئے آرام و آسائش کا بندوبست کیا وہ بس غار تو کہا ہی جاسکتا تھا وہاں انتہائی آرام دہ فرنیچر پڑا ہوا تھا۔ میں نے رہیم سے کہا۔“

”مس رہیم بہتر ہوگا کہ میرے لیے دوسری جگہ منتخب کی جائے۔“

”نہیں اگر تم ہم دونوں کے جذبات کی پذیرائی کر رہے ہو دانش منصور تو ہم بہت عرصے سے ایک ساتھ قید ہیں اور ہر اس موضوع پر گفتگو کر چکے ہیں جو ہمارے لیے پسندیدہ موضوع قرار پاسکتا تھا۔ چنانچہ آرام سے ہمیں رہو بلکہ تمہاری قربت سے ہمیں زیادہ فائدہ ہوگا کیونکہ ہم اس موضوع پر گفتگو کر سکیں گے۔“ بات سمجھ میں آنے والی تھی چنانچہ میں نے خاموشی اختیار کر لی رہیم نے کہا۔

”بلا تکلف فرمائیے آپ کو اگر کسی چیز کی حاجت ہو تو میں فراہم کر دوں۔“

”نہیں مس رہیم اس کے لئے شکریہ، ہاں آپ کو ہماری میزبانی سونپ دی گئی ہے تو کل صبح کو ہماری لیے عمدہ قسم کی چائے درکار ہوگی۔ اگر کوئی دقت پیش نہ آئے۔“ رہیم نے کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی سے گردن خم کر کے باہر چلی گئی۔ اس کا انداز واقعی ایسا تھا کہ فجر کہے بغیر نہ رہ سکی۔

”مجھے تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے یہ مشینی لڑکی ہو۔“

”اس کا چہرہ بے تاثر ہے۔“
 ”کیا کہا جاسکتا ہے، ہو سکتا ہے رامش باس نے کہیں سے ایسی روبوٹ لڑکیاں تلاش کر لی ہوں۔“

”نہیں اب ایسا بھی نہیں ہے رامش باس اس قدر صاحب اختیار نہیں ہے ورنہ کم از کم اپنی بغاوت کے لئے وہ آگے روبوٹس کو بھیجتا۔“ میں نے مسکراتے ہوئے راحیل نظری سے کہا۔

”ویسے ان لوگوں کی بغاوت میری سمجھ میں نہیں آئی۔“

”لہذا کھیل ہے رامش باس بہر حال ایک کارکن ہے اجتماعی طور پر کروشین قبائل موجودہ حکومت سے آزادی چاہتے ہیں اصل میں اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ان لوگوں کو زندگی کے وسائل سے محروم کر دیا گیا ہے اور یہ موجودہ حکومت کے دیئے سے تنگ آ کر سرابھار نے پر مجبور ہوئے ہیں لیکن جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے ان کا مشن انتہائی مضبوطی سے اپنے عمل کی جانب جارہا ہے اور مقامی حکومت خطرات محسوس کر رہی ہے یہ بھی ایک ٹھوس سچائی ہے کہ حکومت اسرائیل حکومت کی مدد کر رہی ہے اور اگر حکومت اسرائیل بھرپور طریقے سے کارروائی نہ کر رہی ہوتی تو شاید کروشین قبائل کو موجودہ حکومت سے رہائی حاصل کرنے میں وقت پیش نہ آتی ویسے یہ قبائل عربوں کے ہمدرد ہیں اور باقی کہانی تو آپ کے علم میں ہے مسٹر دانش منصور۔“

”ہاں۔“ میں نے کہا اور اس کے بعد میں نے محسوس کیا راحیل نظری نیند کا شکار ہے چنانچہ میں نے اس کے بعد ان سے گفتگو کا سلسلہ جاری نہ رکھا اور خود بھی اپنی قوت ارادی سے کام لے کر سونے کی کوشش کرنے لگا ہر چند کہ جب بستر پر تنہائی محسوس ہوتی تھی تو خیالات کی یلغار ذہن پر ہو جایا کرتی تھی لیکن اب میں نے ان خیالات پر قابو پانا سیکھ لیا تھا۔ زندگی کا اگر سب سے بڑا دکھ تھا تو اس وقت وہ رخسار تھی اور رخسار کو یاد کرتے کرتے سو جانا میری عادت بن چکی تھی میں جانتا تھا بہت اچھی طرح جانتا تھا کہ یہی عادت رخسار کی بھی ہوگی اور دنیا میں کچھ ایسے جذبول پر یقین کیا جاسکے جو وہم اور مذاق کی حیثیت رکھتے ہوں تو کم از کم میں اس مذاق کو دل سے تسلیم کرتا تھا کہ رخسار زندہ ہے کیونکہ میرا دل اس بات کی گواہی دیتا تھا۔ رخسار کو یاد کرتے کرتے سو گیا اور دوسری صبح مجھے ریتیم نے جگایا تھا۔ میرے سینے پر بے تکلفی سے

ہاتھ رکھے جھکی ہوئی تھی میں نے چونک کر آنکھیں کھولیں تو اس کا دلکش چہرہ نگاہوں کے سامنے آ گیا عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی میں چونک کر سیدھا ہوا تو اس نے ہاتھ اٹھا دیا اور بولی۔

”زیادہ دیر ہو چکی ہے مسٹر نظری اور فجر ناشتے کے کمرے میں آپ کا انتظار کر رہے ہیں اب جب کہ بہت وقت گزر گیا تو انہوں نے مجھ سے کہا آپ کو جگا دوں۔“
 ”سوری مس ریتیم، واقعی بہت دیر سو لیا۔“

”وہ غسل خانہ ہے۔ آپ براہ کرم تیار ہو جائیے میں دروازے کے باہر آپ کا انتظار کر رہی ہوں۔“

”بس چند منٹ۔“ میں نے کہا اور پھرتی سے واش روم کی جانب چل پڑا کیا دلچسپ جگہ تھی پہاڑی پتھروں میں سے نجانے کیا کیا جتن کر کے پانی کا انتظام کیا گیا تھا لیکن سب کچھ بہت خوب تھا پھرتی سے منہ ہاتھ دھو کر بال سنوارے، حالانکہ شیونگ بنانے کا سامان وہاں موجود تھا لیکن اتنی دیر ہو چکی تھی کہ ان لوگوں کو ناشتے کے لئے زیادہ دیر انتظار نہیں کرا سکتا تھا چنانچہ پھرتی سے باہر نکل آیا غار کے دبانے پر پہنچا تو ریتیم وعدے کے مطابق کھڑی میرا انتظار کر رہی تھی مجھے دیکھ کر حیرت سے بولی۔

”ارے آپ نے غسل وغیرہ نہیں کیا۔“

”نہیں مس ریتیم ویسے ہی کافی دیر ہو چکی ہے براہ کرم میری رہنمائی کیجئے وہ خاموشی سے میرے آگے آگے چل پڑی اور کچھ لمحوں کے بعد غار کے ایک دہانے میں داخل ہو گئی جس کے دوسری جانب ڈائینگ ٹیبل پڑی ہوئی تھی اور ڈائینگ ٹیبل پر رامش باس، راحیل، فجر اور تین افراد موجود تھے جو کروشین ہی تھے اور ان کی شکلیں میرے لیے اجنبی تھیں لیکن خاصی پر وقار شخصیت کے مالک نظر آ رہے تھے میرا استقبال کھڑے ہو کر کیا گیا اور رامش باس نے کہا۔“

”یہ تینوں افراد جن کا تعارف میں کسی مناسب وقت میں آپ سے کراؤں گا فی الحال ضروری نہیں ہے۔ یوں سمجھ لیجئے کہ دانش منصور کی شخصیت سے واقف ہیں اور جب میں نے ان سے اس بات کا تذکرہ کیا کہ دانش منصور ہمارے درمیان موجود ہے تو یہ یقین نہ کر پائے کیوں؟ اب تم لوگ اس بارے میں کیا کہتے ہو۔“

”ہم دانش منصور کو پہچانتے ہیں کیونکہ ہمارے ریکارڈ میں دانش منصور کی نو تصاویر موجود ہیں جنہیں ہم کسی بھی وقت دانش منصور صاحب کے سامنے پیش کر سکتے ہیں۔“

”آپ کے ریکارڈ میں۔“

”ہاں۔“ انہوں نے جواب دیا میں ایک دم سمجھ گیا۔ اصولی طور پر میں معلوم کرنا چاہتا تھا کہ ان کے پاس میرے لیے کس قسم کا ریکارڈ موجود ہے لیکن بہر حال یہ معلوم کرنا خلاف تہذیب تھا کیونکہ ہر ایک کے اپنے اپنے معاملات ہوا کرتے ہیں نجانے کس سلسلے میں انہوں نے میرا ریکارڈ اپنے پاس محفوظ رکھا تھا اس کے بعد خاموشی سے ناشتا لگایا جانے لگا بہترین ناشتا تھا ضرورت بھی محسوس ہو رہی تھی میں خاموشی سے ناشتا کرنے لگا اور رتیم الہ دین کے جن کی مانند میرے عقب میں کھڑی ہوئی تھی میں نے پہلے محسوس بھی نہیں کیا تھا لیکن اچانک ناشتا کرتے ہوئے مجھے اس بات کا احساس ہوا تو میں نے چونک کر گردن گھمائی اور رامش ہاس میرا مطلب سمجھتے ہوئے مسکرا کر بولا۔

”اصل میں مس رتیم کو یہ ہدایت کردی گئی ہے کہ وہ مکمل طور پر آپ کی نگرانی کرے اور آپ کے ہر طرح کے مفادات اور ضرورتوں کا دھیان رکھیں۔ ہمارے ہاں یہی طریقہ کار رائج ہے آپ یوں سمجھ لیجئے کہ اس وقت تک جب تک آپ بستر پر لیٹ کر گہری نیند سو نہیں جائیں گے مس رتیم آپ کا ہر طرح سے خیال رکھیں گی۔“ میں ہنس کر خاموش ہو گیا بات بڑی دلچسپ تھی اگر ذہن میں کچھ اور باتیں ہوتیں تو شاید رتیم کی قربت میرے لیے بڑی دلچسپ ہوتی لیکن غلط آدمی کے سپرد غلط شخصیت کو کر دیا گیا تھا ناشتے سے فراغت حاصل ہوئی اور اس کے بعد رامش ہاس نے کہا۔

”اب ہم وہ گفتگو کرنا چاہتے ہیں جس کے لئے تنہائی ضروری ہوتی ہے میں نے محسوس کیا تھا کہ ان تینوں میں سے کوئی بھی اپنی جگہ سے نہیں اٹھا تھا اور رتیم خاموشی سے باہر چلی گئی تھی ملازمین نے برتن ہٹائے اور اس کے بعد رامش ہاس نے کہا۔“

”رتیم بہت اچھی لڑکی ہے۔ اتنی اچھی کہ اس پر ہر طرح سے اعتماد کیا جاسکتا ہے لیکن کچھ اصول ہمیشہ نبھانے پڑتے ہیں مسٹر دانش منصور یہ تینوں افراد ایسے ہیں کہ انہیں ہمارے ہر مقصد اور مشن میں شریک ہونا ہے اس لیے میں نے انہیں اپنے پاس رکھا ہے۔ راجیل نظری سب سے پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ تمہاری رہائی کیسے عمل میں آئی جب کہ یہ بات میرے علم میں تھی

کہ انتہائی محفوظ طریقے سے تمہیں ان لوگوں نے اپنی قید میں رکھا ہے۔“

”ہاں یہ ایک دلچسپ داستان ہے اور اب جب کہ میرے دوست اور میرے محسن کا تعارف جس طرح مجھ سے کرایا ہے تو میں خود حیران ہوں اور یہ سوچتے ہوئے شرمندہ کہ اب میں اس تعارف کے سلسلے میں مزید کیا کہوں۔“

”نہیں کیا دانش منصور نے اپنا نام آپ کو بتایا تھا مسٹر راجیل ہاں میں انہیں دانش منصور کی حیثیت سے جانتا ہوں جب کہ دوسرے لوگ انہیں پال مورس کہہ کر مخاطب کر رہے تھے۔“

”اس کا مطلب ہے کہ دانش منصور آپ سے مخلص ہیں۔“

”اور ان کا خلوص ہی یوں سمجھ لیجئے کہ مجھے اس وقت تمہارے سامنے لے آیا ہے مسٹر رامش ہاس درنہ اپنی جیسی ہر کوشش کر کے میں ناکام ہو چکا تھا۔“

”آؤ، مجھے اس بارے میں تفصیل بتاؤ پوری تفصیل میں جانا چاہتا ہوں کہ یہ سب کچھ کیسے ہوا۔“

”اگر اس تفصیل کا ابتدائی حصہ آپ لوگ میری زبانی سن لیں تو زیادہ موزوں ہوگا اس کے بعد راجیل نظری آپ کو مناسب طریقے سے تفصیلات بتا سکیں گے۔“ میں نے کہا۔

”بخوشی بلکہ دل و جان سے یہ الگ بات ہے کہ ہم براہ راست آپ سے اسکی فرمائش نہیں کر سکتے تھے کیونکہ یہ آپ کی اپنی مہربانی پر مشتمل ہے۔“

”ہوں ٹھیک اچھا مختصر طریقے سے یہ بتاؤں گا میں آپ کو بلکہ مجھے آسانی حاصل ہوگئی ہے یہ کہنے میں کہ ڈان سینئر اور روز آرگنائزیشن سے میرے جو معاملات چل رہے تھے ان دونوں اداروں نے مل کر اپنے وطن میں میری حیثیت ختم کردی اور یوں سمجھ لیجئے کہ مجھے اپنے وطن کا غدار قرار دلوانے میں ان لوگوں کو کامیابی حاصل ہوگئی اور اس کے بعد زندگی میرے لیے ایک مشکل امر بن گئی۔ ایک لڑکی میری بیوی تھی جس سے میں محبت بھی کرتا تھا میں اس کے ساتھ مل کر زندگی کے خوشگوار دن لندن میں گزار رہا تھا کہ مجھے ایک پاکستانی شخص ملا جو اسرائیلی ایجنٹوں کے جال میں پھنسا ہوا تھا اسرائیلی ایجنٹوں نے میرے وطن سے کچھ ایسے کاغذات چوری کر لیے تھے جو میرے وطن کے لئے نقصان دہ ثابت ہو سکتے تھے اور جن کا منظر عام پر آنا غیر مناسب تھا۔ یہ کاغذات اس شخص نے حاصل کر لیے تھے لیکن ایرش دانش

نے اس پر زندگی تنگ کر دی تھی اور اتفاقاً طور پر وہ میرے ہاتھ لگ گیا۔ میرے دوستو! میرا تعلق جس مذہب سے ہے اس میں بنیادی طور پر ہمارے لیے کچھ ہدایات مقرر کی گئی ہیں ہم ان ہدایات پر مکمل طور پر پابندی تو نہیں کر پاتے کیونکہ بری دنیا میں برے حالات کا شکار ہیں لیکن میں اپنے الفاظ کی ادائیگی کو اپنا فرض سمجھتے ہوئے یہ کہتا ہوں کہ ہماری پہلی محبت ہمارا مذہب، ہمارا دین ہے دوسری محبت ہمارا وطن اور اس کے بعد ہم انسانوں کو چاہتے ہیں جن سے ہمارا کوئی بھی رشتہ ہو۔ اصولی طور پر ایسا ہی ہے بے اصولی میں کچھ بھی کہا جاسکتا ہے وہ الفاظ جھوٹے ہوتے ہیں میں اپنی بیوی کو بے پناہ چاہتا تھا اور اس کے بعد میں نے اس مسئلے میں اس شخص کی مدد کی جس کے پاس وہ کاغذات محفوظ تھے۔ چنانچہ میں نے اسے لندن سے باہر نکال دیا اور ایرش واش میری زندگی کا گاہک بن گیا۔ مجھے وہ قبضے میں نہ کر سکا تو اس نے چالاکی سے کام لیتے ہوئے میری بیوی کو اغوا کر لیا اور اس کے بعد اس نے مجھے بلیک میل کرنا چاہا یہ کہہ کر کہ اگر میں اپنی بیوی کو حاصل کرنا چاہتا ہوں تو وہ کاغذات جس طرح بھی بن پڑے ان کے حوالے کر دوں۔ بہر حال وہ شخص نکل چکا تھا۔ میں نے ایک مخصوص طریقے سے ایرش واش تک رسائی حاصل کی اس کے لئے مجھے ایک بہت لمبا کھیل کھیلنا پڑا تھا اور میں ایرش واش کو ٹریپ کرنے میں کامیاب ہو گیا میں نے دانش منصور ہی کی حیثیت سے اسے یقین دلایا تھا کہ اب میرا تعلق اپنے وطن سے نہیں ہے کیونکہ وطن والوں نے میری قبر کھودی ہے ایرش واش کا کہنا ہے کہ میری بیوی کو ڈان سینٹر اور روز آرگنائزیشن کے افراد نے حاصل کر لیا ہے اور اب وہ مجھے اسکے ذریعے بلیک میل کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے اور میرے درمیان بہت طویل چپقلش ہے ایرش واش نے مجھے بتایا ہے کہ فیرویلین نامی کوئی شخص یا گروہ رخسار کو حاصل کر چکا ہے اور رخسار ان کے قبضے میں ہے۔ اس نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر میں اس کا کام کر دوں تو رخسار کے حصول کے لئے وہ بھرپور کوشش کرے گا اور اسے آخر کار میرے حوالے کر دے گا اور جو کام اس نے میرے سپرد کیا ہے مسٹر رامش ہاس وہ یہ ہے کہ میں وہ اسلحہ جو فرانس سے حاصل کیا گیا تھا اور جو اس وقت کروشین قبائل کے پاس موجود ہے اور کروشین قبائل اسے عربوں کے حوالے کرنا چاہتے ہیں وہ اسلحہ میں حکومت اسرائیل تک پہنچا دوں اور اسی مقصد کے لئے میں کام کر رہا ہوں میں ایک لمحے کے لیے خاموش ہوا تو میں نے ان لوگوں کے چہروں پر شدید حیرت کے آثار دیکھے ان کے چہرے دھواں دھواں ہو گئے تھے بس راحیل نظری

اور عرشہ فجر تھے جو مسکرا رہے تھے۔ رامش ہاس نے غالباً ان دونوں کی مسکراہٹ کو بھی حیرت بھری نگاہ سے دیکھا تھا اور کچھ لمحوں تک کچھ نہ بول سکے تھے تب راحیل نظری نے کہا۔
”اور اس سے آگے اگر اجازت ہو تو میں کچھ کہوں مسٹر دانش منصور؟“

”ہاں میں محسوس کر رہا ہوں کہ میرے الفاظ نے یہاں کافی سنسنی پھیلا دی ہے۔ اصل میں کہانی کا یہ ابتدائی رخ بتانا ضروری تھا کہ مسٹر رامش ہاس اور ان کے یہ دست راست ساری حقیقتوں پر غور کر لیں شاید میں اس قدر تفصیل میں نہ جاتا کہ اگر مجھے یہ بات معلوم نہ ہوتی کہ یہ لوگ میرے اور روز آرگنائزیشن کے بارے میں اتنا کچھ جانتے ہیں۔ ڈان سینٹر کا نام میں اس وقت نہیں لوں گا کہ ڈان سینٹر روز آرگنائزیشن میں زعم ہو چکا ہے۔ وہ لوگ اب بھی کچھ نہیں بولے تھے۔ راحیل نظری نے چند لمحوں کے بعد کہا۔“

”میرا خیال ہے کہ میں کوئی نئی بات نہیں کہہ رہا جیسا کہ دانش منصور صاحب کہہ چکے ہیں کہ انہوں نے اپنی محبتوں کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہوا ہے اور پہلا حصہ دین سے محبت ہے۔ وہ دنیا بھر کے مسلمان بھائیوں سے محبت اور عقیدت رکھتے ہیں۔ وہ یہ نہیں کہتے ہیں کہ وہ ان کے لیے بہت بڑا کام سرانجام دے چکے ہیں یاد رہے ہیں لیکن ان کا کہنا یہ ہے کہ جس طرح انہوں نے اس شخص کو ایک ایسے راز کے ساتھ باہر نکالا جو پاکستان سے تعلق رکھتا تھا جس کے نتیجے میں ان کی بیوی کو اغوا کر لیا گیا وہ وطن کے رشتے اور دین کے رشتے سے تھا اور اسی رشتے سے انہوں نے ایک فیصلہ کیا اور اس فیصلے کے تحت ایرش واش کے منصوبے کو قبول کر لیا۔“

”فیصلہ کیا تھا۔“ رامش ہاس نے پوچھا۔

”فیصلہ یہ تھا کہ ایرش واش جس انداز میں چاہتا ہے وہ اس انداز میں کام کرنے کے لیے آمادہ ہو جائیں لیکن اس کے لیے انہوں نے اپنے ذہن میں ایک ایسا انوکھا منصوبہ ترتیب دیا جو ناقابل یقین تصور کیا جاسکتا ہے۔“

”آہ، جب تک مجھے اس کے بارے میں تمام تفصیلات معلوم نہیں ہو جائیں گی میں اس قدر بے سکون رہوں گا کہ کوئی میری اس بے سکونی کا صحیح طور پر اندازہ بھی نہیں لگا سکے گا۔ میں درخواست کرتا ہوں کہ خدا را مجھے جلد اس منصوبے کے بارے میں بتایا جائے۔“ رامش ہاس نے کہا۔

”مسٹر رامش ہاں مجھے اور عرشید فخر کو جس مشن پر بھیجا گیا تھا وہ مشن یہ تھا کہ جو اسرائیل سے حاصل کیا گیا ہے اور جسے اسرائیل تل ابیب لے جانا چاہتا تھا اور جو آپ لوگوں کی مداخلت سے آپ کے ہاتھ میں جا پہنچا ہے اور جسے آپ کچھ مخصوص شرائط پر عربوں کے حوالے کرنے کی جدوجہد کر رہے ہیں اور جو شرائط آپ کی منظور کر لی گئی ہیں اور جس کے لیے کچھ ایسے جہازوں کا بندوبست کیا گیا ہے جو آپ کے علاقے کے ایک مخصوص حصے تک موجود ہیں اور وہاں گردش کر رہے ہیں اور جن پر حکومت اسرائیل کوئی جنگی کارروائی نہیں کر سکتی کیونکہ اس کے نتیجے میں انہیں بدترین مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ وہ اسلحہ ہم یہاں سے لے جا کر دریا کے اختتامی حصے پر سمندر میں ان جہازوں پر لوڈ کر کے اپنے علاقے میں لے جائیں اور جس کے لئے اب تک کی ہماری تمام کوششیں ناکام رہی ہیں لیکن اسی طرح تل ابیب بھی اس اسلحے حصول کی ہر کوشش میں ناکام ہو چکا ہے اور اس ناکامی کی جھنجھلاہٹوں کا شکار ہو کر وہ کروشین قبائل کے خلاف بہت سے خطرناک کام سرانجام دے چکا ہے۔ اس اسلحے کے تل ابیب تک پہنچانے کے لیے مسٹر دانش منصور کی خدمات حاصل کی گئی ہیں۔“

”کیا؟“ رامش ہاں اچھل پڑا۔

”ہاں دانش منصور کی بیگم رخسار بقول ایرش واش کے ڈان سینٹر یا روز آ رنگنا زیشن کے سربراہوں کے قبضے میں ہے اور ایرش واش نے ان کے حصول کے لئے دانش منصور پر یہی شرط عائد کی ہے کہ وہ یہ اسلحہ تل ابیب تک پہنچانے میں ایرش واش کی مدد کریں۔ دانش منصور نے جیسا کہ آپ کے علم میں آ چکا ہے کہ اپنے جذباتوں سے متاثر ہو کر رخسار کو قربان کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے اور بظاہر ایرش واش کی بات مان کر وہ اس تہہ خانے تک پہنچے ہیں لیکن یہاں پہنچنے کے بعد انہوں نے سب سے پہلے مجھے اپنی آمد کی غرض سے مطلع کیا اور بتایا کہ میں کس طرح ان کے جال میں آ کر اس اسلحے کے حصول میں حکومت اسرائیل کی مدد کروں۔“

”آہ، خدا کی قسم دماغ کی رگیں تن گئیں ہیں اعصاب منتشر ہو گئے ہیں اور میں فیصلہ نہیں کر پا رہا کہ اب تک ہونے والی گفتگو کو کیا رنگ دوں۔ رامش ہاں نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر کہا اور راجیل مسکراتے لگا اور پھر بولا۔“

”لیکن مسٹر رامش ہاں کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ آپ میری جانب سے بد دل ہو گئے ہوں اور یہ سوچنے لگے ہوں کہ ہم کسی جال میں تو نہیں پھنس گئے۔“

”موت کی قیمت پر بھی یہ بات نہیں سوچ سکتا میں، اس طرف سے بے فکر رہنا۔“

رامش ہاں نے کہا۔

”اس کے لیے اس اعتماد کے لیے میں شکر گزار ہوں ڈیئر رامش ہاں۔“ راجیل نظری ممنون لہجے میں بولا میں خاموشی سے اس گفتگو کو سن رہا تھا جو میرے خیال سے مختلف نہیں تھی اور میں اسی انداز میں اس گفتگو کو آگے بڑھانا چاہتا تھا۔ میرا اندازہ تھا کہ راجیل نظری نے بڑی خوبصورتی کے ساتھ رامش ہاں کو اس بارے میں تفصیلات بتائیں تھیں۔ پھر رامش ہاں نے کہا۔

”اس پر اسرار گفتگو کی تمام تفصیل اگر اس وقت غیر مناسب نہ ہو تو مجھے بتا دیجئے مسٹر راجیل نظری۔“

”بات اس حد تک تو آپ کی سمجھ میں آ گئی کہ اب ہم اس مقصد کی تکمیل کے لیے مکمل طور پر تیار ہیں جس کے لیے ہم یہاں تک آئے ہیں اور اس کے بعد ناکامی سے دو چار ہو گئے۔ خوش بختی ہی کہا جاسکتا ہے کہ مسٹر دانش منصور اس انداز میں اس جانب نکل آئے اور آخر کار انہوں نے ایسی منصوبہ بندی کی جس سے ہمیں کامیابی کی سو فیصد امید ہو گئی جیسا کہ آپ نے کہا مسٹر رامش ہاں کہ ہم جلد از جلد وہ صورت حال آپ کو بتا دیں جس کے تحت ہم اپنے کام کی تکمیل کرنا چاہتے ہیں تو اس کے لیے میرا اپنا اندازہ ہے کہ دانش منصور ہی اس پروگرام کی ٹوک پلک آپ کو بتا سکتے ہیں۔“

”میں مسٹر دانش منصور سے درخواست کرتا ہوں کہ براہ کرم وہ اس بارے میں مجھے تفصیل بتائیں۔“

”مختصر الفاظ میں آپ کو یہ تفصیل بتادی گئی ہے اب تک جو کوششیں ہوتی رہی ہیں وہ یہی ہیں کہ وہ جہاز جو عربوں کی طرف یہ اسلحہ لے کر ایک مخصوص حصے کی طرف جانا چاہتے ہیں انہیں ٹریپ کر لیا جائے اور جس طرح بھی ہو سکے یہ اسلحہ یہاں سے نہ نکلنے دیا جائے اگر نکل بھی جائے تو پھر وہ تل ابیب کے قبضے میں ہو لیکن ابھی تک حکومت تل ابیب کوئی ایسی بہتر صورت حال دریافت نہیں کر پائی ہے اور ادھر اس نے کروشین قبائل کو حکومت کے جال میں الجھا کر کچھ ان کی توجہ اس طرف سے ہٹا دی ہے۔“

”ہاں، مسٹر دانش منصور لیکن اس کے علاوہ بھی ایک بہت مشکل مسئلہ ہے اور وہ یہ ہے

کہ ہم ہر قیمت پر یہ اسلحہ اپنے دوستوں کے حوالے کر کے ان سے وہ مدد حاصل کرنا چاہتے ہیں جو اس وقت ہمارے لیے انتہائی ضروری ہوگئی ہے ہم نے اسلحے کے حصول کے لیے معقول بندوبست کر رکھا ہے لیکن اس کے لیے ہمیں سرمایہ درکار ہے اور بہر حال اس سلسلے میں ہماری جو سودے بازی عرب نمائندوں سے ہوئی ہے ہم اس میں کوئی غلط عمل نہیں کرنا چاہتے۔ اصول اصول ہوتے ہیں جب تک یہ اسلحہ ان کے حوالے نہیں کر دیا جاتا ہم ان سے وہ امداد طلب کرنے کے حقدار نہیں ہیں جس کا انہوں نے ہم سے وعدہ کیا ہوا ہے اور اس کے لیے انتہائی ضروری ہے کہ اسلحہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے یہاں سے منتقل ہو جائے۔ اب آپ اس سلسلے میں کوئی منصوبہ رکھتے ہیں تو فرمائیے گا ورنہ ایک بات میں آپ سے عرض کر دوں بات اصل میں اس چالاک حکومت کی ہے جس نے فرانس جیسے ملک سے یہ جنگی کشتیاں چوری کر لی تھیں اور بعد میں یہ مسئلہ اس بنیاد پر دبا دیا گیا تھا کہ دنیا کی معیشت پر یہودی چھائے ہوئے ہیں چاہے وہ امریکا ہو، برطانیہ ہو، فرانس ہو یا دنیا کے بیشتر ممالک ان کی دولت، ان کا سرمایہ ہر جگہ ان کا ساتھ دے رہا ہے اور وہ کسی کو اپنے اوجھے ارادوں سے آگے نہیں بڑھنے دیتے اور یہ ایک بہت بڑی مجبوری تھی ہے اس وقت دنیا جن مشکلات سے دوچار ہے اسکے تحت ہم ایک دوسرے کو مورد الزام قرار نہیں دے سکتے۔ خیر یہ ایک سیاسی گفتگو نہیں ہے اور نہ ہی اسے سیاسی شکل میں آگے بڑھانا چاہئے مسئلہ صرف یہ ہے کہ آپ کے ذہن میں کیا منصوبہ ہے۔“

”ہاں، میں وہی آپ کو بتانا چاہ رہا تھا کہ ایرش دانش نے رخسار کے نام پر مجھے اس بات پر آمادہ کیا ہے کہ میں اس قید خانے میں جاؤں جہاں مسٹر راحیل نظری اور عرشہ فجر قید تھے۔ یہ بات مجھے ایرش دانش نے بتائی تھی کہ یہ دونوں وہ افراد ہیں جن پر یہ ذمہ داری عائد کی گئی ہے کہ وہ دونوں کردشمن قبائل سے اسلحہ حاصل کر کے کھلے سمندر تک دریا کے راستے پہنچائیں اور وہاں سے اس اسلحہ کو جہاز پر منتقل کر دیں۔ منصوبہ بندی یہ ہے کہ جب یہ اسلحہ جہاز پر منتقل ہو جائے گا تو دو یا تین افراد ایک افتاد کے سہارے اس جہاز تک پہنچیں گے مثلاً ایک ایسی کشتی میں سوار ہو کر جو کسی ڈوبے ہوئے سمندری جہاز کی لائف بوٹ ہوگی ہم انسانی مدد کی بنیاد پر انہیں جہاز پر لے کر لیں گے اور ان کے امداد کریں گے۔ ان کے پاس اس کی خواب آور ادویات ہوں گی جن کے تحت ہم سب ایک سازش کے تحت جہاز کے اس محلے کو بے ہوش کر دیں گے اور پھر ایک اور جہاز جو ہمارا تعاقب کر رہا ہوگا اور جس کا تعلق

اسرائیل سے ہوگا اس کے افراد اس جہاز تک پہنچ جائیں گے۔ جہاز میں موجود تمام عملے کے افراد کو قتل کر دیا جائے گا اور اسے سمندر میں پھینک دیا جائے گا اور پھر یہ جہاز ہماری رہنمائی میں مطلوبہ منزل تک پہنچنے کی بجائے حکومت اسرائیل پہنچے گا اور وہاں یہ اسلحہ وصول کرنے کے بعد اصل جہاز کو روپوش کر دیا جائے گا۔ یہ ایک مکمل منصوبہ ہے جس کے لیے مجھے یہاں تک بھیجا گیا لیکن بہر حال اب اس کے بعد مزید کچھ کہنا بے مقصد ہے میں اپنی ذمہ داریوں کو جس طرح بھی ممکن ہو سکا ہے پوری کرتا رہا ہوں اور آئندہ بھی میرے دل میں یہی آرزو ہے کہ اپنے دین، اپنے مذہب، اپنے وطن اور فلسطین کی آزادی کے لیے وہ سب کچھ کرتا رہوں جو میرے بس میں ہو بس اس سے زیادہ جذباتی گفتگو کر کے میں کوئی پر جوش تقریر نہیں کرنا چاہتا میں اسی لیے یہاں حاضر ہوا ہوں۔ رامن ہاس نے آنکھیں بند کر لی تھیں پھر کچھ لمحوں کے بعد اس نے کہا۔“

”آپ کے اس مشن کی تکمیل میں چونکہ راحیل نظری اور محترمہ فجر ساتھ ہیں اس لیے میں بھرپور مدد دینے کو تیار ہوں اور مستقبل میں آپ کی منصوبہ بندی کا منتظر بھی ہوں۔ براہ کرم تھوڑا سا آرام کرنے کے بعد تمام تر منصوبہ میرے علم میں لے آئیں اس کے لیے میں آپ کو ایسے لوگوں کا بندوبست کر کے دوں گا جن سے آپ جو منصوبہ بندی کریں گے ہم سب کردشمن قبائل کی طرف سے اس پر عمل کرنے کے مجاز ہوں گے کیونکہ اس کے لیے ہمیں اجازت ہے۔“

”ٹھیک ہے۔“ اور اس کے بعد یہ گفتگو اس انداز میں ختم ہوگئی تھی گویا آگے عمل کے راستے کھل گئے تھے اور میں ان راستوں پر سفر کرنے کے لیے تیار تھا لیکن اس دوران ایک اور کردار نے میری توجہ اپنی جانب مبذول کر لی چونکہ اب معاملہ راحیل نظری اور عرشہ فجر کے ہاتھوں میں تھا اور منصوبہ بندی انہوں نے کرنی تھی میں صرف ایک کمانڈر کی حیثیت سے انہیں کمانڈ کر رہا تھا جس کا فیصلہ کر لیا گیا تھا اس لیے وہ کردار میری جانب پوری طرح متوجہ ہو گیا تھا اور کچھ ایسا عمل کیا تھا اس نے جس کی بنا پر میں اس میں دلچسپی لینے میں مجبور ہو گیا غالباً آپ کے ذہن میں نہیں آیا ہوگا کہ وہ کردار کون تھا یہ وہ لڑکی ریتیم تھی دینے وہ کوئی اجنبی یا کوئی نئی بات نہیں تھی بعض لوگ اس طرح فرض شناس ہوتے ہیں کہ اگر کوئی ذمہ داری انہیں سونپ دی جائے تو وہ دل و جان سے اسے انجام دیتے ہیں اور ریتیم کی ڈیوٹی کیونکہ میری جانب ہی لگائی

گئی تھی اس لیے وہ میرے ہر لمحے کا خیال رکھتی تھی اور ہر وہ عمل کرتی تھی جس کی مجھے ذرا برابر ضرورت ہو بلکہ ضرورت سے زیادہ ہی میرا خیال رکھتی تھی کچھ لمحوں کے لیے میں نے یہ بھی سوچا تھا کہ ممکن ہے یہ وہ صنف نازک اور صنف قوی والا معاملہ ہو لیکن کچھ ایسی بات بھی ذہن میں نہیں آتی تھی اس کے عمل میں کبھی کوئی ایسی چپک بھی پائی نہیں گئی ویسے اس کے چہرے پر کوئی تاثر کبھی نمایاں نہیں ہو سکا تھا لیکن اس شام اس نے اپنا ذہن میری سامنے کھول دیا۔ میں یونہی ٹہلنے کے سے انداز میں غاروں سے باہر نکل آیا تھا باہر کی دنیا بڑی پر فضا تھی اور ہم اکثر سیر و سیاحت کے لیے نکل آیا کرتے تھے دوسری جانب کیا ہو رہا تھا اس کے بارے میں ابھی تک کچھ معلوم نہ تھا۔ راحیل نظری اور عرشہ فجر مجھ سے صبح شام ملاقات کیا کرتے تھے بس ایک بار ان سے اس موضوع پر گفتگو ہوئی تھی اور راحیل نظری نے مجھے یہ بتایا تھا کہ وہ رانش ہاس ہی نہیں بلکہ کروشین قبائل کے کچھ اور بڑے اور اہم نمائندوں سے مل کر تمام تر انتظامات کر رہے ہیں اور جب یہ انتظامات مکمل ہو جائیں گے تو ان کی تفصیلی رپورٹ مجھے پیش کر دی جائے گی میں نے بھی ان سے خلوص دل سے کہا تھا کہ وہ اپنے معاملات سے فراغت حاصل کرنے کے بعد ہی مجھے اس معاملے میں شامل کریں اس لیے ان کی جانب سے بھی بے فکری تھی اور اکثر میں تنہا ہی گھومنے پھرنے نکل جاتا تھا اور اس وقت بھی میں ایسے ہی نکلا تھا اور ایک بہت پر فضا خطے میں خود رو پھولوں کے کنج کے پاس جا کر بیٹھ گیا تھا کہ تھوڑے فاصلے پر ریتیم نمودار ہو گئی وہ میری قریب پہنچی اور مشینی لہجے میں بولی۔

”سر موسم بہت خوبصورت ہے یہاں کے موسم میں ایک بڑی عجیب بات ہے ہلکی ہلکی پھوار پڑتی ہے اور کئی کئی دنوں تک اس پھوار کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ بارش کی یہ ننھی ننھی بوندیں اس علاقے کو سیراب کر دیتی ہیں۔ اصل میں تیز بارش کی بنیاد پر زمینیں بے شک نم ہوتی ہیں اور پانی پی لیتی ہیں لیکن ہلکی بارش بس آپ یوں سمجھ لیجئے کہ شبنمی کیفیت رکھتی ہے اور شبنمی کیفیت میں پھولوں کو بڑی وسعت ملتی ہے شاید یہ سائنس آپ کے علم میں نہ ہو کہ شبنم اور بلکے پانی کی پھواریں پھولوں کو رنگ بخشتی ہیں۔ کسی ماہر نباتات سے آپ اس بارے میں گفتگو کریں گے تو وہ آپ کو اس کی زیادہ تفصیل بتا سکتا ہے میں نے تو یہ چند الفاظ ایک کتاب میں پڑھے تھے۔ وہ ایک دم خاموش ہو گئی جیسے اچانک اسے یہ احساس ہوا ہو کہ جو گفتگو اس نے شروع کی ہے میرے لیے اس میں کوئی دلچسپی ہے یا نہیں لیکن چونکہ بے اختیاری میں اس نے

اس گفتگو کا آغاز کیا تھا۔ اس لیے میں بھی کسی انسان کی پذیرائی کے لیے اس کی جانب متوجہ ہو گیا اور میں نے چہرے پر حیرت کے نقوش پیدا کر کے کہا۔

”کیا واقعی، مجھے تو یوں لگتا ہے مس ریتیم آپ نے اس سلسلے میں خاصی ریسرچ کی ہو اور آپ کی کافی معلومات ہوں اس میں۔“ وہ عجیب سے انداز میں مجھے دیکھنے لگی پھر بولی۔

”سوری سر، شاید میں نے کوئی غیر متعلق گفتگو شروع کر دی ہے اس کے لیے معافی چاہتی ہوں اصل میں، میں یہ کہنا چاہتی تھی کہ موسم کی مناسبت سے اگر کوئی مشروب جیسے کافی یا کچھ اور درکار ہو تو میں پیش کروں۔“

”بیٹھ جاؤ ریتیم۔“ میں نے کہا اور وہ جیسے اس بات کی منتظر ہی تھی اس نے ادھر ادھر دیکھا تو میں نے سامنے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”یہاں بیٹھ جاؤ۔“

”تھینک یوسر۔“ وہ بیٹھ گئی۔

”ریتیم تمہیں کون سے میسریل سے بنایا گیا ہے۔“ میں نے سوال کیا اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔ اس کے چہرے پر ایسے نقوش نمایاں ہو گئے تھے جیسے وہ یہ جاننا چاہتی ہو کہ میرے سوال کا مقصد کیا ہے اور جب وہ نہیں سمجھ پائی تو اس نے آہستہ سے کہا۔

”سر میں سمجھی نہیں۔“

”میں نے اپنی زندگی میں بہت سے روبوٹس دیکھے ہیں مشینی انسان اس دنیا کے لیے اجنبی نہیں رہے ہیں انہیں مختلف طریقوں سے بنایا جاتا ہے کہیں کہیں انہیں بہت ہی حسین تشکیلات دے دی جاتیں ہیں پر اسے زمانے میں جادوگر ایسی شخصیتیں تشکیل کر لیا کرتے تھے جو انسانوں کو عجیب و غریب کیفیات میں مبتلا کر دیا کرتی تھیں لیکن نئے دور کے جادوگر جنہیں سائنسدان کہا جاتا ہے اپنے فن میں اس قدر آگے بڑھ گئے ہیں کہ ریتیم جیسی لڑکی کی تخلیق کر سکتے ہیں ریتیم کیا یہ غلط ہے کہ تم ایک غیر انسانی مخلوق ہو؟“

”جی۔“ اس کا منہ حیرت سے کھلے کا کھلا رہ گیا۔

”ہاں، آج تک جس طرح میں نے تمہارا تجزیہ کیا ہے اس کا نتیجہ یہی نکلا ہے کہ تم شاید پلاسٹک اور فولادی کمائیوں سے بنی ہوئی ایک لڑکی ہو جس کے چہرے کے نقوش میں اس قدر جان بیت بھردی گئی ہے کہ انسان انہیں دیکھ کر متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔“

”پلیز، آپ مجھے سمجھا دیجئے کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔“

”کیا تم واقعی انسان ہو ریتیم۔“

”میں آپ کو کیا لگتی ہوں؟“

”ایک مشین۔“

”لیکن مشینیں تو مجھ سے بہت مختلف ہوتی ہیں۔“

”نہیں۔“ میں نے کہا۔

”کیوں؟“ وہ بدستور تعجب سی بولی۔

”اس لیے کہ میں نے کبھی تمہارے چہرے پر کسی طرح کے تاثرات نہیں دیکھے تم ایک مشین کی مانند زندگی بسر کر رہی ہو۔ سپاٹ اور جذبات سے عادی چہرہ لیے ہوئے میں نے کبھی تمہیں نہ مسکراتے دیکھا ہے اور نہ کسی مسکراہٹ کی بات پر تمہارے چہرے کے نقوش میں کوئی تبدیلی دیکھی ہے۔ ریتیم اس کی ایک ہی وجہ ہو سکتی ہے کہ تم انسان ہو ہی نہیں۔“

”نہیں سر، میں انسان ہوں مکمل طور پر انسان ہوں آپ بہت بڑی شخصیت کے مالک ہیں میری کچھ ذمہ داریاں ہیں جو مجھے دی گئی ہیں میرا دل چاہتا تھا کہ کوئی ایسا لمحہ مجھے مل جائے جب آپ مجھے ایک انسان کی حیثیت سے مخاطب کریں کیونکہ اس کے بغیر خود میری لیے یہ عمل کرنا مناسب نہیں تھا۔ ہاں آپ نے مجھے اس کا موقع عطا کیا ہے تو اس سے میں پورا پورا فائدہ اٹھاؤں گی سر، میں انسان ہی ہوں اور میرے بارے میں آپ کا یہ نظریہ غلط ہے سر میں آپ سے کچھ گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔“

”بھئی واہ، یعنی آج ہم نے اس کا آغاز کر دیا تو آپ کے اپنے ذہن میں یہ خیال آ گیا کہ آپ ہم سے کچھ گفتگو کرنے کی خواہش مند ہیں۔“

”اگر یہ بات آپ کی پسند کے خلاف ہے تو سر اس کے لیے معافی چاہتی ہوں۔“

”ویسے تمہیں فرصت ہے نا۔“ میں نے پوچھا۔

”سر، میری تو زندگی ہی آپ سے وابستہ کر دی گئی ہے میرا مطلب ہے ان عارضی

لمحات کے لیے جب تک آپ اپنے مشن کا آغاز نہیں کر لیتے۔“

”مطلب یہ کہ تمہیں فرصت ہے۔“

”جی سر، بالکل۔“ اس نے جواب دیا۔

”اد کے ریتیم، اگر مناسب سمجھو تو مجھے اپنے بارے میں بتاؤ بلکہ اس بارے میں بتاؤ کہ

تم کیوں ایسے لمحات کی خواہش مند تھیں جو تمہیں تنہائی میں نصیب ہوں۔“

”سر، اس کی بہت سی وجوہات ہیں لیکن سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ میں دانش منصور

کو جانتی ہوں۔“

”گڈ مگر میں سمجھا نہیں کیونکہ دانش منصور کو جان لینا تو کوئی اتنی اہم بات نہیں ہے۔“

”سر، آج سے بہت عرصے پہلے سے جانتی ہوں میں آپ کو۔“

”ادہ کیسے؟“

”سر میں روز آرگنائزیشن کے بارے میں بھی جانتی ہوں اور ڈان سینٹر کے بارے

میں بھی اور اس بات کا علم بھی ہے مجھے کہ روز آرگنائزیشن کے لیے دانش منصور کیا حیثیت رکھتا

ہے یہ بھی جانتی ہوں سر کہ ڈان سینٹر صرف اور صرف دانش منصور کی وجہ سے ٹوٹا اتنی ساری

باتیں تو رامش ہاس یا کروشین قبائل کے بڑے بڑے سربراہان بھی نہیں جانتے ہوں گے۔ سر

اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک طویل عرصہ میں روز آرگنائزیشن میں رہ چکی ہوں۔“

”او۔“ میں نے آہستہ سے کہا اور پھر بولا۔

”لیکن تمہاری عمر تو اتنی نہیں ہے ریتیم۔“

”جی سر، میری عمر واقعی اتنی نہیں ہے اور اگر میں اپنے آپ کو روز آرگنائزیشن سے

متعلق کہتی ہوں تو اس دور کی بات ہو جاتی ہے یہ جب میری عمر صرف تیرہ سال تھی۔“

”تیرہ سال کی عمر میں تم.....“

”میں نہیں سر، میرا ایک بھائی ہے میں مرتے دم تک اس کے لیے تھا کا صیغہ استعمال

نہیں کروں گی اور جس وقت اس کی لاش میری نگاہوں کے سامنے آ گئی تو آپ یقین کیجئے کہ

ایک لمحے کے لیے زندہ رہنا مجھے اس ساری دنیا کے لیے ایک گالی محسوس ہو گا۔“ ریتیم کو میں

نے پہلی بار جذباتی کیفیت میں دیکھا اور ان الفاظ سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا لیکن وہ

لمحوں میں اپنے آپ کو سنبھال لینے کا فن جانتی تھی اس نے اپنے آپ کو سنبھال کر کہا۔

”سہیل تھا اس کا نام سر، سہیل، وہ مجھ سے بڑا تھا اور دنیا میں چونکہ میرے علاوہ اس کا

کوئی نہ تھا اور اس کے سوا میرا چنانچہ روز آرگنائزیشن میں شامل ہوتے ہوئے اس نے میری

رکنیت کا فارم بھی بھرا تھا اور اپنے طور پر اس نے ان لوگوں کو میری شمولیت کے لیے متاثر بھی

شکار ہو گیا۔ ایک کے بعد ایک دھماکا ہو رہا تھا میرے دل و دماغ میں بہر حال مٹھل شاہ کی کہانی اختتام تک پہنچ گئی تھی لیکن شہناز کا نام و نشان مٹ چکا تھا نجانے دل کی دھڑکنوں میں کیسی کیسی آرزوؤں کا اضافہ ہو گیا ہر دھڑکن ایک پکار بن گئی اور یہ آرزو کرنے لگی کہ کاش اچانک ہی سہی کسی زبان سے ہی سی کچھ ایسے الفاظ میرے کانوں کو حاصل ہو جائیں جو میرا سرمایہ حیات ہوں مجھے میرے ماں باپ کے بارے میں کچھ معلوم ہو جائے ریتیم اچانک ہی میرے لیے ایک عجوبہ بن گئی اور میں نڈھال لگا ہوں سے اس کا جائزہ لینے لگا وہ میری اس کیفیت کو محسوس کر کے بولی۔

”سر پلیز اپنے آپ کو سنبھالیے میں آپ کو نادرہ کے بارے میں مزید تفصیلات بتانا چاہتی ہوں اس نے مجھے بتایا تھا کہ اس کا تعلق پاکستان سے ہے۔“

”ایک منٹ ریتیم ایک منٹ۔“ میں نے اسے درمیان میں ٹوکتے ہوئے کہا اور وہ سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

”جی۔“

”ریتیم تمہاری اس سے ملاقات کب اور کس جگہ ہوئی۔“

”آگے چل کر وہی تفصیل بتانے جا رہی تھی جناب، چنیے پہلے آپ سے اپنا تعارف ہی کرادوں میں نسلا کروشین نہیں ہوں میرا تعلق ایک اور علاقے اور ایک قبیلے سے ہے اس قبیلے میں آپ یوں سمجھ لیجئے مہذب دنیا سے الگ ہٹ کر کچھ روایات تھیں۔ ہم لوگ روحانیت کے قائل ہیں اور اس سلسلے میں ہمارے قبیلے میں روحانیت کا دور دورہ ہے۔ ہر چند کہ ہم لوگ غیر مہذب نہیں ہیں اور افریقی قبائل کی طرح ہمارے عقائد وغیرہ خالص جادو گری یا لوگوں کو سبے وقوف بنانے پر مبنی نہیں ہیں لیکن پھر بھی ہمارے ہاں جو رواج ہیں ان کا تعلق مہذب دنیا سے ذرا بالکل مختلف ہے۔ ہم لوگ جدید دنیا میں جدید انداز میں رہا کرتے ہیں۔ البتہ ہمارے ہاں کی ایک رسم ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم جس ملک سے تعلق رکھتے ہیں وہ غیر مہذب نہیں ہے جیسا کہ میں آپ کو بتا چکی ہوں لیکن ہمارے قبیلے کے رسم و رواج پوشیدہ ہیں۔ ہمارے ہاں نسل در نسل سرداریاں منتقل ہوتی ہیں اور بعض اوقات روحانیت کے سلسلے میں تصادم بھی ہو جاتا کرتا ہے میں مختصر الفاظ میں آپ کو یہ بتا دوں کہ میرے خاندان کا تصادم ایک ایسے خاندان سے ہو گیا جو روحانی پیشوائی کا دعویدار تھا اور جس کے نتیجے میں ہمیں بہت سے جانی نقصان اٹھنا

کر لیا تھا اور تیار بھی سرودہ بہت سے فنون جانتا تھا وہ ایک بہترین لڑکا تھا اسلحے کے استعمال میں اس کا کوئی ثانی نہیں تھا خاص طور پر بارود کو اسنے مختلف طریقوں سے استعمال کرنا جانتا تھا کہ شاید ہی کسی اور کو اس کے بارے میں اتنی معلومات ہوں سرودہ کئی طرح کے بارود بنانا جانتا تھا یہ لوگ اس کی قدر بھی کیا کرتے تھے اور اس سے کام بھی لیا کرتے تھے بات اسی دور کی ہے سرکہ میری ملاقات ایک خاتون سے ہوئی اور خاتون کی زبانی مجھے دانش منصور کا نام معلوم ہوا۔“

”خاتون؟“ میرا دل دھڑک اٹھا۔

”جی سر۔“

”کون تھی کیا نام تھا اس کا؟“

”نادرہ، نادرہ تھا ان کا نام سر نادرہ اپنی تمام تر کہانی مجھے سنا چکی تھی۔ میرے ذہن کو اتنے زور کا دھچکا لگا کہ میرا سر چکرا گیا اور میں درحقیقت کافی دیر کے لیے معطل سا ہو گیا ایک ٹیس سی میرے سینے میں ابھری یہ ماضی کے اس دور کا نام تھا جس دور کو میں پتہ نہیں کیا اہمیت دیتا تھا۔ نادرہ، نادرہ، نادرہ جو مجھے جانتی تھی جو انہیں جانتی تھی جنہیں میں نے ذہن کے ان خانوں میں سے نکال ہی پھینکا تھا یعنی اپنے والدین کو جن کی تلاش اس کائنات میں میری سب سے بڑی خواہش تھی اس کے لیے میں نے کتنے جتن کیے تھے کہ اب میرے پاس کرنے کو کچھ نہیں رہ گیا تھا اور نادرہ نے مجھے بتایا تھا کہ وہ میرے بارے میں معلومات حاصل کر چکی ہے اس کے سینے میں وہ نام پوشیدہ تھے جو مجھے میری اصلیت بتاتے تھے یعنی میری ماں اور باپ کے نام، وہ محسوس کر رہی تھی کہ میں نادرہ کا نام سن کر بری طرح معطل ہو گیا ہوں اس نے خاموشی سے مجھے سوچنے کا موقع دیا تھا بہت دیر کے بعد جب میں نے اپنے آپ کو سنبھالا تو اس سے کہا۔“

”کیا نام بتایا تھا تم نے۔“

”نادرہ۔“

”کہاں ملی تھی وہ تمہیں؟“

”ہسپتال میں اور اس وقت جب مٹھل شاہ کی ذمے داری اسے سونپی گئی تھی اور اس کے چند لمحوں کے بعد مٹھل شاہ کو وہاں سے ہٹا لیا گیا تھا۔ ایک بار پھر میں عجیب سی کیفیت کا

کر اپنے قبیلے سے فرار ہونا پڑا۔ لیکن یہ بھی بہت بڑی سچائی ہے کہ ہمارے قبیلے کے لوگ جو زیر کھلاتے ہیں دنیا کے ہر ملک میں پھیلے ہوئے ہیں زیر عجیب و غریب رسومات کے فائل ہیں جو آپ کی سمجھ میں نہیں آسکیں گی اور جیسا کہ میں نے کہا کہ کسی غیر قوم کے انسان کو ہم اپنے بارے میں کچھ نہ بتانے کے پابند ہیں بہر حال زیر قبیلے کے منتشر لوگ جو دنیا کے مختلف ملکوں میں اعلیٰ مقام اور اعلیٰ حیثیت کے مالک ہیں اپنا کام مختلف طریقوں سے چلا رہے ہیں۔ میرے خاندان میں صرف میں اور میرا بھائی سہیل بچے تھے ہم دونوں جب اپنے قبیلے سے باہر نکلے تو عالم ہوش میں تھے البتہ ہمارے والدین ہمارا زیادہ عرصے ساتھ نہ دے سکے۔ ہمیں اپنے لیے کوئی مقام تلاش کرنا تھا۔ چنانچہ بالکل اتفاقی طور پر ہمارا تعلق ڈان سینٹر نامی ادارے سے ہو گیا اور آخر کار ہم نے ڈان سینٹر کے لیے اقل تعداد کا رونا سرانجام دیئے دنیا کے بیشتر ممالک میں ہم نے مجرمانہ کارروائیاں کیں، یہاں تک کہ ڈان سینٹر روز آرگنائزیشن میں ضم ہو گیا اور دونوں اداروں کے لوگ منتشر ہو گئے۔ لیکن وہاں پر دو پورشن بن گئے صنعت کاروں کا ایک الگ پورشن بنا جو بظاہر امن پسند تھا لیکن دنیا کی سیاست میں اپنی مالی حیثیت استعمال کر کے اس نے تقریباً یوں سمجھ لیجئے کہ پوری دنیا پر قبضہ کر رکھا ہے مختلف ادارے قائم کر کے ان اداروں کے تحت دنیا کے پس ماندہ ممالک میں وہ اپنی من مانی حکومتیں قائم کراتا ہے اور انسانوں کے سینے میں اس نے ایک ایسا بوجھ قائم کر رکھا ہے جو عجیب و غریب کیفیت کا حامل ہے اس کے علاوہ اس کا ایک دوسرا پورشن بھی بنا ہے اس دوسرے پورشن میں اس نے دنیا کے خطرناک ترین لوگوں کا انتخاب کیا ہے اور دنیا کی سیاست پر اپنا اقتدار قائم رکھنے کے لئے انہوں نے ایسے خطرناک افراد منتخب کئے ہیں جو جرم کی دنیا میں اپنا ثانی نہیں رکھتے اور مختلف انداز میں دنیا کے ہر ملک میں جرم کرتے ہیں وہ کسی کے پابند نہیں ہیں کسی ملک کے حق میں نہیں ہیں بلکہ دنیا کا کوئی بھی ملک اپنے مفادات حاصل کرنے کے لیے دوسرے ملک میں ہر قسم کی کارروائیاں کرا سکتا ہے اور خصوصی طور پر ایسے لوگ زبردست معاوضہ لے کر یہ کام سر انجام دیتے ہیں آپ یوں سمجھ لیجئے کہ اس وقت دنیا کے بڑے بڑے ممالک جن میں سے کچھ وہ ہیں جو بڑے اقتدار کے حامل ہیں اور اپنی دانست میں وہ ساری دنیا کو کنٹرول کر رہے ہیں لیکن روز آرگنائزیشن ان کے خلاف بھی عمل کرنے سے باز نہیں آتا۔ بلکہ دنیا کی سیاست میں وہ بدترین کردار ادا کر رہا ہے اور حقیقی طور پر اس وقت وہ دنیا کے ہر خطے پر اپنے اقتدار کا

خواہش مند ہے اور اس میں پیش پیش یہودی سرمایہ دار ہیں ویسے تو بڑے بڑے تمام سرمایہ دار روز آرگنائزیشن میں شامل ہیں اور اپنے طور پر عمل کر رہے ہیں لیکن خاص طور سے دنیا پر اپنی برتری کے خواہاں لوگ نسلآ یہودی ہیں اور اگر انہیں واقعی موقع مل جائے تو اس وقت وہ دنیا کی سیاست پر چھا جانے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ خیر میں کسی ایک طبقے یا ایک نسل کے بارے میں کچھ نہیں کہنا چاہتی مسئلہ یہ تھا کہ روز آرگنائزیشن میں کام کرتے ہوئے ایک بار میرے اور میرے بھائی کے ہاتھ کچھ ایسے فائل لگ گئے جن میں ان لوگوں کی بنیادی کارروائیوں کے بہت سے منصوبے درج تھے اور یہ تفصیل اس میں موجود تھی کہ دنیا کے کون کون سے خطے میں یہ لوگ کون کون سے کام سرانجام دینا چاہتے ہیں یا انہوں نے جن لوگوں کو اپنے مقاصد کے لیے اکٹھا کیا ہے وہ کس حیثیت کے حامل تھے یہ تمام تفصیلات ہمارے ہاتھ لگ گئیں۔ میرے بھائی سہیل نے وہ فائل تو ان لوگوں کو واپس کر دیا لیکن اس فائل کی ایک مکمل نقل تیار کر لی گئی جو صرف اس لیے اپنے پاس محفوظ کر لی گئی کہ اگر کبھی ہمیں اس کی ضرورت پیش آئے تو ہم اپنے طور پر اسے استعمال کریں لیکن کسی طرح ان لوگوں کو اس بات کا عمل ہو گیا اور میرے بھائی سہیل کو اغواء کر لیا گیا اس وقت وہ کہاں ہے مجھے کچھ پتا نہیں معلوم ہاں اتنا میں جانتی ہوں کہ سہیل کے ساتھ ساتھ انہوں نے میری بھی تلاش شروع کر دی تھی اور میں نے کافی دن تک ان سے اپنا بچاؤ اختیار کیا یہاں تک کہ میں کروٹیا پہنچ گئی اور پھر ان کروٹین قبائل میں اپنے لیے ایک مقام بنا لینا میرے لیے کوئی مشکل کام ثابت نہیں ہوا ایسا میں نے اس لیے کیا کہ عارضی طور پر مجھے روز آرگنائزیشن سے نجات مل جائے طریقہ کار میں نے ایسا اختیار کیا تھا کہ وہ لوگ اس بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ میں کہاں ہوں۔ یہاں میں ایک معمولی ملازمہ کی حیثیت سے زندگی بسر کرتی رہی ہوں اور اس طرح سے آپ یوں سمجھ لیجئے کہ خاموشی سے اپنا کام سرانجام دے رہی ہوں میرے ذہن میں بھی کوئی اور مقصد نہیں ہے جناب سوائے اس کے کہ میں اپنے بھائی سہیل کو تلاش کروں اور میں اس کے لیے تھوڑے سے وقت کا انتظار کر رہی ہوں یہ صرف ایک اتفاق ہے مسٹر دانش منصور کہ آپ کا نام میرے علم میں آیا اور میں حیران رہ گئی۔“

”میرا نام اس سے پہلے کس طرح تمہارے علم میں آیا تھا؟“

”میں نے آپ سے عرض کیا ہے نا کہ ڈان سینٹر اور روز آرگنائزیشن میں آپ کا نام

نمایاں حیثیت کا حامل ہے اور وہ لوگ آپ کو اپنے بدترین دشمنوں میں شمار کرتے ہیں وہ ہر قیمت پر آپ کے قتل کے خواہش مند ہیں اور انہیں اس بات پر یقین ہے کہ جتنی دفعہ بھی آپ کی موت کی اطلاعات نشر ہوئی ہیں یا سامنے آئی ہیں وہ سب غلط ہیں ان کے خیال کے مطابق یہ آپ کی اور آپ کے ملک کی سازش ہے اور وہ آپ کو منظر عام سے ہٹانا چاہتے ہیں۔ یہ صورت حال ہے جہاں تک نادرہ کا معاملہ ہے تو اس کے بارے میں مختصر اتنا عرض کر سکتی ہوں کہ روز آرگنائزیشن نے اس وقت جب میں ایک ممتاز حیثیت سے کام کرتی تھی میری ملاقات نادرہ نامی ایک نوجوان خاتون سے ہوئی وہ قیدی تھی لیکن کچھ ایسی نفیس طبیعت کی مالک کہ ان کی نگرانی کرتے ہوئے میں ان سے بہت متاثر ہو گئی تھی یہ ذمے داری سونپی گئی تھی کہ میں ان سے دانش منصور کے بارے میں تفصیلات معلوم کروں میں نے ان سے دانش منصور کے بارے میں پوچھا لیکن ان کی باتوں سے اس طرح متاثر ہو گئی کہ ایک طرح سے میں ان کی ہم آواز بن گئی تو میں آپ سے یہ عرض کر رہی تھی مسٹر دانش منصور کہ نادرہ بے چاری کو اس بات پر مجبور کیا جاتا رہا کہ وہ دانش منصور کے خلاف کام کرے، طریقہ کار یہ رکھنا چاہتے تھے وہ لوگ نادرہ چونکہ دانش منصور کے لیے ایک الگ حیثیت کی حامل تھی۔ وہ اسے دانش منصور کے درمیان بھیج کر اس کے ذریعے دانش منصور کو قتل کرانا چاہتے تھے نادرہ عجیب و غریب عورت تھی حالانکہ اگر وہ چاہتی تو ان لوگوں سے یہ وعدہ لے کر با آسانی ان کے چنگل سے نکل سکتی تھی لیکن بعض لوگ اپنے اقتدار کی کوششوں میں حد سے زیادہ شدید ہو جاتے ہیں۔ اس نے ان لوگوں کے منہ پر تھوک دیا اور کہا کہ دانش منصور کے نام وہ کسی کو دھوکا بھی نہیں دینا چاہتی وہ کھل کر دانش منصور کے بارے میں یہ الفاظ کہتی ہے کہ وہ اس کے خلاف کام کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتی اور نہ ہی کوئی ایسا احمقانہ وعدہ کر کے اپنی گلو خلاصی چاہتی ہے۔ آپ سمجھ رہے ہیں نامیری بات حالانکہ اس دور میں اس طرح کے صاحب اقتدار لوگ نقصان ہی اٹھاتے ہیں بہر حال اس کے بعد مجھے دوسرے کاموں میں مصروف کر دیا گیا میں ہٹ گئی اور تقریباً ایک سال کے بعد جب میں دوبارہ اس سے ملی تو..... تو.....

”تو کیا؟“ میں نے بے صبری سے پوچھا۔

”ان لوگوں نے اس پر بے حد تشدد کیا تھا۔ وہ اپنا جی بوجھتی تھی۔ اسے دونوں ٹانگوں سے معذور کر دیا گیا تھا۔ اعصاب بالکل کشیدہ ہو گئے تھے۔ سارے وجود میں ایک آگ سی

لگ گئی تھی ایک عجیب و غریب گزڑا ہٹ میرے دماغ میں گونج رہی تھی مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میری رگیں پھٹی جا رہی ہوں دوران خون بے حد تیز ہو گیا تھا۔ کچھ لمحے میں خاموشی سے اس طرح بیٹھا رہا۔ ریت تم کہنے لگی۔“

”کاش، میں یہ تفصیلات آپ کو نہ بتاتی لیکن میں سمجھتی ہوں کہ بتانا بھی ضروری تھا۔“

”ہاں اس کے بعد اس کے بعد ریت تم۔“

”اس کے بعد اسے ان لوگوں نے کسی اپناج خانے میں ڈال دیا۔ ان کے پاس ہر طرح کے انتظامات ہیں۔“

”انہوں نے اسے زندہ چھوڑ دیا تھا۔“

”بڑے بد بخت لوگ ہیں مجھے پوری پوری امید ہے کہ میرا بھائی سبیل بھی زندہ ہی ہوگا اصل میں وہ ایسے مہروں کو جو کسی بھی وقت ان کے کام آسکتے ہیں کبھی ہلاک نہیں کرتے بلکہ انہوں نے اس طرح کے انتظامات کر رکھے ہیں کہ ان کے لیے زندگی گزارنے کا بندوبست ہو سکے اور وہ ان کے قیدی رہیں بقول ان کے اس بات کا انہیں تجربہ ہے کہ کبھی کبھی ایسے کھوٹے سسے بھی کام آجاتے ہیں جن کی کوئی اوقات اور حیثیت نہیں ہوتی غالباً نادرہ کو بھی انہوں نے اس لیے زندہ رکھا ہے کہ اگر تم سے کبھی ان کا ٹکراؤ ہو جائے اور تمہیں بلیک میل کرنے کے لیے انہیں کسی کردار کی ضرورت پڑے تو وہ نادرہ کو استعمال کر سکیں۔ حالانکہ ان کے پاس اس کا متبادل موجود ہے یعنی رخسار۔“

”نہیں ریت تم نہیں یہ الفاظ کہہ کر نادرہ کی توہین نہ کرو۔ رخسار کا بے شک اپنا ایک مقام ہے لیکن شاید رخسار کے عوض میں کوئی ایسی قربانی نہ دے سکوں جو مجھے نادرہ کے لیے دینی پڑ جائے کیونکہ نادرہ نے رخسار سے بہت پہلے میرے لیے قربانیوں کا آغاز کیا تھا اور، اور شاید زندگی میں پہلی بار مجھے اپنی آنکھوں میں آنسوؤں کی نمی خود محسوس ہوئی تھی۔ نادرہ کو میں نے طویل عرصے سے نہیں دیکھا تھا لیکن وہ جس کیفیت میں پائی جاسکتی تھی اب مجھے اس کا پورا پورا احساس ہو رہا تھا آہ بے چاری نے گم نامی کی حالت میں بھی میرے لیے وہ کچھ کیا ہے جس کا انسانوں سے تصور نہیں کیا جاسکتا لوگ اس طرح کی قربانیاں بہت کم دیتے ہیں بہر حال میں بہت دیر تک سوچ میں ڈوبا رہا تھا پھر میں نے کہا۔“

”تمہاری کہانی بھی عجیب ہے ریت تم، نادرہ کے بارے میں جو کچھ میں سن چکا ہوں اور

اس نے میرے اوپر جو اثرات مرتب کیے ہیں وہ ایک الگ نوعیت کے حامل ہیں لیکن تم مجھے یہ بتاؤ کہ یہاں کروشین قبائل میں زندگی گزارتے ہوئے تمہارے اپنے ذہن میں کیا تاثر ہے۔“

”دیکھو ہر انسان کی زندگی کا کوئی نہ کوئی مقصد ہوتا ہے بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جنہیں زندگی سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی اور تم اگر یقین کرنا چاہو تو کر لو کہ میں بھی زندگی سے اپنے تمام راستے منقطع کر چکی ہوں میں نے ہنسنا مسکرانا چھوڑ دیا میں اپنے دل میں کسی امنگ کو زندہ نہیں پاتی سوائے ایک امنگ کے اور وہ یہ ہے کہ ایک بار صرف ایک بار میں اپنے بھائی سہیل کو ان لوگوں کے چنگل سے آزاد کرالوں لیکن میں عقل و دانش کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہتی میں جانتی ہوں کہ اندھی آگ میں کود جانا بہت آسان کام ہے لیکن اسکا نتیجہ صرف اتنا ہی ہو سکتا ہے کہ انسان جل کر خاکستر ہو جائے میں خاکستر ہونا چاہتی ہوں لیکن اس وقت جب کہ میری موت کا کوئی مثبت نتیجہ ظاہر ہو۔ ایک بار صرف ایک بار میں ان لوگوں کو نقصان پہنچا کر اپنے بھائی کی رہائی چاہتی ہوں میں نے اس سلسلے میں بہت کام کیا ہے مسٹر دانش منصور یہاں کروشین قبائل میں جتنے افراد موجود ہیں وہ میرے بارے میں ایک فیصد بھی نہیں جانتے انہیں مجھ پر اعتماد ہے کیونکہ میں نے ان کے لیے ایسے بہت سے کارنامے سرانجام دیے ہیں جو شاید ایک لڑکی یا ایک عورت کے لئے ممکن نہ ہوں۔ وہ میری عزت بھی کرتے ہیں اور میری قدر بھی کرتے ہیں مجھ پر اختیار بھی کرتے ہیں لیکن انہیں نہیں معلوم کہ میرے سینے کے اندر کون سی آگ پوشیدہ ہے میں اپنے کام بھی کرتی رہی ہوں اور میں نے ان کے بارے میں جس قدر معلومات حاصل کی ہیں وہ ایک الگ حیثیت کی حامل ہیں۔“

”کیا وہ معلومات تم صرف اپنی ذات تک رکھنا چاہتی ہو؟“

”نہیں وہ معلومات میری اپنی ذات کی حد تک ہی تھیں لیکن اس وقت تم مجھے ملے ہو میرے مشن کے ساتھی، کھل کر کہہ رہی ہوں میں تمہارا ساتھ دینے کے لیے تیار ہوں اپنے بھائی سہیل کی آزادی کے لیے اس کی تلاش کے لیے میرے پاس وہ نام موجود ہیں جو ان کے لیے خطرناک کارنامے سرانجام دیتے ہیں بہت سے ایسے کردار ہیں جو عجیب و غریب نوعیت کے حامل ہیں ہم ان کرداروں کو اس لیے ختم کر سکتے ہیں کہ وہ روز آرگنائزیشن کے لیے ریڑھ کی ہڈی کا کام کرتے ہیں روز آرگنائزیشن کو نقصان پہنچانا میری زندگی کا اہم ترین مقصد ہے اور جہاں تک مجھے آپ کے بارے میں معلومات حاصل ہوئی ہیں مسٹر دانش منصور میں سمجھتی

ہوں کہ آپ کا بھی یہ نکتہ نظر ہے مسٹر دانش منصور ایک بات آپ اپنے ذہن میں محفوظ کر لیجئے گا جو کچھ کہہ رہی ہوں جھوٹ نہیں کہہ رہی ہوں بالکل سچ کہا ہے میں نے آپ سے اگر کبھی میری کسی بات میں کوئی غلطی ثابت ہو جائے تو آپ کو مکمل اختیار ہے وہ کریں جو میرے تصور سے بھی باہر ہو میں اس میں آپ کو حق بجانب سمجھوں گی۔“

”میں سمجھ رہا ہوں ریتم اور درحقیقت میں تم سے بہت متاثر ہوں میری بھی کسی بات کو فریب نہ سمجھنا یہ میری خوش بختی ہے کہ تم پہلے سے میرے بارے میں بہت کچھ جانتی ہو اور کم از کم تمہیں اتنا معلوم ہے جب وطن سے پیار کا تصور میرے ذہن میں ابھرتا ہے تو یوں سمجھ لو کہ دنیا کی ہر شے میری نگاہوں میں چھ ہو جاتی ہے اور ریتم میری زندگی کی کہانی بڑی عجیب ہے۔ بے شک تم نے مجھے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا نہ میں پوچھنا چاہتا ہوں کیونکہ ہر انسان کو اس کا وقار، اس کا اپنا ایک موقف عزیز ہوتا ہے لیکن میں تمہیں جو کچھ اپنے بارے میں بتانے جا رہا ہوں اس میں میری کسی انا کو کوئی ضرب نہیں پہنچتی۔ ایک ایسی کوٹھی میں آنکھ کھولی تھی جہاں جب ہوش آیا تو خود کو ایک ملازم کی حیثیت سے پایا جیسے گھر کا ایک چھوٹا سا بچہ نوکر ہوتا ہے فرنیچر کی صفائی ستھرائی، گھر کے دوسرے تمام کام جو میں کر سکتا تھا میرے ذمے تھے ایک نام نہاد ماں تھی میری اور ایک باپ بھی لیکن وقت نے مجھے بتایا کہ میں ان ماں باپ کا بیٹا نہیں ہوں وہ ماں ایک ملازمہ کی حیثیت رکھتی تھی اور اس کے نام کے ساتھ کچھ غلاظتیں وابستہ تھیں میں جب ہوش و حواس کے عالم میں آیا اور مجھے یہ احساس ہوا کہ ماں ایک مقدس چیز ہوتی ہے اور اسکے نام کے ساتھ کوئی غلاظت برداشت کرنا کم از کم اولاد کے بس کی بات نہیں ہوتی۔ ہو سکتا تھا کہ میں کسی غلط سوچ میں پڑ کر کوئی غلط قدم اٹھا لیتا لیکن مجھے یہ علم ہو گیا کہ یہ عورت میری ماں ہی نہیں ہے اور اس نے صرف میری پرورش کی ہے تب مجھے اپنے ماں باپ کی تلاش شروع ہوئی یہاں تک کہ اس کوٹھی سے نکل آیا پھر کچھ ایسے مہربان ہاتھوں میں پڑ گیا جنہوں نے میری تشکیل کر کے مجھے فیصل سے دانش منصور بنا دیا اور اس کے بعد دانش منصور نے جو کچھ کیا میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ اس ذہنی بحران کا نتیجہ تھا جو اپنی شناخت کو نہ پانے میں میرے ذہن میں سرایت کر گیا تھا بعد میں تقدیر نے مجھے کہیں سے کہیں پہنچا دیا۔ مادہ جو ہے ناریتم مادہ میرے ماں باپ کو جانتی ہے۔ اسے علم ہے کہ وہ کون ہیں اور ریتم ویسے تو زندگی میں، میں نے اتعداد کام کیے ہیں اتنی طویل فہرست ہے ان کاموں کی کہ شاید کوئی انسان یقین نہ کر پائے

لیکن تمام تر ماحول پر حکمران رہنے کے باوجود میں ایک کمزور انسان کی حیثیت سے اپنی ایک چھوٹی سی خواہش کو پورا کرنے میں ناکام رہا ہوں اور وہ چھوٹی سی خواہش یہ ہے کہ میں اپنے ماں باپ کو تلاش نہیں کر سکا۔ آج بھی اگر کوئی مجھ سے یہ سوال کرے کہ دنیا میں تمہاری خواہشیں کیا ہیں تو میں اپنی بہت بڑی خواہشوں میں اس خواہش کا اظہار کروں گا کہ میرے وطن کی سلامتی، رخصت کا حصول اور اس کے بعد میرے ماں باپ کی تلاش، کم از کم مجھے یہ علم ہو جائے کہ وہ کون تھے جنہوں نے مجھے اس دنیا میں لانے کے بعد اس طرح اپنے آپ سے دور پھینک دیا کہ میں ان کی گرد بھی نہ پاسکا کھنے کا، کتنے سنگدل تھے وہ کم از کم کوئی نشان تو چھوڑ جاتے کہ میں بھی اپنے نام کے ساتھ ان کا نام لکھ سکتا اور کچھ نہ سہی ایک نام لکھ کر دل کو تسلی دے دیتا کہ یہ شخص میرا باپ ہے کسی سینے کے لمس کا تصور کر کے ہی میں یہ محسوس کر لیتا کہ یہی میری ماں کا سینہ ہے ناسی کوئی گداز لمس پتھر کا ٹکڑا ہی ہوتا جس سے میں اپنے رخصتار نکا دیتا اور یہ تصور کر لیتا کہ یہ عورت میری ماں تھی آہ کاش مجھے وہ قبریں ہی دستیاب ہو جاتیں جن کی مٹی کو میں اپنے سینے پر مل کر اپنے اس بے قرار دل کو سکون دے لیتا ریتم اتنا ہی تپش میں مبتلا ہوں میں ایسی ہی آگ میں جل رہا ہوں۔ تم نہیں سمجھتیں کہ انسان کا وجود جب اندر سے سلگتا ہے تو اس کی کیا کیفیت ہوتی ہے، ریتم تمہارا بھائی زندہ ہے تمہارے علم میں ہے میرے ماں باپ کہاں ہیں؟ رخصت کہاں ہے؟ مجھے کچھ نہیں معلوم میری آگ تم سے زیادہ شدید ہے ریتم میں تم سے زیادہ چھلسا ہوا انسان ہوں، ریتم رحم بھری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی پہلی بار اس کے چہرے پر میں نے کوئی تاثر دیکھا تھا ورنہ اس سے پہلے وہ ایک مشینی عورت ہی نظر آتی تھی میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا اس نے ایک قدم آگے بڑھایا میرے قریب پہنچی اور میرا سر اپنے سینے سے لگا کر بولی۔

”برعورت کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ اس کی تخلیق ہی ماں کی حیثیت سے ہوئی ہے۔ دنیا کی ہر مخلوق بعد میں ہے پہلے ماں ہے اسے تسلیم کرو دانش منصور، عمر کوئی چیز نہیں ہوتی جذبے کسی بھی عمر میں کسی بھی دل میں کسی کے لیے پیدا ہو سکتے ہیں۔ آہ کاش میں اپنے سینے سے تمہارا سر لگا کر تمہیں اس لمس کا احساس دلا سکتی جو ایک ماں کا لمس ہوتا ہے کچھ دیر کے لیے میری تسلی کے لیے ایک انسان ہونے کے رشتے، ایک لمحے کے لیے صرف ایک لمحے کے لیے تم یہ سمجھ لو دانش منصور کہ تمہارا سر اپنی ماں کے سینے سے لگا ہوا ہے میں تمہیں تمہارے باپ کا

نام تو نہیں دے سکتی لیکن دانش منصور ماما ہر عورت کا حصہ ہوتی ہے وہ سب سے پہلے ماں ہوتی ہے اس کے بعد دنیا کا ہر جذبہ جنم لیتا ہے سمجھ رہے ہو نا، دانش منصور پلیز زندگی میں بہت عرصے کے بعد جذباتی ہوئی ہوں مجھے دانش منصور کوئی ایسا لفظ اپنے منہ سے ادا نہ کرنا جو مجھے شرمندہ کر دے اس احساس کے ساتھ کہ جو جذبہ میرے سینے میں ابھرا ہے وہ بے مقصد اور بے معنی ہے۔“ میں سشدر رہ گیا تھا اس نے وہ قدم اٹھایا تھا جو ایک ناممکن عمل تھا لیکن کیا ہی عجیب بات تھی کہ ایک نوجوان لڑکی جس کے سینے کا گداز کسی کے دل میں بیجان پیدا کر سکتا تھا جسے انسان اگر محسوس کرے تو صحیح معنوں میں اس کے دل سے شیطان ہمیشہ کے لیے مٹ جائے اور کچھ لمحوں کے لیے میں نے جو سرور حاصل کیا تھا اس سرور کو شاید میں زندگی بھر کوئی نام نہ دے سکوں۔ یہ ایک تصور کا سرور تھا ہاں ایک تصور کا کہ کسی نے مجھے ماں کے سینے کا لمس دیا ہے کم از کم حقیقی لمس نہ سہی لیکن ان الفاظ میں صداقت ہے ان الفاظ میں ایک زندگی ہے اور میرا دل بھی نہ چاہا کہ میں اس سینے سے اپنا رخصتار بٹاؤں، سو نہ جانے کتنی دیر تک مجھ پر یہ جذباتی کیفیت طاری رہی اور اس کے بعد میں آہستہ سے اس کے سینے سے الگ ہو گیا۔ میں نے اسے پراسترام نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”حیرت کی بات ہے شاید دنیا میں اس سے زیادہ حیرت ناک بات اور کوئی نہ ہو۔ وہ لوگ جو انسانی جذباتوں سے ناواقف ہیں۔ ہمارے اس اقدام کو مضحکہ خیز نگاہوں سے دیکھیں گے۔ وہ سوچیں گے تم بھی پاگل ہو ریتم اور میں بھی پاگل ہوں لیکن بعض اوقات یہ پاگل پن انسان کو جذب کی اس منزل تک پہنچا دیتا ہے جہاں تک پہنچنے کے لیے صدیوں کی مسافت بے مقصد ثابت ہوتی ہے۔ انسان اس منزل کو پانے کا تصور بھی نہیں کر سکتا ریتم، ٹھیک ہے۔ ریتم میں آئندہ بھی تمہیں کسی جذباتی رشتے سے مخاطب نہیں کروں گا لیکن سہیل نہیں ہے نا تمہارے درمیان فکر نہ کرو ہم سہیل کو بھی تلاش کریں گے اور رخصتار کو بھی اور ان سب کو جن سے ہمارا کوئی مقصد واضح ہو سکتا ہے۔ بس ریتم کچھ دیر کے لیے مجھے تنہا چھوڑ دو۔ خدا را مجھے کچھ دیر کے لیے تنہا چھوڑ دو۔ جو لمس تم نے مجھے دے دیا ہے کچھ لمحوں کے لیے تنہائی میں مجھے اس لمس کا لطف لینے دو۔ ریتم اتنی خاموشی سے اٹھ کھڑی ہوئی کہ اس پر بھی مجھے حیرت ہوئی اور پھر وہ آہستہ قدموں سے میرے پاس سے باہر نکل گئی تھی لیکن وہ تڑپ وہ پیاس جو میرے سارے وجود میں جگا گئی تھی مجھے تڑپانے لگی میرا دل چاہا کہ میں ٹھنڈے پانی کے نیچے جا کر بیٹھ جاؤں پانی

اتنا ٹھنڈا ہو جو میرے جسم کو منجمد کر دے اور اس کے لیے میں نے ہاتھ روم کا ہی رخ کیا تھا اور پھر نجانے کب تک ٹھنڈے پانی کی پھواروں سے اپنے پتے ہوئے وجود کو بھگوتا رہا تھا، تشنگی اور پیاس تو خیر کیا کم ہوتی ہاں میرا ذہن بٹ گیا تھا اور میں دوسری باتیں بھی سوچ سکتا تھا نادرہ کے تصور سے میں بہت زیادہ دلبرداشتہ ہو گیا تھا کہ اس بے چاری نے میرے لیے کیا کیا مصیبتیں نہیں سہی تھیں۔ بہر حال ایسے کردار بھی ہوتے ہیں جو گم نامی کی حالت میں بھی کسی کے لیے ایسے ایثار کرتے ہیں کہ انسان کے لیے سوچنا بھی مشکل ہو جائے میری زندگی سے بھی ایسے بہت سے کردار وابستہ تھے۔ لباس وغیرہ تبدیل کیا اور اس کے بعد اپنے آپ کو پرسکون کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ ایک طرف عرشہ فخر اور راحیل نظری تھے۔ بہر حال ان کے مشن سے بھی روگردانی نہیں کر سکتا۔ ایرش داش بھی سامنے تھا کرنے کو تو بہت سے کام تھے لیکن اس نے جو ذمے داری اچانک ہی میرے شانوں پر ڈال دی تھی اسے میں زیادہ اہمیت کا حامل سمجھتا تھا یقینی طور پر نادرہ زندہ ہے اور کہیں نہ کہیں وہ ضرور مجھے مل جائے گی اور کچھ نہیں تو صرف ایک بار اس کے مل جانے سے یہ تو پتا چل جائے کہ آخر کس ماں کی کوکھ سے میں نے جنم لیا ہے۔ یہ تو میری ساری زندگی کی آرزو تھی جو آج تک پوری نہ ہو پائی تھی اور آخر کار میں نے اس آرزو کو تھپک تھپک کر اپنے وجود میں سلا دیا تھا لیکن صرف ایک لمحہ، ایک آواز، کچھ الفاظ کسی بھی لمحے اس آرزو کو میرے سینے میں پھر سے زندہ کر سکتے تھے اور ایسا بھی اس وقت ہوا تھا بالکل ایسا ہی ہو گیا تھا کہ ایک بار پھر ایک ٹرپ اور پیاس نے مجھے دیوانگی کی حد میں داخل کر دیا تھا اور میں پھر اپنے وجود کی تشنگی کو شدت کے ساتھ محسوس کرنے لگا تھا کافی وقت گزر گیا ریتیم کا کردار بظاہر انتہائی معمولی تھا لیکن اب اس کے بارے میں جاننے کے بعد اس کی شخصیت میری نگاہ میں کچھ اور ہی حیثیت اختیار کر گئی تھی اور میں بہت کچھ سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا۔ دوسری جانب راحیل نظری اور عرشہ فخر اس احساس کے ساتھ مجھے زیادہ پریشان نہیں کر رہے تھے کہ بہر حال وہ میرا مقصد نہیں ہے بلکہ میں تو صرف ان کے لیے کام کر رہا ہوں اپنے بہت سے مفادات کو نظر انداز کر کے ادھر یہ احساس بھی تھا کہ ایرش داش نے جس مقصد کے تحت مجھے یہاں بھیجا ہے اور جو افتاد مجھ پر ظاہر کیا ہے اس کے لیے مجھے سنجیدگی سے کام کرنا ہے، بہر حال اپنے ذہن میں ایک منصوبہ ترتیب دیا ہوش و حواس سے کام لینا تھا۔ ریتیم کے ساتھ زندگی کو جس رخ پر موڑنا تھا اس کے لیے الگ سے منصوبہ طے کر لیا تھا لیکن فی الحال

اپنے آپ کو تمام کام کے لیے تیار کرنا تھا بعد میں ریتیم مجھے ملی تو اس نے بھی یہی کہا۔
 ”دانش صاحب، آپ سے بہت زیادہ بے تکلف ہونے کی کوشش نہیں کر سکتی کیونکہ میں آپ کی حیثیت سے اچھی طرح واقف ہوں لیکن کچھ معاملات میں اگر میں آپ سے کچھ کہوں تو کیا آپ اسے منظور کر لیں گے۔“
 ”ریتیم کہوں۔“ میں نے کسی جذباتی بات کے بغیر کہا۔
 ”میں چاہتی ہوں کہ پہلے ہم اپنے اس مشن کی تکمیل کر لیں جس کے لیے آپ نے یہاں تک کا سفر کیا ہے اور جس کے بارے میں مختصر تفصیل مجھے معلوم ہو چکی ہے۔“
 ”اس کے بعد۔“ میں نے سوال کیا۔
 ”اس کے بعد میں بھی آپ کے ساتھ رہوں گی اور ہم اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے کام کریں گے اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ ایرش داش جیسے کینہ صفت لوگ آپ سے اپنا وعدہ پورا کر سکتے ہیں تو آپ اسے اپنی بھول سمجھئے گا ایسا نہیں کر پائے گا وہ یہ ہم ہی ہوں گے جو اپنے طور پر کوششیں کر کے اپنا مستقبل تلاش کریں گے۔“
 ”میں جانتا ہوں ریتیم۔“
 ”تو پھر ٹھیک ہے بات کو آگے بڑھائیے اور برق رفتاری سے بڑھائیے۔“
 ”تم بے فکر رہو۔“ پھر رامش ہاس سے ملاقات ہوئی۔ راحیل نظری اور عرشہ فخر بھی ساتھ تھے۔ راحیل نظری نے کہا۔
 ”اب ہم آپ کی طرف سے ہونے والے اقدامات کے منتظر ہیں مسٹر دانش منصور، رامش ہاس کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی یہاں شرکت کے لیے آرہے ہیں جو بنیادی طور پر ہم سے مستقبل کے بارے میں گفتگو کریں گے میں آپ کو اولیت دیتا ہوں کیونکہ اب آپ کی ذات اس معاملے میں سب سے آگے بڑھ چکی ہے اور جب میری ملاقات کامیابی کے ساتھ ان لوگوں سے ہوگی جو اس سلسلے میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں تو میں قطعی اس بات پر یکل سے کام نہیں لوں گا کہ آپ کا نام اصل کام کرنے والے کی حیثیت سے پیش کر سکوں۔“ میں نے عجیب سی نگاہوں سے راحیل نظری کی طرف دیکھا اور پھر سر دھجے میں کہا۔
 ”راحیل مجھے اتنا نام مل چکا ہے کہ اب اگر کوئی مجھے میرے نام کی پیشکش کرتا ہے تو مجھے ایک کراہیت کا احساس ہوتا ہے براہ کرم اس کے بعد مجھے کم از کم یہ لالچ نہ دینا۔“ راحیل

نظری نے ہاتھ جوڑ دیئے تھے اور کہا تھا۔

”نہیں دانش صاحب بخدا میرے ذہن میں ایسی کوئی بات نہیں ہے، میں تو بس..... رامش ہاس مسکرانے لگا تھا پھر اس نے کہا۔“

”ہاں، بعض لوگ ان تمام چیزوں سے مبرا ہوتے ہیں اور ان باتوں کو اتنی حیثیت نہیں دیتے جتنی حیثیت تصور کر لی جاتی ہے بہر حال مسٹر دانش منصور بات بڑی سنگین نوعیت کی حامل ہے لیکن ہمیں اسی انداز میں اسے سرانجام دینا ہے۔ ہم نے وہ تمام انتظامات اس دوران کر لیے ہیں جن کے لیے آپ سے مہلت مانگی تھی۔ اصل میں بات یہ ہے کہ اسلحے کی روانگی کے لیے تو ہم پہلے بھی تیار تھے لیکن جو اس عمل کا روح رواں تھا وہی ان لوگوں کے قبضے میں چلا گیا تھا یعنی مسٹر راجیل نظری تو اس کے بعد بھلا کیسے کر سکتے تھے اب راجیل نظری صاحب نے آنے کے بعد تمام انتظامات کیے ہیں اور اس سلسلے میں آپ کو ایک ایسی شخصیت سے ملانا چاہتے ہیں جو بہر طور بنیادی اہمیت کی حامل ہے کیونکہ جو کچھ بھی ہے ہمیں ان لوگوں کے ساتھ عمل کرنا ہے۔“

”وہ کون ہیں؟“

”جہاز کا نام ”سوان“ ہے اور سوان کے کپتان فاروق شواخ ہیں۔ فاروق شواخ کا تعلق ازبکستان سے ہے اور وہ سوان کے کپتان ہیں۔ ہم نے انہیں دعوت دی ہے اور وہ اس سلسلے میں آپ سے تفصیلی گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔“

”راجیل نظری کیا تم اس سلسلے میں فاروق شواخ سے پوری طرح مطمئن ہو۔“

”جی اس شخص کو میں ذاتی طور پر بھی جانتا ہوں ہمارے مفادات کا حامی اور آپ یوں سمجھ لیجئے کہ ہمارے مقاصد کے لیے اپنی زندگی قربان کر دینے کو تیار، ایک جذباتی انسان ہے۔“

”کب ملاقات ہو رہی ہے ان سے؟“

”انہیں بلایا جا چکا، صرف آپ کی طرف سے اجازت کا انتظار ہے۔“

فاروق شواخ سے ملاقات ہوئی، بہترین شخصیت کا مالک تھا بڑے پر جوش انداز میں مجھ سے ملا اور اس نے کہا۔

”تمہید میں وقت ضائع کیے بغیر ہم اصل موضوع پر گفتگو کریں گے۔ مجھے کیونکہ ساری

تفصیلات بتا دی گئیں ہیں اس لیے کوئی ایسا عمل بالکل غیر مناسب ہوگا جس میں تمہید کی ضرورت پیش آجائے۔“

”بہت اچھی بات ہے مسٹر فاروق، بس یوں سمجھ لیجئے کہ ہم لائچوں کے ذریعہ یہ اسلحہ لے کر دریا کے راستے اس سمندری شاخ تک پہنچیں گے جہاں سے گزرنے کے بعد یا تو آپ کے اسٹیئر یا اگر ہمارے پاس اس اسلحے کو منتقل کرنے کے لیے معقول ذرائع موجود ہیں تو ان کے ذریعے سوان تک پہنچا جائے گا اور پھر یہ اسلحہ سوان پر منتقل کر دیا جائے گا جیسے کہ آپ نے کہا کہ تمہید کی ضرورت نہیں کہانی آپ کو بتا دی گئی ہے تو آپ یوں سمجھ لیجئے کہ ہم سارا ڈراما ان لوگوں کی خواہش کے مطابق کریں گے یعنی کھلے سمندر میں ہم اس تباہ شدہ جہاز کی کشتی کے لوگوں کو خوش آمدید کہیں گے جو ایک مفروضہ ہے انہیں جہاز پر بلایا جائے گا پھر اس کے بعد ان سے تمام رابطے رکھیں جائیں گے جن کا ذریعہ میں ہوں گا اور ان رابطوں سے ہم اس جہاز کو قریب آنے کی دعوت دیں گے جسے بہر حال سوان پر قابو پانا ہوگا چونکہ وہ لوگ اس بات سے بالکل مطمئن ہوں گے کہ سوان کے عملے کے تمام افراد بے ہوشی کی نیند میں گرفتار ہیں لیکن ہمارا آپ ایک فرد اسلحے سے لیس تیار ہوگا اور ہمیں اس کے لیے تیار رہنا ہوگا کہ ہمیں ایک چھوٹی سی سمندری جنگ لڑنا پڑے گی۔ ہم اس جہاز کو تباہ کر دیں گے اور اس کے بعد ہماری رفتار تیز ہو جائے گی اور ہم اپنے جہاز کا رخ مطلوبہ منزل کی جانب کر دیں گے۔ یہ ہمارا منصوبہ ہے اور اس میں دعاؤں کے ساتھ ساتھ ہمارا عمل بھی اہمیت کا حامل ہوگا۔ فاروق شواخ کچھ لمحے سوچتا رہا اور پھر اس نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔“

”درحقیقت ایک طویل عرصے سے جو کچھ ہو رہا تھا میں سمجھتا ہوں اس کے بہترین نتائج اب سامنے آرہے ہیں۔ اس طرح برائی کرنے والوں کو بدترین سبق بھی ملے گا اور وہ مقصد بھی پورا ہو جائے گا جسے بہر حال پورا ہونا چاہئے تھا۔“

”اس سلسلے میں ایک مکمل پروگرام کی تشکیل راجیل نظری کریں گے اور اب چونکہ یہاں خاصا وقت گزر گیا ہے ایرش دانش اس بات کا منتظر ہوگا کہ میں اس سے رابطہ کروں۔ چنانچہ اب جب کہ ہمارے تمام معاملات طے ہو چکے ہیں مجھے مکمل طور سے وقت کا تعین کر کے یہ بتایا جائے کہ اس کام کا آغاز کب سے ہوگا۔“

”میں اس کی ذمہ داری قبول کرتا ہوں، مجھے چوبیس گھنٹے کا وقت درکار ہے چونکہ اس

دوران ہم کام کرتے رہے ہیں۔ مسٹر فاروق شواخ اس دوران سوان پر پہنچ جائیں گے اور سوان کو ایسے پوائنٹ پر لے آئیں گے جہاں سے اس پر اسلحہ بار کیا جاسکے۔ اس کی مکمل نگرانی ہماری لائنیں کریں گی اور ہمارے پاس وہ تمام انتظامات موجود ہیں جن کے ذریعے ہم یہ اسلحہ براہ راست سوان تک پہنچا سکیں اور کوئی ذمے داری میرے سپرد کی جانی ہے تو براہ کرم مجھے بتا دیا جائے تاکہ میں اس کا آغاز کر دوں۔“ رامش ہاس نے مخلصانہ انداز میں کہا۔

”نہیں، آپ جانتے ہیں مسٹر ہاس کہ ہمارا کام صرف اتنا ہی ہے کہ ہم اس اسلحے کو اس کی منزل تک پہنچا دیں۔“

”ٹھیک ہے، فاروق شواخ اپنے جہاز پر منتقل ہو جائیں گے اور اس کے بعد میں اپنے کام سے گفتگو کرنے کے بعد فوراً اس اسلحے کو سوان تک پہنچانے کی کوشش کروں گا۔ آپ کو اس سلسلے میں پہلے سے اطلاع دی جائے گی۔“ میں نے یہ پروگرام منظور کر لیا تھا پھر مجھے اس بارے میں اطلاع دینے والی ریم ہی تھی۔ ریم نے سب سے پہلی بات مجھ سے یہ کہی۔

”دانش منصور صاحب آپ نے ابھی تک میرے سلسلے میں کوئی فیصلہ کن بات نہیں کہی اور نہ ہی میرے لیے کوئی کوشش کی آپ.....“

”نہیں ریم ایسی کوئی بات نہیں میں اب اپنے ہر مسئلے میں تمہیں شریک رکھنا چاہتا ہوں۔“

”تو سب سے پہلے آپ رامش ہاس سے یہ بات کہیں کہ آپ مجھے اپنے ساتھ رکھنا چاہتے ہیں۔“

”ٹھیک ہے اسے کوئی اعتراض تو نہیں ہوگا۔“

”نہیں میں نے یہاں اپنے آپ کو کسی اہمیت کا حامل نہیں رکھا ہے اور وہ میں نے صرف اس لیے کیا ہے کہ کبھی کسی موقع پر میری کوئی ضرورت نہ محسوس کی جائے دیکھئے ہر کام ہر طرح کرنا پڑ جاتا ہے آپ کو مجھ سے اس لگاؤ کا اظہار کرنا ہوگا۔ اگر ضرورت پیش آئے جس لگاؤ کے اظہار کے بعد رامش ہاس بخوشی آپ کو اس بات کی اجازت دے دے کہ آپ مجھے اپنے ساتھ رکھیں میں نے کرب زدہ نگاہوں سے اسے دیکھا تو وہ بولی۔“

”دیکھو، ایک بات کہوں برا نہ ماننا، آنکھوں میں، چہرے پر، الفاظ میں، وجود کی ہر جنبش میں کتنی ہی صفائی پیدا کر لی جائے لیکن اگر دل کی گہرائیاں صاف نہ ہوں تو یہ صفائی بے

معنی ہوتی ہے۔ ہم لوگ دل کی گہرائیوں میں ایک دوسرے کے لیے اپنے رشتے قائم کر چکے ہیں بس اس کے بعد ہمیں دنیاوی پابندیوں کی پروا نہیں ہے اور نہ ہی ہم انہیں کوئی اہمیت دیں گے اگر کچھ لحوں کے لیے کچھ نگاہیں مشکوک ہو کر مسکرا نے لگیں تو ان مسکراہٹوں کو برداشت کرنا ہمارے لیے بے حد ضروری ہے ورنہ ہم اپنے مقصد کی تکمیل میں ناکام رہیں گے۔“ میں ہنس دیا اور میں نے کہا۔

”نہیں ریم، تمہارے الفاظ بھی سمجھ رہا ہوں اور تمہارا مقصد بھی مطمئن رہو۔ میں خود بھی اتنی کمزور ذہنیت کا مالک نہیں ہوں۔ پھر درحقیقت اس نے کہا تھا میں نے اسی پر عمل کیا لیکن رامش ہاس کی نگاہوں میں ریم کی کوئی وقعت نہیں تھی نہ وہ مسکرایا نہ اس نے کسی طرح کے شبہات کا اظہار کیا بلکہ جب میں نے اس سے کہا کہ اس مشن میں ریم کو اپنے ساتھ رکھوں گا تو وہ مخلصانہ لہجے میں بولا۔“

”بہتر، مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ اس لڑکی نے اپنے آپ کو آپ کا خدمت گار ظاہر کر کے اپنا ایک مقام بنا لیا ہے۔ آپ بے شک اسے اپنے ساتھ لے جائیں باقی معاملات کے سلسلے میں یہ طے ہو گیا تھا کہ آج ہی رات اسلحے کی ترسیل کر دی جائے گی اور اب میرے لیے ضروری تھا کہ ایرش واش کو میں باقی معاملات سے مطلع کروں تو ایرش واش نے بھی کچھ گولیاں نہیں کھیلی ہوئی تھیں۔ کم بخت شیطان کی طرح چالاک تھا ایک ایسے شخص نے مجھ سے ملاقات کی جو یہاں صفائی کرنے والے کا کام کرتا تھا۔ میں نے کئی بار اس مہبول سے آدمی کو مختلف علاقوں میں صفائی ستھرائی کرتے دیکھا تھا۔ اس وقت میں اپنے کمرے سے باہر نکل رہا تھا کہ وہ ادھر ادھر دیکھتا ہوا میرے پاس پہنچ گیا۔ کوریڈور کی دیواریں صاف کر رہا تھا، مجھ سے کہنے لگا۔“

”میرا تعلق مسٹر ایرش واش سے ہے، میرا نام آپ کے لیے بے مقصد ثابت ہوگا۔ میں ان تمام حالات کی نگرانی کر رہا ہوں اور یہ اندازہ لگا چکا ہوں کہ مسٹر واش نے جو ذمے داری آپ کے سپرد کی تھی آپ اس کی تکمیل کر چکے ہیں کچھ ایسی ہنگامہ آرائیاں پائی ہیں میں نے جن سے یہ احساس ہوتا ہے کہ کام شاید اپنی آخری منزل میں داخل ہو گیا ہے۔ معاف کیجئے گا میں نے بغیر کسی تعارف اور تمہید سے آپ سے گفتگو شروع کر دی ہے بنیادی طور پر آپ یہ دیکھ چکے ہوں گے کہ میں نے کس حیثیت میں اپنا یہاں قیام کیا ہے اور یہ بے حد مشکل کام تھا۔ کیا

میں اپنی سوچ میں حق بجانب ہوں۔“

”اگر میں فوری طور پر یہ بات تسلیم کر لوں تو تمہارا تعلق ایریش واش سے ہے تو پھر یہی کہہ سکتا ہوں کہ تم بالکل صحیح لاکھوں پر کام کر رہے ہو اور بات تقریباً مکمل ہے۔“

”میرے سلسلے میں آپ کو ثبوت کی ضرورت نہیں براہ کرم یہ رکھ لیجئے۔ یہ ٹرانسمیٹر ہے اور آپ اس پر مسٹر واش سے فوری طور پر گفتگو کر سکتے ہیں۔“ اس نے ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر میرے حوالے کرتے ہوئے کہا پھر کسی شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں رہ گئی۔ دور سے کوئی آتا ہوا نظر آیا وہ صفائی کرتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ بہر حال اس میں کوئی شک نہیں کہ عمدہ کارکردگی کو میں نے ہمیشہ سراہا تھا۔ خود بھی دل سے اس کا قائل رہا تھا کہ انسان جو بھی کام کرے اس میں ایک نفاست ایک صلاحیت ہو واش یہودی نسل تھا اسے صرف شیطان کہہ دینا دل کو مطمئن کرنے کے لیے مناسب بات نہیں تھی جو انتظام اس نے کیا تھا وہ واقعی بے مثال تھا بلکہ ایک طرح سے ایک خوف دامن گیر ہو گیا تھا کہ اگر صفائی کرنے والا یہ شخص یہاں کام کی مکمل نگرانی کر رہا ہے پھر تو یہ بہت سی باتوں سے واقف ہو گا سب سے زیادہ مشکل کام جو ذرا باعث تشویش تھا وہ یہ تھا کہ مسٹر فاروق شواخ یہاں آئے تھے اگر اس شخص کو فاروق شواخ کی آمد کے بارے میں علم ہے تو یہ صورت حال خطرناک ہو سکتی ہے حالانکہ اس بات کے امکانات نہیں تھے کہ اس شخص کی رسائی وہاں تک ہوئی ہو لیکن پھر بھی کسی بات کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا تھا۔ موقع ملتے ہی میں نے ٹرانسمیٹر پر ایریش واش کو مخاطب کیا اور میری کال فوراً ہی موصول کی گئی۔

”ہیلو مائی ڈیئر دانش منصور، میرے علاوہ تمہاری کال کوئی اور موصول نہیں کر سکتا، میں نے اس کی ہدایات جاری کر دی تھیں اور نہایت بے چینی سے تمہاری طرف سے کسی اطلاع کا منتظر تھا۔“

”مسٹر واش اس فریکوئنسی کو کوئی خطرہ تو نہیں ہے، میرا مطلب ہے اس فریکوئنسی پر ہم پرسکون گفتگو کر سکتے ہیں۔“

”مکمل پرسکون گفتگو، یہ خالص ہماری فریکوئنسی ہے۔“

”تو پھر یہ سمجھ لیجئے کہ چند گھنٹوں کے اندر اندر اس کام کا آغاز ہونے والا ہے جس کی ذمہ داری آپ نے میرے سپرد کی تھی۔“

”ویری گڈ، یہ بات میرے علم میں آچکی ہے کہ سوان نامی جہاز کا کیپٹن جس کا تعلق

غالباً ازبکستان ہے ملاقات کے لئے تمہارے پاس آیا تھا، ایریش واش کے ان الفاظ پر درحقیقت میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے لیکن میں نے خود کو سنبھالے رکھا اور بڑے پراعتماد لہجے میں کہا۔“

”مسٹر ایریش واش کو اس قدر معلومات حاصل نہ ہوں تو اسرائیل کے ایک انتہائی مضبوط ادارے میں انہیں کوئی مقام بھی حاصل نہ ہو بلکہ ٹھیک اندازہ ہے آپ کا اس کا نام فاروق شواخ ہے اور میں نے اسے مکمل طور پر اس منصوبے کی بنیاد پر کام کے لیے آمادہ کر لیا ہے۔“

”میں جانتا ہوں یہ ٹرانسمیٹر تمہیں اپنے پاس حفاظت کیساتھ رکھنا ہو گا۔ اب تم اسے اپنی تحویل میں ہی رکھو گے۔ تو مائی ڈیئر سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ تم اسلحے کو احتیاط کے ساتھ جہاز پر منتقل کر دو اور پھر اس کے بعد منصوبے کے مطابق کام کرو۔ اصل میں ایریش واش کا بھی ایک اصول ہے جب دوست اعتماد کے ساتھ دوستوں کی مانند کام کریں تو ایریش واش کبھی اپنے دوستوں کو نظر انداز نہیں کرتا، شاید تمہیں اس بات کا اندازہ نہ ہو کہ اس دوران میں نے فیرو لین کے کرد ایک ایسا مضبوط جال قائم کرنا شروع کر دیا ہے کہ آخر کار وہ میرے جال میں پھنس جائے گا اور پھر اس کے بعد اس سے ایک شاندار سودے بازی کا آغاز ہو جائے گا یعنی رخسار کو ہمارے حوالے کرنا، شاید اس وقت جب وہ اسلحہ تل ایب پینچے گا تو رخسار تمہارے پاس پہنچ چکی ہو گی۔“ ایک لمحے کے لیے دل میں دھواں سا اٹھا تھا۔ ایریش واش بد بخت کے یہ الفاظ کسی اور ہی جانب اشارہ کرتے تھے ہو سکتا ہے یہ صرف جھوٹ ہو اور فیرو لین کا ڈراما اور اس کے اپنے ذہن کی اختراع ہو لیکن کیا بھی کیا جاسکتا ہے۔ ایریش واش سے مختصر گفتگو ہوئی۔ اصل میں جو اقدامات میں کر رہا تھا ان پر ایریش واش کو کسی طرح کا شبہ نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ یہ سب کچھ منصوبے کے مطابق ہی تھے۔ درپردہ جو کچھ ہو رہا تھا اس کی نوعیت ذرا الگ تھی لیکن بہر حال میں اب اپنے مشن میں کامیابی کے ساتھ قدم بہ قدم آگے بڑھ رہا تھا زندگی میں بہت سے ایسے کردار آئے تھے جو نا بھولنے والے تھے اور اس وقت بھی ایسا ایک کردار میرے ساتھ منسلک تھا جو میری زندگی سے بہت گہرائیوں تک منتقل ہو گیا تھا یعنی ریم، جس کے لیے بہر حال میں نے اجازت لے لی تھی اور یہ اچھا تھا کہ ایک ذمہ داری میری شانوں پر آپڑی تھی۔ میں جانتا تھا کہ مجھے آگے کیا کرنا ہے۔ بہر حال ایک تصور تھا ذہن میں، ایک خیال تھا، ایک مقصد تھا اتنا تو مجھے معلوم تھا کہ جب اسلحہ تل ایب کی بجائے عربوں کے قبضے میں پہنچے گا

تو رخسار بھلا مجھے ایرش واش کے حوالے سے کیوں ملے گی لیکن بہر حال ہم دونوں کی تقدیر میں جو رکاوٹیں تھیں وہ کسی بھی شکل میں دور نہیں ہوسکتیں تھیں۔ اب اپنے آپ کو ان باتوں میں الجھائے بغیر میں اپنے کام کی جانب متوجہ ہو کر اس مشن کی تکمیل کے بارے میں سوچنا چاہتا تھا جس کے لیے میں نے یہ چیلنج اور ذمے داری قبول کی تھی۔ چنانچہ میں نے ہر طرح کے خیالات ذہن سے جھٹک دیئے اور صرف اپنی سچوں میں گم ہو گیا جن لوگوں کا تعاون مجھے حاصل تھا۔ میں نے ان کے بارے میں مکمل فیصلے کئے رامش ہاس نے اپنے وعدے کے مطابق تیاریاں شروع کر دی تھیں ویسے کروشین قبائل کے معاملات میرے لیے دلچسپی کا باعث تھے اور اکثر بلکہ کئی بار میں اس طرح کے معاملات میں موٹ ہو چکا تھا لیکن وہاں ایک دوسرا مسئلہ تھا اب یہاں میرے سپرد جو ذمے داری تھی اس کی نوعیت بالکل مختلف تھی چنانچہ میں ان لوگوں کے ساتھ مل کر ان تمام تر کارروائیوں کو دیکھتا رہا جن میں ابھی میرا براہ راست کوئی دخل نہیں تھا حیران کن بات یہ تھی کہ کروشین قبائل کے پاس ہر طرح کے ذرائع موجود تھے اور یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اس محدود خطے میں رہ کر وہ صرف اپنے طور پر ہی یہ کارروائیاں نہ کر رہے ہوں بلکہ اس سلسلے میں انہیں ہر طرح کی آسانیاں حاصل ہوں جن کشتیوں میں اسلحہ بار کر کے دریائی راستے سے سمندر کی کھاڑی تک پہنچایا جا رہا تھا وہ بہت جدید اور عمدہ ساخت کی تھیں اور ان پر کافی اسلحہ بار کیا جاسکتا تھا۔ ایک طرح سے مجھے اس سلسلے میں انچارج کی حیثیت حاصل تھی۔ چنانچہ میں مکمل ذمے داری کے ساتھ اس سارے کام کی تکمیل کر رہا تھا اور ریتیم کو میں نے اسسٹنٹ کے طور پر ساتھ رکھا تھا اور وہ بھی اس سلسلے میں بڑی کارآمد تھی باقی تمام تر معاملات راہیل نظری اور عرشیہ فجر کے سپرد تھے وہ لوگ بھی مکمل طور پر پوری ذمے داری کے ساتھ اپنے فرائض سرانجام دے رہے تھے ادھر ہم نے کپتان فاروق سے رابطہ قائم کر رکھا تھا اور فاروق نے مکمل طور پر سارا بندوبست کیا ہوا تھا یہ ایک عجیب و غریب مشن تھا ایک ایسا خطرناک مشن جس میں دو بدترین دشمن مجھ پر انھما کر کیے ہوئے تھے ایک جانب ایرش واش اس بات سے مطمئن تھا کہ میرا سرمایہ زندگی اس کے پاس یا اس کے پاس نہ سہی ایک ایسے گروہ کی تحویل میں تھا جس سے ایرش واش اسے حاصل کر سکتا تھا اور ایک زندگی کی ضمانت کے طور پر انھوں زندگیوں کی تباہی کا ایک منصوبہ میرے ذریعے عمل پذیر ہو رہا تھا۔ ساری باتیں اپنی جگہ اگر ایرش واش کو دانش منصور کا ماضی معلوم تھا تو اس بے وقوف کو اپنے طور پر یہ بات سوچ

لینی چاہتے تھے کہ جس شخص نے وطن کے پیار میں اور انسانوں کی دوستی میں اپنا سب کچھ لٹا دیا ہے وہ اپنی زندگی کی ایک تڑپ کو ہزاروں مسلمانوں کی زندگی سے زیادہ قیمتی کیسے سمجھ سکتا ہے لیکن ایسے ہی موقعوں پر خدا کی قدرت یا امداد فیسی ساتھ دیتی ہے کہ ایرش واش کے ذہن میں یہ بات نہیں آئی تھی اسے یقین تھا کہ اسلحہ اس جہاز پر پہنچے گا اور پھر با آسانی اسرائیلی جہاز اس اسلحے پر قبضہ کر لے گا جب کہ ازبکستانی کمیٹین مکمل طور پر ہمارے ساتھ تعاون کر رہا تھا اور کروشین عربوں سے حاصل ہونے والے مفادات کے تحت یہ ذمے داری بحسن خوبی پوری کر رہے تھے۔ میرے پاس ایک لمبا کھیل تھا اور اس کے بعد اس سے بھی زیادہ لمبا کھیل جو ریتیم کی شکل میں میرے سامنے آیا تھا۔ زیر قبیلے کی یہ لڑکی میرے لیے اجنبی تھی اور اس نے جو کچھ مجھے بتا دیا تھا وہ میرے لیے بڑا تعجب خیز اور دلچسپ تھا گویا اس کھیل کے ختم ہونے سے پہلے میری زندگی کے لیے ایک نئے کھیل کا آغاز ہو گیا تھا۔ بہر حال ساری باتیں اپنی جگہ میں بدل نہیں تھا اسلحہ واقعی عظیم تھا اصولی طور پر تو یہ حکومت فرانس کی ملکیت تھا لیکن حکومت فرانس یہ بات معلوم ہونے کے باوجود کہ کرمس کے موقع پر فرانسیسی جنگی کشتیوں کی چوری اور اسلحے کے حصول میں اسرائیل ملوث تھا۔ اس نے حکومت اسرائیل کے خلاف کوئی موثر کارروائی نہیں کی تھی حکومت اسرائیل اس معاملے میں جھوٹ بھی بول سکتی تھی کہ وہ اسلحہ کسی دوسرے کے ہاتھوں لگ گیا۔ یہ ان کا ذاتی معاملہ تھا اور بہر حال اس بات کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا تھا کہ سب ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں اور ایک دوسرے کے معاون کار، چنانچہ اس بارے میں کچھ اور سوچنا مکمل بے مقصد عمل تھا آخر کار کئی گھنٹوں کی کاوشوں کے بعد اسلحے کا یہ عظیم الشان ذخیرہ سوان پر منتقل ہو گیا اور بڑی احتیاط کے ساتھ ایسی محفوظ جگہوں پر پہنچا دیا گیا کہ سمندر کے اندر اگر ایک باقاعدہ جنگ ہو تو کافی عرصے تک یہ اسلحہ دوسری طرف سے ہونے والی کارروائیوں سے محفوظ رہے، ویسے ایک سنسنی خیز مشن سامنے آگیا تھا اور میرا دور ان خون تیز تھا کیونکہ بہر حال اس مشن کا کمانڈر میں ہی تھا آخری کھیپ میں راہیل نظری، عرشیہ فجر میں اور ریتیم آخری جنگی کشتی کے ساتھ سوان پر پہنچ گئے۔ رامش ہاس ہمیں رخصت کرنے آیا تھا اس نے راہیل نظری سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

”اور آج بہت عرصے کے بعد کروشین اپنے اس قرض سے سبکدوش ہو رہے ہیں مسٹر نظری جس کے لیے وہ دن رات پریشان رہا کرتے تھے، آپ تنظیم آزادی فلسطین کے

میرا ہاں کو یہ بات ضرور بتائیں گے کہ کروشین قبائل نے اپنی ضروریات کو نظر انداز کر کے اس اسلحے کی حفاظت ایک امانت کے طور پر کی ہے اور کروشین قبائل کے لیے دوسری امانت عربوں کے پاس محفوظ ہے اور ہم اتنی ہی بے چینی سے اس کا انتظار کر رہے ہیں جتنی بے چینی سے آپ اس اسلحے کے اپنے وطن لوٹ جانے کا چنانچہ ہمارا پورا پورا خیال رکھا جائے۔“ اس کے بعد اس نے مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا تھا۔

”میرا تجربہ اس معاملے میں بہت زیادہ وسیع نہیں ہے لیکن ہر انسان کی زندگی میں مختلف لوگ آتے ہیں خصوصاً ایسے انسان کی زندگی میں جو اپنی زندگی کو اہم مقصد بنا چکا ہو۔ میں دعوے سے یہ بات کہہ سکتا ہوں مسر دانش منصور کہ تم بہت آگے کی چیز ہو لیکن اپنے دوستوں کے لیے بہت اچھی، پھر ہم تمام ضروری امور سے نپٹنے کے بعد سوان پر پہنچ گئے۔ کپتان نے ہمارے لیے آرام گاہیں منتخب کر دیں تھیں صرف چار افراد تھے ہم اور جب مجھے اور ریتیم کو ایک خوبصورت کیمپن میں پہنچایا گیا جس میں ایک ہی بڑا بید پڑا ہوا تھا تو ریتیم کی آنکھیں جیرت سے پھیل گئیں اس نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔“

”مسر دانش منصور۔“ جواب میں، میں نے قبضہ لگایا تھا میں نے کہا۔

”ریتیم کیمپن فاروق شواخ سے کہنا پڑے گا کہ ہمارے لیے دوسرے کیمپن کا بندوبست کر دے۔“

”ضرورت نہیں ہے مسر دانش منصور۔“ وہ بولی۔

”کیا مطلب؟“

”میں آپ کے بستر میں بھی سو سکتی ہوں اور یہاں کیمپن کے فرش پر بھی مجھے آپ کے کردار پر اعتماد ہے اور اپنے آپ پر بھی۔“

”تم بہت اچھی لڑکی ہو ریتیم، بہت اچھی لڑکی ہو تم، مجھے یقین ہے لیکن بہر حال نہ میں تمہیں اپنے بستر پر سونے کی اجازت دوں گا نہ فرش پر ایک بہت آسان سی ترکیب اور بھی ہے۔“

”کیا؟“

”تمہارے لیے ایک کیمپن حاصل کر لیا جائے۔“

”میں میں آپ کے ساتھ ہی رہنا چاہتی ہوں۔“

”تو اس کیمپن میں اتنی جگہ موجود ہے کہ ہم ایک اور بستر منگوا لیں۔“ اور جب فاروق شواخ سے اسکی فرمائش کی گئی تو اس نے حیرت سے ہم دونوں کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

”کیا آپ لوگوں کے درمیان کوئی جھگڑا ہے۔“

”ہاں ہمارے درمیان بستر کا جھگڑا ہے مسر شواخ آپ براہ کرم وہ کر دیجئے جو ہماری خواہش ہے۔“

”ابھی چند لمحوں کے اندر اندر۔“ شواخ نے کہا اور یہ چھوٹا سا مسئلہ بھی حل ہو گیا چونکہ رات بھر کی تھکن ذہن پر سوار تھی ایک طرف نظری اور فخر اپنے کیمپن میں چلے گئے تھے تو دوسری جانب ہم لوگوں نے بھی کچھ دیر آرام کرنے کا فیصلہ کیا اور نیند بھی اس طرح سے آئی کہ ہم خود حیران رہ گئے کچھ لمحوں کے اندر اندر ہم دونوں گہری نیند سو گئے تھے اور اس وقت جاگے تھے جب صبح کی روشنی نمودار ہو گئی تھی میں نے ہر بڑا کر قرب و جوار کے ماحول کو دیکھا۔ ایرش واش اس بات سے ناواقف نہیں ہوگا کہ اسلحہ سوان کے ذریعے چل پڑا ہے۔ جہاز کے انگر اٹھا دیئے گئے ہیں اور اب وہ کھلے سمندر میں سفر کر رہا ہے منصوبے کے مطابق ہمیں اس کشتی کا انتظار کرنا تھا جسے اس منصوبے کے دوسرے مرحلے کے طور پر سمندر میں بھیجا جائے گا لیکن ظاہر ہے فوراً یہ کام نہیں ہو سکتا تھا اس لیے فی الحال آزادی تھی لیکن آزادی کے ان لمحات کو ضائع نہیں کیا جا سکتا تھا ایک جانب میرے پاس وہ ٹرانسمیٹر موجود تھا جس پر ایرش واش سے رابطہ قائم ہو سکتا تھا تو دوسری جانب مجھے جہاز پر ان انتظامات کا جائزہ لینا تھا جو اس اسلحے کو محفوظ طریقے سے مطلوبہ مقام تک پہنچانے کے لیے کیے جانے تھے فاروق شواخ کو صورت حال کا علم تو تھا لیکن بہر حال ہم اپنا اطمینان بھی چاہتے تھے چنانچہ سب اکٹھے ہو گئے۔ ایک دوسرے کو صبح بخیر کہا گیا، ناشتا کیا گیا اور اس کے بعد ہم فاروق شواخ کے ساتھ بیٹھ گئے میں نے اس مشن کے کمانڈر کے طور پر فاروق شواخ سے جہاز میں موجود افراد کے بارے میں سوالات کیے تو فاروق شواخ نے بتایا۔

”تنظیم آزادی فلسطین کی جانب سے چونکہ ہم لوگوں کو یہ ذمے داری سونپی گئی تھی کہ ہم اس اسلحے کو مطلوبہ جگہ تک پہنچانے کے لیے کاوشیں کریں۔ یہ جہاز بظاہر عام جہاز ہے لیکن اس پر چار پیڈ بھی لوڈ ہیں اور ایسا جنگی اسلحہ بھی جسے نمایاں کرنے کے بعد آپ اس جہاز کو ایک جنگی جہاز کہہ سکتے ہیں عملے کے افراد میں ایسے تجربے کار لوگ موجود ہیں جو اس اسلحے کو بخوشی

اور بخوبی استعمال کر سکتے ہیں اور انہیں اس اسلحے پر تعینات کر دیا گیا ہے کیونکہ سمندر کھلا ہے اور یہ بات بھی مکمل طور پر اعتماد کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ عملے کے افراد میں ایک بھی غلط آدمی نہیں ہے ہم نے بڑی احتیاط کیساتھ ان لوگوں کو اپنے ساتھ شامل کیا ہے جن پر مکمل اعتماد کرتے ہیں ہم لوگ آپ سمجھ رہے ہیں نامیری بات کو..... مطلب یہ ہے کہ بظاہر ہمیں کہیں سے بھی کوئی خطرہ نہیں ہے اور ہم بڑے سکون کے ساتھ اپنا یہ مشن سرانجام دے سکتے ہیں۔“

”کیا ہم ان تمام چیزوں کا جائزہ لے سکتے ہیں۔“ میں نے سوال کیا۔

”میں خود آپ کو اس کی دعوت دینے والا تھا۔“ فاروق شواخ بولا اور پھر ہم چاروں افراد سوان کا جائزہ لینے لگے۔ بلاشبہ کبھی کسی زمانے میں یہ ایک عام سمندری جہاز ہوگا لیکن بڑی کاوشوں کے بعد اسے ایک جنگی جہاز میں تبدیل کیا گیا تھا۔ بہت سی جنگی توپیں جن کے سائز مختلف تھے اس پر پوشیدہ تھیں نچلی منزل میں تارپیڈو فائر کرنے کا پورا انتظام تھا اور یہ ساری چیزیں چیک کر لی گئی تھیں تاکہ کسی وقت ان کے استعمال میں کوئی دقت پیش نہ آئے بظاہر تو کوئی ایسی کارروائی ذہن میں نہیں رہ جاتی تھی جس کے لیے کہا جاسکے کہ وقت پر مشکل ہو جائے گی پھر بھی ہر چیز کا جائزہ لے لینا ضروری تھا پھر ہم نے عملے کے ان افراد سے ملاقات کی جو اس تمام کارروائی کے لیے مستعد تھے اور اس کے بعد ہماری آخری مینٹگ اسی شام ساڑھے چار بجے اس وقت ہوئی جب آسمان پر بادل گھرتے ہوئے تھے اور بہت ہی ہلکی ہلکی پھوار شبنم کی طرح فضا سے نیچے تک آرہی تھی اس سے موسم انتہائی خوشگوار ہو گیا تھا اور ایک اوپن جگہ بیٹھ کر ہم سمندر کی لہروں سے لطف اندوز ہوتے ہوئے آپس میں اس موضوع پر گفتگو کرنے لگے۔

”آپ کا کہنا ہے مسٹر دانش منصور کہ کچھ وقت کے بعد کچھ افراد بوسیدہ حال ایک ایسی کشتی پر سوار ہو کر آئیں گے جو کسی جہاز کی تباہ شدہ لائف بوٹ محسوس ہوگی ظاہر ہے سمندری قوانین کے مطابق انسانی ہمدردی کی بنیاد پر انہیں سوان پر خوش آمدید کہا جائے گا اور ان کی مدد کی جائے گی۔ وہ لوگ آپ کو وہ خواب آور دوا فراہم کریں گے جسے مقررہ وقت پر جہاز کے عملے کو پلا دیا جائے گا اور پھر وہ جہاز نمودار ہوگا جو اسرائیلی جہاز ہے یا اسرائیلی مفادات کا نگران اور اس کے افراد اس جہاز پر قبضہ کر لیں گے اور اسے تل ابیب لے جائیں گے۔“

”جی مسٹر فاروق شواخ یہی مکمل منصوبہ ہے اور اس منصوبے کا روح رواں اسرائیل سیکرٹ سروس کا ایجنٹ ایرش وائش ہے۔“

”اس سمندری جہاز پر کیا ہیلی کاپٹر وغیرہ بھی موجود ہوں گے یہ سوال میں اس لیے کر رہا ہوں کہ اگر ہمیں باقاعدہ جنگی حکمت عملی اختیار کرنی پڑے تو کیا فضائی حملے کا خطرہ بھی ہو سکتا ہے۔“

”اس بارے میں بالکل کچھ نہیں کہہ سکتا میں۔“

”ہو سکتا ہے کہ ایسا ہو اگر ایسا ہوا تو ہمیں زیادہ خطرناک حالات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہمارے پاس اسلحے کے ذخائر ہیں گو ہم نے انہیں انتہائی محفوظ جگہ رکھا ہے لیکن جہاز پر کوئی موثر حملہ کیا جائے گا تو وہ اسلحہ متاثر ہو سکتا ہے اور اگر اسلحہ متاثر ہوا تو آپ کو اندازہ ہے کہ اس جہاز کے ننھے ننھے لکڑے فضا میں تیرتے پھریں گے اور ہم کوئی بچت نہیں کر سکیں گے۔“

”اس کے لیے میرے پاس موثر منصوبہ ہے۔ جہاز جو ہمارے قریب اس شکل میں پہنچے گا ہم اس پر اتنا اچانک اور اتنا بھرپور حملہ کریں گے کہ ادھر سے کسی کارروائی کی گنجائش نہ رہے۔“

”ہاں بے شک لیکن ایسا جس قدر جلد ممکن ہو جائے بہتر ہے کیونکہ بہر حال سمندری روٹ پر دوسرے جہاز بھی سفر کرتے ہیں اور ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کہ کون کون ہمیں کیا کیا کرتے ہوئے دیکھے ایسی صورت میں ہمارے لیے بچت مشکل ہو جائے گی۔“

”شاید آپ کو مکمل تفصیل سے آگاہ نہیں کیا گیا ہے مسٹر فاروق شواخ، یہ جہاز جو آپ کی کمپنی کا ہے مکمل طور پر خرید لیا گیا ہے آپ اور آپ کے عملے کی ہر طرح کے تحفظ کی ذمہ داری قبول کی گئی ہے۔“

”میں جانتا ہوں مسٹر راحیل نظری بالکل جانتا ہوں یہ بات میں۔“

”تو اس کے بعد آپ کو یہ الفاظ کہنے ہی نہیں چاہئے تھے۔“

”بس انسانی ذہن خدشات کا مسکن ہوتا ہے یونہی میں نے یہ بات کہہ دی تھی۔“

”آپ کو حوصلہ رکھنا چاہئے اور کامیابی کا یقین۔“ راحیل نظری نے کہا اور فاروق شواخ

معذرت آمیز انداز میں خاموش ہو گیا۔ بہر طور ساری باتیں اپنی جگہ میرے اپنے خیال سے

انتظامات مکمل تھے اور اب ہمیں انتظار تھا اس بات کا کہ دوسری جانب سے کارروائی کا آغاز کب ہوتا ہے۔ یہ پورا دن موسم کی خوبصورتی کے ساتھ گزر گیا۔ رات بھی اتنی ہی دلکش تھی رات کو تقریباً ایک بجے ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا اور ریتھم نے مجھے غنودگی سے چونکا دیا اس نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر مجھے ٹرانسمیٹر کی جانب متوجہ کیا اور میں نے جلدی سے ٹرانسمیٹر اٹھا کر اسے آن کر دیا۔ اس پر آنے والی آواز واضح اور صاف تھی اور یہ آواز ایریش واش کے علاوہ اور کسی کی نہ تھی۔

”ہیلو مجھے یقین ہے تم سو رہے ہو گے دانش منصور۔“

”مسٹر ایریش واش رات کا ایک بجنا ہے اصولی طور پر مجھے سونا ہی چاہئے تھا۔“

”مجھے اس پر اعتراض نہیں ہے اور نہ ہی اس سلسلے میں تم سے کوئی سوال کرنا چاہتا ہوں ویسے تمہارے لیے ایک خوشخبری ہے۔“

”کیا؟“

”فیرو لین سے میرا رابطہ ہو گیا ہے اور میں ایسے ذرائع اختیار کر رہا ہوں جن سے ہمارے درمیان اتنی رابط پیدا ہو جائیں اور رخسار کے حصول کیلئے ہمیں کوئی سخت کارروائی نہ کرنی پڑے۔“

”آہ، آپ میرے لیے بہت کچھ کر رہے ہیں مسٹر ایریش واش اور میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ میرے لیے اس بات کا شکریہ ادا کرنا ایک مشکل کام ہو گا۔“

”نہیں، تم تو یہ شکر یہ ایڈوانس میں ادا کر رہے ہو جس خوبصورتی کیساتھ تم نے وہ کام کر ڈالا ہے جس کے لیے حکومت اسرائیل طویل عرصے سے پریشان تھی۔ اس کا کوئی جواب، کوئی ثانی نہیں ہے، میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں۔ بہر حال ہم زیادہ طویل گفتگو نہیں کر سکتے کل دن کی روشنی میں غالباً اس وقت دن کے دس بجے ہوں گے جب تمہیں وہ لائف بوٹ نظر آ جائے گی۔ جس پر تین افراد سوار ہوں گے۔ تم سمجھتے ہو کہ آگے کا منصوبہ کیا ہے ہم موسمی کیفیات کو مدنگاہ رکھ رہے ہیں کل کا دن ہمارے اندازے کے مطابق ایک چمکدار دن ہو گا۔ ہمارا وہ جہاز دور نہیں ہے جس سے یہ تمام کارروائی ہوگی ہم بہت فاصلے سے تمہیں دیکھ بھی رہے ہیں مطلب یہ ہے کہ کل اپنے کام کو سرانجام دینے کے لیے مستعد رہو دن کو ساڑھے بارہ بجے تمہیں جہاز کا رخ تبدیل کر دینا ہے۔ اپنے کام کے لیے مستعد ہو اگر اس سلسلے میں کوئی اور

سوال ہو تو کر سکتے ہو۔“

”نہیں۔ ایریش واش گفتگو کی طوالت کبھی کبھی نقصان دہ بھی ثابت ہوتی ہے۔“

”اوکے ایریش واش نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا ریتھم خاموش نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ میرے چہرے پر بھی ایک لمحے کے لیے جذبات کے سائے لرزاں ہو گئے تھے اور ریتھم کی آنکھوں میں بھی ایک عجیب سی کیفیت نمودار ہو گئی تھی۔ اب اس کے بعد نیند کا آنا آسان کام نہیں تھا۔ ریتھم اپنے بستر پر بیٹھ گئی اور میں خاموشی سے اپنے بستر پر بیٹھا اس کا چہرہ دیکھتا رہا۔“

در حقیقت انسان چاہے کتنے ہی مشکل لمحات سے کیوں نہ گزرے اس کی زندگی میں ایک تجسس ہوتا ہے اور بہت سے کام ایسے ہوتے ہیں جنہیں چاہے کتنے ہی پرسکون انداز میں محسوس کر لیا جائے لیکن ان کی اپنی نوعیت ایسی ہوتی ہے کہ وہ مشکل ہی محسوس ہوتے ہیں یہی کیفیت اس وقت ہم دونوں پر طاری تھی ابھی نہ تو راحیل نظری کو یہ بات معلوم تھی نہ عرشہ فخر کو اور نہ ہی جہاز کا کپتان فاروق شواخ جانتا تھا کہ وہ اصل کام کس وقت شروع ہوگا بات ہم دونوں کے علم میں آگئی تھی کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد ریتیم نے کہا۔

”کچھ بولو گے نہیں؟ دانش منصور۔“ میں نے مسکرا کر اسے دیکھا اور کہا۔

”دل تو یہ چاہتا ہے ریتیم کہ ساری رات جاگ کر صبح کا انتظار کریں لیکن ہمارے پاس وقت ہے دن کے ساڑھے دس بجے تک ہم اپنے طور پر آزاد ہیں اور میرا نیک مشورہ یہ ہے کہ سونے کی کوشش کرو تا کہ کل ہم دن کی روشنی میں پرسکون ہوں۔“

”اور میرا دل یہ چاہتا ہے کہ میں باہر جاؤں عملے کے افراد جو رات کی ڈیوٹی پر مستعد ہوں گے ان سے درخواست کروں کہ یا تو وہ ہمارے لئے کافی بنا لیں یا پھر مجھے اجازت دیں اور یکجہاں تک پہنچا دیں تاکہ میں عمدہ سی کافی لے کر آؤں اور ہم دونوں کافی پیتے ہوئے ایک دوسرے سے گفتگو کریں۔“

”ٹھیک ہے اگر تمہاری یہ خواہش ہے تو مجھے اس پر اعتراض نہیں ہے۔“

”نہیں اب یہ میری خواہش نہیں ہے میں نے پرانی بات کہی تھی۔ بے شک ہمیں سو جانا چاہیے لیکن ایک بات میں خاص طور سے کہنا چاہتی ہوں مسٹر دانش منصور۔“

”وہ کیا؟“

”ایرش واش نے کہا ہے کہ وہ ہم پر نگاہ رکھے ہوئے ہے۔ چنانچہ کل دن کی روشنی میں ہم اپنے اس پروگرام کی تکمیل کریں تو اس بات کو لازمی طور پر مد نگاہ رکھیں کہ بے ہوشی کا ڈرامہ شروع ہونے کے بعد ہر طرح کی جدوجہد ختم ہو جائے اور دن کی روشنی میں بھی میرا مطلب ہے کہ صبح کو ایسی بھاگ دوڑ نہ کی جائے جیسے ہم خصوصی جنگی تیاریاں کر رہے ہوں میں نے مسکراتی ہوئی نگاہوں سے ریتیم کو دیکھتے ہوئے کہا۔“

”اس قدر ذہانت کا مظاہرہ نہ کرو ریتیم کہ تمہیں میری نظر لگ جائے بالکل ٹھیک کہا ہے تم نے لیکن ہم انہیں بھی دن کی روشنی میں ہی صورت حال سے آگاہ کریں چلو کروٹ بدلو اور سو جاؤ لیکن تمہیں سو جانا ہے بہانہ پسند نہیں کروں گا تمہارے چہرہ کا رخ میری ہی جانب ہونا چاہیے ریتیم نے مسکراتی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھ اور بولی۔

”گویا آپ جاگ کر میرا چہرہ دیکھتے رہیں گے۔“

”نہیں ہم دونوں ہی سو جائیں گے۔“ میں نے ہنس کر کہا اور ریتیم نے آنکھیں بند کر لیں حالانکہ آنے والے لمحات بڑے سنسنی خیز تھے لیکن اب آپ سے یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ مجھے نہ صرف حالات پر بلکہ اپنے آپ پر بھی کمانڈ حاصل تھی۔ چنانچہ سوئے اور دوسرے دن صبح آٹھ بجے جب جہاز پر زندگی رواں دواں ہو گئی تب ہی آنکھ کھلی۔ راحیل نظری اور عرشہ فخر بہت صبح جاگ جانے کے عادی تھے اور ان کے ذہنوں پر کوئی بوجھ بھی نہیں رہا تھا۔ رات کو اس لئے وہ بہت تروتازہ نظر آ رہے تھے ہم سب نے ناشتا بھی پرسکون حالات میں کیا اور ناشتے کے بعد کافی پیتے ہوئے میں نے فاروق شواخ سے کہا۔

”آج کا دن ہمارے لئے اس عظیم کارکردگی کا دن ہے جس کے بعد ہمارا یہ مشن کامیابی کی جانب رواں دواں ہو جائے گا۔“ میرے ان الفاظ پر سب نے چونک کر میری صورت دیکھی تو میں نے آہستہ سے کہا۔

”میں زیادہ تجسس نہیں پیدا کر رہا دن کو ساڑھے دس بجے کے قریب ہمیں وہ کشتی نظر آنے لگی جس پر تین افراد سوار ہوں گے اور اس طرح اس کشتی کی ابتدا ہو جائے گی۔“ ان سب کی آنکھوں میں شدید سنسنی کے آثار نمودار ہو گئے تھے بہت دیر تک کوئی مجھ سے اس بارے میں کوئی سوال بھی نہ کر سکا لیکن پھر راحیل نظری نے سنسنی خیز انداز میں کہا۔

”کیا آپ کا رابطہ ہوا ہے اس سلسلے میں۔“

”ہاں، نظری ہمیں ٹھیک ساڑھے دس بجے اپنے عمل کے لئے تیار ہونا ہوگا، لیکن اس کے بعد پھر سے پاس زیادہ وقت نہیں ہوگا۔ ساڑھے بارہ بجے وہ سارا کھیل مکمل ہو جائے گا جو منصوبہ بندی کے تحت کھیلنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔“ وہ خاموش نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگے تو میں نے کہا۔

”اور اب وہ تمام کام جو پچھلے وقت میں ہوتے رہے ہیں ہمیں سرانجام دینا ہوں گے ایک مکمل منصوبہ بندی جو ہم نے اپنے طور پر کر لی ہے اسے جاری رکھا جائے گا۔ آپ پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے مسافر روق شواخ کہ آپ اپنے عملے کو مستعد اور متعین کر لیں اور کچھ لمحوں کے اندر یہ سارا کھیل مکمل ہو جانا چاہیے۔“

”ٹھیک ہے، ہو جائے گا۔“ فاروق شواخ نے کہا پھر اس کے بعد جو کارروائی دیکھنے میں آئی وہ واقعی دلچسپ اور سنسنی خیز تھی۔ ہر شخص اپنے طور پر مستعد نظر آ رہا تھا۔ یہاں تک کہ فجر اور نظری بھی ایک ایک کام میں پوری طرح مستعدی کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ ریتیم میرے ساتھ تھی، ویسے ریتیم کے بارے میں بعد میں یہ اندازہ میں نے اچھی طرح لگا لیا تھا کہ وہ حقیقت ریشم ہاس یا کروشین کے درمیان وہ انتہائی اہم اور معزز شخصیت کی حامل تھی اور اپنے طور پر بہت اعلیٰ کارکردگی کی مالک، جس کا مجھے بخوبی اندازہ ہو چکا تھا پھر ہم ایک ایک لمحے کے گزرنے کا انتظار کرتے رہے، یقینی طور پر اس اسرائیلی جہاز پر موسم سے متعلق ایسے سسٹم موجود ہوں گے جو یہ بتا سکتے ہو گئے کہ دن کی کیفیت کیا ہوگی، حالانکہ پچھلے دن سورج چھپا رہا تھا اور ابر آلود موسم نے سمندر کے حسن میں اضافہ کر دیا تھا لیکن آج کا دن چمکدار اور روشن تھا۔ سورج آہستہ آہستہ ابھر رہا تھا اور کرنوں کی تہاڑت کا احساس شروع ہو چکا تھا اندازہ یہ تھا کہ یہ ایک گرم دوپہر ہوگی، بہر حال وقت گزرتا رہا پھر برج سے کمپین کا اشارہ موصول ہوا اور کمپین نے وائزلیس پر فوراً ہی اشارہ موصول کیا۔

”کمپین ایک کشتی نظر آ رہی ہے جو بظاہر بوسیدہ عالم میں ہے۔ وہ لوگ پتواریوں کے سہارے اسے آگے بڑھا رہے ہیں رخ ادھر ہی کی جانب ہے۔“

”میں برج پر آ رہا ہوں۔“ فاروق شواخ نے کہا اور ہم لوگوں کو بھی اشارہ دیا۔ ہم سب دوڑتے ہوئے کچھ وقت کے بعد سوان کے برج پر پہنچ گئے بڑی بڑی طاقتور دور بینوں کے

ذریعے ہم نے اس کشتی کا جائزہ لیا۔ منصوبے کے مطابق ایک بوسیدہ کشتی تھی جسے دیکھنے کے بعد یہ احساس ہوتا تھا کہ اسے سمندر میں کافی دن گزر چکے ہیں۔ تین افراد نظر آ رہے تھے اور چونکہ انہیں یہ احساس تھا کہ ابھی سوان سے انہیں بخوبی طور پر نہیں دیکھا جا رہا ہوگا اس لئے وہ آپس میں ہنس بول بھی رہے تھے لیکن پھر ان میں تبدیلیاں رونما ہونے لگیں۔ ان میں جلدی سے ایک شخص نے ایک لمبے بانس پر غالباً اپنے بدن کا گہرے رنگ کا لباس لٹکا دیا تھا اور دوسرے وہ افراد ہاتھوں میں اپنے لباس لے کر انہیں اہراٹے لگے تھے سارا ڈرامہ اسی انداز میں ہو رہا تھا جس انداز میں ایسے ڈرامے کئے جاتے ہیں وہ سوان سے مدد مانگ رہے تھے چھوڑے سے اور قریب آ جانے کے بعد فاروق شواخ نے کہا۔

”سمندری قوانین کے مطابق اب انہیں حاصل کرنے کے لئے ہمیں ایک موٹر لانچ سمندر میں اتارنی پڑے گی۔“

”او کے۔“ شواخ نے کہا اور فوری طور پر لانچ کو کریں کے ذریعے سمندر میں اتارنے کے بندوبست کر لئے گئے۔ لانچ ڈرائیور کے ساتھ صرف میں تھا، حالانکہ راجیل نظری نے خود بھی بہت زیادہ چاہا کہ وہ میرے ساتھ جائے لیکن میں نے انکار کر دیا اور راجیل نظری خاموش ہو گیا۔ ہم لانچ کے ذریعے اس بوسیدہ کشتی کی جانب روانہ ہو گئے میں جانتا تھا کہ ان لوگوں کو مختصرین اداکاری کا مظاہرہ کرنا ہوگا اور ایسا ہی ہوا وہ زور زور سے اپنے لباس بلا کر خوشی کا اظہار کر رہے تھے یہاں تک کہ اچھا خاصا فاصلہ طے کرنے کے بعد ہم اس کشتی تک پہنچ گئے تین افراد تھے جنہوں نے اپنے چہروں پر ایسی مردنی طاری کر رکھی تھی کہ دیکھ کر یہ احساس ہوتا تھا کہ ان کم بختوں کو کئی دن سے بھوکا اور پیاسا رکھا جا رہا ہے تاکہ یہ اپنا رول بغیر کسی شے کے ادا کر سکیں ان سے بولا تک نہیں جا رہا تھا، نوٹے پھولے الفاظ میں کچھ اشاروں کے ساتھ انہوں نے یہ ظاہر کیا کہ وہ ایک تباہ شدہ جہاز کے مسافر ہیں جو عرصہ دراز سے سمندر میں بھٹک رہے ہیں۔ ہم جو گولیاں اپنے سات لے گئے تھے اور جو فوری طور پر ایسے موقعوں پر استعمال میں آتی ہیں۔ ہم نے وہ گولیاں ان کو کھانے اور چوسنے کے لئے دیں اور اس کے بعد انہیں سہارا دیکر اپنی کشتی میں منتقل کر لیا، ان کا مختصر سامان جو بوسیدہ گٹھریوں کی صورت میں تھا حاصل کر لیا گیا حالانکہ اس سامان میں جو مبلک چیزیں تھیں میں ان کے بارے میں اچھی طرح جانتا تھا ان تینوں کو سہارا دیکر آخر کار موٹر لانچ میں منتقل کر دیا گیا اور بوسیدہ کشتی سمندر ہی میں چھوڑ دی

گی۔ موبٹر لانچ ان جعلی مظلوموں کو لے کر سوان کی جانب چل پڑی۔ ادھر سوان کے عرشے پر لوگ ہمارے منتظر تھے وہاں سے ان لوگوں کو اوپر پہنچانے کے لئے سیڑھیاں لٹکا دی گئی تھیں اور اس طرح کے انتظامات بھی کئے گئے تھے کہ اگر تباہ حال کشتی کے مسافر اس عالم میں نہ ہوں تو اپنے طور پر ان سیڑھیوں پر سوار ہو کر اوپر پہنچ نہ سکیں تو انہیں اوپر پہنچانے کے لئے دوسرا بندوبست کیا جائے اور ایسا ہی کرنا پڑا وہاں پہنچنے کے بعد میں نے انہیں اطلاع دی کہ بہتر یہ ہوگا کہ لائف بوٹ کو چار ہب کے ذریعے اوپر اٹھایا جائے بوسیدہ کشتی کے مسافر اس کیفیت میں نہیں ہیں کہ سیڑھیوں کے ذریعے جہاز کے عرشے تک پہنچ سکیں، تھوڑا سا انتظام کرنا پڑا چند لوگ سیڑھیوں سے اتر کر نیچے آئے آخر کار لانچ اوپر اٹھالی گئی اور ان لوگوں کو سہارا دیکر فوراً ہی ایک بڑے کیمین میں پہنچایا گیا جہاں معقول انتظامات کر دیئے گئے تھے آنے والوں کو فوری طور پر گرم دودھ اور ایسی دوائیں پیش کی گئیں جو سمندری سفر میں تباہ حال مسافروں کے لئے استعمال کی جاتی ہیں، گویا ہم نے انہیں ایک لمحے کیلئے یہ احساس نہ ہونے دیا کہ ان کی شخصیت کو کسی بھی شکل میں مشکوک سمجھا جا رہا ہے غالباً ان تینوں کو میری شناخت کرا دی گئی تھی چنانچہ میں نے محسوس کیا کہ ان کی نگاہیں جب بھی میری جانب اٹھتی ہیں اس میں شناسائی کا اظہار ہوتا ہے میں نے اپنے طور پر ان لوگوں سے کہا جو اس وقت میرے پاس موجود تھے۔

”ان کی نگرانی کے لئے میں موجود ہوں، آپ لوگ آرام کیجئے گا۔“

”ٹھیک ہے مسٹر دانش منصور براہ کرم آپ ان لوگوں کا خیال رکھیے گا اور کوئی بھی شے درکار ہو تو طلب کر لیجئے گا۔“

”آپ بالکل بے فکر رہیں۔“ میں نے کہا اور وہ سب چلے گئے میں نے کیمین کا دروازہ اندر سے بند کر دیا تھا تب ان میں سے ایک نے جلدی سے کہا۔

”ہمیں آپ کی شناخت کرا دی گئی تھی مسٹر دانش منصور۔“

”ہوں، سامان کہاں ہے۔“

”تین گھریوں میں سے ایک گھری میں ایک بوتل موجود ہے اس میں ایک سیال بھرا ہوا ہے، بس آپ یہ سمجھ لیجئے کہ آپ کو کسی ایسی جگہ وہ بوتل کھولنا ہوگی جہاں لوگوں کی آمد و رفت ہو یہ ایک مخصوص چیز ہے جسے آپ اپنے چہرے پر اسپرے کر لیجئے اس سے آپ دھوکے کے اس اثرات سے محفوظ رہیں گے جو آن کی آن میں آپ یوں سمجھ لیجئے کہ تقریباً دس کلو میٹر کے

علاقے کو گہری نیند سلا سکتے ہیں۔ یہ اسپرے ہمارے پاس بھی موجود ہے اور یہ چوبیس گھنٹے تک کارآمد رہتا ہے۔“

”جہاز کے کسی بھی حصے میں اس بوتل کو کھول کر رکھ دیا جائے ہمارا کام ہو جائے گا۔“

”اگر اس بوتل کو تیز آندھی میں بھی کسی جگہ کھول کر رکھ دیا جائے تو اس کے اندر موجود سیال کا مہلک دھواں تیز ہواؤں میں بھی سانس لینے والا جانور یا انسان بے ہوش کر دے گا سوائے اس اسپرے کے، آپ براہ کرم اسے اپنے چہرے پر اسپرے کر لیجئے تاکہ ہم لوگ با آسانی اپنا کام سرانجام دیں سکیں۔“

”لیکن ابھی وقت ہے۔“

”ہاں بے شک ابھی کافی وقت ہے لیکن یہ وقت یہ بوتل کھولنے کے لئے ہے۔ یہ اسپرے اگر آپ اپنے چہرے پر کر لیتے ہیں تو صورت حال بہتر ہو جائے گی۔“ جو چھوٹی سی شیشی انہوں نے مجھے دی وہ لائٹر کی شکل کی تھی انہوں نے مجھے اس کا طریقہ استعمال بتایا اور پھر ان تینوں نے اسے یکے بعد دیگرے اپنے چہرے پر اسپرے کر لیا، ننھی ننھی پھواریں ان کے چہروں سے نکرائیں اور میں اس کا طریقہ استعمال دیکھنے لگا، ایک ہلکی سی خوشگوار بو فضا میں پھیل گئی تھی بہر حال اتنا مجھے اندازہ تھا کہ جب انہوں نے یہ اسپرے اپنے چہرے پر کر لیا تو یہ میرے لئے بھی مضر نہیں ہوگا پھر بھی میں نے وہ لائٹر اپنے پاس محفوظ کر لیا اور ان سے کہا کہ میں اپنے طور پر استعمال کر لوں گا وہ بے فکر رہیں۔“

”بوتل کو احتیاط سے رکھیے گا، بے شک یہ شیشے کی نہیں فابریکی ہے، لیکن اس کا کارک کھل جانا آپ سمجھتے ہیں کس حیثیت کا حامل ہوگا۔“

”ہاں میں سمجھ رہا ہوں، لیکن مسٹر وائش کی جانب سے میرے لئے کوئی اور پیغام ہے۔“

”بالکل نہیں، ہم اس کیمین میں موجود ہیں، جس وقت وہ تمام لوگ بے ہوش ہو جائیں گے تو ہم مسٹر وائش کو اطلاع دے دیں گے جہاز ہمارے پاس آجائے گا اور پھر عملے کے ضروری افراد یہاں پہنچ جائیں گے ان لوگوں کے بارے میں مسٹر وائش نے کہا ہے کہ ان کی زندگی بے مقصد رہے گی ہم ان کا بوجھ اٹھا کر یہ سفر نہیں کریں گے اس کی بنیادی وجہ یہ بھی ہے کہ راستے کے خطرات کو مد نظر رکھنا ہوگا، اگر انہیں زندہ رکھا گیا تو کہیں ایسا نہ ہو کہ ان میں سے کوئی ہمارے لئے خطرہ بن جائے۔“

”ٹھیک میں جانتا ہوں مسٹر ایرش واش خطرات مول لینے کے عادی نہیں ہیں۔“ میں نے کہا، لیکن دل ہی دل میں ایک شدید نفرت، ایک عجیب سی سنسنی محسوس کر رہا تھا، بہر حال ان لوگوں کو مطمئن کرنے کے لئے میں نے وہ اسپرے اپنے چہرے پر بھی کیا اور اس کے بعد وہ لائسنز نمائشی انہیں واپس نہیں کی بلکہ اپنی ہی جیب میں رکھ کر میں وہاں سے باہر نکل آیا، باہر آکر میں نے کیبن کا دروازہ بند کر دیا تھا ان لوگوں کے سامان کا میں نے بخوبی جائزہ لے لیا تھا، ان کے پاس نہ تو ہتھیار تھے نہ اس بوتل کے علاوہ کوئی اور مہلک چیز جو جہاز میں موجود لوگوں کے لئے نقصان دہ ثابت ہو باہر نکل کر میں نے کیبن کا دروازہ بھی بند کر دیا تھا جب میں باہر نکلا تو سب سے پہلے ریتھم نے میرے قریب پہنچ کر مجھ سے کہا۔

”ہاں، مسٹر دانش۔“

”آؤ ریتھم۔“

”یہ کیا ہے۔“

”ایک ایسی خطرناک چیز جس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا تم یوں سمجھ لو کہ اس بوتل میں ایٹم بم موجود ہے۔“

”اومانی گاڈ، کیا جہاز کے افراد کو ہلاک کرنے کے لئے۔“

”ہاں وہ لوگ کہنا ہیں۔“

”آؤ۔“ پھر میں اس کیبن میں پہنچ گیا، جہاں شواخ وغیرہ موجود تھے، راحیل نظری بھی تھا، وقت کی رفتار اتنی تیز تھی کہ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے پنکھ لگا کر آواز جائے گا میں نے وہ بوتل سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

”یہ وہ خوفناک چیز ہے جسے ہم کوئی نام نہیں دے سکتے۔“

”کیا مطلب؟“ شواخ نے پوچھا اور میں اس بوتل کے بارے میں تفصیلات بتانے لگا۔ شواخ کے چہرے کا رنگ اڑ گیا تھا، راحیل نظری اس بوتل کو دیکھنے لگا تھا پھر اس نے کہا۔

”اگر آپ یہ مجھے دے دیں مسٹر دانش منطور تو آپ یقین کیجئے میں اسے ان ہستیوں پر استعمال کروں جو ہم لوگوں پر مظالم ڈھا کر آباد کی گئی ہیں۔“ میرے ہونٹوں پر ایک مدہم سی مسکراہٹ پھیل گئی اور میں نے کہا۔

”کم از کم اس سلسلے میں میں آپ سے تعاون نہیں کر سکتا، راحیل کیونکہ بہر حال جذبات

گناہ گار اور بے گناہ میں شناخت کرنے میں کبھی کبھی ناکام رہتے ہیں۔ اس مہلک بوتل کو سمندر کی گہرائیوں میں پہنچا دینا زیادہ بہتر رہے گا اور میں اس کے لئے کوئی رسک نہیں لے سکتا۔“

”یعنی آپ اسے۔“

”ہاں، لیکن اس طرح پیک کر کے کہ یہ سمندر کی مخلوق کو بھی نقصان نہ پہنچا سکے۔“ وہ لوگ خاموش ہو گئے تھے حالانکہ مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ کم از کم وہ میری بات سے اتفاق نہیں کرتے لیکن میں نے اس پر کوئی تعرض نہیں کیا ٹین کا ایک خالی بکس حاصل کر کے میں نے اس میں لوہے کے بہت بڑے بڑے ٹکڑے اور فولادی زنجیر کا ایک چھ یا سات کلو وزنی ٹکڑا رکھا پھر اس بوتل کو اس میں پیک کیا اور اس کے بعد سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اسے سمندر کی نذر کر دیا۔ لوہے کا وزن اسے لے گہرائیوں میں اتر گیا۔ وہ سب شدید سنسنی کا شکار تھے۔ بہت دیر تک خاموشی طاری رہی تھی۔ پھر شواخ نے کہا۔

”ہاں۔ آپ کا انداز فکر ٹھیک تھا۔“

قاروق کے اس طرح اچانک بول پڑنے سے سب چونک کر اسے دیکھنے لگے تو قاروق شواخ بولا۔ ”ساری دنیا میں مہلک ہتھیاروں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ پوری انسانیت اس ہولناک تباہی کی زد میں ہے۔ بات آخر کار انسانیت کی ہے۔ اس میں کسی مخصوص ملک یا نسل کا تعین نہیں کیا جاسکتا۔“

”آپ نے ٹھیک کہا مسٹر شواخ۔ کون جانے آگے کیا ہوتا اور یہ مہلک شے کسے کیا نقصان پہنچاتی۔“

”بے شک۔“

”میرا نکتہ نظر یہی تھا۔“

”اب آپ کا کیا پروگرام ہے۔ راحیل نظری نے پوچھا۔“

”تمہیں معلوم ہے نظری۔“

”براہ کرام ہمیں ہماری ڈیوٹی بتائیے۔“

”یہ تو اندازہ ہو گیا کہ وہ لوگ پوری کارروائی کے لئے مستعد ہیں اور صرف ہماری طرف

سے اشارے کے منتظر ہیں۔“

”کیا برج سے کسی جہاز کو قریب دیکھا جا رہا ہے۔“ میں نے سوال کیا۔

”معلوم کروں؟“ شواخ بولا۔

”ہاں۔“ میں نے کہا اور فاروق مختصر حیطہ عمل کے ٹرانسمیٹر پر کسی سے رابطہ قائم کرنے

لگا۔

”سکینڈ آفسر۔“

”ہاں۔“ مسٹر سائمن قرب و جوار میں کوئی جہاز نظر آ رہا ہے۔

”بہت فاصلہ ہے جناب۔“ مگر جہاز ہے۔

”روٹ پر ہے؟“

”شاید نہیں۔“

”تمہیں یقین ہے۔“

”جی سر۔“

”اوکے بس یہی معلوم کرنا تھا اور ہاں کسی سب میرین کے سگنل تو نہیں ہیں۔“

”کوئی رپورٹ نہیں ہے۔“

”اوکے!“ شواخ نے کہا۔ میں نے تعریفی نظروں سے شواخ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”یہ تجربہ آپ کا ایک الگ مقام رکھتا ہے۔“ آپ کے ذہن میں سب میرین خوب

آئی۔

اس کے بعد یہ سارے مرحلے مکمل ہو گئے۔ ان تینوں نے نہ اپنا کوئی نام بتایا تھا نہ اپنا

کوئی تعارف کرایا تھا وہ مجھ سے تعاون کر رہے تھے انہوں نے کہا۔

”کیا آپ نے اپنا کام کر لیا مسٹر دانش منصور۔“

”نہیں ابھی نہیں میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اس کے لئے کسی خاص وقت کا تعین تو

نہیں کیا گیا ہے میرا مطلب ہے اسے کس وقت شروع کرنا ہے۔“

”ابھی کچھ لمحوں قبل ٹرانسمیٹر پر ہماری گفتگو ہوئی ہے وہ جہاز جسے اگر آپ چاہیں تو

طاقتور دوربینوں سے دیکھ سکتے ہیں۔ ہماری طرف سے ملنے والی اطلاع کا منتظر ہے۔“

”اور میں آپ لوگوں سے یہ پوچھنا بھول گیا کہ مجھے کتنی دیر کے بعد اپنے اس مرحلے پر

عمل کرنا ہے۔“

”میرا خیال ہے کہ آپ اپنے کام کا آغاز کر دیجئے گا بعد میں ہم دیکھ لیں گے کہ اگر دیر

بھی ہو جاتی ہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔“

”کیا بوتل سے خارج ہونے والے دھوکے سے بے ہوش ہونے کے بعد وہ لوگ

جلدی ہوش میں نہ آجائیں گے میرا مطلب ہے کہ اس وقت جب جہاز اپنا یہ سفر یہاں تک

کے لئے مکمل کر لے۔“ ایک لمحے کے لئے وہ سوچ میں ڈوب گئے تھے پھر ان میں سے ایک

نے حیرت بھرے انداز میں کہا تھا۔

”واقعی آپ کا یہ کہنا بالکل درست ہے یہ صحیح صورت حال تو ہمارے بھی علم میں

نہیں ہے۔“

”اس کا مطلب ہے میں اپنے طور پر جو کچھ سوچ رہا ہوں وہ مناسب ہے۔“ میں نے

کہا اور وہ تینوں مسکرا کر لگے پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

”میں ابھی آپ کے سامنے رابطہ قائم کرتا ہوں۔“

”کیا مسٹر ایرش دانش اس جہاز پر موجود ہیں۔“

”اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا آپ چاہیں تو خود گفتگو کر لیجئے۔“

”نہیں یہ گفتگو تو تمہیں خود ہی کرنی ہے۔“ میں نے جواب دیا اور وہ شخص ایک ٹرانسمیٹر

بکس اپنے ٹوٹے پھوٹے سامان سے نکال کر اسے آن کرنے لگا۔ ظاہر ہے یہ لوگ معمولی

حیثیت کے حامل نہیں ہوں گے کوششیں کی گئیں پھر کچھ لمحوں کے بعد دوسری طرف سے رابطہ

قائم ہو گیا اور فوراً ہی کہا گیا۔

”کیا پوزیشن ہے۔“

”پوزیشن آپ سے معلوم کرنی ہے جناب۔“

”کیا مطلب۔“

”کام بہترین طریقے سے پایہ تکمیل تک پہنچ گیا ہے ہمیں آپ کی طرف سے ہونے

والے پروگرام کے بارے میں معلومات درکار ہیں۔“

”دانش منصور اس سلسلے میں کیا کہتا ہے۔“

”مسٹر دانش منصور ہمارے پاس موجود ہیں اور اگر آپ چاہیں تو ان سے گفتگو کر سکتے

ہیں۔“

اور تھوڑی دیر کے بعد یوں محسوس ہوا جیسے پورے جہاز پر خاموشی طاری ہو گئی ہو میں نے ان تینوں افراد سے کہا جواب باہر آ گئے تھے۔

”ابھی جہاز کے انجن چل رہے ہیں لیکن چونکہ وہاں بھی یہی کیفیت ہو گئی ہوگی کہیں ایسا نہ ہو کہ جہاز کو کوئی نقصان پہنچ جائے۔“

”بس چند لمحوں کے بعد وہ لوگ یہاں پہنچیں گے اور یہاں کا نظام سنبھال لیں گے میں انہیں اطلاع دے دیتا ہوں۔“ جس شخص سے میں نے یہ الفاظ کہے تھے اس نے مجھے جواب

دیا اور اس کے فوراً بعد ٹرانسمیٹر آن کر کے ہدایات دینے لگا اس نے کہا۔

”ہیلو ہیلو مسٹر ایرش واش، مسٹر ایرش واش۔“ ہاں میں بول رہا ہوں۔

”عملے کا ہر شخص بے ہوش ہو گیا ہے صرف ہم لوگ ہوش و حواس میں ہیں اب آپ ہمیں

یہ بتائیے کہ ہمیں فوری طور پر کیا کرنا چاہیے کیونکہ انجن روم کو کنٹرول کرنا ایک مشکل کام ہوگا کیا یہ ممکن ہے کہ جہاز کو فوری طور پر انجن روم پر کنٹرول نہ ہونے کی وجہ سے نقصان پہنچ جائے۔“

”صرف چند لمحوں کے اندر اندر ہمارے آدمی ایک برق رفتار لانچ سے تمہارے پاس پہنچ رہے ہیں مطمئن رہو۔“

دوسری جانب سے جواب ملا اور ٹرانسمیٹر کا سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔ بس میرے لئے بھی

یہ آخری لمحات تھے کیونکہ اس کے بعد صورت حال میرے بس سے بھی باہر ہونے والی تھی۔

چنانچہ اب اس کے علاوہ چارہ کار نہیں رہا کہ ہم اپنے آپریشن کا آغاز کر دیں اور سب سے پہلے

میں نے اسی شخص کو نشانہ بنایا جس کے پاس ٹرانسمیٹر موجود تھا ایک لمحے کے اندر اندر وہ

میرے ہاتھوں موت کے گھاٹ جا سویا باقی دو جو نہتے تھے اور کچھ نہیں کر سکتے تھے حیرت سے

منہ کھول کر رہ گئے لیکن میرے ہاتھ میں دبی ہوئی پستول نے ان دونوں کو بھی اپنا نشانہ بنالیا اور

اس کے بعد ایک ایک فرد اپنی جگہ مستعد ہو گیا جہاز برق رفتاری سے چلا آ رہا تھا اور ہم اس کا

جائزہ بھی لے رہے تھے وہاں سے ایک بڑی لانچ کافی افراد کے ساتھ نیچے اتاری گئی اور اس

کے بعد وہ تیزی سے ادھر سفر کرنے لگی لیکن ہم کسی قسم کا کوئی خطرہ مول نہیں لینا چاہتے تھے فوراً

ہی ہتھیار جو کینوس سے ڈھک دیئے گئے تھے کھول لئے گئے اور سب سے پہلے بھاری گولوں

والی توپوں نے اس لانچ ہی کو نشانہ بنایا اور ایک لمحے کے اندر لانچ کے پرچے اڑ گئے پھر جہاز

”یہ اچھی بات ہے اس کی مجھ سے بات کراؤ۔“ دوسری طرف سے آواز آئی اور میں نے پہچان لیا کہ آواز کس کی ہے۔ میرے دل کی دھڑکنوں میں اضافہ ہو گیا تھا ایرش واش کے علاوہ کوئی نہیں تھا میں نے ٹرانسمیٹر پر کہا۔

”مسٹر ایرش واش آپ کی ہدایت کے مطابق میں نے تمام اقدامات کئے ہیں اور میں اپنے اس عمل میں مخلص ہوں۔“

آپ کو ابتدائی ڈیڑھ گھنٹہ نکالنا ہے جب ہم آدھے گھنٹے کے سفر میں رہ جائیں گے تو آپ با آسانی ہمیں دیکھ سکتے ہیں اور مسئلہ پھر کچھ بھی نہیں رہے گا۔ ساری صورت حال واضح ہو جائے گی اور ہم اپنے طور پر بقیہ کام کرنے کے اہل ہو جائیں گے۔ تو مسٹر دانش منصور پروگرام کے مطابق عمل کیجئے گا۔“

”گویا ڈیڑھ گھنٹہ انتظار کے بعد میں اپنے کام کا آغاز کروں۔“

”بالکل مناسب ہوگا۔“ پھر اس کے بعد سلسلہ منقطع ہو گیا تھا اور وہ لوگ میری جانب

دیکھ کر مسکرانے لگے تھے ایک طرح سے سپاس گزاری کا انداز تھا۔ میں نے بھی ان کے ساتھ

ایک بہترین رویہ اختیار کیا تھا شک و شبہ کی گنجائش اس لئے نہ تھی کہ بہر حال یہ ان لوگوں میں

سے تھے جن کی زندگیاں بچائی گئی تھیں اور ایک طرح سے ہر شخص ہی ان سے ہمدردی رکھتا تھا

اس لئے ان لوگوں کو بھی کسی قسم کا کوئی شک نہ ہوا کہ میں ان کے ساتھ جو رویہ اختیار کئے

ہوئے ہوں اس پر کسی کو کوئی اعتراض کیوں نہیں ہے پھر کافی دیر ان کے ساتھ گزارنے کے بعد

میں نے انہیں مکمل طور پر یہ اطمینان دلایا کہ میں اپنے عمل میں مستعد ہوں اور کسی بھی سلسلے

میں وہ ذرا بھی پریشان نہ ہوں ان کی خاطر مدارت کا بھی انتہائی معقول بندوبست کر لیا گیا تھا

اور ایک طرح سے ان کی خاطر اس انداز میں بھی کی جا رہی تھی کہ بیچارے کچھ گھڑیوں کے

مہمان تھے اس کے بعد تو انہیں زندگی سے ہاتھ دھونا ہی پڑیں گے ظاہر ہے اگر میں یہ عمل نہ

کرنے کے بارے میں بھی سوچتا تب بھی راجیل نظری اور باقی افراد ان کی زندگی کی ضمانت نہ

دے پاتے اور انہیں بہر حال موت سے ہمکنار ہونا پڑتا تو پھر یہ وقت جس انداز میں گزارا وہ

خاص سنسنی خیز کیفیت کا حامل تھا یہاں تک کہ دور سے آنے والا جہاز ہمیں صاف نظر آنے لگا

اور کچھ وقت کے بعد میں نے اپنے ساتھیوں کو مستعد کیا اور پھر ایک بڑا ڈرامہ شروع ہو گیا یعنی

یہ کہ جہاز کے عملے کے افراد ایک ایک کر کے دراز ہونے لگے ہر شخص کو اداکاری کرنا پڑ رہی تھی

پر انتہائی خوفناک گولہ باری کی جانے لگی، ہر طرح کے ہتھیار استعمال کئے جا رہے تھے نیچے سے تار پیڑو بھی داغے گئے اور تار پیڈوز نے آنے والے جہاز میں بڑے بڑے سوراخ کر دیئے دوسری طرف سے ذرہ برابر کارروائی نہیں کی جاسکتی تھی۔ وہ لوگ اس بات کو خواب و خیال میں بھی نہیں سوچ سکتے تھے کہ ایسا کوئی عمل اچانک یہاں سے ہو سکتا ہے چنانچہ مار کھا گئے پورے جہاز پر جگہ جگہ آگ کے شعلے نمودار ہوئے ہر طرح کے ہتھیار استعمال کئے گئے تھے اور دیکھتے ہی دیکھتے سامنے سے آنے والا اسرائیلی جہاز بھیانک شعلوں میں گھر گیا، اس کے بے شمار ٹوٹے ہوئے حصے ہماری نگاہوں کے سامنے آ گئے تھے اور ہم انہیں افسوس بھری نگاہوں سے دیکھ رہے تھے، بہر حال یہ دشمن تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی تھوڑا بہت جو انسانی عمل تھا وہ ذہنوں میں ضرور تھا ہم اپنی کوششوں میں کامیاب ہو گئے تھے اور پھر سب ایک دوسرے کو مبارکباد دینے لگے کیونکہ سامنے والا جہاز غرق ہو رہا تھا اس میں برق رفتاری سے پانی بھرتا جا رہا تھا، تار پیڈو اس کے پینڈے میں سوراخ کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے اور وہ منصوبہ جو نجانے کب سے کٹھاکے میں پڑا ہوا تھا پایہ تکمیل کو پہنچ گیا تھا اور اس کی ذمہ داری بہر طور کسی پر کو بھی ہو لیکن خوشی سب کو ہی تھی کیپٹن فاروق شواخ بھی فرط مسرت سے دیوانہ ہوا جا رہا تھا۔ راجیل نظری اور عرشہ فجر کا تو کوئی ٹھکانہ ہی نہ تھا۔ بچوں کی طرح اچھلتے پھر رہے تھے اور میں ان سب کی خوشیوں سے لطف اندوز ہوتے ہوئے یہ سوچ رہا تھا کہ کاش ان میں میری خوشی بھی شامل ہوتی، پھر اس کے بعد کا سفر بغیر کسی دقت کے طے ہوا تھا اور جہاں اس جہاز کی پذیرائی کی جانے والی تھی وہاں جو انتظامات کئے گئے تھے وہ قابل دید تھے لیکن مجھے اور ریتیم کو اس پذیرائی سے کوئی دلچسپی نہیں تھی، ہمارا تو مسئلہ ہی بالکل مختلف تھا۔ یہاں ایسے بے شمار افراد موجود تھے۔ جنہوں نے نجانے کیا کیا پیشکشیں کی تھیں۔

ریتیم نے اس دوران مکمل خاموشی اختیار کی ہوئی تھی اور ہر طرح سے میرے ساتھ تعاون کر رہی تھی وہ پراسرار لڑکی اپنے طور پر ایک عجیب و غریب کیفیت کی حامل تھی، اگر اس کے کردار کا جائزہ لیا جاتا تو درحقیقت ایسی شخصیت تھی جسے فخریہ طور پر اپنا دوست کہا جاسکتا تھا یا اسے کوئی بھی رشتہ دیا جاسکتا تھا، پھر میں نے ریتیم سے کہا۔

”ہاں ریتیم ہم اپنا کام سرانجام دے چکے ہیں اور یہ بات میرے اور تمہارے درمیان طے ہوئی تھی کہ جب ہم یہ محسوس کریں گے کہ ہمارا کام مکمل ہو گیا ہے تو پھر آگے کے بارے

میں فیصلہ کریں گے۔“

”تو کیا تم یہ سمجھتے ہو مسٹر دانش منصور کہ ہمارا کام مکمل ہو گیا۔“

”ظاہر ہے جس کا بیڑا اٹھایا تھا ہم نے اس کام کی تکمیل ہو گئی ہے اور اب اس میں کوئی

دقت باقی نہیں ہے۔“

”اور اور رخسار کے حصول کا معاملہ۔“ ریتیم نے سوال کیا۔ ”نہیں، بھلا اب اس کی کہاں

گنجائش ہے اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو ایریش واش بھی ختم ہو گیا ہے اور باقی ہم کسی سے اس

بارے میں کچھ کہہ نہیں سکتے، ہاں فیرو لین کا نام ابھی تک ذہن میں ہے جس کے بارے میں

ایریش واش کہتا تھا کہ رخسار فیرو لین کے قبضے میں ہے۔“

”فیرو لین کا نام میرے علم میں نہیں ہے لیکن اس کا پتا کرایا جاسکتا ہے یہ بات تو تم

پورے اعتماد کے ساتھ کہہ چکے ہو کہ روز آگنا نریشن سے تمہارا مستقل سلسلہ چل رہا ہے۔“

”ہاں، میرے قدیم دشمنوں میں سے ہے۔“

”اور میرے بھی، میرا بھائی سہیل بھی ان کے قبضے میں ہے، تم رخسار کی رہائی چاہتے ہو

اور میں سہیل کی۔“

”ہاں۔“

”تو اس لئے دانش منصور کچھ ایسے معاملات ہیں جنہیں میں نے تم سے بھی چھپایا ہے

اور یہ ضروری تھا انسان کسی کا کتنا ہی گہرا دوست بن جائے بعض معاملات اس قدر ذاتی نوعیت

کے ہوتے ہیں کہ وہ اپنے گہرے سے گہرے دوست کو بھی نہیں بتائے جاسکتے، اگر کبھی کوئی ایسی

بات سامنے آئے تو کیا تم اس بات کا برا مانو گے۔“

”ہرگز نہیں، میں تمہاری اس بات سے مکمل طور پر اتفاق رکھتا ہوں ریتیم، جس کے بارے

میں تم نے ابھی کہا ہے۔“

”شکریہ، اگر تم یہاں سے فراغت محسوس کرتے ہو اور یہاں تمہارے لئے دلچسپی کی کوئی

چیز باقی نہیں رہی ہے تو گویا تم ان لوگوں کے ساتھ ملکر مستقبل میں بھی کوئی کام نہیں کرنا چاہتے

تو پھر میرے ساتھ قبریں چلو۔“

”کہاں۔“

”قبریں۔“

”اوہو تم نے خاص طور سے قبرص کا نام کیوں لیا۔“

”نکوسیا میں میرا گھر ہے۔“ اور ریتیم نے کہا اور میں اسے سنسنی خیز لگا ہوں سے دیکھنے لگا۔
پھر میں نے چونک کر پوچھا۔

”نکوسیا میں۔“

”ہاں قبرص کے دارالحکومت میں۔“

”خیر اتنا تو میں جانتا ہوں کہ نکوسیا قبرص کا دارالحکومت ہے۔“

”وہیں کی بات کر رہی ہوں۔“

”لیکن تم نے کبھی اس سے پہلے وہاں کا تذکرہ نہیں کیا۔“ میں نے کہا اور وہ مسکرا دی اور بولی۔

”لیکن ابھی ابھی میں نے تم سے ایک بات کہی ہے کہ بعض باتیں بالکل خاص نوعیت کی ہوتی ہیں اور ان کے بارے میں کبھی کسی گہرے دوست سے بھی نہیں کہا جاسکتا۔“

”تب پھر ایک بات سن لو ریتیم اور میں اس کے بارے میں تمہیں بتانا بے حد ضروری سمجھتا ہوں۔“ میں نے جس سنجیدگی سے کہا تھا اس سنجیدگی نے ریتیم کو چونکا دیا وہ آہستہ سے بولی۔

”کیا۔“

”تم جانتی ہو کہ ترکی ایک مسلمان ملک ہے۔“

”ہاں۔“

”ترکی اور قبرص میں ایک مشکل مرحلہ آچکا ہے۔“

”بالکل۔“

”اور اگر کوئی ایسی بات ہو جس کا تعلق۔“

”ارے نہیں، نہیں، بالکل نہیں ایسا بھول کر بھی نہ سوچنا دانش منور ہمارا مسئلہ بالکل مختلف نوعیت کا ہے اس میں اس طرح کی کوئی سیاست ملوث نہیں ہے بلکہ جو اشارات میں تمہیں دے چکی ہوں بات اس سے بالکل مختلف نہیں ہوگی اور جہاں تک تمہاری شخصیت کا تعلق ہے وہ تو میرے لئے جتنی قابل احترام ہے تو کم از کم اس پر یقین کر لو۔“

مشرقی بحیرہ روم میں ترکی سے ستر کلو میٹر جنوب میں اور شام سے سو کلو میٹر مغرب میں یہ

عظیم الشان جزیرہ جسے قبرص کہا جاتا ہے اپنی شان و شوکت کے ساتھ آباد تھا۔ نکوسیا ایک خوبصورت شہر تھا اور قبرص کا دل بھی یہاں آنے کے بعد درحقیقت ریتیم میرے لئے ایک اور پر اسرار کردار بن گئی تھی ویسے تو وہ ابتداء ہی سے میرے لئے ایک پر اسرار کردار تھی، کیروشین قبائل میں ایک معمولی سی ملازمہ کی حیثیت سے میرے سامنے آئی تھی اور اچانک ہی ایک پر اسرار اور انوکھا کردار اختیار کر گئی تھی بہر حال ہم لوگ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر چلے گئے اور پھر ریتیم جس جگہ پہنچی وہ ایک ذرا منفرد نوعیت کی جگہ تھی، شہری آبادی سے تقریباً ساٹھ کلو میٹر کا سفر کیا گیا تھا اور پھر ایک ایسی جگہ ٹیکسی چھوڑ دی گئی جہاں کچھ عجیب و غریب عمارتیں بنی ہوئی تھیں زیادہ تر عمارتیں بلند پہاڑی ٹیلوں پر تھیں تھوڑے فاصلے پر ایک حسین جھیل نظر آرہی تھی اور چاروں طرف سبزہ زار پھیلے ہوئے تھے۔ چھوٹی چھوٹی پگڈنڈیوں نما سڑکیں پھیلی ہوئی تھیں جس میں سے کچھ پکی بنی ہوئی تھیں اور کچھ ایسی کہ بس انہیں پگڈنڈی ہی کہا جاسکتا تھا ان عمارتوں کی نوعیت کچھ سمجھ نہیں آئی تھی لیکن جب ہم بڑی سڑک سے ٹیکسی سے اتر کر ٹیکسی ڈرائیور کو بل ادا کرنے کے بعد آگے بڑھے تو ریتیم نے ایسی ہی کچی پگڈنڈی کا رخ اختیار کیا تھا۔

”اور یقینی طور پر تمہاری خاموشی اس بات کا اظہار کرتی ہے دانش منصور کہ تم میرے

بارے میں طرح طرح سے سوچ رہے ہو نجانے کیا کیا سوچ رہے ہو گے۔ تم شاید یہ کہ میں کوئی پر اسرار وجود ہوں شاید یہ بھی سوچ رہے ہو گے کہ تم کہیں کوئی لمبی سازش تو تمہارے خلاف نہیں ہو رہی اگر ایسا سوچ رہے ہو گے نا تم تو جواب میں میری جانب سے یہ سن لو کہ جو شخص کیروشین قبائل میں داخل ہو کر دوائے کرداروں کو نکال لایا ہے جنہیں اسرائیل کے سب سے خطرناک محکمے کے بہت ہی نامور شخص نے گرفتار کیا تھا یعنی میں ایرش واش کی بات کر رہی ہوں اور جس کے بارے میں یہ اندازہ ہے کہ شاید وہ موت کے گھاٹ اتر گیا، بہر حال میں کہنا یہ چاہتی تھی کہ اس وقت تک جب تک تمہیں میری نیت پر کوئی ایسا شبہ نہ ہو جائے کہ جس کا ثبوت تمہارے پاس موجود ہو براہ کرم میرے بارے میں برے انداز سے نہ سوچنا میں جتنا کچھ تمہیں بتا چکی ہوں اس چھوٹی سی پگڈنڈی سے اس سامنے والی عمارت کا راستہ طے کرتے ہوئے اسے دوبارہ دوہرا دوں کم از کم راستہ کٹ جائے گا، میں اپنے بھائی سہیل کی تلاش میں ہوں، سہیل روز آرگنائزیشن کے قبضے میں ہے زندہ ہے اور میں اس دوران روز آرگنائزیشن کے لئے جو کچھ کرتی رہی ہوں اس میں مجھے ایسے لوگوں کی تفصیلات کا علم ہے جو بظاہر اپنا تعلق

روز آرگنائزیشن سے ظاہر کرتے لیکن دنیا کے مختلف حصوں میں وہ پھیلے ہوئے ہیں۔
 ”اور کیا ہم بڑے لوگ نہیں ہیں؟ کیا ہم معمولی لوگ ہیں؟ کیا وہ نہیں کر سکتے ہم جس کی خواہش ہمارے دل میں ہے۔“

”کیوں نہیں۔“

”تو پھر ٹھیک ہے یہاں اس عمارت سے ہم اس کا آغاز کرتے ہیں اور میں تمہیں بتاؤں یہ سامنے جو عمارت نظر آرہی ہے یہ میری اپنی ملکیت ہے اس عمارت میں بظاہر کچھ نہیں ہے اس کا اوپر کا حصہ ایک ایسے دولت مند شخص کی رہائش گاہ ہے جو کبھی کبھی اس جھیل کے کنارے فرصت کے لمحات گزارنے کے لئے آ جاتا ہے یہ صرف ایک ایسا امر ہے جس کے بارے میں لوگ صرف اسی انداز میں جانتے ہیں یہاں جو عمارتیں پھیلی ہوئی ہیں نا ان میں سے زیادہ تر غیر آباد ہیں یا آباد بھی کچھ وقت کے لئے ہوا کرتی ہیں یعنی یہاں کے موسم کے لحاظ سے‘ البتہ عمارتوں پر چوکیدار ہوتے ہیں‘ بعض لوگ یہاں مستقل چوکیدار چھوڑ دیا کرتے ہیں میں نے ایسا نہیں کیا ہے جس کے نتیجے میں اس وقت اس عمارت کے عین میں گھاس اور درخت بے ترتیب ہوں گے ہر چیز اوپر سے گرد آلود ہوگی اور اگر کوئی اتفاقہ طور پر یہاں داخل ہو جائے گا تو اسے بھوت گھر سمجھ کر یہاں سے نکل بھاگے گا لیکن اس عمارت میں ایک عظیم الشان تہہ خانہ ہے اور وہ عظیم الشان تہہ خانہ بہت ساری ضرورتیں پوری کرتا ہے ویسے مجھے بتاؤ اگر میں یہ گفتگو نہ کرتی اور اس عمارت سے تمہیں اس طرح روشناس نہ کر دیتی یا اب تک جو میں نے تمہیں واقعات سنائے ہیں ان کی تفصیلات نہ بتا دیتی تو کیا یہ سفر اس قدر مختصر ہوتا‘ گیٹ کی چابی میرے پاس نہیں ہے اندر ہے ہمیں اس گیٹ کو پھلانگنا ہوگا بعد میں اسے کھول لیں گے لیکن فی الحال آؤ اوپر چڑھ کر کود جائیں دیکھو ایسے اس نے کہا اور بڑے سکون سے ایک انتہائی پھرتیلی بلی کی مانند گیٹ پھلانگ کر اندر داخل ہوئی‘ دکش جسمانی نقوش کی مالک یہ لڑکی اپنی نئی صلاحیتوں کے ساتھ سامنے آتی جا رہی تھی اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ اب تک مجھ سے جو کردار آ کر نکرائے ہیں وہ کسی نہ کسی خاص نوعیت کے حامل ہوتے ہیں شاید اس لئے کہ میں اس داستان کا ہیرو ہوں‘ بہر حال میں خود بھی اندر داخل ہو کر اس کا کہنا بالکل درست تھا عمارت ہر چند کہ بہت بڑی نہیں تھی لیکن پھر بھی خاصی وسعت میں تھی‘ دونوں طرف لان بنا ہوا تھا درمیانی جوڑی روش تھی جو آگے جا کر پورچ پر ختم ہو جاتی تھی اس کے بعد صدر دروازہ تھا لیکن لان پر

پھیلی ہوئی گھاس انتہائی بے ترتیب ہو رہی تھی پھولوں کے سبج تھے لیکن ان کے اطراف میں پیلے پتے بکھرے ہوئے تھے اور ان پر گرد جمی ہوئی تھی صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ عرصہ دراز سے اس عمارت کی دیکھ بھال نہیں کی گئی ہے‘ میں نے کوئی تبصرہ نہیں کیا وہ صدر دروازے تک پہنچی پھر اس نے دیوار میں ایک طرف سے بنے ہوئے ایک ٹائل کو دبایا اور ٹائل دبنے سے دوسری جانب کا دروازہ کھل گیا‘ اس کھلے دروازے سے اندر داخل ہو کر ہم لوگ ایک وسیع و عریض گول ہال میں داخل ہو گئے جہاں شاندار فرنیچر پڑا ہوا تھا یہاں زیادہ اہتری نظر نہیں آرہی تھی لیکن ہر چیز سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ بہت عرصے سے اسے چھوا نہیں گیا ہے اور ریتیم جو ایک معمولی خدمتگار کے طور پر کیروشین قبائل میں میرے لئے ایک ماحول کے تحت مہیا کی تھی اور جو ایک بالکل قابل ذکر کردار نہیں تھی جبکہ اس کی نسبت دوسرے کردار میرے سامنے آتے رہے تھے اور بڑی اہمیت کے حامل تھے بلکہ ایسے بھی تھے کہ میرے ذہن سے چپک جائیں اور ان کے بارے میں سوچ کر دل کو دکھ ہو جیسے ڈینی جو بہر حال ایک بہت اچھی لڑکی تھی اور جس طرح میری وجہ سے مشکل کا شکار ہوئی تھی اصولی طور پر مجھے چاہیے تھا کہ میں اس کی بھرپور مدد کر رہا لیکن بہت بڑا مفاد نگاہوں کے سامنے تھا اور یہ کہنے میں کوئی عار محسوس نہیں کی جاسکتی کہ انسان بڑا مفاد پرست ہے سب سے پہلے وہ اپنے بارے میں سوچتا ہے اور اس کے بعد باقی کسی اور کے بارے میں تو یہی ہوا تھا کہ ڈینی خود تو میرے لئے قربانی دیکر نجانے کس حال میں پہنچ چکی ہوگی اور میں اب ایک نئے کردار کے ساتھ مخلصانہ طور پر قدم بہ قدم آگے بڑھ رہا تھا کیونکہ اس میں مجھے اپنے مستقبل کے فائدے نظر آ رہے تھے‘ یہاں پہنچ کر ریتیم نے کہا۔“

”میں تمہارے لئے مردانہ لباس بھی مہیا کر سکتی ہوں یہاں میرے پاس بہت ذخائر موجود ہیں کھانے پینے کا انتظام بھی یہاں ہو سکتا ہے لیکن تازہ نہیں ڈیپ فریژر بھرے ہوئے ہوں گے‘ اگر ان سے کام چل جائے تو اچھا ورنہ تھوڑی تیاریوں کے بعد ہم زندگی کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے باہر نکلیں گے۔“

”سب سے پہلے تم مجھے اس عمارت کے بارے میں بتاؤ۔“

”اگر میں ذرا سا اختلاف کروں تو۔“ وہ بولی۔

”کیسا اختلاف۔“

”مثلاً یہ کہ پہلے میں تمہیں لباس نکال کر دوں‘ غسل خانے میں جاؤ اپنا حلیہ درست

کر کے لباس تبدیل کر دیا یہی کام میں دوسرے کمرے میں جا کر کروں اور اس کے بعد ہم باقی باتیں سوچیں تو کیسا رہے گا۔“

”خرج نہیں ہے لیکن لباس۔“

”آؤ۔“ اس نے کہا اور اس کے بعد ہم اس عظیم الشان گول ڈرائنگ روم میں بے ہوئے چھ دروازوں میں سے ایک دروازے میں داخل ہو گئے ایک پتی سی راہداری کے دونوں سمت اور کمروں کے دروازے نظر آرہے تھے اس نے ایک دروازے کو دھکیلا اور اندر داخل ہو گئی چھوٹا سا کمرہ تھا جس میں ایک بیڈ اور تین کرسیاں پڑی ہوئی تھیں ایک جانب ایک ڈریسنگ الماری تھی اس نے اس کی جانب اشارہ کر کے کہا۔

”بے شمار لباس موجود ہیں اس میں اور یقینی طور پر مختلف سائزوں کے ہیں تمہارے سائز کے جتنے لباس ہوں انہیں چھانٹ لو اور ادھر دیکھو وہ ٹوائلٹ ہے یہاں بظاہر ابتری نظر آرہی ہے لیکن باقی ساری چیزیں درکنگ آرڈر میں ہوں گی میں کوئی کارنامہ سرانجام دینے کی کوشش کروں گی اب تم ان میں سے اپنے لباس منتخب کر لو میں چلتی ہوں۔“ وہ باہر نکل گئی تھی اور میں اس دلچسپ صورت حال سے لطف اندوز ہوتا ہوا باقی چیزوں کو نظر انداز کر کے وارڈ روب کی جانب چل پڑا بہر حال وہ ایک پر اسرار لڑکی تھی اور یہاں جو کچھ بھی ہوتا اس پر حیرت کرنے کی بجائے بہتر ہے اس پر عمل کیا جانے وارڈ روب میں واقعی بڑے اچھے لباس جگے ہوئے تھے کافی بڑی الماری تھی اور اس میں خاصے مختلف انداز کے لباس موجود تھے بہر حال میں نے اس میں سے ایک پتلون اور شرٹ منتخب کی اپنے جسم سے لگا کر دیکھا تھوڑی بہت فیٹنگ میں گڑ بڑ ہو سکتی ہو لیکن بہر حال میرے لئے موضوع تھی جو اتارنے کے بعد میں یہ لباس لے کر واش روم میں داخل ہو گیا اور یہ دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی کہ وہاں شیونگ کا نیا سامان موجود تھا یعنی ایسا کہ جو پیکنگ میں تھا اور غیر استعمال شدہ میں نے اپنا حلیہ مکمل طور پر درست کیا نہایا اور ضرورت سے زیادہ ہی وقت صرف کر ڈالا لیکن اس وقت میں اصل شکل میں آگیا تھا اور اتنا وقت جو میں نے غسل خانے میں برباد کیا تھا اس کے نتیجے میں میرا بدن پوری طرح ہلکا ہو گیا تھا اب نہ میرے چہرے پر کوئی میک اپ تھا نہ میرے وجود میں کوئی مصنوعی عمل باہر نکلا اور اس کے بعد دروازے سے ہی باہر نکل آیا ایک عجیب سی خوشبو فضا میں تیر رہی تھی میں اس خوشبو کو سونگھتا ہوا آگے بڑھا کچھ آنٹوں اور آوازوں نے بھی میری مدد کی تھی چنانچہ اس

بڑے دروازے سے اندر داخل ہونے کے بعد میں نے ایک وسیع و عریض کچن دیکھا جس میں کئی چولہے جل رہے تھے سامنے ہی ایک ٹرائی رکھی تھی اور ریتیم اس ٹرائی پر طرح طرح کی چیزیں سجا رہی تھی مجھے دیکھ کر ایک لمحے کے لئے رکی پھر دیکھتی رہی پھر مسکرائی اور ہنس کر بولی۔

”میں نے کہا تھا نا میں تمہیں سر پر اندر دینے کی کوشش کروں گی ویسے لباس وغیرہ تبدیل کر کے حلیہ سنبھالنے کے بعد تم ایک انتہائی خوبصورت انسان نظر آرہے ہو سچ سچ مشرقی شہزادوں کی مانند اور اگر میں کوئی ارمان بھری اور ذہنی طور پر کوئی نابالغ لڑکی ہوتی تو اس وقت تم پر اس طرح عاشق ہوتی کہ باقی دنیا کی ساری باتیں بھول جاتی لیکن میرے بارے میں تو تم جانتے ہی ہو جذبات کو میں نے ایک تیز دھار چھری سے قتل کر کے اپنے آپ کو ان کیفیتوں سے آزاد کرالیا ہے یقین کرو میرے بدن میں ان ضرورتوں کی خواہش سر نہیں ابھارتی جو کہ ایک حسین مرد کو دیکھ کر کسی عورت یا کسی حسین عورت کو دیکھ کر کسی مرد کے دل میں پیدا ہو جاتی ہے بات اصل میں یہ ہے کہ میری ابتدائی غلط ہو گئی تھی کبھی زندگی میں موقع ملا تو اس کے بارے میں تمہیں تفصیل بتاؤں گی ویسے اس آزاد اور بے باکانہ گفتگو پر معافی چاہتی ہوں دیکھو میں نے تمہارے لئے کیا کیا تیار کیا گیا ہے حالانکہ یہ ڈیپ فریزر میں رکھی ہوئی چیزیں ہیں لیکن اس طرح تروتازہ کہ تمہیں حیرانی ہوگی کچھ بند ڈبوں کا کمال ہے۔“

”پہلے تم مجھے ان تمام چیزوں کی تفصیلات بتاؤ کیونکہ ان ساری باتوں کے علاوہ ریتیم میں تمہیں ایک بات بتا دوں کہ میرا نام دانش منصور ہے اور کم از کم اس سے تم میری قومیت کا اندازہ لگا چکی ہوگی۔“

”مجھلی جھینگے یہ سبزیوں سے بنے ہوئے مختلف نوکٹس یہ ساری چیزیں ہیں باقی یہ پیئر وغیرہ کا کام ہے جو چیز تمہارے مذہب کے خلاف ہو اس کے بارے میں براہ کرم مجھے بتا دینا کبھی تمہارے مذہبی جذبات کو بھی پس پہنچانے کی کوشش نہیں کروں گی۔“

”شکر یہ ریتیم اگر اس حد تک خیال رکھا جائے تو پھر دوستیوں میں کبھی رخنہ اندازی نہیں ہوتی۔“ وہ اپنے کام سے فارغ ہو گئی عمدہ قسم کی کافی کی سوندھی خوشبو فضا میں پھیلی ہوئی تھی پھر اس نے ٹرائی دھکیل کر ایک طرف کرتے ہوئے کہا۔

”اور جب تم یہاں آہی گئے ہو تو ٹکلف میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے مجھے بھی سخت بھوک لگ رہی تھی بڑی تیزی سے میں نے غسل خانے وغیرہ سے فراغت حاصل کی اور دیکھ لو

کتنے مختصر سے وقت میں کتنا سارا کام کر ڈالا ہے وہ ادھر جو پتھر کی بنچیں بنی ہوئی ہیں وہ اسی لئے ہیں کہ کبھی جلدی میں کچھ کھانے کا ارادہ ہو اور بھوک کی شدت تکلف کی گنجائش نہ رکھتی ہو تو پھر پتھر کی یہ میز اور بنچیں کام آتی ہیں، آؤ ادھر چلتے ہیں۔“ سنگ مرمر کی سفید میز پر اس نے یہ سارے برتن سجادیئے اور پلیٹیں وغیرہ میرے سامنے رکھ کر بولی۔

”اب بالکل اس بات کی پیشکش نہیں کروں گی کہ شروع ہو جاؤ۔“ اور اس کے ساتھ ہی اس نے خود بھی کھانا شروع کر دیا اور اس سلسلے میں کوئی تکلف نہیں کیا تھا البتہ لذیذ ترین چیزیں کھاتے ہوئے میں نے کہا۔

”ایک بات بتاؤ ریتھم اتنا بڑا کھڑا ک پھیلا رکھا ہے تم نے اور تنہا ہو اس سلسلے میں کچھ نہیں کہو گی۔“

”نہیں تنہا تھی نہیں تنہا ہو گئی ہوں، سہیل میرا بھائی ہے تھا کا لفظ خدا کے لئے کبھی استعمال نہ کرنا کیونکہ مجھے اس کی زندگی کا یقین ہے وہ بے شک کچھ وقت کے لئے میری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا ہے لیکن لیکن کھاتے رہو ہاتھ روکنے کی ضرورت نہیں جذباتی باتیں بعض اوقات کھانے پینے کا مزہ خراب کر دیتی ہیں، کہنے کا مطلب یہ تھا کہ یہاں میں سہیل کے ساتھ تھی اور سہیل بہت اچھا ساتھی تھا ہم دونوں مستقبل کا ایک پروگرام رکھتے تھے لیکن انسان سے زیادہ ناپائیدار اور کوئی چیز نہیں ہے اگر غور کرو تو اپنے آپ پر ہنسی آتی ہے ہمارے پروگرام کوئی حیثیت نہیں رکھتے بے مقصد اور بے حقیقت باتیں سوچ کر ساری زندگی ان کی آرزو میں گزار دیتے ہیں اور کبھی کبھی یہ زندگی اس قدر مختصر ہو جاتی ہے کہ آرزو کا ایک لمحہ بھی تکمیل تک نہیں پہنچ پاتا، میں نے غلط تو نہیں کہا۔“ اس نے سوال کیا اور میں خاموشی سے کھانے کی دوسری اشیاء کی جانب متوجہ ہو گیا، ہر چیز میں ایک گہرا غم چھپا ہوتا ہے اور کبھی کبھی کسی ایک لفظ سے یہ غم ابھر آئے تو پھر نجانے کتنے عرصے تک ذہن کو دوبارہ اس لفظ سے ہٹانے میں دقتیں پیش آتی ہیں ریتھم میں ایک بہت بڑی خوبی یہی تھی کہ وہ موقع شناس تھی بات کو سمجھ لیا کرتی تھی چنانچہ اس کے بعد وہ بھی دیر تک خاموش رہی پھر بولی۔

”اب میں تم پر بہت نئے نئے انکشافات کروں گی، اچھا لگ رہا ہے کیسی عجیب خواہش ہوتی ہے انسان کے اندر دوسرے کو حیران کر دینے کی لیکن ہر ایک کو نہیں بلکہ اسے جو اس کے دل کو بھائے اور جس کیلئے دل میں تھوڑی سی عزت، تھوڑی سی محبت، تھوڑا سا احترام بھی ہو

اسے کبھی کبھی اپنے کسی عمل سے متحیر کر دینے میں بڑا مزہ آتا ہے، پتا نہیں میری باتوں کو کیا سمجھ رہے ہو گے تم، ویسے ایک بات بتاؤں ذہنی طور پر مکمل طریقے سے بالغ ہوں بچوں کی سی باتیں اگر کبھی زبان سے نکل جائیں تو انہیں صرف فطرت کی جولانی سمجھ لینا یہ نہ سمجھنا کہ معصوم بننے کی کوشش کر رہی ہوں، سمجھ رہے ہونا میری بات۔“ میں ہنس پڑا میں نے کہا۔

”سب سے بڑی معصومیت تو یہ ہے کہ تم مجھے وہ سمجھانے کی کوشش کر رہی ہو ریتھم جو میں سمجھ چکا ہوں۔“ وہ کھاتے کھاتے رک گئی مجھے دیکھتی رہی، پھر اس کے چہرے پر شرمائے کے آثار نظر آئے پھر آہستہ سے بولی۔

”شاید ایسا ہو۔“ کھانے سے فراغت حاصل ہو گئی تو اس نے چونک کر میرے لباس کو دیکھا اور بولی۔ ”ارے واہ یہ تو تمہارے جسم پر بالکل فٹ ہے ویسے ایک بات بتاؤ۔“

”ہاں پوچھو۔“

”کیا تم نے کبھی جوڈو کراٹے میں دلچسپی لی ہے۔“

”زیادہ نہیں، تھوڑی بہت۔“

”میرا مطلب ہے کہ مارشل آرٹس کے متعلق کچھ جانتے ہو۔“

”میں نے کہا نا صرف لوگوں کو دیکھا ہے، مخصوص لباس پہن کر بلیک بیلٹ، براؤن بیلٹ، وائٹ بیلٹ اور پتا نہیں کیا کیا باندھ کر اوہا، ہوہا کر لیتے ہیں اور شاید تھوڑا بہت کسی کو مار پیٹ بھی لیتے ہیں، بس اتنا جانتا ہوں اس بارے میں۔“

”نہیں، اتنی معمولی چیز بھی نہیں ہے لیکن ابھی میں تمہیں اس کے بارے میں تفصیل نہیں بتاؤں گی، اصل میں یہاں میرا ایک کراٹے کلب ہے اور بہت عرصے سے اس سے الگ رہ کر میں بڑی مضطرب ہوں، وہ لوگ میرے بڑے خیر خواہ ہیں اور جیسا کہ میں نے تمہیں وہاں بتایا تھا میرا مطلب ہے کہ کیروشین قبائل میں کہ میرا تعلق ایک قبیلے سے ہے اور کراٹے کلب میں کچھ افراد میرے قبیلے کے افراد ہیں ایک لبا جال، بچھا رکھا تھا ہم لوگوں نے لیکن افسوس کہ اس جال میں کچھ بڑے سوراخ ہو گئے ہیں اور سہیل، سہیل میرا بھائی ہی نہیں بلکہ میرا دوست نجانے کس عذاب میں گرفتار ہوگا۔ خیر چھوڑو میں غیر مربوط گفتگو کر رہی ہوں ذرا ذہنی طور پر مضطرب ہوں، مطلب یہ ہے کہ اب میرا دوسرا قدم یہ ہوگا کہ میں تمہیں ساتھ لے کر اس کراٹے کلب میں چلوں گی۔“

چنانچہ ایک ایسا وقت جس میں میں خود کچھ نہیں کر سکتا میں تمہارے لئے وقف کر چکا ہوں لیکن یہ بات ہمارے درمیان طے ہو گئی ہے کہ ہمارا سارا عمل ہمارا سارا مشن روز آگنائزیشن کے خلاف ہوگا تم جو کچھ کرو گے اس میں سہیل کی تلاش ہوگی میں جو کچھ کروں گا اس میں رخسار کو تلاش کروں گا چونکہ ہمارے راستے یکساں ہیں اس لئے تم یہ سمجھ لو کہ میں تمہارے ہر عمل اور ہر قدم میں دلچسپی لوں گا لیکن ادھر ادھر وقت ضائع کرنے کی بجائے پہلے ہمیں سیدھا راستہ اختیار کرنا ہوگا۔“

”ایسا ہی ہوگا میرے دوست تم بالکل فکر نہ کرو اور جو کچھ میں کروں گی اس میں یہ سمجھ لینا کوئی قدم غلط نہیں ہوگا۔“

”اور میں تم سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ میں تم پر اعتماد کرتا ہوں۔“ میں نے ٹھوس لہجے میں جواب دیا پھر کچھ دیر کے لئے مکمل خاموشی طاری ہو گئی تھی ہم دونوں گہری سوچ میں ڈوب گئے تھے یہاں ایک جو سب سے موثر پہلو تھا وہ یہ تھا کہ ریتیم بھی روز آگنائزیشن کا شکار تھی اور میں بھی اگر اندازہ غلط نہیں تھا تو ایرش واش کا کھیل ختم ہو چکا تھا اس کی زندگی بچ جانے کے امکانات نا ہونے کے برابر تھے اب اتنے وسائل بھی نہیں تھے ہمارے کہ ہم اس کے بارے میں تفصیلات معلوم کر لیتے جو صورت حال نگاہوں کے سامنے تھی اس کا بخوبی اندازہ تھا اور اب صرف یہ دیکھنا تھا کہ روز آگنائزیشن کے اور ہمارے درمیان یہ جنگ کس طرح چلتی ہے اور ریتیم بیشک ایک انوکھا کردار تھی اور میں نے خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ وہ اس طرح ایک عجیب و غریب شخصیت کی مالک نکلے گی۔ یہ سب میرے لئے انتہائی حیرت ناک تھا۔ میں نے ریتیم سے کہا۔

”اور جیسا کہ ریتیم میں تمہیں اپنے بارے میں بتا چکا ہوں کہ لندن میں ایک مستقل قیام کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا میں نے اور میں اپنی بیوی کے ساتھ بڑی ہنسی خوشی زندگی کے دن گزار رہا تھا کہ اچانک تقدیر نے ہم دونوں کے درمیان رخسار اندازی کی اور ایک بار پھر ہم اس مشکل کا شکار ہو گئے۔ جس میں عرصہ دراز سے متلا نظر آ رہے تھے چنانچہ سب کچھ ختم ہو گیا۔ ریتیم میں بڑی بددلی کا شکار ہو گیا ہوں میری زندگی کی کہانی کیا ہے اور اس کے بارے میں تمہیں بتانے بیٹھ جاؤں تو شاید تم ان بات کا یقین نہ کرو کہ ایک شخص اپنی مختصر زندگی میں اتنے مسائل اور مراحل سے گزر سکتا ہے لیکن ریتیم یہ سچ ہے ایسا ہوا ہے میرے پاس بے پناہ دولت

ہے ہمارے پاس مالی وسائل کی کوئی کمی نہ ہوگی لیکن سب کچھ میرے لئے بے مقصد چیز ہے میں اس دولت کا کوئی مصرف دریافت نہیں کر سکتا اگر روز آگنائزیشن کے خلاف اعلیٰ پیمانے پر عمل کرنے کا منصوبہ تمہارے ذہن میں ہے اور اس کے لئے دولت کی کوئی کمی ہے تو سمجھ لو کہ یہ رقومات جو بینکوں میں پڑی ہوئی ہیں یہ ہمارے کام آ سکتی ہیں ریتیم سحر زدہ ہو گئی تھی وہ دیر تک خاموشی سے مجھے دیکھتی رہی پھر بولی۔

”سنو زیمیر قبیلے کے افراد اعلیٰ تعلیم یافتہ اعلیٰ ذہانتوں کے مالک اور باصلاحیت لوگ ہیں ہم انہیں دنیا کے مختلف حصوں میں پھیلا کر ان سے اعلیٰ درجے کی آسانیاں حاصل کر سکتے ہیں بجٹ کی کمی اور فنڈز کی غیر موجودگی ہمارے راستے روکتی رہی ہے۔ سوچ لو دانش منصور اگر اس مد میں دولت خرچ کرنے کے لئے تیار ہو تو میں سمجھتی ہوں کہ اس سے بہتر طریقہ کار کوئی نہیں ہوگا۔ ہم دنیا کے ہر اس ملک میں جہاں کے بارے میں میرے پاس تفصیلات موجود ہیں اور جہاں جہاں روز آگنائزیشن کے خفیہ کام ہو رہے ہیں جو عام لوگوں کی سمجھ سے باہر ہیں اپنے نمائندوں کی ذمہ داریاں لگا سکتے ہیں اور اس کے بعد ان لوگوں کے خلاف کام کر سکتے ہیں ہمارا اپنا کام بھی اس میں شامل ہوگا اور باقی ساری ضروریات بھی ہم اپنے طور سے ان لوگوں سے بھی کام لیں گے اور خود بھی مصروف عمل رہیں گے۔“

”اگر بات دولت کے حصول کی ہے تو تم مطمئن رہو اور انتظام کرو بے شمار روپیہ غیر ملکی بینکوں میں پڑا ہوا ہے میں تمہیں اس کی تفصیلات مہیا کر دوں گا اور تم اپنے طور پر ان کے حصول کے لئے کوششیں کر سکتی ہو۔“

”اوکے۔“ ریتیم نے جواب دیا اور اس کے بعد خاموش ہو گئے پھر ریتیم نے مجھے اپنا وہ کراٹے کلب دکھایا جس کے بارے میں تفصیلات بتا چکی تھی غالباً کراٹے کلب کے افراد کو اس بات کا علم تھا کہ ان کی سربراہ کہیں باہر گئی ہوئی ہے کچھ لوگ وہاں کے انتظامات سنبھالے ہوئے تھے اور ریتیم کا انداز بھی بڑا عجیب تھا کراٹے کلب میں وہ جس طرح داخل ہوئی تھی وہ بھی میرے لئے انوکھا اور دلچسپ تجربہ تھا اس نے ایک زیر زمین راستہ بنایا ہوا تھا جو کراٹے کلب کے ایسے کمرے میں کھلتا تھا جو صرف ریتیم ہی کھولنا اور بند کرنا جانتی تھی اور ایک انتہائی ڈرامائی پتوئیش کے تحت ریتیم نے ایک کراٹے کا لباس مجھے بھی دیا جو سیاہ رنگ کا تھا اور جس کی کمر پر سرخ بیلٹ بندھی ہوئی تھی بالکل ایسا ہی لباس اس نے اپنے جسم پر بھی پہنا تھا ویسے اس

لباس کے پہننے کے بعد یہ بات میں پورے وثوق اور یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ وہ پہلے سے بہت مختلف نظر آنے لگی تھی اور اس کے انداز سے یہ محسوس ہوتا تھا جیسے اچانک ہی اس کے اندر کوئی تبدیلی رونما ہو گئی ہو، بہر حال مارشل آرٹس کے ماہرین میں ایسی باتیں دیکھنے میں آ جاتی ہیں میرے سابقہ تجربات یہ بات بتاتے تھے۔ زیر زمین راستوں سے گزر جانے کے بعد ہم اس کلب کے جس حصے میں داخل ہوئے اس کے بارے میں ریتھم نے مجھے بتایا۔

”یہ میری خفیہ جگہ ہے۔ اصل میں اس دور میں ہر چیز اپنے اندر ایک ڈرامائی حیثیت رکھتی ہے۔ انسان کو اگر تم چونکا نے کی صلاحیت رکھتے ہو تو وہ تمہاری برتری تسلیم کر لے گا ورنہ نہیں، میں خیر کبھی اپنے ساتھیوں سے یہ نہیں کہتی کہ میں روحانی قوتوں کی مالک ہوں یا میرے اندر کوئی ایسی روحانی طاقت پوشیدہ ہے جو عقل انسانی پر حاوی ہے لیکن بہر حال ایک ایک پر اسرار ماحول ان سب کے لئے قابل توجہ ہے اس لئے میں کبھی کبھی اس کمرے سے برآمد ہوتی ہوں جس میں بظاہر کوئی اور راستہ نہیں ہے۔ وہ راستہ صرف میں اور صرف میں جانتی ہوں۔

”دیری گڈ“ واقعی اس وقت جس لباس میں تم ملیں ہو اور تم نے مجھے بھی جو بنا دیا ہے وہ میرے لئے بھی ایک دلچسپ تجربہ ہے۔“

”ایک بڑی عجیب و غریب بات ہے جب میں تمہیں تمام چیزوں سے آشنا کر رہی ہوں تو سمجھ لو کہ تمہارے لئے یہ معلوم کرنا بھی بے حد ضروری ہے اور جیسا کہ میں تمہیں کہہ چکی ہوں کہ تم واقعی ایک حیرت انگیز آدمی ہو جس سے کوئی بات چھپانے کو دل نہیں چاہتا۔“ میں نے عجیب سی نگاہوں سے ریتھم کو دیکھا پھر آہستہ سے کہا۔

”ریتھم تم ایک سمجھ دار لڑکی ہو بار بار مجھ سے یہ کہنا انے کی کوشش مت کرو کہ مجھے دنیا کی کسی شے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں کسی کے ذاتی راز معلوم کرنے کے لئے پریشان نہیں ہوں کیونکہ خود میری ذات میں ایسا راز چھپا ہوا ہے جسے میں آج تک نہیں معلوم کر رہی، اگر میرے لئے کسی چیز میں کوئی دلچسپی ہے تو صرف وہ راز ہے باقی لوگوں کی باتیں مجھے ذرا بھی متاثر نہیں کرتیں تم ایک اچھی دوست، اچھی ساتھی ہو بار بار یہ الفاظ کہہ کر میرا ذہن خراب کرنے کی کوشش نہ کرو۔“

”سوری دانش مندوں میں صرف یہ کہنا چاہتی تھی کہ بعض معاملات میں مرد کا سہارا لینا بہت ضروری ہوتا ہے۔ کمرائے کلب اور مارشل آرٹس کے سچے قوانین ہیں ان قوانین میں کوئی

بھی عورت مارشل آرٹ کی آخری سیڑھی تک پہنچ سکتی ہے لیکن مقام ایک مرد کو ہی حاصل ہو سکتا ہے اور میرا مرد شیرک ہے شیرک جو صرف ایک نام ہے اس کا کوئی وجود نہیں ہے چنانچہ شیرک کو میں نے صرف استعارے کے طور پر رکھا ہوا ہے۔ تمہیں یہ بتا دینا بے حد ضروری ہے بہر حال اس کا کوئی اہم مقصد نہیں ہے شیرک ہمارا گرینڈ ماسٹر ہے ویسے میں اس کی نائب ہوں اب بات تمہاری سمجھ میں آگئی ہوگی ہم لوگ سیڑھیاں عبور کر کے اوپر پہنچے اور تھوڑا سا فاصلہ طے کرنے کے بعد آخر کار اس چھوٹے سے کمرے میں داخل ہو گئے جو تانے کا بنا ہوا معلوم ہوتا تھا نیچے سے اوپر تک ایک ہی رنگت اس کی غالباً کوئی خاص وجہ ہوگی لیکن حیران کن بات یہ تھی کہ سامنے کی دیوار سے ایک وسیع و عریض ہال اس طرح نظر آتا تھا جیسے یہ دیوار موجود ہی نہ ہو۔ میں حیران لگا ہوں سے ہال کی دوسری جانب دیکھنے لگا تو ریتھم بولی۔

”یہ کمرہ ہے۔ ان تین دیواروں پر میرا مطلب ہے کہ تین سائیڈوں پر ایسا پینٹ کیا گیا ہے جس نے اس کمرے کی اصلیت کو چھپا رکھا ہے سامنے کے حصے کی دیوار جو ہے اس پر بھی ایسا ہی پینٹ کیا گیا ہے لیکن باہر سے دیکھنے پر یہ ایک عام سی دیوار نظر آتی ہے جبکہ یہ ٹرانسپیرنٹ ہے اور دوسری طرف سے صاف دیکھا جاسکتا ہے جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو لیکن اوہو یہ کیا! اہ اس کا مقصد ہے واقعی کوئی ڈرامہ ہو چکا ہے اور ایسے ڈرامے اکثر ہوا کرتے ہیں ذرا دیکھو منو کیا ہو رہا ہے کمرے کی دیوار نا صرف ٹرانسپیرنٹ تھی بلکہ یوں لگتا تھا جیسے اس کا کوئی وجود ہی نہ ہو کیونکہ باہر کی آوازیں صاف سنائی دے رہی تھیں ایک عجیب و غریب مارشل آرٹس کی جنگ جاری تھی کوئی سولہ سترہ جوان اور کوئی آٹھ یا دس لڑکیاں بری طرح جنگ کر رہے تھے اور خون میں ڈوبے ہوئے تھے اور جنگ بھی ہر طرح سے ہو رہی تھی یعنی کچھ لوگوں کے ہاتھوں میں چھوٹے چھوٹے ڈنڈے تھے کچھ نچکے سنہالے ہوئے تھے کنگ فو جو جس نو تمام ہی داؤ بیچ استعمال کئے جا رہے تھے میں حیران لگا ہوں سے اس منظر کو دیکھنے لگا جس کے بارے میں میرا یہ اندازہ تھا کہ یہ صرف ایک مشق نہیں ہے بلکہ باقاعدہ جنگ ہے تب میری نگاہ ایک طرف کھڑے تین افراد پر پڑی ان میں سے ایک شخص بڑا دراز قامت اور بھیاں صورت کا مالک تھا اس کا رنگ تو سفید تھا اور خدہ خال یورین لیکن اشاکل چینیوں جیسا تھا، ہار ایک مونچھیں تھوڑی سی نیچے لٹکی ہوئی اور بھنوسیں مخصوص طریقے سے اوپر کی جانب مڑی ہوئی بڑی بھیاں تک شخصیت کا مالک معلوم ہوتا تھا قد بھی ضرورت سے زیادہ ہی تھا جب کہ اس

کے دونوں طرف کھڑے ہوئے لوگ بھی اچھے خاصے دراز قامت تھے لیکن اس کے سامنے خاصے چھوٹے محسوس ہوتے تھے اور ریتیم نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔

”اس کا نام لیگون ہے۔ وہ جو درمیان میں کھڑا ہے ایک اور مارشل آرٹ کلب چلاتا ہے اصل میں یہ بھی ایک عجیب و غریب زندگی ہے۔ یہاں قبرص میں پہلے مارشل آرٹ کا اتنا رواج نہیں تھا لیکن کچھ عرصے سے جاپانی استادوں نے یہاں یہ فن پھیلا کر شروع کر دیا اور اس کے بعد یہاں چار کلب کھل گئے، نکوسیا میں چار بڑے کلب ہیں جن کی برانچیں الگ الگ ہیں اصل میں ہر شخص اپنے آپ کو گرینڈ ماسٹر کہنا چاہتا ہے میرے ساتھ یہ فریجڈی ہے کہ میں عورت ہوں ہر چند کہ میں نے بھی اچھی خاصی مشق اور تربیت حاصل کی ہے اور ایسی جنگوں میں میرا مطلب ہے ایسے مقابلوں میں جن میں عورت گرینڈ ماسٹر کی حیثیت سے حصہ لے سکتی ہے میں نے گرین اسٹار حاصل کیا جو تھوڑا ڈان ہوتا ہے لیکن قانون عورت کو گرینڈ ماسٹر تسلیم نہیں کرتا میں اس وقت ان چاروں کلبوں میں گرینڈ ماسٹر ہوں لیکن عورت ہونے کی وجہ سے میرے پاس ریڈ اسٹار نہیں ہے۔ ریڈ اسٹار کے لئے میں نے شیرک کا نام تراشا ہوا ہے ویسے چونکہ گرین اسٹار میرے پاس ہے اس لئے ریڈ اسٹار کسی کو بھی نہیں مل سکا ہے اگر کوئی مجھ سے گرین اسٹار چھین لیتا ہے تب ریڈ اسٹار کے لئے اس کا راستہ صاف ہو جاتا ہے بہت عرصے سے میں گرین اسٹار سنبھالے ہوئے ہوں۔“ میں نے دلچسپ نگاہوں سے ریتیم کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”ویسے ریتیم تمہارے اندر یہ صلاحیتیں ہیں کہ تم کسی انسان کو پاگل کر دو ایک کے بعد ایک انکشاف کرتی چلی جاتی ہو تم اور سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہارے بارے میں آخری فیصلہ کیا جائے۔“ اس نے میری جانب دیکھا پھر متفکر لہجے میں بولی۔

”باہر جا کر مجھے اس کمین آدی سے مقابلہ کرنا پڑے گا میرے ساتھیوں کو اس بات کا علم نہیں ہے کہ میں یہاں سے بالکل ہی غائب ہوں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کبھی کبھی بد قماش قسم کے مارشل آرٹس کلب والے چیلنج کر دیا کرتے ہیں اور دوسرے کلبوں کو یہ چیلنج قبول کرنا ہوتا ہے اب یہ جنگ ہو رہی ہے اور اس کا اگر کوئی فیصلہ ہو بھی جائے تو گرین اسٹار کا فیصلہ اسی وقت ہوگا جب کوئی مجھے شکست دے دے گا۔ میرا خیال ہے کہ لیگون بہت عرصے کی تیاریوں کے بعد یہاں آیا ہے اور میں جانتی ہوں ایسا کیوں ہوا ہے عرصے سے میں نے اس کام میں

مصرف ہونے کی وجہ سے باقاعدہ مارشل آرٹس کے کسی مقابلے میں حصہ نہیں لیا ہے سوری ڈیر دانش منصور تمہیں یہاں رکنا ہوگا باہر کا منظر تو تم دیکھ ہی رہے ہو میں کوشش کرتی ہوں کہ اس میں بہتری پیدا ہو جائے ویسے اس وقت میرا ان کے سامنے نمودار ہونا میرے آدمیوں کا حوصلہ بڑھا دے گا کیونکہ یہی ہوتا ہے گرینڈ ماسٹر اس وقت منظر عام پر آتا ہے جب اس کی اشد ضرورت محسوس ہوتی ہے میں دلچسپ نگاہوں سے یہ منظر دیکھنے لگا اور کچھ نہیں تو کم از کم ایک تفریحی مشغلہ تھا تب ریتیم نے ایک ٹن دبایا اور ایک سلائیڈنگ ڈور کھل گیا میں سامنے کا منظر دیکھ رہا تھا دروازے کھلتے ہی ہر شخص اپنی جگہ پتھر کی طرح ساکت ہو گیا بالکل ایسے جیسے مشینیں چلتے چلتے رک جاتی ہیں یا لائٹ چلی جاتی ہے البتہ سب کی گردنیں اس وقت گھومیں ہوئی تھیں اور ریتیم کا اندازہ دیکھنے کے قابل تھا ایک ایک قدم بڑھنے کے انداز میں رکھ رہی تھی پھر اس نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے اور مخصوص انداز میں جنبش دی ہاتھوں کو سیدھا کر کے جھکی تو وہاں موجود ہر شخص جھک گیا یہاں تک کہ آپس میں لڑنے والے بھی گویا گرینڈ ماسٹر کو تعظیم دی گئی تھی البتہ میں نے ان تینوں افراد کو بری طرح چونکتے ہوئے دیکھا تھا جن میں سے درمیان والے کا نام لیگون تھا لیگون کینہ تو زنگاہوں سے ریتیم کو دیکھ رہا تھا پھر اس نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”میں نہیں مانتا میں بالکل نہیں مانتا یہ کوئی اور شخصیت بھی ہو سکتی ہے کوئی اور شخصیت بھی ہو سکتی ہے یہ جو ڈرامائی انداز میں گرینڈ ماسٹر بن کر سامنے آئی ہے اگر یہ گرینڈ ماسٹر ہے تو میں اس کا چہرہ دیکھنا چاہتا ہوں۔“ ریتیم خاموشی سے کھڑی رہی پھر اس نے چند لمحات خاموش رہنے کے بعد کہا۔

”لیگون کیا تم نے اپنے آپ کو گرینڈ ماسٹر ثابت کرنے کے لئے میرے کلب پر حملہ کیا ہے۔“

”ہاں یہ تو قانون ہے تم نے تین مقابلوں میں حصہ نہیں لیا مس ریتیم اور ان تین مقابلوں میں حصہ نہ لینے کا مطلب ہے کہ گرین اسٹار کیلئے راستہ خالی ہے ویسے بھی تم نے گرین اسٹار کے لئے کتنے عرصے سے دوسروں کو روکا ہوا ہے۔ ریڈ اسٹار کی باری ہی نہیں آنے دی جبکہ نا صرف میں بلکہ ہمارے دوسرے ساتھی بھی جانتے ہیں کہ باہر کا کوئی بھی شخص آ کر ریڈ اسٹار کے لئے مقابلہ کر سکتا ہے اور ریڈ اسٹار جیت کر لے جاسکتا ہے ہم اپنی تشویش ختم کرنا

چند قدم آگے بڑھ کر کہا۔

”میں تیرے مد مقابل ہوں ریتم اگر تو واقعی ریتم ہے تو کم از کم مجھے اپنا چہرہ تو دکھا دے

نا کہ میں مطمئن ہو جاؤں۔“

”میں تجھے اپنا چہرہ دکھاؤں گی لیکن اس وقت جب تو زخموں سے چور زمین پر پڑا

ہائپ رہا ہوگا۔“

”ریتم تیری غیر موجودگی میں کافی مشق کی ہے میں نے اور اپنی محنت سے میں نے تجھے

زخمی کر دیا تو مجھے زیادہ خوشی نہیں ہوگی کیونکہ بہر حال میں کسی مرد سے مقابلہ چاہتا ہوں۔“

”تیری یہ خواہش بھی پوری ہو جائے گی گرینڈ ماسٹر میں نہیں بلکہ شیرک ہی ہے۔

شیرک اس وقت سامنے آئے گا جب تو مجھے شکست دے دے گا۔“ ریتم نے پراعتماد لہجے میں

کہا جیسے اسے یقین ہو کہ لیگون اسے شکست دے ہی نہیں سکتا پھر دونوں عجیب سے انداز میں

ایک دوسرے کے سامنے جھکے اور سیدھے کھڑے ہو گئے ایک عورت اور ایک مرد کا مقابلہ تھا

ریتم بے شک ایک انوکھی شخصیت ثابت ہوئی تھی میرے لئے اب تک لیکن اتنی بھی نہیں جتنی

اس وقت میں دیکھ رہا تھا۔ آخر کار اس کے حلق سے ایک خونخوار پلی جیسی چیخ نکلی اور اس کے

بعد اس نے پھر کی طرح گھوم کر لیگون پر وار کیا اس کی ایک ٹانگ لیگون کے سر پر اور دوسری

اس کے شانے پر پڑی اور سر اور شانے پر اپنا پورا وزن جما کر اس نے الٹی قلا بازی کھائی اور

لیگون کی ٹانگوں میں ٹانگیں پھنسا کر اسے گرانے کی کوشش کی بمشکل تمام لیگون نے اپنے

دونوں ہاتھ زمین پر ٹکائے اور پھر اپنے باقی پچھلے بدن کو گھما کر ریتم کی ضرب سے بچایا ایک

دلچسپ اور سنسنی خیز داؤ تھا یہ میرے لئے اب یہ بتانا تو ضروری نہیں ہے کہ جس وقت مجھے ایک

مشینی انسان بناتے ہوئے روز آرگنائزیشن کے سائنس دانوں نے میری میموری تبدیل کی تھی

اور میرے پورے وجود کو انسان ہونے کے باوجود ایک مشینی وجود یا روبوٹ بنا دیا تھا اس

وقت میری میموری میں مارشل آرٹ کے وہ تمام داؤ بیچ ڈال دیئے گئے تھے اور حقیقت یہ تھی کہ

بیشتر ایسے مواقع آچکے تھے جب مجھے ایسی جنگوں سے واسطہ پڑا تھا اس وقت نہ میرا بدن اس

توت کا مظاہرہ کرتا تھا اور نہ دماغ بس وہ کمپیوٹر زیر عمل آجاتے تھے اور اعصابی طور پر میں ان

کے کنٹرول میں ہوتا تھا اور وہی فیصلہ کرتے تھے کہ میری جنگ کیسی ہونی چاہیے ایسا چند ہی

مواقعوں پر ہوا تھا لیکن ہو چکا تھا اور میں ان سے اچھی طرح واقف تھا لیکن یہ داؤ جو ایک

چاہتے ہیں پہلی تو یہ ہے کہ تین مقابلہ نہ کرنے کے بعد گرین اسٹار کی مالک تم نہیں رہ سکتیں اور

تمہیں گرین اسٹار کے لئے چیلنج کیا جاسکتا ہے میں باقی مارشل آرٹس کلب کے سربراہوں کو

شکست دے چکا ہوں اور تم آخری شخصیت رہ گئی ہو اس وقت ہم لوگ یہاں اس لئے آئے

تھے کہ تمہارے آدمیوں کو زیر کر کے آخر کار تمہارے کلب پر قبضہ کر لیں چونکہ تین مقابلوں میں

تمہاری غیر موجودگی اس بات کا اظہار کرتی ہے کہ تم نکوسیا میں موجود ہی نہیں ہو لیکن یہ بھی

ہوسکتا ہے کہ تم ریتم نہ ہو بلکہ ان لوگوں نے عین وقت پر جب انہیں شکست ہونے والی تھی

تمہاری شکل میں کسی کو پیش کر کے اس ڈرامے کو رکوانے کی کوشش کی ہوگی لیگون کی بات کے

جواب میں ریتم کا قہقہہ سنائی دیا اور اس نے کہا۔

”بیوقوف لیگون پہلی بات تو یہ کہ میں ڈرامہ نہیں ہوں دوسری بات یہ کہ اگر میں ڈرامہ

ہوں بھی تو کیا تجھے مجھ سے مقابلہ نہیں کرنا ہوگا کیا تو میرا مد مقابل نہیں بنے گا۔“

”ہاں یہ ہے اور میں اس کے لئے تیار ہوں۔“ لیگون نے جواب دیا اور اس کے بعد

میں نے تبدیلیاں دیکھیں۔ جو لوگ آپس میں لڑ رہے تھے وہ آہستہ آہستہ پیچھے ہوتے چلے گئے

اور دو صفوں میں تقسیم ہو گئے دو الگ حصوں میں بیٹنے کے بعد درمیان میں خاصی وسیع جگہ ہو گئی

اور اب یہاں صرف ریتم کھڑی ہوئی تھی۔ میں اسے دیکھ رہا تھا اور اس کے بارے میں عجیب و

غریب انداز میں سوچ رہا تھا کیروشین قبائل میں وہ ایک عام ملازمہ کی حیثیت سے موجود تھی

لیکن اس کی اصلیت کیا نکلی تھی۔ کبھی کبھی انسان ایسی باتوں کو محض افسانہ قرار دے سکتا ہے لیکن

افسانے حقیقت بن کر آنکھوں کے سامنے آجائیں تو اپنے آپ کو اندھا ہی کہنا جاسکتا ہے یا

پاگل کیونکہ جو کچھ میں دیکھ رہا تھا نہ اس میں اندھا پن شامل تھا نہ پاگل پن ایک انوکھا ہی منظر

میری نگاہوں کے سامنے تھا لیگون نے آگے دو قدم بڑھ کر کہا۔

”اور یہ بات تم جانتے ہو کہ جب استاد مقابلہ کر رہا ہوتا ہے تو شاگردوں کو اس وقت

تک مداخلت کی اجازت نہیں ہوتی جب تک استاد انہیں نام لے کر طلب نہ کرے چنانچہ تم میں

سے کوئی آخری وقت تک میرے معاملے میں مداخلت نہیں کرے گا۔“

”اور یہی بات میں تم لوگوں سے کہتی ہوں خبردار روایت کی خلاف ورزی نہ کی جائے

کیونکہ یہ بھی قانون ہے کہ روایت کی خلاف ورزی کے بعد کلب بند کرنا پڑتا ہے اور یہ دو

افراد جج کے طور پر موجود ہیں۔“ خاموشی طاری رہی تھی۔ میری دلچسپی بڑھ گئی تھی لیگون نے

دوسرے پر لگائے جا رہے تھے درحقیقت بالکل نئے داؤ تھے اور میں انہیں زندگی میں پہلی بار دیکھ رہا تھا لیگوں جس نے ابھی کہا تھا کہ اس نے دوسرے کرائے کلب کے سربراہوں کو ہرا دیا ہے اور اب گرین اسٹار کا خواہشمند ہے ہر چند کہ جسامت اور طاقت میں ریتیم سے دس گناہ زیادہ تھا لیکن ریتیم ایک پھر تیلی بلی کی طرح ہی اس کا مقابلہ کر رہی تھی اور اس کے داؤ بیچ استے اجنبی اور نئے تھے کہ میں نے بھی خلوص دل سے یہ بات تسلیم کی کہ وہ برقی رفتار ہے بجلی کی طرح تیز ہے اور اپنا کام کرنا بخوبی جانتی ہے اس نے کئی مہلک وار لیگوں پر کر ڈالے تھے اور لیگوں کو اس پر قابو پانے میں دقت پیش آرہی تھی میں نے محسوس کیا کہ وہ بدحواس ہو رہا ہے اور کئی بار ریتیم کے آدمیوں کے منہ سے تحسین بھری آوازیں نکلی ہیں وہ پر جوش ہو رہے ہیں لیکن اس کے بعد اچانک ہی ایک ایسا واقعہ ہو گیا اس نے صورت حال کو ایک دم تبدیل کر دیا ریتیم نے اس بار اچھل کر لیگوں کی گردن میں اپنی ٹانگیں لپیٹ دیں تھیں اور پھر پلٹ کر دونوں ہاتھ زمین سے اٹھا کر بٹخ سکتی تھی اور ایسا کرنے میں کامیاب ہو جاتی تو شاید یہ اس کا آخری داؤ ہوتا کیونکہ لیگوں کی ریڑھ کی ہڈی متاثر ہوتی اور وہ اٹھنے میں دیر لگاتا اور اس دوران ریتیم اسے مار مار کر ادھمرا کر دیتی لیکن اپنی جسامت اور وزن کی وجہ سے وہ بچ گیا اور ریتیم جو اسے اپنی ٹانگوں کے بل پر اٹھا کر پھینکنا چاہتی تھی۔ اتنی طاقت اپنے وجود میں پیدا نہ کر سکی کہ اس کے قدم زمین سے اکھاڑ لیتی اور یہی ایک لمحہ لیگوں کے لئے کارآمد ثابت ہوا اس نے پہلے اپنے جسم کو کنٹرول کی اور اس کے بعد فوراً ہی اپنے مضبوط ہاتھوں میں ریتیم کی دونوں ٹانگوں کو جکڑ لیا پھر اس نے ریتیم کو سیدھا کیا اور منہ کے بل زمین پر دے مارا ریتیم نے بمشکل تمام اپنے دونوں ہاتھ زمین پر ٹکا کر اپنا چہرہ زخمی ہونے سے بچایا تھا لیکن اس کے پیٹ پسیلیوں اور سینے اور گھٹنوں کی ہڈیوں میں جو چوٹ لگی تھی وہ یقینی طور پر ناقابل برداشت ہوگی۔ وہ اپنی جگہ سے لوٹ لگا کر چند گز پیچھے ہٹ گئی اور پھر ہاتھوں کا سہارا لے کر اٹھنے کی کوشش کرنے لگی لیکن جس قوت سے وہ گری تھی اس سے اس کے ہاتھوں کو بھی ضرب لگی تھی اور وہ اٹھ نہیں پارہی تھی ایک لمحے کے اندر میرا دماغ بھک سے اڑ گیا مجھے یوں محسوس ہوا جیسے اس وقت اسے میری ضرورت ہو حالانکہ بہت عرصے سے اس سلسلے میں میری کوئی مشق بھی نہیں تھی سادہ اور عام زندگی گزار رہا تھا لیکن نجانے کیوں اس وقت ذہن نے بس ایک ہی نعرہ لگایا کہ مجھے فوری طور پر ریتیم کی مدد کے لئے پہنچنا چاہیے چنانچہ میں نے برقی رفتار سے دروازہ کھولا اور پھر باہر نکل

آیا ادھر ریتیم کے ساتھی ریتیم کو اٹھنے کے لئے شور مچا رہے تھے اور ادھر لیگوں کے ساتھی فرط مسرت سے نعرے لگا رہے تھے اور ریتیم اٹھنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن جب میں اس دروازے سے داخل ہوا تو ایسی خاموشی طاری ہو گئی جیسے چلتی ہوئی مشین رک جاتی ہے ایک لمحے کے اندر اندر گہرا سناٹا چھنے لگا پھر کسی کے منہ سے آواز نکلی۔

”شیرک“۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور آہستہ آہستہ آگے بڑھ کر ریتیم کے قریب پہنچا اسے سہارا دیکر اٹھایا لیگوں اب بھی مجھے کینہ تو زنگاہوں سے گھور رہا تھا پھر اس نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”اگر تم شیرک ہو تو آؤ اور مجھ سے مقابلہ کرو اور اگر صرف اس کے مددگار ہو تو اسے تو خیر کوئی نقصان نہیں پہنچے گا لیکن تمہیں اس معاملہ میں مداخلت کرنے کی کوشش کی مزا ضرور دی جائے گی اپنے بارے میں بتاؤ تم کون ہو۔“ میں نے کوئی جواب نہیں دیا خاموشی سے ریتیم کو سیدھا کھڑا کر کے آگے بڑھا اور آہستہ قدموں سے چلتا ہوا لیگوں کے سامنے جا کھڑا ہوا لیگوں ایک لمحے کیلئے کچھ نکل سا ہو گیا تھا لیکن دوسرے لمحے اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا اور کہنے لگا۔

”میں تم پر حملہ کرنے جا رہا ہوں ہوشیار ہو جاؤ۔“ اس کے بعد وہ کئی قدم پیچھے ہٹ گیا اور میرے ذہن میں چرخیاں سی چلنے لگیں میرا دماغ درحقیقت میرے کنٹرول میں نہیں تھا لیگوں نے دو چار سینٹرے بدلے اور اس کے بعد وہ ایک عجیب سی پوزیشن اختیار کر کے میری جانب اپکا میں سیدھا کھڑا ہو گیا تھا لیگوں نے اپنے سینے اور پیٹ کی ٹکر سے مجھے نیچے گرانے کے لئے وار کیا تھا لیکن میں نے دونوں ہاتھوں سے اسے روک دیا سر سے اونچا کیا اور زمین پر دے مارا لیگوں نے جو جس ٹوکے داؤ کے مطابق پیروں کے استعمال کی کوشش کی لیکن جس قوت سے میں نے اسے مارا تھا اس نے اسے اس کے پیروں پر کھڑا نہ ہونے دیا وہ پہلے پیروں کے بل پر کمر کے بل نیچے گر گیا میں سیدھا کھڑا ہو گیا تھا لیگوں نے ریتیم ہی کی طرح کئی قلابازیاں کھائیں اور پھر سیدھا کھڑا ہو گیا جب وہ سیدھا کھڑا ہوا تو میں آہستہ آہستہ اس کی جانب بڑھنے لگا ہال میں عظیم الشان سکوت طاری تھا لیگوں نے تین چار بار سینٹرے بدلے اور پھر پے در پے مجھ پر وار کرنے شروع کئے میں نے صرف اپنے بدن کی جنبشوں سے اس کے وار بچائے تھے اور پھر مجھے ایک ہار موقع ملا تو میں نے کھڑا ہوا تھا اس کی گردن کے پچھلے حصے پر رسید

کیا دوسرا اس کی ریڑھ کی ہڈی پر اور ایک بار پھر اسے سر سے بلند کر کے زمین پر دے مارا۔ لیگون میڑھا بویا تھا اس بار اس کی ریڑھ کی ہڈی میں واقعی شدید چوٹ لگی تھی اور ریتیم جیسے اپنے وجود کو بھول گئی تھی وہ میرا انداز جنگ دیکھ رہی تھی اور جانتی تھی کہ یہ میں ہی ہوں کیونکہ اسی کمرے سے برآمد ہوا تھا۔ لیگون دیر تک کھڑا نہ ہوسکا اس کی ریڑھ کی ہڈی یقینی طور پر متاثر ہو گئی تھی تب میں نے سرد لہجے میں ان لوگوں کی جانب دیکھا جو اس کے ساتھی تھے اور میں نے کہا۔

”اور اس سے پوچھو کیا یہ مجھ سے مقابلہ کرنے کی پوزیشن میں ہے اگر نہیں ہے تو اس کو اٹھاؤ اور اس کے ساتھیوں سمیت باہر لے جاؤ۔“ ریتیم خاموش کھڑی تھی وہ دونوں آگے بڑھے لیگون نے آنکھیں بند کر لینے ہی میں عافیت محسوس کی تھی بجائے اس کے کہ وہ اپنی زبان سے اپنی شخصیت کا اعلان کرے وہ بے ہوش ہو گیا تھا تب اس کے ساتھیوں کی گردنیں الٹ گئیں اور وہ خاموشی سے واپس چلے گئے لیکن ان کے پیچھے ریتیم کے ساتھی شیرک شیرک کے نعرے لگا رہے تھے میں ریتیم کے قریب پہنچا اور اس کے بازوؤں پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

”کیا تم اپنے قدموں سے چل سکتی ہو۔“

”اب چل سکتی ہوں۔“ وہ مسکرا کر بولی اور ہم دونوں واپس اس چھوٹے سے کمرے میں آگئے ریتیم یہاں نہیں رکی تھی اس نے کہا۔

”آؤ واپس چلتے ہیں اب اس وقت یہاں رکنا مناسب نہیں ہے راستے میں میں نے اسے سہارا دینے کی کوشش کی تو وہ ہنس کر بولی۔“

”نہیں، کم از کم اتنی سکت ہوتی ہے ہم لوگوں میں کہ ایسی چوٹوں کی پروا نہ کریں ہاں گھر واپس پہنچنے کے بعد مجھے تھوڑا سا ریست کرنا ہوگا۔“ ریتیم نے میرے بارے میں کچھ نہیں کہا تھا زمین دوز راستے سے گزرتے ہوئے آخر کار ہم اپنے ٹھکانے پر پہنچ گئے یہاں پہنچ کر میں نے ریتیم سے کہا۔

”میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں۔“

”صرف اتنی کہ مجھے کم از کم آٹھ گھنٹے کی مہلت دے دو۔“

”تم بے فکر رہو ہاں ان آٹھ گھنٹوں میں اگر تمہیں کھانے پینے کی کوئی چیز درکار ہو تو مجھے طلب کر سکتی ہو۔“

”ایک درخواست ہے تم سے اپنی مدد آپ کر لینا مجھے آٹھ گھنٹے تک بالکل مخاطب نہ کرنا۔“

”اوکے۔“ میں نے کہا پھر میں نے اپنا لباس تبدیل کر لیا اور جو جگہ میرے آرام کے لئے منتخب کی گئی تھی وہاں لیٹ کر آنے والے وقت کے بارے میں سوچنے لگا سب ٹھیک تھا سب کچھ ٹھیک تھا سوچیں دکھ کے سوا کچھ نہیں دیتیں ماضی میں بہت سی چیزیں ایسی ہوتی ہیں جن کی یاد آتی ہے تو اعضا مضطرب ہو جاتے ہیں بہتر یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ حال ورنہ مستقبل کے بارے میں سوچا جائے اور اپنے دل میں ایک حسین مستقبل کا تصور جگا کر خود کو خوشیوں کی طرف مائل کیا جائے تو یہی مناسب تھا پھر آٹھ گھنٹے پورے بھی نہیں ہوئے تھے اور اس وقت میں اپنے کمرے میں تھا کہ ریتیم میرے کمرے میں آگئی خوبصورت لباس پہنے ہوئے تھی خوبصورت لگ رہی تھی بالکل سچ سچ کی عورت حالانکہ جس کیفیت میں میں نے اسے دیکھا تھا اس میں دیکھنے کے بعد ایسی عورتوں کے بارے میں ذہن میں صرف ایک ہی تصور تھا۔ اھ! ہے کہ قدرت نے انہیں عورت کا رنگ روپ دے دیا ہے ورنہ عورت پن تو الگ ہی چیز ہوتی ہے مجھے دیکھ کر وہ بڑے دل آویز انداز میں مسکرائی اور بولی۔

”کیا تم واقعی شیرک ہو۔“ میں ہنسنے لگا اور بولا۔

”نہیں میں اس نام کے الف سے بھی واقف نہیں ہوں۔“

”لیکن تم نے میری برسوں کی محنت کو ہار آور کر دیا اور اس وقت شاید وہ بھی حیران ہوں جو میرے تھوڑے بہت راز دار ہوں اور جن کے ذہنوں میں یہ خلش تھی کہ اگر شیرک کا واقعی کوئی وجود ہے تو وہ کب منظر عام پر آئے گا بہر حال ایک عجیب و غریب بات ہوئی ہے کم از کم تم سے یہ پوچھ لینے میں تو حق بجانب ہوں کہ مارشل آرٹ سے کس حد تک واقف ہو۔“

”صرف اس حد تک کہ اگر کوئی اشد ضرورت پیش آجائے تو اسے پورا کر لیا جائے۔“

”خیر یہ تو ہمارے درمیان طے ہے کہ جتنا کچھ ایک دوسرے کے بارے میں جانتے ہیں اس سے آگے بڑھنے کی کوشش نہیں کریں گے لیکن تم نے اس وقت جو میری عزت رکھی ہے اور جس حیرت انگیز طور پر تم ایک مارشل آرٹ کے ماہر کی حیثیت سے سامنے آئے ہو وہ ناقابل یقین ہے میرے لئے لیکن ٹھیک ہے جو ہے وہ ہے ایسا اس سے گریزا اس کے بارے میں کسی دہم کا شکار ہونا اپنے آپ کو دھوکا دینے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ مائی ڈیر میں تم سے بہت

زیادہ متاثر ہو گئی ہوں اور اب مجھے یہ کہنے میں کوئی عار نہیں ہے کہ مجھ سے زیادہ تم اس بات کے اہل ہو کہ اگر پسند کرو تو وزیر کا کنٹرول سنبھال لو۔ زیر کے بارے میں میں تمہیں بتا چکی ہو کہ یہ میرا قبیلہ ہے اور اس سے بیشتر افراد مجھے اپنا روحانی پیشوا تسلیم کرتے ہیں اور میری ہدایت پر ہر طرح کا عمل کرنے کو تیار ہوتے ہیں یہ جاہل نہیں بلکہ تعلیم یافتہ لوگ ہیں دنیا کے مختلف حصوں میں موجود ہیں اگر میں باقاعدہ ایک جرائم پیشہ انسان کی حیثیت سے جرم کی دنیا میں آ جاؤں تو یقین کرو بڑے بڑے کارنامے سرانجام دے سکتی ہوں یہ میرے لئے مشکل نہیں ہوگا لیکن میرا اپنا ایک طریقہ کار رہا ہے ایک حد مقرر کی ہوئی ہے میں نے اپنے لئے اور کبھی اس حد سے تجاوز نہیں کیا اب بھی میں اپنی حد ہی مقرر رکھنا چاہتی ہوں حالانکہ اس وقت صورت حال مختلف ہے۔ میرا بھائی سہیل روز آرگنائزیشن کے قبضے میں ہے اور غالباً وہ اسے اپنے قبضے ہی میں رکھنا چاہتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ مجھے کنٹرول کرنا بے حد مشکل کام ہوگا ان کے لئے لیکن میں اپنے بھائی کی رہائی بھی چاہتی ہوں اور ان کے خلاف کام کرنا بھی اور اس کے لئے مجھے تم جیسی شخصیت کا سہارا حاصل ہو گیا ہے تو میں ہر قیمت پر سہارے کو برقرار رکھنا چاہتی ہوں کوئی ایسا مرحلہ پیش آ جائے جب کسی بات پر تم مجھ سے الجھن محسوس کرو تو براہ کرم مجھ سے علیحدگی نہ اختیار کر لینا بلکہ پہلے اپنی الجھن سے مجھے واقف کر دینا تاکہ میں اس کا حل نکال سکوں تمہاری کسی ناراضگی سے تم سے معذرت کر سکوں میری بات اگر تمہارے لئے قابل قبول ہے تو براہ کرم کھل کر مجھے اس کا جواب دو تمہارا مقصد تمہارے نظریات مختلف ہیں تو دوسری بات ہے پھر تمہیں مجبور کرنا میرے لئے ممکن نہیں ہوگا۔ میں نے مسکراتے ہوئے اس سے کہا۔

”اور جب تم بار بار یہ تذکرہ کرتی ہو تو مجھے بڑا عجیب محسوس ہوتا ہے مجھے یوں لگتا ہے جیسے تمہیں مجھ پر اعتبار نہیں ہے۔“

”یہ بات نہیں ہے دانش منصور بلکہ تم یہ سمجھ لو کہ اس وقت میری کیفیت اس ننھے سے بچے کی سی ہے جس کے ہاتھ ایک ایسا نایاب کھلونا لگ جائے جس کے بارے میں اس نے کبھی خواب میں بھی سوچا نہ ہو یا سوچا ہو تو صرف ایک خواب کی مانند اور پھر اس کا دل چاہتا ہو کہ یہ خواب کبھی نہ ٹوٹے یہ کھلونا اس کی ملکیت رہے تمہیں پانے کے بعد ایسا ہی احساس ہے میرے دل میں اگر میری بات سمجھ میں آگئی ہو تو ٹھیک ہے ورنہ اس سے زیادہ سمجھانے کے لئے میرے

پاس مناسب الفاظ نہ مل سکیں۔“ میں نے بس کر اس کا شات تھپتھپایا اور بولا۔
”میں نے تم سے جدا نہیں ہو رہا اور اس وقت تک تم سے علیحدگی اختیار نہیں کروں گا جب تک مکمل طور پر ہمارے درمیان اس سلسلے میں بات چیت نہ ہو جائے اور ہم مل کر یہ فیصلہ نہ کر لیں کہ ہمیں الگ ہونا ہے۔“

”شکریہ اس کے بعد میری زبان پر ایسے الفاظ کبھی نہیں آئیں گے۔“ اور وہ وعدے کی سچی تھی اور اس وقت ٹکوسیا میں ہم دونوں مختلف قسم کی تفریحات میں مشغول رہا کرتے تھے ویسے مارشل آرٹس کلب کے معاملات بڑے دلچسپ تھے بعد میں کوئی ایسی کوشش نہیں ہوئی تھی جو باعث الجھن ہوتی اور یہ اصول کی بات تھی کہ اپنے آپ کو شکست خوردہ تسلیم کر لینے کے بعد اس شخص نے کبھی کوئی اور غلط حرکت نہیں کی تھی۔ ریتیم اکثر مجھے شیرک کہہ کر مخاطب کرتی تھی اور پھر خود ہی ہنستی تھی ویسے طبیعت کی بہت صاف ستھری لڑکی تھی کبھی کبھی بے لگام بول جاتی تھی۔ ایک دن کہنے لگی۔

”دانش منصور میں تمہاری ماں ہوں۔“ میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں دل میں یہی سوچا میں نے کہ کسی وقتی جنون نے اس عورت کو پاگل کر دیا ہے ایسی فضول بات کی ہے اس نے میری حیران آنکھوں کو دیکھ کر وہ جلدی سے بولی۔

”یہ سمجھ لو کہ میں میں میرا مطلب ہے کہ جو کچھ میں کہہ رہی ہوں نہ وہ اصل میں میرا مطلب پلیر تم میری بات کو مائنڈ نہ کرنا ایک عجیب سے خیال کے تحت یہ بات کر گئی ہوں۔“ میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا تو وہ کہنے لگی۔

”تب بات اصل میں یہ ہے کہ جیسا کہ میں تمہیں بتا چکی ہو کہ شیرک میرا ایجاد کردہ تصوراتی کریکٹر ہے وہ کوئی نہیں ہے بس یوں سمجھ لو کہ میں نے اسے اپنے ذہن میں جنم دیا تھا اور تم شیرک کی حیثیت سے اچانک ہی سامنے آ گئے تو مطلب یہ کہ میں نے جو الفاظ کہے ہیں نا ان سے میری مراد یہ ہے کہ تم میرے وجود سے نہیں بلکہ میرے ذہن سے پیدا ہوئے ہو آئی ایم سوری بعض اوقات انسان جذبات میں کچھ ایسی باتیں کہہ جاتا ہے کہ۔“ اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا اور میرے حلق سے تہقہہ نکل گیا اور میں نے کہا۔

”اور مجھے لطف اس بات میں آ رہا ہے کہ تمہاری حالت تو ایک دم خراب ہو گئی ہے تجا نے کیوں اس قدر پریشان ہو گئی ہو میں نے تو کچھ بھی نہیں کہا تم سے۔“ وہ میری طرف دیکھنے لگی پھر

مسکرائی اور بولی۔

”میرے خدا! میرے خدا! پتا نہیں کیوں؟ ایک دم سے میں خوفزدہ ہو گئی، پتا نہیں کیوں؟ چلو تھوڑا اچھا اصل میں میں یہ کہہ رہی تھی کہ اب تمہارے بارے میں کوئی بھی کوئی لفظ پوچھتا ہے تو یہی پوچھتا ہے کہ مسٹر شمرک کہاں ہیں کیا کر رہے ہیں۔ اب یوں کرو دانش ان سارے امور سے واقف ہو جاؤ جن کا تعلق مجھ سے ہے اور اس کے لئے تم نے وہ ریکارڈ روم دیکھ لیا ہے اب کوئی چیز تمہاری نگاہوں سے چھپی ہوئی ہے۔“ میں نے وہ ریکارڈ روم دیکھ لیا تھا لیکن اس میں داخل ہو کر یہ نہیں دیکھا تھا کہ وہاں کیا کیا موجود ہے اصولی طور پر یہ بات غلط تھی کیونکہ بہر حال ساری باتیں اپنی جگہ میری حیثیت ریتیم کے ساتھ ایک مہمان کی سی تھی لیکن اب جب اس نے مسلسل مجھ سے اس قسم کے مطالبات کر کے مجھے اس حد تک پہنچا دیا تھا تو پھر میں نے اس میں کوئی دقت محسوس نہیں کی، ویسے بھی ریتیم یہاں اپنے اور دوسرے معاملات میں مصروف رہتی تھی اور اس وقت مجھے تنہا ہی وقت گزارنا پڑتا تھا ویسے یہ ایک اچھی بات تھی کہ کم از کم اپنی اس رہائش گاہ میں ریتیم نے کسی کو نہیں رکھا تھا اور اپنے کام خود کیا کرتی تھی اس طرح بہت سے معاملات اور الجھنوں سے نجات بھی مل گئی تھی اور سچی بات تو یہ ہے کہ تنہائی پسندی اب اس وقت میری فطرت کا حصہ بن گئی تھی چنانچہ عموماً میں تنہائی ہی پسند کرنے لگا تھا کیونکہ تنہائی میں یادوں کو سجا کر ان کے درمیان بیٹھ جانا ایک بڑا ہی دلچسپ مشغلہ ہوتا ہے کم از کم ان لوگوں کے لئے جو میری طرح انہوں سے بچھڑے ہوئے ہوں، میں نے ریکارڈ روم میں وہ فائل پڑھنا شروع کر دیئے اور بہت سی یادداشتیں ذہن میں تازہ ہو گئیں اور ریتیم کے پاس بھی روز آرگنائزیشن اور ڈان سنٹر کے ان بہت سے ممالک اور نمائندوں کی تفصیلات موجود تھیں جو اس سلسلے میں بنیادی حیثیت رکھتے تھے فیروہین کا نام بھی موجود تھا لیکن صرف ایک نام کی حد تک اس کے بارے میں تفصیلات موجود نہیں تھیں لیکن ان ناموں میں بیشتر نام ایسے تھے جن کا علم مجھے بہت پہلے سے ہو گیا تھا اور کتنی ہی بار میں نے ان کے بارے میں یہ منصوبے بنائے تھے کہ وقت اگر ملا تو کبھی اس سلسلے میں بھی کام کروں گا لیکن فیصلے وقت کے ہوتے ہیں اور وقت اپنے فیصلوں کے لئے خود راہیں متین کرتا ہے میں اس دلچسپ کام میں مصروف تھا کہ ریتیم نے مجھے ایک تجویز پیش کی کہنے لگی۔

”مسٹر دانش ایک بڑے ملک کی جانب سے ایک آفر ہوئی ہے اور میں سمجھتی ہوں کہ ایک

تیر سے دو شکار کرنے والا معاملہ سامنے آ گیا ہے مختصر الفاظ میں تم سے کہوں گی کہ اس اسکارٹو کے بارے میں اچھی طرح ہی جانتے ہوئے اسکارٹو کے مختلف علاقوں میں بھی کیروشین قبائل ہی کی طرح بغاوت پھیل گئی ہے اور وہ بہت بڑا ملک اس بغاوت کو کچل کر اسکارٹو کی مدد کرنا چاہتا ہے اور اس سلسلے میں ایک بڑا ہی دلچسپ واقعہ ہو گیا ہے اصل میں اس سلسلے میں اس بہت بڑے ملک کے ایک سربراہ کو اغوا کر لیا گیا ہے اور اس سربراہ کا یہ اغوا بھی صیغہ راز میں رہا جارہا ہے کیونکہ اگر مسٹر کیسھال کے اغوا کے بارے میں تفصیلات معلوم ہو جائیں تو یوں سمجھ لو کہ اس بڑے ملک میں ایسی زبردست تنہائی آ سکتی ہے کہ اس کا حشر بھی روس ہی کی طرح ہو سکتا ہے چنانچہ اس کے موجودہ سربراہوں نے کئی ٹیموں سے رابطے کے ہیں اور اس سنسنے میں ہمیں یعنی زیر زکو بھی پیشکش کی گئی ہے کہ ہم لوگ بھی کام کریں۔“

”دوسرا فائدہ کیا ہے۔“

”ہمیں ایک ایسے نام سے واسطہ پڑ سکتا ہے جو ہمارے رجسٹر میں موجود ہے اور اسکارٹو کے اطراف میں پھیلے ہوئے قبائلی اسکارٹو میں جو کچھ کرنا چاہتے ہیں ان میں جو شخص سب سے پہلے منظر عام پر آتا ہے اس کے نام کے نیچے میں نے سبز دائرہ بنا رکھا ہے۔“

”آہ میں سمجھ گیا، یعنی سابق ڈان سنٹر کا وہ سربراہ جس نے جس نے۔“

”اب اس اتنا ہی کافی ہے مجھے یہ بتاؤ کہ کیا ہم اس بڑے ملک کی پیشکش قبول کر لیں اور مسٹر کیسھال کے حصول کے لئے سرگرم عمل ہو جائیں۔“

”وہیں سمجھتا ہوں یہ ایک دلچسپ کام ہے۔“

”تو پھر یہ سمجھ لو کہ ہمیں انتہائی برق رفتاری سے فوراً اس کام کو قبول کر کے مصروف عمل ہو جانا ہے ہم پر بہت زیادہ اعتماد کیا گیا ہے۔“

”میں تیار ہوں۔“ میں نے اپنے وجود میں سنسنی محسوس کرتے ہوئے کہا اور ریتیم نے بے اختیار ہنسنے لگا۔

”اور تمہارے ساتھ یہ پہلا کارنامہ میری زندگی کا ایک انوکھا تجربہ ہوگا۔“ میں نے سرد لگا ہوں سے ریتیم کو دیکھا، پھر گردن ہلا کر کہا۔

”ہمیں اس سلسلے میں دوسرے اقدامات کے فوراً بعد منصوبہ بندی کرنا ہے کہ ہمارا طریقہ کار کیا ہوگا۔“ ریتیم میرے الفاظ پر غور کرنے لگی۔ غالباً وہ ان جملوں کو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی جو میں

ہو گئے، لیکن پلیز اس پر کوئی تبصرہ نہ کرنا، ان الفاظ میں صرف خلوص ہے۔“
 ”گڈ ویری گڈ تو پھر ایسا کرتے ہیں کہ اس سلسلے میں ہم اپنے طور پر کارروائیوں کا آغاز کر دیتے ہیں چونکہ تمہیں اس معاملے میں۔“

”میں بتاتی ہوں، میں بتاتی ہوں۔“ اس نے درمیان میں سے میرا جملہ کاٹ دیا اور بولی۔
 ”جس بڑے ملک کا تذکرہ میں کر رہی ہوں تم اس کے بارے میں سمجھ ہی گئے ہو گئے، صورت حال کافی وضاحت کے ساتھ مجھے سمجھائی گئی ہے اور میں معلومات حاصل کرنے کے بعد ہی اس بات پر آمادہ ہوئی ہوں کہ اس سلسلے میں کام کروں۔“
 ”گڈ۔“

”بات اصل میں یہ ہے کہ وہ بڑا ملک جس کا وزیر اقتصادیات مسٹر کیسھال رومر ہے اسکارٹوں پر بہت عرصے سے اپنے اثرات قائم کئے ہوئے ہیں اسکارٹوں کی اپنی ایک حیثیت ہے وہ لوگ اس بڑے ملک کی برتری کو تسلیم نہیں کرتے اور اسے پسند بھی نہیں کرتے، اندرونی طور پر وہاں کافی انتشار ہے اور اس انتشار کو ہوا دینے کے لئے کچھ لوگوں نے بڑی زبردست کارروائیاں شروع کر رکھی ہیں، اگر تم چاہو تو اخبارات میں اسکارٹوں کی بغاوت کے بارے میں خاصی تفصیلات موجود ہیں، لیکن بہر حال ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں ہے، جو اہم بات میں تمہیں بتانا چاہتی ہوں وہ یہ ہے کہ اسکارٹوں کی اقتصادیات پر مکمل طور سے روز آرگنائزیشن حاوی ہے۔ روز آرگنائزیشن کے سربراہان یہ چاہتے ہیں کہ اسکارٹوں کی اقتصادی پالیسی وہ نہ ہو جو مسٹر کیسھال نے بنائی ہے، اگر اسکارٹوں پر کیسھال کی پیش کی ہوئی اقتصادی پالیسی مسلط کر دی گئی تو روز آرگنائزیشن کو ایک عظیم نقصان سے دو چار ہونا پڑے گا، بات اسکارٹوں ہی کی نہیں بلکہ اسکارٹوں ایسے چار اور ممالک اس کی زد میں آتے ہیں کیونکہ وہاں کا اقتصادی نظام بالکل بدل جائے گا اور روز آرگنائزیشن وہاں اپنا مکمل طور پر تسلط قائم کر لے گا، لیکن وہ بڑا ملک اس سلسلے میں، اگر اسکارٹوں میں روز آرگنائزیشن کا منصوبہ کامیاب ہو جاتا ہے تو ایک بہت عظیم خسارے سے دو چار ہوگا۔ یہ ایک ایسا الجھاوا ہے جو کافی عرصے سے ان لوگوں کے درمیان چل رہا ہے اور وہ دونوں اس کے خلاف مدافعت میں مصروف ہیں لیکن مسٹر کیسھال کا انخواہ اس بارے میں ایک انتہائی سنسنی خیز منصوبہ ہے، چونکہ ایک طرف تو وہ بڑا ملک مسٹر کیسھال کے انخواہ کی داستان عام نہیں کر سکتا، اس طرح وہاں ایک بڑا پیچیدہ سیاسی مسئلہ پیدا ہو جائے گا کیونکہ مسٹر کیسھال کے

نے ادا کیا تھے پھر اس نے کہا۔
 ”ایک بات میں پورے خلوص کے ساتھ کہنا چاہتی ہوں دانش منصور۔“
 ”ہاں کہو۔“

”میری خواہش ہے کہ جو بات بھی تمہارے ذہن میں آئے اور تم یہ سمجھو کہ اس کا کرنا مناسب ہوگا تو براہ کرم ذرا وضاحت کے ساتھ مجھ سے کر لیا کرو میں اپنے طور پر تمہیں یہ یقین اور احساس دلانا چاہتی ہوں کہ میں تم سے قطعی طور پر مخلص ہوں اور تم ایک طرح سے مجھ پر اپنی برتری ثابت کر چکے ہو اس لئے ریمز کی سربراہ ہونے کے باوجود میں یہ سمجھتی ہوں کہ تم مجھ سے افضل حیثیت کے حامل ہو اور تمہیں اس بات کا پورا پورا حق پہنچتا ہے کہ مجھ پر اپنے احکامات صادر کرو اور جو چاہو مجھ سے معلوم کرو لیکن اگر کبھی مجھ سے کوتاہی ہوگئی تو وہ صرف اس لئے ہو جائے گی کہ میں حقیقتوں کو نہ سمجھ پاؤں گی۔“ اس کے الفاظ بڑے مکمل تھے اور میں بھی کوئی ایسا وہم نہیں رکھنا چاہتا تھا جس سے بعد میں اس کے اور میرے درمیان کسی اختلاف کی گنجائش باقی رہے میں نے کہا۔

”مجھے کسی ادارے یا کسی تنظیم کا سربراہ بننے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے، ریمز تمہاری تنظیم ہے اور مجھے انتہائی خوشی ہے کہ تم ایک سربراہ کی حیثیت رکھتی ہوں لیکن اپنا مشیر سمجھ لو اپنا معاون یا اپنا نائب جو کچھ بھی سمجھ لو لیکن ایک بات ذہن میں رکھو مجھے ہر تفصیل الف سے لے کر یے تک معلوم ہونی چاہیے اس کے بغیر میں کوئی کام کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں اور ایک اور بات منصوبہ بندیوں میں اگر تمہارا منصوبہ میرے ذہن کو قبول نہ ہوا تو اس کے بدلے میں اپنا منصوبہ پیش کروں گا اور جو منصوبہ میں پیش کروں گا وہ آخری ہوگا، اس میں تمہاری مداخلت کی گنجائش بھی نہیں ہوگی یہ الگ بات ہے کہ وہ میرے اور تمہارے درمیان رہے اور تمہارے قبیلے یا گروپ کے افراد یہی محسوس کرتے رہیں کہ سربراہ تم ہو۔“ وہ میرے ایک ایک لفظ کو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی اس کے بعد اس کے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ پھیل گئی، پھر اس نے کہا۔

”مجھے منظور ہے۔ میں لفظی طور پر کوئی کہانی تراش کر تمہارے سامنے نہیں پیش کرنا چاہتی بلکہ ایک جملے میں یہ بات کہہ کر ختم کر رہی ہوں کہ چونکہ زیر ایک قبیلہ ہے اور میری حیثیت اس قبیلے میں ذرا بالکل مختلف ہے اس لئے زیر کی نگاہ میں سربراہ میں ہوں گی لیکن میرے سربراہ تم

نام کے ساتھ کچھ اور صورت حال بھی وابستہ ہے اور اس سلسلے میں حکومت کے اعلیٰ ترین ارکان پر حرف آسکتا ہے کہ انہوں نے جان بوجھ کر وزیر اقتصادیت مسٹر کیسھال کو اغوا کر دیا ہے یا غائب کر دیا ہے یوں ایک شدید سیاسی بحران اس بڑے ملک میں پیدا ہو جائے گا ایک طرح سے یوں سمجھ لو کہ روز آرگنائزیشن کی جانب سے اسکا رٹو کے ذریعے اس بڑے ملک کے ساتھ بلیک میلنگ کی جارہی ہے اور مسٹر کیسھال کا اغوا اس سلسلے میں انتہائی اہم نوعیت کا حامل ہے اگر مسٹر کیسھال سے اقتصادی منصوبے کے کاغذات میں تبدیلی کرائی جاتی ہے اور اس کا اعلان کرنے پر انہیں مجبور کر دیا جاتا ہے تو بات وہیں آ جاتی ہے کہ ایک بہت مختصر وقت میں ہمیں مسٹر کیسھال کو اپنی جگہ سے برآمد کرنا ہے اور یہ کام وہ لوگ ہمارے سپرد کرنا چاہتے ہیں۔“ میں دلچسپی سے اس صورت حال پر غور کرنے لگا اور اسکا رٹو کی بغاوت کا مسئلہ اپنی جگہ علیحدہ نوعیت کا حامل ہے لیکن اگر روز آرگنائزیشن کو اسکا رٹو میں ناکامی ہوتی ہے اور ہمیں اس بڑے ملک کی حمایت حاصل ہو جاتی ہے تو آگے بڑھ کر روز آرگنائزیشن کے خلاف کام کرنا ایک بہت دلچسپ مشغلہ بن جائے گا کیونکہ بیشتر مواقع پر بڑے ملک نے روز آرگنائزیشن کی مدد بھی کی تھی اور ایک طرح سے اس وقت اسے اپنے قبضے میں لے لینے کا مقصد یہ ہے کہ روز آرگنائزیشن کے مختلف مفادات پر کاری ضربیں لگائی جاسکیں اس لئے میں نے فوراً یہ پیشکش قبول کرتے ہوئے کہا۔

”خیر میں تو تم سے خلوص دل سے تعاون کا وعدہ کر چکا ہوں ریتیم لیکن مسئلہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر دوسری پارٹیاں بھی اس سلسلے میں کام کر رہی ہیں تو ہمارے درمیان ٹکراؤ بھی ہو سکتا ہے۔“

”ہرگز نہیں بالکل نہیں چونکہ جو طریقہ کار ہم نے اختیار کیا ہے اور جس کے لئے اس بڑے ملک نے ہم پر بھروسہ کرتے ہوئے ہمیں کچھ ایسے امکانات سے نوازا ہے وہ کسی اور کو حاصل نہیں ہیں۔“

”تو پھر تم اس مسئلے کو قبول کر لو۔“

”اس سے پہلے میں ایک چھوٹی سی تقریب کرنا چاہتی ہوں۔“

”تقریب۔“

”ہاں۔“

”وہ کیا۔“ میں نے ایک عجیب سی الجھن محسوس کرتے ہوئے کہا۔ نجانے کیوں میرے ذہن

میں یہ خیال آیا تھا کہ اس تقریب کا نام لے کر ریتیم اپنے آپ کو مجھ سے کسی منسوبیت کا اظہار کرنا چاہتی ہے لیکن اس نے کہا۔

”اصل میں زیر قبیلے کے چودہ سربراہان ہیں اور یہ چودہ سربراہان اس وقت یہاں موجود ہیں یہ خود بخود یہاں نہیں آگئے بلکہ میں نے ان کو بالکل ایمر جنسی کال پر بلایا ہے۔ ان چودہ سربراہان کے سامنے میں تمہیں اپنا دست راست اور اپنے برابر کا درجہ دیکر ان سے متعارف کروا دینا چاہتی ہوں تاکہ دنیا کے ان تمام ملکوں میں جہاں ان کی اپنی ایک حیثیت قائم ہے وہاں جب بھی مجھے اور تمہیں کام کرنے کا موقع ملے تو ہو سکتا ہے اس وقت میں تمہارے ساتھ موجود نہ ہوں لیکن یہ لوگ مکمل طور پر تم سے تعاون کریں اور تمہیں ان جگہوں پر کوئی دقت نہ ہو۔“

”گویا یہ تعارفی تقریب ہوگی۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔“

”یہ تو ہونی چاہیے لیکن کس حیثیت سے۔“

”رائش منصور کی حیثیت سے۔“

”شکر یہ ریتیم۔“

”تقریب واقعی شاندار تھی اور مجھے رہ رہ کر حیرت ہونے لگتی تھی کہ ایک معمولی سی لڑکی جو میری ملازمہ کی حیثیت سے سامنے آئی تھی اور اسے کیروشین قبائل میں رائش باس نے میرے لئے مخصوص کیا تھا اصل میں اتنی گہری روایتوں کی حامل تھی کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا لیکن بہر حال جس دنیا سے اب میرا تعلق تھا یہ سمجھا جائے کہ جس دنیا سے تعلق قائم ہو چکا تھا اور ایک طویل عرصے سے میں اس سے منسلک تھا اس میں اس قسم کی باتیں تعجب خیز نہیں ہوتیں بلکہ ان کا اپنا ایک مقام ہوتا ہے اور اس مقام کو چھین لینا بڑا مشکل کام چنانچہ یہ سب کچھ ہو رہا تھا اور میں جانتا تھا کہ ایسا ہوتا رہے گا پھر اس تقریب میں میری ملاقات ان تمام لوگوں سے کرائی گئی بڑی تفصیلی ملاقات تھی یہ اور یہ تمام لوگ دنیا کے ایسے ایسے ملکوں سے تعلق رکھتے تھے جن کے بارے میں مجھے اس بات کا علم تھا کہ روز آرگنائزیشن کے بڑے اثرات تھے۔ میرے لئے ایک دلہن کا وقت تھا یہ کیونکہ ایک زمانے میں میں اپنا ایک گروپ رکھتا تھا۔ رشید ناگی اور بہت سے ایسے کردار ڈرامنڈشی اور نجانے کیا کیا لیکن جو کہانیاں اب قصہ پارینہ بن چکی تھیں اور

اب رخسار کا شیدائی ایک ایسا نوجوان جسے اس کے محبوب کے تصور کے علاوہ کچھ اور حاصل نہیں تھا پرانی باتیں پرانی کہانیاں نظر انداز کر کے نئی کہانیوں میں زعم ہو جانا زیادہ مناسب تھا کیونکہ زندگی بہر حال اپنا ایک مقام رکھتی ہے اور ہمیں زندگی سے تعاون کرنا ہی پڑتا ہے اپنی خوشی سے ناسبی زندگی کی خوشی سے ہی سہی چنانچہ ان تمام لوگوں سے ایک تفصیلی ملاقات کے بعد یہ سلسلہ بھی ختم ہو گیا اور ایک طرح سے میں زیر گرد و پا کا سربراہ نمبر دو قرار پایا نمبر ایک میری درخواست پر ریتیم ہی رہی تھی اور یہ پراسرار اور حیرت ناک لڑکی بہر حال ساری باتیں اپنی جگہ لیکن کم از کم ذہنی طور پر مجھ پر بوجھ نہیں بنی تھی یعنی ایک لڑکی کی حیثیت سے تب اس کے بعد ریتیم کے ذریعے ہم نے اس بات کا اظہار کر دیا کہ ہم اس سلسلے میں کام کرنے کو تیار ہیں اور جب ہمیں تمام تفصیلات مہیا کر دی گئی تو ہم نے فوراً ہی کام کا آغاز کر دیا۔ ایک بہترین منصوبہ بندی کی گئی اور اس کے تحت ہم نے چند ناموں کا انتخاب کیا اور اس کے بعد ایک چھوٹا سا سفر جو اس سلسلے میں انتہائی ضروری تھا اور اس سفر میں ریتیم میرے ساتھ تھی جہاں ہم جا رہے تھے وہاں قبیلے کے افراد موجود تھے اور مجھے یہ سوچ کر ہی ہلسی آتی تھی کہ اس وقت میرا اپنا ایک قبیلہ بھی ہے اور وہ قبیلہ بھی ایسے لوگوں پر مشتمل جو انتہائی تعلیم یافتہ تھے لیکن ایسے عقیدت مند کہ اگر انہیں حکم دیا جائے کہ اپنی گردنیں کاٹ دو تو وہ صرف خنجر استعمال کرتے یہ سوچنے سے پہلے کہ گردن کاٹنے کے نتائج کیا ہوتے ہیں۔“

ہوٹل الاسکا فائیو اسٹار تھا اپنی تمام تر روایتوں کے ساتھ ہم اسے ایک انتہائی خوبصورت اور جدید ہوٹل کہہ سکتے تھے منصوبے کے مطابق ہم نے اسی ہوٹل میں قیام کیا اور چونکہ ریتیم نے اس سے پہلے ہی اس بڑے ملک کے اس شخص سے جس سے اس کا براہ راست رابطہ تھا اسے اطلاع دے دی تھی کہ ہم لوگ اپنے کام کو سرانجام دینے کے لئے پہنچ رہے ہیں اور اس نے بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ اس کا استقبال کیا تھا اور ہمارے اس اقدام کو خوش آمدید کہتے ہوئے کہا تھا کہ براہ راست وہ ہم لوگوں سے ابھی رابطہ قائم نہیں کرے گا لیکن در پردہ اس کا مکمل تعاون ہمیں حاصل رہے گا سو یہی ہوا کہ زیر قبیلے کے مقامی انچارج نے ٹیلی فون پر ہمارا استقبال کرتے ہوئے کہا کہ وہ اس وقت اپنے بیس ساتھیوں کے ہمراہ ہمارے ہر حکم کا منتظر ہے اور میں نے یہ محسوس کیا کہ ایک طویل عرصے کے بعد یعنی اس وقت کے بعد جب میں اپنے وطن عزیز میں ڈائمنڈ سٹی کا مالک تھا اور رشید ناگی کے علاوہ بے شمار افراد میرے لئے

کام کرتے تھے اس کے بعد مکمل طور پر یہ پہلا موقع ہے جب میں کسی ادارے کے سربراہ کی حیثیت سے کام کر رہا ہوں جہاں تک کوئین میکوویا کا تعلق تھا تو کوئین میکوویا تو ایک آفاقی کردار تھا جس میں مجھے اتنی مراعات دی تھیں کہ اس کے بعد میرے پاس اس سے کچھ لینے کے لئے باقی نہیں رہا تھا اور یہی وجہ تھی کہ میں اس سے الگ تھلگ ہو گیا تھا اس کے علاوہ کوئین میکوویا کو جس طرح کے حالات کا سامنا کرنا پڑا تھا اس کے بعد بھی اس کی گنجائش نہیں تھی کہ میں کوئین میکوویا کو اپنے کسی ذاتی سلسلے میں پریشان کروں یا اسے یہ اطلاع دینے کی کوشش کروں کہ رخسار ایک بار پھر مجھ سے چھین گئی ہے یہ بات تو خود میرے لئے باعث شرم تھی کیونکہ کوئین میکوویا نے تو انتہائی محنت کرنے کے بعد نا صرف مجھے کیا تھا بلکہ رخسار کو بھی حاصل کر کے مجھے دیا تھا۔ لندن میں اس نے جس طرح کے انتظامات میرے لئے کر دیئے تھے اس کے بعد میں اگر چاہتا تو ایک بار پھر اسے اطلاع دے سکتا تھا کہ رخسار مجھ سے چھین لی گئی ہے اور اس بار یہودی میرے سامنے آئے ہیں۔ کوئین میکوویا کا اس بارے میں کیا رویہ ہوتا یہ میں نہیں جانتا تھا بہر حال میرے دل نے اس بات کی گواہی نہیں دی تھی اور آج بھی میں اس بات پر اتفاق نہیں کرتا تھا کہ ایسا کوئی عمل کروں بہر حال یہ ایک الگ تذکرہ نکل آیا ہے تو میں اس موضوع پر بات بھی کرنے لگا ہوں ورنہ کوئین میکوویا کو تو میں اپنے ذہن سے بالکل نکال چکا تھا خیر ہوٹل الاسکا میں ہم لوگ الگ الگ کمروں میں مقیم ہوئے اور ایک اور دلچسپ صورت حال پیش آگئی۔ ہمیں مقامی سربراہ سے اطلاع ملی کہ ایک ایسا شخص جو ہمیں اس سلسلے میں معلومات فراہم کر سکتا ہے یعنی مسٹر کیسھال کے اغوا کے سلسلے میں وہ ہمیں یہاں ایک مخصوص علاقے میں ملے گا اور اس کے بارے میں ہمیں مکمل تفصیلات بتا دی گئی تھیں۔ غرض یہ کہ ایک مخصوص وقت میں اور ریتیم چل پڑے اور وہ مخصوص علاقہ جس کے بارے میں ہمیں بتایا گیا تھا ایک طرح سے بالکل محفوظ علاقہ تھا۔ یہاں پہنچنے کے بعد ہمیں اس مکان کی تلاش میں زیادہ وقت پیش نہیں آئی جس کے بارے میں ہمیں تفصیلات بتائی گئیں تھیں۔ یہ بہت پس ماندہ علاقے کے لوگوں کی بستی تھی اور یہاں ہمیں ایک ایسے مکان کے دروازے پر دستک دینا پڑی تھی جس کے باہر کا پلاسٹر جگہ جگہ سے ٹوٹا ہوا تھا دروازہ بھی ایسا تھا کہ دستک بھی احتیاط سے دینی پڑے کہ کہیں لکڑی گل کر خراب نہ ہو جائے اور ٹوٹ کر اندر نہ گر پڑے پھر جس شخص نے دروازہ کھولا تھا اسے دیکھ کر ایک لمحے کے لئے میرے ذہن کو جھٹکا سا لگا تھا میں

اس شخص کو جانتا تھا بہت عرصے پہلے میری اس سے ملاقات ہوئی تھی اور اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا تو ایڈرک نامی یہ شخص ڈان سنٹر کے اشتراک سے مجھے ملا تھا اور اس نے بھی مجھ پر مظالم کئے تھے اور یہ تو ایک یقینی امر تھا کہ یہ آدمی مجھے جانتا ہوگا اور چونکہ دانش منصور کی حیثیت سے ہی میں اس وقت کام کر رہا تھا اور میں نے کوئی شخصیت یا شکل اختیار نہیں کی تھی اس لئے ایڈرک نے مجھے لازمی طور پر پہچان لیا ہوگا میں نے اسے دیکھ کر کسی حیرت کا اظہار نہیں کیا لیکن میں اس کی کالی عقالی آنکھوں میں یہ تحریر پڑھ چکا تھا کہ وہ یہ جاننے کی کوشش کر رہا ہے کہ میں اسے پہچان پایا ہوں یا نہیں اگر وہ یہ جان لیتا تو اس کا مقصد تھا کہ میں ذہنی طور پر بہت پس ماندہ ہو چکا ہوں اور اپنے کام کرنے کے قابل نہیں ہوں اندر داخل ہوئے تو اس نے پرتپاک الفاظ ادا کئے مکان باہر سے جتنا خراب نظر آ رہا تھا اندر سے اتنا خراب نہیں تھا یا پھر نشست کے لئے اس کمرے کو صاف ستھرا کر لیا گیا تھا جس میں وہ ہمیں لے گیا تھا یہاں چند پرانے صوفے پڑے ہوئے تھے جو بہتر حالت میں تھے ایک جانب بیڈ تھا ایک طرف باتھ روم ایک جانب فریج رکھا ہوا تھا یقینی طور پر کچن وغیرہ بھی ہوگا لیکن کم از کم اس کمرے میں نہیں کچھ اور دروازے بھی نظر آ رہے تھے جن کی دوسری جانب کیا تھا یہ بات نہیں معلوم تھی۔ ایڈرک نے ہمیں بیٹھنے کی پیشکش کی اور ہم بغیر کسی تعارف کے بیٹھ گئے ایڈرک کہنے لگا۔

”میڈیم ریتم مجھے معلوم ہے کہ زیرز ہمارے ساتھ تعاون پر آمادہ ہو گئے ہیں اصل میں ہم جس ادارے سے تعلق رکھتے ہیں اس کے تحت ہمیں تھوڑی تھوڑی سی معلومات صرف اس حد تک فراہم کی جاتی ہیں جس حد تک ضرورت ہوتی ہے میں آپ سے آپ کے ہوٹل پر بھی ملاقات کر سکتا تھا لیکن اصل میں یہ اندازہ لگانے کی کوشش کی گئی ہے کہ اپنے ہوٹل سے یہاں تک آتے ہوئے اور یہ جگہ تلاش کرتے ہوئے کچھ نگاہیں تو آپ کی منتظر نہیں رہی ہیں اگر آپ کا یہاں تک تعاقب کیا گیا ہے تو یہ بات آپ کو ہیڈ کوارٹر سے ہی معلوم ہو سکے گی میں یہ کم از کم نہیں بتا سکتا البتہ میری جو ذمہ داریاں ہیں ان کے بارے میں تھوڑی سی تفصیل بتا سکتا ہوں۔“ میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا، گنگو ریتم ہی کر رہی تھی کچھ لمحے خاموش رہنے کے بعد ریتم نے کہا۔

”تمہارا نام۔“

”ایڈرک میڈیم ایڈرک وہ جلدی سے بولا۔“

”ہاں بالکل ٹھیک اور مجھے معلوم ہے کہ تم یہاں اس ملک کے مفادات کے لئے کام کرتے رہے ہو تمہارا عہدہ کیا ہے؟ یہ بات میں نہیں جانتی بہر حال مجھے بتاؤ کہ تم اس سلسلے میں مجھے کیا کیا تفصیلات بتا سکتے ہو۔“

جیسا کہ میں نے آپ سے ابھی عرض کیا میڈم کہ ہم میں سے ہر شخص کو تھوڑی تھوڑی معلومات حاصل ہیں اور ہم اس سلسلے میں تھوڑا بہت علم فراہم کر سکتے ہیں مثلاً اگر آپ میری شخصیت کو قابل استعمال سمجھیں تو یوں سمجھ لیں کہ اسکا رٹو میں زندگی کے تقریباً بارہ سال میں نے گزارے ہیں میں اسکا رٹو کے بارے میں بہت ساری تفصیلات جانتا ہوں کچھ ایسے نام بھی جانتا ہوں جن کے بارے میں آپ کو بتا سکتا ہوں کہ اگر مسٹر کیسھال کے انواء میں اسکا رٹو کے چند اہم افراد سے کام لیا گیا ہوگا تو ان میں کون کون شامل ہو سکتا ہے اس کی ایک یہ فہرست ہے جو میں نے تیار کی ہے آپ براہ کرام اس کو ذہن نشین کر لیں تو اس کے بعد اسے ضائع کر دیجئے چونکہ اگر یہ فہرست یکجا انداز میں کسی کے ہاتھ لگ گئی تو پھر مشکلات پیش آ سکتی ہیں۔“ فہرست ریتم نے اپنے ہاتھ میں لی تھی ایک نگاہ اسے دیکھا تھا پھر میری جانب بڑھا دیا تھا میں نے بھی اس پر ایک نظر ڈالی پھر مطمئن لہجے میں بولا۔

”ٹھیک ہے آپ چاہیں تو یہ فہرست مسٹر ایڈرک کو واپس کر سکتی ہیں ویسے مسٹر ایڈرک آپ یہ بتائیے کہ آپ اچانک ہی مسٹر کیسھال کے معاملے میں دلچسپی لینے پر کیوں تیار ہو گئے جبکہ معاملہ تو اس سے بالکل مختلف ہے۔“

”میں سمجھا نہیں جناب۔“

”اچھا تو خیر چھوڑیے اب آپ یہ بتائیے کہ ہمیں اس سلسلے میں کیا کرنا ہے۔“

”ایک بہت ہی اہم نام جس کے بارے میں تفصیل بتانے کے لئے مجھے یہاں بھیجا گیا ہے۔“

”وہ کون ہے؟“

”اس کا نام لائرون ہے۔ مسٹر لائرون کے بارے میں مختصر تفصیلات نوٹ کر لیجئے گا یہ ایک طویل عرصے تک روز آرگنائزیشن اور ڈان سنٹر کے خلاف کام کرتے رہے ہیں ان کا تعلق ایک ایسے ادارے سے تھا جو ایک کاروباری ادارہ تھا اور دنیا کے کئی ممالک میں اپنے طور پر کارروائیاں کر کے اپنا ایک مقام ترتیب دے دیا تھا اس ادارے کو ختم کرنے میں روز آرگنائزیشن نے بہت بڑا کام سرانجام دیا تھا۔ خیر چھوڑیے ان باتوں کو اس سے کوئی فرق

نہیں پڑا میں آپ کو لائرون کے بارے میں بتا رہا تھا کہ لائرون نے اس سلسلے میں ہمیشہ ہی روز آرگنائزیشن وغیرہ کے خلاف کام کیا اور اس وقت وہ یقینی طور پر اس سلسلے میں کام کر رہا ہے آپ کو مسٹر لائرون سے ملنا ہوگا بلکہ یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ آپ کو مسٹر لائرون کی تلاش کرنی ہے۔“

”ٹھیک، گویا لائرون سے ہمیں یہ بات معلوم ہوگی کہ ہمیں آگے کیا کرنا ہے۔“

”سرکاری طور پر نہیں بلکہ لائرون اپنے طور پر آپ کی مدد کر سکتا ہے۔“

”دراصل ایک اہم مسئلہ ہے اور وہ ہے لائرون کی تلاش۔“

”آپ لائرون کو تلاش کیجئے اس سلسلے میں نہ میں اور نہ مقامی حکومت آپ کی مدد کر سکتی ہے لیکن اتنی بات میں جانتا ہوں کہ لائرون یہاں مقیم ہے آپ لوگوں سے اس لئے ملاقات کر لے گا کہ آپ اس حکومت کے ساتھ کام کر رہے ہیں اور وہ اپنے آپ کو آج بھی روز آرگنائزیشن کا مخالف سمجھتا ہے۔“

”آپ کا مطلب ہے کہ وہ ہمارے کام آ سکتا ہے۔“ میں نے سوال کیا۔

”ہاں۔“

”تو کیا آپ ایسا نہیں کر سکتے مسٹر ایڈرک کہ ہمیں لائرون کے بارے میں تفصیلات بتادیں۔“

”آہ اگر میں لائرون کے بارے میں تفصیلات بتا سکتا تو آپ کو ضرور بتا دیتا۔“

”یہ ٹھیک کہتے ہیں مس ریتھم انہیں تو خود واقعی لائرون کی تلاش ہے اور میں آپ کو بتاؤں یہ بات تو خیر بعد میں ہی ظاہر ہو سکتی ہے کہ مسٹر ایڈرک مقامی حکومت کے لئے کس انداز میں کام کر رہے ہیں لیکن یہ ایک سچائی ہے کہ انہیں لائرون کی تلاش ہے۔“ میرے ان الفاظ پر ایڈرک کے چہرے پر نمایاں تبدیلی رونما ہوئی تھی اس نے اپنے آپ کو خیران ظاہر کرنے کی کوشش کی اور کہا۔

”میں نہیں سمجھا جناب آپ کیا کہہ رہے ہیں۔“

”میرا نام تو جانتے ہونا۔“

”جی ہاں مسٹر دانش منصور۔“

”گڈ اور میں تمہارا نام بہت پہلے سے جانتا ہوں مائی ڈیئر ایڈرک اس وقت سے جب تم ڈان سنٹر کے لئے کام کرتے تھے اور آج بھی تم روز آرگنائزیشن کے ایک زبردست کارکن ہو۔ کیا

میں نے یہ بات غلط کہی۔“ میرے ان الفاظ پر ریتھم کا منہ حیرت سے کھل گیا تھا لیکن پھر اس نے جلدی سے اپنا منہ بند کر لیا ایڈرک میری آنکھوں میں دیکھ رہا تھا میں نے اس کے پورے بدن میں تناؤ محسوس کیا تھا اور ایک لمحے کے اندر اندر میں جسمانی طور پر مستعد ہو گیا تھا کیونکہ اس انکشاف پر ایڈرک جو بھی کر لیتا وہ کم تھا۔

”آپ نجانے کیا کچھ کہہ رہے ہیں۔“

”مجھ سے اپنی ناواقفیت کا اظہار کر کے تم یہ سمجھتے ہو ایڈرک کہ میں بھی تمہیں بھول جاؤں گا تو یہ تمہاری غلط فہمی ہے کیا تمہیں اس بات کا علم ہے کہ ایک بار میری گرفتاری کے وقت تم نے مجھ پر شدید تشدد کیا تھا۔“

”آپ پر۔“

”ہاں روز آرگنائزیشن اور ڈان سنٹر کی طرف سے۔“

”آہ آپ کو واقعی کوئی بہت بڑی غلط فہمی ہو رہی ہے بات یہ نہیں ہے کہ میں۔“

”کہ میں آپ کو بتاؤں مائی ڈیئر مسٹر ایڈرک کہ اصل میں آپ کو ہمارے ذریعے لائرون کی تلاش ہے۔ لائرون واقعی ایک ایسا نام ہے جس کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ روز آرگنائزیشن کے خلاف کام کر رہا ہے اور آپ کی ذمہ داری یہ لگائی گئی ہے کہ آپ جس طرح بھی بن پڑے مقامی حکومت کا تعاون حاصل کر کے اور اسکا رٹو کے باغیوں کے خلاف اپنے عمل کا اظہار کر کے لائرون کے بارے میں معلومات حاصل کریں اور اس بیچارے کو ختم کر دیں۔ خیر آپ کہتے ہیں کہ لائرون کے بارے میں یہ تفصیلات تو معلوم ہو ہی جائیں گی یعنی ہمیں اور ہمارے ذریعے آپ لائرون تک پہنچنا چاہتے ہیں۔“ وہ پتھرا گیا تھا کافی دیر تک وہ خاموش رہا اور اس کے بعد اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”مسٹر دانش منصور آپ ذہنی طور پر کس قدر طاقتور ہیں مجھے اس بارے میں نہیں معلوم تھا لیکن میرے لئے یہ نام واقعی حیرت انگیز تھا اور جب میڈیم ریتھم نے اس سلسلے میں اپنی آمادگی کا اظہار کیا اور زیر قبیلے کے افراد یعنی زیر گروپ اس سلسلے میں کام کرنے پر تیار ہوا تو مجھے اس بات کا یقین ہو گیا کہ آپ لوگ لائرون سے ضرور رابطہ قائم کریں گے بہر حال چونکہ میں درحقیقت مقامی حکومت کا ایک نمائندہ ہوں اب یہ الگ بات ہے کہ آپ لوگ کبھی یہ بات ثابت نہیں کر سکیں گے کہ میں درحقیقت روز آرگنائزیشن کا وفادار ہوں چاہے آپ اس سلسلے

میں کتنی ہی کوشش کریں، اصولی طور پر ایک مسئلہ میں آپ کو بتاؤں کہ اسکا رٹو میں جو گیم کھیلا جا رہا ہے وہ اس قدر معمولی نوعیت کا نہیں ہے۔ مسٹر کیسھال کو اغوا کرنے کے بعد یہ اقتصادی بحران بے شک پیدا کیا گیا ہے لیکن درحقیقت یہ ایک بہت بڑا جنگی منصوبہ ہے جو آہستہ آہستہ اس بنیاد پر پہنچ جائے گا کہ دہلی کو آپس میں جنگ کرنا پڑے گی اس چھوٹے سے مسئلے میں اس کے بعد روز آرگنائزیشن کے لئے ایک ایسا راستہ ہموار ہو جائے گا جو بہت ہی آسان ہوگا۔ سمجھ رہے ہیں نا آپ، گویا ایک لمبے مقصد کے لئے مجھے آمادہ کیا گیا ہے لیکن لائرون ہمارے راستے کی رکاوٹ ہے اور کیا ہی عمدہ بات ہے کہ میں آپ کو اس کے بارے میں بتا رہا ہوں۔ دیکھیں میں آپ لوگوں کے خلاف نہیں ہوں کسی طرح سے ایک پورا گروپ ہے جس کا تعلق اسکا رٹو سے ہے اور اس پورے گروپ میں کچھ افراد بے حد خطرناک ہیں ان میں ایک نام ہینڈون کا بھی ہے۔ ہینڈون سے ہمیشہ بچنے کی کوشش کیجئے ہینڈون اس قدر خطرناک آدمی ہے کہ آپ تصور بھی نہیں کر سکتے ہیں آپ کو یہ معلومات انعام کے طور پر دے رہا ہوں یا میری طرف سے اسے تحفہ سمجھ لینا۔“

”تم بات کو گھمانے کی کوشش کر رہے ہو ایڈرک‘ حقیقتاً لائرون کے بارے میں کچھ اور تفصیلات بتاؤ‘ کیونکہ یہ شخص میرے لئے باعث دلچسپی ہے۔“

”لائرون۔“ وہ ایک گہری سانس لے کر مسکرایا پھر کہنے لگا۔

”پچھلے سال سے وہ یہیں مقیم ہے لیکن مقامی حکومت نے اسے ایسی جگہ پوشیدہ کر دیا ہے کہ ہم اس تک نہیں پہنچ پا رہے‘ لیکن تم چونکہ اس سے بہت سی معلومات حاصل کر سکتے ہو اس لئے مقامی حکومت اس کے بارے میں معلومات فراہم کرنے میں تمہاری مدد کرے گی‘ سمجھ رہے ہو نا تم۔“

”اور اس کے بعد تم اسے تلاش کر کے ہلاک کرو گے۔“

”شاید ایسا ہو‘ لیکن یہ اس وقت ہوگا جب تم اس سے اپنا کام نکال چکے ہو گے۔“ اس نے اب دیا۔ اس کی زیری کو میں نے بہت حیران نگاہوں سے دیکھا تھا‘ چند لمحوں میں اسے دیکھتا رہا پھر میں نے کہا۔

”گویا تم نے اس بات کا اعتراف کر لیا ہے کہ تم اسے ہلاک کرنے کا خواہشمند ہو اور روز آرگنائزیشن کے لئے کام کر رہے ہو۔“

”نہیں‘ یہاں تم غلطی پر ہو۔ میں بے شک روز آرگنائزیشن کے لئے کام کر رہا ہوں لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی میں ایک اور لمبا گیم بھی کھیل رہا ہوں۔ ظاہر ہے ہر چیز بتا دینا ضروری نہیں سمجھا جاتا ہاں‘ یہ الگ بات ہے کہ تم اگر مجھ سے تعاون کرو تو تمہارا کام با آسانی ہو سکتا ہے لائرون کے بارے میں معلومات حاصل کر کے تم مجھے فراہم کرو اور میں تمہیں دوسری معلومات فراہم کروں گا‘ ویسے مجھے حیرانی ہے کہ تم نے بہت جلد صورت حال کو معلوم کر لیا حالانکہ مقامی حکومت تک کو اس بات کا شبہ نہیں ہے لیکن میں اس بات پر یقین رکھتا ہوں مائی ڈیئر مسٹر دانش منصور اور میڈیم ریم کہ انسان کو اپنے کام سے کام رکھنا چاہیے آپ لوگ نہ اس حکومت کے وفا دار ہیں اور نہ ہی اس سے جذباتی رشتہ رکھتے ہیں جب کوئی جذباتی رشتہ نہیں ہے اور معاملہ صرف کاروباری ہے تو آپ اپنے کاروبار سے دلچسپی رکھیے اور مجھے میرا کاروبار کرنے دیجئے اس سے نہ آپ کو کوئی دقت ہوگی اور نہ مجھے کوئی دقت‘ کیا خیال ہے آپ کا‘ ویسے بہت ذہین آدمی ہو تم دانش منصور اگر کبھی دوبارہ روز آرگنائزیشن کے ہاتھ لگ گئے تو تم یقین کر دو وہ ہر وقت پر تمہیں قتل کر دے گی۔“

”ہاں‘ یہ بات تو میں جانتا ہوں‘ اچھی طرح جانتا ہوں مائی ڈیئر ایڈرک۔“

”خیر اب یہ تمام معلومات تمہیں حاصل ہو گئی ہیں اب اس کے بعد تمہیں فیصلہ کرنا ہے کہ آگے کیا کرنا ہے۔“

”نہیں‘ جب بات تم سے تعاون کی ہو گئی ہے تو پھر ہم تم سے تعاون ہی کریں گے۔“ میں نے کہا۔

”گڈ ویری گڈ‘ سمجھدار انسان ہو اگر تم کوئی نا سمجھی کی گفتگو کرتے تو مجھے حیرت ہوتی۔“

”نہیں ظاہر ہے اب جب ایک کام کا آغاز کیا ہے ہم نے تو پھر ہمیں اسی پر نگاہ رکھنا ہوگی۔ باقی ذاتی معاملات تو بہت سے ہوا کرتے ہیں۔“

”بڑی خوشی ہوئی اس فیصلے سے‘ لائرون کے بارے میں تمہیں یقینی طور پر معلومات فراہم کی جائیں گی کیونکہ وہ شخص اس سلسلے میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے اور وہ تمہارے بے حد کام آئے گا۔“

”ٹھیک‘ لائرون کے بارے میں معلومات حاصل کر کے تمہیں کہاں اطلاع دی جائے۔“

”اس سلسلے میں رابطہ تو قائم رہے گا تم سے میرا۔“

”لیکن ایک بات کا تمہیں وعدہ کرنا ہوگا۔“

”کیا۔“

”یہ بات تم کبھی مقامی حکومت کو نہیں بتاؤ گے کہ لائرون کے بارے میں ہم نے تمہیں اطلاع دی تھی۔“

”ایک بہت ہی مختصر اور خوبصورت منصوبہ ہے۔ لائرون تمہیں مل جائے تو تم لائرون سے اس کے بارے میں گفتگو کرو اور جب وہ تمہیں اس بارے میں تفصیلات بتا دے تو تم ان تفصیلات کے تحت کام کرو اور بعد میں مجھے لائرون کا پتا و نشان بتا دو بلکہ اس سلسلے میں تھوڑی سی مدد کرو کہ میں لائرون تک پہنچ جاؤں۔“

”اس کے نتیجے میں ہمیں کیا ملے گا۔“

”صرف یہ کہ میں اپنے اور تمہارے معاملات بالکل الگ الگ رکھوں گا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان کیا معاملات طے پائے ہیں یعنی تم اپنا کام کرو دیکھو اگر مسٹر کیسھال بازیاب ہو جاتے ہیں اور اقتصادی پالیسی میں کوئی بھی رد و بدل ہوتا ہے تو اس کا ذمہ دار میں نہیں ہوں میرا کام بالکل مختلف ہے اور میں صرف اپنا کام کرنے کا پابند ہوں میں اسی سلسلے میں کام کر رہا ہوں تم سے صرف مجھے لائرون کا پتا درکار تھا اور ظاہر ہے یہ نام میں تمہارے سامنے لے آیا ہوں۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ یہ شخص مسٹر کیسھال کے سلسلے میں بڑی کارآمد شخصیت ثابت ہوگا اور یہ بھی میرا وعدہ ہے کہ جب تک تم اس سے مل کر اپنے کام کی تکمیل نہیں کر لو گے میں اس پر ہاتھ نہیں ڈالوں گا بس یہ ہمارے درمیان ایک دوستانہ عمل ہے۔“

”او کے مسٹر ایڈرک آپ بھی کیا یاد کریں گے کہ زندگی میں کبھی دو دشمنوں نے ایک معاہدہ آپس میں طے کیا تھا۔“

”اس معاہدے کی تکمیل کے بعد ہم لوگ دشمن تو نہ رہے نا۔“ اس نے کہا۔

”یقیناً۔“ اس کے بعد میں مسکرایا اور میں نے ریتیم کی طرف دیکھ کر کہا۔

”اس بات پر انتہائی معذرت خواہ ہوں میں ریتیم کہ ہم نے اپنے طور پر گفتگو شروع کر دی اور آپ کو خاموش ہی رہنا پڑا۔“

”نہیں نہ یہ کوئی معذرت کی بات ہے اور نہ ہی میں یہ سمجھتی ہوں کہ اس کے لئے کوئی اہم بات سامنے آئی ہے کام کی ایک بات ہوئی تھی سو ہو گئی اس سے آگے پیچھے کچھ نہیں ہے او کے بالکل

درست ہے یہ سب کچھ اور میں سمجھتی ہوں جو معاہدہ تم لوگوں نے آپس میں کیا ہے وہ غلط نہیں ہے میں اس سے اتفاق کرتی ہوں۔ ہمیں اپنے کام سے کام رکھنا ہوگا۔ اس سے زیادہ اور کچھ نہیں۔“

”بس پھر ہمیں اجازت۔“ میں اٹھ کھڑا ہوا ایڈرک بھی مسکراتا ہوا کھڑا ہو گیا تھا ریتیم واپسی کے لئے مڑی تو ایڈرک میرے ساتھ قدم آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔

”بہر حال مسٹر دانش منصور میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ آپ ایک انتہائی ذہین آدمی ہیں جو آپ نے اپنے طور پر میرے ساتھ یہ منصوبہ مکمل کر لیا اور آپ کو آگے چل کر اندازہ ہو جائے گا کہ اس گفتگو سے ہمیں کتنا فائدہ ہوا ہے آئیے کم از کم میں آپ کو دروازے تک چھوڑ دوں۔ وہ آگے بڑھا اور میں واپسی کے لئے مڑ گیا ریتیم میرے برابر تھی اور وہ دو قدم پیچھے لیکن میں نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ جو قدم میں نے اٹھانا ہے وہ اس قدر نپا تلا ہونا چاہیے کہ اگر اس میں کوئی دقت ہوگی تو پھر ریتیم کے سامنے مجھے پہلی بار نا کامی سے دو چار ہونا پڑے گا۔ میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی اور ریتیم کا بازو پکڑا اور آگے بڑھنے لگا۔ ریتیم نے مجھے چونک کر دیکھا تھا کیونکہ اس سے پہلے میں نے کبھی اس سے اس قسم کی بے تکلفی کا اظہار نہیں کیا تھا لیکن وہ تو یہ تصور بھی نہیں کر سکتی تھی کہ میں اس کے بعد کیا کرنے والا ہوں میں نے مکمل اندازے کی بنا پر ایک بھرپور لات عقب میں آنے والے ایڈرک کے بدن کے نچلے حصے پر رسید کی اور اتنی طاقتور لات تھی یہ کہ وہ اچھل کر کئی فٹ دور جاگرا اور اس کے ساتھ ہی میں نے پلٹ کر اس پر

چھلانگ لگا دی تھی ایڈرک کا چہرہ ایک دم زرد پڑ گیا تھا چونکہ جسم کے جس نازک حصے پر میری لات پڑی تھی اس نے اسے زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا کر دیا تھا لیکن ساتھ ہی میں اچھل کر اس کے سینے پر سوار ہو گیا سب سے پہلے میں نے اس کے دونوں ہاتھ قبضے میں کئے اس کے حلق سے کراہیں نکل رہی تھیں جب میں نے اس کے دونوں ہاتھ موڑ کر پشت پر کر لئے تو دوسرے لمحے میں نے اس کی گردن پر اپنے ہاتھ جما دیے مجھے اس سے اور کچھ نہیں معلوم کرتا تھا میں اس خطرناک شخص سے چھٹکارا پانا چاہتا تھا چنانچہ میرے ہاتھوں کی مضبوط قوت نے ایک لمحے کے اندر اسے زندگی سے محروم کر دیا اس کی زبان باہر نکل پڑی تھی اور آنکھیں اٹل آئی تھیں اور ریتیم جیسے پتھر اکر رہ گئی تھی وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ میں کوئی ایسا عمل کرنے والا ہوں میں نے جب یہ اندازہ لگا لیا کہ ایڈرک زندگی سے محروم ہو چکا ہے تو میں اس پر سے

انھہ گیا اور اپنا لباس درست کرنے لگا، ریتیم اب بھی خاموش کھڑی ہوئی تھی میں نے مسکرا کر اسے دیکھا پھر آہستہ سے بولا۔

”سوری ریتیم لیکن زیر زکروپ میں تم نے مجھے دوسرا نمبر دیا ہے اتنے اختیارات مجھے حاصل ہونے چاہیں۔“

”کیسی باتیں کرتے ہو، میں بھلا اس بات پر اعتراض کروں گی۔“ اس نے کہا لیکن یہ جملے اس نے جتنی دقت سے ادا کئے تھے میں جانتا تھا میں نے اس سے کہا۔

”اصل میں یہ شخص ہمارے لئے بے حد خطرناک تھا بہت ہی خطرناک، اتنا خطرناک کہ تم تصور نہیں کر سکتی، درحقیقت اس کا کام صرف اتنا ہی تھا کہ یہ لائرون کو تلاش کرے اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اس شخص نے جو نام ہمارے سامنے پیش کیا ہے وہ بڑی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ لائرون ہمارے لئے بڑا کارآمد ثابت ہوگا اور ہمیں ہر قیمت پر اس کی تلاش کرنا ہوگی ویسے آؤ تمہیں بتاؤں کہ میں نے یہ عمل کیوں کیا، ایک منٹ اس کے علاوہ یہاں اور کوئی نہیں ہے میں اندازہ لگا چکا ہوں اور ہمیں فی الحال کوئی خطرہ درپیش نہیں ہے میں اس شخص سے جو گفتگو کر رہا تھا اور اس شخص سے میں نے جو مفاہمت کا اظہار کیا تھا اس کی وجہ جو کچھ تھی وہ میں بتاتا ہوں میں نے کہا اور وہاں پہنچ گیا جہاں چند لمحات قبل ہم بیٹھے ہوئے تھے میں نے اس کرسی کی جانب اشارہ کیا جس پر وہ بیٹھا ہوا تھا کرسی کے ہتھے مخصوص انداز میں بنے ہوئے تھے اور کوئی محسوس بھی نہیں کر سکتا تھا کہ وہ سیاہ رنگ کے دھبے کوئی ڈیزائن نہیں دو سوراخ تھے جو دونوں ہتھوں پر لگے ہوئے تھے اور دونوں ہتھوں کے مخصوص سروں پر دو سیاہ بٹن نظر آ رہے تھے میں نے ریتیم سے کہا۔

”آؤ ریتیم اس طرف ہٹ آؤ اس جانب آ جاؤ میں اسے اپنے قریب لے آیا اور اچانک ہی میں نے وہ دونوں بٹن دبا دیئے نتیجہ جو کچھ بھی ہوا اس نے ریتیم کو سکتے میں مبتلا کر دی تھا ہتھے کے دونوں سوراخوں میں سے گولیوں کی بو چھاڑ نکلی اور سامنے والا حصہ اس طرح پھلنی ہو گیا کہ حیرت ہوتی تھی یہ مخصوص قسم کی گنیں تھیں جو گولیاں برسا رہی تھیں میں نے ایک چھوٹا سا برسٹ مارنے کے بعد دونوں بٹنوں پر سے ہاتھ اٹھا لئے اور مسکرا کر بولا۔

”اگر میں اس سے کسی قسم کا انحراف کرتا تو ہم دونوں کی لاشیں یہاں زمین پر تڑپ رہی ہوتیں اور یہ شخص بہر حال ہماری موت کے سلسلے میں مقامی حکومت کو کوئی نہ کوئی موثر اور مناسب

جواب دے لیتا، یہ کام اس کے لئے مشکل نہ ہوتا۔“ ریتیم کی زبان تو جیسے قوت گویائی کھو بیٹھی تھی وہ خشک ہونٹوں پر بار بار زبان پھیر رہی تھی پھر اس نے پھنسی پھنسی آواز میں کہا۔

”آہ میں پانی کی شدید ضرورت محسوس کر رہی ہوں۔“

”مل جائے گا۔ یہیں پر پانی مل جائے گا اور وہ دیکھو وہ فریج ہے یقین کرو اس میں پانی ہوگا۔“

”پلیز۔“ ریتیم نے کہا اور میں نے اسے اجازت دے دی، پھر ریتیم نے فریج میں سے بوتل نکالی اور آدھی سے زیادہ بوتل خالی کر گئی اس کے بعد گہری گہری سانسیں لینے لگی پھر اس نے کہا۔

”کوئی اور نہ آ جائے۔“

”میرا خیال ہے کہ فی الحال یہاں کوئی نہیں آئے گا، چونکہ یہ صرف ہم لوگوں سے گفتگو کر کے ہمیں بیوقوف بنانے آیا تھا لیکن اگر کوئی آ بھی جاتا ہے تو ہم اس سے یہ سوال کریں گے کہ ہماری ملاقات سے پہلے اسے کسی نے قتل کر دیا اور وہ کون دشمن تھے جو اس کی ہلاکت کا باعث بن گئے۔“

”اؤ مائی گاڈ۔“ ریتیم نے آہستہ سے کہا۔

”اور اب مائی ڈیر یہی سوال کرنا ہے ہمیں کہ یہ شخص کیسے مر گیا، اس کی گردن پر سے ہم اپنے ہاتھوں کے نشانات صاف کر دیں گے ہماری اس سے ملاقات ہی نہیں ہوئی بلکہ جب ہم یہاں پہنچے تو دروازہ آدھا کھلا ہوا تھا اور ہم اندر داخل ہوئے تو یہ شخص زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا معمولی سی ایک بات ہمیں کرنا پڑے گی یعنی آنے کے وقت میں تبدیلی۔“

”لیکن مقامی حکومت کے ارکان۔“

”ہم فوری طور پر انہیں ہدایت دیں گے کہ یہ مر چکا ہے۔“

”آہ تو ہمیں پھر یہ کام کرنا چاہیے۔“

”میرا خیال ہے یہاں سے نہیں۔“

”یہاں سے باہر نکل کر ہو سکتا ہے یہ ٹیلی فون کہیں سے ٹریس ہو گیا ہو ہم یہ اہتمام قدم نہیں اٹھائیں گے لیکن یہاں اس رہائش گاہ میں تھوڑی سی تلاشی ہمیں ضروری لینی ہوگی۔“

”پھرتی سے یہ کام کر لیا جائے۔“ ریتیم نے کہا۔ اس رہائش گاہ میں تلاشی لینے سے ہمیں کچھ

حاصل نہیں ہوا تھا پھر ہم باہر نکل آئے اور اس کے بعد ہم نے ایک پبلک کال بوتھ تلاش کر کے اپنے مخصوص نمبر پر رابطہ قائم کیا جس کے بارے میں ہمیں بتا دیا گیا تھا ایک بھاری آواز سنائی دی۔

”ہاں‘ یووسی سی ون‘ سی سی ٹو۔ یہ خفیہ کوڈ ورڈ تھا جو دہرایا گیا تھا ریتیم نے کہا۔“
”زیر ز۔“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”ٹھیک ہے‘ اطلاع یہ ہے کہ جس شخص کے پاس ہمیں بھیجا گیا تھا اس کی لاش اسی جگہ پڑی ہوئی ہے اسے گردن دبا کر ہلاک کر دیا گیا ہے اور یہاں بڑی ابتری پھیلی ہوئی ہے ہم اس سلسلے میں باہر سے اطلاع دے رہے ہیں اس جگہ سے نکل آئے ہیں‘ کچھ دیر کے بعد ہم ایک ٹیکسی میں بیٹھے ہوئے ہوٹل الاسکا جا رہے تھے۔“



ٹیکسی ہوٹل الاسکا کی جانب جا رہی تھی میں سوچ میں گم تھا اور میں نے کئی بار نگاہیں گھما کر ریتیم کی صورت دیکھی تھی۔ ریتیم کے چہرے پر جو کیفیات مجھے نظر آ رہی تھیں ان کا مجھے بخوبی اندازہ ہو رہا تھا۔ بعض اوقات انسان اپنی زبان سے کچھ نہیں بولتا لیکن اس کا چہرہ اسی کے احساسات کی تصویر بن جاتا ہے۔ ریتیم اس وقت جو کچھ سوچ رہی تھی ایک طرح سے وہ الفاظ کی شکل میں میرے علم میں آ رہا تھا۔ وہ درحقیقت مجھ سے بے حد متاثر تھی اور تھوڑی بہت خوفزدہ بھی لیکن اس کے خوف کی وجہ میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ آخر کار ہم ہوٹل پہنچ گئے میں نے ٹیکسی ڈرائیور کو بل ادا کیا اور اس کے بعد ہم دونوں لفٹ کے ذریعے اوپر پہنچ کر اپنے کمرے میں داخل ہو گئے یہاں کوئی ایسی اہم بات نہیں تھی۔ اصل میں طریقہ کار کا معاملہ تھا اور حقیقت تھی کہ جہاں ایک طرف ریتیم ایک حسین لڑکی تھی اور اس کے نازک وجود سے اس بات کا ذرا برابر احساس نہیں ہوتا تھا کہ اس کے اندر کوئی ایسی خوفناک اور پراسرار شخصیت چھپی ہوئی ہوگی تو دوسری جانب اپنے بارے میں کچھ کہنا ہی بیکار ہے دیکھنے والوں کو ایک خوبصورت جوڑے کی حیثیت سے دیکھے جاتے تھے اور یہ ہمارے حق میں بہت بہتر تھا خود ریتیم شاید اس بات کو کئی بار محسوس کر چکی تھی الغرض یہ کہ کمرے میں آنے کے بعد ہم نے اپنے لباس وغیرہ تبدیل کیے اور میں نے ریتیم سے کہا۔

”ویسے تو تم ہر لحاظ سے ایک ذہین لڑکی ہو ریتیم اور یہ ایک بہت بڑا سچ ہے کہ تم نے سیکورٹین قبائل میں ایک ملازمہ کی حیثیت سے میرے سامنے آ کر مجھ پر کوئی تاثر نہیں چھوڑا تھا لیکن اس کے بعد آہستہ آہستہ تم نے جو رنگ بدلے ہیں میرا خیال ہے اس کے بعد رنگوں کی

تعداد ہی ختم ہوگئی ہے اور ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس کے بعد تم کون سے رنگ میں میرے سامنے آؤ لیکن ان تمام رنگوں میں ایک رنگ نمایاں ہے۔ میں خاموش ہوا تو ریتیم مجھے سوالیہ نگاہوں سے دیکھنے لگی پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

”بتاؤ کون سا رنگ۔“

”وہ یہ کہ تم ایک مخلص دوست اور اچھی لڑکی ہو۔“

”خلوص سے کہہ رہے ہونا۔“

”اگر کسی شک کی گنجائش ہے تو بہتر ہے کہ تم خود اس کی نشاندہی کرو میں نے کہا پھر وہ آہستہ سے ہنس پڑی اور بولی۔

”نہیں میرا خیال ہے شک کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔“

”تو بس پھر یہ سمجھ لو کہ جو کچھ میں نے کہا وہی سچ ہے۔“

”اور اب اگر میں کچھ کہنا چاہوں تو تم اس کی اجازت دو گے۔“

”جو میں کہنا چاہتا ہوں وہ تو ابھی تک کہہ ہی نہیں سکا میں نے کہا اور ریتیم ایک بار لرزتی گئی اس نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا پھر ہنس پڑی اور بولی۔

”چلو کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔“

”ریتیم جو کچھ ہم کر کے آئے ہیں نا اس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔“

”یہی تو اتنی لمبی بات ہے جو میں نہیں کرنا چاہتی کیونکہ اس کی طوالت بہت زیادہ ہوگی۔“

”اس بات کو تسلیم کرتی ہونا۔“

”کیوں نہیں۔“

”میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ کچھ وقت کے لئے ہم ان حالات کو بھول جائیں اور اس طرح بھول جائیں کہ اس سے متعلق ایک لفظ بھی اپنی زبان سے ادا نہ کریں اس سے ہمیں ذہنی تازگی حاصل ہوگی اور پھر جب ہم اس کے بارے میں سوچیں گے تو تروتازہ ذہن کے ساتھ سوچیں گے۔“

”بالکل ٹھیک میں اس بات پر مکمل طور سے آمادہ ہوں۔“

”سناؤ اس وقت کیسے احساسات کا شکار ہو۔“

”یہ بھی کہو گے کہ سچ بولوں۔“ وہ کسی قدر بے تکلفی سے بولی اور میں اسے تعجب سے دیکھنے لگا پھر میں نے کہا۔

”نہیں۔ میں یہ بات نہیں کہوں گا۔“

”کیوں کیا تم میری زبان سے سچ نہیں سننا چاہتے۔“

”مجھے اس کے لئے کوئی مشکل نہیں ہوتی ریتیم کیونکہ میں نے تمہاری زبان سے

بیش سچ سنا ہے اور اب اگر تم سے یہ بات کہوں کہ جو بات کہو سچ کہنا تو یہ سمجھنا کہ یہ ایک طرح سے تم پر بد اعتمادی کا اظہار ہے یعنی میں یہ سوچوں گا کہ تم مجھ سے جھوٹ بھی بول سکتی ہو۔“

”اچھا مجھے اس کے بارے میں بتاؤ جس سے تم محبت کرتے تھے۔“

”پور ہو جاؤ گی من کر۔“

”یہ کیا بات ہوئی یعنی میں تم سے کسی بات کی فرمائش کر رہی ہوں اور اس کے بعد تم

اس خوف کا شکار ہو کہ میں اس بات کو سن کر پور ہو جاؤں گی۔“

”اس کا نام رخسار ہے۔ میری کہانی بہت عجیب ہے ریتیم بس بہت عجیب ہے۔

اسے اتنی بار دوہرا چکا ہوں کسی اور کے سامنے نہ سہی تو کم از کم اپنے دل و دماغ میں کہ اب خود

اس سے ذہنی کوفت ہوتی ہے۔ ہاں ایک بات کہوں جو بڑی عجیب ہے اور جسے بار بار کہتے

ہوئے مجھے کبھی برا نہیں لگا۔“

”کیا۔“

”ریتیم انسان کو زندگی میں سیاروں تک پہنچنے کی قدرت حاصل ہو جاتی ہے وہ پہنچ

جاتا ہے وہاں کی خبریں لاتا ہے لیکن اسے اپنی سانس کے ایک لمحے پر قدرت حاصل نہیں ہے

وہ ایسا سب کچھ نہیں کر سکتا جو وہ چاہتا ہے کبھی کبھی وہ ایسی محرومیوں کا شکار ہوتا ہے جن پر اسے

خود ہنسی آتی ہے جیسا کہ میں نے خود تمہیں اپنے بارے میں بتایا کہ میرے پاس ہر چیز موجود

ہے ایک ایسی قوت بھی موجود ہے میرے پاس جسے اگر میں آواز دوں تو وہ میری بھرپور طریقے

سے مدد کر سکتی ہے لیکن مجھے اپنے ماں باپ کبھی نہیں مل سکتے۔ ریتیم بچپن سے ہی میں ان کی

تلاش میں سرگرداں ہوں درجنوں بار اپنے آپ کو دھوکا دے کر بہلا چکا ہوں لیکن مجھے وہ کبھی

نہیں مل سکے۔ ایک خاندان سے میرا تعلق تھا اور اس خاندان کی نوعیت بڑی عجیب سی تھی اور

رخسار اسی خاندان کی لڑکی تھی مجھ سے محبت کرتی تھی لیکن میں کبھی بھول کر بھی اس کے بارے

”بہر حال دعاؤں میں کوئی اثر ہوتا ہے دانش منصور۔“

”ہوتا ہے بالکل ہوتا ہے۔“

”اور کبھی کبھی کوئی ایسا شخص کسی کو دعا دے جو کسی کے لئے دل میں سچائی اور خلوص

رکھتا ہو تو اس دعا کی کامیابی کے کچھ امکانات ہوتے ہیں۔“

”اگر دعا دل سے دی جائے اور اس میں کوئی فریب نہ ہو تو یہ بھی ہمارا ایمان ہے

کہ وہ بہر حال کامیابی کی منزلوں کو چھو لیتی ہے۔“

”تو میری دعا ہے تمہارے لئے دانش منصور کہ رخسار تمہیں مل جائے اور اس بار اگر

وہ تمہیں ملے تو اس طرح سے کہ پھر کبھی تم سے جدا نہ ہو۔“

”اور اس کے جواب میں تمہیں صرف ایک دعا دے سکتا ہوں۔“

”وہ۔“ وہ عجیب سے لہجے میں بولی۔

”تمہیں تمہارا بھائی مل جائے۔“ میں نے کہا اور ریتیم نے آنکھیں بند کر لیں۔ میں

چہرے سے اس کے جذبات کا اندازہ لگا رہا تھا کچھ لمحوں کے بعد اس نے کہا۔

”بہت بہت شکریہ واقعی میرے لئے اس سے قیمتی دعا اور کوئی نہیں ہے ایک بات

جانتے ہو سمجھتے ہو گئے ہو گئے انسان ہو انسان ہر بات کو سمجھتا ہے۔“

”کیا۔“ میں نے سوال کیا۔

”دیکھو جس طرح کی ابھی ہمارے درمیان گفتگو ہوئی کہ ہم بہت سی ایسی چیزوں پر

قادر نہیں ہیں جن کے بارے میں ہم سوچ سکتے ہیں کہ ہم ان پر قادر ہو سکتے ہیں۔“

”ہاں یہ ہماری سوچ کی غلطی ہے۔“

”عورت ایک کمزور شخصیت ہے اس بات کو تسلیم نہ کرنا فطرت سے بغاوت کرنے

کے مترادف ہے بہت سے معاملات میں وہ ایک معمولی سے معمولی مرد سے پیچھے رہ جاتی

ہے۔“

”ہاں بالکل تم تو شاید جس ماحول کی پروردہ ہو اس کا تجربہ نہ کر سکو مگر میرا تجربہ

بالکل مختلف ہے ہم ایشیا کی عورتوں کی بات کرتے ہیں اور خاص طور پر میں اپنے وطن کی بات

کرتا ہوں بعض اوقات ایسی ایسی قابل ذہن اور حسین لڑکیاں بد قسمتی کے سہارے ایسے

نوجوانوں کی زندگی میں شامل کر دی جاتی ہیں جو ذہنی اور عقلی طور پر ان سے بہت کمتر اور بہت

میں نہیں سوچتا تھا اور اس سے نفرت کا اظہار کرتا تھا یعنی ایک طرح سے تم یہ سمجھ لو کہ میں اس سے بالکل بنا ہوا تھا اور اس کا بھی ایک پس منظر ہے جسے بیان کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لیکن پھر ایک دن اچانک مجھے احساس ہوا کہ میں رخسار کو چاہتا ہوں۔ تم یقین کرو اس کے بعد وہ چاہت میری زندگی کے لئے آسمان بن گئی یہاں تک کہ میں اس کی طلب پر آمادہ ہو گیا اور پھر ہمارے راستوں میں اس قدر رکاوٹیں آئیں کہ ریتیم تم تصور نہیں کر سکتیں لیکن وہی دلچسپ بات جو میں تم سے کہہ رہا تھا یعنی یہ کہ وہ میری زندگی میں ہوا کے خوشگوار جھونکوں کی مانند آتی تھی اور اس کے بعد فضا میں تحلیل ہو جاتی تھی۔ ریتیم اب بھی وہ فضا میں تحلیل ہے۔ میں تمہیں بتا چکا ہوں رخسار کے بارے میں کہ کس طرح وہ میرے ہاتھوں سے نکل گئی ہے۔ بس یہ ہے میری کہانی۔“

”تمہاری اس سے شادی ہو چکی تھی نا۔“

”ہاں اور ہم نے زندگی کے لئے نجانے کیا کیا منصوبے بنائے تھے اور کتنی ہی بار بنائے تھے لیکن ہر بار ہمارے وہ منصوبے ناکام رہے اور ہم ایک دوسرے سے جدا ہوئے۔ ریتیم حیرانی کی بات یہ ہے کہ رخسار بھی ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں جا کر پڑی اور بار بار پڑی جو نا صرف میرے بلکہ اس کے بھی دشمن تھے لیکن نہ انہوں نے اسے نقصان پہنچایا اور نہ ہی مجھے اس سے جدا کر سکے یہاں تک کہ وہ جسمانی اور ذہنی طور پر مجھے حاصل ہو گئی اب یہ الگ بات ہے کہ ایک بار پھر انہوں نے اسے فضاؤں میں گم کر دیا ہے اور ایک بات میں تمہیں بتاؤں ریتیم مجھے یقین ہے کہ وہ زندہ سلامت ہے اور آخر کار ایک دن ہم پھر یکجا ہو جائیں گے شاید دوبارہ ایک دوسرے سے پچھڑ جانے کے لئے۔“ ریتیم کے چہرے پر عجیب سے آثار پھیل گئے تھے بہت دیر تک وہ گہری سوچ میں ڈوبی رہی پھر ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔

”ہاں یہ واقعی سب سے دلچسپ اور سب سے عجیب بات ہے کہ وہ جو چاند پر پہنچ جانے کی تیاریاں کر چکے ہیں وہ جنہوں نے چاند پر آباد ہونے کے فیصلے کر لیے ہیں یہ نہیں جانتے کہ آخری لمحوں تک وہ چاند پر پہنچ بھی جائیں گے یا نہیں ہم اس بات سے یہ یقین کرتے ہیں کہ بہر حال وہ قوت ہم پر حاوی ہے جو ہماری خالق ہے اور وہی ہمارے ہر عمل کا تعین کرتی ہے۔“

”ہاں ریتیم یہی بات ہے۔“

پیچھے ہوتے ہیں لیکن جانتی ہو میرے وطن کی عورتیں کیا کرتی ہیں۔“

”یقینی طور پر وہ ہنسی خوشی ان کے ساتھ زندگی گزار دیتی ہوں گی۔“

”ہاں ایسا ہی ہے۔“ میں نے ریتیم کی بات کی تائید کرتے ہوئے کہا۔

”میں یہی کہنا چاہ رہی تھی اصل میں کہ تمام تر قوتوں کے حصول کے باوجود عورت کے اندر ایک محبوبیت ہے جو بہر حال اس کی فطرت کا ایک حصہ ہے اور کبھی کبھی جب وہ عورت بن کر اپنے بارے میں سوچتی ہے تو اپنی پسند کے مرد کی تلاش اس کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد بن جاتی ہے اور اس وقت وہ نجانے کیا کیا چھوڑ دیتی ہے ان اپنوں کو بھی چھوڑ دیتی ہے جن کے ساتھ وہ زندگی گزارنے کی آخری حد تک خواہش رکھتی ہو۔ میں تمہیں ایک دن کی بات بتاؤں جب میں تم سے کچھ گھنٹوں کی مہلت لے کر چلی گئی تھی اس وقت تم میرے دل میں ایک مرد کی حیثیت سے اس طرح جاگے تھے کہ میرا رداں رواں تمہیں پالینے کا خواہشمند ہو گیا تھا۔ دانش منصور براست ماننا میری بات کا میں اس وقت کی بات کر رہی ہوں پھر میں آٹھ گھنٹے تم سے جدا رہ کر عبادت کرتی رہی ہوں اور میری عبادت بالکل مختلف تھی تم سمجھ لو کہ میں اس وقت جنگ کر رہی تھی اپنے نفس سے اور ایسی شدید جنگ کر رہی تھی میں کہ اگر تم مجھے دیکھتے تو حیران رہ جاتے یہاں تک کہ میں نے اپنے نفس کو شکست دے کر خود پر قابو پالیا اور اس وقت میں تمہارے سامنے آئی تو میرے دل میں تمہارے لیے وہی جذبے تھے جو میرے دل میں سہیل کے لئے ہو سکتے تھے۔ میں نے اس وقت تم سے کہا تھا کہ میں تمہاری ماں ہوں یاد ہے۔“

”ہاں۔“

”بس تو یہ سمجھ لو کہ میں تقدس کے ان تمام جذبوں کو سینے میں پروان چڑھا رہی تھی جس کے بعد انسان کے دل میں کوئی کھوٹ نہیں رہتی۔“

”بہت بڑی باتیں کر رہی ہو ریتیم اس کے جواب میں میں تم سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔“

”ہم یہ طے کر چکے تھے ناکہ کچھ وقت کے لئے ہم ایسی گفتگو کریں گے جو ہمارے

ذہن سے اس تاثر کو ختم کر دے۔ اس میں مسئلہ یہ ہے کہ تم نے ہر لمحے مجھے حیران کیا ہے۔

وہاں سے تم نے میرا مطلب ہے کہ کیروشمین قبائل سے جس طرح ایرش دانش کو شکست دے کر

وہ اسلحہ فلسطین پہنچایا وہ میرے لیے ایک ناقابل یقین سی بات تھی پھر میں نے خود کو تم پر ظاہر کیا

اور تم میرے ساتھ شامل ہو گئے یہ بات تم نے بالکل نہیں چھپائی کہ تم بھی روز آگنا نریشن کے خلاف ایک محاذ بنائے ہوئے ہو اور تمہارے اس محاذ کا مقصد بھی بہت سخت اور پکا ہے میرا اپنا مسئلہ بھی یہی تھا ہم دونوں ذہنی طور پر مل گئے رفتہ رفتہ میں نے تم پر انکشافات کیے کہ کیروشمین قبائل کے غاروں میں ایک ملازمہ جو تمہاری خدمت پر مامور کی گئی تھی آہستہ آہستہ کس حیثیت میں تمہارے سامنے آتی ہے لیکن جواب میں تم نے جس طرح اپنے آپ کو میرے سامنے پیش کیا اس نے خود مجھے شرمندہ کر دیا اور میں یہ سوچنے لگی کہ بہت بننے کی کوشش کر رہی تھی میں اور کیسی منہ کی کھائی۔“

”کیا مطلب۔“ میں نے مسکرا کر کہا۔

”شمیرک‘ زیر قبیلے کے افراد کو یقین کر دیا یہ بات آج تک نہیں معلوم کہ شمیرک کون

ہے کیا ہے؟ وہ صرف ایک نام تھا جسے میں نے تراشا تھا اور اس وقت جب میں اس بد بخت

کے ہاتھوں شکست کھا گئی تھی شمیرک نمودار ہوا تم نے جس طرح اسے شکست دی میں معمولی

انداز میں اس مارشل آرٹس کلب کے مالک کو جو گرین اسٹار حاصل کر لینے کی فکر میں تھا مکھی کی

طرح مسل ڈالا وہ ناقابل یقین تھا۔ اب یہ تو نہیں کہا جاسکتا اور نہ ہی میں یہ کہہ کر اپنے آپ کو

باحق ظاہر کرنا چاہتی ہوں کہ وہ سب ایک فریب تھا ایک کھیل تھا ایک اتفاق تھا سوال ہی پیدا

نہیں ہوتا اور اس کے بعد تم جن ذہنی قوتوں کا مظاہرہ کرتے رہے مثلاً ایڈرک کا قتل ان تمام

چیزوں نے ہر لمحہ تمہاری شخصیت میں نمایاں اضافہ کیا ہے۔ بہر حال دانش منصور ہم بہت

اچھے دوست بہت اچھے ساتھی ہیں چلو اب سو جائیں۔“ اور ہم سو گئے‘ چچ‘ دوسری صبح جب

جاگے تو ہمارے ذہن تازہ تھے رات کے واقعات ایک واقعے کی طرح یاد رہ گئے تھے جو کچھ ہم

کر آئے تھے اس سلسلے میں ہم سے نہ تو رابطہ قائم کیا گیا تھا اور اگر کیا بھی جاتا تو شاید ہم اس

وقت اسے قبول نہ کرتے اور ذہنی طور پر اپنے آپ کو اس سے بالاتر رکھتے لیکن ناشتے کے بعد

ہم نے جس گفتگو کا آغاز کیا۔ وہ اسی سے متعلق تھی اور یہ طریقہ کار ہمارے لئے بہت کارآمد

رہتا تھا چونکہ اس طرح ہم پرسکون ہو کر ہر موضوع پر بات کر لیا کرتے تھے اس وقت ریتیم بھی

بالکل سنجیدہ تھی اس نے کہا۔

”ایک نام ہمارے علم میں آیا ہے اور میرا خیال ہے ہم اس پر غور کرنے کے لئے

مجبور ہیں تم کیا کہتے ہو اس بارے میں۔“

”ہینڈون۔“ میں نے سوال کیا اور ریتھم نے آنکھیں بند کر لیں کچھ لمحے خاموش رہنے کے بعد وہ بولی۔

”نہیں قسم کھا کر کہہ سکتی ہوں کہ یہ انسانی ذہن کا کارنامہ نہیں ہے۔ ساری دنیا کمپیوٹر کمپیوٹر چیخ رہی ہے کہ کمپیوٹر یہ کر سکتا ہے کمپیوٹر وہ کر سکتا ہے بلکہ بعض اوقات تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ انسان اب اپنی تمام کائنات کو کمپیوٹر کے حوالے کرنے پر تلا ہوا ہے لیکن انسان ذہن سے بڑا کمپیوٹر کوئی بھی نہیں ہے۔ تم یہ بتاؤ جو میں نے سوچا وہ تم نے کیوں سوچا۔“ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی پھر میں نے کہا۔

”اب اتنی قربتوں کے باوجود یہ سوال نامناسب ہے میں جانتا ہوں کہ تمہارے ذہن میں بھی جو چیزیں گردش کر رہی ہیں وہ زیادہ سے زیادہ کیا ہو سکتی ہیں۔“

”ویسے تمہارا کیا خیال ہے ایڈرک نے ہم سے کہا تھا کہ ہمیں اس نام سے ہمیشہ محتاط رہنا چاہئے ہینڈون ہمارے لئے بہت خطرناک ثابت ہو سکتا ہے پہلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے یہ ہینڈون ہے کیا بلا۔“

”خیر اس بارے میں معلومات حاصل کر لینگے۔ اب یہ پتا نہیں کہ ایڈرک کی موت کے بعد مقامی لوگوں پر کیا اثرات مرتب ہوں یعنی ان لوگوں پر جو ہمیں اس سلسلے میں کنٹرول کر رہے ہیں۔“

”میں تمہیں یہ تو بتا چکی ہوں کہ اس سلسلے میں ہمارے سامنے سب سے پہلا نام جو ہے ہمیں اسی سے رابطہ قائم کرنا ہوگا اور اس پہلے نام کے ساتھ ہی بہت سے ایسے تصور ذہن میں آ جاتے ہیں جن سے ہمیں آگے کے لئے کام کرنے کی نشانات ملیں گے اگر میں تم سے پوچھوں کہ وہ پہلا نام کون سا ہوگا تو کیا تم بتا سکو گے۔“ اس نے کہا اور مسکرائے لگی۔

”اب اگر تم مجھے عجوبہ ہی ثابت کرنا چاہتی ہو تو مجھے بھی اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ مارشل ویڈن تمہارے ذہن میں ہے۔“

”اوہ میرے خدا اوہ میرے خدا بالکل ٹھیک کہتے ہو اصل میں اس سلسلے میں جو شخص سب سے زیادہ مصروف عمل ہے اور جس نے ہمیں مخاطب کیا ہے میرا مطلب ہے جو ہم سے صحیح طریقے سے کام لینا چاہتا ہے وہ مارشل ویڈن ہی ہے۔ اس نے بہت سے افراد اطراف میں پھیلا رکھے ہیں لیکن حقیقی طور پر خود انہیں کنٹرول کرتا ہے تو مارشل ویڈن نے

یہاں ابھی براہ راست ہم سے کوئی رابطہ قائم نہیں کیا لیکن بہر حال کیسہال کے سلسلے میں اسکا رٹو کے باغیوں سے پنٹا مارشل ویڈن کا ہی کام تھا۔ ایڈرک کی موت کی اطلاع کے بعد ان لوگوں پر کیا رد عمل قائم ہوا ہے۔ یہ ہم نہیں کہہ سکتے ویسے ایک بہترین طریقہ کار اختیار کیا ہے تم نے یعنی اپنے آپ کو اس موت کا ذمے دار قرار نہیں دیا۔“

”ان لوگوں نے اگر ہمیں رات کو پرسکون طریقے سے سونے دیا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ خود بھی ششدر رہ گئے ہیں اور ابھی تک کوئی صحیح صورت حال کا اندازہ نہیں لگا سکے ہیں۔“

”سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کرنا کیا ہے۔“

”اس سلسلے میں‘ میں سوچ رہی ہوں کہ مقامی طور پر ایک شخص سے رابطہ قائم کروں۔“

”وہ کون ہے۔“

”ہم اسے لاشا کہتے ہیں۔ ایل لاشا ایل لاشا یوں سمجھ لو کہ مقامی طور پر زیر زمین کنٹرول کرتا ہے اور وہ ہمیں تمام صورت حال سے آگاہ کر سکتا ہے۔“

”طریقہ کار کیا ہوگا۔“

”ٹیلیفون بہت ہی آسان طریقہ کار یعنی وہ ایک دوست کی حیثیت سے ہم سے گفتگو کرے گا لیکن جو کوڈ ورڈز میرے اور اس کے درمیان رہیں گے وہ آخر کار تمہیں بھی معلوم ہو جائیں گے۔“ اس سے پہلے کہ ریتھم اپنے کارکن سے گفتگو کرے دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی تھی اور پھر اجازت ملنے پر ایک شخص اندر داخل ہو گیا تھا۔ یہ ایک دروازہ قامت آدمی تھا اور چہرے سے خاصا ذہین اور زیرک نظر آتا تھا۔ اس نے گردن خم کرتے ہوئے دونوں ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا۔

”میڈم نے یہ سمجھا ہوگا کہ میں ویڈن ہوں اس لئے میڈم نے مجھے اندر آنے کی اجازت دے دی تھی۔ میرے دونوں ہاتھ بلند ہیں سب سے پہلے میری تلاشی لے لی جائے اور یہ اندازہ لگالیا جائے کہ میں کسی طرح سے مسلح نہیں ہوں اور میڈم کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔“ ریتھم نے ایک نگاہ میری طرف دیکھا میں اپنی جگہ سے اٹھا اور میں نے سب سے پہلے اس شخص کے قریب جا کر اس کے عقب میں قدم رکھا اور پھر بڑھ کر دروازہ اندر سے بند کر دیا

لیکن دروازہ بند کرنے سے پہلے میں نے باہر راہداری میں جھانک لینا مناسب سمجھا تھا۔ اس دوران ریتیم خاموش کھڑی ہوئی تھی میں یہ بات اچھی طرح جانتا تھا کہ اگر آنے والا کوئی غلط انسان ہے اور کسی غلط نظریے سے آیا ہے اور ریتیم کو تنہا پا کر وہ اسے قابو میں کرنے کی کوشش کر کے مجھے مجبور کرنا چاہے گا تو اسے اپنی زندگی کے بدترین تجربے سے دوچار ہونا پڑے گا چونکہ بہر حال میں نکوسیا میں ریتیم کے کلب میں اس کی کارکردگی دیکھ چکا تھا۔ عام قسم کے دو چار آدمی تو اس کے سامنے کسی حیثیت کے حامل ہی نہیں تھے لیکن آنے والا واقعی ایک سنجیدہ شخص نظر آتا تھا۔ اس کے بعد میں نے معمولی پینے پر اس کی تلاشی لی اور پھر ریتیم سے کہا۔

”ٹھیک ہے۔“

”اب بتاؤ کون ہو تم اور کیا چاہتے ہو۔“

”ایک معمولی سا کارکن ہوں اور یہ سمجھ لیجئے کہ مجھے مارشل نے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ رات کو مسٹرائڈرک کی موت کے بارے میں ہم لوگ مکمل طور سے تفتیش کرتے رہے ہیں۔ درحقیقت مسٹرائڈرک کے بارے میں جو انکشافات ہوئے ہیں اس کے لئے تو خیر مارشل ہی تفصیل بتا سکتے ہیں لیکن ایک بات آپ کو یہ بتانا بہت ضروری سمجھا گیا ہے کہ مسٹر فیڈرینو آج ایک اہم میننگ میں شرکت کے لئے جارہے ہیں اور ہمیں اطلاع ملی ہے کہ مسٹر فیڈرینو کے تحفظ کے لیے جو ہندو بست کیا گیا ہے وہ اتنا معقول نہیں ہے کہ ہم اس سے مطمئن ہو سکیں چنانچہ فوری طور پر مارشل نے میرے ذریعے آپ کو یہ پیغام بھیجا ہے کہ مسٹر فیڈرینو کے اس سفر میں آپ ایک ساتھی کی حیثیت سے ان کے تحفظ کے لئے مستعد رہیں۔ مسٹرویدن اس سلسلے میں آپ کے شکر گزار ہوں گے اگر وہ اس قدر مصروف نہ ہوتے تو خود آپ سے رابطہ قائم کرتے لیکن آپ یہ سمجھ لیجئے کہ ان کا یہ پیغام بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جس سلسلے میں آپ لوگوں کو بدعو کیا گیا ہے۔“ فیڈرینو کے بارے میں مجھے کوئی خاص تفصیل نہیں معلوم تھی لیکن بہر حال میں نے فوری طور پر اس سلسلے میں کوئی سوال بھی نہیں کیا تھا آنے والے شخص سے ریتیم نے پوچھا۔

”مجھے ان کا پورا پروگرام بتایا جانے اور اس شخص نے ایک پوری تفصیل ریتیم کے سامنے دوہرا دی۔ میں ریتیم کے ہر معاملے میں ناگ اڑانا نہیں چاہتا تھا ظاہر ہے وہ اس مشن پر کام کر رہی تھی اور اب ہم دونوں کے درمیان موجودہ معاہدے کے تحت سارے کام اسی

طرح ہوتے تھے کہ اگر ایک شخص کسی مسئلے کو آسانی سے سمجھ پائے تو دوسرا اس کے معاملے میں مداخلت نہ کرے۔ وہ شخص جب تمام تر ہدایات دینے کے بعد چلا گیا تو ریتیم نے مجھ سے کہا۔

”آئی ایم سوری مائی ڈیز دانش منصور بعض جگہ اس قسم کے معاملات آگے بڑھانا پڑتے ہیں یعنی اس کارکن سے میں نے ہی گفتگو کی چونکہ یہ بات تمہیں معلوم ہے کہ شیرک کا وجود کم از کم یہاں نہیں ہے اور جو کچھ بھی کیا جا رہا ہے ڈیزر کی سربراہ کی حیثیت سے میرے ساتھ ہی ڈیل کیا جا رہا ہے۔“

”اس کے بعد تمہیں یہ الفاظ دوبارہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں کسی مسئلے میں فوری مداخلت کی ضرورت پیش آئی تو میں اس میں ضرور کارروائی کروں گا لیکن عام معاملات میں یہ سب کچھ تم بخوشی کر سکتی ہو۔“

”شکر یہ کیا ہی بہترین تعاون ہے ہمارے ساتھ تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مسٹر فیڈرینو کو تحفظ دینے کے لئے جو کارروائی کی جائے اس میں ہمارا کیا حصہ ہونا چاہیے۔“

”ایک بات کہوں اگر مجھ سے تم پوچھتی تو میں فوری طور پر یہ کہتا کہ اس سلسلے میں مکمل طور سے معذرت کر لی جائے اور کوئی ایسی ذمہ داری قبول نہ کی جائے۔“ ریتیم کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں اور اس نے کہا۔

”اگر ایسی بات ہے تو میں اس کے لئے دوبارہ مسٹر مارشل سے رابطہ قائم کر سکتی ہوں ظاہر ہے جو کام نہیں کرنا چاہیں گے اس کے لئے ہمیں مجبور نہیں کیا جاسکتا۔“

”اس وقت معذرت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انہیں یہ سوچنے کا موقع دیا جائے کہ درمیان میں تم بھی کسی سے مشورہ طلب کرنے کے لئے مجبور ہو اور یہ بات میں بالکل نہیں چاہتا لیکن یہ سمجھ لو کہ ہم اس معاملے میں بالکل پیچھے رہیں گے چونکہ اس کارٹو میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے وہ ہمارا ذاتی معاملہ نہیں ہے ہمارا ذاتی معاملہ صرف مسٹر کیسھال تھال کی بازیابی ہے اور مسٹر کیسھال کی بازیابی کے لئے ہم وہ سب کچھ کریں گے لیکن اس کے باوجود ہم وہاں ضرور چلیں گے اور یہ جائزہ لیں گے کہ وہ کون لوگ ہیں جو مسٹر فیڈرینو کی ہلاکت چاہتے ہیں ویسے فیڈرینو کے بارے میں تم جانتی ہو کہ یہ کون شخصیت ہے۔“

”ہاں مقامی وزیر داخلہ۔“

”اوہو کیا واقعی اور مسٹر کیسھال۔“

”ان کے بارے میں تو میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ وہ وزیر اقتصادیات ہیں۔“
 ”ہاں سوری میں بھول گیا تھا۔“ میں نے کہا ریتیم میری صورت دیکھتی رہی تھی پھر اس نے پر خیال انداز میں کہا۔
 ”یقینی طور پر ان کی پیشکش قبول نہ کرنے کی کوئی خاص وجہ تمہارے ذہن میں ہوگی۔“

”بالکل خاص وجہ ہے ہم ان کے کارکن تو نہیں ہیں۔ زیر زکسی ایک چھوٹے سے مسئلے میں مصروف عمل نہیں ہیں بلکہ ان کا صرف ایک کام ہے جس کا وہ معاوضہ وصول کر رہے ہیں اب اگر وہ لوگ ہمیں اپنے طور پر استعمال کرنا چاہتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں یہ ان کی غلطی ہے ہم اس قدر ان کے معاملات میں ملوث نہیں ہونا چاہتے کہ وہ چھوٹے چھوٹے سے کام ہمارے سپرد کرتے رہیں۔“ ریتیم نے پر خیال انداز میں گردن ہلائی اور بولی۔
 ”ٹھیک ہے مگر ہم مارشل کو اس بارے میں اطلاع دیدیں تو اس میں کیا حرج ہے۔“

”یہ تمہیں بتا چکا ہوں کہ یہ سوچا جانے گا کہ فوری طور پر اس فیصلے کی تبدیلی کی کوئی خاص وجہ ہے ویسے وہ لوگ ایڈرک کے قتل کے چکر ہی میں پھنس گئے ہیں۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ نہایت ناقص کارکردگی کے مالک ہیں اور کسی بھی معاملے میں کوئی خاص عمل نہیں کر سکتے۔“

”اوہو ایک بات میری سمجھ میں اور آتی ہے وہ یہ کہ مسٹر فیڈرینو کے سلسلے میں وہ جو اس قدر متاثر ہوئے ہیں کہ مارشل ویڈن نے بھی اس سلسلے میں زیر زکسی سے مدد مانگی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ یقینی طور پر ایڈرک کی موت سے انہوں نے کوئی خاص نتائج اختیار کیے ہیں۔“

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

”ہمارے ذہن میں ایک بار پھر ہینڈوان کا نام آتا ہے۔ مسٹر ہینڈوان آخر کیا چیز ہیں اس کے بارے میں ہمیں تفصیلات معلوم کرنا ہوں گی۔“

”ایل لاشا اس بارے میں ہمیں خاصی معلومات فراہم کر سکے گا لیکن اس کے لئے ہم ہوٹل سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش نہیں کریں گے۔“ آخر کار ہم ہوٹل سے باہر نکل آئے

ہم ایک دلچسپ اور خوبصورت جوڑے کی حیثیت سے جو یہاں بغرض سیاحت آیا تھا مقبول ہو چکے تھے اور اب چونکہ ریتیم بھی ایک خوش شکل لڑکی تھی اس لئے لوگ بعض اوقات دلچسپی کی نگاہوں سے ہمیں دیکھتے تھے لیکن یہ نگاہیں ہمارے لئے بڑی مہنگی ہوتی تھیں چنانچہ ہمیں خاصی دیر تک مختلف سڑکوں پر مارے مارے پھرنا پڑا اور اس کے بعد ایک پبلک کال بوتھ کے سامنے پہنچ گئے۔ ریتیم رک گئی اس نے میری جانب دیکھا اور پھر کال بوتھ میں داخل ہو گئی۔ یہاں سے اس نے ایل لاشا سے گفتگو کی۔ میں ہر معاملے میں مداخلت پسند نہیں کرتا تھا چنانچہ میں کچھ فاصلے پر کھڑا ہو کر چاروں طرف دیکھتا رہا پر رونق علاقہ تھا اور یہاں اسکارٹو میں یہ سب کچھ بڑا دلچسپ اور بڑا دلکش لگ رہا تھا خاص طور پر اس احساس کے ساتھ کہ یہاں خاصا ہنگامہ خیر ماحول تھا۔ ریتیم نے ایل لاشا سے جو باتیں کیں وہ اس کا ذاتی معاملہ تھا لیکن تھوڑی دیر کے بعد وہ واپس آئی تو اس کے چہرے پر بڑی سنجیدگی کے آثار تھے پھر اس نے کہا۔

”ایل لاشا نے کچھ انکشافات مزید کئے ہیں لیکن میں تمہاری بات سے اصل اتفاق کرتی ہوں۔ ہم نے جو ذمے داریاں قبول کی ہیں ہم صرف انہیں سرانجام دینے کے پابند ہیں باقی اگر مارشل ویڈن ہمیں اور بھی بہت سے معاملات میں شریک کرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے اس سے علیحدہ بات کرنا ہوگی ویسے جہاں تک میرا خیال ہے ہمیں کم از کم مسٹر فیڈرینو کے سلسلے میں تھوڑی بہت دلچسپی ضرور لینا ہوگی کیونکہ یہ ایک دلچسپ واقعہ ہو سکتا ہے کہ مسٹر فیڈرینو کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی جائے جب کہ ان لوگوں کا خیال ہے کہ انہیں اغوا کیا جائے گا لیکن ایل لاشا نے اپنی معلومات کی بنا پر کچھ اور انکشافات کیے ہیں۔“

”وہ کیا۔“

”وہ کہتا ہے کہ بڑے سنسنی خیز حالات ہیں اور ممکن ہے کہ اسکارٹو کے باغی مسٹر فیڈرینو کو ختم کرنے کی کوشش کریں کیونکہ اس سلسلے میں ایک دوہری کیفیت ہے جس کی تفصیل ابھی تک سامنے نہیں آ سکی ہے۔“

”ہمارے پاس اس پروگرام میں شریک ہونے کا ذریعہ کیا ہوگا۔“

”ہاں میرا ساتھی یعنی ایل لاشا اس سلسلے میں تمام ذمے داریاں پوری کرنے کے لئے تیار ہے۔ ہمیں ایک ایسی پرائیویٹ کارمل جائے گی جو رینٹ اے کار سے حاصل کی گئی ہوگی اس نے ہمیں اس کے لئے جگہ بتا دی ہے۔“ میں نے مسکراتے ہوئے ریتیم کی جانب

دیکھا اور بولا۔

”سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ لڑکی جو انتہائی سعادت مندی سے میرے لئے مختلف قسم کی خدمات سرانجام دے رہی ہے اتنی بڑی آرگنائزیشن کی سربراہ ہوگی اور وہ ایک ایسی عجیب و غریب شخصیت کی مالک ہوگی۔“ ریتم مسکرا نے لگی پھر اس نے کہا۔

”اور میں نے بھی تو یہ بات نہیں سوچی تھی کہ جب وہ کمینہ شخص جس نے گرین اسٹار کے حصول کے لئے نجانے کتنی محنت کی ہوگی مجھے شکست دینے کے قریب ہو جائے گا تو ایک ایسا شخص نمودار ہوگا جو میری بہت پرانی بات کو عملی جامہ پہنا دے گا۔ شمیرک تو ایک پراسرار تصور تھا میرے ذہن میں اور کبھی کبھی میں نے خوابوں میں شمیرک کے بارے میں دیکھا تھا اور ایک ایسے وجود کے بارے میں سوچا تھا جس کے چہرے پر کوئی نقش نہیں تھا۔ میں نہیں جانتی تھی کہ اس کی صورت کیسی ہوگی بس وہ مجھے ایک بے حد دخال کا انسان نظر آتا تھا پھر پتلا بے انتہا طاقت ور ایسی عجیب و غریب صلاحیتوں کا مالک جن پر انسان خود غور کرے اور اسے یقین نہ آئے۔ تو تم نے اس طاقت ور شخص کو دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر اس طرح پھینک دیا تھا جیسے کوئی معمولی سے وزن کو اٹھا کر پھینک دیتا ہے ایک بھی نہیں چلنے دی تھی اس کی تم نے۔“

”اچھا لگتا ہے کہ میں تمہاری تعریف کروں اور تم میری اس طرح ہمیں کسی تیسرے وجود کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔“ میں نے کہا اور وہ مسکرا نے لگی۔

بہر حال ہمارے پروگرام چل رہے تھے جان بوجھ کر اس سلسلے میں مارشل ویڈن سے یہ بات نہیں کی گئی تھی کہ ہم کم از کم اس کام کے لئے تیار نہیں ہیں جس کے لئے اس نے ہمیں ہدایت بھیجوائی ہے یا اس خواہش کا اظہار کیا ہے صورت حال معمول کے مطابق چل رہی تھی اور اس وقت جب وزیر داخلہ مسٹر فیڈرینو کو سفر کر کے کسی جگہ تک پہنچنا تھا اور جس منصوبے کی اطلاع ان لوگوں کو دی گئی تھی اور جس میں وہ خاصے پریشان نظر آتے تھے تو اس وقت ہم بھی اس قافلے کے ہمراہ اس عمارت سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھے جہاں سے اس کام کا آغاز ہونا تھا۔ میری نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں خوبصورت اور شاندار عمارت کے گرد سیکورٹی کے افراد خوبصورت لباسوں میں ملبوس اس طرح گردش کر رہے تھے جیسے کوئی بہت ہی قیمتی شے ہونے والا ہو شاندار قسم کی طاقتور انجن والی موٹر سائیکلیں گاڑیاں قطار در قطار کھڑی ہوئی تھیں قرب و جوار میں دوسری عمارتوں پر بھی سیکورٹی گارڈ نظر آ رہے تھے میں نے ایک نگاہ

چاروں طرف ڈالی بہر حال جن راستوں سے مسٹر فیڈرینو کو گزرنا تھا یقینی طور پر وہاں بھی معقول بندوبست کر لیا گیا ہوگا۔ اسکا رٹو کے بارے میں میری بہت زیادہ معلومات نہیں تھی اور ابھی تک ہمیں اس سلسلے میں بریف نہیں کیا گیا تھا لیکن جو کچھ میں دیکھ رہا تھا اس سے یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ جس بڑے ملک نے اسکا رٹو کی پشت پر ہاتھ رکھا ہوا ہے اس نے اسکا رٹو کو ہر طرح سے ایک جدید ترین ملک بنانے کی کوشش کی ہے اور شاید اس کی خاصی مالی اور اخلاقی مدد بھی کی ہے پھر مسٹر فیڈرینو اس عمارت سے برآمد ہونے جس سے انہیں اس کانفرنس میں شرکت کرنے کے لئے جانا تھا لیکن جو کچھ دوسری جانب سے کیا گیا اسے بھی قابل تحسین عمل کہا جاسکتا تھا کیونکہ جیسے ہی مسٹر فیڈرینو عمارت سے باہر آئے اور انہوں نے سیڑھیوں کے آخری سرے پر کھڑی ہوئی کار کی جانب قدم اٹھائے اچانک کسی طرف سے مارٹر شیل آ کر ان کے قریب گرے تین مارٹر شیل یکے بعد دیگرے گرے تھے اور مسٹر فیڈرینو کے بدن کے ٹکڑے فضا میں پرواز کر گئے تھے اور ان کے ساتھ ہی قرب و جوار میں موجود لوگ بھی انہی کی طرح خون کی چھینٹوں میں تبدیل ہو گئے تھے کئی افراد تھے جن کے جسموں کو ٹکڑوں کی شکل میں بٹے ہوئے اور فضا میں پرواز کرتے ہوئے دیکھا گیا تھا اب یہ تو ہمیں نہیں معلوم تھا کہ وہ کون ہیں لیکن بہر حال یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ صورت حال بڑی سنگین ہو گئی ہے اور جو بھاگ دوڑ مچی تھی وہ دیکھنے کے قابل تھی۔ ریتم نے آہستہ سے کہا۔

”میرے خدا میرے خدا یعنی کمال ہے۔“ میں خاموشی سے سامنے کے مناظر دیکھتا رہا ریتم چونکہ خود اپنی کار کا اسٹیرنگ سنبھالے ہوئے تھی چنانچہ وہ پیچھے ہٹی اور کار کو رپورس میں دور تک لیتی چلی گئی اس وقت ایک شخص نے ریتم کو ہاتھ سے اشارہ کیا اور ریتم رک گئی۔ وہ شخص جو وردی میں ملبوس تھا قریب آ کر بولا۔

”میڈیم میں آپ کو جانتا ہوں مجھے آپ کی مکمل طور پر شناخت کرا دی گئی تھی اگر آپ نے اس وقت یہاں سے جانے کی کوشش کی تو دائر لیس پر قرب و جوار میں پھیلی ہوئی سیکورٹی کو جو ہدایات کی گئی ہیں ان کے تحت وہ لوگ آپ کو نقصان پہنچا سکتے ہیں کیونکہ اس وقت یہاں سے کوئی بھی نہیں نکل سکے گا جب تک کہ صحیح صورت حال کا علم نہ ہو جائے بہتر ہے کہ آپ کار سائیڈ پر کر لیجئے اور انتظار کیجئے کہ حالات کیا رخ اختیار کرتے ہیں۔“

”تم مجھے کیسے جانتے ہو آفیسر۔“

”یہ کارڈ پلیز آپ اسے دیکھ لیجئے۔“ اس شخص نے کہا اور اپنی جیب سے ایک کارڈ نکال کر ہمارے سامنے کیا یہ انتہائی محکمہ خصوصی کا ایک رکن تھا اور اس کا تعلق یہاں سے نہیں بلکہ اس بڑے ملک سے تھا چہرے، ہنرے سے بھی وہ اسکارٹو کا باشندہ نظر نہیں آتا تھا۔ بہر حال میں نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا۔

”تم ٹھیک کہتے ہو آفیسر اور اس امداد کے لئے میں تمہارا شکر گزار ہوں۔“ میری ہدایت پر ریتھ نے کار ایک عمارت کے سائے میں کھڑی کر لی یہاں سے ہم سارے حالات کا جائزہ لینے لگے صورت حال بہتر نہیں ہوتی تھی بلکہ ایک دم سے گولیاں چلنے لگی تھیں اور تمام صورت حال ہمارے علم میں آتی جا رہی تھی وہ ایک خصوصی ترک تھا جس میں سیکورٹی کے افراد سوار تھے اور اس ٹرک کے پچھلے حصے پر ترپال پڑے ہوئے تھے غالباً ان تریالوں کے نیچے کچھ ایسا سامان موجود ہوگا جس کی موجودگی ضروری ہوگی، ترک میں سیکورٹی کے تین افراد تھے جنہیں سائی لنسر لگے ہوئے پستولوں سے فوری طور پر ہلاک کر دیا گیا تھا اور اس کے بعد وہیں سے تمام کارروائی کی گئی تھی۔ وہ کئی افراد تھے جو ترک کے پچھلے حصے میں پہنچ گئے تھے اور وہ تمام شیل اسی ترک سے پھینکے گئے تھے۔ ان لوگوں کے جسموں پر تو اسکارٹو کی فوجی وردی تھی لیکن اب تو یہ بات کھل کر کہی جاسکتی تھی کہ صورت حال اس سے بالکل مختلف تھی اور وہ اسکارٹو کے باغی تھے جنہوں نے یہ عمل سرانجام دیا تھا وہ سیکنڈ میں یہ سارا کام ہو گیا تھا اور کئی شیل فائر کئے گئے تھے اس کے بعد ترک نے آگے بڑھنے کی کوشش کی تھی لیکن اس پاس سیکورٹی کے چند افراد نے ٹرک کے پہیوں پر فائر کر کے انہیں برسٹ کر دیا اور پھر انہی میں سے ایک شخص نے اپنی کار ترک کے سامنے اس طرح کھڑی کر دی کہ وہ آگے نہ بڑھ سکے۔ لیکن ترک پر سوار افراد نے اس ایجنٹ کو رائفلوں سے اڑا دیا اور اس کے بعد زبردست فائرنگ ہونے لگی قرب وجوار میں موجود بہت سے افراد زخمی اور ہلاک ہوئے تھے اور اس ساری معرکہ آرائی میں یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ بات مسٹر فیڈرینو کی نہیں بلکہ مسٹر فرینڈرینو اپنے ساتھ بے شمار افراد کو لے گئے ہیں پتا نہیں سیکورٹی کے افراد نے ان باغیوں میں سے کسی ایک کو زندہ بھی گرفتار کر لیا تھا یا نہیں لیکن بہر حال یہاں ساری صورت حال بڑی ہنگامہ خیزی کی حامل تھی یہاں تک کہ ایک اور شخص ہمارے قریب آیا۔ یہ بھی سیکورٹی کا ایک آفیسر تھا اس نے اپنا کارڈ ہمیں دکھاتے ہوئے کہا۔

”مارشل ویڈن نے آپ لوگوں کو دیکھ لیا ہے اور وہ آپ کو فوری طور پر طلب کر رہے ہیں۔ براہ کرم اس کار سے اتر کر میرے ساتھ آجائیے۔“ ایک لمحے میں فیصلہ کرنا تھا کوئی سازش بھی ہو سکتی تھی لیکن بہر حال متحرک ہونے کے لئے ہر طرح کی کارروائیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے چنانچہ میرے اشارے پر ریتھ بھی تیار ہو گئی اور ہم دونوں اس شخص کے ساتھ آگے بڑھ گئے چند لمحوں کے بعد ہم ایک بڑی گاڑی میں بیٹھ گئے تھے اور یہاں پہلی بار ہماری ملاقات مارشل ویڈن سے ہوئی جس نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

”اس وقت یہ از حد ضروری تھا کہ آپ کو ہر طرح کی صورت حال سے آگاہ رکھا جائے آپ یہ سمجھ لیجئے کہ ہم آپ پر بہت بڑا انحصار کر رہے ہیں یہ واقعہ ہو گیا ہے جس سے یہ سمجھ لیجئے کہ ہمارے لئے انتہائی وحشت ناک عمل ہے اور ان لوگوں نے یہ مکمل طور پر کوشش کی ہے کہ ہم ان کے زیر اثر آجائیں اور اس مسئلے میں ہمیں فوری طور پر جھٹکنے پر مجبور کر دیا جائے جب کہ یہ ممکن نہیں ہے۔ اس وقت میں ایشیں اٹھائی جا چکی ہیں اور باقی وہ ہیں جنہیں فوری طور پر نہیں سمیٹا جاسکتا آپ یوں سمجھ لیجئے کہ مسٹر فیڈرینو کے چار سیکرٹری اور ٹیلیفون کے عملے کے متعدد افراد کٹروں میں تبدیل ہو گئے ہیں اور ان کے جسموں کے ٹکڑے بکجا کیے جا رہے ہیں باقی اس ترک کے سلسلے میں جو کوشش کی گئی ہے اس میں بے شمار افراد ہلاک ہوئے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ وہ بھی لیکن سنا یہ گیا ہے کہ ایک آدمی کو زندہ پکڑ لیا گیا ہے۔“

”آپ اس بات کی توقع رکھتے ہوں گے مسٹر ویڈن کہ ہم کوئی ایسا حادثہ نہ ہونے دیں گے اور اس سلسلے میں آپ کے بہترین مددگار ثابت ہوں گے۔“

”نہیں ایسی بات نہیں ہے اس وقت جتنے افراد مسٹر فیڈرینو کے ارد گرد پھیلے ہوئے تھے یہ چوہے نہیں انسان تھے اور ان سب کو مستعد کیا گیا تھا کہ وہ ہوشیار رہیں لیکن اس کے باوجود جو واقعہ ہونا تھا وہ ہو گیا اور اب ہم اپنے طور پر یہ عمل کر رہے ہیں آپ کو میں نے اس لئے طلب کر لیا ہے کہ اگر آپ ان معاملات میں خود شرکت کرنا چاہیں تو صورت حال سے واقف رہنے کے لئے میرے ساتھ رہیں یا پھر یوں کریں کہ میں آپ کو ایک ایسا کارڈ فراہم کیے دیتا ہوں جو آپ کو تمام صورت حال سے آگاہ رکھے کیونکہ ہمارے لئے بہت اوپر سے ہدایات ہیں کہ زیرمیز کے ساتھ اتنا مکمل تعاون کیا جائے کہ انہیں کوئی شکایت نہ ہو۔ آہ بے چارے مسٹر فیڈرینو اصل میں اس وقت اس میٹنگ کے لئے حکومت اسکارٹو کی جانب سے

اجازت نہیں تھی لیکن مسٹر فیڈرینو کوئی ایسا انکشاف کرنا چاہتے تھے جو بڑی اہمیت کا حامل تھا۔ انہوں نے خود یہ بات صدر مملکت سے کہی تھی کہ ہو سکتا ہے کہ اس انکشاف کے بعد تمام معاملات آسان ہو جائیں اور اسکا رٹو میں جو ہنگامہ خیزی ہو رہی ہے اس کا پس منظر سامنے آجائے لیکن وہ چند ایسے ذمے دار لوگوں کے سامنے یہ بات کہنا چاہتے ہیں جن کے کانوں تک یہ سب کچھ پہنچنا ضروری ہے اور ان سے اس سلسلے میں مشورہ بھی لینا ہے اگر تنہائی میں یہ بات کر لی جائے کہ مسٹر فیڈرینو کو ہلاک کرنے کی کوشش کی جائے اس بات کا اظہار مسٹر فیڈرینو نے ہی کیا تھا کہ انہیں قتل کیا جاسکتا ہے اس لئے کانفرنس ہال تک جاتے ہوئے ان کے تحفظ کا معقول بندوبست کیا جائے اور اس وقت ان کی ہلاکت ہمارے منہ پر ایسا طمانچہ ہے جسے ہم کبھی بھی نظر انداز نہیں کر سکتے اور شاید ہمارے نئے بیان دینا مشکل ہو جائے۔ چنانچہ اب سب سے پہلے ہمیں اس شخص کا بیان لینا ہے جو اس سلسلے میں زندہ گرفتار ہو سکا ہے کیونکہ باقی افراد کچھ نامعقول اور جلد باز لوگوں کی وجہ سے ہلاک ہو چکے ہیں۔

”اگر ایسا ہے مارشل تو کیا آپ ہمیں یہ مراعات دیتے ہوئے اس شخص کا جائزہ لینے کی اجازت نہیں دیں گے جسے زندہ گرفتار کیا گیا ہے۔“

”اب سے چند لمحات کے بعد مجھے یہی کام سرانجام دینا تھا چنانچہ اس سلسلے میں میرے تمام آدمی انتظامات کر رہے ہیں میں آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ آپ میرے ساتھ وہاں چلیں..... راستے طے کرتے ہوئے میں نے دل میں سوچا کہ یہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ اتنے بڑے بڑے لوگ چند ایسے لوگوں پر اپنے ملک کی اتنی بڑی ذمے داری کا انحصار کر رہے ہیں جو بہر حال نہ ان کے ملک سے تعلق رکھتے ہیں اور نہ ہی وہاں کے سیاسی معاملات سے دلچسپی لیکن بہر حال اس وقت دنیا میں سب کچھ بور ہا ہے بہت سے ادارے اور بہت سی تنظیمیں ملکوں کے لئے ایسے کام سرانجام دے رہی ہیں جنہیں خود ان کے اپنے ملک مکمل طور سے سرانجام نہیں دے سکتے چنانچہ اس بات پر اس قدر حیرت مناسب نہیں تھی۔

مارشل ویڈن جس اسپتال میں ہمیں لے کر گیا۔ وہ غالباً ملٹری اسپتال تھا اس قدر سیکورٹی تھی وہاں کے ایک ایک لمحے کا خیال رکھا جا رہا تھا۔ ہمیں ایک ایسی دیوار کے درمیان سے گزارا گیا جو شیشے کی بنی ہوئی محسوس ہوتی تھی اور اس میں جو کچھ نظر آ رہا تھا وہ شاید اس سے پہلے کبھی کسی نے نہ دیکھا ہوگا یعنی ہمیں ہمارے پورے بدن کا اندرونی نظام نظر آیا تھا۔ اس

سے زیادہ تحفظ کا بندوبست اور کہیں نہیں کیا جاسکتا تھا۔ پھر دروازے سے ایک سرنگ نما جگہ میں داخل ہونا پڑا جو تقریباً سو گز لمبی تھی نجانے اس میں بھی کیا کیا انتظامات کیے گئے ہوں گے اس کے بعد وہ دروازہ تھا جو بڑے ہال میں کھلتا تھا اور یہاں خاصی ہنگامہ خیزی نظر آ رہی تھی۔ مارشل ویڈن ان تمام جگہوں سے گزرتا ہوا آخر کار اس بستر تک پہنچ گیا جو بالکل صاف ستھرا تھا بڑے سے کمرے کے در دیوار دواؤں کے بو کے علاوہ کسی دوسری بو سے مزین نہیں تھے۔ کمرے میں چار ڈاکٹر موجود تھے جن کے جسموں پر سفید لبادے نظر آ رہے تھے کمرے کی دیواروں کا رنگ بھی سفید ہی تھا سامنے والے بڑے بستر پر ایک شخص سیدھا سیدھا لیٹا تھا اور داہنے بازو کے قریب ایک ایسا برتن رکھا ہوا تھا جس میں خون کی بوندیں ٹپک رہی تھیں اس شخص کا داہنا بازو بالکل غائب تھا دوسری جانب بغل کے پاس کچھ ایسی رکاوٹیں کھڑی کر دی گئی تھیں کہ وہ بستر سے نیچے نہ گر جائے اس کے دونوں پاؤں چڑے کے تسموں سے کسے ہوئے تھے سینے پر ایک مخصوص ٹائپ کی بیلٹ بندھی ہوئی تھی۔ یہ سب کچھ انتظامات یقینی طور پر اسے زندگی کی جانب لانے کی خاطر کیے جا رہے تھے کیونکہ اس کا بازو جس جگہ سے اڑا تھا اس کا دل وہاں سے بس کچھ ہی فاصلے پر تھا اگر وہ شخص بے انتہا طاقت ور اور جوان نہ ہوتا تو شاید اس زخم کی تاب چند لمحوں کے لئے بھی نہ لاسکتا لیکن وہ زندہ تھا اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور چہرے پر نگراں تھیں اس کے سانس کی آمد و رفت کا اندازہ بھی بخوبی ہو رہا تھا۔ مارشل ویڈن وہاں پہنچا تو ایک ڈاکٹر نے کہا۔

”اس کی دماغی کیفیت بالکل درست ہے ہم اس کے بارے میں مکمل دعویٰ کرتے ہیں لیکن جسمانی کیفیت کے بارے میں آپ یہ سمجھ لیجئے کہ کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ ہم نے اس قدر طاقت ور دوائیں اس کے جسم میں پہنچا دی ہیں کہ اس کے بعد ہمارے پاس مزید کوئی ذریعہ نہیں رہا ہے لیکن باقی تمام سلسلہ جو کچھ ہے وہ آپ خود دیکھ لیجئے گا یعنی یہ شخص اگر کوئی بیان دینا چاہے تو دے سکتا ہے لیکن اسے مجبور کرنے کے لئے ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ مارشل ویڈن اس پر جھگ گیا اور اس نے سرد لہجے میں کہا۔

”مجھے بتاؤ مجھے بتاؤ تم لوگوں کو یہاں کون کنٹرول کر رہا ہے۔ تم، تم، تم نے مسٹر کیسی حال کو کہاں رکھا ہے مجھے بتاؤ تمہیں بتانا ہوگا یہ بتانا ضروری ہے ہم تمہاری زندگی بچالیں گے ہم تمہیں کسی قسم کی سزا بھی نہیں دیں گے کیونکہ تم ہمارے مددگار ثابت ہو گے۔ بولو بتاؤ

ڈاکٹر تمہاری زندگی بچانے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔ وہ ہر طرح سے تمہیں بچانا چاہیں گے اور ہم ان کی مدد کریں گے لیکن شرط یہی ہے کہ تم سب کچھ صاف صاف بتا دو۔“

زخمی نے کوئی جواب نہیں دیا اس کے چہرے پر ایک عجیب سی مسکراہٹ جیسی چیز پھیل گئی تھی اور اس مسکراہٹ کو دیکھ کر میرے ذہن پر ایک عجیب سا تاثر قائم ہوا تھا یہ شدت تو اس وقت پیدا ہوتی ہے جب کسی بھی مقصد اور کسی بھی مشن کو اپنی زندگی کا مفہوم بنالیا جاتا ہے۔ وہ شخص جس انداز میں مسکرایا تھا اس کرب اور تکلیف میں اس انداز میں مسکرانا کسی جنونی کا کام ہی ہو سکتا تھا۔ میں خود بھی اس پر جھکا ہوا تھا اور اس کا جائزہ لے رہا تھا۔ مارشل ویڈن نے تیز لہجے میں کہا۔

”کیا نام ہے تمہارا۔“

”اس اس اس۔“ اس نے کہنے کی کوشش کی۔

”تمہارا نام کیا ہے اپنا نام بتاؤ۔“

”اسکا ڈاکٹر اور وہ کرب زدہ لہجے میں بولا۔

”تمہاری تنظیم جس کے لئے تم کام کر رہے ہو اس کا آخری سربراہ کون ہے۔“ وہ ایک بار پھر مسکرایا اور خاموش ہو گیا۔ میں اور ریتیم اس پر جھکے ہوئے تھے ریتیم نے آہستہ سے کہا۔

”تم زندہ بچ جاؤ گے بے فکر رہو ہم آخر کار فتح حاصل کر لیں گے۔ تاؤ تمہاری تنظیم کا سربراہ کون ہے۔“

”اسکا ڈاکٹر گریت ہم فتح مند ہوں گے ہم آخر کار فتح حاصل کر لیں گے۔“ اس نے کہا اور اس کے بعد اسے ایک زور سے ہچکی آئی اور پھر اس کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا لاکھ سخت دل ہونے کے باوجود میں نے رخ تبدیل کر لیا تھا کیونکہ منظر کچھ ذرا عجیب سا تھا اور اس کے الفاظ نے احساسات میں کچھ تبدیلی رونما کر دی تھی۔ بہر حال یہاں جو کچھ معلوم کرنے کے لئے آئے تھے اس میں ہمیں کوئی کامیابی حاصل نہیں ہو سکی تھی اور ایک طرح سے معاملہ پھر کھٹائی میں جا پڑا تھا۔ جب کہ وہ لوگ اپنا کام مکمل کر چکے تھے یعنی فیڈرینو کی موت اور اس سلسلے میں ظاہر ہے مارشل ویڈن کو بھی اپنی مصروفیات سرانجام دینی تھی وہ صرف اس سلسلے میں مصروف عمل تھا کہ شاید اس زخمی شخص سے کوئی صحیح صورت حال معلوم ہو سکے لیکن نہیں معلوم

ہو سکی تھی اور تمام تر باتیں صیغہ راز میں رہ گئی تھیں گویا اس طرح سے ان لوگوں نے قربانی دے کر ایک دوسرا کارنامہ سرانجام دے دیا تھا اور فیڈرینو کا قتل بہر طور حکومت اسکا رٹو کے لئے بہت بڑی بات تھی جب کہ ایک انتہائی کارآمد شخصیت جس کے بارے میں بعد میں یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ اقتصادیات میں اتنی مہارت رکھتا ہے کہ اس کا ثانی ملنا مشکل ہے خیر چونکہ یہ ہمارا شعبہ نہیں تھا اس لئے ہم نے اس پر زیادہ توجہ نہیں دی اور ایک بار پھر اپنے ہوٹل واپس آ گئے لیکن میرا اور ریتیم کا ایک ہی خیال تھا کہ یہ جو کچھ ہوا ہے وہ بہت بڑی حیثیت کا حامل ہے لیکن اس سلسلے میں ہمارے لئے اب ایک اہم ترین شخصیت بینڈون ہے جسے تلاش کرنا بے حد ضروری ہے۔ ریتیم کہنے لگی۔

”میرا خیال ہے ایل لاشا اس سلسلے میں ہماری مدد کر سکے گا۔“ ایل لاشا نے ہم سے خود ہمارے ہوٹل میں آ کر ملاقات کی تھی یہ ایک اچھی شخصیت کا مالک تھا اور مجھے تعجب تھا کہ ایسے قبیلے جو روایتی نوعیت کے حامل ہوتے ہیں ان میں بھی اس طرح کے لوگ شامل ہوتے ہیں جن کی شکل و صورت دیکھ کر کوئی یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ یہ اس طرح کے کاموں میں بھی حصہ لے سکتے ہوں گے یعنی۔۔۔۔۔ لیکن پھر خود ہی میں نے اپنے اس خیال کی تردید دی مجھے ماضی کا ایک گوشہ یاد آ گیا تھا یعنی مٹھل شاہ کے آستانے پر جو لوگ آیا کرتے تھے وہ ملک کے ایسے بڑے بڑے لوگ ہوا کرتے تھے جن کا کام زندگی بھر مشکل ترین رہا لیکن انسان کی فطرت میں شامل ہے کہ وہ اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے روحانیت کے سہارے بھی لیتا ہے بہر حال یہ ایک الگ بحث ہے ایل لاشا کی شخصیت کو دیکھ کر بہت سے احساسات میرے ذہن میں آئے تھے لیکن اس نے جس طرح ریتیم کا احترام کیا تھا وہ بھی ایک قابل دید منظر تھا شاندار سوٹ میں ملبوس ہونے کے باوجود اس نے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر ریتیم کے پیروں کو چھو رہا تھا اس کے بعد گردن جھکا کر کھڑا ہو گیا تھا۔ ریتیم نے آہستہ سے کہا۔

”بیٹھو ایل لاشا تمہاری اچانک آمد میرے لئے بڑی تسلی کا باعث ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ تم صورتحال سے مکمل واقفیت رکھتے ہو لیکن یہ تاؤ اس ہوٹل تک آتے ہوئے کوئی ایسی شخصیت اپنے پیچھے تو نہیں لگا لائے جو بعد میں ہمارے لئے نقصان دہ ثابت ہو۔“

”آپ کے لئے نقصان دہ ثابت ہونے والی شخصیت کو زمین کی گہرائیوں میں پہنچا دینے کی ذمہ داری ہماری ہے میڈم یہ آپ کے سوچنے کی بات نہیں ہے۔“

”شکریہ ایل لاشا ویسے تمہیں یہاں آنے کے بعد ہماری مصروفیات کے بارے میں علم تو ہو ہی گیا ہوگا اور یہ بات بھی تمہیں تفصیل سے بتادی گئی ہے کہ ہماری یہاں آمد کس مقصد کے تحت ہوئی ہے۔“

”ہاں مجھے میری ذیوٹی کے بارے میں مکمل تفصیل معلوم ہو چکی ہے۔“ اور اس وقت اس نے رک کر کلائی پر بندھی گھڑی میں وقت دیکھتے ہوئے کہا پھر بولا۔

”اور اس وقت میں آپ کے پاس بغیر کسی اطلاع کے آ گیا ہوں اور اس کی وجہ ایک میٹنگ کی کارروائی ہے جس کی تفصیل آپ کو سنائی ہے اس کے لئے میں نے بڑی مشکل سے انتظامات کیے ہیں۔“

”کیا مطلب؟“ ریتیم نے حیرانی سے پوچھا اور ایل لاشا نے اپنی جیب سے ایک چوکور بکس نکال کر نیچے رکھا اور اس کے دوسرے حصے نکال کر انہیں جوڑنے لگا اور اس کے بعد اس نے بکس کے عین درمیان سے ایک لمبا ایئرل باہر نکال کر اس بکس کے دو بٹن آن کر دیئے ایک ہلکی ہلکی سرسراہٹ فضا میں گونجنے لگی اور ایل لاشا اس سرسراہٹ کو سننے لگا اور پھر بولا۔

ابھی وقت ہے خود میرا بھی یہ انداز تھا لیکن جیسے ہی وہاں میٹنگ کی کارروائی کا آغاز ہوگا یہ گرین بلب اسپارک کرنے لگے اور ہمیں اس کا علم ہو جائے گا میں اسے آن کیے ہوئے ہوں۔“ ریتیم نے کوئی جواب نہیں دیا اور ایل لاشا ہی کی طرف سے ہونے والی گفتگو کا انتظار کرنے لگی کچھ لمحے خاموش رہنے کے بعد ایل لاشا نے کہا۔

”مسٹر فیڈرینو قتل ہو گئے ہیں اور بہر حال یہ ایک بہت بڑا نقصان ہے حیرت تو اس بات پر ہے کہ وہ بہت بڑا ملک جس نے دنیا بھر میں اپنے قدم جما رکھے ہیں اور اپنی دانست میں وہ دنیا کے ہر گوشے میں اپنا پاؤں پھنسائے ہوئے ہے اس لئے مجھے حیرت اس بات پر ہے کہ اسکارٹو میں اس کے ایجنٹ مکمل طور پر ناکام ہیں اور انہوں نے آخر کار زیمیرز کا سہارا لیا ہے کیا یہ تعجب خیز بات نہیں ہے میڈم۔“

ریتیم کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اس نے آہستہ سے کہا۔

”تقدیر اگر اس طرح سے ہمارا ساتھ نہ دے ایل لاشا تو تمہارا کیا خیال ہے ہمارا اپنا کاروبار چل سکتا ہے۔“

”آپ نے بالکل ٹھیک کہا میڈم ایسی ہی بات ہے۔ بہر حال تقدیر ہمارا ساتھ تو دیتی ہے اب آپ دیکھیے میں نے اس خفیہ کانفرنس روم میں جس میں اس وقت بڑے ملک کے اہم ترین افراد جو سمندری ذریعے سے میرا مطلب ہے سمندر کی گہرائیوں میں سفر کرتے ہوئے اسکارٹو تک پہنچے ہیں اور اسکارٹو کے چند ایسے افراد جو بہر طور پر اس سلسلے میں تعزیت کے لئے جمع ہوئے ہیں جب کہ ابھی بھی مسٹر فیڈرینو کی لاش سرکاری اسپتال ہی میں موجود ہے اور اس کے ساتھ مصحک خیز کارروائیاں ہو رہی ہیں یعنی وہ کارروائیاں جو مرنے کے بعد کسی کو فائدہ نہیں پہنچا سکتیں لیکن اسے اس سے گزرنا ہوتا ہے تو میں اس کانفرنس روم میں ایسے انتظامات کر کے آیا ہوں جن کے ذریعے اس ٹرانسمیٹر پر وہاں ہونے والی ساری گفتگو سنی جاسکے ہے نا تعجب کی بات اس سے یہ احساس ہوتا ہے کہ اگر اسکارٹو کے باغی عناصر تھوڑی سی دذہانت سے کام لیں تو اسکارٹو میں اپنا ہر مقصد پورا کر سکتے ہیں کیونکہ اس وقت صورتحال یہ ہے کہ تمام لوگ ناکارہ ہو چکے ہیں اور سب ذہنی بحران کا شکار ہیں ایسی صورت میں صرف ایک ذہنی بات رہ جاتی ہے وہ یہ کہ جس طرح بھی ممکن ہو سکے اس مشن کے سربراہ کو اپنے قابو میں کر لیا جائے یہ بھی ایک دلچسپ بات ہے کہ کئی نام سامنے آئے گئے ہیں جنہیں اس مشن کا سربراہ کہا جاسکتا ہے اور یہ فیصلہ نہ تو وہ بڑا ملک کر سکا ہے اور نہ خود اسکارٹو کہ اس مشن کا سربراہ کون ہے۔ اس لئے ابھی تک وہ لوگ اپنا کام سرانجام نہیں دے سکے۔“ میں خاموشی سے لاشا کی شکل دیکھ رہا تھا آدمی ذہین معلوم ہوتا تھا بڑی اچھی اور مدلل گفتگو کر لیتا تھا لیکن اس کی شخصیت میں ایک اور بات بھی محسوس کی تھی میں نے اس دوران اس نے ایک بار بھی نگاہ اٹھا کر میری جانب نہیں دیکھا تھا اور صرف ریتیم سے مخاطب رہا تھا اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ وہ مجھ سے اجتناب برتنا چاہتا تھا بلکہ وہ اپنے سارے معاملات اپنے اور ریتیم کے درمیان ہی رکھنا چاہتا تھا جب تک کہ ریتیم اسے خود بھی مخاطب ہونے کی ہدایت نہ کر دے۔ ریتیم نے اسے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”مسٹر فیڈرینو کے قاتل ہلاک ہو چکے ہیں آخری آدمی جو زندہ بچا تھا اس نے بھی

ایک دلچسپ بیان کے بعد اپنی جان دے دی ہے۔“

”دلچسپ بیان۔“ ایل لاشا نے چونک کر ریتیم کو دیکھا۔

”ہاں اس نے صرف ایک بات کہی ہے کہ آخر کار فتح ہماری ہوگی اور بس اس سے

زیادہ اس نے کچھ نہیں کہا ویسے تم یہ بتاؤ کہ مسٹر ہینڈون کون ہیں اور ان کا اس تنظیم سے کیا تعلق ہے۔“ ایل لاشا سوالیہ نگاہوں سے ریتیم کو دیکھنے لگا پھر ریتیم نے چند لمحات کے بعد وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

”یہ نام ہمارے علم میں آیا ہے اور بہر حال ہمیں اس شخص کو تلاش کرنا ہے۔ اس سے ہمیں خاصی معلومات حاصل ہو سکتی ہیں یا پھر کمانڈر کے بارے میں بات کرو کیا یہ شخص کمانڈر ہو سکتا ہے۔“

”میں نے کہا نا ہینڈون کا نام ایک بار میرے علم میں آچکا ہے لیکن کمانڈر کی حیثیت سے نہیں ویسے تو یہاں کئی نام لیے جاتے ہیں مسٹر لائرون بھی اس سلسلے میں اپنا ایک مقام رکھتے ہیں اب یہ الگ بات ہے کہ مسٹر لائرون کو کوئی بھی نہیں جانتا مسئلہ اس وقت صرف یہ ہے کہ مسٹر کیسہال ہمارے قبضے میں آئیں اور مسٹر کیسہال کی رہائش گاہ کا ہی کوئی پتا نہیں چل سکا ہے۔ ایک مشن ترتیب دیا جا رہا ہے اور اس مشن کو ہم اپنے طور پر استعمال کریں گے۔“

”کیا مطلب۔“

”مطلب یہ ہے کہ ہم ان لوگوں سے کوئی تعاون نہیں کریں گے کیونکہ جب یہ ذمے داری ہمیں سونپ دی گئی ہے تو ہم اپنے طور پر یہ سارا کام سرانجام دیں گے۔“ میرے ذہن میں ایک بار پھر روز آرگنائزیشن کے لئے نفرت کے جذبات ابھر تھے ابھی ریتیم نے میرے لئے کوئی ایسی بات نہیں کی تھی اور میں سمجھتا تھا کہ ایل لاشا کو اس بارے میں کچھ بتانا بے مقصد ہی ہوگا لیکن میرا یہ خیال غلط ہی نکلا کیونکہ چند ہی لمحات کے بعد ریتیم نے اپنی طرف سے ایک بہتر کام کا آغاز کیا اس نے کہا۔

”خیر لاشا ہمیں اس سلسلے میں ویسے تو اور بھی بہت سے کام کرنے ہیں لیکن میں ایک خصوصی کام تمہیں سونپنا چاہتی ہوں۔“

”جی میڈیم آپ حکم دیجئے۔“

”کچھ وقت کے بعد تمہیں ایک تصویر دے دی جائے گی جو ہاتھ سے بنی ہوگی۔

میرا مطلب ہے کہ ہم تمہیں ایک تصویری خاکہ دیں گے یہ خاکہ ایک خاتون کا ہے اور ہمارے علم میں یہ بات آئی ہے کہ یہ خاتون روز آرگنائزیشن کے قبضے میں ہے دنیا کے ہر چپے میں ہر گوشے میں جہاں زیرزمین موجود ہیں ان خاتون کو تلاش کیا جائے گا اور اگر ان کے بارے میں

کچھ معلومات حاصل ہو جائیں تو یوں سمجھ لو کہ یہ میری زندگی کا سب سے بڑا مشن ہوگا کہ میں اس خاتون کو تلاش کرک اپنی تحویل میں لوں مجھے زندگی اور سلامتی کے ساتھ ان کی ضرورت ہے پوری عزت، پورے احترام کے ساتھ تمہیں خاص طور پر اس لئے اطلاع دے رہی ہوں کہ اگر اس کارٹو میں یا اپنے کسی سفر یا مشن کے دوران کہیں سے ان خاتون کی جھلک بھی پاؤ تو سارے کام چھوڑ کر وہ کرو جو میں نے کہا ہے۔“ ایل لاشا نے سینے پر ہاتھ رکھ کر گردن جھکاتے ہوئے کہا۔

”میڈیم کا حکم سر آنکھوں پر اور اب مجھے اس تصویر کی اشد ضرورت ہے۔“

”وہ تمہیں مل جائے گی۔“ ریتیم نے کہا اور میں خاموشی سے یہ ساری باتیں سن رہا تھا تب اس نے اچانک ہی ہونٹوں پر انگلی رکھ کر ہمیں خاموش رہنے کے لئے کہا چونکہ گرین بلب اسپارک کرنے لگا تھا تب اس نے وہ سرخ بٹن بھی آن کر دیا اور اس کے بعد ایک اور باریک سا بٹن جو سوچ کی شکل رکھتا تھا اوپر کے حصے میں ایک باریک جالی سے روشنی جھلکنے لگی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ ہی قدموں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں بہت دیر تک یہ آوازیں آتیں رہیں بڑا پرسکون ماحول محسوس ہو رہا تھا اور چشم تصور سے یہ اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا تھا کہ میٹنگ میں شریک ہونے والے افراد آہستہ آہستہ آ رہے ہیں پھر اس کے بعد ایک آواز بھری۔

”دوستو سب سے پہلے ہم اس دردناک واقعے پر اظہار افسوس کرتے ہیں چونکہ اس میٹنگ کی کارروائی نہ تو اخبارات کو دی جا رہی ہے اور نہ ہی ہم مسٹر فیڈرینو کے اہل خانہ کو اس بارے میں کچھ بتا سکتے ہیں لیکن مسٹر فیڈرینو کی ایک الگ حیثیت بھی تھی اور اس حیثیت کے تحت ہم مسٹر فیڈرینو کی اس دردناک موت پر دو منٹ کی خاموشی اختیار کرتے ہیں۔“ اس کے بعد ہمیں دو منٹ تک صرف کھانسیوں اور گہری سانسوں کی آوازیں سنائی دیتی رہی تھیں اس ہنگامی اجلاس میں مسٹر فیڈرینو کی موت کا سوگ منانے کے بعد مختلف موضوعات پر گفتگو ہونے لگی اور ہر شخص کے بارے میں اندازہ لگایا جانے لگا کہ کون کیا ہے ایک آواز بھری۔“

”ہماری حکومت اپنی جانب سے مسٹر فیڈرینو کی موت پر افسوس کا اظہار کرتی ہے اور ہمارے ملک میں بھی اس وقت ہنگامی اجلاس طلب کیا گیا تھا اور اس کے بعد اس کارروائی سے مجھے آگاہ کیا گیا تھا بات اصل میں یہ ہے کہ میرے ملک کا حکومت اس کارٹو سے پرانا تعلق

ہے اور شق نمبر سات سو تیرہ کے تحت میرا ملک اس ریاست کا دفاع کرنے کا بھی پابند ہے۔ ہم بات کرتے ہیں اسکا رٹو کے باغی قبیلوں کی جو کافی عرصے سے اس علاقے میں اپنی کارروائیاں جاری رکھے ہوئے ہیں وہ آزادی چاہتے ہیں اور ہم نے ہمیشہ ان کا سرکھلنے میں حکومت اسکا رٹو کی مدد کی ہے لیکن اس پیمانے پر کام نہیں ہو سکا جس پیمانے پر ہونا چاہئے تھا لیکن اس کی بھی کچھ وجوہات ہیں اسکا رٹو اصل میں ان یہودی اداروں کے شانوں پر سوار ہو کر اپنی ان حرکات میں مصروف ہے جو دنیا کے کسی بھی ملک سے مخلص نہیں ہیں خود ہمارے ملک میں انہوں نے جس طرح سازشوں کے جال بچھا رکھے ہیں حکومت اسکا رٹو کو یقینی طور پر اس کا اندازہ ہوگا اور خود ہمارا ملک ان لوگوں کو احتیاط سے کنٹرول کرنے میں مصروف ہے اور اس کے لئے ہم نے ایک باقاعدہ گروپ بنا رکھا ہے۔ بہر حال مسئلہ یہ ہے کہ نا صرف مسٹر کیسھال کا اغواء بلکہ اپنے خلاف ہونے والی کارروائیوں کے نتیجے میں انہوں نے مسٹر فیڈرینو کو بھی ہلاک کر ڈالا یہ ان کی دہشت اور بربریت کی انتہا ہے لیکن اس کے باوجود ظاہری بات ہے کہ ہم ان کا کوئی بھی مطالبہ پورا نہیں کر سکتے فرض کیجئے ہم نے انہیں حکومت میں شمولیت کی دعوت دی اور کچھ ایسی آسانیاں اور آسانشیں ان کے سپرد کر دیں تو آپ کیا سمجھتے ہیں کہ کیا دوسرے بہت سے ایسے ادارے تعمیر نہیں ہو جائیں گے جو اپنے اپنے مقاصد ہمارے سامنے رکھیں گے اور ہم سے میرا مطلب ہے حکومت اسکا رٹو سے مطالبات کریں گے کیا حکومت اسکا رٹو اس سلسلے میں ان کے مطالبات مان لے گی؟“

”اگر اس کا ایک فیصد بھی چائنس ہوتا تو جناب والا تو کیا ہم اس کے لئے اتنا وقت انتظار کرتے۔“ غالباً یہ اسکا رٹو کے کسی معزز انسان کے الفاظ تھے۔

”ہم جانتے ہیں کہ اگر اس طرح سے ان لوگوں کی بات مان لی گئی تو اسکا رٹو بے شمار ٹکڑوں میں تبدیل ہو جائے گا اور اس کے بعد کسی بھی طور اسے مضبوط مملکت کا درجہ نہیں دیا جاسکتا اس کا صرف یہی طریقہ ہے کہ ان لوگوں پر کسی ترکیب سے قابو پایا جائے اور اس سلسلے میں ظاہر ہے ہمیں یقینی طور پر ایسا ہی کوئی عمل کرنا ہوگا جو بظاہر پرامن ہو یعنی اس میں شدت کے ساتھ سختی استعمال نہ کرنی پڑے اگر بات اسلحے کی ہو تو ظاہر ہے ہم اس خوں ریزی کا کوئی حساب نہیں کر سکتے جو اس کے نتیجے میں ہوگی اور اس خون ریزی کے بعد ہمارے لئے حالات کو سنبھالنا بہت مشکل ہو جائے گا۔“

”اس وقت ہمارے سامنے جناب والا وزیر اقتصادیات کی بازیابی کا معاملہ ہے اور انہم جانتے ہیں کہ اگر وزیر اقتصادیات کو ہلاک کر دیا گیا تو ہمیں ناقابل تلافی نقصان اٹھانا پڑے گا۔“

”بہت مشکل ہے حالانکہ اگر آپ کی حکومت چاہے تو باآسانی اپنے میزائلوں کے ذریعہ ان علاقوں کی جانب پھر سکتی ہے جہاں پر انہوں نے اپنی مملکتیں قائم کر رکھی ہیں اور اس کوشش میں مصروف ہیں کہ وہیں سے اپنی سربراہی کے اعلان کا آغاز کریں بلکہ یہ سنا گیا ہے کہ ان کا ریڈیو اسٹیشن بھی زیر تعمیر ہے اور وہ اس سلسلے میں بہت جلد اس کی ٹرانسمیشن کا آغاز کر رہے ہیں۔“

”وہ جو کچھ بھی کر رہے ہیں ہم صرف یہ جانتے ہیں کہ اگر انہوں نے اپنی ان دکانوں کا رخ تبدیل نہ کیا اور انہیں سخت پیمانے پر جاری رکھا تو پھر ہمارے لئے اس مجبوری کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں رہے گا کہ ہم ان کو صفحہ ہستی سے منادیں گے اور ہمارے میزائل ان کو قبلاً کو تباہ و برباد کر دیں۔“

”بالکل درست ہے تم اتنا بڑا خطرہ مول نہیں لے سکتے کیونکہ بہر حال حکومت اسکا رٹو سے ہمارے بہت قریبی تعلقات ہیں اور اگر ہم یہ کہیں کہ ان تعلقات کو قائم رکھنا بھی ہمارے لیے بے حد ضروری ہے اور ہمارے مقصد کی بقا کے لئے ناقابل نظر انداز ہے تو ہم اپنے اس کام میں حق بجانب ہیں۔“

”تو پھر اس سلسلے میں نیا منصوبہ کیا ہونا چاہے مسٹر فیڈرینو کے قتل سے ان لوگوں کے جوصلے بڑھ جائیں گے اور اس کے بعد ان کا نیا منصوبہ کیا ہوتا ہے اس کے بارے میں معلومات کی جائے گی۔“

”بات اصل میں وہی ہے کہ ان لوگوں کو تلاش کر کے ٹھکانے لگانا ہوگا ہمارے تمام اذارے اس کام کے لئے مصروف ہیں۔ میں یہ حیرت سے کہتا ہوں کہ آخراں تک اس کے پیڑبراہ کو تلاش کر کے قتل کیوں نہیں کیا جاسکا۔“

”اس کے لیے اپنے طور پر جو کچھ کارروائی ہو رہی ہے لیکن ہم نے کچھ اور انتظامات بھی کیے ہیں۔“

”مثلاً۔“

”ہم نے ایک قبیلے کو ہی اس سلسلے میں متعین کیا ہے اور آپ کو زیر مرز کے بارے میں معلوم ہوگا۔“

”ہاں زیر مرز گروپ بہت سے معاملات میں ہماری حکومت کا ساتھ دے چکا ہے اور ہماری گڈ بک میں ہے۔ آپ نے یہ کر کے اچھا کیا ہے لیکن بات صرف اسی تک محدود نہ رکھی جائے بلکہ اپنے طور پر بھی کارروائیاں جاری رہیں تو زیادہ بہتر ہے۔“

”تو اس سلسلے میں زیر مرز گروپ کی جانب سے کوئی اطلاع موصول ہوئی ہے۔“

”نہیں، وہ بھی مصروف ہیں اور اس بات کے امکانات ہیں کہ بہت جلد زیر مرز گروپ کی جانب سے کوئی اطلاع ملے میں نے جیک مارٹن کو اس سلسلے میں ہدایات دی ہیں اور جیک مارٹن بہر حال ایک ایسا نام ہے جس پر ہم تھوڑا بہت اعتماد کر سکتے ہیں۔“

”ابھی تو یہ کہنا چاہئے کہ ہم صرف خلا میں ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں اور یہ دیکھ رہے ہیں کہ وقت کس طرح ہمارا ساتھ دیتا ہے اس کے بعد یہ فیصلہ کیا جاسکے گا کہ آگے کیا ہو۔“

”بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔“

”ویسے ایک بات مجھے بتائی جائے تو زیادہ بہتر ہے۔“

”کیا؟“

”کیا اسکارٹو کے پس پشت کوئی ایسی قوت نہیں ہے جو اس کے شانے پر ہاتھ رکھے ہوئے ہے۔ کیا ہم ایسی قوت کو نظر انداز کر سکتے ہیں؟“

”اس سلسلے میں میں صرف ایک بات کہوں گا بد احتیاطی کا ایک لمحہ مصیبت کا باعث بن سکتا ہے ہم کسی کا نام لیے بغیر یہ بات تو کہہ سکتے ہیں لیکن کسی کو نامزد کرنے سے پہلے ہمیں اس سلسلے میں معلومات حاصل کرنا ہوں گی اور میرا خیال ہے الیری جیک مارٹن اس سلسلے میں بھی ہماری مدد کر سکتا ہے کیونکہ۔۔۔“

”بس اتنا کافی ہے اور اس سلسلے میں اور کوئی بات ہو تو اس کا فیصلہ کیا جائے۔“

”نہیں یہ مسٹر فیڈرینو کے سلسلے میں ایک تعزیتی میننگ تھی جس میں خصوصی طور پر ہم لوگوں کو نمائندہ بنا کر بھیجا گیا ہے باقی اس سلسلے میں اور کارروائیوں کی رپورٹ حکومت اسکارٹو ہی ہمیں دے گی اور ہم اس کے مطابق ہی عمل کریں گے۔ اس لیے فوری طور پر کچھ نہیں کیا جاسکتا اور اب یہ میننگ برخاست ہوتی ہے۔“ پھر یہ میننگ ختم ہو گئی اور اس کے بعد

قدیموں کی پروتار چا پ تھوڑی سی کھڑکھڑاہٹ اور دوسری آوازیں سنائی دیں اور ایل لاشا نے سامنے رکھے ہوئے ٹراسمیر کے بٹن آف کر دیئے لیکن اس کی آنکھوں میں ایک مسکراہٹ تھی چہرے پر چمک اور ہونٹوں پر کپکپاہٹ جیسے وہ کچھ کہنا چاہتا ہو میں نے اور ریتیم نے یہ بات محسوس کی تھی تب ایل لاشا نے مسکراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”اور یہ شخص جس کا نام الیری جیک مارٹن ہے۔ ہمارا اپنا آدمی تو نہیں ہے لیکن یہ سمجھ لو کہ ہماری مٹھی میں ہے اور ہم ان لوگوں سے پہلے اسے حاصل کر سکتے ہیں۔“

”کیا مطلب۔“

”جب انہوں نے جیک مارٹن کا نام لیا تھا تو یہ بات میرے ذہن میں نہیں آئی تھی لیکن جب انہوں نے اس کا پورا نام لیا تو تب مجھے یہ یقین ہوا کہ مطلوبہ شخص وہی ہے جسے میں باآسانی حاصل کر سکتا ہوں۔“

”کس ذریعے سے؟“

”دوستانہ ذریعے سے یوں سمجھ لیجئے کہ وہ ہمارے لئے کارآمد شخصیت ثابت ہوگی حالانکہ وہ جس طرح کا انسان ہے لیکن خیر کوئی بات نہیں ہے آپ یوں سمجھئے کہ اسے بینڈل کرنا میرا کام ہے اور شاید میں بہت جلد آپ کو اس سلسلے میں دعوت دے ڈالوں اگر وہ شخص ہمیں زیادہ بہتر معلومات فراہم کر سکتا ہے یعنی وہ معلومات جو حکومت اسکارٹو اس سے حاصل کرنا چاہتی ہے اس بڑے ملک کی مدد سے اس سے پہلے ہمیں حاصل ہو جائیں تو شاید ہم زیادہ عجلت سے اپنا کام سرانجام دے سکیں۔“

”تب ٹھیک ہے مائی ڈیر لاشا تم فوری طور پر جیک مارٹن سے ملاقات کا بندوبست کرو۔“ ایل لاشا کے چلے جانے کے بعد ریتیم نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولی۔

”کبھی کبھی ایسے کام بھی سرانجام دینا پڑتے ہیں مائی ڈیر دانش منصور جنہیں دل گوار نہیں کرتا لیکن جذبات اپنے طور پر بنیادی حیثیت رکھتے ہیں مگر کبھی کبھی انہیں نظر انداز بھی کرنا پڑتا ہے مثلاً مرنے والا وہ شخص ابھی تک میرے ذہن میں چمکا ہوا ہے میں نہیں جانتی کہ اسکارٹو کے باغی اپنے طور پر کیا نظریے رکھتے ہیں لیکن جب کس بھی مشن میں زندگی کو قربان کرنے کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے تو پھر اسے آسانی سے کنٹرول نہیں کیا جاسکتا۔“ میں صرف ایک بات جانتا ہوں ریتیم اور تمہیں بھی کسی موقع پر جذباتی ہو کر اپنے اس نظریے سے

منحرف نہیں ہونا چاہئے ہمارا ایک ہی مشن ہے اور وہ بھی دولت کے حصول کے لئے نہیں ہے یعنی میں رخسار کو حاصل کرنا چاہتا ہوں اور تم سہیل کو اور یہ بات تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ اسکارٹو کی بغاوت صرف روز آرگنائزیشن کی جانب سے ہے اس بغاوت کی پشت پناہی ہو رہی ہے ہمیں روز آرگنائزیشن کے اس منصوبے کو ختم کر کے اس کنٹرولر کو حاصل کرنا ہے جو اس منصوبے کو کنٹرول کر رہا ہے کیا تمہیں مجھ سے اختلاف ہے۔“ ریتم نے آنکھیں بند کر لیں کچھ لمحے خاموشی سے اس طرح بیٹھی رہی پھر ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔

”اچھے دوست انسان کی سب سے بڑی خوش قسمتی ہوتے ہیں کبھی کبھی حالات ذہن کو بھٹکا کر نجانے کہاں سے کہاں پہنچا دیتے ہیں۔ مثلاً یقیناً اس سلسلے میں جذباتی ہو رہی تھی مگر تم نے مجھے یہ یاد دلا کر کم از کم میری ذہنی کیفیت کو سکون دیا ہے اس کے لئے میں تمہاری بے حد شکر گزار ہوں۔“ دانش منصور۔“ اور بعد میں بہت وقت تک ریتم کے انداز سے افسردگی جھلکتی رہی تھی ہم اس وقت ذہنی طور پر معتدل ہوئے جب ایل لاشا نے ہمیں ایک نامعلوم عمارت میں دعوت دی اور مقررہ وقت پر ہم اس عمارت میں داخل ہو گئے جو شہر کے ایک پر رونق علاقے میں تھی سامنے کے حصے میں دکانیں بنی ہوئی تھیں اوپری منزل پر کمرانبرائیس جیسے قرب وجوار میں کمپنیوں کے دفاتر پھیلے ہوئے تھے کمرہ نمبرائیس کے دروازے پر بھی ایک دفتر کا بورڈ لگا ہوا تھا اور اس میں روشنی ہو رہی تھی جب کہ اس وقت دوسرے دفاتر بند ہو چکے تھے دفتر کے دروازے پر دستک دینے سے دروازہ فوراً کھل گیا اور دروازہ کھولنے والا خود ایل لاشا ہی تھا جس نے پر احترام انداز میں ہم دونوں کا خیر مقدم کیا تھا اور پھر وہ ہمیں ساتھ لیے ہوئے ایک بڑے کمرے میں پہنچ گیا جہاں ایلری جیک مارٹن موجود تھا۔ دہلی پتلی قامت کے اس شخص کی عمر تقریباً تیس سال تھی چہرہ میلا لارڈ تھا اور بدن خاصا کمزور اس کی آنکھیں اس کے پورے وجود میں سب سے جاندار حیثیت کی حامل تھیں اور ان آنکھوں سے مکاری کا ایسا عنصر جھلکتا تھا جس سے اس کی شخصیت کا پتا چل جاتا ہے۔ ویسے میرے خیال میں اس شخص کو اپنی آنکھوں پر چشمہ لگانا چاہئے تھا وہ بھی ڈارک کمر کے شیشوں کا اُتر یہ ڈارک کمر کے شیشوں کا چشمہ اور استعمال کر لیتا تو یقینی طور پر اس کی شخصیت اس قدر قابلِ رحم نظر آتی کہ کوئی بھی اس کی جانب کم از کم سخت نگاہوں سے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ ایل لاشا نے اس کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

”اور یہ بات میں مسٹر ایلری سے طے کر چکا ہوں کہ وہ تم سے تعارف طلب نہیں کریں گے بلکہ صرف کام کی بات کریں گے اور یہ زیادہ بہتر ہوگا۔“ ایلری نے ہم دونوں سے مصافحہ کیا اس کی پیشانی چوڑی اور ناک لمبی تھی اس کے علاوہ جب میں نے اس سے مصافحہ کیا تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں نے کسی مردہ شخص کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے لیا ہو ٹھنڈا بے جان اور سرد ہاتھ جو روئی کی طرح نرم و ملائم تھا۔ ایل لاشا نے آہستہ سے کہا۔

”اور اگر یہ محسوس کیا جائے کہ میری موجودگی اس وقت مناسب نہیں ہے تو میں باہر چلا جاؤں ویسے یہ فلیٹ میں نے خصوصی طور پر آپ لوگوں کی گفتگو کے لئے حاصل کیا ہے اور اس کے بارے میں پورے وثوق اور اعتماد کے ساتھ میں یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ یہاں ہونے والی گفتگو کا ایک لفظ بھی یہاں سے کہیں باہر نہیں جاسکتا اسے میں اپنی ذمہ داری کے طور پر قبول کرتا ہوں۔“

”نہیں بیٹھو۔“ میں نے ایل لاشا سے کہا ریتم اس دوران جیک مارٹن کا مکمل جائزہ لیتی رہی تھی اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اور میڈیم آپ چاہیں تو اپنی اس اونچی ایڑی کے سینڈل کے سامنے والے حصے کو اپنی پسند کے مطابق میرے سر پر برسا سکتی ہیں چونکہ میرے اندر ایک بہت بری عادت ہے کسی بھی حسین لڑکی کو دیکھ کر میں اپنے جذبات پر قابو نہیں پاسکتا اور میرے منہ سے کوئی نہ کوئی بات ایسی نکل جاتی ہے جو بڑی عجیب و غریب ہوتی ہے مثلاً آپ کو دیکھ کر میرا دل چاہتا ہے کہ میں آپ کو مس پم پو یا پمپو کہہ کر مخاطب کروں۔“ ایل لاشا نے آگے بڑھ کر اس کی گردن کے نچلے حصے پر اپنا انگوٹھا چبھوتے ہوئے کہا۔

”اور اگر تمہارے منہ سے اس کے بعد ایک لفظ بھی نکلا تو ہم یہ سوچیں گے کہ ہماری تقدیر میں تم سے فائدہ اٹھانا مقصود ہی نہیں تھا یعنی یہ کہ تم یوں سمجھ لو کہ تمہاری موت ابھی اور اسی لمحے واقع ہو جائیگی۔ ایلری جیک مارٹن نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور بولا۔

”اور یہ بات بھی میرے لیے نئی نہیں ہے جب مجھے اس طرح کی دھمکیاں ملتی ہیں تو میں اپنے آپ کو سمجھاتے ہوئے کہتا ہوں کہ مائی ڈیر جیک زندگی ہر شے سے زیادہ قیمتی ہے اور اپنی پسند کا اظہار اگر کسی جگہ ممکن نہ ہو تو زندگی بچانے کی کوشش سب سے بہترین ہوتی ہے۔“

”جیک تم سے کچھ سوالات کیے جائیں گے اور تم یہ طے کر لو کہ ان سوالات کے جوابات کے لئے تمہارا معاوضہ کیا ہوگا۔ ہم تمہیں وہ معاوضہ دینے کے لئے تیار ہیں اور معاوضہ جس شکل میں بھی ہو ادا کیا جائے گا۔“

”یہ بات مسٹر ایل لاشا جانتے ہیں کہ میرا معاوضہ کیا ہوگا۔“

”اس سے پہلے میں کچھ باتیں آپ کو بتا دوں میڈم آپ کے لئے بڑی ضروری ہوں گی۔“

”ہاں بالکل۔“

”پہلی بات تو یہ ہے کہ اس شخص کے نقوش بالکل اسکارٹو کے ان قبیلے والے لوگوں سے ملتے ہیں جو اس وقت اس بغاوت میں حصہ لے رہے ہیں دوسری بات یہ ہے کہ یہ اسکارٹو کی قبائلی زبان اس طرح بول سکتا ہے جیسے خود اسکارٹو کے اس قبیلے کے لوگ اور جب یہ ان کا لباس پہن کر ان میں شامل ہو جاتا ہے تو کوئی یہ شبہ نہیں کر سکتا کہ یہ اس خصوصی قبیلے کا ایک فرد نہیں ہے۔“

”ہوں بالکل ٹھیک اچھا اب یہ بتاؤ کہ کیا تم ہمیں وہ باتیں بھی بتا سکتے ہو جنہیں کسی نے تم سے خفیہ رکھنے کو کہا ہو۔“

”پہلی بات تو یہ کہ ایسی کوئی بات اب تک نہیں ہوئی ہے جسے مجھے خفیہ رکھنے کے لئے کہا گیا ہو لیکن آپ جو کچھ پوچھنا چاہتی ہیں براہ کرم اس کے بارے میں سوال کیجئے۔“

”تمہارا تعلق کہاں سے ہے؟“

”ایک ایسے ملک سے جسے آپ اس ملک کا حریف کہہ سکتی ہیں جس کے ایماء پر یہ کام ہو رہا ہے مثلاً آپ اس ملک کو ایکس کہہ سکتی ہیں جو وائی کے خلاف کام کر رہا ہے۔“

”دیری گنڈ اس کا مطلب ہے کہ تم ایکس کے مفادات کے لئے وائی میں کام کر رہے ہو اور یہ بھی سنو میرے دوست کہ میرا اور تمہارا معاملہ بالکل مختلف ہے نہ مجھے ایکس سے دلچسپی ہے اور نہ وائی سے ہمارا سیکشن الگ ہے بالکل اسی طرح جیسے تم اپنے مفادات کے حصول کے لئے کام کر لیا کرتے ہو۔ ہاں اس بات کو تم اپنے ذہن میں اچھی طرح محفوظ کر لو کہ میری تم سے کوئی دشمنی نہیں ہے اور میں تم سے جس قسم کی معلومات چاہتی ہوں وہ تم اپنے طلب کردہ معاوضے پر مجھے فراہم کر دو اور دوسری بات یہ کہ اگر تم نے مجھے راستے سے بھڑکانے

کی کوشش کی تو پھر تمہاری زندگی میرے لیے اس لئے نقصان دہ ہو جائے گی کہ میرا مقصد یہاں اسے نکل کر نہیں اور تک جاسکتا ہے یعنی تمہارے اپنے ملک ایکس تک ہو سکتا ہے میری کوئی بات یا میرا کوئی سوال تمہارے ملک کے لئے فائدہ مند ہو چنانچے اگر مجھے اپنی مطلوبہ معلومات اپنی پسند کے مطابق فراہم نہ ہوں تو تمہیں قتل کر دینا میری مجبوری ہوگی۔“ ریتھم کے ہاتھ میں جس قدر سختی تھی اسے میں نے بھی محسوس کیا تھا اور ایل لاشا نے بھی لاشا کے چہرے پر بالکل ایک پتھر یا اپن پیدا ہو گیا تھا ظاہر ہے اس کا ریتھم سے رہ جانی رشتہ تھا اور وہ اس کی روحانی ماں کی مانند تھی چنانچہ اس نے اگر کچھ الفاظ کہے تو اس کا مطلب تھا کہ لاشا پر ان الفاظ کا احترام فرض تھا لیکن ایلری جیک مارٹن کے ہونٹوں پر ایک دلکش مسکراہٹ پھیل گئی اس نے آہستہ سے کہا۔

”جب خوبصورت خواتین جھمکیاں دیتی ہیں تو کچھ اور خوبصورت لگتی ہیں اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ وہ ایسی باتیں کرتی ہیں جو ذرا مختلف انداز کی ہوتی ہیں لیکن میں آپ کو یہ بتا دوں میڈم کہ دنیا کا ہر انسان اپنے طور پر جیتا ہے اسے بے شک اپنے فرائض سے منحرف نہیں ہوتا چاہے جیسے میں یعنی آپ یہ سمجھ لیجئے کہ یہاں اسکارٹو میں میرا کام کچھ اور ہی ہے جس کا تعلق نہ آپ سے ہے اور نہ اسکارٹو کے باغی قبائل سے جو اسکارٹو کی حکومت کے خلاف بغاوت کے رہے ہیں اور نہ ہی ملک وائی کے خلاف میں کسی مقصد کے لئے کام کر رہا ہوں باقی کیا کر رہا ہوں وہ ایک الگ چیز ہے لیکن اب جب کہ مسٹر ایل لاشا نے مجھے یہاں بلایا ہے اور اس اعتماد کے ساتھ بلایا ہے کہ ہمارے درمیان جو گفتگو ہوئی اس میں ایک دوسرے پر بھروسہ بھی کیا جائے گا اور اس گفتگو کا معاوضہ بھی ادا کیا جائے گا تو زندگی گزارنے کا خواہش مند ہوں نہیں ہوتا اور جب زندگی گزارنے کی خواہش دل میں ہوتی ہے تو پھر بہت سے معاملات میں تعاون کرنا پڑتا ہے آپ بھی اس بات کو ذہن میں رکھیے گا کہ اگر میری کوئی بات آپ کو جھوٹ محسوس ہو تو نہ تو آپ مجھ پر تشدد کرنے کی کوشش کریں گی اور نہ ہی فوراً مجھے قتل کر دینے پر تیار جائیں گی۔“

”ہوں سب سے پہلی بات تو یہ کہ کیا تم مسٹر فیڈرینو کے قتل سے واقف ہو؟“ ریتھم نے سوال کیا تو وہ ہنس پڑا اور بولا۔

”کیا یہ کوئی مشکلم سوال ہے۔“

”صرف جواب۔“ ریتم نے ہونٹ بھیج کر سخت لہجے میں کہا۔

”ہاں میں جانتا ہوں کہ مقامی وزیر کو قتل کر دیا گیا ہے۔“

”اور قاتل کون ہو سکتے ہیں؟“

”اسکا رٹوز صرف اور صرف اسکا رٹوز۔“

”کیا ایسا تمہارے ملک کے ایما پر ہوا ہے؟“

”مطلب قاتل ملک ایکس کے تربیت یافتہ تھے؟“

”سو فیصدی۔“

”یہ بات تمہارے علم میں تھی؟“

”ہاں۔“ اس نے پرسکون انداز میں جواب دیا میں اس کی شخصیت پر غور کر رہا تھا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس نے چند لمحوں کے لئے ایک ایسا ماحول پیدا کر دیا تھا جس پر کسی قدر حیرت ہو رہی تھی کیونکہ جس انداز میں وہ بات کر رہا تھا وہ عام انداز سے بڑا مختلف تھا۔

”کیا تم بھی اس قتل کی کوشش میں شامل تھے؟“

”بالکل نہیں۔“

”کیا تمہیں اس کی دعوت نہیں دی گئی؟“

”بالکل نہیں اور نہ ہی یہ پروگرام میرے علم میں تھا۔“

”لیکن تم یہ جانتے ہو کہ قاتل تمہارے ملک کے تربیت یافتہ ہیں۔“

”ہاں یہ میں جانتا ہوں مجھے معلوم ہے کہ میرے ملک کے لوگوں نے بڑا غلط قدم اٹھایا ہے اگر آج یہ بات منظر عام پر آ جائے جسے نہ آپ منظر عام پر لانا پسند کریں گی اور نہ ہی میں تو اس سے صرف یہ ہوگا کہ ایک بڑی جنگ چھڑ جائے گی اور اس کے نتائج نہ ایکس کے حق میں بہتر نکلیں گے اور نہ وائی کے حق میں اور جہاں تک اسکا رٹوز کا تعلق ہے تو اگر ایسی جنگ منظر عام پر آ جائے تو اسکا رٹوز کا مشن بھی تقریباً خطرے ہی میں نہیں بلکہ خاتمے کے قریب ہو جائے گا کیونکہ معاملہ بالکل دوسری شکل اختیار کر جائے گا۔ شروع میں جب اس سلسلے میں گفتگو ہوئی تھی اور صحت حال میرے علم میں آئی تھی تو میں نے مسٹر کیسھال کے اغواء کی بھی مخالفت کی تھی کیونکہ مسٹر کیسھال بے شک وزیر اقتصادیات ہیں لیکن بعض مواقعوں پر ان کے

انتخاب کرات محدود کر دیئے گئے ہیں اور ایسا صرف اور صرف روز آرگنائزیشن کے ایما پر ہوا ہے۔“ جیک مارٹن جو الفاظ کہہ رہا تھا ان کا ایک ایک گوشہ دماغ میں فٹ ہو رہا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ میں کیا چیز ہوں اور نہ ہی میں اس سے اپنی شناسائی کا اظہار کرنا چاہتا تھا پھر ریتم نے چند لمحوں کے بعد کہا۔

”کیا تم ان لوگوں میں سے کسی کو جانتے ہو؟“

”کن لوگوں میں سے؟“

”وہ جنہوں نے یہ کارروائی کی تھی۔“

”دو کاروائیاں ہوئی ہیں مسٹر کیسھال کا اغوا اور مسز فیڈرینو کی موت آپ دونوں میں سے کس کی بات کر رہی ہوں۔“

”فرض کرو میں کیسھال کے اغوا کی بات کرتی ہوں؟“

”نہیں میں ان میں سے کسی کو نہیں جانتا ہاں ایک آدمی میری نگاہ میں ہے اور وہ شخص بظاہر سو فیصدی اسکا رٹوز کے مفادات کے لئے کام کرتا ہے لیکن درحقیقت وہ اسکا رٹوز نہیں ہے اور انتہائی خطرناک آدمی ہے۔“

”کیا نام ہے کا؟“

”مسز ہینڈون۔“ اس نے جواب دیا اور ریتم نے ایک لمحے کے لئے آنکھیں بند کر لیں۔ ہینڈون کا نام بڑا عجیب و غریب نام تھا بار بار سامنے آ رہا تھا۔ بہر حال ریتم نے فوراً خود کو سنبھال لیا اور بولی۔

”ایل لاشا نے یقینی طور پر ان تمام باتوں کے انکشاف کے لئے تم سے کچھ معلومات طے کیے ہوں گے میں ان میں کوئی مداخلت نہیں بلکہ اضافہ ہی کرنا چاہتی ہوں اور جو اضافہ میں کرنا چاہتی ہوں وہ یقینی طور پر اس کی تائید ہوگی۔ چنانچہ ایسا کوئی اور نقطہ جس سے ہمارے مشن میں ہمیں فائدہ حاصل ہو سکے مائی ڈیز ایلری اور میں بھی تمہیں ایل لاشا کی طرح اپنے دوستوں میں شامل کر سکوں۔“ وہ پھر اسی انداز میں مسکرایا کم بخت کے چہرے پر اس قدر سکون تھا کہ انسان تصور بھی نہ کر سکے ایسے حالات میں تو پریشانی چہرے سے چیک جاتی ہے لیکن وہ لوگ جو ہر طرح کے حالات کو خندہ پیشانی سے برداشت کر کے اس انداز میں مسکرا لیتے ہیں اعمدہ بنی طور پر نولاد ہوتے ہیں اور ایسے فوائد بہت کم پائے جاتے ہیں پھر اس نے ایک دم

چونک کر کہا۔

”ایک شخص کو اور شامل تفتیش کر لیں اگر آپ یہ سمجھتی ہیں کہ میں آپ کے کسی کام آیا اور اس معاملے میں مجھے شامل کر کے آپ کو کوئی فائدہ حاصل ہوا تو بس یہ سمجھ لیجئے کہ جو نام میں آپ کو پیش کر رہا ہوں وہ اس سلسلے میں بڑی اہمیت کا حامل ہے۔“ اس نے ہم لوگوں کے ذہنوں میں ایک دم سے ایک عجیب سی کشیدگی پیدا کر دی تھی اور ہم بہت زیادہ متاثر ہو گئے تھے اس کے باوجود میں نے خاموشی اختیار کیے رکھی اور ریتیم نے پوچھا۔

”کیا تم وہ نام بتانا پسند کرو گے۔“

”اس کا نام برشل ہے برشل لاڈ۔“ اس نے جواب دیا اور ریتیم کی پیشانی شکن آلودگی ہو گئی اس نے ایل لاشا کی جانب دیکھا تو لاشا نے گردن خم کرتے ہوئے کہا۔

”برشل لاڈ کے بارے میں میں جانتا ہوں یہ شخص ملک اٹیس کا سیکرٹ ایجنٹ ہے اور اوہو۔۔۔ ایک اور بات میڈم ایک اور بات۔“ اچانک ہی ایل لاشا نے اپنا جملہ ادھورا چھوڑ دیا اور پھر ایلری کی طرف رخ کر کے بولا۔

”یہاں تم نے بددیانتی کی بات کی ہے مسٹر ایلری اور یہ بات تم سے کہہ دی گئی تھی کہ بددیانتی کی کوئی بات نہیں کرو گے چالاکی برتنے کی کوشش نہیں کرو گے کیونکہ اپنے آپ کو چالاک ثابت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ تم ہمیں بے وقوف سمجھتے ہو اور بھلا یہ کون پسند کرتا ہے کہ مد مقابل اسے بے وقوف سمجھے تمہارا کیا خیال ہے کیا تمہیں اس بددیانتی کی مزا نہیں دی جاسکتی۔“ ایلری جیک مارٹن نے پہلی بار سنجیدہ نگاہوں سے ایل لاشا کو دیکھا اور بولا۔

”تم نے جو الفاظ ادا کیے ہیں ایل لاشا مجھے ان کی توقع نہیں تھی تم کیا کہنا چاہتے ہو۔“

”یہ بات میں جانتا ہوں کہ اس کے اور تمہارے درمیان ایک طویل جھگڑا چل رہا ہے۔ اس کی وجہ بھی مجھے معلوم ہے اور اس وقت جو تم نے اپنی طرف سے ایک شاطرانہ چال چھی ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ ہم برشل کو تلاش کریں اور اسے ہلاک کر دیں تم صرف یہی چاہتے ہو نا یا پھر ہماری مدد سے تم اسے تلاش کرو اور اس سے اپنا انتقام لو یقیناً تمہارے ذہن میں ایسی ہی بات ہے۔“ جیک مارٹن کم بخت کے اندر سب سے بڑی خوبی یہی تھی کہ بدترین حالات میں بھی سکون سے مسکراتا جانتا تھا وہ اس انداز میں مسکرایا اور آہستہ سے بولا۔

”ہاں ایسا ہے میں اس کی ہلاکت کا خواہشمند ہوں اور تمہارے ذریعے اسے تلاش بھی کرنا چاہتا ہوں لیکن ذرا غور کر کے بتاؤ کہ اس میں میری بددیانتی کس طرح شامل ہوئی اگر یہ بات ثابت نہ ہو جائے کہ وہ اس وقت اسکارٹو کے چھاپہ ماروں کا سب سے بڑا تربیت کنندہ ہے تو تم ایسا کرنا کہ سب سے پہلے مجھے قتل کر دینا کیا سمجھے۔“

”برشل کی تلاش کے سلسلے میں تم کچھ مدد کر سکتے ہو۔“ ایل لاشا نے سوال کیا اور اس نے عجیب سی نگاہوں سے ایل لاشا کو دیکھا اور پھر بولا۔

”بچکانہ گفتگو کی اجازت بالکل نہیں اگر اس سلسلے میں میں تمہاری کچھ مدد کر سکتا تو شاید اب تک وہ اس دنیا میں نہ ہوتا اور اس وقت تو خاص بات یہ ہے کہ وہ اسکارٹو کو تربیت دے رہا ہے سمجھ لو اس کی حیثیت کیا ہوگی لیکن بہر حال یہ دو نام میں نے تمہارے سامنے لے دیے ہیں۔ بینڈون اس کی تلاش کا ذریعہ بن سکتا ہے اور بینڈون کو تم خود تلاش کرو۔“ ریتیم نے میری جانب دیکھا انداز سوالیہ تھا جیسے وہ جاننا چاہتی ہو کہ اس کے بعد بھی ہمیں ایلری جیک مارٹن سے کچھ معلومات حاصل کرنی ہیں۔ میری خاموشی کا مطلب یہ تھا کہ کم از کم میں اس سے اس سلسلے میں اور کچھ نہیں معلوم کرنا چاہتا اور اس تمام تر وقت کے دوران کم از کم اور کچھ ہوا ہو یا نہ ہوا ہو لیکن ریتیم نے یہ جان لیا تھا کہ میری فطرت کیا ہے اور کس وقت میں کیا چاہتا ہوں کیا پسند کرتا ہوں چنانچہ اس نے ایل لاشا سے کہا۔

”میرا خیال ہے مسٹر ایلری جتنی معلومات ہمیں فراہم کر چکے ہیں اس سے زیادہ معلومات ہمارے لیے ممکن نہیں ہے اور بہر حال اس تعاون کے لئے ان کے ساتھ تمہارا جو بھی رویہ ہو وہ تم زیادہ بہتر سمجھتے ہو۔“ ایل لاشا نے گردن ہلائی اور مدہم لہجے میں بولا۔

”ٹھیک ہے میڈم میں کچھ وقت کے لئے اجازت چاہتا ہوں اگر آپ کو کوئی اعتراض نہ ہو تو۔“

”نہیں تم جو کرنا چاہتے ہو کرو۔“

”اب سے دو گھنٹے کے بعد میں دوبارہ آپ کی خدمت میں حاضری دوں گا کچھ بہت ضروری کام سرانجام دینے ہیں مجھے۔“ ریتیم نے سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور میں نے ایل لاشا نے بلا دیئے بہر طور میں اس کے معاملات میں اس قدر مسلط بھی نہیں رہنا چاہتا ایل لاشا اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور بولا۔

”آئیے مسٹر ایلری میڈم نے بھی اس کی اجازت دے دی ہے اور آپ کے اس تعاون کا ہم شکریہ ادا کرتے ہیں اس کے بعد جو بھی صورت حال ہوگی اس کا علم آپ کو خود بخود ہو جائے گا۔“

ایل لاشا نے ایلری جیک مارٹن کو ساتھ لیا اور اس کے بعد وہاں سے چل پڑا میں نے آنکھیں بند کر لیں تھیں۔ ریتیم بھی ایلری جیک مارٹن کے انکشافات پر غور کر رہی تھی لیکن میرا ذہن ذرا مختلف انداز میں سوچ رہا تھا اور غالباً اس وقت میرے ذہن کا وہ مخصوص دروازہ کھل گیا تھا جو ایک الگ ہی نوعیت کا حامل تھا اور اس سے بہت سے ایسے راز منکشف ہوئے تھے جو نئی جدت کے حامل ہوتے تھے نجانے کیوں میرے ذہن میں ایک عجیب سا تصور پیدا ہوا تھا بہت دیر تک میں اس پر غور کرتا رہا اور ایک طرح سے ذہن نیم غنودہ سا ہو گیا پھر ریتیم کی آواز نے ہی مجھے چونکا دیا تھا۔

”اور تمہاری یہ غیر معمولی خاموشی مجھے یہ احساس دلارہی ہے دانش منصور کہ اس وقت تم بہت اہم فیصلے کر رہے ہو یقینی طور پر اتنے اہم فیصلے کہ ماحول سے بے خبر ہو گئے ہو میں نے چونک کر ریتیم کو دیکھا کم از کم اس سلسلے میں وہ بالکل سچ کہہ رہی تھی جو انوکھا تصور میرے ذہن کو کرید رہا تھا اس کے بارے میں اگر ریتیم کو بھی بتاتا تو وہ حیران رہ جاتی میں پر خیال نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا اور پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

”ریتیم جو کچھ میں کہوں گا وہ تمہارے لیے بڑا حیرت ناک ہوگا لیکن بس کبھی کبھی میری ذہنی رو بھٹک جاتی ہے اور میں وہ سوچنے لگتا ہوں جو عام بات نہیں ہوتی۔“

”کیا مطلب یعنی جو گفتگو ایلری جیک سے ہوئی ہے اس سے کوئی مختلف بات سوچ رہے ہو۔“

”ہاں۔“

”کیا۔“ اس نے سوال کیا اور میں عجیب سی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا پھر میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

”وہ کتنی دیر کے بعد واپس آئے گا۔“

”کون۔“

”ایل لاشا۔“

”دو گھنٹے کے بعد واپس آنے کے لیے کہہ گیا ہے لیکن ہمیں بہر حال اپنے طور پر اہم فیصلے کرنے ہیں کیونکہ صورت حال ابھی تک بالکل ہی غیر یقینی رہی ہے مجھے بتاؤ ڈیڑھ گھنٹے کے بعد ایسا کوئی عمل کر سکیں ہیں جسے ہم کہہ سکیں کہ ہم نے کچھ کیا فیڈرینو بلاکت ہو گیا۔ کیس حال کا ابھی تک نام و نشان نہیں ملا ہے گھوم پھر کر چند ہی نام ہمارے سامنے آ رہے ہیں جنہیں ہم اپنے طور پر اپنے ذہنوں میں رکھے ہوئے ہیں اور سچی بات تو یہ ہے کہ اس کے لئے ابھی تک کوئی فیصلہ کرنے سے قاصر ہیں۔“

”بہر حال دیکھتے ہیں کہ اس سلسلے میں کیا کیا جاسکتا ہے غور کریں گے۔“ میں نے ایل لاشا کے انداز میں کہا ایل لاشا دو گھنٹے کا وقت دے کر گیا تھا لیکن اس نے واپسی میں بہت زیادہ دیر نہیں لگائی اور کچھ دیر کے بعد وہ واپس آ گیا اور آنے کے بعد ریتیم سے اجازت لے کر ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے اس نے کہا۔

”ایلری جیک بے شک ایک برا انسان ہے اور ہم اس کی کسی بھی بات پر بھروسہ نہیں کر سکتے لیکن ایک بات میں پورے اعتماد سے کہہ سکتا ہوں میڈم کہ برشل لاؤ کے بارے میں اس نے جو کچھ بتایا ہے وہ سچ ہے اور اگر ہم اسکا رٹو کے دہشت گردوں کے ٹریزر برشل لاؤ کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئے تو یوں سمجھ لیجئے کہ ہمارے پاس اس بغاوت کی چابی آج جائے گی یعنی وہ شخص جو اس سلسلے میں نمایاں حیثیت کا حامل ہے اور جس کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر صرف اس ایک شخص کو ختم کر دیا جائے تو اسکا رٹو کی یہ بغاوت کم از کم دس سال کے لئے ختم ہو جائے گی کیونکہ وہ ایک واحد دماغ ہے جو اسکا رٹو کے باغیوں کو تربیت دے رہا ہے اور وہی انہیں اس بغاوت پر اکسائے ہوئے ہے اور دونوں حکومتوں کو اس کی وجہ سے پریشانی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔“

”مگر برشل لاؤ کو تلاش کرنے کے لئے آخر کار ہمیں کون سا طریقہ کار اختیار کرنا ہوگا؟“ ریتیم نے کہا میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا تھا پھر میں ٹھہرتا ہوا کمرے کے دروازے سے باہر آ گیا۔ ان دونوں نے مجھے بے شک تعجب خیز نگاہوں سے دیکھا تھا لیکن ظاہر ہے اس سلسلے میں وہ کچھ کہہ نہیں سکتے تھے چنانچہ میں باہر نکل کر اس جگہ کا جائزہ لینے لگا جہاں ہم موجود تھے دروازے نے دروازے کو اندر سے جا کر دیکھا میں دروازہ اندر سے لاک تھا پھر میں دوسری جگہوں کی تلاشی لیتا رہا تمام کمروں کے واش روم وغیرہ دیکھے کچن دیکھا اور اس کے بعد واپس اس

کمرے میں آگیا جہاں وہ دونوں غالباً میرے منتظر تھے یا ممکن ہے اس سے پہلے وہ کسی موضوع پر گفتگو کرتے رہے ہوں۔ ایل لاشا نے میری جانب دیکھا اور میں لا پرواہی کے انداز میں سوچتا ہوا آگے بڑھنے لگا لیکن ایل لاشا کے قریب سے گزرتے ہوئے اچانک ہی میں نے جھک کر اس پر حملہ کر دیا میرا ایک ہاتھ اس کی گردن کی پشت پر پڑا اور دوسرا ہاتھ اس کے شانے پر پھر اس کے ساتھ ہی میں نے اس کی دونوں کلاسیاں پکڑے پکڑے کھڑا کیا اس وقت وہ کیونکہ صوفے کے پیچھے تھا اس لئے وہ عمل نہیں دوہرا سکتا تھا جو میں ایک بار دوہرا چکا تھا یعنی عقب سے پیٹ پر لات رسید کرنے والا عمل جس سے انسان کو فوری بے بسی ہو جاتی ہے اس کے بعد میں نے ریتیم سے کہا۔

”وہ سامنے جو ایک موٹی سی پڑی ہے ریتیم اسے لے آؤ۔“ ریتیم گونگوں بہروں کی طرح اپنی جگہ کھڑی تھی میں نے سرد لہجے میں کہا۔

”کیا تم نے سنا نہیں ریتیم یا تم میرے اس حکم پر عمل نہیں کر سکتیں۔“ ریتیم جیسے ایک دم سنبھل گئی وہ چونک کر دوڑی یہ مخصوص قسم کی ریشمی ڈوری غالباً کسی پردے کا ٹوٹا ہوا حصہ تھی۔ ایل لاشا شدت حیرت کی وجہ سے بول نہیں سکا تھا۔ میں نے بہت احتیاط سے اس کے دونوں ہاتھ پیچھے موڑے کیونکہ گردن کی ضرب سے وہ اس طرح چکرا گیا تھا کہ کوئی مداخلت کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھا اس لئے میں نے اس کے ہاتھ انتہائی مضبوطی سے باندھ دیئے تب اس کے بعد میں پلٹ کر سامنے آیا اور پھر اس کے بعد میں نے اس کے بال پکڑے اور اسے گھسیٹتا ہوا لے گیا اور مسہری پر ڈال دیا پھر سی کے دوسرے ٹکڑے سے میں نے اس کے دونوں پاؤں کس دیئے ہاتھوں کی مضبوطی کا میں نے اچھی طرح جائزہ لے لیا تھا ریتیم بالکل بے حواس ہو گئی تھی۔ ایل لاشا کے ساتھ یہ سلوک اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا میں نے ایل لاشا کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”ریتیم کیا ہم ایک احتیاطی قدم اٹھانے کیلئے یہ ایک چھوٹا سا عمل نہیں کر سکتے اصل میں جس مقصد کے لیے ہم کام کر رہے ہیں اس میں ہمیں ہر شخص سے ہوشیار رہنا ہوگا۔ کیا ایل لاشا کے ساتھ یہ جو سلوک کیا گیا ہے تمہاری نگاہ میں قابل معافی ہے۔“

”اے، لیکن ہم مسر۔“ وہ حیران لہجے میں بولی۔

”میں جائزہ لینا چاہتا ہوں کہ مسر ایل لاشا اصل ہی ہیں یا ان کے چہرے پر میک

”اچ ہے۔“

”میڈیم کیا آپ نے میری حیثیت کو اتنا ہی غیر مستحکم سمجھ لیا ہے کہ میرے ساتھ یہ سلوک روا رکھا جائے۔ ہم لوگ ایک گروپ کے تحت کام کر رہے ہیں بیشک میں آپ کا بے پناہ احترام کرتا ہوں چونکہ میرے اور آپ کے درمیان ایک روحانی رشتہ بھی قائم ہے لیکن رشتے قائم رکھنے کے لئے کیا ہر شخص کو ایک ہی لکڑی سے بانکا جاسکتا ہے۔ میں اب بھی اس شخص کے بارے میں کوئی غلط بات اپنی زبان سے ادا نہیں کروں گا کیونکہ یہ آپ کے ساتھ رہتا ہے اور آپ کا دست راست ہے لیکن کیا آپ اسے یہ حکم نہیں دے سکتیں کہ آپ کے محسنوں دوستوں اور آپ کے حکم پر جان نچھاور کرنے والوں کے ساتھ کم از کم یہ سلوک نہیں کیا جاسکتا ہاں اگر کوئی بات ہے تو۔۔۔“ وہ غالباً ریتیم کو اپنی باتوں میں الجھانا چاہتا تھا لیکن میں اس کے قریب پہنچ گیا اور میری نگاہیں اس کا جائزہ لینے لگیں پھر میرے ہونٹوں پر مدہم سی مسکراہٹ پھیل گئی اس سے پہلے میں نے اتنے غور سے اس کا چہرہ نہیں دیکھا تھا۔ اصل میں انسان اتنا ہی جدید ہو جائے وہ اپنے آپ کو کتنی ہی مہارت کے ساتھ ستر پردوں میں محفوظ کر لے لیکن قدرت نے جو کچھ اس کے وجود کو بخشتا ہے مصنوعی طریقے سے اس میں کوئی نہ کوئی خامی رو جاتی ہے۔ بعض چہرے بڑے دلکش اور سپاٹ ہوتے ہیں ان پر ذرہ برابر نشان نہیں ہوتے لیکن اس کے باوجود ان کے مسامات اپنی جگہ ایک الگ عمل رکھتے ہیں اور صرف گہری نگاہ سے دیکھا جائے تو یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ مسامات اپنے قدرتی عمل میں مصروف ہیں یا نہیں ایل لاشا کے چہرے پر وہ مسامات موجود نہیں تھے جس کا مطلب یہ تھا کہ اس کا چہرہ ماسک میں چھپا ہوا ہے اور یقینی طور پر اس ماسک کا کہیں نہ کہیں کوئی سرا ہوگا۔ چنانچہ میں نے اپنے دونوں ہاتھ آگے بڑھا دیئے اور اسکی گردن کانوں تھوڑی کے نچلے حصے کو ٹٹولنے لگا انہیں زور زور سے رگڑنے سے اچانک ہی مجھے ہلکی سی جھلی جیسی چیز کا احساس ہوا اور میرے ہونٹوں پر مدہم سی مسکراہٹ پھیل گئی پھر اس کے بعد اس کے چہرے سے ماسک اتارنا میرے لیے کوئی مشکل کام ثابت نہ ہوا ایک بالکل ہی نیا چہرہ نمودار ہو گیا تھا اور ریتیم نہ حلق سے ایک عجیب سی آواز نکال کر کھڑی ہو گئی تھی اس کی پھنی پھنی آنکھوں میں اس وقت جو نقوش مجھ سے وہ دیکھنے سے تعلق رکھتے تھے اور چونکہ مجھے اپنے مقصد میں ایک نمایاں کامیابی حاصل ہوئی تھی اس لیے میرے ذہن میں خاصی تشنگی پیدا ہو گئی تھی میں نے اس اجنبی شخص کی طرف اپنا رخ کرنے کی

بجائے ریتیم کو دیکھا اور آہستہ سے کہا

”اپنے چہرے کے نقوش بدل لو ریتیم کیونکہ بہر حال کبھی کبھی کوئی ایسی ادا دل کو بھا جاتی ہے جو انسان کو بے بس کر دیتی ہے اور وہ وہ کچھ کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے جس کے بارے میں اس نے کبھی نہیں سوچا اس وقت حیرانی کا جو انداز تمہارے چہرے پر نمودار ہوا ہے وہ مجھے بہت متاثر کر رہا ہے اور یقینی طور پر تم خود اس تاثر کو قبول نہیں کرو گی۔“

ریتیم نے میرے الفاظ سے سمجھے اور میں نے اس کے چہرے پر شرمندگی کے آثار دیکھے وہ عجیب سی لگا ہوں سے مجھے گھور کر رہ گئی اور پھر بولی

”سمجھ رہی ہوں تمہاری شرارت کو اچھی طرح سمجھ رہی ہوں دانش تم میرے ذہن سے اس حیرت کے آثار کم کرنا چاہتے ہو لیکن ایسا کیسے ہوا اس کا مطلب ہے کہ میں اپنے اس عہدے اپنے اس منصب کے قابل نہیں ہوں جو مجھے حاصل ہے اور اس وقت یہ الفاظ میں ایک اجنبی شخص کے سامنے ادا کر رہی ہوں لیکن کیسے؟ آخر کیسے آہ میرے خدا میں کہتی ہوں آخر تمہیں اس کا شبہ کیسے ہوا اور اتنے اعتماد کے ساتھ تم اس شخص کی تصدیق کیسے کر ڈالی۔“ وہ شخص جسے ہم نے بے بس کر دیا تھا ہوش میں تھا سکتے کے عالم میں تھا اور خاموشی سے اپنی جگہ پڑا ہوا تھا بس یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اس کے اعصاب پتھر اگئے ہوں وہ جنبش بھی نہ کر سکا ہو۔

”بات دراصل یہ ہے ریتیم ہمیں اتنا وقت ہو گیا یہاں آئے ہوئے بقول تمہارے زیر زتہارے لیے مصروف عمل ہیں اور ایل لاشا کے ذریعے تم انہیں جو ہدایات کر رہی ہو وہ اس پر عمل کر رہے ہیں لیکن اس عمل میں ہمیں ابھی تک کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوئی یعنی وہ شخص قتل ہو گیا جس کے تحفظ کے لئے ہمیں مخصوص کیا گیا تھا یعنی فیڈرینو میں مانتا ہوں کہ زیر ز کو اس سلسلے میں مکمل اختیارات نہیں دیئے گئے تھے پھر بھی کہیں نہ کہیں تو کچھ ہوتا ایل لاشا ہمیں مختلف طریقے سے سہولتیں فراہم کر رہا ہے۔ لیکن معمولی معمولی باتوں کے علاوہ اور کوئی بات اس مستحکم حیثیت سے ہمارے سامنے نہیں آئی جس سے آئی چاہیے تھی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ہم نے اب تک صرف مقامی طور پر زیر ز پر انحصار کیا تھا اپنے طور پر پوری طرح پریکٹیکل نہیں ہوئے تھے بس یہی سوچ کر ایک لمحہ میرے لیے بات الجھن بن گیا تھا اور یہ بھی اس وقت پیدا ہوا تھا جب ایل لاشا ہم سے اجازت لیکر کچھ وقت کے لئے گیا تھا۔ میں نے اچانک ہی یہ بات سوچی اور اس پر عمل بھی کر ڈالا لیکن کامیابی کی اتنی امید مجھے بھی نہیں تھی۔“

”آہ مگر یہ کون ہے؟“

”جو کوئی بھی ہے ظاہر ہے آسانی سے ہمیں اپنے بارے میں نہیں بتائے گا اور اب پھر وہی درندگی کرنا ہو گی جو نہیں کرنی چاہیے۔“

”ہوں۔“

”چلو تم اس کی تلاشی لے ڈالو جو کچھ بھی اسکے پاس ہے اس سے حاصل کر لو کسی بھی چیز کے لئے ہم کوئی خطرہ نہیں لینا چاہتے۔“ ریتیم نے فوراً ہی میری ہدایت پر عمل کیا بلکہ اس سلسلے میں کچھ زیادہ ہی آگے بڑھ گئی۔ نے ایک تیز دھار چھری حاصل کی اور اس کے بعد بستر پر پڑے ہوئے شخص کے پاس پہنچ گئی سب سے پہلے اس نے چھری کو اس کے گریبان میں ڈال کر اس کا بنیان نیچے تک کاٹ دیا اور پھر اس کے بعد اس نے زیریں لباس کی بھی یہی کیفیت کی اور اس کے بدن پر صرف انڈر وئیر رہنے دیا میں خاموشی سے ریتیم کی یہ کارروائی دیکھ رہا تھا اور اس کے اندر چھپی ہوئی وحشت کا بخوبی جائزہ لے رہا تھا۔ پھری ہوئی ناگن کسی کے ساتھ کیا سلوک کر سکتی ہے اگر اس کا صحیح تجزیہ کرنا ہو تو اس وقت ریتیم کا چہرہ دیکھا جاسکتا تھا۔ وہ شخص اب بھی سکتے کے عالم میں تھا۔ ریتیم نے اچانک ہی اس کے بال پکڑے اور پھر ایک طاقت دار عورت کی تمام تر قوت حاصل کرتے ہوئے اسے بستر سے نیچے کھینچ کر فرش پر ڈال دیا اور اسکے بعد اسے بالوں سے کھینچتی ہوئی دروازے کی جانب چل پڑی اس نے میرے کام میں کوئی مداخلت نہیں کی تھی۔ چنانچہ میں نے بھی اس سے یہ سوال نہیں کیا کہ وہ اسے دروازے کی جانب کیوں لے جا رہی ہے البتہ جب وہ دروازے سے باہر نکلی تو میں خود بھی اسکے ساتھ ساتھ چل پڑا ریتیم اسے ایک دوسرے کمرے میں لے گئی اور اس کمرے میں فرش وغیرہ نہیں قالین نہیں پڑا ہوا تھا اور فرش ننگا تھا ویسے بھی شاید یہ کم استعمال کیا جاتا تھا کیونکہ یہاں گرد کی ہلکی سی تہہ نظر آ رہی تھی۔ یہاں پہنچ کر ریتیم نے اسے زمین پر ڈال دیا اور اس کے بعد خونخوار لہجے میں بولی۔

”میں نہیں چاہتی کہ فرش اس کے خون سے خراب ہو اور ہمیں ایک قیمتی قالین

کا نقصان برداشت کرنا پڑے۔“ پہلی بار اس شخص کے چہرے پر خوف کے آثار نمودار ہوئے اور پھر جیسے اس نے اپنے آپ کو ساکت کر لیا۔ وہ سردنگاہوں سے ریتیم کو دیکھنے لگا تو ریتیم نے اس سے پہلا سوال کیا۔

”ایل لاشا کہاں ہے؟“

”سمندر کی گہراؤں میں اتنا نیچے کہ اب تم اس کا ڈھانچہ بھی دریافت نہیں کر سکو گی“

”کس نے ہلاک کیا اسے؟“

”میں نے۔“ اس نے جواب دیا

”تمہارا نام کیا ہے؟“

”ا۔ کارٹونز میں سے ایک۔“

”ایل لاشا کو کیوں ہلاک کیا۔“

”کیونکہ یہ بات ہمیں معلوم ہو چکی تھی کہ زیر ز اسکارٹونز کے مشن کے خلاف ہیں اور ایل لاشا اس سلسلے میں کارروائی کر رہا ہے غالباً کئی کاموں میں ایل لاشا نے مداخلت کی ہے ہم حکومت کے افراد پر تو نگاہ رکھ سکتے تھے لیکن ایسی خفیہ تنظیمیں ہمارے علم سے باہر تھیں اور جب ہمیں اس بات کا علم ہوا کہ ایک خفیہ تنظیم کے لوگ یہ کام کر رہے ہیں تو ہم ان کی تلاش میں لگ گئے۔“

”کتنے زیر تمہاری نگاہ میں آچکے ہیں۔“

”تقریباً تمہارا پورا گروہ۔“

”اس کے بارے میں اپنے سربراہان کو رپورٹ دے چکے ہو؟“

”ہاں۔“

”ایل لاشا کی حیثیت سے کیا تم نے ابھی تک زیر ز کو کوئی نقصان پہنچایا ہے؟“

”افسوس اس میں دیر ہو گئی کیونکہ ایل لاشا کی حیثیت سے میں بہت جلد ان کو طلب

کرنے والا تھا اور جس جگہ ان کو طلب کیا جاتا وہاں ان کی ہلاکت کا تمام سامان موجود تھا۔ ہم ان میں سے ایک ایک کو چن چن کر ختم کر دیتے ایک زہریلی گیس تیار کر لی گئی تھی جو اس وقت اس کمرے میں خارج ہوتی جب وہ سب وہاں موجود ہوتے اور ان کے لئے باہر نکلنے کا کوئی راستہ موجود نہیں تھا پھر وہیں ان کو برقی بجلی میں جلا کر ہلاک کر دیا جاتا لیکن میری کوتاہی کی وجہ سے یہ کام کچھ لیٹ ہو گیا اور میں اسے اپنی کوتاہی بھی نہیں کہہ سکتا کیونکہ انہی دنوں مجھے تمہاری یہاں آمد کی اطلاع ملی تھی اور میں نے سوچا کہ یہ مینٹل تم ہی طلب کرو تا کہ یہ جھگڑا

ختم ہو جائے اور ہم اس خطرے کے شکار نہ رہیں کہ زیر ز کا سربراہ بعد میں ہمیں کوئی نقصان پہنچا سکے۔“ وہ اتنی صاف گوئی سے یہ تمام باتیں کر رہا تھا کہ مجھے حیرت ہو رہی تھی ریتیم نے میری طرف دیکھا اور بولی۔

”ہمارا مقامی سربراہ ہلاک ہو چکا ہے اور تم نے بالکل صحیح اندازہ لگایا اچھا خیر مسٹر

ا۔ کارٹونز ایک بات اور بتاؤ۔“

”ہاں پوچھو۔“

”تم نے جو نام لیے ہیں یعنی برٹل لاڈ اور بینڈون ان کی کیا حیثیت ہے؟“

”برٹل لاڈ حقیقت حکومت کا نمائندہ ہے اور یہ بات غلط تھی کہ وہ ا۔ کارٹونز کو

ترہیت دے رہا ہے یہ ایک ڈبل گیم تھا جو میں نے کھیلا تھا ابھی آچھ وقت اور مہلت دینا چاہتا تھا میں کیونکہ برٹل لاڈ خاصی تیز رفتاری دکھا رہا ہے اور بینڈون کو اس سلسلے میں پریشانی ہو رہی ہے۔“

”بینڈون کے بارے میں کچھ بتانا پسند کروں گے۔“

”لائرون اور بینڈون ایک ہی شخصیت کے دو نام ہیں یوں سمجھ لو اس وقت بینڈون

ہی اسکارٹونز کا کنٹرولر ہے اور وہی تمام ہدایات جاری کرتا ہے۔“

”ایک سوال کا جواب اور دو۔“

”پوچھتے رہو جو دل چاہے پوچھتے رہو۔“

”یہ تمام باتیں تم ہمیں کیوں بتا رہے ہو۔“

”اس لئے کہ اس کے صلے میں تم سے صرف ایک کام چاہوں گا میں‘ میں جانتا

ہوں جب اس طرح کے مشن کام کرتے ہیں تو کسی بھی ایسے شخص کو جو ایسے معاملات سے واقف ہو چکا ہوتا ہے زندگی نہیں دی جاتی یہ تمام معلومات بالکل مکمل ہیں اور اس کے نتیجے میں تم صرف میرے ساتھ ایک بہتر سلوک کرو جب مجھے ہلاک کرنے کے بارے میں سوچو تو میرے سینے کو عین دل کے مقام پر اپنی گول کا نشانہ بنانا کم از کم اتنا حق تو مجھے حاصل ہے کہ میں تم سے اپنی موت کے لئے رعایت طلب کر سکوں اور میں سمجھتا ہوں کہ انسانی نقطہ نگاہ سے تمہیں یہ کام کرنا ضروری ہے۔“

”کیا تم یہ نہیں کر سکتے کہ زندہ رہ کر ہمارے لیے کام کرو۔“ ریتیم نے سوال کیا اور

اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی پھر بولا۔

”ایسی گھٹیا اور بے ہوشی کی گفتگو مت کرو جس پر تمہیں خود شرمندگی ہو کیا میرے کہنے پر تم اس شخص کو گولی مار سکتی ہو جو تمہارے سامنے کھڑا ہے اور جس نے سارا پھیل خراب کر دیا ہے۔ جب تم ایسا نہیں کر سکتی تو مجھ سے بھی اس بات کی توقع مت رکھو کہ میں اس کارٹونز کے خلاف کوئی قدم اٹھاؤں گا۔ میں اگر زندہ بچ گیا تو سب سے پہلا کام یہ کروں گا کہ ان تمام حالات سے بینڈون کو آگاہ کر دوں اور ساری تفصیلات اس کے سامنے لے آؤں تاکہ اپنے مشن کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ سب سے پہلے زیرز کو نگاہ میں رکھے۔“

”کیسھال کہاں ہے۔“

”اس کے بارے میں جہاں تک میرا خیال ہے صرف مسٹر بینڈون ہی بتا سکتے ہیں۔“

”کیا اس کارٹونز کو یہ بات معلوم ہے کہ مسٹر بینڈون ہی اس مشن کو کنٹرول کر رہے ہیں۔“

”کچھ لوگ جانتے ہیں کچھ لوگ نہیں جانتے۔“

”تو تم نہیں جانتے کہ کیسھال کہاں ہے۔“

”ہاں مجھے اس بات کا علم نہیں ہے۔“ ریتھم نے میری جانب دیکھا اور اس کے بعد اس نے بڑے اطمینان سے اپنے بینڈ بیگ سے پستول نکالا اس پر سائی لنسر لگایا اور پھر انسانوں کا انسانوں کے ساتھ ایک اور تماشا دیکھنے میں آیا۔ ریتھم نے اس کے دل کا نشانہ لے کر تین گولیاں اس کے سینے پر ماری تھیں اس کا منہ ایک دم تکلیف سے کھلا پھر بند ہو گیا ایک لمحے کے اندر اندر یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ اسے اس کی خواہش کے مطابق ہی موت دے دی گئی ہے اور ریتھم کے چہرے پر ایک شگنی نظر آ رہی تھی۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

”ریتھم میں اس کے بعد صرف ایک عمل چاہتا ہوں۔“

”کیا۔“

”میرے اور تمہارے درمیان اب تھوڑا سا فاصلہ ہو جائے تو ہم دونوں کے حق میں بہتر رہے گا۔ تم میری ضرورت کے مطابق راستے ہموار کرو گے لیکن کچھ دور رہ کر اور میں اس سلسلے میں کام کروں گا۔ زیرز اس کارٹون میں اب کسی سربراہ کے بغیر ہیں اور اس بات کا تمہیں علم

ہو گیا ہے کہ اب ایل لاشا اس دنیا میں نہیں ہے چنانچہ زیرز بے ترتیب ہوں گے تم ان کی ترتیب کرو۔“

”مگر تم دور کیوں رہنا چاہتے ہو۔“

”اس لئے کہ ہم نہیں جانتے کہ یہ شخص بینڈون کو ہمارے بارے میں اور کیا کیا بتا چکا ہے ہو سکتا ہے اس نے کچھ باتیں پوشیدہ رکھی ہوں۔“

”او کے میں سمجھ رہی ہوں یہ بات ہم جانتے ہیں کہ بہر طور ہر قیمت پر یہ کام سر انجام دینا ہے کیونکہ اس بات کو ہمیں اچھی طرح جان لینا چاہئے کہ اس کارروائی کے پس پشت صرف اور صرف روز آ رنگنا نریشن کام کر رہا ہے۔ اس بغاوت کو ناکام بنا کر مقامی حکومت کی مدد کرنا روز آ رنگنا نریشن پر ایک ضرب لگانے کے مترادف ہے اور ہم اس ضرب کو لگانے سے گریز نہیں کریں گے۔“

”اور میں تمہارے ساتھ ہر طرح کا تعاون کروں گی مالی ڈیزدانش منظور اگر تم اس عمل کو زیادہ مناسب سمجھتے ہو کہ ہم لوگ الگ الگ رہ کر یہ کام کریں تو پھر ایک شعبہ میرے سپرد کرو میں یہاں فوری طور پر ایل لاشا کی جگہ سنبھال لیتی ہوں اور تمہیں ہر اس جگہ مدد فراہم کروں گی جہاں تمہیں میری مدد کی ضرورت ہو۔ ہم یہ فیصلہ بہت بعد میں کریں گے کہ کون سی جگہ ہم سیکچا ہو کر ایل لاشا کا بدل تلاش کرتے ہیں۔“

”او کے۔“ پھر ہم نے اپنے اس پروگرام پر عمل کیا میں نے اپنی مخصوص پوزیشن میں آ کر سب سے پہلے اپنے چہرے پر ہلکا سا میک اپ کیا تاکہ میری اصل شکل کسی جگہ میرے لیے الجھن کا باعث نہ بن جائے پھر ایک فائو اسٹار ہوٹل کے شاندار کمرے میں قیام کرنے کے بعد میں نے ان تمام منصوبوں کے مطابق جو میرے اور ریتھم کے درمیان طے ہو چکے تھے عمل کا آغاز کر دیا چونکہ حکومت اس کارٹون اور اس بڑے ملک کی حکومت اس وقت سخت الجھن میں مبتلا تھی۔ کیسھال کی مسلسل گمشدگی اور عدم بازیابی اس کے علاوہ اس کارٹون کے وہ تمام معزز افراد جو حکومت اس کارٹون کو چلاتے تھے اس قدر دباؤ میں آ گئے تھے کہ وہاں ایک طرح سے سارے معاملات ادھوری حیثیت اختیار کر گئے تھے ایسی شکل میں انہیں زیرز کے ہر طرح کے تعاون کے لئے تیار ہونا پڑا تھا اور جب اس کارٹون کے وزیر اعظم سے یہ درخواست کی گئی کہ ہم مسٹر برشل لاڈ سے ملنا چاہتے ہیں تو وزیر اعظم کی جانب سے فوری طور پر برشل لاڈ سے

ملاقات کا بندوبست کر دیا گیا اور یہ بات بعد میں معلوم ہوئی کہ خود برٹل لاڈنیشنل سیکورٹی کا چیف ہے اور اپنے عہدے پر کام کر رہا ہے۔ اس شخص کے بارے میں بڑے بڑے عجیب و غریب انکشاف ہوئے تھے جو رستم نے مجھے ایک مخصوص ٹرانسمیٹر پر بتائے تھے اس نے کہا یہ شخص درحقیقت ایک ایسے ملک سے تعلق رکھتا ہے جس سے ایک زمانے میں اس بڑے ملک کے تعلقات بے حد خراب تھے اور اس شخص نے اس ملک میں سیاسی پناہ حاصل کی تھی لیکن سیاسی پناہ حاصل کرنے کے بعد اس نے اس ملک کے لئے جو نمایاں کارنامے سرانجام دیئے تھے ان کی وجہ سے اس پر مکمل بھروسہ کرتے ہوئے آخر کار اسکا رٹو میں اسے نیشنل سیکورٹی کے چیف کی حیثیت سے متعین کر دیا گیا اور یہاں وہ اس بڑی حکومت کے نمائندے کے طور پر بھی کام کر رہا تھا اس نے بہر حال اپنا ایک مقام بنایا تھا اور جب میری ملاقات مسٹر برٹل سے ہوئی تو میں نے اس شخص کو واقعی ہی ایک عجیب و غریب شخصیت کا مالک پایا۔ اس نے میرا پر تپاک استقبال کیا تھا ویسے وہ ایک بھاری جڑے اور سخت چہرے والا آدمی تھا جس کے بال گہرے سیاہ تھے لیکن یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اس کی یہ شخصیت اصل نہ ہو ایک عجیب سی کیفیت اس میں پائی جاتی تھی بہر حال اس نے میرے سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ہاں اور یہ بات میں اچھی طرح جانتا ہوں مسٹر دانش منصور جیسا کہ مجھے آپ کا نام بتایا گیا ہے کہ اس وقت اسکا رٹو زندگی اور موت کی جنگ پر آمادہ ہیں۔ انہوں نے اپنے مقصد کو ایک خصوصی مشن بنالیا ہے اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ مقامی حکومت کو فوری طور پر تہذیب ہونا چاہئے اور انہیں اقتدار ملنا چاہئے حالانکہ یہ بھی بہت بڑی چائی ہے اس لئے نہیں کہ میں اس حکومت کا وفادار ہوں بلکہ بنیادی طور پر یہ بات میں پورے اعتماد کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ اسکا رٹو پر یہاں کے قبائل کا اقتدار قائم کر کے یہودیوں کا روز آگنازیشن درحقیقت اس بڑے ملک کو اپنے قدموں پر جھکانا چاہتا ہے اور وہ اقتصادی پالیسی جو اس بڑے ملک نے مسلمان ملکوں کے لئے تیار کی ہے اسے رکوانے کا خواہشمند ہے۔ وہ یہاں ان قبائل کی حکومت قائم کر کے اس ملک کو فوری طور پر بلیک میل کرنا چاہتا ہے یہ سارا پس منظر ہے اس پوری کہانی کا اور اس کے لئے اس نے ہینڈون نامی ایک شخص کو ٹریپ کیا ہے جو اسکا رٹو کا جنوبی سربراہ اور بظاہر اپنے خطے کے لئے گوریلا جنگ لڑ رہا ہے لیکن میں سمجھتا ہوں ان سب کا انداز پانگلوں جیسا ہے یوں محسوس ہوتا ہے کہ روز آگنازیشن کے کرتا دھرتاؤں نے ان کا برین واش کر دیا

ہے اور ان میں ایسے جراثیم شامل کر دیئے ہیں جس کی وجہ سے وہ لوگ صرف یہ سمجھتے ہیں کہ ہر قیمت پر حکومت اسکا رٹو کو ختم کر کے ہینڈون کو سربراہی دے دی جائے ویسے مجھے ہدایات دی گئی ہے کہ آپ کو مکمل طور پر فری ہینڈ دیا جائے اور یہ تمام اختیارات آپ کو دیئے جائیں گے جس جگہ آپ چاہیں جو بھی کام کریں۔“

”بہر حال یہ پتا چلا کہ آپ ہینڈون کو ہی اس معاملے میں آخری آدمی سمجھتے ہیں۔“

”ہاں بالکل ویسے ہینڈون بہت ہی خوفناک آدمی ہے وہ ایک دیوانہ شخص ہے اگر تم اس سے ملو گے تو محسوس کرو گے کہ زمانہ قدیم کی کوئی روح دوبارہ اس دنیا میں واپس آ گئی ہے اور ایساں مصروف علم ہے۔“

”ایک بات اور مسٹر برٹل لاڈنیشنل میں نے کہا۔“

”تم جس طرح بھی چاہو مجھ سے سوال کر سکتے ہو؟“

”کیا ہمیں اسکا رٹو کے باغی ہینڈ کوارٹر کا پتا چل سکتا ہے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ ہینڈون ہمیں کہاں دستیاب ہو سکتا ہے۔“ میرے اس سوال کے جواب میں برٹل لاڈ خاموش ہو گیا کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔

”جہاں تک ہمارا اندازہ ہے وہ اسکا رٹو کے شمالی علاقے میں رہتا ہے اور شمالی علاقہ ایک طرح سے نوگواریا ہے اور اس نوگواریا میں جانا بے حد مشکل کام ہے۔ وہاں کے رہنے والے یوں سمجھ لو کہ کسی بھی اجنبی کو اپنے درمیان قبول نہیں کرتے ایسی کوششیں کئی بار کی جا چکی ہیں بات صرف اتنی ہی نہیں کہ ہم اس علاقے کو اسکا رٹو سے پاک کرنا چاہتے ہیں بلکہ ایک طرح سے یوں سمجھ لو کہ ہمیں وہاں پہنچ کر ایسے بہت سے معاملات سرانجام دینے ہیں جن کی وجہ سے خود حکومت اسکا رٹو پریشان ہے۔ بہر حال میں ہر طرح سے تمہیں آسانیاں فراہم کرنے کے لئے اپنی ذمہ داریاں قبول کرتا ہوں۔“

”کیا اس شمالی علاقے میں جہاں آپ نے بتایا یہ صورت حال ہے بالکل ہی ایسی (یہ صورت حال ہے کہ وہاں کوئی جا ہی نہیں سکتا۔“

”نہیں ایسی بات نہیں ہے۔ ہم کوئی باقاعدہ مشن وہاں نہیں بھیج سکتے البتہ انفرادی طور پر کوئی شخص وہاں جانے کی کوشش کرے تو اس کے لئے میں ذرا توجہ بتا سکتا ہوں لیکن ایک یا دو افراد بس اس سے زیادہ نہیں۔“

”میں سمجھتا ہوں مسٹر برشل کہ آپ کے یہ الفاظ میرے لئے بہت تسلی بخش ہیں
فرض کیجئے کہ میں وہاں تنہا ہی جانا چاہوں۔“

”تو پھر رے جی آپ کا استقبال کرے گی۔“

”رے جی کون ہے؟“

”ایک چینی لڑکی جو اس کارٹو ہی میں پیدا ہوئی ہے اور شمالی علاقے میں اپنا ایک
جنرل اسٹور چلاتی ہے لیکن درحقیقت وہ اسکارٹو کی وفادار ہے۔ میرا مطلب ہے مقامی وزیر
اعظم نے خود اس کی پرورش کی ہے اور اس کے ساتھ انتہائی مہربانی کا سلوک کیا ہے ویسے ہم
بنے اسے بھی اپنا آلہ کار نہیں بنایا لیکن بارہا وہ ہمیں وہاں ہونے والی کارروائیوں کے بارے
میں خبر دیتی رہتی ہے اور سچ پوچھو تو ہم نے اسے کیسھال کے سلسلے میں بھی مصروف کر رکھا ہے
کہ وہ ہمیں یہ پتا لگا کر بتائے کہ کیسھال وہاں کس طرح ہمیں دستیاب ہو سکتا ہے یا اسے اس
علاقے میں پہنچایا بھی گیا ہے یا نہیں۔“ میرے علم میں ایک نیا نام آیا تھا پھر میں نے برشل لاڈ
سے کہا۔

”تو پھر وہاں جانے کے لئے جو بھی ذریعہ اختیار کیا جائے میں وہاں پہنچنا چاہتا
ہوں۔“

”تمہیں دریائی راستے سے وہاں پہنچایا جاسکتا ہے درحقیقت یہ ایک بہت بڑی مشکل
ہے وہاں کے رہنے والوں کے لئے کہ ایک دریا جو یہاں سے بہتا ہے وہ اپنے بہاؤ کا رخ اسی
سمت رکھتا ہے یعنی شمالی علاقے کی جانب اس دریا میں چلنے والی کشتیاں یا چھوٹے جہاز تو ان
کی نگاہ میں آسکتے ہیں لیکن اگر کسی ایک شخص کو کسی خاص طریقے سے وہاں تک پہنچانے کی
کوشش کی جائے اور وہ شخص ایسی اعلیٰ کارکردگی کا مالک ہو کہ دریائی سفر کر سکے جو تقریباً تین
میل لمبا ہوگا تو پھر ان کے علاقے میں نکل سکتا ہے اب آپ یہ سوچ لیجئے مسٹر دانش منصور کیا
آپ اس علاقے میں داخل ہونے کے لئے یہ دریائی راستہ پسند کریں گے۔“ مجھے واقعی سوچنا
تھا۔ یہ زندگی اور موت کا مشن تھا اور مجھے اکیلے ہی کارنامہ سرانجام دینا تھا لیکن بہر حال بات
وہی تھی نا صرف میرا بلکہ ریتیم کا بھی یہی مشن تھا اور ہم اس سلسلے میں ایک دوسرے سے مکمل
تعاون کا وعدہ کر چکے تھے۔ چنانچہ مسٹر برشل لاڈ سے میں نے اس سلسلے میں وعدہ کر لیا اور
مسٹر برشل لاڈ نے مجھ سے چوبیس گھنٹے کا وقت مانگا اور یہ کہ ان چوبیس گھنٹے کے اندر اندر وہ

شمالی علاقے میں میری روانگی کا بندوبست کر دیں گے اور مجھے وہاں تک پہنچا کر دوسری سہولتیں
بھی فراہم کریں گے جو رے جی کی معرفت ہوں گی۔ مسٹر برشل لاڈ سے ملاقات کے بعد یہ
سلسلہ ختم ہوا لیکن میں نے اس بارے میں ریتیم کو اطلاع دے دینا ضروری سمجھا ٹرانسمیٹر پر اس
سے گفتگو کرتے ہوئے میں نے اس سے کہا۔

”مجھ سے علیحدہ ہو کر کیسا محسوس کر رہی ہو ریتیم۔“ جواب میں دوسری طرف خاموشی

طاری ہوگئی میں نے چند لمحے انتظار کرنے کے بعد اسے پھر آواز دی اور کہا۔

”ریتیم کیا تم میری آواز سن رہی ہو۔“

”مجھ سے مل نہیں سکتے؟“ اس نے عجیب سی آواز میں سوال کیا۔

”بولو کس طرح؟“

”مجھ سے ملاقات کرلو۔“

”تو پھر ایک ایسی درمیانی جگہ منتخب کر لی جائے جہاں تم بھی پہنچو اور میں بھی پہنچ
جاؤں علاقہ ایسا ہو کہ ہم کھلی فضا اور آزادی کے ساتھ گفتگو کر سکیں۔“

”یہاں ایک گریمر پارک ہے جسے تلاش کرنا تمہارے لئے مشکل نہ ہوگا وہاں بہت
خوبصورت حصے بنے ہوئے ہیں۔ ہم وہاں بیٹھ کر بات کر سکتے ہیں۔“

”تو پھر میں وہاں پہنچ رہا ہوں۔“ تھوڑی دیر کے بعد گریمر پارک میں ریتیم کا
انتظار کر رہا تھا اور اس نے بھی پہنچنے میں دیر نہیں لگائی تب میں نے مسٹر برشل سے ہونے والی
ملاقات کے بارے میں اسے بتایا اور آخر میں یہ بھی بتایا کہ میں اس شمالی علاقے کی جانب
دریائی راستے سے جا رہا ہوں اور اس کے بعد وہاں جا کر میں اپنا کام کروں گا میں نے جان
بوجھ کر اس کے سامنے رے جی کا نام نہیں لیا تھا کیونکہ بہر حال اب اتنا ناواقف بھی نہیں تھا
میں عورت کی فطرت سے کہ ریتیم کی تمام تر پاکبازی کے باوجود نہ سمجھ سکتا کہ ریتیم کے اندر ایک
عورت موجود ہے جو بہر حال رخسار کو تو قبول کر چکی ہے لیکن باقی کسی اور شخصیت کا میری قربت
میں داخل ہونا شاید وہ اسے پسند نہ کر سکے ریتیم نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

”دریائی راستے سے جب کہ وہ کہتا ہے کہ کوئی بھی کشتی اور کسی بھی طرح کا ذریعہ
سفر اس کارٹو کو کسی بھی نئے آنے والے کی طرف متوجہ کر دیتا ہے تو پھر تم وہاں اپنے آپ کو کیسے
مدغم کر سکو گے۔“

ناہرین مجھے تربیت دیں گے اور ابھی تک کہ اس کے بارے میں مجھے کچھ معلومات حاصل نہیں تھیں کھانے پینے کے لئے بھی مجھے ہلکا سا کھانا دیا گیا اور اس سلسلے میں مجھے کھانا سرد کرنے والے ایک افسر نے کہا۔

”جناب عالی چونکہ آپ کو ایسی مشقت کرنی ہے۔ جو ذرا پریشان کن ہوگی اس لئے (یہ ہلکا کھانا آپ کے لئے منتخب کیا گیا ہے۔“

”لیکن مجھے یہ نہیں بتایا گیا کہ اچانک ہی میرے سفر کا یہ فیصلہ کیوں کیا گیا ہے اور اس سے پہلے مجھے اس کے بارے میں کیوں نہیں بتایا گیا۔“

”اس کے بارے میں ہمیں صرف اتنی اطلاع ہے کہ آج کا یہ سفر آپ کے لئے

یوں مناسب ہے کہ وہاں ایک ایسی تقریب منائی جا رہی ہے جو رات کو منائی جاتی ہے اور جس

جگہ آپ اپنے دریائی سفر کا اختتام کریں گے وہاں جشن کے طور پر لوگ گھوم پھر رہے ہوں گے

اور کوئی بھی آپ کی جانب اس انداز میں توجہ نہیں دے گا کہ آپ کو ایک مشکوک شخصیت سمجھا

جائے۔ ہمیں اتفاقہ طور پر ہی اس بات کے بارے میں علم ہوا ہے اور مسٹر لاڈ نے فیصلہ کیا ہے

کہ اس موقع سے پورا پورا فائدہ اٹھایا جائے۔“ میں شانے ہلا کر رہ گیا تھا کوئی بات میری

سمجھ میں نہیں آرہی تھی لیکن بس اب سمجھنا بھی ضروری نہیں تھا جو کام شروع کر دیا ہے اسے

آخری حد تک جاری رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے معاملہ روز آگنا نریشن پر ضرب لگانے کا

تھا تو اس بارے میں سوچنے کا مقصد یہ تھا کہ میں اپنے مشن سے مخلص نہیں ہوں البتہ اس کے

بعد جو انتظامات کیے گئے وہ میرے لئے بھی باعث دلچسپی اور حیرت انگیز تھے۔ ایک ایسا عجیب

وغریب لباس دیا گیا مجھے جو شاید فابریکا بنا ہوا تھا لیکن ایک عجیب حیثیت کا حامل میرے بدن

پر پورا لباس تھا لیکن پیروں کے تلوؤں سے لے کر سر کے اوپر تک مجھے یہ لباس پہننا پڑا اور اس

کے بعد اندر ہی اندر تمام انتظامات ایک چھوٹا سا سلنڈر جسے آن کرنے سے آکسیجن بننا شروع

ہو جاتی تھی پھر یہ آکسیجن پورے لباس میں ایک مخصوص حد تک بھر جاتی تھی اور سانس لینے میں

دقت نہیں ہوتی تھی اور پانی میں ڈوبنے کا خطرہ بھی نہیں تھا فابریکا یہ لباس اس قدر مضبوط تھا

کہ اگر میں کسی دریائی جہاز سے بھی ٹکرا جاتا تو لباس کے پھٹنے کا کوئی امکان نہیں تھا۔ اس میں

اس قسم کی کچک تھی کہ وہ ہر قسم کی نوکیلی ضربوں کو برداشت کر سکتا تھا جس سے میں باہر کے

مناظر دیکھ سکتا تھا۔ میرے پاس اسلحہ بھی موجود تھا جو ضرورت پڑنے پر استعمال کر سکتا تھا لیکن

”یہی تو مسئلہ ہے ریتیم میں بہر حال ہر قیمت پر کام کرنا چاہتا ہوں۔“ ریتیم مجھے دیکھتی رہی پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

”اور اس وقت اس کے سوا کچھ اور نہیں کہہ سکتی کہ میں تمہارے لیے دعائیں کرتی

رہوں گی۔“ اس کی آواز میں آنسوؤں کی نمی شامل ہو گئی تھی۔ میں نے خاموش رہنا ہی

مناسب سمجھا تھا لیکن میں جانتا تھا کہ اس کے بعد میرے منہ سے نکالا ہوا کوئی بھی لفظ ریتیم کی

آنکھوں میں پیدا ہو جانے والی نمی کو سیال آنسوؤں کی شکل دے دے گا اور بہر حال انسانی

بہدردنی اپنی جگہ لیکن ایسے جذباتی مناظر سے اب مجھے کوئی دلچسپی نہیں تھی میں جو کچھ کھو چکا تھا

اسے یاد نہیں کرنا چاہتا تھا میں خود ایک جھنجھلایا ہوا انسان تھا اپنے آپ کو بہلا دے دینا ایک

الگ بات ہے لیکن اگر مجھ سے پوچھا جاتا کہ کیا میرے سینے میں دل ہے تو میں اپنا سینہ کھول کر

کہتا دیکھو دل جسے کہتے ہیں اب وہ میرے سینے میں ایک زخم کی حیثیت کے علاوہ اور کچھ نہیں

اس طرح کافی وقت گزر گیا اور میں ریتیم کی باتیں بالکل خاموشی سے سنتا رہا آخر میں ریتیم نے

کہا۔

”ہمیں بہت دیر ہو گئی میں معافی چاہتی ہوں کہ نجانے تم سے کیا کیا کہہ گئی ہوں

براہ کرام اپنے ذہن پر اس کا بوجھ نہ رکھنا میں اب اس وقت ہی تم سے ملوں گی جب یہ دقتیں ختم

ہو جائیں گی سوچو گے تو سہی کہ کام کا آغاز میں نے کیا ہے اور انجام تم پر چھوڑ دیا ہے۔ براہ

کرم اپنے دل پر ایسا کوئی بوجھ نہ ڈالنا۔ میں صرف مسکرا دیا اور یہ مسکراہٹ بے مفہوم تھی اس کا

کوئی مفہوم نہیں تھا کیونکہ جو کچھ اس نے کہا تھا میں نے تو وہ سنا ہی نہیں تھا پھر میں ریتیم سے

رخصت ہو کر اس جگہ چل پڑا جہاں برشل لاڈ نے میرے لیے قیام کا بندوبست کیا تھا اور اس

وقت تو صورت حال ہی بدل گئی تھی میری قیام گاہ پر میرا اس طرح انتظار ہو رہا تھا جیسے کوئی

بہت بڑی شخصیت کسی بہت بڑے مشن پر کام کر رہی ہو اور اس کے لئے ہر شخص محو انتظار ہو یوں

لگتا تھا جیسے اچانک مسٹر برشل لاڈ کو میرے بارے میں کچھ خصوصی ہدایات ملی ہیں خود مسٹر

برشل لاڈ تو موجود نہیں تھے لیکن ان کے کارکن جن کی تعداد اچھی خاصی تھی میرے آگے پیچھے

پھر رہے تھے مسٹر برشل لاڈ نے ٹیلی فون پر مجھے بتایا کہ مقررہ جگہ میری روانگی کے لیے

انتظامات کر دیئے گئے ہیں۔ میرا یہ سفر رات کو ایک بجے شروع ہو گا اور پھر تقریباً چار بجے تک

جاری رہے گا گویا تین گھنٹے کا دریائی سفر وہ بھی کچھ عجیب وغریب جس کے بارے میں کچھ

نہایت محدود شکل میں یعنی ایک ہلکا پستول جس میں ایک میگزین لگا ہوا تھا اور دو فالتو میگزین مجھے دیئے گئے تھے پھر کچھ کرنسی تھی جو میرے لئے ضروری ہوتی میں ان لوگوں سے معلومات حاصل کرنے لگا اور مجھے بتایا گیا کہ اس جگہ کی نشاندہی کس انداز میں ہو سکتی ہے کام مشکل نہیں تھا بس ذرا مستعد اور چوکس رہنے کی ضرورت تھی لباس کو اچھی طرح کئی بار مجھے استعمال کرایا گیا اور پھر باقی ہدایات دینے کے بعد میں اپنے سفر کے لئے تیار ہو گیا ایک لمبی سی کار میں بیٹھ کر میں ان کے ساتھ چل پڑا ایسے واقعات میری زندگی میں لاتعداد بار رونما ہوئے تھے جب میں نے ایسے عجیب و غریب حالات کا سامنا کیا تھا دریا کے کنارے پہنچنے کے بعد کار رک گئی اور وہ تینوں افراد جو مجھے لے کر یہاں تک آئے تھے نیک خواہشات کے ساتھ مجھے دریا برد کرنے آگئے میں نے اپنے لباس میں آکسیجن بھری اور درحقیقت اپنی زندگی کے سب سے عجیب و غریب سفر کے لئے تیار ہو گیا۔ پھر ان لوگوں نے مجھے توپ کے گولے کی طرح مخصوص ذریعے سے دریا کے پتھوں بیچ پھینک دیا ذرا برابر احساس نہیں ہوا تھا کہ بدن کو کوئی جھکا لگا ہے عجیب و غریب لباس تھا خیر زندگی میں ایسی لاتعداد چیزیں مجھے حاصل ہوئی تھیں کوئین میکو دیا کو تو میں نے یاد کرنا ہی چھوڑ دیا تھا کیونکہ وہ جب بھی ذہن میں آتی تھی لاتعداد احساسات کے ہمراہ آتی تھی اور اسے یاد کرنے کا مطلب تھا کہ اپنے آپ کو خواخواہ ذہنی الجھنوں میں گرفتار کر لیا جائے اسے یاد نہ کرنا ہی زیادہ بہتر تھا۔ بہر حال دریا کا تیز بہاؤ مجھے اپنے ساتھ لے کر سفر کرنے لگا اور میں اس لباس کی افادیت پر غور کرنے لگا ویسے تو خیر سائنس کے ایسے ایسے قیمتی کارنامے دیکھ چکا تھا میں کہ حیرت اب میرے ذہن ہی سے نکل چکی تھی۔ قدرت نے انسانی دماغ کو جو کچھ بخش دیا تھا اس کے بعد کوئی کسر تو باقی نہیں رہ گئی تھی۔ یہ سفر جاری رہا گھڑی مجھے وقت کا احساس دلاتی رہی برشل لاؤ نے جن لوگوں کو میری روانگی کے لئے تیار کیا تھا وہ اس سفر کے ماہر تھے اور انہوں نے ایک ایک لمحے کا حساب کیا تھا لیکن اس کے باوجود میں یہ بات جانتا تھا کہ برشل لاؤ ہوتا یا اس کی جگہ کوئی اور شخص بہر حال وہ اپنا فرض ہی سرانجام دے سکتے تھے۔ میری زندگی کا ٹھیکہ تو کسی نے نہیں لیا تھا کامیابی ہو گئی تو ظاہری بات ہے کہ ریتیم کے گروپ کو اس سلسلے میں سرخروئی حاصل ہو جائے گی اور اگر ناکامی رہی تو بہر طور وہ لوگ اپنی زندگی اور موت کے اس مشن سے نمٹ تو رہے ہی ہیں۔ اسکا رٹوڑ کو کامیابی حاصل ہوتی ہے یا نہیں ہوتی یہ ایک الگ بات ہے۔ میں دریائی سفر کے درمیان یہ سوچتا رہا

کہ پانی کی رفتار کتنی ہی تیز ہو میرا اصل معاملہ تو گھڑی کی رفتار سے ہے۔ گھڑی کی رفتار اگر تیز ہو تو بات بنے اور اپنے آپ کو بہلانے کے لئے بہر طور سوچیں ہی ہمیشہ ساتھ دیتیں ہیں جب کہ تنہائی میں اور اگر کوئی ساتھ نہ ہو چنانچے میں نے اپنے آپ کو سوچوں کے درمیان اچھال دیا اور اس کے بعد نجانے کیا کیا تصورات ذہن سے گزرتے رہے کوئی ایسا تصور ذہن میں نہیں آئے دے سکتا تھا جو دل کو اداس کر دیتا کیونکہ اس وقت مستعد رہنے کی ضرورت تھی سوچوں کے دائرے ایک ایک فرد کو تلاش کرتے رہے اور میں تمام دردناک پہلو نظر انداز کرتا رہا میرے ذہن میں بہت سے ایسے کردار آئے تھے جو مجھے یاد آ کر دل کے لئے دکھ کا باعث بن جاتے تھے نجانے کس کس شخص نے کہاں کہاں میرا ساتھ دیا تھا بہت سے پچھڑ گئے تھے بلکہ سب ہی پچھڑ گئے تھے جو نگاہوں سے دور ہو اس کے بارے میں زندگی اور موت کا تصور کیا کیا جاسکتا ہے پھر میں نے سوچا کہ ابھی کچھ عرصے قبل کیروشین قبائل کی بغاوت کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا اور اب یہ اسکا رٹوڑ دنیا آزاد ہونا چاہتی ہے نجانے وقت نے اپنے بارے میں کیا کیا فیصلے کر لیے ہیں انسان کی پابندی نہیں کرنا چاہتا اور حقیقت بھی ہے۔ ہر شخص کو احساس ہے کہ زندگی چند سانسوں کے مجموعے کا نام ہے اور ان سانسوں کو بھی کس کی قید میں دے دیا جائے تو زندگی کا مفہوم ہی ختم ہو جاتا ہے جب یہ چند سانس ہی گزارنے ہیں اور آخر کار خاموشی اختیار کر کے اس مٹی کے وجود کو فنا ہو جاتا ہے تو پھر اسے اپنی پسند کے مطابق کیوں نہ گزارا جائے اور آزادی اسی پسند کا دوسرا نام ہے۔ چنانچہ اس وقت دنیا کے بیشتر حصوں میں رہنے والے آزاد زندگی کو پسند کرتے ہیں ان پر ہونے والا تسلط آہستہ آہستہ بے اثر ہوتا جا رہا ہے ان تمام سوچوں نے مجھے بڑا سہارا دیا تھا اور آخر کار ایک مشکل مرحلہ آخری منزل میں پہنچ گیا۔ مجھے روشنیاں نظر آنے لگی تھیں اور کلائی پر بندھی گھڑی یہ بتا رہی تھی کہ میں نے وہ سفر طے کر لیا ہے جو آخر کار ایسی جگہ ختم ہونا ہے جہاں رات کا جشن منایا جا رہا ہے یہاں دریا کا بہاؤ بھی نہ ہونے کے برابر تھا مجھے یہ تمام باتیں بتا دی گئی تھیں چنانچے میں نے کنارے کی جانب تیرنا شروع کر دیا اور کچھ لمحوں کے بعد میں ساحل پر پہنچ گیا بہت وسیع و عریض میدان تھا لیکن اس کے دوسرے سرے پر بلند و بالا عمارتیں نظر آ رہی تھیں جو روشنیوں سے جگمگا رہی تھیں یہ لوگ کوئی جشن منا رہے تھے۔ اس جشن کے بارے میں مجھے مختصر تفصیل بتا دی گئی تھی وسیع و عریض میدان میں جگہ جگہ الاؤ روشن تھے اور رقص و موسیقی کی آوازیں بھی ابھر رہی تھیں دریا میں بہت

سے لوگ موجود تھے کسی نے میری جانب توجہ بھی نہیں دی میں ساحل پر آ گیا اور اس کے بعد سب سے پہلے میں نے فابریک کے اس لباس سے چھٹکارا حاصل کیا اور اسے لپیٹ کر بغل میں دبایا ایسی ویسی جگہ پر پھینکنے کا مطلب یہ تھا کہ یہ لباس کسی کی نگاہوں میں مشکوک ہو جائے اور کوئی یہ سوچے کے اتنا قیمتی اور انوکھا لباس اس طرح کیوں پھینک دیا گیا یعنی کوئی اجنبی یہاں تک پہنچا ہے اب مجھے رے چچی کی تلاش تھی لیکن رقص و موسیقی کرنے والوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے ایک جگہ کسی نے میرے شانے پر ہاتھ رکھا تو میں چونک کر پلٹ پڑا۔ میں اسے افریقی تو نہیں کہہ سکتا تھا لیکن کچھ عجیب سے نقوش تھے اس کے موٹے موٹے ہونٹ بھدے خدو خال مگر جسم بس ایسا تو بہ شکن وجود بہت کم دیکھنے میں آتا ہے البتہ اگر اس کے چہرے پر نقاب ہو تو اسے دنیا کی حسین ترین عورت کہا جاسکتا تھا لیکن نقاب کے بغیر وہ ایک عجیب و غریب شے لگتی تھی آنکھیں بے حد خوبصورت لیکن بس باقی کیا کچھ تھا اس کے بارے میں کچھ کہنے کو الفاظ نہیں تھے کیا یہ رے چچی ہے؟ کسی بدلی ہوئی شکل میں اور اس نے جیسے میرے چہرے سے میرے ذہن کو پڑھ لیا کہنے لگی۔

”نہیں رے چچی اس وقت دوسری جگہ ڈیوٹی پر بھیج دی گئی ہے اور یہ ایک مجبوری ہے۔ تم مجھے بیورینا کہہ سکتے ہو۔ نام یاد رہے گا میرا بیورینا اور جو ذمے داری رے چچی کو سونپی گئی تھی وہ اب میرے سپرد ہے۔“ میں نے زبردستی مسکرانے کی کوشش کی اور گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”آؤ چلتے ہیں ویسے تم وقت سے کچھ پہلے پہنچ گئے غالباً دریا کا بہاؤ زیادہ تیز تھا یا پھر تمہارا ذریعہ سفر۔“

”تمہیں میرے بارے میں اطلاع دے دی گئی تھی۔“

”نہ دے دی گئی ہوتی تو اتنی آسانی سے تمہارے پاس پہنچ جاتی مسٹر دانش منصور۔“

اس نے میرا نام لے کر میرے ذہن سے آخری خدشہ بھی دور کر دیا اور میں پرسکون انداز میں اس کے ساتھ چل پڑا۔ بہر حال مجھے اس کے چہرے مہرے سے کیا لیتا تھا۔ رے چچی ہوتی یا بیورینا البتہ اس بات کی تعریف میں دل ہی دل میں کیے بغیر نہیں رہ سکتا تھا کہ بیورینا نے جس طرح اپنے جسم کو خوبصورت بنایا تھا۔ دنیا کی شاید بہت کم عورتیں اپنے آپ کو اس طرح رکھ پاتی ہوں میں نجائے مادام بیورینا کی کیا کہانی ہے کہانی تو ہر شخص کے ساتھ منسلک ہوتی

ہے اب یہ الگ بات ہے کہ کسی کی کہانی میں خوشیاں ہوتی ہیں اور کسی کی کہانی میں درد اور آنسو مگر مجھے اس سے کیا لینا دینا تھا۔ میں اس کے ساتھ آگے بڑھنے لگا اس نے میری بغل میں دبے ہوئے لباس پر کوئی توجہ نہیں دی تھی گویا یہ لباس اس کے لئے باعث حیرت نہیں تھا۔ میں نے البتہ یہاں ہونے والے جشن کے بارے میں حیرت کا اظہار کرتے ہوئے اس سے کہا۔

”رات کا یہ جشن میرے لیے انوکھی چیز ہے کیا یہاں عموماً اس قسم کے جشن منائے جاتے ہیں۔“

”انسان کو خوش ہونے کے لئے ضروری نہیں ہے کہ دن یا رات کا انتظار کرنا ہو خوشیاں کبھی اور کسی بھی وقت حاصل کی جاسکتی ہیں یہ صرف اپنی خواہش اور اپنی ذات پر منحصر ہے۔“ اس نے فلسفیانہ انداز میں کہا میں خاموشی سے اس کے ساتھ آگے بڑھتا رہا وسیع و عریض میدان عبور کر کے ہم عمارتوں کی بستی میں پہنچ گئے ساری ہی باتیں میرے لئے باعث حیرت تھیں۔ یہ دریائی سفر اسکا رٹو ز کا یہ علاقہ جس کے بارے میں کھلے الفاظ میں تو نہیں کہا گیا تھا لیکن یہ اندازہ ضرور ہو گیا تھا کہ اس علاقے میں اسکا رٹو ز کا مکمل اختیار ہے اور یہاں حکومتی ارکان بلا روک ٹوک آ جا بھی نہیں سکتے اور انہیں اتنی بڑی آبادی میں داخل ہوتے ہوئے اس بات کا خیال رکھنا پڑتا ہے کہ ان کی آمد کی کوئی نہ کوئی وجہ ضرور ہے۔

بہر حال ابھی میں نے اس بات کے بارے میں رہنا سے کوئی سوال نہیں کیا تھا ساری باتیں ایک دم پوچھ لینا مناسب نہیں تھا البتہ عمارتوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے مجھے یہ احساس ضرور ہو رہا تھا کہ یہاں کے ماحول میں ایک سرکشی ہے ایک عجیب سی کیفیت ہے۔ نوجوانوں کی ٹولیاں سڑکوں پر جس طرح ہنگامے کرتی پھر رہی تھیں عموماً قانونی آبادیوں میں اس طرح کے ہنگامے نہیں ہوتے جگہ جگہ گندگی اور غلاظت کے ڈھیر لگے ہوئے تھے اور ان سے بدبو اٹھ رہی تھی پتا نہیں کیا چکر تھا۔ بہر طور تھوڑی دیر کے بعد بیورینا مجھے لیے ہوئے ایک بوسیدہ عمارت میں داخل ہو گئی۔ وہاں سے سلین زیادہ بدبو اٹھ رہی تھی ورودیوار بھی بہت گندے اور رنگ دروغن کے بغیر تھے آگے بڑھ کر وہ ایک زینے سے اوپر چڑھنے لگی تو میں نے ایک لمحے کے اندر اپنے آپ کو سنبھال لیا کیونکہ زینے گندگی سے پھسلوان ہو گئے تھے اور اگر احتیاط سے ان کے اوپر قدم نہ رکھا جاتا تو پاؤں پھسل سکتا تھا۔

وہ مجھے لیے ہوئے دوسری منزل کے کمرے کے دروازے تک پہنچی اور اس کے

بعد اس نے جیب سے چابی نکال کر دروازے کے تالے میں گھمائی، بہر حال اس کے بعد ہم اندر داخل ہو گئے اس نے ایک بلب جلا دیا چھوٹا سا کمر تھا جس میں بستر پڑا ہوا تھا اس کے بعد ایک اور دروازہ تھا جو اندر جاتا تھا وہاں رک کر بولی۔

”ایک خوبصورت اور آرام دہ خواب گاہ، کیا تم اس بات سے انکار کرو گے ویسے چونکہ ساری رات کے سفر سے تھک گئے ہو گے اس لئے میں تو یہی کہوں گی کہ سو جاؤ بہت عمدہ نیند آئے گی۔“ میں نے ایک لمحے کے لئے ابھی ہوئی نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا اور کہا۔

”اس وقت واقعی یہی مناسب ہے لیکن یہاں کے دوسرے لوگوں کی مانند کیا تم نے اس جشن میں شرکت نہیں کی۔“

”اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہیں یہاں سنانے کے بعد میں خود بھی تمہارے بستر پر لیٹ جاؤں گی تو اس خیال کو بڑے آرام کے ساتھ اپنے ذہن سے نکال دو اٹھو یہ دروازہ اندر سے بند کر لو میں جا رہی ہوں تمہیں یہاں تک لانا میری ڈیوٹی تھی اور اس کے بعد زندہ رہنا میرے لیے میری زندگی کی ڈیوٹی ہے اس وقت نہ تمہیں کچھ کھانے پینے کے لیے ملے گا اور نہ ہی میں تمہیں کسی دوسرے انداز میں خوش آمدید کہوں گی کیا سمجھتے۔“

”اس کے لئے تمہارا دلی شکریہ میں نے کہا وہ یہ الفاظ ادا کر کے واپسی کے لئے چلی تھی لیکن جب میرے الفاظ اس کے کانوں میں پڑے اور اس نے اس کے مفہوم پر غور کیا تو چونک کر چلی مجھے کسی قدر ناخوشگوار انداز میں گھورا اور اس کے بعد باہر نکل گئی میں نے چند لمحے انتظار کیا کہ کہیں دوبارہ واپس نہ آئے اور اس کے بعد جلدی سے اٹھ کر دروازہ بند کر دیا۔ پیلا بلب کمرے میں ناخوشگوار روشنی بکھیر رہا تھا آنکھیں جل رہی تھیں اور بدن اب اس بات کا احساس دلا رہا تھا کہ اتنی دیر تک ایک پر شور دریا کا سفر کرتے ہوئے بہر حال بدن کو تھکاوٹ تو ہوئی ہے اور میں کانوں کی اس سنسنہٹ کو بھی نظر انداز نہیں کر سکتا تھا جو اس لباس کے اندر بھی بہر حال پانی کے شور سے پیدا ہو گئی تھی البتہ اس سفر میں پانی کے ایک قطرے سے بھی محفوظ رہا تھا۔

لباس کو میں نے اس منہری پر اپنے تکیے کے برابر رکھ لیا جس پر ایک اسپرنگ والا گدا بچھا ہوا تھا اور گدے پر ایک چادر لیکن پلنگ انتہائی تھرد کلاں تھا جگہ جگہ اسپرنگ نکلے

ہوئے تھے البتہ بدن کی تھکاوٹ جس طرح نیند لاتی ہے اگر انسان کی فطرت میں ایسی تمام چیزیں شامل نہ ہوں تو سچی بات ہے جینا ناممکن ہو جائے بستر پر لیٹنے کے بعد ایسی بے ہوشی طاری ہوئی تھی کہ دینا کے سارے جھگڑے ختم ہو گئے کوئی مشکل، مشکل نہ رہی اور میں پرسکون ہو گیا۔ نہ جانے کتنے وقت کے لیے۔



ذہن سے نکال دو میں معمولی حیثیت کی عورت نہیں ہوں میری رہائش گاہ دیکھو گے تو آنکھیں حیرت سے پھیل جائیں گی۔“
”کبھی دکھانا۔“

”بالکل نہیں تم نے اپنے آپ کو دوستوں کے انداز میں پیش نہیں کیا بلکہ اس طرح سے مجھے مخاطب کیا ہے کہ میں نے اسے اپنی توہین سمجھا ہے۔“

”سوری ڈیز ریٹا اگر تمہیں ایسی کسی بات کا احساس ہوا ہے تو میں اس کے لیے معذرت خواہ ہوں۔ اصل میں تم نے اندازہ لگا لیا ہوگا کہ میرا تعلق مشرق سے ہے اور ہم مشرق کے لوگ بہر طور عورتوں کا احترام کرتے ہیں اور ان سے ایسے الفاظ کہنے سے گریز کرتے ہیں جو انہیں ناپسند ہوں ایسی صورت میں تم خود سوچو مجھ پر یہ فرض عائد ہوتا تھا کہ میں تمہیں پر احترام نگاہوں سے دیکھوں اور ایک بھی ایسا لفظ نہ کہوں جو تمہاری پسند کے مطابق نہ ہو۔“
”اگر یہ بات ہے تو میں نے تمہاری معذرت قبول کر لی میں دل کی صاف عورت ہوں۔“

”ویسے کیا میں یہ بات معلوم کر سکتا ہوں کہ رے جی کو اچانک کس مشن پر بھیج دیا گیا ہے۔“ میرے اس سوال پر وہ ہنس پڑی اور پھر بولی۔

”اب اس قدر غیر معمولی شخصیت بھی نہیں ہے میری کہ مجھے اس قسم کے کام معلوم ہوں دیے اور کچھ معلوم کرنا چاہو تو مجھ سے پوچھ سکتے ہو۔“

”کیا تمہیں اس بات کا علم ہے یورپا کہ میں یہاں کس مقصد کے تحت آیا ہوں۔“
”ہاں وہ کرنے کے لیے جو مقامی حکومت نہیں کر سکی ابتداء میں تمہیں سب سے پہلے

یہ بات بتاؤں کہ مجھے ہدایت کی گئی ہے کہ میں ہر طرح سے تمہاری مدد کروں لیکن ایک بات اچھی طرح ذہن نشین کر لو میرے یہ الفاظ بھی تمہاری مدد کرنے کے مترادف ہیں۔ وہ یہ کہ اگر تم

یہ سمجھتے ہو کہ اس علاقے میں اسکارٹوز کے خلاف کوئی موثر عمل کر سکتے ہو تو اس بات کو ذہن سے نکال دینا کیونکہ اس کارٹوز اس قدر کمزور نہیں رہے ہیں۔ میرا ہی نہیں بلکہ بہت سے لوگوں

کا خیال ہے کہ اسکارٹوز اب تک نجانے کیا کچھ کر چکے ہوتے وہ تو ان کی قیادت کمزور ہے اور جو کچھ وہ کر سکتے ہیں اس سے ہزاروں گنا زیادہ عمل کر سکتے تھے اگر انہیں ایک مضبوط قیادت حاصل ہو جاتی قیادت کی جانب سے انہیں موثر پروگرام نہیں مل رہے یہ بات میں اپنے طور پر

گزرے واقعات یاد آئے اب اس رہائش گاہ کا جائزہ ہی لینا تھا لیکن ایک بار پھر مجھے چونکنا پڑا باہر کون ہے؟ دروازے پر نظر ڈالی تو دروازہ اندر سے کھلا ہوا تھا جب کہ میں نے اسے لاک کیا تھا البتہ یہ لاک ایسا تھا جسے چابی کے ذریعے باہر سے بھی کھولا جاسکتا تھا چنانچہ میری حیرت رفع ہو گئی ادھر غالباً میری آنکھیں بھی سن لی گئی تھیں کیونکہ دروازے سے جھانکنے والی بیوریٹا ہی تھی مجھے دیکھ کر مسکرائی اور بولی۔

”نیند پوری ہو گئی چلو آؤ ادھر آ جاؤ غسل خانہ اس طرف ہے منہ ہاتھ دھو لو ناشتا تیار ہے۔“ میں ایک ٹھنڈی سانس لے کر آگے بڑھ گیا اور پھر اس نے مجھے غسل خانہ دکھایا ویسے یہ عورت یہاں اکیلی رہتی ہے کون ہے؟ کیا ہے اور حکومت اسکارٹوز سے اس کا تعلق ہے یہ باتیں نہ سمجھ میں آنے والی تھیں اور نہ پوچھنے والی لیکن شخصیت پر اسرار تھی ظاہر ہے نہ ہوتی تو اتنی اہم ذمہ داری نہ سنبھالے ہوئے ہوتی غسل خانے میں بھی بس جو کچھ ملا اس کا تذکرہ ایک طرح سے بے مقصد ہے کرے ہی میں واپس آ گیا تھا کچھ لمحوں کے بعد وہ سیاہ لکڑی کی ایک ٹرے اٹھائے ہوئے اندر داخل ہوئی انڈوں کے آلیٹ، مکھن، ڈبل روٹی اور کافی تھی جس کی خوشبو ہی سے لطف آ رہا تھا۔ میں نے اخلافا اس سے کہا۔

”اور تم میرے ساتھ ناشتے میں حصہ نہیں لو گی۔“

”میں صبح کو ناشتہ کرتی ہوں اسے تو ہم دو پہر کا کھانا کہہ سکتے ہیں ویسے تمہیں اس فلیٹ میں لطف تو آیا ہوگا لیکن اگر تم نے یہ سمجھا ہے کہ یہ میری مستقل رہائش گاہ ہے تو اس بات کو

کبہ رہی ہوں اور اپنے آپ ہی تک محدود رکھنا چاہتی ہوں کہ اصل میں ہینڈون صرف ایک غنڈہ ہے اور اس کے ساتھ غنڈوں کا ایک گروہ ہے اگر وہ کوئی سیاستدان ہوتا تو یقینی طور پر جس طرح اسے بیرونی امداد حاصل ہے وہ اسکارٹوز کی حکومت کو تبدیل کر لیتا لیکن پھر بھی دشمن کو کمزور نہیں سمجھنا چاہئے وہ بہر حال بہت بڑی قوت سے نکلایا ہوا ہے اور اسکارٹوز بے شمار علاقوں میں طاقت حاصل کرتے جا رہے ہیں۔ بہر کیف دن کی روشنی کم ہوگئی ہے تم شہر کا ایک چکر لگا لو خود تمہیں اندازہ ہو جائے گا یہ اسکارٹوز یہاں کس کیفیت میں ہیں۔“ میں نے پر خیال انداز میں گردن ہلائی اور کہا۔

”کیا یہاں حکومت اسکارٹوز کا کنٹرول ڈی پارٹمنٹ نہیں ہے۔“ میں نے سوال کیا تو وہ ہنس پڑی اور بولی۔

”مکمل طور پر اس علاقے پر حکومت اسکارٹوز کا ہولڈ ہے یہ نہ سمجھنا کہ یہ علاقہ صرف اسکارٹوز کا علاقہ ہے لیکن جو لوگ یہاں حکومت کے نمائندوں کے حیثیت سے بھی ہیں وہ سب ذہنی طور پر اسکارٹوز ہیں اور ایک طرح سے حکومت کے باغی اس لیے تو ابھی تک کوئی ایسا موثر کام نہیں ہو سکا جسے ہم یہ کہہ سکیں کہ حکومت کو اس سے کوئی فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔“

”کیا..... تمہارا تعلق حکومت سے ہے.....؟“

دیکھو جیسا کہ میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ یہ میری رہائش گاہ نہیں ہے۔ میں نے دوہری شخصیت اختیار کی ہوئی ہے اور یہاں میں جب آتی ہوں تو لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ ایک کال گرل ہے۔ جو بس کبھی کبھی اپنے گاہکوں کے ساتھ یہاں آ جاتی ہے یہاں سے نکلنے کے بعد میری شخصیت بالکل مختلف ہوتی ہے چنانچہ میں در پردہ تمہاری ہر طرح سے مدد کرنے کے لیے حاضر ہوں اگر رے جی یہاں ہوتی تو زیادہ بہتر طریقے سے تمہارے کام آ سکتی تھی۔ لیکن پھر بھی تم جو کچھ بھی مجھ سے معلوم کرنا چاہو میں اس کے لیے حاضر ہوں یہ جگہ جیسی بھی ہے میں سمجھتی ہوں تمہارے لئے محفوظ ترین ہے کیونکہ اس طرف کوئی ایسی نگاہ سے نہیں دیکھ سکتا جس میں شبہ ہو کیونکہ عام طور پر لوگوں کی نفرت بھری نگاہیں اس رہائش گاہ کی جانب رہتی ہیں۔ چنانچہ تم یہاں محفوظ ہو باقی اگر تم اس سلسلے میں مجھ سے کوئی سوال کرنا چاہو تو کر سکتے ہو۔“

”ہاں مجھے بہت سے سوالات تم سے کرنے ہیں۔“

”مثلاً“

”مثلاً یہ کہ میں پورے اسکارٹوز کو تو ختم نہیں کر سکتا اور نہ ہی اس سلسلے میں مجھے ہدایات دی گئی ہیں لیکن اگر ہینڈون میرے قبضے میں آ جاتا ہے تو یہ سمجھ لو کہ میرا ایک موثر کام ہو جاتا ہے۔“

”ہینڈون کے بارے میں ہماری جو تازہ ترین رپورٹس ہیں وہ یہ ہیں کہ روز آرگنائزیشن نے ہینڈون کو بہت بڑا مرتبہ سوچنے کا فیصلہ کیا ہے یعنی اگر یہ کہ اسکارٹوز پر ہینڈون کے ذریعے ہونے والی کارروائی کامیاب ہو جاتی ہے تو آئندہ اسکارٹوز کا چانسلر ہینڈون ہی ہو گا اسکارٹوز ہینڈون کو ہر طرح سے دی آئی پی حیثیت دیتے ہیں اور اس کے بڑے اختیارات ہیں اور اس وقت ہینڈون یہاں بڑی مستحکم حیثیت رکھتا ہے اور یہ جگہ بہت شاندار ہے ویسے میں تمہیں ایک نام اور بتاتی ہوں وہ شخص تمہارے لیے بے حد کارآمد ثابت ہو گا لیکن اس طرح کہ تم اس تک پہنچ خود حاصل کرو گے اس کا نام مارگو ہے تم صرف اسے مارگو کے نام سے ہی ذہن میں رکھو۔ کیونکہ اس کا نام بہت نیڑھا ہے۔ ویسے وہ کاسینو میں تمہیں مل جائے گا وہ اکثر وہاں آتا ہے اور تم یہ سمجھ لو کہ اس علاقے کی تمام بری لڑکیاں اس کے زیرِ تحمت کاروبار کرتی ہیں۔

اگر شخصیت کا اندازہ لگا سکتے ہو تو مارگو تمہارے لیے ہینڈون تک پہنچنے کا بہترین ذریعہ ثابت ہو سکتا ہے۔ ہینڈون بہت پرانا آدمی ہے اور اندازہ یہ ہوا ہے کہ ایک طویل عرصے سے وہ روز آرگنائزیشن کے لیے بہت کارنامے سرانجام دیتا ہے۔

”مجھے کاسینو کے بارے میں تفصیل سے بتاؤ اور وہ مجھے اس کے بارے میں بتانے لگی پھر اس نے کلائی پر بندھی گھڑی میں وقت دیکھتے ہوئے کہا۔

”اور اس کے بعد تمہارا زیادہ ساتھ نہیں دے سکوں گی تم یہ بتاؤ کہ تمہیں یہاں مزید کسی شے کی ضرورت ہے۔“

”ہاں میرے پاس میرے لباس میں جو پستول ہے وہ میرے لیے غیر تسلی بخش ہے بس اس کے علاوہ مجھے اور کچھ نہیں درکار۔“

”وہ تمہیں یہاں اسی جگہ مل جائے گا میں اسے تمہارے حوالے کیے دیتی ہوں۔“

”میک اپ کا تھوڑا سا سامان جس سے چہرہ تبدیل کیا جاسکے۔“

”اس سلسلے میں وقتیت رکھتے ہو۔“

”تھوڑی بہت۔“

”اس وقت تمہیں نہیں ملے گا لیکن شام کو یہ میک اپ کا سامان تمہیں پہنچا دیا جائے گا۔“

”اوکے۔“ میں نے جواب دیا اور بس اس سے زیادہ میں کیا کہہ سکتا تھا اسے اس نے مجھے ضرورت کی تمام چیزوں کے بارے میں تفصیلات بتائیں مقامی کرنسی کی پیشکش کی جو فی الحال میرے پاس موجود تھی پھر اس کے بعد وہ وہاں سے چلی گئی۔

اس سے مارگو کے بارے میں مجھے ابھی مزید تفصیلات درکار تھیں جن کے لیے میں نے اس سے کہا تو اس نے یہ بات کہی کہ یہ تفصیلات بھی مجھے شام کو مہیا کر دے گی تاہم کچھ دیر کے بعد میں وہاں سے باہر نکل آیا اور پھر اس علاقے کا اچھی طرح جائزہ لے لینے کے بعد میں ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر چل پڑا ٹیکسی ڈرائیور سے میں نے کہا تھا کہ وہ مجھے کاسینو لے چلے بس نہیں ایک جگہ معلوم تھی مجھے لیکن راستے میں میں نے دکانوں پر لگے سائن بورڈ سے علاقوں کے بارے میں تھوڑے سے نام معلوم کیے ویسے ایک چیز بہت حیرتناک تھی جو مجھے جگہ جگہ نظر آئی ہر جگہ چاکنگ کی گئی تھی اور ایک ایسے فلیگ کے نشانات بنائے گئے تھے جو اسکارٹو کے باغیوں نے اپنے طور پر منتخب کیا تھا۔ یہ جھنڈے مجھے جگہ جگہ نظر آئے یعنی حکومت کے مقامی نمائندوں کی یہ جرات نہیں تھی کہ وہ ان جھنڈوں کو وہاں سے ہٹا سکیں اور وہ لوگ اپنے یہ فلیگ استعمال کر رہے تھے یعنی ایک طرح سے کم از کم اس علاقے پر جو شمالی علاقہ کہلاتا تھا اسکارٹو کے باغیوں کی مملکت قائم ہو چکی تھی اس طرح مجھے سوچنے کے بہت سے مواقع مل گئے تھے وہ عمارت جو یہاں کا واحد کاسینو تھی بہت خوبصورت تھی ٹیکسی سے اترنے کے بعد میں نے ڈرائیور کو بل ادا کیا اور اس کے بعد پیدل وہاں سے آگے بڑھ گیا اور پھر کاسینو کے سامنے سے گزرتا ہوا اس کے فٹ پاتھ پر چلنے لگا میں نے اپنے ذہن میں بہت سے فیصلے کیے تھے۔ ہینڈون روز آرگنائزیشن کا نمائندہ تھا مارگو کو قابو میں کرنے کے لیے مجھے بہت سے مراحل درکار تھے اور اس کے لیے میں نے اپنے ذہن میں منصوبہ بندیاں کر لی تھیں لیکن اب میری کیفیت میں خاصی تبدیلی رونما ہو گئی تھی ایک بار پھر میرے اندر وہ جرات بیدار ہو گئی تھی جو اس وقت میرے اندر موجود تھی جب میں کوئین میکو دیا کے لیے کام سرانجام دے رہا تھا اور یہ ایک طرح سے حقیقت تھی کہ میں نے کوئین میکو دیا کے لیے دنیا کے کئی ملکوں میں اس کے دشمنوں کا

خاتمہ کیا تھا اس وقت بھی میرے اندر وہی عزم اور وہی جنون تھا بلکہ ایک طرح سے اب تو یہ میرا ذاتی کام تھا اور اس کے بے شمار فوائد تھے رخسار کی تلاش روز آرگنائزیشن کے خلاف ایک بڑے کام کا آغاز ہینڈون کو اگر ہلاک کر دیا جائے تو اسکارٹو کی بغاوت خود بخود ختم ہو جاتی ہے ان لوگوں نے یہی مجھ سے کہا تھا ریتیم کا یعنی زیرزمین کی معرفت یہی معاہدہ بھی ہوا تھا چنانچہ اس وقت میں سمجھتا تھا کہ میں جو کچھ بھی کروں گا وہ بڑی اہم نوعیت کا حامل ہے کچھ دیر کے بعد میں کاسینو کے سامنے والے فٹ پاتھ پر تھا اس کا ایک جائزہ لینے کے لیے میں پہلے اس کے سامنے سے گزرتا چلا گیا یہ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ آنے والے وقت میں مجھے کیسی کیسی باتوں کا سامنا کرنا پڑے گا ہو سکتا ہے کہ حالات میری موافقت میں نہ رہیں ویسے تو میں اپنے طور پر تمام انتظامات کرنے کے بعد آیا تھا۔ اب ظاہر ہے اپنے ساتھ توپ یا میزائل تو لا نہیں سکتا تھا ریڈیو اور کو بھی اگر موقع پر صحیح جگہ استعمال نہ کیا جائے تو وہ ایک بے حیثیت چیز ہوتی ہے چنانچہ اس وقت باقی تمام چیزوں سے ہٹ کر مجھے اپنے طور پر موثر منصوبہ بندی کر کے کسی ایسے صحیح کام سے آغاز کرنا تھا جو اس سلسلے میں بہترین معاونت کا باعث ثابت ہو چنانچہ میں نے فیصلہ کر لیا تھا اور کچھ لمحات کے بعد قرب و جوار کا جائزہ لینے کے بعد کہ اگر یہاں سے بھاگنے کی ضرورت پیش آئے تو کون سے راستے اختیار کیے جائیں میں آخر کار کاسینو میں داخل ہو گیا اس میں کوئی شک نہیں کہ اب تک میں نے جو کچھ یہاں دیکھا تھا وہ بڑی جدت کا حامل تھا اور اسکارٹو کے اس مشرقی علاقے میں یہ جگہ جس کے بارے میں یہ اندازہ بخوبی ہو چکا تھا اس کے اب وہ مکمل طور پر باغیوں کے قبضے میں ہے اور یہاں موجود ہر شخص کے بارے میں یہ سوچا جاسکتا ہے کہ وہ حکومت اسکارٹو کا نہیں بلکہ باغیوں کا آلہ کار ہے بہت حسین تھی اور یہاں ایک جدید ذہنیت کے حامل لوگوں کی ایک پوری آبادی صاف طور سے نمایاں ہو جاتی تھی بہر حال کاسینو کی بھی یہی پوزیشن تھی میں اندر داخل ہو گیا اور میں نے وہاں کے ماحول پر گہری نگاہ ڈالی ویٹس لڑکیاں میزوں کے درمیان تھرتھرتی پھر رہی تھیں انہوں نے جس طرح کے لباس استعمال کیے تھے وہ بہر حال ایسے ہی تھے۔ جیسے لباس ایسی جگہوں پر استعمال کیے جاسکتے ہیں یہاں غالباً کوئی ممبر شپ وغیرہ کا مسئلہ نہیں تھا اور ہر شخص کسی بھی جگہ بیٹھ سکتا تھا ویسے بھی یہاں کوئی ہال بنے ہوئے تھے اور ہالز پر نمبر لکھے ہوئے تھے جو پہلا ہال میری نگاہوں کے سامنے آیا اس پر نمبر تین تھا خود کھل جانے والے دروازے سے اندر داخل ہو کر میں نے وہاں کے ماحول

کو بغور دیکھا تھا اور پھر ایک خالی میز کی جانب بڑھ گیا تھا۔ غالباً میزوں کا فیصلہ خود کرنا پڑتا تھا میز کے قریب کرسی گھسیٹ کر میں بیٹھ گیا کچھ لمحوں تک تو کوئی میری جانب متوجہ نہیں ہوا لیکن پھر ایک خوبصورت سی لڑکی میرے قریب پہنچی اور گردن خم کر کے بولی۔

”مہمان۔“ میں نے نگاہ اٹھا کر لڑکی کو دیکھا نمکین نقوش کی مالک، خوبصورت جسامت رکھنے والی اپنے جسم کو اس انداز میں نمایاں کیے ہوئے تھی کہ انسان کی نگاہ اس پر خود بخود جم جائے۔

”ہینھو۔“ میں نے اس سے کہا اور وہ شکریہ ادا کر کے بیٹھ گئی۔

”کیا پیو گے؟“

”کوئی بھی جوس۔“

”کیا۔“ وہ حیرت سے بولی۔

”اپنے لیے جو دل چاہے منگوا لو۔“

”وجہ۔“

”لیور خراب ہے۔“

”اوہ مجھے افسوس ہوا حالانکہ تمہاری صحت یہ نہیں بتاتی کہ تمہارا لیور خراب ہے۔“

”کیا تم میرا میڈیکل چیک اپ کرنا چاہتی ہو۔“ میں نے سوال کیا اور وہ ہنس پڑی۔

”نہیں یہ اخلاقی گفتگو ہے۔“

”فضول گفتگو سے گریز کرو۔“

”اوکے۔“ اس نے اشارہ کیا اور ایک اور لڑکی ہمارے قریب آگئی چنانچہ وہ اسے آرڈر

دینے لگی۔

”میرے لیے شیری اور میرے ساتھی کے لیے مکس جوس لے آؤ۔“

”یس میڈم۔“ میں حالات پر غور کر رہا تھا یہ کاسینو غالباً ایسی ہی جگہ تھی جہاں اس

وقت تک ویٹر کسی گاہک کی جانب متوجہ نہیں ہوتی تھی جب تک کوئی کال گرل اس پر مسلط نہ ہو

جائے میں نے چند لمحوں میں اس بات کا اندازہ لگا لیا تھا لڑکی مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھ

رہی تھی پھر آہستہ سے بولی۔

”کچھ بچھے بچھے سے ہو۔“

”ماچس ہے تمہارے پاس تو میرے سر پر آگ لگا دو۔“ میں نے کہا اور چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔

”میرے آنے سے ناراض ہو۔“

”نہیں۔“

”پھر اکھڑے اکھڑے کیوں ہو۔“

”تمہاری باتیں بہت عجیب ہیں تم نے مجھ پر ہی تبصرہ شروع کر دیا۔“

”تو پھر اپنی پسند کی بات کرو۔“

”سانتا مارگو۔“ وہ آہستہ سے بولی اور میرے اعصاب میں ایک ہلکی سی سنسنی دوڑ گئی

لیکن ظاہر ہے اس کا اظہار نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

”مسٹر فارگو تمہارا بے والد بیٹی یا شوہر.....“ وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی پھر بولی۔

”کاسینو میں پہلی بار آئے ہو۔“

”ہاں۔“

”کون ہو؟“

”تم نے پھر فضول باتیں شروع کر دیں اس کے بعد میں تمہیں یہاں سے اٹھ جانے کو

کہوں گا۔“

”نہیں اب تو تم مجھے بیٹھنے کی اجازت دے چکے ہو اور تم نے مجھے اٹھنے کے لیے کہا

بھی تب بھی تمہیں وہ رقم ادا کرنا پڑے گی جو میرا حق بنتی ہے۔“

”بلیک میل کر رہی ہو۔“

”بالکل نہیں..... کاسینو کے اصول ہیں۔“

”تو پھر میرے اصول بھی سن لو مجھ سے میرے بارے میں ایک لفظ بھی نہ پوچھو تم

یہاں آئی ہو میں نے تمہیں مدعو نہیں کیا میں اگر تمہارے بارے میں جاننا چاہوں تو مجھے اس کی

بھرپور اجازت ہونی چاہئے۔“

”حکومت کے نمائندے ہو؟“

”پھر سوال کیا تم نے۔“

”دیکھو پلیز اچھے ساتھی بنو ورنہ کیا لطف آئے گا ابھی تھوڑی دیر تک ہم یہاں بیٹھیں

گے اس کے بعد میں تمہیں اپنے ساتھ لے جاؤں گی اور پھر ہم دونوں ہوں گے ایک پر فضا ماحول میں تم سے اپنی وکالت نہیں کر رہی لیکن بس یہ سمجھ لو کہ اس پروفیشن میں آئے ہوئے مجھے.....

”شٹ اپ۔“ میں نے اسے خاموش کر دیا میں جانتا تھا کہ اس کے بعد وہ کیا کہنے والی ہے لیکن مجھے یہ نقش الفاظ ناپسند تھے میں نے اس سے پھر اپنے الفاظ دہرائے۔“

”شادی شدہ ہو یا نہیں؟“

”تمہیں شادی شدہ لگتی ہوں دوسری بات یہ کہ اگر شادی شدہ ہوتی تو کیا کال گرل کی حیثیت سے۔“

”ہوں تو پھر مسٹر مارگو تمہارے والد ہیں۔“

”آخر تم مسٹر مارگو کے بارے ہی میں جاننے کے لیے کیوں مصر ہو؟“ اس نے کہا۔

”تو پھر تم جہنم میں جاؤ خاموشی سے میرے ساتھ بیٹھو جب تم یہاں سے اٹھنے کے لیے کہو گی تو اٹھ جاؤں گا لیکن کوئی بات نہ کرنا مجھ سے۔“

”عجیب آدمی ہو واقعی بڑا تعجب ہو رہا ہے تم سے مل کر۔“ میں نے کوئی جواب نہیں دیا تو وہ آہستہ سے بولی۔

”خیر کوئی بھی ہو مجھے اس سے کیا غرض ہاں تمہیں میرا معاوضہ سو ڈالر ادا کرنا ہوگا منظور ہے۔“

”ہاں اور پچیس ڈالر تمہیں ٹپ کے طور پر دوں گا چاہو تو ایڈوانس لے لو۔“

”نہیں اب پوچھو کیا پوچھنا چاہتے ہو؟“

”کاسینو کے اصول کیا ہیں؟“

”یہ کاسینو ایک بہت بڑی شخصیت کی ملکیت ہے یہاں ہم لوگ آزادانہ کاروبار کرتے ہیں یہاں داخل ہونے والی دو ہی شخصیتیں ہوتی ہیں یا تو وہ لڑکیاں جنہیں گاہک کی تلاش ہوتی ہے یا وہ گاہک جو زندگی کے کچھ لمحات کو خوشگوار بنانے کے لیے یہاں آتے ہیں ویسے ایک دلچسپ بات کہوں کاسینو میں کوئی ایسا انتظام نہیں ہے کہ اگر تم چاہو کہ تمہیں میس کی یہیں ساری سہولتیں مہیا ہو جائیں اور کاسینو سے باہر نہ جانا پڑے اصل میں ہم میرا مطلب ہے اس کے کارکن اس کی حیثیت کو قائم رکھنا چاہتے ہیں اور اگر کوئی اسے خاشی کا اڈہ کہہ کر بند کرنے کی

کوشش کرے تو اسے بالکل کامیابی حاصل نہ ہو۔“

”بڑی دلچسپ بات ہے حالانکہ یہاں کے ماحول کو دیکھ کر یہ احساس ہوتا ہے کہ یہ جگہ صرف ایک ہی مقصد کے لیے بنائی گئی ہے۔“ وہ ہنسنے لگی اور پھر آہستہ سے بولی۔

”اور مسٹر مارگو اس جگہ کے ایک طرح سے مالک ہیں۔“

”ایک طرح سے کیا مطلب۔“

”مطلب یہ کہ وہ ہم لوگوں کے ٹھیکیدار ہیں ہم انہی کے فارم پر کرنے کے بعد یہاں

اپنا کاروبار کر سکتے ہیں۔“

”اوہ تو یہ کہونا آخر اس میں ایسی کون سی بات تھی جو چھپانے والی ہو میں نے تو بس

یونہی پوچھ لیا تھا اصل میں، میں یہ جاننا چاہتا تھا کہ ایک لڑکی اگر کاروبار کرتی ہے تو اس کا

طریقہ کار کیا ہوتا ہے یعنی یہ کہ وہ تنہا یہ کام کر سکتی ہے یا کسی کی معرفت۔“

”یہاں جتنی ویٹرس نظر آ رہی نا ان سب کی شفٹیں ہوتی ہیں ایک شفٹ میں یہ ہوٹل

میں ویٹرس کا کام کرتی ہیں اور دوسری شفٹ میں کال گرل ہوتی ہیں اور ہم لوگ ویٹرس کے طور پر

شفٹ ہو جاتے ہیں۔“

”ویری گڈ اس کا مطلب ہے کہ تم بھی۔“

”ہاں ظاہر ہے۔“

”ڈیوٹی ٹائم کیا ہوتے ہیں؟“ میں نے پوچھا تو وہ ہنسنے لگی اور بولی۔

”بہت سے لوگ باتیں کرنے کے خواہشمند ہوتے ہیں اور میرا واسطہ پہلے بھی ایسے

لوگوں سے پڑ چکا ہے۔“

”اب اگر تم جان ہی گئی ہو تو تم سب سے پہلے اپنی مطلوبہ رقم لے لو کہ تمہیں یہ احساس

نہ ہو کہ میں تمہیں بے وقوف بنانے کی کوشش کر رہا ہوں۔“ میں نے کہا اور جیب سے اس کی

مطلوبہ رقم نکال کر بمعہ پچیس ڈالر ٹپ کے اس کے حوالے کر دی اور اس نے فوراً ہی یہ رقم لے

کر اپنے پرس میں رکھ لی پھر آہستہ سے بولی۔

”میں تمہیں ہر طرح سے مطمئن کرنے کی کوشش کروں گی۔“

”ہاں تو اب مجھے یہ بتاؤ کہ تمہاری شفٹ کب سے کب تک ہوتی ہے۔“

”گو یا یہاں جو لڑکیاں کام کر رہی ہیں ان کی سپلائی مسٹر مارگو کرتے ہیں.....“

”ہم لوگ مختلف دنوں میں مختلف کام کرتے ہیں اس کا فیصلہ مسٹر مارگو ہی کرتے ہیں۔“

”اس کے علاوہ بھی وہ بہت کچھ ہیں اور میرا تمہیں یہی مشورہ ہے کہ ان کے چکر میں پڑنے کی بجائے اپنے کام سے کام رکھو ہاں اگر کوئی خاص ہی مسئلہ ہو تو الگ بات ہے۔“

”کیا تم مسٹر مارگو سے ہمدردی رکھتی ہو؟“

”مطلب“

”میرا مطلب یہ ہے کہ وہ تمہارے لیے بہت بڑی حیثیت کے مالک ہیں۔“

”اب یہ تم نے بالکل ذاتی سوال پوچھا ہے اور میں سمجھتی ہوں کہ بے شمار سوالات ایسے ہوتے ہیں جن کے نتیجے میں تمام تعلقات منقطع کیے جاسکتے ہیں یہ رقم واپس لے لو اور براہ کرم مجھ سے مسٹر مارگو کے بارے میں سوالات نہ کرو۔“

”بات اصل میں یہ نہیں ہے مائی ڈیز سائنٹا بس میرے اندر جستجو کا ایسا مادہ ہے کہ میں سب کچھ جان لینا چاہتا ہوں ہر شخص کے بارے میں۔“

”بہر حال انسانی کمزوریاں ہیں وہ دیکھو وہ مسٹر مارگو ہیں۔“ اسنے ایک جانب اشارہ کیا ایک شخص اندرونی دروازے سے باہر نکل رہا تھا درمیانی جسامت کا عجیب سا آدمی تھا دیکھنے میں خاصی پروکار شخصیت کا مالک پست قامت لیکن بدن گٹھا ہوا اور شخصیت بھی ایسی کہ اس پر غور کیا جاسکتا تھا وہ دروازے کی جانب جا رہا تھا میں آہستہ آہستہ اپنی جگہ سے اٹھا اور اس سے کہا۔

”مائی ڈیز سائنٹا تمہاری ادائیگی میں کر چکا ہوں اور اب براہ کرم کسی دوسرے گاہک کو تلاش کر لو اور تھوڑی دیر کے لیے بھول جاؤ کہ تم میرے ساتھ میری ٹیبل پر موجود تھیں۔“

”اوکیا تمہیں مارگو سے.....“

”او اس کے علاوہ ایک بات اور بتا دوں تم ہمارا ہمار تعاقب کر کے مارگو سے اپنی وفاداری کا ثبوت دینے کی کوشش نہ کرنا بلکہ اگر تم نے ہمارا تعاقب کیا تو سمجھ لو کہ خود مسٹر مارگو تمہیں اس کی سزا دیں گے۔“

”کیا مطلب۔“

”بے وقوف لڑکی مسٹر مارگو سے مجھے ایک ایسا کام ہے جو ان کے مفاد میں ہے اور میں

اپنی کی تلاش میں یہاں آیا تھا۔ تم یہ سمجھ لو کہ مجھے مسٹر مارگو کی اشد ضرورت ہے اور اس سلسلے میں کوئی مداخلت کا مطلب یہ ہے کہ حکومت کے نمائندوں کو تم میری جانب متوجہ کر دو اور اس کے بعد وہ کام نہ ہو سکے جو میں مسٹر مارگو کے لیے کرنا چاہتا ہوں۔“

”آئی ایم سوری مسٹر آئی ایم سوری اگر آپ مسٹر مارگو کے لیے اس حیثیت کے حامل ہیں تو براہ کرم اپنی یہ رقم واپس رکھ لیں۔“

”بے بی تم یہ سمجھو کہ میرا تمہارا کوئی تعلق ہی نہیں تھا۔“ میں نے کہا اور تیزی سے آگے بڑھ گیا۔ اب صورت حال یہ تھی کہ خطرہ مول لینے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا چنانچے میں آہستہ آہستہ کاسینو سے باہر نکل آیا اس دوران میں مارگو کو آگے بڑھتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ وہ لا پرواہی کے انداز میں سگار پیتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا اس سے پہلے میں نے سگار نہیں دیکھا تھا لیکن بعد میں بتا چلا کہ جلا ہوا سگار اس کے ہاتھ میں موجود ہے گویا یہ شخص ایسی ہی لالبا لی فطرت کا مالک ہے کہ راستہ چلتے ہوئے بھی اسموکنگ کر سکتا ہے وہ آہستہ آہستہ ہونٹ کے صدر دروازے سے باہر نکل آیا تھا ویسے میں نے اس کے جسم پر بہترین تراش کا سوٹ بھی دیکھا تھا اندازہ پہلے ہی ہو چکا تھا کہ اس کا بدن کافی ٹھوس ہے عمر بچپن اور ساٹھ کے درمیان ہوگی بہر حال ہم دونوں کاسینو سے باہر نکل آئے میں آہستہ آہستہ اس کے پیچھے چل پڑا تھا مارگو ٹیبلنے والے انداز میں چل رہا تھا اور میں آہستہ آہستہ اس سے اپنا فاصلہ کم کرتا جا رہا تھا یہاں تک کہ وہ ایک خوبصورت اور قیمتی کار کے قریب پہنچا اس دوران اس نے اپنی جیب سے کار کی چابی نکال لی تھی اور اس کے بعد میرے لیے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں اس کے قریب پہنچ جاؤں چنانچے میں نے ریوالور اپنے ہاتھ میں لیا اور آگے بڑھ کر اس کے قریب پہنچ گیا اس نے کار کا دروازہ کھولا تو میں نے ریوالور کی نال اس کی گردن پر رکھ دی اور آہستہ سے کہا۔

”اسٹیرنگ کے ساتھ ساتھ ہی عقبی دروازہ بھی کھول دو تا کہ میں پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر پستول تمہاری گردن سے لگائے رکھوں اور تم اپنی کار میری مرضی کے مطابق ڈرائیو کرو۔“ اس کا منہ حیرت سے کھلے کا کھلا رہ گیا۔ میں نے اس کے بدن میں لرزشیں محسوس کی تھیں اور اس کے بعد پھر میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”اور مائی ڈیز مسٹر مارگو اگر اس کے علاوہ تم نے ذرا برابر کوئی دوسرا قدم اٹھایا تو اپنی زندگی کے خود ہی دشمن بن جاؤ گے مجھے قصور وار قرار نہ دینا۔“ اس نے آہستہ سے گردن ہلائی پھر

اسٹیمرنگ کا دروازہ کھولنے کے بعد چابی لاک سے نکال لی اور دوسرے ہاتھ سے اس نے عقبی دروازے کا لاک کھول دیا تھا میں نے عقبی دروازہ کھولا اور غرائی ہوئی آواز میں بولا۔

”بیٹھ جاؤ کسی کو شبہ نہ ہونے دو۔“

”مگر تم ہو کون مردود اور یہ بدتمیزی کس لیے کی ہے تم نے۔“

”اومانی ڈیزسٹر مار گواکش تم اپنی زندگی سے اس طرح نہ کھینچتے۔“ میں نے پستول کے

ٹرائیگر پر انگلی رکھتے ہوئے کہا۔

دیکھو م..... میں میں مجھے میرا مطلب ہے کم از کم اتنا تو مجھے بتا دو کہ آخر تم چاہتے کیا ہو تمہارا تعلق کسی گروہ سے ہے مجھے لوٹنا چاہتے ہو اگر ایسی کوئی بات ہے تو میں تم سے تعرض نہیں کروں گا گاڑی یہاں سے آگے لیے چلتے ہیں اور تم کسی بھی مناسبت جگہ مجھے روک کر میرے پاس جو کچھ بھی قیمتی چیز موجود ہے وہ لے لو لیکن کم از کم مجھے بتا دو اصل میں میں مضبوط اعصاب کا مالک نہیں ہوں اور ذرا سی دیر میں نروس ہو جاتا ہوں اور اس وقت تک شاید میں صحیح ذرا یونگ بھی نہ کر سکوں جب تک تمہارا مقصد میری سمجھ میں نہ آجائے۔“ اس نے کہا۔

”نی الحال تم کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاؤ۔“ میں نے کہا اور کار کو فرسٹ گیسر میں ڈال کر آگے بڑھانے لگا ایک بار پھر وہ آہستہ سے بولا۔

”بس اتنا بتا دو کہ تم.....“

”تم بکواس بند نہیں کرو گے۔“ میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا اور ریوالور کی نال کا دباؤ اس کی گردن پر بڑھا دیا اس نے ایک گہری سانس لی اور کار فرسٹ گیسر میں ڈال کر آگے بڑھانے لگا پھر اسے سکیئنڈ گیسر میں ڈال کر سڑک کی جانب متوجہ ہو گیا۔ سڑک اس وقت بہت مصروف چل رہی تھی بے شمار کاریں آگے پیچھے دوڑ رہی تھیں میں اسے ہدایات دیتا رہا ویسے میں نے اپنے ذہن میں جو منصوبہ بندی کی تھی اس کے تحت مجھے اسے کسی ایسی جگہ لے جانا تھا جہاں میں اس سے معلومات حاصل کر سکوں اس پر رونق غلاتے سے نکلنے کے بعد ہم ایک سیدھی سڑک پر پہنچے لیکن وہاں سے یہ سڑک تین حصوں میں تقسیم ہو گئی تھی میں نے اسے اشارہ کیا اور وہ درمیانی حصے ہی میں آگے بڑھتا رہا اس دوران اس نے کئی بار ہونٹ کھول کر مجھ سے کچھ پوچھنے کی کوشش کی تھی مگر میں نے ہر بار اس کی گردن پر دباؤ ڈال کر اسے خاموش کرا دیا تھا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ اس کے چہرے پر پسینہ چپکنے لگا ہے اصل میں وہ حیران تھا

کہ آخر میں اسے کہاں لے جا رہا ہوں اور کیا کرنا چاہتا ہوں یہاں تک کہ میں اپنی مطلوبہ جگہ پر پہنچ گیا اور میں نے اسے بائیں سمت مڑنے کے لیے کہا یہ ایک زیر تعمیر علاقہ تھا کچھ اصل میں یہ ایک نواحی آبادی تھی اور میں اسے کاسینو سے کافی فاصلے پر لے آیا تھا۔ میں دیکھ چکا تھا کہ اس جگہ آبادی وغیرہ نہیں ہے اور نہ ہی اب تعمیرات ہو رہی ہے کام بند پڑا ہوا تھا شاید کسی ایسی کنسٹرکشن کمپنی نے کام شروع کر رکھا تھا جس نے کچھ دیوہات کی بناء پر اپنے کام کو کچھ عرصے کے لیے ترک کر دیا تھا اور اس جگہ کا انتخاب بہترین تھا۔ میں اسے ساتھ لیے ہوئے آخر کار ایک ایسی وسیع و عریض عمارت کے عقب میں پہنچ گیا جو سامنے کی سمت سے کافی بن چکی تھی لیکن اس کے پچھلے حصے میں بڑے بڑے گڑھے کھدے ہوئے تھے غالباً نیچے سے پھلا اٹھا۔ جارہے تھے اور یہ گڑھے زیادہ مضبوط طریقے سے تعمیراتی کام کرنے کے لیے خاص گہرائی میں بنائے گئے تھے یہاں کچی مٹی کا ڈھیر بھی لگا ہوا تھا۔ بہر حال یہاں پہنچنے کے بعد میں نے مسٹر مارگو سے نیچے اترنے کے لیے کہا۔

”دیکھو اگر تم مجھے یہ بتا دو کہ تم کیا چاہتے ہو تو مجھے تمہارے ساتھ سختی کرنے کی ضرورت پیش نہ آئے گی میں کوئی بزدل آدمی نہیں ہوں لیکن بے وقوف بھی نہیں ہوں زندگی دنیا کی ہر شے سے زیادہ قیمتی شے ہوتی ہے اور میں سمجھتا ہوں زندگی بچانے کے لیے سب کچھ قربان کر دینا ضروری ہوتا ہے مجھے تم کوئی جنونی معلوم ہوتے ہو عالم جنون میں تم نے میرے ساتھ یہ حرکت کی ہے اور میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ اگر تمہارا مقصد مجھ پر واضح ہو جائے تو میں اس کی خوشی سے تحمیل کروں اور تم سے جان چھڑاؤں۔“

”میں اپنا مقصد بہت جلد تم پر واضح کر دوں گا مانی ڈیزسٹر مارگو تم آرام سے ذرا میرے ساتھ آؤ۔“ میں نے اسے کار سے نیچے اترنے کو کہا اور وہ خاموشی سے کار سے نیچے اتر آیا میں نے اس کی ایک ایک جنبش پر نگاہ رکھی تھی چالاک آدمی کوئی بھی عمل کر سکتا تھا بہر حال ابھی میں مکمل طور پر اس کی تلاشی نہیں لے سکا تھا لیکن نیچے اتارنے کے بعد میں نے اس کی گدی پر ایک زوردار گھونسا رسید کیا مجھے توقع نہیں تھی کہ وہ اس طرح مردہ چھپکلی کی مانند نیچے گر پڑے گا بہر حال اس وقت اس کے ساتھ کچھ رعایت کرنا اسے موقع دینے کے مترادف تھا۔ چنانچہ میں نے فوراً اس کی پینے پر گھنٹا رکھا اور اس کے حلق سے کراہیں نکلنے لگیں میں نے اس کے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے تھے اور غرائی ہوئی آواز میں کہا تھا۔

”اگر تم نے ذرا برابر جنبش کرنے کی کوشش کی تو میں تمہارا یہ چہرہ اس پتھریلی زمین سے رگڑ دوں گا اور تم جانتے ہو اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔“ وہ کچھ نہ بولا میں نے اس کے کوٹ کی جیبیں پتلون کی جیبیں ٹولیں اور پھر اسے سیدھا کر دیا اس کا چہرہ بری طرح بگڑا ہوا تھا اور وہ کافی حد تک خوفزدہ نظر آ رہا تھا یا تو واقعی بزدل آدمی تھا یا پھر بننے کی کوشش کر رہا تھا لیکن بہر حال اس کے پاس سے ہتھیار نام کی کوئی شے برآمد نہ ہوئی کرنسی، گھڑی، انگلیٹھیاں یہ چیزیں البتہ موجود تھیں اور جب میں نے ان چیزوں کو اپنے قبضے میں کیا تو وہ نفرت بھرے انداز میں بولا۔

”کتے کے بچے اگر یہی سب کچھ درکار تھا تو میرے ساتھ بدسلوکی کرنے کی کوشش کیوں کی میں یہ وہیں تیرے حوالے کر دیتا۔“ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی میں نے ان تمام چیزوں کو اپنی جیب میں ڈالتے ہوئے کہا۔

”اور کون سی گالیاں آتی ہیں تمہیں میں تمہارے منہ سے سننا چاہتا ہوں۔“ اس نے کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی سے میری صورت دیکھتا رہا پھر میں نے اس سے کہا۔

”درحقیقت یہ سب کچھ لوٹنا میرا مقصد نہیں تھا میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔“
”کیا پوچھنا چاہتے ہو؟ پھوٹے کیوں نہیں منہ سے مسلسل میرے ساتھ زیادتی کرتے جارہے ہو کہہ رہا ہوں کہ اپنی جان بچانا میرے لیے از حد ضروری ہے اور میں اس کے لیے ہر کام کر سکتا ہوں بولو کیا پوچھنا چاہتے ہو مجھ سے؟“

”میری جان مجھے سچائی کے ساتھ یہ بتاؤ کہ بینڈون سے میرے ملاقات کہاں ہو سکتی ہے۔“ میں نے کہا اور اچانک ہی میں نے اس کے چہرے پر زردی پھیلنے ہوئے دیکھی خوفزدہ تو وہ پہلے ہی سے تھا لیکن اس وقت اس کے چہرے کی جو کیفیت ہوئی تھی وہ قابل دید تھی اس نے بے بسی کی نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھا پھر آہستہ سے بولا۔

”کک کون کون بینڈون۔“ جواب میں میرا گھونسا اس کے جڑے پر پڑا اور اس کا نچلا ہونٹ کٹ گیا۔ اس سے خون کی بوندیں نمودار ہوئیں جو اس کے منہ میں جانے لگیں اس نے بدن گھما کر خون تھوکنے چاہا تو میں نے اس کی گردن پر ہاتھ جما دیا اور مسکراتا ہوا بولا۔

”یہ خون جو تمہارا اپنا ہے نگل جاؤ اور بتاؤ مجھے کہ بینڈون کہاں ہے؟“

”دو دیکھو میرا مطلب ہے میں اور تم تمہیں کسی نے۔“

جواب میں میرا ایک زوردار تھپڑ اس کے منہ پر پڑا تھا اور مجھے خود حیرت ہوئی تھی کہ کیا تھپڑ کی آواز بھی اتنی بلند ہو سکتی تھی لیکن وہ چکرا کر رہ گیا تھا اس کی آنکھیں چڑھنے لگی تھیں اور پھر میں نے محسوس کیا کہ وہ بے ہوش ہونے کی کوشش کر رہا ہے میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی میں نے نہ تو اسے اس طرح مارا تھا کہ وہ بے ہوش ہو جائے اور نہ ہی میرے اندازے کے مطابق اس وقت وہ بے ہوش ہو رہا تھا بلکہ بے ہوش ہو کر وہ اپنے آپ کو اس مصیبت سے چھٹکارا دلانا چاہتا تھا اس کے لباس کی تلاشی لیتے ہوئے مجھے ایک خوبصورت لائٹر بھی ملا تھا جو ایک سگریٹ کیس کے ساتھ منسلک تھا اور میں نے احتیاطاً اسے بھی نکال لیا تھا۔ اصل میں ان تمام چیزوں کی مجھے ضرورت تو نہیں تھی لیکن بس مجھے یہ خدشہ تھا کہ کہیں اس کے پاس کوئی ایسی چیز موجود نہ ہو جس میں کوئی ٹرانسمیٹر وغیرہ فٹ ہو ایسے شخص ایسی چیزیں اپنے پاس رکھ سکتے ہیں کیونکہ کسی بھی لمحے انہیں ان کی ضرورت پیش آ سکتی ہے اور اس وقت یہ لائٹر میرے لیے بڑا کارآمد ثابت ہوا میں نے اسے نکالا اور اس کا بٹن دبا کر اسے روشن کیا لائٹر سے نیلے رنگ کا ایک شعلہ نمودار ہوا تو میں نے یہ لائٹر اس کی کمر پر پیٹ کے پاس لگا دیا اس کے حلق سے ایسی ہی چیخ نمودار ہوئی تھی جیسے کوئی بکرا ذبح ہوتے ہوئے چیختا ہے میں نے پھرتی سے اس کا منہ دبا دیا لیکن لائٹر اس کی کمر سے لگائے رکھا اور بری طرح تڑپنے لگا میرے لیے اسے سنبھالنا مشکل ہو رہا تھا چنانچہ میں نے لائٹر اس کی کمر سے ہٹا کر بچھایا اور اس کے حلق سے ایک دلخراش چیخ نکل گئی لیکن اس کے بعد میں نے پستول کی نال اس کے منہ میں داخل کر دی اور خوفناک غراہٹ کے ساتھ بولا۔

”دوسری چیخ تمہاری زندگی کی آخری چیخ ثابت ہوگی چلو چیخو۔“ میں نے پستول نکال لیا اس کے چہرے پر شدید کرب کے آثار تھے اور وہ اپنے جسم کے اس جلے ہوئے حصے کو ٹٹول رہا تھا جس کی کھال اچھی خاصی جل گئی تھی اس کے حلق سے کراہیں نکلتی لگیں بورا بدن پسینے سے تر ہو گیا اور وہ بری طرح بدحواسی کے عالم میں پیچھے کھسکتا ہوا بولا۔

”چھوڑ دو چھوڑ دو مجھے چھوڑ مٹ میں میں میں مجھے چھوڑ دو مجھے پائیز دیکھو مجھے مت مارو

کک کیا کیا۔“

”مائی ڈیئر مسٹر مارگو تم جانتے ہو بینڈون کہاں رہتا ہے کہاں مل سکتا ہے وہ یہ بات تم

اچھی طرح جانتے ہو۔“

”ہاں ہاں مجھے موقع دو مہم میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گا میں تمہیں تفصیل بتا دینا چاہتا ہوں سنو پلیز مجھے موقع دو۔“ وہ بدستور پیچھے سرکتا ہوا بولا میں آہستہ آہستہ اس کے ساتھ آگے بڑھ رہا تھا۔ میں نے کہا۔

”اگر تم مجھے ہینڈون کے بارے میں بتا دو گے تو ممکن ہے میں تمہیں چھوڑ دوں۔“

”دیکھو جو کوئی بھی ہو تم بڑی غلط معلومات ملی ہیں تمہیں میں ہینڈون کے کئی ٹھکانوں کے بارے میں جانتا ہوں تم چاہو تو ان کی فہرست بنا لو لیکن یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ تمہیں کون سے ٹھکانے پر مل جائے گا اگر تم ہینڈون کے بارے میں جانتے ہو تو تمہیں اس بات کا علم ہوگا کہ وہ اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کے لیے کس طرح اپنی جگہیں تبدیل کرتا رہتا ہے اگر وہ ایسا نہ کرے تو حکومت کے آدمی اسے کتے کی موت مار دیں ہر چند کہ یہاں اسکا رٹو زیادہ پاورفل ہیں لیکن حکومت بھی اپنا کام کر رہی ہے میں تمہیں اس کے ٹھکانے بتا سکتا ہوں نوٹ کرو نوٹ کرو کر لو آہ خدا تمہیں غارت کرے تم نے مجھے ایک متقیل تکلیف میں مبتلا کر دیا نوٹ کرو نوٹ کرو اور اس کے بعد اس نے پانچ جگہوں کے نام بتائے۔ جنہیں میں نے اچھی ذہن نشین کر لیا۔“ اور اس کے بارے میں اس سے معلومات حاصل کیں پھر کہا۔

”اور اگر یہ سب کچھ غلط نکلا تو۔“

”تو پستول کی ٹال اپنی کینٹی پر رکھ کر گولی مار لینا میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ چاہے تم مجھے مار ہی کیوں نہ ڈالو لیکن میں تمہیں ہینڈون تک..... اچھا سنو میری ایک بات سنو۔“ اچانک ہی اس نے اپنی ننگی روکتے ہوئے بات بدل کر کہا اسی وقت مجھے عقب سے کچھ سرسراہٹیں سنائی دی تھیں اور میں اچھل کر اس پوزیشن میں آ گیا کہ اگر کسی آنے والے کو دیکھوں تو فوراً ہی اسے اپنا نشانہ بنا سکوں میں نے مارگو کو بھی نشانے پر لے رکھا تھا اور میری نگاہیں سامنے کا جائزہ لے رہی تھیں وہ ایک سیاہ فام لڑکی تھی چہرے کے نقوش سیاہ فام لڑکیوں جیسے ہی تھے لیکن جینز پہنے ہوئے تھی یہاں ایسی بہت سی لڑکیاں میں نے دیکھی تھیں لیکن وہ کسی طرح یہاں تک پہنچی اس کا مجھے اندازہ نہیں تھا لیکن اچانک ہی مجھے ایک چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔

”کہیں مجھ پر گولی نہ چلا دینا مجھے پتا ہے تم میری آمد کے بارے میں اندازہ لگا چکے ہو دانش منصور میں ریتیم ہوں۔“ ریتیم کی آواز میں ہزاروں آوازوں میں پہچان سکتا تھا اور اس

وقت بھی میں نے اس کی آواز پہچان لی تھی وہ کیسے اور کس طرح یہاں تک آئی مجھے نہیں معلوم تھا لیکن بہر حال میں تیزی سے بولا۔

”ریتیم سامنے آ جاؤ اور آ کر مجھے بتاؤ قرب وجوار میں تمہارے علاوہ بھی کوئی اور موجود ہے یا نہیں۔“ وہ آگے آگئی اور میں تعجب بھری نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا میک اپ میں مجھے پہچانی کمال حاصل تھا لیکن ریتیم نے اپنے آپ پر جو میک اپ کیا تھا اس سے واقعی اس نے اپنے آپ کو تبدیل کر لیا تھا۔ وہ ہر اس کھلی جگہ سے سیاہ فام نظر آرہی تھی جسے دیکھا جا سکتا ہو چہرے کو بھی اس طرح تبدیل کیا گیا تھا کہ سو فیصدی افریقی لڑکی معلوم ہو مسکراتی ہوئی میرے پاس آگئی البتہ اس کی مسکراہٹ اور دانتوں کی بناوٹ نہیں بدل سکی تھی اور شاید اس نے انہیں بدلنے کی بھی کوشش نہیں کی تھی لیکن میں جو اسے خاصا غور سے دیکھ چکا تھا ایک لمحے کے اندر پہچان گیا کہ وہ ریتیم ہی ہے ریتیم نے نفرت بھری نگاہوں سے مارگو کو دیکھا اور بولی۔

”اگر تمہیں اس شخص کے بارے میں مکمل تفصیلات معلوم ہو چکی ہیں تو بہر حال میں اس کے لیے تمہیں داد دوں گی لیکن اگر تم کسی اہم مقصد کے لیے مثلاً صرف اتنا معلوم کرنے کے لیے اسے یہاں تک لائے ہو کہ یہ ہینڈون کے بارے میں جانتا ہے تو یقین کرو یہ اس سے بھی بڑا مجرم ہے اور تم نہیں سمجھتے کہ.....“

”ابو اس کر رہی ہے یہ جھوٹ بول رہی ہے یہ سب اپنی مرضی سے میرے پاس آتی ہیں اپنے دکھڑے روتی ہوئی کوئی کہتی ہے اس کی ماں بیمار ہے کوئی کہتی ہے کہ اس کے ہاں تین مہینے سے فاقہ کشی ہو رہی ہے کوئی کہتی ہے کہ اس کا باپ معذور ہو گیا ہے اور میں انہیں اپنی تحویل میں لے لوں ظاہر ہے ہر شخص کا کوئی نہ کوئی کاروبار ہوتا ہے میں جو کرتا ہوں وہی تو کر سکتا ہوں پتا پھر یہ میری دشمن بن جاتی ہیں اصل میں یہ میرے گاہکوں کو بے وقوف بنا کر ان سے زیادہ رقم بنورنے کی کوشش کرتی ہیں اور پھر یہ سمجھتی ہیں کہ میں بے وقوف ہوں بس اتنی سی دشمنی ہے میرے اور ان کے درمیان۔“ ریتیم مسکرا دی مارگو بے بسی سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا پھر اس نے کہا۔

”ہینڈون کے ان ٹھکانوں کے بارے میں میں تمہیں بتا چکا ہوں اس سے زیادہ اگر تم کچھ معلوم کرنے کے چکر میں میری زندگی بھی لے لو گے تو تمہارے لیے بے مقصد ہی ہوگی کیونکہ تمہیں اس سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔“

”لیکن مائی ڈیئر بے شک تم نے بینڈوں کے مختلف ٹھکانے بتائے ہیں اور ممکن ہے وہ ان ٹھکانوں میں سے کسی جگہ پر مل ہی جائے لیکن تم اپنے بارے میں کیا کہتے ہو جو کہانی تم نے سنائی ہے مسٹر دانش منصور کو اس کے پس منظر میں اس سے کہیں زیادہ وہ کہانیاں شامل ہیں کہ تم نے کس طرح خوبصورت نوجوانوں کے ذریعے اپنی کوششوں سے معصوم لڑکیوں کو اپنے جال میں پھانسا ہے اور اس کے بعد انہیں اس منزل پر لے آئے کہ انہیں بلیک میل کر سکو اور اس کے علاوہ اگر فرض کرو ہم اس بات کو نظر انداز کر کے خدائی فوجدار بننے کی کوشش نہ بھی کریں تو کیا تم یہاں سے جانے کے بعد پہلا کام یہی نہیں کرو گے کہ بینڈوں کے اسٹاف کو یہ بتا دو کہ کچھ لوگ اس کی تلاش میں سرگرداں ہیں اور ہمارا حلیہ بھی انہیں بتا دو۔“ ریتیم نے کہا اور وہ اپنے زخم کو سہلاتا ہوا بولا۔

”دماغ خراب نہیں ہے میرا ایک بار زندگی بچ جائے تو انسان کو سنبھل جانا چاہئے مجھے بینڈوں سے صرف اتنی ہی دلچسپی ہے کہ اس سے مجھے ایک معقول رقم حاصل ہو چکی ہے اور اس نے کہا ہے کہ وہ کسی بھی وقت مجھ سے اپنے مفادات کے لیے کام لے سکتا ہے۔“

”مثلاً۔“ میں نے سوال کیا ریتیم کو دیکھ کر حیرت کا اظہار کرنے کے لیے میرے پاس کافی وقت تھا ریتیم بتا چکی تھی کہ قرب وجوار محفوظ ہے اور کوئی بھی اس علاقے میں موجود نہیں ہے جس سے اگر مجھے اپنے کام میں کچھ دیر بھی لگ جائے تو اس کی کوئی پروا نہیں کی جاسکتی تھی چند لمحات کے بعد اس نے کہا۔

”چھوڑ دو مجھے پلیز چھوڑ دو دیکھو مجھے جانے دو میرا دماغ خراب نہیں ہے میں تو کسی اسپتال میں جاؤں گا اور ایک دو مہینے کے لیے وہاں آرام کروں گا لعنت ہے ایسی زندگی پر انسان زندہ رہنے کے لیے ہی تو سب کچھ کرتا ہے جب زندگی ہی خطرے میں پڑ جائے تو پھر کچھ کرنا بے کار ہے۔“

”تم جس قدر مکار آدمی ہو مارگو اس کے بارے میں کون نہیں جانتا۔“

”تو خاموش رہ تو خاموش رہ گدھی میں کہتا ہوں میرے گروپ کی تو نہیں ہے تو کیا اس بات کو نہیں مانتی کہ میں نے تم لوگوں کو کاروباری اصولوں کے خلاف آزاد چھوڑ دیا ہے اور سب کو اپنے ساتھ شریک نہیں کر لیا حالانکہ تم جانتی ہو کہ اگر میں چاہوں تو ایسا کر سکتا ہوں تو کیوں میرے خلاف بولے جا رہی ہے۔“ جواب میں ریتیم پھر ہنس پڑی تھی میں نے کہا۔

”ریتیم اس نے ان پانچ جگہوں کے نام بتائے ہیں تمہارا کیا خیال ہے کیا اس سے زیادہ یہ ہمیں کچھ بتا سکتا ہے۔“

”میں تمہیں ایک پیشکش کر رہا تھا اگر تم چاہو تو میں اس تلاش کے سلسلے میں تمہارا ساتھ دے سکتا ہوں یعنی میں تمہارے ساتھ ہی رہوں گا اور تم مجھے ہر وقت پستول کے نشانے پر رکھو میں اس وقت تک تمہیں مدد دیتا رہوں گا جب تک تم بینڈوں کے سامنے نہ پہنچ جاؤ باقی کام تمہارا ہوگا۔“

”اصل میں دانش منصور مارگو کے بارے میں اس دوران میں نے کافی تفصیلات معلوم کر لی ہیں تم مجھے جس حلیے میں دیکھ رہے ہو نا اس کے بعد تمہیں خود اندازہ ہو جائے گا کہ میں نے کیا کیا ہے۔ جن جگہوں کے بارے میں اس شخص نے بتایا ہے وہ بالکل سچ بتایا ہے۔ ہم وہاں بینڈوں کو تلاش کر سکتے ہیں لیکن صرف یہ پانچ ٹھکانے ہی نہیں ہیں اس کے وہ تو ہر لمحے اپنی جگہ بدلتا رہتا ہے کیونکہ اسے خطرہ ہے کہ اسکا رٹوڑ میں باغیوں کا کوئی زور نہیں چل سکتا ان کی کمر ٹوٹ جائے گی اور نہیں مدد دینے والا کوئی نہیں ہوگا جب کہ حکومت اسکا رٹو جانتی ہے کہ باغیوں میں سے کس کس شخص کو گرفتار کر لیا جائے کہ اسکا رٹو کی حکومت محفوظ ہو جائے اور باغیوں کی جدوجہد ختم ہو جائے اس شخص کو ذرا برابر موقع نہیں دینا چاہئے کیونکہ یہ اس سلسلے میں بھی مجرم ہے اور اخلاقی طور پر بھی ہمارا مجرم ہے۔“

”ہوں ٹھیک۔“

”کیوں مارنے پر تلے ہو تم مجھے خدا تمہیں غارت کرے خدا تمہیں واقعی غارت ہی کر دے۔“

”فکر مت کرو تمہاری قبر کا معقول انتظام یہاں ہے مارگو ویسے بھی تم ان لڑکیوں کے حقوق پر ڈاکا ڈالتے ہو جو مجبور ہو کر جسم فروشی کر رہی ہیں۔ ریتیم کیا خیال ہے تمہارا کیا کیا جائے اس سلسلے میں اس کی لاش ہم اس طرح تو نہیں چھوڑ سکتے۔“

”نہیں مجھے تو بنکے یہ حیرت ہے کہ تم نے اس کے لیے کتنی مناسب جگہ کا بندوبست کیا ہے میں بتاتی ہوں کیا کرنا ہے تمہیں۔“ ریتیم نے کہا مجھے تو خیر اس نے وحشیانہ کارروائی کرتے ہوئے دیکھ ہی لیا تھا لیکن اس وقت میں نے ریتیم کو دیکھا نجانے اس کے اندر کون سا جذبہ کام کر رہا تھا سب سے پہلے اس نے اپنے ہاتھوں پر چڑھے ہوئے دستا نے سنبھال کر اتارے اور

اس کے بعد زمین پر لیٹے ہوئے مارگو کے پاس پہنچ گئی اس نے مارگو کی ٹانگ پکڑی اور اسے گھسیٹنے لگی مارگو نے دوسرے پاؤں سے اسے لائیں مارنے کی کوشش کی تو ریت میں میری جانب دیکھا میں نے بھی ریت کی مدد کی تھی اور ہم اسے گھسیٹتے ہوئے ایک گڑھے تک لائے یہ گہرے گڑھے پلر کے لیے بنائے گئے تھے۔ دوران کی گہرائی اچھی خاصی تھی ریت میں میری طرف مسکراتی نگاہوں سے دیکھا اور اس کے بعد اس نے اچانک ہی مارگو کو ایک گڑھے میں دھکیل دیا مارگو کی چیخ بڑی دلخراش تھی اور ایک لمحے کے لیے میرے بدن میں بھی کپکپاہٹ دوز گئی تھی ایک زندہ آدمی اتنی گہرائی میں جا پڑا تھا لیکن بات یہیں پر ختم نہیں ہوتی ریت میں آہستہ سے کہا۔

”وہ کرنیں یقینی طور پر اس وقت لاک ہوں گی ہم انہیں اشارت نہیں کر سکتے لیکن یہ کنارے کنارے پر پڑی ہوئی پتھریلی ریت ہی ہمیں اس گڑھے میں بھرنا ہوگی تاکہ اسے دفن کریں۔“ میرے پورے وجود میں کپکپاہٹ دوز گئی تھی میں نے کہا۔

”ٹھیک ہے جیسا تم چاہو۔“

”یہ شخص واقعی قابل رحم نہیں تھا ورنہ میں یہ غیر انسانی عمل نہ کرتی۔“ اور اس کے بعد جو کچھ ہم نے کیا اس نے ہمیں کافی دیر کے لیے نڈھال کر دیا تھا۔ ریت میں مارگو کو زندہ دفن کر دیا تھا وہاں سے واپس پلٹتے ہوئے میں نے ریت سے کہا۔

”ایک بات بتاؤ ریت کیا صرف اتنی ہی سی مات ہے کہ تم نے یہ معلوم ہونے کے بعد کہ یہ شخص اس طرح لڑکیوں سے جسم فروشی کراتا ہے اسے دفن کر دیا یا پھر کوئی اور بھی ایسی بات تھی۔“

”اصل میں یہ تو ایک حقیقت ہے کہ یہ شخص ہینڈون کے بارے میں جانتا تھا اور جو ٹھکانے اس نے ہینڈون کے بتائے ہیں وہ صحیح ہیں لیکن ایک بات میں تمہیں اور بتا دوں ہینڈون کے بارے میں اس کا قریب ترین ساتھی بھی نہیں جانتا کہ وہ کسی وقت کون سے ٹھکانے پر موجود ہوگا اور یہ بھی نہیں جانتے یہاں کے لوگ کہ ہینڈون کے مزید کتنے ٹھکانے ہیں اس لیے ہم اسے ان پانچ ٹھکانوں پر تلاش تو کر سکتے ہیں بلکہ ہمارا کام آگے بھی بڑھ سکتا ہے لیکن دعوے سے ہم یہ بات نہیں کہہ سکتے کہ اس طرح ہمارا کام ہو ہی جائے گا یہ شخص بہت ہی مکار ہے اصل میں جس لڑکی کے ساتھ میں رہ رہی ہوں اس کے بارے میں مجھے جو کچھ

معلوم ہوا ہے تم سنو گے تو اپنے آنسوؤں کو نہیں روک سکو گے۔ یہ اتنا ہی ظالم آدمی ہے اس نے بے شمار لڑکیوں کو اس لیے ہلاک کر ڈالا ہے کہ وہ اس کا ساتھ دینے پر آمادہ نہیں تھیں بس یوں سمجھ لو کہ مارٹھا نے مجھے اس کے بارے میں جو کچھ بتایا ہے اس نے مجھے اس طرح اس کے خلاف کر دیا کہ میں تمہیں بتا نہیں سکتی۔“

”یہاں تک آنے کا ذریعہ کیا تھا؟“

”تمہاری کار کی اسٹینی۔“

”کیا مطلب۔“

”سب کچھ دیکھ چکی تھی میں، لیکن تم غور نہیں کر سکے کہ اس کی کار کے عقبی حصے میں کوئی

چھپا ہوا ہے۔“

”اوہ میرے خدا اس کا مطلب ہے کہ وہ تمہارے علاوہ کوئی اور بھی ہو سکتا تھا۔“

”ہاں ہو بھی سکتا تھا میں تم سے یہ کہنے کی جرات تو نہیں کر سکتی دانش منصور لیکن

درخواست ضرورت کر سکتی ہوں کہ خدا را ایسی باتوں کا خاص طور سے خیال رکھا کرو۔“ میں نے

مسکراتی ہوئی نگاہوں سے ریت کا دیکھ اس کے انداز میں ایسی کیفیت تھی جو مجھے متاثر کئے بغیر

نہیں رہ سکتی تھی میں نے شکرگزاری کے انداز میں اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

”شکر یہ ریت تمہاری ہدایت کے مطابق آئندہ دھیان رکھوں گا۔“

”یہاں سے چلیں۔“

”ہاں ظاہر ہے۔“

”اسی کی کار میں چلنا ہوگا لیکن یہ سمجھ لو کہ یہ ایک خطرناک عمل ہے کیونکہ اس کی کار کوئی

اور چلائے گا اس کے لاتعداد شناسا یہاں بکھرے ہوئے ہیں۔“

”لیکن ہمیں یہاں سے نکلنا ہی ہوگا اور کسی آبادی تک پہنچ کر ہم سب سے پہلا کام یہ

کریں گے کہ اس کی کار کو چھوڑ دیں گے۔“

”ٹھیک ہے میں ڈرائیو کرتی ہوں۔“ ریت نے کہا اور کار کی سیٹ پر بیٹھ گئی پھر اس کے

بعد گاڑی اشارت کر کے آگے بڑھا دی تھی میں اس کے برابر بیٹھا ہوا تھا میں نے کہا۔

”حالانکہ فیصلہ یہ ہوا تھا کہ ہم اپنے درمیان فاصلہ رکھیں گے ریت تم نے اس کی خلاف

ورزی کرنا کیوں پسند کیا“

”اس وقت بہت ضروری تھا۔ اصل میں تم یقین کرو میں تمہارا تعاقب کرتی ہوئی یہاں تک نہیں آئی بلکہ وہ تو صرف ایک اتفاق تھا میں خود اس کا پیچھا کر کے اس سے معلومات حاصل کرنا چاہتی تھی۔“

”اوہ کیا واقعی تم نے مجھے دیکھ لیا تھا۔؟“

”دانش منصور تم کیا سمجھتے ہو کہ میں نے تمہیں نگاہوں سے اوچھل رکھا ہے۔“

”گویا تم میری مسلسل نگرانی بھی کرتی رہی ہو۔“

”تمہارے تحفظ کے خیال سے۔“ اس نے فوراً جواب دیا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی میں نے کہا۔

”تو میں نے اس سے کب انکار کیا ہے مائی ڈیزر ریتھ۔“ پھر اس کے بعد ہم دونوں نے ایک دم خاموشی اختیار کر لی تھی۔ ہمارے لہجے جو رخ اختیار کرتے جا رہے تھے وہ بہر طور ابھی مناسب نہیں تھا اور کسی بھی طرح ہم ایک دوسرے کو اس حد تک نہیں لے جاسکتے تھے۔ جس حد تک جا کر ہماری عام زندگی میں وقت پیش آئے اور اس کے علاوہ میرا وہ مان ٹوٹ جائے جو میں نے اب تک قائم رکھا تھا حالانکہ ذہنی طور پر کبھی بھٹک بھی جایا کرتا تھا اگر آپ کو میری زندگی کے واقعات یاد ہوں تو اپنی ابتداء ہی آپ کو بتا دوں مجھے دنیا سے روشناس کرانے والی مسز خان تھیں اور اس کے بعد زندگی میں بہت الٹ پھیر آتے رہے لیکن پھر صورت حال تبدیل ہو گئی اور بہر حال انسان کی فطرت میں نیکیوں کا عنصر برائیوں سے کہیں زیادہ ہوتا ہے اگر کہیں اسے کسی لمحے سنہلنے کا موقع مل جائے تو یقینی طور پر وہ برائیوں کی طرف جانے کی بجائے بہتر راستوں کی جانب جانا پسند کرے یہ الگ بات ہے کہ اس کے تمام راستے ہی بند ہوں بہر طور ہم لوگ شہری آبادی میں داخل ہو گئے اور خوش قسمتی سے کسی نے ہماری جانب کوئی توجہ نہیں دی لیکن نیچے اترنے کے بعد ریتھ نے کہا۔

کار سے اتر کر ہم کسی ریسٹورانٹ میں جائیں گے میرا خیال ہے وہ دیکھو سامنے ایک نیوٹن سائنز نظر آ رہا ہے وہ ایک بہتر جگہ ہے تھوڑی دیر بیٹھ کر یہ اندازہ لگانے کی کوشش کریں گے کہ کوئی ہماری جانب متوجہ تو نہیں ہے میرا چہرہ تو بدلا ہوا ہے اس لیے مجھے کوئی فکر نہیں ہے تمہارے بارے میں بھی اندازہ ہو جائے گا۔ آؤ اس فٹ پاتھ پر پیدل چلتے ہیں ایک ایک کپ کافی پیئیں گے اور اس کے بعد الگ ہو جائیں گے۔“ میں نے اس بات کا کوئی جواب

نہیں دیا اور خاموشی سے ریتھ کے ساتھ چلنے لگا فٹ پاتھ پر اور بھی لوگ ہمارے ساتھ آ جا رہے تھے اس کے بعد ہم اس چھوٹے سے خوبصورت ریسٹورانٹ میں داخل ہو گئے جس کے نیوٹن سائنز کی جانب ریتھ نے اشارہ کیا تھا ایک میز پر بیٹھ کر ویٹر سے کافی طلب کی اور ویٹر نے کچھ لمحوں کے بعد فوراً ہی کافی ہمارے سامنے سرود کر دی ریتھ خاموشی سے کچھ سوچ رہی تھی میں نے ریتھ سے کہا۔

”تم نے بڑی سبے دردی سے اسے ہلاک کر دیا۔“

”یقین کرو میرے دل میں اس کے لیے بڑی نفرت تھی اور اگر اس وقت تم اس تک نہ پہنچ جاتے تو میں کوشش کر کے اس کے ٹھکانے پر جاتی اور اس کے بعد اسے ٹھکانے لگانے کی کوشش کرتی۔“

”بہت زیادہ متاثر ہو گئی ہو کسی بات سے۔“

”ہاں بتا چکی ہوں تمہیں کیسے لوگ ہوتے ہیں جو دوسروں کو زندگی سے محروم کر کے اپنی زندگی کے لیے بہتر راستے منتخب کرتے ہیں میں سمجھتی ہوں ان سے زیادہ قابل نفرت شخصیت اور کسی کی نہیں ہوتی کیا تم اس بارے میں مجھ سے اتفاق نہیں کرتے۔“

”سو فیصدی اتفاق کرتا ہوں۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور ریتھ بھی مسکرانے لگی اور پھر بولی۔

”اب کیا ارادہ ہے؟ کیا کرنا چاہتے ہو۔؟“

”نہیں ریتھ حتمی طور پر ابھی کچھ بھی نہیں کہہ سکتے کام جاری ہے اس شخص نے جو پتہ بتا ہے وہ میں نے ذہن نشین کر لیے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ کسی کا غر پر منتقل کرنا کسی طور مناسب نہیں ہے لیکن میں اپنے طور پر پوری پوری کوشش کروں گا کہ ان جگہوں میں سے کسی جگہ پر ہینڈون کو تلاش کروں ہینڈون کو ختم کرنے کا ذمہ ہم لوگوں نے لیا ہے اور بہر طور اس سلسلے میں ہم آخری حد تک کوشش کریں گے اب کامیابی یا ناکامی تقدیر کا حصہ ہے۔“

”ہم یقیناً کامیاب ہوں گے۔“ ریتھ نے پر عزم لہجے میں کہا اور میں مسکرانے لگا۔

”یقینی طور پر ایسا ہی ہوگا۔“ میں نے مدہم لہجے میں کہا ریتھ کے ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ کھیل رہی تھی تھوڑی دیر کے بعد اس نے کہا۔

”اب میں اپنی جگہ سے اٹھ جاؤں گی تم اپنے طور پر اپنی رہائش گاہ پر جاؤ اور اس سلسلے

میں اپنے کام کو جاری رکھوں میں تم سے یہ بھی نہیں پوچھوں گی کہ تم کیا کر رہے ہو۔“

”اور میرا تعاقب بھی نہیں کرو گی۔“ میں نے مسکرا کر پوچھا اور وہ مسکرا کر خاموش ہو گئی

اس سلسلے میں اس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا ریتیم چلی گئی اور میں یہ اندازہ لگانے کی کوشش کرنے لگا کہ کیا اب بھی کوئی ہماری جانب متوجہ نہیں ہے ویسے عموماً ایسے علاقوں میں ایسا ہوتا نہیں ہے کون کیا کر رہا ہے اگر کسی کو خاص طور سے ہی کسی کی ذات سے کوئی دلچسپی پیدا ہو جائے تو الگ بات ہے ورنہ سب اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہوتے ہیں نہ ریتیم پر کسی نے توجہ دی تھی اور نہ ہی کوئی میری جانب متوجہ ہوا تھا خاصی دیر تک اپنی جگہ پر بیٹھ رہنے کے بعد میں نے ویٹر کو بلا کر بل طلب کیا اور بل آنے کا انتظار کرنے لگا لیکن اپنے ذہن میں بہت سے منصوبے ترتیب دے رہا تھا اور یہ سوچ رہا تھا کہ یکے بعد دیگرے ان ٹھکانوں کو تلاش کرنا ضروری ہے ویسے مارگو کو جس طرح قتل کر دیا گیا تھا اس پر میں ریتیم کی شخصیت پر حیران رہ گیا تھا۔ ریتیم نے جس قدر جذباتی ہونے کا ثبوت دیا تھا وہ واقعی میرے لیے نئی بات تھی لیکن عورت بہر حال عورت ہوتی ہے اور کبھی کبھی جب کسی عورت کے سلسلے میں اس کے سچے جذبات ابھر آتے ہیں تو پھر اسی قسم کے اقدامات ہوتے ہیں ویسے اس میں کوئی شک نہیں کہ مارگو کے بارے میں معلومات حاصل ہونے کے بعد یہ فرض مجھ پر بھی عائد ہوتا تھا کہ مارگو جیسی بد نما اور مکروہ شخصیتوں سے لڑکیوں کو نجات دلاؤں ویسے یہ فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ یہ لڑکیاں مظلوم ہیں کہ مارگو مظلوم تھا بات اصل میں یہ ہوتی ہے کہ اپنے لیے زندگی گزارنے کے مختلف ذرائع تلاش کیے جاسکتے ہیں جو اپنے آپ کو کھونے پر آمادہ ہوا سے کوئی بھی کھونے سے نہیں بچا سکتا وہ لڑکیاں جو مارگو کے چکر میں آکر اس پیشے کو اپنا بیٹھی تھیں دنیا میں کوئی اور کام بھی تو کر سکتی تھیں اس سلسلے میں تنہا مارگو ہی کو ذمے دار نہیں ٹھہرایا جاسکتا تھا۔ پھر میں نے اپنے ذہن سے یہ تمام خیالات جھٹک دیے تھے کیا احتمالہ سوچوں میں گرفتار ہو گیا ہوں مارگو نے مجھے پانچ ٹھکانے بتائے ہیں ان ٹھکانوں پر مجھے ہینڈون کو تلاش کرنا ہے ہو سکتا ہے اس سلسلے میں مجھے کامیابی حاصل ہو ہی جائے لیکن ہینڈون کو تلاش کر کے جو کچھ کرنا تھا وہ ابھی تک میرے ذہن میں واضح نہیں تھا۔ ریتیم بہر حال اپنے طور پر مصروف عمل تھی اور میں اپنا کام کر رہا تھا البتہ میں نے یہ ضرور محسوس کیا تھا کہ ریتیم کی قربت مجھے سست رفتار کر دیتی ہے ایک مزاج بن چکا تھا تنہا کام کرنے کا ہاں راستے میں اگر ایسے لوگ مل جائیں جو تھوڑا بہت ساتھ دے

دیں تو الگ بات ہے۔ ریتیم سے میں نے یہی کہا تھا کہ اب جب کہ ہمیں تھوڑی سی مدد حاصل ہو گئی ہے تو ہم اپنے طور پر مصروف ہو جائیں تم اپنا کام کرو میں اپنا میرے ان الفاظ پر ریتیم نے چونک کر مجھے دیکھا تھا پھر بولی تھی۔

”تو تمہارا کیا خیال ہے دانش منصور کیا میری قربت تمہیں کسی طور پر الجھن کا شکار کرتی ہے۔“

”دیکھو ریتیم میری بات کا برا نہیں ماننا اب تک تم نے یہی اندازہ لگ گیا ہوگا کہ میں جو کچھ کر رہا ہوں اس میں زیرز کے مشن کے خلاف کچھ بھی نہیں ہے۔“

”آہ تم غلط سمجھے یہاں بھلا اس بات کا کیا تصور ہے کہ میں تمہارے بارے میں کسی ایسے انداز میں سوچوں زیرز کا جس قدر تعلق مجھ سے ہے دانش منصور شاید تم میری بات پر بھروسہ نہ کرو کہ میں اپنے دل میں تمہارے لیے کیا تصور رکھتی ہوں اب میں اپنے آپ کو زیرز کا نمبر ٹوکھتی ہوں نمبروں تم ہو یہ حقیقت ہے کہ اس میں چاہئے تم میری محبت کا دخل سمجھ لو میری عقیدت کا دخل سمجھ لو یا پھر میری کمزور فطرت کا کیونکہ بہر حال میں عورت ہوں میں نے تم سے کبھی عورت پن کا اظہار نہیں کیا لیکن اپنی فطرت یا اپنی حقیقت سے منکر تو نہیں ہو سکتی اس سے زیادہ مجھ سے اپنی زبان سے کچھ اور مت کہلوؤ کیونکہ پھر اس میں میری غرض شامل ہو جائے گی جب کہ میں جانتی ہوں کہ تمہارے دل میں میرے لیے اس قسم کی کوئی گنجائش نہیں ہے سمجھ رہے ہو نا دل کی تمام باتیں ایک بار تم سے کہہ دینا چاہتی تھی آج مجھے اس کا موقع مل گیا ہے تو کہہ رہی ہوں میں تمہیں بہت زیادہ چاہتی ہوں لیکن چاہت کے بھی مختلف مراحل ہوتے ہیں۔ ہم کچھ چیزوں کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں لیکن ہمارے دل میں یہ خیال نہیں آتا کہ ہم انہیں اٹھا کر اپنے وجود میں ٹانگ لیں آسمان پر ستارے نظر آتے ہیں چاند ہوتا ہے بچپن سے ہی ہمیں یہ احساس دلایا گیا ہے کہ چاند اور ستارے بہت خوبصورت ہیں ہمارے ذہن میں ان کی خوبصورتی کا تصور قائم ہے لیکن ہم جانتے ہیں وہ ہمارے حصول سے باہر کی چیزیں ہیں ان میں حسرت کا کوئی عنصر نہیں ہوتا بلکہ ہم جانتے ہیں کہ وہ اپنی جگہ ہی بھلے لگتے ہیں اگر تم میری نگاہوں میں چاند یا ستارے ہو تو میں جانتی ہوں تمہارے دل میں ایک عورت پہلے سے موجود ہے اور تم اس عورت کی قربتوں میں اس قدر کھو چکے ہو کہ اب تمہارے دل میں مزید ان کے لیے گنجائش نہیں ہے جیسے کہکشاں میں ستارے اپنی جگہ ٹٹکے ہوتے ہیں اور کوئی بھی

انہیں وہاں بسنے کے لیے لایا گیا ہے آپ میں نہیں ملتا اس طرح میں بھی تمہارے بارے میں سوچتی ہوں میں اپنے الفاظ کے اظہار کے سلسلے میں زیادہ وقت لے گئی ہوں مختصر کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اب زیرز کے نمبروں تم ہو اور میں تم سے بالکل خلوص سے کہہ رہی ہوں کہ مجھے ہدایات دیا کرو ایک وقت ایسا آنے والا ہے جب زیرز کے سامنے میں اس بات کا اظہار کروں گی کہ اگر وہ مجھے اپنا روحانی پیشوا سمجھتے ہیں تو میرے روحانی پیشوا تم ہو۔ میں ہنسنے لگا میں نے کہا۔

”تم واقعی کچھ زیادہ ہی آگے بڑھ گئی ہو میں تو ایک حقیر سا انسان ہوں مٹی کی تخلیق ایک بے حقیقت شے اور ایک ایسی شخصیت جو ساری دنیا سے اپنا لوہا منوانے کے چکر میں گردش میں رہتی ہے لیکن اسے یہ نہیں پتا کہ یہ لوہا کہاں تخلیق ہوا ہے جو اپنے ماں باپ تک سے ناواقف ہے جو اپنے ہر عزیز کو کھو بیٹھا ہے جسے وہ چاہتا ہے انسان کی بلندی اور پستی کا ایک ایسا مظہر ہوں میں جسے دیکھنے کے بعد انسان داستان عبرت کو اچھی طرح سمجھ جاتا ہے وہ پوری طرح یہ جان سکتا ہے کہ بے بسی کیا چیز ہوتی ہے اور طاقت کے زعم میں جنت بنا لینے والے اس جنت کے دروازے سے کسی طرح اندر داخل نہیں ہو سکتے۔“ وہ بہت زیادہ متاثر ہو گئی تھی اس نے کہا۔

”آہ کاش میرے پاس کوئی ایسا ذریعہ ہوتا کہ میں تمہارے دل سے دکھ کا یہ آخری احساس بھی نکال سکتی۔“

”بہر حال ہمیں جذباتی نہیں ہونا چاہئے۔“

”ہاں ٹھیک ہے ہم ایک مشن پر کام کر رہے ہیں اور اس میں اس حد تک آگے بڑھ گئے ہیں کہ اگر اس مشن کو اپنے آپ سے دور بھی کرنا چاہیں تو یہ ہمارے لیے ممکن نہیں ہے میں غلط تو نہیں کہہ رہی۔“

”نہیں بالکل نہیں تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔“

”تو تم اب یہ چاہتے ہو کہ میں تم سے الگ رہوں۔“

”الگ رہنے سے مراد یہ ہے کہ جب بھی ہمیں ایک دوسرے کی ضرورت ہو کم از کم اس مشن کے اختتام تک تو ہم وہی کریں گے جو ہمارے لیے سوزوں ہو۔“

”بالکل ٹھیک ہے اب یہ پانچ ٹھکانے جو تمہارے علم میں آئے ہیں ان میں سے پہلے

ٹھکانے کا انتخاب کرو اور اس پر عمل کرو۔“

”ٹھیک ہے لیکن تم اپنے طور پر کام کرتی رہو۔“

”میں ایک کام کر رہی ہوں۔“

”کیا؟“

”زیرز کو میں یہاں منظم کر رہی ہوں میں چاہتی ہوں کہ بہت سے افراد یہاں جمع ہو جائیں اصل میں بات وہی آ جاتی ہے کہ بعض اوقات کسی مشن کی تکمیل کے لیے ہمارے پاس افرادی قوت کی کمی ہوتی ہے اور ہمیں مقامی لوگوں کا سہارا حاصل کرنا پڑتا ہے۔ میں چاہتی ہوں ہمارے ارد گرد اتنے افراد پھیل جائیں کہ ہم اگر کسی جگہ بذات خود کوئی کارروائی کرنا چاہیں تو ہمارے پاس پورا ایک گروپ ہو۔“

”ہاں یہ تصور برا نہیں ہے اور میرے خیال میں تمہیں ایسا کر لینا چاہئے۔“

”تو پھر رخصت جب چاہو مجھے مخاطب کر لینا میں اپنی تمام تر فوریات کے ساتھ تمہارے پاس ہوں گی اور واقعی میں اس بات کو بے انتہاء عجیب سمجھ رہی ہوں کہ جو کام میرا ہے یعنی جو میں نے اپنے سپرد لیا ہے تم اس کی تکمیل کر رہے ہو۔“ مجھے ایک بار پھر ہنسی آ گئی اور میں نے آہستہ سے کہا۔

”حالانکہ ابھی چند لمحات قبل تم مجھے زیرز کا نمبرون کہہ رہی تھیں۔“

”بس میں جو کچھ کہہ رہی ہوں اس پر غور نہ کرو۔“ وہ نڈھال لہجے میں بولی اور میں نے اس کی جانب سے رخ تبدیل کر لیا اور اس کے بعد پھر میں نے ریتیم سے عارضی طور پر چھٹکارا حاصل کر لیا مجھے اب اسکا رٹو کے اس خوبصورت شہر میں اپنے لیے مختلف ٹھکانے درکار تھے تاکہ میں اپنے طور پر اجتماعی سے کام کر سکوں اور اس کے لیے بہر حال میں نے کام شروع کر دیا میرا تجربہ اتنا وسیع تھا کہ مجھے اب ایسے کاموں میں کوئی وقت نہیں ہوتی تھی بہت کادشوں کے بعد آخر کار میں نے ایک فیصلہ کیا اور جس جگہ مجھے ہینڈون کے سلسلے میں پہل کرنا تھی وہ ایک نائٹ کلب تھا اور اس نائٹ کلب کا مالک ٹائی بورٹ تھا۔ ٹائی بورٹ کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنے کا میرے پاس کوئی ذریعہ نہیں تھا سوائے اس کے کہ میں اس نائٹ کلب کی ممبر شپ اختیار کروں چنانچہ اپنے آسان ذرائع سے کام لیتے ہوئے میں نے سب سے پہلے نائٹ کلب کی ممبر شپ حاصل کی جو نہایت آسان کام تھا۔ نائٹ کلب

کے بارے میں مکمل طور پر اندازہ لگانے میں مجھے دو دن سے زیادہ نہیں لگے اور وہ ویٹر جو میرا دوست بن گیا تھا بس ذرا بات تو نہ تھا میں نے اس سے اس کلب کی تعریف کی تو وہ کہنے لگا۔
 ”یہ حقیقت ہے جناب کہ صاحب ذوق افراد ہی کسی بھی جگہ کی حقیقت کو سمجھ سکتے ہیں۔ اصل میں مسٹر ٹائی بورٹ کا کہنا ہے کہ کلب کے معزز ممبروں کو ہر وہ سہولت فراہم کر دو جس کے وہ خواہش مند ہوں اور جناب انسان کی ضرورتیں ہی کیا ہیں اپنے معمولات سے تھکی ہوئی ہر شخصیت اپنے لیے دو چیزوں میں سکون تلاش کرتی ہے آپ ان دو چیزوں کا مطلب سمجھتے ہوں گے نا چھلکتے ہوئے پیانے اور پیانوں کی طرح چھلکتی ہوئی آنکھیں اور جو آنکھیں پیانوں کی طرح چھلکتی ہوں یا جو پیانے ناپختہ ہوئے رنگوں سے لبریز ہوں وہ اپنے وجود میں کیا کچھ رکھتے ہیں بس الفاظ اس کی تشریح نہیں کرتے۔“ میں نے حیران نگاہوں سے اس ویٹر کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”تم تو مجھے پوئیٹ معلوم ہوتے ہو۔“

”سر میں پوئیٹ ہوں میری کتابیں چھپتی ہیں لیکن میں اس ہوٹل میں ویٹر کا کام بھی کرتا ہوں کیوں یہ آپ کو نہیں بتا سکوں گا۔“ میں واقعی حیران ہو گیا تھا ویٹر کی شخصیت میں ایسی بات نظر آتی تھی جس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہ واقعی ہی کچھ ہے اور پھر اس کے الفاظ بڑے دلکش تھے جو تشریح اس نے کی تھی میں خلوص دل سے اسے تسلیم کرتا تھا عورت اور شراب اس نے موجودہ وقت کی عکاسی کی تھی حالانکہ نکتہ نظر کتنی ہی تبدیلیاں رکھتے ہوں پاکیزگی سے سوچا جائے تو شراب ایک غلیظ اور حرام شے اور عورت ایک قابل احترام باعث تقدس اور محترم شخصیت کی حامل لیکن ہر چیز میں جب غلاظت شامل ہو جائے تو اس کے ناموں کو تبدیل کرنا مشکل نہیں ہوتا تاہم اس ویٹر کی باتوں سے میں نے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ یہ شخص اپنے آپ کو بہت زیادہ ذہین ظاہر کرنے کے لیے کوششوں میں مصروف ہے اور ایسے شخص بعض اوقات آسانی سے پھنس بھی جاتے ہیں اور میں نے اسے پھانس ہی لیا میں نے کہا۔

”جس شخص نے بھی یہ کلب بنایا ہے وہ صاحب ذوق تمہاری طرح پوئیٹ ہے۔“

جواب میں وہ ہنس پڑا پھر بولا۔

”ہاں وہ پوئیٹ ہے لیکن وہ آگ کی زبان میں شاعری کرتا ہے۔“

”کون سی زبان میں؟“

”آگ آگ جسے تم کچھ بھی کہہ سکتے ہو۔“
 ”میں سمجھا نہیں۔“

”مسٹر ٹائی بورٹ کے بارے میں کوئی ایسا لفظ استعمال کرنا اپنے لیے مشکلات خریدنے کا باعث بنتا ہے جو اس کی شان کے خلاف ہو میں جو کچھ کہہ چکا ہوں اس سے زیادہ نہیں کہہ سکتا اصل میں بات یہ ہے کہ کچھ لوگ اپنا نظریہ الگ رکھتے ہیں اور اس سلسلے میں بھی بہت سی منازل ہوتی ہیں جناب مثلاً کوئی عورت اور شراب سے گزر گیا تو پھر دولت اس کی محبوبہ بن جاتی ہے اور دولت کے حصول کے لیے وہ دنیا کی ہر شے کو نظر انداز کر دیتا ہے مسٹر ٹائی بورٹ ایسے ہی آدمیوں میں سے ایک ہیں۔“

”اچھا تو تمہارا مطلب ہے کہ وہ ایک انتہائی خطرناک آدمی ہیں۔“

”آپ انہیں خطرناک کہہ سکتے ہیں لیکن صرف اس شکل میں کہ وہ..... میں کیا بکواس کر رہا ہوں۔“ وہ اچانک ہی رک گیا اور میں ہنس پڑا۔

”اس کا مطلب ہے کہ تمہیں اپنے آپ پر بھی شک ہے اور میری دوستی پر بھی۔“ میں نے کہا۔

”نہیں جناب آپ ایک اچھے انسان معلوم ہوتے ہیں بہر حال کسی کے بارے میں بہت زیادہ گفتگو کرنا بھی مناسب نہیں ہے۔“

”تم نے میرے دل میں اشتیاق پیدا کر دیا ہے کہ کیا مسٹر ٹائی بورٹ یہاں موجود ہیں۔“

”نہیں وہ کلب میں تو بہت کم آتے ہیں البتہ آپ اگر ان سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں تو پارک ونگ میں کوٹھی نمبر سولہ میں چلے جائے وہ وہاں آپ کو موجود ملیں گے عام طور سے اپنی کوٹھی ہی میں پائے جاتے ہیں خصوصاً رات کے وقت۔“

”خیر مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے میں نے تو تم سے ایسے ہی پوچھ لیا تھا۔“

”میں جانتا ہوں انسان اپنے طور پر کسی کو اتنا زیادہ وقت نہیں دے سکتا۔“ لیکن میرا

مسئلہ بالکل مختلف تھا پارک ونگ کی کوٹھی نمبر سولہ میں داخل ہونا میرے لیے بہت زیادہ مشکل

بات ثابت نہیں ہوئی چھوٹی سی کوٹھی تھی اور اسے ایک خاص انداز میں تعمیر کیا گیا تھا۔ اب یہ پتا

نہیں اس کوٹھی میں کتنے افراد تھے لیکن اس میں داخل ہونے میں مجھے بہت زیادہ مشکل کا سامنا

نہیں کرنا پڑا جگہ جگہ رنگین روشنیاں نظر آرہی تھیں غالباً مسٹرٹائی بورٹ کو رنگین روشنیوں کا بہت شوق تھا مختلف جگہ رنگوں کے شیڈ لگے ہوئے تھے اور کچھ افراد چلتے پھرتے بھی نظر آرہے تھے چونکہ ابھی زیادہ وقت نہیں ہوا تھا میں نے سوچا مجھے پوشیدہ ہونے کے لیے ایسی جگہ تلاش کرنی چاہئے جہاں موقع ملنے کے بعد میں مسٹرٹائی بورٹ سے ملاقات کر سکوں اور اس کے لیے آخر کار میں نے ایک جگہ منتخب کر لی بعض اوقات کسی سلسلے کی منظر کشی بلاوجہ کی طوالت محسوس ہوتی ہے چنانچہ میں نے اپنی اس تلاش کے بارے میں کوئی منظر کشی نہیں کی ہے لیکن جو جگہ میں نے اپنے لیے منتخب کی تھی وہ ایک خوبصورت بیدروم تھا جس میں اتنی عالی شان مسبری پڑی ہوئی تھی کہ اسے دیکھ کر یہ احساس ہوتا تھا کہ اس مسبری پر آرام کرنے والا بڑا ہی خوش نصیب انسان ہے اس کے علاوہ ایسے ماسٹر بیڈ بہت کم دیکھے تھے اس میں ایک بہت ہی خوبصورت الماری لگی ہوئی تھی اور پھر جب رات اچھی خاصی گزر گئی تو دروازہ کھلا اور آنے والی شخصیت کو دیکھا جو ایک خوبصورت سلک کے گاؤن میں ملبوس اندر آئی تھی گاؤن اتار کر اس نے اسٹینڈ پر ٹانگ دیا تھا اور اس کے بعد رات کے لباس میں ملبوس ایک آرام کرسی پر دروازہ ہو کر اس نے ایک رسالہ اٹھالیا تھا۔ اس کے عقب میں ٹیبل لیپ روشن تھا اور خوش قسمتی سے میں جس جگہ موجود تھا وہاں سے میں اس کے چہرے کو بغور دیکھ سکتا تھا۔ اس کے بال بالکل سفید تھے لیکن چہرہ سرخ بدن اچھا خاصا جائدار تھا میں جانتا تھا اور مجھے اچھی طرح اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ ورزش کرنے کا شوقین اور خاصا چست و چالاک آدمی معلوم ہوتا ہے اس دوران البتہ میں نے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ یہاں پستول وغیرہ کہاں موجود ہو سکتا ہے چنانچہ مسبری کے نیچے کے نیچے جو ریوالور رکھا ہوا تھا اس کا جیمبر میں نے خالی کر کے کارتوس اپنے قبضے میں لے لیے تھے بہر حال یہ کوئی ایسی قابل ذکر بات نہیں تھی اس قسم کے احتیاطی اقدامات کرنا ہوتے ہیں تاکہ مشکلات سے بچا جاسکے بہر حال یہ مسٹر بورٹ ہی تھا میں یہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ مسٹر بورٹ کے رات کے مشاغل کیا ہوتے ہیں عموماً ایسے لوگ عیاش طبع ہوتے ہیں اور ان کی تنہائیاں ذرا حیرت انگیز ہوتی ہیں یا پھر یہ ہو سکتا ہے کہ مسٹر بورٹ اس قسم کے اقدامات کے عادی نہ ہوں اور اپنے طور پر سیرچشم انسان ہوں جب کہ بذات خود وہ ایک ٹائٹ کلب کے مالک تھے۔ بہر حال میں مسٹر بورٹ کو دیکھتا رہا۔ جلد بازی کسی طور پر مناسب نہیں تھی۔ مسٹر بورٹ غالباً یہ رسالہ پکڑ کر یا تو کسی کا انتظار کر رہے تھے یا پھر سونے سے پہلے وہ کچھ نہ

کچھ پڑھنے کے عادی تھے اور پھر میرا اندازہ غلط نہیں نکلا بعض اوقات اندازے بالکل درست ہوا کرتے ہیں دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی اور مسٹر بورٹ نے بھاری آواز میں کہا۔

”آج او میں نے دروازہ بند نہیں کیا ہے۔“ دروازہ کھول کر جو شخصیت اندر داخل ہوئی تھی اسے دیکھ کر یہ اچھی طرح اندازہ ہو جاتا تھا کہ مسٹر بورٹ صاحب ذوق بھی ہیں اور ان کے پاس آنے والی شخصیت ایسی ہی ہونی چاہیے تھی اندر داخل ہو کر اس نے کہا۔

”ہیلو۔“ مسٹر بورٹ نے نگاہیں اٹھا کر اسے اوپر سے نیچے تک دیکھا اس وقت ایک مرد کی نگاہ ایک عورت کے وجود میں اپنے لیے دلکشی تلاش کر رہی تھی اور غالباً شخصیت قابل اطمینان تھی بورٹ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہیلو کیا نام ہے؟“

”رم۔“ اس نے جواب دیا۔

”کیا؟“

”رم RIM۔“ لڑکی ہنس کر بولی اور مسٹر بورٹ بھی ہنسنے لگے پھر وہ بولے۔

”دروازہ بند کر دو تمہارے بعد بھلا کسی کے آنے کی کیا گنجائش ہے۔“

”تھینک یو سر۔“ لڑکی واپسی کے لیے مڑی اور دروازہ اندر سے بند کر دیا پھر وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی مسٹر بورٹ کے پاس پہنچ گئی۔

”آپ کے سامنے کی میز خالی ہے جناب۔“

”ہاں جو کچھ اس میز پر آنے والا ہے وہ تمہارے ہی ان خوبصورت ہاتھوں سے آئے گا اور میں تمہارا منتظر تھا۔“ مسٹر بورٹ نے کہا اور لڑکی ادھر ادھر دیکھنے لگی تب مسٹر بورٹ نے اپنا داہنا ہاتھ سیدھا کیا اور جس کرسی پر وہ بیٹھے ہوئے تھے اس کے قریب لگی ہوئی ایک سوئچ کٹ کاٹن دبا دیا مسٹر بورٹ کے عین سامنے والی دیوار میں لگی ہوئی ایک تصویر اپنی جگہ سے کھسکی اور دروازے کی مانند کھل گئی اندر شراب خانہ نظر آرہا تھا اور اس کے بعد ایک چھوٹی سی خوبصورت ٹرائی جو غالباً ریسمون کنٹرول تھی اپنی جگہ سے آگے بڑھی اور لڑکی دلچسپ نگاہوں سے اس خود کار ٹرائی کو دیکھتی رہی جس پر بہت سی چیزیں بچی ہوئی تھیں نمکیات، پیانے اور کئی بوتلیں، سائیفن، نیک پن یہ تمام چیزیں اس پر موجود تھیں اور ٹرائی کسی انسانی ہاتھوں کے عمل کی مانند اپنا سفر طے کرتی ہوئی یہاں تک آرہی تھی کچھ لمحوں کے بعد وہ مسٹر بورٹ کے پاس پہنچ گئی

اور لڑکی کے ہونٹوں پر ایک دل آویز مسکراہٹ پھیل گئی۔

”بہت خوبصورت عجیب اور حیرت انگیز۔“

”لیکن تمہارے حسن جہاں سوز کے سامنے بالکل بے اثر۔“

”کیوں؟“

”اس وقت تک اس میں دلکشی پیدا نہیں ہونے پائے گی جب تک تمہارے حسین ہاتھ

ان چیزوں کو نہ چھولیں۔“

”ایک بات کہوں مسٹرٹائی بورٹ۔“

”اس طرح کھڑے ہو کر بات کرتے ہیں۔“ مسٹر بورٹ نے شکایتی انداز میں کہا

حالانکہ عمر رسیدہ انسان تھا لیکن لفظوں کا کھلاڑی لڑکی نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا تو وہ

بولی۔

”اب تک میں تمہارے حسین وجود کی دلکشی سے محروم ہوں اصل میں میں تمہیں بیٹھنے کا

حکم بھی دے سکتا تھا لیکن یہ بتاؤ کیا حکم دے کر حسین شے کو حاصل کرنا اس کی دلکشی قائم رہنے

دیتا ہے۔“

”اصل میں جناب بہت بڑی شخصیتوں کے سامنے انسان کو محتاط بھی رہنا پڑتا ہے۔

کاش مجھے یہ اجازت حاصل ہو جائے کہ میں اپنی پسند سے آپ سے ہر گفتگو کر سکوں۔“

”چلو اگر اجازت ہی کی خواہش مند ہو تو یہ اجازت ہے۔“ تو اس کے بعد لڑکی بڑے

آرام سے اس کرسی پر ہی اپنے لیے جگہ بنا کر بیٹھ گئی جس پر اس کے لیے مسٹر بورٹ کی آغوش

کے سوا اور کوئی جگہ نہیں تھی اور پھر وہ شراب بنائے لگی میری آنکھیں ان دونوں کا جائزہ لے رہی

تھیں اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ یہ تو برا ہوا اندازہ یہ ہو رہا تھا کہ لڑکی صبح ہونے سے پہلے یہاں

سے دفع نہیں ہوگی کیا اس کی موجودگی میں مجھے مسٹرٹائی بورٹ سے وہ معلومات حاصل کرنے

میں کامیابی حاصل ہو سکتی ہے جس کے لیے میں نے یہ تکلیف اٹھائی ہے اور یہاں اپنے لیے

جگہ بنائی تھی اس کے سوا اور کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ مسٹرٹائی بورٹ کے ساتھ یہ لڑکی بھی آج کی

رات عذاب کا شکار ہونے کے لیے یہاں تک آئی ہے۔ میں جانتا تھا مجھے کیا کرنا ہے اور اس

کے بعد صورت حال کیا ہوگی بہر حال پھر بھی میں ان لوگوں کو اتنا موقع دینا چاہتا تھا کہ وہ

زندگی کے آخری لمحات سے اس حد تک لطف اندوز ہو لیں جس حد تک میں انہیں برداشت کر

سکتا ہوں یا جس حد تک میرے لیے یہاں ہونا ممکن ہے مسٹرٹائی بورٹ اپنے آپ کو شراب میں غرق کرنے لگے لڑکی کی دلکش ادائیں جاری تھیں لیکن اب مجھے بوریت ہونے لگی تھی میں نے سوچا کہ اب مجھے نمودار ہو جانا چاہئے ویسے بھی باہر پھیلا سنا اس بات کی غمازی کرتا تھا کہ مسٹرٹائی بورٹ کے وہ ملازم ساتھی یا غنڈے یا تو اب یہاں موجود نہیں ہیں یا اگر ہیں بھی تو اپنی اپنی آرام گاہوں میں جا چکے ہیں پھر میں نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور آہستہ آہستہ آگے بڑھتا ہوا مسٹرٹائی بورٹ کے سامنے جا کھڑا ہوا دونوں نے بیک وقت مجھے دیکھا تھا لڑکی کے حلق سے ایک عجیب سی آواز نکل گئی تھی اور مسٹرٹائی بورٹ کا منہ حیرت سے کھلا کا کھلا رہ گیا۔



اس کے بعد کے حالات جاننے کے لئے

نامور سیریز کا شاہکار

”بادشاہ گز“ پڑھیں

پھر کے سیاہی

ایم اے راحت



پتھر کے سیاہی

ایم اے راحت



مقبول اکیڈمی سیکرٹری و ڈپٹی چوک اردو بازار لاہور

”شکر یہ میں جانتا تھا اور میں نے بڑا سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کیا ہے۔ بات کسی اتنے ہی قابل اعتماد شخص کی تھی۔ جسے میں یہ ذمہ داری سونپ سکوں جابری کو میں نے بڑے اعتماد کے ساتھ یہاں بلایا تھا لیکن بعد میں مجھے احساس ہوا کہ وہ ہر حالت میں ایک جرائم پیشہ انسان ہے۔ اصل میں مجھے یہ شبہ تھا کہ لڑکی کافی خطرناک ہے اور کسی عام آدمی کے بس کی بات نہیں ہے کہ وہ اس کی نگرانی کر سکے۔ میں تمہیں ایک بات اور بتانا چاہتا ہوں یقیناً تم یہ معلوم کرنا چاہو گے کہ وہ لڑکی آخر ہے کیا تو اس کے لئے بس اتنا سمجھ لو کہ وہ ایک مشترکہ راز ہے اور اس راز کو راز رکھنا اتنا ضروری ہے کہ اسی میں ہماری زندگی پوشیدہ ہے یہ راز کھلے گا لیکن اپنے مخصوص وقت پر تم یقیناً اس کے بارے میں تجسس کا شکار ہو گے اور اس کی قربت پانے کے بعد ہو سکتا ہے تم پر بہت سے انکشافات ہوں میرے بیٹے میں چاہتا ہوں کہ تم اس سے متعلق ہر راز اپنے سینے میں رکھو یا زیادہ سے زیادہ مجھ تک منتقل کر دو میں اس کے بارے میں جاننے کا خواہشمند ہوں۔ تم یقین کرو ہم لوگوں کے لئے وہ بڑی قیمتی حیثیت کی مالک ہے اور ہم چار افراد اس کے لئے زندگی اور موت کی بازی لگا چکے ہیں وہ سرکش تند خو اور خطرناک ہے کسی بھی وقت اس سے کسی بھی عمل کی توقع کی جاسکتی ہے جابری کو اسی لئے میں نے اس پر سختی رکھنے کے لئے کہا تھا لیکن جابری کچھ اور ہی سمجھ بیٹھا بہر حال تم یوں سمجھ لو کہ تم اس راز کے امانت دار ہو وقت آنے پر تمہیں اس کے بارے میں سب کچھ بتا دوں گا لیکن ابھی یہ میرے لئے مشکل ہوگا کیونکہ اس طرح میں ایک ایسی بد عہدی کا مرتکب ہوں گا جو دوستی کے خلاف تو ہوگی ہی لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میرے دوست میری دشمنی پر آمادہ ہو جائیں بولو کیا تم مجھ سے تعاون

کرو گے؟“

”امیر حماد مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ لڑکی ایک سربست راز ہے لیکن پھر بھی میں اس وقت کا انتظار کروں گا جب آپ خود یہ راز مجھے بتائیں۔“

”ہاں میں تم سے اس کا وعدہ کر چکا ہوں۔“

”ہاں بالکل ٹھیک ہے لیکن مجھے اس کے بارے میں کچھ ہدایات تو ضرور دے دی جائیں۔ مثلاً اس کا لباس اس قدر بوسیدہ کیوں رہتا ہے۔ مثلاً اس کا حلیہ اتنا خراب کیوں رہتا ہے اگر وہ نیم وحشی اور دیوانی بھی ہے تب بھی اس کے لئے بد و بست تو کیا جاسکتا تھا۔“

”نہیں کیا جاسکتا ابتدا میں کوشش کی تھی ہم نے لیکن اس نے تین افراد کو زخمی کر دیا جن میں ایک وہ عورت بھی تھی جو اسے غسل کرا کے سنوارنا چاہتی تھی۔“

”اوہ۔۔ اوہ وہ خود۔“

”وہ خود ہی تو ہم لوگوں کے لئے ایک معرہ بنی ہوئی ہے۔“

”کیا وہ انسانی زبان نہیں سمجھتی۔“

”اندازہ یہی ہے لیکن۔“ امیر حماد خاموش ہو گیا کچھ لمحوں کے بعد اس نے کہا۔ ”وہ

ایک معرہ ہے تم کو رشتیا کے بارے میں جانتے ہو۔“

”نہیں۔“ میں نے کہا۔

”کائنات کا ایک پراسرار خطہ ہے اس میں ایک علاقہ کورنیاں ہے وہ کورنیاں ہیں لیکن میں تمہیں اس کے بارے میں تفصیل بعد میں بتاؤں گا ہاں اگر تم نے خود کچھ معلومات حاصل کر لیں تو مجھے اعتراض نہ ہوگا بلکہ کوشش کرنا کہ کسی طرح اس کی اصلیت معلوم کر سکو۔“ اور اگر معلوم کر سکو تو مجھے بھی اس کے بارے میں ضرور بتا دینا۔“

میں گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ میرا کام کچھ اور نہیں تھا سوائے اس کے کہ مجھے اس لڑکی کی نگرانی کرنی ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے میں گھوڑوں کی نگرانی کر رہا تھا بہر حال میں نے اس قربت کو غنیمت جانا اب اپنی کاوشوں سے لڑکی کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کروں گا کم از کم اس کے قریب جانا تو نصیب ہو سکا اور میں نے اس پر قناعت کر لی تھی امیر حماد نے کہا۔

”تم اپنی ضرورت کے مطابق میرے اعتماد کے آدمیوں کو اپنے ساتھ رکھ سکتے ہو جاہری

اپنی پوری ٹیم کے ساتھ چلا گیا ہے ویسے اس نے میرے ساتھ جو بد تمیزی کی تھی میں اگر چاہوں تو اس کی بقیہ زندگی جیل میں گزار سکتا ہوں لیکن بس میرا ٹاپ ایسا نہیں ہے اس لئے میں نے بھی چشم پوشی اختیار کر لی ہے ہاں اگر اس نے کوئی اور حرکت کرنے کی کوشش کی تو تم اطمینان رکھو میرے وسائل اتنے محدود نہیں ہیں وہ خود بھی جلد بازی کر گیا ہے اور غصے کے عالم میں کر گیا ہے لیکن اب شاید اسے احساس ہو کہ اس نے کیا کیا ہے بہر حال یہ اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہے میں اسے دیکھ لوں گا۔“

”اب تو میرے وہاں جانے پر کوئی پابندی نہیں ہوگی۔“

”کہاں؟“

”جہاں لڑکی رہتی ہے۔“

”نہیں بالکل نہیں میں متعلقہ افراد کو اس بارے میں بتا بھی دوں گا کیا تم نے خلوص

دل سے یہ ذمہ داری قبول کر لی ہے میں جانتا ہوں کہ تم بے پناہ صلاحیتوں کے مالک ہو اور

میرے اس مسئلے کو سمجھ کر تم خوشی کے ساتھ یہ کام سرانجام دو گے۔“

”میں آپ کا احسان مند ہوں امیر آپ اطمینان رکھیے گا۔“

میں اپنا فرض خوش اسلوبی سے پورا کروں گا۔“

امیر حماد کے جانے کے بعد میں اس کی کہی ہوئی باتوں پر غور کرنے لگا لیکن بہر حال یہ

کام میرے لئے بڑی اہمیت کا حامل تھا اور اب شاید میں اپنے اس تجسس کو رفع کر سکوں جو لڑکی

کے بارے میں میرے ذہن میں تھا پھر میں کورینیاں اور کورنیاں کے بارے میں سوچنے لگا کبھی

اتفاق نہیں ہوا تھا ان علاقوں کے بارے میں سننے کا لیکن وسیع و عریض کائنات میں نہ جانے

ابھی کس کون سے ایسے راز پوشیدہ ہیں جو انسان کے علم سے بہت دور ہیں میری خواہش پر جن

چار آدمیوں کو میرے سپرد کیا گیا تھا ان میں حاتم بھی تھا بہر حال وہ میرے لئے انتہائی پسندیدہ

شخصیت تھی لڑکی کا چارج لینے سے پہلے میں نے حاتم سے اس بارے میں گفتگو کی تھی۔

”حاتم میں نے تم سے اس لڑکی کے بارے میں پوچھا تھا۔“

”جی عالی طرح۔“

”شاید تمہیں بعد کے حالات معلوم نہ ہوں امیر حماد نے اب اس لڑکی کی ذمہ داری

میرے سپرد کی ہے۔“

”مجھے علم ہے عالی طرب۔“

”ارے تمہیں علم ہے۔“ میں نے تعجب سے کہا اور حاتم مسکرا کر بولا۔

”عالی طرب میں بھی اسی عمارت میں رہتا ہوں اور چونکہ میرا تعلق آپ سے ہے اس لئے آپ کی ہر بات پر نگاہ بھی رکھتا ہوں جاہری کے بارے میں مجھے معلومات حاصل ہیں عالی طرب آپ نے تو یہاں اپنا الگ ہی مقام بنا لیا ہے ورنہ جاہری جیسے شخص کی پٹائی کرنا آسان کام نہیں تھا۔“

”خیر وہ سب گزرنے والی باتیں ہیں سو گزر گئیں اب ہمیں اس لڑکی کی دیکھ بھال کرنی ہے تمہیں بھی میرا ساتھ دینا ہوگا۔“

”عالی طرب میرے لئے جو حکم کریں گے میں اس کی بجا آوری کروں گا۔“ دوسرے دن منصوبے کے مطابق میں اپنے ساتھیوں کو لے کر اس طرف چل پڑا امیر حماد نے ان لوگوں کو میرے بارے میں بتا دیا تھا جنہیں عارضی طور پر اس نے لڑکی کا نگران مقرر کیا تھا میں نے ان سے اس کے بارے میں پوچھا تو ان میں سے ایک نے کہا۔

”وہ اس وقت سے واپس آنے کے بعد پرسکون ہے اور ایک گوشے میں بیٹھی ہوئی ہے۔“

”اسے کھانے پینے کو دیا۔“

”جی اس نے کھالیا۔“

”بس ٹھیک ہے اب آپ لوگ آرام کریں اب میں اسے اپنی ذمہ داری کے طور پر قبول کر رہا ہوں۔“ اندر داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے تمام دروازے میں نے احتیاط سے بند کر دیئے کہ اگر لڑکی فرار ہونے کی کوشش کرے تو کامیاب نہ ہو سکے حالانکہ اب تک مجھے اندازہ نہیں تھا کہ وہ کون سے راستے سے فرار ہوتی ہے یا فرار ہونے کے بعد وہ کیا چاہتی ہے اگر اس کی دماغی کیفیت واقعی درست ہوتی تو اس عمارت سے نکل کر وہ سیدھی گیٹ کا رخ کرتی لیکن ایسی کوئی بات میرے علم میں نہیں آئی تھی کہ اس نے کبھی اس عمارت سے ہی فرار ہونے کی کوشش کی ہو وہ احاطہ بھی پار کر سکتی تھی کیونکہ میں اس کی جسمانی صلاحیت بھی دیکھ چکا تھا خاص طور سے اس وقت گودام میں جب جاہری اسے مار رہا تھا اور لڑکی بندر کی طرح اچھل اچھل کر اس کے وار بچا رہی تھی اس نے ایک بار بھی جاہری کا ہنر نہیں کھایا تھا اس لڑکی کا

احاطے کی دیوار کو دوسری طرف نکل جانا مشکل کام نہیں تھا لیکن بہر حال جس قدر احتیاطی تدابیر میں کر سکتا تھا وہی کر رہا تھا میں نے اپنے چاروں ساتھیوں کے ساتھ فاصلہ طے کیا اور پھر اس کمرے تک پہنچ گیا جہاں لڑکی موجود تھی وہ اس وقت بھی دیوار سے پشت لگائے ٹانگیں پھیلائے بیٹھی۔ سامنے والی دیوار کو دیکھ رہی تھی جب میں نے کمرے کا دروازہ کھولا تو اس نے میری جانب رخ بھی نہیں کیا تھا بلکہ اسی طرح خاموش بیٹھی دیوار کو دیکھتی رہی اداکاری نہیں ہو سکتی تھی دنیا سے بے خبر شخص اسی طرح سے وقت گزار سکتا تھا۔ بہر حال میں اس کا جائزہ لیتا رہا پھر میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

”اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ لڑکی کی وجہ سے یہاں بے ترتیبی پھیلی ہوئی ہے لیکن تم لوگ اس پوری عمارت کی صفائی کر ڈالو جس کمرے میں جو غلاظت بکھری ہوئی ہے اسے صاف کر کے باہر پھینکو اور اس کی نگرانی کے لئے میں موجود ہوں۔“

”ٹھیک ہے۔“ میرے ساتھیوں نے کہا اور اس کے بعد وہ کاموں میں مصروف ہو گئے تب میں نے حاتم سے کہا۔

”حاتم اس کے لئے لباس کا بندوبست کر دے جانے ہو اس کا طریقہ کیا ہو سکتا ہے۔“

”میں آسانی سے کر سکتا ہوں عالی طرب حکم دیجئے کیسا لباس لے کر آؤں۔“

”بس وہ لباس جو یہاں پر موجود خواتین پہنتی ہیں۔“

”ٹھیک ہے عالی طرب لیکن ایک سوال اور میرے ذہن میں پیدا ہوا ہے۔“

”کیا؟“

”عالی طرب اس لڑکی کو لباس پہنائے گا کون؟“

”ارے ہاں واقعی حاتم تم نے بڑی صحیح نشاندہی کی ہے لیکن اس کے لئے ایسا کرو کہ اندر ہی سے ایک خادمہ حاصل کر لو۔“

”یہی میرا بھی خیال ہے عالی طرب۔“ حاتم چلا گیا چونکہ امیر حماد نے ہر شخص کو میرے بارے میں بتا دیا تھا کہ اب لڑکی کی ذمہ داری میں نے سنبھال لی ہے اس لئے حاتم کو بھی دقت نہیں ہوئی ہوگی جب وہ سب چلے گئے تو میں نے لڑکی کا جائزہ لیا وہ بدستور مجھ سے بے تعلق بیٹھی ہوئی خلا میں گھور رہی تھی میں نے اسے مخاطب کیا۔

”سنو اب تک تمہارے ساتھ جو کچھ ہوتا رہا ہے میں اس پر افسوس تو نہیں کر سکتا اس کی

وجہ یہ ہے کہ میں بھی یہاں ایک ملازم کی حیثیت رکھتا ہوں اور تمہارے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم تھا لیکن اب امیر حماد نے تمہاری خدمت کی ذمہ داری مجھے سونپ دی ہے پہلی بات تو میں تم سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میرے ہاتھوں کبھی تمہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی اگر تم مجھے اپنی ضروریات کے بارے میں اشاروں میں یہ بتا دو تو میں انہیں پوری کرنے کی انتہائی کوشش کروں گا لیکن تمہارا بھی تعاون چاہتا ہوں میں، سنو لڑکی کاش تم میری بات سمجھ رہی ہو اگر تمہاری کوئی مشکل ہے تو انسانی نکتہ نظر سے مجھ سے بیان کرو میں اسے دور کرنے کی کوشش بھی کروں گا۔“ لڑکی کا چہرہ سپاٹ رہا اور اس کے چہرے کے عضلات میں بھی کوئی ایسی تبدیلی رونما نہیں ہوئی جس سے میں یہ سمجھتا کہ اس نے میری بات کو سمجھا ہے بہر حال یہ ایک کوشش تھی اس تصور کے تحت کہ اگر لڑکی میں ذرا بھی ہوشمندی ہے اور وہ یہ زبان سمجھتی ہے تو اور کسی چیز کا اظہار کرے یا نہ کرے کم از کم اس کے عضلات کی جنبش مجھے حقیقتوں سے روشناس کرا سکتی ہے لیکن اس کا بغور جائزہ لے کر میں نے یہی اندازہ لگایا کہ وہ میری بات سمجھنے میں ناکام رہی ہے بلکہ شاید میری آواز پر غور بھی نہیں کر رہی ہے میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور اس کے بعد اس کے بالکل سامنے پہنچ گیا جب میں اس کے بالکل قریب پہنچا تو اس نے نگاہیں گھما کر مجھے دیکھا جاہری اس کی نگرانی کرتا رہا ہوگا اس نے لڑکی کے ساتھ جو بھی سلوک کیا ہو لیکن شاید اس نے اتنی ذہانت سے لڑکی کا تجزیہ نہ کیا ہو یا پھر اس کی ضرورت ہی نہ محسوس کی ہو کیونکہ بہر حال وہ ذرا مختلف قسم کا انسان تھا ہو سکتا ہے اس کے ذہن میں لڑکی کے بارے میں کسی تجسس نے سر ہی نہ ابھارا ہو لیکن میں لڑکی کی آنکھوں کو دیکھ رہا تھا کسی بھی جذبے کو ہر طرح سے چھپایا جاسکتا ہے لیکن آنکھیں مشکل ہی سے اپنے آپ کو قابو میں کر پاتی ہیں۔ کوئی نہ کوئی تاثر ان آنکھوں میں ضرور ابھرتا ہے میں اندازہ لگانے کی کوشش کرتا رہا پھر میں نے دل میں اعتراف کیا کہ میں کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا حاتم واپس آ گیا اس کے ساتھ ایک خادمہ بھی تھی میں نے اس سے کہا۔

”یہ بالکل بے ضرر ثابت ہوگی تمہارے لئے لیکن پھر بھی احتیاط رکھنا اسے صاف ستھرا کر کے لباس پہنانے کی کوشش کرو۔“

”اور اگر اس نے مجھے نقصان پہنچایا تو۔“

”تو تم کم از کم باہر تو بھاگ سکتی ہو ہم لوگ دروازے پر ہی موجود ہیں۔“ خادمہ کا بی

خونزدہ نظر آرہی تھی حاتم نے اسے ڈانٹا اور کہا۔

”امیر حماد نے عالی طرب کو یہ ذمہ داری سونپی ہے جس کا ایک حصہ تم پورا کر رہی ہو کیا تم اس کام سے انکار کرنا چاہتی ہو۔“

”نہیں۔۔“ خادمہ نے کہا میں حاتم کے ساتھ باہر نکل آیا جس کمرے میں لڑکی اس وقت موجود تھی اس میں باہر آنے کا صرف یہی دروازہ تھا جس کے سامنے ہم رک گئے اور مستعدی سے اندر کی آہٹوں کا جائزہ لیتے رہے پانچ دس پندرہ بیس پچیس منٹ ہمیں خاموش کھڑے گزر گئے پھر اس کے بعد خادمہ ہی نے گردن باہر نکالی تھی جیسے ہی دروازہ پر آہٹ ہوئی میں اور حاتم چونک کر سنبھل گئے لیکن خادمہ کا مطمئن چہرہ دیکھ کر ہمیں سکون ہوا۔

”کیوں کیا ہوا؟“

”حکم کی تعمیل ہوگئی عالی طرب اس نے کوئی ایسا کام نہیں کیا جس سے مجھے کوئی تکلیف ہوتی۔“

”لباس تبدیل کر لیا اس نے۔“

”ہاں عالی طرب آپ چاہیں تو اسے دیکھ سکتے ہیں۔“ میں اندر داخل ہو گیا حاتم میرے پیچھے تھا۔ لڑکی اندر سامنے بستر پر موجود تھی لیکن اسے دیکھ کر میں ایک عجیب سی کیفیت کا شکار ہو گیا بالکل صاف ستھرا کر دیا تھا خادمہ نے اس کا گندہ چہرہ دھلایا تھا غالباً نہلایا بھی تھا اس کے بال گیلے لیکن انتہائی خوبصورت نظر آرہے تھے باقی چہرہ جیسے بھی خدو خال رکھتا تھا لیکن پہلے بھی اس کی آنکھوں کو دیکھ کر میں دل ہی دل میں اس کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکا تھا اس وقت وہ کافی نکھر آئی تھی اور مقامی لباس میں بہت خالصتہ لگ رہی تھی اور چہرے پر وہی سپاٹ دیرانیاں گردش کر رہی تھیں اس نے ہم لوگوں کی طرف توجہ بھی نہیں دی اور خاموشی سے بستر پر بیٹھی رہی میں نے خادمہ سے کہا۔

”تم تو انعام کے قابل ہو اور امیر حماد سے میں تمہاری اس کارکردگی کی تعریف کروں گا دیسے تم اکثر یہاں آتی رہو گی میں تمہیں حاتم کے ذریعے ہی طلب کروں گا۔“

”اب ہمیں اس کام میں کوئی اعتراض نہیں ہوگا عالی طرب ہم تو بس ڈرے ہوئے تھے۔“

”حاتم اسے احترام کے ساتھ باہر چھوڑ آؤ۔“ میں نے کہا اور حاتم خادمہ کو لے کر باہر

نکل گیا تب میں نے لڑکی کی طرف دیکھ کر کہا۔

”میرے ساتھ تم نے جو تعاون کیا ہے اس کے لئے میں تمہارا شکر گزار ہوں کوئی بھی ضرورت ہو جس انداز میں بھی مجھ سے کہہ سکتی ہو کہہ دینا ویسے میں خود بھی تمہارا خیال رکھوں گا تمہیں اس کے بعد یہاں کوئی تکلیف نہیں ہوگی آرام سے رہو جب تک بھی تمہارا یہاں آب و دانہ ہے۔“ یہ کہہ کر میں باہر نکل آیا لیکن اب اتنا رسک نہیں لے سکتا تھا باہر نکل کر میں نے دروازہ بند کر دیا تھا اس جانب سے تقریباً مطمئن ہونے کے بعد میں نے تنقیدی نگاہ سے اس عمارت کا جائزہ لیا بے شک ایک بار یہاں آچکا تھا لیکن اس وقت میں نے ان تمام باتوں پر غور نہیں کیا تھا امیر حماد نے بڑے اعتماد کے ساتھ یہ ذمہ داری مجھے سونپی تھی لیکن مجھے اپنے طور پر اسے پورا کرنا تھا اور ساتھ سچی بات یہ ہے کہ لڑکی کے معاملے میں کچھ ذاتی دلچسپیاں بھی ابھر آئیں تھیں پتا تو چلنا چاہیے کہ آخر یہ ہے کیا بلا بڑی پر اسرار شخصیت کی حامل تھی وہ بہر حال حاتم کے مشورے سے میں نے یہ طے کیا کہ مجھے اپنا ٹھکانہ بھی نہیں بنالینا چاہیے حالانکہ امیر حماد کی طرف سے ایسی کوئی پابندی عائد نہیں کی گئی تھی اس نے چار آدمی اسی لئے مجھے دیئے تھے کہ وہ وہاں موجود رہیں اور میں اپنے طور پر آرام کروں لیکن یہ بھی نہیں کہا تھا امیر نے کہ میں یہاں رہائش اختیار نہیں کر سکتا حاتم میرا بہترین مشیر تھا لیکن عفان نے اس سلسلے میں اعتراض کیا۔

”یار اس طرح تو تم ہم سے کافی دور ہو جاؤ گے۔ ان ساری ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ اپنے وجود کی ذمہ داری بھی تو سنبھالنی پڑتی ہے۔“

”میں نہیں سمجھا۔“

”تقدیر مجھ پر تو مہربان ہو گئی ہے یعنی ربانی اب پوری طرح میری جانب مائل ہے لیکن تمہارا مسئلہ ذرا کھٹائی میں پڑ گیا۔“

”میرا تو کوئی مسئلہ ہی نہیں۔“

”کیسی باتیں کرتے ہو سوچو گے تو سہی میرے بارے میں کہ کیسا انسان ہوں حالانکہ علایہ اور شاہیہ سے میرا گہرا رشتہ ہے لیکن پھر بھی میں تو علایہ کے حق میں ہوں اور دیکھو مس اسٹیلہ تمہیں تلاش کرتی ہوئی آرہی ہیں مجھ سے پوچھ رہی تھیں کہ آخر تمہیں کیا ہوا اچانک ہی کیوں غائب رہنے لگے ہو۔“ میں ہنسنے لگا میں نے کہا۔

”لیکن افسوس میری منزل ان دونوں میں سے کوئی نہیں ہے۔“

”یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے۔“

”بالکل۔“ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

”تب تو بیچاری دونوں لڑکیاں۔“ عفان افسوس بھرے لہجے میں بولا اسٹیلہ واقعی ادھر ہی آرہی تھی تنہا تھی ہمارے قریب پہنچ کر مسکراتی ہوئی بولی۔

”مسٹر عفان شرافت کا تقاضا یہی ہوتا ہے کہ جب دو بہت گہرے عزیز ایک دوسرے کے قریب ہوں۔“

”تو تیسرے کو وہاں سے رنو چکر ہو جانا چاہیے۔“ عفان نے کہا اور مسکراتا ہوا وہاں سے چلا گیا میں نے اسٹیلہ کو دیکھا اور کہا۔

”جی مس اسٹیلہ فرمائیے میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔“

”مجھے تم سے بہت شکایت ہے ڈیر عارف۔“

”مجھے افسوس ہے حالانکہ امیر حماد کی معزز مہمان ہونے کی حیثیت سے آپ میرے لئے بھی انتہائی قابل احترام ہیں۔“

”ایسی گفتگو مت کرو تمہارے بارے میں اتنا کچھ معلوم کر چکی ہوں میں اگر تم مجھ سے چھپنا بھی چاہو تو نہیں چھپ سکتے ہو۔“ میں نے تعجب بھری نگاہوں سے اسٹیلہ کو دیکھا یہ خاتون تو بے تکلفی کی حدود کو کچھ زیادہ ہی پار کر رہی تھیں انہوں نے کہا۔

”ادھر آؤ میرے ساتھ آؤ آج تم سے کھل کر گفتگو ہوگی۔“ وہ کوئی جواب لئے بغیر آگے بڑھ گئی پھر ایک گھاس کے قطعے پر جا کر آرام سے بیٹھ گئی مجھے مجبوراً اس کے پیچھے جانا پڑا تھا۔

”بیٹھو پلیز بیٹھو۔“ اس نے کہا اور میں بیٹھ گیا اسٹیلہ کہنے لگی۔

”اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تم لوگوں کی روایات مختلف ہیں اور تمہارے ہاں آزادانہ میل جول پر پابندی ہے لیکن بہر حال یہ ایک پڑھا لکھا گھرانہ ہے اور میں محسوس کرتی ہوں کہ یہاں اتنی پابندیاں نہیں ہیں لیکن پھر بھی کچھ ایسے معاملات ہیں جن پر نگاہ رکھنا پڑتی ہے میں تم سے ایک آخری جواب چاہتی ہوں۔“

کس سلسلے میں مس اسٹیلہ۔

”دیکھو عارف شاید تم اس بات پر یقین نہ کرو کبھی کبھی انسان اس طرح مجبور ہو جاتا ہے

میں اپنے دل میں تمہارے لئے بہت بڑی جگہ پاتی ہوں اس دور میں ہر انسان کا روبرو ہے بہتر مستقبل کی طرف دیکھتا ہے تم امیر حماد کے ساتھ ہو یہاں تمہیں آسائشیں مہیا ہیں اگر ایسا نہ ہوتا تو تم یہ جگہ چھوڑ دیتے اس کا مطلب ہے کہ یہ آسائشیں تمہاری ضرورت ہیں بولو ہیں یا نہیں۔“

”جی بے شک بھلا انکار کیسے کر سکتا ہوں۔“

”اور یہ تصور بھی انسان کے ذہن میں موجود ہوتا ہے کہ وہ بہتر سے بہتر جگہ حاصل کرے۔“

”ہاں کیوں نہیں۔“

”میرے دل میں تمہارے لئے محبت پیدا ہو چکی ہے عارف اور تم کو یہ بات معلوم ہے کہ ہم لوگ اپنے مستقبل کے لئے آزاد ہوتے ہیں اگر ہمارے والدین ہم سے تعاون نہ کریں تو ہمیں قانونی حق حاصل ہوتا ہے کہ ہم اپنی پسند کی زندگی گزار لیں اس پر ہمیں قانونی تحفظ بھی ملتا ہے لیکن خوش قسمتی سے میرے ڈیڈی میرے ساتھ ہر قسم کا تعاون کرنے پر آمادہ ہو گئے ہیں میں نے جب ان سے کہا کہ میں تمہیں اپنی زندگی کا ساتھی بنانا چاہتی ہوں تو انہوں نے خوشدلی سے کہا کہ اگر تم دونوں کے درمیان ایسی کوئی مفاہمت پیدا ہو جاتی ہے تو ہم تمہیں قبول کرنے کیلئے تیار ہیں اور میں سمجھتی ہوں عارف کہ مالی حیثیت کا تمہیں صحیح اندازہ بھی نہیں ہوگا اگر تم میرے بارے میں اس انداز میں سوچو تو مجھے خوشی ہوگی میں تمہیں اپنی زندگی میں شامل کرنا چاہتی ہوں۔“

بے باکی کا ایسا اظہار تھا جو تعجب خیز کہا جاسکتا تھا لیکن میری زندگی کے تجربات بتاتے تھے کہ مختلف جگہ کے مختلف انداز ہوتے ہیں وہ جس معاشرے سے تعلق رکھتی تھی اس میں صاف کوئی سے یہ بات کہہ دینا ذرا بھی دشوار نہیں تھا لیکن مجھے سوچ سمجھ کر جواب دینا تھا اپنی پوزیشن بھی سامنے رکھنی تھی چنانچہ چند لحظات غور کرنے کے بعد میں نے کہا۔

”مس اسٹیل! آپ بہت خوبصورت ہیں صاحب حیثیت ہیں لیکن آپ یہ کیوں دعویٰ کرتی ہیں کہ آپ کو میرے بارے میں خاصی معلومات حاصل ہیں ڈاکٹر ہر مین میرا تجربہ بھی کر چکے ہیں ان تمام باتوں کے ساتھ ساتھ آپ ایک بات پر ذرا غور کر لیجئے۔“

”کیا۔“

”اپنی شخصیت سے دور ایک انسان جب تک اپنی حیثیت کا صحیح تعین نہ کر لے کہ زندگی کے ان ہنگاموں میں حصہ لے سکتا ہے۔“

”یہ بھی میری بات ہوئی تھی ڈیڈی سے اور اس کے لئے میں تمہارے ساتھ مکمل تعاون کے لئے تیار ہوں۔“

”کیسا تعاون۔“

”تم اپنی تلاش کر سکتے ہو میں انتظار کر لوں گی۔“

میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی غیب پیشکش تھی زبردستی کی پیشکش کہا جاسکتا تھا اسے لیکن مصلحت کا تقاضا تھا کہ خاموشی اختیار کی جائے میں نے مسکرا کر گردن ہلائی اور کہا۔

”اب تو مجھے یقین ہے کہ آپ کی دعائیں بھی میرے شامل حال ہوں گی۔“ ابھی میں نے اتنا ہی کہا تھا کہ عقب سے تالیوں کی آواز ابھری اور ہم دونوں چونک کر پلٹے ایک چوڑے درخت کی آڑ میں علانیہ موجود تھی وہ طنزیہ انداز میں تالیاں بجا رہی تھی پھر وہ کہنے لگی۔

”خوب۔ خوب۔ خوب مجھے مستقبل کے عہد و پیاں کرنے والوں کو مبارک باد دینی چاہیے بہر حال اسٹیل! آپ قابل مبارکباد ہیں۔“

اسٹیل! کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی لیکن میں بھونچکا سا رہ گیا تھا علانیہ تیز قدم اٹھاتی ہوئی وہاں سے چلی گئی میں نے اسٹیل! کی طرف دیکھا اس کی آنکھوں میں فتح مندی کے آثار تھے وہ مسکرا کر بولی۔

”اور جو لوگ اپنی شکست تسلیم کر لیتے ہیں ان سے لڑائی ختم ہو جاتی ہے۔“

”لیکن اپنے الفاظ یاد رکھنا۔“ پھر اس نے بھی آگے کی جانب قدم بڑھا دیئے تھے اور میں اپنا سر کھجاتے ہوئے سوچ رہا تھا کہ ایک الگ کہانی شروع ہو گئی نجانے کتنی کہانیاں میری زندگی سے وابستہ ہو گئی ہیں اور نجانے کب تک میں ان کہانیوں میں بہکتا رہوں گا لیکن فیصلہ یہ کر لیا تھا کہ اب دل پر کوئی بوجھ طاری نہیں ہونے دوں گا وقت کے فیصلوں سے اتفاق تو میں نے کر ہی لیا تھا اب دیکھنا یہ تھا کہ وقت کہانی کو کیسے آگے بڑھاتا ہے۔

”یہ معزز خواتین تو دنیا کی مشکلات سے بے خبر جوانی کے جذباتوں کی اسیر تھیں اور فساد دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر احقانہ عمل کر رہی تھیں لیکن میں صاحب ہوش تھا اور ان فضول جھگڑوں میں پڑ کر اپنی پوزیشن خراب نہیں کرنا چاہتا تھا اس گھر میں اچھی خاصی عزت بنی ہوئی

تھی میری خاتون فقرہ کی محبتیں امیر حماد باقی تمام لوگ سبھی میری عزت کرتے تھے وحدت عالی کا رویہ بھی میرے ساتھ نہایت نڈیس تھا گو عفان نو جوانی کے کھیل میں مصروف تھا لیکن بہر حال اسے اس کا حق پہنچتا تھا چونکہ وہ مجھ سے مختلف زندگی گزار رہا تھا اور پھر سچی بات یہ ہے کہ اس کی اپنی زندگی کا ایک مقصد تھا ایک محور تھا میرا کیا تھا میں اپنی اوقات سے اچھی طرح واقف تھا مزے کی بات تھی محترمہ اسٹیلا نے اپنے والد صاحب قبلہ سے اجازت لے لی تھی گویا مسئلہ صرف ان کی اجازت کا تھا میری کوئی بات ہی نہیں تھی اور محترمہ علاوہ اپنے طور پر میری تقدیر کی مالک بن گئی تھیں بڑی دلچسپ بات تھی یہ بھلا کم از کم ان میں سے کسی ایک خاتون کو تو یہ بھی جاننا چاہیے تھا کہ اب خود میرے ذمے ان کے لئے کیا گنجائش ہے لیکن بہر حال وہ تو نا سمجھ تھیں میں نے تو زندگی کے نہ جانے کتنے کھیل کھیلے تھے اور اپنے ہی کھیلوں میں الجھا ہوا تھا اس وقت میری دلچسپی کا تمام تر مرکز وہ پراسرار لڑکی تھی جس کے قریب رہنے کا مجھے پورا پورا موقع مل گیا تھا اور میں ان تمام جھگڑوں کو بھول کر اس پراسرار مسئلے کا حل پوچھنا چاہتا تھا سب سے بڑی بات یہ تھی کہ امیر حماد کی طرف سے مجھے اس کی مکمل آزادی دی گئی تھی اور نہ صرف آزادی دی گئی تھی بلکہ امیر حماد کی درخواست تھی کہ میں خود اس لڑکی کی قربت حاصل کر کے اس کے بارے میں معلومات حاصل کروں دیے داستان واقعی پر سحر تھی اور اس کی دلچسپی سے انکار نہیں کیا جاسکتا تھا محترمہ اسٹیلا اور علاوہ بقول عفان کے ہو سکتا ہے کہیں ڈول لڑنے میں مصروف ہوں لیکن میرے لئے اب بہترین مواقع تھے وہ جو چار افراد مجھے دیئے گئے تھے خود بھی مجھ سے محبت کر نیوالوں میں سے تھے اور میرے ہر حکم کی تعمیل پر شوق انداز میں کیا کرتے تھے دیے وحشی لڑکی کے بارے میں میرا اندازہ تھا کہ اب اس کے اندر کافی اعتماد پیدا ہو گیا ہے جابری اس کے ساتھ جو وحشیانہ سلوک کرتا تھا اس نے لڑکی کو اور جو اس باختم کر دیا تھا لیکن اب وہ عموماً نارمل نظر آتی تھی یہ الگ بات ہے کہ اس کے چہرے پر نہ کبھی خوشی کا اظہار ہوتا تھا نہ وہ کسی افسوس کا شکار نظر آتی سیٹ سیٹ چہرہ اور اب چونکہ ذرا اسے صاف ستھرا رکھنے کی کوشش کی جا رہی تھی اس لئے کبھی کبھی اس کے نقوش بڑے دلکش نظر آتے میں نے کئی بار بغور اس کا جائزہ لیا تھا اور اس طرح لیا تھا کہ اسے اس کا اندازہ نہ ہو کہ میں اسے دیکھ رہا ہوں لیکن میں نے یہ محسوس کیا تھا کہ تنہائی میں بھی اس کی کیفیت بالکل وہی رہتی ہے کیا ہے آخر وہ کیا ہے امیر حماد یا وحدت عالی اگر مجھے تھوڑا اس کا پس منظر بتا دیتے تو شاید میں اپنے طور پر بھی

اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرتا کیونکہ بہر طور میری زندگی مختلف واقعات کا شکار رہی تھی یہ اندازہ بھی نہیں لگا سکا تھا میں کہ لڑکی کا تعلق کون سے خطے سے ہو سکتا ہے لیکن بہر حال یہ ایک دلچسپ مشغلہ ہاتھ آیا تھا بلکہ حاتم نے تو اس سلسلے میں شکایت بھی کر دی تھی۔

”عالی طرب اب آپ کئی حصوں میں تقسیم ہو گئے ہیں۔“ میں نے مسکرا کر حاتم کو دیکھا اور کہا۔

”وہ کیسے حاتم؟“

”پہلے مجھے آپ کی کافی قربت مل جاتی تھی لیکن جب سے آپ نے نئی ذمہ داری سنبھالی ہے یہاں بہت کم ہی آتا ہوتا ہے آپ کا۔“

”حاتم کام جس طرح بھی لیا جائے لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں بھی اپنے آپ کو امیر حماد کا ملازم ہی سمجھتا ہوں مالکان جو حکم دیں اس کی تعمیل کرنا بھی تو ضروری ہے۔“

”اس لڑکی کے بارے میں آپ نے کوئی اندازہ لگایا عالی طرب معاف کیجئے گا یہ سوال میں نے بس یوں ہی کر لیا ہے اس کا پس منظر کچھ نہیں ہے۔“

”نہیں حاتم کوئی خاص اندازہ نہیں لگایا بس وہ عجیب وہ غریب کیفیات کی حامل ہے اگر وہ گوشتی لڑکی بھی ہے تو اس کی عادتیں تو کم از کم انسانوں جیسی ہونی چاہئیں اگر پاگل بھی ہے تو کوئی لمحہ تو ایسا ہو جس سے اس کے پاگل پن کا اظہار ہی ہو۔“

”ہاں عالی طرب واقعی آپ ٹھیک کہتے ہیں۔“ حاتم بیچارہ اس کے علاوہ اور کیا کہہ سکتا تھا بہر حال یہ سارے معاملات بڑی دلچسپی سے چل رہے تھے حویلی میں کافی رونق تھی امیر حماد خوش نظر آتا تھا ان لوگوں سے میں ان کے پروگرام کے بارے میں کچھ بھی نہیں معلوم کر سکتا تھا امیر حماد نے بھی اس کے بعد مجھ سے لڑکی کے بارے میں کوئی سوال نہیں کیا تھا اور وقت خاموشی سے گزر رہا تھا دوسرے معاملات بھی اپنی دلچسپیوں کے درمیان چل رہے تھے مثلاً یہ کہ محترمہ علاوہ مجھ سے منہ پھلانے رہتی تھی اور میرے قریب پہنچنے پر بھی مجھے ناخوشگوار سے نظر انداز کر دیا کرتی تھی لیکن دل ہی دل میں اس کا شکر گزار بھی تھا کیونکہ بلاوجہ میں اپنے ذہن پر کوئی بوجھ نہیں رکھنا چاہتا تھا اور محترمہ اسٹیلا تھیں جو نجانے اپنے دل میں کیا کیا فیصلے کر چکی تھیں کوئی فیصلہ کرتا تو کرتا رہے میں نے اپنے طور پر تو اپنی جان بچانے کے لئے انہیں

”ایک ہزار بار کہہ دوں گا اور اس کا اظہار بھی کر دوں گا لیکن مس اسٹیل کو ان کی
احقانہ کارروائیوں سے روکنے کا کیا طریقہ کار ہو سکتا ہے۔“

”اچھا چھوڑو تم میرا خیال ہے میں علایہ کو اس بارے میں سمجھا دوں گا باقی جہاں تک
اسٹیل کا معاملہ ہے تم خود اسے اس طرح نظر انداز کر دو کہ وہ محسوس کرے اصل میں ان لڑکیوں
میں ایک بہت بڑی بات ہوئی ہے مجھے معاف کرنا شاید میرا جملہ غلط ہو لیکن میں سمجھتا ہوں کہ
یہ بلیوں جیسے خواص رکھتی ہیں اگر کوئی چیز انہیں حاصل نہ ہو سکے تو ان کی خواہش ہوتی ہے کہ
کسی دوسرے کو بھی مل پائے۔“

”میں ایسے کسی عمل سے گریز کرنا چاہتا ہوں جو ناگوار ہو لیکن بہر حال اگر اس کی نوبت
آہی گئی تو پھر اس مسئلے سے میں خود ہی نمٹ لوں گا۔“ بات ختم ہوئی میرے معمولات جاری
رہے سب سے بڑی بات یہ تھی کہ وہ عجیب لڑکی مجھ سے بڑی مانوس ہوتی جا رہی تھی جب
میں سامنے ہوتا تو اس کے انداز میں وحشت کم ہو جاتی میری غیر موجودگی میں کئی بار وہاں پر
تعینات لوگوں نے بتایا تھا کہ وہ کبھی کبھی سخت وحشت زدہ ہو جاتی ہے میں نے کسی خیال کے
تحت کہا۔

”اس وقت کوئی ایسا خاص عمل ہوتا ہے جس کے تحت اس کی وحشت بڑھ جاتی ہے۔“
”ہم نے محسوس نہیں کیا صاحب عمو با وہ خاموش بیٹھی دیواروں کو گھورتی رہتی ہے لیکن
کبھی کبھی جنونی کیفیت کا شکار ہو جاتی ہے۔“
”اور اس کی کوئی خاص وجہ نہیں ہوتی۔“
”نہیں اندازہ نہیں ہو سکا۔“

”اچھا ٹھیک ہے میں خود جائزہ لوں گا اور اس کے بعد میں نے مزید وقت دینا شروع
کر دیا اور لڑکی کی کیفیت کا اندازہ لگانے لگا باہر کے معاملات بھی ٹھیک چل رہے تھے عفان
بہت مطمئن تھا اور ربابی کے ساتھ اکثر دیکھا جاتا تھا۔ اب ربابی بھی اس سے خاصی مانوس انفر
آنے لگی تھی باقی ان لوگوں کا طرز زندگی ایسا تھا کہ کسی کو کسی شکایت نہیں تھی لیکن اس دن
ایک بار پھر ذرا مختلف صورت حال ہو گئی وحدت علی عفان وغیرہ امیر حماد کے ساتھ کہیں نکل
گئے تھے ڈاکٹر ہرمن بھی موجود نہیں تھا لیکن اس وقت جب میں باہر نکل رہا تھا ڈاکٹر ہرمن مجھے
نظر آگیا وہ ایک مت جا رہا تھا مجھے دیکھ کر ٹھٹھا کا اور پھر اشارے سے مجھے اپنے قریب بلایا۔“

مطمئن کر رہی دیا تھا لیکن بہر حال میں یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ وہ علایہ پر اپنی برتری ظاہر کرتی
رہے جبکہ اکثر لمحات میں ایسا ہو جاتا تھا کیونکہ کچی بات تو یہ ہے کہ محترمہ اسٹیل اپنی فطرت یا
قوی بے باکی سے کام لے کر کبھی کبھی ایسے اقدامات کر جاتی تھی جو خود مجھے ناگوار گزرتے تھے
لیکن ان کے والد محترم یعنی ڈاکٹر ہرمن بڑی آسودہ نگاہوں سے انہیں دیکھتے تھے جیسے مطمئن
ہوں کہ بیٹی اپنی منزل کا سفر بڑی خوش اسلوبی سے کر رہی ہے البتہ عفان نے ایک بار تنہائی
میں مجھ سے کہا۔

”مائی ڈیئر مسٹر عارف یار ہماری تھوڑی سی سفارش تو قبول کر لو کم از کم۔“

”کیسی سفارش مسٹر عفان؟“ میں نے سوال کیا۔

”اصل میں بات یہ ہے کہ علایہ میری کزن بھی ہے اور میری چھٹی بھی بڑی ہنسنے بولنے
والی لڑکی تھی لیکن مشکلات میں گرفتار ہو گئی۔“
”مسٹر عفان تھوڑی سی مشکل تو مجھے بھی پیش آگئی ہے اگر آپ اس کا کوئی حل پیش
کر سکیں تو مجھے خوشی ہوگی۔“

”کیوں نہیں بھی دوست ہی دوست کے کام آتا ہے۔“ عفان نے کہا۔
”اگر آپ پوری سنجیدگی سے میرا ایک چھوٹا سا کام کر دیں تو آپ کا شکریہ ادا کر دوں
گا۔“

”کیسی باتیں کرتے ہو مائی ڈیئر کہہ کر دیکھو ایک بار کیا بات ہے۔“
”مسٹر عفان براہ کرم میرا ان جھگڑوں سے پیچھا چھڑا دیجئے میں دوسرے مزاج کا
انسان ہوں میرے پاس اس کی گنجائش نہیں ہے کہ میں ان لڑکیوں کی پذیرائی کروں میں نہیں
چاہتا کہ کوئی میری طرف سے بد دل ہو مگر میں نہیں سمجھتا کہ میں اس کے لئے کیا طریقہ کار
استعمال کروں۔“ عفان تعجب سے مجھے دیکھنے لگا پھر بولا۔

”حالانکہ یہ عمر ایسی نہیں ہے کہ حسن و عشق کی دلکشی کو نظر انداز کر دیا جائے لیکن بہر حال
میں کوئی ایسی مثال نہیں دوں گا جو توہین آمیز ہو کیا خیال ہے علایہ سے ایک بار گفتگو کر لی جائے
اس سلسلے میں۔“

”کیسی گفتگو؟“

”تم اس کے سامنے یہ بات کہہ دو کہ اسٹیل سے تمہیں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔“

”یہ نسب لوگ کہاں چلے گئے تمہارے علم میں ہے مسٹر عارف۔“
 ”نہیں سر مجھے اس کا کوئی علم نہیں ہے۔“

”ہوں آؤ پھر بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں کوئی خاص کام تو نہیں ہے۔“

”نہیں سر کوئی ایسا کام نہیں ہے۔“ میں نے جواب دیا ڈاکٹر ہرین مجھے لئے ہوئے حویلی کے اس گوشے میں جا بیٹھا تھا جو عقیبی سمت میں تھا یہاں سے اسطبل نظر آتا تھا ڈاکٹر ہرین نے ایک جگہ بیٹھتے ہوئے کہا۔

”یہ عمدہ جگہ ہے ویسے ان دنوں تم گھوڑوں میں کوئی دلچسپی نہیں لے رہے۔“

”آپ کو علم ہے ڈاکٹر میں اپنی مرضی سے تو کچھ نہیں کرتا جو بھی ہدایت مل جائے۔“

”برا تو نہیں مانو گے میری بات کا اگر میں کچھ کہوں۔“ ڈاکٹر ہرین نے کہا۔

”نہیں سر بالکل برا نہیں مانوں گے۔“

”انسان اپنی زندگی میں اپنا کوئی مقام بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ کیا تمہارے دل میں

ایسا کوئی خیال نہیں ابھرا۔“

”کیوں نہیں ڈاکٹر ہرین۔“

”حالانکہ میں تمہارا تجزیہ کر چکا ہوں اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان کو اگر یہ شک ہو جائے کہ وہ کوئی اپنی قیمتی شے گم کر چکا ہے تو ذہنی طور پر وہ مطمئن نہیں ہوتا لیکن مائی ڈیئر کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اگر کسی اہم بات کا حل ہمارے پاس نہ ہو اور وہ اہم بات بہر حال ہماری زندگی کا راستہ نہ روکے تو انسان اسے نظر انداز بھی کر دیتا ہے تم جانتے ہو کہ میں ماہر نفسیات ہوں انسانی نفسیات کا یہ ایک خوبصورت عمل ہے اگر کسی مشکل کا حل نہ پاؤ تو اس کو نظر انداز کر دو بعض اوقات مشکلات خود اپنا حل پیش کر دیتی ہیں۔“

”آپ نے بہت قیمتی بات کہی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ میرے لئے معاون ہوگی۔“

”نہ صرف باتوں کی حد تک بلکہ میں عملی طور پر بھی تمہاری معاونت کر سکتا ہوں۔“ ڈاکٹر ہرین نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

”سر آپ لوگ بہت مہربان ہیں مجھ پر۔“

”لوگوں کی بات چھوڑو میں اپنی ذاتی بات کر رہا ہوں۔“

”میں سمجھا نہیں؟“

”دیکھو بیگ میں زندگی میں تین مرحلے ہوتے ہیں بچپن جوانی اور بڑھاپا بچپن دوسروں کے حوالے ہوتا ہے جوانی اپنی مٹھی میں اور بڑھاپا جوانی کی محنت کا پھل کھانے کے لیے اور یہ تینوں اسٹیج انسان کی زندگی میں ضرور آتے ہیں کوئی اس سے انکار نہیں کر سکتا۔“
 ”بے شک۔“

”تم بچپن کی منزل سے گزر چکے ہو بلکہ جوانی کا بھی ایک بڑا حصہ تم نے گزیر لیا ہے یہ ایسا سنہرا دور ہوتا ہے کہ اگر انسان اس میں اپنے آپ کو بھول جائے تو زندگی بھر کچھ نہیں پاسکتا خوبصورت مواقع بہت کم لوگوں کو ملتے ہیں مجھے بے شک تمہارے ماضی کا پتا نہیں ہے میں تمہارے حال سے واقف ہوں اور حال میں تم جو زندگی گزار رہے ہو وہ تمہارے مستقل کے لئے معاون نہیں ہو سکتی ایسا کوئی کام کیوں نہیں کرتے جس سے تمہارا مستقبل محفوظ ہو جائے۔“
 میں دل ہی دل میں مسکرا دیا تھا ڈاکٹر ہرین مجھے اپنے راستے پر لا رہا تھا اور میں جانتا تھا کہ وہ کیا کہنا چاہتا تھا اس نے چند لمحے توقف کے بعد کہا۔

”میری بیٹی اسٹیلیا تمہیں پسند کرتی ہے اور بہت زیادہ پسند کرتی ہے اس نے مجھ سے یہ بات کہی ہے کہ اگر میں تمہیں اس کی زندگی میں شامل کر دوں تو وہ خوشی محسوس کرے گی بات اصل میں یہ ہے کہ میں بھی اسے بہت زیادہ چاہتا ہوں اور جب اپنے بچوں کی چاہت نگاہوں کے سامنے ہوتی ہے اور ان کی کسی خواہش کا پتا چلتا ہے تو دل چاہتا ہے کہ انہیں محروم نہ کیا جائے میں تمہیں ایک حسین مستقبل کی دعوت دیتا ہوں اسٹیلیا کو اپنی زندگی میں شامل کر لو دونوں خوش رہو گے۔“ میں نے چند لمحات کی خاموشی اختیار کی پھر کہا۔

”ڈاکٹر ہرین بہت عزت اور بہت بڑا مقام آپ نے مجھے دیا ہے لیکن مجھے اس کے لئے کچھ وقت درکار ہوگا۔“

”ہاں ہاں وقت کا معاملہ بے شک ہے میں اسٹیلیا کو سمجھا دوں گا کہ وہ انتظار کر لے اور مطمئن ہو جائے ویسے تم وقت کیوں مانگ رہے ہو مجھے تمہارے بارے میں سب کچھ علم ہو چکا ہے جس طرح تم یہاں تک پہنچے ہو اور اس کے بعد جو زندگی گزار رہے ہو اس سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ خود تمہارے اپنے ذہن میں تمہاری زندگی کا کوئی منصوبہ نہیں ہے جو چیز نہیں پاسکتے اسے لکیر کی طرح مت پیو فوراً ہی اپنا راستہ بدل دو اور زندگی کے نئے دور میں آ جاؤ اور پھر تم تو

خوش نصیب ہو کہ تمہیں اسٹیل جیسی لڑکی کی محبت حاصل ہے جو مٹی کو بھی ہاتھ میں لے تو سونا ہو جائے۔“

”بے شائبہ ایسا ہے اب آپ مجھے یہ بتائیے کہ جو ذمہ داری مجھے سونپی گئی ہے کیا میں اس سے کنارہ کش ہو جاؤں۔“

”بالکل نہیں بلکہ تم سمجھ لو کہ اس ذمہ داری میں تو میں برابر کا شریک ہوں پتا نہیں تمہیں اس سلسلے میں کیا کچھ بتایا گیا ہے حالانکہ امیر حماد تم پر بہت اعتماد کرتا ہے لیکن پھر بھی سوچنا تو پڑتا ہے ناں البتہ میں تم سے ذہنی طور پر ایک دوسری قربت حاصل کر رہا ہوں اس لئے میں تم پر زیادہ اعتبار کر سکتا ہوں۔“ ایک لمحے کے لئے میرے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا ڈاکٹر ہرین کے الفاظ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا تو وہ بولا۔

”کوئی سوال نہیں کرو گے تم مجھ سے۔“

”آپ کا ہر حالت میں احترام کرتا ہو ڈاکٹر ہرین اور ایسا کوئی سوال کرنے کی ہمت نہیں کر پاتا جس کا جواب دیتے ہوئے آپ کو کوئی پس و پیش ہو۔“

”نہیں میرے ذہن میں اس وقت صرف وہ لڑکی ہے اس لڑکی کے بارے میں تمہیں کہاں تک معلومات حاصل ہیں۔“

”کسی خاص حد تک نہیں ڈاکٹر۔“

”مختصر الفاظ میں تمہیں اس کے بارے میں بتاتا ہوں اصل میں میرا اور امیر حماد کا دوستی کا رشتہ تو بہت مستحکم ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی ہم ایک ہی شوق رکھتے ہیں یعنی مہم جوئی اور ہم نے بہت سے ایسے غیر روایتی موضوعات کو اپنی ان مہمات کا حصہ بنایا ہے جن کے بارے میں بہت کم سوچا جاتا ہے کائنات کی وسعتوں میں بعض خطے ایسے بھی ہیں جو آج بھی اپنے رازوں کو اپنے اندر چھپائے ہوئے ہیں اور انسان بہت سے معاملات سے واقف نہیں ہو سکا بڑا عظیم آسٹریلیا بھی ایسی ہی وسعتوں کا اہل ہے ہر چند جب ہم زمین کی پراسرار کیفیات کا تجزیہ کرتے ہیں تو ہمارا زیادہ تر رخ صحرائے عظیم افریقہ کی جانب ہوتا ہے ہم اس بات کو مکمل طور پر تسلیم کرتے ہیں کہ صحرائے عظیم کے بے شمار خطے اب بھی ایسے ہیں جہاں سے انسان ناواقف ہے لیکن سب اس طرف کا رخ کرتے ہیں ایک خاص نظریے کے تحت ہم لوگوں نے ایک بار آسٹریلیا کا رخ کیا آسٹریلیا کے بہت سے علاقے دنیا کے جدید ترین

علاقوں میں شامل ہوتے ہیں اور ان کی حیثیت بہت بڑی حیثیت رکھتی ہے لیکن کچھ علاقے ایسے بھی ہیں جو ابھی قابل غور ہیں اور ان میں ذرا مشکل زندگی پائی جاتی ہے میں ایڈیلیڈ کی بات کرتا ہوں آسٹریلیا کا ایک بڑا شہر ہے کینبرا سے تقریباً تین ہزار کلومیٹر دور اس طرف کا علاقہ پہاڑوں اور جنگلوں کا علاقہ ہے اور یہاں سے بہت سی روایتیں جنم لیتی ہیں اصل میں آسٹریلیا نے سیاحوں کے لئے بہت بڑا کام نہیں کیا وہ ایک اہم زرعی ملک ہے اور دوسری بہت سی چیزیں پیدا کرتا ہے جن میں اون، گوشت، اناج، چینی، شراب، انگور، موسی وغیرہ صنعتی پیداوار میں بہت سی چیزیں ہیں سونا، لوہا، باکسائٹ، جست اور کونک وغیرہ غالباً یورپ میں بھی آسٹریلیا ہی زیادہ پیدا کرتا ہے تو میرا مطلب یہ ہے کہ وہاں کے محکمہ سیاحت نے بہت سے حصوں پر نقاب ڈال رکھی ہے ہم انہی نظریات کو سامنے رکھتے ہوئے ایک بار کینبرا پہنچے اور پھر وہاں سے برسبن کے راستے ایڈیلیڈ کا سفر کیا ایڈیلیڈ سے ہم نے معلومات حاصل کیں تو ہمیں آسٹریلیا کے پراسرار گوشے کورسٹیا کے بارے میں پتا چلا جہاں غیر مہذب قبائل آباد تھے اور ان قبائلیوں کی داستانیں بڑی عجیب و غریب تھیں ہم نے ان داستانوں کے بارے میں چھان بین کی اور ہمیں بڑی بڑی پراسرار کہانیاں معلوم ہوئیں تب ہم نے کچھ تیاریاں کیں اور اس کے بعد کورسٹیا کی جانب سفر شروع کر دیا کیا عجیب علاقہ ہے دیکھو گے تو حیران رہ جاؤ گے زیادہ تر خطے برفانی ہیں اور وہاں آباد قبائل سے الگ نہیں ہیں جو صحرائے عظیم میں آباد ہیں ان کی لوک داستانیں بھی بڑی عجیب ہیں اور ان لوک داستانوں میں ایسی ایسی ناقابل یقین کہانیاں ملتی ہیں کہ انسانی عقل انہیں تسلیم کرنے سے انکار کر دے پتا نہیں دنیا کا ایک ہی انداز کیوں ہے اصل میں مجھے یقین ہے کہ انسان کی دوسری شخصیت میں صبح و شام کی مانند دو رخ موجود ہیں ایک وہ رخ ہے جو سمجھ میں نہیں آتا اور وہ رخ شاید زندگی کے آخری سانس تک سمجھ میں نہیں آئے گا کیونکہ اس سے انسان کی دلچسپیاں وابستہ ہیں بہر حال کورسٹیا کے علاقے کے ایک برفانی غار میں ہمیں ایک بوڑھا شخص ملا جس کا نام روسٹر تھا روسٹر شدید زخمی تھا اور اس غار میں زندگی کے آخری دن گزار رہا تھا لیکن اسی غار میں ہمیں یہ لڑکی بھی ملی جس کے پاؤں میں زنجیر بندھی ہوئی تھی اور اس زنجیر کو ایک بڑے پتھر سے دبا دیا گیا تھا وہاں بھی یہ اسی شکل میں ہمیں ملی بس اس کے اندر شدید وحشت خیزی تھی روسٹر نے پہلے تو ہم پر کچھ قار کئے لیکن غالباً یہ اس کی رائفل کے آخر کار تو مسمی تھے۔ جو بے کار گئے اور اس کے بعد اس نے چیخ چیخ کر

اپنی شکست کا اعلان کیا اور ہم سے درخواست کی کہ ہم اسے گولی مار دیں وہ جینا نہیں چاہتا ہم لوگوں نے اسے قریب سے دیکھا تو اس کے پیٹ میں ایک بہت بڑا زخم تھا جس میں کپڑے پڑے ہوئے تھے اور اس کا نچلا دھڑ مفلوج ہو چکا تھا جب اسے اس بات کا اطمینان ہو گیا کہ ہم اس کے دشمن نہیں ہیں تو اس نے اپنی آخری کہانی سنائی اور اس نے بتایا کہ کورسٹیا کے جنوب میں کورنیاں کے نام سے ایک قبیلہ آباد ہے اور اس قبیلے میں بڑی عجیب و غریب داستانیں ہیں اس نے کہا کہ یہ انوکھا قبلہ بہت ہی پر اسرار قبیلہ ہے لیکن اس قبیلے میں دولت کے اتنے ذخائر ہیں کہ انسانی ذہن ان کا تصور بھی نہ کر سکے دنیا کے اعلیٰ ترین ہیرے اور سونے کے انبار اور ظاہر ہے ہیرے نو جوان دوست کہ انسان جس طرح اپنی زندگی کی دوسری ضروریات کے لئے سرگرداں رہا ہے اسی طرح عظیم الشان خزانے بھی اس کی زندگی کا سب سے بڑا مرکز رہے ہیں سو روسٹر کی داستان میں جو تفصیلات تھیں ان میں سے ایک شخص ڈارکر کا ذکر بھی تھا اور ڈارکر اصل میں روسٹر کی ٹیم کا سربراہ تھا لیکن بہت ہی بد دماغ اور عجیب سا آدمی زمانہ قدیم کا جرائم پیشہ کسی بات پر روسٹر سے اس کی ٹھن گئی اور روسٹر اس لڑکی کو لیکر وہاں سے فرار ہو گیا جس کے بارے میں اس کا کہنا تھا کہ اس کا تعلق کورنیاں قبیلے سے ہے اس قبیلے سے جس میں سونے کے ذخائر بکھرے پڑے ہیں چنانچہ ڈارکر اس کے پیچھے لگ گیا۔ دونوں کے درمیان جنگ بھی ہوئی جس سے یہ زخم روسٹر کے پیٹ میں آیا لیکن کچھ وہاں کی فضا میں اور کچھ زخم کی نوعیت روسٹر کو آخر کار اس غار میں پناہ لینے پر مجبور ہونا پڑا۔ ڈارکر اس وقت بھی اس کی تلاش میں تھا روسٹر نے لڑکی کے بارے میں کہا کہ اگر اس لڑکی کو صحیح طور پر استعمال کر لیا جائے تو یہ ایک ایسے عظیم الشان خزانے تک پہنچا سکتی ہے جس کے حصول کا تصور ہی انسان کے لئے پاگل کر دینے والا ہو اور ہماری اس مہم میں ایک پاگل بھی ہمارے ساتھ تھا یعنی امیر حماد کے اور میرے سوا اس کا نام ہی نہیں کہیں تھا۔ مینی کین ایک عجیب و غریب شخصیت کا مالک ہے تم یہ سمجھ لو کہ وہ ایک ہیلتھ کلب چلاتا ہے اور خود بھی انتہائی طاقتور اور توانا انسان ہے ہم لوگ تو خیر اس مسئلے میں زیادہ دلچسپی نہیں لے رہے تھے لیکن مینی کین پاگل ہو گیا اور اس کے بعد جب روسٹر زندگی سے خرم ہو گیا تو مینی کین نے اس لڑکی کو اپنے قبضے میں کر لیا پھر ہمارا آمنا سامنا ڈارکر سے ہو گیا۔ بڑی زبردست جنگ ہوئی جس کے نتیجے میں ہمیں اپنی وہ مہم چھوڑ کر واپس آنا پڑا لیکن مینی کین نے لڑکی کو نہیں چھوڑا تھا پھر اس نے ہم لوگوں سے درخواست کی کہ کچھ عرصہ

بالکل خاموشی سے گزار لیا جائے تاکہ ڈارکر صحیح پتہ لگا سکے اس کے بعد ہم نئے سرے سے اپنی اس مہم کا آغاز کریں گے اور کورنیاں تک پہنچنے کی کوشش کریں گے چنانچہ لڑکی کو امیر حماد کے حوالے کر دیا گیا اور مینی کین بارسلونا چلا گیا وہ بارسلونا ہی کا باشندہ ہے اور وہیں رہتا ہے۔ خاصا وقت گزر چکا ہے لڑکی کو امیر حماد اپنے ساتھ پرورش کر رہا ہے اس دوران یہ بھی طے ہوا تھا کہ اس خوبصورت لڑکی کو مہذب بنانے کی کوشش کی جائے گی تاکہ یہ ہماری رہنمائی کورنیاں تک کر سکے لیکن شاید ابھی تک امیر حماد اس سلسلے میں کچھ نہیں کر سکا ہے منصوبے کے مطابق وہ وقت آ گیا ہے جب ہمیں کورسٹیا کا سفر کرنا ہوگا۔ چنانچہ اسی پروگرام سے میں یہاں پہنچا ہوں اور مینی کین بھی پہنچنے والا ہے اس یہ ہے اس لڑکی کی پوری کہانی لیکن ابھی تک یہ انسانوں سے مانوس نہیں ہو سکی ہے۔ پتا نہیں کورنیاں کا طرز زندگی کیا ہوگا وہاں کون سی زبان بولی جاتی ہوگی اس سلسلے میں ہر ممکن کوشش کر لی گئی ہے لیکن کچھ پتا نہیں چل پا رہا تو میرے دوست اگر تمہیں اس تمام بات سے دلچسپی ہے تو تم بھی اپنے طور پر اس میں شامل ہو جاؤ جہاں تک میری پیشکش کا تعلق ہے اور جہاں تک اسٹیلڈا کی محبت کا تعلق ہے تو سمجھ لو یہ تم دونوں کے رہمان ہے۔ میں ہر طرح سے تمہاری معاونت کے لئے تیار ہوں۔“

”بڑی عجب کہانی ہے مسٹر ہرمین لیکن بہر حال جہاں تک مس اسٹیلڈا کا تعلق ہے تو معاف کیجئے گا وہ بہت اچھی خاتون ہیں اور میں شاید اس معیار کا انسان نہیں ہوں۔“

”انسان معیار کا نہیں بھی ہوتا تو بنا دیا جاتا ہے اسے۔ ہم سب تمہاری مدد کریں گے۔“

”پھر یہ سلسلہ کچھ لوگوں کی آمد کی وجہ سے ختم ہو گیا تھا لیکن رات کو اپنی آرام گاہ میں آرام کرتے ہوئے میں اس لڑکی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ کیا عجیب و غریب کہانی ہے اس کی زندگی میں تو ایک بہت ہی عجیب تبدیلی آئی ہے جسے واقعی ایسی کوئی لڑکی آسانی سے قبول نہیں کر سکتی۔ نجانے ان کا طرز زندگی کیا ہو نجانے ان کی آواز کیا ہو جس شخص کا نام روسٹر لیا گیا تھا شاید خود بھی لڑکی کے بارے میں تفصیلی طور پر نہیں جانتا تھا پھر میرے دل میں ایک عجیب کیفیت پیدا ہو گئی بالکل وہی کیفیت جو اپنے آپ کو نظر انداز کر کے اپنے سامنے کے واقعات پیش آنے پر ہو جاتی تھی چلو ٹھیک ہے یہ بھی ایک چیلنج قبول کر لیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے باقی رہا جہاں تک معاملہ ان بیوقوفوں کا جن کے نزدیک اپنی اولاد کے لئے سب کچھ خرید لینا آسان ہوتا ہے تو یہ جہنم میں جائیں ظاہر ہے میں اپنی زندگی کا مالک ہوں جو مناسب سمجھوں گا۔“

اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ میں نے اندازہ لگا لیا کہ وہ سونے کی کوشش کر رہی ہے تب میں بے پاؤں وہاں سے واپس پلٹ پڑا لیکن اس رات میں سکون کی نیند نہیں سو سکا تھا۔ کھانے وغیرہ سے فراغت حاصل کرنے کے بعد میں نے اس پر غور کیا اور یہی فیصلہ کیا کہ وہ واقعی نہیں بول سکتی لیکن کیوں آخر کیوں اور اس کیون کا ابھی کوئی جواب نہیں مل سکتا تھا بہر حال میں نے بھی ذہن کو بوجھ سے آزاد کر دیا وقت کے فیصلے سب سے بہتر ہوتے ہیں اور وقت ہی بتائے گا کہ اس لڑکی کی کہانی کیا ہے پھر سب سے پہلے مجھے حاتم نے اس بارے میں اطلاع دی تھی اپنے معمولات سے فراغت حاصل کرنے کے بعد میں انکیسی میں آیا تھا اور حاتم نے معمول کے مطابق میرے سامنے کھانا لگایا تھا لیکن وہ بہت افسردہ تھا میں نے اس کے چہرے پر یہ افسردگی دیکھی تو کہا۔

”کیا بات ہے حاتم طبیعت خراب ہے تمہاری۔“

”نہیں۔ عالی طرب۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔“

”مگر مجھے لگ رہا ہے۔“

”نہیں ٹھیک ہوں عالی طرب۔“

”اور میں یہ بھی محسوس کر رہا ہوں کہ تم مجھے بتانے سے گریز کر رہے ہو دل تو چاہتا ہے کہ تم مجھے اپنی اس وقت کی کیفیت کے بارے میں بتا دو لیکن تمہیں مجبور کرنے کا کوئی حق نہیں ہے مجھے۔ چنانچہ خاموش ہو جاتا ہوں۔“ حاتم میرے سامنے زمین پر بیٹھ گیا اس نے اپنی پیشانی میرے گھٹنے پر رکھ دی تھی میں نے پیار سے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

”طبیعت خراب ہے تو مجھے بتاؤ تم میرے لئے بہت بڑی حیثیت رکھتے ہو میرے دوست ہو تم۔ میرے ساتھی ہو۔“

”عالی طرب۔ کیا آپ کو اس بات کا علم ہے کہ آپ لوگ ایک مہم پر جانے والے ہیں۔“

”ہاں۔ تھوڑی سی کہانی میرے علم میں آئی تو ہے لیکن امیر نے ابھی تک مجھے اس بارے میں کچھ نہیں بتایا۔“

”میرا خیال ہے اس میں زیادہ وقت نہیں لگے گا میں اپنے لئے افسردہ ہوں عالی طرب کہ بد قسمتی سے انسان بھی ہوں جانور تک اپنے مالک سے محبت کرتے ہیں تو انسانوں کے دل

میں تو یہ محبت جانوروں سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔ ہو سکتا ہے میں غلط کہہ رہا ہوں اپنے دل کی بات کر رہا ہوں آپ سے۔ دل چاہے تو جان لیں ورنہ میرے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے اپنے آپ کو سمجھانے کا۔“

”تم جو کچھ بھی کہنا چاہتے ہو کم از کم ان الفاظ میں تو کہو کہ میں انہیں سمجھ لوں۔“

”عالی طرب۔ زیادہ وقت نہیں ہوا ہے آپ کی خدمت کرتے ہوئے لیکن جیسا کہ میں نے آپ سے پہلے بھی کہہ دیا ہے کہ ہر شخص کے اندر ایک انسان ہوتا ہے اور انسان کے سینے میں دل ضرور ہوتا ہے پھر خصوصاً کوئی اسے عزت سے مخاطب کرے کبھی اس کے ساتھ کوئی ایسا عمل نہ کرے جیسے کہ ذہن کے لئے قرب بن جائے تو اس سے محبت ہونا تو فطری بات ہے۔“

”اوہ بات ہے۔“

”ہاں۔ عالی طرب۔“

”میں ظاہر ہے ہم اگر کہیں جا بھی رہے ہیں تو ہماری واپسی تو ہوگی ناں حاتم۔“

”عالی طرب۔ میں نے جان بوجھ کر یہ گفتگو نہیں سنی۔ لیکن امیر اپنی آرام گاہ میں یہ گفتگو کر رہے تھے۔ وحدت عالی سے۔ اور یہ طے کر رہے تھے کہ یہاں سے ملازموں میں سے کس کے ساتھ لیا جائے گا پہلے بھی جب امیر اپنے سفر پر جاتے رہے ہیں تو یہاں سے ملازموں کو لے جاتے رہے ہیں۔ عالی طرب۔ وہ تندرست و توانا لوگوں کو اپنے ساتھ لے جاتے ہیں کیونکہ مہمات میں طاقتور لوگوں کی ضرورت ہوتی ہے اور اس سے پہلے میں نے کبھی اپنے دل میں یہ تصور نہیں کیا کہ مجھے بھی کہیں ساتھ لے جایا جائے۔ دل بھی نہیں چاہتا تھا کبھی اس طرح لیکن عالی طرب آپ کو پھوڑتے ہوئے دکھ ہو رہا ہے اور دل میں سوچتا ہوں کہ کاش میں بھی طاقتور تو انا ہوتا۔“

”مہمات میں حاتم۔ بڑی جاں فشانی کرنی پڑتی ہے موسم جھیلنے پڑنے ہیں۔ صعوبتیں اٹھانی پڑتی ہیں۔“

”میں جانتا ہوں عالی طرب لیکن بظاہر میں کمزور ہوں لیکن اندر سے میں بہت مضبوط انسان ہوں۔“

”گویا اگر ہمیں دوسرے ملازمین کے ساتھ لے لیا جائے تو۔“

”امیر میرے بارے میں ایسی بات کبھی نہیں سوچیں گے۔“

”خیر مگر جا کب تک رہے ہیں یہ لوگ۔“

”عالیٰ طرب شاید بہت جلد۔ ان کی گفتگو سے یہی اندازہ ہوتا تھا۔“ میں نے حاتم کو اس سلسلے میں کوئی تسلی نہیں دی لیکن شاید میرے اندر بھی وہی جذبے موجود تھے یعنی جو کوئی بھی محبت سے پیش آئے اس کے لئے دل کے دروازے کھول دوں۔ حاتم کی افسردگی بھی مجھے کبھی کر گئی تھی لیکن یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ میں حاتم کے ساتھ لے جانے کے سلسلے میں امیر کو مجبور کر سکتا ہوں البتہ دل میں یہ ضرور سوچا تھا کہ امیر سے اس سلسلے میں بات ضرور کر دوں گا۔ لیکن یہاں تو مسئلہ یہی تھا کہ خود مجھ سے بھی تو کوئی بات کی جائے بات تو بے شک نہ کی گئی لیکن دو تین دن کے اندر ہی اندر ایک صبح میں نے امیر حماد کو کچھ افراد کے ساتھ اصطبل میں جاتے ہوئے دیکھا امیر حماد نے مجھے طلب کیا تو میں بھی ان کے پاس پہنچ گیا۔ ایک سرکش گھوڑا وہاں موجود تھا جو کسی کے قابو میں نہیں آ رہا تھا۔ امیر حماد نے نئے آنے والوں میں سے ایک سے کہا۔

”اور تم کہتے ہو فلاجی کہ یہ گھوڑا بیکار ہے اصل میں بات یہ ہے کہ تمہارے پاس کوئی صحیح سائیں ہی نہیں ہے جو اس گھوڑے کو قابو میں کر سکے۔“

”تمہارا مطلب ہے کہ میرا تجربہ اس سلسلے میں ناقص ہے۔“

”بالکل بہر حال میں چونکہ تمام گھوڑے تمہارے ہاتھ فروخت کر رہا ہوں اس لئے میں یہ نہیں چاہوں گا کہ ایک گھوڑا میرے اصطبل میں پڑا سڑتا رہے۔ اصل میں گھوڑوں سے مجھے اس قدر محبت ہے کہ میں ان کی پرورش خود ہی کرتا ہوں اور کسی ایک شخص پر اعتبار نہیں کر سکتا۔“

”لیکن تم کہتے ہو کہ کوئی اسے قابو نہیں کر سکتا ہے۔“

”یہ کچھ بھی نہیں ہے۔ تمہارے پاس اگر کوئی انتہائی سرکش گھوڑا ہو تو اسے لے آؤ میرے پاس ایک آدمی ایسا ہے جو اس پر سواری کر کے دکھا دے گا۔“

”تو پھر اسی پر کیوں نہ سواری کر کے دکھائے۔“

نو وارد نے جس کا نام فلاجی تھا کہا اور امیر حماد نے مجھے اشارہ کر دیا میں نے گردن خم کی اور آگے بڑھ گیا گھوڑے کی لگام پکڑی۔ دو چار چکر دینے کے بعد اچھل کر اس کی پشت پر سوار ہو گیا کافی دنوں سے گھوڑوں کی سواری چھوڑ دی تھی لیکن نجانے کس طرح مجھے اس کی مشق تھی گھوڑے کو کافی دیر تک میں گودا ہاتھ با فلاجی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”چلو ٹھیک ہے امیر۔ یہ گھوڑا میرا ہو گیا لیکن کیا یہ ہیرا بھی تم مجھے دے سکتے ہو۔“

”اس سے پہلے بھی ایک شخص نے مجھ سے یہ الفاظ کہے تھے اور مجھ سے اس کی قیمت

پوچھی تھی تو میں نے جانتے ہو اس سے کیا کہا۔“

”کیا؟“ فلاجی نے سوال کیا۔

”میں نے کہا اس کی قیمت کے طور پر تمہارے پاس جتنا کچھ ہے وہ مجھے دے جاؤ

اور خود میرے اصطبل میں ٹوکری کر لو تو یہ آدمی میں تمہارے حوالے کر سکتا ہوں۔“ فلاجی نے ایک بے پکا سا تہقہہ لگایا اور بولا۔

”چلو ٹھیک ہے ہمارا سودا ہو گیا۔“ گھوڑے فلاجی کی تحویل میں دے دیئے گئے تو میں

نے گردن خم کر کے امیر سے واپسی کی اجازت مانگی۔

”تمہیں ان گھوڑوں کی فروخت سے کوئی افسوس نہیں ہوا۔ عارف“

”آپ نے فروخت کئے ہیں جناب اور بہر حال یہ آپ کا کاروبار ہے۔“

”میں نے انہیں اس لئے فروخت کر دیا کہ اب اس کے بعد ہمیں دوسرے جہانوں کی

سیر کرنی ہے اگر میرا مطلب نہیں سمجھ رہے تو تمہیں بتانا پسند کروں گا ہم لوگ بہت مختصر وقت

میں یہاں سے روانہ ہو رہے ہیں اسی مہم پر جس کا میں تم سے مختصر تذکرہ کر چکا ہوں۔“

”چونکہ میں امیر کے احکامات کا پابند ہوں اور خود اپنے اندر نہ وہ جرات پاتا ہوں اور نہ

جرات کر سکتا ہوں جس کے تحت میں امیر سے ان کے فیصلوں کے بارے میں معلومات حاصل

کر سکوں۔“

”ارے۔ ارے نہیں اس انداز میں نہ سوچو سوچ کا یہ انداز میرے لئے بڑا تکلیف دہ

ہوگا تم تو میرے لئے بہت قیمتی شخصیت کے مالک ہو اصل میں بس یوں سمجھ لو کہ میں تم سے

بہت دلدرد جو ع کرنا چاہتا تھا یعنی تمہیں بتانا چاہتا تھا کہ اب ہم لوگ کیا منصوبہ بندی کر رہے

ہیں۔“

”جی امیر۔“

”بلکہ آج رات ہی کو میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ کھانے سے فراغت حاصل کرنے

کے بعد میرے پاس پہنچ جانا بلکہ میں خود ملازم سے تمہیں اپنے پاس طلب کر لوں گا یعنی ان

لمحات میں جب تم اپنی تمام ضروریات سے فارغ ہو سکو۔“

”جی بہتر۔“ میں نے جواب دیا لیکن اب میرے ذہن میں سنسنی پیدا ہو گئی تھی میں جلد از جلد وہ گفتگو سن لینا چاہتا تھا اور پھر اسی شام سورج چھپنے سے پہلے اس وقت جب میں اس ملازمہ کے ذریعے لڑکی کو صاف ستھرا لباس پہنا رہا تھا اب وہ اس سلسلے میں ماہر ہو چکی تھی امیر حماد ڈاکٹر ہرین اور وحدت عالی کے ساتھ وہاں پہنچ گیا۔ وحدت عالی اور ڈاکٹر ہرین کچھ چوکنے سے نظر آ رہے تھے جبکہ امیر حماد مکمل اعتماد کے ساتھ وہاں آیا تھا اس نے ڈاکٹر ہرین سے کہا۔

”اور اس دوران تم نے دیکھا ہوگا کہ وہ کبھی وحشت زدہ ہو کر اس طرح باہر نہیں بھاگی جیسے اکثر وہ اس عمارت سے باہر بھاگ جاتی تھی۔“

”ہاں۔ مگر وہ ہے کہاں؟“

”چند لمحے توقف کریں میں ابھی اسے آپ کے سامنے پیش کر دوں گا۔“ میں نے کہا اور ڈاکٹر ہرین مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا پھر بولا۔

”ویسے تو یہ شخص انتہائی باکمال ہے لیکن اگر اس نے اس وحشی لڑکی کو قابو میں کر لیا ہے تو یہ واقعی میرے لئے ایک عجوبہ ہوگا۔“

”آپ دیکھ لیجئے ڈاکٹر ہرین۔“ امیر حماد نے کہا اور کچھ لمحوں کے بعد میری ہدایت پر لڑکی کو باہر لے آیا گیا اس نے جھکتی ہوئی سی نگاہ ان تینوں پر ڈالی ایک نگاہ مجھے دیکھا اور اس کے بعد گردن جھکا کر واپس اپنے کمرے کی طرف چلی گئی ڈاکٹر ہرین اور وحدت عالی کا منہ حیرت سے کھلے کا کھلا رہ گیا تھا۔

”یہ۔۔۔ یہ۔۔۔ یہ تو واقعی جادوگری ہے۔ یہ شخص ہے ہی جادوگر۔“ ڈاکٹر ہرین نے تعریفی لہجے میں کہا اور امیر حماد قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

”اور اس جادوگر کی جادوگری ہمارے مستقبل میں جس طرح کام آئے گی تم لوگ سوچ بھی نہیں سکتے جبکہ میری نگاہیں ہمیشہ دور دور تک دیکھتی ہیں۔“ اس کے بعد امیر حماد نے مجھ سے کہا۔

”اور تم پروگرام کے مطابق رات کو میرے پاس پہنچو گے۔“

”جی امیر۔ مجھے یاد ہے۔“ میں نے جواب دیا ان لوگوں کے چلے جانے کے بعد میں اپنے طور پر سوچوں میں گم ہو گیا تھا بہر حال سوچو سے کچھ حاصل نہیں تھا امیر حماد سے مقررہ

وقت پر ملاقات کی۔ اس وقت وہ اپنی مخصوص نشست گاہ میں تھا جو لاہور پری کی شکل رکھتی تھی اس کمرے کے بارے میں مجھے اس بات کا علم تھا کہ اس میں کسی کو جانے کی اجازت نہیں ہے تھا بھی ذرا الگ تھلگ ہی حصے میں اس کا مطلب ہے کہ امیر حماد مجھ سے نہایت خفیہ گفتگو کرنا چاہتا ہے اس نے مسکرا کر میرا استقبال کیا اور بولا۔

”یہ ایک عجیب بات ہے کہ تم اتفاقاً طور پر مجھے ملے ڈیر عارف اور تمہاری اپنی شخصیت میں بھی ایک ایسا پوشیدہ نکتہ ہے جس سے بہت سے عجیب و غریب احساسات نے جنم لیا بہر حال میں گفتگو کو طویل نہیں کروں گا وہ لڑکی جسے تم نے واقعی بڑے کمال کے ساتھ سنبھال لیا ہے ایک عجیب و غریب شخصیت ہے۔ میں تمہیں مختصر تفصیل بتاتا ہوں۔“ امیر حماد نے بھی وہی تفصیل بتائی تھی جو ڈاکٹر ہرین اپنے طور پر مجھے بتا چکا تھا بہر حال اس تمام گفتگو کے بعد امیر حماد نے کہا۔

”دیکھو۔ خدا کا دیا میرے پاس سب کچھ موجود ہے لیکن تم نے یہ جملہ سنا ہوگا کہ شوق کی کوئی قیمت نہیں ہوتی یہاں بھی ایک ایسا ہی سلسلہ ہے وہ لڑکی ایک ایسے قبیلے سے تعلق رکھتی ہے جو کرسٹیا کے نواحی علاقوں میں آباد ہے۔ انتہائی پراسرار قبیلہ ہے ہم اس لڑکی کو لے کر اس کے قبیلے میں جانا چاہتے ہیں تاکہ اسے اس قبیلے کے لوگوں کے سامنے پیش کر کے ان کی محبت اور ان کی غنایت حاصل کریں اور اس کے بعد وہ عظیم الشان خزانہ جو روایتی حیثیت رکھتا ہے جیسا کہ میں نے تمہیں اس کے بارے میں تفصیل بتائی ایک عجیب و غریب واقعہ ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ہمارا مقصد صرف اتنا ہی نہیں ہے فرض کرو اگر ہم اس خزانے کے حصول میں ناکام بھی ہو گئے تو یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے یہ تو ایک ایڈوانچر ہے ایک شوق ہے سب لوگوں کا میں صرف اپنے بارے میں یہ بات کہہ رہا ہوں۔ ڈاکٹر ہرین وحدت عالی اور مینی کین ہو سکتا ہے مجھ سے مختلف سوچ رکھتے ہوں لیکن میرے عزیز دوست اصل مسئلہ یہ ہے کہ ایسے معاملات میں جب بھی کبھی کسی نے کسی پر اعتماد کیا اپنی زندگی کھو بیٹھا۔ ہمیں اپنے اپنے گرد ہوں کے ساتھ مستعد رہنا ہوگا وحدت عالی بہت نفیس انسان ہے اس نے کبھی آج تک مجھے یہ احساس نہیں ہونے دیا کہ وہ مجھ سے الگ کوئی شخصیت ہے لیکن مینی کین اور ڈاکٹر ہرین کے بارے میں آخری بات نہیں کہہ سکتا اعتماد کے راستے اپنے ہاتھوں کو دوسرے کے ہاتھوں میں دے دینا کم از کم ایسے معاملات میں دنیا کی سب سے بڑی حماقت ہوتی ہے تم

میرے گروہ میں غیر معمولی انسان ہو جس کا تم بارہا ثبوت دے چکے ہو اور یہ ایک حقیقت ہے کہ میں تم پر مکمل اعتماد کرتا ہوں میرے دوست میں تمہیں اپنا دست راست بنانا چاہتا ہوں کیا تم اس حیثیت کو قبول کرو گے اور کیا تم یہ محسوس کرتے ہو کہ میرے لئے تم اپنے دل میں یہ گنجائش نکال لو گے۔“

”کوئی جذباتی بات نہیں کہوں گا امیر حماد میں بس صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ میری اپنی زندگی کا کوئی اہم مقصد نہیں ہے اور آپ کے ساتھ ایک طویل عرصہ گزار چکا ہوں بہت اچھے ماحول میں بہت اچھا برتاؤ کیا ہے آپ لوگوں نے میرے ساتھ ایسی صورت میں آپ کی کسی بات سے انحراف میرے لئے کسی بھی طرح نہ ضروری ہے نہ فائدہ مند۔ آپ اطمینان رکھیے۔ میری اپنی زندگی میں ایسا کوئی اہم معاملہ نہیں ہے جس کے لئے میں آپ سے غداری کرنے پر مجبور ہو جاؤں۔“

”نہیں پلیز۔ ایسے الفاظ بھی نہ کہو میں بھی آخر دنیا گزار چکا ہوں غداریوں کے بارے میں جانتا ہوں کہ وہ کس طرح کے ہوتے ہیں خیر چھوڑو ان باتوں کو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم لوگ تین گروہوں کی شکل میں یہاں سے روانہ ہو رہے ہیں اصولی طور پر لڑکی کو تمہارے ساتھ ہونا چاہیے لیکن میں ایسا نہیں کر رہا اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ابھی ہمیں اپنی کین کو بھی دیکھنا ہے لڑکی کو ہم اپنے ساتھ لے کر وہاں پہنچیں گے تم یہاں سے صرف تین افراد کے ساتھ روانہ ہو جاؤ گے ان میں ایک غفان ہے دو اور ایسے آدمی ہیں ابھی تک تمہارے سامنے نہیں آئے ہیں خصوصاً تم سے ایک ایسے شخص کا تذکرہ کروں گا جس پر میں تمہاری ہی طرح اعتبار کرتا ہوں وہ شخص ابھی تک تمہارے سامنے نہیں آیا لیکن وہ اتنا اعلیٰ انسان ہے جب تم اس کا ساتھ حاصل کرو گے تو تمہیں بے پناہ خوشی ہوگی یہ تین اجنبی ہیں جن میں ایک حیات ہے میرا مطلب ہے اس کا نام حیات ہے۔ دوسرے اس کے دونوں ساتھی ہیں حیات کے اندر تمہیں سب سے بڑی خوبی یہ نظر آئے گی کہ وہ انسائیکلو پیڈیا ہے یعنی دنیا کے مختلف علاقوں کے بارے میں اتنا کچھ جانتا ہے کہ تم سوچ بھی نہیں سکتے وہ پڑھا لکھا آدمی ہے صاحب حیثیت ہے لیکن ایڈو نچر پسند ہے نہ ڈاکٹر ہر مین اسے جانتا ہے نہ بیٹی کین اور نہ وحدت عالی میں تمہیں صرف اپنا راز دار بنا رہا ہوں اور اس کی وجہ یہی ہے کہ میں اپنے طور پر بھی ایک بہتر تحفظ چاہتا ہوں جو مجھے نقصان نہ پہنچا سکے میں ان میں سے کسی شخص سے بھی کسی بھی طرح انحراف نہیں

برتنا چاہتا لیکن اگر ان میں سے کوئی غلط راستوں پر نکل گیا تو پھر تو صورت حال کو دیکھنا ہوگا نہ۔“

”میں سمجھ رہا ہوں۔“ میں نے حیران نگاہوں سے امیر حماد کو دیکھتے ہوئے کہا۔ بات واقعی بڑی چالاکی اور ذہانت کی تھی پھر میں نے ان سے پوچھا۔

”یہ حیات کیا مقامی آدمی ہے؟“

”ہاں۔ نلی حیات اس کا نام ہے اور بڑا خوش مزاج انسان ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ میں اسے تمہارے بارے میں ساری تفصیل بتا چکا ہوں۔“

”لڑکی کے مسئلے میں آپ کیا کہتے ہیں؟“ میں نے سوال کیا۔

”وہ انتہائی تحفظ کے ساتھ وہاں پہنچے گی لیکن میں اسے تمہارے ساتھ نہیں بھیجنا چاہتا کچھ ایسے ہی معاملات ہیں۔“

”مجھے اعتراض نہیں ہے ظاہر ہے آپ اس سلسلے میں زیادہ بہتر سمجھ سکتے ہیں امیر حماد۔“

”تو میرے دوست تم مجھے بتاؤ کہ اس سلسلے میں ہمیں مزید کیا کرنا ہے۔“

”یہ تو آپ ہی فیصلہ کریں گے امیر۔“ میں نے جواب دیا پھر اچانک ہی مجھے حاتم یاد آیا تو میں نے کہا۔

”لیکن امیر کیا آپ اپنے ساتھ یہاں سے ملازمیوں کو بھی لے جا رہے ہیں۔“

”پہلے ایک فیصلہ کیا تھا لیکن بعد میں یہ سوچا گیا کہ یہ سب کچھ مناسب نہیں رہے گا جن علاقوں میں ہم جا رہے ہیں وہاں ہمیں خطرناک حالات یعنی طور پر پیش آئیں گے ہم دوسروں کی زندگیاں کیوں خطرے میں ڈالیں چھوٹے موٹے کام ہوں گے ہم دیکھ لیں گے۔ حالانکہ۔“ امیر حماد نے اچانک اپنا جملہ ادھورا چھوڑ دیا اس کی پیشانی پر سلوٹیں پڑی ہوئی تھیں پھر اس نے کہا۔

”بہر حال کوئی خاص بات ہے تمہارے اس سوال میں؟“

”نہیں اصل میں حاتم کو میں اپنے ساتھ لے جانا چاہتا تھا۔“ امیر حماد مجھے دیکھنے لگا پھر بولا۔

”ویسے میں تمہاری کسی بات پر انکار نہیں کروں گا لیکن یقیناً کرو یہ بالکل غیر مناسب

چھوڑ دو ذرا اسی بات پر کسی کو نقصان پہنچانا بہتر بات نہیں ہے مختصر یہ ہے کہ اب علی حیات کا اور تمہارا ساتھ رہے گا علی حیات تمہیں سفر کے لئے جو ہدایات جاری کی گئی ہیں ان کا انکبیل جس قدر جلد ہو کر لو۔“

”آپ بالکل فکر نہ کریں امیر حماد بلکہ میں تو اب یہ چاہتا ہوں کہ آپ عارفہ صاب کو میرے پاس ہی بھیج دیں۔“

”نہیں۔ حالات کچھ ایسے ہیں کہ میں ایک بڑا رسک لے رہا ہوں، لیکن خیر بعض ضرورتوں کیلئے ایسا کیا ہی جاتا ہے۔“

علی حیات سے خاصی دیر تک ملاقات رہی اور اس کے بعد کچھ معاملات طے ہوئے۔ پھر میں امیر حماد کے ساتھ ہی چل پڑا امیر حماد گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا پھر اس نے کہا۔

”بہت سی باتیں ایسی ہوں گی جو تمہارے ذہن میں الجھی ہوں گی عارفہ نے بہ شک مجھ سے اس کے بارے میں سوالات نہیں کئے مختصراً تمہیں بتائے دیتا ہوں حالانکہ اس وقت تمہارا میرے ساتھ رہنا میری سب سے بڑی ضرورت تھی لیکن جیسا کہ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ بیٹی کین سے ہماری ملاقات وہیں کورسٹیا میں ہوگی اور اس کے علاوہ بیٹی کین سے کچھ اشارے بھی ملے ہیں مثلاً یہ کہ ڈارکر وہاں موجود ہے اب ہم اپنا پروگرام تو ملتوی نہیں کر سکتے مگر ڈارکر سے بچ کر ہمیں نکلنا ہے یہ ٹولیاں اسلئے بنا دی گئی ہیں کہ اگر کوئی ایک ٹولی کسی طرح ڈارکر کی نگاہوں میں آجائے تو دوسری تمام ٹولیاں اس کے تحفظ کے لئے مستعد رہیں سارے پروگرام میں تھوڑی سی تبدیلیاں کرنی پڑی ہیں بیٹی کین کی اس اطلاع کے بعد سمجھ رہے ہو انم اور چونکہ وہ لڑکی ایک طرح سے چاروں پارٹیوں کی ملکیت ہے اس لئے میں اپنے کسی حکم کے تحت اسے تمہاری تحویل میں نہیں دے سکتا۔ علی حیات گویا میرا پہلا دستہ ہے جو وہاں میرے منادات کا تحفظ کرے گا اور تم اس کے ساتھی ہو گے یہ تبدیلی ایک طرح سے حالات کی ضرورت ہے اور ہم نے اسی لئے یہ تبدیلی کی ہے اگر کوئی اور بات تمہارے ذہن میں ہو۔“

”نہیں امیر حماد میں بات کو سمجھ گیا تو کیا ہمیں کورسٹیا پہنچ کر بیٹی کین سے ملاقات کرنا ہوگی؟“

”نہیں یہ ہمارے پہنچنے کے بعد ہوگا پہلے ہم ذرا ٹولیوں میں بیٹھ کر وہاں کا جائزہ لے لیں اس کے بعد صحیح صورت حال کا فیصلہ کیا جاسکے گا۔“

ہوگا کیونکہ ہمیں صورت حال کا جائزہ لینا ہے ہم اس سلسلے میں بالکل غیر مطمئن ہیں۔“

”اگر یہ ممکن نہیں ہے اور یہاں سے دوسرے ملازم بھی نہیں جا رہے تو میں ضد نہیں کروں گا۔“

”یقین کرو۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں جانتا ہوں حاتم بہت اچھا انسان ہے لیکن یہ مہم جس انداز کی ہے اس میں حاتم کی گنجائش نہیں نکلتی۔“ بعد میں یہ بات میں نے حاتم کو بتائی تو اس نے افسردگی سے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”عالیٰ طرح ایسی کوئی بات نہیں ہے بس ایک لگاؤ ہو گیا تھا آپ سے جس کی بنا پر میں آپ کا ساتھ نہیں چھوڑنا چاہتا لیکن خیر کوئی خاص نہیں ہے کم از کم میری دعا کہیں آپ کا تحفظ کریں گی۔“ میں نے حاتم کو شانہ چھپتا کر خدا حافظ کہا۔

بہر حال امیر حماد کی یہ پیش کش اور اس کی سنائی ہوئی داستان بڑی عجیب نوعیت کی تھی یہ تبدیلیاں بھی میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھیں لیکن تھوڑا تھوڑا سا خیال دل میں یہ تھا کہ امیر حماد بھی چالاک آدمی ہے۔ ڈاکٹر ہرین بہر طور ایک الگ نسل کا شخص ہے اور پھر سب سے بڑی بات یہ کہ مجھے ان جھگڑوں سے نجات مل رہی تھی۔ یعنی محترمہ علایہ یا خاتون اسٹیل بلاوجہ کے جھگڑے گردن میں آن پڑے تھے۔ عفان کے بارے میں بھی مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا کہ وہ اس بات کو کیسا محسوس کرے گا امیر حماد نے بقیہ پروگرام جو مجھے بتایا تھا وہ بڑا عجیب و غریب نوعیت کا تھا لیکن بہر حال پھر دوسرے دن میری ملاقات حیات سے کرائی گئی حیات کے ساتھ دو افراد اور بھی تھے بھدی سی شکل و صورت کا یہ شخص ایک نگاہ دیکھنے سے ہی نہایت نفیس انسان معلوم ہوتا تھا اس نے پر جوش انداز میں مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

”امیر حماد اتنے اچھے انسان ہیں کہ الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا اور اتنا اعتماد ہے مجھے ان کی ذات پر کہ اگر وہ کسی کی تعریف کر دیں تو یقینی طور پر وہ قابل تعریف ہی شخص ہوگا اور امیر نے آپ کی اتنی تعریف کی ہے مسٹر عارف کہ میرے دل میں آپ سے ملنے کا بے حد اشتیاق تھا۔“ امیر حماد نے کہا۔

”اور یہ حقیقت ہے کہ جابری کے سلسلے میں اگر میں علی حیات کو ایک اشارہ کر دیتا تو شاید جابری کی لاش بھی کسی کو دستیاب نہ ہو پاتی۔ جابری کے بارے میں مستحکم ہونا چاہیے کہ وہ یہاں سے نکل بھاگا ہے اصل میں جو کچھ اس نے کیا تھا اس کا اسے خود بھی احساس ہوگا چلو

”لڑکی کو آپ سنبھال لیں گے؟“ میں نے سوال کیا۔
 ”سب سے مشکل کام یہی ہوگا لیکن بہر حال ہمیں امید ہے کہ ہم لوگ یہ کام کر ڈالیں۔“

”باقی مجھے اور کوئی فکر نہیں ہے۔“ پھر عفان نے رات کو مجھ سے ملاقات کی اور بولا۔
 ”خدا کا شکر ہے حالانکہ تمہارا ساتھ میرے لئے بے انتہا اہمیت کا حامل تھا اور میری دلی آرزو تھی کہ میں تمہارے ساتھ سفر کروں لیکن۔“
 ”کیا مطلب مسٹر عفان۔“

”یار۔ وہ بھی ساتھ جارہی ہے میرا مطلب ہے ربابی اور میں اس سے دور رہنا نہیں چاہتا یہ خود اسکی اپنی فرمائش ہے۔“
 ”کیا وہ اس مہم میں ہمارے ساتھ ہے؟“

”ابھی تک تو میرے علم میں یہی بات ہے وحدت عالی اسے اپنے ساتھ لے جائیں گے بھلا وہ یہاں کہاں رہے گی نہ اسے تنہا واپس بھیجا جاسکتا ہے امکانات اسی بات کے ہیں کہ وہ ساتھ ہی ہو اور پھر میں اس کے ساتھ نہ ہوں۔“
 ”مگر امیر حماد نے تو مجھ سے کہا تھا۔“

”بے شک کہا تھا پہلے پروگرام تھا اب پروگرام میں ذرا سی تبدیلی ہو چکی ہے اور شاید تمہیں اس کے بارے میں اطلاع بھی مل جائے۔ ویسے کورسٹیا میں تو ملاقات ہوگی ہی۔“
 ”ہاں۔ امکانات تو ہیں اس بات کے۔“

”بہر حال ٹھیک ہے۔“ حاتم کو حالانکہ میں نے خدا حافظ کہہ دیا تھا لیکن ابھی حاتم کا اور میرا ساتھ تھا اصل میں مجھے صحیح صورت حال ہی معلوم نہیں تھی امیر حماد نے بتایا تھا کہ علی حیات اور ایک اور آدمی ساتھ ہوگا لیکن اب علی حیات کے ساتھ مزید دو افراد سے ملاقات ہوئی تھی۔ بہر حال یہ امیر حماد کا معاملہ تھا میں اس پر کسی قسم کا کوئی اعتراض نہیں کر سکتا تھا۔ پھر میں انتظار کرتا رہا اسٹیل وغیرہ کو شاید اصل پروگرام سے آگاہ نہیں کیا گیا تھا اور نہ ہی علی کو اس بارے میں معلومات حاصل تھیں امیر حماد نے عقل مندی سے کام لیا تھا ویسے جہاں تک میرا خیال تھا امیر حماد کو یہ اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ ڈاکٹر ہرین مجھے اپنے طور پر لڑکی کی کہانی سنا چکا ہے لیکن امیر حماد نے جو خدشات ظاہر کئے تھے ڈاکٹر ہرین کے انداز سے ان کی تھوڑی

بہت تصدیق ہوتی تھی اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ یہ معاملات واقعی آگے چل کر خاصی سنجیدہ شکل اختیار کر جائیں گے بہر حال اس کے بعد روانگی کا وقت آگیا پاسپورٹ ویزا اور دوسرے کاغذات وغیرہ کا انتظام علی حیات نے کر لیا تھا میں روزانہ کے معمولات کے مطابق ہی امیر حماد کے حکم پر باہر نکلا تھا لیکن میں یہ جانتا تھا کہ علی حیات کے پاس پہنچنے کے بعد یہاں میری واپسی نہیں ہوگی بلکہ ہمیں اپنی مہم پر روانہ ہو جانا ہوگا اور بہر حال اس وقت میرے ذہن میں ویسے ہی سنسنی خیز لمحات تھے جسے عموماً اس طرح کے حالات میں پیدا ہو جایا کرتے تھے علی حیات نے میرا پر جوش استقبال کیا اور مجھے میری ضروریات کی تمام چیزیں دکھاتے ہوئے کہا۔
 ”ویسے تو کورسٹیا بھی چھوٹی جگہ نہیں ہے ظاہر ہے جس بڑے ملک کے تحت یہ علاقہ آتا ہے وہ خود بھی معمولی نہیں ہے ہمیں ایڈی لیڈ پہنچنے کے بعد فوراً ہی کورسٹیا روانہ ہو جانا ہوگا اور اگر تمہیں کچھ سامان کی ضرورت پیش آئی بھی تو وہاں پر اس کا بندوبست بھی ہو جائے گا لیکن پھر بھی اگر یہاں سے کچھ خریدنے کے خواہشمند ہو۔“

”نہیں میری کچھ ضروریات نہیں ہیں۔“ میں نے جواب دیا آخر کار سارے معاملات طے ہوئے اور مجھے ایک طویل ہوائی سفر طے کرنا پڑا میرے ساتھ صرف علی حیات اور اس کے دو آدمی ہی تھے ہمیں یہ اطلاع بھی دے دی گئی تھی کہ ڈاکٹر ان علاقوں میں موجود ہے اور شاید اسے کسی قسم کا کوئی شبہ ہے۔“ دوران سفر میں نے علی حیات سے پوچھا۔
 ”علی حیات کیا تمہیں اس بات کا علم ہے کہ ڈاکٹر کیا چیز ہے؟“ علی حیات کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اس نے کہا۔

”امیر حماد کی اکثر مہمات میں میں ساتھ ہوتا تھا اور اس خطرناک آدمی کو میں اچھی طرح جانتا ہوں مسئلہ یہ ہے کہ اس وقت ہمیں جو سفر کرنا ہے وہ ذرا مختلف حالات کے تحت کرنا ہے کورسٹیا پہنچنے کے بعد جب ہم وہاں سے علیحدگی اختیار کریں گے تو ہمیں خاصے خطرناک سفر کی ہدایت دی گئی ہے یعنی ان علاقوں سے مجھے کورنیاں پہنچنا ہوگا جن علاقوں کو انتہائی مخدوش سمجھا جاتا ہے اصل میں کچھ ایسے معاملات ہیں جن کا تفصیلی علم تمہیں کورسٹیا جا کر ہی ہوگا۔“

”ٹھیک ہے“ سفر ختم ہوا اور ہم ایک عجیب و غریب دنیا میں پہنچ گئے ایک جدید ترین ملک کا جدید ترین شہر ایڈی لیڈ۔ ایڈی لیڈ سے ہمیں ایک پرائیویٹ گاڑی کے ذریعے کورسٹیا کا سفر کرنا تھا یہ پرائیویٹ گاڑی وہاں پر کرائے پر دستیاب ہو جاتی تھی علی حیات واقعی ایک ذہین

آدمی تھا وہ کافی مستعدی سے اپنے سارے کام سرانجام دے رہا تھا ہماری حیثیت بلاشبہ سیاحوں جیسی ہی تھی لیکن ہمیں اس بات سے آگاہ کر دیا گیا تھا کہ ڈارکر کے آدمی ہمیں چاروں طرف تلاش کر رہے ہوں گے چنانچہ ہمیں محتاط رہنا پڑے گا پرائیویٹ گاڑی کے حصول کے بعد ہم لوگوں نے سفر کا آغاز کر دیا۔ شروع کا ایک گھنٹہ تو ذرا تجسس میں گزرا اور یہ سوچا گیا کہ ہو سکتا ہے ڈارکر کے آدمی قرب وجوار میں موجود ہوں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہم اس کی نگاہوں میں آگئے ہوں علی حیات نے اس کے بعد مجھے سرگوشیوں میں بتایا۔

”اصل میں اس آدمی کے یہاں کافی اثر و رسوخ ہیں اور زیادہ پریشان کن بات یہ ہے کہ وہ مجھے بھی پہچانتا ہے۔“

”لیکن امیر حماد اور دوسرے لوگ جب یہاں پہنچیں گے تو ڈارکر ان کے لئے خطرناک نہیں ثابت ہوگا؟“

”امیر حماد کے ساتھ جن لوگوں کی شمولیت ہے وہ خود بھی ان علاقوں میں خاصہ اثر و رسوخ رکھتے ہیں اور یقینی طور پر وہ اپنے لئے مناسب بندوبست کر لیں گے۔ اصل میں مجھے امیر حماد کی جانب سے جو ہدایت ملی ہے وہ یہ ہے کہ ہم لوگوں کو انتہائی خفیہ طریقوں سے کورسٹیا اور وہاں سے کورنیاں کے ابتدائی علاقوں میں پہنچنا ہوگا۔“

”جن حالات کی تم نشاندہی کر رہے تھے وہ کیا ہیں؟“

”میرا خیال ہے اس کے بارے میں ہمیں معلومات حاصل ہو جائیں گی۔“ پھر ہم کافی سفر طے کر کے کورسٹیا پہنچ گئے یہاں کی زندگی بڑی خوبصورت اور سادہ قسم کی تھی قرب وجوار میں بکھرے ہوئے مکانات اور درخت لگتا ہی نہیں تھا کہ کسی بڑے ملک کی ملکیت ہیں اس علاقے میں سادگی کا دور دورہ تھا اور شاید یہاں کی آبادی ایڈی لیڈ کی آبادی کا تصور بھی نہیں کر سکتی تھی معصوم اور سادہ لوح لوگ یا پھر مقامی فوجی جو جیپوں میں ادھر ادھر گردش کرتے پھر رہے تھے قیام کے لئے ایک جگہ حاصل کی گئی اور یہاں آکر ہمیں پتا چلا کہ قرب وجوار کے پہاڑی قبائلیوں نے بناوٹ کر رکھی تھی۔ وہ اپنے علاقے کی آزادی چاہتے تھے اور اس کے لئے یہاں شدید جدوجہد ہو رہی تھی عموماً مقامی پولیس میں اور باغیوں میں جھڑپیں ہوتی رہتی تھیں چنانچہ یہ سرحدیں کافی مخدوش تھیں میں نے کسی قدر محسوس کرتے ہوئے کہا۔

”کیا ایسے عالم میں ان علاقوں کو عبور کر کے دوسری طرف پہنچنا خطرناک نہیں ہوگا؟“

”یقیناً ہوگا میں نے اس سلسلے میں امیر حماد سے بات کی تھی لیکن ایک اور عجیب مسئلہ ہے اور وہ مسئلہ یہ ہے کہ اس کے بعد ان علاقوں میں کچھ اس قسم کے واقعات ظہور پذیر ہونے والے ہیں جس میں ہماری یہ مہم شاید چار سے چھ سال تک ملتوی ہو جاتی بڑے صلاح مشورے کے بعد یہ طے کیا گیا ہے کہ اپنے معاملات ہم خود دیکھیں گے۔“

”یہ تو بڑی مخدوش صورت حال ہے۔“

”لیکن پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہمارا اصل کام یہی تو ہے اور اس کے لئے ہم یہاں کورسٹیا میں بندوبست کر کے جس قدر جلد ممکن ہوگا یہاں سے آگے نکل جائیں گے۔“

”بقیہ لوگوں سے کہاں ملاقات ہوگی۔“

”کورسٹیا کی سرحد عبور کرنے کے بعد کورنیاں کے ابتدائی علاقے میں۔“

”کیا وہاں قبائلیوں کا خوف نہیں ہوگا۔“

”خوف تو ہر جگہ ہوتا ہے میرے دوست ہمیں انہی حالات کا تو سامنا کرنا ہے۔“ میں خاموش ہو گیا بہر حال اپنی ہی اکیلی زندگی کا معاملہ نہیں تھا اور بھی لوگ تھے جب خطرات پیش آئیں گے تو دوسرے لوگوں کی کیفیت بھی مجھ سے مختلف نہیں ہوگی چنانچہ میں نے اپنے آپ کو آزاد چھوڑ دیا البتہ یہ اندازہ مجھے ہو گیا تھا کہ صورت حال کیا ہے اور اس سلسلے میں اپنے تحفظ کا بندوبست بھی کیا جاسکتا تھا رہ رہ کر اس لڑکی کا خیال آ رہا تھا جو مجھ سے بے حد مانوس ہو گئی تھی کیا وہ لوگ اسے قابو میں کر سکیں گے کہیں وہ پھر اسے تشدد کے راستے پر آگے بڑھا کر ذہنی طور پر اسی جگہ نہ لے آئیں جہاں سے میں نے اس کی نئی زندگی کا آغاز کیا تھا بہر حال سب کچھ بھاڑ میں جائے اب جو کچھ ہوگا دیکھا جائے گا۔ علی حیات اپنے دونوں ساتھیوں کو میرے پاس چھوڑ کر کچھ ضروری انتظامات کرنے کے لئے چلا گیا تھا ان لوگوں سے بھی میری اچھی خاصی بے تکلفی ہو گئی تھی دونوں ہی خوش مزاج نوجوان تھے ہم لوگوں نے تھوڑی دور تک سیر و سیاحت بھی کی مجھے سب سے زیادہ حیرت اس بات پر تھی کہ یہ ایک جدید ترین ملک کا ایک شہر یا قصبہ تھا لیکن یہاں کی زندگی میں بڑی عجیب صورت حال ملتی تھی امید نہیں تھی کہ ان جدید علاقوں میں بھی ایسا ماحول ہوگا لیکن بہر حال پھر اس کے بعد علی حیات واپس آ گیا اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی اس نے کہا۔

”انتظام تو ہو گیا ہے اور ہم نے جس انداز میں یہ انتظام کیا ہے یقیناً کروڈ سیر عارف

شام کے سائے جھکنے لگے اور پھر آہستہ آہستہ رات کی تاریکیاں پھیلتی چلی گئیں میں نے اپنا ذہن آزاد چھوڑ دیا تھا اب مزید کسی بات کے بارے میں سوچنا حماقت تھی بس صرف اتنا ہی تھا کہ آگے چل کر اگر مشکل حالات پیش آئے تو مجھے اپنی زندگی بچانے کے لئے خود جہد و جہد کرنا پڑے گی لیکن اب مجھے اس کی کوئی پروا نہیں تھی رات گہری سے گہری ہوتی چلی گئی پھر ایک جگہ ٹرک روک کر کھانا کھایا گیا ڈرائیور اور پیچھے موجود چار آدمی جن میں سے دو ہمارے اپنے ساتھ تھے اور دو اجنبی سب ہمارے ساتھ ہی کھانے پینے میں مصروف ہو گئے تھے اور اس کے بعد پیچھے بیٹھے ہونے دو آدمیوں میں سے ایک نے آگے آکر ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی تھی علی حیات نے مجھ سے کہا۔

”میرا خیال ہے عارف پیچھے جا کر کچھ وقت آرام کر لو بہتر رہے گا۔“ میں نے سوچا کہ مناسب ہے کوئی حرج نہیں ہے۔ علی حیات اگر قابل اطمینان آدمی نہ ہوتا تو امیر حماد یقینی طور پر میرے ساتھ اسے کبھی نہ بھیجتا اس لئے آرام کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے میں کچھ وقت کے بعد ٹرک کے پیچھے حصے میں چلا گیا یہاں خاصی جگہ تھی لیکن اب نیند کی اتنی دیوانگی بھی ذہن پر سوار نہیں تھی کہ یہاں سو جاتا بس آنکھیں بند کئے ٹرک کے ایک حصے سے ٹکا رہا قرب و جوار میں پہاڑی سلسلے نکھرے ہوئے تھے جہاں کی صورت حال خاصی مختلف تھی ویسے بھی ٹرک اب ہموار راستوں پر سفر نہیں کر رہا تھا بلکہ خاصی اچھل کود ہو رہی تھی غالباً یہ کچی سڑک نہیں تھی ہاں کبھی کبھی تھوڑی دیر کے لئے یوں محسوس ہوتا جیسے ٹرک کچی جگہ سفر کر رہا ہو بہر حال خاصا وقت اسی طرح گزر گیا۔ اور اس کے بعد میں نے ٹرک کو رکتے ہوئے محسوس کیا۔ باقی لوگ بھی

کسی دوسرے کے لئے سخت مشکل ہو جاتا یہاں کے حالات اس قدر سنگین ہیں اس کی صحیح رپورٹ شاید امیر حماد کو بھی نہیں تھی ورنہ وہ کچھ نہ کچھ سوچتے کچھ انتظام کرتے سرحدوں پر بڑی زبردست چیلنگ ہے۔ باغی گروپوں کے چھاپہ مار حملے فوجی ٹولیوں پر ہو جاتے ہیں۔ اس لئے سرحدیں خاصی نا امن ہیں۔“

”تو پھر کیا ہوگا؟“ ”کچھ نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ کام آگے ہی بڑھے گا امیر حماد میں بھی ایک خوبی ہے کہ جب قدم آگے بڑھا لیتے ہیں تو پیچھے نہیں ہٹتے مجھے ان کے بارے میں اچھی خاصی معلومات حاصل ہیں۔“ ”ٹھیک ہے انتظام کیا گیا ہے آگے بڑھنے کا۔“

”ایک ٹرک جو ہمیں یہیں سے پک کرے گا میں نے ساری تیاریاں مکمل کر لی ہیں بہر حال علی حیات کا کہنا غلط نہیں تھا شام کے تقریباً ساڑھے تین یا پونے چار بجے ہوں گے کہ ایک شخص ہمارے پاس پہنچ گیا مقامی آدمی تھا اس نے ہمیں ٹرک کے آنے کی اطلاع دی تھی چنانچہ ہم سب اپنے مختصر سامان کے ساتھ باہر نکل آئے بڑا سا ٹرک تھا جس کا پچھلا حصہ ترپالوں سے ڈھکا ہوا تھا ڈرائیونگ سیٹ پر ایک عمر رسیدہ سفید فام بیٹھا ہوا تھا میں اور علی حیات ڈرائیور کے ساتھ بیٹھ گئے باقی دو افراد پیچھے حصے میں چلے گئے ٹرک اشارت ہو کر چل پڑا راستے میں وہ ایک جگہ رکا اور مزید دو آدمی اس کے عقبی حصے میں سوار ہو گئے ہم تیز رفتاری سے آگے بڑھ رہے تھے اور میں قرب و جوار میں پھیلے ہوئے کھیتوں اور باغوں کا جائزہ لے رہا تھا علی حیات نے کہا۔

”بیٹھے بیٹھے تھک جاؤ عارف تو پیچھے جا کر آرام کر لینا کافی جگہ ہے اس میں۔“ ”شکریہ۔“ میں نے کہا لیکن میں نے پیچھے جانا مناسب نہیں سمجھا تھا ویسے بھی ابھی اس قدر تھکن نہیں تھی البتہ ہمیں سفر خاموشی سے طے کرنا پڑ رہا تھا۔



”کیا یہ ٹرک ہمارے ساتھ ہی رہے گا۔“

میں نے سوال کیا علی حیات نے مسکراتے ہوئے مجھے آنکھ ماری پھر قریب آکر بولا۔
 ”یوں سمجھ لو کہ صورت حال بڑی عجیب ہے کچھ منصوبے ادھر سے ادھر ہو گئے ہیں لیکن
 خیر فکر کی بات نہیں ہے ٹرک ہمارے ساتھ ہی رہے گا اس میں تو ہماری ضرورت کا سارا سامان
 موجود ہے۔“

”ہوں ویسے یوں محسوس ہو رہا ہے علی حیات جیسے بہت سے مسئلے ہماری توقع کے
 خلاف ہونے ہیں۔“

”نہ صرف خلاف بلکہ یوں سمجھ لو کہ جن باتوں کی امید نہیں تھی وہ ہو رہی ہیں لیکن بہر
 حال ہمیں آسانیاں حاصل ہیں دیکھ لیں گے پریشانی کی بات نہیں ہے میرا اندازہ یہ ہے کہ اگر
 کچھ وقت سولیا جائے تو زیادہ بہتر رہے گا۔“

”کھانے پینے کا مسئلہ طے کر لیا جائے اس کے بعد سونے کی کوشش کرتے ہیں ٹرک
 کے پچھلے حصے میں کافی جگہ ہے بس وہیں اپنے لئے جگہ بنا لوں گا سب سے بہتر رہے گا۔“ میں
 نے علی حیات کی بات سے اتفاق کیا تھا باقی لوگ بھی اپنے اپنے طور پر فیصلے کر کے اپنے لئے
 ٹھکانے تلاش کرنے لگے تھے میں بھی ٹرک کے پچھلے حصے میں چڑھ گیا۔ دن کی روشنی میں
 اسے آسانی سے دیکھا جاسکتا تھا۔ ٹرک کے پچھلے حصے میں ڈیزل کے کچھ کین رکھے ہوئے تھے
 لیکن بعد میں انہیں ٹرک کے ٹینک میں خالی کر کے وہیں پھینک دیا گیا میں سو گیا تھا پھر نجانے
 کتنی دیر تک سوتا رہا اور اس کے بعد علی حیات نے ہی مجھے جگایا تھا۔

”کیا خیال ہے چلا جائے۔“

”اوہو بڑی دیر تک سویا میں۔“

”تو باقی لوگ کونسا جاگ رہے تھے۔“

”روانگی ہو رہی ہے۔“

”ہاں۔“

”تھیک ہے۔“ میں نے کہا ٹرک پھر اسٹارٹ ہو کر چل پڑا تھا نیند پوری ہو چکی تھی اس
 لئے اب سبھی خوش نظر آ رہے تھے اور آپس میں گپیں لگا رہے تھے اس وقت علی حیات بھی ٹرک
 کے پچھلے حصے میں میرے پاس ہی بیٹھا ہوا تھا میں نے اس سے پوچھا۔

سنجھل گئے تھے ہم نے تریالوں کی دوسری طرف دیکھا ٹرک درختوں کے ایک جھنڈ کے پاس
 رک گیا تھا اور ڈرائیور اور علی حیات نیچے اتر آئے تھے میں اور میرے ساتھی بھی نیچے اتر گئے
 قرب و جوار میں تاریکیاں پھیلی ہوئی تھیں میں نے علی حیات سے کہا۔
 ”کیوں خیریت یہاں کیسے رک گئے۔“

”یہ پہاڑی دیواریں دیکھ رہے ہو بس یوں سمجھ لو ہم تقریباً اپنی منزل پر پہنچ گئے ہیں۔
 ”کیا اب باقی وقت یہاں گزارا جائے گا۔“

”نہیں تھوڑا سا جائزہ لیا جا رہا ہے جیسا کہ تمہیں معلوم ہے ناں کہ اس علاقے کو عبور
 کرتے ہوئے فوجیوں کی موجودگی بھی ہو سکتی ہے اب ہم یہ تو بعد ہی میں انہیں یقین دلائیں
 گے کہ ہمارا تعلق ان گوریلوں سے نہیں ہے جو حکومت کو ریٹنا سے جنگ کر رہے ہیں عموماً ادھر
 فوجی گاڑیاں گزرتی رہتی ہیں ذرا اطمینان کے بعد آگے بڑھیں گے۔“
 ”اندازہ کیسے ہوگا۔“ میں نے سوال کیا۔

”اندازہ لگایا جا رہا ہے۔“ علی حیات نے جواب دیا پھر کچھ وقت یہاں گزارنے کے
 بعد غالباً یہ اندازہ ہو گیا کہ اس طرف صورت حال نارمل ہے چنانچہ ایک بار پھر ہم سب ٹرک
 میں بیٹھ گئے اور ٹرک اپنے سفر پر روانہ ہو گیا لیکن اب کافی احتیاط کی جارہی تھی ہیڈ لائٹس بند
 تھیں اور ڈرائیونگ کی رفتار بے حدست ہم ایک راستے سے گزرے پھر بلندیوں پر چڑھنا پڑا
 اور اس کے بعد ایک وسیع میدان جس میں درخت نظر آ رہے تھے یہ درخت بے شک رات
 کے سناٹے اور تاریکی میں ڈوبے ہوئے تھے لیکن یہ احساس ہو رہا تھا کہ مرسز اور پھلوں سے
 لدے ہوئے ہیں یہاں تک کہ جب صبح کا اجالا پھوٹنے لگا تب بھی راستہ یہی رہا اور موسم بے
 حد حسین نظر آتا رہا پھر کچھ وقت کے بعد مخصوص طرز کی عمارتیں دھندلی چھاؤں میں ڈوبی نظر
 آنے لگیں یہاں تک کہ ایک پہاڑی ٹیلے کی آڑ میں ٹرک روک لیا گیا اور علی حیات نے
 مسکراتے ہوئے کہا۔

”اب یہ سفر زیادہ طویل نہیں رہا ہے ہاں اگر کچھ وقت یہاں رکنا چاہو تو ضرور کو بڑی
 بہترین صورت حال ہے اس علاقے کی موسم بھی شاندار لیکن بس وہی مسئلہ ہے کہ ذرا خطرہ
 مول لینا پڑے گا۔ رپورٹ یہ مل رہی ہے اس جگہ کی کہ کبھی اور کسی وقت بھی قبائلی حملہ کر دیتے
 ہیں اور اچھی فضاء کو خراب کر دیتے ہیں۔“

”اب ہمیں مزید کتنا سفر طے کرنا ہوگا۔“

”رات بھر سفر کریں گے اور پھر دن میں گیارہ بجے تک اس کے بعد قیام کیا جائے گا اس کے بعد رات کو بارہ بجے ہم اپنی منزل پر پہنچیں گے میرا مطلب ہے کوری شا کی دوسری سرحد۔“

”کیا تم پہلے بھی اس راستے پر آچکے ہو علی حیات۔“
”نہیں۔“

”تو اتنا سفر میرا مطلب ہے اتنا صحیح راستہ کیسے اختیار کیا گیا۔“

”ڈارکن اس راستے کے بارے میں اچھی طرح جانتا ہے اور اکثر ادھر آتا رہتا ہے۔“
علی حیات نے کہا۔

”ڈارکن کون؟“

”وہ ڈرائیور۔“

”اپنا آدمی ہے۔“

خریدا گیا ہے۔ علی حیات نے جواب دیا اور میں نے گردن ہلا دی پھر اس کے بعد کچھ پوچھنے کی گنجائش نہیں رہی تھی سفر جاری رہا رات ہو گئی آسمان پر چاند نکل آیا اور ماحول میں ایک خوبصورت کیفیت پیدا ہو گئی چاند بادلوں کی اوٹ میں آتا تو اطراف میں بکھری ہوئی چٹانیں سیاہ کبل اوڑھے ہوئے بھوتوں کی شکل اختیار کر لیتیں پھر جب چاند نکلتا تو یہ بھوت روپ بدل لیتے اور اس کے بعد روشنی کی کرنیں بھوتوں کے اس کھیل کو ختم کر دیتیں تا حد نظر پھول درخت اور سرسبز راستے بکھرے ہوئے تھے وسیع و عریض پہاڑی ٹیلے دور دور تک بکھرے ہوئے نظر آتے تھے اس حسین ماحول میں رات کا یہ سفر ختم ہوا اور دن کو ایک بجے ٹرک روک دیا گیا یہ ایک چھوٹا سا پہاڑی سلسلہ تھا اور جگہ جگہ جنگل بکھرے ہوئے نظر آ رہے تھے یہاں پہنچ کر وہ سب جیسے محتاط ہو گئے ہوں اب یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ سب کسی خاص بات کے بارے میں سوچ رہے ہوں علی حیات نے کہا۔

”یہ سفر کا سب سے خطرناک مرحلہ ہے ہم اگر اس مرحلے کو عبور کر جائیں تو سمجھ لو کہ مشکلات سے دور ہو جائیں گے۔“ میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور اس کے بعد انتظار کرتے رہے کوئی ایک گھنٹے کا سفر طے کرنے کے بعد آخر کار ہم ایک درے میں داخل ہو گئے جو ناہموار

تھا ٹرک بری طرح اچھل رہا تھا اور ڈرائیونگ کرنے والے کو اسٹیرنگ سنبھالنا مشکل ہو رہا تھا۔ پھر اچانک ہی دور سے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنائی دیں اور ڈرائیور نے گھبرا کر بریک لگا دی۔

”کیا بات ہے۔“ علی حیات نے پوچھا۔ ”خطرہ“ ڈرائیور نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔
”کیا مطلب؟“

”کے۔ کتوں کی آوازیں سن رہے ہو۔“ اس کی سہمی ہوئی آواز ابھری۔

”انجن بند کر دو۔“ علی حیات نے جیسے ساری صورت حال کو سمجھ لیا تھا ڈرائیور نے جلدی سے سوچ آف کر دیا اس کے بعد مکمل خاموشی چھا گئی دس منٹ تک سب اسی طرح کھڑے آہٹیں لیتے رہے پھر علی حیات نے کہا۔

”ٹرک اسٹارٹ کر کے بائیں سمت بڑھاؤ۔“ کتوں کی آوازیں بند ہو گئی تھیں لیکن علی حیات شاید کچھ اور سمجھ رہا تھا اس نے ڈرائیور سے کہا۔

”درے سے باہر نکلتے ہی رخ بدل لینا راستہ کسی بھی سمت نظر آئے مگر سیدھے نہیں چلنا ہے سمجھ رہے ہو ناں۔“

”ایس سر۔“ ڈارکن نے جواب دیا لیکن مشکل سے مزید دس منٹ آگے بڑھے ہوں گے کہ کتوں کی آوازیں پھر سنائی دیں اور ڈرائیور نے جلدی سے انجن دوبارہ بند کر دیا تھوڑی دیر تک انتظار کیا گیا لیکن اب آوازیں مسلسل سنائی دے رہی تھیں علی حیات نے ٹرک کے پچھلے حصے سے دواٹھن گئیں نکالیں اور اپنے دونوں ساتھیوں کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔

”تم لوگ دونوں سمتوں میں ہوشیار ہو جاؤ میں آگے جا رہا ہوں۔“ پھر اس نے مجھ سے کہا۔

”اور یہ پستولی تم بھی رکھ لو اور آؤ میرے پاس بیٹھ جاؤ۔“ میں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا بدن میں سنسنی دوڑ رہی تھی اور اندر سے یہ احساس ابھر رہا تھا کہ اب کوئی زبردست خطرہ پیش آنے والا ہے۔ ڈارکن کو بھی ٹرک کے پچھلے حصے پر بھیج دیا گیا تھا پتہ نہیں یہ شخص کیا چیز تھا ویسے جس طرح یہ ہم لوگوں کے ساتھ تعاون کر رہا تھا اس سے تو یہ احساس ہوتا تھا کہ یہ ہر طرح کے خطرات میں ہمارا ساتھ دینے کے لئے تیار ہے بہر حال ٹرک سست رفتاری سے آگے بڑھ رہا تھا اور علی حیات بڑی ہوشیاری سے اسے سنبھالے ہوئے تھا درہ کافی طویل تھا

اور اس کے دوسرے سرے کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں ہونے پا رہا تھا پھر دفعتاً پہاڑوں میں کچھ آئیں ابھریں پتھروں کے ٹکڑھنے کی آوازیں سنائی دیں اور اس کے ساتھ ہی کتوں کی زور زور سے بھونکنے کی آوازیں بھی پھر اچانک ہی کچھ سر ہمارے بائیں سمت نظر آئے اور علی حیات کے حلق سے غرائی ہوئی آواز نکلی۔

”لعنت ہے یار وہ پہنچ گئے۔“ پھر اس نے پھرتی سے ٹرک روکا اور چیخ کر بولا۔

”کودو نیچے کوڑ جاؤ جلدی۔“ اور پھر خود بھی وہ دروازہ کھول کر نیچے اتر گیا تھا۔ پچھلے حصے میں بیٹھے ہوئے تمام آدمی نیچے کود گئے علی حیات کے اشارے پر ہم پھرتی سے دوڑ دوڑ کر چٹانوں کی آڑ لینے کی کوشش کرنے لگے لیکن کتوں کا مسئلہ سب سے ٹیڑھا تھا ان کی آوازیں اب طوفانی ہوتی جا رہی تھیں چھوٹے چھوٹے پتھر بھی لڑھک رہے تھے اور صورت حال سمجھ میں آرہی تھی غالباً وہ جو کوئی بھی تھے انہوں نے ہماری تلاش کے لئے یا ہم پر حملہ کرنے کے لئے کتے چھوڑ دیئے تھے ایک بار پھر علی حیات کی آواز ابھری۔

”بھاگو۔“ اس کے ساتھ ہی وہ خود بھی اس چٹان کے عقب سے نکل بھاگا تھا جیسے ہی ہم نے چٹان کی پناہ چھوڑی اچانک ہی فائرنگ شروع ہو گئی ہمیں دیکھ لیا گیا تھا اور اب گولیاں ہمارے دائیں بائیں سے نکل رہی تھیں دفعتاً دلدوز چیخ بھرائی اور بھاگنے والوں میں سے ایک کم ہو گیا لیکن یہ اندازہ نہیں تھا کہ وہ کون تھا اندازہ لگانے کی نوبت ہی نہیں آرہی تھی صاف پتہ چل گیا تھا کہ کتے ہمارے پیچھے آرہے ہیں اس وقت کسی کو یہ فرصت نہیں تھی کہ وہ اندازہ لگانے کہ کون کس طرف دوڑ رہا ہے اچانک ہی علی حیات نے پلٹ کر فائرنگ شروع کر دی اور ایک خونخوار شکاری کتا جو ہمارے سروں پر پہنچ گیا تھا۔ قلا بازی کھا کر نیچے گر پڑا لیکن عقب میں کتے اور بھی تھے اور اب ہمارے بالکل قریب پہنچ گئے تھے اب کتے نے بائیں سمت سے مجھ پر چھلانگ لگائی تو میں نے بھی فائر کر دیا گولی نشانے پر لگی لیکن اسی وقت دوسرے کتے نے علی حیات کے شانے کو دبوچ لیا تھا وہ علی حیات کو دبوچے ہوئے زمین پر گر پڑا ہمارا تیسرا ساتھی آگے بڑھ گیا تھا اب اس صورت حال سے واقف ہونے کے بعد آگے نہیں بڑھ سکتا تھا پستول سیدھا کئے ہوئے میں ان دونوں کے سروں پر پہنچ گیا علی حیات خونخوار کتے سے بچنے کے لئے اسے پوری قوت سے پیچھے دھکیل رہا تھا اس کی اسٹین گن گر چکی تھی اور کتے نے اس کے شانے میں دانت گاڑ دیئے تھے دونوں میں شدید کشمکش ہو رہی تھی میں نے بالکل قریب

پہنچ کر کتے کی ایک ٹانگ پکڑی اور اسے پوری قوت سے گھسیٹا اس کے ساتھ ہی میں نے پستول کی نال اس کے حلق پر رکھ کر ٹرگر دبا دیا کتا ایک خوفناک غراہٹ کے ساتھ اچھٹا اور علی حیات اس کی گرفت سے آزاد ہو گیا۔ فائرنگ کا رخ اب ہماری طرف تھا اور گولیاں ہمارے آس پاس چٹانوں کو ادھیڑ رہی تھیں۔

”ادھر اس طرف۔“ علی حیات نے بائیں سمت اشارہ کیا۔ ہم ورے کی پہاڑی دیوار کے بالکل قریب آگئے تھے اس دیوار میں ایک رخنے نظر آ رہا تھا جو بلندی کی طرف چلا گیا تھا۔

”اوپر اوپر۔“ علی حیات کی کرب میں ڈوبی ہوئی آواز ابھری۔

”آؤ علی حیات فکر مت کرو۔“ میں نے اسے سہارا دیا اور ہم دونوں تیز رفتاری سے اوپر چڑھنے لگے چھوٹے چھوٹے پتھر ہمارے پیروں تلے آ کر لڑھک رہے تھے اور توازن قائم رکھنا مشکل ہو رہا تھا لیکن جس طرح بھی بن پڑا ہم اوپر چڑھتے رہے ایک عجیب سی سنسناء کانوں میں ابھری تھی نجانے کیسی آواز تھی لیکن دور سے آتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی اچانک ہی علی حیات نے کہا۔

”مائی ڈیئر عارف میرا خیال ہے میں مشکل کا شکار ہو گیا ہوں اس وقت تم اپنی جان بچانے کی کوشش کرو۔“

”کیا فضول باتیں کر رہے ہو علی حیات چلتے رہو فکر مت کرو موت زندگی کا یہ کھیل میرے لئے اجنبی نہیں ہے۔“ میں نے کہا۔

”لیکن، لیکن۔“

”چلتے رہو چلتے رہو۔“ میں نے کہا اور علی حیات اوپر گھسٹنے لگا یہ جان لیا چڑھائی نجانے کتنی دیر میں مکمل ہوئی تھی گولیوں کی آوازیں ابھی ابھر رہی تھیں ہمارے ساتھیوں کا نجانے کیا حشر ہوا تھا کوئی اندازہ نہیں تھا۔ پتہ نہیں وہ شخص جو گولی کا شکار ہوا تھا۔ کون تھا ڈاکرن کے ساتھیوں میں سے کوئی یا ہمارا ساتھی لیکن بہر حال اس وقت اپنی زندگی بچانا سب سے اہم مسئلہ تھا درے کی دیواریں ہمیں گولیوں سے محفوظ رکھے ہوئے تھیں اور ہم بلندیوں کی جانب بڑھتے چلے جا رہے تھے اوپر تیز ہوا انہیں سفر کر رہی تھیں پھر اتنی دیر تک پتھروں پر سفر کرنے کے باوجود ہمیں کوئی خاص منتھن محسوس نہیں ہوئی تھی علی حیات کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا تھا

لیکن بہر حال میں مستعد تھا یا پھر یہ میری فطرت تھی کہ خطرات میں گھرنے کے بعد شخصیت میں سے کوئی اور شخصیت ابھر آتی تھی میں نے ادھر ادھر نگاہیں دوڑائیں چٹانوں کے سوا کچھ بھی نہیں تھا لیکن وہ سنسنائٹ کانوں میں گونج رہی تھی وہ کوئی دھوکہ نہیں تھا علی حیات کی آواز ایک بار پھر ابھری۔

”مائی ڈیئر عارف ایک درخواست کر رہا ہوں پوری کر دو یہ وقت ضد کرنے کا نہیں ہے تم مجھے اسی جگہ چھوڑ دو یہاں سے نکل جاؤ یہ ضروری ہے ورنہ میرے ساتھ تم بھی پھنس جاؤ گے۔“

”علی حیات مجھ سے وہ نہ کہو جو میں نہیں کر سکتا سمجھ رہے ہونا تم بالکل فکر مت کرو۔“

”میری بات مان لو یا تمہارا احسان ہوگا میں بہت زخمی ہو گیا ہوں تم سمجھ نہیں پا رہے کتے نے میرا بازو ہی نہیں سینہ بھی ادھیڑ دیا ہے۔“

”فکر مت کرو آؤ یہ جگہ چھوڑ دیں انہیں ہمارے نشانات نہیں ملنے چاہیں۔“ میں نے علی حیات کے بدن کا سارا بوجھ اپنے آپ پر سنبھالا اور ایک ایک قدم آگے بڑھنے لگا۔ علی حیات کے حلق سے اب کراہیں نکل رہی تھیں اس نے پورا وزن مجھ پر ڈال دیا تھا جس طرح بھی بن پڑ رہا تھا میں اسے سنبھالے ہوئے تھا ایک جگہ پاؤں پتھر پر پڑا تو پتھر نے جگہ چھوڑ دی اور لڑھکتا ہوا گہرائیوں میں جانے لگا میں نے خود کو سنبھال لیا تھا لیکن پتھر کے گرنے سے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ دوسری طرف بہت زیادہ گہرائی ہے شدید ہنگامی صورت حال تھی ایک طرف علی حیات کی کیفیت خراب ہو رہی تھی دوسری طرف گولیاں بارش کی طرح برس رہی تھیں۔ یہ بات بالکل سامنے آچکی تھی کہ وہ لوگ جنہوں نے ہم پر فائرنگ شروع کر رکھی تھی۔ پوری طرح ہم پر نگاہیں جمائے ہوئے ہیں اور ہم ان کی صحیح سمت کا اندازہ نہیں لگا سکتے پتہ نہیں کون ہیں وہ قبائلی جن کی داستان سنی تھی یا پھر لیکن آگے سوچنے کا موقع نہیں مل سکا اس بار غالباً تاک کر ہم پر نشانے لگائے گئے تھے علی حیات خود کو سنبھال ہی رہا تھا کہ اس کی پشت میں لاتعداد گولیاں پیوست ہو گئیں اس نے ایک ہلکی سی آواز نکالی اور زور سے مجھے دھکا دے دیا مقصد غالباً یہ تھا کہ میں گولیوں کی زد میں نہ آؤ لیکن اسے یہ بات معلوم نہیں تھی کہ دوسری طرف گہرائی ہے میرے پاؤں اپنی جگہ سے اکھڑ گئے اور میں ان گہرائیوں میں گرنے لگا ایک لمحے کے لئے میرے ہوش و حواس خراب ہونے لگے مارا گیا۔ مارا گیا علی حیات تو اوپر ہی رہ گیا تھا اور میں نیچے گر رہا تھا تیز ہواؤں کا شور کان پھاڑے دے رہا تھا اور میں کسی بے جان پتھر کی طرح نیچے

گر رہا تھا۔ لیکن ایسا ہوتا ہے بالکل ایسا ہی ہوتا ہے تقدیر جب زندگی بخشی ہے تو پھر ایسی ہی کہانیاں سامنے آتی ہیں نیچے گرا تو یوں محسوس ہوا جیسے زمین کی گہرائیاں نرم ہو گئی ہوں پانی کا چھپکا کاسنائی دیا تھا اور میں پانی میں بیٹھتا چلا گیا تھا۔ پھر یوں محسوس ہوا جیسے بدن برق رفتاری سے آگے بڑھ رہا ہے یہ اندازہ لگانے میں دقت نہیں ہوئی کہ سنسنائٹ کی جو آواز میرے کانوں میں گونج رہی تھیں وہ کسی تیز رفتاری کی تھی جو اس بلند بالا پہاڑی کے دامن میں تھی میں ندی میں ہی گر رہا تھا۔ چند لمحوں تک تو ہوش و حواس قائم نہ رہ سکے لیکن اس کے بعد احساسات جاگے تو میں نے اپنے آپ کو سنبھالا اور پانی کے بہاؤ کے مخالف سمت میں تیرنے لگا۔ کنارے کا رخ اندازے کی بناء پر ہی کیا تھا ورنہ آنکھوں میں پانی بھر گیا تھا اور کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ خاصی مشکل سے کنارے تک پہنچا اور آخر کار خشک زمین پر آ گیا۔ چند لمحات اسی طرح زمین پر چپت لیٹا رہا علی حیات میرے ذہن میں گردش کر رہا تھا جس صورت حال سے گزرا تھا اس کے بعد علی حیات کی زندگی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا وہ میرا ساتھ چھوڑ گیا تھا اور میری جان بچ گئی تھی آہستہ آہستہ میری نگاہیں دہنی سمت کی ڈھلوان پہاڑیوں پر پڑیں اور اس کے بعد میں اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کرنے لگا سورج کی کرنیں بدن کو چھو رہی تھیں فضا میں پرندے اڑ رہے تھے۔ بمشکل تمام اپنی جگہ سے اٹھا اور خود کو سنبھال کر وہاں سے آگے بڑھنے لگا خطرے کو نظر انداز کر دینا مناسب نہیں تھا۔ تھوڑا ہی فاصلہ طے کیا تھا کہ اچانک کوئی متحرک چیز نظر آئی اور میں ایک دم ٹھنک گیا آنکھوں کو بھیج بھیج کر صاف کرنے کی کوشش کی پھر اس شے کو دیکھا لیکن بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی آہستہ آہستہ تمام منظر آنکھوں کے سامنے واضح ہو گیا کوئی انسانی جسم تھا جو سوکھی لکڑیوں کا ایک گٹھیا اٹھائے آگے بڑھ رہا تھا یہ اندازہ تو ہو گیا کہ وہ کوئی غلط چیز نہیں ہے اس وقت سخت مدد کی ضرورت تھی پتہ نہیں حالات آگے چل کر کیا ہوں چنانچہ میں نے تیز تیز قدم اٹھائے اور تقریباً دوڑنے کے سے انداز میں آئے بڑھتا ہوا اس متحرک وجود کے قریب پہنچ گیا اس نے گردن گھما کر مجھے دیکھا ایک عمر رسیدہ عورت تھی مقامی لباس میں ملبوس لکڑیوں کا گٹھیا پر اٹھائے ہوئے لیکن یہاں بھی ایسا ہوتا ہے یہ تو جدید ترین ممالک تھے اب یہ الگ بات ہے کہ روشنیوں کے پیچھے کیا ہوتا ہے وہ لکڑیاں بن کر لے جا رہی تھی میرے قدموں کی آہٹ پر رکی اور میری جانب دیکھنے لگی میں اسے دیکھ رہا تھا اور وہ مجھے اس کے چہرے پر تشویش کے آثار ابھرے پھر اس نے مجھے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا

اور میں نے گردن ہلا دی بوڑھی عورت آگے بڑھنے لگی لکڑیوں کا بوجھ بہت زیادہ تھا اچانک میں نے آگے بڑھ کر اس سے کہا۔

”اؤ یہ لکڑیاں مجھے دے دو یہ تمہاری ہمت سے زیادہ ہیں۔“ وہ کچھ سمجھ نہ پائی پھر جب میں نے دونوں ہاتھ آگے کئے اور لکڑیوں کی طرف اشارہ کیا تو اس نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی جیسے کہہ رہی ہو کہ اپنا بوجھ وہ خود ہی اٹھانے کی عادی ہے پھر بہر حال میں اس کے ساتھ ساتھ آگے بڑھنے لگا اور تھوڑا فاصلہ طے کرنے کے بعد میں نے ہانسیوں کے جھنڈ دیکھے جنہیں عبور کرنے کے بعد دوسری طرف سرسبز کھیت پھیلے ہوئے نظر آ رہے تھے اور کھیتوں کے دوسری طرف ایک بستی نظر آرہی تھی۔

”آبادی کا اندازہ تو اس عورت کو دیکھ کر ہی ہو گیا تھا۔ بستی کا فاصلہ کافی تھا اور مجھے اس تک پہنچنے سے پہلے دور سے اس جائزہ لینے کا موقع مل گیا تھا۔ ماحول جانا پہچانا تھا۔ زندگی کے مسائل ہر جگہ یکساں ہوتے ہیں۔ جدید ترین ممالک میں وہی تمام رخ ملتے ہیں جو ترقی یافتہ ممالک میں نظر آتے ہیں چراغ تلے اندھیرا ہوتا ہے جہاں دولت کی روشنی ہوتی ہے وہاں انسان چمکتے دھکتے نظر آتے ہیں۔ اور جہاں غربت کے اندھیرے ہوتے ہیں وہاں کا ماحول انتزاعی شکل ہوتا ہے۔“

بستی قریب آگئی۔ شکلیں بدلی ہوئی تھیں انداز شناسا تھا کچی پکی زمین کچے پکے مکانات کیچڑ اور گندگی کے ڈھیر خوراک کی تلاش میں سرگرداں بھیڑ بکریاں کوڑے کے انبار کریدتی ہوئی مرغیاں۔ بوڑھی عورت ایک خستہ حال گھر کے دروازے پر رک گئی۔ سوکھی لکڑیوں کا گٹھرا اس نے زمین پر رکھا۔ پھر اس نے دروازہ بجایا۔ ایک بوڑھے آدمی نے دروازہ کھولا تھا پھر لکڑیوں کو رکھنے کے بعد اس نے مجھے دیکھا اور کسی نامانوس زبان میں عورت سے کوئی سوال کیا جواب میں عورت نے بھی اسے جواب دیا۔ بوڑھے نے گہری نگاہوں سے میری جانب دیکھا پھر جھک کر عورت کے ساتھ لکڑیوں کا گٹھا اٹھایا۔ اور دونوں اسے پکڑ کر اندر لے گئے۔ بوڑھی عورت نے نبھانے کیوں اپنا بوجھ اٹھانے کے لئے میرا سہارا نہیں لیا تھا۔ ہو سکتا ہے یہ ان لوگوں کی کوئی روایت ہو۔ اور ہو سکتا ہے بوڑھی نے مجھے اپنا مہمان تصور کر لیا ہو رسم دروازہ اور روایات ہر جگہ اپنا ایک الگ حساب رکھتے ہیں۔ بہر حال جس صورتحال سے گزر رہا تھا اس میں ان لوگوں کا سہارا قبول کرنے میں کوئی دقت نہیں محسوس کر رہا تھا بلکہ ضرورت

تھی کہ تھوڑا سا موقع ملے سوچنے کے لئے۔ یہ چھوٹا سا مکان باہر سے جتنا چھوٹا لگ رہا تھا اندر سے اتنا چھوٹا نہیں تھا۔ بوڑھی عورت نے اپنے کام سے فارغ ہونے کے بعد مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور میں اس چارپائی پر بیٹھ گیا جس کا انداز ذرا مختلف تھا۔ بوڑھی عورت جھونپڑی کے دوسرے حصے میں چلی گئی تھی اور اس کا بوڑھا ساتھی مجھ سے تھوڑے فاصلے پر ایک اسٹول پر بیٹھ کر مجھے دیکھنے لگا تھا۔ میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

”معزز بزرگ تمہاری اس مہمان نوازی کا بے حد شکریہ میں اس وقت تمہارے اس احسان کا بدلہ نہیں اتار سکتا۔“ بوڑھا خاموشی سے مجھے دیکھتا رہا۔ میں اندازے لگا رہا تھا کہ اس کے اور عورت کے درمیان کیا رشتہ ہو سکتا ہے۔ لیکن مشکل ہی ثابت ہوا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد بوڑھی عورت اندر آگئی۔ اس کے ہاتھ میں برتن تھے چائے کے ساتھ گیسوں کی روٹی اور کھیرے کے کتے ہوئے ٹکڑے تھے کھانا سامنے آیا تو بدن میں تازگی دوڑ گئی۔ میں نے یہ چیزیں قبول کر لیں۔ بھوک کا اندازہ اب ہوا تھا۔ کچھ ہی لمحوں میں میں نے سب کچھ صاف کر لیا۔ پیٹ بھرا تو ذہن نے بھی کام کرنا شروع کر دیا۔ اور بھولے بھالے میزبانوں کا بس اتنا ہی احسان کافی تھا کہ انہوں نے زندگی کی ایک اہم ضرورت پوری کر دی تھی۔ اس سے زیادہ انہیں تکلیف دینا میرا خیال ہے مناسب نہیں تھا۔ کیونکہ میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ خود بھی انتہائی غریب ہیں کھانے سے فارغ ہونے کے بعد میں نے پھر ان لوگوں سے گفتگو کر کے یہاں کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی۔ لیکن زبان یار سن ترکی۔ نہ وہ میری زبان سمجھ سکتے تھے اور نہ میں ان کی۔ میں نے کھڑے ہو کر ان سے واپسی کی اجازت مانگی اور دونوں مجھے رخصت کرنے کے لئے تیار ہو گئے میں باہر نکل آیا تھوڑا فاصلہ طے کرنے کے بعد میں نے محسوس کیا کہ اس طرح سے پھرتے رہنا بالکل بے مقصد ہی ہے بڑی عجیب و غریب کیفیت کا شکار ہو گیا تھا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں۔ بہر حال میں وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر تک سفر کرتا رہا۔ آبادی اب پیچھے رہ گئی تھی اور اس سے آگے ایک چٹانی میدان پھیلا ہوا تھا میں اس چٹانی میدان میں کافی دور تک آگے نکل آیا اور پھر ایک جگہ بیٹھ گیا کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا کہ اب کیا کروں وہ لوگ جن میں علی حیات بھی تھا پھڑ گئے تھے اور صورتحال میں ایک عجیب سی کیفیت پیدا ہو گئی۔ یہاں کا ماحول بھی خطرناک تھا یہ بات زیادہ مشکل کا باعث تھی کہ کوریٹا کے اطراف کے باغی جنگ و جدل میں مصروف تھے تھے کہیں ایسا

نہ ہو کہ مجھے بھی انہیں لوگوں میں شمار کر لیا جائے نہ بچنے کے امکانات بھی ختم ہو جائیں گے دیسے امیر حماد نے غلط منصوبہ بندی کی تھی ایک طرح سے اس نے مجھ پر مکمل طور پر اعتماد بھی کیا تھا اور دوسری طرف سے اپنے طور پر یہ فیصلہ بھی کر لیا تھا کہ طریقہ کار کیا ہونا چاہیے حالانکہ امیر حماد کی شخصیت بری نہیں تھی۔ لیکن بہر حال انسان کے کچھ ذاتی معاملات بھی ہوا کرتے تھے۔ مجھے اس لڑکی کا نگران بنادیا گیا تھا لیکن اس کے بعد ان لوگوں نے خود اسے اپنی تحویل میں لے لیا تھا اور مجھے اس سے کافی فاصلے پر بھیج دیا تھا۔ یہ ذرا کچھ عجیب سی بات تھی بہت دیر اسی طرح گزر گئی اور میں کوئی فیصلہ کرنے میں ناکام رہا ان لوگوں سے جدا ہوئے بھی کافی وقت گزر گیا تھا اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ اب حالات نجانے کیا رخ اختیار کر گئے ہوں۔ وہ کس طرح مجھے تلاش کر کے دوبارہ میرے پاس پہنچ سکتے ہیں کوئی بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ کچھ عجیب سی تھکن محسوس ہوئی اور میں آنکھیں بند کر کے لیٹ گیا اور اس کے بعد نیند اس طرح آئی کہ مجھے خود بھی اس پر حیرت ہوئی تھی اور یہ بھی اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ کتنی دیر تک سوتا رہا ہوں آنکھ کھلی تو چاروں طرف ہیبت ناک تاریکی پھیلی ہوئی تھی رات ہو گئی تھی اور تاحد نظر تاریکی اور سنالے کا راج تھا کوئی آہٹ ہوتی تو دل دہشت سے دھڑک اٹھتا۔ ہوا میں سرسراتی ہوئی گزر رہی تھیں اپنے حال پر ہنسی آ گئی۔ یہ کوئی ایسی بات تو نہیں ہے جس کے لئے میں اس قدر خوفزدہ ہو جاؤں زندگی میں نجانے کیسے کیسے عذاب برداشت کئے تھے بس ہمیشہ کوئی نہ کوئی مشکل ہی پیش آتی رہتی تھی۔ پھر بلاوجہ اپنے آپ کو اس قدر خوف کا شکار کیوں کئے ہوئے ہوں۔ اپنے لئے اب خود راستہ تلاش کرنا ہوگا۔ جیسا کہ پہلے کرتا رہا ہوں ہر طرح کے حالات کا سامنا کرنا ہوگا۔ دیکھ لوں گا جو بھی کچھ ہوگا اور اس کے بعد بقیہ رات میں نے سوچوں میں ہی گزاری۔ پھر جب سورج کی کرنیں آسمان سے زمین کی جانب سفر کرنے لگیں تو میں نے خود بھی قدم آگے بڑھا دیئے جو کچھ کھایا پیا تھا وہ ختم ہو چکا تھا اور اب بھوک لگنے لگی تھی لیکن اس کو رفع کرنے کا کوئی طریقہ ذہن میں نہیں آ رہا تھا ہاں یہ الگ بات ہے کہ قدرت نے انسان کو کبھی بھوکا نہیں چھوڑا۔ زیادہ آگے نہیں بڑھا تھا کہ کچھ سبزہ نظر آیا۔ لمبی لمبی بیلیں پھیلی ہوئی تھیں اور اس میں ایک عجیب سا پھل نظر آ رہا تھا۔ شناسا نہیں تھا لیکن اندازہ ہو رہا تھا کہ کھایا جاسکتا ہے اور واقعی کیا لطف آیا اس پھل کو کھانے میں جس میں پانی بھی تھا اور مٹھاس بھی پھر وہاں سے بھی آگے بڑھ گیا البتہ کچھ پھل احتیاطاً توڑ کر ساتھ رکھ لئے تھے دن بھر سفر کرتا رہا اور

شام کی جھلکتی ہوئی کجلا ہٹوں میں ایک بستی دیکھی۔ میرے قدموں کی رفتار تیز ہو گئی، پر رونق بستی نظر آرہی تھی جس میں زندگی رواں دواں تھی۔ گائے بھیتز بکریاں اس کے اطراف میں چر رہی تھیں آگے بڑھتا تو کچھ بازار جیسی چیز نظر آئی۔ یقینی طور پر یہاں کھانے پینے کی اشیاء موجود ہوں گی لیکن جیب خالی تھی۔ یہاں بھی کسی ایسے مہربان کو تلاش کرنے لگا جو کم از کم زبان ہی سمجھ سکے۔ لیکن اس سلسلے میں تقدیر نے ساتھ نہیں دیا پھر اچانک ہی میری نظر کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی پر پڑی اور دل خوشی سے اچھل پڑا میں نے گھڑی اتاری چل رہی تھی اور بالکل ٹھیک حالت میں تھی۔ گھڑی کو ہاتھ میں لئے ہوئے آگے بڑھ گیا اور پھر ایک دکاندار کے سامنے میں نے گھڑی پیش کر دی اس نے حیرت سے مجھے دیکھا پھر گھڑی کو۔ گھڑی کی خوبصورتی نے اسے متوجہ کر لیا تھا اس نے اسے ہاتھ میں لے کر دیکھا پھر مجھے اور پھر اپنی زبان میں کچھ سوال کیا جس کا میرے پاس کوئی جواب نہیں تھا لیکن اشاروں کی زبان دنیا کے ہر خطے میں سمجھی جاتی ہے دکاندار نے کچھ کرنسی نکال کر میرے سامنے کی تو میں نے اسے اپنی منٹھی میں جکڑ لیا جب کسی چیز کو فردخت کرنا ہی ہے تو قیمت کیا دیکھنی۔ برے وقت میں اس گھڑی نے میرا ساتھ دیا تھا۔ جب ہاتھ میں مقامی کرنسی آ گئی تو پھر کسی ایسی جگہ کی تلاش کے علاوہ اور کیا کام کیا جاسکتا تھا جہاں کھانا مل سکے۔ چنانچہ ایک چھوٹے سے ہوٹل پر پہنچ گیا اور وہاں اشارے ہی سے کھانا طلب کر لیا سادے چاول اور ایک خاص قسم کی سبزی نے وہ لطف دیا جو بیان سے باہر ہے کھانا کھا کر طبیعت سیر ہوئی تو رات گزارنے کے لئے ایک سایہ دار درخت کا انتخاب کر لیا اور اس کے نیچے جا کر لیٹ گیا کسی مناسب جگہ کی تلاش بے مقصد تھی اس کے بعد گہری نیند سو گیا تھا دوسری صبح میں جاگا تو اپنے سونے کی جگہ سے چند گز کے فاصلے پر کچھ خیمے نظر آئے اچھی طرح یاد تھا کہ رات کو یہ خیمے یہاں موجود نہیں تھے گویا رات ہی کے کسی حصے میں یہ آبادی ہوئی ہے اس کے درمیان لوگ چلتے پھرتے نظر آ رہے تھے اور یہ دیکھ کر جی خوش ہو گیا کہ وہ لوگ کسی سفید ملک سے تعلق رکھتے تھے لباس وغیرہ اسی انداز کے تھے میں اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کی طرف چل پڑا۔ سامنے ہی دو مقامی آدمی نظر آ رہے تھے۔ میں ان کے قریب پہنچ گیا اور ان میں سے ایک سے کہا۔

”تم لوگ کون سی زبان سمجھتے ہو؟“ میں نے یہ سوال انگریزی میں کیا تھا تو ان میں سے ایک نے کہا۔

”کیا بات ہے؟“

”کیا تم مقامی باشندے ہو؟“

”ہم کوئی بھی ہیں تم کیا کہنا چاہتے ہو؟“

”میں اس جگہ کے بارے میں نہیں جانتا۔ کیا تم بتا سکتے ہو کہ یہ کون سی بستی ہے؟“

”مگر تم کون ہو؟“

”بس ایک بھٹکا ہوا آدمی ہوں۔“

”یہ تو ریسا ہے۔“ اس نے جواب دیا۔ اب بھلا میں اور اس سے کیا سوال کرنا اس نے مجھے بستی کا نام بتا دیا تھا۔ لیکن اس سلسلے میں اپنے ذہن میں کسی نئی بات کو سوچ ہی رہا تھا کہ خیمے سے ایک لڑکی باہر نکل آئی۔ اخروٹی رنگ کے بالوں والی یہ خوبصورت لڑکی نو عمر تھی۔ جینز اور جیکٹ پہنے ہوئی تھی مجھے دیکھ کر رک گئی اور کچھ فاصلے پر کھڑی ہو کر مجھے دیکھنے لگی۔ پھر اس نے وہیں سے سوال کیا۔

”ہے“ کون ہو کیا بات ہے؟“

”سوری میڈم کچھ معلومات حاصل کر رہا تھا۔“ میں نے جواب دیا۔

”اومائی گاؤں تم انگلش بول سکتے ہو؟“

”جی میڈم۔“ میں نے فوراً کہا۔

”پلیز ادھر آؤ۔“ لڑکی نے کہا اور میں اس کے قریب پہنچ گیا۔

”کیا تم انہی علاقوں میں رہتے ہو۔ لیکن تم صورت سے تو مقامی باشندے نہیں معلوم ہوتے۔“

”جی میڈم ایک بھٹکا ہوا آدمی ہوں۔“

”ہمیں کچھ لوگوں کی ضرورت ہے۔ یہ لوگ جو میرے ساتھ آئے ہیں ان میں صرف دو آدمی ایسے ہیں جو ٹوٹی پھوٹی انگریزی جانتے ہیں۔ باقی سب عجیب و غریب زبان بولتے ہیں کیا تم وہ آئی ایم سوری میں نے تمہیں اپنا نام بتایا اور نہ تم سے تمہارا نام پوچھا۔“

لڑکی خاصی خوش اخلاق معلوم ہوتی تھی اور انسانیت سے پیش آنے والوں میں سے تھی۔ میں نے سوچا چلو ہو سکتا ہے کوئی کام کی بات ہی ہو جائے اس لئے میں نے اپنے انداز میں بڑی نیاز مندی رکھی تھی۔ وہ کہنے لگی۔

”میرا نام کلاڈیا ہے۔ ہم لوگ سیاح ہیں اور ان علاقوں کی سیاحت کے لئے آئے ہیں میرے ساتھ میرے ڈیڈی اور کچھ اور لوگ بھی ہیں۔ لیکن ہم ان علاقوں میں آکر بھٹک گئے ہیں اور ہمیں یہاں کافی مشکلات پیش آرہی ہیں کیا آپ انگلش کے علاوہ ان مقامی لوگوں کی زبان بھی جانتے ہیں۔ مسٹر۔“

”عارف۔“ میں نے جواب دیا۔

”تھینک یو مسٹر عارف۔ تو میں یہ کہہ رہی تھی کہ کیا آپ ان علاقوں کے بارے میں معلومات رکھتے ہیں اور کیا ہمیں یہاں کے بارے میں گائیڈ کر سکتے ہیں۔“

”افسوس میں خود بھی ان علاقوں سے ناواقف ہوں۔“ میں نے جواب دیا۔

”کیا مطلب؟“ وہ تعجب سے بولی۔

”میں بھی ایک ایسا ہی سیاح ہوں۔ جو راستہ بھٹک گیا ہے۔“ میں نے کہا اور وہ مسکرا

دی۔

”دلچسپ بات ہے۔ کیا ہی دلچسپ بات ہے اس کا مطلب ہے کہ آپ بھی مقامی

لوگوں کی زبان نہیں جانتے ہوں گے؟“

”جی ہاں۔ ایسی ہی بات ہے۔“

”تب تو ہم ایک ہی کشتی کے سوار ہوئے۔ آئیے میں آپ کو اپنے ڈیڈی سے ملواؤں۔“ کلاڈیا نے کہا اور میں اس کے ساتھ چل پڑا۔ دوسری طرف گھوما تو کافی کی سوندھی خوشبو ناک سے نکل آئی۔ عجیب سی خواہش دل میں پیدا ہو گئی لیکن بہر حال اس خواہش کو میں نے دل میں ہی دبا لیا دوسری طرف ایک خیمے کے سامنے فولڈنگ کرسیوں پر کئی افراد بیٹھے ہوئے تھے ان میں سے دو عمر رسیدہ آدمی تھے۔ ایک انہی کی ہم عمر عورت تھی۔ تین جوان آدمی تھے کلاڈیا کے علاوہ چند لڑکیاں اور بھی تھیں تھوڑے فاصلے پر دو نو جوان آدمی شاید ناشتا تیار کر رہے تھے کرسیوں پر بیٹھے ہوئے لوگوں نے چونک کر مجھے دیکھا تھا کلاڈیا نے کہا۔

”ڈیڈی یہ مسٹر عارف ہیں۔ ہماری ہی طرح ان علاقوں میں اجنبی۔“

”ہیلو۔“ ان میں سے ایک بوڑھے آدمی نے کہا۔ پھر بولا۔

”میرا نام پسن ہے۔ اور کلاڈیا میری بیٹی ہے۔“

”مس کلاڈیا آپ کو میرا نام بتا چکی ہیں۔ میرا نام عارف ہے۔“

”آؤ بیٹھو۔“ عمر رسیدہ آدمی نے ایک خالی کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ پھر وہ باقی لوگوں سے میرا تعارف کرانے لگا سب نے مجھے ہیلو کہا تھا میں نے ان کا شکریہ ادا کیا مسٹر بیسن نے مجھ سے کہا۔

”آپ کو ان علاقوں کی سیر کی کیا سوجھی۔ اصل میں یہ علاقے بظاہر ایسے نہیں ہیں جس کے لئے لوگ ادھر کا رخ کریں۔ جو لوگ اس طرف آتے ہیں وہ یقینی طور پر کسی نہ کسی جتھو میں آتے ہوں گے“ عمر رسیدہ آدمی کے چہرے پر کچھ ایسی متجسس کیفیت تھی جیسے وہ میرے ذہن کی گہرائیوں میں اترنا چاہتا ہو میں نے کہا۔

”میں اپنے گروہ سے بھٹکا ہوا ہوں۔ چند افراد میرے ساتھ اس کھرف آئے تھے لیکن وہ حادثات کا شکار ہو گئے اور میں یہاں تنہا بھٹکتا رہ گیا“ اصل میں مسٹر بیسن یہ علاقے ان دنوں بڑے مخدوش ہیں۔ کوریڈا کے اطراف کے قبائل نے بغاوت کی ہے اور یہاں آنے والے سیاح بھی اچانک ہی مصیبتوں کا شکار ہو گئے ہیں۔“

”ہمیں بھی تم انہی میں سے سمجھو۔ ہمارا بھی سارا پروگرام اپ سیٹ ہو گیا ہے ویسے تم اگر چاہو تو ہمارے ساتھ بقیہ وقت گزار سکتے ہو سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ ہم یہاں پھنس کر رہ گئے ہیں صورت حال کچھ ایسی ہے کہ واپسی کا سفر بھی نہیں اختیار کر سکتے چنانچہ اندازہ یہ ہو گیا ہے اور میرے ساتھیوں کا بھی یہی خیال ہے کہ کچھ وقت انہیں علاقوں میں بھٹکتے ہوئے گزارا جائے اور جب کوئی مناسب صورت حال پیدا ہو تو واپسی کے راستے اختیار کئے جائیں لیکن بہر حال مشکلات کا سامنا تو کرنا ہی پڑے گا“ البتہ یہ خوشی کی بات ہے کہ یہاں بعض بستیاں ایسی ہیں جہاں بغاوت نہیں ابھری ہے اور نہ ہی مقامی پولیس انہیں پریشان کر رہی ہے خیر چھوڑ دو میں تمہیں پیش کش کر چکا ہوں کہ مصیبت زدگان میں شامل ہو جاؤ۔“

”آپ لوگوں کی جو بھی خدمت ہوگی میں خوشی سے سرانجام دوں گا“ اگر آپ مجھے اپنے درمیان قبول کریں۔“ میں نے کہا اس کے علاوہ کچھ بھی کیا سکتا تھا بہر حال ان لوگوں نے مجھے بہت اچھی طرح خوش آمدید کہا تھا اور ناشتے میں اپنے ساتھ شامل کیا تھا ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد مسٹر بیسن نے کہا۔

”ہم میں سے ہر شخص نے اپنی اپنی ذمہ داریاں سنبھال رکھی ہے۔ آپ بھی اپنے آپ کو ایک ذمہ دار شخص تصور کریں مسٹر عارف“ ہم آپ سے یہ نہیں پوچھیں گے کہ ان علاقوں میں

آپ کی آمد کا مقصد کیا ہے بلکہ جتنا آپ نے بتایا ہے اسی پر یقین کر لیں گے بہر حال جب تک ہمیں یہاں سے واپس نکلنے کے مناسب مواقع مہیا نہ ہوں میرا خیال ہے ہمیں آگے بڑھنا چاہیے کیا آپ اس بات سے اتفاق کریں گے؟“

”میں آپ کی ہر بات سے اتفاق کر چکا ہوں۔ مسٹر بیسن۔“

”اچھی بات ہے۔“ بیسن نے جواب دیا۔ بہر حال ان لوگوں کے ساتھ شامل ہو کر عارضی طور پر کچھ سہارے مل گئے تھے اور میں نے ان سہاروں کو قبول کر لیا تھا سبھی اچھے لوگ معلوم ہوتے تھے اب یہ الگ بات ہے کہ ان کی اصلیت بعد میں کھلے گی۔ ان علاقوں میں آنے کے بعد کورنیاں کا سلسلہ شروع ہونے والا ہے لیکن میری سمجھ میں یہ نہیں آ رہا تھا کہ اب میں اپنے لئے کیا فیصلہ کروں دو ہی صورتیں تھیں یا تو امیر حماد وغیرہ کو بھول جاؤں۔ اگر کہیں کسی جگہ ان سے واسطہ ہو جائے تو الگ بات ہے ان لوگوں کے ساتھ وقت گزاروں۔ ایسا تو ہوتا ہی رہا تھا۔ چنانچہ کسی خاص شخص کا تعین کرنے سے کیا فائدہ۔ میں نے ان لوگوں کے پاس کافی ساز و سامان دیکھا پتا نہیں یہ گاڑیاں انہوں نے کہا اسے حاصل کی تھیں دو شاندار جیپیں ان کے پاس تھیں۔ جن میں سامان لادنے کے لئے بہت عمدہ قسم کی ٹرالیاں بھی شامل کی گئی تھیں یہ ٹرالیاں بھی چار پہیوں پر مشتمل تھیں اور ایک بڑا سا بکس بنا ہوا تھا ضرورت کے وقت اس میں تین چار آدمی سہا سکتے تھے لیکن ان لوگوں نے بڑی عمدگی سے ان میں اپنا سامان بھرا ہوا تھا اور ان میں خاص قسم کے ٹائر لگائے ہوئے تھے علاقہ خاصا عمدہ لگ رہا تھا اور سرد ہوائیں اس بات کا اظہار کر رہی تھیں کہ آگے چل کر ہر فانی میدانوں کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے بہر حال دو پہر تک یہ لوگ وہیں قیام پذیر رہے کلاڈیا میرے قریب ہی تھی اور میری ملاقات سے بہت خوش تھی حالانکہ اور لڑکیاں بھی یہاں موجود تھیں۔ لیکن کلاڈیا کے ان سے زیادہ تعلقات معلوم نہیں ہوتے تھے میں نے بھی اسے بہت زیادہ کریدنا پسند نہیں کیا۔ پھر دو پہر کے کھانے کے بعد یہ خیمے اکھاڑ دیے گئے۔ اور اس جگہ کو چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا گیا۔ مسٹر بیسن نے مجھے جو کچھ بتایا تھا سمجھ میں تو آتا تھا لیکن اس طرح کے مخصوص علاقوں میں سفر کرنا صرف سیاحت کے طور پر مناسب نہیں معلوم ہوتا تھا۔ ہو سکتا ہے ان کے دلوں میں بھی کچھ اور ہو۔ لیکن بہر حال مجھے ان سے کوئی دلچسپی نہیں تھی میں بھی ایک جیپ میں سوار ہو گیا اور جیپیں آگے کا سفر کرنے لگیں ایک بہت بڑا دریا لگا ہوں کے سامنے تھا جس کے کنارے کنارے یہ سفر کیا جا رہا تھا

قریب و جوار میں پہاڑی علاقے اور جنگل بکھرے ہوئے تھے کلاڈیا اور میں قریب قریب بیٹھے ہوئے تھے اور تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد ہم کسی نہ کسی موضوع پر بات کر لیا کرتے تھے میں نے کلاڈیا سے کہا۔

”مس کلاڈیا کیا آپ کو اس علاقے کی جغرافیائی کیفیت معلوم ہے؟“

”نہیں بالکل نہیں میں تو بس اپنے ڈیڈی کے ساتھ سیاحت پر چلی آئی ہوں۔ اس سے پہلے بھی میں کئی بار اپنے ڈیڈی کے ساتھ سیاحت پر گئی ہوں۔ اصل میں اس قسم کے سفر میں جب تک خطرات درپیش نہ ہوں سفر کا کوئی مزا ہی نہیں ہوتا حالانکہ وہ بیوقوف لڑکیاں کافی خوفزدہ ہیں۔ اصل میں سرحد عبور کرتے ہوئے ہمیں بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ گولیوں کی بارش سے گزر کر ہم اس طرف آئے ہیں لیکن بہر حال ڈیڈی مطمئن ہیں اور ڈیڈی مطمئن ہیں تو مجھے کیا فکر ہو سکتی ہے۔“

”ان لڑکیوں سے آپ کی دوستی نہیں معلوم ہوتی“

”نہیں۔ یہ سب میری دوست ہیں۔ لیکن مجھے معاف کرنا یہ نہ سوچنا کہ میں مغرور ہوں۔ یہ میرے معیار کی نہیں ہیں۔ اس لئے میں ان سے زیادہ گھلی ملی نہیں ہوں۔“

”آپ کے ڈیڈی کے ساتھ یہ جو دوسرے لوگ ہیں؟“

”سب اجنبی ہیں۔ لیکن صرف میرے لئے۔ ڈیڈی انہیں اچھی طرح جانتے ہیں اور بہر حال ڈیڈی کی شناسائی ہی کافی ہے میں بھی ان سے باتیں کرتی رہتی ہوں لیکن بس پتا نہیں کیوں مرادل ان سے نہیں مل سکا۔“

”جس علاقوں کی جانب ہم سفر کر رہے ہیں۔ ان کا کوئی خاص نام ہے؟“

”شاید کورنیاں۔ یہ نام میں نے ڈیڈی کی زبانی ہی سنا ہے۔“ اس نے جواب دیا اور میں خاموش ہو گیا میرا خیال ہے اتنا ہی کافی تھا۔ اس سے زیادہ کریدنا ہو سکتا ہے میرے اپنے لئے ہی نقصان دہ ثابت ہو۔ اگر مسٹر بیسن کسی خاص مقصد کے تحت سفر کر رہے ہیں اور اس خاص مقصد کے بارے میں یقینی طور پر سوچا جاسکتا تھا تو پھر میری جانب سے وہ مشکوک بھی ہو سکتے ہیں اور میں بہر حال ابھی ان لوگوں کو چھوڑنا نہیں چاہتا تھا یہ میرے لئے خاصے کارآمد ثابت ہو سکتے تھے کم از کم جب یہ اس علاقے سے نکلیں گے تو میں ان کے ساتھ شامل ہو سکتا ہوں ویسے بھی بہتر لوگ معلوم ہوتے تھے شام تک سفر جاری رہا اور ہم لوگ چھوٹی چھوٹی

آبادیوں کو چھوڑتے ہوئے آگے بڑھتے رہے لیکن جب رات ہوئی تو ہم نے مخصوص طریقے سے اس آبادی کی جانب رخ کیا تھا جس کی مدھم مدھم روشنیاں نظر آرہی تھیں طے یہ کیا گیا تھا کہ آبادی کے آس پاس ہی قیام کیا جائے گا۔ چنانچہ سفر کی رفتار تیز کر دی گئی اور رات ہوتے ہوتے ہم اس آبادی کے قریب پہنچ گئے ایک مخصوص قسم کی آبادی تھی تھوڑے فاصلے پر خیمے لگا لئے گئے اور اس کے بعد کیردسین کے چولہے جل اٹھے اور پھر فضاء میں کھانوں کی خوشبوئیں پکڑنے لگیں آسمان پر بادل گھر آئے تھے کبھی کبھی بجلی بھی چمک اٹھتی تھی مسٹر بیسن نے موسم کی صورتحال دیکھ کر کہا۔

”میری معلومات کے مطابق ان علاقوں میں بارش بڑی پریشان کن ہوتی ہے۔“

”مجبوری ہے کیا کیا جاسکتا ہے۔“ مسٹر بیسن کے دوسرے معمر ساتھی نے کہا۔

”میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں اس کے لئے تیار رہنا چاہیے۔“

”تم دیکھو گے کہ بارش ہوتے ہی نو جوانوں کی ٹولیاں باہر نکل آئیں گی اور موسم سے لطف اٹھائیں گے یہ پریشان کن سوچیں ہم بوڑھوں ہی کے پاس ہوتی ہیں نو جوان ان کی پروا نہیں کرتے۔“

بیسن خاموش ہو گیا واقعی کچھ دیر کے بعد ننھی ننھی بوندیں آسمان سے زمین تک کا سفر کرنے لگی تھیں حالانکہ موسم ٹھنڈا تھا لیکن سب نو جوان باہر نکل آئے اور بارش میں بھجکے گئے کلاڈیا بھی باہر نکل آئی تھی وہ چند ہی قدم چلی تھی کہ ایک چوڑے شانوں والا نو جوان اس کے پاس پہنچ گیا۔

”ہیلو کلاڈیا۔“ کلاڈیا نے گھوم کر اسے دیکھا اور بولی۔

”کہو کیا بات ہے۔“

”کچھ نہیں دیکھو موسم کتنا خوبصورت ہو گیا۔“

”ہاں۔“

”اب اس چٹان کی جانب چلیں۔“

”کیوں۔“ کلاڈیا نے اسے گھور کر دیکھا۔

”م۔ میرا مطلب ہے موسم کا لطف اٹھانے۔“

”تو تم جاؤ ضروری ہے کہ میں تمہارے حکم کی تعمیل کروں۔“

کلاڈیا خشک لہجے میں بولی اور وہاں سے آگے بڑھ گئی پھر اچانک ہی اس کی نظر مجھ پر پڑی اور وہ میری جانب متوجہ ہو گئی۔

”مسٹر عارف مسٹر عارف۔“ اس نے مجھے آواز دی میں اس کی جانب بڑھ گیا تھا۔

”آپ نے اپنے آپ کو بوڑھا کیوں تصور کر لیا ہے۔“ کلاڈیا کہنے لگی۔

”نہیں مس کلاڈیا ایسی کوئی بات نہیں ہے۔“

”دیکھیے موسم کتنا خوبصورت ہو رہا ہے۔“

”جی۔“

”آئیے۔ وہ بولی اور میں اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ میں نے اس نوجوان کو دیکھا تھا اس کا نام بھی مجھے یاد آ رہا تھا۔ غالباً ٹرنر تھا اس کا نام شاید میں کچھ بھول رہا تھا بہر حال میں کلاڈیا کے ساتھ وہاں سے آگے بڑھ گیا۔“

تو وہ بولی۔

”آپ کو سردی تو نہیں لگ رہی۔“

”نہیں مس کلاڈیا۔“

”آپ نے اپنے آپ کو بند کر رکھا ہے کیا آپ ہمیں اپنے بارے میں اور کچھ نہیں بتائیں گے مسٹر عارف۔“

”میری زندگی میں ایسی کوئی بات ہے ہی نہیں مس کلاڈیا جو میں آپ کو بتاؤں بس اتنا ہی ہے کوئی ہے نہیں میرا نہ ماں نہ باپ نہ اور دوسرے عزیز واقارب تو بس یوں سمجھ لیجئے کہ اپنی تنہائیوں میں زندگی گزارتا ہوں ذریعہ آمدنی بھی کوئی خاص نہیں ہے سیاحت کو اپنا شوق بنایا ہے اور جس طرح بھی ہو سکتا ہے اس شوق کو جاری رکھے ہوئے ہوں۔“

”ویسے ایک بات کہو ڈیڈی آپ کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ آپ ضرور کسی خاص وجہ سے ان علاقوں میں بھٹک رہے ہیں۔“

”اس خاص وجہ کا تذکرہ نہیں کیا انہوں نے۔“

”نہیں اصل میں ایسی باتوں پر میں زیادہ غور کرتی بھی نہیں ہوں۔“

”مسٹر ٹرنر شاید مجھے آپ کے ساتھ دیکھ کر ناراض ہو جائیں گے۔“

”تو پھر اس سے کیا فرق پڑتا ہے اصل میں کچھ لوگ بلاوجہ سر پڑنے والوں میں سے

ہوتے ہیں اور میں ہر ایک سے دوستی نہیں کرتی۔“ میں ایک گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ میڈم بھی دوستی کرنے کے موڈ میں تھیں لیکن فضول باتوں کے لئے میرے پاس کوئی وقت نہیں تھا چنانچہ میں میڈم کلاڈیا کو کوئی دھوکا نہیں دینا چاہتا تھا بارش کافی دیر تک جاری رہی اور اس کے بعد بند ہو گئی شکر ہے تیز نہیں ہوئی تھی اور یہ حقیقت بھی تھی کہ اگر تیز بارش ہو جاتی تو یہ خیمے کوئی مدد نہیں کر سکتے تھے دوسری صبح پھر وہاں سے آگے بڑھ گئے طریقہ کار وہی تھا پھر کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد ہم لوگ ایک اور بڑی بستی پہنچے اچھی خاصی جگہ تھی بستی کا انداز وہی تھا جو پچھلی دوسری بستیوں کا تھا ہوں کے سامنے آگیا تھا بستی کسی قدر ڈھلانوں میں آباد تھی اور وہاں کا انداز بھی بالکل ویسا ہی تھا ہم ان راستوں سے گزر کر نیچی آبادی میں داخل ہو گئے مکانات مخصوص طرز کے بنے ہوئے تھے اور چھوٹے چھوٹے ہوٹل بھی قائم تھے اور ہم وہاں پر رک گئے ایسا محسوس ہوتا تھا جیسی مسٹر ہینس یہاں کچھ زیادہ وقت گزارنا چاہتے ہیں میں نے خیر اس سلسلے میں کوئی سوال نہیں کیا آہستہ آہستہ بہت کچھ میرے ذہن سے نکلتا چلا جا رہا تھا اب جہنم میں جائے سب کچھ مسٹر حماد اگر اپنی پلاننگ کا شکار ہو گئے ہیں تو وہ جانیں آگے چل کر کسی طرح ان سے ملاقات ہو جائے کیونکہ بہر حال وہ سب اپنے اپنے طور پر ان راستوں پر نکلے تھے اور میرا یہ خیال بالکل درست ثابت ہوا لیکن ذرا مختلف انداز میں اس بستی میں چونکہ مسٹر ہینس نے طویل قیام کا پروگرام بنایا تھا اور اس کا تذکرہ مجھ سے بھی کر دیا تھا لیکن ایسے الفاظ میں جن سے کوئی بات مشکل ہی سے سمجھ میں آئے نوجوانوں نے اپنی اپنی ٹولیاں بنائی تھیں اور سیاحت کر رہے تھے پھر شام کے تقریباً سات بجے تھے جب میں اپنے خیمے سے باہر نکلا تو میں نے کچھ اور لوگوں کو دیکھا کلاڈیا ایک اور لڑکی کے ساتھ اپنے خیمے سے باہر نکل کر آئی تھی لیکن اس لڑکی کو دیکھ کر میرے ذہن کو شدید جھٹکا لگا اس کی نگاہیں بھی مجھ سے ملیں اور اس کا مسکراتا ہوا چہرہ سکڑ گیا شدید حیرت سے اس کی آنکھیں پھٹی رہ گئیں تھیں دوسرے لمحے بے اختیار آگے بڑھ آئی اور اس کے منہ سے نکلا۔“

”مائی گاڈ مائی گاڈ تم یہاں ہو عارف۔“

”میرے ذہن میں شدید سنسنی پھیل گئی تھی میں نے خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ

اسٹیل اس طرح یہاں پہنچ جائے گی وہ تیزی سے آگے بڑھی اور میرے پاس آ گئی۔“

”میری آنکھیں دھوکا تو نہیں کھا رہیں ڈیئر عارف اوہ مائی ڈیئر کلاڈیا تم مسٹر عارف کو

جانتی ہو۔“ کلاڈیا نے کوئی جواب نہیں دیا اسٹیلا نے میرا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔
 ”میں کیسے یقین کر لوں کہ یہ خواب نہیں ہے۔“
 ”کیا تم انہیں جانتی ہو۔“ کلاڈیا نے سوال کیا۔

”تم صرف جاننے کی بات کر رہی ہو میں نے نجانے کتنا عرصہ ان کے خواب دیکھتے ہوئے گزارا ہے۔“ اسٹیلا نے حسب معمول بے تکلفی سے کہا اور میں نے کلاڈیا کے چہرے کو پھیکا پڑتے ہوئے دیکھا تھا پھر میری نگاہیں چاروں طرف بھٹکنے لگیں اور یہ دیکھ کر مجھے ایک عجیب سی کیفیت کا احساس ہوا کہ مسٹر ہینسن کے گرد وہ میں کچھ نئے افراد کا اضافہ ہو گیا ہے اور مزید دو چھپیں بڑھ گئی ہیں اس کا مطلب ہے کہ ڈاکٹر ہرین بھی یہاں موجود ہے اور کچھ ہی لمحوں کے بعد وہ مجھے نظر بھی آگیا۔ ہینسن کے ساتھ اس طرف آ رہا تھا کہ اسٹیلا چیخ کر بولی۔
 ”ڈیڈی ڈیڈی ادھر آئیے پلیز ہری اپ دیکھئے آپ کو ایک ایسی چیز دکھاتی ہوں جسے دیکھ کر آپ حیران رہ جائیں گے۔“ ہینسن اور ڈاکٹر ہرین نے چونک کر مجھے دیکھا اور ڈاکٹر ہرین کی کیفیت بھی پہلے سے مختلف نہیں ہوئی وہ برق رفتاری سے اس طرف آیا تھا اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے دیکھنے لگا تھا پھر اس نے پرست لہجے میں کہا۔

”اوہ مائی ڈیئر عارف تم یہاں اس طرح مل جاؤ گے مجھے پتہ بھی نہیں تھا تمہارے باقی ساتھی کہاں ہیں۔“

”وہ حادثے کا شکار ہو گئے۔“ میں نے مسٹر ہرین سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔
 ”کے۔ کیا مطلب کیا ہلاک ہو گئے۔“

”جی ہاں۔“

”مگر کیسے۔“

”بس سرحد عبور کرتے ہوئے۔“

”تم تو ٹھیک ہو۔“

”جی اور میری مدد مسٹر ہینسن نے کی ہے۔“

”اتفاق کمال اتفاق واقعی حیرت کی بات ہے۔“

”ہینسن ہم دونوں کو بغور دیکھ رہا تھا پھر اس نے کہا۔“

”اس کا مطلب ہے کہ۔“

”اوہ مائی ڈیئر ہینسن بڑی باکمال شخصیت تمہارے ہاتھ آگئی ہے کیا مسٹر عارف نے تم سے اپنا مکمل تعارف کرایا۔“

”نہیں بس یہ اتفاقیہ طور پر مجھے ملے انہوں نے بتایا کہ وہ سیاحت کی غرض سے یہاں آئے ہیں اور ان کے ساتھی حادثے میں ہلاک ہو گئے ہیں۔“

”بالکل ٹھیک کہا ایسی ہی بات ہے بالکل ایسی ہی بات ہے لیکن تمہیں یہ سن کر تعجب ہوگا کہ یہ بھی اسی مشن کے ایک رکن ہیں۔“

”اوہ یہ بات انہوں نے مجھ سے چھپائی تھی۔“ ہینسن نے کہا۔

”تمہارا کیا خیال ہے کہ فوراً ہی تمہیں یہ اس بارے میں بتانا شروع کر دیتے۔“

”یہ بھی ٹھیک ہے۔“ ہینسن نے کہا اور مسکراتے لگا غالباً اس نے میری مجبوری کو تسلیم کر لیا تھا۔ ڈاکٹر ہرین نے کہا۔

”تم بالکل تنہا ہو۔“

”ہاں ڈاکٹر ہرین۔“

”امیر حماد سے کوئی رابطہ ہوا۔“

”اس سفر پر نکلنے کے بعد بالکل نہیں آپ یہ سمجھ لیں کہ میں تو۔“

”ٹھیک ہے ٹھیک ہے رات کے کھانے کے بعد تم سے تفصیلی گفتگو ہوگی ویسے مجھے خوشی ہے کہ تم یہاں موجود ہو اصل میں ڈیئر ہینسن ویسے تو اس مشن میں مسٹر عارف ایک عام کارکن کی حیثیت سے بلکہ یوں سمجھ لو کہ یہ امیر حماد کی پارٹی کی حیثیت سے شامل ہوئے ہیں لیکن ان کا ایک اور مقام ہے جس کے بارے میں تمہیں تفصیل سے بتا دوں گا اوکے مائی ڈیئر عارف لیکن سنو کہیں جانے کی کوشش مت کرنا تمہارا مل جانا ہمارے اس مشن کے لئے بہت کارآمد ہوا ہے میں تم سے تفصیلی گفتگو بعد میں کروں گا۔“

”ٹھیک ہے میں بھلا کہاں جا رہا ہوں میں تو بالکل ہی آپ کے اس مشن سے الگ ہو چکا ہوں کیونکہ یہاں آنے کے بعد میرے سب سے رابطے ٹوٹ گئے ہیں۔“

”تفصیلی گفتگو رات کو کھانے کے بعد انہوئے کرو یہ یستی بہت سی روایات کی حامل ہے

اسٹیلا تم خصوصی طور پر مسٹر عارف کا خیال رکھنا۔“

”آپ فکر نہ کریں ڈیڈی۔“ اسٹیلا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ کلاڈیا بالکل ہی خاموش تھی

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

اسٹیلا نے کہا۔

”آؤ عارف ادھر چلتے ہیں سوری کلاڈیا ذرا عارف سے مجھے خصوصی باتیں کرنی ہیں امید ہے تم برا نہیں مانو گی۔“

”کلاڈیا خاموشی سے واپسی کے لئے مڑ گئی تھی اسٹیلا نے میرا ہاتھ پکڑا اور ایک جانب بڑھ گئی میں عجیب سی کیفیت کا شکار تھا ایک سنسان سی جگہ پہنچ کر اسٹیلا نے کہا۔“

”بیٹھے جناب مجھے ابھی تک یقین نہیں آ رہا کہ آپ اس طرح مل جائیں گے لیکن ایک بات کہوں آپ سے بیٹھیے ناں پلیز اس نے کہا اور میں سامنے نظر آنے والے گھاس کے کچے پر بیٹھ گیا اسٹیلا پلکیں جھپکائے بغیر مجھے دیکھ رہی تھی اس کے ہونٹوں پر ایک عجیب سی کپکپاہٹ تھی پھر وہ بولی۔

”اچھا یہ بتائیے مسٹر عارف میں یاد آتی تھی۔“

”کیا مطلب۔“

”اب اس کا بھی مطلب بتانا پڑے گا۔“

”نہیں میں میرا مطلب ہے کہ۔“

”حالانکہ آپ کو اندازہ نہیں ہے کہ میں نے آپ کو ہمیشہ ہی یاد کیا۔“

”باقی لوگ کہاں ہیں۔“

”جہنم میں ڈالیں باقی لوگوں کو آپ یہ بتائیے کہ آپ نے میرے بارے میں کیا فیصلہ کیا۔“

”کیا فیصلوں کے لئے یہ جگہ مناسب ہے۔“

”ہر جگہ مناسب ہوئی ہے زندگی کے اہم ترین فیصلوں کے لئے آپ یوں سمجھ لیجئے مسٹر عارف کہ اب میں آپ کو چھوڑوں گی نہیں۔“

”کمال ہے میں تو سمجھتا ہوں کہ میں جن حالات سے گزر رہا ہوں اس کے بعد میرے ذہن میں کوئی اور تصور ہی نہیں ہے۔“

”تو اب آپ اپنے آپ کو اس بات کے لئے آمادہ کر لیجئے کہ ہم آپ کو نہیں چھوڑیں گے آپ کو اندازہ نہیں ہے کہ ڈیڈی آپ کو کتنا پسند کرتے ہیں میں کہتی ہوں کہ کیوں اس سنہری موقع کو ٹھکرا رہے ہو سب کچھ بتا چکی ہوں تمہیں اپنے بارے میں تمہاری زندگی سنور جانے گی

بس اب ہمارے ساتھ رہو۔“

”میں نے تم سے امیر حماد کے بارے میں پوچھا تھا۔“

”اور میں نے تم سے کہا تھا کہ وہ سب جہنم میں جائیں مجھے صرف اپنی ذات سے دلچسپی ہے۔“

”لیکن آپ یہ کیوں بھول گئیں میں اسٹیلا کہ میری آپ کی ملاقات امیر حماد کی حویلی میں ہی ہوئی تھی۔“

”زندگی میں کوئی نہ کوئی جتن ایسی ہوتی ہے جہاں زندگی کے ساتھی نظر آتے ہیں تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ میں تمہیں کس قدر مس کرتی رہی ہوں۔“

”بہر حال کوئی ایسی بات نہیں ہے سمجھ رہی ہوں بعد میں دیکھ لیں گے کہ کیا صورت حال ہوتی ہے تمہیں اندازہ ہے کہ ہم اپنے وطن سے بہت دور ایک اجنبی جگہ پر ہیں۔“

”ساری باتیں اپنی جگہ خیر چھوڑو تم عجیب آدمی ہو حالانکہ میں نے تمہیں ایک لمحے کے لئے بھی فراموش نہیں کیا خیر ٹھیک ہے بعد میں اس موضوع پر بات کریں گے۔“ میں نے اپنی

جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔

”آئیے پھر چلتے ہیں۔“

”چلو۔“ اسٹیلا کہنے لگی اور میں اس کے ساتھ ہی واپس خیموں کے پاس آ گیا بمشکل تمام اسٹیلا سے کچھ دیر کے لئے رہائی ملی تھی بڑا عجیب مسئلہ تھا میری نگاہیں دور دور تک بھٹک

رہی تھیں ہو سکتا ہے امیر حماد بھی کچھ فاصلے پر موجود ہو غلامیہ اور دوسرے لوگوں کے بارے میں بھی مجھے علم نہیں تھا عفان کو نگاہیں تلاش کر رہی تھیں وہ بہترین انسان تھا اور وہ میری بھرپور مدد

کر سکتا تھا بہر حال ڈنر کیا گیا اب ذرا کچھ اور چہل پہل ہو گئی تھی ڈاکٹر ہر مین کی ٹولی کے بارے میں مجھے علم تھا کہ وہ الگ فاصلے پر ہے اور ان لوگوں کے اپنے منصوبے کے مطابق

وحدت عالی امیر حماد اور ڈاکٹر نے اپنے اپنے طور پر ان علاقوں میں آنے کا فیصلہ کیا ہے وہ پر اسرار لڑکی پتہ نہیں ان میں سے کس کے ساتھ تھی میرے ذہن میں یہ خیال بھی گزرا کہ ممکن

ہے وہ ہمیں انہیں خیموں میں کہیں ہو لیکن کیا امیر حماد نے اسے اس طرح ڈاکٹر ہر مین کے ساتھ آنے کی اجازت دے دی اسٹیلا سے اس بارے میں کچھ پوچھنا بے کار ہی تھا مجھے اس

لڑکی کے تیور بہت خراب نظر آ رہے تھے اور یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ یہ کافی وقت کے لئے میرے

لئے دردمر بنے گی لیکن بہر حال ٹھنڈا تھا ڈنر کے بعد ڈاکٹر ہرین مجھے تلاش کرتا ہوا آگیا اور مجھ سے بولا۔

”آؤ موسم بہت خوش گوادر ہے ہم ذرا کچھ فاصلے پر بیٹھ کر باتیں کریں گے۔“ میں ڈاکٹر ہرین کے ساتھ آگے بڑھ گیا تھا کافی فاصلے اختیار کرنے کے بعد وہ ایک ایسی جگہ بیٹھ گیا جہاں سے ہم چاروں طرف دیکھ سکتے تھے اس نے کہا۔

”یہ جگہ مناسب ہے کوئی چھپ کر ہماری گفتگو نہیں سن سکتا۔“

”کیا کسی سے اس کا خدشہ ہے ڈاکٹر ہرین۔“

”نہیں ایسی بات نہیں ہے یہاں جو لوگ موجود ہیں سمجھ لو میرے گردپ کے ساتھی ہیں۔“

”میرے ذہن میں بھی بے چینی ہے ڈاکٹر ہرین!“

”پہلے میں تم سے تمہارے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہوں گا تم جن افراد کے ساتھ تھے ان کا کیا ہوا۔“

”وہ لوگ موت کا شکار ہو گئے ان علاقوں کے بارے میں آپ کو علم ہو چکا ہوگا۔“

”ہاں مجھے معلوم ہے کہ کورینا کے نواحی قبائل نے حکومت کورینا کے خلاف بغاوت۔“

کردی ہے اور ان علاقوں میں معاملات بڑے خطرناک چل رہے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہمیں حالات کا صحیح اندازہ نہیں تھا ورنہ ہم ان ہنگاموں کے ختم ہو جانے کا انتظار کرتے تمام پارٹیوں کو بڑی مشکل پیش آئی ہے بلکہ ان ہنگاموں کی وجہ سے بہت سے سیاح ان علاقوں میں قید ہو کر رہ گئے ہیں مقامی حکومت نے بھی بے بسی سے کہا ہے کہ جب تک یہ قبائل کنٹرول نہیں ہو جاتے حکومت سیاحوں کے لئے کچھ بھی نہیں کر سکتی لیکن بہر حال ہم لوگ کسی نہ کسی طرح ان علاقوں کو عبور کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔“

”امیر حماد بھی۔“

”ہاں امیر حماد بھی اور وحدت عالی بھی تمام لوگ بہر حال محفوظ ہیں لیکن امیر حماد اپنی طاقتوں کا شکار ہو گیا۔“

”کیا مطلب۔“

”اصل میں ضرورت سے زیادہ چالاکی بھی بہت نقصان دہ ہو جاتی ہے حالانکہ خزانوں

سے سلسلے میں بڑی بڑی پرانی رفاقتیں ختم ہو جاتی ہیں لیکن اس کے باوجود ہم لوگوں نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ خزانے کو اپنی دوستی کی راہ میں نہیں لائیں گے اب میں کیا کرؤں کہ امیر حماد نے اپنے آپ کو دنیا کا ذہین ترین آدمی سمجھا اور اس طرح کا عمل کیا کہ دوسروں کو اس سے اختلاف ہو گیا۔“

”اختلاف۔“

”ہاں۔“

”تو کیا وحدت عالی اور امیر حماد کے درمیان بھی کوئی۔“

”نہیں اب ہو سکتا ہے کہ تم میری بات کا برا مانو لیکن ان لوگوں نے اپنے درمیان

مذہب کا رشتہ قائم کر لیا جب کہ مجھے کرپشن سمجھ کر اپنے آپ سے علیحدہ کیا۔“

”نہیں میرا خیال ہے امیر حماد۔“

”مت طرفداری کرو امیر حماد کی میں بھی اس پر بہت بھروسہ کرتا تھا لیکن اس کے اندر

اپنی دولت کی شان ضرورت سے زیادہ ہی ہے میری کسی بات پر اس نے بھروسہ نہیں کیا یہ تو

تمہیں معلوم ہے کہ کورینا کے قبائل میں ایک قبیلہ ایسا ہے جس کے پاس ہیرے جواہرات

کے انبار ہیں اور یہ لڑکی اس قبیلے کی فرد تھی جسے تم کنٹرول کیا کرتے تھے اس کی ذات سے کچھ

ایسی کہانیاں وابستہ ہیں کہ یہ اس قبیلے میں پہنچ جائے تو ہمارے لئے کورینا قبائل اپنی دولت

کے منہ کھول دیں گے اور اسی لئے امیر حماد نے اسے اپنے پاس رکھا تھا اور اس کی حفاظت کی

تھی یہ مشترکہ امانت تھی جو ہم چار پارٹیوں میں تقسیم تھی امیر حماد نے تمہارے ذریعے اسے

کنٹرول کر کے اپنے طور پر تمہیں استعمال کرنا چاہا تھا لیکن بعد میں یہ طے ہوا کہ لڑکی کو اپنی

تحویل میں رکھا جائے بہر حال ہم کسی نہ کسی طرح اسے لے کر ان علاقوں میں داخل ہونے

میں کامیاب ہو گئے لیکن امیر حماد نے ایک خفیہ منصوبہ بنایا تھا جس میں وحدت عالی بھی اس کا

شریک تھا صرف مجھے اور پٹنی کین کو اس منصوبے سے علیحدہ رکھنے کا فیصلہ کر لیا گیا تھا پٹنی کین

بھی ہمیں مل گیا لیکن ایک انتہائی خطرناک عورت کے ساتھ شاید تمہارے کانوں میں کبھی اس

عورت کا نام پڑا ہو کیونکہ میں نہیں جانتا خود تمہاری اپنی پہنچ کہاں تک رہی ہے وہ عورت ہیلنا

شیگا کے نام سے مشہور تھی اور اس کی اپنی دنیا میں اس کا بہت بڑا نام تھا جوان اور خوبصورت

لیکن انتہائی خطرناک عورت ہے اور پٹنی کین کے بارے میں تمہیں شاید اس بات کا علم ہو کہ وہ

خود بھی ایک زبردست مجرم رہ چکا ہے دونوں اس خزانے کے حصول کے لئے نکلے ہوئے تھے
 بیٹی کین تو خیر شیطان کا دوسرا روپ ہے جب اس کو اس بات کا شبہ ہوا کہ امیر حماد اور وحدت
 عالی اور میں اپنے طور پر کچھ نئے منصوبے رکھتے ہیں تو وہ بھی ہتھے سے اکھڑ گیا، ہیلہ شیگا جیسی
 عورت ہے بس میں تمہیں کیا بتاؤں اس کے بارے میں بیٹی کین خود بھی اس کے سامنے کچھ
 نہیں ہے وہ بہت شاطر اور بہت خطرناک عورت ہے وہ اپنا گروپ الگ بنا کر لائی تھی جس
 میں اس کے تمام جرائم پیشہ دوست شامل تھے نتیجہ یہ ہوا کہ بیٹی کین اور ہیلہ شیگا اس لڑکی کو لے
 کر فرار ہو گئے اور امیر حماد کی ساری کوششوں پر پانی پھر گیا میرے اور اس کے درمیان پہلے ہی
 اختلاف ہو چکا تھا چنانچہ میں بھی وہاں سے الگ نکل آیا تھا بیسن میرے اپنے گروپ کا آدمی
 ہے اور میں نے اسے پہلے اس علاقے میں بھیج دیا تھا تاکہ یہ یہاں کی صورتحال کو اپنے قابو
 میں رکھے مجھے اس کے پاس آنا تھا لیکن اب صورت حال مختلف ہو گئی ہے۔“
 ”گویا تمام ٹولیاں الگ الگ ہو گئی ہیں۔“

”وحدت عالی اور امیر حماد یکجا ہیں، بیٹی کین اور ہیلہ شیگا مجھے بھیج دے کر فرار ہو
 چکے ہیں، لڑکی ان ہی کے پاس ہے ویسے بیٹی کین بہت خطرناک آدمی ہے میں اسے جانتا ہوں،
 وہ لڑکی کو کنٹرول کر لے گا، ادھر میں اپنے گروپ کے ساتھ بھٹکتا ہوا ادھر آ گیا ہوں کیونکہ
 میرے اور بیسن کے درمیان یہ بات طے تھی کہ ہم لوگ یہاں ملاقات کریں گے یہ الگ بات
 ہے کہ تمام ٹولیاں یکجا ہوں بیسن ایک علیحدہ حیثیت سے ہمارا تعاقب کرتا تاکہ اگر میرے
 مفادات کو کوئی نقصان پہنچاتا تو بیسن اس کا دفاع کرتا لیکن سارا معاملہ چو پٹ ہو گیا ہے۔“
 میں بڑے افسوس کے ساتھ یہ ساری کہانی سن رہا تھا پھر میں نے کہا۔

”لیکن اب آپ کیا کریں گے مسٹر ہرمین۔“

ڈاکٹر ہرمین نے گرون جھکالی سوچ میں ڈوب گیا اور بولا۔

”یہ بات تو تم جانتے ہو بہر حال ہم سب کی منزل ایک ہی تھی یعنی کورنیاں.....
 میں بے شک سب کچھ کھو چکا ہوں لیکن یہ تو کوئی بات نہیں ہوئی میں نے بھی زندگی کا بہت
 بڑا حصہ اور بہت بڑا سرمایہ اس پورے کام کے لئے صرف کیا ہے اب اتنی آسانی سے تو میں
 بھی اس مسئلے سے دست کش نہیں ہو سکتا چنانچہ میرا رخ بھی کورنیاں کی جانب ہے بیٹی کین،
 ہیلہ شیگا، وحدت عالی، امیر حماد سب ایک جگہ جمع ہوں گے اب یہ الگ بات تھی کہ ہم سب کا

مشترکہ کام ہوتا ایک ساتھ لیکن اب ہم سب بٹ گئے ہیں، ممکن ہے آگے چل کر ایک بار
 پھر ہمیں یکجا ہونے کا موقع مل جائے، یہ تمام صورت حال ہے۔“
 ”گویا آپ یہ سمجھتے ہیں ڈاکٹر ہرمین کہ آپ سب کورنیاں میں پھر سے جمع ہو
 جائیں گے۔“

”خیر یہ تو یقینی بات ہے کہ ایسا ہوگا، لیکن ہمارے درمیان مفاہمت مشکل ہے۔“

”بیٹی کین کے گروپ میں کتنے افراد ہیں؟“

”جس عورت کا نام ہیلہ شیگا ہے وہ اس قدر شاطر اور خطرناک ہے کہ اب بیٹی کین
 خود بھی اس کے چنگل میں پھنسا ہوا ہے میں نے تمہیں بتایا تھا کہ دونوں نے شادی کر لی ہے
 اور بیٹی کین ایک طرح سے اب ہیلہ شیگا کے تحفظ میں آ گیا ہے یقینی عمل ہے کہ ہیلہ شیگا کو
 تمام تفصیلات معلوم ہوں گی اور اس نے معقول بندوبست کیا ہوگا، حالانکہ یہی بات تنازعے کا
 باعث بنی تھی کہ ایک اور شخصیت کو اس راز میں شامل کیوں کیا گیا، اور وہ بھی ایسی خطرناک
 شخصیت جو باقی تمام گردپوں کو نقصان پہنچا سکتی ہے، بیٹی کین کا موقف یہ تھا کہ وہ اس کی بیوی
 ہے اور دونوں کا مشترکہ مفاد ہے بس حالات بگڑ گئے۔“

”امیر حماد بھی انہی راستوں پر سفر کر رہے ہیں؟“

”ہاں۔“ لیکن اب بھی تم امیر حماد کے چکر میں پڑنا چاہتے ہو؟“ ڈاکٹر ہرمین نے
 عجیب سا سوال کیا اور میں بغور اس کی صورت دیکھنے لگا، میرا ذہن برق رفتاری سے کام کر رہا
 تھا اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ ڈاکٹر ہرمین سے جو گفتگو کی جائے وہ اس انداز کی ہو کہ ڈاکٹر
 ہرمین سے میرا کوئی اختلاف نہ ہونے پائے، وقت کا یہی تقاضا تھا ورنہ میں تو بالکل تنہا تھا اور
 آسانی سے ان لوگوں کا شکار ہو سکتا تھا، چنانچہ اب جو مجھے گفتگو کرنی تھی وہ اسی روشنی میں کرنی
 تھی، چنانچہ کچھ دیر سوچنے کے بعد میں نے کہا۔

”ڈاکٹر ہرمین یہ صرف اتفاق ہے کہ میرے بارے میں آپ کو تمام حقیقتوں کا علم ہو
 چکا ہے یعنی یہ کہ میں اپنا ماضی فراموش کر بیٹھا ہوں، اور یہ اندازہ بھی آپ نے لگا لیا ہے کہ
 انتہائی کوشش کرنے کے باوجود میں اپنا ماضی تلاش کرنے میں ناکام رہا ہوں اور یہ ناکامی میری
 انتہا بن چکی ہے چنانچہ میں خود ایک نئی زندگی کا آغاز کرنا چاہتا ہوں، ایک ایسی نئی زندگی کا آغاز
 جس میں ماضی کو بھلا کر میں اپنے حال کے ساتھ چل سکوں بہت عرصے سے میں اس فکر میں

سرگرداں ہوں، لیکن مجھے اس کا کوئی حل نہیں مل سکا، اگر ایک بہتر حل میرے سامنے آجائے تو اصولی طور پر اسے مجھے قبول کر لینا چاہیے۔“

”ویری گڈ.... ویری گڈ“ صحیح فیصلہ ہے تمہارا اور تم دیکھو گے کہ اس سلسلے میں تمہارا سب سے بہترین ساتھی ڈاکٹر ہرین ہوگا۔“

”ٹھیک ہے ڈاکٹر“ میں آپ کا ساتھ دینے کے لئے تیار ہوں۔“ میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا اور ڈاکٹر ہرین خوشی سے اٹھ کھڑا ہوا اس نے اٹھ کر مجھے گلے سے لگا لیا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ درحقیقت کبھی کبھی انسان کو ایسے غمیر کے خلاف بہت کچھ کرنا پڑتا ہے وہ جسے اس کا دل کبھی قبول نہیں کرتا اب دیکھنا یہ تھا کہ آگے کے حالات کیا رخ اختیار کرتے ہیں۔

دور خیموں میں روشنیاں جل اٹھی تھیں اور ان مدھم مدھم روشنیوں کے سائوں میں چلتے پھرتے لوگ انسان نہیں معلوم ہو رہے تھے یہ محسوس ہو رہا تھا جیسے کچھ بری روچیں رات کی تاریکیوں میں سرگرداں ہوں ڈاکٹر ہرین خوش نظر آ رہا تھا اور میں کچھ لمحوں کے لئے آنے والے حالات کے تصور میں گم ہو گیا تھا اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ دلی طور پر میں امیر حماد کا ساتھی تھا اس شخص کے مسائل کچھ بھی رہے ہوں لیکن میرے ساتھ خاتون فقرہ اور امیر حماد نے جو سلوک کیا تھا وہ ناقابل فراموش تھا اور یہ تو بڑی ہی غلیظ بات ہوتی کہ میں ان لوگوں سے غداری کرتا ڈاکٹر ہرین تو اس نسل کا باشندہ تھا جس کے خمیر میں فریب اور شاطرانہ چالیں رچی ہوئی ہوتی ہیں وہ بعد میں مجھ تک پہنچا تھا۔ امیر حماد کے دوست کی حیثیت سے پہنچا تھا لیکن وہ امیر حماد سے بھی مخلص نہیں تھا۔ جب کوئی اپنے اتنے قدیم دوست سے مخلص نہ ہو تو پھر وہ بھلا مجھ سے کیا مخلص ہو سکتا تھا یہ سوچنے کی بات تھی لیکن مصلحت کا تقاضا یہی تھا کہ میں ڈاکٹر ہرین کو یہ یقین دلا دوں کہ اب میں اس کا ساتھی ہوں ہرین کی آواز ابھری۔

”کیا سوچ رہے ہو؟“

”نہیں ڈاکٹر ہرین اپنے اسی فیصلے کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔“

”نہ سوچو سب کچھ مجھ پر چھوڑ دو تمہارا مستقبل محفوظ ہے۔ بات اصل میں یہ نہیں ہے کہ ہم یہاں کسی خزانے کی تلاش میں آئے ہیں اور تم اس سلسلے میں میرے معاون ثابت ہو سکتے ہو تم یقین کر دو میرے ساتھ جو افراد موجود ہیں وہ میری معاونت کے لئے کافی ہیں لیکن اسٹیل میری اکلوتی بیٹی ہے اور اس نے تمہیں اپنے مستقبل کا ساتھی بنانے کا فیصلہ کر لیا ہے

انسان کی اپنی زندگی کے کچھ لمحات ہوتے ہیں جن میں وہ صرف اپنے بارے میں سوچتا ہے بعد میں اس کی زندگی سے کچھ اور لوگ منسلک ہو جاتے ہیں اور پھر وہ اپنے آپ سے زیادہ ان کے بارے میں سوچنے لگتا ہے اسٹیل تمہیں پسند کرتی ہے ہمیں کسی خزانے کی ضرورت نہیں یہاں خزانہ ملے یا نہ ملے لیکن تمہارا مستقبل محفوظ ہے۔“

”نہیں ڈاکٹر ہرین میں دولت کا خواہشمند نہیں ہوں آپ ماہر نفسیات ہیں میرے بارے میں مناسب فیصلہ کر سکتے ہیں ایک ایسے شخص کو جو اپنی ذات کی تلاش میں سرگرداں ہو دولت کی اتنی زیادہ فکر نہیں ہو سکتی۔“

”یہ بات میں جانتا ہوں اور تمہارے اس موقف کو خلوص دل سے تسلیم کرتا ہوں لیکن بہر حال یہ میں نے تم کو اطمینان دلانے کی غرض سے کہا اپنے آپ کو میرے حوالے کر دو اور باقی سب کچھ مجھ پر چھوڑ دو تم دیکھو گے کہ تمہارا یہ فیصلہ تمہارے حق میں نہایت موثر رہا ہے۔“

”میں جانتا ہوں ڈاکٹر ہرین۔“

”تو پھر ہمارے تمہارے درمیان یہ بات طے ہوگئی کہ اب ذہنی طور پر تم میرے ساتھی ہو۔“

”ہاں ڈاکٹر یہ بات طے ہوگئی۔“

”ویری گڈ ویری گڈ“ خیر اب سنو موجودہ صورت حال یہ ہے کہ وہ پراسرار لڑکی جس کا تعلق کورنیاں کے اس مخصوص قبیلے سے ہے اس وقت پنی کین کے قبضے میں ہے پنی کین بھی اسی جانب سفر کر رہا ہے امیر حماد اور وحدت عالی جس پائے کے مہم جو ہیں ان کے بارے میں یہ بات باسانی کہی جاسکتی ہے کہ وہ آخر کار کورنیاں تک پہنچیں گے اور جہاں تک میرا تعلق ہے مصلحت کے پیش نگاہ میں بھی ان سے تعاون کروں گا ہم لوگوں کے درمیان اس قسم کے واقعات چلتے رہتے ہیں اور یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اب تم میرے آدمی کی حیثیت سے ان کا ساتھ دو گے اور ہم سب مل کر کام کریں گے لیکن اپنے مفادات ذہن میں رکھنا۔“

”ٹھیک ہے ڈاکٹر ہرین کیا اس سلسلے میں کسی دستاویز کی ضرورت ہے۔“ میں نے کہا اور ہرین مسکراتے لگا پھر بولا۔

”نہیں یہ دستاویز تم خود ہو اور میں تم پر اعتماد کر رہا ہوں۔“ پھر ہم وہاں سے اٹھ گئے۔

میں نے دل میں سوچا کہ یہ ساری باتیں اپنی جگہ اگر ڈاکٹر ہرین جیسا شاطر آدمی میرے لفظوں کے جال میں پھنس گیا ہے تو یہ میرا عظیم کارنامہ ہے اور میں اس سلسلے میں ایک کامیاب آدمی ہوں بات گھوم پھر کر مجھ تک ہی آگئی تھی اور میں دل ہی دل میں ہنس رہا تھا کہ کسی معاملے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی خواہش کے نہ ہونے کے باوجود مجھے کس طرح حالات میں پھنس جانا پڑتا ہے شاید یہ میری تقدیر کا ہی ایک حصہ تھا۔ دوسری صبح نہایت خوشگوار تھی ایک ہنگامہ دار دن کا آغاز ہو چکا تھا اور تمام لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے جنگل کی زندگی میں ایک انوکھے حسن کا آغاز ہو چکا تھا میں نے اسٹیل کو دیکھا جو مور کی طرح گردن اٹھا اٹھا کر ادھر ادھر دیکھ رہی تھی تب اس کی نگاہ مجھ پر پڑی اور وہ تیزی سے میری جانب چل پڑی لڑکی بے شک خوبصورت تھی لیکن میرے دل سے دور میں تو اپنی ہی الجھنوں کا شکار تھا اندر کی آواز بالکل مختلف تھی وقت نے نہ چاہتے کیسے کیسے روپ دے ڈالے تھے لیکن پھر بھی میں اپنے اندر کی اس تشنگی کو تلاش نہیں کر پا رہا تھا جس میں انوکھی آواز تھی ایک ایسی مدھم مدھم آواز جس کا مفہوم میرے ذہن میں واضح نہیں تھا اسٹیل نے ایک خوبصورت لباس پہنا ہوا تھا مجھے دیکھ کر اس کے قدموں کی رفتار تیز ہوگئی پھر وہ میرے قریب پہنچ گئی۔

”صبح بخیر۔“ اس نے کہا۔

”صبح بخیر مس اسٹیل۔“ میں نے بھی مسکرا کر اسے جواب دیا اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی پھر بولی۔

”موسم ذہنوں پر کس طرح اثر انداز ہوتا ہے یہ صبح نئی نئی ہی نہیں معلوم ہوتی۔“

”شاید۔“

”اور تم بھی اس خوشگوار صبح کے زیر اثر ہو۔“

”کیوں آپ نے کیسے اندازہ لگایا۔“

”اس لئے کہ میں تمہارے چہرے پر ایک نئی مسکراہٹ دیکھ رہی ہوں۔“

”جب انسان کسی کے بارے میں حد سے زیادہ سوچنے لگتا ہے تو اسے اس کے چہرے میں بھی عجیب عجیب باتیں نظر آتی ہیں۔“

”تو کیا تم یہ بات تسلیم کرتے ہو کہ میں تمہارے بارے میں حد سے زیادہ سوچنے لگی ہوں۔“

”اب میں اس سلسلے میں کیا کہہ سکتا ہوں۔“

”یہ کیا بات ہوئی جب کسی بات کا اظہار کیا ہے تو اسے تسلیم کرو۔“

”تسلیم کروں تو کیا ہوگا۔“

”بس مجھے تھوڑی سی خوشی مل جائے گی۔“ اس نے کہا اور میں ہنسنے لگا اسٹیل پھر بولی۔

”کیا تم یقین کرو گے کہ اب میرے خوابوں میں بھی تم ہی آباد رہتے ہو۔“

”مس اسٹیل آپ کی عمر اسی بات کا تقاضا کرتی ہے۔“

”بزرگ بننے کی کوشش مت کرو تم کون سی زندگی کے بے شمار سال گزار چکے ہو۔“

”آہ کاش میں آپ کو بتا سکتا کہ۔“ میں نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

”آؤ چائے پیئیں دیکھو ادھر چائے تیار ہو رہی ہے۔“ اس نے ایک طرف اشارہ کیا

کچھ لوگ چائے کی تیاریوں میں مصروف تھے میں ہنس کر اسٹیل کے ساتھ آگے بڑھ گیا اس

وقت وہ اس پورے گروپ کے سربراہ کی بیٹی تھی اس حیثیت سے بڑی تھی ویسے یہ بات بھی

قابل غور تھی کہ یہ شریف صورت انسان جس کا نام ہنس تھا خزانے کے لالچ میں یہاں تک آیا

ہوا ہے اور ڈاکٹر ہرین کے مفادات کے لئے کام کر رہا ہے پتہ نہیں یہ لوگ اپنی بیویوں اور

بیٹیوں کو لے کر زندگی کے اس بھیا تک سفر پر کیوں چل پڑتے ہیں یہ بات ابھی تک میری سمجھ

میں نہیں آئی تھی اگر ان کی جگہ میں ہوتا اور مجھے ایسے کاموں کی ہولناکیوں کا علم ہوتا تو میں کبھی

اپنی کسی ایسی عزیز کو لے کر موت کی آغوش میں نہ چل پڑتا جس سے میرا دلی رابطہ ہوتا بس سر

پھرے ہی کہا جاسکتا ہے انہیں چائے تقریباً تیار ہوگئی تھی اسٹیل نے کہا۔

”ہمیں چائے دو۔“

”جی میڈم۔“ فوراً ہی ہم دونوں کو لگوں میں چائے دے دی گئی اور اسٹیل وہاں سے

آگے بڑھ گئی۔

”اس طرف اس چٹان کی آڑ میں بیٹھ کر چائے پیئیں گے اور باتیں کریں گے۔“ اس

نے کہا اور ہم اس چٹان کی جانب بڑھ گئے۔ ڈاکٹر ہرین سے جو وعدہ کیا گیا تھا اس میں سر

فہرست اسٹیل ہی تھی میں یہ چاہتا تھا کہ جب تک میں ان لوگوں کے درمیان رہوں اور جب

تک حالات سازگار ہوں کوئی ایسی فضا پیدا نہ ہونے دوں جس سے میں ایک بار پھر مشکلات کا

سامنا کرنے پر مجبور ہو جاؤں لیکن چٹان کے عقب میں مشکل موجود تھی یہ کلاڈیا تھی جو خاموشی

بیٹھی ہوئی تھی ہم دونوں وہاں پہنچے تو وہ چونک کر کھڑی ہو گئی اسٹیلہ نے حیرت سے کہا۔
 ”اوہ موس کلاڈیا آپ یہاں تنہا کیا کر رہی ہیں۔“

کلاڈیا نے ہمیں دیکھا اور ایک عجیب سے انداز میں منہ بنا کر کھڑی ہو گئی۔

”آپ نے جواب نہیں دیا افسوس اگر ہمیں یہ بات معلوم ہوتی کہ آپ یہاں موجود ہیں تو ہم آپ کے لئے بھی چائے لے آتے۔ کلاڈیا نے کوئی جواب نہیں دیا خاموشی سے مڑی اور واپس چلی گئی اسٹیلہ نے ایک زوردار قہقہہ لگایا تھا پھر اس نے کہا۔

”ویسے ایک بات کہوں تم سے بہت کم لوگ اتنے خوش نصیب ہوتے ہیں جنہیں دیکھ کر ہر دل میں کوئی نہ کوئی گنجائش پیدا ہو جاتی ہے۔“

”مطلب۔“ میں نے بیٹھتے ہوئے سوال کیا اسٹیلہ نے چائے کا ایک چھوٹا سا گھونٹ لیا اور بولی۔

”یہ لڑکی بھی تم سے محبت کرتی ہے۔“

”نہیں میرا خیال ہے ایسی کوئی خاص بات نہیں ہے۔“

”تمہارا خیال تو میرے بارے میں بھی یہی تھا اور شاید غلابہ کے بارے میں بھی

وہ لڑکی راستے سے ہٹ گئی ویسے وہ بھی کچھ دیوانی سی نظر آتی تھی مجھے خیر دیوانی تو میں بھی ہوں اب دوسروں کو کیا کہوں۔“ اس نے کہا آہستہ سے ہنسی اور چائے کے گھونٹ لینے لگی میں کیا کہتا اس سلسلے میں چنانچہ میں بھی خاموشی سے چائے پیتا رہا تھا۔ لڑکیوں کا میرے خیال میں سب سے مشکل مسئلہ یہی ہے عمر کی ایک منزل پر پہنچنے کے بعد ان کا کسی نہ کسی سے عشق کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ ان کے ذہنوں میں زندگی کے مشکل روپ نہیں ہوتے

زندگی کو بہت آسان سمجھ لیتی ہیں وہ پھر باقی معاملات طے ہوئے اور اس کے بعد ہم نے سفر کا آغاز کر دیا بڑی زبردست پارٹی بن گئی تھی یہ اور میں بے چارے امیر حماد کے بارے میں سوچتا رہا تھا وہ بھی بڑی محنت کرتا رہا تھا اس سلسلے میں اور اس نے مجھ پر بھروسہ کیا تھا لیکن اس کا پروگرام ناقص تھا خاص طور پر آخری مرحلے میں جب اس نے مجھے آگے بھیج دیا تھا اور خود ان لوگوں کے جال میں گرفتار ہو کر اس لڑکی کو ساتھ لے کر چل پڑا تھا وہ لڑکی ذہن میں آئی تو دل میں ایک عجیب سے گداز کا احساس ہوا سب سے زیادہ تنہا وہی تھی جس کا گروہ میں کوئی ساتھی نہیں تھا لیکن واقعی وہ ہے کون؟ اور کورنیاں کی پر اسرار داستانوں سے اس کا کیا تعلق ہے سفر

جاری رہا دن گزرا رات ہوئی دوسرا دن دوسری رات مسلسل سفر کیا جا رہا تھا اور ڈاکٹر ہرین بھی بے مقصد یہ سفر نہیں کر رہا تھا راستوں کے نقشے اس کے پاس بھی تھے اور وہ انہیں راستوں پر سفر کر رہا تھا اور اپنے طور پر بظاہر مطمئن نظر آتا تھا تیسرے دن ہم نے دوپہر تک کا سفر کیا تھا اور پھر آگے کے دشوار گزار سفر میں تھوڑی دیر تک قیام کا فیصلہ کیا تھا لیکن اگر واقعات رک جائیں تو زندگی کی کہانی رک جاتی ہے مختلف واقعات ہی ان کہانیوں کی ترتیب کرتے ہیں سو ان سیاٹ دن اور راتوں میں چونکہ کوئی واقعہ نہیں ہوا تھا سوائے اس کے کہ کلاڈیا اور اسٹیلہ کے درمیان رقابت کا آغاز ہو گیا تھا اور اسٹیلہ کو فتح حاصل تھی جب کہ کلاڈیا مرجھائی مرجھائی سی نظر آتی تھی لیکن یہ میرا درد سر نہیں تھا میرا درد تو کچھ اور ہی تھا تو بات ہو رہی تھی نئے واقعے کی اور یہ نیا واقعہ اس طرح ظہور پذیر ہوا کہ ہسپن کے ایک ساتھی نے کچھ دیکھا اور بے تحاشہ دوڑتا ہوا اس جگہ آ گیا جہاں ہسپن میں ڈاکٹر ہرین اور دوسرے چند افراد بیٹھے ہوئے تھے۔

”اوہر ایک گہری وادی میں ہینی کین کا گروہ نظر آ رہا ہے وہ لوگ وہاں قیام پذیر ہیں سب اچھل کر کھڑے ہو گئے تھے ہسپن نے تیزی سے اس طرف بڑھنا چاہا تو ڈاکٹر ہرین نے کہا۔“

”نہیں ہسپن دیوانگی کا مظاہرہ مت کرو یہ بات تم بھی اچھی طرح جانتے ہو کہ ہینی کین اب ہمارا دوست نہیں ہے اور اگر ہینی کین دوست ہے بھی تو وہ عورت جس کا نام ہیلہ شیگا ہے بہت خوفناک عورت ہے وہ کوئی بھی قدم اٹھا سکتی ہے۔“ ہسپن رک گیا تھا وہ سوالیہ نگاہوں سے ڈاکٹر ہرین کو دیکھ رہا تھا ڈاکٹر ہرین نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

”نی الحال ان کے سامنے جانے سے گریز کرو صورت حال کا جائزہ لو اور اس کے بعد فیصلہ کرو ویسے تمہارا کیا خیال ہے مسٹر عارف تم کیا کہتے ہو اس بارے میں۔“

”چونکہ لڑکی اس وقت ہیلہ شیگا کے قبضے میں ہے اس لئے کسی بھی صورت میں وہ ہمیں قبول کر لیں تو میرے خیال میں بہتر ہوگا ویسے آپ کا کیا خیال ہے ہینی کین ہمیں بھی تو امیر حماد کے ساتھیوں میں قبول نہیں کرے گا۔“

”اے کوئی ایسی لائن دینا پڑے گی جس سے وہ ذہنی طور پر ہم سے متاثر ہو جائے۔“

”ٹھیک ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ احتیاط کے ساتھ ان لوگوں کے سامنے آنا پڑے گا اور اس کے بعد ان کے رویے کا جائزہ لینا پڑے گا۔“

”تمام لوگوں سے کہہ دو کہ وادی کے کنارے جانے سے احتراز کریں اور پہلے حالات کا اندازہ لگائیں۔“ یہ ہدایت تمام لوگوں کو دے دی گئی اور اس کے بعد میں ڈاکٹر ہرین اور ہینس آہستہ آہستہ آگے بڑھ گئے راستوں کے پیچ و خم خطرناک تھے بے شمار چٹانوں کے درمیان سے گزرنا پڑ رہا تھا ہم وادی کے کنارے پر پہنچ گئے یہاں سے کوئی چند قدم چلنے کے بعد ڈھلان شروع ہو جاتے تھے ہم کنارے پر پہنچ کر لیٹ گئے اور یہاں سے نیچے وادی کا جائزہ لینے لگے بے شمار خیمے لگے ہوئے تھے اس سے یہ احساس ہو رہا تھا کہ ان لوگوں کی تعداد بہت زیادہ ہے حالانکہ امیر حماد کا کہنا تھا کہ یہی کین ان علاقوں میں تنہا ملے گا لیکن بہر حال یہاں تو سبھی ایک دوسرے کو دھوکا دیتے ہوئے نظر آ رہے تھے امیر حماد کے ذہن میں کچھ اور تھا وحدت عالی بظاہر امیر حماد کا ساتھی تھا لیکن پتہ نہیں اس کے دل میں امیر حماد کے لئے کیا گنجائش تھی مجموعی طور پر نیچے وادی میں نظر آنے والوں کی تعداد چالیس پچاس کے لگ بھگ تھی اور وہ تندرست و توانا آدمی نظر آ رہے تھے ہم خاموشی سے انہیں دیکھتے رہے اور ان کی کیفیت کا اندازہ لگاتے رہے شام آہستہ آہستہ رات کی تاریکیوں میں بدل گئی ہماری آنکھیں وادی کے پناہ گزینوں پر لگی ہوئی تھیں ان کے درمیان اب خاموشی چھاتی جا رہی تھی لیکن انہوں نے رات بھر روشنیاں جلائے رکھی تھیں اور روشنی کے سائے میں کچھ لوگ مستعدی سے پہرہ دیتے ہوئے نظر آ رہے تھے پتہ نہیں اس پہرے کا بندوبست کیوں کیا گیا تھا ہم لوگ بھی اپنے معمولات میں مصروف رہے پھر یہ رات وہیں کنارے پر ہی گزار دی گئی ہمیں اندازہ تھا کہ دن کی روشنی میں بڑی احتیاط کرنا پڑے گی اس بات کے امکانات تھے کہ وہ لوگ اسی طریقے نکل آئیں بہر حال صبح کا اجالا نمودار ہوتے ہی ہم نے انتظامات شروع کر دیے اور وہاں سے آگے بڑھنے کے لئے تیار ہو گئے تمام لوگوں کو محتاط رہنے کا اشارہ کر دیا گیا تھا یہ اندازہ بھی لگانا ضروری تھا کہ ان لوگوں کا پروگرام کیا ہے بہر حال ہم نے ایک بہتر منصوبہ بندی کی اور کافی فاصلے پر درختوں کے ایک جھنڈ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ہینس نے کہا۔

”اگر ہم ان درختوں تک پہنچ جائیں تو وہاں محفوظ رہ سکتے ہیں اور ان پر نگاہ بھی رکھ سکتے ہیں۔“ سب نے ہینس کی بات سے اتفاق کیا تھا چنانچہ بڑی احتیاط کے ساتھ ہم اس جنگل کی جانب بڑھنے لگے واقعی بڑا گھنا جنگل تھا اور ایک دوسرے سے منسلک درختوں کو بہترین طریقے سے اپنی آرام گاہ بنایا جاسکتا تھا۔ بڑے بڑے درختوں کی جڑیں نیچے ڈھلان

میں لٹک رہی تھیں اور ایسی چکدار جڑیں بکھری ہوئی تھیں جنہیں آپس میں باندھ کر باقاعدہ آرام کی جگہ بنائی جاسکتی تھی اس کے ساتھ ساتھ ہی میں اور ڈاکٹر ہرین ڈھلان کے مکیوں کا جائزہ بھی لے رہے تھے وہ لوگ بھی جاگ گئے تھے اور اب اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے حیرت کی بات یہ تھی کہ وہ انتہائی جدید معلوم ہوتے تھے ایک مخصوص طرز عمل کے حامل ان کے درمیان کئی لڑکیاں بھی تھیں اور جدید ترین لباس میں نظر آ رہی تھیں میں ادھر دیکھ رہا تھا تب اچانک ہی ڈاکٹر ہرین نے ایک طرف اشارہ کیا۔

”اوہو دیکھو وہ بٹنی کین ہے۔“ میں نے لمبے بالوں والے مضبوط توانا آدمی کو دیکھا وہ اپنے گروہ کو ہدایات دے رہا تھا ابھی ایسے محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ آگے جانے میں کچھ دیر لگانا چاہتے ہوں۔ چنانچہ ہمیں بھی وہیں پر رکن پڑا تھا غرض یہ کہ ہم ان کا جائزہ لیتے رہے اور اس سلسلے میں باتیں کرتے رہے پھر ہم نے انہیں خیمے اکھاڑتے ہوئے دیکھا اب وہ لوگ سفر کی تیاریاں کر رہے تھے خیمے اکھاڑ کر گاڑیوں میں بار کئے گئے کیونکہ تھیلے کمر سے باندھ لئے گئے ان کے پاس ہتھیار بھی بہت زیادہ نظر آ رہے تھے اور ان کی فطرت میں ایک وحشت پائی جاتی تھی ڈاکٹر ہرین نے ایک گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

”ہیلا شیگا کی موجودگی نے بٹنی کین کو انسان بنا دیا ہے مطلب یہ کہ اب وہ زیادہ طاقتور ہو گیا ہے اصل میں ہیلا شیگا کا ایک پورا گروہ تھا جو دنیا کے مختلف ممالک میں جرائم کرتا تھا بڑی مشہور عورت ہے پتہ نہیں بٹنی کین کے چکر میں کس طرح پھنس گئی اوہو دیکھو وہ ہیلا شیگا ہے۔“ اچانک ہی ہرین نے اس طرف اشارہ کیا اور میری نگاہیں ایک دراز قامت عورت پر پڑیں تقریباً چھ فٹ قد و قامت کی مالک تھی چست لباس میں انتہائی سڈول نظر آ رہی تھی اور وہاں موجود لوگوں میں اس کے لئے شدید احترام پایا جاتا تھا وہ انہیں ہدایات جاری کر رہی تھی ہم خاموشی سے ان کی کارروائی دیکھتے رہے اور پھر ہم نے انہیں ایک قطار میں وادی کے ایک سرے سے دوسرے سرے کی جانب جاتے ہوئے دیکھا ڈاکٹر ہرین نے کہا۔

”ان ڈھلانوں کو عبور کرنے میں ہمیں کتنا وقت لگ جائے گا۔“

”ان کا آخری آدمی ڈھلان سے نکل جائے تو ہم ڈھلان میں اتریں گے نیچے اترنے کے لئے وہی جگہ مناسب رہے گی جہاں سے ہم نے انہیں دیکھا تھا اس طرف کے راستے مشکل نظر آ رہے ہیں تم دیکھو ان میں کیسی نوکدار جڑیں اور چٹانیں ابھری ہوئی ہیں۔“

”ہاں میں ایک بات اور سوچ رہا ہوں۔“ میں نے کہا۔
”کیا۔“

”وہ لڑکی ابھی تک نظر نہیں آئی اور بظاہر یہ اندازہ بھی نہیں ہو سکا کہ انہوں نے کسی کو چھپا رکھا ہے۔“

”نہیں یہ بات تو خیر طے ہے کہ لڑکی انہی کے ساتھ ہے یہ الگ بات ہے کہ ہم اسے فاصلے سے ان کا جائزہ نہ لے سکے ہوں تم دیکھ رہے ہو کہ بہت سی لڑکیاں ان کے درمیان موجود ہیں۔“

”ہاں۔“ میں نے گہری سانس لے کر کہا تھا اس کے بعد ہم درختوں کی اوٹ سے ہٹ آئے اور ہم نے نیچے اترنے کے لئے راستے منتخب کر لئے وادی میں سفر کرنے والوں کی قطار اب بہت دور نظر آرہی تھی وہ ان راستوں پر بڑی تیزی سے آگے بڑھ رہے تھے پھر وادی سے نیچے اترتے ہوئے میں نے ڈاکٹر ہرین سے پوچھا۔

”جس سمت کا انہوں نے رخ کیا ہے کیا وہ اسی طرف جاتی ہے میرا مطلب ہے کورنیاں کی طرف۔“

”ہاں۔“ ڈاکٹر ہرین نے جواب دیا میں خاموش ہو گیا ڈھلان آگے چل کر خطرناک ہو گئے تھے لیکن ہم ان راستوں کی مشق کر چکے تھے اس لئے زیادہ مشکل پیش نہیں آئی تھی اور جب ہم نے وادی میں پہلا قدم رکھا تو قطار ہماری نگاہوں کی حد سے نکل چکی تھی ہرین کہنے لگا۔

”انہوں نے رفتار بہت تیز رکھی ہے۔“

”اور ہمیں ان کے قریب پہنچنا ہے اس لئے ہمیں بھی تیز رفتاری سے آگے بڑھنا چاہیے۔“

”بالکل۔“ ڈاکٹر ہرین نے کہا اور ہم ان کے نقش قدم پر چل پڑے وادی کو عبور کرتے ہوئے سورج کافی بلندی پر آگیا تھا۔ آگے بڑھے تو ایک اور ڈھلان نظر آیا لیکن یہ خطرناک نہیں تھا لیکن یہ جگہ بڑی عجیب سی تھی چٹانیں ابھری ہوئی تھیں اور ان کے درمیان سیاہ رنگ کی لمبی گھاس نظر آرہی تھی چٹانوں کی جڑوں میں پانی تھا ان میں جونکیں اور دوسرے نمی کے کیڑے رینگ رہے تھے جگہ جگہ سے زمین سے پانی ابل رہا تھا یہاں بہت سی جگہوں پر پھسلن

تھی اور نمی کی وجہ سے آگے جانے والوں کے نشانات مل رہے تھے ہم نے اتنا فاصلہ برقرار رکھا جس سے وہ ہمیں دیکھ نہ سکیں اس ڈھلان کو طے کر کے آگے بڑھے تو بہت دور وہ لوگ نظر آئے ڈاکٹر ہرین نے بے اختیار کہا۔

”میں دعوے سے کہتا ہوں کہ وہ تیز رفتاری سے کورنیاں کی جانب بڑھ رہے ہیں اس کا مطلب ہے کہ انہوں نے کسی طرح ان راستوں کو پورے اعتماد کے ساتھ معلوم کر لیا ہے۔“
”آگے آبادی نہیں ہے۔“ میں نے سوال کیا۔

”کیا مطلب۔“

”میرا مطلب ہے قرب و جوار میں کیا آبادیوں کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے جس طرح ہمیں راستے میں آبادیاں ملتی رہی ہیں۔“ ڈاکٹر ہرین کچھ لمحات خاموش رہا پھر اس نے کہا۔
”میری معلومات کے مطابق اگر ہم اس درے کو عبور کر کے آگے بڑھ جائیں تو بائیں سمت ہمیں ایک بڑی آبادی ملے گی اور یہ آبادی ان خاص لوگوں کی ہے جو یہاں کے خطرناک لوگ کہلاتے ہیں مطلب یہ ہے کہ وہی قبائلی جو بغاوت پر آمادہ ہیں۔“
”آپ پورے یقین سے یہ بات کہہ سکتے ہیں ڈاکٹر ہرین۔“ میں نے سوال کیا لیکن ہرین ہنسنے لگا پھر بولا۔

”نہیں افسوس تو یہی ہے کہ مجھے اتنی زیادہ معلومات نہیں ہے اب دو ہی فیصلے کرنے ہیں ہمیں یا تو ہم بٹنی کین کا تعاقب کرتے رہیں جو کہ بہر طور خطرناک ہوگا یا پھر خود اس میں شامل ہو جائیں۔“

”میرا خیال ہے ابھی ہمیں ان سے فاصلہ رکھنا چاہیے۔“ میں نے کہا اور پھر چونک کر ہرین کو دیکھنے لگا ہرین پر خیال انداز میں گردن ہلا رہا تھا پھر اس نے کہا۔
”کیوں چونک کیوں رہے ہو۔“

”نہیں میرا مطلب یہ ہے کہ میں آپ کو کوئی ہدایت تو نہیں دے سکتا۔“
”اس بات کو ذہن سے نکال دو بہر حال تم اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک شاندار انسان ہو اور ہم تم پر اعتماد کر سکتے ہیں تمہارے ذہن میں جس وقت بھی کوئی تدبیر آئے ہمیں اس سے ضرور آگاہ کرنا۔ میں لڑکی کے قریب پہنچنا چاہتا تھا حالانکہ ہیلادھیگا کے بارے میں جو مختصر سی کہانیاں میرے علم میں آئی تھیں ان سے مجھے احساس ہو گیا تھا کہ اس کی قربت بھی

خطرناک ہو سکتی ہے حالانکہ میں نے اسے کافی فاصلے سے دیکھا تھا لیکن اس قدر وقامت اور جسامت کی عورت عام نہیں ہو سکتی یقیناً اس کے اندر ایسی خاص بات ہوگی جس سے اس نے یہ مقام حاصل کیا ہے چنانچہ اس کے لئے ضروری یہ تھا کہ ہم ان کے سامنے آجائیں میں نے ڈاکٹر ہرین سے کہا۔

”اگر آپ میری تجویز کی بات کرتے ہیں تو میرے ذہن میں ایک ہی خیال ہے۔“ وہ یہ کہ ہمیں اس لڑکی کے قریب پہنچنا چاہیے پس نے میری بات سے اتفاق کرتے ہوئے کہا۔

”بالکل ٹھیک بالکل ٹھیک“ لیکن اس کے لئے کیا طریقہ کار اختیار کیا جائے؟“

میرا خیال ہے ہمیں یہاں سے راستہ کاٹ کر کسی اور سمت سے تیز رفتاری سے آگے بڑھنا چاہیے اس طرح کہ ہم ان سے آگے نکل جائیں اور پھر وہ ہم تک پہنچیں۔ اس کے بعد ہم ان کا رویہ دیکھیں گے۔“ میری بات پر وہ لوگ غور کرنے لگے۔ پھر ڈاکٹر ہرین نے کہا۔

”لیکن یہ طریقہ کار خطرناک بھی ہو سکتا ہے۔ تم نے دیکھ لیا کہ وہ لوگ کس طرح مسلح ہیں اور یہ بھی دیکھ لیا کہ وہ لوگ اپنے طور پر اپنے آپ کو بالکل مطمئن سمجھ رہے ہیں یہی کہیں نے اچانک ہی اپنے آپ کو اس قدر طاقتور بنا لیا۔ درنہ حقیقت وہ اس قدر طاقتور نہیں تھا۔“

”خیر یہ باتیں بعد میں سوچنے کی ہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ کیا یہ طریقہ کار بہتر رہے گا۔“

پس بولا۔

”میں بھی یہی سوچ رہا ہوں اگر انہوں نے ہم پر قابو پانے کی کوشش کی اور ہمیں تسلیم نہ کیا تو؟“

”یہ رسک تو ہمیں لینا پڑے گا۔“

”تو پھر کیا فیصلہ ہے؟“

”وہ دیکھو۔ آگے جو راستہ نظر آ رہا ہے اس میں دو درے ہیں ایک درہ بائیں سمت ہے اور ایک دائیں سمت درمیان میں یہ پہاڑی سلسلہ ہے جس وقت وہ لوگ اس درے میں داخل ہو جائیں اس وقت ہمیں اس درے کو برق رفتار سے عبور کر کے آگے بڑھنا ہے اتنی تیز رفتاری سے کہ پہاڑی سلسلہ ختم ہو کر جب درے کا دوسرا سرا ختم ہو تو ہم ان سے بہت آگے موجود ہوں۔“

”تو پھر پہلے یہ کام کر لیا جائے اس کے بعد دوسری صورت حال کا جائزہ لیں گے۔“

چند لمحوں میں تمام لوگوں کو ہدایت کر دی گئی ہم نے وہیں سے فاصلہ عبور کرنا شروع کر دیا تھا اور دہنی سمت تیزی سے ہٹتے جا رہے تھے۔ آگے جانے والے لوگوں کو یہ احساس نہیں تھا کہ ان کا اس طرح تعاقب کیا جا رہا ہے۔ لیکن بہر حال منصوبہ بہت شاندار تھا۔ چنانچہ ہم نے بعد کا دن اور پوری رات طوفانی رفتار سے سفر کیا۔ جبکہ یقینی طور پر پہاڑیوں کی اوٹ میں جانے کے بعد یہی کہیں کا قافلہ رک گیا ہوگا۔ انہیں اس چیز کا کوئی احساس نہیں ہوگا کہ کوئی اور کیا چاہتا ہے۔ ہم نے ان لوگوں کے رخ اور رفتار کا بھی خیال رکھا تھا۔ بہر حال بڑی برق رفتاری سے سفر کرتے ہوئے آخر کار ہم ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں سے ان کا گزر یقینی تھا۔ اور اس کے بعد وہاں ہم نے اپنے خیمے لگا دیئے۔ اس کے بعد باقی وقت ان لوگوں کا انتظار کرنے میں گزرا تھا۔ ہماری طرح ان کی رفتار اتنی تیز نہیں تھی۔ چنانچہ دوسرے دن دوپہر کے وقت وہ اس علاقے میں داخل ہوئے تھے۔ سورج خوب چمک رہا تھا اور ان لوگوں نے شاید ہمیں دیکھ لیا تھا۔ کیونکہ دور سے دیکھتے سے ہی یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ انہوں نے اپنے ہتھیار سنبھال لئے ہیں بہر حال ہم ان کا انتظار کرنے لگے اور تین بجے دوپہر کو وہ ہمارے قریب پہنچ گئے ہم نے برق رفتاری سے اپنے طور پر اپنے آپ کو ہر کام کے لئے تیار کر لیا تھا انہوں نے ہم سے کافی فاصلے پر قیام کیا اور اس کے بعد چند افراد ہماری جانب چل پڑے۔ یہ یہی کہیں کے آدمیوں میں سے ہی تھے اور خاصے خطرناک نظر آ رہے تھے وہ ہمارے قریب پہنچے اور ان میں سے ایک نے کہا۔

”کون ہو تم لوگ اور یہاں کیوں قیام پذیر ہو؟“

”آہ یہی کہیں سے کہو کہ ڈاکٹر ہرین یہاں قیام پذیر ہے۔“

”اوہ ڈاکٹر ہرین۔“ وہ لوگ شاید ڈاکٹر ہرین کو جانتے تھے۔ تب ہرین سامنے آیا اور

اس نے کہا۔

”میں تم لوگوں سے واقف نہیں ہوں۔ لیکن یہی کہیں کو اگر تم یہ بتاؤ گے کہ میں ڈاکٹر ہرین ہوں تو وہ ہمیں اپنا دوست ہی تصور کرے گا۔“ وہ لوگ واپس لوٹ گئے۔ اور اس کے بعد ہم نے یہی کہیں کو دیکھا۔ جو برق رفتاری سے آگے بڑھا تھا ہیلاشیگا اس کے ساتھ تھی لیکن ان کے عقب میں مسلح افراد مستعد تھے۔ تاکہ اگر کسی طرف سے کوئی گڑبڑ ہو تو اسے سنبھالا جاسکے۔ یہی کہیں آگے بڑھ کر ہمارے سامنے پہنچا۔ ہیلاشیگا کو میں نے اب غور سے دیکھا تھا زبردست قدر وقامت کی انتہائی خوبصورت عورت تھی لیکن اس کے چہرے پر ایک درندگی سی

چھائی ہوئی تھی مینی کین نے ڈاکٹر ہرین کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

”ویری گڈ ڈاکٹر ہرین۔ تم نے کچھ اور راستے اختیار کئے ہیں شاید۔“

”ہاں ڈیر مینی کین۔ بہر حال رخ تو ہمارا کورنیاں کی طرف ہی تھا۔“ مینی کین نے قہقہہ لگایا اور بولا۔

”اس کا مطلب ہے کہ تمہیں اب بھی کورنیاں کے ان قہاں تک پہنچنے کی امید ہے جہاں ہماری مطلوبہ اشیاء موجود ہیں۔“ ڈاکٹر ہرین نے افسردگی سے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”تم جانتے ہو مینی کین کہ ہم نے بھی بڑی امید کے ساتھ اس سفر کا آغاز کیا تھا۔ اور اس وقت ہمارے ذہن میں یہ بات نہیں تھی کہ ہم لوگ اس طرح منتشر ہو جائیں گے۔ مینی کین ماضی میں ہم نے جس طرح کام کیا ہے وہ تمہیں یقینی طور پر یاد ہوگا۔ اس وقت ہمارے دلوں میں صرف خلوص تھا۔ اور اسی خلوص کی بنیاد پر ہم نے یہ طے کیا تھا کہ دوبارہ منظم ہو کر ان علاقوں کا رخ کریں گے۔ لیکن یہاں صورت حال بدل گئی ہے تاہم چاہتے تو ہم بھی یہی ہیں کہ اپنی اس مہم کو کامیاب بنائیں۔“

”لیکن یہ کیسے کہہ سکتے ہو تم ڈاکٹر ہرین کہ ہم سب اسی طرح مخلص ہیں۔“

”ماضی میں ایسی کوئی بات نہیں ہوئی مینی کین۔ لیکن اب حالات مختلف شکل اختیار کر رہے ہیں۔ اس کے باوجود اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ کوئی ایسا ذریعہ نہیں ہے کہ ہم ایک بار پھر مل جل کر کام کر سکیں تو ٹھیک ہے اپنے اپنے طور پر کام کرو۔ تقدیر جس کا ساتھ دے جائے۔“

”اصل میں یہی تو خرابی ہے۔ ہم تقدیر پر بھروسہ نہیں کرتے۔ ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ ہماری جدوجہد ہمیں کامیابی دلا سکتی ہے۔“

”میں تمہیں یہ سوچنے سے منع نہیں کرتا مینی کین لیکن ایک بار پھر میں یہ پیش کش کرتا ہوں کہ جس طرح ماضی میں ہم نے مل جل کر اس مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کی تھی اب بھی ہم ایسا ہی کریں۔“

”بہت سی گفتگو ہو چکی تم دونوں کے درمیان۔ اور میں نہیں سمجھتی کہ یہ گفتگو کس بنیاد پر ہو رہی ہے مسٹر ہرین۔ اب اس گروپ کی انچارج میں ہوں۔ مینی کین بے شک میرا شوہر ہے لیکن وہ صرف میرے شانوں پر بیٹھ کر سفر کر رہا ہے مجھ سے بات کرو۔ کیا چاہتے ہو تم۔“

ہیلا شیگا کی آواز گونجی اور ڈاکٹر ہرین اس کی طرف دیکھنے لگا پھر بولا۔

”میڈم آپ کی عزت بھی میں اسی طرح کرتا ہوں جس طرح مسٹر مینی کین کی اور یقینی طور پر مسٹر مینی کین اس بات کو اچھی طرح جانتے ہوں گے کہ میں ایک شریف آدمی ہوں۔“

”اوہ مجھے شرافت سے کوئی دلچسپی نہیں۔ نہ مجھے شریف آدمی پسند ہیں میں مختلف مزاج کی عورت ہوں۔ سنو ہر طرح کی بات کرنے سے پہلے تم اپنے ہتھیار ہمارے حوالے کر دو۔“

”میں نہیں سمجھا میڈم۔“

”سمجھ لو تو بہتر رہے گا ورنہ کیا فائدہ اصل میں گروپ میں جتنے افراد زیادہ ہوتے ہیں اتنی ہی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے ان کے لئے خوراک کا بندوبست کرو۔ ان کے تحفظ کا بندوبست کرو میں صرف اپنا گروپ چاہتی ہوں اور دیکھو میرے آدمی کس قدر مستعد ہیں وہ ہر طرح کے ماحول کو اپنے قبضے میں کرنا جانتے ہیں۔“

”مسٹر مینی کین آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟“

”مت نام لو اس کا بار بار۔ جب میں کہہ رہی ہوں گروپ انچارج میں ہوں تو تم مینی کین سے بات کیوں کرتے ہو۔“ ہیلا شیگا نے کہا۔ مینی کین بولا۔

”تم ہتھیار ہمارے حوالے کر دو ڈاکٹر ہرین۔ اس کے بعد میں تمہیں اپنے ساتھ شامل کر لوں گا اور ہم مشترکہ طور پر آگے بڑھیں گے لیکن کچھ شرائط کے ساتھ۔“

”مجھے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرنا پڑے گا۔ ڈاکٹر ہرین منہ ٹیڑھا کر کے بولا۔“

”تو پھر مشورہ کر لو۔ ہم تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔“

ہیلا شیگا نے کہا۔ ڈاکٹر ہرین ہنس اور میرے ساتھ وہاں سے ہٹ گیا۔ اور کافی دور

جا کر بولا۔

”یہ صورت حال تو بڑی ٹیڑھی ہو گئی۔“

”ہاں۔“

”مگر ہمیں کرنا کیا چاہیے۔“

”میں خود پریشان ہوں۔“ ہنس نے کہا۔

”کیا ہم اپنے ہتھیار ان کے حوالے کر دیں؟“

”گویا اپنے آپ کو ان کا قیدی بنالیں۔“ ہنس بولا۔

”تو پھر بتاؤ کیا کیا جائے۔“

”یہ تدبیر تو الٹی ہوگئی۔ تم کیا کہتے ہو مانی ڈیئر عارف۔“ ڈاکٹر ہرین نے کہا۔
 ”خاموشی سے اپنے ہتھیار ان کے حوالے کر دیئے جائیں۔ یہ بات تو ثابت ہو چکی ہے کہ ہیلہ شیگا ایک بری عورت ہے بہت چالاکی سے کام لیا جائے کیونکہ دوسری صورت خطرناک ہوگی۔ ہم جس طرح ان کے قریب ہیں اس سے ہمیں ان کا مقابلہ کرنے میں مشکل پیش آنے گی۔ خونریزی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوگا۔ میرا خیال ہے ہمیں اس عورت کی مرضی کے مطابق ہی کام کرنا چاہیے۔ لیکن دل میں یہ طے کر لینا چاہیے کہ جیسے ہی موقع ملا ہم اس پر وار کریں گے اور پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ لڑکی ان کے قبضے میں ہے۔ اب ہمارا ایک ہی مشن ہوگا لڑکی کو ان کے قبضے سے نکالیں اور اس کے بعد اس کے بعد انہیں انہی پہاڑوں میں فنا کر دیں یہ ضروری ہوگا۔“ ڈاکٹر ہرین نے میری صورت دیکھی اس کے ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے آہستہ سے کہا۔
 ”تم ٹھیک کہتے ہو۔“

”تو پھر ہتھیار ان کے حوالے کر دو۔“ بیسن میں اور ڈاکٹر ہرین اس بات پر متفق ہو گئے اور ہم نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ تمام ہتھیار نکال کر ایک جگہ ڈھیر کر دیئے جائیں۔ تمام لوگ اس کام میں مصروف ہو گئے۔ ہیلہ شیگا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ بیسن کین بھی اس کے ساتھ ہی تھا۔ ہتھیار ایک جگہ جمع ہو گئے اور پھر سارے ہتھیار ان لوگوں نے اپنی تحویل میں لے لئے اس کے بعد ہیلہ شیگا نے کہا۔

”سوری ڈاکٹر ہرین۔ یہ میری فطرت ہے کہ میں اپنے علاوہ کسی پر اعتبار نہیں کرتی۔ یہاں تک کہ بیسن کین پر بھی نہیں۔ چنانچہ ہم تمہارے سامان کی تلاشی لیں گے۔ تاکہ اس میں کوئی ہتھیار باقی نہ رہ گیا ہو۔“

”دیکھ سکتی ہو میڈم۔“ اور اس کے بعد ہمارے سامان کی تلاشی شروع ہو گئی۔ ڈاکٹر ہرین بری طرح ذلیل ہو رہا تھا اور میں دل ہی دل میں سوچا رہا تھا کہ ڈاکٹر ہرین کو صحیح معنوں میں کوئی ملا ہے۔ اس کی تمام تر سازشوں کو ختم کرنے والا ویسے جی بات یہ ہے کہ وہ جب اپنی کوششوں میں مار کھا گیا ہے تو مجھے کیا پڑی ہے لیکن پھر بھی میرے دل میں اس کے لئے ایک مقام تھا ان لوگوں نے اپنی ٹیم الگ بنائی تھی لیکن اگر موقع ملا تو میں ہر طرح سے امیر حماد کو اس سلسلے میں مدد فراہم کرنے کی کوشش کروں گا۔ بشرطیکہ وہ بھی اس طرح ان علاقوں میں پہنچ

جائے۔ ہیلہ شیگا کے آدمی تمام سامان کی تلاش لیتے رہے اور صرف چند ایسے چاقو چھریوں کے علاوہ انہیں اور کچھ حاصل نہیں ہوا جو ضروریات میں کام آنے والے تھے۔ ہیلہ شیگا نے انہیں سوالیہ نگاہوں سے دیکھا اور پھر کسی قدر نرم لہجے میں بولی۔

”ڈاکٹر ہرین۔ تم لوگوں کا تمام آتش ہتھیاروں کو ہمارے حوالے کر دینا اور وہ بھی اتنے خلوص کے ساتھ کہ تم نے ان میں سے کوئی چیز بھی چھپانے کی کوشش نہیں کی۔ میرے دل کو تمہاری طرف سے نرم کرتا ہے اور یہ بات میں تمہیں بتا دوں کہ میں جس پر اعتبار کر لیتی ہوں پھر اسے فائدے ہی فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ شاید اگر تم کوئی چالاکی کرنے کی کوشش کرتے تو تمہاری حیثیت صرف قیدیوں کے جیسی ہوتی لیکن اس خلوص کے جواب میں تمہیں یہ انعام دیا جا رہا ہے کہ تم ہمارے ساتھیوں کی حیثیت اختیار کر گئے ہو۔ اور میں یہ چاہتی ہوں کہ یہ خلوص ہمیشہ ہمیشہ قائم رہے کیونکہ یہی تمہارے بہتر مفاد میں ہے اب جہاں تک رہا باقی باتوں کا تعلق تو ہم لوگ جو کوشش کر رہے ہیں تم ان میں ہمارے مسلسل ساتھی رہو گے اگر اس دوران ہمارا رابطہ کسی ایسے گروہ سے پڑ گیا یا مقامی قبائلیوں سے ہمارا مقابلہ ہو گیا تو تم اور تمہارے ساتھی ہمارے ساتھ ان کا مقابلہ کریں گے۔ اس وقت تمہیں ہتھیار دے دیئے جائیں گے سمجھ رہے ہو ناں تم۔ مطلب یہ ہے کہ تم نے اس ایمان داری کا ثبوت دے کر اپنی حیثیت مستحکم کر لی ہے۔ باقی جہاں تک رہا خزانے کا تعلق تو جب خزانہ ہمارے سامنے آ جائے تو اس کے بعد فیصلہ کر لیں گے کہ اس خزانے کا حصہ کیسے ہو۔“

”اصل میں میڈم۔ جی بات یہ ہے کہ ہم لوگ اپنے طور پر بھی مضبوط لوگ ہیں۔ خزانہ ہماری آخری منزل نہیں ہے۔ گو ہم اس کے خواہش مند ضرور ہیں اور ہم میں سے کوئی بھی شخص یہ نہیں چاہتا کہ خزانہ اسے نہ ملے لیکن وہ ہماری آخری حد نہیں ہے۔ اگر ہمیں اس کا تھوڑا بہت حصہ بھی مل جائے گا تو ہم اسے اپنی نوادرات میں شامل کر لیں گے۔ بس اس سے زیادہ ہمارا اور کوئی مطلب نہیں۔ اصل مقصد تو کورنیاں کے اس علاقے کا جائزہ لینا ہے جو ابھی تک دنیا کی نگاہوں سے پوشیدہ رہا ہے۔“

”اوکے۔ اوکے۔ اپنے آپ کو ہمارے درمیان شامل سمجھو۔“ چنانچہ سب لوگ آپس میں گھل مل گئے۔ بہر حال کوششیں تو یہی تھیں لیکن جس طرح یہ کوشش کارگر ہوئی تھی وہ ڈاکٹر ہرین اور بیسن کے لئے قابل قبول نہیں تھی۔ باقی دوسرے لوگوں کی کیفیت کا کوئی صحیح اندازہ

”ہاں پوچھئے۔ مس کلاڈیا۔“

”سچ بتائیں گے؟“

”کیا آپ اسٹیل سے محبت کرتے ہیں۔“ اس نے سوال کیا۔

”نہیں۔“ میں نے بے تکلفی سے جواب دیا۔

”کیا؟“

”جی ہاں آپ نے مجھ سے پوچھا اور میں نے آپ کو سچ بات بتانے کا فیصلہ کیا۔ اور

سچی بات یہی ہے کہ ایسی کوئی بات میرے دل میں نہیں ہے۔“

”کیا کہہ رہے ہیں آپ۔“

”مس کلاڈیا وہی جو آپ نے پوچھا اور جو آپ سن رہی ہیں۔“

”لیکن آپ لوگوں کے درمیان تو.... تو“

”ہاں۔ آگے۔“

”میرا مطلب ہے آپ لوگ بظاہر تو ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔“

”جو محبت میں اسٹیل سے کرتا ہوں وہ میں آپ سے بھی کرتا ہوں۔ مس کلاڈیا۔“

”پلیز مجھے سمجھائیے میں سمجھی نہیں۔“

”مس کلاڈیا۔ آپ نے محسوس نہیں کیا۔ اصل میں مس اسٹیل ڈاکٹر ہرٹن کی بیٹی ہیں

اور بہت پہلے سے مجھ سے محبت کے دعوے کرتی رہی ہیں۔ میں معافی چاہتا ہوں اس سلسلے میں

آپ مجھے بتائیے اگر کوئی زبردستی کسی سے یہ کہنا شروع کر دے کہ وہ اسے چاہتا ہے تو دوسرے

آدمی کو کیا کرنا چاہیے وہ اس سے یہ کہے کہ وہ اسے نہ چاہے۔“

”آپ کا مطلب ہے کہ یہ دن دے ٹریفک ہے۔“

”سو فیصد۔“

”مگر اسٹیل تو اس طرح آپ پر اپنا حق جتاتی ہے جیسے اس نے آپ کو خرید لیا ہو۔“

”بظاہر ایسا ہی ہے۔“

”کیا مطلب۔“

”وہ مجھے سینکڑوں پیش کشیں کر چکی ہے کہتی ہے کہ وہ میرا مستقبل بنادے گی لیکن آپ

خود بتائیے ایسی باتوں کے جواب میں مجھے کیا کہنا چاہیے۔“

نہیں ہو پاتا تھا میں بھی عام لوگوں ہی کی مانند ان کے درمیان شامل ہو گیا تھا۔ اور پھر

ضروریات پوری کی جانے لگیں۔ اسٹیل اور کلاڈیا آپس میں ایک دوسرے سے روٹھی ہوئی تھیں

اور انہیں ایک دوسرے کی جانب متوجہ نہیں دیکھا جاتا تھا جب شام ہوئی اور اسٹیل میرے پاس

پہنچ گئی۔ اس نے کہا۔

”بتائیں یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے۔“ تم اگر کہو ڈیڑھ تو میں ڈیڑی سے کہوں کہ بس یہیں

سے واپسی کا فیصلہ کر لیں۔ ہمیں آگے نہیں بڑھنا۔ نجانے کیوں مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے کہ ہم

وقت ضائع کر رہے ہیں بس اس سے زیادہ ایڈوانس مجھے پسند نہیں۔

”تم اپنے ڈیڑی سے یہ بات کہہ سکتی ہو اسٹیل۔ اگر وہ مناسب سمجھیں۔“

”تمہیں تو کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔“

”نہیں۔“ میں نے جواب دیا۔

”دل چاہتا ہے کہ کہ....“

”ہاں۔ کیا دل چاہتا ہے؟“

”چھوڑو۔ جو دل چاہتا ہے وہ ممکن نہیں ہو سکتا۔ اس وقت تک جب تک ہم شہر

آبادیوں میں واپس نہ جائیں۔“ اسی وقت ڈاکٹر ہرٹن کی آواز سنائی دی وہ اسٹیل کو پکار رہا

تھا۔ اس نے کہا۔

”اوہو۔ یہ ڈیڑی کو کیا ہو گیا تم یہاں رکو میں ابھی آرہی ہوں۔“ وہ تیز تیز قدم اٹھاتی

ہوئی چلی گئی۔ لیکن میرے لئے کافی دلچسپیاں چھوڑ گئی تھی ابھی میں اسے دیکھ ہی رہا تھا کہ

عقب سے کلاڈیا کی آواز سنائی دی۔

”مسٹر عارف۔ مسٹر عارف۔“ اور میں چونک کر ادھر دیکھنے لگا۔ کلاڈیا آہستہ آہستہ

میرے نزدیک آرہی تھی۔ غالباً وہ کسی چٹان کے عقب سے ہماری باتیں سن رہی تھی۔ میں نے

اسے بھی استقبالیہ نگاہوں سے دیکھا۔ وہ میرے قریب آگئی تھی۔ اس کے چہرے پر افسردگی

نکب رہی تھی اس نے آہستہ سے کہا۔

”مسٹر عارف۔ میں آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔“

”جی مس کلاڈیا کہیے۔“

”مسٹر عارف۔ آپ.... آپ.... آپ سے ایک سوال ہے میرا۔“

”آپ اسے صاف انکار کیوں نہیں کر دیتے۔ یہ کیوں نہیں کہہ دیتے آپ کہ آپ کو اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔“

”اس لئے کہ مجھے جینا ہے۔“ میں نے جواب دیا۔
”کیا مطلب؟“

”صورت حال آپ سمجھ رہی ہیں۔ میں تنہا ہوں آپ لوگوں کے درمیان اور آپ سب کیچا ہیں۔ اگر اسٹیل میری دشمن ہو جائے تو ڈاکٹر ہرین میرے لئے نقصان دہ ہو سکتا ہے۔“
”میں ان سب کو شوٹ کر دوں گی۔“ کلاڈیا نے دانت پیستے ہوئے کہا۔
”کیوں؟“

”اس لئے کہ میں خود آپ سے محبت کرتی ہوں۔“ اس نے کہا۔ میری ہنسی نکل گئی تھی۔
وہ چونک کر بولی۔
”کیوں آپ ہنس رہے ہیں؟“

”نہیں میں اس لئے ہنس رہا ہوں کہ یہ ویران علاقے جہاں قدم قدم پر زندگی موت کی ساتھی ہے ایسی جگہ کیا دلوں میں محبت پیدا ہو سکتی ہے۔“
”محبت کوئی مقام نہیں دیکھتی۔ شاید آپ نے اپنے دل میں کبھی کسی کے لئے ایسے جذبات نہیں پائے۔“

”ہاں یہ حقیقت ہے۔“

”تو پھر مجھے دیکھیے۔ میں۔۔۔ میں۔۔۔ میں کیا کہوں آپ سے۔ پتا نہیں یہ کم بخت دل کس طرح انسان کے بس سے باہر ہو جاتا ہے انسان خود اپنے آپ کو ذلیل محسوس کرنے لگتا ہے بھلا یہ کوئی کہنے کی باتیں ہیں جو میں آپ سے کہہ رہی ہوں لیکن بس دل چاہتا ہے اور وہ آ رہی ہے۔ میں اس کے سامنے آپ سے بات نہیں کرنا چاہتی۔ لیکن لیکن میں نے بھی اپنے دل کی بات آپ سے کہہ دی ہے آپ اس پر غور کیجئے گا۔“ کلاڈیا تیز تیز قدموں سے واپس چلی گئی۔ اسٹیل کو اس کی یہاں موجودگی کا اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔ وہ مسکراتی ہوئے میرے پاس آ گئی۔

”میں نے ڈیڈی سے کہا تھا کہ ڈیڈی بس اب مجھے اور کچھ نہیں چاہیے۔ آپ یہاں سے آگے نہ بڑھیں لیکن ڈیڈی نے اپنی مجبوری کا اظہار کیا اور بات کسی قدر سچ ہے۔ خیر کوئی

مسئلہ نہیں تھوڑا سا وقت اور سہی میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور خاموش ہو گیا تھا معمولات جاری رہے۔ ہیلنا شیگا کے گروہ کے لوگوں کو میں بغور دیکھ رہا تھا۔ بڑے وحشی قسم کے نوجوان تھے لیکن مستعد اور چست و چالاک۔ میں ان کے بارے میں اندازہ لگا رہا تھا کہ اگر ان کے خلاف کسی طرح کی جنگ کی جائے تو بڑے خطرناک حالات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ رات کے کھانے پر میں ہیسن اور ڈاکٹر ہرین سر جوڑ کر بیٹھ گئے ان لوگوں نے مجھے اپنے درمیان مدعو کیا تھا۔ ورنہ میں حد سے زیادہ آگے بڑھنے کی کوشش نہیں کرتا تھا۔ ان دونوں کے چہروں پر فکر مندی کے آثار تھے۔ ڈاکٹر ہرین نے کہا۔

”اور اب ہم یہ سوچ رہے ہیں کہ شاید ہم سے بڑی غلطی ہوئی ہے۔ اس طرح تو ہم نے اپنے ہاتھ ان کے ہاتھوں میں دے دیئے ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اب کیا کیا جائے۔ ہم تم سے اس معاملے میں مشورہ کرنا چاہتے ہیں عارف۔“

”میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمیں خاموشی کے ساتھ کورنیاں تک کا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔ جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا تھا آپ لوگوں سے کہ اس طرح سے تو ہم بغیر کسی مشکل کے کورنیاں تک پہنچ جائیں گے۔ صورت حال اگر اس دوران کوئی خاص رخ بدلتی ہے تو اس وقت فیصلہ کر لیا جائے۔ ہو سکتا ہے امیر حماد بھی یہاں تک پہنچ جائے۔ ایسی صورت میں ڈاکٹر ہرین۔“

”پتا نہیں کیوں۔ اس شخص سے مجھ بڑی نفرت ہو گئی ہے۔“ وہ ٹھیک آدمی نہیں ہے۔“

”تو خیر ٹھیک ہے پھر۔“ آپ اپنے طور پر سوچیں اور عمل کریں۔“

”میں نے ایک تجویز پیش کی ہے ہرین کو تم بتاؤ ڈیر عارف۔ تم اس سلسلے میں کیا مشورہ دیتے ہو۔“ ہیسن نے کہا۔

”جی۔“

”جیسا کہ ڈاکٹر ہرین نے مجھے بتایا ہے کہ وہاں امیر حماد کی رہائش گاہ پر وہ لڑکی تم سے مانوس ہو گئی تھی اور تمہارے قرب میں زیادہ خوشی محسوس کرتی تھی اگر ہم یہ بات ہیلنا شیگا کو بتا دیں تو کیا وہ لڑکی کو تمہاری تحویل میں دینے کے لئے تیار ہو جائے گی۔ میں نے جو تجویز ڈاکٹر ہرین کو پیش کی ہے وہ بڑی دلچسپ ہے۔“

”کیا؟“

”ہم خود ہیلا شیگا کو یہ بات بتائیں گے کہ وہاں لڑکی کو قابو میں رکھنے والے تم تھے اور اگر لڑکی کو تمہارے ساتھ تنہا چھوڑ دیا جائے تو یقینی طور پر وہ صحیح راستوں کی رہنمائی کر سکے گی اور اس طرف جانے کی کوشش کرے گی۔ جہاں اس کا قبیلہ آباد ہے۔ باقی لوگ اس کا تعاقب کریں گے۔“ میں ہسن کی بات پر چونک پڑا۔ تجویز مجموعی طور پر بہت شاندار تھی اور اس بات کے امکانات تھے کہ لڑکی اس طرح ان لوگوں کی رہنمائی کو نیاں تک کر سکے۔ واقعی ہسن کے ذہن نے بہترین فیصلہ کیا تھا۔ ہسن کہنے لگا۔

”اور اس کے بعد ہم دیکھیں گے کہ صورت حال کیا پیش آتی ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ لڑکی کو نیاں تک رہنمائی کرے گی اور اگر ایسا ممکن ہو جائے تو تم اسے کنٹرول کر کے ہمیں وہاں تک لے جاؤ گے اور اس کے بعد جب لڑکی اپنے قبیلے میں پہنچ جائے گی تو بھلا ہیلا شیگا کی کیا مجال کہ ہم لوگوں پر سبقت لے جائے۔ تمہارے ذریعے ہمیں پورے قبیلے کی مدد حاصل ہوگی۔ واہ۔ کیا عمدہ تجویز ہے جو خود بخود بنتی چلی گئی ہے۔“

”شرط تو یہی ہے ناں کہ ہیلا شیگا اس کے لئے تیار ہو جائے۔“

”ہاں۔ ہم اس سلسلے میں کوئی دعویٰ نہیں کر سکتے لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ بات اس کے کانوں تک پہنچا دی جائے اگر تم لوگوں کی رائے ہو تو۔“

”میں اس سے اتفاق کر رہا ہوں۔ آخری فیصلہ مسٹر عارف کریں گے۔“

”مجھے بھی کوئی اعتراض نہیں ہے۔“ میں نے جواب دیا اور اس کے بعد ہم لوگ اس فیصلے پر متفق ہو گئے۔ پھر دوسری صبح دوبارہ سفر کا آغاز کر دیا گیا۔ ہم نے اپنے اس نئے منصوبے کے تحت ہیلا شیگا کے ساتھ ضرورت سے زیادہ تعاون شروع کر دیا تھا۔ سامان بار کر لیا گیا تھا۔ خیمے اکھاڑنے میں ہم نے ان لوگوں کی بھرپور مدد کی تھی اور اس طرح تعاون کا اظہار کیا تھا کہ ہیلا شیگا خود متاثر نظر آنے لگی تھی۔ ویسے میں اس عورت کا تجزیہ کر رہا تھا۔ بہت ہی خونخوار عورت تھی او اس کی فطرت میں درندگی پائی جاتی تھی۔ باقی تمام معاملات اپنی جگہ الگ تھے۔ وہ لوگ زندگی کو ہر جگہ زندگی کے انداز میں دیکھنے کے عادی تھے۔ چنانچہ ان کے ہاں بڑی آزادی محسوس کر رہا تھا۔ خود ہیلا شیگا بھی ایک اوباش فطرت سی عورت تھی اور اپنی کین کے بارے میں اس مختصر وقت میں میں نے صرف یہ اندازہ لگایا تھا کہ اپنی کین نے صرف اپنا ایک گروہ مضبوط کرنے کے لئے ہیلا شیگا سے تعاون کیا ہے ورنہ وہ اس سلسلے

میں بہت زیادہ مضطرب نہیں ہے اور مصنوعی طریقے سے اس کے احکامات کی پیروی اور اس سے محبت کا اظہار کرتا ہے، پھر مسلسل تین دن تک سفر جاری رہا اور یہ اندازہ لگانے کی کوشش کی جاتی رہی کہ ہیلا شیگا ہم لوگوں کے بارے میں کیا سوچتی ہے۔ لیکن ہمارے رویے نے ہیلا شیگا اور اپنی کین کو بہت زیادہ مطمئن کر دیا تھا اور اب وہ ہمارے ساتھ کسی قدر مہربانی کا سلوک کرنے لگے تھے۔ یہاں تک کہ وہ لمحات آ گئے جب ڈاکٹر ہرمن نے ہیلا شیگا اور اپنی کین کے سامنے اپنا منصوبہ پیش کر دیا۔ میں اور ہسن بھی ساتھ تھے اور اس وقت ہم لوگ سرد موسم کی وجہ سے درمیان میں آگ جلائے بیٹھے چائے کے گنگ ہاتھ میں لئے گرم چائے کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لے رہے تھے۔ ڈاکٹر ہرمن نے اپنی کین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

”مسٹر اپنی کین۔ کیا آپ یہ محسوس کر رہے ہیں کہ جن راستوں پر ہم سفر کر رہے ہیں وہ بالکل درست ہیں۔“

”ہاں۔ ہمارے پاس ایک موثر نقشہ ہے جو ہم نے بڑی محنت سے تیار کرایا ہے اور اس سلسلے میں ہماری معاونت کچھ مقامی لوگوں نے بھی کی ہے جو کہ کورنیاں کے علاقے سے پوری طرح واقف تھے اور ہمیں ان کی رہنمائی پر اطمینان ہے مگر تم نے یہ سوال کیوں کیا۔ ڈاکٹر ہرمن۔ کیا تمہیں کسی قسم کا شبہ ہو رہا ہے۔“

”نہیں بالکل نہیں۔ بلکہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ جو نقشہ ہم نے اپنے ذہنوں میں محفوظ کیا تھا ہم ان کے مطابق مکمل بہتر طریقے سے سفر کر رہے ہیں اور شاید اب ہمارا کورنیاں سے زیادہ فاصلہ نہیں رہ گیا۔“

”میرا بھی یہی خیال ہے۔ کیا اس سلسلے میں تمہارے ذہن میں کوئی اور تجویز ہے ڈاکٹر ہرمن اگر ایسی کوئی بات ہے تو بلا تکلف کھل کر کہہ دینا ہم تمہیں اپنے اچھے دوستوں میں شامل کر چکے ہیں اور یقینی طور پر ہمارے درمیان یہ تعاون ہماری کامیابی کی ضمانت ہے۔ منیدم ہیلا بھی اس سلسلے میں تم پر اعتماد کا اظہار کرتی ہیں۔“

”اگر واقعی ایسا ہے تو پھر میں میڈم ہیلا شیگا کو اپنے اعتماد کا ایک تحفہ دینا چاہتا ہوں۔“

ڈاکٹر ہرمن نے کہا۔

”اعتماد کا تحفہ؟ اپنی کین نے ڈاکٹر ہرمن کو بغور دیکھتے ہوئے سوال کیا۔“

”ہاں۔ اور وہ بھی اس شکل میں کہ اگر وہ تحفہ آپ کیلئے قابل قبول ہو۔“

”کیا کہنا چاہتے ہو ڈاکٹر ہرین۔ جو کہنا چاہتے ہو صاف صاف کہو“ بیٹی کین نے کہا۔
 ”امیر حماد جب لڑکی کو اپنی تحویل میں لئے ہوئے تھا تو اسے کسی ایسے شخص کی تلاش تھی جو اس لڑکی کو صحیح طریقے سے کنٹرول کر سکے۔ لڑکی ایک وحشت زدہ ہرنی کی مانند تھی۔ جو ہر لمحے مضطرب رہتی تھی اور فرار ہو جانا چاہتی تھی اس کے لئے اس پر تشدد بھی کیا گیا لیکن وہ اس تشدد سے قابو نہیں آئی۔ تب ایک شخص نے یہ بیڑا اٹھایا کہ وہ اسے قابو میں کرے گا اور اس نے نہایت ذہانت کے ساتھ اس لڑکی کو اپنے کنٹرول میں لے لیا اس کے ساتھ ہی اسے قرار ملا۔ وہ شخص اس لڑکی کو پوری طرح سنبھالے ہوئے تھا اور امیر حماد نے نہایت اطمینان کے ساتھ اس سفر کا آغاز ایک خاص منصوبے کے تحت کیا تھا۔“

”کیا منصوبہ تھا؟“ ہیلہ شیگا نے سوال کیا۔

”منصوبہ یہ تھا کہ اس کنٹرول کے ذریعے لڑکی کو سنبھالے ہوئے کورنیاں کے اس علاقے تک پہنچیں جہاں پہنچنے کے بعد صحیح جگہ کا تعین تقریباً ناممکن ہو جاتا ہے اور صرف اندازے کی بناء پر یہ تلاش کی جاسکتی ہے۔“

”ہاں یہ بات تو ہمارے علم میں ہے اور میں شیگا کو یہ بات بتا چکا ہوں۔“ بیٹی کین نے کہا۔

”لینن جو منصوبہ بنایا گیا تھا وہ نہایت موثر تھا یہ طے کیا گیا تھا کہ وہاں پہنچنے کے بعد لڑکی کو اس کے کنٹرول کے ساتھ تنہا چھوڑ دیا جائے گا اور ظاہر ہے اپنے علاقے میں پہنچنے کے بعد لڑکی اپنے قبیلے کا رخ کرے گی اور بقیہ لوگ اس کا تعاقب کریں گے تا صرف تعاقب کریں گے بلکہ اس کنٹرولر سے ان کا رابطہ بھی رہے گا اور اسی کے ذریعے وہ اس قبیلے میں اپنے لئے مقام حاصل کریں گے لیکن امیر حماد کا منصوبہ درمیان میں فیل ہو گیا وہ اپنے آپ کو اس سلسلے میں سب سے آگے کی چیز سمجھنے لگا تھا۔“

”مگر وہ کنٹرولر کہاں گیا؟“ بیٹی کین نے بے صبری سے پوچھا۔

”کیا وہ امیر حماد کے ساتھ ہی رہ گیا؟“

”وہ امیر حماد کے ساتھ ہی تھا اور امیر حماد نے اس پر بہت سی ذمہ داریاں عائد کر دی تھیں۔ فطرتاً وہ ایک شریف آدمی تھا اور جو لوگ اس پر عنایت کر رہے تھے وہ ان سے تعاون کرنا چاہتا تھا۔“

”آہ۔ کیا ہی شاندار منصوبہ ہے کاش وہ شخص پہلے سے ہمارے علم میں ہوتا۔ ہم اسے حاصل کرنے کے لئے اپنی آخری کوشش تک صرف کر دیتے۔“
 ”میں نے ابھی ایک شخص کی بات کی ہے مائی ڈیر بیٹی کین۔“ ڈاکٹر ہرین نے کہا۔
 ”کک۔ کیا مطلب۔ کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ وہ شخص کس طرح ہمیں حاصل ہو سکتا ہے۔“

”ہاں۔ وہ شخص آپ کو بطور تحفہ دیا جاسکتا ہے۔“

”کیا وہ تمہارے ساتھ ہے۔ ڈاکٹر ہرین؟“ ہیلہ شیگا نے بھی دلچسپی سے پوچھا۔

”ہاں وہ ہمارے ساتھ ہے۔“

”اور تم کہتے ہو کہ لڑکی اس سے مانوس ہے۔“

”اس کا فیصلہ بہ آسانی ہو سکتا ہے۔“

”مگر وہ کون ہے کہاں ہے؟“ بیٹی کین نے پوچھا اور دفعتاً ہی اس کی نگاہیں مجھ پر پڑیں وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا پھر اس نے کہا
 ”کیا یہ؟“

”اوہ۔ مائی گاڈ۔ اگر تم سچ کہتے ہو تو یہ بہت بڑی بات ہے۔ واقعی اگر یہ شخص ہم سے تعاون پر آمادہ ہو جائے تو یہ ہمارے لئے ایک بہترین تحفہ ثابت ہو سکتا ہے۔“
 ”بالکل۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔“

”مگر میں اس کا یقین کس طرح کروں۔“ ہیلہ شیگا نے کہا۔

”لڑکی آپ کے پاس ہے۔ آپ اس کا تجزیہ کر سکتی ہیں۔ ڈاکٹر ہرین کے الفاظ نے ان سب پر سناٹا طاری کر دیا تھا۔ ہیلہ شیگا کچھ سوچتی رہی۔ پھر اس نے مجھے دیکھا دیکھتی رہی اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک تھی۔ پھر وہ اٹھ کر میرے قریب آگئی اور بولی۔“
 ”کیا ڈاکٹر ہرین سچ کہتا ہے؟“

”جی میڈم ہیلہ شیگا۔ یہ ایک حقیقت ہے اصل میں اس لڑکی کے ساتھ امیر حماد کے ہاں سخت زیادتی ہوتی تھی امیر حماد نے جس شخص کو اس کی نگرانی پر مقرر کیا تھا وہ ایک وحشی صفت انسان تھا اور چونکہ صحیح صورت حال سے آگاہ نہیں تھا اس لئے یہ سمجھتا تھا کہ تشدد کے ذریعے ہی لڑکی کو قابو میں رکھا جاسکتا ہے ایک بار نادانانہ قہقہے کی بنیاد پر میں نے لڑکی کو اس کے

آرائیاں ختم ہو جائیں تو زندگی کی رفتار ہی سست ہو جائے۔ بس اس خیال نے مجھے یہ سوچنے پر آمادہ کر دیا تھا اور میں اس سلسلے میں منصوبہ بندی کرنے لگا تھا۔ چالاک سے چالاک آدمی کہیں نہ کہیں بری طرح پھنس جاتا ہے۔ ہیلہ شیگا کے بارے میں بھی مجھے یہ اندازہ ہو چکا تھا کہ انتہائی خطرناک عورت ہے اور یہ اندازہ بھی مجھے بخوبی تھا کہ ہتھیار قبضے میں کر لینے کے بعد ڈاکٹر ہرمن کیوں کا مقابلہ کبھی نہ کر سکے گا اور اگر کامیابی حاصل ہو بھی جائے تو وہ اسی کے رحم کرم پر رہے گا لیکن بہنہ حال یہ ان لوگوں کا ذاتی معاملہ تھا میں صرف اس خیال میں ڈوبا ہوا تھا کہ اگر ان ساری کاوشوں کے باوجود امیر حماد ان علاقوں میں نظر نہیں آیا تو میری یہ محنت بے کار جائے گی مجھے نہ تو اس لڑکی میں دلچسپی تھی نہ کوہنیاں کے ان قبائل سے اور نہ ہی اس خزانے سے ایسے معاملات میں دنیا سے بیزاری کا ایک احساس ہوتا تھا۔ شاید یہ دل میں چھپی ہوئی مایوسیاں تھیں۔ جو اگر کبھی ابھر آتی تھیں تو دنیا بالکل بے رنگ لگنے لگتی تھی غرض یہ کہ رات جس طرح بھی گزر سکتی تھی گزر گئی، صبح کو مجھے خاص طور سے جگا دیا گیا تھا۔ حالانکہ ابھی بہت زیادہ وقت بھی نہیں ہوا تھا جگانے والا ڈاکٹر ہرمن تھا۔ اس نے کہا ہیلہ شیگا سخت مضطرب ہے اور وہ ہمارے دعوے کی سچائی جاننا چاہتی ہے۔ دو دفعہ اس کا بلا وہ آچکا ہے۔ میرا خیال ہے اٹھ جاؤ۔ میں نے بستر چھوڑ دیا منہ ہاتھ وغیرہ دھو کر ہلکا پھلکا سانا شتا کیا اور اس کے بعد خیمے سے باہر نکل آیا۔ ہیلہ شیگا اور مینی کیوں میرا انتظار کر رہے تھے۔ دوران سفر لڑکی کو اس طرح چھپا کر رکھا گیا تھا کہ ابھی تک میں ایک بار بھی اس کی جھلک نہیں دیکھ سکا تھا البتہ مجھے یہ معلوم ہو گیا تھا کہ وہ اس بند گاڑی میں ہے جو یقینی طور پر ہیلہ شیگا نے سفر کے لئے اس کے لئے مخصوص کی ہے۔ مینی کیوں اور ہیلہ شیگا بہت مضطرب نظر آ رہے تھے اس نے کہا۔

”تو پھر بتاؤ ڈاکٹر ہرمن اس سلسلے میں ہم کیا کریں۔“

”لڑکی کو کسی بھی طرح اس کے سامنے لایا جائے اندازہ ہو جائے گا۔“

”وہ۔ ہاں یہ بہتر ہے تم لوگ بھی آؤ۔“ ہیلہ شیگا نے مجھے اشارہ کر کے کہا میں اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ خیمے لگے ہوئے تھے اور جس خیمے کے گرد مسلح افراد موجود تھے۔ مجھے اندازہ ہو گیا کہ وہی لڑکی کا خیمہ ہے لیکن انہوں نے طریقہ کار مختلف رکھا تھا مجھے خیمے میں لے جانے کی بجائے ان میں سے ایک آدمی لڑکی کو باہر لے آیا تھا۔ کافی عرصے کے بعد میں نے اسے دیکھا تھا اور ایک نگاہ میں مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ سخت بے چین اور مضطرب ہے

چنگل سے بچایا اور پھر اس کے ساتھ محبت کا برتاؤ کیا تو میں نے محسوس کیا کہ لڑکی کی وحشت میں کچھ کی آگئی ہے اور اس کے بعد میڈم اس کے بعد۔“

”اوہ گڈ۔ ویری گڈ۔ ویری ویری گڈ۔ بات اصل میں یہ نہیں ہے کہ وہ لڑکی صرف تمہاری مہربانی سے تمہاری جانب متوجہ ہو گئی۔ بلکہ تم اس قدر پرکشش ہو جو ان کو کسی لڑکی کا تم سے متاثر ہونا ایک فطری سی بات ہے لیکن اگر یہ بات غلط ثابت ہوئی تو یہ سمجھ لینا کہ تم میرے عتاب کا شکار ہو جاؤ گے۔“

”نہیں میڈم۔“ یہ بات تو ڈاکٹر ہرمن نے آخری طور پر کہی ہے کہ مینی کیوں اور میڈم ہیلہ شیگا کا تعاون حاصل کرنے کیلئے ان کے ساتھ کسی بھی جگہ غلط بیانی نہیں ہونی چاہیے کم از کم اور کچھ نہ سہی تو اس خزانے کے حصول کے بعد ہمیں ہماری محنت کا پھل مل جائے گا۔ میڈم کی مہربانی سے ہم یہی امید رکھتے ہیں۔

”بالکل۔ اور تمہیں تو خاص طور سے نوازا جائے گا لیکن اس سے پہلے ہمیں تجربہ کرنا ہوگا۔ کیا خیال ہے مینی کیوں۔ کیا ابھی ہم یہ تجربہ کر ڈالیں۔“

”دل تو یہی چاہتا ہے کہ ایسا ہو لیکن بہتر ہے کہ اس کے لئے دن کی روشنی منتخب کی جائے۔ تاکہ کوئی اور مشکل درپیش نہ آجائے۔“

”ٹھیک ہے۔“ اور اس کے بعد ہم ان کے ذہنوں میں سنسنی چھوڑ کر اپنے کیمپ میں واپس آگئے۔ بیسن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اب امید بندھ گئی ہے کہ صورت حال میں کوئی یقینی بہتری پیدا ہو جائے میں سمجھتا ہوں کہ ہماری یہ کاوش ہماری خریدیوں کا بدلہ ثابت ہوگی۔“ ڈاکٹر ہرمن ایک گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا تھا وہ لوگ اپنے طور پر سوچ رہے تھے لیکن رات کو اپنے خیمے میں آرام کرتے ہوئے میرے اپنے ذہن میں الگ کھلبلی مچی ہوئی تھی اب یہ تو پتا نہیں تھا کہ امیر حماد اور وحدت عالی کا کیا ہوا۔ لیکن جب یہ دلچسپ صورت حال پیش آ رہی گئی تھی تو میں یہ سوچ رہا تھا کہ اگر وہ لوگ مجھے یہاں مل جائیں تو اس سے عمدہ بات اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ لڑکی ایک بار پھر میرے قبضے میں آنے والی تھی امیر حماد جو نقصان کر بیٹھا تھا میں اس کا وہ نقصان پورا کر سکتا تھا یہ ایک دلچسپ لیکن خطرناک کوشش ہوتی اور میں بذات خود اس سے دلچسپی نہ رکھنے کے باوجود ذاتی طور پر امیر حماد کے لئے کچھ کرنے پر آمادہ ہو گیا تھا۔ زندگی میں اگر یہ ہنگامہ

اس کی صحت بھی پہلے کی نسبت کچھ خراب نظر آ رہی تھی یہ ایک دلچسپ بات تھی کہ جب سے میں نے اس کا چارج سنبھالا تھا امیر حماد کی حویلی میں لڑکی کی صحت بہتر ہو گئی تھی اور اس کے چہرے پر اطمینان نظر آنے لگا تھا لیکن اب وہ اسی طرح مضطرب تھی جیسے پہلے وہ خیمے سے باہر آئی اور بھٹکی ہوئی نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھنے لگی اس کی آنکھوں میں ویرانی تھی۔ تب میں آہستہ آہستہ اس کے سامنے پہنچا اور اس نے ایک نگاہ مجھ پر ڈالی اور دفعتاً ہی اس کے بدن میں جیسے برق سی بھڑکنی۔ وہ تیزی سے میری جانب دوڑی اور مجھ سے اس طرح لپٹ گئی جیسے کوئی تھوٹا بچہ اپنی ماں سے لپٹ جاتا ہے اس نے سہمی ہوئی نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھا اور اپنے بازو میرے وجود میں پیوست کر دیئے۔ ایک عجیب سی کیفیت کا احساس مجھے ایک لمحے میں ہوا تھا۔ وہ نو خیز تھی، نو عمر تھی لیکن جوانی کی وہ تمام آرائشیں اسے حاصل ہو چکی تھی جو ایک لڑکی کو دلکش بناتی ہے۔ میرا وجود ایک لمحے کے لئے کانپ کر رہ گیا اس کا چہرہ بے شکل بے تاثر تھا لیکن اس کا لپٹنے کا انداز یہی بتاتا تھا کہ جیسے اسے کوئی اپنا نظر آ گیا ہو۔ میں نے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیریں اور اس نے اپنی آنکھیں بند کر کے اپنا چہرہ میرے سینے میں چھپا لیا۔ ہیلہ شیگا اور ہینی کین کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ ڈاکٹر ہرین اور ڈینس بھی متاثر نگاہوں سے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ میں نے لڑکی کے شانے پر آہستہ آہستہ ہاتھ پھیرا اسے تھپتھپایا اس نے چہرہ اٹھا کر میری صورت دیکھی اور پھر اپنے آپ کو مجھ میں چھپا لیا۔ میں نے ڈاکٹر ہرین سے کہا۔

”ڈاکٹر ہرین اگر اجازت ہو تو میں اسے خیمے میں لے جاؤں۔ اسے چھپانا ضروری ہے کہ اب میں اس کے ساتھ ہی رہوں گا۔“

”ہاں۔ بالکل تم اسے اس خیمے میں لے جاؤ۔ یا اگر یہ اس خیمے سے خوفزدہ ہو تو تم اسے اپنے کیمپ میں لے جاؤ۔ تمہارا دعویٰ بالکل سچ نکلا ہے میں محسوس کر رہی ہوں کہ اب اس کا اضطراب کم ہو گیا ہے۔ ٹھیک ہے تم اسے لے جاؤ اپنے خیمے میں“ میں نے گردن ہلائی یہ زیادہ بہتر تھا۔ اگر اسے واپس اس کے خیمے میں پہنچا دیا جاتا تو وہ مضطرب ہو سکتی تھی۔ چنانچہ میں نے آہستہ آہستہ اسے اپنے خیمے کی جانب لے جانا شروع کر دیا۔ وہ ابھی ہوئی نگاہوں سے چاروں طرف دیکھتی اور پھر مجھ سے چمت جاتی اس طرح میں اسے لئے ہوئے اپنے خیمے کی طرف آیا لیکن یہاں ایک اور دلچسپ صورت حال دیکھی۔ مس اسٹیل عجیب سی نگاہوں سے ہم دونوں کو دیکھ رہی تھیں میرے دل میں قہقہے مچنے لگے۔ لیکن بہر حال میں اپنے خیمے میں داخل

ہو گیا۔ یہاں پہنچنے کے بعد میں نے لڑکی کو پرسکون کرنے کی کوشش شروع کر دی۔ وہ زبان سے کچھ نہیں بول رہی تھی لیکن اس کا چہرہ صورت حال کی تصویر بنا ہوا تھا وہ اپنی مطلوبیت کی داستان سن رہی تھی اور میں اسے پچکار رہا تھا لڑکی بری طرح مجھ سے مانوس تھی اور اس طرح کا اظہار کر رہی تھی۔ جیسے مجھ سے بچھڑ کر اس نے بڑا مشکل وقت گزارا ہو پھر میں نے اس کا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر اپنے چہرے کے سامنے کیا اور یہ بتانا چاہا کہ اب وہ مضطرب نہ ہو تو اچانک ہی اس نے اپنے ہونٹ آگے بڑھا کر میرے رخسار پر رکھ دیئے اور اس کے بعد میں نے اس کے چہرے پر جو رنگ دیکھے انہیں دیکھ کر میری آنکھیں بند ہو گئیں اور میرے دل نے آواز لگائی۔

”دھت تیرے کی۔ یہاں بھی یہ سلسلہ چل پڑا۔ لڑکی کے چہرے کی تازگی اور اس پر برسنے والا رنگ یہ بتاتا تھا کہ فطرت انسانی یہاں بھی جاگ اٹھی ہے اور قدرت کے بنائے ہوئے قانون کا آغاز ہو گیا ہے کیا عجیب بات ہے اب اس پر کیا تبصرہ کروں پھر میں نے لڑکی کی ناز برداریاں شروع کر دیں۔ اس کا چہرہ اپنے ہاتھ سے دھلایا۔ ڈاکٹر ہرین سے لباس طلب کیا اور پر لطف بات یہ ہوئی کہ کلاڈیا کا لباس اس لڑکی کے بدن پر بالکل درست رہا اب یہ الگ بات ہے کہ اسے لباس پہنانے میں بھی میں نے ہی مدد کی تھی۔ امیر حماد کی رہائش گاہ پر جو ملازمہ لڑکی کا لباس وغیرہ تبدیل کرنے کے لئے مخصوص کی گئی تھی ظاہر ہے وہ یہاں موجود نہیں تھی لڑکی نے بڑی معصومیت سے میری تمام ہدایات پر عمل کیا لیکن میں نے اخلاقی قدروں کو ذہن میں رکھا تھا۔ ساری باتیں اپنی جگہ اپنی فطرت کو سنبھالنا میرے بس میں ہوتا تھا لیکن لباس پہننے کے بعد لڑکی جو کچھ لگنے لگی میں نے دل ہی دل میں ہنستے ہوئے سوچا کہ کلاڈیا اور اسٹیل جل بھن کر کباب ہو جائیں گی اور یقینی طور پر اب ایک نئے کھیل کا آغاز ہو جائے گا۔ لیکن میرے اپنے ذہن میں جو نیا کھیل موجود تھا اس کی ہوا بھی ان میں سے کسی کو نہیں لگ سکتی تھی۔

لڑکی اپنی فطرت کا اظہار کر رہی تھی میں نے شروع ہی میں اس پر اعتماد قائم کر لیا تھا پھر وہی ہوا جیسا میں نے سوچا تھا لڑکی کو ان لوگوں نے دیکھا تو سشدر رہ گئے ہیلہ شیگا بھی دانٹوں میں انگلیاں دبا کر رہ گئی تھیں میرے قریب آئی اور بولی۔

”یہ تم نے اسے کیا بنا دیا“

”سوری میڈم کوئی غلطی ہوئی۔“ میں نے کہا اور ہیلہ شیگا مسکراتے لگی پھر وہ بولی۔
 ”اسے لباس کس نے پہنایا۔“
 ”میں نے میڈم۔“

”اوہ اس کا مطلب ہے کہ بات بہت دور تک جاتی ہے۔“ ہیلہ شیگا نے ایک قہقہہ لگایا تھا اور بولی۔

”خیر کوئی نئی بات نہیں ہے انسانی فطرت ہے اور ویسے بھی میں تمہیں کہہ چکی ہوں کہ تم ایک دلکش نوجوان ہو ایسے کہ کسی بھی وقت کسی کی بھی نیت خراب ہو سکتی ہے۔ شاید میری بھی۔ میرا ذہن بھک سے اڑ گیا میڈم ہیلہ شیگا نے جو دھمکی دی تھی وہ بے حد خوفناک تھی اور مجھے اپنے کام کی رفتار تیز کرنی تھی تاکہ کبھی میڈم ہیلہ شیگا کی نیت خراب ہو تو ان کی نیت سے میں محفوظ رہوں بہر حال ایک خوشگوار تبدیلی محسوس کی جا رہی تھی ڈاکٹر ہرین اور ہینس بھی خوش تھے اور انہوں نے اس بات کا مجھ سے اظہار کیا تھا۔

”تم واقعی ماسٹر آف پروجیکشن ہو کسی نہ کسی طرح ماحول پر قبضہ جما ہی لیتے ہو لیکن تم نے اپنے شانوں پر جتنی بڑی ذمہ داری قبول کی ہے اسے نبھانا اب تمہارا فرض ہے۔ اس منحوس عورت سے آسانی سے چھٹکارا حاصل نہیں ہو سکتا اور ہم یہ بات اچھی طرح محسوس کرتے ہیں کہ آگے چل کر ہمیں کن حالات کا سامنا کرنا پڑے گا لیکن مائی ڈیئر ہمیں تم سے بہت سی امیدیں ہیں ہمارا خیال رکھنا۔“ میں نے کوئی جواب نہیں دیا ان لوگوں کے خدشات بالکل درست تھے، مینی کیمن اور ہیلہ شیگا اس وقت سب پر حاوی تھے ہتھیار ان کے قبضے میں تھے اور باقی ماحول بھی ان کی مٹھی میں تھا میں نے ہیلہ شیگا کی جانب کچھ زیادہ ہی رغبت کی اور اس کے بعد کی ہدایات اسی سے لینے لگا جس پر ڈاکٹر ہرین نے مجھ سے کہا بھی تھا۔

”عارف اس عورت کے بہت زیادہ قریب نظر آ رہے ہو یہ جاننے کے باوجود کہ وہ انتہائی خطرناک عورت ہے۔“

میں نے کس قدر ناخوشگوار انداز میں ڈاکٹر ہرین کو دیکھا اور کہا۔

”تو آپ کا کیا خیال ہے ڈاکٹر اگر یہ مناسب نہیں ہے تو آپ مجھے ہدایات دیجئے۔“

ڈاکٹر ہرین نے میرے لہجے کی ناخوشگوار کیفیت کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔

”نہیں میرا مطلب یہ نہیں ہے اصل میں میں چاہتا ہوں کہ“

”آپ کے دل میں خدشات ہیں ڈاکٹر ہرین کہ میں کہیں ہیلہ شیگا ہی کا دست راست نہ بن جاؤں۔“

”ارے نہیں مجھے تم سے ایسی امید نہیں ہے معاف کرنا اصل میں مجھ سے زیادہ بہتر کوئی بھی تمہارے لئے نہیں ہو سکتا خزانہ تو پھر بھی ایک وہم ہے میں تو تمہیں اپنی زندگی کا سب سے بڑا خزانہ پیش کر چکا ہوں۔“

”آپ براہ کرم اپنے آپ کو مطمئن رکھیے آپ کو اس طرح کی کسی مشکل کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ ڈاکٹر۔“

”میں جانتا ہوں میرے بیٹے میں جانتا ہوں تھینک یو ویری مچ۔“ میں زہریلے انداز میں مسکرا دیا تھا یہ لوگ دوسروں کے ساتھ دغا بازی کر دیتے ہیں اور اپنے ساتھ ہونے والی دغا بازی کے منتظر رہتے ہیں بہر حال مجھے ان سے کوئی دلچسپی نہیں تھی ابھر ہیلہ شیگا واقعی میرے بہت قریب آ رہی تھی اکثر میرے پاس آ جاتی اور مجھے مشورے دینے لگتی سفر آگے شروع ہو گیا تھا اور مناسب رفتار سے جاری تھا دوران سفر اس نے مجھ سے کہا۔

”جب ہم لوگ کسی جگہ کیمپ لگایا کریں تو تم لڑکی کو ساتھ لے کر گھومنے پھرنے لگا کرو تمہیں اس کے رجحان کا پتہ لگانا ہے یہ اندازہ لگانا ہے کہ کسی بھی علاقے کو دیکھ کر وہ چوتی تو نہیں ہے اور اگر ایسا کوئی واقعہ پیش آئے اور وہ تمہیں کسی طرف لے جانے کی کوشش کرے تو اس کا ساتھ دینا لیکن ایک مخصوص حد تک وہی راستہ ہماری منزل کی جانب جانے والا راستہ ہوگا تمہیں انتہائی احتیاط کے ساتھ یہ کام سرانجام دینا ہے۔“

”آپ مجھے اس کی ہدایت کر چکی ہیں میڈم میں ان ہدایات کی پابندی کروں گا۔“ پھر ایک قیام کے دوران میں نے ہیلہ شیگا کی ہدایت پر عمل کیا لڑکی تو مجھ سے مانوس تھی ہی زیادہ تر میرے ساتھ ہی رہتی تھی ہیلہ شیگا نے ڈاکٹر ہرین اور ہینس کو ہدایت کر دی تھی کہ اپنی لڑکیوں کو روکے اور میرے قریب نہ آنے دیں مجھے زیادہ تر اس لڑکی کے ساتھ رہنا چاہیے چنانچہ اسٹیل اور کلاڈیا کافی وقت سے میرے قریب نہیں آئی تھیں البتہ میں دور سے ان کی نگاہوں کو دیکھتا تھا دونوں جھلس رہی تھیں ڈاکٹر ہرین نے بھی شاید اپنی بیٹی کو سمجھایا تھا اور کہا تھا کہ اس وقت میرے کام میں مداخلت کرنا ہیلہ شیگا کو غصہ کی دعوت دینا ہے اور وہ خطرناک عورت کسی کو بھی نقصان پہنچا سکتی ہے چنانچہ ان دونوں کو صبر کرنا پڑا تھا غالباً

ڈاکٹر ہرین نے اسٹیل کو سمجھا دیا تھا کہ اس کی ملکیت عارضی طور پر کسی دوسرے کے قبضے میں ہے اور بہر حال وہ اسی کو ملے گی۔ میں دل ہی دل میں ان لوگوں پر ہنستا تھا۔ ہیلہ شیگا نے اس رات قیام کے دوران مجھے اپنے پاس بلایا اس وقت لڑکی خیمے میں ہی تھی جب سے میرا اور اس کا ساتھ ہوا تھا وہ بہت زیادہ مطمئن نظر آنے لگی تھی ہیلہ شیگا نے مجھے اپنے سامنے بٹھاتے ہوئے کہا۔

”تم سے کچھ پوچھنا چاہتی ہوں عارف۔“

”جی میڈم“

”سچ بولو گے ناں۔“

”میڈم آپ کی شخصیت نے مجھے بھی اتنا متاثر کیا ہے کہ میں آپ سے سچ بولتا ہوں۔“

”تمہارا مقصد کیا ہے۔“

”دولت اور صرف دولت ظاہر ہے میڈم میں ایک درمیانے درجے کا آدمی ہوں امیر حماد نے مجھے اپنے ساتھ ملازم کی حیثیت سے رکھا تھا اور جب بعد میں اس مہم کا منصوبہ بنایا گیا تھا تو انہوں نے مجھے ایک معقول دولت کی پیش کش کی تھی بس اسی کی خواہش میرے دل میں ہے۔“

”وہ خواہش تمہارا حق ہے اور ان لوگوں کو کچھ ملے یا نہ ملے مگر تمہاری کاوشوں کے سلسلے میں تمہیں اتنا صلہ دوں گی کہ تم زندگی بھر خوش رہو گے۔“

”جی میڈم بے حد شکریہ۔“

”بس اب تم اسے لے کر گھومنے کا پروگرام ترتیب دے لو یہ اندازہ لگاؤ کہ وہ کسی طرف متوجہ ہوتی ہے یا نہیں۔“

”ٹھیک ہے میڈم۔“ میں نے یہ سلسلہ شروع کر دیا لڑکی کو لے کر میں کمپ سے کافی دور نکل آیا لیکن میں نے اچھی طرح محسوس کر لیا تھا کہ ہیلہ شیگا کے آدمی دور دور رہ کر میری نگرانی کرتے ہیں کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد میں واپس پلٹ پڑا تھا اور کمپ پہنچ گیا تھا لیکن میرے اس معاملے میں کسی نے کوئی مداخلت نہیں کی تھی پھر یہ سلسلہ جاری ہو گیا لڑکی کو لے کر میں بہت بہت دور تک نکل جاتا اور میری نگرانی ہوتی لیکن میں نے محسوس کیا تھا کہ آہستہ آہستہ یہ نگرانی کم ہوتی جا رہی تھی میں واپس آ جاتا تھا ابھی تک لڑکی کے انداز میں ایسی

کوئی بات نہیں پائی گئی تھی جو اس بات کا اظہار کرتی کہ ہم کورنیاں کے ان قبائل کے قریب ہیں جن کا تعلق لڑکی سے ہے ویسے اس دوران میری نگاہیں امیر حماد گروپ کو بھی تلاش کرتی رہتی تھیں لیکن امیر حماد نے تو سب سے زیادہ گھٹیا ہونے کا ثبوت دیا تھا وہ دور دور تک نظر نہیں آ رہا تھا جب کہ باقی پارٹیاں یہاں پہنچ گئی تھیں اور ان کے اندازے میرے علم میں آتے رہے تھے کہ اب وہ کورنیاں سے زیادہ فاصلے پر نہیں ہیں میری نگاہیں ہر وقت ہر جگہ ان کی تلاش میں بھٹکتی رہتی تھیں جہاں میں اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنا سکوں میں لڑکی کے ساتھ ان لوگوں سے الگ ہو جانا چاہتا تھا۔ ان سب کو اس طرح چھوڑ کر لیکن اس سب کے لئے میں جانتا تھا کہ کس قدر خطرناک قدم ہوگا یہ میرا..... اور مجھے اس سلسلے میں کس قدر محنت کا سامنا کرنا پڑیگا لیکن بہر حال یہ فیصلہ تو میں بہت پہلے ہی کر چکا تھا۔ پھر مجھے میری منزل نظر آ گئی ایسی جگہ جہاں میں اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنا سکتا تھا پورا دن سفر کے بعد اس شام جہاں قیام کیا گیا وہاں بد صورت پہاڑیوں کا ایک عظیم سلسلہ پھیلا ہوا تھا یہ پہاڑیاں انتہائی بد نما اور ہیبت ناک تھیں جگہ جگہ غار نظر آ رہے تھے قد آدم جھاڑیوں کی بہتات تھی اور ان کے درمیان کیڑے مکوڑے گردش کرتے ہوئے نظر آ رہے تھے لیکن چونکہ ہر طرف ہی یہ سلسلہ پھیلا ہوا تھا اس لئے کسی اور مناسب جگہ کی تلاش نہیں کی جاسکتی تھی ہیلہ شیگا اور اس کے ساتھیوں نے کس قدر بہتر جگہ دیکھ کر وہاں خیمے لگا دیئے اور جگہ جگہ آگ روشن کر دی گئی تاکہ کیڑے مکوڑے ان خیموں کے درمیان سے بھاگ جائیں وہ لوگ خود بھی یہاں زیادہ قیام نہیں کرنا چاہتے تھے اور کوئی پھیلاؤ نہیں رکھا گیا تھا لیکن خیمہ زنی کے دوران ہی میں نے ان پہاڑیوں میں موجود غاروں کو دیکھا اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ غار انتہائی خوفناک ثابت ہو سکتے تھے چھوٹے موٹے کیڑے مکوڑے تو ہم نے دیکھے ہی لئے تھے لیکن ہو سکتا ہے غاروں میں سانپ بھی ہوں مگر مجھے اس سے بہتر جگہ نظر نہیں آئی تھی اور میرے منصوبے کی تکمیل جس طرح یہاں ہو سکتی تھی کہیں اور مشکل تھی چنانچہ میں نے گہری نگاہوں سے ان غاروں کا جائزہ لیا پھر ایک غار منتخب کر لیا عام لوگوں کو یہ غار نظر نہیں آ سکتا تھا کیونکہ اس کے دہانے پر لمبی لمبی جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں لیکن اس وقت اس کا جائزہ لے لینا مناسب نہ تھا کہ دوسرے لوگوں کو کوئی شبہ نہ ہوئے میں نے ادھر ادھر کا اندازہ لگانے کے بعد کہ کسی کی نگاہیں مجھ پر ہیں یا نہیں اس غار کے دہانے کی جھاڑیاں اٹھائیں اور اس کے بعد اندر داخل ہو گیا احتیاط کے طور پر میں نے روشنی کے لئے

ایک چھوٹا سالیپ ساتھ لے لیا تھا اگر اس وقت کوئی مجھے اس غار میں دیکھ بھی لیتا تو میرے لئے خطرہ نہیں تھا کیونکہ کسی کو میری نیت کا کوئی اندازہ نہیں تھا جھاڑیاں سخت اور کاٹنے والی تھیں لیکن بہر حال ان سے اندر داخل ہونا اتنا مشکل ثابت نہیں ہوا جتنا کہ میں سوچ رہا تھا۔ غار کا دہانہ ان جھاڑیوں نے پوری طرح چھپا رکھا تھا۔ بس مجھے اچانک ہی یہ احساس ہوا تھا کہ یہاں جھاڑیوں کے عقب میں کوئی غار ہے بڑے محتاط انداز میں روشنی کر کے اس غار میں داخل ہوا تو حیران رہ گیا غار اندر سے کافی کشادہ تھا اس کی چھت میں ایک سوراخ بھی تھا جس سے ہوا کے جھونکے اندر آرہے تھے اور حیرانی کی بات یہ تھی کہ باہر کے منظر کے برعکس غار بالکل صاف ستھرا تھا اس کی دیواریں سخت پتھر کی بنی ہوئی تھیں اور ان میں کوئی رخسہ نہیں تھا اگر رخسہ ہوتا تو کیڑے مکوڑوں کا خدشہ بھی ہوتا میں سمجھ نہیں سکا کہ یہ غار اس قدر صاف ستھرا کیوں ہے لیکن تھوڑا سا اندازہ لگانے کے بعد یہ احساس ہوتا تھا کہ باہر موجود سخت اور مضبوط جھاڑیاں کوڑا کرکٹ کو اندر آنے سے روکتی ہیں اور حشرات الارض ان کاٹنے والی جھاڑیوں سے گزرنا پسند نہیں کرتے اس لئے غار اس قدر صاف ستھرا ہے لیکن میرے لئے اس سے بہتر جگہ اور کوئی نہیں ہو سکتی تھی۔ چنانچہ کچھ لمحوں کے بعد میں غار سے باہر نکل آیا تھا اور اب میرے ذہن میں میرا منصوبہ پک رہا تھا اور میں اس پر عمل کرینکا آخری فیصلہ کر چکا تھا میں نے ان لوگوں کو اپنے اپنے کاموں میں مصروف دیکھا لڑکی اس جگہ موجود تھی۔ جہاں اسے رکھا جاتا تھا صرف مجھے یہ آزادی حاصل تھی کہ اس کے ساتھ کسی بھی وقت اور کسی بھی لمحے کہیں بھی آجا سکوں باقی وہ لوگ اس پر پوری پوری نگاہ رکھتے تھے میں خاموشی سے اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ میں نے لڑکی کے دو لباس نکالے اور انہیں ایک جگہ پیک کر لیا۔ کچھ اور ایسی چیزیں جن کا تعلق مجھ سے اور لڑکی سے ہی ظاہر ہو میں نے اپنے ساتھ لے لی تھیں اور اس کے بعد میں ان چیزوں کو لئے ہوئے ان بد نما پہاڑوں کے ایک مخصوص حصے کی جانب چل پڑا میں نے ماحول کا اچھی طرح جائزہ لے لیا تھا ایک بلندی پر پہنچ کر میں نے یہ لباس اور چیزیں احتیاط سے ایک بنڈل کی شکل میں تیار کیں اور پھر بدن کی پوری قوت سے انہیں ایک طرف اچھال دیا وہ بہت دور جا گری تھیں میں نے ایک باقاعدہ منصوبہ بنایا تھا اور اس کے تحت یہ کام کر رہا تھا وہاں سے واپس پلٹنے کے بعد میں نے انتہائی محتاط انداز میں ڈاکٹر ہرین کے کمپ میں جا کر کھانے پینے کی ایسی اشیاء کا ذخیرہ اکٹھا کیا۔ جو ہمارے کام آ سکتی تھیں ایک مکمل منصوبے کے

میں نے ان اشیاء کے پیکٹ بنانے اور پھر انہیں اپنے سامان میں پوشیدہ کر لیا۔ پانی وغیرہ کا بندوبست بھی کر لیا تھا میں نے لیکن بس اتنا کہ میرے کام آسکے نودن لوگوں کے پاس موجود نہیں تھا۔ چنانچہ اس کا حصول ممکن نہیں تھا ہیلڈ شیگا بہتر طور مجھے اتنی مراعات نہیں دے سکتی تھی کہ اسلحے کا حصول بھی میرے لئے ممکن ہوتا۔ کھانا تیار ہو گیا تھا چنانچہ معمول کے مطابق میں نے ان سب کے ساتھ کھانے میں شمولیت کی۔ آسمان پر ہلکے ہلکے بادل پھیلے ہوئے تھے اور موسم کسی قدر خنک تھا پھر دوران سفر تھک جانے والے آرام کرنے کے لئے اپنے اپنے جہوں میں جا گئے صرف چند تھے جن کے سپرد پہرے کی ذمہ داری تھی۔ جہاں جہاں آگ روشن کی گئی تھی وہاں سے دھواں اٹھ رہا تھا مزید آگ روشن کرنے کی ضرورت نہیں محسوس کی گئی تھی میں نے تمام منصوبہ بندیاں مکمل کرنے کے بعد اس طرف کا رخ کیا جہاں لڑکی بہت پہلے سے موجود تھی مجھے دیکھ لئے جانیکا بھی کوئی خطرہ نہیں تھا کیونکہ ہیلڈ شیگا نے میرے سلسلے میں مکمل ہدایات دیدی تھیں اول تو کوئی سامنے نہیں آیا اور اگر آیا بھی ہوگا تو ان ہدایات کے زیر اثر اس نے میری جانب توجہ نہیں دی ہوگی۔ چنانچہ میں خیمے میں داخل ہو گیا لڑکی جاگ رہی تھی مجھے دیکھ کر ہمیشہ ہی اس کے چہرے پر ایک عجیب سی کیفیت پھیل جاتی تھی۔ اس وقت بھی اس کے ہونٹوں پر ایک دلنواز مسکراہٹ پھیل گئی اور اس نے سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھا میں نے اشارے سے اسے کھڑے ہو جانے کے لئے کہا تو وہ کھڑی ہو گئی پھر میں نے اس کے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے چپ اور محتاط رہنے کا اشارہ کیا اور اس کے بعد باہر آنے کا اشارہ کیا۔ لڑکی اب میرے ہر اشارے کو سمجھنے لگی تھی۔ چنانچہ وہ میرے ساتھ دبے پاؤں آگے بڑھ گئی۔ اور چند لمحوں کے بعد ہم دونوں خیمے سے باہر نکل آئے۔ اب میں ایک ایک قدم پھونک پھونک کر رکھ رہا تھا دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئی تھیں۔ اپنے منصوبے پر میں نے غور تو کر لیا تھا لیکن اس کے آگے سارے معاملات تقدیر کے ہاتھوں میں تھے میں نے ایسے راستے اختیار کر لئے کہ میرا سامنا کسی سے نہ ہو سکے۔ اور اس کے بعد خیموں کے اس حصار سے باہر نکل آیا اور آہستہ قدموں سے رات کی تاریکیوں میں اس غار کی سمت بڑھنے لگا اس ماحول میں ایک اور منفی خیز تبدیلی عمل میں آنے والی تھی اور اس کا محرک میں تھا۔ دیکھنا یہ تھا کہ یہ تبدیلی کون سے نئے رنگ لاتی ہے۔



حالانکہ سخت خطرہ مول لیا تھا اگر راتوں رات یہاں سے دور نکل جانے کی کوشش کرتا تو یہ غلط ہو جاتا۔ آگے ممکن ہے چھپنے کے لئے کوئی محفوظ جگہ ملتی یا نہ ملتی وہ لوگ برق رفتاری سے چاروں طرف پھیل کر مجھے تلاش کرتے اور ظاہر ہے میری رفتار اتنی تیز نہ ہوتی اس کے علاوہ سب سے زیادہ جو خطرہ تھا وہ لڑکی سے تھا۔ اب اگر کہیں کسی مرحلے پر اس نے مجھ سے تعاون نہ کیا تو خاصی مشکل پیش آسکتی تھی۔ جبکہ یہ لحاظ میرے لئے بے حد خطرناک تھے۔ ایک ہلکی سی آواز موت کا پیغام بن جاتی لیکن بہر حال اب جو قدم اٹھالیا تھا اسے واپس نہیں لیا جاسکتا تھا۔ چنانچہ میں سفر کرتا رہا اور پھر غار کے نزدیک پہنچ گیا۔ لڑکی نے میرا مکمل ساتھ دیا تھا اور اتنی خاموشی سے یہاں تک آگئی تھی کہ مجھے خود حیرت ہوئی۔ میرا خیال تھا وہ تھوڑا بہت وحشت کا اظہار کرے گی لیکن اس نے خاصی سمجھداری کا ثبوت دیا تھا۔

غار کے دہانے پر پہنچ کر میں نے جلدی سے جھاڑیاں ہٹائیں اور سامان سمیت اندر داخل ہو گیا۔ اس وقت غار میں گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی لڑکی بھی ٹٹول ٹٹول کر چل رہی تھی۔ میں نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود دوبارہ دہانے پر آگیا پھر اندر سے میں نے انتہائی مشقت کر کے جھاڑیوں کو غار پر سجادیا۔ اپنی دانست میں میں نے غار کا یہ دہانہ پوری طرح بند کر دیا تھا اب اس کے بعد اللہ مالک تھا جو بھی نتیجہ نکلے ہم جائزہ تو نہیں لے سکتے تھے پھر میں ٹٹولتا ہوا آگے بڑھا اور لڑکی کے قریب پہنچ گیا۔ وہ غار کے درمیان کھڑی ہوئی تھی اور غالباً صورت حال کو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی میں نے اس سے کہا۔

”دیکھو ہم لوگ خطرے میں ہیں۔ ہمیں ان سے بچنا ہے۔ تمہیں مکمل خاموشی اختیار کرنا

ہوگی۔ سمجھ رہی ہوں۔ بالکل خاموشی سے یہاں بیٹھ جاؤ۔ بلکہ آرام کرو۔ بس اس سے زیادہ ہم اور کچھ نہیں کر سکتے۔ ویسے فکر نہ کرنا میرے پاس کھانے پینے کا سامان بہت ہے۔“ میں نے اسے بازو سے پکڑ کر بٹھایا تو وہ بیٹھ گئی اب روشنی تو تھی نہیں کہ ہم کوئی صحیح جگہ متعین کر لیتے۔ تھوڑی دیر تک میں بیٹھا باہر کان لگائے رہا۔ غار کے اندر ذرا برابر گھٹن نہیں تھی اس لئے ہم آرام سے یہاں وقت گزار سکتے تھے۔ چنانچہ میں باقی معاملات تقدیر کے حوالے کر کے لیٹ گیا۔ میں نے اس سے بھی لیٹنے کے لئے کہا۔ پتا نہیں اتنے عرصے تک انسانوں کے درمیان رہ کر وہ ہماری زبان کے تھوڑے بہت الفاظ سمجھنے لگی تھی یا پھر یہ صرف فطرت کی نشاندہی تھی کہ اس نے بھی لیٹنے کے بارے میں ہی سوچا۔ البتہ جس طرح وہ لیٹی اس نے میرے اوسان خطا کر دیئے۔ وہ میرے بازو پر سر رکھ کر بالکل مجھ سے لگ کر لیٹی تھی اس کے اس طرح لیٹنے سے میرے لئے بڑی مشکل پیدا ہوگئی لیکن لڑکی جن حالات کا شکار تھی اور اس کے ساتھ جس قدر وحشیانہ سلوک کیا گیا تھا اس سے میرے دل میں اس کے لئے خاصی جگہ پیدا ہوگئی اور میں نے اسے کسی بھی لمحے ایسی نگاہ سے نہیں دیکھا تھا۔ حالانکہ اسے لباس تبدیل کراتے ہوئے مجھ پر عجیب سی کیفیات طاری ہوئی تھیں لیکن میں نے ان لحاظ کو بھی سنبھال لیا تھا اور یوں رات آہستہ آہستہ بہنے لگی۔ میں نے اپنے آپ کو ذہنی طور پر بالکل آزاد چھوڑ دیا تھا اس لئے تھوڑی دیر کے بعد نیند آگئی۔

پھر میری آنکھ اس وقت کھلی جب غار کی درزوں سے چھن چھن کر آنے والی سورج کی کرنیں میرے چہرے پر پڑیں۔ میں نے چونک کر ادھر ادھر دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ وہ تھوڑے ہی فاصلے پر بیٹھی خاموشی سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں مسکرا کر اٹھ گیا۔ روشنی دیکھ کر یہ اندازہ لگانے کی کوشش کی کہ دن کا کون سا وقت ہے صحیح تعین نہیں ہو سکا۔ بہر حال میں نے اسے قریب آنے کا اشارہ کیا اور پھر اشاروں ہی میں اسے بتایا کہ باہر ہمارے لئے خطرہ ہے وہ جیسے میری بات سمجھ گئی تھی پھر میں نے انتہائی آہستگی کے ساتھ کھانے پینے کی اشیاء نکالیں۔ باقی سارے معاملات کو تو ابھی نظر انداز ہی کرنا تھا وہ میرے ساتھ کھانے کو بیٹھ گئی۔ جیسے اسے توقع ہو کہ اسے یہی کرنا ہے تھوڑا بہت کھایا پیا اور اس کے بعد میں جھاڑیوں کے نزدیک آ بیٹھا میں نے اسے دہانے کے دوسری سمت بٹھا دیا اور خود بھی ایک سمت بیٹھ گیا اور ایک لمحے میں صورت حال کا اندازہ ہو گیا۔ بڑے محتاط رہنے کی ضرورت تھی چونکہ قریب و جوار میں انسانی

پھر دن گزر گیا۔ رات کا اندھیرا پھیل گیا۔ میں اب بھی باہر ہی کان لگائے ہوئے تھا۔ وہ چالاک لوگ یہ بھی کر سکتے تھے کہ وہاں اپنے آدمی تعینات کر دیں اور یہ اندازہ لگانے کی کوشش کریں کہ کہیں ہم یہیں تو پوشیدہ نہیں ہیں۔ حالانکہ ایسا صرف ایک فی صد ہو سکتا تھا لیکن پھر بھی احتیاط کا تقاضا یہی تھا کہ انتظار ہی کر لیا جائے۔ رات کو ہم پھر سو گئے لڑکی اسی طرح میرے قریب آ گئی تھی اور میں نے اپنے ذہن کو ہر تصور سے آزاد کر لیا تھا۔ نیند آ گئی اور صبح ہو گئی۔ بس اتنا کافی تھا۔ اب اس سے زیادہ احتیاط کے پیش نگاہ جو چیزیں اپنے ساتھ رکھنی تھیں۔ انہیں پیک کیا۔ تھوڑی بہت شکم سیری کی اور اس کے بعد غار کے دہانے سے جھاڑیاں ہٹا دیں پھر میں لڑکی کو اشارہ کر کے باہر نکل آیا۔ باہر کی فضاء میں آ کر وہ گہری گہری سانسیں لینے لگی اور میں اپنے کچھ اندازوں کی تصدیق کیلئے ایسی بلند جگہوں کو تلاش کرنے لگا۔ جہاں سے میں دور دور تک جائزہ لے سکوں۔ یہ دیکھ کر مجھے خوشی ہوئی کہ جو چیزیں میں نے اپنی نشانی کے طور پر چھپائی تھیں وہ اب وہاں موجود نہیں تھیں۔ ہیلہ شیکا کا گروہ وہاں سے آگے بڑھ گیا تھا۔ اب یہ فیصلہ کرنا تھا کہ مجھے کون سی سمت اختیار کرنا چاہیے۔ ان لوگوں کے پاس تو نقشے وغیرہ بھی موجود تھے لیکن میں تمام حالات سے ناواقف تھا امیر حماد اور وحدت عالی تو بالکل ہی ناکارہ آدمی ثابت ہوئے تھے۔ یہ لوگ تو خیر پھر بھی اس حد تک نکل آئے تھے مگر امیر حماد ممکن ہے حالات کا اندازہ کر کے مایوسی سے واپس ہی چلا گیا ہو۔ جہنم میں جائے۔ اب مجھے یہ فیصلہ کرنا تھا کہ آبادی کا رخ کیا جائے یا پھر انہی دیوانوں میں شامل ہو جاؤں جو خزانے کی تلاش میں سرگرداں تھے حقیقتاً خزانے سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ بس ایک خیال نے دل کو ایک عجیب سا احساس دلایا تھا یہ لڑکی اگر اپنے قبیلے سے بچھڑی ہوئی ہے تو کم از کم اسے اس کے قبیلے میں پہنچا دوں۔ مجھے تو کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ لڑکی اپنے قبیلے والوں سے میری سفارش کرے گی اور میں ان سے یہ نہیں کہوں گا کہ میں ہیروں اور سونے کی تلاش میں آیا ہوں۔ جبکہ باقی لوگوں کا یہی نکتہ نظر تھا اور اس کے علاوہ میں یہ بھی چاہتا تھا کہ اس مظلوم لڑکی کا مہذب دنیا میں کوئی گزر نہیں ہو سکتا۔ ہر شخص اسے ایک ہی مقصد کیلئے استعمال کرنا چاہے گا اور اس کی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔ چنانچہ میں نے الگ سمت اختیار کی اور اس کے بعد وہاں سے آگے بڑھنے لگا۔ آگے جا کر تھکنے جنگلوں کا ایک سلسلہ شروع ہو جاتا تھا جبکہ اگر میں ادھر نہ جانا چاہتا تو میدانی راستے سے ہی آگے بڑھ سکتا تھا لیکن سمت کا تعین کر لیا تھا۔ میدانی راستے

قدموں کے دوڑنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں اور اس کے ساتھ ہی وہ لوگ کچھ بول بھی رہے تھے گویا ہماری تلاش زور و شور سے جاری تھی وقت آہستہ آہستہ گزرتا رہا۔ آوازیں وہاں سے تھوڑی دیر کے بعد ہی دور ہو گئی تھیں لیکن میں بے صبری کا مظاہرہ نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ خاموشی کے ساتھ غار کے دہانے پر بیٹھے انتظار کرتے رہے۔ دل میں مسرت کی ہلکی لہریں بھی اٹھ رہی تھیں اس کا مطلب ہے کہ مجھے اپنی کوشش میں کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ وہ اس غار کا اندازہ نہیں لگا سکے تھے اور یہاں سے آگے بڑھ گئے تھے اندازے کے مطابق تقریباً پانچ گھنٹے تک میں وہاں رہا تھا۔ پانچ گھنٹے کے بعد میں نے خطرہ مول لینے کا فیصلہ کر لیا اور آہستہ آہستہ جھاڑیوں میں اپنے لئے تھوڑی سی جگہ بنائی۔ وہ اس دوران بالکل خاموش بیٹھی رہی تھی اور منہ سے ہلکی سی آواز بھی نہیں نکالی تھی جس کا مطلب تھا کہ ساری صورت حال کو وہ اچھی طرح سمجھ رہی ہے۔ جھاڑیوں میں اتنی جگہ بنا کر جہاں سے صرف میں اپنے جسم کو باہر نکال سکوں میں نے اپنے آپ کو آگے بڑھایا اور پھر باہر نکل آیا چاروں طرف خاموشی اور سناٹے کا راج تھا وہ جگہ تھوڑی سی بلندی سے صاف نظر آتی تھی۔ جہاں ان لوگوں نے اپنا کیمپ لگایا تھا۔ وہاں خوراک کے خالی ڈبے جلی ہوئی لکڑیوں کے سوا باقی کچھ نہیں تھا۔ جس کا مطلب تھا کہ وہ لوگ خیمے اکھاڑ کر آگے بڑھ گئے ہیں۔ جو چیزیں میں نے نشاندہی کے لئے چھپائی تھیں یقینی طور پر وہ انہیں اس تلاشی کے دوران مل گئی ہوں گی اور انہوں نے یہ سوچا ہوگا کہ میں لڑکی کو لے کر اس سمت سے آگے گیا ہوں۔ بہر حال اس کے باوجود میں نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ یہ دن اور یہ رات یہیں گزاروں گا اور انتظار کروں گا۔ ابھی زیادہ بھاگ دوڑ مناسب نہیں تھی۔ لڑکی بھی میرے ساتھ پرسکون نظر آتی تھی میں نے اسے دیکھ کر دل میں سوچا کہ یہ اگر بول سکتی یا میں ان کی زبان سمجھ سکتا تو کیا ہی اچھا ہوتا۔ ایک طرح سے ایک ایسے جاندار کو اپنے ساتھ لئے پھر رہا تھا جسے انسان کہنا ہی مشکل محسوس ہوتا تھا بہر حال وقت گزرتا رہا۔ میں نے کوئی خطرہ مول نہیں لیا تھا اور صبر و سکون سے وقت گزار رہا تھا میرے مد مقابل جنگل کے لوگ نہیں تھے بلکہ دنیا کے شاطر ترین لوگ تھے۔ خصوصاً ہینی کین اور ہیلہ شیکا، یہ تو باقاعدہ جرائم پیشہ لوگ تھے اور اپنی طاقت پر انتہائی ناز کرتے تھے۔ جبکہ ڈاکٹر ہرین اور ہین وغیرہ ان کے مقابلے میں شکست کھا گئے تھے اس قسم کی مہمات میں ایسے ہی خطرات لاحق ہوتے ہیں۔

خطرناک ہو سکتے تھے اور ہمیں دیکھا جاسکتا تھا۔ جبکہ جنگلوں میں ہم چھپ کر سفر کر سکتے تھے۔ البتہ یہ مجھے معلوم نہیں تھا کہ جنگل میں درندے وغیرہ ہیں یا نہیں لیکن بہر حال میں نے جنگل ہی میں داخل ہونے کا فیصلہ کیا۔ کم از کم ان درختوں کی آڑ میں یا ان کی شاخوں پر چھپا جاسکتا ہے جنگل میں داخل ہونے کے بعد کافی دیر تک میں چلتا رہا پھر ایک دم مجھے کچھ خیال آیا اور میں ایک جگہ رک گیا۔ میں نے ایک درخت منتخب کیا اس کی ایسی شاخیں جو میرے لئے کان آمد ہوں۔ چنانچہ تھوڑی سی کوشش کے بعد میں نے ایک ایسی سیدھی سپاٹ اور لمبی شاخ حاصل کی جس کے آخری سرے کو نیزے کی مانند بنایا جاسکتا تھا اور اس کام میں مجھے کوئی مشکل نہیں ہوئی۔ کم از کم ایک ہتھیار میرے ہاتھ آگیا تھا اور ضرورت پڑنے پر معمولی سی چیز بھی کافی ہوتی ہے لیکن اس وقت مجھے دلچسپی اور حیرت کا سامنا کرنا پڑا جب میں نے لڑکی کو بھی ایک ایسا ہی ہتھیار بناتے ہوئے دیکھا اور اس وقت مجھے احساس ہوا کہ وہ جنگل میں رہنا جانتی ہے۔ اس نے اپنے ہاتھ میں وہ ہتھیار لے لیا اور مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ مقصد یہ تھا کہ وہ بھی ہتھیار استعمال کرنا جانتی ہے۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ جو مایوسی اور خوف امیر حماد کی کوٹھی میں اس کے چہرے پر چھایا رہتا تھا اس کا نام و نشان بھی نہیں تھا بلکہ وہ بہت خوش نظر آتی تھیں تقریباً پورا دن طے ہو گیا۔ ہم میدان کے ساتھ جنگل کے کنارے کنارے سفر کر رہے تھے اور آگے بڑھتے جا رہے تھے کہ ماحول پر شام جھک آئی اور ہم نے ایک ٹیلے کی آڑ میں پناہ لی۔ یہ جگہ نہایت سوزوں تھی۔ جنگل بھی زیادہ فاصلے پر نہیں تھا اور اگر کوئی خطرہ بھی پیش آتا تو ہم دوڑ کر جنگل میں روپوش ہو سکتے تھے۔

رات گزرتی رہی اور اس وقت تقریباً صبح کے چار یا ساڑھے چار بجے کا وقت ہو گا جب میں ایک دم اچھل پڑا۔ ایک فائر سنانی دیا تھا اس کے بعد دوسرا تیسرا چوتھا اور اس کے بعد تو ایک قیامت ہی برپا ہو گئی۔ درختوں پر پرندے چیخ چیخ کر اڑنے لگے۔ ماحول کی خاموشی اسی طرح ٹوٹی کہ شور قیامت برپا ہو گیا۔

فائرنگ اتنی شدید تھی کہ ٹیلے کی آڑ سے نکل کر حالات کا جائزہ لینا کسی طرح خطرہ سے خالی نہیں تھا کوئی بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی اور ذہن ماؤف ہو رہا تھا چونکہ نیند سے جاگے تھے اس لئے ذہن پوری طرح سنبھلنے بھی نہیں پائے تھے البتہ لڑکی نے جب ٹیلے کی آڑ میں بھاگنے کی کوشش کی تو میں نے اسے بری طرح دبوچ لیا۔ میرے پکڑتے ہی وہ خاموشی سے بیٹھ گئی

تھی۔

کچھ پتا نہیں چل رہا تھا کہ یہ فائرنگ کون کر رہا ہے۔ کس کی کس سے جنگ ہو گئی ہے۔ اتنا تو اندازہ مجھے بخوبی ہو گیا تھا کہ یہ فائرنگ ہمارے لئے نہیں ہے لیکن اس کے باوجود بڑی خوفناک صورت حال تھی میں نے دوران سفر کسی اور کو اس طرف نہیں دیکھا تھا اور اس فائرنگ سے یہی اندازہ لگایا جاسکتا تھا کہ یہ غیگا گروپ کے لوگ ہی ہو سکتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ ابھی قریب ہی موجود ہیں میں نے خطرہ محسوس کیا۔ فائرنگ کچھ دیر کے بعد رک گئی۔

صبح کا اجالا آہستہ آہستہ سے پھوٹنے لگا تھا اگر وہ قریب ہی ہیں تو ممکن ہے فائرنگ کا نتیجہ دیکھنے کی کوشش بہر حال کریں گے وہ اس طرف بھی آسکتے ہیں چنانچہ یہ جگہ چھوڑ دینا زیادہ مناسب ہے۔ فائرنگ رکتے ہی میں نے لڑکی کا ہاتھ پکڑا اور جھکا جھکا جنگل کی طرف بڑھنے لگا پھر چند درخت عبور کرنے کے بعد میں نے ایک ایسے موٹے اور گھنے درخت کا انتخاب کیا جہاں میں اپنے آپ کو پوشیدہ کر سکوں۔ میں نے لڑکی کو درخت پر چڑھنے کا اشارہ کیا۔ تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہ پھر تیلی ملی کی مانند درخت کے تنے سے چپک چپک کر ایک دم اوپر چڑھ گئی اور ایک موٹے شاخ پر جا بیٹھی جبکہ میں اتنی مہارت سے درخت کے اس تنے پر نہیں چڑھ سکا تھا اور مجھے کئی بار پھسل کر نیچے آنا پڑا تھا لیکن آخر کار میں بھی اوپر پہنچنے میں کامیاب ہو گیا اور احتیاطاً میں نے دوسری اونچی شاخوں کو منتخب کیا اور پھر محفوظ پناہ گاہ حاصل کر لی۔ جہاں میں بنوں کے درمیان چھپ کر بیٹھ گیا لیکن درخت اتنا گھنا تھا کہ میں اس کے پار دوسری طرف نہیں دیکھ سکتا تھا بہر حال طے یہ کر لیا کہ یہاں خاصا وقت گزارا جاسکتا ہے اور پھر درخت کی شاخ پر ہی ہمیں صبح کی روشنی کا سامنا کرنا پڑا۔ سورج بلند ہو گیا تھا۔ موسم بھی ایک دم بدلتا جا رہا تھا۔ ہم لوگ خوب دن چڑھے تک درخت کی اس شاخ پر بیٹھے رہے میرے کان آہٹوں پر اٹکے ہوئے تھے لیکن کوئی آہٹ نہیں سنانی رہی تھی اور میں خاصے غور و خوض کے عالم میں تھا پھر جب اتنا دن چڑھ گیا کہ اگر کوئی بھی ان پہاڑوں میں خیمہ زن ہوتا تو اس وقت اسے یہاں سے آگے بڑھ جانا چاہیے تھا پھر میں نیچے اتر آیا اور لڑکی کو ساتھ لئے ہوئے بڑی احتیاط کے ساتھ جنگل سے باہر نکلا اور ریلی میدان میں چھوٹے چھوٹے ٹیلوں کی آڑ لے کر آگے بڑھتا رہا۔ اسی بڑے ٹیلے کی آڑ میں جس میں ہم نے رات کو پناہ لی تھی۔ پہنچ کر میں نے لڑکی کے شانے پر ہاتھ رکھ کر نیچے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود ٹیلے پر چڑھنے لگا۔ بلند ٹیلے کے آخری سرے

پر پہنچ کر میں نے تھوڑی سی گردن اٹھائی اور ماحول کا جائزہ لینے لگا۔ قرب و جوار میں سناٹا البتہ کوئی سوگڑ کے فاصلے پر مجھے ایک انسانی جسم ایک ٹیلے پر اوندھا پڑا ہوا نظر آیا۔ ادھر ادھر دیکھا تو کچھ اور لاشیں بھی نظر آئیں لیکن یہ اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ یہ کن کی لاشیں ہیں پھر بہت دیر تک میں وہاں کسی زندہ انسان کی تلاش میں نگاہیں دوڑاتا رہا لیکن ایسی کوئی چیز نظر نہیں آئی تھی۔ غالباً کوئی زخمی تک موجود نہیں تھا۔ بلکہ جو ہلاک ہوئے تھے انہی کی لاشیں یہاں پڑی ہوئی تھیں شاید ابھی گدھوں نے ان لاشوں کو نہیں دیکھا ورنہ وہ اب تک ان لاشوں کو نوچ چکے ہوتے۔ بڑی ہمت کر کے میں نیچے اترا۔ صورت حال جاننے کی خواہش میرے دل میں شدید تھی۔ لڑکی کو اپنے ساتھ لینا ضروری تھا چنانچہ میں اس کا ہاتھ پکڑ کر دوڑتا ہوا آگے بڑھا اور پھر اس پہلی لاش کے قریب پہنچا۔ اسے پلٹ کر دیکھا تو پہچان لیا یہ بیسن کا ایک ساتھی تھا۔ وہی شخص جو کلاڈیا کے پیچھے پڑا ہوا تھا پھر دوسری لاشوں کا جائزہ لینے لگا اور ایک ٹیلے کی آڑ میں مجھے ڈاکٹر ہرمن کا گولیوں سے چھلنی بدن نظر آیا اور ایک لمحے کے لئے میرے دل میں افسوس کی لہریں دوڑ گئیں۔ ڈاکٹر ہرمن ہلاک ہو گیا جیسا بھی تھا یہ شخص لیکن بہر حال میرا خاصا ساتھ رہ چکا تھا اس کے ساتھ پھر میں نے ایک اور لاش دیکھی اور اسے دیکھ کر ایک بار پھر میرے ذہن کو شدید جھٹکا لگا۔ یہ اسٹیل کی لاش تھی اسٹیل مجھے بخوبی اندازہ ہو گیا کہ ڈاکٹر ہرمن اور ان کے ساتھی ہیلہ شیگا اور ہینی کین کا شکار ہو گئے کیوں اور کیسے اس بات کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا تھا۔ میں بہت دیر تک یہاں گھومتا رہا۔ اب کسی قدر بے خوف ہو گیا تھا ان لاشوں میں سے کسی کے پاس مجھے اسلحہ نہیں ملا تھا۔ نہ ہی ان میں ہیلہ شیگا کے کسی ساتھی کی لاش نظر آئی تھی۔ بہر حال بڑی افسوسناک صورتحال تھی اور میں تو اپنے ذہن میں پہلے ہی تصور کر چکا تھا کہ خزانوں کے کھیل ایسے ہی ہوتے ہیں اور ان میں یہ سب کچھ ہوتا ہے میرے ساتھ موجود لڑکی بھی سپاٹ نگاہوں سے ان لاشوں کو دیکھ رہی تھی بہت دیر تک میں ان کا تجزیہ کرتا رہا میرے اپنے ذہن میں کوئی تصور نہیں تھا البتہ یہ خیال ضرور تھا کہ ہیلہ شیگا اور ہینی کین اپنا یہ خونی کارنامہ سرانجام دینے کے بعد یہاں سے آگے بڑھ گئے ہوں گے لیکن انہیں کسی سے خطرہ تو ہے نہیں وہ زیادہ برق رفتاری سے سفر نہیں کریں گے اب جبکہ میں اس راہ پر نکل ہی آیا ہوں تو مجھے اپنے بچاؤ کا خیال رکھنا چاہیے اور فوری طور پر ابھی یہاں سے نہیں آگے بڑھنا چاہیے بلکہ اب وہ ادھر کا رخ کریں گے بھی نہیں کیونکہ یہاں سے اپنا کام ختم کر کے چلے گئے ہیں میرا

یہاں رکتا ہر لحاظ سے مناسب ہے پھر ایک آدھ دن کا وقفہ دے دیا جائے تو بہتر رہے گا تاکہ وہ لوگ آگے نکل جائیں مجھے تو برق رفتاری سے آگے بڑھنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا پھر یہ خطرہ مول لینے کی کیا ضرورت ہے۔

چنانچہ میں نے مزید کوئی ایسی مناسب جگہ تلاش کی جہاں میں زیادہ محفوظ رہ سکوں اور اس کے لئے میں نے ایک جگہ منتخب بھی کر لی میدان ہی میں ایک ایسا ٹیلا تھا جس میں ایک سائبان نما چٹان ابھری ہوئی تھی اور اس کے نیچے ایک پلیٹ فارم جیسی جگہ تھی جہاں میں لڑکی کے ساتھ قیام کر سکتا تھا کیونکہ جنگل میں درخت پر بیٹھا نہیں کیا جاسکتا تھا اس میں خاصی پریشانی ہوتی سویا بھی نہیں جاسکتا تھا۔ لڑکی تو کوئی مشورہ دینے کے قابل ہی نہیں تھی۔ وہ بس میری ہی ہدایات پر عمل کرتی تھی میں عجیب و غریب کیفیت کا شکار تھا ان لوگوں کی ہلاکت کے بعد صورت حال مزید سنگین ہوئی تھی سب سے پریشان کن بات یہ تھی کہ میں کورنیاں کے قبائل کے ان راستوں کا تعین نہیں کر سکتا تھا جہاں ہمیں جانا تھا لیکن پھر وہی آخری تصور ابھرا آیا خود کو تقدیر کے ہاتھوں میں سونپ دیا جائے اور تقدیر جو بھی فیصلہ کرے وہی مناسب چنانچہ پھر اپنی انہیں ضروریات میں مصروف ہو گیا لڑکی کو بھی جنگل میں جانے کا موقع دیا تھا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ واپس آگئی تھی نہ جانے کتنی دیر اسی طرح خاموشی سے گزر گئی پھر اس وقت سورج نصف ڈھلان ملے کر چکا تھا جب اچانک ہی گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنائی دی اور میں ایک دم اچھل پڑا۔

گھوڑوں کی آوازیں میں نے بخوبی سن لی تھیں اس کے ساتھ ہی انسانی آوازیں بھی آرہی تھیں۔ ان علاقوں میں گھوڑوں کا تصور ذرا مشکل ہوتا ہے بس یہی سوچا جاسکتا تھا کہ وہ قبائلی ہوں گے۔ لیکن یہ زیادہ خطرناک تھے کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم ان کے ہتھے چڑھ جائیں یہ اتنی خوفناک بات تھی کہ میرے رد گتے کھڑے ہو گئے تھے لیکن انسانی فطرت میں تجسس اگر نہ ہو یا انسان تجسس کو رفع کرنے کے بارے میں نہ سوچے تو شاید اسے انسان کہنا ہی مشکل ہو جائے میں دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ کیسے لوگ ہیں چنانچہ میں نے خطرہ مول لیا اور اس کے بعد سائبان کے نیچے سے نکل کر اسی چٹان کی چھت پر چڑھ گیا اور اس پر چھپکلی کی طرح لیٹ کر میں نے گردن اٹھائی اور مجھے گھڑ سوار نظر آئے لیکن اچانک ہی میں گرتے گرتے بچا تھا کیونکہ جو پہلا گھڑ سوار مجھے نظر آیا تھا اسے دیکھ کر میرا دل اس بری طرح دھڑکا تھا کہ خود کو سنبھالنا

مشکل ہو گیا آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا جو دیکھ رہا تھا وہ ایک وہم محسوس ہو رہا تھا یہ عفان تھا سو فی صدی عفان امیر حماد وحدت عالی اور باقی افراد مجھے یاد آ گئے اور میں گردن اٹھا اٹھا کر دور دور تک دیکھنے لگا۔ میں نے دیکھا کہ کم از کم پندرہ خیر ساز و سامان سے لدے ہوئے ہیں اور بہت سے گھڑ سواران لاشوں کے درمیان بھٹک رہے تھے جو وہاں پڑی ہوئی تھیں میں خاموشی سے یہ منظر دیکھتا رہا پھر میں نے امیر حماد وحدت عالی اور دوسرے افراد کو بھی دیکھا اور میری آنکھیں بند ہونے لگیں۔ یہ سب اس قدر غیر متوقع تھا کہ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا امیر حماد گھوڑوں کا شوقین اس نے منفرد ہی طریقہ کار اختیار کیا تھا اور وہ بھی انہی علاقوں میں بھٹک رہا تھا لیکن واقعی مجھے ان کے مل جانے کی امید نہیں تھی اب سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں انہیں دیکھتا رہا پھر وہ سب لوگ گھوڑوں سے اتر گئے اور انہوں نے اپنا کیمپ قائم کر لیا امیر حماد کے اشارے پر دور دور تک پڑی ہوئی لاشوں کو سبھا کیا جانے لگا۔

ان لوگوں کے ہاتھوں میں رائفلیں دبی ہوئی تھیں۔ ہر شخص مستعدی سے اپنا کام کر رہا تھا کچھ افراد اسلحہ تان کر کھڑے ہو گئے تھے اور ان کی نگاہیں دور دور تک بھٹک رہی تھیں دل کو ایک عجیب سی خوشی کا احساس ہو رہا تھا اپنی کین اور ہیلہ شیدگا نے ڈاکٹر ہرین اور دوسرے لوگوں پر قابو پا لیا لیکن امیر حماد زیادہ مستعدی سے اپنا کام سرانجام دے رہا ہے بڑا غلط فیصلہ کیا تھا میں نے اس کے بارے میں کہ وہ ان میں سے سب سے زیادہ ناکام آدمی رہا ہے حالانکہ اب یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ امیر حماد ہی سب سے زیادہ کامیاب انسان ہے اور اب وہ یقینی طور پر مستعدی سے اپنا کام سرانجام دے رہا ہے جبکہ دوسرے لوگ مصیبتوں کا شکار ہو گئے ہیں اب ضروری تھا کہ میں امیر حماد کے سامنے آؤں چنانچہ میں نے لڑکی کا ہاتھ پکڑا سائبانی چٹان سے نیچے اتارا اور اس کے بعد ٹیلے کی آڑ سے نکل کر ایسی نمایاں جگہ آ گئے بڑھنے لگا جہاں سے وہ لوگ مجھے دیکھ لیں اور کسی قسم کی بدگمانی کا شکار ہو کر مجھ پر حملہ آور نہ ہو جائیں۔

سب سے پہلے عفان ہی نے مجھے دیکھا تھا پہلے اس نے چونک کر آنکھیں پھاڑیں اور اس کے بعد اس کے حلق سے عجیب سی آوازیں نکلنے لگیں پھر وہ برق رفتاری سے میری جانب دوڑا تھا اس کے اس طرح چیخنے اور دوڑنے سے باقی لوگ بھی میری جانب متوجہ ہوئے اور پھر میں نے انہیں بھی اپنی جانب دوڑتے پایا چند لمحوں کے بعد عفان میرے پاس پہنچ گیا اور اس نے چیختی آواز میں کہا۔

”آہ یہ کیا تم ہی ہو عارف عارف میرے دوست کیا یہ تم ہی ہو۔“

وہ دوڑ کر مجھ سے لیٹ گیا تھا امیر حماد وحدت عالی اور دوسرے افراد میرے ارد گرد بکھر گئے امیر حماد عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا اس کے ساتھ ساتھ ہی اس کی نظریں لڑکی کی جانب بھی اٹھ رہی تھیں جو کہ ایک مخصوص لباس میں ملبوس پر سکون نظر آ رہی تھی اس کے اندر کوئی اضطراب نہیں پایا جاتا تھا پھر وہ لوگ مجھے لے کر چل پڑے امیر حماد نے کہا۔

”خیمے لگا دو ہم اسی جگہ قیام کریں گے۔“ اور بہت سے افراد خیمہ زنی میں مصروف ہو گئے خاص طور سے اس تصور کے ساتھ کہ یہ لوگ اسلحے سے لیس ہیں غرض یہ کہ ایک عجیب ہنگامہ برپا ہو گیا تھا۔

وحدت عالی وغیرہ میرے پاس موجود تھے لیکن ابھی انہوں نے کوئی سوال نہیں کیا تھا پھر میں نے وہ اور شخصیتوں کو دیکھا اور انہیں دیکھ کر میری آنکھیں جبریت سے پھیل گئی ان میں ایک ہین تھا اور دوسری اس کی بیٹی کلاڈیا ہین بے ہوش تھا اور کلاڈیا اس کے پاس بیٹھی ہوئی تھی انہیں دیکھ کر بھی میں حیران رہ گیا لیکن ابھی کوئی سلسلہ گفتگو شروع نہیں ہوا تھا۔ عفان الہتہ میرے پاس تھا اور امیر حماد نے اسے حکم دیا تھا کہ میرا خیال رکھے میں نے عفان سے صرف اتنا کہا۔

”عفان رائفل برداروں کو مستعد کر دو اور اس بات کی ہر لمحہ توقع رکھو کہ یہی کین اپنے گروپ کے ساتھ واپس آ سکتا ہے اور وہ بہت خطرناک ہے خصوصاً ہیلہ شیدگا کے گردہ کے ساتھ۔“

”ٹھیک ہے۔“ عفان نے کہا اور تیزی سے آگے بڑھ گیا اس دوران خیمے نصب کر دیئے گئے تھے امیر حماد کے ساتھ خاصے لوگوں کی تعداد تھی اور ان میں سے بیشتر میرے لئے اجنبی تھے پتا نہیں امیر حماد نے ان لوگوں کو کہاں سے حاصل کیا تھا لیکن وہ جس ساز و سامان کے ساتھ تھے وہ بھی قابل دید تھا۔ ہیلہ شیدگا کے پاس بھی اتنا شاندار سامان نہیں تھا امیر حماد نے اتنی برتری انوکھے ہی انداز میں دکھائی تھی خیمے میں پہنچنے کے بعد عفان نے کہا۔

”اگر تم چاہو تو آرام کر سکتے ہو عارف۔ امیر کا کہنا ہے کہ تمہیں ہر سہولت دی جائے۔“

”نہیں میں ٹھیک ہوں۔ میں نے جواب دیا۔“

”کہاں ٹھیک ہو گے نہ جانے کیسے کیسے حالات سے نمٹتے رہے ہو ویسے تم بے خوب۔“

”کون کون سا تھ ہے؟“

”تقریباً تمام ہی سوائے خاتون فقرہ کے علاوہ بھی موجود ہے اور بابائی بھی۔“ غفلان نے مدھم سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا اور میں مسکرا کر خاموش ہو گیا اور امیر حماد دوسرے کاموں میں مصروف تھا ڈاکٹر ہرین اسٹینڈا اور یہاں موجود تمام لاشوں کو ایک جگہ جمع کر دیا گیا تھا اور امیر حماد کے ساتھی ایک گڑھا کھودنے میں مصروف تھے گڑھا تو کیا ان چٹانوں میں کھودا جاتا بس اتنی جگہ بنائی گئی تھی کہ مرنے والوں کو پاس پاس لٹایا جاسکے امیر حماد انسانیت کا ثبوت دیتے ہوئے انہیں اس طرح چٹانوں میں گدھوں کا شکار نہیں ہونے دینا چاہتا تھا چنانچہ قرب و جوار سے چھوٹے بڑے پتھر حاصل کئے گئے اور ان لاشوں کو ان پتھروں میں چھپا دیا گیا تھا اس طرح ایک اجتماعی قبر بنی رہی اور ہر رات فتنے کا شکار بھی مستعد تھے لیکن ہیلہ شیگا گروپ کو اس بات کا علم نہیں ہو سکا تھا کہ امیر حماد ان کے عقب میں اس طرح آگیا ہے پھر جب تمام کاموں سے فراغت ہو گئی تو بہرے داروں کو مستعدی سے پہرہ دینے کی ہدایت کرنے کے بعد وہ سب میرے گرد جمع ہو گئے پس سخت زخمی تھا اور مجھے اس کے بارے میں تمام تفصیلات معلوم ہوئیں پہلے وہ لوگ مجھ سے میرے بارے میں سوال کرنے لگے تو میں نے امیر حماد سے کہا۔

”حالات چونکہ بالکل ہی نیا رخ اختیار کر گئے تھے اس لئے مجھے بھی ہٹکنا پڑا۔“

”سب کچھ معلوم ہو چکا ہے مجھے کلاڈیا نے سب کچھ بتا دیا ہے اصل میں آخری معرکہ جو ان لوگوں کے درمیان ہوا وہ تفصیل سے تو بعد میں ہی معلوم ہوگا لیکن یوں سمجھ لو کہ پس اور ڈاکٹر ہرین کے بہت سے ساتھی جان بچا کر پہاڑوں میں جا چھپے ہیں اور شاید اب وہ ہمیں دوبارہ نہ مل سکیں پس بھی اپنی بیٹی کا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے بھاگ نکلا تھا لیکن اس کے کئی گولیاں لگی ہیں اور وہ شدید زخمی ہو گیا ہے تم فکر مت کرو ہم یہیں قیام کریں گے اور اگر ہیلہ شیگا گروپ نے واپس آنے کی کوشش کی تو ان کا بھی یہی حشر کریں گے جو انہوں نے ڈاکٹر ہرین کا کیا ہے ہم ان کی قبر بھی نہیں بنائیں گے۔“

امیر حماد غصیلے لہجے میں بولا میں دل ہی دل میں مسکرا دیا امیر حماد کو شاید ڈاکٹر ہرین کے بارے میں معلوم نہیں تھا کہ اس نے امیر حماد کے خلاف کیا سوچا تھا۔ ویسے بھی امیر حماد اچھی فطرت کا مالک تھا۔ چنانچہ ہو سکتا ہے کہ یہ معلومات حاصل ہونے کے بعد بھی ڈاکٹر ہرین کے مرجانے کے بعد اس کے لئے وہ کوئی بری بات نہ سوچے پھر باقی تمام تفصیلات بھی میں نے

اس کے گوش گزار کر دیں اور اسے بتایا کہ کیا صورت حال پیش رہی ڈاکٹر ہرین کے بارے میں سن کر امیر حماد نے افسوس کا اظہار کیا تھا۔

پھر دوسری صبح پسن انتہائی بہتر حالت میں نظر آیا۔ ہوش میں تھا اور کلاڈیا اسے ناشتا کرا رہی تھی غالباً کلاڈیا نے اسے میرے بارے میں بتا دیا تھا چنانچہ جونہی اس کی حالت سنبھلی تو اس نے گزرے ہوئے واقعات کی تفصیل بتائی اس نے کہا۔

”اور تم اچانک ہی ان کے درمیان سے غائب ہو گئے ہم تو خیر ان کے ساتھ قیدیوں کی طرح تھے ہی جو ہدایات وہ دے رہے تھے ہم ان پر عمل کر رہے تھے۔ نہ جانے تم نے کیا طریقہ کار اختیار کیا کہ راتوں رات اتنی دور نکل گئے مینی کین اور ہیلہ شیگا نے اتنی برقی رفتار سے ہمیں تلاش کیا کہ تم کہیں بھی ہوتے مل جاتے لیکن تمہارا طریقہ کار کیا تھا اس بات کا ڈاکٹر ہرین بھی اندازہ نہیں لگا پایا تھا بلکہ اسے یہی کہا تھا کہ عارف اتنا ہی ذہین انسان ہے کہ ان لوگوں کے ہاتھ اب نہیں آسکتا اور یقینی طور پر اس نے کوئی بہت ہی منفرد طریقہ کار اختیار کیا ہے۔ ہرین کو مینی کین اور ہیلہ شیگا کے ناکام ہو جانے کی خوشی تھی لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی ہیلہ شیگا پر جو جنون سوار تھا وہ انتہائی خوفناک تھا اس نے اپنے ہاتھوں سے اپنے دو آدمیوں کو قتل کر دیا تھا بس ایک ہی رٹ لگائے ہوئے تھی جیسے بھی ہو سکے جس طرح بھی ہو سکے تمہیں اور لڑکی کو تلاش کیا جائے اور اس کے آدمی خود بھی اس سے برگشتہ نظر آ رہے تھے ادھر ڈاکٹر ہرین نے ایک غلط منصوبہ بندی کی اس نے فیصلہ کیا کہ اس وقت جبکہ ہیلہ شیگا اور اس کے گروپ کے افراد افراتفری کا شکار ہیں کیوں نہ ہیلہ شیگا اور مینی کین سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کی جائے اس نے اسلحے کے بارے میں پتا لگا لیا کہ وہ کہاں سے حاصل ہو سکتا ہے پھر رات کی تاریکی میں ڈاکٹر ہرین نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اسلحے پر چھاپ مارا اور کافی اسلحہ حاصل کر لیا میرے ساتھی بھی اس کام میں شریک تھے لیکن ہیلہ شیگا بہت خطرناک عورت نکلی ہم لوگوں نے فائرنگ شروع ہی کی تھی کہ اسے اندازہ ہو گیا ان کے اپنے پاس تو ہتھیار موجود تھے ہی اس نے کچھ ایسی منصوبہ بندی کی کہ ڈاکٹر ہرین کا منصوبہ ناکام ہو گیا وہ اور اس کی بیٹی بھی مارے گئے اس کے علاوہ میرے اور اس کے بہت سے ساتھی مارے گئے لیکن ہم ہیلہ شیگا کے ساتھیوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے اور انہوں نے ہم لوگوں کو فرار ہونے پر مجبور کر دیا ہم اپنی چال کا شکار ہو گئے تھے پھر اس کے بعد مجھے تو کچھ معلوم نہیں ہو سکا تھا لیکن میری

بیٹی مجھے سنبھالے ہوئے نہ جانے کہاں بھٹکتی رہی میں نے آخر میں امیر حماد کو دیکھا تھا اور اس کے بعد بے ہوش ہو گیا تھا۔“

اسی داستان کی توقع تھی مجھے اور یہ اندازہ بھی ہو گیا تھا کہ ہیلنا شیگا اور بیٹی کین اب بھی میری تلاش میں مصروف ہوں گے کیونکہ میرے بغیر ان کے منصوبے کی تکمیل نہیں ہو سکتی تھی امیر حماد نے کہا۔

”سفر تو ہمیں بھی اسی راستے پر کرنا ہے لیکن اب ذرا مختلف انداز میں مسٹر ہینسن میں انسانوں کی قدر کرتا ہوں۔ انسانی جان ہر خزانے سے زیادہ قیمتی ہوتی ہے۔ چنانچہ آپ لوگوں کا جو بھی منصوبہ تھا آپ کو آپ کی بددیانتی کی سزا مل چکی ہے میں وحدت عالی اور میرا سارا گروپ صرف ایک بات پر یقین رکھتا ہے کامیابی اگر ہمارے مقدر میں ہے تو ہمارا راستہ کوئی نہیں روک سکتا اور اگر ہماری تقدیر میں یہ سب کچھ نہیں ہے تو ہمیں کچھ حاصل نہیں ہوگا آپ اگر چاہیں تو ہمارے ساتھ شریک رہ سکتے ہیں۔“

”میں تو اب ایک بے بس اور لاچار مہرہ ہوں جس کا کوئی مصرف نہیں ہے آپ لوگ اگر مجھ پر غنایت کریں تو مجھے اپنے ساتھ رکھیں اگر آپ کو خزانہ دستیاب ہو گیا تو میں یا میری بیٹی بھول کر بھی یہ لفظ نہ کہیں گے کہ اس میں سے ہمیں ایک پیسے کا بھی حصہ دیا جائے کیونکہ ہم اپنے مقصد میں ناکام ہو چکے ہیں اگر ہماری زندگی کا تحفظ کر سکتے ہیں آپ تو ہمیں اپنے ساتھ ہی رکھیں۔“

”تم بالکل بے فکر ہو جاؤ مسٹر ہینسن کوئی بات نہیں ہے سب ٹھیک ہے۔“

پھر امیر حماد نے بڑی فراخ دلی سے ہینسن کو اپنے درمیان جگہ دے دی۔ جب ہم لوگ یہاں سے روانہ ہوئے تو امیر حماد نے کلاڈیا اور ہینسن کو ایک ہی گھوڑے پر سوار کرایا تھا تاکہ کلاڈیا زخمی ہینسن کو سنبھالتی رہے امیر حماد کے ساتھ عفان بھی موجود تھا اور عفان تھوڑی سی میڈیکل میں شد بد رکھتا تھا چنانچہ وہ ہینسن کی ڈریسنگ وغیرہ کر دیا کرتا تھا ہم لوگ ذرا سست روی سے آگے بڑھ رہے تھے۔ اس کی وجہ زخمی ہینسن بھی تھا اور اس کے علاوہ یہ احساس تھا کہ ہیلنا شیگا اور بیٹی کین قرب و جوار میں مل ہی نہ جائیں۔

”اس تمام داستان کی تفصیل کے بعد امیر حماد زیادہ محتاط ہو گیا تھا اور اس کے ساتھ ہی ہر لمحے چاروں طرف نگاہیں جمائے رہتے تھے۔ مجھے بھی اب زیادہ اعتماد ہو گیا تھا کیونکہ پہلے تو

ہمارے ہتھیار وغیرہ چھین لئے گئے تھے لیکن اب ہم ان سے زیادہ بہتر طور پر مسلح تھے۔ پہلی رات کے قیام میں سب لوگ میرے پاس جمع ہو گئے۔ ساری چنڈال چوڑی موجود تھی۔ علاوہ شائے ربابی عفان اور میں۔ یعنی یہ اس مشن سے ذرا الگ کے لوگ بھی تھے اور ہماری زندگی میں دوسرے لوگوں کے خیالات کے علاوہ بھی کچھ ایسی چیزیں موجود تھیں جن پر ہم گفتگو کر سکتے تھے۔ ربابی ایک شرمیلی سی لڑکی تھی لیکن اب میں نے اس کے اندر کچھ نمایاں تبدیلیاں پائی تھیں۔ پہلے وہ تبھی براہ راست مجھ سے مخاطب نہیں ہوتی تھی لیکن آج موقع ملنے ہی اس وقت جب میں ان لوگوں کے ساتھ موجود نہیں تھا۔ وہ میرے نزدیک آگئی۔ اس نے عقب سے مجھے آواز دی۔

”مسٹر عارف!“ اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ ربابی کی آواز ابھی تک میرے لئے کچھ اجنبی اجنبی سی تھی لیکن اسے دیکھ کر میں سنبھل گیا۔

”ہیلو۔“ میں نے کہا۔

”چلیے۔ سب لوگ موجود ہیں۔ آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟“

”کچھ نہیں۔ مس ربابی۔“

”معاف کیجئے گا۔ ایک سوال میرے دل میں پیدا ہو رہا ہے۔“

”جی۔“ میں نے نرمی سے کہا۔

”کیا آپ ادا اس ہیں؟“

”نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔“

”مجھے محسوس ہو رہا ہے۔“

”نہیں مس ربابی۔ پتا نہیں آپ کو ایسا کیوں لگا۔“

”ایک خیال کے تحت۔“

”کیا خیال؟“

”اسٹیل!“ ربابی نے کہا۔ میں نے حیرانی سے اسے دیکھا پھر اس کا مطلب سمجھ کر مسکرا دیا پھر میں نے کہا۔

ویسے تو ہر انسان چاہے وہ اسٹیل ہو ڈاکٹر ہرین ہو یا وہ بھول جو اس حادثے میں زندگی کھو بیٹھے ہیں۔ سب ہی کی موت افسوسناک ہے اور جو ہوا ہے بہت برا ہوا ہے لیکن

”ہاں۔ میرے اور تمہارے درمیان گولیاں چلوانے کی سازش کر رہی ہیں مس شاہیہ!“
جواب میں عفان نے قہقہہ لگایا تھا اور سب ہنسنے لگے تھے۔ مس علاقہ کی شرمائی لگا ہیں
میرا جائزہ لے رہی تھیں۔ بہر حال زندگی کے اس رخ کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ چاہے یہ
ہولناک ویرانہ ہی کیوں نہ ہو۔ میں نے عفان سے کہا۔

”مسٹر عفان۔ یہ بہت بڑے لوگ نہ جانے ایسی مہمات میں خواتین کو کیوں ساتھ رکھ
لیتے ہیں۔ کس قدر خطرات پیش آسکتے ہیں اور ان کے تحفظ کے لئے ہمیں اپنے آپ کو دو
حصوں میں تقسیم کرنا پڑتا ہے۔“

”بس۔ بس رہنے دیجئے جناب! ہم پر یہ الزامات پہلے بھی لگائے جاتے رہے ہیں۔
آخر آپ لوگ ہمارے راستے کاٹنے پر کیوں تلے رہتے ہیں۔“ شاہیہ نے جلدی سے کہا پھر
اسٹیلا زیر بحث آگئی اور عفان اس کے بارے میں بات کرنے لگا۔ ان لوگوں نے ایک بار پھر
ان واقعات کی تفصیل بتائی۔ جن کے تحت ڈاکٹر ہرمن کے اور امیر حماد کے درمیان اختلاف
پیدا ہو گیا تھا۔ عفان نے کہا۔

”ڈاکٹر ہرمن ویسے ایک خود غرض انسان تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جب ایک ٹیم
بن جاتی ہے تو اس کے بعد آپس ہی میں ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے کے بارے میں کیوں
سوچا جاتا ہے۔“ کسی نے اس بات پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ اس کے بعد موضوع اس لڑکی کی
طرف آگیا۔ عفان نے کہا۔

”ویسے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس سلسلے میں تم نے جادوگری کی ہے مسٹر
عارف۔ وہ لڑکی اس طرح تمہارے ساتھ چپکلی رہتی ہے کہ حیرت ہوتی ہے کیا اسے کنٹرول
کرنے میں تمہیں کوئی دقت پیش آئی؟“

”نہیں۔ اسے کنٹرول کرنا اتنا مشکل ثابت نہیں ہوا میرے لئے۔ یہ بات صرف اتنی
سی ہے کہ امیر حماد نے اسے بہت غلط آدمی کے سپرد کر دیا تھا یا پھر وہ سمجھا نہیں تھا کہ امیر کیا
چاہتے ہیں۔ لڑکی کے ساتھ نارمل رویہ اختیار کیا گیا تو وہ خود بھی نارمل ہو گئی۔“

”کیا اس سلسلے میں آپ نے اس سے کوئی مدد حاصل کی؟“

”نہیں۔ ابھی تک نہیں۔“

”اب کیا ارادہ ہے؟“

اگر آپ کسی اور نقطہ نظر سے اسٹیلا کے بارے میں مجھ سے یہ سوال کر رہی ہیں تو ایسی بات نہیں
ہے مس ربابی۔ وہ ایک اچھی لڑکی تھی بس جو کچھ اس کے ذہن میں تھا۔ افسوس میں اسے اپنے
ذہن تک نہیں لاسکا۔“

”مگر علاقہ کا خیال تو ہے کہ اسٹیلا نے آپ پر مکمل طور پر قبضہ جمالیا تھا۔“

”اگر مس علاقہ کا یہ خیال ہے تو ظاہر ہے میں ان کے خیالات پر کیا تبصرہ کر سکتا ہوں۔“

”گویا۔ اب علاقہ کے لئے میدان صاف ہے؟“

”جی نہیں۔“ میں نے ہونٹ سکڑ کر کہا اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔

”کیا مطلب؟“

”بس مس ربابی میں اس پوزیشن میں نہیں ہوں کہ زندگی کے رخ کو اس جانب موڑ
سکوں۔“

”آئیے ناں۔ ادھر چلتے ہیں سب لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔“ ربابی نے کہا اور میں نے
اس جانب قدم بڑھا دیئے۔ ربابی بولی۔

”اب اگر آپ اپنے آپ پر کسی خاص کیفیت کا خول چڑھانے رکھنا چاہتے ہیں تو
الگ بات ہے۔ ورنہ صحیح معنوں میں زندگی کے یہی دن تو ہنسنے کھیٹنے کے ہوتے ہیں اور اس کے
بعد ہم کسی نہ کسی شکل میں ایسی ذمے داریوں میں پھنس جاتے ہیں جنہیں ٹالنا ہمارے بس کی
بات نہیں ہوتی۔“

”گویا آپ یہ کہنا چاہتی ہیں کہ میں زندگی کے ان لمحات سے لطف اٹھاؤں۔“

”بالکل میں یہی کہنا چاہتی ہوں۔“

”شکریہ مس ربابی۔ البتہ میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ عفان کا مستقبل روشن ہے۔“ اس نے
مجھے دیکھا اور میری آنکھوں میں شرارت دیکھ کر مسکرا دی۔ کچھ لمحوں کے بعد ہم ان لوگوں کے
درمیان پہنچ گئے۔ شاہیہ نے فوراً ہی قہقہہ لگایا اور بولی۔

”واہ۔ کچھ نئے لوگوں کے درمیان دوستی دیکھ رہی ہوں میں۔“

”آپ دہشت گرد ہیں مس شاہیہ۔“ میں نے اس ماحول سے لطف لیتے ہوئے کہا اور

ان کے درمیان جا بیٹھا۔

”دہشت گرد۔“ عفان نے چونک کر پوچھا۔

”ارادہ تو امیر حماد کا ہی ہو سکتا ہے۔ بھلا میں کیا ارادہ کر سکتا ہوں بہت دیر تک ہم لوگ اس موضوع پر گفتگو کرتے رہے تھے اور ہمیں خاصی ذہنی شگفتگی حاصل ہوئی تھی۔ کیونکہ درمیان میں چھوٹے چھوٹے چٹکے بھی جاری رہے تھے۔ البتہ اس خطرے کے بارے میں بھی گفتگو ہوئی تھی جو سیلاشیگا اور پینی کین سے ہو سکتا تھا وہ لوگ مجھ سے کافی دیر تک اس بارے میں گفتگو کرتے رہے پھر جب رات زیادہ ہو گئی تو ہم لوگ سونے کیلئے اٹھ گئے۔ علاوہ چند قدم آگے بڑھی اور بولی۔“

”کیا یہ نہیں ہو سکتا مسٹر عارف کہ لڑکی الگ خیمے میں رہے اور آپ الگ؟“ یہ ایک براہ راست سوال تھا۔ میں نے علاوہ کو دیکھا اور کہا۔

”نہیں۔ امیر حماد کی طرف سے میری یہی ذمہ داری ہے۔“

”سواری۔ مگر نہ جانے کیوں مجھے ایسا لگتا ہے جیسے جیسے....“

”جی مس علاوہ۔“

”آپ برا مان جائیں گے۔ میں ذرا صاف گو ہوں۔“

”آپ کی صاف گوئی کا بھلا میں کیوں برا مانوں گا۔“ میں نے کہا۔

”یوں لگتا ہے جیسے کوئی ذمہ دار شوہر پورا دن دوستوں کے درمیان گزارنے کے بعد شام کو اپنے گھر واپس چلا جاتا ہے۔“ علاوہ نے کہا۔ میں نے کچھ لمحے علاوہ کی شکل دیکھی پھر آہستہ سے بولا۔

”خدا حافظ۔“ اور یہ کہہ کر میں اپنے خیمے کی جانب چل پڑا۔

دوسرے دن صبح سفر کی تیاریاں جاری ہو گئیں۔ ہم لوگ بہر حال آگے بڑھنا چاہتے تھے۔ ہم تمام ضروریات سے فارغ ہو گئے۔ امیر حماد نے پھر مجھ سے ملاقات کی اور بولا۔

”نقشوں کے مطابق ابھی تک ہم صحیح راستوں پر جا رہے ہیں اور یہ نقشے پینی کین کے پاس بھی موجود ہیں۔ چنانچہ اس بات کے امکانات بہت زیادہ ہیں کہ پینی کین سے کہیں نہ کہیں ضرور ملاقات ہوگی۔“

”دیکھا جائے گا جناب۔ ہمیں بہر طور اپنے طور پر ہوشیار تو رہنا ہی ہے۔“

”ہاں۔“ پھر ہم وہاں سے آگے بڑھ گئے۔ گھوڑوں پر سواری کی جارہی تھی اور تمام انتظامات کر لئے گئے تھے آگے چلنے کے بعد ہم عجیب سے جنگلوں میں داخل ہو گئے۔ کہیں

کہیں گھنے درخت تھے اور کہیں یہ درخت خاصی کھلی کھلی جگہوں پر تھے لیکن یہاں اونچے نیچے پہاڑی نیلے بکھرے ہوئے تھے صحیح معنوں میں اس جگہ کا سفر ایک مشکل سفر تھا۔ جنگل میں پر اسرار خاموشی چھانی ہوئی تھی۔ بس گھوڑوں کی ٹاپوں کی آوازیں اور کبھی کبھی ان کے ہنہانے کی آوازیں سنائی دے جاتی تھیں۔ بہر حال ہم آگے بڑھتے رہے اور بہت دیر تک یہ سفر جاری رہا۔

اس رات ہم نے جنگلوں ہی میں قیام کیا تھا۔ خاصے گھنے علاقے میں تھے اور یہ درخت بھی کچھ اجنبی اجنبی سے معلوم ہوتے تھے۔ عجیب سی صورت حال کا اندازہ ہو رہا تھا۔ آسمان پر تارے نکل آئے لیکن زمین پر ان کی چھاؤں تک نہیں پہنچی تھی جس کی وجہ سے گہری تاریکیاں چاروں طرف بکھری ہوئی تھیں۔ پر اسرار ماحول گہری رات آج ذہنوں میں ایک عجیب سی سنسنی طاری ہو گئی تھی اور کوئی محفل نہیں جمی تھی۔ سب اپنے اپنے طور پر آرام کر رہے تھے میں بھی لڑکی کے قریب ہی موجود تھا۔ اگر میرے خیمے میں اچانک کوئی گھس آتا جیسے علاوہ وغیرہ یا کوئی بھی۔ تو میری پوزیشن صاف نہیں ہو سکتی تھی کیونکہ لڑکی کو اب میرے بازو پر سر رکھ کر سونے کی عادت ہو گئی تھی اور اس کی معصومیت کی بناء پر میں بھی اس سے انکار نہیں کرتا تھا بلکہ یہ حقیقت تھی کہ اب اس کا لمس میرے ذہن میں کوئی غلط تصور نہیں پیدا کرتا تھا۔ میں نیم غنودگی کی کیفیت میں تھا کہ ایک عجیب سی سرسراہٹ فضاء میں ابھری اور میں چونک پڑا۔ لڑکی نے ایک دم سر اٹھایا تھا اور فضاء میں کچھ سو گھنے لگی تھی۔ بہت دیر تک وہ اس کیفیت کا شکار رہی۔ یہ بالکل نیا انداز تھا اس کا جسے میں حیرانی سے دیکھتا رہا۔ دیر تک وہ بلی کی طرح گڑبڑ اٹھائے ادھر ادھر دیکھتی رہی اور میں اس کا جائزہ لیتا رہا پھر اس نے دوبارہ میرے بازو پر سر رکھ لیا اور خاموش ہو گئی لیکن زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ اچانک ہی مجھے ایک مدھم سی آواز سنائی دی۔

”عارف۔“ میں اچھل پڑا۔ آواز لڑکی نے بھی سن لی تھی اور پھر گردن اٹھالی تھی اس نے۔ میں نے اس کا سر نیچے رکھ کر اس کے رخسار پر ہلکی سی تھپکی دی اور کہا۔

”میں باہر جا رہا ہوں تم اطمینان سے یہاں رکو۔“

آواز دوبارہ سنائی دی تھی اور میں نے اسے پہچان لیا تھا یہ عخان کے علاوہ کسی اور کی آواز نہیں تھی۔ میں خیمے کے دروازے پر آگیا اور میں نے کہا۔

”کیا بات ہے خیریت عفان؟“

”عارف۔ کچھ گڑبڑ محسوس ہو رہی ہے۔“

”کیا؟“ میں نے کہا۔

”میں نے انسانی قدموں کی آوازیں سنی ہیں اور وہ آوازیں ہم میں سے نہیں تھیں۔ اوہ ہو۔ بیٹھ جاؤ۔ بیٹھ جاؤ دیکھو۔ سنو۔ میں غلط نہیں کہہ رہا تھا۔“ عفان نے کہا اور ہم دونوں خیمے کے دروازے کے پاس ہی زمین پر بیٹھ گئے ہم نے دم سادھ لیا تھا۔ پر اسرار آوازیں دیر تک گونجتی رہیں ہم ان آوازوں کو بخوبی سن رہے تھے اور یہ اندازہ لگا رہے تھے جیسے چار چار بیٹھے بیٹھے اور آٹھ آٹھ افراد ادھر سے ادھر جا کر جگہیں تبدیل کر رہے ہوں۔ ہم خاموشی سے ان آوازوں کا جائزہ لیتے رہے۔ جو وقفے وقفے سے مسلسل ابھر رہی تھیں اور سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا ہے۔ رات کی تاریکی میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دور تک دیکھا لیکن کوئی شے نظر نہیں آئی۔ میں نے عفان سے کہا۔

”کیا ہو سکتا ہے۔ تمہارے خیال میں؟“

”وہ پوزیشنیں بنا رہے ہیں۔“

”مگر کون؟“

”کیا کہا جاسکتا ہے۔“

”ہو سکتا ہے پنی کین۔“

”ہاں۔ ہو سکتا ہے یا پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی اور ہو۔ کیا جائے۔ دوسرے لوگوں کو اس بارے میں کوئی علم ہے؟“

”پتا نہیں۔“

”مطلب یہ کہ تم صرف میرے پاس ہی آئے ہو۔“

”ہاں۔“

”تو کیا دوسروں کو اس سے ہوشیار کیا جائے؟“

”سمجھ میں نہیں آتا اگر یہ صرف ہمارا وہم نکلا تو؟“

”نہیں۔ اب یہ وہم نہیں ہے۔ اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ آہستہ آہستہ امیر حماد وغیرہ کو جگا دیا جائے۔“

”میں صرف ایک بات سوچ رہا ہوں۔“ عفان نے کہا۔

”کیا؟“

”اگر پنی کین اور ہیلا شیگا ہمارے اطراف میں ہیں تو یقینی طور پر وہ ہمارے ارد گرد حصار قائم کر رہے ہوں گے اور ہم اس وقت کوئی کارروائی کرنے کی کوشش کریں تو خطرے میں پڑ سکتے ہیں۔“

”سب سے پہلا کام یہ کرو کہ امیر حماد کو اس خطرے سے آگاہ کر دو۔“ میں نے کہا اور اس کے بعد ہم مستعد ہو گئے۔ البتہ زمین پر ہم چاروں ہاتھ پاؤں کے بل چلتے ہوئے امیر حماد کے خیمے تک پہنچے تھے۔ امیر حماد کو جگایا تو وہ بھی حیران رہ گیا۔

”کیا بات ہے خیریت؟ یقینی طور پر کوئی خطرہ ہے۔“

”ہاں۔ امیر حماد۔ ہم اس خطرے سے آپ کو بے خبر نہیں رکھ سکتے۔“

”کیا مطلب؟“ امیر حماد نے کہا اور عفان نے اسے پوری تفصیل بتا دی۔ حماد نے

میری طرف دیکھا اور بولا۔

”کیوں عارف تم نے بھی یہی محسوس کیا ہے؟“

”یقیناً جناب!۔“

”تو پھر ٹھیک ہے اتنی ہی احتیاط کے ساتھ سب سے پہلے اپنے ہتھیاروں پر قبضہ جمانا

اور کوئی عمل نہ کرو۔ بالکل خاموشی کے ساتھ سب کچھ کرنا ہے۔“

”ٹھیک ہے ایسا ہی کرتے ہیں اور پھر پورے کمپ میں کھلبلی مچ گئی ایک ایک شخص کو

جگا دیا گیا لیکن اتنی احتیاط کے ساتھ کہ کسی کو یہ اندازہ نہ ہو سکے کہ ان خیموں میں کوئی جاگ رہا

ہے۔ صورت حال خاصی مشکل ہو گئی تھی۔ ہم لوگ رائفلیں سنبھالے دشمن کی طرف سے کسی

عمل کا انتظار کر رہے تھے لیکن رات آہستہ آہستہ گزرتی چلی گئی ایک ایک لمحہ ذہن میں دھمک

بن کر گزر رہا تھا پھر صبح کی روشنی نمودار ہونے لگی۔ اس بات سے ہمیں اطمینان ہوا تھا کہ اگر

پنی کین یا دوسرے لوگوں نے ہمارے گرد حصار قائم کیا ہے تو کم از کم انہوں نے رات میں

کوئی کارروائی نہیں کی۔ ورنہ وہ تو بہتر پوزیشن میں تھے اگر وہ خیموں پر گولیاں برسانا شروع کر

دیتے تو ہمیں یقینی طور پر نقصان اٹھانا پڑتا۔ نہ جانے انہی کے یہ عمل نہ کرنے کی کیا وجہ تھی

پھر روشنی پھیل گئی اور ہم لوگ دور دور تک دیکھ سکتے تھے لیکن صبح کو یہ دیکھ کر حیرانی ہوئی کہ قرب و

جوار میں کوئی بھی نہیں تھا۔ ہم نے دور دور تک نگاہیں دوڑائیں لیکن کوئی ایسی جگہ یا کوئی عمل نظر نہیں آیا جس سے رات کی بات کی تصدیق ہو سکتی لیکن صورتحال بہت حیران کن تھی۔ وحدت عالی نے کہا۔

”لگتا ہے جنگل کے بھوت ہمارے گرد ریس لگا رہے تھے اور ہم نے ان کے قدموں کی آوازیں سنیں۔“

”مگر یہ ہوا کیا۔ اگر کوئی تھا تو ہم سے دور کیوں ہٹ گیا۔“

”کیا کہا جاسکتا ہے۔“

”عارف ایک بات کا خیال رکھنا قدموں کے نشانات وغیرہ پر غور کرنا۔ ہو سکتا ہے کوئی گہری سازش کی جارہی ہو ہمارے خلاف۔“ اس کے بعد ہم نے برق رفتاری سے تمام تیاریاں کیں اور ایک ایک قدم وہاں سے آگے بڑھنے لگے۔ درخت خاصے گھنے ہو رہے تھے اور ہم انہیں عجیب و غریب درخت کہہ سکتے تھے۔ کیونکہ ان کی صورت اور شکل ہمارے لئے بالکل اجنبی تھی لیکن جوں جوں ہم آگے بڑھتے رہے جنگل گھنا ہوتا گیا اور پھر اس وقت دن کے تقریباً ساڑھے گیارہ یا پونے بارہ بجے تھے کہ اچانک ہی فائروں کی آواز سے گہرا سناٹا ٹوٹ گیا۔ گولیاں اولوں کی طرح برقی ہوئیں ہمارے سروں پر سے گزرتی ہوئی شاخوں اور تنوں میں بیوست ہونے لگیں۔ یوں لگتا تھا جیسے کسی پوری فوج نے حملہ کر دیا ہو۔ ایک لمحے کے اندر ہم سب اپنی جگہ رک گئے اور دوڑ دوڑ کر درختوں کی آڑ لینے لگے۔ ہم نے اپنے گھوڑوں کو بھی ان گولیوں سے بچانے کی کوشش کی تھی اور اگر لمحوں کی تاخیر ہو جاتی تو ہمارے لئے بڑے نقصان کا پیش خیمہ ثابت ہوتی اگر ہم بچ بھی جاتے تو ہمارے گھوڑے تو یقینی طور پر گولیوں کا شکار ہو جاتے۔ دہشت سے سبھی کے رونٹے کھڑے ہو گئے تھے ہمارے دشمنوں کو ہماری پوزیشن کا اچھی طرح احساس تھا اور وہ یقیناً اس بات کا انتظار کر رہے تھے کہ ہم ان کے مطلوبہ مقام تک پہنچ جائیں تو وہ ہم پر فائرنگ کریں۔ گولیاں مسلسل چل رہی تھیں اور ہمارے اوپر دائیں بائیں سنسناتی ہوئی گزر رہی تھیں درختوں کی شاخیں اور پتے گولیوں سے ٹوٹ ٹوٹ کر نیچے گر رہے تھے اور کچھ ہی دیر کے اندر ٹوٹی ہوئی شاخوں اور پتوں کا انبار ہمارے سامنے جمع ہو گیا ہمارے بدن بھی ان کی آڑ میں چھپ گئے تھے میں نے اس ڈھیر میں سے گردن اٹھائی اور حملہ آوروں کا جائزہ لینے کی کوشش کرنے لگا۔ مجھے یہ محسوس ہو رہا تھا کہ فائرنگ کرنے

والے مسلسل آگے بڑھ رہے ہیں اور ہمارے گرد حلقہ قائم کر رہے ہیں ہم خاموش ہی رہے اور پھر تھوڑی دیر کے بعد فائرنگ کی شدت میں کمی پیدا ہو گئی۔ آہستہ آہستہ گولیاں چلنا بند ہو رہی تھیں پھر ہم نے ان لوگوں کو دیکھا اور دوسرے لمحے امیر حماد کے منہ سے نکلا۔

”نہیں۔ یہ ہینی کین کے گروہ کے لوگ نہیں ہیں۔ اوہ میرے خدا۔ ذرا دیکھو تو سہی ان کی تعداد کتنی ہے اور اس کے بعد ہم نے انہیں بغور دیکھا بس یوں محسوس ہوتا تھا جیسے چاروں طرف سے ٹڈی دل آگیا ہو۔ درختوں کے درمیان جدھر بھی دیکھا جاسکتا تھا ہمیں وہی نظر آ رہے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں رائفلیں تھیں اور وہ آگے بڑھ رہے تھے۔ یقینی طور پر یہ کورینی قبائلی تھے اور ہینی کین وغیرہ کا کوئی مسئلہ نہیں تھا۔“

ان کی تعداد اتنی تھی کہ اگر ہم اپنا سارا ایمونیشن بھی ختم کر دیتے تو ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تھے۔ ان سب کے چہرے ہماری طرف تھے اور ان کی آنکھیں ہم پر جمی ہوئی تھیں۔ رائفلوں کی نالیں ہماری طرف اٹھی ہوئی تھیں اور وہ مستعدی سے ایک ایک لمحہ آگے بڑھ رہے تھے۔ ایک دراز قامت شخص کو ہم نے دیکھا جو ان سب سے آگے چل رہا تھا پھر ہم سے کافی فاصلے پر آکر وہ رک گئے اور اس شخص نے نمانوس زبان میں کچھ کہا۔ اس کے ساتھ ہی اشارہ بھی کیا۔ جسے ہم نے بخوبی سمجھ لیا۔ ہم نے اس کے اشارے پر اپنی جگہیں چھوڑ دیں اور ایک جگہ جمع ہونے لگے۔ شاخوں اور پتوں میں سے ایک ایک شخص باہر نکل آیا تھا پھر اس نے دوسرا اشارہ کیا جو انتہائی کرخت زبان میں تھا اور اس سے اس کے اندازے کا احساس ہوتا تھا۔ امیر حماد نے کہا۔

”ہمیں ہتھیار پھینکنے کی ہدایت کی جارہی ہے۔ جتنے افراد یہاں موجود ہیں اگر وہ لوگ ہم پر پیدل بھی یلغار کر دیں تو ہمارے بدن پس کر رہ جائیں گے اس لئے فوراً ہتھیار پھینک دو۔“ میں بھی اس سے متفق تھا اور اس نے اس وقت یہ الفاظ جس لہجے میں کہے تھے اس میں حکم تھا اور حقیقت ہے کہ امیر حماد اس وقت ہم سب کا جرنیل ہی تھا۔ بہر حال ہم نے فوراً ہی ہتھیار پھینک دیئے اور غالباً اسی عمل نے انہیں کسی قدر مطمئن کیا۔ اس شخص نے پیچھے ہاتھ کر کے کچھ لوگوں کو اشارہ کیا اور وہ سب کے سب ہمارے پاس پہنچ گئے پھر آنے والوں نے ہماری تلاشی لی اور جو کچھ ہمارے پاس تھا جھین کر ایک طرف ڈھیر کر دیا۔ اس ڈھیر میں ہمارے تھیلے اور تھیلوں میں بند کھانے پینے کا سامان تھا۔ ہر چیز جیب سے نکال لی گئی تھی اور وہ

لوگ ان تمام چیزوں کو ایک جگہ جمع کرنے میں مصروف ہو گئے تھے پھر انہوں نے دوسرا عمل کیا۔ رسیوں کے لچھے انہوں نے اپنے لباس سے نکالے اور ہمارے سب کے ہاتھ پشت پر کس دیئے گئے۔ یہاں تک کہ لڑکیوں تک کو نہیں چھوڑا گیا تھا میں نے خصوصی طور پر ایک بات کا جائزہ لیا تھا کہ کہیں لڑکیوں کو تو ان سے خطرہ نہیں ہے لیکن ظاہر یہی لگتا تھا جیسے وہ لوگ لڑکیوں پر بھی توجہ نہ دے رہے ہوں۔ تمام لڑکیاں بری طرح خوفزدہ تھیں پھر وہ شخص پیچھے ہٹ گیا ہمیں ایک جگہ جمع کیا گیا اور اس کے بعد انہوں نے ہمیں آگے ہانکنا شروع کر دیا۔ رسیوں کے سرے ان میں سے چند لوگوں نے اپنے ہاتھوں میں پکڑے ہوئے تھے۔ کبھی خاموش تھے اور کوئی بھی کسی سے کچھ نہیں کہہ رہا تھا۔ کہنے کی گنجائش ہی نہیں تھی۔ ہم آہستہ آہستہ آگے بڑھتے رہے اور گھنے جنگلوں میں سے گزر کر آخر کار ایک دریا کے قریب پہنچ گئے۔

”ٹھنڈی ہوا کے فرحت بخش جھونکوں اور درختوں کے خوشگوار سایوں نے استقبال کیا۔ دریا کے پار دوسرے کنارے ایک عجیب سی آبادی نظر آرہی تھی۔ کچے پکے مخصوص طرز کے مکانات یہاں بکھرے ہوئے تھے ہمارے وحشی نگہبانوں نے ہمیں دریا پر پانی پینے اور منہ دھونے کی اجازت دے دی لیکن ہمارے ہاتھ نہیں کھولے گئے تھے۔ بہر حال اس کی ضرورت کوئی بھی محسوس نہیں کر رہا تھا پھر ہم دریا پار کی طرف چل پڑے ایک جگہ لکڑی کا ایک بہت بڑا پل بنایا ہوا تھا وہ اسی پل سے گزر رہے تھے پل بہت مضبوط اور کسی خاص تکنیک پر بنایا گیا تھا۔ یہاں تک کہ ہم دریا عبور کر کے دوسری جانب پہنچ گئے انوکھی سی بستی آباد تھی۔ جس کا طرز تعمیر بھی مختلف تھا۔ ہماری تعداد چونکہ بہت زیادہ نہیں تھی۔ اس لئے ہتھیں ایک بڑے سے احاطے میں پہنچا دیا گیا۔ ہمیں مخاطب کر کے اپنی زبان میں کچھ کہا الفاظ تو اب بھی سمجھ میں نہیں آسکے تھے لیکن اشارہ سمجھا جاسکتا تھا۔ مطلب یہ تھا کہ انہوں نے ہمارے ہاتھ بے شک کھول دیئے ہیں لیکن اگر ہم نے کوئی حرکت کی تو ان راکٹوں سے ہماری زندگیاں ختم کر دیں گے ہم جانتے تھے کہ ہم ان کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے چنانچہ ہم نے زور زور سے گردن ہلا کر انہیں اس بات کا اطمینان دلایا کہ ہم ان کے خلاف کوئی بھی عمل نہیں کر سکتے غرض وقت آہستہ آہستہ گزرتا رہا اس بڑے سے احاطے میں کچی دیواروں اور فرش کے علاوہ کچھ بھی نہیں تھا ہم سب خاموش بیٹھے ہوئے تھے پھر جب وہ چلا گیا اور ہم نے اپنے آپ کو کسی قدر بہتر حالت میں محسوس کیا تو امیر حماد نے کہا۔

”محسوس کر رہے ہو وحدت عالی اور تم لوگ بھی یہ یقینی طور پر کورنیاں قبائل کے لوگ ہیں اور ہمیں جو کچھ بھی سمجھا ہو انہوں نے لیکن بہر حال ہم بری حالت میں ہیں۔ اب اس کے بعد جو بھی قدم اٹھانا ہے وہ سوچ سمجھ کر اٹھانا ہے۔“

”لیکن قدم کیا اٹھانا ہے؟“ وحدت عالی نے پوچھا۔

”ابھی کچھ بھی نہیں ہر شخص کو ہدایت کر دو کہ اپنے آپ کو سنبھالے رکھیں اگر کسی کو زندگی کھونے سے کوئی دلچسپی ہے تو وہ کوئی عمل کرے ورنہ سب احتیاط رکھیں۔“ میں نے اس دوران اس لڑکی کو بھی اپنے ساتھ مکمل تعاون کرتے ہوئے پایا تھا اور خصوصی طور پر اس کا جائزہ لیتا رہا تھا اس احساس کے ساتھ کہ ان قبائلیوں کو دیکھ کر اس کے اندر کوئی تبدیلی رونما ہوتی ہے یا نہیں لیکن ایسا نہیں ہوا تھا اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ بھی ان سے ناواقف اور خوفزدہ ہے بہر حال وقت گزرتا رہا ہم خاموشی سے بیٹھے رہے تھے پھر تھوڑی دیر کے بعد مزید تحریک ہوئی وہ لوگ ہاتھ میں لکڑی کے بنے ہوئے پیالے لائے تھے اور ان کے ساتھ ہی بڑے بڑے برتن بھی تھے انہوں نے پیالوں میں کوئی چیز ڈالنا شروع کر دی یہ چاول کا شوربہ اور کسی جانور کے گوشت کی بوٹیاں تھیں یہ پیالے ہمیں غذا کے طور پر پیش کئے گئے تھے بہر حال جو کچھ بھی تھا میرے لئے تو ابھی اس بات کی کوئی گنجائش نہیں تھی کہ میں یہ غذا کھاؤں باقی افراد نے بھی وہ چیز لے تولی تھی لیکن کسی نے بھی کچھ نہیں کھایا تھا وقت گزرتا رہا اس کے بعد ہمیں غذا وغیرہ بھی دی گئی لیکن یہ غذا ہمارے کھانے کی نہیں تھی اور ہم سب پریشانی کا شکار تھے کہ اب آگے کیا ہوگا پھر رات ہو گئی اور ہماری پلکیں جڑنے لگیں دن بھر کی تھکن رنگ دکھا رہی تھی ہم سب بھی اسی حالت میں تھے لیکن نیند نے جیسے ہم پر حملہ کر دیا تھا چنانچہ تھوڑی ہی دیر کے بعد یہ نیند گہری ہو گئی اگرچہ سب ہی کے بدن کا جوڑ جوڑ دکھ رہا تھا لیکن نیند اپنی جگہ ایک الگ حیثیت رکھتی ہے چنانچہ کوئی بھی نیند کی گرفت سے دور نہ رہ سکا۔

دوسرے دن سورج کی روشنی نے ہی ہمیں جگا دیا تھا ہم جاگنے کے بعد ایک عجیب سی کیفیت کا شکار ہو گئے تھے۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اب کیا کریں وقت آہستہ آہستہ گزرنے لگا سب ایک دوسرے سے گفتگو کر رہے تھے وہ لوگ زیادہ خوفزدہ تھے جن کا تعلق ہم سے نہیں ہے یعنی وہ جنہیں امیر حماد نے کسی طرح اپنے ساتھ شامل کیا تھا لڑکیاں واقعی کچھ زیادہ ہی خوفزدہ نظر آرہی تھیں اور وہ لڑکی بھی کسی قدر پریشان نظر آرہی تھی میرے پاس بھی اس صورت حال کا

کوئی حل نہیں تھا ہمیں دوپہر کا کھانا دیا گیا اور اس وقت میں نے دیکھا کہ بہت سے لوگوں نے وہ کھانا قبول کر لیا تھا اس کھانے میں بس ایک خاص فرق تھا وہ یہ کہ سب نما ایک پھل بھی ساتھ ساتھ رکھا گیا تھا اور کئی گھنٹے کے بعد یہ پھل میں نے معدے میں اتارا تو بدن میں کچھ تھوڑی سی توانائی محسوس ہوئی لیکن میں یہ سوچ رہا تھا کہ اس صورت حال سے بچنا ذرا مشکل ہی نظر آتا ہے کوئی بات بھی سمجھ میں نہیں آرہی تھی لیکن دوپہر کے بعد جب سورج ڈھل رہا تھا۔ اچانک کچھ افراتفری مچی اور اس کے بعد گولیاں چلنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں سب چونک پڑے تھے کہیں شور مچ رہا تھا اور آبادی کے لوگ ادھر ادھر بھاگتے دوڑتے پھر رہے تھے خدا ہی بہتر جانتا تھا کہ یہ کیا ہوا تھا لیکن ہم خوفزدہ نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھ رہے تھے آنے جانے والے لوگ برق رفتاری سے ادھر سے ادھر بھاگ رہے تھے ایک لمحے کے لئے میرے ذہن میں ایک تصور پیدا ہوا تھا پاؤں پھولے ہوئے تھے اور میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ جو پہرے دار ہم پر پہرہ دے رہے تھے وہ کچھ غافل ہو گئے ہیں اور اب دوسری مشکل کا شکار ہو گئے ہیں چنانچہ کیوں نہ یہ اندازہ لگانے کی کوشش کی جائے کہ کیا ہو رہا ہے اور اس سلسلے میں کسی سے کچھ کہنا بھی مناسب نہیں تھا بہر حال میں اپنے طور پر تو فیصلہ کر سکتا تھا حالانکہ ان لوگوں کو چھوڑ کر جانے کا تصور میرے ذہن میں نہیں تھا۔ لیکن پھر بھی میں نے فیصلہ کر لیا کہ باہر کا جائزہ لوں اور میں آہستہ آہستہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اس احاطے کے آخری حصے کے قریب پہنچ گیا۔

امیر حماد اور دوسرے لوگوں نے مجھے حیرت سے دیکھا لیکن کوئی صحیح فیصلہ نہیں کر پایا کہ کیا کرنا ہے میں اس وقت یہ محسوس کر رہا تھا کہ باقی لوگ اگر جان بچانے کی کوشش کر بھی لیتے تو ان لڑکیوں کا مسئلہ تھا اسی وقت عنان دوڑتا ہوا میرے پاس پہنچ گیا اس نے کہا۔

”عارف کیا کرنے جا رہے ہو؟“

”اگر تم مناسب سمجھو تو میرا ساتھ دو۔“

”مطلب؟“

”تھوڑا سا اندازہ لگانے کی کوشش کرنی ہے کہ ہمارے فرار کا کیا راستہ ہو سکتا ہے ورنہ کیا انہی کے درمیان وقت گزارتے رہو گے۔“ عنان نے خشک ہونٹوں پر زباں پھیر کر کہا۔

”کیا میں باقی لوگوں کو اس بات سے آگاہ کروں؟“

”پھرتی کے ساتھ وقت نہیں ہے۔“ عنان نے امیر حماد اور وحدت عالی سے اس

بارے میں کچھ کہا اور وحدت عالی دوڑتا ہوا میرے پاس پہنچ گیا تھا۔

”کیا آپ لوگ اس احاطے میں زندگی گزارنے کا فیصلہ کر چکے ہیں؟“ میں نے کہا۔

”نہیں نہیں مگر۔“

”تھوڑا سا جائزہ تو لیا جائے کہ صورت حال کیا ہے۔“

”اگر تم مناسب سمجھو تو میں ان لوگوں کے ساتھ رہوں۔“ عنان نے کہا۔

”جیسا آپ لوگ مناسب سمجھیں۔“

”تم واپس تو آؤ گے ناں؟ وحدت عالی نے سوال کیا۔“

میں نے مدھم سی مسکراہٹ کے ساتھ انہیں دیکھا اور اس کے بعد احاطے سے دوسری جانب کود گیا یہ خطرہ میں نے بڑی شدت کے ساتھ محسوس کیا تھا لیکن اسے مول لئے بغیر چارہ کار نہیں تھا کم از کم پتا تو چلے کہ کیا صورت حال ہے اور یہ بھی پتا چلے کہ فرار کا کوئی راستہ ہو سکتا ہے یا نہیں میرے خیال میں یہ افراتفری ختم جائے تو شاید وہ لوگ میری کمی محسوس نہ کریں میرا مطلب ہے وہ لوگ جنہوں نے ہمیں گرفتار کیا تھا چنانچہ میں احاطے سے باہر نکل آیا۔ ادھر ادھر دیکھنے لگا ایک طرف سے آگ کے شعلے بلند ہو رہے تھے میں نے دیکھا کہ وہ لوگ اسی سمت جا رہے ہیں اور نہ جانے کس پر گولیاں برس رہی ہیں بہر طور میں نے بھی انہی کے انداز میں بھاگنا شروع کر دیا یہ ایک صحیح عمل تھا ورنہ اگر مجھے تنہا بھاگتے ہوئے دیکھا جاتا تو کوئی بھی گولی میرے بدن کو چاٹ سکتی تھی اور پھر میرے پاس تو ہتھیار نام کی کوئی چیز بھی نہیں تھی میں اس طرف پہنچ گیا جہاں وہ لوگ بری طرح چیخ رہے تھے اور گولیاں برس رہی تھیں اور پھر میں نے ایک سنسنی خیز منظر دیکھا وہ بچی کین اور ہیلٹا شیکا کا گروپ تھا جو نہ جانے کس طرح یہاں تک پہنچ گیا تھا اب یا تو اس نے جان بوجھ کر ان لوگوں پر حملہ کیا تھا جو میرے اپنے خیال میں دیوانگی کے مترادف تھا یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ گرفتار ہو کر آئے ہوں اور اب فرار کا راستہ چاہتے ہوں لیکن یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ ہوا کیا ہے وہ مسلسل مقابلہ کر رہے تھے اور آبادی کے لوگ شاید انہیں قابو میں نہیں کر پا رہے تھے۔

میں ایک لمحے کے لئے سوچتا رہا اور پھر اچانک ہی میں نے ایک طرف دوڑنا شروع کر دیا تھا میرا خیال تھا کہ ایک مناسب راستہ تلاش کر لوں تو یہاں سے سب کو نکالنے کی کوشش کروں چنانچہ میں تھوڑا سا آگے بڑھ گیا لیکن اچانک ہی کچھ گولیاں میرے آس پاس سے

میں نے دہشت بھری نگاہوں سے پلٹ کر دیکھا قبائلوں میں سے دس بارہ افراد میری جانب دوڑے چلے آ رہے تھے غضب ہو گیا میں نے دل میں سوچا انہوں نے مجھے دیکھ لیا ہے اور اب شاید وہ میرا پیچھا نہیں چھوڑیں گے چنانچہ میں نے پھرتی سے وہاں سے آگے دوڑنا شروع کر دیا۔ وہ لوگ مسلسل گولیاں چلا رہے تھے اور کوئی بھی لمحہ ایسا ہو سکتا تھا کہ کوئی گولی میرے بدن کو چھو جاتی یہ بھی صرف تقدیر ہی کی خوبی تھی کہ میں اتنے سارے لوگوں کی چلائی ہوئی گولیوں سے بچ رہا تھا اب یہ دیکھنے کا موقع نہیں تھا کہ میں کدھر جا رہا ہوں بس دوڑ رہا تھا اور وہ لوگ بھی دیوانگی کے عالم میں میرا پیچھا کر رہے تھے میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ کچھ دیر کے بعد جنگل نے میری مدد کی اور میں گھنے درختوں میں گھس گیا لیکن ان کی چلائی ہوئی گولیوں سے یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ کسی بھی قیمت پر میرا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔ گولیاں درختوں کے تنوں میں لگ رہی تھیں شاخیں ٹوٹ رہی تھیں لیکن میں دوڑتا چلا جا رہا تھا پھر نہ جانے میں کتنی دور نکل آیا۔ اچانک ہی میرے پیروں کے نیچے سے زمین نکل گئی اور میں نے آنکھیں بند کر لیں میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کہاں جا رہا ہوں کوئی پانچ فٹ نیچے گرا تھا اور اس کے بعد پیروں کے نیچے نرم اور گیلی زمین آگئی تھی یہ غالباً خشک جوہڑ تھا جس میں میں گر گیا تھا اور اسے گھاس نے ڈھکا ہوا تھا میں سوچ رہا تھا کہ ابھی چند لمحوں کے بعد وہ لوگ یہاں پر بھی پہنچ جائیں گے بلکہ ممکن ہے دوڑتے ہوئے وہ بھی جوہڑ میں ہی آکھوں لیکن بہر حال میں نے اپنے آپ کو سمیٹ لیا اور آنے والے وقت کا انتظار کرنے لگا۔ میرے کان ان کی آوازوں پر لگے ہوئے تھے اور اچانک ہی مجھے یوں محسوس ہوا جیسے وہ اس جوہڑ کے اوپری حصے سے گزر رہے ہوں وہ مسلسل گولیاں برس رہے تھے اور آگے چلے جا رہے تھے شاید انہیں اس گڑھے کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکا تھا اور وہ یہ نہیں سمجھ پائے کہ میں گڑھے میں گر گیا ہوں میرا سینہ دھونکنی کی مانند جھل رہا تھا حواس بے حال ہونے جا رہے تھے لیکن میں آخری حد تک خود کو سنبھالنے کی کوشش کر رہا تھا پھر اچانک ہی میرے منہ سے سی کی ہلکی سی آواز نکل گئی اور میرا ہاتھ بے اختیار اس جگہ جا لگا جہاں ایک عجیب جھین کا احساس ہوا میں نے ایک دم اندازہ لگانے کے لئے کہ یہ جھین کیسی ہے اپنی پنڈلی کے اس حصے کو ٹوٹا تو اپنی چیخ نہیں روک سکا۔

وہ دو دو تین تین انچ لمبی سرخی رنگ کی جو تکیں تھیں جو بدن کے کھلے ہوئے حصوں

پر حملہ آور ہو گئی تھیں میری پنڈلی کے علاوہ گردن اور کلائی پر بھی دو تین جو تکیں چمٹ گئی تھیں میں نے دیوانوں کی طرح ان جو تکوں کو اپنے بدن سے جدا کرنے کی کوشش کی لیکن وہ اس طرح جسم میں پیوست ہو گئی تھیں کہ بیان نہیں کر سکتا جب میں انہیں کھینچتا تو وہ ربر کی طرح لمبی ہو جاتیں لیکن کھال سے الگ نہ ہوتیں جو تکوں کے بارے میں مجھے یہ علم تھا کہ وہ خون چوتی ہیں میری کوئی کوشش انہیں اپنے آپ سے جدا کرنے میں کارگر نہیں ہوئی اور میں خوفزدہ لگا ہوں سے انہیں دیکھتا رہا اوپر مسلسل گولیاں برس رہی تھیں اور کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا پھر جو تکوں نے اتنا خون پی لیا کہ وہ خود بخود گوشت سے جدا ہو گئیں لیکن اس گڑھے میں نہ جانے کتنی جو تکیں ہوں گی یہ تو لمحوں میں میرا سارا خون نچوڑ لیں گی چنانچہ یہاں سے نکلنا ضروری تھا اور میں نے گڑھے سے نکلنے کی کوششیں شروع کر دیں موٹی گھاس کی جڑوں نے میری مدد کی ورنہ اس گڑھے سے نکلنا بھی آسان کام نہیں ہوتا بمشکل تمام میں اس سے نکلا تھا۔

باہر بھی خطرہ تھا اور نیچے لیکن نیچے کا خطرہ زیادہ ہولناک تھا اگر موت ہی آنی ہے تو کم از کم ایسی گندی جگہ تو نہ آئے چنانچہ میں وہاں سے آگے بڑھنے لگا کچھ فاصلے پر گھنی جھاڑیاں بکھری ہوئی تھیں میں ان جھاڑیوں میں جگہ بناتا ہوا آگے بڑھتا رہا اور کافی فاصلہ اسی طرح طے کر لیا میرے دائیں جانب ایک بلند ٹیلوں کا سلسلہ نظر آ رہا تھا۔ میں نے اسی طرف رخ کیا اور آگے بڑھتا رہا اب صورت حال بالکل بدل گئی تھی۔ اتنا زیادہ حوصلہ شاید کوئی بھی نہ کر سکے کہ اپنی زندگی بلاوجہ داؤ پر لگا دے میں نہیں جانتا تھا کہ اگر میں واپسی کا سفر طے کروں تو کیا صورت حال پیش آئے وہ لوگ مجھ سے پچھڑ گئے تھے اب تو وہ لڑکی بھی میرے ساتھ نہیں تھی ایک طرح سے میں تنہا تھا لیکن میں جانتا تھا کہ اگر واپسی کا سفر طے کیا تو زندگی اور موت کے درمیان زیادہ فاصلہ نہیں رہے گا چنانچہ میں آگے ہی بڑھتا رہا۔

میرا ذہن خواب کی سی کیفیت کا شکار ہو گیا اب بہت کچھ اوجھل ہو گیا تھا لگا ہوں سے اور سوچنے کا انداز بدل گیا تھا ایک تو بھوک کی نقامت دوسرے کمبخت جو تکیں اتنا خون پی گئی تھیں کہ بدن میں ایک سنسنی کا سا احساس ہو رہا تھا نجانے کتنی دور نکل آیا تھا اب میرے اطراف میں گھنا جنگل تھا اور یہ جنگل ضرورت سے زیادہ گھنا تھا درخت ایک دوسرے میں پیوست تھے اور ان کی شاخیں آپس میں اتنی جڑی ہوئی تھیں کہ دن کی روشنی مشکل سے جنگل کے اندر پہنچ پارہی تھی اور اچھا خاصا اندھیرا سا محسوس ہو رہا تھا میں آہستہ آہستہ آگے بڑھتا رہا

اور فاصلے طے ہوتے رہے مختلف مقامات پر جانوروں کی گلی سڑی ہڈیاں اور آنتیں پڑی نظر آرہی تھیں دن کا وقت تھا لیکن مجھ راستے تھے کہ خدا کی پناہ مرطوب آب و ہوا کے باعث ان کے بادل کے بادل ایک جگہ سے اٹھتے اور دوسری طرف جاتے دکھائی دیتے۔

نہ جانے کتنا فاصلہ اسی طرح طے ہوا اس کے بعد فضا میں تبدیلی رونما ہونے لگی میں جنگل کے اس انتہائی دشوار گزار اور گھنے حصے سے باہر نکل آیا تھا ہوا میں نمی تھی جس سے یہ اندازہ لگانے میں بالکل دشواری نہیں ہو رہی تھی کہ کوئی دریا جنگل کے بالکل قریب ہے آہستہ آہستہ آگے بڑھتے ہوئے ایک کھلا میدان دکھائی دیا جس کے دوسری جانب سرمئی پہاڑوں کا ایک طویل سلسلہ پھیلا ہوا تھا جو شمال سے جنوب تک تاحد نظر چلا گیا تھا۔

سرمئی پہاڑوں کے اس طویل سلسلے کو دیکھ کر میرے ذہن میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر یہاں تک پہنچ جاؤں تو شاید زندگی کی کوئی امید بندھ جائے چنانچہ میں آگے بڑھتا رہا ان لوگوں کے بارے میں کچھ بھی نہیں معلوم تھا جو میرے پیچھے دوڑے تھے بہر حال اس طویل ترین فاصلے کو طے کرتے ہوئے وہ مجھے نظر نہیں آئے تھے میں لڑکھڑاتے قدموں سے آگے بڑھتا رہا پھر اچانک ہی کہیں دور سے ایک فائر کی آواز سنائی دی پھر دوسرا اور تیسرا فائر اور میں ایک دم سے زمین پر بیٹھ گیا۔

میں نے خوفزدہ نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا لیکن وسیع و عریض میدان میں کہیں بھی کوئی حرکت نہیں محسوس ہو رہی تھی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ گولیاں کون چلا رہا تھا اور کس پر چلا رہا ہے۔ خاصی دیر اسی طرح گزر گئی اور اس کے بعد پھر خاموشی طاری ہو گئی آہ میں کیا کروں کیا کرنا چاہیے مجھے میں نے دل ہی دل میں سوچا اب حواس آہستہ آہستہ جواب دیتے جارہے تھے اور دل چاہ رہا تھا کہ ماحول سے بالکل بے نیاز ہو جاؤں جو کچھ بھی ہوگا دیکھا جائے گا البتہ یہ اندازہ مجھے اچھی طرح ہو گیا تھا کہ وہ مجھ سے زیادہ فاصلے پر نہیں ہیں اور میری مسلسل تلاش کی جارہی ہے۔



نہ جانے کتنا وقت اسی طرح گزر گیا آہستہ آہستہ پھر ہمت ساتھ دینے لگی تھی اب اس طرح تو اپنے آپ کو نہیں چھوڑ سکتا جس حد تک آگے بڑھ سکتا ہوں بڑھتا رہوں چنانچہ میں آگے بڑھنے لگا دور دور تک کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی میں کب اور کس طرح پہاڑوں کے نزدیک پہنچا اب مجھے اس کا احساس بھی نہیں تھا۔ لیکن پہاڑوں کے دامن میں درختوں کے جھنڈ نظر آرہے تھے جنہیں میں دور سے نہیں دیکھ پایا تھا ان درختوں کے درمیان گھرا ہوا ایک پٹانی سرا مجھے نظر آیا جس کے دامن میں ایک بڑا سوراخ نظر آ رہا تھا جگہ بہت حسین تھی لیکن اس وقت اس جگہ سے لطف لینے کی ہمت نہیں تھی بس میں چاہتا تھا کہ مجھے کوئی ایسا پرسکون گوشہ مل جائے جہاں میں کچھ وقت گزار کر اپنے آپ کو بہتر حالت میں لاسکوں چنانچہ یہ اندازہ لگائے بغیر کہ اس غار میں کیا ہو سکتا ہے اس میں داخل ہو گیا۔

غار کی سطح ہموار تھی وہ بالکل تاریک تھا لیکن اس میں آگے بڑھنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ میرا تو اندازہ یہی تھا کہ وہ صرف چھوٹا سا ایک غار ہے لیکن اندر داخل ہو کر پتا چلا کہ وہ کوئی غار نہیں بلکہ شاید کوئی وسیع سرنگ تھی پتا نہیں اس سرنگ کا اختتام کہاں ہو میں سوچنے لگا لیکن چلتا رہا اور دل میں یہ خیال قائم کئے رہا کہ اس سرنگ کو عبور کر کے مجھے اس کے دوسرے سرے پر نکلنا ہے بس یہی ایک بہتر طریقہ ہے میں آگے بڑھتا رہا۔

رفتہ رفتہ آنکھیں تاریکی سے شناسا ہوتی جا رہی تھیں میرے دائیں بائیں سرنگ کی دیواریں تھیں جن میں بعض جگہوں پر ایسے پتھر ابھرے ہوئے تھے کہ اگر میں ان سے ٹکرا جاتا تو زخمی ہو سکتا تھا لیکن بہر حال میں ان تمام باتوں کو نظر انداز کر کے آگے بڑھتا رہا پھر کافی

فاصلہ طے کرنے کے بعد مجھے احساس ہوا کہ سرنگ میں گٹھن نہیں ہے جب کہ کسی غار کے سوراخ میں اتنی دور تک نکل آنے کا مقصد ہو سکتا ہے کہ وہاں ہوا کا گزر نہ ہو اور سانس گھٹ جائے لیکن ایسا نہیں ہو رہا تھا آخر کار اس سرنگ کا اختتام ہو گیا۔ میں نے اپنے آپ کو ایک وسیع و عریض ہال میں پایا جس میں چاروں طرف خوفناک دیواریں مجھے گھور رہی تھیں گہرا اندھیرا چھایا ہوا تھا لیکن اب آنکھیں اندھیرے میں دیکھنے کی عادی ہو چکی تھیں اور جو کچھ میں نے اس ہال میں دیکھا اسے دیکھ کر ایک بار پھر میرے دل کی دھڑکنیں رکنے لگیں۔

یہ سب کچھ اجنبی، انوکھا اور ناقابل یقین تھا۔ جن راستوں کو عبور کر کے ہم یہاں تک پہنچے تھے اس کے بعد ایسے پر اسرار پہاڑی سلسلوں میں اس طرح کی کوئی چیز نظر آنا ناقابل یقین تھا ہال کی پتھریلی دیواروں کے ساتھ بڑی بڑی پیشیاں کارٹن چنے ہوئے تھے اور ان کی تعداد غیر معمولی تھی اتنا عظیم الشان سامان ان پہاڑی علاقوں تک پہنچانے کا کیا ذریعہ ہو سکتا ہے کس طرح یہ سب کچھ یہاں تک پہنچا اور اسے یہاں لانے والے کون ہو سکتے ہیں؟ میں پر خیال نگاہوں سے یہ سب کچھ دیکھتا رہا اور میرے ذہن میں چرخیاں سی چلنے لگیں۔ بہت سے خیالات دل میں آرہے تھے۔ آخری بات میں نے یہی سوچی تھی کہ چونکہ کورنیاں قابل حکومت کے خلاف صف آرا ہیں اور اس وقت دنیا کا ایک ہی انداز ہے جہاں بھی جو کچھ ہو رہا ہوتا ہے اس میں کسی ترقی یافتہ ملک کا ہاتھ ہوتا ہے۔ معصوم لوگوں کو اسلحہ سپلائی کر کے کوئی ایسی کارروائی کر دی جاتی ہے جس کی بناء پر وہ مشتعل ہو جائیں اور مشتعل ہو کر ہتھیار اٹھائیں اور اس کے بعد ظاہر ہے جنگ و جدل کے علاوہ اور کیا رہ جاتا ہے اور جب ہتھیار پاس ہوتے ہیں تو خونریزی کے علاوہ اور کیا کیا جاسکتا ہے۔ مجھے یاد آ گیا کہ جن وحشی قبائل نے امیر حماد وغیرہ پر قابو پالیا تھا۔ وہ جدید ترین اسلحہ سے لیس تھے۔ یقیناً یہ انہی کا ذخیرہ ہے۔

میں یہ تمام باتیں سوچ رہا تھا کہ اچانک ہی عقب میں آہٹیں محسوس ہوئیں اور میں نے گردن گھمائی ایک بار پھر مجھ پر جبرت کے شدید جھٹکے لگے تھے وہ چھ آدمی تھے لیکن انہوں نے سر سے پاؤں تک پلاسٹک کا ایک عجیب سا خول پہنا ہوا تھا جس کے آر پار نظر آ سکتا تھا۔ بس ان کے پیروں کی جگہ کھلی ہوئی تھی اور پلاسٹک کے خول میں سوراخ تھے جن سے ان کی عجیب و غریب انداز کی گٹھنیں نظر آرہی تھیں ان گٹھنوں کی نالیں کوئی دو انچ چوڑی تھیں۔ دیے پلاسٹک کے خول کے اندر ان کے لباس بھی نظر آرہے تھے اور چہرے بھی۔ انہوں نے اپنے

آپ کو اس پلاسٹک کی خول میں شاید کسی خاص بچاؤ کے لئے قید کر رکھا تھا میں خشک ہونٹوں پہ رہاں پھیر کر انہیں دیکھتا رہا کسی کے منہ سے کوئی آواز نہیں نکلی تھی پھر عقب سے بھی یہی آوازیں نکلیں اور ایک بار پھر میں گھوم گیا۔ ادھر بھی چھ ہی افراد تھے۔

میں یہ بات جان گیا تھا کہ وہ مجھے قید کرنا چاہتے ہیں اور غالباً انہوں نے یہ خول جو پہنے ہوئے ہیں۔ یہ بلٹ پروف ہوں گے اور گولی ان پر اثر انداز نہ ہوتی ہوگی لیکن مجھے ہلکی آواز لگی۔ میرے پاس تھا ہی کیا۔ بلاوجہ ان لوگوں نے اتنی کاوش کی تھی چنانچہ میں نے دونوں ہاتھ بلند کر دیئے پھر ان میں سے ایک نے اپنی گن کا رخ تبدیل کیا اور اچانک ہی اس سے ایک ہلکا سا غبار نکلا جو ایک شعاع کی شکل میں میرے چہرے کی جانب بڑھا۔ میں حیران رہ گیا تھا ایک ہلکی سی آواز ہوئی تھی جس طرح کسی بوتل کا کاربک کھلتا ہے لیکن میں جانتا تھا کہ یہ غبار کا گولہ بے مقصد نہیں ہے اور نشانہ میرا چہرہ ہے ایک لمحے کے اندر میں اس غبار کے جال میں گرفتار ہو گیا لیکن یہ بھی ایک عجیب بات تھی کہ میرا پورا بدن بھگ گیا تھا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے مجھے پانی میں ڈبو دیا ہو اور پھر میں نے اپنے بدن کو جنبش دینے کی کوشش کی۔ تو مجھے محسوس ہوا کہ میں مفلوج ہو گیا ہوں اور اپنے اعضاء کو جنبش نہیں دے سکتا لیکن میرے دل و دماغ پر کوئی بوجھ نہیں تھا۔ بس بدن سہکتا ہو گیا تھا۔ سوچنے سمجھنے کی تمام قوتیں موجود تھیں۔

حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ رہے تھے مجھ پر اور میں ان لوگوں کو دیکھ رہا تھا۔ جواب آہستہ آہستہ مشینی انداز میں آگے بڑھ رہے تھے یہ اندازہ تو مجھے بخوبی ہو گیا تھا کہ وہ رولٹ نہیں ہیں لیکن ان کے چلتے کا انداز ایسا ہی تھا اور غالباً اس کی وجہ ان کے جسموں پر موجود پلاسٹک یا اس جیسی کسی شے کے خول تھے پھر انہوں نے قریب سے مجھے دیکھا اور اس کے بعد مطمئن ہو گئے۔ انہوں نے گٹھنیں زمین پر رکھیں اور سارے خول اتار دیئے۔

میری زبان میرے ہونٹوں پر گردش کر رہی تھی۔ غالباً گردن سے اوپر کا حصہ ہی متحرک تھا۔ باقی جسم میرا اپنا جسم نہیں رہا تھا اور اس وقت بھی میں نے دلچسپی سے اپنے آپ کو دیکھا۔ جب ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر مجھے اپنے بازوؤں پر اٹھا لیا۔ یہ قوی ہیکل آدمی تھا اور اس کے چہرے پر نرمی کے آثار تھے رخساروں پر ہلکی ہلکی داڑھی تھی۔ اس نے مجھے اٹھایا تو میں نے یہ بھی دیکھا کہ میرا پورا جسم لکڑی کی طرح اکڑا ہوا ہے۔ پاؤں پھیلے ہوئے ہیں۔ گویا اب میں ایک بے جان مجسمے کی حیثیت رکھتا تھا لیکن ایسا مجسمہ جو سوچ سکتا ہے محسوس کر سکتا ہے۔

وہ مجھے لئے ہوئے آگے بڑھ گئے۔ ایک اور سوراخ میں داخل ہو کر وہ ایک لمبی سرنگ سے گزرے اور آہستہ آہستہ چلتے رہے۔ سرنگ کشادہ تھی روشن تھی اور میں تمام چیزوں کو دیکھ کر ششدر تھا۔ ذہن بدستور کام کر رہا تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ کورنیاں قبائل جو کمرہ ہیں وہ کسی بہت بڑی طاقت کی ایما پر کمرہ ہیں اور اس طاقت نے یہاں اپنے طور پر ایک پورا کارخانہ حیات بنا رکھا ہے یہاں سے وہ اپنے مشن کو کنٹرول کر رہی ہے اور بڑے اعلیٰ پیمانے پر کام ہو رہا ہے۔ یہ تو دنیا بھر میں ہو رہا ہے ہر جگہ کوئی نہ کوئی کسی قسم کا جال پھیلائے ہوئے موجود ہے اور معصوم لوگ ہمیشہ آلہ کار بنتے ہیں۔

سرنگ کا خاتمہ بھی غاروں ہی کے ایک سلسلے میں ہوا۔ آہستہ آہستہ میری حیرت رنج ہوتی جا رہی تھی اور اب میں نے یہ محسوس کر لیا تھا کہ اصل قصہ کیا ہے۔ چنانچہ اس ہال میں داخل ہونے کے بعد وہ لوگ مجھے ایک ایسی جگہ لے گئے جسے کمرہ کہا جاسکتا تھا۔ پتھروں سے آراستہ تھا اور اس میں بستر وغیرہ پڑا ہوا تھا۔ بڑی عمدگی سے اس جگہ کو آراستہ کیا گیا تھا۔ مجھے ایک بستر پر لٹا دیا گیا اور میں خاموشی سے اپنی جگہ لیٹ گیا۔ اس کام سے فارغ ہو کر وہ لوگ چلے گئے تھے۔ انہیں اس بات کا اعتبار تھا کہ اب میں ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکوں گا۔ جب بدن ہی مفلوج ہو جائے تو پھر باقی انسان اور کیا کر سکتا ہے۔ جب وہ چلے گئے اور چاروں طرف مکمل خاموشی طاری ہو گئی تو میں نے اپنی اس نئی افتاد کے بارے میں سوچا اور دل ہی دل میں ہنسنے لگا۔ میں نے کہا۔

”مالی ڈیر۔ ابھی تو دیکھو نہ جانے زندگی کے کون کون سے مراحل سے گزرنا پڑتا ہے ویسے ایک دلچسپ بات ہے اور اگر انسان خوش ذوق ہو تو سوچ سکتا ہے کہ زندگی میں کیا کیا دلچسپیاں پیدا ہو جاتی ہیں کیسے کیسے مسائل سے انسان گزرتا ہے وہ تو گویا زندگی نہیں گزارتے جو ایک جگہ پیدا ہوتے ہیں نوکریاں کرتے ہیں شادیاں کرتے ہیں بچے پیدا کرتے ہیں بوڑھے ہو جاتے ہیں اور مر جاتے ہیں۔ بس زندگی کی کہانی اگر اتنی ہی مختصر ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ میں تو ہزاروں زندگیوں کا مالک تھا۔ میری زندگی میں تو اتنے واقعات آچکے تھے کہ اب اگر میں انہیں جمع کرنے کی کوشش کرتا تو شاید اس میں میری یادداشت میرا ساتھ نہ دے پاتی۔ یادداشت کے تصور سے ایک بار پھر ذہن میں ماضی کی یادیں تازہ ہو گئیں اور ماضی درحقیقت ایک ایسا خزانہ ہوتا ہے جو انسان کی اپنی ذات میں پوشیدہ ہوتا ہے اور جب بھی اس

خزانے کا دروازہ کھولا جائے۔ نہ جانے کیا کیا کچھ نظر آتا ہے۔ کم از کم اور کچھ نہیں تو وقت گزاری کے لئے اس سے بہتر اور کوئی ذریعہ نہیں ہو سکتا۔ میں کافی دیر تک وہاں لی۔ ان تمام باتوں پر غور کرتا رہا۔

وقت کا کوئی اندازہ ہی نہیں ہو سکا تھا۔ بدن بے جان تھا دماغ متحرک اور سوچوں کے علاوہ میرے پاس کرنے کے لئے اور کچھ نہیں تھا۔ بھوک وغیرہ کا بھی کوئی احساس نہیں تھا نہ کسی شے کی طلب محسوس ہو رہی تھی لیکن ان لوگوں نے مجھے تنہا نہیں چھوڑا۔ یہ الگ بات ہے کہ میں وقت کا تعین نہیں کر سکتا تھا۔ وہ آدمی آئے تھے اور ان میں سے ایک کے ہاتھوں میں کھانا وغیرہ موجود تھا۔ ان میں سے ایک نے میرے قریب پہنچ کر میرے جسم کو سیدھا کیا اور اپنے ہاتھ میں پکڑا ہوا چھوٹا سا پستول میری جانب کر کے فائر کر دیا۔ ہلکی ہلکی نرم شعاعیں میرے بدن کی جانب لپکی تھیں اور چند ہی لمحوں میں میرے بدن میں خون کی روانی متحرک ہو گئی۔ بدن میں ایک شدید سنسنی کا احساس ہو رہا تھا لیکن یہ لحاظ بہت مختصر تھے اور مجھے کسی ناگوار کیفیت کا احساس بھی نہیں ہوا تھا پھر میرا بدن جنبش کرنے لگا اور میں نے محسوس کیا کہ وہ کیفیت اسی خاص ذریعے سے ختم کر دی گئی ہے جس خاص ذریعے سے مجھ پر طاری کی گئی تھی میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”دوستوں۔ خوب شہیدے دکھا رہے ہو۔ میں تمہارے ان شعبدوں سے متاثر ہوں۔ بے شک یہ ایک عجیب سی چیز ہے۔“

”سنو۔ تم یہاں ہمارے قیدی ہو۔ کیا تم اس بات کو تسلیم کرتے ہو۔“

”میرے تسلیم نہ کرنے سے کیا ہوتا ہے۔“

”لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی تمہیں ایک پیش کش بھی کی جاتی ہے۔“

”کیا؟“

”دیکھو۔ یہ سب کچھ اتنا مستحکم ہے کہ تم اگر اعلیٰ درجے کے ذہین انسان ہو تب بھی یہاں اپنے لئے کوئی ایسا راستہ تلاش نہیں کر سکتے جو ہمیں نقصان پہنچانے کا ذریعہ بن سکے۔ ہم سب محفوظ ہوتے ہیں۔ کیونکہ ہمارا محفوظ رہنا ضروری ہے اگر تم کوئی کارروائی کرو گے تو بے شک ہو سکتا ہے تم اپنی ذہانت سے ہمیں کوئی نقصان پہنچا سکو لیکن اس کے بعد تمہیں پھر ہمارے چنگ میں آنا ہوگا البتہ اس کا فیصلہ تم خود بھی کر سکتے ہو کہ جب کوئی کسی کو نقصان پہنچاتا ہے تو

پھر دوسرا بھی اسے نقصان پہنچانے کے بارے میں سوچتا ہے۔“
 ”ٹھیک ہے اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ میں تمہیں کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش کروں گا تو میں بھی بے وقوف آدمی نہیں ہوں۔“

”بس ہم یہی چاہتے ہیں تم سے یہ ساری گفتگو کی جانے گی کہ تمہیں یہاں کیوں قید کیا گیا ہے۔ ہم تم سے کیا چاہتے ہیں کیا مقصد ہے ہمارا لیکن اس کے لئے تھوڑا سا وقت درکار ہوگا۔ اس دوران تم بالکل پرسکون رہو۔ یہ جگہ تمہارے لئے نہایت موزوں ہے۔ تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔“ میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی اور ان سے کہا۔

”میں اس کے لئے شکر گزار ہوں اور یقین دلاتا ہوں کہ جب تک کوئی ایسی مجبوری درپیش نہ ہو جس کے تحت مجھے اپنے ذہن کے خلاف کام کرنا پڑے۔ میں یہاں کچھ نہیں کروں گا۔ پرسکون رہوں گا۔“

”شکریہ۔ انسان کو انسان پر اتنا بھروسہ ہونا چاہیے۔ جس وقت یہ بھروسہ ختم ہو جائے گا میرا خیال ہے انسانیت کا نام لغت سے مٹا دیا جائے گا۔ ہم تم پر مکمل اعتبار کرتے ہیں۔“

اس کے بعد وہ لوگ وہاں سے واپس چلے گئے۔ میں نے دلچسپی اور حیرت سے شانے اچکائے۔ واقعی بڑے عجیب لوگ تھے۔ یہ تو کچھ بہت ہی پراسرار سلسلہ ہے۔ ان لوگوں کا کوئی خاص مشن ہے کیا۔ جس شرافت کا یہ مظاہرہ کر رہے ہیں عموماً ایسا ہوتا تو نہیں ہے لیکن اس شرافت کے جواب میں شرافت ہی کا سلوک کیا جائے تو کم از کم اپنا معیار متاثر نہیں ہوتا۔ کھانے کی جانب متوجہ ہوا۔ پھل تھے دودھ کی بنی ہوئی اشیا تھیں پانی تھا اور بس۔ اس کے بعد ایک شخص بہت عمدہ قسم کی کافی بھی لے کر آیا تھا اور اس نے کافی کے برتن میرے سامنے رکھ دیئے تھے۔ میں نے بے تکلفی سے کھانا کھایا اور اس کے بعد کافی پی پھر یہ دیکھا کہ بدن کو متحرک رکھنے کے لئے کیا ضروری ہے۔ چنانچہ بہت دیر تک چہل قدمی کرتا رہا اور جب کچھ نہ رہا تو آرام سے بستر پر لیٹ گیا۔ وہ لوگ جیسے ایک معزز مہمان کی حیثیت دے رہے تھے مجھے۔ کچھ دیر کے بعد وہ کچھ میگزین لے آئے۔ تازہ ترین میگزین تھے جنہیں انہوں نے میرے سامنے رکھ دیا۔ اخبارات بھی تھے میں نے حیرت سے یہ ساری چیزیں دیکھی تھیں۔ کوریاں کے جس علاقے تک میں نے سفر کیا تھا۔ وہاں ان تمام چیزوں کا حصول بھی ایک عجوبہ ہی تھا۔ کیونکہ جتنا نہیں ان کے ذرائع کیا تھے۔

یہاں تک کہ تین دن گزر گئے اور مجھے یہاں کوئی بے سکونی نہ ہوئی۔ ان لوگوں کو بھی اندازہ ہو گیا تھا کہ میں ان کے لئے بے ضرر آدمی ہوں۔ چنانچہ ان کے انداز میں مزید دوستی بڑھ گئی تھی۔ کبھی کبھی مجھے کچھ ایسی آوازیں ہنائی دیتیں جیسے کچھ مشینیں چل رہی ہوں۔ میں ان کے بارے میں یہی اندازہ لگاتا کہ یہ ایک پورا کارخانہ ہے جس میں نہ جانے کیا کیا ہوتا ہے تیسرے دن رات کے کھانے کے بعد کھانے کے برتن واپس لے جانے والے ایک شخص نے مجھ سے کہا۔

”کل آپ کو بائی کمانڈ کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں ہے؟“

”میرے بھائیو! تم لوگوں کا رویہ میرے ساتھ جس قدر اچھا رہا ہے اس کے بعد تو سچی بات یہ ہے کہ مجھے کسی بھی سلسلے میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔“ پھر ناشتے کے بعد کچھ لوگ میرے پاس آئے اور مجھے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔ یہاں پہاڑوں، سرنگوں اور غاروں کا ایک عظیم جال پھیلا ہوا تھا۔ مجھے کئی بیچ دربیچ سرنگیں عبور کرنا پڑیں اور اس کے بعد میں ایک ایسے ہال میں پہنچا جس کے بارے میں کچھ کہنا بس کہنا ہی ہے۔ ایک ناقابل یقین دنیا یہاں آباد تھی اور جس شخصیت کے سامنے مجھے پیش کیا گیا۔ وہ دلکش شکل و صورت کی مالک ایک درمیانہ عمر کی عورت تھی بڑے خوبصورت اور نفیس لباس میں ملبوس۔ ایک ایسی نیم دائرے کی شکل کی میز کے پیچھے بیٹھی ہوئی تھی جس کی سطح پر لا تعداد ڈائل اور بٹن بکھرے ہوئے تھے۔ میں نے بغور عورت کو دیکھا۔ وہ بھی مجھے نرم نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

ایک عجیب پر سحر چہرہ تھا جو میرے دل پر نہانے کیسے کیسے اثرات قائم کرتا تھا میں اس کے سامنے پہنچا دیا گیا اور پھر خصوصی طور پر وہ لوگ ایک عجیب سی ٹرالی نما میز دکھیل کر لائے۔ جو اس عورت کی میز کے بالکل سامنے کر دی گئی۔ میز ہی کے درمیانی حصے سے ایک آٹو بینک کرسی باہر نکل آئی اور مجھے اس پر بیٹھنے کی پیشکش کی گئی پھر اس میز کے مختلف حصوں کو کھول کر انہیں میرے ارد گرد پھیلا دیا گیا۔ میری کرسی کی ٹیبلٹی سطح سے ایک اسٹینڈ اوپر کھینچا گیا۔ جس پر ایک گول چھتری نما چیز لگی ہوئی تھی اور اس کے نیچے ننھے ننھے بلب نظر آ رہے تھے۔ ایک عجیب کارروائی کی گئی تھی لیکن میں نے اس سلسلے میں کوئی سوال نہیں کیا۔ جب وہ لوگ اپنے اس کام سے فارغ ہو گئے تو عورت نے جو دم دم مسکراہٹ کے ساتھ مجھے دیکھ رہی تھی۔ مجھ

سے کہا۔

”معزز مہمان! ان تمام باتوں پر تمہیں حیرت تو ہو رہی ہوگی لیکن تم ہمارے بن بلا سے مہمان بنے ہو۔ ہم تمہارے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے۔ چنانچہ سب سے پہلی آرزو تو انسان کی یہی ہوتی ہے کہ وہ اپنے مہمان کے بارے میں جان لے۔ ہم نے ذرا مختلف طریقہ کار اختیار کیا ہے عموماً اس قسم کے دوستوں کے ساتھ سختی اور زیادتی ہوتی ہے اور دنیا بھر میں تشدد کے ذریعے انسان سے اس کی شخصیت کے بارے میں دریافت کیا جاتا ہے ہم عدم تشدد کے قائل ہیں اور ہم نے ایسی مشینیں ایجاد کی ہیں جن کی بناء پر انسان کا ذہن سوچتا ہے اور زبان بولتی ہے۔ ذہن کے ہر اس خانے کو متحرک کیا جاتا ہے جس سے کچھ معلوم کرنا مقصود ہو۔ چنانچہ اب ہم تم سے جو سوال کر رہے ہیں تمہاری زبان اس کا جواب دے گی اور ہمارا کام مکمل ہو جائے گا۔ تم اب تک ہمارے ساتھ بہترین تعاون کر رہے ہو۔ اس کے لئے میں دلی طور پر تمہاری شکر گزار ہوں کہ تم نے مجھے عدم تشدد کا موقعہ دیا۔ ہاں اگر تم مجھ سے میرے بارے میں کوئی سوال کرنا چاہتے ہو تو میں تمہیں جواب دوں گی۔“

”سوالات تو میرے ذہن میں بھی بہت سے ہیں میڈم! لیکن وہ صرف اپنے تجسس کی تکمیل کے لئے ہیں۔ جو انسانی فطرت کا ایک حصہ ہوتا ہے تاہم میں آپ سے کوئی سوال نہیں کرتا۔ آپ نے جو کچھ کہا وہ میرے لئے بہت عجیب ہے اور میں اس میں دلچسپی لے رہا ہوں۔ میں بھی ذرا دیکھوں کہ میری مرضی کے بغیر میری زبان کیسے بولتی ہے۔“ عورت کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے کہا۔

”تو پھر تمہاری اجازت ہے؟“

”اجازت لینے کا بہت بہت شکریہ۔“ میں نے جواب دیا۔

عورت نے ایک بٹن دبایا اور ایک مدھم سی گونج میرے سر پر پیدا ہوگئی۔ اچانک ہی اس چھتری نما شے میں ایک چرخہ سی چلنے لگی تھی اور روشنیاں گھومنے لگی تھیں پھر ان کی رفتار تیز سے تیز تر ہوتی گئی اور مجھے ہلکا سا چکر آ گیا۔ میں نے عورت پر نگاہیں جمادی تھیں۔ تھوڑی دیر تک عورت نے اپنا یہ عمل جاری رکھا۔ اس کے بعد بٹن بند کر دیا اور چرخہ رک گئی لیکن پھر ایک سفید لائٹ اوپر سے میرے دماغ پہ پڑی اور مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے سر میں ایک کھجلی سی ہو رہی ہو۔ میں نے ہاتھ اٹھا کر سر کو اس جگہ سے کھجایا اور اسی وقت عورت کی آواز ابھری۔

”سب سے پہلے میں تمہارا نام معلوم کرنا چاہتی ہوں کیا نام ہے تمہارا؟“ میں نے ایک لمحے کے لئے سوچا اور پھر میرے منہ سے آہستہ سے آواز نکلی۔

”میرے بہت سے نام ہیں۔“

”اپنے پہلے نام سے ابتدا کرو۔“

”فیصل۔“ میں نے جواب دیا لیکن مجھے خود یاد نہ آیا کہ فیصل میرا نام کب تھا۔ تاہم یہ بات میرے لئے انتہائی باعث حیرت تھی کہ الفاظ میرے منہ سے نکلے تھے۔ جبکہ میں نے جان بوجھ کر یہ کوشش کی تھی کہ میں کوئی جواب نہ دوں اور خاموش رہوں۔ تاکہ اس عورت کو اپنی شکست کا احساس ہو لیکن میری زبان نے فوراً ہی فیصل کا نام لیا تھا۔ عورت کی پیشانی کسی قدر شکن آلود ہوگئی پھر اس نے کہا۔

”تمہارا دوسرا نام؟“

”دانش منصور۔“ میں نے جواب دیا اور عورت بری طرح اچھل پڑی۔ اب اس کے چہرے پر شدید اضطراب نظر آرہا تھا۔ اس نے خشک ہونٹوں پہ زبان پھیر کر ادھر ادھر دیکھا۔ اس کا چہرہ اب پہلے کی طرح مسکراتا ہوا نہیں رہا تھا اور وہ دھواں دھواں ہوتی جا رہی تھی۔

”تمہارا تیسرا نام؟“ میں نے نہ جانے کون سا نام لیا تھا وہ مجھ سے سوالات کرتی رہی اور میں نام بدلتا رہا۔ یہاں تک کہ میں لائن ہارٹ تک پہنچا۔ اس کے بعد دوسرا نام اور میرا آخری نام عارف تھا۔ عورت کے ہاتھ عجیب سے انداز میں ہل رہے تھے وہ بار بار بٹن دبا رہی تھی پھر اس نے سوال کیا۔

”اب میں تمہارے ماضی کی زندگی کے بارے میں معلوم کرنا چاہتی ہوں۔ جب تم فیصل تھے تو کیا کرتے تھے۔“

اور اس بار بھی میں نہ چاہتے ہوئے بولتا چلا گیا۔ عورت دونوں ہاتھوں سے سر پکڑے ہوئے بیٹھی تھی اس کی پھٹی پھٹی نگاہیں مجھ پر جمی ہوئی تھیں کئی بار وہ پر اضطراب انداز میں اپنی جگہ سے اٹھی تھی لیکن پھر بیٹھ گئی تھی میں نے اس کے بدن میں رعشہ سا دیکھا تھا۔

کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس کی یہ کیفیت کیوں ہو رہی ہے میرا دماغ کام کر رہا تھا میری سوچیں کام کر رہی تھیں اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ میں نے اس کو کس کی کہانی سنائی ہے نہ میں فیصل تھا نہ دانش منصور البتہ اس وقت سے اب تک کے واقعات مجھے یاد تھے۔ جب امیر

حماد اور خاتون نقرہ سے ملا تھا۔ وہ ساری کہانی بے شک میری تھی۔ لیکن اس سے پہلے کی کہانی کس کی تھی میرا ذہن اس بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا اور پھر یہ عورت! عجیب سی بات تھی عجیب سی بات۔ عورت اس کے بعد خاموش ہو گئی۔

عورت نے چند لمحات توقف کیا پھر اس نے تمام سوچ اور ہٹن آف کر دیئے جو اس کے سامنے لگے ہوئے تھے پھر وہ اپنی جگہ سے باہر نکل آئی تیز تیز قدموں سے چلتی ہوئی مجھ تک پہنچی اس نے میرے دونوں ہاتھ پکڑ لئے انہیں ہونٹوں سے لگا کر چوما پھر ادھر ادھر دیکھنے لگی وہ تمام لوگ جو وہاں موجود تھے حیرت بھری نگاہوں سے عورت کی یہ کیفیت دیکھ رہے تھے۔ عورت کی آنکھوں سے آنسوؤں کے قطرے ٹپکنے لگے پھر اس نے رندھی آواز میں کہا۔

”آؤ اسے کھولا اور گرین فور لے چلو۔“

”جی میڈم!“ ان سب نے کہا میں حیرانی سے اس عورت کو دیکھ رہا تھا اب میرے ذہن میں کچھ بھی نہیں تھا میں خواب میں بھی نہیں سوچ سکتا تھا کہ میں کیا کیا باتیں اس کے سامنے کر گیا ہوں میرا ذہن کھویا کھویا سا تھا بس اتنا یاد تھا مجھے کہ امیر حماد کے ساتھ یہاں آیا ہوں اور امیر حماد اور دوسرے لوگ مشکل میں پھنس گئے ہیں۔

بہر حال خاموشی کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں تھا یہ تمام سوچیں میری اپنی تھیں اگر میں عورت سے کہوں کہ میرے ساتھ رعایت اور انصاف برتتے تو پتا نہیں وہ کیا سوچے گی کیا کرے گی۔ چنانچہ میں نے وعدے کے مطابق اپنے آپ کو پرسکون ہی رکھا اور جب وہ لوگ مجھے لے کر چلے تو میں خاموشی سے چل پڑا۔ عورت ہمارے ساتھ ساتھ آرہی تھی اور میں محسوس کر رہا تھا کہ مجھے آگے لے جانے والے سخت متحیر ہیں کیوں؟ میں نہیں جانتا تھا غالباً عورت نے جس انداز میں میری پذیرائی کی تھی اس سے میں عجیب سی کیفیت کا شکار ہو گیا تھا لیکن میں نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ عورت کون تھی اور میرے ساتھ یہ رویہ اس نے کیوں اختیار کیا تھا ایک اور سرنگ عبور کرنے کے بعد ہمیں سیڑھیاں ملے کرنی پڑیں پھر ایک پلیٹ فارم جیسی جگہ سے گزر کر ہم ایک اور بہت بڑے ہال میں داخل ہو گئے اب میں باقی باتیں تو بھول چکا تھا۔ یہ سوچ رہا تھا کہ یہ سب کچھ جو میرے سامنے ہے وہ انسانی ہاتھوں کی کاری گری کی انتہا ہے مجھے ایک اور آراستہ کمرے میں پہنچا دیا گیا یہاں بھی زندگی کی تمام آسائشیں موجود تھیں۔

پھر اس کے بعد نہ جانے کتنی دیر گزر گئی عورت چلی گئی تھی اور میں یہ سوچتا رہا تھا کہ آخر یہ سب کچھ ہو کیا رہا ہے لیکن پھر وہی طریقہ اپنایا جب کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو اس کے بارے میں سوچ کر اپنے آپ کو پریشان کرنے سے کوئی فائدہ نہیں البتہ ایک تبدیلی کو میں نے کچھ وقت کے بعد محسوس کیا تھا وہ یہ تھی کہ آہستہ آہستہ میرے ذہن میں بھی اضطراب پیدا ہوتا جا رہا تھا مجھے یوں لگا تھا جیسے میں نے ماضی کی کوئی جھلک دیکھی ہو ایک ایسی جھلک جس کے بارے میں میرا دل کہتا ہے کہ وہ میرا ہی ماضی تھا لیکن میری اس سے کوئی واقفیت نہیں نہ جانے کتنا وقت گزر گیا ایک بار پھر مجھے تنہائیوں سے واسطہ پڑا تھا۔



پھر میں نے پہلی بار ایک اور شکل دیکھی وہ ایک نوجوان اور حسین لڑکی تھی جو عورت کے ساتھ میرے پاس آئی تھی اور دونوں میرے سامنے بیٹھ گئی تھیں لڑکی کا چہرہ پتھر کا بنا معلوم ہوتا تھا اس کی آنکھوں میں غم کے ایسے گہرے تاثرات تھے کہ جسے دیکھ کر دل کو ایک شدید دکھ کا احساس ہوتا تھا ایک لمحے کے لئے اس لڑکی کو دیکھ کر میرے دل کی دھڑکنوں میں جو بے ترتیبی پیدا ہوئی تھی میں اس کی وجہ نہیں سمجھ پایا تھا بس یوں لگا تھا جیسے کوئی چیز دل کو چھوئی ہوئی گزر رہی ہو عورت نے لڑکی کی طرف دیکھ کر کہا۔

”رخسار کیا تمہیں مجھ پر یقین ہے؟“ لڑکی چونک کر عورت کو دیکھنے لگی اس کے پتھرے چہرے پر زندگی کی ایک جھلک نمودار ہوئی اور اس نے ہچکچاتی نگاہوں سے عورت کو دیکھا۔

”میں نے ہمیشہ آپ پر اعتماد کیا ہے۔“

”تمہاری ذہنی کیفیت سے میں ناواقف نہیں ہوں۔ بہر حال انسان انسان ہی ہوتا ہے اور اس کی کمزوریاں اگر اس سے دور ہو جائیں تو وہ ہی صورتیں ہوتی ہیں یا تو وہ درویش بن جاتا ہے یا پھر مر جاتا ہے لیکن رخسار میری زندگی یہ دانش منصور ہی ہے اور جو کچھ اس پر گزری ہے اگر تم اسے سن لو تو تمہارا کلیجہ پھٹ جائے۔“

”میک اپ ہے۔“ اس لڑکی نے جسے رخسار کے نام سے پکارا گیا تھا پوچھا۔

”نہیں بلکہ قدرت کا ایک ایسا مسئلہ جس کے بارے میں انسانی دماغ نہیں سوچ

سکتے۔“

”یعنی یہ چہرہ اصلی ہے؟“

”بھلا دانش منصور کا یہ چہرہ کیسے ہو سکتا ہے لیکن وہ جو کہانیاں کائنات میں بکھری پڑی ہیں جن میں کہا جاتا ہے کہ آنکھ نلکھتی ہے دل صحیح سوچتا ہے میں تمہیں اس کے پاس چھوڑے جاتی ہوں اس کے دل میں اپنی جگہ تلاش کر دیاں بس میں تمہیں یہ یقین دلانا چاہتی ہوں کہ یہ دانش منصور ہی ہے میں چلتی ہوں اور ایک بات تم ذہن نشین کر لو ہماری تقدیر ہے کہ دانش منصور اتفاقاً خود ہی ہم تک پہنچ گیا ہے اور میں اسے بھی قدرت کا ایک عمل سمجھتی ہوں۔ دانش منصور کو جتنے عرصے ہم سے جدا رہنا تھا وہ رہا اور آخر کار تمہاری دعائیں رنگ لائیں۔ اب تم دل کے راستوں کو دیکھو میں عمل کا راستہ دیکھتی ہوں اور مجھے امید ہے کہ آخر کار سب کچھ ٹھیک کر لوں گی میں چلتی ہوں۔“

وہ وہاں سے واپس نکل گئی یہ گفتگو میں نے بھی سنی تھی لیکن عقل نے کوئی ایسی بات تسلیم نہیں کی تھی بھلا میں دانش منصور کہاں سے ہوں میں تو لائن ہارٹ ہوں اور وقت مجھے مختلف نام دیتا رہا ہے اگر یہاں دانش منصور کے نام سے زندگی مل سکتی ہو تو دانش منصور ہی سہی زندہ تو رہنا ہی ہے جب تک سانسوں کی آمد و رفت پاتی ہے۔

وہ لڑکی مجھے عجیب سی نگاہوں سے دیکھتی رہی پھر آہستہ سے چل کر میرے قریب آ گئی اور سرسراہٹ آواز میں بولی۔

”تم دانش منصور ہو؟“ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی میں نے کہا۔

”وہ رحم دل خاتون جو مجھ پر انتہائی مہربان رہی ہیں جو کچھ تم سے کہہ گئی ہیں اگر تم چاہو تو اسے تسلیم کر لو البتہ ایک بات میں تم سے کہنا چاہتا ہوں لڑکی کیا نام ہے تمہارا؟“ لڑکی نے مجھے عجیب سی نگاہوں سے دیکھا اور بولی۔

”رخسار۔“

”تو رخسار کسی غلط فہمی کا شکار ہو کر اپنے آپ کو اس طرح داغ دار نہ کر لینا کہ غلط فہمی دور ہونے کے بعد تمہیں دکھ ہو ویسے دانش منصور سے تمہارا کیا رشتہ تھا؟“

لڑکی کے ہونٹوں پر ایک مدہم سی مسکراہٹ ابھری آنکھوں میں زندگی کی چمک پیدا ہوئی اور اس نے کہا۔

”دانش منصور سے میرا روح کا رشتہ تھا۔“

”روح کا رشتہ؟“

”تم اس سے شدید محبت کرتی ہو؟“

”ہاں میری کائنات ہے وہ۔“

”وہ۔ میں نہیں۔ میں نے جواب دیا۔“

”اب میرا دل مجھ سے کہتا ہے کہ تم دانش منصور ہو اپنے آپ کو کتنا ہی بدل لو کسی بھی آواز میں بول لو میرے سامنے لیکن کوئن میکو دیا کہہ گئی ہے کہ تم دانش منصور ہو تو اس کا مطلب ہے کہ تم ہو۔“

”خیر یہ تمہارے ذاتی معاملات ہیں میں نے تو اس عورت کا نام بھی پہلی بار سنا ہے۔“

”دور میرا؟“

”معاف کرنا تمہارا بھی؟“

”کوئن کہتی ہے کہ تم یا داشت کھو بیٹھے ہو۔“

”ہاں اس سے انکار نہیں کروں گا۔ مجھے میرا ماضی یاد نہیں عمر کے ایک ایسے حصے تک میں اپنے آپ کو بھول چکا ہوں جسے جوانی کہا جاتا ہے جوانی ہی کے عالم میں کسی نے مجھے میرا نام لائن ہارٹ بتایا تھا اور اس کے بعد ہوش و حواس کے عالم میں میرے مختلف نام میرے ذہن تک آئے لیکن میں نے انہیں تسلیم نہیں کیا میں اپنے اس ماضی کی تلاش میں ہوں جس میں بچپن بھی ہے اور جوانی کے اس دور کے واقعات بھی جس دور سے میں نے اپنے آپ کو جانا آخر میرا ماضی کہاں گیا۔“ رخسار مسکرا دی پھر بولی۔

”اور تمہارا ایک ایک لفظ مجھے یقین دلانا جا رہا ہے کہ میری تقدیر کے ستارے گردش سے نکل آئے ہیں۔“

میں دل ہی دل میں ہنسا اور میں نے سوچا آپ کی تقدیر کے ستاروں کی گردش کا آغاز تو اب ہوا ہے کیونکہ آپ ایک اور بیوقوف لڑکی کی طرح نہ جانے کن خیالات میں گم ہو گئی ہیں۔ وہ جو اپنے اصل شوہر کو پانے کے بعد نہ جانے کیسی کیسی سوچوں سے گزری ہوگی اور آپ اس کا آغاز کر رہی ہیں میں نے ایک دم پوچھا۔

”آپ ایک بات بتائیے محترمہ رخسار؟“

”پوچھو اب جو دل چاہے پوچھو میں کسی جذباتی کیفیت کا مظاہرہ نہیں کروں گی کوئن غلط نہیں سوچ سکتی اس نے آج تک کوئی غلط بات نہیں کہی وہ اس قدر ذہین ہے کہ غلط فہمی کا شکار۔“

بھی نہیں ہو سکتی اگر وہ دل کی بات کہہ گئی ہے مجھ سے تو یقین کرو کہ خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتی ہوں کہ میں نے اپنے دل میں کبھی کوئی ایسی چیز نہیں بسائی جو بعد میں مجھے داغدار کرے لیکن اب تمہاری آواز تک اجنبی ہونے کے باوجود میں یہ بات دل سے تسلیم کرنے لگی ہوں کہ تم دانش منصور ہو۔“

”ٹھیک دانش منصور سے آپ کا کیا رشتہ تھا؟“

”میں نے کہا تھا نا کہ زندگی کے وہ تمام رشتے جو اس دنیا میں ہوتے ہیں میں موت

کے بعد کی بات نہیں کرتی کیونکہ اس کے بارے میں مجھے علم نہیں ہے۔“

”ٹھیک ہے میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟“

”کچھ نہیں اب میں تمہاری خدمت کروں گی۔“

”اچھا خیر چھوڑیے آپ یہ بتائیے کوئن میکو یا کون ہے؟“

”ابھی کچھ نہیں بتاؤں گی جب تک کہ وقت تمہیں سب کچھ یاد نہ دلا دے۔“

”ٹھیک ہے مجھے بھی وقت کا انتظار رہے گا البتہ ایک بات کہوں آپ سے؟“

”ہزاروں باتیں کہو جو تمہارا دل چاہے کہو۔“

”اپنے آپ کو سنبھالے رکھئے آپ یقین کیجئے محترمہ رخسار کہ مجھے خود آپ کو دیکھ کر ایک عجیب سی کیفیت کا احساس ہوتا ہے ایک تصور جو پرچھائیں کی شکل میں میرے ذہن سے گزرتا تھا مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میرے ذہن میں زندہ ہو گیا ہو مگر میں کیا کہوں کیسے مان لوں کہ ماضی میں میرا نام دانش منصور تھا آپ مجھے بتائیں کہ اگر یہ سب کچھ تھا تو میں یہ سب بھول کیسے گیا؟“

”نہیں تمہیں کچھ یاد کرنے کی ضرورت نہیں ہے کوئن کہتی ہے کہ سب ٹھیک ہو جائے گا

بس مجھے ایک بات کی اجازت دو۔“

”کیا؟“

”مجھے اپنے قریب رہنے دو مجھے اپنی خدمت کرنے دو۔“

”یہ تو آپ کی عنایت ہے۔ یہاں کوئی بھی میرے قریب رہ سکتا ہے میں کیسے انکار کر سکتا

ہوں اچھا یہ بتائیے کہ اگر کچھ اور سوالات کروں میں آپ سے تو آپ ان کے جوابات دینا پسند

کریں گی؟“

”برودہ بات پسند کروں گی جو تمہیں پسند ہو دانش۔“

عورت نے رندھی ہوئی آواز میں کہا عجیب سی کیفیت ہو رہی تھی اس کی آنکھوں میں آنسو تھے ہونٹوں پر مسکراہٹ چہرے پر سرخی شدید جذباتی ہیجان کا شکار تھی وہ رحم آنے لگا مجھے اس پر اور ویسے بھی میں نے سوچا کہ شاید واقعی میرا ماضی ایسا ہی ہو جس میں یہ عورت شامل ہو آہ کاش وہ مجھے یاد آ جائے لیکن یہ بھی فیصلہ کر لیا تھا میں نے کہ سب کچھ یاد آنے سے پہلے اس عورت کو کوئی غلط احساس نہیں دلاؤں گا اتنی اچھی پاکیزہ اور معصوم سی لڑکی کو اگر کبھی کسی دکھ کا سامنا کرنا پڑے تو میں خود ہی اپنے آپ کو معاف نہیں کر سکوں گا میں نے اس سے کہا۔

”رخسار! آپ میرے ساتھ رہ سکتی ہیں میں آپ کا احترام کروں گا۔“

”شکریہ دانش شکر یہ میری روح میری زندگی۔“ اس نے لرزتی آواز میں کہا اس کے انداز میں ایسا کوئی جذباتی ہیجان نظر نہیں آیا تھا کہ وہ ددڑ کر مجھ سے لپٹ جاتی اور میں نے اسے بتا دیا تھا کہ میں یہ اجازت اسے نہیں دوں گا پھر وہ میری ہر چیز کا خیال رکھنے لگی میں نے اپنے سوال کا ارادہ ترک کر دیا تھا البتہ رات کو بھی جب اس نے میرے کمرے میں یعنی اس جگہ جہاں میں موجود تھا سونا چاہا تو میں نے اس سے کہا۔

”آپ سے ایک بات کہوں رخسار؟“

”کہو۔“

”آپ یہیں سوئیں گی؟“

”ہاں۔“

”لیکن اس کی اجازت میں نے آپ کو نہیں دی ہے ابھی۔“

”کوئی بات نہیں ہے میں صرف اس لئے یہاں سونا چاہتی تھی کہ ہو سکتا ہے کہ رات میں تمہیں کسی شے کی ضرورت پیش آ جائے ایسا کرتی ہوں باہر اپنے لئے جگہ بنا لیتی ہوں وہاں سو جاؤں گی۔“

”رخسار میں آپ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچانا چاہتا۔“

”اس بات کو اپنے ذہن سے نکال دو۔“

”مطلب؟“

”اب مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے۔“

”پھر دوسری صبح اس سے ملاقات ہوئی میرے لئے صبح کی چائے لے کر آئی تھی خود بڑی نکھری نکھری سی نظر آرہی تھی ایسا لگتا تھا جیسے کسی خاص خیال نے اس کے ذہن سے تمام تھکن اور افسردگی نچوڑ لی ہو میں نے اسے محبت بھری نگاہوں سے دیکھا تو وہ بولی۔

”چائے اور اس کے ساتھ یہ بسکٹ اس لئے کہ یہ تمہارا معمول تھا۔“

”گڈ اچھی بات ہے اور یہ مجھے برے نہیں لگیں گے لیکن محترمہ آپ کی چائے کہاں ہے؟“

”پی لوں گی میں۔“

”بھئی آپ کہہ چکی ہیں کہ میرا آپ سے اتنا گہرا رشتہ ہے تو پھر آپ نے خاماؤں کا انداز کیوں بنا رکھا ہے۔“

”میں تمہارے پاؤں کی خاک ہوں دانش۔“

”نہیں پلیز ایسی باتیں نہ کریں میں آپ کا احترام کرتا ہوں چائے لے آئیے ورنہ میں نہیں پیوں گا۔“ وہ ہنسی اور بولی۔

”ابھی لاتی ہوں۔“ پھر وہ میرے نزدیک آ کر بیٹھ گئی اور چائے کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لینے لگی میں نے اپنی پلیٹ سے ایک بسکٹ لے کر اس کی طرف بڑھایا تھا۔

”لیجئے۔“

”نہیں اور ہیں بسکٹ میں لے لوں گی۔“

”یہ لے لیجئے۔“

”ٹھیک ہے۔“ اس نے کہا اور پر مسرت انداز میں بسکٹ اپنے دانتوں سے کترنے لگی۔

”بہر حال اچھی شخصیت تھی اور میں اپنے دل میں اس کے لئے خاصی گنجائش محسوس کر رہا تھا جس عورت کو اس نے کونن میکودیا کے نام سے پکارا تھا وہ بھی اکثر میرے پاس آتی رہتی تھی بہت پر محبت باتیں کرتی تھیں یہ دونوں ہمیں اس مشینی کارخانے کو بالکل نہیں سمجھ پایا تھا اور مجھے مسلسل اس بات پر حیرت تھی کہ یہ لوگ یہاں کیا کر رہے ہیں پھر ایک صبح کونن میکودیا آئی تو اس کے بدن پر ڈاکٹروں جیسا ایپرن بندھا ہوا تھا میرے لئے اسٹریچر لایا گیا تھا اور رخسار نے مجھ سے چلنے کے لئے کہا تو میں ہنس کر بولا۔“

میری سمجھ میں نہیں آیا کہ میں کسی غار میں کیسے آگیا۔ معاوہ پٹیاں یاد آئیں جو کچھ دیر قبل چہرے پر کسی ہوئی تھیں لیکن اب ان کا نام و نشان نہیں تھا میں نے حیران نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا اور اپنی کیفیت کو محسوس کرنے لگا پھر میری نگاہیں سامنے ایک سوراخ پر پڑیں جس پر خوبصورت سا دروازہ لگا ہوا تھا۔ دروازے کے قریب ہی ایک بٹن موجود تھا میں اپنی جگہ سے اٹھا اور اس سوراخ کے پاس پہنچ گیا میں نے دروازہ کھولنے کی کوشش کی۔ دروازہ ٹس سے مس نہیں ہوا تھا۔ مجھے وہ بٹن نظر آگیا تھا جو بیرونی حصے پر لگا ہوا تھا۔

میں نے اس بٹن پر انگلی رکھی تو دروازہ بے آواز پتھر کے ایک خلا میں داخل ہو گیا اور میں اس سلائیڈنگ دروازے کے دوسری طرف جھانکنے لگا۔ یہ بہت ہی عمدہ قسم کا واش روم تھا میری حیرت انتہا کو پہنچ گئی۔ یہ کون لوگ ہیں جنہوں نے پہاڑوں کے اندر یہ سب کچھ تراشا ہے لیکن اتنا حسین تھا یہ سب کچھ کہ دیکھ کر انسان کی کارِ بگری پر حیرت ہوتی تھی اندر وہ تمام لوازمات موجود تھے۔ میں نے آئینے میں اپنا چہرہ دیکھا۔ شیوٹنگ بنی ہوئی تھی نہ جانے بے ہوشی کے عالم میں یہ لوگ میرے ساتھ کیا کیا سلوک کرتے رہے تھے۔

لیکن یہ تھے کون؟ کیا یہ پہاڑی مصنوعی ہے یا قدرتی منہ دھویا بال سنوارے پھر اس دوسرے دروازے کے بارے میں سوچنے لگا جو ایسے ہی غار کے دہانے پر لگا ہوا تھا۔ اسے کھولنے کا بھی یہی انداز ہو سکتا ہے میں وہاں سے باہر نکلا۔ جونہی میں باہر نکلا تو میں نے اس دوسرے دروازے سے کسی کو اندر داخل ہوتے ہوئے دیکھا اور یہ دیکھ کر میرے دل و دماغ کو شدید جھٹکا لگا کہ وہ رخسار تھی۔

میری زندگی، میری روح، میرے لئے دنیا کی سب سے حسین عورت۔ جسے میں دل و جان سے چاہتا تھا۔ رخسار مسکراتی ہوئی اندر داخل ہو گئی۔ تو میں تیز قدموں سے آگے بڑھا اور میں نے قریب پہنچ کر اسے اپنے سینے میں سموتے ہوئے کہا۔

”رخسار تم یہاں؟“ رخسار کے حلق سے ایک چیخ نکل گئی پھر وہ بے اختیار رونے لگی۔ میں نے اسے اپنے سینے سے لپٹائے رکھا۔

”نہیں رخسار پلینز۔ روتے نہیں۔ میری زندگی میری روح میں نہیں جانتا میں کتنے عرصے تم سے جدا رہا ہوں لیکن یہ کون سی جگہ ہے اور میں یہاں کیسے پہنچ گیا ہوں اور تم۔ تم ادوہ میرے خدا۔ کیا میں کوئن میکویا کے پاس ہوں؟“

”کیوں خیریت اب کیا میرے دل گردے کبھی نکالنے کا پروگرام ہے یہ ماحول کیوں پیدا کیا گیا ہے۔“

”کچھ تھوڑی سی تکلیف دینا ہوگی تمہیں مائی ڈیر دانش منصور۔“ کوئن میکویا نے کہا۔

”آپ لوگ اتنے اچھے ہیں کہ آپ کے کہنے پر میں ہر تکلیف برداشت کرنے کے لئے تیار ہوں تھوڑا سا کچھ بتایا نہیں جائے گا مجھے۔“

”جب اس حد تک ہم پر اعتماد کرتے رہے ہو تو پھر اس اعتماد کو قائم رہنے دو۔“

”ٹھیک ہے چلیے مگر یہ اسٹریچر کی کیا ضرورت ہے۔“

”صرف ایک روایت۔“ کوئن میکویا نے کہا۔

”ٹھیک ہے جیسا آپ کہیں۔“ میں اسٹریچر پر لیٹ گیا اور پھر مجھے ایک ایسی جگہ پہنچا دیا گیا ہے جسے آپریشن تھیٹر ہی کہا جاسکتا تھا لیکن ایسے ایسے آلات وہاں موجود تھے جو میری سمجھ میں بالکل نہیں آرہے تھے ایک بڑا سا اسکرین جو آپریشن ٹیبل کے پیچھے لگا ہوا تھا لا تعداد مشینیں میرا لباس تبدیل کر رہا تھا اور اس کے بعد مجھے آپریشن ٹیبل پر لیٹنا پڑا مجھے بے ہوش کرنے کے لئے ایک گیس استعمال کی گئی تھی جس کے بعد میں سو گیا تھا گہری نیند جو نہ جانے کتنی طویل ثابت ہوئی تھی البتہ جب مجھے ہوش آیا تو میں ایک بیڈ پر تھا میرے چہرے پر پٹیاں کسی ہوئی تھیں میرے ہاتھ پاؤں آزاد تھے میں نے حیرت سے ان پیوں کو ٹٹول کر دیکھا نہ جانے یہاں کیسے آگیا۔ شاید میں زخمی ہو گیا ہوں پھر مجھے یاد آیا کہ واقعی جزیرے پر مجھے ایک واقعہ پیش آیا تھا ایک انتہائی مہلک حادثہ جس میں میں نے اپنے وجود کو ٹکڑے ٹکڑے ہوتے ہوئے محسوس کیا اور اس لمحے کے بعد مجھے یہ اندازہ ہوا کہ میں زندہ بچ گیا ہوں۔ میرا پورا چہرہ زخمی ہے لیکن مجھے اپنے چہرے کے کسی زخم کا کوئی احساس نہیں تھا ذرہ برابر تکلیف نہیں ہو رہی تھی میں نے اتنا ہی سوچا تھا کہ اچانک مجھے ایک ہلکی سی ناگوار بو محسوس ہوئی گویا یہ ایک خوشبو تھی لیکن پتا نہیں میرے اعصاب اس سے متاثر ہوئے تھے البتہ یہ کوئی خواب آور گیس تھی جس سے مجھے ایک بار پھر بے ہوش کر دیا گیا تھا اور مزید مجھے نہ جانے کتنی دیر بے ہوش رہنا پڑا تھا پھر ہوش آیا تو اس جگہ تنہا تھا جہاں میرا بستر پڑا ہوا تھا لیکن قرب و جوار کی دیواریں ناقابل یقین تھیں۔ محسوس ہوتا تھا کہ باقی سارا ساز و سامان تو غیر قدرتی ہے لیکن یہ جگہ جہاں میں موجود ہوں کسی پہاڑ کے اندر موجود غار ہے۔

رخسار روتی رہی۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ بہر حال ماضی کی ہر بات میرے ذہن میں تھی اور میں جانتا تھا۔ اپنی مہم پر میں کس حادثے کا شکار ہوا تھا اور اس کے بعد غائب ہوئے ہوش ہو گیا تھا۔ رخسار روتی رہی۔ میں نے اس سے کہا۔

”رخسار۔ کیا یہ کوئی ایسی جگہ ہے جو ہمارے لئے خطرناک ہو؟“
”نہیں۔“ اس نے سسکی لے کر کہا۔

”تو پھر اتنا رو کیوں رہی ہو۔ اب تو میں ہوں نا تمہارے پاس۔“
”تم دانش ہونا؟“

”ارے۔ کیا مطلب ہے تمہارا۔ کیا میرا چہرہ بدل گیا ہے مگر میں نے تو ابھی اس واٹر روم کے آئینے میں اپنے چہرے کو دیکھا ہے۔“

”تم دانش ہونا؟“ رخسار نے پھر اسی انداز میں سوال کیا۔

”رخسار کیا میں تمہیں اجنبی لگتا ہوں؟“ میں نے کہا۔

”نہیں۔“ وہ آہستہ سے بولی پھر کہنے لگی۔

”کچھ کھانے کو لاؤں تمہارے لئے۔“

”پہلے یہ بتاؤ کہ میں یہاں کیسے پہنچا کیا میں بے ہوش تھا۔“

”ابھی نہیں۔ کون تمہیں یہ سب کچھ بتائیں گی۔“ رخسار نے کہا۔

”یہ تو میں سمجھ گیا ہوں کہ یہ کون میکو دیا ہی کا ٹھکانہ ہے لیکن تم لوگ مجھے سمندر سے کیسے نکال کر لائے۔ کیا میں کون کے ہاتھ لگ گیا تھا۔“

”یہ سب کچھ تمہیں کون ہی بتائیں گی۔“ رخسار نے بدستور سسکیاں لیتے ہوئے کہا۔

”ارے بابا ٹھیک ہے مگر تم رونا تو بند کرو۔ تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ تمہارے رونے سے مجھے کس قدر تکلیف ہوتی ہے۔“

رخسار نے آنسو خشک کرنے لگی تھی۔ میں اسے غور سے دیکھتا رہا نہ جانے کیوں رخسار کے انداز میں ایک پراسراری کیفیت میں صاف محسوس کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ دیوار میں لگے ہوئے ایک اسپیکر سے آواز آئی۔

”رخسار۔“ اور رخسار چونک پڑی۔ میں نے بھی کون میکو دیا کی آواز صاف پہچان لی تھی۔ رخسار نے وہیں سے کہا۔

”ایس کون۔“

”کیا حال ہے مجھے لگ رہا ہے کہ دانش ہوش میں آ گئے ہیں؟“

”ایس کون۔“

”انہیں لے آؤ۔ میں بال نمبر پانچ میں ہوں۔“

”بہت بہتر کون۔“ آواز بند ہو گئی۔ میں نے خود کون سے مخاطب ہونے کی کوشش نہیں کی تھی۔ البتہ جب آواز بند ہو گئی تو میں نے رخسار سے پوچھا۔

”یہ وہی علاقہ ہے نا۔“

”کون سا؟“

”جہاں کون نے اپنا شہر بسا رکھا ہے۔“

”نہیں۔“

”کیا مطلب کوئی اور جگہ ہے یہ؟“

”تمہیں یاد نہیں ہے دانش۔“

”مجھے تو یاد ہے لیکن۔“

”کیا وہ جگہ اس طرح پہاڑوں میں بسی ہوئی تھی۔“

”مگر جو کچھ یہاں موجود ہے وہ تو۔“

”یوں سمجھ لو کہ یہ کون کی ایک نئی دنیا ہے۔“

”کون سے علاقے میں؟“

”یہ جگہ کورنیاں کہلاتی ہے۔“

”کورنیاں۔“

”ہاں۔“

”میرے لئے اجنبی نام ہے۔ کون سے براعظم میں ہے؟“

”آؤ۔ اصل میں یہ حق کون کے پاس محفوظ ہے میں تمہیں اپنی زندگی کی ہر شے دے

سکتی ہوں لیکن جو حقوق کون کے ہیں میں سمجھتی ہوں کہ وہ ہمیں پامال نہیں کرنے چاہیں۔

”چلو کون کے پاس چلتے ہیں۔ مجھے تو یوں لگ رہا ہے جیسے کون میکو دیا پہلے سے زیادہ

پر سرار ہو گئی ہے۔ ہم دونوں اس ہال کے گول دروازے سے باہر نکل آئے۔ رخسار مجھے سہل کر بائیں سمت چل پڑی اور میں اس عظیم الشان ہال کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ پہاڑوں کے اندر اگر یہ سرنگیں قدرتی ہیں تو ہم انہیں دنیا کا ایک عجوبہ کہہ سکتے تھے۔ ہم ایک دروازے پر رسید جہاں ایک مٹن لگا ہوا تھا۔ جسے دبائے سے دروازہ کھلیا اور اس کے بعد ہم اندر ایک ہال میں داخل ہو گئے ایک بہت بڑے صوفے پر کونن میکوویا بیٹھی ہوئی تھی۔ ہم دونوں کو دیکھ کر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

پورے ہال میں اس وقت ہم تینوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ میکوویا چند قدم آگے بڑھی اور میرے سامنے پہنچ گئی۔ وہ مسکراتی لگا ہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی پھر اس نے کہا۔ ”بیٹھو۔“ کونن نے سامنے پڑے ہوئے صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ میں اور رخسار بیٹھ گئے۔ کونن بھی بیٹھ گئی تھی۔ اس نے رخسار کی طرف دیکھا اور بولی۔

”میں نے تم سے وعدہ کیا تھا ناں۔“

”ہاں کونن۔“ رخسار نے پھر سسکی لے کر کہا۔

”اوہ۔ بیوقوف لڑکی۔ جب انسان کو اس کی کھوتی ہوئی چیزیں مل جاتی ہیں تو وہ روتا نہیں ہے ہنستا ہے۔ میں تمہیں ہنستا دیکھنا چاہتی ہوں۔ کیوں دانش ٹھیک کہہ رہی ہوں ناں میں؟“

”ہاں کونن۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے لیکن آپ یقین کیجئے میں سخت متخیر ہوں۔“

”وہ کیوں؟“

”میں ایک ایسے ویران جزیرے میں حادثے کا شکار ہوا تھا جہاں مجھے کسی کے پہنچنے کی امید نہیں تھی اور حادثہ بھی خدا کی پناہ۔ مجھے تو یوں لگا تھا جیسے میرا بدن ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہو۔“ کونن نے پھر رخسار کی طرف دیکھا اور مسکرا دی۔

”آپ کی مسکراہٹ بڑی پر اسرار ہے کونن سوال کر سکتا ہوں کہ کیوں؟“

”سوال نہ کرو۔“ کونن نے کہا۔

”لیکن نہیں۔ ٹھیک ہے۔“ میں نے فوراً بولنے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔

”نہیں کہو۔ کیا کہہ رہے تھے؟“

”میں جاننا چاہتا ہوں کونن کہ یہ سارا گورکھ دھندرا کیا ہے؟“

”کچھ نہیں۔ تم حادثے کا شکار ہوئے تھے ناں۔“

”ہاں کونن۔ مگر اس کے بعد بہت سی باتیں میرے ذہن میں سوال بن کر اٹکی ہوئی ہیں۔“ میں نے کہا۔

”مثلاً؟“ کونن مسکرا کر بولی۔

”اصل میں آپ لوگوں کا انداز اس قدر پر اسرار ہے کونن کہ میرا ذہن الجھتا ہے۔“

”نہیں۔ میں تمہارے ذہن کو الجھانا نہیں چاہتی۔ میں نے تم پر جس قدر محنت کی ہے تم سوچ بھی نہیں سکتے۔“

”کونن یہ تو میں جانتا ہوں۔ ظاہر ہے میں اس طرح یہاں نہ پہنچ پاتا۔ آپ نے مجھ پر جو کچھ محنت کی ہے۔ میں آپ کا شکریہ نہیں ادا کروں گا۔ کیونکہ اس کیلئے آپ خود ہی مجھے منع کر چکی ہیں۔“

”اور تم نے میرے لئے اپنی زندگی میں جتنی محنت کی ہے دانش میں بھی اس کا شکریہ نہیں ادا کروں گی۔ کیونکہ ہم دونوں کے درمیان تکلف کا کوئی رشتہ نہیں ہے۔“

”مانتا ہوں کونن لیکن تجس میرے ذہن میں ہے۔ ہاں اگر کوئی ایسی وجہ ہے جس کے تحت آپ مجھے کچھ بتانے سے گریز کر رہی ہیں تو پھر میں خاموش ہو جاتا ہوں۔ ظاہر ہے اس کی بھی کوئی مناسب ہی وجہ ہوگی۔“ کونن پھر مسکرا دی اور بولی۔

”ٹھیک ہے دانش۔ میں تم پر احسان نہیں جتاننا چاہتی لیکن تم اگر اس بات کے لئے بضد ہو کہ میں تمہیں گزرے ہوئے واقعات بتاؤں تو پھر سنو۔ تم سا لہا سال ہم سے دور رہے ہو اور تمہاری زندگی سے ایسی ایسی داستانیں وابستہ ہوئی ہیں کہ سنو گے تو حیران رہ جاؤ گے۔“

”سا لہا سال؟“ میں نے تعجب بھرے لہجے میں سوال کیا۔

”ہاں۔“

”لیکن کونن۔ میں کیا زخمی حالت میں رہا ہوں۔“

”نہیں۔“

”تو پھر؟“

”دانش۔ اس حادثے نے تمہارے بدن کو ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ تم زندہ سلامت نظر آ رہے ہو۔ میں اتنی سائنسی قوتیں حاصل کرنے کے باوجود اس سب سے بڑی قوت کی

اپنی قسم پوری کر دی۔ کاش وہ زندہ بچ جاتے تو میں انہیں خوش آمدید کہتی اور مبارک باد دیتی۔“
”تو وہ۔ وہ۔“

”ہاں۔ انہوں نے ہماری برسوں کی کاوش پر پانی پھیر دیا، تباہ کر دیا۔ ہماری اس لیبارٹری کو۔ ان کا تعلق دنیا کے کئی ملکوں سے تھا اور ساری دنیا نے مل کر میری اس لیبارٹری کا پتہ لگایا تھا اور پھر انہوں نے اپنی زندگیاں دے کر میری وہ تجربہ گاہ تباہ کر دی۔“
”مکمل طور سے۔“

”تقریباً یہی سمجھ لو۔ بس تھوڑا بہت سامان بچا تھا جسے میں اپنے ذرائع سے نکال کر لے آئی اور پھر میں نے وہاں سے اتنے فاصلے پر کورنیاں کے اس علاقے میں اپنی یہ تجربہ گاہ بنائی۔“

”گویا۔ میری بے ہوشی اور خود فراموشی کا یہ عرصہ اتنا طویل رہا۔“

”اس سے بھی زیادہ طویل۔ اگر تم نے ان پہاڑوں کا اندازہ لگایا ہے تو سمجھ لو یہ کتنے عرصے میں اس قابل ہوئے ہوں گے۔“

”اور اتنے عرصے میں آپ سے دور رہا کون۔“

”مجھ سے بھی اور رخسار سے بھی۔“ کون نے جواب دیا۔
”لیکن وہ۔ وہ لوگ۔“

”میں نے کہا ناں انہوں نے اپنے قومی جذبوں کے تحت میری وہ لیبارٹری تباہ کی۔ حالانکہ وہ سب کچھ غلط تھا۔ ارے کم از کم مجھ سے میرا موقف تو معلوم کر لیتے۔ جو کچھ میں کر رہی ہوں۔ انسانیت کی بھلائی کے لئے ہی تو کر رہی ہوں۔ میں نے کون سی دنیا میں تخریب کاری کی ہے۔“

میں خاموشی سے کون کی یہ باتیں سنتا رہا۔ واقعی کون بہت غم زدہ تھی جو کچھ اس نے کیا تھا وہ میں دیکھ چکا تھا اور وہ سب کچھ کرنا کسی انسان کے بس کی بات نہیں تھی اور پھر ایک ایسا انسان جس کی عمر ڈھل رہی ہو اور اسے یہ امید نہ ہو کہ اب اپنی زندگی میں وہ سب کچھ کر سکے گا جو اس نے کیا تھا کون کے دل میں بھی گہرے گھاؤ ہیں۔ میں ان کی تکلیف محسوس کر رہا تھا۔ کافی دیر تک میں خاموش رہا پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

”لیکن آپ فکر نہ کریں کون۔ میں اب بھی آپ کے مشن کا ساتھی ہوں۔ جن ممالک

نے آپ کے خلاف یہ ساری کارروائی کی ہے۔ میں ان سے انتقام لوں گا۔ ماضی میں بھی یہی کرتا رہا ہوں اور مجھے خوشی ہے کہ وقت نے ایک بار پھر مجھے اس کا موقع دیا ہے۔“ کون کے ہونٹوں پر ایک مدہم مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے آہستہ سے کہا۔
”نہیں دانش میں اپنی غرض کے لئے اب تمہاری زندگی سے اس سے زیادہ نہیں کھیل سکتی۔“

”میں سمجھا نہیں کون؟“

”اب تم گھریلو زندگی گزارو۔ تمہیں رخسار کو دیکھنا ہے۔ تمہارا اپنا ایک موقف ہے۔ ایک خاندان ہے ایک انداز ہے میرا کیا ہے میں تو اسی طرح اپنی کارروائیاں کرتے کرتے آخر کار ایک دن فنا ہو جاؤں گی۔“

”کون آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں۔ کیا مجھ سے کوئی شکایت پیدا ہوگئی ہے آپ کو؟“
”خدا کی قسم بالکل نہیں لیکن بس بہت عرصہ ہو گیا۔ اب تمہیں دوسرے انداز کی زندگی گزارنی ہے۔“ میں تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر میں نے افسردہ لہجے کہا۔

”میری زندگی کا کوئی دوسرا انداز نہیں ہے کون۔ آپ جانتی ہیں کہ میری زندگی میں اگر کچھ ہے تو صرف اور صرف رخسار ہے۔ رخسار میرے قریب موجود ہے اور آپ نے جس طرح رخسار کو اپنے ساتھ رکھا ہے اور جس طرح اس کی حفاظت کی ہے۔ بس اس کے لئے میرے پاس آپ کا شکریہ ادا کرنے کے لئے الفاظ نہیں ہیں میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ آپ کے مقصد کے لئے کام کروں۔“

”دانش! جب میں نے یہ سوچا کہ تمہیں اپنے کام کے لئے استعمال کروں تو اس میں میں نے کوئی کسر نہیں چھوڑی اور اب جب میں یہ سوچ رہی ہوں کہ میرا کام تو ویسے بھی مختصر ہو گیا ہے اور میں اپنی گاڑی چلا رہی ہوں اور مجھے کوئی وقت نہیں ہے تو پھر اب کم از کم میں تمہیں اپنے مقصد کے لئے اپنی قید میں نہیں رکھنا چاہتی۔“

”یہ قید نہیں ہے کون۔ یہ میری خوشی ہے۔“

”اور وہ میری خوشی ہے۔“

”یعنی۔ یعنی۔ یعنی۔“ میں نے کہا

”میں نے کہا ناں اب تم گھریلو زندگی گزارو۔ رخسار کو ایک گھر دو۔“

”لیکن میں اس بات کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں کوئن۔“

”دانش۔ شاید تم زندگی میں پہلی بار مجھ سے اس قدر ضد کر رہے ہو۔ ورنہ عموماً یہ ہوتا ہے۔“

آیا ہے کہ میں نے کوئی موقف اختیار کیا اور تم نے اس کی حمایت کی۔“

”مگر میں آپ سے جدا نہیں ہونا چاہتا کوئن۔“

”تم سے جدا کون ہو رہا ہے دانش۔“

”آپ مجھے بالکل اسی طرح کام کرنے کا موقع دیں جس طرح میں کام کرتا رہا ہوں۔“

”اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔“

”تو ٹھیک ہے کوئن۔ اگر آپ مجھے یہ موقع فراہم نہیں کر سکتیں تو آپ کی مرضی ہے لیکن

میں جانتا ہوں کہ مجھے کیا کرنا ہے۔“ کوئن نے سنجیدہ ہو کر مجھے دیکھا پھر بولی۔

”کیا کرنا ہے تمہیں۔ معلوم کر سکتی ہوں میں؟“

”ہاں۔ ان ممالک کے نام معلوم کر کے میں ان سے انتقام لوں گا۔“

”نہیں دانش پلیز۔ اس موضوع پر اتنی زیادہ گفتگو نہ کرو اور تم کچھ نہیں کرو گے۔ دیکھو

ان ایجنٹوں نے اپنی زندگیوں قربان کر کے میری لیبارٹری تباہ کی۔ بے شک انہوں نے مجھے

ایک ناقابل فراموش نقصان پہنچایا لیکن اپنی زندگیاں دے کر۔ میں ان کے موقف کو ختم

نہیں کرنا چاہتی میں انہیں ان کے مشن میں سرخرو کرنا چاہتی ہوں۔“ میں خاموش ہو گیا کوئن کی

عظمت کو محسوس کر رہا تھا کیا عظیم سوچیں رکھتی تھی وہ عورت اور یقینی طور پر اسے ایک بڑا مرتبہ

دیا جاسکتا تھا۔ میں نے ایک بار پھر ضد کی تو اس نے کہا۔

”مجھے اس جگہ نہ لے جاؤ دانش کہ میرا اور تمہارا ساتھ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے

میں تمہارے ذہن سے اپنا تصور مٹا دوں گی۔ میں تمہارا برین داش کر دوں گی۔ تمہارا بھی اور

رخسار کا بھی اور اس کے بعد تمہارے ذہن میں کوئن نام کی کسی شخصیت کا تصور تک باقی

نہیں رہے گا تم ایک عام انسان کی حیثیت سے زندگی گزارو گے۔ یہ میں نہیں چاہتی دانش اگر

تم میری بات اس وقت مان لیتے ہو تو میرے اور تمہارے درمیان ایک رابطہ ایک رشتہ رہے گا

جب بھی میرا دل گھبرائے گا میں تم سے مل لوں گی۔ تمہارے پاس پہنچ جایا کروں گی۔ اس سے

مجھے کم از کم یہ احساس رہے گا کہ میرا اور تمہارا تعلق قائم ہے جب میں اپنے ان ہنگاموں سے

تھک گئی دانش تو تمہارے پاس آ کر ایک عام انسان کی حیثیت سے آرام کیا کروں گی کیا تم

مجھے اس کا موقع نہیں دینا چاہتے۔“

میں شکست خوردہ لگا ہوں سے کوئن کو دیکھنے لگا پھر میں نے آہستہ سے کہا۔ ”جیسا آپ

مناسب سمجھیں کوئن۔“

”بہت بہت شکر یہ رخسار۔ میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ آخر کار ایک دن تمہارا دانش

تمہیں ملے گا۔ میں اس کے لئے کاوشیں کروں گی اور مجھے خوشی ہے کہ قسمت نے مجھے اس کا

موقعہ دیا ہے اب آرام کرو میں دیکھتی ہوں کہ میں تمہارے لئے کہاں جگہ بنا سکتی ہوں۔“

پھر میں اور رخسار وہاں سے اٹھ گئے لیکن میرے ذہن پر ایک عجیب سا بوجھ طاری

ہو گیا تھا کوئن کو جو نقصان پہنچا تھا وہ واقعی ایسا تھا کہ کوئی بھی شخص اس سے اپنے آپ کو ذہنی طور

پر ملول ہونے سے نہیں بچا سکتا تھا لیکن کوئن ایسی عورت تھی کہ وہ ان لوگوں کی تعریف کر رہی تھی

جنہوں نے اس کی لیبارٹری تباہ کی تھی۔ وہ ان کے ملی جذبوں کو سراہتی تھی یہ اس کی عظمت کی

انتہا تھی۔ رخسار اور میں ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جو ایک باقاعدہ کمرے کی شکل رکھتی تھی ایک خفا تھا۔

دلیبا ہی دروازہ لگا ہوا تھا۔

”بیٹھو رخسار۔ میں مشغول ہو گیا ہوں۔“ رخسار بیٹھ گئی۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا

کچھ دیر خاموشی طاری رہی پھر میں نے کہا۔

”رخسار۔ کوئن کے بغیر تم مجھے کچھ نہیں بتانا چاہتی تھیں کیا اب بھی ایسی ہی بات ہے۔“

رخسار نے میرے لہجے میں کوئی خاص بات محسوس کی اور ٹرپ کر بولی۔

”اگر تم سمجھتے ہو دانش کہ میں تمہاری کسی بات سے منحرف ہوں تو یہ میرے ساتھ زیادتی

ہوگی مجھے بتاؤ تمہارے بغیر میں کیا کرتی؟“

”میں جانتا ہوں۔ ویسے کیا کوئن نے یہ علاقہ خاص طور سے منتخب کیا ہے؟“

”ہاں اس سلسلے میں اس نے بڑی ذہانت سے کام لیا اور خاصے مشکل ذرائع استعمال

کئے اتنے ساز و سامان کا یہاں پہنچنا کتنا مشکل کام ہو سکتا ہے شاید تمہیں اس کا اندازہ نہ ہو۔“

”مجھے تو کوئی اندازہ ہی نہیں ہے رخسار! میں تو ایک نو مولود بچے کی مانند ہوں۔“

”بہت مشکلات پیش آئی تھیں وہاں جو کچھ تھا وہ تباہ ہو چکا تھا ان سیکرٹ ایجنٹوں نے

نہ جانے کس کس طرح وہاں رسائی حاصل کر لی تھی اور اس کے بعد انہوں نے وہاں تباہی

پھیلانی وہ سب کچھ ختم ہو گیا جو کوئن کی زندگی بھر کی کاوشوں کا نتیجہ تھا وہ حوصلہ مند عورت دکھ

کا شکار رہی یہ دکھ اس نے اپنے وجود میں اتار لیا اور یقین کرو دانش اب وہ اس قدر خوش نہیں ہے جتنا پہلے تھی۔“

”وہ ضد کر رہی ہے رخسار ورنہ سچی بات یہ ہے کہ ہم اسے چھوڑنا نہیں چاہتے۔“

”وہ اس قدر بضد ہے کہ اگر ہم اسے مجبور کرنے کی کوشش کریں گے تو وہ اپنے خیال کو عملی جامہ پہنا دے گی۔“ رخسار نے کہا۔

”نہیں میں یہ نہیں چاہتا ہمارا اس سے رابطہ ضروری ہے اگر وہ اس بات کی خواہش مند ہے کہ ہم اس سے علیحدہ رہ کر زندگی گزار دیں تو رخسار ہم ایسا کریں گے۔“

”دانش اگر ہم یہاں سے رخصت ہو جائیں تو کہاں جائیں گے۔“

”تمہارے ذہن میں کوئی تصور ہے رخسار؟“

”ویسے یقین کرو گھر بہت یاد آتا ہے۔“ رخسار نے کہا اور میرے دل کو ایک دھچکا سا لگا

میں نے سوچا کہ گھر تو ہمارا تھا لیکن کیا تھا؟ کیسا تھا سب کچھ ختم کر دیا گیا رشید ناگ کی مٹھل شاہ اور نہ جانے کون کون... زندگی کے کیا کیا عیش نہیں کئے تھے حالانکہ یہ حقیقت تھی کہ میری زندگی تو مہمات میں ہی گزری کبھی کسی کے لئے کبھی کسی کے لئے خصوصی طور پر جو جذبہ اپنے وطن کے لئے میرے سینے میں موجزن تھے انہیں بری طرح پامال کیا گیا میں جس نے اپنا روال روال وطن کی خدمت کے لئے وقف کر دیا تھا اس طرح نظروں سے گرا دیا گیا کہ اس کے بعد میرے لئے کوئی گنجائش ہی نہ رہی۔“ میں نے افسردہ لہجے میں کہا۔

”ہم وطن نہیں جائیں گے۔“

”کیا کریں گے وہاں جا کر۔“

”دنیا کا کوئی بھی گوشہ اپنا لیں گے جب خاموشی سے ہی زندگی گزارنی ہے تو ایسا ہی کیوں نہ کیا جائے۔“

”ہاں یہی ٹھیک ہوگا ہم اپنے نام بھی تبدیل کر لیں گے۔“

”بالکل اب ہمت نہیں ہے دیکھو ناں سب کچھ ہی تو چھن گیا بس چند افراد ہیں جن کی

یاد دل میں چٹکیاں لیتی ہے الیاس بھائی نازاں باجی اور وہ چھوٹا سا خاندان اس کے علاوہ ہمارا اور تھا کیا؟“ رخسار نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

”بہر حال ہم حوصلہ مندی سے کام لیں گے کون انگریز یہ چاہتی ہے کہ ہم بھی زندگی کے

ایسی لمحات سے گزریں تو ٹھیک ہے مجھے اعتراض نہیں ہے۔“

”بہر حال دل میں خواہش تو بہت سی ہوتی ہیں اور میں نہیں کہتا کہ کب یہ خواہشیں

طوفانی شکل اختیار کر جائیں۔“

”خواہش؟“

”ہاں رخسار! دل تو چاہتا ہے کہ اپنے ان دشمنوں کو تلاش کروں جنہوں نے بہر حال

دانش منصور کو تباہ کرنے کے لئے وطن کے اندر رو کر کارروائی کی ہے۔“

”کیا فائدہ پھر ایک مشکل میں الجھ جاؤ گے۔“

”بس دل کی بات کر رہا تھا میں۔“

”ویسے دانش جہاں تک میرے علم میں ہے وہ دونوں ادارے تمہارے بدترین دشمن

بن گئے تھے۔“

”روز آرگنائزیشن اور ڈائن سنٹر۔“

”ہاں انہی کی بات کر رہی ہوں۔“

”بس رخسار! وہی بات ہے جب کوئی یہ نہیں چاہتی کہ میں مصروف عمل رہوں تو ان

تمام باتوں کو نظر انداز کرنا ہوگا۔“

”ٹھیک ہے دیکھ لیں گے آگے تقدیر کیا گل کھلاتی ہے۔“ ہم لوگ باتیں کرتے رہے

رخسار اب میری زندگی تھی۔



تقریباً ڈیڑھ مہینہ گزر گیا ہم لوگ غیر مطمئن نہیں تھے رخسار میرے ساتھ تھی اور ایک طویل عرصے کے بعد مجھے حاصل ہوئی تھی اس لئے میں نے زندگی کی دوسری خواہشات اپنے ذہن سے نکال ڈالی تھیں اس رات بھی ہم غار میں اپنے بستر پر سوئے تھے اور پرسکون نیند لیے رہے تھے لیکن یہ نیند کتنی پرسکون یا کتنی طویل تھی اس کا اندازہ مجھے نہیں ہو سکا اور نہ ہی رخسار کو البتہ جب سورج کی کرنیں ہم تک پہنچیں تو رخسار نے میرے بازوؤں میں انگڑائی لی ہم اپنے بستر پر آرام کی نیند سوئے تھے اور رات چپکے سے گزر گئی تھی اس نے مجھے دیکھا پھر میرے بالوں میں انگلیوں سے کنگھی کرتے ہوئے بولی۔

”جاگو گے نہیں سورج نکل آیا ہے۔“

”ہاں اٹھتے ہیں رخسار۔“ میں نے کہا اور ہم دونوں جاگ گئے اچانک ہی میری نظر چھت پر پڑی اور مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میری آنکھیں مجھے دھوکا دے رہی ہوں چھت میں اتنا خوبصورت فانوس لٹکا ہوا تھا کہ اس کی تعریف نہیں کی جاسکتی لیکن چھت فانوس میں نے چونک کر دیواروں کو دیکھا سفید رنگ کے پینٹ سے آراستہ دیواریں بہت صاف و شفاف محسوس ہو رہی تھیں ان سے نگاہیں گزریں تو ایک کھڑکی پر پڑیں جس پر ایک خوبصورت پردہ پڑا ہوا تھا اور اسی پردے کے کچھ رخنوں سے سورج کی روشنی اندر جھانک رہی تھی میری نگاہیں چاروں طرف گھوم گئیں رخسار نے شاید ابھی تک اس ماحول کا جائزہ نہیں لیا تھا لیکن میرے منہ سے سرمرائی ہوئی آواز نکلی۔

”رخسار۔“

”ہوں۔“ وہ میرے سینے میں آنکھیں رگڑتی ہوئی بولی۔

”رخسار ذرا دیکھو تو سہی۔“

”کیا؟“ اس نے بوجھل لہجے میں کہا۔

”رخسار یہ وہ غار نہیں ہے۔“

”کون سا غار؟“

”جہاں ہم مقیم تھے۔“

”میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا نہ جانے کیوں میرا ذہن بوجھل ہے۔“ رخسار نے جواب

دیا۔

”رخسار ہم اس غار میں نہیں ہیں جہاں ہم سوئے تھے۔“

”کیا؟“ رخسار چونک پڑی۔

”ہاں دیکھو چاروں طرف دیکھو یہ تو کوئی بہت ہی عمدہ کمرہ محسوس ہوتا ہے۔“

رخسار بوجھل انداز میں آنکھیں کھول کر چاروں طرف دیکھنے لگی پھر اس کے ذہن کو بھی شاید کوئی جھٹکا ہی لگا تھا دوسرے لمحے وہ اٹھ کر بیٹھ گئی اس نے اپنے بدن پر چادر سنبھال لی تھی پھر وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے چاروں طرف دیکھنے لگی اور اس کے منہ سے سرمرائی آواز نکلی۔

”میرے خدا یہ کیا ہو گیا ہے؟“

”پتا نہیں ویسے تمہیں یاد ہے ناں کہ ہم غار میں سوئے تھے؟“

”یاد نہ ہونے کا کیا سوال ہے۔“

”تو پھر سوتے سوتے یہ جگہ“

جو کچھ ہماری نگاہوں کے سامنے تھا وہ خواب نہیں تھا کمرے میں اعلیٰ قسم کے ساز و سامان رکھے ہوئے تھے ٹیلی ویژن، بیڈ روم سائز فریج، فرش پر قالین نہ جانے کیا کیا کچھ اور یہ سب یہ سب کم از کم کورنیاں کے اس غار میں نہیں ہو سکتا تھا ہم دونوں پھٹی پھٹی نگاہوں سے یہ سارا منظر دیکھتے رہے۔

رخسار کافی دیر تک خاموش رہی پھر بستر سے اتر گئی اس کے پاس میری بات کا کوئی جواب نہیں تھا وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس کھڑکی تک پہنچی جس پر وہ پڑا ہوا تھا اس نے پردہ تھوڑا سا سرکایا اور باہر جھانکنے لگی پھر اس کے منہ سے ایک آواز نکلی تھی میں خود بھی

پکٹ کھول لیا کاغذات کے ساتھ ٹریولر چیک تھے جو میرے نام پر بنے ہوئے تھے اور ان چیکوں کی مجموعی رقم تقریباً ساٹھ لاکھ پاؤنڈ تھی۔

میرا سر چکرا گیا ساٹھ لاکھ پاؤنڈ گویا کوئن میکوویا نے تمام بندوبست کر کے رکھ دیا ہے پھر اور کاغذات تلاش کئے اس دوران رخسار بھی میرے پاس پہنچ گئی تھی اور ان کاغذات کا جائزہ لینے لگی تھی ہمارے پاسپورٹ تھے اور یہاں آنے کے تمام کاغذات جو بالکل حقیقی شکل میں بنے ہوئے تھے لیکن اس کے ساتھ ہی گلابی رنگ کا ایک لفافہ بھی تھا اور یہ لفافہ میری توجہ کا مرکز بن گیا کیونکہ یہ بند تھا میں نے اسے کھولا تو اس میں سے ایک بڑا سا کاغذ نکلا اور اس کاغذ پر کوئن میکوویا کی درج شدہ تحریر تھی۔

میری زندگی کے بہترین ساتھیو!

”رخسار اور دانش منصور!“ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تم لوگوں نے میری زندگی میں ایک ایسا مقام حاصل کر لیا ہے جسے شاید میں آخری سانس تک قراٹوش نہ کر سکوں ویسے تو لا تعداد افراد سے میرا رابطہ رہا ہے بہت سے افراد نے میرے ساتھ بہت کچھ کیا ہے لیکن دانش تم نے محسوس کیا ہوگا کہ میں نے تمہیں اپنے دل میں ایک خاص مقام دیا تھا میں رشتوں سے ناواقف ہوں اور نہ ہی کسی رشتے کا نام لے کر تم سے اس قربت کا اظہار کروں گی۔ یہ ایک انوکھا رشتہ ہے جو میرے اور تمہارے درمیان قائم ہے دیکھو میں نے ماضی کا صیغہ نہیں استعمال کیا ہر بات میں ہے کہہ رہی ہوں اس لئے کہ میں بھی ہوں تم بھی ہو رخسار بھی ہے ہم ہیں اور میں چاہتی ہوں کہ ہم رہیں مجھے اپنے آپ سے دور کرو گے تو مجھے دکھ ہوگا اور یہ دوری اسی شکل میں ہو سکتی ہے کہ تم میرے فیصلوں کو قبول نہ کرو اگر تم نے میرے فیصلوں کو قبول نہ کیا تو میں تم سے دور ہو جاؤں گی کیونکہ میں نے جو فیصلے کئے ہیں بہت سوچ سمجھ کر کئے ہیں اور یہ بات آج کی نہیں ہے بلکہ ان برسوں کی ہے جن برسوں میں دانش تم مجھ سے اور رخسار سے دور رہے ہو میں بڑے پچھتاؤں کا شکار رہی ہوں میں نے لاتعداد بار رخسار کو دیکھ کر سوچا کہ میرے کام کی تکمیل تو کسی نہ کسی طرح ہو ہی جاتی لیکن میں نے دو محبت بھرے دلوں کو اپنی غرض کے لئے ایک دوسرے سے جدا کر دیا ہے تم یقین کرو دانش خدا نخواستہ اگر تم کسی حادثے کا شکار ہو کر اس دنیا سے چلے جاتے تو اس بات کا یقین ہونے کے بعد میں یہ سب کچھ ختم کر دیتی اور خود بھی گوشہ نشین ہو جاتی اسی قدر جذباتی ہو گئی تھی تمہارے لئے لیکن امید کی کرن تھی جو میرے

اپنی جگہ سے اٹھا اور اس کے قریب پہنچ گیا۔ غالباً ہم کسی عمارت کی بلندی پر تھے اندازے کے مطابق آٹھویں یا نویں منزل ہوگی کیونکہ دوسری طرف کی دنیا بڑی ہنگامہ خیز اور گہرائی میں نظر آرہی تھی ایک بہت چوڑی سڑک تھی اس کے دونوں طرف شاندار شوروم اور دکانیں بنی ہوئی تھی ٹریفک چل رہا تھا یہ دنیا کا کوئی جدید ترین شہر تھا پھر دکانوں پر لگے ہوئے سائن اور دوسری چیزوں سے میں نے اندازہ لگا لیا کہ یہ لندن ہے ہم لندن کے کسی شاندار علاقے میں موجود ہیں مگر یہ کمرائیٹنی طور پر کسی ہوٹل کا کمرہ ہے میں نے جلدی سے دروازے کی جانب دیکھا دروازہ بند تھا میں سنسنی خیز نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا پھر میں نے رخسار سے کہا۔

”یقینی طور پر ہم لندن میں ہیں۔“

”کیسے اندازہ لگایا؟“

”یہ سائن تم دیکھ رہی ہو۔“

”ہاں۔“

”غور کر لو۔“ کچھ لمحوں تک غور کرنے کے بعد رخسار نے کہا۔

”تم ٹھیک کہتے ہو۔“

”گویا کورنیاں سے لندن آخر کیسے؟“

”کوئن میکوویا کے لئے یہ مشکل نہیں تھا۔“ رخسار نے کھڑکی بند کی واپس پلٹی ایک عجیب سا احساس ہم پر مسلط ہو گیا تھا جیسے ہم کسی طلسمی دنیا میں زندگی گزار رہے ہوں رخسار نے کہا۔

”ہمارے کپڑے وغیرہ۔“

”ایک منٹ۔“ میں نے کہا اور ایک طرف بنی ہوئی الماری کی جانب بڑھ گیا الماری کھول کر دیکھی تو میرا سر چکرا گیا ہمارے بے شمار لباس بڑی ترتیب سے لٹکے ہوئے تھے ایک طرف رخسار کے لباس دوسری طرف میرے ہر چیز موجود تھی میں نے ان میں سے ایک لباس منتخب کیا اور باٹھ روم کی جانب بڑھ گیا تھوڑی دیر کے بعد میں لباس وغیرہ تبدیل کر کے وہاں سے نکل آیا رخسار کو اشارہ کیا۔ شکر تھا کہ ابھی تک کوئی یہاں آیا نہیں تھا اس کے بعد میں دوسری چیزوں کی تلاشی لینے لگا۔

ایک طرف دو بڑے سوٹ کیس رکھے ہوئے تھے میں نے انہیں کھول کر دیکھا کوئی چیز لاک نہیں تھی ایک سوٹ کیس میں چند کاغذات وغیرہ مجھے پکٹ میں رکھے نظر آئے میں نے وہ

میں نے قبول کر لیا اور میرے اور اپنے درمیان ان رابطوں کی گنجائش رہنے دو جو مستقبل میں کبھی کبھی رہیں گے۔ ہاں اگر تم نے ان سے اختلاف کر کے کوئی ایسا قدم اٹھایا جو مجھے یہ احساس دلائے کہ تم مجھ سے متفق نہیں تھے تو یقین کرو کہ زندگی میں کبھی تم میری صورت نہیں دیکھ پاؤ گے اب وہ سنو جو اس کے بعد کی کہانی ہے۔

تم سمجھ لو کہ جس طرح تم نے اب تک میری ہر ہدایت پر عمل کیا اور میرے لئے زندگی کی بازی لگاتے رہے ہو اسی طرح یہ میری آخری ہدایت ہے شاید اس کے بعد اگر کہیں ضرورت پڑے اور تم مجھے موقع دو تو میں تمہیں کوئی اور ہدایت دے سکوں اگر موقع نہیں دو گے تو جس طرح میں نے پہلے کہہ دیا ہے تو اب یہ سن لو کہ تمہارا نام دانش منصور نہیں ہے اپنے کاغذات اگر تم نے دیکھ لئے ہیں تو یہ سارے کے سارے کاغذات پرنس فیصل کے نام پر ہیں پرنس فیصل اور مسز رخسار فیصل سمجھ رہے ہوں پرنس فیصل کی حیثیت سے تم یہاں وقت گزارو گے ایک شخص کو میں نے تمہارے لئے مقرر کیا ہے اور اس کا نام ہے ناصر درانی! ناصر درانی یوں سمجھ لو کہ وہ شخص ہے جسے میں نے اپنے آپ سے تمہارے لئے مخصوص کر کے بھیجا ہے اور یہ بھی نہیں جانتا کہ اسے کیا کرنا ہے لیکن اسے بھی میں نے سمجھا دیا ہے اور میں جانتی ہوں کہ جو کچھ میں نے اس سے کہا ہے یہ وہی کرے گا کیوں؟ اس بارے میں نہ پوچھنا یہ شخص ناصر درانی لندن میں تمہیں ہر طرح کی سہولتیں فراہم کرے گا۔ میں نے لندن کا انتخاب تمہارے لئے اس لئے کیا ہے کہ تم اپنی دنیا سے بہت دور نہ جاؤ تمہاری دنیا یعنی تمہارا وطن تمہارا ملک ممکن ہے حالات اس طرح کا رخ اختیار کر جائیں کہ ایک بار پھر تم اپنے وطن کا رخ کرو مجھے اس پر اعتراض نہیں ہے لیکن تم خود سمجھو انسان ہو اس وقت اپنے وطن کی جانب رخ کرنا جب تم دیکھو کہ حالات تمہارے حق میں ہیں کسی جذباتی کیفیت کا شکار نہ ہونا لندن میں تمہیں ایک پرسکون رہائش گاہ ملے گی اور تم یہاں کے حلقوں میں اپنے لئے جگہ بنانے کی کوشش کرو یہ ایک تھوڑی سی رقم میں نے تمہارے لئے رکھ دی ہے لیکن اصل رقم تمہیں ناصر درانی فراہم کرے گا وہ ایک قابل اعتماد شخص ہے اس دوران وہ تمہارے لئے ایک مستقل رہائش گاہ کی کوشش میں مصروف ہے اور اس رہائش گاہ کو حاصل کر کے وہ تم سے ملاقات کرے گا عارضی طور پر میں نے تمہیں اس ہوٹل میں ٹھہرایا ہے تم یقیناً یہ سوچو گے کہ کورنیاں سے لندن تک کا سفر کس طرح طے ہوا اس کہانی کو میرے لئے چھوڑ دو تم خود جانتے ہو میرے پاس ایسے ذرائع

دل میں روشن تھی اور اس کا تعلق کسی سائنسی ذریعے سے نہیں تھا بلکہ اس قدرتی احساس سے تھا جس کا خالق کوئی اور ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ انسان کتنی ہی بلندیوں تک پہنچ جائے ہر جگہ اسے اپنے خالق کی موجودگی کا احساس ہوتا ہے اور میں نے بھی ہمیشہ اس احساس کو اپنے دل میں زندہ رکھا مجھے یقین تھا کہ تم زندہ ہو اور آخر کار ہمارے درمیان پہنچ جاؤ گے میں نے یہ بھی فیصلہ کیا تھا کہ اگر ایسا ہو گیا تو پھر تمہیں اور رخسار کو اپنی زندگی سے ہٹا دوں گی کیونکہ میرا کام تو بہر حال جاری ہی ہے یہ اتفاق ہے کہ اس دوران بارسلونا میں ہماری وہ حیثیت ختم ہو گئی لیکن کوئی فرق نہیں پڑتا میں نے یہ سب کچھ دنیا کے لئے ہی کیا تھا اگر دنیا والوں نے اسے قبول نہیں کیا تو یہ ان کی مرضی ہے اور اب بھی میں یہ سلسلہ جب تک میری زندگی ہے جاری رکھوں گی کوشش یہ کروں گی کہ میرے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہے اور کچھ مخلص ایسے موجود رہیں کہ جب دنیا اپنے ہر پاکسے ہوئے طوفان میں مبتلا ہو جائے تو جس حد تک میں یا میرے بعد کے لوگ اس کی مدد کر سکیں ضرور کریں تم سوچ رہے ہو گے کہ میں جذباتی ہو گئی ہوں اور جذباتی باتیں کر رہی ہوں میں یہ کہتی ہوں کہ جذبات ہی تو زندگی کی علامت ہوتے ہیں جذبات اگر انسان کے وجود سے ختم ہو جائیں تو پھر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ انسان انسانی طور پر کیا حیثیت رکھتا ہے تو تمہارے لئے بھی میرے دل میں کچھ جذبات تھے میں جانتی تھی کہ اگر میں تمہیں باقاعدگی کے ساتھ خود سے جدا کروں گی تو تم آخری وقت تک جدوجہد کرو گے لیکن میرا یہ فیصلہ بڑا اٹل تھا اور میں اس کے لئے کوئی گنجائش اپنے اندر نہیں نکال سکتی تھی دانش میرے دوست میرے بہت اچھے دوست بہت سے ایسے مرحلے آئے ہوں گے جب تمہیں میرے فیصلوں سے اختلاف رہا ہوگا لیکن تم نے ان کا اظہار نہیں کیا میں جانتی ہوں میرے اس فیصلے سے بھی تمہیں شدید اختلاف ہوگا کیا ایک ایسی شخصیت کا کوئی اختلاف تم قبول کر لو گے جس نے ہمیشہ تمہیں ایک الگ ہی مقام دیا اگر یہ اختلاف تمہارے دل میں ہے تو پہلی بار تم سے درخواست کروں گی کہ اسے قبول کر لو میرے لئے تمہاری یہ قبولیت ایک تحفہ ہوگی اور میں اس بات پر خوشی کا اظہار کروں گی کہ میں نے جو کچھ تم سے مانگا تم نے اس سے انکار نہیں کیا شاید یہ باتیں تم جذباتی نوعیت کی محسوس کرو اور یہ سوچو کہ میں نے لفاظی کا کھیل کھیل کر تمہیں اپنے مقصد سے متفق کرنے کی کوشش کی ہے نہیں ایسی بات نہیں ہے میں نے جو کچھ کیا ہے اس کے ایک ایک لفظ میں سچائی ہے اور یہ حقیقتیں تمہیں ہر قیمت پر قبول کرنی ہی پڑیں بہتر یہ ہوگا کہ تم انہیں خوشدلی

ہیں کہ میں یہ کام کر سکوں یہاں کا عملہ تمہیں ایک شہزادے کی حیثیت سے خوش آمدید کہے گا۔
اپنے آپ کو اس حیثیت میں برقرار رکھنا بس اس سے زیادہ اور کیا کہوں مجھے یقین ہے کہ
مجھے میری تمام باتوں کو تسلیم کر کے خوش ہونے کا موقع دو گے
کوئن میکو ویا۔“

میں نے یہ خط پڑھا دوسری بار پڑھا رخسار میرے شانے پر ٹھوڑی ٹکائے خود بھی
میرے ساتھ ساتھ خط پڑھ رہی تھی میں نے ایک گہری سانس لے کر خط اس کی جانب بڑھایا
تو وہ بولی۔

”میں نے پڑھ لیا ہے۔“ ہم دونوں اپنی جگہ سے اٹھے اور ایک صوفے پر جا بیٹھے
دونوں ہی مضحک تھے خط رخسار کے ہاتھ میں دے دیا تھا میں نے اور رخسار اب بھی اس پر
نگاہیں دوڑا رہی تھی میں نے کہا۔

”رخسار کیا کہتی ہو اس خط کے بارے میں؟“

”میں تمہاری زندگی کی ساتھی ہوں نا فیصل؟“

رخسار نے مجھے دانش کی بجائے فیصل کہہ کر پکارا تھا میں نے چونک کر اسے دیکھا تو وہ
بولی۔

”ہاں اگر میں تمہیں فیصل کہہ کر مخاطب کر رہی ہوں تو تم اس سے میرے موقف کا
اندازہ لگا لو یعنی یہ کہ میں کوئن میکو ویا کی بات ماننے کے لئے خلوص دل سے تیار ہوں۔“

میں نے مسکراتا رخسار کی جانب دیکھا تھا بہر حال اس بات کی خوشی تھی کہ رخسار نے
مستقبل کے لئے اس کا منصوبہ قبول کر لیا تھا اور اب مجھے اپنا فیصلہ منارہی تھی۔ تقریباً ایک ہفتے
تک ہم ان تمام جگہوں سے لطف اندوز ہوتے رہے بالکل نوخیز جوڑوں کی مانند ہم ہر جگہ سیر و
سیاحت کر رہے تھے ہر تفریح میں دلچسپی لے رہے تھے ایک ہفتے کے اندر رخسار کا چہرہ اس طرح
نکھر آیا تھا کہ حیرت ہوتی تھی لیکن میرے لئے ایک فکر پیدا ہو گئی تھی اور فکر مند ہونا شاید میری
زندگی کا حصہ تھا نیلے رنگ کی وہ کار مسلسل میرا تعاقب کرتی رہتی تھی جسے میں نے غالباً دوسرے
ہی دن محسوس کر لیا تھا لیکن صرف اتفاق سمجھا تھا تیسرے دن اور چوتھے پانچویں دن بھی وہ کار
میرے پیچھے لگی رہی تھی تو مجھے ذرا سی تشویش ہوئی میں جانتا تھا کہ دانش منصور نہ جانے کس
کے لئے قابل توجہ ہے اور اگر اسے کہیں دیکھا جاتا ہے تو بہت سے دلوں میں اس کے لئے

تشویش پیدا ہو جائے گی دل نہیں چاہتا تھا کہ اب ان ہنگاموں میں زندگی بسر کی جائے لیکن
ہنگامے خود میرا پیچھا نہیں چھوڑتے تھے میں کیا کرتا رخسار کو میں نے اس کار کے بارے میں کچھ
نہیں بتایا تھا لیکن اپنے طور پر اب میں محتاط ہو گیا تھا چھٹے دن بھی جب وہ میرے پیچھے لگی رہی
اور میں نے یہ محسوس کیا کہ تمام تفریحات سے نمٹنے کے بعد جب میں ہوٹل میں داخل ہوتا
ہوں تب وہ کار ہوٹل تک پہنچتی ہے غالباً یہاں تک میرا تعاقب کر کے ٹکرانی کی جاتی ہے تو میں
نے فیصلہ کر لیا کہ ساتویں دن مجھے اس کے بارے میں آگاہ ہو جانا چاہیے کہیں ایسا نہ ہو کہ
رخسار کو کوئی نقصان پہنچ جائے چنانچہ ساتویں دن ہم نے ایک ایسے علاقے کا رخ کیا جس کے
بارے میں مجھے اچھی طرح معلوم تھا یہ ایک ڈسٹرکٹ تھی لندن کا ایک نواحی علاقہ جہاں
خوبصورت رہائش گاہیں بنی ہوئی تھیں اور ایک ایسی جگہ بھی تھی جہاں سیر و سیاحت کے لئے جایا
جاسکتا تھا چنانچہ ہوٹل کی کار کے ڈرائیور نے میری ہدایت کے مطابق وہاں تک کا سفر کیا نیلے
رنگ کی کار کو میں نے بدستور اپنے ساتھ آتے دیکھا تھا۔

ایک مخصوص علاقے میں جہاں گھنے جنگلات بکھرے ہوئے تھے اور خوبصورت مصنوعی
آبشار بنائے گئے تھے لیکن یہاں عام دنوں میں کوئی بھی موجود نہیں ہوتا تھا بس کوئی سر بھرا ہی
ان دنوں میں یہاں پہنچ جائے تو الگ بات ہے میں نے اس سلسلے کے ڈراپ سین کا فیصلہ کر لیا
میں مسکراتا ہوا کار سے اترا اور رخسار کے ساتھ پہاڑی ٹیلوں گھاس کے قطعوں کا سفر طے کرتا
ہوا دور دراز اور سندان علاقے میں جا نکلا میں نے اس دوران اپنے عقب کا بھرپور جائزہ لیا تھا
وہ ایک تندرست و توانا شخص تھا خوبصورت لباس میں ملبوس شکل و صورت کا تو مجھے اندازہ نہیں
ہو سکا تھا کیونکہ اس کے اور میرے درمیان کافی فاصلہ تھا لیکن میں نے یہ محسوس کر لیا تھا کہ وہ
نیلے کار سے اتر کر میری جانب چل پڑا ہے پھر ایک انتہائی محفوظ جگہ میں اس سے نمٹ سکتا تھا
میں نے رخسار سے کہا۔

”رخسار ایک کھیل دیکھنا پسند کر دگی۔“

”کیسا کھیل؟“

”شاید وہ تمہارے لئے پسندیدہ نہ ہو اور تم اسے دیکھنا مناسب نہ سمجھو۔“

”میں بالکل نہیں سمجھ پائی۔“

”میرا خیال ہے تم مجھے اس کی اجازت دو۔“

”بھئی کیا کہہ رہے ہو بات میری سمجھ میں بالکل نہیں آرہی۔“
 ”دیکھو یہ ایک بہتر جگہ ہے تم یہاں اس چٹان کی آڑ میں ہو جاؤ۔“
 ”تو پھر؟“

”بس ہو جاؤ۔“

”چلی جاتی ہوں۔“ اس نے کہا اور چٹان کی آڑ میں جا چھپی میں نے بھی اپنے آپ کو پوشیدہ کر لیا تھا میں نے رخسار کو ہدایت کردی تھی کہ وہ منہ سے کوئی آواز نہ نکالے اور خاموش کھڑی رہے رخسار کے چہرے پر تجسس ابھرا آیا تھا میں بھی دم سادھے انتظار کرتا رہا تھا کوئی تبین یا چارمنٹ گزرے ہوں گے کہ میں نے نیلی کار سے اترنے والے قوی شکل شخص کو اس طرف آتے ہوئے دیکھا وہ تجسس انداز میں گردن اٹھا اٹھا کر شاید ہمیں ہی تلاش کر رہا تھا اور قدم قدم آگے بڑھتا چلا آ رہا تھا پھر جیسے ہی وہ میرے نزدیک سے گزرا اور دو تین فٹ آگے بڑھا میں نے عقب سے نکل کر اس کی کمر پر زوردار لات رسید کی۔

وہ شخص حالانکہ اچھی خاصی جسامت کا مالک تھا لیکن اس بری طرح اچھل کر اوندھے منہ آگے گرا کہ اس کے حلق سے چیخ نکل گئی میں نے فوراً ہی اس پر چھلانگ لگائی وہ اوندھے منہ گرا تھا چنانچہ میں اس کی پشت پر سوار ہو گیا اور میں نے اس کی بغل میں ہاتھ ڈال کر اس کے دونوں بازو قابو میں کر لئے اس کا چہرہ بری طرح زمین سے رگڑا گیا تھا۔ میں نے اس کی پشت پر گھٹنا جمایا اور اس کی دونوں کلاں اپنی گرفت میں لے لیں۔

”اگر تم نے ذرا بھی جنبش کی تو میں تمہیں یہیں زمین پر رگڑ کر ہلاک کر دوں گا۔“

”سر سر پلیز سر پلیز اوہ خوفزدہ لہجے میں زور زور سے چیخا تھا۔“

میں نے اس کی جیب کی تلاشی لی وہ اپنی جیب میں ریوالور موجود تھا میں نے ریوالور نکال کر اپنے قبضے میں کیا پھر اس کے لباس میں یا بغلی بولسٹر میں دوسرا ہتھیار تلاش کرنے لگا لیکن اس ریوالور کے سوا اس کے پاس اور کوئی ہتھیار موجود نہیں تھا چنانچہ میں اس کی پشت سے اتر گیا اور میں نے اس کو سیدھا کر دیا۔

اس کے چہرے پر تکلیف کے آثار تھے سیدھا ہونے کے بعد اس نے خوفزدہ نگاہوں سے مجھے دیکھا میں نے ریوالور اس کی جانب سیدھا کر رکھا تھا دفعتاً اس کے حلق سے ایک قہقہہ آزاد ہو گیا عجیب خوفزدہ سا قہقہہ تھا اور میں اسے کڑی نگاہوں سے گھور رہا تھا۔

”سر آپ نے میرے لباس کی تلاشی لے لی کوئی اور ہتھیار نہیں ہے ناں میرے پاس اب کم از کم آپ اپنا پستول تو استعمال نہیں کریں گے میں آپ کی اجازت سے اٹھ کر بیٹھ سکتا ہوں؟“ اس نے کہا۔

”بیٹھ جاؤ۔“ میں غرائی ہوئی آواز میں بولا۔

”سر! ویسے میں اس میں اپنا ہی قصور سمجھتا ہوں حد سے زیادہ محتاط ہو جانا بھی آپ یوں سمجھ لیجئے کہ عذاب مول لینے کے مترادف ہے۔“
 ”کون ہو تم؟“

”آپ کا غلام! آپ کا خادم۔“ اس نے جواب دیا۔

”دیری گڈ تو میرے غلام! میرے خادم سات دن سے تم میرے پیچھے کیوں لگے ہوئے ہو۔“

”سر! اجازت دیجئے گا اور کسی غلط فہمی کا شکار ہوئے بغیر میں جو کچھ کہنا چاہتا ہوں پہلے اسے سن لیجئے اس کے بعد آپ کا جو بھی رد عمل ہوگا مجھے اس پر اعتراض نہیں ہوگا۔“ میں تیز نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔

رخسار نے ابھی تک اس معاملے میں کوئی مداخلت نہیں کی تھی اور میری ہدایت کے مطابق اس جگہ خاموش کھڑی ہوئی تھی اس نے کہا۔

”آپ کی اجازت ہو تو میں جیب میں ہاتھ ڈال لوں؟“

”کیا مطلب؟“

”کچھ دکھانا چاہتا ہوں آپ کو آپ یہ دیکھ چکے ہیں کہ میرے پاس اور کوئی ہتھیار نہیں ہے اوہ میرے خدا مجھے اس بات کی امید نہیں تھی لیکن مجھے امید ہوئی چاہیے تھی مگر میں کیا کروں۔“

”تم فضول باتیں کر رہے ہو میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے اگر تم اس بات کا انتظار کر رہے ہو کہ کار سے تمہارے اور ساتھی نکل کر تمہاری مدد کو آجائیں تو یہ انہی کے حق میں برا ہوگا یقینی طور پر تم خالی پستول جیب میں نہ رکھتے ہو گے۔“

”سر بالکل نہیں بالکل نہیں پلیز ویسے آپ یقین کیجئے کہ کار میں میں صرف اکیلا تھا میرے ساتھ اور کوئی نہیں ہے۔“

”بہت سی باتوں پر یقین کر لوں گا لیکن اس میں ذرا وقت لگے گا۔“ میں نے موڈ پرانے کر کہا۔

”جیب میں ہاتھ ڈال سکتا ہوں؟“

”دکھاؤ کیا دکھانا چاہتے ہو۔“ میں نے کہا اور یہ تو اطمینان مجھے ہو چکا تھا کہ اب اس کے پاس ہتھیار نام کی کوئی چیز نہیں ہے یہاں یہ الگ بات ہے کہ وہ خود کشی کرنے کی کوشش کرے لیکن اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر جو چیز نکالی وہ ایک سفید کارڈ تھا اور اس کے ساتھ ایک مڑا ہوا کاغذ میں نے بدستور اس پر نگاہیں جمائے رکھی تھیں اس نے کہا۔

”یہ میرا کارڈ ہے پلیز اگر آپ کو اس کے بارے میں کچھ معلوم ہو تو؟“ میں نے پستول سیدھا کئے ہوئے کارڈ اس کے ہاتھ سے لیا اور اس سے تھوڑا سا پیچھے ہٹ کر کارڈ پر نگاہیں ڈال دیں ایک لمحے میں میرے ذہن کو ایک ہلکا سا جھٹکا لگا تھا اس پر ناصر درانی لکھا ہوا تھا اور اس کے ساتھ ہی تھوڑی سی کچھ اور تفصیلات جس میں اس کی رہائش گاہ کے بارے میں درج تھا ناصر درانی کا نام کوئن میکوڈیا کے خط میں موجود تھا اور اس میں یہ بتایا گیا تھا کہ ناصر درانی یہاں میرے معاملات سنبھالے گا میں اسے گھورنے لگا۔

”ہاں میں ناصر درانی ہوں یہ دوسرا کاغذ جو میری تصویر کے ساتھ میرا شناخت نامہ ہے۔“ اس نے دوسرا کاغذ بھی آگے بڑھا دیا تھا اور میں نے اس میں اس کی تصویر کے ساتھ اس کی شناخت دیکھی پھر میں نے کہا۔

”مگر مسٹر ناصر درانی! آپ نے یہ طریقہ کار اختیار کیا تھا؟“

”سرا یہ بھی کوئن ہی کی ہدایت تھی۔“ انہوں نے کہا تھا کہ ”ابتدائی کچھ دن میں دور رہ کر آپ کی نگرانی کروں اور یہ جائزہ لینے کی کوشش کروں کہ کوئی خاص طور سے آپ پر نظر تو نہیں رکھ رہا ہے سرسات دن سے اسی لئے میں آپ کے گارڈ کی حیثیت سے آپ کے پیچھے لگا پھر رہا ہوں ہنسی مجھے اس بات پر آئی تھی کہ میری کیا درگت بنی بس ایک ذرا سی بے احتیاطی کا ش اس سے پہلے ہی اپنے آپ کو متعارف کروا دیتا آپ کو تو میری ریڑھ کی ہڈی میں یہ تکلیف نہ ہوتی۔“ میں اسے گھورتا رہا اور پھر میرے حلق سے بھی تھقہ تھقہ آزاد ہو گیا تھا میں نے پستول نیچے کر کے آگے بڑھ کر اسے سہارا دیا اور اسے کھڑا کرتے ہوئے بولا۔

”سوری مسٹر درانی! لیکن آپ کو معلوم ہے کہ اس میں میرا کوئی قصور نہیں تھا اب بتائیے

پہن کیا کروں؟“

”سر آپ! یہ بتائیں آپ کو مجھ پر اعتبار تو آگیا؟“

”اب اعتبار نہ آنے کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔“

”مطلب یہ کہ اب میری پٹائی کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔“ اس نے تکلیف کے باوجود ہنسنے ہوئے کہا۔

”سوری ڈیئر سوری۔“ میں نے کہا اور اس کا لباس جھاڑنے میں اس کی مدد کرنے لگا پھر میں نے رخسار کو بھی آواز دے لی تھی۔

”اب یہ بتائیے مسٹر درانی آپ! اپنی کارڈ رائیو کر سکیں گے یا میں کچھ اور بندوبست کروں اس کا؟“

”آہ کیسی عجیب بات ہے حالانکہ مجھے آپ کی خدمت کی ہدایت کی گئی تھی لیکن بہر حال میں کارڈ رائیو کر لوں گا اور ہمیں کہیں دور نہیں جانا پڑے گا۔“

”آئیے اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ کا کارڈ رائیو نہیں کر سکتے تو آپ تکلیف نہ کیجئے گا۔“ وہ تھوڑا سا چلا اپنی کمر کو دو چار جھٹکے دیئے اور پھر بولا۔

”میں کارڈ رائیو کر سکتا ہوں آپ براہ کرم میرے ساتھ ساتھ میرا مطلب ہے اپنی کار میں میرے پیچھے آجائیے۔“

”آپ ایسا کریں کارڈ رائیو نہ کریں ہوٹل کی کار کاڈ رائیو موجود ہے وہ ہمارے پیچھے پیچھے اپنی کار کو لے آئے گا کار میں ڈرائیو کرتا ہوں آپ مجھے راستہ بتاتے جانیے کہ کہاں جانا ہے؟“

”شکریہ۔“ اس نے کہا رخسار عجیب سی نگاہوں سے اس شخص کو دیکھ رہی تھی ظاہر ہے ابھی اسے صورت حال کا کچھ علم نہیں تھا میں نے کار کے ڈرائیو کو ہدایت دی کہ وہ ہمارے پیچھے پیچھے چلا آئے اور خود نیلی کار کا اسٹیرنگ سنبھال لیا ناصر درانی میرے پاس ہی بیٹھ گیا تھا وہ بار بار ہنس رہا تھا۔

پھر اس حسین علاقے کے مختلف حصے طے کرتے ہوئے ہم ایک فارم ہاؤس کے سامنے پہنچے اسے فارم ہاؤس کہا جاسکتا تھا حالانکہ یہ فارم ہاؤس نہیں تھا بلکہ اسی کی طرز کی بنی ہوئی ایک عمارت تھی بڑے سے احاطہ کا چوڑا گیٹ تھا اور اس گیٹ پر ایک چوکیدار متعین تھا جو غالباً نیپال

سے تعلق رکھتا تھا چوکیدار نے نیلی کا ردیکھ کر فوراً دروازہ کھول دیا اس کے بعد ایک روش جو اصل عمارت تک چلی جاتی تھی اصل عمارت کے سامنے بڑا سا پور ٹیکو تھا جس میں شیڈ لگے ہوئے تھے اور پھر آگے جا کر اندر جانے کا راستہ جو آٹھ میڑھیوں سے گزرتا تھا لیکن حسین عمارت بنائی گئی تھی بڑے گیٹ کے دروازے پر بھی ایک چوکیدار تھا جس نے دروازہ کھولا تھا میں نے ناصر درانی کو سہارا دینا چاہا لیکن اس نے انکار کر دیا اور کہا کہ اب وہ بہتر حالت میں ہے پھر وہ ہمیں لئے ہوئے اندر داخل ہو گیا لندن کی قدیم روایت کے مطابق یہ عمارت خوبصورت اور پرانے قسم کے فرنیچر سے آراستہ تھی لیکن ہر چیز دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی پہلی ہی جگہ ایک وسیع عریض ڈرائنگ ہال تھا جس میں شاندار فرنیچر پڑا ہوا تھا اس نے کہا۔

”اجازت ہو تو میں بیٹھ جاؤں؟“

”آپ بیٹھنے پلیز۔“ میں نے کہا۔ رخسار بھی حیران تھی ناصر درانی مسکراتا ہوا بیٹھ گیا اس وقت ہنسی اور تکلیف کا ایک انوکھا امتزاج اس کے چہرے پر پھیلا ہوا تھا اس نے کہا۔

”سر کیا کون میکو دیا نے میرے بارے میں آپ سے کوئی بات کی تھی؟“

”ہاں یہ بتایا گیا ہے مجھے کہ آپ یہاں میرے مفادات کے نگران ہیں۔“

”بے شک اور دیکھیے کیا دلچسپ نگرانی کی میں نے آپ کے مفادات کی جس کے نتیجے میں ریڑھ کی ہڈی تڑوا بیٹھا۔“

”اگر آپ کو زیادہ تکلیف ہو تو میں ڈاکٹر وغیرہ کو.....“

”نہیں نہیں۔ سر! ٹھیک ہو جاؤں گا بالکل ٹھیک ہو جاؤں گا۔ چوٹ زیادہ نہیں محسوس ہوگی اب جب مجھے بہت زیادہ محتاط رہنے کا مزاج مل گیا ہے تو میں چاہتا ہوں کہ زیادہ تجسس نہ رکھوں ہو سکتا ہے آپ پھر کسی غلط فہمی کا شکار ہو کر میری مرمت شروع کر دیں۔ دیکھیں میری بات کا برا نہ مانیے میری عادت ہے ہنسی مذاق کی۔“

”ہاں سنائیے کیا صورت حال ہے؟“

”سر! پروگرام تو یہ تھا کہ مزید دو چار دن آپ کی نگرانی جاری رکھوں ویسے اس دوران ذرہ برابر اس بات کا احساس نہ ہو سکا کہ کوئی آپ پر نظر رکھ رہا ہے۔“

”میرا بھی یہی خیال ہے آپ کے علاوہ اس دوران کسی نے مجھ پر نظر نہیں رکھی۔“

”اب مجھے کیا معلوم تھا کہ آپ کس ٹائپ کے آدمی ہیں آپ تو خود میرے بھی محافظ

ہو سکتے تھے۔“ میں مسکرا کر خاموش ہو گیا تو وہ بولا۔

”پہلی بات یہ کہ یہ عمارت آپ کی ہے۔“ ناصر درانی نے کہا۔

”کیا مطلب؟“

”آپ کی یہی رہائش گاہ یعنی اگر آپ شہر کے ہنگاموں سے تنگ آ کر سکون کی زندگی اپنانا چاہیں تو اس عمارت میں قیام کر سکتے ہیں عمارت پرنس فیصل نے خریدی ہے اور ان کی یہی رہائش گاہ ہے کون میکو دیا نے یہ آپ کے لئے مخصوص کر دی ہے یہاں اس وقت پانچ ملازم ہیں جس میں دو کا تعلق نیپال سے ہے دوسری لنکن ہیں اور ایک ہندوستانی باشندہ ہے ان میں سے ہندوستانی باشندہ اور نیپالی آپ کا بچن انچارج ہے باقی کچھ چوکیداری کرتے ہیں اور دوسرے کام ان کو آپ کی کمپنی تنخواہ دیتی ہے۔“

”میری کمپنی؟“

”ہاں میں اس کمپنی کے تمام کاغذات آپ کو پیش کروں گا آپ اس کے سب سے بڑے شیئر ہولڈر ہیں وہ تمام چیزیں آپ کو اپنے فلیٹ پر ملیں گی یہاں نہیں۔“

”کیا چیزیں؟“

”میرا مطلب ہے کاغذات وغیرہ کمپنی آپ کو باقاعدہ منافع دیتی ہے جو آپ کے بینک میں جمع ہوتا رہتا ہے اس طرح مالی تحفظ حاصل ہے آپ کو اور آپ لندن میں کسی پرنس کی زندگی با آسانی بسر کر سکتے ہیں۔“

”اور فلیٹ کی کیا بات کہی آپ نے مسٹر ناصر؟“

”یہاں کے ایک خوبصورت علاقے میں آپ کا ایک حسین فلیٹ ہے جو آپ کی شہری رہائش گاہ کے طور پر آراستہ کر دیا گیا ہے وہاں پر بھی تین ملازمائیں ہیں ایک فرانسیسی ہے دو کا تعلق ہندوستان سے ہے آپ چاہیں تو ان میں ردو بدل کر سکتے ہیں لیکن وہ قابل اعتماد ہیں ہندوستانی ملازمائیں مسلمان ہیں۔“

”ہوں۔“ میں نے مضطرب سی سانس لی رخسار بھی سحر زدہ یہ باتیں سن رہی تھی۔

”مجھے ہدایت کی گئی تھی کہ یہ تمام چیزیں اطمینان کرنے کے بعد آپ کے حوالے

کر دوں اور آج میں اپنے فرض سے سبکدوش ہو رہا ہوں لیکن اس طرح نہیں میرا مطلب ہے کہ وہ تمام باتیں آپ کو سمجھائے دے رہا ہوں جن کے سمجھانے کی مجھے ہدایت کی گئی ہے آپ

یہاں عیش و آرام کی زندگی بسر کریں آپ کے پاس تین کاریں ہیں جو آپ مختلف انداز میں استعمال کر سکتے ہیں ڈرائیور کے بارے میں ابھی طے نہیں کیا گیا یہ نیلی کار بھی آپ کی ہے اور میں اس کا ڈرائیور۔“

میں دل ہی دل میں ہنس رہا تھا لیکن کوئن میکو دیا کی محبت سے میری آنکھوں سے آنسو نکل آئے تھے ویسے بہت پہلے اس نے کہا بھی تھا کہ اس سلسلے میں جو آسانیاں حاصل ہو رہی ہیں ان کا ایک معاوضہ ہے جو مجھے بہر حال ادا کر دیا جائے گا۔ میں نے تو کبھی اس بارے میں سوچا بھی نہیں تھا لیکن آج کوئن میکو دیا نے اپنا وہ کہا پورا کر دیا۔ میں اس سے بہت متاثر تھا۔ ناصر درانی مجھے میرے اثاثوں کی تفصیلات بتاتا رہا پھر اس نے کہا۔

”اب میں ٹھیک ہوں جناب! کیا آپ میرے ساتھ اس عمارت کا معاوضہ پسند فرمائیں گے۔ آپ مجھے بتا دیجئے کہ یہاں کیا کیا کمی ہے؟ میں اسے پوری کر دوں گا۔“

”دیکھو فیصل! بات اصل میں یہ ہے کہ انسان اپنی زندگی کے فیصلے خود کبھی نہیں کر سکتا۔ ہم سے مذہب کہا گیا ہے کہ ہم کبھی یہ نہ سوچیں کہ جو ہم سوچ رہے ہیں وہی ممکن ہے۔ ہماری تقدیر کی ڈور کہیں اور سے ہلائی جاتی ہے تو ہم اپنے آپ کو اپنی جگہ مکمل کیوں سمجھیں۔ ہاں یہ الگ بات ہے کہ ہم بہتری کے خواہش مند رہیں اور ہر وہ بات سوچتے رہیں جو ہمارے حق میں بہتر ہو اور اسی کے لئے ہم دعائیں مانگیں اور ایک بات اور بھی ہے اگر مستقبل کے فیصلے کر کے بیٹھ جائیں ہم تو کیا ہمارے راستے رک نہیں جاتے یہ تو ایک خوبصورت عمل ہے کہ ہم دوسرے دن کے بارے میں یہ نہ جان سکیں کہ وہ کیسا ہوگا۔ اسی میں زندگی کا حسن ہے۔“ میں نے رخسار کی باتوں سے اتفاق کیا تھا لیکن پھر بھی ہمیں اپنی حیثیت کی ترتیب کرنا تھی ہمیں مشاغل مل گئے تھے بہت سے لوگوں سے ہمارا رابطہ تھا لیکن میں نے مجموعی طور پر ناصر درانی کو طلب کر کے اسے ہدایت کر دی تھی کہ وہ جس طرح بھی دل چاہے معاملات کی ترتیب کرے۔ ایسے لوگوں کو مجھ تک بالکل نہ پہنچنے دیا جائے جن سے میرا براہ راست رابطہ ضروری نہ ہو اگر کوئی بہت ہی اہم ضرورت پیش آئے تو مجھے ضرور آگاہ کیا جائے۔ ورنہ ناصر درانی دوسرے تمام معاملات خود ہی دیکھتا رہے میں نے ناصر درانی سے بے دھڑک کہہ دیا تھا کہ جو معاوضہ وہ اپنی محنت کے صلے کے طور پر وصول کرتا ہے فی الحال میری طرف سے اسے دگنا کر لے اور ناصر درانی سکتے میں رہ گیا تھا۔ اس نے کہا۔

”سر آپ ذرا اس کی تفصیلات تو دیکھ لیں۔“

”تم نے جو کاغذات مجھے پیش کئے ہیں ناصر درانی ان میں کیا تفصیلات موجود نہیں ہیں؟“

”ہیں سر!“

”تو پھر مجھے نئے سرے سے دیکھنے کی کیا ضرورت ہے۔“

”سر! میرا خیال ہے اصولی طور پر مجھے بے ہوش ہو جانا چاہیے۔“

یہ حقیقت ہے کہ ناصر درانی ہمارے لئے بہت ہی عمدہ شخصیت ثابت ہوا تھا ہم آزاد بیچھے ہو گئے تھے لندن کی کہریلی فضا میں اور وہاں کے پر فضا مقامات نے نئے نئے مصنوعی بننے والے تھے اور اب ان تمام جگہوں کو ذرا مختلف انداز میں دیکھنے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔

بہت سے کردار ایسے تھے جو دل و جان سے قریب تھے اور ان کی قربت کو دل چاہتا تھا ان میں کچھ ایسے بھی تھے جن کا اب اس دنیا سے کوئی واسطہ نہیں رہا تھا لیکن وہ ہمیشہ یاد آتے تھے جنہوں نے ہمارے لئے اپنے آپ کو زندگی سے دور کر لیا تھا رشید ناگنی، میرا پورا گردپ تمام لوگ جنہیں میں نے اپنے لئے مصروف عمل کر رکھا تھا۔ مٹھل شاہ اور بہت سے جو زندہ تھے ان میں صرف ایک ہی گھرانہ تھا۔ نازاں باجی، بھابھی اور اس کے علاوہ دو چند دوسرے افراد باقی جہاں تک معاملہ میری اپنی ذات کی شناخت کا تھا تو سچی بات یہ ہے کہ وقت نے دل پر اب مرہم رکھ دیا تھا اور میں کچھ خوفزدہ سا ہو گیا تھا اس خیال سے کہ جب بھی میں اپنی ذات کی تلاش کے لئے سرگرداں ہوا اور یہ جاننے کی کوشش کی کہ میرے ماں باپ کون تھے تو مجھے کسی نہ کسی انتہائی مہلک حادثے کا سامنا کرنا پڑا۔ گویا میری تقدیر میں یہ نہیں تھا کہ میں زندگی کا ہر سکون حاصل کر لوں۔ ایک خلش جس نے ابتداء ہی سے سرگرداں کئے رکھا تھا۔ میری تقدیر کا ایک حصہ بن گئی تھی اور میں ساری دنیا اگر کسی تصور سے خوفزدہ تھا تو بس وہ یہی تصور تھا۔ رخسار میرے قریب تھی شاید میرے دل کی ہر بات وہ جانتی تھی اس نے بھی اس تذکرے سے گریز کیا تھا بلکہ اکثر ہم لوگ زندگی کے آئندہ معاملات پہ گفتگو کرتے رہتے تھے کیا ہمیں ایسے خاندانوں سے رابطہ قائم نہیں کرنا چاہیے جو ہمارے ہم وطن ہیں اور یہاں آباد ہیں۔

میں پر خیال انداز میں رخسار کو دیکھنے لگا، نہ جانے کیوں میرا ذہن ابھی اس طرف نہیں گیا تھا۔

رخسار نے مجھے خاموش پا کر کہا۔

”میں نے کوئی ایسی بات کہہ دی جو تمہیں تعجب ہو؟“

”نہیں رخسار۔ تم نے میرے ذہن میں ایک نیا دروازہ کھولی دیا ہے۔“

”کس سلسلے میں؟“ اس نے سوال کیا اور میں سوچتا رہا پھر میں نے کہا۔

”یہاں بہت سے ایسے خاندان آباد ہیں رخسار۔ جن کا تعلق براہ راست ہمارے وطن

سے ہے۔ ہم ایسے کسی غریب خاندان کو منتخب کر لیں جو بہت زیادہ تعلیم یافتہ نہ ہو۔ یہاں گودی

پر اور دوسری جگہ پر ایسے لا تعداد مزدور مزدوری کرتے ہیں جن کا تعلق انتہائی غریب گھرانے

سے ہوتا ہے وہ تعلیم یافتہ بھی نہیں ہوتے اور یہاں صرف مزدوری کر کے وقت گزارتے ہیں

لیکن کبھی کبھی وہ وطن واپس ضرور جاتے ہیں۔“

”ہاں ایسا ہو سکتا ہے پھر؟“

”اور ایسے کسی شخص کو منتخب کرنے کے بعد ہم الیاس بھائی کو ایک پیغام بھیجیں اور ان

سے کہیں کہ وہ خاموشی سے لندن آجائیں مجھ سے ملاقات کریں اگر الیاس بھائی یہاں

آجائیں تو میں ان سے اپنے وطن کی بہت سی باتیں معلوم کر سکتا ہوں اور پھر یہ بھی ہو سکتا ہے

کہ ہم انہیں یہاں منتقل کر لیں ایک ایسے طریقے سے جو دوسروں کی نگاہوں میں نہ آ سکے۔“

”ہاں۔ ایسا ہو سکتا ہے لیکن جو پیغام تم ان تک بھیجو گے اگر وہ کسی اور کی نگاہوں

میں آ گیا تو؟“

”میں یہ پیغام ایسے خفیہ الفاظ میں کوڈ کر دوں گا کہ کسی کو اس کا اندازہ نہ ہو سکے۔“

”یہ ہو سکتا ہے۔“

”مگر میں یہ سوچتا ہوں رخسار کہیں کوئی اور مشکل نہ پیدا ہو جائے۔ اصل میں اب میں

تمہارے لئے ایک پرسکون زندگی چاہتا ہوں۔“

”نہیں فیصل! اب ضروری تو نہیں ہے کہ ہم دنیا سے بالکل ہی کٹ کر رہیں۔ کچھ نہ

کچھ تو بہر حال کرنا ہوگا یہ تو انسان کی ازلی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنے شناساؤں کے درمیان

ہو۔“

”ہونہ۔ اس موضوع پر غور کریں گے۔ کچھ سوچیں گے۔“ بات ٹل گئی۔ ہم لوگ اپنے

طور پر تفریحات کرتے رہتے تھے لندن کے پر فضا مقامات میں کچھ ایسی جگہیں بھی تھیں

جو ہمیں بے پناہ پسند تھیں انہی میں بیچ تھا۔ بیچ بہت خوبصورت جگہ تھی سبزہ زاروں سے گھرا ہوا

سندر کا ساحل اور اس کے اطراف میں بکھرے ہوئے خوبصورت ٹرالر۔ اس جگہ کی پسندیدگی

کی وجہ سے میں نے ناصر درانی سے کہہ کر وہاں ایک انتہائی خوبصورت ٹرالر خریدا تھا اور جب

بھی کبھی ہمارا دل چاہتا تھا ہم اس چھوٹے سے گھر نما ٹرالر میں جا کر آباد ہو جاتے۔ ٹرالر میں

آسائش زندگی کی ہر چیز جمع کر لی گئی تھی ویسے عموماً وہاں ویک اینڈ پر رش ہوتا تھا اور امراء و

رؤسا جن کے پاس اپنے ٹرالر موجود ہوتے تھے وہاں جا کر آباد ہو جاتے تھے پھر خوب رنگ

رلیاں ہوتیں ساحلوں پر زندگی بکھر جاتی اور ہم اس زندگی سے لطف اندوز ہوتے ان سارے

لوگوں میں ہمیں خود بھی لطف آتا تھا بلکہ وہاں کئی بار کچھ ایسے لوگوں سے ملاقات بھی ہو چکی تھی

جو ہمارے لئے اجنبی تھے لیکن ہم نے اپنی وہی پالیسی برقرار رکھی تھی یعنی کسی سے اس

قدرتعلق نہ بڑھایا جائے کہ زندگی کے راز فاش ہونے لگیں۔ اس رات بھی ہم وہیں یعنی

بیچ پر مقیم تھے یہ عام دن تھا اور عام دنوں میں ایک طرح سے ایک ویرانہ ہوتا تھا ٹرالر

خاموش کھڑے جیسے اپنے مالکوں کا انتظار کرتے رہتے تھے کہیں اکا دکا کوئی رومانی جوڑا عیش و

عشرت کی زندگی بسر کرنے کے لئے آ جاتے سو آ جاتے۔ کچھ ٹرالروں میں روشنی ہمیشہ ہی نظر

آ جاتا کرتی تھی لیکن زیادہ تر ٹرالر تاریک ہی پڑے رہا کرتے تھے سو اس شام بھی ہم ساحل

پر بہت دیر تک گھومتے رہے تھے اور اس کے بعد تھک کر واپس اپنے ٹرالر میں آ گئے تھے رخسار

نے بہت اچھا کھانا تیار کیا تھا اور کھانے سے فراغت حاصل کر کے ہم کافی پی رہے تھے سامنے

ہی ایک کھڑکی تھی جس سے باہر کے مناظر بھی نظر آرہے تھے۔ آج اتفاق کی بات تھی کہ کوئی

ٹرالر روشن نہیں تھا اور شاید بیچ پر اس وقت ہمارے علاوہ کوئی اور تھا بھی نہیں۔ ہم کافی کے

چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتے ہوئے باتیں کر رہے تھے کہ اچانک دور سے کچھ ایسی بھاگ دوڑ

نظر آئی جس نے ہمیں اپنی جانب متوجہ کر لیا۔ رخسار بھی اتفاق سے اس وقت اسی طرف دیکھ

رہی پھر ہمیں فائرنگ کی آواز سنائی دی اور میں نے جلدی سے کافی کی پیالی ہاتھ سے رکھ دی۔

”کوئی گڑبڑ ہے رخسار۔“

”ہاں لگ رہا ہے۔“

”روشنیاں بجھا دو۔“ میں نے کہا اور رخسار نے ٹرالر کے سوئچ آف کر دیئے۔ ہم شیشے

سے باہر دیکھنے لگے۔ بھاگ دوڑ ٹرالروں کے درمیان ہی نظر آرہی تھی اور کوئی ایسی مشکل تھی

جو یہاں سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔

”کیا خیال ہے رخسار خاموشی سے انتظار کیا جائے؟“

”پتا نہیں کیا چکر ہو؟ جو کچھ بھی ہے تم اس چکر میں مت پڑو۔“ رخسار بولی۔

”نہیں پلیز۔ مجھے اجازت دو۔“

میں خاموشی سے ٹرالر سے نیچے اتر گیا۔ جس جگہ پر مجھے یہ بھاگ دوڑ نظر آئی تھی وہاں تک پہنچنے کے لئے میں نے دوسرے ٹرالروں کا سہارا لیا اور آگے بڑھتا چلا گیا۔ تھوڑے فاصلے پر پہنچنے کے بعد مجھے دو افراد نظر آئے جو ادھر ادھر دیکھ رہے تھے میں خاموشی سے اپنی جگہ کھڑا ہوا تھا لیکن شاید ان لوگوں نے میری سانسوں سے یہاں میری موجودگی کا اندازہ لگا لیا۔ دوسرے لمحے میں نے انہیں محتاط ہوتے ہوئے دیکھا تھا مجھے فوراً اندازہ ہو گیا کہ وہ دونوں میری جانب رخ کرنے ہی والے ہیں اور میں نے اپنی جگہ تبدیل کرنے کی کوشش کی۔ میں آہستہ آہستہ کھسکتا ہوا ٹرالروں کے پیچھے والے حصوں کی جانب جانے لگا کہ دفعتاً عقب سے کسی نے میری گردن پر ہاتھ مارا۔ میں نے فوراً جھکائی دے کر اپنے آپ کو اس گرفت میں آنے سے بچا لیا اور اسے دیکھنے لگا وہ کسرتی بدن کا خوفناک صورت انسان تھا اس کا چہرہ رات کی تاریکی کے باوجود عجیب سے انداز میں چمکتا نظر آ رہا تھا اور بڑی بڑی آنکھوں سے وحشت جھانک رہی تھی۔ دفعتاً ہی اس نے مجھ پر حملہ کر دیا اور زمین پر لوٹ لگا کر اس طرح پاؤں اوپر اٹھا۔ لئے کہ میری کمر اس کے پیروں کی زد میں آ گئی پھر کچھ اس انداز سے اس نے یہ دائرہ لگایا تھا کہ میں سمجھ نہیں پایا لیکن بہر حال اس نے مجھے اس طرح چکر دے کر عقب سے پکڑ لیا اور پھر اس طرح اوپر اٹھا لیا جیسے کوئی معمولی سا کھلونا ہوں۔ بلاشبہ وہ خاصا طاقتور اور جسیم آدمی تھا۔ مجھے اوپر اٹھا کر اس نے پوری قوت سے زمین پر دے مارا لیکن کم از کم اتنا تو میں بھی کر سکتا تھا کہ کمر کے بل یا سر کے بل زمین پر آنے کی بجائے پیروں کے بل زمین پر آؤ چونکہ زندگی انہی لمحات سے دو چار رہی تھی مجھے کوئی چوٹ نہیں لگی لیکن چند لمحوں کے لئے مجھے سنبھلنا ضرور پڑا تھا اسی وقت دوسرا آدمی بھی عقب سے آیا اور اس نے نہ جانے کس طرح سے جھک کر میری ٹانگ پکڑ لی۔ میں ایک بار پھر بری طرح گر پڑا۔ جبکہ میں پلٹ کر اس قوی ہیکل شخص پر حملہ آور ہونے کی کوشش کر رہا تھا لیکن ٹانگ پکڑ لینے کی وجہ سے میری جدوجہد نامکام ہو گئی اور قوی ہیکل شخص نے ایک بار پھر میرے اوپر چھلانگ لگا دی اس بار اس نے میری گردن کی ہڈی

میں ہاتھ ڈال دیا تھا اور پھر اس نے مجھے اسی طرح دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر زمین سے اوپر اٹھا لیا۔ مجھے اپنی گردن کی ہڈیاں ٹوٹتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں لیکن پھر میں نے صورت حال سے نمٹنے کے لئے خود بھی عمل کیا اور اپنا گھٹنا پوری قوت سے اٹھا لیا۔ قوی ہیکل شخص کے منہ سے ایک کراہ نکلی اور دوسرے لمحے میں اس کے ہاتھوں سے چھوٹ کر نیچے گر پڑا۔ نیچے گرتے ہی پہلے آدمی نے مجھ پر حملہ کرنے کی کوشش کی اور ایک طرح سے مجھ پر چھا گیا میں نے محسوس کیا کہ اس نے ایک لمبے پھل کا چاقو نکال لیا ہے اور اب صورت حال زیادہ ہی خطرناک ہو گئی تھی اس نے پوری قوت سے یہ چاقو میرے پیٹ میں داخل کرنے کی کوشش کی لیکن میں نے اپنی جگہ خالی چھوڑ دی اور چاقو زمین سے نکلایا۔ شاید اسی طرح زمین سے نکلنے سے یہ چاقو خود اس کے اپنے ہی ہاتھ میں لگا تھا لیکن اب بالکل ہی موقع نہیں تھا کہ میں ان لوگوں کو مہلت دوں۔ اس شخص نے اپنے ہاتھ سے نپکتے خون کو دیکھا پھر ہاتھ کو اور دوسرے لمحے اس کے چہرے پر انتہائی خونخوار کیفیت پھیل گئی وہ پھر پلٹ کر مجھ پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرنے لگا لیکن اسی دوران دوسرا قوی ہیکل آدمی بھی میرے عقب میں آ گیا تھا اور میں فوراً ہی نیچے بیٹھ گیا تھا چاقو والے کا ہاتھ آگے بڑھا لیکن اس کا اپنا ساتھی اس کی زد میں آ گیا اور اس کے حلق سے ایک چیخ سی نکل گئی وہ غرائی ہوئی آواز میں کچھ بولا۔ جس کے الفاظ میری سمجھ میں نہیں آ سکے تھے اور اس کے بعد اس نے آگے بڑھ کر اس دوسرے شخص کا گریبان پکڑ لیا پھر اس نے کچھ کہنے کی کوشش کی مگر مجھے موقع مل گیا تھا میں نے وہاں سے اٹھ کر دوڑ لگا دی۔ وہ دونوں میرے پیچھے بھاگے تھے لیکن اب میں ان کے ہاتھ آنے والوں میں سے نہیں تھا میں نے ایک چال کی کی۔ قریب ہی ایک ٹرالر موجود تھا اسکی پشت سے چڑھ کر میں اس کی چھت پر پہنچ گیا اور اس طرح بے آواز پہنچا کہ ان دونوں کو میری اس حرکت کا علم نہ ہو سکے میں نے ان دونوں کو ایک طرف دوڑ کر جاتے ہوئے دیکھا تھا لیکن بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی تھی نہ جانے کیا ہو رہا تھا میں ان پر نگاہیں جمائے دیکھتا رہا ٹرالر کی چھت کافی اونچی تھی اور اس اونچی چھت سے میں انہیں مختلف ٹرالروں کے درمیان گردش کرتے ہوئے دیکھ رہا تھا وہ دیوانوں کی طرح مجھے تلاش کر رہے تھے لیکن شاید ان کے ذہن میں یہ بات نہیں آئی تھی کہ میں کسی ٹرالر کی چھت پر بھی ہو سکتا ہوں۔ خاصی دیر تک میں یہاں رک کر ان کی بھاگ دوڑ دیکھتا رہا پھر وہ میری نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔

تھوڑی دیر کے بعد میں نے کار اسٹارٹ ہونے کی آواز سنی اور دور تک میری نگاہیں اس کار کو تلاش کرنے لگیں ساحل کے ایک حصے میں کار کی عقبی روشنیاں نظر آئی تھیں اور پھر وہ دور ہوتی چلی گئیں۔ اندازہ یہی لگایا جاسکتا تھا کہ یہ وہی لوگ ہو سکتے ہیں مگر خاصی گڑبڑ ہو گئی تھی۔ یہ قدم میں نے اٹھا تو ڈالا تھا لیکن مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے یہ بے مقصد ہی رہا ہو اور اس سے کوئی خاص فائدہ حاصل نہ ہو۔ پھر خاصا وقت اسی طرح گزر گیا اور اس کے بعد مجھے ایک دم رخسار کا خیال آیا اس کا خیال آتے ہی میرے بدن میں جھرجھری سی دوڑ گئی اگر یہاں ان دونوں آدمیوں کے اور بھی ساتھی ہوئے تو کہیں رخسار کو کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔ چنانچہ دوسرے لمحے میں پھرتی سے اپنی جگہ سے نیچے اتر اور میں نے اپنے ٹرالر کی جانب دوڑنا شروع کر دیا۔ میں مختلف ٹرالروں کے درمیان سے نکلتا ہوا اس طرف جا رہا تھا کہ دفعتاً ہی مجھے ایک کراہ سنائی دی یہ کراہ ایک ٹرالر کے نچلے حصے سے ابھری تھی میرے قدم ٹھٹک گئے میرا ٹرالر یہاں سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھا اور اب میں سوچ رہا تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے لیکن بہر حال انسان کی فطرت میں تجسس بہت بڑی حیثیت رکھتا ہے میں رک گیا اور کوشش کرنے لگا کہ دوبارہ مجھے یہ آواز سنائی دے تو میں کچھ کوشش کروں یہ ایک دھوکہ بھی ہو سکتا تھا لیکن اب میں دھوکہ کھانے کے لئے بھی تیار تھا یعنی اگر کوئی چالاکی سے مجھ پر حملہ کرنے کی کوشش کرے تو میں اس حملے کو ناکام بنا سکوں۔ کراہ کی آواز مجھے دوبارہ سنائی دی اور وہ ٹرالر بھی نظر آ گیا۔ جس کے نیچے سے آواز ابھری تھی۔ روشنی کا کوئی ذریعہ میرے پاس نہیں تھا لیکن میں اس ٹرالر کے نیچے جھک کر جھانکنے لگا۔ مجھے وہاں ایک انسانی جسم نظر آیا جو سیدھا سیدھا ٹرالر کے نیچے پڑا ہوا تھا اور کراہ کی آواز اس کے حلق سے ابھری تھی۔

”تم جو کوئی بھی ہو باہر نکل آؤ۔“ میں نے سرد لہجے میں کہا۔

”میں خود باہر نہیں نکل سکتا میری مدد کرو۔“ مجھے ایک بھاری آواز سنائی دی اور میں سوچنے لگا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ انہی دونوں میں سے کوئی ہو یا پھر کوئی تیسری شخصیت جو خود میرے لئے ہی خطرناک نہ ہو جائے لیکن بہر حال بہت عرصے سے ذہن کسی ہنگامے کی تلاش میں تھا اور ہنگامہ قریب آ گیا تھا تو میں اس سے گریز کر رہا تھا اصولی طور پر تو اب یہی ہونا چاہیے کہ جو ہوگا دیکھا جائے گا چنانچہ میں اسے باہر نکالنے کے لئے تیار ہو گیا اور پھر میں نے ہاتھ بڑھا کر اس کے دونوں بازو پکڑ لئے اور اسے باہر گھسیٹنے لگا وہ ایک قوی

پہل آدی تھا عمدہ قسم کے سوٹ میں ملبوس لیکن تاریکی کے باوجود مجھے اندازہ ہو گیا کہ وہ زخمی ہے۔ میرے ہاتھوں میں خون کی چھچھاپٹ ہو گئی تھی۔ تاہم بمشکل تمام میں نے اسے باہر گھسیٹا اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس کی صورت دیکھنے لگا پھر دفعتاً ہی میرے ذہن کو ایک عجیب سی کیفیت کا احساس ہوا تھا یہ چہرہ مقامی نہیں تھا بلکہ یہ کوئی مشرقی آدمی ہی تھا انتہائی پر رعب شکل اور اچھی جسامت کا مالک۔ میرے دل میں ہمدردی کی لہر اٹھی اور میں چانتا تھا کہ یہ لہر کسی نئی کہانی کا آغاز ہے۔

اندازہ یہ ہی ہو رہا تھا۔ میں نے اس شخص کو گہری نگاہوں سے دیکھا وہ بار بار آنکھیں پھینچ رہا تھا اور یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اپنے آپ کو ہوش میں رکھنے کی کوشش کر رہا ہو لیکن اس میں ناکامی محسوس کر رہا ہو۔ وزنی آدمی تھا اور پھر یہ احساس بھی تھا کہ زخمی ہے کندھے پر لادوں گا تو پورا لباس خراب ہو جائے گا لیکن پہلی بات تو یہ انسان تھا اب مسٹر جو کچھ بھی ہے وہ جانے اور اس کا کام لیکن اس وقت وہ ہمدردی کا مستحق تھا دوسری بات یہ ہے کہ اس کے چہرے نے مجھے متاثر کیا تھا۔ لنتوش سو فیصدی مشرقی ہی تھے۔ ہندوستان یا پاکستان کا باشندہ معلوم ہوتا تھا اس احساس سے ذمہ داری اور بڑھ گئی تھی میں نے جھک کر اسے اپنے کاندھے پر اٹھایا تو وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

”آہ تمہیں پریشانی ہوگی۔ مم میں میرا وزن۔ لیکن میں اسے لئے ہوئے اپنے ٹرالر کی طرف چل پڑا۔ بس یہ خوف تھا کہ کہیں وہ لوگ نہ آجائیں، جنہوں نے اسے زخمی کیا ہے اس کے بدن سے اب بھی خون بہہ رہا تھا اور میں اسے محسوس کر رہا تھا لیکن بہر حال میں اسے لئے ہوئے ٹرالر میں داخل ہو گیا رخسار بے چینی سے میرا انتظار کر رہی تھی اور خاصی ابھی ہوئی نظر آتی تھی۔ اسے دیکھ کر چونک پڑی۔ پھر صورت حال کا اس نے بھی اندازہ لگالیا اور جلدی جلدی ایک ایسی جگہ چلی کر دی جہاں میں اسے لٹا سکتا تھا اس نے اس شخص کو وہاں لٹانے میں بھی مدد کی تھی وہ ہوش میں ہی تھا میں نے جھک کر اس کا زخم دیکھا۔ اور ایک لمحے میں اندازہ ہو گیا کہ اس کے جسم پر گولیاں لگی ہوئی ہیں ایک گولی بالکل شانے کے پاس بغل کے قریب لگی تھی اور کسی ایسی رگ کو پھاڑتی چلی گئی تھی جس نے اس کے خون بہنے کی رفتار بہت تیز کر دی تھی دوسری گولی ران پر لگی تھی ویسے وہ بڑی اچھی صحت کا مالک تھا اور کچھ خصوصی صلاحیتوں سے آراستہ تھا ورنہ اس کی کیفیت میں کم از کم بے ہوش ہو جانا تو لازمی ہی بات تھی لیکن اپنی

انتظامات تھے اس سلسلے میں نہ میں بے وقوف تھا۔ نہ رخسار ہم ضرورتوں کو اپنے قریب ہی رکھنے کے عادی تھے بہر حال میں نے ڈرائیونگ بہت تیز رکھی کچھ وقت کے بعد رخسار نے آہستہ سے کہا۔

”یہ بے ہوش ہو گیا ہے۔“

اتنی دیر تک ہوش میں رہا یہ ہی بہت بڑی بات ہے۔

”کچھ اپنا سا نہیں لگتا۔“ رخسار بولی۔

”مطلب۔؟“

”ایسٹرن فیس ہے۔“

”ہاں۔“

”کچھ اندازہ ہوا کون ہے۔“

بالکل نہیں۔“ میں نے جواب دیا اور رخسار خاموش ہو گئی بہر حال ہم جس قدر برق رفتاری سے اپنا یہ سفر طے کر سکتے تھے اس طرح اپنے گھر پہنچے۔ پھر رات میں جاگنے والے ملازموں کی مدد سے میں نے اسے اندر ایک کمرے میں پہنچا دیا۔ رخسار جانتی تھی کہ اسے کیا کرنا ہے چنانچہ وہ فوراً ہی دوسرے کمرے کی جانب دوڑ گئی اور ہم ایسی ادویات لے آئے جس سے فوری طور پر اسے مدد دی جاسکتی تھی۔ زخم صاف کئے گئے وہ گہری بے ہوشی میں مبتلا تھا لیکن اسے مزید بے ہوش کرنے کے لئے میں نے اسے دو انجکشن دیئے پھر اس کے زخموں کو عارضی طور پر بند کر دیا گیا ویسے ایک نگاہ میں اندازہ ہو گیا تھا کہ گولی کے نشانات ہیں لیکن بہر حال اس سلسلے میں فی الحال کچھ بھی نہیں کیا جاسکتا تھا اگر اس شخص کو صورت حال معلوم ہوتی اور یہ پتا چل جاتا کہ اصل مسئلہ کیا ہے تو اسپتال کا بھی بندوبست کیا جاسکتا تھا اور اس سلسلے میں ناصر درانی سے مدد لی جاسکتی تھی جو ہر فن مولا تھا اور یہاں لندن میں ہماری تمام مشکلات کا حل تھا لیکن بہر حال یہ رات تو انتظار کرنا ہی تھا رخسار نے کہا۔

”کیا خیال ہے جاگتے رہو گے۔“

”ضرورت تو نہیں ہے مجھے صرف ایک بات کی پریشانی ہے۔“

”کیا۔؟“

”ٹرار میں خاصا خون پڑا ہوا ہے اسے صاف ہونا چاہیے ہو سکتا ہے معاملہ پولیس کے

قوت ارادی سے کام لے کر خود کو ہوش میں رکھے ہوئے تھا میں نے رخسار سے کہا۔

”رخسار فی الحال ہم خون روکنے کے لئے کوئی بندوبست نہیں کر سکتے۔ تم یوں کرو تھوڑا سا کپڑا جلا کر مجھے دوتا کہ میں زخم پر رکھ کر خون روکنے کی کوشش کروں اس کے علاوہ میں گاڑی

سے بریک آئل نکال کر لاتا ہوں بریک آئل اس کا خون روک دے گا پھر میں اپنی کار کی جانب چل پڑا اور تھوڑی دیر کے بعد دوبارہ وہاں پہنچ گیا اس دوران رخسار اس کے زخم کی دیکھ

بھال کرتی رہی تھی اس نے اس کا لباس اس جگہ سے پھاڑ دیا تھا اور کپڑا جلا کر اس پر برابر رکھے جا رہی تھی پھر میں نے اس پر بریک آئل ڈالا اور اس شخص نے اپنے ہونٹ بھینچ لئے

کیونکہ ایسے شدید زخم پر بریک آئل جو کام دکھاتا ہے وہ معمولی کام نہیں ہوتا لیکن بہر حال ہم اس کا خون روکنے میں کامیاب ہو گئے تھے پھر اس کے بعد وہیں سے کپڑا لے کر اس کے

زخموں پر باندھ دیا گیا میں نے رخسار سے کہا۔“

”اب ان حالات میں ظاہر ہے ہم یہاں نہیں رک سکتے تم ایسا کر دو گاڑی بالکل قریب لے آؤ یہ بھی خطرہ ہے کہ یہاں وہ لوگ جنہوں نے اس شخص کو زخمی کیا ہے دوبارہ نہ پہنچ جائیں۔“

”ٹھیک ہے۔ رخسار نے کہا اور چابی لے کر باہر نکل گئی ہماری گاڑی ٹرار کے قریب آ کر رک گئی تو میں نے اس شخص کو گاڑی میں منتقل کیا اور اس کے بعد جس قدر برق رفتاری سے ممکن ہو سکتا تھا ہم اسے لے کر چل پڑے اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔“

میرا خیال ہے اب میری صلاحیتیں گم ہوتی جا رہی ہیں میں بے ہوش ہو جاؤں گا میرے دوست ایک آخری احسان اور کرو مجھ پر۔“

”ہاں۔ کہو۔“

”کسی اسپتال میں نہ لے جانا اس کے علاوہ تمہارا جو دل چاہے کرو کیونکہ کسی بھی

اسپتال میں موت میرے بہت قریب ہو جائے گی میں نے کوئی جواب نہیں دیا گاڑی ڈرائیو کرتا رہا ویسے بھی اسے کسی اسپتال میں لے جانا خود کو مصیبت میں ڈالنے کے مترادف تھا میں

تو کچھ بھی نہیں جانتا تھا اس شخص کے بارے میں اگر اس کے بارے میں مجھ سے سوالات کئے گئے تو میں مشکل میں پڑ جاؤں گا لندن میں میری کوئی بھی حیثیت سہی لیکن دیار غیر تھا اور سخت

قوانین کا شہر چنانچہ مجھ پر بھی دینے جہاں ہمارا قیام تھا وہاں دونوں جگہوں پر ہر طرح کے

ہاتھوں میں پہنچ جائے۔“ رخسار سوچتی رہی پھر اس نے کہا۔

”ٹرالر بند کر دیا گیا ہے ذرا سی صورت حال بہتر ہو جائے تو میرا خیال ہے کہ اس کی صفائی وغیرہ کر دی جائے کیا ہم ناصر درانی کو اس سلسلے میں استعمال کریں۔“

”ابھی اس کی ضرورت نہیں ہے۔ بعد میں اگر کوئی سنگین صورت حال ہوئی تو دیکھا جائے گا۔“

”تو پھر۔“

”میرا خیال ہے آرام کرو۔ صبح سے پہلے یہ ہوش میں نہیں آئے گا، ویسے اچھا خاصا خون بہہ گیا ہے۔“

”ہاں طاقتور آدمی ہے اور شاید قوت ارادی بھی زبردست ہے کیونکہ اس قدر زخمی ہونے کے باوجود کافی وقت ہوش میں رہا تھا اور پھر شاید اس نے محسوس کر لیا تھا کہ اب ہوش و حواس کو قائم رکھنا ممکن نہیں ہے چنانچہ اس نے اپنے بے ہوش ہونے کی اطلاع بھی ہمیں دے دی تھی پھر میں اور رخسار بیڈ روم میں پہنچ گئے ملازموں سے کہہ دیا گیا تھا کہ رات کی ڈیوٹی پر ذرا مستعد رہیں ویسے ہمارے ملازم بہت اچھے تھے رفتہ رفتہ ہم نے ان پر بے حد اعتماد قائم کر لیا تھا چنانچہ زیادہ فکر نہیں تھی انہیں سخت پہرہ دینے کی ہدایت کر دی گئی تھی پھر ہم گہری نیند سو گئے اور صبح کو رخسار ہی کی آنکھ کھلی اس نے جلدی سے مجھے جگایا اور پھر بولی۔“

”میں کچن میں جا رہی ہوں۔ ذرا دیکھوں۔ تم اگر مناسب سمجھو تو اس کے پاس چلے جاؤ۔“

”ہاں میں جا کر دیکھتا ہوں اسے۔ اس کے کمرے میں پہنچ کر میں نے حیرت سے دیکھا وہ جاگ رہا تھا اور آدھے دھڑ سے مسہری سے لٹکا بیٹھا ہوا تھا مجھے دیکھ کر مسکرایا اور بولا۔“

”اوہو۔ میں نے اب تمہارا چہرہ دیکھا ویسے رات کو تمہاری گفتگو بھی سنی تھی گو تم لوگ انگریزی میں بات کر رہے تھے لیکن اندازہ یہ ہوتا تھا کہ تم مشرق کے کسی ملک کے باشندے ہو۔“

”ہاں۔ ایسا ہی ہے۔“

”سنو۔ میں تم سے تمہارے بارے میں کوئی تحقیقات نہیں کر رہا اور نہ ہی کسی طرح سے تمہیں مزید پریشان کرنا چاہتا ہوں اصل میں زخم کم بخت ایسی جگہ لگے ہیں کہ مجھے چلنے پھرنے

میں بھی دقت ہوگی البتہ اگر کر سکتے ہو تو میرا ایک کام کرو۔“

”بولو۔“

”تمہارا شکریہ کہ تم مجھے اسپتال نہیں لے گئے اسپتال میں میرے لئے خطرہ موجود ہے مجھے دو تیز دھار چھریاں ایک الیکٹرک ہیٹر درکار ہے۔ اور اس کے علاوہ جو دوائیں تم نے خون روکنے کے لئے میرے بدن پر لگائی ہیں وہ اور کچھ پیسڈیج وغیرہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے پاس ان چیزوں کا معقول بندوبست ہے۔“

”تیز دھار چھریوں سے تم اپنے جسم میں لگی گولیاں نکالو گے۔“

”ہاں۔ وہ آہستہ سے بولا۔“

کچھ کھاپی لو اس کے بعد یہ کام کر لینا۔ اس نے احسان مندی کے انداز سے مجھے دیکھا اور آنکھیں بند کر لیں کچھ وقت کے بعد رخسار باقاعدہ ناشتہ لے کر آگئی تھی کافی اور اس کے ساتھ ہی ایک جگ میں دودھ بھی لائی تھی ملازموں کو اس نے نہیں آنے دیا تھا حالانکہ گھر میں ہر کام کے لئے ملازم موجود تھے لیکن رخسار جانتی تھی کہ اسے کس وقت کیا کرنا ہے ہم نے اسے سلاکس وغیرہ لگا دیئے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کی جواں مردی نے ہمیں متاثر کیا تھا۔ بڑے اطمینان سے اس نے سلاکس کھائے اور رخسار کا دیا ہوا دودھ کا گلاس پیا۔ پھر ہنستا ہوا بولا۔

”وہ دو بوائے انڈے جو اس پلیٹ میں رکھے ہوئے ہیں اصولی طور پر مجھے ملنے چاہیے اور اس کے ساتھ ہی ایک کپ کافی۔ کیونکہ کافی کی یہ خوشبو مجھے دیوانہ کئے دے رہی ہے۔ میں کافی کا شائق ہوں۔“

”ضرور ضرور۔ میں نے کہا اور رخسار نے انڈے اس کی جانب بڑھا دیئے اتنا شدید زخمی ہونے کے باوجود وہ بڑی شان سے بیٹھا ہوا تھا۔ پھر اس نے کہا۔“

”میرا خیال ہے کہ بار بار شکریہ ادا کر کے کسی کو بیوقوف بنایا جاسکتا ہے لیکن احسان بہر حال احسان ہوتا ہے اب میں شکریہ وغیرہ ادا نہیں کروں گا۔ آپ لوگ ناشتے سے فارغ ہو کر میری ضرورت کا بندوبست کر دیں۔ میں نے گردن ہلا دی پھر میں نے رخسار کو اس کی ضرورتیں بتائیں اور رخسار گردن ہلا کر چلی گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ الیکٹرک ہیٹر اور ضرورت کی ساری چیزیں لے آئی تھی میں نے اس کے زخم کھولے اور وہ سنبھل کر بیٹھ گیا۔“

”لیٹے رہو۔ لیٹے رہو۔ جو کام تم کرنا چاہتے ہو وہ میں کر لوں گا۔“ وہ ہنسنے لگا۔ پھر

بولا۔

”تقدیر کی بات ہے۔ کبھی کبھی تلاش کرنے سے بھی بہت اچھے لوگ نہیں ملتے اور کبھی اتفاقاً مل جاتے ہیں اور وہ بھی ایسے وقت جب انسان کوئی شدید ضرورت محسوس کر رہا ہو البتہ ایک کام کرو میرے دوست۔“

”بتاؤ۔“

”یا تو کوئی کپڑا یا کاغذ یا ربڑ کا ٹکڑا مجھے دے دو تاکہ میں دانتوں میں دبالوں۔ میں نے اس کی یہ خواہش بھی پوری کر دی۔ اور اس کے بعد چھریاں گرم کر کے اس کے زخم پر مصروف ہو گیا۔ شکر تھا کہ گولی گوشت میں تو بیشک رہ گئی تھی لیکن اس نے ہڈیوں کو متاثر نہیں کیا تھا۔ میں نے دونوں بلسٹ نکال دیئے اور وہ خاموشی سے میری یہ کارروائی دیکھتا رہا۔ اس کی ہمت نے ہم دونوں کو بہت متاثر کر دیا تھا پھر میں نے اس کے زخموں پر دوائیں لگائیں۔ مجھے امید تھی کہ یہ دوائیں اس کے زخموں کو درست کرنے میں کارگر ہوں گی۔ ویسے بھی اس دوران اتنے تجربات ہو چکے تھے کہ بہت سی چیزوں سے واقفیت حاصل تھی لیکن بہر حال اس کی شخصیت ہمارے لئے بڑی پر سحر تھی اور ہم نے ابھی تک اس سے اس کے بارے میں معلوم نہیں کیا تھا۔ ہمیں احساس تھا کہ زخموں کی یہ تکلیف ابھی اسے بہت بے چین رکھے گی چنانچہ ہم نے اسے ضروری احتیاطی تدابیر کے بعد گہری نیند سلا دیا اور پھر وہاں سے ہٹ گئے میں اور رخسار اس کے بارے میں مسلسل گفتگو کرتے رہتے تھے رخسار نے کہا۔“

”جب بھی اس پر نگاہ پڑتی ہے یہ احساس ہوتا ہے کہ وہ کسی بہت اچھے خاندان کا فرد اور ایک اچھی شخصیت کا مالک ہے پتا نہیں بے چارے کی کیا کہانی ہے۔“

”معلوم ہو جائے گی لیکن اب مجھے تھوڑا سا وقت دو میں ذرا ٹرالر کی خبر لے لوں۔“

بات کچھ بھی نہیں ہے لیکن ذرا غیر مناسب رہے گا۔“

”اور اگر کوئی خطرناک صورت حال پیش آگئی تو؟“ رخسار نے کہا اور میں مسکرا دیا۔

”اگر ایسی کوئی صورت حال پیش آئی تو میں اس سے نمٹ لوں گا رخسار۔ وہ ہنس پڑی

تھی پھر بولی۔“

”میں بھی چلوں۔“ اس کے اس انداز پر مجھے ہنسی آگئی تھی میں نے آہستہ سے کہا۔

”نہیں۔“ اس کے بعد رخسار خاموش ہو گئی تھی تو میں نے اس سے کہا۔

”سب کچھ ٹھیک ہے رخسار۔ لیکن بہر حال وہ ہماری حفاظت میں ہے اور تمہیں اس پر نگاہ رکھنا ہوگی۔ میں زیادہ وقت نہیں لگاؤں گا۔“ رخسار نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا دی تھی۔ بہر حال میں چل پڑا۔ میرا اپنا خون آلود لباس بھی میری نشاندہی کر سکتا تھا چنانچہ میں نے رخسار سے کہا تھا کہ اسے جلا کر خاکستر کر دے تاکہ کوئی الٹی سیدھی بات نہ ہو سکے۔ پھر میں یہ سفر طے کر کے ٹرالر تک پہنچا۔ ٹرالروں کی دنیا خاموش تھی عموماً ویک اینڈ پر ہی یہاں رش ہوا کرتا تھا۔ عام دنوں میں یہ ٹرالروں کا قبرستان معلوم ہوتا تھا بہر حال مجھے احساس ہو گیا کہ وہاں کوئی ایسا عمل نہیں ہوا جس سے یہ اندازہ ہو کہ میرے ٹرالر کی تلاشی وغیرہ لی گئی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ لوگ جو چلے گئے تھے پھر واپس نہیں آئے۔ ویسے بھی میں نے ان کی خاصی مرمت کر دی تھی اور یقینی طور پر وہ صرف دو ہی افراد تھے جو اس سلسلے میں عمل کر رہے تھے ٹرالر وغیرہ کی اچھی طرح صفائی وغیرہ کرنے کے بعد اور ہر طرح سے نشانات مٹانے کے بعد میں پھر واپس اپنی رہائش گاہ پہنچ گیا۔ پھر رات کو ہم نے اس سے تفصیلی ملاقات کی تھی۔ اسے بھی ہر طرح کی سہولت دی گئی تھی۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ رات تک وہ بالکل درست نظر آنے لگا تھا۔ اس نے محبت بھری نگاہوں سے ہمیں دیکھتے ہوئے کہا۔

”جو لوگ بے لوث اور بے غرض کسی کی مدد کرتے ہیں ان کا شکریہ ادا کرنا ان کے ساتھ نا انصافی ہوتی ہے آپ لوگوں نے میرے ساتھ جو احسان کیا ہے میں بالکل نہیں کہتا کہ میں اس کا صلہ دوں گا آپ لوگوں کو لیکن میں بہت اچھے انداز میں آپ کو یاد رکھوں گا بے حد احسان مند ہوں آپ کا۔“

”نہیں کوئی بات نہیں ہے۔ ویسے آپ کی گفتگو سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کا تعلق ایشیاء کے کسی ملک سے ہے۔“

”جی ہاں۔ پاکستانی ہوں۔ اس نے جواب دیا اور میرے دل میں ایک ہلکی سی ہوک

اٹھی۔ رخسار نے بھی میری طرف دیکھا تھا وہ کہنے لگا۔“

”اور آپ لوگ۔“

”بس اب تو لندن کے باسی ہیں۔“

”نہیں اس سے پہلے۔“

”اس سے پہلے بھی بس اس دنیا میں بھٹکتے ہی رہے ہیں۔“

”شاید آپ اپنے بارے میں بتانا نہیں چاہتے۔“

”نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے لیکن جو کچھ میں نے کہا وہ بھی سچائی ہے میرا نام فیصل

ہے یہ میری مسز رخسار ہیں لندن میں ہم بس چھوٹا موٹا سا کاروبار کرتے ہیں اور یہیں فروکش ہیں۔“

”آپ کی یہ رہائش گاہ بے حد شاندار ہے۔“

”شکریہ۔ آپ کا کیا نام ہے۔“

”میں منتظر تھا کہ آپ مجھ سے میرا نام پوچھیں۔“

”سوری۔ ہمیں پہلے پوچھنا چاہیے تھا۔“

”مجھے رانا دسیم کہتے ہیں۔“

”اور اس سے آگے پیچھے۔“

”اس سے آگے پیچھے کی کہانی اتنی شرمناک ہے کہ بیان کرتے ہوئے افسوس ہوتا ہے۔“

”ٹھیک ہے۔ اگر آپ بیان نہیں کرنا چاہتے تو نہ سہی۔ جیسا کہ آپ نے کہا کہ ہم نے آپ کی بے لوث خدمت کی ہے تو درحقیقت بے لوث ہی ہیں ہم۔ ہاں تجسس ہوتا ہے ذہن میں۔ بہر حال ہم یہاں آپ کی خدمت کے لئے حاضر ہیں اور جس طرح بھی آپ چاہیں ہمیں اپنی ضروریات سے آگاہ کر دیں۔ یہاں اندر یا پھر باہر کے معاملات میں اگر ہماری کوئی مدد درکار ہو تو ہم حاضر ہیں۔ اس نے حیرت سے مجھے دیکھا اور بولا۔“

”گویا آپ اس بات پر ناراض نہیں ہوئے کہ اتنی مدد حاصل کرنے کے باوجود میں آپ کو اپنے بارے میں بتانے سے گریز کر رہا ہوں۔“

”ہم نہیں دوست۔ ہم نے کسی غرض کے تحت مدد نہیں کی ہے بس آپ کوئی بھی ہوتے اس وقت آپ جس عالم میں تھے ہم پر قرض تھا کہ آپ کی مدد کرتے۔“ وہ گہری سوچ میں ڈوب گیا پھر اس نے کہا۔

”میں نے اپنی اس کہانی کو شرمناک اس لئے کہا کہ لوگوں کا خیال ہے کہ میں اچھی خاصی جسامت کا مالک ہوں کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ میری شخصیت بھی بری نہیں ہے اس کے

باوجود میں نے ایک ایسا فیصلہ کیا جو مجھے نہیں کرنا چاہیے تھا بس اپنے اس فیصلے کا شکار ہو گیا میں اور اسی پر مجھے دکھ ہے۔“

”جی ہوتا ہے بعض اوقات انسان زندگی میں غلط فیصلے کر لیتا ہے۔“ میں نے کہا اور وہ ہنسنے لگا۔ پھر بولا۔

”اب آپ میرے بارے میں جاننے سے گریز کر رہے ہیں۔“

”وجہ بتا چکا ہوں۔ آپ کے بارے میں جاننا میرے لئے اتنا ضروری نہیں ہے۔“

”ہاں۔ مجھے اس کا احساس ہے۔ اصل میں آپ یقین کیجئے بات تن آسانی اور ایک اچھی زندگی حاصل کرنے کی کوشش کی نہیں تھی۔ بس اس دنیا میں تنہا تھا بالکل والدین کا انتقال ہو چکا ہے کوئی بہن بھائی بھی نہیں تھا۔ تھوڑی بہت تعلیم حاصل کی اور اس کے بعد نوکری کی تلاش میں سرگرداں ہو گیا لیکن اپنے وطن میں خاصی مشکلات ہیں معاشی طور پر ہم لوگ بڑی الجھنوں کا شکار ہیں وسائل کم سے کم بس آپ یوں سمجھ لیجئے کہ میں وطن کو دوش نہیں دیتا کبھی کبھی تقدیر اس طرح گرفت میں لیتی ہے کہ انسان کچھ کرنے کے قابل نہیں رہتا میں بھی تقدیر کی گرفت میں تھا اور وقت کے دھکے کھا رہا تھا پھر میں نے ایک بہت ہی گھٹیا راستہ اختیار کیا۔“

ضرورت رشتہ کے اشتہارات میں ایک ایسا رشتہ طلب کیا گیا تھا اور کہا گیا تھا کہ لڑکی کے اہل خاندان لندن میں قیام پذیر ہیں اچھی صنعتوں کے مالک ہیں لڑکے کو لندن لے جانا چاہتے ہیں میں نے سوچا کوشش کر لی جائے نوکری نہیں مل رہی تو کم از کم تھوڑا سا وقت اسی انداز میں گزار لیا جائے بس جناب رابطہ قائم کیا کچھ لوگوں سے ملا انہوں نے مجھے دیکھا اور پسند کر لیا اور اس کے بعد بقیہ معاملات طے ہوئے۔ نکاح ہوا اور مجھے یہاں لے آیا گیا۔ لیکن کچھ وقت قیام کرنے کے بعد مجھے پتا چلا کہ وہ لوگ اچھی پوزیشن کے مالک نہیں اور غلط کاروبار کرنے ہیں ساری باتیں اپنی جگہ۔ یہ ناجائز دھندے تو میں اپنے وطن میں بھی کر سکتا تھا اگر اپنے ضمیر کو فروخت کر دیتا، ایسا کوئی کام میرے لئے ناقابل قبول تھا جب کہ کچھ عرصے کے بعد انہوں نے مجھے بھی اپنی لائن پر لگانے کی کوشش کی اور میں انہیں ناتواں رہا اس سلسلے میں سختیاں بڑھتی گئیں مجھے بتایا گیا کہ اس کے بغیر میں ان کا دوست نہیں رہ سکوں گا میں نے ان سے صاف کہہ دیا کہ یہ میرے لئے ممکن نہیں ہے اور دوستی دشمنی میں بدل گئی مجھ پر تشدد کیا جانے لگا۔ ہر طرح سے مجھے اپنی راہ پر لانے کی کوشش کی گئی لیکن میں نے قبول نہیں کیا اور بات حد سے

آگے نکل گئی ان لوگوں نے مجھے قید کر دیا بھوکا پیاسا مارنا شروع کر دیا لیکن کچھ بھی تھا میں نے سب کچھ کرنے کے لئے تیار نہ ہو سکا پھر موقع پا کر ان کی گرفت سے نکل گیا اصل میں وہ دہرے خوف کا شکار تھے انہیں یہ احساس تھا کہ میں ان کی اصل شخصیت سے واقف ہو گیا ہوں اور اب انہیں کوئی بھی نقصان پہنچا سکتا ہوں۔ چنانچہ ان لوگوں نے میرے خلاف پھر یہ طریقے سے کام شروع کر دیا اور غالباً یہ فیصلہ کر لیا کہ مجھے ہلاک کر دیا جائے بس یوں سمجھ لیجئے یہ ساری بھاگ دوڑ اور گولیوں کے یہ زخم اسی حماقت کا نتیجہ ہیں جو میں نے کر ڈالی تھی۔ اب آپ بتائیے کیا فخر یہ انداز۔ اپنی اس داستان کو مظلومیت کی داستان بنا کر سنایا جاسکتا ہے وہ ہنسنے لگا میں اور رخسار حیران تھے میں نے کہا۔

”تو اس وقت جو آپ پر حملہ ہوا وہ اسی کا نتیجہ ہے۔“

”جی ہاں کئی بار مجھ پر حملہ ہو چکا ہے۔ میں چھپتا پھر رہا ہوں۔ اصل میں ایسے لوگ بڑے باختیار ہوتے ہیں اور وہ لوگ۔ مقامی لوگوں کی مدد سے ہر طرح کے کام کر لیتے ہیں بس میری تقدیر ہی ہے جو ابھی تک ان سے بچا ہوا ہوں ورنہ کئی جگہ مجھے گھیرنے کی کوشش کی گئی تھی۔“

عجیب کہانی تھی میں اور رخسار بہت متاثر ہوئے تھے میں نے کہا۔

”اور آپ کی بیگم میرا مطلب ہے وہ خاتون جن سے آپ کی شادی ہوئی تھی۔“ جواب

میں وہ طنز یہ انداز میں ہنسا پھر اس نے کہا۔

”وہ خاتون اس گروہ کی خاں۔ رکن ہیں ان کی ذمہ داری یہ ہی ہے کہ شادیاں کریں اور اس گروہ کے ممبروں کی تعداد میں اضافہ کریں۔“

”اوہ۔ تو پھر اب آپ کا کیا ارادہ ہے رانا صاحب۔“

”رانا صاحب مصیبت میں گرفتار ہیں بھائی۔ آپ لوگوں کی مدد حاصل ہو گئی ہو سکتا ہے

زندگی کے کچھ دن اور مل جائیں جدوجہد تو کرنی ہی ہے یہاں سے نکلنے کی کوشش کروں گا

ہو سکتا ہے وطن جانا نصیب ہو جائے اور پھر وطن میں بھی کوئی نہیں ہے کہیں بھی نکل جاؤں لیکن

اتنا اندازہ ہو چکا ہے کہ ان خطرناک لوگوں سے لندن میں چھٹکارا ملنا مشکل ہے۔“ ہم لوگوں

کے لئے فیصلہ کرنا مشکل نہیں تھا میرے بجائے رخسار نے کہا۔

”آپ بالکل فکر نہ کریں رانا صاحب یہ جگہ موجود ہے آپ مکمل طور سے تندرست ہو

جائیں اور بالکل ٹھیک ہو جائیں تو ہم آپ کو یہاں سے نکالنے کی کوشش کریں گے اور جس طرح بھی بن پڑا آپ کو کسی محفوظ مقام پر پہنچا دیں گے۔“

”ٹھیک ہے اب کسی قسم کا تکلف کا اظہار کرنا خود اپنے آپ پر ہنسنے کے مترادف ہوگا

اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو اس نیکی کا صلہ دے جو آپ کر رہے ہیں۔“ بہر حال کہانی ایسی نہ تھی

جس پر کوئی شبہ کیا جاسکتا سوائے اس کے ہم لوگوں کو یہ فیصلہ کرنا تھا کہ ان جلسا زوں سے

باقاعدہ ٹکرائیں یا پھر ایسا نہ کریں رخسار سے اس سلسلے میں بات ہوئی تو اس نے کہا۔

”دیکھو ہمیں یہاں رہنا ہے اور کچھ وقت سکون سے گزارنا ہے اس میں کوئی شک نہیں

ہے کہ فرض یہی کہتا ہے کہ یوں کیا جانے اور ان لوگوں کے خلاف ایک محاذ بنائیں تاکہ

دوسرے بھولے بھالے لوگ ان کے جال میں نہ پھنسیں لیکن بات وہی آ جاتی ہے کہ دریا میں

رہ کر مگر چھ سے بیر لینا ہوگا مجھے تو یہ کوئی بین الاقوامی گروہ معلوم ہوتا ہے لڑکوں کے ساتھ ساتھ

وہ لوگ لڑکیوں کو بھی اسی طرح جال میں پھانتے ہوں گے آج کل یہ وبا تو عام ہو چکی ہے کہ

بیروز گار لڑکوں کو اس طرح کے جھانسنے دیئے جاتے ہیں اور سبز باغ دکھائے جاتے ہیں کہ ایک

مظلوم لڑکی سے شادی کر لی جائے اور لاکھوں کمائے جائیں بیروز گار نو جوان جھانسنے میں

آ جاتے ہیں لیکن نتیجہ جو ہوتا ہے وہ سامنے ہے لیکن پھر وہی سوال پیدا ہوتا ہے۔“

”میں سمجھ رہا ہوں تم ٹھیک ہی کہتی ہو لیکن بہر حال رانا وسیم کی ہمیں مدد کرنا ہوگی ابھی تو

بے چارہ زخمی ہے کس قدر شاندار قوت ارادی کا مالک ہے اس بات پر حیرت ہوتی ہے لیکن کچھ

لوگ تقدیر کے کھوٹے ہوتے ہیں اور تقدیر ان کا ساتھ نہیں دیتی تاہم ہم اپنی اوقات کے

مطابق اس شخص کی مدد کریں گے اور جانا بھی کیا ہے۔“ رخسار بھی اس بات پر متفق ہو گئی تھی

رانا وسیم مجموعی طور پر ایک خوش مزاج شخص تھا اس کی عمر بھی چھتیس سینتیس سال سے زیادہ نہیں

ہوگی شخصیت بھی خاصی دلکش تھی اور سب سے بڑی بات یہ کہ بڑا باہمت آدمی تھا نہ ہی اس نے

میرے بارے میں کسی خاص تجسس کا اظہار کیا تھا بس اپنی اپنی باتیں ہوا کرتی تھیں اور رخسار

نے ایک دن اس سے اس کی بیوی کے بارے میں پوچھا تو وہ الجھے ہوئے انداز میں بولا۔

”سائرہ بری عورت معلوم نہیں ہوتی حالانکہ سب کچھ اس کے ذریعہ ہی کیا گیا ہے۔“

”لیکن مجھے بار بار یہ احساس ہوا کہ وہ بھی ان کے ہاتھوں۔“ مجبور ہے اس بات کے امکان

بھی ہو سکتے ہیں مسٹر فیصل کہ اسے بھی کہیں سے گھیر گھار کر لایا گیا ہو اور اس کے بعد انہوں نے

اسے اپنے راستے پر لگا لیا ہو اس بات کے قوی امکانات ہیں۔“
 ”آپ کی اس سے باقاعدہ شادی ہوئی تھی۔“
 ”ہاں۔“

”آپ کے ذہن میں کبھی اس کے لئے کچھ جذبے نہیں ابھرے۔“ رخسار نے سوال کیا
 وہ سوچ میں ڈوب گیا پھر اس نے کہا۔

لیکن یہ احساس مجھے ہمیشہ رہتا ہے کہ میں اسی کے ذریعے شکار کیا گیا۔“
 ”اس سوچ کے باوجود جو آپ کے ذہن میں ہے۔ یعنی یہ کہ ہو سکتا ہے وہ بھی مجبور ہو۔“

”یہ تو صرف ایک سوچ ہے اس کی کوئی حقیقت تو سامنے نہیں آئی۔“
 ”آپ کے دل میں کبھی یہ تصور ابھرتا ہے کہ آپ اپنی بیگم سے دوبارہ ملاقات کریں۔“
 وہ ہنس پڑا۔

”میرے سالے صاحبان میرے ذہن میں یہ تصور ابھرنے دیں تب ہی مایاں سے
 نکل کر کیا صورت حال پیش آئے میں تو اس بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا، ہم لوگوں نے اس
 سے اتفاق کیا تھا بہر حال اس میں کوئی مشکل نہیں یہ ایک انسانی مسئلہ تھا اور ان حقیقتوں سے
 گریز نہیں کیا جاسکتا تھا جو اس کی ذات سے وابستہ تھیں کافی دن ہو چکے تھے اسے یہاں اور
 اب وہ صحت مند ہو گیا تھا پھر ایک صبح جب ہم نے اسے ناشتے کے لئے طلب کیا تو وہ اپنے
 کمرے میں موجود نہیں تھا البتہ اس کے تکیے پر ایک چھوٹا سا کاغذ رکھا ہوا تھا ملازم نے وہ کاغذ
 لا کر ہمیں دیا اور میں نے حیرت سے اسے کھول کر پڑھا لکھا تھا۔

”میں اب بھی شکریہ ادا نہیں کروں گا ہاں دعا ہے کہ آپ لوگ ہمیشہ خوش رہیں بس
 ٹھیک ہو گیا ہوں جارہا ہوں اور کیا کہوں رانا وسیم۔“ میں نے ٹھنڈی سانس لے کر رخسار کی
 طرف دیکھا تو وہ مدھم سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

ظاہر ہے وہ ہمیشہ تو ہمارے ساتھ نہیں رہ سکتا تھا۔ تاہم اچھا انسان تھا پھر رفتہ رفتہ ہم
 اسے بھلانے میں کامیاب ہو گئے ابتدا میں تو کچھ دن اسی کی باتیں کرتے رہے تھے لیکن اسے
 بہر طور جانا تھا کوئی جواز نہیں تھا اس کا میرے پاس رہنے کا ہاں یہ الگ بات ہے کہ اگر رہنا
 چاہتا تو کوئی اتنا بڑا مسئلہ بھی نہیں تھا بے گھر بے سہارا تھا اور اسے اپنے گھر میں جگہ دی جاسکتی

تھی تقریباً پندرہ سولہ دن گزر گئے اب وہ ہمارے ذہنوں سے محو ہو چکا تھا ہمارے معمولات
 وہی تھے اپنے آپ کو حالات میں ضم کرنے کی کوشش کر رہے تھے بہت سے خیالات دل میں
 آتے تھے لیکن مجبوریاں دامن گیر ہو گئی تھیں اور ہم یہ سوچتے تھے کہ بس ٹھیک ہے زندگی کے
 ہنگاموں سے چھٹکارا حاصل کرنے کے بعد اب زندگی کا سکون حاصل کرنا چاہیے لیکن یہ تجربہ
 اب میرے لئے نیا نہیں تھا کہ وقت اپنے فیصلے خود کرتا ہے اور انسان کتنا ہی سوچ لے منصوبہ
 بنالے سب حماقت ہوتی ہے اسے وقت کے ہاتھوں کھیلنا پڑتا ہے معمول کے مطابق ہم لمبی
 ڈرائیو پر نکل گئے تھے اور لندن کے ایک نواحی قصبے میں تھوڑا سا وقت گزارنے کے بعد وہاں
 سے واپس پلٹ رہے تھے واپسی میں شام ہو گئی تھی موسم بھی کافی خراب تھا۔ آسمان سے کھر
 اترتی چلی آرہی تھی دن میں بھی سورج نہیں نکلا تھا اور سارا دن بادل چھائے رہے تھے وہ لمبی
 سڑک جو چکنی اور شفاف تھی سنسان پڑی ہوئی تھی اور اس پر کوئی ٹریفک نہیں تھا۔ پھر ایک موڑ
 سے گزر رہے تھے قرب و جوار میں پہاڑیاں اور سبزہ زار نکھرے ہوئے تھے کہ اچانک ہی ایک
 درے کے درمیان سے کوئی دوڑتا ہوا سڑک عبور کرنے لگا کیونکہ وہ اچانک ہی دوڑ پڑا تھا یا
 کہیں سے دوڑتا ہوا آ رہا تھا اور موڑ کے بالکل قریب تھا اس لئے میں کار کو کنٹرول نہ کر سکا اور
 وہ شخص ہماری کار کی زد میں آ گیا

میں نے جلدی سے کار روک دی میں نیچے اترا ہی تھا کہ اس سمت سے جدھر سے وہ
 بھاگ کر آ رہا تھا تین آدمی دوڑتے ہوئے آگے آئے اور انہوں نے اندھا دھند فائرنگ کر دی
 مجھے فوراً ہی بیٹھ جانا پڑا اور نہ شاید وہ تو سڑک پر گرے ہونے کی وجہ سے بچ جاتا میں ان گولیوں
 کا شکار ہو سکتا تھا گولیاں کار کے قریب سے نکل گئی تھیں اس شخص نے زمین پر لوٹ لگائی
 اور کار کے دوسرے حصے میں آ گیا دوڑنے والے بھی قریب آئے جارہے تھے اس شخص نے
 سیدھے کھڑے ہو کر مجھے دیکھا اور پھر رخسار کو دیکھا ہم نے بھی اسے ایک لمحے میں پہچان لیا
 تھا یہ رانا وسیم ہی تھا ظاہر ہے ہم دونوں کی جو کیفیت ہوئی چاہیے تھی وہی ہوئی اس نے بھی ہمیں
 پہچان لیا تھا پھر وہ جلدی سے بولا۔

”مسٹر فیصل مسٹر فیصل یہ بریف کیس آپ رکھ لیجئے پلیز اسے جلدی سے سیٹ کے نیچے
 ڈال دیجئے۔“ اس نے چمڑے کا ایک سیاہ رنگ کا پتلا سا بریف کیس کار کی کھڑی سے اندر
 پھینک دیا اور اس کے بعد سڑک کے دوسری سائیڈ نشیب کی طرف پھلانگ لگا دی تعاقب

”جی ہاں۔“

”دیکھاؤ۔“ اس نے کہا اور میں نے بڑے اطمینان سے کار کی اسٹین سے کاغذات نکال کر اس کے سامنے پیش کر دیئے وہ جھک کر ان کاغذات کو دیکھنے لگا باقی دو افراد مجھ پر پستول تانے کھڑے ہوئے تھے اس نے کہا۔

”پرنس فیصل۔“

”جی۔“

”مشرقی ہو۔“

”جی ہاں۔“

”کہاں کے باشندے ہو۔“

”سو فیصد برطانیہ کا۔“

”اس سے پہلے۔“

”اس سے پہلے بھی برطانیہ کا باشندہ ہوں۔“

اس نے ایک لمحے کے لئے سوچا کاغذات مجھے واپس کئے پھر اپنے ساتھیوں کی طرف رخ کر کے بولا۔

”چلو۔“ ادھر وہ اسی درے کی جانب مڑ گئے جو سڑک کے دوسری سمت کے نشیب میں تھا جب وہ تینوں نگاہوں سے اوجھل ہو گئے تو میں نے گہری سانس لے کر رخسار کو دیکھا ڈرائیونگ سیٹ پر آکر بیٹھا اور اس کے بعد کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی ہم دونوں ساکت تھے حادثہ بڑا عجیب اور حیران کن تھا کافی فاصلے تک ہم اس بات کا جائزہ لیتے رہے کہ ہمارا تعاقب تو نہیں کیا جا رہا لیکن اس کا دور دورہ تک امکان نظر نہیں آیا البتہ اب میرے ذہن میں ایک کریدی پیدا ہو گئی تھی میں نے سرسراہٹ آواز میں رخسار سے کہا۔

”وہ بریف کیس محفوظ ہے۔“

”ہاں میں نے پیچھے سیٹ کے نیچے ڈال دیا ہے۔“

”بریف کیس میں کیا ہو سکتا ہے۔“

”ہو سکتا ہے ان لوگوں کے بارے میں کچھ معلوماتی کاغذات ہوں۔“

”کن لوگوں کے بارے میں۔“

کرنے والے دوڑے آ رہے تھے انہوں نے بھی سڑک عبور کی پھر ان میں سے ایک وہاں رک گیا اور دوسرے کے نشیب کی طرف دوڑے چلے گئے رکنے والے نے میری طرف پستول تان رکھا تھا اور تھوڑا سا ہٹ کر مجھے اور رخسار دونوں کو کور کر رہا تھا وہ منہ سے کچھ نہیں بولا تھا عجیب سی شکل و صورت کا آدمی تھا چھوٹی چھوٹی آنکھیں طوطے کی طرح مڑی ہوئی ناک پتلے پتلے باریک ہونٹ آنکھوں میں بے پناہ چمک نظر آ رہی تھی وہ مجھے گھور رہا تھا جب کہ اس کے باقی دونوں ساتھی سڑک کے نشیب میں گولیاں برسار رہے تھے ایک لمحے کے لئے چونکہ اس معطل ہو گئے تھے اور فوری طور پر کوئی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا تھا اس لئے میں ساکت کھڑا اس شخص کو گھورتا رہا تین چار پانچ منٹ گزر گئے تو میں نے اسے مخاطب کر کے کہا۔

”بھائی میں تو ایک راہ گیر ہوں آپ لوگوں کا کوئی مسئلہ ہے تو آپ مجھے کیوں روکے ہوئے ہیں۔“

”خاموش کھڑے رہو۔“ وہ غرائے ہوئے لہجے میں بولا۔

”ہمیں دیر ہو رہی ہے آپ دیکھ رہے ہیں کہ میری مسز میرے ساتھ ہیں اور ہم۔“

”جلدی شہر پہنچنا چاہتے ہیں موسم خراب سے خراب تر ہوتا جا رہا ہے۔“

”اگر بکواس بند نہ کی تو میں تمہاری کھوپڑی میں گولی اتار دوں گا وہ شخص خاصا جاہل معلوم ہوتا تھا اور کافی غصے میں نظر آ رہا تھا تقریباً پندرہ منٹ کے بعد نشیب کے دونوں آدمی واپس آ گئے ان کے چہروں سے تھکن کا اظہار ہو رہا تھا کار کے قریب پہنچ کر انہوں نے مجھے اور رخسار کو گھورا پھر ان میں سے ایک نے کہا۔“

”ہمارا تعلق مقامی انتظامیہ سے ہے تم کون ہو۔“

”برطانوی۔“ ہوں یہیں رہتا ہوں اس سڑک سے گزر رہا تھا کہ وہ شخص بھاگتا ہوا آیا اور میری کار سے ٹکرایا مجھے کار روکنی پڑی اور اس کے بعد میں اس خیال سے نیچے اترا تھا کہ اسے دیکھوں کہ وہ زخمی تو نہیں ہو گیا کہ اچانک ہی گولیاں چلنے لگیں اور مجبوراً مجھے زمین پر بیٹھنا پڑا وہ سڑک کے دوسری جانب اترا گیا کون تھا کیا تھا یہ میں بالکل نہیں جانتا اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں ہے اور میں سمجھتا ہوں جناب اگر وہ کوئی مجرم تھا تو کم از کم مجھ سے اس کا کوئی تعلق نہیں تھا۔“

”تمہارے کاغذات ہیں؟“

”میرا مطلب ہے وہ جو یہ ناجائز کاروبار کرتے ہیں بلکہ یوں کہو کہ رانا وسیم کے سسرال والے۔“ رخسار نے کہا اور مسکرا دی۔

”کمال ہے بڑی خطرناک سسرال ملی اس بے چارے کو لیکن بیوقوف آدمی ابھی تک جنجال میں پھنسا ہوا ہے یہ یہاں سے کہیں بھاگ کیوں نہیں جاتا۔“
”اللہ جانے۔“ رخسار بولی۔

”نجانے کیوں رخسار میری چھٹی حس مجھے احساس دلا رہی ہے کہ رانا وسیم کا کیس وہ نہیں ہے جو اس نے ہمیں بتایا یہ ویرانوں میں کیا کرتا پھر رہا ہے۔“
”کیا مطلب؟“

”مطلب یہ کہ اس نے ہمیں کوئی بہت ہی خوبصورت کہانی سنا دی ہوگی اور ہم اس بارے میں کیا کہہ سکتے ہیں۔“
”ہاں کہہ تو کچھ نہیں سکتے لیکن اگر اس نے کوئی جھوٹی کہانی ہمیں سنائی تو اس کا مقصد ہے کہ بڑا فنکار آدمی تھا۔“

”ہاں اس میں کوئی شک نہیں ویسے وہ ان کے ہاتھوں سے نکل گیا۔“
بریف کیس میں نجانے کیا ہے۔
وہ شخص جس طرح ہمیں بتائے بغیر ہمارے گھر سے چلا آیا۔ اس کے بعد ہم تو یہ کہہ نہیں سکتے کہ ہمارے اور اس کے درمیان اخلاقی قدریں برقرار رہ گئی ہیں۔“
”مطلب۔“

”مطلب یہ کہ ہم بریف کیس کھول کر دیکھیں گے۔“
رخسار نے میری بات سے اتفاق کیا تھا پھر وہ بولی۔
”لیکن وہ آئے گا ضرور۔“

”ظاہر ہے پتہ نہیں اس نے ان کے خلاف کیا کیا شواہد جمع کئے ہیں۔ پھر ہم خاموش ہو گئے اور آخر کار اپنی رہائش گاہ پر پہنچ گئے ذہن پر ایک عجیب سا تاثر تھا کافی وقت گزر گیا گھر پہنچنے کے بعد لباس وغیرہ تبدیل کیا اور پھر اندرونی کمرے میں آ بیٹھے بریف کیس کے کاغذات دیکھنا ضروری تھے چڑے کا بہت ہی پتلا سا بریف کیس بے حد خوبصورت تھا اور اس میں خاص قسم کا تالا لگا ہوا تھا لیکن یہ بھی اتفاق کی بات ہے کہ پہلے بھی میرا واسطہ ایک ایسے ہی

بریف کیس سے پڑ چکا تھا میں اسے کھولنے کی کوشش کرنے لگا اور میں کامیاب ہو گیا اس تالے کیلئے چابی کی ضرورت نہیں ہوتی تھی نہ ہی اس پر نمبر تھے بلکہ کچھ کرسل اس پر لگے ہوئے تھے اور انہی کی ترتیب سے تالا کھل جاتا تھا تھوڑی سی کوشش سے میں نے یہ تالا کھول لیا، بریف کیس میں ایک فائل رکھا ہوا تھا اور اس فائل میں کچھ کاغذات تھے لیکن فائل کھولتے ہی میرے ذہن کو ایک شدید جھٹکا لگا تھا فائل میں ہمارے ملک کے اٹامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے مولو گرام بنے ہوئے تھے اور اس فائل کے اندرونی حصے میں خاص قسم کا احتیاطی کراس بنا ہوا تھا اس کا مطلب ہے کہ یہ فائل انتہائی اہمیت کی حامل تھی اور پھر اٹامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ویسے بھی ایک بڑا محفوظ ادارہ تھا اور اس کے کاغذ کا ایک ٹکڑا بھی باہر نہیں جاسکتا تھا میں نے کاغذ کھولا اس پر ایک بہت ہی انوکھی تحریر لکھی ہوئی تھی جگہ جگہ نشانات لگے ہوئے تھے اور اس کے ساتھ ہی کچھ فارمولے جو ایک مخصوص انداز میں صرف نشانات کے ذریعے واضح کئے گئے تھے جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے خاص قسم کے ایٹمی فارمولے اسی انداز میں تحریر کئے جاتے ہیں اور سائنس دانوں کی اپنی ایک زبان ہوتی ہے جو اس سلسلے میں صرف چند لوگوں کے درمیان ہوتی ہے لیکن حیران کن بات یہ تھی کہ ان کا تعلق میرے وطن سے تھا اور وطن عزیز کا پتھر کا ایک ٹکڑا بھی مجھے اپنی زندگی کی ہی مانند عزیز تھا یہ احساس ان حالات میں اور وطن سے دور غیر ملک میں رہ کر بھی میں اپنے دل سے نکال نہیں سکا تھا بلکہ وطن کی یاد وطن کا احساس میرا سرمایہ حیات تھا میں جلدی جلدی کاغذات پلٹتا رہا جو الفاظ انگریزی زبان میں لکھے گئے تھے وہ میری سمجھ میں آرہے تھے یہ صرف اشارتی الفاظ تھے لیکن ان کی ترتیب بنتی تھی اور اس ترتیب سے یہ احساس ہوتا تھا کہ یہ میرے ملک کے ایٹمی راز ہیں ایٹمی راز کی یہ فائل رانا وسیم کے پاس اور کچھ لوگ اسے حاصل کرنے میں سرگرم تھے رخسار بھی میرے ساتھ ساتھ یہ کاغذات دیکھ رہی تھی اور مجھے اس بات پر خوشی ہوئی کہ وہ بھی اس قدر ذہین تھی کہ صورتحال کو سمجھ سکتی تھی اس نے کہا۔“

”گویا ہمارا دوسرا اندازہ درست نکلا؟“ میں نے سوالیہ نگاہوں سے رخسار کو دیکھا تو وہ بولی۔

”رانا وسیم نے ہم سے جھوٹ بولا تھا ایک جھوٹی کہانی سنائی تھی وہ ہمارے ملک کے ایٹمی راز لئے بھاگا بھاگا پھر رہا ہے اور کچھ لوگ اس کا تعاقب کر رہے ہیں۔“

”بات اصل میں یہ ہے رخسار کہ معاملہ اس قدر اہمیت کا حامل ہے کہ ہم اسے نظر انداز نہیں کر سکتے چاہے وہ کیسی شخصیت کا مالک ہو۔ اسے کم از کم اس بات کا جواب دینا ہوگا کہ یہ بات اس کے پاس کہاں سے پہنچی اور اس کی حقیقت کیا ہے؟“ رخسار ہنسنے لگی پھر بولی۔

”اگر اس کی جگہ میں ہوتی تو بڑے اطمینان سے تمہیں مطمئن کر سکتی تھی۔“

”کیسے؟“ میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

”میں تم سے کہتی کہ چونکہ میرے سسرال والے جرائم پیشہ لوگ ہیں اور وہ ہر قسم کے کام کیا کرتے ہیں میں نے یہ فائل یا یہ بریف کیس ان سے حاصل کیا ہے اس لئے کہ میں انہیں اس کے ذریعے بلیک میل کر سکوں اور وہ مجھے یہاں سے نکل جانے کی ضمانت دیں ورنہ بریف کیس انہیں نہیں مل سکتا۔“ میں نے حیران نگاہوں سے رخسار کو دیکھا اور کہا۔

”واقعی یہ تو ہو سکتا ہے اور ہمیں تسلیم بھی کرنا پڑے گا۔“

”لیکن جس طرح وہ لوگ اس کے لئے بھاگ دوڑ کر رہے تھے اور جس طرح وہ انہیں جل دے کر نکل گیا اس سے یہ بات بالکل نہیں مانی جاسکتی کہ ایسی کوئی بات ہے یقینی طور پر فیصل میں دعوے سے کہہ سکتی ہوں کہ وہ پراسرار شخص کسی اور ہی حیثیت کا حامل ہے۔“

”بہت اچھا اب ایک بات بتاؤ کیا ہم اس مسئلے کو اس آسانی سے نظر انداز کر سکتے ہیں۔“

”سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔“ رخسار نے جواب دیا۔

”تو پھر کیا کیا جائے۔“

”تم سوچو فیصل۔“

”ہم یوں کرتے ہیں کہ یہ فائل بدل دیتے ہیں۔“ میں نے کہا اور رخسار نے سنسنی خیز نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی وہ پر خیال انداز میں گردن ہلاتی رہی تھی پھر اس نے کہا۔

”مناسب تجویز ہے فائل بدل دی جائے اور بریف کیس کو بند کر دیں اس کے بعد ظاہر ہے کہ وہ ہمارے پاس آئے گا بریف کیس تو ہم جوں کا توں اس کے حوالے کر دیں گے اور اس سے اس کے بارے میں سوالات کریں گے اس کے بعد بھی اگر وہ کوئی جھوٹی کہانی سناتا ہے تو کم از کم یہ فائل ہمارے قبضے میں آگئی ہے اور ہم اپنے ملک کے یہ راز کسی غیر کے ہاتھوں میں نہیں جانے دیں گے یہ تو بعد میں سوچیں گے کہ ہمیں اس کے لئے کیا کرنا چاہیے۔“ پھر

”ہاں رخسار ایسا ہی اندازہ ہوتا ہے۔“

”پھر تو وہ شخص ذرا بھی قابل رحم نہیں ہوا بلکہ اب ہمیں اس بات پر افسوس کرنا پڑے گا کہ اس طرح ہم نے اس کی بے لوث مدد کیوں کی۔“

”کر بھی کیا سکتے تھے۔“

”لیکن فیصل وہ آئے گا اس نے ہم پر اعتماد کر کے یہ کاغذات ہمارے حوالے کر دیئے ہیں وہ سوچ بھی نہیں سکتا ہوگا کہ ہم ان سے اس طرح واقفیت حاصل کر لیں گے۔“

”یہ بریف کیس اجنبی ہاتھوں میں جائے تو اسے توڑے بغیر کھولنا ممکن نہیں ہے بس ایک بار یہ میرے ہاتھوں سے گزر گیا تھا اور مجھے یہ بھی یاد نہیں کہ کہاں اور کیسے غالباً اسے بنانے والی کمپنی نے اس ایک ہی انداز میں بنایا ہے اس لئے میں اس کھولنے میں کامیاب ہو گیا۔“

”اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟“

”یہ سوال میں تم سے کرنا چاہتا ہوں رخسار۔“

”تھوڑا سا انتظار اور اس کے بعد۔“

”ہاں اس کے بعد کہو۔“

”اگر تم سفارت خانے سے تعلقات قائم کرو گے اور اس بریف کیس کے بارے میں اسے بتاؤ گے تو تمہاری اپنی شخصیت سامنے آئے گی۔“

”میں سمجھتا ہوں ایسا ہوگا۔“ میں نے آہستہ سے کہا۔

”ایک بات اور۔“ رخسار بولی۔

”ہاں کہو؟“

”رانا دبیم ہمارے بارے میں سب کچھ جانتا ہے اور اس نے یہ فائل کسی اعتماد کی بناء پر ہی ہمارے حوالے کر دی ہے ویسے یہ بھی سچ ہے کہ اس نے یہ سوچا ہوگا کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم یہ بریف کیس کھول نہیں سکتے اگر کوشش بھی کریں تو اس میں ناکام رہیں گے دوسری بات یہ ہے کہ فرض کرو اگر ہم یہ بریف کیس کھول بھی لیتے ہیں تو ان کاغذات کے بارے میں بھلا کیا جان سکیں گے اسے یہ اعتماد ہوگا اور چونکہ وہ فائل کے لئے دوڑا چلا آئے گا اس لئے اس بات کے مکمل امکانات ہیں کہ وہ ہم تک دوبارہ پہنچے فرض کرو ایسا ہوا تو کیا کرو گے۔“

اس کے بعد ہم نے اسی پر عمل کیا ایک فائل میں سادہ کاغذات لگائے گئے اور اس کی ترتیب کر کے اسے بریف کیس میں رکھا گیا اور میں نے بریف کیس اسی انداز میں بند کر کے اس پر سے اپنے ہاتھوں کے نشانات منادئے پھر اسے ایک ایسی الماری میں رکھ دیا کہ اگر کوئی گھر کی تلاشی لینا چاہے تو بریف کیس اسے حاصل ہو جائے البتہ وہ فائل ہم نے ایک انتہائی محفوظ جگہ پہنچا دی یہ سردنٹ کو آرٹر کی چھت کا ایک حصہ تھا۔ جو محفوظ ترین جگہ کہی جاسکتی تھی اور وہاں کسی کا وہم بھی نہیں پہنچ سکتا تھا اس کام سے مطمئن ہونے کے بعد ہم لوگ نجانے کتنی دیر تک اسی موضوع پر باتیں کرتے رہے تھے دوسرا دن تیسرا دن اور چوتھا دن بھی گزر گیا ہماری مصروفیات کوئی خاص نہیں تھیں ویسے ان دنوں میں ہم نے گھر پر رہ کر زیادہ وقت رانا دسیم کے انتظار میں ہی گزارا تھا اور اب ہمیں مایوسی ہوتی جا رہی تھی اس وقت تو یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ ان لوگوں کے ہنٹے نہیں چڑھا ہے اور نکل گیا ہے لیکن اگر اس نے اپنے پیچھے اتنے خطرناک لوگ لگا رکھے ہیں تو ممکن ہے وہ ان کا مقابلہ نہ کر سکے اور اس طرح سے وہ زندگی سے محروم ہو جائے میں تھوڑی سی کشمکش کا شکار تھا اپنے وطن کے یہ قیمتی راز وطن تک واپس پہنچانا میرا فرض تھا لیکن طریقہ کار سمجھ میں نہیں آ رہا تھا اور کوئی فیصلہ کرنے سے قاصر تھا پانچویں رات بھی ہم نے اس کا انتظار کیا اور دیر تک اسی کے موضوع پر باتیں کرتے رہے پھر تمام ضروریات سے فراغت حاصل کرنے کے بعد اپنے بیڈ روم میں پہنچ گئے رخسار میرے قریب لیٹ کر سو گئی میں خاصی دیر تک جاگتا رہا تھا اور اپنے ذہن میں ماضی کی یادیں دہراتا رہا تھا بہت سے خیالات دل میں آتے تھے گم شدہ یادداشت کے دوران نجانے کیا کیا واقعات پیش آتے رہے ہوں گے لیکن ان واقعات کا راز دار کوئی نہیں تھا ہوں گے بہت سے لیکن اب وہ میرے لئے اور میں ان کے لئے اجنبی ہو چکا تھا پھر نیند آ گئی اور میں گہری نیند سو گیا دوسری صبح جب جاگا تو ایک عجیب سا احساس ہوا موسم اور ماحول وقت کا احساس یقینی طور پر دلا دیتا ہے ہم لوگ بہت زیادہ دیر تک سونے کے عادی نہیں تھے اور صبح کو جلد جاگ کر اپنی اس خوبصورت رہائش گاہ میں چہل قدمی کیا کرتے تھے لیکن آج اندازہ یہ ہو رہا تھا کہ وقت بہت زیادہ ہو چکا ہے میں نے ہاتھ سے ٹٹول کر رخسار کو دیکھا میرا خیال تھا کہ وہ بھی سو رہی ہوگی لیکن وہ جاگ گئی تھی اور اس کی جگہ خالی پڑی ہوئی تھی میں چونک پڑا یہ معمول کے خلاف تھا ہمارے درمیان معاہدہ تھا ایک جاگے تو اس وقت تک مسہری سے نہیں اٹھے گا جب تک دوسرے کو بھی نہ جگا لے پھر رخسار میرے

بغیر اٹھ کر کیسے یہاں سے چلی گئی میں چونک کر اٹھ گیا دیوار پر لگی گھڑی میں وقت دیکھا ذہن کو اور جھٹکا لگا ساڑھے نو بج رہے تھے پہلی بات تو یہ کہ اتنی دیر تک سونے کا کوئی جواز نہیں تھا شاید یہاں آنے کے بعد آج تک ایسا نہیں ہوا تھا رات کو جس وقت بھی سوتے صبح کو ہمیشہ وقت پر ہی آنکھ کھلتی تھی لیکن اس وقت آج کیا ہوا پھر اچانک ہی ایک اور عجیب سا احساس ہوا ذہن پر ایک ناگوار سی بوسلٹ تھی اور مجھ جیسا آدمی اس بو کو با آسانی پہچان سکتا تھا ایک خاص قسم کی خواب آور گیس کی بو تھی جس کے ذریعے بے ہوش کیا جاسکتا تھا اور ہوش میں آنے کے بعد اس کے شدید اثرات دماغ پر ہوا کرتے ہیں ذہن نے کسی خاص بات کے ہونے کا نعرہ لگایا اور میں نے مسہری سے نیچے چھلانگ لگا دی پہلے واش روم دیکھا اور اس کے بعد دواڑہ کھول کر باہر نکل آیا اور باہر پہنچتے ہی ایک اور ذہنی جھٹکا لگا راہداری میں رات کو جاگنے والے دونوں ملازم مڑے مڑے پڑے ہوئے تھے راہداری کے چکنے فرش پر انہوں نے گھٹنوں میں سر دے رکھا تھا اور بے سدھ پڑے ہوئے تھے میرے دل کی حالت خراب ہونے لگی کچھ ہو گیا ذہن نے نعرہ لگایا جھک کر ملازموں کو دیکھا تو وہ زندہ تھے اور شاید خواب آور گیس کے زیر اثر ابھی ہوش میں نہیں آ سکے تھے انہیں وہیں چھوڑ کر میں عمارت کے تمام حصوں میں بھاگ دوڑ کرنے لگا اور میرا دل خون ہوتا رہا گیٹ کا چوکیدار تک بیہوش پڑا ہوا تھا میں ان کی نسبت جلدی ہوش میں آ گیا تھا۔

صاف ظاہر ہو چکا تھا کہ میری اس رہائش گاہ میں کسی بھی طریقے سے گیس کا استعمال کر کے یہاں موجود تمام لوگوں کو بیہوش کر دیا گیا ہے لیکن رخسار کے بارے میں کیا سوچوں اب چونکہ اس عمارت کا ایک ایک گوشہ تلاش کر لیا تھا اور رخسار کا کہیں وجود نہیں ملا تھا اس لئے صرف یہ فیصلہ کیا جاسکتا تھا کہ انہوں نے رخسار کو اغوا کر لیا ہے مکمل یقین کرنے کے لئے ایک بار پھر اپنی خواب گاہ میں واپس آیا مسہری کے پاس رخسار کے سلیپر پڑے ہوئے تھے اور اس بات سے پورا پورا یقین ہو جاتا تھا کہ بیہوشی کے بعد وہ رخسار کو اغواء کر کے لے گئے ہیں دل دھک سے ہو گیا تھا اب کسی اور چیز کا جائزہ لینے کی ضرورت نہیں تھی رخسار ایک بار پھر مشکل کا شکار ہو گئی تھی مگر وہ کون تھے جنہوں نے یہ عمل کیا اور کیوں یہ سوال اس لئے ذہن میں پیدا ہوا تھا کہ ذہن ابھی تک اسی خواب آور گیس کے زیر اثر تھا لیکن رفتہ رفتہ دماغی کیفیت درست ہوتی جا رہی تھی چنانچہ کون اور کیوں کا جواب خود میرے ذہن میں آ گیا میں نے برق رفتاری سے

اس الماری کی طرف چھلانگ لگانی جس میں وہ بریف کیس رکھا گیا تھا الماری کھول کر دیکھا تو بریف کیس غائب تھا مسئلہ وہی تھا یعنی بریف کیس کیلئے وہ لوگ میرے پاس پہنچے کیا ہی عجیب بات ہے انسانی ہمدردی بھی بعض اوقات کس قدر ہولناک ثابت ہوتی ہے رفتہ رفتہ تمام باتیں میرے ذہن میں واضح ہوتی جا رہی تھیں انہوں نے کار روک کر میرے کاغذات دیکھے تھے اور لازمی بات ہے کہ کار کے رجسٹریشن سے انہوں نے میری رہائش گاہ کا پتہ لگا لیا مجھے زبردست نقصان سے دوچار ہونا پڑا تھا ویسے مجھے اصل کاغذات کے بارے میں یقین تھا کہ ان تک کسی کی رسائی نہیں ہو سکتی رخسار کے اس طرح مشکل میں پھنس جانے سے دل و دماغ پر جو اثرات مرتب ہوئے تھے انہوں نے کچھ لحاظ کے لئے مجھے بالکل نڈھال کر دیا یہ کیا بات ہے ایسا تو نہیں ہونا چاہیے میں تو دنیا سے الگ تھلگ ہو کر ساری عمر مشکلات میں گزار کر اپنوں سے دور وطن کی بے اعتنائی کا شکار اس تنہا گوشے میں اپنی زندگی کے سفر کو آگے بڑھانے کے لئے ساکت ہو گیا تھا لیکن مشکل حالات نے پھر میرا ساتھ نہیں چھوڑا ان لوگوں نے ایک بار پھر مجھے چھیڑ دیا مجھے اپنی تقدیر پر ہنسی آگئی کیا انوکھی تقدیر پائی ہے بچپن سے لے کر اب تک کے واقعات کی ترتیب کی جائے تو ایک عجیب و غریب کہانی تشکیل پاتی ہے۔ ایک ناقابل یقین کہانی اپنا جائزہ لینے سے اندازہ ہوتا ہے کہ میں بالکل پازینو ذہن کا مالک ہوں میرے دل میں اپنوں سے محبت ہے وطن سے پیار کرتا ہوں کوشش کرتا ہوں کہ کسی بے گناہ کو میرے ہاتھوں نقصان نہ ہونے پائے لیکن تقدیر مجھے پھر برائی کے راستوں کی طرف دھکیل دیتی ہے دل نے اندر سے آواز لگائی کہ یہ راستے برائی کے نہیں ہیں تم نے تو ان کے خلاف کام کیا ہے جو انسانوں کے خلاف مصروف عمل ہیں شاید تمہیں دوبارہ تمہارے راستے پر لانے کے لئے یہ تجویز دی گئی ہے اپنے آپ کو ساکت کرنے کا خیال دل سے نکال دو وقت تم سے تمہاری جدوجہد چاہتا ہے سکون پذیر ہوئے تو وقت نے تمہیں پھر اسی راستے پر لا ڈالا ہے اس راستے کو ترک نہ کرو میں نے دل میں سوچا کہ ٹھیک ہے کہ میں ان راستوں کو ترک نہ کروں لیکن مجھ سے میری محبت کیوں بار بار چھین لی جاتی ہے کیا ہی بیوقوف لڑکی تھی رخسار جس نے بہت برے وقت میں مجھ سے محبت کا فیصلہ کیا اور میرے جال میں گرفتار ہو گئی عمر کا بیش قیمت حصہ اس نے صرف میری آرزو میں گزار دیا مجھے اس کے ساتھ لحاظ بھی ملے تو چار اور ہمیشہ ہی ہوتا رہا لیکن بہر حال یہ تمام باتیں سوچ کر وقت ضائع کرنے سے کوئی فائدہ نہیں تھا وقت جو

کچھ مجھ سے مانگ رہا ہے مجھے وقت کو وہ دینا ہے اور اگر اس سے گریز کروں تو وقت میری معذرت بھی قبول نہیں کریگا نہیں مجھے اپنا عمل جاری رکھنا چاہیے اب یہ فیصلہ ہو چکا ہے اور میں نے اسے سمجھ لیا ہے کہ تقدیر کو میرا ساکت بیٹھنا پسند نہیں ہے آہ مجھے سکون کی زندگی کبھی حاصل نہیں ہو سکے گی اب سکون حاصل کرنے کی کوشش میں میرے دل کو داغ لگتے رہیں گے یہ داغ میرے لئے اس زندگی سے زیادہ تکلیف دہ تھے جدوجہد کر کے اپنے آپ کو مصروف تو رکھ سکتا تھا سکون سے بیٹھوں تو مشکلوں میں گرفتار ہو جاؤں اور یہ مشکلیں میرے لئے زیادہ تکلیف دہ تھیں بہت سے خیالات دل میں آتے رہے اور وجود میں جنون پڑھتا رہا یقینی طور پر اب مجھے مصروف عمل ہونا پڑے گا کوئین میکو دیا نے ناصر درانی کو ایک طرح سے میرا ہمتیاد بنا دیا تھا لیکن مجھے اس ہمتیاد کی ضرورت نہیں تھی بے چارہ میرے برابر تو وسائل نہیں رکھتا ہوگا وہ تو قانون کے دائرہ میں رہ کر مقامی طور پر ہی میرے لئے سب کچھ کر سکتا ہے اس لئے پولیس سے مدد لینا حماقت کے سوا اور کچھ نہیں ہے میں تو اپنی بالکل تشہیر نہیں چاہتا تھا اور پولیس سے رابطہ قائم کیا جائے تو ہزار جھگڑے سامنے آئیں گے سوال ہی نہیں پیدا ہوتا ناصر درانی کو بھی میں نے اپنی فہرست سے نکال دیا جو کچھ کرنا ہے خود ہی کرنا ہے اسی طرح جس طرح دانش منصور آج تک اپنی زندگی کے منصوبوں پر عمل کرتا آیا ہے دل کو تقویت دی بس رخسار کا خیال تھا ایک بار پھر مشکلات میں جا پھنسی ہے پتہ نہیں ہے چاری کے ساتھ کیا سلوک کیا جا رہا ہوگا اس بار مل گئی تو اسے پیشکش کروں گا کہ رخسار زندگی کے صبح و شام بہت دیکھ لئے تمہاری مجھ سے علیحدگی ہی مناسب ہے میری وجہ سے تم کس قدر خوار ہوئی ہو مشکلات ہی مشکلات اٹھاتی رہی ہو زندگی کا منصوبہ بناتے ہیں اور الگ ہو جاتے ہیں شاید قدرت کو میری اور تمہاری بیک جانی منظور نہیں ہے خود کو مجھ سے علیحدہ کر لو اور سکون کی زندگی گزارو لیکن پھر بھی یہ سب رخسار کو گالی محسوس ہو اس نے اب تک میرے لئے جو قربانیاں دی ہیں کیا ان کے جواب میں اس سے یہ الفاظ کہے جاسکتے ہیں یہ تو ایک بہت ہی کمینہ ہوگا ایک بار پھر خود بلس پڑا وہ ہے کہاں جو میں اس کے بارے میں اتنی سارے فیصلے کر رہا ہوں وہ تو بے چاری نہ جانے کس عالم میں ہوگی غسل خانے میں جا کر غسل کیا غسل سے فارغ ہوا ہی تھا کسی ملازم نے سمرے میں داخل ہونے کی کوشش کی ہاتھ روم سے باہر نکل آیا ملازم حیرت سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

”صاحب پتہ نہیں کیا ہوا ہے۔“

”کیوں کیا بات ہے؟“

”صاحب ہم بے ہوش ہو گئے تھے۔“

”یاد ہے کیسے؟“

”بالکل یاد نہیں صاحب میں تو اپنے کمرے میں سو رہا تھا اب آنکھ کھلی تو خیال ہوا کہ دن خاصا چڑھ آیا ہے صاحب چونکہ ابھی بے ہوش ہے دوسرے ملازم ہوش میں آگئے ہیں لیکن وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ وہ ابھی ابھی ہوش میں آئے ہیں۔“

”جاؤ پہلے نہا دھو کر اپنا حلیہ درست کرو اس کے بعد میرے لئے ناشتا لاؤ۔“ میں نے پرسکون لہجے میں کہا ملازم باہر نکل گیا تھا پھر تقریباً تمام ہی ملازموں سے ملاقات ہوئی اور میں نے ان سے ان کے بارے میں پوچھا ان کی آنکھوں میں حیرت تھی رخسار کو موجود نہ پا کر وہ بھی حیران تھے لیکن جب میں ان سے اس کے بارے میں کوئی سوال نہیں کر رہا تھا تو وہ بھی مجھ سے کچھ پوچھنے کی ہمت نہیں کر پائے اور اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے لیکن خاموشی سے اپنے کمرے میں بیٹھا یہی سوچتا رہا تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے ذہن میں اور بھی بہت سے خیالات آئے اب میں اپنی اس کیفیت سے نکل آیا تھا اور جانتا تھا کہ بلا عمل زندگی کا آغاز کرنے کے لئے غم کے احساس میں ڈوبے رہنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا عقل بھی کام کرنا چھوڑ دیتی ہے کہ وہ لوگ فائل بھی لے گئے اور رخسار کو شاید وہ ایسے کسی مقصد کے تحت لے گئے ہیں کہ میری زبان بند رکھیں یا پھر مجھ سے کچھ اور معلومات حاصل کریں درنہ بریف کیس لے جاتے اس وقت ان کے ذہن میں یہ خیال نہیں ہوگا کہ اس بریف کیس میں جعلی کاغذات یا سفید کاغذات ہیں۔ ایک اور حیرت کی بات تھی کہ یہ لوگ اس طرح بیہوش کر کے مجھے بھی لے جاسکتے تھے پھر رخسار کو ہی لے جانے پر اکتفا کیوں بہر حال ساری باتیں اپنی جگہ لیکن اس بات کا یقین تھا کہ وہ ٹیلی فون پر مجھ سے کاغذات کے بارے میں رابطہ قائم کریں گے اور اس کے لئے یہ ضروری تھا کہ میں یہیں پر محدود رہوں ملازموں کو میں نے ہدایت کر دی کہ اگر کوئی مجھ سے ملنے کے لئے آئے تو اس کو روکا نہ جائے اور مجھ تک پہنچا دیا جائے یا اگر رات کو کوئی پوشیدہ طور پر اس عمارت میں داخل ہونے کی کوشش کرے تو اسے بھی نہ روکا جائے اور نہ ہی مجھے اس کے بارے میں اطلاع دینے کی کوشش کی جائے۔ میرے ان الفاظوں پر ملازموں کے چہروں پر حیرت کے نقوش ابھر آئے تھے غالباً انہوں نے سوچا تھا کہ صاحب کیسی

بے وفائی کی باتیں کر رہے ہیں لیکن میں کسی کی بھی سوچ پر پابندی نہیں لگا سکتا تھا پورا دن پریشانی کے عالم میں بیٹھا رات بھی اسی طرح بے سکون گزری تھی ٹیلی فون سے آس تھی لیکن اس کی گھنٹی بج کر نہیں دے رہی تھی کسی نے بھی رابطہ نہیں کیا تھا دوسری صبح بے نور اور اداس تھی رخسار کا خیال آیا تو دل سے ٹھنڈی سانس نکل گئی آہ بیچاری نجانے کس عالم میں ہوگی اور کیا سوچ رہی ہوگی تقریباً اڑھائی بجے کا وقت تھا میں اپنی خواب گاہ میں آنکھیں بند کئے بیٹھا تھا کہ مجھے باہر آہٹ محسوس ہوئی ملازم آ جا رہے تھے یہ وہ وقت تھا جب کھانے وغیرہ سے فراغت حاصل کر کے ملازم بھی آرام کرنے چلے جاتے تھے ہو سکتا ہے کوئی ادھر کسی کام سے نکل آیا ہو میں منتظر رہا پھر دروازہ کھلا اور کوئی اندر داخل ہوا لیکن جو اندر داخل ہوا تھا اسے دیکھ کر میں حیرت سے چونک پڑا یہ رانا وسیم تھا ایک عمدہ لباس میں ملبوس چہرے پر گہری سنجیدگی چھائی ہوئی اندر داخل ہوا بیڈ روم میں ادھر ادھر دیکھا اور پھر کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر لیا۔

”معافی چاہتا ہوں مسٹر فیصل میں آپ کی اس کوششی میں گیٹ سے نہیں داخل ہوا بلکہ دیوار پھلانگ کر اندر آیا ہوں آپ سے ملاقات کرنا چاہتا تھا۔“ میں خاموش بیٹھا اسے دیکھتا رہا تو وہ بولا۔

”میں جانتا ہوں آپ مجھ سے بے حد ناراض ہوں گے اور نجانے میرے بارے میں کیا کیا خیالات آپ کے دل میں آچکے ہوں گے بیٹھ سکتا ہوں۔“ میں نے کوئی جواب نہیں دیا تو وہ بیٹھ گیا پھر مدھم سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

”زمانہ قدیم سے نمک حلائی کا ایک تصور ذہنوں میں رکھا گیا ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ جس کا نمک کھاؤ اس سے وفادار رہو پھر میرا مسئلہ تو بالکل مختلف ہے میں نے آپ کا نمک ہی نہیں کھایا بلکہ آپ نے جس طرح میری بے بسی کے عالم میں مدد کی ہے وہ احسان عظیم تو مجھے کبھی نہیں بھولنا چاہیے لیکن فیصل صاحب کبھی کبھی انسان اپنی ذات کے لئے کچھ نہیں کرتا وہ فطرتاً برا نہیں ہوتا اس کے خون میں خرابی نہیں ہوتی بلکہ اس کی ذمہ داریاں اور اس کے فرائض اس سے اس کی ذات چھین لیتے ہیں اور وہ صرف ایک فرد رہ جاتا ہے براہ کرم سب سے پہلے اپنے دل میں میرے لئے نرمی پیدا کیجئے اور مجھے معاف کر دیجئے گا وہ ایسی ہی مجبوری تھی کہ مجھے خاموشی سے آپ کے پاس سے جانا پڑا تھا۔“

”اب آپ کیسے ہیں مسٹر وسیم۔“

”میں ٹھیک ہوں خدا کا شکر ہے لیکن میری مشکلات جوں کی توں ہیں“

”آپ کی سزا اور ان کے بھائی کیا ابھی تک آپ کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔“
نے طنزیہ انداز میں کہا اور اس نے افسردہ انداز میں گردن ہلا دی پھر آہستہ سے بولا۔

”آپ جانتے ہیں کہ وہ ایک جھوٹی کہانی تھی تو پھر آپ مجھے شرمندہ کیوں کر رہے ہیں“

”نہیں میں آپ کو شرمندہ نہیں کر رہا میں تو صرف یہ کہنا چاہتا ہوں آپ سے کہ اب آپ کون سی جھوٹی کہانی مجھے سنانے والے ہیں۔“
”کہہ لیجئے آپ کو اس کا حق ہے۔“ اس نے آہستہ سے کہا۔
”کہانی تو سنائیے آگے۔“

”نہیں کوئی کہانی نہیں میں نے آپ سے عرض کیا ہے کہ اخلاق، محبت، رواداری اور انسانی تعداد انسانی عمل انسان کی ذات سے منسلک ہوتے ہیں لیکن بات جب ان کی ذات کی نہ ہو تو پھر یہ سب کچھ بیکار ہے۔“

”کیا چاہتے ہو مجھ سے؟“

”براہ کرم وہ بریف کیس مجھے واپس کر دیجئے گا میں اسی کے لئے حاضر ہوا ہوں۔“

”وہ بریف کیس اب میرے پاس نہیں ہے۔“ میں نے جواب دیا۔
”جی۔“ وہ چونک پڑا۔

”ہاں اسے یہاں سے واپس حاصل کر لیا گیا ہے ان لوگوں نے میری گاڑی کے کاغذات دیکھے تھے مجھے روک کر میرے بارے میں معلومات حاصل کی تھیں اس سے انہیں میری رہائش گاہ کا پتہ چل گیا تھا ایک رات کو وہ لوگ میری رہائش گاہ میں داخل ہوئے ملازموں کو اور مجھے اور میری بیوی کو ایک خواب آور گیس سے بے ہوش کیا میرے گھر کی تلاشی لی اور بریف کیس یہاں سے لے گئے۔“

”لے لے گئے۔ وہ وحشت زدہ انداز میں بولا۔“

”ہاں وہ بریف کیس یہاں سے لے گئے۔“

”آہ یہ نہیں ہو سکتا یہ نہیں ہو سکتا مسٹر آپ جھوٹ بول رہے ہیں۔“ وہ کسی حد تک جذباتی ہو گیا تھا میں اس کی صورت دیکھنے لگا پھر میں نے کہا۔

”کیا تھا اس بریف کیس میں۔“

”بکو اس مت کر: مجھے بتاؤ وہ بریف کیس کہاں ہے۔“ اس کی آنکھوں میں دیوانگی طاری ہو گئی تھی۔

”میں نے تم سے جو کچھ کہا ہے سچ کہا ہے مائی ڈیئر رانا وسیم اگر تمہارا یہ ہی نام ہے شاید تم خود جھوٹی کہانیاں گھڑ گھڑ کر اس قدر جھوٹے ہو گئے ہو کہ اب تمہیں کسی کو جھوٹا کہنے میں کوئی وقت محسوس نہیں ہوتی۔“

”مجھے فضول کہانیاں نہ سناؤ بریف کیس بتاؤ کہاں ہے اس نے کہا اور اچانک جیب سے پستول نکال لیا۔ پستول کا رخ میرے جانب کر کے وہ بولا۔“

”اور میری مخلصانہ رائے یہ ہے کہ مسٹر فیصل وہ بریف کیس میرے حوالے کر دو اس میں تمہارے مطلب کی کوئی چیز نہیں ہے۔“ میں نے غور سے اسے دیکھا اور نرم لہجے میں کہا۔
بریف کیس میرے پاس نہیں ہے۔

”رانا وسیم۔ تم جانتے ہو مجھے اپنے مطلب کی چیزوں کی تلاش نہیں ہے اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ میں ایک پرسکون زندگی گزار رہا ہوں صرف انسانی ہمدردی کی بنیاد پر میں نے تمہاری مدد کی تھی۔ بریف کیس کا مسئلہ میرے تصور میں بھی نہیں تھا تم چلے گئے میں نے تمہیں تلاش نہیں کیا تم دوبارہ ملے اور ایک ذمہ داری مجھے سونپ گئے میں نے اس وقت بھی تمہارے بارے میں کسی غلط انداز میں نہیں سوچا کیا تمہارا۔“

”دیکھو۔ میرے پاس ضائع کرنے کے لئے وقت نہیں ہے بریف کیس کہاں ہے مجھے یہ بتاؤ۔“

”فرض کرو اگر میں تمہیں بریف کیس دے دوں تو کیا تم مجھے یہ بتا سکتے ہو کہ اس بریف کیس میں کیا ہے؟“ میرا لہجہ بدل گیا۔

”یہ سب بعد کی بات ہے مجھے بریف کیس چاہیے۔ اٹھو وقت نہیں ضائع کرو۔ تمہارے حق میں نقصان دہ بھی ہو سکتا ہے۔“

”مثلاً۔“

”مثلاً یہ کہ میں تمہیں گولی مار دوں گا اور جو بھی میرے سامنے آئے گا میں اسے قتل کر دوں گا اور اس کے بعد بریف کیس تلاش کر کے یہاں سے لے جاؤں گا لیکن میں یہ نہیں

”ٹھیک ہے“ میں اپنی جگہ سے اٹھا اور الماری کے قریب پہنچ گیا، وہ تیزی سے میرے عقب میں آیا تھا۔ اور یہی میں چاہتا تھا اگر وہ وہیں مجھے پستول سے کور کئے کھڑا رہتا تو شاید مجھے وقت ہوتی لیکن وہ بھی شدت جذبات سے اندھا ہو رہا تھا میرے قریب الماری کے پیچھے پہنچا، میں نے الماری کے خانوں میں جھٹک کر اندر ہاتھ ڈالا اور وہ پر تجسس انداز میں خود بھی جھٹک گیا بس اتنا ہی کافی تھا، میں نے فوراً ہی ایک لاسٹ پیچھے سے اس کی پنڈلی پر ماری اور جیسے ہی وہ تھوڑا سا پیچھے ہوا میں نے اس کے پستول پر ہاتھ ڈال کر زوردار جھٹکا دیا پستول اس کے ہاتھ سے نکل گیا، میں نے ٹھوکر مار کر اسے مسہری کے نیچے پہنچا دیا اور اس کا جو ہاتھ پکڑے ہوا تھا اسے کندھے پر رکھ کر اسے کندھے سے اٹھا کر زمین پر دے پٹا۔ اس کے تصور میں بھی نہیں ہوگا کہ میں اتنی پھرتی سے یہ عمل کر سکتا ہوں لیکن وہ برق رفتاری سے اٹھا تھوڑا سا جنگ و جدل کا بھی ماہر تھا فوراً ہی اس نے پلٹ کر مجھ پر فٹانگ کلک استعمال کی جیسے ہی اس کی ٹانگیں میرے قریب پہنچیں میں نے جھکائی دے کر اس کی دونوں ٹانگوں کو اپنی بغل میں دبایا اور پوری قوت سے گھوم کر اسے زمین پر گرا کر ٹانگیں موڑ دیں اس کے حلق سے ایک ہلکی سی کراہ نکل گئی میں نے اس کی ٹانگوں کو بھرپور قوت کے ساتھ ایک دوسرے پر رکھ کر انہیں دبایا تو وہ بری طرح کراہنے لگا میں نے ٹانگیں چھوڑ دیں، گریبان سے پکڑ کر اسے اٹھایا اور ایک زوردار گھونسا اس کے جڑے پر رسید کر دیا پھر ایک دم آگے بڑھ کر اسے کمر سے پکڑ کر گیدتا ہوا دیوار تک لے گیا میں نے کئی بار اسے دیوار سے ٹکرایا اور اس کے بعد گھما کر ایک بار پھر زمین پر دے مارا۔ مجھ پر بھی جنون سوار تھا بہر حال میں نے اس کی خوب اچھی طرح مرمت کی اور وہ نڈھال ہو گیا اس کے ہونٹ پھٹ گئے اور ان سے خون رسنے لگا اس کے ہاتھ پاؤں بالکل ڈھیلے پڑ گئے تھے میں نے اسے ایک بار پھر گریبان سے پکڑ کر اٹھایا اور اس کے ایک اور تھپڑ رسید کر کے دیوار سے لگا دیا پھر میں نے اس کی جیبوں کی تلاشی لی، پستول کے علاوہ اس کے پاس صرف ایک پرس برآمد ہوا جس میں کچھ کرنسی کاغذات وغیرہ تھے میں نے وہ پرس واپس اس کی جیب میں ڈال دیا اور اسے اس بار گریبان سے پکڑ کر زوردار جھٹکا دیا اور دوسرے جھٹکے میں میں نے اسے اٹھا کر مسہری پر پھینک دیا وہ بری طرح نڈھال ہو چکا تھا اور اپنے حواس کو قابو میں رکھنے کے لئے بار بار آنکھوں کو بند کر کے کھول رہا تھا اور سر جھٹک رہا تھا میں نے جھٹک کر مسہری کے

نیچے سے پستول نکالا اس کا جیمبر چیک کیا اور پھر اسے جیب میں ڈال کر تھوڑے فاصلے پر پڑی ہوئی اس کرسی پر جا بیٹھا جس پر میں تھوڑی دیر پہلے بیٹھا ہوا تھا وہ مسہری پر بری طرح اپنے بدن کو جھٹکے دے رہا تھا میں نے اسے سردنگا ہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”وہ بریف کیس تلاش کرنے والے جب یہاں داخل ہوئے تھے تو انہوں نے ایک خواب آور گیس استعمال کی تھی جس سے میرے گھر کے تمام ملازم بے ہوش ہو گئے تھے اسی بیہوشی کے عالم میں وہ لوگ اندر داخل ہوئے انہوں نے اسی الماری سے بریف کیس حاصل کیا اور اس کے ساتھ ساتھ ہی میری بیوی کو بھی اٹھا کر لے گئے اور آج اسے گم ہوئے بہت وقت گزر چکا ہے میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ ان لوگوں نے یہ خاموشی کیوں اختیار کر رکھی ہے بریف کیس اگر انہیں مطلوب تھا تو اس کے ساتھ ساتھ وہ میری بیوی کو کیوں لے گئے اور اس کا میرے پاس کوئی جواب نہیں ہے لیکن تم شاید اس بات کا صحیح جواب دے سکو۔“ وہ حیرانی سے اٹھ کر مسہری پر بیٹھ گیا پھر وحشت زدہ انداز میں بولا۔

”وہ وہ مسز فیصل کو بھی لے گئے“ آہ وہ تو بہت اچھی خاتون تھیں لیکن۔“

”اس کے بعد اگر تم نے یہ کہا کہ میں جھوٹ بول رہا ہوں تو شاید اپنی زندگی کے بدترین نقصان سے دو چار ہو جاؤ۔“ اس نے ایک جھرجھری سی لی اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے دیکھنے لگا پھر بولا۔

”مسز فیصل کیا آپ مارشل آرٹس کے ماہر ہیں۔“

”اور کیا تم یہ مناسب سوال کر رہے ہو۔ تم صرف اپنی ذات تک سوچ رہے ہو حالانکہ تھوڑی دیر قبل تم نے یہ کہا تھا کہ تم نے اپنی ذات کو ترک کر کے اپنے فرض سے انصاف کیا ہے کیا تمہارا فرض یہ ہی کہتا ہے۔ تم سے کہ جو تمہارا محسن ہو اس پر تم پستول نکال لو میں اب بھی تم سے یہی کہہ رہا ہوں ایک پرسکون زندگی تھی ہماری اس وقت ہم اپنے اس ٹرائل میں ایک پرسکون وقت گزار رہے تھے جب وہاں کچھ ہنگامہ خیزی نظر آئی اور میں نے ان دو افراد کو دیکھا جن میں ایک انتہائی طاقتور اور قوی ہیکل آدمی تھا اور دوسرا اس سے ذرا مختلف وہ مجھ سے اچھے تو میں نے ان کی اچھی خاصی مرمت کر دی وہ تو فرار ہو گئے لیکن واپسی پہ مجھے تم ٹرائل کے نیچے ملے یہ سب کچھ میرے لئے باعث دلچسپی نہیں تھا بعد کی کہانی تو تمہیں معلوم ہے میں نہیں جانتا تھا کہ اس بریف کیس میں کیا ہے لیکن اس کے نتیجے میں مجھے اپنی بیوی سے محروم ہونا پڑا

اور میں نہیں جانتا کہ وہ کس حال میں ہے اور وہ لوگ کیا چاہتے ہیں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان لوگوں نے میری بیوی کو قتل کر کے کہیں پھینک دیا ہو سمجھ رہے ہوں تم مائی ڈیئر اب میں تمہیں رانا وسم کہہ کر مخاطب نہیں کروں گا کیونکہ تم ایک جھوٹے اور فریبی انسان ہو دغا باز ہمارا اور تمہیں حرام ہو سمجھ رہے ہوں میری بات اٹھو مجھ پر حملہ کرو تاکہ میں اپنے دل کی بھڑاس نکال سکوں۔“ اس کے چہرے پر سخت شرمندگی نظر آرہی تھی اس نے گردن سینے پر جھکالی اور دیر تک بیٹھا سوچتا رہا اس کے ہونٹوں سے خون کے قطرے ٹپک ٹپک کر اس کے لباس میں جذب ہو رہے تھے کچھ لمحوں کے بعد اس نے مراٹھایا اور آستین سے خون صاف کرتے ہوئے بولا۔

”بھلا ان حالات کے بعد تم سے معافی مانگنے کی کیا گنجائش باقی رہ جاتی ہے لیکن اس کی تلافی اس شکل میں کر سکتا ہوں اور یہ مشکل یہ ہے کہ میں تمہیں اپنے بارے میں ساری تفصیل بتا دوں حالانکہ ہم لوگوں کو ہدایت ہے کہ اگر ہم پر اتنا ہی برا وقت آ پڑے تو ہم یہ ڈھریلا کپسول کھا کر اپنی زندگی ختم کر لیں اور کسی کو اس بارے میں نہ بتائیں۔“ اس نے اپنی قمیض کے کالر کو الٹ کر مجھے دکھاتے ہوئے کہا جس کا تھوڑا سا حصہ ابھرا ہوا تھا اس نے کہا۔

”تم چاہو تو اس کپسول کو نکال کر دیکھ سکتے ہو۔ یہ آخری وقت کی بات ہے اور ہم بالکل مایوسی کے عالم میں اسے استعمال کرتے ہیں صرف اس لئے کہ ہم اپنی زبان کھولنے کے لئے مجبور نہ کر دیئے جائیں۔ لیکن میں اپنی حماقتوں کے ازالے کے لئے تمہیں وہ بتانا چاہتا ہوں جو حقیقت ہے اور اس بات کا تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ جھوٹ نہیں بولوں گا اور یہ درخواست بھی کرتا ہوں کہ میری اس کہانی کو غلط نہ سمجھنا۔“ میں خاموشی سے اس کا چہرہ دیکھتا رہا پھر اس نے کہا۔

”یہ تو میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میرا تعلق کون سے ملک سے ہے رانا وسم ہی میرا اصل نام ہے میرے پرک میں تم میرا کارڈ دیکھ سکتے ہو۔ میرا تعلق ملٹری انٹیلیجنس سے ہے اور میں ایک سیکرٹ ایجنٹ ہوں کچھ عرصے پہلے ایرش واش نامی ایک خطرناک آدمی ہمارے وطن پہنچا تھا اس کا تعلق اسرائیلی سیکرٹ سروس سے ہے اس نے وہاں ایک وسیع جال پھیلا کر کچھ لوگوں کو اپنے شکنجے میں کسما اور اس کے بعد ہمارے ایک انتہائی اہم راز کو لے اڑا وہ رازیوں سمجھ لو کہ ہمارے وطن کے لئے ریڈھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے تمہیں علم ہے کہ ہمارا چھوٹا سا ملک لا تعداد بڑے دشمنوں کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹکتا ہے اس کے علاوہ ہم دنیا بھر میں

جو کچھ کر رہے ہیں وہ ان لوگوں کیلئے بڑا تکلیف دہ مرحلہ ہے اور بہت سی قومیں اس کر یہ سوچ رہی ہیں کہ ہم ایک مکمل ایٹمی قوت ہیں یا نہیں اگر اسے اس بات کا یقین ہو جاتا ہے تو پھر وہ اپنی برتری کا اعلان کر سکتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ ہم سے خوفزدہ ہے نا صرف وہ بلکہ اسرائیل بھی۔ کیونکہ وہ لوگ یہ جانتے ہیں ہم اگر ایک مکمل ایٹمی طاقت بن گئے تو اپنے چھوٹے سے وجود کے باوجود بڑے بڑوں کے دانت کھٹے کر سکتے ہیں۔ مسٹر فیصل اور کچھ نہیں تو کم از کم آپ کا نام فیصل ہے۔ آپ جہاں سے بھی تعلق رکھتے ہیں وہ ایک الگ بات ہے لیکن یہ نام ہمارا ہے میں اپنے کئے پر شرمندہ ہوں اور اس احساس کو دل سے نہیں نکال پا رہا کہ میری وجہ سے تمہیں بہت تکلیف پہنچی ہے درحقیقت میں بھی جذباتی ہو گیا تھا لیکن مجھے ایک بہترین سزا ملی ہے اور میں اپنے آپ کو اس سزا کا مستحق سمجھتا ہوں اور شاید تمہیں یقین نہ آئے کہ خوش بھی ہوں کیونکہ اپنی دانست میں میں اپنے آپ کو بہت تمیں مار خان سمجھتا تھا لیکن اس وقت میں اپنی شکست کا اعتراف کر رہا ہوں مجھے آسانی سے زیر نہیں کیا جاسکتا تھا لیکن تم یہ کر چکے ہو بس یہ ہمارا معاملہ ہے میں اور میری ایک ٹیم ہے جو ایرش واش کا تعاقب کرتے ہوئے یہاں تک پہنچی ہے اور یہاں ہم نے انہیں گھیر لیا ہے پھر یہ ہوا کہ ہم ایرش واش کے ٹھکانے تک جا پہنچے اور میں نے وہ فائل حاصل کر لی جسے ایرش واش ہمارے وطن سے چرا کر لایا تھا لیکن تم یہ بات جانتے ہو کہ بہر حال یہ ہمارا وطن نہیں ہے ایرش واش کو یہاں کچھ خصوصی مراعات حاصل ہو گئیں جس کی وجہ سے ہم لوگ یہ فائل لے کر یہاں سے ابھی تک نہیں نکل سکے ہیں اور ہمارے لئے اسے پوشیدہ رکھنا بھی مشکل ہو رہا ہے اس وقت میں اس فائل سمیت وہیں ایک ٹرالر میں مقیم تھا اور ہم انتظار کر رہے تھے کہ ہمارے لئے حالات بہتر ہوں تو ہم یہاں سے نکل جائیں لیکن ان لوگوں نے اس طرح ناکہ بندی کر رکھی تھی کہ ہماری ہر کوشش ناکام ثابت ہو رہی تھی اور ہم بمشکل تمام اپنے آپ کو چھپانے چھپائے پھر رہے تھے ہمارے سامنے کوئی راستہ نہیں تھا کہ ہم یہاں سے نکل جائیں اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے شاید کسی بھی شکل میں مقامی حکومت کی مدد بھی حاصل کر لی ہے چنانچہ ہمارے لئے وقت بہت تنگ ہو گیا ہے ہمارے ذہن میں تھا کہ ہم جس طرح بھی ممکن ہو سکے یہاں سے نکل جائیں اور پھر فائل کی حفاظت کرتے ہوئے مجھے دوبارہ تم تک پہنچنا پڑا اس وقت ان لوگوں نے مجھے بری طرح گھیر لیا تھا۔ جب اتفاقاً طور پر تم مجھے دوبارہ نظر آ گئے اور میں نے فائل تمہارے حوالے

کردی پائی ڈیئر مسٹر فیصل میں بہت مطمئن ہو گیا تھا کہ فائل ایک محفوظ جگہ پہنچ چکی ہے اور اس کے بعد میں ان لوگوں کو مسلسل ڈائج دیتا رہا تھا۔

اگر میری اس حرکت پر معافی کی کوئی گنجائش ہو تو مجھے معاف کر دینا۔ ورنہ ایک غلیظ آدمی کی حیثیت سے مجھے یاد کرنا۔ جہاں تک مسز فیصل کا تعلق ہے تو میں اس وقت تک یہاں سے واپس نہیں جاؤں گا جب تک کہ مسز فیصل کو دوبارہ ان سے حاصل کر کے تمہارے پاس نہ پہنچا دوں اگر اس سلسلے میں میری زندگی بھی چلی جائے تو مجھے لگتا نہ ہوگی بات اپنے فرض کی کہی تھی میں نے یہ ایک حقیقت ہے کہ میں فرض کو اپنی زندگی سے کہیں زیادہ قیمتی سمجھتا ہوں اور میں نے اپنی ذات کو اپنے فرض پر قربان کر دیا ہے لیکن اس فرض کے ساتھ ساتھ ہی اب ایک اور فرض بھی مجھ پر عائد ہو گیا ہے وہ یہ کہ مسز فیصل کو تمہارے پاس واپس پہنچاؤں۔ وہ بہت اچھی خاتون تھیں اور میں انہیں پورے اعتماد کے ساتھ ایک بہن کا درجہ دے سکتا ہوں میں پھر ایک بار تم سے معافی چاہتا ہوں اگر میں اس قابل نہیں ہوں کہ مجھے معاف کیا جائے تو خاموشی سے مجھے گولی مار دو کوئی بھی نہیں جانتا کہ میں اس وقت یہاں موجود ہوں اور اگر مجھے موقع دو تو پھر میں یہاں سے جانا چاہتا ہوں۔“ اس کی باتوں نے مجھے کافی ناراض کر دیا تھا جو کچھ اس نے کہا تھا اس کا صلہ اسے میں دے چکا تھا لیکن اب جو کچھ اس نے بتایا تھا اس نے میرے ذہن میں ایک بار پھر وطن کی یاد تازہ کر دی اپنے وطن کے لئے تو میں نے زندگی بھر صعوبتیں اٹھائی تھیں بھلائیہ کیسے ممکن ہے کہ اسرائیلی ایجنٹ میرے وطن کے خلاف کام کریں اور میں خاموش بیٹھا رہوں لیکن اسے جو کچھ بھی کہنا تھا سوچ سمجھ کر کہنا تھا میں نے حالات پر غور کیا پھر اس سے کہا۔

”رانا وسیم یہی ہے تمہارا نام“

”ہاں۔“

”رانا تمہاری ٹیم کے کتنے افراد یہاں آئے ہوئے ہیں۔“

”ہم پانچ ہیں۔“

”باقی چار تمہارے ماتحت ہیں یا تم ان کے تحت ہو۔“

”میں اس گروپ کا انچارج ہوں۔“ اس نے جواب دیا۔

”اور تمہیں یہاں گھیر لیا گیا ہے۔“

”کیا مقامی پولیس نے اب تک تم سے کچھ باز پرس کی ہے یا تمہارے خلاف کوئی ایسا عمل جس سے تمہیں مجرم قرار دیا گیا ہو۔“

”نہیں ہم لوگ یہاں باقاعدہ مکمل کاغذات کے ساتھ پہنچے ہی لیکن خفیہ طور پر اگر اسرائیلی ایجنٹوں نے مقامی انتظامیہ کی مدد حاصل کر لی ہو تو ہم نہیں کہہ سکتے۔“

”مطلب؟“

”مطلب یہ کہ ہمیں ہر جگہ سے یہ اطلاعات مل رہی ہیں کہ کچھ لوگوں کی تلاش کی جارہی ہے لیکن کیوں اس کا کوئی جواب ہمیں نہیں حاصل ہو سکا۔“

”ہونہ۔ صرف انگلینڈ میں یہ کیفیت ہے یا اور بھی جگہوں پر۔“

”نہیں ہم صرف یہاں کی بات کر رہے ہیں۔“

”تو اس کا مطلب ہے کہ ایٹمی راز کی فائل ایک بار پھر ان کے ہاتھ جا پہنچی۔“

”میں اس سلسلے میں کچھ نہیں کہوں گا اس نے غمگین لہجے میں کہا۔“

”وہ چاروں ماتحت کہاں ہیں؟“

”میں نے انہیں محفوظ کر دیا ہے اور تنہا ہی یہ کام کر رہا ہوں میں یہ چاہتا ہوں کہ اگر میں بار بار جاؤں تو کم از کم وہ ہماری حکومت کو صحیح تفصیل سے آگاہ تو کر دیں میں انہیں چھپائے ہوئے ہوں اور ایسا کوئی عمل نہیں کر رہا جس سے وہ منظر عام پر آسکیں اور اس وقت وہ شاید ایریش واش کی نگاہوں سے بھی محفوظ ہیں میں نے انہیں بالکل ہی الگ تھلگ کر دیا ہے اور اس معاملے میں انہیں ملوث نہیں کرنا چاہتا کیونکہ صورتحال بڑی سنگین ہے۔“

”ٹھیک ہے لیکن اب مجھے آپ یہ بتائیے رانا وسیم کہ کاغذات تو اب ان کے پاس پہنچ گئے اب آپ کیا کریں گے؟“ وہ سوچتا رہا پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

”بات اصل میں یہ نہیں ہے کہ میں اس مشن میں ناکام ہو گیا اصل میں کام کرنے کے دوران کبھی کبھی ناکامی کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے لیکن یہ ناکامی ایسی ہے کہ جس نے میرے سینے میں آگ لگا دی ہے آپ نہیں سمجھ سکتے مسٹر فیصل کہ ایریش واش سے وہ کاغذات حاصل کرنا ایک ایسا ناممکن عمل تھا کہ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا میں کامیابی حاصل کر کے ناکامی سے دوچار ہوا ہوں ایریش واش دیوانہ ہو گیا ہے اور اس کے ساتھی پاگلوں کی طرح مجھے تلاش کرتے پھر رہے ہیں وہ مجھے اتنی گولیاں مار دیں کہ میرے پورے بدن میں سوراخ ہو جائیں تو مجھے

اس کا دکھ نہیں ہوگا جتنا دکھ مجھے ان کاغذات کے نکل جانے سے ہوا ہے۔ اور میں نہیں سمجھتا کہ اس میں کہاں میری غلطی ہے۔ اصل میں ہم لوگ ایسے مشکل حالات کا شکار ہو گئے تھے کہ ہمارے لئے کوئی ٹھکانہ نہیں رہا تھا میں اس فائل کو کسی محفوظ جگہ پہنچانا چاہتا تھا لیکن پتا نہیں ایرش واش کوئی جادوئی قوت رکھتا ہے یا کس حیثیت کا مالک ہے وہ مسلسل میرے پیچھے لگا رہا میری سمجھ میں نہیں آیا کہ میں یہ کاغذات کہاں پوشیدہ کروں اور اب۔۔۔ اب اس کی آواز رندہ گئی چند لمحات خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔

”میں فیصلہ کر چکا ہوں کہ میں اپنے وطن واپس نہیں جاؤں گا ایک ناکام شخص کی حیثیت سے میں اپنے وطن واپس نہیں جاؤں گا میں خودکشی کر لوں گا اور واقعی مجھے زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں رہا ہے۔“ وہ انتہائی جذباتی ہو گیا تھا اور میں اس کے چہرے سے اس کی کیفیات کا اندازہ لگا رہا تھا بہر حال اس نے کافی دیر تک خاموشی اختیار کئے رکھی پھر بولا۔

”اور اب۔ اب میں اس شریف عورت کیلئے غم زدہ ہوں۔ مجھے مشورہ دو فیصلہ مجھے مشورہ دو کہ مجھے کیا کرنا چاہیے میں جانتا ہوں کہ تمہاری ذہنی کیفیت درست نہیں ہوگی تم بلاوجہ ہی اس مشکل کا شکار ہو گئے میرے دوست مجھے معاف کر دینا اس کے لئے اگر میری زندگی کی قیمت پر بھی مسز فیصل واپس مل سکیں تو بخدا مجھے اس پر اعتراض نہیں ہوگا۔“ میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا پھر میں نے اسے کہا۔

”سوال یہ پیدا ہوتا ہے مسٹر وسیم کہ وہ کاغذات دوبارہ حاصل کرنے کے بعد بھی آپ انہیں یہاں سے منتقل کرنے میں ناکام رہیں گے۔“

”میں نہیں جانتا کہ وقت میرے ساتھ یہ مذاق کیوں کر رہا ہے مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ایک طرح سے میں ایک مشکل صورتحال میں گھر گیا ہوں۔“

”آپ کے چاروں ساتھی کہاں ہیں؟“ میں نے سوال کیا اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا پھر بولا۔

”کبھی نہیں بتاؤں گا کسی قیمت پر نہیں بتاؤں گا۔“

”اور اگر میں یہ کہوں کہ میں آپ کو یہاں سے نکالنا چاہتا ہوں تو۔“

”نہیں میں ابھی ہار نہیں مان رہا۔ واش کو میری تلاش تھی اور اب مجھے اس کی تلاش ہوگی اور اس کے ساتھ ساتھ ہی مسز فیصل کی بھی لیکن میرا خیال ہے کہ کاغذات کے حصول کے

بعد ان کا مسز فیصل کو ساتھ رکھنا ایک عجیب سا عمل ہے۔“

”تم اب یہاں سے کہاں جاؤ گے؟“ میں نے ایک بالکل ہی الگ سوال کیا وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

”مطلب۔“

”مطلب یہ کہ جیسا تم نے کہا تمہارے ٹھکانے تو غم ہو چکے ہیں تم یہاں سے کہاں جاؤ گے۔“

”کیا کہا جاسکتا ہے کچھ بھی نہیں کہہ سکتا بس۔“

”ان دنوں تمہارا قیام کہاں ہے؟“

”کہیں بھی نہیں۔“

”کیا مطلب؟“

”جہاں نیند آتی ہے وہاں اپنے لئے کوئی نہ کوئی ٹھکانہ تلاش کر لیتا ہوں ایسے گھروں کے برآمدوں میں جو بند پڑے ہوتے ہیں مجھے ایسی ہی جگہوں پر رہنا پڑتا ہے۔“

”اور اگر میں تمہیں پناہ دینا چاہوں تو۔“

”یہ جگہ بھی اب مخدوش ہو چکی ہے میں نہیں سمجھتا کہ اب مجھے کہیں پناہ ملے گی۔“

”اور اگر میں تم سے یہ کہوں کہ اس وقت کے بعد سے تم میرے ساتھ وقت گزارو۔“

”اب تو میرے لئے یہ بھی ممکن نہیں ہے۔“

”کیوں؟“

”جو کچھ ہو چکا ہے اس کے بعد بھی کیا اب اس کی گنجائش ہے۔“

”ہاں ہے۔“

”میں مزید شرمندہ نہیں ہونا چاہتا میں نے تم پر پستول نکالا تھا۔ اور تم نے مجھے اگر تم۔۔۔ تم ذنیر فیصل تم کوئی معمولی آدمی نہیں ہو کیونکہ معمولی شخص ایسا نہیں کر سکتا جیسے تم نے کیا۔“

”دیکھو۔ فی الحال اپنے آپ کو میرے حوالے کر دو۔ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہارے وہ چاروں ساتھی محفوظ ہیں تو انہیں ان کی جگہ رہنے دو لیکن تمہیں میرے ساتھ وقت گزارنا ہوگا۔“

”مگر کیوں ان تمام مشکلات سے گزرنے کے باوجود تم میرے ساتھ یہ اچھا عمل

”کیوں کرنا چاہتے ہو؟“

”اس لئے کہ میرا وطن عزیز بھی وہی ہے جو تمہارا۔“

”پاکستانی ہو۔؟“ وہ چونک کر بولا۔

”ہاں۔“

”کیا واقعی؟“

”ہاں۔“

”مجھے اپنے بارے میں کچھ اور بتانا پسند کر دو گے۔“

”نہیں۔“

”کیوں؟“

”بس۔“

”مگر جہاں تک تمہارے بارے میں میری معلومات ہیں تو تم یہاں ایک بڑے باحیثیت انسان ہو۔“

”میرے بارے میں معلومات حاصل کی ہیں تم نے۔“

”ہاں۔“

”کیوں؟“

”بس اپنے محسن کی حیثیت سے۔“ اس نے جواب دیا میں اسے دیکھتا رہا پھر میں نے کہا۔

”لیکن تم میرے پاس ہی قیام کرو گے اور اگر تم نے اس سے انحراف کیا تو یوں سمجھ لو کہ پھر میرے اور تمہارے درمیان باقاعدہ دشمنی کا آغاز ہو جائے گا اور تم ایک اور دشمن پال لو گے۔“ وہ مجھے دیکھتا رہا پھر بولا۔

”لیکن تمہیں تکلیف ہوگی پہلے ہی میں تمہیں اتنا پریشان کر چکا ہوں اور پھر۔۔۔۔۔ پھر میں تم سے شرمندہ بھی ہوں۔“

”ہر احمقانہ خیال دل سے نکال دو اور اب تم میرے ساتھ ہی قیام کر دو میں تم سے سختی سے بھی یہ بات کہنا چاہتا ہوں وہ سوچتا رہا پھر اس نے کہا۔“

”تجربہ کی بات ہے۔ لیکن پہلے تم نے مجھے یہ نہیں بتایا کہ میرے اور تمہارے درمیان

وطن کا رشتہ بھی ہے۔“

”بس جو کچھ میں نے بتایا یا نہیں بتایا وہ ایک الگ مسئلہ ہے لیکن اب تمہیں میری بات ماننا ہوگی۔“ اس نے گردن جھٹکالی پھر آہستہ سے بولا۔

”جیسا کہ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میرے پاس کوئی ٹھکانہ نہیں ہے اس لئے اور پھر وہ

لوگ یہاں تم سے ضرور رجوع کریں گے پتا تو چلنا چاہیے کہ آخر مسز فیصل کو ان لوگوں نے

کیوں اپنے قبضے میں کیا ہوا ہے ممکن ہے وہ تم سے رابطہ قائم کریں۔“

”ممکن ہے۔“ میں نے آہستہ سے کہا اور پھر چونک کر بولا۔

”تو کیا تم نے میری بات مان لی ہے؟“

”ہاں میرے دوست تمہارا اگر حکم ہے تو میں اس سے انکار نہیں کر سکتا۔“ تب میں نے

اس کے لئے ایک محفوظ کمرے میں انتظام کر دیا میں جانتا تھا کہ یہ جگہ اس حساب سے غیر محفوظ

ہے کہ وہ لوگ یہاں تک پہنچ چکے ہیں اور ان کے لئے دوبارہ یہاں پہنچنا ناممکن نہیں ہوگا۔

ناصر درانی سے کہہ کر یہاں انتہائی معقول انتظامات کروا سکتا تھا لیکن وہ بھی ابھی غیر مناسب تھا

میں چاہتا تھا کہ وہ مجھ سے رابطہ قائم کریں اور مجھے اپنا موقف بتائیں یہ اندازہ تو مجھے ہو گیا تھا

کہ انہیں بریف کیس میں موجود فائل سے سادہ اوراق ملے ہوئے اور ان کی کیفیت خراب

ہوگئی ہوگی، بہر حال رخسار کیلئے دل میں جو کیفیت تھی اسے شاید میں الفاظ میں بیان نہیں

کر سکوں، بے چارہ رخسار لیکن اس کے ساتھ ساتھ میرے دل میں جو طوفان اٹھ رہا تھا وہ یہ بھی

تھا کہ بہر حال میرے وطن کا معاملہ ہے۔ اہل وطن چاہے مجھے اپنے آپ سے کتنا ہی دور کر

دیں۔ لیکن میں وطن کی آگ کو دل سے دور نہیں کر سکتا تھا اور اپنی زندگی کی آخری سانس تک

اپنے وطن کے لئے وقف کرنا چاہتا تھا بہر حال میں نے محسوس کیا کہ رانا وسیم بھی میرے لئے

افردہ ہے، کافی وقت گزر گیا اس طرف سے حیرت انگیز خاموشی اختیار کر لی گئی تھی اس خاموشی

کی وجہ میری سمجھ میں نہیں آتی تھی بہر حال ذہن کو ایک سمت کرنا ضروری تھا اگر اسی طرح دکھ

میں مبتلا رہا تو کام کی کوئی بات نہیں ہو سکتی اس وقت۔۔۔۔۔ رانا وسیم نے غم زدہ لہجے میں

کہا۔

”میرے اور آپ کے درمیان جو ایک چھوٹی سی غلط فہمی ہوگئی تھی مسز فیصل شاید میں

اس کے لئے اپنے آپ کو کبھی معاف نہ کر سکوں، آپ یقین کیجئے میں مسز فیصل کے لئے سخت غم

”لیکن وہ کاغذات آپ میرا مطلب ہے۔“
 ”تھوڑا سا انتظار کر لو وہ کاغذات تمہیں واپس مل جائیں گے اور میں کوشش کروں گا کہ تمہیں یہاں سے نکال دوں۔“
 ”اور پھر آپ۔“

”اللہ مالک ہے میں آنے والے وقت کا انتظار کروں گا۔“
 ”تو پھر اب۔“

”نہیں میرا معاملہ میں خود دیکھوں گا کہ کیا کر سکتا ہوں۔ ہاں ایک بات بتاؤ تم نے سمندر کے مختصر راستے سے فرانس نکل جانے کی کوشش نہیں کی۔“
 ”ہر کوشش کر لی ہم نے لیکن انہیں چاروں طرف سے مستعد پایا اور ہم ان تمام کوششوں میں مکمل طور سے ناکام رہے ہیں۔“
 ”اگر تمہیں فرانس پہنچا دیا جائے تو؟“
 ”مشکل ہوگا بالکل مشکل ہوگا۔“

”میری بات کا جواب دو رانا ویم اگر تمہیں فرانس پہنچا دیا جائے تو؟“
 ”میں تمام صورتحال سنبھال لوں گا مجھے کوئی دقت نہیں ہوگی۔“

”کیوں کیا دہاں ایسے انتظامات ہیں۔“
 ”ہاں ہیں۔“

”کیا انتظامات؟“

”کچھ ایسے پرائیویٹ ذریعے جن سے میں اپنا یہ کام کر سکتا ہوں لیکن آپ یقین کر لیں کہ۔“

”میں کسی بات پر یقین نہیں کر رہا بس تھوڑا سا مسئلہ ہے ذرا سا انتظار کرنا پڑے گا میں چاہتا ہوں کہ ان کی تمام کیفیت معلوم ہو جائے لیکن ایک بات سنو جو قیمتی سرمایہ لے کر تم یہاں سے جاؤ گے وہ اس قدر قیمتی ہے کہ اس کی حفاظت کیلئے زندگی کی بازی لگانی جاسکتی ہے کیا تم اسے اطمینان سے اپنے وطن لے جا سکو گے۔“
 ”آخری حد تک کوشش کروں گا۔“

”نہیں مسٹر رانا۔ بات کوشش سے ختم نہیں ہو جاتی مجھے ایک یقینی منصوبہ چاہیے جس

زود ہوں مگر میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ میں کیا کروں ان بد بختوں کو کاغذات مل گئے ہیں اصولی طور پر انہیں مسز فیصل سے کوئی کام نہیں ہونا چاہیے وہ انہیں کیوں رہا نہیں کر دیتے۔“
 ”اس لئے میرے دوست کہ انہیں کاغذات نہیں مل سکے۔“ میں نے کہا اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا پھر بولا۔

”مم میں۔ میں سمجھا نہیں۔“

”ہاں کاغذات انہیں نہیں مل سکے۔“

”لہٰذا لیکن آپ..... آپ کہتے ہیں۔“

”ہاں میں نے جو کچھ کہا وہ غلط نہیں ہے وہ فائل لے گئے ہیں لیکن اس بریف کیس کے اندر رکھے ہوئے فائل میں انہیں صرف سادہ پیر ملے ہوں گے۔“

”کیوں؟“ اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ اس لئے کہ اصل کاغذات اب میرے پاس ہیں وہ چکرا گیا صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ بات اس کی سمجھ میں نہیں آئی کچھ نہ بولا اور سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا میں نے آہستہ سے کہا۔

”ہاں۔ وہ کاغذات میرے پاس محفوظ ہیں۔“

”لیکن مسز فیصل آپ نے۔“

”ہاں ظاہر ہے میں تمہیں فوری طور پر ان کے بارے میں نہیں بتا سکتا تھا میں نے ان کاغذات کو اس فائل سے نکال کر سادہ کاغذ اس میں لگا دیئے تھے اور بریف کیس اسی طرح رکھ دیا تھا کرٹل بریف کیس کھولنا میرے لئے مشکل ثابت نہیں ہوا تھا۔“

”لیکن اف میرے خدا کیا اف اف اف۔“ اسے شاید بولنے کیلئے الفاظ نہیں مل رہے تھے۔

”اور ہو سکتا ہے انہوں نے اس جنون میں رخسار کو قتل کر دیا ہو۔“

”آہ نہیں ایسا نہ کہیں۔“

لیکن میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں مسز فیصل میرے ذہن سے نہ کھیلے آپ یقین کریں اب میں آپ کے دکھ کو خود سے جدا نہیں سمجھتا اور شدید افسردہ ہوں ان سارے معاملات کے لئے۔“

”افسردگی کسی چیز کا حل نہیں ہوتی۔“

ہو شاید تم یہ بات نہیں جانتے کہ انٹر پول ایک طویل عرصے سے تمہارے چکر میں لگی رہی ہے۔ بہر حال مائی ڈیئر دانش منصور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تم نے بہت عظیم کارنامہ سرانجام دیا ہے لیکن کیوں ایک ایسے ملک کیلئے تم نے اپنے لئے خطرہ مول کیوں لیا جو تمہارا دشمن ہے اس کے علاوہ ڈیئر دانش منصور یہ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ تم ان کاغذات کا کیا کرد گے اگر تم ان کی قیمت وصول کرنا چاہتے ہو تو ہم خوشی سے تم سے اس سلسلے میں بات کرنے کے لئے تیار ہیں۔“

میں خاموشی سے اس کی بات سنتا رہا۔ پھر میں نے کہا۔
 ”اس میں کوئی شک نہیں ہے دوستو! کہ تم نے میرے بارے میں زبردست معلومات حاصل کی ہیں اور واقعی یہ تمہارا ایک بڑا کارنامہ ہے لیکن اب جب تم یہ جان چکے ہو کہ میں کون ہوں تو خود بھی بہتر سمجھتے ہو گے کہ میری بیوی مجھے واپس کر دو ورنہ اس کے بعد کیا ہو گا تم نہیں جانتے، دانش منصور نے بقول تمہارے اپنے وطن سے کنارہ کشی اختیار کر کے خود کو گہری نیند سلا دیا ہے کیا بہتر نہیں ہو گا کہ تم دانش منصور کو نہ جگاؤ۔ جواب میں دوسری جانب سے تہقہہ سنائی دیا تھا پھر ادھر سے کہا گیا۔

”روز آرگنائزیشن کے بارے میں کیا خیال ہے کیا تمہاری زندگی کی خبر اس کیلئے خوش خبری نہیں ہوگی۔“

”کر سکتے ہو جو دل چاہے کر سکتے ہو جنگ کا آغاز کرو گے تو اس کا نتیجہ بھی بھگتنا ہو گا۔ شکست تو کسی نہ کسی کو ہونی ہی ہے تمہیں یا مجھے۔“
 ”تمہیں صرف تمہیں۔“

”آنے والا وقت اس کا فیصلہ کرے گا میری طرف سے ہر طرح کی آزادی ہے ویسے تمہیں یہ سن کر خوشی ہوگی کہ رانا وسیم اب میرے پاس ہے۔“ میرے ان الفاظ پر چند لمحات کے لئے خاموشی چھا گئی تھی۔ کچھ دیر خاموش طاری رہی پھر دوسری طرف سے آواز آئی۔
 ”جھوٹ بول رہے ہو۔“

”گفتگو کرو۔ رانا وسیم بات کرو ان لوگوں سے۔“ میں نے کہا اس وقت میری ذہنی کیفیت درست نہیں تھی بس ایک جنون سادل و دماغ پر سوار تھا اور اس جنون کے عالم میں میں بہت کچھ فراموش کر چکا تھا رانا وسیم نے کہا۔

”ہیلو میرے دشمنوں! کہو تمہارے کیسے حال ہیں۔ ویسے ایرش دانش نے وہی کیا جس

کی اس سے توقع کی جاسکتی تھی وہ بزدل ہے اور ایک ایسی قوم کا انسان ہے جو ہر طرح کے حربے استعمال کر سکتی ہے کاغذات کی جگہ تمہیں سادہ کاغذ ملے ہوں گے اور تمہاری بہت بڑی آرزو تشنہ رہ گئی ہوگی۔ اگر تم ایرش دانش نہیں ہو تو پھر ایرش دانش کو یہ پیغام دے دینا کہ وہ زندگی بھر اب ان کاغذات کے لئے ترستار ہے گا یہ اسے حاصل نہیں ہو سکیں گے میری بات مانو اس عورت کو رہا کر دو جس کا ان واقعات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مردوں کی طرح میدان میں آ کر جنگ کرو اور فیصلہ کرو۔“

”بکواس مت کر سکتے ایک بار تو سامنے آ جائے تو ہم تجھے مزا چکھا دیں گے۔“

”اوہو مسٹر ایرش دانش آپ ہی ہیں میں آپ کی آواز پہچان چکا ہوں آپ جیسا بزدل میرے مقابلے پر ہے اپنی قوت اور یہاں اپنے اختیارات سے کام لے کر تم نے جو کچھ کر لیا ہے بس وہی تمہاری اوقات ہے لیکن تم دیکھ لو میں نے کس طرح تمہارے منہ میں ہاتھ ڈال کر وہ نکلوا لیا جو ہمارا اپنا تھا۔“

”تم بکواس بند کرو۔ میں تمہیں دیکھ لوں گا دیکھ لوں گا تم لوگ کہاں تک جاسکتے ہو۔“

ٹیلی فون اسے دو۔“

”ہاں میں بول رہا ہوں۔“

”سنو مائی ڈیئر دانش منصور۔ یا مائی ڈیئر فیصل چوبیس گھنٹے کا نوٹس دے رہا ہوں میں تمہیں ہر آٹھ گھنٹے کے بعد تم سے رابطہ کیا جائے گا اور یہ پوچھا جائے گا کہ اپنے اس کتے اور کاغذات کو ہمارے حوالے کرتے ہو یا نہیں چوبیس گھنٹے کے بعد تمہاری بیوی کو قتل کر دیا جائے گا۔“

”میری بیوی تو قتل ہو چکی ہے میرے دوست اور تم نے ٹیلی فون پر اس کی گفتگو بھی سنی ہوگی ہم لوگوں کو وطن کے نام پر قتل ہونا ہر طرح کی موت سے زیادہ عزیز ہے اور کچھ کہنا چاہتے ہو؟“ لیکن جواب میں دوسری طرف سے ایک غرائی ہوئی آواز سنائی دی تھی۔

”ہر آٹھ گھنٹے کے بعد اور تیسری بار گفتگو کر کے تمہیں تمہاری بیوی کی لاش بھجوا دی جائے گی۔“

”اور اس کے بعد۔“ میں نے ہنستے ہنستے کہا۔ لیکن دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا تھا ٹیلی فون کا ریسپورر رکھنے کے بعد میں نے جلدی سے دوسرے کمرے میں جا کر رانا وسیم

کو تیار ہونے کے لئے کہا۔

”نکل، کیا مطلب؟“

”چلو ہم نکل رہے ہیں یہاں سے مجھے اسی ٹیلی فون کا انتظار تھا۔“

”لے لیں۔“

”کچھ نہیں مائی ڈیئر آؤ ہمیں تھوڑا سا فاصلہ پیدا طے کرنا ہوگا اور اس کے بعد ہمارے پاس ایک اور محفوظ جگہ ہے یہ جگہ اب جتنی خطرناک ہو چکی ہے اس کا تم خود بھی اندازہ لگا چکے ہو اپنی رہائش گاہ کے عقبی حصے سے نکل کر میں چاروں طرف سے محتاط ہو کر ایک چوڑی سڑک پر پہنچاؤں گا۔ ایک ٹیکسی کر کے ہم شہری آبادی کی جانب چل پڑے۔ میں نے پوری طرح حالات پر نگاہ رکھی تھی اور تھوڑی دیر کے بعد مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ تعاقب میں کوئی نہیں ہے یہ ہی ہونا چاہیے تھا ان لوگوں کو میرے جگہ بدلنے کا علم نہیں ہونا چاہیے تھا ٹیکسی نے ہمیں شہری علاقے میں اتار دیا پھر وہاں سے کافی دور تک ہم نے پیدل سفر کیا اس کے بعد ایک اور ٹیکسی لے کر چل پڑے تھے تیسری ٹیکسی نے ہمیں ہماری منزل یعنی اس فلیٹ کے علاقے میں اتار دیا جو میرا اپنا تھا اور جس کی چابی میں نے ساتھ لے لی تھی کیونکہ عموماً یہ فلیٹ خالی ہی رہتا تھا اور ہم نے یہاں کسی ملازم کو بھی نہیں رکھا تھا تا کہ ہمارے راز خفیہ رہیں میں اور رانا وسیم لفٹ کے ذریعے اپنی منزل پر پہنچے اور پھر میں نے اپنے شاندار فلیٹ کا دروازہ کھولا۔ رانا وسیم نے حیران نگاہوں سے فلیٹ کا جائزہ لیا تھا اس کے چہرے پر تحسین کے آثار ابھر آئے تھے۔“

”اتنا خوبصورت فلیٹ میں نے کبھی نہیں دیکھا۔“

”آرام سے بیٹھو۔ یہ جگہ ابھی کسی کے علم میں نہیں آئی ہوگی۔“

”پھر اب کیا پروگرام ہے؟“ اس نے کہا۔

”میں تم لوگوں کو یہاں سے نکالنے کی کوشش کروں گا تم لوگ یہاں سے نکل جاؤ ایک

خاص آدمی ہے میرا جسے میں یہاں بلا رہا ہوں ویسے یہاں بہت سے انتظامات ہیں میں تمہاری تمہارے وطن بھی بات کر سکتا ہوں میرے پاس اس کا ذریعہ موجود ہے۔“ میں نے کہا کوئی نیکو دیا نے جو کچھ میرے لئے فراہم کیا تھا وہ بڑا دور رس تھا اور اس کی نگاہوں نے بہت دور تک دیکھا تھا بہر حال وہ جو چیز تھی میں اس کے بارے میں اچھی طرح جانتا تھا پھر یہاں توڑا سا آرام کرنے کے بعد میں نے ناصر درانی سے رابطہ قائم کیا۔

”سرا“ ناصر درانی میری آواز پہچان کر بولا۔

”مجھے تمہاری ضرورت ہے۔“

”حکم دیجئے کہاں حاضری دوں؟“

”فلیٹ پر آ جاؤ۔“

”میں پہنچ رہا ہوں کس قسم کا کوئی مشکل مرحلہ۔“

”ابھی نہیں۔ آنے والے وقت میں ہو سکتا ہے۔“

”میں حاضر ہو رہا ہوں۔“ ٹیلی فون بند کرنے کے بعد میں نے رانا وسیم کو دیکھا اور کہا۔

”چائے وغیرہ پینا چاہتے ہو تو خود تیار کرنا ہوگی۔“

”میں تیار کر کے لاتا ہوں وہ خوشی خوشی باہر نکل گیا وہ سیکرٹ سرورس سے تعلق رکھتا تھا

اس کا کیا عہدہ تھا میں نے اس بارے میں اس سے کوئی سوال نہیں کیا تھا نہ ہی مجھے اس سے کوئی دلچسپی تھی ویسے اس کی شخصیت سے میں نے یہ اندازہ لگایا تھا کہ وہ ایک اچھے عہدے کا مالک ہوگا لیکن اس وقت جو صورت حال چل رہی تھی اس میں اس کے عہدے کا کوئی خیال نہیں کر سکتا تھا بہر حال میں کمرے میں بیٹھا اس کا انتظار کر رہا تھا اور پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک خوبصورت ٹرائی دکھائی دیا اندر آ گیا اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی کہنے لگا۔“

”بڑا شاندار کچن ہے اور یوں لگتا ہے جیسے یہاں کوئی باقاعدہ رہتا ہو ہر چیز بھری ہوئی

ہے ویسے مسٹر فیصل یہ فلیٹ آپ کا اپنا ہے۔“

”ہاں۔ یہ ہمارا ہی تھا شہری آبادی میں اگر رہنا چاہتے تھے تو یہاں آ جاتے تھے ویسے

ہم دونوں ہی کو اس رہائش گاہ کی زندگی زیادہ پسند تھی۔“ میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا اور وہ

ایک دم سنجیدہ ہو گیا کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد اس نے ہمدردانہ لہجے میں کہا۔

”میں آپ کے دکھ میں برابر کا شریک ہوں۔“ مسٹر فیصل اس نے اپنے ہاتھوں سے

چائے بنائی چائے کے کچھ زیادہ کپ لے آیا تھا کہنے لگا۔

”مجھے اندازہ ہے کہ آپ نے کسی کو بلایا ہے مہمان کے لئے بھی انتظام کر کے آیا

ہوں۔“

”شکریہ۔ اور چائے بنانے کا بھی۔“ میں نے کہا۔ وہ خاموشی سے چائے کے گھونٹ

لیتا رہا پھر آہستہ سے بولا۔

”مسٹر فیصل! ذاتی سی بات ہے لیکن میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ اب میرا اور آپ کا اتنا گہرا تعلق ہو چکا ہے کہ اس میں کوئی بیچ نہیں ہے۔“

”کیا کہنا چاہتے ہیں آپ رانا۔“

”یہ نام جو میرے کانوں تک پہنچا ہے یعنی دانش منصور اور آپ نے ایسی کوئی کوشش بھی نہیں کی کہ مجھے یہ نام سنوانا چاہتے ہوں کیا میں اس بارے میں پوچھ سکتا ہوں؟“ میں نے نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا اور کہا۔

”پہلے کبھی یہ نام تمہارے کانوں تک پہنچا ہے۔“

”کبھی نہیں۔“

”تو پھر اس کے بارے میں چھان بین نہ کرو۔“

”بات بے حد پر اسرار ہے۔“

”ہاں ہے۔“

”اور اس نے اس کے ساتھ ساتھ کچھ اور عجیب باتیں بھی — ہیں کیا وہ سچ ہیں۔“

”ہاں سچ ہیں۔“

”تو پھر مسٹر فیصل آپ دانش منصور سے فیصل کیوں بن گئے اور وہ کون سے مخالف ہیں آپ کے۔“

”رانا یہ میرے غم کی کہانی ہے اور میں اسے ہانکل نہیں کریدنا چاہتا مجھے امید ہے کہ تم میری معذرت قبول کرو گے۔“ وہ ایک بار پھر چائے پر متوجہ ہو گیا پھر بولا۔

”کاش مجھے معلوم ہو جاتی۔“

”کبھی نہ کبھی تمہیں معلوم ہو ہی جائے گی۔“ میں نے پھینکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

”ایک اور سوال میرے ذہن میں مچل رہا ہے۔“

”ہو سکتا ہے میں اس کا جواب بھی نہ دے سکوں۔“

”نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔“

”تمہیں یقین ہے۔“

”ہاں۔“

”تو پوچھ لو۔“ میں نے کہا۔

”آپ نے کہا تھا کہ وہ کاغذات آپ کے پاس ہیں۔“

”ہاں کہا تھا۔“

”لیکن آپ انہیں ساتھ نہیں لائے یا پھر آپ نے اوہ واقعی واقعی یہ جگہ تو بہت زیادہ محفوظ ہے۔“ وہ خود ہی بولا اور میں مسکرا دیا پھر میں نے کہا۔

”نہیں اس وقت وہ کاغذات وہیں تھے میں انہیں ساتھ لے کر آیا ہوں۔“

”اوہ آپ غلط نہیں کہہ رہے ہوں گے۔“

”نہیں اب میں ہر اس بات سے گریز کروں گا جو آپ کے لئے ناپسندیدہ ہو۔“

”وہ تمہاری امانت ہے میرے پاس اور اطمینان رکھو تمہاری ہی رہے گی میں کسی بھی

طرح اس پر اپنی اجارہ داری قائم نہیں کروں گا۔“

”مگر میرا خیال ہے ٹیلی فون کرنے کے بعد آپ فوراً ہی میرے پاس پہنچ گئے تھے اور

آپ نے مجھے چلنے کے لئے کہا تھا۔“

”ایک مخصوص وقت تک میں نے وہ کاغذات ایک جگہ چھپائے رکھے اور اس کے

بعد میں نے انہیں اپنے پاس منتقل کر لیا چونکہ میں جانتا تھا کہ وہ مجھ سے رابطہ قائم ضرور کریں

گے سب کچھ میرے سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق ہوا۔“ وہ خاموش ہو گیا تھوڑی دیر کے بعد

فلیٹ کی کال بیل بجی تو میں خود اٹھ کر دروازہ کھولنے کے لئے چلا گیا ناصر درانی نے مجھے پر

ادب انداز میں سلام کیا تھا اس سے مصافحہ وغیرہ کرنے کے بعد میں اسے ساتھ لئے ہوئے

اس کمرے میں آ گیا جہاں رانا موجود تھا دونوں نے ایک دوسرے کو سلام کیا مصافحہ کیا گیا

ناصر درانی کے چہرے پر ایک لمحے کے لئے حیرت کے نقوش ابھرے تھے لیکن میں نے فوراً ہی

کہا۔

”میرا بہت ہی گہرا دوست اور یہ سمجھو اس وقت میرے لئے بڑی اہمیت کا حامل رانا

وسیم۔“

”یہ الفاظ کافی ہیں میرا نام ناصر درانی ہے مسٹر رانا۔“

”آپ سے مل کر خوشی ہوئی مسٹر درانی۔“

”بیٹھو تمہارے لئے چائے تیار ہے۔“ میں نے ناصر درانی سے کہا اور رانا نے جلدی

سے چائے بنا کر اسے پیش کی جس کا ناصر درانی نے دلی شکریہ ادا کیا تھا اور کہا تھا۔

”آپ بہت دلچسپ مہمان ہیں کہ چائے پلاتے ہیں میرا مطلب ہے میزبانوں کو۔“
جواب میں رانا وسیم ہنسنے لگا تھا چائے کے دوران کچھ دیر وقفہ رہا پھر میں نے کہا۔
”مسٹر ناصر درانی ایک اہم مسئلہ درپیش ہے اور اس سلسلے میں آپ کی رائے اور آپ کا عمل درکار ہے۔“

”دل و جان سے حاضر ہوں جناب۔“

”رانا وسیم کا تعارف بس اتنا ہی کافی ہے کہ ان کا نام رانا وسیم ہے اور یہ میرے دوست ہیں تمہیں جو کام کرنا ہے وہ ان کا نہیں میرا ہے مسٹر ناصر درانی۔“
”آپ نے سرجتہا کہا اتنا کافی تھا لیکن بہر حال مجھے حکم دیجئے گا۔“

”میں زیادہ تفصیل میں نہیں جاسکتا مسٹر درانی ہمارے پاس کچھ کاغذات ہیں جو میرے اپنے ملک کے لئے انتہائی اہمیت کے حامل ہیں ان کاغذات کے حصول کے لئے کچھ ایسے خطرناک ادارے اور ایجنسیاں مصروف عمل ہیں جو بے حد خطرناک ہیں مسٹر وسیم کے ساتھ ان کے چار ساتھی اور ہیں جنہیں ایک محفوظ جگہ پوشیدہ کر دیا گیا ہے یہ ایجنسیاں قدم قدم پر ہمارے راستے روک رہی ہیں اور یوں سمجھ لو کہ فی الحال میں اس میں اپنے آپ کو ملوث نہیں کروں گا رانا وسیم اور ان کے ساتھیوں کا خاتمہ کرنا ان ایجنسیوں کا سب سے اہم کام ہے رانا وسیم اس سلسلے میں زخمی بھی ہو گئے تھے اور اپنی بہترین صلاحیتوں کی بناء پر بمشکل تمام ان کے پھندے سے نکلنے میں کامیاب ہو سکے مطلب یہ کہ مقامی حکام کی مدد سے ان ایجنسیوں اور ان کے کارندوں نے رانا وسیم اور ان کے ساتھیوں کے گرد ایک حصار بنا رکھا ہے اور اس حصار کو توڑنا ناممکن نظر آتا ہے ان پانچ افراد کو یہاں سے نکالنا بھی ہے لیکن سب سے پہلے ہمیں ان کاغذات کو وطن واپس پہنچانے کا بندوبست کرنا ہے اور اس سلسلے میں تم سے مشورہ کرنا چاہتا ہوں۔“ ناصر درانی گہری سوچ میں ڈوب گیا پھر اس نے کہا۔

”کاغذات بذات خود اتنی اہمیت کے حامل ہیں جناب کہ انہیں اسی انداز میں وطن پہنچانا ضروری ہے میرا مطلب ہے کہ کوئی غیر ملکی معاہدہ یا کوئی ایسی دستاویز جس کا ضائع ہو جانا ملوث ہو جائے آپ میرا مطلب سمجھ رہے ہیں نا بعض معاہدے ہوتے ہیں یا پھر کوئی ایسی دستاویز ہوتی ہے جو بذات خود اپنا بہترین وجود رکھتی ہیں اور بعض کاغذات ایسے ہوتے ہیں جو اتنی نوعیت کے ہوتے ہیں اور اگر ان کی نقل بھی موجود رہے تو کام آسکتی ہے۔“ میں نے

حوالہ نگاہوں سے رانا وسیم کو دیکھا تو رانا وسیم کسی قدر پریشان سا ہو گیا کچھ لمحے سوچتے رہنے کے بعد اس نے کہا۔

”نہیں جناب یہ کسی دوسرے ملک سے معاہدہ یا کوئی ایسی چیز نہیں ہے جسے ہم یہ کہیں کہ اس کی نقل ہمارے لئے کارگر نہیں ہوگی یہ تو بس کچھ خاص لوگوں کا تعلق وطن عزیز سے ہی ہے باہر کی کوئی چیز ان کاغذات میں نہیں ہے۔“

”گڈ یہ سوال میں نے ایک خاص مقصد کے لئے کیا تھا جیسا کہ مختصر الفاظ میں میری سمجھ میں آسکا ہے وہ یہ ہے کہ کچھ ایسے کاغذات ہیں جو کسی بھی طرح کسی نے حاصل کر لئے ہیں اور جن کا تعلق آپ کے ملک سے ہے آپ کے پاس محفوظ ہیں اور آپ انہیں وطن واپس بھیجنا چاہتے ہیں اور اس بات کا خطرہ ہے آپ کو یہاں سے نکلنے ہوئے وہ کاغذات کسی طرح غلط لوگوں کے ہاتھ بھی لگ سکتے ہیں تو شاید میں جلد بازی کر رہا ہوں لیکن تجویز تو تجویز ہوتی ہے کیا ہم یہ نہیں کر سکتے کہ ان کاغذات کو اپنے وطن فیکس کر دیں اور اس کے بعد یہاں اصل کاغذات ضائع کر دیئے جائیں ہاں اگر کوئی دستاویز ہے اور اس کا اسی شکل میں محفوظ رہنا ضروری ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ دوسرا کام ہو جاتا ہے۔“ میں نے حیرت سے ناصر درانی کی شکل دیکھی اتنی برقی رفتاری سے ایک منصوبہ پیش کر دینا بے انتہا ذہانت کی بات تھی اور میں نے دل میں اس بات کو تسلیم کیا تھا واقعی یہ ایک بہت ہی خوبصورت تجویز تھی خود رانا وسیم بھی حیران نظر آ رہا تھا کچھ لمحے سوچتے رہنے کے بعد اس نے کہا۔

”چونکہ مسٹر فیصل یہ بات میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ جو کچھ ان کاغذات میں درج ہے وہ کچھ خاص لوگوں کی اپنی تجویز اور ترتیب ہے اس کا کسی دوسرے ملک سے ظاہر ہے کوئی تعلق نہیں ہے اور اگر اس کا ڈپلی کیٹ بھی ہمارے پاس محفوظ رہتا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ کوئی حرج کی بات نہیں ہے اور اس سے لاکھ درجے بہتر کہ وہ جس شکل میں بھی ہیں کسی غلط انسان کے ہاتھ لگ جائیں آپ کیا کہتے ہیں اس بارے میں۔“

”تجویز آپ کے سامنے ہے اور فیصلہ آپ ہی کریں گے مسٹر رانا!“ میں نے کہا۔

”میں سمجھتا ہوں یہ ایک ایسی تجویز ہے جس کا کوئی ثانی نہیں ہے لیکن کیا ایسا ممکن ہے اور دوسری بات یہ کہ کیا اس طرح کیا ہوا فیکس محفوظ رہ سکے گا اور کسی اور نگاہ تک نہیں پہنچ سکے گا۔“

”جی ہاں ایسا ہی ہوگا۔“

”مطلب یہ کوئی ایسا ذریعہ ہے مسٹر درانی کہ ہمارا یہ فیکس ہر طرح سے دوسروں کی نگاہوں سے محفوظ رہ سکے۔“

”بالکل بشرطیکہ جس جگہ وہ بھیجا جا رہا ہے وہاں اس کی حفاظت کا معقول انتظام ہو اور یہ کام عام فیکس مشین پر ہو سکتا ہے۔“

”جی بالکل۔“

”اور بھیجنے والی مشین۔“

”وہ مخصوص ہے اور ہر طرح کے شک و شبہ سے بالاتر۔“

”مگر میں نے ایسی کسی فیکس مشین کے بارے میں کبھی نہیں سنا۔“

”اس بات کو جانے دیجئے رانا وسیم اس کی ذمہ داری میں قبول کرتا ہوں۔“ میں نے

کہا۔

”جی لیکن جناب اس سلسلے میں ایک بیج ہے۔“

”کیا۔“

”آپ میری پوزیشن جانتے ہیں فیصل صاحب مجھے اس سلسلے میں ہدایات لینا ہوں گی

اور ظاہر ہے کسی کو اطلاع بھی دینا ہوگی کہ اس طرح سے میں وہ کاغذات فیکس کرنا چاہتا ہوں۔“

”اس کا انتظام میں کردوں گا۔“ ناصر درانی نے پھر کہا۔

”وہ کیسے؟“

”ایک ایسے ذریعے سے جسے آپ اس فیکس کا ہی ایک حصہ سمجھ لیں آپ باقاعدہ وہاں

ٹیلی فون کریں گے مطلوبہ افراد سے رابطہ قائم کریں گے لیکن میں پورے اعتماد اور اطمینان سے یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ دنیا کے کسی ٹیلی فون پر یا ٹیلی فون ایکسچینج پر کسی بھی ٹرانسمیشن کے ذرائع پر یہ گفتگو نہیں سنی جاسکتی۔“

”کچھ عجیب سی بات نہیں ہے۔“ رانا وسیم نے میری طرف دیکھ کر کہا۔

”نہیں۔“ میں نے پر اعتماد لہجے میں کہا ہے چارہ رانا وسیم کو مین میکوویا کے بارے میں

کچھ نہیں جانتا تھا اور یہ بات میں جانتا تھا کہ ناصر درانی کو مین میکوویا کا متعین کردہ شخص ہے۔

”کیونکہ میں نے آپ پر آنکھیں بند کر کے بھروسہ کیا ہے اس لئے میں آپ کی کسی

بات سے انحراف نہیں کر سکتا ذاتی طور پر اگر مجھ سے پوچھا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس سے بہتر طریقہ اس وقت اور کوئی نہیں ہے۔“

”اگر آپ اس سے اتفاق کرتے ہوں تو میرا خیال ہے اس موضوع پر ہمیں مزید گفتگو کر کے اپنے آپ کو الجھانا نہیں چاہیے۔“

”ہاں میں اتفاق کرتا ہوں لیکن ادھر سے ان کی منظوری مل جانے کے بعد اور مسٹر درانی

سے میں یہی درخواست کر سکتا ہوں کہ مجھے اس کا موقع دیں کیونکہ یہ ضروری ہے میں سمجھتا ہوں

یہ ضروری ہے البتہ میں صرف آپ کو اس بات کا یقین دلاتا ہوں کہ جو کچھ میں نے کہا ہے اس کا

مطلب وہی ہے ہماری ہر طرح کی گفتگو صیغہ راز میں رہے گی اور کسی کو اس کے بارے میں کوئی

علم نہیں ہو سکے گا اور اس کی ضمانت آپ مسٹر فیصل سے طلب کر سکتے ہیں۔“

”میں ضمانت دے چکا ہوں اور ناصر درانی تمہارا شکر یہ ادا کرتا ہوں کہ تم نے ایک بہتر

تجویز پیش کر کے ہم لوگوں کو ذہنی سکون دیا۔“

”میرے لائق دوسری خدمت۔“

”اس کے بعد لیکن اب یہ بتائیے رانا وسیم کہ کیا آپ اپنے ان چاروں ساتھیوں کو کس

قدر محفوظ سمجھتے ہیں جتنا آپ نے اظہار کیا ہے۔“

”ہاں میں نے انہیں ایک انتہائی نفسیاتی طریقے سے ایک ایسی جگہ محفوظ کیا ہے جہاں

وہ کسی مشکل کا شکار نہیں ہو سکتے ان کی ذمہ داری مجھ پر تھی میں نے اپنے آپ سے زیادہ انہیں

تحفظ دیا ہے اور اگر آپ مجھ پر اطمینان کر سکیں تو آپ یہ سمجھ لیجئے کہ وہ غیر محفوظ نہیں ہیں تاہم

میں آپ کو بتائے دیتا ہوں کہ اس وقت بندرگاہ پر مزدوروں کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں

میں نے انہیں ہر طرح کے کاغذات فراہم کئے ہیں اور یہ کاغذات میری اپنی کاوشوں سے

حاصل ہوئے ہیں ان کا زیادہ تر وقت بندرگاہ پر ہی گزرتا ہے اور ایک وہ لائسنس یافتہ کمپنی کے

مزدوروں کی حیثیت سے لوڈنگ اور ان لوڈنگ کرتے ہیں۔“ ناصر درانی کے ہونٹوں پر

مسکراہٹ پھیلی اس نے کہا۔

”ہاں یہاں یہ سب سے محفوظ طریقہ ہے مسٹر فیصل۔“

”ٹھیک ہے ورنہ میں یہ کہہ رہا تھا کہ ہم انہیں بھی کسی محفوظ جگہ پہنچا آئیں۔“

”اس کی ضرورت نہیں ہے۔“

”گویا بات طے ہوئی کہ اب وہ کاغذات اگر آپ کے ہاں سے اجازت مل جائے تو فیکس کئے جاسکتے ہیں۔“

”جی۔“

”تو پھر ٹھیک ہے ناصر درانی تمہاری اس فوری اور موثر تجویز کو ہم قبول کرتے ہیں اور میں سمجھتا ہوں اس وقت تم نے بہت بڑے مسئلے کو بقول شخصے چنگیاں بجاتے ہوئے حل کر لیا ہے۔“

”مسئلہ صرف اتنا سا ہے کہ اگر ادھر سے اس بات کو قبول کر لیا جائے۔“

”فکر کی بات نہیں ہے۔ مسٹر فیصل فرض کیجئے اگر وہاں سے یہ سلسلہ اس طرح ممکن نہیں ہو سکا تو ہم اس کے لئے دوسری تجویز پیش کریں گے۔“

”ناصر درانی نے کہا۔“

”تو اب بتائیے کہ ہم لوگوں کو کیا کرنا ہے۔“

”بہتر تو یہ ہوگا کہ آپ میرے ساتھ ہی چلیں وہ جگہ بالکل محفوظ ہے جہاں میں آپ کو لے جاؤں گا کاغذات بھی آپ اپنے پاس ہی رکھیں اور اس کے بعد ہم فیصلہ کر لیں گے۔“

”ٹھیک ہے ہم آپ کے ساتھ ہی چلیں گے۔“

”میں خود بھی یہی درخواست کروں گا۔“ ناصر درانی نے کہا اور اس کے بعد فلیٹ میں رہنے کا کوئی جواز نہیں تھا ناصر درانی کی کار بہت شاندار تھی پہلے بھی میں اس کار کو دیکھ چکا تھا ہم فلیٹ سے باہر نکلے اور کار کی پچھلی سیٹوں پر بیٹھ گئے ناصر درانی نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی تھی رانا و تیم بار بار یہ محسوس کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ میرے اور ناصر درانی کے درمیان کیا تعلقات ہیں وہ دیکھ رہا تھا کہ ناصر درانی میرے سامنے ایک مودب شخصیت اختیار کر لیتا ہے اور مجھ سے گفتگو کرتے ہوئے اس کے لہجے میں بڑا ادب شامل ہوتا ہے وہ یہ جاننا چاہتا تھا کہ وہ میرے لئے کیا حیثیت رکھتا ہے اور مجھے بھی اندازہ تھا کہ اس کے ذہن میں لا تعداد سوالات ہوں گے لیکن بہر حال میں نے خاموشی اختیار کی تھی پھر فاصلے طے کرتے رہے اور پھر ایک خوبصورت بلڈنگ کے سامنے رکن گئے آج تک میں نے ناصر درانی کے بارے میں یہ معلومات حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی تھی کہ وہ یہاں خود کس حیثیت کا حامل ہے اور کس

انداز میں رہتا ہے یہ بلڈنگ دفتر کی بلڈنگ تھی جس کے سامنے ناصر درانی نے کار روکی تھی اور اس پر ایک بہت ہی خوبصورت بورڈ لگا ہوا تھا جس پر درانی اینڈ کو لکھا ہوا تھا میرے ہونٹوں پر ایک مدہم سی مسکراہٹ پھیل گئی کار سے اترنے کے بعد درانی نے اس عمارت کے مین گیٹ کی طرف جانے کی بجائے ایک بغلی سمت اختیار کی اور تھوڑی سی راہداری طے کر کے ایک لفٹ کے قریب پہنچ گیا لفٹ پر لفٹ مین موجود تھا اس نے انتہائی ادب سے مٹن دبا کر دروازہ کھولا اور درانی نے گردن ہلا دی لفٹ مین نیچے رک گیا۔



”آئیڈیل بات ہے جناب پر واقعی اس کا کوئی جواب نہیں ہوتا۔“
 ”چنانچہ اب مجھ پر لازم ہے کہ پہلے آپ کی تھوڑی بہت خاطر مدارات کر لوں۔“
 ”نہیں اب آپ پر یہ لازم نہیں ہے چونکہ آپ کی ذمہ داری ذرا مختلف ہے۔“ میں

نے کہا۔

”بہتر ہے بہر حال ایک بات اور عرض کرنا چاہتا ہوں آپ سے ویسے سب کچھ آپ کی مرضی پر منحصر ہے لیکن میرا اپنا یہ خیال ہے کہ آپ ایک مناسب وقت تک یہاں قیام کریں اس وقت تک جب تک ہم اپنے کام کی تکمیل نہ کر لیں کیا خیال ہے آپ کا؟“
 ”ہاں ہاں ظاہر ہے ہم اپنے کام کی تکمیل کے بعد ہی یہاں سے کہیں جانے کے بارے میں سوچیں گے۔“

”تو پھر کچھ وقت کے لیے مجھے اجازت دیجئے تھوڑی سی تیاریاں کر لوں۔“
 ”ضرور۔“ میں نے کہا اور درانی ڈرائنگ روم سے باہر نکل گیا رانا وسیم کے چہرے پر بڑے عجیب سے تاثرات تھے کچھ لمحے خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔
 ”آپ کی شخصیت کمال کی ہے فیصل صاحب ایک ایسا شاندار شخص آپ کے پاس موجود ہے اور آپ نے ابھی تک ان سے مسز فیصل کے بارے میں کوئی بات نہیں کی۔“
 میرے چہرے پر سنگین تاثرات پھیل گئے۔

”وہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔“ میں نے سرد لہجے میں کہا۔
 ”رخسار بہت باہمت ہے اگر وہ جھلا کر اس کے قتل کے درپے نہیں ہو جاتے تو وہ ہر طرح کے حالات کا سامنا کرنے کی اہلیت رکھتی ہے اس بات کے امکانات بھی ہیں کہ وہ ان میں سے کچھ کو ختم کر کے ان کے چنگل سے نکل آئے اور پھر میں اپنے وطن کے معاملات پر اپنے کسی ذاتی معاملے کو ترجیح نہیں دے سکتا وہ کاغذات میں نے رخسار سے زیادہ اہم سمجھے اور اس کی حفاظت کرنے کی بجائے ان کاغذات کی حفاظت کی کیونکہ وہ میرے وطن کا سرمایہ ہے ایک مرحلہ حل ہو جائے تو اس کے بعد میں اپنی ذاتی زندگی کے لیے کوشش کروں گا۔“
 ”میرے ذہن میں بار بار یہ سوال مچتا ہے مسز فیصل کے آپ جیسے محبت وطن کو وطن والوں نے۔“

”ایک منٹ.....“ میں نے درمیان سے اس کی بات کاٹ دی اور پھر سرد لہجے میں

ہم تینوں اوپری منزل پر پہنچے اور غالباً یہ چوتھا اور آخری فلور تھا۔
 وہ ہمیں لیے ہوئے اندرونی حصے میں آگیا وہاں ہم نے ایک خوبصورت رہائش گاہ دیکھی جس میں سات آٹھ کمرے تھے ڈرائنگ روم خاصا وسیع و عریض اور ڈیکوریٹ تھا۔ میں ایک ایک شے کو حیران نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔
 ”تشریف رکھئے جناب۔“ درانی کی آواز نے حیرت کی دنیا سے باہر کھینچ لیا۔
 ”آپ نے تو بڑی باکمال جگہ بنا رکھی ہے مسٹر درانی؟“ میں نے کہا۔
 ”کیا آپ کا قیام یہیں ہے۔“
 ”جی۔“

”اور آپ کی فیملی اور ملازم وغیرہ۔“
 ”جی نہیں یہاں ایسی کوئی چیز نہیں پائی جاتی دراصل یہ ایک طریقہ کار ہے حالانکہ میں نے جو فرم قائم کی ہے اس میں تقریباً ایک سو دس ملازم ہیں ہر طرح کے لوگ لیکن وہاں آپ کو جو کچھ نظر آ رہا ہے یہ سب میری تنہا کاوش ہے یہاں سب کچھ میں خود ہی کرتا ہوں۔“
 ”وجہ۔“ میں نے اس کی گفتگو میں دلچسپی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔
 ”دو وجوہات ہیں۔ پہلی تو یہ کہ ایک مشغلہ ہے اپنے آپ کام کرنے سے جو خوشی حاصل ہوتی ہے اس کا مزایا کچھ اور ہے۔ اس کے علاوہ یہاں کی ہر بات صیغہ راز میں رہتی ہے اور مجھے کوئی خطرہ نہیں محسوس ہوتا۔“
 ”ویری گڈ کیوں رانا وسیم کیا خیال ہے۔“

کہا۔ ”میری درخواست ہے کہ اس موضوع پر مجھ سے کوئی بات نہ کرنا۔“

رانا وسیم خاموش ہو گیا چند لمحات کی خاموشی کے بعد اس نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

”ویسے مسٹر ناصر درانی بہت ذہین آدمی معلوم ہوتے ہیں آخر وہ کون سے ذرائع ہیں جن سے وہ ہماری یہ گفتگو اس قدر محفوظ رکھ سکتے ہیں یہ ایک بڑی سنسنی خیز بات ہے۔“

”ہاں یہ موضوع ضروری ہے میں تمہیں اطمینان داتا ہوں کہ جو کچھ کہا جا رہا ہے اگر وہ ان لوگوں کے لیے قابل قبول ہو تو ایک محفوظ طریقہ ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے ان لوگوں کو اس بات پر قائل کرنے کی پوری پوری کوشش کرنا یہ طریقہ کار اس بات سے ہزار درجے بہتر ہے کہ تم کاغذات کو اسی شکل میں لے جانے کی کوشش کرو۔“

”میں تو اس بات سے پوری طرح متفق ہوں اور میرا یہ خیال ہے کہ اگر ہماری گفتگو ہوئی تو ادھر سے بھی اس صورت حال کو تسلیم کر لیا جائے گا۔“ میں نے بھی خاموشی اختیار کر لی تھی۔ کافی وقت گزر گیا اور اس کے بعد ناصر درانی ہمارے پاس آ گیا۔

”میں نے انتظامات مکمل کر لیے ہیں بات اصل میں یہ ہے کہ اہم کام کو جس قدر جلد سرانجام دے دیا جائے زیادہ مناسب ہوتا ہے اور بعد میں ہمارے پاس دوسری باتوں کے لیے کافی وقت ہوتا ہے۔“

”میں سمجھتا ہوں میں نے کہا ہم دونوں ناصر درانی کے ساتھ اس رہائش گاہ کے ایک اور کمرے میں پہنچ گئے جس کی بناوٹ بہت عجیب تھی اس کا دروازہ ایک الماری سے گزرتا تھا اور اسی بلڈنگ میں اس کمرے کو چھ میزبیں کے بعد نیچے بنایا گیا تھا بظاہر پوری رہائش گاہ میں ڈھونڈ لیا جائے لیکن ذہن اس کمرے تک نہیں پہنچ سکتا تھا کمرہ خاصا بڑا تھا اور انتہائی نفاست سے آراستہ تھا اس میں خاص قسم کی مشینیں لگی ہوئی تھیں ٹیلی فون بھی بالکل الگ ہی نوعیت کا تھا یہ بات رانا وسیم تو نہیں جان سکتا تھا صرف میں ہی جانتا تھا یہ سارا سسٹم کونین میکوویا نے ناصر درانی کو دیا ہوگا اور یہاں سے وہ کونین میکوویا سے رابطہ رکھتا ہوگا بہر حال ناصر درانی ہمیں ایک مشین پر لے گیا اس نے کہا۔“

”اور یہ انتہائی ضروری ہے مسٹر وسیم کہ جو گفتگو آپ ان لوگوں سے کریں وہ ہم بھی سنیں اور اپنے لیے اچھے عمل مقرر کریں اور آپ یقینی طور پر اس سلسلے میں ہم پر مکمل بھروسہ کریں

گے میں نہیں جانتا کہ آپ کے اور مسٹر فیصل کے درمیان جو تعلقات ہیں وہ کس نوعیت کے ہیں ہاں جو دیکھا ہے میں نے اس سے میں نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ آپ دونوں کے تعلقات بہت گہرے ہیں اور جہاں تک مسٹر فیصل کا تعلق ہے یہ تو ایک سچائی ہے کہ وہ ایک محب وطن انسان ہیں بہر حال اس مجبوری کو آپ نظر انداز کر دیجئے گا۔“ رانا وسیم نے ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے کہا۔“

”تمہیں اب جب سارا انحصار میں آپ لوگوں پر کر رہا ہوں یہ بات میرے بس سے باہر ہے کہ آپ ہی سے میں کچھ چھپانے کی کوشش کروں۔“

”بے حد شکریہ آپ کو ہماری طرف سے کوئی مایوسی نہیں ہوگی۔“ پھر اس نے رانا وسیم سے وہ نمبر پوچھے جنہیں ڈاکل کرنا تھا اور رانا وسیم نے ایک کاغذ پر یہ نمبر لکھ کر ناصر درانی کو دے دیے ناصر درانی کو کونین میکوویا نے میرے لیے مخصوص کیا تھا اور آج تک وہ جس طرح کا انسان ثابت ہوتا رہا تھا کم از کم مجھے اس پر مکمل اعتماد تھا اگر خود رانا وسیم کے دل میں کوئی شبہ ہو تو میرے پاس اس شبہ کو دور کرنے کا کوئی راستہ نہیں تھا یہ نمبر بہت خفیہ تھے اور یقینی طور پر اس کا تعلق ملٹری ڈیپارٹمنٹ سے ہوگا دوسری جانب سے تھوڑی دیر کے بعد یہ کال ریسپو کر لی گئی اور ایک صاف ستھری آواز ابھری۔

”زیرو زیرو زیرو ڈیوایٹ زیرو ڈیوایٹ زیرو ڈیو۔“

”کوڈ نوٹ کیا جائے۔“ رانا وسیم نے کہا۔

”نائن اوفا یونائن نائن اوفا یونفرام لندن۔“

”ٹھیک رانا وسیم۔“

”ہاں۔“

”ذاتی کوڈ دہراؤ۔“

”زیرو زیرو زیرو ڈیوایٹ زیرو ڈیوایٹ زیرو ڈیو۔“

”ٹھیک ہے جلدی سے خیریت بتاؤ سب پریشان ہیں۔“

”برگیڈیئر فاروق سے بات کرنا چاہتا ہوں۔“

”ٹھیک ہے ایک لمحے انتظار کرو پھر دوسری طرف خاموشی طاری رہی اور کچھ منٹ

کے بعد دوسری طرف سے آواز ابھری۔“

”رانا وسیم تمہارے بارے میں جو رپورٹ ہمیں ملی ہے ہم اس سے سخت پریشان ہیں کرنل صدانی بھی ہم سے مسلسل رابطہ قائم کیے ہوئے ہیں خدا کے لیے وقت ضائع کیے بغیر سب سے پہلے اپنی خیریت بتاؤ۔“

”میں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ خبریت سے ہوں۔“

”مگر ہمیں اطلاع ملی ہے کہ تم انتہائی مشکل حالات میں گزارا کر رہے ہو اور ضرورت مندوں کی نگاہوں سے لاپتا ہو چکے ہو۔“

”ہمارا دشمن مسلسل ہمارے پیچھے لگا ہوا ہے لیکن جناب اس کے ساتھ ساتھ ایک خوشخبری بھی ہے۔“

”آہ یہ خوشخبری سننے کے لیے نجانے کتنے افراد بے چین ہیں۔“

”خوشخبری یہ ہے کہ میں نے وہ فائل حاصل کر لی ہے۔“

”زندہ باد۔۔۔۔۔“ دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

”اس کے علاوہ صورت حال یہ ہے کہ ہمارے دشمنوں نے ہمارے گرد مضبوط ناکہ بندی کر رکھی ہے اور مقامی حکام ان کی مدد کر رہے ہیں۔“

”آہ یہ خبر ہمیں مل چکی ہے ہمارے اپنے ذرائع نے بتایا ہے کہ ہر طرف تمہاری تلاش کی جا رہی ہے اور بہت سی خفیہ ایجنسیاں ان لوگوں کا ساتھ دے رہی ہیں۔“

”تو کیا آپ کو اس بات کی اطلاع مل چکی ہے کہ میں ان کے ہاتھ نہیں آ سکا۔“

”ہاں یہ اطلاع بھی ہمارے پاس موجود ہے۔“

”ٹھیک ہے جناب اب یہ بتائیے کہ کاغذات میرے قبضے میں ہیں اور ہمارے چاروں طرف ناکہ بندی کی گئی ہے اور یہ آخری بات ہے کہ وہ لوگ آسانی سے ہمیں یہاں سے نہیں نکلنے دیں گے جبکہ انہیں مقامی ایجنسیوں کی مدد بھی حاصل ہے۔“

”سب سے پہلی بات تو کاغذات کے حصول کے لیے میری طرف سے مہارکباد وصول کرو اور اگر ایسی ہی صورت حال ہے کہ ان کاغذات کا حاصل کرنا میرا مطلب ہے انہیں یہاں تک پہنچانا ممکن نہ ہو تو بحالت مجبوری انہیں ضائع کر دیا جائے کرنل صدانی کا کہنا

کر لیں گے۔“

”اس کا ایک اور طریقہ ہے جناب۔“

”کیا؟“

”یہاں مجھے کچھ ایسے لوگوں کا سہارا حاصل ہو گیا ہے جن کی تفصیل میں آپ کو ملاقات پر ہی بتا سکتا ہوں لیکن ان کے پاس بڑے پراسرار ذرائع ہیں ہم ان کاغذات کو فیکس کر سکتے ہیں آپ اس کا انتظام کر لیجئے گا کیونکہ آپ کی گفتگو سے مجھے اس بات کا اندازہ ہو چکا ہے کہ یہ کاغذات اپنی اصل شکل میں لانا ضروری نہیں ہے اگر اس کی گنجائش ہے تو ہم انہیں فیکس کر دیتے ہیں اور اس کے بعد میں انہیں ضائع کر دوں گا۔“

”دیکھی باتیں کرتے ہو ڈیر کیا ان کاغذات کو فیکس کرنا مناسب ہوگا ہم نہیں کہہ سکتے

کہ۔“

”نہیں جناب طریقہ کار بہت جدید ہے اور اس کے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے یہاں

اس کے انتظامات موجود ہیں حالانکہ میں نے بہت بڑا خطرہ مول لیا اور یہ نہیں پوچھا کہ میں نے جو رابطہ آپ سے قائم کیا ہے وہ کس انداز میں کیا ہے اور اس گفتگو کو مقامی ٹیلیفون ایکسچینج پر اگر کوشش کی جائے تو سنا بھی جاسکتا ہے۔“

”یہ خطرہ تو مول لینا تھا اور میں جانتا ہوں کہ تم نے ایسا کیوں کیا ہوگا۔“

”نہیں۔“

”تو پھر۔“

”یہ گفتگو بالکل محفوظ ہے اور اس کا ایک بھی لفظ دنیا کی کسی فریکوئنسی پر نہیں سنا

”کیا مطلب ہے تمہارا؟“

”ایسا ہی ہے سراسر اس کی مکمل یقین دہانی کرائی جاسکتی ہے۔“
”لیکن کس طرح۔“

”یہ سسٹم جس سے میں آپ سے بات کر رہا ہوں دنیا کا انوکھا سسٹم ہے اور شاید میری نگاہ سے کوئی ایسی چیز نہیں گزری۔“
”مگر وہ کون لوگ ہیں۔“

”خوش قسمتی سے پاکستانی محبت وطن اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک قربانیاں دینے والے سر میں آپ کو تفصیل بتاؤں گا تو آپ ششدر رہ جائیں گے۔“

”اگر میرا ڈیپارٹمنٹ مجھ پر یقین رکھتا ہو تو آپ سمجھ لیجئے کہ میں ان لوگوں پر۔“ دوسری طرف چند لمحات کے لیے خاموشی طاری ہو گئی پھر کہا گیا۔

”تو سر آپ ایک ایسی فیکس مشین کا انتظام کریں اور اس کا نمبر مجھے دے دیں میں وہ کاغذات فیکس کیے دیتا ہوں اور اس کے بعد میں انہیں جلا کر خاکستر کر دوں گا۔“

”میرا فیکس نمبر نوٹ کر دو۔ یہ مشین سب سے زیادہ محفوظ ہے چونکہ ڈیپارٹمنٹ کی خصوصی فیکس مشین ہے جس پر دنیا بھر سے سیکرٹس موصول ہوتے ہیں۔“

”جی سر پلیز نمبر بتائیے۔“ اور دوسری جانب سے نمبر بتایا گیا تھا جسے رانا وسیم نے واضح طور پر ایک کاغذ پر درج کر لیا پھر اس نے کہا۔

”اب سے ٹھیک اب گھنٹے کے بعد آپ ان کاغذات کو خفیہ طریقے سے موصول کریں اور اس کے بعد مجھے ان کے موصول ہو جانے کی اطلاع کریں۔“

”لیکن رانا وسیم تم سے یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ یہ کاغذات ہمارے وطن کا قیمتی سرمایہ ہیں اور ان کی حفاظت زندگی سے زیادہ ضروری ہے۔“

”میں نے اب تک انہیں اپنی زندگی سے قیمتی سمجھا ہے۔“

”ہمیں اس بات کا پورا پورا یقین ہے۔“

”تو پھر اب سے ٹھیک ایک گھنٹے کے بعد آپ اس کے لیے انتظامات کریں۔“

”ہم منتظر ہیں۔“ دوسری طرف سے کہا گیا۔

”شکریہ خدا حافظ۔“

”خدا حافظ۔“ ناصر درانی نے رانا وسیم کو دیکھا اور اس نے آنکھیں بند کر کے ممنونیت سے گردن ہلا دی تو ناصر درانی نے یہ سسٹم آف کر دیا اور اس کے بعد مسکرائے لگا رانا وسیم بری طرح تھکا تھکا اور نڈھال نظر آ رہا تھا میں اس کی کیفیت کو محسوس کر رہا تھا چنانچہ کچھ وقت کے لیے مکمل خاموشی اختیار کر لی گئی پھر رانا وسیم نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

”حقیقت یہ ہے کہ کچھ ذمہ داری مجھے سوچی گئی تھیں میں نے اس پر کچھ کام کر لیا لیکن اگر آپ میری مدد نہ کرتے مسٹر فیصل تو شاید میں شدید مشکلات کا شکار ہو جاتا۔“ میں نے ایک گہری سانس لے کر گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”میرا یہ خیال ہے کہ ہم اس کام کی تکمیل کے بعد ہی یہاں سے انہیں گے اور اب تو آپ لوگ میری طرف سے کچھ قبول کر لیں۔“

”قبول کیا ہم نے۔“ میں نے ہنستے ہوئے کہا اور ناصر بھی ہنستا ہوا اٹھ گیا اس کے جانے کے بعد رانا وسیم نے کہا۔

”یہ بات ہمیشہ میرے ذہن میں خلش بنی رہے گی کہ آپ جیسے انسان کو وطن دشمن کیوں قرار دیا گیا آپ یقین کیجئے میں شاید زندگی میں آپ کو کبھی فراموش نہ کر سکوں۔“ میں نے اس موضوع پر خاموشی ہی اختیار کر رکھی تھی۔ ناصر نے خاصا پر تکلف اہتمام کیا تھا ہماری خاطر مدارات کے لیے بہر حال وقت گزرتا رہا اور پھر ہم نے دوبارہ وہاں سے رابطہ قائم کیا وہ لوگ ہمارے منتظر تھے رانا وسیم نے اپنے افسر اعلیٰ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

”جی سر تمام انتظامات مکمل ہیں۔“

”ہاں اور میری جانب سے مبارکباد قبول کرو رانا وسیم ڈاکٹر کرنل صدانی نے تمہارے

اس قدم کو بہت سراہا ہے اور کہا ہے کہ ایسے حالات میں جب وہ ایک خوفناک مشکل میں مبتلا ہو گئے تھے تم نے وہ کام سرانجام دیا ہے جس کی جس قدر بھی تعریف نہ کی جائے کم ہے کرنل صدانی تمہاری بخیریت واپسی کے لیے دعا گو ہیں اور ہیڈ کوارٹر بے مجھے تمہاری خیریت معلوم کرنے کا پیغام ملا اور یہ سوال کیا گیا ہے کہ ہم تمہاری وہاں سے واپسی کے لیے تمہاری کیا مدد کر سکتے ہیں۔“

”زندگی میں بہت جدوجہد کی ہے میں نے سر لیکن یہ حقیقت ہے کہ واپس آنے

کے بعد میں آپ کو ایسی شخصیت سے روشناس کراؤں گا جس کے بارے میں سن کر آپ اس پر یقین نہیں کر سکیں گے یہ کام اسی کے تعاون سے ہوا ہے اور اگر میں یہ کہوں کہ اس میں میرا کوئی کارنامہ نہیں ہے تو غلط نہیں ہوگا۔“

”آخر وہ کون شخصیت ہے کیا ہم اس سے بات نہیں کر سکتے۔“ جواب میں رانا وسیم نے میری طرف دیکھا اور میں نے نفی میں گردن ہلادی تو رانا وسیم نے کہا۔
”نہیں سر کسی مناسب موقع پر۔“

”تم نے یہ نہیں بتایا کہ تمہاری واپسی کے لیے ہم کیا مدد کر سکتے ہیں۔“

”سر آپ کیا مدد کر سکتے ہیں۔“

”اصل میں اس سلسلے میں اس دوران ایک مختصر مینٹگ ہو گئی ہے اور تمہارے بارے میں گفتگو کی گئی ہے تم جس انداز میں وہاں تک پہنچے ہو اگر ہم اسے ڈلیس کلوز کریں تو ایک سیاسی ہنگامہ برپا ہو جائے گا حالانکہ یہ کوئی اہم بات نہیں مختلف ملکوں میں مختلف لوگوں کے سیکرٹ ایجنٹ ہوا کرتے ہیں لیکن اس وقت جو صورت حال ہے اس میں یہ بات صاف ظاہر ہو گئی ہے کہ برطانوی حکومت ان لوگوں کی مدد کر رہی ہے جو ہمارے ایٹمی راز لے بھاگے تھے بات ذرا مختلف شکل اختیار کر جائے گی اور ہو سکتا ہے کہ تمہیں نفع کی بجائے اس سے نقصان پہنچے۔“

”سو فیصدی لیکن بہر حال میں نے اپنا سب سے اہم فریضہ سرانجام دے دیا ہے اس کے بعد صرف زندگی بچانے کی جدوجہد رہ جاتی ہے جو میں کروں گا بس آپ کی دعائیں ہمارے لیے کافی ہے۔“

”ہماری نیک تمنائیں تمہارے ساتھ ہیں۔“

”آپ نے انتظامات کر لیے۔“

”بالکل مکمل ہیں۔“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”تو ہم کام شروع کر دیں۔“

”ہاں۔“

”ٹھیک ہے چند لمحات توقف فرمائیے میں سلسلہ منقطع کر رہا ہوں۔“

”ٹھیک ہے اور اس کے بعد رانا وسیم نے میری طرف دیکھا تو میں نے ناصر درانی کی طرف اشارہ کیا ناصر درانی اس فیکس مشین پر مصروف تھا جو غام فیکس مشینوں سے مختلف انداز

رکھتی تھی میں نے اپنے لباس کے اندرونی حصے سے وہ فائل نکال لی جسے میں نے درحقیقت اس وقت زندگی سے زیادہ قیمتی شے تصور کر رکھا تھا فائل نکال کر میں نے اسے کھولا اور اس کے کاغذات نکالنے لگا رانا وسیم کے چہرے پر شدید سنسنی پھیلی ہوئی تھی میں نے ایک ایک کر کے وہ کاغذ ناصر درانی کے حوالے کیے اور ناصر درانی انہیں فیکس کرنے لگا جب تمام کاغذات فیکس ہو گئے تو ایک بار پھر ہم نے وہاں سے رابطہ قائم کیا اور دوسری جانب سے بریگیڈیئر فاروق کی آواز سنائی دی۔“

”ہاں ڈاکٹر کرنل صمدانی بھی موجود ہیں تم ان سے بات کرو۔“ پھر دوسری آواز سنائی

دی۔

”ہیلو جوان آدمی تمہارے لیے جس قدر تحسین کے الفاظ کہے جائیں کم ہیں تم نے جو کام کیا ہے درحقیقت ملک کی بقاء کے لیے اہم ترین مسئلہ تھا لیکن اب میری تسلی کے لیے صرف ایک بات اور بتا دو؟“

”جی سر۔“

”تمہیں یقین ہے کہ تم وہ کاغذات خاکستر کر دو گے اور تمہیں کوئی دقت نہیں ہوگی۔“

”جس سکون اور اطمینان کے ساتھ میں نے وہ کاغذات آپ کو فیکس کیے ہیں اس

کے بعد آپ اس بات پر بھی یقین کر لیجئے۔“

”مجھے یقین ہے۔“

”مجھے بتائیے کاغذات بالکل درست ہیں۔“

”ہاں۔“

”مکمل ہیں۔“

”ہاں مکمل ہیں۔“

”بہت بہت شکریہ میرے لیے اور کوئی حکم۔“

”زندہ رہو اور زندگی بچا کر واپس آ جاؤ ہمارے لیے اس سے زیادہ قیمتی شے اور کوئی

شے نہیں ہے۔“ پھر ان لوگوں سے رسی گفتگو ہوئی اور اس کے بعد یہ سلسلہ منقطع کر دیا گیا رانا وسیم

کے چہرے پر شدید سنسنی طاری تھی اور اس کا چہرہ گہرا سرخ ہو رہا تھا میں نے اس کی کیفیت کو

محسوس کرتے ہوئے کہا۔

”ہاں اور یہ بھی شاید تمہارے علم میں ہے کہ ان پر کڑی نگرانی ہے لیکن رانا وسیم کا کہنا ہے کہ اگر یہ فرانس میں داخل ہو جائیں تو مکمل طور پر اپنا تحفظ کر کے وہاں سے نکل سکتے ہیں۔“

”سرسر کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے ڈور سے ڈنکرک کی بندرگاہوں تک راستے آسان ہیں اور اس کے لیے مزدوروں کے پاس خصوصی پاس ہوتے ہیں اگر چار آدمی وہ ہیں تو پانچویں رانا وسیم ہو جائیں گے آپ بالکل اطمینان رکھیں میں ان سب کے لیے وہ کاغذات مہیا کر دوں گا جن کی انہیں ضرورت ہوگی۔“ رانا وسیم کی آنکھیں حیرت سے پھٹی ہوئی تھیں اس نے کہا۔

”کیا یہ ممکن ہے۔“

”ہاں میں نہیں جانتا کہ آپ کے وہ ساتھی کونسی لائسنس یافتہ کمپنی کے لیے کام کر رہے ہیں لیکن میں ایسی مستند کمپنی کے کاغذات انہیں مہیا کر دوں گا جس کا بڑا کاروبار ہے اور اس کے مزدور ڈور سے ڈنکرک تک سفر کرتے رہتے ہیں اس میں انہیں کوئی دقت نہیں ہوگی۔“

”آہ اگر ہم فرانس پہنچ جائیں تو۔“

”مجھے یہ بتائیے کہ فرانس پہنچنے کے بعد آپ کے وطن واپسی کے کیا امکانات ہو سکتے ہیں۔“

”آپ یقین کریں مجھے اس سلسلے میں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔“

”میں اب بھی آپ کو پیشکش کرتا ہوں کہ اگر کاغذات وغیرہ یا فرانس سے پاکستان

تک کا سفر آپ کے لیے مشکل ہو تو مجھے بتائیے۔“

”نہیں اس میں کوئی مشکل نہیں ہوگی۔“

”تو پھر آپ کے لیے آخری کام سرانجام دینا ہے۔“ ناصر درانی نے کہا۔

”ان حالات میں میرا مشورہ ہے جناب کہ آپ اس وقت تک یہیں قیام کریں جب

تک کہ یہ ساری کارروائی مکمل نہ ہو جائے۔“

”ٹھیک ہے ناصر مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔“ میں نے جواب دیا میں جانتا تھا کہ

اپنی اس رہائش گاہ تک جانا تو میرے لیے خود کشی کے مترادف ہے وہ لوگ دیوانے ہو گئے

ہوں گے فلیٹ میں بھی اکیلا پڑے رہنے سے کوئی فائدہ نہیں تھا کم از کم یہاں ناصر درانی تھا اور

وہ جس پائے کا شخص تھا اس کا مجھے بخوبی اندازہ ہو چکا تھا چنانچہ ہم لوگ یہاں خوشی سے فروکش

”اب یہ آخری فریضہ بھی سرانجام دے دیا جائے۔“ اس نے ممنونیت سے میری جانب دیکھا اور بولا۔

”یہ بھی آپ ہی کے ہاتھوں سرانجام ہو تو زیادہ بہتر ہے۔“ پھر ہم نے ایک جگہ منتخب کی اور اس کے بعد ان کاغذات کا رول بنا کر رانا وسیم کو دیا گیا اور پھر اسے آگ دکھادی گئی کاغذات جل رہے تھے اور ہم سرد اور ساکت نگاہوں سے خاکستر ہوتے ہوئے دیکھ رہے تھے پھر ان کی راکھ بھی واش بیسن میں بہادی گئی رانا وسیم کا چہرہ خوشی سے کھلا ہوا تھا اس نے میرے دونوں ہاتھ پکڑ کر آنکھوں سے لگاتے ہوئے کہا۔

”واقعی یہ احسان نہ بھولنے کے لیے ہے۔ میں نے اس کا شانہ تھپتھپایا اور پھر ناصر درانی سے کہا۔“

”ناصر درانی اس حد تک صورت حال سے تم واقف ہو ہی چکے ہو اب میں تم سے اس مرحلے سے نمٹنے کے بعد دوسرے مرحلے پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔“

”سر آپ حکم دیجئے۔“ ناصر درانی کے بارے میں رانا وسیم کو یہ بات نہیں معلوم تھی کہ اسے یہاں صرف میرے تحفظ کے لیے مخصوص کیا گیا ہے اور یہ ایک ایسی شخصیت کی محبت ہے جس سے شاید میں کبھی سر نہ اٹھا سکتا تھا وہ ایسی ہی عورت تھی اور اس کی ہدایت پر میں نے اب اس سے ملاقات کا تصور چھوڑ دیا تھا۔“ ناصر درانی نے سوالیہ نگاہوں سے مجھے اور رانا وسیم کو دیکھا تو میں نے کہا۔

”ناصر تمہیں تقریباً ساری حقیقتیں اب ان چند لحظات میں معلوم ہو چکی ہیں وسیم میرے ہم وطن ہیں اور شاید کبھی تمہارے علم میں یہ بات آئی ہو کہ میں نے اپنی زندگی کا ایک ایک سال اپنے وطن کے پیار میں بسر کیا ہے اور جہاں تک میری پہنچ ہو سکتی تھی میں نے وطن کے لیے کام کیا ہے مسٹر رانا وسیم یہاں جو کام سرانجام دے رہے تھے ان کی مختصر تفصیل تمہارے علم میں آ چکی ہے اور خدا کا شکر ہے کہ ہم سب نے مل کر اپنے وطن کے لیے ایک چھوٹی سی خدمت سرانجام دی ہے میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ رانا صاحب کے چار اور ساتھی یہاں موجود ہیں۔“

”جی سر میرے علم میں ہے رانا صاحب نے بتایا تھا کہ وہ گودی پر مزدوروں کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں۔“

ہو گئے ذمہ داری ناصر درانی کو ہی دے دی گئی تھی دوسرے بہت سے خطرات میرے ذہن میں منڈلا رہے تھے ظاہر ہے ان لوگوں کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑا ہے جہاں تک رخسار کا معاملہ ہے تو اب اسے میں نے خلوص دل کے ساتھ اللہ کے سپرد کر دیا تھا اس کی بہتری کے لیے دعا کیں مانگی تھیں اور اس کے بعد دل کو ایک سکون سا ملا تھا جو کچھ تقدیر میں ہے وہ ہو کر رہے گا ہاں رخسار کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا تھا اس کی وفائیں میرے دل میں سچو کے لگائی تھیں لیکن اس کی یاد کو دل میں بسائے بہر حال وقت گزارنا تھا رانا و سیم کا یہ معاملہ ہو جائے تو اس کے بعد دیکھوں گا کہ اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں۔“ اور میں صابر و شاکر ہو گیا کچھ وقت گزر رانا و سیم بھی اپنے آپ کو بہت بہتر محسوس کر رہا تھا پھر ناصر درانی نے کہا۔

”انتظامات ہو گئے ہیں جناب یہ کاغذات ہیں اب مجھے ان لوگوں کے چہروں پر مزدوروں کا میک اپ کرنا ہے اور آپ کے چہرے پر بھی۔“

”میک اپ کا سامان موجود ہے۔“ رانا و سیم نے سوال کیا۔

”جی ہاں اس کا انتظام ہے۔“

”تو پھر سنٹر آپ مجھے وہ سامان دے دیجئے گا میں خود کوشش کروں گا۔“

”ٹھیک ہے۔“ رانا و سیم نے جو کچھ کیا وہ قابل ستائش تھا اس نے بہت عمدہ میک اپ کیا تھا اپنے چہرے پر اور تمام انتظامات ناصر درانی نے کیے تھے چنانچہ اب وہ صرف ایک مزدور لگ رہا تھا البتہ اب ذرا ایک دوسرے مرحلے سے بھی گزرنا پڑا اور اس کے لیے ناصر درانی نے بہترین انتظامات کیے تھے ہندو گاہ ہی کے ایک علاقے میں ان چاروں افراد کو بھی طلب کیا گیا اور ناصر درانی نے ان کا جائزہ لیا میں نے بھی ان سے ملاقات کی تھی۔ ناصر درانی نے ہمیں اپنا تمام منصوبہ بتاتے ہوئے کاغذات وغیرہ ان لوگوں کے حوالے کر دیئے ایک خفیہ جگہ پر نشست ہوئی تھی ہمیں اس بات کا شدید احساس تھا کہ ہمارے چاروں طرف دشمن بکھرے ہوئے ہیں چنانچہ مجھے بھی اپنا چہرہ تھوڑا سا سنوارنا پڑا تھا میں نے رانا و سیم سے کہا۔

”میرا خیال ہے میں تمہیں کم از کم دوسرے ملک کی ہندو گاہ تک ضرور پہنچا دوں۔“ رانا و سیم نے ہاتھ جوڑ کر گلوگیر لہجے میں کہا۔

”بس مجھے اور زیر بار نہ کریں میری طرف سے اطمینان رکھیں بس آپ کی دعا درکار ہے۔“ چنانچہ اس طرح رانا و سیم کو اسٹیمر کے ذریعے روانہ کر دیا گیا اور اس کے بعد میں

ناصر درانی کے ساتھ واپس اس رہائش گاہ پر آ گیا مجھے خوشی تھی کہ جو کچھ ہوا ہے وہ بہت ہی کار آمد رہا ہے اور اس طرح ایک بڑا فریضہ تکمیل تک پہنچ گیا تھا ناصر درانی نے واپس آنے کے بعد کہا۔

”ہمارے پاس یہ نمبر محفوظ ہے جس نمبر پر رانا و سیم نے رابطہ قائم کر کے یہ ساری گفتگو کی تھی کچھ وقت کے بعد ہم اس نمبر سے معلومات حاصل کر کے یہ پوچھیں گے کہ کیا رانا و سیم اپنے ساتھیوں کے ہمراہ خیریت سے وہاں پہنچ گیا ہے یا نہیں۔“ میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”نہیں درانی ہمارا کام جس قدر تھا وہ ہم سرانجام دے چکے ہیں اصل مسئلہ ان کاغذات کو غیروں کے ہاتھوں سے محفوظ کر کے اپنے وطن واپس پہنچانا تھا وہ ضرورت اور خواہش کے مطابق ہو چکا ہے۔ اب اس کے بعد جہاں تک معاملہ رانا و سیم اور اس کے ساتھیوں کا ہے تو میں نے آخر تک انہیں پیشکش کی تھی کہ اگر اس سلسلے میں ہماری ضرورت پیش آتی ہے تو وہ مجھے بتادے اور اس نے کہا کہ وہ یہ کام خوش اسلوبی سے سرانجام دے لے گا۔ تو باقی اب اس کی ذمہ داری ہے وہ نمبر اگر تمہارے پاس محفوظ بھی ہے تو اسے ضائع کر دو اور اس سلسلے کو مکمل طور پر بھول جاؤ۔“

”ٹھیک ہے جناب جو آپ کا حکم۔ میڈم سے آپ نے اس دوران کیا کہا رکھا ہے۔ میرا مطلب ہے وہ مطمئن اور محفوظ ہیں۔ میں نے دیکھا تھا کہ وہ فلیٹ پر نہیں ہیں کیا وہ ہاں۔“

”نہیں ناصر۔ میں انہیں اللہ کے حوالے کر چکا ہوں۔“

”جی؟“

”ہاں۔ وہ اللہ کے تحفظ میں ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ اس سے بہتر تحفظ میں رخسار کو نہیں دے سکتا۔“

”سربات میری سمجھ میں نہیں آئی۔“

”چونکہ کہانی کا ابتدائی حصہ ختم ہو چکا ہے اس لیے میں تمہیں بتانے میں کوئی برائی نہیں سمجھ سکتا اصل میں یہ واقعات بڑے دلچسپ ہیں۔“ اور ان کا آغاز میں نے ابتدا سے لے کر انتہا تک ناصر درانی کو ساری تفصیل بتائی اور وہ تصویر حیرت بن گیا۔ پھر اس نے گھبراہٹ

ہوئی آواز میں کہا۔

”تو تو تو۔ آپ کو میڈم کا ابھی تک کوئی پتا نہیں ہے۔“

”وہ ان کے قبضے میں ہے اور میں سمجھتا ہوں وہ اپنے طور پر کوششیں کر رہے ہوں گے مجھے میری رہائش گاہ پر نہ پا کر انہوں نے نجانے کیا کیا کارروائی کی ہوگی مجھے اس کا علم نہیں ہے۔ ویسے ظاہر ہے کہ وہ لوگ اپنے طور پر ہر ممکن کوشش میں مصروف ہوں گے لیکن اب میں اتنا جانتا ہوں کہ جو کچھ انہوں نے کیا تھا وہ ملیا میٹ ہو چکا ہے۔“

”آپ نے کیا نام بتایا اس شخص کا جس کا تعلق اسرائیلی ایجنسی سے ہے۔“

”ایرش واش۔“

”ایجنسی نام ہے لیکن سر۔ یہ تو۔ آپ مجھے پہلے بتاتے۔“

”کیوں۔ تم کیا کرتے۔“

”میڈیم کے لیے کوشش کی جاسکتی تھی۔“

”صورت حال کا تمہیں احساس ہوگا ناصر۔ اصل میں ہم یہاں رہ رہے ہیں اور ایسا کوئی عمل نہیں کرنا چاہتے جو غیر قانونی ہو۔ ظاہر ہے اب تک کی بات بالکل مختلف تھی وطن عزیز نے ایک ذمہ داری مجھے سونپی تھی مجھے خوشی ہے کہ وہ ذمہ داری میں نے پوری کر دی اور اب میں یہ سمجھتا ہوں کہ رخسار کے حصول کے لیے مجھے ذاتی طور پر کوشش کرنا ہوگی اور وہ کوشش میں ہی کروں گا۔“

”نہیں سر۔ آپ تمہا نہیں ہیں۔ میں آپ کے ساتھ ہوں۔“

”اگر مجھے تمہاری ضرورت پیش آئی ناصر تو میں اس سے گریز نہیں کروں گا۔“

”نہیں سر مجھے کچھ سوچنا ہوگا۔ آپ مجھے تھوڑا سا وقت دیجئے۔“

”سوچو لیکن مجھ سے مشورہ ضرور کر لینا۔“ میں نے کہا اور پھر ناصر درانی سے بولا۔

”ہاں اس وقت تک کے لیے میرا خیال ہے میرا یہاں قیام ضروری ہو جاتا ہے۔“

”سر آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں یہ سب کچھ آپ ہی کا ہے آپ کو علم ہے کہ کونین

نے مجھے صرف آپ کی نگرانی کے لیے یہاں بھیجا کیا ہے۔“

”شکریہ۔ ناصر درانی۔ پھر اس کے بعد مزید دو دن گزر گئے۔ میں نے خاموشی سے

یہاں رہنا ہی مناسب سمجھا تھا اور اس دوران صرف سوچتا رہا تھا ہو سکتا ہے وہ لوگ مجھ سے

رابطہ قائم کرنے کی کوشش کریں لیکن صورت حال کا اب مجھے پورا پورا اندازہ ہو گیا تھا جس طرح کا بھی رابطہ قائم کیا جائے گا اس میں یقینی طور پر کوئی سازش ہوگی اور یہ بات آخر کار منتظر عام پر آگئی انہوں نے ایک خوبصورت کھیل کھیلا تھا اور مجھے اس بات کا اعتراف کرنا پڑا تھا کہ فوری طور پر انہوں نے مجھے چیت کر دیا تھا میں ناصر درانی کی اس رہائش گاہ کے ایک کمرے میں مقیم تھا۔ اس صبح جب میں جاگا تو ناصر درانی میرے جاگنے کا منتظر تھا۔ وہ میرے کمرے میں آیا اور بولا۔“

”میں آپ کے جاگنے کا انتظار کر رہا تھا سر۔“

”سوری۔ مجھے شاید کچھ دیر ہوگئی۔“

”نہیں۔ بلکہ میں جلد بازی میں تھا۔“

”خیریت تمہارے چہرے پر کچھ ایسے تاثرات نظر آ رہے ہیں جیسے کوئی خاص بات

تمہارے علم میں آئی ہو۔“

”جی سر۔“ ناصر درانی نے کہا اور ہاتھ میں پکڑا ہوا اخبار میرے سامنے کر دیا۔

”کوئی خاص بات۔“ میں نے اپنے بدن میں شدید سنسنی محسوس کرتے ہوئے ناصر

سے سوال کیا لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا تو میں اخبار پر نگاہ دوڑانے لگا اور یہ دیکھ کر میری

آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں کہ اخبار کے فرنٹ پیج پر میری ایک خاصی بڑی تصویر

شائع کی گئی تھی ایک لمحے کے لیے میری آنکھیں دھندلا سی گئیں۔ یہ تصویر خاصی پرانی تھی گویا

کسی ایسے وقت کی تصویر حاصل کی گئی تھی جب میں بالکل مختلف کیفیت میں تھا یہ شاندار موٹ

میں پہچان سکتا تھا جو اس وقت تصویر میں میرے بدن پر نظر آ رہا تھا میں نے آنکھیں صاف

کیں خاصا طویل لیٹر تھا آنکھیں صاف کر کے میں نے اسے پڑھنا شروع کر دیا۔

”فیصل عرف دانش منصور یہ دنیا کا خطرناک ترین آدمی قرار پایا ہے ایک ایٹمی ملک

سے تعلق رکھتا ہے اس کا ماضی تاریکی میں ہے لیکن جب یہ منظر عام پر آیا تو دانش منصور کے نام

سے لوگوں سے روشناس ہوا اس نے اپنے آپ کو ایک افریقی ملک سے وابستہ آنے والا بتایا

اور پھر صنعتی دنیا میں اپنے لیے ایک مقام پیدا کیا اپنی دانست میں اس نے ایک محب وطن کا

روپ اختیار کیا اور کچھ ایسے کام کیے جس سے یہ اندازہ ہو کہ یہ شخص اپنے وطن کا پرستار ہے۔

اہل وطن بھی اس کے فریب میں آ گئے اور حکومت میں اسے خاصا اقتدار حاصل ہو گیا اس کے

ناصر درانی میری صورت دیکھ رہا تھا۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

”سر۔ یہ سب کیا ہے؟“

”یہ میری حقیقت ہے ناصر وہ لوگ جو کچھ کہہ رہے ہیں یا اخبار میں لکھا ہے وہی سچ

ہے۔ چلو اچھی بات ہے کم از کم تمہیں میرے بارے میں کچھ معلومات تو حاصل ہوئیں۔“

”سر مجھے یہ سب کچھ معلوم تھا۔“ ناصر درانی مدھم سہجے میں بولا اور میں مسکراتی

نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔

”بہر حال ٹھیک ہے کھیل پھر سے شروع ہو گیا ہے۔“

”سر۔ میں اس کھیل میں آپ کے ساتھ برابر کا شریک ہوں۔“

”نہیں ناصر۔ یہ بالکل ذاتی کھیل ہے۔ میں تمہیں اس میں ملوث نہیں کرنا چاہتا۔“

”سر آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ کو اب تک مجھ پر بھروسہ نہیں ہوا۔“

ناصر درانی نے کہا۔

”ارے کیسی بات کرتے ہو ناصر بھلا تم پر بھروسہ نہیں کروں گا پلیز۔ اس انداز میں

سوچنے کا تصور بھی نہیں کرنا اصل میں غلطی میری ہی تھی حالانکہ میں نے کوئین سے کہا تھا۔ بار بار

کہا تھا کہ کوئین میرے ستارے ہمیشہ منتشر رہتے ہیں۔ مجھے سکون کی زندگی بسر کرنے کے لیے

نہ کہیں۔ اپنی زندگی میں یہ سکون میں نے سینکڑوں بار حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن

وقت نے اسے قبول نہیں کیا آپ وہ کر رہی ہیں جو میرا مقدر ہی نہیں ہے اور جہاں تک بے

چاری رخسار کا معاملہ ہے تو اسے اپنی زندگی میں صرف چند ہی روز میرے ساتھ مل سکے ہیں

اس سے زیادہ ہم دونوں ایک دوسرے کے لیے ممنوع ہو جاتے ہیں کوئین کو میری بات مان

لینی چاہیے تھی لیکن انہوں نے میری یہ پیش کش قبول نہیں کی نہ سہی میرا کام پھر سے شروع ہو گیا

بار سلونا سے کوئین کو ہٹا پڑا تھا۔ میں نے ان سے کہا تھا کہ کوئین میں ان لوگوں کا سراغ لگاؤں

گا اور ان کے خلاف انتقامی عمل کروں گا وہ یہ بھی نہیں مانی لیکن وقت نے مجھے خود ہی اس کا

موقعہ دے دیا۔“

”سر لیکن آپ جانتے ہیں کہ آپ کے ساتھ قیام کرنا میری ڈیوٹی ہے۔“

”ہاں میں جانتا ہوں اور تم نے اپنی ڈیوٹی بخوبی نبھائی۔“

”آپ بالکل بے فکر رہیں سر۔ میرے پاس بہترین گروپ ہے میں اپنی یہ ڈیوٹی

بعد اس نے پر پزے نکالنا شروع کر دیے اور دنیا کے کئی ملکوں میں اس نے خوفناک جرائم

کے اصل میں یہ اپنے وطن کا وفادار بھی نہیں تھا بلکہ اپنے آپ کو محبت وطن ظاہر کر کے اس نے

ارہوں ڈالر کی دولت کمائی اور زبردست اقتدار قائم کر لیا یہاں تک کہ اس نے اپنے ملک میں

ہی ایک جزیرہ خریدا۔ جسے ڈائمنڈ سٹی کا نام دے کر یہ وہاں ہولناک کارروائی کرنے لگا اس

کے منصوبوں میں شاید یہ ہی شامل تھا کہ آخر کار یہ اپنے ملک پر اقتدار قائم کر لے اور اس کے

لیے اس نے مضبوط جال بچھایا تھا کافی عرصے تک یہ دنیا کے مختلف ممالک میں خفیہ طور سے

جرائم کرتا رہا اور اس نے کئی ملکوں کی معیشت کو شدید نقصان پہنچایا یہاں تک کہ اس کا پردہ

فاش ہو گیا اور خود اس کے اپنے ملک نے اس کی اہمیت کو سمجھ لیا چنانچہ فوری طور پر ایکشن لیا گیا

ڈائمنڈ سٹی پر فوج نے قبضہ کر لیا اور اسے بروقت کنٹرول میں لے لیا گیا اس کے تمام اثاثے اور

اس کے گروپ کے افراد کو قتل کر دیا گیا تب اس نے اپنی موت کا ڈھونگ رچایا اور خود کو ایک

بار پھر سنبھالنے کی کوشش کی کہ مرنے کے بعد ہی اس کا نام تسلیم کر لیا جائے۔ لیکن اب صورت

حال واضح ہو چکی تھی لیکن کچھ عرصے کے بعد خود اس کی اپنی حکومت کو پتا چلا کہ یہ زندہ ہے اور

کہیں روپوش ہے ادھر دنیا کے کئی بڑے بڑے ملک اس کے بارے میں معلومات حاصل

کر رہے تھے اور اس کوشش میں مصروف تھے کہ یہ تلاش کر لیا جائے لیکن یہ نہایت کامیابی سے

روپوش ہو گیا تھا اور پھر ایک طویل عرصے تک یہ روپوش رہا اب سے کچھ عرصے قبل اچانک ہی

یہ پھر نمودار ہوا اور اس بار اس کا قیام لندن میں تھا اور اس نے پرنس فیصل کی حیثیت سے اپنے

آپ کو ایک بہت ہی بڑی شخصیت کے طور پر ظاہر کر دیا تھا لیکن اس چالاک آدمی کو بہت جلد

یہ پتا چل گیا کہ ایک بار پھر disclose ہو گیا ہے تو اس نے فوراً ہی روپوشی اختیار کر لی اور

خیال کیا جاتا ہے اور اس وقت وہ لندن میں ہی ہے لندن پولیس نے انٹرپول سے رابطہ قائم

کر لیا ہے اور اس شخص کی تصویریں تمام حساس ایجنسیوں کو پہنچا دی گئی ہیں آپ کو دعوت دی

جاتی ہے کہ اس خطرناک شخص کے بارے میں جہاں سے بھی معلومات حاصل ہو سکیں مقامی

حکام کو اس کی اطلاع دی جائے۔“ میں بار بار اس خبر کو پڑھتا رہا اور میرے چہرے کے

ناثرات بدلتے رہے۔ ناصر درانی کی آنکھیں میرا جائزہ لے رہی تھیں میں نے آخر کار اخبار

ایک طرف رکھتے ہوئے کہا۔

”ویری گڈ، ویری گڈ اس کا مطلب ہے کہ کھیل بڑی باقاعدگی سے شروع ہو گیا۔“

خوشی سے انجام دوں گا۔“

”نہیں مائی ڈیر۔ اصل میں صورت حال تم نہیں سمجھ پاؤ گے ابھی جہاں میں تمہاری ضرورت محسوس کروں گا۔ یقین کرو وہاں تمہیں تکلیف دوں گا۔“

”سر آپ مجھے بار بار کہنے پر مجبور کر رہے ہیں۔ کس انداز میں آپ سے کہوں کہ آپ میری بات مان لیں۔“

”اچھا ایک بات بتاؤ۔“ میں نے ناصر سے کہا۔

”جی سر۔“

”تم یہیں رہتے ہو۔“

”جی سر۔“

”کتنا عرصہ ہو گیا تمہیں یہاں رہتے ہوئے۔“

”کافی عرصے سے یہاں ہوں سر۔“

”کوئین کے لیے کب سے کام کر رہے ہو۔“

”بہت عرصہ ہو گیا۔“

”جنب کوئین بارسلونا میں تھیں تب بھی تم۔“

”جی سر میں یہیں پران کے لیے فرائض سرانجام دیتا تھا۔“

”تمہاری فیملی کہاں ہے۔“

”وہ بھی یہیں ہے سر۔“

”کیا مطلب؟“

”میری والدہ۔ والد۔ بہن بھائی سب یہیں ہیں اور اسکاٹ لینڈ میں رہتے ہیں۔“

”گڈ۔ شادی کی ہے تم نے۔“

”نہیں سر۔“

”پھر بھی ماں باپ سے کب ملتے ہو۔“

”کوئی مشکل نہیں ہے سر جب دل چاہتا ہے مل لیتا ہوں یا جب وہ طلب کرتے

ہیں۔“

”سنو اپنے والدین کے ساتھ خوش رہو اپنے آپ کو خوش اسلوبی سے اپنے کام میں

ملوث رکھو اور کوئین جیسی محبت کرنے والی اور قدر دان عورت کا دوبارہ ملنا ناقابل یقین ہے وہ بہت اچھی خاتون ہے میرا مسئلہ یہ ہے کہ میرا اس دنیا میں رخسار کے سوا کوئی نہیں ہے۔ کچھ لوگوں سے محبتیں کیں اور رشتے قائم کیے لیکن بات وہی تقدیر کی آ جاتی ہے۔ میں تو ایک کٹی پتنگ ہوں۔ ڈول رہی ہے کہاں سے کہاں پہنچے کچھ نہیں کہا جاسکتا۔“

”سر پلیز آپ۔“

”دیکھو بات سنو۔ میرا کام کوئی طویل نہیں ہے لیکن ہو سکتا ہے یہ طوالت اختیار

کر جائے ابھی ابتداء میں تو میں تمہارے پاس ہوں اور اگر عارضی طور پر میرا کوئی کام اس انداز میں بن جاتا ہے تو بہت اچھی بات ہے ورنہ پھر میں دیکھوں گا کہ مجھے کیا کرنا ہے تم مطمئن رہو اب میں یہاں سے فرار بھی نہیں ہو رہا۔“

”سر جو کارروائی ان بدبختوں نے کی ہے وہ بہت خطرناک ہے۔ میں آپ کو مشورہ

دیتا ہوں کہ سب سے پہلے آپ اپنا چہرہ تبدیل کر لیں اور مستقل میک اپ میں رہیں اور اس کی آپ فکر نہ کریں میں آپ کو اتنے لوگوں کے کاغذات بنا سکتا ہوں کہ آپ ہر گھنٹے کے بعد بھی اپنا میک اپ تبدیل کریں اور وہ لوگ آپ تک پہنچ جائیں تو کوئی فکر نہ ہو۔“

”میں بالکل ایسا ہی کروں گا لیکن فی الحال میں ریڈی میڈ میک اپ چاہتا ہوں کہ ایسا

جیسے عارضی طور پر اپنا چہرہ منتقل کر لیا جائے اور اس کے بعد اسے اتار بھی دیا جائے۔“

”وہ میں بندوبست کر دوں گا۔“

”بس تو پھر ٹھیک ہے۔ اب جنگ کا آغاز تو ہو ہی چکا ہے دیکھتے ہیں کھیتے ہیں وقت

کا انتظار کرتے ہیں۔“

”جی سر۔“ اس کے بعد ناصر درانی خاموش ہو گیا تھا مجھے سوچنے کے لیے وقت درکار

تھا اب اپنے لیے ایک لائن آف ایکشن منتخب کرنی تھی ایک نظر یہ سامنے تھا رخسار کا حصول اور اس کے ساتھ ساتھ ان لوگوں سے طاقت آزمائی اور میں اپنے آپ کو بالکل چست اور مستعد رکھنا چاہتا تھا دل پر غم کے سائے قبول کر کے کوئی کام اتنی خوش اسلوبی سے نہیں ہو سکتا تھا جتنا

ہونا چاہیے اس کے لیے ایک بار پھر مجھے اپنی پرانی کیفیت میں واپس آنا تھا یہ شخص ابھی میرے

لیے خاصا کارآمد ہو سکتا تھا اور اس سے کچھ اور بھی کام لیے جاسکتے تھے اس نے میری مطلوبہ

اشیاء مجھے مہیا کر دیں بہت عمدہ قسم کے ریڈی میڈ میک اپ تھے میں نے انہیں چہرے پر جا

کر دیکھا اور خود ہی مجھے ہنسی آنے لگی ایک لمحے میں شخصیت ہی بدل جاتی تھی اور میں اپنے آپ کو دوسروں کی نگاہوں سے محفوظ رکھ سکتا تھا پھر میں نے اس سے ایک اور سوال کیا۔

”ناصر۔ یہ بتاؤ۔ یہ رہائش گاہ جو میرے استعمال میں ہے میرا مطلب ہے فارم ہاؤس والی وہ تو فیصل کے نام سے حاصل کی گئی ہے۔ فلیٹ کی کیا پوزیشن ہے۔“

”نہیں جناب۔ فلیٹ بالکل محفوظ ہے اور ویسے اگر آپ کہیں تو آپ کے لیے ایک دو ایسی جگہیں اور مہیا کر سکتا ہوں میں جو آپ کے لیے کارآمد ثابت ہوں۔“

”ہاں یہ کام کی بات ہے۔ عارضی طور پر مجھے کوئی ایسی جگہ درکار ہے۔“

”آپ بالکل فکر نہ کریں۔ میں فوری طور آپ کو یہ چابی دے رہا ہوں۔ یہ ایک خوشنما مکان کی چابی ہے اور یہ چھوٹا سا کانسٹریکشن عام طور سے استعمال میں نہیں رہتا کبھی کبھی میرے کسی دوست کو ضرورت ہوتی ہے تو وہ عارضی طور پر مجھ سے اس کی چابی لے لیتا ہے جگہ بھی پر فضا ہے اور ایسی بھی کہ آپ اپنے آپ کو وہاں محفوظ رکھ سکیں ویسے فلیٹ بھی آپ کے نام سے نہیں ہے۔ آپ ضرورت کے وقت اسے بھی استعمال کر سکتے ہیں۔“

”اور میرے اکاؤنٹس۔“

”ان کے بارے میں آپ بالکل مطمئن رہیں اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ آپ کے کچھ اکاؤنٹس فوری طور پر منجمد کر دیے گئے ہوں گے اور وہاں سے آپ رقم حاصل نہیں کر سکتے لیکن باقی اور کوئی مسئلہ نہیں ہے جو بھی آپ کو درکار ہو۔“

”تو پھر پہلی بات تو یہ کہ تم مجھے وہ جگہ دکھا دو دوسری بات یہ ہے کہ مختلف ناموں سے میرے کچھ اکاؤنٹ کھلوا دو میں ابھی ایک دو دن یہیں قید رہوں گا جب تک کہ تم یہ سارے کام نہ کر دو۔“

”صرف ایک دن درکار ہوگا سر کام ہو جائے گا۔“ پھر باقی تمام وقت میں نے سوچتے ہوئے گزارا تھا اور اپنے ذہن میں منصوبہ بندیاں کرتا رہا تھا دوسرے دن ناصر نے وہ تمام معلومات مجھے فراہم کر دیں پھر ایک بند گاڑی میں مجھے لے کر چل پڑا جو مکان اس نے مجھے دکھایا وہ واقعی ایک خوشنما کانسٹریکشن تھا اور مجھے بہت پسند آیا تھا اور اس مکان کو اپنی عارضی رہائش گاہ مقرر کر لیا پھر میں نے اس سے کہا۔

”اس کے علاوہ ناصر مجھے ایک ٹیکسی درکار ہے۔“ ناصر نے کچھ لمحے میری آنکھوں

میں دیکھا پھر بولا۔

”ٹھیک ہے مہیا ہو جائے گی۔“

”اوکے۔ بس ضرورت کے وقت میں خود تم سے رابطہ قائم کروں گا۔“

”جی۔ میں خود بھی آپ پر نگاہ رکھوں گا۔“

”ناصر۔ بعض اوقات کوئی محبت سے اٹھایا ہوا قدم بھی مشکل بن جاتا ہے مجھ پر نگاہ

رکھنے کی کوشش مت کرنا ورنہ ہو سکتا ہے وہ میرے لیے نقصان دہ ثابت ہو۔“

”مناسب۔“ نئی جگہ بھی خوب تھی۔ قرب و جوار میں آبادی تھی لیکن ایک ہی انداز

کے کانسٹریکشن خاصے فاصلے پر بنے ہوئے تھے۔ ان کے درمیان حسین سبزہ زار تھے جہاں چہل

قدمی لطف دے سکتی تھی اور ویسے بھی یہاں باقاعدہ رہائش تھی اور چھوٹی عمر کے بچے نو جوان

لڑکیاں عمر رسیدہ عورتیں اور بوڑھے مرد اس سبزے پر چہل قدمی کرتے ہوئے نظر آتے تھے

جیسا کہ ناصر نے مجھے بتایا تھا کہ اس کے اکثر دوست یہاں آ جاتے ہیں چنانچہ اس لحاظ سے

اس کانسٹریکشن کا عارضی طور پر آباد ہونا بھی کسی کے لیے شبہ کا باعث نہیں بن سکتا تھا گویا میرے

عارضی قیام کے لیے یہ جگہ بہت مناسب تھی ناصر نے مجھے ٹیکسی بھی مہیا کر دی ٹیکسی میں نے

خاص طور سے اس لیے حاصل کی تھی کہ اگر میں کہیں جاؤں تو کسی کو مجھ پر شبہ نہ ہو سکے تو پھر

یوں ہوا کہ تمام کاموں سے مطمئن ہونے کے بعد میں نے ریڈی میڈ میک اپ چہرے پر

چڑھایا اور اس کے بعد نکل کھڑا ہوا اصل میں اب مجھے یہ دیکھنا تھا کہ وہ لوگ کہاں پوشیدہ ہیں

اور میری تلاش کس انداز میں کی جا رہی ہے یا پھر مقامی پولیس کس حیثیت سے میرے خلاف

مصروف عمل ہے۔ مجھے یہ بھی اندازہ تھا کہ آخر کار یہ تمام خبریں میرے دطن بھی پہنچ چکی ہوں

گی لیکن اہل وطن نے تو پہلے ہی مجھے داغدار کر دیا تھا اب ان سے میں کیا توقع رکھتا۔ دل سے

یہ تمام احساسات بھی نکال چھینکے۔ رخسار کی یاد دل میں چٹکیاں لیتی تو اپنے آپ کو سنبھال لیتا

یہ تو ایک جہنم ہے جو میرے سینے میں سلگایا گیا ہے۔ اس جہنم کو کبھی مدھم نہیں پڑنا چاہیے یہ

آگ ہی زندگی میں روانی پیدا کرتی رہے گی اور میں اپنا کام کر سکوں گا ان تمام باتوں کے

ساتھ ساتھ مجھے اب ان کی تلاش تھی جو میرے اصل دشمن تھے۔ حالانکہ میں جانتا تھا کہ ان

تک پہنچنا ایک مشکل کام ہے۔ لیکن پھر بھی کہیں نہ کہیں سے کوئی شواہد مل سکتے تھے ہو سکتا ہے

میں انہیں فوری طور پر نہ پاسکوں لیکن بہر حال ایک اندازہ میں نے اپنے ذہن میں قائم کر لیا

تھا۔ ایک نظریہ ترتیب دے رہا تھا اور اسی نظریے کے تحت میں اپنے طور پر مناسب طریقے سے کام کر سکتا تھا ٹیکسی ڈرائیور کا روپ دھارنا میرے لیے کوئی مشکل کام نہیں تھا میں نے آخر کار یہ کام مکمل کیا تھا اور ٹیکسی لے کر چل پڑا تھا ایک جگہ مجھے ایک جوڑا نظر آیا جس نے مجھے اشارہ کیا تھا۔ اس جوڑے کو اپنی منزل پر پہنچا کر اور معاوضہ وصول کرنے کے بعد میں وہاں سے واپس پلٹا اور اس کے بعد میں کس قدر مطمئن انداز میں اپنی اس رہائش گاہ کی جانب چل پڑا جو فارم ہاؤس کی شکل میں تھی اور جسے چھوڑے ہوئے کئی دن گزر چکے تھے دیکھنا چاہتا تھا کہ وہاں کیا کیفیت ہے کچھ وقت کے بعد میں اس علاقے میں جانکا دوری سے ٹیکسی روک کر میں نے اس رہائش گاہ کو دیکھا۔ باقاعدہ پولیس کے نرغے میں تھی۔ پولیس کی گاڑیاں بھی کھڑی ہوئی تھیں میں ایک سرسری سی نگاہ وہاں ڈال کر وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ میں نے دل میں سوچا بہر حال وہاں کوئی ایسی چیز نہیں تھی جو قابل گرفت ہوتی۔ میرے لیے تو یہ بھی اب ممکن نہیں رہا تھا کہ میں پولیس سے رخسار کی گم شدگی کے بارے میں بات چیت کر سکوں۔ سارے راستے بند ہو گئے تھے وہاں سے واپس پلٹا اور سب سے آگے بڑھتا رہا خیالات میں اس طرح کھو گیا تھا کہ اگر کسی نے مجھے رکنے کا اشارہ بھی کیا ہوگا تو میں نے اسے نہیں دیکھا تھا لیکن پھر کچھ ہی فاصلے پر جا کر اچانک مجھے ایک احساس ہوا نیلے رنگ کی دو کار میں نے دو تین بار دیکھی تھی۔ جو بڑی مست روی سے میرے ساتھ ساتھ آرہی تھی تعاقب۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا اور میرا دل خوشی سے اچھل پڑا۔ خدا کرے میرا تعاقب کرنے والے وہ لوگ ہوں جن کی مجھے تلاش ہے اور اس کے بعد میرے اور ان کے درمیان کھیل شروع ہو گیا میں نے ایک ایسے راستے پر ٹیکسی ڈال دی جو سنان تھا اور دور تک چلا جاتا تھا راستے میں جگہ جگہ بیٹرول پمپ بنے ہوئے تھے جن کے ساتھ ہی ضروریات زندگی کی چھوٹی چھوٹی دکانیں بھی بنی ہوئی تھیں۔ ایک جگہ رک کر میں نے کافی پی۔ نیلی کار مسلسل میرے تعاقب میں تھی میں اسے کسی ایسی مناسب جگہ لانا چاہتا تھا۔ جہاں میں ان لوگوں سے ایک دلچسپ ملاقات کر سکوں اور پھر وہاں سے چل کر میں نے تھوڑے فاصلے پر ایک ذیلی سڑک پر ٹیکسی اتار دی یہ ذیلی سڑک ابھی زیر تعمیر تھی اور غالباً کسی ایسی جگہ تک جاتی تھی جہاں کچھ عمارتیں بن رہی تھیں۔ یہ عمارتیں غائباً صنعتی عمارتیں تھیں لیکن ابھی زیر تعمیر تھیں اور اس وقت وہاں کام رکا ہوا تھا میں نے نیلی کار کو اسی ذیلی سڑک پر اترتے ہوئے دیکھا اور مطمئن انداز میں گردن ہلائی۔ اب

میں ان کا سامنا کر لینا چاہتا تھا۔ میرے ذہن میں دو خیالات تھے پہلی بات تو یہ کہ وہ مسلسل میرے پیچھے لگے ہوئے تھے اور اندازہ یہ ہو رہا تھا کہ ان سے دو دو ہاتھ کرنا ضروری ہو گیا ہے۔ اگر وہ مقامی پولیس ہوئی تو پھر تو مجھے باقاعدہ جرم کا آغاز کرنا پڑے گا اور ان لوگوں سے براہ راست ٹکر لینی ہوگی اور اگر وہ ایریش واش کے آدمی ہوئے تو ان سے مل لینا ضروری تھا۔ ویسے بھی مجھے ان کی تلاش تھی کم از کم سلسلہ آگے تو بڑھے دیکھنا یہ تھا کہ صورت حال کیا ہے۔ اگر میں ان کے قبضے میں آ بھی گیا تو ظاہر ہے وہ اب ان کاغذات کے حصول کے لیے تو کچھ کر بھی نہیں سکتے تھے۔ وہ کھیل تو ختم ہو گیا تھا انہیں اس مسئلے میں شکست ہو گئی تھی میں چالاکی سے کھیل بدلنے کی کوشش کروں گا اور ایک لمحے کے اندر اندر یہ صورت حال میرے ذہن میں گزر گئی تھی پھر میں نے زیر تعمیر عمارتوں سے کچھ فاصلے پر ٹیکسی روکی اور اس سے نیچے اتر آیا صورت حال کا اچھی طرح جائزہ لیے بغیر کوئی عمل کرنا مناسب نہیں تھا۔ پولیس کے افراد بوئے تو انہیں موقع دوں گا کہ وہ میرے قریب آ جائیں لیکن بہر حال ان کے ہاتھوں میں لگنا میرے لیے ممکن نہیں تھا نیلی کار والوں نے اب کوئی ایسا عمل نہیں کیا جس سے یہ اندازہ ہو کہ وہ خود کو مجھ سے چھپانے کی کوشش کر رہے ہیں وہ کچھ فاصلے پر آ کر رک گئے تھے پھر کار کے چاروں دروازے کھل گئے لیکن اگلی سیٹ سے صرف دو آدمی اترے تھے اور انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے ہوئے تھے میں دلچسپی سے انہیں دیکھتا رہا وہ مجھ سے کوئی دس گز کے فاصلے پر آ کر رک گئے مقامی ہی لوگ معلوم ہوتے تھے ان میں سے ایک نے اپنا کوٹ اتارا اور پھر دوسرے نے بھی وہی عمل کیا اس کے بعد ان میں سے ایک نے کوٹ میری جانب اچھال دیا اور بولا۔

”اس میں پستول موجود ہے چیک کر لو اور چاہو تو ہاتھ میں نکال کر بھی لے لو اور دیکھو ہم یہ اپنی قمیص کے بٹن کھول رہے ہیں ہمارے پاس بغلی ہولسٹر بھی نہیں ہے جس سے تمہیں یہ خوف ہو کہ ہم نے ہتھیار پوشیدہ کر رکھے ہیں۔ پتلون کی یہ جیبیں بھی دیکھ لو گویا ہم ہاتھ خالی ہاتھ ہیں پستول نکالو اور ہمیں کور کیے ہوئے ہماری کار تک آؤ اور یہ دیکھ لو کہ کار میں بھی کوئی نہیں ہے اصل میں ہم تم پر یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ ہم سے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا ہم تم سے صرف بات کرنا چاہتے ہیں اور تم ہم پر غنہار کرو۔“ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی یہ انداز مجھے پسند آیا تھا۔ میں نے کوٹ اٹھا کر اسے جھاڑا اور پھر اسے ہاتھ پر لٹکانے ہوئے

واپس ان کے قریب آیا اور بولا۔

”جب اعتبار کی بات ہوتی ہے دوست تو صرف زبان پر ہی اعتبار کیا جاتا ہے۔ کوٹ کی تلاشی یا ریوالور کا ہاتھ میں لے لینا زبان سے زیادہ اہمیت کا حامل نہیں ہوتا میں ذرا بیوقوف آدمی ہوں اس لیے زبان پر اعتبار کرتا ہوں۔“ میں نے کوٹ اس شخص کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا اور اس کے چہرے پر کس قدر حیرت کے آثار نظر آئے اس نے اپنے دوسرے ساتھی کی جانب دیکھا تو دوسرے ساتھی نے کہا۔

”یہ اچھی بات ہے اگر اعتبار کی فضا میں گفتگو کا آغاز ہو تو گفتگو موثر رہتی ہے پھر بھی دوست کم از کم کار میں تو جھانک ہی لو۔“

”ٹھیک ہے۔ اگر تم صرف دو افراد ہو تو میں اس بات پر یقین کرتا ہوں۔“

”اور اب اپنے چہرے سے عارضی میک اپ بھی اتار دو۔ اس کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس میں بھی تم اپنی شخصیت کو پوشیدہ نہیں رکھ سکتے۔ ہم نے ایک نگاہ میں تمہیں پہچان لیا تھا مسٹر دانش منصور۔“

”گڈ۔ پہچان لیا ہے تو ٹھیک ہے۔ اسے میرے چہرے پر ہی رہنے دو۔“ میں نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ اب یہ بتاؤ گفتگو کرنے کے لیے یہ جگہ زیادہ مناسب رہے گی یا ہم کسی اور مناسب جگہ چل کر بیٹھیں۔“

”نہیں۔ اب اتنا اعتبار ہی کافی ہے۔“ میں نے بے خوفی سے کہا ان لوگوں کی نگاہوں میں میرے لیے پسندیدگی کے آثار تھے میں نیلی کار سے نک گیا۔ ان میں سے ایک نے کہا۔

”ہم بلا نکا گروپ سے تعلق رکھتے ہیں اور ہمارے چیف کا نام ٹوری بلا نکا ہے۔“

”ٹھیک۔ آگے۔“ میں نے کہا۔

”ہمارا گروپ کرائے کے دوستوں کا گروپ کہلاتا ہے اور اگر ان الفاظ سے ہمارا مفہوم ادا ہو سکتا ہے تو سمجھو کہ اتنا ہی کافی ہے۔“

”کرائے کے دوست۔“

”ہاں۔ ہم مناسب معاوضہ لے کر ہر کام کر دیا کرتے ہیں اور ہمارا چیف مسٹر ٹوری

بلا نکا ایک بہت ہی منفرد شخصیت کا مالک ہے۔ ہم اپنے کلینٹس کو تلاش کرتے ہیں اور پھر ان سے باقاعدہ تعاون کر کے سودیے بازی کرتے ہیں تم اپنی رہائش گاہ پر گئے تھے ہمیں یقین تھا کہ تم ہمیں وہیں دستیاب ہو سکتے ہو اور ہم نے تمہیں پہچان لیا اب ہم وہیں دستیاب ہو سکتے ہو اور ہم نے تمہیں پہچان لیا اب ہم تم سے ایک مناسب سودا کرنا چاہتے ہیں اگر یہ سودا تمہارے لیے منافع بخش نہ ہو تو اس بات کا وعدہ کیا جاتا ہے کہ نہ تو ہم کمینہ بن کر کے تمہیں کوئی نقصان پہنچائیں گے اور نہ ہی تم سے ناجائز طریقے سے کچھ وصول کرنے کی کوشش کریں گے ایک بہتر کاروبار کا یہ ہی صحیح طریقہ ہوتا ہے کہ کسی انسان سے اس کا فائدہ اٹھاؤ سودا ہو جائے تو بہت اچھا ہے ورنہ اس کا موقعہ دو اسے کہ دوسری بار کسی ضرورت پر وہ ایماندار لوگوں سے ملاقات کرے۔“ مجھے ہنسی آگئی میں نے کہا۔

”تو ایماندار کرائے کے دوستو! مجھے دوستوں کی ضرورت تو ہے لیکن یہ بتاؤ کیا صرف ان الفاظ پر بھروسہ کیا جاسکتا ہے۔“

”دیکھو دوست۔ دنیا میں سب سے کامیاب آدمی وہی ہوتا ہے جو خطرات لینے پر آمادہ ہو۔ بغیر خطرہ مول لینے دنیا کا کوئی کام نہیں ہوتا یہ ایک بہت پرانا مقولہ ہے لیکن ایک ٹھوس حقیقت پر مبنی۔“

”ہاں میں اسے تسلیم کرتا ہوں۔“

”تو پھر یوں کرو۔ اپنی گاڑی میں ہمارے ساتھ ساتھ آ جاؤ اور ہمارے چیف سے ملاقات کرو وعدہ کیا جاتا ہے کہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔“

”ٹھیک ہے مجھے اعتراض نہیں ہے۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور ان لوگوں نے میرا شکریہ ادا کر کے میری جانب مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھا دیے۔

”کیا ہاتھ ملانا وقت سے پہلے مناسب ہوتا ہے۔“

”ہاں۔ یہ ابتداء ہوتی ہے دوستی کی۔“

”ٹھیک ہے۔“ میں نے ان دونوں سے مصافحہ کیا ان میں سے ایک نے کہا۔

”ہم تمہیں مجبور نہیں کریں گے کہ ہمارے ساتھ چلو اپنی کار میں ہمارے پیچھے پیچھے آ جاؤ اور بے فکر ہو ابھی ہمارے تمہارے درمیان کوئی سودیے بازی نہیں ہوتی ہے۔ لیکن ایڈوانس کے طور پر اگر تمہیں کوئی خطرہ درپیش ہو تو ہم تمہاری مدد کریں گے چلو آ جاؤ۔ اور اس

کے بعد وہ دونوں نیلی کار میں جا بیٹھے میں نے مسکراتے ہوئے ٹیکسی کا اسٹیئرنگ سنبھال لیا تھا پھر ہم لوگ وہاں سے چل پڑے۔ ان لوگوں نے کار واپس شہر کی جانب نہیں موڑی تھی بلکہ مخالف سمت ہی مڑ گئے تھے۔ میں نے اعتراض نہیں کیا اور ان کے پیچھے پیچھے چل پڑا اب دل و دماغ کو میں نے آزاد چھوڑ دیا تھا دفعت نے نئی کہانی شروع کر دی تھی تو میں نے خوشی سے اس کہانی کو قبول کر لیا تھا اور بہر حال وقت اب تک تو مجھ پر مہربان رہا تھا مسائل اور مصائب کس کی زندگی کے ساتھ نہیں ہوتے لیکن وقت سے منحرف ہونا اور اسے برا بھلا کہنا مجھے ناپسند تھا ان لوگوں نے کافی فاصلہ طے کیا اور پھر ایک چھوٹی سی خوشنما آبادی میں داخل ہو گئے یہ ایک دیہات تھا سرسبز و شاداب چھوٹی بڑی عمارتیں یہاں بکھری ہوئی تھیں یہ بھی ایک فارم ہاؤس تھا جس میں لکڑی کا گیٹ بنا ہوا تھا لکڑی کے گیٹ کے دوسری جانب وسیع و عریض میدان میں خوبصورت پودے نظر آ رہے تھے۔ ان پودوں کے درمیان ایک رنگین لباس ہوا میں اڑ رہا تھا کوئی لڑکی تھی جو پودوں کے درمیان بیٹھی غالباً ان پر کوئی کام کر رہی تھی۔ نیلی کار فارم ہاؤس کے آخری سرے پر بنی ہوئی عمارت کے سامنے جارکی میں نے ٹیکسی وہیں روک دی تھی اور پھر نیچے اتر آیا تھا وہ لوگ دوستانہ انداز میں مجھے لیے ہوئے آگے بڑھ گئے اور آخر کار ہم عمارت میں داخل ہو گئے۔ عمارت کے داخلی دروازے کے بعد ایک وسیع و عریض ڈرائیونگ روم تھا جو قدیم فرنیچر سے سجا ہوا تھا عمارت میں رہنے والوں کی خوش ذوقی کا اس فرنیچر سے اندازہ ہوتا تھا ان لوگوں نے مجھے بیٹھ جانے کے لیے کہا اور ان میں سے وہی شخص جواب تک مجھ سے گفتگو کرتا رہا تھا بولا۔

”میں مسٹر بلا نکا کو تمہاری آمد کے بارے میں اطلاع دیتا ہوں۔ آرام سے بیٹھو۔“ اور میں بیٹھ گیا کیا ہی دلچسپ بات تھی لیکن میرے علاوہ اور کوئی شاید اس طرح کے خطرات مول لینے کی حماقت نہ کرتا لیکن اب میری زندگی میں احتیاط نام کی کوئی چیز تقریباً مقصد ہی ہو گئی تھی ایک تنہا زندگی کے لیے شدید احتیاط بھی حماقت ہوتی ہے اور اس سے کوئی فائدہ نہیں تھا پھر جو شخص اندر داخل ہوا وہ مناسب جسامت کا بگڑی ہوئی صورت والا آدمی تھا یوں لگتا تھا جیسے اس کا چہرہ کبھی مختلف حصوں میں تقسیم ہو چکا ہو اور بعد میں اسے جوڑ دیا گیا ہو ایسے ہی نشانات تھے جیسے کسی دیوار کے پھٹ جانے کے ہوتے ہیں ایک نشان پیشانی سے ناک اور رخسار پر ہوتا ہوا جڑے سے گزر کر گردن کے پاس ختم ہو گیا تھا۔ دوسرا کان سے ایک نشان چلا

تھا تو ٹھوڑی پر آ کر ختم ہو گیا تھا۔ اسی طرح اس کے چہرے پر ایسی کوئی دراڑیں نظر آ رہی تھیں جو بے شک بھر گئی تھیں لیکن ان پر ہلکی ہلکی گوشت کی لکیریں ابھری ہوئی تھیں جن سے اس کی شخصیت بڑی عجیب محسوس ہوتی تھی وہ بڑے محبت بھرے انداز میں مسکراتا ہوا آگے آیا اور میری طرف ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا۔

”میرا نام ٹوری بلا نکا ہے۔ تم مجھے مسٹر ٹوری یا مسٹر بلا نکا کہہ سکتے ہو۔“

”ہیلو مسٹر بلا نکا۔“

”بیٹھو۔ مائی ڈیئر دانش منصور۔“ اس نے کہا اور میں شکریہ ادا کر کے دوبارہ بیٹھ گیا وہ دوستانہ انداز میں میرے سامنے ہی بیٹھ گیا تھا پھر اس نے کہا۔

”اب بے تکلفی سے یہ بتاؤ۔ چائے پیو گے کافی یا۔۔۔۔۔“

”نہیں یا کی کوئی گنجائش نہیں چائے اور کافی میں سے جو کچھ بھی مل سکے۔“

”تم نے سنا۔“ بلا نکا نے سامنے رکھے ہوئے ایک چوکور سے بکس کی جانب رخ کر کے کہا۔

”لیس سر۔“ بکس سے آواز آئی اور بلا نکا مجھے دیکھنے لگا۔ پھر اس نے کہا۔

”میری اور آپ کی واقفیت صرف اخبار میں چھپی ہوئی کہانی کی حد تک ہے مسٹر دانش منصور۔ اس سے آگے اور اس کے پیچھے آپ کیا ہیں یہ مجھے بالکل نہیں معلوم میں بددیانتی سے یہ نہیں کہوں گا کہ مجھے آپ کے جرائم کی پوری فہرست حاصل ہے اور نہ مجھے اس کی ضرورت ہے۔ مسٹر دانش منصور اخبار میں چھپی ہوئی کہانی کے بعد مقامی پولیس آپ کے بارے میں سخت چھان بین کر رہی ہے وہ آپ سے کیا چاہتی ہے اور دنیا کے مختلف ملکوں کو آپ سے کیا دلچسپی ہے خود آپ کا اپنا ملک آپ کے سلسلے میں کیا نظریات رکھتا ہے یہ صرف آپ کا ذاتی معاملہ ہے میں ٹوری بلا نکا آپ سے اپنا مختصر سا تعارف کرا دوں۔ تعلق اسکاٹ لینڈ پارڈ سے ہے اور دوسری جنگ عظیم میں کرنل بلا نکا کی حیثیت سے برطانوی حکومت کی وفاداری کرتا رہا ہوں ایک چھوٹا سا جرم سرزد ہو گیا تھا جس کی بناء پر جنگ کے بعد برطانوی حکومت نے میرے مفادات کو نظر انداز کر کے مجھے جیل میں ڈال دیا تھا اور اس کے بعد میں برطانوی حکومت کی وفاداریوں سے منحرف ہو گیا۔ کافی سال جیل میں گزارے اور وہاں سے مجرموں کی ایک ٹیم اکٹھی کر کے باہر نکل آیا ہر طرح کے جرائم کیے جن میں قتل، ڈاکہ زنی،

اسمگلنگ وغیر سب کچھ شامل ہیں پھر طریقہ کار تھوڑا سا تبدیل کر لیا اور اب صرف ضرورت مندوں کی مدد کرتا ہوں اپنے آپ کو کرائے کا دوست کہتا ہوں۔ مختلف بڑے لوگوں کے مسائل حل کرتا ہوں اور اس طرح اپنا اور اپنے گروپ کا پیٹ پالتا ہوں۔ مجھے ہمیشہ رسک کی تلاش رہتی ہے آپ کی یہ کہانی دلچسپ محسوس ہوئی۔ میں جانتا ہوں کہ پولیس آپ کو بہر حال تلاش کر لے گی برطانوی پولیس بے حد ذہن ہے لیکن میں آپ کی مدد کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے اس بات کا علم ہے مسٹر دانش منصور یا جعلی نام کے ساتھ مسٹر فیصل کہ آپ کو برطانیہ میں ایک مضبوط مالی حیثیت حاصل ہے اور آپ مالی طور پر بہت مطمئن آدمی ہیں۔ پولیس نے بے شک آپ کے مکان پر قبضہ کر لیا ہے اور آپ کے اثاثے تلاش کر رہی ہے لیکن ہر بڑا آدمی اتنا بیوقوف نہیں ہوتا کہ اپنے تمام اثاثے دوسروں کی نگاہوں میں رکھے۔ چنانچہ آپ کو پولیس سے نجات دلانے کے لیے ہر وہ عمل کیا جاسکتا ہے جو ممکن ہو یہ بالکل نہیں کر سکتا میں کہ پولیس نے آپ پر جو الزامات عائد کیے ہیں یا دوسرے ملکوں نے میں ان کی تردید کرنے کے لیے قانونی سہارے حاصل کروں لیکن آپ یہاں سے جس ملک میں بھی جانا چاہیں میں آپ کو وہاں با آسانی ایک نئی حیثیت سے پہنچا سکتا ہوں۔ یہ میری پیشکش ہے اور اس کے نتیجے میں میں نے آپ جیسی شخصیت کے لیے صرف دس لاکھ پاؤنڈ معاوضہ رکھا ہے۔ اس میں کوئی سودے بازی نہیں یہ معاوضہ آپ کو ادا کرنا ہوگا اور دنیا کے کسی ملک کا بھی نام لے لیجئے۔ وہاں آپ کو کسی بھی حیثیت سے پہنچایا جاسکتا ہے۔ کہئے سودا کیسا رہے گا۔“

”بہت اچھی پیشکش ہے مسٹر بلاؤنکا لیکن افسوس اس میں ایک بہت بڑی خالی ہے۔ بلاؤنکا نے چونک کر مجھے دیکھا اور بولا۔“

”کیا مطلب۔“

”اگر برٹش پولیس مجھے پانے میں کامیاب ہو جاتی ہے تو آپ یقین کیجئے میرے حق میں بہتر رہے گا کچھ ایسے پیچیدہ واقعات ہیں جن کا آپ کے لیے سراغ لگانا بڑا مشکل ہوگا اور پولیس کے ہاتھوں میں پہنچنے کے بعد صرف اتنا ہی ہوگا کہ مجھے میرے ملک کے حوالے کر دیا جائے اور اگر مجھے میرے ملک کے حوالے کر دیا جاتا ہے تو میرے پاس اتنے وسائل ہیں کہ میں وہاں اپنے لیے ہمدردیاں تلاش کر سکتا ہوں۔ لیکن میرا اصل مسئلہ کچھ اور ہے۔“

ٹوری بلاؤنکا گہری نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا پھر اس نے کہا۔

”اصل مسئلے میں ہماری کوئی مداخلت ممکن ہے۔“

”ہاں۔“

”گویا کچھ مل جانے کی امید۔“ وہ بے اختیار مسکرا دیا۔

”پورے دس لاکھ پاؤنڈ۔“ میں نے جواب دیا اور اس کی آنکھوں میں تعریف کے

تاثرات ابھر آئے پھر اس نے کہا۔

”سودا ہو رہا ہے ہوگا اور ممکن ہے تکمیل تک پہنچ جائے لیکن آدمی شاندار ہو کم از کم اپنی

گفتگو سے اپنے مد مقابل کو مرعوب کرنا جانتے ہو۔“

”نہیں مسٹر ٹوری۔ انداز آپ کا بھی بہت شاندار ہے اور کرائے کے یہ دوست مجھے

پسند آئے ہیں۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”شکریہ۔ تو پھر ذرا جلدی سے ہمارے لیے وہ نئی خدمت بتاؤ۔ مانی ڈیئر دانش منصور

تا کہ ہمیں کچھ امید ہو۔“

”یہاں لندن میں بہت عرصے سے سکون کی زندگی گزار رہا ہوں اور برطانوی پولیس

اگر لندن میں یہ تلاش کرنا چاہے گی کہ میں نے کوئی جرم کیا ہے یا نہیں تو اسے مایوسی کا سامنا

کرنا پڑے گا کیونکہ میں نے یہاں پناہ لینے کے بعد کوئی جرم نہیں کیا بلکہ ایک برطانوی شہری

کی حیثیت سے انتہائی نیک اور دیانتدارانہ زندگی گزار رہا ہوں۔ یہ صرف کچھ لوگوں کا عمل ہے

جنہوں نے مجھے اس مشکل میں ڈالنے کی کوشش کی ہے اس سارے کھیل کے بانی وہی لوگ

ہیں۔“

”گڈ۔ بولتے رہو۔ بڑی دلچسپ گفتگو ہو رہی ہے ہمارے درمیان۔“ اس نے کہا

اتنی دیر میں ایک ملازم چائے وغیرہ کے برتن سجائے ہوئے آگیا تھا اس نے چائے بنا کر ہم

دونوں کے سامنے رکھ دی۔

ٹوری نے مجھے اشارہ کیا اور میں چائے کا کپ اٹھا کر اس کے سپ لینے لگا پھر میں

نے ٹوری سے کہا۔

”اس کا نام ایرش واش ہے تعلق شاید اسرائیل سے ہے یا کہیں اور ہے اپنے گروپ

کے ساتھ کام کر رہا ہے مقامی پولیس کا تعاون اسے حاصل ہے مجھے اس شخص کی تلاش ہے اور

اگر تم مجھے اس کے بارے میں مکمل تفصیلات فراہم کر دیتے ہو تو دس لاکھ پاؤنڈ کا یہ معاوضہ میں

خوشی سے قبول کر سکتا ہوں تم اگر چاہو تو یہ معاوضہ ایڈوانس بھی ادا کیا جاسکتا ہے۔“

”جب دو بڑے آدمی ایک دوسرے کے سامنے ہوتے ہیں تو چھوٹی باتیں بری لگتی ہیں اور انہیں اس سے گریز کرنا چاہیے جیسے میں اور جیسے تم کم از کم مجھے بھی دنیا کا تجربہ ہے اور میں جانتا ہوں کہ تم کام ہو جانے پر مجھے میرا معاوضہ ضرور ادا کرو گے چنانچہ سودا منظور اب یہ میری ذمہ داری ہے کہ۔۔۔ مختصر وقت میں تمہارا کام کر دوں۔“

”تو پھر میں آپ سے دوبارہ ہاتھ ملانا چاہتا ہوں مسٹر ٹوری بلا نکا۔“ میں نے کہا اور اس نے خوش دلی سے اپنا ہاتھ مصافحے کے لیے آگے بڑھا دیا پھر بولا۔

”اور یہ تمہاری مرضی پر منحصر ہے کہ اس دوران جب تک میں تمہارے لیے مناسب معلومات فراہم نہ کر دوں تم یہاں قیام کر سکتے ہو ایک محفوظ قیام جس میں یقینی طور پر تمہیں کسی شکایت کا موقع نہیں ملے گا۔“ میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا دلچسپ آدمی تھا اور جو کچھ اس نے مجھے اپنے بارے میں بتایا تھا اس کے تحت میرے خیال میں کافی قابل اعتماد ہو سکتا تھا میں نے اس سے کہا۔

”بالکل ٹھیک اور میں یہ نہیں کہوں گا کہ اس قیام کا جو بھی معاوضہ مجھ سے طلب کیا جائے میں وہ ادا کرنے کے لیے حاضر ہوں اور میں یہ بات اس لیے نہیں کہوں گا کہ اپنے دوست کی شخصیت کا مجھے اندازہ ہو گیا ہے۔“ اس نے مسکراتے ہوئے مجھ سے ہاتھ ملایا اور کہا۔

”بہت اچھا آغاز ہے اور یقینی طور پر تمہیں مجھ سے کوئی شکایت نہیں ہوگی۔“ میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی اور دل میں سوچا کہ کم از کم ایرش واش کے لیے بھی اب تھوڑی سی مشکلات پیدا ہو جائیں گی بہر حال ایک انوکھا آغاز ہوا تھا اور اب آنے والے وقت کا انتظار کرنا تھا۔

وقت انسان کو کیسی کیسی عجیب شکلیں دے دیتا ہے وہ اپنے مزاج سے کتنا مختلف ہو جاتا ہے۔ اس وقت کوئی مجھے دیکھتا، مجھے سوچتا۔ تو اسکے بڑے عجیب و غریب احساسات ہوتے ہیں اگر اپنی کہانی کہوں تو اپنے آپ میں گم ہو جاتا کیا زندگی کا آغاز ہوا تھا اور کہاں سے کہاں پہنچ گیا تھا ساری زندگی کا حاصل اگر کچھ تھا تو وہ صرف رخسار کی ذات ہے۔ رخسار کے ساتھ کسی انتہائی پوشیدہ مقام پر ایک مل مزدور کی حیثیت سے بھی زندگی گزار سکتا تھا اور وہ

زندگی شاید مجھے موجودہ زندگی سے زیادہ پرکشش اور حسین محسوس ہوتی کہ میں نے بھی اور رخسار نے بھی زندگی کے ہر اس رنگ کو خوش اسلوبی سے گزار لیا ہے جو انسان کی طلب ہوتی ہیں لیکن کوئین میکوویا نے ایک بار پھر مجھے ایک حیثیت دی اور یہ حیثیت ہمیشہ کی طرح مجھے راس نہیں آئی تھی۔ نہ جانے کہاں کہاں سے تقدیر نے گھما پھرا کر پھر وہی سب کچھ کر ڈالا تھا جو میرے ساتھ ہوتا چلا آیا تھا۔ رخسار ہوتی تو کچھ اور نہ مانگتا لیکن رخسار ہی چھن گئی تھی جہاں تک اپنے وطن، اپنے پیارے وطن کے لیے کچھ کرنے کا سوال تھا تو اب اس بارے میں کہتے ہوئے بھی شرم آتی ہے کہ احسان کی ہی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے میں نے دنیا کی ہر شے کو اپنے وطن کے سامنے بیچ قرار دیا تھا اور جہاں وطن کا سوال آ جاتا تھا وہاں ہمارے لیے اور کچھ باقی نہیں رہتا تھا رخسار کو ایک بار پھر کھو بیٹھا تھا لیکن اگر دل کو سکون تھا تو یہ وہ ایسی راز جو حکومت اسرائیل لے جانا چاہتی تھی میں نے واپس اپنے وطن کو بھجوا دیے اور میرے وطن کی امانت محفوظ رہی اور بس یہ سکون ایک عجیب سی نشہ آور کیفیت مجھ پر طاری رکھتا تھا۔ بیچاری رخسار بھی عجیب سی تقدیر لے کر آئی تھی میری وجہ سے اس کا بھی سب کچھ چھن گیا تھا۔ نہ جانے کس حال میں ہوگی لیکن پے درپے حادثات نے مجھے بڑا حوصلہ بخشا تھا اور ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کرنے کی سکت میرے اندر پیدا ہو گئی تھی ماحول بدلتا رہتا تھا نہ جانے کیا کیا ہوتا تھا اب یہ ایک نئی صورت حال پیدا ہو گئی تھی میں نے بھی نہ جانے کیوں بے خیالی کے سے انداز میں ہاتھ پاؤں ڈھیلے چھوڑ دیے تھے حالانکہ یہ میرا مزاج نہیں تھا کہ اپنی ذمہ داریاں دوسروں کے سپرد کر کے خود سکون کی نیند سو جاؤں سکون کی نیند ہونی نہیں چاہیے لیکن بس ان دنوں طبیعت پر کچھ ایسی ہی کیفیت سوار تھا اس فارم ہاؤس میں مجھے بڑا باعزت مقام دیا گیا تھا ٹوری بلا نکا خاصا اچھا انسان معلوم ہوتا تھا اب اچھے برے کا معاملہ اپنی سمجھ کے مطابق طے کرنا ہر شخص کا حق ہے کسی کے ذہن میں اچھے کا تصور کچھ اور ہوتا ہے میرے ذہن میں کچھ اور تھا۔ اس نے اپنے آپ کو چھپایا نہیں تھا کرائے کے دوست ہر شخص کی مشکلات کا حل تلاش کرتے رہتے تھے بڑی بات یہ تھی کہ اس نے صرف وعدے کی بنیاد پر میرے لیے کام کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا اور میں نے اسے ایڈوانس رقم دینا چاہی تھی تو اس نے اسے قبول نہیں کیا تھا۔ بہر حال یہاں اس فارم ہاؤس میں میرے لیے آزادی کی جگہ بھی بہت پر فضا اور خوشگوار حیثیت کی حامل تھی میں وہاں تقریباً بارہ گھنٹے گزار چکا تھا اس کے بعد میں باہر نکل آیا اور میں نے فارم ہاؤس کے ماحول کو

دیکھا۔ یہاں باقاعدہ پھولوں کی کاشت کی گئی تھی اور عمارت کے بیرونی حصے کے علاوہ عقی حصے میں پھولوں کے جو تختے لگائے گئے تھے ان میں بڑی ترتیب تھی اور اس وقت بھی جب میں اس عقی حصے میں آ کر نکلا تو چار رنگ کے پھولوں کے درمیان پانچویں رنگ کا ایک لمبی ٹکڑا پھول مجھے نظر آیا اور میں ایک لمحے کے لیے چونک پڑا۔ بڑے سادہ سے دھلے دھلے سے خدوخال کی حسین لڑکی تھی خوبصورت لباس میں ملبوس پھولوں کے پاس بیٹھی غالباً کوئی عمل کر رہی تھی مجھے دیکھا تو چونک کر سیدھی ہو گئی پھر ہاتھ سے مجھے قریب آنے کا اشارہ کیا اور میں آہستہ آہستہ اس کی جانب چل پڑا بڑے گہرے شناسائی کے انداز میں مسکرائی اور بولی۔

”مسٹر ڈینش۔“ میں نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلائی اس نام سے نہ جانے مجھے کون کون مخاطب کر چکا تھا لیکن یہ بہت پرانی بات تھی اور اس وقت وہ مجھے یاد نہیں آ رہا تھا جس نے مجھے آخری بار ڈینش کہہ کر مخاطب کیا تھا دانش کو ڈینش کتنی ہی بار کہا جا چکا تھا۔ بہر حال مجھے صرف اس بات سے دلچسپی محسوس ہوئی کہ وہ میرے نام سے واقف ہے اور اپنے چہرے سے اس طرح کا اظہار کرتی ہے جیسے مجھے بخوبی جانتی ہو یہ ذرا تعجب کی بات بھی تھی وہ بولی۔

”خاموش کیوں ہو؟“

”نہیں یہ سوچ رہا ہوں کہ تم مجھے جانتی ہو لیکن میں تمہارے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔“

”انکل بلا نکا میرے انکل ہیں اور میرا نام ریٹا ہے بس میرے مئی ڈیڈی مرچکے ہیں۔ انکل مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں میں انکل کے بہت سے معاملات میں ان کے لیے کام کرتی ہوں جیسا کہ تمہیں کرائے کے دوستوں کے بارے میں علم ہوگا ہمارے مختلف سیکشن ہیں اور ہم میں سے ہر شخص ضرورت کے مطابق ہر کام کے لیے تیار رہتا ہے۔“ میں نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھا اور پھر بولا۔

”گویا تم بھی کبھی کبھی کرائے کے دوستوں کے لیے کام کر لیتی ہو؟“

”کیوں نہیں میں انکل کے لیے بہت اہمیت رکھتی ہوں انکل ضرورت کے وقت مجھے استعمال بھی کرتے ہیں اور شاید تم اس بات پر یقین نہ کرو کہ میں نے انکل کے لیے بہت سے کارنامے سرانجام دیے ہیں۔“

”تو کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں یہاں کیوں آیا ہوں؟“

”ہاں تم انکل کے کلائنٹ ہو اور انکل تمہارے لیے کوئی کام کر رہے ہیں تمہارا نام میرے علم میں آ چکا ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ تمہارے اور انکل کے درمیان جو سودا طے ہوا ہے وہ انکل کے لیے بہت منافع بخش ہے۔“

”کتنے آدمی ہیں تمہارے ساتھ؟“

”نہیں ہمارے بارے میں تحقیقات کرنے کی کوشش مت کرو ہم تمہارے لیے کام کر رہے ہیں تمہارا کام مکمل ہو جائے گا تم چلے جاؤ گے لیکن یہ معلومات ہمارے پاس سے باہر نہیں جانی چاہئیں۔“

”ہاں اصولی بات ہے لیکن میں نے کسی خاص مقصد کے لیے نہیں بس یونہی رواروی میں تم سے یہ سوال کر ڈالا تھا۔“

”میں جانتی ہوں تم ہمارے دوست ہو دشمن نہیں۔“

”ٹھیک تو مس ریٹا آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔“

”تم اگر چاہو تو مجھ سے دوستی کر سکتے ہو میں بہت اچھی لڑکی ہوں برائیوں میں نہیں پھنسنا چاہتی نہ ہی کسی اچھی شکل کے شخص کو دیکھ کر میرے دل میں عشق و محبت کا طوفان برپا ہو جاتا ہے یہ ان بھلے ہوئے ذہنوں کی لڑکیوں کا کام ہے جو اپنی منستان راتوں میں صرف ایک مرد کے خواب دیکھتی ہیں میں ایسے خواب نہیں دیکھتی بلکہ میں حقیقتوں کی قائل ہوں۔“

”گڈ۔“ میں نے دلچسپی سے کہا۔

”تم سے مل کر تو اب اور بھی زیادہ خوشی ہوئی مس ریٹا۔“

”اگر تم اچھے آدمی ہو تو میری اس بات کو یقینی طور پر پسند کرو گے میں یہ نہیں کہتی کہ زندگی میں انسان عام لوگوں سے مختلف ہوتا ہے لیکن طریقہ کار عام زندگی کے لیے بہت اچھا ہوتا ہے یہ تو نہیں کہ ہم اپنے ذہن پر ایک ہی سوچ مسلط رکھیں۔“

”تم میرے ذہن پر قابو پاتی جا رہی ہو ریٹا۔“

”ایک اچھے دوست کی حیثیت سے اس سے آگے پیچھے مت سوچنا میں کسی بھی طور ایک لڑکی بن کر تمہیں نہیں مل سکتی۔ اس بات کا خیال رکھنا بولو کیا اس کے بعد بھی دوستی قبول کرو گے؟“

”میری اور تمہاری دوستی ہی کیا ریٹا چند روز کا کام ہے اس کے بعد چلا جاؤں گا۔ تمہیں میری دوستی سے کوئی فائدہ حاصل ہوگا اور نہ مجھے۔“

”یہ تمہاری مرضی پر منحصر ہے وقت گزاری کے لیے انسان خوبصورت پھولوں کا گلہ سستہ بھی بنا لیتا ہے کیا میں تمہیں ایک پھول پیش کروں؟“

”اس نے کہا اور ایک پھول توڑ کر میری طرف بڑھا دیا۔“

”شکریہ۔“

”جب لوگ کسی کا دیا ہوا پھول قبول کر لیتے ہیں تو اس کا مقصد ہے کہ وہ اس کی دوستی کو قبول کر رہے ہیں۔“ وہ ہنس پڑی میں نے خود بھی ایک پھول توڑا اور اسے دیتے ہوئے کہا۔

”چلو ٹھیک ہے ہم دوست بن گئے اور ریٹا واقعی بہت اچھی دوست ثابت ہوئی وہ بہت اچھی باتیں کرتی تھی میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ ٹوری بلا نکا اسے اپنے لیے کس طرح استعمال کرتا ہوگا ٹوری بلا نکا نے مجھے بالکل آزاد چھوڑ دیا تھا اور اس دوران مجھ سے ملاقات بھی نہیں کی تھی کھانے پینے کی تمام اشیاء اور وہ ساری چیزیں موجود ہوا کرتی تھیں جو میری ضرورت کے لیے کام آتیں ویسے ریٹا سے دوستی بھی اچھی ہی ثابت ہو رہی تھی۔ وقت وقت سے مجھ سے ملتی رہتی تھی پھر ٹوری بلا نکا نے فون پر مجھ سے گفتگو کی اور کہنے لگا۔“

”بات اس قدر آسان نہیں تھی مسٹر دانش منصور جتنی میں نے سوچ لی تھی لیکن یہ نہ سمجھنا کہ میں کسی قسم کی کوئی غلط بات کر رہا ہوں ایرش واش کو تلاش کر کے تمہیں اس تک پہنچانا میری ذمہ داری ہے لیکن بات صرف اتنی ہی نہیں ہے کہ میں ایرش واش کو تلاش کر لوں یہ بھی دیکھنا ہے مجھے کہ اس کے اور تمہارے درمیان جو معاملات چل رہے ہیں ویسے اتنا بتا دوں ایرش واش اسرائیلی ایجنٹ ہے اور اسے مقامی حکام کا بھرپور تعاون حاصل ہے اور تمہاری تلاش کے لیے بھی سرکاری پیانے پر خاصا کام کیا جا رہا ہے۔ بات سرکاری پیکانے کی ہی نہیں ہے بلکہ ایرش واش نے کچھ اور لوگوں کو بھی تمہارے پیچھے لگا رکھا ہے چند خطرناک گروپ ہیں میں نے ان گروپ سے یہ نہیں کہا کہ میرے اور تمہارے درمیان کوئی سودا یا معاہدہ ہوا ہے درپردہ میں یہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہا ہوں کہ کون کون تمہارے پیچھے لگا ہوا ہے اور کیا چاہتا ہے بے فکر رہنا مسئلہ خاصا مشکل ہے لیکن ہم اسے حل کر لیں گے ویسے تمہیں قید رہنے کی ضرورت نہیں

”ہے ایک پلان ہے میرے ذہن میں اگر تم مناسب سمجھو تو اس پر میرا ساتھ دو؟“

”ہاں مسٹر بلا نکا کہتے۔“

”اب اتنے دن سے تم یہاں قید ہو ایرش واش اور مقامی پولیس کو تمہاری تلاش ہے جس طرح وہ لوگ تمہاری تلاش میں پھر رہے ہیں اسی طرح ہمیں بھی ایرش واش کی تلاش ہے اگر تم اسی طرح قید رہے تو نہ وہ تمہیں پاسکیں گے اور ہمیں بھی وقت ہوگی میں یہ چاہتا ہوں کہ تم باہر نکلو وہ لوگ تمہیں تلاش کرنے کی کوشش کریں اس بات سے بالکل بے فکر رہنا کہ تمہیں باہر کوئی خطرہ پیش آ سکتا ہے میں اس کی ذمہ داری قبول کرتا ہوں میرا مقصد سمجھ رہے ہوں اس طرح اسے تلاش کرنے میں آسانی ہوگی۔“ میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا پھر کہا۔

”میں بالکل خوفزدہ نہیں ہوں لیکن کیا تم مطمئن ہو بلا نکا کہ اگر مقامی پولیس نے مجھ پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی تو تم مجھے بچا لو گے؟“

”ہاں قطعی طور پر اس بات کا تمہیں یقین دلانا ہوں چاہے مجھے اس کے لیے کچھ بھی کرنا پڑے۔“

”اور کے پھر مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔“

”میرا خیال ہے تم ریٹا کو اپنے ساتھ شامل کرو اور گھومنے پھرنے کے مختلف پروگرام بناؤ ہر اس جگہ جاؤ جہاں کوئی تمہارا تعاقب کر سکے اور بالکل بے فکر رہو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہم ہزار آنکھوں سے تمہاری نگرانی کریں گے اور ان لوگوں کو تلاش کریں گے جنہیں تم میں دلچسپی لیتے ہوئے دیکھیں گے اور اگر مقامی پولیس کا معاملہ ہوا تو فوری طور پر مداخلت کر کے تمہارا تحفظ کیا جائے گا تمہیں اس سے محفوظ کر لیا جائے گا لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے مسٹر ایرش واش کے آدمی بھی تمہیں تلاش کریں اور ایسے وقت ہمیں ہمارے کام میں آسانی ہو سکتی ہے۔“

”ٹھیک ہے میں تمہاری ہدایت کے مطابق عمل کرنے کے لیے تیار ہوں۔“ میں نے جواب دیا اور تھوڑی سی رسمی گفتگو کے بعد ٹوری بلا نکا نے فون بند کر دیا۔ غالباً کچھ وقت کے بعد ریٹا کو بھی اس سلسلے میں ہدایات دے دی گئی تھیں اور ریٹا نے مجھ سے ملاقات کر کے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

”مجھے سیر و سیاحت بہت پسند ہے اور مجھے انکل نے ہدایت کر دی ہے کہ میں

تمہارے ساتھ گھومنے پھرنے جاؤں فکر نہ کرو مجھے تمام صورت حال کا علم ہے۔“ میں نے گہری سانس لے کر گردن ہلا دی تھی وہی کیفیت ذہن پر منجمد تھی جو ہو رہا ہے ہونے دیا جائے ایرش واش سے اور کوئی رابطہ نہیں ہو سکا تھا۔ باقی سارے معاملات معمول کے مطابق چل رہے تھے اتنا خوفزدہ نہیں تھا کہ تنہا باہر نکلنے سے گریز کرتا ٹوری بلا نکالے جو بات جیت طے ہوئی تھی اس کے بارے میں یہ سوچا تھا کہ ایرش واش کے لیے ایک دروسر پیدا کر دیا جائے۔ ٹوری بلا نکالنے اپنے طور پر جو کچھ بھی تھا بہر حال مجھے پسند آیا تھا اس کا کام جاری تھا اور اس میں، میں نے کوئی مداخلت نہیں کی تھی بہر حال ریٹانہ جو ان لڑکی تھی بہت سی کہانیاں سنائی تھیں اس نے مجھے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کہانیوں کی حقیقتیں بھی مجھے معلوم تھیں انسان ہر حال میں انسان ہی ہوتا ہے ریٹانہ نے اپنی شخصیت کے بارے میں مجھے بتا کر اپنے خوف کا اظہار کیا تھا لیکن خود مجھے ریٹانہ سے کوئی دلچسپی نہیں تھی اور ایسی خوفزدہ لڑکیاں میں نے بہت سی دیکھی تھیں بعد میں اپنے ہی جال میں گرفتار ہو جاتی ہیں اس نے بہت خوبصورت لباس پہن کر ایک چھوٹی سی کار نکالی تھی میں نے یوں محسوس کیا تھا جیسے وہ مجھے اپنی پسند کے لباس میں دیکھنا چاہتی ہو اور اس کا اظہار کرنا چاہتی ہو لیکن ظاہر ہے خود جو کچھ کہہ چکی تھی اس پر عمل کرنے کے علاوہ اور کوئی طریقہ کار نہیں تھا مجھے گہری نگاہ سے دیکھا اور بولی۔

”یہ لباس بھی اچھا ہے۔“ میں اس کے ساتھ کار میں بیٹھ کر چل پڑا وہ تیز رفتاری کی عادی تھی میں نے اس پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ وہ کہنے لگی۔

”موسم بہت خوشگوار ہے۔“

”ہاں۔“

”اور جب انسان کوئی موڈ بنا کر نکلے تو اسے اسی کے مطابق عمل کرنا چاہیے۔“

”ہاں۔“

”لیکن تم ایسا نہیں کر رہے۔“

”کیا مطلب؟“

”بس خاموشی تم پر طاری ہے۔“

”تو پھر؟“

”باتیں کرو۔“

”کیا؟“

”موضوع کوئی بھی ہو باتیں کرنے کا مقصد باتیں کرنا ہوتا ہے۔“

”چلو تم خود کرو۔“

”میں۔“

”ہاں۔“

”میں تو بہت سی باتیں کر چکی ہوں تم سے۔“

”اور کرو۔“

”مجھے اپنے بارے میں بتاؤ؟“

”کیا؟“

”تم کون ہو؟“

”مسٹر ٹوری بلا نکال تمہیں میرے بارے میں تفصیل سے بتا چکے ہوں گے۔“

”وہ صرف کاروباری بات تھی۔“ ”میں تمہارے بارے میں جاننا چاہتی ہوں۔“

”یعنی کاروباری باتوں سے ہٹ کر؟“

”ہاں۔“

”تو پھر مجھ سے سوال کرو کیا جاننا چاہتی ہو؟“

”شادی شدہ ہو؟“

”ہاں۔“

”اوہ کیا واقعی؟“ وہ حیرت سے بولی۔

”کیوں؟“

”لگتے نہیں ہوں۔“

”شادی شدہ لوگ کیسے لگتے ہیں؟“

”عجیب سے ہو جاتے ہیں تمہاری طرح نہیں ہوتے۔“ وہ بولی اور ہنسنے لگا پھر میں نے کہا۔

”چنانچہ وہ کیسے ہو جاتے ہیں جیسا میں نہیں ہوا۔“

”تمہاری دائف کہاں ہے؟“

”انکل جب کسی بات کی اجازت دیتے ہیں تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ وہ ہر طرح کے معاملات کو سنبھالنے کی اہلیت رکھتے ہیں ویسے بھی یہاں ہمارے ارد گرد بہترین تحفظ موجود ہے وہ دیکھو وہ پوائنٹ کیسا لگا تمہیں؟“ اس نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا بہت خوبصورت نظر آتا تھا پتھرلی زمین پر نہ جانے کس طرح سبزہ اگایا گیا تھا اور بڑے حسین درخت لگائے گئے تھے ایک چھوٹی سی ننھی جھیل نظر آ رہی تھی جس کے ارد گرد سفید رنگ کے پتھر نظر آ رہے تھے یہ سب کچھ بے شک مصنوعی تھا لیکن نہایت خوبصورت لگ رہا تھا وہ کہنے لگی۔

”یہ جگہ میری پسندیدہ جگہ ہے اور جب بھی میں بے خیالی کے انداز میں ڈرائیونگ کرتی ہوں یہاں پہنچ جاتی ہوں آؤ تمہیں دکھاؤں۔“ میں نے گردن ہلا دی اور وہ کار ڈرائیو کرتی ہوئی اس خوبصورت جگہ پہنچ گئی پھر اس نے ایک بڑی سی چٹان کی آڑ میں کار روکی اور دروازہ کھول کر نیچے اتر آئی وہ باتیں کرتی ہوئی ٹہلنے کے سے انداز میں آگے بڑھتی رہی سفید چٹانیں قدرتی رنگ کی تھیں اور غالباً ماربل کی تھیں لیکن یہاں ایسی کوئی چیز نظر نہیں آ رہی تھی جس سے یہ اندازہ ہو کہ یہ ماربل یہیں کہیں سے نکلا ہے غالباً اسے وہاں لا کر چٹانوں کی شکل میں ڈھالا گیا تھا اور تراش خراش کی گئی تھی پھر ہم ماربل کی بڑی سی چٹان کے پاس سے گزر رہے تھے کہ دفعتاً ہی چٹان کے عقب سے ایک شخص کو دیکر ہمارے سامنے آیا اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا لیکن نہ جانے کیوں میں نے بھی خاصی پھرتی سے کام لے ڈالا یہ اندازہ لگائے بغیر کہ وہ کون ہے اور کیا چاہتا ہے۔ ریوالور سے مجھے نقصان پہنچانا بھی چاہتا ہے یا نہیں میں نے گھوم کر اس کے پیٹ پر اہل رسید کی اور جیسے ہی وہ جھکا اسے رگیدتا ہوا میں زمین پر آگرا۔ اس شخص نے ریوالور کے دستے سے میرے چہرے پر ضرب لگانے کی کوشش کی لیکن میں نے ایک طرف ہٹ کر اس کا پیہ وار خالی کر دیا اور دوسرے لمحے بائیں ہاتھ سے اس کی دائیں کلائی پکڑ کر گھونسا رسید کر دیا اس کے منہ سے ایک ہلکی سی مکروہ آواز نکلی۔ ریٹا ہکا بکا ہو کر کئی قدم پیچھے ہٹ گئی تھی میں نے حملہ آور کا ریوالور والا ہاتھ کلائی سے پکڑ کر زور سے زمین پر دے مارا تا کہ ریوالور اس کے ہاتھ سے چھوٹ جائے اپنی اس کوشش میں، میں کامیاب نہ ہوا تھا۔ دوسرا آدمی بھی خاصہ طاقتور تھا اس نے سنبھل کر میرے منہ پر زور دار گھونسا رسید کیا اور ایک دم سے لوٹ لگا کر سیدھا ہو گیا اس وقت وہ مار کھا گیا تھا لیکن دوسرے لمحے اس کی بھرپور اہل رسید میری

”ایرش واش کے قبضے میں۔“ میں نے جواب دیا۔
”اوہو یعنی وہ شخص جس کی تمہیں تلاش ہے؟“
”ہاں۔“

”تو کیا اس نے تمہاری وائف کو اغواء کیا ہے؟“
”ہاں۔“
”وجہ؟“

”میں نہیں جانتا۔“
”کچھ رقم مانگی ہوگی اس نے۔“
”نہیں۔“
”تو پھر؟“

”میں نے کہا نا میں نہیں جانتا۔“
”تمہاری وائف بہت خوبصورت ہوگی؟“
”ہاں۔“
”لو میری ج تھی؟“
”ہاں۔“

”گڈ مگر یہ تو بہت افسوس کی بات ہے صرف یہی وجہ ہے کہ تم نے اس شخص کو تلاش کرنے کی ذمہ داری انکل کو سونپی ہے؟“
”ہاں۔“

”اتنی بڑی رقم کے عوض۔“
”تمہارے انکل نے تمہیں میرے بارے میں تفصیل تو بتا دی ہے نا۔“
”ہاں یہ کہ بے پناہ دولت مند انسان ہو اور یہ بھی بتا دیا ہے انہوں نے کہ تمہارے دشمنوں نے تمہیں ایک مشکل مین پھنسا دیا ہے اور برٹش پولیس بھی تمہیں تلاش کر رہی ہے۔“
”ہاں لیکن مجھے حیرت ہے کہ تمہیں اس بات کا کوئی خوف نہیں ہے۔“
”کس بات کا؟“
”یہی کہ برٹش پولیس میرے ساتھ دیکھ کر تمہیں بھی اپنی گرفت میں لے سکتی ہے۔“

بہت کم لوگ آتے ہیں آؤ پلیز یہاں سے چلیں۔“

”او۔ کے۔“ میں نے کہا وہ تیزی سے کار کی جانب بڑھنے لگی کھلی چھت کی کار میں بیٹھ کر اس نے خوفزدہ نگاہوں سے پلٹ کر دیکھا پھر خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر آہستہ سے بولی۔

”خدا کا شکر ہے کہ زخم گہرا نہیں لگا مگر امید نہیں تھی اس کی کیا کہوں میں کیا نہ کہوں؟“

”ارے تم اس کے لیے اس قدر پریشان کیوں ہو رہی ہو۔“ جواب میں وہ دانت پیسنے لگی پھر بولی۔

”تمہیں یہ زخم نہیں لگنے چاہیے تھے مجھ سے کہا گیا تھا کہ میں بے فکری سے جاؤں اگر مجھے یہ احساس ہوتا کہ دوسرے اس قدر اندھے ہو گئے ہیں تو اوہ میرے خدا آئی ایم سوری گولی شاید تمہارے رخسار کو چھوتی ہوئی نکل گئی ہے پلیز رومال اپنے زخم پر رکھ لو۔“

”ٹھیک ہے۔“ میں نے اس کے ہاتھ سے رومال لے کر اپنے زخم پر رکھ لیا اور وہ کار ڈرائیو کرتی ہوئی برق رفتاری سے آگے بڑھتی رہی لیکن چند ہی لمحوں کے بعد میں نے یہ محسوس کر لیا تھا کہ اس کا رخ اپنی رہائش گاہ کی جانب نہیں ہے بلکہ ایک اور عمارت کی طرف ہے یہ ایک کاروباری عمارت تھی جہاں اس نے کارروائی لیکن اس کے عقبی حصے میں کارروکنے کے بعد وہ نیچے اتر آئی اور مجھ سے بولی۔

”آؤ میرے ساتھ۔“ میں خاموشی سے اس کے ساتھ چل پڑا تھا۔

”کچھ دیر کے بعد ہم عمارت کے اندرونی حصے میں داخل ہو گئے۔ سامنے سے میں نے اس عمارت کو دیکھا تھا۔ اس پر غالباً کسی کاروباری فرم کا سائن لگا ہوا تھا۔ بہر حال کیا کہا جاسکتا ہے کہ مسٹر ٹوری بلاؤ کا کیا کام پھیلے ہوئے ہیں۔ چنانچہ عمارت کے ایک کمرے میں پہنچنے کے بعد جو خالی تھا اور جسے ڈرائینگ روم ٹائپ کی جگہ کہا جاسکتا تھا اور جو آرکنڈیشنڈ تھا اور جہاں کا ماحول بہت ہی عمدہ تھا۔ ریٹا نے مجھے ایک صوفے پر بیٹھنے کے لیے کہا اور پھر ایک بٹن دبا دیا۔ کچھ لمحوں کے بعد بھاری بھر کم بدن کا ایک آدمی اندر داخل ہوا۔ ریٹا کو اور مجھے دیکھ کر وہ بری طرح چونک پڑا پھر اس نے میرے رخسار پر نظر ڈالی۔ جس سے خون اب بھی بہہ رہا تھا اور وہ جلدی سے بولا۔“

کمر پر پڑی اور اس کے ساتھ ہی وہ اٹھنے میں کامیاب ہو گیا اس نے پھرتی سے ایک بار پھر ریوالور سیدھا کرنے کی کوشش کی لیکن میں نے بھی اس وقت ہوشیاری سے کام لیا اور اپنی ایک ٹانگ اوپر اٹھا کر اس کے پیٹ کے نیچے حصے پر رسید کی وہ پھر مار کھا گیا تھا میں نے گھوم کر اس کے ٹخنے کو پکڑا اور اسے گھسیٹ لیا وہ اوندھے منہ زمین پر گرا تھا۔ اس کے پستول سے فائر ہوا تھا میں نے پوری قوت سے گھونسا اس کی گردن کی پچھلی ہڈی پر رسید کیا اور پھر اس کے بال پکڑ کر اسے سیدھا کر دیا البتہ پستول اب بھی میں اس کے ہاتھ سے نہیں لے سکا تھا ایک بار پھر اس نے غالباً ٹرائیگر دبا دیا تھا اور پستول کی گولی میرے رخسار کو چھوتی ہوئی نکل گئی تھی بس یہ ایک تازیانہ تھا جو میرے ذہن میں لگا اس بار میں نے لڑنے کا انداز تبدیل کر دیا اور پھرتی سے آگے بڑھ کر اس کے ریوالور والے ہاتھ پر اپنے ہاتھ کی گرفت قائم کی اور دوسرے ہاتھ سے اس کی کمر کی ہیلت پکڑ کر اسے سر سے بلند کیا اور پوری قوت سے زمین پر دے مارا لیکن بات ذرا سی گڑبڑ ہو گئی تھی یہاں پتھر ملی چٹانیں تھیں اور مار مل کی وہ چٹان بھی زیادہ دور نہیں تھی جس کے عقب میں اس نے پناہ لی تھی میں نے غصے کے عالم میں وہ حرکت کر تو ڈالی تھی لیکن جس وقت میں نے اسے زمین پر مارا تھا وہ شاید ریٹا کے لیے بھی بڑی حیران کن بات تھی اس کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ گئی اور منہ سے خون کی پھواریں بہہ نکلیں غالباً اس قوت سے نیچے گرنے سے اور نیچے پڑے ہوئے پتھروں سے ٹکرانے سے اس کی پسلیوں کا پتھر ٹوٹ گیا تھا اور بہت ہی زوردار ضرب لگی تھی اس کے کیونکہ ایک لمحے کے اندر اس کے ہاتھ پاؤں پھڑپھڑائے اور دوسرے لمحے اس کی آنکھیں پٹی کی پٹی رہ گئیں اس کے مرنے میں ذرا بھی دیر نہیں لگی تھی۔ ریٹا کے پورے بدن میں جھرجھری سی پیدا ہو گئی وہ بے اختیار نہ انداز میں آگے بڑھی اور میرے بازو سے آگے پھر اس کے منہ سے سرسراہی آواز نکلی۔

”مم مر گیا مر گیا شاید۔“

”شاید۔“ میں نے بھاری لہجے میں کہا ریٹا آنکھیں بند کر کے جھولنے لگی تو میں نے اسے دیکھ کر کہا۔

”کیا تم بے ہوش ہو رہی ہو؟“

”نہیں نہیں ایسی کوئی بات نہیں لں..... لیکن چلیں یہاں سے چلیں۔“

”سوچ لو تمہاری پسند کا پوائنٹ ہے اتفاق سے یہاں کوئی موجود نہیں ہے ویسے یہاں

”اوہ مائی گاڈ۔ یہ۔ یہ غالباً میں ابھی آیا۔“

”وہ کوئی بات کیے بغیر پھرتی سے باہر نکل گیا تھا اور پھر چند ہی لمحوں کے بعد وہ فرسٹ ایڈ باکس لے آیا۔ اس دوران ریٹا خاموش بیٹھی رہی تھی۔ اس کے چہرے پر سخت برہمی کی آثار تھے۔ میں نہیں سمجھ پایا تھا کہ اس عمارت میں جو لوگ موجود ہیں ان کا میرے معاملات سے کیا تعلق ہے اور ان کے اوپر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے لیکن ریٹا کا انداز بتاتا تھا جیسے وہ ان لوگوں کی بے پروائی پر ناراض ہے۔ وہ غیر معمولی انداز میں خاموش بیٹھی ہوئی تھی۔ پھر اس شخص نے میرے رخسار کی بیڈ تچ کر کے اس پر ٹیپ لگا دیے اور خاموشی سے گردن جھکا کر واپس چلا گیا۔ ریٹا اب بھی خاموش بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے اس سے کہا۔“

”کیا بات ہے ریٹا! تم اتنی خاموش کیوں ہو؟“

”میں تم سے بہت شرمندہ ہوں بہت مسرڈنیش۔“

”کیوں؟“

”تمہیں یہ زخم نہیں لگنا چاہیے تھا۔“

”لیکن زخم لگانے والا تو بہت دور پہنچ گیا۔“

”کاش اسے اس سے بھی بڑی کوئی سزا دی جاسکتی ہم نے کیا کیا۔ اپنی زندگی خود تم

نے بچائی اور وہ بھی اس عالم میں، جبکہ یہ ہماری ذمہ داری تھی۔“

”تم خود بخود جذباتی ہو رہی ہو۔“

”کیا جذبات کا تعلق زندگی سے نہیں ہوتا؟“

”شاید ہوتا ہے۔“

”لفظ شاید کیوں استعمال کیا؟“

”اس لیے کہ تم نے مجھ سے پہلے ایسی کچھ باتیں کرنی ہیں جن کے تحت تمہارے

سلسلے میں مجھے اپنے ہر لفظ پر احتیاط رکھنی پڑتی ہے۔“ وہ منہ کھول کر مجھے دیکھنے لگی اور پھر اس کے چہرے پر عجیب سی کیفیت پھیل گئی۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

”مجھے سخت افسوس ہے سخت۔“ پھر کافی دیر تک ہم وہاں موجود رہے۔ ریٹا نے کہا۔

”اب تم ٹھیک ہو۔ ہم چلتے ہیں یہاں سے۔ میں ان لوگوں کو کبھی معاف نہیں کروں

گی جن لوگوں کے بارے میں مجھے بتایا گیا تھا کہ وہ ہماری نگرانی کریں گے اور نتیجہ یہ

ہوا۔“ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ایک بار پھر میں ریٹا کے ساتھ اسی عمارت میں آ گیا تھا جو فارم ہاؤس کی عمارت تھی۔ مجھے میرے کمرے میں پہنچانے کے بعد وہ مجھے خدا حافظ کہہ کر وہاں سے چلی گئی تھی اور میں نہ جانے کتنی دیر تک اس کے بارے میں سوچتا رہا تھا۔ عجیب و غریب لڑکی تھی لیکن ساری لڑکیاں ہی عجیب و غریب ہوتی ہیں۔ بلکہ غریب کم عجیب زیادہ ہوتی ہیں۔ مختلف کیفیات کی حامل اپنے معصوم خیالات کے بوجھ تلے دبی ہوئی نہ جانے کیا کیا سوچیں ذہن میں رکھنے والیاں اور بس ہوتا ان میں۔ کچھ بھی نہیں ہے معصوم، معصوم سے خیالات جن میں وہ اپنے آپ کو نہ جانے کیا کیا سمجھ لیتی ہیں۔ البتہ رات کو کئی دن کے بعد ٹوری بلا نکا میرے پاس پہنچا تھا اور تاسف بھری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

”معافی چاہتا ہوں مسٹر دانش منصور۔ ذرا سی غلطی ہوگئی۔ بس ایک معمولی سی غلطی۔

جس کی بناء پر آپ کو اس زخم سے دو چار ہونا پڑا۔ میں تو اس سلسلے میں نہ کوئی معذرت کرنا

چاہتا ہوں اور نہ یہ اظہار کرنا چاہتا ہوں کہ یہ مجھ سے آگے کی کوئی چیز تھی۔“

”کوئی بات نہیں۔ ظاہر ہے میرے دشمن ہر سمت بکھرے ہوئے ہیں۔“

”ویسے وہ شخص آپ کو گرفتار کرنا چاہتا تھا۔ اس کا تعلق مقامی پولیس سے تھا۔ یعنی

اسپیشل پولیس سے۔ جو سادہ لباس میں ہوتی ہے۔“

”اوہ۔“

”ہاں اور جہاں تک ایریش واش کا تعلق ہے تو اس کے بارے میں حتمی طور پر میں

آپ کو یہ رپورٹ پیش کر رہا ہوں کہ اس نے لندن چھوڑ دیا ہے اور اس وقت وہ ایک اور ملک

پہنچ گیا ہے۔ جس کی تفصیل میں آپ کو بعد میں بتا دوں گا۔“

”آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں؟“

”اس طرح جس طرح میں آپ کے سامنے کھڑا ہوں۔“

”اتنے یقین سے کیوں؟“

”کیوں کہ میرے آدمی مسلسل اسے تلاش کر رہے تھے اور ہم اس جگہ تک پہنچ گئے

تھے۔ جہاں اس کی صحیح رپورٹ مل سکتی تھی۔ یعنی مقامی محکمہ داخلہ تک لیکن تھوڑی سی دیر ہوگئی۔

وہ اپنے ساتھ مادام کو بھی لے گیا ہے۔“

”کیا؟“ میں اچھل پڑا۔

”جیسا آپ مناسب سمجھیں۔“ اس نے کہا پھر کچھ رسمی گفتگو کے بعد وہ وہاں سے چلا گیا۔ لیکن میرے ذہن میں بہت سے سوالات چھوڑ گیا تھا۔ کیا کرنا چاہیے، کیا ٹوری بلاٹکا کی باتوں پر مکمل طور سے بھروسہ کر لینا چاہیے یا اپنے طور پر بھی تھوڑی سی کوششیں کر لی جائیں۔ ناصر درانی نے ہر طرح سے مجھے پیش کش کر دی تھی لیکن بات وہی پیدا ہو جاتی ہے ناصر درانی کو اس معاملے میں ملوث کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کوئین کو اس میں الجھا لیا جائے اور کوئین کے بارے میں جو حالات مجھے معلوم ہو چکے تھے اس کے بعد میرا ضمیر کسی طور پر گوارا نہیں کرتا تھا کہ اب کوئین کا سہارا لیا جائے جو کچھ اس نے مجھے دے دیا تھا اس سے زیادہ کا میں حق دار نہیں تھا۔ پھر بات وہیں آ کر ختم ہو جاتی تھی کہ میں ٹوری بلاٹکا پر ہی بھروسہ کروں یہ آدمی غلط نہیں کہہ رہا ہوگا۔ ویسے یہاں انتظامیہ کا ایک آدمی اور میرے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ میں جانتا تھا کہ سفید نسل مجھے چھوڑے گی نہیں اور آخری وقت تک میرے لیے کوشش کی جائے گی۔ اس کے علاوہ روز آرگنائزیشن کا نام جس طرح ٹوری بلاٹکا کی زبانی سنائی دیا تھا۔ وہ ایک الگ حیثیت کا معاملہ تھا۔ ان تمام باتوں کو سوچنے کے بعد دل میں یہ ہی فیصلہ کیا کہ رسک لے لیا جائے۔ ٹوری بلاٹکا پر ہی بھروسہ کر لیا جائے۔ ناصر درانی سے کچھ پوچھنا بے کار تھا۔ البتہ اپنے لیے کچھ انتظامات بھی کرنے تھے اور میں نے اسی دوپہر ٹوری بلاٹکا کو آمدگی کی اطلاعی دے دی لیکن کچھ ذمہ داریاں اس کے سپرد تھیں جنہیں اس نے بخوشی قبول کر لیا۔ دوسری بار پوچھنے پر بھی اس نے بڑے وثوق کے ساتھ مجھے یہ ہی بتایا تھا کہ ایرش واش وہاں سے نکل چکا ہے اور وہ رخسار کو اپنے ساتھ ہی لے گیا ہے۔ میں نے تمام تیاریاں مکمل کیں اور آخر کار صرف اللہ کی ذات پر بھروسہ کر کے چل پڑا۔ ذریعہ بے شک ٹوری بلاٹکا رہا تھا۔ اس نے مجھے کچھ پوائنٹ بھی دیے تھے کہ مجھے کہاں جانا چاہیے اور ضرورت کے وقت کس سے مدد لینی چاہیے میں نے یہ تمام باتیں اپنے ذہن میں نوٹ کر لی تھیں لیکن بس اپنے طور پر ہی آوارہ گردی کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ کسی کو اطلاع دیے بغیر میں چل پڑا۔ میرے اپنے ذہن میں وہی تمام احساسات تھے۔ اب دل کو کچھ قرار آ گیا تھا اور میں نے معاملہ تقدیر کے حوالے کر دیا تھا۔ رخسار جب بھی ملے گی اگر اس کی زندگی میری تقدیر سے وابستہ ہے تو وہ مجھے ضرور مل جائے گی اور اگر اسے اللہ نے زندگی عطا کی ہے تو وہ زندہ بھی رہے گی اور اگر ہمارے راستے واقعی مختلف ہو گئے ہیں پھر اللہ کی مرضی۔ جس علاقے میں، میں پہنچا تھا وہ اپنے طور پر ایک مشہور علاقہ تھا۔ عجیب

”ہاں۔ ہماری رپورٹ اس قدر مکمل ہے۔ میڈم، مسز دانش اس کے ساتھ ہیں۔“
”کس حیثیت سے؟“ میں نے غرائی ہوئی آواز میں سوال کیا۔

”آپ یقین کریں جو معلومات میں نے آپ کو فراہم کی ہیں ان میں کہیں کوئی غلط بات نہیں ہے۔ یہ تو آپ کو علم ہو ہی چکا ہے کہ دانش منصور کی حیثیت سے بہت سے لوگ آپ کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ اگر آپ کے ذہن میں یہ بات نہیں آتی تو میں آپ کو بتا دوں، ایک انٹرنیشنل ادارہ ہے، روز آرگنائزیشن کے نام سے۔ اس کے سربراہ تو بہت سے لوگ ہیں لیکن کچھ لوگوں نے خصوصی طور پر مقامی حکومت سے رابطہ قائم کیا ہے کہ دانش منصور ان کا مفروضہ قیدی ہے اور اس کے بہت سے معاملات ان سے متعلق ہیں۔ مسٹر دانش منصور، آپ کی شخصیت کے بارے میں معلومات کر کے تو آپ یقین کیجئے میں اپنی شخصیت بھول چکا ہوں۔ بہر حال میری یہ معلومات بالکل مکمل ہیں۔ مقامی حکومت نے ان سے تعاون کیا ہے اور اب آپ اگر ایرش واش کو تلاش کرنا چاہیں تو میں اس ملک میں آپ کو کچھ لوگوں سے روشناس کرا سکتا ہوں۔ جو میرے حوالے سے آپ کی مدد کریں۔ مجھ پر جو ذمہ داری تھی وہ یہ ہی تھی کہ میں ایرش واش کو تلاش کر کے آپ کو اس تک پہنچا دوں اور معاوضہ وصول کروں۔ ظاہر ہے میں یہ کام نہیں کر سکا۔ چنانچہ اس معاوضے کا حق دار بالکل نہیں ہوں۔ بلکہ اس کا ایک فیصد بھی.....“

”نہیں ایسی بات نہیں ہے۔ اگر آپ پورے اعتماد اور وثوق کے ساتھ یہ بات کہہ رہے ہیں کہ ایرش واش اس وقت اس ملک میں ہے جس کا نام آپ نے مجھے ابھی تک نہیں بتایا اور پورا یقین ہے آپ کو کہ میری بیوی کو بھی اپنے ساتھ ہی لے گیا ہے تو بہر حال آپ نے کام تو کیا۔“

”مجھے شرمندہ نہ کریں مسٹر دانش منصور۔ میں اصول کا آدمی ہوں۔ میں اپنے آپ کو کرائے کا قاتل نہیں کہتا۔ کرائے کا تخریب کار نہیں کہتا۔ کرائے کا دوست ہوں۔ دوست تو میں ہوں لیکن کرایہ میں اسی وقت وصول کرتا جب آپ کا کام کر دیتا۔ ہاں آپ کو اس ملک تک پہنچانا میری ذمہ داری ہے اگر آپ وہاں جانا چاہیں تو اور اس کے لیے میں آپ سے تھوڑے سے سروس چارجز لے لوں گا۔“

”میں آپ کو اس بارے میں تھوڑا سا غور کر کے جواب دوں گا۔“

ساتھ آگے بڑھ گئی جیسے اپنے جرم کی سزا پارہی ہو۔ خاموش، جھکی ہوئی گردن کے ساتھ اس نے کئی قدم میرے ساتھ طے کیے۔ میں نے اس سے کہا۔

”تم ان تصویروں کا کیا کرتی ہو؟“

”کچھ نہیں بس الہم بناتی ہوں۔“

”مگر کس قسم کی تصویروں کا الہم؟“

”بس جو مجھے اچھا لگتا ہے، چاہے وہ کوئی منظر ہو، کوئی انسان ہو، کوئی چیز ہو۔“

”اس کا مطلب ہے میں تمہیں اچھا لگا ہوں؟“ اس نے پھر اسی طرح زور سے گردن

ہلائی۔ میں نے اس سے کہا۔

”کہاں رہتی ہو؟“

”یہ جو سامنے ہوٹل ہے اس میں۔“

”ہوٹل میں قیام ہے تمہارا؟“

”ہاں۔“

”کیا مطلب؟ یہاں کی نہیں ہو؟“

”نہیں۔“

”کہاں سے آئی ہو؟“

”ترکی سے۔“ اس نے جواب دیا۔

”اوہو۔ ترکش ہو؟“

”نہیں۔ انگریز۔“

”کیا مطلب؟“

”برٹش ہوں۔“

”مگر تم تو کہہ رہی تھی کہ ترکی سے آئی ہو۔“

”تو ترکی سیر کرنے گئی تھی ناں۔“

”اچھا اچھا۔ اس کا مطلب ہے کہ تم سیاح ہو؟“

”ہاں۔“

”اور تمہیں دنیا بھر کے لوگوں کی تصویریں جمع کرنے کا شوق ہے؟“

”صرف لوگوں کی نہیں بلکہ ہر اس چیز کی جو مجھے پسند آئے۔ آپ پلیز مجھے معاف کر دیجئے۔ اب میں جاؤں؟“

”ارے نہیں نہیں۔ آؤ میرے ساتھ۔ کچھ کھاؤ پیو گی نہیں؟“

”نہیں پلیز! بس آپ مجھے معاف کر دیجئے۔“

”اوکے۔ ٹھیک ہے۔“ میں نے کہا اور وہ جلدی سے اٹھ گئی پھر بولی۔

”جاؤں؟“

”ہاں۔ ویسے کیا تم مجھے اپنے کمرے کا نمبر بتا سکتی ہو؟“ میں نے سوال کیا لیکن وہ

تیزی سے مڑی اور واپس چل پڑی۔ میں ایک گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا تھا لیکن میں

سوچ رہا تھا کہ کیا واقعی وہ اتنی ہی معصوم لڑکی تھی اور اس نے صرف اپنی ہابی کے تحت میری

تصویر بنائی تھی یا اس کے پس پردہ کچھ اور ہو سکتا ہے۔ اب جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ بہر حال اس

کے بعد میں نے اس لڑکی کو ذہن سے نکال دیا۔ یہاں آ گیا تھا اور کچھ ایسے لوگوں کے پتے

معلوم تھے جو ایرش واش تک میری رہنمائی کر سکتے تھے لیکن فوراً ہی ان سے ملنا مناسب نہیں

سمجھا۔ پھر ایک گہری سانس لے کر رخسار کے بارے میں سوچا۔ نہ جانے کس طرح اپنا وقت

گزار رہی ہوگی۔ پتا نہیں ایرش واش نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ لیکن بہر حال ایرش واش

کا کم از کم وہ منصوبہ تو ختم ہو گیا۔ جب بھی اس کے بارے میں سوچتا، دل کو ایک خوشی کا سا

احساس ہوتا۔ رات گزر گئی، دوسرے دن کوئی گیارہ بجے کے قریب اپنے کمرے سے باہر نکلا

تھا۔ پچھلی سمت کا منظر اس وقت ذرا مختلف ہو گیا تھا۔ ادھر ساحل پر باقاعدہ کاروبار ہو رہا تھا اور

مختلف لوگ اپنے اپنے معمولات میں مصروف تھے۔ میں سنستان راہداری سے گزرتا ہوا آگے

بڑھا۔ تو اچانک ہی میں نے کونے کے ایک کمرے سے اس لڑکی کو باہر نکلتے ہوئے دیکھا اور

میں ایک دم ٹھنک کر ایک ستون کی آڑ میں ہو گیا۔ لڑکی نے کمرے کے دروازے کو تالا لگایا تھا

اور اس کے بعد اطمینان سے لٹک کی جانب چل پڑی تھی۔ میرے ذہن میں ایک دم عجیب

سے خیالات کا گزر رہا۔ اگر لڑکی کے کمرے کی تلاشی لی جائے تو ہو سکتا ہے اس واقعے کی کچھ

تفصیلات معلوم ہو جائیں۔ ویسے تو میں اسے نظر انداز کر ہی چکا تھا۔ لڑکی نے مجھے بتایا بھی تھا

کہ اس کا قیام اسی ہوٹل میں ہے لیکن مجھے اس بات کا علم نہیں تھا کہ وہ اسی منزل کے کونے

کے کمرے میں موجود ہوگی۔ پھر یہ خیال دل میں جڑ پکڑ گیا کہ جس طرح بھی بن پڑے مجھے

اس کے کمرے کی تلاشی یعنی چاہیے لیکن اس کا تالا کیسے کھولا جائے۔ میں انتظار کرتا رہا۔ پہلے تو میں نے سوچا کہ نیچے جا کر یہ دیکھوں کہ لڑکی کہیں ہوٹل میں موجود تو نہیں ہے اور کچھ لمحوں کے بعد واپس آنے کا ارادہ رکھتی ہے پھر اچانک ہی میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ لڑکی نے کہا تھا کہ لوگوں سے اجازت لیے بغیر ان کی تصویریں بنانا اس کی ہابی ہے تو یہ تو جواب میں اس سے میں بھی یہ ہی کہہ سکتا ہوں کہ لوگوں کے علم میں لائے بغیر ان کے کمروں میں داخل ہونے کی کوشش کرنا میری بھی ہابی ہے۔ اب صرف یہ سوال تھا کہ میں کمرے کا دروازہ کیسے کھولوں۔ تو میں نے اس کے لیے کوششیں کیں۔ واپس اپنے کمرے میں گیا۔ ایک مخصوص قسم کا تار بنایا اور تجربہ کرنے کے لیے میں لڑکی کے کمرے کے دروازے تک پہنچ گیا۔ اتنی دیر تک اس کے واپس نہ آنے کا مطلب یہ تھا کہ فی الحال وہ واپس نہیں آئے گی۔ پھر حال میں نے کمرے کے تالے پر کوششیں کیں اور کچھ لمحوں کے بعد اس میں کامیاب ہو گیا۔ اس کے بعد میں احتیاط سے اندر داخل ہو گیا تھا۔ کمرہ معمول کے مطابق تھا۔ میں نے اس کے سامان کی تلاشی لینا شروع کر دی لیکن بہت دیر تک کوشش کرنے کے باوجود کوئی کام کی چیز برآمد نہیں ہوئی تھی۔ وہ کیمرا البتہ وہاں موجود تھا لیکن میں نے اسے کھول کر دیکھا تو اس کی ریل نکالی جا چکی تھی۔ اس کے بعد مکمل طور سے اس کے سامان کا جائزہ لے کر وہاں سے نکل گیا۔ کوئی خاص چیز نہیں ملی تھی۔ بلکہ وہاں موجود کچھ چیزیں لڑکی کے بیان کی تصدیق کر رہی تھیں۔ وہ انقرہ سے یہاں آئی تھی۔ اس کے پاسپورٹ پر اس کی تصویر وغیرہ لگی ہوئی تھی اور ایک سیاح کے کاغذات اس کے پاس موجود تھے۔ اس کا نام نیشا تھا اور تعلق برطانیہ سے بہر حال یہ سب کچھ معلوم کرنے کے بعد میں نے اس کی بات تسلیم کر لی تھی کہ ہو سکتا ہے تصویریں بنانا صرف اس کی ہابی ہو۔ اس کے بعد مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں رہی تھی۔ ہوٹل سے باہر نکل کر ٹہلنے کے سے انداز میں آگے بڑھ آیا اور کافی دور تک پیدل ہی چلتا رہا۔ تھوڑی دور پہنچ کر اچانک ہی مجھے احساس ہوا کہ میرا تعاقب کیا جا رہا ہے اور میں ایک دم محتاط ہو گیا۔ تعاقب کرنے والوں کا صحیح طور پر جائزہ نہیں لے سکا تھا۔ اس لیے آگے بڑھتا رہا اور کچھ دیر کے بعد ایک دکان کے شوروم کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا۔ میں نے ایک دہلی پتلی جسامت کے شخص کو ایک ایسی سڑک کی طرف مڑتے ہوئے دیکھا جہاں ایک شوروم میں کچھ ماڈل لگے ہوئے تھے۔ میں ایک لمحے تک سوچنا رہا پھر یہاں سے آگے بڑھ گیا۔ کافی دور تک پیدل چلتا رہا لیکن اس کے بعد وہ شخص دوبارہ

نظر میں آیا تھا۔ ہو سکتا ہے یہ صرف میرا شبہ ہو۔ اگر تعاقب شروع کیا گیا تھا تو اس طرح ختم کیوں کر دیا گیا۔ یا تو یہ بھی ممکن ہے کہ تعاقب کرنے والے کو یہ احساس ہو گیا ہو کہ میں اس تعاقب سے واقف ہو چکا ہوں۔ بہر حال جہنم میں جائے کوئی صورتحال سامنے آئی تو دیکھا جائے گا اس بارے میں امکانات بھی تھے کہ میرا تعاقب کرنے والے وہ لوگ ہوں یعنی ٹوری بلاٹکا کے آدمی اور ٹوری بلاٹکا نے انہیں ہدایت کر دی ہو۔ بہر حال جو کچھ بھی ہے۔ جہنم میں جائے اب تو صرف حالات ہی کے ساتھ سمجھوتا کرنا پڑا تھا۔ بہت دیر تک میں گھومتا رہا اور جب بری طرح تھک گیا تو واپس اپنے ہوٹل کی جانب چل پڑا۔ ذہن میں ایک عجیب سا بوجھ محسوس ہو رہا تھا۔ دل چاہ رہا تھا کہ کوئی ایسا واقعہ ہو جو مجھے ذہنی طور پر سکون بخشنے۔ کون کون سی یادوں کو سینے سے لگائے رہوں۔ کس کس طرح اپنے آپ کو بھلاؤں۔ جو یادیں دل کے گوشوں کو منتشر کر دیتی تھیں۔ وہ آسانی سے بھلا کیسے پیچھا چھوڑ سکتی تھیں۔ ایک دنیا چھوڑ دی تھی اپنے پیچھے۔ ایک کائنات چھوڑ دی تھی۔ ایسے ایسے رشتے، جن کے بارے میں سوچتا تو دل کی دنیا ہی اٹھل پھٹل ہو جاتی لیکن کوئی میرے ساتھ نہیں تھا۔ آہ، کوئی میرے ساتھ نہیں تھا۔ لاپتہ ماں باپ کی اولاد۔ وہ لوگ جو محبت کرتے تھے۔ اتنی دور کہ ان تک بویا پہنچنے یا رسائی حاصل کرنے کا تصور ایک خواب، ایک خیال کی مانند۔ یہ تھی میری زندگی۔ یہ تھا میں اور جب ان تمام باتوں کے بارے میں کبھی دل مچلتا تو اس طرح کہ اپنے آپ کو سنبھالنا مشکل ہو جاتا اور طبیعت پر شدید اضطراب طاری ہو جاتا تھا۔ ہوٹل کے مین گیٹ سے اندر داخل ہوا تھا کہ سامنے ہی وہ لڑکی نظر آ گئی، تیز تیز قدموں سے چلتی ہوئی باہر جانے کے لیے نکل رہی تھی، مجھے دیکھ کر ٹھٹھک گئی پھر مدھم سی مسکراہٹ کے ساتھ وہاں سے آگے بڑھ گئی، اس کی تیز رفتاری سمجھ میں نہیں آئی تھی لیکن اس کی آنکھوں میں جو کیفیت میں نے دیکھی تھی ایک بار پھر میرا ذہن اس کی طرف سے ڈانواؤں میں گھبراہٹ ہو گیا اور نہ جانے کیوں میں نے اسے آواز دے لی۔

”نیشا آپ ہی کا نام ہے نا؟“

”ہیلو۔“ وہ آگے بڑھ آئی۔

”میں نے پھر پوچھا نیشا آپ ہی کا نام ہے نا؟“

”ہاں کہئے؟“

”مجھے پہچانتی ہیں آپ؟“ میں نے سوالیہ انداز میں کہا۔

”سہل..... سوری..... کیا؟ ہمارا ایک دوسرے سے تعارف ہے؟“

”میں تو یہی سمجھ رہا تھا کہ تعارف ہے، آپ اسے اگر تسلیم نہیں کرتیں تو دوسری بات ہے، ویسے میں معافی چاہتا ہوں آپ سے میں نے آپ کا کہیں جانے کا راستہ روکا آئی ایم پورنی، آپ چاہیں تو جاسکتی ہیں۔“

”نہن..... نہیں اب تو شاید میں جا بھی نہ سکوں۔“ وہ الجھے ہوئے لہجے میں بولی۔

”کیوں؟“ میں نے حیرت سے کہا۔

”اصل میں، میں تھوڑی سی ذہنی مرید ہوئی۔“

”نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں۔“

”ہے۔ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے؟“

”میرا مطلب ہے بظاہر تو نظر نہیں آتی۔“

”بظاہر تو دنیا کی بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو نظر نہیں آتیں، لیکن حقیقت میں ایسا ہوتا

ہے اور ایسا ہے، بات یہ ہے کہ اگر میرے ذہن میں کوئی چیز الجھ جاتی ہے تو پھر میں پرسکون نہیں رہ سکتی، ہر کام غلط ہوتا ہے، راستے بھول جاتی ہوں، جو کچھ کرنا چاہتی ہوں نہیں کر پاتی،

جب تک کہ میرا ذہن صاف نہ ہو جائے۔“

”تو آپ کے ذہن میں کوئی الجھن ہے؟“

”بہت بڑی الجھن۔“

“کیا؟“

”یہی کہ آپ کون ہیں اور میں آپ کو کیسے جانتی ہوں یا آپ مجھے، آپ نے مجھے

سیرے نام سے پکارا ہے؟“

”آئیے پھر تھوڑی دیر بیٹھ کر یہ بات ہو جائے۔“

”آئیے۔“ ہم لوگ اندر نہیں داخل ہوئے تھے بلکہ ہوٹل کے باہر حسین لان پر جہاں

وٹمنگ پول بنا ہوا تھا لا تعداد کڑخیاں بچھی ہوئی تھیں، موسم بھی اچھا تھا۔ میں اسے لیے ہوئے وٹمنگ پول کی جانب بڑھ گیا اور پھر تھوڑے فاصلے پر ہم دونوں نے ایک میز سنبھال لی۔

”جی پہلے آپ بتائیے کہ آپ کیا نہیں گئی؟“

”اورنج ہوس۔“

“Yes?”

“ہاں۔“

”ٹھیک ہے میں نے ویٹر کو اشارہ کیا اور اسے مطلوبہ آرڈر دے دیا۔“ پھر اس نے

-4-

”جی مس تمیشتا۔“

”رکھنے سب سے پہلے آپ مجھے اپنا نام بتائیے۔“

”آپ مجھے ڈینٹس کہتی ہیں۔“

“*Yes*”

”چرا؟“

”میں کچھ نہیں ہوں۔“

“ ”

”اوہ مائی گاڈ، میرا مرض شاید بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ خیر ظاہر ہے آپ نے جس انداز

میں مجھے میرا نام لے کر پکارا ہے اور جس انداز میں اپنا نام بتایا ہے، اس سے یہ ظاہر ہوتا

ہے کہ ہم دونوں ایک دوسرے کے شناسا ہیں، اسل میں بھیجے جہول جائے ہا مرے ہے۔

”کیا آپ فوٹو کرائی کر لی ہیں؟“ پابلو پن کی حد تک جھپٹے ہوئے

بنائے۔“ ”اور آپ ہر اس چیز کی تصویر بنائی ہیں جو آپ کو پسند آئے؟“

”ہاں۔“ وہ متحیرانہ انداز میں ہونٹ سلوڑ کر بولی۔ اس کے ہونٹ سمجھور تھے گا انداز پر۔

بڑا ہی دلکش تھا اور اس وقت وہ ایک معصوم سی بچی لگی تھی، بس لے اپنی زندگی کی سب سے

حیرت ناک چیز دیکھ لی ہو، دلچسپ بات یہ بھی کہ اس کے چہرے کے لہوؤں کی اس سی اسٹوں

کا ساتھ دیتے تھے اور ان میں حیرت کے سوا کچھ نہیں ہوتا اگر وہ اداکاری کرتے ہیں تو پائیں

کیوں اس نے فنِ اداکاری کو ہمیں اپنایا، ورنہ وہ دنیا کی بہترین اداکاروں میں شمار ہوں

بہر حال اور فحش جوں آگیا، وہ بالکل بھول چکی تھی کہ اس نے میری تصویر بنائی تھی اور میرا

سے اس انداز میں تعارف ہو چکا تھا۔ بانی ساری باتیں سچ کہہ رہی تھی، جو کچھ پہلے بتا چکی تھی

ہاتھ میں پستول تھا سامنے سے بٹا اور صوفے پر بیٹھے ہوئے شخص نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

”بن بلائے مہمان کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔“

”جب کوئی کسی کے پاس آتا ہے تو اس کے ذہن میں کوئی مقصد ہوتا ہے۔ مہمان لگی آمد کا تعین اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ اس کی آمد کی وجہ کیا ہے۔ ویسے یہ دلچسپ بات ہے کہ کبھی کبھی انسان اپنے گھر میں بھی اجنبی ہو جاتا ہے۔“

”مطلب؟“ صوفے پر بیٹھے ہوئے شخص نے سوال کیا۔

”اب دیکھو ناں یہ میرا گھر نہ سہی لیکن اس ہوٹل کا کمر ضرور ہے جس کا زبردست کرایہ مجھے ادا کرنا پڑے گا لیکن تم مجھے بیٹھنے کی اجازت نہیں دے رہے یا تم نے مجھے بیٹھنے کی پیش کش نہیں کی۔ اس لیے میں کھڑا ہوا ہوں۔ یعنی اس ہوٹل کے کمرے میں جس کا مجھے کرایہ ادا کرنا ہے۔“

”تم شاید ذہنی طور پر اپنے آپ کو مطمئن کرنے کی کوشش کر رہے ہو اور ایسی چوہن سونچ رہے ہو جس سے صورتحال پر قابو پاسکو۔“ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہو سکتا ہے ایسا ہو۔“

”اسی لیے میں تمہیں بیٹھنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔“

”چلو ٹھیک ہے۔ کیا چاہتے ہو اور تم دونوں کی اس طرح آمد کیا معنی رکھتی ہے۔“

”تم سے کچھ سوالات کرنے ہیں۔“

”چلو ٹھیک ہے سوالات کرلو۔“

”وہ فائل کہاں ہے جو بریف کیس سے غائب ہوئی تھی اور جسے ہم نے غائب کیا تھا۔“

”اوہ۔ اس کا مطلب ہے کہ تمہارا تعلق.....“

”ایریش واش سے ہے۔“

”تمہارا نام معلوم کر سکتا ہوں؟“ میں نے سوال کیا۔

”بے مقصد، فضول ہم تو معمولی سے لوگ ہیں مسٹر ایریش واش کے لیے کام کرنے

والے ہمیں ہدایات دی جاتی ہیں کہ ہم کام کریں اور اس کے نتائج سے ماسٹر کو آگاہ کریں۔“

”چلو ٹھیک ہے یہ تو تمہیں پتا ہوگا کہ میری بیوی کہاں ہے۔“ میں نے سوال کیا۔

”میڈم کے بارے میں مسٹر ایریش واش نے آپ کے لیے پیغام بھیجا ہے۔“

”کیا؟“

”مسٹر ایریش واش کا کہنا ہے کہ ظاہر ہے میڈم کو وہ سکون تو نہیں پہنچایا جاسکتا جو تمہاری موجودگی میں انہیں حاصل ہو سکتا ہے۔ باقی ان کی عزت ان کے وقار میں اس وقت تک کوئی کمی نہیں کی جائے گی جب تک ہم تم سے بالکل مایوس نہ ہو جائیں۔ سمجھ رہے ہونا۔ ان کی طرف سے مطمئن رہو۔“

”اس کے لیے میں مسٹر ایریش واش کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔“

”لیکن جو کچھ تم کر رہے ہو وہ غلط ہے۔ مسٹر ایریش واش تمہارے بارے میں بھی سب کچھ معلوم کر چکے ہیں مسٹر دانش منصور۔ تم ایک ایسے ملک کے باشندے ہو جس نے خود تمہیں تمہاری تمام تر کاوشوں کے بعد ملک بدر کر دیا ہے۔ تمہیں اپنی بقاء کے لیے نجانے کیا کیا کھیل کھیلنے پڑے ہیں۔ نہ جانے کیسی کیسی کہانیاں تم نے اپنی ذات سے وابستہ کر لی ہیں۔ کیا تمہیں اس بات کا احساس نہیں۔ کیا تمہارے اندر تمہارا ضمیر نہیں جاگتا کہ تم اس کے باوجود اپنے ملک کے لیے انتقام کا کوئی جذبہ نہیں رکھتے؟“

”اپنے پیاروں سے کبھی انتقام نہیں لیا جاتا مائی ڈیئر۔“

”یہ جہالت اور بیوقوفی ہے۔“

”اور میرا خیال ہے تمہیں اس کا حق نہیں ہے کہ مجھے جاہل اور بیوقوف کہو۔“

”نہیں۔ ہم نے مثال کے طور پر یہ بات کہی۔“

”گفتگو میں احتیاط اچھی چیز ہوتی ہے اور میں سمجھتا ہوں انسان کو اس کا سلیقہ ہونا

چاہیے۔“

”خیر تم نے میری بات کا برا مان لیا ہے۔ میں یہ ہی چاہوں گا کہ ایسا نہ ہو۔ میں تم سے

یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ وہ فائل کہاں ہے وہ فائل ہمارے حوالے کر دو۔“

”میں تم سے یہ پوچھتا چاہتا ہوں کہ تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ میں یہاں آیا ہوں۔“

”دانش منصور کی شخصیت ان لوگوں سے زیادہ اہمیت کی حامل ہے۔ جن سے ہماری

لڑائی چل رہی ہے اور یقینی طور پر تمہیں اس کا نام بھی معلوم ہوگا میں رانا کی بات کر رہا ہوں۔

وہ شخص جو درحقیقت ہمارے لیے دردسر بنا ہوا ہے یعنی رانا وسیم۔“

وہی اس نے مجھے دوبارہ بتایا تھا، خاصا دلچسپ وقت اس کے ساتھ گزرا اور تھوڑی سی ذہنی تفریح مہیا ہو گئی۔ اصل میں سچی بات یہ ہے کہ میں اپنے آپ کو تلاش کر رہا تھا یعنی یہ کہ وہ کون سے لمحات ہو سکتے ہیں جو مجھے تھوڑا سا ذہنی سکون بخش دیں ورنہ کرب تو زندگی کا ساتھی بن کر رہ گیا تھا۔ نیشا کے ساتھ خاصا اچھا وقت گزرا۔ میں نے اسی الجھن میں رہا تھا اور اس کا مسلسل جائزہ لے کر یہ فیصلہ کرتا رہا تھا کہ لڑکی ہے کیا چیز۔ بس ایک دوبارہ پلکا سا شبہ ہوا تھا کہ اس کی شخصیت میں کوئی اور شخصیت بھی پوشیدہ ہے ورنہ اگر عام آدمی ہوتا میری جگہ، تو تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ نیشا کس طرح غلط شخصیت کی مالک ہو سکتی ہے اس کے علاوہ اس کے سامان میں بھی کوئی ایسی چیز نہیں دستیاب ہوئی تھی۔ وقت ابھی کافی تھا جب ہم وہاں سے اٹھے تو میں نے نیشا سے کہا۔

”اب تمہاری ذہنی کیفیت بہتر ہو گئی ہوگی نیشا؟“

”ہاں۔ بہت حد تک۔“

”اور تمہیں یاد آ گیا ہوگا کہ تم کس کام سے جا رہی تھیں؟“

”ارے ہاں، اُف میرے خدا، مجھے تو بہت ہی ضروری جانا تھا۔“

”ایک بار پھر مجھے معافی مانگنی پڑے گی۔“

”نہیں کیا کروں، میں جس کیفیت کا شکار ہوں اس میں ایسے واقعات میرے لیے عام ہیں، ہوتا رہتا ہے جب تک ذہن کسی مسئلے میں سیٹ نہ ہو، میں کچھ کر ہی نہیں سکتی، آئی ایم سوری مائی ڈیئر، مسٹر وینش لیکن میں دوبار تم سے ضرور ملاقات کروں گی اور میں ایک بات پھر یہ بتا دوں کہ تم مجھے بہت اچھے لگے ہو، اُد کے چلتی ہوں۔“ اور اس کے بعد میں نے اسے ہونٹوں کے گیٹ تک چھوڑا تھا پھر ایک گہری سانس لے کر اسے ٹیکسی میں بیٹھ کر جاتے ہوئے دیکھتا رہا تھا کیا لڑکی ہے۔ درحقیقت اس کی جتنی عمر ہے اس حساب سے وہ بے مثال شخصیت کی مالک ہے۔ یہی بات سوچتا ہوا اندر کی جانب چل پڑا، ذہن مختلف خیالات میں ڈوبا ہوا تھا، میں کاؤتھر سے پی پی لے کر لفٹ کی جانب چل پڑا، لفٹ نے مجھے میری منزل پر اتار دیا اور میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا کمرے پر پہنچ گیا، راہ داری پر سکون تھی، تالے کی چابی لگائی تو اچانک ہی احساس ہوا کہ کوئی گڑبڑ ہو گئی ہے۔ یہ صرف چھٹی حس تھی جس نے یہ احساس دلایا تھا، یہ اندازہ نہیں ہوا کہ گڑبڑ کیا ہوئی ہے، اندر کمرے میں پہنچا تو کمراتار یک تھا، بٹن دبا کر روشنی کر دی۔

”میرا اندازہ درست تھا اور اس اندازے کی تصدیق بھی ہو گئی تھی وہ ایک دراز قامت آدمی تھا دودھ جیسا سفید رنگ، چہرے کے پھیکے پھیکے نقوش سامنے کھڑا ہوا تھا اور پستول کا رخ میری ہی جانب تھا۔ لیکن وہ وہاں تنہا نہیں تھا۔ کمرے میں ہلکی سی دھوئیں کی بو بھی پھیلی ہوئی تھی۔ جسے میں نے اندر قدم رکھتے ہی محسوس کر لیا اور یہ بو ایک سگار سے اٹھ رہی تھی جو ایش ٹرے میں رکھا ہوا تھا اور اس میں سے دھوئیں کی پتلی لکیر بلند ہو رہی تھی۔ جو شخص صوفے پر بیٹھا ہوا تھا وہ ذرا بھاری بھر کم بدن کا مالک تھا اور ضرورت سے زیادہ ہی پر اعتماد نظر آ رہا تھا دونوں بہر حال خطرناک شکل و صورت رکھتے تھے۔ لیکن نہ جانے کیوں ذہن میں ایک ہلکی سی شگفتگی پیدا ہو گئی یہ معزز مہمان کون تھے اور جس انداز میں انہوں نے یہاں ایک ڈرامائی پتھویشن پیدا کر دی تھی وہ باعث دلچسپی تھی۔ پستول والے نے مجھے پستول کی نال سے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”دروازہ بند کر دو۔“

”اوکے سر۔“ میں نے گھوم کر دروازہ بند کیا لیکن اس طرح کہ دروازہ لاک نہ ہونے پائے اور تھوڑا سا کھلا رہے اس کے ساتھ ساتھ ہی ان لوگوں کو میری اس چالاکی کا احساس نہ ہو سکے اور ایسا ہی ہوا تھا وہ دونوں میری اس چالاکی پر غور نہیں کر سکے تھے حالانکہ ابھی یہ چالاکی بے مقصد تھی میں نے جو کچھ کیا تھا اس کا کوئی خاص مفہوم بھی میرے ذہن میں نہیں تھا۔ بس چونکہ اس وقت ان لوگوں کو اس اندازہ میں دیکھ کر ذہنی شگفتگی جاگ اٹھی تھی اس لیے کوئی نہ کوئی عمل ضروری سمجھ کر میں نے بھی اپنی طرف سے چالاکی کا ثبوت دے دیا تھا۔ وہ شخص جس کے

ہاتھ میں پستول تھا سامنے سے ہٹا اور صوفے پر بیٹھے ہوئے شخص نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

”بن بلائے مہمان کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔“

”جب کوئی کسی کے پاس آتا ہے تو اس کے ذہن میں کوئی مقصد ہوتا ہے۔ مہمان کی آمد کا تعین اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ اس کی آمد کی وجہ کیا ہے۔ ویسے یہ دلچسپ بات ہے کہ کبھی کبھی انسان اپنے گھر میں بھی اجنبی ہو جاتا ہے۔“

”مطلب؟“ صوفے پر بیٹھے ہوئے شخص نے سوال کیا۔

”اب دیکھو ناں یہ میرا گھر نہ سہی لیکن اس ہوٹل کا کمر ضرور ہے جس کا زبردست کرایہ مجھے ادا کرنا پڑے گا لیکن تم مجھے بیٹھنے کی اجازت نہیں دے رہے یا تم نے مجھے بیٹھنے کی پیش کش نہیں کی۔ اس لیے میں کھڑا ہوا ہوں۔ یعنی اس ہوٹل کے کمرے میں جس کا مجھے کرایہ ادا کرنا ہے۔“

”تم شاید ذہنی طور پر اپنے آپ کو مطمئن کرنے کی کوشش کر رہے ہو اور ایسی پتویشن سوچ رہے ہو جس سے صورتحال پر قابو پاسکو۔“ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہوسکتا ہے ایسا ہو۔“

”اسی لیے میں تمہیں بیٹھنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔“

”چلو ٹھیک ہے۔ کیا چاہتے ہو اور تم دونوں کی اس طرح آمد کیا معنی رکھتی ہے۔“

”تم سے کچھ سوالات کرنے ہیں۔“

”چلو ٹھیک ہے سوالات کرلو۔“

”وہ فائل کہاں ہے جو بریف کیس سے غائب ہوئی تھی اور جسے تم نے غائب کیا تھا۔“

”اوہ۔ اس کا مطلب ہے کہ تمہارا تعلق.....“

”ایریش واش سے ہے.....“

”تمہارا نام معلوم کر سکتا ہوں؟“ میں نے سوال کیا۔

”بے مقصد، فضول ہم تو معمولی سے لوگ ہیں مسٹر ایریش واش کے لیے کام کرنے والے ہمیں ہدایات دی جاتی ہیں کہ ہم کام کریں اور اس کے نتائج سے ماسٹر کو آگاہ کریں۔“

”چلو ٹھیک ہے یہ تو تمہیں پتا ہوگا کہ میری بیوی کہاں ہے۔“ میں نے سوال کیا۔

”میڈم کے بارے میں مسٹر ایریش واش نے آپ کے لیے پیغام بھیجا ہے۔“

”کیا؟“

”مسٹر ایریش واش کا کہنا ہے کہ ظاہر ہے میڈم کو وہ سکون تو نہیں پہنچایا جاسکتا جو تمہاری موجودگی میں انہیں حاصل ہو سکتا ہے۔ باقی ان کی عزت ان کے وقار میں اس وقت تک کوئی کمی نہیں کی جائے گی جب تک ہم تم سے بالکل مایوس نہ ہو جائیں۔ سمجھ رہے ہونا۔ ان کی طرف سے مطمئن رہو۔“

”اس کے لیے میں مسٹر ایریش واش کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔“

”لیکن جو کچھ تم کر رہے ہو وہ غلط ہے۔ مسٹر ایریش واش تمہارے بارے میں بھی سب کچھ معلوم کر چکے ہیں مسٹر دانش منصور۔ تم ایک ایسے ملک کے باشندے ہو جس نے خود تمہیں تمہاری تمام تر کاوشوں کے بعد ملک بدر کر دیا ہے۔ تمہیں اپنی بقاء کے لیے نجانے کیا کیا کھیل کھیلنے پڑے ہیں۔ نہ جانے کیسی کیسی کہانیاں تم نے اپنی ذات سے وابستہ کر لی ہیں۔ کیا تمہیں اس بات کا احساس نہیں۔ کیا تمہارے اندر تمہارا ضمیر نہیں جاگتا کہ تم اس کے باوجود اپنے ملک کے لیے انتقام کا کوئی جذبہ نہیں رکھتے؟“

”اپنے پیاروں سے کبھی انتقام نہیں لیا جاتا مائی ڈیئر۔“

”یہ جہالت اور بیوقوفی ہے۔“

”اور میرا خیال ہے تمہیں اس کا حق نہیں ہے کہ مجھے جاہل اور بیوقوف کہو۔“

”نہیں۔ ہم نے مثال کے طور پر یہ بات کہی۔“

”گفتگو میں احتیاط اچھی چیز ہوتی ہے اور میں سمجھتا ہوں انسان کو اس کا سلیقہ ہونا چاہیے۔“

”خیر تم نے میری بات کا برا مان لیا ہے۔ میں یہ ہی چاہوں گا کہ ایسا نہ ہو۔ میں تم سے یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ وہ فائل کہاں ہے وہ فائل ہمارے حوالے کر دو۔“

”میں تم سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ میں یہاں آیا ہوں۔“

”دانش منصور کی شخصیت ان لوگوں سے زیادہ اہمیت کی حامل ہے۔ جن سے ہماری لڑائی چل رہی ہے اور یقینی طور پر تمہیں اس کا نام بھی معلوم ہوگا میں رانا کی بات کر رہا ہوں۔ وہ شخص جو درحقیقت ہمارے لیے درد سر بنا ہوا ہے یعنی رانا وسیم۔“

”ہاں میں رانا وسیم کو جانتا ہوں۔ میرے ہی ملک کا باشندہ ہے لیکن اس کے باقی معاملات سے نہ مجھے کوئی دلچسپی رہی ہے اور نہ میں اس کے بارے میں کوئی تفصیل جانتا ہوں۔“

”وقت اور حالات یہ بات ثابت کر چکے ہیں کہ رانا وسیم نے تمہاری مدد سے بہت سی آسانیاں حاصل کی ہیں اور تمہاری ہی مدد سے وہ کسی ایسی جگہ روپوش ہو گیا ہے جہاں اسے تلاش نہیں کیا جاسکا۔ ہم نے یہ بھی اندازہ لگا لیا ہے مائی ڈینر دانش منصور کہ یہاں تم تنہا آئے ہو اور رانا وسیم تمہارے پاس موجود نہیں ہے ہم جو فیصلہ کر سکے ہیں وہ یہ ہے کہ امکان اس بات کا ہے کہ شاید تم رانا وسیم کو یہاں طلب کرو اور اس کے لیے کوئی ذریعہ تلاش کر لو لیکن ایسا ممکن نہیں ہوگا وہ برطانیہ ہی سے نہیں نکل سکے گا۔ ہمیں تو تمہاری آمد کا بھی علم ہے اور جب وہ وہاں سے نکلے گا تب بھی ہمیں اس کے بارے میں علم ہو جائے گا لیکن بہتر یہ ہے کہ تم ہم سے تعاون کرو۔“

تم ایک ایسی بے مقصد لڑائی ہم سے مول لے رہے ہو جس کی تمہیں ضرورت نہیں ہے۔“

”اور اگر اس لڑائی کا آغاز خود بخود تم نے کر دیا ہو تو؟“ میں نے سوال کیا۔

”مطلب؟“

”مطلب یہ کہ اگر میں تمہیں بتاؤں کہ رانا وسیم میرے پاس آیا تھا اور ایک زخمی انسان کی حیثیت سے اور سچی بات یہ ہے کہ اب جب کہ تم میرے بارے میں سب کچھ جان چکے ہو تو میں تم سے یہ کہوں کہ ایک ہم وطن ہونے کی حیثیت سے میں نے اس کی تھوڑی بہت مدد کی اور جب وہ اپنے زخموں سے صحت یاب ہو گیا تو میں نے اس سے معذرت کر لی اور یہ کہا کہ میں تو خود ترک وطن کیے ہوئے ہوں اس لیے اس کی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ چنانچہ اس کے بعد وہ وہاں سے چلا گیا پھر بعد میں جو کچھ بھی کیا وہ تمہارا اپنا ذاتی معاملہ تھا اور تم نے مجھے بلاوجہ اس میں ملوث کر لیا میری بیوی کو اغوا کر کے لے گئے ایش واش کو میں نہیں جانتا کہ وہ کیا ہے لیکن باقی جو تم نے کیا ہے کیا وہ درست ہے۔“

”میں نہیں پر تو سارا معاملہ گڑبڑ ہو گیا ہے۔ یعنی ایش واش اس بات سے مطمئن نہیں ہے کیونکہ مسٹر دانش منصور تمہارا ماضی ایسا ہی رہا ہے۔ اپنے وطن کے لیے تم نے اندھی چالیں چلی

ہیں۔ ہر مرتبہ مار کھائی ہے لیکن وطن پرستی سے باز نہیں آئے اور اب بھی یہ کہا جاسکتا ہے کہ تم وطن پرست ہو۔“

”مگر تم مجھ سے کیا چاہتے ہو۔“

”وہ فائل جو بریف کیس سے غائب کر دی گئی تھی۔“

”تمہارا کیا خیال ہے کیا وہ میرے پاس موجود ہے کیا تم نے یہاں میرے سامان کی تلاشی لی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ تم نے ایسا کیا ہوگا اور کیا تمہیں یہاں سے ایسی کوئی چیز دستیاب ہو سکی۔“

”یہاں سے نہیں ہو سکتی تھی۔“

”تلاشی تو لی ہے ناں تم نے۔“

”کیوں نہیں۔“

”تو پھر؟“

”تمہیں اصل جگہ بتانی ہوگی چلو اتنا ہی بتا دو کہ اس وقت رانا وسیم کہاں ہے۔“

”یعنی تم یہ جانتے ہو کہ وہ برطانیہ میں ہے اور تم یہاں اس کے بارے میں پوچھ رہے ہو۔“ صوفے پر بیٹھے ہوئے شخص نے اپنے ساتھی کی طرف دیکھا اور بولا۔

”نہیں یہ ان لوگوں میں سے نہیں ہے جو صرف دلائل سے زبان کھول دیتے ہیں۔ تمہیں معلوم ہے کہ ہمیں اس کے بارے میں کیا ہدایت دی گئی تھیں۔ یہ تو ہماری شرافت ہے کہ تم نے اس سے اتنی گفتگو کر لی۔“

”ٹھیک ہے سر۔“ اس آدمی نے کہا جواب تک کھڑا ہوا تھا اور پھر اپنا پستول جیب میں رکھ لیا لیکن اب صوفے پر بیٹھے ہوئے آدمی نے اپنی جیب سے پستول نکال کر میری جانب سیدھا کر لیا تھا میرا ذہن برق رفتاری سے کام کر رہا ہے اب ظاہر ہے وہ لوگ کسی نہ کسی جہالت پر آمادہ تھے کیا کرنا چاہتے تھے۔ یہ میں نہیں جانتا تھا لیکن بہر حال زبانی گفتگو ختم ہو چکی تھی اور اب کچھ بدن کا کھیل شروع ہونے والا تھا۔ جس کا مجھے احساس ہو گیا تھا لیکن یہ تعجب کی بات ہے کہ ایش واش دانش منصور سے واقفیت کے باوجود صرف دو آدمیوں پر قناعت کر رہا تھا لمبے قد کا آدمی میرے بالکل قریب آ گیا اور صوفے پر بیٹھے ہوئے شخص نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”ہاں میں رانا وسیم کو جانتا ہوں۔ میرے ہی ملک کا باشندہ ہے لیکن اس کے باقی معاملات سے نہ مجھے کوئی دلچسپی رہی ہے اور نہ میں اس کے بارے میں کوئی تفصیل جانتا ہوں۔“

”وقت اور حالات یہ بات ثابت کر چکے ہیں کہ رانا وسیم نے تمہاری مدد سے بہت سی آسانیاں حاصل کی ہیں اور تمہاری ہی مدد سے وہ کسی ایسی جگہ روپوش ہو گیا ہے جہاں اسے تلاش نہیں کیا جاسکا۔ ہم نے یہ بھی اندازہ لگا لیا ہے مائی ڈیئر دانش منصور کہ یہاں تم ٹہرا آئے ہو اور رانا وسیم تمہارے پاس موجود نہیں ہے ہم جو فیصلہ کر سکے ہیں وہ یہ ہے کہ امکان اس بات کا ہے کہ شاید تم رانا وسیم کو یہاں طلب کرو اور اس کے لیے کوئی ذریعہ تلاش کر لو لیکن ایسا ممکن نہیں ہوگا وہ برطانیہ ہی سے نہیں نکل سکے گا۔ ہمیں تو تمہاری آمد کا بھی علم ہے اور جب وہ وہاں سے نکلے گا تب بھی ہمیں اس کے بارے میں علم ہو جائے گا لیکن بہتر یہ ہے کہ تم ہم سے تعاون کرو۔“

تم ایک ایسی بے مقصد لڑائی ہم سے مول لے رہے ہو جس کی تمہیں ضرورت نہیں ہے۔“

”اور اگر اس لڑائی کا آغاز خود بخود تم نے کر دیا ہو تو؟“ میں نے سوال کیا۔

”مطلب؟“

”مطلب یہ کہ اگر میں تمہیں بتاؤں کہ رانا وسیم میرے پاس آیا تھا اور ایک زخمی انسان کی حیثیت سے اور سچی بات یہ ہے کہ اب جب کہ تم میرے بارے میں سب کچھ جان چکے ہو تو میں تم سے یہ کہوں کہ ایک ہم وطن ہونے کی حیثیت سے میں نے اس کی تھوڑی بہت مدد کی اور جب وہ اپنے زخموں سے صحت یاب ہو گیا تو میں نے اس سے معذرت کر لی اور یہ کہا کہ میں تو خود ترک وطن کیے ہوئے ہوں اس لیے اس کی کوئی بد نہیں کر سکتا۔ چنانچہ اس کے بعد وہ وہاں سے چلا گیا پھر بعد میں جو کچھ بھی کیا وہ تمہارا اپنا ذاتی معاملہ تھا اور تم نے مجھے بلا وجہ اس میں ملوث کر لیا میری بیوی کو اغوا کر کے لے گئے ایرش واش کو میں نہیں جانتا کہ وہ کیا ہے لیکن باقی جو تم نے کیا ہے کیا وہ درست ہے۔“

”یہیں پر تو سارا معاملہ گڑبڑ ہو گیا ہے۔ یعنی ایرش واش اس بات سے مطمئن نہیں ہے کیونکہ مسٹر دانش منصور تمہارا ماضی ایسا ہی رہا ہے۔ اپنے وطن کے لیے تم نے اندھی چالیں چلی

ہیں۔ ہر مرتبہ مار کھائی ہے لیکن وطن پرستی سے باز نہیں آئے اور اب بھی یہ کہا جاسکتا ہے کہ تم وطن پرست ہو۔“

”مگر تم مجھ سے کیا چاہتے ہو۔“

”وہ فائل جو بریف کیس سے غائب کر دی گئی تھی۔“

”تمہارا کیا خیال ہے کیا وہ میرے پاس موجود ہے کیا تم نے یہاں میرے سامان کی تلاشی لی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ تم نے ایسا کیا ہوگا اور کیا تمہیں یہاں سے ایسی کوئی چیز دستیاب ہو سکی۔“

”یہاں سے نہیں ہو سکتی تھی۔“

”تلاشی تو لی ہے ناں تم نے۔“

”کیوں نہیں۔“

”تو پھر؟“

”تمہیں اصل جگہ بتانی ہوگی چلو اتنا ہی بتا دو کہ اس وقت رانا وسیم کہاں ہے۔“

”یعنی تم یہ جانتے ہو کہ وہ برطانیہ میں ہے اور تم یہاں اس کے بارے میں پوچھ رہے ہو۔“ صوفی پر بیٹھے ہوئے شخص نے اپنے ساتھی کی طرف دیکھا اور بولا۔

”نہیں یہ ان لوگوں میں سے نہیں ہے جو صرف دلائل سے زبان کھول دیتے ہیں۔ تمہیں معلوم ہے کہ ہمیں اس کے بارے میں کیا ہدایت دی گئی تھیں۔ یہ تو ہماری شرافت ہے کہ تم نے اس لیے اتنی گفتگو کر لی۔“

”تھیک ہے سر۔“ اس آدمی نے کہا جواب تک کھڑا ہوا تھا اور پھر اپنا پستول جیب میں رکھ لیا لیکن اب صوفی پر بیٹھے ہوئے آدمی نے اپنی جیب سے پستول نکال کر میری جانب سیدھا کر لیا تھا میرا ذہن برق رفتاری سے کام کر رہا ہے اب ظاہر ہے وہ لوگ کسی نہ کسی جہالت پر آمادہ تھے کیا کرنا چاہتے تھے۔ یہ میں نہیں جانتا تھا لیکن بہر حال زبانی گفتگو ختم ہو چکی تھی اور اب کچھ بدن کا کھیل شروع ہونے والا تھا۔ جس کا مجھے احساس ہو گیا تھا لیکن یہ تعجب کی بات ہے کہ ایرش واش دانش منصور سے واقفیت کے باوجود صرف دو آدمیوں پر قناعت کر رہا تھا لمبے قد کا آدمی میرے بالکل قریب آ گیا اور صوفی پر بیٹھے ہوئے شخص نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”اپنے دونوں ہاتھ بلند کر دو۔“

”ٹھیک ہے جناب!“ میں نے نرمی سے کہا اور اپنے ہاتھ اوپر اٹھا دیئے لمبے آدمی نے جھک کر میرے لباس کی تلاشی لینے کی کوشش کی لیکن اس بیوقوف آدمی نے اپنا پستول میرے سامنے ہی جیب میں رکھا تھا میں بڑے سکون سے تلاشی دے رہا تھا اور جب اس نے کندھوں سے لے کر نیچے تک میری تلاشی لی اور مجھے ہاتھ نیچے کرنے کا موقع ملا تو بڑے اطمینان سے میرا ہاتھ اسکے کوٹ کی جیب میں داخل ہو گیا اور میں نے مہارت کے ساتھ اس کا پستول نکال لیا وہ اس کا احساس ہوتے ہی ایک دم سے گھوم گیا اور اس نے پلٹ کر مجھ سے پٹنے کی کوشش کی لیکن اب اسے میں کیا کہوں کہ پستول کے ٹرائیگر پر میری انگلی دب گئی تھی جب تک مجھے تو یہ بھی اندازہ نہیں تھا کہ اس پر انتہائی نفیس قسم کا ننھا سا سائلنسر لگا ہوا ہے۔ گولی چلانا میرے لیے بڑا خطرناک تھا کیونکہ گولی چلنے کی آواز سے یہاں ہنگامہ برپا ہو سکتا تھا۔ اس لیے میرا مقصد یہ تھا بھی نہیں لیکن سائلنسر نے کام آسان کر دیا اور میں نے اس کے سینے کے سوراخ سے خون ابلتے ہوئے دیکھا صوفے پر بیٹھے ہوئے شخص کے لیے یہ صورت حال غیر متوقع ضرور تھی لیکن وہ بھی ماہر آدمی معلوم ہوتا تھا اس نے اس موقع پر وہی کیا جو اسے کرنا چاہیے تھا چنانچہ وہ پھرتی سے زمین پر لیٹ گیا اور گرتے گرتے اس نے مجھ پر فائر کر دیا گولی میرے لباس کو چھوتی ہوئی نکل گئی تھی لیکن اب میں بھی سنبھل گیا تھا۔ چنانچہ میں نے پھرتی سے بیڈ کے پیچھے چھلانگ لگا دی۔ اس شخص کے ریوالور میں بھی سائلنسر لگا ہوا تھا بیڈ کا عقبی حصہ کسی قدر مناسب جگہ تھی اور اگر میں پھرتی سے کام لیتا تو آسانی سے اپنے اس دوسرے مد مقابل کو گولی کا نشانہ بنا سکتا تھا لیکن ابھی میں ایسا نہیں کرنا چاہتا تھا بلاوجہ قتل و غارت گری کا مجھے کبھی شوق نہیں رہا تھا اور اس کے ساتھ یہ بھی ممکن تھا کہ یہ شخص میرے کام ہی آجائے۔ کم از کم اور کچھ نہیں تو رخسار کے بارے میں اس سے مزید معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں یا ایرش واش کا پتا بھی معلوم ہو سکتا ہے۔ اس نے اس موجودہ پوزیشن سے اپنے آپ کو بچانے کے لیے لمبی لوٹ لگائی اور اس کے ساتھ ہی پھر فائر کر دیا۔ گولی نے بیڈ کے قریب ڈیرنگ ٹیبل کے شیشے کو چکنا چور کر دیا تھا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ میں بھی اتنا محفوظ نہیں ہوں کہ اگر وہ تھوڑی سی کجھداری سے کام لے تو مجھے نشانہ بنا سکتا ہے۔ ہم دونوں کی چلائی ہوئی گولیاں بہ آسانی ایک دوسرے کو ختم کر سکتی تھیں بہر حال میں اسے ہلاک کر سکتا تھا لیکن اس طرح نہیں اس کے علاوہ

میری کوشش یہی تھی کہ آوازیں باہر نہ جائیں تو زیادہ بہتر ہے۔ ذرا سی گڑبڑ بھی ہو گئی تھی اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ میں نے دروازے کا تھوڑا سا حصہ جس مقصد کے لیے کھلا چھوڑ دیا ہے وہ اب میرے ہی لیے نقصان دہ ہو سکتا ہے کیونکہ ٹوٹ پھوٹ کی آوازیں باہر بھی جاسکتی ہیں اچانک ہی اس نے پھر فائر کیا اور گولی عقبی دیوار میں بیوست ہو گئی اس کے ساتھ ہی وہ گھٹنوں کے بل جھک گیا اور جھک کر آڑ لیتا ہوا دروازے کی جانب سرکنے لگا میں اب ان مصیبتوں کا منتظر تھا جو باہر سے مجھ پر نازل ہونے والی تھیں لیکن میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ اب وہ شخص یعنی میرا دشمن میرا مد مقابل اٹھ کر بھاگ جانے کی فکر میں ہے اور اس بار اس نے اٹھ کر ایک بار پھر فائر کیا اور اس بار یہ فائر کامیاب ہو گیا۔ میرا ریوالور جو اوپر اٹھا ہوا تھا اچانک ہی اس کی گولی کا نشانہ بن گیا تھا اور اس نے صاف محسوس کر لیا کہ ریوالور اب میرے ہاتھ میں نہیں ہے۔ چنانچہ اس نے ایک لمبی چھلانگ لگائی اور میرے سامنے آکھڑا ہوا اس کی آواز نکلی۔

”سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔ ورنہ تم جانتے ہو کہ اب تم خالی ہاتھ ہو اور میں تمہیں ختم کر دوں گا۔“ میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا اور پھر دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے اس کے بعد گھٹنوں کا سہارا لے کر کھڑا ہو گیا میرا خیال تھا کہ وہ اب میری طرف سے کافی مطمئن ہو گیا ہوگا۔ چنانچہ اٹھتے اٹھتے میں نے نہایت پھرتی سے اپنا ایک پاؤں چلایا اور اس کے ریوالور والی کلائی پر ایک لات رسید کرنے کی کوشش کی لیکن دوسرے لمحے اس کے ریوالور سے پھر فائر ہوا اور مجھے موقع مل گیا۔ گولی اس کے پاؤں کے قریب ہی زمین پر لگی تھی۔ لیکن اس کا پاؤں زخمی نہیں ہوا تھا البتہ میرے ایک زوردار حملے نے ریوالور اس کے ہاتھ سے نکال لیا اور میں نے دوسری لات اسکے گھٹنے پر ماری جس سے اسے خاصی تکلیف پہنچی اور وہ نیچے گرا لیکن کم بخت بڑا ہی ماہر تھا کیونکہ دوسرے لمحے اس نے قلابازی کھائی اور اپنا سر میری ناک پر اس زور سے مارا کہ ایک لمحے کے لیے میرا دماغ چکرا گیا۔ اگر میں فوراً نہ سنبھل جاتا تو ارنابھینسا ٹکریں مار مار کر میری کھوپڑی پھاڑ دیتا۔ اس کے سر کی مضبوطی کا اس سے پہلے مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا اور میں اس کی اس ٹکر سے بری طرح چکرا گیا تھا لیکن اب چونکہ وہ خود بھی خالی ہاتھ تھا اس لیے جانتا تھا کہ مجھ سے لڑے بغیر اس کی گلو خلاصی ممکن نہیں ہے البتہ اس کی مہارت اور لڑنے کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ مارشل آرٹ کا زبردست ماہر ہے اس نے اپنے بازو کی ٹکر میرے سینے پر لگانا چاہی لیکن میں نے اپنے آپ کو بچایا دوسرے لمحے میں نے اس کے چہرے پر ایک زوردار تھپڑ رسید

کر دیا۔ چٹاخ کی آواز پیدا ہونی تھی اور وہ گھوم گیا تھا لیکن مجھے اعتراف کرنا پڑا کہ اس جینا پھر نیلا آدمی اس سے پہلے میری نگاہوں سے نہیں گزرا تھا۔ اس نے گھومتے گھومتے بھی اپنا ہاتھ ایک بار پھر میری گردن پر رسید کیا اور میں لڑکھڑا کر دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اس سے قبل کہ میں سمجھتا اس نے دروازے کی جانب چھلانگ لگائی وہ اگر چاہتا تو مجھ پر مسلسل وار کر کے مجھ سے جنگ کر سکتا تھا لیکن شاید وہ بھی مجھ سے خوفزدہ ہی ہو گیا تھا کیونکہ ہم دونوں ہی ایک دوسرے پر قابو پانے میں ناکام رہے تھے پھر اس نے دروازہ کھولا اور باہر نکل گیا۔ میں نے بھی پھرتی سے اس کی طرف چھلانگ لگائی تھی۔ لیکن جب میں دروازے سے باہر پہنچا تو وہ راہداری کے آخری سرے پر سیڑھیوں پر تھا اور دوسرے لمحے وہ سیڑھیوں سے نیچے کود گیا تھا۔ بہر حال میں یہ سوچنے لگا کہ اگر میں اس کا تعاقب کرتا ہوں تو انتہائی سنگین صورتحال سے دوچار ہونا پڑے گا کیونکہ میرے کمرے میں ایک لاش بھی پڑی ہوئی ہے اور مقامی حکومت کو یہ بتانا میرے لیے آسان نہیں ہوگا کہ دو افراد مجھ پر حملہ آور ہوئے تھے جس کے نتیجے میں یہ لاش وجود میں آئی ہے۔ ایک الگ ہی مصیبت میں گرفتار ہو جاؤں گا اور خود میرا وجود میرے لیے اس قدر خطرناک ہے کہ اگر میں اپنے لیے کوشش کرتا ہوں اور اپنی بے گناہی ثابت کرنے کے لیے آمادہ ہو جاتا ہوں تو مجھے گناہ گار قرار دینے کے لیے بس اتنا کافی ہوگا کہ میرا نام دانش منصور ہے اگر یہ کمرہ چھوڑ کر یہاں سے فرار ہونے کی کوشش بھی کرتا ہوں تو مزید الجھنوں میں گرفتار ہو جاؤں گا مقامی پولیس مجھے تلاش کرنے کے لیے نجانے کیا کیا ہنگامے برپا کرے گی نتیجہ کچھ بھی نہیں نکلے گا سوائے ان مصیبتوں کے جو میری تقدیر کا ایک حصہ بن گئی ہیں تو پھر کچھ ایسا ہی کرنا چاہیے جس سے میں اس عذاب سے بچ جاؤں لیکن جب ایسے واقعے ہوتے ہیں تو ذہن کی رفتار ضرورت سے کچھ زیادہ ہی تیز ہو جاتی ہے ایک دم سے ایک بات میرے ذہن کو کلک کر گئی مجھے اپنی اس راہداری کے آخری سرے کا کمر یاد آ گیا جس میں نیشا مقیم تھی نیشا میں نے دل ہی دل میں سوچا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی انسان خطرناک حالات میں کبھی کبھی اس قدر خود غرض ہو جاتا ہے کہ عام طور پر وہ اس طرح خود غرض نہیں ہو سکتا وہ معصوم لڑکی ہو سکتا ہے میری وجہ سے بہت بڑی مصیبت میں گرفتار ہو جائے لیکن اس کا تصور میرے دل میں اس لیے آیا تھا کہ ابھی تک تصویر کا معاملہ ذہن میں صاف نہیں ہو سکا تھا ہو سکتا ہے کہ اس کی شخصیت میں کوئی اور بات بھی ہو لیکن اس وقت یہ مسئلہ نہیں تھا بس پھر اس کے بعد میں

کا ردائی میں مصروف ہو گیا اور ایک لمبی کارروائی مجھے کرنا پڑی نیشا اس وقت بھی اپنے کمرے میں موجود نہیں تھی اور پتا نہیں کہاں چلی گئی تھی لاش کو اس کے کمرے منتقل کرتے ہوئے مجھے جتنی احتیاط کا سامنا کرنا پڑا وہ میں ہی جانتا ہوں وقت بھی ایسا نہیں تھا کہ ماحول بہت زیادہ سناں ہو جائے انتظار بھی کرنا مشکل تھا لاش کو میں نے اس کی مسہری کے نیچے چھپا دیا تھا اور اس کے بعد اپنے کمرے کے ڈریسنگ ٹیبل کا شیشہ بھی مجھے تبدیل کرنا پڑا اور یہ آسان کام نہیں تھا لیکن میں نے بہت بڑا رسک لیا تھا جب یہ سارا کام مکمل ہو گیا تو میں نے سوچا اب تھوڑا سا ذہنی طور پر اپنے آپ کو مطمئن محسوس کیا جا سکتا ہے انسان جب کسی تنہا عذاب میں گرفتار ہوتا ہے تو پھر اس کی ذہنی حالت ایسی ہی ہو جاتی ہے میں دیکھی تھا ہو سکتا ہے نیشا مشکل کا شکار ہو جائے لیکن دیکھوں گا جس وقت ممکن ہو سکے کچھ کروں گا پھر خاصا وقت گزر گیا اور اس کے بعد میں اپنے کمرے کی صفائی وغیرہ کر کے باہر نکل آیا دل ہی نہیں لگ رہا تھا۔ ہونٹوں کے مختلف پوریشن تھے اور وہاں اپنے اپنے طور پر تفریحات ہو رہی تھیں میں کھلی ہوا میں باہر نکل آیا ایک بہت بڑے لان پر میزیں لگی ہوئی تھیں اور رنگ برنگی روشنیاں گھاس میں جل رہی تھیں یہ روشنیاں میزوں کا احاطہ کیے ہوئے تھیں اور اس سے ماحول خاصا خوبصورت ہو گیا تھا۔ میں ایک میز کی جانب بڑھ گیا اور کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا لیکن ابھی مجھے بیٹھے ہوئے کچھ لمحے ہی گزرے تھے کہ نیشا نظر آئی ٹہلنے کے سے انداز میں آگے بڑھ رہی تھی اور اس کی نگاہیں مل جانے کو تھیں وہ ٹھٹھک گئی میں نے محسوس کیا کہ وہ ذرا سی الجھن کا شکار ہے چنانچہ میں نے خود ہی ہاتھ اٹھا کر اس کی جانب ہاتھ ہلا دیا اور وہ سیدھی میری جانب آ گئی۔

”ہیلو مجھے معاف کرنا میں بھول جانے کی عادی ہوں اگر میں غلط نہیں سوچ رہی۔“

”تو میرا نام ذنیش ہے۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہاں وہی وہی میرا نام نیشا ہے کیا میں تمہارے پاس بیٹھ جاؤں۔“

”میں نے اسی لیے تمہیں ادھر بلائے کا اشارہ کیا تھا۔“

”شکریہ بہت بہت شکریہ سر میں تنہا ہوں اور یہ ملک میرے لیے اجنبی ہے یہ شہر بھی

اسی لیے کبھی کبھی بڑی تنہائی محسوس کرتی ہوں۔“

”بیٹھو کہیں باہر سے آرہی ہو۔“

”ہاں بس مختلف مصروفیات رہتی ہیں میری گھومنا پھرنا۔“

”اس کے علاوہ۔“

”اس کے علاوہ کچھ نہیں۔“

”کیا پیوگی۔“

”یہاں اس خوبصورت موسم میں بیٹھ کر کافی پینے کا جو مزہ آئے گا وہ کسی اور چیز کو پینے میں نہیں آسکتا۔“

”ٹھیک ہے کافی منگواتے ہیں۔“ میں نے کہا اور ویٹر کو اشارہ کر دیا لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی میری نگاہیں نیشا کا اندر سے جائزہ لے رہی تھیں باہر سے آنے کے بعد شاید ابھی تک وہ اپنے کمرے میں نہیں پہنچی یا اگر پہنچ گئی ہے اور وہ لاش دیکھ چکی ہے تو اس کے بعد ممکن ہے میری تلاش میں نکل آئی ہو لیکن یہ صرف وہم بھرے خیالات تھے۔ ان کا کوئی صحیح فیصلہ کرنا مشکل تھا ویٹر کو میں نے کافی کا آرڈر دے دیا تو نیشا ہنس کر بولی۔

”مجھے یاد آتا ہے ہماری تو کئی ملاقاتیں ہو چکی ہیں نا اور میں تمہیں بھول جاتی ہوں۔“

”ہاں۔“ میں نے کہا۔

”مگر تم کون ہو؟“

”یہ سوال بھی تم کئی بار کر چکی ہو۔“

”کر چکی ہوں۔ اس نے تعجب سے کہا۔“

”ہاں۔“

”اور تم نے مجھے اپنے بارے میں بتا دیا تھا۔“

”ہاں بالکل۔“

”کیا بتایا تھا۔“ وہ ناز بھرے انداز میں بولی۔

”یہی کہ میرا نام دانش ہے اور میں صرف ایک سیاح ہوں۔“

”اچھا اب یہ بتاؤ اس ملک سے تم کہاں جاؤ گے۔“

”ابھی تو اس شہر میں آئے ہوئے ہی مجھے زیادہ وقت نہیں گزرا ابھی سوچوں گا فیصلہ کروں گا کہ مجھے کہاں جانا ہے ویسے تم نے میری ایک تصویر بنائی تھی۔“

”تصویر ابھی وہ تصویر میرا مطلب ہے وہ فلم تیار نہیں ہوئی میں بہت جلد اس کے فوٹو

گراف بناؤں گی۔“

”مجھے نہیں دکھاؤ گی۔“

”اگر تمہیں شوق ہے تو میں دکھا دوں گی ویسے میں بہت اچھی فوٹو گرافی کرتی ہوں۔“

”میں نہیں مانتا۔“

”کیوں۔“

”اس وقت جب تم نے پارک میں میری تصویر بنائی تھی اس وقت سے لے کر اب تک میں نے کیمرہ دوبارہ تمہارے ہاتھ میں نہیں دیکھا جب کہ تم نے کہا تھا کہ تم ہر اچھے منظر کو اپنے کیمرے میں قید کر لیتی ہو ایسے شخص کے پاس تو کیمرہ ہر وقت ہونا چاہیے یہ پہلا لمحہ تھا کہ میں نے اس کے چہرے پر کسی قدر الجھن کے نقوش دیکھے بس ایک لہر تھی جو آ کر گزر گئی تھی لیکن بدلے ہوئے نقوش کی اس لہر نے مجھے بتا دیا تھا کہ بات ہے کچھ نہ کچھ ضرور یعنی اس لڑکی کے چہرے پر موجود نقاب میں ایک لمحے کے لیے جنبش پیدا ہوئی ہے تصویر بے مقصد نہیں حاصل کی گئی تھی کافی آگئی اور وہ خاموشی سے کافی کے گھونٹ لیتی رہی پھر اس نے اچانک کہا۔“

”کچھ بولو گے نہیں۔“

”نہیں کیوں نہیں تمہارے بولنے کا انتظار کر رہا ہوں ویسے میرا قیام بھی اتنی ہونٹوں میں

ہے۔“

”ہاں وہ تو مجھے معلوم ہے۔“

”مگر میں نے تو نہیں بتایا تھا۔“

”نہیں بتایا تھا۔“ وہ چونک کر بولی۔

”تب تم بھول گئے ہو گے۔“ اس نے کہا اور بے اختیار ہنس پڑی۔

”ہو سکتا ہے لیکن کیوں نہ ہم دونوں کمروں کو یکجا کر لیں۔“ میں نے کہا اور وہ چونک کر

مجھے دیکھنے لگی۔

”کیا مطلب۔“

”میرا مطلب ہے دو الگ الگ کمرے تم جیسی حسین لڑکی۔“

”سوری تم شاید میرے بارے میں کسی غلط فہمی کا شکار ہو رہے ہو۔“

”کمال کرتی ہو تو کیا اچھے دوست اکٹھے نہیں رہ سکتے یہ کیوں سوچتی ہو کہ تم کوئی لڑکی

”نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔“ پھر ہم لوگ خاموشی سے کافی پینے لگے وہ کچھ الجھی گئی تھی چند لمحے کے بعد اس نے کہا۔
 ”کیا تم یہاں دیر تک بیٹھو گے۔“
 ”کیا تم جانا چاہتی ہو۔“
 ”ہاں۔“

”ٹھیک ہے چلو اٹھتے ہیں لیکن ابھی میں نے اٹنا ہی کہا تھا کہ اچانک ہی اس کے دونوں ہاتھ فضا میں پھیل گئے وہ لڑکھرائی یوں محسوس ہوا جیسے اٹھنے کی کوشش میں اس کا توازن خراب ہو گیا ہو لیکن دوسرے لمحے میں نے جو کچھ دیکھا اسے دیکھ کر میرے پاؤں کے نیچے سے زمین پھسل گئی اس کی پیشانی میں ایک گہرا سوراخ بن گیا تھا اور اس سے خون نکل نکل کر اس کے چہرے پر پھیلتا جا رہا تھا وہ کرسی پر بیٹھی اور اس نے دونوں ہاتھ میز پر رکھ دیئے پھر آہستہ آہستہ جھک کر میز پر پیشانی رکھ دی اب ذرا صورت حال مشکل ہو گئی تھی میں کسی بھی شکل میں اس سے گریز نہیں کر سکتا تھا وہ آہستہ آہستہ دم توڑتی جا رہی تھی قرب و جوار میں بھی لوگ موجود تھے ابھی کسی کو اس کیفیت کا اندازہ نہیں تھا لیکن دیڑ سنے ہمارے سامنے کافی سردی تھی وہ اسی ہوٹل کا دیڑ تھا میں اپنی فرار کی ہر کوشش میں ناکام ہو سکتا تھا چنانچہ میں نے ایک دم فیصلہ کیا ایک زوردار چیخ ماری اور کرسی سمیت دوسری جانب الٹ گیا لوگ چونک چونک کر ادھر دیکھنے لگے تھے زمین پر گر کر میں نے آنکھیں بند کر لیں اور اس طرح ساکت ہو گیا جیسے بے ہوش ہو گیا ہوں اس کے بعد جو ہونا تھا وہ میری توقع سے مختلف نہیں تھا عارضی طور پر ہی سہی فیصلہ بالکل ٹھیک کیا تھا میں نے اگر میں یہاں سے فرار ہونے کی کوشش کرتا یا کوئی ایسا عمل کرتا تو فوری طور پر ملزم قرار پا جاتا آسانی سے نکلنا ممکن نہیں تھا لوگ دوڑ پڑے اور پھر لڑکی کی پیشانی سے اگلے ہوئے خون کا اندازہ کر لیا گیا اور کچھ چیخیں بھی سنائی دیں وہ سب کچھ ہوا جو ایسے موقع پر ہونا چاہیے تھا مجھے اٹھایا گیا ایک جگہ لٹایا گیا لوگ مختلف باتیں کر رہے تھے اللہ قتل خون تمام آوازیں کانوں میں ابھر رہی تھیں جو مجھے پریشان ہی کر رہی تھیں میں لوگوں کی جدوجہد سے بے خبر صرف یہ سوچ رہا تھا کہ آگے مجھے کیا کرنا چاہیے اور ایک ہلکا سا لائحہ عمل میں نے اپنے ذہن میں بنا لیا تھا البتہ یہ اندازہ مجھے مکمل طور سے ہو گیا تھا کہ ایرش

دانش کو میری یہاں آمد کی اطلاع ملی گئی ہے اور وہ مجھ سے بے خبر نہیں ہے ٹوری بلا لکانے جن لوگوں کی امداد کا حوالہ دیا تھا ابھی ان سے رابطے کا تصور بھی ذہن میں پیدا نہیں ہوا تھا کہ ایرش دانش نے پے در پے حملے شروع کر دیئے تھے ————— دل نہیں چاہتا تھا کہ پھر درندگی کی دنیا میں آ جاؤں کیا کروں یہ لوگ گھسیٹ رہے ہیں گریبان سے پکڑ کر گھسیٹ رہے ہیں ایک بار پھر اگر ذہن اس طرف راغب ہو گیا تو خون کی دلدل بن جائے گی دماغ اسی قدر خراب ہو گیا تھا بہر حال پولیس بھی آگئی اور پولیس کے آنے کے بعد مجھے ہوش بھی آ گیا وہ تمام اداکاری میں نے کی جو کر سکتا تھا مجھ سے سوال کیا گیا۔

”کیا نام ہے تمہارا۔“

”دانش منصور۔“

”کہاں سے تعلق رکھتے ہو۔“

”برطانوی شہریت رکھتا ہوں۔“

”کہاں رہتے ہو۔“

”اسی ہوٹل میں۔“

”کمرانمبر۔ سوال کیا گیا اور جواب میں میں نے کمرانمبر بتا دیا سوالات کرنے والا پولیس آفیسر ایک خطرناک صورت آدمی تھا اس کی تیز اور چمکدار آنکھیں میری کھوپڑی کو اندر سے منول رہی تھیں لیکن بہر حال میرے تجربے کے سامنے وہ کچھ بھی نہیں تھا اس نے پوچھا۔
 ”یہ لڑکی کون ہے۔“

”شاید کوئی شکاری لڑکی۔“

”مطلب۔“

”میرے پاس آئی تھی مجھ سے اجازت لے کر بیٹھی تھی اور پھر بے تکلفی سے مجھ سے باتیں کر رہی تھی۔“
 ”کیا باتیں۔“

”وہ جس کی بنا پر میں نے اس کو شکاری لڑکی کہا۔“

”ہوں تمہیں کیا کہا۔“

”کچھ نہیں ابھی تو ہم کافی ہی پی رہے تھے۔“

کے ایک کمرے میں رہتی ہے چنانچہ نیشا کے کمرے پر بھی پولیس والے پہرہ دے رہے تھے وہ لوگ میرے ساتھ میرے کمرے میں آئے مجھے صوفے پر بٹھا دیا گیا اور پھر میرے کمرے کے ہر سامان کی تلاشی لی گئی لیکن کم از کم اس طرح میں نے کبھی چوٹ نہیں کھائی تھی میرے سامان سے انہیں جو معلومات حاصل ہوئیں وہ میرے بیان کے مطابق ہی تھیں اس کے بعد لڑکی کے کمرے کی تلاشی لی گئی لیکن مجھے وہاں نہیں ملے جایا گیا تھا جب کہ میری دلی آرزو تھی کہ میں بھی ذرا وہاں کا ماحول دیکھوں البتہ اس بات پر مجھے شدید تعجب ہوا تھا کہ تلاشی کے بعد پولیس والوں نے وہاں کسی لاش کا تذکرہ نہیں کیا تھا جب کہ بہر حال میں نے لاش وہیں پہنچائی تھی میرے کمرے سے بھی انہیں لاش کے شواہد نہیں ملے تھے البتہ پولیس آفیسر نے مجھے ایک تصویر دکھاتے ہوئے کہا۔

”یہ تمہاری تصویر ہے۔ میں نے تصویر دیکھی اور میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں یہ وہی تصویر تھی جو نیشا نے اپنے کمرے سے بنائی تھی۔“

”اگر تم کہتے ہو کہ یہ لڑکی تمہارے لیے اجنبی تھی تو تمہاری یہ تصویر اس کے کمرے سے کیسے ملی اور معاف کرنا جس لباس میں تم ہو وہ تمہارے سامان میں موجود ہے اور جہاں یہ تصویر بنائی گئی اس جگہ کو ہم پہچانتے ہیں چنانچہ تمہاری یہ بات تو غلط ثابت ہو گئی کہ لڑکی سے تمہاری پہلی ملاقات تھی اور وہ شکاری لڑکی کی حیثیت سے تمہارے پاس آئی تھی۔“

”ساری باتیں فضول ہیں میں نہیں جانتا کہ یہ سب کیا ہے اور نہ ہی میں اس تصویر سے واقف ہوں آفیسر آپ تحقیقات کر لیجئے اس لڑکی کا قاتل میں نہیں ہوں اور نہ ہی آپ کو میرے پاس سے کوئی ہتھیار وغیرہ دستیاب ہوا ہوگا باقی لندن سے یہاں تک آمد کے لیے آپ معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔“

”آپ بالکل مطمئن رہیں مسٹر دانش منصور! کسی بے گناہ شخص کو پریشان کرنا نہ ہمارا مسلک ہے اور نہ ہماری ڈیوٹی آپ اطمینان سے اپنے ذہن کو پرسکون رکھنے کا بس رسی کا رروائیوں کے لیے آپ کو ہمارے ساتھ چلنا ہوگا تھوڑا سا وقت آپ کو پولیس چیف کو رٹرن کو دینا ہوگا لیکن آپ کے ساتھ کوئی گستاخی نہیں کی جائے گی اس بات کا اطمینان رکھئے گا بس یہ تو سمجھ رہی کارروائیاں ہوتی ہیں جنہیں کرنے کے لیے ہم مجبور ہوتے ہیں۔“

”ٹھیک ہے۔“ میں نے جواب دیا اور اس کے بعد میں دو کانسٹیبلوں کے ہمراہ نیچے

”پھر۔“

”کافی پیٹے پیٹے وہ ٹھٹک گئی میں نے ایک سنسناہٹ سی محسوس کی غالباً گولی کسی سائنس سر لگے ریو اور سے چلائی گئی تھی کیونکہ سنسناہٹ میرے کان کے پاس سے گزری تھی اس کی پیشانی پر جا کر ختم ہو گئی تھی پہلے تو میں کچھ نہیں سمجھ سکا لیکن پھر میں نے اس کی پیشانی میں ایک سوراخ دیکھا اور اسی وقت دوسری گولی چلی مجھے پھر سنسناہٹ محسوس ہوئی مگر خوش قسمتی سے میں بچ گیا اور اس کے بعد لڑکی کی شکل دیکھ کر میرے حلق سے چیخ نکل گئی میں کرسی سمیت نیچے گرا اور اپنے حواس پر قابو نہیں پاسکا۔“

”لڑکی نے اپنا کیا نام بتایا تھا۔“

”شاید نیشا۔ میں پوری ذہانت سے کام لے رہا تھا۔“

”کیا پیشکش کی تھی اس نے تمہیں۔“

”کچھ نہیں پوچھ رہی تھی کیا میں تنہا ہوں میں نے کہا ہاں تو وہ بولی کہ وہ بھی تنہا ہے اور دو تنہا انسان جب مل جاتے ہیں تو پھر تنہائیاں باقی نہیں رہتیں میں نے اس سے پوچھا کہ وہ کیا پئے گی تو وہ کہنے لگی کہ کوئی بھی عمدہ سی شراب تب میں نے اس سے کہا کہ میں شراب نہیں پیتا اور کسی شرابی کی قربت پسند نہیں کرتا تو اس نے کافی کے لیے کہا پھر میں نے ویٹر سے کافی منگوا لی آفیسر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔“

”گویا تمہیں لڑکیاں پسند ہیں شراب نہیں۔“

”یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔“

”ہوں تمہارے کمرے کی تلاشی لینا پڑے گی جانتے ہو لڑکی کہاں رہتی ہے۔“

”نہیں میری اس سے پہلی ملاقات تھی۔“

”اس ہوٹل میں اسی منزل پر جس پر تمہارا کمرہ ہے۔“

”میں اس بارے میں نہیں جانتا اور نہ ہی میں اپنی منزل کے تمام کمروں میں جھانکتا ہجرتا ہوں۔“

”کیا تم نے اس قاتل کو دیکھا جس نے اس پر گولیاں چلائیں۔“

”نہیں۔“ پھر پولیس والے مجھے لیے ہوئے میرے کمرے میں آ گئے غالباً انہوں نے

ہوٹل کے منتظمین سے معلومات حاصل کر لی تھیں اور انہیں علم ہو گیا تھا کہ نیشا میری ہی منزل

کھڑی ہوئی ایک پولیس کار میں آ بیٹھا کار میں دو افراد میرے ساتھ بیٹھے تھے جن میں وہ آفیسر موجود نہیں تھا جس نے ابھی تک مجھ سے بیانات لیے تھے وہ ہوٹل میں اپنی کارروائیوں میں مصروف تھا اور اس نے شاید اپنے نائب کے ہمراہ مجھے روانہ کر دیا تھا پھر اسے اس بات کا پورا پورا اطمینان تھا کہ میں ایک شریف آدمی ہوں اور ان معاملات سے میرا کوئی خاص تعلق نہیں ہے لیکن رکی کارروائی کے لیے اس نے مجھے پولیس اسٹیشن روانہ کیا تھا میں نے دل میں یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ چونکہ اس وقت میری پوزیشن ان حالات میں مخدوش نہیں ہے اس لیے کم از کم مقامی پولیس کو کوئی ایسا موقع نہیں دوں گا کہ یہاں کے دن رات بھی میرے لیے عذاب بن جائیں ابھی تو مجھے ضرورت پڑنے پر مسٹر ٹوری بلا نکا کے دیئے ہوئے حوالوں کا سہارا حاصل تھا اگر کوئی مشکل پیش آگئی تو ان حوالوں سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کروں گا ورنہ دوسری صورت میں ایرش واش تک رسائی حاصل ہوگئی تو اپنے جیسی ہر ممکن کوشش کروں گا چنانچہ میں پرسکون انداز میں کار میں بیٹھا ہوا تھا کار سائرن بجاتی ہوئی پولیس ہیڈ آفیس کی جانب جا رہی تھی یہاں سے غالباً اس جگہ کا فاصلہ کافی تھا جہاں کار کو جانا تھا ایک راستہ ایسا بھی آیا جہاں سڑکیں سنسان تھیں اور ٹریفک نہ ہونے کے برابر اکا دکا گاڑی گزر رہی تھی عقب سے ایک خوبصورت موٹر سائیکل نظر آرہی تھی جس کی رفتار کافی تیز تھی اس پر دو افراد بیٹھے ہوئے تھے کسی نے غور نہیں کیا لیکن جیسے ہی موٹر سائیکل پولیس کار کے قریب سے گزری اچانک عقبی سیٹ پر بیٹھے ہوئے ایک نوجوان آدمی نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی کوئی چیز بڑی مہارت سے کار کے قریب سے گزرتے ہوئے کھڑی سے اندر پھینک دی کوئی دھواں دیتی ہوئی چیز تھی جو ڈرائیور کے ساتھ بیٹھے ہوئے آدمی کے اوپر سے گزرتی ہوئی ڈرائیونگ کر رہے والے کے گھنے پر آ پڑی اور وہ آدمی چیخ پڑا جو ڈرائیور کے برابر بیٹھا ہوا تھا دھواں فضا میں بلند ہو رہا تھا۔ ڈرائیور نے اسٹیرنگ پر قابو پانے کی کوشش کی لیکن کار کا توازن خراب ہو گیا اور سڑک سے اتر کر ایک درخت سے ٹکرا گئی جو زیادہ مضبوط نہیں تھا نہ تو کار کے ٹکرانے سے کسی کو کوئی نقصان پہنچا تھا اور نہ ہی وہ اتنی زور سے ٹکرائی تھی لیکن وہ دھواں جو فضا میں بلند ہو رہا تھا کام دکھا گیا۔ ڈرائیور نے ڈوبتی ہوئی آواز میں کہا۔

”غالباً خواب آور۔“ بس وہ اتنا ہی کہہ سکا تھا کہ اس کی گردن ڈھلک گئی میں نے بڑی ہمت سے کام لیتے ہوئے اپنی طرف کی سیٹ کا ہینڈل تھمانے کی کوشش کی لیکن ہاتھ یوں

محسوس ہوا جیسے بدن سے جدا ہوا گیا ہو ہاتھ میں جان ہی نہیں تھی خواب آور گیس کام دکھا گئی تھی اور پھر چند لمحوں کے بعد میرے حواس بھی ساتھ چھوڑ گئے اور پھر مجھے خود بھی ہوش نہیں رہا تھا بہر حال ہوش آیا اور بڑی دیر کے بعد آیا اس کا اندازہ وقت کی تبدیلی سے ہو رہا تھا کیفیت یہ تھی زبان کا مزہ خراب سر چکرایا ہوا خوب آور گیس کے اثرات انسانی جسم پر ایسے ہی ہوتے ہیں بے مزہ منہ کو سنبھالتے ہوئے گردن جھٹکی اور واقعات کو یاد کرنے لگا کچھ بھی اچھی نہیں تھا میرے لیے زندگی کی کہانی میں اس کے سوا اور تھا ہی کیا صبح شام ایک نئی الجھن ہر لمحہ ایک نئی کیفیت کا حامل مگر ایک شکایت ضرور تھی مجھے زندگی سے وہ یہ کہ مشکلات بہت رہی تھیں اس زندگی میں خوشیوں کے لمحات کم سے کم رہے تھے جسے بھی دل و جان سے چاہا تھا اسے الجھنوں میں گرفتار کر دیا تھا میرے اپنے لیے کوئی خوشی ذرا کم ہی رہی تھی اور زخموں کے ساتھ زندگی کا ایک نیا دور شروع کیا تھا لیکن اس کے لمحات کتنے مختصر تھے پھر نجانے کیا کیا سوچیں ذہن میں آتی رہی تھیں یہ بھی سوچنا رہا تھا کہ کاش کوئین میکرویا کچھ قبول نہ کرتا اپنے طور پر زندگی گزارنے کا فیصلہ کرتا کسی گمنام گوشے میں کسی اچھے جگہ جہاں انسان سچے طور پر زندگی گزار رہا ہو آسان ہوتا اس میں کوئی مشکل نہ ہوتی خود میرے اپنے وطن کا کوئی ایسا دیہاتی برقانی علاقہ جہاں سادہ لوح لوگ ایک دوسرے سے محبت کر کے زندگی کی مشقتوں سے اپنے لیے رزق کما کے زندگی گزارتے ہیں سارا دن شدید جسمانی مشقت کے بعد شام کو اپنے گھروں کے احاطوں میں دروازوں کے باہر سادہ سادہ اپنے جیسے لوگوں میں زندگی کی سادہ سادہ کہانیوں کے ساتھ تھوڑی سی وقت گزاری اس کے بعد گہری رات میں نیند کے مزے چھوٹے سے گھر کے وہ تمام لوازمات جن میں ننھے ننھے بچوں کی معصوم مسکراہٹیں ان کی صحت اور زندگی کی طلب یہ سب کچھ ہی تو انسانی زندگی سے عبارت ہے اور اس سے الگ ہٹ کر زندگی جس طرح تکلیفوں سے آشنا ہوتی ہے مجھ سے زیادہ اور کون اس سے روشناس ہو سکتا تھا لیکن کوئین میکرویا اپنی محبتوں کا اظہار کرنے پر بقدر رہتی تھی اس بیچاری نے واقعی اپنی دانست میں مجھے زندگی کی ہر آسائشیں دے دی تھیں لیکن اب تو اسے بھی جان جانا چاہیے تھا کہ یہ آسائشیں میری تقدیر سے مطابقت نہیں رکھتیں میں نے تو غزنوی صاحب کی کوشش کے ایک حصے میں ملازموں کے کوارٹروں میں زمین کی صفائی کرتے ہوئے گھر کے فرنیچر کو صاف کرتے ہوئے آنکھ کھولی تھی اسکے بعد زندگی نے مجھے آسائشیں بخشنا شروع کر دیں لیکن تقدیر یہ کہتی رہی کہ

آسانش میرا مقدر نہیں مجھے تو بسوں کی صفائی کر کے ہی زندگی راس آتی ہے جو کچھ بھی اب تک ہوا تھا وہ اسی کیفیت کا مظہر تھا آہ کاش اور موقع ملے ایک بار اور موقع ملے تو وہی کچھ کروں جو تقدیر کی اجازت ہے تقدیر سے کسی طور انحراف ممکن نہیں کچھ بھی ہو جائے تقدیر کے احکامات پر عمل کرنا ضروری تھا بہر حال وہی والی بات ہے کہ جو ہونا ہوتا ہے وہ ہوتا ہے اور اس کے بعد انسان صرف حسرتیں کرتا ہے اور میں بھی انہی حسرتوں کا شکار تھا کچھ دیر اس طرح خاموشی سے گزر گئی میں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس پورے کمرے کے ماحول کو دیکھا کھڑکیوں اور دروازوں پر پردے لہرا رہے تھے فرنیچر بھی اچھا ہی پڑا ہوا تھا میں اپنی جگہ سے اٹھ کر ایک کھڑکی کی طرف بڑھ گیا جس پر پردہ لہرا رہا تھا میں نے پردہ سرکایا اور کھڑکی کی چٹنی کھولنے کی کوشش کی لیکن یہ کھڑکی باہر سے بند تھی بے حد مضبوط اس میں شیشے بھی نہیں تھے دروازے باہر سے بند کر دیئے گئے تھے میں ایک ٹینڈی سانس لے کر کھڑکی کے پاس سے ہٹ گیا اور کمرے کی دوسری چیزوں کا جائزہ لینے لگا غسل خانے کا دروازہ کھول کر اندر جھانکا خوبصورت غسل خانہ تھا پھر دروازے پر آ گیا اور اسے کھولنے کی کوشش کی لیکن دروازہ باہر سے بند تھا میں اپنے اس قید خانے کا جائزہ لینے لگا دیواریں وغیرہ دیکھیں لیکن سب کچھ معمول کے مطابق تھا مجھے اس قید خانے میں پہنچانے کے بعد وہ لوگ مطمئن تھے بہر حال ذہن مختلف سوالوں میں الجھ گیا جو واقعہ ہوا تھا اب اس سے یہ اندازہ بھی لگا لیا تھا کہ جو میں نہیں چاہتا تھا وہ ہو گیا یعنی میری آرزو تھی کہ پولیس سے مدد بھیج نہ ہو اور میں کسی ایسی مشکل کا شکار نہ ہوں لیکن پولیس کار پر ہم پھینکا گیا تھا ہو سکتا ہے وہ لوگ زخمی ہو گئے ہوں مجھے لے کر پولیس ہیڈ کوارٹر آ رہے ہوں اور اب اسکے بعد میرے بارے میں مختلف طریقے سے چھان بین شروع ہو گئی ہو۔ دھت تیرے کی دشمن ہمیشہ کامیاب وار کرتا ہے اور میں ہمیشہ پیچھے رہ جاتا ہوں پھر میں نے زور زور سے دروازہ پیٹا لیکن باہر سے کوئی آواز سنائی نہیں دی ذہن تھک گیا تھا عقل ساتھ چھوڑتی جا رہی تھی میں دوبارہ بستر پر آ بیٹھا اور وقت گزرنے لگا میں نے وہاں اب کوئی جدوجہد مناسب نہیں سمجھی تھی پھر نجانے کتنا وقت گزر گیا رات ہونے کا احساس کمرے میں ہو رہا تھا اور پھر غالباً رات ہو گئی تھی جب کمرے کے دروازے پر ہلکی سی آہٹ ہوئی اور میری نگاہیں اس جانب اٹھ گئیں پھر دروازہ کھلا اور آدمی اندر گھس آئے وہ مسلح تھے ان کے عقب میں ایک تیسرا شخص بھی اندر داخل ہوا یہ ایک دراز قامت اور نیچے قد و قامت کا آدمی تھا دونوں مسلح افراد سمٹ کر کھڑے ہو

گئے آنے والے تیسرے شخص نے کہا۔

”اٹھو.....“ اس کا لہجہ بے حد سخت تھا میں کھڑا ہو گیا تو وہ کہنے لگا۔

”ہاتھ اوپر کرو۔“ جب میں نے دونوں ہاتھ اوپر کر لیے تو اس نے میری جیبوں کی تلاشی لی لیکن ظاہر ہے میرے پاس کچھ بھی نہیں تھا جب وہ میری تلاشی مکمل کر چکا تو اس نے گردن خم کی اور اس کے بعد ایک اور آدمی کمرے سے اندر داخل ہوا عجیب سی شکل و صورت کا مالک تھا بہت ہی بد نما ایسے لگتا تھا جیسے کسی انسانی بدن پر طوطے کا سر رکھ دیا گیا ہو مڑی ہوئی چونچ جیسی ناک اس کے نیچے پتلے پتلے ہونٹ جو بس ایک لکیر کی شکل میں محسوس ہوتے تھے گول گول آنکھیں جن سے وہ مجھے گھور رہا تھا وہ میرے نزدیک پہنچا اور پھر دفعتاً اس کا الٹا ہاتھ میرے منہ پر پڑا بڑی طاقت سے یہ ضرب لگائی گئی تھی اس غیر متوقع ضرب سے میں لڑکھڑا گیا ہاتھ کی ضرب اس بات کا احساس دلاتی تھی کہ وہ بہت طاقتور ہے اس نے آگے بڑھ کر میرا گریبان پکڑ کر مجھے کھڑا کر دیا اس کی دہکتی ہوئی آنکھیں مجھ پر جمی ہوئی تھیں اور باریک ہونٹ بھنچے ہوئے تھے دل تو چاہ رہا تھا کہ جان کی بازی لگا دوں اور ایسا سبق دوں اسے کہ پھر زندگی میں وہ کسی کو کوئی سبق دینے کے قابل نہ رہے لیکن خود کو سنبھالنے کے لئے کچھ لمحے ضروری تھے صبر کے کچھ لمحے ضروری ہیں کھیل بگاڑنے سے کوئی فائدہ نہیں وہ شعلہ بار آنکھوں سے مجھے گھورتا رہا اور میں اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا میں نے اسے سرد نگاہوں سے دیکھا اور دل میں فیصلہ کر لیا کہ اے شخص تو جو کوئی بھی ہے تیرے بدن کے روئیں روئیں کو کاٹ کر پھینک دوں گا ذرا مجھے صورتحال سے واقف ہو جانے دے دو مسلح آدمیوں کی موجودگی میں اگر میں تیرے خلاف کوئی کارروائی کروں گا تو جانتا ہوں اس کا کیا نتیجہ برآمد ہوگا چنانچہ خاموشی سے اپنی جگہ سنبھل گیا غالباً ہونٹ پھٹ گیا تھا کیونکہ ایک لکیری ٹھوڑی پر بہتی محسوس ہو رہی تھی تب اس نے انتہائی نرم لہجے میں کہا۔

”میرا نام ایریش واش ہے۔“ اس کا انداز بڑا عجیب سا تھا۔ ایک مسخرہ پن اس کے انداز سے جھلکتا تھا۔ یعنی جس طرح اس نے میرے منہ پر تھپڑ مار کر اپنا تعارف کرایا تھا وہ اس کا

ایک مذاق تھا میں نے بھی اس سے مذاق کرتے ہوئے کہا۔

”آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی مسٹر ایریش واش۔“

”ابھی کہاں ابھی تو تمہارے لیے بہت سی خوشیاں باقی ہیں، بیٹھ جاؤ۔“ اس نے کہا اور

رہے ہیں جو زندہ قوموں کو کرنا چاہیے۔ دیکھ لو اپنی بقا کو ہم نے حاصل کر لیا ہے کیا نہیں کر رہے تم لوگ ہمارے خلاف کیا بگاڑ چکے تم ہمارا۔“

”بکواس کرتے ہو ایرش واش بکواس کرتے ہو تم اپنے طور پر کچھ نہیں کر رہے۔ ذرا اپنے ان مددگاروں سے پیچھے ہٹ کر بات کر دو وہ سب کچھ معلوم ہو جائے گا تمہیں جو تمہاری غلط فہمی ہے۔“

”تم کچھ بھی کہو لیکن تمہیں اندازہ ہو جائے گا کہ آنے والا وقت کیا فیصلہ کرتا ہے۔“

”ہاں وقت کے فیصلے سے نہ تم واقف ہو اور نہ میں۔“

”کیا خیال ہے تمہارا کیا ہماری گفتگو اصل مقصد سے دور نہیں ہٹ گئی۔“

”تم سوال کر رہے ہو اور میں ان سوالات کا جواب دے رہا ہوں۔ اپنے طور پر تو میں نے کچھ بھی نہیں کہا۔ مجھے گرفتار کر کے لائے ہو اور بزدلوں کی طرح یہاں قید کر دیا ہے میں تو اس وقت بے بس ہوں اور بے بسی کا اظہار یہ ہے کہ تعارف کے لیے ہاتھ ملانے کے بجائے تم نے ایک تھپڑ میرے منہ پر رسید کیا۔“

آہ کاش میں تمہاری ساری قوم کے منہ پر تھپڑ رسید کر سکتا لیکن جس کو تھپڑ مار دیتا ہوں یہ تھپڑ اسے مار کر یہ سوچتا ہوں کہ میں نے بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔“ میں مسکرا کر خاموش ہو گیا۔ چند لمحے خاموش رہا پھر میں نے کہا۔

”یہ تمہاری بے بسی کی انتہا ہے مائی ڈیر ایرش واش کہ جب تم کسی کو تھپڑ مارنا چاہتے ہو تو پہلے اسے اپنے آدمیوں سے اغوا کراتے ہو بے ہوش کر کے اسے اپنا قیدی رکھتے ہو اور جب وہ ہوش میں آتا ہے تو اسے ریوالوروں کی چھاؤں میں لیتے ہو اور پھر اپنی یہ خواہش پوری کرتے ہو لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ تمہارا قصور نہیں تمہاری قوم کی تاریخ یہی ہے اور ظاہر ہے تم اس تاریخ سے الگ کیسے ہٹ سکتے ہو۔“ وہ مجھے دیکھنے لگا اس کی آنکھوں میں سلگتی ہوئی آگ عجیب و غریب کیفیت کی حامل تھی وہ شعلوں کی طرح بھڑکتی تھی اور یوں محسوس ہوتا تھا جیسے واقعی کسی آتش کدے میں شعلوں کی زبانیں لہرا رہی ہوں وہ مجھے گھورنے لگا پھر بھیا نک انداز میں ہنس پڑا۔

”شوق شہادت ہے تمہیں شاید اپنے مذہبی جنون کا شکار ہو میرے ہاتھوں مرنے کے خواہش مند تمہاری یہ خواہش پوری کر دوں گا مائی ڈیر، ضرور پوری کر دوں گا لیکن اس وقت

میں صوفے پر بیٹھ گیا۔ اس نے گھوم کر اپنے ساتھیوں کی جانب دیکھا اور اس کے ہار یک ہونٹوں پر مدھم سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ بڑی سفاک کیفیت تھی پھر وہ مجھ سے بولا۔

”بہت ہی بڑے آدمی تمہارا نسب سے بڑا جرم یہ ہے کہ تم مسلمان ہو اور دوسرا بڑا جرم یہ کہ ایک ایسے ملک سے تمہارا تعلق ہے جو وہ.....“ وہ اپنا جملہ ادھورا چھوڑ کر خاموش ہو گیا۔ اس کی آنکھوں سے نکلنے والے شعلے کچھ اور بڑھ گئے تھے میرے لیے اس کے یہ جملے دلکش تھے میں نے ایک ہلکا سا قہقہہ لگا کر کہا۔

”ہاں خدا کے فضل سے میرا تعلق اس ملک سے ہے جس کا نام سن کر تم لوگوں کا دم نکلتا ہے۔“ میرے ان الفاظ پر اس کے انداز میں تشنج سا پیدا ہوا جیسے میرے ان الفاظ نے اسے کوئی صدمہ پہنچایا ہو۔ اسکے ہاتھوں کی مٹھیاں بند ہو گئیں اور پھر دیر تک وہ اپنے آپ کو پرسکون کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ ایک شدید جذباتی قسم کا آدمی تھا۔ صورت حال اب چھپی نہیں رہی تھی۔ ایرش واش سے آخر کار میرا سامنا ہو گیا تھا۔ اس نے کچھ لمحے بولنے کے لیے الفاظ تلاش کیے پھر کہنے لگا۔

”اور تم نے اپنے ہاں کی تمام برائیوں کو نظر انداز کر کے صرف یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہمیں تباہ و برباد کر دو،

اپنی برائیاں دیکھنے کے لیے ہمارے پاس بہت وقت ہے مائی ڈیر! ایرش واش سب سے پہلے ہمارا جو اہم مقصد ہے وہ یہ ہے کہ تمہارے ناسور کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دنیا کے نقشے سے مٹا دیا جائے۔“

”اور اس کے لیے تم بھرپور کوشش کر رہے ہو۔“

”ہاں۔“

”نہ صرف تم بلکہ تمہارے ہم مذہب وہ تمام ملک۔“

”ہاں وہ تمام ملک لیکن تم بھی جانتے ہو کہ کس کے ہل پر تم اپنے آپ کو برقرار رکھے ہوئے ہو۔“ میرے ان الفاظ پر وہ سخت جوش میں آگیا اور طیش کے عالم میں کھڑا ہو گیا اور کسی گوریلے کی طرح اپنے سینے پر دونوں ہاتھ مارتا ہوا بولا۔

”ہم صرف اپنے ہل پر زندہ ہیں ہم صرف اپنے ہل پر زندہ ہیں۔ دنیا سے اپنے بقاء کی بھیک نہیں مانگتے۔ محنت کر رہے ہیں ترقیاتی اقدامات کر رہے ہیں اپنے لیے وہ سب کچھ کر

میرے ہاتھ ایک ایسا خزانہ آ گیا ہے جسے اگر میں اپنی مرضی کے مطابق استعمال کروں تو اسرائیل کے لیے نہ جانے کیا کیا حاصل کر سکتا ہوں۔ تم اس قابل نہیں ہو کہ تمہیں قتل کر دیا جائے بلکہ تم اس قابل ہو کہ تمہیں محبت سے اپنے لیے استعمال کیا جائے اور اگر تم ہمارے لیے کام کرنے پر آمادہ ہو جاؤ تو اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ ایک بیش قیمت خزانے کی مانند ہو۔ وہ جس کا نام مجھے رانا ویم معلوم ہوا تھا ہمارے پیچھے اپنے ملک سے لگا چلا آیا تھا وہ بہت چالاک آدمی تھا میرے اور اس کے درمیان زبردست معرکہ آرائی رہی لیکن درمیان میں تم آٹھکے۔ کچھ سوالات اتنی اہمیت رکھتے ہیں میری جان کہ میں کیا میری جگہ کوئی اور بھی ہوتا تو اس کو نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ دانش منصور بہت بڑا نام ہے میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ یہ نام اس فائل سے زیادہ قیمتی ہے جس کے حصول کے لیے لندن میں بڑی معرکہ خیزی ہوئی ہے۔ دانش منصور وہ شخص ہے جو ایک ملک کی تاریخ کے لیے بڑی اہمیت کا حامل رہا ہے پھر وہی ملک دانش منصور کا دشمن بن گیا۔ دانش منصور نے اپنی موت کے کئی ڈرامے رچائے۔ وہ بار بار مرا اور اس کی قبر تیار ہوئی اور اس کی تدفین کر دی گئی لیکن ایک حلقہ اسکی زندگی کا اعلان کرتا رہا جانتے ہو وہ کون تھا ڈان سینٹر، ہاں ڈان سینٹر جو اب آرگنائزیشن میں ضم ہو چکا ہے اور ڈان سینٹر کے ۸۲ لوگ ہمارے اپنے ہیں یعنی یہودی نسل کے لوگ اور ہم لوگوں کا انداز فکر عام لوگوں سے بہت مختلف ہوتا ہے اصل میں ہم اپنے ارتقاء سے گزر رہے ہیں اس بات پر یقین نہیں کرتے جس پر وہ دوسرے یقین کرتے ہیں۔ ہمارے یقین کرنے کا انداز بالکل مختلف ہے روز آرگنائزیشن کے بہت سے افراد یہ بات دل سے تسلیم کرتے ہی نہیں ہیں کہ دانش منصور مارا گیا، ختم ہو گیا یا طبعی موت مر گیا۔ وہ یہی کہتے تھے کہ دانش منصور زندہ ہے۔ ٹھیک ہے دانش منصور نے جس طرح اپنے ملک میں جال بچھایا تھا اور جس طرح مختلف حرکتیں کر کے اسرائیل کو اور اسرائیلی حکومت کو نقصان پہنچائے انہیں ہم لوگ کبھی فراموش نہیں کر سکتے اور جس بیٹانے پر جس ذہانت کے ساتھ یہ نقصانات پہنچائے گئے اس کے بعد اگر یہ سوچ لیا جائے کہ دانش منصور کوئی عام شخصیت ہے تو یہ عام لوگوں کی سوچ ہو سکتی ہے اور ایسی عام شخصیتیں ایسے عام انداز میں نہیں مر سکتیں چنانچہ ہمارے ہاں کا ایک شعبہ تمہیں مستقل تلاش کرتا رہا ہے ڈیڑ دانش منصور کیا ہی عمدہ بات ہے کہ انسان کبھی کبھی غیر متوقع طور پر وہ پالیتا ہے جس کی کبھی وہ توقع بھی نہیں کر سکتا۔ تمہارے ملک کی اٹاک انرجی رپورٹ ہماری بہت

بڑی ضرورت تھی لیکن تم اس سے بھی بڑی ضرورت ہو اور میرا نام ایرش واش ہے اور میں ایسے ہی غیر یقینی کارنامے سرانجام دیتا رہا ہوں جو عام لوگوں کے لیے ممکن نہیں ہوتے تمہارا نام سامنے آتے ہی میں نے اپنے سارے منصوبے بدل دیئے۔ کیا تم اس بات پر یقین کرو گے کہ میری تمام تر توجہ اب اس فائل پر نہیں رہی بلکہ دانش منصور پر رہی اور بیوقوف ثوری بلا نکا یہ سمجھتا تھا کہ تم سے معاوضہ لے کر وہ تمہیں محفوظ کر دے گا۔ وہ اس سلسلے کو بھی ایک عام سلسلہ سمجھا ہوگا۔ چھوٹا سا دہشت گرد ہے اپنے آپکو بہت بڑا سمجھتا ہے۔ بے شک اس نے تمہیں یہاں تک بھیج دیا لیکن تم ہماری نگاہوں میں رہے۔ دانش منصور ہم نے آخر کار تمہیں بلانے کے لیے ہی ثوری بلا نکا تک یہ بات پہنچائی تھی کہ ایرش واش یہاں ہے اور ثوری بلا نکا نے تمہیں یہاں بھیج دیا۔“

”تقریر ختم کر چکے۔“ میں نے کہا اور وہ ہنسنے لگا پھر بولا۔

”سب کچھ کہنے کے بعد دل ہلکا ہو گیا ہے۔“

”رخسار کہاں ہے؟“

”اس بارے میں تمہیں اطلاع دی جا چکی ہے کہ میڈم کو بڑے احترام کے ساتھ ایک محفوظ مقام پر رکھا گیا ہے اور انہیں ہر طرح کی عزت و احترام دیا گیا ہے کیونکہ ان سے ہماری بہت سی توقعات وابستہ ہیں اور اب بھی ہم یہی چاہتے ہیں۔ دانش منصور کہ تم ہم سے تعاون کرو، میڈم رخسار عزت و احترام کے ساتھ تم تک پہنچا دی جائیں گی لیکن اس کے لیے تمہیں بہت سے ذمہ داری کے ثبوت دینا ہوں گے۔“

”مثلاً؟“ میں نے سوال کیا۔

”سب سے پہلے وہ فائل جس کے بارے میں مجھے یقین ہے کہ اب بھی تمہاری تحویل میں ہے۔ رانا ویم تو ایک معمولی سا آدمی ہے جو کام تم کر سکتے ہو وہ رانا ویم نہیں کر سکتا۔ وہ ہمارے قبضے میں آ جاتا، اگر درمیان میں تمہاری یہ شخصیت نہ ٹپک پڑتی نکل گیا تھا وہ ایک مرحلے پر بس اتفاق ہو جاتا ہے لیکن اس کا تحفظ کرنے والا دانش منصور تھا اور تم اس طرح ہمارے علم میں آ گئے۔ بہر حال تو اس فائل سے آغاز ہوتا ہے۔ وہ فائل تمہیں ہمارے حوالے کرنا ہوگی اور اس کے ساتھ ساتھ ہی ہم نے کچھ اور نئے پلان بنائے ہیں جن کے تحت دانش منصور تم ایک عجیب و غریب حیثیت سے اپنے ملک میں جاؤ گے اسرائیل کے نمائندے بن کر

ہم تم سے ایسی دستاویزات دستخط کرائیں گے اور ایسے کارنامے سرانجام دلوائیں گے جن سے یہ ظاہر ہو کہ تم نے اپنی حکومت کے خلاف کام شروع کر دیا ہے اور کام کرتے رہے ہو کیونکہ تم اپنی حکومت سے انتقام لینا چاہتے تھے۔ تم اس حیثیت سے اپنے وطن جاؤ گے ہم نے جو حالات میرا مطلب ہے روز آرگنائزیشن نے جو حالات تمہارے وطن میں پیدا کیے تمہارے ذمہ دار ساتھیوں کو ہلاک کر دیا گیا تمہیں اپنے وطن میں اس قدر ذلیل و خوار کر دیا گیا کہ تمہارے وطن والے آج بھی تمہاری تلاش میں سرگرداں ہیں۔ بڑی محنت کی ہے ہم نے اس پر اور اس صورت حال تک پہنچانے کے بعد اب ہم تمہیں تمہارے وطن واپس بھیجیں گے اور ہمارے لیے یہ مشکل نہیں ہوگا کہ تمہیں وہاں پر ایک قومی ہیرو ظاہر کر دیں۔ یہ قومی ہیرو وہاں پہنچے گا اور پھر اسرائیل کے لیے کام کرے گا اپنی تمام تر ساکھ سے فائدہ اٹھا کر یہ ایرش وائش کا منصوبہ ہے میں شدت جوش سے دیوانہ ہو گیا تھا اس وقت ان الفاظ کے بعد مصلحت سے بھی کام نہیں لے سکتا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں دل چاہ رہا تھا کہ اسے دانٹوں سے چبا کر پھینک دوں۔“ میں نے کہا۔

”کبھی سڑک پر کتے بھونکتے دیکھے ہیں، میں ان کے بھونکنے کا مفہوم نہیں سمجھ سکتا لیکن اس وقت تم میرے لیے ان کتوں سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے جو سڑکوں پر بھونکتے ہیں رخسار کی بات کرتے ہو اس کے بل پر تم مجھے اس بات کے لیے مجبور کرنا چاہتے ہو، سنو ابھی تم نے خود ہی کہا تھا کہ شوق شہادت ہے مجھے ہاں ہے، ہاں ہے تمہارا تعلق کسی غیرت مند قوم سے ہے تو چلو پستول لو اور مجھے ہلاک کر دو اتنی گولیاں مارو میرے بدن میں کہ میرا سارا بدن خون اگل دے، میں اس کے بعد بھی اپنے وطن کا نعرہ لگاؤں گا اور تمہارے چہرے پر تھوک دوں گا۔ فائل چاہتے ہو ہاں مجھے معلوم ہے وہ فائل کہاں ہے۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ رانا وسیم کہاں ہے مجھے بہت سی ایسی اور باتیں بھی معلوم ہیں جو اگر تم مجھ سے معلوم کرنے میں کامیاب ہو جاؤ تو تمہیں وہ باتیں معلوم ہو سکتی ہیں جو تمہارے اپنے ذرائع نہیں معلوم کر سکتے لیکن شرط یہ ہے کہ اپنے اندر وہ ہمت پیدا کرو کہ مجھ سے وہ سب کچھ معلوم کر لو۔“ وہ جیت تمہارے اندر بزدل ایرش وائش تمہارے اندر وہ ہمت ہے، جاؤ دفع ہو جاؤ، یہاں سے تیرے گندے خون سے اپنے ہاتھ نہیں رنگنا چاہتا، جا چلا جا۔“ ایرش وائش مجھے دیکھتا رہا، مسکرایا اور پھر اس نے اپنے دونوں ساتھیوں کو چٹکی بجا کر اشارہ کیا اور واپسی کے لیے مڑ گیا۔ اس کی یہ حرکت اس

دقت میرے لیے غیر متوقع تھی۔ میں نے جو الفاظ اپنے منہ سے ادا کیے تھے جس طرح اس کی پوری قوم کی تحقیر کی تھی اس کے بعد تو اسے آگ بگولہ ہو جانا چاہیے تھا۔ وہ کرنا چاہیے تھا جس سے اس کے انتقام کی آگ بجھتی، لیکن بات اس نے ٹھیک ہی کہی تھی۔ وہ جس قوم کا فرد تھا وہ بہت ہی آگے کی چیز تھی اور انتہائی موقع شناس۔ چنانچہ وہ خاموشی سے باہر نکل گیا تھا۔ کسی ایسے منصوبے پر عمل کرنے کے لیے جو بہت ہی بھیاںک ہو۔ خیر مجھے اس کی کیا پروا ہو سکتی تھی کہ وہ آنے والے وقت میں میرے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔ میں تو بس ایک بار رخسار کی قربت چاہتا تھا۔ وطن کے لیے اس نے جو کچھ کہا تھا وہ ایک بالکل ہی الگ بات تھی۔ اگر وہ مجھے میرے وطن کے خلاف استعمال کرنے کی خواہش رکھتا ہے تو اس سے بڑا دیوانہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اگر وہ رخسار کو پرغمال بنا کر میرے تمام ارادوں کو ناکام بنانے کا خواہش مند ہے تو یہاں بھی اسے مایوسی ہی ہوگی۔ بہر حال پھر کافی دقت میں نے نہ جانے کیسی کیسی سوچوں میں گزارا تھا۔ وہ شاید مجھے تنہا اور بے ضرر رکھ کر ذہنی اذیتوں میں مبتلا کرنا چاہتا تھا۔ حالانکہ اس سے ماضی میں میرا کوئی واسطہ نہیں رہا تھا۔ لیکن اس کی شخصیت کو دیکھ کر مجھے یہ احساس ہونے لگا تھا کہ آدمی بہت خطرناک ہے اور دانش منصور سے واقف ہونے کے بعد وہ کوئی معمولی قدم نہیں اٹھائے گا بلکہ بھرپور کوشش ہی کرے گا لیکن کیا کوشش کر سکتا ہے وہ زیادہ سے زیادہ۔ پھر میری ذہنی دیوانگی عروج پر پہنچ گئی۔ میں نے سوچا کہ کوئی نہ کوئی کوشش کرنی چاہیے اب۔ اس طرح ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہنا تو کسی طور ممکن نہیں ہے۔ ایک بار پھر میں دروازے کے پاس پہنچا اور زور سے دروازہ بجایا۔ غیر متوقع طور پر مجھے باہر سے آواز سنائی دی۔

”کیا بات ہے؟“

”جلدی دروازہ کھولو، بہت جلدی۔“ میں نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا اور میرے اس لہجے پر وہ لوگ بے اختیار ہو گئے۔ دو افراد تھے یہ وہی تھے جن کا میں صورت آشنا تھا یعنی جو ایرش وائش کے ساتھ اندر آئے تھے۔ انہوں نے اس وقت بھی اپنے ہاتھوں میں پستول تھامے ہوئے تھے اور چونکے ہوئے انداز میں مجھے دیکھ رہے تھے۔

”کیا ہوا؟“ ان میں سے ایک نے پوچھا۔

”خون۔“ میں خوفزدہ لہجے میں بولا اور ایک سمت اشارہ کیا۔ میرے اشارے پر ان کی

توجہ مجھ پر سے ہٹ گئی تھی اور وہ بے اختیار آگے بڑھ آئے تھے۔ بس میں اتنا ہی چاہتا تھا۔ انتہائی مہارت کے ساتھ میں نے دونوں ہاتھ ان کے پستولوں پر مارے اور دوسرے ہاتھ ان کی گردنوں کے نچلے حصوں پر، پستول ان کے ہاتھوں سے نکل گئے اور میں نے جو ضرر میں، ان کے حلق پر لگائی تھیں اس سے ان کی آنکھیں جڑھ لگیں۔ پھر میں نے بہت ہی تیز رفتاری سے ان کی گردنیں اپنی بازوؤں میں دبالی تھیں۔ بس اب دیوانگی سوار ہو گئی تھی اور جب دیوانگی سوار ہوتی ہے تو پھر جنون آخری حد تک پہنچ جاتا ہے۔ میں نے اس وقت تک ان کی گردنیں دبائی رکھیں جب تک کہ ان کی زبان اور آنکھیں باہر نہ نکل آئیں اور پھر میں نے انہیں چھوڑ دیا۔ لیکن ذرا سی گڑ بڑ اسکے باوجود ہوئی تھی۔ وہ دونوں وہاں تنہا نہیں تھے بلکہ ان کے آس پاس کچھ اور بھی تھے۔ اس وقت جب میں نے ان دونوں کی گردنیں دبائیں اور زندگی سے ان کا رابطہ ٹوٹا۔ عقب سے باقی دو افراد بھی نمودار ہوئے تھے۔ مجھے ان کی آمد کا اس وقت پتا چلا جب ایک زوردار گھونسا میری گردن پر پڑا اور میری آنکھوں میں ستارے ناچ گئے۔ اس کے ساتھ ہی عقب سے حملہ آور ہونے والوں نے میرے بال پکڑ کر مجھے پیچھے کھینچا۔ لیکن میں توازن برقرار نہ رکھ سکا اور اس طرح ان کے اوپر جا پڑا کہ وہ دونوں میرے ساتھ ہی زمین پر ڈھیر ہو گئے تھے۔ یہ بھی تقدیر کا کھیل تھا۔ میں نے فوراً ہی اپنے آپ کو سنبھالا اور پلٹ کر اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے نیچے دبے ہوئے پہلے شخص کی گردن پکڑ لی۔ دوسرے آدمی نے میرے نیچے سے نکلنے کی کوشش کی تھی اور اس کی پیشانی نیچے گرنے کی وجہ سے زخمی ہو گئی تھی جس کی وجہ سے وہ شاید چکرا بھی گیا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ نیچے کھٹکنے لگا لیکن وہ شخص جو میرے نیچے دبا ہوا تھا میری گرفت میں اپنی جدوجہد ختم کرتا جا رہا تھا۔ پھر میرے دو گھولنے اسے بھی اپنے ساتھی کے قریب لانے میں کامیاب ہو گئے۔ اب کوئی احتیاط بے سود اور بے مقصد تھی۔ میں نے جو قدم اٹھایا تھا اس نے پہلے ہی مرحلے پر چار انسانوں کو زندگی سے محروم کر دیا تھا اور اس کے بعد عقل کا تقاضا تھا کہ سب سے پہلے اسلحے کا انتظام کیا جائے چنانچہ میں نے وہ پستول اپنے قبضے میں کیے اور اس کے باوجود ان کی تلاشیاں بھی لیں۔ ان کی جیبوں میں کرنسی تھی۔ چنانچہ میں نے اسے اپنی جیبوں میں منتقل کر لیا۔ مستقبل کے خیال سے غافل نہیں رہنا چاہیے۔ ہو سکتا ہے مجھے نکلنے میں کامیابی ہی حاصل ہو جائے۔ بہر حال میں باہر نکل آیا۔ باہر ہلکی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ راہداریوں میں قالین بچھے ہوئے تھے جن کی وجہ سے قدموں کی چاپ بھی نہیں ابھر رہی

تھی۔ راہداری کے موڑ سے میں دوسری جانب گھوم گیا اور پھر عمارت کے کھلے ہوئے حصے تک پہنچا۔ بہت بڑی عمارت نہیں تھی یہاں رک کر کسی کو تلاش کرنا یا ایرش واش کے بارے میں معلومات حاصل کرنا ایک بالکل احمقانہ عمل تھا۔ رخسار کے بارے میں سوچ سکتا تھا لیکن جانتا تھا کہ ایرش واش اتنا احمق نہیں ہے کہ رخسار کو میرے اتنے نزدیک رکھے گا۔ پہلے اس عمارت سے باہر نکل کر اس عمارت کا جائزہ لیا جائے۔ یہ فیصلہ بعد میں کروں گا کہ کرنا کیا ہے۔ باہر مدھم مدھم روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ سامنے ہی ایک چوڑی سڑک تھی اور اس کے دونوں سائیڈز پر فٹ پاتھ نظر آ رہے تھے۔ میں انتہائی محتاط انداز میں ایک ایسی جگہ کی تلاش کرنے میں کامیاب ہو گیا جہاں سے میں اس عمارت کا جائزہ لے سکوں۔ کوئی مناسب صورتحال سوچنے میں مصروف تھا اور یہ اندازہ لگا رہا تھا کہ دیکھوں اندر کی کیا کیفیت رہتی ہے اور کتنی دیر میں وہاں موجود لوگوں کو اصل صورتحال کا اندازہ ہوتا ہے۔ چھپنے کے لیے مناسب جگہ میں نے تلاش کر لی تھی۔ یہاں ان سے ہی نہیں بلکہ دوسرے لوگوں سے بھی چھپنا تھا۔ میں ایک عجیب و غریب دیوانگی کی کیفیت کا شکار تھا۔ تقریباً پندرہ منٹ انتظار کرنا پڑا اور اس کے بعد اچانک ہی اندر تیز روشنیاں جلنے کی تحریک کا احساس ہوا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ صرف دو آدمی تھے جو دوڑتے ہوئے باہر آئے تھے اور پھر دونوں مختلف سمتوں میں دوڑنے لگے تھے۔ اس کے بعد واپس پلٹ آئے تھے۔ پھر اندر داخل ہو گئے تھے اور کچھ منٹ کے بعد ایک کار اندر آگئی باہر نکلی اور برق رفتاری سے ایک جانب چل پڑی۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ ساری صورت حال ذہن میں واضح ہوتی جا رہی تھی۔ گویا اس عمارت میں صرف چھ افراد تھے جن میں سے دو زندہ باقی بچے تھے اور کسی طرح سے انہوں نے ان لاشوں کو دیکھنے کے بعد اپنے آپ کو بے حواس پایا تھا۔ مجھے تلاش کرنے نکل بھاگے تھے اور پھر یہ سوچ کر کہ میں نکل چکا ہوں کسی کو اطلاع دینے چل پڑے تھے اب میں ان کا تعاقب تو نہیں کر سکتا تھا لیکن اپنا شبہ رفع کرنے کے لیے میں ایک بار پھر عمارت کی جانب بڑھا اور احاطے کی دیوی دیوار کو اندر داخل ہو گیا جس سے باہر نکلا تھا۔ پھر میرے تمام بیان کی تصدیق ہو گئی۔ اندر وہ چار لاشیں اب اس کمرے میں پڑی ہوئی تھیں جس میں، میں موجود تھا اور باقی سارے کمرے خالی تھے۔ اس شے کا تدارک کرنے کے بعد کہ نہ تو ایرش واش خود یہاں موجود ہے اور نہ ہی اس نے رخسار کو یہاں رکھا ہے۔ میں باہر نکل آیا۔ اب اس سے زیادہ بہادری بالکل مناسب نہیں تھی۔ چنانچہ

اب مجھے یہاں سے نکل جانا چاہیے تھا۔ رات کی تاریکی آخر کار مجھے ایسے روشن راستوں کی جانب لے چلی جن کے بارے میں مجھے کوئی خاص علم نہیں تھا لیکن زندگی اس طرح سے موت سے باہر نکل آئی تھی تو اب اس کے تحفظ کے لیے باقی بندوبست بھی کرنا تھا اور شکر تھا کہ میری جیبیں خالی نہیں تھیں۔ یہ سفر آخر کار ایک ایسے ریسٹورنٹ پر ختم ہوا جس میں کافی رونق نظر آ رہی تھی۔ ریسٹوران سے باہر رک کر میں نے اپنا حلیہ درست کیا۔ کم از کم اس شکل میں تو ریسٹوران میں داخل ہوں کہ لوگ زیادہ سے زیادہ کوئی شرابی سمجھیں اور باز پرس نہ کریں۔ ریسٹوران میں داخل ہوتے ہوئے قدموں میں ہلکی سی لڑکھڑاہٹ پیدا کر لی تھی۔ پھر میں ایک میز پر جا بیٹھا۔ کسی نے میری جانب کوئی خاص توجہ نہیں دی تھی میں نے وہاں کے لوگوں کی مانند اپنے لیے بھی ویٹر سے کچھ منگوایا۔ اصل مسئلہ یہ تھا کہ اب مجھے فیصلہ کرنا تھا کہ کیا کروں، مقامی پولیس بھی پیچھے لگ گئی تھی اور ساتھ ہی ساتھ ایرش واش سے بھی باقاعدہ لڑائی شروع ہو چکی تھی۔ آدمی بہت خطرناک تھا اس کے بارے میں مزید معلومات درکار تھیں۔ بیٹھے بیٹھے پھر ایک خیال ذہن میں آیا۔ کسی بھی مشکل مرحلے پر اپنی انا کو سامنے نہیں رکھنا چاہیے بلکہ فائدہ جہاں سے بھی حاصل ہو سکے وہاں سے حاصل کرنے میں گریز نہیں کرنا چاہیے۔ ٹوری بلاٹکا کو میں نے باقاعدہ ایک بڑی رقم ادا کی تھی اور اس نے درحقیقت ایک مخلص دوست کی مانند مجھے یہاں تک گائیڈ کیا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی اس نے یہاں کے لیے بھی مجھ سے کہا تھا کہ میری مشکلات کا حل اس کے پاس موجود ہے۔ بہتر تو یہ ہوگا کہ یہاں پہنچ کر اس کے آدمیوں سے رابطہ قائم کر لوں اور آگے کی مشکلات میں بلا معاوضہ اس کی خدمات قبول کروں لیکن یہاں آکر اب تک یہ نہیں سوچا تھا۔ اب میں اپنے ذہن میں وہ پتے دہرانے لگا جو ٹوری بلاٹکا نے مجھے دیے تھے اور ان میں ایک پتا مجھے فوری یاد آ گیا وہ تھا ڈلاس ویو فلیٹ نمبر گیارہ۔ میں نہیں جانتا تھا کہ ڈلاس ویو کیا ہے لیکن ریسٹوران کے باہر میں نے ٹیکسیوں کی قطاریں دیکھی تھیں اور مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ یہاں سے کہیں جانے کے لیے ٹیکسی بہ آسانی مل سکتی ہے۔ بس یہ خیال ذہن میں جڑ پکڑ گیا قسمت آزمائے میں کوئی حرج نہیں ہے جس طرح ایرش واش کے چنگل سے نکل بھاگا تھا وہ بھی قسمت ہی کی کارستانی تھی ورنہ ایرش واش کو دیکھنے کے بعد یہ اندازہ تو ہوتا تھا کہ ایک خطرناک شخصیت سے واسطہ پڑ گیا ہے جس کے قبضے میں بے چاری رخصت ہے اور جواب میرے لئے نئے منصوبہ بندیاں کرنے لگا ہے۔ پتا نہیں اس سے چوک

کیوں ہو گئی۔ دانش منصور سے جس طرح اس نے واقفیت کا اظہار کیا تھا اس طرح دانش منصور کی نگرانی کا انتظام نہیں کیا گیا تھا۔ لیکن وہ لوگ بھی بس دھوکا کھا ہی گئے تھے اور میں نکل آیا تھا۔ ڈلاس ویو کی تلاش کا فیصلہ دل میں کر لیا۔ شرابیوں کے سے انداز میں لڑکھڑاتا ہوا باہر نکلا۔ میز پر منگائی ہوئی اشیاء کا مل رکھ دیا تھا کہ کہیں وہاں کے ویٹر تعاقب نہ کریں۔ باہر نکلا۔ ٹیکسی اسٹینڈ پر پہنچا قدموں کی لڑکھڑاہٹ اس بات کا اظہار کر رہی تھی کہ مجھے نشے میں ڈوبا ہوا شخص ہی سمجھا جائے۔ میں نے ایک ٹیکسی کے دروازے پر ہاتھ رکھا اور ٹیکسی ڈرائیور جلدی سے دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا۔

”ڈلاس ویو جانا چاہتا ہوں۔“ میں نے لڑکھڑاتی ہوئی آواز میں کہا۔

”تشریف رکھئے سر۔۔۔۔۔“ اس نے عقبی دروازہ کھول دیا۔

”لیکن میں ڈلاس ویو کے بارے میں نہیں جانتا۔“

”میں جانتا ہوں آپ بیٹھے تو سہی۔“ ڈرائیور نے کہا اور مجھے سکون ہوا۔ ”ایسے ڈرائیور اللہ سب کو نصیب کرے۔“ ٹیکسی اسٹارٹ ہو کر چل پڑی اور میں نے سیٹ سے پشت لگا دی۔ دس منٹ تک ٹیکسی سفر کرتی رہی پھر ایک خوشنما علاقہ نگاہوں کے سامنے آ گیا۔ گورنر کا وقت تھا اور ان عمارتوں پر مدھم مدھم روشنیاں جل رہی تھیں جو چاروں طرف سے درختوں اور سبزہ زاروں سے گھری ہوئی تھیں۔ ایک خاص ہی قسم کا پلاٹ تھا جس میں بڑی نفاست کے ساتھ یہ چھوٹے چھوٹے کانچ بنائے گئے تھے۔ یہی ڈلاس ویو تھے اور یقینی طور پر کانچ نمبر گیارہ تلاش کرنا مشکل کام نہیں تھا۔ ڈرائیور نے کہا۔

”سر ہم ڈلاس ویو پہنچ گئے ہیں۔“ میں نے دروازہ کھول کر نیچے اتر کر ڈرائیور کو بل ادا

کیا اور اس کے بعد لڑکھڑاتے قدموں سے آگے بڑھ گیا۔ ٹیکسی اطمینان سے چل پڑی تھی۔ مدھم مدھم روشنیوں میں ان تین منزلہ عمارتوں کے نمبر جگمگا رہے تھے اور گیارہ، بارہ، تیرہ کی عمارت میری نگاہوں کے سامنے آ گئی۔ میں نے بہ آسانی گیارہ نمبر فلیٹ تلاش کیا۔ گراؤنڈ فلور پر ہی تھا۔ کیا خوب صورت جگہ بنی ہوئی تھی۔ درختوں اور پھولوں کے تختوں سے اٹھتی ہوئی خوشبو نے دماغ روشن کر دیا اور میں گیارہ نمبر کے دروازے پر پہنچ گیا۔ باہر مدھم مدھم روشنیاں بے شک جل رہی تھیں۔ لیکن فلیٹ تاریک تھے۔ میں نے تاریک دروازے کی بیل پر انگلی رکھی اور ہٹائی۔ رات کے اس حصے میں کسی کے گھر پہنچنا ایک غیر اخلاقی حرکت تھی لیکن مکان کے

کینوں سے معافی مانگ لوں گا۔ ہو سکتا ہے صورتحال کچھ بہتر ہی ہو جائے۔ میں انتظار کرتا رہا پھر میں نے دوسری بار انگلی تیل پر رکھی اور ایک بار پھر انتظار کرتا رہا۔ قرب و جوار میں کہیں کوئی آہٹ نہیں سنائی دے رہی تھی اور دروازے کے دوسرے طرف سے آنے والا بھی قدموں کی چاپ کے بغیر دروازے تک پہنچا تھا۔ میں دروازے سے لگا کھڑا تھا کہ اچانک دروازہ کھلا۔ کسی نے میرے گریبان پر ہاتھ ڈالا اور اتنی زور کا جھٹکا دیا کہ میں توازن برقرار نہ رکھ سکا اور اندر داخل ہو کر دوڑتا چلا گیا۔ پھر کسی چیز میں پاؤں پھنسے اور میں لڑکھڑا کر زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ میرے پاس دو دو پستول موجود تھے اس کے علاوہ بھلا اور کیا کر سکتا تھا کہ برق رفتاری سے پستول نکال لوں۔ دروازہ بند ہوا اور کسی نے تیز روشنی جلا دی۔ وہ ایک نوجوان اور پرکشش لڑکی تھی۔ جس نے شب خوابی کا لباس پہنا ہوا تھا۔ ایسا لباس جسے دیکھ کوئی بھی شریف آدمی آنکھیں بند کر لے۔ چہرہ الہل بھبھوکا ہو رہا تھا۔ بال بکھرے ہوئے تھے۔ آنکھیں بند میں ڈوبی ہوئی تھیں لیکن روشنی جلا کر اس نے مجھے دیکھا اور اچانک ہی اس کے اندر ایک عجیب سی کیفیت پیدا ہو گئی۔ پہلے وہ سسٹی اور اس نے اپنا بدن چرانے کی کوشش کی۔ اس کے بعد وہ خونخوار انداز میں اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ پھر اس نے میرے ہاتھ میں دبے ہوئے پستول کو دیکھا اور اس کی پیشانی پر لاتعداد شکنیں نمودار ہو گئیں اس نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”ڈاکو۔ ڈاکو ہو، لوٹنے آئے ہو؟“

”نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے بلکہ خطرے کا شکار ہوں اور اپنے آپ کو خطرے سے بچانا چاہتا ہوں۔“

”کون ہو، فوراً اپنے بارے میں بتا دو اور اگر یہ سوچ رہے ہو کہ ایک تنہا لڑکی یہاں موجود ہے اور تمہارے ہاتھ میں پستول ہے تو یہ خیال دل سے نکال دو، مشکل میں پڑ جاؤ گے۔“

”اگر تم مجھے دوبارہ گریبان سے پکڑ کر زمین پر پھینکنے سے گریز کرو تو میں یہ پستول تمہارے حوالے بھی کر سکتا ہوں۔“ میں نے کہا اور وہ تکیہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی، پھر بولی

”اٹھ کر کھڑے ہو جاؤ۔ اس طرح زمین پر پڑے ہوئے اچھے نہیں لگ رہے۔“ میں نے پستول جھکایا اور پھر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

”آ جاؤ، آ تو چکے ہی ہو اندر۔ جو کچھ حرکتیں کرنا چاہو گے ان کے لیے کوشش ضرور کرو گے لیکن تم بھی کیا یاد کرو گے کہ کیا ہی اچھا میزبان ملا تھا۔ جس نے بڑی عزت کے ساتھ کسی

ڈاکو کو اندر آنے کی اجازت دی، آؤ لڑکی خاصی غرور اور بے باک معلوم ہوتی تھی۔ بہر حال میں اسکے ساتھ ڈرائنگ روم میں داخل ہو گیا۔ اندر پہنچ کر اس نے روشنی جلائی اور بولی۔

”بیٹھو، ڈاکا ڈالنے سے پہلے چند منٹ کی گفتگو بری نہیں ہوتی لیکن سنو، میں شادی شدہ ہوں، میرے شوہر کا نام پیٹر میکس ہے اور ہم دونوں نے لومیرج کی ہے۔ چنانچہ پیٹریا میکس کے علاوہ مجھے دنیا میں کسی اور مرد سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں ایسا لباس پہنے ہوئے ہوں کہ مجھے تھوڑی سی شرم آ رہی ہے اگر تم میرے کمرے سے نکلنے پر خوف زدہ نہ ہو جاؤ تو میں ڈرا لباس تبدیل کر کے آ جاؤ۔“

”نہیں میں خوف زدہ نہیں ہوں گا۔“ میں نے کہا اور وہ شکریہ ادا کر کے وہاں سے چلی گئی۔ پچویشن کافی دلچسپ تھی مجھے اس بات کا شبہ بھی نہیں تھا کہ میں غلط جگہ آ گیا ہوں کیوں کہ اس نے وہ نام بھی لے لیا تھا جس کی نشاندہی مجھے کر دی گئی تھی۔ ویسے یہاں کئی پوائنٹ تھے۔ جہاں میں ضرورت کے وقت جا سکتا تھا انہیں میں یہ جگہ بھی تھی اور پیٹر میکس کا نام بھی۔ میں انتظار کرتا رہا۔ لڑکی چند ہی سیکنڈ میں واپس آ گئی تھی۔ اس نے بس ایک موٹا سا گاؤن جسم پر ڈال لیا تھا اس کے بند باندھ لیے تھے سامنے صوفے پر بیٹھ کر بولی۔

”کمال ہے عجب کابل ڈاکو ہو، بھئی یہاں پر قیمتی اشیاء کی تلاش کیوں نہیں کرتے۔“

”آپ کا نام کیا ہے میڈم۔“ میں نے سوال کیا۔

”ریٹی میکس۔“

”آپ مجھے غالباً پانچ یا چھ بار ڈاکو کہہ چکی ہیں، میں ڈاکو نہیں ہوں۔“

”اچھا تو پھر اپنا تعارف ہی کرنا دو تاکہ میں تمہیں تمہارے اصل نام سے مخاطب

کروں۔“

”اگر میں نے تمہیں اپنا نام بتایا تو شاید تم مجھے پہچان نہ سکو۔“

”کوشش کروں گی۔“

”دانش منصور۔“ میں نے جواب دیا اور لڑکی کا چہرہ ایک دم حیرت کی تصویر بن گیا۔

”کک۔۔۔ کیا۔۔۔“ وہ کسی قدر کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔

”کیا یہ نام تمہارے لیے شناسا ہے۔“

”کچھ اور حوالے دے سکتے ہو یعنی ان لوگوں کے حوالے جن کی وساطت سے تم یہاں

نہودار ہوئے اور پھر وہ سنبھل گئی اور گردن ہلاتی ہوئی بولی۔

”کچھ پلاؤں؟“

”نہیں شکریہ۔“

”تو میکس کا انتظار تو کرنا ہی ہوگا ناں تمہیں۔“

”ہاں۔“

”میرے بیڈروم میں چلے جاؤ اور دروازہ اندر سے بند کر لو۔“ اسے ایک دم عقل آگئی

تھی اور مجھے ہنسی۔ میں نے کہا۔

”ٹھیک ہے میں نے دیے بھی آپ کی نیند خراب کی ہے اس لیے اب زیادہ نیند نہیں

خراب کروں گا اور نہ ہی آپ کے بیڈروم میں جانے کی ضرورت ہے۔ ڈرائنگ روم کا یہ صوف

میرے لیے بہترین ثابت ہوگا اور ضمانت کے طور پر آپ یہ پستول رکھ لیجئے اور میری تلاشی بھی

لے لیجئے کہ کوئی اور ہتھیار میرے پاس نہیں ہے۔“

”میرا بیڈروم جو ہے ناں، وہاں دستی بموں کا ذخیرہ ہے اور ایسے ایسے جدید ریوالور،

بس اس سے زیادہ میں اور کچھ نہیں کہوں گی اور بہتر ہوگا کہ آپ بیڈروم میں سو جائیں کیونکہ

ایک مہمان کے ساتھ یہ بدسلوکی میں مناسب نہیں سمجھتی۔“

”ضد نہ کیجئے بس میں اپنی جگہ پر ٹھیک ہوں۔“ میں نے کہا اور وہ شانے ہلا کر کمرے

سے باہر نکل گئی۔ میں ٹھنڈی سانس لے کر اس صوفے کو اپنا بیڈ بنانے کی تیاریاں کرنے لگا۔

سوچ انسانی فطرت کا بہترین سرمایہ ہوتی ہے۔ آپ کے بدن پر لباس بھی باقی نہ رہے

سب کچھ چھن جائے لیکن سوچ کا سرمایہ آپ سے کوئی نہیں چھین سکتا۔ یہ بستر جیسا بھی تھا لیکن

اس پر لیٹ کر میں سوچ سکتا تھا۔ مستقبل کے لیے فیصلے کر سکتا تھا اور انسان کچھ نہ چاہے لیکن

چند ہی ایسی چیزیں ہوتی ہیں جن پر اسے اختیار حاصل نہیں ہوتا میں سوچوں میں ڈوب گیا اور

میری سوچوں میں بنیادی حیثیت رخسار کو ہی حاصل تھی یہ نیا مسئلہ میرے لیے شروع ہو چکا تھا

ساری باتیں اپنی جگہ لیکن میرے ضمیر میں بس ایک چیز بنیادی حیثیت رکھتی تھی حالانکہ میں بارہا

اس بارے میں سوچتا تھا کہ تنہا میں ہی تو محبت وطن نہیں ہوں نہ جانے کون کون، کس کس طرح

وطن کی خدمت سرانجام دے رہا ہے لیکن ایک جنون، ایک دیوانگی جو میرے اندر پل رہی ہے

شاید ہی کسی کے اندر ہو جہاں بھی کہیں کوئی ایسی بات سامنے آتی ہے جس کا تعلق میرے وطن

تک پہنچے ہوں۔“

”مسٹر ٹوری بلاؤ گا۔“

”اوہ مائی گڈ، تب تو واقعی مجھ سے گستاخی بھی ہوئی ہے۔ غلطی بھی اور بدتمیزی بھی۔

لیکن کیا بتاؤں میکس اتنا بگڑ گیا ہے کہ اب میں اس سے بری طرح جھنجلا گئی ہوں کبھی کبھی تو

رات رات بھر نہیں آتا۔ آجاتا ہے تو جھوٹی قسمیں کھاتا ہے کہ اس نے آج شراب کو ہاتھ تک

نہیں لگایا یا اگر پنی بھی ہے تو بس اتنی سی کہ ہلکا سا سرور آجائے۔ حالانکہ وہ بس سر کے بل نہیں

چلتا۔ باقی اس کی کیفیت ایسی ہی ہوتی ہے۔ تمہیں پتا ہے مائی ڈیر مسٹر دانش منصور کہ میں نے

رات کا کھانا بھی نہیں کھایا۔ میکس نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ ساتھ ہی ڈنر پر چلیں گے اور میں

انتظار کرتی رہی۔ وقت گزرتا چلا گیا اور میرا غصہ عروج پر پہنچتا چلا گیا اور اب رات کے اس

حصے میں میں نے یہی سوچا تھا کہ اس کے علاوہ بھلا اور کون ہو سکتا ہے۔ نشے میں ڈوبا کھڑا

ہوگا۔ یہی شکر ہے کہ گھر کے دروازے تک تو آ گیا۔ لیکن وہ تم نکلے۔ آئی ایم ویری سوری۔ مسٹر

بلاؤ گا کی ہدایات تو ہمارے لیے یہی ہیں کہ اگر ہم بستر مرگ پر بھی ہوں اور تمہاری طرف سے

مدد کے لیے کوئی کال آجائے تو فوراً تمہاری مدد کو پہنچیں۔ آئی ایم سوری، مگر اب تو تمہیں

حالات کا اندازہ ہو گیا ہوگا۔“

”ہاں ریٹی میکس، اور نہ ہی ایسی کوئی بات ہے جس کے لیے تم معذرتوں کے انبار

لگاؤ۔ ویسے مجھے یہ بتاؤ کہ کیا میں کچھ وقت یہاں گزار سکتا ہوں۔“

”ایک دلچسپ بات ہوگی، صبح کو ہم میکس کے سامنے ڈراما کریں گے۔ اگر تم اس کے

لیے تیار ہو جاؤ تو.....“

”ڈراما.....“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”میں بہت شریف عورت ہوں، لیکن میں پھر بھی یہ چاہتی ہوں کہ صبح کو تم میری مسبری

پر سوئے ہوئے ہو اور میں اس قسم کے نقش چھوڑ دوں جس سے میکس کو یہ اندازہ ہو کہ میں ابھی

ابھی اٹھ کر داش روم میں گئی ہوں۔ کم از کم اس کے ہوش بھی تو ٹھکانے آنے چاہئیں۔“ میں

نے ہنستے ہوئے کہا۔

”نہیں، محترمہ آپ بہت شریف خاتون ہیں، لیکن میرے بارے میں آپ نے یہ کیسے

اندازہ لگا لیا کہ میں بھی ایک اچھا انسان ہوں۔“ اس کے چہرے پر ایک دم چونکنے کے آثار

سے ہو دوسرے سارے جذبے ماند پڑ جاتے ہیں اور جہاں تک بات رہی رخسار کی تو اس کے بارے میں تو سوچ کر اب مجھے ہنسی آنے لگتی تھی۔ اس بیچاری کا میری زندگی سے تعلق قائم ہی نہیں ہو پا رہا تھا۔ حالانکہ سارے مراحل طے ہو گئے تھے لیکن بس یوں محسوس ہوتا تھا جیسے جب بھی کبھی میرے اور اس کے درمیان رابطے قائم ہوئے ایک آسانی ہاتھ فضا سے نمودار ہوا اور ہم دونوں کے درمیان آ کر کھڑا ہوا وہ اس ہاتھ کی چوڑائی میں چھپ گئی مجھے بہت زور کی ہنسی آگئی تھی میں یہ جانتا تھا کہ وقت کتنا ہی گزر جائے لیکن رخسار پھر مجھ تک پہنچے گی ہماری تقدیر کے جنگجو ستارے دشمنوں پر قابو پا کر آخر کار پھر ایک دوسرے کے قریب آ جاتے ہیں اب ایرش واش کو ہی دیکھ لیا جائے کجنت بد نما آدمی نہ جانے رخسار کے سلسلے میں کیوں موسوم ہو گیا کہتا ہے کہ ”میڈم کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔“ اور میں نے ایرش واش کے بارے میں سوچا ایک نیا ہی کھیل تھا لیکن اب ذرا دوسرے تصورات کے ساتھ نہ جانے کیا کیا کچھ ہو چکا تھا۔ کس کس نے قربانیاں پیش کر دی تھیں لیکن اسرائیلی مفادات کو کوئی ایسی بھرپور چوٹ نہیں پہنچی تھی جس سے کچھ اور کیفیت نمودار ہوتی۔ میں کیا اور میری اوقات کیا۔ نون بیلیو بیلیو کے لیے کام کرتے ہوئے ایک دو بار یہودی سرمایہ کار اور حزیب کاروں سے مل بھٹھرتی تھی ان لوگوں کے لئے اجنبی نہیں تھا ایک بار پھر ایرش واش سامنے آیا تھا۔ کیوں نہ اس سے دو دو ہاتھ کر ہی لیے جائیں بہر حال مشغلے کے طور پر ہی سہی یا پھر اس خیال کے تحت کہ گھسیٹ کر یہاں لایا گیا ہے اس گدھے کو یہ تو معلوم نہیں تھا کہ رانا وسیم تو اب بڑے اطمینان سے وطن عزیز پہنچ گیا ہوگا اور اسے ایک بار پھر میرے وطن کے خلاف کوئی کارروائی کرنے میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ باقی انہوں نے جتنے بھی تیز مار لیے ہوں اس سے کوئی غرض نہیں تھی تو پھر ہو جائیں وہ ہاتھ ایرش واش، رخسار کے بارے میں تو مجھے اپنے ایمان کی طرح یقین ہے کہ نہ میرے رفیق اسے موت آئے گی اور نہ اس کے بغیر میں مر سکتا ہوں کہیں نہ کہیں سے گھوم پھر کر ہم واپس یہاں آ ہی جائیں گے چنانچہ اب ذرا تم مجھے سنبھالو نہ جانے کون سا وقت تھا جب غیند نے ایک مہربان ماں کی طرح اپنی آغوش میں لے لیا اور اتنے بھرپور طریقے سے آئی کہ میں اس وقت جاگا جب گھڑی پونے بارہ بج رہی تھی یقین نہ آیا کہ وقت اتنا بدل گیا ہے لیکن سورج کی چمکتی اس بات کا احساس دلاتی تھی آخر کار ہڑ بڑا کر اٹھ گیا مجھے اندازہ تھا کہ بیچاری رینی میری وجہ سے پریشانی کا شکار ہوگی چنانچہ پھرتی سے تیار ہونے لگا اور پھر باہر خفیف سی آہٹ ہوئی

اور رینی آگئی۔

”ہیلو۔“ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”سوری رینی ایسے مہمان بھی بعض اوقات مشکل کا باعث بن جاتے ہیں۔“
 ”نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے دھوپ نکلی ہے ورنہ بارش ہو رہی تھی۔ ویسے باہر کا موسم خاصا اچھا ہے۔“
 ”مسٹر پیٹر میکس۔“

”ناشتا کر لیا ہے میں نے۔“ رینی نے میری بات کا جواب نہیں دیا اس کے ہونٹوں پر ایک عجیب سی اداسی پھیل گئی تھی۔

”بہت بہت شکریہ میں ابھی آتا ہوں۔ پھر ہم ناشتے کی میز پر پہنچ گئے۔ میں نے ایک بار پھر مسٹر پیٹر میکس کے بارے میں سوال کیا تو وہ بولی۔“
 ”نہیں۔ وہ نہیں آئے ہیں۔ ابھی تک نہیں پہنچے ہیں مسٹر پیٹر۔“

”اوہ۔ سوری۔ شاید آپ اس کے نہ آنے سے کچھ افسردہ ہیں۔“ اس نے لگا ہی اٹھ کر مجھے دیکھا پھر بولی۔

”نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ بس یونہی۔“

”میں کسی بھی طرح آپ کو کسی بات پر مجبور کرنے کی جرات نہیں کر سکتا مس رینی۔ لیکن بہر حال دل تو دکھتا ہے نا۔“ اس نے اب بھی کوئی جواب نہیں دیا۔ ہم نے خاموشی سے ناشتا کیا باہر کھڑکیوں سے جھانکنے والی روشنی ختم ہو گئی تھی اور موسم پھر ڈم ہوتا جا رہا تھا۔ ناشتے سے فراغت حاصل کرنے کے بعد باہر نکلے تو بارش شروع ہو گئی تھی۔ آسمان پر بادل گہرے ہوتے جا رہے تھے اور فضا میں خنکی بڑھ گئی تھی۔ رینی نے کہا۔

”آپ کو انتظار کرنا ہوگا ویسے موسم یہ بتاتا ہے کہ سردی اور بڑھ جائے گی۔ ہم دونوں وقت گزارتے رہے۔ پیٹر میکس کی جانب سے کوئی فون وغیرہ بھی موصول نہیں ہوا تھا۔ اس وقت بھی بارش چھما چھم ہو رہی تھی۔ تب میں اور رینی اوپر کے برآمدے میں بیٹھے بارش کا لطف لے رہے تھے اور رینی کے چہرے پر بدستور افسردگی چھائی ہوئی تھی۔ میں کسی قدر بوریت محسوس کرنے لگا پھر میں نے کہا۔“

”ویسے پیٹر میکس کے بارے میں مجھے اس بات کا اندازہ نہیں تھا۔ حالانکہ مجھے سے کہا

گیا تھا کہ ضرورت پڑنے پر میں.....“
 ”افسوس کے علاوہ اور کیا کہہ سکتی ہوں۔ ویسے وہ واقعی ایک بے پروا انسان ہے اور میں نہیں کہتی کہ اسے ایسے کسی ادارے کا رکن ہونا چاہیے یا نہیں۔ تاہم اگر میرے لائق کوئی خدمت ہو تو آپ مجھے بتائیے۔“

”نہیں رینی۔ ویسے تو یہاں یہ تھوڑا سا قیام میرے لیے بڑی اہمیت کا باعث ہے۔ چونکہ میں تھوڑا سا الجھنوں کا شکار تھا اگر یہاں نہ آتا تو یقینی طور پر اور بہت سے مسئلے الجھ سکتے تھے۔“ رینی کی افسردگی قائم رہی۔ وہ رم جھم برستی بارش کو دیکھ رہی تھی۔ میں نے کہا۔
 ”آپ کچھ نہیں بولیں گی رینی میکس۔“

”آپ کی تھوڑی سی تصحیح کر دوں میں۔ ویسے تو آپ مجھے رینی میکس کہہ کر بلا سکتے ہیں۔ کیونکہ یہ نام میرے لیے بڑی اہمیت کا حامل ہے لیکن حقیقی طور پر میں ابھی اس کی حقدار نہیں ہوں۔“

”کیا مطلب؟“ میں نے چونک کر پوچھا۔

”میری اس سے شادی نہیں ہوئی ہے۔“

”اوہ پھر؟“

”بس تصور میں جی رہی ہوں۔ اس نے کہا اور اس کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔ میں خاموشی سے اسے دیکھنے لگا۔ وہ گردن جھکائے پاؤں کے انگوٹھے سے زمین کرید رہی تھی پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

”وہ میرا محبوب ہے۔ میں اسے بہت چاہتی ہوں۔ اس کی وجہ سے میں دن رات سفر میں نظر آ رہی ہوں۔ درحقیقت میں ان راستوں کی راہی نہیں ہوں لیکن اس کی محبت نے مجھے سب کچھ کرنے پر مجبور کر دیا۔ میں نے خود کو بدل لیا ہے پوری طرح لیکن انسان کم اس حد تک سوچتا ہے۔ وہ یہ نہیں سوچتا کہ وہ کون تھا اور کیا بن گیا ہے۔ جو بن گیا ہے بس وہ ہی اس کی تقدیر ہوتی ہے اور بس۔“

”لیکن پیٹر میکس؟“ میں نے ہمدردی کی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”میں اس کے بارے میں کوئی برا جملہ نہیں کہنا چاہتی ہاں اتنا ضرور کہوں گی کہ کبھی وہ مجھ سے محبت کرتا تھا۔ بالکل اس طرح جیسے میں اب بھی اسے چاہتی ہوں۔ غور کرتی ہوں تو

عجیب سا احساس ہوتا ہے۔ وہ دولت کے پیچھے بھاگ رہا ہے اور باقی سب کچھ بھول گیا ہے۔ وہ مجھے۔ مجھے بھی بھول گیا ہے۔ بس میں ایک ضرورت بن گئی ہوں اس کی اور کسی بھی دن میری جگہ کسی سنے پوری کر دی تو وہ شاید مجھ سے دور ہو جائے۔“
 ”کیا کہتا ہے وہ؟“

”اس نے مجھے اپنی دولت کا حصہ دار بنا رکھا ہے۔ جو کچھ کماتا ہے۔ اس میں سے کچھ مجھے بھی دے دیتا ہے۔ جب کہ میں اس سے کبھی کچھ نہیں مانگتی۔ کیا چاہت کا بدل صرف دولت ہے۔ مسٹرڈینش؟“
 ”نہیں۔“ میں نے جواب دیا۔

”تو پھر؟“

”محبت سب سے بڑی ضرورت ہے۔ میں دولت کے حصول کا مخالف نہیں ہوں لیکن دولت سب کچھ نہیں ہوتی۔“

”معاف کیجئے گا گفتگو برائے گفتگو ہے۔ کیا آپ کی بھی کوئی چاہت ہے؟“ رینی نے سوال کیا۔

”رینی جو دل چاہت سے خالی ہو میں کبھی اس کا تجزیہ کرنا چاہتا ہوں۔ جب کہ تمہیں اندازہ ہے کہ درندے بھی محبت کرتے ہیں۔ تو ہم لوگ تو انسان ہیں۔“
 ”کیا آپ کی چاہت آپ کو مل گئی ہے؟“

”کہانی بہت طویل ہے۔ نہ پوچھو تو بہتر ہے۔“ وہ خاموش ہو گئی۔ سارا دن گزر گیا۔ رات کے کھانے کے بعد ہم لوگ آرام کرنے چلے گئے۔ تھج کی بات تھی کہ پیٹر میکس نہیں آیا تھا۔ لیکن رینی کو اس کے بارے میں کچھ اس طرح کی تشویش نہیں تھی کہ وہ کسی حادثے کا شکار ہو گیا ہوگا۔ دوسری صبح جب میں خاموشی سے رینی کے ساتھ تاشتا کر رہا تھا۔ تو قدموں کی چاپ سنائی دی اور ایک دراز قامت، خوش شکل، لالہالی سانو جوان اندر داخل ہو گیا۔ اس نے پہلے رینی کو پہلو کہا پھر مجھے دیکھ کر سیٹی بجانے والے انداز میں ہونٹ سکڑے اور اس کے بعد چونک کر بولا۔

”اوہ، مسٹر دانش منصور۔ آئی ایم سوری، آئی ایم سوری۔ اوہ مائی گاڈ۔ آپ میرے گھر میں.....“ میں نے گہری نگاہوں سے پیٹر کو دیکھا تھا۔ تیز چالاک آدمی معلوم ہوتا تھا۔ قریب

آکر مجھ سے مصافحہ کیا اور کرسی گھسیٹ کر بیٹھتا ہوا بولا۔

”مجھے افسوس ہے رینی۔ مگر مسٹر دانش کس وقت یہاں پہنچے؟“

”آج دوسرا دن ہے۔“ رینی نے سرد لہجے میں کہا۔

”مجھے یقین ہے کہ تم نے انہیں میری کی محسوس نہ ہونے دی ہوگی۔ ذرا یہ پلیٹ میری جانب سرکاؤ۔“ اس نے دور رکھی ہوئی پلیٹ کی طرف اشارہ کیا اور رینی نے وہ پلیٹ اس کے سامنے کر دی۔

”میں کتنی بار آپ سے معافی مانگوں مسٹر دانش۔ اب آپ یہ پوچھیں گے کہ میری آپ سے پہلی ملاقات ہے لیکن میں نے آپ کو کیسے پہچان لیا۔ تو بات اصل میں یہ ہے کہ.....“

”میں جانتا ہوں۔“ میں نے کہا اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

”کیا مطلب کیسے؟“

”مسٹر ٹوری بلا نکا بہت با اصول آدمی ہیں۔“

”بالکل بالکل میں یہ ہی کہنا چاہتا تھا۔ ہمیں آپ کی تصویر سے روشناس کرا دیا گیا ہے۔ اب آپ یہ بتائیے کہ ہمارے لائق کیا خدمت ہے۔ کیونکہ یہ ہی کہا گیا تھا کہ اگر آپ کو یہاں کرائے کے دوستوں کی ضرورت پیش آئی تو آپ ہم میں سے کسی سے رابطہ قائم کریں گے۔“

”اگر تم ناشتا خاموشی سے کرو تو کیا یہ زیادہ بہتر نہیں ہوگا۔“ رینی نے کسی قدر ناخوشگوار لہجے میں کہا اور پیٹر میکس نے ایک قہقہہ لگایا۔ پھر میری طرف رخ کر کے بولا۔

”عورت اگر بیوی نہ بھی ہو تب بھی اس کا موڈ ایسا ہی رہتا ہے۔ جب کہ رینی تو تقریباً میری میری بیوی ہے۔ چلیے ٹھیک ہے ہم ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد گفتگو کریں گے۔“ پھر ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد ہم دوسرے کمرے میں آ بیٹھے۔ رینی بھی اس گفتگو میں شریک تھی اور میں نے پیٹر میکس کو اپنے بارے میں بتایا اور یہ بھی بتایا کہ ”ایرش واش سے یہاں میری ملاقات ہو چکی ہے اور میں اپنا کام دکھا چکا ہوں۔“

”بہت زیادہ تفصیل تو نہیں بتائی۔ مسٹر ٹوری بلا نکا نے مجھے۔ لیکن جس طرح دوسروں کو ہدایت دی گئی ہے۔ اسی طرح مجھے بھی دی گئی ہے اور یہ کہا گیا ہے کہ بے لوث آپ کی مدد کردوں۔ ویسے چونکہ میرا ذرا انداز ہر طرح سے مختلف ہے اور اس بات کو مسٹر ٹوری بلا نکا بھی

تسلیم کرتے ہیں اس لیے آپ کو مشورہ تو نہیں دے سکتا مسٹر دانش منصور لیکن آپ کے سیکورٹی گارڈ کی حیثیت سے تھوڑا بہت کچھ کہہ سکتا ہوں۔“

”کہو۔“ میں نے کہا۔

”ایک بڑا دلچسپ مسئلہ میرے سامنے آیا ہے اور میں اس سلسلے میں آپ کو تھوڑی سی تفصیل بتانا چاہتا ہوں۔ ذرا ایک منٹ۔ ایک منٹ۔ اس نے کہا اور اپنی جگہ سے اٹھ کر باہر نکل گیا۔ رینی خاموش بیٹھی ہوئی تھی۔ میکس کی دایہی تک بھی اس نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی۔ اس کے چہرے پر کبیدگی کے آثار مٹھد نظر آرہے تھے۔ ویسے میں نے یہ بات محسوس کی تھی کہ پیٹر میکس رینی کو چاہتا تو ہے لیکن کچھ خود غرض قسم کا آدمی ہے اور شاید ضرورت سے زیادہ اپنے آپ پر اعتماد بھی کرتا ہے۔ بہر حال یہ ان کا ذاتی معاملہ تھا۔ میں بھلا اس سلسلے میں زیادہ سے زیادہ کیا سوچ سکتا تھا۔ پیٹر میکس واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں تصویروں کا ایک البم تھا اور البم کو درمیان سے کھول کر اس نے اس میں انگلی رکھی ہوئی تھی۔ اس نے البم میرے سامنے سرکا دیا اور میں ایک تصویر پر رک گیا۔ جس میں کئی افراد کھڑے ہوئے تھے اور خود پیٹر میکس بھی ساتھ میں موجود تھا۔ تصویر بھی زیادہ پرانی نہیں معلوم ہوتی تھی کیونکہ پیٹر میکس کی شکل میں کوئی تبدیلی نہیں تھی۔ اس نے ایک تصویر پر انگلی رکھتے ہوئے کہا۔

”مسٹر فارگون۔ یہ مسٹر فارگون ہیں اور مسٹر فارگون کے بارے میں یہ اندازہ ہے کہ وہ اسرائیلی مفادات کے لیے کام کرتے رہتے ہیں۔ رات کو جوئے کے ایک کھیل میں ایک خفیہ اڈے پر مسٹر فارگون کو قتل کر دیا گیا۔ ہم لوگ بھی اس قتل میں شریک تھے۔ قتل کرنے کے بعد مسٹر فارگون کی لاش ایک ایسے گہرے گٹر میں پھینک دی گئی ہے جہاں سے وہ کبھی برآمد نہیں ہو سکتی اور ابھی تک چار افراد کے سوا کسی کو یہ نہیں معلوم کہ مسٹر فارگون اب اس دنیا میں نہیں رہے۔ سمجھ رہے ہوں نا۔ مائی ڈیر مسٹر دانش منصور۔ مسٹر فارگون کا ایک چھوٹا سا کالج یہاں ایک خوبصورت علاقے میں ہے۔ تنہا رہتے ہیں اور احتیاط کے ساتھ اپنا کام کرتے ہیں۔ فوری طور پر اپنے آپ کو پوشیدہ رکھنے کے لیے میرا خیال ہے کہ آپ کو مسٹر فارگون کی جگہ لے لینی چاہیے۔ میکس آپ کے بارے میں میرا یہ خیال ہے کہ دنیا کا بہترین میکس آپ آرٹسٹ ہوں تجربہ شرط ہے۔ آپ کو فارگون بنانے میں مجھے کوئی وقت نہیں ہوگی۔ اس کے علاوہ میں مسٹر فارگون کے بارے میں آپ کو اتنا کچھ سمجھا دوں گا کہ آپ کو شاید خود یقین نہ آئے۔“ میں نے

سائنس لی تو میں نے اس سے پوچھا۔

”کیا تم اپنا کام مکمل کر چکے ہو؟“

”ہاں۔“ اس نے کہا اور آئینہ میرے سامنے کر دیا۔ میں نے اپنے چہرے کا جائزہ لیا

اور پھر میرے ہونٹوں پر مدہم سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

”چہرے کی باریکیوں کا خیال تو تم نے خوب رکھا ہوگا۔ لیکن بہر حال میک اپ کمال کا

”ہے۔“

”شکریہ۔ میں نے کہا تھا کہ دنیا کے بہترین میک اپ آرٹسٹ سے جس کا تعلق اٹلی

سے تھا میں نے میک اپ کی تربیت لی ہے اور لوگوں کا یہ خیال ہے کہ میں بہترین میک اپ کر

سکتا ہوں۔“

”ایک سوال اور۔“

”ہاں۔“

”کیا مسٹر فارگون اس عمارت میں بالکل تنہا رہتے تھے؟“

”بالکل نہیں۔ میں نے کہا نا وہ عجیب و غریب قسم کا آدمی تھا۔ تم اسے ایک قنولی آدمی

کہہ سکتے ہو۔“

”اور اگر تمہیں وہاں دیکھا گیا مائی ڈیر پیٹر میکس؟“

”مجھے وہاں اکثر دیکھا جاتا رہا ہے اس لیے یہ بھی کوئی تشویش کی بات نہیں ہے۔“

”تب پھر ٹھیک ہے۔ میرا خیال ہے تمہارا میرے ساتھ رہنا زیادہ مناسب ہوگا۔“

”اور میں بھی ساتھ رہوں گی۔“ رینی نے اچانک ہی کمرے میں داخل ہو کر کہا۔ غالباً

وہ ہماری باتیں سننے کی کوشش کرتی رہی تھی۔ پیٹر کے ہونٹوں پر ایک لمحے کے لیے تشویش کی

لہریں نظر آئیں۔ پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا۔

”بات اصل میں یہ ہے کہ وہ ایک ایسی جگہ ہے جہاں رینی تمہیں بھی تشویش کی

لگا ہوں سے نہیں دیکھا جائے گا کیونکہ مسٹر فارگون کے اکثر دوست وہاں آتے رہتے ہیں اور

ان اکثر دوستوں میں جانتی ہو ہم بھی لوگ ہوا کرتے تھے۔“

”اور تمہارے ساتھ عورتیں بھی ہوا کرتی ہوں گی؟“ رینی نے کہا اور پیٹر ہنس پڑا پھر

بولے۔

ایک لمحے کے لیے اس کی باتیں سنیں اور اس کے بعد میں نے گہری سانس لے کر کہا

”لیکن فارگون سے متعلق جو لوگ ہوں گے ان کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟“

”یہ ہی تو دلچسپ بات ہے کہ کسی کو بھی مسٹر فارگون میں دلچسپی نہیں ہے اور بس وہ اپنا

معاملہ اپنے طور پر سنبھالتے رہے ہیں۔ زندگی کی ضروریات بھی پوری کرتے رہے ہیں۔ کچھ

عجیب سی فطرت کے مالک تھے مرحوم لیکن سابق۔ مرحوم۔ کیونکہ اب آپ ان کی جگہ ان کے

دوستوں کی خواہشات پوری کریں گے۔“

”اوہ وہ تین افراد جنہیں اس بات کا علم ہے کہ فارگون ختم ہو چکا ہے۔“

”وہ تینوں کرائے کے دوست ہیں۔“ پیٹر میکس نے جواب دیا اور میں گردن جھکا کر

کچھ سوچنے لگا۔ پیٹر نے کہا۔

”بات اصل میں صرف اتنی مختصر نہیں ہے بلکہ مسٹر دانش منصور اگر آپ نے فارگون کی

جگہ سنبھالی تو اس سے آپ کو بہت سے فائدے حاصل ہوں گے۔“

”ٹھیک ہے مجھے اعتراض نہیں ہے۔“

”ٹھیک ہے۔ پھر مجھے اپنے فن کو آزمانے دیں۔ اصل میں رینی تو زیادہ تر گھریلو

عورت ہے اور گھر پر ہی رہتی ہے لیکن میرا، مسٹر فارگون کے ساتھ بہت زیادہ ربط و ضبط تھا۔

اس لیے میں آپ کے ساتھ وہاں چل سکتا ہوں اور ساری چیزیں سے آپ کو روشناس بھی کرا

سکتا ہوں۔ آئیے۔ پھر خطرے کو زیادہ طویل نہ ہونے دیا جائے۔ میں آپ کے چہرے پر میک

اپ کر دوں۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور میں بھی اس کے ساتھ ہی اٹھ گیا تھا۔ میک اپ کرنا تو

مجھے بھی آتا تھا لیکن وہ جو دعوے کر رہا تھا ذرا اس کو بھی دیکھ لیا جائے۔ کوئی حرج نہیں تھا۔

عمارت کے ایک دوسرے کمرے میں پہنچنے کے بعد اس نے ایک الماری سے میک اپ کا

سامان نکالا اور پھر میرے چہرے پر مصروف ہو گیا۔ اس کے ہاتھوں کی جنبش بتا رہی تھیں کہ

درحقیقت اسے اس کام میں کمال حاصل ہے۔ ویسے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں تھی۔ وہ اپنے

طور پر میرے چہرے پر کام کرتا رہا اور چونکہ مسٹر فارگون کا چہرہ خود اس کی نگاہوں میں تھا میں

نے تو بس ایک تصویر دیکھی تھی۔ وہ تصویر اس وقت بھی میرے پاس موجود تھی۔ لیکن چونکہ وہ

میرے چہرے پر کام کر رہا تھا۔ اس لیے میں نے اپنے چہرے کو اس تصویر کو دیکھنے سے باز رکھا

تھا۔ ہاں تقریباً پچاس منٹ تک مصروف رہنے کے بعد وہ فارغ ہوا اور اس نے ایک گہری سی

”جس سوال سے میں بچنے کی کوشش کر رہا تھا تم نے وہی سوال کر ڈالا۔ عورتیں بے شک ہمارے ساتھ ہوتی تھیں لیکن وہ نہیں جن کا تعلق کسی طور مجھ سے ہو۔“

”ہو نہیں“ رینی نے نفرت سے ہونٹ سکڑ کر کہا۔ بہر حال میں نے ان کے ذاتی معاملات میں کوئی دلچسپی نہیں لی اور تھوڑی دیر کے بعد ہم وہاں سے چل پڑے۔ بہت عجیب سی کیفیت تھی یہ۔ لیکن بہر حال میں یہ سمجھ رہا تھا کہ متحرک رہ کر میں مسٹر ایرش وائش کا بخوبی مقابلہ کر سکتا ہوں۔ چنانچہ ہم لوگ سفر کرتے رہے۔ جس علاقے میں وہ مجھے لے کر پہنچا تھا وہ خاصا طویل تھا اور جس کا بیج کا اس نے تذکرہ کیا تھا۔ وہ ساحل سمندر سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھا۔ بڑی حسین سی جگہ تھی اور وہ کا بیج بھی بہت خوبصورت تھا۔ جس کے دروازے پر تالا پڑا ہوا تھا۔ جدید طرز کے یہ کا بیج بنائے گئے تھے اور وہاں اترنے کے بعد پیئر میکس نے جیب سے ایک چابی نکالی اور تالے میں ڈال کر اسے کھولنے کی کوشش کرتا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد تالا کھل گیا۔ گیٹ کے دوسری جانب خوبصورت لان نظر آ رہا تھا۔ رینی گہری نگاہوں سے اس عمارت کا جائزہ لے رہی تھی۔ پھر اس نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

”قرب و جوار کے کا بیج میں پتا نہیں مسٹر فارگون کے بارے میں کیا تصورات قائم ہوں۔“

”میں تمہیں پچاس بار بتا چکا ہوں کہ یہاں سب ایک دوسرے سے غیر متعلق رہتے ہیں اور پھر فارگون جیسا آدمی جان بوجھ کر لوگوں سے الگ تھلگ رہتا تھا۔ کیونکہ اس کی شخصیت میں خاصی گڑبڑ تھی ویسے تمہارا یہاں آ جانا بہت اچھا ہوا کیونکہ میرا خیال ہے مسٹر وائش کو یہاں اچھا خاصا وقت گزارنا پڑے گا اور بہتر ہوگا کہ ان کی ذمے داریاں تم سنبھالو۔ بہر حال ہم اپنی ذمے داریوں سے پوری طرح مخلص ہیں کیونکہ مسٹر ٹوری بلا نکا نے ہم پر مکمل اعتماد کیا ہے۔“ رینی خاموش ہو گئی تھی بہر حال اس نے یہاں تلاشی لی۔ لیکن میں خاصا سامان موجود تھا۔ میں اور پیئر میکس بھی اس کا بیج کے ایک ایک کمرے کا جائزہ لیتے پھر رہے تھے پھر ایک الماری سے ہمیں کچھ کاغذات دستیاب ہوئے اور پیئر میکس خود بھی ان میں دلچسپی لینے لگا۔ میں نے وہ کاغذات منتخب کیے جن کا تعلق ایرش وائش سے تھا اور اس بات کا جائزہ لینے لگا کہ مسٹر فارگون، ایرش وائش کے لیے کیا کیا کرتے ہیں اور آئندہ کسی مسئلے میں ایرش وائش کس طرح مسٹر فارگون کی طرف متوجہ ہو سکتا ہے۔ مجھے خاصی تفصیلات معلوم ہوتی جا رہی تھیں۔

میں ایسے پوائنٹس تلاش کرنے کی کوشش کر رہا تھا جن سے ایرش وائش کی زندگی کا کوئی گوشہ میرے سامنے عیاں ہو جائے اور کسی طرح میں اسے ٹریپ کرنے میں کامیاب ہو جاؤں۔ لڑائی تو اب شروع ہو چکی تھی اور ظاہر ہے دو دشمن ایک دوسرے کے سامنے تھے۔ ایسی صورت میں ایرش وائش کو زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچانا میری دلی خواہش تھی۔ ہم نے یہاں پہلا اور دوسرا دن گزار لیا۔ پھر اس قیام کے تیسرے دن پیئر میکس نے دوپہر کے کھانے کے بعد میرے ساتھ ایک بند کمرے میں میٹنگ کی اور اس کے بعد ایک لفافے میں رکھے ہوئے کاغذات اور چند تصویریں نکالیں اور انہیں میرے سامنے پھیلا دیا۔

”میں نے بہت غور کیا۔ مسٹر وائش منصور اور بہت سی باتوں کو سوچا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ لازمی طور پر آپ وہ سب کچھ کرنے کو تیار ہو جائیں گے جو میرے ذہن میں ہے۔ لیکن ایک تجویز ہے اور اس تجویز میں، میں نے دو ہیرا فائدہ دیکھا ہے۔ مثلاً یہ ایک چھوٹا سا کام ہے۔ جس کی تفصیل مجھے مسٹر فارگون کی ڈائری سے ملی ہے۔ لیکن اس کام میں ایرش وائش براہ راست ملوث ہو سکتا ہے۔ جو کام آپ کرنا چاہتے ہیں اس کی ایک عجیب نوعیت ہے۔ یعنی میں اور آپ مل کر اس کام کو سرانجام دے سکتے ہیں اور اس کے نتیجے میں دو باتیں ہیرا ہمیں ایک بڑا سرمایہ بھی حاصل ہوگا۔ مسٹر ٹوری بلا نکا نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا ہے کہ آپ بہت بڑے سرمایہ دار ہیں اور لندن میں آپ کا بہت کچھ موجود ہے لیکن اب صورت حال مختلف ہے۔ میں معافی چاہتا ہوں کہ ہر بات بے دھڑک کہہ دینے کا عادی ہوں۔ جو کام میں آپ کے سامنے پیش کرنے والا ہوں اس کے دو ہرے فائدے ہیں۔ پہلا تو یہ کہ ہمیں اس سے اچھا خاصا مالی منافع ہوگا اور اگر آپ چاہیں تو اس کا آدھا حصہ بڑے اعتماد اور خوشی کے ساتھ آپ کو دے دیا جائے گا اور دوسری صورت یہ ہے کہ آپ کو اس سلسلے میں ایرش وائش کی قربت حاصل ہو سکتی ہے اور ایک طرح سے یوں سمجھ لیجئے کہ آپ اس کی ذاتیات میں مداخلت کر سکتے ہیں۔“ میں نے مسکرا کر اسے دیکھا اور کہا۔

”تم مجھے کھلے دل سے بتاؤ۔ جہاں تک دولت کے حصول کا معاملہ ہے پیئر ٹونی الحال یہ دیکھ لو کہ میری مختصر سی ضرورتیں پوری ہو جائیں۔ اس سے زیادہ کی مجھے ضرورت نہیں ہے۔ اصل میں میرا کچھ مسئلہ ہی اور ہے۔ جس کی مختصر تفصیل میں تمہیں بتا چکا ہوں۔“

”میں جانتا ہوں اور بڑی خوشی کے ساتھ تمام معاملات طے کرنے کے لیے تیار ہوں۔“

ہم جس سلسلے میں قدم اٹھا رہے ہیں اس میں ہمیں خاصی ہنگامہ خیزیاں کرنی پڑیں گی اور بڑی زبردست چالیں چلنا پڑیں گی۔ لیکن ہو سکتا ہے انیش وائش اس طرح آپ کے شکبے میں آجائے کہ اس کا ٹکنا مشکل ہو جائے۔“

”ویری گڈ۔ چلو ٹھیک ہے۔ اب تم مجھے یہ بتاؤ کہ سارا مسئلہ کیا ہے۔“

”اس تصویر کو دیکھئے آپ مسٹر دائش منصور۔ یہ شخص بہت خطرناک آدمی ہے۔ اس کا نام ڈاکٹر ڈیڈ ہے۔ نام کچھ بھی ہوگا لیکن اپنے آپ کو یہ ڈاکٹر ڈیڈ کی حیثیت سے روشناس کرائے ہوئے ہے اور اس کے بارے میں لاتعداد کہانیاں زیر زمین دنیا میں گردش کرتی رہتی ہیں۔ یہ چند دوسرے آدمی ہیں۔ یہ بھی ڈاکٹر ڈیڈ کے ساتھی ہی ہیں اور ان لوگوں نے یہاں معزز شخصیتیں اختیار کر رکھی ہیں۔ میں ان لوگوں سے الجھنا چاہتا ہوں۔ سمجھ رہے ہیں ناں۔ مسٹر دائش منصور الجھنے سے میری مراد یہ ہے کہ اصل میں، میں ایک اہم منصوبے میں خود بھی شریک ہونا چاہتا ہوں جس کی تفصیلات فارگون اکٹھی کر رہا تھا۔“

”منصوبے کی تفصیلات کیا ہیں؟“

”ہاں یہ ایک دلچسپ بات ہے لیکن پہلے میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کیا آپ، میرے ساتھ اس مہم میں شریک ہونا پسند کریں گے۔“

”مہم کی نوعیت کا تو بتا چلے۔“ میں نے کہا۔

”دلچسپ ایڈوچر سے بھرپور اور مالی مفادات کی حامل۔“

”تب میں سمجھتا ہوں کہ مجھے اس میں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔“

”تو آپ یہ بتائیے مسٹر دائش منصور کہ کیا آپ نے کبھی کارسن شوگیال کا نام سنا ہے۔“

اس سوال پر میرے ذہن میں کچھ عجیب سی کلبلاہٹیں ہونے لگیں۔ بہت پرانی بات ہے جب ایک بار مجھے روز آرگنائزیشن کے اہم ترین عہدے داروں کی ایک فہرست حاصل ہوئی تھی۔ تو اس میں کارسن شوگیال کا نام بھی سرفہرست تھا۔ یہ ایک امریکن تھا امریکی نژاد یہودی اور روز آرگنائزیشن کے سلسلے میں اس نے کیلی فورنیا میں اپنا ایک بہت بڑا ڈیپارٹمنٹ بنا رکھا تھا لیکن ظاہر ہے میرا وہاں جانا ممکن نہیں ہو سکتا تھا البتہ وہ شخص میری فہرست میں تھا۔ ایک لمحے کے اندر اندر میرے ذہن کی چرخہ گھومی تھی اور مجھے وہ شخص یاد آگیا تھا میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”ہاں شاید ایک امریکی یہودی جو ہیروں کی تجارت کرتا ہے۔“

”واہ۔ بہت عمدہ بات ہے۔ لیکن باعث تعجب نہیں۔ کیونکہ مسٹر دائش منصور اپنے طور پر

معلومات رکھتے ہی ہوں گے۔ بالکل ٹھیک سوچا آپ نے۔ کارسن شوگیال نے ایک افریقی عورت سے شادی کی تھی اور لوگوں کا کہنا ہے کہ شوگیال کی مالی حیثیت اسی افریقی عورت کی مرہون منت ہے۔ یعنی اسے جو عظیم الشان دولت ملی وہ افریقہ کے کسی وحشی قبیلے کی ایک عورت کے ذریعے ملی اور اس کے بعد وہ ترقی کے منازل طے کرتا چلا گیا۔ وہ عورت اس کے لیے ایک دیوی کی حیثیت رکھتی تھی اور شوگیال کے بارے میں یہ سنا گیا کہ اس نے دیوی ہی کی طرح اس عورت کی پوجا کی۔ اس عورت سے اس کی ایک بیٹی تھی جس کا نام نے جیشی شوگیال رکھا اور جیشی شوگیال میں کارسن شوگیال کی جان ہے۔ یعنی وہ اسے زندگی سے زیادہ عزیز رکھتا ہے۔ پچھلے دنوں یہ لوگ یہاں پہنچے ہیں۔ مقصد سیاحت ہی ہے لیکن ڈاکٹر ڈیڈ اور اس کے حواریوں نے فوری طور پر اس سلسلے میں منصوبہ بندیاں شروع کر دی ہیں اور وہ کام کر رہے ہیں اور یہ مسٹر فارگون بھی اس وقت ایک عجیب و غریب کردار ادا کر رہے ہیں۔“

”وہ کیا؟“ میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

”مسٹر فارگون اس وقت ڈاکٹر ڈیڈ کے نمائندے کی حیثیت سے کارسن شوگیال کے

خلاف کام کرنے پر آمادہ ہیں۔“

”لیکن ڈاکٹر ڈیڈ، کارسن شوگیال کے لیے، میرا مطلب ہے اس کے خلاف کیا کام کرنا

چاہتا ہے؟“

”ہاں۔ یہ ایک شاندار منصوبہ بندی ہے۔ ایک انتہائی اعلیٰ درجے کی منصوبہ بندی اور وہ منصوبہ بندی یہ ہے کہ وہ لوگ ہوٹل موسیٹو سے کارسن شوگیال کی بیٹی جیشی شوگیال کو اغوا کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ اس کے بعد کارسن شوگیال سے منہ مانگی رقم اینٹھ سکیں۔ اصل میں میرا منصوبہ یہ ہے کہ ہم معمولی سے لوگ معمولی انداز میں کام کرتے ہوئے ڈاکٹر ڈیڈ کے جبروں سے اس کا شکار چھین لیں اور یہ صرف فنکاری کی بنیاد پر ہو سکتا ہے۔ مائی ڈیر مسٹر دائش منصور۔ اسکے دوہرے فائدے ہیں اگر آپ غور کریں تو۔“

”وہ کیا؟“

”وہ یہ کہ اگر کسی طرح ہم نے جیشی شوگیال کو حاصل کر لیا اسے غائب کرنے میں

کامیاب ہو گئے تو ایک طرف تو لازمی امر ہے کہ آپ ایش واش کی خصوصی توجہ حاصل کر لیں گے اور دوسری طرف ہمیں ایک بہترین مالی فائدہ حاصل ہو جائے گا۔ اس کے لیے جو ایک مناسب منصوبہ بندی ہے، اسکی تفصیل میں آپ کو بتا دوں گا۔“ میں سوچ میں ڈوب گیا۔ ایک لمحے کے لیے ذہن کے گوشوں میں کچھ ایسی باتیں آئی تھیں جو بہر طور تھیں تو کافی خطرناک لیکن کیا جاسکتا تھا یہ سب کچھ کیا جاسکتا تھا۔ چنانچہ میں نے ایک گہری سانس لی اور کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں تمہارے اس منصوبے میں شریک ہوں۔“ وہ خوشی سے مجھ سے لپٹ گیا تھا پھر اس نے پر مسرت لہجے میں کہا۔

”اور یقین کرو۔ ایسے لوگوں سے مجھے دلی عقیدت ہے۔ جو کام کرنے کے لیے بہت زیادہ سوچتے نہیں ہیں اور کامیاب لوگوں کی یہ ہی پہچان ہوتی ہے۔“ میں دل ہی دل میں ہنسنے لگا۔ بے چارہ پیٹر میکس مجھے کھن لگا رہا تھا۔ میں اس کی فطرت اور شخصیت سے آگاہ ہوتا جا رہا تھا۔ آدمی بے شک چالاک تھا اور یقینی طور پر چھوٹے موٹے بہت سے کارنامے سرانجام دے چکا ہوگا۔ دولت کا لالچی تھا اور ہر قیمت پر دولت حاصل کرنے کا خواہش مند ہوتا تھا۔ چاہے اس کے لیے جان کی بازی کیوں نہ لگا دی جائے۔ مجھے مسٹر ٹوری بلا نکا نے یہاں جو پتے دیئے تھے وہ اس کے علاوہ بھی تھے اور شاید ان کا طریقہ کار یہ ہی تھا کہ اپنے لوگوں کو ایک دوسرے سے متعارف نہیں کرتے تھے۔ بلکہ انہیں الگ الگ متعین کیا گیا تھا۔ ورنہ کہیں نہ کہیں پیٹر کی زبانی ایسا کوئی نام میرے علم میں آتا۔ پیٹر ان سب سے بے پرواہی معلوم ہوتا تھا۔ اس نے مسٹر ٹوری بلا نکا کی زبانی ہی دانش منصور کا نام سنا ہوگا۔ ٹوری بلا نکا نے اسے ہدایات جاری کی ہوں گی اور ان ہدایات کے تحت وہ میرے ساتھ تعاون کرنے پر آمادہ ہو گیا تھا اور اب مجھے اپنے ساتھ اس کام میں شامل کر کے اپنے طور پر دولت کمانا چاہتا تھا۔ حالانکہ مجھے اس بات پر کوئی اعتراض نہیں تھا لیکن بہر حال میری اپنی ایک شخصیت تھی۔ میں نے اس کام پر آمادگی کا اظہار فوری طور پر اس لیے کر دیا تھا کہ اس میں باقاعدگی کے ساتھ ایش واش منسلک ہو رہا تھا۔ فارگوں کے بارے میں اب تک جو تفصیلات مجھے کاغذات سے حاصل ہوئی تھیں۔ اس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ فارگوں ایش واش کے لیے خاصی اہمیت کا حامل ہے اور اس بات کا بھی مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ اگر فارگوں کی حیثیت مجھے مستقل طور پر اختیار ہو جائے تو ایش واش سے میں بہت سے فائدے حاصل کر سکتا ہوں اور یہ بھی اندازہ ہو گیا تھا مجھے کہ

جس شخص کا تذکرہ کیا گیا ہے وہ بہر حال یہودی نژاد ہے اور فارگوں کے لیے یقینی طور پر قابل احترام بھی ہوگا۔ یہ ایک مثلث بن رہا تھا اور میں اس سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کے چکر میں تھا۔ لیکن اس بات کا بھی خدشہ تھا کہ اگر میری کسی کوشش سے پیٹر متاثر ہو گیا تو وہ میرا راز فاش کر سکتا ہے۔ لیکن بہر حال میں ایسا طریقہ کار اختیار کرنا چاہتا تھا کہ پیٹر بھی میرے مخالفوں میں شامل نہ ہونے پائے اور بات کو اس انداز میں موڑ دیا جائے کہ پیٹر کو کوئی احساس نہ ہو سکے۔ پھر اس کے بعد میرے اور پیٹر کے درمیان تفصیلی گفتگو ہوئی اور مکمل منصوبہ بندیاں طے پا گئیں کہ اس دوران میں آرام کے ساتھ فارگوں کی حیثیت سے یہاں رہوں گا اور پیٹر وہاں کے بارے میں ساری معلومات حاصل کرتا رہے گا۔ پھر یہ تمام منصوبہ مکمل ہو گیا اور دوسرے دن ناشتے کی میز پر ہمیں اس بات کا احساس ہوا کہ ان سارے معاملات میں رینی میکس بے خبر نہیں رہتی ہے مگر یہ اس کا طریقہ کار ہے کہ وہ ہم لوگوں کی باتیں سنتی ہے۔ ناشتے کے دوران رینی نے عجیب سے لہجے میں پوچھا۔

”تم مستقبل تعمیر کر رہے ہو میکس تا کہ آئندہ ساری زندگی عیش سے گزارو۔“

”ہاں۔“

”شاید میرے بغیر۔“

”کیسی باتیں کر رہی ہو رینی۔ کیا تمہارے بغیر میں نے کبھی اس بارے میں کچھ سوچا ہے۔“

”ٹھیک۔ بہر حال مجھے دھمکیاں دینے کی بجائے کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ تم میرے بارے میں بہتر انداز میں سوچو۔“ پیٹر میکس خوفزدہ سا ہو گیا تھا۔ پھر اس نے میری طرف دیکھ کر کہا۔

”میری آرزو ہے کہ آپ مسٹر دانش منصور میری غیر موجودگی میں رینی کو عورت کا مقام بتائیں اور یہ بھی بتائیں کہ مرد کو دولت حاصل کرنے کے لیے کیسی کیسی مشکلات سے گزرنا ہوتا ہے۔ یہ ضروری ہے کہ رینی ان تمام معاملات کو جانے۔ اس میں ہم سب کا فائدہ ہوگا۔“

”ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔ مجھے نصیحت نہ کرو۔ بس ایک عجیب سا احساس میرے دل کو اپنی گرفت میں لیے ہوئے ہے۔ دعا کر سکتے ہو تو میرے لیے صرف اتنی دعا کہو کہ یہ احساس مجھے زندگی سے محروم نہ کر دے۔ ورنہ شاید.....“ رینی جملہ ادھورا چھوڑ کر خاموش ہو گئی۔

تو پیٹر میکس نے پریشان نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

”اور اگر تم اسی طرح جذبات کی گرفت میں رہیں تو میں تمہارے لیے کچھ بھی نہیں کر سکوں گا۔“ رینی خاموش ہو گئی تھی۔ ویسے پیٹر میکس کے بارے میں، میں نے بھی اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ سو فی صد ہی مہرمانہ ذہنیت کا مالک ہے اور اپنی جیسی لڑکیاں اس کے لیے تفریح کا ذریعہ تو ہو سکتی ہیں۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ وہ یقینی طور پر رینی کو دھوکہ دے رہا ہے۔ بہر حال میں اس مسئلے میں اپنے ٹانگ نہیں اڑانا چاہتا تھا۔ پیٹر چلا گیا لیکن رینی نے بعد میں بھی اس سلسلے میں مجھ سے کوئی بات نہیں کی تھی۔ یہاں تک کہ پیٹر وہ تمام منصوبے لے کر آ گیا۔ جس کی تفصیلات یہ تھیں کہ کارسن شوگیال اپنی بیٹی جیشی شوگیال کے ساتھ پہنچ چکا ہے اور ڈاکٹر ڈیڈ نے اسے اپنے ہوٹل موسیٹو میں عشاء دیا ہے اور ڈاکٹر ڈیڈ کے گروپ کے تمام افراد شاید اس عشاء میں شرکت کر کے کام کرنے کی کوشش کریں گے۔ پھر اس نے اپنا منصوبہ بتایا اور میں اس سے اتفاق کر کے اپنے ذہن میں اپنی منصوبہ بندیاں کرنے لگا۔ مقررہ وقت پر ہم لوگ بھی موسیٹو پہنچ گئے۔ فائیو اسٹار موسیٹو جگمگا رہا تھا اور اس کی آرائش و زیبائش قابل دید تھی۔ مقررہ وقت پر کارسن شوگیال اپنی بیٹی اور دوسرے چند افراد کے ساتھ موسیٹو میں داخل ہوا۔ ایک مخصوص ہال میں اس کا استقبال کیا گیا۔ شیشے کے بنے ہوئے اس ہال کو انتہائی حسین پیمانے پر آراستہ کیا گیا تھا۔ آرکسٹرا لفٹ دائرے کی شکل میں اسٹیج کی ایک سہیل پر جما ہلکی ہلکی دھنیں بجا رہا تھا۔ جیشی شوگیال کا رنگ گہرا سیاہ تھا لیکن اس کے نقوش میں کچھ ایسی انوکھی بات پائی جاتی تھی کہ انسان اسے ایک بار دیکھنے کے بعد دوبارہ دیکھنے پر مجبور ہو جاتا تھا۔ اسے گہرے سیاہ رنگ پر اتنے پرکشش نقوش ناقابل یقین ہی معلوم ہوتے تھے۔ لیکن خود میں نے بھی اسے دیکھا اور یہ محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا کہ زندگی سے بھرپور یہ چہرہ اپنی نوعیت کا منفرد چہرہ ہے۔ بہر حال کرٹین ہال میں ایک چھوٹی سی تقریب منعقد ہوئی۔ ڈاکٹر ڈیڈ کو میں نے قریب سے دیکھا۔ اس کے علاوہ میری نگاہیں چاروں طرف بھٹکتی رہی تھیں۔ صرف ایک احساس کے ساتھ کہ ممکن ہے ایرش دانش بھی اس تقریب میں شریک ہو۔ لیکن ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ ہال کی تقریبات جاری رہیں اور میں ان کا جائزہ لیتا رہا۔ میری نگاہیں جیشی شوگیال اور ڈاکٹر ڈیڈ کے گرد چکرارہی تھیں۔ جیشی بہت خوش نظر آرہی تھی اور مختلف لوگوں سے گفتگو بھی کرتی جا رہی تھی۔ ہال میں عمدہ وردیوں میں ملبوس میرے پھرتی سے مہمانوں کی تواضع کرنے

میں مصروف تھے۔ ایک بار پیٹر میکس نے میرے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے کہا تھا کہ یہ میرے ڈاکٹر ڈیڈ کے خاص آدمی اور چوٹی کے بد معاش ہیں اور ان میں خواتین بھی ہیں۔ بہر حال یہ سارا سلسلہ جاری رہا۔ ابھی تک کوئی بھی مجھ تک نہیں پہنچا تھا لیکن میرا یہ خیال تھوڑی دیر کے بعد ہی باطل ہو گیا۔ وہ ایک چوڑے شانوں والا آدمی تھا۔ جس کا سر کسی تھالی میں رکھا ہوا محسوس ہوتا تھا۔ انتہائی قیمتی سوٹ پہنے ہوئے تھا۔ وہ میرے قریب پہنچا تھا اور اس نے پیچھے میرے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تھا۔

”جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے تم تو اس محفل میں مدعو نہیں تھے مسٹر فارگون!“

میں نے ایک لمحے کے اندر خود کو سنبھالا اور بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

”تو کیا میری یہاں موجودگی کو صرف تم ہی ناپسند کرتے ہو؟“

”نہیں۔ لیکن ایک مشورہ دینا چاہتا ہوں تمہیں۔“

”وہ کیا؟“

”جس قدر جلد ہو یہاں سے باہر نکل جاؤ۔ یہ جگہ اس وقت تمہارے لیے مناسب نہیں

ہے۔ سمجھ رہے ہونا۔“

”ہاں۔“ میں نے کہا۔ ”لیکن وجہ جاننے سے قاصر ہوں۔“

”صدی لوگ ہمیشہ نقصان اٹھاتے ہیں میری آرزو ہے کہ تم زندہ رہو۔ جاؤ پلیز۔“

میں نے ایک لمحے کے لیے اسے دیکھا۔ تو اس نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”اگر تم باہر نہ نکلے تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہاں ہنگامے کا آغاز تمہاری موت سے

ہو۔“ بات کچھ سمجھ میں نہیں آرہی تھی لیکن اس شخص نے جس انداز میں وارننگ دی تھی اور بعد

میں یہ وارننگ دھمکی کی شکل اختیار کر گئی تھی۔ تو میں نے سوچا کہ تھوڑا سا کھسک لینے میں کوئی

حرج نہیں ہے۔ چنانچہ میں آہستہ آہستہ پیچھے ہٹا اور وہاں سے آگے بڑھ آیا پھر باہر ہی نکل آیا

تھا۔ رات کا تقریباً ایک بج رہا تھا اور اندر سے جو آوازیں ابھر رہی تھیں ان سے یہ احساس ہوتا

تھا کہ تقریب ابھی زور و شور سے جاری ہے۔ لیکن پھر دو کاریں بیک وقت اندر داخل ہوئیں

اور ان سے چند افراد نیچے اترے۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ ان کے جسموں پر سیاہ رنگ

کے چست سوٹ تھے اور چہروں پر موزے چڑھے ہوئے تھے، ہاتھوں میں ہلکی ہلکی گتیں دبی

ہوئی تھیں۔ میں ایک دم سنبھل کر اپنی جگہ ساکت ہو گیا۔ کاروں سے اترنے والوں نے پہلے

کر رہا تھا لیکن بہر حال یہ فیصلہ تو بعد ہی میں کرنا تھا کہ اصل صورت حال کیا ہوگی ظاہر ہے سب کچھ ہماری توقع کے مطابق تو نہیں ہو سکتا پھر مجھے بہت دیر انتظار نہیں کرنا پڑا اچانک ہی اندر سے گولیاں چلنے کی آوازیں سنائی دینے لگی تھیں اور اس کے ساتھ ہی لالہ تعداد چنچیں بھی ابھری تھیں۔ میں محتاط ہو گیا۔ کھیل شروع ہو چکا تھا اور دیکھنا یہ تھا کہ اب صورت حال کیا رہتی ہے میں نے قرب و جوار میں نگاہیں دوڑائیں۔ پر جوش نوجوان جو دولت کے حصول کے لیے دنیا کا ہر کام کرنے پر آمادہ تھا مجھے قرب و جوار میں کہیں نظر نہیں آ رہا تھا ممکن ہے وہ اندر ہی داخل ہو گیا ہو لیکن اب مجھے اس بات سے کوئی دلچسپی نہیں تھی کہ اسے کوئی نقصان پہنچتا ہے یا نہیں اپنے اقدامات کا وہ خود ذمے دار تھا اور پھر ویسے بھی وہ میرے لیے اس حساب سے زیادہ پسندیدہ شخصیت نہیں تھا کہ اپنی دوست رینی میکس سے بھی غلط نہیں تھا۔ اپنے ذہن سے بہت سے خیالات مٹانے کی کوشش کرتا تھا لیکن زندگی کی سوئی ہر طرف سے گھومنے کے بعد آخر کار کہیں نہ کہیں سے رخسار کے نام پر آکر رک جاتی تھی ایک ہوک، ایک حسرت اور بس باقی وقت اس تصور کو مٹانے کی کوشش، اس نظریے کے ساتھ رینی میکس سے مجھے ہمدردی تھی جس بد بخت نے اپنا نام پیٹر میکس کے ساتھ شامل کر لیا تھا اور پیٹر میکس کی فطرت سے اندازہ ہونا تھا کہ وہ رینی میکس سے مخلص نہیں ہے۔

بہر حال اندر اب باقاعدہ ہنگامہ خیزی شروع ہو گئی تھی اسٹین گنوں کی آوازیں تیزی اختیار کرتی جا رہی تھیں اور لوگ چیختے چلاتے باہر بھاگ رہے تھے۔ کاریں بے تحاشا پارکنگ لائٹ سے باہر نکل رہی تھیں اور ایک دوسرے سے ٹکرا رہی تھیں میں منتظر تھا کہ اگر وہ لوگ کامیاب نہ بھی ہوں تو کم از کم باہر تو آئیں اور آخر کار میں نے چند افراد کو دوڑ کر ادھر آتے ہوئے دیکھا۔ سیاہ لباس میں ملبوس لوگ آرام سے پہچان لیے گئے تھے۔ ان میں سے ایک کے کندھے پر میں نے کسی انسانی جسم کو پڑا ہوا دیکھا اس کا مطلب ہے کہ وہ جیشی شوگیال کو اغواء کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں میں تیار ہو گیا۔ میں نے اس شخص کو تاک لیا۔ جو جیشی شوگیال کو اپنے کندھے پر سنبھالے ہوئے تھا اور اب میں اس بات کا منتظر تھا کہ وہ برق رفتاری سے ادھر آئیں میں نے ایک کار کی عقبی سیٹ کا دروازہ کھول دیا تھا اور یہ ایک نفیاتی عمل تھا نہیں کہا جاسکتا تھا کہ وہ تینوں میں سے کون سی کار جیشی شوگیال کو لے جانے کے لیے استعمال کریں لیکن کھلے ہوئے دروازے کو دیکھ کر میری توقع کے مطابق اس شخص نے جیشی

ادھر ادھر کا جائزہ لیا اور اس کے بعد وہ برق رفتاری سے اندر چل پڑے۔ اب میرے لیے صورتحال کو سنبھالنا ضروری تھا۔ ان میں سے ایک آدمی شاید ان کاروں کی نگہداشت کے لیے رک گیا تھا۔ میں نے یہ بھی دیکھا تھا کہ کاروں کے دروازے بند نہیں کیے گئے تھے۔ باقی تمام لوگ اندر پہنچ گئے تھے ایک لمحے کے اندر اندر میں نے صورت حال کو سنبھالنے کا فیصلہ کیا۔ بے شک یہ ایک رسک تھا لیکن بہر حال رسک لینا ہی تھا۔ حالانکہ میرے ذہن میں دوسری تجویز تھی لیکن عین وقت پر یہ تجویز بدل گئی تھی اور میں اپنے آپ کو ایک نئے منصوبے میں ڈھالنے کے لیے تیار ہو گیا تھا۔ چنانچہ ایک لمحہ ضائع کیے بغیر میں اپنی کمپن گاہ سے باہر نکلا اور اس طرح بے آواز اس شخص کی جانب بڑھا کہ اسے اس وقت تک کوئی اندازہ نہیں ہو سکا۔ جب تک کہ میں نے آگے بڑھ کر اسکی گردن اپنی بغل میں نہ دبوج لی۔ اب اس وقت کسی رعایت کا موقعہ تو تھا نہیں۔ میں نے اس کی گردن دبوج کر اسے اٹھا کر نیچے بٹھایا اور دوسرے لمحے اس کی گردن بائیں سمت موڑ دی۔

چٹاخ کی آواز کے ساتھ گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی اور میں نے اسے گھسیٹ کر پارکنگ لائٹ کی دیوار کے احاطے کے ساتھ سیدھا سیدھا لٹا دیا پھر پوری برق رفتاری سے اس کے قریب پہنچا اپنی جیبوں سے سامان نکال کر ایک طرف رکھا اور اس کے جسم کا لباس اتارنے لگا پھر اپنا لباس اتار کر وہ لباس میں نے اپنے بدن پر پہن لیا اور اس کے چہرے سے نقاب اتار کر اپنے چہرے پر چڑھا لیا اپنی جیب کے کاغذات اپنے لباس میں منتقل کر کے میں نے اپنے لباس کا ایک بنڈل بنایا اب اس قدر احتیاط کی ضرورت بھی نہیں تھی چنانچہ میں نے وہ بنڈل بہت دور اچھال دیا اور اس کے بعد اس شخص کی اسٹین گن ہاتھ میں لے کر کار کے پاس ٹھہرنے لگا میں نے بالکل اسی کا سا انداز اختیار کرنے کی کوشش کی تھی اور ان چند لمحات میں مجھے جو کامیابی حاصل ہوئی تھی وہ زبردست تھی اگر صورت حال میری مرضی کے مطابق ہی ہو جائے تو میں یہ کہہ سکتا تھا کہ مجھے اس کام میں کامیابی حاصل ہوئی تھی اور اگر اندر موجود لوگ جیشی شوگیال کو اغواء کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو وہ آسانی سے میرے ہاتھ لگ سکتی تھی میں بہر طور اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے تیار تھا اور اس کے لیے میں نے بھی کچھ فیصلے کر لیے تھے۔ پیٹر میکس اپنے منصوبے کے مطابق متعین تھا لیکن اس کے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ یہاں صورت حال اچانک ایک تبدیلی اختیار کر چکی ہے اور میں بالکل ہی مختلف انداز میں کام

شوگیال کو اس کے اندر ٹھونس دیا۔ غالباً وہ بے ہوش تھی اب یہ مجھے پتا نہیں کہ کیسے اس نے اسے بے ہوش کیا۔ البتہ جیسے ہی وہ حیثی شوگیال کی ٹانگیں اندر داخل کر کے واپس پلٹا میری اسٹین گن سے گولیاں چلیں اور اس کے بدن سے دھواں نکلنے لگا دوسرے لوگ میری جانب متوجہ ہوئے اور ان کی ایک لمحے کی حیرت سے میں نے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور انہیں بھی گولیوں کا نشانہ بنالیا۔

اندر اب بھی ہنگامہ آرائی ہو رہی تھی۔ غالباً یہ تین ہی افراد تھے۔ جن کے سپرد یہ ذمے داری کی گئی تھی کہ حیثی شوگیال کو لے کر یہاں سے نکلنے کی کوشش کریں اور میں نے ان تینوں کو وہیں بھون ڈالا تھا پھر اس کے بعد بھلا اس بات کی کہاں گنجائش تھی کہ باقی لوگوں کی دابھی کا انتظار کرتا میں نے کار اسٹارٹ کر کے پارکنگ لاٹ سے نکالی اور دوسری کاروں میں شامل ہو کر کار دوڑانے لگا سب سے پہلے میں نے اپنے چہرے پر لگے ہوئے اس موزے کے نقاب سے نجات حاصل کی اور اس کے بعد جیسے ہی مجھے ایک ذیلی سڑک نظر آئی میں نے کار اس پر موڑ کر اسے ایک پتلی سی گلی میں داخل کر دیا۔ میں اس ٹریفک سے بھی بچنا چاہتا تھا جو ہوٹل کے سامنے والی سڑک پر بہت زیادہ ہو گیا تھا اور مجھے اس بات کا خوف بھی تھا کہ ہو سکتا ہے کہ بقیہ لوگ صورت حال سے واقف ہونے کے بعد میرے پیچھے دوڑ پڑے ہوں۔ حیثی شوگیال کار کی پیچھلی سیٹ پر بے ہوش پڑی ہوئی تھی میں نہیں جانتا تھا کہ یہ پتلی گلی آگے جا کر کیا شکل اختیار کر لے گی لیکن اندازہ تھا کہ یہ دوسری سڑک پر نکل جائے گی اور وہی ہوائی زیادہ لمبی نہیں تھی اور اس کا اختتام دوسری سڑک پر ہوا تھا۔ یہ فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ مجھے دائیں سمت مڑنا چاہیے یا بائیں سمت لیکن بہر حال میں بائیں سمت ہی مڑ گیا تھا اور اس کے بعد تھوڑا سا آگے چلا تھا کہ مجھے لیفٹ پر ایک سڑک نظر آئی لیکن اس کا اختتام موسیٹو پر ہی ہوتا تھا میں نے فوراً ہی دہائی سمت اختیار کی اور تیز رفتاری سے ادھر کار دوڑانے لگا ابھی یہ فیصلہ کرنا تھا کہ اس شاندار مینابی کے بعد مجھے کیا کرنا چاہیے اگر فارگون کی رہائش گاہ پر جاتا ہوں تو بھی برا نہیں رہے گا اگر اس وقت پیٹر سے بھی پیچھا چھڑانے کی کوشش کرتا ہوں تو یہ بھی غلط اقدام ہوگا چونکہ بہر طور وہ دونوں میرے ساتھ کام کر رہے تھے اور پیٹر بہر حال مجھے تلاش کر لے گا کیونکہ معاملہ بالکل مختلف تھا پھر اچانک ہی دل میں خیال آیا کہ اس وقت پیٹر کی رہائش گاہ جہاں پہلے میں اس سے یعنی رینی میکس سے ملا تھا ہر لحاظ سے موزوں رہے گی اور اس بات پر دل جم گیا۔ میں

گاڑی ڈرائیو کرتا رہا۔ پیٹر کی رہائش گاہ کے بارے میں مجھے اندازہ تھا کہ اس وقت وہ پرسکون ہوگی اور کسی کی مداخلت کا کوئی خطرہ نہیں ہوگا بس ذرا خطرہ اس کا تھا کہ اسے کھولا کیسے جاسکتا ہے لیکن یہ ذرا اہم کام نہیں تھا میں گاڑی ڈرائیو کرتا رہا اور تھوڑی دیر کے بعد اس عمارت میں پہنچ گیا جس میں پیٹر کی رہائش تھی پھر میں نے لائٹ جلا کر پیچھلی سیٹ پر بے ہوش پڑی ہوئی سیاہ فام لڑکی کو دیکھا اچانک ہی میرے دل میں یہ خیال آیا کہ اتنی جدوجہد جو میں نے کی ہے ایک لمحے میں خاک میں مل سکتی تھی اگر یہ لڑکی حیثی شوگیال نہ ہوتی اور کوئی اور لڑکی ہوتی لیکن بہر حال حیثی شوگیال ہی تھی میں نے کار کے شیشے بند کیے اسے لاک کیا اور تیزی سے پیٹر کی رہائش گاہ کی جانب بڑھ گیا۔ دروازہ بند تھا میں نے مختلف کوششوں سے اسے آخر کار کھول لیا۔ فلیٹ سنسان پڑا ہوا تھا اور راہداریاں ویران میں تیزی سے باہر آیا کار سے حیثی شوگیال کو نکالا اور اس کے بعد اسے کندھے پر ڈال کر اندر کی جانب چل پڑا سارے کام برقی رفتاری سے کیے گئے تھے حیثی شوگیال کو فلیٹ میں پہنچانے کے بعد میں نے سکون کی سانس لی ابھی بہت سے مرحلے باقی تھے پہلے تو یہ دیکھنا تھا کہ حیثی شوگیال ابھی تک بے ہوش کیوں ہے اور اس کا اندازہ مجھے فوراً ہو گیا خون کی چچھاہٹ مجھے اپنے شانے پر محسوس ہوتی تھی اور روشنی میں اسے دیکھا حیثی شوگیال کو سر پر ضرب لگا کر بے ہوش کیا گیا تھا اور خون سے اس کے خوبصورت بال چپک گئے تھے میں نے پہلے زخم کو دیکھا زیادہ شدید نہیں تھا لیکن ایک لڑکی کے لیے کافی تھا لیکن اس کے علاوہ اور کوئی صورت حال نہیں تھی کہ میں کوئی خطرہ مول لوں اور ابھی اس زخم کو اس کی بے ہوشی کو نظر انداز کر کے پہلے اس کار سے پیچھا چھڑانے کی کوشش کروں جو عمارت کے پاس تھی راستے میں، میں نے یہ انتخاب کر لیا تھا کہ میں اس کار کو کہاں ضائع کروں گا چنانچہ اگلے قدموں باہر نکلا فلیٹ کا دروازہ باہر سے بند کیا کمرے کے دروازے کو بھی باہر سے بند کر دیا تھا جس میں حیثی شوگیال کو میں نے لٹایا ہوا تھا۔ بہر حال اس کے بعد میں نیچے آیا اور کار لے کر چل پڑا اس عمارت سے تقریباً چار کلو میٹر کے فاصلے پر میں نے ایک خوبصورت ہوٹل دیکھا تھا جس کے پاس بہت سی ٹیکسیاں وغیرہ کھڑی ہوئی تھیں اور علاقہ کافی پر رونق تھا تیزی سے کار ڈرائیو کرتا ہوا میں آخر کار اس ہوٹل تک پہنچا اس کے پارکنگ لاٹ میں کار کھڑی کی اور پھر تیزی سے واپس پلٹ پڑا۔ ہوٹل کے تھوڑے فاصلے کے اوپر بنے ہوئے بازار کے ایک اسٹور سے میں نے بینڈیج کا سارا سامان اور ایسی ادویات خریدیں جو

زخم پر فوری طور پر کام آسکتی تھیں اور پھر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر چل پڑا ٹیکسی نے مجھے میری مطلوبہ جگہ اتار دیا اور میں دھڑکتے دل کے ساتھ فلیٹ کی جانب چل پڑا اس بات کا خدشہ تھا کہ اگر حیثی شوگیال ہوش میں آگئی اور اس نے چیخا چلانا شروع کر دیا تو ہو سکتا ہے کہ اس پاس کے رہائشی اس جانب متوجہ ہو جائیں اور ہو سکتا ہے کہ وہاں اچھا خاصا مجمع جمع ہو گیا ہو۔ اگر ایسی صورت حال ہوتی تو پھر فوری واپسی ہی مناسب ہوتی لیکن خدا کا شکر تھا کہ ایسی کوئی صورت حال نہیں تھی ماحول چونکہ سناں پڑا ہوا تھا۔ میں فلیٹ کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا پہلے میں نے دروازہ بند کیا اور اس کے بعد برق رفتاری سے دوڑتا ہوا اس کمرے کی جانب چل پڑا جہاں حیثی شوگیال کو چھوڑ گیا تھا۔ میں اندر داخل ہوا اور میں نے روشنی جلا دی وہ صوفے پر دراز تھی اور روشنی جلانے کی وجہ سے اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ غالباً اسے ابھی ابھی ہوش آیا تھا۔ میں نے کمرے کا دروازہ بند کیا اور یہ فیصلہ کر لیا کہ اس سے مجھے کیا گفتگو کرنی ہے حیثی شوگیال نے چند لمحات کے بعد آنکھوں پر ہاتھ کی اوٹ کی اور مجھے دیکھنے لگی تو میں نرم لہجے میں بولا۔

”مس شوگیال میرا تعلق سیکورٹی سے ہے اور میں معذرت خواہ ہوں کہ آپ کو چند جرائم پیشہ افراد کے ہاتھوں تکلیف اٹھانی پڑی ہے۔ آپ کے تحفظ کی خاطر مجھے ذاتی طور پر آپ کو یہاں لانا پڑا ہے۔ براہ کرم مجھ سے تعاون کیجئے جو بھی صورت حال ڈراسی بہتر ہوئی میں آپ کو مسٹر شوگیال کے پاس پہنچا دوں گا۔“ اس نے ہاتھ کا سہارا لے کر اٹھنے کی کوشش کی تو میں جلدی سے اس کے قریب پہنچ گیا اور میں نے اسے سہارا دیا مہذب لڑکی تھی سہارا دینے پر اس نے میرا شکریہ ادا کیا تھا اور پھر اس کے منہ سے سی کی ہلکی سی آواز نکل گئی تھی۔

”ان لوگوں نے آپ کے سر پر ضرب لگائی ہے میں یہ بینڈیج کا سامان لے کر آیا ہوں براہ کرم آپ مجھ سے تعاون کیجئے گا۔“

”میں کیا کروں؟“ وہ کمزور لہجے میں بولی۔

”تھوڑا سا آگے سرک آئیے۔“ میں نے اس سے کہا۔ اس نے میرے کندھے پر لگے

ہوئے خون کو دیکھا اور بولی۔

”کیا تم بھی زخمی ہو؟“ میری نگاہیں اپنے شولڈر پر پڑیں اور میں ایک دم چکرا کر رہ گیا

اس خون کو میں نے نظر انداز کر دیا تھا اور میری تقدیر ہی یاد تھی کہ اسٹور سے سامان خریدتے

ہوئے اور ٹیکسی میں بیٹھتے ہوئے کسی نے میرے اس خون کے دھبے کو نہیں دیکھا تھا ورنہ یہ میرے لیے مشکل بھی بن سکتا تھا میں نے جلدی سے کہا۔

”نہیں یہ آپ ہی کا خون ہے مجھے آپ کو سنبھال کر یہاں لانا پڑا تھا۔“

”ویری سوری تمہیں میری وجہ سے کافی پریشانی اٹھانی پڑی۔“

”براہ کرم آپ بینڈیج کرا لیجئے۔“ اور پھر وہ مجھ سے تعاون کرتی رہی۔



گیا۔ وہ ٹڈھال سی صوفے کی پشت سے سر نکالے بیٹھی ہوئی تھی۔

”میں آپ سے درخواست کرتا ہوں۔ جیسی کہ آپ آرام کیجئے آپ کو میرے اوپر کسی قسم کا کوئی شبہ تو نہیں ہے؟“ اس نے آنکھیں کھول کر مجھے دیکھا پھر بولی۔

”اگر مجھے شبہ ہو بھی تو میں تمہارا کیا بگاڑ سکتی ہوں۔“

”نہیں آپ براہ کرم مجھ پر بھروسہ کیجئے مجھے تھوڑا سا وقت دیجئے میں تو خود انتہائی شرمندہ ہوں اور آپ یقین کیجئے کہ اس وقت ہوٹل موسیٹو میں میری ڈیوٹی نہیں تھی بلکہ میں بھی تفریح کی غرض سے وہاں پہنچا تھا کہ وہاں میں نے افراتفری دیکھی اور اس کے بعد ایک شخص کو آپ کو شانے پر ڈال کر دوڑتے ہوئے دیکھا بس میں آپ کو اس کی گرفت سے نکال کر لے آیا ہوں ابھی میں نے اعلیٰ احکام کو بھی رپورٹ نہیں کی ہے۔“

”تمہارا پورا اسٹاف ہوگا تمہارے ساتھ میرا مطلب ہے اگر تم اس سلسلے میں مزید معلومات حاصل کرنا چاہو تو۔“

”ہاں کیوں نہیں۔“

”تو براہ کرم مجھے اتنا معلوم کرنے کے بتا دو کہ میرے ڈیوٹی تو خیریت سے ہیں نا؟“

”مسٹر شوگیال؟“

”ہاں انہی کی بات کر رہی ہوں۔“

”مسٹر شوگیال کو میں نے لاتعداد سیکورٹی افسران کے درمیان دیکھا ہے۔ ان سب نے ان کے گرد محاصرہ کر لیا تھا۔ صرف آپ ان کے چنگل میں آ گئی تھیں اور ان کا مقصد بھی یہی تھا۔“

”وہ آپ کو اغواء کرنا چاہتے تھے۔“

”لیکن کیوں؟“

”صرف ایک ہی بات کہی جاسکتی ہے۔“

”کیا؟“

”وہ آپ کے ذریعے آپ کے ڈیوٹی کو مجبور کر کے کچھ دولت ہتھیانا چاہتے ہوں

گے۔“

”اوہ خدا انہیں غارت کرے یہ دولت کے لیے کیا کیا کچھ نہیں کر ڈالتے۔“

اس نیک نفس اور شریف لڑکی پر مجھے افسوس ہونے لگا تھا اس پر قابو پانے کے بعد ہمیں اپنا مقصد پورا کرنا تھا یہ تو انتہائی نفیس لڑکی ہے لیکن پھر میں نے خود ہی اپنے دل سے احتمالہ خیالات نکال دیے کبھی کبھی زیادہ شرافت ایسے نقصانات کا باعث بن جاتی ہے کہ انسان ان سے نکل ہی نہیں سکتا۔ زیادہ تر لوگ اس وقت مختلف انداز فکر اختیار کر چکے ہیں اپنا کام کرو اپنا الو سپدھا کرو اور بس اس سے زیادہ شرافت کی کوشش حماقت کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتی بہر حال میں نے اس کی ہڈی بچ مکمل کر دی اور اس سے کہا۔

”مس جیسی اگر آپ کو اس وقت کسی شے کی حاجت محسوس ہو رہی ہو تو مجھے بتائیے؟“

”میں بہت پریشان ہوں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں لیکن اپنے شانے پر لگا ہوا خون صاف کر لو خون دیکھ کر مجھے وحشت ہوتی ہے۔“

”جی۔“ میں نے کہا اور تھوڑے فاصلے پر بنے ہوئے ٹوائلٹ کی جانب چل پڑا فوری طور پر لباس کی تبدیلی ممکن نہیں تھی۔ ویسے یہ لباس بھی میرے لیے خطرناک ہو سکتا تھا۔ کیونکہ انہی لوگوں میں سے ایک کا لباس تھا لیکن پھر اچانک ہی مجھے یاد آیا کہ یہاں پیڑ میکس کے بہت سے لباس ہوں گے اور ان میں سے ایک لباس میرے کام آ سکتا ہے فی الحال اس کی ضرورت نہیں تھی جیسی کے بارے میں اندازہ تو یہی لگایا تھا میں نے کہ شریف لڑکی ہے اور اپنے طور پر کوئی گڑبڑ کرنے کی کوشش نہیں کرے گی تھوڑی سی محسوم بھی معلوم ہوتی ہے کیونکہ میرے ایک دفعہ کے کہنے پر اس نے اعتماد کر لیا تھا اور اس کی آنکھوں میں کسی بھی طرح کی نا سنجی کے آثار نظر نہیں آئے تھے۔ بہر حال شولڈر صاف کرنے کے بعد میں اس کے سامنے پہنچ

بہر حال اس جگہ سے میں ناواقف نہیں تھا اور جانتا تھا کہ لباس وغیرہ کہاں مل سکتے ہیں اور اس بات کی بھی امید تھی کہ کافی کا سامان بھی موجود ہوگا کیونکہ ایک باقاعدہ رہائش یہاں رہی تھی اور رہنی میکس حادثاتی طور پر یہاں سے گئی تھی سب سے پہلے تو میں نے پیئرمیکس کی الماری میں لباس تلاش کیا اور بے شمار لباس مجھے لٹکے ہوئے نظر آ گئے چند لمحوں کے اندر اندر میں نے اپنا حلیہ درست کر کے کچن کی جانب نظر دوڑائی تھی دروازہ میں نے باہر سے بند تو نہیں کیا تھا صرف اس تصور کے تحت کہ کہیں لڑکی میری طرف سے شبہ کا شکار نہ ہو جائے لیکن فلیٹ کا دروازہ کھلنے لگا اور میں نے اندر سے بند کر دیا تھا اور اس کو کھولنا آسان کام نہیں تھا۔

چند لمحوں کے بعد میں کافی تیار کر کے کمرے کی جانب چل پڑا۔ وہ خاموش بیٹھی سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ بہت ہی شریف لڑکی معلوم ہوتی تھی اور میں نے بھی طے کر لیا تھا کہ باقی ساری باتیں اپنی جگہ لیکن اسے کوئی نقصان نہیں پہنچے دوں گا یہ اس کا انفرادی کردار تھا جس نے مجھے متاثر کیا تھا۔ ساری باتیں اپنی جگہ اور ویسے بھی مجھے یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ اسے کوئی نقصان پہنچانے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی کیونکہ پیئرمیکس اس کے عوض زیادہ سے زیادہ رقم حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن کام جتنا مشکل تھا اس کا مجھے پورا پورا اندازہ تھا اب دیکھنا یہ تھا کہ پیئرمیکس اس سلسلے میں کیا کوششیں کرتا ہے میں نے اسے کافی پیش کی تو اس نے میرا شکریہ ادا کیا تھا اور اس کے بعد کافی کے چھوٹے چھوٹے سپ لیتی رہی تھی اس کی آنکھوں میں گہری سوچ کے آثار تھے میں خاموشی سے سوچتا رہا پھر میں نے کہا۔

”آپ کو اندازہ تو ہو گیا ہوگا تمام صورت حال کا؟“

”ہاں۔“

”اور ایک بار پھر میں آپ کو مؤدبانہ طور پر یقین دلاتا ہوں کہ آپ میرے لیے انتہائی قابل احترام ہیں پرسکون ہو کر یہیں وقت گزارئے مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کے شایان شان انتظامات نہ کر سکا لیکن بہت مختصر وقت میں آپ کو مسٹر شوگیال تک پہنچا دیا جائے گا۔“

”اب میں نے صورت حال کا اندازہ کر لیا ہے اور میں مطمئن ہوں میری جانب سے تم اطمینان رکھو اور اگر تمہیں اس بات کا خطرہ ہے کہ میں بھاگنے کی کوشش کروں گی تو میں تمہیں

”لیکن شکر ہے کہ آپ ان کے ہاتھ آنے سے بچ گئیں۔“

”ہاں میں بہت کمزور دل لڑکی ہوں کیا تمہیں اس بات کا علم ہے کہ میرے دل میں سوراخ ہے۔“ میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور خاموش ہو گیا پھر وہ کہنے لگی۔

”ڈیڈی، میرے لیے جس طرح پریشان ہوں گے میں جانتی ہوں۔“

”دیکھئے بات اصل میں یہ ہے کہ اگر میں ابھی ڈیڈی کو میرا مطلب ہے آپ کے ڈیڈی کو اس بات کی اطلاع دینے کی کوشش کرتا ہوں کہ آپ میرے پاس موجود ہیں تو ہو سکتا ہے کہ سیکورٹی کے افراد سے پہلے جرائم پیشہ لوگ ہم تک پہنچنے کی کوشش کریں اس لیے خاموشی ہی اختیار کرنی چاہیے اور تھوڑا سا وقت گزر جانے دیا جائے۔“

”مگر جرائم پیشہ ہم تک کیسے پہنچ جائیں گے؟“ اس نے سوال کیا۔

”دیکھیے مس جیشی کون جانے سیکورٹی کے افراد میں ان کے اپنے لوگ بھی شامل ہوں جو ہماری طرف سے اطلاع ملتے ہی انہیں مطلع کر دیں۔“ جیشی کے چہرے پر خوف کے آثار نظر آنے لگے اس نے کہا۔

”تب تو ٹھیک ہے۔“

”میں آپ سے ایک درخواست کرتا ہوں مس جیشی آپ کے بہترین دوست بھی ہوں گے اس دنیا میں آپ مجھے اپنا دوست تصور کیجئے اور یہ خیال دل سے نکال دیجئے کہ میرے ذریعے آپ کو کوئی تکلیف پہنچے گی۔“

”مجھے اندازہ ہو رہا ہے اب اتنی بیوقوف بھی نہیں ہوں کہ انسانوں کو نہ پہچان سکوں تم اللہ مجھے اچھے آدمی لگتے ہو۔“

”تو کیا میں آپ سے اس بات کی توقع کروں کہ آپ مجھ سے تعاون کریں گی؟“

”کمال کرتے ہو۔ پہلی بات تو یہ کہ میں کر ہی کیا سکتی ہوں۔“

”خیر ایسی کوئی بات نہیں ہے پہلے میں یہ لباس تبدیل کر لوں۔“

”آرام سے جاؤ اور سنو کافی مل سکے گی اور کافی نہ ہو سکے تو چائے..... میں

بڑی عجیب سی کمزوری محسوس کر رہی ہوں۔“

”میں ابھی تلاش کرتا ہوں کچھ نہ کچھ ضرور مل جائے گا۔“ میں نے کہا اور اس کمرے

سے باہر نکل آیا۔

اختیار دیتی ہوں کہ میرے ہاتھ پاؤں باندھ کر بستر پر ڈال دو۔“ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔
 ”نہیں مس چشمی آپ میرے لیے انتہائی محترم ہیں اور جس طرح آپ نے مجھ پر
 اعتماد کیا ہے مجھے بھی آپ پر اعتماد ہے آئیے میں آپ کو یہاں سے بیڈ روم تک پہنچا دوں۔“
 رینی میکس کے بیڈ روم میں پہنچنے کے بعد اس نے ادھر ادھر دیکھا اور بولی۔
 ”مجھے کوئی زمانہ لباس مل سکے گا؟“

”سامنے ڈریسنگ الماری ہے آپ اس میں سے اپنا لباس منتخب کر لیں۔“
 ”تو آپ باہر جائیں گے۔“

”ہاں میں باہر جا رہا ہوں آپ ڈریس تبدیل کرنے کے بعد آرام سے بستر پر سو سکتی
 ہیں۔“

”او۔ کے۔ بہت بہت شکریہ۔“ اور اس کے بعد میں دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔
 لڑکی کے بارے میں مجھے خاصی حد تک یقین ہو گیا تھا حالانکہ سچی بات یہ ہے کہ اب کسی پر
 اعتبار کرنے کو جی نہیں چاہتا تھا زندگی میں ایسے الٹ پھیر دیکھے تھے۔

جب یقین کی شکست ہوتی ہے تو دل کی دھن ناقابل برداشت ہو جاتی ہے اور اب
 میں ان حماقتوں میں پڑنا نہیں چاہتا تھا۔ پھر نہ جانے کیا کیا سوچیں دامن گیر رہیں۔ بہت سے
 خیالات دل و دماغ کو پریشان کرتے رہے۔ ادھر چشمی شوگیال گہری نیند سو گئی تھی۔ ایک دو بار
 کمرے کے کی ہول سے اندر کا جائزہ لیا تو اسے بستر پر سوتے ہوئے پایا۔ معصوم لڑکی کے لیے
 کیسے دل ہی دل میں ہمدردی کے جذبات ابھرتے رہے تھے۔ اس کے علاوہ سوچنے کے لیے
 اور بھی بہت کچھ تھا۔ میکس کے بارے میں سوچ سوچ کر ہنس رہا تھا۔ پتا نہیں اس بے
 چارے کی کیا کیفیت ہوگی۔ دل تو چاہا کہ اسے فون کر کے یہیں بلا لوں، لیکن پھر ارادہ ملتوی
 کر دیا۔ آدھی رات کو عمارت کے مکین ان ضرورت سے زیادہ ہنگامہ خیزیوں سے مشکوک بھی
 ہو سکتے ہیں اور کوئی مشکل صورتحال بھی پیش آ سکتی ہے۔ ویسے سوچوں میں یہ بات بھی تھی کہ
 ٹوری بلا نکالنے جو پتے مجھے بتائے تھے کرائے کے دوستوں کی مدد حاصل کرنے کے لیے ان
 میں سے پہلا ہی شخص عجیب و غریب ثابت ہوا تھا۔ بجائے اس کے کہ وہ میری مدد کرتا خود اس
 نے مجھے اپنے چکر میں ڈال لیا تھا۔ لیکن بہر حال بات دلچسپ تھی اور ایک طرح سے گھوم پھر کر
 میرے مفاد کی طرف ہی جاتی تھی جیسا کہ میری معلومات میں تھا کہ شوگیال کسی نہ کسی شکل میں

ایرش داش کا آدمی تھا۔ ان لوگوں تک، ررسائی حاصل ہو جاتی تو بات بہت عمدگی سے بن سکتی
 تھی لیکن فارگون کی حیثیت نہ۔ مجھے۔ میکس نے دی تھی اور۔ میکس نے ایک بالکل ہی
 الگ کھیل شروع کر دیا تھا۔ سارے معاملات بڑی ذہانت سے آگے بڑھانے تھے ورنہ راستے
 پھر رک جاتے۔ صبح کا اجالا نمودار ہونے لگا تو میں نے ہاتھ روم میں جا کر غسل کیا اور کوسٹ
 میکس ہی کا ایک اور لباس پہن کر تیار ہو گیا لیکن اب میں ساری رات کی تھکن کا شکار تھا۔ اس
 صورتحال کو بڑی خوبصورتی سے نکال کر عارضی طور پر اگر بیڈ روم میکس کے حوالے کر دیا جائے تو برا
 نہیں تھا۔ ایک بار پھر کی ہول سے اندر جھانکا، مس چشمی تو یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اپنی کوٹھی کے
 بیڈ روم میں سو رہی ہوں۔ مست نیند پڑی سو رہی تھیں۔ دوسرے کمرے میں آ کر میں
 نے تجزیے کے طور پر فارگون کی رہائش گاہ پر فون کیا اور چند لمحات کے بعد رینی میکس سے
 رابطہ قائم ہو گیا۔

”ہیلو۔“ میں نے کہا تو دوسری جانب سے رینی کی بے صبر آواز سنائی دی۔

”ہیلو مسٹر، مسٹر دانش منصور کیا یہ آپ ہیں؟“

”آپ نے میری آواز بڑی آسانی سے پہچان لی رینی۔“

”آپ خیرت سے تو ہیں ناں آپ، آپ میرا مطلب ہے کہ آپ زندہ ہیں ناں۔“

”میرا خیال ہے میں زندہ ہوں۔ اگر مر چکا ہوتا تو بولنے میں بڑی دقت پیش آتی۔“

میں نے مسکرا کر کہا۔

”اے خدا..... میرے خدا، میرے خدا میں کتنی پریشان تھی۔ آپ کے لیے مسٹر

دانش، آپ تصور نہیں کر سکتے۔“

”پیٹر کہاں ہے؟“

”ہاتھ روم میں ہے۔ نہائے جا رہا ہے۔ ساری رات جاگا ہے۔ سر پیٹ رہا ہے اپنا۔

کہہ رہا ہے ٹھنڈے پانی کے نیچے ہی اس کے ہوش دھواس قائم رہ سکتے ہیں ورنہ۔“

”کیوں خیریت، کیا ہوا؟“

”بہت کچھ ہوا ہے اور بڑی سنگین صورتحال رہی ہے اس کا کہنا ہے آپ کسی شدید

مشکل کا شکار ہو گئے۔“

”تو وہ میرے لیے اتنا پریشان ہے؟“

بہر حال پیٹر میکس کی آمد میرے لیے دلچسپی کا باعث ہوگی۔ اس سے پہلے میں نے یہی سوچا تھا کہ جیشی شوگیال کو پیٹر میکس سے ملوادوں گا لیکن اب ذرا سا پروگرام بدل لیا تھا۔ وہ ابھی تک نہیں جاگی تھی۔ اچھا ہے کچھ دیر اور سوتی رہے اور اس کے بعد میں پیٹر میکس کا اس سے تعارف کراؤں۔ بہر حال اس کے کمرے کا دروازہ میں نے باہر سے بند کر دیا جبکہ رات بھر میں نے ایسا نہیں کیا تھا۔ خود تو اپنا حلیہ وغیرہ میں نے ٹھیک کر لیا تھا باقی کچن میں سارا ناشتہ وغیرہ کا سامان موجود تھا لیکن اب بہتر ہے کہ ریٹی میکس ہی ناشتا بنائے۔ پیٹر میکس کے بارے میں سوچ سوچ کر ہنسی آرہی تھی۔ اب ریٹی میکس غسل خانے میں اسے بتائے گی کہ میرا فون آیا ہے اور اس کے فلیٹ میں موجود ہوں۔ بہر حال انتظار کرنے لگا اور زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ ظاہر ہے کہ معلومات حاصل ہونے کے بعد پیٹر میکس آندھی اور طوفان کی طرح ادھر لپکا ہوگا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد فلیٹ کے دروازے کی بیل بجی اور میں نے دروازہ کھول دیا۔ پیٹر میکس بڑے بے تکے لباس میں اندر آیا تھا۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں اور منہ عجیب سی شکل کا بنا ہوا تھا۔ اس نے مجھے اوپر سے نیچے تک دیکھا۔ گھوم پھر کر دیکھا اور پھر مجھ سے ایک دم لپٹ گیا۔

”خدا کا شکر ہے، خدا کا شکر ہے۔ مراد دیا تھا تم نے مجھے دانش منصور مراد دیا تھا۔ آئی ایم سوری۔ بے تکلفی کے لیے معافی چاہتا ہوں۔ ناراض ہو تو جو سلوک چاہو میرے ساتھ کر سکتے ہو لیکن پاگل ہو گیا ہوں، پاگل ہو گیا ہوں تمہیں دیکھ کر۔ پہلے یہ بتاؤ تم خیریت سے تو ہونا، اندر باہر سب ٹھیک ہے ناں۔“

”تمہیں کیا نظر آ رہا ہے پیٹر؟“

”مجھے اپنی زندگی نظر آ رہی ہے تمہاری زندگی کی شکل میں، اف میرے خدا، پاگل ہو گیا تھا میں واقعی پاگل ہو گیا۔“

پیٹر ڈرائنگ روم میں ایک صوفے پر بیٹھتا ہوا بولا۔

”ساری رات جاگتا رہا ہوں۔ ساری رات جاگتا رہا ہوں مگر تمہیں ہوا کیا تھا۔ میں تو شدید حیران ہو گیا تھا بلکہ یقین کرو یہی سمجھا تھا میں کہ تم پولیس کے زخمے میں آ گئے ہو۔“

”ہاں، پولیس کے زخمے میں تو نہیں آیا لیکن واقعات خاصی تبدیلی اختیار کر گئے۔“

”چھوڑ دیار لے گئے وہ۔ لے گئے۔ جو کچھ بھی ہوا ہے وہ اپنی جگہ ہے، لیکن ایک

”آپ کے لیے اتنا پریشان نہیں ہے بلکہ مسٹر ٹوری بلاٹکا نے اسے کال کیا ہے۔ صرف اسے نہیں بلکہ کمرائے کے دوستوں کے پورے گروپ کو اور یہ پوچھا ہے کہ آپ کس حال میں ہیں۔ ان لوگوں نے آپ کا کیا خیال رکھا ہے۔ اصل میں بات یہ ہے کہ ساری باتوں کے ساتھ ساتھ پیٹر میکس کی شخصیت مسٹر ٹوری بلاٹکا کی وجہ سے ہی محفوظ ہے ورنہ وہ یہاں بہت سی مشکلات کا شکار ہو سکتا تھا کیونکہ اس کی زندگی کے ساتھ کچھ ایسے واقعات وابستہ ہیں کہ اگر مسٹر ٹوری بلاٹکا اسے سہارا نہ دیں تو نہ صرف مقامی بلکہ انٹرنیشنل پولیس اسے بری طرح رگڑ سکتی ہے لیکن آپ ہیں کہاں، کہاں سے بول رہے ہیں، میں اسے اطلاع دوں کہ آپ زندہ سلامت ہیں۔“

”مس ریٹی آپ ایسا کریں کہ اپنے فلیٹ پر پہنچ جائیں۔“

”کیا مطلب.....؟“

”بہتر ہوگا کہ پیٹر کو ساتھ لے کر اپنے یہاں فلیٹ پر آ جائیں۔“

”تو پھر.....؟“

”میں یہیں سے بول رہا ہوں۔“

”کیا واقعی.....؟“

”ہاں۔“

”اوہ مگر..... مگر.....“

”میرا خیال یہ ہے کہ یہاں آنے کے بعد گفتگو زیادہ مناسب رہے گی۔ ٹیلی فون پر

اس سے زیادہ کیا گفتگو کرنا مناسب ہوگا؟“

”تمہیں بالکل نہیں۔“

”تو آپ آ جائیے۔“

”ٹھیک ہے میں اسے یہ خوشخبری سناتی ہوں۔ آپ خیریت سے تو ہیں ناں۔“

”ہاں بالکل۔“

”زخمی تو نہیں ہوئے۔“

”نہیں۔“ میں نے کہا اور اس کے بعد سلسلہ منتقل کر دیا۔ میرے ہونٹوں پر ایک مدہم سی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ ٹوری بلاٹکا نے بھی بڑے وقت پر رابطہ قائم کیا۔ لیکن

جانے میں کامیاب ہو گئے۔ ہوٹل سیکورٹی نے ان پر فائر کیے اور تین افراد وہیں ہال میں ڈھیر ہو گئے۔ باقی باہر نکل گئے لیکن حیرانی کی بات یہ ہے کہ مزید تین افراد پارکنگ لائٹ پر ڈھیر ہو گئے انہیں بھی گولیوں سے چھلنی کر دیا گیا تھا۔ یہ ہے تمام صورتحال۔ اس کے بعد ظاہر ہے کہ ایک معزز مہمان اور ایک معزز شخصیت کا معاملہ تھا۔ چنانچہ پھر پولیس نے جو کچھ کیا وہ ایک الگ کہانی ہے۔ میں تو بحالت مجبوری وہاں سے واپس پلٹ پڑا اور تمہارے نہ ملنے سے رات بھر میری حالت خراب رہی۔ میں یہ سوچ رہا تھا کہ تم کسی چکر میں نہ پڑ گئے ہو کیونکہ بہر حال ساری باتوں کے علاوہ یہ بات مسٹر ٹوری بلاٹکا کو معلوم ہے کہ اس وقت تم میرے ساتھ ہو۔“

”تو وہ لوگ جیشی شوگیال کو لے گئے۔“

”ہاں، یوں سمجھ لو کہ ہیرے کی کان کو لے گئے وہ اور اب پتا نہیں کیا ہوگا۔ ویسے مسٹر شوگیال زندہ ہیں۔ مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ڈاکٹر ڈیڈ کے آدمی، اگر وہ ڈاکٹر ڈیڈ کے آدمی تھے تو طریقہ کار انہوں نے کیا اختیار کیا یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انہی میں کوئی سرکش خود ایسے موقع سے فائدہ اٹھا کر ڈاکٹر ڈیڈ کو بھی ختم کرنا چاہتا ہو۔ پتا نہیں کیا ہے یا را میری تو کھوپڑی خراب ہو گئی ہے۔ ارے باپ رے، رینی یہاں ناشتے وغیرہ کا سامان تو ہے اب میری بھوک چمک اٹھی ہے شاید تمہیں اس بات کا اندازہ نہ ہو کہ میں بھوک کے مارے مراجار ہا ہوں۔“

”میں ابھی ناشتا تیار کرتی ہوں۔“ رینی نے کہا۔ اب اس وقت ضروری ہو گیا تھا کہ میں رینی میکس کو یہاں کسی تیسرے مہمان کے بارے میں بتاؤں۔ چنانچہ میں نے اس سے کہا۔

”رینی، ناشتا بہت عمدہ سا تیار کرنا ہے کیونکہ ہمارے پاس اس وقت ایک انتہائی معزز مہمان موجود ہے۔“ رینی سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی، پھر بولی۔

”معزز مہمان؟“

”ہاں، اس کا نام جیشی شوگیال ہے۔“ میکس صوفے پر بیٹھا ہوا تھا لیکن بیٹھے بیٹھے وہ اتنی زور سے اچھلا کہ میں حیران رہ گیا۔ اچھل پڑنا محاورے کے طور پر تو استعمال کیا جاتا ہے لیکن اس کا پریکٹیکل بڑا مشکل ہے اور اس وقت میں اس محاورے کو پریکٹیکل دیکھ رہا تھا۔ پیئر میکس کی آنکھیں حیرت سے پھیلی ہوئی تھیں۔ وہ صوفے سے گرتے گرتے بچا پھر جلدی

بات میں دعوے سے کہتا ہوں کہ ڈاکٹر ڈیڈ کے آدمی اسے لے گئے اور اب وہ کام دوسرے کریں گے جو ہمیں کرنا چاہیے تھا۔ مارے گئے یار، زندگی میں ہر کوشش ناکام ہو رہی ہے۔“ وہ شدت جذبات میں یہ بھی بھول گیا تھا کہ اب تک وہ مجھ سے کس انداز میں گفتگو کرتا رہا ہے لیکن بہر حال یہ الگ بات تھی میرا اور اس کا ایسا ساتھ رہ چکا تھا کہ ہم دونوں بے تکلفی سے باتیں بھی کر سکتے تھے میں نے اس سے کہا۔

”تم وہاں کی سناؤ، ہوا کیا؟“

”سب کچھ بھاڑ میں چلا گیا۔ ختم ہو گیا یار چھوڑو۔ اب وہاں کا تذکرہ بالکل بے کار ہے۔“

”پیئر! تمہیں اندازہ ہے کہ اس معاملے سے میری ذاتی دلچسپیاں بھی ہیں۔“ میں نے ذرا لہجہ بدلتے ہوئے کہا۔

”ادھر مسٹر ٹوری بلاٹکا ہیں۔ کیا رشتہ قائم کروں میں ان سے تمہارا۔ وہ سخت باتیں کہی ہیں پورے گروپ کو کہ سب کے ہوش درست ہو گئے ہیں۔ مجھ سے ہی سوالات کیے جا رہے تھے اس سلسلے میں، خیر چھوڑو وہاں، وہاں بہت خراب ہوا، مگر تم کہاں غائب ہو گئے تھے۔ میں تو یہ سمجھا۔۔۔۔۔“

”پھر وہیں آ رہے ہو جہاں سے شروع ہوئے تھے۔“

”نہیں ذہنی طور پر بہت پریشان ہوں، تمہاری وجہ سے رات بھر جاگتا رہا ہوں۔ باقی اگر ناکامی ہوئی مجھے اس سلسلے میں تو یہ تو تقدیر کا کھیل ہے اور مجھے تقدیر پر مکمل بھروسہ نہیں ہے۔ عام طور پر میں اپنی کوششوں میں ناکام ہی رہا ہوں۔“

۔۔۔۔۔ جہاں بھی غائب ہو گئے ہو اصل میں بات یہ ہے کہ ہم لوگ اپنی کوششوں میں مستروف تھے۔ ڈاکٹر ڈیڈ بھی، مسٹر کارسن شوگیال کے ساتھ تھا کہ کچھ نقاب پوش وہاں گھس آئے اور انہوں نے اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی۔ تم شاید یقین نہ کرو کہ خود ڈاکٹر ڈیڈ بھی زخمی ہو گیا ہے اور مسٹر کارسن شوگیال بمشکل اپنی جان بچانے میں کامیاب ہو سکے۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے حملہ آور صرف جیشی شوگیال کو اٹھا کر لے جانا چاہتے ہوں۔ انہیں ڈاکٹر ڈیڈ یا کارسن شوگیال کی زندگی سے کوئی دلچسپی نہ ہو۔ یہ بات میرے ہی لیے نہیں بلکہ نہ جانے کس کس کے لیے باعث حیرت ہوگی۔ بہر حال وہ لوگ جیشی شوگیال کو اٹھالے

”اوہ میرے خدا، میرے خدا، میرے خدا واقعی تم تو قیامت کی چیز ہو۔ مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے مائی ڈیئر مسٹر دانش منصور کہ جب تم خود اس قدر آفت زدہ ہو تو کرائے کے دوستوں کی مدد حاصل کرنے کی کیا ضرورت تھی۔“

”کیا اب تم یہ سوال کرو گے مجھ سے۔“

”نن..... نہیں، میں معافی چاہتا ہوں۔ مگر واقعی آہ..... تم نے تو میرے، میرے مستقبل کے سارے دروازے کھول دیے ہیں۔ اب آئے گا لطف۔“ وہ اٹھ کر کمرے میں ناچنے لگا۔ ریٹی تشویش زدہ انداز میں کھڑی ہو گئی تھی۔ پھر اس نے کہا۔

”میرا خیال ہے کہ میں ناشتہ تیار کر لوں اور پھر وہ کمرے سے باہر نکل گئی تو پیٹر میکس نے کہا۔“

”یار کم از کم دور سے ہی دکھا دو۔ اس کی صورت دیکھ سکتا ہوں۔“

”میکس جذباتی ہونے کی کوشش نہ کرو۔“

”ارے میری زندگی سدھ رہی ہے۔ ساری زندگی کی منصوبہ بندی اس وقت کار گر ہو گئی ہے اب تم دیکھنا میرے دوست میں کس طرح اپنے بچے کاڑتا ہوں حالات کی گردن میں اور پھر اس کے بعد۔“ اس کے بعد میکس اپنے دونوں گال پیٹنے لگا۔ میں سرد نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ بہر حال جو کرنا چاہتا تھا وہ کسی طور پر ممکن نہیں تھا۔ وقت کچھ اور ہی کہانی سنائے گا۔ اسے۔ اور وہ کہانی یقینی طور پر اس کے لیے پسندیدہ ہوگی۔ میں بھی مجبور تھا ورنہ میکس کی خوشیوں میں میں ناگ اڑانا پسند نہ کرتا۔ پھر دروازہ پیٹنے کی آواز سنائی دی اور میں اچھل پڑا۔ میں نے میکس کو دروازے کی طرف لپکتے دیکھا تو پیچھے سے ہی پکڑ لیا۔ وہ سنبھل کر حیرانی سے مجھے دیکھنے لگا تھا۔ تب میں نے سرد لہجے میں کہا۔

”اور اگر تم سارا کھیل چوپٹ کرنا چاہتے ہو تو میں تمہیں اس کی اجازت نہیں دوں گا۔“

”نن..... نہیں..... ٹھیک ہے، پھر کام میری توقع کے مطابق ہوا۔ دروازہ ریٹی میکس نے کھولا تھا اور جیشی شوگیال باہر نکل آئی تھی۔ اس نے ریٹی کو دیکھا۔ میں اور میکس بھی کمرے کے دروازے سے باہر آ گئے تھے۔ ریٹی نے جیشی کو ہیلو کہا تو جیشی کہنے لگی۔“

”تم..... تم کون ہو، رات کو تو شاید تم یہاں نہیں تھیں اور وہ..... اوہ مائی گاڈ، بعض

سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور اس نے اپنے دونوں کان صاف کرتے ہوئے کہا۔

”کیا نام لیا تم نے کیا نام لیا؟“

”جیشی شوگیال۔“ میں نے مسکرا کر کہا۔

”مم..... میرے خدا..... وہ یہاں.....؟“

”ہاں، وہ اس وقت میری تحویل میں ہے اور اسی فلیٹ میں ہے۔“

”جیشی شوگیال؟“

”فضول باتوں سے گریز کرو میکس، ریٹی تمہیں ہم چاروں کے لیے ناشتا بنانا ہے۔“

”مگر میرے بھائی، میرے عزیزم میرے دوست، میرے محترم، خدا کے لیے مجھے یہ

بتا دو کہ تم کیا نام لے رہے ہو، جیشی شوگیال ہی کہا ہے ناں تم نے؟“

”رات کو یوں ہوا تھا میکس کہ ہمارا منصوبہ تو کچھ اور تھا لیکن حالات کے تحت

منصوبے میں تھوڑی سی تبدیلی پیدا کرنے پر مجبور ہو گیا تھا میں۔ وہ لوگ میری نگاہوں کے

سامنے آ گئے تھے جو اشین گنوں سے مسلح جیشی شوگیال کو اغوا کرنے کے لیے وہاں پہنچے تھے۔

ان کے چہرے نقابوں میں ڈھکے ہوئے تھے اور پھر مجھے باعمل ہونا پڑا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جب وہ

جیشی شوگیال کو بے ہوش کر کے باہر لائے تو تین افراد تو وہیں بقول تمہارے اندر موت کا شکار

ہو گئے تھے، باقی تین میرے ہاتھوں مارے گئے اور میں جیشی شوگیال کو ان کے چنگل سے نکال

لایا۔ چونکہ اس وقت مسٹر فارگون کی رہائش گاہ کو مشکوک نہیں کرنا چاہتا تھا چنانچہ بہتر یہ سمجھا کہ

تمہارے فلیٹ کو استعمال کر لوں التبتہ کچھ ضروری باتیں ذہن نشین کر لو، اور براہ کرم اس سلسلے

میں کوئی اپنی رائے دینے کی کوشش مت کرنا۔“

”کہاں ہے وہ، مم..... مگر ہے کہاں؟“

”دوسرے کمرے میں سو رہی ہے۔ انہوں نے سر پر ضرب لگا کر اسے زخمی کر دیا تھا۔

میں نے ٹیبلٹج کر دی ہے لیکن میں نے اسے یہی بتایا ہے کہ ہمارا تعلق سیکورٹی سے ہے اور میں اپنے

حفاظت کی غرض سے اسے یہاں لے آیا ہوں۔ اب ہمیں وہی طریقہ کار اختیار کرنا ہے تم

اپنے آپ کو ایک پولیس آفیسر ہی بتاؤ گے اور صرف یہ کہو گے کہ صورتحال کی وضاحت ہو جائے

تو اس کے بعد تمہیں نمایاں کیا جائے ورنہ اغوا کرنے والے طاقتور لوگ ہیں۔ وہ دوبارہ کوشش

بھی کر سکتے ہیں۔“

لگا لو۔ اصل میں مجھے سب سے زیادہ پریشانی اپنے ڈیڈی کے سلسلے میں ہے۔ وہ میرے بغیر سخت بے چین ہوں گے۔ مگر اب تم یہ بتاؤ کہ کیا کرنے کا ارادہ رکھتے ہو؟“

”سب سے پہلے تو ہماری خواہش ہے کہ آپ ہمارے ساتھ ناشتہ کریں۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ تشویش بھری نگاہوں سے دیکھنے لگی۔ پھر اس نے کہا۔

”تم چاہو گے تو میں تمہارے ساتھ ایک ہفتے سے ایک مہینے تک گزار سکتی ہوں۔ بس کسی طرح میرے ڈیڈی کو یہ اطمینان دلادو کہ میں خیریت سے ہوں اور ایک بار میری ان سے ٹیلی فون پر بات بھی کرا دو۔“

”مس جیشی آپ کو رات کی صورتحال کا اندازہ ہے۔ ہم لوگ ڈیوٹی پر تھے لیکن ہمارے فرشتوں کو بھی یہ بات معلوم نہیں تھی کہ کچھ گندی فطرت کے لوگ آپ کو اغوا کرنے کی کوشش کریں گے۔ اصل میں ڈاکٹر ڈیڈ.....“ لیکن اچانک ہی پیٹر میکس نے میری گفتگو میں دخل دیا۔

”مطلب یہ کہ روٹن پارکر۔“

”روٹن پارکر میرے ڈیڈی کے دوست ہیں، مگر یہ ڈاکٹر ڈیڈ کون ہیں؟“

”نہیں ہمارا شبہ ان لوگوں کے بارے میں ہے جن لوگوں نے آپ کو اغوا کرنے کی کوشش کی۔ مسٹر روٹن پارکر تو بہت ہی اچھے انسان ہیں۔ خیر گفتگو پتا نہیں کیا ہو رہی تھی۔ میرا مقصد بس اتنا سا ہے کہ ہماری ڈیوٹی صرف یہ تھی کہ ہم آپ لوگوں کو کسی مشکل میں نہ پڑنے دیں لیکن اس کے بعد جو ہوا وہ ہماری توقع کے بالکل خلاف رہا۔ اب یہ نہیں کہا جاسکتا کہ صورتحال کیا ہوئی ہے ہم تو اپنے طور پر آپ کا تحفظ کرتے ہوئے آپ کو یہاں تک لے آئے لیکن ابھی ہمیں دیکھنا ہوگا کہ باہر کی کیا صورتحال رہی۔ اوہو، مسٹر پیٹر میکس، کیا آپ یہ نہیں کر سکتے کہ مقامی اخبارات خرید کر لائیں اور یہ اندازہ لگانے کی کوشش کریں کہ رات کے واقعات کیا ہوئے۔“

”دو اخبار باہر گیلری میں موجود ہوں گے۔ اخبار والا باقاعدگی سے اخبار ڈالتا ہے۔

میں دیکھتا ہوں اور رینی تم جاؤ میرا خیال ہے کچن میں کوئی چیز جل رہی ہے۔“ پیٹر میکس نے کہا اور رینی کچن کی جانب دوڑ گئی۔ جبکہ میں نے جیشی شوگیال سے کہا۔

”آپ کو اب تک تھوڑا بہت اعتماد ہو ہی گیا ہوگا ہم پر جیسے واش روم سے فارغ

اوقات میری کھوپڑی بالکل ہی آؤٹ آف کنٹرول ہو جاتی ہے لیکن میرا قصور نہیں تھا۔ میرے سر میں تو چوٹ لگی ہوئی تھی اور پھر اتنی عقل ہی نہ آئی کہ میں اس سے اس کا نام پوچھ لیتی۔“

”کس سے؟“

”وہی ہمدرد شریف آدمی جو رات کو مجھے یہاں لایا تھا۔“

”اوہو آپ شاید مسٹر جوڈی کے باری میں کہنا چاہتی ہیں۔ مسٹر جوڈی آپ کو رات کو یہاں لائے تھے۔“

”دیکھو کیسی عجیب بات ہے میں اس سے اس کا نام پوچھنا ہی بھول گئی۔ ویسے انتہائی شریف آدمی تھا۔ سیکورٹی کے لوگ ہوتے ہی اچھے ہیں۔ کیا تمہارا تعلق بھی سیکورٹی سے ہے تم اس کی بیوی ہو؟“

”نہیں ہم لوگ ایک ہی ڈیپارٹمنٹ کے رکن ہیں۔“

”مجھے معاف کرنا، میں ضرورت سے زیادہ ہی بول جاتی ہوں، ویسے کیا مسٹر جوڈی یہاں سے چلے گئے ہیں۔“ میں تیزی سے آگے بڑھا۔ پیٹر میکس بھی میرے ساتھ ہی تھا۔ ہم دونوں اس کے سامنے پہنچے تو وہ مسکرائی۔

”ہائے ڈیئر جوڈی! ایک پرسکون نیند کے بعد میں نے تم پر مکمل اعتماد کر لیا ہے۔ تم کون ہو؟ ہیلو مسٹر!“

”میرا نام میکس ہے پیٹر میکس۔“

”تم لوگوں سے مل کر بہت خوشی ہوئی، حالانکہ بعض ملاقاتیں بڑے عجیب انداز میں ہوتی ہیں۔ اب مجھے بتاؤ میرے سر پر زخم ہیں اور ایک اغوا شدہ لڑکی ہوں اور میرے ڈیڈی نے تنہا پریشان ہوں گے کہ مجھ سے زیادہ اس بارے میں اور کوئی نہیں جانتا۔ لیکن اس کے باوجود مجھے خوشی کا اظہار کرنا پڑ رہا ہے کیونکہ بہر حال میری خوش قسمتی ہے کہ میں اچھے لوگوں کے درمیان ہوں اور تمہارا کیا نام ہے۔ تم نے مجھے اپنا نام نہیں بتایا۔ سویت۔“

”رینی میکس۔“

”گڈ..... گڈ..... گڈ پیٹر میکس۔ رینی میکس تو تم اس کی بیوی میرا مطلب ہے ان

صاحب کی، خیر اچھی بات ہے۔ ویسے خوب صورت ہو تم دونوں اور نہ جانے کیوں میں یہاں آ کر خوشی محسوس کر رہی ہوں۔ حالانکہ جن حالات میں یہاں تک پہنچی ہوں ان کا تم خود اندازہ

”مجھے یاد نہیں رہا۔ اخبارات کیا خبر دے رہے ہیں اور پھر میں نے بھی اخبار اپنے سامنے رکھ لیا۔ غیر ملکی مہمان کارن شوگیال کے بارے میں تفصیلات درج تھیں۔ موسیٹو میں ایک خطرناک مجرم گروپ نے مس جیشی شوگیال کو اغواء کر لیا تھا اور اس گروپ کے چھ افراد کی لاشیں وہاں دستیاب ہوئی تھیں۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ یہ چھ افراد خود مسٹر روسٹن پارکر کے آدمی تھے اور مسٹر روسٹن پارکر سخت حیرانی کا شکار ہو گئے۔ کیونکہ ان لوگوں کی کارروائی کا انہیں کوئی شبہ بھی نہیں تھا۔ مسٹر روسٹن پارکر نے یہی بیان دیا تھا کہ ان لوگوں نے جیشی شوگیال کو اغواء کرنے کا کوئی خفیہ منصوبہ بنایا تھا اور بہر حال اس میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ مسٹر کارن شوگیال نے روسٹن پارکر کے خلاف رپورٹ درج کرا دی ہے اور ایک سنسنی خیز صورتحال پیدا ہو گئی ہے۔ خفیہ ایجنسیاں مسٹر روسٹن پارکر کے تعاون سے جیشی شوگیال کو برآمد کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔“ میں پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔ پھر میں نے کہا۔

”اس کا مقصد ہے کہ اب جیشی شوگیال کو انتہائی محتاط طریقے سے اپنے پاس محفوظ رکھنا ہوگا۔ ہم کسی بھی طرح فوری طور پر کارن شوگیال سے رابطہ قائم نہیں کر سکتے۔“

”فوری طور پر تو رابطہ قائم کرنا مناسب بھی نہیں ہوگا مسٹر دانش منصور۔“ پیٹر میکس نے کہا اور میں داہنا گال کھجاتے ہوئے اس سلسلے میں اپنی منصوبہ بندی پر غور کرنے لگا اور سوچنے لگا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ پھر جیشی شوگیال آگئی تھی اور اس کے پیچھے پیچھے رینی میکس بھی۔ رینی میکس نے کہا۔

”میں نے ناشتہ لگا دیا ہے آپ سب لوگ براہ کرم ناشتے کے کمرے میں چلیے۔“

اور ہم سب اٹھ کر رینی میکس کے ساتھ چل پڑے تھے۔ ناشتہ شروع کر دیا گیا۔ اس دوران مکمل خاموشی طاری رہی تھی میں گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا اور دوسری جانب پیٹر میکس کے چہرے پر بھی عجیب سے تاثرات نظر آ رہے تھے۔ کچھ لمحوں کے بعد میکس نے کہا۔

”اور یہ انتہائی افسوس ناک بات ہے کہ مس جیشی شوگیال ہماری مہمان ہیں اور کچھ غنڈے ان کے پیچھے عجیب سے انداز میں پڑ گئے ہیں۔ یہ بہت ہی دکھ بھری بات ہے لیکن مہمان کی پذیرائی ہر شخص کی ذمہ داری ہے۔ اس غنڈہ گردی کے خلاف عمل کرنے کے لیے ہمیں سینہ تان کر سامنے آنا ہوگا۔“ رینی نے عجیب سی نگاہوں سے پیٹر کو دیکھا۔ ایک عجیب سا انداز تھا اس کا۔ جیشی شوگیال کی آنکھوں میں آنسوؤں کی نمی نظر آنے لگی۔ پھر اس نے کہا۔

ہو کر آ جائیں۔ رینی ناشتہ تیار کر رہی ہے۔ ہم سب لوگ مل کر ناشتہ کریں گے۔“ جیشی شوگیال نے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی تھی اور اندر چلی گئی تھی۔ بڑی نرم طبیعت اور خوش مزاج لڑکی تھی۔ اول تو ویسے ہی اس کے نقوش حسین تھے۔ دوسری اس کی خوبصورت فطرت اس کے حسن کو اجاگر کر رہی تھی۔ پیٹر میکس کے چہرے پر قیمتی برس رہی تھی، مجھ سے بولا۔

”مسٹر دانش منصور، تم نے مجھے اتنا متاثر کیا ہے کہ میں زندگی میں شاید ہی کسی سے اتنا متاثر ہوا ہوں۔ کمال کیا تم نے واقعی کمال کیا ہے۔ مجھ میں اخبار لے کر آتا ہوں۔ واقعی ہمیں دیکھنا چاہیے کہ اخبار اس سلسلے میں کیا لکھتے ہیں۔ تفصیل تو کچھ بتا ہی نہیں چل سکی۔ میں ڈرائنگ روم میں بیٹھ گیا اور پیٹر میکس کمرے کی گیلری کی جانب چل پڑا جہاں بقول اس کے اخبار موجود ہونے چاہیے تھے لیکن میں پیٹر میکس کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ وہ دن ہی دن میں اس لیے خوش تھا کہ اپنے منصوبے پر عمل کرنے کے لیے اسے بہترین موقع حاصل ہو گیا تھا لیکن میرا کھیل مختلف تھا اور میں پیٹر میکس کے منصوبے کو کامیاب نہیں ہونے دینا چاہتا تھا۔ جیشی شوگیال کے ذریعے اگر میں اریش واش تک پہنچ جاؤں تو ممکن ہے رخسار کے حصول کا کوئی ذریعہ سامنے آ سکے۔ میرے لیے دنیا کی سب سے بڑی دولت وہی تھی۔ نظر انداز کر دیا جائے۔ صورتحال کو تو وہ الگ بات ہے لیکن رواں رواں چیخ چیخ کر یہ کہتا تھا کہ رخسار پر نہ جانے کیا کیا کچھ قربان کیا جاسکتا ہے۔ باقی ساری باتیں تو معمولی حیثیت رکھتی ہیں لیکن بہر حال اتنا میں جانتا تھا کہ پیٹر میکس میرے راستے کی بہت بڑی رکاوٹ بنے گا لیکن کچھ بھی ہو جائے مجھے یہ رکاوٹ اپنے راستے سے ہٹانی پڑے گی۔ پیٹر میکس تو صرف دولت کے لیے جیشی شوگیال کو استعمال کرنا چاہتا ہے لیکن میں تو اپنی زندگی اپنی بھاکے لیے مصروف عمل تھا اور اگر ایسی صورتحال پیش آ جائے کہ مجھے پیٹر میکس کو راستے سے ہٹانا بھی پڑے تو یہ میری مجبوری تھی پھر کچھ لمحوں کے بعد پیٹر میکس آ گیا۔ اس کے پاس اخبارات موجود تھے۔ اس نے سنسنی خیز لہجے میں کہا۔“

”موسیٹو۔ میں رات کو جو ہنگامہ آرائی ہوئی ہے وہ معمولی نوعیت کی نہیں ہے۔ دیکھو ذرا دیکھو۔ ویسے ڈاکٹر ڈیڈ جسے عرف عام میں ڈاکٹر ڈیڈ نہیں کہا جاتا بلکہ وہ روسٹن پارکر کے نام سے مشہور ہے۔ تم اس بات کو ذہن میں رکھنا۔ تم جیشی شوگیال کے سامنے بھی اسے ڈاکٹر ڈیڈ ہی کہہ رہے تھے حالانکہ میں نے ایک بار تمہیں اس کا اصل نام بتایا تھا۔“

”میں نہیں جانتی، کچھ لوگوں کو مجھ سے کیوں دشمنی پیدا ہو گئی ہے۔ ہم لوگ تو کسی کو کوئی نقصان پہنچانے پر بھی یقین نہیں رکھتے۔ خود میرے ڈیڈی بہت اچھے انسان ہیں اور ان کا سب سے بڑا فیصلہ یہی ہوتا ہے کہ کسی انسان کو ان کے ہاتھوں نقصان نہ پہنچے تو یہ کون لوگ ہیں جو ہمیں نقصان پہنچانے کے درپے ہیں۔“

”برے آدمی ہر جگہ موجود ہوتے ہیں مس شوگیال لیکن آپ فکر نہ کریں ہم آپ کو ہر طرح کے تعاون کا یقین دلاتے ہیں اور اطمینان دلاتے ہیں آپ کو کہ یہاں کوئی ذرہ برابر تکلیف نہ ہوگی آپ کو سوائے اس کے کہ تھوڑے سے وقت آپ کو یہاں قیام کرنا ہوگا۔ اس دوران ہم پوری پوری کوشش کر کے مسٹر شوگیال سے رابطہ قائم کریں گے اور آخر کار آپ کو ان تک پہنچا دیں گے ویسے آپ کے زخم کی کیا کیفیت ہے۔“ پیٹر نے بدستور کھن لگانے والے انداز میں کہا۔

”میں زخموں وغیرہ کی پروا نہیں کرتی۔ بس مجھے ڈیڈی کے پاس پہنچا دیا جائے اور اس کے بعد میں ڈیڈی سے کہوں گی کہ یہاں سے نکل چلیں یہ جگہ اچھی نہیں ہے۔“

”ہاں افسوس تو یہ ہی ہے کہ کچھ لوگوں نے کس طرح آپ کے خیالات ہماری طرف سے خراب کر دیے حالانکہ سارا شہر برا نہیں ہے۔ خیر آپ فکر نہ کریں۔ کچھ لوگوں نے آپ کو یہ نقصان پہنچانے کی کوشش کی ہے تو ہم وہ ہیں جو آپ کو آپ کے والد تک پہنچانے کی کوشش کریں گے۔“

”آپ کا بے حد شکریہ، میں ڈیڈی کو بتاؤں گی کہ کس طرح یہاں اچھے لوگوں نے میرا ساتھ دیا ہے۔“ جیشی نے کہا۔ رینی عجیب سی نگاہوں سے مسلسل پیٹر میکس کو دیکھ رہی تھی۔ میں نے کئی بار محسوس کیا تھا کہ اس کی آنکھوں میں کچھ جھپکنا ہے۔ پتا نہیں کیوں، ہو سکتا ہے ایک عورت کا عورت سے سامنا ہو۔ اسی بنیاد پر رینی یہ محسوس کر رہی ہو کہ پیٹر خصوصی طور پر جیشی کی جانب متوجہ ہے۔ بہر حال یہ میرے سوچنے کی بات نہیں تھی۔ جیشی اس بات پر آمادہ ہو گئی تھی کہ کچھ وقت خاموشی سے یہاں قیام کرے گی اور انتظار کرے گی اس بات کا کہ سیکورٹی کے یہ افراد اس کے ڈیڈی سے ملاقات کر کے آخر کار راہ ہموار کریں اور اسے ان کے حوالے کر دیں۔ پھر ناشتہ ختم ہو گیا اور سب اپنی اپنی جگہ سے اٹھ گئے۔ رینی نے کہا۔

”میں مس شوگیال کے لیے ایک کمر درست کیے دیتی ہوں اس کے بعد آپ کے

پاس پہنچ رہی ہوں۔“

”مجھے کسی کمرے کی درستی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ وقت گزارنے کے لیے کوئی بھی

جگہ براہ کرم آپ مجھے دے دیجئے۔“

”آپ آئیے اور بے فکر رہئے۔ رینی نے کہا اور جیشی شوگیال اسکے ساتھ آگے بڑھ

گئی۔ تب پیٹر میکس میری طرف دیکھ کر آنکھ دبا کر مسکرایا اور بولا۔“

”حقیقت یہ ہے کہ مائی ڈیز مسٹر دانش منصور کے ذمہ داری تو ہم لوگوں پر تھی کہ آپ کو یہاں کوئی تکلیف نہ ہونے دیں اور آپ کی ہر طرح سے مدد کریں لیکن درحقیقت آپ نے اتنا ہم پر احسانات کر ڈالے ارے میں تو خواب میں بھی نہیں سوچ سکتا تھا کہ میں اتنا بڑا کارنامہ سرانجام دے دوں گا۔ کیونکہ مد مقابل بڑے بڑے اثر دھڑے ہیں اور کیا ہی عمدہ بات ہے۔ ویسے میرا خیال ہے ابھی تھوڑے سے توقف کے بعد ہم میرا مطلب ہے یعنی ہم لوگ.....“ اس نے جیسے اپنے آپ میں الجھتے ہوئے کہا اور میں سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔

”میرا مطلب ہے اس کے بعد ہم مسٹر کارن شوگیال سے سودے بازی کریں گے۔ ویسے ابھی تک ایرش واش سامنے نہیں آیا۔ یہ ذرا تعجب کی بات ہے لیکن در پردہ وہ موجود ہوگا اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ سب سے زیادہ کوشش وہی کرے گا اس سلسلے میں کیونکہ مسٹر کارن شوگیال کے ایرش واش سے گہرے تعلقات ہیں۔“

”سوال یہ ہے کہ اب کیا کیا جائے۔“

”دیکھئے یہ تو ایک حقیقت ہے کہ جیشی شوگیال کو تھوڑے عرصے کے بعد ہمیں مختلف انداز میں ٹریٹ کرنا ہوگا کیونکہ آخر کار یہ بات تو کھل جائے گی کہ وہ سیکورٹی کی تحویل میں نہیں ہے یا پھر یہ کہ جب تک ہم اسے بہلا سکیں گے بہلائیں گے۔ ویسے آپ کا کیا خیال ہے اچھی خاصی عمر کی ہونے کے باوجود وہ کافی معصوم ہے۔“

”خیر اس کی عمر بہت زیادہ تو نہیں ہے۔“

”اصل میں یہ کالی پٹی لڑکیاں جو ہوتی ہیں ناں۔ ان کی عمروں کا صحیح اندازہ نہیں

ہو پاتا اور اس کی وجہ آپ جانتے ہیں مسٹر دانش منصور۔“

”کیا.....؟“

یہاں ریٹی کی تحویل میں دیتا ہوں اور خود بھی یہاں کم سے کم وقت گزارنا ہوں سوائے اس کے کہ تھوڑی سی نگرانی رکھوں اور آپ کے لیے میں نے ایک جگہ مخصوص کی ہوئی ہے۔ کوئی خواب میں بھی نہیں سوچ سکے گا کہ مسٹر فارگون نے کیا عظیم کارنامہ سرانجام دیا ہے، کیا سمجھ رہے ہیں آپ۔“

”ٹھیک ہے پھر اس کے بعد۔“

”اس کے بعد ہم آگے کا کام شروع کریں گے۔“

”اوکے، تو پھر مجھے اجازت دو۔“

”ٹھیک ہے مسٹر دانش منصور آپ فی الحال اس مسئلے میں بالکل خاموشی اختیار کر لیں، وقت گزارنا اچھی بات ہوتی ہے ہمیں ان لوگوں کے اقدامات کا ابھی پتا چل جائے گا۔ بس یہاں ہماری کوشش یہی ہوگی کہ جیشی شوگیال کو جس طرح بھی ممکن ہو سکے اپنی مٹھی میں رکھنے کی کوشش کریں اور وہ کوئی ایسی گڑبڑ نہ کر جائے جس سے ہمیں نقصان پہنچ جائے۔“

”وہ معصوم صفت لڑکی ہے، میرا خیال ہے اگر ریٹی اس کے لیے ایک اچھی دوست ثابت ہو تو آسانی سے اسے بہلا سکتی ہے۔“

”ریٹی بے حد باصلاحیت لڑکی ہے۔ اس کا مجھے یقین ہے۔“ پیٹر میکس نے کہا اور اس کے بعد میرے دہاں رکنے کی ضرورت نہیں تھی۔ میں اپنی رہائش گاہ یعنی فارگون کی رہائش گاہ کی طرف چل پڑا۔ بہر حال مجھے اس کیریئر کا بہت فائدہ ہوا تھا اور کچھ عرصے کے لیے میں ایرش واش کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تھا جس کا مجھے بخوبی اندازہ ہو رہا تھا اور یہ بھی میرے لیے بے حد ضروری تھا۔ فاصلے طے کر کے آخر کار میں مسٹر فارگون کی رہائش گاہ تک پہنچ گیا اور پھر اندر داخل ہو کر میں نے لباس وغیرہ تبدیل کیا ویسے بھی رات بھر شدید محنت رہی تھی اور آنکھوں میں مدھم مدھم غنودگی سی طاری ہو رہی تھی۔ چنانچہ میں بستر پر لیٹ گیا لیکن بستر پر لیٹنے کے بعد غنودگی خود بخود دور ہو گئی۔ غالباً یہ فطرت کا ایک حصہ تھا ویسے بھی جب سوچیں ذہن میں آ جاتی ہیں تو ہر قسم کی دوسری کہولیں ختم ہو جاتی تھیں اور پھر ایک بار ذہن رخسار کی جانب پرواز کرنے لگا۔ ایک سلسلے کا آغاز ہوا تھا اور اس میں کسی حد تک مجھے کامیابی حاصل ہو گئی تھی۔ حالانکہ پیٹر میکس نے دوسرے انداز میں سوچا تھا لیکن میں نے شروع ہی سے اس سے اتفاق نہیں کیا تھا۔ بھلا جیشی شوگیال جیسی لڑکی کو ریٹال بنا کر مسٹر شوگیال سے تعاون وصول کرنے کی

”نگاہ بھر کر دیکھنے کو دل بھی نہیں چاہتا ان کو سر سے پاؤں تک۔“

”میرا خیال ہے اسے نگاہ بھر کر دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ایک چیک کا کاغذ کتنا ہی خوبصورت ہو ہم اسے فریم کر کر اپنے پاس رکھنا پسند نہیں کرتے بلکہ کوشش یہی کرتے ہیں کہ جلد از جلد اسے کیش کرا لیں۔“

پیٹر میکس نے کہا اور قہقہہ لگا کر ہنس پڑا، پھر بولا۔

”ویسے میری ایک تجویز ہے۔“

”کیا؟“

”ریٹی کو اس کی ڈیوٹی پر لگا دیا جائے اور وہ یہیں رہے۔ اصل میں، میں اتنا معمولی سا آدمی ہوں کہ کوئی میرے بارے میں کوئی غلط بات سوچ بھی نہیں سکتا اور یہ تصور بھی نہیں کر سکتا کہ اتنی بڑی شخصیت میری تحویل میں ہوگی۔ یعنی لوگ یہ تو نہیں جانتے ناں کہ دنیا کی عظیم ترین شخصیت یعنی دانش منصور نے یہ کارنامہ سرانجام دیا ہے اور اسے میرا مطلب ہے مجھے دانش منصور جیسی شخصیت کا تعاون حاصل ہے۔ آپ سمجھ رہے ہیں ناں۔ اگر وہ یہاں اس معمولی سے فلیٹ میں رہے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ کسی کا شبہ اس طرف نہیں جائے گا۔ لوگ پتا نہیں اسے کہاں کہاں تلاش کرتے پھریں گے۔“

”ایک بات بتاؤ میکس؟“

”ہاں۔“

”کیا کبھی ایرش واش کا تم سے براہ راست کوئی مقابلہ رہا ہے۔“

”اصل میں میں وہی بات پھر کہوں گا کہ میں اس کے مقابلے کی چیز ہی نہیں ہوں۔ جہاں تک کرائے کے دوستوں کا تعلق ہے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا کے مختلف ملکوں میں ہر وہ عمل کرتے رہتے ہیں جو ضروری محسوس کرتے ہیں لیکن کبھی براہ راست مجھ جیسے آدمی سے ٹکراؤ نہیں ہوا۔ میں تو معمولی معمولی کام سرانجام دینے کے لیے مخصوص کیا گیا ہوں۔“

”اس کا مطلب ہے کہ جیشی شوگیال اس وقت یہاں بالکل محفوظ ہے۔“

”مکمل طور پر۔“

”تو پھر ٹھیک ہے اب بتاؤ کہ مجھے اس سلسلے میں کیا کرنا چاہیے؟“

”کچھ کرنے کی ضرورت ہے ہی نہیں میری تو یہ رائے ہے کہ جیشی شوگیال کو میں

مجھے کیا ضرورت تھی۔ ہاں اگر یہ معاملہ کسی ایسی غیر متعلق شخصیت کا ہوتا جس سے میرا کوئی واسطہ ہی نہ ہو تو دوسری بات تھی۔ میں پیٹر میکس کے راستے میں آنے کی کوشش نہ کرتا۔ حالانکہ یہ شخص تھوڑا سا مجھے غیر حقیقی معلوم ہوا تھا جبکہ اس کی نسبت ریڈی زیادہ مخلص اور جاں نثار عورت تھی لیکن پیٹر میکس بس ایک شو بوائے تھا۔ دولت کے حصول کا خواہش مند۔ اس نے اپنے پاس کی ہدایات کو نظر انداز کر دیا تھا اور مجھے یہ اندازہ ہونے لگا تھا کہ وہ کسی بھی طرح کرائے کے دوستوں کو کوئی اہمیت نہیں دیتا جبکہ بہر حال اسے یہاں مفادات ضرور حاصل ہوں گے اور مسٹر ٹوری بلا نکا نے اسے یہاں بلا وجہ ہی مخصوص نہ کیا ہوگا لیکن اس کا ٹائپ کچھ غلط ہی تھا اور ایسے غلط آدمی کو میں کوئی نقصان پہنچا دوں تو یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے بلکہ میرا خیال ہے کہ ٹوری بلا نکا بھی اس سلسلے میں میری مخالفت نہیں کریں گے چونکہ میرا تو اصل مقصد ہی یہی تھا وہ صرف تھوڑی سی رقم کے لیے یہ کوشش کر رہا تھا اور میرا معاملہ بالکل مختلف تھا۔ میری ضرورت رخصت تھی۔ تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ میرے ذہن میں تو یہ تھا کہ اگر کوئی بدلی ہوئی شکل جیسا کہ اس وقت مجھے مسٹر فارگون کی حیثیت سے حاصل ہو گئی تھی مجھے ایرش واش تک پہنچا سکتی تھی۔ یہ میرے لیے خوش قسمتی کی بات ہوگی۔ میں کوشش کروں گا کہ کسی بھی طرح مسٹر شوگیال سے رابطہ قائم کروں لیکن اس سے پہلے میں پیٹر میکس کی بات سے اتفاق کرتا تھا یعنی یہ کہ تھوڑی سی خاموشی اختیار کر کے دیکھا جائے کہ بڑے بڑے اس سلسلے میں کیا خبر ہے ہیں۔ ظاہر ہے یہاں کی سیکورٹی بھی اس کے لیے کام کرے گی۔ ان سب کو ذرا تھک جانے دیا جائے تب مسٹر شوگیال سے رابطہ قائم کر کے اپنی خدمات پیش کی جائیں۔ اگر شوگیال سے رابطہ قائم ہو جائے تو اس بات کا امکان ہے کہ ایرش واش تک رسائی حاصل ہو سکے اور وہ بھی ایک ایسے انداز میں جس سے مجھے ایرش واش کے قریب رہنے کا موقع ملے اور اگر میں ایرش واش کے قریب اس حیثیت سے رہنے میں کامیاب ہو گیا تو پھر رخصت تک پہنچنا بھی اتنا زیادہ مشکل نہ رہے گا لیکن اس کے لیے پیٹر میکس کو بہر حال کراس کرنا پڑے گا۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ میں پیٹر میکس کو ہی راستے سے ہٹا دیتا کیونکہ اس وقت مجھے پر جنون سوار تھا وہ ہر قسم کے احتیاطی اقدامات سے مجھے باز رکھنے کی کوشش کرتا تھا لیکن بہر حال پیٹر سے زیادہ مجھے ریڈی میکس کا خیال تھا جو اس شخص کو دیوانہ وار چاہتی تھی لیکن بہر حال میں نے اپنے آپ کو اس بات پر آمادہ کر لیا اب اس کے لیے ضروری تھا کہ حیثی شوگیال کو پیٹر میکس کی دسترس سے

جس قدر جلد ہو سکے نکال کر ایسی جگہ محفوظ کر دیا جائے جہاں سے پیٹر میکس اسے نہ پاسکے کیونکہ پیٹر میکس ہی ایسا شخص تھا جو اسے کارسن شوگیال تک پہنچانے کی کوشش کرے گا اور بہر حال اس کے لیے میں کچھ وقت کے بعد تیاریوں کا آغاز کرنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے اگر تھوڑا سا آرام کروں تو پھر بہتر رہے گا۔ پھر آنکھوں میں ہلکی سی غودگی ہی آئی تھی کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ ٹیلی فون دوسرے کمرے میں تھا لیکن اس کی آواز یہاں تک سنائی دے رہی تھی۔ میرا ذہن جاگ گیا۔ یقینی طور پر ٹیلی فون مجھے ہی کیا گیا ہوگا اور کسی خاص سلسلے میں۔ چنانچہ میں پھرتی سے اٹھ کر ٹیلی فون والے کمرے میں پہنچ گیا۔ ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا تو دوسری طرف سے ریڈی میکس کی آواز سنائی دی۔

”مسٹر فارگون۔“

”کون؟“

”ریڈی میکس بول رہی ہوں۔“ ریڈی میکس کی آواز میں ہلکی سی گھبراہٹ تھی۔

”خیریت ریڈی میکس، کیا بات ہے؟“

”کوئی آس پاس تو موجود نہیں ہے۔“

”نہیں یہاں کون ہو سکتا ہے مگر کیوں۔“

”میں ایک اہم اطلاع دینا چاہتی ہوں۔ براہ کرم ہوشیاری سے سنو۔“

”ہاں بولو، کیا بات ہے؟“

”سنو..... اچانک ہی پیٹر میکس کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ وہ تم سے غداری پر آمادہ

ہے مانی ڈیئر مسٹر فارگون۔“ ریڈی میکس مجھے جان بوجھ کر دانش منسور نہیں کہہ رہی تھی۔

”کیا.....؟“ میں جبرت سے اچھل پڑا۔

”ہاں وہ غداری پر آمادہ ہے اور..... اور وہ حیثی شوگیال کر لے کر یہاں سے نکل گیا ہے۔“

”سک..... کیا کہہ رہی ہو، کہاں نکل گیا ہے؟“

”چاہے نہیں، مجھے کچھ بتا کر نہیں گیا، بس یہ کہہ کر گیا ہے کہ حیثی شوگیال کے لیے یہ جگہ

مخدوش ہو گئی ہے اس لیے وہ اسے دوسری جگہ منتقل کر رہا ہے۔“

”مگر مجھ سے غداری کی کیا بات.....“

”اس سے پہلے اس نے ٹیلی فون کیا تھا جو اتفاق سے میں نے سن لیا۔“
”ٹیلی فون؟“

”ہاں۔“

”کسے؟“

”میرا خیال ہے یا تو مسٹر کارسن شوگیال کو یا ڈاکٹر ڈیڈ کو۔“

”اوہ۔“ میں نے آہستہ سے کہا۔ ”کیا کہہ رہا تھا وہ؟“

”اس نے غالباً یہ بات بتادی ہے کہ آپ نے حیشی شوگیال کو اغوا کیا ہے۔“

”اوہ میرے خدائے تو کیا اس نے، کیا اس نے یہ بھی بتا دیا ہے کہ میں کون ہوں؟“

”نہیں یہ نہیں بتایا۔“

”پورے اعتماد سے کہہ رہی ہو؟“

”ہاں۔“

”مگر کیا اس نے اس جگہ کا پتا بھی دے دیا ہے۔“

”یہی تو سب سے خطرناک بات ہے۔ افسوس میں اس سلسلے میں کچھ نہیں کر سکی،

لیکن..... لیکن براہ کرم اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کی کوشش کرو۔ جس قدر جلد ہو یہاں سے نکل جاؤ، کوئی بھی جگہ اپنا لینا بلکہ اگر موقع مل جائے تو میری پاس آ جانا۔ احتیاط کے ساتھ چھپ کر۔ میں تمہیں یہاں آسانی سے پناہ دے سکوں گی۔ وہ غدار ہے لیکن میں انسان ہوں، انسانیت کے نام پر میں تمہارے ساتھ کوئی دھوکا نہیں کرنا چاہتی۔“

”بہت بہت شکریہ رینی، میرا خیال ہے اب فون بند کر دو باقی باتیں موقع ملتے ہی تم سے بالمشافہ ہوں گی۔“

”اوکے۔“ رینی کی آواز سنائی دی اور میں نے فون کا ریسیور رکھ دیا۔ تاخیر کرنا مناسب نہیں تھا۔ اگر میرے دشمنوں کو میرے بارے میں معلومات حاصل ہو گئی ہیں تو آنے والا وقت میرے لیے کافی خطرناک ہو سکتا ہے۔ اب اس وقت یہ سوچنا بالکل بے کار تھا کہ پیڑ میکس نے کیا کیا، اور کیوں کیا۔ ویسے مجھے اس بد فطرت انسان کے بارے میں جوشہ تھا اب اس کی تصدیق ہو گئی تھی۔ میں اپنی جگہ سے اٹھا اور میں نے سوچا کہ یہاں سے فوری طور پر نکل کر کوئی بھی جگہ اپنا لی جائے لیکن شاید دیر ہو چکی تھی۔ بیڈروم سے نکل کر میں بڑے

ہال نما کمرے میں آیا تھا کہ ہال نما کمرے کے دروازے پر آہٹ ہوئی اس سے پہلے کہ میں کوئی عمل کرتا اچانک ہی ایک شخص اندر داخل ہوا تھا۔ اس کے جسم پر اعلیٰ درجے کا سوٹ تھا۔ سر پر فلیٹ ہیٹ اور آنکھوں پر سیاہ رنگ کا چشمہ۔ ایک نظر دیکھ کر ہی مجھے فوراً انداز ہو گیا کہ وہ روسٹن پارکر یا پھر ڈاکٹر ڈیڈ ہے۔ ڈاکٹر ڈیڈ کا خود اس طرح یہاں چلے آنا اس بات کی علامت تھا کہ صورتحال بہت مختلف ہو گئی ہے۔ اگر رینی میکس مجھے اصل بات نہ بتا چکی ہوتی تو میں اس وقت حیرت سے گنگ رہ جاتا اور شاید میرا طریقہ کار مختلف ہو جاتا لیکن میں نے اپنے آپ کو تیار کر لیا تھا۔ میں جانتا تھا کہ وہ اکیلا نہیں ہوگا اور ایسا ہی تھا۔ وہ آگے بڑھا تو اس کے پیچھے پیچھے چند افراد بھی اندر داخل ہو گئے۔ یہ سب اس کے غنڈے تھے۔ ڈاکٹر ڈیڈ نے سرد انداز میں مجھے دیکھا اور پھر اپنا کالا چشمہ اتار کر جیب میں رکھ لیا۔

”مسٹر فارگون۔“

”مسٹر روسٹن پارکر۔“ میں نے فوراً ہی اپنی معلومات کی بناء پر اسے اس کے اصل نام

سے مخاطب کیا۔

”لیکن میرا ایک دوسرا نام بھی ہے۔“

”میں جانتا ہوں۔“

”یعنی ڈاکٹر ڈیڈ۔“

”جی، مسٹر روسٹن پارکر لیکن آپ اس طرح یہاں تشریف لائے ہیں پہلی بات تو یہ کہ یہ میرے لیے بہت بڑا اعزاز ہے کیونکہ آپ کی شخصیت کوئی عام شخصیت نہیں ہے لیکن آپ کے ہاتھ میں جو پستول ہے اسے دیکھ کر مجھے حیرت ہو رہی ہے۔“

”دیکھو صبح شام میرا واسطہ ایسے لوگوں سے پڑتا رہتا ہے جو ذہانت میں، کارکردگی میں اپنا ایک ریکارڈ رکھتے ہیں۔ ایک ایسا ریکارڈ جو حیثیت کا حامل ہے جبکہ مسٹر فارگون تم نے اپنی زندگی میں ایسا کوئی کارنامہ سرانجام نہیں دیا کہ میں تمہیں اپنے گروپ میں شامل ہونے کی پیشکش کرتا۔“

”میں کیا کہہ سکتا ہوں ڈاکٹر ڈیڈ، بہر حال یہ آپ کا اپنا انتخاب ہے لیکن آپ کا اس وقت اس طرح آنا مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے آپ کے دل میں میرے لیے کوئی غلط فہمی پیدا ہو گئی ہے۔“

یہی جملے کہتے تھے کہ ڈاکٹر ڈیڈ کا نمائندہ میرے پاس پہنچ گیا۔ اس نے تلاشی لینے کے ارادے سے میرے بدن کی طرف ہاتھ بڑھایا لیکن دوسرے لمحے اس کی کلائی میرے پیچھے میں آگئی۔ میں نے اسے پوری قوت سے مروڑا اور وہ تکلیف سے دوہرا ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے اس کی گردن پر ایک بھر پور ضرب لگائی اور اس کی کلائی چھوڑ دی۔ وہ شخص میرے قدموں میں گر پڑا تھا اور اس کے ہوش و حواس اس کا ساتھ چھوڑ گئے تھے کیوں کہ بھر پور ضرب تھی۔ ان سب کے حلق سے آواز نکل گئی تو میں نے روسٹن پارکر کو گھورتے ہوئے کہا۔

”مائی ڈیئر مسٹر روسٹن پارکر! آپ نے شاید بہت غلط کیا جو مجھے اپنے گروپ میں شامل ہونے کی دعوت نہیں دی لیکن ایک بات کی تصحیح میں بھی کردوں۔ اگر آپ مجھے اپنے گروپ میں شامل ہونے کی دعوت دیتے تو میں اسے ٹھکرا دیتا کیونکہ میں آپ کو اس قابل نہیں سمجھتا اور جہاں تک معاملہ آپ کے ان چوہوں کا ہے تو یہی ہیں آپ کے لڑاکے۔“ میں نے اس شخص کی طرف اشارہ کیا جو زمین پر دونوں ہاتھ نکا کر اٹھ کر بیٹھ گیا تھا اور آنکھیں بند کر کے اپنی گردن جھٹک رہا تھا۔ جیسے اپنے آپ کو ہوش میں لانے کی کوشش کر رہا ہو۔ روسٹن پارکر نے خونخوار نگاہوں سے مجھے گھورا اور پھر سرد لہجے میں بولا۔

”حالانکہ میں تم سے حیشی شوگیال کو حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن جو الفاظ تم نے اپنے منہ سے ادا کیے ہیں اس کے بعد میرے لیے یہ ضروری ہو گیا ہے کہ پہلے میں تمہیں تمہاری اوقات بتا دوں، یہ بتا دوں تمہیں کہ روسٹن پارکر سے گفتگو کرتے ہوئے کون کون سے آداب کا خیال رکھنا چاہیے، سمجھ رہے ہو نا تم؟“ اس کے ساتھ اس نے دو آدمیوں کو اشارہ کیا اور وہ دونوں طاقتور آدمی میرے نزدیک آگئے ان میں سے ایک نے میرے گریبان پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی۔ میں نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے اور وہ یہ سمجھے کہ میں ہاتھوں سے کوئی حرکت کرنا چاہتا ہوں۔ ان کی توجہ میرے ہاتھوں کی طرف ہوئی کہ میری زوردار آلات اس کی پنڈلی پر پڑی اور دوسرے کی دونوں کانپاں پکڑ کر میں نے چھبائیں اس کے ساتھ ہی میں نے اس شخص کے بظنی ہولسٹر سے پستول نکالا اور اس کا رخ روسٹن پارکر کی جانب کر دیا۔ روسٹن پارکر کا منہ حیرت سے کھل گیا تھا۔ حالانکہ اس کے ہاتھ میں پستول موجود تھا لیکن وہ مجھ پر گولی نہیں چلا سکتا تھا کیونکہ اس کا ایک آدمی میری زد میں تھا جس کی پنڈلی پر ٹھوکر پڑی تھی وہ زمین پر بیٹھ گیا تھا اور میں اس کا نشانہ لیے ہوئے تھا۔ روسٹن پارکر کچھٹی کچھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھتا ہوا تھا

”چرب زبانی سے کام لینے کی بجائے صرف وہ کرد جو میں کہہ رہا ہوں۔ زندگی بہت قیمتی چیز ہوتی ہے اور اسے کھودینا نہایت آسان۔ صرف ذرا سی لغزش چاہیے۔“

”براہ کرم اس انداز میں گفتگو کرنے کی بجائے مجھے اپنے نیاز مندوں میں تصور کرتے ہوئے صرف یہ حکم دیں کہ مجھے کیا کرنا ہے۔“

”حیشی شوگیال کہاں ہے، کیا اسی عمارت میں ہے؟“

”یلتیز، وہ کہتے جو میری سمجھ میں آجائے۔ حیشی شوگیال سے میں لاعلم نہیں ہوں۔ آج ہی کے اخبارات میں رات کے واقعے کے بارے میں پڑھا ہے لیکن براہ کرم مجھے صرف اتنا بتا دیجئے کہ کیا اس سلسلے میں کوئی شبہ آپ مجھ پر کر رہے ہیں۔“

”ہونہہ گویا وہ نہیں کرنا چاہ رہے تم جو میں کرنا چاہ رہا ہوں۔“

”اگر بات میری سمجھ میں آجائے تو میں وہی کردوں گا جو آپ کرنا چاہ رہے ہیں۔“

میں نے جواب دیا۔

”حیشی شوگیال کہاں ہے، اسی عمارت میں ہے؟“

”نہیں۔“

”پھر کہاں ہے وہ؟“

”جہنم میں۔“ میں نے کرخت لہجے میں کہا اور وہ سب چونک کر مجھے دیکھنے لگے۔

”خوب۔“ اس نے سرد لہجے میں کہا۔

”میں آپ سے جس انداز میں گفتگو کر رہا ہوں آپ اس کا ٹوٹس ہی نہیں لے رہے تو اس کے علاوہ میں اور کیا کہہ سکتا ہوں۔“

”ٹھیک، چلو اس کی تلاشی لو۔“ اور روسٹن پارکر نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا اور ان میں سے ایک قوی ہیکل آدمی میرے نزدیک آگیا۔ میں نے ایک لمحے میں فیصلہ کر لیا تھا۔ بہر حال فارگون بھی کوئی ایسی شخصیت نہیں تھی جس کا کوئی نام ہی نہ ہوتا۔ میں بھی اس وقت ایک مقامی فنڈ تھا اور مجھے روسٹن کے سامنے چوہا نہیں بن جانا تھا ورنہ صورتحال دوسری ہو جاتی۔ میں نے پھر کہا۔

”مسٹر روسٹن پارکر! اپنے اس آدمی کو اتنی زحمت نہ دیں کیونکہ بہر حال آپ نے میرے بارے میں جو فیصلہ کیا ہے وہ بھی غلط ہے۔ میں اتنا چوہا نہیں ہوں۔“ ابھی میں نے

پھر اچانک ہی اس نے پینٹر ابدلا اور اپنا پستول جیب میں ڈالتے ہوئے بولا۔

”ٹھیک ہے شاید تمہیں اس بات کا علم نہیں ہے کہ ساری زندگی میں ان لوگوں کے ہاتھوں بے وقوف بننا رہا ہوں جن میں تھوڑی سی بھی دلیری میں نے پائی ہے اور تم نے اس وقت مجھے دوسرے انداز میں زیر کر لیا ہے چلو بیٹھو اب میرے اور تمہارے درمیان دوسری قسم کی گفتگو ہوگی۔ ویسے مجھے تمہاری کارکردگی بے حد پسند آئی ہے۔ میں نے گرفت میں لیے ہوئے شخص کو زور سے دھکا دیا اور وہ زمین پر ٹانگ پکڑے بیٹھے شخص پر جا پڑا۔ دونوں کے حلق سے اونچی آوازیں نکلیں اور وہ ڈھیر ہو گئے لیکن کسی نے ان پر توجہ نہیں دی تھی جبکہ میں محسوس کر رہا تھا کہ روسٹن کے غنڈے اب مجھ سے مرعوب نظر آنے لگے ہیں۔ میں نے بھی پستول جیب میں ڈال لیا اور روسٹن سے بولا۔“

”بہر حال تمہاری خواہش تھی میں نے تم سے پہلے بھی یہ الفاظ کہے تھے کہ ہر ایک کو ہر ایک ہی حساب میں تولنا مناسب نہیں ہوتا اور یقینی طور پر وہ سب غیر مناسب سا کر رہے تھے۔“

”کہانیاں نہیں کہانیاں نہیں، میں بہت زیادہ ٹھنڈے دماغ کا آدمی نہیں ہوں بس وہ بات کرو جو ممکن ہو سکے۔“

”پھر وہی، میں جاننا چاہتا ہوں کہ تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟“ میں نے کہا۔

”تم بے وقوف نہیں ہو اور نہ ہی مجھے بے وقوف سمجھتے ہو گے۔ اخبار کی خبر تم نے پڑھی ہے اور میں نے بھی اور تم اس بات کا اعتراف کر چکے ہو مجھے بتاؤ جیشی شوگیال کہاں ہے؟“

”آپ کا مقصد میں بالکل سمجھ چکا ہوں۔ غالباً آپ یہ کہنا چاہتے ہیں مسٹر روسٹن پارکر کہ جیشی شوگیال میرے قبضے میں ہے۔“

”ہاں یہی کہنا چاہتا ہوں میں۔“

”اس کی کوئی وجہ۔“

”سب سے پہلی وجہ تو یہ ہے کہ اس وقت تم موسیٹو میں موجود تھے جب معزز مہمان

میری دعوت پر موسیٹو پہنچے تھے۔“

”کیا صرف میں وہاں موجود تھا۔“ میں نے سوال کیا۔

”اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ میں بلا وجہ ہی تمہارے پاس آ گیا ہوں تو یہ بھی تمہاری حماقت

ہے ہاں تم یہ سمجھ لو کہ مجھے بھرپور طریقے سے اس بات کی اطلاع ملی ہے کہ جیشی شوگیال کو تم نے

اغوا کیا ہے۔“

”مسٹر روسٹن پارکر۔“

”نہیں میری جان ایسا مت کرو جو میں کہہ رہا ہوں اس پر غور کرنے کی کوشش کرو تم صرف مجھے یہ بتاؤ کہ اسے اغوا کرنے کا مقصد کیا ہے کیونکہ جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے تمہیں نہ مسٹر شوگیال سے کوئی پر خاش ہو سکتی ہے نہ جیشی شوگیال سے۔ اگر تم پسند کرو تو میں تمہیں پچیس لاکھ ڈالر ادا کر سکتا ہوں نقد اور ایڈوائس لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جیشی شوگیال کب اور کیسے میرے پاس پہنچا دی جائے گی، خاموشی کے ساتھ؟“

”یہ تمہاری حماقت ہے اس سلسلے میں کوئی معلومات نہیں رکھتا اور نہ ہی میں اس بارے میں کچھ جانتا ہوں اگر کہیں سے یہ غلط اطلاع تم تک پہنچی ہے تو پھر اس خیال کو دل سے نکال دو یہ بالکل احتمالہ خیال ہے میں نے ایسا کوئی عمل نہیں کیا اور میں اس کے بارے میں بالکل نہیں جانتا۔“ وہ غور کرنے لگا تو میں نے چند لمحے سوچنے کے بعد کہا۔

”صرف اتنا ہی بتا دو کہ وہ کون احمق ہے جس نے تمہیں یہ اطلاع فراہم کر کے مجھ سے دشمنی کا سلوک کیا ہے ویسے یہ حقیقت ہے مسٹر پارکر کہ میں ہمیشہ تمہارا احترام کرتا ہوں اور کبھی میں نے تمہارے بارے میں اس طرح نہیں سوچا کہ زندگی میں ایک بار پھر میرا اور تمہارا ٹکراؤ ہو سکتا ہے۔ میں نے ہمیشہ تمہارا احترام کیا ہے اور جس نے تمہیں یہ بتایا ہے اس نے بہت برا کیا ہے اور میں کم از کم اسے نہیں چھوڑوں گا۔“ اور روسٹن پارکر میری صورت دیکھنے لگا چند لمحات غور کرتا رہا اور پھر بولا۔

”گویا تم کہنا چاہتے ہو کہ یہ سب کچھ غلط ہے۔“

”ہاں میں یہی کہنا چاہتا ہوں اگر اسے تم تسلیم کر دو؟“ وہ اس بات پر غور کرتا رہا پھر

تھوڑی دیر بعد بولا۔

”تب پھر تمہیں میرے ساتھ چلنا پڑے گا۔“

”کہاں؟“

”میری تحویل میں اس وقت تک تمہیں میرے قبضے میں رہنا پڑے گا جب تک کہ

جیشی شوگیال برآمد نہ ہو جائے۔“

”اگر تم یہ الفاظ کہہ رہے ہو روسٹن پارکر تو یہ سمجھ لو کہ اس میں سے کم از کم تمہارے

لڑکی کے ذریعے تم جو بھی فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہو اس فائدے کو استعمال کرنے کے لیے زندہ نہ بچو گے۔“

”میں اس بات کو دل سے تسلیم کر چکا ہوں نہ صرف تسلیم کر چکا ہوں بلکہ خود اس کی پیشکش کر چکا ہوں۔“ میں نے کہا اور روسٹن پارک نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کر دیا وہ سب وہاں سے واپسی کے لیے پلٹ گئے تھے اور تھوڑی دیر کے بعد وہ اس عمارت سے باہر نکل گئے میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی میں نے دل ہی دل میں کہا کہ پیئر میکس تو نے ہر لحاظ سے اپنے آپ کو زندہ درگور کر لیا۔ افسوس میں ریخی میکس کے لیے بھی اب تجھے نہیں چھوڑ سکتا کیونکہ تیری حرکت ناقابل معافی ہے۔ بہر حال یہ مسئلہ تو طے ہو گیا تھا مسٹر روٹن پارک میرے ہاتھوں بے وقوف بن کر چلے گئے تھے اب مجھے آگے کی صورت حال کا جائزہ لینا تھا۔ کم از کم اس بات کا اندازہ ہو گیا تھا کہ فی الحال میں تنہا رہ گیا ہوں حالانکہ میرے پاس کرائے کے دوستوں کے کچھ اور پتے بھی موجود تھے لیکن دل نہیں چاہ رہا تھا کہ دوسروں پر انحصار کروں طبیعت پر ایک بار پھر ایک بیزاری کی کیفیت سوار ہو گئی تھی اب بہت سے مسئلے قابل غور تھے حیثی شوگیال فی الحال ہاتھ سے نکل چکی تھی اور فارگون کی شخصیت بھی خطرے میں پڑ گئی تھی کیونکہ اس بات کے مکمل امکانات تھے کہ پیئر میکس کو اگر اس بات کا علم ہو گیا تو مسٹر ڈاکٹر ڈیڈ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے اور میں انہیں ٹریپ کرنے میں کامیاب ہو گیا ہوں تو وہ بالکل ہی نگاہوں سے اوجھل ہو جائے گا اور ہو سکتا ہے کہ بالا ہی بالا حیثی کے سلسلے میں کوئی عمل بھی کر ڈالے ایسی صورت میں مجھے نقصان ہو سکتا ہے اور ایرش واش تک پہنچنے کا یہ ذریعہ بھی ختم ہو سکتا ہے جبکہ عارضی طور پر میں اگر تھوڑی سی ہمت اور محنت کر ڈالوں تو ہو سکتا ہے کہ ڈاکٹر ڈیڈ ہی کے ذریعے ایرش واش تک پہنچنے میں کامیابی حاصل ہو جائے ویسے میرا ذہن بڑی برق رفتاری سے کام کر رہا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ اگر ڈاکٹر ڈیڈ کو اس سلسلے میں ناکامی ہوئی ہے تو اب اس کی شخصیت بھی خطرے میں پڑ جائے گی اور ہو سکتا ہے کہ ایرش واش سے اس کا براہ راست ٹکراؤ ہو جائے چنانچہ ڈاکٹر ڈیڈ انتہائی کوشش کرے گا کہ اپنی پوزیشن کو بحال رکھے اور ایسی شکل میں اگر حیثی شوگیال میرے ذریعے اس تک ہی پہنچ جائے تو شاید میری اپنی کوئی حیثیت بن جائے۔ معاملہ بہت گہری سوچ کا تھا اور میں اس سلسلے میں اب کوئی کچا قدم نہیں اٹھانا چاہتا تھا۔ ایک لمحے کے لیے دل میں خیال آیا تھا کہ فارگون کا میک اپ ختم کر دوں کیونکہ بہر حال

چار افراد کو ہلاک کر کے میں یہاں سے نکل جاؤں گا یہ میری توہین ہے اور اس کے بعد شاید میں اس وقت تک تمہاری دشمنی پر آمادہ رہوں جب تک کہ تم ختم ہو جاؤ یا میں، میں یہ نہیں کہتا کہ میں تم پر قابو پالوں گا لیکن بہر حال تمہیں نقصان بہت زیادہ پہنچا سکتا ہوں اب دو ہی صورتیں ہیں یا تو اپنے آدمیوں سے کہو کہ مجھے گرفتار کر کے لے چلیں یا پھر مجھ سے تعاون کرو۔“

”تعاون۔“

”ہاں تم مجھے پچیس لاکھ ڈالر کی پیشکش کر چکے ہو میں پچیس لاکھ ڈالر کی بات نہیں کرتا لیکن اگر تم مجھے صرف دس لاکھ ڈالر ادا کرو تو یہ سمجھ لو کہ چوبیس گھنٹے کے اندر اندر حیثی شوگیال کے بارے میں معلومات حاصل کر کے تمہیں اطلاع دوں گا۔“

”کیا مطلب؟“

”مطلب یہ کہ پہلی بار میں تمہارے لیے کام کرنے پر آمادہ ہو جاؤں گا تم اس بات پر پورا پورا یقین رکھو کہ وہ میری تحویل میں نہیں ہے اب تم اس عمارت کی تلاشی بھی لے سکتے ہو اور میں تمہیں پیشکش کرتا ہوں کہ اگر تمہیں اس بات کا علم ہو جائے کہ حیثی شوگیال واقعی میرے پاس ہے تو پھر تمہیں اس کا اختیار حاصل ہو گا کہ جہاں بھی چاہو فارک کر کے مجھے ہلاک کر دو۔“ میرے ان الفاظ پر روسٹن پارک کے چہرے پر گہری سوچ کے آثار نمودار ہو گئے۔ اس نے اپنے ساتھیوں کی جانب دیکھا اور پھر ان کی طرف سے گردن ہٹالی جیسے غلطی سے ان کی جانب دیکھ لیا ہو کچھ لمحے سوچتا رہا اسکے بعد بولا۔

”کیا تم اس بات کا وعدہ کرتے ہو کہ جو کچھ کہہ رہے ہو اس پر عمل کرو گے۔“

”مسٹر روٹن پارک مجھے اسی شہر میں اسی ملک میں رہنا ہے اور بہر حال روسٹن پارک کے بارے میں اتنا میں جانتا ہوں کہ وہ بے اختیار آدمی نہیں ہے اور میں کسی بھی طور اس سے جھگڑا مول لینے کی کوشش نہیں کروں گا یہاں تک جو بات پہنچی اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے اور اس کے لیے میں بہر حال معافی بھی مانگتا ہوں۔“ روسٹن پارک نے گردن ہلائی اور آہستہ سے بولا۔

”ٹھیک ہے لیکن ایک بات کا یقین کر لینا میں جنونی آدمی ہوں اس وقت میں تمہاری بات پر بھروسہ کر کے یہاں سے جا رہا ہوں لیکن اگر مجھے اس بات کا علم ہو گیا تو تم یہ سمجھ لو اس

پیٹر میکس کو اس بات کا علم تھا کہ میں فارگون نہیں ہوں اس کی اپنی پوزیشن بھی کافی مضبوط تھی اور اگر وہ میری دشمنی پر اتر آئے تو درحقیقت مجھے نقصان پہنچا سکتا ہے۔ یہ بات مددگار رکھنی تھی چنانچہ اس میک اپ کو میں نے قائم رہنے دیا کیونکہ اسی کے ذریعے پیٹر میکس میرے قبضے میں آ سکتا تھا اور مجھے کامیابی حاصل ہو سکتی تھی دل میں یہ فیصلہ کیا کہ جس طرح بھی ممکن ہو سکے اب رینی میکس کو پکڑنا چاہیے کیونکہ وہی جیشی تک جانے کا ذریعہ بن سکتی ہے۔ البتہ یہ خیال بھی دل میں تھا کہ ڈاکٹر ڈیڈ نے صرف میری باتوں پر ایمان لا کر مجھے نظر انداز نہ کر دیا ہوگا بلکہ اس نے مجھے نگاہوں میں رکھنے کے لیے معقول انتظامات بھی کیے ہوں گے چنانچہ اس کے لیے ضروری تھا کہ میں اگر اس عمارت سے باہر نکلوں تو ڈاکٹر ڈیڈ کے آدمیوں کی نگاہوں میں نہ آ سکوں اور پھر اس کے بعد ظاہر ہے وہی سب کچھ کرنا تھا جو ایسے موقعوں پر کیا جاسکتا ہے یعنی عمارت کے عقبی حصے سے دوسری طرف پہنچا اور ایک دلچسپ صورت حال اختیار کرنا پڑی لیکن بہر حال ادھر ذرا اطمینان بخش صورت حال تھی چنانچہ میں برق رفتاری سے پیدل دوڑتا ہوا دور نکل آیا ساری تھکن و کن کا فور ہو چکی تھی وقت نے تھوڑی سی تبدیلی پیدا کی تھی اور یہ تبدیلی میرے لیے مجبوری بن گئی تھی کافی دور پیدل چلنا پڑا اور اس کے بعد ایک ٹیکسی کر کے رینی میکس کے فلیٹ کی جانب چل پڑا حالانکہ اب وہ میرے لیے دشمن کی کچھار تھا لیکن یہ جگہ فی الحال میرے لیے محفوظ تھی اور دشمنوں کے اس گھر میں میری ایک دوست بھی تھی جس نے میری بے لوث مدد کی تھی ٹیکسی میں بیٹھ کر میں رینی میکس کے بارے میں سوچتا رہا دل تو یہ چاہتا تھا کہ رینی میکس کو اس بارے میں بتا دوں کہ پیٹر میکس اس سے شاید کبھی شادی نہ کرے وہ اسے صرف ایک کھلونا سمجھ کر کھیلتا ہے لیکن اس سے بہت سی الجھنیں پیدا ہو جاتی تھیں میں اس وقت اس پوزیشن میں نہیں تھا کہ کسی کی ذمہ داری ہنبھال سکوں۔ رینی میکس اگر تنہا رہے گی تو اس بیچاری کا کیا ہوگا انسان اپنی مشکلوں سے خود ہی نمٹتا ہے چنانچہ یہ سوچ کر ہمیشہ ہی خاموش ہو جایا کرتا تھا۔ آخر کار ٹیکسی اس علاقے میں پہنچ گئی یہ جائزہ بھی لینا تھا کہ پیٹر میکس کہیں اس فلیٹ میں موجود تو نہیں ہے لیکن بہر حال اگر وہ ہے بھی تو اس وقت میری کیفیت بالکل مختلف تھی۔ پستول بھی میرے پاس موجود تھا یہ کوشش کروں گا کہ پیٹر میکس کو اس بات کا اندازہ نہ ہونے پائے کہ میں ڈاکٹر ڈیڈ سے نمٹ چکا ہوں اور نہ ہی یہ ظاہر کرنے کی کوشش کروں گا کہ مجھے تفصیلات کا علم ہے اسے لاعلمی میں رکھ کر فائدہ اٹھانے کی کوشش کروں گا۔ نیل بجائی تو

رینی میکس نے دروازہ کھولا تھا۔ اس کے حلق سے ایک آواز نکل گئی اور پھر وہ پھرتی سے پیچھے ہٹ گئی اور جلدی سے بولی۔

”آئیے دانش منصور۔“ میں اندر داخل ہو گیا اور میں نے کہا۔

”اگر مجھے فارگون کہو تو زیادہ مناسب نہیں رہے گا۔“

”سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کہوں اور کیا نہ کہوں۔“

”پیٹر ہے؟“

”نہیں وہ بد بخت واپس نہیں آیا لیکن ایک بات بتاؤ۔“

”کیا کوئی تم تک پہنچا؟“

”کون؟“

”ڈاکٹر ڈیڈ۔“

”ہاں ملاقات ہو گئی۔“

”اوہ میرے خدا تو کیا ان لوگوں نے تمہیں میرا مطلب ہے انہوں نے تمہیں چھوڑ

”ہاں۔“

”کیسے؟“

”میں نے پیٹر میکس کی چال کا کام بنادی۔“

”اوہ تھینکس گاڈ، تھینکس گاڈ۔“ رینی نے آنکھیں بند کر لیں اور پھر چونک کر بولی۔

”لیکن کیا یہ آسان ہوا؟“

”نہیں آسان نہیں تھا تم مسٹر روٹن پارکر کو جانتی ہو تو تمہیں اندازہ ہو گیا ہوگا کہ یہ

آسان کام نہیں تھا۔“

”آؤ بیٹھو آؤ تم یہاں آئے میں اس کے لیے تمہاری شکر گزار ہوں کچھ کھلاؤں

تمہیں؟“

”نہیں پلیز لیکن میں خود تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے مجھے بروقت صورت حال سے

آگاہ کر دیا، ویسے پیٹر میکس سے مجھے اس بات کی امید نہیں تھی۔“ رینی کے ہونٹ نفرت آمیز

انداز میں سکڑ گئے۔ کچھ لمحے خاموش رہنے کے بعد وہ بولی۔

”وجہ بتانا پسند کرو گے؟“

”ہاں۔“

”بے حد شکر یہ اس اعتماد کے لیے میں شکر گزار ہوں۔“ رینی نے کہا۔

”رینی بہت پرانی بات ہے کہ میں نے زندگی میں ایک ہی شخصیت سے محبت کی تھی اور رخسار ہے اس کا نام، میں اس کے ساتھ لندن میں ایک پرسکون زندگی گزار رہا تھا کہ ایک شخص زخمی حالت میں مجھ تک پہنچا اور میں نے اس کی مدد کی۔ ایرش واش نامی ایک آدمی اس کے پیچھے لگا ہوا تھا۔ میں نے صرف اس کی بے لوث مدد کی تھی اور میرے ذہن میں کوئی خاص تصور کوئی بہت ہی اہم بات نہیں تھی لیکن بہر حال ایرش واش میرے پیچھے پڑ گیا اور اس شخص کی مدد کرنے کے جرم میں اس نے میری بیوی کو اغواء کیا اور اسے لے کر یہاں پہنچ گیا ہے مسٹر ٹوری بلاٹکا سے میری اتفاقیہ ملاقات ہوئی بہت بڑی جائداد کا مالک تھا۔ مسٹر ٹوری بلاٹکا نے میری مدد کرنے کے لیے مجھ سے جو بھی طلب کیا میں نے انہیں دے دیا اور انہوں نے مجھے اطلاع دی کہ ایرش واش یہاں تک آ گیا ہے میں اس کے پیچھے پیچھے یہاں تک آیا ہوں اور جہاں تک صورت حال میرے علم میں ہے وہ یہ ہے کہ مسٹر کارن شوگیال ایرش واش کے گھرے دوستوں میں سے ہیں اور اگر کسی طرح میں جیشی شوگیال کو ان تک پہنچا دوں تو میری رسائی ایرش واش تک ہو جائے گی اور ہو سکتا ہے رخسار مجھے واپس مل جائے۔ رینی! میں نے زندگی میں صرف ایک بار محبت کی ہے اور وہ بد نصیب لڑکی میری محبت کے ہاتھوں ہمیشہ عذاب میں گرفتار ہوتی رہی ہے۔ میں سب کچھ لٹانے کو تیار ہوں اس کے لیے یہاں تک کہ اگر ضرورت پڑ جائے تو زندگی بھی جیشی شوگیال کے وزن کے برابر میں پیٹر میکس کو دولت دے سکتا ہوں۔ وہ مجھ سے طلب تو کرتا اس نے غلط کیا ہے میں موت کو کوئی اہمیت نہیں دیتا لیکن دوستی کی موت میرے لیے بہت اذیت ناک ہے اور رینی میں نہیں جانتا کہ اگر پیٹر میکس میرے ہاتھ لگ جائے تو میں اس کے ساتھ کیا سلوک کروں۔ بہر حال تمہیں اختیار حاصل ہے میں جیشی شوگیال کو حاصل کرنا چاہتا ہوں تاکہ اس کے ذریعے مجھے رخسار حاصل ہو جائے اور جیشی شوگیال کو مجرمانہ طریقے سے پیٹر میکس لے گیا ہے اگر تم اس کی تلاش میں میری مدد کرنا چاہو تو کر سکتی ہو رینی، لیکن اگر تم اس کی مخالفت میں کوئی قدم نہ اٹھانا چاہو تو ایک اچھے دوست کی حیثیت سے میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا میرا وعدہ ہے ہاں اگر پیٹر میکس کو میں تنہا ہی تلاش

”اگر میں تم سے کچھ کہوں تو نہ جانے تم میرے بارے میں کیا سوچو، لیکن حقیقت یہی ہے کہ انسان زندگی میں کبھی نہ کبھی اس طرح دھوکا کھا جاتا ہے جس پر ساری زندگی اسے کف افسوس ملنا پڑتا ہے تمہارا مسئلہ تو بہت عارضی ہے مجھے دیکھو میں نے کیا کیا ہے میں نے کس طرح اپنی زندگی تباہ کر لی اس کے لئے پیٹر میکس مسٹر دانش منصور بہت برا انسان ہے وہ۔“

”لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر مسٹر ٹوری بلاٹکا کو یہ بات معلوم ہو کہ پیٹر میکس نے میرے ساتھ یہ سلوک کیا ہے تو وہ اس کے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔“

”مسٹر ٹوری بلاٹکا اس کے اتنے ٹکڑے کریں گے کہ اسے خود بھی اندازہ نہ ہو سکے کہ اس کے جسم کے اتنے ٹکڑے ہو سکتے ہیں بہت معقول معاوضہ ادا کرتے ہیں وہ اپنے کارکنوں اور خصوصی طور پر یہ ہدایت ہے کہ جس کا جب دل چاہے دوستوں کے گروپ سے نکل جائے لیکن غداری کی سزا موت کے سوا کچھ نہیں ہوگی اور بہت سے غداروں کو یہ سزا مل چکی ہے اور اس کے بارے میں پیٹر میکس بھی جانتا ہے لیکن اس نے اپنی دانست میں تم پر بھرپور وار کر ڈالا تھا اور یہ دار صرف اس لیے تھا کہ تم کسی طرح اس کے راستے کی رکاوٹ نہ بن سکو اور وہ جیشی شوگیال کے ذریعے بہت بڑی دولت حاصل کر سکے اس کی نگاہ میں دولت دنیا کی سب سے قیمتی چیز ہے اور اب مجھے بھرپور طریقے سے یہ احساس بھی ہو چکا ہے کہ اسے مجھ سے کوئی دلچسپی نہیں ہے بلکہ صرف ایک وقت گزاری کا ذریعہ ہوں میں اور کچھ نہیں۔“

”ہوں، بہر حال برا کیا اس نے اب مجھے بتاؤ رینی کہ مجھے کیا کرنا چاہیے؟“

”پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ تم روسٹن کے چکر سے کیسے باہر نکلے۔“

”مسٹر روسٹن خود مجھ تک پہنچے تھے لیکن میں نے انہیں یہ یقین دلایا کہ جیشی شوگیال میری تحویل میں نہیں ہے کیا کر سکتے تھے زیادہ سے زیادہ مجھے قتل کرنے کی کوشش کرتے لیکن یہ آسان نہ تھا ان کے لیے خیر رینی یہ مسئلہ تو اپنی جگہ رہا اب تم یہ بتاؤ کہ جیشی شوگیال کو واپس کیسے حاصل کرنا چاہیے۔“

”اگر اس سے پہلے تم میرے ایک سوال کا جواب دینا پسند کرو تو میں پوچھوں۔“

”ہاں ضرور۔“

”اگر ہم جیشی شوگیال پر لعنت بھیج دیتے ہیں تو.....“

”نہیں رینی اب تو میں یہ نہیں کر سکتا۔“

کرنے میں کامیاب ہو گیا تو میں نہیں جانتا کہ اسے میرے ہاتھوں کتنا نقصان پہنچ جائے۔“ میں نے نگاہیں اٹھا کر رینی کو دیکھا اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ کچھ لمحوں کے بعد اس نے کہا۔

”اور ہم میں سے کچھ ہمیشہ ہی حسرتوں کا شکار رہتے ہیں اور ہمیں رشک آتا ہے ان پر جن کی تقدیر میں اتنے اچھے محبت کرنے والے لکھے ہوتے ہیں۔ آہ کاش تم مجھے چاہتے یا تم جیسا کوئی شخص میری چاہت میں گرفتار ہوتا تو میں خود کو کتنا خوش نصیب سمجھتی۔“ اس نے آنسو خشک کر لیے اور کہنے لگی۔

”لیکن بہر حال محبت کرنے والوں کی مدد کرنے والے بھی کہیں نہ کہیں سے اپنی محبت کا عرفان حاصل کر لیتے ہیں میں کوئی بڑا کام تو نہیں کر سکتی رخسار کو حاصل کرنے میں لیکن جیشی شوگیال کے حصول میں میں بھر پور تمہاری مدد کروں گی چاہے اس سلسلے میں مجھے کوئی بھی نقصان اٹھانا پڑے۔“

”جیشی شوگیال کو حاصل کرنا میرے لیے از حد ضروری ہے رینی۔“

”میں ایسی تین جگہوں کے بارے میں جانتی ہوں تین ایسے ٹھکانے ہیں جہاں پیٹر میکس، جیشی شوگیال کو لے جا کر رکھ سکتا ہے اور اس سلسلے میں جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے، خیر کوئی بات نہیں تم تیار ہو جاؤ ڈیز فارجون، میں تمہیں لے کر چلتی ہوں۔“ میں نے شکر گزار نگاہوں سے رینی میکس کو دیکھا تو وہ بولی۔

”چند لمحوں کی اجازت چاہتی ہوں تم سے ذرا لباس تبدیل کر لوں۔“ میں نے گردن ہلا دی تو وہ کمرے سے باہر نکل گئی اور میں ایک ٹھنڈی سانس لے کر ان واقعات پر غور کرنے لگا بہر طور رینی میرے لیے قابل احترام بن گئی تھی کہ وہ پیٹر میکس کے خلاف میری مدد کر رہی تھی کچھ لمحوں کے بعد وہ واپس آ گئی سادہ سا لباس تبدیل کیا تھا اس نے اور ایک ہینڈ بیگ اپنے کاندھے سے لگایا ہوا تھا۔ پھر ہم دونوں فلیٹ سے نکل کر باہر آ گئے رینی نے سامنے والے گیراج سے اپنی کار لی، ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھی اور اس نے مجھ سے کہا میں دوسری سیٹ پر بیٹھ جاؤں اور کوشش کروں کہ سیٹوں کے نیچے ہی نیچے رہوں تاکہ مجھے دیکھا نہ جاسکے۔ میں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا تھا لیکن بہر حال اتنی گنجائش رکھی تھی میں نے کہ راستوں کو نگاہوں میں رکھ سکوں کیونکہ اپنے آپ کو کسی کی تحویل میں دے دینا میری سرشت کے خلاف تھا اور نہ

ہی میں اپنے آپ کو کسی کی تحویل میں دینے کا روادار تھا۔ رینی ہر چند کہ تعاون کر رہی تھی لیکن پھر بھی صورت حال سے واقفیت بہت ضروری تھی۔ مجھے اندازہ ہو گیا کہ کار شہر سے باہر جانے والے راستے پر نکل آئی ہے۔ رینی کی شکل بھی اب عقب نما آئینے میں نظر آ رہی تھی۔ اس کی نگاہیں سامنے سڑک پر جمی ہوئی تھیں لیکن چہرے کے نقوش بتاتے تھے کہ وہ گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی ہے۔ دو چار بار میں نے عقب کا جائزہ بھی لیا تھا کہ کہیں تعاقب وغیرہ کرنے کی کوشش تو نہیں کی جا رہی لیکن ایسا کوئی عمل نظر نہیں آیا تھا۔ پھر کار شاید کسی نواحی آبادی پر جانے والی سڑک پر مڑی تھی کیونکہ چوڑی سڑک سامنے چلی گئی تھی اور اب ایک ذیلی سڑک نظر آ رہی تھی۔ قرب وجوار میں چھوٹی چھوٹی عمارتیں بھی تھیں جن کا جائے وقوع سمجھ میں نہیں آ رہا تھا لیکن بہر حال رینی جانتی تھی کہ اسے کس راستے پر جانا ہے یہ تمام راستہ خاموشی سے ہی طے ہوا تھا میں نے محسوس کر لیا تھا کہ رینی کے چہرے پر بھی ایک سنگین خاموشی طاری ہے اور وہ کسی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی ہے پھر چھوٹے چھوٹے مکانات نظر آنے لگے ان کے سامنے خوشنما باغیچے لگے ہوئے تھے ایک مخصوص طرز زندگی یہاں نظر آ رہی تھی لیکن صبح معنوں میں یہ اندازہ نہیں ہو پا رہا تھا کہ وہ کون سی جگہ ہے البتہ رینی نے کار جس جگہ روکی تھی وہ کوئی فارم ہاؤس نظر آتا تھا بڑے سے لکڑی کے گیٹ کے بعد ایک چوڑی روش سامنے والی عمارت تک چلی گئی تھی دونوں طرف سبزیاں لگی ہوئی تھیں اور یہاں ایک دو آدمی کام کرتے نظر آ رہے تھے۔ رینی نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

”اب تم بالکل نیچے ہو جاؤ تاکہ دیکھنے والے یہی سمجھیں کہ میں تنہا ہوں میں اکثر یہاں آتی رہتی ہوں اس لیے میری یہاں آمد کو تعجب سے نہیں دیکھا جائے گا لیکن باقی لوگ اس کے آدمی ہیں۔“

”پیٹر میکس کے آدمی“

”میں نے سوال کیا۔“

”ہاں۔“

میں خاموش ہو گیا۔ پیٹر میکس اتنے شاندار فارم ہاؤس کا مالک ہو گا یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ بہر حال ہر شخص کچھ نہ کچھ مارجن رکھتا ہے میں یہ سوچ کر خاموش ہو گیا اور پیٹر میکس تو اندر سے ویسے بھی غدار آدمی تھا میرا خیال ہے مسٹر ٹوری بلانکا کو اس کی اصل

”دیکھئے مسٹر میکس باقی ساری باتیں تو بعد کی حیثیت رکھتی ہیں اتفاق کی بات ہے کہ آپ کی شخصیت کے بارے میں مجھے کچھ بھی معلوم نہیں لیکن پھر بھی میں یہ کہنے میں دقت محسوس نہیں کرتی کہ آپ شریف آدمی ہی ہوں گے البتہ پہلے مجھے میرے ڈیڈی کے پاس پہنچا دیجئے باقی ساری باتیں تو بعد کی حیثیت رکھتی ہیں۔“

”ڈیڈی جیسی تمہیں جانا تو ہے، یہ بات تو طے ہے۔ آخر کار مہمان چلے جاتے ہیں لیکن کچھ لوگ اپنی زندگی کا سودا کر دیتے ہیں ان کی زندگی آخر کس کام کی رہ جاتی ہے۔ مجھے صرف اتنا بتا دو کہ تمہارے جانے کے بعد میں کیا کروں گا۔“

”آپ کمال کرتے ہیں مسٹر پیٹر، آپ خود بتائیے میں آپ سے عشق کے لیے تو یہاں نہیں آئی تھی ایک تو میں ویسے ہی اتنی ذہنی اذیتوں کا شکار ہوں اس قدر شدید مشکل میں ڈوبی ہوئی ہوں میں کہ آپ کو بتا نہیں سکتی آپ کو کیا معلوم کہ میری غیر موجودگی سے میرے ڈیڈی کی ذہنی کیفیت کیا ہوگی۔ پاگل ہو رہے ہوں گے وہ بجائے اس کے کہ آپ میرے ہمدرد ہیں تو پہلے مجھے میرے ڈیڈی تک پہنچائیں۔ آپ اپنے عشق کی کہانی لے کر بیٹھ گئے ہیں۔“

”جیسی..... جیسی تمہاری ہر خوشی میرے لیے زندگی ہی کے مترادف ہے کہ ایک مرتبہ صرف ایک مرتبہ تمہاری زبان سے یہ پتا چل جائے کہ کیا تمہارے دل میں میرے لئے کوئی گنجائش پیدا ہو سکتی ہے۔ جیسی تمہاری زبان سے نکلا ہوا ایک لفظ میرے لیے زندگی بن سکتا ہے۔“

”دیکھئے اگر آپ مجھ سے جھوٹ بلوانا چاہتے ہیں مسٹر پیٹر تو میں آپ کی پسند کی باتیں کہہ سکتی ہوں حالانکہ میں جھوٹ بولنے کی عادی نہیں ہوں میں صرف اپنی جان بچانے کے لیے آپ سے وہ سارے اقرار کر لوں گی جو آپ چاہتے ہیں لیکن اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ میں چند لمحوں میں آپ کی محبت میں گرفتار ہو جاؤں تو سچ یہ ہے کہ ایسا ممکن نہیں ہے۔“

”جیسی، میں دیوانگی کی حد میں داخل ہو سکتا ہوں تمہیں حاصل کرنے کے لیے میں انسانیت سے گر سکتا ہوں دیکھو میں یہ نہیں چاہتا۔“

”تمہارا کیا مطلب ہے کیا تم میرے ساتھ زبردستی کرو گے۔“ جیسی خوف زدہ لہجے میں بولی۔

”میں آپ سے جو کچھ کہہ رہا ہوں میں جیسی براہ کرم اس پر ایک لمحے کے لیے

شخصیت کے بارے میں کوئی تفصیل نہیں معلوم تھی ورنہ وہ اس پر نگاہ رکھنے کی کوشش کرتے، کار ایک طرف جا کر رک کئی اور ریغی میکس نے کہا۔

”کوئی خاص طور سے اس طرف متوجہ نہیں ہوا ہے۔ تم پھرتی سے اتر کر برابر والی راہداری میں چلے جاؤ۔ راہداری کے اختتام سے گھوم کر عقبی حصے میں آ جاؤ میں وہیں پہنچ رہی ہوں۔“ میں نے گردن ہلانی اور ریغی کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے پھرتی سے گاڑی سے اتر کر راہداری میں پہنچ گیا اور پھر تیزی سے آگے بڑھتا ہوا اس کے عقبی حصے میں ایک لمحے میں مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ اندرونی عمارت میں کوئی موجود ہے۔ باتیں کرنے کی مدھم مدھم آوازیں آرہی تھیں تاہم میں نے رک کر ان آوازوں کو سننے کی کوشش نہیں کی تھی چند لمحوں کے بعد ریغی بھی دوسرے حصے سے گزر کر اس جانب پہنچ گئی۔ اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا اس نے مدھم لہجے میں کہا۔

”اتفاق کی بات ہے ہماری پہلی ہی کوشش کامیاب رہی۔“

”مطلب۔“

”وہ موجود ہے حالانکہ اس کے پاس دو تین ایسی خفیہ جگہیں ہیں جہاں وہ ہو سکتا تھا لیکن یہ جگہ سب سے زیادہ محفوظ ہے، آؤ۔“ اور پھر ریغی نے اپنے ہینڈ بیگ سے ایک چابی نکالی اور بالکل آہٹ پیدا کیے بغیر دروازے کا تالا کھولنے لگی۔ میں نے اس کے ہینڈ بیگ میں پستول بھی دیکھا تھا بس ایک نگاہ اٹھ گئی تھی جب وہ چابی نکال رہی تھی بہر حال ظاہر ہے پیٹر میکس کی ساتھی تھی۔ خود کو غیر مسلح نہیں رکھ سکتی تھی۔ ہم دونوں بے آواز چلتے ہوئے اندرونی حصے میں داخل ہو گئے۔ ریغی سے زیادہ اس بارے میں اور کون جان سکتا تھا چنانچہ ہم چلتے ہوئے عقبی حصے سے گزر کر سامنے والے حصے میں آئے اور ایک کمرے کے سامنے رک کر ریغی نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور میری جانب دیکھا پھر سرگوشی کے انداز میں بولی۔

”وہ اندر موجود ہے اور جیسی شوگیال بھی۔“ اندر کا منظر صاف نظر آرہا تھا کیونکہ پیٹر میکس نے کھڑکیاں کھول رکھی تھیں اور ان پر صرف پردے لہرا رہے تھے۔ ایک پردہ تھوڑا سا ہٹا ہوا تھا اس کے دوسرے طرف پیٹر میکس اور جیسی شوگیال نظر آرہے تھے۔ جیسی شوگیال ایک صوفے پر نیم دراز کیفیت میں تھی اس کا چہرہ سامنے ہی تھا جب کہ پیٹر میکس کی پشت ادھر سے نظر آرہی تھی۔ جیسی شوگیال نے کہا۔

ٹھنڈے دل سے غور کریں ورنہ پھر میرا جنون باز نہ رہ سکے گا۔ پلیز جیشی پلیز۔“
 ”آپ یہ کیا کر رہے ہیں آپ اپنے ہاتھ ہٹائیے پلیز، پلیز۔ اپنے ہاتھ ہٹائیے۔“
 رینی پیٹر کا چہرہ لال بھجھوکا ہو رہا تھا۔ اس کی آنکھیں شیشے کی طرح چمکنے لگی تھیں میں نے سرگوشی کے انداز میں اس سے کہا۔

”رینی خود کو سنبھالو وہ ایک بدقماش آدمی ہے پلیز اپنے آپ کو کنٹرول کرو میں تمہیں اس وقت اس کے سامنے جانے بھی نہیں دوں گا۔“ رینی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پیٹر جیشی شوگیال سے دست درازی پر آمادہ تھا اور بڑے بروقت پہنچا تھا میں ورنہ یہ شاطر آدمی سارا کھیل چوہٹ کر دیتا۔ جیشی شوگیال جس نیچر کی لڑکی تھی اس کا بخوبی اندازہ ہو رہا تھا۔ بہر حال اب میرے لیے اس کے سوا چارہ کار نہیں تھا کہ میں اس معاملے میں مداخلت کروں۔ چنانچہ میں برق رفتاری سے چل کر کمرے کے سامنے کے حصے کی جانب پہنچا اور چونکہ یہ پیٹر میکس کا فارم ہاؤس تھا اور شاید وہاں اس کے دو چار آدمی بھی موجود تھے اس لیے اس بات کا بالکل خدشہ نہیں تھا کہ میں یہاں آسکتا ہوں یا کوئی ایسا شخص جو اس کے لیے ناپسندیدہ شخصیت رکھتا ہو بہر حال اس نے دروازہ باہر سے بند نہیں کیا ہوا تھا جس کی وجہ سے مجھے آسانی حاصل ہو گئی میں نے دروازے کو زور سے دھکا دیا اور برق رفتاری سے اندر داخل ہو گیا۔ پیٹر میکس بری طرح اچھل پڑا تھا۔ جیشی شوگیال بھی کھڑی ہو گئی تھی۔ پیٹر میکس نے مجھے تعجب سے دیکھا اور پھر اس کا چہرہ تاریک ہو گیا۔ ایک لمحے کے لیے اس کے ہوش و حواس کھو گئے تھے اور وہ سہمی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں خاموشی سے اس کی جانب متوجہ ہو گیا اور پھر میں نے سر دلچے میں کہا۔

”مائی ڈیئر پیٹر میکس تمہارا دوست فارگون تمہارے سامنے موجود ہے۔“

”نت۔۔۔۔۔ تم۔۔۔۔۔ تم میرا مطلب ہے آپ مسٹر دانش۔۔۔۔۔ دانش۔“

”شاید تم آواز کھو بیٹے ہو۔ پیٹر میکس کیا ہو رہا تھا یہاں اور تم یہاں کیوں آ گئے۔“
 میرے اس لہجے پر وہ پھر چوٹکا اور اب اس نے اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کی۔ حیرت کا جوشدید جھٹکا اس کے ذہن پر لگا تھا اب وہ اس سے نکل آیا تھا۔ اس کے لہجے میں کڑنگی پیدا ہو گئی۔

”یہی سوال میں آپ سے کر سکتا ہوں۔“

”مجھ سے کوئی سوال کرنے کی بجائے تم مجھے اس بات کا جواب دو کہ تم جیشی کو یہاں کیوں لائے تھے؟“

”میں تحفظ کی غرض سے ہی اسے یہاں۔۔۔۔۔۔“

”یہ غلط کہتا ہے مسٹر فارگون، یہ بالکل جھوٹ بول رہا ہے۔ یہ چالاکی سے مجھے یہاں لے آیا ہے اور اب۔۔۔۔۔ اب یہ اب یہ۔۔۔۔۔۔“ جیشی شوگیال کی آواز بھرا گئی۔
 ”میں جانتا ہوں مس شوگیال۔ آپ براہ کرم اس گوشے میں جا کر کرسی پر بیٹھ جائیے۔ میں ذرا اس سے بات کر لوں۔“ میں نے کہا اور پیٹر مجھے گھورنے لگا۔

”کیا مطلب ہے تمہارا؟ کیا تم۔ کیا تم مجھ سے کوئی سختی کرنا چاہتے ہو؟“

”مائی ڈیئر پیٹر۔ میں تم سے بالکل سختی نہیں کرنا چاہتا۔ البتہ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں تم سے کہ۔ کیا کرائے کے دوست اسی طرح مدد کیا کرتے ہیں؟“
 ”دیکھو اب جب بات یہاں تک پہنچ گئی ہے تو میں تمہیں بتا دوں کہ میں کسی سے مخلص نہیں ہوں۔ میں اپنی زندگی میں صرف عیش و عشرت چاہتا ہوں۔ میری خواہش ہے کہ میری وہ تمام آرزوئیں پوری ہو جائیں جو نو جوانی کی عمر میں ہر انسان کے دل میں ہوتی ہیں۔ میں ان آرزوؤں کی تکمیل کے لیے زندہ ہوں۔ اب تم مجھے یہ بتاؤ کہ تم یہاں تک کیسے آ گئے؟“

”تمہارا کیا خیال ہے؟“

”رینی کے علاوہ اور کوئی ایسا نہیں ہے جو تمہیں یہاں تک پہنچا سکے۔“

”ممکن ہے رینی ہی نے میری مدد کی ہو۔“

”تو پھر سنو۔ اپنے کام سے کام رکھو۔ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ ویسے بھی میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میرا مقصد کیا تھا۔ میں اپنے مقصد کا حصول چاہتا ہوں۔ جب کہ تم نے پہلے بھی یہی کہا تھا کہ تم اس میں کوئی دلچسپی نہیں لے رہے۔“

”ہاں۔ میں اس مطلب کے لیے اس طرف متوجہ نہیں ہوا تھا جو تمہارا تھا۔ میں نے اس وقت بھی پیٹر میکس کے ساتھ رعایت برتی تھی اور رینی کے سامنے وہ الفاظ نہیں کہے تھے جو حقیقت کو آشکار کرتے تھے۔ پیٹر میکس نے اسے محسوس کیا اور بولا۔“

”ٹھیک ہے مسٹر فارگون۔ اگر تم مجھ سے اس قدر تعاون کر رہے ہو تو میرا تعاون بھی

تمہارے ساتھ رہے گا۔“

”مگر میری جان! تم نے بڑے اطمینان سے ڈاکٹر ڈیڈ کو فارگون کا پتا بتا کر میرے پاس بھیج دیا۔ اس کی وجہ بتانا پسند کرو گے؟“

”میں تمہیں راستے سے ہٹانا چاہتا تھا۔“

”اور اس کے بعد جب میں یہاں تک پہنچ گیا تو تم مجھ سے یہ تعاون کر رہے ہو۔“

”اب یہ بتاؤ کہ بات ہموار کیسے ہو سکتی ہے۔ ویسے میں تمہیں ایک بہترین پیشکش کر رہا ہوں۔“

”وہ کیا؟“

”رینی میکس کو اب رینی فارگون بنا لو۔ مجھے اعتراض نہیں ہوگا۔ میں اس سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتا۔ میری دلچسپیوں کا مرکز اب صرف جمیشی شوگیال ہے۔ میں دیوانگی کی حد تک اس سے پیار کرنے لگا ہوں۔ یہ میرا مستقبل ہے، میرا سب کچھ ہے اور اس بات کو میرے لیے رہنے دو کہ میں کس طرح سے اپنی جانب راغب کرتا ہوں۔ سمجھ رہے ہو ناں تم۔“

”ہاں سمجھ رہا ہوں لیکن ایسا ممکن نہیں ہے۔“

”تو پھر کیسا ممکن ہے؟“

”میں جمیشی شوگیال کو لے جا رہا ہوں۔ میں اسے مسٹر شوگیال کے حوالے کر دوں گا اور بس باقی اور کچھ نہیں۔“

”تب تمہارا دماغ بالکل ہی خراب معلوم ہوتا ہے۔ تم کیا سمجھتے ہو اتنی آسانی سے تم ایسا کر لو گے۔“

”ہاں میں اتنی آسانی سے ایسا کر لوں گا۔ کاش ایک ایسی شخصیت نہ ہوتی جس کی وجہ سے میں تمہیں زندہ رکھنے پر مجبور ہوں۔ جہاں تک میرا اپنا تعلق ہے۔ پیٹر میکس تو میری زندگی کے بارے میں تم کچھ نہیں جانتے۔ بہت مختصر معلومات ہیں تمہاری۔ تم صرف اپنی زندگی کو چند خوشیوں کے لیے اس منزل تک لانا چاہتے ہو۔ جب کہ میں اپنی زندگی کی تلاش میں ہوں۔ سمجھ رہے ہو ناں۔ میں اپنی زندگی کی تلاش میں ہوں۔ میری زندگی بے حقیقت ہے۔ میں نے زندگی میں بہت کچھ کیا ہے۔ مگر تم نے ابھی کچھ بھی نہیں کیا۔ بہتر ہے کہ میرا راستہ نہ روک کر زندہ رہنے کی کوشش کرو۔ ورنہ کیا فائدہ۔ تم زندگی سے محروم ہو جاؤ گے۔“

”تب پھر آج یہ کھیل بھی دیکھ لو۔“ پیٹر میکس نے کہا اور اس کی آنکھوں کے تاثرات خوفناک ہو گئے۔ میں سردنگا ہوں سے اسے دیکھنے لگا تو جمیشی شوگیال ایک لمحے کے لیے پھر کھڑی ہوئی اور پھر مضطر بانہ انداز میں بیٹھ گئی۔ پھر بولی۔

”تم لوگ میرے لیے لڑ رہے ہو۔ پلیز میرے لیے نہ لڑو۔ مجھے بس میرے ڈیڈی کے پاس پہنچا دو۔ اس کے بدلے میں۔ اس کے بدلے میں، میں تمہیں جو تم مانگو گے وہ دلوا سکتی ہوں اپنے ڈیڈی سے۔ میرے ڈیڈی میرے لیے بہت بڑی رقم خرچ کر دیں گے۔ پلیز میرے ساتھ یہ سب کچھ نہ کرو۔ پلیز پلیز۔“ لیکن میں اس کی جانب متوجہ ہوا تھا کہ پیٹر میکس نے مجھ پر چھلانگ لگا دی۔ لیکن اس وقت میں جن جذباتی لمحات سے گزر رہا تھا۔ اس کا خود مجھے بھی اندازہ نہیں تھا۔ ایک عجیب سی وحشت میرے وجود پر طاری ہو گئی تھی پیٹر میرے بدن سے ٹکرانے والا تھا کہ میں نے اسے ہاتھوں پہ روک لیا اور اس کے بعد میں نے اسے انہی ہاتھوں سے سینے سے بلند کیا اور سر سے اوپر اٹھا لیا۔ میں اسے بلند کر کے دو قدم آگے بڑھا اور اس کے بعد حقارت سے ایک دم اچھال دیا اور نفرت بھرے لہجے میں بولا۔

”یہ لمحات تمہاری زندگی کے آخری لمحات ہو سکتے تھے پیٹر۔ لیکن میں تمہیں کسی کے لیے ختم نہیں کرنا چاہتا۔ کوئی تمہاری زندگی کا خواہشمند ہے۔ رینی جسے تم بڑی حقارت سے میرے حوالے کر رہے ہو پیٹر۔ وہ بہت قیمتی لڑکی ہے۔ بہت محبت کرتی ہے وہ تم سے۔ جاؤ اس کے لیے میں نے تم کو زندگی دی۔“ لیکن پیٹر نے ایک بار پھر وہی حرکت کی تھی۔ وہ پینترا بدل کر مجھ پر کود پڑا تھا۔ بدنصیب کے پاس اس وقت ہسپتال نہیں تھا۔ ورنہ شاید وہ مجھ پر ہسپتال ہی خالی کر دیتا۔ البتہ تقدیر اس کی بہت خراب تھی۔ کیونکہ لڑائی بھڑائی کے اصولوں کے مطابق وہ مجھ تک نہیں آیا تھا۔ بلکہ اندھا دھند ہی اس نے حملہ کیا تھا۔ نتیجے میں یہ ہوا کہ میں نے اسے پکڑے اور اسے گھما کر ایک زوردار تھپڑ اس کو بوسیدہ کر دیا۔ چٹاخ کی آواز کے ساتھ پیٹر کا منہ سرر گیا تھا۔ اس نے پلٹ کر مجھ پر کرا لے کا ایک دار کیا۔ لیکن میں نے اس کی کلائی پکڑ کر اسے ایک بار پھر گھما کر زمین پر پھینک دیا تھا۔ ایک حقیر چوہے کی طرح میں اس کی پٹائی کر رہا تھا اور جمیشی پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر اچانک ہی دروازے پر ایک زوردار ضرب پڑی اور رینی میکس اندر داخل ہو گئی۔ اس کا چہرہ الال بھوکا ہو رہا تھا اور اس کی آنکھوں میں خوفناک تاثرات نظر آ رہے تھے۔ اس نے سرد لہجے میں کہا۔

رونے لگی۔ اس نے کہا۔

”یہ کیا ہو گیا۔ یہ کیا ہو گیا؟“

”میں جانتا ہوں یہ کیا ہو گیا لیکن آہ مجھے بھی اس بات کا اندازہ نہیں تھا کہ رینی میکس

اس طرح کوئی شدید جذباتی قدم اٹھا ڈالے گی۔“

”اوہ میرے خدا۔ اوہ میرے خدا۔ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ کس کے لیے ہو رہا ہے۔

کیا میرے لیے؟“

”آئیے آئیے۔ آپ آئیے مس شوگیال۔“ میں نے اسے سنہارا دے کر باہر کی جانب

لے جاتے ہوئے کہا۔ لیکن جاتے جاتے میں نے رینی میکس کے ہاتھ سے پستول نکال لیا

تھا۔ جس پر سائی لنسر لگا ہوا تھا۔ مجھے صورتحال کا اندازہ ہو گیا تھا۔ رینی میکس نے جذباتی ہو کر

آخر کار پیٹر میکس کو زندگی سے محروم کر دیا تھا اور پھر اپنی کپٹی پر بھی پستول رکھ کر گولی چلا دی

تھی۔ حالانکہ میں رینی میکس کے ہینڈ بیگ میں پستول دیکھ چکا تھا لیکن میرے ذہن میں یہاں

تک کی صورتحال نہیں تھی کہ وہ اس طرح کا کوئی جذباتی قدم اٹھا لے گی۔ وہ ہو گیا تھا جو میرے

تصور میں نہیں تھا۔ بہر حال میں جیشی شوگیال کو سنبھالے ہوئے ایک بار پھر دوسرے کمرے

میں آ گیا۔ اسے صوفے پر بٹھایا اور کہا۔

”مس جیشی شوگیال جو کچھ ہوا ہے آپ کی نگاہوں کے سامنے ہے۔ ہم ایک اجنبی

جگہ ہیں۔ ہمارے لیے یہ ضروری ہے کہ اپنے آپ کو سنبھالیں۔ آپ براہ کرم خود کو سنبھالیں۔

میں باہر کی صورتحال دیکھتا ہوں کیونکہ یہاں اور بھی لوگ موجود ہیں۔ جن کا تعلق پیٹر میکس

سے ہی ہوگا۔“ جیشی شوگیال نے سسکیاں لیتے ہوئے گردن ہلائی اور اپنے آپ کو سنبھالنے کا

اظہار کیا۔ میں پستول لیے ہوئے باہر نکل آیا۔ خدشہ بس یہ تھا کہ پیٹر میکس کے آدمی چیخ کی

آواز سن کر اندر نہ آجائیں۔ خطرہ پیش آ سکتا تھا۔ پتا نہیں ان کے لیے پیٹر میکس کیا حیثیت

رکھتا تھا۔ لیکن بہر حال میں اس وقت سنگین خطرات سے دوچار تھا۔ اس وقت یہاں صورت

حال جس قدر سنگین تھی اس کے تحت اگر یہاں مجھے قتل عام بھی کرنا پڑ جاتا تو ایک طرح سے

میری مجبوری تھی۔ کیونکہ بات کسی عام مفاد کی نہیں تھی بلکہ میری زندگی کا ایک اہم کھیل شروع

ہونے جا رہا تھا اور میں یہ سب کچھ کرنے پر مجبور تھا بات وہیں تک آ جاتی تھی اس وقت جس

طرح بھی سوچ لیا جاتا لیکن یہ حقیقت ہے کہ ایرش واش کی قربت حاصل کرنا شاید میرے لیے

”مسٹر فارگون آپ باہر جائیے پلیز۔ جیشی شوگیال کو بھی لے جائیے۔ میں اسے

دیکھتی ہوں۔“

”کتیا کی بچی۔ تو ہی اسے یہاں لانے کا باعث بنی ہے ورنہ اسے یہ راستہ کیا

معلوم۔“

”دیکھو اپنی زبان کو قابو میں رکھو میکس۔ میں تم سے کچھ بات کرنا چاہتی ہوں پلیز۔

مسٹر فارگون آپ براہ کرم جیشی کے ساتھ باہر نکل جائیے۔ پیٹر میکس شکست خوردہ نگاہوں سے

مجھے دیکھنے لگا۔ یہ تو اندازہ اسے ہو گیا تھا کہ جسمانی طور پر وہ مجھ پر قابو پانے میں ناکام رہے

گا۔ لیکن بہر حال وہ کچھ نہیں بولا تھا۔ میں نے جیشی شوگیال کو اشارہ کیا اور جیشی شوگیال سہمی

سہمی سی میرے ساتھ باہر نکل آئی۔ وہ پیٹر میکس کو دیکھ رہی تھی۔ باہر نکلتے ہی وہ میرے شانے

سے چمٹ گئی اور اس نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

”مم..... میں..... میں کس عذاب میں گرفتار ہو گئی۔ ڈیڈی مجھے پتا نہیں یہاں کیوں

لے آئے۔ یہ آدمی اور وہ شخص اوہ۔ میرے خدا۔ پلیز مجھے بچا لیجئے۔ مجھے میرے ڈیڈی تک

پہنچا دیئے۔ ورنہ ورنہ میں میں۔“ وہ رونے لگی۔ میں ایک لمحے کے

لیے سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر آہستہ سے چلتا ہوا میں برابر والے کمرے تک پہنچ گیا۔ میں نہیں

جانتا کہ رینی میکس اور پیٹر میکس کے درمیان کیا گفتگو ہو رہی ہوگی۔ یا وہ لوگ اس معاملے میں

کس نتیجے تک پہنچتے ہیں۔ لیکن اچانک ہی میں اور جیشی شوگیال ہری طرح اچھل پڑے تھے۔

ڈز کی آواز کے ساتھ ایک دلخراش چیخ سنائی دی تھی اور ہم چیخ کے ساتھ ہی اچھلے تھے۔ ڈز کی

آواز بھی صرف اس لیے سنائی دی تھی کہ ہم لوگ برابر والے کمرے میں موجود تھے۔ میں بے

تحاشا باہر نکلا۔ بات میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ لیکن پھر ایک اور ہلکی سی چیخ سنائی دی اور میں

بے تحاشا دوڑتا ہوا برابر والے کمرے میں گھس گیا۔ میں نے تھوڑے فاصلے پر ایک صوفے پر

پیٹر میکس کو دیکھا تھا۔ جو صوفے پر پڑا ہوا تھا اور اس کی پیشانی کے عین درمیان سے خون ابل

رہا تھا۔ میں نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے رینی میکس کی طرف دیکھا۔ لیکن رینی میکس دوسرے

صوفے پر پڑی ہوئی تھی۔ اس کے ہاتھ میں پستول تھا اور اسکی کپٹی میں بھی سوراخ تھا۔ میں

شدردہ نگاہوں سے یہ دیکھنے لگا۔ اسی وقت جیشی شوگیال اندر آ گئی پھر جیشی شوگیال نے ایک

دلخراش چیخ کیساتھ میرا سہارا لیا تھا ورنہ وہ گر پڑی ہوتی اور اس کے بعد وہ پھوٹ پھوٹ کر

اس سے زیادہ آسان کبھی نہ ہوتا اس کی قربت حاصل کر کے میں رخسار تک جانے کی راہ ہموار کر سکتا تھا حالانکہ یہ سب کچھ میرے لیے ناممکنات میں سے تھا لیکن جب دل کو لگی ہوتی ہے تو ہر ناممکن کو ممکن بنانے کی آخری حد تک ہی کوشش کی جاتی ہے اور میں انہی کوششوں میں مصروف تھا باہر نکل کر میں نے صورت حال کا جائزہ لیا ایک ایک لمحے کے لیے مستعد تھا پیٹر میکس کے آدمی یہاں بے شک موجود تھے لیکن اندر کیا ہو چکا ہے اس سلسلے میں انہیں کچھ معلوم نہیں تھا اس وقت کار لے کر واپس پلٹنا خطرناک ہو سکتا تھا۔ کیونکہ پہلے تو ریٹی میکس میرے ساتھ تھی اور وہ لوگ اسے پہچانتے تھے۔ اب تو نہ میں ان کا شناسا تھا اور نہ جیشی شوگیال دونوں ہی اجنبی تھے البتہ باہر نکلنے کے بعد جب میں نے پیٹر میکس کے آدمیوں کو اپنے کاموں میں بدستور مصروف دیکھا تو پھر اس عمارت کے عقبی حصے سے باہر جانے کا راستہ تلاش کر لیا جیشی شوگیال کو بھی میں وہاں سے باہر لے جا سکتا تھا اس طرف کھیت بکھرے ہوئے تھے۔ آگے جا کر پتھر لی چٹانیں اور ان کے درمیان درخت نظر آرہے تھے سڑک تک پہنچنے کے لیے کتنا فاصلہ طے کرنا ہوگا یہ تو بعد میں ہی سوچا جا سکتا تھا۔ واپس جیشی شوگیال کے پاس پہنچا کبھی وہ سب کچھ کرنا پڑ جاتا ہے انسان کو جسے اس کا دل کبھی قبول نہیں کرتا جیشی شوگیال درحقیقت اب تک ایک معصوم لڑکی ثابت ہوئی تھی۔ وہ یہودی تھی اور بہر حال ان لوگوں کے بارے میں میرے تاثرات بالکل بہتر نہیں تھے لیکن انسان کی اپنی ایک انفرادیت بھی ہوتی ہے اور انفرادی طور پر وہ لڑکی قابل ہمدردی بھی تھی اور قابل محبت بھی بہر حال وہ سبھی ہوئی کھڑی تھی اس نے مجھے خوفزدہ نگاہوں سے دیکھا تو میں نے کہا۔

”آؤ جیشی۔“

”باہر کیا ہو رہا ہے؟“ اس نے سوال کیا۔

”نہیں ابھی ہمیں یہاں کوئی خطرہ نہیں ہے لیکن۔“

”لیکن کیا؟“

”تم آؤ تو سہی۔“

”اوہو۔“ اس نے کہا اور بچوں کی طرح کود کر آگے بڑھ آئی پھر میری جانب ہاتھ

بڑھاتے ہوئے بولی۔

”مجھے جہاں لے جانا چاہتے ہو لے چلو میں کوئی منع تو نہیں کر رہی۔“ میں نے

مسکرا کر اس کا ہاتھ تھاما اور اس کو ساتھ لیے ہوئے عمارت کی کئی راہداریوں سے گزرتا ہوا عقبی حصے میں آگیا۔ یہاں سے میں اسے ساتھ لیے ہوئے احاطے کی دیوار تک پہنچا اور میں نے اس سے کہا۔

”دیوار تک چڑھ سکتی ہو؟“

”سگ..... کیوں؟“

”ہمیں دوسری طرف جانا ہے۔“

”مگر دیوار تو بہت اونچی ہے۔“

”سوری جیشی تمہیں ہمت تو کرنا ہوگی۔“

”وہ تو ٹھیک ہے مگر ہمت کر کے بھی میں اتنی اونچی دیوار تک تو نہیں پہنچ

سکتی۔“ دوسرے لمحے میں نے جھک کر اسے گود میں اٹھا لیا اور پھر بغیر کسی تکلیف کے اسے اونچا کر کے دیوار تک پہنچا دیا وہ حلق سے ہلکی سی آواز نکال کر دیوار تک پہنچ گئی پھر دوسری جانب دیکھ کر رندھے ہوئے لہجے میں بولی۔

”آہ میں تو اتنی نیچے کود بھی نہیں سکتی۔“ میں نے ہر طرح کا خطرہ مول لینے کا فیصلہ کر

لیا تھا چنانچہ میں اچھل کر دیوار پر چڑھا ایک نگاہ چاروں طرف ڈالی اور اس کے بعد دوسری جانب کود گیا پھر میں نے دونوں ہاتھ سیدھے کر کے اسے اشارہ کیا اور کہا کہ ”وہ آرام سے نیچے آجائے۔“

”ختمیں چوٹ نہیں لگے گی۔“

”آ جاؤ وقت مت ضائع کرو۔“ میں نے کہا اور وہ آنکھیں بند کر کے نیچے کود پڑی

میں نے اسے بڑے اطمینان کے ساتھ سنبھال لیا تھا۔ نیچے کودنے کے بعد وہ خوش نظر آنے لگی اور پھر میں اس کا ہاتھ پکڑ کر دوڑنے لگا اب تکلف ختم ہو گیا تھا کھیتوں کا یہ فاصلہ عبور کرنے کے بعد وہ میرے ساتھ دوڑتی ہوئی ان پہاڑی چٹانوں کے درمیان پہنچ گئی۔ اس کی سانس پھولی ہوئی تھی اور وہ کچھ دیر رکتا چاہتی تھی اس لیے ہم لوگ چند لمحوں کے لیے یہاں رک گئے۔

اس کے بعد کے حالات جاننے کے لئے

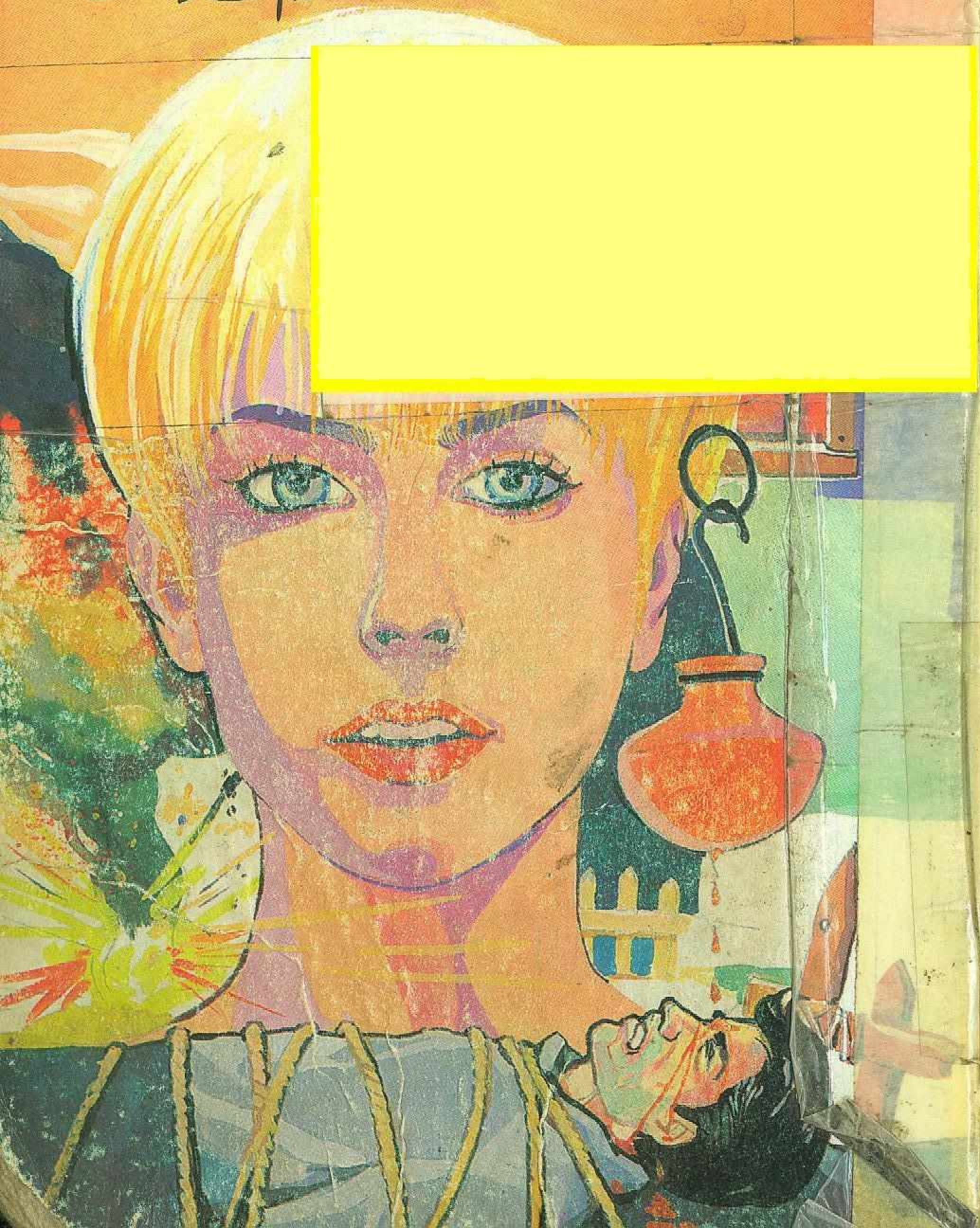
نامور سیریز کا شاہکار

”ناؤ پیدہ تحریر“ پڑھیں

قاتل میرا



ایم اے راحت



قاتل برائے

ایم اے راحت



Edited By Muhammad Yadeem

مقبول ایڈمیٹر سیکرٹری و بک آرڈر بازار لاہور

دن کا وقت تھا۔ سورج کافی بلند ہو چکا تھا چنانچہ تمام انتظامات کے بعد ہم چل پڑے۔ راستے ذرا پر خطر تھے لیکن فاصلے طے کرنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آ رہی تھی۔ موسم میں شدت آتی جا رہی تھی۔ چاروں طرف تپتے ہوئے سیاہ پتھروں کے ٹیلے بکھرے ہوئے تھے۔ پر بیچ سڑک پر اکا دکا ٹریفک نظر آ رہا تھا اور ہم خاصی تیز رفتاری سے آگے بڑھ رہے تھے۔ صد العمران بھی خاصا مطمئن نظر آ رہا تھا۔ کافی دیر تک فاصلہ طے کرتے رہے پھر اچانک ہی مجھے رفتار سست کرنی پڑی چونکہ ہمیں تقریباً سو گز دور کے فاصلے پر ایک مرسیڈیز الٹی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ صد العمران بھی ایک دم ہوشیار ہو گیا۔ مجبوراً ہمیں بھی رفتار سست کرنی پڑی تھی کیونکہ اس طرح اسے نظر انداز کر کے آگے نہیں بڑھا جاسکتا تھا۔ الٹی ہوئی گاڑی سے تھوڑے فاصلے پر میں نے وین روک دی اور صد العمران کی صورت دیکھنے لگا۔

”کیا خیال ہے رکا جائے۔ پتا نہیں کون ہے حالانکہ اس وقت حالات ایسے نہیں ہیں کہ ہم کسی تجسس کا شکار ہوں، لیکن پھر بھی دیکھتے تو لینا چاہیے اس طرح تو نظر انداز کیا جاسکتا۔“

میں نے صد العمران کی بات سے اتفاق کیا اور ہم گاڑی کا انجن بند کر کے نیچے ر آئے۔ صد العمران میرے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ اس نے کہا۔

”ویسے یہ علاقہ خاصا خطرناک ہے یہاں خانہ بدوش قبائل بھی نظر آسکتے ہیں اور یہ لوگ اچھی عادات و خصائل کے مالک نہیں ہوتے لوٹ مار بھی کر لیا کرتے ہیں۔“

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ہم محتاط انداز میں چلتے ہوئے گاڑی کے نزدیک پہنچ گئے اور سب سے پہلے ہم نے اس کے اندر جھانکا۔ یہ دیکھ کر شدید حیرت ہوئی کہ گاڑی میں کوئی موجود نہیں تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ کوئی گڑبڑ ہے، اگر یہ گاڑی الٹی ہے تو کسی نہ کسی کو زخمی بھی ہونا چاہیے تھا۔ صمد العمران نے تذکرہ کرتے ہوئے کہا۔

فرض کرو، اگر ہم یہ سوچیں کہ گاڑی کا مالک گاڑی سے نکل کر کسی محفوظ مقام پر چلا گیا ہے تو اس کے نکلنے کی جگہ کون سی ہو سکتی ہے جبکہ دونوں دروازے اندر سے بند ہیں۔

”ہاں یہ ذرا حیرت کی بات ہے۔ میں نے کہا اور گاڑی کے بالکل قریب زمین پر بیٹھ کر نشانات تلاش کرنے لگا لیکن سچی زمین تھی جگہ جگہ چٹانیں ابھری ہوئی تھیں ان پر اس قسم کا ایسا کوئی نشان تلاش کرنا ممکن نہیں تھا۔ نہ ہی گاڑی کے آس پاس خون کے نشانات مل رہے تھے۔ چٹانوں پر تیز دھوپ آنکھوں میں چکا چوندا پیدا کر رہی تھی۔ میں نے ایک گہری سانس لی اور آہستہ سے کہا۔“

”بہتر یہی ہے کہ ہم اسے نظر انداز کر کے آگے بڑھ جائیں۔“

”اگر ہاتھ ڈال کر اس کی ڈکی وغیرہ کی تلاشی لی جائے تو کم از کم یہ پتا چل سکتا ہے کہ گاڑی کس کی ہے۔“

”مگر اس کی ضرورت ہی کیا ہے مسٹر صمد العمران؟“

”بس تجسس ہے اس کے علاوہ اور کیا کہا جاسکتا ہے۔“ میں نے ابھی کوئی جواب بھی نہیں دیا تھا کہ دفعہ ”ہی ایک فائر کی آواز سنائی دی اور گولی گاڑی کے اگلی حصے سے ٹکرائی۔ ہم دونوں ہی اچھل پڑے تھے۔ میرے ذہن میں شدید سنسنی پیدا ہو گئی۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ کسی کی چال بھی ہو سکتی ہے۔ ہمیں یہاں روکنے کے لیے۔ میں نے فوراً ہی صمد العمران سے کہا۔

”میں نے کہا تھا نا چلو واپس، دین کی جانب چلو ورنہ..... لیکن فائرنگ دوبارہ شروع ہو گئی اور اس انداز میں شروع ہوئی کہ ہمیں دوڑ کر گاڑی کے پیچھے حصے میں پناہ لینی پڑی۔ فائرنگ کا رخ سڑک ہی کی جانب سے تھا۔ اس طرف سے ہمیں گھیر لیا گیا تھا۔ صمد العمران نے بھی نہایت پھرتی کا مظاہرہ کیا تھا اور گاڑی کے عقب میں آگیا تھا۔ اس نے

بڑبڑاتی ہوئی مدھم مدھم آواز میں کہا۔“

”واقعی بہت بڑی غلطی ہو گئی۔ ہمیں کسی قیمت پر یہاں نہیں رکنا چاہیے تھا۔ میرا خیال ہے دین تک پہنچنا بھی آسان کام نہیں ہو گا ان لوگوں نے ہمیں گھیر لیا ہے۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ خاموشی سے ہونٹ پیچھے ادھر ادھر دیکھتا رہا۔ صحیح سمت کا اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کے بعد میں نے دوسرا طریقہ استعمال کیا۔ زمین پر لیٹ کر زمین سے کان لگا دیے میں پتھروں کی آوازیں سننے کی کوشش کر رہا تھا اور اس میں مجھے کامیابی حاصل ہو گئی۔ مدھم مدھم آوازیں محسوس ہوئی تھیں۔ جیسے پتھروں سے کوئی چیز رگڑ کھارہی ہو۔ یقینی طور پر حملہ آور اسی جانب تھے۔ میں نے ادھر ادھر دیکھا کچھ فاصلے پر ایک چٹان نظر آئی تھی۔ میں نے اپنے جسم کو تولا اور اس کے بعد چھتے کی طرح اس چٹان کی جانب زقند لگا دی۔ میرا خیال تھا کہ مجھ پر فائر ہوگا، لیکن فائر نہیں ہوا۔ غالباً وہ جو کوئی بھی تھے یا تھا اس کے لیے تیار نہیں تھے کہ اس صورت حال کے باوجود میں اپنی جگہ چھوڑ پاؤں گا، لیکن مجھے ذرا بہتر موقع مل گیا تھا۔ چند لمحات رک کر میں نے ایک نظر صمد العمران پر ڈالی اور پھر اس سمت دیکھنے لگا جدھر سے میری توقع کے مطابق فائر ہوا تھا اور میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔ مجھے وہاں کچھ تحریک سی محسوس ہوئی اور اس کے بعد پھر لگاتار دو تین فائر ہوئے۔ گولیاں گاڑی کی باڈی سے ہی ٹکرائی تھیں لیکن ان کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا اور وہ سب بے مقصد ہی رہا تھا۔ چند لمحات کے لیے پھر ایک پراسرار سی خاموشی طاری ہوئی۔ میرا ذہن برق رفتاری سے کام کر رہا تھا اور میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ قصہ کیا ہے۔ میں چند لمحات جائزہ لینے کے بعد اپنی جگہ تبدیل کرنے کے بارے میں سوچنے لگا اور پھر کسی چھپکلی کی طرح میں نے اپنی جگہ سے آگے بڑھنا شروع کر دیا اگر وہ شخص جو گولی چلا رہا ہے کھڑے ہو کر فائرنگ نہیں شروع کر دیتا تو اس کی چلائی ہوئی گولی فی الحال مجھ پر اثر انداز نہیں ہو سکتی تھی۔ اس تصور کے ساتھ میں مسلسل آگے بڑھتا رہا پھر اچانک ہی اس بڑے پتھر کی آڑ سے مجھے ایک سرا بھرتا ہوا دکھائی دیا اب میرا اس سے فاصلہ زیادہ نہیں رہ گیا۔ اس شخص کی توجہ اس طرف نہیں تھی جدھر میں موجود تھا۔ وہ گردن اٹھا کر گاڑی ہی کی جانب دیکھ رہا تھا۔ اس سے کم از کم یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ اسے صحیح صورت حال کا احساس نہیں ہے اور وہ تنہا ہی ہے۔ میں رہنماتا ہوا اس جگہ پہنچ گیا جہاں سے میں اس پر

ایک کامیاب حملہ کر سکتا تھا اور پھر کسی اسپرنگ کی طرح میں اپنی جگہ سے اچھلا اور اس شخص پر جا پڑا۔ وہ بری طرح میرے بوجھ تلے دبا ہوا زمین سے ٹکرایا تھا۔ میں نے اس کی دونوں کلاپیاں قابو میں کیں اور اس کی پشت پر جکڑ لیں۔ آٹومٹک رائفل میرے اس حملے کے ساتھ ہی اس کے ہاتھ سے نکل گئی تھی۔ میں نے اسے بری طرح زمین پر رگڑ کر رکھ دیا حالانکہ اچھا خاصا ٹومند آدمی تھا لیکن غیر متوقع حملے کی وجہ سے مار کھا گیا تھا۔

”کون ہو تم فوراً“ جواب دو فوراً“.....؟“ لیکن وہ شدید تکلیف کا شکار نظر آ رہا تھا اذیت کے آثار اس کے چہرے پر منجمد تھے۔ اٹھو کوئی گڑبڑ کی تو میں تمہاری ہی رفا نقل کی گولی تمہاری پشت میں اتار دوں گا۔“ اس نے دونوں ہاتھ بلند کیے اور آگے بڑھنے لگا۔ میں اسے رائفل کے زور پر گاڑی کی جانب لے گیا۔ اچانک ہی گولیاں چلیں اور یہ بھی خوش بختی تھی کہ نشانہ میں نہ بن سکا، لیکن کئی گولیاں اس شخص کے جسم میں بیوست ہو گئی تھیں۔ میں نے اسے چھوڑا اور ایک دم سے زمین پر لیٹ گیا۔ وہ چیخیں مارتے ہوئے آہستہ سے زمین پر گرا تھا اور چند لمحوں کے بعد اس کا جسم بے جان ہو گیا۔ صہد العمران پر سکتہ سا طاری تھا۔ میں رائفل ہاتھ میں پکڑے گاڑی ہی کی آڑ میں ادھر ادھر دیکھتا رہا۔ جب ہم مرنے والے پر متوجہ تھے تو دشمن کے کئی آدمی ہماری جانب عقب سے بڑھ رہے تھے، پھر انہوں نے بھی ہماری طرف لمبی لمبی چھلانگیں لگائیں کوئی طاقتور شخص عقب سے مجھ پر آ رہا اور بالکل اسی طرح میں بھی نیچے گرا جس طرح میں نے چھلانگ لگا کر اس آدمی کو نیچے گرایا تھا۔ میں سمجھتا ہی چاہتا تھا کہ ایک زور دار ٹھوکر میرے دہانے شانے پر لگی اور اس کے ساتھ ہی دوسری ٹھوکر سر پر بھی میں پہلو کے بل الٹ گیا۔ اس شخص نے پوری قوت سے اپنے وزنی جوتے کی ٹھوکر میری گردن پر رسید کر دی۔ مجھے اپنے چاروں طرف تاریکی پھیلتی ہوئی محسوس ہوئی۔ نجانے کتنی دیر تک میں بے ہوشی میں ڈوبا رہا تھا اور اس کے بعد آنکھ کھل گئی۔

چاروں طرف گہری تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ سر میں دھماکے ہو رہے تھے۔ میں نے شدت تکلیف سے مضبوطی سے دانت بھینچ لیے اور تاریکی میں آنکھیں پھاڑنے کی کوشش کرتا رہا لیکن کچھ بھی نہیں دکھائی دے رہا تھا پھر میں نے اپنے ہاتھوں سے اس پاس کے ماحول کو ٹٹولنے کی کوشش کی اور میرا ہاتھ کسی کے جسم سے ٹکرایا۔ میں نے جسم

کو ٹٹول کر دیکھا تاریکی میں کوئی صحیح اندازہ نہیں ہو رہا تھا، ہر حال میں اس جسم کو ٹٹولتا رہا اور پھر مجھے ہلکی سی آواز سنائی دی۔

”کک..... کک..... کون ہے۔ کک..... کون ہو تم؟“ اس کے ساتھ ہی کسی نے میری کلائی پکڑ لی تھی۔ یہ صہد العمران کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر اس پر سے ہاتھ ہٹا لیا۔ صہد العمران کی آواز پھر سنائی دی۔

”کون ہے، کون ہو؟“

”میں ہوں۔“

”یہ یہ اتنی شدید تاریکی کیسے پھیلی ہوئی ہے؟“

”پتا نہیں۔“

”کیا ہم اندھے ہو گئے ہیں؟“

”ہو سکتا ہے۔“ میں نے جواب دیا اور میرے اس جواب پر صہد العمران کا سانس

رک گیا وہ خاموش کھڑا سوچتا رہا پھر میں نے اور اس نے قدموں کی آوازیں بیک وقت ہی سنی تھیں۔

”کوئی ہے؟“

”ہاں۔“

”مم مگر یہ جگہ..... کک..... کونسی ہے اور یہ سب کیا ہوا ہم اندھے کیسے

ہو گئے؟“ میں نے اس احمقانہ سوال کا کوئی جواب نہیں دیا۔ میرا اپنا ذہن بھی الجھنوں کا

شکار نظر آ رہا تھا کوئی صحیح فیصلہ نہیں ہو پا رہا تھا۔ وہی خیال ایک بار پھر ذہن میں گردش کر

رہا تھا کہ کہیں خود و نیم جیکال ہی کی نیت تو نہیں تبدیل ہو گئی، لیکن بات حلق سے اتر

نہیں رہی تھی۔ دفعتاً میں نے کسی گاڑی کے اشارت ہونے کی آواز سنی اور چونک پڑا۔

صہد العمران نے میرے بازو پر ہاتھ رکھ کر سرگوشی کرنا چاہی لیکن میں نے اندازے سے

ہاتھ بڑھ کر اس کا منہ بھینچ لیا۔ میں یہ نہیں ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ میں ہوش میں آ گیا ہوں۔

گاڑی اشارت ہو کر غالباً اس جگہ کے قریب سے گزری جدھر ہم موجود تھے اور پھر مجھے

آواز سنائی دی۔

”اے گدھے تو سگریٹ سلگا رہا ہے میں نے تجھ سے منع کیا ہے کہ یہاں ہماری

موجودگی کا کسی کو شبہ نہیں ہونا چاہیے۔

”سوری میڈم۔“ دوسری آواز سنائی دی۔

اور اس کے بعد گاڑی وہاں سے شاید آگے بڑھ گئی، لیکن میں اس آواز پر غور کر رہا تھا۔ یہ آواز میرے لیے شناسا تھی اور دفعۃً ہی میرے جسم میں جھرجھری سی پھیل گئی۔ اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو یہ استارا کی آواز تھی اور مائی گاڈ! استارا ہم تک پہنچ چکی ہے لازمی امر ہے کہ اس نے صمد العمران کو بھی دیکھ لیا ہو گا۔ وہ یقیناً لیکن پھر وہی سوال ہے۔ ولیم جیکال آخر کہاں مر گیا۔ کوئی بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ ہم خاموشی سے لیٹے رہے۔ گاڑی کی آواز معدوم ہو گئی تھی بہر حال کچھ نہ کچھ کرنا ضروری تھا۔ میں نے اپنے آپ کو سنبھالا اور اپنی جگہ سے اٹھا گھٹنوں کے بل چلتا ہوا آگے بڑھا کوئی تین چار قدم چلنے کے بعد ہی میرا سر خیمے کے کپڑے سے چھو گیا اور میں نے اسے ٹٹول کر دیکھا۔ خیمہ پوری طرح ہمیں چھپائے ہوئے تھا، لیکن ظاہر ہے اس کی چلی سطح کپڑے ہی کی تھی۔ میں نے تھوڑا سا اسے اٹھا کر باہر جھانکا اور باہر کے منظر کا جائزہ لینے لگا۔ رات کا وقت تھا، سگریٹ نہ جلانے کی ہدایت ہی اس بات کا اظہار کرتی تھی کہ رات کا وقت ہے اور استارا کو تاریکی میں اپنے دیکھ لیے جانے کا خطرہ ہے۔ پتا نہیں کیا منصوبہ تھا اس کا، لیکن اس وقت ولیم جیکال نے جس کمزوری کا ثبوت دیا تھا وہ سمجھ میں نہ آنے والی تھی۔ میں نے پھر اپنی جگہ چھوڑی اور آہستہ آہستہ پورے خیمے میں چکرانے لگا۔ دس بار فٹ کے قطر کا خیمہ تھا۔ خاصا کشادہ اور مضبوط کپڑے سے بنا ہوا۔ کیا کرنا چاہیے۔ صمد العمران اب بھی اپنی جگہ پڑا ہوا تھا۔ ظاہر بات ہے کہ اس کے ذہن میں بھی سوچوں کا دبیرا ہو گا۔ میں نے چند لمحات انتظار کیا اور اس کے بعد ایک ایسی جگہ دریافت کر لی جہاں سے خیمہ اٹھا کر باہر نکل سکتا تھا پھر میں نے لوٹ لگا کر صمد العمران کے قریب پہنچ کر اس کے کان میں سرگوشی کی۔

”میں باہر کا اندازہ کرتا ہوں۔ یہ ایک خیمہ ہے جس میں ہمیں رہنا ہے تم محتاط رہنا۔“

صمد العمران نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے اپنی منتخب جگہ سے خیمے کا پردہ اونچا کیا۔ گو وہ کافی سخت تھا لیکن پھر بھی میں اسے بے آواز اتار اونچا اٹھانے میں کامیاب ہو گیا۔

کہ میں اس کے نیچے سے باہر نکل سکوں۔ کسی ایک شخص کے قدموں کی آواز مسلسل سنائی دے دی تھی۔ وہ خیمے کے سامنے یا اس کے اطراف میں گشت کر رہا تھا میں اس آواز کو محسوس کرتا رہا مجھے اندازہ تھا کہ خیمے کے قریب پہنچ کر اسے فوراً ہی میرے بارے میں علم ہو جائے گا اس لیے فوراً ہی خیمے سے باہر نکلنا تو مناسب نہیں تھا۔ البتہ اس کے قدموں کی آواز سے میں اس کی سمت کا اندازہ لگا رہا تھا پھر وہ جیسے ہی اس جگہ سے آگے بڑھا جہاں میں اپنے بدن کو پوری طرح تول کر باہر نکلنے کے لیے تیار تھا۔ میں نے نہایت پھرتی سے ہاتھ آگے بڑھائے اور اس کے دونوں پاؤں عقب سے پکڑ لیے پھر ایک زوردار جھٹکا مارا اس شخص کے حلق سے ایک آواز نکل گئی اور وہ بری طرح دھپ کی آواز کے ساتھ نیچے گرا، لیکن اس سے پہلے کہ وہ سنبھل سکتا یا چیخ سکتا۔ میں نے پھرتی سے باہر نکل کر اسے دیوچ لیا۔ میرا ایک ہاتھ بڑی مضبوطی سے اس کے منہ پر جم گیا تھا تاکہ وہ کسی قسم کی آواز بھی نہ نکال سکے۔ گرنے کے ساتھ ہی اس کی رائفل بھی اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی تھی اور وہ اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن میں نے بڑی تیزی سے اس کے زرخرے پر اپنا نیچہ گاڑ دیا۔ بلاشبہ وہ مجھ سے زیادہ طاقتور تھا، لیکن اس وقت زندگی اور موت کا معاملہ تھا۔ میں جانتا تھا کہ اگر میری گرفت ذرا بھی ڈھیلی ہو گئی تو وہ نہ صرف آواز نکالے گا بلکہ ہو سکتا ہے کہ مجھ پر قابو بھی پالے کیونکہ اس وقت میں ذرا کمزور پوزیشن میں تھا۔ رفتہ رفتہ اس کی مدافعت ختم ہوتی چلی گئی۔ یقینی طور پر زرخرے پر پڑنے والا دباؤ اس کی موت کا باعث بن گیا تھا اس کے بعد وہ بالکل بے حس و حرکت ہو گیا، لیکن میں نے اپنا اطمینان پوری طرح کیا تھا اور اس کی موت کے بعد بھی اپنی جگہ اسی طرح بے حس و حرکت پڑا رہا تھا پھر جب پورا یقین ہو گیا کہ اس طرف اور کوئی متوجہ نہیں ہوا ہی تو میں نے سب سے پہلے اس کی رائفل اپنے قبضے میں کر لی۔ اس کے بعد میں نے اطراف کا بغور جائزہ لیا کچھ فاصلے پر ایک پرانی طرز کی لینڈ کروزر کھڑی تھی۔ لینڈ کروزر کے قریب ہی ایک اور خیمہ بھی لگا ہوا تھا اب مجھے یہ فیصلہ کرنا تھا کہ میرا اگلا قدم کیا ہونا چاہیے۔ آیا اس لینڈ کروزر کے ذریعے یہاں سے نکل جانے کی کوشش کروں یا پھر رک کر صورت حال کا جائزہ لوں۔ بڑا سنگین مسئلہ تھا۔ مجھے یہ اندازہ نہیں تھا کہ یہ جگہ کونسی ہے اور اگر میں یہاں سے نکل کر بھاگنے کی کوشش بھی کروں تو کس

سمت جاسکتا ہوں اس کے علاوہ صد العمران کو بھی خیمے سے ساتھ لینا ضروری تھا۔ پتا نہیں یہاں کتنے آدمی موجود ہیں۔ لینڈ کروزر کے قریب پہنچ گیا اور اس کا جائزہ لینے لگا۔ صرف لینڈ کروزر کا کھڑے ہونا ہی تو کافی نہیں تھا۔ اس کی چابی بھی درکار تھی۔ دفعۃً ہی میں نے آہٹیں سنیں اور میں سانپ کی طرح پلٹ پڑا۔ خیمے سے دو افراد نکلے تھے اور ٹھٹھک کر مجھے دیکھنے لگے تھے۔ ان کا مجھ سے اتنا فاصلہ بھی نہیں تھا کہ میں انہیں راکفل سے نشانہ بنا سکتا۔ انہیں فوراً احساس ہو گیا کہ کوئی گڑبڑ ہے چنانچہ وہ دونوں بری طرح چیختے ہوئے مجھ سے دور ہٹنے کی کوشش کرنے لگے کیونکہ انہوں نے میرے ہاتھ میں راکفل دیکھ لی تھی۔ وہ کسی نامانوس زبان میں کچھ کہہ بھی رہے تھے اسی لمحے تاریکی میں کہیں سے فائر ہوا اور میں نے فوراً ہی اپنی جگہ چھوڑ دی۔ دوسرا فائر ہوا اور اس بار گولی قریب کھڑی ہوئی لینڈ کروزر کے ایک شیشے پر لگی۔ شیشے ٹوٹنے کا چھٹاکہ بہت زور دار تھا۔ مجھ اندازہ ہو گیا کہ اب صورت حال بگڑ گئی ہے۔ میں نے اچانک ہی ایک لمبی چھلانگ لگائی اور ان دونوں پر پہنچ گیا اور میں نے ان کی گردن میں ہاتھ ڈال کر انہیں زمین پر گرا دیا، لیکن وہ دونوں بھی لڑاکے معلوم ہوتے تھے وہ زمین پر گرے بے شک تھے، لیکن انہوں نے اپنے چہرے پتھروں سے ٹکرانے سے روک لیے تھے اور پھر ایک دم الٹ گئے تھے اس طرح وہ میری گرفت سے نکل گئے، لیکن میں نے بھی تساہل سے کام نہیں لیا۔ میں نے ان میں سے ایک آدمی کی ٹانگ پکڑ لی اور وہ میرے ہی اوپر ڈھیر ہو گیا۔ اس دوران دوسرا آدمی راکفل سنبھال چکا تھا، لیکن اسے یہ احساس ہو گیا تھا کہ اس کا ساتھی راکفل کی زد میں آسکتا ہے چنانچہ اس نے فائر نہیں کیا بلکہ راکفل کو ٹال کی طرف سے پکڑ کر اس کا انتظار کرنے لگا۔ پھر ایک ایسے چھوٹے سے گڑھے کے کنارے پر پہنچ گئے جو ذرا گہرائی میں تھا۔ غالباً اسے بھی اس کا اندازہ نہیں تھا کیونکہ جھونک میں ہم دونوں ہی ایک ساتھ اس گڑھے میں گرے تھے مجھے اتفاقیہ طور پر بہتر موقع مل گیا۔ میں نے ٹانگ موڑ کر اس کی پیٹھ پر ایک ٹھوکر جمادی اور وہ بری طرح چیختے لگا پھر میں نے اسے ٹھوکروں پر ہی رکھ لیا تھا۔ اچانک ہی میں نے گاڑی کی آواز سنی ایک گاڑی طوفانی رفتار میں اسی سمت آرہی تھی۔ گڑھے میں ہونے کی وجہ سے میں گولیوں کی زد سے بچ گیا تھا لیکن جو گاڑی اس طرف آرہی تھی۔ اس کی روشنیوں نے گڑھے کو اپنی ریٹھ میں لے لیا پھر وہ قریب آکر رک گئی اور

اس سے بہت سے قدموں کے نیچے اترنے کی آواز سنائی دی اس کے ساتھ ہی استار کی آواز۔

”خبردار، گولیوں سے بھون دیا جائے گا تمہیں باہر نکل آؤ اندر کون ہے۔“ کچھ تاریکیوں کی روشنیاں بھی مجھ پر پڑی تھیں۔ اب اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں خاموشی سے باہر نکل آؤں، لیکن اب مجھے اندازہ تھا کہ میرے ساتھ کیا صورت حال پیش آنے والی ہے۔ میں نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے اور گڑھے سے باہر نکل آیا مجھے روشنیوں کی زد میں لے لیا گیا تھا۔ استار نے اپنے آدمیوں سے کہا۔

”دیکھو اس کمبخت نے کس کس کو نقصان پہنچایا ہے سب کے سب گدھے ہیں، سب کے سب ناکارہ، کوئی بھی اس قابل نہیں ہے کہ کچھ کر سکے۔“ میں خاموش کھڑا ہوا تھا اور میں نے دیکھ لیا تھا کہ میں تین آدمیوں کی راکفلوں کے نشانے پر ہوں۔ استار نے تمام احتیاط بالائے طاق رکھ دی تھی جبکہ یہاں سے جانے سے پہلے وہ اپنے ساتھیوں کو سنگریٹ تک پینے سے منع کر گئی تھی لیکن اب ان ہنگامی حالات میں اس نے غالباً ان احتیاطی اقدامات کو نظر انداز کر دیا تھا۔ مجھے آہستہ آہستہ آگے بڑھ کر گرفت میں لے لیا گیا اور اس کے بعد استار نے کہا۔

”دوسرے کو بھی دیکھو کہیں وہ نکل نہ جائے گدھے ہو تم۔ گولی مار دینے کے قابل۔“ وہ اپنے ساتھیوں پر برس رہی تھی۔

کچھ دیر کے بعد صد العمران کو بھی میرے پاس ہی لے آیا گیا۔ یہاں چار یا پانچ افراد تھے جو ہماری کڑی نگرانی کر رہے تھے۔ استار کو میری پھیلائی ہوئی تباہ کاری کے بارے میں بتایا گیا۔ اس آدمی کی لاش کی اطلاع دی گئی جسے میں نے گردن دبا کر مار دیا تھا۔ زخمیوں کے بارے میں بتایا گیا اور استار خاموش رہ گئی مجھے اس کے چہرے کے تاثرات کا اندازہ نہیں ہو پارہا تھا، لیکن یہ اندازہ ضرور تھا کہ وہ بیچ و تاب کھا رہی ہے بہر حال اپنی اس کارروائی سے میں غیر مطمئن نہیں تھا۔ مجھے اور صد العمران کو رسیوں سے جکڑ دیا گیا۔ وہ شعلہ جوالا بنی ہوئی تھی اس کے ساتھ اس کے محافظ بھی تھے۔ مجھے کڑی نظروں سے گھورتے ہوئے اس نے کہا۔

”میں اعتراف کرتی ہوں کہ تم نہایت خطرناک اور شاطر آدمی ہو۔ درحقیقت

پورٹ سعید پہنچ کر میں کسی نہ کسی طرح صد العمران سے رہائی حاصل کر لیتی اور یہ بھی ہو سکتا تھا کہ صد العمران بخوشی وائٹ ڈریگن میرے حوالے کرنے پر تیار ہو جاتا، لیکن کینے انسان یہ صرف تم تھے جس نے میرے راستے روکے اور مجھے بدترین نقصان سے دوچار کیا۔ گارین میرا دست راست ہی نہیں میرا محبوب بھی تھا۔ میں اس کے انتقام کے لیے دیوانی ہو رہی ہوں۔ میرا دل چاہتا ہے کہ تمہارے اوپر پیٹرول چھڑکوں اور آگ لگا دوں میں تمہیں ایسی ہی موت مارنے کی خواہش مند ہوں، لیکن میرا منصوبہ نفل ہو جائے گا بہر حال تم آخر صد العمران تک پہنچ ہی گئے اور یہ شخص بھی تم سے تعاون پر آمادہ نظر آتا ہے۔ مسٹر صد العمران تم جو کچھ بھی ہو جہاں تک بھی ہو مجھے اس سے کوئی غرض نہیں۔ میں اب بھی تمہیں یہ پیشکش کرتی ہوں کہ وائٹ ڈریگن اگر میرے حوالے کر دو تو تمہیں وہ سب کچھ حاصل ہو جائے گا جس کے تم خواہش مند ہو۔ میں یہ بات اچھی طرح جانتی ہوں کہ تمہاری وفاداریاں کسی کے ساتھ وابستہ نہیں ہیں۔ تم صرف اپنی محنت کا صلہ وصول کرنا چاہتے ہو اگر تم وفاداری ہی کے سلسلے میں کام کر رہے ہوتے تو ظاہر ہے مصری نژاد ہو مصر کے علاوہ اور تمہیں کون پسند آتا ہے۔ میری بات سنو۔“

”ایک منٹ میڈم اسٹار“ اگر وائٹ ڈریگن حاصل کرنا ہے تو اس وقت باقی تمام باتیں نظر انداز کر کے میری بات سنو ورنہ ہم اپنی بد قسمتی پر زندگی بھر روتے رہیں گے۔“

میرا لہجہ اور انداز ایسا تھا کہ اسٹار متوجہ ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔

”تمہارا کیا مطلب ہے؟“

”ولیم جیکال کو تم نے بالکل نظر انداز کر دیا ہے تمہیں اندازہ ہے کہ ولیم جیکال انہی راستوں سے گزر کر بالا آخر کسی نہ کسی طرح لیپیا میں داخل ہو جائے گا اور بن غازی تک پہنچنا اس کے لیے مشکل کام نہیں ہو گا۔“

”لیلیٰ، بن غازی؟“ استار نے سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھا۔
 ”وائٹ ڈریگن اس وقت بن غازی ہی میں ہے اور ولیم جیکال کو اس کے بارے
 میں معلوم ہو چکا ہے۔“

”کیا جو اس کر رہے ہو؟“

”باقی تفصیلات تم صہد العمران سے معلوم کر سکتی ہو۔“ میں نے برا سامنہ ہٹا کر کہا

”سب سے پہلے تو تم اپنے دل و دماغ پر قابو کرو میڈم۔ استسارا جو کچھ میں نے

تمہیں بتایا ہے وہی سچ ہے اگر یقین نہ آئے تو ہم پر تشدد کرو ہمارے جسموں کو داغدار کر دو اور آخر میں ہمیں گولی مار کر ہلاک کر دو اور اس کے بعد اس بات پر افسوس کرتی رہو کہ جس منصوبے کے لیے تم نے اپنے قیمتی آدمیوں ضائع کر دیا اس کے حصول میں تم ناکام رہی ہو۔“

”تمہارا مطلب ہے ہمیں بن غازی پہنچنا چاہیے؟“

”ہاں، ولیم جیکال سے پہلے۔“

”لیکن یہ کیسے ممکن ہے اتنا آسان تو نہیں ہوگا؟“

”اگر آسان نہیں ہے تو پھر اس منصوبے کو اپنے ذہن سے نکل پھینکو۔“

وہ کسی سوچ میں ڈوب گئی۔ تھوڑی دیر تک پر خیال انداز میں زمین کو کھینچتی رہی اور اس کے بعد بولی۔

”اور اگر اس میں کوئی چالاکی ہوئی تو.....؟“

”تو پھر تم رقص کرنا موسیقی سے لطف اندوز ہونا اور عیش کرنا۔“

”تم سے طویل حساب چکانا ہے لیکن فی الحال سودے بازی ہو سکتی ہے۔“

”میں آخری بات تم سے کہہ رہا ہوں کہ ہمیں بن غازی پہنچنا چاہیے ورنہ سب کچھ ختم ہو جائے گا۔“

”ٹھیک ہے میں تم پر اعتماد کرنے کا اظہار تو کر ہی نہیں سکتی لیکن بہر حال یہ خطرہ مجھے مول لینا پڑے گا۔ البتہ اس بات پر یقین کر لو کہ یہ آخری موقع ہے اس کے بعد میرے اور تمہارے درمیان صرف گولیوں کی زبان میں بات ہوگی۔“

”تم ہی کر سکتی ہو یہ۔ ہم اب کس قابل رہے؟“ اس نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا اور وہاں سے واپس مڑ گئی۔ صد العمران گردن جھکائے بیٹھا ہوا تھا پھر جب ایک ایک کر کے تمام لوگ چلے گئے تو اس نے حیران نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولا۔

”تم ذہنی اور جسمانی طور پر انتہائی کامیاب انسان ہو۔ تمہارے بارے میں سوچ سوچ کر بعض اوقات میرے بدن میں تھر تھری پیدا ہو جاتی ہے، بہر طور تمہارا تعلق ہی ایسے اداروں سے ہے جہاں تم ہی جیسے لوگوں کی کھپت ہو سکتی ہے۔“

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

چند ہی لمحات کے بعد مجھے دوبارہ گاڑی کے اشارٹ ہونے کی آواز سنائی دی اور میں نے مدھم لہجے میں کہا۔

”استارا قاہرہ چلی گئی۔“

”کس سلسلے میں گئی ہے؟“

”میرا خیال ہے سرحد عبور کرنے کے لیے تیاریاں کرنا چاہتی ہے؟“

”ہمارے کاغذات کہاں ہیں۔ کیا وہ اس کی نگاہوں میں آگئے ہوں گے۔“ میں صد

العمران کے ان الفاظ پر پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگا پھر میں نے کہا۔

”دیکھیں گے، ہو سکتا ہے وہ کاغذات ہماری دین میں ہی محفوظ ہوں۔“ صد العمران

نے خاموشی اختیار کر لی تھی۔

میں گہری سوچوں میں ڈوبا ہوا تھا میں نے محسوس کیا تھا کہ استارا جن محافظوں کو

چھوڑ گئی ہے وہ میری طرف سے زیادہ چوکنے نہیں ہیں ورنہ ہمارے آس پاس ہی پٹنگ

رہے ہوتے۔ یا پھر ظاہر ہے انہوں نے ایسے مورچے سنبھالے ہوئے ہوں گے جہاں سے

وہ ہماری نگرانی کر سکیں اور ہم اپنی جگہ نہ چھوڑنے پائیں، لیکن استارا کے جانے کے بعد

ایک اور خیال میرے ذہن میں گردش کرنے لگا تھا وہ خیال یہ تھا کہ اگر ہم استارا ہی کے

ساتھ سرحد عبور کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو ممکن ہے استارا ہمارے دین لے جانے پر

آمادہ نہ ہو اور دین ہمیں رہ جائے۔ سارا مقصد ہی فوت ہو جائے گا اس کے لیے ضروری

ہے کہ استارا کے بغیر ہی یہاں سے نکلنے کی کوشش کرنی چاہیے اور اس وقت اس کا

بہترین موقع حاصل ہو گیا تھا۔ کیونکہ استارا لازمی امر تھا کہ قاہرہ کے لیے روانہ ہوئی ہے

ہو سکتا ہے اس جگہ سے قاہرہ کا فاصلہ اتنا زیادہ نہ ہو لیکن بہر حال چوبیس گھنٹے کا وقت تو تھا

ہی۔ ہمیں اسی دوران یہاں سے نکل جانا چاہیے۔ ذہنی روایت بار پھر ولیم جیکال کی جانب

بھٹک گئی تھی۔ وہ کبھت اس طرح گم ہو گیا تھا جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔ اب یہ

سوچنا تھا مجھے کہ کیا کیا جائے۔ دفعہ میں نے صد العمران سے کہا۔

”کیا خیال ہے صد العمران کیا ہم استارا کا انتظار کریں گے؟“

”اس سے فائدہ کیا۔ ہم مصیبتوں میں گرفتار ہو کر لیبیا میں نہیں داخل ہوں گے۔“

”بے شک۔“

”کیا مطلب ہے تمہارا بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی؟“

”میرا مطلب صرف اتنا ہے کہ اب ہمیں یہاں سے نکل چلنا چاہیے۔“

”خالہ جی کا گھر ہے کیا۔ جہاں ہم سیر و تفریح کے لیے آئے ہیں اور آرام سے یہاں

سے نکل جائیں گے۔“ مجھے صد العمران کے انداز پر ہنسی آگئی۔ میں نے کہا۔

”نہیں ڈیئر خالہ جی کا گھر تو نہیں ہے لیکن کیا نکلنے کی کوشش نہیں کی جاسکتی؟“

”کیسے کریں گے؟“

”کیا تمہارے ہاتھوں کی انگلیاں بہت کمزور ہیں؟“

”انگلیاں! صد العمران نے اپنے بندھے ہوئے ہاتھوں کو جنبش دے کر کہا۔“

”ہاں انگلیاں“ میں اپنے ہاتھوں کی رسیوں کا رخ تمہاری جانب کرتا ہوں۔ ہم

دونوں پشت سے پشت ملا کر بیٹھ جاتے ہیں تم میری رسیوں کو کھولنے کی کوشش کرد اور

میں تمہاری رسیوں کو کھولنے کی کوشش کرتا ہوں۔“

صد العمران حیرت سے مجھے دیکھنے لگا تھا۔ غالباً یہ سوچ رہا تھا کہ یہ طریقہ زیادہ

مشکل تو نہیں ہے کم از کم کوشش کی حد تک پھر یہ اس کے ذہن میں کیوں نہیں آیا تھا۔

میں نے مسکراتے ہوئے اپنا رخ اس کی جانب پھیر دیا۔ محافظ چونکہ ہمارے آس پاس

موجود نہیں تھے، لیکن ہمیں ان کے بولوں کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔ ہمارے

عقب میں ایک چٹان تھی۔ آس پاس میں اور ایسی بہت سی چیزیں جن کی آڑ ہم لے سکتے

تھے۔ صد العمران نے میری ہاتھوں پر کوشش شروع کر دی حالانکہ انتہائی مشکل کام تھا

ہماری بندشیں اتنی معمولی نہیں تھیں کہ آسانی سے کھل جائیں، لیکن کوشش کرنے سے

تو بہت کام ہو جاتے ہیں۔ وہ رسی اچھی خاصی موٹی تھی، اگر باریک ہوتی تو وقت ہوتی،

لیکن موٹی رسی نے کام آسان کر دیا تھا۔ چند ہی لمحات کے بعد میں نے اپنے ہاتھوں پر رسی

کی گرفت ڈھیلی محسوس کی اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی میں نے آہستہ آہستہ

رسیوں کو کھینچنا شروع کر دیا اور میرے ہاتھ ان کی گرفت سے آزاد ہو گئے۔ پاؤں اب

بھی بندھے ہوئے تھے، لیکن ہاتھوں کو کھلنے کے بعد پیروں کو کھولنا مشکل کام نہیں تھا

چنانچہ اس سے پہلے میں نے صد العمران کے ہاتھ کھول دینا زیادہ ضروری سمجھا اور اسے

اپنی جانب رخ کرنے کے لیے کہا میرے آزاد ہاتھوں نے صد العمران کی ہاتھوں کی بندشیں

ایک لمحے میں کھول دیں وہ آزاد ہو گیا۔ میں نے اس سے کہا۔

”اب نہایت احتیاط سے اپنے پیروں کو کھول لو اور اس کے بعد رسی کو اس طرح

پیروں پر ڈال لو کہ وہ پیروں پر لپٹی ہوئی محسوس ہو۔“

صد العمران میری ہدایت پر عمل کرنے میں مصروف ہو گیا۔ میں نے بھی اپنے پاؤں

پر آسانی کھول لیے۔ جوتوں کی آدازیں مسلسل آرہی تھیں غالباً محافظوں نے ہمارے

قریب آنا ضروری نہیں سمجھا تھا اور صرف دور دور سے نگرانی کر رہے تھے۔ میری ہدایت

پر صد العمران نے ہاتھ بھی پیچھے ہی کر لیے اصل میں پہلے اس پھونچن کا جائزہ لینا تھا جس

کے تحت کام کیا جاسکے لیکن زیادہ دیر انتظار نہ کرنا پڑا۔ ایک محافظ کو خیال آئی گیا تھا کہ کم

از کم ایک نظر تو ہم پر ڈال ہی لی جائے اور وہ اس طرف نکل آیا تھا۔ وہ مشتبه نگاہوں سے

ہمیں دیکھتا ہوا ہمارے قریب آگیا اور اس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

”کو دو ستو تمہیں کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے؟“

میں نے پھینکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ ”تم لوگوں کی مہمان نوازی تو بہت عظیم

ہے۔ پانی کا ایک قطرہ تک نہیں ملا ہمیں۔“ جواب میں محافظ قہقہہ لگا کر بولا۔

”تم ہو بھی تو معزز مہمان۔ یہاں خوراک کی ویسے ہی کمی ہے۔ اس دیرانے میں

کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں ملتی چنانچہ تم بھی صبر کرو۔ ویسے ہم لوگ گرما گرم کافی پی

رہے تھے۔“ وہ فضا میں منہ اٹھا کر سو گئے لگا۔ وہ ہمارا مذاق اڑا رہا تھا۔“

میں دل ہی دل میں ہنسنے لگا میں نے سوچا۔ بیٹے تیری یہ کافی تو میں ابھی نکالتا ہوں

پھر وہ اطمینان سے واپس مڑ گیا اور اپنے ساتھیوں کی طرف جانے لگا لیکن زیادہ موقع دینا

حماقت تھی۔ میں نے پیروں پر سے رسی ہٹائی اور کسی مینڈک کی طرح اچھل کر پشت پر

جاگرا اور اس کی گردن میں ہاتھ ڈال کر اسے اپنے بدن کے بوجھ کے سہارے زمین تک

لینا چلا گیا اور اس کا سر پوری قوت سے زمین سے ٹکرایا۔ اس کے حلق سے دلخراش چیخ

نکلی تھی۔ لیکن بس اتنا ہی کافی تھا مجھے امید تھی کہ وہ اپنی رائفل فوراً ہی استعمال نہیں

کر سکے گا۔ میں نے اس کی رائفل فوراً ہی اپنے قبضے میں کر لی۔ میرا اندازہ بالکل درست

تھا۔ فوراً دو آدمی دوڑتے ہوئے سامنے آئے انہوں نے اپنی رائفلیں سیدھی کر رکھی

تھیں۔ میں نے ایک لمحے انتظار نہ کیا۔ رائفل سے نکلنے والی گولیاں ان کے جسموں میں

بیوسٹ ہو گئیں ان کے ہاتھ فضا میں بلند ہو گئے اور پھر وہ سیدھے ہی سیدھے چت زمین پر جا گرے۔ صد العمران نے بھی اٹھنے میں دیر نہیں لگائی تھی۔ اب اس کے جسم میں بڑی پھرتی پیدا ہو گئی تھی اس نے فوراً ہی ایک راکٹ اپنے قبضے میں کر لی اور ہم لوگوں نے چٹانوں کی آڑ لے لی۔ ہمارے کان مزید آہٹوں کے منتظر تھے۔ یہ اندازہ نہیں تھا کہ یہاں کتنے محافظ ہیں۔ اصولی طور پر اس کارروائی کے بعد انہیں سرگرم ہو جانا چاہیے تھا لیکن ایک منٹ دو منٹ پھر پانچ منٹ گزر گئے اور کوئی تحریک نہ ہوئی۔ میں نے اشارے سے صد العمران سے پوچھا کہ اب کیا کرنا چاہیے وہ دونوں شانے بلا کر مسکرا دیا۔ میں نے اسے وہیں رکنے کا اشارہ کیا اور راکٹ لے کر جھکا جھکا آگے بڑھنے لگا پھر ایک چٹان پر چڑھ گیا لیکن اس انداز میں کہ کسی بھی جانب سے کوئی تحریک ہو تو میں چٹان سے نیچے چھلانگ لگا دوں، لیکن استار نے ہمارے لیے صرف تین ہی آدمیوں کو یہاں پہرے پر متعین کیا تھا۔ باقی لوگوں کو وہ اپنے ساتھ لے گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ہمیں یہ اطمینان ہو گیا کہ اب یہاں اور کوئی مداخلت کرنے والا نہیں ہے، حالانکہ ایک جیب اب بھی یہاں کھڑی ہوئی تھی لیکن جیب کے آس پاس کوئی اور موجود نہیں تھا۔ میں نے صد العمران سے کہا۔

”اب لائن کلیئر ہے۔“

”کہیں وہ لوگ چھپ نہ گئے ہوں۔“

”بظاہر تو نظر نہیں آتا، لیکن اب یہ رسک تو لینا ہی پڑے گا آؤ، بلکہ راکٹ میں جیب اشارت کر کے یہاں لاتا ہوں خدا کرے اس کی چابی اگنیشن میں موجود ہو۔“ میں پھر بھی محتاط انداز میں آگے بڑھا اور جیب تک پہنچ گیا۔ جیب کے آس پاس بھی کوئی موجود نہیں تھا۔ میں نے جیب کے اگنیشن کو دیکھا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اب آسانیاں پیدا ہو رہی تھیں غالباً ان لوگوں نے جیب کو الرٹ رکھا تھا تاکہ کسی بھی ضرورت پر جیب میں سوار ہو کر وقت ضائع کیے بغیر آگے بڑھا جاسکے۔ میں نے جیب اشارت کی اور صد العمران کے قریب لے آیا۔ صد العمران بھی اچھل کر جیب میں سوار ہو گیا۔ میں نے جیب آگے بڑھا دی۔ صد العمران نے کہا۔

”ویگن پتا نہیں کس حال میں ہوگی۔ خدا کرے وہ گنجت اسے نہ لے گئی ہو۔“

”ابھی تک تو ایسی صورت حال نظر نہیں آئی ہے چلو دیکھتے ہیں۔“ فاصلہ بہت زیادہ

نہیں تھا۔ ہمیں اپنی دین نظر آگئی، لیکن وہ اس جگہ نہیں تھی جہاں ہم نے اسے چھوڑا تھا۔ الٹی ہوئی گاڑی اب بھی وہیں پڑی ہوئی تھی۔ ہم لوگ اپنی دین کے قریب جا کرے اور دوسرے لمحے جیب سے کود کر دین میں داخل ہو گئے۔ دین میں قدم رکھتے ہی صد العمران کے حلق سے ایک چیخ سی نکل گئی کیونکہ دین میں جو افراتفری نظر آرہی تھی وہ بڑے خدشات کا اظہار کرتی تھی۔ یقیناً دین کی پوری طرح تلاشی لی گئی تھی۔ سیٹیں چاقو سے پھاڑ دی گئی تھیں۔ ہر چیز بکھری ہوئی تھی۔ ڈکی کھلی ہوئی تھی اور اس میں سے کاغذات باہر پھینک دیے گئے تھے، لیکن شکر ہے کہ انہوں نے ان کاغذات پر توجہ نہیں دی تھی۔ وائٹ ڈریگن ہی تلاش کرتے رہے تھے حالانکہ یہ وہ کاغذات تھے جن کے ذریعے ہمیں مصر کی سرحد عبور کر کے لیبیا میں داخل ہونے میں مدد مل سکتی تھی اگر استار ہی کاغذات پر توجہ دے لیتی تو وہ انہیں اپنے قبضے میں کر لیتی لیکن اس نے ساری چیزیں نکال کر پھینک دی تھیں۔ صد العمران نے پھرتی سے دین سے باہر چھلانگ لگا دی اور اس کے نیچے ریگ گیا دوسرے لمحے مجھے اس کی قلعاری سنائی دی تھی اور اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ صورت حال کیا ہے۔ چند لمحات کے بعد وہ باہر نکل آیا اور اس نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

”وہ محفوظ ہے اصل میں اسے جس طرح میں نے سمیٹر بکس کے سائیڈ میں ویلڈ کرایا تھا کوئی اس کی جانب توجہ نہیں دے سکتا تھا۔ اس کے اوپر میں نے جلی ہوئی موٹی موٹی گریں بھی لگا دی تھی تاکہ وہ دین ہی کا ایک پرزہ محسوس ہو۔“

”تم نے کھول کر دیکھ لیا؟“

”ہاں۔“

”سب خیریت ہے؟“

”ہاں، اب جس قدر جلد ہو یہاں سے نکل چلو یہی ہمارے حق میں بہتر ہے۔“

میں نے گردن ہلا دی بہر حال سیٹیں وغیرہ تو پھٹ ہی چکی تھیں لیکن اب ان کی جانب توجہ دینا بے مقصد ہی تھا۔ دین میں ہمارے کھانے پینے کی چیزیں بھی موجود تھیں لیکن سب کی سب لڑھکا دی گئی تھیں میں نے ابھی ان کی جانب کوئی توجہ نہیں دی۔ پہلے یہاں سے آگے بڑھ گیا اور کچھ دیر کے بعد ہم اس سڑک پر آگئے جو ہمیں ہماری منزل کی

جانب لے جاسکتی تھی۔ استارا کی واپسی چوبیس گھنٹے سے پہلے متوقع نہیں تھی اور یہ وقت ہمارے لیے بہت کافی تھا بہر حال اسے ایک بار پھر ایک بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ صدر العمران کے ہوش و حواس اب مکمل طور پر بہتر ہو گئے تھے اس نے مجھ سے پوچھے بغیر کھانے پینے کی کچھ چیزیں نکالیں اور میری جانب بڑھاتے ہوئے بولا۔

”دوران سفر اس قسم کا کھانا بعض اوقات بڑا خوشگوار محسوس ہوتا ہے۔ خصوصاً اس وقت جب حالات قابو سے نکلنے کے بعد دوبارہ قابو میں آگئے ہوں۔ البتہ ان کبجینوں نے پینے کے لیے کچھ نہیں چھوڑا۔ خو کوئی بات نہیں ہے ہماری منزل اب اتنی دور بھی نہیں کہ ہم خوراک کے لیے پریشان ہو جائیں۔“

میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ بسکٹ وغیرہ معدے میں اتارے گئے تو طبیعت کو بڑی تقویت سی ہوئی۔ ہم دونوں گزرے ہوئے واقعات پر گفتگو کرتے ہوئے مسلسل سفر کر رہے تھے آخر کار ہماری منزل آگئی اب اس وقت ہم مصر اور لیبیا کی سرحد پر تھے ہمیں وہ محافظ نظر آرہے تھے جو سرحدوں کی نگہبانی کرتے ہیں۔ محافظ نے ہم پر راکھیں تان لیں اور ہمیں دین سے نیچے اترنے کے لیے کہا۔ راکھیں وغیرہ ہم نے راستے ہی میں پھینک دی تھیں۔ دین کی اچھی طرح تلاشی لی گئی لیکن دین سے کوئی ایسی چیز برآمد نہیں ہوئی تھی جس پر پابندی ہو۔ محافظوں نے اس بات پر زیادہ خوشی کا اظہار نہ کیا اور ان میں سے ایک نے کڑی نگاہوں سے ہمیں گھورتے ہوئے کہا۔

”تمہارے پاس کوئی چیز نہیں ہے؟“

”ہمیں جناب ہمارے کاغذات سے آپ نے اندازہ لگالیا ہو گا کہ ہم سیاح ہیں اور اپنی اس دین کے ذریعے سفر کر رہے ہیں۔“ میں نے محافظوں کے چہروں پر جو کچھ دیکھا تھا فوراً ہی اس پر عمل بھی کر ڈالا تھا۔ میری جیب سے نکلے ہوئے کچھ نوٹ محافظوں کی جیب میں منتقل ہو گئے تو ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹیں پھیل گئیں اور انہوں نے ہمیں بڑی خوش اخلاقی سے آگے جانے کا راستہ دے دیا بلکہ راستے کے پارے میں معلومات بھی فراہم کر دیں اور ہمیں بتا دیا کہ بن غازی جاتے ہوئے ہمیں کون سے راستوں کو مد نظر رکھنا ہو گا۔ شام ہو چکی تھی اور ہمیں مسلسل سفر کرنا تھا۔ کچھ دور چلنے کے بعد آبادیاں نظر آنے لگیں۔ ایک جگہ سے پیٹرول کی لٹکی بھردانی اور اس کے بعد پھر سفر کا آغاز کر دیا۔ جو

صورت حال ہمارے علم میں آئی تھی اس کے تحت بن غازی پہنچنے میں ہمیں کافی وقت صرف کرنا تھا۔ ایک آبادی میں رک کر ہم نے کھانے پینے کی اشیاء طلب کیں لیکن ہمارے پاس لیبیا کی کرنسی موجود نہیں تھی۔ البتہ مصری پونڈ کے عوض ہمیں عمدہ کھانا فراہم کر دیا گیا کیونکہ مصر اور لیبیا کے درمیان کرنسی کا تبادلہ بہت زیادہ مشکل کام نہیں تھا۔ میں نے اور بھی کرنسی حاصل کی تاکہ اگر کوئی ضرورت پیش آئے تو کام آسکے۔ پیٹرول کے سلسلے میں بھی مصری پونڈ کو ہی قبول کر لیا گیا تھا۔ رات خاصی ہو گئی سڑک پر اکا دکا مال بردار ٹرکوں کے علاوہ اور کوئی چیز نظر نہیں آرہی تھی۔ کچھ فاصلے پر پہنچنے کے بعد ہمیں ایک تنگ سا پہاڑی راستہ اختیار کرنا پڑا جس کے دونوں طرف بلند و بالا پہاڑوں کا سلسلہ نظر آرہا تھا۔ راستہ انہی پہاڑوں کے درمیان سے گزرتا تھا۔ ہمیں اس راستے کے پارے میں زیادہ معلومات حاصل نہیں تھیں۔ صدر العمران نے بھی یہی بتایا کہ اس وقت محافظوں کی نشاندہی بڑی کارآمد رہی۔ ورنہ راستوں کے سلسلے میں بستیوں سے مدد لینی پڑی آخر کار اس سفر کا اختتام بن غازی جیسے خوبصورت شہر پر ہوا سڑکوں پر ہر قسم کا ٹریفک جاری تھا۔ ہر چیز دستیاب تھی چنانچہ سب سے پہلے یہاں ناشتا کرنا تھا اور اس کے لیے ہم نے ایک خوبصورت ہوٹل کا انتخاب کیا۔ یہاں مصری پونڈ کو لیبیا دینار میں تبدیل کرانا بالکل مشکل نہ ہوا۔ ہوٹل میں ناشتا کرنے کے بعد ہم ترو تازہ ہو گئے۔ صدر العمران نے کہا۔

”ہمارا براہ راست حماد فروغی کے گھر پہنچ جانا مناسب نہیں ہو گا میرا خیال ہے ہمیں پہلے یہاں کسی ہوٹل میں قیام کرنا چاہیے اور میری رائے ہے کہ اس دین کو ہم مناسب جگہ چھوڑ دیں کیونکہ یہ دوسروں کی نگاہوں میں بھی آچکی ہے ہمیں اس سے نقصان بھی پہنچ سکتا ہے۔“

”میں تمہاری بات سے اتفاق کرتا ہوں ویسے بھی اس کھٹارا دین کی اب کوئی ضرورت نہیں ہے۔“

”تو پھر کیا خیال ہے؟“

”یہاں سے اٹھا جائے۔“

”ہاں“ لیکن ہمیں اس میں اپنا کوئی نشان نہیں چھوڑنا چاہیے۔“

”قیام کہاں کرو گے؟“

”بلاشبہ بن غازی آئے ہوئے مجھے ایک طویل عرصہ گزر چکا ہے، لیکن میں یہاں سے واقفیت رکھتا ہوں۔ ہم کسی غیر معروف ہوٹل میں قیام کریں گے اور یہ کام مشکل نہیں ہوگا۔“

”اور ہماری خاص چیز۔“

”اب اسے اپنے ساتھ ہی رکھیں گے ہم اپنے دشمنوں کو چمکے دے کر یہاں تک آنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ حماد فروغی بہت عمدہ شخصیت کا مالک ہے ویسے بھی اس کا قیام بن غازی کے مشرقی گوشے میں ایک الگ تھلگ مقام پر ہے میرا خیال ہے پہلے ہم اس سے رابطہ کر لیں اس کے بعد وہاں پہنچیں گے۔“

”یہاں آنے کے بعد اب باقی ذمے داری تمہاری رہ جاتی ہے صد العمران۔“

”ٹھیک ہے۔ آؤ پھر چلیں۔“

ہوٹل سے باہر آنے کے بعد ہم نے آخری بار اس دین میں تھوڑا سا سفر کیا اور ایک ایسے مقام پر اسے چھوڑ دیا جو ذرا دور دراز علاقے میں تھا، لیکن شہر سے اتنی دور بھی نہیں کہ ہمیں وہاں سے ٹیکسی ملنے میں وقت ہوتی۔ سب سے پہلے ہم نے دین سے اپنے نشانات صاف کرنے شروع کر دیے۔ اس کی نمبر پلیٹیں اتار لیں۔ تمام کاغذات اس میں سے نکال لیے یہاں تک کہ فنگر پرٹس بھی صاف کر دیے۔ اس کے بعد صد العمران نے دین کے نیچے لیٹ کر وہ بکس بھی نکال کر میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

”اسے تو میں تمہاری تحویل میں دے ہی چکا ہوں۔ مصر سے ہی میں نے تمہیں اس کا محافظ بنا دیا ہے، چنانچہ یہ تمہارے حوالے۔“

میں نے چھوٹا بکس اپنے لباس میں پوشیدہ کر لیا اور اس کے بعد ہم غمیلے ہوئے وہاں سے آگے چل پڑے اب ہمیں کسی ہوٹل کی تلاش تھی۔ ٹیکسی ڈرائیور سے صد العمران نے گفتگو کی اور اس نے ہمیں ایک بوسیدہ سے ہوٹل کے سامنے لا کھڑا کیا۔ بدترین جگہ تھی لیکن یہی ہمارے لیے موزوں بھی تھی۔ تنگ و تاریک کمرے میں دو بستر بچھے ہوئے تھے کیونکہ صد العمران نے یہاں ڈبل روم طلب کیا تھا۔ کوئی سہولت نہیں تھی۔ کرایہ بھی نہ ہونے کے برابر تھا۔ بکس کو ایک محفوظ جگہ پوشیدہ کر دیا گیا اور اس کے

بعد صد العمران تھکے تھکے لہجے میں بولا۔

”میں سمجھتا ہوں اگر میں اس کام کو تکمیل تک پہنچا سکا تو یہ میری تمام زندگی کا بہترین کارنامہ ہوگا۔ درحقیقت اس کے حصول سے پہلے جیسا کہ میں تمہیں پہلے بتا چکا ہوں میرے ذہن میں یہ خیال نہیں تھا کہ یہ میرے لیے اس قدر وبال جان بن جائے گا، لیکن جب انسان کسی سلسلے میں اتنی محنت کر چکا ہوتا ہے کہ اسے اپنی زندگی کے بیش قیمت لحاظ ضائع ہونے کا افسوس ہو تو پھر اپنے مقصد کی تکمیل ہی چاہتا ہے۔ اس سلسلے میں بھی یہی سمجھو کہ بس پھنس جانے والی بات تھی، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہتر ہی ہوا۔“

”حماد فروغی سے رابطے کا کیا ذریعہ ہوگا؟“

”اول تو یہاں فون نہیں ہے، دوئم یہ کہ اگر ہم کہیں سے فون تلاش بھی کر لیں تو میرے پاس حماد فروغی کا فون نمبر نہیں ہے۔ پرانی بات تھی جب میرے اور اس کے درمیان رابطہ تھا اب تو بہت عرصے سے میرا اس سے رابطہ کٹا ہوا ہے۔“

ہم لوگ بہت دیر تک گفتگو کرتے رہے تھے۔ حماد فروغی تک جانے کے لیے دوسرے دن کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ رات کا کھانا باہر ہی کھایا اور پھر کال کوٹھری میں آپڑے صد العمران نے ہنستے ہوئے کہا۔

”یہ حقیقت ہے کہ میری پچھلی کئی راتیں نیند سے عاری گزری ہیں چنانچہ اس منحوس جگہ کم از کم نیند بڑی پر سکون آئے گی۔“ اور واقعی اس منحوس جگہ نیند بڑی خوبصورت آئی تھی۔

دن میں کافی دیر تک سوتے رہے۔ اس کے بعد کالوں کے سے انداز میں وقت گزارا۔ شام کو تقریباً چار بجے صد العمران تیار ہو گیا۔ ہم نے وہ بکس بھی ساتھ لے لیا تھا۔ ہوٹل کا یہ کمرہ چھوڑنے کی ضرورت نہیں پیش آئی تھی۔ ٹیکسی ہمیں لے کر باب غلوم چل پڑی جس کا پتا ڈرائیور کو بتا دیا گیا تھا۔ خاموشی سے یہ سفر طے کیا گیا اور اس کے بعد ہم بن غازی کے اس مضافاتی علاقے میں پہنچ گئے جہاں حماد فروغی کی قیام گاہ تھی ایک وسیع احاطے میں پھیلی ہوئی تھی۔ بڑے سے احاطے کو درختوں سے آراستہ کیا گیا تھا اور اس کے درمیان عمارت کی سنگی سیڑھیوں پر قدم رکھتے ہوئے صد العمران نے کہا۔ ”اندر جاترنگ بننے لگا ہوگا۔“

”کیا مطلب؟“

”ان سیڑھیوں میں ایسے حساس آلہ نصب کیے گئے ہیں جو اندر فوراً اطلاع دیتے ہیں کہ کوئی آیا ہے۔“

”محسوس تو نہیں ہوتے۔“

”یہی تو خوبی ہے۔“

”واقعی خوب ہے۔“

”آؤ۔“ صد العمران نے کہا اور ہم سنگی سیڑھیاں عبور کر کے دروازے پر پہنچ گئے۔“

ابھی ہم یہاں پہنچے ہی تھے کہ دروازہ کھلا اور ایک شخص نے ہمارا استقبال کیا۔
”فرمائیے؟“

”تم کون ہو؟“ صد العمران نے کہا۔

”خاوم۔“ اس نے جواب دیا۔

”اس سے کہو صد العمران آیا ہے۔“

”آپ اندر تشریف لے آئیے۔“ ملازم نے مودب لہجے میں کہا اور دروازہ پورا کھول دیا۔ صد العمران مجھے اشارہ کر کے خود اندر داخل ہو گیا۔ ملازم نے بے آواز دروازہ بند کیا اور ہماری راہنمائی کرنے لگا۔

”کیا وہ ڈرائنگ روم میں نہیں ہے؟“

”نہیں گاہ تبدیل کر دی گئی ہے۔“ ملازم نے جواب دیا۔

”عجب ہے۔“ صد العمران بولا۔ وہ اس قسم کا اظہار کر رہا تھا جیسے اس گھر کے

مطلعات میں وہ بہت زیادہ مداخلت رکھتا ہو اور مجھے بتانا چاہتا ہو کہ یہ گھر اس کے لیے بالکل اچھی نہیں ہے۔

ملازم ایک راہداری سے گزار کر اسے ایک دروازے کے سامنے لایا اور دروازہ کھول دیا ہم لوگ اندر داخل ہو گئے۔ اندر بہت ہی مدہم روشنی پھیلی ہوئی اور اتنا نفس اور دبیز قالین بچھا ہوا تھا کہ پاؤں دھستے چلے جائیں چونکہ تیز روشنی سے اندر آئے تھے اس لیے ایک لمحے کے لیے ماحول نگاہوں میں دھندلا گیا لیکن ایسا صرف چند ہی لمحوں کے

لیے ہوا تھا۔ دفعہ ”صد العمران ٹھٹھک گیا میں نے بھی سامنے ایک شاندار صوفے پر بیٹھنے ہوئے شخص کو دیکھا اور میرا منہ حیرت سے کھل گیا۔

میری نگاہیں ولیم جیکال کو دیکھ رہی تھی جو نیم دائرے کی شکل میں بنے صوفے کے عین درمیان بیٹھا ہوا مسکراتی نگاہوں سے ہم دونوں کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہال کے وسیع حصے میں ’مزید چار آدمی نظر آرہے تھے۔ جو مسلح گارڈ کی حیثیت تھے۔

ہم دونوں ہی پر حیرتوں کا اس طرح حملہ ہوا کہ چند لمحوں کے لیے پتھر کر رہ گئے۔ ولیم جیکال کی آواز نے ہی ہماری یہ محویت توڑی تھی۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔
”ویلم مائی فرینڈز۔ ویلم۔“

میرے بدن پر جھرجھری سی آگئی۔ صد العمران پر تو جیسے سکتہ سا طاری ہو گیا تھا۔ میں نے ایک قدم آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔
”ہوں تو تم یہاں عیش کر رہے ہو؟“

”ہاں مائی ڈیر۔ اصل میں میں نے تھوڑا سا پروگرام بدل دیا تھا۔“

”مسٹر ولیم جیکال کیا یہ بد عہدی نہیں تھی؟“

”اب جب کہ تم صد العمران پر سب کچھ ظاہر کر دینا چاہتے ہو تو مجھے چھپانے کی کیا ضرورت ہے۔ ہاں یہ تھوڑی سی نہیں بلکہ کافی بد عہدی تھی لیکن میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ موقع کی نزاکت دیکھتے ہوئے میں نے اپنے پروگرام میں تھوڑی سی تبدیلی کر دی تھی کہ کیونکہ میں جانتا تھا کہ تم ہر قیمت پر یہاں پہنچ جاؤ گے۔“

”تو اس کے بعد تم اس کی توقع کیوں رکھتے ہو کہ میں معاہدے کی پابندی کروں گا۔“

”نہیں مجھے یہ توقع بالکل نہیں ہے، لیکن جو کام زیادہ آسانی سے ہو رہا ہے میں اسے نظر انداز تو نہیں کر سکتا۔“

”تمہیں معلوم ہے کہ راستے میں استارا نے ہم لوگوں کے ساتھ انتہائی سخت سلوک کیا اور نہ جانے کس کس طرح ہم یہاں تک پہنچ سکے ہیں۔“

”نہیں میں نے اس پر غور نہیں کیا لیکن تمہاری شخصیت پر میں نے غور کیا تھا۔ میں جانتا تھا کہ استارا تم پر قابو نہیں پاسکتی، کیا تم نے اسے قتل کر دیا؟“

”اوہ..... تم.....“

”صد العمران کیا تم یہ بات جانتے ہو کہ یہ شخص تمہیں دھوکا دے کر تمہاری حویلی سے اس چھوٹے سے مکان میں آیا جہاں فاضل النعم اور رحمانہ موجود تھے۔ وہاں سے اس نے مجھے طلب کر کے تمہیں دکھایا اور اس کے بعد اس نے مجھے یہ بتایا کہ تم بن غازی پہنچنا چاہتے ہو تاکہ اپنے دوست حماد فروغی کے ساتھ مل کر اس سودے کی تکمیل کر سکو۔ میری مراد وائٹ ڈریگن ہے۔“

صد العمران آنکھیں پھاڑ کر مجھے دیکھنے لگا پھر رفتہ رفتہ اس کے انداز میں تبدیلی پیدا ہوتی چلی گئی۔ اس نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔
”تو یہ بات ہے؟“

”مجھ سے بات کرو ڈیر۔ بالکل یہی بات ہے۔ میرا خیال ہے ہماری مطلوبہ چیز اس شخص کے پاس موجود ہے۔ کتنا بھروسہ کر لیا تم نے اس پر۔ دیکھو۔ اس نے اپنے آدمی کو حکم دیا اور ایک لمحے کے اندر وائٹ ڈریگن کا وہ بکس مجھ سے لے لیا گیا جو انتہائی قیمتی حیثیت رکھتا تھا۔ وائٹ ڈریگن اس ڈبے میں موجود تھا۔ ولیم جیکال کے اشارے پر وہ ڈبہ اس کے حوالے کر دیا گیا اور ولیم جیکال نے ڈبہ کھول کر وائٹ ڈریگن نکال لیا۔ وہ اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔ اس کے چہرے پر شدید تجسس کے آثار نظر آرہے تھے۔ اس کی آنکھیں ننھے ننھے مقمقوں سے جگمگانے لگی تھیں اس کا منہ حیرت سے پھیل گیا تھا اور میں نے محسوس کیا تھا کہ اس کے بدن میں ہلکی سی لرزش بھی پیدا ہو گئی ہے پھر وہ آہستہ سے بولا۔“

”یہ ہے وہ قیمتی اور نایاب شے جس کے لیے اس وقت دنیا کی بڑی بڑی قوتیں اسے حاصل کرنے کے لیے جتن کر رہی ہیں لیکن اسے حاصل کیا ولیم جیکال نے۔ ولیم جیکال ڈی گریٹ آج تم دنیا کی ایک ایسی قیمتی شے کے مالک ہو جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے تھے اور صرف یہ تمہاری محنت کا پھل ہے۔“ اس نے وائٹ ڈریگن کو بغور دیکھا اور پھر اسے اپنی گود میں رکھنے کے بعد اپنی سینے کی جیب کے قریب سے کوئی شے نکالنے لگے۔

میں اور صد العمران اسے کینہ توڑ نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ میرے لیے صد العمران کے چہرے پر ایسی نفرت کے آثار پیدا ہو گئے ہیں۔ جس اب

”اس سوال کا جواب بے مقصد ہے لیکن حماد فروغی کہاں ہے؟“

”نہیں نہیں۔ میں نے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچایا بلکہ صد العمران کو یہ بات معلوم ہونی چاہیے تھی کہ اس کا دوست حماد فروغی اس وقت بن غازی میں موجود نہیں ہے بلکہ وہ اپنی بیوی اور بچوں کے ساتھ بیروت گیا ہوا ہے۔“

اب صد العمران چونکا۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا اور سخت لمحے میں کہا۔

”اور اس کی غیر موجودگی میں تم یہاں داخل ہو گئے ہو؟“

”ہاں۔ تمہارے بہت پیارے دوست نے..... نہیں نہیں مسٹر وائٹ منصور آپ کسی قسم کی کوئی حرکت نہیں کریں گے۔ پہلے آپ کا مناسب بندوبست کر لیا جائے۔“ اس نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا اور وہ لوگ پستولیں سیدھی کیے ہوئے ہمارے قریب پہنچ گئے۔

”یہ سب کیا ہے؟“ صد العمران نے کہا لیکن کسی نے اس بات کا جواب نہیں دیا۔ ہمارے ہاتھ پشت پر باندھ دیے گئے اور ہمیں صوفوں پر بیٹھا دیا گیا۔
”ہوں تو میرے دوست وائٹ منصور مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ کم از کم ایک سلسلے میں تم نے مجھ سے جھوٹ نہیں بولا۔“

”تم نہایت ذلیل انسان معلوم ہوتے ہو ولیم جیکال اور اس سطح کے آدمی نہیں ہو۔ جس سطح کا میں نے تمہیں سمجھ لیا تھا۔“ میں نے غرا کر کہا۔
”جب لوگ مجبور ہو جاتے ہیں تو گالیوں کے سوا اور کچھ نہیں کہتے۔ تم نے میری کیا سطح متعین کی تھی۔“

”میں نے تمہیں ایک اعلیٰ طرف سمجھا تھا اور جو طاقتور ہوتا ہے وہ ہمیشہ اعلیٰ طرف ہوتا ہے لیکن تم نہایت نکتے اور بزدل آدمی ہو۔“

”دیری گڈ۔ بہر حال ان معاملات کا تعلق مجھ ہی جیسے لوگوں سے ہوتا ہے لیکن تم اپنے آپ کو کیا کہتے ہو۔ کیا صد العمران ایک اچھا انسان نہیں ہے۔ کیا اس نے تم پر اعتبار نہیں کر لیا تھا۔ تم نے اس کے اعتبار کو دھوکا دیتے ہوئے مجھ سے سودے بازی کی۔ اصل میں بس بیس سے میرا ذہن خراب ہو گیا۔ میں نے سوچا جب تم ایک آدمی سے فریب کر کے مجھ سے سودا کر سکتے ہو تو کیا میں تمہیں فریب نہیں دے سکتا۔“

تبدیل کرنا کسی طور ممکن نہیں تھا۔ واقعی اس کے ذہن کو شدید جھٹکا لگا تھا اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ یہاں پر مار کھا گیا اور اب نہیں کہہ سکتا کہ کیا صورت حال پیش آئے۔ ہاتھ تو صرف پشت پر باندھے گئے تھے اور اس وقت بھی وہی صورت حال تھی جو استارا کے موقع پر پیدا ہو گئی تھی میں نے غیر محسوس طریقے سے اپنے ہاتھوں کو ہلکی ہلکی جنبش دینا شروع کی۔ ایک خاص انداز میں ہاتھوں کو چوڑا کر کے ہلکا کرنا بعض اوقات رسیوں کو ڈھیلا کر دیتا ہے۔ جس انداز میں انہوں نے میرے ہاتھ کسے تھے۔ اس سے میں نے اندازہ لگالیا تھا کہ اس بات کی گنجائش موجود ہے کہ میں ہاتھوں کو کھول سکوں۔ ویسے بھی میں نے خاص میکینیک استعمال کی تھی۔ جب انہوں نے میرے دونوں ہاتھوں کو ملا کر باندھنے کی کوشش کی تھی تو میں نے ہاتھوں کے درمیان انتہائی قوت صرف کر کے اتنا خلا رکھا تھا کہ میرے ہاتھ چوڑے ہو جائیں اور بعد میں انہیں ڈھیلا کرنے میں آسانی ہو لیکن یہ کام اتنی آسانی سے نہیں ہو سکتا تھا۔ میں آہستہ آہستہ اس میں مصروف رہا۔ میری نگاہیں ولیم جیکال کو دیکھ رہی تھیں جس نے جیب سے چشمہ نکالا اور وائٹ ڈریگن کو دیکھنے لگا تھا پھر اس نے مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

”اس کے درمیان ایک ایسی دراڑ ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ درمیان سے کھل بھی سکتا ہے۔ مائی ڈیر صمد العمران اسے کھولنے کا کوئی خاص طریقہ ہے یا پھر میں اسے اسی طرح کھول دوں۔ اس کا مقصد ہے کہ یہ بھی ایک ڈبہ ہے۔ ہاں یقینی طور پر یہ ایک قیمتی شے ہے کیونکہ اس کے اندر جو فارمولا پوشیدہ ہے وہ دنیا کی بڑی بڑی قوتوں کے لیے انتہائی دلچسپی کا باعث ہے۔ ویری گڈ۔ تو پھر میں اسے کھول کر دیکھوں۔“

صمد العمران نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ولیم جیکال نے کافی تک و دو کے بعد وائٹ ڈریگن کو کھول دیا۔ وہ دو حصوں میں تقسیم ہو گیا تھا لیکن ولیم جیکال کے اندازے کے مطابق کوئی چیز اس میں سے نیچے نہیں گری اور ولیم جیکال کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ اس نے پھٹی پھٹی نگاہوں سے وائٹ ڈریگن کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”یہ تو خالی ہے۔“ اسی وقت صمد العمران کا ہدیبانی سا قہقہہ فضا میں بلند ہوا اور ولیم بیٹال چونک کر اسے دیکھنے لگا پھر وہ غرائے لہجے میں بولا۔

”صمد العمران۔ فارمولا کہاں ہے؟“

”مصر میں۔“ صمد العمران نے کہا اور ایک نھن لرج منقبہ لگایا۔

اب تو میں بھی سکتے میں رہ گیا تھا۔ صمد العمران نے کتنی گہری چال چلی تھی۔ وہ خالی وائٹ ڈریگن میرے حوالے کر کے مجھے بے وقوف بنانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ ہاں اس کی سوچ درست ہی تھی۔ جس طرح اس کے ساتھ دھوکا ہوا۔ اس طرح اگر فارمولا وائٹ ڈریگن میں محفوظ ہوتا تب بھی دھوکا ہو سکتا تھا۔ اس نے فارمولے کو مصر میں ہی پوشیدہ کر دیا اور خالی وائٹ ڈریگن لے کر یہاں تک آگیا تاکہ جب کوئین میکویا سے سودا مکمل ہو جائے تو اصل فارمولا اس کے حوالے کر دے صمد العمران بھی تو بے وقوف نہیں تھا۔ وہ پولیس میں ایک افسر اعلیٰ رہ چکا تھا۔ ولیم جیکال کے چہرے کا سکوت بڑا ہولناک تھا اس کا چہرہ بگڑتا جا رہا تھا وہ گہری گہری سانسیں لینے لگا تھا۔

”کیا بکو اس کرتے ہو؟“

”کیوں مسٹر ولیم جیکال تمہارا کیا خیال ہے۔ دنیا میں جب ذہانت کی تقسیم ہوئی تھی تو کیا تم ہی لوگوں نے اسے حاصل کر لیا تھا۔ میں بے وقوف ہوں احمق ہوں۔ میں جانتا تھا کہ میں ایک کمزور آدمی ہوں تم لوگوں پر قابو نہیں پاسکتا اس لیے میں نے اپنے طور پر اپنے تحفظ کا تمام بندوبست کر دیا۔ وائٹ ڈریگن بہت عرصے سے خالی ہے۔ فارمولا اس کے اندر موجود تھا لیکن میں نے اسے نکال کر ایک ایسی جگہ پوشیدہ کر دیا کہ وائٹ ڈریگن ایک بے مقصد چیز ہو جائے۔“

”تم تم..... تم میں تمہیں..... میں تمہیں ہلاک کر دوں گا۔“ ولیم جیکال نے وائٹ ڈریگن ایک صوفے پر پھینکتے ہوئے مٹھیاں بھینچ کر کہا۔

”نہیں مائی ڈیر مسٹر جیکال میرے ہلاک کرنے سے یہ فارمولا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس دنیا میں گم ہو جائے گا۔“

”اب مجھے اس سودے پر کوئی اعتراض نہیں مسٹر ولیم جیکال لیکن مجھے ہر قیمت پر ہر اس شخص سے سودا منظور ہے جو مجھے اس کی مناسب قیمت ادا کر دے۔ اگر تم چاہو تو مجھ سے اس کی قیمت پر بات کر سکتے ہو۔“

”میں تیار ہوں۔ ویسے بھی مجھے یہ فارمولا قیمت ادا کر کے ہی خریدنا تھا۔ لیکن میں تم سے سودا کر سکتا ہوں۔“

”صہد العمران کیوں حماقت کر رہے ہو تمہیں کبھی کوئی رقم نہیں ملے گی۔ میں نے درمیان میں مداخلت کی اور صہد العمران مجھے گھورنے لگا اس نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔“

”دیکھو تم سے مجھے اس قدر نفرت ہو گئی ہے کہ اگر مجھے اس فارمولے کی کوئی قیمت نہ بھی دستیاب ہوئی۔ تب بھی میں یہ فارمولا تمہارے علاوہ ہر شخص کو دینے کو تیار ہوں۔“

”نہیں مائی ڈیر صہد العمران طے شدہ رقم تمہیں یہاں بھی فراہم کی جاسکتی ہے اور مصر میں بھی جس طرح تم پسند کرو۔“ ولیم جیکال نے کہا۔

”میں اب بری طرح بد دل ہو گیا ہوں مسٹر ولیم جیکال میرا خیال ہے۔ یہ رقم میری تقدیر میں نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ تم یہ رقم مجھے کبھی ادا نہیں کرو گے۔“

ولیم جیکال اس کے قریب پہنچا اور اس نے صہد العمران کے ہاتھ کھولتے ہوئے کہا۔

”تم میں اور اس شخص میں فرق ہے یہ الگ آدمی ہے اور تم الگ۔ اور اب تمہیں باندھے رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔“

”فرض کرو اگر میں رقم تم سے یہاں طلب کروں تو کیا تم ادائیگی کے لیے تیار ہو جاؤ گے صہد العمران نے ہاتھ کھلنے کے بعد جیکال سے کہا؟“

”میں اس کا وعدہ کر چکا ہوں۔“

”تو پھر مجھے یہ رقم یہیں ورکار ہے۔“

”فراہم ہو جائے گی تمہاری خواہش کے مطابق لیکن فارمولے کے بارے میں مجھے تفصیل بتاؤ۔“ ولیم جیکال نے کہا۔

”تمام معاملات تم مجھ پر چھوڑ دو صرف یہ بتاؤ فارمولا مصر میں کہاں پوشیدہ ہے۔“

”فارمولا مصر میں نہیں ہیں موجود ہے۔“

”یہاں..... کہاں کیا تمہارے لباس میں یا اس کے پاس؟“

”نہیں..... میں تمہیں بتاتا ہوں کہ فارمولا کہاں ہے۔“ صہد العمران نے کہا۔

وہ واقعی دیوانہ ہو گیا تھا۔ اس وقت بے دست و پا ہو گیا تھا۔ ولیم جیکال نے جو چال چلی تھی وہ کارگر ہوتی نظر آرہی تھی حالانکہ مجھے خود بھی نہیں معلوم تھا کہ صہد العمران نے وہ فارمولا کہاں پوشیدہ کیا ہے۔ آیا وہ مصر میں ہی ہے یا یہاں موجود ہے اور یہ بھی

ایک جج تھا کہ میں صہد العمران کو دھوکا نہیں دے رہا تھا بلکہ یہاں تک لانے کے بعد میں اسے بھرپور تعاون دینا چاہتا تھا۔ اصل مسئلہ تو ان لوگوں کی نگاہوں سے او جھل ہو کر یہاں تک پہنچنے کا تھا۔ کیونکہ وہاں جتنے جال پھیلے ہوئے تھے مجھے ان سے نکلنا مشکل نظر آ رہا تھا۔ خاص طور سے یہی دونوں گروہ زیادہ سرگرم عمل نظر آتے تھے۔ یہاں لیبیا میں اگر تھوڑا سا وقت مل جاتا تو پھر میں اپنے طور پر کوشش کر کے صہد العمران کو فارمولے سمیت یہاں سے نکال کر بارسلونا جانا چاہتا تھا۔ باقی تمام کام وہاں کر لیے جاتے کیونکہ اس میں بھی کوئی میرا ذاتی مفاد نہیں تھا لیکن ولیم جیکال کے اس انکشاف کے بعد صہد العمران بالکل ہی آؤٹ ہو گیا تھا۔

”اب جبکہ میں یہ توقع ختم کر بیٹھا ہوں کہ وائٹ ڈرائیگن کے بدلے میں مجھے وہ دولت حاصل ہوگی جس سے میں اپنی زندگی کو ایک شاندار مقدم دے سکوں گا تو میں اس کھیل کو ختم کر کے سب کچھ ختم کر دینا چاہتا ہوں اور اس کے صلے میں ولیم جیکال تم سے صرف اتنا چاہتا ہوں کہ میری جاں بخشی کر دینا۔“

”ادہ مائی ڈیر صہد العمران تم مجھ سے تعاون کرو اور پھر دیکھو کہ میں تمہارے لیے کیا کرتا ہوں؟“ ولیم جیکال نے محبت بھرے لہجے میں کہا اور صہد العمران زہریلے انداز میں مسکرانے لگا پھر اس نے ادھر ادھر دیکھا اور ولیم جیکال سے بولا۔

”میں زیادہ وقت نہیں لینا چاہتا اور ان چند لمحات ہی میں اپنی زندگی پر سے یہ شدید بوجھ ہٹا دینا چاہتا ہوں۔ مجھے کچھ چیزیں درکار ہیں جن کے حصول کا کوئی ذریعہ نہیں پاتا لیکن ایک بات ذہن میں ہے۔ مجھے تھوڑا سا الیکٹریک وائر ایک چھوٹا بارہ وولٹ کا بلب اور ایک ایڈاپٹر چاہیے۔ اگر ایڈاپٹر نہ مل سکے تو پھر کسی گاڑی کی بیٹری سے بھی کام چل جائے گا۔“

”کیا مطلب؟“

”ولیم جیکال یہ وقت مطلب پوچھنے کے لیے نہیں ہیں۔ ہو سکتا ہے میری ذہنی رو بدل جائے۔ براہ کرم ان اشیاء کا انتظام کرو اگر تمہارے پاس گاڑی موجود ہے تو اس کی بیٹری میں سے کوئی ایک یا دو گز لمبا ڈبل تار اور گاڑی ہی کی کسی لائٹ کا چھوٹا سا بلب ان چیزوں سے کام چل جائے گا۔ کیا تم یہ مجھے فراہم کر سکتے ہو۔“

بڑے سنسنی خیز تھے اور سب کے سب اس میں محو ہو گئے تھے۔ تب صد العمران نے آگے بڑھ کر بیٹری کے تار نکال لیے اور گہری گہری سانسیں لینے لگا۔

لیکن دروازے پر ہونے والی آہٹوں کو نہ میں نے محسوس کیا تھا۔ نہ ولیم جیکال نے ہم تو اس وقت چونکے جب تیز روشنی اندر داخل ہوئی اور اس کے ساتھ ہی چند افراد بھی۔ ایک لمحے کے لیے صحیح طور پر اندازہ نہیں ہو سکتا تھا کہ آنے والے کون ہیں لیکن گولیوں کی تڑتڑاہٹ نے یہ ظاہر کر دیا کہ جو کوئی بھی اندر آیا ہے خطرناک ارادوں کے ساتھ آیا ہے۔ ولیم جیکال کے تین آدمی بیک وقت شکار ہو گئے۔ ولیم جیکال نے حلق سے ایک دھاڑ نکالی اور اچھل کر دوسری جانب جانے کی کوشش کی اس کی ٹھوکر درمیان میں رکھی ہوئی تپائی پر لگی اور وائٹ ڈریگن اچھل کر دور جا پڑا۔ میں نے فوراً ہی اپنے آپ کو نیچے گرا دیا تھا اور اس طرح گرنے سے میرے ہاتھوں کی وہ بندشیں بھی کھل گئیں تھیں۔ جنہیں میں نے پہلے سے ڈھیلا کر رکھا۔ ولیم جیکال نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”کون ہو تم؟“ جواب میں استارا کی آواز میں نے صاف پہچان لی تھی۔

”تمہاری دوست ولیم جیکال جو کچھ تم کرنے جارہے تھے میں نے اسے ناکام بنا دیا ہے۔“ استارا کی غرائی ہوئی آواز سنائی دی لیکن اس کے ساتھ ہی ولیم جیکال نے نجانے کس طرح استارا پر چھلانگ لگا دی تھی۔ استارا کے حلق سے ایک چیخ سی نکلی اور عجیب سی افرا تفری پھیل گئی۔

میں نے انتہائی کوشش کر کے اپنے آپ کو اس صوفے کی آڑ میں پوشیدہ کر لیا جس پر میں بیٹھا ہوا تھا۔ صد العمران کے بارے میں مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا۔ استارا اور ولیم جیکال کی غراہٹیں گونجتی رہیں۔ باہر عمارت کے مختلف گوشوں میں بھی فائرنگ کی آواز سنائی دے رہی تھی اور پھر اچانک دروازے پر دھڑ دھڑاہٹیں سی سنائی دیں اور غالباً استارا اور ولیم جیکال باہر نکل بھاگے۔ ایک ایسا ہنگامہ برپا ہو گیا تھا جس میں میری حیثیت تقریباً معطل ہو کر رہ گئی تھی۔ میں سمجھنے کے لیے عالم میں وہاں پڑا ہوا تھا اور میری کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ ہاتھ تو آزاد ہو گئے تھے اور میں اپنے طور پر عمل بھی کر سکتا تھا۔ کمرے میں چند لمحات کے لیے خاموشی طاری ہو گئی تھی اور مجھے اندازہ نہیں تھا کہ صورت حال کیا ہے لیکن دوسرے لمحے میرے بدن میں بجلیاں سی دوڑ گئیں۔ مجھے

”ہاں کیوں نہیں یہ تو آسانی سے حاصل ہو جائے گا۔“

”تو پھر انتظار نہ کرو۔“ صد العمران نے کہا۔

”ولیم جیکال حیران نگاہوں سے صد العمران کو دیکھتا ہوا بولا۔“

”ان چیزوں کا تم کیا کرو گے؟“

”تم فارمولا چاہتے ہو نا وہ فارمولا میں تمہارے حوالے کرنا چاہتا ہوں۔“

”زیادہ دیر نہیں گزری۔ ولیم جیکال کا بھیجا ہوا آدمی واپس آگیا۔ گاڑی کی بیٹری

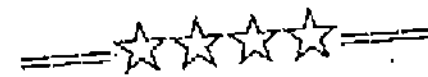
تار اور چھوٹا سا بلب۔ یہ تینوں چیزیں وہ یہیں سے حاصل کر لایا تھا۔ صد العمران ایک ماہر کلینک کی طرح مصروف ہو گیا۔ اس نے ایک چھوٹی سی تپائی درمیان میں رکھی اور وائٹ ڈریگن کو اس پر رکھ دیا۔ سامنے ہی ایک سفید رنگ کی دیوار تھی۔ ہم سب پوری طرح اس کی جانب متوجہ ہو گئے تھے۔ صد العمران نے بلب وائٹ ڈریگن کے کھلے ہوئے پیٹ میں رکھا۔ ایک چھوٹے سے سوراخ سے دونوں تار باہر نکالے اور انہیں چھیل کر ان کی نکلی تاروں کو مروڑنے لگا اور پھر اس نے وہ تار بیٹری کے نیگیٹو اور پازیٹو سے منسلک کر دیے۔ دیوار پر دو ننھے ننھے سفید نقطے نظر آنے لگے جو وائٹ ڈریگن کی آنکھوں سے منعکس ہو رہے تھے۔ صد العمران نے ولیم جیکال کو قریب بلا لیا۔ وائٹ ڈریگن کو تھوڑا سا پیچھے ہٹایا اور وہ نقطے پھیلتے چلے گئے اور پھر دنیا کا حیرت انگیز عجوبہ نگاہوں کے سامنے آگیا۔ ان نقطوں میں ہند سے کوئی تحریریں نظر آرہی تھیں۔ یہی وہ ناقابل یقین فارمولا تھا جس کے لیے دنیا بھر میں تگ و دو ہو رہی تھی۔ یہ فارمولا وائٹ ڈریگن کی آنکھوں میں منتقل کر دیا گیا تھا اور بجلی کی روشنی سے اسے سفید دیوار پر دیکھا جاسکتا تھا۔ صد العمران ولیم جیکال کو وائٹ ڈریگن کو آپریٹ کرنے کا طریقہ بتانے لگا اور میں چکرائی ہوئی نگاہوں سے اس تمام منظر کو دیکھتا رہا۔ صد العمران نے کہا۔

”یہی اصل فارمولا ہے اور جس نے اس کی تشکیل کی ہے اسے ہم دنیا کا عظیم ترین دماغ کہہ سکتے ہیں۔ تلاش کرنے والے کسی مائکرو فلم میں یا کسی دستاویز میں تلاش کرتے رہیں گے لیکن اصل فارمولا ان ننھی ننھی آنکھوں میں پوشیدہ ہے جو وائٹ ڈریگن کے سامنے کے حصے میں لگی ہوئی ہیں۔“

ولیم جیکال شدید حیران نظر آ رہا تھا اور اس کے ساتھی بھی ششدر تھے۔ یہ لمحات

اس طرح معطل نہیں ہو جانا چاہیے۔ میں برق رفتاری سے اپنی جگہ سے اٹھا اور ادھر ادھر نگاہیں دوڑانے لگا۔ تب میں نے صد العمران کو دیکھا جس کے پورے بدن میں گولیاں بیوست تھیں اور وہ انتہائی کرب کے عالم میں دم توڑ رہا تھا۔ میں نے تلخ نگاہوں سے اسے دیکھا اور آہستہ سے کہا۔

”جلد بازی کر گئے صد العمران۔ افسوس اب میں تمہارے لیے کیا کر سکتا ہوں۔“ ولیم جیکال کے تین آدمی بھی لاشوں کی شکل میں نظر آئے۔ استارا اور ولیم جیکال خالی ایک دوسرے کا تعاقب کرتے ہوئے باہر نکل بھاگے تھے۔ تبھی میرے ذہن میں برقی روسی دوڑ گئی۔ مجھے وائٹ ڈریگن کا خیال آیا اور میں نے اس سمت نگاہیں دوڑائیں جہاں ٹھوکر لگنے سے وائٹ ڈریگن جا کر گرا تھا۔ چمکدار کھلونا وہاں موجود تھا۔ میں نے بھی چھلانگ لگا کر اس پر جھپٹا مارا اور اسے اپنے لباس میں پوشیدہ کر لیا اس کے بعد میں اپنے ساتھی کے ایک ساتھی کی خود کار را کفل اٹھائی اور پھرتی سے باہر نکل آیا۔ کئی آدمی سامنے سے اسی سمت دوڑتے نظر آرہے تھے۔ میں نے بے دریغ ان پر فائر کھول دیا اور آگے کی طرف دوڑتا رہا۔ میں یہاں سے اتنی دور نکل جانا چاہتا تھا کہ وہ لوگ مجھ تک نہیں پہنچ سکیں اور پھر جب تک سانس بالکل ہی ختم نہ ہو گیا میں دوڑتا رہا۔ کافی فاصلہ طے ہو گیا تھا اور اب مجھے کوئی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔ یہ ریگستانی علاقہ تھا اور مجھے اندازہ نہیں تھا کہ میں کس سمت نکل آیا ہوں لیکن میں ان سے محفوظ رہنا چاہتا تھا۔ کچھ دیر تک سانس درست کرتا رہا اور پھر ذرا سی کیفیت بحال ہوئی تو میں نے پھر سفر شروع کر دیا۔ میرے کان آہٹوں پر لگے ہوئے تھے لیکن اس سمت کوئی آہٹ نہیں تھی۔ کچھ فاصلے پر مجھے عمارتیں نظر آنے لگیں تو میں نے سکون کا گہرا سانس لیا کہ میں کسی ایسی سمت نہیں آ نکلا ہوں جہاں آبادی موجود نہیں ہے بہر حال ہمت کر کے ان عمارتوں کی طرف چل پڑا۔



بن غازی میں فی الحال قیام کے لیے وہی ہوٹل موجود تھا جس میں میں نے اور صد العمران نے کمرہ حاصل کیا تھا اس ہوٹل کی موجودگی اس وقت میرے لیے باعث تقویت تھی۔ سرچھپانے کا ٹھکانا تو ملے۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ استارا اور جیکال کے درمیان کیا فیصلہ ہوا لیکن اب میں ان دونوں سے پوشیدہ رہ کر نئے فیصلے کرنا چاہتا تھا۔ ہوٹل کے اس تنگ و تاریک کمرے میں اپنے بستر پر لیٹے ہوئے میں نے دل میں سوچا کہ کیا عجیب و غریب حالات ہیں۔ انتہائی عجیب طریقے سے یہاں تک پہنچا ہوں۔ واپسی کے لیے کیا طریقہ اختیار کروں۔ بہت زیادہ ذہنی بحران کا شکار ہو گیا تھا۔ دنیا کی ایک نایاب ترین چیز میرے پاس موجود تھی اور اسے بہ حفاظت بار سلونا تک لے جانا تھا۔ اس کے لیے کیا طریقہ کار اختیار کرنا چاہیے۔ بعد کے حالات بڑے غیر یقینی رہے۔ میں نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ جس طرح بھی بن پڑے واپس قاہرہ پہنچ جاؤں۔ قاہرہ پہنچ کر نعیمہ عاکف سے رابطہ قائم کیا جائے اور اس کے بعد بار سلونا تک کا سفر اختیار کرنے کی کوشش کروں بشرطیکہ نئے گروہ میرا راستہ کاٹنے کی کوشش نہ کریں لیکن فی الحال کیا جاسکتا ہے۔ صد العمران ذہن میں آیا۔ میں بہر حال اس کے لیے افسردہ تھا بہت محنت کی تھی اس نے وائٹ ڈریگن کے سلسلے میں لیکن حالات جس انداز میں پیش آئے تھے اس میں اسے کوئی اعتماد نہیں دیا جاسکتا تھا۔ یہ ایک افسوس ناک امر تھا لیکن اس قسم کے افسوسناک واقعے تو رونما ہوتے ہی رہتے ہیں۔ ذرا دم لے لوں اس کے بعد نئے سرے سے جدوجہد کا آغاز کرنا ہوگا۔ بہر حال وائٹ ڈریگن ابھی میرے پاس محفوظ تھا اور آئندہ کے لیے نہیں کہہ سکتا تھا کہ کیسے کیسے حالات

سے سابقہ پڑے۔ مجھے علم نہیں تھا کہ استارا اور ولیم جیکال کی آپس میں کیا ٹھہری لیکن یہ بات میں اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ دونوں شیطان میرے پیچھے ہی لگے رہیں گے بلکہ ہو سکتا ہے ان میں منافقت ہو جائے اور وہ دونوں اس بات پر اتفاق کر لیں اب تو دائرہ ڈرنگن کا طریقہ استعمال بھی ولیم جیکال کے علم میں آچکا ہے۔ وہ آسانی سے میرا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔ مجھے یہ احساس ہونے لگا کہ بن غازی میں میرا رکنا خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ چنانچہ میں فوری طور پر بن غازی چھوڑنے پر تل گیا۔ ابھی سرکاری اداروں کو میرے بارے میں کچھ نہیں معلوم ہو سکا ہے۔ جس طرح ہم لوگ لیبیا میں داخل ہو گئے تھے۔ وہ طریقہ کار غلط نہیں تھا لیکن پھر بھی کچھ اور قانونی تقاضے پورے کرنا ہوتے ہیں جو ہم بالکل نہیں کیے تھے۔ اگر حماد فروغی ہی یہاں موجود ہوتا تو شاید کچھ کام بن جاتا لیکن وہ بھی موجود نہیں ہے۔ اس کی غیر موجودگی میں اس کی رہائش گاہ میں جو کچھ ہو چکا تھا وہ بھی اس کے لیے بڑا خطرناک تھا۔ وہاں کئی لاشیں موجود تھیں اور نجانے کیا کیا افترا تفری پھیلائی گئی تھی۔ سب سے پہلے بن غازی چھوڑ دیا جائے۔ طرابلس کے علاوہ اور کہاں کا رخ کر سکتا تھا چنانچہ بعد میں معلومات حاصل کیں اور وہاں سے طرابلس کا رخ اختیار کیا۔ لیبیا کا دارالحکومت ایک پراسرار روایت کا حامل تھا۔ میں طرابلس پہنچ گیا۔ یہاں آنے کے بعد مجھے بڑے اعتماد سے آئندہ کے لیے کام کرنے تھے۔ لیبائی دینار میرے پاس اب بھی کافی مقدار میں موجود تھے۔ اپنی تباہ شدہ حالت کو درست کرنے کے لیے مجھے بہت سے کام کرنے تھے۔ چنانچہ سب سے پہلے میں نے بازاروں کا رخ کیا اور اپنے لیے کچھ خریداری کی۔ ایک غیر ملکی کی حیثیت سے مجھے بہ آسانی شناخت کر لیا گیا تھا اور لوگ مجھ سے اسی انداز میں پیش آرہے تھے۔ بہر حال مطلوبہ سامان حاصل کر کے میں اب کسی ہوٹل کی تلاش میں چل پڑا۔ سب سے پہلے اپنے ذہن کو مطمئن کرنا ضروری تھا اس کے بعد ہی کچھ کیا جاسکتا ہے۔ ایک اعلیٰ درجے کے ہوٹل میں قیام کے لیے کمرا حاصل ہو گیا اور میں اس میں فروکش ہو گیا۔ میں جانتا تھا کہ ابھی میرے لیے نجانے کیا کیا خوفناک واقعات موجود ہیں وہ لوگ اس آسانی سے تو ہار نہیں مان لیں گے۔

کمرے میں آئے ہوئے بہت زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی اور میں چونک پڑا۔ ویٹر ہو گا میں نے دل ہی دل میں سوچا پھر بھی اسے آنے کی اجازت

دینے کے بجائے میں نے خود ہی دروازے پر پہنچ کر باہر دیکھا اور جیسے ہی میری نگاہ باہر کی جانب اٹھی میں دھک سے رہ گیا۔ جو چہرہ مجھے دروازے پر نظر آیا تھا وہ میرے لیے اجنبی نہیں تھا۔ یہ نعیمہ عاکف تھی۔ اس وقت اس کا آنا میرے لیے قطعی غیر متوقع تھا۔

”ہیلو.....“ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”آئیے مس نعیمہ۔“ میں نے خود کو سنبھال کر کہا اور وہ اندر آگئی۔

”مجھے دیکھ کر آپ حیران ہو گئے؟“

”اب بھی یقین نہیں آرہا۔“

”تو مجھے چھو کر دیکھ لیجئے۔“ نعیمہ نے بے ساختہ کہا۔

”جی؟“ میں نے معنی خیز لہجے میں کہا تو نعیمہ میرے انداز پر نچل ہو گئی اور آکر صوفے پر بیٹھ گئی۔

”کیسے مزاج ہیں آپ کے؟“

”بس۔ ٹھیک ہوں لیکن خدا را آپ یہ بتائیے کہ آپ کو میری یہاں موجودگی کے بارے میں کیسے معلوم ہوا؟“

”میڈم یہاں ہیں۔ اور انہوں نے آپ کو طلب کیا ہے۔“

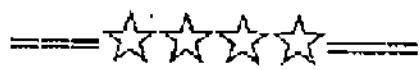
”کوئن؟“ میں اچھل پڑا۔

”جی۔“

”اوہ میرے خدا۔“ میں نے آہستہ سے کہا۔ دوہری کیفیت کا شکار ہو گیا تھا۔

تھوڑی سی بے ایمانی کرنے کا ارادہ تھا۔ دل میں خیال تھا کہ ذرا سا موقع مل جائے تو اس فارمولے کا مونو گراف بنا کر رشید ناگی کو بھجوا دوں تاکہ ڈائمنڈ سٹی میں اس پر کام شروع ہو جائے لیکن تقدیر میں نہیں تھا۔ اب وائٹ ڈرنگن مجبوراً ”کوئن میکویا“ کے حوالے کرنا ہو گا۔ بہر حال اگر اس کے نتائج اچھے نکل آئیں تو بھی ٹھیک ہے۔ دوسرا خیال یہ بھی تھا کہ ان مشکل حالات میں جس قدر جلد ممکن ہو وائٹ ڈرنگن کوئن میکویا کے ہاتھوں میں پہنچ جائے۔

تھوڑی سی رسمی گفتگو کے بعد میں کوئن میکویا کے پاس جانے کے لیے تیار ہو گیا۔



”اب تک خوفزدہ ہوں۔“ میں نے کہا اور وہ مسکراتے لگی پھر محبت بھرے لہجے میں بولی۔

”بیٹھو، تمہارے الفاظ تمہاری شخصیت سے ہم آہنگ نہیں ہیں۔“ میں ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ وہائٹ ڈریگن کا صندوقچہ میں نے اپنے برابر رکھ لیا تھا۔ میں نے کہا۔

”میں نہیں سمجھا کون۔“

”خوفزدہ ہونے والی شخصیتیں دوسری ہوتی ہیں۔ تمہارے سینے میں تو مجھے دل حلاش کرنا ہو گا چونکہ انسانی جسم میں دل ضرور ہوتا ہے اور دل میں خوف، لیکن تم جیسا نڈر نوجوان میں نے زندگی میں کبھی نہیں دیکھا۔“

”میرے بارے میں آپ نے بہت زیادہ خوش فہمیاں اختیار کر رکھی ہیں کون۔“

”نہیں ڈیر! میری مہارت اور میرے تجربے کو چیلنج نہ کرو میں نے اتنا بڑا انحصار جس شخص پر کیا ہے وہ اس انحصار کے قابل ہے ذہن، تیز رو، نڈر اور بے باک اپنے دشمنوں پر ہمیشہ حاوی آجانے والا۔ دانش منصور یہ تمام صفات کوئی بڑے سے بڑا مائنس وال کسی فولادی روباوٹ میں بھی نہیں پیدا کر سکتا۔ تم اس دور کے انوکھے انسان ہو۔“

”میرا خیال ہے اب میں اس تعریف سے شرمندہ ہو رہا ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ مجھے خود اپنے بارے میں اتنی معلومات نہیں ہیں۔“ وہ ہنسنے لگی پھر اس نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔

”بد قسمتی سے ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ میں نہ تو یہاں تمہاری کوئی خاطر کر سکتی ہوں اور نہ ہی ہم زیادہ دقت یہاں گزار سکتے ہیں کیونکہ میری معلومات کے مطابق بہت سے لوگ اب اس بات سے آشنا ہو چکے ہیں کہ وائٹ ڈریگن کا کھیل لیبا منتقل ہو چکا ہے۔ طرابلس میں ایسی کئی پارٹیاں موجود ہیں جن کے افراد چپے چپے پر پھیل کر یہ اندازہ لگا رہے ہیں کہ اس کھیل میں شامل افراد اس وقت کہاں پوشیدہ ہیں۔ میں بھی انہی کا سہارا لیتی ہوئی یہاں پہنچی ہوں اور خوش بختی سے تم تک پہنچنے میں سب سے پہلے کامیاب ہوئی ہوں۔“

میں نے چہرے پر حیرت کے آثار پیدا کر کے کہا۔ ”اور یہ حقیقت ہے کون کہ مجھے ان میں سے کسی کے بارے میں نہیں معلوم، لیکن وہائٹ ڈریگن اس وقت میرے قبضے

نعیمہ عاکف کے پاس ایک قیمتی کار موجود تھی۔ اس نے خود ہی ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور میں اس کے قریب بیٹھ گیا۔ نعیمہ نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ وہائٹ ڈریگن میں نے اپنے ساتھ لے لیا تھا۔ اب اس کی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جانا چاہتا تھا۔ کار سفر کرتی رہی اور تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک علاقے میں ایک چھوٹی سی بھدی سی عمارت کے سامنے جا رکی۔ عمارت میں کار کے لیے پورچ بھی نہیں بنا ہوا تھا۔ بہت اہم قسم کی عمارت تھی۔ نعیمہ نیچے اتر گئی اور مجھے ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔ عمارت کے باہر کے حصے میں تالا پڑا ہوا تھا نعیمہ عاکف نے پرس سے چابی نکال کر اپنے ہاتھوں سے یہ تالا کھولا اور مجھے اندر آنے کا اشارہ کیا۔ یہ کیفیت ذرا الجھن کی حامل تھی لیکن نعیمہ عاکف پر شبہ کرنا کچھ عجیب سا لگتا تھا۔ اس کی شخصیت میں ایسی کوئی بات نہیں تھی جس پر شبہ کیا جاسکے۔ میں نے اس سے یہ سوال تک نہ کیا کہ مکان کا تالا اس نے کیوں کھولا ہے۔ آگے بڑھ کر اس نے ایک دوسرے دروازے کا تالا کھولا۔ عمارت باہر سے جس قدر بد نما تھی، اندر سے اتنی ہی خوبصورت۔ بہترین ڈیکوریشن کی گئی تھی، پھر جس پہلے کمرے میں ہم داخل ہوئے اسی میں، میں نے کونٹا میکو یا کو دیکھا۔ ایک صوفے پر نیم دراز کیفیت میں تھی۔ حسین لباس پہنا ہوا تھا۔ بے حد پرکشش نظر آرہی تھی۔ مجھے دیکھ کر مسرور انداز میں اٹھ کھڑی ہوئی۔ دونوں ہاتھ سینے پر رکھے اور کافی جھک گئی۔ اس کے چہرے پر مسرت کے آثار تھے۔ مجھ سے بولی۔

”کو دانش منصور کیسے ہو؟“

میں ہے اور میں اسے فوراً آپ کی تحویل میں دے دینا چاہتا ہوں۔" کوئن میکویا کھڑی ہو گئی اس نے کہا۔

"میں کبھی یہ نہ کہوں گی ڈیزائن منسور کہ میں انسانی صفات سے الگ کوئی شخصیت ہوں۔ اس وقت میری دلی آرزو ہے کہ میں وہاٹ ڈریگن اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں۔"

میں نے فوراً صندوقچہ اٹھایا۔ اسے کھولا اور کوئن میکویا کے سامنے پیش کر دیا اس نے بڑی چاہت سے وہاٹ ڈریگن کا صندوقچہ اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ میں اس کے چہرے کے تاثرات سے اس کی دلی خوشی کا اندازہ لگا رہا تھا وہ مسرور لہجے میں بولی۔

"اس بات پر یقین کر لو دانش منسور کہ یہ ایک بہت قیمتی شے ہے اور میں نے اس کے معاوضے کے طور پر اتنی بڑی رقم اپنے پاس محفوظ کی تھی کہ شاید اتنی رقم سے آج تک کوئی ایک شے نہ خریدی گئی ہو اور پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس وقت مجھے دنیا کے بہترین دماغوں پر فوقیت حاصل ہوئی ہے وہ جو اس وہاٹ ڈریگن کو حاصل کرنے کے لیے کوشاں تھے اور کامیابی حاصل ہوئی بلیک چینل کو اور اس کی وجہ تم ہو۔ میں اپنے دلی جذبات کا اظہار الفاظ میں نہیں کر سکتی میں اسے لے کر جا رہی ہوں تمہیں نعیمہ عاکف آگے کا پروگرام بتائے گی۔ ابھی عالی ارشام نامی ایک شخص یہاں آئے گا وہ تیونس کا رہنے والا ہے اور ایک عربی جہاز کا مالک میرا مطلب ہے پاکستان۔ وہ تمہیں لے کر تیونس پہنچے گا اور وہاں میری تم سے ملاقات ہوگی۔ نعیمہ عاکف تیونس تک تمہارا ساتھ دے گی۔ کیا مجھے اجازت دو گے؟"

"اگر واپسی اتنی ہی ضروری ہے اور میرے لیے آئندہ کا بندوبست کر دیا گیا ہے تو کوئن آپ ہر چیز زیادہ بہتر سمجھتی ہیں۔"

"تب پھر خدا حافظ۔" اس نے کہا اور صندوقچہ دونوں ہاتھوں میں لے کر سینے سے لگالیا، پھر وہ آہستہ آہستہ معدوم ہونے لگی اور اس کا وجود چند لمحات کے بعد مٹ گیا۔ میں سکتے کے سے عالم میں کھڑا رہ گیا تھا۔ کوئن میکویا کی شخصیت نے مجھے ایک بار پھر سحرزدہ کر دیا تھا وہ جدید دور کی ظلمتاتی سائنس کا ایک کردار معلوم ہو رہی تھی۔ بے شک سائنس کی ترقی انتہا کو پہنچ چکی ہے لیکن اب بھی بہت سے سائنسی کھیل صرف تصورات کی حد

تک محدود ہیں، لیکن کوئن میکویا کی شخصیت انہی تصورات کا ایک حصہ بن گئی تھی۔ وہ کسی ٹھوس چیز کے ساتھ بھی اپنے جسم کو ذرات میں منتقل کر کے کسی بھی جگہ ٹرانسمیٹ ہو سکتی تھی اور اس نے مجھے اس بارے میں تفصیلات بھی بتادی تھیں۔ اس کے ٹھوس وجود کی کسی بھی جگہ ضرورت نہیں تھی۔ وہ اپنے آپ کو کہیں بھی منتقل کر سکتی تھی، جبکہ یقینی طور پر جدید ترین دنیا میں بھی ابھی ایسے انتظامات نہیں ہو سکے بہر حال اسے غائب ہوئے چند لمحات بھی نہیں گزرے تھے کہ نعیمہ عاکف اندر آ گئی۔ مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولی۔

"کوئن چلی گئی؟"

"ہاں اور مجھے تمہارے سپرد کر گئی ہیں۔" میں نے پھکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا اور نعیمہ عاکف کے چہرے پر شرم کے تاثرات پھیل گئے اس نے جلدی سے کہا۔

"عالی ارشام کے بارے میں آپ کو بتایا گیا ہے مسٹر دانش منسور؟"

"ہاں۔"

"بس وہ چند لمحات میں یہاں پہنچنے والے ہیں۔" اس نے کہا۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ میرے الفاظ پر وہ کچھ عجیب سی کیفیت کا شکار ہو گئی ہے بہر حال سب سے بڑی خوشی مجھے یہ تھی کہ وہاٹ ڈریگن اب کوئن میکویا کی تحویل میں پہنچ چکا ہے اور کوئن میکویا پر مجھے بہر طور اعتماد تھا۔ نعیمہ عاکف نے کہا۔

"ہم یہاں کسی تکلف میں نہیں پڑیں گے۔ آپ کی خاطر مدارت کا بندوبست کہیں اور ہی کر لیا گیا ہے۔ عالی ارشام کا انتظار ہے۔ وہ پہنچنے ہی والا ہو گا۔" پھر کچھ دیر کے بعد ایک شخص بے تکان اندر داخل ہو گیا۔ گہرے سیاہ رنگ کا ایک طویل القامت آدمی تھا جس کے چہرے اور آنکھوں سے شوخی ٹپکتی تھی اندر آ کر اس نے شستہ انگریزی میں کہا۔

"عالی ارشام کا تعارف کرا دیا گیا ہو گا اور اسے بھی یہ بتا دیا گیا ہے کہ اس مکان میں اس کی ملاقات صرف دو افراد سے ہوگی ایک خوبصورت حسینہ اور ایک نہایت خوبصورت نوجوان آپ دونوں کو خوبصورت کہہ کر میں نے اپنی نیت کی صفائی کا اعلان کر دیا ہے کیونکہ عموماً خواتین کی تعریف کرتے ہوئے وہ بھی ایک ایسے نوجوان کے سامنے جس کے سامنے کسی سیاہ فام کی دال نہیں گل سکتی۔ ذرا محتاط رہنا پڑتا ہے معاف کیجئے گا۔"

لوگوں کا خیال ہے کہ میں بہت زیادہ بولنے کا عادی ہوں لیکن اس وقت میں لوگوں کے اس خیال کی تائید کرانے کے لیے اپنی شخصیت کا اظہار نہیں کروں گا کیونکہ وقت کی کمی کا احساس مجھے بھی ہے اور آپ لوگوں کو بھی تو آئیے میرے ساتھ تشریف لے آئیے۔“

وہ واپسی کے لیے مڑا، نعیمہ عاکف مجھے دیکھ کر مسکرا دی۔ میں بھی مسکرا رہا تھا۔ عالی ارشام نے نہ بولتے ہوئے بھی اتنا بول دیا تھا کہ عام حالات میں اتنی گفتگو برداشت نہیں کی جاسکتی تھی۔ عالی ارشام اپنی کار لے کر آیا تھا۔ میرے ذہن میں بہت سے سوالات تھے، لیکن بے مقصد مثلاً یہ مکان اور وہ کار جسے اب یہیں بے یار و مددگار چھوڑ دیا گیا تھا، لیکن یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں تھا جس پر بہت زیادہ غور کیا جاتا۔ عالی ارشام اپنی کار لے کر آیا تھا۔ سفید رنگ کی یہ فیری برقی رفتاری سے شفاف سڑکوں پر دوڑنے لگی اور اس کا سفر بہت طویل تھا عالی ارشام نے اس طویل سفر کے دوران کہا۔

”اصولی طور پر یہی طریقہ سفر مناسب تھا لیکن میں جانتا ہوں کہ اتنے طویل اور تھکا دینے والے سفر میں عمدہ قسم کی کافی اور بہت ہی شاندار سینڈویچ سفر کی بوریت کو کم کر دیتے ہیں اور یہ دونوں چیزیں آپ اپنے عقب میں دیکھ سکتے ہیں۔“

نعیمہ عاکف کے حلق سے ایک ہلکی سی چیخ نکلی اور اس نے خوشی بھرے انداز میں کہا۔

”مسٹر عالی ارشام آپ نے یہ خوبصورت انکشاف کر کے واقعی سفر کی بوریت تقریباً بالکل ختم کر دی ہے۔“

”اور کافی بھی برازیل کی سب سے قیمتی کافی۔ پی کر ذرا تعریف کر دیجئے گا میں تعریف سے خوش ہو جانے والوں میں سے ہوں۔ اصل میں انسانی فطرت کی یہی کمزوری ہے۔“ عالی ارشام کو ایک موضوع ملا تھا تو وہ اسی پر بولنا شروع ہو گیا تھا، لیکن کافی کا ایک کپ نعیمہ عاکف نے جب اس کے ہاتھ میں تھمایا تو اس کی گفتگو کا یہ سلسلہ ختم ہوا۔ اس نے ایک سینڈویچ بھی اٹھالیا اور بولا۔

”ڈرائیونگ کے دوران اصولی طور پر ان لوازمات چل نہیں اٹھنا چاہیے لیکن میں نے گیارہ سال کی عمر سے ڈرائیونگ کی ہے اور مجھے اس میں مہارت حاصل ہے۔“

”سینڈویچ انتہائی لذیذ ہے مسٹر عالی ارشام۔“ نعیمہ عاکف نے اس خیال سے کہا کہ

عالی ارشام سینڈویچ کی جانب متوجہ ہو جائے اور جب سینڈویچ اس کے منہ میں پہنچے گا تو اسے اپنی کار ڈرائیونگ کے واقعات سننے میں مشکل پیش آئے گی اور اس کی تفصیل سے چھٹکارا مل جائے گا۔ نعیمہ عاکف کا یہ حربہ کارگر رہا اس کے بعد عالی ارشام سینڈویچ چبانے لگا تھا اور ہم لوگ بھی سینڈویچ کھانے میں مصروف ہو گئے تھے۔ بہر حال اس سفر میں لطف آرہا تھا۔ خالص طور سے اس لیے کہ میرا دماغ ہلکا ہو گیا تھا کونین میکویا کو پانا اب ان میں سے کسی کے لیے ممکن نہیں تھا۔ سفر کا اختتام ہوا ہم لوگ ایک بندرگاہ پر پہنچے تھے۔ بحیرہ روم کی اس بندرگاہ پر ایک چھوٹا سا جہاز موجود تھا جس پر یونانی کہنی کا فلگ نظر آرہا تھا۔ پتا نہیں کیا سلسلہ تھا، لیکن مجھے اس سے کوئی غرض بھی نہیں تھی۔ عالی ارشام ہمیں بے تکان اس جہاز تک لے گیا اور نجانے اس نے یہاں کیا انتظامات کیے ہوئے تھے۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا لیکن سمجھنا ضروری بھی نہیں تھا کیونکہ ہمیں اس چھوٹے سے جہاز کے ایک کیبن میں منتقل کر دیا گیا۔ کیبن میں دو بستر لگائے گئے تھے اور میں نے نعیمہ عاکف کے چہرے پر کسی قدر گھبراہٹ کے آثار دیکھے تھے۔ غالباً ایک ہی کیبن میں میرے ساتھ قیام اس کے لیے ذرا پریشان کن تھا۔ میں نے اس بات کو محسوس کیا اور دل ہی دل میں مسکراتے لگا۔ میں نے سوچا کہ محترمہ نعیمہ عاکف آپ اندر سے کیسی بھی ہوں لیکن میں اپنے آپ کو ایک شریف آدمی ثابت کروں گا۔ جہاز پر پہنچنے کے بعد عالی ارشام سے چھٹکارا حاصل ہوا تھا۔ نعیمہ عاکف نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

”چونکہ اب آئندہ کے معاملات ہمارے سپرد نہیں ہیں اس لیے ہم آزاد ہیں البتہ عالی ارشام نے یہ نہیں بتایا کہ ہمیں ابھی باہر نکلنا چاہیے یا نہیں، لیکن ہمیں کیبن تک لے آنے کا مقصد یہی ہے کہ ہم باہر نہ جائیں کم از کم اس وقت تک جب تک کہ جہاز نکل نہ اٹھاوے۔“

”ہاں ویسے بھی تو ذہنی اور جسمانی طور پر بہت تھکا ہوا ہوں اس لیے آرام ہی کرنا چاہتا ہوں۔“

”تب آپ براہ کرم اگر چاہیں تو غسل وغیرہ کر لیں اور پھر آرام سے بستر پر لیٹ جائیں۔ میں آپ کے آرام میں بالکل مزاحم نہیں ہوں گی۔“ میں نے ہنس کر کہا۔

”محترمہ نعیمہ عاکف جب اتفاقیہ طور پر ایسا کوئی ساتھ ہو جاتا ہے تو دو سمجھدار

انسانوں کی مانند ایک دوسرے کو ہینڈل کیا جاسکتا ہے۔ آپ بہت زیادہ تکلفات کا مظاہرہ کر کے میرے اور اپنے درمیان جو دیوار کھڑی کرنا چاہتی ہیں اپنی کوششیں ضرور کر لیں لیکن نہ کریں تب بھی کوئی حرج نہیں ہے۔“

میرے ان الفاظ پر وہ بھونچکی سی ہو گئی اور میں اپنی جگہ سے اٹھ کر خوبصورت کیبن کے ملحقہ باتھ روم میں داخل ہو گیا تھا۔ غسل کر کے فارغ ہوا باہر نکلا تو نعیمہ عاکف خاموش بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے مسکرا کر کہا۔

”عالی ارشام کی جانب سے کوئی پیغام تو نہیں موصول ہوا۔“

”نہیں۔“ اس نے آہستہ سے کہا۔ میں بستر پر دراز ہو گیا تھا اور اس کے بعد میں نے دونوں ہاتھ سر کے نیچے رکھ کر آنکھیں بند کر لیں اس وقت تک میں نہ چونکا۔ جب تک ہمیں جہاز کی وصل نہ سنائی دی۔

جہاز نے ساحل چھوڑ دیا تھا۔ ہم سے ابھی تک کسی نے رجوع نہیں کیا تھا۔ اس لیے ہم بھی خاموش اپنے کیبن میں بیٹھے رہے۔ بہت وقت گزر گیا اور پھر ہمارے کیبن کی روشنیاں جل اٹھیں۔ نعیمہ عاکف بھی خاموشی سے اپنے بستر پر دراز ہو گئی تھی اور اس نے بھی آنکھیں بند کر لی تھیں۔ غالباً اس احساس کے ساتھ کہ اگر میری نگاہیں اس کی جانب اٹھیں بھی تو اسے نہ پتا چل سکے پھر رات گہری ہو گئی تو عالی ارشام ہمارے کیبن میں آگیا۔

”معزز مسلمانوں کو بے شک تکلیف سے دو چار ہونا پڑا ہوگا لیکن یہی مناسب تھا۔ انتظامات تو خیر سب ہو گئے تھے لیکن اس کے باوجود میں آپ دونوں کو ایسا حکام کی نگاہوں میں نہیں لانا چاہتا تھا اب آپ مکمل طور پر آزاد ہیں جب چاہیں عرشے پر تشریف لاسکتے ہیں ویسے رات کا کھانا اگر آسمان کے نیچے ہی کھائیں تو مجھے بھی خوشی ہوگی بد قسمتی سے میں اس ڈنر میں آپ کے ساتھ شریک نہیں ہو سکتا کیونکہ ایک کپتان کے فرائض ذرا مختلف ہوتے ہیں۔ آپ لوگوں نے میرے جسم پر یہ نیا لباس دیکھ ہی لیا ہوگا۔ جب کپتان کا یہ لباس میرے جسم پر پہنچ جاتا ہے تو میں صرف کپتان ہوتا ہوں اور مجھے اپنے فرائض اسی انداز میں سنبھالنا پڑتے ہیں جو ایک کپتان کے فرائض ہوتے ہیں اس لیے اس وقت میں آپ سے زیادہ گفتگو نہ کر سکوں گا۔“

عالی ارشام ہمیں خدا حافظ کہہ کر باہر نکل گیا اور نعیمہ عاکف کے حلق سے ایک تھمہ پھوٹ نکال اس نے کہا۔

”خدا کی پناہ اگر یہ شخص یاتیں کرنے پر تل جائے تو اپنے مد مقابل کا کیا حشر کرے گا اسے وقت نہیں ملتا بات کرنے کا۔“

”دلچسپ آدمی ہے۔“

”تو پھر آئیے باہر چلیں۔“

”ضرور۔“ میں نے کہا اور نعیمہ عاکف کے ساتھ جہاز پر باہر نکل آیا۔ ہمیں واقعی وقت کا صحیح اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔ عرشے پر پہنچ کر دیکھا تو آسمان گہرا تاریک نظر آ رہا تھا اس پر تارے کھلے ہوئے تھے۔ خوشگوار ہوا چل رہی تھی۔ نعیمہ عاکف ہونٹ سکڑ کر بولی۔

”ہماری قید واقعی طویل ہو گئی تھی۔ کیا خیال ہے دانش منصور صاحب کھانا کھایا جائے۔“

”ہاں مجھے بھی بھوک لگی ہے۔“ میں نے کہا اور ہم جہاز کے اس اوپن ایئر حصے میں پہنچ گئے جہاں ڈنر کا انتظام تھا راستے میں نعیمہ عاکف نے کہا۔

”یہ مسافر بردار جہاز ہی معلوم ہوتا ہے لیکن اس پر مسافروں کی تعداد بہت کم ہے۔“

”آپ کو اس بات کا علم نہیں کہ اس جہاز کی اصل نوعیت کیا ہے؟“

”نہیں۔“ نعیمہ عاکف نے ہنستے ہوئے کہا۔

”میرا خیال تھا آپ اس کے بارے میں جانتی ہوں گی؟“

”کوئی بہت کم ایسی تفصیلات بتاتی ہیں اور ایسی تفصیلات کا نہ پوچھنا ایک لحاظ سے بہتر بھی ہوتا ہے کیونکہ معلومات حاصل کرنے کے بعد ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں۔“

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ہم اوپن ایئر ریسٹوران پر پہنچ گئے۔ تین میز ایک وقت ہماری جانب لپکے تھے۔ قیوں کے انداز میں بے حد احترام تھا۔ انہوں نے مینو ہمارے حوالے کر دیا اور ہمارے آرڈر کے انتظار میں کھڑے ہو گئے۔ نعیمہ عاکف نے

مسکرا کر میری جانب دیکھا تو میں نے کہا۔ ”آپ بلاشبہ میری میزبان ہیں۔“

”پھر بھی دانش صاحب؟“

”نہیں پلیز آپ ہی انتخاب کریں۔“

نعیمہ عاکف نے آرڈر لکھوایا اور تھوڑی دیر کے بعد ہمارے سامنے کھانا سرو ہو گیا اور ہم کھانے میں مصروف ہو گئے تھے۔ نعیمہ عاکف کھاتے کھاتے ایک دم ہنس پڑی اور اس نے پانی کے چند گھونٹ حلق سے اتارے۔ میں سوالیہ نگاہوں سے اس کی جانب دیکھنے لگا تو وہ بولی۔

”مجھے اصل میں عالی ارشام یاد آ گیا تھا۔“ میرے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے کہا۔

”ہاں بلاشبہ وہ بہت زیادہ گفتگو کرنے والا شخص ہے۔“

”خدا کا شکر ہے کہ اس کے سپرد بہت سی ذمہ داریاں ہیں۔ ورنہ میرا خیال ہے ہماری زندگی عذاب بن جاتی۔“

کھانے کے بعد کافی دیر تک چل قدم کرتے رہے اور اس کے بعد اپنے کیمپن کی جانب واپس چل پڑے۔ سونے سے پہلے میں نے اسے شب بخیر ضرور کہا تھا اور پھر تھوڑی دیر تک تو بے شک جاگتا رہا، لیکن ذہن کو ہر قسم کے تصورات سے آزاد کر کے۔ نیند آنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی تھی۔ میں گہری نیند سو گیا۔ صبح کو ہی آنکھ کھلی تھی اور میں نے نعیمہ عاکف کو اس کے بستر پر موجود نہیں پایا تھا، لیکن چند ہی لمحات کے بعد وہ ہاتھ روم سے برآمد ہوئی اس کا چہرہ کافی بدلا نظر آ رہا تھا آنکھوں میں اعتماد اور چہرے پر ایک ملائم سی کیفیت تھی اس نے مجھے صبح بخیر کہا اور میں نے بھی مسکراتے ہوئے اس کا خیر مقدم کیا۔

”آپ بہت جلد اٹھ جانے کی عادی ہیں؟“

”ہاں میں صبح کو ہمیشہ جلد جاگتی ہوں۔ آپ ہاتھ روم چلے جائیں میں نے آپ کا لباس نکال لیا ہے اس کے بعد ناشتا طلب کیے لیتے ہیں۔“

ناشتہ ہم نے کیمپن ہی میں کیا تھا اس دوران وہ بالکل خاموش رہی تھی۔ میں بھی کچھ نہیں بولا تھا۔ ناشتے سے فراغت حاصل ہو گئی۔ میں نے اس سے پوچھا کہ جہاز کا سفر کتنا طویل ہے؟ تو اس نے اس بات سے بھی لاعلمی ظاہر کی اور ہنس پڑی۔

”کیوں۔“ میں نے اسے ہنستے دیکھ کر پوچھا۔

”اصل میں اس بات پر ہنس رہی ہوں کہ آپ کے ساتھ تو ہوں میں، لیکن آپ کو اس بارے میں کچھ بھی نہیں بتا سکتی، یقیناً اس وقت آپ یہ سوچ رہے ہوں گے کہ میں مصلحتاً خاموشی اختیار کیے ہوئے ہوں۔“

”نہیں میں یہ نہیں سوچ رہا۔“ میں نے جواب دیا۔ اس کا رویہ بے حد اچھا رہا۔ دوپہر کو کوئی ڈیڑھ بجے کے قریب جہاز کی رفتار سست ہوئی محسوس ہوئی اور اس کے بعد اس کی رفتار بالکل ہی ختم ہو گئی۔ ہم لوگ حیران ہو کر کیمپن سے باہر نکل آئے تھے۔ جہاز کے انجن بند ہو چکے تھے حالانکہ یہ جگہ کھلا سمندر تھا۔ نجانے کیا واقعی پیش آیا، لیکن پھر عالی ارشام ہماری جانب آتا ہوا نظر آیا۔ اس نے کہا۔

”اوہو میں آپ ہی کے کیمپن کی جانب جا رہا تھا۔“

”خیریت عالی ارشام کیا بات ہے؟“

”افسوس ہمارا آپ کا تو بالکل ہی ساتھ نہ رہ سکا حالانکہ میں یہ سوچ رہا تھا کہ تیونس پہنچنے کے بعد کچھ وقت آپ کے ساتھ گزاروں گا۔ خیر یار زندہ صحبت باقی۔“

”مگر ہوا کیا؟“ میں نے سوال کیا۔

”اوہو سوری۔ میں بھی عجب احمق آدمی ہوں اصل میں آپ کو یہیں سے سب میرین پر منتقل ہونا ہے۔ مجھے سب میرین سے مسیح ملا تھا اور اب وہ سطح پر ابھر آئی ہے۔ ہم آپ کو اس تک پہنچانے کا بندوبست کر رہے ہیں۔“

”سب میرین؟“

”جج جی ہاں، لیکن صرف آپ کو سب میرین پر جانا ہے، محترمہ نعیمہ عاکف میرے ساتھ تیونس ہی جائیں گی۔“

میں نے نعیمہ عاکف کا چہرہ سمجھتے ہوئے دیکھا ایک لمحے کے لیے وہ افسردہ ہو گئی تھی۔ اس نے میری جانب دیکھا اور پھر دوسری طرف رخ کر لیا۔ ہم لوگ عالی ارشام کے ساتھ ایک مخصوص جگہ پہنچ گئے۔ کافی فاصلے پر ایک سب میرین پانی کی سطح پر ابھر رہی تھی۔ میں حیرانی سے اسے دیکھ رہا تھا حالانکہ اتنا تو مجھے بھی معلوم تھا کہ کون میکو یا کس پائے کی عورت ہے۔ اس لئے یہ سارا عمل ناقابل یقین نہیں تھا عالی ارشام نے ایک اسٹیمر

سمندر میں اتار دیا اور اس کے بعد مجھے اسٹیمر پر سوار کر دیا گیا۔ سب میرین کے اوپری حصے میں چند افراد نظر آرہے تھے جو غالباً میرے استقبال کے لیے تیار تھے۔ نغمہ عاکف نے مجھے رخصت کرتے ہوئے کہا۔

”خوشی کی بات یہ ہے کہ کہیں بھی اور کسی نہ کسی جگہ ہماری ملاقات ضرور ہوگی“ مسٹر دانش منصور فی الوقت خدا حافظ۔“

میں نے اسے خدا حافظ کہا اور پھر اسٹیمر کے ذریعے سب میرین کی جانب چل پڑا۔ سب میرین کے کارکن، مجھے سب میرین پر منتقل کرنے کے انتظامات کر رہے تھے اوپری حصے میں نظر آنے والے لوگوں میں کوئن میکویا نہیں تھی بالکل اجنبی چہرے تھے، لیکن ان کا انداز یہ بتاتا تھا کہ انہیں میرے بارے میں کافی تفصیلات بتادی گئی ہیں۔ ظاہر ہے یہ کوئن میکویا کے خاص آدمی ہوں گے۔ انہوں نے مجھے سب میرین پر خوش آمدید کہا اور اسٹیمر واپسی کے لیے پلٹ پڑا۔ جب وہ کافی دور نکل گیا تو ہم لوگ سب میرین میں نیچے اتر گئے اور سب میرین کا کام شروع ہو گیا۔ وہ آہستہ آہستہ سمندر میں بیٹھ رہی تھی میں نیچے پہنچا تو مجھے کوئن میکویا کے پاس پہنچا دیا گیا جو اس شاندار ایٹمی آبدوز کے ایک مخصوص حصے میں میری منتظر تھی۔ اس نے پر اخلاق مسکراہٹ کے ساتھ میرا استقبال کیا اور بولی۔

”ملاقات تو آپ سے بہت جلد ہی ہونی تھی“ مسٹر دانش منصور اور تیونس میں ہونی تھی لیکن حالات نے فاصلے مزید کم کر دیے۔ کہئے آپ کا یہ مختصر سا وقت کیسے گزرا؟“ ”رسمی طور پر گفتگو کرنا کچھ عجیب سا لگتا ہے کوئن یقیناً“ آپ نے میرے لیے جو انتظامات کیے تھے وہ شاندار تھے۔ پروگرام میں تبدیلی کوئی خاص وجہ ضرور ہوگی۔“

”نہیں بہت زیادہ خاص وجہ نہیں۔ ویسے بھی تیونس میں آپ کا استقبال کرنے کے بعد میں آپ کو سب میرین پر ہی لانے والی تھی لیکن یہ ذرا قبل از وقت ہو گیا۔ خیر بیٹھے پلیز میں بہت مضطرب ہوں۔“

”کیوں خیریت؟“ میں نے چونک کر سوال کیا تو وہ بولی۔

”آئی ایم سوری۔ تم بھی سوچ رہے ہو گے ڈیئر دانش منصور کہ میں کس قدر خود غرض عورت ہوں فوراً“ ہی تم سے سوال و جواب شروع کر دیے۔ اصل میں وہاٹ ڈریگن لینے کے بعد مجھ سے بھی صبر نہیں ہو سکا اور میں اس کے بارے میں معلومات

حاصل کرنے پر تل گئی میں نے وہاٹ ڈریگن کو دیکھا۔ شاید تم بھی اسے بغور دیکھ چکے ہو گے اس کے درمیان کھلنے جگہ موجود ہے۔ جس سے یہ دو حصوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ میں نے اسے کھول کر دیکھا تو یہ اندر سے خالی تھا جب کہ میرے علم کے مطابق اس میں فارمولے کی مائیکرو فلم یا کوئی ایسی چیز ہونی چاہیے تھی جس سے فارمولے کے بارے میں تفصیلات پتا چل سکتیں۔ تم میرے اضطراب کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔ یوں لگتا ہے کوئی ہم سے پہلے اس پر ہاتھ صاف کر گیا۔ کیا یہ ممکن ہے دانش منصور.....؟“

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے آہستہ سے کہا۔ ”نہیں میڈم۔ اصل میں طرابلس میں آپ نے مجھے اتنا موقع ہی نہیں دیا کہ میں آپ سے تفصیلی گفتگو کرتا اور چونکہ ہماری ملاقات تیونس میں ہونا قرار پائی تھی آپ ذرا اپنے الفاظ یاد کیجئے گا۔ اس وقت آپ نے کہا تھا کہ اس کے بارے میں تمام تر گفتگو وہیں جا کر ہوگی چنانچہ میں بھی خاموش ہو گیا تھا۔ آپ بالکل مضطرب نہ ہوں فارمولا اس میں موجود ہے اور نہایت مہارت سے اس میں محفوظ کر دیا گیا ہے۔“

”اوہ مائی گاڈ، کہاں کیسے، کس طرح اور کیا تم اس بات سے پوری طرح مطمئن ہو اور پورے اعتماد کے ساتھ یہ الفاظ کہہ سکتے ہو؟“

”جی اگر ایسا نہ ہوتا تو اس کا حصول بالکل بے معنی ہو جاتا۔“

”تمہارے اوپر مجھے اس قدر اعتماد ہے دانش منصور کہ صرف تمہارے ان الفاظ نے مجھے دلی سکون بخشا ہے ورنہ یہ حقیقت تھی کہ میری بینائی متاثر ہونے لگی تھی۔ مجھے سخت صدمہ ہوا تھا اس بات کا کہ اتنی زبردست کاوشوں کے باوجود ہم لوگ وہاٹ ڈریگن میں چھپے ہوئے فارمولے کے حصول میں ناکام رہے مگر پلیز مجھے بتاؤ تو سہی ایسی کون سی جگہ ہے جہاں وہ فارمولا محفوظ ہے۔“

”اس کے لیے ہمیں کچھ ہندو بست کرنا ہوگا۔“ میں نے کہا اور مطلوبہ چیزیں کوئن میکویا کو بتادیں۔ اس نے فوراً ہی سب میرین کے ایک آفیسر کو طلب کر کے وہ تمام چیزیں لانے کے لیے کہا اور وہاٹ ڈریگن کا صندوق کھول کر اس میں سے وہاٹ ڈریگن نکال لیا پھر اسے الٹ پلٹ کر دیکھنے لگی۔ بہت دیر تک دیکھتی رہی، پھر مدھم سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

”اپنے آپ کو بہت زیادہ ذہین سمجھنے والے بعض اوقات معمولی سی بات سے اس طرح دھوکا کھاتے ہیں کہ ساری ذہانت ملیا میٹ ہو جاتی ہے۔ میں کچھ کچھ سمجھ رہی ہوں کہ ان چیزوں کے منگوانے سے تمہارا کیا مقصد ہے۔ کمال ہے واقعی کمال ہے۔“ اس نے مسکرا کر میری جانب دیکھا اور دوبارہ بولی۔

”لیکن یہ بھی تو کمال ہے کہ کسی چیز کو حقیقت کی آخری حد تک سمجھا جائے۔ بہر حال اس سے زیادہ اگر تمہارے بارے میں کہوں گی تو مجھے خود بھی یہ احساس ہو گا کہ الفاظ تصنع میں شامل ہو جائیں گے۔ یقین کرو دانش منصورؒ میں تمہاری اپنے ساتھ شمولیت سے بے پناہ خوش ہوں۔“ میں نے خاموشی ہی اختیار کی اور اس سلسلے میں مزید کچھ کہنا مناسب نہیں سمجھا۔ مطلوبہ اشیاء آنے کے بعد میں نے وہائٹ ڈریگن کا پورا فنکشن اس کے سامنے پیش کر دیا اور وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیوار پر نظر آنے والے اس فارمولے کو دیکھنے لگی۔ بہت دیر تک وہ اس میں کھوئی رہی۔ اس کے چہرے کے بدلے نقوش اس بات کی غمازی کر رہے تھے کہ وہ اس فارمولے کو پوری طرح سمجھ رہی ہے۔ لازمی امر تھا کہ اتنا بڑا سائنسی نظام قائم کرنے والی خود بھی کوئی ایسی ہی سائنس دان ہوگی جو ان تمام چیزوں کو خوبی سمجھ سکتی ہے۔ البتہ میرے فرشتوں کو بھی اس کے بارے میں کچھ علم نہیں تھا کہ یہ سارا چکر ہے کیا؟

بہت دیر تک وہ اس میں کھوئی رہی اور اس کے بعد مطمئن انداز میں گردن ہلا کر بولی۔

”ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں دانش منصورؒ کہ اس وقت ہم دنیا کی ایک بہت بڑی مشکل کا حل اپنی مٹھی میں رکھتے ہیں۔ آہ یہ میرے خوابوں کی تعبیر ہے میں تمہیں بتا نہیں سکتی یہ کیا شے ہے۔ میری توقع سے کہیں آگے اور اب صحیح معنوں میں مجھے اندازہ ہو رہا ہے کہ دنیا کی دیوانگی بے مقصد نہیں تھی۔ یہ چیز ہی ایسی ہے۔ دانش منصورؒ تمہاری وجہ سے ایک عظیم فارمولا میرے ہاتھ لگا ہے۔ میں اس بات کو کبھی فراموش نہیں کروں گی۔“

”مجھے خوشی ہے کہ میں آپ کے معیار پر پورا اترنا کوئن میکویا۔“

کوئن میکویا نے وہائٹ ڈریگن واپس اس صندوقچے میں رکھ دیا پھر بولی۔

”ہمیں اس آبدوز سے سفر کرنا ہے میں تمہیں بتا دوں کہ میں تمہیں ایکوونیا لے

جارہی ہوں۔“

”ایکوونیا؟“

”ہاں۔ بلیک چینل کے وہ پوائنٹس جہاں بلیک چینل کے لیے کام ہو رہا ہے۔ میں پہلے بھی تمہیں ان کا تھوڑا بہت نظارہ کرا چکی ہوں۔ ہمارا اصل مقام وہی ہے اور ہم وہیں سے بلیک چینل کے لیے تمام کام کرتے ہیں۔ ایکوونیا ستائیس جزیروں پر مشتمل ہے، لیکن ان جزیروں کا ایک دوسرے سے فاصلہ بے پناہ ہے بلکہ جیسا کہ میں نے تمہیں بتایا کہ یہ ان سمندری راستوں پر نہیں ہے بلکہ یوں سمجھ لو کہ ان سمندری راستوں سے اس کا کوئی تعلق ہی نہیں ہے جہاں عام طور پر جہاز رانی ہوتی ہے زیادہ تفصیل ابھی نہیں بتاؤں گی بعد میں تمہیں بلیک چینل کے ایک سرگرم کارکن کی حیثیت سے یہ تفصیلات خود بخود معلوم ہوتی رہیں گی۔ فی الحال اتنا بتاتی ہوں کہ ہم لوگ ایکوونیا میں ایسا ہی نظام قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں جیسا برمودہ ٹرائینگل میں ہے۔ برمودہ ٹرائینگل جیسی حیثیت رکھتا ہے اور وہاں تک پہنچنا بھی ایک خاص ٹیکنیک کے تحت ممکن ہے۔ ورنہ وہاں جانا بھی آسان نہیں ہوتا وہ ٹیکنیک صرف میں اور میرے کارکن جانتے ہیں اگر اجنبی جہاز وہاں پہنچنے کی کوشش کریں تو راستے میں ہی شدید ترین حادثے کا شکار ہو سکتے ہیں یہی کیفیت فضا میں سفر کرنے والے جہازوں کی ہے۔ میں نے بلیک چینل کے علاقوں میں ایسا نظام قائم کیا ہے کہ مصنوعی سیارے بھی وہاں کے بارے میں تفصیلات نہیں حاصل کر سکتے۔ ان سیاروں کی ریخ روکنے کے لیے ہم نے ایک مقناطیسی نظام قائم کیا ہے۔ جو طیاروں کی کارکردگی کو ناکام بنا دیتا ہے اور اس طرح بلیک چینل دنیا کی نگاہوں میں آنے سے بچ جاتا ہے اس کے علاوہ اگر کوئی ایسا نظام قائم کیا جائے جس کے ذریعے زیادہ نیچے آکر بلیک چینل کے پوائنٹس کا جائزہ لیا جائے تو فضا میں موجود طیارے نیچے قائم کی ہوئی مقناطیسی قوتوں کی وجہ سے فضا ہی میں تباہ ہو سکتے ہیں۔ یہ سارا نظام اس لیے کرنا پڑا بلا آخر ایک دن بلیک چینل منظر عام پر آئے گا اس وقت جب وہ اپنی کارکردگی کا مظاہرہ کرے گا اور دنیا کو اس کی تلاش ہوگی لیکن وہ اس کی تلاش میں ناکام رہیں گے۔ تم نے اندازہ لگا لیا ہو گا دانش منصورؒ کے میرے ان جذباتوں میں نیکی اور سچائی ہے یہ تھا میری اپنی ذات کے لیے کچھ نہیں ہے بلکہ جیسا کہ میں تم سے پہلے بھی کہہ چکی ہوں کہ کائنات کا ارتقاء اس لیے نہیں

ہوا تھا کہ انسان بلا آخر ایک دوسرے کا دشمن بن جائے اور صرف اس کی تباہی کے منصوبے بناتا رہے۔ کائنات کی تشکیل میں تو قدرت کا کچھ اور ہی خیال کار فرما تھا وہ اپنی تعمیر کی ہوئی حسین دنیا کو پھولوں کی دنیا دیکھنا چاہتی تھی، لیکن شیطانی قوتوں نے اس دنیا میں نفرتوں کو جنم دے کر مہلک ہتھیار ایجاد کرائے اور انسان انسان کو فنا کرنے کے لیے شدید محنت پر تل گیا۔ میں اس کائنات کے بسنے والوں کو زندگی کا پیغام دینا چاہتی ہوں اور میں مشن صرف میری ذات تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ اس کے لیے میں نے جو طریقہ کار اختیار کیا ہے جب تم اس سے روشناس ہو گے تو حیران رہ جاؤ گے۔ میں نے نسل در نسل یہ انتظام کیا کہ میرے اس مقصد کو سنبھالنے کے لیے میری عمر کے بعد دوسرے لوگ وہی تمام جذبات اور وہی نظریات لے کر منظر عام پر آئیں۔ جاتے ہو میں نے اس کے لیے کیا کیا ہے۔ میں نے اس کے لیے نسلوں کا انتظام کیا ہے۔ کئی نسلیں یہ کام کریں گی اور ان نسلوں کی نمود ایک مخصوص طریقہ کار کے تحت ہوتی رہے گی۔ اس نمود سے پیدا ہونے والے بچے پیدائش کے وقت سے لے کر عمر کی آخری حد تک وہی نظریات اپنائیں گے جو میرے ذہن میں موجود ہیں۔ میں نے اس کے لیے بھی معقول انتظام کیا ہے۔ تم اسے دیکھو گے تو حیران رہ جاؤ گے۔" میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس عجیب و غریب عورت کو دیکھ رہا تھا ویسے اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں تھی جہاں دنیا میں شیطانوں کے مقابلے پر انسان نہ ہوتے یا ایسی قوتیں نہ ہوتیں جنہیں روحانیت بھی بخشی گئی ہے تو شیطانی ساری دنیا پر حاوی ہو جاتی اور اللہ کا نام لیوا کوئی باقی نہ رہتا لیکن جب تک دنیا کی عمر باقی ہے اللہ نے اپنا نام لینے والوں کا بندوبست بھی کر رکھا ہے۔ اب وہ کون ہیں کہاں ہیں۔ تعصب کی نگاہ سے دیکھا جائے تو بات اپنے آپ تک محدود ہو جاتی ہے، لیکن اگر فراخ چشمی اختیار کی جائے تو کون کہاں کسی شکل میں ہے یہ تلاش کرنا زیادہ مشکل نہیں ہوگا۔ اس وقت میں کوئن میکویا کے افکار و خیالات سے کچھ اس طرح متاثر ہوا تھا کہ میرے روٹھے کھڑے ہو گئے تھے۔ میں اس کے چہرے کی جذباتی کیفیت دیکھ رہا تھا اور یہ جذباتی کیفیت بتاتی تھی کہ جو الفاظ اس کی زبان سے نکل رہے ہیں ان میں زبان کا کوئی قصور نہیں ہے اس کا دل بول رہا ہے اور ایسے لوگ قابلِ صدا احترام ہوتے ہیں جو اپنے دل میں اپنے لیے نہیں دوسروں کے لیے بقاء کا جذبہ رکھیں۔ میں دل و جان سے کوئن میکویا

کا ہم خیال ہو گیا اور میں نے عقیدت بھرے لہجے میں کہا۔

”آپ نے ایک دن کہا تھا کوئن میکویا کہ صرف اپنے وطن کے بارے میں نہ سوچوں انسانیت کے بارے میں سوچوں۔ بے شک حب الوطنی ایک اچھا جذبہ ہے اور اگر یہ بھی انسان کے دل میں نہ ہو تو پھر وہ اپنوں ہی میں نہیں دوسروں کے بارے میں بھی کچھ نہیں سوچ سکتا۔ آج میں نہ دل سے اس بات کا قائل ہو گیا ہوں کہ آپ کے افکار و خیالات بہت اعلیٰ ہیں اور ایک اذنی سے رکن کی حیثیت سے اگر میں آپ کا معاون رہوں تو یوں سمجھ لیجئے کہ یہ میری خوش بختی ہوگی۔“ وہ جذباتی لہجے میں بولی۔

”ہاں مجھے تمہاری ضرورت ہے اور ایک آخری بات میں تم سے اور کہنا چاہتی ہوں اس کے بعد میں اس جذباتی موضوع کو ختم کر دوں گی۔ وہ یہ کہ جو احکامات میں تمہیں دوں یا جو ذمے داریاں میں تمہارے سپرد کروں یہ نہ سوچنا کہ ان میں میرا لالچ یا میری ذات کا کوئی مفاد وابستہ ہے۔ یہ سب وسیع تر مفاد کے لیے ہوگا۔ بعض اوقات اس میں کچھ ایسے مرحلے بھی آسکتے ہیں جنہیں تمہارا ذہن قبول نہ کرے، لیکن میرے لیے انہیں قبول کر لینا۔“

”میں وعدہ کرتا ہوں کوئن میکویا کہ آپ کے سپرد کیے ہوئے کسی کام کو صرف کام تصور کروں گا اس کے پس پردہ کیا ہے اس پر کبھی غور نہیں کروں گا۔“ میں نے متاثر لہجے میں کہا اور وہ آنکھیں بند کر کے گہری گہری سانس لینے لگی۔ اس کے چہرے پر جذبات کے سائے لرزاں تھے اور میں حیرت بھری نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا میں جانتا تھا کہ وہ اس وقت بھی مجسم نہیں ہے بلکہ یہ صرف اس کا عکس ہے جو بالکل اسی طرح میرے سامنے ہے جیسے وہ خود لیکن اس کے تمام تر جذبات اس کی آواز کی لرزشیں اس کے چہرے کے تاثرات بالکل ایسے ہی تھے جیسے وہ مجسم وجود رکھتی ہو۔ کتنی عجیب بات تھی کتنی حیران کن۔ دل چاہتا تھا کہ اسے ہاتھ لگا کر چھو کر دیکھوں، لیکن یہ ایک غیر مناسب کوشش تھی چنانچہ میں نے خود پر قابو پایا۔ وہ تھوڑی دیر تک اسی طرح جذبات میں ڈوبی رہی، پھر آنکھیں کھول کر مسکرائی اور بولی۔

”آئی ایم سوری۔ میں کچھ جذباتی ہو گئی تھی۔“

مجھے اس کے یہ نقوش بے حد بھائے لیکن بہر طور احترام کا ایک جذبہ دل میں

موجود تھا اس لیے آنکھوں تک کو اس کیفیت کے اظہار سے باز رکھا اور عقیدت بھری نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔ وہ بولی۔

”اور یہ نہ سمجھنا کہ تمام الفاظ ادا کر کے میں نے تمہیں ٹال دیا ہے۔“

”سمجھا نہیں۔“

”میرا مطلب یہ ہے کہ تم جن چیزوں کے حقدار قرار پائے ہو وہ تمہاری اپنی ملکیت ہیں۔ میں اس کے لیے ایک طریقہ کار متعین کر چکی ہوں کیا ابھی اس کے بارے میں سننا پسند کرو گے۔ کسی قسم کے ذہنی تردد کا شکار تو نہیں ہو؟“

”ہمارا یہ سفر کتنا طویل ہو گا؟“

”ابھی کچھ طوالت ہے اس میں۔“

”تو ظاہر ہے باتیں کر کے ہی اسے طے کیا جاسکتا ہے یا پھر اگر آپ کی کچھ اور مصروفیات ہوں تو میں ان میں بالکل دخل اندازی نہیں کروں گا۔“

”نہیں اس وقت میں صرف تمہارے ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔“

”جی پھر آگے فرمائیے۔“

”ہر قسم کی ایسی چیزوں سے جو بالکل ناکارہ ہوں اور انہیں جلا کر راکھ کر دیا جاتا ہو۔ بجلی حاصل کرنے کا یہ پلانٹ بڑی خوبیوں کا حامل ہے اس سے ایک طرف تو وطن میں موجود تمام وہ ویسٹ جس کا کوئی مصرف نہیں ہوتا ختم ہو جائے گا دوسری جانب اس سے کافی بجلی بھی حاصل ہوگی۔ اتنی کہ تمہاری صنعتوں کی ضروریات کافی حد تک پوری کرنے میں کامیاب ہو جائے۔ یہ پلانٹ سویڈن میں تیار ہوا ہے اور میں اسے خرید چکی ہوں اس کے بارے میں سویڈن کی اعلیٰ ترین کمپنیوں کو معلومات فراہم کر دی گئی ہیں اور اسے تمہارے وطن تک پہنچانے کے لیے تمام انتظامات تیزی سے شروع کر دیے جائیں گے۔ کچھ ہی دنوں میں یہ پلانٹ تمہارے وطن پہنچ جائے گا اس کے لیے چند انجینئرز بھی سویڈن سے اس کے ساتھ جائیں گے تم اپنی حکومت کے لیے کوئی پیغام دینا چاہتے ہو۔“

میں سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا تو وہ بولی۔

”اس کے علاوہ وہ رائٹی جو اس فارمولے کی خریداری کے لیے میں نے متعین کی تھی وہ بھی اب تمہاری ملکیت ہے اگر اپنے ذاتی اکاؤنٹ میں اپنے وطن میں جمع کرانا چاہو

تو کرا سکتے ہو اور اگر اسے بھی اپنی حکومت کے حوالے کرنے کے خواہشمند ہو تو اسی کے مطابق کام ہو سکتا ہے۔“ میں خاموش نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا پھر میں نے کہا۔

”رائٹی کے مسئلے میں کوئی بات میں نہیں کہہ سکتا، لیکن اس پلانٹ کے لیے جو کوشش آپ کر رہی ہیں کوئی میں اس کے لیے آپ کا شکر گزار ہوں۔ میرے وطن میں بجلی کا مسئلہ خاصی مشکلات رکھتا ہے ہم ابھی ترقی پذیر ہیں اور اپنے محدود وسائل سے ان کوششوں میں مصروف ہیں کہ وطن عزیز کے لیے ہمیں ہر وہ شے حاصل ہو جائے جو ہمارے لیے مشکل ہے، بہر حال اس سے ہمیں بہت سے فائدے حاصل ہوں گے۔“

”اصل میں دانش منصور جب خلوص کی بات آتی ہے تو پھر دوستوں ہی سے فائدہ اٹھانے کے بارے میں نہیں سوچا جاتا۔ میں نے جو قیمت اس کی متعین کر دی تھی وہ بہر طور میں ادا کرنے کو تیار تھی۔ ہاں اس بات کے امکانات ذرا مدہم نظر آ رہے تھے کہ دنیا کے ان تمام ممالک کی کوششوں کے باوجود میں اس فارمولے کے حصول میں کامیاب ہو جاؤں گی۔ تم یہ نہ سمجھنا کہ اس سے مجھے کوئی مالی فائدہ نہیں حاصل ہو گا۔ میرے بہت سے مالی مفادات بھی اس سے وابستہ ہیں۔ میں تو صرف ان کا ایک حصہ تمہیں دے رہی ہوں۔“

”تو پھر ٹھیک ہے آپ اس رقم کو میرے ہی اکاؤنٹ میں میرے وطن پہنچا دیں اور جہاں تک کچرا پلانٹ کا معاملہ ہے میری جانب سے اسے میرے وطن کو گفٹ کر دیا جائے۔ میں اس کے لیے آپ کو کچھ پیغامات بھی دوں گا۔ جنہیں کچرا پلانٹ کے ساتھ وہاں بھیجا جائے۔“

”اس بارے میں کارروائی فوری طور پر شروع ہو جائے گی اور میں تمہیں اس کی تمام تفصیلات سے آگاہ رکھوں گی۔“ اس نے کہا اور میں نے اس کا شکریہ ادا کیا۔

بہر حال یہ تمام چیزیں میرے لیے انتہائی مسرت کا باعث تھیں اور میں بہت خوش تھا، پھر کافی وقت گزرنے کے بعد اس نے مجھ سے ایک انوکھا سوال کیا۔ مسکراتے ہوئے مجھ سے بولی۔

”دانش منصور تقریباً ہر بات ہم ایک دوسرے کے بارے میں جان چکے ہیں ایکوینا سیون پر میں تمہیں ابھی لے جا رہی ہوں۔ میں تم سے اگر ایک سوال کروں تو

محسوس تو نہیں کرو گے۔“

”نہیں۔ وعدہ کرتا ہوں کوئن کے میں ذہنی طور پر بھی آپ سے بہت متاثر ہو گیا ہوں آپ کے افکار و خیالات میرے لیے بڑی قدر و قیمت کے حامل ہیں۔“

”ڈائمنڈ سٹی کیا ہے؟“ اس نے سوال کیا اور میں ششدر رہ گیا۔ میں اس سے وعدہ کر چکا تھا کہ کسی سوال کا غلط جواب نہیں دوں گا۔ چند لمحات غور کرنے کے بعد میں نے اس سے کہا۔

”آپ کو اس کے بارے میں کیا معلومات حاصل ہیں؟“

”زیادہ نہیں بس یہ پتا چلا ہے کہ تم نے ایک جزیرہ خریدا ہے اور وہاں کچھ خاص قسم کی کارروائی کر رہے ہو۔“

”ہاں۔ میں مختصراً آپ کو اپنے بارے میں بتا چکا ہوں اور خود آپ کی اپنی تحقیق میرے بارے میں یہی ہے کہ اپنے پیارے وطن کی بہتری کے لیے میرے دل و دماغ ان کوشش میں مصروف رہتے ہیں کہ کیا کیا جائے۔ ڈائمنڈ سٹی بھی ایک ایسی ہی جگہ ہے۔ جہاں سے میں ملکی مفادات کے لیے سائنسی پیانے پر کچھ کرنا چاہتا ہوں۔“

”ہاں مجھے یہی معلومات حاصل ہوئی ہیں اور اس سوال کا کوئی غلط مطلب نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے مستقبل میں ڈائمنڈ سٹی بلیک چینل ہی کا ایک حصہ ہو لیکن تمہاری اجازت سے اور تمہارے زیر نگرانی ہم اپنے مفادات مشترک رکھیں گے تاکہ ہمارے درمیان بہترین روابط قائم رہیں۔ میں یہ کہنا چاہتی تھی اصل میں کہ جو رقم رائی کی بنتی ہے۔ وہ اسٹورین کے سلسلے میں۔ وہ ڈائمنڈ سٹی میں تعمیرات کے کام آئے گی۔“

میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر گردن ہلائی اور کہا۔ ”ویسے میں آپ کی معلومات کو دل سے سراہتا ہوں۔“

”یہ سب کچھ میں نے صرف اس لیے معلوم کیا ہے کہ میں اپنے طور پر بھی تمہاری کاوشوں کے بارے میں سوچ سکوں اور ان کے لیے اپنی خدمات پیش کر سکوں“ بہر حال سویٹزن سے یہ پلانٹ مالمونائی جگہ سے روانہ ہو گا۔ بحیرہ بالٹک میں ایک جہاز اسے بار کر کے لے جائے گا اور یہ کام مشکل نہیں ہو گا میرے لیے۔ تم ایکوونیا چل کر اپنے پیغامات ترتیب دے لو۔“

بعد کا سفر بس چھوٹی موٹی باتوں میں گزرا تھا۔ دوران سفر اس نے میرا ساتھ نہیں چھوڑا تھا جبکہ میں جانتا تھا کہ وہ جب چاہے یہاں سے بھی منتقل ہو سکتی ہے لیکن وہ بالکل انسانوں کی مانند میرے ہمراہ رہی تھی۔ البتہ کھایا پیا نہیں تھا اس نے جبکہ میرے لیے ہر چیز حاضر ہو جایا کرتی تھی پھر سب میری کا یہ طویل سفر ختم ہوا اور ہم نے ایکوونیا کے ڈیک پر قدم رکھا۔

ایکوونیا بلاشبہ ایک تصوراتی دنیا معلوم ہوتا تھا۔ سرسبز و شاداب جزیرہ جو بہت چھوٹا تھا۔ اونچے اونچے درختوں میں چھپا ہوا اگر بلندی سے اسے دیکھنے کی کوشش کی بھی جاتی تو بس ایک سبز دھبے کے علاوہ اور کچھ نظر نہ آتا لیکن وہاں ایک خوبصورت ڈیک بھی بنا ہوا تھا اور اس پر مخصوص قسم کی وردی میں ملبوس محافظ بھی موجود تھے ایسی تمام مشینیں جن سے جہازوں پر لدے ہوئے سامان کو اتار جاسکے۔ پتکے پتکے لیکن خوبصورت راستے بھی بنے ہوئے تھے جن پر خاص قسم کی الیکٹرک کاریں رواں دواں تھیں لیکن ان کی تعداد بے حد محدود جزیرے کی وسعت ہی کتنی تھی۔ درختوں کے نیچے لکڑی کے چھوٹے چھوٹے خوبصورت مکانات بنے ہوئے تھے جن میں بڑے سے بڑے مکان میں صرف دو یا تین کمرے تھے لیکن ان کی نفاست قابل دید تھی مجھے ایکوونیا کی سیر کرائی گئی اور کوئن میکویا نے بتایا کہ ایکوونیا میں جو کچھ ہو رہا ہے زیر زمین ہو رہا ہے اور ان کارروائیوں کے سلسلے میں انہیں اتنا مضبوط مقام دیا گیا ہے کہ بیرونی طور پر کوئی بھی کارروائی کارگر نہ ہو سکے اور اگر سمندری راستے سے بھی ایکوونیا پر حملہ کیا جائے تو موثر جواب دیا جاسکے اور اس کارروائی کو ناکام بنایا جاسکے۔ بلیک چینل کے اس جزیرے کو دیکھ کر میرے ذہن میں ڈائمنڈ سٹی کے لیے بہت سے تصورات ابھرے تھے۔ میں نے بھی اپنے وطن عزیز میں ایسے ہی شاندار جزیرے کا خواب دیکھا تھا جس کو ناقابل تخیل بنا دیا جائے۔ میرے قیام کے لیے ایک خوبصورت لکڑی کا مکان منتخب کیا گیا تھا۔ ایکوونیا میں مرد عورتیں کافی تعداد میں نظر آرہے تھے اور اکا و کاکے بھی وہاں نظر آ جاتے تھے۔ میرے اس مکان میں کوئن میکویا نے مجھے ایکوونیا سے کافی حد تک متعارف کرا دیا اور اس کے بعد کہنے لگی۔

”اب تم یہاں کچھ دقت قیام کرو گے۔ تمہاری خدمت گزری کے لیے بہت سے

افراد تمہارے ساتھ ہوں گے۔“ میں نے ذہنی طور پر اپنے آپ کو ایکوونیا میں قیام

کے لیے تیار کر لیا۔ اب مجھے کوئن میکویا کی رہنمائی کی ضرورت بھی نہیں تھی وہ چلی گئی۔ کچھ لوگوں سے خود بخود شناسائی ہو گئی تھی اور شاید انہیں ہدایت بھی کر دی گئی تھی کہ میری دلہن کو مد نظر رکھا جائے چنانچہ بے شمار افراد میرے ارد گرد پھیل گئے تھے اور یہاں میرے لیے نت نئی تفریحات کا بندوبست کر دیا گیا تھا۔ چھوٹے چھوٹے کلب بھی یہاں بنائے گئے تھے جن میں سوئمنگ پول، گھوڑ سواری اور ہر طرح کے تفریحی لوازمات مہیا کیے گئے تھے۔ کھانے پینے کا بھی خاص خیال رکھا جاتا تھا۔ میں نے خصوصی طور پر وہاں کا نظام دیکھا تھا اور اس دوران سوچنے کے لیے بھی کافی وقت ملا تھا۔ دل میں طرح طرح کے خیالات رقصاں رہتے تھے۔ اپنے یاد آتے تھے لیکن اب یادوں میں کوئی حسرت نہیں تھی۔ ایک طرح کی خود اعتمادی دل میں پیدا ہو گئی تھی اور جس طرح کوئن میکویا سے میرے تعلقات استوار ہوئے تھے اس سے مجھے یہ امید تھی کہ میرے اوپر کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں ہے بلکہ جب اور جس طرح چاہوں اپنے آپ کو استعمال کر سکتا ہوں۔ میرا خیال تھا کہ کوئن میکویا مجھے میری خواہش پر میرے وطن پہنچانے میں ذرا بھی تساہل سے کام نہیں لے گی اور اس سلسلے میں میری پوری پوری مدد کی جائے گی، بہر حال میکویا سے پیدا ہو جانے والے تعلقات میری خواہش کے مطابق تھے۔ میں نے اپنے آپ کو ایک مشاق گھوڑے سوار، ایک بہترین نشانہ باز، جسمانی قوت میں انتہائی چاق و چوبند شخصیت ثابت کر دیا تھا اور یہاں ایکوونیا میں میرے بن جانے والے دوست میری صفات کے قائل تھے۔ میں نے زیر زمین کار کردگی بھی دیکھی تھی۔ یہ کار کردگی زیر زمین اس لیے تھی کہ کسی بھی بیرونی خطرے سے اس کا تحفظ کیا جائے۔ عجیب و غریب سائنسی کارروائیاں ہو رہی تھیں کوئن میکویا کا کہنا تھا کہ ایکوونیا کے نام سے اس نے بہت سے جزائر پر کام شروع کر رکھا ہے یہ تو صرف ایک جزیرہ ہے اور اس کا نمبر سات ہے۔ اس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ کس پیمانے پر یہاں کام ہو رہا ہے۔ ایک اعتماد بھی دل میں پیدا ہو گیا تھا۔ دنیا کے حالات بے شک بھیاںک ہیں۔ جنگ باز ممالک اپنی اجارہ داری قائم کرنے کے لیے دھڑا دھڑا ہتھیار بنا رہے ہیں، لیکن کچھ قوتیں ایسی بھی ہیں جو ان جنگ باز ممالک کی مخالفت کرتی ہیں اور ان کے خوفناک ارادوں کے خلاف سینہ سپر ہیں۔ جیسے کوئن میکویا۔ ویسے بہت بڑا کام تھا یہ اور اس نے جس انداز میں اس کا اظہار کیا تھا اس کا میں نے دل سے

قائل ہو گیا تھا۔ کتنی عجیب سی بات تھی۔ میں تو پھر بھی اپنے ہم وطنوں کے لیے سوچتا تھا اور میری آرزوئیں ان کی ذات کی بہتری کے لیے تھیں، لیکن میرے خیال میں کوئن میکویا کا مشن مجھ سے بھی بڑا تھا وہ دنیا کے ہر شخص کے لیے سوچتی تھی اور کام کر رہی تھی۔ یہاں دوسرے لوگوں سے ملاقات کرنے کے بعد مجھے اس بات کا علم بھی ہوا کہ کوئن میکویا نے صرف ہتھیاروں کے خلاف ہی جنگ نہیں کر رکھی ہے بلکہ اس کے مقاصد تو بہت وسیع تر ہیں اور واقعی وہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھی اور انسانیت کے لیے بہت بڑی رہنما شخصیت جبکہ وہ اس کا صلہ کچھ نہیں چاہتی تھی اور ایک طرح سے ایک مجرمانہ حیثیت ہی حاصل تھی۔ مثلاً ایکوونیا سات پر بیماریوں کے خلاف کام ہو رہا تھا موجودہ دور کی بدلی ہوئی جغرافیائی کیفیات سے پیدا ہونے والی نت نئی بیماریاں جو باہر کی دنیاؤں میں ابھی ناقابل علاج تھیں۔ ان کے لیے بہترین تجربات ہو رہے تھے اور ان کے خلاف جنگ کے موثر انتظامات بھی اس کے علاوہ بنجر ہو جانے والی دنیا بھر کی زمینوں کے لیے ریسرچ کی جارہی تھی تاکہ بڑھتی ہوئی آبادی کے لیے غذائی مسئلے کو کنٹرول کیا جاسکے۔ حقیقی معنوں میں تو یہ مشن تقریباً میرے مزاج سے ہم آہنگ تھا لیکن اس کا دائرہ کار بہت وسیع اور میری سوچ میں نمایاں تبدیلی پیدا ہوئی تھی، اگر ایک اتنی اچھی سوچ رکھنے والی عورت کے ساتھ مل کر میں اپنی ادنیٰ سی خدمات سرانجام دے رہا ہوں تو یہ تو زندگی کا ایک بہترین مشن ہے۔ ہو سکتا ہے ان نیکیوں کے صلے میں مجھے میرے دل کا سکون بھی مل جائے۔ کوئن میکویا سے اگر مجھے ذہنی طور پر اتفاق نہ ہوتا تو شاید میرے دل میں اس کے لیے اس طرح مخلصانہ جذبات نہ پیدا ہو پاتے، لیکن رفتہ میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ میں اس کی کوششوں سے بالکل متفق ہوتا جا رہا ہوں، بہر حال یہ تھی تمام صورت حال اور یہاں گزرنے والے اچھے خاصے طویل وقت کا مجھے احساس بھی نہیں ہو سکا، پھر ایک دن وہ واپس آگئی مجھ سے ملاقات کی میں اسے دیکھ کر بے حد خوش ہوا تھا۔ اس نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

”ویری گڈ، اس کا مقصد ہے کہ میرے خدشات غلط ثابت ہوئے۔“

”آپ کے دل میں کیا خدشات تھے کوئن؟“

”میں سوچ رہی تھی کہ تم یہاں شدید بیزاری کا شکار ہو گے۔“

”نہیں ایسی کوئی پابندی نہیں ہے۔“

”بس یہ خیال تھا میرے دل میں کیونکہ بہر حال تم ایسی متحرک دنیا کے انسان ہو جہاں تحریک ہی زندگی ہوتی ہے جبکہ یہاں زندگی تقریباً ساکت ہے۔“
”نہیں کون آپ نے ان لوگوں کی وابستگی کے لیے بڑے مہذب انتظامات کر رکھے ہیں۔“

”میرے لفظ مہذب پر وہ خوب ہنسی اور اس نے کہا۔“

”ہاں یہ لفظ تم نے صحیح استعمال کیا۔ انسانی ضرورتیں تو بہر طور یکساں ہی ہوتیں ہیں لیکن لفظ مہذب ذرا دلچسپ ہے ویسے میں تمہارے لیے کچھ تحائف لائی ہوں۔“
”تحائف۔“

”ہاں۔ بڑی جرات کی ہے میں نے اور شاید یہ تمہارے لیے نہایت حیرت انگیز ہوں۔“

”کیا؟“ میں نے سوال کیا اور بولی۔

”زندہ تحائف۔“ میں واقعی حیران رہ گیا تھا۔ میں نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

”زندہ تحائف بڑے عجیب الفاظ ہیں کون میکویا۔“

”آؤ میرے ساتھ میں تمہیں تھوڑا سا سفر کراؤں گی۔“ اس کے بعد کون میکویا مجھے ایک الیکٹرک کار میں لے کر چل پڑی۔ ایک نہایت خوبصورت لکڑی کی عمارت جسے میں پہلے بھی دیکھ چکا تھا ہماری منزل تھی۔ وہ مجھے ساتھ لیے ہوئے اندر داخل ہو گئی اور جب میں اندر پہنچا تو میری آنکھیں شدت حیرت سے پھیل گئیں۔ میں نے متحیرانہ انداز میں رشید ناگی اور رخسار کو دیکھا تھا۔ ان دونوں کو دیکھ کر مجھ پر حیرت کے اس قدر شدید جذبات غالب ہوئے تھے کہ میں پتھرا کر رہ گیا۔ میرے منہ سے ان کے لیے ایک لفظ بھی نہیں نکل سکا تھا۔ ادھر رشید ناگی اور رخسار مجھے دیکھ کر شدید رہ گئے تھے۔ کون میکویا مسکرا رہی تھی۔ وہ دونوں مضطربانہ انداز میں کھڑے ہو گئے رشید ناگی آگے بڑھ کر میرے قریب پہنچ گیا۔

”ہیلو ہیلو۔“ اس نے مجھے کسی نام سے مخاطب نہیں کیا تھا۔ جس کی وجہ میں سمجھتا تھا۔ کون میکویا نے کہا۔

”اور اب میرا خیال ہے مجھے تم دونوں کے درمیان سے ہٹ جانا چاہیے۔ میرا

مطلب ہے تم تینوں کے درمیان سے۔ اوکے معزز مہمانو! مجھے معاف کرنا تم میرے بارے میں جس قدر شکایات چاہو اپنے دوست سے کر سکتے ہو اوکے دانش منصور چلتی ہوں۔“
کون میکویا وہاں سے واپس پلٹ گئی۔ میں اب بھی پھٹی پھٹی آنکھوں سے ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔ میں نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

”تم حقیقت ہو یا صرف میرا تصور۔“

”چیف چیف یہ سب کیا ہے۔ یہ سب کیا ہے چیف؟“

”ناگی کیا واقعی یہ تم ہی ہو؟“

”چیف یہی سوال میں آپ کے بارے میں کر سکتا ہوں۔“ رخسار کچھ پتھرائی پتھرائی سی کھڑی رہی تھی۔ میں آگے بڑھ کر اس کے قریب پہنچ گیا اور میں نے اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔

”رخسار کیا میں یقین کر لوں کہ یہ تم ہی ہو؟“

”فیصل میں میں۔“ رخسار کے انداز سے ایسا محسوس ہوا جیسے اس کے پیروں کی جان نکل گئی ہو وہ بیٹھ گئی۔ رشید ناگی نے آہستہ سے کہا۔

”میں آپ سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں چیف اس کے بعد میں کہیں اور چلا جاؤں گا پلیز مجھ سے کچھ بات کر لیجئے۔ آپ کو دیکھ کر میں اس قدر حیران ہوا ہوں کہ میرے اعصاب جواب دے رہے ہیں۔“

”بیٹھ جاؤ۔ کیا اسے جانتے ہو۔ میرا مطلب ہے جس کے ساتھ میں یہاں تک آیا تھا؟“

”نہیں چیف مکمل طور سے نہیں جانتا۔ بس یوں سمجھ لو صورت آشنائی ہے۔“ رشید ناگی نے جواب دیا۔

”مجھے اس صورت آشنائی کے بارے میں بھی تفصیل بتاؤ۔“ میں نے ابھی رخسار سے بات کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا اور اپنے آپ کو پوری طرح سنبھالے ہوئے تھا۔ رشید ناگی نے چند لمحات توقف کیا پھر بولا۔

”اب سے چند روز قبل مسٹر شاہنواز نے مجھ سے ملاقات کی اور مجھے آپ کا پیغام دیا انہوں نے بتایا کہ سرکاری پیلانے پر سویڈن سے روانہ شدہ ایک جہاز ہمارے وطن پہنچ

درست ہو گیا۔ میں سمجھ گیا تھا کہ آپ حسب عادت اپنی کارروائیوں میں مصروف ہیں، لیکن ہمیں آپ کے بارے میں کوئی نشان نہیں ملا تھا پھر مجھ سے رجوع کیا گیا اور کسی خاتون نے مجھ سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا۔ مجھ سے کہا گیا کہ کم از کم دس دن کا انتظام کر کے آؤں کیونکہ یہ ملاقات دس دن تک طویل رہے گی اور اس کے پس پردہ بڑے عوامل ہیں۔ میں بات تو نہیں سمجھ پایا تھا، لیکن چونکہ پیغام آپ کے حوالے سے دیا گیا تھا اس لیے میں مطلوبہ عمارت پہنچ گیا جس کے بارے میں عین وقت پر نشاندہی کی گئی تھی۔ میں نے وہاں رخسار کو بھی دیکھا۔ رخسار نے مجھے بتایا کہ انہیں ان کی رہائش گاہ سے لایا گیا ہے اور یہ ہدایت کی گئی ہے کہ دانش منصور ان سے خفیہ ملاقات چاہتے ہیں اس لیے کچھ روز کا انتظام کر کے آئیں۔ ہم اس عمارت میں کسی کا انتظار کر رہے تھے۔ تب ہمیں یہ خاتون نظر آئیں اور انہوں نے ہم سے گفتگو کرتے ہوئے کہا۔ ان کا تعلق اس عظیم شخصیت سے ہے جس کا نام دانش منصور ہے انہوں نے کہا کہ وہ ہمیں دانش منصور سے ملانا چاہتی ہوں اور چیف بس اس کے بعد کچھ ایسی کارروائیاں ہوں گی جن کی بناء پر ہم ہوش و خواہش کھو بیٹھے۔ ہمارا یہ سفر کس انداز میں رہا اور ہمیں کہاں لایا گیا یہ ہمیں بالکل نہیں معلوم بس یوں سمجھ لیجئے کہ اب ہمیں یہاں اس عمارت میں ہوش آیا ہے اور یہاں ہوش میں آئے ہوئے ہمیں زیادہ وقت نہیں گزرا۔ یہ ہے مکمل داستان۔

”چیف ذرا سی تفصیل معلوم ہو جائے گی؟“ پھر اس نے کہا۔

”ہاں کیوں نہیں۔ تفصیل تمہیں نہیں بتاؤں گا تو اور کسے بتاؤں گا؟“ میں نے کہا اور پھر میں نے رشید ناگی کو کون میکویا کے بارے میں تمام تفصیلات بتا دیں۔ رخسار اور رشید ناگی متحیرانہ انداز میں میری یہ کہانی سن رہے تھے۔ رشید ناگی بہت متاثر نظر آ رہا تھا۔ اس نے کہا۔

”چیف یہ تو ایک شاندار طریقہ کار دریافت ہو گیا ہے ہمیں دنیا کے جدید ترین پلانٹ حاصل ہو سکتے ہیں جو ہمارے وطن کی معیشت اور تعمیر کو بہترین طریقے سے پورا کر سکتے ہیں۔“

”ہاں رشید ناگی میں نے بھی اسی بنیاد پر کون میکویا کے ساتھ شمولیت اختیار کی ہے۔ وہ بہت عظیم عورت ہے اس کے دل میں انسانیت کا درد ہے اور اس کے افکار و

رہا ہے اور اس پر ایک بہت بڑا پلانٹ آ رہا ہے اس کے بارے میں ہمیں حکومت سوئیڈن نے پوری تفصیل لکھی تھی اور کہا تھا کہ چند انجینئر بہت جلد پہنچنے والے ہیں جو اس پلانٹ کی تنصیب میں مدد دیں گے۔ ہمیں بتایا گیا کہ یہ پلانٹ ہمارے ہی وطن کے ایک شخص دانش منصور نے سوئیڈن سے خریدا ہے اور اسے اپنے وطن روانہ کیا جا رہا ہے اس کی روانگی نہایت خفیہ رکھی گئی ہے کیونکہ ہمارے کچھ مخالفین راستے کی رکاوٹ بن سکتے ہیں۔ ہم اس پلانٹ کو ریسیو کرنے کا انتظام کر لیں۔ مجھ سے بے شمار افراد کے رابطے قائم ہو گئے اور پھر آپ کے بارے میں طرح طرح کے سوالات سامنے آئے اب یہ کہتے ہوئے ذرا الجھن تو ہوتی ہے، لیکن بہر حال یہ ایک حقیقت ہے۔ وہ یہ چیف کہ آپ کے بارے میں یہ سوال بے شمار ذہنوں میں پیدا ہو چکا ہے کہ آپ کی موت کا جو سلسلہ منظر عام پر آیا تھا وہ حقیقت نہیں تھی بلکہ اس کے پس پردہ کچھ پراسرار کارروائیاں تھیں۔ میں نے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ میں اس سلسلے میں ذاتی طور پر کچھ بھی نہیں کہہ سکتا لیکن اس بات کو بہت زیادہ اچھالا نہیں گیا۔ ہاں کچھ اخبارات نے آپ کے سلسلے میں یہ تصور ضرور شائع کیا تھا کہ ایک محب وطن شخص جس نے اپنی زندگی میں وطن کے لیے بہت کچھ کیا ہے اور جس کی موت کا اعلان کچھ عرصہ قبل ہو چکا تھا۔ جس کی تدفین وغیرہ بھی کر دی گئی تھی۔ درحقیقت زندہ ہے اور وطن کے لیے کاوشوں میں کوشاں، کچھ اخبارات نے قیاس آرائیاں کرتے ہوئے یہ بھی کہا تھا کہ کچھ ایسے ہی عوامل ہوں گے جن کی بناء پر اس کی موت کا اعلان اور اس کی تدفین کا مصنوعی بندوبست کیا گیا، بہر طور ہم نے اس کی تردید یا تائید نہیں کی۔ خاموشی اختیار کی اور اخباری نمائندوں کو اس بارے میں کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ خیر یہ تو تھی ضمنی بات تو مسئلہ یہ ہوا کہ یہ پلانٹ بڑی سنسنی کا حامل بن گیا کیونکہ حکومت نے اس سلسلے میں کوئی کاوش نہیں کی تھی اور یہ توقع بھی نہیں تھی کہ اتنی بڑی چیز ہمیں حاصل ہو جائے گی لیکن تمام اطلاعات درست ثابت ہوئیں۔ پلانٹ کو سرکاری طور پر ریسیو کیا گیا اور اس کے بعد مخلصانہ طریقے سے اس کی تنصیب کا کام شروع کر دیا گیا جس میں سوئیڈن سے آنے والے انجینئر آج تک ہمارے معاون ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی چیف مجھے ذاتی طور پر ایک بہت بڑی رقم کا اشارہ ملا جو آپ کے اکاؤنٹ میں جمع کی جائے والی تھی۔ چیف یہ بہت بڑی رقم ہے اور وہ سب کچھ بھی

”نہیں رشید ناگی جیسا کہ میں تمہیں مختصراً بتا چکا ہوں کہ یہ ایکوونیا ہے اور دنیا سے الگ تھلگ اتنے فاصلے پر کہ یہاں دنیاوی معاملات اثر انداز نہیں ہو سکتے۔ مجھے یقین ہے کہ کوئن میکویا نے جو کچھ کیا ہے پورے اعتماد کے ساتھ کیا ہے ورنہ وہ تمہیں یہاں تک نہ لاتی۔“

”ٹھیک ہے چیف اب آپ رخسار سے گفتگو کریں۔“ رخسار نے پرسکون نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولی۔ ”تم تو جانتے ہی ہو فیصل کہ میں دنیاوی خواہشات سے بہت دور رہبانیت کی طرف مائل ایک لڑکی ہوں۔ میرے مسائل بھی حل ہو چکے ہیں۔ اہل خاندان سے ملاقات ہوتی ہے لیکن وہ مجھے دیوانہ سمجھتے ہیں ان کا خیال ہے کہ جب میری زندگی کا کوئی مقصد ہی نہیں ہے تو پھر میں انسان ہوں کہاں۔ سب مجھ سے ملتے ہیں۔ تمام لوگ اپنی اپنی مصروفیات میں ہیں سب بھائی آپس میں ایک دوسرے کی اولادوں سے شادیاں وغیرہ کر رہے ہیں جو باہر چلے گئے تھے وہ بھی واپس آگے ہیں اور اب وطن ہی میں رہتے ہیں۔ ہاں بڑے غزنوی صاحب بدستور ملک سے باہر ہیں انہوں نے باہر ہی بودو باش اختیار کر رکھی ہے بس کبھی کبھی ان سے رابطہ ہو جاتا ہے۔ باقی سب خیریت ہے میں بھی سکون سے ہوں۔ رشید ناگی نے میرے ہر طرح کے مسائل کو سنبھال رکھا ہے جب دل چاہتا ہے ڈائمنڈ سٹی چلی جاتی ہوں جب دل چاہتا ہے تمہاری کوٹھی میں آکر رہنے لگتی ہوں جب دل چاہتا ہے اپنے گھر چلی جاتی ہوں۔“

”اگر مجھے یہ مصروفیات نہ ہوتیں رخسار تو میں تمہیں اپنے ساتھ ہی رکھتا۔“ میں نے کہا اور رخسار عجیب نظروں سے مجھے دیکھنے لگی پھر مدھم سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔ ”تو کیا تم مجھے اپنے ساتھ نہیں رکھتے۔“ میں نے چونک کر اسے دیکھا اور بولا۔ ”کیا مطلب؟“

”مجھے تمہارے ان الفاظ پر حیرت ہوئی ہے فیصل۔“

”کیوں رخسار میں واقعی سمجھ نہیں پایا؟“

”اگر مجھ سے یہ سوال کرو تو میں ہر طرح کی قسم کھا کر کہہ سکتی ہوں کہ میں ہر لمحہ تمہارے ساتھ رہتی ہوں۔ مجھے کہیں بھی کسی بھی جگہ تم اپنے آپ سے الگ نظر نہیں آئے۔“

خیالات نے مجھے روشنی بخشی ہے۔“ میں نے کوئن میکویا کے ذہنی رجحانات کا تفصیل سے مفہوم بتایا اور رشید ناگی اور رخسار بہت متاثر نظر آنے لگے۔ رخسار نے کہا۔

”تجربہ ہے انسان کی دنیا کتنی محدود ہو جاتی ہے فیصل۔ وہ اپنی سوچ کے دائروں میں اتنا محدود رہتا ہے کہ بعض اوقات اسے دنیا کے معاملے میں کوئی تصور بھی نہیں پیدا ہوتا لیکن ایسے لوگ بھی ہیں جو اس انداز میں سوچتے ہیں۔“

”تم بتاؤ رخسار کیا کوئن میکویا قابل احترام نہیں ہے؟“

”میں خلوص دل سے اس کی شخصیت کی قائل ہو گئی ہوں۔“ رشید ناگی نے کہا۔

”تو پھر چیف اب آپ کا کیا ارادہ ہے؟“

”دیکھو ناگی۔ میرا مشن میری مرضی کے مطابق آگے بڑھ رہا ہے بلکہ صحیح معنوں میں یوں سمجھو کہ میرے ذہن میں دوستیں پیدا ہوئی ہیں۔ میں پہلے صرف اپنے وطن والوں کے لیے محدود تھا لیکن انسانیت تو جگہ جگہ کراہ رہی ہے کرب زدہ ہے۔ تکلیفوں کا شکار ہے اگر ایسی ایک شخصیت مجھے مل گئی ہے جو دنیا بھر کے لیے سرگرداں ہے تو کیوں نہ میں بھی اپنا فرض پورا کروں۔“

”ہاں چیف بہت اچھی بات ہے۔“

”اور پھر سب سے بڑی بات ہے کہ اس میں میرے وطن کا مفاد بھی وابستہ ہے۔ اہل وطن کے لیے وطن سے دور رہ کر بھی اگر کچھ کر سکوں تو میری زندگی کا مقصد تو پورا ہو جاتا ہے۔“

ناگی نے متاثر نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولا۔ ”ہاں چیف اگر ایسے لوگ دنیا میں نہ پیدا ہوں تو شاید دنیا کبھی ترقی کی راہ پر گامزن نہ ہو سکے۔ چیف میں آپ سے بالکل اتفاق کرتا ہوں۔ آپ اپنے مشن کو جاری رکھیے اور میرا تعاون ہر طرح سے آپ کے ساتھ ہے۔“

”رشید تم یہاں آرام کرو جو کچھ کوئن میکویا نے وعدے کے مطابق مجھے دیا ہے اس نے مجھے اس کی شرافت کا اور زیادہ قائل کر دیا ہے۔ رخسار اب میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔“ رشید ناگی اپنی جگہ سے اٹھا اور بولا۔

”اگر میں باہر نکل جاؤں تو کسی کو اعتراض تو نہیں ہو گا چیف۔“

”اوہ رخسار۔“

”میں نہ کوئی جذباتی بات کر رہی ہوں اور نہ مجھے اب ان باتوں سے کوئی دلچسپی رہی ہے جو حقیقت ہے بڑی سادگی سے کہہ دیتی ہوں تم یقین کرو فیصل۔ یہ صرف خیالی تصوراتی یا کتابی باتیں نہیں ہیں۔ انسان کسی بھی چیز کو اپنی نکتہ نظر بنا لیتا ہے ایک احساس ہوتا ہے جو کبھی اس سے دور نہیں ہوتا وہ ہر لمحہ اس احساس کا مالک رہتا ہے تم ایک احساس ہی تو ہو میرے لیے۔“

رخسار کے یہ الفاظ میرے لیے بڑے سنسنی خیز تھے میرے اعصاب عجیب سی اینٹھن کا شکار ہو گئے تھے اور میں سوچ رہا تھا کہ اس کے ان الفاظ کا اسے کیا جواب دوں۔ میرے منہ سے صرف اتنا نکلا۔ ”رخسار۔“

رخسار کے چہرے پر بلا کی تمکنت بلا کا نور نظر آ رہا تھا اور میں خود کو اس کے مقابلے میں بہت کمتر محسوس کر رہا تھا۔ اس کے الفاظ نے مجھے ہلا کر رکھ دیا تھا۔ اس نے پھر کہا۔

”ہاں فیصل۔ میں ولی یا درویش بننے کی کوشش نہیں کر رہی جو کچھ میں نے کہا ہے وہ سچائی ہے۔ بس تمہیں کچھ تفصیل بتاتی ہوں۔ اس پر غور کرو مجھے بتاؤ کیا میری سوچ غلط ہے۔“

”بتاؤ رخسار۔“ میں نے کہا۔

”تمہاری داستان کتنی عجیب ہے فیصل۔ میں اپنی نہیں تمہاری داستان کے بارے میں کہہ رہی ہوں۔ میں خود تو ایک عام سی عورت ہوں۔ کھاتے پینے گھرانے میں پیدا ہوئی۔ عیش و عشرت میں پلی اور عمر کے اس مرحلے تک پہنچ گئی جہاں خود اپنے بارے میں سوچا جاسکتا ہے۔ مجھے تم سے محبت ہو گئی۔ تمہارا التفات مجھے نہ مل سکا۔ تب میں نے دعا مانگی۔ میں نے دعا مانگی کہ اگر میں پوری سچائی سے تمہاری جانب مائل ہوں تو تم مجھے سے بے تعلق نہ رہو اور میری دعا پوری ہو گئی۔ قربان ہو گئی میں اس ذات باری پر جس نے میری دعا پوری کی۔ میں نے پہلے بھی صرف تمہارا التفات تمہاری محبت چاہی تھی اس نے مجھے وہ دے دی۔ میری نیت صاف تھی۔ میں سرشار ہو گئی۔ نہ تم مجھ سے دور ہو نہ تمہارا قرب۔ تمہارا تصور۔ دیکھو فیصل قربتوں کا ایک خاص انداز کائنات کی ریت ہے

لیکن اس کے لیے بہتر وہی وقت ہوتا ہے جو اللہ متعین کرے۔ بس اس کے فیصلے کا انتظار کرنا چاہیے اور جلد بازی نہیں کرنی چاہیے میں بہت مطمئن ہوں اور بتاؤں تم جو کچھ کر رہے ہو جاری رکھو۔ کبھی خوفزدہ نہ ہونا اگر کبھی تمہارے دشمن تم پر حاوی اور تم موت کے قریب پہنچ جاؤ تو پورا یقین کر لینا کہ وہ تمہیں نقصان نہ پہنچائیں گے۔ وہ ناکام رہیں گے۔ اس لیے کہ تمہاری سلامتی کے لیے میری مانگی ہوئی دعاؤں کا حصار تمہارے گرد قائم ہو گا۔“

رخسار کی باتوں نے میرے روگئے کھڑے کر دیے تھے۔ میرے پورے بدن میں سنسنی کی لہریں دوڑ رہی تھیں۔ وہ مجھ سے بدرجہا برتر تھی۔ وہ تصوف کی طرف مائل ہو گئی تھی۔ میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔

”مجھ سے اختلاف ہے تمہیں؟“ کچھ دیر کے بعد اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔
”نہیں رخسار۔“
”شکریہ۔“

”میں یہ سوچتا ہوں رخسار کہ تم بہت اونچے منصب پر فائز ہو گئی ہو۔ بہت بلندی پر پہنچ چکی ہو تم۔“
”اگر ایسا ہے بھی تو اس کی وجہ کون ہے؟“

”میں تم سے بہت کمتر ہوں۔“

”پلیز۔ ایسا مت کہو۔ بات ہو رہی تھی تمہاری قربت کی۔ میں جہاں بھی ہوں بے حد مطمئن ہوں۔ مجھے ایک لمحے میں تمہاری خبر مل جاتی ہے۔ بس ایک لمحے میں۔“
”کیسے؟“

”میرا دل بتا دیتا ہے۔“

”کوئن میکویا کے بارے میں جو کچھ میں نے بتایا ہے تمہیں اس سے اتفاق ہے۔“

”صرف اتفاق کی بات نہ کہو۔ مجھے اس سے عقیدت ہو گئی ہے۔“

”میں نے مافیا میں شامل ہو کر اپنے وطن والوں کے لیے آسائشیں حاصل کرنے کے

بارے میں سوچا تھا، لیکن مجھے اس سے کہیں بڑے ذرائع مل گئے ہیں۔“

”یقیناً۔“

”تو میں اپنا کام جاری رکھوں۔“

”یہ میری آرزو ہے۔“

”انشاء اللہ۔“ میں نے سرور لہجے میں کہا۔

”اس کے علاوہ تم سے ایک فرمائش بھی کرنی تھی۔“

”میری خوش قسمتی ہوگی۔“ میں نے کہا۔

”دنیا بھر کے مسائل تم نے سمیٹ رکھے ہیں۔ میں اپنے شہر کے کچھ مسائل سمیٹنا

چاہتی ہوں۔“

”کیسے۔ بتاؤ۔“

”میں ایک رہائی ادارہ کھولنا چاہتی ہوں۔ خاص طور سے ان مظلوم خواتین کے لیے جو مختلف مسائل کا شکار ہیں۔ ان نوجوان لڑکیوں کے لیے جو دنیا کی بے توجہی سے اپنی عمریں اپنا نسوانی وقار کھو بیٹھتی ہیں۔“

”سبحان اللہ پھر؟“

”اس کے لیے مجھے فنڈ ریزنگ ہوگا اور کچھ لوگوں کی مدد بھی۔“

”ناگی سے بات کی؟“

”نہیں سوچا تھا تم ملو گے تو تم سے کہوں گی۔ کسی اور سے کیوں کہوں۔“

”میں تمہارے اس مشن میں تمہارے ساتھ ہوں۔ ناگی تمام انتظامات کر دے گا۔“

”شکریہ۔“ رخسار نے کہا۔

”اس ملاقات نے مجھے جو تازگی بخشی ہے میں اس کے لیے مسلسل شکر گزار ہوں مگر مجھے ایک بات پر حیرت ہے۔“

”کس بات پر؟“

”اسے میرے اور تمہارے دلی معاملات بھی معلوم ہو گئے۔“

”تم نے نہیں بتایا تھا؟“

”عالم خواب میں بھی نہیں۔“

”اس کے وسائل لا محدود ہیں۔“

”ہاں۔ میں قائل ہو گیا۔“

”اب ایک کام کرو۔ اس سے کہو کہ ہمیں جلد واپس پہنچا دے۔“

”اوہ۔ کیوں؟“

”ناکہ تم اپنا نیا کام شروع کر سکو۔“ میں محبت بھری نظروں سے رخسار کو دیکھنے لگا پھر میں نے کہا۔

”رخسار۔ ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔“

”اجازت لینا ضروری ہے۔“

”اپنی دعاؤں میں ایک اور دعا شامل کرلو۔“

”بتاؤ کیا۔“

”زندگی ختم ہونے سے قبل۔ خواہ وہ آخری سانس ہی کیوں نہ ہو۔ مجھے میرا پتا ضرور چل جائے۔ بس یہ پتا چل جائے کہ میں کون ہوں۔“

”تم فیصل ہو۔ رخسار کی محبت کے مالک ہو۔ اس کے علاوہ تم کیا ہو۔ میرا ایمان ہے ضرور پتا چل جائے گا۔“ رخسار نے کہا اور مجھے بڑا سکون محسوس ہوا۔

بعد میں رشید ناگی بھی آگیا۔ میں نے ناگی کو رخسار کی خواہش کے بارے میں بتایا اور اس سے کہا کہ وہ اس خواہش کی تکمیل میں کوئی کسر نہ چھوڑے۔

کوئن میکویا نے اس دوران ہم سے کوئی ملاقات نہیں کی۔ دو دن تک ہم لوگ ساتھ رہے پھر میں نے خود ہی کوئن سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا اور کوئن آگئی۔

”میں نہیں جانتی کہ میرے اس اقدام کو کیا حیثیت حاصل ہوئی۔“ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اس کے لیے صرف شکریہ کہنا کافی نہ ہوگا کوئن۔“

”گڈ۔ مجھے خوشی ہوئی۔“

”یہ واپس جانا چاہتے ہیں۔“

”اتنی جلدی۔“

”ہاں۔ ہم لوگ باعمل ہیں۔ وقت کے قدر دان۔“

”مس رخسار بھی جائیں گی؟“

”ہاں۔“

”ٹھیک ہے۔ انتظام ہو جائے گا۔“

ناگی کو میں نے بہت سی ہدایات دی تھیں۔ رخسار مسکراتی ہوئی گئی تھی۔ اس کا کردار بے حد ٹھوس ہو گیا تھا بہر حال میں اس روحانی خوشی سے انکار نہیں کر سکتا جو ان دونوں سے مل کر حاصل ہوئی تھی۔ اول تو کوئن میکویا کا مقصد حیات اتنا عظیم تھا دوئم اس کی ریاضت داری اور مجھ سے یگانگت دونوں باتوں نے مجھے متاثر کیا تھا۔

چند روز گزر گئے، پھر ایک شام کوئن میرے پاس آئی اور بولی۔ ”تمہارے لیے ایک مہم تیار ہے دانش۔“

”گڈ! میں تیار ہوں۔“

”اس وقت اس موضوع پر گفتگو کے موڈ میں ہو؟“

”سو فیصد۔“ میں نے جواب دیا اور کوئن سوچ میں ڈوب گئی، پھر اس نے پر خیال لہجے میں کہا۔

”آنزک مشن نسلا“ آئرش ہے جرمنی میں آباد ہو گیا تھا۔ دنیا بھر کے عظیم سائنس دانوں میں اس کا شمار ہوتا ہے جرمنی سے وہ پیرس آگیا تھا وہیں شادی کی بیوی مر گئی ایک بیٹی کا باپ ہے چار سال قبل اسے اغواء کر لیا گیا۔ اغوا کنندگان اس دوران ٹریس نہیں ہو سکے۔ بہت کوششیں کی گئیں لیکن اس پیمانے پر نہیں کہ وہ برآمد ہو جائے۔ یہ بہت بڑا کام تھا۔ آنزک مشن اسی پائے کا سائنس دان ہے کہ اسے صرف بلیک چینل میں ہونا چاہیے چنانچہ طویل عرصے سے بلیک آرمی اسے تلاش کر رہی تھی۔“

”بلیک آرمی؟“ میں نے سوال کیا اور وہ مسکرا دی۔

”ہاں بلیک چینل کا ایک شعبہ جو دنیا بھر میں کام کرتا ہے۔“ اس نے جواب دیا۔

”بلیک آرمی نے اعلیٰ پیمانے پر کام کیا اور کچھ معلومات طویل عرصہ میں حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئی۔“

”مثلاً۔“ میں نے سوال کیا۔

”لڈاسٹم بوٹ اور رک وائٹرنامی دو آدمی اس اغواء کے ذمے دار تھے۔ یہ دونوں ایک بین الاقوامی گروہ سے تعلق رکھتے تھے لیکن بعد میں اس سے علیحدہ ہو گئے۔ طاقتور

گروہ نے اپنے راز افشا ہونے کے خوف سے انہیں قتل کرنے کی کوشش کی لیکن یہ دونوں اس گروہ کے قابو میں نہیں آ سکے اور آخر کار انہوں نے گروہ کے سربراہوں کو قتل کر دیا جس کے بعد یہ گروہ خود بخود ختم ہو گیا لڈاسٹم بوٹ جسم تھا اور رک وائٹرنامی۔ دونوں مل کر کام کرنے لگے لیکن آخر کار ان میں چل گئی اور رک وائٹرنامی نے غداری کر کے لڈاسٹم بوٹ کو ایک خطرناک جال میں پھنسا کر گرفتار کرا دیا۔ اب لڈاسٹم بوٹ اکواڈور کی ایک جیل میں قید ہے اور رک وائٹرنامی میں ہے۔“

”رک وائٹرنامی آزاد ہے؟“

”نہ صرف آزاد بلکہ بہترین زندگی گزار رہا ہے۔“

”کھلے عام؟“

”ہاں۔ اسے ایک باعزت مقام حاصل ہے۔“

”خوب۔“

”رک وائٹرنامی اور لڈاسٹم بوٹ جانتے ہیں کہ آنزک مشن کہاں ہے اور مجھے آنزک مشن کی ضرورت ہے۔“

”اوہ!“

”تمہیں اس کے حصول کے لیے کام کرنا ہے۔“

”میں سمجھ گیا۔“

”میرے ذہن میں ایک منصوبہ ہے اس کے لیے۔“

”اس کی تفصیل چاہتا ہوں۔“

”رک تو کسی طرح مشن کے بارے میں بتانے پر راضی نہیں ہوگا لیکن لڈاسٹم بوٹ ہو سکتا ہے۔“

”درست خیال ہے۔“

”کام اکواڈور سے شروع کرنا ہوگا۔“

”جیل ہے؟“

”بالکل“ اور تمہیں اس کے لیے کوئٹو کی جیل جانا ہوگا۔ جنوبی امریکا کے لیے تمہارے سفر کا آغاز برطانیہ سے ہوگا۔ اکواڈور کے دارالحکومت کوئٹو سے اپنی کارروائی کا

آغاز کرنا ہوگا اور پھر وہاں سے لڈ کو آزاد کرنا ہوگا۔“
”ٹھیک۔“

”لڈ کو پیرس لاکر اسے شیشے میں اتارنا ہوگا۔ اس سے ہمیں آنرک کے بارے میں معلومات حاصل ہو سکتی ہیں۔“
”ٹھیک ہے کوئن۔“

”بلیک آرمی ہر جگہ تمہاری معاون رہے گی اور لمحہ لمحہ تمہاری ہدایت پر عمل کرنے کے لیے تیار۔“

”میرے بارے میں اسے اطلاع دے دی جائے گی۔“

”ہاں۔ بلیک آرمی کے افراد کی شناخت اس کی کلائی پر بنے ہوئے یہ نشان ہوں گے۔“ کوئن نے ایک کارڈ میرے سامنے کر دیا۔ جس پر دو سیدھی سیاہ لکیریں بنی ہوئی ایک پوری جبکہ دوسری آدھی۔ بڑی سادہ لکیریں تھیں۔

”صرف یہ نشان؟“

”ہاں بڑی لکیر ایک انچ چھوٹی آدھے، انچ بالکل ٹھیک ناپ اس سے کم زیادہ جعلی نشان ہوں گے۔“
”گڈ!“

”امریکا کی بیشتر ریاستیں ڈرگز کی مشکل کا شکار ہیں اور اس کے انسداد کے سلسلے میں بے حد سخت ہیں، لیکن وہاں سزائے موت پر پابندی ہے۔ پارلیمنٹ میں کئی بار ڈرگز کے سلسلے میں سزائے موت کی سفارش کی گئی لیکن یہ سفارش مسترد کر دی گئی۔ البتہ اس سلسلے میں کافی سخت قوانین ہیں۔ کوئٹو جیل میں تمہیں ڈرگز کے الزام میں جانا ہوگا۔“
”گڈ۔“ میں مسکرا دیا۔

”لیکن بڑی رعایتوں کے ساتھ..... اور.....“

”نہیں کوئن۔ میری مسکراہٹ اس وجہ سے نہیں تھی۔“ میں نے جلدی سے کہا۔

”پھر بھی، لیکن مشکلات تو اٹھانی پڑیں گی۔ باقی تفصیلات متعلقہ ڈیپارٹمنٹ سے حاصل ہوگی۔ تمہیں اس مشن پہ کوئی اعتراض ہے۔“

”ذرا برابر نہیں۔“

”اس کے صلے میں.....“ کوئن نے کہنا چاہا لیکن میں نے ہاتھ اٹھا کر اس کی بات کاٹ دی۔

”ہمارے درمیان قائم خلوص میں کسی ایسے اظہار کی ضرورت ابھی باقی ہے؟“
”نہیں۔“

”پھر؟“

”سوری۔“ کوئن نے کہا۔

پانچ افراد نے دوسرے دن مجھ سے ملاقات کی۔ ان میں سے ایک نے کہا۔
”میں سرجن کور کے ہوں۔ مجھے تمہارے دونوں ہاتھوں میں دو مصنوعی انگلیاں جوڑنی ہوں گی۔ چھ انگلیوں والے افراد حیران کن نہیں ہوتے۔“
”ایسا کیوں کیا جائے گا؟“

”میرا نام پیل گورن ہے۔ میں گیمسز کا ماہر ہوں۔ آپ کے اس سوال کا جواب میرے پاس ہے۔“ دوسرے آدمی نے کہا۔
”جی؟“

”یہ اضافی دو انگلیاں ایک انتہائی طاقتور گیس کے سلنڈر ہوں گی۔ کوئٹو جیل میں یہ سلنڈر اس وقت کام آئیں گے جب آپ وہاں سے فرار ہوں گے۔ یہ خواب آور گیس ایک ہزار افراد کو بے ہوش کرنے کے لیے کافی ہے۔“
”میں اس سے کیسے بچ سکوں گا؟“

”اس کے اخراج کے وقت صرف بیس سیکنڈ آپ کو اپنا چہرہ پانی کے اندر رکھنا ہوگا۔ یہ بڑی سرعت سے کام کرتی ہے اور صرف پانچ سیکنڈ میں دو کلو میٹر کے علاقے کو گہری نیند سلا دیتی ہے۔“

”ون سیکنڈ کے لیے حفاظتی اقدامات۔“

”صرف آگ انہیں نقصان پہنچا سکتی ہے۔ باقی استعمال کے وقت ان کے پن نکالنے ہوں گے۔“
”ویری گڈ!“

”میرا نام آؤرن گونل ہے۔ آپ کے سفر کے لیے انتظامات مجھے کرنے ہیں۔ یہاں

سے آپ کو لندن منتقل کر دیا جائے گا۔ وہاں سے آپ پروفیسر کیم کے نام سے سفر کریں گے جو ایک کمپنی کے نمائندے کی حیثیت سے اکواڈور جائیں گے۔ کمپنی کے بارے میں تفصیل آپ کو لندن میں مہیا کر دی جائے گی۔

”میک اپ؟“ میں نے پوچھا۔

”بالکل نہیں۔ اس کی ضرورت نہیں ہے ویسے بھی یہ خطرناک ہوتا ہے۔“

”کیوں؟“

”اس کو پہچان لیا جائے تو شخصیت سو فیصد مشکوک ہو جاتی ہے۔ باقی انتظامات کر لیے جائیں گے۔“

”اس کے بعد کیا کرنا ہو گا؟“

”باقی پروگرام آپ کو بلیک آری سے ملے گا۔“

”کہاں؟“

”اکواڈور کو تھو میں۔“

”اور کچھ؟“

”نہیں بس۔“

”اوکے۔“ میں تیار ہوں۔

میری پہلی منزل ارجنٹائن تھی۔ بحرا قیانوس کے ایک ساحل پر مجھے اتار گیا اور پھر مختلف مراحل سے گزار کر یونس آئرس پہنچا دیا گیا۔ یونس آئرس سے برطانیہ کا سفر کرنا تھا جس کے لیے تمام انتظامات کر دیے گئے۔ پروفیسر کیم کی حیثیت مجھے یہیں دے دی گئی تھی۔ ایک شخص نے یہاں میری رہنمائی کی تھی جو سب میرن سے میرے ساتھ آیا تھا۔ یہاں سے برطانیہ روانہ ہونے کے تمام انتظامات کر دیے گئے تھے۔ لندن ائر پورٹ پر بیٹی ہارن نے میرا استقبال کیا تھا۔ وہ ایک پلے کارڈ لیے کھڑی تھی جس پر ”پروفیسر کیم دیل کم“ لکھا ہوا تھا۔ مجھے اس کے بارے میں کچھ نہیں بتایا گیا تھا پھر بھی میں اس کے قریب پہنچ گیا۔

سترہ سالہ شوخ و چیخل اور زندگی سے بھرپور خوبصورت لڑکی نے مجھے دیکھ کر پلے کارڈ پھینکا۔ اس نے کئی بار میرے رخسار چومے اور انتہائی مسرت کا اظہار کرتے ہوئے

بولی۔

”اوہ پروفیسر۔ تم کتنے شاندار ہو۔ آؤ تم نے تو مجھے نہیں پہچانا ہو گا؟“

”ہاں۔ ایسا ہی ہے۔“

”ارے میں بیٹی ہارن ہوں۔ یہ دیکھو۔“ اس نے کلائی میرے سامنے کر دی جس پر ڈیڑھ لائن بنی ہوئی تھی۔

”اوہ بیٹی ہارن۔“ میں نے کہا اور پھر وہ پر جوش انداز میں مجھ سے لپٹ گئی اور ایک بار اور میرا رخسار چوم کر میرا ہاتھ پکڑتے ہوئے بولی۔

”آؤ۔ آؤ۔ باہر میری کار موجود ہے۔“ باہر ایک حسین تیل کار کھڑی ہوئی تھی جس کی چھت نہیں تھی۔ اس پر خوبصورت نقش و نگار بنے ہوئے تھے۔ زندگی سے بھرپور اس لڑکی کی کار ایسی ہی ہونی چاہیے تھی اس نے اسٹیرنگ سنبھال لیا اور میں اس کے قریب بیٹھ گیا۔ کار برق رفتاری سے دوڑنے لگی، لیکن لڑکی کے انداز میں جو شوخی اور جو چیخل سی کیفیت ائر پورٹ پر پائی گئی تھی کار میں بیٹھنے کے بعد بالکل مفقود ہو گئی اور ائر پورٹ سے اچھا خاصا طویل فاصلہ طے کرتے ہوئے اس نے ایک بات بھی نہیں کی تھی یہاں تک کہ کار ایک خوبصورت سی عمارت کے سامنے پہنچ گئی۔ لڑکی نے اسے پارکنگ میں لگایا اور نیچے اتر آئی، پھر وہ سرد لہجے میں بولی۔

”آئیے پروفیسر کیم۔“ میں خاموشی سے اتر کر اس کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ لفٹ نے ہمیں آٹھویں منزل پر اتار دیا۔ رہائشی عمارت تھی، لیکن بہت معیاری قسم کی۔ آٹھویں منزل کے ایک فلیٹ کے سامنے پہنچ کر اس نے دروازے کا تالا کھولا اور اندر داخل ہو گئی۔ میں خاصا حیران سا تھا نجانے اسے کیا ہو گیا تھا ایک کمرے کے دروازے کو کھول کر اس نے مجھے اندر آنے کا اشارہ کیا یہ یہ ایک خواب گاہ تھی۔ اس نے سرد لہجے میں کہا۔

”آپ کو کچھ وقت یہاں گزارنا پڑے گا پروفیسر کیم، یہ آپ کا بیڈ روم ہے۔“

”کیا تم بھی یہیں رہتی ہو؟“ میں نے سوال کیا اس نے نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا اور پھر بدستور سرد لہجے میں بولی۔

”جی ہاں۔“

”ایک سوال کروں مس بیٹی ہارن؟“

”جی۔“

”مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی؟“

”میں سمجھی نہیں۔“

”میرا مطلب ہے کہ اچانک ہی مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے آپ کو میری کوئی بات ناگوار گزری ہو۔“

”یہ آپ کا احساس ہے میں کیا کہہ سکتی ہوں۔“

”آپ کا موڈ ایک دم آف ہو گیا ہے۔“

”ہمیں ایک دوسرے کے موڈ پر نظر نہیں رکھنی چاہیے۔“

”اور وہ انٹرپورٹ پر؟“

”وہاں یہ سب کچھ ضروری تھا۔“

”گڈ، مگر میرا سوال نامکمل ہے؟“

”کون سا سوال؟“

”کیا آپ بھی یہیں رہتی ہیں؟“

”ہاں۔“

”گویا میرا اور آپ کا ساتھ رہے گا۔“

”جی نہیں، میں صرف ضروری پیغامات آپ تک پہنچانے کی ذمہ دار ہوں۔“

”اور یہاں کھانے پینے کا کیا سلسلہ ہو گا؟“

”آپ کو جس چیز کی ضرورت ہو مجھے ایک بار بتادیں انتظامات ہو جائیں گے۔“

”تعب ہے۔“

”نہیں آپ کو تعجب نہیں ہونا چاہیے۔“

”خیر ٹھیک ہے جیسا آپ پسند کریں۔“

”مجھے تعجب ہے پروفیسر کیم۔“

”اب میں یہ سوال کروں کہ کس پر؟“

”یہی کہ مرد کہیں بھی ہوں، کیسے بھی ہوں، کسی بھی پروفیشن سے ان کا تعلق ہو کسی لڑکی کو دیکھنے کے بعد ان کا انداز ایک جیسا ہوتا ہے۔“

”اس پر آپ کو تعجب کیوں ہے مس بیٹی ہارن؟“

”کوئی تبدیلی تو ہونی چاہیے۔“

”خواتین میں کچھ تبدیلیاں ہوتی ہیں؟“

”کیا مطلب؟“

”میرا مطلب ہے کیا مردوں کے ساتھ ان کا انداز یکساں نہیں ہوتا؟“

”میں نہیں جانتی۔“

”آپ تو بہت سی باتیں نہیں جانتی ہوں گی۔ ابھی آپ کی عمر ہی کتنی ہے؟“

”آپ کو نہ میری شخصیت سے دلچسپی ہونی چاہیے نہ میری عمر سے۔“ اس نے کہا

اور میں ہنس پڑا پھر میں نے کہا۔

”اوہ تو یہ بات ہے۔“ وہ واپسی کے لیے مڑ رہی تھی لیکن میرے الفاظ سن کر

چونک گئی۔

”کیا بات ہے؟“ میں مسکراتا رہا۔ میرے الفاظ نے شاید اسے الجھن میں ڈال دیا

تھا۔ اس نے کسی قدر جھنجھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”کیا بات ہے آپ نے بتایا نہیں؟“

”غالبا“ اپنی نو خیزیت کی بناء پر آپ یہ بات سوچ رہی ہیں کہ مرد ہونے کی حیثیت

سے آپ سے فلٹ کرنے کی کوشش کروں گا۔“

”عموما“ ایسی کوشش کو ناکام بنانے کے لیے میں نے مختلف طریقے ایجاد کیے ہوئے

ہیں لیکن افسوس یہ ہے کہ ان میں سے کوئی طریقہ آپ کے ساتھ استعمال نہیں کر سکتی۔

چنانچہ یہی بہتر ہے کہ آپ میری جانب متوجہ ہونے کی کوشش نہ کریں۔“

”کافی پینا چاہوں گا اگر دستیاب ہو سکے تو۔“ میں نے کہا اور وہ کوئی جواب دیے بغیر

پلٹ کر واپس چلی گئی۔ میں مسکراتے ہوئے کمرے کا جائزہ لینے لگا تھا۔ لندن کے ایک قیمتی

فلٹ کا بیڈ روم جیسا ہونا چاہیے تھا دیکھا ہی یہ بیڈ روم تھا، بہر طور ایک طویل سفر طے

کر کے آیا تھا۔ ہر چند کہ یہ سفر پر آسائش تھا لیکن اس کے باوجود تھوڑی سی تھکن تو

لازمی تھی، چنانچہ ہاتھ روم کا رخ کیا اپنا لباس خود ہی نکالا تھا۔ بیٹی ہارن نے جو چولا بدلا تھا

اس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہ صرف اپنے کام سے کام رکھے گی، حالانکہ احتمالہ بات تھی

زبردستی تو کہیں کسی کے ساتھ نہیں کی جاسکتی، لیکن عمر کا معاملہ بھی تھا۔ بہت چھوٹی سی عمر تھی اس کی البتہ مجھے یہ تعجب تھا کہ کوئن میکویا نے بلیک آرمی کے نمائندوں میں ایسی چھوٹی عمر کی لڑکیاں بھی رکھی ہوئی ہیں۔ اتنا میں البتہ جانتا تھا کہ اس کے اقدامات بڑے دور رس ہوتے تھے لیکن بیٹی ہارن سے مجھے بھی اس کے علاوہ اور کوئی دلچسپی نہیں تھی کہ وہ میرے پروگرام کا ایک حصہ ہے، چنانچہ غسل وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد میں کمرے کی کھڑکی کے پاس پہنچا اور کھڑکی کھول کر باہر کے مناظر دیکھنے لگا۔ لندن کی تمام تر روایات نگاہوں کے سامنے تھیں۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ بیٹی ہارن اندر آگئی۔ کافی کی ٹرالی میں کافی کے ساتھ کچھ ڈرائی فروٹس اور بسکٹ بھی رکھے ہوئے تھے میں نے حیرانی سے کہا۔ ”صرف ایک پیالی کیا آپ میرے ساتھ کافی نہیں پییں گی مس بیٹی ہارن؟“

”اس کے بعد جب بھی کسی شے کی ضرورت ہو وہ بلیک بٹن لگا ہوا ہے دیوار پر اسے دبا دیجئے پروفیسر کیم۔“

”میں نے آپ سے کچھ سوال کیا تھا؟“

”جن سوالات کے جواب دینا ضروری نہ ہوں۔ میں وہ نہیں دیا کرتی۔ آپ سے پہلے بھی عرض کر چکی ہوں۔“ وہ واپس چلی گئی۔ بڑی نک چڑھی ہے بھی۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا کتنا تضاد ہو گیا۔ رپورٹ پر تو میں بوکھلا ہی گیا تھا اور میں نے سوچا تھا کہ میڈم میکویا نے ایکوینیا میں تو اخلاقیات کے معقول بندوبست کر رکھے ہیں، لیکن اس سے باہر اپنی بلیک آرمی کو ہر طرح کی آزادی فراہم کر دی ہے، لیکن میرا یہ خیال اب غلط ثابت ہو گیا تھا رپورٹ پر صرف ضرورتاً اس لڑکی نے ایسا کیا تھا اور اب خود اپنے جال میں پھنسی نظر آرہی تھی ویسے دلچسپ بات تھی نعیمہ عاکف جب مجھے مصر میں ملی تھی تو اس کا اندازہ بھی بڑا پاکیزہ رہا تھا۔ خیر ایک مصری حسینہ کو میں اس لیے نظر انداز کر سکتا تھا کہ وہ مذہباً مسلمان تھی، حالانکہ مصر کی روایات کچھ اور ہیں لیکن بہر حال ہر جگہ ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں، لیکن یہاں لندن میں ایک ایسی ملانی خاتون اور وہ بھی اس نوعمری میں مل جائیں تو ذرا حیرت انگیز بات تھی۔ خیر مجھے ان تمام چیزوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ میں تو اپنے اس دلچسپ مشن کے بارے میں سوچ رہا تھا جو میرے سپرد کیا گیا تھا اور اب میں

ذہنی طور پر ایکواڈور جانے کے لیے خود کو تیار کر رہا تھا۔ مشن کا انداز بڑا ایڈونچر رہا تھا اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ کام میرے شایان شان ہے دل پوری طرح مطمئن تھا۔ پہلی بات تو یہ کہ کوئن میکویا نے میرے ساتھ جس طرح ڈیلنگ کی تھی اور جیسے اس نے ہر طرح میرے مفادات کا خیال رکھا تھا اس سے مجھے اس کی نیک نیتی پر اعتماد ہو جاتا تھا۔ دوسری بات یہ تھی کہ اس کا مشن بڑا انسان پسند تھا اور جو کچھ وہ کر رہی تھی بڑا حیران کن تھا ایک عورت نے اتنی بڑی ذمہ داری سنبھال رکھی تھی۔ نہ صرف سنبھال رکھی تھی بلکہ بڑی خوش اسلوبی سے اسے پورا بھی کر رہی تھی۔ بلاشبہ اس کا دائرہ عمل تو روز آرگنائزیشن اور دوسرے بہت سے بڑے اداروں سے زیادہ اہمیت رکھتا تھا۔ سرمایہ داروں کی وہ انجمن تو صرف دولت کے حصول کے لیے مجرمانہ سرگرمیاں اپنائے ہوئے تھی، لیکن کوئن میکویا کا نظریہ کچھ اور ہی تھا۔ مجھے خوشی تھی کہ مجھے میرے مشن کا بلکہ میری زندگی کے مشن کا دوسرا حصہ ملا تو وہ پہلے سے بھی زیادہ شاندار تھا اور میں دلی طور پر کوئن میکویا کے مقاصد سے اتفاق رکھتا تھا۔ سوچوں کے دائرے گھوم پھر کر بیٹی ہارن پر ہی واپس آگئے اور میں مسکرا دیا میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ نو خیز لڑکی تو بے فکر رہ میری ذات سے تجھے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا میں آج تک اگر کسی جال میں پھنسا بھی تو وہ صرف اس قسم کے لوگ ہوتے تھے جن کا اپنا نظریہ غلط ہوتا تھا۔ میری جانب سے ایسی کوئی کارروائی کبھی نہیں ہوئی تھی جو میرے ضمیر کو داغدار کر دے۔ سارا ماضی نجانے کیسے کیسے حسین چہروں سے بھرا ہوا تھا، لیکن میری پاکیزہ فطرت کو مجروح کرنے میں بس وہی خواتین کامیاب ہوئیں تھیں جنہوں نے خود ہی میرے سلسلے میں سخت کاوشیں کی تھیں۔ بیٹی ہارن کے ساتھ یہ دلچسپ قیام ڈھائی دن رہا اور اس کے بعد دو افراد مجھ سے آکر ملے۔ مودب اور خوش اخلاق لوگ تھے انہوں نے پہلے اپنا تعارف دیرھ لکیر کی شکل میں پیش کیا اور پھر انہوں نے مجھے بتایا کہ میری روانگی کے تمام انتظامات ہو گئے ہیں اور مجھے کوئٹو روانہ کرنے کے لیے تمام انتظامات میرے سامنے لے آئے گئے ہیں۔ انہوں نے میرے کاغذات جو پروفیسر کیم کی حیثیت سے تھے۔ پاسپورٹ ایکٹ وغیرہ مجھے پیش کر دیے اور میں ان کا جائزہ لیتا رہا۔ تب ان میں سے ایک شخص نے کہا۔

”کوئی لمبا چوڑا کھیل نہیں ہے جناب آپ کوئٹو میں ہوٹل گرین ونگ میں قیام

کریں گے اور جس وقت آپ ہوٹل گرین ونگ روانہ ہوں گے تو جو گاڑی آپ کو لے کر جائے گی وہ آپ کو کچھ اپنا سامان بھی مہیا کر دے گی مطلب یہ کہ ضروری سامان اور یہی ضروری سامان آپ کے مشن میں آگے کارآمد ہوگا۔

مجھے اس ضروری سامان کے لیے بھی پہلے ہی بریف کر دیا گیا تھا گویا اس مشن کا ایک پورشن بلیک آرمی نے سنبھال رکھا تھا اور مجھے اس سلسلے میں کوئی خاص کاوش نہیں کرنی تھی میرا کام تو اس وقت شروع ہوتا تھا جب میں ایکواڈور کی مشہور جیل پہنچ جاؤں جو ایکواڈور کے دوسرے بڑے شہر کوئٹا میں ہے۔ ایکواڈور کے بارے میں جغرافیائی کیفیت سے مجھے پوری طرح روشناس کرا دیا گیا تھا۔ یہ ملک جنوبی امریکا کے شمال مغرب میں بحر الکاہل کے ساحل پر واقع ہے اس کے شمال میں کولمبیا اور پیرو مشرق اور جنوب میں پیرن اور تقریباً ایک ہزار کلو میٹر دور گیلایپیگوز جزائر بھی ہیں جو اسی کی ملکیت ہیں۔ اس کا دارالحکومت کوئٹو ہی ہے۔ وہاں کی کرنسی ”سیرے“ کہلاتی ہے۔ اسپینی زبان زیادہ بولی جاتی ہیں۔ ویسے دو مقامی زبانیں بھی ہیں غرض یہ کہ مجھے وہ تمام تفصیلات بتا دی گئی تھیں جو میرے لیے کارآمد ہو سکتی تھیں اور میں مطمئن تھا۔

وقت مقررہ پر میں لندن ایئرپورٹ سے ایکواڈور کے لیے روانہ ہو گیا۔ یہ راستہ بھی کم نہیں تھا اور انتہائی طویل سفر تھا۔ اس سفر کے دوران کوئی ایسی خاص بات پیش نہیں آئی جو قابل ذکر ہوتی میں آخر کار کوئٹو پہنچ گیا۔ خاصی رات ہو گئی تھی مجھے اس علاقے کے بارے میں بس اتنی ہی تفصیلات معلوم تھیں جتنی مجھے بتائی گئی تھیں۔ موسم نہایت سرد تھا اور شاید یہاں برف باری بھی ہوا کرتی تھی کیونکہ اس قسم کے آثار نظر آرہے تھے۔ ہوٹل گرین ونگ جانے کے لیے جب میں ایئرپورٹ سے باہر نکلا تو فوراً ہی سبز رنگ کی ایک ٹیکسی میرے سامنے آکر کھڑی ہو گئی۔ ٹیکسی میں سبز رنگ میں نے پہلی بار دیکھا۔ ٹیکسی ڈرائیور نے بڑے اعتماد سے نیچے اتر کر میری لیے عقبی دروازہ کھول دیا اور میرے چھوٹے سے سوٹ کیس اور اس ہینڈ بیگ کی جانب ہاتھ بڑھا جو دونوں میرے ہاتھ میں موجود تھے۔

”کیا تم جانتے ہو کہ ہمیں کہاں جانا ہے؟“

”یس سر“ میں رجسٹرڈ ٹیکسی ڈرائیور ہوں یہ دیکھتے میرا رجسٹریشن۔“ اس نے اپنے

بائیں ہاتھ کی کلائی میرے سامنے کر دی اور میں نے اس کا رجسٹریشن دیکھ کر اپنا سامان اس کے حوالے کر دیا۔ ٹیکسی ڈرائیور نے میرا سامان ڈکی میں رکھ کر ٹیکسی آگے بڑھا دی اور کچھ دیر کے بعد مجھے ہوٹل گرین ونگ کے نیون سائن جگمگاتے نظر آئے۔ تقریباً فوراً اشار اشار اسٹائل کا ہوٹل تھا۔ پرسکون اور پر آسائش۔ اس وقت صرف اس کے بڑے کاؤنٹر پر کچھ لوگ نظر آرہے تھے۔ ٹیکسی ڈرائیور نے میرا سامان ڈکی سے اتارتے ہوئے کہا۔

”سر آپ کے سامان میں یہ ایک تحفے کا اضافہ ہو گیا ہے۔“ اس نے ایک تھیلے کی جانب اشارہ کر کے کہا جو چمڑے کا بنا ہوا بہت خوبصورت بیگ تھا۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا پورٹر میرا سامان لے کر اندر آیا تھا اور اس کے بعد گرین ونگ کی پانچویں منزل پر مجھے ایک کمرہ حاصل ہو گیا تھا۔ یہ سب کچھ اب تک اتنی آسانی سے ہوتا رہا تھا کہ مجھے بھی حیرت ہو رہی تھی۔ کون میکویا کی اعلیٰ پائے کی صلاحیتوں سے تو خیر مجھے کوئی انکار ہی نہیں تھا، لیکن بلیک آرمی کے افراد دنیا کے مختلف گوشوں میں اس طرح پھیلے ہوئے ہیں یہ بات میرے لیے مزید تعجب خیز تھی۔ بہت بڑے پیمانے پر کام ہو رہا تھا اور اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ کون میکویا اپنے مقاصد کے لیے کامیاب ہو جائے گی۔ اس نے مجھ سے جو گفتگو کی تھی وہ بعض جگہ انتہائی پر اسرار نوعیت کی تھی اس نے بتایا کہ اسے اپنی عمر پر بھروسہ نہیں ہے اور وہ سمجھتی ہے کہ اس کی عمر اس مقصد کی تکمیل کے لیے ناکافی ہے جو اس کے ذہن میں ہے، لیکن اس نے اس بات کا بھی خیال رکھا ہے اور مستقل میں ایسے انتظامات کیے ہیں جن سے اس کا یہ مشن اس کی موت کے بعد بھی اسی انداز میں آگے بڑھتا رہے دنیا کو سدھرنے میں نجانے کتنا وقت لگے گا اور نجانے وہ لمحات کب آئیں گے جب بلیک چینل کو اپنی خدمات سرانجام دینے کا مرحلہ درپیش ہوگا۔ یہ ایک دور رس بات تھی جسے اس نے محسوس کیا تھا خیر اب یہ اندازہ تو ہو ہی گیا تھا کہ کون میکویا بہت اعلیٰ پائے کی عورت ہے اور اس نے اپنی کاوشوں سے جس ماحول کو جنم دیا ہے وہ دنیا کے لیے بڑا سود مند ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ بد نصیب دنیا اس جیسی عورت کو اس کا جائز مقام نہ دے سکے لیکن یہ مقام بہر طور میرے دل میں موجود تھا اور میں اس کی تہ دل سے قدر کرتا تھا۔

پھر مجھے ٹیکسی ڈرائیور کے دیے ہوئے اس تحفے کا خیال آیا جو اس نے ٹیکسی سے

اترتے ہوئے مجھے پیش کیا تھا۔ یقیناً یہی تحفہ مجھے کوئٹا جیل تک پہنچانے میں معاون ہوگا۔ کیا ہی دلچسپ بات ہے۔ کھاپی لینا چاہیے اور ذرا دیکھوں تو سہی تحفے کو یہ ہے کیا شے۔ میں نے تھیلے کی زپ کھولی انتہائی احتیاط سے پیک کی ہوئی حشیش تھی جس میں ایک خاص قسم کے گھاس کے پتے رکھے گئے تھے۔ پتا نہیں حشیش کو ان پتوں میں کیوں لپٹا گیا تھا۔ میرے لیے ایک بالکل ہی نئی بات تھی، لیکن میری اپنی سوچ یہ تھی کہ شاید اس طرح اس حشیش کو پتوں میں لپیٹنے سے انرپورٹ کی مشینیں اس کی تلاش میں ناکام ہو جاتی ہوں۔ تمام تر بندوبست کر دیا گیا تھا تاکہ میرے سلسلے میں کوئی ایسی بات نہ رہ جائے جس سے میں مشکوک ہونے سے بچ جاؤں۔ البتہ رات کے بقیہ حصے میں نیند اس خیال کے تحت نہیں آئی تھی کہ نجانے کب کو سٹو کی پولیس کو میری طرف رخ کرنے کا خیال آجائے اور میں اسے سوتا ہوا ہی ملوں جاگ کر ذرا ان تمام معاملات سے دلچسپی لینا اچھی بات تھی لیکن پولیس بھی مطمئن تھی یا پھر ظاہر ہے اسے اطلاع دینے والوں کا اپنا ایک پروگرام ہو گا اور چونکہ وہ میرے اپنے ہی آدمی تھے۔ اس لیے انہوں نے سوچا ہو گا کہ اس طویل ترین سفر کی تھکن تو اتر جائے اس لیے مجھے کم از کم آج کی رات آرام کر لینا مناسب ہو گا۔ دن نکل آیا میں نے صبح کا ناشتا روم سروس سے طلب کیا۔ ابھی تک کوئی ایسی کارروائی نہیں ہوئی تھی جو کام کو آگے بڑھاتی، لیکن معزز میزبانوں نے یہ اندازہ لگایا تھا کہ میں ناشتا زیادہ سے زیادہ کس وقت تک کر سکتا ہوں۔ دن کے کوئی پونے بارہ بجے ہوں گے جب اچانک میرے کمرے کے دروازے پر ایک غیر متوقع سی دھڑ دھڑاہٹ محسوس ہوئی اور میں سمجھ گیا کہ کام کا آغاز ہو گیا ہے فوراً اشار ہوٹل کے ویٹراتنے غیر مہذب نہیں ہو سکتے کہ وہ اس انداز میں دروازہ پیٹیں، بہر حال میں نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا اور اس کے بعد اداکاری شروع ہو جانی چاہیے تھی کیونکہ میں نے ایک مخصوص قسم کی وردی میں ملبوس پولیس والوں کو دیکھا تقریباً دس بارہ افراد تھے جو دھڑ دھڑاتے ہوئے میرے کمرے میں گھس آئے ویسے یہاں کے پولیس والے ذرا اپنے وطن کے پولیس والوں سے مشابہ معلوم ہوتے تھے۔ اخلاق و آداب سے بے پروا اپنی دھونس جمانے کے عادی ورنہ یورپ کی پولیس تو بہت مہذب ہوتی ہے اور اسے پولیس ماننے کو دل ہی نہیں چاہتا۔ میرے سینے پر جس طرح ہاتھ رکھ کر مجھے پیچھے دھکیلا گیا تھا اس سے بہت سی یادیں تازہ ہو گئی

تھیں پھر بھی میں نے حیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک ایک کو تعجب سے دیکھا۔ ان میں سے دو آدمیوں نے میرے ہاتھ موڑ کر عقب میں کڑیے ایک آگے بڑھ کر میری تلاشی لینے لگا۔ غالباً ہوٹل کے عملے کے افراد بھی موجود تھے جو سادہ لباس میں بالکل پیچھے کھڑے ہوئے خوفزدہ نگاہوں سے پولیس افسران کی یہ کارروائی دیکھ رہے تھے۔ فوراً اشار ہوٹل کے کسی مہذب مہمان کے ساتھ اگر کوئی ناجائز بدسلوکی ہو جائے تو ہر طور پر ہوٹل والوں کے لیے بھی افسوسناک بات ہوتی ہے۔ غالباً وہ اسی خیال کا شکار تھے کہ پتا نہیں جو کچھ ہو رہا ہے وہ سچائی پر مبنی ہے یا غلط فہمی پر، مجھ سے کوئی سوال کرنا ضروری نہیں سمجھا گیا تھا بس وہ لوگ جو کچھ کر رہے تھے اس سے مطمئن تھے شاید یہاں بھی ایسا ہی ہوتا ہو کہ پہلے تو سب کچھ کر لیا اور اگر اس کے بعد بات نہ بنی اور ملزم اصل ملزم نہ نکلا تو پولیس والے اسے دیکھتے ہوئے آگے بڑھ جائیں اس سے زیادہ ایک عام شہری کی اور کیا حیثیت ہو سکتی ہے، لیکن یہاں انہیں ناکامی نہیں ہوئی کیونکہ میرے سامان کو جس طرح اٹھا کر پھینکا گیا تھا اس کے بعد حشیش کے تھیلے کا مل جانا کوئی تعجب خیز بات نہیں تھی۔ جو لوگ تلاشی لے رہے تھے ان کے حلق سے چیختی ہوئی سی آواز نکلی۔ الفاظ کیا تھے یہ تو میری سمجھ میں نہیں آسکے، لیکن انداز نے سب کچھ بتا دیا اور پھر یہ سب کچھ غیر متوقع تو نہیں تھا۔ میں تو آیا ہی اسی کے لیے تھا وہ افسران جو ساتھ آئے تھے اور ابھی تک ان تمام معاملات سے غیر متعلق سے ایک جانب کھڑے ہوئے تھے اس طرف متوجہ ہو گئے جہاں پولیس کے افراد حشیش کا تھیلیا لیے ہوئے کھڑے تھے۔ تھیلیا ان کے سامنے پیش کیا گیا انہوں نے اسے کھول کر دیکھا اور حشیش برآمد ہو گئی۔ سادہ لباس میں ہوٹل کے منتظمین اور دوسرے چند افراد کھڑے ہوئے تھے اور جن کے بارے میں میرا اندازہ تھا کہ یقینی طور پر وہ یا تو سول حکام ہوں گے یا پھر ایسے افراد جن کی نگرانی میں یہ چھاپہ مارا گیا ہے وہ بھی اس طرف آگئے تھے حشیش کی پوری طرح چیکنگ کی گئی اور اس کے بعد وہ لوگ تیزی سے آپس میں کچھ باتیں کرنے لگے۔ پولیس افسران کا رویہ میرے ساتھ انتہائی سخت ہو گیا۔ مجھے گریبان سے پکڑ لیا گیا اور چند ہی لمحات کے بعد میرے ہاتھوں میں ہتھکڑی ڈال دی گئی۔ ان میں سے ایک نے مجھ سے کہا تھا۔ ”حشیش“ اور میں نے معذرت خواہانہ انداز میں انہیں دیکھتے ہوئے گردن جھکالی تھی جیسے اعتراف کر رہا ہوں کہ ”جی جناب یہ میری ہی

کے بعد مجھے فوری طور پر ایک اور کمرے میں لے جایا گیا جہاں حشیش کا یہ پیکٹ میرے سامنے رکھتے ہوئے مجھ سے پوچھا گیا کہ کیا یہ میری ملکیت ہے۔

”ہاں میں اس سے انکار نہیں کرتا۔“

”کیا اس سے پہلے بھی تم یہ سازو سامان لے کر یہاں آتے رہے ہو؟“

”نہیں ایکواڈور میں پہلی بار آیا ہوں۔“

”کیا تمہارا تعلق کسی بین الاقوامی گروہ سے ہے؟“

”نہیں میں انفرادی طور پر کام کرتا ہوں۔“

”جھوٹ بول رہے ہو۔“

”نہیں جناب۔“ میں نے مذہب لہجے میں جواب دیا۔ جانتا تھا کہ ذرا سا ٹیڑھا پن

اچھی خاصی مار کھلا دے گا۔ مار کھانے کے مواقع ابھی آگے موجود تھے، لیکن ایک پولیس آفیسر کے ساتھ اس ٹیکسی ڈرائیور کو دیکھ کر میرے آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں جو مجھے ایئرپورٹ سے ہوٹل تک لے گیا تھا۔ یعنی وہ جس کے ہاتھ پر ڈیرھ لکیر موجود تھی۔ یعنی بلیک آرمی کا کارکن اسے میرے سامنے لا کر ایک پولیس آفیسر نے اس سے سوال کیا۔

”یہی شخص ہے جس کی تم نے نشاندہی کی ہے؟“

”سوفیصد جناب۔“

”اس فارم پر دستخط کردو۔“ اس کے سامنے ایک فارم رکھتے ہوئے کہا گیا اور ٹیکسی

ڈرائیور نے فارم پر دستخط کر دیے۔ مجھے یہ طریقہ کار بھی کافی دلچسپ محسوس ہوا تھا۔ یعنی ان حضرات نے مجھے میری منزل پر پہنچانے کے بعد خود ہی پولیس کو میرے بارے میں اطلاع کی تھی، بہر طور ان کا کام ہی یہی تھا اور یہ ذمے داری انہی کے سپرد کی گئی تھی کہ مجھے میری منزل تک پہنچا دیا جائے پھر یہ سلسلہ ختم ہوا میں نے یہ بات البتہ ذرا مختلف محسوس کی تھی کہ یہاں کام لیت دھل سے نہیں ہو رہا تھا بلکہ مستعدی ان لوگوں کا شعار تھی۔ مجھے لانے کے بعد ابھی تک کوئی موقع نہیں دیا گیا تھا ورنہ ہمارے ہاں ذرا انداز مختلف تھا موڈی لوگ موڈ پر کام باقی سب خیریت ہے، بہر حال اس کے بعد سب سے پہلا مسئلہ یہ پیدا ہو گیا تھا ان لوگوں کے لیے کہ میں یہ بات جھوٹ بول رہا ہوں کہ میرا تعلق کسی باقاعدہ گروہ سے نہیں ہے، چنانچہ اس کے لیے وہی محبت آمیز طریقہ کار اختیار کیا

ملکیت ہے۔“ بھلا اس کے بعد کسی تکلف اور رعایت کی کیا گنجائش تھی۔ مجھے ہتھکڑی ڈالنے کے بعد پیچھے سے دھکیلتے ہوئے باہر لایا گیا۔ میرے سامان پر فوری طور پر قبضہ کر لیا گیا تھا۔ رویہ خاصا خراب تھا ان لوگوں کا اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ باقی ساری باتیں تو ٹھیک ہیں لیکن یہ لوگ اچھی خاصی درگت بنا ڈالیں گے میری۔

باہر پولیس کی گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ بہت سے افراد حشیش کے اسمگلر کو گرفتار ہوتے دیکھ رہے تھے۔ یہ ہوٹل کے باشندے تھے ان کے چہروں پر عجیب سے تاثرات تھے لیکن وہ مجھے زیادہ دیر نہیں دیکھ سکے کیونکہ تھوڑی ہی دیر کے بعد مجھے پولیس کی ایک گاڑی میں بٹھایا گیا۔ مسلح افراد میرے ارد گرد بیٹھ گئے غالباً یہ اطلاع میرے لیے بالکل درست ہی تھی کہ امریکی ریاست ایکواڈور میں حشیش کے اسمگلروں کے یہ بڑے سخت انتظامات ہیں اور وہ لوگ ان سے بڑی نفرت کرتے ہیں کیونکہ حکومت امریکہ کی ادھی آبادی کو ان ڈرگس کے ذریعے ناکارہ بنا دیا گیا ہے۔ وہ تو شکر ہے کہ یہاں ابھی تک سزائے موت کا قانون رائج نہیں ہوا تھا اگر ایسا ہوتا تو بڑی دلچسپ بات تھی، لیکن میں جانتا تھا کہ کونٹن میکویا اس کے بعد کم از کم ایسا کوئی طریقہ کار نہ اختیار کرتی اس نے بھی اس رعایت ہی سے فائدہ اٹھایا تھا، لیکن مجھے جس حقیقی شکل میں کونٹن کی جیل تک پہنچانے کے انتظامات کیے گئے تھے وہ بھی ایک شاندار کارنامہ ہی تھا۔

مجھے پولیس ہیڈ آفس پہنچا دیا گیا۔ ایک بہت شاندار عمارت تھی جس میں پولیس ڈیپارٹمنٹ کے لیے کام ہو رہا تھا۔ پولیس والے میرے سازو سامان کو بھی اٹھا لائے تھے مجھے ایک بڑے سے ہال نما کمرے میں پہنچا دیا گیا جہاں مختلف کاؤنٹر بنے ہوئے تھے چونکہ میری تلاشی لے لی گئی تھی اور میرے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دی گئی تھیں اس لیے انہیں میری فکر نہیں تھی لیکن پولیس ہیڈ آفس میں آنے کے بعد یہ ہتھکڑیاں میرے ہاتھوں سے کھول دی گئیں۔ جگہ جگہ مستعد مسلح پولیس کانسٹیبل کھڑے ہوئے تھے جن کی ذمے داری یہی تھی کہ پولیس ہیڈ آفس میں گڑ بڑ کرنے والے کسی مجرم کو باآسانی موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔ یہاں کی تمام صورت حال کا اچھی طرح اندازہ لگا رہا تھا۔ میں ایک کاؤنٹر کے پیچھے جا پہنچا۔ میرا سازو سامان وہاں رکھ دیا گیا تھا۔ پولیس کے اعلیٰ افسران نے جو مجھے یہاں لے کر آئے تھے کاؤنٹر پر میرے بارے میں رپورٹ درج کرائی اور اس

”کسی کو نہیں۔ یہاں آکر اس کی کھیت کے لیے مارکیٹ تلاش کرنا چاہتا تھا۔“
 ”یہ سچ نہیں ہے۔“ اس شخص نے اس طرح کہا جیسے وہ میرے دماغ کے اندر
 جھانک رہا ہو۔ بہر حال اپنے فن کا ماہر تھا۔ شاید میرے چہرے کی لکیروں سے اندازے لگا رہا
 تھا۔ میں نے کہا۔

”یہ سچ ہے۔“

”یہ سچ نہیں ہے۔ بہتر ہے کہ مہذب طریقہ کار اختیار کرو۔“

”یہی سچ ہے۔“

”ایک بار پھر کہتا ہوں سچ بولو۔“ بالکل یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی مشین متحرک ہو
 اس کی آواز بھی کچھ مشینی ہی انداز کی سی تھی۔ میں نے خاموشی اختیار کر لی اس نے
 کاریگروں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”سچ نہیں بول رہا، سچ بولو۔“ مجھے تھوڑی سی حیرت ہوئی تھی میری باقی باتوں پر
 اس نے اعتراض نہیں کیا تھا، لیکن یہاں رک گیا تھا۔ وہ آگے آگے گئے۔ ان میں سے ایک
 نے چمڑے کا چھوٹا سا ہنٹر نکالا اور میری طرف رخ کر کے بولا۔

”کیا اس کے بغیر تم سچ نہیں بول سکتے؟“

”میں سچ کہہ رہا ہوں کہ.....“ لیکن ابھی میرے منہ سے اتنا ہی نکلا تھا کہ
 شراب سے چمڑے کا ہنٹر میرے جسم پر پڑا۔ مزہ آگیا تھا، پھر تقریباً دس بار ہنٹر کھانے کے
 بعد میں نے انہیں روکتے ہوئے کہا۔

”سنو سنو میں سچ بتانے پر آمادہ ہوں۔“ وہ رک گئے بھٹپے ہوئے ہونٹوں والے
 شخص نے کہا۔

”کس کے لیے یہ مال لائے تھے؟“ میں نے ہانپتے ہوئے کراہتی آواز میں کہا۔

”فالکن برادرز کے لیے۔“

”یہ فالکن برادرز کیا ہے؟“

”یقین بھائیوں پر مشتمل ایک فرم جو یہیں کہیں واقع ہے میں ابھی اس کی تلاش
 میں نہیں نکل سکا۔“

”ان لوگوں نے تم سے کہاں رابطہ قائم کیا تھا؟“

گیا۔ یعنی میری قمیص اتار دی گئی اور مجھے عتوبت خانے میں لے جا کر لوہے کی زنجیروں
 سے باندھ دیا گیا۔ یہاں بڑے ماہر اور مشاق کاریگر موجود تھے جن کے انداز سے ہی پتا چلتا
 تھا کہ وہ اپنے فن کے باہر ہیں چنانچہ ایک اعلیٰ پولیس آفیسر نے جوتے ہوئے چہرے اور
 بھٹپے ہوئے باریک باریک ہونٹوں کا مالک سفاک آدمی تھا۔ مجھ سے معلومات کا سلسلہ
 شروع کر دیا۔ اس نے سرد لہجے میں کہا۔

”کہاں سے آئے ہو؟“

”لندن سے۔“

”لندن کے مقامی باشندے ہو؟“

”نہیں، نسلا، اسٹینش ہوں۔ لندن ہی میں رہتا ہوں۔“

”کاروبار کیا کرتے ہو؟“

”کچھ نہیں۔“

”کون سے گروہ سے تعلق ہے؟“

”کسی سے نہیں۔“

”سچ بولو۔“

”سچ بول رہا ہوں۔“

”تمہا کام کرتے ہو؟“

”ہاں۔“

”کتنے عرصے سے یہ سب کچھ کر رہے ہو؟“

”آدھی زندگی گزر گئی۔“

”کہاں کہاں مال سیلائی کرتے رہے ہو؟“

”دنیا کے مختلف گوشوں میں۔“

”مال کہاں سے خریدتے ہو؟“

”ہوں، یہ حشیش لے کر پہلی بار ایکواڈور آئے ہو؟“

”ہاں۔“

”ان کے لیے یہ مال لائے ہو کسے فروخت کرنا تھا؟“

”لندن میں۔“

”کس طرح؟“

”ان میں سے ایک کچھ عرصے قبل لندن پہنچا تھا میری اس سے ملاقات ہوئی تھی۔“

”اس کا کیا نام تھا؟“

”گرے بیکر۔“

”فالکن برادرز، گرے بیکر، کیا تینوں بھائی یہی کام کرتے ہیں؟“

”میں نہیں جانتا۔ میری ملاقات گرے بیکر سے ہوئی تھی۔“

”فالکن برادرز، گرے بیکر۔“ آفیسر نے اپنے پیچھے کھڑے ہوئے آدمی سے کہا جو

میرے بیانات نوٹ کرتا جا رہا تھا۔ اس نے یہ الفاظ بھی نوٹ کر لیے۔

”اس سے پہلے فالکن برادرز کے لیے کہیں اور کام کیا ہے؟“

”نہیں۔“

”جن جن لوگوں کو آج تک حشیش سپلائی کرتے رہے ہو ان کی تفصیل بتاؤ؟“

”یاد نہیں ہے۔“

”یاد کرو۔“ اس نے ایک بار پھر اس انداز میں رکتے ہوئے کہا جس کے بعد کارگیر

اپنے کام میں مصروف نظر آتے تھے، لیکن بارہ ہنٹر کافی تھے میرے لیے اور میرا کوٹہ پورا

ہو چکا تھا اس کے بعد مزید ہنٹر کھانے کی گنجائش نہیں تھی چنانچہ میں نے جلدی جلدی کچھ

لٹے سیدھے نام بتا دیے جنہیں نوٹ کر لیا گیا تھا۔ غالباً اس کے بعد آفیسر کا کام ختم ہو گیا

تھا۔ اس نے ان لوگوں کو اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”اسے لاک اپ کر دو۔“

گرے بیکر کی تصویر مجھے دکھادی گئی تھی۔ فالکن برادرز کے بارے میں بھی اسی

طرف سے معلومات حاصل ہوئی تھیں۔ سارا کام مکمل تھا اس بات کے سو فیصد امکانات

تھے کہ مجھ سے گرے بیکر کی شناخت کرائی جائے چنانچہ میں اس کے لیے تیار تھا۔ لاک

اپ میں مجھے تنہا ہی رکھا گیا تھا اور یہاں میرے پاس اور کوئی موجود نہیں تھا۔ کام ابھی

تک توقع کے مطابق ہی ہوا تھا۔ بعد میں لاک اپ کے اندر ایک ڈاکٹر آیا اور اس نے

چہرے کے ہنٹروں سے پیدا ہونے والے زخموں پر بینڈیج کر دی جگہ جگہ ٹیپ لگا دیے گئے

اور اس قسم کے انتظامات کیے گئے کہ مجھے تکلیف نہ ہو دو انجکشن بھی دیے گئے تھے اور

اس کے بعد گرم کافی اور اعلیٰ قسم کے سینڈویچز سے میری ضیافت کی گئی تھی۔ اچھا طریقہ

کار تھا مجھے بہر طور پسند آیا تھا اور میں جانتا تھا کہ ان معاملات سے کوئی میکویا نا واقف

نہیں ہوگی اور یقینی طور پر میرے اس ایثار سے اس پر اثر بھی پڑا ہوگا، بہر حال یہ صرف

میرا خیال تھا ابھی آگے پتا نہیں کیا صورت حال ہو۔ وقت گزرتا چلا گیا۔ شام کو تقریباً

ساڑھے پانچ بجے کے قریب ایک بار پھر مجھے لاک اپ سے نکالا گیا اور مختلف راستوں سے

گزار کر ایک بڑے ہال نما کمرے میں پہنچا دیا گیا جہاں تین مہذب اور شاندار آدمی موجود

تھے۔ ان کے ہاتھوں میں بھی ہتھکڑیاں پڑی ہوئی تھیں۔ وہی بھیجے ہوئے ہونٹوں والا آفیسر

ایک شاندار میز کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا اور وہ تینوں افراد پیش پر بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھے کمرے

میں اس آفیسر کے سامنے پہنچا دیا گیا۔ اس نے سرد نگاہوں سے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

”کیا ان میں سے کسی کو جانتے ہو؟“ میری نگاہیں آہستہ آہستہ دوسروں پر سے

گزرتی ہوئی گرے بیکر پر آکر رک گئیں۔ اسی شخص کی تصویر مجھے ذہن نشین کرائی گئی

تھی۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

”جی ہاں، مسٹر گرے بیکر کو میں پہچانتا ہوں۔ یہ مسٹر گرے بیکر ہیں۔“ گرے بیکر

بھلا کر کھڑا ہو گیا۔

”کیوں بکواس کرتا ہے ذلیل کینے میں نے کبھی تیری صورت بھی نہیں دیکھی؟“

میں خاموشی سے دو قدم پیچھے ہٹا، پھر میں نے کہا۔

”سوری مسٹر گرے بیکر میں اس سلسلے میں بالکل بے قصور ہوں۔“

”ابے مگر میں تجھے کب جانتا ہوں۔ میں لندن گیا تھا مگر میں نے تیری صورت بھی

نہیں دیکھی اور“ اور۔“

”مسٹر گرے بیکر اس بات سے تو آپ انکار نہیں کر سکتے کہ آپ حشیش کی تجارت

کرتے ہیں اور آپ کی فرم میں چھاپے کے دوران ہمیں حشیش کی کافی بڑی مقدار حاصل

ہو گئی ہے۔“ بھیجے ہوئے ہونٹوں والے اعلیٰ آفیسر نے کہا۔

”وہ تو ٹھیک ہے جناب میں مانتا ہوں، لیکن اس شخص کو میں بالکل نہیں جانتا اور نہ

ہی میں نے اس کے ذریعے حشیش منگوائی تھی۔ یہ یقیناً ہمارے خلاف کوئی سازش ہے۔“

”اگر یہ تمہارے خلاف کوئی سازش ہے تو پھر یہ سازش حکومت ایکواڈور ہی کی ہو سکتی ہے، بہر حال اس بات سے تم انکار نہیں کر سکتے کہ تم ڈرگس کے اسمگلر ہو۔“

گرے بیکر خاموش ہو گیا، لیکن وہ خونخوار نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا اس کی آنکھوں میں شدید نفرت کے آثار تھے۔ پھنس گئے پیارے، لیکن یہ بھی دلچسپ بات تھی کہ وہ واقعی ڈرگس کے اسمگلر تھے اور یہاں ڈرگس فروخت کرتے تھے۔ مجھے حیرت ہونے لگی۔ کس قدر منظم اور شاندار کارروائی کی ہے کون میکویا نے کوئی پہلو تشنہ چھوڑا ہی نہیں۔ بعد میں مجھے واپس لاک اپ میں پہنچا دیا گیا تھا۔

یہاں تک سب کچھ ٹھیک تھا۔ یہ کام بھی ہو گیا تھا۔ لاک اپ میں میرے ساتھ اور کوئی بدسلوکی نہیں ہوئی کیونکہ میں نہ صرف اقبالی مجرم تھا بلکہ میری وجہ سے کچھ اور مجرم بھی گرفتار ہوئے تھے۔

دوسرے دن مجھے ایک انوسٹی گیشن سیل کے سامنے پیش کیا گیا۔ چار افراد مجھ سے سوالات کے لیے موجود تھے۔

”نام؟“ ایک شخص نے پوچھا۔
”سی کیم۔“

”سی سے کیا مراد ہے؟“

”کیرول کیم۔“

”نسل۔“

”اسپیش ہوں۔“

”ڈرگس کا کام کب سے کرتے ہو؟“

”جب سے ہوش سنبھالا ہے۔“

”ہوش کہاں سنبھالا ہے تم نے ہوش گنوا یا ہے۔ ہوش مند جرائم نہیں کرتے۔“

”شاید۔“

”فانکن برادرز کے بارے میں جو بیان تم نے دیا ہے اس میں کوئی ترمیم کرنا چاہتے ہو۔“

”نہیں۔“

”وہ لوگ ابھی تک اس بات پر مصر ہیں کہ وہ تمہیں نہیں جانتے اور تمہارا بیان جھوٹ ہے۔“

”مجھے اس کے لیے کیا کرنا چاہیے۔“ میں نے کہا۔

”کچھ نہیں۔ اپنے بیان پر دستخط کر دو۔“ انہوں نے ایک کاغذ میرے سامنے کر دیا۔ عدالت میں میری پہلی پیشی گرفتاری کے تیسرے دن ہوئی۔ چوتھے دن میرے بارے میں فیصلہ ہو گیا۔ حشیش ضبط کر لی گئی۔ دیگر سامان کے ساتھ مجھے کوئٹو سے کونسا روانہ کر دیا گیا جہاں مجھے چار سال قید سخت بھگتنا تھی۔

کونسا شہر نہ جانے کیسا تھا لیکن جیل کے اطراف کافی شاداب تھے۔ پہاڑوں کی بلند چوٹیاں تاحد نگاہ نظر آتی تھیں موسم بھی خشک تھا۔ جیل طول و طویل رقبے میں پھیلی ہوئی تھی اور قیدیوں کے لیے نہایت موثر انتظامات کیے گئے تھے۔

میرا رجسٹریشن ہوا۔ جو سامان میری ملکیت تھا اس کی ایک فہرست بنا کر اس پر میرے دستخط لیے گئے اور ایک رسید کاٹی گئی جسے ایک شخص کے حوالے کر کے مجھ سے کہا گیا۔

”تمہارا پاسپورٹ۔ یہ سامان محفوظ ہے۔ چار سال قید کاٹنے کے بعد رہائی کے وقت تم اسے حاصل کر سکتے ہو۔“ اس کے بعد مجھے قیدیوں کے لباس کے ساتھ میرا نمبر دیا گیا اور بیرک نمبر و کمرہ بتا کر اندر پہنچا دیا گیا۔

گویا اس جدوجہد کا پہلا مرحلہ ختم ہو گیا۔ ساتھ ہی بلیک آرمی کی امداد کا سلسلہ بھی مجھے اس بارے میں بتا دیا گیا تھا۔ جیل کی زندگی پہلے بھی گزار چکا تھا اس لیے یہاں کے قاعدے قانون اور حاکم کی سختیوں سے بچنے کے گر معلوم تھے۔ پولیس لاک اپ میں جو ہنٹر پڑے تھے ان کے زخموں نے ہنٹر کی پوری پوری شکل بنا دی تھی۔ اپنی بیرک میں پہنچ گیا۔ جیل کی زندگی کا آغاز ہو گیا اب مجھے لڈاٹم بوٹ کی تلاش تھی۔

میں گھنٹے کے قیام کے دوران میں نے محسوس کیا کہ جیل کے حکام نے اپنا مضبوط

نظام قائم کیا ہے اور اس سے پوری طرح مطمئن ہیں اس لیے زیادہ سخت انتظامات نہیں کئے گئے اور قیدیوں کو بے مقصد نقصان نہیں پہنچایا جاتا۔ ہاں شرارت کرنے والوں کو چھوڑا بھی نہیں جاتا تھا۔ ان میں گھنٹوں کے دوران چھوٹے چھوٹے کئی ہنگامے ہوئے اور پھر ہنگامہ کرنے والوں کی درگت بھی دوسرے قیدیوں کے ساتھ ہی بنائی گئی تھی اور یہ درگت ایسی نہیں تھی جسے آسانی سے نظر انداز کر دیا جائے۔

پہلی رات گزر گئی۔ دوسری صبح ناشتے سے فراغت کے بعد پیرکوں سے باہر نکال کر مختلف ذمے داریاں سونپی گئیں اور قیدی کاموں میں مصروف ہو گئے اور پھر پہلے ہی دن میرا تعارف لڈا سٹم بوٹ سے ہو گیا۔ کوئی پونے بارہ بجے کا وقت تھا۔ میں ایک وسیع کیاری سے ٹاکارہ پودے اکھاڑنے میں مصروف تھا کہ کچھ فاصلے پر ہنگامہ ہو گیا۔ دو خطرناک قیدی ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو گئے تھے اور ان میں سے ایک لڈا سٹم بوٹ تھا جس کی تصویر مجھے دکھائی گئی تھی۔ شومند اور طاقتور اسٹم بوٹ نے اپنے مقابل کو سر سے بلند کر کے زمین پر دے مارا اور محافظوں کا ایک گروہ اس پر ٹوٹ پڑا کیونکہ وہ دوبارہ اپنے شکار کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس نے محافظوں سے بھی ہاتھ پائی کی اور محافظوں نے اسے اس بے دردی سے مارا کہ میں پریشان ہو گیا۔ مجھے خدشہ ہوا کہ کہیں وہ مر ہی نہ جائے۔

میرے قریب کھڑے ہونے ایک نوجوان لڑکے نے افسوس بھرے لہجے میں کہا۔
”مجھے یقین ہے کہ لڈا کسی دن اسی طرح اپنی جان دے دے گا۔“ میں نے چونک کر اس کو دیکھا۔ ہونٹ سی شکل کا دبلا پتلا لڑکا تھا جو چشمہ لگائے ہوئے تھا۔

”کیا مطلب؟“ میری مداخلت پر اس نے چونک کر مجھے دیکھا پھر بولا۔

”اب وہ اسے اسپتال نہیں لے جائیں گے۔ دیکھو کام ہو گیا۔“ اس نے اشارہ کیا اور میں نے اس طرف دیکھا۔ لڈا زمین پر پڑا ہوا تھا۔ اس کے جسم سے جگہ جگہ سے خون چھلک رہا تھا۔

”کیا وہ مر گیا؟“ میں نے پوچھا۔

”بالکل نہیں۔ ابھی کچھ دیر کے بعد اٹھ کر بیٹھ جائے گا۔ آؤ کام کریں ورنہ ہم بھی عتاب کا شکار ہو سکتے ہیں۔“ میں بھی اس کے ساتھ کام میں مصروف ہو گیا۔
”تمہارا کیا نام ہے؟“ میں نے اس سے پوچھا۔

”ولیم آرگر؟“

”کتنی سزا ہے؟“

”پانچ سال۔“

”وجہ؟“

”ڈرگزر۔“

”کام کرتے تھے؟“

”نہیں بے گناہ ہوں، مگر وہ میرے پاس سے برآمد ہوئی تھی۔“

”کیسے؟“

”میرے چچا کا کارنامہ تھا۔“

”سکے چچا کا؟“

”ہاں۔“

”کیوں؟“

”وہ مجھ سے نفرت کرتا تھا۔“

”اس کی بھی کوئی وجہ ہوگی؟“ میں نے سوال کیا تو اس نے گھور کر مجھے دیکھا چشمہ

صاف کیا پھر آہستہ سے بولا۔

”خالص گھریلو۔ کسی کو بتائی نہیں جاسکتی۔“

”سوری ولیم۔ مجھے احساس ہے کہ تمہارے ذاتی معاملات کریدنے لگا تھا۔ ویری

سوری۔“ میرے انداز سے وہ نرم ہو گیا۔ نو عمر بھی تھا۔ چند لمحات کے بعد بولا۔

”بالکل گھریلو معاملہ تھا ورنہ تمہیں ضرور بتا دیتا۔“

”میں تم سے معافی مانگ چکا ہوں، مگر یہ شخص۔“ میں نے گردن موڑ کر لڈا سٹم

بوٹ کو دیکھا۔ وہ اسی طرح بے سدھ پڑا ہوا تھا۔ میں نے تشویش سے کہا۔ ”شاید وہ زیادہ

زخمی ہو گیا ہے۔ وہ بے رحمی سے اسے مار رہے تھے۔“

”نہیں۔ وہ ٹھیک ہے بس آرام کر رہے ہے۔“ ولیم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”شاید تم اس سے عداوت رکھتے ہو۔“

”میں؟“

”ہاں۔“

”پوری دنیا میں مجھے کسی سے عداوت نہیں ہے۔ اپنے اس چچا سے بھی نہیں جس نے میری زندگی کے پانچ سال مجھ سے چھین لیے ہیں۔“ وہ آہستہ سے بولا۔
”قیدی کے سلسلے میں تمہارے الفاظ ایسے ہی ہیں۔“
”تمہیں یہاں آئے ہو کتنا وقت گزر گیا۔“
”چند گھنٹے۔“

”تب ہی اس طرح کہہ رہے ہو۔ تم نے اس پر مار پڑتے ہوئے نہیں دیکھی۔ وہ کئی محافظوں کو زخمی کر چکا ہے۔“
”آخر کیوں؟“

”وہ بے حد غصہ ور ہے۔ ہمیشہ لڑتا جھگڑتا رہتا ہے۔ اصل میں وہ اسپتال میں رہنا چاہتا ہے۔ وہاں شاید اسے زیادہ آرام ملتا ہے، لیکن اب جیل کے حکام اس کی پالیسی سمجھ چکے ہیں۔ وہ اسے اب اسپتال نہیں لے جاتے کیونکہ وہ اس کی سخت جانی کے بارے میں جانتے ہیں۔“

میں خاموش ہو گیا۔ ولیم نے اور بھی کئی باتیں اس کے بارے میں بتائی تھیں۔ کچھ دیر کے بعد میں نے اسے اٹھتے ہوئے دیکھا وہ زینہ زینہ چلتا ہوا ایک گوشے میں جا بیٹھا تھا۔

پھر کھانے کا وقت ہو گیا۔ ایک طرف برتن چنے ہوئے تھے۔ کچھ کاؤنٹر لگا دیے گئے جن پر کھانا رکھ دیا گیا قیدیوں نے برتن اٹھائے اور قطار بنا کر کھڑے ہو گئے۔ وہ ایک ایک کر کے کاؤنٹر کے سامنے سے گزرتے اور ان کی پلیٹ میں ابلے ہوئے چاول ڈال دیے جاتے اس سے آگے ترکاری کے برتن لگے تھے جن سے ان چاولوں میں ترکاری ڈال دی جاتی تھی۔ میں نے اپنا کھانا لے کر لڈا سٹم بوٹ کی طرف دیکھا۔ وہ اسی طرح بیٹھا ہوا تھا۔ اس سے کچھ فاصلے پر محافظ کھڑے قیدیوں کی نگرانی کر رہے تھے۔ میرے ذہن میں ایک خیال آیا اور میں اپنا برتن لے کر اس کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے اپنا برتن اس کے سامنے رکھ دیا۔ اس نے چونک کر گردن اٹھائی۔ اس کی آنکھوں سے نفرت جھانک رہی تھی۔

”تم زخمی ہو۔ کھانا لے لو۔“ میں نے ہمدردی سے کہا۔
”برتن اٹھاؤ اور یہاں سے دفع ہو جاؤ۔“ اس نے غرا کر کہا۔
”پلیز۔ میں تمہارے لیے افسردہ ہوں۔ انہوں نے تمہیں بہت بے رحمی سے مارا ہے۔ تم یہ کھانا کھاؤ۔“

”میں نے تم سے کہا ہے دفع ہو جاؤ۔“ وہ پھر اسی انداز میں بولا۔
”میں.....“ ابھی میں نے اتنا ہی کہا تھا کہ اس نے زور سے برتن میں لات ماری اور برتن اچھل کر دور جاگرا۔ محافظ چونک کر ادھر دیکھنے لگے پھر ان کے چہرے غصے سے سرخ ہو گئے۔ دو محافظ لڈا سٹم کو گھورتے ہوئے اس کے پاس آ گئے۔
”تمہارا دماغ ابھی ٹھیک نہیں ہوا۔ اسے اٹھاؤ اور مارو۔“ ایک محافظ نے کہا۔
”برتن میں نے پھینکا ہے۔“ میں نے کرخت لہجے میں کہا اور دونوں میری طرف گھوم گئے۔

”تم نے۔“ ان میں سے ایک نے کہا۔

”ہاں۔“

”کیوں؟“

”یہ کھانا ہے۔ پھینکا اور بے مزا۔“

”اوہ۔ تب پھر ہم تمہیں بہتر کھانا کھلاتے ہیں۔“ ان میں سے ایک نے کہا اور ایک زور دار گھونسنے میرے جڑے پر رسید کر دیا، پھر گھونسنے، لاثین، تھپڑ۔ وہ درندے تھے۔ معمولی سی بات پر انہوں نے میری کافی پٹائی کر دی تھی۔ دوسرے قیدی تماشہ دیکھتے رہے۔ محافظ دل بھر جانے کے بعد مجھے اسی طرح چھوڑ کر چلے گئے تھے۔

میں بہت دیر اسی طرح پڑا رہا۔ کھانے کا وقفہ ختم ہوا تو میں اپنے زخموں سے خون صاف کر کے پھر اپنے کام میں مصروف ہو گیا میں نے اسٹم بوٹ کی طرف دیکھا بھی نہیں تھا بہر حال یہ فیصلہ ضرور کر لیا تھا کہ اس کے بعد کم از کم ایسی اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ نہیں کروں گا۔ شام کو کام ختم ہو گیا اور ہمیں بیرکوں میں بانک دیا گیا۔ بڑی بیرک میں بے شمار قیدی تھے میں نے دیکھ لیا تھا کہ اسٹم بوٹ بھی وہیں موجود ہے، لیکن میں نے اس سے نگاہیں چرائے رکھیں۔ جال ڈالا تھا میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ انسانیت کی حد میں ہے یا اس سے

آگے نکل چکا ہے۔

رات کا کھانا بیرک میں ہی تقسیم ہوتا تھا۔ طریقہ کار وہی ہوتا تھا جو باہر کھلے میدان میں۔ میں جان بوجھ کر اپنا کھانا لینے کے لیے نہیں اٹھا اور اپنی جگہ پڑا رہا پھر دل ہی دل میں اس وقت خوشی سے اچھل پڑا۔ جب وہ دو برتنوں میں کھانا لے کر لڑ میرے پاس پہنچ گیا۔ ”اٹھو۔“ وہ بھاری لہجے میں بولا اور میں سہارا لے کر اٹھ گیا۔ ”لو کھانا کھاؤ۔“

”تھینک یو سر۔“ میں نے برتن اس کے ہاتھ سے لے لیا۔ میرے اس نرم رویے نے اسے خوش کیا تھا۔ وہ بھی وہیں بیٹھ کر کھانے لگا۔ سارا کھانا خاموشی سے کھایا گیا تھا۔

”کسی پاگل خانے سے آئے ہو۔“ وہ بولا۔

”جی؟“

”یہاں جیل میں انسانیت کا مظاہرہ کرتے ہو۔“

”میں انسان ہوں سر۔ جو ہوں وہ کرتا ہوں۔“

”انسان ہو؟“ وہ ہنس پڑا۔

”میرا یہی خیال ہے۔“

”انسان ہو تو جیل میں کیوں آئے ہو۔“

”اپنے جرم کی بنا پر۔“

”انسان ہو کر جرم کیوں کرتے ہو۔“

”بات یہ ہے سر کہ انہوں نے آپ کو مارا تھا۔ آپ زخمی تھے میں نے اپنا کھانا آپ کو پیش کر دیا۔ وہ آپ کو دوبارہ مارے اس لیے میں نے جھوٹ بول دیا۔ بس اتنا انسان ہوں۔“

”اس سے زیادہ تو نہیں ہو؟“

”ہوتا تو جرم کیوں کرتا۔“ میں نے ہنس کر کہا اور وہ سنجیدہ ہو گیا، پھر خاموشی سے

اپنی جگہ سے اٹھا اور دور جا کر بیٹھ گیا۔ پتھر پر پہلی بوند پڑ گئی تھی۔ میں اس کی فطرت کا اندازہ لگاتا رہا۔ اس کے بعد میں اس سے دور ہی رہا۔ بہت قریب جانے سے وہ شبہ کا شکار بھی ہو سکتا تھا۔

لیکن پھر بہت وقت نہ گزرا تھا کہ میں نے فالکن برادرز کو دیکھا۔ وہ تینوں بھی آگئے تھے۔ مجھے تھوڑا سا افسوس بھی ہوا لیکن ایسے کام افسوسناک ہی ہوتے ہیں مجھے جو سمجھ کرنا ہے اس میں تو ابھی بہت سے لوگوں کو میرے ہاتھوں نقصان پہنچے گا۔ البتہ جب ہم باہر کام کر رہے تھے تو انہوں نے مجھے دیکھ لیا۔ وہ بے قابو ہو گئے اور تینوں نے مجھے گھیر لیا۔ ان کے ہاتھوں میں نیچے اور کدالیں تھیں اور انہوں نے بیک وقت مجھ پر اس وحشیانہ انداز میں حملہ کیا تھا کہ اگر میں ہوشیار نہ ہوتا تو کام تمام ہو گیا تھا۔ ان کے انداز میں دیوانگی تھی اور وہ اس طرح مجھ پر حملے کر رہے تھے کہ آس پاس کے تمام قیدی ششدر رہ گئے، لیکن مجھے بچنا تھا چنانچہ میں نے جوابی کارروائی تو نہیں کی لیکن چند گز کے علاقے میں انہیں نچا کر رکھ دیا۔ وہ مجھے چھو بھی نہیں سکے اور پھر اچانک لڑاٹم بوٹ اس لڑائی میں شریک ہو گیا۔ اس نے عقب سے حملہ آوروں میں سے ایک کو پکڑا اور اسے گھما کر دور پھینک دیا باقی دو کے اوزار اس نے پکڑ لیے اور ایک کے منہ پر ٹکر ماری وہ لہو لہماں ہو گیا۔ بس اتنی دیر میں محافظ پہنچ گئے، لیکن شکر تھا کہ محافظوں نے دور سے سب کچھ دیکھ لیا تھا۔ انہوں نے فالکن برادرز کی ہی مرمت شروع کر دی۔ ایک محافظ نے مجھ سے پوچھا۔

”میں تو خاموشی سے کام کر رہا تھا جناب۔ یہ تینوں اچانک مجھ پر حملہ آور ہو گئے۔“

”تم سے کیا دشمنی ہے انہیں؟“

”میں نہیں جانتا سر، لیکن اگر مسٹر اسٹم بوٹ میری مدد نہ کرتے تو یہ ضرور مجھے قتل

کر دیتے۔ انہوں نے میری زندگی بچائی ہے۔“

محافظ فالکن برادرز کو بری طرح مارتے ہوئے وہاں سے لے گئے۔ میں نے اسٹم بوٹ کو دیکھا، لیکن وہ خاموشی سے ایک طرف بڑھ گیا۔ میں دوبارہ کام میں مصروف ہو گیا تھا۔

پھر اس رات برف پگھل گئی۔ وہ اپنا کھانا لے کر میرے پاس آ بیٹھا تھا۔ ”پورے

امریکہ میں اس سے زیادہ گھٹیا جیل کہیں ہوگی۔“

”میرا بھی یہی تجربہ ہے۔“

”اس سے پہلے بھی جیلوں میں رہ چکے ہو؟“

”کئی۔“

”کتنے کتنے سال کی سزائیں ہوئی ہیں۔“
 ”پانچ اور سات سال سے کم کبھی نہیں ہوئی۔“
 ”کیا؟“ وہ حیرت سے بولا۔

”میں سچ بول رہا ہوں۔“

”یہ سزائیں کتنی بار ہوئی ہیں۔“

”تقریباً آٹھ بار۔ آٹھویں سزا یہ ہے۔“

”اور تم کہہ رہے ہو کہ تم جھوٹ نہیں بول رہے۔“

”جی سر۔“

”تمہاری عمر کتنی ہے۔“

”ستائیس سال۔“ میں نے کہا اور ہنس پڑا۔

”کسی جیل میں ہی پیدا ہوئے تھے کیا؟“

”نہیں سر۔ ایسی بات نہیں ہے۔ آپ پوری تفصیل سنیں گے تو میری بات پر

ضرور اعتبار کر لیں گے۔“

”کیا نام ہے تمہارا؟“

”کیم۔ سی کیم۔ لوگ مجھے پروفیسر کیم کہتے ہیں۔“

”پروفیسر کیوں کہتے ہیں؟“

”یہ میں نہیں جانتا۔“

”میرا نام معلوم ہے؟“

”جی سر۔“

”کیا نام ہے میرا؟“

”لڈا سیم بوٹ۔“

”کیسے معلوم ہوا؟“

”تمام قیدی آپ کا نام جانتے ہیں۔“

”ہوں۔“ اس نے اپنا برتن صاف کر کے رکھ دیا۔ پانی پیا پھر میرے پاس آ بیٹھا۔

”کیا تفصیل ہے تمہاری قید کی؟“

”پہلی بار مجھے ہانگ کانگ میں سات سال کی سزا ہوئی تھی۔ یہ سزا میں نے ایک مہینہ گیارہ دن میں پوری کر لی۔ دوسری سزا آئی لینڈ میں پانچ سال کی ہوئی تھی وہاں میں صرف بیس دن رکھا تھا۔ تیسری..... میں اسے تفصیل بتاتا رہا۔ وہ حیران نظر آ رہا تھا۔ جب میں خاموش ہوا تو اس نے کہا۔“

”اب اس بکو اس کا مطلب بھی بتاؤ۔“

”اس بار مجھے چار سال کی سزا ہوئی ہے سر، لیکن شاید میں پندرہ دن سے زیادہ

یہاں نہیں گزاروں گا۔“

”کیا کرو گے؟“

”بھاگ جاؤں گا؟“

”تم ان تمام جیلوں سے بھاگ چکے ہو؟“

”جی سر۔“

”بہت شیخی خور ہو۔ بکو اس کرتے ہو۔“

”پندرہ دن میں نے زیادہ بتائے ہیں، ممکن ہے اس سے بھی کم وقت لگے۔“ میں

نے بے پرواہی سے کہا اور وہ کینہ تو زنگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا پھر بولا۔

”سولہویں دن اگر تم مجھے نظر آئے تو میں تمہیں قتل کر دوں گا۔“

”نظر نہ آؤں سر تو مجھے یہ سوچ کر ضرور یاد کر لیجئے کہ میں سچا آدمی تھا۔“ میں نے

مسکرا کر کہا۔

وہ ایک منٹ تک خاموش بیٹھا رہا پھر اچانک اٹھ کر دور چلا گیا۔ اس کے بعد میں

نے اس کی جانب رخ نہیں کیا تھا، لیکن میں جانتا تھا کہ میں نے اسے پریشان کر دیا ہے۔

دوسری رات وہ کھانے کے بعد میرے پاس آ گیا تھا۔

”کیا تمہارے پاس کوئی جادو ہے جس کے ذریعہ تم جیلوں سے نکل جاتے ہو۔“ اس

نے کہا۔

”نہیں سر! ذہانت سب سے بڑا جادو ہوتی ہے۔ میں نے دو طریقوں پر توجہ دی

ہے۔“

”کیا؟“

”بہترین جنگ وہ ہے جس میں تم دو سروں کو نقصان پہنچانے کے بجائے اپنا دفاع کر سکو۔ اس سے بڑے فائدے رہتے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ جو کچھ کر رہے ہو اس کے نتائج بھگتنے کے لیے ہمیشہ تیار رہو۔ اپنا کام کرتے ہوئے میں صرف یہ دیکھتا ہوں کہ کام بھی ہو جائے اور میں بچ بھی جاؤں، لیکن اگر کوئی خطرناک صورت حال پیش آتی ہے تو میں فوراً ہتھیار ڈال دیتا ہوں اور دوسرے محاذ کے لیے تیاریاں کرتا ہوں۔“

”دوسرا محاذ کیا ہوتا ہے؟“

”یہی سرکہ میں آزادی حاصل کر لوں۔“

”کام کیا کرتے ہو؟“

”عام طور سے ڈرگس اسمگل کر لیا کرتا ہوں۔ دو تین بار نوادرات کی چوری کر کے انہیں فروخت کیا ہے۔ سریہ بہترین کام ہے اس میں فوراً رزلٹ مل جاتا ہے۔“

وہ مسکرا پڑا پھر بولا۔ ”کبھی قتل بھی کیا ہے؟“

”جان بوجھ کر نہیں۔ اتفاقہ طور پر کئی قتل ہو چکے ہیں میرے ہاتھ سے۔“

”بہت دلچسپ آدمی ہو اور بڑے عجیب بھی، بالکل مجرم نہیں معلوم ہوتے، لیکن تمہارے ایک بیان کی تصدیق ہو چکی ہے۔“

”کون سے بیان کی سر؟“

”تم نے کہا ہے کہ بہترین جنگ وہ ہے جس میں اپنا دفاع کیا جاسکے اور میں تمہیں ان تین افراد سے اپنا دفاع کرتے دیکھ چکا ہوں حالانکہ وہ تینوں تمہیں قتل کر دینا چاہتے تھے اور ان کی پوری پوری کوشش یہی تھی، لیکن میں نے دیکھا کہ تم صرف اپنے آپ کو بچاتے رہے تم نے ایک بار بھی ان پر حملہ نہیں کیا تھا اور اس سے تمہیں محافظوں کی ہمدردی حاصل ہو گئی۔“

”سر میں یہی چاہتا تھا۔“ میں نے گردن خم کے مسکراتے ہوئے کہا۔

”گویا تم وہی کر رہے تھے جو تمہاری خواہش تھی۔“

”جی سر۔“ میں نے جواب دیا اور وہ کچھ دیر سوچ میں ڈوبا رہا پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”اس کا مطلب ہے کہ تم کافی چالاک آدمی ہو۔“

”سر آدمی چالاک ہو یا نہ ہو، لیکن جو کام وہ کر رہا ہو اس کے لیے اسے ہمیشہ مستعد رہنا چاہیے۔ ورنہ پھر بہتر یہ ہے کہ وہ کام چھوڑ کر کوئی دوسرا کام کرے۔“

”میرے ان الفاظ پر وہ سوچ میں ڈوب گیا پھر اس نے آہستہ سے کہا۔“

”تمہارے لیے میں ایک قطعی غیر اہم شخصیت ہوں ہماری ملاقات بھی اس جیل میں ہوئی ہے۔ وہاں جہاں مجھے کوئی فوقیت حاصل نہیں ہے، لیکن یہ مت سمجھنا کہ میں کوئی معمولی انسان ہوں۔ میرا نام لڈ اسٹم بوٹ ہے اور دنیا کے کئی ممالک کی پولیس مجھ سے کانپتی ہے، لیکن میرا انداز فکر تم جیسا نہیں ہے۔ میں اپنی تیز مزاجی کی بناء پر ہمیشہ مار کھا جاتا ہوں۔ زندگی میں ایک بار صرف ایک بار میں نے ایک شخص سے دوستی کی تھی۔ میری اور اس کی دوستی مثالی حیثیت رکھتی تھی، لیکن اس کے بعد اس نے مجھے دھوکہ دیا اور میرا دل اس جانب سے اس طرح ہٹا کہ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ دوبارہ کسی سے دوستی نہیں کروں گا تم سے بھی میں دوستی نہیں کر رہا بس ایک لالچ دل میں آگیا ہے جس کی بناء پر میں تمہاری جانب متوجہ ہوا ہوں ورنہ یقین کرو مجھے اب ان تمام فضول باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں رہ گئی ہے اور پھر تم نے اس وقت ایک بے لوث خلوص کا ثبوت دیا تھا میں اس سے متاثر ہوا، لیکن تم سمجھ گئے ہو گے کہ میں نے تمہارے اس خلوص کو قبول کیوں نہیں کیا۔“

”سر ہوتا ہے بعض اوقات انسانی ذہن کو اسی طرح تکدر کا شکار کر دیتے ہیں، لیکن سر بہر حال انسان کو انسان کی ضرورت باقی رہتی ہے اب آپ دیکھ لیجئے آپ نے ان تینوں سے میرا دفاع کیا یہ ایک بے اختیار جذبہ تھا۔ آپ کے دل میں اس وقت صرف ایک ہی تصور ہو گا وہ یہ کہ میں نے آپ کی وجہ سے مار کھائی تھی۔“ وہ پھر خاموش ہو گیا اور دیر تک خاموش رہنے کے بعد سرد لہجے میں بولا۔

”تم نے یہ نہیں پوچھا کہ مجھے تم سے کیا لالچ ہے؟“

”سر لالچ کا لفظ آپ نے استعمال کیا ہے میں اس سے اختلاف رکھتا ہوں اگر چند لمحات کی رفاقت ہم میں سے کوئی کر کے کام آجائے تو اسے لالچ نہیں کہا جاسکتا بہر طور انسانوں کو ایک دوسرے کی ضرورت ہوتی ہے اور پھر ایسی جگہ خاص طور سے جہاں ہم وحشی درندوں کے درمیان بسر کر رہے ہوں۔ میرے خیال میں تو تمام قیدیوں کو ایک

دوسرے کا ہمدرد ہونا چاہیے۔“

”یہ سب انسانیت سے عاری لوگ ہوتے ہیں ورنہ مجرم نہ ہوں۔“ اس نے ٹاک سکوڑ کر کہا پھر بولا۔ ”میں جانتا ہوں تم مجھ سے کبھی نہیں پوچھو گے کہ مجھے تم سے کیا لگتا ہے اس لیے میں خود ہی بتائے دے رہا ہوں۔“

”جی سر۔“

”میں بھی فرار ہونا چاہتا ہوں۔“ اس نے کہا اور میرے بدن میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ میں چند لمحات خاموشی سے اسے دیکھتا رہا پھر میں نے کہا۔

”تو پھر یہ سمجھ لیجئے سر کہ ہم لوگ آزاد ہیں۔“

”دیکھو اتنی بڑی بڑی باتیں مت کرو مجھے غصہ آجاتا ہے۔“

”ٹھیک ہے سر آپ کو ایک وعدہ ضرور کرنا ہو گا؟“

”کیا؟“

”بعد میں چاہے آپ ہمیشہ مجھ پر حکم چلاتے رہیں، لیکن جو کچھ آپ نے کہا ہے اسے کرنے کے لیے آپ کو میری ہر بات ماننا ہوگی۔“ اس نے بھنویں سکڑ کر مجھے دیکھا پھر آہستہ سے بولا۔

”ٹھیک ہے میں اس کا وعدہ کرتا ہوں لیکن کب تک فرار کا منصوبہ بناؤ گے اور وہ منصوبہ کیا ہو گا؟“

”اس کے بارے میں آپ کو بالکل نہیں بتاؤں گا سر، بس میں نے پندرہ دن کا وقت دیا تھا آپ کو، میں اس معیار کو اور کم کیے دیتا ہوں۔ چند روز، دو دن، چار دن، پانچ دن، بس اس کے اندر اندر۔“ میں نے کہا اور وہ بے یقینی کے انداز میں مجھے دیکھنے لگا۔

”دوسرے دن میں نے کام شروع کر لیا۔ آج میں نے پوری طرح اس جیل کا جائزہ لیا تھا۔ داخلی راستہ، یہاں موجود گاڑیاں جیل سے باہر کے بارے میں اندازہ لگایا اگر کوئی میکویا نے جو کچھ کیا ہے وہ کاغذ آمد ہو جاتا ہے تو یہاں سے باہر نکالنا مشکل نہیں ہو گا اور اگر خدا نخواستہ یہ منصوبہ کار آمد نہ ہو سکے تو۔ آگے کے تصور سے مجھے خوف محسوس ہوتا تھا۔“

رات کو وہ پھر میرے پاس آگیا۔ ”تم فرار کے منصوبے کے بارے میں سوچ رہے

ہو؟

”ہاں۔ ایک بات میں آپ سے پوچھنا چاہتا تھا سر۔“

”پوچھو۔“

”کیا آپ جیل سے کوئٹا شہر تک راستہ جانتے ہیں؟“

”ہاں۔ کیوں نہیں۔“

”اکوا ڈور سے باہر نکلنے کا کوئی راستہ ہو سکتا ہے۔“ میں نے کہا اور وہ سوچ میں ڈوب گیا پھر بولا۔

”ہمیں کوئٹا پہنچنا ہو گا۔ کوئٹا سے ہم کولمبیا جاسکتے ہیں اور کولمبیا پہنچ گئے تو سمجھو اپنی مملکت میں پہنچ گئے۔ وہاں شارٹی ہے میرے ٹکڑوں پر پلا ہوا شارٹی۔ جو میری عزت کرتا ہے۔“

”کوئٹا میں کون ہے؟“

”وہاں انتظام ہے۔ بس یوں سمجھ لو کہ وہاں بڑے کام کے لوگ ہیں جو ہمارے کولمبیا پہنچنے کے سارے انتظامات کر لیں گے۔“

”کوئٹا سے کوئٹا۔“ میں نے پر خیال انداز میں کہا۔

”ہاں سب بعد کی باتیں ہیں۔ ہم حالات کنٹرول کر لیں گے اصل مسئلہ اس جیل سے نکلنا ہے اور یہ آسان نہیں ہے۔“ میں نے مصلحتاً بہت زیادہ ڈیٹیکس نہیں ماریں۔ بڑے آرام کے شب و روز گزرے تھے لیکن میں اب تک کی کاوشوں کو بے حد کار آمد سمجھتا تھا۔ وہ سب ہو گیا تھا جو اس پورے پلان کا دوسرا مرحلہ تھا اور اب تیسرے مرحلے کا آغاز تھا۔

دوسرے دن بھی میں نے حالات کا پورا پورا جائزہ لیا اور دل میں فیصلہ کر لیا کہ بس اس سے زیادہ وقت صرف کرنا بے کار ہے چنانچہ اس رات میں نے کھانے کے بعد اسٹم بوٹ سے کہا۔

”مسٹر اسٹم بوٹ۔ یہ رات سونے کی رات نہیں ہے۔ آپ جاگتے رہیں گے۔“

”کیوں؟“ اس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

”آج رات ہم جیل سے نکل جائیں گے۔“ میں نے جواب دیا۔

اس کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے حیرت اور سستی کے نقوش ابھرے پھر فطری وحشت ابھری آئی۔ ”دیکھو میرے سامنے سپرین بننے کی کوشش مت کرو۔ وہ لوگ مجھے بالکل گدھے لگتے ہیں جو کسی ناممکن کو آسانی سے ممکن کہہ دیا کرتے ہیں۔“

”سوری سر“ شاید میں نے الفاظ کے استعمال میں غلطی کی ہے۔ میرا مطلب صرف یہ ہے کہ آج ہم یہاں سے باہر نکلنے کی کوشش کریں گے۔“ میں نے فوراً ہی لہجہ بدل کر کہا۔

اس سائیڈ کو کنٹرول کرنا ایک مشکل کام تھا اور ذرا سی لغزش کام بگاڑ سکتی تھی۔ میرے ان الفاظ سے وہ متاثر ہوا اور بولا۔ ”اصل میں میری سمجھ میں بات آئی نہیں۔ جیل کا عملہ اب اس قدر غیر مستعد بھی نہیں ہے کہ رات کو پہرہ نہ دیا جاتا ہو۔ میں خود اس کا جائزہ لے چکا ہوں۔ اس کے علاوہ قیدی ہیں اور قیدیوں کے نگراں ہیں۔ آخر وہ کون سا طریقہ ہوگا جس کے تحت تم ان سب کو دھوکا دے کر یہاں سے نکل جاؤ گے؟“

”سر میں نے آپ سے عرض کیا تھا کہ اس سلسلے میں مجھے تھوڑی سی مہارت حاصل ہے لیکن شرط یہی ہے کہ آپ مجھ سے تعاون کریں اور کچھ دیر کے لیے اپنی عظیم شخصیت کو بھول جائیں۔ بعض اوقات ادنیٰ غلام بھی کوئی ایسی بات کہہ دیا کرتے ہیں جس کا مفہوم بہتر ہی نکلتا ہو۔ میں اسی نکتہ نگاہ سے کہہ رہا تھا۔“

”خیر مجھے تم سے تعاون کرنے میں کوئی عار نہیں ہے بس بات تھوڑی بہت میری

سمجھ میں آجایا کرے تو زیادہ بہتر ہے۔“

”سر میں ایک ایسا طریقہ اختیار کروں گا کہ یہ لوگ کچھ دیر کے لیے ہوش و حواس سے عاری ہو جائیں اور وہی ہمارے یہاں سے نکلنے کے لمحات ہوں گے۔“

”ٹھیک ہے اگر تم یہ چاہتے ہو کہ میں اس رات نہ سوؤں تو میں تمہارے لیے یہ کر سکتا ہوں۔“

”ٹھیک یو ویری گج سر۔“ میں نے کہا۔

اب اس سے زیادہ گفتگو کرنا مناسب نہ سمجھ کر وہاں سے ہٹ گیا۔ مجھے اپنے کام کے لیے پوری طرح مستعد ہو جانا تھا۔ کوئن میکویا نے جو انگلیاں میرے ہاتھوں میں بڑھائی تھیں ان کے بارے میں اس نے دعویٰ تو یہی کیا تھا کہ وہ کونسا کی جیل سے نکلنے کا بہترین ذریعہ ثابت ہوں گی۔ یہ مار جن بھی رکھنا تھا کہ ہو سکتا ہے وہ اس قدر وسیع علاقے میں کارآمد نہ ہو پائیں اور ہمیں مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ ایسے لمحات کے لیے بھی میں نے اپنے ذہن میں کچھ سوچ رکھا تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ میرے دل کی دھڑکنوں میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ وہ کیا طریقہ اختیار کرنا تھا جس کے لیے مجھے ہدایت دی گئی تھی۔ پتا نہیں کیس کے یہ چھوٹے چھوٹے سنڈر جو میرے ہاتھ میں خاص طور سے نکل کر دیے گئے تھے اس قدر کارآمد ہو سکتے ہیں یا مجھے شرمندگی ہی نہیں بلکہ مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ خیر یہ تو میری فطرت میں ہی نہیں تھا کہ وقت سے پہلے اپنے آپ پر خوف کو مسلط کر لوں۔

چنانچہ وقت مقررہ پر میں نے دو ایسے برتنوں کا انتظام کیا جن میں پانی بھر لیا جائے اور اس کے بعد ایک بار پھر کوشش کر کے لڈاسٹم بوٹ کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے پانی کا بڑا سا پیالہ اسے دے کر کہا۔

”آپ کو اسے اپنے ہاتھوں میں سنبھال کر اس میں اپنا چہرہ ڈبو دینا ہے۔“

وہ نہ جانے کیوں خوشگوار موڈ میں تھا کہنے لگا۔ ”گویا تم چاہتے ہو کہ میں چلو بھر پانی میں ڈوب مروں۔“

”نہیں سر میں اپنے لیے بھی چلو بھر پانی لایا ہوں بس ہمیں چند لمحات اپنا چہرہ اس پانی میں ڈبوئے رکھنا ہوگا۔“

”اس شتر مرغ کے مانند جو ریت میں سرچھپا لیتا ہے۔“

”جی سر آپ کچھ بھی سمجھیں۔“

”مگر اس سے ہو گا کیا؟“

”اس کے نتائج تھوڑی دیر کے بعد برآمد ہو جائیں گے لیکن ایک بات آپ ذہن نشین کر لیں اگر آپ نے اپنا چہرہ پانی سے نکالا تو ہم اپنے منصوبے میں ناکام ہو جائیں گے۔“

”خدا جانے تم کس قسم کے پاگل ہو۔ اب تک تمہاری باتوں کو میں دیوانگی ہی سمجھتا رہا ہوں۔“

”اگر میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤں تو آپ آئندہ میری باتوں کو دیوانگی نہ سمجھیں۔“

وہ نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھتے ہوئے بولا۔ ”لیکن ایک بار اچھی طرح سمجھ لو کہ اگر اس احتمالہ کام کا کوئی رد عمل نہ ہو تو پھر میرا موڈ بہتر نہیں رہ سکے گا۔“

”میں آپ کی طرف سے دی ہوئی ہر سزا قبول کرنے کے لیے تیار رہوں گا۔“ میں نے کہا۔

”اوکے جو کرنا چاہتے ہو کرو۔“ اس نے پانی کا پیالہ اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔

اس کے بعد میں نے بسم اللہ کر کے اپنے کام کا آغاز کر دیا۔ اس کے سامنے ہی میں نے اپنی چھ انگوٹھوں کو پانچ پانچ کر لیا اور وہ حیران نگاہوں سے میرے ہاتھوں کو دیکھنے لگا۔ میں نے گیس کے سلنڈر علیحدہ کر کے ان کا وہ پن تلاش کیا جس کے بازے میں کوئٹن میکوویا نے مجھے بتا دیا تھا اور پھر جس قدر قوت سے میں انہیں دور پھینک سکتا تھا میں نے وہ دونوں سلنڈر دور پھینک دیے۔ لڈ نے کچھ کہنا چاہا لیکن میں نے فوراً اپنا چہرہ پیالے میں بھرے ہوئے پانی میں ڈبو دیا۔ میری دیکھا دیکھی اس نے بھی یہی کیا۔ میرا دل اس شدت سے دھڑک رہا تھا کہ میں خود اس کی آواز سن رہا تھا لیکن میں نے پانی کے پیالے سے چہرہ نہیں ہٹایا اور لڈ نے بھی نہ جانے کیوں اپنا چہرہ پانی ہی میں ڈبوئے رکھا پھر کوئٹن میکوویا کی ہدایت کے مطابق جب مقرر وقت گزر گیا تو میں نے اپنا چہرہ پانی سے نکال لیا۔

”میں بھی اپنا چہرہ پانی سے نکال لوں یا اس میں ڈبوئے ڈبوئے اپنا سانس بند کر لوں۔“

اس طرح تمہیں مجھ سے نجات مل جائے گی۔“

میں نے آگے بڑھ کر پانی کا پیالہ اس کے ہاتھ سے لے لیا تھا ورنہ لڈ دوبارہ پانی میں چہرہ ڈبوئے جا رہا تھا۔ میں نے گہری گہری سانسیں لیں کوئی خاص بات نہیں ہوئی البتہ ایک ہلکی ہلکی بوفضا میں ضرور پھیلی ہوئی تھی لیکن وہ اب ناگوار نہیں تھی۔

”نہیں مسٹر لڈ اب یہ پانی ہمارے لیے بے مقصد ہے۔“

”کیا ہمیں منہ دھو کر یہاں سے نکلنا تھا لیکن منہ دھونے کے لیے یہ طریقہ میری سمجھ میں نہیں آیا۔ غالباً اس کی کوئی خاص ہی وجہ ہوگی؟“

”جی وجہ تو واقعی اس کی خاص ہی تھی۔“

”خیر تم جانو اور تمہارا کام۔ اب تم مجھ سے احتمالہ حرکتیں کرانے میں مصروف ہو گئے ہو تو ٹھیک ہے یہ بھی برداشت کر لوں گا۔“ اس نے کہا۔

میرے پورے بدن میں اب بھی سنسنی کی لہریں دوڑ رہی تھیں۔ چنانچہ اب میں نتیجہ دیکھنا چاہتا تھا۔ میں بے آواز رہتا ہوا باہر نکل آیا اور پھر میں نے وہاں کے ماحول کا جائزہ لیا۔ چاروں طرف ہو کا عالم اور خاموشی طاری تھی لیکن کچھ فاصلے پر دو سنتریوں کو زمیں بوس دیکھ کر میری ہمت کچھ بڑھ گئی۔ میں آگے بڑھ کر ان کے قریب پہنچ گیا اور پھر میں نے انہیں جھنجھوڑ کر دیکھا وہ بے ہوش پڑے تھے۔ میری نگاہیں چاروں طرف کا جائزہ لینے لگیں۔ کوئٹن میکوویا کی فراہم کردہ گیس کے نتائج تو کچھ بہتر محسوس ہو رہے تھے۔ میں نے دور تک ایک لمبا چکر لگایا اور جدھر بھی مجھے لوگ نظر آئے بے ہوش ہی نظر آئے۔ قیدیوں کی ہیرکس میں بھی مکمل خاموشی اور سناٹا چھایا ہوا تھا۔ یہاں تک کہ قیدیوں کے لیے جو محافظ کتے رکھے گئے تھے ان کی آوازیں بھی نہیں سنائی دے رہی تھیں چنانچہ میں ڈور تا ہوالڈ کے پاس پہنچ گیا۔

”یہ کیا کرتے پھر رہے ہو تم؟“

”آئیے مسٹر لڈ ہمارے لیے فرار کا راستہ کھلا ہوا ہے۔“

”ہلک..... کیا تک رہے ہو تم؟“

”آپ پلیز آئیے۔“

میں نے اس سے کہا اور وہ حیرت زدہ سا میرے ساتھ باہر نکل آیا۔ ہم لوگ آگے

بڑھ کر جیل کے وسیع احاطے کو عبور کرنے لگے۔

”یہ انہیں کیا ہو گیا۔ کیا سب ہلاک ہو گئے؟“

”میرے ساتھ تیزی سے آئیے۔“ میں نے کہا۔

ہم تیزی سے آگے بڑھ کر ایک جگہ پہنچ گئے جہاں ایک گاڑی نظر آرہی تھی لیکن گاڑی میں بیٹھنے کے بعد مجھے مایوسی کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ گاڑی میں چابی موجود نہیں تھی اور ویسے تو یہاں بہت سی گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں لیکن ان کی چابیاں ظاہر ہے ان میں نہیں ہوں گی۔ ایک ٹھنڈی سانس لے کر میں وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ لڈا اب بالکل خاموش ہو گیا تھا۔ غالباً اسے اس بات پر شدید حیرت تھی کہ کسی طرف سے کوئی مدافعت نہیں ہو رہی۔ یہاں تک کہ ہم جیل کے بڑے گیٹ کے پاس پہنچ گئے۔ گیٹ کے پاس کھڑے ہوئی مسلح محافظ بھی اتنا غفیل پڑے ہوئے تھے۔ لڈا کو نچالے کیا سوچھی اچانک اس نے ایک محافظ کی گن اپنے قبضے میں لے لی اور اس کے کارتوس کی پیٹی اتار کر اپنے جسم پر سجالی۔ خیر اس حد تک یہ غلط نہیں تھا۔ ہو سکتا ہے اس کی ضرورت پیش آجائے چنانچہ میں نے بھی اس کی دیکھا دیکھی یہی عمل کیا اور اس کے بعد ہم ذیلی دروازے سے باہر نکل آئے۔ لڈا اب سچ مچ سحر زدہ سا نظر آ رہا تھا اس نے آہستہ سے کہا۔

”میرا خیال ہے ہمیں دوڑ لگانی چاہیے۔“

”اب آگے کی رہنمائی آپ کے سپرد ہے۔“

”آجاؤ، ہمیں تیزی سے چلنا ہو گا۔“

اس کے بعد ہم نے دوڑنا شروع کر دیا۔ ابتدا میں رفتار بہت تیز رکھی گئی۔ بعد میں ہم نے رفتار سست کر دی تھی۔ لڈا اس تھوڑے سے عرصے کے لیے درندے کے بجائے انسان نظر آنے لگا تھا۔ غالباً شدید حیرت نے اسے حواس باختہ کر دیا تھا چنانچہ وہ خاموشی سے سفر کر رہا تھا۔ ہم لوگ بہت دور نکل آئے۔ میں نے لڈا سے کہا۔

”سر آپ نے کہا تھا کہ آپ راستے کے بارے میں جانتے ہیں۔ اب مجھے کونسا کی

جانب آپ کی رہنمائی کی ضرورت ہے۔“

”ہم ادھر ہی چل رہے ہیں۔ میں بہت زیادہ تفصیلات تو نہیں جانتا لیکن وہ جو سامنے ڈھلان نظر آ رہے ہیں انہیں عبور کرنے کے بعد ہمیں سڑک نظر آجانی چاہیے۔“

دائیں طرف سے سڑک ایک اور شہر کی جانب جاتی ہے لیکن اگر ہم سیدھے ہاتھ پر چلیں گے تو ہم کونسا کا رخ کریں گے۔“

”ٹھیک ہے سر۔“ میں نے خاموشی اختیار کر لی اور اس کے بعد ہم لوگ مزید سفر طے کرتے رہے۔ یہاں تک کہ آسمان پر نکلے ہوئے چاند کی روشنی میں ہمیں وہ سنسان سڑک نظر آ گئی جو ڈھلانوں کو عبور کرنے کے بعد بل کھاتی ہوئی دور تک جاتی نظر آتی تھی۔

یہاں تک تو لڈا کی رہنمائی کارآمد رہی تھی لیکن اب یہ اندازہ نہیں لگایا جاسکتا تھا کہ کونسا شہر تک پہنچنے کے لیے ہمیں کتنا سفر کرنا ہو گا لیکن یہ سب کچھ اس قدر آسان تو نہیں تھا۔ اب تو کچھ کرنا ہی پڑے گا چنانچہ ڈھلان عبور کر کے ہم سڑک پر پہنچ گئے۔ ابھی ہم سڑک سے کافی فاصلے پر تھے کہ ہم نے ایک ٹرک کو سڑک سے گزرتے ہوئے دیکھا لیکن یہ کونسا کی جانب سے آیا تھا اور مخالف سمت جا رہا تھا۔

”رات میں بھی اس سڑک پر سفر کرتا ہے اصل میں یہ سڑک ایک قصبے رو سٹرا کی جانب جاتی ہے۔ وہ نہایت پر فضا پہاڑی مقام ہے لوگ ادھر عموماً تفریحی سیر کرتے رہتے ہیں۔“

ہم لوگ سڑک پر آگئے لیکن انداز ایسا رکھا کہ دور سے ہمیں دیکھنا نہ جاسکے پھر ہم نے کونسا کی جانب رخ کیا تھا۔ لڈا نے تھوڑی دیر کے بعد میرا ہاتھ دبایا اس بار کوئی گاڑی رو سٹرا سے کونسا کی جانب آرہی تھی۔

”یہ کون ہے اس بارے میں ہم نہیں جانتے لیکن ایک بات طے ہے کہ اگر ہم سڑک پر آکر اسے روکنے کی کوشش کریں گے تو یہ کبھی نہیں رکیں گے کیونکہ اول تو ہمارے جسم پر قیدیوں کی وردی ہے اور پھر ہتھیار بھی ہمارے بدن پر سجے ہوئے ہیں وہ لوگ ہمیں روند کر بھی نکل سکتے ہیں البتہ انہیں جانے دو۔ ایک ترکیب میری سمجھ میں آئی ہے۔“

”وہ کیا سر؟“ میں نے کہا۔

گاڑی ہی تھی اور بہت تیز رفتاری سے آرہی تھی چنانچہ وہ ہمارے سامنے سے گزر گئی۔

کیونکہ کسی بھی وقت کسی بھی سبب سے گاڑی آسکتی تھی۔ وہ چار افراد تھے۔ جس شخص نے لڈ کی جانب رخ کیا تھا وہ غالباً بے ہوش ہو چکا تھا۔ اب اس وقت یہ سوال کرنے کی گنجائش تو تھی نہیں کہ لڈ نے اس ہلاک کر دیا یا زندہ رکھا ہے جس شخص پر میں نے گولی چلائی تھی وہ اب بھی زمین پر پڑا ہوا تھا۔ باقی دو افراد ہاتھ اٹھائے کھڑے تھے اور ان کے چہرے بری طرح بگڑے ہوئے تھے۔ لڈ اسٹیمبوٹ نے اپنے شکار کو بڑی بے دردی سے زمین پر پھیٹک دیا اور ان میں سے ایک آدمی رندھی ہوئی آواز میں بولا۔

”کیا مسٹر ہیڈ ہلاک ہو گئے؟“

”نہیں صرف بے ہوش ہوا ہے۔ اب تم یہ نخرے بازیاں ختم کرو۔ جلدی سے اپنے کپڑے اتار دو۔“

”نک..... کیا مطلب سس..... سر؟“ ان میں سے ایک نے کہا اور لڈ کا الٹا ہاتھ اس کے منہ پر پڑا۔

”مطلب سمجھ میں آگیا۔“ وہ شخص لڑکھڑا کر نیچے گر پڑا تھا۔ غالباً یہ تین افراد مسلح نہیں تھے لیکن پھر بھی میں نے انتہائی برق رفتاری سے کام لے کر ان تینوں کی یکے بعد دیگرے تلاشی لے ڈالی اور ان کی جیبوں میں جو کچھ بھی ہاتھ لگا وہ اپنے قبضے میں لے لیا۔ جنہیں میں نے ان کی جیب سے نکال لیا تھا۔ لڈ آسودہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا اور یقیناً میری کارکردگی سے مطمئن نظر آ رہا تھا۔ میں نے ان میں سے ایک کی طرف دیکھا۔

”جو کچھ کہا جا رہا ہے اس پر عمل کرو۔“ میں نے ان سے کہا۔

میرے کہتے ہی دو افراد نے اپنے لباس اتار کر ہمیں دسے دیے اور جلد ہی ہم دونوں نے وہ لباس پہن لیے۔ ان سب کا مال و اسباب ہمارے پاس آچکا تھا۔

”اگر تم زندگی چاہتے ہو تو فوراً یہاں سے بھاگ سکتے ہو بھاگو۔ دو منٹ کے اندر اندر ہماری بندوقوں کی زد سے نہ نکل گئے تو تمہیں نشانہ بنا دیا جائے گا۔“

”مگر..... ہمارا ساتھی.....“

”اسے پڑا رہنے دو۔“ میں نے کہا۔ وہ لوگ دیکھ چکے تھے کہ ہم قیدیوں کے لباس میں ہیں اور ہمارے پاس باقاعدہ اتھیار موجود ہیں۔ وہ لوگ جان جانے کے خوف سے تیزی سے بھاگتے ہوئے نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

”سڑک زیادہ چوڑی نہیں ہے اسے بند کرنا ہمارے لیے مشکل نہیں ہوگا۔ یہاں جھاڑیاں اور پتھر بہت ہیں۔ چلو آجاؤ۔“ لڈ نے کہا۔

اس کے بعد ہم نے جھاڑیاں اٹھا اٹھا کر سڑک پر پھینکنا شروع کر دیں۔ تھوڑی ہی دیر میں اچھی خاصی جھاڑیاں سڑک پر جمع ہو گئیں۔ آنے والی گاڑی کو ہر قیمت پر روکنا ہی پڑے گا لیکن اب یہ تقدیر کی بات ہے کہ گاڑی کونسا کی طرف سے آئے یا دوسری جانب سے اور یہی ہوا بھی۔ روٹرا سے آنے کے بجائے ہمیں ایک لمبی خوبصورت کار کونسا کی جانب سے آتی ہوئی نظر آئی۔ کار کی رفتار اچھی خاصی تیز تھی۔ ہم دونوں مستعد ہو گئے۔

میں سڑک کی ایک سمت چلا گیا اور لڈ دوسری جانب۔ گاڑی کی ہیڈ لائٹس میں غالباً جھاڑیوں کو دیکھ لیا گیا تھا اور جو کوئی بھی اس میں موجود تھا پریشان ہو گیا ہوگا۔ ایک دراز قامت آدمی نیچے اترا۔ ہیڈ لائٹس جلی چھوڑ دی گئی تھیں۔ اس نے جھاڑیوں کو دیکھا پھر ادھر ادھر دیکھنے لگا اور اس کے بعد اس نے اپنے بغلی ہولسٹر سے پستول نکال لیا۔ اسے شبہ ہو گیا تھا کہ سڑک کسی خاص وجہ سے روکی گئی ہے۔ کچھ دیر تک وہ پستول سیدھا کیے ادھر ادھر دیکھتا رہا اور پھر سڑک کے کنارے چل پڑا۔ رخ لڈ کی طرف تھا پھر اچانک ہی تیز آواز سنائی دی۔ لڈ جیسے آدمی کو اپنے اوپر قابو رکھنا ایک مشکل کام تھا۔ دراز قد آدمی سڑک کے نشیب میں غائب ہو گیا اس کی ہلکی سی چیخ بھی ابھری اور اس کے ساتھ ہی مزید تین افراد گاڑی سے نیچے اتر آئے اور اس جانب دوڑے تھے۔

”رکو..... کون ہے۔ کیا بات ہے؟“

اب میرے لیے ضروری تھا کہ میں لڈ کو مشکل سے بچاؤں۔ ہو سکتا ہے یہ لوگ بھی مسلح ہوں۔ میں نے ایک دم اپنی گن اتار کر فائرنگ شروع کر دی اور وہ لوگ چیختے ہوئے ادھر ادھر بھاگنے لگے۔ مجبوراً ایک آدمی کو زخمی کرنا پڑا۔ باقی دو افراد نے ہاتھ اٹھا دیے۔ ان میں سے ایک نے چیخ کر کہا۔

”ہمیں ہلاک کرنے کی کوشش نہ کرو۔ ہم بے ضرر لوگ ہیں اور ہم تم سے تعاون کریں گے۔“

لڈ اپنے شکار کو کندھے پر اٹھائے ہوئے برآمد ہو گیا۔ اس کے ہاتھ میں بھی گن نظر آرہی تھی۔ میں بھی سڑک کی دوسری جانب سے نکل آیا۔ ہمیں زیادہ دیر نہیں لگانی تھی

لذا اسٹمبوٹ خاموشی سے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ گاڑی کی رفتار ست کرنے کے لیے میں نے اسے خود نہیں کہا تھا کیونکہ جانتا تھا کہ آدمی نہیں جانور سے واسطہ ہے اور میرے کہنے کا یہ شخص برا ہی مانے گا میری بات پر تو عمل نہیں کرے گا۔ اب جو ہو رہا ہے ہونے دیا جائے۔ کیا فرق پڑتا ہے۔ کونسا کا سفر ختم ہوتا چلا گیا اور کچھ دیر بعد لڈ نے مجھے بتایا کہ ہم کونسا پہنچ چکے ہیں۔

”یقیناً“ جناب اس میں شک کی کیا بات ہے؟“

”حد سے زیادہ احتیاط بھی وقت ضائع کرنے کے مترادف ہوتی ہے۔ ان ساری چیزوں کو اسی طرح چھوڑ دو بس جیبوں میں جو کچھ ہے وہ اپنے پاس محفوظ رکھو۔“ صبح ہونے میں زیادہ دیر نہیں تھی۔ ہلکا ہلکا اجالا پھیلنے لگا تھا۔ ہم پر سکھان انداز میں چلتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔ ابھی تک مجھے یہ اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ لڈ کے ذہن میں کیا ہے۔ چلتے چلتے وہ رک گیا۔ اپنی داہنی سمت مڑ کر دیکھا۔ ایک چھوٹا سا خوب صورت مکان بنا ہوا نظر آ رہا تھا۔ چھوٹا سا گیٹ جس کے دوسری جانب درخت جھانک رہے تھے۔ اطراف میں مکمل خاموشی اور سناٹا طاری تھا۔ اس نے چٹکی بجا کر مجھے اپنے ساتھ آنے کے لیے کہا اور میں اس کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ بہر حال اس شخص کو ہینڈل کرنا ایک مشکل کام تھا اور میں یہی مشکل کام سرانجام دے رہا تھا۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا پھر دوسرے لمحے اچھل کر گیٹ پر ہاتھ رکھے اور پھر اپنے جسم کے ساتھ دوسری جانب کود گیا۔ ظاہر ہے اس کے پیچھے مجھے بھی کودنا تھا۔ کیونکہ میں اسے کسی بھی قیمت پر ضائع نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے بھی اندر قدم رکھا دیے۔ وہ بڑے اطمینان سے آگے بڑھ رہا تھا اور صورت حال کافی حد تک میری سمجھ میں آگئی تھی۔

چھوٹے سے خوبصورت بنگلے میں ایک قیمتی کار کھڑی ہوئی تھی۔ ابھی مکان کے مکین گہری نیند سو رہے تھے۔ اس لیے کسی بھی طرف سے جاگنے کے کچھ آثار نظر نہیں آرہے تھے۔ ہم مکان کے دروازے کے سامنے پہنچ گئے اور لڈ غالباً اندر داخل ہونے کا راستہ تلاش کرنے لگا پھر اس نے سامنے کی سمت سے مایوس ہو کر بغلی سمت اور آخر میں عقبی حصے کو آزمایا۔

خوبصورت طرز کے چھوٹے سے خوشنما بنگلے میں عقبی دروازہ موجود تھا اور اس پر

شاید زیادہ توجہ نہیں دی گئی تھی۔ کیونکہ اسے باہر سے بھی تھوڑی سی کوشش سے کھولا جاسکتا تھا۔

لڈ نے بڑی مہارت کے ساتھ بے آواز وہ دروازہ کھول لیا اور ہم اندر داخل ہو گئے۔ پتلی سی راہداری دوسری جانب مڑ گئی تھی اور اس نے ہمیں اندرونی حصے میں پہنچا دیا تھا پر لڈ نے وہ بیڈ روم تلاش کر لیا جس میں چند افراد موجود تھے۔ وہ گہری نیند سو رہے تھے۔ ہم دروازے کے شیشوں سے اندر جھانک کر ان کا جائزہ لیتے رہے۔ ایک نوجوان شخص تھا اس کے پہلو میں ایک نوجوان عورت سب خوابی کے لباس میں خواب خرگوش کے مزے لیتی ہوئی۔ ایک اور کمرے میں ایک بچہ جس کی عمر آٹھ سال کے قریب تھی۔ یہ جائزہ لینے کے بعد لڈ دوسرے افراد کی تلاش میں پورے مکان میں گھومتا رہا لیکن ان تین افراد کے علاوہ اور کوئی موجود نہیں تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے سرگوشیانہ لہجے میں کہا۔

”تقدیر عموماً“ میرا ساتھ دیتی ہے۔ بڑا مختصر اور خوبصورت سا خاندان ہے۔ نوجوان مرد، لڑکی اور بچہ واہ۔ اب تم یوں کرو گے کہ اس بچے کے پاس پہنچ جاؤ اور اسے سنبھالے رکھو۔ میں ان دونوں کو جگاتا ہوں۔“

”اوکے لیکن اگر آپ مجھے یہ بتادیں کہ کیا کرنے کا ارادہ ہے تو زیادہ بہتر ہوگا۔“ ”ہم ان لوگوں کے ذریعے کوئٹو تک کا سفر کریں گے باہر موجود گاڑی کو آسانی سے لے سفر پر لے جایا جاسکتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ ڈرائیونگ کوئی اور کر رہا ہو۔ کیا سمجھے؟“

”جی۔“ میں نے آہستہ سے کہا۔ یہاں دل ذرا سادکھا تھا جو طریقہ وہ شخص اختیار کر رہا تھا بہت ہی وحشیانہ تھا لیکن صبر کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا اس کم بخت کو روکنا ایک مشکل کام تھا میں جس قدر صبر سے کام لے رہا تھا میرا دل ہی جانتا تھا۔

میں نے اس کمرے کے دروازے کو آزمایا۔ باہر سے بند کیا گیا تھا اس لیے کھولنے میں وقت نہیں ہوئی۔ ماں باپ بچے کو دوسرے کمرے میں سلا کر دروازہ بند کر کے چلے گئے ہوں گے بہر حال میں نے بچے کو جگانے کی کوشش نہیں کی تھی اور خاموشی سے خوب صورت بچے کو دیکھتا رہا تھا۔ البتہ چند ہی لمحوں کے بعد بچے نے کروش بدلی اور آنکھیں

کھول دیں۔ میں اس کے صین سامنے تھا۔ اس کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی اور دوسری چیخ مجھے برابر کے کمرے میں سنائی دے رہی تھی۔

لڈا سٹیمبوٹ اندر داخل ہو گیا تھا اور ان لوگوں کو یقیناً خوفزدہ کر رہا تھا۔ بچہ جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گیا اور آنکھیں جھپکتے ہوئے مجھے دیکھنے لگا۔ پھر پھینکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

”ہیلو۔ آپ کون ہیں؟“

”بیٹے ہم تمہارے مہمان ہیں۔“

”آپ کب آئے ہیں؟“

”زیادہ دیر نہیں ہوئی۔“

”کہاں سے آئے ہیں؟“

”یہاں مہمان کہیں سے بھی آسکتے ہیں۔“

”مئی اور ڈیڈی کو پتا ہے آپ کے آنے کے بارے میں؟“

”ہاں معلوم ہے۔“

”سر آپ ہمارے کون ہیں؟“

”انکل کہہ سکتے ہو تم؟“

”میرا نام ہیری ہے۔“

”اوہ گڈ اور میں پروفیسر کیم ہوں۔“

”ہاؤ آر یو مسٹر کیم۔“ میں نے اس کا ننھا سا ہاتھ بڑے پیار سے اپنے ہاتھ میں لے

لیا۔ اسے بوسہ بھی دیا تھا۔

”مسٹر کیم آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی ہے اور پھر اچانک اس طرح آپ کو

اپنے کمرے میں دیکھ کر میں حیران بھی ہوا ہوں۔ کیا آپ مجھے جگائے آئے تھے۔“

”ہاں۔“

”اصل میں۔ میں مہمانوں سے مل کر بہت خوش ہوتا ہوں۔ مجھے مہمان اچھے لگتے

ہیں۔“

”نتھینک یو ڈیر ہیری۔“

”اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں منہ ہاتھ دھو لوں۔ اس کے بعد مئی کے پاس چلتے ہیں۔“

”منہ ہاتھ دھو لو۔“ میں نے کہا اور وہ اٹھ بابتھ روم کی جانب بڑھ گیا۔ میں خاموشی سے اپنی جگہ کھڑا رہا تھا۔ بچہ بہت پیارا اور معصوم تھا اس کے باوجود میں نے اس بات کا خیال رکھا کہ وہ اندر سے کوئی تیز طرار چیز نہ نکل آئے اور مجھ جیسے شخص کو دھوکا دے کر بابتھ روم سے کہیں نکل نہ جائے۔

لیکن ایسا نہیں ہوا۔ وہ بال بناتا ہوا باہر نکل آیا اور پھر ایک آنکھ دبا کر بولا۔

”آئیے مئی کے پاس چلتے ہیں۔“

”ایک منٹ ٹھہرو بیٹے، مئی ڈیڈی ابھی یہیں آرہے ہوں گے۔“ لیکن اچانک مجھے

لڈا سٹیمبوٹ کی آواز سنائی دی۔

”کیم۔ آجاؤ۔ بچے کو ساتھ لے آؤ۔“ اس نے کہا اور میں یہ آواز سن کر مستعد

ہو گیا۔ میں نے ہیری کی انگلی پکڑی اور اس کے بعد کمرے سے باہر نکل آیا۔ برابر کے

کمرے سے ڈری ڈری آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ ہیری میرے ساتھ اندر داخل ہوا

تو نوجوان عورت اس کی جانب دوڑی۔ لڈا نے بڑی بے دردی سے اس کے بال پیچھے سے

پکڑ لیے تھے اور عورت کے حلق سے چیخ نکل گئی تھی۔

”دیکھو اپنی فطرت کے خلاف میں نے ابھی تک تم لوگوں سے کوئی سخت سلوک

نہیں کیا۔ تم دیکھنا چاہتے تھے کہ میرا آدمی بچے کے پاس موجود ہے یا نہیں۔ تم نے دیکھ لیا

ابھی تک تم تینوں میں سے کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا لیکن میرا دل چاہتا ہے کہ ہر

تھوڑے وقفے کے بعد میں کسی کو قتل کروں اور مجھے کبھی کسی پر رحم نہیں آتا لیکن مجھے

تمہاری ضرورت ہے۔ میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچانا چاہتا۔ ہاں تم سے کچھ گفتگو

ضرور کرنا چاہتا ہوں۔“

”پلیز اس کے بال چھوڑ دیں۔“ نوجوان مرد نے جس کی حالت کافی خراب تھی اور

جو کوئی شریف آدمی معلوم ہوتا تھا لرزتی آواز میں کہا اور پھر عورت کی جانب رخ کر کے

بولا۔

”ہلدا جذباتی باتوں سے گریز کرو۔“

”ہیری مائی ڈیئر ہیری۔“

”ابھی ہم اسے قتل نہیں کر رہے۔ کیم بچے کو مضبوطی سے پکڑے رکھو۔“

ہیری کے چہرے پر حیرت کے آثار نظر آرہے تھے۔

میں نے لڈ کے خاموش ہونے پر اہل خانہ پر نظر ڈالتے ہوئے ان سے کہا۔ ”ہم آپ کو کوئی جانی یا مالی نقصان نہیں پہنچانا چاہتے بلکہ آپ سب ہمیں اپنی گاڑی میں کوئٹہ تک پہنچا دیں۔ اس کے علاوہ ہم آپ سے کچھ نہیں چاہتے۔“

”بائی روڈ۔“

”یقیناً۔“ اگر آپ لوگ اس پر راضی نہ ہوئے تو دوسری صورت میں آپ کو قتل کر کے گاڑی لے جانا پڑے گی۔“

اسٹم بوٹ بے تعلقی سے بیٹھا ہوا کچھ سوچنے میں مصروف ہو گیا تھا۔ نوجوان جس کا نام فلیش تھا نے کینہ توڑ نگاہوں سے مجھے دیکھا لیکن منہ سے کچھ بولا نہیں تھا۔ اچانک ہی لڈ نے کہا۔ ”راستے کے لیے عمدہ قسم کے سینڈ وچرز اور کافی ساتھ ہونی چاہیے کیونکہ سفر خاصا طویل ہو گا۔“

”میں تیار کر لوں گی۔ ہم آپ سے بھرپور تعاون کریں گے۔“

”تو پھر دیر کیوں کر رہی ہو۔ ہمیں یہاں سے نکل چلنا چاہیے جس قدر جلد ممکن ہو سکے۔“ لڈ نے کہا اور ہلدا بارک نور اٹھ گئی۔

ہیری اس دوران خاموش ہی رہا تھا۔ میری ہدایت پر فلیش نے لباس تبدیل کیا۔ ہیری کو بھی ایک خوبصورت لباس پہنایا گیا۔ وہ جانتے تھے کہ مصیبت گلے پڑ گئی ہے اور اب نجات مشکل ہے چنانچہ جو کچھ کیا جائے کیوں نہ خوش دلی سے کیا جائے اور کیا مزے کی بات تھی۔ ایک انوکھا اور پر لطف سفر شروع ہو گیا۔ انداز بالکل ایسا تھا جیسے ایک خاندان پکنک کے لیے نکلا ہو۔ البتہ میں نے پستول اپنے ہاتھ میں ہی رکھا تھا کیونکہ اس کا لڈ کے پاس ہونا کسی بھی لمحے خطرناک ہو سکتا تھا۔ ان بے چارے پریشان حال لوگوں کے لیے جو ناہانی مصیبت میں گرفتار ہو گئے تھے۔

میں اور سیری کے ساتھ پیچھے بیٹھے ہوئے تھے اور ہیری ایک ایک چیز کو دیکھ کر خوشی نکالتا رہا تھا۔ اسے اس بات پر مسرت تھی کہ وہ لوگ ڈرائیو پر نکلے ہوئے

ہیں۔ جبکہ اس کے ماں باپ کے دل پر جو بیت رہی تھی وہی جانتے تھے۔ لڈ آرام سے پچھلی سیٹ پر ٹیم دراز تھا اور ہیری کی باتوں سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ ہیری راستے کے بارے میں تفصیلات بتاتا جا رہا تھا اور ایک ایک چیز کی خوش ہو کر نشان دہی کر رہا تھا۔

بہر حال سفر جاری رہا ہمیں صرف یہ خطرہ تھا کہ کہیں بہت ہی برق رفتاری سے کام نہ ہوا ہو اور کوئٹہ کے ذمہ داروں نے فوری طور پر اس کارروائی کی رپورٹ نہ دے دی ہو لیکن کوئٹہ تک کا طویل ترین راستہ طے ہو گیا اور جب ہم کوئٹہ پہنچے تو شام جھک آئی تھی۔ کوئٹہ میں داخل ہونے کے بعد فلیش نے تھکے تھکے انداز میں ہمیں دیکھا۔ پورے دن ڈرائیو کرنا معمولی بات نہیں تھی جبکہ ہم لوگ آرام سے بیٹھے رہے تھے اور ایک بار بھی نہ میں نے اور نہ لڈ نے ڈرائیونگ کی پیش کش کی تھی۔

شہر میں داخل ہونے کے بعد لڈ نے ایک جگہ گاڑی رکوالی اور پھر نیچے اتر کر نہایت خلوص کے ساتھ مسٹر فلیش سے مصافحہ کیا اور بولا۔

”اس دوستی کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا اور ممکن ہوا تو اس کا صلہ بھی دیا جائے گا۔ اب تم جاؤ ظاہر ہے پورے دن کی ڈرائیونگ کے بعد تمہارے اندر واپسی کی سکت نہیں ہوگی لیکن کوئٹہ ایسی جگہ نہیں ہے جہاں تمہیں قیام میں کوئی دقت پیش آئے۔“

فلیش نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بس اس نے اس طرح گاڑی آگے بڑھا دی تھی جیسے اس مصیبت سے نجات مل جانے کی توقع ہی نہ ہو۔ میں نے کوئٹہ کے ماحول کا جائزہ لیا۔ راستے میں پٹرول پمپ پر پٹرول بھرنے والے بوڑھے آدمی کی نظریں میرے ذہن میں چبھ رہی تھیں جس نے عجیب سی نگاہوں سے ہمیں دیر تک دیکھا تھا اور اس بات سے مجھے یہ خوف ہو گیا تھا کہ ممکن ہے ہمارے فرار کے سلسلے میں کوئی ایسا طریقہ دریافت کیا گیا ہو جس کے ذریعے عام لوگوں کو بھی ہماری نشان دہی کر دی گئی لیکن میں نے اس کا تذکرہ لڈ سے نہیں کیا تھا۔ نتیجہ دو چار افراد کی موت کی شکل میں ظاہر ہوتا۔

”لڈ نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ ”میں نے تم سے کہا تھا کہ کوئٹہ پہنچنے کے بعد ایسے انتظامات ہو جائیں گے جن سے ہم یہاں سے نکل سکیں۔“

”جی سر۔ کیا اس کا معقول بندوبست ہے؟“

”تم اس کی فکر مت کرو۔ البتہ ہمیں تھوڑا سا وقت مختلف جگہوں پر گزارنا ہو گا۔“

”یس سر۔“ میں نے کہا اور اس کے بعد لڈ کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔

لڈ کے انداز میں اس قدر بے پروائی تھی جیسے وہ اپنے گھر کے لان میں گھوم رہا ہو۔ دیواروں، دکانوں، اور دروازوں کو اطمینان سے دیکھتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا لیکن میری نگاہوں میں خوف کے آثار تھے بہر حال ہم آگے بڑھتے رہے۔ رات اب پوری طرح پھیل گئی تھی اور اس سے کم از کم یہ فائدہ ضرور ہوا تھا کہ اندھیری جگہوں پر شکلیں پہچاننے میں دقت ہو سکتی تھی اور بچت کے امکانات تھے پھر ہم ایک ریسٹورنٹ کے سامنے پہنچے جو بند تھا اور اس کے باہر ”کلوز“ کا بورڈ لگا ہوا تھا۔ لڈ کے ہونٹوں سے بڑراہٹ نکلی۔

”یہ کتے کا بچہ کہاں مر گیا؟“ چونکہ کتے کے بچے کی کوئی نشاندہی کی گئی تھی اس لیے میں نے بھی اس کے بارے میں تفصیل معلوم نہیں کی۔

لڈ چند لمحات ہونٹ سکڑے دیکھتا رہا۔ کوئی آدمی ریسٹورنٹ کے سامنے کے حصے میں نظر نہیں آ رہا تھا۔ پھر لڈ نے آہستہ سے کہا۔ ”آؤ۔“ میں اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ لڈ کو ایک گلی سے گزر کر ایک لمبا چکر لگانا پڑا تھا۔ تب وہ ریسٹورنٹ کے عقبی حصے میں پہنچا یہاں ایک چھوٹا دروازہ بنا ہوا تھا۔ ابھی ہم چھوٹے دروازے کے پاس پہنچے ہی تھے کہ ایک بوڑھے اور مجھول سے شخص نے دروازہ کھولا اور کچرے کے پیکٹ نکال کر باہر ڈھیر کرنے لگا۔ لڈ آہستہ آہستہ اس کے قریب پہنچ گیا اور اس نے بڑی شرافت سے کہا۔

”ایکسیکیوزی سر۔“ لڈ سے اس شرافت کی توقع کسی قیمت پر نہیں کی جاسکتی تھی۔ میں حیرانی سے اسے دیکھنے لگا۔

”کیا بات ہے؟“

”کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں جناب۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ یہ ریسٹورنٹ کیوں بند ہے؟“

”یہ ریسٹورنٹ ہے؟“ بوڑھا شخص پھاڑ کھانے والے انداز میں بولا۔

”مسٹر یا نیلو کہاں ہیں؟“

”جنم میں۔“ بوڑھے شخص نے برا سامنے بنا کر کہا۔

”اوہو اچھا ہوا وہاں کب تشریف لے گئے تھے۔“ لڈ نے سوال کیا اور آہستہ سے

آگے بڑھ کر بوڑھے کے قریب پہنچ گیا۔

”مجھے نہیں معلوم۔“ اس نے جواب دیا اور لڈ کے ہاتھ کے چوڑے شکبے نے بوڑھے کی گردن پکڑ لی۔ بوڑھے شخص کے حلق سے بالکل مرغے جیسی قہقہے کی آواز نکلی تھی لیکن لڈ اسے گردن ہی سے پکڑ کر اٹھائے ہوئے دروازے سے اندر داخل ہو گیا اور پھر اس نے میرے داخل ہونے کے بعد پاؤں سے دروازہ بند کر دیا۔ بوڑھے شخص کی آنکھیں ابلی پڑ رہی تھیں اور وہ اپنے آپ کو پہچاننے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ ادھر ایک پتلی سی راہداری تھی۔ لڈ نے بوڑھے کو راہداری میں گرا دیا اور پھر اس کی پنڈلی پر پاؤں رکھتا ہوا بولا۔

”بانیلو کہاں ہے؟“

”اوپر.....“ بوڑھے کے حلق سے خوفزدہ سی آواز نکلی اور لڈ نے گردن ہلا دی۔ ایک بار پھر جھک کر بوڑھے کو اٹھایا اور ایک ہاتھ اس کی کنپٹی پر رسید کر دیا۔ بوڑھا ہارنے لگا تھا اس کی آنکھیں چڑھ گئی تھیں۔ اگر میں اسے سنبھال نہ لیتا تو وہ منہ کے بل زمین پر جاگرتا۔ میں نے اندازہ لگایا تھا کہ وہ ہوش و حواس کھو بیٹھا ہے۔

میں نے اسے سیدھا راہداری میں لٹا دیا اور تیزی سے لڈ کے پیچھے دوڑ پڑا۔ لڈ اطمینان سے آگے بڑھ رہا تھا۔ راہداری کے آخری سرے پر زینہ نظر آیا اور لڈ اس پر چڑھنے لگا۔ ہم اوپر راہداری میں پہنچ گئے۔ چاروں طرف خاموشی اور سنائے کا راج تھا۔ بس ایک کمرے میں مدھم روشنی نظر آرہی تھی۔ لڈ نے اسی کی طرف رخ کیا تھا۔ دروازے کو دھکیلا اور وہ زوردار آواز کے ساتھ کھل گیا۔ لڈ اندر داخل ہو گیا۔

اندر ایک مسہری پر دو انسان دراز تھے۔ ایک عورت اور ایک مرد۔ دونوں بیک وقت چیخ پڑے اور خوفزدہ نگاہوں سے ہمیں دیکھنے لگے۔ پھر مرد جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے مسہری کے پائلٹی پڑے کنبل پر جھپٹا مارا اور اسے بدن کے گردن لپیٹ لیا۔ اس کے ساتھ ہی عورت کو بھی احساس ہوا اور کنبل کا بقیہ حصہ اس کے ہاتھ آیا۔ اس نے خود کو اس میں چھپا لیا۔ مرد کے منہ سے خوفزدہ لہجے میں نکلا۔

”لل..... لڈ..... آپ.....“

”وہ سامنے ہاتھ روم ہے۔“ لڈ نے انگلی سے اشارہ کیا۔

”پیس..... پس لارڈ.....“ مرد نے کہا۔ اور بھرتی سے مسہری کے نیچے کود گیا۔ اس نے پورا کمبل اپنے قبضے میں کر لیا تھا۔ ”بھی عورت نے چیخ ماری اور مسہری سے کود کر باتھ روم کی طرف بھاگی۔ دوڑتے ہوئے اس نے کمبل مرد سے چھین لیا اور وہ ہکا بکا کھڑا رہ گیا۔ پھر خود بھی غسل خانے کی طرف چھلانگ لگا دی اور عورت کے ساتھ ہی غسل خانے میں گھس گیا۔

لڈ نہایت کمینہ انسان تھا اس نے ان دونوں کی پریشانی کی کوئی پروا نہیں کی تھی۔ کچھ دیر کی خاموشی کے بعد غسل خانے سے مرد کی آواز سنائی دی۔

”ایکسیکونومی سر۔ وہ اسٹینڈ پر کچھ لباس پڑے ہوئے ہیں۔ آپ براہ کرم زحمت کیجئے۔“ وہ شاید مجھ سے مخاطب تھا۔

”میں برابر دالے کمرے میں ہوں۔ تین منٹ کے اندر وہاں آجاؤ۔“ لڈ نے کہا اور مجھے اشارہ کر کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے مزد کی بات کی پروا نہیں کی تھی۔ پھر اس نے دوسرے کمرے کا دروازہ کھولا اور روشنیاں جلا دیں۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ یہاں کے ماحول سے پوری طرح واقف ہو۔ یہاں چند صوفے پڑے ہوئے تھے۔

پریشان حال شخص نے اندر آنے میں دیر نہیں کی تھی۔ وہ دانت نکالے ہوئے لڈ کے سامنے آکھڑا ہوا۔ ”سوری لارڈ۔“

”گئی؟“ اس نے پوچھا۔

”ہاں۔“

”بیٹھ جاؤ۔“

”تھینک یو لارڈ۔“ وہ بیٹھ گیا۔

”ریستوران بند کیوں پڑا ہے؟“

”وہ میرا لائنس کینسل ہو گیا ہے۔ وہ کچھ پولیس افسران سے ناچاقی ہو گئی تھی۔

ایک ماہ کے بعد بحال ہو جائے گا۔“

”ہوں۔ مجھے دیکھ کر حیران ہوئے۔“

”بس..... لارڈ۔“ وہ ہاتھ ملاتا ہوا بولا۔

”میں نے جیل توڑی ہے بائیو اور اب مجھے یہاں سے کو لہیا جانا ہے اور تمہیں

اس کا بندوبست کرنا ہے۔“ لڈ نے مختصر الفاظ میں سب کچھ بتا دیا اور بائیو کا چہرہ خوف سے سکڑ گیا۔

”پپ..... پولیس آپ کے پیچھے ہے لارڈ۔“ اس نے سمے ہوئے لہجے میں کہا۔

”ابھی نہیں لیکن شاید اس میں زیادہ وقت نہیں لگے گا۔“

”آپ کو لہیا جائیں گے۔“ بائیو بولا۔

”ہاں اس کے بعد فرانس۔“

”طریقہ سفر کیا اختیار کریں گے؟“

”محفوظ ہونا چاہیے۔ مگر سنو۔ پہلے ڈنر کا بندوبست کرنا ہے۔ ہم بھوکے ہیں۔“

”اسٹاف چھٹی پر ہے لیکن انکل موجود ہیں۔ میں انہیں بھیج کر باہر سے کھانا منگوا

لیتا ہوں۔“

”انکل۔“

”ہاں میرا بوڑھا چچا میرے ساتھ ہی رہتا ہے۔“

”تب کوئی اور انتظام کرو۔“ لڈ نے مسخرے پن سے کہا۔

”میں سمجھا نہیں۔“

”بوڑھا چچا تھکا ہوا تھا۔ دو تین گھنٹے آرام کرے گا۔“ لڈ نے جواب دیا۔ بائیو کچھ

دیر نہ سمجھنے والے انداز میں لڈ کو دیکھتا رہا۔

”میں کسی اچھے ریستوران کو فون کر کے کھانا منگوا لیتا ہوں۔“ وہ ٹیلی فون کے

قریب پہنچا اور پھر اپنی معلومات کے مطابق کوئی نمبر ڈائل کر کے انتظار کرنے لگا۔ رابطہ قائم

ہو گیا تو اس نے کھانے کے بارے میں آرڈر دے دیا اور اس کے بعد ٹیلی فون رکھ کر ہم

لوگوں کی جانب دیکھنے لگا۔

”ہاں تو میں نے تم سے پوچھا تھا بلکہ شاید تم نے مجھ سے پوچھا تھا کہ طریقہ سفر کیا

ہونا چاہیے۔ ایک ایسے شخص کو بلکہ دو ایسے افراد کو جو کونسا جیل سے بھاگے ہوئے ہیں

کو لہیا پہنچنے کے لیے کون سا طریقہ سفر اختیار کرنا چاہیے۔ اس کا فیصلہ تم کر سکتے ہو۔

کیونکہ تمہارا تعلق اکواڈور سے ہے۔“

”یہی غور کر رہا ہوں سر۔“ بائیو نے جواب دیا حالانکہ اس کی آواز سے خوف

کروں گا کہ کینٹو پہنچ کر میں تمہارے نام سے کسی جہاز راں سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کروں۔ تم نہایت اطمینان کے ساتھ اپنے کسی آدمی سے ہمارا رابطہ قائم کراؤ گے اور ہمیں جہاز پر سوار کر کے اس وقت تک انتظار کرو گے جب تک جہاز ساحل نہ چھوڑ دے۔“

”لیس لارڈ۔“

”تمہیں موت نہیں آنی چاہیے کیونکہ تمہارا لائسنس بھی ابھی ایک ڈیڑھ ماہ میں بحال ہو گا۔ تمہارا ریستوران ویسے بھی بند پڑا ہوا ہے۔“

”لیس لارڈ میں نے انکار نہیں کیا۔“

”اخراجات کے لیے ہمارے پاس کچھ کرنسی ہے۔ وہ میں تمہارے سامنے رکھ دوں گا۔ کو لمبیا جا کر میرے لیے رقم کا حصول کوئی مشکل کام نہیں رہے گا۔“

”نہیں لارڈ۔ اس کی کیا ضرورت ہے کیا میرے پاس آپ کے لیے اتنی سی رقم بھی نہیں ہے۔“

”بس میں بہت زیادہ محبتیں قبول نہیں کرتا۔ تمہارے ساتھ میں نے جو احسانات کیے ہیں ان کے صلے میں تم سے یہ ذمہ داری لے رہا ہوں اس لیے نہ میرے محسن بننے کی کوشش کرو اور نہ بہت زیادہ سعادت مند۔“

بائیلو نے خاموشی اختیار کر رکھی تھی۔ غالباً اس پاگل بل ڈاگ کے بارے میں وہ اچھی طرح جانتا تھا۔

”تو پھر کتنی دیر کے بعد ہم یہاں سے ساترے کے لیے روانہ ہوں گے؟“

بائیلو نے ایک لمحے کے لیے مضطربانہ انداز میں ادھر ادھر دیکھا پھر بولا۔ ”لارڈ جس قدر جلد ممکن ہو سکے ویسے رات کا سفر اچھا رہے گا۔“

”مگر ایک رات برباد نہیں کی جاسکتی۔“

”لیس لارڈ، بس آپ کھانا کھا لیجئے میں تیاریاں کرتا ہوں۔“

”اس وقت تک ہمارے سامنے ہی بیٹھو جب تک کہ کھانا نہ آجائے۔“

”لیس لارڈ۔“ بائیلو نے بے چارگی سے جواب دیا لڈ اچانک ہی اسے چونک کر دیکھنے لگا۔ پھر مدھم سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

ٹپک رہا تھا۔ خوفزدہ ہونے کی بات بھی تھی ظاہر ہے حالات کی سنگینی کا اسے پورا پورا احساس تھا۔ بہت دیر تک وہ بالکل خاموش رہا اور حیران کن طریقے سے لڈ نے بھی اس سے کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ بائیلو غالباً اپنے ذہن میں کوئی طریقہ کار ترتیب دے رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے کہا۔ ”میں نے ایک فیصلہ کیا ہے لارڈ۔“

”ہاں بتاؤ۔“

”میرا خیال ہے کہ ہمیں یہاں سے ساترے چلنا ہو گا۔ ساترے ایک چھوٹا سا صنعتی قصبہ ہے اور وہاں سے دریائے میرڈین بہتا ہے۔ اس راستے سے اسٹیم سرورس ہے۔ میرا مطلب ہے کہ بہت سے ایسے اسٹیمر وغیرہ وہاں سے چلتے ہیں جو جزائر گیلاینگوز جاتے ہیں۔ جزائر گیلاینگوز کا سب سے پہلا جزیرہ کینٹو ہے۔ اگر ہم کینٹو پہنچ جائیں تو وہاں سے بے شمار میرے ایسے شناسا جہاز راں مل جائیں گے جو دو افراد کو لے کر جانے میں حیل و حجت نہیں کریں گے۔ عموماً یہ ہوتا ہے کہ اگر مجھے یہاں سے کچھ سامان بھجوانا ہوتا ہے تو کینٹو میں کوئی نہ کوئی میرا واقف کار مل جاتا ہے اور کام آسان ہو جاتا ہے۔“

”بہت سی باتیں ایک ساتھ کر ڈالی ہیں تم نے۔ مثلاً ساترے تک جانے کا کیا طریقہ کار ہو گا؟“

”میں آپ کو بذریعہ کار ساترے لے چلوں گا۔“

”گڈ“ نمبر ایک یہ بات ہوئی نمبر دو ساترے سے تم کہتے ہو کہ اسٹیمر کے ذریعے کینٹو جانا ہو گا۔“

”لیس لارڈ۔“

”اس کا کیا طریقہ کار ہوتا ہے؟“

”عموماً ساترے سے جزائر گیلاینگوز تک اسمگلنگ ہوتی ہے اور اس کے لیے بہت سے ایسے اسٹیمر کام کرتے ہیں جو معقول معاوضہ لے کر دو افراد کو کینٹو تک پہنچا سکتے ہیں۔ معاوضہ معقول دینا پڑے گا۔“

”دو نہیں تین۔“ لڈ نے کہا۔

”تت..... تین۔“ بائیلو حیرانی سے بولا۔

”تم بھی ہمارے ساتھ ہی کینٹو تک چلو گے ظاہر ہے میں یہ بات تو کبھی قبول نہیں

”شاید تم نے اسے جانے کے لیے نہیں کہا ہے۔“

”لارڈ اسے کچھ رقم دے کر روانہ کرنا ہے۔“ ہائیلو شرمندگی سے گردن جھکا کر

بولے۔

”دفع ہو جاؤ اور کھانے کے ساتھ واپس آؤ۔“

”ہائیلو جلدی سے باہر نکل گیا۔ غالباً چچا کی نیند بھی اس کے ذہن کو کھٹک رہی تھی۔ کوئی بھی توقع رکھی جاسکتی تھی اور پھر وہ جو اٹھ کر غسل خانے میں بھاگ گئی تھی۔ اب سبھی تو ایسے غیر مہذب لوگوں کی توقع نہیں رکھتے جیسا لڈ تھا۔ ویسے واقعی عجیب و غریب شے تھا یہ شخص حالانکہ اتنا مشکل نہیں تھا لیکن جب تک اس مشکل کو آسان نہ بنایا جائے وہ مشکل ہی مشکل تھا۔“

ہائیلو کے نکل جانے کے بعد وہ برا سامنے بنا کر صوفے کی پشت سے ٹپک گیا۔ چند لمحات سوچتا رہا۔

”جزائر گیلا پیگوز اکواڈور ہی میں شامل ہیں۔ یہ بہت سے جزائر کا مجموعہ ہیں اور کوئٹو سے شاید ان کا فاصلہ ایک ہزار میل کے قریب ہے۔ اب میں یہ نہیں جانتا کہ وہ صنعتی قصبہ ساترے یہاں سے کتنے فاصلے پر ہے لیکن ہمیں ایک طویل سفر سمندری اسٹیمر سے کرنا ہوگا اور یہی محفوظ طریقہ ہے۔ کیونکہ اس دوران کونسا سے اطلاع مل چکی ہوگی اور وہ لوگ شاید اس طویل ترین طریقہ سفر کے بارے میں نہ سوچ سکیں جس قدر جلد ممکن ہو سکے ہمیں اکواڈور چھوڑ دینا چاہیے۔“

”لیس سر۔“ میں نے جواب دیا۔

لڈ اسی طرح کی گفتگو کا قائل تھا جہاں کہیں اس کے ساتھ بے تکلفی کا مظاہرہ ہوتا وہاں اس کا دماغ بہک جاتا تھا پھر کہیں سے گھنٹیاں بجنے کی آواز سنائی دی لیکن ہم نے اس پر کوئی توجہ نہیں دی۔ لازمی امر تھا کہ ہائیلو کا طلب کیا ہوا کھانا آگیا تھا۔ یہی سچائی تھی کیونکہ تھوڑی دیر کے بعد ہائیلو نفیس برتنوں میں کھانا سجائے ہوئے اندر داخل ہوا اور اس نے نہایت ادب سے یہ کھانا ہمارے سامنے پیش کر دیا۔

”تو تم کھا چکے ہو گے؟“

”لیس سر۔“

”وہ چلی گئی؟“

”لیس سر، لیکن چچا کی حالت ذرا خراب ہے۔“

”کیوں؟“

”انہیں ابھی تک ہوش نہیں آیا۔“

”بے وقوف آدمی تھا۔ میں نے اس سے سوال کیا کہ ہائیلو کہاں ہے تو بولا جہنم میں۔ میں نے سوچا کہ جہنم سے ہائیلو کو بلانے کے لیے اسے بھی جہنم رسید ہی کر دیا جائے۔ بس اس وقت رحمہالی ہی تھی کہ میں نے اسے زندہ چھوڑ دیا۔“

”چچا سے میں نے ہزار بار کہا ہے کہ اپنے غصے کو قابو میں رکھا کریں لیکن کیا کیا جائے مجبوری ہے۔“ ہائیلو نے بے بسی سے کہا۔

لڈ نے شاید اس کی پوری بات بھی نہیں سنی تھی۔ ہاتھ دھوئے بغیر وہ کھانے پر پل پڑا۔ کھانا واقعی بہت شاندار تھا۔ میں نے احتیاط سے اپنی پسند کی چیزیں منتخب کر لیں جنہیں کھایا جاسکتا تھا ورنہ دیار غیر میں تو نجانے کیا کیا کچھ کھانے کو مل جاتا۔ بہر حال مجھے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ کھانے کے بعد لڈ انتظار نہیں کرے گا۔ ہائیلو نے فوراً کہا۔

”اگر آپ مجھے اجازت دیں لارڈ تو میں گاڑی تیار کر لوں۔“

”ہاں۔ یہی مناسب ہے۔“ لڈ بولا اور ہائیلو اجازت لے کر چلا گیا۔

ہم لوگ کھانے سے فارغ ہوئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہائیلو واپس آگیا اس نے لباس تبدیل کر لیا تھا اور مستعد نظر آ رہا تھا پھر اس نے کہا۔

”کسی ایسی شے کی آپ کو ضرورت ہے لارڈ جو آپ ساتھ لے جانا چاہیں۔“

”ایک چھوٹا سا سوٹ کیس۔ میرے سائز کا لباس تو ملے گا نہیں لیکن تمہارے لباس میرے ساتھی پروفیسر کیم کے جسم پر بہ آسانی آسکتے ہیں۔ اس لیے چند لباس سوٹ کیس میں رکھ دو۔“

”لارڈ میں نے آپ کے سائز کے کچھ لباس بھی سوٹ کیس میں رکھ دیے ہیں۔“

”وہ تمہارے پاس کہاں سے آئے؟“

”بس اتفاق ہے بڑے سائز کے کچھ لباس ایک بار اسمگلنگ کے سامان میں میرے پاس آ گئے تھے اور میں انہیں بیل نہیں کر سکا تھا۔“

”ہاں ٹھیک ہے اور یہ بہت اچھی بات ہے کچھ جوڑے جوتے وغیرہ بھی۔“
 ”نہیں، لیکن آپ اطمینان رکھیں ساترے میں ہم خریداری کر لیں گے۔“ بائیو
 نے کم از کم یہ الفاظ مخلصانہ کہے تھے۔

کھانے سے فراغت حاصل کرنے کے بعد لڈ نے بائیو کو فوراً سفر پر جانے کا حکم دیا
 اور ہم سب تیار ہو کر بائیو کی ایک اسٹیشن ویگن میں بیٹھ گئے اور سفر شروع ہو گیا۔
 لڈ پچھلی سیٹ پر جا کر دراز ہو گیا۔ پتا نہیں سو رہا تھا یا جاگ رہا تھا۔ بائیو خاموشی
 سے ڈرائیونگ کرتا رہا تھا اور یہ بات اس کا احساس دلاتی تھی کہ وہ اس ناگہانی سے
 دلبرداشتہ ہے اور جو کچھ کر رہا ہے خوشدلی سے نہیں کر رہا۔ بہر حال سفر جاری رہا۔
 ساترے کے بارے میں بائیو نے مجھے مکمل تفصیل بتائی تھی۔ یہ سفر خاصا طویل رہا تھا اور
 اس وقت غالباً صبح کے پونے پانچ بج رہے تھے جب دور سے ساری رات کی تنگی ماندی
 روشنیاں جھلملاتی نظر آئی تھیں۔ غالباً ساترے آگیا تھا۔ بائیو ڈرائیو کرتا رہا اور اس کے
 بعد اس نے دریا میلوڈین کے ساحل کے ساتھ ہی اسٹیشن ویگن روکی تھی۔ یہاں زندگی
 رواں دواں تھی۔ عظیم الشان دریا تھا اور اس میں اسٹیمر وغیرہ اب بھی نظر آ رہے تھے۔
 جگہ جگہ ڈیک بنے ہوئے تھے۔ لوڈنگ اور ان لوڈنگ ہو رہی تھی۔ مزدور اپنے کام میں
 مصروف تھے۔ کینن اور چھوٹے چھوٹے ہوٹل۔ ایک ہنگامہ خیز زندگی یہاں نظر آ رہی
 تھی اور رات کے اس حصے نے اس ماحول پر کوئی اثر نہیں ڈالا تھا۔ غالباً یہاں دن رات
 کام ہوتا تھا۔ میں دریائے میلوڈین اور ساترے کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا تھا۔ اس
 لیے بس دلچسپ نگاہوں سے اس ہنگامہ خیز زندگی کو دیکھتا رہا۔ لڈ اسٹم بوٹ گاڑی رککنے کے
 بعد اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔

”بہت طویل سفر تھا۔ کیا ہم مطلوبہ جگہ پہنچ گئے۔“

”ہیں لارڈ۔“

”اب کیا کرنا ہے؟“

”آپ کسی اوپن ایئر میں جا کر بیٹھ جائیے۔ میں انتظامات کر کے آتا ہوں۔ گاڑی کو
 بھی کسی ایسی جگہ محفوظ کرنا ہو گا جہاں وہ میری واپسی تک محفوظ رہے۔“
 ”اوکے اور سنو کہیں پولیس کو ہمارے بارے میں خبر نہ کر دینا۔“ لڈ اسٹم بوٹ نے

کہا اور بائیو چونک کر اسے دیکھنے لگا پھر اس نے کسی قدر افسردگی سے کہا۔
 ”کیا لارڈ بائیو سے اس کی توقع رکھتے ہیں۔“

”اسٹم بوٹ شاید اپنے آپ پر بھی بھروسہ نہیں کرتا۔ جاؤ جاؤ تم جانتے ہو کہ میں
 دوستی ہی کا مارا ہوا ہوں۔“ بائیو ٹھنڈی سانس لے کر وہاں سے چلا گیا۔ لڈ اسٹم بوٹ کے
 اس وقت کے الفاظ نے مجھے متاثر کیا تھا جگہ جگہ اوپن ایئر ریسٹوران نظر آ رہے تھے۔ ہم
 وہیں جا بیٹھے۔

”مجھے تو بھوک لگ رہی ہے اور ذرا دیکھو فضا میں کیسی عجیب و غریب
 خوشبوئیں رچی ہوئی ہیں۔ شاید کہیں گوشت بھونا جا رہا ہے۔ ٹھہرو میں دیکھتا ہوں۔“ اس
 نے اپنی لمبی گردن اٹھا کر چاروں طرف دیکھا اور پھر اسے وہ جگہ نظر آ گئی جہاں بکرے کی
 رائیں بھونی جا رہی تھیں۔ لوہے کی سلاخوں میں رائیں بھوننے کا یہ انداز کچھ اپنے علاقے
 جیسا ہی تھا۔ ہم اس سے متعلق جگہ جا کر بیٹھ گئے اور لڈ اسٹم بوٹ نے ویٹر کو اشارے سے
 بھونی ہوئی رائیں لانے کے لیے کہا۔

بہت نفاست سے یہ رائیں ڈشوں میں سجا کر لائی گئی تھیں اور اس کے ساتھ ہی
 عمدہ قسم کی کافی بھی۔ غالباً دریا پر کام کرنے والے عملے کے افراد یہاں آکر کافی کے ساتھ
 یہ بھنی ہوئی رائیں کھایا کرتے تھے۔ انہیں دیکھ کر مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ سو فیصد بکرے
 ہی کی ہیں۔ حالانکہ یہ احساس بھی تھا کہ پتا نہیں بکرا جائز طریقے سے ذبح ہوا ہو گا یا نہیں
 اور شاید اسی احساس کے تحت جب لڈ اسٹم بوٹ نے مجھے رائیں کھانے کی دعوت دی تو
 میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

”مسٹر لڈ میں آپ کی طرح خوش خوراک انسان نہیں ہوں۔ میرے پاس تو بالکل
 گنجائش نہیں ہے۔“

”کوئی بات نہیں تم کافی پیو۔“ اس نے کہا۔

میں کافی سے شغل کرنے لگا حالانکہ بھنے ہوئے گوشت کی خوشبو نے میری بھوک
 جگادی تھی لیکن آج تک غیر ممالک میں اس بات کا خصوصی خیال رکھتا رہا تھا کہ غذا ایسی
 لوں جو قدرتی ہو۔ مثلاً ”مچھلی کھائی جاسکتی تھی۔ انڈے کھالیتا تھا۔ ان چیزوں سے میں پرہیز
 نہیں کرتا تھا پھر سبزیوں سے بنی ہوئی اشیاء لیکن جہاں تک اس کے علاوہ جانوروں کا

گوشت تھا ان سے میں گریز ہی کرتا تھا لیکن نہایت سمجھداری اور ذہانت کے ساتھ۔ بہر طور اپنے وطن اپنے مذہب اپنے اقدار سے مجھے محبت تھی اور اس محبت نے ہی میری زندگی کو خود مجھ سے اتنا دور کر دیا تھا کہ بعض اوقات اپنے بارے میں یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا تھا کہ میں آخر کون ہوں اور میری اپنی حیات کا مقصد کیا ہے؟

صبح کی روشنی تیزی سے پھوٹی آرہی تھی اور اس وقت اچھا خاصا اجالا پھیل گیا تھا جب بانیو واپس آیا اس نے گردن خم کرتے ہوئے ہمارے سامنے کرسی گھسیٹی اور کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھتا ہوا بولا۔

”ٹھیک بیئٹالیس منٹ کے بعد ہم اسٹیمر کے ذریعے یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔“

”گڈ۔ گویا سارے کام ہماری پسند کے مطابق ہو رہے ہیں۔ ویسے جتنا فاصلہ طے کر کے ہم نکل آئے ہیں اس سے کم از کم اس بات کا اطمینان تو ہو گیا کہ ذہین ترین افراد یہ نہیں سوچ پائیں گے کہ اس وقت ہم سارے میں دریائے میلوڈین کے ساحل پر بیٹھے ہوئے ہیں۔“

”لیس لارڈ ایسا ہی ہے۔“ بانیلو نے جواب دیا۔

اچانک لڈ نے پوچھا۔ ”اور وہ سوٹ کیس تو تمہاری گاڑی میں ہی رہ گئے ہیں جو ہمارے سامان کے طور پر تم نے ساتھ رکھے تھے۔“

”نہیں لارڈ میں نے انہیں ساحل پر مطلوبہ کمپنی تک پہنچا دیا ہے۔“

”اچھا!..... دیری گڈ۔“ لڈ نے جواب دیا پھر مزید بیس منٹ بیٹھنے کے بعد ہم وہاں سے اٹھ گئے۔ بانیلو تھوڑا سا فاصلہ طے کرا کے ہمیں ایک جیٹی تک لے گیا جس سے اسٹیمر لگا ہوا تھا۔ اچھا خاصا اسٹیمر تھا لیکن ذرا پرانے طرز کا اسٹیمر تھا۔ اسٹیمر کے خلاصی سامان وغیرہ اسٹیمر پر بار کر رہے تھے۔

جب ہم اسٹیمر پر پہنچے تو میں نے دیکھا کہ باقاعدہ کئی خاندان سفر کے لیے تیار ہیں۔ ان میں خواتین اور بچے بھی تھے۔ خلاصی مقامی لوگ تھے اور نجانے ان اسٹیمروں کا انداز کیا تھا ہم لوگ اپنی جگہ پہنچ کر ایک بیچ پر قبضہ جملے میں کامیاب ہو گئے۔

اسٹیمر اب رفتار پکڑ چکا تھا۔ اس دوران بانیلو کو دوست بنانے میں کامیاب ہو گیا اور

اس سے باتیں کرتا رہا۔ اسٹیمر میں موجود ایک موٹی عورت نے ہنگامہ کھڑا کر دیا۔ اسٹیمر کے کپتان ہارٹ نے اس عورت اور اس کی لڑکی کے ساتھ بہت برا سلوک کیا تھا مگر ہم تینوں خاموش ہی رہے۔ البتہ لڈ اٹھ کر بیٹھ گیا تھا اور دلچسپ نگاہوں سے ساری کارروائی دیکھ رہا تھا۔ ایک لمحے کے لیے دل تو میرا بھی چاہا کہ کپتان سے بھڑ جاؤں لیکن حماقت کی بات تھی بہتر ہے کہ خود پر قابو ہی رکھا جائے۔ کپتان نے دونوں ہاتھوں سے لوگوں کو پیچھے ہٹنے کے لیے کہا۔ اب وہ بھوکی نگاہوں سے موٹی عورت کے ساتھ بیٹھے نوجوان کو دیکھ رہا تھا اور نوجوان بھی پیٹریے بدل رہا تھا۔ کپتان نے کوئی خاص تیز رفتاری نہ دکھائی بلکہ نوجوان ہی کا انتظار کرنے لگا۔ جہاز کے دوسرے مسافر آگے آگئے تھے۔ ایک بوڑھے شخص نے جو پادری قسم کا آدمی معلوم ہوتا تھا آگے بڑھ کر دونوں کے درمیان آتے ہوئے کہا۔

”نہیں یہ سب کچھ ٹھیک نہیں ہے۔ ہمیں ایک طویل سفر کرنا ہے۔ خدا کے لیے اپنے آپ کو پرسکون رکھو۔“ جواب میں کپتان نے آگے بڑھ کر بوڑھے پادری کی داڑھی پکڑ لی اور اسے گھسیٹ کر ایک طرف کر دیا۔ وہ نوجوان کا دشمن نظر آ رہا تھا۔ معمر شخص نے جو نوجوان کا باپ معلوم ہوتا تھا ایک بار پھر مدافعت کی کوشش کی لیکن کپتان نے اس کی گردن پر بھی ایک ہاتھ رسید کر دیا اور وہ دور جاگرا۔ نوجوان کی شامت ہی آگئی تھی۔

پھر اچانک ہی کپتان نے آگے بڑھ کر نوجوان کو بازوؤں سمیت دبوچ لیا اور اٹھا کر اس زور سے دور پھینکا کہ اسے دریا میں ہی جا گرنا تھا لیکن نوجوان کی خوش قسمتی تھی کہ وہ فضا میں اڑتا ہوا لڈ کے پاس سے گزرا اور لڈ نے بہ آسانی اسے کچھ کر لیا۔ مجھے خطرہ ہوا کہ اب بات دوسری شکل اختیار کر جائے گی۔ لڈ نے نوجوان کو اپنے پاس بٹھالیا۔ کپتان وہیں اپنی جگہ کھڑا اسے دیکھتا رہا پھر اس دوران مسافر وغیرہ کپتان کے سامنے آگئے اور اسے طرح طرح سے سمجھانے کی کوشش کرنے لگے لیکن یہ حیران کن بات تھی کہ کپتان لڈ کی جانب نہیں آیا تھا۔ یا تو اس کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا تھا یا پھر وہ سمجھانے بجھانے سے باز آگیا تھا۔ بہر حال بہت سے لوگ کپتان سے باتیں کرتے ہوئے اسے وہاں سے آگے لے گئے اور بانیلو نے ٹھنڈی سانس لی پھر بولا۔

”ایک بہت بڑی مصیبت نل گئی۔“ میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

بات ختم ہو گئی۔ سفر کا پہلا دن ختم ہوا۔ کھانے پینے کی اشیاء ضرورت کے مطابق

مل جایا کرتی تھیں۔ ہم نے اکوا ڈور کی کرنسی ”سکرا“ کو ایک جگہ جمع کر لیا تھا اور یہ کرنسی کافی تعداد میں تھی۔ بانیلو اس لڑکی کی جانب متوجہ تھا جس کو پکتان نے اپنے بازوؤں میں پکڑ لیا تھا۔ لڑکی واقعی خوبصورت تھی اور اس واقعہ کے بعد سے سہمی ہوئی نظر آتی تھی۔ بانیلو نے کئی بار اس کے قریب جانے کی کوشش کی لیکن لڑکی اس سے متاثر نہیں ہوئی تھی۔ دوسرے دن صبح ناشتے وغیرہ سے فراغت حاصل کر کے ہم لوگ یونہی مٹر گشتی کرنے لگے۔ پکتان جس کا نام ہارٹے تھا بہت تند خو اور تیز مزاج تھا اور کسی کی ذرا سی بات بھی برداشت نہیں کرتا تھا۔ خلاصی بھی شاید اس سے عاجز تھے کیونکہ اس کے سامنے وہ اس طرح سہم جاتے تھے جیسے کبوتر نے بلی کو دیکھ لیا ہو۔ وہ بے دریغ جوتا لات تھپڑ کسی کے بھی رسید کر دیتا تھا۔ مسافر بھی اسے سہمی ہوئی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔

دوپہر کو میں ریٹنگ کے پاس کھڑا ہوا تھا اور وہ نوجوان لڑکی اس جانب آرہی تھی۔ میں نے دیکھا کہ بانیلو اس کے پیچھے لگا ہوا ہے اور اس سے باتیں کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ میں دلچسپ نگاہوں سے بانیلو کو دیکھنے لگا۔ لڑکی اتفاقیہ طور پر میرے قریب آکر رک گئی۔

میں نے بانیلو کو سمجھا کر اس لڑکی کی جان بخشی کرادی وہ اب میرے پیچھے تھی۔ اسٹیمر اب شاید خلیج میں داخل ہو گیا تھا۔ کیونکہ میں نے دریا کو سامنے کی سمت بہتے ہوئے دیکھا تھا اور اس کی دوسری شاخ کھاڑی کی جانب چلی جاتی تھی۔ اسٹیمر کھاڑی میں داخل ہو گیا۔ یہاں بھی پکتان ہارٹے کی کچھ زیادتیاں سامنے آئی تھیں۔ خلاصیوں کو اسٹیمر کو کھاڑی میں داخل کرنے کے سلسلے میں کافی مستعدی سے کام کرنا پڑ رہا تھا اور ہارٹے نے اسے طلب کر لیا اور اس کے بعد اسی بری طرح مارنے لگا۔ یہاں تک کہ خلاصی بے ہوش ہو کر نیچے گر گیا۔ دوسرے خلاصی تھر تھر کانپ رہے تھے۔ ہارٹے انہیں بھی سخت دست کہنے لگا۔ ان میں سے کسی میں بھی یہ جرات نہیں ہوئی تھی کہ اپنے آدمی کو اٹھا کر لے جائیں ہارٹے بہت دیر تک ان لوگوں پر ڈانٹ ڈپٹ کرتا رہا اور اس کے بعد واپسی کے لیے مڑ گیا۔

اب اسٹیمر خلیج میں سفر کر رہا تھا اور اس کے بعد اسے سمندر میں داخل ہو جانا تھا۔ میں اب تک جس بات سے خوفزدہ تھا آخر کار کھاڑی میں سفر کے دوران وہ واقعہ پیش

آہی گیا۔

یہ بھی ایک براہ راست عمل نہیں تھا بلکہ صرف اتفاق تھا۔ لڈ اسٹیموٹ اس وقت ایک جگہ کھڑا ہوا آسمان کی جانب دیکھ رہا تھا۔ شام کے تقریباً ساڑھے چار بجے تھے اور موسم خاصا بہتر ہو گیا تھا۔ اسی وقت ہارٹے اس طرف نکل آیا اور بالکل لڈ کے قریب سے گزرا۔ میں تھوڑے ہی فاصلے پر تھا۔ دونوں کے قدم قامت میں کوئی نمایاں فرق نہیں تھا۔ لڈ کا شانہ ہارٹے کے شانے سے ٹکرا گیا اور ہارٹے ایک قدم آگے بڑھ کر رک گیا۔

”اے گدھے کے بچے آنکھیں نہیں ہیں کیا۔ میرے سامنے ہوشیار رہا کرو۔ میرا نام ہارٹے ہے۔“

لڈ نے چونک کر اسے دیکھا اور دوسرے لمحے اس کی لات ہارٹے کے پیٹ پڑی اور ہارٹے کے حلق سے ایک آواز نکل گئی۔ وہ ایک دم جھک گیا تھا۔ لڈ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تو نے مجھے گدھے کا بچہ کہا تھا۔ گدھے ہمیشہ لاتیں مارتے ہیں کیا سمجھے؟“

لیکن ہارٹے سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اس کی آنکھیں ایک دم سرخ ہو گئی تھیں۔ ”اور میں گدھے کے بچے کی ٹانگیں توڑ دیتا ہوں۔“

جواب میں لڈ پھر گھوما اور اس کی لات ایک بار پھر ہارٹے کے سینے پر پڑی۔ ہارٹے سینے پر ہاتھ رکھ کر کئی قدم پیچھے ہٹ گیا تھا پھر اس نے اپنے دونوں بازو پھیلائے اور لڈ مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ میں اس دوران بارہا یہ بات سوچ چکا تھا کہ کہیں لڈ اور ہارٹے کا سامنا نہ ہو جائے۔ بانیلو بھی خوف زدہ نگاہوں سے انہیں دیکھتا ہوا تھوڑے فاصلے پر آگیا تھا۔ وہی پادری نما بوڑھا جس کی داڑھی ایک بار ہارٹے نے پکڑی تھی پھر آگے آیا۔

”سنو..... عظیم دوستو سنو۔ یہ سمندری سفر ہے اور ہم خود زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہیں۔ میرا مطلب ہے موت کہیں بھی آسکتی ہے۔ انسانوں اور جانوروں میں نمایاں فرق ہونا چاہیے۔ میں تم سے اپیل کرتا ہوں کہ تم لوگ لڑنے سے گریز کرو۔“

لیکن اسی وقت ہارٹے نے آگے بڑھ کر لڈ کے سینے پر دولتی ماری۔ یہ دوسری بات ہے کہ لڈ اس کے لیے تیار تھا۔ اس نے اپنے آپ کو تھوڑا سا ترچھا کر لیا اور ہارٹے کی

ایک ٹانگ اپنی بغل میں دہالی۔ ہارٹے بری طرح نیچے گرا تھا۔ لڈ نے اس کی ٹانگ موڑ کر اسے اپنے ہاتھوں کے شکنجے میں کس لیا اور اس کے بعد اس نے پوری قوت سے اسے گھما دیا۔ ہارٹے اس بار کافی اونچی قلا بازی کھا کر نیچے گرا تھا لیکن وہ بھی لڑائی بھڑائی میں استاد ہی معلوم ہوتا تھا بلکہ شاید مارشل آرٹس سے بھی واقف تھا کیونکہ نیچے وہ پیروں کے بل ہی گرا تھا اور اس کے بعد دوبارہ اچھلا تھا اور اس نے لڈ کی گردن میں قینچی ڈالنے کی کوشش کی تھی۔ قینچی تو نہ پڑ سکی لیکن دونوں گتھم گتھا ہو گئے۔ دو جنگلی سانڈ لڑ رہے تھے لیکن چند ہی لمحوں میں لڈ نے اپنی برتری ثابت کر دی۔ ہارٹے کچھ بھی تھا لڈ سے زیادہ وحشی نہیں تھا۔ لڈ نے اسے گردن پکڑ کر کاندھے پر لادا اور اٹھا کر نیچے دے مارا۔ اس کے بعد اس نے کئی ٹھوکریں ہارٹے کے جسم کے مختلف حصوں پر رسید کیں اور وہ پیچھے کھسکنے لگا اب وہ ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ تھوڑے فاصلے پر پڑا ہوا لوسے کا ایک سریا اس کے ہاتھ میں آگیا اور اس نے جھپٹا مار کر وہ سریا اٹھالیا۔ غالباً اس کے پاس کوئی آتشیں ہتھیار نہیں تھا ورنہ اس وقت وہ بے دریغ اسے استعمال کر ڈالتا۔ سریا دونوں ہاتھوں میں پکڑ کر اس نے اسے تولا اور پھر نہایت وحشیانہ انداز میں لڈ پر حملہ کر دیا۔ لڈ نے اس کا پہلا وار بچایا لیکن اس کے بعد ہارٹے مسلسل لڈ پر حملے کرتا رہا۔ میں سنگین نگاہوں سے یہ صورت حال دیکھ رہا تھا۔ لڈ اپنے آپ کو مسلسل بچا رہا تھا۔ ہارٹے کے تمام وار ایسے تھے کہ اگر ایک بھی لڈ کے جسم پر پڑ جاتا تو یقینی طور پر لڈ ہلاک ہو جاتا۔ پھر اچانک ہی لڈ نے سریا پکڑ لیا اور پوری قوت سے اسے جھٹکا دے کر ہارٹے کے ہاتھ سے چھین لیا۔ اب میری آنکھوں میں خوف اتر آیا۔ لڈ نے اگر ہارٹے پر وار کر دیا تو صورت حال بڑی خراب ہو جائے گی لیکن لڈ نے ایک دلچسپ کام کیا۔ اس نے سریے کے دونوں سرے ہاتھوں میں پکڑ لیے اور ہارٹے کی جانب بڑھنے لگا۔ ایک بھی فرد ایسا نہیں تھا اس وقت جو اس جگہ جمع نہ ہو گیا ہو۔ میں نے خاص طور سے اس کے خلاصیوں پر نظر رکھی تھی اس وقت یہ خطرہ تھا کہ وہ اپنے کپتان کو بچانے کے لیے مدافعت کریں گے لیکن میں نے ان کے چروں پر سمجھ اور ہی تاثرات دیکھے تھے۔ غالباً وہ خوش تھے کہ آج پہلی بار ان کے سرکش کپتان کی پٹائی ہو رہی ہے اور یہ حقیقت تھی کہ اب تک لڈ نے ایک بھی ہاتھ نہیں کھلایا تھا جبکہ ہارٹے کی ناک اور ہونٹوں سے خون بہہ رہا تھا اور چہرے کے کئی حصے نیلے پڑنے لگے تھے۔

لڈ نے مسلسل پینترے بدلتے ہوئے ہارٹے پر نظر رکھی۔ ہارٹے اصل میں یہ سوچے ہوئے تھا کہ لڈ اس پر وار کرنے گا لیکن اس کی یہ سوچ کامیاب نہ رہی۔ لڈ نے اچانک ہی موقع پا کر سریا اس کی گردن میں پھنسایا اور اسے اپنے سینے سے لگالیا پھر اس نے سریے کو اس طرح موڑ دیا کہ وہ کئی راؤنڈ کھا گیا اور ہارٹے کی گردن بھنچ گئی۔ البتہ سریے کے دوہل اس کی گردن میں پڑ گئے تھے۔ لڈ نے اس کی کمر پر ایک لات رسید کی اور ہارٹے اچھل کر دور جاگرا۔ وہ سریے کو اپنی گردن سے رسی کی طرح کھولنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن یہاں یہ بات ثابت ہو گئی کہ لڈ ہارٹے سے زیادہ طاقتور تھا کیونکہ ہارٹے سریے کو کھول نہیں پارہا تھا ویسے بھی اس قسم کی چیزیں مڑنے کے بعد آسانی سے سیدھی نہیں ہوتیں اور انہیں موڑنا آسان ہے سیدھا کرنا مشکل اور ہارٹے اس وقت اسی مشکل میں نظر آ رہا تھا لیکن اس موقع سے فائدہ اٹھا کر لڈ نے اپنا کام کر دکھایا۔ اس نے ہارٹے کے بال پکڑے اور اسے کھینچ کر ایک بار پھر نیچے دے مارا۔ ہارٹے اس بار فوراً نہیں اٹھ سکا تھا۔ لڈ نے اس کے گھٹنوں پر ٹھوکریں لگائیں اور ہارٹے کے حلق سے چیخیں نکل گئیں اس نے خونخوار لہجے میں کہا۔

”کتے کے بچو تم کھڑے دیکھ رہے ہو مارو اسے مارو۔“ یہ جملے خلاصیوں سے کہے گئے تھے۔ خلاصی آگے بڑھے تو لڈ نے دونوں ہاتھ پھیلا کر غرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”خبردار کوئی آگے آیا تو اسے اٹھا کر پانی میں پھینک دوں گا۔“

خلاصی رک گئے۔ اب لڈ پوری طرح ہارٹے پر حاوی ہو گیا تھا۔ وہ اس پر مختلف ضربیں لگاتا رہا۔ آخری ضرب اس نے ہارٹے کی کینچی پر لگائی تھی۔ ہارٹے بے ہوش ہو گیا۔ میں منتظر تھا کہ اس کے بعد لڈ کوئی کارروائی کرے گا لیکن لڈ نے ایسا نہیں کیا تھا۔ غالباً اس قدر پاگل بھی نہیں تھا کہ ہارٹے کو قتل کرنے کی کوشش کرتا۔ اسی وقت چاروں طرف سے تالیاں گونج اٹھیں اور میں نے دلچسپی کا یہ منظر دیکھا کہ تالیاں بجانے والوں میں خلاصی بھی تھے۔ یہ واقعی ایک دلچسپ بات تھی۔ خلاصی ایک دم سنبھل گئے۔ انہیں احساس ہو گیا تھا کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ اپنے کپتان سے شاید وہ اسی قدر جلع ہوئے تھے کہ اس کی پٹائی پر انہیں خوشی ہو رہی تھی اور زندگی میں شاید پہلی بار انہوں نے اپنے کپتان کو پٹتے ہوئے دیکھا تھا۔

بہر حال اس کے بعد لڈ ہاتھ جھاڑتا ہوا پیچھے ہٹ گیا۔ موٹی عورت جو نڈھال پڑی ہوئی تھی اپنی جگہ سے اٹھی اور لڈ کے قریب پہنچ گئی اس نے گردن خم کر کے کہا۔
”سر آپ نے میری زندگی بھر کی کوفت دور کر دی۔“

”ہاں ہاں اپنا کام کرو۔“ لڈ کرخت لہجے میں بولا اور واپس جا کر اپنی اس بیٹی پر دراز ہو گیا جو اس نے شروع سے اب تک اپنائی ہوئی تھی۔ ہارٹے اسی طرح پڑا ہوا تھا۔ خلاصیوں نے اس کی خبر گیری کرنے کی کوشش بھی نہیں کی تھی اور اسٹیمر کا سفر بڑی خوش اسلوبی سے جاری تھا۔ بائیلو نے کہا۔

”مجھے خوف تھا اس شخص کو دیکھ کر ہی مجھے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ کچھ نہ کچھ ہوگا۔ آہ دیکھو دوست تمہیں خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہیں سے یہ ظاہر مت کرنا میں تمہارے ساتھیوں میں سے ہوں تم لوگ تو کیسٹو سے چلے جاؤ گے لیکن مجھے واپس بھی آنا ہے اور ان لوگوں کے آپس میں تعلقات ہوتے ہیں۔ میرا مطلب ہے دریائے میلوڈین میں اسٹیمر چلانے والوں کے مجھے یہ لوگ زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ ویسے کیسٹو پہنچنے کے بعد ہمیں ذرا حکمت عملی تبدیل کرنا پڑے گی۔“ بائیلو بہت زیادہ پریشان نظر آ رہا تھا۔

ہارٹے خاصی دیر وہیں پڑا رہا۔ اس کے بعد خلاصیوں نے بمشکل تمام اس کی گردن سے سر یا نکالا اور اسے اٹھا کر ایک بیٹی پر لے گئے یہاں بیٹیوں کے علاوہ اور کچھ تھا ہی نہیں جہاں اسے آرام کرایا جاتا۔ نجانے کب ہارٹے کو ہوش آیا تھا۔ بہر طور میں نے اس پر نظر رکھی تھی کیونکہ بعد میں حالات سنگین بھی ہو سکتے تھے لیکن انسان اتنا بے وقوف نہیں ہوتا کہ ایک بار کی پٹائی کو ایک لمحے میں بھول جائے اور حالات کو نظر انداز کر دے۔ ہاں کیسٹو پہنچنے کے بعد ذرا احتیاط کرنی تھی کیونکہ وہاں دوسرے اسٹیمر بھی ہوتے ہیں اور اس کے لیے مجھے اچانک ہی احساس ہوا کہ لڈ واقعی احمق انسان نہیں ہے۔ صورت حال کی نزاکت کو اچھی طرح سمجھتا ہے۔ جب کھاڑی ختم ہو گئی تو اس نے بائیلو کو قریب بلایا۔
”اب کیسٹو کا سفر کتنا ہے؟“

”بہت مختصر۔ وہ سامنے کیسٹو نظر آ رہا ہے لیکن اسٹیمر کو وہاں تک پہنچنے میں ایک سے ڈیڑھ گھنٹہ لگ سکتا ہے۔“

”ہوں“ ٹیک یہ خلاصی ہم سے تعاون پر آمادہ نظر آتے ہیں۔ میرا خیال ہے ان

سے گفتگو کی جائے۔“

”میں سمجھا نہیں مسٹر لڈ۔“

”سمجھا دوں گا تمہیں بعد میں۔“ لڈ نے کہا اور اپنی جگہ سے اٹھ کر خلاصیوں کی جانب بڑھ گیا۔ وہ سہمی ہوئی نگاہوں سے لڈ کو دیکھنے لگے تھے۔ میں اور بائیلو بھی زیادہ فاصلے پر نہیں تھے۔

”میں اس شخص کو قتل کر کے سمندر میں پھینکنا چاہتا ہوں۔“ خلاصی خوفزدہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگے پھر بولے۔

”سر آپ کیا اسے مخاف نہیں کر سکتے؟“

”ایک شرط پر۔ بندرگاہ پر یہ ہوش کے عالم میں نہیں پہنچے گا۔“

”ہم سمجھے نہیں جناب۔“

”میں سمجھا دیتا ہوں۔“ لڈ نے کہا اور ہارٹے کی جانب بڑھ گیا جو بیٹی پر بیٹھا ہوا تھا۔ لڈ ہارٹے کے سامنے پہنچ گیا اور اس نے ہارٹے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”گندی نسل کے کتے۔ تیری دماغی حالت اب کیا ہے؟“ ہارٹے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ لڈ نے ایک زوردار گھونسا اس کی کپٹی پر رسید کیا اور ہارٹے کے دونوں ہاتھ پھیل گئے۔ اس نے یہ ہاتھ ہلا کر لڈ کی گردن میں حائل کرنے کی کوشش کی لیکن لڈ نے پیچھے ہٹ کر ایک لات اس کے پیٹ پر رسید کر دی اور اس کے بعد پھر ایک گھونسا اس کی ٹھوڑی پر رسید کر دیا۔ ہارٹے بیٹی پر الٹ گیا تھا۔ لڈ نے اس کے بال پکڑ کر پھر اسے سیدھا کیا اور اس کے بعد اس کی کپٹی پر ایک گھونسا رسید کیا تو ہارٹے کے بدن میں تشنج پیدا ہو گیا اور ایک بار پھر وہ لمبا ہو گیا تھا۔ لڈ نے آنکھ دبا کر خلاصیوں سے کہا۔

”اسے بے ہوشی کے عالم میں ہی بندرگاہ پر پہنچنا چاہیے۔ ورنہ میں تم سب کو قتل کر دوں گا۔“

کسی خلاصی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں اور بائیلو لڈ کا مطلب سمجھ گئے تھے۔ لڈ یہ نہیں چاہتا تھا کہ بندرگاہ پر اترتے ہوئے کوئی ہنگامہ ہو اور اس کے سفر کے راستے خراب ہوں بہر حال خلاصیوں نے واقعی حیران کن طریقے سے تعاون کیا تھا۔ غالباً اندر سے وہ بھی خوش تھے اور پھر اس خطرناک آدمی سے جھگڑا مول لینا انہوں نے مناسب

نہیں سمجھا تھا کون جانے کون کتنا طاقتور ثابت ہو۔

بندر گاہ پر اسٹیمر کو اپنی جگہ مل گئی۔ ہارٹے بدستور بے ہوش تھا۔ لڈ نے آنکھ دبا کر ہم دونوں کو اشارہ کیا اور ہم اپنا مختصر سامان لے کر بندر گاہ پر اتر گئے۔

اس کے بعد ہم نے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا تھا۔ بائیلو سب سے زیادہ خوف زدہ تھا اور یہاں سے دور نکل جانا چاہتا تھا۔ اس نے شہر کینٹو کا رخ بھی نہیں کیا تھا بلکہ ساحل ساحل دور تک نکلتا چلا گیا تھا۔ کینٹو بظاہر ایک خوبصورت شہر نظر آ رہا تھا۔ نجانے اس جزیرے کی وسعت کیا تھی اور اس میں کیا کیا خوبیاں تھیں لیکن بائیلو دوسری ہی مشکل کا شکار تھا پھر ایک جگہ اس نے قیام کیا اور لڈ اسٹمبوٹ سے بولا۔

”سر کیا حکم ہے آپ کا۔ آپ شہر میں قیام کریں گے یا پھر یہیں کوئی ایسی جگہ منتخب کر لی جائے جہاں سے ہم اپنے دوسرے کام کا آغاز کریں۔“

”بندر گاہ بھی خطرناک ہو سکتی ہے ویسے آپ کی یہ رائے بہتر ہے۔ ہمیں یہیں قیام کرنا چاہیے بلا سے تھوڑا سا وقت تکلیف میں گزار دیا جائے۔“

”ہم اپنی فکر کرو۔ ہم دونوں نے کونسا کی صعوبتیں جھیلی ہیں اور ہم ابھی تک اپنے آپ کو جیل میں ہی محصور سمجھتے ہیں۔“

”او کے سر پھر آپ یوں کریں کہ وہ سامنے جو جگہ ہے وہاں اپنے لیے قیام متعین کر لیں۔ اصل میں میں ذرا ایک خاص جگہ جا کر معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔“

لڈ نے بائیلو کو اجازت دے دی وہ جگہ جہاں ہم نے قیام کیا تھا ایک تفریحی ہسٹ کی شکل اختیار کیے ہوئے تھی۔ یہاں ایسی اور بھی عمارتیں نظر آرہی تھیں جو عموماً بند تھیں۔ لڈ اسٹمبوٹ نے کہا۔

”کیا قیام کے لیے ہمارا عمارتوں سے باہر رہنا ضروری ہے؟“

”ضروری تو نہیں ہے سر ہم کسی بھی عمارت میں داخل ہو سکتے ہیں۔ بھلا ہمیں روکنے والا کون ہو گا لیکن ممکن ہے بائیلو کو ہماری تلاش میں دقت پیش آجائے۔“

بات لڈ کی سمجھ میں آگئی اس نے کہا۔ ”ہاں یہ خطرہ ہے۔“

پھر ہم نے وہیں قیام کیا اور کئی گھنٹے وہاں آسانی سے گزار لیے۔ لڈ نے بھی کوئی

ایسی خاص بات نہیں کہی تھی جو قابل ذکر ہوتی البتہ میرے ذہن میں ایک خدشے نے سر ابھارا تھا کہیں بائیلو اپنی مصیبت ٹالنے کے لیے یہاں سے فرار نہ ہو جائے۔ ہمارے تو اس قسم کے تعلقات بھی نہیں ہیں کہ کسی سے بعد میں ہم اپنے طور پر کچھ پوچھ سکیں۔ حالانکہ اس بات کے امکانات نہیں تھے۔ لڈ نے جس طرح بائیلو پر بھروسہ کیا تھا اور بائیلو جس طرح اب تک کا سفر طے کر کے یہاں تک پہنچا تھا اس سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ بائیلو لڈ سے خوفزدہ بھی ہے اور اس کا احسان مند بھی اور وہ اتنی آسانی سے یہ سب کچھ جھوڑ کر فرار ہونے کی کوشش نہیں کرے گا کیونکہ جانتا ہے کہ لڈ اسٹمبوٹ واپس بھی آ سکتا ہے۔ بہر حال ہمیں بہت طویل انتظار بھی نہ کرنا پڑا۔ شام ہوتے ہوتے بائیلو ہمارے پاس پہنچ گیا تھا اور اس کے چہرے پر ہلاکت تھی۔ اس ہلاکت سے یہ اندازہ دور ہی سے ہو جاتا تھا کہ کوئی کام لگی بات ہو گئی ہے اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”آپ کی خوش قسمتی پر تو میں شک کر ہی نہیں سکتا سر لیکن اتنی خوش قسمتی کم ہی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے۔“

”آگے بولو آگے بولو۔ کیا خاص بات ہوئی ہے؟“

”ہارڈ بیس یہاں موجود ہے۔“

”ہارڈ بیس۔“

”جی سر۔“

”یہ کیا ہے؟“

”ایک جہاز اور جسے کولمبیا ہی جانا ہے اور اس کا کیپٹن ڈین ہوپ ہے۔“

”تو اس کا میری خوش قسمتی سے کیا تعلق ہے؟“

”یہ سر کہ ڈین ہوپ میرا بہترین دوست ہے بلکہ یوں سمجھ لیجئے کہ بچپن کا دوست اور جب بھی وہ اکوا ڈور آتا ہے اور اسے فرصت ہوتی ہے تو میرے پاس ضرور پہنچتا ہے۔ میری اس سے ملاقات ہو گئی ہے اور میں نے اس سے تمام گفتگو کر لی ہے۔ لارڈ آپ کو آپ کے شایان شان ریسپشن ملے گا۔ ڈین ہوپ بہت نفیس انسان ہے۔ وہ خود آپ کے پاس پہنچتا لیکن ہارڈ بیس لنگر اٹھانے کی تیاریاں کر رہا ہے اور اس نے مجھ سے کہا کہ ہے کہ وہ باقی تمام باتیں ہمیں کر لے گا۔ میں آپ لوگوں کو لے کر فوراً وہاں پہنچ جاؤں۔“

لڈ واقعی خوش ہو گیا تھا اس نے کہا۔ ”پھر تو واقعی تم یہ کہہ سکتے ہو کہ ہم دونوں ہی خوش قسمت ہیں۔ میری مراد اپنے آپ سے اور تم سے ہے بانیلو۔“

بانیلو نے مجھے اشارہ کیا اور ہم لوگوں نے اپنے سوٹ کیس اٹھالیے۔ لڈ نے خود ہی کہا۔ ”تم نے اپنی خوش قسمتی کے بارے میں نہیں پوچھا۔“

”سر میری خوش قسمتی یہ ہے کہ میں اپنا فرض پورا کرنے میں کامیاب ہو گیا ہوں اب آپ بہ آسانی کو لمبیا پہنچ جائیں گے۔“

”ہاں اس کے علاوہ یہ بھی ہے کہ تمہیں بہت جلد یہاں سے نجات مل جائے گی اور تم واپس اس روٹھی محبوبہ کے پاس جاسکو گے جو تم سے ناراض ہو گئی ہے۔“ لڈ کا موڈ ایک بار پھر خوشگوار نظر آ رہا تھا اور وہ مذاق کر رہا تھا۔ بانیلو ہنسنے لگا۔ کیپٹن ڈین ہوپ واقعی ایک خوبصورت شخص تھا۔ بہت ہی خوش مزاج طبیعت کا مالک اس نے لڈ کی شخصیت کو کسی خاص نگاہ سے نہیں دیکھا تھا۔

بلکہ نہایت محبت و انکسار سے لڈ سے مصافحہ کرتے ہوئے اس نے کہا تھا۔ ”سر میں آپ کا خادم ہوں، اگر مجھ سے کوئی کوتاہی ہو جائے تو ناراض ہونے کے بجائے مجھے اس کی ہدایت کر دیجئے گا دوبارہ آپ کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔“

لڈ نے حسب عادت اس کا شکریہ نہیں ادا کیا تھا۔ وہ ہمیں جہاز پر لے گیا۔ ہارڈ بیس ایک عمدہ جہاز تھا اور کو لمبیا کے لیے لوڈنگ کر رہا تھا تھوڑا سا پورشن مسافر بروزار بھی تھا لیکن ابھی مسافروں کو جہاز پر پہنچایا نہیں گیا تھا۔

بہر حال مجھے تو یہ طویل ترین مشقت ابھی نجانے کتنے عرصے سرانجام دینا تھی۔ اس نے ہم پر خصوصی توجہ دیتے ہوئے ہمیں کیبنوں کی قطار دکھائی اور بولا۔ ”آپ دونوں حضرات ایک کیبن میں رہنا پسند کریں گے یا الگ الگ، براہ کرم اپنی پسند کا کیبن دیکھ لیجئے گا۔ اس کے بعد دوسروں کو اس کی اجازت دی جائے گی۔“

”ایک ہی کیبن کافی ہے ہمارے لیے۔“ لڈ نے جواب دیا۔

”تو پھر میرے خیال میں یہ کیبن بہت وسیع ہے یوں سمجھ لیجئے کہ ہارڈ بیس کا سب سے خوبصورت کیبن یہی ہے۔“

ہم نے اس بات کو اندر داخل ہونے کے بعد تسلیم کر لیا تھا دو آرام دہ بستر لگے

ہوئے تھے اور ہر سہولت یہاں موجود تھی۔ بانیلو نے کیپٹن ڈین ہوپ کا شکریہ ادا کیا۔

”ڈین ہوپ، مسٹر لڈ اور پروفیسر کیم کے بارے میں تمہیں تفصیل بتا چکا ہوں۔ تمہیں اندازہ ہے کہ کو لمبیا تک سفر کے دوران تمہیں ان کی کس طرح خدمت کرنی ہے۔“

”بعد میں تم چاہو تو مسٹر لڈ اور پروفیسر کیم سے اس سفر میں میری خدمات کے بارے میں معلومات حاصل کر لیتا۔ کوئی شکایت ہوئی تو تم سے اور ان دونوں حضرات سے معافی مانگنے آ جاؤں گا۔“ ضرورت سے زیادہ ہی شریف آدمی معلوم ہوتا تھا، پھر بانیلو نے لڈ سے رخصت طلب کی اور اسٹیمبوٹ نے اس سے کہا۔

”تمہارے اس تعاون کا حساب میرے رجسٹر میں درج ہو گیا ہے زندگی اتنی محدود نہیں کہ دوبارہ تم سے ملاقات نہ ہو اس وقت اس حساب کی ادائیگی کر دی جائے گی۔“

”لارڈ“ آپ جانتے ہیں کہ میں نے اپنے آپ کو ہمیشہ آپ کا خادم سمجھا ہے اور اب بھی ایسی ہی بات ہے۔ نہ کوئی حساب ہے اور نہ اس کی کوئی ادائیگی مجھے درکار ہے، بس آپ کی محبت چاہیے۔“

ڈین ہوپ اور بانیلو اجازت لے کر چلے گئے اور میں نے ایک گہری سانس لی، بہر حال یہ سب کچھ اتنا آسان نہیں تھا۔ جتنی آسانی سے سرانجام پا گیا تھا۔

ایک جہاز کے کپتان کے اختیارات بے حد وسیع ہوتے ہیں اور ایسے معاملات کے بارے میں وہ جانتا ہے کہ اسے کیا کرنا ہے۔ ہارڈ بیس نے کافی وقت وہاں قیام کیا اس پر ہنگامہ خیزیاں جاری رہیں لیکن ہمیں کسی نے ڈسٹرب نہیں کیا جبکہ ہمارے پاس نہ کاغذات تھے نہ پاسپورٹ۔ بانیلو ہم سے اجازت لے کر چلا گیا تھا اور لڈ اسٹیمبوٹ اس دوران اونگٹا ہی رہا تھا۔ میں نے بھی سپرین بننے کی کوشش نہیں کی تھی۔ ہر ملک کے قوانین ہوتے ہیں۔ اکو ڈور کی حدود سے خیریت کے ساتھ نکل جانا سب سے بڑی کامیابی ہے۔ اس وقت تک اپنا تحفظ انتہائی ضروری چیز ہے۔

”ڈین ہوپ نے ہمارا پورا خیال رکھا تھا۔ ہر چیز فراہم کرتا رہا تھا۔ پتا نہیں بانیلو نے اسے ہمارے بارے میں کیا بتایا تھا لیکن روسیے سے اندازہ ہوتا تھا کہ اس کے اور بانیلو کے درمیان گہری دوستی ہے اور ممکن ہے اس نے اصلیت ہی بتا دی ہو۔ اس کے باوجود

یہ خطرہ لینا بہت بڑی بات تھی پھر جہاز نے لنگڑاٹھا دیے مجھے بس لڈ سے خطرہ تھا۔ وہ کہیں اور کسی بھی جگہ الٹ سکتا تھا۔

سفر کے آغاز کے کوئی چار گھنٹے کے بعد میں بہانے سے باہر نکل آیا اور پکتان کو تلاش کرتا ہوا برج پر پہنچ گیا۔ ڈین ہوپ نے بڑی گرجوشی سے مجھ سے مصافحہ کیا تھا۔

”بہت معذرت خواہ ہوں مسٹر کیم۔ میں انتظامی امور میں پھنسا ہوا تھا اسی لیے آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکا۔“

”مجھے اندازہ ہے کیپٹن۔“

”اب آپ لوگ نہایت اطمینان کے ساتھ ہارڈ بیس کے ہر گوشے میں گھوم پھر سکتے ہیں۔“

”اسی سلسلے میں آپ سے بات کرنا چاہتا تھا۔ بہتر ہے آپ ہمیں باہر آنے کی اجازت نہ دیں۔“

”کیا مطلب؟“ پکتان حیرت سے بولا۔

”ہاں۔ کچھ ایسی ہی صورت حال ہے۔ میں بالکل نہیں جانتا کہ بائیلو نے آپ کو ہمارے بارے میں کیا بتایا ہے۔ نہ میں آپ سے کچھ معلوم کرنا چاہتا ہوں لیکن میرا ساتھی ایک تندو خوش شخص ہے۔ بات بات پر الجھ پڑنے والا اور پھر وہ خود پر قابو نہیں پاسکتا۔ میں اس سفر میں کوئی حادثہ نہیں چاہتا۔ خاص طور سے آپ جیسے نفیس آدمی کے ساتھ۔“

”اوہ۔ اچھا۔ پھر مجھے کیا کرنا چاہیے۔“

”شاید آپ کو کچھ کرنے کی ضرورت نہ پیش آئے۔ میں ہی اسے سمجھا لوں گا کہ باہر نکلنا ہمارے لیے خطرناک ہے لیکن آپ کا سامنا ہو تو آپ نرم لہجے میں اسے سمجھا دیجئے گا۔“

”بے حد مناسب بات ہے اور میں آپ کا دل سے شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے کسی مشکل سے بچالیا۔“

”اوکے۔ مجھے اجازت۔“

پکتان نے پھر گرجوشی سے مجھ سے مصافحہ کیا اور میں کیبن کی طرف چل پڑا۔ لڈ نیم مردہ انداز میں بستر پر چت پڑا ہوا تھا۔

”ہیلو! کیا گھوم آئے؟“

”باہر کی صورت حال دیکھنے گیا تھا۔“

”اتنی جلدی کیسے آگئے؟“

”پکتان ہوپ کی درخواست پر۔“ میں نے آہستہ سے سے کہا۔

”کیا مطلب؟“

”اس نے نہایت لچاقت سے مجھ سے کہا کہ بالکل مجبوری ہے۔ جہاز کے مسافروں

میں کچھ مشتبہ لوگ موجود ہیں۔ ہمارا کھلی جگہ آنا بالکل مناسب نہیں ہے۔“

”وہ ٹھیک کہتا ہے اب حد سے زیادہ دلیری بھی اچھی نہیں ہوگی اور پھر میرے خیال میں ہمیں کولمبیا پہنچنے تک ہی ان الجھنوں کا سامنا ہے ورنہ اس کے بعد پھر ہمارے لیے کوئی مشکل نہیں رہے گی۔“

”بس یوں ہی سر میں تو یہ سوچ رہا تھا کہ کہیں آپ بددلی نہ محسوس کریں۔“

”نہیں، میں نے وہاں اتنی جدوجہد کی ہے کہ اب میں آرام ہی کرنا چاہتا ہوں؛ کیونکہ فرانس پہنچنے کے بعد ہمیں ایک بار پھر اسی جدوجہد کا سامنا کرنا پڑے گا، گو یہ جدوجہد ذرا مختلف انداز کی ہوگی لیکن بہر حال رک وارتا آسان آدمی بھی نہیں ہے۔“

میں دل ہی دل میں مطمئن ہو گیا کہ چلو جو معاملہ میرے لیے مشکل تصور کا حامل بنا

ہوا تھا وہ خود بخود ہی حل ہو رہا ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں تھا۔ لڈ اسٹیمبوٹ نے جو

کچھ کہا تھا وہی کیا۔ دوران سفر اس نے ایک بار بھی کیبن سے باہر قدم نہیں نکالے تھے۔

کولمبیا تک اس نے ہمیں اس طرح پہنچایا جیسے بہت بڑی ذمے داری اس پر عائد

ہوئی ہو اور اس نے اس ذمے داری کو خوش اسلوبی سے سرانجام دیا ہو۔ یہاں تک کہ

ہم کولمبیا پہنچ گئے اور اس کی اطلاع ہمیں ڈین ہوپ نے ہمارے کیبن میں آکر دی تھی۔

”میں آپ لوگوں کو مبارک باد دینا چاہتا ہوں جناب، ہم کولمبیا کی ساحلی بندرگاہ پر

پہنچنے والے ہیں۔ بیجزہ ٹرسین کی یہ ساحلی بندرگاہ اصل میں ہماری عارضی منزل ہے۔

یہاں سے میں آپ کو بیرن کولا بھجوا دوں گا۔ بیرن کولا سے بوگوٹا تک پہنچنا آپ کے لیے مشکل کام نہیں ہوگا۔ میں خود اس کے انتظامات کر دوں گا۔“

بوگوٹا آنے کے بعد اچانک ہی وہ زندہ نظر آنے لگا تھا۔ میں نے ایک بار پھر اس کے

یہ خطرہ لینا بہت بڑی بات تھی پھر جہاز نے لنگڑاٹھا دیے مجھے بس لڈ سے خطرہ تھا۔ وہ کہیں اور کسی بھی جگہ الٹ سکتا تھا۔“

سفر کے آغاز کے کوئی چار گھنٹے کے بعد میں بہانے سے باہر نکل آیا اور پکتان کو تلاش کرتا ہوا برج پر پہنچ گیا۔ ڈین ہوپ نے بڑی گرجوٹی سے مجھ سے مصافحہ کیا تھا۔

”بہت معذرت خواہ ہوں مسٹر کیم۔ میں انتظامی امور میں پھنسا ہوا تھا اسی لیے آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکا۔“

”مجھے اندازہ ہے کیپٹن۔“

”اب آپ لوگ نہایت اطمینان کے ساتھ ہارڈ بیس کے ہر گوشے میں گھوم پھر سکتے ہیں۔“

”اسی سلسلے میں آپ سے بات کرنا چاہتا تھا۔ بہتر ہے آپ ہمیں باہر آنے کی اجازت نہ دیں۔“

”کیا مطلب؟“ کپتان حیرت سے بولا۔

”ہاں۔ کچھ ایسی ہی صورت حال ہے۔ میں بالکل نہیں جانتا کہ ہائیڈرو نے آپ کو ہمارے بارے میں کیا بتایا ہے۔ نہ میں آپ سے کچھ معلوم کرنا چاہتا ہوں لیکن میرا ساتھی ایک تندو خوش شخص ہے۔ بات بات پر الجھ پڑنے والا اور پھر وہ خود پر قابو نہیں پاسکتا۔ میں اس سفر میں کوئی حادثہ نہیں چاہتا۔ خاص طور سے آپ جیسے نفیس آدمی کے ساتھ۔“

”اوہ۔ اچھا۔ پھر مجھے کیا کرنا چاہیے۔“

”شاید آپ کو کچھ کرنے کی ضرورت نہ پیش آئے۔ میں ہی اسے سمجھا لوں گا کہ باہر نکلنا ہمارے لیے خطرناک ہے لیکن آپ کا سامنا ہو تو آپ نرم لہجے میں اسے سمجھا دیجئے گا۔“

”بے حد مناسب بات ہے اور میں آپ کا دل سے شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے کسی مشکل سے بچالیا۔“

”ادکے۔ مجھے اجازت۔“

کپتان نے پھر گرجوٹی سے مجھ سے مصافحہ کیا اور میں کیبن کی طرف چل پڑا۔ لڈ ٹیم مردہ انداز میں بستر پر چپ پڑا ہوا تھا۔

”ہیلو! کیا گھوم آئے؟“

”باہر کی صورت حال دیکھنے گیا تھا۔“

”اتنی جلدی کیسے آگئے؟“

”پکتان ہوپ کی درخواست پر۔“ میں نے آہستہ سے سے کہا۔

”کیا مطلب؟“

”اس نے نہایت لجاجت سے مجھ سے کہا کہ بالکل مجبوری ہے۔ جہاز کے مسافروں

میں کچھ مشتبہ لوگ موجود ہیں۔ ہمارا کھلی جگہ آنا بالکل مناسب نہیں ہے۔“

”وہ ٹھیک کہتا ہے اب حد سے زیادہ دلیری بھی اچھی نہیں ہوگی اور پھر میرے خیال میں ہمیں کولمبیا پہنچنے تک ہی ان الجھنوں کا سامنا ہے ورنہ اس کے بعد پھر ہمارے لیے کوئی مشکل نہیں رہے گی۔“

”بس یوں ہی سر میں تو یہ سوچ رہا تھا کہ کہیں آپ بددلی نہ محسوس کریں۔“

”نہیں“ میں نے وہاں اتنی جدوجہد کی ہے کہ اب میں آرام ہی کرنا چاہتا ہوں، کیونکہ فرانس پہنچنے کے بعد ہمیں ایک بار پھر اسی جدوجہد کا سامنا کرنا پڑے گا، گو یہ جدوجہد ذرا مختلف انداز کی ہوگی لیکن بہر حال رک وارتا آسان آدمی بھی نہیں ہے۔“

میں دل ہی دل میں مطمئن ہو گیا کہ چلو جو معاملہ میرے لیے مشکل تصور کا حامل بنا ہوا تھا وہ خود بخود ہی حل ہو رہا ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں تھا۔ لڈ اسٹیوٹ نے جو کچھ کہا تھا وہی کیا۔ دوران سفر اس نے ایک بار بھی کیبن سے باہر قدم نہیں نکالے تھے۔

کولمبیا تک اس نے ہمیں اس طرح پہنچایا جیسے بہت بڑی ذمے داری اس پر عائد ہوئی ہو اور اس نے اس ذمے داری کو خوش اسلوبی سے سرانجام دیا ہو۔ یہاں تک کہ ہم کولمبیا پہنچ گئے اور اس کی اطلاع ہمیں ڈین ہوپ نے ہمارے کیبن میں آکر دی تھی۔

”میں آپ لوگوں کو مبارکباد دینا چاہتا ہوں جناب، ہم کولمبیا کی ساحلی بندرگاہ پر پہنچنے والے ہیں۔ بحیرہ رومسین کی یہ ساحلی بندرگاہ اصل میں ہماری عارضی منزل ہے۔ یہاں سے میں آپ کو بیرن کولا بھجوا دوں گا۔ بیرن کولا سے بوگوٹا تک پہنچنا آپ کے لیے

مشکل کام نہیں ہوگا۔ میں خود اس کے انتظامات کروں گا۔“

بوگوٹا آنے کے بعد اچانک ہی وہ زندہ نظر آنے لگا تھا۔ میں نے ایک بار پھر اس کے

سائنس مہذب طریقہ کار اختیار کر لیا۔ بوگوتا جدید ترین روایتوں کے ساتھ ایک حسین جگہ تھی۔ یہی کولمبیا کا دارالحکومت تھا اور اس کی سچ و سچ اور شان دیکھنے کے قابل تھی پھر مختلف راستوں سے گزرتے کے بعد جن کے بارے میں لڈ اسٹمبوٹ شاید اچھی طرح جانتا تھا۔ وہ ایک ایسی عمارت کے پاس پہنچا کسی بہت دولت مند آدمی کی رہائش گاہ کہا جاسکتا تھا۔ وسیع عمارت کے بڑے گیٹ پر پہنچ کر لڈ نے زور زور سے گیٹ پر ہاتھ مارا، حالانکہ وہاں خوبصورت بیل بھی لگی ہوئی تھی۔ فوراً ہی کسی نے ذیلی دروازہ کھولا تھا۔

”جی۔ فرمائیے۔“ ایک ملازم قسم کے آدمی نے گردن نکال کر پوچھا۔ لڈ نے اطمینان سے اس کی گردن پکڑی اور اسے کھینچ کر باہر پھینک دیا۔ وہ بے چارہ قلابازی کھا کر باہر جاگرا تھا اور مجھے اس کی لپیٹ میں آنے سے بچنا پڑا تھا۔

”اندر آؤ کیمر۔ تم باہر کیوں کھڑے ہو؟“

”جی۔“ میں نے ہمدردانہ نگاہوں سے باہر آپڑنے والے کو دیکھا اور اس سے بچ کر اندر قدم رکھ دیا۔ لڈ بے لگام گھوڑے کی طرح ہر رکاوٹ عبور کرتا ہوا اندر گھس گیا تھا پھر اس نے زور زور سے آوازیں لگائیں۔

”شارٹی۔ ابے او شارٹی۔“ اس کے ساتھ ہی اس نے زور زور سے گالیاں بکنا شروع کر دی تھیں۔ اندر سے جو برآمد ہوا وہ بھی اپنی مثال آپ تھا۔ قد پانچ فٹ سے زیادہ نہیں ہو گا۔ پھیلاؤ کو اس کے لگ بھگ کہا جاسکتا تھا۔ بدن پر سرخ جاکیہ پہنے ہوئے تھا۔ ہاتھوں میں اسی رنگ کے گلووز تھے۔ اس نے لڈ کو دیکھا پھر حیرت سے آنکھیں پھاڑیں پھر اس طرح آگے بڑھا جیسے پیچھے سے کسی مضبوط اسپرنگ میں پھنسا ہوا ہو اور اسپرنگ اچانک ٹوٹ گیا ہو۔ میں نے احتیاطاً پیچھے سے جگہ خالی کر دی تھی اور شارٹی کے لڈ کے بدن سے ٹکرانے کی آواز بھی بہت زور دار تھی لیکن مجھے اس کی بے پناہ طاقت کا اعتراف کرنا پڑا، کیونکہ لڈ نے یہ آسانی اسے سنبھال لیا تھا۔

”اوہ۔ لڈ۔ میری جان۔ میری روح۔ لڈ۔“ وہ مسرور لہجے میں بولا۔

”بربری نسل کے بھینسے۔ تو کیسا ہے؟“

”پہلے ٹھیک تھا۔ اب بالکل ٹھیک ہوں۔ تو تھا کہاں؟“

”کونسا جیل میں۔“

”مجھے کیوں پتا نہیں تھا؟“

”کوئی ذریعہ نہیں تھا تجھے بتانے کا۔“

”جیل کو کھنڈر بنا دیتا۔ اتنے بم بلاسٹ ہوتے وہاں کہ ہوا میں صرف اس کی خاک اڑتی پھرتی۔“

”بکواس۔“

”اب ہو جائے گا۔“ شارٹی بولا۔

”اب ضرورت نہیں ہے۔“

”رک کہاں ہے۔ کیسا ہے؟“ شارٹی نے کہا اور میں چونک پڑا۔ شاید شارٹی راک ڈائبر کو بھی جانتا تھا اور اسے صورت حال معلوم نہیں تھی۔

لڈ کے چہرے کے تاثرات ایک دم بدلے، لیکن پھر اس نے خود کو سنبھال لیا اور بولا۔ ”ٹھیک ہو گا۔ میری ملاقات نہیں ہوئی۔“

”سنا ہے اس نے فرانس میں کوئی کلب کھولا ہوا ہے۔“

”وہاں۔ آئس کلب۔“

”آؤ۔ اندر آؤ۔ یہ کون ہے۔“

”جادوگر۔ کیمر ہے اس کا نام۔“

”ہیلو۔ آؤ لڈ کے دوست ہو؟“

”نہیں سر۔ مسٹر لڈ کا غلام ہوں۔“ میں نے گردن خم کر کے کہا۔ لڈ نے مجھے دیکھا پھر آہستہ سے بولا۔

”آؤ۔“

شارٹی اور لڈ کے تعلقات بہترین معلوم ہوتے تھے لیکن شارٹی اس پر ہونے والے حالات سے ناواقف معلوم ہوتا تھا۔

وہ ہمیں اندر لے گیا اور پھر اس نے ہمیں ایک ڈرائنگ روم میں بٹھایا اور بولا۔ ”میں تمہیں ڈرائنگ روم میں اس لیے لایا ہوں کہ اس دوران تمہارے شایان شان کمرے تیار کرا دوں۔ یہ نہ سمجھنا کہ میں نے تمہیں عارضی مہمان سمجھا ہے۔“

”لیکن ہم عارضی مہمان ہیں۔“ لڈ بیٹھتا ہوا بولا۔ ”ہمیں فرانس جانا ہے اور

ہمارے پاسپورٹ اور کاغذات تیار کراؤ۔ کتنا وقت لگے گا ان میں؟“

”چھ گھنٹے اگر ضروری ہو تو اس سے بھی کم، لیکن میں تمہیں اتنی جلدی نہیں جانے دوں گا۔“

”اورنج جوس منگوانے سے پہلے کاغذات کی تیاری کے لیے کام کرو اور میں زیادہ جرح قبول نہیں کروں گا۔“ لڈ نے خشک لہجے میں کہا اور شارٹی اسے گھورتا ہوا اٹھ گیا پھر وہ باہر نکل گیا تھا۔ میں نے ڈرائنگ روم پر نگاہ ڈالی۔ ویسے تو اس کی سجاوٹ حسین تھی لیکن جگہ جگہ باکسنگ کے مقابلوں کی تصویریں لگی ہوئی تھیں جن میں شارٹی مختلف باکسروں سے مقابلہ کرتے ہوئے نظر آ رہا تھا۔

”وہ پیشہ ور باکسر ہے۔“ میں نے سوال کیا۔

”شوقیہ۔“

”اچھا لڑکا ہے؟“ میں نے پوچھا۔

”بہت اچھا۔“ لڈ نے کہا پھر چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ اس کے انداز پر میں حیران

ہو گیا تھا۔

ایک خوبصورت لڑکی اندر داخل ہوئی۔ اس کے پاس کیمرہ تھا۔ اندر داخل ہو کر وہ کچھ کہے سے بغیر ہمارے سامنے آگئی۔ پھر اس نے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر پہلے میری تصویر بنائی اور تین مختلف تصویریں لے کر لڈ کی طرف متوجہ ہو گئی۔ لڈ منہ پھاڑے اسے دیکھ رہا تھا۔ لڑکی نے تین بار اس پر بھی فلیش چمکائی اور پھر سیدھی ہو گئی۔

”ہیلو۔“ وہ چنچٹائی سی آواز میں بولی اور مسکرا دی۔ اس طرح اس کے دو دانت نمایاں ہو گئے جو اس کے حسین چہرے کی نفی کرتے تھے۔

”اوپو ہسیا۔ یہ کیا بد تمیزی ہے؟“ لڈ دھاڑا اور وہ سہم کر پیچھے ہٹ گئی۔ اب اس کی آنکھوں میں خوف کے آثار تھے۔ لڈ کھڑا ہو گیا۔ ”یہ کیمرہ مجھے دے۔“ اس نے ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

چوہسیا کے حلق سے چیخ نکلی اور اس نے کھلے دروازے سے باہر چھلانگ لگا دی۔ باہر ایک دھماکہ ہوا اور کچھ برتن ٹوٹنے کی آوازیں سنائی دیں۔ لڈ نے گردن گھما کر تعجب سے مجھے دیکھا۔ اسی وقت شارٹی اندر داخل ہو گیا۔

شارٹی نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا وہ پاسپورٹ کے لیے تمہاری تصویریں لینے آئی تھی میری کارکن۔ تمہاری ہدایت پر آئی تھی۔

”میری ہدایت پر؟“

”تم نے کہا تھا کہ اورنج جوس منگانے سے پہلے کاغذات کی تیاری کے لیے کام شروع کرو۔ کیا پاسپورٹ پر تمہاری تصویریں نہیں ہوں گی، مگر وہ اورنج جوس گرا گئی۔ اب ذرا دیر لگ جائے گی۔“

”سب گدھے ہیں۔ سب گدھے ہیں۔“ لڈ دوبارہ بیٹھ گیا۔ ویسے اس کی بات سے میں نے پورا اتفاق کیا تھا، بلکہ مجھے تعجب تھا کہ لڈ ایک مجرم ہے۔ وہ نارمل انسان تو نہیں تھا۔ اور نہ شارٹی کوئی ہوشمند معلوم ہوتا تھا لیکن میرے سوال کا جواب خود میرے پاس موجود تھا۔ جرم کی دنیا میں نکل آنے والے نارمل کہاں ہوتے ہیں۔

پھر اورنج جوس آگیا اور خود شارٹی نے ہمیں جوس کے گلاس پیش کیے۔ جوس پیتے ہوئے وہ چونک کر بولا۔ ”مسٹر کیم جاوگر ہیں میں سمجھا نہیں۔“

”انوکھا فنکار۔“ لڈ مسکرا کر بولا۔

”کیا مطلب؟“

”تم عالمی چیمپئن سے مقابلہ کرنے جا رہے ہو۔ اس سے قبل اس کے ساتھ پریکٹس کرلو۔“

”آہ۔ کیا یہ باکسر ہے؟“ شارٹی خوش ہو کر بولا۔

”بالکل نہیں۔ اس کے باوجود تم اس سے مقابلہ کرو گے، اگر تم اسے ایک بھی مکا مار سکے تو سمجھ لو کہ تم عالمی چیمپئن کو ہرا سکتے ہو۔“ لڈ نے کہا۔

”تعجب ہے۔ انوکھی بات ہے، لیکن دلچسپ اور پر لطف ہے۔“ پھر اسی وقت ایک آواز نے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ شارٹی کا کوئی ملازم تھا۔ اس نے آکر اطلاع دی کہ کمرے تیار ہو گئے ہیں۔

کام کی رفتار بے حدست تھی لیکن یہی غنیمت تھا کہ وہ منطقی طور پر جاری تھا۔ سب کچھ اپنی پسند کے مطابق نہیں ہو جاتا۔ اس پاگل لڈ پر کنٹرول کرنا آسان کام نہیں تھا۔ کوئن میکوویا کو اس سے واقف ہونا چاہیے، ممکن ہے وہ واقف بھی ہو۔ ویسے اب تک

مجھے بلیک آرمی کی طرف سے کوئی سپورٹ نہیں ملی تھی بلکہ اس کے کسی ممبر سے ابھی تک ملاقات بھی نہیں ہوئی تھی۔ تاہم کام چل رہا تھا۔ اب فرانس پہنچنے کے انتظامات ہو چکے تھے اور اندازہ ہو رہا تھا کہ اس میں مشکل نہیں ہوگی پھر رک وائر۔ اس کے بعد کہیں آئزک ملٹن، لیکن بہر حال یہ سب کچھ کیا تھا۔

==☆☆☆☆==

رات کو کینسا آگئی۔ بغل میں چند کپڑے دبے ہوئے تھے۔ کھلے دروازے سے دستک دے بغیر اندر آگئی تھی۔ چند لمحات تو مجھے کوئی احساس نہیں ہوا لیکن جب اس نے اندر آکر دروازہ اندر سے بند کر دیا تو مجھے کچھ احساس ہوا۔

”تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہے؟“ اس نے دروازہ بند کر کے مڑتے ہوئے کہا۔

”یا میری آمد ناگوار تو نہیں گزری؟“

”نہیں ظاہر ہے آپ کسی کام سے آئی ہوں گی۔“

”مجھے تمہاری دلجوئی کے لیے بھیجا گیا ہے۔“

”کس نے بھیجا ہے؟“ میں نے اس سے پوچھا۔

”مسٹر شارٹی کا حکم ہے کہ رات آپ کے ساتھ گزاروں۔“ اس نے کہا اور میں اسے دیکھنے لگا۔ خوبصورت اور نوجوان تھی، لیکن بھلنا مناسب نہیں تھا۔ البتہ میں نے اس کی آنکھوں میں حجاب پایا۔ وہ حجاب جو عورت کو بطور امانت دیا گیا تھا، لیکن یہ خیانتوں کا دور ہے اگر اس دور میں کوئی تھوڑا بہت امین نظر آئے تو حیرت ہوتی ہے۔

”میں لباس بدل لوں۔“ اس نے کہا۔

”جی۔“ میں نے کہا۔ اس نے لباس بدلنے کے لیے کوئی آڑ ضروری نہیں سمجھی تھی، لیکن میں نے خود کو سنبھالنے کے لیے نگاہوں کا رخ بدل لینا ضروری سمجھا۔ لباس تبدیل کر کے وہ میرے پاس آ بیٹھی۔ اب اس کا موڈ بدل گیا تھا۔

وہ دیر تک خاموش بیٹھی رہی۔ غالباً میری جانب سے پہل کی منتظر تھی۔ میں نے

مسکراتے ہوئے مسہری کی پشت سے گردن ٹکادی اور لیٹ گیا۔ وہ انتظار کرتی رہی کہ میں اس سے کچھ کہوں اور پھر جب میں بالکل ہی خاموش رہا تو وہ خود ہی میرے نزدیک کھسک آئی اور میرے سینے پر بازو رکھ کر لیٹ گئی۔

”تم کیسے آدمی ہو، تمہارے اندر ذرا بھی جذباتیت نہیں ہے؟“ اس نے کہا۔

”نہیں مس، کینسا یہ بات نہیں ہے۔“

”تو پھر تم میری جانب راغب کیوں نہیں ہو رہے؟“

”میں تمہاری جانب ہوں، لیکن ایک بات کہوں گا جب انسان کو یہ احساس ہو جائے کہ اس کا مد مقابل بحالت مجبوری اس کی قربت قبول کیے ہوئے ہے تو پھر اس کے جذبات میں حقیقت نہیں رہتی۔ وہ صرف پروفیشنل ہو جاتا۔ زندگی کی یہ خوبی تو سچائیوں سے عبارت ہیں، اگر ان میں سچائیوں کا فقدان ہو تو ان کا خاتمہ لازمی ہوتا ہے۔ اچھا بتائیں کہ شاریٹی کے ساتھ کب سے ہیں آپ؟“

”تھوڑے عرصے سے۔“ اس نے خود پر قابو پا کر کہا۔

”وہ کیسا آدمی ہے؟“

”تم نے دیکھ ہی لیا ہو گا۔“ وہ ہنس پڑی۔

”مجھے تو بہت عجیب لگا۔“

”ہاں تھوڑا سا عجیب ہے۔ ویسے اچھا باکسر ہے اور ساتھ ہی خطرناک آدمی بھی ہے۔“

پھر ہم لوگ زیادہ تر لڈ اور شاریٹی کے بارے میں باتیں کرتے رہے تھے۔ اسے واقعی اب آہستہ آہستہ مجھ پر اعتماد سا پیدا ہوتا جا رہا تھا اور کئی بار اس کی نگاہوں میں میرے لیے اچھے جذبات نظر آئے، بہر حال اس کے بعد وہ سونے کے لیے لیٹ گئی اور میں نے بھی اپنے قول کی پوری پوری پابندی کی۔

دوسرے دن صبح میں ذرا دیر ہی سے جاگا، حالانکہ رات کو نیند کوئی ایسی خراب نہیں رہی تھی جس کے باعث یہ کہا جاسکے کہ صبح اس وجہ سے دیر سے آنکھ کھلی۔ بس سنا رہا تھا، پھر کسی نے دستک دے کر ہی جگایا۔ چونک کر دیکھا تو کینسا میرے پاس موجود نہیں تھی۔ اپنا فرض پورا کرنے کے بعد وہ صبح کسی وقت میرے کمرے سے چلی گئی تھی۔

میں جلدی سے اٹھا۔ غسل وغیرہ کر کے تیار ہو گیا اور یہ اچھا ہی ہوا کیونکہ چند ہی منٹ کے بعد لڈ، شاریٹی کے ساتھ اندر آ گیا۔ اس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

”شاید تم اس مقابلے سے گریز کر رہے ہو ورنہ میں تمہیں تیار پاتا۔“

”نہیں، آپ کے حکم سے میں نے کبھی انحراف کیا ہے، لیکن یہ حقیقت ہے کہ کینسا مجھے مسٹر شاریٹی کے بارے میں پوری تفصیل بتا چکی ہے مسٹر شاریٹی جیسے باکسر سے جو عالمی ہیوی ویٹ چیمپئن شپ کے لیے تیاری کر رہے ہوں مجھ جیسا نامتقول آدمی کیا مقابلہ کر سکے گا جو باکسنگ کی ابجد سے بھی ناواقف ہے؟“

”تمہیں پتا ہے کہ جو بات میرے ذہن میں بیٹھ جاتی ہے اگر وہ پوری نہ ہو تو مجھ پر جنون سوار ہو جاتا ہے۔“

”میں نے آپ کے حکم سے انحراف تو نہیں کیا۔“ میں نے گردن جھکا کر کہا۔

”ہم دونوں نے بھی ابھی ناشتا نہیں کیا ہے۔ شریفانہ انتظار کر رہے تھے تمہارے پہنچنے کا اور جب یہ وقت غیر شریفانہ حدود میں داخل ہو گیا تو مجبوراً ہمیں تمہارے پاس آنا پڑا۔“ شاریٹی نے ایک زبردست قہقہہ لگایا تھا۔

”اگر تم مجھے بیوقوف سمجھتے ہو لڈ میری جان تو یہ خیال ذہن سے نکال دو۔ میں جانتا تھا کہ رات بھر کا تھکا ہوا یہ شخص صبح کس کیفیت میں ہو گا۔ میں نے یہ ایک چالاک کی ہے۔“ شاریٹی قہقہے لگاتے لگا۔

”جو اس قسم کی سازشیں کرتے ہیں میرے لیے پسندیدہ نہیں ہوتے۔ یہ بات تمہیں مجھے بتانی چاہیے تھی۔“

”ارے۔ کیا فرق پڑتا ہے۔ چلو تم تیار ہو جاؤ اور سنو، میں باکسنگ کے کھیل کو اپنا مذہب سمجھتا ہوں اور اتنا ہی لگاؤ رکھتا ہوں اس سے۔ میری جانب سے کسی رعایت کی توقع نہ رکھنا۔ لڈ کا کہنا ہے کہ تم باکسر نہیں ہو، لیکن تمہارا ایک اصول ہے کہ حالات کیسے کیوں نہ ہوں اپنا دفاع کر سکتے ہو، اگر میرا ایک بھی گھونسا تمہارے جڑے پر پڑ گیا تو یہ سمجھ لینا کہ وہ جبراً دوبارہ کبھی ٹھیک نہیں ہو گا۔ میں پہلے سے تمہیں وارن کر رہا ہوں۔“ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ عجیب معیشت تھی لیکن اب اپنے آپ پر اس قدر بھی بے اعتمادی نہیں تھی ورنہ اس دنیا میں اتنا بڑا مشن لے کر نہ نکل کھڑا ہوتا۔

ناشنا بھی نہیں ملے گا۔ ٹھیک ہے تقدیر میں صبح کے ناشتے میں مرمت ہی لکھی ہوئی ہے تو یہی سہی، لڈ اور شارٹی مجھے لے کر اس رنگ میں آگئے جو عمارت ہی کے ایک حصے میں بنا ہوا تھا۔ کینسا سمیت اور دیگر چند افراد بھی موجود تھے۔ لڈ کے بیٹھنے کے لیے معقول بندوبست کیا گیا تھا۔ میں نے گلوڑ پہن لیے۔ لباس وغیرہ کا بندوبست بھی تھا اور پھر ایک باکسر کے روپ میں مجھے شارٹی کے سامنے رنگ میں آنا پڑا۔ شارٹی اپنے مخصوص باکسنگ کے لباس میں بڑا مضحکہ خیز لگ رہا تھا۔ ویسے جب بھی رنگ میں باکسنگ کے مقابلے کرتا ہو گا تو دیکھنے والوں کے لیے خاصا جاذب نگاہ ہوتا ہو گا۔ ایک گیند جو بڑی آسانی سے بلکہ برق رفتاری کے ساتھ پورے رنگ میں لڑھک سکتی ہے۔ شارٹی اس سے بالکل مختلف نہیں تھا۔ اب اس کی تیز آنکھیں میری جانب گراں تھیں۔ باکسنگ کے تمام انتظامات ہو چکے تھے۔ ایک دروازہ قامت شخص کو ریفری کی حیثیت سے رنگ میں بھیج دیا گیا تھا وہ مستعدی سے اپنا کام کر رہا تھا۔ اصول کے مطابق اس نے ہم لوگوں کو ہدایت دیں اور آخر کار ہم ایک دوسرے کے مقابل آگئے۔ مجھے اجازت تھی کہ میں شارٹی کے ایک بھی گھونسا نہ لگاؤں بلکہ بس اپنا دفاع کروں جس کا میں نے دعویٰ کیا تھا۔

بعض اوقات رواروی میں کسی ہوئی کوئی چھوٹی سی بات اس طرح معیبت بن جاتی ہے اس وقت مجھے اس کا تجربہ ہو رہا تھا۔

شارٹی نے مجھے گھیرنا شروع کر دیا۔ وہ مجھے رنگ کے ایک کونے میں لے جانا چاہتا تھا تاکہ میرے جسم پر ضرب لگا سکے لیکن مجھے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا تھا۔

شارٹی کو نچاتے رہتے ہی میں فائدہ تھا اور میں اس وقت جان بچانے کے لیے پورے رنگ میں پھر کئی بنا ہوا تھا۔ شارٹی نے بارہا اپنے تجربے کو استعمال کرتے ہوئے اس قسم کی کوششیں کیں کہ اس کا ایک گھونسا میرے بدن کو ہی چھو جائے، لیکن ایسا ہو جاتا تو کھیل ختم ہو جاتا۔ کوئی رائونڈ کا سلسلہ نہیں رکھا گیا۔ اسے ایک منٹ کے لیے بھی سستانے کا موقع نہیں مل سکا تھا بلکہ مسلسل وہ اپنی سی کوشش میں تھا کہ میرے جسم پر ایک ضرب ہی لگا دے۔

بہر حال تینتیس منٹ کے بعد یہ کھیل ختم ہو گیا۔ شارٹی آہستہ سے بڑھا اور اس کے بعد رنگ کے ایک کونے میں جا بیٹھا۔

لڈ کا گھن گرج قہقہہ بلند ہوا اور اس نے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ”ریفری مقابلہ ختم کرو۔ تمہارا آدمی ہار چکا ہے، تم باہر کود آؤ آؤ“

اس کے بعد دوسرا مشکل مرحلہ شارٹی کے لیے پیدا ہو گیا، کیونکہ لڈ نے اسے وارنگ دے دی تھی کہ اس کی روانگی کا انتظام جلد سے جلد کیا جانا ہے۔ یہ اندازہ ہو چکا تھا مجھے کہ کولمبیا میں شارٹی کے پاس وہ ذرائع موجود ہیں جن کے تحت وہ کوئی بھی کام کر سکتا ہے۔ اس کے تعلقات کیسے تھے اس کے بارے میں معلومات کا نہ مجھے موقع ملا تھا اور نہ میں نے اس کی ضرورت محسوس کی تھی۔ البتہ یہاں قیام کے تیسرے دن اس نے ہماری فرانس روانگی کے انتظامات کر دیے۔

بوگوٹا سے فرانس تک کا سفر جن حالات میں گزارا وہ قابل ذکر نہیں۔ لڈ ایک مفرور قیدی تھا اور اس کی حیثیت بھی انٹرنیشنل قسم کی تھی۔ اس لیے مجھے ہر لمحہ یہی خطرہ رہا تھا کہ کہیں وہ پہچان نہ لیا جائے اور اس کے بارے میں انٹریول اور دوسرے حساس اداروں کو اطلاع نہ مل گئی ہو چنانچہ پیرس انٹریپورٹ پر اترنے کے بعد بھی میری نگاہیں سیکورٹی کے ان افراد کی جانب اٹھی رہیں جو اپنے کاموں میں مصروف تھے لیکن شکر تھا کہ شارٹی نے ہمارے لیے جو کاغذات تیار کرائے تھے وہ بڑے موثر اور کارآمد تھے اور ہمیں کسی بھی لمحے یا کسی بھی مرحلے پر کسی مشکل کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا۔

”فرانس کے ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں ہم نے کمرا حاصل کیا اور لڈ اسٹمبوٹ یہاں پہنچنے کے بعد بڑا مطمئن نظر آنے لگا۔ اس نے اپنے پاس موجود کرنسی کا جائزہ لیا۔“

”ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہمیں پیرس میں کتنے عرصے قیام کرنا ہو گا۔ اس لیے اب ہمیں کرنسی کی ضرورت ہے۔“

”اس کا انتظام کس طرح کیا جائے گا؟“ میں نے سوال کیا۔

”ابھی تک تمہیں کوئی مشکل پیش آئی ہے اس سلسلے میں؟“

”نہیں تو۔“ میں نے کہا۔

”تو اطمینان رکھو، اگر تم اپنے فن میں ماہر ہو تو میں بھی زندگی گزارنا جانتا ہوں۔ تم آرام سے یہاں رہو۔ میرے یہاں بہت سے روابط ہیں میں چوبیس گھنٹے آرام کرنے کے بعد اپنے لوگوں کو ٹرائی کروں گا اور اس کے بعد وہ کتا.....“ لڈ دانت پیستے ہوئے

تمہاری واپسی اسی ہوٹل میں ہونی چاہیے۔ چاہے اس کا وقت کچھ بھی ہو۔ میری طرف سے تم پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ ہاں بعد میں اگر تم اپنے طور پر پسند کرو تو رک وائر کے سلسلے میں میری مدد کر دینا۔“

”آپ مطمئن رہیں۔ میں آپ کے ساتھ ہوں۔“ میں نے جواب دیا۔

پیرس میرے لیے اجنبی جگہ نہیں تھی اس سے پہلے بھی یہاں آچکا تھا لیکن معاملات کچھ ایسے ہی تھے کہ میں چند مخصوص علاقوں کے علاوہ اور کوئی زیادہ سیر نہیں کر سکا تھا، بہر حال تھوری بہت کرنسی بھی جیب میں موجود تھی اسے لے کر میں خود بھی نکل گیا اور اس کے بعد خوبصورت پیرس کے علاقے میرے سامنے آئے۔ دریائے سین کے کنارے، اسفل ٹاور کے تلے وہی زندگی رواں دواں تھی جو پیرس کی روایات پیش کرتی تھی۔ میں مختلف علاقوں میں گھومتا رہا۔

رات ہوٹل واپس آگیا۔ دن بھر جو سیاحت کی تھی اس سے تھکن بھی ہو گئی تھی، لیکن یہ تھکن ہوٹل آنے کے بعد دور ہو گئی۔ ہوٹل کی تفریحات میں حصہ لیا جاسکتا تھا، لیکن ذہنی طور پر اس کے لیے تیار نہیں تھا۔ پتا نہیں اس دوران لڈ واپس آیا یا نہیں۔ البتہ جب رات کا ایک بج گیا تو مجھے تشویش ہونے لگی اس نے نہ تو مجھے ٹیلی فون کیا تھا اور نہ ہی اور کوئی ایسا رابطہ جس سے مجھے اس کے بارے میں معلوم ہوتا۔ دوڑھائی بجے تک میں انتظار کرتا رہا اور اس کے بعد یہ سوچ کر بستر پر دراز ہو گیا کہ ممکن ہے اس کے کچھ پرانے شناساں گئے ہوں۔ اب ظاہر ہے وہ مجھے اطلاع دینے کا پابند تو نہیں ہے۔ ٹھہر گیا ہو گا ان کے ساتھ بے پروا سا آدمی ہے۔

دوسری صبح نو دس اور پھر گیارہ بجے گئے لیکن لڈ کی جانب سے کوئی رابطہ نہیں ہوا تو مجھے شدید تشویش ہونے لگی۔ اب تک کی محنت پر پانی پھرتا ہوا نظر آیا تھا۔ سامنے ہی کچھ اخبارات پڑے ہوئے تھے۔ ان میں فرانسیسی زبان کے اخبارات کے ساتھ انگریزی زبان کے اخبارات بھی تھے۔ میں نے یونہی اخبار اٹھا کر میز پر رکھ دیے، لیکن اچانک ہی میں دہشت سے اچھل پڑا۔ ایک اخبار کے فرنٹ پیج پر لڈ کی تصویر نظر آئی۔ میں ششدر رہ گیا۔ یہ خوش بختی تھی کہ انگریزی کا اخبار تھا جو پیرس ہی سے شائع ہوتا تھا۔ میں نے ہر اسٹاپنگاہوں سے تصویر کے نیچے درج خبر پڑھی تو میرے رونگٹے کھڑے

خاموش ہو گیا۔

لڈ کی باتوں پر میں نے بہت زیادہ توجہ نہیں دی۔ غیر معمولی فطرت کا انسان تھا۔ اس کے کسی معاملے میں دخل بھی نہیں دیا جاسکتا تھا، بہر حال اس کے ساتھ وقت گزاری بھی آسان کام نہیں تھی۔ اس سے اگر تھوڑا سا فاصلہ ہی رہتا تو بہتر تھا، لیکن مجھے ایک بات پر حیرت تھی۔ کوئن میکوویا نے مجھے بار بار یہ بتایا تھا کہ بلیک آرمی میرے نزدیک رہے گی اور مجھے ضرورت پڑنے پر ہر قسم کی امداد فراہم کی جائے گی، لیکن اتنا لمبا عرصہ گزار چکا تھا۔ ابھی تک بلیک آرمی کا ایک بھی فرد میرے قریب نہیں پہنچا تھا۔ اب اس وقت پیرس میں مجھے بلیک آرمی کا سہارا درکار تھا۔ بے شک لڈ میرے لیے سہارا تھا اور اسی کے شانے کا سہارا لے کر میں اپنی کوششوں میں کامیاب ہو سکتا تھا، لیکن اس کا پروگرام طویل تھا اور پھر وہ غیر معمولی سوچ کا آدمی تھا۔ پتا نہیں کس وقت کیا قدم اٹھائیے۔ میرے لیے مشکلات میں اضافہ ہو جائے گا۔ کم از کم اور..... اور کچھ نہیں تو مجھے فرانسیسی کرنسی تو ملنی چاہیے، تاکہ میں اپنے طور پر بھی اپنے تحفظ کا بندوبست کر سکوں مثلاً یہ کہ لڈ کے علم میں لائے بغیر میں یہاں کے کسی اور ہوٹل میں اپنے لیے کوئی کمر وغیرہ حاصل کر لوں تاکہ کسی بھی خطرناک لمحے کے لیے میرے پاس اپنے تحفظ کا بندوبست ہو۔ یہاں میں نے تھوڑی سی سی بی بی میسجز کی تھی، لیکن دماغ کو ٹھنڈا رکھنے سے ہی آئندہ کام بن سکتا تھا۔ ابھی تک جس جرات اور ہمت کے ساتھ میں نے یہ مصائب برداشت کیے تھے۔ انہیں برقرار رکھنا ضروری تھا۔ غرض یہ کہ لڈ کے ساتھ یہ چوبیس گھنٹے گزر گئے۔

وہ صبح کا وقت تھا جب ناشتے کے بعد اس نے مجھ سے کہا۔

”میں جا رہا ہوں اور نہیں کہہ سکتا کہ واپسی میں کتنا وقت لے گا۔ اس کتے رک وائر کی تلاش میں مجھے تھوڑا سا وقت صرف کرنا ہوگا، لیکن میں اسے تلاش کر لوں گا اور اس کے بعد میں تمہیں بتاؤں گا کہ وہ کہاں پوشیدہ ہے اور بھی چند کام کرنے ہیں مجھے۔“ میں نے ٹھنڈی سانس لے کر گردن ہلا دی۔

”لیکن میرے لیے کیا حکم ہے۔ کیا مجھے اسی کمرے میں رہنا چاہیے یا باہر نکل سکتا

ہوں؟“

”بالکل نہیں۔ تم پورے اطمینان کے ساتھ پیرس میں اپنا وقت گزار سکتا ہو۔“

ہو گئے۔ یہ ایک بینک میں ڈاکے کی اطلاع تھی جس میں بتایا گیا تھا کہ جنوبی امریکہ کے ایکواڈور سے فرار ہونے والا ایک خطرناک مجرم پیرس میں دیکھا گیا ہے۔ اس کا نام لڈ اسٹیوٹ ہے اور اس نے پیرس میں پہلی واردات کی ہے ایک بینک میں ڈاکے کے دوران اس نے تین افراد کو قتل کر دیا اور کامیاب ڈاکہ زنی کر کے فرار ہو گیا۔

میری آنکھوں کے نیچے اندھیرا آگیا تھا۔ مجھے لڈ کے الفاظ یاد آرہے تھے۔ اس نے کہا تھا کہ یہاں اس کے کافی روابط ہیں اور اسے ہر طور یہاں وقت گزارنے کے لیے فرانسیسی کرنسی درکار ہے کیونکہ اس کے پاس اب رقم ختم ہو چکی ہے، لیکن کرنسی کے لیے اس نے جو طریقہ اختیار کیا وہ انتہائی بھیاںک تھا جس لباس میں وہ یہاں سے گیا تھا۔ یہ تصویر اسی لباس میں چھپی ہوئی تھی بعد میں اس کی تفصیلات بھی میرے علم میں آ گئیں۔ بینک میں اس قسم کے کپڑے نصب تھے جو کسی بھی مشتبہ شخص کی تصویر حاصل کر سکتے تھے اور عملے کی ذہانت سے ڈاکہ ڈالنے والے ڈاکو کی یہ تصاویر حاصل کر لی گئی تھیں اور اس کے بارے میں انتہائی برقی رفتاری سے پولیس سے معلومات حاصل کر کے یہ تفصیلات شائع کی گئی تھیں۔ میں سنائے میں ڈوب رہا اب کیا ہو گا؟ اگر وہ ایک کامیاب ڈاکہ ڈالنے کے بعد نکل بھی چکا ہے تو کیا آسانی سے رک وائر کے سلسلے میں اپنا بقیہ کام کر سکتا ہے۔ اس جنگلی سے ہر بات کی توقع کی جاسکتی تھی۔ میں درحقیقت کچھ زورس ہو گیا تھا۔ اب تک جتنی کارروائی کی تھی وہ سب ملایا میٹ ہوتی نظر آرہی تھیں۔ شاید اسی لیے اس نے واپس ہوٹل کی جانب رخ نہیں کیا لیکن اب میرا اس سے رابطہ کیسے ہو گا۔ ویسے اخبار کی خبر میں صرف ایک مجرم کے فرار کی اطلاع تھی جو ایکواڈور کی کونسا جیل سے فرار ہوا تھا۔ میرا تذکرہ اس میں نہیں تھا۔ ہو سکتا ہے انٹرپول کے ذریعے یہ ساری خبریں دنیا کے تمام ممالک میں پہنچ چکی ہوں۔ لڈ کوئی معمولی شخصیت نہیں تھی۔ مجھے چکر آتے رہے اور اس وقت میرے اندر کچھ جھلاہٹ بھی پیدا ہو گئی، آخر بلیک آرمی کے افراد اس طرح آنکھیں بند کیے کیوں بیٹھے ہوئے۔ کم از کم میرے لیے تھوڑی سی کوشش تو کی جانی چاہیے۔ کون سا میڈویا بے شک مجھ پر بھروسہ کرتی ہے لیکن میں انسان ہی ہوں۔ اب شدید مشکل وقت آیا ہے۔ میرے پاس کرنسی بھی نہیں ہے۔ دوئم یہ کہ اس سے رابطہ بھی نہیں ہوا۔ سوئم یہ کہ اپنے اس نئے جرم کی وجہ سے اگر وہ مقامی پولیس کے ہاتھ لگ گیا تو سب کچھ

ختم، پھر رک وائر بھی ہوشیار ہو جائے گا۔

بظاہر تمام راستے ایک دم بند ہو گئے تھے اور میں سخت مشکلات میں گرفتار ہو سکتا تھا۔ دفعہ میں چونک پڑا۔ لڈ کی شخصیت ایسی نہیں ہے کہ ایک نگاہ میں اسے دیکھ کر نظر انداز کر دیا جائے۔ ہوٹل کے عملے نے اسے میرے ساتھ دیکھا ہو گا اور اب یہ تصویر دیکھ کر وہ فوراً پولیس کو خبر دیں گے کہ وہ نہیں اس کا ساتھی موجود ہے اور پولیس..... ارے باپ رے بھاگو۔ اندر سے آواز آئی اور میں اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ جو نہایت ضروری چیزیں یہاں سے لے جانی چاہیے تھیں انہیں اپنے قبضے میں کیا یہاں تک کہ لڈ کے کاغذات بھی میں نے اپنی تحویل میں لے لیے اور ایسی کچھ اہم چیزیں جو اس کے لیے بھی ضروری تھیں اور اس کے بعد میں برقی رفتاری سے ہوٹل کے کمرے سے باہر نکلتا آیا۔ دل کینٹیوں میں دھڑک رہا تھا۔ یہ احساس تھا کہ اب پولیس ہوٹل پہنچنے ہی والی ہوگی، لیکن شاید ابھی تک تقدیر پاور تھی اور ہوٹل کے ذمہ دار ارکان نے مجھ پر یا اس تصویر پر غور نہیں کیا تھا، چنانچہ ہوٹل سے باہر نکل آنے میں کسی دقت کا سامنا نہیں کرنا پڑا اور اس کے بعد میں پیدل ہی کافی دور نکلا چلا گیا۔ اب اصولی طور پر مجھے لڈ ہی کی مانند ڈاکے زنی کی واردات کرنی چاہیے تھی تاکہ میری جیب میں کچھ ہوتا، کیا مصیبت ہے اب کرنا کیا چاہیے، چنانچہ پیرس کے مختلف گوشوں میں چکراتا رہا۔ میں نے اپنے پاس جو تھوڑی بہت رقم تھی اسے احتیاط سے خرچ کرنے کا فیصلہ کر لیا اور ایک آوارہ گرد کی مانند ادھر سے ادھر گردش کرتا رہا۔

پیرس بے حد حسین تھا لیکن یہ احساس اجنبی نہیں تھا کہ اصل حسن ہر جگہ اسی شکل میں سامنے آتا ہے جب ذہن مطمئن ہو۔ مجھے پیرس کے نواح میں کوئی لطف نہیں آ رہا تھا، بہر حال آوارہ گردی کرتا رہا۔ پیرس کے متمول لوگوں کے سفید براق مکانوں کی قطاریں دیکھیں جو فرانسیسی طرز تعمیر کے نازک اور خوبصورت نمونے تھے اس کے کافی فاصلے پر ایک کیمپنگ نظر آئی اور میں کیمپنگ کی جانب چل پڑا۔ کیمپنگ کیا تھی دریا کے کنارے پورا شہر آباد تھا۔ سپرمارکیٹ، ریستوران، کشادہ سڑکیں، لیکن بد قسمتی سے اس شہر میں میرے لیے کوئی جگہ نہیں تھی۔ کیمپنگ میں بھی سیاحوں کی بہتات کی وجہ سے رہائش کا مسئلہ حل نہیں ہو سکتا تھا۔ اکثر سیاح ہوٹلوں میں جگہ نہ ملنے پر کیمپنگ ہی

اندازہ غلط نہیں ہے تو وہ کینسا تھی۔ کولمبیا میں ملنے والی کینسا جو شارٹی کی دست راست تھی لیکن وہ یہاں عقل تسلیم نہیں کرتی تھی آنکھوں کو بس دھوکے ہی کا سا احساس ہو رہا تھا۔ کینسا دو قدم آگے بڑھی اور میرے قریب پہنچ گئی۔

”پروفیسر کیم۔“

”کینسا، کیا میں یقین کر لوں کہ یہ تم ہی ہو؟“

”جی سر۔ یہ میں ہی ہوں۔“ اس نے مکوردانہ انداز میں جواب دیا۔ ”سر میں بیٹھ

سکتی ہوں۔“

”بیٹھو۔ لیکن کینسا تم یہاں کہاں؟“

”سر میں بہت دیر سے آپ کا پیچھا کر رہی ہوں لیکن کسی ایسی مناسب جگہ کی

تلاش میں تھی جہاں آپ کے سامنے پہنچنے اور آپ سے بات کرنے میں مجھے کوئی دقت نہ ہو۔“

”لیکن اس ہوٹل میں۔“

”آپ کے گیسٹ کی حیثیت سے داخل ہوئی ہوں۔ آپ کے بارے میں معلومات

حاصل کر کے۔“

”یہاں تک تم میرے پیچھے آئی تھیں؟“

”جی ہاں۔“

”لیکن تم کولمبیا سے کب آئیں؟“

”آپ کے ساتھ۔“ اس نے جواب دیا۔

”میرے ساتھ؟“

”جی ہاں میرا مطلب ہے آپ کے پیچھے پیچھے۔ یہ جگہ بہت تکلیف دہ ہے آپ

یہاں بے سکون رہیں گے۔ کیا آپ اس جگہ کو چھوڑنا پسند کریں گے؟“

”ابھی مجھے یہاں آئے ہوئے کچھ زیادہ دیر نہیں گزری، کیا یہاں سے واپس جانا

مناسب ہوگا؟ ویسے بھی بہت سی جگہیں اب میرے رہنے کے قابل نہیں رہی ہیں۔“

”سر میں آپ کو ایک ایسی جگہ لے چلوں گی جہاں آپ کو قیام میں کوئی دقت نہیں

ہوگی اور آپ نے غالباً انہیں کرایہ ایڈوانس دے دیا ہے۔ اس لیے ہوٹل چھوڑنے میں

کارخ کرتے ہیں، لیکن اس وقت کیمپنگ میں بھی میرے چھوٹے سے خیمے کے لیے کوئی جگہ موجود نہیں تھی۔ زیادہ سے زیادہ یہ کیا جاسکتا تھا کہ کسی پارک میں شب گزار لوں۔

میں وہاں سے بھی واپس چل دیا اور بو جھل قدموں سے چلتا ہوا نیوالی کے پل تک آگیا، پھر ٹرام میں سوار ہو کر شہر کے مرکز میں ایک ایسی جگہ اتر گیا جہاں فرانس کے پسماندہ علاقے

میں چھوٹے چھوٹے ہوٹل موجود تھے۔ تنگ گلیوں اور بازاروں سے گزر کر کئی پرائیویٹ خاندانی ہوٹلوں کے دروازے کھٹکھٹائے مگر ہر جگہ کمپلیٹ کا جواب ملا، پھر شاید تقدیر کو

مجھ پر رحم آگیا۔ ایک ضعیف سی عورت نے مجھے دیکھا اور وہ خود ہی میرے پاس پہنچی تھی

پھر اس نے اپنا سفید بگلا جیسا سر ہلایا۔

”ہوٹل موسیو۔“ میں نے فوراً سر ہلایا۔ بڑھیا مجھے ساتھ لیے چل پڑی اور کافی

دور چلنے کے بعد ایک گلی کے موڑ پر پرانی وضع کے مکان میں اندر داخل ہوئی جس کے

باہر ایک ناقابل فہم سا بورڈ نظر آ رہا تھا۔ اس نے ڈیسک پر کھڑی مالکن سے فرانسیسی میں

کچھ کہا اور میری جانب رخ کر کے گردن ہلائی، مالکن نے ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں مجھے

کرائے کی تفصیل بتائی۔ کمرے کا کرایہ چوبیس فرانک، غسل کے لیے چار فرانک الگ،

ہوٹل باہر سے بے شک شکستہ اور گندا لگ رہا تھا مگر اندر کا ماحول ایک صاف ستھرے گھر

کی مانند تھا۔ میں نے رجسٹر پر نام درج کرایا۔ پاسپورٹ جمع کرا دیا اور چابی لے کر دوسری

منزل پر اپنے کمرے میں آگیا، پھر تردد کئے بغیر میں نے کمرے میں لگے پانی کے ٹل سے منہ

پر چند چھینٹے مارے اور ایک جگہ بیٹھا رہا۔ بہت دیر تک سر پکڑے بیٹھے رہنے کے بعد میں

نے گردن اٹھائی۔ دروازے پر ایک ہلکی سی آہٹ ہوئی تھی میں نے گردن اٹھا کر دیکھا تو

سیاہ لباس میں ملبوس ایک شخصیت کو اپنے سامنے کھڑے ہوئے پایا۔ دروازے سے اندر

آئی تھی لیکن انداز کچھ عجیب سا تھا اور اس وقت چونکہ میں شدید پریشانی کے عالم میں

تھا۔ اس لیے اس کے چہرے پر غور بھی نہیں کر سکا لیکن جب اس کی آواز ابھری تو میرے

اعصاب واقعی چند لمحے کے لیے کشیدہ ہو گئے تھے۔ اس نے مجھے پروفیسر کیم کہہ کر ہی پکارا

تھا۔ میں نے ہوٹل کے رجسٹر میں اپنا نام وہی لکھوایا تھا جو کاغذات میں موجود تھا، لیکن

یہاں مجھے پروفیسر کیم کے نام سے مخاب کرنے والا کون ہے۔ ایک لمحے کے لیے عقل

چکرا گئی۔ دوسرے لمحے آنکھوں کو مل مل کے دیکھا اور ایک بار پھر چکر کھا گیا کہ اگر میرا

کوئی مشکل بھی نہیں ہوگی۔“

میں خاموشی سے اس کے ساتھ نکل آیا۔ بس کاغذات ہی میں نے اپنے پاس رکھے تھے۔ وہ تنگ و تاریک گلیوں سے گزرنے کے بعد ایک کشادہ سڑک پر آگئی اور پھر اس نے ایک گزرتی ہوئی ٹیکسی کو ہاتھ سے اشارہ کر کے روکا، ٹیکسی نے اسے اس کی مطلوبہ جگہ پہنچا دیا۔ یہاں سرخ رنگ کی ایک اسپورٹس کار کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے اپنے پرس سے کار کی چابی نکالی اور دروازہ کھول کر مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا، پھر گھوم کر دوسری طرف سے کار میں آ بیٹھی۔ کار اشارت ہو کر چل دی۔

”آپ یہاں سے گزر رہے تھے آپ کو یاد ہوگا۔ بس یہیں تک میں کار میں آپ کا تعاقب کر سکی تھی اور اس کے بعد مجھے مختلف ذرائع سے یہ سفر کرنا پڑا یعنی پیدل بھی جس طرح آپ سفر کر رہے تھے چنانچہ گاڑی مجھے اتنے فاصلے پر چھوڑنی پڑی۔“

کچھ دیر کے بعد اس نے کار ایک خوش نما علاقے میں ایک عمارت کے سامنے روک دی اور اس طرح اسے پارک کر دیا جیسے اب یہاں سے کہیں اور جانے کا ارادہ نہ رکھتی ہو۔ نیچے اترنے کے بعد اس نے کسی بہ ادب ڈرائیور کی مانند میرے لیے دروازہ کھولا اور میں نیچے اتر آیا۔ تب اس نے مجھے ساتھ لیے ہوئے عمارت کی جانب رخ کیا۔ میں نے اس سے کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ لفٹ نے ہمیں پانچویں منزل پر پہنچا دیا اور راہداری میں اترنے کے بعد اس کی معیت میں ایک کمرے کے سامنے ٹھہر گیا۔ جس کا دروازہ اس نے کھولا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ یہاں اس فلیٹ میں اس کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔ بہت آرام دہ فلیٹ تھا۔ اندر داخل ہونے کے بعد میں ایک آرام کرسی پر دراز ہو گیا اور تھکے تھکے انداز میں گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ کینسا کے انداز میں بھی تھکن نمایاں تھی۔ اس نے کہا۔

”کیا آپ غسل کرنا پسند کریں گے؟“

”ہاں، غسل کروں گا، لیکن کچھ دیر کے بعد۔“

”تو پھر مجھے تھوڑی دیر کے لیے اجازت دیں۔ میں غسل کر لوں۔“

”ضرور۔“ مجھے اندازہ تھا کہ اس نے پیدل میرا جتنا تعاقب کیا ہے اس کے بعد وہ تھک گئی ہوگی۔ ویسے بھی صنف نازک سے اس کا تعلق تھا۔ میری بات تو خیر بالکل ہی

الگ تھی۔ تاہم مجھے اس کے اس طرح مل جانے سے شدید الجھن پیدا ہو گئی تھی۔

تھوڑی دیر بعد کینسا واپس آگئی وہ پہلے مجھ سے خاصی بے تکلف تھی، لیکن اب اس کے انداز میں ایک احترام سا تھا جسے میں بار بار محسوس کر رہا تھا۔

”میں جس ذہنی الجھن کا شکار ہوں اگر اسے دور کرنے میں تم میری مدد کر سکو تو میں تمہارا شکر گزار ہوں گا۔ اس وقت میں صرف ایک ضرورت محسوس کر رہا ہوں وہ یہ کہ تم مجھ پر اپنی آمد کا راز کھول دو۔“

”بہت بہتر۔“ اس نے کہا اور اپنے لباس کی آستین اٹھا کر بازو کے پاس کچھ ٹٹولنے لگی، پھر اس نے اپنے ہاتھ پر سے ایک جھلی سی اتار دی۔

میں حیرت سے اس کی یہ کارروائی دیکھ رہا تھا۔ انگلیوں کے پوروں سے جھلی کو اتارنے کے بعد اس نے اپنی کلائی میرے سامنے کی اور میرے ذہن کو ایک شدید جھٹکا لگا۔ کلائی پر بلیک آرمی کا نشان موجود تھا۔ گویا اس کا تعلق بلیک چینل سے ہے۔ یہ ایک شدید ذہنی جھٹکا تھا کیونکہ ماضی میں اسے بالکل ہی مختلف انداز میں دیکھ چکا تھا۔ سینکڑوں خیالات میرے ذہن میں آکر گزر گئے۔

”اب اگر اجازت ہو تو میں یہ دستاویز پن لوں۔“

میری نگاہیں اس کے دوسرے ہاتھ کی جانب اٹھ گئیں۔ شاید دوسرے ہاتھ پر بھی اس نے ویسی ہی جھلی چڑھا رکھی تھی تاکہ دونوں ہاتھ ایک ہی رنگ کے ہوں۔ ویسے یہ ایک کمال کی چیز تھی کیونکہ اس کے ہاتھوں کا رنگ اس کے جسم کے کھلے ہوئے حصوں کے رنگ سے بالکل مختلف نہیں تھا۔ میں خاموش بیٹھا اسے گھورتا رہا۔

”اب آپ مطمئن ہو گئے ہوں گے؟“

”یہ نشان تو ہزاروں سوالات کا مرکز ہے۔“

”میں آپ کے ہر سوال کا جواب دیتی ہوں۔ جو آپ کے ذہن میں ہے۔“

”کو لبیا میں تم شارٹی کے پاس کیسے پہنچ گئیں؟“

”مجھے علم ہو گیا تھا کہ آپ وہیں پہنچ رہے ہیں، چنانچہ وہاں آپ سے ملاقات کرنا

میرے فرائض میں داخل تھی۔“

”گویا تم پہلے سے اس کے ہاں ملازمت کرتی تھیں؟“

”سر میں نہیں، کینسا وہاں ملازم تھی۔“

”کک..... کک کینسا اور تم؟“

”میں وہ نہیں ہوں۔“ اس نے کہا اور اس بار اس نے اپنے کانوں کے پاس سے کوئی چیز ٹٹولی اور ایک اور جھلی چہرے سے اتار دی۔ بچھاتی شکل کی ایک بالکل مختلف لڑکی میری آنکھوں کے سامنے آگئی۔ یہ کینسا نہیں تھی بلکہ اس نے کینسا کا مارک لگایا ہوا تھا۔ اب صورت حال میری سمجھ میں آگئی تھی، لیکن کمال کی شخصیت تھی اس لڑکی کی۔ خیر اتنا تو میں جانتا تھا کہ کوئن میکوویا ایک نہایت شارپ عورت ہے اور اس نے اپنا جو جال پھیلایا ہوا ہے وہ معمولی نوعیت کا نہیں ہے۔ میرے ذہن میں لاتعداد خیالات گزرنے لگے اس کا مطلب ہے کہ میرے ذہن میں جو جھنجھلاہٹ تھی وہ بے معنی تھی۔ کوئن میکوویا نے مناسب پوائنٹس پر بلیک آرمی کی سیکورٹی مجھے فراہم کی تھی۔ جہاں وہ دیکھتی تھی کہ میں مناسب طریقے سے اپنا کام کر رہا ہوں وہاں مجھے بلیک آرمی کا وجود نہیں ملتا تھا اور جہاں اس نے یہ محسوس کیا کہ اب میں الجھنوں کا شکار ہو گیا ہوں اس نے فوراً ہی میری جانب توجہ دی۔ بڑا اعتماد سا پیدا ہو گیا تھا دل میں اور اسی احساس نے ذہن کو ایک خوشگوار سی کیفیت بخش دی تھی۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ آگئی۔ میں نے کہا۔

”تم کینسا سے زیادہ خوبصورت ہو اور مجھے تمہارا نام بھی نہیں معلوم۔“

”آپ مجھے شیریں کہہ سکتے ہیں۔“

”مس شیریں، آپ نے کہاں سے میرا تعاقب کیا؟“

”میں ایکوا ڈور ہی سے آپ کے تعاقب میں تھی۔ میرے معاون میرے ساتھ تھے۔ جب ہمیں یہ علم ہوا کہ آپ کو لمبیا جار ہے ہیں اور آپ کے سفر کا مناسب بندوبست ہو گیا ہے تو وہاں سے ہم نے براہ راست کو لمبیا کا سفر کیا اور یہاں میں نے کینسا کو روپ کر کے اس کا روپ دھار کر شارٹی کے ہاں رہائش اختیار کر لی۔“

”اور وہ لڑکی کینسا کہاں گئی؟“

”اے اغواء کر کے ایک ایسی جگہ پہنچا دیا گیا تھا جہاں سے اب وہ شارٹی کو مل چکی ہوگی۔ بے مقصد قتل و غارت گری ہم لوگ نہیں کرتے۔ ہاں اگر اتنی ہی مجبوری پیش آجاتی کہ کینسا کی موت ضروری ہوتی تو شاید اسے قتل بھی کرنا پڑتا۔“

”تم نے واقعی مجھے حیران کر دیا ہے اور بڑی بروقت ملی ہو تم مجھے۔ کیا تمہیں اس کے ساتھ دیگر حالات بھی معلوم ہیں۔“

”سر ہم کو لنسا جیل تک آپ کا تعاقب نہیں کر سکے۔ کو لنسا سے نکلنے کے بعد ایک مخصوص جگہ ہم آپ کو پانے میں کامیاب ہو گئے تھے کیونکہ آپ کے فرار کی اطلاع ہمیں مل گئی تھی پھر وہاں سے کوئن میکوویا نے مجھے آپ کے ساتھ مصروف رہنے کی ہدایت کی اور سر میں یہاں تک پہنچ گئی۔ یہی نہیں بلکہ لڈ پر بھی ہماری نگاہیں ہیں چونکہ فرانس آنے کے بعد وہ ہمارے لیے مزید اہمیت اختیار کر گیا ہے۔“

”تب تو تمہیں یہ بھی معلوم ہو گا کہ وہ گدھا کتنی بڑی حماقت کر بیٹھا ہے۔“

”وہ اسی ٹائپ کا آدمی ہے، اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ فرانس کی پولیس کے قبضے میں آجائے گا تو ایسا نہیں ہو گا۔ وہ احمق نہیں ہے پوری زندگی جرائم میں گزارا ہے۔“

”لیکن میرے خیال میں شیریں اس نے ایک بدترین حماقت کی ہے۔“

”آپ کا مطلب یہ ہے کہ اس نے کھلے چہرے سے یہ ڈاکا ڈالا ہے تو آپ بالکل درست کہتے ہیں۔ غالباً آپ کے ذہن میں بھی یہی خیال ہو گا کہ اس طرح رک وائر اس کی جانب سے ہوشیار ہو جائے گا۔“

”سو فیصد۔ اگر وہ فرانس کی پولیس سے اس ڈاکے اور تین آدمیوں کے قتل کے

الزام میں بچ بھی جاتا ہے تب بھی رک وائر کو وہ پانے میں ناکام رہے گا۔“

”اصل میں اسے رک وائر کے اتنے خفیہ ٹھکانے معلوم ہیں کہ وہ کہیں نہ کہیں

سے اس کی کھوج نکال ہی لے گا۔“

میں گہری نگاہوں سے اس لڑکی کا جائزہ لینے لگا۔ چند لمحات خاموشی سے گزرے۔

”اب اس کے لیے باہر نکل کر آزادانہ طور پر کام کرنا بھی مشکل ہو گا۔“ شیریں نے

کہا۔

”اسی سلسلے میں آپ کو کام کرنا ہے اس بیوقوف کی اس حماقت کو سنبھالنا ضروری

ہو گا۔ ڈاکے کے سلسلے میں اس کی تصاویر اخبار میں نہیں چھپنی چاہیے تھیں۔ یہاں کے

بینک اتنے معمولی تو نہیں ہیں کہ اپنے اندر ہونے والی وارداتوں کے سلسلے میں بالکل ہی

کوششیں نہ کریں۔ کیمرے لگے ہوئے تھے اور انہوں نے لڈ کی پوری تصاویر اتار لیں۔

یقیناً کیمرا آپریٹر بھی کسی مانیٹر پر موجود ہوگا۔ اگر وہ گدھا مجھ سے مشورہ کر لیتا تو میں اسے کسی قیمت پر ڈاکہ ڈالنے کا مشورہ نہ دیتا یا پھر اگر ایسا ہوتا بھی تو اسے تحفظ پر آمادہ کر لیتا، لیکن شاید یہ بات بھی آپ کے علم میں ہو کہ میں کس طرح اس بد بخت کے ساتھ ڈیل کرتا رہا ہوں۔ اب نجانے وہ کہاں مر رہا ہوگا اسے تلاش کرنا ایک مشکل کام ہے۔

”نہیں سر، اس کے لیے تھوڑی سی کارروائی ہم لوگوں نے کی ہے۔“

”کیا؟“ میں نے چونک کر پوچھا۔

”سر میں آپ کو بتا چکی ہوں کہ بلیک آرمی کے چند افراد مسلسل آپ کے قریب موجود تھے جیسا کہ میں نے آپ کو تفصیل بتائی ہے۔ یہاں بھی میں تمنا نہیں آئی بلکہ میرے ساتھ دوسرے افراد بھی ہیں اور سر ہم لوگ مسلسل آپ کے لیے سرگرداں رہے ہیں۔ یہ اندازہ ہم میں سے کسی کو بھی نہیں تھا کہ لڈ کا مقصد کیا ہے ہم تو بس احتیاط اس کا تعاقب کر رہے تھے اور آپ کی نگرانی بھی کر رہے تھے۔ بینک میں ڈاکہ بلیک آرمی کے افراد کے سامنے ہی ڈالا گیا۔ اور جب لڈ وہاں سے فرار ہوا تو اس کا تعاقب کیا گیا۔ دوسرے لوگوں سے اسے محفوظ رکھنا بھی مقصود تھا، لیکن چونکہ بینک کی جانب سے فوری طور پر کوئی کارروائی نہیں ہو سکی تھی اس لیے اسے نکلنے کا موقع مل گیا اور اس نے ایک مخصوص علاقے کی جانب رخ کیا۔ پتا نہیں یہ منصوبہ پہلے سے اس کے ذہن میں تھا یا بس افراتفری کے عالم میں وہ اس جانب چل پڑا تھا۔ اندر کی بات تو ہمیں نہیں معلوم، لیکن اس وقت وہ دریائے سین کے کنارے بنے ہوئے خوبصورت مکانات میں سے ایک مکان نمبر ساٹھ میں ہے۔“

”کیا؟“ میں اچھل پڑا۔

”اور بلیک آرمی کے دو افراد اس کی بڑی احتیاط سے نگرانی کر رہے ہیں۔ اس نے کافی دیر سے وہیں اپنا ٹھکانہ بنا رکھا ہے اور باہر آنے کی کوشش نہیں کی۔“

”بوتے ڈی بولون۔ مکان نمبر ساٹھ؟“

”جی سر، آپ چاہیں تو میں ابھی ان لوگوں سے آپ کی بات کرا سکتی ہوں۔“

میں شدید منسنی کا شکار ہو گیا۔ اب تک بلیک آرمی کے لیے میرے دل میں جو بری باتیں پیدا ہو گئی تھیں وہ ایک دم ختم ہو گئیں۔ یہ لوگ غیر مستعد نہیں تھے لیکن بڑے

مخاطب انداز میں اپنا کام کر رہے تھے اور یہ تو ان کا ایک نہایت ہی شاندار کارنامہ تھا۔ صحیح معنوں میں بروقت انہوں نے میری مدد کی تھی۔ میں کچھ دیر سوچتا رہا۔

”آپ ان سے رابطہ کرا دیں۔“ پھر میں نے کہا۔

”ابھی لیں۔“ وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور کمرے سے باہر نکل گئی، پھر وہ ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر لے کر اندر آ گئی۔ میرے سامنے ہی اس نے ٹرانسمیٹر آن کیا۔ اس کا امپیل کھینچنے کے بعد اس نے چند ٹن دباؤ اور ٹرانسمیٹر سے نہایت صاف آوازیں سنائی دینے لگیں، پھر دوسری طرف سے ایک آواز ابھری۔

”بلیک سیونٹی ایٹ کالنگ۔ بلیک سیونٹی ایٹ کالنگ۔“

”بلیک تھری تھری۔“ لڑکی نے کہا۔

”لیس میڈم۔“

”کوئی اس کی جانب متوجہ تو نہیں ہوا ہے۔“

”یہاں کوئی کسی کی جانب متوجہ نہیں ہوتا۔ ہر شخص اپنے کام سے کام رکھتا ہے۔ بے حد پر سکون علاقہ ہے۔“

”تم لوگ اطمینان سے ہو، اسے کسی پر شبہ تو نہیں ہو سکا؟“

”نہیں میڈم اس کے لیے تو خاص طور سے خیال رکھا گیا ہے کیونکہ ہم اس کی شخصیت سے واقفیت ہیں۔“

”اوکے اپنی جگہ جے رہو۔“

اس نے ٹرانسمیٹر بند کر کے میری جانب دیکھا اور میں نے تحسین آمیز انداز میں گردن ہلا کر کہا۔ ”واقعی آپ نے شاندار کام کیا ہے ورنہ اس وقت اس کی تلاش میرے لیے ناممکن ہی ہو جاتی۔ میں تو یہ محسوس کرنے لگا تھا جیسے تمام کیے دھڑے پر پانی پھر گیا ہو۔“

”مجھے خوشی ہے کہ میں آپ کے کام آسکی۔ ہم لوگوں کو پوری طرح فری کر دیا گیا ہے اور ہمیں خود ہی فیصلے بھی کرنے ہوتے ہیں کہ آپ جس مشن کے لیے نکلے ہیں۔ اس میں ہم آپ کی کیا مدد کر سکتے ہیں؟“

”تمہیں اس مشن کی پوری تفصیل بتا دی گئی ہے؟“

”یس سر جب ہمیں کوئی ذمہ داری سونپی جاتی ہے تو کوئن ہمیں بتا دیتی ہے کہ اصل معاملہ کیا ہے اس طرح یہ آسانی ہو جاتی ہے سر کہ ہمیں اپنے طور پر فیصلے کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی۔“

”ویری گڈ میں بے حد مسرور ہوں ویسے مجھے تعجب ہے کہ کوئن یہ سارے کام مجھ سے ہی کیوں لیتی ہیں۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ اگر تم لوگوں کو ہی کسی کام کے لیے مخصوص کر دیا جائے تو وہ کام بھی بے آسانی ہو سکتا ہے۔“

”نہیں سر۔ کوئن کے فیصلے بڑے محتاط ہوتے ہیں اور ان میں کبھی کوئی جھول نہیں ہوتا۔“ اس نے کہا۔

اس کے لہجے سے ایک عجیب سی عقیدت جھلک رہی تھی۔ میں اس کے تاثرات کو محسوس کرتا رہا۔

”اب یہ بتائیے کہ ان حالات میں آپ کا کیا پروگرام ہے؟“

”ہاں تم نے بتایا ہے کہ وہ بوئے ڈی بولون میں مکان نمبر ساٹھ میں موجود ہے اور اس کی تصدیق بھی ہو چکی ہے لیکن میں یہ سوچ رہا ہوں کہ اب میرا وہاں پہنچنا کیسے ممکن ہو؟“

”سب سے مشکل مسئلہ یہی ہے سر اگر آپ براہ راست اس تک پہنچ جاتے ہیں تو وہ یہ ضرور سوچے گا کہ آپ کو اس کی وہاں موجودگی کا کیسے علم ہوا؟ دو ہی باتیں ہو سکتی ہیں سر یا تو آپ اس بات کا اظہار کر دیں کہ آپ نے اس کا تعاقب کیا ہے یا پھر اتفاقہ طور پر وہاں پہنچنے کا مظاہرہ کریں۔“

میں سوچ میں ڈوب گیا اگر میں اس سے اس بات کا اظہار کرتا ہوں کہ میں مسلسل اس کے تعاقب میں تھا تو پھر وہ یہ بھی سوچ سکتا ہے کہ اب تک میں نے اس سے رجوع کیوں نہ کیا اور بعد میں اس کے بارے میں معلومات کیسے حاصل کیں۔ جبکہ فرانسیسی پولیس ابھی تک اس کی تلاش میں بھٹک رہی ہے۔ یہ ذرا مشکل اور سنگین مسئلہ تھا اور اس پر کافی غور کرنے کے بعد کام کیا جاسکتا تھا۔ ویسے اس کی شخصیت کا مجھے اندازہ تھا وہ جس انداز میں مجھ سے متاثر ہو گیا تھا اگر میں اس پر یہ بھی اظہار کر دوں کہ میں اتفاقہ طور پر اس تک پہنچا ہوں تو شاید وہ میری بات پر یقین کر لے بہت غورو خوض کرنے کے بعد

آخر کار میں نے یہی فیصلہ کیا کہ بوئے ڈی بولون میں اتفاقہ طور پر مکان نمبر ساٹھ کے آس پاس بھٹک کر اس تک پہنچوں گا۔ جبکہ بلیک آرمی کے وہاں پر موجود افراد کا کہنا تھا کہ وہ باہر بھی نکلتا ہے۔ بہر طور بڑی خطرناک شخصیت تھی اور میں چاہتا تھا کہ جس قدر جلد ممکن ہو اس کام کی تکمیل ہو جانی چاہیے۔ ورنہ میں بھی کسی بڑی مشکل کا شکار ہو سکتا ہوں۔ وہ تو دیوانہ ہی تھا۔ غرضیکہ بہت دیر تک شیریں سے میری باتیں ہوتی رہیں۔ میں نے اس سے اس فلیٹ کے بارے میں پوچھا تو اس نے مجھے بتایا کہ اس کا انتظام بلیک آرمی کے مقامی گروہ نے کیا ہے۔

پھر دوسرے دن میں نے بوئے ڈی بولون کا رخ کیا۔ دریائے سین کے کنارے یہ پرسکون بستی بلاشبہ قابل رشک تھی۔ میں دوسرے لوگوں کی مانند وہاں گردش کرتا رہا اور میرا زیادہ تر وقت مکان نمبر ساٹھ کے سامنے ہی گزرتا تھا۔ مجھے بالکل بھی اندازہ نہیں ہو سکا کہ بلیک چینل کے آدمی کہاں سے اس مکان کی نگرانی کر رہے ہیں۔

پھر میری مشکل حل ہو گئی اس وقت میں مکان نمبر ساٹھ کے سامنے باغیچے میں خاموشی سے گردن جھکائے بیٹھا ہوا تھا کہ سامنے والے مکان کا دروازہ کھلا اور میں نے اسٹمپوٹ کو دیکھا جو نہایت آزادی اور بے باکی کے ساتھ میری جانب بڑھ رہا تھا۔ میں اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اب اس وقت میری اداکاری ہی میرا بھرم رکھ سکتی تھی۔ شدت حیرت سے میرا چہرہ سرخ ہو گیا اور میری آنکھیں پھٹی پڑ رہی تھیں۔ میرے ہونٹ کپکپا رہے تھے۔ پھر میں انتہائی اضطرابی انداز میں کئی قدم آگے بڑھا اور لڈ کے قریب پہنچ گیا۔

”میرے پیچھے آ جاؤ۔“ اس نے کہا۔ ”باہر زیادہ دیر رکنا خطرناک ہے۔“ اس نے کہا اور میں کسی معمول کی طرح سحر زدہ سا اس کے پیچھے چل پڑا۔ لڈ مجھے مکان نمبر ساٹھ کے دروازے سے اندر لے گیا تھا۔

چھوٹا سا خوشنما مکان ایک برآمدہ سامنے بڑا سا کچا احاطہ جس میں خوبصورت گھاس لگی ہوئی تھی اور طرح طرح کے پھول کھلے ہوئے تھے۔ لڈ نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا لیکن میں اسی شدید حیرت کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ میرے بدن پر ہلکی ہلکی کپکپاہٹ طاری تھی۔ لڈ نے ایک صوفے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ”آرام سے بیٹھو آرام سے۔“ میں تمہارے لیے پانی لاتا ہوں۔“

یہ بھی ایک ناقابل یقین بات تھی۔ وہ بڑی نرم خوئی کا مظاہرہ کر رہا تھا اور مجھے یہ احساس ہو رہا تھا کہ میری اداکاری کام آگئی ہے۔ وہ پانی کا گلاس لے کر آیا تو میں بڑے احترام سے اٹھا اور میں نے گلاس اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

”اس وقت واقعی تم پر جو کیفیت بھی طاری ہو جائے وہ باعث حیرت نہیں ہے۔ میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گا۔ کیا یہ انتہائی حیران کن بات نہیں ہے کہ تم وہاں پہنچ گئے جہاں میں موجود تھا۔“

”کیا میں واقعی یقین کر لوں کہ میں کوئی خواب نہیں دیکھ رہا؟“

”ہاں تم یقین کر لو کہ تم کوئی خواب نہیں دیکھ رہے میرے اور تمہارے ذہن اور دل کے تار کہاں سے بندھ گئے تھے۔ اس طرح میری جان کے گاہک بنے ہو کہ پیچھا چھڑانا مشکل نظر آتا ہے۔“ لڈ نے ہنستے ہوئے کہا۔ ”لیکن جتنا تم مجھے دیکھ کر حیران ہو اتنا ہی حیران میں تمہیں یہاں دیکھ کر ہوا ہوں۔ آخر تم اس سمت آ کیسے گئے؟“

پھر میں پلان پر عمل کرتے ہوئے اسے اپنی آمد کے بارے میں بتانے لگا۔

میں نے اس کے چہرے پر نمایاں تغیر دیکھا۔ وہ کسی سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ پھر اس کے چہرے کے نقوش کرخست ہوتے گئے۔

”میں یہ سوچ کر یہاں نہیں آیا تھا کہ تم سے دوری اختیار کر لوں۔ ہمیں مقامی کرنسی کی ضرورت تھی اور اس کے حصول کے لیے میں نے کوشش کر ڈالی اور کامیاب ہو گیا۔ مدافعت کرنے والوں کو ہلاک کرنا ضروری تھا۔ میں نے اپنا کام کر لیا اور اس کے بعد مناسب قیام کے لیے مجھے یہی جگہ پسند آئی۔ میں نے ہوٹل ٹیلی فون کیا تو پتا چلا کہ تم کمرے میں موجود نہیں ہو۔ میں انتظار کر رہا تھا۔ بار بار ٹیلی فون کرنا اس لیے مناسب نہیں سمجھا کہ کہیں تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔ اب ذرا بہتر وقت حاصل کر کے میں تمہاری تلاش میں نکلنے والا تھا لیکن ان تمام باتوں کے باوجود میں تم سے یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ میں اب بھی اپنے اسی نظریے پر قائم ہوں۔ یعنی یہ کہ میں کسی سے گہری دوستی نہیں کر سکتا۔ دوستی کے نام سے نفرت ہو گئی ہے مجھے..... شارٹی میرا اور رک وائر کا مشترکہ دوست تھا اگر کو لمبیا سے اس کے ذریعے یہاں تک آنے کا مسئلہ نہ ہوتا تو میں اس سے بھی ملاقات نہ کرتا۔ دوستی کے نام سے گھن آنے لگی ہے اب مجھے۔ چنانچہ پروفیسر کم

میں اب بھی تم سے کھل کر یہی کہہ رہا ہوں کہ میں تمہیں دوست نہیں بنا سکتا لیکن کونسا جیل سے نکلنے میں تم نے میری جس طرح مدد کی ہے اور جس طرح تم ایک شاندار شخصیت کے مالک ثابت ہوئے ہو اس کے تحت میں یہ سمجھتا ہوں کہ مجھے ابھی تمہاری مسلسل ضرورت ہے اور میں تمہیں تمہاری مرضی کے ساتھ ساتھ اپنے قریب رکھنا چاہتا ہوں۔ ہاں اگر تم کبھی یہ محسوس کرو کہ میرا ساتھ اب تمہارے لیے مشکل ہے اور وہ لمحہ اس وقت سے شروع ہو سکتا ہے تو میری طرف سے تم پر کوئی پابندی نہیں ہے لیکن یہ میں چاہتا ہوں کہ کونسا جیل سے فرار کے بعد تم بھی ابھی مناسب حیثیت نہیں اختیار کر پائے ہو۔ میں تمہیں بہترین معاوضے کی ادائیگی کروں گا۔ رک وائر کیس میں میرا ساتھ دو۔ میرا خیال ہے اب تمہارے ذہن میں میری مکمل شخصیت کھل کر سامنے آگئی ہوگی۔ میں نے ہمیشہ احکامات دیے ہیں۔ رائے نہیں مانگی کسی سے لیکن تمہیں یہ فوقیت حاصل ہے کہ میرا ساتھ دینے یا نہ دینے کا فیصلہ تم خود کرو گے۔ بینک میں ڈاکہ ڈالنے کے دوران مجھے جو رقم حاصل ہوئی ہے میں اس میں سے تمہیں ایک بہترین رقم اس وقت دینا چاہتا ہوں اور وہ تمہارے ماضی کی کاوشوں کا معاوضہ ہو گا۔ اس کے بعد تم جو کچھ کرو گے میرے لیے اس کا معاوضہ الگ، لیکن یہ تم پر منحصر ہے۔“

میں نے گہری نگاہوں سے اسے دیکھا۔

”مسٹر لڈ میں خود بھی کوئی اچھا آدمی نہیں رہا ہوں اور آپ کو یہ اندازہ ہے کہ کسی نہ کسی طرح میں اپنا کام کر ہی لیا کرتا ہوں۔ بے شک میرے پاس اس وقت بالکل رقم نہیں ہے اور میں پریشانی کے حالات میں زندگی بسر کر رہا ہوں لیکن اس کے باوجود رقم کا حصول میرے لیے صرف تھوڑی دیر کا مسئلہ ہے آپ نے اپنی شاندار شخصیت کو استعمال کرتے ہوئے ایک بڑا کارنامہ کیا ہے۔ میں اپنی ضرورت پوری کرنے کے لیے چھوٹا موٹا کام کر سکتا ہوں۔ جہاں تک دوستی کا تعلق ہے تو بے شک آپ کے تجربات سے میں منحرف نہیں نقصان آپ کو پہنچا ہے مجھے نہیں لیکن آپ کی ذہنی کیفیت میں سمجھ سکتا ہوں۔ ہاں ایک رشتہ ہوتا ہے عقیدت کا رشتہ۔ انسان کسی کے لیے دل میں کچھ جذبے بٹا لیتا ہے۔ ضروری نہیں ہے کہ دوسرا شخص بھی ان جذبوں سے اتفاق کرتا ہو دوستی نہیں لیکن غلامی تو اتنی بری چیز نہیں ہوتی۔ اگر میں آپ سے یہ کہوں مسٹر کہ میں آپ کے

خادم کی حیثیت سے مزید کچھ وقت آپ کے ساتھ گزارنے کا خواہش مند ہوں تو کیا میری اس خواہش کی تکمیل ہو سکے گی۔“

اس کے چہرے پر ایک دم جنون کے آثار پیدا ہو گئے اس نے کرب زدہ انداز میں کہا۔ ”شب پھر تم پاگل ہو، احمق ہو ایک مکمل مجرم نہیں ہو، اس دنیا کو نہیں سمجھتے اور کسی بھی وقت بدترین نقصان اٹھاؤ گے یہ میری پیش گوئی ہے۔ بلاوجہ کی عقیدتیں بھی حماقت کا ثبوت ہوتی ہیں۔ میں صرف ایک جرائم پیشہ اور سخت گیر آدمی ہوں۔ اس کے علاوہ مجھ میں اور کوئی خوبی نہیں ہے۔ بہتر ہے پروفیسر یکیم کہ اپنے ذہن سے یہ عقیدت وقیدت جیسی حماقت نکال دو۔ کھری کھری سووے بازی کرو۔ میں تو خود تمہیں ساتھ رکھنے کا خواہش مند ہوں بعد میں ہم فیصلہ کریں گے کہ ہمارا ساتھ کس حد تک مناسب ہوگا اور کس حد تک نہیں ہوگا۔“

”یونہی سہی میں آپ کی قربت میں اطمینان محسوس کرتا ہوں۔“

”یہ موضوع ختم کر دو۔ اس نے مجھے پریشان کر دیا ہے۔ الجھا دیا ہے۔“

”ختم کر دیا۔“ میں نے مسکرا کر کہا۔

”تو تم نے فوراً ہی ہوٹل چھوڑ دیا؟“

”ہاں اصل میں آپ کی تصویر شائع ہونے کے بعد میرے ذہن میں یہ خیال پیدا ہوا کہ کم از کم ہوٹل کے عملے نے مجھے آپ کے ساتھ دیکھا ہے اور وہ نشاندہی کر سکتا ہے چنانچہ میں نے اہم چیزیں اپنے قبضے میں کیں اور اس کے بعد ہوٹل چھوڑ دیا لیکن کرنسی نہ ہونے کی وجہ سے مجھے خاصی مشکلات کا شکار ہونا پڑا بس یہ عجیب بات ہے کہ میں اس طرف نکل آیا۔ حالانکہ میرے ذہن میں یہ خیال نہیں تھا کہ یہاں میری ملاقات آپ سے ہو سکے گی۔“

”یہ ایک دلچسپ اتفاق ہے لیکن تم نے کیا وہاں سے میرا پاسپورٹ اور کاغذات اٹھالے؟“

”ہاں پیش خدمت ہیں۔“ میں نے اپنے سینے کے پاس رکھے ہوئے کاغذات وغیرہ نکال کر اس کے سامنے رکھ دیے چونکہ میں اس سے ملاقات کرنے ہی آیا تھا اور شیریں نے مجھے بہترین مشورے دیے تھے۔ ”اب ہمیں نئے سرے سے رک وائر کی تلاش کے

لیے لائحہ عمل تیار کرنا ہوگا۔ بینک والے واقعے کے بعد تو رک وائر چھپ گیا ہوگا۔“

”نہیں ابھی ایک لڑکی ریٹا موجود ہے جو ہمیں اس کے ٹھکانے کے بارے میں بتا سکتی ہے۔“ لڈ نے اطمینان سے جواب دیا۔

”کیا وہ بتا دے گی؟“ میں نے سوال کیا۔

”لڈ کو تم صدیوں تک نہیں سمجھ سکتے۔“

”آپ ٹھیک کہتے ہیں۔“

”تو پھر ہمیں ریٹا کے فلیٹ پر چلنا ہے۔“ لڈ نے کہا۔ ”اور میرا خیال ہے آج ہی اس مسئلے کو نمٹا لیا جائے تاکہ اس بد بخت کو بہت زیادہ محتاط ہونے کا موقع نہ مل سکے۔“

”ٹھیک ہے تو پھر ہمیں اس کے لیے کیا کرنا ہے؟“

”کچھ نہیں۔ یہاں سے باہر نکلیں گے۔ آس پاس کے علاقوں میں سے کوئی گاڑی لیں گے اور ریٹا کے فلیٹ پر پہنچ جائیں گے مجھے اس کا پتا معلوم ہے؟“

”کیا اس دوران اس نے اپنا فلیٹ تبدیل تو نہیں کر لیا ہوگا؟“

”یہ ایک بیکار سوال ہے کیونکہ بہت سے ایسے کام ہو جاتے جن کا حقیقتوں سے دور کا واسطہ بھی نہیں ہوتا اس لیے تم اس سلسلے میں مضطرب نہ ہو۔“

”اور آپ کا باہر نکلنا کیا مناسب رہے گا؟“ جواب میں وہ ہنس پڑا۔

”دنیا کے بارے میں تمہارا تجربہ بھی وسیع ہو گا لیکن میں تم سے ایک بات کہوں۔ بہت زیادہ محتاط رہ کر ہم خطرات کو اپنے بہت قریب لے آتے ہیں زندگی میں ہر کام کھل کر کرنا چاہیے۔ اگر ہم صرف احتیاط کی نذر ہو گئے تو پھر مستقبل میں کچھ بھی نہ کر پائیں گے۔“

میں اس معاملے میں کسی حد تک اس سے متفق تھا۔

”یوں کرو کہ تم زیادہ وقت میرے ساتھ نہ گزارو۔ میرا مطلب ہے اپنے لیے کوئی بہتر ٹھکانہ تلاش کر لو۔ ہمارے درمیان رابطہ رہنا چاہیے تم مجھ سے الگ رہ کر میرے ساتھ کام کر سکتے ہو۔ میرا مطلب سمجھ رہے ہو نا؟“

”آپ یہ مناسب سمجھتے ہیں تو مجھے اس پر اعتراض نہیں ہے۔“

”یہ رقم تم اپنے پاس رکھو۔ تمہارا حصہ میں نے الگ محفوظ کر لیا ہے۔ کہیں بھی

ایسی مناسب جگہ منتقل ہو جاؤ جہاں سے تم سے میرا مکمل رابطہ رہے اور ہم دونوں اپنے اپنے پروگرام بنا سکیں۔ تم اگر چاہو تو میک اپ کے ذریعے اپنے چہرے میں معمولی سی تبدیلی بھی پیدا کر سکتے ہو اس طرح کم از کم ہم دونوں الگ الگ رہ کر ایک دوسرے کے مفادات کی نگرانی کر سکتے ہیں۔“

میرے لیے اس کے یہ الفاظ فکریہ تھے اس کے ساتھ رہنا بے شک بے حد خطرناک تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی میں اس پر پوری طرح نگاہ بھی رکھنا چاہتا تھا لیکن بعد میں یہی فیصلہ کیا میں نے کہ میرا اس سے تھوڑا سا فاصلہ ہی مناسب ہے۔
”کیا آپ مستقل اسی جگہ قیام کریں گے؟“

”فی الحال“ لیکن اگر میں نے یہ دیکھا کہ یہاں رہنا میرے لیے کسی طور مشکل ہو سکتا ہے تو میں جگہ تبدیل کر دوں گا۔“

”تھینک یو مسٹر لڈ“ میرے خیال میں آپ کا یہ مشورہ مناسب ہے۔“

میں نے کہا اور اس کے بعد میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ بوئے دی بولون کے اس خوشنما کونج سے باہر نکل کر میں دریائے سین کے کنارے کنارے آگے بڑھتا رہا اور پھر ایک جگہ سے ٹیکسی لے کر چل پڑا۔ مجھے ایک عام سیاح کی حیثیت سے کسی ہوٹل میں قیام کرنا تھا۔ یہ اندازہ بھی لگانا تھا کہ ہوٹل کے عملے کے ذریعے کہیں لڈ اسٹیوٹ کے ساتھی کی حیثیت سے میری شناخت تو نہیں ہو گئی ہے۔ ایک درمیانے درجے کے ہوٹل کا انتخاب کیا۔ بے شک وہ فانیو اشار نہیں تھا لیکن اس میں جو آسائش فراہم کی گئی تھیں وہ نہایت اطمینان بخش تھیں۔ ویسے تو کینسا کی صورت میں شیریں کامل جانا میرے لیے انتہائی تقویت بخش تھا کیونکہ شیریں نے مجھے معاشی فکروں سے بے نیاز کر دیا تھا لیکن اب جو رقم مجھے حاصل ہوئی تھی وہ بھی میرے لیے کافی معاون تھی۔

ہوٹل کے کمرے میں منتقل ہونے کے بعد سب سے پہلے میں نے شیریں سے رابطہ کیا۔ بلیک آرمی کی یہ فرد کافی مستعد تھی۔ فوراً ہی فون ریسیو کیا۔

”شیریں۔ میں نے یہاں ایک ہوٹل میں رہائش اختیار کر لی ہے۔“

”سراسر سے ملاقات ہوئی۔ اس کا آئندہ قدم کیا ہے؟“

”اطمینان بخش ہے۔ میں اس کے بارے میں تمہیں فون پر نہیں بتا سکتا۔“

”میرے لیے کوئی خدمت سر۔“

”نہیں مجھے ابھی کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔“

”لیکن میرا آپ سے مسلسل رابطہ رہنا چاہیے۔ آپ براہ کرم مجھے اپنے ہوٹل کا فون نمبر دے دیجئے۔“

”ہاں لکھ لو۔“ میں نے کہا اور شیریں نے میرا فون نمبر لکھ لیا۔

بس اس کے بعد کوئی اور ایسا اہم کام نہیں تھا جو میرے لیے ہوتا چنانچہ میں مطمئن انداز میں آرام سے ایک کرسی پر دراز ہو گیا۔ لڈ کو میں نے فون کر کے ہوٹل میں اپنے کمرے کے بارے میں بتا دیا تھا۔

چنانچہ اس کے اپنے پروگرام کے مطابق مجھے فون موصول ہوا۔ میں نے ریسیور اٹھایا۔

”دوست بول رہا ہوں۔ اسٹیفن روڈ، گرین ونگ، یہ ایک خوبصورت رہائشی عمارت ہے اور اس کے بالکل سامنے گرین ونگ پارک بنا ہوا ہے۔ رات کو ساڑھے نو بجے مجھے وہاں ملو گے تو میں تمہیں بہت سی تفصیلات بتاؤں گا۔ ٹھیک ساڑھے نو بجے۔ میری گھڑی میں اس وقت پانچ بج کر چالیس منٹ ہو رہے ہیں۔“

”ٹھیک ہے سر۔“ میں نے جواب دیا اور دوسری جانب سے فون بند ہو گیا۔ میں بقیہ وقت مختلف سوچوں میں گزارتا رہا۔ کرنے کے لیے اور کوئی کام تو تھا نہیں پھر نو بجے سے پہلے ہی تیار ہونا شروع ہو گیا کیونکہ جگہ بھی تلاش کرنی تھی۔ ٹیکسی ڈرائیور کو میں نے اسٹیفن روڈ کے بارے میں بتایا تو اس نے خاموشی سے ٹیکسی آگے بڑھا دی۔ بڑا پروتیق علاقہ تھا۔ تیز روشنیوں اور انسانی رونق کا مظہر گرین ونگ پارک کافی خوبصورت پارک تھا۔ اس کے اندر روشنیاں ہو رہی تھیں اور بہت سے لوگ پارک میں موسم کا لطف اٹھا رہے تھے۔

میں ٹیکسی سے اتر کر ٹھلنے والے انداز میں آگے بڑھ گیا۔ ابھی ساڑھے نو بجنے میں بارہ منٹ باقی تھے گرین ونگ پارک کے آخری سرے تک کا چکر لگا کر میں ست روی سے دایس پلنڈ۔ اس دوران اس کے سامنے بنی ہوئی اس حسین رہائشی عمارت کو بھی دیکھ چکا تھا جو تقریباً اٹھارہ منزلہ تھی۔ آس پاس کی عمارتیں بھی خاصی بلند و بالا تھیں۔ پھر ٹھیک

معلوم ہوتی تھی۔ وہ ایک لمحے کے لیے ٹھکی تھی لیکن اسی وقت لڈ اسٹمبوٹ نے ہاتھ بڑھا کر اس کی گردن پکڑ لی اور اسے پیچھے دھکیلتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔ غالباً اس نے اس طرح ملازمہ کے ترخڑے پر انگلیاں جمائی تھیں کہ بے چاری ملازمہ کی چیخ تک نہیں نکل سکی۔ اندر سے آواز آئی۔

”کون ہے۔“ لیکن لڈ نے انتظار نہیں کیا اس نے مسز جیکب کا حساب کتاب مکمل کر دیا تھا اور اسے لے کر کھسکتا ہوا ایک کمرے کے دروازے کی جانب چل پڑا تھا۔ دوسری بار وہی آواز آئی اور پھر ایک حیران کن آواز۔

”مسز جیکب تم بولتی کیوں نہیں کون ہے؟“ پھر دروازہ کھلا اور وہ سامنے آگئی۔ عمر غالباً اٹھائیس اور تیس کے درمیان تھی۔ جسم نہایت متناسب لیکن چہرہ تیزاب سے جھلکا ہوا۔ میں اس کے عین سامنے موجود تھا۔ مجھے اس طرح فلیٹ کے اندر دیکھ کر اس کے حلق سے خوف کی ایک چیخ سی نکل گئی اور اب مجھے بھی اس قدر بودم نہیں بنے رہنا چاہیے تھا۔

چنانچہ میں نے جیب میں ہاتھ ڈال کر کہا۔ ”اس جیب میں پستول ہے اور اس کا رخ تمہاری جانب ہے۔ خاموشی سے اندر چلو مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔“

”مم..... مگر..... مسز جیکب؟“

”وہ محفوظ ہیں اندر چلو۔“ میں نے کرخت لہجے میں کہا۔ اور وہ سہمی ہوئی سی اندر داخل ہو گئی۔ چند ہی لمحات کے بعد لڈ اسٹمبوٹ بھی پیچھے سے اندر داخل ہو گیا۔ وہ اسے دیکھ کر اور سہم گئی۔

”شاید ہم نے دروازہ بند نہیں کیا۔ ویسے تو وہ خود کار دروازہ ہی معلوم ہوتا تھا لیکن تم ذرا جا کر دیکھ آؤ اور اگر وہ کھلا ہوا ہو تو اسے بند کر دینا۔“

میں خاموشی سے کمرے کے دروازے سے باہر نکل آیا۔ اندازہ درست تھا خود کار دروازہ بند ہو چکا تھا۔ میں مطمئن ہو کر واپس پلٹا اور کمرے میں داخل ہو گیا۔ اندر کا منظر خاصا پریشان کن تھا۔ لڈ اسٹمبوٹ نے لڑکی کے بال مٹھی میں جکڑے ہوئے تھے اور وہ رو رہی تھی۔ لڈ نے اسے نیچے فرش پر بٹھا رکھا تھا۔

”یہ میڈم ریٹا ہیں۔ میں انہیں مس ریٹا تو یوں نہیں کہہ سکتا کہ اپنے زمانے میں

ساڑھے نو بجے میں نے لڈ کو دیکھا اس نے مجھے چہرے پر میک اپ کا مشورہ دیا تھا لیکن میرے بجائے خود اس نے ایک فرنج کٹ داڑھی لگائی ہوئی تھی۔ ہاتھ میں سفید چھتری تھی۔ سر پر پائنگ شو ٹائپ کا ہیٹ پہنا ہوا تھا۔ دانتوں میں پائپ دبا ہوا تھا۔ چھتری کے سارے وہ لنگڑا کر چلتا ہوا نظر آ رہا تھا۔ میں نے دل ہی دل میں اس کے اس ہلکے سے میک اپ کی داد دی۔ واقعی اپنے قد و قامت کو نظر انداز کر کے وہ بالکل ایک بدلی ہوئی شکل کا آدمی نظر آتا تھا۔ میں مسکراتا ہوا اس کے قریب پہنچ گیا تو اس نے مجھے دیکھ کر گردن ٹیڑھی کر کے کہا۔

”کیا خیال ہے ایک نگاہ میں مجھے آسانی سے پہچانا جاسکتا ہے؟“

”نہیں شاید میرے علاوہ اور کوئی آپ کو اتنی آسانی سے نہ پہچان سکے۔“

”میں نے میک اپ کی باقاعدہ تربیت حاصل کی ہے لوگ اپنے چہروں کو نجانے کیا سے کیا بنا لیتے ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں بہت ہلکے سے کچھ دے دیے جائیں تو چہرے میں نمایاں تبدیلی پیدا کی جاسکتی ہے اس کے لیے ضروری نہیں ہے کہ تم بے شمار پلاسٹک اپنے چہرے پر چڑھاؤ۔“

”جی سر۔“

”آؤ۔“ اور میں خاموشی سے اس کے ساتھ ساتھ چل پڑا۔ وہ لنگڑا کر چل رہا تھا۔ ہم لوگ سڑک عبور کر کے گرین ونگ عمارت کے بڑے سے گیٹ سے اندر داخل ہو گئے۔ اس کے بعد لفٹ نے ہمیں ہماری مطلوبہ منزل پر پہنچا دیا۔ بڑے شاندار فلیٹس بنے ہوئے تھے۔ یقینی طور پر نہایت قیمتی ہوں گے۔ گویا رک وائر نے اپنی محبوبہ کو ایک شاندار رہائش گاہ فراہم کی تھی۔

مطلوبہ منزل پر پہنچنے کے بعد ہم راہداری میں بچھے ہوئے قیمتی قالین کو عبور کرتے ہوئے ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں اس فلیٹ کا دروازہ تھا۔ خاص قسم کی عمارت بنی ہوئی تھی۔ لڈ نے مجھے دیکھا۔

”باہر رکنے کی ضرورت نہیں ماحول ہمارے لیے سازگار ہے۔“ اس کے بعد اس نے فلیٹ کے بیل پٹن پر انگلی رکھ دی۔ گھنٹی بجنے کی آواز باہر تک سنائی دی تھی اور اس کے بعد ایک بوڑھی عورت نے دروازہ کھول دیا۔ چہرے مہرے اور لباس سے ملازمہ ہی

پہلے یہ ایک بڑی اچھی ماڈل رہی ہیں اور اس کے بعد ایک اچھی ادکارہ جنہوں نے خاصا نام کمایا تھا لیکن یہ خود نہیں جانتیں کہ ان کے ساتھ یہ حادثہ کس طرح پیش آیا۔ میرا خیال ہے ان پر آج یہ انکشاف کر دینا ان کے لیے بڑا دلچسپ ہو گا کہ ان کی صورت بگاڑنے والا کون ہے؟“

لڈ نے اسے اسی طرح پکڑ کر بالوں سے اٹھایا اور سامنے مسہری پر دھکیل دیا۔ وہ ایک چیخ کر ساتھ مسہری پر جا پڑی تھی۔ لڈ نے تھوڑے فاصلے پر پڑی ہوئی ایک کرسی گھسیٹی اور مسہری کے سامنے بیٹھ گیا۔

”اگر تکیے وغیرہ کے نیچے پستول موجود ہے تو تم اسے نکال سکتی ہو۔ مجھے اعتراض نہیں ہو گا لیکن میرا یہ ساتھی بڑا مستعد ہے اور یہ بہت سی مشکلات کا حل جانتا ہے۔ ہاں تو ابتدا میں یہاں سے کروں کہ تمہیں یہ بتا دوں کہ وہ بد بخت شخص کون تھا جس نے تمہارا چہرہ تیزاب سے جلا دیا۔ تمہیں معلوم ہے ڈیئر ریٹا کہ رک دائرہ تم سے بہت عرصے سے محبت کرتا تھا معلوم ہے نا تمہیں یہ بات اور تم اس وقت اپنے مداحوں میں کھیل رہی تھیں۔ رک جیسے بے شمار آدمی تمہارے تلوے چاٹ رہے تھے لیکن رک تمہیں اپنی ملکیت دیکھنا چاہتا تھا اور اس کے پاس اس کے سوا اور کوئی حل نہ تھا کہ وہ تم سے تمہارا وہ حسن چھین لے جس نے تمہیں اس سے دور کر رکھا ہے۔ سو اس نے ایسا ہی کیا اور بھلا اس کے بعد تمہیں رک سے زیادہ ہمدرد اور نیک انسان کون نظر آتا چنانچہ رک نے تم پر قابو پالیا اور یقینی طور پر وہ اب تک تمہاری کفالت کر رہا ہو گا۔“

”نہیں تم بکواس کرتے ہو۔“ ریٹا نے ہدیانہ انداز میں کہا۔

”یہ تو ایک دلچسپ اطلاع تھی جو میں نے تمہیں فراہم کر دی۔ ظاہر ہے تمہارے تعلقات تمہارے محبوب سے بہت اچھے ہوں گے لیکن میں اس کا پرانا دوست ہوں کیا اس نے تمہیں کبھی اپنے جگری دوست کے بارے میں کچھ بتایا ہے۔ دیکھو گم صم رہنے یا جواب نہ دینے سے صورت حال بگڑ جائے گی کوئی فائدہ نہیں ہو گا تمہیں۔ اس لیے بولتی رہو زیادہ بہتر ہو گا۔“

اس نے نفی میں گردن ہلا دی۔

”خیر ویسے بھی وہ ایک بد اخلاق آدمی ہے اور اخلاقیات کی زیادہ پروا نہیں کرتا۔“

کب ملا تھا تم سے آخری بار؟“ ریٹا اب بھی گم صم ہی بیٹھی رہی تھی۔ تب لڈ کرسی سے اٹھا اس نے ریٹا کی جانب ہاتھ بڑھایا تو وہ چیخ کر پیچھے ہو گئی۔

”اگر تمہارے منہ سے جواب نہ نکلا تو میں تمہارے یہ بال پکڑ کر تمہارا سر پوری قوت سے دیوار سے دے ماروں گا۔ میں آخری بار کہہ رہا ہوں بہت کم ایسے لمحات آئے ہیں جب میں نے کسی کو اس قدر خاموش برداشت کیا ہے۔ سمجھ رہی ہو نا میری بات۔ آخری بار یہ کب ملاقات ہوئی تھی اس کی تم سے؟“

”کل رات سے صبح تک وہ یہیں تھا۔“

”صبح کس وقت وہ یہاں سے گیا ہے؟“

”ناشتے کے بعد، تقریباً دس بجے۔“

”کوئی خاص بات کہہ رہا تھا۔“

”وہ بیٹی جانے کی تیاریاں کر رہا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اچانک ہی کچھ ایسے واقعات پیش آگئے ہیں جن کی بناء پر اس کا بیٹی جانا ضروری ہے۔“

”اور کیا کہہ گیا ہے وہ؟“ لڈ نے پوچھا۔

”کہہ رہا تھا ممکن ہے آج دن بھر اور رات بھر نہ آئے اسے تیاریاں کرنی ہیں۔“

”لیکن کیا تم سے بڑے بغیر وہ بیٹی چلا جائے گا؟“

”نہیں۔ وہ کہہ رہا تھا کہ کل دن میں آئے گا اور اس کے بعد مجھ سے رخصت ہو کر بیٹی چلا جائے گا۔ اسے کوئی بہت ہی اہم کام ہے۔“

”ہاں بے شک اسے ایک اہم کام ہے اچھا یہ بتاؤ اس کا آکس کلب کیسا چل رہا ہے؟“

”پرانا آکس کلب اس نے بیچ دیا، کیا تمہیں یہ بات معلوم نہیں کہ اب اس کا کلب لیکن آکس کلب کے نام سے چلتا ہے؟“

”اصل میں طویل عرصے کے بعد میں یہاں آیا ہوں اور اس کا پتا معلوم کرنے میں ناکام رہا ہوں۔ میں جانتا تھا کہ تم واحد عورت ہو جو مجھے اس کا صحیح پتا بتا سکتی ہو۔ ویسے اس کا قیام آج کل کہاں ہے، کیا لیکن آکس کلب میں؟“

”نہیں اس وقت وہ لیکن آکس کلب میں نہیں ہے بلکہ اپنے کالج میں ہے۔ میں

نے اسے ابھی تھوڑی دیر پہلے فون کیا تھا۔

”اوہو اچھا کانچ کہاں ہے اس کا؟“

”بوائے ڈی بولون میں۔“ اس نے جواب دیا۔

لڈ کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے۔ اس نے گردن گھما کر مجھے دیکھا اور

پھر ریٹاک کی طرف مڑ کر بولا۔ ”کانچ نمبر پلیز۔“

”سکسٹی نائن۔“

”اوہ مائی گاڈ۔“ لڈ آہستہ سے بولا۔

مجھے علم تھا کہ لڈ کانچ نمبر ساٹھ میں ہے۔ سکسٹی نائن اس کے آس پاس ہی ہونا

چاہیے۔

”کتنی دیر پہلے فون کیا تھا تم نے اسے؟“

”کوئی آدھے گھنٹے پہلے۔“

”کیا وہ کہیں جانا چاہتا تھا؟“

”نہیں اس نے کہا تھا کہ اگر میں کوئی ضرورت محسوس کروں تو اسے دوبارہ وہیں

فون کر سکتی ہوں۔ وہ کچھ کاموں میں مصروف ہے۔“

”تم بہت اچھی خاتون ہو۔ معاف کرنا مجھے تمہارے ساتھ بدسلوکی کرنا پڑی لیکن کیا

کیا جائے۔ اس کے بغیر لوگ تعاون پر آمادہ نہیں ہوتے۔ اچھا ارے ہاں مائی ڈیئر کیم تم

نیچے جاؤ۔ ہمیں ٹیکسی ہی سے واپس جانا ہوگا۔ میں نے کوئی کار نہیں حاصل کی اس کی

بنیادی وجہ یہ تھی کہ اس کے لیے بلاوجہ مجھے خطرہ مول لینا پڑتا اور میں اس وقت کسی اور

الجھن میں الجھنے کے موڈ میں نہیں تھا تم نیچے جا کر کوئی ٹیکسی مل جائے تو اسے روکو۔ میں

ابھی آرہا ہوں۔“

”اوکے۔“ میں نے کہا اور واپسی کے لیے مڑ گیا۔

نیچے اترنے کے بعد میں نے ادھر ادھر نگاہیں دوڑائیں ٹیکسی مل جانا کوئی مشکل کام

نہیں تھا۔ اس پر رونق علاقے میں کافی ٹیکسیاں نظر آرہی تھیں۔ میں نے سوچا کہ لڈ

آجائے تو اس کے بعد ہی ٹیکسی روکنا مناسب ہوگا۔ بے مقصد انتظار سے کوئی فائدہ نہیں۔

لڈ کوئی دو تین منٹ کے بعد عمارت کے دروازے سے باہر نکلتا ہوا نظر آیا اور میں نے

ایک ٹیکسی کو اشارہ کر دیا ہم دونوں ٹیکسی میں بیٹھ گئے اور لڈ نے اسے پتا بتا دیا۔ ٹیکسی چل

پڑی دوران سفر مکمل خاموشی ہی رہی تھی۔ لڈ کے چہرے پر البتہ خوشی کے آثار نظر آرہے

تھے۔ وہ مسرور تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم مطلوبہ جگہ پہنچ گئے۔ لڈ نے نیچے اتر کر ٹیکسی

ڈرائیور کو بل ادا کیا اور اس کے بعد ہم دونوں ٹھٹھنے کے سے انداز میں آگے بڑھتے چلے

گئے۔

”کیا ریٹا نے ٹیلی فون پر رک وائر کو ہوشیار نہ کر دیا ہوگا۔ آپ نے ٹیلی فون کے

تار کاٹ دیے۔“ میں نے پوچھا۔

”جو کام سامنے ہو اور آسان ہو اسے مشکل بنانا میری فطرت میں شامل نہیں ہے۔

میں نے ٹیلی فون کے وائر نہیں کاٹے۔ البتہ ریٹاک کی سانسوں کا رابطہ اس کے جسم سے

منقطع کر دیا۔“

میرے بدن میں ایک لمحے کے لیے تھر تھری سی پیدا ہوئی۔

کچھ دیر کے بعد وہ اپنے کانچ کے سامنے رک گیا۔

”آؤ۔“ اور میں اس کے ساتھ چل پڑا۔

کام برق رفتاری سے آگے بڑھ رہا تھا اور جس قدر تیز رفتاری سے یہ کام ہو جائے

وہی موزوں ہے کیونکہ پتا نہیں کب فرانسیسی پولیس اس خوفناک انسان کے قریب پہنچ

جائے۔ چند لمحات کے بعد ہم کانچ نمبر سکسٹی نائن کے سامنے پہنچ گئے۔ قرب و جوار میں

مکمل سناٹا چھایا ہوا تھا۔ کانچ میں مدھم روشنی تھی۔ جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ اندر کوئی

موجود ہے۔ لڈ نے مجھے اشارہ کیا اور پھر ایک طرف چل پڑا۔ ظاہر ہے گیٹ سے داخل

ہونا مناسب نہیں تھا۔ احاطے کی دیوار سے اندر داخل ہونا مشکل ثابت نہیں ہوا، لیکن

آگے صورت حال خراب تھی۔ عمارت میں داخلے کے سارے راستے بند تھے۔ لڈ نے ہر

طرح جائزہ لے لیا پھر کوئی سمیل نہ پا کر آہستہ سے بولا۔

”ایک ہی ترکیب ہے کہ تم احاطے کی دیوار کو دھکے دے کر باہر نکل جاؤ اور باہر سے بیل

دباؤ۔ وہ دروازہ کھولنے کے لیے باہر نکلے گا یا پھر اگر بہت محتاط ہے تو کم از کم یہ جائزہ لیتے

کی کوشش کرے گا کہ بیل کس نے دبائی ہے۔ اس کا دروازہ کھول دینا کافی ہوگا باقی کام

میں نمٹ لوں گا۔ تم واپس احاطے کی دیوار کو دھکے دے کر میرے پاس اندر آجانا۔“

بڑی آسان اور سادہ سے ترکیب تھی۔ میں نے اس سے اتفاق کر لیا باہر جا کر میں نے کانچ کے کال بیل بٹن پر انگلی رکھی۔ رات کے ستائے میں اندر کال بیل کی آواز صاف سنائی دی تھی اور چند ہی لمحات کے بعد اندر مکمل اندھیرا چھا گیا میں اس کے بعد یہاں نہیں رکھا تھا اب جو کچھ بھی رو عمل ہو گا وہ سامنے آہی جائے گا۔ اندر اندھیرا ہو جانے کا مطلب ہے کہ بیل کی آواز سن لی گئی ہے، چنانچہ میں بڑی احتیاط کے ساتھ احاطے میں کود آیا۔ مکمل خاموشی اور سناٹا چھلایا ہوا تھا۔ دروازے کے برابر لڈ دیوار سے چپکا کھڑا تھا۔ میں بھی اپنی جگہ ساکت ہو گیا۔ کوئی دو منٹ گزر گئے پھر دروازے پر آہٹیں ہوئیں اور رات کے تاریک ستائے میں کوئی آہستہ آہستہ باہر نکلا۔ پہلے اس نے دروازے سے باہر جھانکا اور اس کے بعد باہر قدم رکھ دیے لیکن ساتھ ہی اس کے حلق سے ایک آواز نکل گئی۔ لڈ نے اسے دبوچ لیا تھا۔ میں دوڑ کر لڈ کے قریب پہنچ گیا۔ میں جانتا تھا کہ اگر رک وائر عام جسامت کا کوئی آدمی ہے تو لڈ نے اسے بہ آسانی قابو میں کر لیا ہو گا۔ یہی ہوا لڈ نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”اس کا پستول نیچے گر پڑا ہے اٹھاؤ اور میرے ساتھ اندر آ جاؤ اور ہاں دروازہ بند کر لینا۔“

میں نے اس سیاہ دھبے کو دیکھا جو ایک گز کے فاصلے پر پڑا ہوا تھا۔ لڈ نے غالباً جھپٹا مار کر اس کا پستول اس کے ہاتھ سے نکال لیا تھا۔ جسے لے کر وہ دروازے سے باہر نکلا تھا۔ پستول اپنے قبضے میں کرنے کے بعد میں کھلے دروازے سے اندر داخل ہو گیا اور میں نے دروازہ بند کر دیا۔ لڈ زیادہ دور نہیں تھا۔

”اندر روشنی کر دو۔“ سوچ مل گیا اور اندر روشنی ہو گئی۔ میں نے اس کا پستول ہاتھ میں لے رکھا تھا اس بات کے امکانات تھے کہ ممکن ہے رک وائر یہاں ٹھانہ ہو لیکن آس پاس کوئی نظر نہیں آیا۔ لڈ اسے لے کر ایک کھلے دروازے سے اندر داخل ہو گیا تھا۔ میں نے چند سیکنڈ کے اندر اندر پورے کانچ کی تلاشی لے ڈالی۔ کوئی موجود نہیں تھا۔ رک وائر یہاں تنہا چھپا ہوا تھا۔ اور شاید اس کی اطلاع ریٹا کے علاوہ کسی اور کو نہیں تھی۔ لڈ نے کمرے کی روشنی خود جلا لی تھی، وہ اب بھی رک وائر کو دبوچے ہوئے تھا اگر یہ شخص رک وائر تھا۔ لڈ نے اسے اٹھا کر مسہری پر پھینک دیا اور رک وائر دہشت

زدہ نگاہوں سے لڈ کو دیکھنے لگا۔ شب لڈ نے آگے بڑھ کر مسہری کے آس پاس تلاشی لے ڈالی۔ ایک آدھ دراز تھی وہ بھی کھول کر دیکھی، لیکن شاید رک نے ایک پستول ہی اپنے پاس رکھا تھا جو اب میرے قبضے میں تھا۔ ان تمام کاموں سے فارغ ہو کر لڈ نے ایک کرسی تھسیٹی۔

”یہی رک ہے۔ بیٹھ جاؤ کرسی لے لو۔“

رک مسہری پر نیم غشی کے سے عالم میں پڑا ہوا تھا۔

”میرے اور تمہارے درمیان کرنے کے لیے زیادہ گفتگو نہیں ہے مجھے دنیا کی اور

کسی چیز سے کوئی دلچسپی نہیں ہے یہ بتاؤ آئزک ملٹن کہاں ہے؟“

رک وائر کے ہونٹ آہستہ سے ہلے، لیکن منہ سے کوئی آواز نہیں نکل سکی۔

”اگر یہاں تمہاری پسند کی ایسی کوئی چیز موجود ہے جسے پینے کے بعد تم اپنے حواس

بحال کر سکو تو میں تمہاری مدد کے لیے تیار ہوں۔“

رک وائر کی نگاہیں بے اختیار ایک سمت اٹھ گئیں۔ میں نے بھی اس طرف دیکھا۔

بوتل، ساخن اور گلاس وغیرہ رکھے ہوئے تھے۔

”کیم، تھوڑی سی تکلیف کرو۔“ اشارہ بوتل اور گلاس کی جانب تھا۔

میں نے گلاس میں بوتل سے شراب انڈیلی اور گلاس لے کر رک وائر کے پاس پہنچ

گیا۔ رک وائر نے گلاس میرے ہاتھ سے جھپٹ لیا تھا، پھر اس نے ایک ہی سانس میں

اسے خالی کر دیا اور ہونٹوں کو چومتا ہوا لڈ اسٹمبوٹ کی جانب دیکھنے لگا۔

”ہاں تو میں تم سے پوچھ رہا تھا کہ آئزک ملٹن کہاں ہے؟“

”وہ چور گم ہو چکا ہے۔“

”کہاں؟“

”میں نہیں جانتا۔“

”رک، تم یہ بات بے شک نہ جانتے ہو گے کہ آئزک ملٹن کہاں ہے، لیکن یہ

یقیناً جانتے ہو گے کہ میرا تمہارے پاس پہنچ جانے کا مطلب کیا ہو سکتا ہے۔ سمجھ رہے ہو

نا تم؟“

”لڈ، کیا یہ نہیں ہو سکتا ہے کہ میرے اور تمہارے درمیان ایک بار پھر دوستی کے

تعلقات استوار ہو جائیں؟

”کیا زندگی میں میں نے کبھی ایسا کیا ہے؟“ لڈ نے اس سے سوال کیا۔

”یہ حقیقت ہے کہ میری ذات سے تمہیں نقصانات پہنچے ہیں اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ نقصان پہنچانے والے کو تم کبھی زندہ نہیں چھوڑتے، لیکن تیسری حقیقت یہ ہے کہ تم سے غداری کر کے میں آج تک تباہ و برباد ہوں میرا ایک بھی کام نہیں بن سکا۔ آئزک ملٹن ہماری توقع سے زیادہ چالاک نکلا اور اس نے بہ آسانی مجھے دھوکا دے دیا۔ اس کی بیٹی کا کہنا ہے کہ آئزک ملٹن مرچکا ہے، لیکن یہ بات مجھ سے بہتر اور کون جان سکتا ہے کہ آئزک ملٹن زندہ ہے۔ اس کے شواہد مجھے بیشتر جگہوں سے مل چکے ہیں۔“

”اس کی بیٹی گرینا ملٹن کہاں ہے؟“

”وہ ویسٹ کم سپراسٹورز میں اکاؤنٹنٹ کی حیثیت سے ملازم ہے۔“

”منظر عام پر ہے؟“

”ہاں۔“

”تم مجھ سے یہ سب کچھ سچ کہہ رہے ہو؟“

”ہاں میں تم سے یہ سب کچھ سچ کہہ رہا ہوں۔ جب تمہاری تصویر اخبارات میں چھپی تھی تو ایک لمحے کے لیے میرا دل چاہا تھا کہ میں خود کسی طرح تمہارے پاس پہنچ جاؤں۔ اپنے آپ کو تمہارے سپرد کروں اور کہوں کہ اگر ہو سکے تو میری اس پہلی اور آخری غلطی کو معاف کرو۔ اس کے بعد اگر میں تم سے کبھی غداری کروں تو سزا کا فیصلہ تمہارے ہاتھ ہو گا جو سزا تم مناسب سمجھو مجھے دے دینا، لیکن تمہارے مزاج سے میری یہ ہمت نہیں پڑ سکتی، یقین کرو جس طرح فرانسیسی پولیس کو تمہاری تلاش ہے اگر تم مجھے ایک بار معاف کرو تو فرانسیسی پولیس زندگی بھر تمہاری تلاش میں ناکام رہے گی۔ میں تمہارے تحفظ کا ایسا بندوبست کروں گا کہ تم دنیا کے جس خطے میں چاہو رہو کوئی تمہارا مال بیکا بھی نہیں کر سکے گا۔“

”لیکن تم تو بیٹی جا رہے ہو؟“ لڈ نے کہا اور رک وائر ایک بار پھر خشک ہونٹوں پر

زبان پھیرنے لگا۔

”میں اس سے بھی انکار نہیں کروں گا اور اس بات سے بھی نہیں کہ تمہاری اس

معلومات پر مجھے جس قدر حیرت ہوئی ہے الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا، لیکن پلیز میرا گلاس دوبارہ بھرو۔“ رک وائر نے دوسری درخواست مجھ سے کی تھی۔

اور میں نے اس کی اس خواہش کی تکمیل کر دی۔ اس نے بڑے پیارے انداز میں گلاس میرے ہاتھ سے لے کر ہونٹوں سے لگایا اور اس بار بھی وہ سانس لیے بغیر شراب کا پورا گلاس چڑھا گیا۔ اس کی ذہنی کیفیت کا اندازہ صاف ہو رہا تھا اور لڈ اس کی ایک ایک حرکت کا جائزہ لے رہا تھا۔

”میں تمہارے سوالات کا منتظر ہوں۔“

”تم نے آئزک ملٹن کے بارے میں کہا ہے کہ وہ روپوش ہے۔ تمہارے چنگل

سے کب اور کیسے نکل گیا؟“

”بس نکل گیا۔ میں اسے قابو میں نہ رکھ سکا۔“

”کیا وہ کسی اور قوت کے ہاتھوں میں چلا گیا؟“

”بالکل نہیں۔“

”پورے وثوق سے کہتے ہو؟“

”ہاں۔“

”خیر آگے بولو، اس کی بیٹی گرینا ملٹن کہاں ہے؟“

”گرینا ملٹن کے بارے میں میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ وہ ایک سپر مارکیٹ میں

اکاؤنٹنٹ کی حیثیت سے کام کرتی ہے۔“

”کیا گرینا ملٹن اپنے باپ کے ساتھ نہیں رہتی؟“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا اس سے جب پوچھا جاتا ہے کہ آئزک ملٹن کہاں ہے تو

وہ یہی کہتی ہے کہ ظالمو تم نے اسے ہلاک کر دیا اور اب مجھ سے اس کے بارے میں

پوچھتے ہو، لڑکی نے اپنے اوپر ایک عجیب سا سوگ طاری کر رکھا ہے، ساری دنیا سے کنارہ

کش ہو گئی ہے وہ۔“

”تم نے اس پر سختی تو نہیں کی تھی؟“

”بالکل کی تھی۔ وہ بے حد سخت جان ہے اور انتہائی ضدی، وہ ہر سختی برداشت

کر لیتی لیکن باپ کے بارے میں اس نے صرف یہی الفاظ کہے کہ وہ صرف اتنا جانتی ہے کہ

اب اس کا باپ اس دنیا میں نہیں ہے۔ اس کے سوا اسے اور کچھ معلوم نہیں ہے۔ ہم اگر اس پر اور زیادہ سختی کرتے تو موت کے سوا اس کے لیے اور کوئی چارہ نہیں تھا، لیکن وہ کچھ ایسی عجیب کیفیت کا شکار ہو گئی ہے کہ موت کی ہر دھمکی اس پر بے اثر رہی اور میں اسے مارنا نہیں چاہتا تھا کیونکہ وہ آنزک ملٹن، تنک پہنچنے کا واحد ذریعہ ہے۔“

”تمہارے خیال میں وہ جانتی ہے کہ اس کا باپ کہاں ہے؟“

”کاش میں تمہیں بتا سکتا۔ کاش مجھے اتنی مہلت اور مل جاتی کہ میں اس کی زبان کھلوا لیتا یا کسی اس کے بارے میں معلومات حاصل کر لیتا، لیکن اب.....“ وہ مایوسی سے بولا اور جواب میں لڈ ہنس پڑا۔

”تم نے دوستی کے منہ پر کیسا گھونسہ مارا رک وائر۔ ہم لوگ کیسے اچھے دوست تھے؟ کیا تمہیں کبھی یہ احساس ہوا کہ جو کچھ تم نے کیا وہ بہتر نہ تھا۔ آنزک ملٹن کا حصول میری زندگی کا ایک اہم مقصد تھا اور ہے، لیکن تیرے بارے میں میں نے ہمیشہ یہی سوچا کہ تو میرا بے وفا دوست تھا۔ تو اچھا انسان نہیں تھا رک، لیکن میں اپنی مجبوری کو بھی محسوس کرتا تھا۔ تیری تمام برائیوں کے باوجود میں نے کبھی تیری موت کے بارے میں نہیں سوچا۔“

”کیا واقعی یہ سچ ہے؟“

”ہاں، تیرا جہاں دل چاہے جاسکتا ہے میں نے تجھ سے مل لیا بس اتنا کافی ہے لیکن ایک بات یاد رکھنا۔ میرے دل پر دوستی کی موت کا یہ داغ شاید مرتے وقت تک قائم رہے گا۔ مجھے تجھ سے اس کی امید نہ تھی۔ میں جارہا ہوں اور تیرے لیے یہی ہدایت چھوڑے جارہا ہوں کہ جہاں بھی جارہا ہے وہاں چلا جا، کچھ عرصے کے لیے فرانس چھوڑ دے یہ تیرے حق میں بہتر رہے گا کم از کم اس وقت تک کے لیے جب تک کہ میں یہاں موجود ہوں۔“ رک وائر کے چہرے پر اب تبدیلی نمایاں ہو چکی تھی اس نے میری طرف دیکھا اور لجاجت سے بولا۔

”تم نے مجھ پر ایک احسان کیا ہے اس کا بدلہ میں ضرور اتاروں گا۔ مجھے آنزک ملٹن کے بارے میں تفصیلات معلوم ہو چکی ہیں۔ اگر تم مجھے مہلت دو تو میں میں تمہیں آنزک ملٹن پیش کر سکتا ہوں۔ میں نے اسے اس کی بیٹی ہی کے ذریعے تلاش کیا ہے۔ وہ

ایک چرچ میں پادری بنا ہوا ہے۔ وہ فادر میڈلینو چرچ کے نام سے پکارا جاتا ہے اور نوٹرے ڈیم کے نواحی علاقے میں ہے۔ فادر میڈلینو چرچ میں آنزک ملٹن پادری بنا ہوا ہے۔ گرینا ملٹن پورا ہفتہ یا تو اپنے اسٹور پر رہتی ہے یا پھر اپنے چھوٹے سے فلیٹ میں ایک بے بس اور لاچار لڑکی کی زندگی گزار رہی ہے۔ اس نے ہر طرح کی دوستیاں چھوڑ دی ہیں کسی سے نہیں ملتی وہ، لیکن اتوار کو وہ طویل فاصلہ طے کر کے نوٹرے ڈیم جاتی ہے اور وہاں سروس میں حصہ لینے کے بعد بھی دیر تک رکی رہتی ہے۔ بظاہر وہ جالیوں کے پیچھے کھڑے ہوئے پادری کے سامنے دل ہلکا کرتی ہے لیکن مجھے اس پادری کے بارے میں معلوم ہو ہی گیا۔ ایک منٹ رکو، میں تمہیں وہ تصویریں دکھاتا ہوں جس میں تم آنزک ملٹن کو صاف پہچان لو گے۔“ اس نے کہا اور اپنی جگہ سے اٹھ کر ایک الماری کی جانب بڑھ گیا۔

میری کنپٹیوں میں خون ٹھوکریں مار رہا تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ جب وہ تصویروں کے ہمانے الماری سے ہاتھ باہر لائے تو اس میں کوئی اسٹین گن دبی ہوئی ہو یا کوئی اور ایسی چیز ہو جو ہم دونوں کا ایک لمحے میں خاتمہ کر دے۔ یہ اس کی کوئی کوشش بھی ہو سکتی ہے، لیکن لڈ اسٹیمپٹ خاموشی سے اپنی جگہ بیٹھا رہا۔ البتہ میں نے پستول پر اپنی گرفت مضبوط کر لی تھی۔ تاہم وہ نہ ہوا جو میں نے سوچا تھا۔ رک وائر ایک لفافہ نکال کر لڈ کے سامنے لے آیا اور اس نے لفافے میں ہاتھ ڈال کر کچھ تصویریں لڈ کے سامنے ڈال دیں، میں بھی دور سے ان تصویروں کو دیکھ رہا تھا۔

”دیکھو لڑکی بظاہر پادری کے سامنے کنفیس کر رہی ہے لیکن یہ پادری ذرا اس کا چہرہ دیکھو بے شک یہ جالیوں کے عقب میں ہے لیکن اس کے خدو خال اور اس کی آنکھیں ایک جگہ، اس کی آنکھوں ہی کو دیکھ کر مجھے اس کے خدو خال پر شبہ ہوا اب تم ذرا غور سے دیکھو۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟“

لڈ خاموشی سے وہ تصویریں دیکھتا رہا۔ اس کے چہرے پر اس کے بعد کوئی تاثر نمودار نہیں ہوا وہ رک وائر کو دیکھنے لگا۔

”اور تم نے دوبارہ اس کے حصول کی کوشش کیوں نہیں کی؟“

”حصول کی کوشش میں اسے حاصل کرنے کی تمام پلاننگ کر چکا تھا اور اسی وقت میں نے اخبار میں تمہاری تصویر دیکھی اور حواس باختہ ہو گیا۔ تمہارے واپس آجانے کے

اب اس کا باپ اس دنیا میں نہیں ہے۔ اس کے سوا اسے اور کچھ معلوم نہیں ہے۔ ہم اگر اس پر اور زیادہ سختی کرتے تو موت کے سوا اس کے لیے اور کوئی چارہ نہیں تھا، لیکن وہ کچھ ایسی عجیب کیفیت کا شکار ہو گئی ہے کہ موت کی ہر دھمکی اس پر بے اثر رہی اور میں اسے مارنا نہیں چاہتا تھا کیونکہ وہ آنرک ملٹن، تک پہنچنے کا واحد ذریعہ ہے۔“

”تمہارے خیال میں وہ جانتی ہے کہ اس کا باپ کہاں ہے؟“

”کاش میں تمہیں بتا سکتا۔ کاش مجھے اتنی مہلت اور مل جاتی کہ میں اس کی زبان کھلوا لیتا، یا کسی اس کے بارے میں معلومات حاصل کر لیتا، لیکن اب.....“ وہ مایوسی سے بولا اور جواب میں لڑ پھنس پڑا۔

”تم نے دوستی کے منہ پر کیسا گھونسا مارا رک وائر۔ ہم لوگ کیسے اچھے دوست تھے؟ کیا تمہیں کبھی یہ احساس ہوا کہ جو کچھ تم نے کیا وہ بہتر نہ تھا۔ آنرک ملٹن کا حصول میری زندگی کا ایک اہم مقصد تھا اور ہے، لیکن تیرے بارے میں میں نے ہمیشہ یہی سوچا کہ تو میرا بے وفا دوست تھا۔ تو اچھا انسان نہیں تھا رک، لیکن میں اپنی مجبوری کو بھی محسوس کرتا تھا۔ تیری تمام برائیوں کے باوجود میں نے کبھی تیری موت کے بارے میں نہیں سوچا۔“

”کیا واقعی یہ سچ ہے؟“

”ہاں، تیرا جہاں دل چاہے جاسکتا ہے میں نے تجھ سے مل لیا بس اتنا کافی ہے لیکن ایک بات یاد رکھنا۔ میرے دل پر دوستی کی موت کا یہ داغ شاید مرتے وقت تک قائم رہے گا۔ مجھے تجھ سے اس کی امید نہ تھی۔ میں جارہا ہوں اور تیرے لیے یہی ہدایت چھوڑے جارہا ہوں کہ جہاں بھی جارہا ہے وہاں چلا جا، کچھ عرصے کے لیے فرانس چھوڑ دے یہ تیرے حق میں بہتر رہے گا کم از کم اس وقت تک کے لیے جب تک کہ میں یہاں موجود ہوں۔“ رک دائر کے چہرے پر اب تبدیلی نمایاں ہو چکی تھی اس نے میز پر طرف دیکھا اور لجاجت سے بولا۔

”تم نے مجھ پر ایک احسان کیا ہے اس کا بدلہ میں ضرور اتاروں گا۔ مجھے آنرک ملٹن کے بارے میں تفصیلات معلوم ہو چکی ہیں۔ اگر تم مجھے مہلت دو تو میں تمہیں آنرک ملٹن پیش کر سکتا ہوں۔ میں نے اسے اس کی بیٹی ہی کے ذریعے تلاش کیا ہے۔ وہ

ایک چرچ میں پادری بنا ہوا ہے۔ وہ قادر میڈلینو چرچ کے نام سے پکارا جاتا ہے اور نوٹرے ڈیم کے نواحی علاقے میں ہے۔ قادر میڈلینو چرچ میں آنرک ملٹن پادری بنا ہوا ہے۔ گرینا ملٹن پورا ہفتہ یا تو اپنے اسٹور پر رہتی ہے یا پھر اپنے چھوٹے سے فلیٹ میں ایک بے بس اور لاچار لڑکی کی زندگی گزار رہی ہے۔ اس نے ہر طرح کی دوستیاں چھوڑ دی ہیں کسی سے نہیں ملتی وہ، لیکن اتوار کو وہ طویل فاصلہ طے کر کے نوٹرے ڈیم جاتی ہے اور وہاں سروس میں حصہ لینے کے بعد بھی دیر تک رکی رہتی ہے۔ بظاہر وہ جالیوں کے پیچھے کھڑے ہوئے پادری کے سامنے دل ہلکا کرتی ہے لیکن مجھے اس پادری کے بارے میں معلوم ہو ہی گیا۔ ایک منٹ رکو، میں تمہیں وہ تصویریں دکھاتا ہوں جس میں تم آنرک ملٹن کو صاف پہچان لو گے۔“ اس نے کہا اور اپنی جگہ سے اٹھ کر ایک الماری کی جانب بڑھ گیا۔

میری کپٹیوں میں خون ٹھو کریں مار رہا تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ جب وہ تصویروں کے سامنے الماری سے ہاتھ باہر لائے تو اس میں کوئی اسٹین گن دبی ہوئی ہو یا کوئی اور ایسی چیز ہو جو ہم دونوں کا ایک لمحے میں خاتمہ کر دے۔ یہ اس کی کوئی کوشش بھی ہو سکتی ہے، لیکن لڈ خاموشی سے اپنی جگہ بیٹھا رہا۔ البتہ میں نے ہستول پر اپنی گرفت مضبوط کر لی تھی۔ تاہم وہ نہ ہوا جو میں نے سوچا تھا۔ رک دائر ایک لفافہ نکال کر لڈ کے سامنے لے آیا اور اس نے لفافے میں ہاتھ ڈال کر کچھ تصویریں لڈ کے سامنے ڈال دیں، میں بھی دور سے ان تصویروں کو دیکھ رہا تھا۔

”دیکھو لڈ کی بظاہر پادری کے سامنے کنفیس کر رہی ہے لیکن یہ پادری ذرا اس کا چہرہ دیکھو بے شک یہ جالیوں کے عقب میں ہے لیکن اس کے خدو خال اور اس کی آنکھیں ایک جگہ، اس کی آنکھوں ہی کو دیکھ کر مجھے اس کے خدو خال پر شبہ ہوا اب تم ذرا غور سے دیکھو۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟“

لڈ خاموشی سے وہ تصویریں دیکھتا رہا۔ اس کے چہرے پر اس کے بعد کوئی تاثر نمودار نہیں ہوا وہ رک دائر کو دیکھنے لگا۔

”اور تم نے دوبارہ اس کے حصول کی کوشش کیوں نہیں کی؟“

”حصول کی کوشش میں اسے حاصل کرنے کی تمام پلاننگ کر چکا تھا اور اسی وقت میں نے اخبار میں تمہاری تصویر دیکھی اور اس باختم ہو گیا۔ تمہارے واپس آ جانے کے

تمہاری غمخواری کے بعد کیا میں دوستی کا تصور کر سکتا ہوں۔ تم سے یا کونسا جیل میں جو مصائب میں نے برداشت کیے ہیں اس کے بعد میں ایک بار پھر تمہیں اپنے دوستوں میں تصور کر سکتا ہوں۔“

”تت..... تت..... تم۔“ رک دائر کا بدن کانپنے لگا۔ لڈ نے میری جانب دیکھا۔

”بہتر ہو گا کہ تم باہر میرا انتظار کرو۔ تھوڑی دیر میں واپس آتا ہوں۔“
میں تھوڑی دیر کے لیے اعصابی کشیدگی کا شکار ہو گیا تھا۔ یہ سارا کھیل بے حد سنسنی خیز تھا لیکن یہ کھیل ہوا تھا۔ میرے لیے باہر نکل آنا ہی بہتر تھا۔ ویسے بھی میں اپنے طور پر کچھ سوچنا چاہتا تھا۔ یہ اندازہ تو مجھے بخوبی ہو گیا تھا کہ اب یہاں رکنا بے سود ہے۔ چند لمحات کے بعد رک دائر کی کہانی ختم ہو جائے گی۔ میں اٹھ کر کانچ نمبر سکسٹی نائن سے باہر نکل آیا۔

میں خاموش ایک جگہ کھڑا ہو کر ماحول کا جائزہ لے رہا تھا کہ عقب سے سرسراہٹیں سنائی دی کانچ سکسٹی نائن سے لڈ برآمد ہوا۔ ست رفتار سے چلتا ہوا آگے آ رہا تھا ایک اور قتل کر کے آیا ہے وہ میں نے دل میں سوچا بڑا ہی وحشی اور جنونی آدمی ہے نجانے اس کی زندگی میں کون شامل ہے اور کس کے لیے یہ اس قدر تک و دو کر رہا ہے میں اپنی جگہ اس کا انتظار کرتا رہا۔ وہ میرے قریب پہنچا اور مجھے دیکھے بغیر آگے بڑھ گیا۔ میں اس کے پیچھے پیچھے چل پڑا البتہ کانچ نمبر ساٹھ کے سامنے رک کر جب اس نے گیٹ کھولا تو اس طرح میرا انتظار کیا جیسے میرے اندر آ جانے کا منتظر ہو میں نے خاموشی سے گیٹ کے اندر داخل ہونے کے بعد گیٹ بند کیا اور پھر لڈ کے پیچھے پیچھے چلتا ہوا کانچ کے اندرونی حصے میں داخل ہو گیا۔ ایک کمرے میں پہنچ کر اس نے روشنی جلائی میں نے دوسرا دروازہ بھی اندر سے بند کر لیا تھا۔ لڈ نے اپنے لباس سے وہ لفافہ نکالا جس میں چرچ کے پادری کی تصویریں تھیں اور ایک طرف ڈال دیا پھر ایک آرام کرسی پر دراز ہو کر جوتے کے بند کھولنے لگا اس نے میری جانب کوئی خاص توجہ نہیں دی تھی میں بھی اس سے تھوڑے فاصلے پر کھڑا ہو گیا۔ لڈ نے اپنے پاؤں پھیلا دیے۔

پھر اچانک ہی گردن اٹھا کر میری طرف دیکھا اور مدھم سی مسکراہٹ کے ساتھ

تصور نے مجھ پر جو اثرات طاری کیے ہیں۔ تم سوچ بھی نہیں سکتے۔ میں نے آخری کام یہ کیا ہے کہ ان دونوں کی گفتگو ریکارڈ کرنے کے لیے چرچ میں اس قسم کے مائیک چھپا دیے ہیں جو ان کی آواز کو اصل سے ہزار گنا بڑھا کر میرے سامنے پیش کر سکتے ہیں۔ وہ مائیک اب بھی وہیں لگے ہوئے ہیں۔ میں نے احتیاطاً یہ بھی کیا تھا تاکہ کوئی کام کچا نہ رہ جائے۔ ابھی میں ان کی آوازوں کے ریکارڈنگ کیسٹ حاصل نہیں کر سکا ہوں لیکن اب وہ بھی ہو جائے گا۔ اگر تم مجھے معاف کرو۔ اب اس سے زیادہ میرے پاس کہنے کے لیے کچھ اور نہیں ہے اور یہ سب کچھ بھی میں نے تمہاری گفتگو کے بعد کہنے کی ہمت کی ہے۔ لڈ میں اپنے کیے پر شرمندہ ہوں۔“

”تمہیں شرمندہ ہونا چاہیے اور یہ بھی تسلیم کرنا چاہیے کہ بے شک تم میرے اچھے دوست بھی ہو۔ فرانس میں تمہارا اپنا ایک مقام بھی ہے تم نے ہر طرح اپنے آپ کو محفوظ کر لیا ہے تم بہت اچھے اداکار بھی ہو اور اداکاری کے ذریعے کسی کو متاثر بھی کر سکتے ہو لیکن تمہاری ایک سوچ ہمیشہ غلط رہی ہے اور بعض اوقات ایک غلط سوچ انسان کو ہمیشہ کے لیے مفلوج کر دیتی ہے۔“

”کیا مجھے بتاؤ مجھے میری تمام برائیوں کے بارے میں سب کچھ بتا دو؟“
”تم یہ سمجھتے رہے ہو کہ تم بے پناہ ذہین ہو کسی کو بھی دھوکا دے کر کامیابی سے اپنے جال میں پھنسا سکتے ہو۔ کسی کے سامنے شاندار اداکاری کر سکتے ہو۔ بے شک یہ تمام صفات تمہارے اندر ہیں لیکن جو غلط سوچ ہے وہ یہ ہے کہ تم اس میں اپنے آپ کو واحد اور تنہا سمجھتے ہو الفاظ کے کھیل کا کھلاڑی تو کوئی بھی ہو سکتا ہے چہرے کے تاثرات سے تو کوئی بھی کسی کو یہ یقین دلا سکتا ہے کہ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے بالکل سچ ہے اور یہاں میں نے تمہیں مات دی ہے رک جاؤ۔“

”مم..... مات..... میں سمجھا نہیں۔“

”میں نے چند الفاظ کہہ کر تمہاری زبان کھلوا دی ہے تھوڑے سے تاثرات دے کر تمہیں بے وقوف بنالیا ہے۔ حالانکہ اصل چیز انسان کی فطرت ہوتی ہے اور یہ بہت بڑی بات ہے کہ کوئی شخص اس قدر مستحکم ہو اپنی فطرت میں کہ اس کے شناسا جانتے ہوں کہ وہ اپنے مزاج سے کبھی مختلف نہ ہو پائے گا۔ میں بھی انہی میں سے ایک ہوں بھلا

”اس دوران تم نے مجھے شراب نوشی کرتے ہوئے نہیں دیکھا ہوگا حالانکہ میں بلا نوش آدمی ہوں لیکن اس وقت مجھے شراب کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے برابر کے کمرے میں ان اسکائس کا بار ہے وہاں سے چار چھ بوتلیں اٹھا لاؤ سوری۔ میں تمہیں حکم نہیں دے رہا اپنی ضرورت بیان کر رہا ہوں۔“

میں خاموشی سے واپس مڑا اور اس کی ہدایت پر عمل کر کے چھ بوتلیں اپنے ساتھ لے آیا۔ گلاس اور سائفن بھی میں نے اٹھا لیا تھا وہ کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے ہوئے بیٹھا ہوا تھا اس نے پھر آنکھیں کھول کر مجھے دیکھا اور بولا۔

”مجھے شراب دو اور یہ سائفن اٹھا کر پھینک دو۔ خالی شراب دو مجھے گلاس کنارے تک بھرا ہونا چاہیے۔“

میں نے اس کے اس حکم کی تعمیل بھی کی اور پھر میں نے اسے جانوروں کی طرح شراب پر پل پڑتے ہوئے دیکھا۔ وہ گلاس ایک ہی سانس میں خالی کر گیا تھا پھر ہونٹ خشک کیے بغیر اس نے گلاس آگے بڑھا دیا صرف چند لمحوں میں ایک بوتل خالی ہو گئی تھی۔

”انتظار کا موقع نہ دینا مجھے میں بہت اب سیٹ ہوں۔“

میں نے دوسری بوتل کھول لی اور اس کے گلاس کے خالی ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ دوسری تیسری چوتھی پانچویں بوتل بھی خالی کر دی اس نے اور اس کے بعد اس کے اندر ہنسنے کے آثار نمودار ہوئے۔ چھٹی بوتل کا چوتھائی حصہ بوتل میں باقی رہ گیا اور وہ اوندھے منہ زمین پر گر پڑا۔ میں نے گردن جھٹکی۔ رومال لے کر تمام بوتلوں پر سے اپنے نشانات صاف کیے اور ایسی ممکنہ جگہوں سے بھی جہاں اگر پولیس فنگر پرنٹ تلاش کرے تو اسے میرے نشانات نہ مل سکیں۔ اس تمام کام سے فراغت کے بعد میں نے اس پر آخری نظر ڈالی وہ لفافہ اٹھا کر اپنے لباس میں چھپایا جس میں آنزک ملٹن کی تصویریں تھیں اور اس کے بعد باہر نکل آیا۔ باہر نکل کر میں نے مخصوص انداز میں سیٹی بجائی اور تیسری سیٹی پر دو افراد نکل کر میرے سامنے پہنچ گئے۔

”گاڑی کا بندوبست ہو سکتا ہے۔“ میں نے ان سے مزید کچھ کہے بغیر پوچھا۔

”جی سر۔ کیا ہمیں مسلسل یہاں رکنا ہے؟“

”اب ضرورت نہیں ہے۔“ میں نے جواب دیا۔

”تو پھر براہ کرم تشریف لائیے۔ گاڑی ذرا فاصلے پر ہے۔“ اور کچھ فاصلے پر پہنچنے کے بعد میں نے ایک سفید رنگ کی کار دیکھی جو ایک کانچ کے سامنے اس طرح کھڑی ہوئی تھی جیسے کانچ کے مالک کی کار ہو اور ان میں سے ایک نے دروازہ کھولا۔

”اگر آپ خالی کار چاہتے ہیں تو یہ چابی حاضر ہے ورنہ آپ ہمیں شہر کے کسی بھی حصے میں چھوڑ سکتے ہیں۔“

”ڈرائیو کرو۔ اگر شیری کافلیٹ معلوم ہے تو؟“

”جی سر معلوم ہے۔“

”تو پھر مجھے وہیں پہنچا دو۔“ میں نے کہا۔

پچھلی سیٹ پر تھکے تھکے سے انداز میں لیٹ گیا۔ کار اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔ بے شک میرے حواس پر ان واقعات کا تاثر طاری تھا لیکن اس کے باوجود یہ دونوں میرے لیے اجنبی تھے اور میں ان کی طرف سے بھی محتاط رہنا چاہتا تھا۔ ان میں سے ایک ڈرائیو کر رہا تھا اور دوسرا اس کے برابر بیٹھا ہوا تھا لیکن پھر وہ علاقہ دیکھ کر مجھے اطمینان ہوا جہاں میں شیری ایش کے ساتھ آچکا تھا۔ جب میں کار سے اترا تو ڈرائیو نے مجھ سے پوچھا۔

”ہمیں یہاں رکنا ہے سر؟“

”تم اگر چاہو تو شیری سے ہدایت لے سکتے ہو اور اگر نہ لینا چاہو تو جاسکتے ہو۔“

”ٹھیک ہے سر تھینک یو ویری مچ۔“ وہ ڈرائیونگ سیٹ سے نیچے نہیں اترا تھا۔

کچھ دیر کے بعد میں شیری کے فلیٹ کی کال بیل بجا رہا تھا۔ شیری نے خود ہی شب خوابی کے لباس میں فلیٹ کا دروازہ کھولا تھا۔ اور مجھے دیکھ کر چونک پڑی تھی۔ اس کے اندر غنودگی کی سی کیفیت تھی جو مجھے دیکھ کر ایک دم دور ہو گئی اور وہ دروازے کے سامنے سے ہٹ گئی۔

”اندر آجائیے۔“ اس نے کہا اور میں اندر داخل ہو گیا۔

”خیریت؟“

”گیم ختم ہو گیا ہے شیری۔ اب ہمیں فوری طور پر ایک کام کرنا ہے۔ لہذا اس وقت

بوسے ڈی بولون کے کاٹیج نمبر ساٹھ میں موجود ہے اور شراب کے نشے میں دھت پڑا ہے۔ پولیس کو اس تک پہنچانا ہے مکمل ذمہ داری کے ساتھ۔“

”جی۔“ شیریں نے سنسنی خیز لہجے میں کہا۔

ایک لمحے کے لیے اس نے میری آنکھوں میں دیکھا لیکن پھر سنبھل گئی۔ غالباً میرا احترام مانع تھا اور وہ مجھ سے کوئی سوال نہیں کر سکتی تھی۔ البتہ اس نے مجھ سے کہا۔ ”پولیس کو فلیٹ کے ٹیلی فون سے رنگ کرنا مناسب نہیں ہو گا سر۔“

”ٹھیک ہے نیچے تمہارے آدمیوں کی گاڑی موجود ہے۔ میں انہیں بوئے ڈی بولون سے ہٹا لایا ہوں۔ ہم ان کے ساتھ چل کر کہیں سے بھی پولیس کو رنگ کر سکتے ہیں۔“

”آئیے بس ایک منٹ میں ذرا کوٹ ڈال لوں۔“

”ٹھیک ہے۔“ کچھ دیر کے بعد ہم اسی کار میں بیٹھ کر وہاں سے کافی فاصلے پر ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں ٹیلی فون بوتھ موجود تھا یہاں بھی ماحول پر خاموشی ہی مسلط تھی۔ میں نے ٹیلی فون بوتھ میں داخل ہونے کے بعد شیریں کے بتائے ہوئے نمبر ڈائل کیے۔ غالباً پولیس کے کسی اسپیشل ڈیپارٹمنٹ میں رنگ ہوا تھا۔ پھر دوسری جانب سے کہا گیا۔ ”ہیس۔ ۸۸۰۰ کالنگ۔“

”محکمہ پولیس کے کسی بھی اہم افسر سے بات کرائیے میری۔“

”میں بول رہا ہوں جناب کہنے کیا بات ہے؟“

”چند روز قبل ایک بینک میں ڈاکے کے دوران تین افراد کو قتل کر دینے والا ڈاکو لڈ اسٹمبٹ اس وقت بوئے ڈی بولون کے کاٹیج نمبر ساٹھ میں موجود ہے۔ سکس زیرو۔ سمجھ رہے ہیں نا آپ وہ شراب کے نشے میں چور ہے اور یہ بہتر موقع ہے پولیس کے لیے کہ وہ اسے گرفتار کرے۔ اس نے تھوڑی دیر پہلے قتل بھی کیا ہے اور بوئے ڈی بولون کے کاٹیج نمبر سکسی نائن میں ایک مقتول رک وائر کے نام سے موجود ہے۔ میں آپ کو یہی اطلاع دینا چاہتا تھا۔“

”تھینک یو سر تھینک یو دیری رچ براہ کرم آپ اپنے بارے میں.....“

اس کے بعد میں نے فون بند کر دیا۔ ریسیور پر سے انگلیوں کے نشانات مٹائے اور ٹیلی فون بوتھ کے ہینڈل سے بھی۔ پھر میں باہر نکل آیا۔

”آؤ فلیٹ واپس چلیں۔ اس وقت مجھے آرام کی ضرورت ہے۔“ شیریں نے گردن ہلا دی۔

ہم فلیٹ کی جانب واپس چل پڑے۔ کچھ دیر کے بعد ہم دوبارہ فلیٹ میں داخل ہو گئے۔ شیریں مستعد اور مودب نظر آ رہی تھی۔ اندر آنے کے بعد اس نے مجھ سے پوچھا۔

”سر پلیز یہ بتائیے میں کیا خدمت کروں آپ کی یہاں ہر چیز موجود ہے۔“

میں نے مسکرا کر اسے دیکھا اور کہا۔ ”تم جانتی ہو شیریں کہ مجھے ہر چیز سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ اگر خاطر مدارت کرنا چاہتی ہو اپنے فلیٹ پر تو عمدہ سی کافی پلوا دو۔“

”میں ابھی تیار کر کے لاتی ہوں۔“ اس نے مستعدی سے کہا اور باہر نکل گئی۔ یہ کمرہ جس میں وہ مجھے لائی تھی بیڈ روم معلوم ہوتا تھا۔ ڈرائنگ روم کی جانب اس نے جان بوجھ کر رخ نہیں کیا تھا۔ یہاں ایک آرام دہ صوفہ بھی موجود تھا جس پر دراز ہو کر میں اپنے آئندہ پروگرام کے بارے میں سوچنے لگا۔ اب فائنل ٹکج باقی رہ گیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد شیریں ایک ٹرائی گھسیٹتی ہوئی لے کر آئی جس پر فرانسیسی طرز کے مخصوص برتن سجے تھے۔ شیریں نے کافی کا ایک کپ بنا کر مجھے پیش کیا۔

”دوسرا کپ نہیں ہے شیریں کیا تم کافی نہیں پیتیں؟“

”سراصولی طور پر مجھے آپ کا احترام کہنا چاہیے۔“

”اگر اس قسم کا احترام کرو گی تو میرا خیال ہے میں بہت جلد بور ہو جاؤں گا۔“

”نہیں سر پھر بھی یہ میری ذمہ داری ہے۔“

”سوچ لو میں تم سے کہہ چکا ہوں۔“

”آپ مجھے حکم دیجئے سر کافی پینے کا موڈ تو میرا بھی ہے۔“ اس نے کہا اور ہنس پڑی

پھر میرے اشارے پر وہ باہر نکل گئی اور دوسرا کپ لے کر اندر واپس آ گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ میرے سامنے بیٹھی ہوئی کافی پی رہی تھی۔

”کام کافی حد تک مکمل ہو گیا ہے شیریں، بس ہمیں آخری مراحل سے گزرنا ہے۔“

”سر کیا آئزک ملٹن کا پتا چل گیا۔“ اس نے بے اختیار پوچھا اور میری ہونٹوں پر

مسکراہٹ پھیل گئی۔

”اس کا مطلب ہے کون مکیوویا نے تمہیں تمام تفصیلات سے آگاہ کر دیا ہے؟“

”جی سر۔ میں بلیک سیکشن کی مقامی انچارج ہوں۔“

”گڈ۔ پھر تمہیں یہ ساری تفصیلات معلوم ہونی چاہیں۔ ہاں یوں سمجھ لو کہ ہم تقریباً کامیاب ہو گئے ہیں لیکن ایک آخری مرحلہ باقی رہ گیا ہے اور وہ بنیادی نوعیت کا ہے۔ کیا تم ”ویٹ کام۔“ سپر مارکیٹ کے بارے میں کچھ جانتی ہو؟“

”جی سر۔“

”سمجھ لو ہمارا فائنل کام وہیں سے ہو گا۔“

شیری پھر خاموش ہو گئی۔ مجھ سے سوال کرتے ہوئے وہ خاصی محتاط رہتی تھی۔ جو پابندیاں عائد کر دی گئی تھیں۔ ان کے تحت یہ خاموشی بھی غیر مناسب نہیں تھی۔ اسے بے تکلف کرنے سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔ میں نے اطمینان سے کافی پی۔

”یہ تصویریں دیکھو۔“

”ہیں سر۔“ اس نے لفافہ میرے ہاتھوں سے لے لیا اور اس سے تصویریں نکال کر ان کا جائزہ لینے لگی۔ اس کے چہرے پر تجسس کے سوا اور کوئی تاثر نہیں ابھرا۔ کچھ دیر کے بعد اس نے تصویریں لفافے میں واپس رکھ دیں۔

”فادر میڈ لینو چرچ کے بارے میں کچھ جانتی ہو؟“

”جی ہاں وہ کلیسائے نوٹرے ڈیم کے مشرقی گوشے میں واقع ہے۔ وہ بھی ایک چرچ ہے۔ لیکن سر؟“

”یہ لڑکی آئزک ملٹن کی بیٹی گرینا ملٹن ہے اور پادری آئزک ملٹن۔“ شیری کے منہ سے حیرت کی ہلکی سی آواز نکل گئی اس نے آنکھیں پھاڑ کر مجھے دیکھا۔

”فون پر تم پولیس کو دی گئی اطلاع کے بارے میں سن ہی چکی ہو۔ رک وائر کو اس نے قتل کر دیا اور اب لڈ فرنج پولیس کے ہاتھوں میں پہنچ جائے گا۔ ہمیں ملٹن کے بارے میں معلوم ہو چکا ہے چنانچہ اب اسے تحویل میں لینا ہے۔“

”ایک درخواست کروں۔“

”ہاں کہو۔“

”ابھی رات بہت باقی ہے اور زیرک لوگ کہتے ہیں کہ آج کا کام کل پر نہیں

چھوڑنا چاہیے۔“

میں سوچ میں ڈوب گیا۔ درحقیقت میرے ذہن میں یہ خیال نہیں تھا لیکن شیری کے کہنے پر میں نے سوچا کہ واقعی یہ عمل فوری طور پر کیوں نہ کیا جائے۔

”کیا انتظام ہو سکتا ہے شیری؟“

”ضرور سر۔“

”ٹھیک ہے شیری تو انتظام کرو۔“

”اجازت دیں گے سر؟“

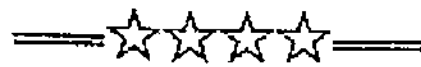
”جاؤ۔“ میں نے کہا۔

شیری اٹھ کر باہر نکل گئی۔ وہ ایک برق رفتار کارکن تھی لیکن بس ایک کسک میرے دل میں تھی۔ اگر رک وائر کی دی ہوئی اطلاع درست نہ ہوئی تو..... تاہم چانس کی بات تھی اور کام لازمی کرنا تھا۔ اس کے بجائے کہ پہلے میں اس خبر کو کنفرم کروں اور پھر عمل کروں ہو سکتا ہے اس کا کچھ اور رد عمل ہو۔ اس لیے کوئی حرج نہیں تھا۔ شیری دس منٹ کے بعد واپس آئی۔ اس دوران میں کافی کا ایک اور کپ پی چکا تھا۔ شیری نے کہا۔ ”سراٹھوں نے ایک گھنٹے کا وقت مانگا ہے۔ ٹھیک ایک گھنٹے بعد ہماری فورس یہاں آجائے گی۔“

”یہاں؟“ میں نے چونک کر کہا۔

”صرف چند لوگ یہاں آئیں گے۔ باقی لوگ نوٹرے ڈیم روانہ ہو جائیں گے۔“

اس نے کہا اور میں نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ بہر حال یہ آخری سنسنی خیز لمحات باقی تھے۔



بلیک آرمی کے کسی بھی شخص سے ملاقات نہ ہونے پر میں بددل ہو گیا تھا لیکن فرانس پہنچنے کے بعد شیریں سے مجھے جو مدد ملی تھی اس نے مجھے بہت مطمئن کر دیا تھا۔ اس وقت ان سارے معاملات کو کنٹرول کرنے کے لیے واقعی مجھے کچھ افراد کی ضرورت تھی۔ پھر شیریں کو فون موصول ہوا دوسری طرف کی گفتگو سننے کے بعد اس نے اس کے کہہ کر فون بند کر دیا۔

”چلیں سر کام ہو گیا ہے۔“ شیریں نے کہا۔

ہم دونوں فلیٹ سے نکل آئے کچھ دیر بعد ہم ایک سیاہ ویگن میں نوٹرڈیم جا رہے تھے۔ سڑکوں پر سناٹا تھا۔ بعض علاقے تاریکی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ ہمارا سفر جاری رہا۔ یورپ کے قدیم ترین شہر کی تاریخی روایات میں آئے لگیں۔ شیریں کے ساتھ اس وقت سفر کرتے ہوئے نہ جانے کیوں یہ سب کچھ یاد آ گیا تھا جو غالباً مجھے کسی گانڈ نے بتایا تھا۔ اس کی وجہ نوٹرڈیم کی داستان بھی ہو سکتی تھی جس کا تعلق وکٹو ہولو کے ناول ”پینچ بیک آف نوٹرڈیم“ سے بھی ہو سکتا تھا۔

کلیسائے نوٹرڈیم کے پہلو میں وہ چرچ تھا جس کے بارے میں نشان دہی کی گئی تھی چرچ کے اطراف خاموشی طاری تھی۔ ہماری گاڑی رکی تو ایک شخص نے تاریکی سے نکل کر سب ٹھیک ہے کا مژدہ سنایا اور ہم گاڑی سے اتر کر چرچ کے ذیلی دروازے سے اندر داخل ہو گئے۔ اندر کا ماحول سرد اور خاموش تھا۔ شیریں نے مجھے دیکھا اور میں نے گردن ہلا دی۔ پھر پادری کو تلاش کرنے میں ہمیں مشکل نہ ہوئی۔ وہ گہری نیند سو رہا تھا۔ اسے

گمان بھی نہ تھا کہ اس طرح کوئی اس تک پہنچ جائے گا۔ میں نے احتیاط سے اس کے قرب و جوار کی تلاشی لی۔ تکیے کے قریب لوڈ ریوالتور رکھا ہوا تھا میں نے اسے خالی کر کے واپس رکھ دیا اور پھر ہم دونوں اس کے سامنے کھڑے ہوئے۔ میں نے اس کا پاؤں ہلایا اور وہ ہر بڑا کراٹھ بیٹھا۔ اس نے سمیٹ ہوئی نظروں سے ہم دونوں کو دیکھا تھا۔

”فادر کچھ مشکل پیش آگئی تھی جس کی وجہ سے ہمیں اس وقت آپ کے پاس آنا پڑا۔“ شیریں نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔ اشارے سے اس نے مجھے بتا دیا تھا کہ یہی مطلوبہ شخصیت ہے۔

”یہ میری پرائیویٹ رہائش گاہ ہے۔ تمہیں یہاں نہیں آنا چاہیے تھا اور وہ بھی اس طرح۔“

”ہم اپنا جرم تسلیم کرتے ہیں۔“

”تو پھر ایک لمحے میں باہر نکل جاؤ اور جو کام ہے اس کے لیے دن میں آؤ۔“

”اگر ایسا ممکن ہوتا تو ہم ایسا ہی کرتے۔“

”میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ یہاں سے نکل جاؤ ورنہ.....“ اس نے ہاتھ بڑھا کر پستول اٹھا لیا اور اسے ہماری طرف تان لیا۔ اب میں نے پہلی بار اسے مخاطب کیا۔

”فادر آپ کے پاس پستول؟“

اس نے نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا۔

”تم جیسے زبردستی کرنے والوں کے لیے اپنے تحفظ کا ہندو بست تو کرنا ہی پڑتا ہے۔“

”آپ کے ساتھ زبردستی کون کرے گا فادر آئزک ملٹن۔“ میں نے کہا اور وہ اس

طرح اچھلا جیسے بچھونے ڈنک مار دیا ہو۔ پستول کے دستے پر اس کی گرفت سخت ہو گئی۔

اس کے پورے بدن میں لرزش پیدا ہو گئی اور چہرے پر ایسے آثار نظر آنے لگے تھے جیسے

اس کی ذہنی قوتیں جواب دیتی جا رہی ہوں۔

”تو تم یہاں بھی پہنچ گئے لیکن تمہارے قبضے میں جانے کے بجائے میں خود کشی کر لینا

زیادہ پسند کرتا ہوں سمجھے۔“

”پروفیسر میرے خیال میں آپ کو خود کشی نہیں کرنی چاہیے۔“

”نہیں اس مت کرو۔ میں اتنا بزدل نہیں ہوں اور زندگی میں کبھی کسی کو نقصان نہیں

پہنچایا لیکن میں تمہارے ہاتھوں میں کھیلا نہیں چاہتا۔ میں نے اپنا سب کچھ دریا برد کر دیا ہے۔ اپنی شخصیت اپنی حیثیت کو ختم کر لیا ہے لیکن آخری بوجھ بھی اپنی ذات پر برداشت کرنے کے لیے تیار ہوں۔ میں تمہیں قتل نہیں کر سکتا لیکن میں تمہارے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لیے بھی اپنے آپ کو کسی طور پیش نہیں کر سکتا۔ میں جانتا ہوں تم مجھے لے جانے کے لیے آئے ہو مگر اب تم میری لاش کو لے جانا۔“

اس نے پستول اپنی کینٹی پر رکھی اور سوچے سمجھے بغیر ٹرائیگر دبا دیا۔ ٹریچ کی آواز ہوئی وہ لگاتار ٹرائیگر دباتا چلا گیا اور پھر حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر پستول کو دیکھنے لگا۔

”میں نے پستول ان لوڈ کر دیا تھا فادر آئیے۔“

”ہرگز نہیں مم..... میں..... ہرگز.....“ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ایک جانب چھلانگ لگاتا ہوا بولا۔ اب میری ذمے داری تھی ویسے بھی یہاں سے خاموشی کے ساتھ نکل جانا ہر لحاظ سے سودمند تھا۔ میں نے چھلانگ لگا کر اسے دیوچ لیا اور اسے ہاتھ کے شکنجے میں کس کر اس کی کینٹیوں پر دباؤ ڈالنے لگا۔ منحنی سا آدمی تھا۔ چند لمحات کے بعد وہ بے ہوش ہو کر میری بانہوں میں جھول گیا۔ میں نے اسے اٹھا کر کندھے پر ڈالا اور شیریں کو ساتھ آنے کا اشارہ کر کے واپس پلٹ پڑا۔ کیسا کے صدر گیٹ سے باہر نکلا ہی تھا کہ سفید رنگ کی ایک خوبصورت کار ایلزونا سامنے آکر رک گئی۔ میں چونک پڑا۔ یہ لمبی اور قیمتی گاڑی میرے لیے اجنبی تھی لیکن شاید شیریں کے لیے نہیں اس نے آہستہ سے کہا۔

”اس کے بے ہوش جسم کو گاڑی میں ڈال دیجئے۔ ہماری ہی گاڑی ہے۔“ شیریں نے کہا۔ اچانک ہی درمیانی نشست کا دروازہ کھلا اور وہاں سے کسی نے جھانک کر کہا۔

”چلے آؤ دانش منصور میں موجود ہوں۔“

”کوئن میکویا کی آواز لاکھوں میں پہچان سکتا تھا بس اس کے بعد کسی بھی تردد کی ضرورت نہیں تھی۔ البتہ جب ایلزونا میں پروفیسر کا بے ہوش جسم میں نے اندر داخل کیا تو اندر بیٹھے ہوئے ایک وجود میں ہلچل سی محسوس ہوئی۔“

”تم بھی اندر ہی آجاؤ۔“ شیریں تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ واپس جاؤ۔ اوکے۔“

شیریں نے ایک نگاہ مجھ پر ڈالی حالانکہ رات کا وقت تھا لیکن اس کی چمکدار آنکھوں

میں ایک لمحے کے لیے میں نے غم کے آثار پائے۔ میرا اس کا اچھا خاصا ساتھ رہا تھا۔ اندر بیٹھنے کے بعد میں نے اس کے وجود پر نظر ڈالی۔ ایک نوجوان لڑکی جس کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے اور منہ پر ٹیپ چپکا ہوا تھا۔ شکل و صورت کی اچھی تھی۔ اس کی یادامی آنکھوں میں بے چینی تھی اور وہ اپنے بدن کو بے قراری سے جنبش دے رہی تھی کوئن میکویا کے اشارے پر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے شخص نے کار کو آگے بڑھایا اور برق رفتاری سے سفر کرنے لگی۔

میں نے اپنے حواس مجتمع کر کے کوئن میکویا کو دیکھا۔ پتا نہیں اس وقت اسے مخاطب کرنا مناسب تھا یا نہیں اس لیے میں نے خاموشی ہی اختیار کی۔

”ہم اسٹراس برگ چل رہے ہیں۔ دانش منصور وہاں سے بلیک چیل روائل ہوگی۔“ کوئن نے کہا۔

میں نے پھر بھی خاموشی ہی اختیار کی۔

فرانس کے شہر اسٹراس برگ کے بارے میں مجھے بہت زیادہ معلومات حاصل نہیں تھیں۔ بس نام کی حد تک اس شہر سے واقفیت رکھتا تھا۔ اس کے بعد کار کا طویل سفر جاری تھا۔ رات آہستہ آہستہ اپنا سفر طے کر رہی تھی۔

”لڑکی میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا کہ ہم وہ لوگ نہیں ہیں جن سے تمہیں اور تمہارے والد کو خطرہ تھا۔ اگر اخبارات پڑھتی ہو تو تمہیں رک وائر کی موت کی خبر مل چکی ہوگی۔ مزید یہ کہ اب لڈ بھی پولیس کے قبضے میں ہے اور اس مفرور قیدی کو کسی قسم کی رعایت نہیں دی جائے گی۔ مزید یہ کہ اب تم اور تمہارا باپ جہاں جا رہے ہیں وہاں تمہیں ایک پرسکون اور مشکلات سے پاک زندگی ملے گی۔ اس وقت تم نے مجھ سے تعاون نہیں کیا تھا لیکن میں جانتی تھی کہ ہماری تحویل میں آنے کے بعد تم خوشی محسوس کرو گی۔“

کوئن کی گفتگو سے میں سمجھ گیا تھا کہ یہ لڑکی گرینا ملٹن ہی ہے۔ جب ہم اسٹراس برگ پہنچے تو سورج پہاڑیوں کے عقب سے بلند ہو چکا تھا۔ یورپ کا ایک خوبصورت شہر اپنی تمام تر آب و تاب کے ساتھ زندگی کی جانب لوٹ رہا تھا۔ اسٹراس برگ کے نواحی علاقے میں ایک خوبصورت فارم ہاؤس کے بڑے گیٹ سے کار اندر داخل ہو گئی۔ یہ احاطہ

وسیع و عریض علاقے پر پھیلا ہوا تھا۔ ایک طرف بے شمار جانور بندھے ہوئے تھے۔ دوسری طرف غالباً انہی جانوروں کے لیے چراہ گاہ کا انتظام کیا گیا تھا۔ لیکن احاطے کے آخری سرے پر بنی ہوئی عمارت ہر لحاظ سے ایک شاندار عمارت کہی جاسکتی تھی۔ فارم کے اس مخصوص حصے میں کار رک گئی۔ یہاں پہنچنے کے بعد کوئن میکوویا نیچے اتری۔ دو تین آدمی دوڑ کر قریب پہنچ گئے۔ یہ سب یقیناً بلیک آرمی کے افراد تھے۔

”دونوں معزز مہمانوں کو عزت کے ساتھ نیچے اتارا جائے اور یہ پروفیسر آئزک ابھی تک ہوش میں کیوں نہیں آیا دانش؟“

”میرا خیال ہے اس کا کمزور جسم اس کے ہوش میں آنے میں مزاحم ہو رہا ہے لیکن ہوش میں آجائے گا۔“ میں نے اس کے تنفس کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔ آئزک ملٹن کے جسم کو دو آدمیوں نے سنبھال لیا۔

گرینا کی جانب اشارہ کر کے کوئن میکوویا نے مجھ سے کہا۔ ”میرا خیال ہے اس کا ٹیپ بھی ہٹا دو ہاتھ بھی کھول دو لڑکی کسی قسم کی کوئی احمقانہ حرکت کرنے کی کوشش نہ کرنا۔ ہمارے پاس رہ کر تم محسوس کرو گی کہ جو کچھ ہوا ہے تمہارے حق میں بہتر ہوا ہے۔“

میں نے لڑکی کے ہونٹوں سے ٹیپ ہٹا دیا۔

”ایسا کرو دانش ان لوگوں کو ہر طرح سے مطمئن کرو۔ میں تھوڑی سی مصروف ہوں۔“ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ کوئن میکوویا نے رخ تبدیل کر لیا اور عمارت کے صدر گیٹ کی طرف جانے کے بجائے اس کی بظنی سمت چل دی۔ میں نے گرینا ملٹن کو آگے بڑھنے کا اشارہ کیا اور اس کے بعد پروفیسر آئزک ملٹن کو ان دونوں کے ساتھ لیے ہوئے ایک بڑے کمرے میں داخل ہو گیا اور ایک آرام دہ بستر پر آئزک ملٹن کو لٹا دیا گیا۔ ”پانی اندر پہنچاؤ اور اس کے ساتھ عمدہ قسم کی کافی کا بھی انتظام کرو۔“ میں نے ان میں سے ایک سے کہا۔

”لیس سر۔“ جس شخص کو میں نے حکم دیا تھا۔ اس نے نہایت مستعدی سے کہا اور وہ دونوں باہر نکل گئے۔ گرینا رونے سے گریز کر رہی تھی ورنہ اس کا چہرہ مجسم آنسو بنا ہوا تھا۔ میں پروفیسر پر جھک گیا لیکن اس کی بے ہوشی کی طوالت خود بخود ختم ہو گئی اور وہ

آہستہ آہستہ کراہ رہا تھا۔ گرینا اس کے پاس پہنچ گئی۔ آئزک نے اپنی کپٹیوں کو سہلانا شروع کر دیا تھا پھر اس نے گردن جھٹکی اور آنکھیں کھول دیں۔ میں اس کے سامنے تھا۔ چند لمحات پہلے بے خیالی کے انداز میں مجھے دیکھتا رہا اور پھر ہڑبڑا کر بستر پر ہاتھ ٹکا کر اٹھ گیا۔ جب اس کی نظر گرینا پر پڑی اور بے اختیار ہو گیا۔

”گرینا میری بیٹی۔“ اس نے دونوں ہاتھ آگے بڑھائے اور گرینا دوڑ کر باپ سے لپٹ گئی۔ آئزک ملٹن رونے لگا تھا اور گرینا کی سسکیاں بھی گونج رہی تھیں۔ میں خاموشی سے ان دونوں کا جائزہ لیتا رہا جب ان کے دل کی بھڑاس نکل گئی تو آئزک نے پھر چونک کر مجھے دیکھا اور کراہت لہجے میں بولا۔

”خدا سے تمہارے لیے بربادی کی دعائیں مانگنے کے سوا اور کیا کر سکتا ہوں۔ میری بیٹی کو بھی اٹھالائے تم لوگ۔ بہت ظالم ہو۔ خدا تمہیں اس دنیا سے فنا کرے۔ کیا چاہتے ہو آخر تم۔ کیوں ہماری زندگی اجیرن کر کے رکھ دی ہے۔ ہم تو انسانوں کی طرح جینا بھی بھول گئے۔“

”پروفیسر اگر چند الفاظ میں سمجھ سکتے ہو تو میری بات سن لو اور اگر ممکن ہو سکے تو یقین بھی کر لینا آپ کی بیٹی گرینا جانتی ہے کہ تم کو اپنے مذموم مقاصد کے لیے استعمال کرنے والے سب لوگ تم سے دور ہو چکے ہیں۔ اب تمہیں ان سے کوئی خطرہ نہیں رہا ہے۔ جب تمہیں ہمارے بارے میں تفصیل معلوم ہو گی تو مجھے یقین ہے کہ اس وقت تم نہایت اطمینان محسوس کرو گے۔ ہم تمہیں فرانس سے بہت دور لے جانا چاہتے ہیں۔ ایک ایسی جگہ جسے تم پسند کرو گے پروفیسر۔“

”کیا وہ جہنم ہو گی؟“

”نہیں، مگر میں اسے جنت بھی نہیں کہوں گا۔“

”ساری زندگی میں نیک نای اور شہرت ہی تو کمائی ہے ساری زندگی انسانیت کی بہتری کے بارے میں ہی سوچا ہے۔ یہی صلہ ملنا چاہیے مجھے میری سوچوں اور کوششوں کا۔ تم نے مجھ پر عرصہ حیات تنگ کر دیا ہے۔“

”پروفیسر اس کے علاوہ میرے پاس آپ سے کہنے کے لیے کچھ نہیں ہے۔ آپ کی بیٹی آپ کے پاس موجود ہے۔ آپ لوگوں کی تلاشی لے لی گئی ہے اور آپ کے پاس کوئی

ایسی چیز اس وقت نہیں ہے جس سے آپ کوئی غلط قدم اٹھانے کی کوشش کر سکیں۔ کوئی بھی احتمالہ جذباتی قدم اٹھانے سے پہلے یہ سوچ لینا کہ زندگی بہت قیمتی چیز ہے مسٹر آئزک کو بھی یہی بات سمجھانا۔ میرا خیال ہے میں تم دونوں کو یہاں تنہا چھوڑ دوں۔ کوئی ایسی کوشش نہ کرنا گرنا جس سے تمہیں نقصان پہنچے۔“ میں نے کہا اور ان کے کمرے سے باہر نکل آیا۔

میں خود بھی گھن چکر بنا ہوا تھا۔ باہر نکلا ہی تھا کہ ایک ملازم میرے پاس پہنچ گیا۔

”سر میڈم نے آپ کو طلب کیا ہے۔“

”کافی کا کیا ہوا؟“

”پانچ منٹ میں آجائے گی۔“

”میری کافی میڈم کے پاس ہی پہنچا دینا اور ان لوگوں کو احتیاط کے ساتھ کافی پیش کر دینا۔“

”اوکے سر۔“

”مگر میڈم تک میری رہنمائی تو کرو۔“

”تشریف لائیے جناب۔“ اس شخص نے کہا۔

اور میں اس کے ساتھ ساتھ چل دیا۔ کوئن میکوویا مجھے ایک کمرے میں نظر آئی۔ ایک آرام دہ کرسی پر تھکے تھکے انداز میں دراز تھی۔ مجھے دیکھ کر آنکھیں کھولیں۔ مدہم سے انداز میں مسکرائی۔

”بیٹھو میں بہت تھک گئی ہوں۔“ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے کہا۔

”میڈم۔ آپ بھی تھک جاتی ہیں؟“ میں نے حیرت سے پوچھا۔

”ہاں کبھی کبھی۔“ اس نے آہستہ سے کہا۔ ”ویسے تمہیں ایک بات بتا دوں کہ میں

اس وقت اپنے اصلی اور حقیقی روپ میں ہوں اور تمہیں اس بات پر حیرت بھی نہیں ہونی چاہیے کیونکہ تم میری قربت اختیار کر چکے ہوں۔ اس لیے تم سے جھوٹ بولنا مناسب نہیں ہے۔“

اس کی بات سے میرے بدن میں سنسنی سی دوڑ گئی، بہر حال اس کی حقیقت اور اس

کے عکس میں کوئی نمایاں فرق نہیں تھا۔ اس نے مجھے یہ بات بتادی تھی۔ نہ بھی بتاتی تو اس موضوع پر میں نے تو سوچنا ہی چھوڑ دیا تھا۔

”میں نے کافی منگوائی ہے اور اتفاق کی بات ہے کہ یہ کہنا بھول گیا کہ کافی کا ایک کپ پہنچا دیا جائے۔“ وہ ہنس پڑی۔

”اچھا کیا“ کافی کے لیے کہہ دیا میں تمہیں یہ بتانا چاہتی تھی کہ دوپہر کے بعد ہم کسی بھی وقت بلیک چینل کے لیے روانہ ہو سکتے ہیں۔ تم اس کے لیے تیار تو ہونا؟“

”جی۔“

”تو پھر ایک کپ کافی پیتے ہیں پھر تم سے دوپہر تک کے لیے اجازت چاہوں گی۔“ میں نے کہا کہ تفصیلی بات چیت بلیک چینل پہنچنے کے بعد ہی ہوگی۔ کافی پی گئی اور کافی پینے کے بعد وہ اٹھ گئی۔ گرنا اور پروفیسر کے بارے میں کوئی خاص بات نہیں ہوئی پھر کوئن سے میری باقاعدہ ملاقات اس وقت تک نہیں ہوئی جب تک کہ ہم مختلف مدارج طے کرتے ہوئے گرنا اور پروفیسر کے ساتھ بلیک چینل نہ پہنچ گئے۔ وہ دونوں ابھی تک رگو رگو کا شکار تھے۔ ظاہر ہے جن حالات سے گزرے تھے ان پر فوراً ہی یقین کر لینا انسانی انظرت سے الگ بات تھی۔ البتہ بلیک چینل پہنچنے کے بعد جب میں نے کوئن سے اجازت ملنے کے بعد پروفیسر کو بلیک چینل کے بارے میں مختصر طور پر بتایا تو اس کی آنکھیں حیرت پھیل گئیں۔

”اگر تم مجھے کوئی طلسمی کہانی نہیں سنا رہے ہو تو واقعی یہ ایک حیرت ناک داستان ہے البتہ پھر بھی میں اس پر یقین اس وقت کروں گا جب مجھے یہاں سے مکمل طور پر روشناس کرا دیا جائے۔“

”مجھے تو یہ سب کچھ ایک خواب محسوس ہوتا ہے ایسے انوکھے خواب تو دیکھے جاسکتے ہیں ان کی تعبیر حاصل کرنا آسان کام نہیں ہے لیکن اگر تم میرے محسوسات کے بارے میں سوال کرتے ہو تو دوست اس بات پر شاید تم یقین نہ کرو کہ میں نے رنگ و نسل مذہب و ملت کے تصور سے بالاتر ہو کر صرف انسانی بنیادوں پر سوچا ہے ہمیشہ اور اسی میں اپنا سب کچھ گنوا دیا وہ جرائم پیشہ افراد میری صلاحیتوں کو مجرمانہ عمل کے لیے استعمال کرنا چاہتے تھے میں نے طے کر لیا تھا کہ زندگی قربان کر دوں گا لیکن ایسے کسی کام پر آمادہ نہیں

ہوں گا جو مجھے یہ احساس دلائے کہ میری عمر بھر کی تعلیم اور کوششوں کا نتیجہ کسی نقصان کی شکل میں نکلے گا اور میں نے اس کے لیے جتنے مصائب اٹھائے ہیں آہ کاش کوئی اس کا اندازہ لگا سکے۔ میری بیٹی جس کے لیے میں نے اس کائنات میں سب سے زیادہ سوچا ہے جس کے لیے میرے دل میں نہ جانے کیا کیا منصوبے تھے جیسا کہ تم نے کہا کہ بلیک چینل نامی یہ جگہ سائنسی بنیادوں پر ساری دنیا میں انسانی بہتری کے لیے مصروف ہے اور یہ سب کچھ واقعی سچ ہے تو پروفیسر تمہیں پیش کش کرتا ہے کہ اس کے روئے روئے کو اس کام کے لیے وقف کر دو وہ زندگی کی آخری سانس تک تم لوگوں کی خدمت کر کے فخر محسوس کرے گا ویسے میرے دوست یہ کہانی ہے بڑی عجیب جس میں تم نے بتایا ہے کہ بلیک چینل میں سائنسی بنیادوں پر دیکھی انسانیت کے لیے کام ہو رہا ہے اور رنگ و نسل اور مذہب سے آزاد دنیا میں بسنے والے ہر شخص کی بہتری کے لیے مقدور بھر سوچا جا رہا ہے۔ بہت بڑی بات ہے اگر کسی کے ذہن میں یہ تصور آیا ہے اور کسی نے اس پر قدم اٹھایا ہے کیا نام بتایا تم نے اس خاتون کا جو یہ سودا سر میں سمائے رکھتی ہے۔“

”کوئن میکوویا۔“

”میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔“

”میں ان سے مل چکی ہوں ڈیڈی۔ مجھے میری رہائش گاہ سے اغوا کر کے انہیں کے پاس پہنچایا گیا تھا۔ بعد میں آپ کو حاصل کرنے کے لیے کارروائی کی گئی اور اس دوران ڈیڈی کوئن میکوویا کا رویہ میرے ساتھ نہایت بہتر اور محبت بھرا رہا وہ بہت اچھی خاتون معلوم ہوتی ہیں۔“

”اس سلسلے میں ہر اس شخص کا شکر گزار ہوں جس نے میری بیٹی کے لیے کچھ کیا بہر حال کوئن میکوویا مجھے اگر بلیک چینل کی کارروائی سے مطمئن کر دے تو میری مخلصانہ خدمات اس کے لیے ہوں گی۔ ہاں اگر ایسا نہ ہو پائے اور مجھے مجبوراً کام کرنا پڑے تو میں مخلص آدمی ہوں۔ جھوٹ نہیں بولتا۔ خلوص دل سے میں کوئی کام نہیں کروں گا اور جب بھی مجھے موقع ملا خود کو مجبور کرنے والوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کروں گا۔“

کوئن میکوویا نے اپنے ضروری امور سے فراغت حاصل کرنے کے بعد پروفیسر سے گفتگو کی اور پروفیسر اس کی شخصیت کا جائزہ لیتا رہا۔ کوئن میکوویا اسے بتانے لگی کہ کس

طرح اسے آنزک ملٹن کے بارے میں معلوم ہوا تھا اور وائٹ ڈرنگن کے سلسلے میں جو فارمولا اسے حاصل ہوا اس سے آنزک ملٹن کا کیا تعلق تھا اس بات پر آنزک ملٹن ششدر رہ گیا۔

”کیا وائٹ ڈرنگن کسی کو حاصل ہو چکا ہے؟“

”اس کا مکمل فارمولا میرے پاس موجود ہے پروفیسر۔ باقی جہاں تک بلیک چینل کے دوسرے امور کا تعلق ہے تو میری اجازت سے مسٹر دانش منصور نے آپ کو اس کے بارے میں سب کچھ بتا دیا ہو گا۔ مسٹر دانش منصور کوئی معمولی شخصیت نہیں ہے بلیک چینل ان کی شمولیت سے بہت مضبوط ہو گیا ہے میں امید رکھتی ہوں پروفیسر کہ آپ دنیا کی فلاح کے لیے اپنی بساط بھر کارروائی ضرور کریں گے اور ہمارے ساتھ تعاون کریں گے جہاں تک بلیک چینل کے مقاصد کا تعلق ہے تو ہم نے اس کا ایک ریکارڈ رکھا ہے اور وہ ریکارڈ آپ کو تصویری شکل میں دکھایا جائے گا آپ کو اس پر اعتماد کرنا چاہیے کیونکہ باقی ہمارے کام تو ذاتی تجزیے کی بنا پر ہوتے ہیں۔“

”میں بھی آپ سے یہی عرض کرنا چاہتا تھا میڈم کہ اگر انسانی فلاح کے لیے میرے

خون کا آخری قطرہ بھی کام آسکتا ہے تو میں اسے آپ کی نذر کرنے سے گریز نہیں کروں گا۔ باقی اگر میری مجبوریوں سے فائدہ اٹھایا گیا تو میں مخلصانہ طور پر کام نہیں کروں گا۔“

آنزک کو کوئن ایک ذہین ترین سائنس دان تصور کرتی تھی اور میں جانتا تھا کہ وہ

کام کے لوگوں کو کبھی غیر مطمئن نہیں رکھتی۔ کئی دن اس کام میں صرف ہو گئے اور آخر

کار آنزک نے اس بات کو تسلیم کر لیا کہ کوئن کے مقاصد انتہائی قابل عمل ہیں اور اس

کے ساتھ ہر طرح کا تعاون کیا جاسکتا ہے۔ اس نے پیش کش کر دی کہ اب وہ پورے

خلوص کے ساتھ اس عظیم خاتون کے مقاصد پر عمل کرنے کے لیے تیار ہے اور اس سلسلے

میں اپنی ذمہ داری جان لینا چاہتا ہے یہ سب کچھ میرے مطلب کی بات نہیں تھی کوئن

خود بھی سائنس دان تھی اور جانتی تھی کہ اسے کیا کرنا ہے اس دوران راوی نے میری

قسمت میں چین لکھ دیا تھا اور یہ تو انسانی فطرت ہے کہ جب دو صنف یکجا ہو جائیں تو

ذہنوں میں کوئی نہ کوئی تصور پیدا ہو ہی جاتا ہے جن دلوں کوئن پروفیسر کے ساتھ اپنے عظیم

الشان کارخانہ حیات میں مصروف تھی۔ گرینا ملٹن میرے ساتھ ہی رہتی تھی۔

پروفیسر ملٹن کو مطمئن کرنے کے بعد کوئن میکویا میری جانب متوجہ ہوئی اور ایک شام اس نے مجھے اپنی مخصوص رہائش گاہ میں شرفِ ملاقات بخشا۔

”معاف کرنا دانش یہ سب کچھ ازحد ضروری تھا۔ پروفیسر ملٹن کو میں نے تمہاری مدد سے جس مقصد کے لیے حاصل کیا تھا ملٹن اس پر پوری طرح آمادہ ہو چکا ہے اور اس نے اپنے کام کا آغاز کر دیا ہے تم نہیں جانتے اس کامیابی پر میں کس قدر مسرور ہوں۔ میں چاہتی تھی کہ کام شروع ہو جائے اور اب ایک تحفہ میری جانب سے قبول کرو۔“ اس نے کہا۔

میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ میکویا نے اپنے اس انوکھے کارخانے میں نجانے کیا کیا کچھ کر رکھا تھا اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے اس نے نجانے کیا کیا کہ اس کی اس رہائش گاہ کے سامنے کے حصے پر کچھ کارروائی ہونے لگی ایک پردہ سا اپنی جگہ سے سرک گیا اور اس کے بعد ایک عجیب و غریب مشینی منظر آنے لگا جس کے بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ وہ کوئی تصویر ہے یا سچائی لیکن کوئن میکویا نے ایک چھوٹا سا مائیک اپنے پرس سے نکال کر میرے سامنے کرتے ہوئے کہا۔

”اس ریڈیو ٹن کو دبانے کے بعد ہمارا ڈائمنڈ سٹی سے براہ راست رابطہ قائم ہو جاتا ہے تمہیں بتانا ضرور سمجھتی ہوں کہ اب بلیک چینل میں ڈائمنڈ سٹی سیکشن ایک باقاعدہ حیثیت رکھتا ہے اور میرے سائنس دان ڈائمنڈ سٹی کے لیے وہ سب کچھ کر رہے ہیں جس کی آرزو تمہارے دل میں ہے۔ میں تم سے درخواست کرتی ہوں کہ ڈائمنڈ سٹی سے گفتگو کرو۔“

میں شدید رہ گیا ہر حال میں نے ٹن دیا اور سامنے نظر آنے والے مشینی منظر پر کچھ تبدیلیاں رونما ہوئیں پھر ادھر سے آواز آئی۔

”لیس میڈم۔ ڈائمنڈ سٹی سے رشید ناگی بول رہا ہے۔“ میں ایک لمحے خاموش رہا تو دوسری طرف سے پھر وہی آواز سنائی دی۔

”ناگی میں دانش منصور ہوں۔“

”سر..... سر..... آپ..... اپنا مشن سرانجام دے چکے؟“

”ہاں کیا کوئن میکویا سے اس دوران تمہارا رابطہ باقاعدہ رہا ہے؟“

”سر آپ کو ان کے بارے میں بتانا چاہتا ہوں ہمارے لیے کوئن آپ کی وساطت سے ایک ایسا نام بن گیا ہے جسے ہم کسی بھی مشکل کے وقت پکار سکتے ہیں سر اس وقت میں ڈائمنڈ سٹی سے براہ راست انہی کی کوشش سے آپ سے بات کر رہا ہوں انہوں نے ایک پلانٹ بھجوایا تھا ہمارے پاس ہمارے انجینئرز نے وہ پلانٹ نصب کر لیا ہے اسی پلانٹ کے ذریعے ہمارا یہاں سے بلیک چینل پر رابطہ قائم ہے اور ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ کسی فریکوئنسی کے بغیر ہے۔ ایک عجیب و غریب سسٹم جسے دنیا کا سب سے پراسرار سسٹم کہا جاسکتا ہے۔“

”ہوں۔ چلو جب یہ سب کچھ ہو ہی گیا ہے تو پھر جلدی سے مجھے وہاں کے حالات بتاؤ۔“

”بہت عہدگی سے کام چل رہا ہے وہ پلانٹ نصب کر دیا گیا ہے جو آپ نے بھجوایا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ ہی ڈائمنڈ سٹی میں اس جیسے دوسرے کئی پلانٹ تیار کرنے کا کام شروع کر دیا گیا ہے جس کے سلسلے میں کوئن نے ہمیں تمام آسانیاں مہیا کرنے کا وعدہ کیا ہمارے سائنس دان ایسے کئی پلانٹ ڈیزائن کر رہے ہیں جن سے ملک کے دوسرے حصوں میں بھی بجلی کی ضروریات پوری کر دی جائیں۔ سر ہمارے حکمران خاص طور سے وہ لوگ جو ان معاملات سے متعلق ہیں آپ کا بہت بہت شکریہ ادا کرتے ہیں اور انہوں نے درخواست کی ہے کہ آپ سے رابطہ قائم ہو جائے تو آپ کو ان کا شکریہ پہنچا دیا جائے ہمارے کئی سائنس دان اب آپ کے نام کے ساتھ کچھ نئی تیاریاں کر رہے ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ انہیں آپ کی مدد کی ضرورت پیش آئے گی۔“

”میں شاید پورے اطمینان سے یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ کوئن ہماری تمام ضروریات پوری کریں گی۔“

”جی سر۔ آپ خیریت سے تو ہیں نا؟“

”ہاں بالکل ٹھیک ہوں۔ رخسار کے بارے میں بتاؤ۔“

”وہ بالکل ٹھیک ہیں شاید اس وقت بھی انہوں نے آپ کو بتایا تھا کہ وہ رفاح عام کا ایک ادارہ قائم کر چکی ہیں ان کے اہل خاندان ان سے پیشک ملتے جلتے ہیں لیکن میڈم کا ان سے کوئی براہ راست تعلق نہیں رہا ہے۔ ادھر الیاس صاحب اور ان کے اہل خانہ بھی

سب ٹھیک ہیں۔ مٹھل شاہ موجود ہیں اگر آپ چاہیں تو بات کرادوں۔“
”ہاں بالکل۔“ میں نے مٹھل شاہ سے بات کی۔

وہ اتفاق جو راستے میں اس وقت پیش آیا تھا مجھے جب پولیس نے گھیر لیا۔ ایک دن ایک ایسا درخت بن جائے گا جس کی شاخیں ناقابل یقین وسعتوں میں پھیل جائیں گی۔ میں نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا۔ میرا دائرہ تو بہت محدود تھا دانش یا پھر مجھے تو تمہیں فیصل ہی کہنا چاہیے لیکن تم نے اسے کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا یہ میرے تصور میں بھی نہ تھا۔“

”اصل میں خلوص اور نیک نیتی انسانی مشکلات کا خاتمہ کر کے وہ راستے پیدا کرتی ہیں جن سے یہ سب کچھ ہوتا ہے اصل کام زمین کی آبیاری کر کے اس میں محبت کا پودا لگانے والے کا ہوتا ہے۔ باقی قدرت کے عوامل ہوتے ہیں۔“

کافی دیر تک مٹھل شاہ سے باتیں ہوئیں اس کے بعد میں نے کہا کہ کسی وقت رخسار سے بھی رجوع کروں گا اور پھر یہ سلسلہ منقطع ہو گیا۔ میں نے شکر گزار نگاہوں سے کون کو دیکھا وہ میری ہی سمت دیکھ رہی تھی۔

”یہ ایک حقیر سی کوشش ہے لیکن ایک دن میں تمہیں اسی دیوار پر ڈائمنڈ سٹی کا پورا منظر دکھاؤں گی تم ہر شخص سے براہ راست بات چیت کر سکو گے۔ اس طرح میں وہ سارے فاصلے ختم کردوں گی جو تمہیں دکھی کر دیں یا یہ احساس دلائیں کہ تم اپنوں سے بہت دور ہو۔“

”بہت بہت شکریہ۔“ میں نے ممنونیت سے گردن جھکا کر کہا پھر ہمارے درمیان کئی نشستیں رہیں کونین غالباً مجھے آرام کا موقع دے رہی تھی۔ اس نے بہت سی بار مجھ سے ملاقاتیں کی تھیں۔ میں نے خود اس سے سوال کیا کہ اب کوئی ایسی ذمہ داری میرے سپرد کر دی جائے جس سے میں مصروف ہو سکوں تو اس نے کہا کہ ابھی تھوڑا سا انتظار کرنا ہو گا۔

پھر ایک دن آنزک میں اور کون ایک جگہ جمع تھے دنیا کے مختلف امور پر گفتگو ہو رہی تھی۔

”بات اگر یہی ہے کہ ہم ہر مسئلے میں ٹانگ اڑائیں تو میں ایک ایسے اہم مسئلے کی

جانب نشاندہی کرنا چاہتا ہوں جس پر اگر توجہ دی جائے تو بڑی اہمیت کا حامل ہو گا لیکن اس کے لیے تمہیں ایک کہانی سننا پڑے گی۔“ پروفیسر کے ان الفاظ پر کونین مسکرا دی۔

”زمانہ طلب علمی میں میرا ایک شناسا افریقی نژاد فلنٹ دار لو ہوا کرتا تھا۔ خاموش طبع، سنجیدہ بے انتمازین لوگوں سے بہت کم ملتا جلتا تھا۔ اپنی دنیا میں مست رہنے کا عادی۔ جانے کیسے کیسے جتن کر کے میں اسے اپنا دوست بنا سکا تھا۔ طالب علمی کے دور میں اس نے کسی سے کبھی سخت لہجے میں بات تک نہیں کی تھی حالانکہ تنگ نظر سفید چمڑی والے اسے اپنے مذاق کا نشانہ بناتے رہتے تھے۔ یونیورسٹی کی خوبصورت سفید فام لڑکیاں اسے چھیڑتی رہتی تھیں۔ ایک بہت شوخ لیکن بے حد حسین لڑکی سامیا نے تو اس سے باقاعدہ عشق شروع کر دیا تھا اور ہر مقام پر اس کے لیے سردھنٹی رہتی تھی۔ منظر عام پر اس سے اظہار عشق کر کے لوگوں کو ہنسنے کا موقع فراہم کرتی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ سامیا اسے صرف مذاق کا نشانہ بنائے ہوئے ہے لیکن وہ سب کچھ برداشت کرتا تھا۔ البتہ مجھے اس کی قربت حاصل تھی۔ میں نے بار بار اس کی آنکھوں میں شعلے بھڑکتے دیکھے تھے۔ لیکن اس طرح کہ اس کے ہونٹ سکڑ رہے ہوتے تھے۔ اسی دوران فلنٹ نے اپنا تعلیمی کیریئر ختم کیا اور ملک چھوڑنے سے پہلے اس نے مجھے کہا تھا۔“

”اپنے آپ کو محفوظ رکھنا آنزک کیونکہ آنے والا وقت بہت برا ہو گا۔“

”کس نظریے سے یہ کہہ رہے ہو؟“ میں نے سوال کیا اور وہ مسکرائے لگا۔

”بڑی عجیب اور مختصر کہانی ہے میری۔ میں نہیں جانتا کہ میرے والدین کا تعلق افریقہ کے کون سے خطے سے ہے لیکن اتنا مجھے معلوم ہے کہ سفید چمڑی والے جب غلاموں کی تجارت کرتے تھے تو شاید میرے دادا کو افریقہ کے ہی کسی خطے سے پکڑا گیا اور اس کے بعد انہیں غلامی کی زندگی بسر کرنی پڑی پھر میرا باپ بھی سفید چمڑی والوں کا غلام رہا اور شاید کسی ایسی شکل میں اس غلامی سے آزاد ہوا جب وہ سفید فام خاندان قائم نہ رہ سکا اور مرکھپ گیا۔ میرے باپ کو تھوڑی سی بہتر زندگی ملی تو اس نے مجھے مختلف انداز میں پروان چڑھانے کی ہمت کر ڈالی جس کے نتیجے میں مجھے یہ تھوڑی بہت تعلیم حاصل ہوئی۔ میں تم سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا غلام افریقہ ہی غلام رہے گا؟ کیا یہ سفید چمڑی والے اسی طرح اسے اپنے مذاق اور اپنے ستم کا نشانہ بناتے رہیں گے؟ خدو خال

رنگ تو علاقائی مناسبت سے ہوتے ہیں۔ کیا ان رنگوں سے نفرت مناسب ہے؟ انہوں نے اس کی بنیاد ڈال دی ہے اور ان سے میں جو کچھ ملے کر جا رہا ہوں اب اس کی واپسی شروع ہو جائے گی۔ دھوپ سے جھلٹتے ہوئے صحرائے اعظم میں ایسی تبدیلیاں رونما ہوں گی کہ پھر یہ لوگ پسماندہ نہیں رہ سکیں گے۔ اپنے ڈائری کے کسی صفحے پر یہ نوٹ کر لینا آئزک کہ ماحول بدلے گا اور یقیناً اس میں تبدیلیاں ہوں گی پھر ہم دنیا کو لیڈ کریں گے اور ان لوگوں کو زیر زمین پہنچا دیں گے جو رنگ و نسل کی بنیاد پر افریقوں سے نفرت کرتے ہیں۔“

میں نے اس کے لہجے میں ایک عجیب سی غرغراہٹ پائی تھی۔ ایک ایسا انوکھا خوف محسوس ہوا تھا مجھے کہ میں آپ کو بتا نہیں سکتا۔ وہ بہت خوفناک گفتگو کر رہا تھا پھر وہ رخصت ہو گیا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ کہاں کا باشندہ تھا اور کہاں چلا گیا؟ میں اپنی کاوشوں میں مصروف ہو گیا۔ ایک بار مجھے اس کا دعوت نامہ بھی موصول ہوا۔ اس نے مجھے بوٹوانا طلب کیا تھا۔ اس وقت میری بچی صرف تین سال کی تھی۔ وہ مجھے یاد آیا تو میں نے اس سے ملنے کی فوراً تیاریاں شروع کر دیں۔ اپنی بیوی اور بچی کے ساتھ میں بوٹوانا چل دیا۔ بوٹوانا کے دارالحکومت گیبرون میں اس نے میرا استقبال کیا۔ بڑی شاندار شخصیت کا مالک بن چکا تھا وہ۔ بوٹوانا جنوب وسطی افریقہ میں واقع ہے۔ اس کے شمال مشرق میں ڈامبیا اور زمبابوے، جنوب میں جنوبی افریقہ اور لیبیا وغیرہ ہیں۔ ایک بہت بڑا حصہ صحرائے کالا ہاری کا ہے۔ بہر حال میں اس کے بارے میں اس وقت کچھ بھی نہیں جانتا تھا وہ مجھ سے اسی بے تکلفی سے ملا جس طرح میری اور اس کی ملاقاتیں ہوا کرتی تھیں لیکن جب میں نے اس کی رہائش گاہ کی جانب سفر کیا تو میری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ اس نے اپنے آپ کو بہت تبدیل کر لیا تھا۔ ہم بوٹوانا کے شہر گیبرون سے آگے کے لیے عازم سفر ہوئے اور عجیب و غریب راستے طے کرتے ہوئے ایک ایسے جنگل میں داخل ہو گئے جس کے بارے میں شاید میں کیا کوئی بھی نہ بتا سکے کہ افریقہ کا کون سا علاقہ ہے؟ خاصا مشکل سفر تھا۔ اس نے یہ طویل سفر ہمارے ساتھ ہی طے کیا۔ پھر وہ ہمیں پتھروں سے بنے ہوئے ایک ایسے عجیب و غریب قلعے میں لے گیا جس کے بارے میں تفصیل سے کچھ بھی نہیں بتایا جاسکتا۔ پہاڑوں کے ایک انتہائی مشکل اور وسیع سلسلے کو اس

طرح ایک قلعے کی شکل میں تبدیل کیا گیا تھا کہ خوب صورت رہائش گاہیں بھی اور عظیم الشان لیبارٹریز بھی۔ سینکڑوں افراد اس کے پاس موجود تھے جو اس کی لیبارٹریز میں کام کرتے تھے۔ میں نے یہاں بے شمار سفید فام لڑکیوں کو دیکھا جو بہت ہی معمولی سے امور سرانجام دیتی تھیں اور نہایت بے کسی کے عالم میں تھیں۔ میں نے وہاں سامیا کو بھی دیکھا۔ وہ لڑکی جو بے پناہ حسین تھی اور جو ہمیشہ اسے اپنے مذاق کا نشانہ بنائے رکھتی تھی۔ وہ ایک معمولی سی خادمہ کی حیثیت سے وہاں اپنے فرائض سرانجام دے رہی تھی۔

”آئزک بہت جلد تم وہ حالات دیکھو گے جب افریقہ دنیا کے نقشے پر نمایاں تبدیلیوں کا حامل بنے گا اور وہ ممالک جو اپنے آپ کو دنیا کی تقدیر کا مالک سمجھتے ہیں پسماندگی کی آغوش میں چلے جائیں گے۔ میں نے دن رات کی محنت کے بعد وہ ماحول تیار کر لیا ہے۔ ذرا غور کرو میرے دوست ان ممالک میں جہاں کے لوگ سردی، ٹھنڈک اور برق باری میں زندگی گزارنے کے عادی ہیں۔ اگر سورج کی جھلسا دینے والی شعاعیں اور ناقابل برداشت گرمی بھرا کر لے تو وہاں کے رہنے والوں کا کیا حال ہو گا؟ صحرائے اعظم کی جھلستی دھوپ، دبیز بادلوں میں چھپ جائے اور یہاں کا موسم ایسی تبدیلیاں اختیار کرے کہ ہر درخت برف سے ڈھکا ہوا نظر آئے تو کیسا رہے گا؟ موسموں کی تبدیلیاں میں اپنے قبضے میں کرنے کی کوشش کر رہا ہوں اور یہاں اس نظریے پر کام کر رہا ہوں میں۔ وہ وقت زیادہ دور نہیں جب تم دنیا کے موسموں میں عجیب و غریب تبدیلیاں دیکھو گے۔ میرے دوست تم واحد شخص ہو جس نے مجھ سے ہمیشہ اچھا سلوک کیا اور میرا مذاق نہیں اڑایا۔ جن لوگوں نے ایسا کیا وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہیں۔“

”میں آپ کو ایک اہم واقعہ کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ روس میں چرنوبل کا حادثہ ہوا بظاہر ایک ایٹمی پلانٹ تباہ ہو گیا تھا اور اس کی تابکاری نے بے شمار علاقوں کو متاثر کیا تھا۔ تابکاری کے اثرات یوں رونما ہوئے کہ سرد جگہیں گرم ہو گئیں اور گرم جگہوں پر اتنی شدید سردی ہو گئی کہ لوگوں کو حیران کن طریقے سے سردی سے بچاؤ کے انتظامات کرنے پڑے۔ آج تک دنیا کے علم میں اس واقعہ کی تفصیلات نہیں آسکیں۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ یہ کوئی حادثہ نہیں بلکہ ایک نامعلوم تجربہ تھا جو چرنوبل میں کیا گیا۔ کس نے کیا کوئی نہیں جانتا لیکن میں لارڈ فلنٹ وارلو کو نظر انداز نہیں کر سکا جس نے مجھے اپنی

منصوبہ بندیوں کے بارے میں بتاتے ہوئے کہا تھا کہ اپنی مکمل کامیابی کے بعد وہ تجرباتی دور میں داخل ہو جائے گا۔ افریقہ کی معدنی دولت اب غیروں کے قبضے میں نہیں جائے گی جسے دیکھو منہ اٹھائے خزانوں کی تلاش میں صحرائے اعظم میں چلا آتا ہے۔ میں وہ وقت لاؤں گا کہ غلام افریقہ آزادی اور خوشحالی کی آغوش میں سانس لے، کیا سمجھے۔“

اس نے مجھ سے یہ الفاظ کہے تھے۔ آہ کاش وقت مجھے اجازت دیتا کہ میں اس پر مزید کام کر سکتا لیکن میں نے پھر بھی اپنے طور پر کچھ معلومات حاصل کیں اور ان کے تحت ایک تحقیقاتی پروگرام شروع کیا جاسکتا ہے۔ میں اس کے نقطہ نگاہ کو اچھی طرح سمجھ چکا ہوں۔ بہت جلد دنیا کو ایک ہولناک تباہی سے دو چار ہونا پڑے گا میں یہ نہیں کہتا کہ دنیا کے رہنے والوں کو آسائش نصیب نہ ہو۔ اس زمین کا ہر شخص اپنے حقوق رکھتا ہے لیکن ایک انتہائی ذہن جب برسر عمل آئے گا تو بے پناہ تباہ کاری پھیلے گی۔ میں نے اس کی آنکھوں سے سلگتی ہوئی آگ کی کتاب پڑھی ہے اور اس آگ کو بجھانا میرے خیال میں بے حد ضروری ہے اصل میں بلیک چینل کو میں نے خدائی فوجدار پایا تو یہ کہانی مجھے یاد آگئی۔“

کوئن اور میں شدید حیرانی کے عالم میں یہ ساری تفصیل سن رہے تھے اور میں نے کوئن کے چہرے پر دلچسپی کے آثار پائے تھے کہ مجھے بخوبی اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ آنزک کی باتوں میں شدید دلچسپی لے رہی ہے۔ مجھے اندازہ ہو چکا تھا کہ یہ اس کے مطلب کے معاملات ہیں اور وہ ان میں دلچسپی لیے بغیر نہیں رہے گی۔

”آپ نے اس سلسلے میں جو فائل اور مائیکرو فلمیں ترتیب دی ہیں۔ پروفیسران میں آپ نے کیا کیا ہے؟“

”انتہائی مشکل حالات کے باوجود تھوڑا بہت کام کیا۔ سب کچھ میں نے اپنی یادداشتوں کے سہارے ہی ترتیب دیا ہے حالانکہ اب ممکن ہے وہاں اور بھی تبدیلیاں رونما ہو چکی ہوں لیکن اس وقت بھی جو کچھ تھا وہ بہت کچھ تھا۔ مثلاً یہ کہ اس قدرتی قلعے تک پہنچنے کے لیے جسے دیکھ کر انسان پر ایک ہیست طاری ہوتی ہے۔ راستوں کی کیا مشکلات پیش آئیں گی؟“ اگر وہاں کوئی باقاعدہ فوج اتاری جائے تو اس کے کیا امکانات ہیں وغیرہ وغیرہ۔ میرے ان کاغذات میں اس کی تفصیل موجود ہے۔“

”ویسے ذاتی طور پر اگر میں آپ سے یہ سوال کروں کہ وہاں دنیا کا کوئی بڑا ملک لشکر بھیج کر کے اور اس قدرتی قلعے کو مایا میٹ کرنے کی کوشش کرے تو اس میں اسے کہاں تک کامیابی حاصل ہو سکتی ہے؟“

”اس وقت تک جو کچھ اس نے ترتیب دے لیا تھا اس کے تحت میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ وہاں تک رسائی ناممکن ہے اور زمین یا فضائی ذرائع سے وہاں پہنچنا بے مشکل ہے۔“

”تو آپ کے خیال میں وہاں زیادہ لوگوں کو نہیں بھیجا جاسکتا؟“

”ہرگز نہیں“ صرف ایک یا دو افراد ہی کسی طریقہ سے وہاں تک جانے کی کوشش کریں گے اور پھر یہ ان پر منحصر ہے کہ وہ کس طرح اپنا کام کرتے ہیں۔“

کوئن میکوویا نے پر خیال انداز میں گردن ہلائی اور پروفیسر آنزک سے بولی۔ ”ویسے پروفیسر یہ کہانی بے حد دلچسپ ہے میں اس میں پوری پوری دلچسپی رکھتی ہوں۔ اس شخص کو اپنے خطرناک ارادوں میں ناکامی ہونی چاہیے۔ ہمیں اس سلسلے میں کچھ کرنا ہو گا۔“

”اصل میں بلیک چینل کے بارے میں جو کچھ تم نے مجھے بتایا اور میں نے یہاں دیکھا ہے وہ بے حد عظیم ہے۔ میں سچے دل کے ساتھ یہ تسلیم کرتا ہوں کہ تمہارے مقاصد انسانیت کے لیے عظیم ہیں۔ میں اپنی تمام تر کاوشیں یہاں تمہارے سپرد کرنے کو تیار ہوں لیکن اس جذبے کے تحت کام کرنا چاہیے جس میں صرف کسی ایک کی بھلائی پوشیدہ نہ ہو بہر حال مجھے بتاؤ اگر اس سلسلے میں تم لوگ کام کرنا چاہتے ہو تو میری خدمات کیا ہوں گی؟“

”فی الحال پروفیسر آپ مجھے وہ جگہ بتائیے جہاں آپ کی ان تمام معلومات کا ذخیرہ پوشیدہ ہے۔“

”کاغذ اور قلم مہیا کرو میں وہاں کا نقشہ بنا کر تمہیں دیے دیتا ہوں۔“

کوئن میکوویا کے اشارے پر آنزک کو کاغذ اور بال پوائنٹ فراہم کر دیئے گئے اور وہ کلیسائے نوٹرڈیم کے پہلو میں واقع فرانس کے اس چرچ کے ایک ایسے حصے کی نشاندہی کرنے لگا جہاں اس نے اپنے خفیہ کاغذات کے لیے ایک جگہ مخصوص کر لی تھی۔ کوئن نے اسے مکمل طور پر سمجھا۔

”اب یوں کرتے ہیں کہ پہلے میں ان چیزوں کو حاصل کرنے کی کوشش کرتی ہوں۔ اس کے بعد دوسری میٹنگ میں ہم آئندہ کے لیے لائحہ عمل طے کریں گے۔“ بات ختم ہو گئی۔ بعد میں کوئن نے میرے ساتھ ایک الگ نشست کی۔

”پروفیسر آئزک ایک طویل عرصے تک دنیا سے کٹا رہا ہے اور صرف اپنی زندگی بچانے کے لیے کوشاں رہا کچھ اس طرح مشکلات میں گھر گیا تھا وہ اس لیے اسے یہ بات نہیں معلوم کہ لارڈ فلنٹ وارلو پہلے سے بہت زیادہ قوت حاصل کر کے اپنے مقاصد کی تکمیل کا آغاز کر چکا ہے۔“

میں چونک پڑا۔ میں نے ششدر نگاہوں سے کوئن کو دیکھا اور پھر آہستہ سے کہا۔ ”تو کیا آپ کو اس کے بارے میں پہلے سے معلومات حاصل تھیں؟“

”نہیں۔ مگر کچھ ایسے واقعات رونما ہوئے ہیں جن کا تجزیہ کیا جاتا رہا ہے۔ میں تمہیں انہی کے بارے میں تفصیل سے بتانا چاہتی ہوں۔“

اس نے اس ملاقات سے پہلے وہ انتظامات کر رکھے تھے جن کے بارے میں وہ مجھ سے آج گفتگو کرنے والی تھی۔ چنانچہ اس نے ایک پروجیکٹر اور اسکرین کے ذریعے مجھے وہ حقائق بتانا شروع کر دیے جن میں کچھ پراسرار تفصیل موجود تھی۔

”دنیا کے کئی خطوں میں عجیب و غریب موسمی تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں۔ خصوصاً ایک امریکی علاقے میں عجیب و غریب موسمی حادثہ ہو چکا ہے اور جس کی بنا پر ایک پورا قصبہ شدید سردی کی لپیٹ میں آ گیا تھا اور طویل عرصے تک وہاں برفباری ہوتی رہی تھی۔ اس کے بعد ٹھنڈی ہواؤں کا سلسلہ یہاں تک کہ اس علاقے کے بے شمار مکین اس حادثے کا شکار ہو گئے اور پھر ہنگامی بنیاد پر وہ علاقہ ہی خالی کرایا گیا۔ بعد میں سائنس دان اس تحقیقات میں مصروف ہو گئے کہ یہ موسمی تبدیلی کس بنیاد پر رونما ہوئی تھی؟ لیکن اس کے بعد اس سلسلے میں دوسری سائنسی رپورٹ موصول نہیں ہو سکی۔ پروفیسر کے اس انکشاف کے بعد میرا شبہ اس سمت جاتا ہے اصل میں ’میں آئزک کی ایک ایک بات سے اتفاق کرتی ہوں لیکن ہر چیز کے مختلف پہلو ہوا کرتے ہیں۔ ہم کسی قیمت پر فلنٹ کو ایسی خوفناک کارروائیاں کرنے کا موقع نہیں دے سکتے۔ بے شک وہ ایک عظیم سائنس دان ہے اور حیران کن بات یہ ہے کہ اس علاقے سے اٹھا ہے جو صدیوں سے پسماندگی کا شکار

رہا ہے لیکن ایک انتقامی مزاج رکھنے والے شخص کو دنیا کی تقدیر سے کھیلنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔“

”ہم اس کے خلاف جو کچھ بھی کریں گے وہ ایک غلط کام ہو گا لیکن مجبوری ہے۔ ہمیں اس کا وہ ہیڈ کوارٹر تباہ کرنا ہو گا۔ ہر قیمت پر البتہ میں اس میں اپنے مفادات کو نظر انداز نہیں کر سکتی۔ میں ایک اور ٹیم کھیلوں گی۔ ایک ایسا ٹیم جس کی تفصیل میں تمہیں ابھی نہیں بتا سکتی چند الفاظ میں اپنا مقصد بیان کر رہی ہو وہ یہ کہ حکومت امریکہ کچھ ایسے علاقوں پر اپنے اثرات قائم کرنے کی کوشش کر رہی ہے جو ترقی کی منازل طے کر رہے ہیں لیکن کسی بھی شکل میں امریکی مفادات کے خلاف تھے۔ وہ مفادات ایسے نہیں ہیں کہ اگر حکومت امریکہ کو حاصل نہ ہوں تو اسے کوئی نقصان پہنچ جائے۔ ایک منصوبہ ہے اس کا جبکہ وہ ترقی پذیر علاقہ ہر قیمت پر اپنی بقا چاہتا ہے۔ ہم ایک طرف امریکہ کو آمادہ کریں گے کہ وہ وہاں سے اپنا کاروبار سمیٹ لے اور ان لوگوں کو ترقی کرنے کی اجازت دے اس کے جو مفادات مجروح ہو رہے ہیں ان کے لیے وہ کوئی دوسرا بندوبست کرے اور ان لوگوں کا بھی مسئلہ ہے میری مراد اس خطے سے ہے۔ ان سے ہم الگ سودے بازی کرتے ہیں۔ مثلاً یہ لوگ ایک بہت اہم پروجیکٹ پر کام کر رہے ہیں اور ابھی تک انہوں نے اس پروجیکٹ کو دنیا سے چھپا کر رکھا ہوا ہے۔ بے شک وہ انسانیت کی بھلائی کے لیے کوشاں ہیں اور اپنے علاقے کی تکمیل کرنے کے بعد لازمی امر ہے کہ ان کی ان کاوشوں سے دنیا کے دوسرے حصوں کو فائدہ پہنچے گا۔ ہم ان سے کہیں گے کہ ہمیں اس پروجیکٹ کا فارمولا دے۔ ہم بھی اسے دنیا کے دوسرے حصوں پر آزمائیں گے بلکہ تم اپنے وطن کی سرزمین کے لیے جو کچھ کرنا چاہتے ہو اس علاقے کا وہ پروجیکٹ وہاں کے لیے بھی کارآمد ہے جس طرح تم نے اپنے ملک میں بجلی کی قلت دور کرنے کے لیے کام کیا اور میرے لیے سرت کی بات ہے کہ ڈائمنڈ شٹی میں موجود ذہین افراد اس جیسے دوسرے پروجیکٹ کو بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس طرح تم یہ سمجھ لو کہ اس علاقے میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ منصوبہ تمہارے وطن کے لیے بھی کارآمد ہے جانتے ہو وہ کیا ہے؟“

”نہیں۔“ میں نے بے صبری سے پوچھا۔

”جو زمینیں سیم اور تھور سے تباہ ہو جاتی ہیں۔ انہیں دوبارہ قابل استعمال بنانا اور

گزرنے والے تمام حالات و واقعات میڈم کو بیان کر دیے۔
 ”میڈم بچپن ہی سے میں ماں باپ سے محروم ہوں کچھ لوگوں نے مجھ سے میری شناخت چھین لی ہے۔“

”مجھے بتاؤ کون لوگ ہیں وہ؟“

”نہیں میڈم پلیز میرا اور ان کا یہی ایک رشتہ ہے اور میں یہ رشتہ ترک کرنے کو تیار نہیں ہوں۔ میں اس وقت کا منتظر ہوں جب حالات کھل کر میرے سامنے آئیں گے اور اگر ایسا کبھی نہ ہوا میڈم تو میں اپنے آپ کو زندگی کی آخری سانس تک انہی تمام معاملات میں مصروف رکھوں گا لیکن نجانے کیوں میرا دل کہتا ہے کہ آخر کار ایک نہ ایک دن مجھے میری منزل مل جائے گی۔“

کوئن کچھ دیر تک سوچ میں ڈوبی رہی۔

”میں تمہیں تمہاری مرضی کے خلاف کسی بات کے لیے مجبور نہیں کر سکتی دانش منصور لیکن اگر کبھی محسوس کرو کہ دل پر بوجھ بڑھ گیا ہے تو مجھے اپنا رازدار بنالینا انسانی فطرت کے کسی بھی پہلو سے میں انحراف نہیں کرتی کیونکہ اس کے بعد انسان انسان نہیں رہتا۔ البتہ تمہیں سمجھانے کے لیے کچھ الفاظ ضرور کہوں گی منزل کا تعین دنیا کا سب سے مشکل کام ہے کسی بھی چیز کو منزل بنالینے کا مقصد یہ ہے کہ آگے کا سفر ختم ہو گیا جبکہ دانش سفر زندگی کی آخری سانس تک ختم نہیں ہونا چاہیے۔ ایک لگن، ایک جذبہ، ایک احساس ہی تو زندگی کا ضامن ہوتا ہے اور اگر یہ سب کچھ ختم ہو جائے تو دنیا میں سب سے زیادہ نفرت انگیز عمل زندہ رہنا ہے۔“

”آپ اپنے ذہن کو بالکل متاثر نہ کریں میڈم۔ یہ تو میری زندگی کا سب سے اہم اور مشکل مشغلہ ہے جس میں کبھی کبھی الجھنے کے بعد ماحول میں ایک خوبصورت تبدیلی آجاتی ہے۔“

گفتگو ختم ہو گئی۔ اب کچھ ذمے داریاں کوئن کی تھیں۔ میں مطمئن تھا اور اطمینان کے یہ لحاظ کوئن کی ہدایت کے مطابق جسمانی طور پر اپنے آپ کو فٹ کرنے میں صرف کیے جاسکتے تھے۔ یہاں میرے لیے کھلے راستے تھے۔ بہت سے افراد جو مجھے جسمانی تربیت دینے پر آمادہ تھے اور بلاشبہ وہ ماہر فن تھے۔ میں ان سے استفادہ کرنے لگا۔ پروفیسر اپنے

وہ بھی اس طرح کہ وہ بالکل کنواری زمینیں کھلائیں۔ ان لوگوں نے کوئی ایسا طریقہ دریافت کیا ہے کہ سیم و تھور زدہ زمینوں کو ڈرل کر کے وہ ان سے نمک اور پانی کھینچ لیتے ہیں اور ان زمینوں کو اتنا خشک کر دیتے ہیں کہ وہ بالکل ٹھوس ہو جاتی ہیں اس کے بعد باقاعدگی سے ان زمینوں کی تیاری کی جائے تو پھر وہ سونے کی کانیں بن جاتی ہیں۔ ان میں اچھی قسم کی زراعت کی جاسکتی ہے۔ یہ ایک چھوٹا سا تجربہ تھا جسے کر کے دکھایا گیا تھا لیکن بلیک چینل میں وہ تجربہ رجسٹرڈ ہو گیا۔ وہ لوگ ابھی کسی کو بھی اپنے ان معاملات کے بارے میں بتانے کو تیار نہیں ہیں اور ان کی تمام تر ترقی رک گئی ہے۔“

”صرف اس مدافعت کی وجہ سمجھ رہے ہو نا میرا مقصد میں یہ ڈبل گیم کھیلنا چاہتی ہوں اور میں نے اس کے لیے یہ گراؤنڈ تیار کیا ہے۔“

میں چکرائی ہوئی نگاہوں سے کوئن کو دیکھنے لگا۔ کیا یہ انسان ہی ہے کتنی عجیب و غریب سوچیں ہیں اس کی اور کتنے گہرے انداز میں سوچتی ہے۔

”بہر حال میں تم سے یہ کہنے میں کوئی جھجک نہیں محسوس کرتی کہ میں کم از کم آئزک کے ان الفاظ سے اتفاق کرتی ہوں کہ وہاں کوئی باقاعدہ مشن نہیں بھیجا جاسکتا بلکہ کسی ایسی شخصیت ہی کو وہاں جانے کے لیے مخصوص کیا جاسکتا ہے جس پر ہر لحاظ سے بھروسہ کیا جاسکے اور میری نگاہ میں تم سے زیادہ قابل بھروسہ اور کوئی نہیں ہے۔“

”کیا میں تمہا یہ سب کچھ کر سکتا ہوں؟“ میں نے سوال کیا۔

”نہیں۔ ہم پہلے ہی یہ تعین کر چکے ہیں کہ وہاں کوئی باقاعدہ مشن نہیں بھیجا جاسکتا۔ اس لیے بلیک آرمی وہاں بے اثر رہے گی۔ جب کھلونے تمہارے سامنے آجائیں گے تو تم سب کچھ سمجھو گے میں چاہتی ہوں کہ تھوڑی سی مشق کر کے اپنے آپ کو جسمانی طور پر فٹ کر لو حالانکہ مجھے تم ہمیشہ ہی فٹ نظر آتے ہو۔“

میں ہنس کر خاموش ہو گیا۔ کوئن میکوویا چند لحظات مجھے دیکھتی رہی پھر اس نے کہا۔
 ”آج تمہاری ذاتی زندگی کے بارے میں گفتگو کر کے تمہیں اور زیادہ قریب سے جاننا چاہتی ہوں اگر تمہیں کوئی اعتراض نہ ہو تو؟“

”میں میڈم آپ نے مجھے خود سے اتنا قریب کر لیا ہے کہ اجنبیت کی دیوار کوئی نہیں ہے۔ میں آپ کو اپنی زندگی کے بارے میں مختصراً بتا دوں۔“ میں نے اپنے اوپر

کاموں میں مصروف ہو گیا۔

غرضیکہ وقت گزرتا رہا۔ شاید کوئن کا کام مکمل ہو گیا۔ اس دوران اس سے ملاقاتیں رہیں۔ کئی بار اس نے میری جسمانی مشق دیکھی اور اس کی آنکھوں میں تحسین کے جذبات نمودار ہو گئے۔ اس نے کھلے دل سے میری چستی اور مستعدی کی تعریفیں کی تھیں لیکن یہ کوئی ایسی بات نہیں تھی جسے میں خاص طور سے محسوس کرتا۔ اس شام اس نے مجھے اور پروفیسر کو چائے پر اپنے ساتھ شریک کیا تھا۔

”پروفیسر آپ کی امانت میرے پاس پہنچ گئی ہے۔ چائے پینے کے بعد ہم یہاں سے انھیں گے اور آپ اس معاملے کو آگے بڑھائیں گے۔ میں جانتی ہوں کہ آپ بے حد مصروف آدمی ہیں۔ آپ ہمیں صرف وہ ابتدائی اشارے دے دیجئے جو آپ کے لیے ممکن ہیں۔ اس دوران میں بوٹسوانا اور اس کے آس پاس کے علاقوں میں اپنا کام کراتی رہی ہوں۔ مجھے بھی کچھ تفصیلات موصول ہو چکی ہیں۔ باقی روشنی میں آپ سے چاہتی ہوں۔“

کوئن نے ایک ریک کی دراز سے ایک پیکٹ نکالا جو سیل بند تھا اور اسے پروفیسر کے سامنے رکھ دیا۔

”آپ کی امانت میں نے اسے آپ کی اجازت کے بغیر کھول کر نہیں دیکھا۔“ پروفیسر نے تحسین آمیز انداز میں گردن ہلائی پھر اپنے ہاتھوں سے وہ اس پیکٹ کو کھولنے لگا۔ فائل، مائکرو فلموں کے باکس اور کچھ کاغذات، اس میں وہ تمام تفصیلات درج تھیں جو فلنٹ کے بارے میں تھیں۔ اس نے ایک ایک تفصیل بتانا شروع کر دی۔ پھر چھوٹے کاغذات پر اپنی یادداشتیں کوئن میکوویا کو اور مجھے دکھائیں جو اس نے اس پر اسرار قلعے کے بارے میں لکھی تھیں۔ پھر مائکرو فلموں کو دیکھنے کے لیے انتظام کرنے کو کہا اور کوئن نے ایک انتہائی جدید ساخت کا پروجیکٹر جس کی اسکرین اس کے ساتھ ہی تھی۔ نکال کر پروفیسر کے سامنے رکھ دیا۔ اس نے مائکرو اسپول پروجیکٹر پر چڑھائے اور اس کے بعد لکیروں کا سفر شروع ہو گیا۔

”اس وقت میرے پاس اپنی یادداشت کے مطابق ایک راستے کے یہ نقشے موجود ہیں جن سے گزر کر مجھے اس پر اسرار قلعے میں لے جایا گیا تھا۔ یہ راستے حشرات الارض

سے بھرے پڑے ہیں۔ یہاں درندے نہیں دیکھے جاسکے اور بظاہر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اس علاقے کو یا تو درندوں سے پاک کر دیا گیا ہے یا پھر ان حشرات الارض کی وجہ سے درندے ادھر کا رخ بھی نہیں کرتے۔ چنانچہ ان راستوں پر سفر کرنے کے لیے خصوصاً حشرات الارض سے بچاؤ کے لیے انتظامات کرنے ہوتے ہیں جہاں تک ان راستوں پر سفر کرنے کے بارے میں غور کیا گیا ہے گیبرون سے کسی ایسی سمت سفر کیا جاتا ہے جہاں راستے میں کوئی دریا بھی پڑتا ہے اور ان جنگلوں میں داخل ہونے کے لیے دریا عبور کرنا ہوتا ہے پھر یہ دریا دور تک ساتھ چلتا ہے میں بالکل صحیح رہنمائی نہیں کر سکتا لیکن یہ لکیریں ان راستوں کی بہتر نشاندہی کر سکتی ہیں اور ان سے استفادہ لیا جاسکتا ہے۔“ پروفیسر اپنی کاوشوں کے بارے میں انکشافات کرتا رہا اور کچھ دیر کے بعد یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔

”گیبرون سے شمال مشرقی سمت سفر کیا جائے تو یہ سفر ایسے جنگلات پر ختم ہوتا ہے جہاں دریائے سرخ ملتا ہے۔ دریائے سرخ کے ساتھ ساتھ اگر ہم سفر کریں تو اس علاقے تک پہنچ جاتے ہیں جو پر اسرار پہاڑی علاقہ کہلاتا ہے اور اس سمت سیاحت نہیں ہوتی ہاں اطراف میں کبھی کبھی کچھ محقق نظر آ جاتے ہیں یا پھر دور دراز سے آئی ہوئی کوئی ایسی فلم بنانے والی پارٹی جو یہاں آکر ڈاکو منٹری فلم بناتی ہے لیکن بوٹسوانا کی حکومت کے تعاون کے ساتھ کافی فاصلہ طے کر کے جو آخری دریائی بستی ملتی ہے وہ لونگ کیرو کہلاتی ہے لونگ کیرو کے بعد دریائی راستے غیر آباد راستوں کی طرف نکل جاتے ہیں اور یہی راستے غالباً ان پہاڑی علاقوں کی جانب نکل جاتے ہیں جن میں سے کسی میں وہ قلعہ بنا لیا گیا ہے۔“ پروفیسر متحیرانہ نگاہوں سے کوئن کو دیکھنے لگا۔

”یقیناً لونگ کیرو وہاں سے قریب ترین بستی ہے میرے کانوں میں ایک بار یہ نام پڑ چکا ہے۔ تم نے بالکل درست کہا کوئن کیا تم ان علاقوں کی شناسا ہو؟“

”نہیں اس دوران میری جغرافیائی کادشیں بھی جاری رہی ہیں اور کچھ اور بھی کارروائیاں کی ہیں۔“

”میرا خیال ہے یہ صورت حال مکمل ہے اور اس سے زیادہ میرے لیے نشاندہی ممکن نہیں تھی۔“

”کیا تم اس تفصیل سے مطمئن ہو دانش؟“

”جی میڈم۔ میرا خیال ہے یہ تفصیل کافی ہے۔“

”تو پھر پروفیسر ہم اس سلسلے میں کاوشوں کا آغاز کرتے ہیں۔“

”سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم اس قلعے کی تباہی کے لیے کیا طریقہ کار اختیار کر سکتے

ہیں۔“

”اس کے لیے ہماری دن مین آرمی کام کرے گی۔“ کونن میکویا کے ہونٹوں پر

مسکراہٹ پھیل گئی۔

”دن مین آرمی؟“ پروفیسر آئزک ایک لمحے کے لیے چونکا اور پھر میری جانب دیکھ

کر مدہم سے انداز میں مسکرایا۔

کونن میکویا کے فیصلے کے مطابق مجھے ایک لائحہ عمل دے دیا گیا جس کے ذریعے

مجھے بوٹوانا پہنچنا تھا۔ گہروں سے اپنے راستے منتخب کرنے تھے وہاں سے مجھے دریائی سفر

اختیار کر کے لوگ کیمرو پہنچنا تھا اور لوگ کیمرو پہنچنے کے بعد ایک مطلق العنان مہم کا آغاز کر

دینا تھا جس کے بارے میں سات دن تک مجھے برف کیا گیا ساتویں دن مجھے ان حیرت انگیز

عجوبوں سے روشناس کرایا گیا جو میرے اس سفر کے لیے میرے لیے بے جان ساتھی تھے

لیکن جانداروں سے زیادہ طاقتور بنایا گیا تھا انہیں مثلاً ”مجھے کوئی ڈیڑھ انچ کے مستطیل سائز

میں بنائی ہوئی ایک چھوٹی سی بدرنگ پلیٹ دی گئی جسے نہایت احتیاط کے ساتھ مجھے اپنے

پاس رکھنا تھا اس پلیٹ کے کارنامے دیکھ کر میں ششدر رہ گیا تھا۔

”یہ ملٹی پریز مائیکرو پلیٹ ہے ہم تمہارے ساتھ ایسے اہلیمنٹ نہیں کر سکتے جو

کبھی کسی جگہ نمایاں ہو جائیں لیکن تم اپنی ایک اہم نشانی کے طور پر اس پلیٹ کو اپنی

گردن میں ڈال سکتے ہو البتہ فضا میں تمہارے مشینی محافظ موجود ہوں گے۔ مثلاً اس کا یہ

سفید حصہ دیکھو جس پر ایک مذہبی لفظ کندہ ہے یہ اس کاریموٹ سسٹم ہے فضا میں ننھے

ننھے کیڑے تمہارے ساتھ پرواز کریں گے جنہیں ایک مخصوص جگہ جا کر تمہیں برسر عمل

لانا ہے کبھی کے سائز کے یہ پانچ مشینی پرندے تمہیں تمہارے اطراف سے پوری طرح

باخبر رکھیں گے اصل میں یہ جدید ساخت کے طاقتور کیمرے ہیں جو اس مائیکرو پلیٹ سے

منسلک ہیں۔ ایسے مائیکرو ایلی منٹس خلا میں قائم لیبارٹریز کے لیے بنائے گئے ہیں اسکاٹی

لیس ان سے استفادہ کرتی ہیں لیکن یہ ان کا نیا طریقہ ہے یہ ننھے قدرتی پرندے اس سفید

حصے کو دبانی سے اس پلیٹ پر تمہیں مائیکرو تصویریں بھیجنا شروع کر دیں گے جن کے

ذریعے تم اپنے اطراف سے باخبر رہو گے اس کے بعد اس مائیکرو پلیٹ کے گولڈن پوائنٹ

پر آجائو یہ گولڈن پوائنٹ ان فضائی ہتھیاروں کا ریموٹ کنٹرول ہے جو فضا میں تمہارے

ساتھ ساتھ سفر کریں گے اور تم ان کا طریقہ دیکھو گے۔ میں تمہیں اس کی پوری تفصیل

بتائے دیتی ہوں۔ اصل میں ان کا رابطہ مائیکرو پوسٹم پر اس ملٹی پریز مائیکرو کنٹرول سسٹم

سے ہے جو اس پلیٹ میں سمو دیا گیا ہے تم نے ننھے ننھے کیکولیٹریز دیکھے ہوں گے جو سورج

کی توانائی سے چارج ہوتے ہیں۔ یہ بھی اسی سسٹم پر بنایا گیا ایک مائیکرو اہلیمنٹ ہے۔

اسے تم چاند کی روشنی سے بھی چارج کر سکتے ہو۔ سورج کی روشنی سے بھی اور اگر یہ

دونوں میسر نہ ہوں تو صرف سانسوں کی حرارت سے تم اسے ایک طاقتور زندگی بخش سکتے

ہو اور میں جن ہتھیاروں کا ذکر کر رہی ہوں وہ انتہائی تباہ کن ہتھیار ہیں اور بھاری مقدار

میں تمہیں دے دیے جائیں گے کسی بھی کھلی جگہ پہنچنے کے بعد انہیں فضا میں منتشر کرو۔

اس کا طریقہ کار میں تمہیں بتائے دیتی ہوں مائیکرو پلیٹ پر یہ سفید پوائنٹ ہے جو گولڈن

پوائنٹ سے نیچے ہے اس سفید پوائنٹ سے ان ہتھیاروں کی کشش ختم ہو جاتی ہے اور یہ

خلا میں تقریباً پینتالیس فٹ بلندی اختیار کر لیتے ہیں اگر تم کسی پہاڑی کی چوٹی پر چڑھتے ہو

تو وہاں سے بھی ان کا فاصلہ تم سے پینتالیس فٹ ہو گا اگر کسی بند جگہ پہنچ جاتے ہو تو یہ

بائیس فٹ کی بلندی پر آجائیں گے لیکن انہیں استعمال کرنے کے لیے ایسی کھلی فضا ہونا

ضروری ہے جہاں انہیں اس ریموٹ کنٹرول کے ذریعے نیچے لایا جاسکے اس کے بعد مجھے

وہ چھوٹے چھوٹے ہم دکھائے گئے جو ننھی ننھی خوبصورت چڑیوں کی شکل میں بنائے گئے

تھے۔ یہ چڑیاں کشش ثقل سے آزاد ہو کر فضا میں پرواز کرتی تھیں لیکن ان کی نوکیں ہم

کے فیوز تھیں۔“

ان کے بارے میں جو تفصیل کونن میکویا نے مجھے بتائی وہ بڑی حیران کن تھی۔

میں انتہائی دلچسپی سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔

مالی ڈیر میں سمجھتی ہوں کہ اس بار تمہارے یہ بے جان ساتھی بلیک آرمی کی کسر

پوری کر دیں گے۔ بس ذرا ان کا طریقہ ذہن نشین کر لو اور تمہیں سب سے زیادہ حفاظت

اس کنٹرول پلیٹ کی کرنی ہے۔“

افراد موجود تھے جن میں سے تین آئرش تھے۔ باقی نجانے کہاں کہاں کے باشندے، آئرلینڈ کے رہنے والوں میں دو نوجوان مرد اور ایک لڑکی تھی۔ یہ کچھ زیادہ خوش اخلاق معلوم ہوتے تھے کیونکہ انہوں نے زبردستی مجھ سے شناسائی حاصل کرنے کی کوشش کی تھی اپنے آپ کو لیے دیے رہنا تو کسی طور ممکن نہیں تھا۔ آئرش لڑکی بہت شوخ و شنگ تھی۔ اس نے مجھ سے میرے بارے میں سوالات کیے تو میں نے اسے بتایا کہ میں جڑی بوٹیوں کی تحقیق کرتے والا ایک فرد ہوں اور اس علاقے میں کچھ خاص بوٹیوں کی تلاش میں آیا ہوں۔

”لیکن اس کے لیے تو تمہیں جنگلوں کا سفر کرنا ہوگا۔“

”ہاں۔ لونگ کیرو سے میں زمینی راستہ اختیار کروں گا۔“

”کیا تمہیں اس زمینی راستے کے بارے میں مکمل معلومات حاصل ہیں؟“

”زیادہ نہیں لیکن مجھے جس بوٹی کی تلاش ہے سنا ہے اس علاقے میں بکثرت پائی جاتی ہے۔ عام لوگوں کے لیے بالکل بے مقصد لیکن میرے لیے نہایت کارآمد کیونکہ اس سے مستقبل میں آنے والی کئی بیماریوں کا علاج دریافت کیا جاسکتا ہے۔“

”ہم تمہاری کامیابی کے لیے دعا کرتے ہیں لیکن دوست ان علاقوں میں بہت دور تک نہ نکل جانا مقامی باشندے ابھی تک آدم خوری کرتے ہیں۔“

مجھے ان الفاظ پر حیرت ہوئی تھی کیونکہ اس کی کوئی نشاندہی نہیں کی گئی تھی بہر حال اگر ایسا ہے بھی تو پھر اس مسئلے سے بھی نمٹ لیا جائے گا اب تو آگے قدم بڑھا ہی دیا گیا ہے اب اس میں کیا سوچنا سمجھنا بہر حال لونگ کیرو تک ان کا بہترین ساتھ رہا تھا اور وہ اچھے دوست ثابت ہوئے کھانا پینا وغیرہ بھی ان کے ساتھ ہی رہا۔ دریائی سفر لونگ کیرو پر ختم ہو گیا۔ بڑی کشتی کو وہاں سے آگے جانا تھا۔ بڑا نمایاں فرق تھا۔ بائیں سمت لونگ کیرو آباد تھا۔ جبکہ داہنی سمت جنگلوں کا علاقہ تھا۔ درمیان میں دریائی سرحد۔ مجھے لونگ کیرو ہی میں اتارا گیا تھا اور یہاں سے دریا کے دوسرے کنارے پر جانے کے لیے مجھے اپنے طور پر انتظامات کرنے تھے لیکن جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہتا تھا۔ لونگ کیرو میں اپنے قیام کے لیے کوئی ایسی جگہ تلاش کرنے لگا جہاں کچھ وقت قیام کر کے مزید معلومات حاصل کی جاسکیں۔

”یہ انوکھی چیز میری زندگی کی سب سے حیران کن چیز ہے۔“

ساری تیاریاں مکمل ہو گئیں اور اس بار کونٹن نے پھر مجھے ایک انوکھی مہم سے دو چار کر دیا تھا چنانچہ بوٹسوانا تک کا سفر خاصا غیر دلچسپ گزرا۔ بس میں تھا اور میری تنہائیاں یا پھر میرا وہ مختصر سامان جسے میں کھلے عام یہاں تک لایا تھا۔ کونٹن نے صاف کہہ دیا تھا کہ یہ اتنی حفاظت کے ساتھ تیار کیے گئے ہیں کہ ان پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ بوٹسوانا پہنچ کر میں نے اس سارے کھیل کی تفصیل پر نظر ڈالی۔ فلنٹ کہنا چاہتا تھا کہ افریقہ پسماندہ ہے لیکن کئی افریقی شہر میں نے دیکھے تھے اب وہ پسماندگی ان شہروں میں نظر نہیں آتی تھی۔ بوٹسوانا بھی ایک اچھا خاصا ملک نظر آتا تھا یہاں ہر ترقی موجود تھی۔ گیبرون کو ایک خوبصورت شہر کہا جاسکتا تھا۔ انگریزی اور سیتوانہ زبان بولی جاتی تھی۔ طرز حکومت جمہوری تھا اور زیادہ تر عیسائی آبادی تھی۔ کرنسی پولاکھلاتی تھی اور میرے پاس مقامی کرنسی کافی مقدار میں موجود تھی یا پھر عمدہ قسم کے ایسے کپڑے اور کچھ آلات جو جڑی بوٹیوں کی تحقیق میں مدد دیتے ہیں ان کے بارے میں بھی مجھے کافی تفصیلات بتادی گئی تھیں لیکن یہ تفصیلات کہیں استعمال کرنے کی ضرورت نہیں پیش آئی البتہ معلومات کے دوران یہ بتا چلا کہ مشرقی گیبرون سے دریائے سرخ کے راستے مختلف سمتوں کا سفر کیا جاتا ہے۔ دریائے سرخ بوٹسوانا سے جنوبی زمبابوے تک بہتا تھا اور اس کے ذریعے خاصی وسیع تجارت بھی ہوتی تھی جو تانبہ، نکل، نمک کوئلہ اور چمڑے وغیرہ پر مشتمل ہوتی تھی۔ بہت سے غیر ملکی تاجر بھی یہاں کی معدنیات کی تجارت کرتے تھے اور انہوں نے یہاں بڑی بڑی کانیں خریدی ہوئی تھیں کسی بھی طرح یہ ایک پسماندہ ملک نہیں نظر آتا تھا۔ ریڈ ریپور میں خاصی آمد و رفت رہتی تھی لیکن سرحد عبور کرنے کے لیے باقاعدہ سرکاری اجازت نامے ہوتے تھے اور ان کا مکمل نظام قائم تھا۔ مجھے لونگ کیرو کے بارے میں بھی تفصیلات معلوم ہو گئیں۔ لونگ کیرو بوٹسوانا کا ایک چھوٹا سا دریائی ساحلی شہر تھا اور اس میں پوٹاش اور نکل کی زبردست پیداوار ہوتی تھی۔ مزدور بڑی بڑی کشتیوں کے ذریعے ریڈ ریپور میں سفر کیا کرتے تھے ایک سیاح کو ایک بڑی کشتی میں جگہ ملنے میں کسی خاص مشکل کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ غیر ملکیوں کی خاصی تعداد یہاں موجود تھی اور وہ اچھے خاصے خوشحال زندگی بسر کر رہے تھے۔ جس بڑی کشتی میں مجھے ریڈ ریپور میں سفر کرنا تھا اس میں تقریباً بارہ غیر ملکی

چونکہ یہاں سیاحوں کی آمد و رفت جاری رہتی تھی اس لیے مجھے حیران لگا ہوں سے نہ دیکھا گیا۔ قیام کے لیے بھی ایک سرائے نما جگہ مل گئی لیکن ماحول منہوش تھا کسی عمل پر اعتبار نہیں کر سکتا تھا۔ علاقہ اپنی مخصوص نوعیت کا حامل تھا جہاں زندگی کے دوسرے کام ہو رہے تھے۔ وہیں وہ روایتی وحشت خیزیاں بھی نظر آرہی تھیں جن کا افریقہ سے تعلق ہوتا ہے۔ اور ان کے درمیان افریقہ کے باشندوں کا روایتی رقص و سرور جس میں وحشت انگیزی اور بھیانک آوازوں کا دور دورہ تھا لیکن میرے لیے یہ حقیقی منظر بہت دلکشی کا حامل تھا۔ آدھی رات کے بعد رقص ختم ہو گیا۔ میں نے بھی ایک جگہ اپنا لی۔ سر پھرے سیاحوں کے لیے یہاں انتظامات تھے اور کوئی ایسی روک ٹوک نہیں تھی چنانچہ دوسری صبح میں نے دریا پار جانے کا ارادہ ظاہر کیا اور اس کے لیے تلاش میں لگا ہوں دوڑائیں تو مجھے ایسی چھوٹی چھوٹی کشتیاں نظر آئیں جو دریا پار جانے کے لیے تیار تھیں۔ دس پولا کے عوض ایک بوڑھے افریقی نے مجھے کشتی میں بٹھا کر دریا کے اس طرف اتار دیا۔ ساحل کے آس پاس بہت سے لوگ نظر آرہے تھے۔ یہ زیادہ تر وہ لوگ تھے جو سیر و سیاحت کی غرض سے آئے تھے لیکن ایک حد کے اندر اندر۔ البتہ اپنے طور پر انہیں آزادی تھی کہ اگر زندگی کھونا چاہتے ہیں تو بخوشی اندرونی علاقوں میں داخل ہو جائیں۔ بوٹسوانا کی حکومت کو کوئی اعتراض نہیں ہے بلکہ میں نے یہاں پولیس ٹائپ کی چیز دیکھی ہی نہیں تھی ہو سکتا ہے انتظامی امور سنبھالنے والے کچھ افراد یہاں موجود ہوں لیکن وہ کسی کے کام میں مداخلت کرتے ہوئے نظر نہیں آتے تھے۔

میں آہستہ آہستہ آگے بڑھتا رہا جو نقشے مجھے مہیا کیے گئے تھے ان کے مطابق میں نے دوپہر تک کافی سفر طے کر لیا۔ یہاں تک مجھے لوگ ملتے رہے تھے لیکن شام کو چار بجے کے قریب جب میں جنگلوں میں کافی دور تک نکل آیا تو انگریزی زبان میں لکھے ہوئے بڑے بڑے سائن بورڈ نظر آئے۔

”یہاں سے آگے آپ اپنے رسک پر جاسکتے ہیں ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔“

بڑا دلچسپ سائن بورڈ تھا۔ انہوں نے اپنا فرض ادا کر دیا تھا۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ مجھے جیسے سر پھرے ایسے سائن بورڈ کی پروا نہیں کرتے تھے۔ میں آگے بڑھتا رہا اور اس کے بعد انسان نگاہوں سے او جھل ہو گئے۔ اب دور دور تک کسی انسان کا پتا نہ تھا۔

ہاں اڑتے ہوئے پرندے درختوں پر بیٹھا کر رہے تھے ان پر کوئی روک ٹوک نہیں تھی۔ علاقہ اب گھنے درختوں کی شکل میں تبدیل ہوتا جا رہا تھا۔ جن کے تنوں کے ساتھ ساتھ چوڑے پتوں والی گھاس اگی ہوئی تھی اور ایسی پگڈنڈیاں نہیں تھیں جن میں آگے سفر کیا جائے۔ گویا اگر کوئی آگے بڑھنا چاہے تو اسی گھاس کے درمیان سے آگے بڑھ سکتا ہے۔ میں نے پنڈلیوں سے اوپر گھٹنوں تک لانگ بوٹ پہنے ہوئے تھے جن کا اوپری حصہ کسا ہوا تھا اور اس سے اوپر بھی اندر ہی اندر رانوں تک حشرات الارض کی تباہ کاری سے بچنے کے انتظامات تھے۔ گو ہلکی ہلکی گرمی لگ رہی تھی لیکن یہ ساری چیزیں تو برداشت کرنا تھیں۔ باقی بھی جو کچھ تھا اس کے بارے میں مختصراً آپ لوگوں کو علم ہو ہی چکا ہے۔ ابھی تک میں نے اپنے تحفظ کے لیے کوئی ایسا معقول بندوبست نہیں کیا تھا جس کے بارے میں مجھے ہدایت کر دی گئی تھیں۔

لیکن جب سورج چھپ گیا اور درختوں میں تیزی سے اندھیرا پھیلنے لگا تو میں نے ایک جگہ کھلی فضا پا کر اپنے ان جاسوسوں پرندوں کو آزاد کر دیا جو مجھے ماحول کی خبر دیتے۔ یہ بھی ایک دلچسپ طریقہ کار تھا۔ اب تک جس وزن کو میں اپنے تھیلے میں چھپا کر لایا تھا اس سے مجھے آزادی حاصل ہو گئی تھی۔ بہر طور اچھا خاصا وزن تھا۔ وہ تمام چیزیں فضا میں منتشر ہو گئیں اور میں اپنی زندگی کے اس سب سے حیرت انگیز سفر کے بارے میں سوچتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ میں نے مائیکرو پلیٹ پر فضا میں تیرتے ہوئے پرندوں کو دیکھ لیا تھا اور مطمئن تھا کہ کون کی یہ جادوگری بہت عمدگی سے اپنی کارکردگی میں مصروف ہے۔ ننھے جاسوس پرندے جو مکھیوں کے برابر تھے اور انتہائی طاقتور کیمرے تھے۔ مائیکرو پلیٹ پر مجھے ننھی ننھی تصویریں بھیج رہے تھے اور رات کی تاریکی ان پر ذرا بھی اثر انداز نہیں ہو رہی تھی۔

رات ہو گئی تھی۔ اب میں سپرین بھی نہیں تھا کہ سفر کرتا ہی رہتا نہ تھکتا نہ کھانے پینے کی حاجت ہوتی البتہ ایسی جگہ درکار تھی جہاں زمین پر سینگنے والے کیڑے مکوڑوں سے بچ کر وقت گزارا جاسکے۔ ایک درخت کے تنے کو میں نے شفاف پا کر اس پر چڑھ کر میں نے اپنے لیے ایک پناہ گاہ بنائی اور آرام سے وہاں لیٹ گیا۔ صبح جب ہوش آیا تو اپنے آپ کو چاق و چوبند پایا۔ دوسرے دن پھر سفر کا آغاز کر دیا اور کامیابی سے اپنے راستے پر

آگے بڑھتا رہا۔ دن اور رات میں کوئی ایسا قابل ذکر واقعہ پیش نہیں آیا جو کسی طور کسی خاص اہمیت کا حامل ہو تاکہ کچھ دیر بعد حشرات الارض کا سلسلہ شروع ہو گیا جن کی نشاندہی پہلے ہی کر دی گئی تھی۔ افریقہ ایک ایسی سر زمین ہے جہاں ابھی تک قدرت کے بہت سے راز ہائے سربستہ چھپے ہوئے ہیں اور ان کی نشاندہی نہیں ہو پائی۔ حشرات الارض میں بھی، میں ایک انفرادیت دیکھ رہا تھا۔ بڑی بڑی دموں والی چھپکلیاں اور ایسے ایسے کیڑے جن کا ہم نے کبھی خواب میں بھی تصور نہیں کیا تھا۔ پیروں کے نیچے آجاتے تھے۔ کئی بار انہوں نے میرے پیروں پر حملہ بھی کیا لیکن وہ حملہ ناکام رہا۔ میرے پاس ایسا شعاعی پستول بھی موجود تھا جس سے میں انہیں نشانہ بنا سکتا تھا لیکن کیا فائدہ میں ان کی نسل تو ختم نہیں کر سکتا تھا اور وہ مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا پا رہے تھے اس لیے میں نے ان پر وہ شعاعی پستول استعمال نہیں کیا تھا۔ میرے پاس بڑے تھیلے میں جڑی بوٹیوں کی تحقیقات سے متعلق خاصا مواد بھی موجود تھا اور اس قسم کے چھوٹے چھوٹے آلات بھی جن کے بارے میں مجھے بتا دیا گیا تھا کہ ان کا طریقہ استعمال کیا ہو سکتا ہے تاکہ اگر کسی سے براہ راست واسطہ پڑ جائے اور وقت سے پہلے پڑ جائے تو میں اسے اپنے بارے میں یہ بتا کر مطمئن کر سکوں کہ میں واقعی جڑی بوٹیوں کا محقق ہوں۔ آئرش فیملی نے مجھے آدم خوروں سے خوفزدہ کر دیا تھا حالانکہ یہ بات عقل میں نہیں آتی تھی اگر اس قسم کی مخلوق کا وہاں وجود ہوتا تو کون یا پروفیسر اس سے اس طرح لاعلم نہیں ہوتے اور تھوڑا بہت انہیں اس بارے میں معلوم ہوتا۔ پروفیسر نے فلنٹ کی دعوت پر جو سفر کیا تھا اس پر بھی مجھے حیرانی بلکہ بعض اوقات میں اس شک و شبہ کا شکار ہو جاتا تھا کہ میں صحیح سمت سفر بھی کر رہا ہوں یا نہیں کیونکہ یہاں ایسا کوئی راستہ نظر نہیں آتا تھا جسے مو بائل راستہ کہا جاسکے یا جس پر کوئی گاڑی سفر کر سکے لیکن جو نقشے ترتیب دیے گئے تھے وہ اس کے مطابق تھے۔

بہر حال میں نے اپنا سفر جاری رکھا کئی جگہ میری چھٹی حس نے بڑا کام دکھایا مجھے دور سے ہی ناگوار بو کا احساس ہوتا اور کچھ دور سے دھواں اٹھتا دکھائی دے جاتا تھا اور میں ان راستوں سے ہٹ کر تھوڑے فاصلے سے سفر شروع کر دیتا تھا۔ مجھے یہ دیکھ کر حیرانی بھی ہوتی کہ آج کے دور میں ایسے بھی لوگ موجود ہیں جو انسانوں کے گوشت کو خوراک کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔

ایک بار پھر رات ہوئی۔ میرے اندازے کے مطابق اب تھوڑے بہت سفر کے بعد مجھے وہ چٹیل پہاڑی راستے نظر آنے چاہیے تھے جن کے بعد وہ قدرتی قلعہ میری نگاہوں کے سامنے ہو۔ اب تک درختوں ہی میں گھرا رہا تھا اور کوئی خاص اندازہ نہیں لگا سکا تھا لیکن دوسرے دن صبح جب میں نے اپنے سفر کا آغاز کیا تو تھوڑے ہی فاصلے پر جا کر درختوں کا یہ سلسلہ ختم ہو گیا اور مجھے چٹیل میدانی راستے نظر آنے لگے۔ میرا دل خوشی سے اچھل پڑا تھا۔ میں نے فوراً ہی ایک جگہ منتخب کی اور اس کے بعد میں کونین میکوویا کے فراہم کیے ہوئے آلات سے فائدہ اٹھانے لگا۔ میں نے مائیکرو پلیٹ پر مناظر دیکھنے کی کوشش کی اور مجھے سنگی نیلے نظر آنے لگے۔ بڑا پراسرار علاقہ تھا اور اس کی نوعیت بڑی عجیب و غریب تھی۔ بہت بلندی سے ان پرندوں نے مجھے مدھم مدھم تصویریں فراہم کرنا شروع کر دی تھیں جس کے ختم ہونے کے بعد ڈھلوان شروع ہو گئی تھی اور اس ڈھلوان پر چھوٹے چھوٹے پتھروں کی بہتات تھی لیکن اس کے اختتام پر وہ سنگی قلعہ نظر آ رہا تھا جو فلنٹ وار لو کا پراسرار ہیڈ کوارٹر تھا۔ خطہ زمین پر ان دشوار گزار راستوں کو عبور کرنا درحقیقت ایک مشکل کام تھا لیکن بہر حال اجتماعی کوششوں سے اور شاندار انتظامی امور کے بعد ان راستوں کو اگر عبور بھی کر لیا جاتا تو وہ شدید خطرہ بہر حال موجود تھا جو اس قلعے میں چھپا ہوا تھا۔ میں بہت چھوٹے سے قطر میں اس قلعے کا جائزہ لیتا رہا اور سب سے زیادہ حیران کن بات یہ تھی کہ ہمارے جاسوس پرندے بڑے پر اثر انداز ہیں اس کی مدھم مدھم تصاویر مائیکرو پلیٹ پر منتقل کر رہے تھے۔

یہ قلعہ قدرت کی طلسمی کلاشوں کا شاہکار تھا۔ ایسی ترتیب تھی اس کی کہ انسان کو یقین نہ آئے۔ بہر حال اب میرے اس عمل کا آغاز ہو چکا تھا جس کے لیے میں نے یہاں تک کا سفر کیا تھا چنانچہ اپنے آپ کو پوری طرح مطمئن کرنے کے بعد میں نے آگے قدم بڑھا دیا اور یہ فاصلہ عبور کرنے کے بعد ان ڈھلوانوں تک پہنچ گیا۔ جن سے اتر کر میں اس قلعے تک پہنچ سکتا تھا۔ میں تمام تیاریوں کے ساتھ آیا تھا اور مجھے یہ خوف تھا کہ ان ڈھلوانوں پر مجھے دیکھ لیا جائے گا لیکن بہر حال یہ فیصلہ تو پہلے ہی کر لیا گیا تھا۔ ڈھلوانوں کو عبور کرنے کے بعد چٹانوں کی آڑ لیتا ہوا آخر کار اس قدرتی قلعے کے نزدیک پہنچ گیا۔ اب یہاں اوپر چڑھنے کے لیے راستوں کی تلاش تھی کیونکہ کوئی باقاعدہ راستہ اوپر جانے کے

لیے نظر نہیں آتا تھا۔ میں نے اپنے تھیلے سے ایک مضبوط رسی نکالی اور اس کا پھندہ بنا کر ایک ایسی چٹان کی جانب پھینکا جو میرا وزن بہ آسانی سنبھال سکتی تھی۔ چنانچہ وہ پھندہ چٹان میں جا پھنسا اور میں آہستہ آہستہ اس کے ذریعے اوپر چڑھنے لگا۔ چند منٹ کے بعد میں اس چٹان پر پہنچ گیا۔ پھر میں نے دوسری طرف کا جائزہ لیا کسی قدر گہرائی میں مجھے پہلی چیز وہ پہلی کاپڑ نظر آیا جس کے پاس دو مسلح محافظ کھڑے ہوئے تھے۔ تیسرا محافظ آٹومیک رائفل لیے گشت کر رہا تھا۔ ان کے جسموں پر نیلے رنگ کی مخصوص یونیفارم تھی جو ممکن ہے یہاں کے محافظوں کے لیے مخصوص ہو۔ ڈھلتے سورج کی کرنوں نے ماحول کو ایک عجیب سی فضا بخش دی تھی۔ گہرا سناٹا چھایا ہوا تھا یہ سب کچھ ایک عجیب سی کیفیت کا مظہر تھا۔ ایک طویل اور پر صعوبت سفر طے کرنے کے بعد انسانی بدن جس طرح آرام طلب کر سکتا ہے اس وقت میرے بدن کی مانگ بھی یہی تھی لیکن بعض منزلیں ایسی ہوتی ہیں جہاں سے اصل سفر کا آغاز ہوتا ہے۔ یہ منزل بھی ایسی ہی تھی۔ میں سخت ترین مشکلات سے گزر کر یہاں تک پہنچا تھا۔ لیکن اس سے زیادہ سخت مشکلات میری منتظر تھیں اور جہاں اپنے جسم کو سکون دینے کے بجائے مجھے اپنی زندگی بچانے کے ساتھ ساتھ اپنے مشن کی تکمیل کا مسئلہ درپیش تھا۔ اس لیے میں نے ذہن میں پیدا ہونے والی کوفت کو جھٹکا اور عمل کے لیے تیار ہو گیا۔ مائیکرو پلیٹ پر میں نے آس پاس کے مناظر دیکھے اور ششدر رہ گیا۔ فلٹ ڈارلوانے نہ جانے کیسے اس شاندار جگہ کو دریافت کیا تھا۔ ٹھوس پہاڑی ٹیلوں کو اپنے مقاصد کے لیے اس طرح کارآمد بنا لینا آسان کام نہیں تھا۔ اس نے اس چٹانی علاقے کے جائے وقوع اور اس کی ساخت سے اس طرح فائدہ اٹھایا تھا کہ بے اختیار داد دینے کو جی چاہتا تھا وہاں اس نے اس زندگی کا ہر وہ مسئلہ حل کر لیا تھا جو ایسے معاملات کے لیے درپیش ہو سکتا ہے جس چٹان کے ذریعے میں اوپر آیا تھا اس کے عقب میں چھپنے کے لیے مناسب جگہ موجود تھی۔ میری نگاہیں اسی محافظ کا جائزہ لے رہی تھیں جو بڑے مستعد انداز میں چاروں طرف چکر کاٹ رہا تھا اس کے پنے تلے قدم مناسب انداز میں اٹھ رہے تھے اور وہ گرد و پیش سے بے خبر نہیں تھا۔ میں چند لمحات اس کا جائزہ لیتا رہا۔ آگے بڑھنے کے لیے ضروری تھا کہ اس سے چھٹکارہ حاصل کیا جائے اور اس کے لیے میں نے مخصوص طریقہ منتخب کیا۔ میں نے وہ نیلے رنگ کا تار نکال لیا جس کی کاٹ

بے پناہ تھی اور جسے مخصوص انداز میں استعمال کیا جاسکتا تھا۔ اس کے سرے پر سب سے ہونے والے دونوں ہک میں نے اپنی انگلیوں پر پھن لیے اور اس کے بعد تیار ہو گیا۔

محافظ ایک لمبا چکر کاٹنے کے بعد آہستہ آہستہ میری ہی جانب بڑھ رہا تھا میں نے اپنا سانس روک لیا اور پنجوں کے بل اس طرح مستعد ہو گیا کہ ایک لمحے میں چھلانگ لگا کر اس تک پہنچ سکوں وہ آہستہ آہستہ میری جانب آرہا تھا اور میں دم سادھے اسے دیکھ رہا تھا۔ چند لمحات کے بعد وہ میرے اتنے قریب پہنچ گیا کہ مجھے اس کے سانسوں کی آواز بھی سنائی دینے لگی اب موقع تھا کہ میں اپنا کام کر لوں پھر میں برقی کی طرح چٹان کے عقب سے نکلا اور محافظ مجھے دیکھ کر ٹھٹک گیا اس کا منہ حیرت سے کھلا لیکن میں اس کے قریب پہنچ گیا تھا اور میں نے فوراً ہی اپنے دونوں ہاتھوں کو جنبش دے کر نیلے رنگ کا خونی تار اس کی گردن کے گرد لپیٹ دیا اور پھر ایک جھٹکے سے اس کی گردن اس کے جسم سے علیحدہ ہو گئی۔ بڑا سنگین عمل تھا یہ مجھے اچھل کر پیچھے ہٹ جانا پڑا کیونکہ خون کے فوارے اس طرح بلند ہوئے تھے کہ دور دور تک پھیل رہے تھے۔ مجھے ان کی گرفت سے بچنا تھا البتہ یہاں ذرا سی غلطی ہو گئی کیونکہ اس کا جسم زمین پر گر کر بری طرح تڑپنے لگا تھا اور تیز آہٹوں نے ان دونوں کو بھی ادھر ادھر متوجہ کر دیا تھا۔ وہ آہٹوں کی سمت کا اندازہ لگانے لگے اور پھر رائفلیں سیدھی کر کے اسی طرف دوڑے۔ میرے لیے چٹان کی جگہ سے بہتر اور کوئی جگہ نہیں تھی۔ لیکن یہ لمحات بے حد سنگین تھے۔ مجھے برقی رفتار سے فیصلے کرنے تھے۔ حالانکہ میرے پاس کوئی ظاہری ہتھیار نہیں تھا اور اگر میری تلاشی لی جاتی تو کسی کو کچھ نہ ملتا۔ لیکن قلعہ میں داخلہ ہی اصل مسئلہ تھا۔ بہر حال مجھے یہاں تخریبی عمل کرنے کے لیے کوئی اخلاقی تقریر نہیں کرنی تھی۔ اصل مسئلہ تو یہاں داخلے کا تھا پھر بھی میں قبل از وقت اپنی یہاں آمد کے انکشاف سے بچنا چاہتا تھا۔

دونوں محافظ قریب آگئے۔ پھر ان کے منہ سے بیک وقت آوازیں نکلیں اور وہ اپنی جگہ ساکت ہو گئے۔ انہوں نے گردن کئے جسم پر جھٹکنے کی کوشش نہیں کی بلکہ رائفلیں سیدھی کر کے پشت سے پشت ملا لی ان کی آنکھیں حلقوں میں تیزی سے گردش کر رہی تھیں۔ ابھی تک انہوں نے کوئی حماقت نہیں کی تھی سوائے اس کے کہ خود ہی کسی کی تلاش میں مصروف ہو گئے تھے۔ اگر ان لمحات میں وہ خود تفتیش کے بجائے دوسروں کو

اطلاع دینے کا کوئی عمل کرتے تو زیادہ بہتر رہتا۔ چند لمحات وہ اسی طرح پشت سے پشت ملائے کھڑے رہے۔ پھر آہستہ آہستہ الگ ہو گئے۔

اس کے بعد وہی ہوا جس کا اندیشہ تھا۔ یہاں واحد جگہ وہ کوہاں تھا جہاں کسی کے چہچہے ہونے کا شبہ تھا۔ اور وہ دونوں مشکوک نگاہوں سے ادھر ہی دیکھ رہا رہے تھے پھر شاید انہیں چٹان میں پھنسی ہوئی رسی بھی نظر آگئی۔ ان میں سے ایک نے دوسرے کو اشارہ کیا اور دوسرا آہستہ آہستہ اس طرف بڑھنے لگا۔ جبکہ پہلا محافظ چٹان کی طرف را نقل تان کر کھڑا ہو گیا تھا۔

مشکل لمحات آگئے تھے۔ اگر وہ چٹان کے اس طرف آگیا تو مجھے دیکھ لے گا۔ میں اس پر حملہ کر کے قابو پا بھی لیتا ہوں تو دوسرا مجھ پر فائر کے لیے تیار ہو گا۔ میرے بدن کا خون رگوں میں برق رفتاری سے دوڑنے لگا اور کنپٹیاں گرم ہو گئیں۔ ابھی تک اس خوفناک صورتحال سے نمٹنے کے لیے کوئی ترکیب سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ محافظ پھونک پھونک کر ایک ایک قدم اٹھاتا میری طرف بڑھ رہا تھا۔

==☆☆☆☆==

بڑے سخت لمحات میرے قریب آگئے تھے، چنانچہ جیسے ہی وہ ایک ایسے پوائنٹ پر پہنچا جہاں سے دوسرے لمحے اسے میرے سامنے آ جانا تھا۔ میں خود اپنی جگہ سے نکل کر اس کے سامنے آگیا۔ میرا اندازہ تھا کہ وہ مجھے دیکھ کر ساکت ہو جائے گا لیکن یہاں گڑ بڑ ہو گئی۔ میں اس کے لیے غیر متوقع نہیں تھا بلکہ وہ اس بات کا منتظر تھا کہ کچھ نہ کچھ سامنے آئے گا۔ اسی لیے مجھے دیکھ کر وہ ایک دم سنبھل گیا۔ میرا خیال تھا کہ وہ گن استعمال کرے گا مگر اس نے اس کا استعمال کرنے کے بجائے گردن جھکا کر میرے سینے پر اپنے سر سے حملہ کیا۔ میں جانتا تھا کہ سیاہ فاموں کے سر بہت مضبوط ہوا کرتے ہیں اگر اس کے سر کی نکر میرے سینے پر پڑ جاتی تو مجھے تھوڑی دیر کے لیے مفلوج ہو جانا پڑتا۔ میں نے پھرتی سے اپنی جگہ خالی دے کر اس کا یہ سراپنی بغل میں لے لیا اور اس کی گردن پر شدید دباؤ ڈالنا شروع کر دیا اس کے ساتھ ساتھ ہی مجھے اچانک ہی ایک خیال آیا اور میں نے فوراً ہی اپنے بدن کو نیچے گرا دیا، یہاں ایک سنگی چٹان تھی نتیجے میں حملہ آور کا سر کسی خربوزے کی طرح پھٹ گیا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی دوسرے محافظ کو اندازہ ہو گیا کہ اس کے ساتھی نے مجھے پالیا ہے۔ اس نے اپنی جگہ سے لمبی جست لگائی۔ یہ بھی اس کی غلطی تھی۔ کیونکہ اس جست کے ذریعے وہ میرے جسم پر آنے کی بجائے اپنے شدید زخمی ساتھی کے جسم پر آکر پڑا اور اس کے بعد جو ہوا وہ خود میرے تصور میں نہیں تھا۔ غالباً اس شخص کے لباس میں کوئی ایسا نوکدار ہتھیار پوشیدہ تھا جو اس کے اس طرح اوندھے گرنے سے دستے کی طرف سے زمین سے ٹک کر سیدھا ہوا کہ اس کے دل کے مقام پر پیوست ہو گیا۔

میں نے اپنے شکار کا بدن فوراً چھوڑ دیا تاکہ جست لگانے والا اس کے جسم پر آئے۔ میں اپنی اس کوشش میں کامیاب ہونے کے بعد پھرتی سے اپنے پیروں پر کھڑا ہو گیا تھا۔

میں نے صورت حال کا جائزہ لیا اور جھک کر اس کے جسم کو سیدھا کیا، لیکن وہ دونوں نوک دار ہتھیار کے رشتے میں منسلک تھے۔ ایسے مواقع کو امداد غیبی ہی کہا جاسکتا تھا۔ ورنہ یہ شخص کوئی اور کارروائی بھی کر سکتا تھا۔ ابھی تک میں جن لوگوں کو ہلاک کر چکا تھا ان میں سے کسی نے بھی کوئی ایسی کوشش نہیں کی تھی کہ میرے بارے میں کسی دوسرے کو اطلاع دے دے۔ ورنہ شاید اس وقت اس خوفناک قلعے میں چاروں طرف ہنگامہ ہو رہا ہوتا۔

چنانچہ میں نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور آگے بڑھ گیا ایک جگہ ایک چوڑا فرش نظر آیا جس کے ابتدائی حصے میں پتھر ہی کی تراش سے ایک در بنایا ہوا تھا اس کے دوسری جانب جھانک کر دیکھا تو پتھر کی دیواروں پر اوسے کے پائپ اور المونیم کی جالیوں کا ایک وسیع و عریض جال نظر آیا سائنسی آلات کا آغاز یہیں سے ہو گیا تھا۔ میں نے پھر سیڑھیاں طے کیں اور اس کے بعد ایک دروازے پر پہنچ گیا۔ اسے کھولنے کی کوشش ناکام نہیں ثابت ہوئی تھی اور میں اس دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔ یہاں بھی ایک بے حد وسیع و عریض ہال نما جگہ بنی ہوئی تھی اور اس میں لاتعداد مشینیں لگی ہوئی تھیں۔ تعجب کی بات تھی پورے قلعے کو ایک سائنسی لیبارٹری بنا دیا گیا تھا اور اس میں جگہ جگہ مختلف سیکشن بنے ہوئے تھے یہاں اس ہال میں بھی بے شمار اوسے کی مشینیں نصب نظر آ رہی تھیں جن پر سینکڑوں چھوٹے بڑے میٹر لگے ہوئے تھے دروازے سے کچھ فاصلے پر ایک وسیع و عریض سوئچ بورڈ تھا جن پر ان مشینوں کو کنٹرول کرنے والے بنوں کی بھرمار تھی۔ یہاں افریقی زبان میں کچھ تحریریں بھی نظر آ رہی تھیں، لیکن ظاہر ہے میں ان تحریروں کو نہیں سمجھ سکتا تھا۔ میں نے یہاں کھڑے ہو کر گہری گہری سانسیں لیں اور اس کے بعد دوسری طرف جانے کی جگہ تلاش کر لی۔

یہاں سے نکلنے کے بعد میں ایک کھلی جگہ پر پہنچ گیا۔ اس طرف تعمیر کی ہوئی کچھ عمارتیں موجود تھیں اور یہ اندازہ نہیں ہوا سکتا تھا کہ ان عمارتوں کی اندرونی کیفیت کیا

میں یہاں داخل ہو کر فوری کارروائی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میں جانتا تھا کہ فلنٹ وارلو احمق نہیں ہے۔ کسی نہ کسی طرح ان تین محافظوں کی موت کا راز کھل جائے گا اور اس کے علاوہ اور کچھ نہیں سوچا جاسکتا کہ کوئی باہر کا انسان ہی یہاں تک پہنچا ہو گا اور پھر اس کی تلاش شروع ہو جائے گی۔ تاہم میں ان واقعات سے ذرہ برابر خوفزدہ نہیں تھا بلکہ کسی چالاک چیتے کی مانند صرف اپنا تحفظ چاہتا تھا اور اس میں سرگرداں تھا۔

درختوں کا وہ گھنا سلسلہ میرے لیے ایک اچھی پناہ گاہ ثابت ہو سکتا تھا چنانچہ کچھ دیر کے بعد میں درختوں کے قریب پہنچ گیا۔ قلعے کو قدرتی رنگ دینے کے لیے جگہ جگہ اونچی اور گھنی گھاس اور بڑے بڑے درخت تھے، چنانچہ میں نے ایک درخت کا تانا منتخب کیا اور اس پر چڑھتا چلا گیا۔ کوارٹر ٹائپ کے مکانات بنے ہوئے تھے جو پہاڑی پتھروں کو تراش کر ہی بنائے گئے تھے اور ان پر کھیرل کی چھتیں بچھا دی گئی تھیں۔ برقی رفتار میسرے لیے نقصان دہ بھی ثابت ہو سکتی تھی لیکن بس دل میں یہ آرزو تھی کہ ماحول سے واقفیت حاصل کرنے کے بعد کوئی ایسی جگہ منتخب کر لوں جہاں قیام کیا جاسکے اور میں اپنے آپ کو محفوظ کر سکوں۔ البتہ جس درخت سے میں اوپر چڑھا تھا اس سے میں اپنا مقصد نہیں حل کر سکتا تھا۔ ہاں اس سے منسلک دوسری شاخیں مجھے ایسی جگہ لے جاسکتی تھیں جہاں سے میں اپنے کام کا آغاز کر سکتا تھا، چنانچہ میں نے یہی کیا اور کسی بندر کی طرح درخت کی ایک شاخ سے دوسری شاخ پر منتقل ہو گیا اور پھر آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔

سامنے مجھے بڑے باقاعدہ مکانات نظر آرہے تھے ان میں چمنیاں بھی بنی ہوئی تھیں جن میں سے بعض چمنیوں میں سے ہلکا ہلکا دھواں بھی خارج ہو رہا تھا پھر مجھے ایک ایسی جگہ نظر آئی جسے دیکھ کر میرے ذہن میں کچھ نئی سوچیں بیدار ہوئیں۔ جس درخت تک میں پہنچا تھا اس کے برابر والے درخت پر تنے کے عین اوپر کچھ شاخیں اس طرح آپس میں گتھی ہوئی تھیں کہ ان کے درمیان بہترین جگہ بن گئی تھی، اگر کوئی شخص آرام سے لیٹنا بھی چاہے تو اسے ایک پرسکون بستر کی حیثیت حاصل ہو جائے۔ بلاشبہ یہ ایک کمال کی جگہ موٹی موٹی مضبوط شاخیں کسی پھول کی پنکھڑیوں کی مانند پھیلی ہوئی تھیں اور ان کے درمیان ایک بہترین جگہ موجود تھی میں نے اس میں لیٹ کر دیکھا اور مجھے پورا پورا اعتماد

ہو گیا کہ یہاں سے نیچے گرنے کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا اور اگر اس جگہ کوئی خاص چیز موجود نہیں ہے تو اسے اپنا مسکن بنایا جاسکتا ہے۔ اب اس سے زیادہ کسی غیبی امداد کی توقع غیر مناسب بات تھی۔ میں نے تن بہ تقدیر ہو کر فیصلہ کر لیا کہ فی الحال یہی جگہ میرے لیے مناسب ترین ہے چنانچہ یہاں پہنچ کر میں نے درختوں کی شاخوں سے پشت لگائی اور درخت پر دراز ہو گیا۔ آگے جو کچھ بھی کرنا تھا کچھ توقف کے بعد کرنا تھا۔ کوئین میکوویا نے میرے لیے اس بار جن سائنسی مددگاروں کا انتخاب کیا تھا ابھی تک وہ میرے لیے بہترین ثابت ہوئے تھے اور درحقیقت ڈائمنڈ سٹی میں اگر یہ ساری کارروائی باقاعدگی سے شروع ہو جائے تو میں سمجھتا ہوں بہت سے ایسے مسائل پر قابو پایا جاسکتا ہے جن پر قابو پانے کے لیے میرے وطن کے قانون کے پاس وسائل نہیں ہیں۔ میری ہر سوچ میں اپنی سرزمین کے لیے محبت تھی۔ میں چاہتا تھا کہ اسے دنیا کی تمام چیزوں سے مالا مال کر دوں جو اس کی بہتری کے لیے موثر ہوں اور اگر ان جذبوں کو انسانوں کے تراشے ہوئے نام دیے جاسکتے ہیں تو میں یہ بات کھلے دل سے کہہ سکتا ہوں کہ شاید کسی باپ کے دل میں یا کسی ماں کے سینے میں اپنی اولاد کے لیے اتنی ہی محبت اور اتنی ہی آرزوئیں ہو سکتی ہیں جتنی میرے دل میں اپنے وطن اور اس کے رہنے والوں کے لیے ہیں میں اپنی ہر خوشی کو ان پر قربان کرنے کے لیے تیار تھا اور ہر لمحہ میری سوچیں اسی جانب منتقل ہو جایا کرتی تھیں کچھ دیر آرام کرنے کے بعد میں نے فیصلہ کیا کہ اپنے مائیکرو ایلی میٹس بجلا کر لوں یہی جگہ تو میری منزل ہے اور یہاں تک پہنچنے کے لیے مجھے تمام کارروائیاں کرنی تھیں چنانچہ میں نے اپنا کام شروع کر دیا وہ مائیکرو پلیٹ جو ایک ٹیلی ویژن کیمرے کی مانند تھی اور اس نے اب تک مجھے بڑی آسانیوں سے روشناس کرایا تھا کنٹرول کمرے کے قلعے کے اوپر ایک ایسی جگہ لے آیا جہاں سے وہ نیچے کے مناظر ریسو کر کے مجھے منتقل کر سکے اور اس کے بعد میں نے دو سہ کام شروع کر دیا وہ ننھے کیمرے جو پرندوں کی شکل میں مجھ تک پہنچائے گئے تھے کنٹرولنگ سسٹم کے ذریعے قلعہ کے مختلف حصوں میں پھیلا دیے پھر میں وہاں کی سنان فضا کا جائزہ لینے لگا۔

چاروں طرف خاموشی تھی اور مجھے اندازہ نہیں تھا کہ ابھی تک محافظوں کے قتل کا راز کھلا ہے یا نہیں بہر حال اس کارروائی میں مجھے خاصا وقت لگ گیا تھا مائیکرو پلیٹ مختلف

آوازیں ریسو کر کے مجھ تک منتقل کر رہی تھی اور میں نے انہیں صرف سرگوشیوں کی شکل دی تھی پھر پیٹ پوجا کا خیال آیا اور میں نے اس کا انتظام شروع کر دیا۔ اس وقت رات کے تقریباً تین بجے تھے اور میں بے خبر ہو گیا تھا۔ اچانک ہی ایک خوفناک آواز نے نیند کا سلسلہ ختم کر دیا آواز میرے کان کے اتنے قریب ابھری تھی کہ کان کے پردے جھنجھا گئے اور میں نے بے اختیار اپنے دونوں کان بند کر لیے تھے غالباً یہ کوئی مائیکرو فون تھا جو میرے کان کے برابر لگا ہوا تھا اور اس سے ابھرنے والی آواز سارن کی آواز تھی سارن بجایا جا رہا تھا میں فوراً ہوشیار ہو کر اپنی جگہ اٹھ بیٹھا اس سارن کو میں بند نہیں کر سکتا تھا جو میرے کانوں کے پردے پھاڑے ڈال رہا تھا اس کے ساتھ ساتھ ہی قلعے کے مختلف حصوں میں روشنیاں ہونے لگیں میرا سویا ہوا ذہن جاگ اٹھا اور مجھے یہ اندازہ لگانے میں کوئی دقت نہیں ہوئی تھی کہ محافظوں کی موت کا راز کھل گیا ہے اور یہ بھاگ دوڑ اب اعلیٰ سلسلے میں ہو رہی ہے کہ آخر محافظوں کی موت کا سبب کون بنا؟ میں جانتا تھا کہ میری کی ہوئی کارروائیاں چند لمحوں میں ان کے علم میں آجائیں گی وہ رسی بھی انہیں مل جائے گی جو ایک کنکوریے میں بندھی ہوئی تھی اور یہ اندازہ ہو جائے گا کہ کوئی بیرونی ذریعے سے یہاں تک پہنچا ہے۔ ساری باتیں میرے لیے متوقع تھیں اور ان میں کوئی بھی نئی بات نہیں تھی مجھے ان تمام مراحل سے گزرنا تھا جس کے لیے میں تیار تھا۔

اتنی دیر آرام کرنے کے بعد وہ تھکن بھی کافی حد تک اتر گئی تھی جو اس طویل اور مشکل سفر کی وجہ سے مجھ پر طاری ہو گئی تھی میں نے اپنا ریڈیو ریسور نکالا اور اسے آن کر کے مائیکرو ویژن پر ان لوگوں کی بھاگ دوڑ دیکھنے لگا تاریکی میں بہت زیادہ تو نہیں دیکھا جاسکتا تھا لیکن الٹرا وائٹ ریڈر کی بناء پر سرخ رنگ کے مناظر نمایاں نظر آ رہے تھے اور مسلح محافظ بھاگ دوڑ کرتے ہوئے دیکھے جاسکتے تھے۔ میں اس بات پر پوری پوری نظر رکھ رہا تھا کہ میری تلاش سے سلسلے میں ان کی کارروائیاں کہاں کہاں تک محدود رہتی ہیں اور میرا مائیکرو ویژن ریسور مجھے ان لوگوں کی پوری ڈرائیکشن سے مطلع رکھ رہا تھا۔

کوئین میکوویا اس سلسلے میں ایک عظیم حیثیت رکھتی تھی اور کسی ایک انسان کا ذہن اگر ان نکات پر متحد ہو جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ انسانیت کے لیے ایک بہت بڑی خوش خبری تھی بشرطیکہ اسے تسلیم کیا جاسکے اس بار کوئین میکوویا نے بلیک آرمی کے بجائے

دوسرے ایسے لوازمات سے آراستہ کر دیا تھا جن کی موجودگی میں یہ سوچنے پر مجبور ہوا جاسکتا ہے کہ کمزور انسانوں کی نسبت یہ ننھی ننھی مشینیں زیادہ سودمند ہیں اور ان سے بہت سے فوائد حاصل کیے جاسکتے ہیں مجھے ان مشینوں کے استعمال کی پوری پوری تربیت دے دی گئی تھی اور ان میں سے کسی بھی چیز کے استعمال میں مجھے کوئی دقت پیش نہیں آرہی تھی وہ ننھی ننھی مکھیوں جیسے ویژن کیمرے جو ریموٹ سے کنٹرول ہوتے تھے اپنی جگہیں تبدیل کر رہے تھے اور صحیح معنوں میں اس وقت مجھے اس قلعے کے مختلف مناظر نظر آ رہے تھے بعض جگہ کنٹرولنگ سسٹم پر تھوڑی سی کارروائی کرنے کے بعد میں ان لوگوں کو بہت قریب سے دیکھ سکتا تھا اصل میں یہ بات ان کے تصور میں بھی نہیں آسکتی تھی کہ ہتھناتی مکھیوں کی شکل کے یہ عجیب و غریب کیمرے ان سے اس قدر قریب ہیں اور ان کی کوئی فریکوئنسی انہیں نہیں ٹریس کر سکتی ہے میرے اندر اب ان پر اعتماد پیدا ہوتا جا رہا تھا پھر میں نے چند افراد کو اس علاقے میں بھی دیکھا میرے ویژن کیمرے کے بیانی ان کی قربت دکھا رہے تھے چنانچہ میں زیادہ محتاط ہو گیا ان میں سے کچھ ان مکانوں کو بھی دیکھ رہے تھے جن میں نجانے کون کون لوگ رہتے تھے وہ اندر داخل ہو گئے تھے اور ان کی آوازیں نمایاں سنی جا رہی تھیں وہ مکینوں کو صورت حال بتا رہے تھے میں نے سنا 'کوئی کہہ رہا تھا۔

"کوئی بیرونی شخصیت اندر گھس آئی ہے ہم نہ ان کی تعداد کا اندازہ لگا سکے ہیں اور نہ اس بات کا کہ وہ کون ہیں لیکن ہمارے چند محافظوں کو مشرقی پوائنٹ پر قتل کر دیا گیا ہے اور ایک ایسی رسی دستیاب ہوئی ہے جس سے کچھ افراد یا کوئی ایک فرد اوپر آیا ہے تم لوگوں کو محتاط کیا جا رہا ہے یہ رات سونے کی رات نہیں ہے جب تک ہم باہر سے آنے والے کو تلاش نہ کر لیں تم لوگ باہر نکل کر بھاگ دوڑ نہیں کرو گے بلکہ یہیں محتاط رہو گے اور تمہیں ذرہ برابر کوئی شبہ ہو تو کنٹرول کو اطلاع کرنا تمہارا فرض ہے۔" جواب میں کوئی آواز نہیں سنائی دی۔ میں نہایت احتیاط کے ساتھ جاسوسی کے لیے مائیکرو-ایلیمنٹ کو منتشر کرنے لگا۔

میں انہیں نہایت مست روی سے تھوڑی تھوڑی جگہ تبدیل کر کے مختلف گوشوں میں پھیلا رہا تھا پھر میں نے انہیں نیچے جھکانا شروع کر دیا ویڈیو ریسور پر مجھے قلعے کے

مختلف حصوں کے عکس نظر آ رہے تھے اور میں ان کی ترتیب کر رہا تھا تب مجھے پتھر ہی کی ایک عمارت نظر آئی جس میں ایک گول دروازہ بنا ہوا تھا میں نے اس دروازے کو اچھی طرح دیکھا مائیکرو-ایلیمنٹ کو نیچے اتار دیا اور پھر بہت سست روی سے اسے انسانوں کی نگاہوں سے بچاتا ہوا اندر داخل کرنے لگا۔

میرا مائیکرو-ایلیمنٹ آہستہ آہستہ اپنا یہ سفر طے کر رہا تھا اور میری پوری توجہ اب اسی جانب تھی البتہ کان مختلف سرسراہٹوں پر لگے ہوئے تھے اور یہ سرسراہٹیں کافی قریب سنائی دے رہی تھیں کیونکہ آس پاس کے گھروں میں موجود لوگ احکامات کے مطابق مستعد ہو گئے تھے۔

جاسوس پرندہ آہستہ آہستہ دروازے کو عبور کر گیا۔ دروازے کی دوسری جانب ایک بلند و بالا چھت نظر آرہی تھی۔ غالباً کسی بہت بڑے غار کو اندر سے کھوکھلا کر کے اس میں یہ سارا کارخانہ حیات ترتیب دیا گیا تھا۔ بے شمار مشینیں چاروں طرف بکھری ہوئی تھیں۔ چھوٹے چھوٹے دروازے بھی تھے۔ میں نے اس عظیم الشان ہال کا جائزہ لیا۔ بے شمار سلور پائپ چھت میں چلے گئے تھے اور غالباً ان سے باہر نکل گئے تھے۔ میں نے دوسرے مائیکرو-ایلیمنٹ سے چھت کی بلندی کا جائزہ لیا۔ اوپر بہت بڑے بڑے اینٹینا لگے ہوئے تھے جن کی گردش صاف دیکھی جاسکتی تھی، لیکن یہ اندازہ بھی ہو گیا تھا مجھے کہ ان اینٹیناز کو اوپر سے غالباً کسی خاص قسم کی گیس کو منجمد کر کے چھپا دیا گیا تھا تاکہ بلندی سے گزرنے والے طیاروں سے انہیں نہ دیکھا جاسکے۔ اندرونی طور پر ان مشینوں کا جال بچھا ہوا نظر آ رہا تھا۔ ہال میں مختلف دروازے تھے۔ میں نے ہال کا پوری طرح جائزہ لیا جہاں تقریباً دس بارہ افراد خاص قسم کی وردی میں ملبوس نظر آ رہے تھے اور اس وقت انہوں نے اپنا عمل بند کر دیا تھا۔ چند افراد باقاعدہ ہتھیاروں سے مسلح ہو کر یہاں مستعد تھے۔ غالباً اس شخص کی آمد کے منتظر جس کے بارے میں اطلاع پھیلا دی گئی تھی۔

پھر میں نے مائیکرو-ایلیمنٹ کو ایک دروازے سے اندر داخل کیا، لیکن یہاں صرف تین افراد موجود تھے جن میں دو سیاہ فام عورتیں اور ایک مرد تھا۔ مرد نیلے رنگ کا ایک خوبصورت گاؤن پہنے ہوئے تھا۔ بلند و بالا قد و قامت کا مالک یہ شخص دیکھنے ہی میں بڑی شاندار شخصیت نظر آتا تھا اور جب عورتوں میں سے ایک عورت نے اسے مسٹر دارلو

کہہ کر مخاطب کیا تو میرے دل میں ٹھنڈک اترنے لگی۔ میں نے بہت مختصر جدوجہد میں فلنٹ وارلو کو پالیا تھا، حالانکہ میں جانتا تھا کہ یہ جدوجہد تو شاید ہفتوں کی کوشش کے بعد بھی کارگر نہ ہو پاتی اگر کوئن میکویا میرے لیے اس قسم کے انتظامات نہ کرویتی۔

میں پوری توجہ سے اس جانب متوجہ ہو گیا۔ میں نے ساؤنڈ کھول دیا تھا اور کوئن میکویا کی سائنسی صلاحیتوں سے فائدہ حاصل کرنے لگا تھا۔ فلنٹ وارلو کے چہرے کے تاثرات تک مجھے نظر آرہے تھے۔ میرا مائیکرو ویژن اسلیمنٹ بڑی خوش اسلوبی سے اپنے کام سرانجام دے رہا تھا۔ فلنٹ وارلو بالکل خاموش بیٹھا ہوا تھا اور اس کے پاس بیٹھی ہوئی دونوں سیاہ فام عورتیں بھی ساکت و جاہد تھیں۔ فلنٹ وارلو کے سامنے ایک چوکور بکس رکھا ہوا تھا۔ جس کے بارے میں میں نے اندازہ لگایا کہ یہ بیرونی رابطے کا ذریعہ ہے، چند لمحات کے بعد مجھے ایک مدہم آواز سنائی دی۔

”ہم بھرپور کوششوں میں مصروف ہیں سر اور اسے تلاش کر رہے ہیں۔“ فلنٹ وارلو نے کوئی جواب نہیں دیا تو آواز دوبارہ آئی۔

”سر آپ کی اطلاع کے لیے۔ اس وقت قلعے کے گوشے گوشے میں ہر اس جگہ جہاں کسی کی موجودگی کے امکانات ہوں تلاشی کا عمل جاری ہے۔“ فلنٹ وارلو نے جب بھی کوئی جواب نہ دیا تو سیاہ فام عورتوں میں سے ایک نے کہا۔

”اپنی تلاش ایک لمحہ ضائع کیے بغیر جاری رکھو۔ ہاں بہت سخت غصے میں ہے۔“
”اوکے میڈم اوکے۔“ لرزتی ہوئی آواز ابھری اور اس کے بعد یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔

میں نے بیشتر لوگوں کو اپنے آس پاس سے بھی گزرتے ہوئے دیکھا پھر ان میں سے کچھ افراد ان کو ارثر نما عمارتوں کی چھت پر بھی آگئے اور بعض اوقات تو ایسا بھی ہوا کہ میرا ان سے چند گز کا فاصلہ رہ گیا۔ ایسے لمحات میں مجھے سانس تک روک لینا پڑا تھا۔ میں تو بھرپور طریقے سے اپنا کام سرانجام دے رہا تھا۔ اب کامیابی تو تقدیر ہی کا حصہ ہوتی ہے، اگر تقدیر مجھے میرے اس عمل میں کامیابی دلانے کی خواہاں ہے تو پھر بھلا مجھے کیا خطرہ پیش آسکتا ہے اور یہی ہوا انہوں نے اپنی دانست میں ہر ممکن عمل کر لیا تھا۔ درختوں کی شاخوں پر بھی روشنیاں ڈالی گئی تھیں۔ گویا ان لوگوں نے اس انداز فکر سے بھی تسلی

نہیں برتا تھا کہ ہو سکتا ہے کسی نے درختوں پر چھپنے کے انتظامات کیے ہوں۔ البتہ اس تلاش سے مجھے یہ اندازہ ضرور ہو گیا تھا کہ میرا یہاں چھپنا ایک نہایت مشکل امر ہوگا، پھر آہستہ آہستہ دن نکل آیا اور مناظر تبدیل ہونے لگے۔

”قلعے میں جتنے افراد موجود ہیں ان سب کو ساؤنڈ ایریا میں جمع کرلو۔“

لڑکی نے اپنے لباس سے ایک چھوٹا سا چوکور ہاکس نکالا اور اسے آن کر کے چہرے کے سامنے کر لیا پھر وہ تمام لوگوں کو ہدایات دینے لگی اور وارلو اٹھ کر ہاتھ روم میں چلا گیا پھر تھوڑی دیر بعد باہر نکل آیا۔ اس نے اپنا حلیہ وغیرہ درست کیا تھا۔ اس کے بعد وہ آگے بڑھ گیا۔

دونوں عورتیں مشینی انداز میں اس کے پیچھے پیچھے چل پڑی تھیں۔ باہر فلنٹ کی طرف سے دی ہوئی ہدایات پر عمل ہونے لگا تھا۔ میں نے ساؤنڈ ایریا دیکھا جو یہاں سے کافی فاصلے پر اس عمارت کے ایک بقلی حصے میں تھا، لیکن میرے مائیکرو اسلیمنٹ ساؤنڈ ایریا پر منڈلا رہے تھے اور مجھے پل پل کی خبریں موصول ہو رہی تھیں۔

میں نے ساؤنڈ ایریا کا وسیع و عریض علاقہ دیکھا ایک عجیب سی جگہ تھی، لیکن پتھروں سے تراشی ہوئی۔ یہ بات سب سے زیادہ حیرت ناک تھی کہ فلنٹ وارلو کو ایک ایسی جگہ کیسے دستیاب ہو گئی جہاں اس کی آسائش کے لیے دنیا کی ہر چیز موجود تھی لیکن بغور دیکھنے سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ بے شک ایک عظیم الشان پہاڑی سلسلے میں تراش خراش کر کے اپنی ضروریات کی تمام چیزیں مہیا کر لی گئی ہیں۔ یہ سب کچھ قدرتی پتھروں میں بے شک ہے لیکن قدرتی انداز میں بنا ہوا نہیں بلکہ اس میں سے بیشتر حصے ایسے ہیں جنہیں انسانی ہاتھوں کی تراش نے اس قابل بنایا ہے اور یہ دیکھ کر میں ذہنی طور پر ذرا مطمئن ہو گیا تھا۔ بطور انسان جدوجہد کا معاملہ بے شک تھا لیکن افسوس یہ جدوجہد تخریبی امور کے لیے تھی۔

ساؤنڈ ایریا میں بے شمار افراد جمع ہو گئے تھے جن میں سائنس دان اور گارڈز بھی تھے اور ان کو کنٹرول کرنے والے بھی موجود تھے پھر ایک اندرونی دروازے سے فلنٹ وارلو ساؤنڈ ایریا میں برآمد ہوا اور وہاں مکمل خاموش چھا گئی۔ فلنٹ وارلو پتھر کی ایک چوڑی سل پر بیٹھ گیا۔ دونوں سیاہ فام عورتیں اس کے عقب میں کھڑی ہوئی تھیں۔ اس

اور ہانکتا رہا تھا، لیکن اب صورت حال منظر عام پر آگئی تھی اور یہ اس کے لیے بڑے شرم کی بات تھی۔ فلنٹ وارلو نے سرد لگا ہوں سے ان سب کو دیکھا۔

”سر، ہم نے اسے تلاش کر لیا۔“

”کون ہے یہ؟ اور کہاں تھی؟“

”گرین بک میں چھپی ہوئی تھی۔“

”کیا گرفتاری کے وقت اس نے مدافعت کی؟“

”جی سر۔ یہ جوڈو کراٹے کی ماہر ہے اور اس نے ہمارے ٹین آدمیوں کو شدید

زخمی کر دیا ہے۔ بمشکل تمام ہم اس پر قابو پانے میں کامیاب ہوئے ہیں۔“

”ہوں۔ اسے ریسرچ سینٹر میں لے جاؤ۔ وہاں رکھو۔ میں خود اس سے ملاقات

کروں گا اور اس کی جانب سے ہوشیار رہوں۔“ فلنٹ وارلو نے سپاٹ لمبے میں انہیں

ہدایت کی اور انہوں نے گردن خم کر دی۔

زیما پیروں کو وہ لوگ اسی طرح جکڑے ہوئے وہاں سے لے گئے۔ فلنٹ وارلو تیز

قدموں سے وہاں سے چل پڑا۔ دونوں سیاہ فام عورتیں اس کے ساتھ تھیں۔

میرے ہاتھ میں دبے ہوئے ریموٹ کنٹرول کی ڈائریکشن تبدیل ہونے لگی اور میں

نے ایک مائیکرو ویلیمنٹ کو آہستہ آہستہ نیچے اتار کر ان میں سے ایک عورت کے سر

کے بالوں پر بٹھالیا۔

خاصی گہرائی میں سینٹریاں اترنے کے بعد میں نے مائیکرو ویلیمنٹ کے ذریعے ایک

وسیع و عریض ہال دیکھا۔ مشینیں تو جیسے اس پورے قلعے میں اتنی پھیلا دی گئی تھیں کہ

دوسری چیزیں ان کے مقابلے میں کم تھیں، گزرنے کے راستے بے شک تھے۔ دونوں

طرف کی مشینوں پر کنٹرول بورڈ لگے ہوئے تھے چونکہ لوگوں کو ابھی باہر طلب کیا گیا تھا اور

سب کے سب وہاں موجود تھے اس لیے ان کنٹرول بورڈز پر اس وقت افراد موجود نہیں

تھے۔ البتہ جس جگہ فلنٹ وارلو جا کر رکھا وہاں دروازے پر انہی محافظوں میں سے ایک کھڑا

ہوا نظر آیا جو زیما پیروں کو لے کر یہاں تک آئے ہوں گے۔ یقینی طور پر باقی افراد اندر

موجود ہوں گے۔ فلنٹ وارلو اپنی دونوں سیکرٹریوں یا باڈی گارڈز کے ساتھ اس دروازے

سے اندر داخل ہو گیا۔ مائیکرو ویلیمنٹ بخوبی اپنا کام سرانجام دے رہا تھا۔ میں نے ایک

خوبصورت کمراد دیکھا جس میں چاروں طرف پردے لگے ہوئے تھے درمیان میں ایک گول

بستر تھا۔ بہت ہی خوبصورت قسم کے نیم دائرے کی شکل کا، فرنیچر بھی وہاں موجود تھا جس

کی سیٹیں الگ الگ تھیں اور زیما پیروں اس بستر پر پاؤں لٹکائے خاموش بیٹھی ہوئی تھی۔

تین محافظ تین سمت کھڑے ہوئے پس پر کڑی نگاہ رکھے ہوئے تھے۔ زیما پیروں کی

گردن جھکی ہوئی تھی۔ فلنٹ وارلو نے ایک ہاتھ کی دو انگلیاں اٹھائیں اور تینوں محافظ

کمرے سے باہر نکل گئے۔ البتہ فلنٹ وارلو کی ساتھی کالی عورتیں وہیں موجود رہیں۔

فلنٹ وارلو، زیما پیروں کے سامنے پہنچ گیا اور چند لمحات خاموشی سے اسے دیکھا رہا پھر اس

نے آہستہ سے کہا۔

”زندگی ختم ہو جانے کے لیے ہوتی ہے، لیکن ہم جب تک زندہ رہتے ہیں اس

زندگی کا تحفظ کرنے کے لیے عمل کرتے رہتے ہیں اور بعض اوقات کسی خاص جذبے کو

دل میں رکھ کر موت کو زندگی سے زیادہ قیمتی سمجھ لیا جاتا ہے۔ میرا اپنا خیال ہے لڑکی کہ

زندہ رہ کر ہم اپنے دلی مقصد کی زیادہ بہتر طریقے سے تکمیل کر سکتے ہیں۔ کیا تم یہ اندازہ

لگا رہی ہو کہ میں کیا کہنا چاہتا ہوں؟“

زیما پیروں نے گردن اٹھا کر اسے دیکھا اور اس کے ہونٹوں پر مدہم سی مسکراہٹ

پھیل گئی۔ اس نے کہا۔ ”ہاں“ میں سمجھتی ہوں اور میرے لیے جینا اور مرنا کوئی اہمیت

نہیں رکھتا۔“

”بہت خوب، تمہاری یہ بے باکی اور آزاد لہجہ مجھے پسند آیا ہے۔“ فلنٹ وارلو نے

مسکراتے ہوئے کہا۔

”تم تنہا آئی ہو یا تمہارے ساتھ اور کوئی بھی ہے؟“ جواب میں زیما پیروں کے

ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

”تم نے جس طرح ان راستوں کو محسوس کیا ہے اس کے بعد آزادانہ طور پر یہاں

آنے کے لیے کوئی گروہ یا کوئی باقاعدہ ٹیم تیار نہیں کی جاسکتی۔ میں جن مشکلات کے بعد

یہاں تک پہنچی ہوں ان میں میرا ہی پہنچ جانا بہت بڑی بات ہے۔ میرے ساتھ اور کوئی

نہیں ہے۔“ اس نے کہا۔

”جب میں کسی پر اعتماد کرتا ہوں تو آنکھیں بھی بند کر لیتا ہوں۔ آؤ میرے ساتھ۔“

میں تمہیں اپنے آپ سے روشناس کراؤں۔“ وارلو کالہجہ سپاٹ تھا۔

فلنٹ وارلو نے چٹکی بجا کر اپنے دونوں ساتھی لڑکیوں کو اشارہ کیا اور انہوں نے گردن خم کر دی، پھر اس نے زیما کو ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور وہاں سے نکل آیا۔

فلنٹ وارلو، زیما پیرول کو ساتھ لے کر اس تہہ خانے سے باہر نکل آیا اور پھر اس نے بے شمار راستے طے کیے اور ایک ایسی جگہ پہنچ گیا جو سائنسی عجوبہ تھی بہت ہی خوبصورت کمرہ تھا۔ فرش پر موٹا دبیز قالین بچھا ہوا تھا۔ دیواروں پر چاروں طرف باریک شیشے کی لکیریں بنی ہوئی تھیں جن پر پوری دنیا پھیلی ہوئی نظر آرہی تھی۔ ایک ایک علاقے کو خوب صورت نقشے کی شکل دی گئی تھی اور ان لکیروں کے ذریعے ان علاقوں کو اجاگر کیا گیا تھا۔ نام لکھے ہوئے تھے لکیریں سفید تھیں اور اوپر لگے ہوئے فانوس سے جگمگا رہی تھیں ایک سمت نیم دائرے کی شکل کا بہت بڑا کنٹرول بورڈ بنا ہوا تھا جس پر لاتعداد بٹن لگے ہوئے تھے ایک طرف نشست گاہیں تھیں اور ماحول بے پناہ خوبصورت تھا۔

فلنٹ شاہانہ انداز میں چلتا ہوا کنٹرول بورڈ کے پیچھے پہنچ گیا اور اس نے نہایت مہذب انداز میں زیما پیرول کو ایک کرسی پر بیٹھنے کی پیش کش کی۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی سیٹ تک پہنچی اور پر اطمینان انداز میں بیٹھ گئی۔ میں درحقیقت اس وقت ہونق ہو کر رہ گیا تھا۔

زیما پیرول کا بدلا ہوا یہ انداز مجھے سخت حیران کن محسوس ہو رہا تھا، بہر حال دلچسپ مناظر میری نگاہوں کے سامنے تھے اور میں ان کا بغور جائزہ لے رہا تھا۔

فلنٹ وارلو کے چہرے پر اس وقت بچوں جیسی مسکراہٹ کھیل رہی تھی اس نے ایک آسودہ نگاہ سامنے دیواروں پر نظر آتے ہوئے نقشوں پر ڈالی۔

”اصل میں انسان اگر اپنی کاوشوں سے مخلف ہو اور وہ کاوشیں اس کی زندگی کا مطمح نگاہ ہوں تو پھر اس کے لیے اپنی ان کاوشوں اور کاوشوں سے بڑی کوئی چیز اس دنیا میں نہیں رہ جاتی۔ میرے بارے میں تم یہ سمجھ لو لڑکی۔ حالانکہ تمہاری عمر زیادہ نہیں ہے لیکن میں جانتا ہوں تم نے کسی اہم مقصد کے تحت خود کو ان ہلاکتوں میں ڈالا ہوگا۔ وہ مقصد حصول دولت یا کوئی اور مجبوری بھی ہو سکتی ہے یا پھر شاید تمہاری قوم پرستی نے تمہیں اس حد تک آمادہ کر دیا ہو۔ مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے اور نہ ہی میں اس

کے بارے میں تم سے کوئی تفصیل معلوم کرنا چاہتا ہوں میں تمہیں اپنے بارے میں بتا رہا ہوں۔ میرا نام فلنٹ وارلو ہے حالانکہ اصولی طور پر مجھے اپنا نام تمہیں نہیں بتانا چاہیے چونکہ تم اس سے پوری طرح واقفیت حاصل کرتے کے بعد ہی یہاں تک پہنچی ہوگی لیکن پھر بھی سلسلہ گفتگو کرنے کے لیے کہیں نہ کہیں سے تو آغاز کرنا ہی ہوتا ہے۔ میں ایک نیک، سیدھا اور شریف انسان تھا لیکن مجھے احساس دلایا گیا کہ میں پسماندہ افریقہ کا ایک فرد ہوں۔ اگر وہ تعلیمی میدان میں اعلیٰ ترین اعزازات حاصل کر لے تب بھی اس کے نام سے ملتا تھا سیاہ فام کا لفظ چسپاں رہے گا۔ ہم اگر اپنی محنت اور اپنی کاوشوں سے اپنے لیے کوئی مقام حاصل کر لیتے ہیں تو پھر ہمارے ذہنوں پر یہ تصور کیوں طاری کیے رکھا جاتا ہے کہ ہم ہر حال میں پسماندہ رہیں گے۔ بعد میں مجھے ایسے لوگ ملتے رہے۔ جو ہر طرح سے مجھے رنگ کی بنیاد پر ذلیل و خوار کرتے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ انہوں نے مجھے اپنے آپ سے نفرت پر مجبور کر دیا۔ میں نے افریقہ پر ریسرچ شروع کر دی۔“

اس کے بعد ایک طویل جہاد کیا اپنی قوم کے لیے۔ لاتعداد ملکوں میں ڈاکہ زنی۔ دولت مار اور دہشت گردی کے ذریعے میں نے بے پناہ دولت اکٹھی کی اور پھر یہاں اپنا ہیڈ کوارٹر بنالیا اور اس میں، میں نے دنیا کے اہم ترین تجربات شروع کر دیے میں نے طے کی ایک دن میں صحرائے اعظم کو سفید افریقہ بنادوں گا اور یورپ اور امریکہ کے ان ممالک کو جو اپنے آپ کو برتر و اعلیٰ اور رنگ کی بنیاد پر فوقیت کا حامل سمجھتے ہیں اس قدر گرم کردوں گا کہ وہاں پر زندہ رہنا محال ہو جائے۔ میرے اس ہیڈ کوارٹر میں ایسے پلانٹ کام کرنے کے لیے بالکل تیار ہیں جن کے ذریعے میں آہستہ آہستہ تجربات کر رہا ہوں میں نے کئی کامیاب تجربات کیے ہیں اور مجھے اندازہ ہو گیا ہے کہ موسم کس طرح تبدیل کیا جاسکتا ہے۔ انتظار کر رہا ہوں ان لمحات کا۔ جب میرے بقیہ کام بھی مکمل ہو جائیں اور اچانک دنیا بھر میں ایک موسمی انقلاب آجائے۔ افریقہ، فرانس، برطانیہ اور اس کے آس پاس کے ممالک اس قدر گرم ہو جائیں کہ وہاں کی تین چوتھائی آبادی تو اس گرمی کا شکار ہو کر مر جائے۔ باقی جو لوگ بچیں ان کے چہرے کالے سیاہ ہو جائیں اور وہ پسماندہ ترین اقوام کی طرح دنیا میں زندگی گزاریں۔ میں اب اس افریقہ کے لیے یہ سب کچھ کر رہا ہوں لیکن اس کے بعد میرے جو حامی ممالک ہوں گے وہاں بھی موسمی تغیرات رونما ہوں گے اور ان لوگوں

کی پسماندگی ختم ہو جائے گی لیکن ابھی میرے راستے اس سمت ہیں۔ بہت جلد بہت ہی جلد وہ وقت آنے والا ہے۔ جب تم دیکھو گی کہ دنیا میں کیا کچھ شروع ہو گیا ہے اس نقشے پر غور کرو میری کارروائیوں کا آغاز یہاں سے ہو گا۔ جہاں سے میں تمہیں نشان دہی کر رہا ہوں۔ کنٹرول بورڈ پر اس کی انگلیاں متحرک ہوئیں اور لکیریں روشن ہونے لگیں۔

زیما سپاٹ چہرے سے اس کا جائزہ لے رہی تھی۔ تب فلنٹ وارلو کنٹرول بورڈ کے پاس سے ہٹ آیا۔

”آؤ اب میں تمہیں ایک ایسی چیز دکھانا چاہتا ہوں جو تمہارے لیے باعث دلچسپی ہوگی۔“

زیما خاموشی سے اپنی جگہ سے اٹھ گئی اور فلنٹ اسے وہاں سے بھی باہر نکال لایا پھر مختلف راستے طے کرتا ہوا وہ ایک ایسی جگہ پہنچا جہاں ایک گول دروازہ لگا ہوا تھا بالکل اسی طرح جیسے سب میرین میں داخلے کا دروازہ ہوتا ہے۔ اس نے باہر گئے ہوئے لیور کو دبایا اور دروازے کو کسی ڈھکن کی مانند کھول لیا۔ دونوں لڑکیاں اب بھی اس کے ساتھ تھیں۔

فلنٹ وارلو پہلے اندر داخل ہوا اس کے بعد زیما اور بعد میں وہ دونوں لڑکیاں انہی کی وجہ سے مجھے اس ماحول سے پوری طرح واقفیت حاصل ہو رہی تھی۔ یہ ایک عجیب سی جگہ تھی۔ یہاں مدھم مدھم سی روشنی پھیلی ہوئی تھی اور اس روشنی میں منظر کچھ عجیب سا نظر آ رہا تھا۔ جگہ کافی وسیع تھی اور وہاں کئی تابوت ترتیب کے ساتھ رکھے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ ان تابوتوں میں انسانی جسم نظر آ رہے تھے لیکن تابوت شیشے کے تھے اور اندر برف کی سلیں صاف نظر آ رہی تھیں۔ وہ لوگ جو ان تابوتوں میں لیٹے ہوئے تھے ان سلوں کے اندر دبے ہوئے تھے۔

فلنٹ وارلو نے ہنس کر کہا۔ ”تمہیں یقیناً یہاں سخت سردی لگ رہی ہوگی۔ یہ جگہ ہے ہی سرد مگر کوئی بات نہیں انسان کے اندر تھوڑی سی قوت برداشت ہونی ہی چاہیے ان تابوتوں میں لیٹے ہوئے جسموں کو دیکھو۔ یہ میرے وہ دشمن ہیں۔ جو دنیا کے ذہین ترین دماغ سمجھے جاتے تھے۔ یہ دنیا کے بڑے بڑے ممالک کے وہ سیکرٹ ایجنٹ ہیں جنہوں نے یہاں تک رسائی حاصل کر لی۔ میں نے تمہارے بارے میں بھی یہی فیصلہ کیا

ہے کہ تمہیں بھی یہاں محفوظ کر لیا جائے۔ یہ میرا شوق ہے اور میں اس پر عمل ضرور کروں گا۔“

زیما کا چہرہ اب بھی سپاٹ تھا۔ فلنٹ وارلو نے مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھا اور پھر اپنے لباس سے ایک پستول نمائشے نکال لی اور اس کا رخ زیما کے چہرے کی جانب کر دیا۔

”ہاں تم اس بارے میں اور کوئی سوال کرنا چاہتی ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ موت سے پہلے تمہارے دل میں کوئی تشنگی باقی نہ رہ جائے۔“

زیما نے کوئی جواب نہیں دیا اور اچانک ہی وارلو نے چوڑے دہانے والے پستول کا ٹرائیگر دبا دیا۔ ایک غبار سا نکلا اور زیما کے چہرے سے ٹکرایا اس کے چہرے پر اب تبدیلی رونما نہیں ہوئی تھی وہ ساکت نگاہوں سے فلنٹ کو دیکھ رہی تھی، لیکن وہ رفتہ رفتہ آگے پیچھے جھولنے لگی اور اس کو دونوں سیاہ فام لڑکیوں نے سنبھال لیا وہ مسکرا رہی تھی۔

لڑکیوں نے بڑے اطمینان سے زیما کو تابوت میں لٹا دیا اور میں تابوت میں دوڑنے والے اس سفید دھوئیں کو دیکھنے لگا جو کسی بھی شے کو فریز کرنے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ تابوت کی چلی سطح سے برف کی تہہ ابھرنا شروع ہو گئی، پھر جب اس تابوت میں اوپر تک برف جم گئی تو فلنٹ وارلو نے لڑکیوں کو واپسی کا اشارہ کیا اور اس کے بعد وہ باہر نکل آئے۔

لیکن یہاں تھوڑی سی الجھن پیدا ہو گئی تھی چونکہ وہ مائیکرو ایلمینٹ ایک ہی تھا جس کے ذریعے میں اب تک جائزہ لے رہا تھا۔ دوسرے مائیکرو ایلمینٹ کو اس جگہ تک پہنچانا جہاں فلنٹ وارلو موجود تھا ایک الگ عمل تھا اور اس کے لیے مجھے تھوڑا سا انتظام کرنا تھا۔ بہر حال جو ہونا تھا وہ تو ہو گیا۔ میں مائیکرو پلیٹ کے ذریعے اس برفانی کمرے کو بہ آسانی دیکھ سکتا تھا جس میں ایک ہستی کو زندہ درگور کر دیا گیا تھا۔ آخر زیما کون تھی؟ اس کا تعلق کہاں سے تھا؟ کم بخت فلنٹ وارلو نے خود بھی اس سے یہ معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اصل میں وہ بہت زیادہ خود اعتماد تھا اور اپنے سامنے کسی کی کوئی حیثیت نہیں سمجھتا تھا۔ زیما کے ساتھ ہونے والے سلوک نے مجھے مضحک کر دیا تھا۔ وقتی طور پر فلنٹ سے رابطہ بھی ٹوٹ چکا تھا اور اب میں تھوڑا سا آرام بھی کرنا چاہتا تھا۔ شاید تمہکن

محسوس ہو رہی تھی اور بھوک بھی لگنے لگی تھی۔ یہ شعبہ غیر موثر رہا تھا اور اس کے لیے سب کچھ مجھ پہ چھوڑ دیا گیا تھا حالانکہ اس پر بھی خصوصی توجہ ہونی چاہیے تھی، لیکن انسان پر اتنا اعتماد تو کیا ہی جاتا ہے۔ کونین میکویا نے یہ بات نہیں سوچی ہوگی کہ مجھے خوراک کے حصول میں کتنی دقت پیش آسکتی ہے۔ بہت دیر تک میں کچھ سوچتا رہا اور اس کے بعد آنکھیں بند کر لیں۔

بھوک اور پیاس نے طبیعت پر نقابست پیدا کر دی تھی اور پھر ایک ہی جگہ بیٹھے بیٹھے بدن بھی اکڑ گیا تھا۔ چنانچہ فوری طور پر ہر قسم کا خطرہ مول لے کر اب مجھے اپنی خوراک کے لیے بندوبست کرنا چاہیے۔ میں اس بارے میں غور کرنے لگا اور پھر یہی ذہن میں آیا کہ رات کے مزید کچھ گہرا ہونے کا انتظار کیا جائے جب اچھی خاصی رات ہوگئی تو میں نے پوری طرح مستعد ہو کر اپنی جگہ چھوڑ دی اور کپھریل کی چھت پر بلی کی طرح آگے بڑھنے لگا تاکہ آواز بھی نہ ہو اور کپھریل میرے وزن سے ٹوٹ بھی نہ جائے چپنی تک پہنچنے میں مجھے کوئی خاص دقت پیش نہیں آئی۔

چپنی نے مجھے نیچے پنچا دیا بڑا سا کمرہ تھا۔ دروازے کی جانب بڑھا اور دروازہ کھول کر باہر نکل آیا اس وقت میرے دل میں صرف کھانے ہی کی آرزو تھی، چنانچہ میں دبے قدموں کچن کی جانب چل پڑا اور یہ دیکھ کر میری بانچھیں خوشی سے کھل گئیں کہ وہ ایک کچن تھا وہاں چھوٹے سائز کا فریج بھی موجود تھا۔ اسٹیکرو دیو ادون بھی لگا ہوا تھا اور بہت سے پیکٹ چنے ہوئے نظر آرہے تھے جن میں ڈبل روٹیوں کے علاوہ بسکٹوں کے ڈبے بھی تھے فریج کے اندر بھنا ہوا گوشت ایک پیکٹ میں رکھا ہوا تھا۔ جب شکم سیر ہو کر کچن سے باہر نکلا تو کچن کے دروازے کے برابر رکھے ہوئے اسٹول پر کسی کو بیٹھے ہوئے پایا ایک لمحے کے لیے پورا بدن جھنجھکا کے رہ گیا میں فوری پوزیشن میں آگیا لیکن اسٹول پر جو بیٹھا ہوا تھا اس نے اپنی پوزیشن نہ بدلی۔

”میں تقریباً بیچیس منٹ سے یہاں ہوں تمہیں کچن میں کھانا کھاتے ہوئے دیکھا ہے اور میں نے تمہارے معمولات میں کوئی مداخلت نہیں کی۔“

میں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھا ایک بھرے بھرے بدن والی عورت تھی، زبان انگریزی اور لہجے سے غیر ملکی ہی معلوم ہوتی تھی لیکن سیاہ فام نہیں تھی۔ میں اسے

دیکھتا رہا۔

”میں جانتی ہوں کہ تم یہاں کے لوگوں میں سے نہیں ہو اور باہر سے آنے والا صرف وہی ہو سکتا ہے جو اس لڑکی کا ساتھی ہو۔ تم یقیناً اسی لڑکی کے ساتھی ہو۔ کیا تمہارے بارے میں میرا اندازہ غلط ہے؟“ میں خاموشی سے اس کی صورت دیکھتا رہا چند لمحات انتظار کرنے کے بعد اس نے کہا۔ ”آگے بڑھو اور میری تلاشی لے لو۔ میں تمہاری دشمن نہیں ہوں تم یہاں اس گھر میں بالکل محفوظ ہو۔ میرے خیال میں یہاں تمہارے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے خصوصاً اس لیے کہ اب وہ کسی اور کی یہاں موجودگی کی توقع نہیں رکھتے اور اس لڑکی کو گرفتار کرنے کے بعد انہوں نے یہی سمجھ لیا ہے کہ بات ختم ہوگئی تمہاری شکل و صورت دیکھنے کے بعد یہ اندازہ مجھے بہ خوبی ہو گیا ہے کہ تم اسی کے ساتھی ہو۔“ وہ کہے جا رہی تھی اور میں خاموشی سے اس کی صورت دیکھ رہا تھا۔

”تم کون ہو؟“ میں نے اس سے پوچھا۔

”تم میرے ساتھ کمرے میں چلو میرا کمرہ بالکل محفوظ ہے اور یہاں کی کوئی گفتگو باہر نہیں سنی جاسکتی میں تنہا اس گھر میں رہتی ہوں کبھی کبھی رات کو میری ڈیوٹی لگ جاتی ہے لیکن آج نہیں ہے، پھر میں بتاؤں گی کہ میں کون ہوں مگر یہ بتاؤ پیٹ بھر گیا تمہارا یا کچھ اور تیار کروں تمہارے لیے۔“

”نہیں شکریہ۔ ابھی تک جو گفتگو تم نے مجھ سے کی ہے میں نہیں جانتا کہ اس میں سچائی ہے یا جھوٹ لیکن بہر حال میں تم پر اعتماد کیے بغیر بھی نہیں رہ سکتا۔“

”اٹھ بیان رکھو تمہیں اپنے پر شرمندگی نہیں ہوگی۔“

میں اس کے ساتھ اس کمرے میں داخل ہو گیا جو اس عمارت کا دوسرا کمرہ تھا اور بیڈ روم معلوم ہوتا تھا عورت نے یہاں داخل ہونے کے بعد روشنی جلائی اور مجھے بغور دیکھا پھر اشارہ کرتے ہوئے بولی۔

”بیٹھ جاؤ۔“

”شکریہ۔“

”کیا تمہیں اپنی ساتھی لڑکی کے بارے میں علم ہے۔“

”کیا؟“

”یہ دکھ بھری خبر اگر تمہارے علم میں نہیں ہے تو میری زبانی سن لو وہ اب اس دنیا میں نہیں ہے۔“

”میں جانتا ہوں۔“

”گڈ۔ اس کا مقصد ہے کہ تم باخبر آدمی ہو۔“ پھر میں نے اس سے ایک سوال کیا۔
”کیا نام ہے تمہارا؟“

”سامیا۔ میں ایک یورپی ملک سے تعلق رکھتی ہوں۔“

”اور اس کی کلاس فیلو تھی اور اس کا مذاق اڑایا کرتی تھیں۔“ میں نے دو انکشافات کیے اور سامیا کا چہرہ شدت حیرت سے سرخ ہو گیا وہ متعجب نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی اور پھر اس کی آنکھوں میں تحسین کے جذبات ابھر آئے چند لمحات خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔

”جو شخص اس قدر معلومات حاصل کرنے کے بعد یہاں تک پہنچا ہے وہ لازمی طور پر کوئی معمولی انسان نہیں ہو سکتا مجھے مسرت ہوئی ہے لیکن اب بھی میری مجبوریاں یہ معلوم کرنے میں حائل ہیں کہ تم خود کون ہو۔ خیر میں اس کا جواب نہیں چاہتی کیا اس کا اعتراف بھی نہیں کرو گے کہ تم اس لڑکی کے ساتھی ہی ہو۔“ میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”یونہی سمجھ لو۔ سامیا میں تم سے چند سوالات کرنا چاہتا ہوں حالانکہ مجھے اس کا حق حاصل نہیں ہے لیکن تم نے جس طرح کا سلوک میرے ساتھ کیا ہے اس کے تحت میں یہ سوال کرنے میں اپنے آپ کو حق بجانب سمجھتا ہوں۔“

”ضرور کرو تم نہیں سمجھتے ہیں زندگی سے عاجز ایک عورت ہوں اگر تم نے یہ کہا ہے کہ میں اس کی کلاس فیلو تھی اور اس کا مذاق اڑایا کرتی تھی تو اس سے زیادہ معلومات بھی تمہیں حاصل ہوگی۔ تم یہ بھی جانتے ہو گے کہ اب وہ مجھ سے ان تمام باتوں کا انتقام لے رہا ہے۔“

”ہاں اس نے نہ صرف تمہیں بلکہ بہت سی سفید نام عورتوں کو اپنے نسلی تعصب کی بناء پر یہاں قید کر رکھا ہے۔“

”ہاں اور ان کے ساتھ وہ سلوک کرتا ہے کہ انسانیت کانپ اٹھے۔“

”مجھے تمہارے دکھ کا احساس ہے۔“ میں نے کہا۔

”مجھے تم یہ بتاؤ کہ میں تمہارے لیے کیا کر سکتی ہوں؟ کچھ معلومات تمہیں درکار ہوں تو وہ میں تمہیں فراہم کر سکتی ہوں۔ اگر مناسب ہو تو مجھ پر اعتبار کر لو۔“ میں خاموشی سے کچھ سوچتا رہا پھر میں نے کہا۔

”یہ جگہ میرے چھپنے کے لیے بالکل مناسب نہیں ہوگی۔“

”نہیں، یہاں تمہاری زندگی کو کوئی بھی خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔“

”کیا یہاں کوئی ایسی جگہ ہے؟“

”ممکن نہیں ہے یا کم از کم میرے ذہن میں کوئی ایسی جگہ نہیں ہے۔“

”ہوں تو پھر تم میری اور کیا مدد کر سکتی ہو؟“

”فی الحال یہاں آکر اپنی خوراک اس کچن سے حاصل کر لیا کرو اور اگر کسی شے کی ضرورت ہو تو یہاں کسی بھی جگہ لکھ کر رکھ دینا۔“ اس کا لہجہ کسی شک و شبہ سے پاک تھا۔

سامیا پر اعتبار کیا جاسکتا تھا بہر حال میں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور کہا۔

”ٹھیک ہے میڈم سامیا آپ کے اس تعاون کا شکریہ میں اپنے چھپنے کے لیے کوئی مناسب جگہ تلاش کر لوں گا۔ کیا اس دروازے سے میرا باہر جانا ممکن ہے؟“ سامیا چند لمحات سوچتی رہی پھر اس نے کہا۔

”ہاں مگر میں تمہارے لیے بس دعائیں ہی کر سکتی ہوں۔“ اس نے مایوس سے لہجے میں کہا اور میں وہاں سے باہر نکل کر اپنے ٹھکانے پر آ گیا۔

مجھے اب پہلے مرحلے کے طور پر یہاں اس فریزنگ پلانٹ کی تصاویر بنانی تھیں۔ اس کے ساتھ ہی اس ریکارڈ روم کی تلاش بھی تھی جہاں اس پلانٹ سے متعلق تمام کاغذات وغیرہ موجود تھے۔ میں نے مائیکرو پلیٹ کی ڈائریکشن بدلنا شروع کر دی اور اس کے بعد میرے جاسوس پرندے اطراف میں گردش کرنے لگے۔ میں پوری طرح ان کے عمل سے واقفیت حاصل کر رہا تھا۔ عمارت کے اندرونی حصوں کی تصاویر مجھے موصول ہونے لگیں اور میں نے ان کا تجزیہ شروع کر دیا۔ کئی ایسی جگہیں علم میں آئیں جہاں بہت سے افراد کاموں میں مصروف تھے۔ تھوڑے بہت جیسے تو میں پہلے بھی دیکھ چکا تھا اب

اس وقت چونکہ خصوصی طور پر اس پر اسرار قلعے کی تصاویر حاصل کرنے کی کارروائی میں مصروف تھا اس لیے میری توجہ زیادہ ہو گئی اور میں بڑی ذہانت کے ساتھ اپنا کام سرانجام دینے لگا اسی کوشش میں مجھے فلنٹ وارلو نظر آیا جو اپنی عظیم الشان خواب گاہ میں تھا اور خواب گاہ میں جو مناظر مجھے نظر آئے وہ سامیا کے بتائے مناظر سے مختلف نہیں تھے۔ فلنٹ وارلو کی شخصیت کا میں نے بہت سرسری جائزہ لیا تھا لیکن اس وقت اس کی عیاش طبع فطرت کا صحیح معنوں میں تجزیہ ہوا تھا جو مناظر میری نگاہوں کے سامنے آئے وہ دلچسپی سے دیکھے جانے کے نہیں تھے۔ ان میں ایک کراہیت تھی۔ ایک ایسا عمل جس سے نفرت کا ایک شدید احساس دل میں ابھرتا تھا چنانچہ میں نے اس ماحول کو نظر انداز کر دیا اور اپنے مقصد کی چیزیں تلاش کرنے لگا اور پھر کافی دیر تک یہ کارروائی کرنے کے بعد میں نے دنیا کو منجمد کرنے کے اس عظیم اور خوفناک منصوبے کا مرکز تلاش کر لیا یہ مرکز بڑی محفوظ جگہ بنایا گیا تھا اسے تباہ کرنے کے لیے بڑی سخت محنت درکار تھی۔ میں نہیں سمجھتا تھا کہ کوئین میکودیا نے ان مشینوں کو تباہ کرنے کے لیے مجھے جو تباہ کن ہتھیار دیے تھے وہ ان کے سلسلے میں کہاں تک کارآمد ہو سکتے تھے۔ میں نے بہت اچھی طرح ان تمام راستوں کا جائزہ لیا یہاں بڑا محفوظ ماحول قائم کیا گیا تھا لیکن شاید اس نظریے کے تحت نہیں کہ اس ماحول کو تباہ کرنے کی کوشش کی جائے گی یہ صرف ان کی اپنی کاوشیں تھیں۔ میں بڑی باریک بینی سے ان جگہوں کا جائزہ لیتا رہا اور آدھی رات تک مصروف رہنے کے بعد میں نے یہ نقشہ اپنے ذہن میں ترتیب دے لیا کہ کس طرح وہ فلائنگ بم ان جگہوں پر پہنچائے جاسکتے ہیں جو فضا میں موجود تھے اور جنہیں میں ریموٹ سے کنٹرول کر سکتا تھا۔ اب یہ احساس ہو رہا تھا کہ اگر ان جگہوں میں داخل ہو کر مجھے تمام کارروائی کرنی پڑتی تو اس کی نوعیت کیا ہوتی۔ میں نے اپنے دل ہی دل میں اس بات کا اعتراف کر لیا تھا کہ شاید ایسے انوکھے ہتھیاروں کے بغیر جو کوئین میکودیا نے مجھے فراہم کر دیے تھے میں اس جگہ کی تباہی میں کامیاب نہیں ہو سکتا تھا لیکن ریموٹ کنٹرول کے ذریعے یہ فلائنگ بم کنٹرول کر کے میں ان مشینوں میں ابتری تو بے شک پھیلا سکتا تھا لیکن وہ منصوبے مجھ تک نہیں پہنچ سکتے تھے جو اس ساری کارروائی کا اہم حصہ تھے یعنی ریکارڈ روم سے فارمولوں کی نقول اس کے بعد میں نے صرف ریکارڈ روم کی تلاش کا سلسلہ جاری رکھا تھا اور ایک

گھنٹے کی مسلسل محنت کے بعد مجھ اس جگہ کا اندازہ ہو گیا تھا جہاں بڑے بڑے کینسٹ رکھے ہوئے تھے اور انہیں کھولنے کے لیے یقینی طور پر بڑی محنت درکار تھی۔ پھر سب سے اہم مسئلہ یہاں تک پہنچنے کا تھا۔ غرضیکہ یہ تقریباً پوری رات میں نے ان کاموں میں صرف کر دی تھی اور اس کے بعد جب صبح کی ٹھنڈی ہوائیں درختوں سے چھن چھن کر مجھ تک پہنچنے لگیں تو میری آنکھیں خود بخود بند ہو گئیں اور میں اپنے اس گھونسلے میں گہری نیند سو گیا۔ آنکھ بھی بڑے مناسب وقت پر کھلی تھی۔ غالباً دوپہر ہو چکی تھی۔ کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں ایک بج کر بیس منٹ ہوئے تھے۔ سامیا کی پیش کش یاد آگئی اور میں خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔ میں درخت کی شاخوں پر سے ہوتا ہوا اس جگہ پہنچ گیا پھر بڑی امیدوں کے ساتھ میں کچن میں داخل ہوا تھا اور یہ دیکھ میری روح تک جھوم گئی تھی کہ عمدہ قسم کی کافی اور سبزیوں سے بنا ہوا کھانا میرے لیے وہاں موجود تھا بہر حال سامیا کا دلی شکریہ ادا کر کے بڑے اطمینان سے کھانا کھایا۔ تقریباً ساڑھے آٹھ یا نو بجے کے قریب میں نے اپنے اس منصوبے کو عملی شکل دینے کا فیصلہ کر لیا۔

ویسے بھی یہاں بیرونی حصے میں سناٹا چھایا رہتا تھا۔ صرف اس قلعہ نما جگہ کی فصیلوں پر بیرونی ذرائع کے سلسلے میں نگاہ رکھی جاتی تھی۔ پتا نہیں زیما پیروں کی آمد کے سلسلے میں ان لوگوں نے کیا تحقیقات کی تھیں۔ مجھے اس بارے میں پتا نہیں چل سکا تھا۔ لیکن میں نے مائیکرو پلیٹ پر اس پورے علاقے کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ میں بڑی مہارت سے اسے فضا میں اپنی مرضی کے مطابق بلند کر کے ہر جگہ کے معاملات سے آگاہی حاصل کر رہا تھا۔ فصیلوں پر پہرے دار ٹہل رہے تھے۔ مائیکرو پلیٹ ایک ایسی چیز تھی جس کا سایہ بھی کسی کو محسوس نہیں ہو سکتا تھا۔ مجھے اس بار سائنسی ہتھیاروں سے مسلح کر کے بھیجا گیا تھا اور میں نے یہ محسوس کیا تھا کہ اگر کوئین میکودیا آئندہ کی مہمات کے سلسلے میں مجھے ایسی ہی چیزوں سے مسلح کر دیا کرے تو میرا کام نہایت آسان ہو جائے اور درحقیقت میں ایک سائنسی انسان کی حیثیت سے یہ مہمات سرانجام دوں۔ کم از کم اس میں میرے لیے بڑی بچت ہو جاتی ہے باقی جہاں تک رہا معاملہ کوئین میکودیا کی کاوشوں کا تو وہ مجھے اس بات کا جواب دے چکی تھی اور یہ حقیقت بھی تھی کہ ان سائنسی ذرائع کو کنٹرول کر کے دماغ سے فیصلہ کرنے کے لیے کسی انسان کی ہی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ یا پھر بلیک

تھی۔ میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس منظر کو دیکھنے لگا۔ تب میں نے زیما پیروں کو دیکھا جو اٹھ کر تابوت میں بیٹھ گئی تھی پھر اس نے ہاتھوں کی جنبش سے برف کے بقیہ ٹکڑے بھی منتشر کر دیے اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

میرے لیے یہ منظر اتنا ناقابل یقین تھا کہ میں نے بار بار آنکھیں مل کر اسے دیکھا لیکن جو حقیقت تھی۔ اس سے کیسے منحرف ہوا جاسکتا ہے۔ یہ ایک ایسا عمل تھا جس نے مجھے چند لمحات کے لیے ششدر کر دیا تھا۔ زیما پیروں اپنے جسم سے وہ ذرات جھاڑنے لگی جو تابوت کے ٹوٹنے سے اس کے جسم پر پڑ گئے تھے اور پھر بالکل بہتر حالت میں آنے کے بعد اس نے ادھر ادھر لگا ہوں دوڑائیں اس وقت وہ مجھے ایک غیر انسانی چیز لگ رہی تھی۔ اس کے چہرے کے تاثرات کا بھی کوئی صحیح طور اندازہ نہیں ہو پا رہا تھا۔ پھر اس نے دروازے کی جانب دیکھا جہاں سے اسے اندر داخل کیا گیا تھا اور اس کے بعد وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگی میرے لیے اس سے زیادہ ناقابل یقین منظر اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔ مجھے یہ سب کچھ ایک خواب سا محسوس ہو رہا تھا اور میرے اعضا ساکت ہو گئے تھے۔

زیما پیروں اس گول ڈھکن پر طاقت صرف کرنے لگی اور وہ اتنا کمزور بھی نہیں تھا کہ اس طرح زیما پیروں کے ہاتھوں میں آجاتا اس وقت میری کیفیت سب سے زیادہ خراب ہو رہی تھی۔ میں کچھ سوچنے سمجھنے سے قاصر ہو گیا تھا۔ کیا یہ کوئی روحانی کرشمہ ہے۔ کیا زیما پیروں کے مردہ جسم نے کوئی اور قوت حاصل کر لی ہے اگر نہیں تو یہ سب کچھ کیا ہے اوہ۔ میرے خدا کیا ہے یہ سب کچھ۔ اس نے وہ ڈھکن اکھاڑ کر پھینک دیا تھا جس کے ذریعے اسے اندر لے جایا گیا تھا اور یہ جگہ ایئر پروف کر دی گئی تھی پھر وہ اس کھلے ڈھکن سے باہر نکل آئی اور میں ایک دم چونک پڑا۔ یہ ایک نئی صورت حال پیدا ہو گئی تھی اور اس کے نتائج نہ جانے میرے راستے میں کس شکل میں مزاحم ہوتے۔ جاسوس پرندہ اپنی جگہ سے ہٹ کر میرے کنٹرول سسٹم کے تحت زیما پیروں کو فوکس کیے ہوئے آگے بڑھنے لگا۔

زیما پیروں وہاں سے باہر نکل آئی اور اب اس کے قدم باہر جانے والے راستے کی جانب اٹھ رہے تھے۔ میں احتمالاً انداز میں منہ کھولے اسے دیکھ رہا تھا۔ زیما کے قرب و جوار میں کوئی موجود نہیں تھا۔ وہ اس کمرے سے بھی باہر نکل آئی اور اسی وقت میرے ذہن میں ایک خیال آیا جس طرح وہ لوگ میری آمد سے مضطرب ہو گئے تھے اور اس

آرمی کے وہ افراد جو بذات خود اس قدر صلاحیتوں کے مالک نہیں ہوتے کہ خود بروقت اور مناسب فیصلے کر سکیں چنانچہ انہیں یہ اہم ذمہ داریاں نہیں سونپی جاسکتیں اور پھر میرا جا بھی کیا رہا تھا۔ میں بڑی خوشی اسلوبی سے اپنی زندگی کا یہ مشن سرانجام دے رہا تھا جو میری فطرت کے عین مطابق تھا اور اب مجھ یہ سب کچھ کر کے ایک دلی طمانیت کا احساس رہتا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ میں ماضی کو تقریباً "بھول ہی گیا تھا اور پھر ایسے ماضی کو یاد کرنے سے فائدہ بھی کیا جس میں دکھ اور حسرتوں کے سوا کچھ نہ ہو۔ انسان کی خواہشات تو موت کے آخری لمحے تک پوری نہیں ہوتیں میری اگر کچھ خواہشیں تشنہ رہ گئی تھیں تو یہ کون سی نئی بات تھی۔ محبت کا ایک جذبہ میرے سینے میں پنہاں تھا اور سچی بات یہ ہے کہ حاصل کر لینے میں وہ لذت نہیں جو دھیمی دھیمی آنچ سے پکھلنے میں ہے اگر اس سلسلے میں رخسار کا نظریہ کچھ مختلف ہو جائے تو میں نہیں کہہ سکتا لیکن میں اپنے طور بالکل مطمئن تھا۔ میں نے وہ تمام جاسوس پرندے اکٹھا کرنے کی کوشش کی اور اس کے بعد اپنے اس قدم کو آگے بڑھانے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ میں اپنے مخصوص ریموٹ پر ان پرندوں کو اکٹھا کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ میں اپنی اس کوشش میں کافی حد تک کامیاب ہو گیا لیکن فلائنگ بی رہ گئی تھی جو مجھ تک نہیں پہنچی اور مجھے ایک لمحے میں اندازہ ہو گیا کہ اس کا نمبر سات ہے۔ یعنی وہ جاسوس پرندہ جو میں نے اس فریزنگ روم میں پہنچا دیا تھا جس میں بے چاری زیما پیروں کو فریز کر دیا گیا تھا چنانچہ میں نے فوراً "وہ ٹین دبا دیا جاسوس پرندے نے تصاویر بھیجنا شروع کر دیں۔ میرے سامنے وہ خوفناک جگہ روشن ہو گئی جہاں تابوتوں میں جمی برف کی سلوں میں انسانوں کو جمادیا گیا تھا۔

یہ ایک ظالمانہ عمل تھا لیکن بہر طور کیا گیا تھا کوئی اس بارے میں کیا کہہ سکتا ہے میں نے اس مائیکرو اسلمنٹ کو وہاں سے نکالنے کے لیے مختلف جگہیں تلاش کیں لیکن ایسا کوئی راستہ نہیں تھا جہاں سے اسے نکال کر باہر لایا جاسکے۔ ہاں میں اسے اس کی جگہ متحرک کر سکتا تھا اور اس تحریک نے مجھے ایک بار پھر زیما پیروں کی شکل دکھادی جو برف کے تابوت میں دفن تھی۔ میں عجیب سی نگاہوں سے اس کا جائزہ لیتے لگا لیکن اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ میری توقع سے بالکل مختلف تھا۔ اچانک ہی میں نے برف کے اس تابوت کو ٹکڑے ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھا۔ تابوت پھٹ گیا تھا اور برف اس سے باہر نکل پڑی

وقت تک سکون سے نہ بیٹھے جب تک زیما میری جگہ گرفتار نہ ہوگئی اسی طرح اس وقت بھی زیما ان کے لیے ہيجان بن جائے گی اور وہ اس کے چکر میں مارے مارے پھریں گے۔ ہو سکتا ہے زیما انہیں کچھ وقت تک الجھانے میں کامیاب ہو جائے اگر ان لمحات میں وہ سب سے اہم کام کرلوں یعنی ریکارڈ روم سے اس سلسلے میں جو کارروائی مجھے کرنی ہے میرے خیال میں اس سے بہتر وقت اور کوئی نہیں ہوگا ویسے بھی میں اپنی تمام کارروائیاں کرچکا تھا اور میں نے نقشے بھی ترتیب دے دیے تھے جن سے میں ریکارڈ روم تک پہنچنے میں کامیاب ہو سکتا تھا۔ اس موقع سے کیوں نہ فائدہ اٹھایا جائے ان کی تمام تر توجہ ایک عورت کی جانب ہوگی جو ان کے آئس کیبن سے فرار ہوگئی ہے۔ یقیناً اس کے فرار کا علم انہیں بہت جلد ہو جائے گا حالانکہ اس وقت فلنٹس وار لو اپنی عیش گاہ میں ہے اور اس کے لیے اس سلسلے میں تحقیق کرنا ایک مشکل کام ہوگا لیکن مجھے اس سے کوئی غرض نہیں تھی باقی لوگ تو مصروف ہوں گے یقیناً ان لمحات سے فائدہ اٹھانا چاہیے اور میں نے اپنے آپ کو فوراً مستعد کر لیا۔ بس میں ان لمحات کا منتظر تھا جب بھاگ دوڑ شروع ہو جائے اور میں اس سلسلے میں اپنی کارروائیاں مکمل کرنے لگا۔

میں نے اپنے وہ تمام سائنسی ہتھیار جمع کیے جن سے مجھے فائدہ حاصل ہو سکتا تھا۔ میں نے ایک مائیکرو اسلیمنٹ کو ان راستوں پر متعین کر لیا جہاں سے گزر کر مجھے اپنی منزل تک پہنچنا تھا۔ اس وقت ایک شدید ہيجان میرے دل و دماغ میں برپا تھا۔ زیما کو کچھ وقت کے لیے نظر انداز کرنا پڑا، کیونکہ اس سے اہم کام میں نے اپنے لیے منتخب کر لیا، پھر وہی ہوا جس کی امید تھی۔

اچانک ہی شور شرابہ شروع ہو گیا۔ میں اپنی جگہ سے زمین پر آگیا اور اس کے بعد بھاگ دوڑ کرنے والوں کی بھیڑ میں شامل ہو گیا۔

”ہاں اس طرف دیکھا گیا ہے اسے وہ نہ جانے کیا بلا ہے؟ دیکھو دیکھو وہ۔ وہ ایک سایہ جو ایک دیوار پر چڑھ رہا ہے۔“ وہ اس جانب دوڑ گئے اور میں نے فوراً ہی رخ بدل لیا۔ میرے جاسوس پرندے میری رہنمائی کر رہے تھے اور میں اس وقت ایک انتہائی اہم کام سرانجام دینے کے لیے جا رہا تھا۔ مختلف راستوں سے گزر کر آخر کار میں اس عمارت میں داخل ہو گیا جہاں مجھے اپنی منزل تلاش کرنی تھی تین در تین راستے پہاڑی غاروں کی

گزر گاہ بہت سے بھاگتے دوڑتے افراد یہ سب میرے راستے میں مزاحم ہو رہے تھے لیکن میرے اوپر اس وقت ایک دھن سوار تھی۔ میری چھٹی حس مجھے میری منزل کی جانب لے جا رہی تھی۔ یہاں تک کہ میں اس کمرے میں پہنچ گیا جہاں سے گھراؤوں میں جانے والے راستے تھے۔ میں نے ان سیڑھیوں کو دیکھا جو پتھروں سے ہی تراشی گئی تھیں اور ان کے بعد وہاں سے مجھے نیچے جانے میں کوئی خاص وقت پیش نہیں آئی۔ کیونکہ رات کے ان لمحات میں بہت سے کام رکے ہوئے تھے اور پھر باہر کی بھاگ دوڑ نے مزید آسانی پیدا کر دی تھی یہاں تک کہ جس جگہ میں موجود تھا وہاں لگے ہوئے لاؤڈ اسپیکروں سے متازن کی آواز کا مقصد یہ تھا کہ اس وقت تمام کام روک دیے جائیں اور لوگ باہر نکل کر لوگوں کی مدد کریں جو کسی خاص کام میں مصروف ہیں۔ میں نے چند لوگوں کو نیچے سے دوڑ کر آتے ہوئے دیکھا جو باہر کی جانب جا رہے تھے چنانچہ ان کے ساتھ ساتھ مجھے واپس کے لیے سیڑھیاں عبور کرنا پڑیں لیکن اس طرح کہ جب وہ تمام لوگ سیڑھیاں عبور کر کے اوپر پہنچ گیا تو میں آخری سیڑھی پر موجود تھا اور وہیں رک گیا تھا پھر جب میں نے ان لوگوں کو بھاگتے ہوئے دیکھا اور وہ نگاہوں سے دور ہو گئے تو میں واپس سیڑھیاں طے کرنے لگا۔ ہو سکتا ہے کوئی اور اندر باقی رہ گیا ہو۔ اگر ایسی کوئی بات ہے تو اس کے لیے میرے ذہن میں ترکیب موجود تھی میں اس سے یہی کہوں گا کہ جلدی باہر چلو کوئی اہم واقعہ رونما ہو گیا ہے لیکن شکر تھا کہ ایسی کوئی شخصیت میری نگاہوں کے سامنے نہیں آئی۔ لوگ وہاں اپنے کاموں کے لیے مستعد رہا کرتے تھے اور پھر بہت کم افراد تھے جو اس وقت پروجیکٹس پر کام کر رہے تھے۔

میری پہلی منزل وہی ہال تھا جسے میں ایک بار دیکھ چکا تھا اور جہاں میں نے سب سے زیادہ عظیم الشان مشینیں نصب دیکھی تھیں۔ یہاں رک کر میں نے صورت حال کا جائزہ لیا۔ دوسرے مرحلے کے لیے بھی تو مجھے کم از کم ایک لائحہ عمل تیار کرنا تھا۔ چنانچہ اس ہال میں رک کر میں نے یہ جائزہ لیا کہ اس پروجیکٹ کو تباہ کرنے کے لیے کون سے ایسے راستے ہیں جہاں سے میں اپنے پرواز کرنے والے بم اندر داخل کر سکتا ہوں اور مجھے اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نظر نہیں آیا کہ یہی ایک راستہ سب سے مناسب ہے یا پھر اس غار کی چھت میں نکلے ہوئے وہ بڑے بڑے پائپ جن کے بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا

تھا کہ وہ اوپر سے کھلے ہوئے ہوں گے یا انہیں اوپر سے کور کر دیا گیا ہو گا۔

یہاں سے آگے بڑھا اور پھر تقریباً "تیس منٹ تک میں باہر ہونے والے ہنگامے سے اپنے آپ کو بے پرواہ کر کے اپنی کاوشوں میں مصروف رہا۔ یہاں تک کہ میری پہنچ اس ریکارڈ روم تک ہو گئی جہاں مجھے سب سے اہم کارنامہ سرانجام دینا تھا۔ دل یہ چاہ رہا تھا کہ وہ دروازے بند کر دوں جہاں سے میں داخل ہوا ہوں تاکہ کوئی میرے کام میں مزاحم نہ ہو سکے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اپنے کام کی تکمیل کرنے کے بعد مجھے خود بھی زندہ واپسی نصیب ہو یا نہ ہو، لیکن یہ نصیبوں کی بات ہے جس کے بارے میں پہلے سے کوئی اندازہ قائم کر لینا حماقت کے سوا اور کچھ نہیں۔

ریکارڈ روم میں پہنچنے کے بعد اب سب سے بڑا مسئلہ ان عظیم الشان الماریوں کو کھولنے کا تھا جنہیں دیکھ کر ہی وحشت ہوتی تھی۔ بڑے بڑے کیبنٹ تھے اور ان کیبنٹوں میں نجانے کیا کیا سائنسی ریکارڈ موجود ہو گا۔ کونین میکوویا نے جو کیمرا مجھے فراہم کیا تھا وہ بھی بڑا عجیب و غریب کیمرا تھا اس میں مائیکرو فلمیں وغیرہ نہیں تیار ہوتی تھیں بلکہ اس میں ڈسکیں لگی ہوئی تھیں۔ پتلے اور باریک کاغذ جیسی ڈسکیں۔ جن پر دنیا بھر کی تفصیل درج کی جاسکتی تھی۔ یہ چھوٹا سا ننھا سا چٹا کیمرا میرے پاس محفوظ تھا اور میں اب اسے استعمال کرنے کے لیے پوری طرح تیار تھا، پھر میں نے ان کیبنٹوں کو کھولنے کی کارروائی کا آغاز کر دیا۔

آہنی چادروں کو اس آری کے ذریعے کاٹنے کا تجربہ ایک دلچسپ تجربہ تھا۔ ایسے مضبوط کیبنٹ تھے جنہیں شاید ویلڈنگ کر کے کاٹنے میں بھی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے، لیکن جو سائنسی اوزار مجھے فراہم کیے گئے تھے وہ اپنی مثال آپ تھے ننھی باریک آریاں جن کے ننھے ننھے دندانے نجانے کون سی دھات سے بنے ہوئے تھے۔ صابن کی طرح ان چادروں کو کاٹتی چلی گئیں۔ میں نے تالے والے حصے کاٹ دیے اور جب تالے کٹ گئے تو دروازے کھولنے میں بھلا کون سی مشکلات پیش آسکتی تھیں۔

ان میں فائلوں کے انبار جمع تھے اور ان فائلوں میں مجھے اپنے مطلب کی فائل تلاش کرنا تھی، چنانچہ میں مصروف ہو گیا اب میں دنیا کی ہر بات سے بے فکر ہو گیا تھا۔ کوئی آتا ہے تو آجائے جو بھی آئے گا اس سے نمٹنے کی کوشش کروں گا اور اگر اس سلسلے میں

زندگی بھی کام آگئی تو اس سے دریغ نہیں کروں گا۔

لیکن چونکہ باہر کا ہنگامہ شدید تھا۔ زیما پیروں نے میرا کام آسان ترین کر دیا تھا اس لیے وہاں کوئی دایں نہیں آیا اور فائلوں کے اس انبار میں مجھے وہ تین فائلیں دستیاب ہو گئیں۔ جن میں دنیا کو منجمد کرنے کے پلانٹ کا فارمولا تھا یہ فائلیں میں محفوظ کر کے نہیں لے جاسکتا تھا لیکن ان کے ایک فلیٹ ورق کی تصویر میں نے ان ڈسکوں پر منتقل کر لی جو میرے پاس کافی تعداد میں موجود تھیں اور جب ایک ڈسک پوری ہو جاتی تھی تو کیمرے میں سرخ روشنی اسپارک کرنے لگتی تھی اور مجھے وہ ڈسک نکال کر محفوظ کرنا پڑتی تھی۔ اس طرح میں نے چھ ڈسک تیار کیں اور یہ فائل ختم ہو گئیں۔ بس بھی میرا کام تھا ورنہ نہ جانے ان فائلوں میں کیا کیا کچھ موجود تھا۔

میں ان تمام مراحل سے گزرنے کے بعد واپس اپنی جگہ پہنچ گیا۔ جاسوس پرندہ بھاگتے دوڑتے مسلح محافظوں کو تو متعاس کر رہا تھا، لیکن جب وہ زیما پیروں کو تلاش نہیں کر پائے تھے تو جاسوس پرندہ بھلا اسے کیسے تلاش کر سکتا تھا۔ اس کے بعد میں نے اپنی توجہ فلیٹ دار لو کی جانب مبذول کی۔ اس کے ہاتھ میں ایک مائیکرو فون تھا اور وہ اپنے لوگوں سے مخاطب تھا۔

”اور اب میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ ہمارے پروجیکٹ میں کوئی انتہائی خوفناک سازش زیر عمل ہے، لیکن مجھے دکھ ہے کہ آپ لوگوں پر بھروسہ کر کے میں مطمئن ہو گیا تھا۔ وہ ایک لڑکی ہے لیکن میں یہ ماننے کے لیے تیار نہیں ہوں کہ وہ ایک لڑکی ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے یہاں پورا ایک گروہ سرگرم عمل ہو۔ میں کہتا ہوں آپ لوگ کیا کر رہے ہیں آخر۔ میں اب یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا ہوں کہ صرف ہم نسلوں کی بنیاد پر میں نے آپ لوگوں پر بھروسہ کر کے غلطی کی ہے۔ آپ لوگ قطعی اس قابل نہیں ہیں کہ ایک اتنے بڑے نظام کو سنبھال سکیں میں اب اس بات کے لیے مجبور ہو گیا ہوں کہ بے پرواہی برتنے والوں کو بدترین سزا سے دو چار کیا جائے۔ صبح سورج نکلنے سے پہلے مجھے اس قلعے میں ایک ایک شخص کی موجودگی کا پتا چلنا چاہیے اور اگر ایسا نہ ہو تو ذمے دار لوگوں کو موت کی سزا کے علاوہ اور کوئی سزا نہیں دوں گا میں۔“

اس کی یہ آواز نہ جانے کہاں کہاں سنی جا رہی تھی۔ شاید وہ عام لاؤڈ اسپیکر بند کر

دیے گئے تھے جن میں سے ایک اس درخت میں بھی کسی جگہ پہ نصب تھا اور میں اس پر سائرن وغیرہ کی آوازیں سنتا رہا تھا۔

پھر اچانک ہی میں نے زیما پیروں کو دیکھا جو ایک مشین کے عقب سے نمودار ہو رہی تھی اور میرا دل بری طرح اچھل پڑا۔ لڑکیوں نے غالباً اس کی آہٹ محسوس کر لی تھی۔ ان کے حلق سے دہشتناک آوازیں نکلیں اور فلنٹ وارلوا اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

زیما پیروں آخر کار فلنٹ وارلو تک پہنچ گئی تھی اور باہر اس کی تلاش کی جارہی تھی۔ باڈی گارڈز لڑکیاں ایک لمحے کے لیے تو خوفزدہ ہو گئیں لیکن پھر ان کے چروں پر خوفناک تاثرات نظر آنے لگے۔ انہوں نے اپنے لباس سے مڑے ہوئے خاص قسم کے خنجر نکال لیے اور زیما پیروں کو دیکھنے لگیں۔ فلنٹ وارلو اچھل کر پیچھے ہٹ گیا تھا۔ غالباً وہ بہت زیادہ پر جوش آدمی نہیں تھا اور لڑائی بھڑائی سے دور رہنے کا خواہش مند تھا۔ ویسے بھی آنزک ملٹن ہمیں اس کے بارے میں بتا چکا تھا کہ وہ بہترین سائنس دان ہے اور اس نے اپنی زندگی سائنسی امور میں صرف کی۔ یہ دونوں لڑکیاں اس وقت آتش فشاں بن گئی تھیں ان کے دلوں سے شاید زیما پیروں کا خوف بھی نکل گیا تھا۔ وہ اپنی جگہ اس طرح اچھل کود کرنے لگیں کہ میں حیران رہ گیا۔ وہ مجھے مشینی لڑکیاں معلوم ہوتی تھیں پھر وحشت ناک آوازوں کے ساتھ وہ زیما پیروں پر ٹوٹ پڑیں۔ زیما پیروں نے ایک جھکائی دی اور ان کے درمیان سے نکلی، لیکن فلنٹ وارلو کے قریب سے گزری تھی اور اس وقت فلنٹ وارلو مکاری کر گیا اس نے ایک پاؤں آگے کیا اور زیما پیروں نے اس کے پیروں میں الجھ کر کئی قلابازیاں کھائیں۔ اس دوران لڑکیاں اس کے قریب پہنچ گئی تھیں پھر ایک لڑکی نے بھرپور وار اس کے جسم کے ایک مخصوص حصے پر کیا۔ زیما پیروں نے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کی، لیکن دوسری لڑکی نے ایک کارآمد وار اس کے سینے پر کیا اور میں نے زیما پیروں کے سینے سے خون ابلتے ہوئے دیکھا وہ زمین پر گر گئی تھی۔ میرا دل دھک سے رہ گیا۔ اس کا مطلب ہے کہ زیما پیروں اپنا کارنامہ سرانجام دینے کے بعد آخر کار موت کو گلے لگانے میں کامیاب ہو گئی حالانکہ اس نے جو کچھ کیا تھا وہ بڑا حیرت ناک تھا اور وہ بات ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آئی تھی یعنی کہ برف کی سل سے اس طرح طاقت کے ساتھ نکل جانا کوئی آسان کام نہیں تھا اور وہ بھی اتنے طویل عرصے کے بعد میں

اس وقت جب میں اپنے طور پر اپنے مشن کی تکمیل کی تیاریاں کر رہا تھا اور زیما پیروں میرے ذہن میں مردہ ہو چکی تھی۔

فلنٹ وارلو کے حلق سے ایک حیرت بھری چیخ نکلی اس نے غالباً اپنی ساتھی لڑکی کو شاہاش دی تھی۔ مجھے ان دونوں خوفناک لڑکیوں کی اس کیفیت کا اندازہ نہیں تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ واقعی اس کی باڈی گارڈز بھی تھیں، سیکرٹری بھی تھیں اور بہترین لڑاکا تھیں جس طرح انہوں نے بھرپور وار زیما پیروں پر کیے تھے وہ ناقابل یقین کیفیت کے حامل تھے۔

ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر زیما پیروں کے بدن کو ٹھوکر لگائی اور وہ پھر قلابازیاں کھا گئی۔ میں زیما پیروں پر نگاہیں جمائے ہوئے تھا لیکن اچانک ہی میں نے اسے بالکل سیدھا کھڑے ہوتے ہوئے دیکھا اس کے سینے کا زخم اپنے طور پر ایک دم جڑتا سا چلا گیا تھا۔ مجھے پھر چکر آنے لگے۔ اپنی آنکھوں پر مجھے یقین نہیں آیا تھا۔ اس کے کھڑے ہوتے ہی ایک لڑکی نے اس کی گردن پر وار کیا اور ایک بار پھر یہ وار کارگر ہوا تھا۔ خون کی لکیر نمودار ہوئی، لیکن پھر اس طرح بند ہوتی چلی گئی۔ جیسے کوئی اندرونی شے اس پر اثر انداز ہو رہی ہو۔ زیما پیروں کا وہ زخم بھی ٹھیک ہو گیا اور میں نے ان دونوں سیاہ فام لڑکیوں کے چہرے پر حیرت کے نقوش دیکھے اب وہ ایک دوسرے کی صورت دیکھ رہی تھیں۔ غالباً یہ بات ان کی سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ ان کے لگائے ہوئے زخم بڑے کے جسموں کی مانند جڑتے کیوں چلے جا رہے ہیں۔

دوسری لڑکی نے ہمت کر کے ایک تیسرا وار کیا لیکن اس بار زیما پیروں نے اس کا خنجر والا ہاتھ پکڑ لیا تھا اور پھر اس نے اس کا ہاتھ موڑ کر اٹھا کر زمین پر دے مارا۔ اچانک ہی دوسری لڑکی چیخ مار کر باہر کی جانب بھاگی۔ وہ لڑکی جسے زمین پر دے مارا گیا تھا کسی ماہر جمناسٹر کی طرح اپنے دونوں پیروں کو زمین پر لگانے میں کامیاب ہو گئی تھی اور اس کے بعد اس نے لمبی چھلانگ لگائی۔

سیاہ فام ویسے بھی تو ہم پرست ہوتے ہیں۔ میں نے فلنٹ وارلو کو دیکھا جو ایک لمحے کے لیے حیران رہا تھا اور دوسرے لمحے وہ اس اندرونی دروازے کی جانب بھاگا تھا جس پر پردہ پڑا ہوا تھا جبکہ دونوں لڑکیاں بیرونی سمت بھاگی تھیں۔ چند لمحات کے بعد ہال

خالی ہو گیا۔ میں نے زیما پیروں کو دروازے کی جانب جاتے ہوئے دیکھا لیکن اس وقت یہ سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ وہاں پر جو مائیکرو اسلیمنٹ موجود ہے اسے میں فلنٹ وارلو کے تعاقب میں لگاؤں یا زیما پیروں کے..... بعد میں، میں نے یہی فیصلہ کیا کہ زیما پیروں جو کچھ بھی کر رہی ہے اسے کرنے دیا جائے اور فلنٹ وارلو کو چیک کیا جائے چنانچہ جاسوس پرندے کو میں نے اس پردے کے قریب پہنچایا لیکن بد قسمتی سے وہاں کوئی ایسا رخنہ نہیں تھا جس سے وہ پرداز کرتا ہوا اندر جاسکے اور خود اس میں کوئی ایسی قوت نہیں تھی کہ وہ دروازہ کھول کر اندر گھس سکے مجبوراً میں نے باہر واپسی کے لیے اسے کنٹرول کرنا شروع کیا اور چند لمحات کے بعد دروازے سے باہر نکل آیا۔

لیکن یہاں نہ تو زیما پیروں نظر آرہی تھی اور نہ ہی دونوں سیاہ فام لڑکیاں۔ وہ رات کی تاریکی میں مدغم ہو گئے تھے۔ یہ سب کچھ میرے لیے ناقابل یقین تھا اور میری عقل میرا ساتھ چھوڑ چکی تھی اور اس وقت میں نے یہ فیصلہ کیا اب ان تمام چکروں میں پڑنے کے بجائے اپنے کام کی تکمیل کر لینی چاہیے۔

میں نے آخر کار اپنے کام کا آغاز کر دیا۔ یہاں اس قلعے میں میری یہ آخری کاوش تھی اور میرا دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔ اب تک جو کچھ بھی ہوا تھا اس میں ایک پہچانی کیفیت کارفرما تھی یہ لمحات ان تمام سوچوں کے لیے نہیں تھے کہ جو کچھ ہوا ہے کس انداز میں ہوا۔ اب میری تمام تر توجہ ان فلائنگ اسلیمنٹس پر تھی جو سائنس کی دنیا میں بڑی دھماکہ خیز حیثیت رکھتی تھے اور اپنی طرز کے انفرادی ہتھیار تھے ورنہ اگر ایسے ہتھیار عام ہو جاتے یا دنیا کے اور ممالک کے پاس ہوتے تو ان کے ذریعے وہ کچھ کیا جاسکتا تھا جس کی تباہی ناقابل یقین ہوتی۔ یہ کون مکیوویا ہی کا کارنامہ تھا اور بلیک چینل اس سلسلے میں اقوام عالم پر فوقیت رکھتا تھا۔ میں ایک ماہر انجینئر کی طرح جو کچھ مجھے سکھایا گیا تھا۔ اس پر عمل کرنے لگا۔ مائیکرو پلیٹ مجھے وہ تمام ڈائریکشن فراہم کر رہی تھی جن کے نقشے میں نے تیار کر لیے تھے اور فلنٹ وارلو کی برسوں کی محنت ملیا میٹ ہونے کے لیے تیار تھی۔ وہ پلانٹ جو اس نے جگہ جگہ لگائے ہوئے تھے۔ فلنٹ وارلو ایک عظیم سائنس دان تھا اور اس نے جو کچھ کیا تھا وہ بلاشبہ سنہری الفاظ میں لکھنے کے قابل تھا لیکن اس کے جذبے بہتر نہیں تھے اور اس کے اندر انتقام کا لالچ رہا تھا اور یہ بھی حقیقت تھی کہ اپنی عالیشان کاوشوں کو

اگر وہ دنیا کی بربادی کے لیے استعمال کرنا شروع کر دیتا تو بے گناہ انسان کروڑوں کی تعداد میں نیست و نابود ہو جاتے اور نجانے دنیا کو کتنی بڑی تباہی سے دو چار ہونا پڑتا میں اس وقت اس تباہی کا خاتمہ کرنے جا رہا تھا زے داری میرے سپرد کی گئی تھی، فلائنگ بم میری ڈائریکشن کے مطابق ان جگہوں پر پہنچ رہے تھے۔ آخری بم اپنی جگہ ٹکس کرنے کے بعد میں نے گہری سانس لی۔

ماحول کو ایک عجیب سی نگاہ سے دیکھا اور ریموٹ کنٹرول اپنے سامنے کر لیا اب اس کے بعد جو کچھ ہونا تھا وہ ناقابل یقین تھا، میں نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھا، چھ بج کر بیس منٹ ہوئے تھے چھ بج کر تیس منٹ پر میں نے مٹن پر انگلی رکھی اور تڑا خا ہوا اور فضا میں پتھر اچھلنے لگے، غالباً زیما پیروں کے مسئلے کو یا تو حل کر لیا تھا یا پھر اس میں کچھ کمی آگئی تھی۔ لیکن اس تڑا خے نے اور اس دھماکے نے ایک بار پھر وہاں چیخ و پکار بیدار کر دی تھی۔ مجھے دوسرا دھماکہ کرنے کے بعد ان لوگوں میں شامل ہو جانا تھا۔ دوسرا دھماکہ اس سے زیادہ قیامت خیز تھا، فولادی اجسام پھٹ رہے تھے، فضا میں مختلف قسم کے دھوؤں کے مرغولے بلند ہو رہے تھے اور جب تیسرا دھماکہ ہوا تو سب کے ہوش و حواس جواب دے گئے اور پراسرار طلسمی قلعے کے دروازے کھل گئے اور وہاں موجود لوگوں نے بھاگنا شروع کر دیا میں نے بھی اپنی جگہ چھوڑ دی تھی۔ درخت کی شاخ سے ہوتا ہوا میں اس کو اڑر کی چھت پر اور پھر وہاں سے نیچے پہنچ گیا اور اس کے بعد میں بھاگنے والوں میں شامل ہو گیا، لیکن بھاگتے بھاگتے میں نے چوتھا دھماکہ، پھر قلعے کے دروازے پر پانچواں دھماکہ کیا اور چھٹا اور ساتواں دھماکہ میں نے باہر آنے کے بعد کیا تھا اب پورا قلعہ آگ اور دھوئیں میں گمیر گیا تھا اور قلعے کے باہر بے شمار انسان قلعے سے دور بھاگتے ہوئے نظر آرہے تھے۔ یہ ساتواں دھماکہ آخری دھماکہ تھا اور اس کے بعد مجھے بھی اپنی زندگی بچانے کے لیے کوشش کرنا تھی چنانچہ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد میں نے خود بھی دوڑنا شروع کر دیا، عورتیں، مرد سیاہ فام، سفید فام سب کے سب زندگی بچانے کے لیے جنگلوں میں دوڑنے لگے تھے۔ جنگلوں میں جو حفاظتی انتظامات کیے گئے تھے وہ ان کا بھی شکار ہونے لگے۔ جگہ جگہ بارودی سرنگیں پھٹ رہی تھیں انسانی جسم ان سرنگوں کے دھماکوں سے فضا میں بلند ہو رہے تھے۔ عقب میں نگاہ ڈالی جاتی تو بھیانک قلعہ آگ اور دھوئیں

گیسوں کی لپیٹ میں ایک عجیب منظر پیش کرتا نظر آتا غرض وہ سب کچھ تھا جو حواس معطل کرنے کے لیے کافی تھا۔

پھر یہ سب کچھ بہت پیچھے رہ گیا۔ میں نے دوڑتے ہوئے طویل فاصلہ طے کر لیا۔ اب مجھے اس پاس زندگی بچانے کے لیے دوڑنے والے بھی نظر نہیں آرہے تھے۔ ہر طرف خاموشی پھیلی ہوئی تھی اور ماحول پر ایک بھیانک کیفیت طاری تھی۔

میں اپنی ذہنی کیفیت کا خود بھی تجزیہ نہیں کر سکتا تھا اس وقت نہ جانے میرے ذہن پر کون سی کیفیت طاری تھی۔ میرے پاس جو کچھ محفوظ تھا وہ دنیا کا اتنا قیمتی خزانہ تھا کہ اگر دنیا کے کسی ملک کو اس کے بارے میں تفصیلات معلوم ہو جاتیں تو وہ اسے حاصل کرنے کے لیے نہ جانے کیا کچھ کر بیٹھتا میں نے ان تمام چیزوں کو اپنے لباس میں بنے ہوئے ان خاص قسم کے پاکٹس میں چھپا رکھا تھا جو خاص طور سے اسی کے لیے بنائے گئے تھے ان کی حفاظت میری زندگی کے لیے سب سے اہم مسئلہ تھا۔ جہاں میں اس وقت تھا یہ بالکل کھلی جگہ تھی ایک ایسا ٹیلا جس پر چھوٹی چھوٹی گھاس لگی ہوئی تھی لیکن اس کی لمبائی چوڑائی اتنی تھی کہ میں اس پر ہاتھ پاؤں پھیلا سکوں چنانچہ نہ جانے کس طرح بند ہوتی ہوئی پلکوں کے ساتھ اس ٹیلے پر چڑھا اور پھر اوندھا سیدھا اس پر لیٹ گیا۔ پھر یہ گہری نیند ہی تھی جو کہ تھکن کی وجہ سے مجھ پر سوار ہوئی تھی سورج کب چڑھا اور کب سر سے اتر گیا اس کا کوئی علم نہیں ہو سکا۔

جاگا تو چاروں طرف تاریکی پھیلی ہوئی تھی گہری گھور تاریکی اور اس میں جگہ جگہ جانوروں کی آوازوں سے خراش پیدا ہو رہی تھی ذہن آہستہ آہستہ جاگنے لگا اور میں ان آوازوں پر غور کرنے لگا ان میں ہاتھیوں کی چنگھاڑ بھی تھی شیروں کی غراہٹیں بھی اس کا مطلب تھا کہ یہ جنگل جنگلی درندوں سے بھرا ہوا ہے ایک لمحے کے لیے بدن میں سرد لرز سی بیدار ہوئیں یہ جنگلی جانور انسانی جسم کی بو سونگھ کر کسی بھی لمحے یہاں پہنچ سکتے ہیں۔

ذہن پوری طرح بیدار ہو گیا بدن کا جائزہ لیا ہلکا ہلکا درد پورے بدن میں ہو رہا تھا اور جیت سے ایک بو جھل سی کیفیت طاری تھی پیٹ پر نگاہ دوڑائی تو اندازہ ہوا کہ مفلس کی جیب کی طرح خالی ہے۔ لیکن ہونٹوں پر مسکراہٹ بھی پھیل رہی تھی کیا خوبصورت

بات ہے دنیا کی تمام آسائشیں میرے قدموں تلے ہیں ایک جزیرے کا مالک ہوں اربوں روپے کی دولت میری غلام ہے لیکن اس وقت میرے پاس کھانے پینے کے لیے کچھ نہیں ہے زندگی اگر ان حادثات سے دوچار ہے تو اس میں دل کشی کا تصور ہی ختم ہو جاتا ہے یہی تو زندگی ہے کہ حالات سے پوری طرح آگاہ رہا جائے۔ پھر چند قدم آگے گیا تو قدرت نے میرے لیے ناریل کی صورت میں خوراک مہیا کر دی جو اس وقت مجھے دنیا کی سب سے بڑی نعمت معلوم ہوئی تھی۔

پانچ یا چھ دن میں نے صحرائے اعظم کے ان بھیانک جنگلی علاقوں میں سفر کیا تھا کھولتی ہوئی دلدریں جگہ جگہ دہشت ناک مناظر، سانپ اور ایسے دوسرے حشرات الارض جنہیں دیکھ کر ہی خون خشک ہو جائے درختوں کے ٹانگوں پھل یہ سب میرے ان اچھے دنوں کے ساتھی رہے تھے اور ساتویں دن مجھے نیم مد ہوشی کے عالم میں گرفتار کر لیا گیا۔ ہوش و حواس قائم ہوئے تو میں زمبابوے کی جیل میں تھا۔ ان لوگوں نے اپنی بساط بھر مجھے بہتر طریقے سے رکھا تھا۔ کچھ دیر بعد سیاہ فام حکام نے مجھے اپنے سامنے طلب کر لیا مجھے صورت حال کا تھوڑا تھوڑا اندازہ ہو چکا تھا بعد میں مجھے تفصیل بھی معلوم ہو گئیں۔ میں دیوانوں کی طرح زمبابوے کی سرحد میں داخل ہوا تھا اور سرحدی حکام نے گرفتار کر کے دارالحکومت حرارے پہنچا دیا تھا یہاں مجھ سے میرے بارے میں معلومات حاصل کی گئیں ذہن کو حاضر رکھ کر تمام سوالات کے جواب دیے تھے میرا سارا سامان ان کے قبضے میں جا چکا تھا جو میرے لیے انتہائی دہشت ناک بات تھی لیکن میں نے اپنے نرم اور نخل روئیے سے انہیں رام کرنے کی کوشش کی میں نے بتایا کہ میں افریقہ کے جنگلات میں تحقیق کرنے کے لیے نکلا تھا میرا تعلق اسپین سے ہے اور میں وہاں کا ایک شریف آدمی ہوں پھر میں ایسے حالات کا شکار ہو گیا کہ میری ذہنی رو قائم نہیں رہ سکی اور دیوانگی کے عالم میں میں نہ جانے کس سمت نکل آیا میرے کاغذات وغیرہ گم ہو چکے ہیں اور اگر حکومت زمبابوے میرے ساتھ خلوص برتنا چاہے تو وہ میری حکومت سے رابطہ قائم کر کے میرے بارے میں تفصیلات حاصل کر سکتی ہے۔ میرے ان الفاظ کے بعد ان لوگوں نے میرے ساتھ بہتر سلوک کیا میں نے ان سے بڑی لجاجت سے کہا کہ جو کچھ میں نے حاصل کیا ہے اگر ان کے پاس موجود ہے تو براہ کرم اسے میرے حوالے کر دیا جائے کیونکہ اس میں

میری زندگی بھر کا سرمایہ ہے اور ایسی کوئی چیز نہیں ہے جو دنیا کی کسی حکومت کے خلاف ہو، جواب میں ایک مقامی آفیسر نے مجھے بتایا کہ میرا سامان ان کے پاس محفوظ ہے اور اس میں کوئی بھی چیز ضائع ہونے کے امکانات نہیں ہیں لیکن ہوش میں آنے کے چند ہی گھنٹوں کے بعد میرے لیے ایک بہتر صورت حال پیدا ہو گئی تھی وہ بھی دو سیاہ فام ہی تھے جو جیل میں مجھے تلاش کرتے ہوئے پہنچے اور مسٹرڈینش۔ مسٹرڈینش کرتے ہوئے میرے سامنے آگئے تھے انہوں نے بڑے مخلصانہ انداز میں مجھ سے ملاقات کی جیل کے حکام بھی ان کے ساتھ تھے غالباً یہ لوگ زمبابوے کی کوئی ایسی شخصیت تھے جن کا احترام کیا جاتا تھا اس کا اندازہ مجھے جیل کے حکام کے رویے ہی سے ہو رہا تھا ان میں سے ایک نے کہا۔

”مسٹرڈینش حکومت اسپین نے ہم سے خصوصی طور پر درخواست کی ہے کہ ہم تمہارا تحفظ کریں اور تمہیں ہر ممکن سہولت یہاں سے جنوبی افریقہ تک پہنچانے کی فراہم کی جائے جنوبی افریقہ میں تمہارا سفارت خانہ تمہارے استقبال کے لیے تیار ہے اور ہم نے جیل کے حکام سے وہ تمام اجازتیں لے لی ہیں۔“ میں کچھ لمحات کے لیے تو حیران ہوا تھا لیکن مسٹرڈینش مجھے وہی شخص کہہ سکتا تھا۔ جسے یہ معلوم ہو کہ میرا نام دانش منصور ہے بہر حال ان لوگوں نے پذیرائی کی اور جب مجھے میرا سامان واپس کیا گیا تو میں نے ہر وہ چیز دیکھی جو میری ان کاوشوں کا ثمر تھی اور بلاشبہ ان لوگوں نے اس کی بھرپور حفاظت کی تھی مجھے وہ تمام چیزیں واپس کر دی گئیں اور اس کے بعد ایک بڑی لینڈ روور مجھے لے کر چل پڑی لینڈ روور کا سفر ایک عمارت پر ختم ہوا تھا۔ میرا اندازہ غلط نہیں تھا تو یہ کونسی میکودیا ہی کی کارروائی تھی جس نے مجھے یہ سہولتیں فراہم کی تھیں میں بعض اوقات یہ غور کرتا تھا کہ کونسی میکودیا ہر وہ انتظام رکھتی ہے جو ضروری ہو اور یہ معمولی بات نہیں ہے اگر وہ یہ سہولتیں مجھے فراہم نہ کرتی تو یقینی طور پر میرے لیے اپنے کام کو بڑھانا ناممکن ہوتا۔ اور اس کے بعد مجھے زمبابوے سے جنوبی افریقہ بھجوانے کے انتظامات کیے جانے لگے مجھے اس کی اطلاع دے دی گئی تھی زمبابوے کے دارالحکومت سے جنوبی افریقہ کے شہر جوہانسبرگ تک پہنچنے کے واقعات میں ایسی کوئی بات شامل نہیں تھی جو قابل ذکر ہو جوہانسبرگ میں مجھے کچھ افراد نے خوش آمدید کہا جو ایک پلے کارڈ لیے ہوئے کھڑے تھے جس پر میرا نام دانش منصور ہی لکھا ہوا تھا میں ان لوگوں کے ساتھ چلی پڑا اور پھر ایک

خوبصورت عمارت میں مجھے پہنچا دیا گیا اور یہاں میرا استقبال کرنے والی کونسی میکودیا ہی تھی جو ایک سبک اور محبت بھری مسکراہٹ کے ساتھ میری منتظر تھی میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر آنکھیں بند کر لیں تو وہ مسکراتی ہوئے آگے بڑھ آئی۔

”ہیلو دانش، میرا خیال ہے اب تم بالکل پرسکون ہو۔“ آواز کونسی میکودیا کی تھی اور میرے لیے یہ کوئی حیران کن بات نہیں تھی اس نے کہا۔

”ہاں میں اب بالکل مطمئن ہوں۔“

”ویری گڈ۔“ اس نے کہا اور ہنس پڑی۔

”میں انسانی فطرت کو نہیں دبا پار ہی تم سے سب کچھ معلوم کرنے کی آرزو میرے دل میں ہے۔“

”سب سے پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ تم ذہنی اور جسمانی طور پر کیسے ہو۔“

”بالکل ٹھیک ہوں کونسی۔“ میں نے جواب دیا۔

”کوئی تردد، کوئی الجھن اور کوئی ایسی تکلیف۔“

”نہیں بالکل نہیں، البتہ اس احساس کا شکار ضرور ہوں کہ جو ذمے داری میرے

سپرد کی گئی تھی وہ آپ کی خواہش کے مطابق پوری کرنے میں کامیاب ہو سکا ہوں یا نہیں۔“ کونسی میکودیا ہنس پڑی پھر بولی۔

”کسر نفسی کا یہ ایک اعلیٰ نمونہ ہے دانش منصور، میں اور اس سے زیادہ کیا کہوں۔“ میں نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

”نہیں کونسی حالات پر غور کرتا ہوں تو ہر بار یہی احساس ہوتا ہے کہ میری کاوشیں اس قدر موثر نہیں تھیں جتنی مجھے سہولتیں فراہم کر دی جاتی ہیں۔“

”مجھے تمہاری بقاء جی تو دربار ہے، دانش منصور، میرے دل کی بات پوچھو تو میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ مجھے ایسا ایسا دست راست مل گیا ہے جس کی میں توقع نہیں کرتی تھی لیکن آرزو مند تھی۔“

”شکریہ میڈم۔“ میں نے ممنویت سے کہا۔

”البتہ مجھے اس کی بہت خوشی ہے کہ وہ نئے کھلونے تمہارے بہت کام آئے۔“

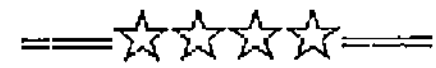
یقین کرو دانش منصور یہ نئے کھلونے بہت عرصے سے میرے پاس محفوظ تھے اور میں ان کا

تجربہ کرنا چاہتی تھی لیکن کسی زیرک شخصیت کے ذریعے جو انہیں صحیح اور بروقت استعمال کر سکے۔ کوئی کند ذہن انسان ان کی افادیت کو ضائع کر سکتا تھا۔ تم نے انہیں جتنی عقلمندی سے استعمال کیا ہے اس کی تعریف نہیں کی جاسکتی۔“

”کمال ہے کون‘ میں تو کہتا ہوں ان کی وجہ سے مجھے تو ہاتھ پاؤں ہی نہیں ہلانے پڑے‘ بس میری حیثیت ایک کنٹرولر کی سی رہی۔“

”اصل کام انہیں ٹھیک وقت پر اور ٹھیک طریقے سے استعمال کرنا ہی تو ہے۔ میرے پاس ایسے ہزاروں چٹکے پڑے ہوئے ہیں اور اس کامیاب تجربے کے بعد میں اب انہیں استعمال کر سکتی ہوں۔ آؤ‘ تمہیں ایک اہم شخصیت سے ملاؤ‘ تم اس سے مل کر یقیناً خوش ہو گے۔ آؤ بس ایک منٹ میں واپس آجائیں گے۔“

میں کون میکوویا کے ساتھ چل پڑا‘ وہ مجھے لیے ہوئے ایک تاریک کمرے میں داخل ہو گئی۔ بٹن جلا کر روشنی کی تو مجھے کمرے کے اس پار ایک تابوت نظر آیا۔ شیشے کے اس تابوت میں ایک انسانی جسم نظر آرہا تھا۔ سفید باریک لباس میں ملبوس‘ لیکن اسے دیکھ کر میرا سارا وجود جھنجھٹا اٹھلے میں شدت حیرت سے اہل پڑنے آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اور میرے دل میں ایک عجیب سے کیفیت طاری ہو گئی تھی۔ یہ زیما پیروں تھی۔



میری اس مہم میں زیما پیروں کا ایک اہم کردار رہا تھا اور اس کے لیے میرے دل میں بہت سے نرم گوشے تھے۔ بارہا میں نے اس کے بارے میں سوچا تھا۔

میری سوالیہ نگاہوں کے جواب میں کون میکوویا نے کہا۔ ”اس کی داستان بھی بہت سی دکھ بھری کہانیوں میں سے ایک ہے۔ مختصریوں سمجھ لو کہ یہ ایک مظلوم لڑکی تھی۔ اس کا باپ آرکس پیروں وکیل تھا اور پیرس میں اپنی زندگی گزار رہا تھا کہ ایک گروہ اس کے پیچھے پڑ گیا۔ اس نے اس گروہ کے خلاف مقدمہ جیتا تھا۔ گروہ نے اس کے پورے خاندان کو برباد کر دیا۔ یہ لندن میں تعلیم حاصل کر رہی تھی کہ اچانک اسے اپنے ماں باپ بہن بھائی وغیرہ کی موت کی اطلاع ملی اور جب اس نے ان سب کی خون آلود لاشیں دیکھیں تو یہ ذہن پر قابو نہ پاسکی اور اس کا برین بلاسٹ ہو گیا۔ مجھے اس وقت ایک تجربے کے لیے ایسے کسی انسان کی تلاش تھی جو برین ہیمرج کا شکار ہو۔ یہ مجھے بروقت مل گئی۔ میں نے اسے حاصل کر کے اس کے دماغ میں ایکسپریز دوڑائیں اور اس کی حرکت بحال کی۔ پھر ایک بڑا آپریشن کر کے اسے مصنوعی دماغ کا مالک بنا دیا۔“

”مصنوعی دماغ؟“ میں نے حیرت سے ہونٹ سکوڑ کر زیما پیروں کو دیکھا۔

”ہاں۔ یہ مصنوعی دماغ کی مالک ہے اور اس کا دماغ نیٹری کی طرح چارج ہوتا ہے۔ میں نے ایک مشین کے ذریعے اس کے دماغ سے رابطہ رکھا ہے اور یہ میری ہدایات موصول کرتی ہے۔ ایک طرح سے یہ ایک انسان نما روبوٹ ہے۔“

”میرے خدا۔ اس کا مطلب ہے کہ ان جنگلات میں میرے لیے بھٹک رہی تھی۔“

”نہ صرف بھٹک رہی تھی بلکہ مجھے تمہاری پوزیشن سے بھی آگاہ کر رہی تھی۔“
کوئن میکویا نے مسکرا کر کہا۔

کوئن میکویا ایک عظیم سائنس دان تھی، اس میں کوئی شک نہیں تھا لیکن نہ جانے کیوں زیمبابوول کی کہانی نے مجھے متشعل کر دیا تھا۔ اس کی شخصیت کے بارے میں معلوم کر کے میں ایک عجیب سے احساس کا شکار ہو گیا تھا۔ کوئن میکویا تو سیمالی فطرت کی مالک تھی۔ اس کی مصروفیات دن رات جاری رہتی تھیں۔ میرے لیے فی الحال کوئی ایسا کام نہیں تھا جسے انجام دے سکتا۔

کوئن میکویا سے ملاقات ہوئی تو اس نے کہا۔ ”تمہیں کسی قسم کی ہدایات دینے کا کوئی حق مجھے حاصل نہیں ہے۔ میں نے تمہیں خلوص نیت کے ساتھ اپنے مشن کا ساتھ مقرر کیا ہے دانش منصور، لیکن ایک دوست کی حیثیت سے میں تم سے ہر بات کہتے ہوئے کوئی جھجک محسوس نہیں کرتی۔“

”ہونا یہی چاہیے کوئن۔“ میں نے جواب دیا۔

”بے شک ایک رائے ہے میری اگر تم پسند کرو۔“

”ہاں ضرور کہو۔“

”میرے خیال میں اب کچھ وقت کے لیے تم اپنے وطن چلے جاؤ۔ اپنے لوگوں کے درمیان تھوڑا سا وقت گزار کر تمہیں جو خوشی ہوگی وہ تمہیں چاق و چوبند کر دے گی لیکن یہ تمہاری پسند پر منحصر ہے۔“

میں نے چند لمحات سوچا اور اس کے بعد آمادگی کا اظہار کر دیا۔ فی الحال واقعی کوئن مشن نہیں تھا اس لیے کچھ وقت اپنے پیارے وطن کی سرزمین پر گزار لیا جائے۔ وہاں کی زندگی کی بات ہی اور تھی۔ وہاں میکویا کے لیے بھلا یہ ایسا مشکل کام تھا کہ وہ میری واپسی کا بندوبست کر دے لیکن اس نے پھر بھی کچھ وقت لے لیا اور اس کے بعد اس کی تیاریاں مکمل ہو گئیں۔

تو اس نے کچھ اشیاء میرے سپرد کرتے ہوئے کہا۔ ”اب تم بلیک چینل کے سربراہان میں سے ایک کی حیثیت رکھتے ہو اور میرے لیے یہ بے حد ضروری ہے کہ تم چاہے کیسی ہی ذہنی قوتوں کے حامل ہو لیکن میں تمہاری طرف سے مطمئن رہوں۔ یہ چند

کھلونے ہیں جن کے بارے میں میں تمہیں بعد میں تفصیل بتاؤں گی۔ میں چاہتی ہوں کہ تم اپنے ساتھ رکھو۔ ایک طرح کے بلیک آرمی کے خاص ہتھیار ہیں حالانکہ اپنے وطن چارے ہو اور اپنا تحفظ بہتر انداز میں کر سکتے ہو لیکن میرے جذبے مجھے غیر مطمئن کرتے ہیں چنانچہ اگر انہیں قبول کر لو تو مجھے خوشی ہوگی۔“

میں نے ہنستے ہوئے وہ پراسرار کھلونے کوئن میکویا سے لے لیے اور کہا۔ ”ان کے لیے شکر گزار ہوں۔“

کوئن میکویا مجھے ان کے بارے میں تفصیل بتانے لگی اور میں نے یہ تمام تفصیل ذہن نشین کر لی۔ وطن واپسی کا تصور اس وقت مجھے ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے بیرون ملک اپنی ذمے داریاں پوری کرنے والا کوئی شخص چھٹی لے کر وطن پہنچے لیکن میں نے کسی کو اپنی واپسی کی اطلاع نہیں دی تھی اور اچانک ہی اپنے وطن پہنچا تھا۔

سرزمین وطن کی مٹی کی خوشبو شاید اس لیے انسان کو زیادہ عزیز ہوتی ہے کہ اس کا وجود اس مٹی کی تخلیق ہوتا ہے۔ جذباتی رشتوں کو کتنے ہی نام دے دیے جائیں لیکن اصلیت شاید یہی ہے کہ مٹی اپنی تخلیق کو پہچانتی ہے اور تخلیق مٹی کو۔ ایک عجیب سا ضرور انگیز احساس لیے میں اپنی کوٹھی میں داخل ہوا۔ اب اس قدر بھی احتیاط ضروری نہیں تھی کہ میں اپنے آپ کو اپنے وطن والوں سے بالکل ہی پوشیدہ رکھوں حالانکہ دانش منصور کا وجود اب قصہ پارینہ ہو چکا تھا لیکن ان لوگوں کے لیے نہیں جو مجھ سے براہ راست منسوب تھے۔

بہت سی حیرتوں کا استقبال کرنا پڑا۔ سب رنگ رہ گئے تھے اور کچھ مشکوک بھی تھے جو مشکوک تھے انہوں نے اپنے طور پر کارروائی کی اور رشید ناگی میری واپسی کی خبر سنتے ہی دیوانہ وار دوڑا چلا آیا۔ میں اطمینان سے اپنے بیڈ روم میں پہنچ گیا تھا اور بوکھلائے ہوئے لوگوں کی بوکھلاہٹ سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

لیکن رشید ناگی کی شخصیت دوسروں سے بالکل مختلف تھی۔ اس نے گرم جوشی سے میرا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ ”دنیا آپ کے بارے میں کیسے ہی خیالات کا اظہار کرے چیف لیکن آپ کا یہ غلام آپ کے بدن کی خوشبو کو پہچانتا ہے۔ اگر کبھی اس خوشبو کو پہچاننے میں کوئی غلطی ہوئی تو پھر رشید ناگی کا وجود ہی بے کار ہے۔“

میں نے رشید ناگی کو گلے لگا لیا۔

اس نے حیران لہجے میں کہا۔ ”لیکن چیف آپ کی واپسی بے حد پراسرار ہے؟“
”نہیں ناگی اس میں کوئی ایسا اسرار پوشیدہ نہیں ہے۔ بس تم لوگوں کے پاس آنے کو دل چاہا۔ خاموشی سے آگیا اور اس طرح اچانک تم سے ملاقات کر کے خوشی کچھ زیادہ ہی ہوئی۔“

رشید ناگی کے انداز سے پتا چلتا تھا کہ وہ خود بھی میری آمد سے بے انتہا مسرور ہو گیا ہے بہر حال اور لوگ بھی ملنے آتے رہے۔ ڈائمنڈسٹی کے بارے میں معلومات حاصل ہوئیں۔ ملکی اور شہری حالات کا پورا پورا ادراک ہوا۔ اینوں کے بارے میں بہت سے سوالات کیے میں نے۔ رخسار جو میری زندگی کا ایک حصہ تھی اس وقت یہاں موجود نہیں تھی اس کے بارے میں رشید ناگی نے بتایا کہ وہ ”پناہ گاہ“ میں ہے۔ پناہ گاہ اس رفاہی ادارے کا نام تھا جسے میری ہدایت پر رشید ناگی نے ایک وسیع و عریض علاقے میں تعمیر کرایا تھا اور یہاں زندگی کے ستارے ہوئے لوگوں کے لیے ہر طرح کی آسائشیں مہیا کر دی گئی تھیں اور رخسار اس ادارے کی چیئر مین تھی اور ایک سوشل ورکر کی حیثیت سے اب وہ وطن عزیز میں ایک خاص مقام حاصل کر چکی تھی۔ رشید ناگی سے یہ ساری تفصیلات میں نے سنیں اور مجھے بے حد خوشی ہوئی۔ میں نے اپنا جو باغ سجایا تھا اس کا ہر پودا اب تناور درخت بن چکا تھا اور کسی کو کوئی مشکل نہیں تھی۔

میں نے سب سے پہلے رخسار ہی سے ملاقات کا فیصلہ کیا اور رشید ناگی سے کہا۔
”ناگی ڈیر رفتہ رفتہ میں اپنی ان محبتوں سے سیراب ہو جاؤں گا جن کی چاہ میرے دل میں ہے اس لیے میری آمد کی خبر عام نہیں ہونی چاہیے۔ ایک ایک کر کے میں لوگوں کا انتخاب کروں گا اور ان سے ملاقات کروں گا۔ تمام لوگوں کو ہدایت کر دینا۔“
”ٹھیک ہے چیف تعمیل حکم ہوگی اور آپ بالکل فکر نہ کریں۔ ان سب کا کنٹرول میرے پاس مضبوط ہے۔“

پھر سب سے پہلے میں نے رخسار سے ملاقات کا فیصلہ کیا اور ایک شاندار گاڑی میں بیٹھ کر رخسار کی اس ”پناہ گاہ“ کی جانب پہل چڑا جسے میں نے ابھی تک نہیں دیکھا تھا۔ کچھ دیر کے بعد اس عظیم الشان عمارت کے بڑے سے کپاونڈ میں داخل ہو گیا۔ رشید ناگی نے

نیچے اتار کر کالے شیشوں والی کار کا دروازہ کھولا۔ میں نے اپنے طور پر تو کسی قسم کا کوئی حفاظتی بندوبست نہیں کیا تھا لیکن رشید ناگی میرے سلسلے میں محتاط تھا۔ اس وقت میں سب کچھ بھول کر رخسار کو یاد کر رہا تھا۔ بہر حال میری زندگی میں اس کا بہت بڑا حصہ تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک خوبصورت دفتر میں داخل ہوئے۔ دروازے پر کھڑے ہوئے چڑا میں نے رشید ناگی کو پہچان کر دروازہ کھول دیا تھا۔ رخسار ایک عظیم الشان میز کے عقب میں کچھ کاغذات پر جھکی ہوئی بیٹھی تھی۔ سفید ساڑھی میں ملبوس بالکل سادہ سادہ چہرہ ہر قسم کے میک اپ وغیرہ سے بے نیاز۔ قدموں کی آہٹ پر اس نے گردن اٹھائی۔ رشید ناگی کو دیکھا اور پھر اس کی نگاہ اس کے عقب میں مجھ پر اٹھ گئی۔ مسکرا کر رشید ناگی سے کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن مجھے دیکھ کر ساکت ہو گئی۔ اس کی آنکھوں میں ایک پتھر پلا پن سا چیز ہو گیا تھا۔ میں اس کی ذہنی کیفیت کو بخوبی سمجھ رہا تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر ایک کرسی کھینچی اور بیٹھ گیا۔ رشید ناگی اپنی جگہ پر کھڑا رہا اور رخسار اسی طرح ساکت و جامد اپنی کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ ایک عجیب سی کیفیت اس پر طاری ہو گئی تھی۔
میں نے مسکرا کر کہا۔ ”میڈم میرا ایک سوشل پرابلم ہے جس کے لیے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔“

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ناگی نے البتہ مسکراتے ہوئے کہا۔ ”سر آپ اپنا سوشل پرابلم سولو (Solve) کیجئے۔ میں باہر موجود ہوں۔“ یہ کہہ کر وہ دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔

رخسار نے اپنے آپ کو سنبھالا اور عجیب سے لہجے میں بولی۔ ”بعض اوقات میں جاگتی آنکھوں سے خواب دیکھنے لگتی ہوں۔ خدا را مجھے یہ بتا دو کہ میں عالم خواب میں تو نہیں ہوں۔“

میں نے اپنا سیدھا ہاتھ میز پر پھیلا دیا اور رخسار نے درحقیقت اسے چھو کر دیکھا اس کے وجود میں ہلکی سی کپکپاہٹ دوڑ گئی۔ وہ مجھے دیکھتی رہی اور اس کی آنکھوں میں جو تحریریں رقصاں نظر آئیں وہ خود اپنا ترجمان تھیں۔

میں نے محبت بھرے انداز میں کہا۔ ”کیسی ہو رخسار؟“

”اچانک اس طرح“ مجھے بھی اطلاع نہیں دی۔“

”یہ پر لطف مناظر دیکھنے کو کہاں ملتے۔ اطلاع دے کر آتا تو کیا تم مجھے چھو کر دیکھتیں۔“ اس کے انداز میں بے پایاں مسرت پیدا ہو گئی اور وہ کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

”ارے ارے کہاں؟“

”آؤ کوئی اور آجائے گا اور میرا میچ خراب ہو جائے گا۔ میرا مطلب ہے میں اس پر توجہ نہیں دے سکوں گی تو وہ میرے بارے میں نجانے کیا سوچے۔ آؤ پلزز۔“

میں اٹھ گیا۔ وہ مجھے ساتھ لیے ہوئے اس آفس کے ایک دروازے سے اندر داخل ہوئی اور پھر سیڑھیاں چڑھنے لگی۔ میں نے دلچسپی سے مسکراتے ہوئے اس کا ساتھ دیا۔ کشادہ سیڑھیاں عبور کر کے ہم لوگ ایک راہداری میں پہنچے اور پھر اوپر منزل میں آگئے۔ یہاں کئی کمرے بنے ہوئے تھے۔ ایک کمرے کا دروازہ کھول کر رخسار میرے اندر آنے کا انتظار کرنے لگی اور میں اندر داخل ہو گیا۔

”بڑی ٹیکنیکل اور خوشنما عمارت بنائی ہے۔“

جس کمرے میں داخل ہوئے وہ بیڈ روم تھا اور یہاں کا منظر بے حد خوب صورت تھا۔ رخسار نے مجھے دیکھا اور پھر نہایت آرام دہ کرسی میرے لیے گھسیٹ دی اور خود میرے سامنے بیٹھ گئی۔

”سنجیدگی قائم رکھنا مشکل ہو رہا تھا۔ اصل میں آپ اس طرح آئے ہیں دانش منصور کہ مجھے یقین ہی نہیں آ رہا۔ دانش۔“ میں نے اسے دیکھا تو وہ بولی۔ ”مجھے اس وقت زبان و بیان میں قید مت کرو۔ میں اپنی کیفیات کو الفاظ میں بیان نہیں کر سکتی۔“

”مجھے احساس ہے رخسار، خود کو سنبھالو۔ بہت خوب صورت دفتر بنایا ہے تم نے۔ کو کام کیسا ہو رہا ہے؟“

”نہایت اطمینان بخش اور میری آرزوؤں کے مطابق۔“

”مجھے خوشی ہوئی ہے۔“ میں نے کہا۔

”لیکن فیصل یہ واقعی اچانک کیسے آگئے؟“

”بس دل چاہا۔ پابندیاں تو تمہیں نہیں آگیا اور آنے کے بعد سب سے پہلے وہ درجے متعین کیے جو میرے دل میں محبت کرنے والوں کے لیے تھے یا پھر یوں سمجھو محبتوں

کا تعین کیا۔ کوٹھی میں جانا اس لیے ضروری تھا کہ وہاں سے سب کے بارے میں معلومات حاصل کرنی تھیں پھر ناگی سے فرمائش کی کہ پہلے تمہارے پاس چلے۔“

رخسار کو اب یقین آگیا تھا۔ اس نے مسرور لہجے میں کہا۔ ”میں بہت خوش ہوں۔ بے حد خوش اور خاص طور سے اس بات پر بھی کہ تم نے مجھے اولیت دی ہے۔ میں تمہیں آج واپس نہیں جانے دوں گی۔ رشید ناگی سے کہہ دو کہ چلا جائے بس آج تم میرے پاس ہی رہو گے۔“

”ٹھیک ہے رخسار، بھلا اس میں ایسی کیا بات ہے جس کے بارے میں تم یہ سوچو کہ میں تعرض کروں گا۔“

ناگی کو میں نے ضروری ہدایات دے کر واپس کر دیا اور پھر میں نے رخسار کے ساتھ اس کی اس ”پناہ گاہ“ کا جائزہ لیا۔ اس نے بہترین انتظامی صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا تھا۔ پناہ گاہ کے مختلف درجے تھے۔ اس میں ایک عظیم الشان ہسپتال بھی قائم کیا گیا تھا جس میں دنیا کی جدید ترین مشینوں کے ساتھ علاج معالجے کا بندوبست کیا گیا تھا۔ اس میں زیادہ تر ایسے مریضوں کا علاج کیا جاتا تھا جو اعلیٰ درجے کا علاج کرانے کی اہلیت نہیں رکھتے تھے اور ان کے پاس وسائل نہیں ہوتے تھے۔ ایسے ادارت مریضوں کے لیے یہاں رہائش گاہیں بھی تھیں جن کا علاج طویل عرصے تک کیے جانا ہوتا تھا اور جن کے پاس رہنے تک کا وسیلہ نہ ہوتا۔ ادارت خواتین کے لیے الگ جگہ تھی اور بچوں کے لیے بھی معقول بندوبست کیا گیا تھا۔ ان تمام چیزوں کا جائزہ لے کر میں نے بڑی خوشی کا اظہار کیا تو رخسار نے کہا۔ ”یہ جگہ حالانکہ بہت زیادہ ہے لیکن مجھے کم محسوس ہوتی ہے۔ میں نے ناگی سے کہا ہے کہ ہمیں بہت سی برائیچیں بھی کھولنی ہیں اس کے لیے زمینوں پر نگاہ رکھی جائے۔ ہسپتال ہم یہیں رہنے دیں گے لیکن ہمیں لاتعداد رہائش گاہیں تیار کرنا ہوں گی کیونکہ پورے وطن میں بہت سے ایسے لاچار لوگ ہیں جن پر ابھی تک توجہ نہیں دی گئی ہے۔“

”میں ناگی کو خاص طور سے ہدایت کر دوں گا کہ وہ اس کام میں تاخیر نہ کرے، سنو گھر کے لوگوں کا کیا حال ہے؟“

”گھر کے لوگ؟“ رخسار عجیب سے انداز میں ہنسی پھر بولی۔ ”میری رہائش گاہ اسی پناہ گاہ میں ہے۔ میں ان لوگوں سے دور نہیں رہتی جن کے ساتھ میں نے محبت کے رشتے

جوڑے ہیں گھر والوں سے درخواست کی ہے میں نے کہ جسے میری ضرورت ہو جب دل چاہے مجھے طلب کرے یا خود آجائے۔ میری دنیا بالکل تبدیل ہو چکی ہے فیصل۔ اب میں اس پناہ گاہ کو اپنا گھر سمجھتی ہوں اور یہاں بہت مطمئن ہوں۔ ان لوگوں کے مسائل میری زندگی کو رواں دواں رکھتے ہیں اور میں ان کے لیے کچھ کر کے جو روحانی مسرت محسوس کرتی ہوں وہ مجھے کہیں اور نہیں ملتی۔“

عرفان غزنوی اپنے اہل خاندان کے ساتھ یہیں موجود تھے اور رخسار سے انہوں نے رابطہ مسلسل توڑ لیا تھا۔ باقی لوگوں کے بارے میں وہی اطلاع ملی تھی کہ ان میں سے کچھ یہاں موجود ہیں اور اپنے طور پر زندگی بسر کر رہے ہیں۔ البتہ بڑے غزنوی صاحب نے پھر ملک کا رخ نہیں کیا اور باہر ہی زندگی گزار رہے ہیں۔ آنا ماں خیریت سے ہیں اور ان کے ساتھ ہی ہیں۔ ایک بار آئی تھیں تو اس ”پناہ گاہ“ میں آکر رخسار سے بھی ملی تھیں اور انہوں نے حیرت سے پوچھا تھا کہ یہ سب کچھ کس نے بنوایا۔

”سوری فیصل میں نے تمہارا ہی نام لیا تھا۔ بس یوں سمجھ لو یہاں میں ایک ایسی شخصیت بن گئی تھی جو دوسروں سے تمہاری برتری کا اعتراف چاہتی تھی۔“

”انا ماں نے یہ تو نہیں بتایا رخسار کہ فیصل کون ہے؟“ میں نے حسرت بھرے لہجے میں سوال کیا اور رخسار خاموش ہو گئی۔

رات ہم لوگ ایک ہی کمرے میں یکجا رہے اور تقریباً ساری رات باتیں کرتے رہے پھر شاید میں تو سو بھی گیا تھا لیکن صبح جب آنکھ کھلی تو رخسار کو جاگتے ہوئے ہی پایا۔ وہ غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر میرے سامنے بیٹھ گئی تھی۔

میں نے اس سے کہا۔ ”ناشتہ کراؤ رخسار اور اس کے بعد رشید ناگی کو طلب کرو۔ دوسری ملاقات میں مٹھل شاہ سے کرنا چاہتا ہوں۔“ اس نے خاموشی سے میرے احکامات کی تعمیل کی۔

رشید ناگی کے آنے کے بعد اس کے ساتھ روانہ ہوتے ہوئے میں نے رخسار سے کہا۔ ”مٹھل شاہ سے ملاقات کرنے کے بعد الیاس بھائی کے پاس جاؤں گا اور شاید تمہاری مصروفیات میں سے کچھ وقت میں حاصل کر لوں لیکن الیاس بھائی سے ملاقات کرنے کے بعد میں تم سے رجوع کروں گا۔“

”تم جس طرح چاہو میں کسی بھی سلسلے میں ضد نہیں کروں گی کیونکہ میری ضد تو تم پہلے ہی مرحلے پر پوری کر دی ہے۔ یعنی یہ ایک دن میرے ساتھ گزارنے کی ضد۔“

رخسار نے محبت سے کہا۔

میں نے مسکرا کر گردن ہلا دی پھر رشید ناگی کے ساتھ کار میں بیٹھ کر چل پڑا۔ رشید ناگی کو میں نے بتایا کہ میں مٹھل شاہ سے ملنا چاہتا ہوں تو اس نے کہا۔ ”چیف شاہ صاحب کو کوٹھی میں بلاؤ گے یا پھر ڈائمنڈ سٹی ہی چلنا چاہیے۔“

”نہیں ان کا احترام مانع ہے۔ میں ڈائمنڈ سٹی ہی میں ان سے ملاقات کروں گا۔ اس نے بتائے ڈائمنڈ سٹی کے دوسرے تمام افراد سے بھی ملاقات ہو جائے گی۔“ ناگی نے گردن خم کر دی۔

پھر ہم ساحل سمندر کے اس مقام پر پہنچ گئے جہاں ڈائمنڈ سٹی کا بوٹ بیس تھا اور یہاں سے ایک خوب صورت اسٹیمر ہمیں لے کر چل پڑا۔ ڈائمنڈ سٹی کی تو زندگی ہی بدل گئی تھی حالانکہ اب اتنا طویل عرصہ بھی نہیں ہوا تھا لیکن وہ ایک خوب صورت جزیرہ بنا دیا گیا تھا جو نا حسین تھا کہ میں اسے دیکھتا رہ گیا۔ مٹھل شاہ کو میری آمد کی کوئی خبر نہیں تھی۔ ایک خوب صورت گاڑی جو دوسرے ڈاک پر موجود تھی ہمیں لے کر چل پڑی اور کچھ دیر کے بعد میں اس عمارت میں پہنچ گیا جو رہائشی حصے میں تھی۔ یہاں میری ملاقات مٹھل شاہ سے ہوئی۔ مٹھل شاہ کا میری زندگی سے اتنا گہرا تعلق تھا کہ اس تعلق کو نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ مٹھل شاہ بھی مجھے دیکھ کر شدید حیران ہوا اور پھر بزرگانہ شفقت کے ساتھ اس نے مجھے اپنے سینے سے لپٹا لیا۔ وہ جیسی جیسی مشکلات سے گزرا تھا بھلا اس کے بارے میں مجھ سے زیادہ اور کون جان سکتا تھا بلکہ آج یہ جو سب کچھ موجود تھا یہ مٹھل شاہ ہی کا مرہون منت تھا۔ ہماری تفصیلی ملاقات ہوئی اور میں نے مٹھل شاہ کو بتایا کہ میری زندگی کا محور کس طرح تبدیل ہوا ہے۔ کوئن میکو دیا کے بارے میں سن کر مٹھل شاہ حیران رہ گیا۔

”اس نے یہ سب کچھ کر ڈالا ہے جو تم بتا رہے ہو؟“

”جی شاہ صاحب اور اس کا نظریہ اس طرح میرے دل و دماغ میں بس گیا ہے کہ میں اسے نظر انداز نہیں کر سکتا۔“

”ہاں تم جس سطح کے انسان ہو ایسے لوگوں کو ایسے ہی مقاصد کے لیے اتارا جاتا ہے لیکن اب میں یہ کہتا ہوں کہ تم اپنی ذات کو اس طرح اجاڑ درخت نہ بنالو اور اپنی زندگی کے لیے بھی کچھ کرو۔“

”میں نے ہمیشہ آپ کے احکامات کی تعمیل کی ہے شاہ صاحب آپ جو حکم دیں گے میں اس سے گریز نہیں کروں گا۔“

”تو پھر تم رخسار سے شادی کرلو۔“ مٹھل شاہ نے کہا اور میرے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے۔

میں نے آہستہ سے کہا۔ ”زندگی میں جو رشتے چھن گئے ہیں شاہ صاحب وہ رشتے مجھے دوسری شکلوں میں مل چکے ہیں جیسے آپ، الیاس بھائی اور میرے دوسرے محبت کرنے والے لیکن ایک داغ ہے سینے پر اگر وہ دھل جاتا تو صحیح معنوں میں میری اصل شکل وجود میں آتی۔“

”بیٹے! میں تمہاری زندگی کے بارے میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ تمہارے نظریے سے متفق بھی ہوں لیکن بعض اوقات تقدیر ایک وقت متعین کر دیتی ہے کسی بھی کام کے لیے۔ ہو سکتا ہے وہ وقت ابھی نہ آیا ہو جو تمہاری ان آرزوؤں کی تکمیل کر دے۔ کیا اس کے انتظار میں ہم دوسری چیزیں کھو دیتے ہیں؟“

”اس موضوع پر ہم لوگ گفتگو کر لیں گے شاہ صاحب۔“

پھر میں نے جزیرے پر ہونے والی کارکردگی کا جائزہ لیا اور مجھے بے حد اطمینان ہوا۔ میرے ذہن میں اپنے وطن کے لیے ایک تصور تھا۔ ایک آرزو تھی۔ اس آرزوؤں کی تکمیل میری خواہش کے مطابق تو ہونا ذرا مشکل ہی تھی لیکن جو کچھ آہستہ آہستہ ہوتا رہا تھا۔ اگر اس کی ایک چین بن جائے تو کم از کم یہ ہو سکتا ہے کہ اپنی زندگی میں اپنے خوابوں کی تعبیر پالوں۔ میرے ساتھی اب ایک راہ پر چل پڑے تھے اور امیدیں روشن ہو گئی تھیں۔ یہ تمام کچھ دیکھا۔ مٹھل شاہ کے ساتھ بھی خاصا وقت گزارا اور انہیں بتایا کہ کون میکوویا نے آنے والی نسلوں کے لیے ایسے بہت سے کردار تیار کر لیے ہیں جو اس کے اس مشن کو سنبھالیں۔ مٹھل شاہ نے فوراً ہی میری بات اچک لی۔

”جو کام اس نے اس انداز میں کیا ہے اسی کو میں ذرا مختلف شکل دینا چاہتا ہوں

یعنی یہ کہ تمہارا یہ مقصد تمہاری اولادیں سنبھالیں اور یہ کام جاری رہے۔“ میں نے ہنس کر کہا۔ ”مٹھل شاہ میرا یہ کام، میری اولادیں نہ سہی میرے اہل وطن سنبھالے ہوئے ہیں۔ میں تو بس ایک نظریہ ہوں اس نظریے کی تقلید تو یہی لوگ کر رہے ہیں۔“

”پھر بھی میرا خیال ہے تم اپنے معمولات سے فراغت حاصل کر لو اس کے بعد میں کچھ وقت تم سے لوں گا اور اس میں رخسار کو بھی طلب کروں گا۔ بلکہ ان لوگوں کو بھی جو تمہارے محبت کرنے والے ہیں۔“

مٹھل شاہ سے یہ ملاقات میرے لیے بہت ہی فرحت بخش رہی۔ ایک ایک فرد سے محبت تھی مجھے۔ تیسرا مرحلہ الیاس بھائی کا تھا۔ وہ گھر بھی میرے لیے ایسی ہی محبتوں کا باعث تھا اور اس گھر نے مجھے صحیح معنوں میں وہ بصیرت دی تھی جو آج میرے کام آ رہی تھی۔ رشید ناگی نے بتایا تھا کہ الیاس بھائی اپنے اہل خاندان کے ساتھ پرسکون زندگی بسر کر رہے ہیں۔ آصف نور بہت اچھا انسان ثابت ہوا ہے اور لوگ مالی طور پر بھی بہت بہتر حالت گزار رہے ہیں بہر حال الیاس بھائی کے ہاں پہنچ گیا۔

الیاس بھائی اب اپنے مشاغل سے ریٹائر ہو چکے تھے اور گھریلو زندگی بسر کر رہی تھے۔ انہوں نے اپنے لیے ایسے وسائل پیدا کر لیے تھے جو آج انہیں سہارا دے رہے تھے۔ وہ سب بھی مجھ سے اسی انداز میں ملے۔ نازاں بائی کے انداز میں ہمیشہ ہی میں نے ایک ماں کی ممتا پائی تھی۔ حالانکہ اب اس کے بھی بچے تھے لیکن انہوں نے جس طرح لپک کر اپنے سینے میں مجھے داخل لیا تھا اس نے میرے دل پر بڑا اثر چھوڑا اور شاید میری آنکھوں میں بھی آج بھی آئیں۔ الیاس بھائی، آصف نور سب کے سب اسی طرح میرے گرو بن گئے تھے کہ میں بہت سے سرشار ہو گیا تھا۔ بعد میں مختلف موضوعات پر گفتگو ہونے لگی۔ نازاں بائی، الیاس بھائی، آصف نور نے مجھ سے میرے بارے میں بہت کچھ معلومات حاصل کیں اور جس طرح مناسب تھا میں نے انہیں بتایا پھر یہاں بھی وہی سلسلہ شروع ہو گیا۔

نازاں باجی نے کہا۔ ”اور اس بار میں تمہیں اس طرح کہیں نہیں جانے دوں گی بلکہ تمہیں میری تمام تر محبتوں کا صلہ ادا کرنا ہوگا۔“

”اس کا تو میں تصور بھی نہیں کر سکتا۔ نازاں باجی آپ کی محبتوں کا اگر کوئی صلہ ہو سکتا ہے تو مجھ سے طلب کیجئے جان دے کر بھی ادائیگی کروں گا۔“

”اور لفاظی بالکل نہیں چلے گی سمجھے تم۔ بس تمہیں شادی کرنا ہوگی ایک خاندان بنانا ہے، تمہیں اپنا۔ آخر ہم لوگ تمہیں اس طرح بے خانماں پھرنے کی اجازت کب تک دے سکتے ہیں۔ تم نے اپنا ایک محور بنالیا ہے ایک مقصد بنالیا ہے اور میں سمجھتی ہوں کہ یہ زندگی کے ان حقائق سے فرار ہے جو ہر طور تمہیں فیس کرتے ہیں۔“ مجھے ہنس آگئی میں نے کہا۔ ”ایک بڑی مشکل یہ ہے نازاں باجی، ہر وہ شخص جو ایسے کسی جال میں پھنس چکا ہے دوسروں کو بھی اس جال میں پھنسنے دیکھنا چاہتا ہے حالانکہ منہل شاہ نے زندگی بھر ایسا نہیں کیا لیکن وہ بھی اس کے خواہاں ہیں۔“

”اور تم سب کو انگلیوں پر نچا رہے ہو، میں کہتی ہوں وقت کو اپنی مرضی کا تابع کیوں کرنا چاہتے ہو؟ کیوں اس بات کے خواہش مند ہو کہ وہ سب کچھ وقت سے پہلے ہو جائے جو تمہاری آرزو ہے۔“

”نازاں باجی، کیا یہ میرا خاندان نہیں ہے۔ کیا میں گھریلو زندگی سے محروم ہوں۔ آپ کی محبت بھری باتیں بھائی، الیاس بھائی، بزرگ منہل شاہ، دوست رشید ناگی مجھے سب کچھ تو حاصل ہے۔“

”تو پھر کس چیز کے خواہاں ہو، کیوں ہماری باتوں کو نہیں مانتے کیوں اس طرح آوارہ گردی میں زندگی بسر کر رہے ہو؟“

الیاس بھائی نے گھور کر نازاں باجی کو دیکھا تو انہوں نے کہا۔ ”نہیں مجھے اس پر یہ حق حاصل ہے الیاس بھائی۔“ نازاں باجی کا انداز کچھ ایسا ہو گیا کہ مجھے انہیں سنبھالنا پڑا۔ وہ جذباتی ہو گئی تھیں۔ میں نے ان سے کہا کہ شاہ صاحب بھی اس سلسلے میں خاصے جذباتی ہیں اور بہت جلد ایک نشست کا انعقاد کرنے والے ہیں۔ آپ لوگ بھی اس میں شرکت کیجئے، ہر طور میں آپ کے فیصلوں سے انحراف نہیں کروں گا۔

میرے ان الفاظ نے انہیں مطمئن کیا تھا۔ اس کے بعد فرمائش ہوئی کہ میں کم از کم تین دن یہاں نزاروں اس سے پہلے مجھے چھٹکارا نہیں ملے گا۔ میں خود انہی نظریات کے تحت یہاں آیا تھا۔ ہر ایک کی خواہش پوری کرنا میری ذمہ داری تھی۔ البتہ یہاں یہ

آسانی بھی ہو گئی کہ شام میں خصوصی طور پر رخسار کو بلایا گیا اور ڈنر میں وہ ہمارے ساتھ شریک ہوئی۔ رخسار کے بارے میں معلومات حاصل کر کے مجھے بے حد خوشی ہو رہی تھی کیونکہ ایک سوشل ورکر کی حیثیت سے اس نے اپنا بہترین مقام بنالیا تھا اور اس کا نام معزز حلقوں میں بڑے احترام کے ساتھ لیا جاتا تھا۔ گزرے ہوئے وقت کی تمام کہانیاں میری نگاہوں میں تازہ ہو گئی تھیں۔ اس شرمیں میں نے جو زندگی گزاری تھی اب اس کا تصور بھی عجیب لگتا تھا۔ مسجد خضرا کے پاس دھوئی جانے والی گاڑیوں کے پاس میں نے کافی دیر کھڑے ہو کر وقت گزارا تھا۔ استاد پیرو اور دوسرے بہت سے کردار بھی تھے۔

بہر حال زندگی بڑی پھیلی ہوئی تھی۔ میں شاہد بھائی وغیرہ سے بھی ملا اور اس کے بعد میں نے رفیق احمد جاگیردار کے گھر کی جانب رخ کیا۔ ابھی تک انہیں میری آمد کے بارے میں علم نہیں تھا اور شاید انہیں میری زندگی کا بھی پتا نہیں تھا کیونکہ جن لوگوں کو اس راز میں شریک کیا گیا تھا وہ گئے چنے افراد تھے۔ رفیق احمد جاگیردار نے مجھے دیکھا تو دنگ رہ گئے ان کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں اور وہ اس طرح مجھے دیکھ رہے تھے جیسے انہیں اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا ہو۔

”اگر آپ مجھے ارواح خبیثہ میں سے سمجھ رہے ہیں تو مطمئن رہیے رفیق صاحب ایسی بات نہیں ہے۔“

”اللہ تمہیں اتنی طویل عمر دے کہ تم دنیا کی ہر خوشی دیکھو بیٹے لیکن..... لیکن میں نے تو کچھ اور ہی سنا تھا۔“

”ہاں بعض اوقات کچھ ایسی باتیں بھی مناظر عام پر لائی جاتی ہیں جو حقیقی نہیں ہوتیں بہر حال میں زندہ سلامت ہوں اور کوئی ایسی بات نہیں ہے۔“

”لہلہ..... لیکن..... وہ خبریں۔“

”ان خبروں کا اس طرح قائم رہنا بہت ضروری ہے رفیق صاحب۔ حالات کچھ ایسے ہی ہیں، لیکن بہت کم لوگوں سے ملا ہوں۔ ان دنوں ملک میں نہیں رہتا لیکن مجھے کیوں آپ کو نظر انداز نہیں کر سکا۔ سنائیے آپ کیسے ہیں؟“

”ٹھیک ہوں بہر حال تم نے میرے خاندان کو جو سہارا دیا ہے مرتے دم تک میں ہی کیا بلکہ میرے اہل خاندان بھی اسے نہیں بھول سکتے۔“

جاتی تھی۔ یہ بات آج تک میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ میں ایک کرسی پر بیٹھ گیا اور عافیہ بیگم شرمائے شرمائے انداز میں گردن جھکا کر دوسری کرسی پر بیٹھ گئیں۔ چند لمحات خاموشی سے اسے دیکھتا رہا پھر میں نے کہا۔ ”کیسی ہیں آپ عافیہ بیگم؟“

عافیہ نے شرمیلیں نگاہیں اٹھائیں۔ میں ان تاثرات کو الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا کہنے لگیں۔ ”آپ کی بلا سے۔“

”جی؟“

”تو اور کیا جب کوئی خبر ہی نہ لے تو شکایت نہ ہو تو اور کیا ہو؟“

”اوہ عافیہ بیگم میں تو اس شہر میں ہی نہیں تھا۔“

”یہ بھی تو بری بات ہے کہیں جاتا ہے کوئی تو بتا کر جاتا ہے لیکن آپ نے کبھی کچھ بتایا ہی نہیں۔ بس آتے ہیں چلے جاتے ہیں۔ نہ کچھ پوچھ..... نہ کچھ۔ یہ بھی نہیں پوچھتے کہ آپ پر کیا گزری ہے۔“

”اور سناپے سنا ہے پچھلے دنوں آپ ملک سے باہر گئی ہوئی تھیں؟“

”جی ہاں لوگ مریض ہو گئے ہیں۔ خصوصاً ہمارے ابو ان کا خیال ہے کہ ان کے سوا اس گھر میں سب پاگل رہتے ہیں۔ بس وہ ہوش مند ہیں چنانچہ علاج کراتے پھرتے ہیں۔ کبھی میرا کبھی کسی اور کا آپ بتائیے مجھ میں کوئی خرابی نظر آتی ہے؟“

”بالکل نہیں عافیہ بیگم آپ تو اس قدر ذہین اور سمجھدار ہیں کہ کبھی بھی میں آپ کے بارے میں سوچتا ہوں تو حیران رہ جاتا ہوں۔“ جواب میں وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

”کوئی انہیں بھی تو سمجھائے۔ زمانہ ہی ایسا ہے ہوش مند ناہوشوں کے سامنے بے عقل بن کر رہ گئے ہیں۔ بس رفتار زمانہ ہے آپ کہاں چلے گئے تھے؟“

”بس عافیہ بیگم زندگی بڑی مصروف ہے۔ نجانے کہاں کہاں وقت گزرتا ہے کوئی ایک ہفتا نہیں۔“

”ہمارے یہاں آجائے۔ ہمارے گھر میں تو بہت سے کمرے ہیں۔ میں ایک کمرہ آپ کے لیے بالکل درست کر دوں گی۔ خوب سجادوں کی اسٹے اور آپ کی ضرورت کی ہر چیز مہیا کر دوں گی۔ آپ یہاں آجائے نا۔“ میں نے اس کی پیش کش کو عجیب سی نگاہوں سے دیکھا۔

”جو لوگ ایسی باتیں کرتے ہیں وہ اجنبی اجنبی سے لگتے ہیں۔ نجانے کیوں آپ مجھے کبھی اجنبی نہیں لگے۔ خدا را ایسی بات نہ کیجئے گا۔“ پھر میں نے عافیہ بیگم کے بارے میں پوچھا اور رفیق صاحب نے ایک مغموم سانس لے کر کہا۔

”کیا نہیں کر چکا ہوں میں اس کے لیے لیکن اللہ کو اس کی صحت دماغی منظور نہیں ہے جیسی تھی ویسی ہی ہے کوئی خاص تبدیلی نہیں ہوئی اس میں۔“

”سل سکتا ہوں۔“ میں نے پوچھا رفیق احمد کھڑے ہو گئے اور پھر وہ خود ہی عافیہ بیگم کے کمرے کے دروازے پر لے گئے۔ دروازہ آہستہ آہستہ بجایا تو اندر سے عافیہ بیگم کی آواز سنائی دی۔

”ابھی..... ابھی کھولتی ہوں۔ بس ابھی کھولتی ہوں وہ آئے ہیں نا ساتھ۔“

”ہاں..... دروازہ کھولو۔ کیا کر رہی ہو؟“

”افوہ۔ ابھی کھولتی ہوں کمانا۔“ عافیہ بیگم کی آواز سنائی دی اور پھر چند لمحات کے بعد دروازہ کھل گیا۔ میں نے عافیہ بیگم کو ایک عجیب ہیئت میں دیکھا۔ وہ خوبصورت چہرہ ہمیشہ کی مانند تھا۔ آنکھوں میں ایک کھویا کھویا انداز بھی۔ بالکل اسی طرح بالوں کی ایک لٹ سفید ہو گئی تھی جس پر کاغذ کا ایک ٹکڑا عجیب سے انداز میں چپکا لیا گیا تھا۔ ہونٹوں پر لپ اسٹک لگائی تھی جو ہونٹوں سے آگے بھی پھیلی ہوئی تھی۔ گالوں پر بھی غالباً میک اپ کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ چہرہ خاصا عجیب ہو گیا تھا اور مسکراہٹ میں ایک عجیب سی کیفیت تھی۔ شرمائے شرمائے انداز میں مجھے دیکھنے لگی۔

رفیق احمد نے تاسف بھرے انداز میں اسے دیکھا اور بولے۔ ”بیٹے پہچانا انہیں کون ہیں یہ؟“

”میں نے انہیں اپنے کمرے کی کھڑکی سے آتا دیکھ لیا تھا۔ آپ ہمیں تنہا چھوڑ دیجئے نا بزرگوں کا نوجوانوں کے ساتھ موجود رہنا کچھ اچھا نہیں لگتا۔ آپ بائیے نا۔“ عافیہ بیگم نے شرمائے ہوئے انداز میں کہا اور رفیق احمد ایک مغموم سانس چلے کر واپس پلٹ گئے۔

”آئیے اندر آئیے۔“ عافیہ بیگم شرمائے ہوئے لہجے میں بولی۔

میں اندر داخل ہو گیا۔ نجانے ان خاتون کے اندر مجھے دیکھ کر یہ کیفیت کیوں پیدا ہو

”غور کروں گا۔“

”غور کرنے کی کیا بات ہے۔ ہم پر بھروسہ نہیں ہے آپ کو اور میں..... میں تو آپ کی اتنی خدمت کروں گی کہ..... کہ آپ حیران رہ جائیں گے۔ ہر کام میں خود کروں گی۔ آپ کے لیے میرا دل چاہتا ہے کہ میں آپ کے لیے کچھ کروں لیکن..... لیکن میں کیا کروں آپ میرے پاس ہوتے کب ہیں؟“

”آپ کا بے حد شکریہ عافیہ بیگم اور کیا کیا کر رہی ہیں آپ؟“ میں نے پوچھا اور وہ ہنس پڑی۔

”میں کیا کروں گی بس وقت گزر رہا ہے اور بہت تیزی سے گزر رہا ہے۔“ اس نے کہا۔ دغبتہ اس کے بالوں پر لگا ہوا کاغذ کا ٹکڑا اڑ گیا اور اس نے جلدی سے کاغذ کو پکڑنے کی کوشش کی پھر واپس اپنے سر پر بھجنا چاہا۔

”یہ کاغذ کیوں لگا رہی ہیں آپ سر پر؟“

”وہ بس۔ وہ بس کیا بتاؤں۔ بس دیکھو بالوں کی یہ لٹ سفید ہو گئی ہے۔ نجانے ایسا کیسے ہو گیا۔ میری عمر تو اتنی نہیں ہے لیکن شاید میرے بال نزلے سے سفید ہوتے جا رہے ہیں۔ آپ محسوس مت کیجئے گا۔“

”نہیں عافیہ بیگم بالوں کی یہ سفید لٹ تو آپ کے چہرے پر بہت خوب صورت لگتی ہے۔“

”ایں۔“ وہ میرے الفاظ میں کھو سی گئی اپنی جگہ سے اٹھی۔ ڈرائنگ ٹیبل کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔ بالوں کی اس لٹ کو دیکھتی رہی پھر بڑے دل آویز انداز میں مسکراتے ہوئے پلٹی۔ ”آپ کو میرے بالوں کی یہ سفید لٹ اچھی لگتی ہے؟“

”بے حد خوبصورت۔“

”میں تو پاگل ہوں بالکل ہی پاگل۔ آپ کھڑکی سے اٹھ آئے تو میں نے سوچا آپ ضرور مجھ سے ملنے آئیں گے۔ بس میک اپ کرنا شروع کر دیا۔ بالوں کو چھپانے کی کوئی اور ترکیب سمجھ میں نہیں آئی تو میں نے یہ کاغذ سر پر چپکالیا لیکن چپکا نہیں کجست۔ چلے اچھا ہوا آپ کو میرے بالوں کی یہ لٹ اچھی لگتی ہے نا۔“

عافیہ بیگم باتیں کرتی رہیں نجانے کیوں میرے دل میں ان کے لیے ہمدردی کے

شدید جذبے موجود تھے۔ اتنی خوش شکل عورت اور بے چاری ذہنی عدم توازن کا شکار ہے۔ کچھ دیر کے بعد وہاں سے واپس پلٹ آیا لیکن بہت دیر تک عافیہ بیگم کی باتیں ذہن کو کبیرتی رہی تھیں۔ یہ عورت دیوانگی کا شکار ہے۔ اس کا کوئی بھی پس منظر ہو لیکن مجھے دیکھ کر اس کے انداز میں جو محبوبیت پیدا ہو جاتی ہے اور یہ اپنے آپ کو جس طرح میرے لیے سنوارتی ہے۔ یہ بات بڑی حیرت انگیز تھی۔ رفیق احمد سے یہ سوال کر بھی نہیں سکتا تھا کہ کیا عافیہ بیگم ہر اجنبی نوجوان کو دیکھ کر اسی کیفیت کا شکار ہو جاتی ہیں یا صرف میرے ساتھ ایسا ہوتا ہے۔ اگرچہ وہ کچلی ہوئی ذہنیت کی مالک ہیں جس کی بنا پر ان کے جذبات سینے میں گھٹ کر دماغی خلل کا باعث بن گئے ہیں تو بہر طور یہ ایک دلہن بات تھی۔ بہت وقت عافیہ بیگم کے بارے میں سوچتے ہوئے گزرا تھا۔

رشید ناگی اور میرا پورا ڈیپارٹمنٹ میرے لیے سرگرم عمل ہو گیا تھا اور میرا ہر طرح خیال رکھنے کی کوشش کی جاتی تھی پھر تمام لوگوں سے ملاقاتیں کرنے کے بعد میں نے رشید ناگی کے ساتھ مل کر شاہ نواز سے ملاقات کا پروگرام بنایا ویسے بھی میں تھوڑا بہت کچھ کام کرنا چاہتا تھا۔ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وطن عزیز کی ترقی کے لیے دوسرے کیا کر رہے ہیں اور میری کون سی خدمات کی ضرورت ہے چنانچہ میری ہدایت پر رشید ناگی نے شاہ نواز سے رابطہ قائم کیا اور اسے بتایا کہ میں یہاں آیا ہوا ہوں۔ شاہ نواز اس وقت سے میرا معتقد تھا جب میں نے الیکشن میں اس کی مدد کی تھی اور شاہ نواز کی سربراہی میں اس کے شعبے میں جو کارروائی ہوئی تھی اس کے بعد مجھے اس بات پر مسرت تھی کہ میں نے صحیح آدمی کا انتخاب کیا ہے۔ شاہ نواز نے فوراً ہی مجھ سے ملاقات کی اور بے پناہ خوشی کا اظہار کیا۔ رسمی گفتگو کے بعد میں نے جب اسے اپنا مافی الضمیر بتایا تو اس نے کہا کہ وہ اس سلسلے میں کارروائی کرتا ہے اور چند روز کی کارروائی کے بعد اس نے ایک ایسی میٹنگ اریج کی جس میں ملک کے نامور سائنس دان اور انتہائی اعلیٰ عہدیداران شامل ہونے کے لیے بہ خوشی تیار ہو گئے تھے۔ مجھے مسرت ہوئی کہ کم از کم میری کاوشیں وطن عزیز کے رکھوالوں کے علم میں آئی ہیں اور انہوں نے انہیں ایک مقام دیا ہے۔ میٹنگ بے حد خفیہ رکھی گئی تھی اور ایک غیر سرکاری عمارت میں اس کا انعقاد کیا گیا تھا جہاں وہ تمام افراد پہنچ گئے تھے جن کے درمیان مجھے شریک ہونا تھا۔ ایک خوبصورت ہال میں بڑی اعلیٰ

درجے کی نشیں لگائی گئی تھیں اور ان نشیوں پر وہ لوگ موجود تھے جو ملک کے لیے کریم کی نشیت رکھتے تھے۔ میرا ایک ایک سے تعارف ہوا اور اب تک میں نے وطن کے لیے جو کچھ کیا تھا اس پر مجھے خراج تحسین پیش کیا گیا۔ ایک بڑی شخصیت نے میری خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے کہا۔

”ایسے بھی خفیہ مجاہد موجود ہیں جو مسلسل وطن کی بہتری اور بقاء کے لیے سرگرم عمل ہیں اور اپنا نام بھی سامنے نہیں لانے دیتے۔ یہ ایک سچی محبت ہے وطن سے جسے بہر حال تاریخ کا ایک حصہ بننا ہوگا اور اس وقت اسے منظر عام پر لایا جائے گا جب دانش منصور کی جانب سے اجازت مل جائے گی۔“

میں نے مسکرا کر جواب دیتے ہوئے کہا۔ ”عمر کا یہ حصہ ایسا ہے کہ وطن کے لیے جو کچھ کیا جاسکتا ہے کر لیا جائے اس کے بعد تو اپنے لگائے ہوئے درخت کے پھل کھانے کے لیے گوشہ نشینی اختیار کرنا ہوگی۔ یہی محنت کا وقت ہے اور میں اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ اپنے وطن کو دینا چاہتا ہوں۔“ اس پر تکلف میٹنگ کے بعد ڈنر کا بندوبست کیا گیا تھا۔ ہم ڈنر کے لیے اٹھنے ہی والے تھے کہ اچانک ہی ایک تیز روشنی ہال میں ابھری ایک لمحے میں معدوم ہو گئی۔ روشنی کا مرکز ایک روشندان تھا جو بلندی پر بیٹھا ہوا تھا۔ یہاں خاص طور سے اس بات کا خیال رکھا گیا تھا کہ کوئی تصویر وغیرہ نہ بنائی جائے کیونکہ میں بہر حال دنیا کی نگاہوں سے پوشیدہ تھا۔ اس بات پر شدید حیرت کا اظہار کیا گیا اور فوراً ہی سیکورٹی کے ارکان کو اطلاع دی گئی خاصی بھاگ دوڑ رہی اور اس بھاگ دوڑ کے نتیجے میں میں بات علم میں آئی کہ کسی کا کوئی وجود نہیں ملتا۔ روشنی کی وجہ سمجھ میں نہیں آسکی تھی۔ حیرانی کا اظہار کیا گیا اور اس کے بعد ڈنر کا آغاز ہوا۔ میں بالکل پریشان نہیں تھا۔ کوئی خاص وجہ بھی نہیں تھی اس پریشانی کی بین اصلی مقام چونکہ اس بات کو چھپانا چاہتے تھے اس لیے ادھر خاص سے دھڑکھڑکھٹ ہوئی اور اس سلسلے میں تحقیقات کی ہدایت وہیں اسی جگہ جاری کر دی گئی۔ البتہ ذہن میرا بھی اچھا ہوا تھا کہ میری تصویر بنانے والا کون تھا جس نے اتنا خطرناک کام سرانجام دے ڈالا اور پھر وہ اپنا کام سرانجام دینے کے بعد کہاں روپوش ہو لیا تھا۔ میں خود تو اس وقت یہ تفتیش نہیں کر سکتا تھا لیکن رشید ناگی سے میری اس موضوع پر بات ہوئی۔

”چیف۔ بات ذرا سنسنی خیز ہے لیکن ظاہر ہے وہ سرکاری میٹنگ تھی اور ہم اس میں کوئی مداخلت نہیں کر سکتے تھے۔“

”خیر کوئی حرج نہیں ہے رشید ناگی اب اگر کسی طرح میری زندگی کی بات منظر عام پر آجھی جائے تو اتنا کوئی مشکل مسئلہ نہیں ہے خدا کا شکر ہے کہ ہم حالات سے نمٹنے کے قابل ہو چکے ہیں۔“

رشید ناگی پھر بھی تشویش میں ڈوبا رہا تھا۔ تھوڑی سی الجھن مجھے بھی تھی۔ بس یہ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اتنی اہم اور خفیہ میٹنگ میں کس نے یہ مشکل کارروائی کی اور اس کا مطلب کیا تھا؟ ظاہر ہے باقاعدہ پروگرام بنایا گیا ہوگا البتہ یہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اگر میں منظر عام پر آ جاؤں اور لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ دانش منصور زندہ ہے تو اس کے منفی اثرات کیا مرتب ہو سکتے ہیں؟

میری رشید ناگی سے بھی اس موضوع پر گفتگو ہوئی تو اس نے کہا۔ ”اصولی طور پر تو چیف یہ تمام لوگ جنہیں آپ کے بارے میں تھوڑا بہت بھی معلوم ہے آپ کی زندگی پر کبھی کے چراغ جلا میں۔۔۔ باقی جہاں تک حکومت کا معاملہ ہے آپ کو سب ہی خوش آمدید کہیں گے بلکہ میں تو سمجھتا ہوں کہ آپ کی زندگی کے انکشاف پر بڑی خوشیاں منائی جائیں گی۔“

”خیر میں ان خوش فہمیوں کا شکار نہیں ہوں بہر حال جو کچھ بھی ہے اس کی وجہ کبھی نہ کبھی منظر عام پر آ ہی جائے گی۔ ہمیں اس سلسلے میں پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے؟“ بات آئی گئی ہو گئی۔ چار پانچ دن گزر گئے اور کوئی خاص بات نہیں ہوئی۔

رشید ناگی نے ایک مجمع مجھ سے ملاقات کی اور ایک اخبار میرے سامنے رکھ دیا۔ یہ ایک کثیر الاشاعت اخبار تھا اور بڑے اخباروں میں اس کا شمار ہوتا تھا۔ اخبار کے پہلے صفحے پر ایک تصویر شائع ہوئی تھی یہ تصویر اس وقت کی تھی جب میرے سلسلے میں بڑے بڑے لوگوں نے ایک میٹنگ کی تھی اور اس میٹنگ میں میری پذیرائی کی گئی تھی۔ جو واقعہ اس وقت ہوا تھا اب وہ منظر عام پر آیا تھا۔ نیچے جو خبر درج تھی وہ یہ تھی۔

”ملک کی ایک مقتدر کاروباری ہستی دانش منصور پھر سے زندگی پا گئے۔“ بعد کی خبر میں تفصیل لکھی گئی تھی کہ کس طرح کچھ عرصہ قبل دانش منصور کی موت واقع ہو گئی

تھی اور ان کی باقاعدہ تدفین ہوئی تھی۔ پورے ملک میں اس بڑی ہستی کی موت کا سوگ منایا گیا لیکن اچانک ہی دانش منصور زندہ ہو کر لوگوں کے درمیان آگئے۔ سرکاری عہدیداران کی ایک میٹنگ میں انہیں پایا گیا ہے ان کی شخصیت سیخہ راز میں ہے اور یہ پتا نہیں چل سکا کہ ان کی موت کا ڈرامہ کس لیے رچایا گیا تھا۔

میں نے سنسنی خیز نگاہوں سے اس خبر اور تصویر وغیرہ کو دیکھا اور پھر رشید ناگی کا چہرہ دیکھنے لگا پھر مجھے ہنسی آگئی۔ رشید ناگی اتنا متوحش نظر آ رہا تھا کہ میں اپنی ہنسی نہیں روک سکا۔

”بھائی یہ میری زندگی کی خبر ہے موت کی نہیں۔“

”چیف آپ کیا سمجھتے ہیں یہ کوئی بے مقصد عمل ہے؟“

”قطعی نہیں۔ میں بہت پہلے سے اس سلسلے میں ذرا سا الجھا ہوا تھا ناگی کہ وہ کون لوگ ہو سکتے ہیں جنہوں نے اتنا خطرہ مول لے کر میری تصویر بنائی۔ بہر حال جس مقصد کے لیے بنائی ہے وہ تو اب منظر عام پر آگیا۔“

”چیف کیا ہو سکتا ہے یہ؟“

”ظاہر ہے ہم اس کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے۔ اصل میں یہ انتظار ہی تو تھا کہ جو کچھ اس دن کیا گیا ہے اس کا مقصد کیا ہے؟ اب یہ مقصد اس حد تک تو سامنے آیا۔“

”چیف کوئی سیاسی مسئلہ بھی ہو سکتا ہے ان لوگوں کو لپیٹنے کی کوشش جنہوں نے آپ کی موت کے ڈرامے میں بڑا پارٹ پلے کیا تھا۔“

”کیا بات ہو سکتی ہے ناگی؟ میں کوئی سیاسی شخصیت تو نہیں ہوں یا ایسا بھی کوئی مسئلہ نہیں ہے کہ میری موت کی کہانی کو منظر عام پر لا کر کسی نے کوئی سیاسی یا صنعتی مفاد حاصل کیا ہو؟“

”ہاں یہ بات تو درست ہے۔“

”اور آئندہ بھی اس قسم کے امکانات نہیں ہیں کہ ملکی پیمانے پر کوئی اس بات سے فائدہ اٹھائے بھی فرض کرو اگر ان لوگوں سے باز پرس کی جاتی ہے یا ان پر نکتہ چینی کی جاتی ہے جنہوں نے میری موت کے سلسلے میں اپنی محبتوں کا اظہار کیا یا اس میں کسی بھی

شکل میں ملوث رہے تو اگر کوئی شخص یہ سوال اٹھاتا بھی ہے تو جواب دینے والا بہ آسانی کہہ سکتا ہے کہ دانش منصور کے گھر سے اس موت کی اطلاع ملی۔ باقاعدہ جنازہ تیار کیا گیا اور اس کی تدفین کی گئی۔ دانش منصور کی صنعتی اور کاروباری شخصیت ایسی تھی کہ وہ لوگ اس کے لیے افسردہ ہوئے، تعزیت کی تدفین میں شرکت کی۔ اب انہیں کیا معلوم تھا کہ اس تابوت میں کون ہے جسے دفن کیا گیا۔ وہ اس کے ذمے دار تو قرار نہیں پاتے۔“

ناگی سوچ میں ڈوب گیا تھا پھر اس نے کہا۔ ”لیکن چیف اس سلسلے میں تحقیقات تو ہونی چاہیے۔“

”تمہارا کیا خیال ہے کیا.....؟“ ابھی میں نے اتنا ہی کہا تھا کہ ٹیلی فون کی جھنجھکی بجی۔ فون ناگی نے ریسیو کیا تھا۔

دوسری طرف شاہنواز تھا۔ اس کے پی اے نے ہمیں بتایا کہ مسٹر شاہنواز بات کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے فون ریسیو کر لیا تو شاہنواز کی آواز سنائی دی۔

”جناب دانش منصور صاحب میں شاہنواز بول رہا ہوں۔“

”ہاں شاہنواز صاحب میں نے اخبار کی خبر اور تصویر دیکھ لی ہے۔“

”ظاہر ہے اس سلسلے میں ہم لوگ زیادہ گفتگو نہیں کر سکتے۔ ویسے اخبار کے پورے عملے کو پولیس ہیڈ کوارٹر لے آیا گیا ہے اگر آپ مناسب سمجھیں تو ویسے تو ہم کارروائی کر ہی رہے ہیں۔“

”اگر آپ میری ضرورت محسوس کرتے ہیں تو دیگر بات ہے ورنہ۔“

”نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تاہم اس سلسلے میں بہت سی ایجنسیوں کو اس بات پر مامور کر دیا گیا۔ ابھی اخبار کے بارے میں تفصیلات نہیں معلوم ہو سکیں۔“

”ٹھیک ہے شاہنواز اگر کوئی خاص بات ہو تو براہ کرم مجھ سے رابطہ قائم کر لینا۔ کسی کی ذمے داری لگا دو تاکہ وہ مجھے صورت حال سے آگاہ رکھے۔“

”بہت بہتر ویسے آپ کو تو کسی ذہنی پریشانی کا سامنا نہیں ہے۔“

”نہیں مسٹر شاہنواز نہ میں کوئی سیاسی شخصیت ہوں نہ کوئی مفروضہ مجرم نہ قاتل وغیرہ۔ بھلا مجھے اس سلسلے میں کیا دقت ہو سکتی ہے۔ ہاں میری موت کی جو کہانی منظر پر آئی تھی اس کے بارے میں اگر کسی کو جواب دہی کے لیے مجبور ہوا تو پھر کوئی کہانی گھڑ لوں

”وہ کہانی کیا ہوگی ہمیں اس سلسلے میں طے کر لینا چاہیے۔“

”ٹھیک ہے پھر رات ملاقات کر لی جائے۔ پورے دن کے معاملات سامنے آجائیں گے۔“

”جی ہمت رہے، میں رات کو آٹھ بجے۔“

”نہیں، ملاقات کے لیے ہم مناسب وقت بعد میں طے کر لیں گے۔“

”اوکے۔“ شاہنواز نے کہا اور رسمی گفتگو کے بعد فون بند کر دیا۔

شاہنواز کی اس گفتگو نے بھی میرے ذہن کو تھوڑا سا الجھا دیا تھا بہر حال ابھی اس کا کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ میں بہت سے ایسے محفوظ گوشے رکھتا تھا جن کے ذریعے اگر کوئی وقت پیش آئی گئی تو اس سے نمٹ لیا جائے گا۔ بظاہر ایسی کوئی بات نہیں تھی اور مجھے واقعی اس سلسلے میں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ شاہنواز سے ملاقات کا وقت طے ہو گیا۔ تھوڑی سی احتیاط رکھی گئی تھی چنانچہ ملاقات کے لیے ایک بالکل ہی الگ جگہ منتخب کر لی گئی۔ حالانکہ شاہنواز نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ اگر یہ ملاقات ڈائمنڈ سٹی میں ہو تو کیا حرج ہے لیکن یہ ایک لمبا پرس تھا اور اس کے بعد بھی اتنا وقت نہیں تھا کہ وہ اس سلسلے میں اتنا وقت ضائع کر سکے۔

بہر حال جس عمارت میں ملاقات کا وقت معین کیا گیا تھا وہ بھی میری ہی ملکیت تھی اور رشید ناگی نے اس کا تعین کیا تھا۔

مقررہ وقت پر میں رشید ناگی کے ساتھ عمارت میں پہنچ گیا اور یہاں میں نے شاہنواز کے علاوہ انتہائی اہم محکمے کے چند افراد کا استقبال کیا۔ رسمی گفتگو کے بعد ہم اصل موضوع پر آگئے۔ شاہنواز نے ان لوگوں کا مجھ سے تعارف کرایا اور بتایا کہ یہ وہ اہم افراد ہیں جو اس سلسلے میں تحقیق کر رہے ہیں۔ اخبار کے پورے عملے کو حکومت کی تحویل میں لے لیا گیا ہے اور وہاں سے جو معلومات ہوئی ہیں وہ بڑی سنسنی خیز ہیں اور محسوس کیا جا رہا ہے کہ کوئی اہم ہی بات ہو سکتی ہے۔

جو معلومات مجھے حاصل ہوئیں وہ یہ تھیں کہ اخبار کے ایڈیٹر کے پاس سے آخری کاپی چیک ہو کر پریس کے لیے چلی گئی تھی لیکن پریس تک پہنچنے سے پہلے اس میں یہ خبر

کچھ اور خبریں نکال کر ایک مخصوص جگہ پیسٹ کر دی گئی۔ اس سلسلے میں اخبار کی کاپی کی خصوصی طور سے نشاندہی کی گئی تھی اور یہ صاف ظاہر ہو جاتا تھا کہ جس جگہ پر یہ خبر لگائی گئی ہے وہاں سے چند ایسی خبریں بھی غائب کی گئی ہیں جن کا بقیہ حصہ دوسرے صفحات پر تھا۔ اس وقت میں نے بھی اس بات پر غور کا نہیں کیا تھا لیکن اب جب یہ نشاندہی ہوئی اور سراغ رساں ایجنسی کے ایک خاص فرد نے جو شاہنواز کے ساتھ آیا تھا اخبار کی وہ کاپی میرے سامنے رکھ کر اس کی نشاندہی کی تو مجھے بھی پورا پورا اندازہ ہو گیا جس پیسٹر نے یہ خبر پیسٹ کی تھی اس کے بازے میں پتا چلا کہ وہ اپنے گھر سے ہی غائب ہے اور واپس نہیں پہنچ سکا کیونکہ اس کی رات کی ڈیوٹی ہوتی تھی اور اس وقت اس کی چھٹی ہوتی تھی جب وہ آخری کاپی پریس پہنچانے کا ذمے دار تھا۔ آخری کاپی پریس پہنچا دی گئی اور وہ معمول کے مطابق چھپ گئی اور اخبار صبح تقسیم ہو گیا لیکن پیسٹر معمول کے مطابق اپنے گھر نہیں پہنچا۔ میں یہ رپورٹ سن کر تھوڑا سا متفکر ہو گیا تھا۔ شاہنواز بھی الجھا ہوا تھا۔

”بہر صورت جناب یہ خبر جس مقصد کے تحت منظر عام پر لائی گئی ہے۔ ہمیں آخر کار اس کا علم ہو جائے گا۔ ایجنسی کے ذمے دار افراد نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ آپ کے تحفظ کے لیے حکومت اقدامات کرے اور کچھ لوگوں کو آپ کے تحفظ کے لیے مخصوص کر دیا جائے۔“

میں نے مسکراتے ہوئے شاہنواز سے کہا۔ ”میں اس کی ضرورت محسوس نہیں کرتا مسٹر شاہنواز کیونکہ میرا اپنا سیکورٹی کا نظام موجود ہے اور میں اپنے طور پر اس سے مطمئن ہوں۔“

”پھر بھی جناب آپ کی جو شخصیت ہے ہمیں اپنی کارروائی تو کرنا ہوگی۔“

”یہ آپ مناسب سمجھتے ہیں لیکن میں براہ راست ان لوگوں سے کوئی تعلق نہیں رکھ سکتا جو میری نگرانی پر مامور ہوں گے۔“

”ٹھیک ہے یہ ہو سکتا ہے وہ اپنے طور پر اپنا کام سرانجام دیں۔“

اس میٹنگ میں اور کوئی ایسی اہم بات نہیں تھی۔ شاہنواز نے مجھ سے پوچھا بھی تھا کہ اس کہانی کے منظر پر آنے کے کیا نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔ میں نے یہی جواب دیا تھا کہ میں نہ کوئی مفرور مجرم ہوں۔ نہ قاتل نہ کوئی غیر قانونی جرم کیا ہے میں نے جس کی بنا پر

”او کے چیف۔ آپ مطمئن رہیں، انتظام کر لیا جائے گا۔“

میں نے رشید ناگی کو بھی ان کھلونوں کے بارے میں نہیں بتایا تھا جو کون میکوویا نے مجھے دیے تھے۔ ان میں کچھ چیزیں ایسی تھیں جو میرے لیے بہترین تحفظ کا بندوبست کر سکتی تھیں۔ کون میکوویا نے یہ چیزیں مجھے دیتے ہوئے کہا تھا کہ یہ بلیک آرمی کا نعم البدل ہیں جس کی تمہیں کہیں بھی ضرورت پیش آسکتی ہے اور اس وقت میں واقعی ان سے بھی کام لے سکتا تھا۔ چنانچہ میری اپنی شخصیت تقریباً محفوظ تھی ہاں رشید ناگی وغیرہ کو اس سلسلے میں بتا کر میں بالکل مطمئن نہیں کرنا چاہتا تھا کیونکہ ہر پہلو کو سامنے رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ اس کے بعد ظاہر ہے مزید کسی اخبار میں میرے بارے میں کوئی تفصیل آنا ممکنات میں سے نہیں تھا۔ انتظامات کر لیے گئے ہوں گے لیکن میں نے اس خبر کی تردید شائع کرنا بھی منظور نہیں کی تھی۔ کوٹھی میں بے شمار ٹیلی فون کالیں موصول ہوئیں تھیں ان میں کچھ شناساؤں کی کالیں بھی تھیں جنہوں نے یہ تصدیق کرنے کی کوشش کی تھی کہ اخباری خبریں درست ہیں یا نہیں اور اس خبر کو درست ہی قرار دیا گیا تھا۔ البتہ ملاقات سے معذرت کر لی گئی تھی۔ میں تھوڑی سی الجھن کا شکار ہو گیا تھا۔ کوئی بات منظر پر آنی چاہیے تاکہ اس کوشش کے پس منظر میں کیا ہے پتا چل سکے لیکن دن گزرتے رہے اور کوئی ایسی خاص بات نہیں ہوئی۔ یہاں ان سب لوگوں سے مسلسل ملاقاتیں ہوتی رہتی تھیں۔ سرکاری طور پر جن لوگوں کو میری نگرانی پر مامور کیا گیا تھا وہ اپنے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ بہت سی سرکاری میٹنگوں میں بھی شرکت کرنی پڑی تھی اور میرے شب و روز دلچسپی سے گزر رہے تھے پھر اس کلب میں مجھے خصوصی طور پر دعوت دی گئی جس میں ابتدائی دنوں میں مسز خان کے ساتھ آتا جاتا رہتا تھا اور وہاں میرے بہت سے شناسا بن گئے تھے۔ میں نے کلب میں جانے سے گریز نہیں کیا۔ میری سکیورٹی کے انتظامات بہت سخت تھے اور اب مجھے یہ سب کچھ بڑا عجیب محسوس ہوتا تھا بہر حال میں کلب پہنچ گیا۔ کوئی پرانا چہرہ نہیں ملا تھا لوگ بدل گئے تھے۔ البتہ کلب کے منتظمین اب اس لیے میرے مداح تھے کہ بعض جگہوں پر میرا نام ایک محب وطن کی حیثیت سے سامنے آچکا تھا۔ کوئی ایسی خاص بات نہیں ہوئی جو قابل تذکرہ ہوتی۔ نئے لوگوں نے مجھ سے ملاقات کی البتہ ایک شخصیت میرے لیے بھی باعث دلچسپی بنی تھی۔ یہ ایک نوجوان اور خوب

میرا منظر پر آنا پریشان کن ہو۔ ہاں جو کمائی مجھے اس سلسلے میں گھڑنی ہے اس کے لیے ضروری نہیں ہے کہ میں کسی خاص پریشانی کا اظہار کروں۔ اپنے طور پر سوالات کرنے والوں کو میں جواب دے دوں گا۔ شاہنواز مطمئن ہو گیا تھا اور پھر یہیں سے میری نگرانی کا بندوبست کر لیا گیا اور میں نے اس پر کوئی تعرض نہیں کیا تھا۔ رات گئے میں اور رشید ناگی واپس آگئے تھے۔

”چیف ویسے ہمیں اس حقیقت سے انکار نہیں کرنا چاہیے کہ جس نے بھی یہ عمل کیا ہے اس کا کوئی نہ کوئی مقصد تو ہو گا؟“

”جب تک مقصد سامنے نہیں آئے گا ناگی اس وقت تک میں کیا کر سکتا ہوں؟“

”ویسے چیف میں نے اپنے طور پر بھی سیکورٹی کا بندوبست کر لیا ہے کہیں ان لوگوں کے درمیان کوئی تصادم نہ ہو جائے۔“

”ہوں یہ ذرا الجھن کی بات ہے، بہر حال ہم محتاط رہیں گے اور ضرورت پڑنے پر میں اپنی نگرانی کرنے والوں سے یہ بات بھی کہہ دوں گا کہ جو لوگ میرے اپنے ہیں اور میری حفاظت پر مقرر ہیں ان کا خیال رکھا جائے۔“

”ٹھیک ہے چیف یہ کام میں خود کر لوں گا۔ آپ مطمئن رہیں۔ ویسے میری درخواست ہے کہ آپ محتاط رہیں۔“

”ناگی میرا نظریہ ذرا مختلف ہو گیا ہے۔ اگر تمہیں اعتراض نہ ہو تو۔“

”کیا چیف؟“ ناگی نے حیرانی سے پوچھا۔

”میں چاہتا ہوں کہ اپنی مصروفیات بڑھا دوں۔ زیادہ سے زیادہ پبلک مقامات پر جاؤں۔ زیادہ سے زیادہ لوگوں سے گھلتے ملنے کی کوشش کروں۔ ہاں بس ان ضروری امور سے تھوڑا سا پیچھے ہٹ جاتے ہیں جو ہمیں انجام دینے ہیں جیسے ڈائمنڈسٹی، میں سمجھتا ہوں کہ میری وہاں موجودگی ضروری بھی نہیں ہے جو کام جس انداز میں وہاں ہو رہا ہے جاری رہے۔ میں شہری معمولات میں دلچسپی لیتا ہوں۔“

”اس سے کیا فرق پڑے گا چیف؟“

”اس سے وہ لوگ بہت جلد کھل کر سامنے آجائیں گے جو میری زندگی کا اظہار کر کے اپنے مفادات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔“ رشید ناگی سوچ میں ڈوب گیا تھا۔

صورت لڑکی تھی۔ اتنی خوب صورت کہ کلب میں داخل ہوئی تو بے شمار افراد مجھ پر سے توجہ ہٹا کر اس کی جانب متوجہ ہو گئے۔ اخروٹی رنگ کے بال، ایسے دلکش نقوش کہ دیکھنے والے کی نگاہ اس پر سے نہ ہٹ سکے۔ اتنا متناسب اور نفیس جسم کہ ایک ایک عضو کی تعریف کرتے زبان نہ تنہکے۔ ہاں جب وہ خصوصاً مجھ سے ملی تو مجھے ذرا سنبھلنا پڑا۔

اس نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔ ”میرا نام دردانہ شوق ہے۔ ترکی نژاد ہوں لیکن اب اسی ملک میں رہتی ہوں۔ والدین خوش حال ہیں اور میں اپنے شوق کی تکمیل کرتی ہوں۔ اگر آپ سے یہ کہوں مسٹر دانش منصور کہ آج پہلی بار اس کلب میں آپ کی ہی وجہ سے داخل ہوئی ہوں تو یہ غلط نہیں ہوگا۔“

”بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر مس دردانہ شوق۔ آپ کو مس ہی کہوں نا؟“

”یہ آپ کی مرضی پر منحصر ہے۔ آپ کو جو محسوس ہو وہی کہیں۔“

”نہیں۔ پوچھ لینا بہتر ہوتا ہے۔“

”جی ہاں۔ میں مس ہوں میرے والد شوق جمالی ایک فارغ البال آدمی ہیں۔ زمینیں ہیں ہماری وہاں کام ہوتا ہے اور ہم لوگ خدا کے فضل سے شہر میں آرام کی زندگی گزارتے ہیں۔“

”آپ کو تو یہاں بہت مشہور ہونا چاہیے تھا۔“ میں نے کہا کیوں؟

”آپ اس قدر حسین ہیں کہ شہر کی توجہ آپ کی جانب ہونی چاہیے تھی۔“

”اس انوکھی تعریف کا بے حد شکریہ۔ اصل میں آپ کے بارے میں مجھے اخبار سے تفصیلات حاصل ہوئی تھیں اور میں نے دوبار آپ کی کوٹھی پر فون بھی کیا تھا لیکن آپ سے ملاقات کے سلسلے میں مجھ سے معذرت گری گئی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ بہت بڑے آدمی ہیں دانش صاحب لیکن بڑے آدمیوں کو بھی اپنی بزدائی قائم رکھنے کے لیے چھوٹوں سے رابطہ رکھنا چاہیے۔“

”ارے نہیں مس دردانہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ آپ کو اگر یہ شکایت ہوئی تو میں اس کے لیے آپ سے معذرت خواہ ہوں۔“

”چلئے آج میرے اس شوق کی تکمیل بھی ہو گئی۔“

”آپ کے ذہن میں میرے لیے کوئی خاص تاثر تھا؟“

”جی ہاں میں ایڈوینچر پسند ہوں اور اپنے اس شوق کے ہاتھوں بری طرح پریشان رہی ہوں۔ ایک ایسا شخص جس کی موت کی اطلاعات مل چکی ہو اگر دوبارہ زندگی پا جائے تو کیا یہ ایک حیرت انگیز بات نہیں ہے۔ میں آپ سے صرف یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ وہ موت اور یہ زندگی کیا حیثیت رکھتی ہے؟“

”اس سلسلے میں آپ کو یقینی طور پر مایوسی کا سامنا کرنا پڑے گا مس دردانہ شوق کیونکہ میری موت کی کہانی کچھ غلط فہمیوں کا نتیجہ تھی۔ میں خفیہ طور پر ملک سے باہر چلا گیا تھا اور یہاں کچھ ایسے واقعات ہوئے جن کی بنا پر یہ تصور کر لیا گیا تھا کہ میں زندگی سے محروم ہو گیا ہوں جو شخص میری حیثیت سے ان لوگوں کو ملا وہ بے چارہ میرا ہم شکل تھا اور یوں اس واقعے کی مکمل تصدیق ہو گئی۔ خدا اس کی مغفرت کرے۔“

دردانہ شوق ہنسنے لگی پھر بولی۔ ”ملک سے باہر جانا کوئی خاص اہمیت رکھتا تھا؟“

”نہیں مس دردانہ یہ بالکل ذاتی معاملات ہیں اور ظاہر ہے میں کسی کو اس میں شریک نہیں کر سکتا۔“ اس نے اپنی ٹیلی آنکھوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

”مجھے بھی نہیں۔“ میں اس سوال پر ہنس پڑا۔

”یقیناً“ آپ جیسی حسین شخصیتوں کے سامنے جھوٹ بولنا ممکن نہیں ہوتا لیکن اس سلسلے میں اگر آپ میری معذرت قبول فرمائیں تو میں شکر گزار ہوں گا۔“ اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔

وہ دیر تک میرے ساتھ رہی لیکن بعد میں میرے ذہن پر اس کا نشہ دیر تک طاری رہا۔ کوئی ایسی اہم بات نہیں تھی جس پر میں توجہ دیتا لیکن دوسرے دن پھر وہ مجھ پر مسلط ہو گئی۔ کوٹھی پہنچی تھی اور کہا تھا کہ میں نے اس کو طلب کیا ہے۔ مجھے اطلاع ملی تو اسے بلانے کے لیے مجبور ہو گیا۔ وہ آگئی اور کہنے لگی۔

”جھوٹ بولنا بے شک بری بات ہے لیکن جب انسان کسی مجبوری کا شکار ہو جائے تو جھوٹ بولنا پڑ جاتا ہے۔ میں جھوٹ بول کر یہاں آنے پر معذرت خواہ ہوں۔“

”کوئی بات نہیں آپ تشریف لائیں شکریہ۔“

”تو آپ مجھے نہیں بتائیں گے کہ آپ کی موت کا وہ پراسرار ڈراما کیا حیثیت رکھتا

ہے؟“

”مس دردانہ یہ موضوع میرے لیے زیادہ پسندیدہ نہیں ہے۔“

”اچھا چلے ٹھیک ہے میں اس سے دست بردار ہوتی ہوں لیکن آپ سے دست بردار نہیں ہو سکتی۔“

”کیا مطلب؟“

”میں آپ سے دوستی کی خواہش مند ہوں۔“

”میں آپ کا دشمن نہیں ہوں۔“

”باتوں میں ٹالنے کی کوشش نہ کیجئے گا۔ مجھے پاگل کہا جاتا ہے میرے حلقوں میں اور میرا پاگل پن یہی ہے کہ اگر کوئی پسند آجاتا ہے تو میں اس کی جان چھوڑنا پسند نہیں کرتی۔“ میں ہنسنے لگا۔

”آپ اس قدر خوب صورت ہیں کہ آپ سے گریز بھی تو ممکن نہیں ہے۔“

”تو پھر مجھے اپنے آپ سے ملنے کی اجازت دے دیجئے گا۔“

”ٹھیک ہے۔“ میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

اب میرے ذہن میں اس کے لیے ایک تاثر پیدا ہوتا جا رہا تھا۔ ایک لڑکی کا مجھ تک پہنچنا بے معنی تو نہیں ہو سکتا۔ نتیجے میں میں نے اسے اہمیت دینا شروع کر دی اور پھر ایک شام اس نے مجھے اپنے گھر پر دعوت دی۔ رشید ناگی سے میں نے سرسری طور پر اس کا تذکرہ کر دیا تھا۔

”جناب عالی میں اس کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کر چکا ہوں۔“

”کیا مطلب؟“

”شہر کے ایک فیشن ایبل علاقے کی کوٹھی میں رہتی ہے۔ باپ کا نام شوق جمالی ہے۔ کوئی تفصیل نہیں معلوم ہو سکی ان لوگوں کے بارے میں سوائے اس کے کہ اس کوٹھی میں انھیں آئے ہوئے بہت کم وقت ہوا ہے۔“

”ہوں۔ اس کا مقصد ہے کہ سوچا جاسکتا ہے اس کے بارے میں۔“

”یقیناً چیف۔“

”اس نے مجھے اپنے گھر پر بلوایا ہے اور میں جانا چاہتا ہوں۔“ میں نے کہا اور ناگی نے گردن ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

”چیف میرا خیال ہے اگر آپ جانا چاہتے ہیں تو کوئی حرج بھی نہیں ہے۔“

دردانہ شوق کے والد شوق جمالی درحقیقت ایک اچھے انسان تھے۔ بڑے ملنسار اور خوش اخلاق۔ مجھ سے کہنے لگے۔ ”اس لڑکی نے آپ کی تعریفیں کر کے ہم لوگوں کو آپ سے اتنا متعارف کرا دیا ہے کہ یوں لگتا ہے جیسے آپ ہمارے ہی خاندان سے تعلق رکھتے ہوں۔“

شوق جمالی نے اپنی زمینوں کی تفصیلات وغیرہ بتائیں۔ اپنے بارے میں بتایا اور یہ بھی بتایا کہ وہ تھان کی اولاد ہے۔ یہاں زیادہ عرصہ اس لیے نہیں ہوا کہ انھوں نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ ترکی میں گزارا ہے اور وہیں کاروبار کرتے رہے ہیں۔ جبکہ ان کے والدین مقامی ہی تھے اور ان کی یہ زمینیں پشتی ہیں جو آج تک برقرار ہیں۔ بظاہر کوئی ایسی بات نظر نہیں آتی تھی لڑکی کے اس قدر بے باک ہونے کا اندازہ اب اس بات سے ہو جاتا تھا کہ اس نے ترکی میں جنم لیا تھا وہیں پرورش پائی تھی اور اس کی فطرت میں کچھ تیزی اور طراری تھی۔

اچھی دلچسپ لڑکی تھی۔ بڑا اچھا ادبی ذوق رکھتی تھی۔ بس ذرا سرپھری سی معلوم ہوتی تھی لیکن یہ ظاہر میں اس سے اتنا ہی بے تکلف ہو سکتا تھا جتنا ممکن ہو سکے۔ البتہ وہ بہت آگے کی چیز تھی۔

”ایک دن اس نے مجھ سے کہا۔ ”جب دو انسان اس قدر قربت اختیار کر جائیں تو

پھر انہیں اس سے آگے قدم ضرور بڑھانا چاہیے۔ میں نے آپ کی فطرت میں ایک خاص

بات دیکھی ہے دانش منصور صاحب۔“

”کیا؟“

”آپ بہت زیادہ قریب ہو کر اچانک اس طرح دور ہٹ جاتے ہیں جیسے کسی خیال

نے آپ کو چونکا دیا ہو۔“

”نہیں میں آپ سے اتفاق نہیں کرتا۔“

”اس کا مطلب ہے کہ آپ مجھے پسند کرتے ہیں۔“

”اگر کسی کو پسند کیا جاتا ہے تو اس سے گریز کیا جاتا ہے مس دردانہ۔“

”تو پھر ہم دونوں کو شادی کر لینا چاہیے۔“

اس نے اتنے اطمینان سے یہ بات کہہ دی کہ میں بھونچکا رہ گیا اور یہ غور کرنے لگا کہ جو کچھ میں نے سنا ہے اس نے وہی کہا ہے۔ میں نے سوالیہ انداز میں اسے دیکھا۔

”شادی..... شادی..... شادی۔ اب میرے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ میں زندگی میں آپ سے دور ہو جاؤں۔“

میں بہت دیر تک غور کرتا رہا اور پھر میں نے اس سادہ لوح لڑکی سے کہا۔ ”مس دردانہ میں آپ کو ناپسند نہیں کرتا لیکن آپ کی فطرت میں جو بے باکی اور تیزی ہے اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ آپ نے اس ملک میں تعلیم نہیں پائی اور نہ ہی یہاں کی تربیت آپ پر اثر انداز ہوئی۔ ہمارے یہاں لڑکیوں کا ایک خاص انداز ہوتا ہے۔“

”مجھے سب معلوم ہے اور اگر آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ میں نے بے باکی سے آپ سے یہ سب کچھ کیوں کہہ دیا تو آپ اسے بس اتنا سمجھ لیجئے کہ جب کسی پر اعتماد ہو جاتا ہے تو بات اس حد تک بڑھ جاتی ہے ورنہ میں کسی اور سے یہ جملے نہیں کہہ سکتی تھی۔“

”تو پھر آپ کو یہاں رکنے کے لیے میں یہ بتانا پسند کرتا ہوں کہ میں نے اپنی زندگی کا ساتھی منتخب کر لیا ہے اور میرے لیے یہ ممکن نہیں ہے جو آپ نے کہا۔“

وہ ایک لمحے کے لیے سناٹے میں رہ گئی تھی۔ چند لمحات وہ کچھ نہ بول سکی پھر آہستہ آہستہ اس کے چہرے پر مسکراہٹ واپس آگئی۔

اس نے تعریفی انداز میں مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ ”کمال ہے“ واقعی کمال ہے۔ اصولی طور پر یہ سننے کے بعد مجھے اداس ہو جانا چاہیے۔ تم سے نفرت شروع کر دینی چاہیے کیونکہ تم نے مجھے ٹھکرا دیا ہے لیکن میں روشن خیال ہوں۔ دلوں کے سودے اس طرح نہیں ہو جاتے۔ اصل میں تم نے خود بھی مجھ سے پسندیدگی کا اظہار کیا تھا۔ میں نے سوچا کہ ان حالات میں کوئی مشکل نہیں ہوگی میرے لیے کیونکہ تم مجھے بھی پسند آگئے تھے۔ مائی ڈئیر لیکن ہم دوست تو رہ سکتے ہیں نا؟“

”تم جیسی روشن خیال لڑکی کی دوستی پر مجھے فخر ہو گا ڈئیر دردانہ۔“

”شرط ہے ایک“ مجھ اپنی محبوبہ سے ملاؤ۔ جو لڑکی دلوں پر اس طرح قبضہ جمالے کہ انسان کہیں کسی سے متاثر ہی نہ ہو۔ وہ یقینی طور پر ایسی ہی شخصیت کی مالک ہوگی جس کے سحر کو نظر انداز نہ کیا جاسکے۔ پلیز مجھے اس سے ملاؤ۔“

میں نے اس سے وعدہ کر لیا۔ زندگی کے یہ لمحات مجھے خالص خوش گوار محسوس ہو رہے تھے۔ دردانہ شوق سے جس طرح میں نے حقیقت کا اظہار کر دیا تھا اس میں میری نیت کا خلوص شامل تھا۔ کسی کو دھوکا دینا اور وہ بھی اپنی ذات کے لیے مجھے ناپسند تھا پھر کوئی دوسری لڑکی بھلا رخسار کی بلندی کہاں پاسکتی تھی۔ بے چاری دردانہ شوق کو میرے بارے میں کچھ معلوم ہی نہ تھا سوائے عمومی باتوں کے تو مجھے یہاں ان حالات میں لطف آرہا تھا۔ ایک جانب کوئن میکوویا کے مشن کی تکمیل کے لیے مجھے نجانے کیسے کیسے خطرناک لمحات سے دو چار ہونا پڑا تھا اور دوسری جانب یہ نرم اور خوشگوار ماحول تھا جس نے مجھے اپنی گرفت میں جکڑ لیا تھا۔ ان سب کے درمیان بڑی خوشی محسوس ہو رہی تھی پھر ایک وقت متعین کر کے میں دردانہ شوق کو رخسار کے سوشل ورک آفس میں لے گیا۔ رخسار آفس ہی میں تھی مجھے دیکھ کر معمول کے مطابق خوش ہو گئی لیکن میرے ساتھ دردانہ شوق کو دیکھ کر وہ ایک دم سنبھل گئی تھی۔ اس نے کھڑے ہو کر ہم دونوں کا استقبال کیا۔ دردانہ شوق کی عقابانی نگاہیں رخسار کا جائزہ لے رہی تھیں۔

”یہ رخسار ہیں۔ وہ جن سے تم ملنا چاہتی تھیں اور رخسار یہ دردانہ شوق ہیں میری دوست۔“

دونوں نے ایک دوسرے سے مصافحہ کیا۔ رخسار نے اسے بڑی خوش اخلاقی سے بیٹھنے کی پیشکش کی۔

دردانہ مسکرا کر بولی۔ ”جس انداز میں آپ سے تعارف حاصل کرنا چاہتی ہوں اس مجھے یقین ہے کہ مسٹر دانش منصور اس انداز میں میرا آپ سے کبھی تعارف نہیں کرانیں گے۔ نام تو معلوم ہو ہی چکا ہے“ میں اس سے آگے بھی کچھ بتانا چاہتی ہوں آپ کو۔“

میں نے چونک کر دردانہ شوق کو دیکھا۔ ایک لمحے کے لیے میرے دل میں یہ خیال گزرا کہ یہ بے باک لڑکی کہیں اپنی گفتگو سے میرے اور رخسار کے درمیان کوئی نفاق ڈالنے کی کوشش نہ کرے۔ حالانکہ رخسار پر مجھے مکمل اعتماد تھا لیکن عورت کے بارے میں جو کچھ سنا تھا وہ تھوڑی سی تشویش کا باعث ضرور تھا۔ رخسار بھی دلچسپی سے دردانہ شوق کی طرف متوجہ تھی۔

دردانہ نے کہا۔ ”مس رخسار آپ سے ایک سوال کروں جس پر نہ آپ کو حیران ہونا چاہیے نہ پریشان صرف سوال یہ ہے براہ کرم جواب ضرور دیجئے گا۔“

”ضرور مس دردانہ۔ کیسے۔“

”کیا آپ مجھ سے زیادہ خوب صورت ہیں؟“ دردانہ پھٹ پڑی۔

رخسار اس کے سوال کو سمجھنے کی کوشش کرنے لگی۔ اتنا عجیب سوال شاید کسی نے کسی سے نہ کیا ہو گا لیکن بہر طور..... اس نے چند لمحات کے بعد جواب دیا۔

”یہ ایک ٹھوس سچائی ہے مس دردانہ کہ آپ بے حد حسین ہیں اور میں آپ کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں۔“

”گڈ دیری گڈ لیکن مس رخسار میں آپ کو دلی مبارکباد پیش کرتی ہوں کہ آپ کا ساتھی بہت اچھا ہے۔ اتنا اچھا کہ آپ پر رشک کرنے کو دل چاہتا ہے۔“

”کیا مطلب؟“

”یہ مسٹر دانش منصور بہت بڑے آدمی ہیں۔ یہ بڑی اعلیٰ شخصیت کے مالک ہیں۔ میں ایک انتہائی دولت مند باپ کی بیٹی ہوں۔ ہمارا کاروبار نہ صرف یہاں بلکہ ترکی میں بھی کافی وسیع ہے۔ ماں باپ کی اکلوتی بیٹی ہوں اور اتفاقیہ طور پر میں مسٹر دانش منصور سے محبت کرنے لگی تھی۔ ایک تو میری فطرت دوسرے ان کی شخصیت میں ان کے بہت قریب ہو گئی اور یہ بھی ایک سچائی ہے کہ میں نے زبردستی ان کے قریب پہنچ کر ان کی دوستی حاصل کی ہے۔ پھر میرے دل میں ان کے لیے محبت کا جو جذبہ پیدا ہوا اس نے مجھے مجبور کر دیا کہ میں ان سے دل کی بات کہہ دوں اور سب میں نے اپنی محبت کا ان پر اظہار کیا تو انہوں نے نہایت بے تکلفی سے مجھے یہ بات بتا دی کہ ان تلوں میں تیل نہیں ہے۔ یہ کسی اور کو چاہتے ہیں۔ مس رخسار محبت تو آفاقی جذبہ ہے چاہنے پر کوئی پابندی نہیں لگائی جاسکتی لیکن میں اس شخصیت کو دیکھنا چاہتی تھی جس نے میری محبت کا ناکام بنا دیا۔ آپ بے شک کچھ ایسی نمایاں خصوصیات رکھتی ہوں گی جن کی بناء پر دانش منصور صاحب نے آپ کو منتخب کیا ہے بہر حال بڑی خوشی کی بات ہے میں آپ لوگوں کو مبارکباد پیش کرتی ہوں۔ اب یہ نہ سمجھئے گا کہ میں آپ کی محبت پر ڈاکہ ڈالنے کی کوشش کروں گی۔ بس میرا جی چاہا کہ آپ سے ملاقات کروں اور شاید دانش منصور کو بھی یہ بات معلوم

نہیں تھی کہ میں یہاں آکر آپ سے کیا باتیں کروں گی لیکن دیکھئے ناکشادہ دلی بھی تو کوئی چیز ہوتی ہے اور یہ میری نیک نیتی کی ضمانت ہے۔“

رخسار بہت سمجھدار تھی۔ اس نے اس بات پر کسی خاص کیفیت کا اظہار نہیں کیا اور مسکراتی ہوئی بولی۔ ”مس دردانہ آپ واقعی عظیم شخصیت کی مالک ہیں۔ ہاں ہم دونوں بہت عرصے سے ایک دوسرے سے منسلک ہیں۔ بڑی طویل کہانی ہے یہ لیکن بہر حال ہم ایک دوسرے کے ساتھی ہیں اور میں واقعی خوش قسمت ہوں کہ دانش منصور مجھے چاہتے ہیں۔“

”ہم دونوں ایک دوسرے کی ذہنی قربت حاصل کر چکے ہیں جو کسی بھی وقت باقاعدگی میں تبدیل ہو جائے گی۔“

پھر اس کے بعد رخسار نے دردانہ شوق کی کافی خاطرمدارت کی۔ میں واقعی ابتدا میں تو بھونچکا رہ گیا تھا لیکن پھر ان دونوں خواتین کی فراخ دلی نے میری مشکل حل کر دی تھی اور بعد میں میں ان حالات سے لطف اندوز ہوا تھا۔ دردانہ شوق کافی دیر کے بعد

”اب میں ان کے ساتھ واپس نہیں جاؤں گی۔ ویسے تو کوئی بات نہیں ہے کیونکہ میں اچھے لوگوں کے درمیان ہوں لیکن کچھ ایسی ضروریات ہیں جن کی بنا پر مجھے تنہا ہی جانا چاہیے۔“ ویسے میری بھی کچھ سوشل پر اہمیت ہے مس رخسار اگر اجازت ہو تو کبھی کبھی آپ سے ملاقات کرتی رہوں اور مسٹر دانش منصور۔ رخسار کے سامنے یہ بات آپ سے کہہ رہی ہوں۔ یہ نہ سمجھیں کہ میں انہیں آپ کی طرف سے بھڑکا کر کوئی انتقامی کارروائی کرنے کی کوشش کروں گی۔ مس رخسار اگر کبھی میں دانش منصور کے خلاف آپ سے ایک لفظ بھی کہوں تو آپ کو حق حاصل ہے کہ اپنے چہرے کے ذریعے مجھے باہر نکلا دیجئے گا۔“

”ارے نہیں آپ بہت عظیم خاتون ہیں دردانہ شوق آپ کسی باتیں کرتی ہیں اور آپ جب چاہیں یہاں تشریف لاسکتی ہیں۔ میں آپ سے رابطہ کر کے بہت خوشی محسوس کروں گی اور آپ کو بتاؤں گی کہ دیکھئے میں اپنے وطن کے لوگوں کے لیے کیا کچھ کر رہی ہوں۔“

”اوسکے خدا حافظ۔“ وردانہ شوق نے کہا اور رخسار سے ہاتھ ملا کر مسکراتی ہوئی باہر نکل گئی۔

میں گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔

رخسار نے مجھے دیکھ کر شرماتے ہوئے کہا۔ ”وہ واقعی بہت خوب صورت ہے۔“
میں نے گہری نگاہوں سے اس کا جائزہ لیا اور ہنس کر کہا۔ ”کچھ محسوس کر رہی ہو؟“

”ہاں۔“ رخسار نے جواب دیا اور میں چونک پڑا۔

”کیا؟“ میں نے سوال کیا۔

”یہ کہ میری تقدیر واقعی بہت اچھی ہے۔ مجھے اپنی تقدیر کی خوب صورتی کا اندازہ نہیں تھا۔“

”اوہ۔“ میں نے گہری سانس لی۔ رخسار کا مقصد میں سمجھ چکا تھا۔ ”ویسے رخسار محبت میں اگر بدگمانیاں نہ ہوں تو عجیب نہیں لگتا۔“

”نہیں۔“ اس نے فوراً جواب دیا اور میں سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا تو وہ بولی۔

”مجھے میری اوقات سے اتنا زیادہ مل گیا ہے دانش کہ اس کے بعد میرے دوستوں کے لیے ختم ہو گئے ہیں۔“

میں رخسار کی بات کے سحر میں گم ہو گیا تھا۔ ہر طور پر یہ اچھی بات تھی کہ رخسار کے دل میں کسی بدگمانی کا گزر نہیں ہوا تھا۔

معمولات جاری رہے۔ وردانہ کی دو بار مجھ سے ملاقات ہوئی۔ رخسار کے پاس وہ اس کے بعد نہیں گئی تھی پھر ایک شام رشید ناگی نے مجھے بتایا کہ مسٹر شاہنواز ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے خود شاہنواز کے پاس جا کر اس سے ملاقات کی۔

”ارے دانش منصور صاحب مجھے تو خود آپ کے پاس آنا تھا۔ میں نے ناگی صاحب سے اس کا اظہار کیا تھا۔“

”میں آگیا بات ایک ہی ہے۔“

”آپ کی محبت اور بڑائی ہے۔ اصل میں ایک پیغام دینا چاہتا تھا۔ پرموں شام آپ

سے کچھ افراد نے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا ہے اور میں نے ان سے یہ کہہ دیا ہے کہ یہ پیغام میں آپ تک پہنچا دوں گا اور آپ کا جواب ان تک۔“

”کون لوگ ہیں؟“

”یوں سمجھ لیجئے کہ ملکی امور میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ چار سائنس دان ہیں۔ دو فوجی حکام اور دو سول حکام۔ نواں فرد میں ہوں گا کیونکہ مجھے آپ سے بہت زیادہ قریب سمجھا جاتا ہے۔ اس لیے کام میں جس کا تعلق براہ راست مجھ سے نہیں ہے میری شمولیت بھی رکھی گئی ہے۔“

”جہاں مجھے پہنچنا ہو وہاں کے بارے میں بتادو۔“ شاہنواز نے مجھے تفصیلات بتائیں اور پھر تھوڑی دیر کی ملاقات کے بعد میں واپس آگیا۔ میرے ذہن میں کوئی خاص احساس نہیں تھا۔ ڈائمنڈ سٹی کا کام بخوبی چل رہا تھا۔ کوئین میکویا نے بھی مجھ سے رابطہ کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ جبکہ اگر وہ چاہتی تو یہ رابطہ کر سکتی تھی۔ غالباً وہ مجھے پوری طرح چھٹی دینا چاہتی تھی اور کیونکہ میرے ذہن میں بھی ایسی کوئی خاص بات نہیں تھی اس لیے میں بھی سکون محسوس کر رہا تھا۔

وقت مقررہ پر میں اس عمارت میں داخل ہو گیا جو میرے لیے اجنبی تھی لیکن جہاں میرا استقبال ایک ہیرو کی حیثیت سے کیا گیا تھا۔ ان سائنس دانوں سے میں واقفیت رکھتا تھا۔ فوجی حکام میں بھی ایک بریگیڈیئر سے میری ملاقات تھی۔ یہ ملٹری انٹیلی جنس کے آدمی تھے۔ دوسری شخصیت نئی تھی۔ اس کے علاوہ میرے وطن کے اہم محکمے کے دو سربراہ جنہوں نے بڑی محبت سے میری پذیرائی کی تھی۔ رسمی الفاظ کا تبادلہ کیا گیا اور اس کے بعد مقصد کی بات شروع کر دی گئی۔ ایک سائنس دان نے مجھے بتایا۔

”مسٹر دانش منصور ماضی میں آپ سائنسی امور کے سلسلے میں وطن عزیز کے لیے جو کچھ کر چکے ہیں وہ صیغہ راز میں نہیں ہے۔ اب آپ کا ایک باقاعدہ فائل بنایا گیا ہے اور اس خفیہ فائل میں آپ کی کادشوں کی پوری تفصیلات درج ہیں۔ اس وقت ہم آپ سے اپنے ایک اہم منصوبے کے بارے میں گفتگو کرنا چاہتے ہیں جو نامکمل رہ گیا ہے۔ اس منصوبے کی تکمیل کے لیے ہم نے ایک انتہائی جدید ملک سے کچھ ایسی مشینیں اور کچھ ایسے پارٹس منگوائے تھے جو ہمارے اس اہم منصوبے کی تکمیل کے لیے بنیادی حیثیت

رکھتے ہیں۔ ہمارا یہ سودا مکمل ہو چکا تھا اور ہم ان مشینوں اور پارٹس کے پر امن حصول کے لیے اس ملک کے حکام کو قائل کر چکے تھے یہاں تک کہ ہمارا شپ منٹ ہو گیا لیکن ہمارے دشمن ہماری ترقی کی راہ میں ہمیشہ رکاوٹیں ڈالتے رہے ہیں۔ وہ اپنی کوششوں میں مصروف تھے اور ہمیں اس کا علم نہیں ہو سکا تھا۔ جب ہمارا شپ منٹ ہو گیا تب کہیں جا کر انہیں اپنی کوششوں میں کامیابی حاصل ہوئی اور انہوں نے اس حکومت کو قائل کر لیا کہ یہ مشینیں اور فاضل پرزے ہمیں نہیں ملنے چاہئیں۔“

”چنانچہ ہمارے اس جہاز کو راستے ہی میں روک لیا گیا تھا اور پھر ہمارے بدترین دشمنوں میں سے ایک عظیم سرمایہ دار نے وہ مشینیں خرید لیں۔ ہمیں سرمائے کی واپسی کر دی گئی اور معذرت کر لی گئی کہ یہ اشیاء کسی خاص منصوبے کے تحت ہمیں نہیں دی جاسکتیں اور ہمارا سودا کینسل کر دیا گیا ہے۔ یہ بڑا مشکل مرحلہ پیدا ہو گیا تھا ہمارے لیے۔ ابتدا میں تو ہم بالکل ہی بے بس ہو گئے تھے لیکن اس کے بعد نئی منصوبہ بندی کے تحت ہم نے کئی ملکوں سے رابطہ قائم کیا لیکن وہ ملک بھی ہمیں ہماری مطلوبہ اشیاء فراہم کرنے پر تیار نہ ہوئے اور اس کی وجہ وہی جدید ملک تھا جس نے ہمارا سودا کینسل کیا تھا اور اس طرح ہم اپنے ایک عظیم منصوبے کو جس پر ہمارا اربوں ڈالر کا سرمایہ صرف ہو چکا ہے تکمیل تک پہنچانے میں ناکام رہے۔“

”اس سرمایہ دار نے وہ بے مقصد چیزیں خرید کر اپنے ہاں اسٹور میں ڈلوادی ہیں اور وہاں زنگ آلود ہو رہی ہیں جبکہ یوں سمجھ لیجئے مسٹر دانش منصور کہ ہمارے ملک میں ایک اہم ترقی کے لیے ان کا حصول بے حد ضروری ہے۔ ہم نئے سرے سے ان اشیاء کو کہیں سے حاصل نہیں کر سکتے لیکن کسی طرح اگر وہ اشیاء وہاں سے حاصل ہو جائیں جہاں وہ بے کار پڑی ہوئی ہیں تو یوں سمجھ لیجئے کہ ہمارے اس منصوبے کی خفیہ طور پر تکمیل ہو جائے گی۔ مسٹر دانش اصولی طور پر یہ کام سرکاری حکام کا ہے اور انہیں اپنے طور پر یہ کرنا ہے لیکن آپ سمجھتے ہیں کہ عالمی سیاست میں ایسے معاملات بعض اوقات بڑی اہم نوعیت اختیار کر جاتے ہیں۔ اس لیے ہم یہ رسک نہیں لینا چاہتے۔ خصوصاً ہمارا پرزوسی ملک اس سلسلے میں ہم پر کڑی نگاہ رکھتا ہے اور لازمی امر ہے کہ وہ بھی ان معاملات سے واقف ہو گا چنانچہ اگر ہم سرکاری بنیاد پر یہ کام کرتے ہیں اور خدا نخواستہ اس کی تکمیل نہ

ہو پائی یا یہ منصوبہ منظر عام پر آ گیا تو ہمیں کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ آپ کی ذہانت سے ہمیں یہ امید ہے کہ آپ ہماری اس مشکل کا حل تلاش کر سکتے ہیں اور اس امید پر یہ تفصیلات آپ کے کانوں تک پہنچائی گئی ہیں۔ آپ اس سلسلے میں فیصلہ کرنے میں مکمل طور سے آزاد ہیں کیونکہ بہر حال ہر شخص کے کچھ نہ کچھ مسائل ہوتے ہیں یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ آپ لازمی طور پر یہ سب کچھ کر لیجئے گا لیکن یہ درخواست کرنے کے لیے ہم نے منصوبہ بندی کی اور چونکہ آپ ہمیں یہیں اپنے وطن میں دستیاب ہو گئے اس لیے اس سے بہتر موقع اور کوئی نہ سمجھا گیا۔“

میں دلچسپی اور سنسنی سے یہ تفصیل سن رہا تھا۔ اس سے پہلے بھی میں ایسے کئی کام اپنے طور سرانجام دے چکا تھا۔ یہ فرمائش مجھ سے باقاعدہ کی گئی تھی اور وطن کا معاملہ تھا۔ میرے تو بدن کارواں رواں اپنے وطن کی خدمت کے لیے وقف تھا۔ اس بات کو بار بار اپنی زبان سے دہرانا مجھے عجیب لگتا ہے۔ اندرونی جذباتوں کا کوئی مقام نہیں ہوتا۔ وہ تو وجود کا ایک حصہ بن جاتے ہیں۔ میرے دل میں یہ خواہش تھی کہ اپنے وطن کو ایک ایسی جنت بنادوں جن کا تصور اقوام عالم حسرت سے کریں اور تصور بہر حال آہستہ آہستہ پروان چڑھتے ہیں بشرطیکہ دل میں جذبے ہوں۔ میں نے اس سلسلے میں کوئی تعرض نہیں کیا۔

”آپ لوگوں کی محبت ہے کہ آپ نے مجھے اس قابل سمجھا اور میری حقیر سی کوششوں کو اتنی اہمیت دی حالانکہ میں نے جو کچھ کیا ہے آپ میں سے کسی کے لیے نہیں کیا یہ تو میرے اندر کی آواز ہے جس کے تحت میں عمل کرتا ہوں۔ بہر طور میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے میرے لیے ایک خدمت کا تعین کیا اور مجھے اس کا موقع دیا۔ میں انتہائی خلوص کے ساتھ اس کام کی تکمیل کی ذمہ داری قبول کرتا ہوں اور اس سلسلے میں مجھے تفصیلات درکار ہوں گی۔“

”وہ تفصیلات میں آپ کو فراہم کروں گا کیونکہ میں اس شعبے کا انچارج ہوں۔“ ایک سائنس دان وقار صدیقی نے کہا۔ وقار صدیقی صاحب کا نام ملکی معاملات کے لیے اجنبی نہیں تھا۔ گو ان سے میری پہلی ملاقات تھی لیکن بہر طور ان کی شخصیت سے واقف تھا۔

میں نے نہایت ادب سے کہا۔ ”صدیقی صاحب آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں اس کے

وردانہ شوق کا کردار بہر طور میرے لیے خاصا متاثر کن تھا کیونکہ اس کے بعد اس نے مجھ سے زیادہ ملاقات کی کوشش نہیں کی تھی۔ ہاں ایک بار وہ رخسار سے ضرور ملی تھی جس کا تذکرہ رخسار نے مجھ سے کیا تھا اور کہا تھا کہ وہ کافی اچھی لڑکی ہے۔ بہت فراخ دل اور مجھے اس کا کردار بہت پسند آیا ہے۔

پھر صمدانی صاحب نے مجھ سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا۔ غالباً وہ اپنا کام مکمل کر چکے تھے۔ ان کی خوب صورت کوٹھی میں میں نے ان سے ملاقات کی۔ انہوں نے مجھ سے درخواست کی تھی کہ چونکہ تمام ضروری غذات ان کے اپنے پاس موجود ہیں اور انہیں لے کر آنا ممکن نہیں ہے اس لیے میں زحمت کروں اور مجھے ان کی اس بات پر کوئی اعتراض نہیں ہوا تھا۔ پھر وہاں مجھے ان تمام تفصیلات سے آگاہی ہوئی۔

وہ مشینری جس شخص نے خریدی تھی اس کا نام ”ہینی ڈیل“ تھا۔ نسلا ”یہودی“ تھا۔ بار باؤس میں ایک بڑا کاروبار کرتا ہے۔ بار باؤس بحیرہ کری سین کے ٹریٹی ڈاڈا سے تقریباً تین سو کلو میٹر شمال مشرقی میں بہت سے جزائر پر مشتمل ہے۔ اس کا دارالحکومت برج ٹاؤن ہے اور ہینی ڈیل برج ٹاؤن میں ہی رہتا ہے۔ اس مشینری سے اس کا کوئی واسطہ نہیں تھا۔ بس اس نے یہ سب کچھ اس لیے کیا تھا کہ ایک مسلم ملک کو اتنا بڑا پروجیکٹ حاصل نہ ہو سکے، مسٹر وقار صمدانی نے مجھے تفصیلات بتاتے ہوئے کہا۔

”اس سلسلے میں۔ میں اس کے علاوہ اور کوئی مدد نہیں کر سکتا کہ یہ تفصیلات آپ کو فراہم کر دوں۔ باقی مجھے یہ ہدایت کی گئی ہے کہ جب آپ یہ تفصیلات سمجھ لیں تو ہائی

لیے میں ذاتی طور پر آپ کا شکر گزار ہوں حالانکہ میں جانتا ہوں کہ دنیا کا کوئی بھی بڑا کام کاروباری طور پر نہیں بلکہ جذباتوں کے نام پر ہوتا ہے اور چونکہ آپ میرے وطن کے لیے اپنے دل میں جذبے رکھتے ہیں اس لیے میں آپ کی انتہائی عزت کرتا ہوں۔ میری دلی آرزو ہے کہ آپ جس قدر جلد ممکن ہو سکے مجھے اس بارے میں تفصیلات فراہم کر دیں۔ میں انتہائی خوش دلی سے اپنا یہ فرض سرانجام دینے کی کوشش کروں گا۔“

تمام لوگوں نے مجھ سے بڑی محبت اور عقیدت کا اظہار کیا تھا اور پھر صمدانی صاحب نے مجھ سے وعدہ کیا کہ چند روز کے اندر اندر وہ اس سلسلے کی تمام کاغذی کارروائی مکمل کر کے میرے ساتھ میٹنگ کریں گے اور مجھے تفصیلات فراہم کر دیں گے۔

واپس آنے کے بعد میں بہت دیر تک اس میٹنگ کے بارے میں غور کرتا رہا بہر حال میری پسند کا کام تھا۔ یہاں خاصا وقت گزار لیا تھا۔ میں کام کی نوعیت دیکھنے کے بعد کوئن میکویا سے بھی اس سلسلے میں مدد لے سکتا تھا۔ اب مجھے اس پر پورا پورا اعتماد ہو چکا تھا کہ وہ میرے وطن کے بارے میں اب اسی انداز میں سوچتی ہے جس طرح میں۔ بہر حال اب میں نے اس موضوع کے بارے میں سوچنا شروع کر دیا تھا۔ اس دوران برابر سب سے ملاقات جاری تھی اور اب چونکہ یہ امکان ہو گیا تھا کہ مجھے کچھ عرصے کے بعد ملک سے باہر جا کر اپنے اس مشن کی تکمیل کرنی ہے اس لیے میں زیادہ وقت ان لوگوں کے ساتھ گزارتا تھا۔



کمان سے رابطہ کریں تاکہ آپ سے یہ معلوم کر لیا جائے کہ اس مہم کی تکمیل کے لیے آپ کو مقامی طور پر کیا کچھ درکار ہو گا؟“

وقار صدیقی سے تمام تر معلومات حاصل کر کے اور ان کے ساتھ ڈنر لے کر میں واپس آیا تو میرا ذہن انہی تصورات میں الجھا ہوا تھا۔ بارہا دوس کے بارے میں ابھی تک مجھے کچھ معلومات حاصل نہیں تھیں۔ رشید ناگی سے اس سلسلے میں گفتگو کر کے تفصیلات بھی معلوم کی جاسکتی تھیں اور اسے بتانا بھی ضروری تھا کہ اب میں کس پروگرام کا آغاز کر رہا ہوں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی بہت سے فیصلے بھی کرنے تھے۔ کون میکوویا کو اپنی اس مہم سے آگاہ کروں یا نہ کروں اور اپنے طور پر ہی یہ کام سرانجام دینے کی کوشش کروں بہر حال یہ باقاعدہ پلاننگ کی بات تھی اور اس رات میں نے اپنے ذہن کو اس پلاننگ میں الجھائے رکھا اور کچھ مستحکم فیصلے کر لیے۔

دوسرے دن کوئی ایسی اہم بات رونما نہ ہوئی جو قابل تذکرہ ہو لیکن دن کو گیارہ بجے یہ واقعہ رونما ہو گیا۔ رشید ناگی نے فون پر مجھے بتایا کہ کل شام سے رخسار اپنی رہائش گاہ پر موجود نہیں ہے۔ اس نے کسی سے کوئی رابطہ بھی نہیں کیا ہے اور یہ بتا کر نہیں گئی ہے کہ وہ کہاں جا رہی ہے اس سلسلے میں اس کے سوشل ورک ڈیپارٹمنٹ نے تشویش کا اظہار کیا ہے کیونکہ اس سے پہلے کبھی اس کے معمولات میں کوئی تبدیلی نہیں رونما ہوئی تھی اور وہ اپنی مصروفیات سے لوگوں کو آگاہ رکھتی تھی۔ میرے ذہن میں ایک چھکا سا ہوا۔ رخسار کہاں جاسکتی ہے حالانکہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں تھا لیکن پھر بھی رشید ناگی کو تشویش ہوئی تو بے مقصد نہیں ہوگی۔ میں نے رشید ناگی کو فوراً طلب کر لیا اور اس کے بعد اس سے کہا کہ رخسار کی تلاش کے سلسلے میں فوراً کارروائی کی جائے حالانکہ بظاہر کوئی ایسی بات نہیں ہے وہ بہت پر اعتماد ہے اور اپنے طور پر اپنا تحفظ کرنا بھی جانتی ہے لیکن معمولات میں تبدیلی کا نوٹس لینا ضروری ہے۔

”سر میرا خیال ہے اگر عرفان غزنوی کے ہاں سے معلومات حاصل کی جائے۔“

”یہ تم اپنے طور پر ہی کر سکتے ہو۔ میری غیر موجودگی میں تم تمام صورت حال سے آگاہ رہے ہو۔ ویسے بھی غزنوی خاندان میں میری کوئی مداخلت ناپسندیدہ نگاہوں سے دیکھی جائے گی۔“

”آپ فکر نہ کریں سر میں معلومات کرتا ہوں اس کے علاوہ کبھی کبھی میڈم ڈائمنڈ سٹی بھی چلی جاتی ہیں۔ میں وہاں سے بھی معلوم کرتا ہوں لیکن آپ کی موجودگی میں ان کا کوئی الگ مشغلہ میرے لیے ذرا تعجب خیز ہے۔“

رشید ناگی چلا گیا۔ ہمارا ضروری عملہ رخسار کے بارے میں معلومات حاصل کرنے میں مصروف ہو گیا۔ میں کوٹھی ہی پر رہ کر ٹیلی فون کالوں کا انتظار کرتا رہا اور شام کے ساتھ بچے گئے لیکن رخسار اپنی رہائش گاہ پر نہیں پہنچی تھی۔ عرفان غزنوی کے ہاں سے بھی مکمل طور پر اس سے لاعلمی کا اظہار کیا گیا تھا اور ڈائمنڈ سٹی پر بھی وہ موجود نہیں تھی۔ اب بات ذرا تشویش ناک حد میں داخل ہو گئی تھی۔

دوسرا دن بھی گزر گیا اور رخسار کا کوئی پتا نہیں چلا تو میرے ذہن میں خفقان ہونے لگا۔ کیا ہے یہ سب کچھ؟ پھر اچانک ہی مجھے دردانہ شوق کا خیال آیا اور میں بے اختیار اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ ہو سکتا ہے دردانہ شوق کچھ اس سلسلے میں تفصیلات فراہم کر سکے۔ میں نے آج تک دردانہ شوق سے کبھی اس کا ٹیلی فون نمبر نہیں لیا تھا۔ ٹیلی فون ڈائریکٹری میں وہ نمبر تلاش کرنے کے بجائے میں نے خود ہی تیاریاں کیں اور اس کی رہائش گاہ کی جانب چل پڑا جہاں مسٹر شوق جمالی کا قیام تھا۔ نجانے کیوں میرے دل میں ان لوگوں کا خیال آ گیا تھا۔ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ ایڈونچر پسند لڑکی نے رخسار کو اپنے ساتھ کہیں الجھا لیا ہو۔ وہ ایسی ہی سحر انگیز قوت کی مالک تھی اور رخسار اس سے متاثر بھی تھی۔ کچھ دیر کے بعد میں اس خوشنما کوٹھی پر پہنچ گیا۔ شوق جمالی مجھے کوٹھی کے برآمدے ہی میں نظر آ گئے۔ مجھے دیکھ کر بڑے پر تپاک انداز میں میری جانب بڑھے۔

”زہے نصیب، زہے نصیب، دانش منصور صاحب تشریف لائے ہیں۔ آئیے آئیے خیریت، ہم غریب لوگ کیسے یاد آ گئے؟“

”دردانہ کہاں ہیں؟“

”اندر موجود ہے آئیے آپ آئیے۔ کوئی اور بھی ساتھ ہے؟“

”نہیں تنہا ہوں۔“

”گاڑی لاک کر دی ہے؟“

”جی ہاں۔“

”تو پھر تشریف لائیے۔“ وہ مجھے لے کر اندر پہنچ گئے۔ بڑے احترام سے ایک صوفے پر بٹھایا اور مجھ سے میری خیریت پوچھنے لگے۔

”جی ہاں خیریت ہی ہے ذرا دردانہ صاحب کو بلا دیجئے۔“

”اطلاع نہیں ملی ہوگی آپ کے آنے کی اسے دردانہ وہ تو آپ ہی کے گن گاتی رہتی ہے۔ بلاتا ہوں۔“

شوق جمالی صاحب نے ایک ملازم کو طلب کیا۔ اس سے کوئی عمدہ مشروب لانے کے لیے کہا اور پھر خود دردانہ کو بلانے کے لیے اٹھ گئے۔ میں بے چینی سے دردانہ کی آمد کا انتظار کرنے لگا۔ کچھ دیر کے بعد دردانہ کے ساتھ واپس آگئے۔ دردانہ نے بڑے تپاک سے میرا استقبال کیا۔

”فون کر دیا ہوتا مجھے۔ کم از کم آپ کے شایان شان استقبال تو کیا جاسکتا تھا۔“

”دردانہ میں ایک مشکل کا شکار ہو گیا ہوں۔“ میں نے کہا اور دردانہ کے چہرے کا رنگ اتر گیا۔

”خیریت کیا بات ہے؟“

”رخسار سے تمہاری سب ملاقات ہوتی تھی؟“

”دو تین دن ہو گئے کیوں؟“

”دردانہ‘ رخسار غائب ہے۔“

”کہاں‘ کب کیسے؟“ وہ شدید حیرت کے عالم میں بولی۔ شوق جمالی چونک پڑے۔

”رخسار وہی لڑکی دردانہ جس کے بارے تم نے مجھے بتایا تھا؟“

”جی ڈیڈی۔“

”کیا ہوا‘ غائب ہے سے تمہاری کیا مراد ہے۔ مائی ڈنیر دانش منصور۔“

”سر وہ ایک ذمے دار خاتون ہیں اپنے کام پورے پروگراموں کے ساتھ کرتی ہیں لیکن‘ لیکن وہ لاپتا ہیں کہیں سے بھی ان کا کوئی پتا نہیں مل رہا۔ دردانہ کی دوست بھی ہیں وہ۔ میں نے سوچا شاید ان سے ان کے پروگرام کے بارے میں کچھ معلوم ہو سکے۔“

”اوہ نہیں مجھے کوئی پروگرام نہیں بتایا تھا رخسار نے مگر واقعی آپ نے ایسی جگہوں

پر تلاش کر لیا اسے جہاں وہ کسی کو اطلاع دیے بغیر جاسکتی ہیں؟“

”ہاں دردانہ کہیں سے کوئی پتا نہیں چل رہا۔“

”میں سخت پریشان ہو گیا ہوں کیا کرنا چاہیے کہاں جاسکتی ہیں وہ؟“ دردانہ خود بھی

بے چین نظر آنے لگی تھی۔ اتنی دیر میں ملازم مشروب لے آیا۔

”اس وقت کچھ پینے کا موڈ نہیں ہے جناب معافی چاہتا ہوں۔ اصل میں اس سلسلے

میں اور بھی کچھ کام کرنے کا خواہش مند ہوں۔ بس دردانہ سے معلومات حاصل کرنے چلا

آیا تھا۔ دردانہ پلیز اپنا ٹیلی فون نمبر دے دو ورنہ میں تمہیں ٹیلی فون کر کے ہی معلوم

کر لیتا۔“

”میں ابھی لکھ کر دیے دیتی ہوں۔“ اس نے کہا۔

ایک چٹ پر فون نمبر لکھ کر مجھے دے دیا۔ میں اٹھا تو وہ بھی میرے ساتھ ہی اٹھ

گئی۔

”ایکسیکیوزی۔ اگر آپ مائنڈ نہ کریں مسٹر دانش منصور تو کیا میں بھی اس کی

تلاش میں آپ کے ساتھ رہ سکتی ہوں۔ میں آپ کو بتا نہیں سکتی کہ اس اطلاع نے

میرے اعصاب پر کتنا بڑا اثر کیا ہے۔ اب میں بھی یہاں بے سکون رہوں گی۔“

”مسوری دردانہ‘ نجانے کہاں کہاں بھٹکنا پڑے مجھے‘ ویسے تم اتنی مہربانی ضرور کر دینا

کہ اگر تمہیں اس کے بارے میں کوئی اطلاع مل جائے تو مجھے فون پر اطلاع دے دینا۔“

”ٹھیک ہے۔ کاش میں آپ کو بتا سکتی مسٹر دانش منصور کہ رخسار کی کسی مشکل

سے میں کتنا دکھ محسوس کر رہی ہوں۔“

”تھینک یو دردانہ‘ تھینک یو دیری مچ۔“ میں وہاں سے بھی باہر نکل آیا۔

درحقیقت میں بے بسی محسوس کر رہا تھا۔ کیا عجیب بات ہے۔ تمام وسائل میرے ساتھ

ہیں۔ نجانے کیا کیا کچھ کر چکا ہوں اپنی زندگی میں ایک چھوٹے سے مسئلے کا حل میرے پاس

نہیں تھا۔ یہ سوچا بھی نہیں جاسکتا تھا کہ رخسار اس طرح کہیں غائب ہو سکتی ہے۔ یقینی

طور پر کسی حادثے کے سوا اور کچھ نہیں ہوا ہے۔ ورنہ رخسار ایسی لڑکی نہیں ہے کہ اس

طرح کا کوئی بھونڈا مذاق کرے یا اگر کوئی مصروفیت بھی ہو تو کسی کو ہٹانا پسند نہ کرے۔

مزید کچھ وقت گزر گیا۔ اس وقت بھی میں اپنی کوٹھی پر موجود تھا۔ ابھی تھوڑی دیر

پہلے الیاس بھائی واپس آگئے تھے۔ رات کو نازاں باجی اور بھائی آئے تھے۔ ہر شخص رخسار کے لیے پریشان تھا۔ رشید ناگی کف افسوس مل رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ اس سے بھی غلطی ہوئی ہے۔ رخسار خود بھی تو ایک اہم شخصیت ہے کم از کم دانش منصور کے حوالے سے لیکن ان باتوں سے کچھ حاصل نہیں تھا۔

رات کے تقریباً ساڑھے نو بجے تھے۔ ٹیلی فون کی گھنٹی بجی یا تو کوئی رخسار کے بارے میں معلومات حاصل کر رہا ہو گا یا پھر ممکن ہے کہیں سے اس کے بارے میں کوئی اطلاع ملے۔ ان دونوں ٹیلی فون ایک لمحے میں ریسیو کیا جاتا تھا اور یہ وہ ٹیلی فون تھا جو صرف میرے استعمال میں رہتا تھا۔ میں نے ریسیور اٹھا لیا اور دوسری طرف سے دردانہ شوق کی آواز سنائی دی۔

”دانش منصور سے بات کرنا چاہتی ہوں میرا نام دردانہ شوق ہے۔“

”میں بول رہا ہوں دردانہ۔“

”ہیلو دانش کیسے ہیں آپ؟“

”ٹھیک نہیں ہوں دردانہ ابھی تک رخسار کا کوئی پتا نہیں چل سکا۔“

”آپ نے کہا تھا نا کہ اگر مجھے رخسار کے بارے میں کچھ معلوم ہو جائے تو میں آپ کو بتاؤں۔“

”اوہ مائی گاڈ تو کیا تمہیں اس کے بارے میں کچھ معلوم ہو چکا ہے۔“

”ہاں اب سے نہیں اس وقت سے جب سے وہ غائب ہوئی ہے۔“

دردانہ شوق کے لہجے میں ایک عجیب سی چمک تھی جس نے مجھے چونکا دیا اور میں اس کے الفاظ پر غور کرنے لگا۔

”کیا اس سلسلے میں بھی کوئی مذاق مناسب ہو سکتا ہے دردانہ؟“

”بالکل نہیں جناب دانش منصور صاحب میں آپ سے بالکل مذاق نہیں کر رہی جو کچھ کہہ رہی ہوں وہ حقیقت ہے۔ بس ذرا آپ کی بھاگ دوڑ سے لطف اندوز ہو رہی تھی اور یہ دیکھ رہی تھی کہ آپ اسے کس حد تک چاہتے ہیں۔ میرا خیال ہے آپ کے اور اس کے درمیان صحیح معنوں میں روحانی رشتے موجود ہیں۔ آپ کی کیفیت سے یہی اندازہ ہوتا ہے۔“

میرے دل میں دردانہ کے لہجے سے اور اس کے الفاظ سے شبہ سر ابھارنے لگا۔ میں نے سوچا کہ ہو سکتا ہے دردانہ رقابت کا شکار ہو گئی ہو۔ اس نے بظاہر رخسار سے یگانگت کا مظاہرہ کیا ہو اور درپردہ اس کے خلاف کسی چکر میں لگ گئی ہو۔ عورت کی فطرت سے ایسی کسی سازش کا تصور بعید نہیں تھا۔

”ہیلو۔“ دوسری جانب سے دردانہ کی آواز ابھری۔

”میں غور کر رہا ہوں دردانہ کہ تم کیا کہنا چاہتی ہو؟“

”جو کچھ میں آپ سے کہنا چاہتی ہوں مسٹر دانش منصور وہ بڑی طویل بات ہے اور

مجھے ہدایت ملی ہے کہ میں آپ کو اس سے آگاہ کر دوں۔“

”پلیز دردانہ تمہاری ایک بات بھی میری سمجھ میں نہیں آرہی۔“

”تو پھر سنئے جناب آپ کو یاد ہو گا کہ ایک بار آپ بہت بڑے بڑے سرکاری

افسران کی ایک میٹنگ میں شریک ہوئے تھے مگر نہیں۔ میں نے بات شاید غلط جگہ سے

شروع کر دی۔ اس سے پہلے تھوڑے سے الفاظ کا اضافہ کر لیجئے دانش منصور تو مرچکا تھا

لیکن اچانک ہی اسے اس کے شہر میں دیکھا گیا وہ آزادانہ طور پر نقل و حرکت کر رہا تھا اور

اس نے اپنے جتنے یادگاری مراکز قائم کر رکھے تھے وہاں اسے دیکھا جا رہا تھا۔ دانش منصور

کے بہت پرانے دوستوں کو اس سلسلے میں تشویش ہوئی ویسے مسٹر دانش منصور آپ لوگ

یقین کر لیجئے کہ آپ کے ان دوستوں کو آپ کی موت کا یقین نہیں تھا بلکہ اس دوران کئی

بار مختلف معاملات میں آپ کے ہونے کا شک کیا گیا لیکن اس شک کی تصدیق نہیں ہو سکی

تھی یہاں آپ کے شہر میں آپ کے دوستوں کا ایک باقاعدہ پینل ہے جو اپنے معاملات میں

مصروف ہونے کے باوجود آپ کے بارے میں بھی تشویش زدہ رہا ہے۔“

”جب یہ اطلاع اس پینل کو ملی تو فوری طور پر ہیڈ کوارٹر سے رابطہ قائم کیا گیا اور

ہیڈ کوارٹر سے ہدایت ملی کہ آپ کی زندگی کی تصدیق کر لی جائے تو اب میں آجاتی ہوں اسی

میٹنگ والے دن کے واقعے پر۔ ہمارے ایک ساتھی نے زندگی کی بازی لگا کر اس میٹنگ

میں آپ کی شرکت کی تصویریں حاصل کیں۔ یہ تصویریں ہیڈ کوارٹر پہنچائی گئیں اور ہیڈ

کوارٹر سے فوری ہدایت ملی کہ آپ کی زندگی کی خبر عام کر دی جائے نتیجہ میں ہمیں آپ

کے شہر کے اس بڑے اخبار سے رجوع کرنا پڑا اور کسی نہ کسی طرح ہم نے اپنا یہ کام کر ہی

لیا۔ اصل میں یہ اس لیے کیا گیا تھا کہ آپ کو اپنی زندگی کی خبر عام ہونے کے بعد ہر وقت چھپے چھپے رہنے کی ضرورت پیش نہ آئے اور آپ مکمل طور سے منظر عام پر آجائیں۔

”چنانچہ دانش منصور صاحب ہمیں اپنے اس مشن میں بھی کامیابی حاصل ہوئی اور ہم زیادہ آسانی سے آپ کی نقل و حرکت کا جائزہ لیتے رہے۔ جب ہمارے کرم فرماؤں کو آپ کے بارے میں پورا پورا یقین ہو گیا تو پھر ہمیں کسی ایسے پروگرام کی ضرورت درپیش ہوئی جس کے تحت آپ کے بے پناہ وسائل سے چھپکارہ حاصل کرتے ہوئے ہم اپنے کام کا آغاز کر سکیں اور اس سلسلے میں میری خدمات حاصل کی گئیں۔ دانش منصور صاحب میرے ذریعے اس بات کا پتا چلایا گیا کہ اس دنیا میں آپ کو سب سے عزیز کس کی شخصیت ہے۔ انسان کی کوئی نہ کوئی کمزوری ہوتی ہے اور آپ کی کمزوری مس رخسار ہیں۔ میں نے آخر کار پوری چھان بین کے بعد یہ رپورٹ پیش کر دی کہ آپ کی کمزوری کیا ہے اور بس اس کے بعد میرا منصوبہ پایہ تکمیل کو پہنچ گیا۔ مس رخسار سے قربت حاصل کرنے کے بعد میں نے ادارے کو مطلع کیا اور ادارے کی ہدایت پر مس رخسار کو اپنے ساتھ لے آئی اور اب وہ بڑی احتیاط اور حفاظت کے ساتھ ہماری تحویل میں ہیں۔ آپ میرا شکریہ ادا کیجئے دانش منصور صاحب کہ میں آپ کو آپ کی محبوبہ کی زندگی اور صحیح سلامت ہونے کی خوشخبری سن رہی ہوں۔“

وہ خاموش ہو گئی۔ میری وجود میں آگ کا سمندر کھولنے لگا تھا۔ بڑی غلطی ہو گئی تھی مجھ سے بہت بڑی غلطی جس کا ازالہ ممکن نہیں تھا تاہم کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی تھا۔ میں نے نجانے کتنی مشکلات سے اپنے لہجے پر قابو پایا پھر آہستہ سے کہا۔

”کیا آپ کو اپنے ادارے کا نام بتانے کی اجازت ہے مس دردانہ؟“

”جی ہاں ایسی کوئی پابندی نہیں عائد کی گئی ہے مجھ پر کہ میں آپ کو آپ کے پرانے دوستوں کا نام بتا دوں۔ ہمارا تعلق ڈان سینٹر سے ہے۔“ اس نے کہا اور میرے جڑے بھیج گئے۔

میں اس کھولن پر قابو نہیں حاصل کر پا رہا تھا جو اس وقت میرے وجود میں ہو رہی تھی لیکن طیش کا مظاہرہ حماقت کے سوا کچھ نہیں تھا۔ وہ میرا مذاق اڑاتی ہیں نے پھر اپنے لہجے کو کنٹرول کر کے کہا۔

”گڈ تو پھر آپ بھی ڈان سینٹر کو میری طرف سے اس شاندار کامیابی کی مبارکباد پیش کر دیجئے گا۔“ میرے الفاظ پر وہ کھٹکھٹا کر ہنس پڑی۔

”کمال ہے ایسے اچھے اور شریف دشمن میں نے کبھی نہیں دیکھے، بہر حال میں تو درمیانی رابطہ ہوں جو حکم آپ دے رہے اس کی تعمیل بھی کر دوں گی۔“

”تعمیل کے ساتھ ساتھ مس دردانہ شوق آپ ان سے کہہ دیں کہ وہ رخسار کے سلسلے میں مجھ سے رابطہ کریں اور رخسار کے سلسلے میں ان کا نظریہ کیا ہے اور وہ کیا چاہتے ہیں؟ براہ کرم ان سے کہئے کہ وہ جلد ہی اس سلسلے میں اپنے مطالبات کا اظہار کر دیں۔ اب آپ سے کیا چھپانا آپ تو جانتی ہیں کہ میں رخسار کو کتنا چاہتا ہوں۔“

”یقیناً“ میں اس سلسلے میں آپ سے بھرپور تعاون کروں گی۔ ویسے دانش منصور صاحب ایک بات اور بھی کہنا چاہتی ہوں جو ذاتی نوعیت کی ہے۔“

”جی فرمائیے۔“

”آپ اس غلط فہمی کو دل سے نکال دیجئے گا کہ میں آپ پر عاشق ہو گئی تھی۔ بڑی سبکی محسوس ہوئی تھی مجھے اس وقت جب میں نے آپ سے اظہار عشق کیا اور آپ نے مجھے مسترد کر دیا۔ شاید عورت کی فطرت میں انتقامی جذبے کبھی ختم نہیں ہوتے لیکن آپ یہ نہ سوچیں کہ میں رخسار سے کوئی انتقام لوں گی۔ ہرگز نہیں جناب اول تو وہ میری ریش سے باہر کی چیز ہے۔ دوسری بات یہ کہ انتقام اسی شخص سے لیا جانا چاہیے جس سے دشمنی ہو آپ میرا یہ حساب اپنے کھاتے میں لکھ لیجئے گا۔ کبھی کسی نگہ ہو سکتا ہے آپ سے واسطہ پڑے۔“

”آپ متضاد بات کہہ رہی ہیں مس دردانہ شوق۔ یعنی یہ کہ آپ میری جانب ملتفت بھی نہیں تھیں اور پھر میرے مسترد کیا جانے کی وجہ سے انتقامی جذباتوں کا شکار بھی ہو گئی ہیں۔ خیر چھوڑیے یہ وقت اس موضوع پر بات کرنے کا نہیں ہے آپ پلیز۔ میرا پیغام آگے پہنچا دیجئے گا۔ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔“

”اوکے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی دانش منصور صاحب آپ کو یہ اطلاع دینا بھی میرا فرض ہے کہ اب اس مکان میں ہم لوگ آپ کو نہیں ملیں گے۔ آپ خود بھی سمجھدار اور اتنی سی بات پر یقین کر سکتے ہیں کہ جب ہم آپ کے سامنے ڈسکلوژ ہو گئے تو

کے معاملے کو اگر چھپانا بہتر سمجھتے ہو تو کچھ بھی کیا جاسکتا ہے اس کے سلسلے میں لیکن ایک فیصلہ یہ میں نے ضرور کیا ہے کہ اب ڈان سینٹر کا وجود مٹ جانا چاہیے۔ نہ صرف ڈان سینٹر کا بلکہ روز آرگنائزیشن کو بھی اس لپیٹ میں آنا ہوگا تمہیں علم ہے کہ میرے سلسلے میں یہ دونوں ادارے ایک بار متحد ہو چکے ہیں موجودہ صورت حال مجھے نہیں معلوم خیر جانے دو اس بات کو رخسار کو انہوں نے جس اعلیٰ پلاننگ کے ذریعے اغواء کیا ہے اس کے تحت میرا اندازہ ہے کہ وہ شاید اب اس ملک میں نہیں ہوگی ان لوگوں نے اپنے بے پناہ وسائل سے کام لیتے ہوئے اسے کیس ایسی جگہ نکال دیا ہوگا جہاں فی الحال وہ ہمارے ہاتھ نہ آسکے کیونکہ یہ جانتے ہیں کہ یہاں میرے وسائل بے پناہ ہیں اور وہ مجھے رخسار ہی کے ذریعے بلیک میل کر سکتے ہیں۔“

”چیف بہت کچھ دل میں ہے کہنے کے لیے لیکن بیکار الفاظ کا زیاں ہوگا اب یہ بتائیے ہمیں کرنا کیا ہے؟“

”کچھ نہیں۔ میری تو یہ رائے ہے کہ رخسار کے سلسلے میں کوئی جھوٹی کہانی گھڑی جائے تاکہ بلاوجہ لوگ افسردگی کا شکار نہ ہوں اور میرے لیے باقاعدہ ایک تعزیتی اسکول نہ کھل جائے۔ ہمیں تھوڑی سی اداکاری کر کے یہ ظاہر کرنا ہوگا کہ رخسار اچانک ہی ملک سے باہر چلی گئی ہے اور اس کے ذہن میں کوئی منصوبہ ہے۔ مجبوری ہے اس جھوٹ کے سوا اور کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ اس کے بعد رشید ناگی میں جانتا ہوں کہ ڈان سینٹر مجھ سے اپنے مفادات کے حصول کی بات کرے گا میں اس سے تعاون کروں گا ناگی ویسے تو میں تمہیں ہر مسئلے سے تقریباً روشناس ہی رکھتا ہوں لیکن اگر اچانک ایسی کوئی صورت حال پیش آجائے جس کی وجہ سے مجھے ملک سے باہر نکل جانا پڑے تو تمہیں تشویش نہیں ہونی چاہیے تمہیں اندازہ ہے کہ اب مجھے ایسے معاملات سے نمٹنے کی خاصی مہارت ہو چکی ہے میں تمہیں آگاہ کیے دے رہا ہوں میرے معاملات تم بہتر طریقے سے سنبھال لینا۔“

”چیف کتنا خوشی کا وقت گزر رہا تھا آپ اتنے عرصے کے بعد آئے تھے بہت سی تبدیلیاں رونما ہونے کی توقع تھی بہت سے منصوبے ہمارے اپنے ذہنوں میں تھے جن کا ابھی آغاز بھی نہیں ہوا۔“

پھر ہمارا آپ کے ہاتھ آنے کا کیا سوال ہے۔“

”یہ الفاظ آپ نے بھی کہیں تو بھی میں یہ بات سمجھ لیتا۔“

”اچھا پھر خدا حافظ ہو سکتا ہے مجھے دوبارہ آپ سے رجوع کرنے کی ہدایت ملے اور اگر نہ ملے تو بہر طور اس تکلیف دہی کے لیے معافی چاہتی ہوں خدا حافظ۔“ ادھر سے فون بند ہو گیا۔

میں ریستور ہاتھ میں لیے سناٹے میں بیٹھا رہ گیا تھا۔ بہت بڑی غلطی ہوئی تھی۔ بس اسی کو چراغ تلے اندھیرا کہتے ہیں۔ نجانے کیا کیا کچھ تعمیر کر لیا تھا اس ناکمل حیات میں لیکن انسانی کمزوریوں کا اب تک شکار تھا۔ اس لیے کہ انمان تھا اتنی سی بات نہ سمجھ سکا کہ رخسار کو میرے حوالے سے میرے دشمن کوئی نقصان پہنچا سکتے ہیں پھر میرے حلق سے غراہٹ نکلی۔

”ڈان سینٹر۔“ بھول گیا تھا اس ادارے کو اور اس کے ارکان کو نقصان پہنچانا تو میری زندگی کا نصب العین تھا۔ نصب العین چھوڑ دیا تھا میں نے کچھ وقت کے لیے لیکن اب سہی۔ جب تک زندہ ہوں اس کی کیننگی کا انتقام لیتا رہوں گا اور جہاں تک رخسار تمہارا مسئلہ ہے تو مجھے معاف کرنا ویسے ہی میری ذات سے تمہیں کیا مل گیا۔ یہ مصیبت بھی تمہاری تقدیر میں تھی لیکن قدرت نے اگر تمہیں زندگی دی ہے تو یہ لوگ تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتے اور میں زندگی کی آخری سانس تک تمہارے حصول کی جدوجہد کرتا رہوں گا۔ باقی میں نے ہمیشہ ہی تقدیر کے فیصلوں پر انحصار کیا ہے۔ خود اپنی تلاش میں آج تک ناکام ہوں دنیا کو تسخیر کرنے کی بات کیا کروں۔ دل کو ایک عجیب سی ڈھارس ہو گئی رشید ناگی سے اس کے بعد پہلی ملاقات ہوئی تو میں نے پوری تفصیل اسے بتادی اور رشید ناگی غم و اندوہ سے سر جھکا کر رہ گیا میں اس کی اندرونی کیفیت کو بھی اچھی طرح محسوس کر رہا تھا۔

”نہیں رشید ناگی میں نے کبھی ان حالات سے شکست نہیں تسلیم کی ہے ایک گنگار آدمی ہوں لیکن ہمیشہ اس قوت پر بھروسہ کرتا رہا ہوں جس نے کائنات کی تخلیق کی ہے۔ یہ سب کچھ نہیں ہے غلطی ہوئی شاید ہم سے تسلیم کرتے ہیں لیکن غلطی ہونی چاہیے ورنہ دل میں غرور پیدا ہو جاتا ہے بہر حال میں اس مسئلے کو اول حیثیت نہیں دوں گا رخسار

”بہر حال یہ ساری باتیں میرے خیال میں بے مقصد ہیں۔ تمہیں جو سمجھانا چاہتا تھا میں نے سمجھا دیا ہے مجھ سے تعاون کرو۔“

رشید ناگی ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا تھا۔ اس کے بعد بھی مجھے تقریباً چالیس گھنٹے ڈان سینٹر کی جانب سے رابطہ قائم کرنے کا انتظار کرنا پڑا۔ چالیس گھنٹے کے بعد ٹیلی فون پر مجھے ایک اجنبی آواز سنائی دی تھی جب میں نے اس بات کی تصدیق کر دی کہ میں دانش منصور ہی بول رہا ہوں تو دوسری طرف سے کہا گیا۔ ”اور آپ یقیناً مجھے نہیں جانتے ہوں گے مسٹر دانش منصور کیونکہ ہماری پہلے کبھی ملاقات نہیں ہوئی۔ میرا نام کارس مینوئل ہے اور تعلق ڈان سینٹر سے ہے۔ یوں سمجھ لیجئے کہ میں یہاں ڈان سینٹر کے مفادات کا نگراں ہوں۔“

”جی مسٹر کارس مینوئل فرمائیے۔“

”تعب کی بات ہے آپ نے مس رخسار کے لیے مکمل خاموشی اختیار کر لی ہے اور وہ ہنگامہ خیزی نہیں ہوئی جس کی توقع میں کر رہا تھا۔“

میں نے حقارت سے کہا۔ ”اس کی وجہ یہ ہے مسٹر کارس مینوئل کہ شاید آپ ڈان سینٹر کے کوئی معمولی سے کارکن ہیں ورنہ آپ کو اس بات کا علم ہو جاتا کہ جو کچھ آپ کر چکے ہیں اس کے بعد آپ کیا کریں گے۔ یہ دانش منصور کے علم ہے۔“

”دیری گڈ۔ دیری گڈ“ تو پھر آپ یہ بتائیے کہ مس رخسار کی واپسی کے لیے آپ ہمارے ساتھ کیا تعاون کر سکتے ہیں؟“

”دوست میں جانتا ہوں کہ رخسار اب یہاں نہیں ہوگی تم لوگوں نے اسے گھنٹوں کے اندر اندر اس ملک سے باہر نکال دیا ہو گا چونکہ تم سب اچھی طرح جانتے ہو کہ یہاں رہ کر تم اسے میری نگاہوں سے او جھل نہیں رکھ سکتے۔ چنانچہ میں کوئی کارروائی کر کے اپنا وقت نہیں ضائع کرنا چاہتا تھا اب تم مجھے یہ بتاؤ کہ تمہارے سربراہان کی طرف سے کیا ہدایات ملی ہیں۔“

دوسری طرف چند لمحات کے لیے خاموشی چھا گئی تھی۔ میں انتظار کرتا رہا۔

”دیری گڈ بہر حال بے پناہ ذہین لوگوں کا لکراؤ ہے مجھے اس بارے میں بتا دیا گیا تھا جہاں تک میرے سلسلے میں حقارت آمیز الفاظ استعمال کرنے کا سوال ہے تو میں اسی لیے

انہیں نظر انداز کیے دیتا ہوں کہ ہیڈ کوارٹر سے مجھے اس بارے میں کوئی ہدایت نہیں ہے ہاں اس بات کا خواہش مند ہوں کہ کبھی میزے مد مقابل آجائے اور اپنی زبانوں کو مجھ پر آزما لینا۔“ میں نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔

”ناراض ہو گئے مائی ڈیئر۔ چلو کوئی بات نہیں دیکھ لیں گے کسی وقت ہماری تمہاری بھی ایک دلچسپ ملاقات ہو جائے گی۔“

”کل ساڑھے دس بجے ہمارے ٹیلی فون کا انتظار کرو اور اپنے آپ کو ملک سے باہر جانے کے لیے تیار رکھو۔ ساڑھے دس بجے۔ وقت ذہن نشین کر لیا ہو گا۔ ٹیلی فون ٹرلیں کرنے کی کوشش مت کرنا حماقت ہوگی۔“ آواز آئی اور فون بند کر دیا گیا۔

میرے ہونٹوں پر حقارت آمیز مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ بعد میں بہت غورو خوض کے بعد میں نے چند فیصلے کیے تھے اور دوسرے دن ساڑھے دس بجے کارس مینوئل کے فون کا انتظار کرنے لگا تھا۔ مقرر وقت پر مجھے فون موصول ہوا۔ کارس مینوئل ہی تھا۔ چپکی ہوئی آواز میں بولا۔ ”یقیناً آپ فون کے پاس بیٹھے ہوں گے مسٹر دانش منصور۔“

”رفتروں میں صاحب کا منہ چڑھا ایک چیز اسی ہوتا ہے کبھی دیکھا ہے۔“

”یہاں مطلب؟“ مینوئل پکرا گیا۔

”وہ صاحب سے ملاقات کے لیے آنے والے ہر شخص کا انٹرویو لینے کی کوشش کرتا ہے۔ حالانکہ وہ صرف چیز اسی ہوتا ہے۔ تم اس سے مختلف نہیں ہو مینوئل اس لیے اپنی اوقات میں رہ کر بات کرو۔“

دوسری طرف خاموشی چھا گئی۔ مینوئل اس اسلٹ کو برداشت کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ کچھ دیر کے بعد اس نے کہا۔ ”مجھے تمہاری ذہنی کیفیت کا اندازہ ہے اس لیے میں تمہاری بات کا برا نہیں مناؤں گا۔ ہاں ہم نے ایک دوسرے سے وعدہ کیا ہے کہ کسی مناسب موقع پر ہم مقابل ضرور آئیں گے۔“

”کہیں بھی کسی بھی شکل میں میرے سامنے آؤ۔ اپنا نام مجھے کبھی نہ بتانا۔ اس وقت

زندگی کھو بیٹھو گے۔“

”اوکے مسٹر دانش منصور۔ آپ کے لیے ہدایت ہے کہ جس قدر جلد ممکن ہو بارہاؤس چلے جائیے۔ بارہاؤس کے دارالحکومت برج ٹاؤن میں آپ کو ہوٹل آرکیولا

”ناگی تم بہت نفیس انسان ہو۔ میرے ہمدرد اور بھی خواہ لیکن اب تو تمہیں یہ اندازہ ہو جانا چاہیے کہ مجھے کچھ کاموں کے لیے مخصوص کیا گیا ہے اور ایک وقت متعین کر دیا گیا ہے جب تک میں اپنی پوری ڈیوٹی سرانجام نہیں دے لوں گا میرے لیے سکون کے لمحات نہیں پیدا ہو سکتے۔ کیونکہ زندگی کا تقیش حاصل کرنے کے بعد ہو سکتا ہے میری کارکردگی وہ نہ رہے جو ہونی چاہیے۔ تم لوگوں نے رخسار سے شادی کا فیصلہ کیا میرے لیے۔ میں تیار ہو گیا لیکن رخسار نے جو کچھ کہا اس نے تمہاری زبان بھی بند کر دی۔ اس بات کے امکانات تھے ناگی کہ اگر رخسار اس بات کے لیے تیار ہو جاتی تو میرے آگے کے راستے بند ہو جاتے وہ نہ ہو سکا اور میری جدوجہد کسی قدر سست پڑ گئی، لیکن قدرت یہ نہیں چاہتی۔ رخسار ڈان سینٹر کے قبضے میں چلی گئی۔ بڑا اچھا پروگرام تھا ان لوگوں کا۔ اصولی طور پر ہمیں اس منصوبے کی داری دینی چاہیے۔ خیر زیادہ ڈرامہ کرنا مناسب نہیں ہے اب مجھے ادھر سے ہدایت ملی ہے کہ میں بار باڈوس جاؤں۔ بہت محتاط طریقہ اختیار کیا ہے انہوں نے۔ وہ میرے لیے یہیں سے کوئی راستہ منتخب کرتے یہاں مجھ سے مذاکرات ہوتے تو انہیں میری طرف سے خطرات لاحق ہو سکتے تھے کیونکہ ہر طور یہاں میری طاقت ان سے زیادہ ہے انہوں نے براہ راست مجھے ایک جگہ طلب کر لیا ایک ایسی جگہ جہاں وہ مجھ سے مذاکرات کی پوزیشن میں ہوں، لیکن ایک دلچسپ بات ہے وہ میٹنگ جس کے بارے میں تمہیں تفصیلات بتا چکا ہوں اس میں مجھ سے درخواست کی گئی ہے کہ میں بار باڈوس جاؤں اور وہاں اپنی کارروائی کروں تفصیل میں تمہیں بعد میں بتا دوں گا لیکن میں اس دلچسپ اتفاق پر غور کر رہا ہوں کہ دونوں کاموں میں مجھے ایک ہی جگہ اپنے عمل کا آغاز کرنا ہے ڈیئر ناگی۔ یہ اطلاع تمہیں دینا ضروری تھی۔ اب تم فوری طور پر ایک کام کرو۔“

”یس سر۔“ ناگی آہستہ سے بولا۔

”ایک بار نادرہ نے ہمیں ایک فہرست مہیا کی تھی جس میں ڈان سینٹر اور روز آرگنائزیشن کے بین الاقوامی نمائندوں کے نام درج تھے اور مختصر سی تفصیل تھی ان کے بارے میں، میں وہ فہرست دیکھنا چاہتا ہوں۔“

”سر وہ کمپیوٹر کر دی گئی ہے اور کمپیوٹر کی یادداشت میں پوری فہرست موجود ہے۔“

میں قیام کرنا ہے۔ آرکیولا کا روم نمبر آٹھ سو آپ کے نام پر بک رہے گا۔ بانی ہدایات آپ کو وہیں سے ملیں گی۔“

بار باڈوس کے نام پر میرے ذہن میں ایک چھٹکا ہوا تھا، لیکن میں نے اس احساس کے اظہار کے لیے ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا تھا۔

”اور کچھ۔“

”بار باڈوس کے بارے میں آپ جانتے ہی ہوں گے آپ کو ہماری طرف سے کوئی مراعات نہیں ملیں گی اور آپ اپنے طور پر انتظامات کر کے بار باڈوس جائیں گے۔ بس وہاں پر جب آپ پہنچیں گے تو کام کا آغاز ہو گا۔“

”اوکے اور کچھ؟“ جواب میں ادھر سے فون بند کر دیا گیا تھا۔

اب میرے لیے حیرت کے اظہار کا مناسب وقت تھا۔ بار باڈوس۔ بار باڈوس۔ پھر ذہن بہتر خیالات کی طرف منتقل ہو گیا۔ ادھر صدائی صاحب کی طرف سے بار باڈوس کے سلسلے میں ایک مہم میرے سپرد کی گئی تھی اور پھر جس مشکل کا شکار ہوا تھا اس کے تحت یہ فیصلہ کرنا تھا کہ رخسار کے حصول کے لیے کیا کروں، لیکن ادھر سے بار باڈوس کا نام لیا گیا تھا۔ اب اگر اس بات کو قدرت کی امداد سمجھ لوں تو کیا غلط ہے۔ گویا میں تقسیم نہیں ہو پایا تھا اور دونوں مسئلے یکجا ہو گئے تھے۔ مجھے یہ فیصلہ مد ملی تھی ویسے محنت کے بغیر تو دنیا کا کوئی کام نہیں ہو سکتا، لیکن دوسرے پہلو پر بھی غور کرنا پڑا تھا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میری توقع کے خلاف رخسار کو یہیں کہیں رکھا گیا ہو اور مجھے یہاں سے دور رکھ کر بعد میں اس کے تحفظ کے لیے کارروائی کی جائے، لیکن یہ صرف ایک وہم تھا۔

ڈان سینٹر کا نام سامنے آنے کے بعد یہ توقع نہیں کی جاسکتی تھی کہ کوئی کچا کام ہوا ہو گا۔ ان لوگوں نے نہایت معقول بندوبست کر لیا ہو گا اور رخسار کا حصول آسانی سے ممکن نہیں ہو سکے گا۔ کیونکہ جس طرح میں ڈان سینٹر کو جانتا تھا اسی طرح ڈان سینٹر بھی دانش منور سے اچھی طرح واقف تھا۔ خواہ مخواہ احمقانہ احساسات کو دل میں جگہ نہیں دینی چاہیے۔ رشید ناگی سے بہتر مشیر اور کون تھا۔ چنانچہ میں نے اسے طلب کر لیا اس دوران بہت سی سوچیں میرے ذہن میں آتی رہی تھیں رشید ناگی ان دنوں بڑا مصحح تھا اور میں نے اس کے اضمحلال کی وجہ جانتا تھا۔

میں ابھی ایک سو گیارہ سے طلب کیے لیتا ہوں۔“

رشید ناگی نے یہیں سے بیٹھ کر رابطہ کیا اور اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔
تھوڑی دیر کے بعد ہمیں وہاں سے اطلاع موصول ہو گئی۔

”جی سر، بارباڈوس میں ڈان سینٹر کے مفادات کا نگران ایک یہودی سرمایہ دار یعنی ڈیل ہے۔ یعنی ڈیل بارباڈوس کے بہت سے جزائر میں اپنا کاروبار پھیلائے ہوئے ہے اور آس پاس کے علاقوں میں ڈان سینٹر کے مفادات کی نگرانی کرتا ہے۔ اس کی مستقل رہائش گاہ جزیرہ کارڈوس میں ہے اور وہیں اس نے اپنا تمام کاروبار پھیلا دیا ہے۔“

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں بہر حال اس تفصیل سے کافی حد تک مطمئن تھا اور مجھے خوشی تھی کہ مسٹر وقار صدیقی کا کام بھی وہیں سے متعلق ہے۔

”مجھے ڈان سینٹر کے کرتا دھرتاؤں میں سے کچھ اور افراد کے نام درکار ہیں اور میں ان کی تفصیل بھی چاہتا ہوں۔“

”سر، وہ بھی ابھی مہیا ہو جائے گی۔“ ناگی مصروف رہا اور پھر ہماری تقریباً چالیس منٹ کی کارکردگی مکمل ہو گئی۔

”سر، میری اس سلسلے میں کیا خدمات ہیں؟“

”نہیں ناگی بس اب مجھے بارباڈوس جانا ہے اس کے لیے تیاریاں کر دو۔ وہاں دانش منصور ہی کی حیثیت سے جاؤں گا۔“

ناگی کے چہرے پر چند لمحات تردد کے آثار پھیلے رہے۔ میں نے اس کے تردد کو محسوس کر کے کہا۔ ”ناگی، ان دنوں جو کچھ کرتا رہا ہوں اس کی تفصیلات تمہارے علم میں نہیں ہیں، اگر علم میں آجائیں تو تم میری جانب سے بالکل مطمئن ہو جاؤ۔“

”نہیں سر۔ میں آپ کی طرف سے مطمئن ہوں، پھر بھی اگر میرے لائق کوئی خدمت ہو تو۔“

”نہیں، نہ اس سلسلے میں سرگرم رہنے کی ضرورت ہے ان لوگوں نے ایک بار پھر مجھے میرے فرض کی جانب مائل کر دیا ہے۔ ضروری ہے رشید ناگی کہ میں ان تباہ کن اداروں کی کارکردگی سے واقف رہوں جو دنیا بھر میں انسانوں پر عرصہ حیات تنگ کیے ہوئے ہیں۔ انھوں نے سرمایہ اپنے قبضے میں کر لیا ہے اور اس کے ذریعے دنیا میں بسنے

والے اربوں انسانوں کی تقدیروں سے کھیل رہے ہیں۔ منگائی زندگی کی ضروریات کے ذخیرے اور اس کے بعد اپنے سرمائے میں اضافے کے لیے ان کی قیمتیں بڑھانا۔ ملکوں کو اپنی مرضی کے مطابق کنٹرول کرنا۔ یہ انسانوں کے خلاف جنگ ہے اور میں اس جنگ میں سرگرم عمل ہونا چاہتا ہوں۔

ہوٹل آرکیولا اتنا خوبصورت ہوٹل تھا کہ اس کی تعریف کے لیے الفاظ نہیں ملتے۔ دنیا کے بڑے بڑے ملکوں میں خوب صورت ہوٹل کا مزاج دیکھا تھا، لیکن اس کی شان ہی کچھ اور تھی۔ طرز تعمیر میں ایک انوکھا پن تھا۔ میں نے ضروری امور سے گزرنے کے بعد روم نمبر آٹھ سو کا دروازہ کھولا اور پورٹر کے ساتھ اندر داخل ہوا گیا۔ بڑا شاہانہ کمرہ تھا۔ کم از کم ان لوگوں نے میرے مزاج کا خیال رکھا تھا۔ پورٹر ٹپ لے کر چلا گیا تو میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی یہاں اب اپنے کام کا آغاز کر دینا تھا۔ میں نے پرسکون انداز میں سارے ماحول کا جائزہ لیا اور کمرے میں زیادہ وقت نہ گزارا۔ باہر نکل کر تھوڑی سی آوارہ گردی کی اور اس کے بعد گھوم پھر کر واپس آ گیا۔ جائے وقوع کا اندازہ لگا رہا تھا۔ اس دوران اگر میری غیر موجودگی میں مجھ سے رابطے کی کوشش کی گئی ہو تو میں نہیں جانتا، لیکن اس کے بعد تقریباً چودہ گھنٹے تک مجھ سے کوئی رابطہ نہیں کیا گیا تھا۔ ڈان سینٹر نے جس طرح میرے گرد جال بچھایا تھا اس کے بعد اس کی توقع تو نہیں تھی کہ وہ لوگ میری آمد سے بے خبر ہوں گے لیکن انھوں نے یہ خاموشی نبھانے کس مقصد کے تحت اختیار کی تھی۔ غالباً وہ ذہنی طور پر مجھے مضحک کرنا چاہتے تھے، لیکن میرے پروگرام سیٹ تھے۔ میں نے ہوٹل کی عقبی کھڑکی کا جائزہ لیا تھا اس کے خوب صورت شیشے باہر کی جانب کھلتے تھے۔ کھڑکی میں ہلکی سی گرل لگی ہوئی تھی جو صرف خوب صورتی کے لیے تھے اور اسے بہ آسانی اس کی جگہ سے ہٹایا جاسکتا تھا۔

دوسری جانب ایک پتلی سی راہداری تھی جو کمروں کی قطار کے آخری حصے تک چلی گئی اسے حفاظتی راہداری کہا جاسکتا تھا لیکن اس کا اختتام اوپر جانے والی سیڑھیوں پر ہوتا تھا یہ سیڑھیاں ایمر جنسی طور پر بنائی گئی تھیں اور اس پتلے سے راستے سے گزر کر باہر کی راہداری کی سمت آجاتی تھیں۔ میں نے رات کو تجربے کے طور پر ہوٹل کی کھڑکی کی گرل کو نیچے سے تھوڑا سا اپنی جگہ سے ہٹایا اور خوبصورت گرل اپنی جگہ سے ہٹ گئی، پھر میں

آہستگی سے اتر کر راہداری سے گزرتا ہوا آخری سرے تک پہنچ گیا۔ البتہ مجھے جھک کر اس جانب سے گزرنا پڑا تھا اس کے علاوہ سامنے کی سمت بھی عمارتیں تھیں جو کافی بلند و بالا تھیں اور اس بات کے امکانات تھے کہ وہاں سے مجھے دیکھا جاسکے، لیکن اتنی احتیاط حماقت کے سوا کچھ نہیں تھی اور میں اب کسی بھی چیز کو خاطر میں نہیں لارہا تھا، ہر حال میرے کام کی تکمیل کا وقت آگیا۔ رات کے ساڑھے نو بجے تھے جب میں نے اپنے کام کا آغاز کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

میں نے اپنے کاغذات، پاسپورٹ، لباس وغیرہ وہیں رہنے دیے سوائے ان مائیکرو ایلی منٹس پیکٹ کے جو میری اس مہم میں کوئٹہ کا دیا ہوا قیمتی سرمایہ تھے یا پھر اس کے علاوہ وہ کرنسی جو کافی مقدار میں تھی اپنے لباس میں احتیاط سے محفوظ کی اس کے بعد کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی کا ڈائل کھولا۔ گھڑی کی پوری مشینری تین چوڑیوں سے نکل کر میرے ہاتھ میں آگئی۔ نیچے ایک موٹا ٹول تھا جس میں باریک باریک خوبصورت رنگ برنگی گولیاں بھری ہوئی تھیں بالکل اسی طرح کی گولیاں جیسی بیرنگ وغیرہ میں بیرنگ کی روانی کے لیے ڈالی جاتی ہیں۔ میں نے ان میں سے احتیاط کے ساتھ دو گولیاں نکال لیں اور پھر چاروں طرف کا جائزہ لے کر آہستہ آہستہ اس کھڑکی کی جانب بڑھ گیا کھڑکی کی گرل ہٹائی عقب میں روشنیوں کا طوفان تھا میں نے گرل کو واپس اس کی جگہ لگایا اور پھر اپنے کام کے لیے تیار ہو گیا منھ منھ دو نوں گولیوں کو میں نے انتہائی باریکی کے ساتھ پن دبا کر اندر ڈال دیا صرف ایک منٹ کا وقفہ تھا میرے پاس، ناخن سے باریک سا پن دبا کر گولیوں کو اندر پھینکنے کے بعد میں راہداری میں تیزی سے دوڑتا ہوا آخر کار اس کے آخری سرے تک پہنچ گیا اور اس کے بعد وہاں سے نکل کر راہداری میں سیدھا چلتا ہوا لفٹ تک آیا لفٹ نے مجھے دوسری منزل پر پہنچا دیا میں براہ راست نیچے نہیں جانا چاہتا تھا۔ اس منزل پر پہنچ کر میں نے اطمینان کے ساتھ آگے قدم بڑھانا شروع کر دیے اور پھر آہستہ آہستہ سیڑھیاں اترتا ہوا منزلیں طے کرتا رہا پھر غالباً میں ہوٹل کی تیسری منزل پر تھا کہ کان پھاڑ دینے والے دو خوفناک دھماکے ہوئے اور چاروں طرف چیخ و پکار مچ گئی۔ ان مائیکرو نمبر کی تباہ کاری کے بارے میں مجھے اندازہ تھا میرا کمرہ تو خیر مکمل طور پر تباہ ہو گیا ہوگا۔ آس پاس کے کمروں کو بھی نقصان پہنچا ہوگا لیکن اتنا تباہ کن نہیں کہ انسانی زندگیوں کو خطرہ ہو۔

شور شرابے سے کان پڑی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی اور میں خود بھی ہکا بکا سا کھڑا ہوا لوگوں کو کمروں سے نکل نکل کر بھاگتے ہوئے دیکھ رہا تھا اور جب بھاگنے والوں کی بھیڑ سیڑھیوں تک پہنچ گئی تو میں بھی ان میں شامل ہو گیا اور تیز رفتاری سے سیڑھیاں اترتا ہوا نیچے آگیا۔ نیچے بھی خوفناک ہنگامہ برپا تھا لوگ ہوٹل سے نکل نکل کر بھاگ رہے تھے منتظمین پریشان پھر رہے تھے باہر ٹریفک رک گیا تھا میں گاڑیوں کی آڑ لیتا ہوا آگے بڑھتا رہا اور پھر ہوٹل سے کافی دور نکل آیا سڑکیں بھرتی جا رہی تھیں۔ یہاں سڑکوں کا ایک دلچسپ نظام تھا ایک سڑک کے بعد دوسری چوڑی سڑک پھر تیسری چوڑی سڑک اور اس کے بعد خوبصورت بازار تھوڑے ہی فاصلے پر ایک چھوٹا سا سب نظر آ رہا تھا یہ آخری سڑک کے آخری کنارے پر تھا ہوٹل کی ہنگامہ خیزی یہاں تک نظر آرہی تھی لیکن سب میں بیٹھے ہوئے لوگ بھی دور دور ہی سے اس حادثے کا نظارہ کر رہے تھے۔ میں بھی اپنے آپ کو سکون دینے کے لیے سب کے ایک گوشے میں جا بیٹھا اور وہاں سے ہوٹل کی سمت دیکھنے لگا پولیس گاڑیوں کے سائرن اور لوگوں کی بھاگ دوڑ یہاں سے صاف نظر آرہی تھی لوگ تبصرے کر رہے تھے اور یہ تبصرے انگریزی زبان میں تھے میں ان کی مدھم مدھم آوازیں سن رہا تھا اسی وقت ایک نوجوان ویٹرس میرے سامنے آگئی۔

”کیا پیش کروں سر۔“ میں اس وقت انتہائی برق رفتار ہو رہا تھا۔

میں نے ویٹرس کا چہرہ دیکھا اور اسے دیکھتا رہا اس کی آنکھوں میں ایک تیز چمک پیدا ہو گئی تھی وہ مسکرائی۔

”کیا پیش کروں سر؟“

”جو کچھ میں چاہوں گا وہ تم پیش نہ کر سکو گی اس لیے اپنی مرضی سے جو دل چاہے

لے آؤ۔“

”جی۔“ وہ آہستہ سے بولی۔

”ہاں۔“

”آپ کچھ کھانا پسند کریں گے یا پینا؟“

”کوئی جوس۔ تازہ پھلوں کا جوس اور ساتھ میں تمہاری میٹھی مسکراہٹ۔“ میں

نے ویٹرس سے کہا اور ویٹرس ایک لمحے تک کھڑی مجھے دیکھتی رہی۔ تجربہ کامیاب رہا تھا

پھر وہ گردن خم کر کے واپس چلی گئی۔

میں طائرانہ نگاہوں سے اطراف کا جائزہ لیتا رہا تھوڑی دیر کے بعد ویٹرس واپس آئی۔ اس نے ایک جگہ اور گلاس میرے سامنے رکھ دیا۔ ساتھ میں دو خالی پلیٹیں بھی تھیں۔ میں ان خالی پلیٹوں کا مطلب نہیں سمجھ سکا جبکہ ایک پلیٹ میں گلاس رکھا ہوا تھا اور چھوٹی سی ٹرے میں جگہ۔

”اس خالی پلیٹ کا مطلب میری سمجھ میں نہیں آیا؟“

”آپ نے اس پر غور نہیں کیا سر اس میں میری میٹھی مسکراہٹ ہے۔“ اس نے کہا اور مسکرا دی۔

”گڈ، لیکن تمہارے جانے کے بعد تو مجھے یہ پلیٹ خالی ہی نظر آئے گی۔“

”میری ڈیوٹی گیارہ بجے ختم ہوتی ہے۔“ اس نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

”تو پھر میں گیارہ بجے تک رہوں گا۔“

”جی پلیز۔“ اس نے کہا اور گردن جھکا کر واپس چلی گئی۔

میرا ذہن برق رفتاری سے ہم کر رہا تھا اس اجنبی شہر میں مجھے کسی شناسا کی تلاش تھی اور کرنسی کی موجودگی میں ایسے شناسا کو خرید لینا مشکل کام نہیں تھا میری پہلی ہی کوشش کامیاب ہوئی تھی اور اب آگے جو سو رہا تھا۔ اس منصوبے کو میں ایک نیا رنگ دینے کا خواہشمند تھا اور آخر کار اس کا آغاز ہو گیا تھا۔ میں ان کے پروگرام کے مطابق برن ٹاؤن پہنچا تھا۔ لیکن اب یہاں میں ان کے لیے اتنی الجھنیں پیدا کر دینا چاہتا تھا کہ ان کی دماغی صلاحیتیں ہی ان کا ساتھ چھوڑ دیں۔ میں خوش ذائقہ جو س پیتا رہا جو شاید کئی پھلوں کا کمپوٹ تھا اور اسے کچھ خاص فلیور دے کر مزید لذیذ بنا دیا گیا تھا اڑھار ہوٹل کے گرد پولیس نے اپنا پرہ سخت کر دیا تھا وہاں جو بھی کارروائی ہو رہی ہو اب مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی میں اپنے جواز جلا چکا تھا۔ پاسپورٹ اور کاغذات وغیرہ میں نے خاص طور سے وہاں چھوڑ دیے تھے تاکہ وہ پولیس کو دستیاب ہو جائیں ویسے یہاں سے میں اپنے ہوٹل کے کمرے کا تعین کر سکتا تھا آگ کے شعلے نظر نہیں آئے تھے لازمی امر تھا کہ آگ پکڑنے والی کوئی چیز وہاں موجود نہیں تھی اور جو دھماکے میں نے ان ننھے بموں سے کیے تھے وہ بے شک اس کمرے کو تباہ کرنے کے لیے کافی تھے لیکن اس سے زیادہ ان

کی اور کوئی خاص تباہ کاری نہیں تھی۔ غرض یہ کہ کافی وقت گزر گیا۔

ویٹرس آئی اور اس نے میرے سامنے سے برتن سمیٹتے ہوئے کہا۔ ”گیارہ بجنے میں اب چند منٹ باقی ہیں سر میں اپنی ڈیوٹی ختم کرنے کے بعد یہاں سے واپس نکلوں گی یہ سڑک سیدھی جاتی ہے اور تھوڑے فاصلے پر ایک ٹیکسی اسٹینڈ ہے میں وہاں آپ کا انتظار کروں گی۔“

”اوکے۔ تھینک یو۔“ میں نے اس سے کہا اور ہل ادا کرنے کے لیے ایک کرنسی نوٹ نکال کر اس کے سامنے رکھ دیا۔

وہ خاموشی سے نوٹ لے کر چلی گئی تھی پھر جب وہ نوٹ کی بقیہ رقم واپس لائی تو اس نے لباس تبدیل کر لیا تھا اور اب وہ ویٹرس کے لباس میں نہیں تھی۔ میں نے اس کی شکل و صورت پر غور نہیں کیا تھا نہ غور کرنے کی ضرورت تھی لیکن اب وہ مجھے ایک خاصی خوش شکل لڑکی نظر آئی۔ عمر بائیس تیس سال سے زیادہ نہیں ہوگی بقیہ رقم میں نے اس کے حوالے کر دی اور وہ شکریہ ادا کرنے کے بعد ایک بھرپور نظر مجھ پر ڈالتی ہوئی وہاں سے آگے بڑھ گئی۔

میں خاموشی سے چند لمحات بیٹھا رہا اور اس کے بعد ٹھلنے کے سے انداز میں اٹھتا ہوا آگے بڑھ گیا ہوٹل کے سامنے وہی ہنگامہ جاری تھا۔ میں ٹھلتا ہوا اس ٹیکسی اسٹینڈ کی طرف چل پڑا۔ دور سے میں نے اسے کھڑے ہوئے دیکھ لیا۔ وہ میرا انتظار کر رہی تھی۔ میں اس کی طرف چل پڑا، لیکن اچانک ہی میرے بدن میں سرد لہریں دوڑ گئیں۔ تین پولیس کاریں سائین بجاتی ہوئی مختلف اطراف سے آئی تھیں اور ٹیکسی اسٹینڈ پر پہنچ گئی تھیں، پھر ان سے مسلح پولیس مین نیچے اترے اور ٹیکسی اسٹینڈ کے چاروں طرف پھیل گئے۔ میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔ یہ کیا ہوا۔

==☆☆☆☆==

مسلم پولیس مینوں نے پوزیشن سنبھالی۔ ان میں چند افسران بھی تھے جو وہاں موجود لوگوں کا گہری نگاہوں سے جائزہ لے رہے تھے۔ میں نے لڑکی کی طرف دیکھا اس نے بھی مجھے دیکھ لیا تھا۔ وہ کمال جرات سے کام لے کر میرے پاس آکھڑی ہوئی اور اس نے میرے بازو میں بازو ڈال دیا۔ اس کے اس عمل سے مجھے کافی تقویت ہوئی تھی۔ پولیس والوں کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے بڑبڑانے والے انداز میں کہا۔ ”وہی میھوڈسٹ“ ابھی تھوڑی دیر پہلے تمہیں علم ہو گا کہ آرکیولا میں دھماکے ہوئے تھے۔ ان دنوں تو اگر کسی موٹر بائیک کا ٹائر بھی برسٹ ہو جاتا ہے تو فوراً ”میھوڈسٹ کو تلاش کیا جاتا ہے۔“

بات میری سمجھ میں بالکل نہیں آئی تھی لیکن میں خاموش رہا۔ پولیس کے وہ اعلیٰ افسران جو وہاں موجود ایک ایک شخص کا جائزہ لے رہے تھے اب ہمارے بالکل قریب پہنچ گئے تھے۔ میں نے ہونٹوں پر ایک مصنوعی مسکراہٹ اور چہرے پر اطمینان سجایا۔ ایک لمحے کے لیے وہ لوگ ہمارے قریب رکے، مشتبه نگاہوں سے مجھے اور لڑکی کو دیکھا اور اس کے بعد وہاں سے آگے بڑھ گئے۔ بڑے سخت لمحات تھے، دماغ چٹخنے لگا تھا۔ ذرا سی غلطی ہوئی تو مصیبت آجائے گی۔ جب وہ لوگ خاصے آگے نکل گئے تو مجھے اطمینان ہوا، لیکن اس ساری کارروائی کے ختم ہونے کا انتظار کرنا تھا اور اس میں تقریباً بیس بائیس منٹ ضائع ہو گئے۔ پھر اس کے بعد پولیس افسران دوبارہ گاڑیوں میں بیٹھ گئے اور گاڑیاں واپس چلی گئیں۔ تب لڑکی نے ایک ٹیکسی کو اشارہ کیا اور میرے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔

سیٹ پر بیٹھنے کے بعد اس نے استہزائیہ انداز میں کہا۔ ”کیا ہی احمقانہ کارروائی ہے۔ کیا کسی میھوڈسٹ کے چہرے پر لکھا ہوتا ہے کہ وہ باغی میھوڈسٹ ہی ہے یا پھر ان لوگوں کے پاس کوئی ایسی فرسٹ پیج چکی ہے جس میں باغیوں کی نشاندہی کر دی گئی ہے اور یہ شناسا چہروں کی تلاش میں ہیں۔ ورنہ اس طرح ہر ایسے غیرے کو روک کر باغیوں کی تلاش ایک احمقانہ عمل کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔“ میں نے کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ ڈرائیور خاموشی سے ٹیکسی چلاتا رہا تھا۔ ابھی تک میں نے لڑکی سے اس کا نام تک نہیں پوچھا تھا لیکن اس وقت کچھ ایسی اعصابی ٹھکن سی طاری تھی کہ راستے میں، میں نے اس سے کوئی سوال نہیں کیا۔ ٹیکسی ایک بلڈنگ کے سامنے رکی، لڑکی نے اپنے پرس سے کچھ رقم نکالی اور ٹیکسی ڈرائیور کو دے دی۔ وہ خاموشی سے چلا گیا تھا۔ پھر فلیٹ کی سیڑھیاں طے کرتے ہوئے اچانک میرے ذہن کو جھٹکا سا لگا۔ ٹیکسی میں بیٹھنے کے بعد لڑکی نے ڈرائیور کو اپنا پتا بالکل نہیں بتایا تھا لیکن ڈرائیور نے اسے اس کے گھر لا کر چھوڑ دیا تھا۔ بعد میں خود ہی مجھے احساس ہوا کہ یہ کوئی حیران کن بات نہیں ہے لڑکی وہاں سے تھوڑے ہی فاصلے پر کام کرتی تھی اور چونکہ پیشہ ور ہے اس لئے ڈرائیور جانتے ہوں گے کہ اسے کہاں جانا ہے چنانچہ یہ شک میں نے اپنے دل سے نکال دیا۔ لڑکی ایک فلیٹ کے دروازے پر پہنچی۔ چابی نکال کر اس نے دروازہ کھولا اور پھر مجھے ساتھ لیے ہوئے اندر داخل ہو گئی۔

فلیٹ خاصا کشادہ تھا اور ایک خاص طرز تعمیر کا نمونہ تھا اس کے دو پورشن تھے اوپر کے پورشن میں تین کمرے اس کے بعد چند سیڑھیاں نیچے اتر گئی تھیں اور شاید ایک وسیع و عریض کمرہ تھا۔ اس نے فلیٹ کی روشنیاں جلائیں اور اس کے بعد مجھے لیے ہوئے بیڈ روم میں آگئی۔ اس کی اپنی حیثیت سے کہیں زیادہ بہتر بیڈ روم تھا لیکن جس پیشے وہ منسلک تھی اس میں کسی ایسے بیڈ روم کی موجودگی حیران کن نہیں کہی جاسکتی تھی، مجھے اندازہ تھا کہ ہوٹل کی ویٹرس کے طور پر وہ کچھ نہ سکتی ہوگی، لیکن ان راتوں کی کمائی یقینی طور پر بہت بہتر ہوگی۔ اس نے ایک انگریزی لے کر کہا۔

”اور یقیناً تم کچھ کھانے پینے کی فرمائش تو نہیں کرو گے۔ البتہ میرے لیے یہ پوچھ لینا از حد ضروری ہے کہ گزاری ہوئی رات میں تمہیں بھوک تو نہیں لگتی، کچھ لوگ ایسے

ہوتے ہیں جو اپنے مشاغل کے فراغت حاصل کرنے کے بعد کھانے پینے کے لیے مانگتے ہیں۔“

”نہیں ڈنیر میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں البتہ مجھے تمہارا نام ابھی تک نہیں معلوم ہو سکا۔“

”اوہ واقعی۔ میرا نام سوراکاریو ہے اور اس تعاون کے لیے اگر تم اپنا نام بھی مجھے بتا دو تو اچھا ہے تمہیں مخاطب کرنے میں آسانی ہوگی۔ ورنہ ہم اپنے مہمانوں سے ان کا نام نہیں پوچھتے کیونکہ زیادہ تر لوگ غلط نام ہی بتاتے ہیں۔ اصل میں عزت داروں کو اپنی عزت بھی تو محفوظ رکھنا ہوتی ہے۔“

میں مسکرایا۔ میں نے کہا۔ ”تم مجھے ڈنیش کہہ کر پکار سکتی ہو۔“

”تھینک یو مسٹر ڈنیش۔ اب میں پہلے دوسرے کمرے میں جا کر غسل کروں گی۔ پھر لباس تبدیل کروں گی اس کے بعد تمہاری خدمت میں حاضری دی جائے گی۔“ میں نے مسکراتے ہوئے گردن خم کر دی اور وہ کمرے سے باہر نکل گئی۔ میں نے ایک بار پھر کمرے کا جائزہ لیا۔ بڑی نفیس سجاوٹ تھی۔ سادہ اور عمدہ۔ ایک طرف پیتل کا چوڑا سا پیالہ نما گلدان رکھا ہوا تھا جس کے اوپری حصے پر لکڑی کے ایک اسٹینڈ میں اصلی پھول سجائے گئے تھے اور وہ خاصے ترو تازہ محسوس ہو رہے تھے لیکن عارضی طور پر یہ گلدان میرے لیے بڑا کارآمد تھا۔ میں نے فوراً ہی عمل کر ڈالا۔ اپنی جیب سے مائیکرو ویلی منٹس کے پیکٹ اور کرنسی کی بڑی مقدار میں نے گلدان میں ان پھولوں کے نیچے منتقل کر دی۔ تھوڑی سی کرنسی جو بہر طور اتنی تھوڑی بھی نہیں تھی۔ میں نے اپنی جیبوں میں محفوظ رکھی۔

کوئی بھی لمحہ ایسا آسکتا تھا جس سے مجھے کوئی پریشانی لاحق ہو سکتی۔ اس کے بعد میں جوتے اتار کر لمحتہ غسل خانے میں داخل ہو گیا۔ منہ ہاتھ دھویا۔ پاؤں دھوئے۔ ہاتھ روم میں اتنا زیادہ وقت گزارنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ لیکن جان بوجھ کر میں نے اتنا زیادہ وقت صرف کیا کہ سوراکاریو کمرے میں واپس آجائے اور میں نے کمرے میں آہٹیں محسوس کیں۔ تب میں بھی تو لیے سے چہرہ رگڑتا ہوا باہر نکل آیا۔ اس نے ایک خوب صورت ٹائلی پینٹی ہوئی تھی اور ایک صوفے پر بڑے دلاویز انداز میں ورازا تھی۔ کمرے

میں تیز روشنی جل رہی تھی اور اس روشنی میں اس کے چہرے کے نقوش پہلے کی نسبت کافی دلکش نظر آرہے تھے۔ مجھ سے مسکرا کر بولی۔

”قربتوں کا لطف اس وقت دوبالا ہو جاتا ہے جب تھوڑا سا تعارف ہو جائے اور پھر ویسے بھی رات تو ایک بجے کے بعد شروع ہوتی ہے یہ میرا مشورہ ہے ورنہ میں تمہارے لیے ہوں۔“ میں نے بھی مسکراتے ہوئے اس سے کہا۔

”ہائے ڈنیر سورا، کسی بھی کام میں جلد بازی مناسب قرار نہیں دی گئی ہے، ویسے ٹیکسی اسٹینڈ پر جو واقعہ پیش آیا تھا وہ اتنا پریشان کن تھا۔“

”اب تو یہاں یہ سب کچھ دن رات ہی ہوتا رہتا ہے۔“

”بد قسمتی سے میں بارباؤس کا باشندہ نہیں ہوں بلکہ ایک تعمیراتی کمپنی کا ٹریولنگ ایجنٹ ہوں اور اپنی کمپنی کی جانب سے یہاں بھیجا گیا ہوں۔“

”صورت شکل سے بھی تم یہاں کے باشندے نہیں معلوم ہوتے۔ خیر اصل میں اس وقت یہاں میٹھوڈسٹ باغی مقامی حکومت کو کافی مشکل میں گرفتار کیے ہوئے ہیں شاید تمہیں بارباؤس کی جغرافیائی کیفیت معلوم ہو۔ میٹھوڈسٹ یہاں صرف نو پرسنٹ ہیں۔ چار پرسنٹ روسٹ اور باقی ایلیگن۔ میٹھوڈسٹ آج کل ایلیگن گورنمنٹ کے خلاف کارروائیاں کر رہے ہیں اور انھیں باغی قرار دے دیا گیا ہے، لیکن ان کی تعداد بہت کم ہے اور وہ بڑے منظم طریقے سے اپنی کارروائیاں کر رہے ہیں۔“

”مقصود کیا ہے؟“

”پتا نہیں شاید کچھ ایسے مطالبات جنہیں ایلیگن حکومت ماننا پسند نہیں کرتی۔ چنانچہ انھوں نے یہ راستہ اختیار کیا ہے۔ لیکن بات عام پبلک کی نہیں سب کوئی ایک گروپ ہے جو اس سلسلے میں فعال ہے اور یہ کارروائیاں کر رہا ہے بہر حال اس کی وجہ سے مشکلات میں اضافہ ہو گیا ہے۔ لیکن ہمیں کیا۔ تم یہ بتاؤ کیا پینا پسند کرو گے؟“

”شراب کے سوا سب کچھ؟“

”شراب کے سوا بھی کچھ ہوتا ہے اس دنیا میں؟“

”شاید نہیں۔ لیکن بد قسمتی سے میں شراب پینے کے قابل نہیں رہا۔ عمر کے ایک

حصے میں اتنی پی پی بی کہ بعد میں جسم نے اسے قبول کرنا بند کر دیا۔“

”ارے واہ یہ تو عجیب بات ہے چلو پھر ٹھیک ہے کافی وغیرہ پیتے کاموڈ بنے تو مجھے بتا دینا اور ہاں اب مجھے بتاؤ میں تمہاری کیا خدمت کر سکتی ہوں۔“

”تم نے خود کہا تھا کہ قرب حاصل کرنے کے لیے تھوڑا سا ایک دوسرے کے قریب آجانا ضروری ہوتا ہے۔“ وہ ہنس دی پھر بولی۔

”تو پھر ایسا کرتے ہیں کہ ایک ایک کپ کافی پی لیتے ہیں۔“

”جیسا تم مناسب سمجھو۔“

”میں کافی بنا کر لاتی ہوں۔“ اس نے کہا اور کمرے سے باہر نکل گئی۔ نائٹی کے نیچے اس نے اور کوئی لباس نہیں پہنا تھا اور اس کا بدن نائٹی سے پوری طرح جھلک رہا تھا۔ وہ ایک مکمل کاروباری لڑکی معلوم ہوتی تھی اور اپنے کاروبار کو بہتر انداز میں کرنا جانتی تھی لیکن مجھے بہر طور ہوشیار رہنا تھا، چاہے کچھ بھی ہو اپنے آپ کو کسی کی تحویل میں دینا کسی بھی طور مناسب نہیں تھا۔ ابھی تو مجھے اپنے اس عمل کا رد عمل دیکھنا تھا۔

وہ کافی بنانے چلی گئی اور نجانے کیوں میرے ذہن میں ایک شک سا پڑ گیا، پھر مجھے یوں محسوس ہوا جیسے فلیٹ کے دروازے پر کوئی آہٹ ہوئی ہو، دروازہ کھلا ہو، جس کمرے میں موجود تھا اس کی سچویشن ایسی نہیں تھی کہ میں باہر نکل کر صورت حال کا جائزہ لیتا لیکن دروازے کے قریب پہنچ کر میں ان آہٹوں کا جائزہ لینے لگا، مجھے صاف محسوس ہوا کہ کوئی فلیٹ میں آیا ہے اور لڑکی اس سے مدھم لہجے میں باتیں کر رہی ہے۔ بس اسے چھٹی حس ہی کہا جاسکتا ہے کہ میں اتنا زیادہ محتاط ہو گیا!

پھر دبے قدموں کی آوازیں سنائی دی اور اس کے بعد خاموشی طاری ہو گئی۔ اگر کوئی آیا ہے تو لڑکی اس کے بارے میں کچھ نہیں بتائے گی، لیکن جہاں تک مزید صورت حال کا سوال تھا مجھے اس کے لیے احتیاط برتنی تھی۔ چنانچہ میں نے اپنے لیے ایک لائن عمل مرتب کر لیا۔ لڑکی کافی دیر کے بعد واپس آئی تھی اور اس کے ہاتھ میں ایک ٹرے تھی جس میں کافی کے برتن سجے ہوئے تھے لیکن کافی کی پیالی ایک ہی تھی اس نے ٹرے میز پر رکھی تو میں نے تعجب سے اس سے پوچھا۔

”تم کافی نہیں پیو گی سورا؟“

”نہیں۔ میرا لیور (Lever) درست ہے لاؤ میں تمہارے لیے کافی نکالے دیتی

ہوں۔“ اس نے کہا اور کافی پاٹ سے میری پیالی میں کافی انڈیل دی، پھر شوگر کین ڈالے اور اس کے بعد کریم کافی کو اپنے ہاتھ سے حل کر کے اس نے میرے سامنے رکھ دیا۔ میں نے مسکرا کر کہا۔

”تم کب شروع کرو گی؟“

”بس اب انتظار کیا۔ ایک لمحے میں آتی ہوں۔“ اس نے کہا اور میں اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ بہت دلکش نظر آرہی تھی۔ لیکن اس کی دلکشی کو جانچنے سے زیادہ ایک اور کام از حد ضروری تھا، میں نے جلدی سے اپنی جگہ سے اٹھ کر کافی کی وہ پیالی ہاتھ میں تھامی۔ برقی رفقاری سے ہاتھ روم کا دروازہ کھول کر اندر گیا اور کافی کے کپ کو واش بیسن میں الٹ کر خالی کر کے لے آیا۔ پھر کافی کی پیالی لے کر میں بستر پر پاؤں پھیلا کر بیٹھ گیا۔

وہ چند لمحات میں واپس آگئی تھی۔ ساتھ لایا ہوا سا فن، بوتل اور گلاس اس نے میز پر رکھا۔ میں نے کافی کی پیالی ہونٹوں سے لگائی اور مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا اس نے اپنے لیے پیگ بنایا اور پھر وہی گلاس اونچا اٹھاتے ہوئے اس کے سبب لینے لگی۔ میں نے بھی بار بار کافی کی پیالی کو ہونٹوں تک لے جا کر یہ ظاہر کیا کہ میں کافی پی رہا ہوں، کچھ دیر کے بعد میں نے خالی پیالی سا سر میں رکھی اور اسے کہیں رکھنے کے لیے جگہ تلاش کرنے لگا۔ تب وہ اپنی جگہ سے اٹھی پیالی میرے ہاتھ سے لے کر اسے دیکھا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں بس یوں ہی مدہوشی کی اداکاری کرنے لگا میں نے اس طرح پلکیں جھپکائیں جیسے میری پلکیں بو جھل ہوتی جا رہی ہوں اور پھر میں لڑکھڑائے ہوئے لہجے میں بولا۔

”کمال ہے یہ کافی بھی وہی ہسکی کا مزہ دے رہی ہے۔“

”یہ اصل برازیل کی کافی ہے ڈارلنگ۔“ سورا نے کہا۔ لیکن اس کے لہجے میں چھپے ہوئے مزاح کے آثار مجھے صاف محسوس ہوئے، جیسے وہ میرا مذاق اڑا رہی ہو۔ میں نے بدن کو ڈھیلا چھوڑا اور آنکھیں بند کر لیں۔ اس نے جلدی سے اپنے ہاتھ کا گلاس نیچے رکھا اور میرے قریب آگئی۔

”ڈینش۔ ڈیئر ڈینش۔“ اس نے میرے سینے پر ہاتھ رکھ کر مجھے زور زور سے

جھنجھوڑا اور پھر میرے بدن کو اپنے ہاتھوں میں سمارا دے کر نیچے سرکایا۔ ڈبل تکیہ رکھا ہوا تھا۔ اسے سنگل کیا اور میرے پاؤں پھیلا کر بیڈ کے پائلٹی رکھی ہوئی خوب صورت چادر میرے بدن پر ڈال دی۔ اس کے اس انداز میں ایک اپنائیت سی جھلکتی تھی۔

چند لمحات میں اسے وہیں کھڑا محسوس کرتا رہا اور اس کے بعد میں نے اسے دروازے کی طرف جاتے ہوئے دیکھا وہ دروازہ کھول کر باہر نکل گئی تھی اور اس کی ان حرکات نے میرے اس خیال کی تصدیق کر دی تھی کہ کافی میں کوئی خواب آور دوا ملائی گئی ہے۔ اب اس کی کئی وجوہات ہو سکتی تھیں۔ یا تو وہ مجھے لوٹنا چاہتی تھی، یا پھر ممکن ہے وہ اس قسم کی لڑکیوں میں سے نہ ہو جو گاہک تو پھانستی ہیں لیکن کوئی ایسا عمل کر دیتی ہیں کہ انہیں اپنے گاہکوں کی چیرہ دستیوں کا شکار نہ ہونا پڑے۔ کوئی بھی بات ہو سکتی تھی اور مجھے اس کے کسی بھی عمل پر کوئی اعتراض نہیں تھا بشرطیکہ وہ میرے خلاف کوئی سازش نہ ہو۔ بلکہ یہ تو ایک دلکش بات تھی کہ مجھے اس مشکل کا شکار نہیں ہونا پڑا تھا جس سے گزرنے کا احساس میرے دل میں موجود تھا۔ البتہ اس کے ساتھ ساتھ کچھ اور دلچسپیاں بھی پیدا ہو گئیں۔ مثلاً یہ کہ تھوڑی دیر کے بعد میں نے درزیدہ نگاہوں سے اسے دیکھا تو وہ ایک اور لڑکی کے ساتھ اندر آئی تھی۔ یہ دوسری لڑکی بھی اچھی خاصی دلکش تھی اندر آکر اس نے میرے قریب پہنچ کر مجھے دیکھا اور پھر بولی۔

”خاصا خوب صورت نوجوان ہے۔“

”سوری ایلا، تم اسے جگا نہیں سکتیں۔“

”ہو نہ، مجھے جگانے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔“

”تو بس اب تم آرام کرو۔ ان دووں نے کس وقت آنے کے لیے کہا ہے؟“

”ڈھائی بجے۔“ لڑکی نے جواب دیا۔

”تم بے فکر رہو۔ میں ان کا انتظار کروں گی۔“

”سو تو نہیں جاؤ گی سورا؟“

”کیسی باتیں کرتی ہو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔“ سورا نے جواب دیا۔ پھر بولی۔

”تو میں جاؤں؟“

”ہاں جاؤ، میں اسے سنبھال لوں گی۔ صبح کو تم ساڑھے چھ سات بجے تک آجانا۔“

”اوکے۔ اوکے۔“ سورا نے کہا اور باہر نکل گئی اندر موجود لڑکی نے دروازہ اندر سے بند نہیں کیا تھا۔ یہ بھی ناٹکی پسے ہوئے تھی، جو نہی مجھے موقع ملتا تھا میں آنکھوں میں درز پیدا کر کے اسے دیکھ لیا کرتا تھا۔ لڑکی مدھم آواز میں سیٹیاں بجاتی رہی۔ پھر سینٹر ٹیبل کے پیچھے پڑے ہوئے صوفے پر بیٹھ کر اس نے شراب کے دو تین پیگ لیے اور اس کے بعد عقبی کھڑکی پر جا کھڑی ہوئی۔ پھر میری جانب دیکھا اور مسکراتی ہوئی میرے قریب آگئی۔ اس کے بعد اس نے میری جیبوں میں ہاتھ ڈالے اور میری جیبوں میں موجود کرنسی نکال کر اس نے دیکھا۔ پھر آہستہ سے بولی۔

”ہمت حیرے کی، اپنی ہی نسل کا معلوم ہوتا ہے۔ اتنی کرنسی تو خیر اسے ویسے بھی ہمارے حوالے کرنا ہوگی۔ پھر اسے چرانے کا کیا فائدہ خواہ شرمندہ ہوگا۔ اے مسٹر اگر تم جاگ جاؤ تو مجھے خوشی ہوگی۔ تم جیسے خوب صورت آدمی کو سونا نہیں چاہیے۔“ اس نے میرے رخسار پر ایک ہلکا سا تھپڑ مارا اس کے بعد آگے بڑھ کر لائٹ بند کی اور پھر میرے قریب آکر لیٹ گئی۔ میں دل ہی دل میں مسکرا رہا تھا۔ ہو سکتا ہے یہ دونوں کسی خاص عمل میں مصروف ہوں اور اپنی دانست میں اپنے شکار کو اسی طرح ذبح کیا کرتی ہوں۔ ویسے مجھے دونوں کی شخصیت کافی پر اسرار لگ رہی تھی۔ جو کچھ بھی ہوں، مجھے اس سے کوئی غرض نہیں تھی۔ اس بات کا مجھے یقین تھا کہ کم از کم میرے لیے وہ خطرناک نہیں ہو سکتیں۔

اس نے اپنی دانست میں کافی میں خواب آور دوا ملا کر مجھے بے ہوش کر دیا تھا لیکن میں تو بے ہوش نہیں ہوا تھا البتہ ساتھ لیٹی ہوئی لڑکی کو بے ہوش کرنا میرے لیے بالکل مشکل کام نہیں تھا۔ میرے لباس کے کف میں خاص قسم کے بٹن لگے ہوئے تھے اور یہ بٹن کوئین میکوویا کا عطیہ تھے اور کوئین میکوویا کے کسی عطیے کے بارے میں بس اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ وہ کوئین میکوویا کا عطیہ ہے۔ پھر بھی میں لڑکی کے سو جانے کا انتظار کرتا رہا اور اس کے بعد میں نے اس کے ایک پاؤں اور ایک ہاتھ کو اپنے جسم پر محسوس کیا اس نے کروٹ بدل لی تھی۔ وہ کسی بھی طرح مجھے تنہا ہونے کا احساس نہیں دلانا چاہتی تھی۔ پھر کچھ دیر کے بعد اس کی گہری گہری سانسیں فضا میں ابھرنے لگیں۔ میں نے سامنے لگی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھا۔ ڈھائی بجے کسی کو آنا تھا۔ لیکن کون؟ اور یہ سارا قصہ کیا ہے؟

کم از کم اتنا بے حس آدمی نہیں تھا کہ صورت حال کو معلوم کرنے کی کوشش نہ کرتا، چنانچہ جب مجھے احساس ہو گیا کہ یہ لڑکی جس کا نام ایلا لیا گیا ہے سو گئی ہے تو میں نے اپنی آستین کا ایک بٹن اوپر کیا اسے لڑکی کے چہرے کے قریب کر کے نچلا حصہ آہستہ سے دبایا اور لڑکی کے انداز میں ایک لمحے کے لیے کپکپاہٹ پیدا ہو گئی اس کے بعد وہ بے حس ہو گئی تھی بس اتنا ہی کافی تھا وہ کئی گھنٹوں کے لیے ہوش و حواس سے بے گانہ ہو گئی تھی پھر بھی اس کا تجربہ کر لینا ضروری تھا کہ جو کچھ میں نے کیا ہے اس کا رد عمل کیا ہوا ہے۔ چنانچہ میں نے لڑکی کو جھنجھوڑنا شروع کر دیا بہت زور زور سے اسے ہلایا لیکن اس کے انداز میں ہوشمندی کے آثار بالکل محسوس نہ ہوئے تو میں نے اطمینان کی گہری سانس لی۔

سیاد خود اپنے دام میں پھنس گیا تھا۔

چنانچہ اب مجھے لڑکی کی جانب سے کوئی فکر نہیں رہی تھی، لیکن یہ تصور اب بھی ذہن میں تھا کہ آخر یہ چکر کیا ہے؟ میں تو اپنا ہی کھیل اس کھیل رہا تھا۔ یہ کوئی نیا کھیل ہو رہا ہے۔ حالانکہ میرا اس سے کوئی واسطہ نہیں تھا، لیکن تجسس کو دبا نہیں سکتا تھا، اپنے سلسلے میں جو کچھ میں نے کیا تھا اس کے لیے میرا نظریہ یہ تھا کہ ان لوگوں کی ہدایت کے مطابق میں بار بار دوس پہنچوں، انھیں یہ اطمینان ہو جائے کہ میں ان کی ہدایت پر عمل کر رہا ہوں، لیکن یہاں پہنچنے کے بعد انھیں ذہنی خلجان کا شکار کر دوں، براہ راست وہ میری جانب سے مشکوک نہ ہوں بلکہ یہ سوچیں کہ یہ سب کچھ ہوا کیا ہے اور اس کے بعد میں اپنے لیے راستے منتخب کروں، پہلے مرحلے میں تو کامیابی حاصل ہو گئی تھی۔

لازمی امر ہے کہ آرکیولا میں پولیس اپنی تحقیقات مکمل کر چکی ہوگی، بے شک اسے وہاں میری لاش دستیاب نہیں ہوئی ہوگی لیکن میرے کاغذات وغیرہ اور وہ تمام چیزیں جو اصولی طور پر میرے پاس ہونی چاہئیں، پولیس کے قبضے میں آچکی ہوں گی اور جن کو وہاں میرا انتظار تھا وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ کسی اور نے میرے خلاف سازش کی ہے ورنہ اگر میں خود کوئی حرکت کرتا تو اپنے ہی کمرے میں دھماکہ کر کے نکلنے کی کوشش نہ کرتا، بلکہ اگر جاتا تو اپنے کاغذات وغیرہ ضرور ساتھ لے لیتا، یہ چیز ان لوگوں کو صحیح معنوں میں الجھانے کا باعث بن جائے گی، لیکن ان لڑکیوں کا چکر کیا ہے؟ گزرے ہوئے واقعات پر نظر دوڑائی تو کچھ عجیب سا لگا، سورا کا رپو ہوٹل میں ویٹر کا کام کرتی ہے اور یہ اس کی

بہن، لگتا ہے سارا مسئلہ صرف گاہوں کے لیے نہیں ہے، بلکہ کچھ اور بھی معاملات ہیں۔ لڑکی میرے نزدیک لیٹی ہوئی تھی، اس کے بدن کی بھینی بھینی خوشبو میرے نٹھوں سے ٹکرا رہی تھی، بے خبر سونے کی وجہ سے اس کا لباس بے ترتیب ہو گیا تھا اور پھر لباس بھی ایسا پہنے ہوئے تھی جو بدن کو چھپانے کے بجائے اور نمایاں کر رہا تھا۔

ایسے عالم میں ذہن پر قابو رکھنا مشکل ہوتا ہے اس کیفیت کو کوئی مجھ سے پوچھنے لہذا اس کیفیت سے بچنے کے لیے رخسار کا تصور ذہن پر مسلط کر لیا، بڑی قربانیاں دینے والی لڑکی ہے، کیا کچھ نہیں کیا اس نے میرے لیے گھربار چھوڑا، اینوں سے بیگانی ہو گئی اپنے آپ کو محبت کے اس رنگ میں ڈھال لیا جو طلب سے بے نیاز ہوتا ہے اور یہ آخری مشکل بھی اٹھانے کے لیے چل پڑی، نہیں رخسار جو کچھ ہو رہا ہے اس میں تمہارا حصہ لینا بھی بڑا ضروری تھا۔ میں تمہارے لیے اپنے مشن کو نہیں چھوڑوں گا۔ سارے فیصلے تقدیر کے ساتھ ہیں، میں نے تو کبھی تقدیر سے انحراف کیا ہی نہیں، رخسار کے تصور نے دل کو سکون بخشا تھا حالانکہ اضطراب کی لہریں بار بار دل میں اٹھتی تھیں، لیکن میں انہیں دبا لیتا تھا اور اس طرح کافی وقت گزار لیا پھر ایک بار احساس ہوا جیسے کمرے کے دروازے پر کوئی موجود ہے، سورا کے علاوہ اور کون ہو سکتا تھا، غالباً وہ اندر کا جائزہ لے رہی تھی، میں نے خود کو بے سدھ کر لیا اور دروازے کی آہٹیں ختم ہو گئیں۔

دیوار پر لگی ہوئی گھڑی کی سوئی دو کے ہندسے سے آگے بڑھی تو میں نے اپنی کارروائیوں کا آغاز کر دیا، کوئی بڑا خطرہ مول نہیں لینا چاہتا تھا، خطرات پر خطرات مول نہیں لینے چاہئیں، فی الحال یہ جگہ میری پناہ گاہ بن جائے تو اس سے اچھی اور کوئی بات نہیں ہے۔ لڑکیوں کا اگر کوئی معاملہ ہے تو اس میں دلچسپی لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ تھوڑا سا وقت ان لوگوں کو منتشر کرنے کے لیے حاصل کر لوں اس کے بعد اپنے عمل کا آغاز کروں گا، کوئی جلدی نہیں محسوس ہوتی تھی، اور تقدیر پر شاکر ہو جانے کا یہی انعام ہے کہ اضطراب سے نجات مل جاتی ہے۔ میں نے گل دان سے ایلٹی میٹس کے پیکٹ نکالے، مائیکرو پلیٹ کو متحرک کیا ایک کھلی جگہ سے اسے باہر منتشر کر دیا اور اس کے بعد مائیکرو ویشن پر اپنے جاسوسوں کا عمل دیکھنے لگا، مناظر بدل رہے تھے۔ ڈھائی بجنے میں ابھی دیر تھی، میں نے ایک کمرے میں سورا کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ اس نے اطالوی موسیقی کا

اس کے لیے ہاؤس کا انتخاب کیا گیا ہے، لیکن تین ایسی عمارتیں اور بھی ہیں کہ اگر لنک ہاؤس کو نقصان پہنچ جائے تو اس کا نعم البدل ثابت ہو سکتی ہیں، ہائی کمان سے حکم ملا ہے کہ کل ان چاروں عمارتوں کو اڑا دیا جائی۔ ویسے مس سورا حکومت بھی ہماری کارروائیوں سے بے خبر نہیں ہے، یہ اطلاع مجھے خاص طور سے موصول ہوئی ہے کہ ان عمارت کے تحفظ کے لیے انتہائی معقول بندوبست کیا گیا ہے اور ان کے اطراف میں شدید پہرہ لگا دیا گیا ہے، سنا گیا ہے کہ آس پاس کی عمارتوں میں بھی ایسے کیمرے نصب کر لیے گئے ہیں جن سے ان عمارتوں کے تحفظ کا کام ہو سکے، لیکن اس کے باوجود ہمیں یہ کامیابی حاصل کرنی ہے اگر یہ چاروں عمارتیں تباہ کر دی جائیں اور ان کی شہرت عام ہو جائے تو وہ بزنس مین جو دنیا کے مختلف ملکوں سے یہاں آنے والے ہیں، سوچنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ ان کی زندگی بھی خطرے میں پڑ سکتی ہے اور اس طرح ہو سکتا ہے نئے پروگرام کے تحت ان لوگوں کو جمع ہونے میں کچھ وقت لگ جائے اور ہمیں یہی وقت درکار ہے اپنی کارروائیاں مکمل کرنے کے لیے اور یہ ہمارا بہترین کارنامہ ہو گا اور اس سے ہمیں بیشتر مفادات حاصل ہوں گے۔ بہر حال اس سلسلے میں ہم سب نے اپنی ذیویاں مخصوص کر لی ہیں۔ ہم میں سے تین افراد ان تین عمارتوں کو سنبھال لیں گے، لیکن لنک ہاؤس کے لیے تمہارا انتخاب کیا گیا ہے تمہیں چار ایسے افراد دیے جائیں گے جو تم سے رابطہ رکھیں گے اور لنک ہاؤس کے گرد چکراتے رہیں گے، کیونکہ وہ خود لنک ہاؤس تک نہیں پہنچ سکیں گے لیکن ایک خاتون ہونے کی حیثیت سے تمہیں اس میں کوئی دقت نہیں ہوگی۔ سورا تم وہاں جاسکتی ہو اور اس کے بعد تمہارے پرس میں موجود طاقتور ڈائنامائٹ لنک ہاؤس کے کسی بھی حصے میں اپنی تخریب کاری کا مظاہرہ کر سکتے ہیں، اس بارے میں ہم لوگ اپنے منصوبے کو ترتیب دے لیتے ہیں۔ صورت حال کو تم نے سمجھ لیا، اب اس کے بعد میں تمہاری رائے جاننا چاہتا ہوں۔“

”میری رائے کچھ بھی نہیں ہے سرجو ذمے داری ہم سب کو تقسیم کی گئی ہے وہ تو ہمیں سرانجام دینا ہی ہے، رائے کی کیا گنجائش ہے؟“ سورا نے کہا۔

”میرا مطلب ہے ہمیں اپنا پروگرام تشکیل دے لینا چاہیے۔“ اس شخص نے کہا اور اس کے بعد وہ لوگ دیر تک منصوبہ بندیاں کرتے رہے اور پروگرام پر بحث جاری

ریکارڈ لگایا ہوا تھا اور مدہم سروں میں موسیقی سن رہی تھی۔ سامنے شراب کے برتن رکھے ہوئے تھے۔ غالباً ڈھائی بجنے کا انتظار کر رہی تھی، مکمل لباس پہنا ہوا تھا، مائیکرویشن ریسور وہاں سے آگے بڑھا، میں نے اپنی آنکھوں پر میگیفائڈ گلاس گاگلز لگا رکھی تھی اور مائیکرویشن پر مجھے تمام مناظر صاف نظر آرہے تھے۔

درحقیقت کوئن میکویا نے ان آلات کے ذریعے مجھے سپریم بنادیا تھا اور میں وہ سب کچھ کر سکتا تھا جس کا عام لوگ تصور بھی نہ کر سکیں۔ یہاں تک کہ ڈان سینٹریا روز آرگنائزیشن والے بھی اس سلسلے میں اتنا کام نہ کر سکیں، جبکہ روز آرگنائزیشن کی کارروائی بھی دیکھ چکا تھا۔ بہر طور میں انتظار کرتا رہا پھر مائیکرویشن ریسور پر میں نے دستک سنی، ہلکی ہلکی دستک جو کہ مخصوص انداز میں دی جا رہی تھی، میں نے دروازے کو فوکس کر لیا، سورا تیز قدموں سے چلتی ہوئے دروازے تک پہنچی تھی، پھر کچھ کوڈورڈز کا تبادلہ ہوا تھا اور اس کے بعد دروازہ کھل گیا تھا، آنے والے چار افراد تھے۔ قیمتی سوٹوں میں ملبوس مقامی آدمی تھے اور یہ ایک دلچسپ بات تھی کہ بار ہاؤس کے رہنے والوں کے خدوخال سو فیصد مشرقی معلوم ہوتے تھے اور اگر مشرقی لوگوں میں گھل مل جاتے تو کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ ان کا تعلق اس علاقے سے نہیں ہے۔ چاروں کی شخصیتیں بھی اچھی تھیں، سورا نے مسکراتے ہوئے ان کا استقبال کیا اور پھر دروازہ بند کر دیا۔ غالباً انہی چاروں کو یہاں آنا تھا۔ میں مائیکرویشن پر ان لوگوں کو آتے بڑھتے ہوئے دیکھتا رہا۔ وہ کمرہ جو سیڑھیاں اترنے کے بعد نیچے بنا ہوا تھا، پہلی بار کھولا گیا، یہ تقریباً بیس آدمیوں کی نشست گاہ تھی، کوئی تین فٹ چوڑی میز جو بہت لمبی تھی اور اس کے گرد کرسیاں بچھی ہوئی تھیں۔ یہ دیکھ کر مجھے احساس ہوا کہ بات معمولی نہیں ہے، یہ ایک باقاعدہ کانفرنس ہال تھا، ان چاروں آدمیوں کے بیٹھنے کے بعد سورا نے دروازہ بند کیا اور خود بھی بیٹھ گئی، میرے جاسوس پرندے اپنے کام میں مصروف تھے، میں نے انھیں ایک موثر ڈائریکشن دی اور ان کی آوازیں اور تصویریں میگیفائڈ گلاسز کے ذریعے بہت قریب سے دیکھنے لگا، ان میں سے ایک شخص نے کہا۔

”آپریشن کا پہلا دن کل مقرر کیا گیا ہے، مس سورا جو انٹرنیشنل بزنس سیمینار مقامی حکومت کی طلبی پر یہاں منعقد ہونے والا ہے اس کی تیاریاں کر لی گئی ہیں، بنیادی طور پر

رہی، مجھے بڑا لطف آرہا تھا، یہ تو کوئی بہت ہی دلچسپ معاملہ نکل آیا ہے میں ان کی باتوں سے لطف اندوز ہوتا رہا، کسی قسم کی خاطر مدارت کا بندوبست نہیں کیا گیا، سب باعمل لوگ تھے، میں نے اس وقت تک ان لوگوں کو دیکھا، جب تک وہ فلیٹ سے باہر نہ نکل گئے۔ اس سے زیادہ بھی چھان بین کی جاسکتی تھی، لیکن اس کی ضرورت نہیں محسوس کی گئی، جارہے ہیں تو انھیں جانے دیا جائے اور کیا لینا دینا ہے۔ بہر طور یہ سب کچھ انتہائی سنسنی خیز تھا، سورا نے فلیٹ کا دروازہ بند کیا۔ پھر ایک دوسرے کمرے تک گئی اور لباس وغیرہ تبدیل کر کے اسی بڈ روم میں جا لیٹی، روشنی بجھا دی گئی تھی اس کا مطلب تھا کہ اب اس سے آگے ٹائیں ٹائیں فٹ ہے اور مجھے بھی آرام کرنا چاہیے۔ میں نے مائیکرو ویلی منٹس سمیٹے انھیں واپس اسی گلدان کے نیچے منتقل کیا اور اس کے بعد مسکراتا ہوا مسہری پر آلیٹا۔ میں نے ایلا پر نظر ہی نہیں ڈالی تھی لیکن پھر بھی ایک نوجوان جسم کی گرمی بہت شدید ہوتی ہے۔ اس کی آج مجھے آہستہ آہستہ بگھلاتی ہی رہی تھی، نیند اڑتی اڑتی سی آئی تھی اور میں تھوڑی دیر کے لیے بے خبر ہو گیا تھا، لیکن میری نیند زیادہ گہری نہیں ہو پائی تھی، وقت بھی چونکہ کافی ہو گیا تھا، لیکن ایسے حالات میں اگر ایک دو گھنٹے کی نیند بھی لے لی جائے تو تھوڑا بہت سکون تو مل ہی جاتا ہے۔

چنانچہ اس وقت صبح ٹائم کا اندازہ نہیں ہو سکا تھا جب کسی آہٹ پر میری آنکھ کھل گئی، دروازے سے کوئی اندر داخل ہوا تھا، میں نے چونک کر دیکھا اور مجھے احساس ہوا کہ صبح ہو چکی ہے۔ آنے والی سورا تھی جو دبے قدموں سے چلتی ہوئی مسہری تک آئی اور پھر اس نے ایلا کو جھنجھوڑ دیا اور مدھم لہجے میں بولی۔

”ایلا اٹھو نیند آرہی ہے تو جاؤ دوسرے کمرے میں سو جاؤ، اب مجھے یہاں لیٹنا ہے تاکہ وہ غلط فہمی کا شکار نہ ہو، ایلا اٹھو، بھئی، اٹھو جلدی اٹھو پونے سات بج رہے ہیں، میں خود بھی سو گئی تھی، ایلا.....“ وہ ایلا کو جھنجھوڑنے لگی۔ میں نے ایک لمحے میں یہ فیصلہ کر لیا کہ اب مجھے کیا کرنا ہے، بہر طور اس سے رابطہ رکھنا تھا، چنانچہ میں گہری سانس لے کر اٹھ گیا، اور تھوڑا سا کھسک کر مسہری سے ٹک گیا وہ بری طرح خوفزدہ ہو گئی تھی اس نے میرا چہرہ دیکھا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

”صبح بخیر سورا، اسے سونے دو۔“ میں نے کہا وہ ساکت رہ گئی تھی، چند لمحات

خاموش رہی پھر میں نے کہا۔

”جو کچھ ہوا ہے اس کا مجھے پورا علم ہے سورا، لیکن پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، بیٹھو اسے سونے دو، اسے جاگنے میں ابھی دیر لگے گی۔“ وہ اپنی جگہ سے جنبش نہیں کر سکی اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھتی رہی۔ پھر میں ہی اپنی جگہ سے اٹھا اس کے قریب پہنچا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے ایک جانب بٹھاتے ہوئے بولا۔

”جب میں تم سے کہہ رہا ہوں کہ خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں تو پھر تم کیوں پریشان ہو، میں تمہارے اس عمل سے ذرا بھی ناراض نہیں ہوں، اگر مزید تفصیلات جاننا چاہتی ہو تو تمہیں مطمئن کرنے کے لیے میں تمہیں یہ بتائے دیتا ہوں کہ وہ کافی میں نے پی ہی نہیں جس میں تم خواب آور دوا ملا کر لائی تھیں اور میں پوری ہوش مندی سے تمام حالات کا جائزہ لے رہا ہوں اور اس کے باوجود میں تم سے منحرف نہیں ہوں، اگر یقین نہ آئے تو آنے والا وقت تمہیں یقین دلادے گا.....“ وہ صوفے سے اس طرح ٹک گئی جیسے اعصابی کشیدگی کا شکار ہو گئی ہو، میں نے اس سے کہا۔

”اس کے علاوہ سورا میں تمہاری اس میٹنگ کا جائزہ بھی لے چکا ہوں جس میں تمہارے چار ساتھیوں نے آج کے لیے منصوبہ بنایا ہے، منصوبے کے بارے میں بھی اگر تفصیل چاہو تو میں تمہیں بتا سکتا ہوں، اگر صرف اتنا اشارہ دے دوں کہ آج تمہاری ذمے داری لنک ہاؤس کو ڈائنامائٹ سے اڑانے کی ہے تو میرا خیال ہے تمہیں تمام تفصیلات کا اندازہ ہو جائے گا۔“ وہ اچھل کر کھڑی ہو گئی اس کے انداز میں ہیجانی کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا اور بولی۔

”تم کون ہو، کون ہو تم؟“

”اگر تم مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش کرو گی سورا تو یہ بھی تمہارے لیے ممکن نہیں ہو گا جبکہ میں تمہیں مکمل طور سے دوستی کی پیشکش کر رہا ہوں، اگر میرے بارے میں یہ جاننا چاہتی ہو کہ میں کون ہوں تو تمہارے اطمینان کے لیے صرف اتنا کہے دیتا ہوں کہ میرا تعلق بھی اچھے لوگوں سے نہیں ہے، بس یوں سمجھ لو ایک لائابلی زندگی کا مالک ہوں، لیکن نہ تو تمہارے پاس کسی خاص مقصد کے تحت آیا ہوں اور نہ تمہیں کوئی نقصان پہنچانے کا ارادہ رکھتا ہوں، بار باؤس کے معاملات سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے، لیکن اس

کے باوجود میں تمہارے بہت کام آسکتا ہوں۔ اگر حماقت کرو گی تو اب خود کو ہی نقصان پہنچاؤ گی۔“

وہ ایک بار پھر بے جان سی ہو کر بیٹھ گئی اور سہمی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی، میں نے کہا۔

”کیا تم نے زندگی میں کسی کو دوست نہیں بنایا سورا؟“

”تم میرے دوست کیسے ہو سکتے ہو جبکہ میں تمہیں میرا مطلب ہے تمہیں اس بات کا بھی علم ہے کہ میں نے تمہیں بے ہوش کرنے کی کوشش کی تھی۔“

”ہاں مجھے ایسی ایکٹو لڑکیاں بہت پسند ہیں، بہر حال دیکھ لو تمہاری کوشش مجھ پر کارگر نہیں ہوئی اور میں نے تمہارے بارے میں معلومات کر لیں۔“

”کیا میں یہ پوچھنے میں حق بجانب نہیں ہوں کہ تم سرکاری جاسوس ہو؟“

”پوچھو؟“

”چناؤ؟“

”میں سرکاری جاسوس نہیں ہوں۔ نہ تمہارے خلاف کسی قسم کا کوئی منصوبہ لے کر آیا تھا۔ بس تم پسند آگئی تھیں، سو چاہیے کہ دن تمہارے ساتھ گزار دوں گا۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔“ سورا نے ایلا لی جانب دیکھا پھر تشویش بھرے لہجے میں بولی۔

”اتنی گہری نیند تو نہیں سوتی۔“

”میں نے اس کی نیند گہری کر دی ہے تاکہ یہ میرے معاملات میں مداخلت نہ کر سکے۔ مجھے تمہاری وہ میٹنگ دیکھنی تھی۔ سورا نے ایک گہری سانس لی اور بولی۔“

”ان ساری باتوں کے بعد مجھے تقدیر پر بھروسہ کرنا پڑے گا۔ تقدیر میں اگر کوئی خرابی ہے تو سڑک پر بھی کسی گولی کا شکار ہو سکتی ہوں، ٹھیک ہے تمہاری مرضی ہے اپنے بارے میں بتاؤ تو بتا دو مجھے کسی مشکل کا شکار کرنا چاہتے ہو تو بھی بتا دو، جو ان آدمی ہو، ذہین بھی معلوم ہوتے ہو شاید ہم دونوں مل کر تمہارا کچھ نہ لگاڑ سکیں۔“

”اور ایک سوال اب میں تم سے کرتا ہوں سورا، کیا تمام باتوں کو نظر انداز کر کے تم مجھے اپنے دوستوں میں قبول کر سکتی ہو سوچ سمجھ کر جواب دینا۔“

”دوست بنو گے میرے۔“ اس نے عجیب سے لہجے میں پوچھا۔

”بار بار پیشکش کر رہا ہوں۔“

”ٹھیک ہے، میری تقدیر۔“

”تم میھوڈسٹ مشن کی حامی ہو۔“

”ہاں، میں میھوڈسٹ ہوں۔“

”تمہارا سربراہ کون ہے؟“

”ہینری ڈیل۔ ایک بڑا سرمایہ دار ہے۔ وہ جزیرہ کارڈوس میں رہتا ہے۔ ہمارا مددگار

ہے۔“ اس نے جواب دیا اور میرے ذہن میں چھٹکا سا ہوا۔ اعصاب کشیدہ ہوئے لیکن میں نے خود کو سنبھال لیا۔

”وہ بھی میھوڈسٹ ہے۔“

”نہیں۔ وہ یہودی ہے لیکن اسے حکومت کی تجارتی پالیسی سے اختلاف ہے۔ اس

نے ہمیشہ حکومت کے خلاف میھوڈسٹ مشن کی امداد کی ہے اور اس کے بل پر میھوڈسٹ حکومت سے اپنے حقوق لینے کے لیے کوشاں ہیں۔“

”حکومت نے اس پر ہاتھ نہیں ڈالا؟“

”کوئی ثبوت نہیں ہے حکومت کے پاس۔ اس کے علاوہ وہ اپنی پشت مضبوط رکھتا ہے۔“

”کیسے؟“

”اسے دوسری کچھ حکومتوں کی مدد حاصل ہے جس میں اسرائیل سرفہرست ہے۔“

”مگر تم صرف ایک کارکن ہو۔“

”ہاں۔ اور میھوڈسٹ مشن کی حامی۔ وہ ریستوران جہاں تم سے ملاقات ہوئی ہمارا

ایک پوائنٹ ہے۔“

”لیکن ڈیئر سورا۔ ایک سوال پریشان کن ہے۔“

”کیا؟“

”ہوٹل میں ویٹرس کی حیثیت سے تم کام کرتی ہو۔ مانتا ہوں کہ یہاں تم خود کو

چھپائے ہوئے ہو لیکن تمہیں مالی مدد تو ملتی ہوگی۔ اس کے بعد تمہیں کسی کو یہاں لانے کی

ضرورت کیوں پیش آئی۔ کیا تمہیں مجھ پر کوئی شبہ ہو گیا تھا؟“

”نہیں۔“ اس نے آہستہ سے کہا۔ پھر بولی۔ ”ہم کوئی مالی مدد نہیں لیتے۔ یہ مشن سچائی پر مبنی ہے۔ ہمیں اس کا سہارا بیشک حاصل ہے لیکن ہم اپنی ذات کے لیے اس سے کچھ نہیں لیتے بلکہ کچھ نہ کچھ فنڈز اپنے مشن کو دیتے ہیں۔“

”اوہ۔“ میں نے گہری سانس لی۔ اس دوران وہ تشویش بھری نظروں سے ایلا کو دیکھنے لگی۔ پھر اس نے کہا۔

”اے کیا ہوا؟“

”بالکل ٹھیک ہے۔ بس ذرا گہری نیند سو گئی ہے۔“

”میری ایک التجا قبول کرو گے؟“

”بولو۔“

”اپنے بارے میں مجھے کچھ تو بتا دو۔ میں نے تمہیں یہ سب کچھ بتا کر خود پریشان ہو گئی ہوں۔ کیا تم میری اس ذہنی خلش کو دور کر سکتے ہو؟“

”کیوں نہیں۔ دوست بنا ہوں تمہارا۔ میں ایک بے گناہ قاتل ہوں۔“ میں نے کہا اور وہ سنسنی خیز نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد ایک گہری سانس لے کر بولی۔

”میں سمجھی نہیں۔“

”سیدھی سی بات ہے وہ قتل میں نے نہیں کیا تھا، لیکن حالات و شواہد پوری طرح اس بات کی نشاندہی کر رہے تھے۔ کہ قاتل میں ہی ہوں، میں نے عدالت میں اپنی بے گناہی کی قسمیں کھائیں ان لوگوں کو ہر طرح یقین دلانے کی کوشش کی کہ جس قتل کا الزام مجھ پر رکھا جا رہا ہے اس سے میرا ذرا برابر تعلق نہیں ہے لیکن جو لوگ سزا دلوانا چاہتے تھے وہ بھند ہو گئے اور میں بے گناہ سزا بھگتنے کے لیے تیار نہیں تھا۔ چنانچہ جو کام میں نے پہلے نہیں کیا تھا بعد میں وہ سرانجام دے لیا۔“

”یعنی؟“

”ایک قتل کا الزام تھا مجھ پر ڈیڑھ سورا، لیکن میں نے دس قتل کیے، پورے دس البتہ وہ قتل میں نے نہیں کیا تھا جس کے الزام میں وہ مجھے سزا دلوانا چاہتے تھے اور پھر یہ

دس قتل کرنے کے بعد میں ان کے چنگل سے نکل گیا۔ یہ دس قتل میں نے صرف اپنی بے گناہی کا یقین دلانے کے لیے کیے تھے اور اس کے بعد تمہیں خود یہ اندازہ ہو جانا چاہیے کہ دنیا میں میرے لیے کیا جگہ ہو سکتی تھی۔“ سورا سنسنی خیز نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی، پھر سرسراتی ہوئی آواز میں بولی۔

”کیا تم مفرور قاتل ہو؟“

”ہاں، اور اب تمہیں اس کا اختیار ہے کہ فوراً مجھے یہاں سے نکال باہر کرو، ظاہر ہے ایک قاتل کو اپنے گھر میں اپنی چھت کے نیچے کون برداشت کر سکتا ہے۔“ سورا کے چہرے کے تاثرات بدلے پھر وہ آہستہ سے بولی۔

”کیا میں صورت سے بھی اتنی ہی بری لگتی ہوں؟“

”کیا مطلب.....؟“

”میں تمہارے ساتھ ایسا سلوک کروں گی؟“

”اصولی طور پر تمہیں نہیں کرنا چاہیے، اس کی بھی دو وجوہات ہیں، خیر ایک یہ کہ میں نے یہ قتل یہاں نہیں کیے بلکہ اب جتنا فاصلہ میں نے اس جگہ سے اختیار کر لیا ہے اس فاصلے کے بارے میں کوئی بھول کر بھی نہیں سوچ سکتا، بارہا دس زندگی میں پہلی بار آیا ہوں اور یہ میرے لیے اتنی محفوظ جگہ ہے کہ یہاں مجھے کوئی خطرہ نہیں ہے، کسی کا تصور بھی اس طرف نہیں جاسکتا۔“

”اگر ایسا نہ ہوتا ڈیڑھ سورا تو یقین کرو تم اتنی اچھی شخصیت کے مالک ہو کہ تمہارے لیے جان بھی دی جاسکتی ہے۔“ سورا نے کہا۔

”ڈیڑھ سورا، اصولی طور پر، معاف کرنا یہ لفظ میں بار بار استعمال کر رہا ہوں، دوستی اسی کو کہتے ہیں، میں نے بھی زندگی میں کچھ دوستیاں کی ہیں اور ان دوستیوں کو نبھانے کی پوری پوری کوشش کی ہے۔ بہر حال تم نے مجھ سے پوچھا میں نے اپنے بارے میں سب کچھ بتا دیا۔ یہ بھی میری سچائی کا ایک ثبوت ہے ورنہ کون اپنے آپ کو کسی کی نگاہوں میں لانے کی کوشش کرتا ہے۔“

”میں سمجھتی ہوں اور اسی بنیاد پر تم سے کہہ رہی ہوں کہ جب تم نے مجھ دوست سمجھ کر یہ سب کچھ بتا دیا ہے بھلا میرے لیے یہ کیسے ممکن ہے کہ میں تمہیں کوئی نقصان

عجیب بات ہے، تم کس طرح چند لمحوں میں اپنے ہو گئے، تعجب ہوتا ہے۔“ میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا اس نے کہا۔

”ناشتہ کرنے کے بعد مجھے لگتا ہے۔“

”ہاں میں جانتا ہوں، ریسٹوران جانا ہو گا؟“

”اوہ نہیں، جن لوگوں نے مجھے میری ذمہ داریاں بتائی ہیں وہ یوں سمجھ لو اس ریسٹوران کے مالک بھی ہیں، ہمارا ایک باقاعدہ پروگرام ہوتا ہے اور ہم اسی کے تحت کام کرتے ہیں، آج میری ذمہ داریاں بالکل مختلف ہیں ریسٹوران نہیں جاؤں گی۔“ اس نے کہا اندر میں پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔

”وہاں تمہیں تنہا ہی کام کرنا ہو گا۔“ کچھ دیر کے بعد میں نے کہا۔

”دو نہیں تمہارے علم میں تو سب کچھ ہے، چار آدمی میرے ہمراہ ہوں گے لیکن مجھ

سے الگ الگ۔“

”ٹھیک ہے سورا، تو تم نے مجھے یہاں قیام کرنے کی اجازت دے دی ہے؟“

”اب یہ انداز اختیار کر کے مجھے شرمندہ نہ کرو۔“ اس نے محبت بھرے انداز میں

کہا اور میں خاموش ہو گیا۔

ہم دیر تک خاموش رہے اس کے بعد ایلا ناشتہ کی ٹرالی دھکیلتی ہوئی اندر آگئی اور

پریشان لہجے میں بولی۔

”میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا ہے اور تم جانتی ہو کہ جب میں الجھن میں ہوتی ہوں

تو بیمار پڑ جاتی ہوں۔“

”ایلا بس یہ دوست ہیں، ہم جس تشویش کا شکار تھے اور جو کچھ ہمارے ذہن میں

تھا اب صورت حال اس سے مختلف ہو گئی ہے۔“

”یہ دوستی کہاں سے اٹھ آئی؟“ ناشتا کرتے ہوئے پوچھا۔

”چند گھنٹوں کی دوستی ہے، لیکن چند سالوں کی طرح پائدار۔“

”تم جانو، ہمارا کام جانے۔“ ایلا نے کہا اور ناشتہ میں مصروف ہو گئی، ہم نے ناشتا

خاموشی سے کیا تھا، پھر ایلا بولی۔

”میں چلتی ہوں، میرے لیے تو کوئی کام نہیں ہے؟“

”نہیں تم آرام سے جاؤ۔“ ایلا کے جانے کے بعد میں نے ایلا کے بارے میں پوچھا کہ یہ کیا کرتی ہے تو سورا نے بتایا۔

”کئی کام اس کے سپرد ہیں، یہ بھی مشن کی ممبر ہے اور ایک سرکاری آفس میں ایسے لوگوں کے لیے کام کرتی ہے جو ہمارے لیے کارآمد ہیں اور ان سے ہمیں اپنی بقاء کے بہت سے راز معلوم ہو جاتے ہیں۔“ سورا نے جواب دیا۔ کمال کی بات تھی، عورت درحقیقت ناقص العقل ہوتی ہی اور اتنے بڑے بڑے کاموں کے لیے اس پر بھروسہ کرنا مردوں کی ناقص عقلی کا مظہر ہوتا ہے۔ ورنہ یہ نرم و نازک اور معصوم سی شے کہیں بھی کسی بھی جگہ بربادی کا باعث بن سکتی ہے، میرا تو خیر مسئلہ ہی دوسرا تھا، میں نے اپنے لیے جو راستے منتخب کیے تھے سورا کاٹل جانا راستوں کے لیے معاون تھا، لیکن سورا نے مجھے یہ سب کچھ بتا کر اپنے لیے واقعی تنہا ہی مول لے لی تھی، پھر اس نے معذرت کرتے ہوئے کہا۔

”میں تیار ہو جاؤں۔“

”قیام یہیں ہو گا؟“

”ہاں پلیز، اور اگر کہیں جانا چاہو تو راستے ذہن نشین کر کے جانا، فلیٹ کی چابی

تمہارے پاس ہی رہے گی۔“

”تم خوفزدہ تو نہیں ہو؟“

”بالکل نہیں، بلکہ جذباتی ہوں، کاش تمہارے مل جانے کی خوشی میں، میں ایک ہفتہ

آرام کر سکتی، لیکن یہ ممکن نہیں ہے۔“

”اوکے سورا.....“ پھر سورا تیار ہو گئی، مجھ سے اجازت لے کر باہر نکل گئی اور

میں یہ سوچنے لگا کہ اب مجھے لیا لانا چاہیے، اس سلسلے میں تھوڑا سا قدم اگر بڑھ جائے تو

میرے حق میں بھی بہتر ہو گا اور ممکن ہے ان لوگوں کے لیے بھی کوئی کارآمد بات ہو،

ویسے سوچنے کے لیے بہت سا مواد پیدا ہو گیا تھا، یعنی ذیل سے میرا تیسرا رشتہ بھی قائم

ہو سکتا تھا، پہلا رشتہ تو وہ تھا جس کے تحت مجھے اس سے اپنے وطن کے لیے ایک اہم چیز

حاصل کرنی تھی اور مجھے اس کے لیے مخصوص کیا گیا تھا۔ دوسرا رشتہ یہ قائم کر دیا گیا تھا

کہ ڈان سینٹر کی جانب سے مجھے اس سے ملاقات کرنے کی ہدایت کی گئی تھی اور تیسرا اب

اس کے اس مشن کے سلسلے میں بھی قائم ہو سکتا تھا اور یہ رشتہ قائم ہونا بے حد ضروری ہے لیکن کس طرح؟ بہت غور کرتا رہا، لنک ہاؤس کو تلاش کر لینا اتنا مشکل کام نہیں ہوگا دیکھتا ہوں ممکن ہے انھیں میری مدد کی ضرورت بھی پیش آجائے.....

پھر بہت وقت وہیں گزارا اور اس کے بعد ایک منصوبہ ذہن میں ترتیب دے کر مائیکرو ایلی میٹس میں سے کچھ اشیاء نکالیں اور وہاں سے چل پڑا، یہ محفوظ جگہ تھی اور یہاں میری ان قیمتی اشیاء کو کوئی نقصان پہنچنے کا احتمال نہیں تھا، بار ہاؤس میں میرے لیے بے شک خطرات تھے، لیکن مجھے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ بتنی ڈیل بھی یہاں ایک مصروف آدمی ہے اس کے علاوہ مجھے یہ بھی پتا چلا تھا کہ وہ یہاں نہیں بلکہ جزیرہ کارڈوس میں رہتا ہے۔ بہر حال اس تک رسائی حاصل کرنے کے لیے میھوڈسٹ کی امداد کرنا بڑا ضروری تھا اور یہی راستہ منتخب کر کے میں آگے بڑھنا چاہتا تھا، دیکھو نتیجہ کیا ہوتا ہے۔

کچھ دیر کے بعد میں سڑکوں پر نکل آیا، شہر کی فضا میں کوئی ایسی خاص بات نہیں تھی، میں ہوٹل میں جو ہنگامہ کر کے آیا تھا اس کے نتائج کا بھی مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا، بعد میں ایک انگریزی اخبار ہاتھ لگا اور میں اس میں وہ نیوز تلاش کرنے لگا، میں نے ایک چھوٹے سے پارک کی ایک بیچ پر بیٹھ کر اخبار کی ورق گردانی کر ڈالی، لیکن نہایت ہی فرسودہ اخبار تھا، اس میں میھوڈسٹ، این گلیکین اور پروٹسٹنٹ عقائد کے سیاسی معاملات کا تذکرہ تو بھرپور انداز میں کیا گیا تھا، لیکن ہوٹل میں ہونے والے دھماکے کی کوئی خبر شائع نہیں ہوئی تھی، غالباً اس خبر کو اہمیت ہی نہیں دی گئی تھی۔ بہر حال خبر مل بھی جاتی تو کیا فائدہ، مجھے کسی کے خیالات کا تو علم نہیں ہو سکتا تھا، یہ تو پتا نہیں چل سکتا تھا کہ جو لوگ ہوٹل میں دانش منصور کا انتظار کر رہے تھے، ان پر دانش منصور کے ساتھ ہونے والے اس حادثے کے کیا اثرات مرتب ہوئے۔ میں نے بہت وقت وہاں بھی گزار دیا پھر وہاں سے اٹھ کر آگے چل پڑا۔ لنک ہاؤس نے بارے میں ایسی جگہوں سے معلومات حاصل کی جہاں کسی کو اس بات کا شبہ نہ ہو سکے کہ اس سلسلے میں کوئی غلط شخص یہ بات پوچھ رہا ہے۔ مختلف راستوں سے گزرتا ہوا میں آخر کار لنک ہاؤس پہنچ گیا۔ دور سے اس عمارت کو دیکھا اور اس کے ساتھ ساتھ اور بھی بہت کچھ دیکھا۔ عمارت خطرناک کے سروں کی شکلوں کے برجوں اور ستونوں سے بنی ہوئی تھی جگہ جگہ برجیاں نظر آرہی تھیں اور قلعے

نما فصیلیں بھی، عمارت اچھی خاصی مضبوط تھی، بڑا سا گیٹ تھا، دوسری چیز جو میں نے دیکھی وہ یہ تھی کہ عمارت کے اطراف لاقعداد پولیس گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں اور پولیس کے جوان ٹہل رہے تھے، یہی نہیں بلکہ عمارت سے کوئی سو سو گز کے فاصلے پر خاص طریقے کے اسٹینڈ رکھ کر ان میں رسیاں باندھی جا رہی تھیں، ایسے کام عموماً راستہ روکنے کے لیے ہوا کرتے ہیں، میں نے حیران نگاہوں سے اس عمل کو دیکھا اور پھر چاروں طرف دیکھا، تھوڑے ہی فاصلے پر مجھے سورا نظر آئی جو اپنا پرس ہاتھ میں لیے آہستہ روی سے ایک سمت جا رہی تھی۔

اس کے آس پاس اور لوگ موجود نہیں تھے، میں تھوڑا سا فاصلہ دے کر سورا کا تعاقب کرنے لگا، اس نے مجھے نہیں دیکھا تھا سورا تھوڑی دور پیدل چلی اور پھر ایک چھوٹے سے ریسٹوران میں آ بیٹھی۔ میں نے بھی ریسٹوران کا رخ کیا تھا، میں اس وقت اس پر مسلط نہیں ہونا چاہتا تھا کیونکہ مجھے علم تھا کہ چار آدمی اور اس کے ساتھ موجود ہیں، گوان میں سے کوئی نظر نہیں آ رہا تھا، لیکن وہ آس پاس ضرور موجود ہوں گے۔ البتہ جب میں ریسٹوران میں داخل ہو گیا تو سورا نے مجھے دیکھ لیا اور مضطربانہ انداز میں اٹھ کر کھڑی ہوئی، پھر اس نے مجھے انگلی سے اشارہ کر کے اپنے قریب بلایا اور میں اس کے پاس پہنچ گیا۔

”تم یہاں کیسے نکل آئے بیٹھو؟“ اس نے کہا اور میں اس کے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا۔

”ادھر نکل آنا اتفاق ہے یا؟“

”نہیں سورا اتفاق نہیں ہے“

”پھر۔“ وہ میرا جائزہ لیتی ہوئی بولی۔

”جبکہ تم نے صورت حال بتا دی تھی میں نے سوچا ذرا تمہاری کارکردگی کا جائزہ لے لیا جائے۔“ اچانک میں نے محسوس کیا کہ سورا کے بدن پر کپکپی سی طاری ہو گئی ہے، اس کے چہرے کا رنگ ایک دم تبدیل ہو گیا تھا اور اس کی آنکھوں میں خوف کے سائے رنگ آئے تھے، اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھرتے ہوئے متوحش نگاہوں سے مجھے دیکھا، ابتداء میں تو میں اس کی اس کیفیت کو سمجھ نہیں پایا، لیکن اچانک ہی میرے ذہن کو

نے پھر پوچھا۔

”تم کسی کو جواب دہ ہو سورا۔“ اب وہ کسی قدر ابھی ہوئی نظر آنے لگی، اس نے بے چین نگاہوں سے مجھے دیکھا پھر بولی۔

”میں زیادہ دیر یہاں نہیں بیٹھ سکتی، تم کچھ پیو گے۔“

”تمہیں تھوڑی دیر تو بیٹھنا چاہیے، ظاہر ہے وہاں سیکورٹی کے زبردست انتظامات ہو رہے ہیں، ان حالات میں بھلا تم کیا کر سکتی ہو۔“ وہ بے چینی سے پہلو بدلنے لگی، کئی بار اس کے ہونٹ کچھ کہنے کے لیے کھلے، لیکن اس کے بعد خاموش ہو گئے، پھر اچانک ہی ایک مدھم سی سیٹی کی آواز اس کے لباس کے کسی حصے سے ابھری اور وہ چونک پڑی، اس نے بدحواس نگاہوں سے مجھے دیکھا، ادھر ادھر دیکھنے لگی، غالباً کوئی ایسی جگہ تلاش کرنا چاہتی تھی جہاں وہ ٹرانسمیٹر پر موصول ہونے والے اشارے کے تحت بات کر سکے..... میں نے سرد لہجے میں کہا۔

”ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہو رہا ہے بات کرو سورا۔“ اب تو وہ بالکل ہی نڈھال ہو گئی تھی، میں نے کہا۔

”بات کرو سورا جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ کرو۔“ اس نے ایک لمحے مجھے دیکھا، ٹرانسمیٹر پر کئی بار سیٹی بجی تھی، پھر اس نے اپنی کلائی سامنے رکھ لی جس پر ایک ننھی سی خوب صورت گھڑی بندھی ہوئی تھی، گھڑی کی چابی کو اس نے اندر دھپایا اور گھڑی کا ڈائل سرخ ہو گیا اور پھر اس سے ایک مناسب آواز ابھری جس کو میں بھی سن سکتا تھا۔

”سورا سورا کس بول رہا ہوں۔“

”لیس، لیس ماسٹر۔“ سورا کے منہ سے کپکپاتی آواز نکلی۔

”صورت حال کی پوری رپورٹ مجھے مل چکی ہے اور ایک بدترین حادثہ بھی ہو چکا ہے۔“ آواز آئی۔

”کک..... کیا سر کیا.....؟“

”کارپ اور ایلس گراؤنڈ تھری پر مامور تھے، تمام گراؤنڈ سیکور کر لیے گئے ہیں اور

سخت انتظامات کیے گئے ہیں، تم جانتی ہو وہ دونوں انتہائی جذباتی نوجوان تھے اور جب انھوں نے یہ دیکھا کہ اب ان کی کارکردگی ختم کر دی گئی ہے اور وہ اپنے مشن میں

شاک لگا، صورت ہال کا ایک ہلکا سا جائزہ لینے سے میرے اس خیال کی تصدیق ہو گئی۔

میں ذرا گہرے انداز میں سوچنے لگا، مجھے ان لوگوں کا پروگرام معلوم ہو چکا تھا، سورا مجھے اپنے گھر چھوڑ آئی تھی اور اس کے بعد لنک ہاؤس کے گرد اتنا سخت پہرہ ہو گیا تھا اس کا شک حق بجانب تھا وہ یہ سوچ سکتی تھی کہ ہو سکتا ہے میں سرکاری مخبر ہوں اور یہ سارا پروگرام کرنے کے بعد میں نے مخبری کر دی اور عمارت کے گرد پہرہ لگ گیا۔ میرے ہونٹوں پر اس خیال سے مسکراہٹ پھیل گئی اور میں یہ فیصلہ کرنے لگا کہ اب مجھے آگے کیا کرنا چاہیے۔ سورا ذہنی انتشار کا شکار معلوم ہوتی تھی، کچھ لمحات کے بعد میں نے فیصلہ کر لیا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

”کیا بات ہے سورا، کافی پریشان نظر آرہی ہو؟“

”نہیں کوئی ایسی بات نہیں ہے۔“

”یہاں یہ غیر معمولی چہل پھل حیران کن نہیں ہے، کیا ان عمارتوں کے گرد اتنا سخت پہرہ رہتا ہے؟“

”نہیں۔“ وہ کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔

”تمہارے ساتھ کبھی کہاں ہیں؟“

”میں نے بتایا نا ادھر ادھر بکھرے ہوئے ہوں گے۔“

”کیا تمہارے کام کا وقت ابھی نہیں آیا۔“ میں نے سوال کیا اور اس نے گھٹی گھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھا پھر بولی۔

”ان حالات میں بھلا کیا کیا جاسکتا ہے؟“

”گویا یہ سب کچھ اچانک ہے؟“

”ہاں۔“ اس نے ایک طویل سانس منہ سے خارج کرتے ہوئے کہا۔

”یعنی اب تم اپنی ان کوششوں میں ناکام رہو گی؟“

”یقیناً، بھلا اس مشکل میں کیا کیا جاسکتا ہے؟“

”کیا ہو سکتا ہے؟“

”میرا مطلب ہے کہ تم لوگوں سے باز پرس تو ہو گی کہ یہ پلان لیک آؤٹ کیسے

ہوا؟“ اس نے میری اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا، چند لمحات خاموش رہنے کے بعد میں

کامیاب نہیں ہو سکیں گے تو انھوں نے قربانی دینے کا فیصلہ کر لیا۔

”سسر..... سر سسر آپ نے ان دونوں کے لیے لفظ تھے استعمال کیا ہے۔“

”ہاں اب وہ اس دنیا میں نہیں ہیں۔“ دوسری طرف سے جواب ملا اور سورا کے

منہ سے ایک آہ نکل گئی۔

”ہمیں اپنے ساتھیوں کی زندگی سے محروم ہونا پڑا ہے لیکن میں سمجھتا ہوں ہم نے

اپنا مسیح کنوے کر دیا ہے کارپ اور ایلس نے ہیڈ کوارٹر سے مشورے کے بغیر اپنے طور پر

فیصلہ کیا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ہیڈ کوارٹر انھیں زندگی کی قربانی دینے کی اجازت کبھی نہیں

دے گا اس لیے انھوں نے یہ اجازت نہیں لی۔ انھوں نے ڈائنامٹ ساتھ لیے موٹر

بائیک پر بیٹھے اور اس کے بعد موٹر بائیک کو طوفانی انداز میں آگے بڑھاتے ہوئے وہ

رکاوٹیں عبور کر گئے جو سیکورٹی نے لگائی تھیں اور پھر انھوں نے اندر داخل ہو کر ڈائنامٹ

ماٹ استعمال کر لیے اور گراؤنڈ تھری کو اڑا دیا لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی ان کے

جسموں کے پرچے بھی اڑ گئے وہ دونوں عظیم انسان اپنی زندگی کی قربانی دے کر یہ مسیح بار

باؤس کی حکومت کو دے گئے کہ میھوڈسٹ کسی طور پر غیر ملکی تسلط کو قبول نہیں کریں

گے اور ایسی ہر پالیسی کو مسترد کر دیں گے جو میھوڈسٹ مفادات کے خلاف ہو بہر حال

سورا موجودہ کیفیت کیا ہے؟“

”سریسیورٹی انتہائی سخت ہے لیکن سر ہم میں سے ہر شخص کارپ اور ایلس کی

طرح زندگی قربان کرنے کو تیار ہے آہ کاش یہ کام ان دونوں سے پہلے میں کر سکتی اب آپ

کے علم میں یہ آچکا ہے اس لیے میں بھی اجازت چاہتی ہوں۔“

”دیکھو سورا میں نے یہ سب کچھ تمہیں اس لیے نہیں بتایا کہ تم بھی وہی حماقت

کرو جو ان دونوں نے کی ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ ان دونوں کی قربانی کی ضرورت

نہیں ہے تھوڑی دیر انتظار کر لو حالانکہ اب یہ امکانات نظر نہیں آتے کہ ہم کسی اور

گراؤنڈ پر اپنی کوشش میں کامیاب ہو سکتے ہیں لیکن پھر بھی کچھ وقت وہاں گزار لو مجھے اس

بات پر حیرت ہے کہ ہمارے اس پروگرام کی نشاندہی کیسے ہو گئی؟“

”سرسر۔“

”تمہیں اطلاع دے دی گئی ہے سورا حکم دیا جاتا ہے کہ اب کوئی رسک نہ لیا

جائے اگر تم لوگوں نے یہ کوشش کی تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ میرے حکم کی خلاف ورزی

ہوگی اذکے۔“ آواز بند ہو گئی سورا اب بھی ہلکی ہلکی کانپ رہی تھی اس نے چابی دوبارہ

دہائی اور اس کے بعد خاموش ہو کر میری صورت دیکھنے لگی۔

میں نے اس کی آنکھوں میں شکایت کے عنصر کو نمایاں دیکھا تھا میرے ذہن میں

شرارتیں مچل رہی تھیں اس میں کوئی شبہ نہیں رہ گیا تھا کہ سورا مجھے اس کارروائی کا

ذمے دار سمجھ رہی تھی فطری بات تھی اگر کسی کی کاوشوں سے کوئی ایسا حادثہ رونما ہو

جائے تو پھر اس کے لیے دل میں بھلا کیا جگہ قائم رہ سکتی ہے اور وہ بھی ایک اجنبی شخص

کے لیے بہر حال ایک نیا نام سورا کس میرے علم میں آیا تھا یہ کون ہو سکتا ہے۔ سورا کے

انداز میں اب بے پناہ گھٹن نمودار ہو گئی تھی اس نے بھینچی آواز میں کہا۔

”میں جانا چاہتی ہوں ڈینش اب مجھے اجازت دو۔“

”بیٹھو سورا کیا فضول بکواس لگا رکھی ہے۔“ میں نے کرخت لہجے میں کہا اور اس

کی آنکھیں خوف سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ ان آنکھوں میں شدید خوف نمایاں نظر آ رہا

تھا۔

”مجھے کچھ پلاؤ۔“ میں نے کہا اور ویٹر کو اشارہ کر دیا۔ ویٹر قریب آیا تو میں نے اپنے

اور اس کے لیے جو س طلب کر لیا سورا اب بے جان سی بیٹھی ہوئی تھی اور میں خاموشی

سے ریستوران سے باہر لنک ہاؤس پر نگاہیں دوڑا رہا تھا جہاں سکیورٹی فورسز کے ارکان اپنا

کام مکمل کر چکے تھے۔ وہ پوری طرح چوکس نظر آ رہے تھے ہم اس وقت تک خاموش

رہے جب تک ویٹر نے جوس لا کر نہیں رکھ دیا میں نے اپنا گلاس اٹھا کر اس کی جانب

دیکھا اور کہا۔

”پیو۔“

”تم نے تمہارے تمہارا رویہ مجھے کیسا محسوس ہو رہا ہے؟“

”جوس اٹھاؤ سورا میں حکم عدولی برداشت نہیں کرتا۔“ میں نے غرائی ہوئی آواز

میں کہا اور وہ مجھے دیکھنے لگی چند لمحات اس کے چہرے کے تغیرات نمایاں رہے اور اس

کے بعد اس نے جوس کا گلاس اٹھایا پھر اس کے کئی گھونٹ لینے کے بعد بولی۔

”نجانے کیوں نجانے کیوں میں اپنے آپ کو بہت الجھا ہوا محسوس کر رہی ہوں اور

مسٹر ڈینش ساری باتیں اپنی جگہ، لیکن کیا آپ اپنے انداز کو کچھ عجیب سا نہیں محسوس کر رہے۔“

”جوس بیو؟“

”کیا میں تمہاری محکوم ہوں؟“ اس نے کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

”کم از کم جوس پینے کی حد تک تم میری محکوم نہیں ہو۔“

”کیا مطلب؟“ اس نے کہا مگر میں نے اس کی اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی سے اپنا گلاس خالی کرتا رہا، پھر میں نے گلاس نیچے رکھ دیا اور بولا۔

”وہ ڈائنامائٹ کہاں ہیں؟“

”نہیں..... کیا مطلب؟“ وہ پھر لرز گئی۔

”دیکھو سورا، صورت حال کو تم بھی اچھی طرح محسوس کر رہی ہو اور ایک سمجھدار انسان کی حیثیت سے تمہیں اس صورت حال سے تعاون کرنا چاہیے۔“

”میں تمہارا مطلب جانتا چاہتی ہوں تم کہہ کیا رہے ہو، کچھ میری سمجھ میں بھی تو آئے۔“ اب اس کے لہجے میں درشتگی پیدا ہو گئی۔

”ڈائنامائٹ کہاں ہیں، اپنا پرس ادھر رکھو۔“

”ہرگز نہیں، سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، میں یہاں جان دے دوں گی، خود میں

مرجاؤں گی انہی ڈائنامائٹ کے ذریعے، لیکن یہ تمہیں نہیں دوں گی۔“

”اور یہ موت بالکل بے مقصد ہوگی، اس سے تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا، کارپ اور ایس تو بہر طور اپنا کام کرنے کے بعد اس دنیا سے رخصت ہو گئے، لیکن تم صرف ان ڈائنامائٹس کی حفاظت کے لیے اپنی زندگی دے رہی ہو، اس کا کوئی اثر نہیں ہوگا، نہ ہی یہ اتنی قیمتی چیز ہے۔“

”لل..... لیکن تم ان کا کرو گے کیا؟“

”یہ اب میرے قبضے میں آجانے چاہئیں، کیا فائدہ میں ابھی یہاں سے سیکورٹی فورسز کو اشارہ کروں، وہ آئے تمہیں گرفتار کرے تمہارے ان چاروں ساتھیوں کا پتا معلوم کرے اور تم پولیس کی تحویل میں پہنچ جاؤ۔“ میں نے اچانک ہی سورا کے چہرے پر

غم کے آثار دیکھے، پھر اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور وہ آہستہ آہستہ سسکنے لگی، اس نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔

”بہت بڑی غلطی ہو گئی مجھ سے بہت بڑی غلطی ہو گئی۔“

”جب غلطیاں ہو جاتی ہیں تو سمجھدار لوگ ان پر رویا نہیں کرتے۔“

”میں، میں اپنے آپ کو کبھی معاف نہیں کر سکوں گی، میری وجہ سے میرے دو

ساتھیوں کی زندگی گئی، آہ یہ سب کچھ میری وجہ سے ہوا ہے، کاش ایسا نہ ہوتا۔“

”اور اب بھی تم ڈائنامائٹ نکال کر میرے حوالے نہیں کرو گی؟“ میں نے کہا اور

اس نے نفرت زدہ انداز میں پرس میری جانب بڑھا دیا، میں نے اس کا پرس کھولا اور ڈائنامائٹس دیکھنے لگا۔ چھوٹے چھوٹے تین پیکٹ تھے اور کچھ عجیب سی بناوٹ تھی ان کی، میں

نے بشور ان کا جائزہ لیا، یہ جدید ترین سسٹم پر بنائے گئے تھے اور ان کا حجم بہت چھوٹا رکھا

گیا تھا، لیکن ظاہر ہے یہ اس قدر طاقتور ہوں گے کہ ایک عمارت کو تباہ کر سکیں، میں نے

تعریفی نگاہوں سے اسے دیکھا پرس میں ان کا ریموٹ کنٹرول بھی مل گیا تھا جو مایوس کی

ایک ڈبیہ کی مانند تھا اب میں اتنا احمق بھی نہیں تھا کہ اس ریموٹ کنٹرول سسٹم کو سمجھ نہ

پاتا، میں نے یہ تمام چیزیں دیکھیں، ڈائنامائٹس میں نے اپنے لباس میں رکھ لیے وہ مدھم

لہجے میں کہہ رہی تھی۔

”کبھی کبھی انسان اس طرح دھوکہ کھا جاتا ہے ڈینش یقین کرو، صرف تمہاری

شخصیت کی بناء پر، تمہارے اندر انسانی صفات کو محسوس کر کے میں نے تمہیں اس کا موقع

دیا تھا۔“

”غلط ڈرائنگ یہاں تم غلط کہہ رہی ہو۔“

”کیوں؟“

”تم نے مجھے یہ موقع صرف اس لیے دیا تھا کہ میں تمہارے راز سے واقف ہو گیا

تھا۔“

”نہیں ایسی بات نہیں ہے، میں زندگی کی قیمت پر بھی تمہیں روک سکتی تھی، لیکن

عورت ہوں نا، ہم لوگوں کو کم عقل کہا جاتا ہے اور یہ ایک بڑی سچائی ہے، میری کم عقلی

نے ہمارے بہت بڑے منصوبے کو فیل کر دیا۔“

”ہوتا ہے کبھی ایسا بھی ہو جاتا ہے“ اچھا اب مجھے اجازت دو تم مل کی ادائیگی کر کے میرے جانے کے تقریباً پندرہ منٹ کے بعد یہاں سے اٹھو گی، اگر اس سے پہلے تم نے اٹھنے کی کوشش کی تو میرا ایک اشارہ تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو جہنم میں پہنچا سکتا ہے۔“ میں نے سرد لہجے میں کہا..... اور اپنی جگہ سے اٹھ گیا، اس کے بدن میں جیسے جان ہی نہیں رہ گئی تھی۔

وہ اپنی جگہ بیٹھی ساکت نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی اور میں تیزی سے ریسٹوران سے باہر نکل کر اس کے عقبی حصے کی جانب چل پڑا تھا۔ مجھے اندازہ تھا کہ وہ فوری طور پر میرے خلاف کوئی کارروائی نہیں کر سکتی تھی، لیکن جو منصوبہ میں نے اپنے ذہن میں ترتیب دیا تھا میں ہر قیمت پر اس کی تکمیل چاہتا تھا، اس سے میرے لیے مستقبل میں بہتری کی راہیں کھل سکتی تھیں اور میں اس کام کو اپنے مشن سے الگ نہیں سمجھتا تھا، وہ خود چونکہ مخدوش حالت میں تھی اس لیے عارضی طور پر مجھے اس سے کوئی نقصان پہنچنے کا احتمال نہیں تھا، عقبی حصے میں بازار پھیلا ہوا تھا، میں آہستہ آہستہ اس بازار میں چلتا رہا، مجھے اپنے مطلب کی دکان کی تلاش تھی اور پھر مجھے ایک ہارڈ ویئر اسٹور مل گیا۔

میں اسٹور میں داخل ہو گیا، یہاں سے میں نے نائلون کا باریک تار خریدا، اپنے اس منصوبے کو میں حیرت ناک طریقے سے پایہ تکمیل تک پہنچانا چاہتا تھا اور یہ میرے لیے ایک تجرباتی مرحلہ بھی تھا، نائلون کے تاروں کی ایک گتھی لے کر میں وہاں سے نکلا اور اب اس کے بعد مجھے کسی ایسی جگہ کی تلاش تھی جہاں میں دلچسپی سے اپنا کام سرانجام دے سکوں پھر ایسی ایک جگہ مجھے نظر آگئی، کئی منزلہ عمارت تھی جو زیر تعمیر تھی، اس پر تعمیری سامان بندھا ہوا تھا، لیکن لنک ہاؤس کے قریب ہونے کی وجہ سے یہاں کام نہیں ہو رہا تھا اور آس پاس افراد چلتے پھرتے نظر آرہے تھے۔ بہترین جگہ تھی، یہاں سے لنک ہاؤس کا فاصلہ بھی بہت زیادہ نہیں تھا۔ حالانکہ اصولی طور پر اگر لنک ہاؤس کو کسی خطرناک مرحلے سے بچانا مقصود تھا تو اس عمارت پر بھی سکیورٹی کے کچھ افراد موجود ہونا چاہیے تھے۔

میں نے دل میں ایک فیصلہ کیا کہ اگر مجھے کوئی نظر آگیا تو میں عمارت میں داخلے کا کیا جواز پیش کر سکوں گا اور اس کے بعد میں عمارت میں داخل ہو گیا، تعمیراتی سامان کے انبار لگے ہوئے تھے، باہر کچھ افراد بھی موجود تھے، ان کی نگاہوں سے بچ کر اندر داخل ہونا

مشکل کام نہیں تھا کیونکہ عمارت کے نچلے حصے میں متعدد دروازے تھے اور ہر دروازے پر پہرہ نہیں دیا جاسکتا تھا، ان دروازوں میں ابھی ایسے راستے نہیں بنائے گئے تھے جن کے ذریعے کسی کو اندر داخل ہونے سے روکا جاسکے، چنانچہ میں عمارت میں داخل ہو کر سیڑھیاں عبور کرنے لگا، چوتھی منزل تک عمارت تعمیر ہو چکی تھی اور اس کے اوپر سٹر بندھے ہوئے تھے، میں چوتھی منزل کے ایک نامکمل کمرے میں پہنچ گیا اور میں نے اسے اپنے کام کے لیے محفوظ پایا، البتہ دیواروں کی آڑ میں نے اس طرح قائم رکھی کہ مجھے کوئی مشکل پیش نہ آئے، اور کہیں سے مجھے دیکھا نہ جاسکے، یہاں میں اطمینان سے بیٹھ گیا اور اس کے بعد میں نے اپنے لباس سے اپنا اسلحہ نکالا یعنی وہ مائیکرو پلیٹ جو میرے منصوبے کی تکمیل کرنے کے لیے ایک حیثیت رکھتی تھی، میں نے اس کو درست کیا اور اس کے بعد میرا مائیکرو سسٹم آن ہو گیا۔ پلیٹ فضا میں پرواز کرتی ہوئی آگے بڑھنے لگی اور میں اسے لنک ہاؤس کی جانب کنٹرول کرنے لگا چند سیکنڈ سے زیادہ صرف نہیں ہوئے تھے، مائیکرو پلیٹ نے لنک ہاؤس کو فوکس کیا اور اس کی تصویر مجھے مائیکرو ویژن پر موصول ہونے لگی، میں نے پلیٹ کو مختلف انداز میں تحریک دے کر جگہ جگہ کا جائزہ لیا، ایک ایسی جگہ مجھے نظر آگئی، جہاں سے نیچے اتر کر میں لنک ہاؤس کے اندرونی حصوں کو دیکھ سکتا تھا۔ تقریباً چھ منٹ اس کام میں صرف ہوئے، میں نے لنک ہاؤس کے اندرونی حصے کا یہیں بیٹھے بیٹھے بخوبی جائزہ لے لیا تھا، پھر مائیکرو پلیٹ کو میں نے ایک جگہ فکس کر دیا اور اس کے بعد نائلون کے تار نکال کر ان کا ایک جھولا سا بنانے لگا، میں نے اپنے دل میں سوچا تھا کہ اپنے طور پر میں یہ کاوش کر کے دیکھ لیتا ہوں، کامیابی اگر اس طرح حاصل ہوگئی تو ٹھیک ہے ورنہ پھر میرے فلائنگ بم کام آئیں گے جو میری پاس موجود تھے، یہ بم بھی نہایت کارآمد اور طاقتور تھے اور اگر ڈائنامائٹ کے برابر کام نہیں بھی کر سکتے تب بھی کم از کم وہ میسج کنوے ہو جائے گا جو ان دو آدمیوں کی قربانی کے بعد بقول سوز کس کے، حکام تک پہنچ گیا تھا۔

میں نے نائلون کے باریک تاروں کا ایک جھولا سا بنایا اور اس کے بعد ایک فلائنگ بم سے اسے منسلک کر دیا، یہ ایک انوکھا تجربہ تھا ہو سکتا ہے خود کو ٹن میکرو ویا نے کبھی ایسا تجربہ نہ کیا ہو، حالانکہ فلائنگ بم کے بارے میں مجھے اس بات کا بالکل علم نہیں تھا کہ اس

میں فضا میں معلق رہنے کے دوران کتنی طاقت ہوتی ہے، وہ اپنا کام تو بخوبی کر سکتا تھا اور اسے کسی بھی ٹارگٹ پر بھیجا جاسکتا تھا، لیکن اپنے ساتھ وہ تھوڑا سا وزن لے جاسکتا ہے یا نہیں اس کا مجھے انداز تھا، ویسے یہ ڈائنامکس جو لنک ہاؤس کو اڑانے کے لیے سورا کو دیے گئے تھے یقینی طور پر اتنے طاقتور ہوں گے کہ لنک ہاؤس کو نقصان پہنچا سکیں لیکن ان کا حجم نہایت کم رکھا گیا تھا۔

جھولے میں میں نے ڈائنامکس کو بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ رکھا اور پھر جھولے کے اوپری سرے کو ٹانگوں کے تاروں کے ذریعے ننھے سے فلائنگ بم سے اس طرح باندھ دیا کہ اس کے کھلنے کا احتمال نہ رہے اس کے بعد میں نے دھڑکتے دل کے ساتھ تجربہ کیا اور اپنے ریموٹ کنٹرول سے فلائنگ بم کو اٹھانے لگا، پھر یہ دیکھ کر میری حیرت اور خوشی کی انتہا نہ رہی کہ فلائنگ بم نے ذرا بھی کسی وقت کے بغیر ان ڈائنامکس کو اپنے آپ سے منسلک کر کے فضا میں معلق کر لیا تھا۔

میں دل ہی دل میں کوئن میکویا کی زبردست سائنسی صلاحیتوں کی داد دیے بغیر نہیں رہ سکا۔ یہ منصوبہ تو شاید کبھی اس کے ذہن میں بھی نہ آیا ہو یا ممکن ہے اس نے انھیں اتنا پاور فل رکھا ہو کہ وہ تھوڑے بہت وزن کو اٹھا کر لے جاسکیں۔ البتہ میں نے تو یہ محسوس کیا تھا کہ یہ ننھا سا طاقتور فلائنگ بم جو فضا میں پرواز کرتے ہوئے ان ڈائنامکس کو اپنے ساتھ اٹھائے ہوئے تھا اس سے کئی گنا زیادہ طاقتور وزن کو اٹھا سکتا تھا، یہ میری کامیابی کا ایک ایسا مرحلہ تھا کہ اس پر مجھے جس قدر خوشی نہ ہوتی کم تھی، پھر میں ایک ایسی کھڑکی پر آگیا جہاں سے لنک ہاؤس کا بخوبی جائزہ لیا جاسکتا تھا اور اس کے بعد میں نے اپنی کارروائی کا آغاز کر دیا۔ فلائنگ بم ایک بار پھر زمین سے فضا میں بلند ہوا اور اس کے بعد مناسب رفتار سے پرواز کرتا ہوا لنک ہاؤس کی جانب بڑھنے لگا۔ میں نے اسے اتنا بلند کر دیا تھا کہ نیچے سے کوئی بھی شخص اس کا اندازہ نہ کر سکے۔ یہی بہتر تھا مجھے اسے چلی سطح پر وہاں تک لے جانا خطرناک محسوس ہوا اور میں نے یہ خطرہ مول نہیں لیا تھا، کچھ دیر کے بعد میں نے اسے لنک ہاؤس کے اوپر معلق دیکھا، یہ عجیب و غریب چیز اگر کسی کی نگاہوں میں آجاتی تو وہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ اس کی حقیقت کیا ہے پھر اس کے بعد میں نے اسے آہستہ آہستہ نیچے اتارنا شروع کر دیا، میں اپنا یہ کام بڑی خوش اسلوبی سے سر

انجام دے رہا تھا اور پھر میری یہ تدبیر مکمل طور سے کامیاب ہو گئی۔

ڈائنامکس اور میرا فلائنگ بم مائیکرو پلیٹ کی زد میں آگئے تھے اور اب وہ مجھے ان کی تصویر پیش کر رہی تھی۔ باقی کام بھی نہایت احتیاط کے ساتھ کرنا تھا، میں نے اپنے اس سپاہی کو آہستہ آہستہ لنک ہاؤس کے اس حصے میں پہنچا دیا جہاں بڑے بڑے کینسٹرو، الماریاں اور میزیں وغیرہ پڑی ہوئی تھیں، پورا لنک ہاؤس خالی تھا، غالباً احتیاط کے پیش نگاہ اسے خالی رکھا گیا تھا، ورنہ آج ورکنگ ڈے ہی تھا، اپنی اس کامیابی سے میں اتنا خوش تھا کہ بتا نہیں سکتا، اگر ڈائنامکس کا ریموٹ سسٹم اتنے فاصلے سے کام نہ بھی کر سکتا تب بھی انھیں تباہ کرنے کے لیے میرا مائیکرو فلائنگ بم موجود تھا جو کم از کم ان ڈائنامکس کو بلاسٹ کر سکتا ہے۔

یہ شاندار کامیابی حاصل کرنے کے بعد میرے بدن میں شدید سنسنی بیدار ہو گئی تھی اور میں ایک عجیب سی خوشی محسوس کر رہا تھا۔ میں نے اطراف کے ماحول کا جائزہ لیا اور اس کے بعد عمارت سے واپس نکل آیا، لنک ہاؤس کو اڑانے کے بعد عمارت سے نیچے اترنا، ایک احمقانہ فعل تھا کیونکہ اس سے خطرات پیش آسکتے تھے، ہاں مائیکرو پلیٹس کو میں کسی بھی جگہ سے کنٹرول کر سکتا تھا، عمارت سے باہر نکلتے ہوئے بھی مجھے کسی خاص بات کا کوئی احساس نہیں ہوا، البتہ اب میں سورا کے پاس نہیں جانا چاہتا تھا، پتا نہیں وہ ریسٹوران سے باہر نکلی یا نہیں ویسے ریسٹوران کا فاصلہ اتنا تھا لنک ہاؤس سے کہ اس کی تباہی کے اثرات وہاں تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔ پھر ایک ایسی سنسان جگہ دیکھ کر جہاں سے میں فرار اختیار کر سکوں، میں نے اپنے کام کے آغاز کا فیصلہ کر لیا۔ یہاں رک کر میں نے ادھر ادھر دیکھا اور اس کے بعد ڈائنامکس کے ریموٹ کنٹرول بٹن کے وہ ننھے ننھے سرخ حصے دبا دیے جو تینوں ڈائنامکس کو یکے بعد دیگرے بلاسٹ کر سکتے تھے۔ تینوں بٹن ایک ساتھ دبائے اور کان پھاڑ دینے والا خطرناک دھماکا مجھے لرزا گیا۔

آس پاس کی عمارتوں کی کھڑکیوں کے شیشے ٹوٹ گئے تھے، غالباً یہ دھماکا اس لیے بھی شدید ہوا تھا کہ میرا فلائنگ بم بھی ان کی زد میں آکر پھٹ گیا تھا کیونکہ میرے کنٹرول سسٹم سے ان کا رابطہ بالکل ختم ہو گیا تھا، البتہ اس دوران میں نے مائیکرو پلیٹ اوپر اٹھالی تھی تاکہ وہ ضائع نہ ہو سکے، ڈائنامکس اپنا کام کر چکے تھے، ہوائی تباہی نے لنک ہاؤس کو ادھیڑ

کر رکھ دیا تھا، میری خوشی کی انتہا نہیں تھی، مائیکرو پلیٹ کو میں نے واپس کنٹرول کیا اور آن کی آن میں وہ واپس میرے پاس پہنچ گئی، میرا کام ختم ہو گیا تھا۔ لوگ بھاگ رہے تھے دوڑ رہے تھے، ٹریفک رک گیا تھا، ایک خوفناک افرا تفری مچ ہوئی تھی۔ سیکورٹی فورسز کے افراد بھی شاید لنک ہاؤس کے اس دھماکے کی زد میں آگئے تھے کیونکہ وہ لنک ہاؤس سے زیادہ فاصلے سے پر نہیں تھے، بہر طور میں نہیں جانتا تھا کہ میں نے یہ سب کچھ درست کیا یا غلط، لیکن بہر حال کر ڈالا تھا اور اب اس کے نتائج دیکھنا تھے چنانچہ میں وہاں سے آگے بڑھ گیا۔

تھوڑا سا فاصلہ طے کرنے کے بعد میں نے لنک ہاؤس کو دیکھا عظیم الشان عمارت کو عظیم الشان نقصان پہنچا تھا، وہاں دھوئیں اور آگ کے سوا کچھ نہیں تھا، چاروں طرف بھگدڑ مچی ہوئی تھی، ویسے میں نے محسوس کیا کہ ان حالات میں ممکن ہے راستوں پر بھی نگاہ رکھی جائے، میں تو ویسے ہی ایک مخدوش شخصیت تھا، میرے کاغذات اور دوسری تمام چیزیں بھی میرے پاس موجود نہیں تھیں، اگر کسی نے مجھ سے میرے بارے میں کوئی سوال کر لیا تو میرے پاس اس کا کوئی جواب موجود نہیں تھا، چنانچہ کوئی بھی محفوظ پناہ گاہ اس وقت میرے لیے اشد ضروری تھی اور یہ محفوظ پناہ گاہ فی الحال سورا کے فلیٹ کے علاوہ اور کون سی ہو سکتی تھی کم از کم اس کام کی تکمیل کے بعد وہ میری جانب سے مشکوک تو نہیں رہے گی، چنانچہ میں فلیٹ کی جانب چل پڑا اور کچھ دیر کے بعد اطمینان سے فلیٹ میں داخل ہو گیا۔ یہ جگہ تو اب میرے لیے ایک بہترین پناہ گاہ بن چکی تھی اور اس سے فائدہ نہ اٹھانا حماقت تھی، فلیٹ کا دروازہ میں نے اندر سے بند کر لیا تھا، باہر سے کوئی بھی آئے گا تو اسے اس بات کا علم یقینی طور پر ہو جائے گا کہ اندر کوئی موجود ہے ویسے اسے باہر سے کھول کر بھی آیا جاسکتا تھا، غرضیکہ اب میرے لیے کوئی مشکل نہیں تھی، چائے کا موڈ بنا اور میں کچن میں پہنچ گیا، یہاں تمام سامان موجود تھا، میں نے یہ مشق بھی کی اور بہترین قسم کی چائے اور اس کے ساتھ بنیر کے بسکٹ جو بیک ڈبے میں تھے نکال لیے اور پھر اطمینان سے بیٹھا چائے سے شغل کرتا رہا۔

وقت گزرتا رہا پھر میں بستر پر لیٹ کر آنکھیں بند کر کے سوچوں میں گم ہو گیا، تھکن تو کوئی خاص نہیں تھی لیکن نیند آگئی۔ بنیادی وجہ یہ تھی کہ رات کو بھی پوری نیند نہیں

لے سکا تھا پھر اس وقت جاگا جب اندھیرا پھیل چکا تھا اور کمرے کے دروازے پر آہٹ ہوئی تھی، جس میں، میں سو رہا تھا، میری آنکھ کھل گئی، چپٹ سے روشنی ہوئی اور اس کے بعد میں نے سورا کو دیکھا جو ایک دم ٹھنک گئی تھی اس کا چہرہ گہرا سرخ ہو گیا تھا اور عجیب سے تاثرات پیدا ہو گئے تھے پھر وہ پاگلوں کی طرح دوڑی اور اس نے میرے بستر پر چھلانگ لگا دی، اس نے مجھے اس طرح بھیج لیا کہ درحقیقت میں عورت کی اس لمحے کی بات کا دل سے قائل ہو گیا، سورا نے اپنے بازو میری گردن میں ڈال لیے تھے اور مجھے دیوانوں کی طرح چوم رہی تھی، وہ پاگل ہو گئی تھی۔ بہر حال اس کی اس جذباتی کیفیت کو میں نے پوری طرح برداشت کیا اور اسے اپنے آپ سے ہٹانے کی کوشش نہیں کی۔ میں اس کی اس وقت کی دیوانگی کو اچھی طرح سمجھ رہا تھا وہ مجھے چومنے کے ساتھ ساتھ بڑبڑاتی بھی جا رہی تھی۔

”پاگل، دیوانے“ یہ سب کچھ کہنے کر ڈالا تم نے اور مجھے، مجھے تم نے سولی پر لٹکا دیا تھا، آہ تم نے مجھے اپنے بارے میں شک کا شکار کر دیا تھا، آہ کیسا برا وقت گزارا ہے میں نے، کتنا ٹوٹ گیا تھا میرا دل، سوچنے لگی تھی میں کہ دوستی کے نام پر بھی یہ سب کچھ کیا جاسکتا ہے، تم نے دوستی کی عظمت بحال کر دی ہے، پاگل، پاگل، کیسے کر ڈالا، یہ سب تم نے کیسے کر ڈالا۔“ وہ شاید زندگی بھر مجھ سے اتنی بے تکلف نہ ہوتی جتنی اس بیجان خیز کیفیت میں ہو گئی تھی، میں نے اس کے دونوں شانوں پر ہاتھ رکھے اور اسے اپنے سامنے کر لیا۔

”میری جانب سے تمہارا اعتماد بحال ہو گیا سورا۔“ میں نے سوال کیا۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا، مجھے دیکھتی رہی اور ایک بار پھر والہانہ انداز میں مجھ سے لپٹ گئی۔

”آئی ایم سوری، ڈینش آئی ایم ویری سوری، زندگی کی سب سے بڑی غلطی ہوئی مجھ سے تم پر شک کر کے، ڈینش آئی ایم سوری مجھے معاف کر دو، پتا ہے میں نے کیا سوچا تھا، ڈینش میں نے سوچا تھا کہ یہ جو سیکورٹی لگائی گئی ہے اور جس کی وجہ سے ناکامی کا محسوس کر کے میرے دو ساتھی زندگی کھو بیٹھے ہیں، یہ سب کچھ میری وجہ سے ہوا ہے، اپنے دونوں ساتھیوں کا خون میری گردن پر ہے، ڈینش میں غم سے پاگل ہو جاتی، میں نہیں کہتی کہ آگے کیا ہوتا، ڈینش دوستی سے میرا اعتماد اٹھ جاتا لیکن تم نے، تم نے دوستی کا

ایک محل قائم کر دیا ہے، ایک ایسا مینار جو کبھی سرنگوں نہیں ہوگا، ڈینش میری جان میری زندگی۔" وہ ایک بار پھر شدت سے جذبات سے میرے سینے پر اپنا رخسار رگڑنے لگی، میں نے آہستہ سے کہا

"میری بہت اچھی دوست اپنے آپ پر قابو پاؤ، اب ہوش میں آ جاؤ۔"

"کیسے ہوش میں آ جاؤں؟ تم نے مجھے وہ مقام دیا ہے جس کے بارے میں کبھی خواب میں بھی نہیں سوچ سکتی تھی۔"

"دوست دوستوں کو تحفے ہی دیا کرتے ہیں۔"

"مگر میں کتنی ذلیل ہوں، میں نے تم پر شک کیا۔ میں نے یہی سوچا تھا کہ تم حالات سے واقف ہو چکے ہو اور تمہارے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا جس کے ذریعے حکومت کو ہمارے پروگرام کی اطلاع ملی لیکن غلط تھا یہ سب کچھ غلط تھا۔"

"غلط تھا نا؟"

"ہاں بالکل غلط۔"

"مگر تمہیں کیسے یقین ہے کہ جو کچھ ہوا وہ میں نے ہی کیا تھا؟"

"بیکار بات مت کرو، بہر حال میرا اپنا بھی ایک مقام ہے۔ کیا اس مقام کو حاصل کرنے والا اتنا ہی احمق ہو سکتا ہے؟ او مائی گاڈ، میں نے یہ سوچا تھا کہ بس ہماری شامت آگئی، مجھے گرفتار کیا جائے گا اور میرے ساتھ میری بہن کو بھی معیبت کا شکار ہونا پڑے گا اور پھر ہمارے جسموں کی کھال اتار لی جائے گی۔ یہ معلوم کرنے کے لیے ہمارے ساتھ کون کون ہے آہ نجانے کیا کیا سوچ ڈالا تھا میں نے۔ تم شاید یقین نہ کرو کہ میری کیا کیفیت ہو گئی تھی۔ بہت دیر تک تو میں وہاں سے اٹھ ہی نہیں سکی تھی مگر اب یہ بتا دو کہ تم نے یہ سب کچھ کیسے کر ڈالا؟"

"تمہارے دو آدمی اس سلسلے میں موت کا شکار ہو گئے تھے اور تم نے مجھے شک کی نگاہ سے دیکھا تھا۔ بس میں بھی جذباتی کیفیت کا شکار ہو گیا اور اس کے بعد اس ٹاک میں لگ گیا کہ کسی بھی طرح مجھے لنک ہاؤس میں داخل ہونا اور اس کے لیے میں نے بڑے مشکل راستے اختیار کیے۔ مجھے لنک ہاؤس کے نیچے نیچے گمر سسٹم سے گزر کر وہاں تک پہنچنا پڑا اور آخر کار میں نے اپنے کام کی تکمیل کر ڈالی۔ میں نے بھی اپنے آپ کو ان دونوں کی

طرح مقتول سمجھ لیا تھا اور یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ جیسے بھی بن پڑے گا اس کام کو سرانجام دیے بغیر نہیں رہوں گا۔ مجھے اس کے لیے کامیابی حاصل ہو گئی۔"

"تم اس دور کے سب سے بڑے دیوانے ہو۔ مجھے معاف کرنا، ڈینش اب میں تم سے تکلف کا کوئی رشتہ نہیں قائم کر سکتی جو کچھ میرے منہ میں آئے گا کہنے سے باز نہیں رہ سکوں گی۔"

"تمہیں رہنا بھی نہیں چاہیے سورا۔"

"تم نے وہ کارنامہ انجام دیا ہے کارپ اور ایلیس زندگی کی بازی لگا کر بھی اتنا بڑا مقام حاصل نہیں کر سکے جتنا مجھے تمہاری وجہ سے ہو گیا ہے۔"

"دوستی کی بات کرتی ہو نا سورا؟"

"ہاں۔"

"تو پھر کسی سے یہ مت کہنا کہ یہ کام تم نے نہیں کیا، سمجھیں۔ اسے اپنے آپ ہی سے منسوب رکھو۔" اس نے خاموش نگاہوں سے مجھے دیکھا اور اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ تب میں نے کہا۔

"اور اب خواہ تم کتنی بھی تھکی ہوئی ہو چائے بنا کر لاؤ۔ میں ہاتھ روم میں جا کر ذرا منہ ہاتھ دھولوں کام کی تکمیل کے بعد میں یہاں آ کر گہری نیند سو گیا تھا۔"

"ابھی لائی تم جاؤ۔" اس نے کہا اور دروازے سے باہر نکل گئی، میں مسکراتا ہوا غسل خانے کی جانب بڑھ گیا۔

پھر جب میں تروتازہ ہو کر باہر نکلا تو وہ یقینی طور پر سچن ہی میں مصروف تھی۔ میں اس کا انتظار کرتا رہا جب وہ آئی تو اس نے لباس تبدیل کر لیا تھا اور غالباً اپنا حلیہ بھی سنوار لیا تھا۔ بڑی نکھری نکھری اور بے حد خوش نظر آرہی تھی۔ ساتھ میں ایک ٹرائی بھی لے کر آئی تھی جس پر بہت سی چیزیں بچی ہوئی تھیں۔ میں نے مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھا تو وہ بھی بھرپور انداز میں مسکرا دی۔ اس کی ہر ادا سے محبت ٹپک رہی تھی، میرے سامنے بیٹھ گئی پھر ایک ایک پلیٹ میرے سامنے بڑھاتی رہی، میں نے مسکرا کر اسے دیکھا اور کہا۔

"تم ضرورت سے زیادہ ہی متاثر ہو گئی ہو مجھ سے سورا۔"

"ضرورت سے زیادہ نہیں بلکہ ضرورت سے بہت کم۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ

کس طرح میں اپنی زندگی تم پر نثار کر دوں۔“

”بات کچھ نہیں ہوتی، مایوسیوں کے تاریک اندھیروں میں جب اچانک اتنی روشنی پھیل جائے کہ آنکھیں تک نہ کھل سکیں تو انسان کے لیے برداشت کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ میں خلوص دل سے اس بات کا اعتراف کرتی ہوں کہ میں تم سے بہت متاثر ہو گئی تھی اور ہوٹل میں جب میں نے تمہیں دیکھا اور اس بدلی ہوئی صورت حال پر غور کیا تو میرا دل ریزہ ریزہ ہو گیا، یہ سوچ کر کہ تم وہ نہیں نکلے جو میں نے سمجھا تھا، بلکہ تمہاری وجہ سے میرے دو ساتھی بھی مارے گئے، ہیں میں اعتراف کرتی ہوں کہ مجھے تم پر ضرورت سے زیادہ شک ہو گیا تھا اور پھر جب تم نے ڈائنامائٹ مجھ سے لیے اور انھیں لے کر نکل گئے تو اصولی طور پر مجھے وہاں سے بھاگ جانا چاہیے تھا یہ سوچ کر کہ اب تم میری نشاندہی کرو گے اور میں گرفتار ہو جاؤں گی اور میرے چاروں ساتھی بھی لیکن ایسا نہیں ہوا اور میں اعصابی کھنچاؤ کی وجہ سے وہاں سے ہٹ بھی نہ سکی۔“ میں ہنسنے لگا میں نے کہا۔

”اگر میں تم سے نرم روی سے ڈائنامائٹ مانگتا اور اپنے ارادے کا اظہار کرتا تم کبھی اس کے لیے تیار نہ ہوتیں۔ مجبوراً مجھے وہ رویہ اختیار کرنا پڑا تھا۔“

”تم نے بہت اچھا کیا لیکن تم نے ہمارے مشن کے لیے جان کی بازی لگا دی آخر کیوں؟ آخر کیوں۔“

”دیکھو براصحت ماننا سورا جو کچھ بھی کہوں گا سچ کہوں گا۔ تمہارے مشن سے واقعی مجھے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ میری دلچسپی صرف اس دوستی سے تھی جو میرے اور تمہارے درمیان ہے، میں نے تمہارے چہرے پر مایوسی کی لکیریں دیکھ کر یہ فیصلہ کیا تھا۔“

”بہت بڑی بات ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ تم نے اپنی ذہانت کا مظاہرہ کر کے وہ کر دکھایا جو ناممکن تھا۔“

”یہ سور کس؟“ میں نے سوال کیا۔

”ہمارا گروپ کمانڈر، وہی تمام کارروائی کر رہا ہے ایک بڑا سرمایہ دار ہے۔ لوگ سوچ بھی نہیں سکتے کہ وہ میٹھوڈسٹ مشن کے لیے اس طرح باعمل ہو سکتا ہے بس یوں سمجھ لو کہ اسی نے ہینری ڈیل سے تعلق قائم کیا ہے اور ہینری ڈیل چیف کنٹرولر ہے کنٹرولر

وہ خود ہے۔“

”ویری گنڈ۔“ میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا ایلا واپس نہیں آئی میں نے ایلا کے بارے میں پوچھا تو وہ بولی۔

”نہیں۔ اس کے بارے میں تمہیں تفصیل بتا چکی ہوں وہ اپنے پاس کے ساتھ زیادہ تر مصروف رہتی ہے۔ اس سے آگے کی بات مجھ سے نہ پوچھنا بس یوں سمجھ لو کہ وہ اپنے مشن کی تکمیل کے لیے پاس کو ہر طرح ٹیشے میں اتارے ہوئے ہے اور بڑی کامیابی سے اپنا کام سرانجام دے رہی ہے۔“ میں نے خاموشی سے گردن ہلا دی۔

بہر حال یہ بھی میرے لیے ایک دلچسپ مرحلہ تھا کہ میں ایسے لوگوں سے آکر آیا تھا پھر ہم نے ڈنر کیا، کوئی پونے دس بجے کے قریب ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا اور سورا نے جلدی سے ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔ اس نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر مجھے خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا۔ چند لمحات کے بعد دوسری طرف سے آواز آئی۔

”کون بول رہا ہے؟“

”سور سورا ہوں۔“

”اوہ..... سورا ڈیئر کتنی مبارکبادوں تمہیں کچھ سمجھ میں نہیں آتا یہ..... یہ سب آخر ہوا کیسے؟ تم نے ایک مافوق الفطرت ہستی کی شخصیت اختیار کر لی ہے پورے گروپ کے سامنے، ہر شخص اس وقت تمہاری ہی باتیں کر رہا ہے اور حقیقت زندگی تو کارپ اور ایس نے کھوئی ہے لیکن جو کارنامہ تم نے سرانجام دیا ہے وہ کارپ اور ایس بھی سرانجام نہیں دے سکے۔ مرنے والوں کی یاد تا زندگی ہمارے دلوں میں رہے گی وہ قربانیاں دینے والوں میں شامل ہیں لیکن سورا جو کارنامہ تم نے سرانجام دیا ہے ہم اس کے لیے تمہیں بڑی پر خلوص مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ تم نے ہماری ناک اونچی کر دی لنک ہاؤس کو تباہ کرنا اس وقت میرا خیال ہے ایک پوری آرمی کے لیے ممکن نہیں تھا۔ ابھی میں تم سے یہ نہیں پوچھوں گا کہ یہ تم نے کیسے کر ڈالا؟ لیکن تمہاری آواز سن کر ہم لوگوں کو جتنی خوشی ہوئی ہے ہم بیان نہیں کر سکتے ویسے سورا جو لوگ ڈیوٹی پر تمہارے ساتھ متعین تھے وہ بھی بحیریت واپس آگئے ہیں اور انھوں نے عجیب و غریب انکشافات کیے ہیں۔ انھوں نے کہا ہے کہ تم ان کی نگاہوں کے سامنے رہی ہو لیکن تم نے نجانے

کون سا کارنامہ سرانجام دے ڈالا اور کس طرح یہ سب کچھ کر ڈالا۔“

”سراسر اس کی تفصیل میں آپ کو ٹرانسپیر پر نہیں بتا سکتی بس یوں سمجھ لیجئے ایک ایسی قوت نے ہماری مدد کی ہے جس کے بارے میں آپ کو میں بالمشافہ ہی سب کچھ بتا سکتی ہوں۔“

”جو کچھ بھی ہے لیکن تمہارے اس کارنامے کو سنہری الفاظ میں لکھنے کا درجہ حاصل ہے رات کو دو بجے ہمارا انتظار کرنا ہم لوگ تمہارے پاس پہنچیں گے کوئی ایسی مشکل تو نہیں ہے۔“

”بالکل نہیں سر شہر کے حالات آپ خود دیکھ لیجئے۔“

”شہر کے چپے چپے پر چیکنگ ہو رہی ہے۔ ہر شخص کو روک کر اس کے بارے میں معلوم کیا جا رہا ہے لیکن اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔“

”لیں سر میں جانتی ہوں۔“

”ہم مقررہ وقت پر تمہارے پاس پہنچ جائیں گے اور باقی تمام باتیں بالمشافہ ہی ہوں گی اصل میں ہم صرف یہ جاننا چاہتے تھے کہ تم خیریت سے گھر پر پہنچ گئی ہو۔“

”سر میں بالکل خیریت سے ہوں۔“ سورا نے جواب دیا اور اس کے بعد ٹرانسپیر پر یہ سلسلہ منقطع ہو گیا۔ اس نے مسکراتے ہوئے مجھے دیکھا اور بولی۔

”دیکھ رہے ہو۔“

”ہاں دیکھ بھی رہا ہوں اور سن رہا ہوں۔“ میں نے سخت لہجے میں کہا۔

”کیا بات ہے خیریت؟“

”مجھے یوں غسوس ہوتا ہے جیسے تم انہیں میرے بارے میں کچھ بتانا چاہتی ہو؟“

”دیکھو میری ایک بات سنو اب تم ایسی شخصیت نہیں رہے ہو کہ تمہیں گناہ رکھا جائے یا میں تمہارے نام سے کوئی فائدہ اٹھانے کی کوشش کروں میری بات مانو ڈیئر مسٹر

سور کس سے مل لینا بہت ضروری ہے۔ تم نے اپنے جو حالات مجھے بتائے ہیں آخر مجھے بھی

تو اس کے بارے میں کچھ سوچنا ہے۔“

”سورا میں یہ چاہتا ہوں کہ اس کارروائی کا کریڈٹ تمہیں ہی ملے۔“

”کریڈٹ مجھے مل چکا ہے تم خود ٹرانسپیر پر ساری گفتگو سن چکے ہو لیکن اب اس

کے بعد جو کچھ میں کرنا چاہتی ہوں پلیز اس میں میرے لیے کوئی الجھن نہ پیدا کرنا البتہ ایک سوال میں تم سے ضرور کروں گی۔“

”ہاں بولو؟“

”مستقبل میں تمہارا کیا پروگرام ہے؟“

”مستقبل۔“ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

”ہاں۔ کچھ تو سوچا ہو گا اپنے بارے میں؟“

”یقیناً کرو سورا کچھ نہیں سوچا جو کچھ تمہیں بتا چکا ہوں۔ بات بس وہیں تک پہنچی

ہوئی ہے۔ اب یہاں تم سے ملاقات ہو گئی ہے جب تم سے جدا ہوں گا تو آگے کے بارے

میں سوچوں گا میں بہت زیادہ سوچ کر اپنے آپ کو تھکانا پسند نہیں کرتا۔“

”تو پھر میں ایک بات کہوں تم سے۔“

”ہاں ضرور۔“

”سوچنے کا کام میرے سپرد کر دو۔“

”کیا مطلب؟“

”تمہارے لیے اب آئندہ کے فیصلے میں کروں گی مجھے معاف کرنا۔ مجھے اپنے لہجے

کو اتنا مستحکم نہیں بنانا چاہیے لیکن بس دل چاہتا ہے اور اس وقت میں پوری طرح دل کی

گرفت میں ہوں۔۔۔۔۔ میں ایک گہری سانس لے کر مسکراتے لگا تھا۔

”ٹھیک ہے۔ جیسے تم پسند کرو۔“

عمل سے زندگی بنتی ہے۔ جو واقعات پیش آئے تھے وہ اس فقرے کا جیتا جاگتا

ثبوت تھے۔ میں ایک اہم منصوبے کے تحت یہاں آیا تھا۔ ڈان سینٹر کے سربراہ کے پاس

مجھے حاضری دینی تھی۔ یہ بات اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ لوگ ہر لمحہ میری نگرانی کر رہے

ہوں گے اور میرے وطن سے لے کر بار بار ڈوس تک نہ جانے کتنی نگاہوں نے میرا تعاقب

کیا ہو گا پھر ان کی خواہش کے مطابق میں نے ان کے منتخب کردہ ہوٹل آرکیولا میں قیام

کیا۔ گویا وہ مطمئن ہو گئے کہ میں سیدھے راستے پر چل رہا ہوں۔ اس کے بعد میں نے

کام دکھا دیا۔ ایسا کام جو میری ذہانت کا کرشمہ تھا۔ رخسار ان کے قبضے میں تھی اور وہ سمجھتے

تھے کہ میں صرف اس کی وجہ سے بے بس ہوا ہوں لیکن سب کچھ کرنے کے بعد اس

طرح غائب ہو جانا ان کی سمجھ میں نہیں آئے گا اور وہ مشکل میں گرفتار ہو جائیں گے پھر یہ سب کچھ جس سے مہنی ڈیل تک پہنچنے کے راستے مل گئے تھے۔ بہر حال زندگی رہی تو انھیں ایسا سبق چکھاؤں گا کہ مرنے کے بعد بھی یاد رکھیں گے۔

وقت گزرتا رہا۔ ایلا آگئی تھی لیکن وہ میرے پاس نہیں آئی بعد میں سورا نے بتایا۔
 ”ایلا تم سے شرمندہ ہے۔“
 ”کیوں؟“

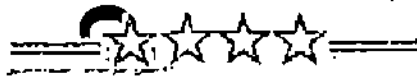
”یعنی تم نے اسے چوٹ دے دی تھی۔ ویسے اس میں کوئی شک نہیں کہ تم بے حد ذہین ہو۔“

”یہ تمہاری تحقیق ہے۔ میں کیا کہوں۔“
 ”تم نے ہم دونوں کو بے وقوف بنایا۔ اگر تم جیسا کوئی پہلے مل جاتا اور..... اور.....“ سورا خاموش ہو گئی۔

”اور.....“ میں نے شرارت سے پوچھا۔
 ”اس خاموش ہو جاؤ۔“ سورا نے شرما کر کہا۔
 رات گئے تک سورا میرے پاس رہی۔ پھر بولی۔ ”میری ضرورت تو نہیں ہے میں جاؤں۔“

”ضرور۔“
 ”ان لوگوں کے استقبال کی تیاریاں کروں گی۔ میرا خیال ہے مسٹر سورا کس خود آئیں گے؟“

”بچھلی رات جو لوگ آئے تھے ان میں مسٹر سورا کس نہیں تھے؟“
 ”نہیں۔ وہ دوسرے لوگ تھے۔ اوکے میں چلتی ہوں۔“ سورا نے کہا اور پھر وہ میرے کمرے سے چلی گئی۔



اس کے بعد کے حالات جاننے کے لئے

نامور سیریز کا شاہکار
 ”بلیک چینل“ پڑھیں

روح کے صہا



روح کے سفر

ایم اے راحت



مقبول اکیڈمی، سیکرٹریٹ چوک اردو بازار لاہور

Uploaded By Muhammad Nadeem

ماہیہ کے ان ارکان سے کافی دیر تک گفتگو کرتا رہا۔ وہ اپنی ذمے داریاں میری ہدایت کے مطابق پوری کر رہے تھے اور چونکہ ابھی تک کوئی بہت اہم کام نہیں سرانجام دیا گیا تھا سو اس کے کہ انہوں نے آکس فیلڈ میں مارشل لارا پر حملہ کر کے میرے اس سنگ پیچھے کا بندوبست کر دیا تھا اور اب اگر انہوں نے میرے بارے میں معلومات حاصل بھی کی ہوں گی تو انہیں اس بات کا علم ہو گا کہ میں مارشل لارا سے غفلت ہو چکا ہوں۔ ویسے اس بات کے امکانات نہیں تھے کیونکہ انہیں مکمل طور سے میری تحویل میں دے دیا گیا تھا اور انہیں صرف وہی کرنا تھا جس کی ہدایت مجھ سے حاصل ہوں۔ نیا آنے والا شخص بھی اپنے طور پر انہی کے ساتھ قیام پذیر ہو گیا تھا اور وہ باکس میرے حوالے کر دیا گیا تھا جو اپنی نوعیت کا بے حد عجیب باکس تھا۔ چنانچہ اسے اپنی تحویل میں لینے کے بعد میں وہاں سے واپس نکل آیا اور کچھ دیر کے بعد اسلام احمد کی رہائش گاہ پہنچ گیا۔

اسلام احمد اس وقت موجود نہیں تھا۔ شازیہ نے بڑی محبت سے میرا استقبال کیا۔ میرے لیے کافی بیٹائی اور کافی لے کر میرے سامنے بیٹھ گئی۔

”فیصل عورت ہوں کسی بھی حالت میں اپنے عورت پن سے دور نہیں ہو سکتی۔ مجھے لوگ مذہب سے دلچسپی نہیں رکھتے اور نہ ہی ان میں وطن پرستی کا جذبہ ہوتا ہے۔ یہ تو مختلف ہی لوگوں کا کام ہے جو وطن کے نام پر اپنی اصل حیثیت کو پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ اس وقت تنہائی ملی ہے تو میں تم سے یہ سوال کر رہی ہوں کہ ماہیہ کے جال میں کیسے پھنس گئے اور اس کے ساتھ کام کرنے پر کیوں آمادہ ہو گئے۔ یہ تو بہت خطرناک کام ہے۔

ہے۔ جب کہ تم مجھے ان راہوں کے راہی نہیں معلوم ہوتے۔“

میں نے مسکرا کر کہا۔ ”بس شاذیہ کچھ غوائل ہوتے ہیں جو انسان کو اس کے مزاج کے خلاف کام کرنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ میرا مسئلہ بھی کچھ یوں ہی سمجھ لو۔“

”لیکن میرے بھائی اس طرح تمہاری زندگی کو جو خطرہ لاحق ہے اسے کیسے نظر انداز کر سکتے ہو۔ بہر حال برے کاموں کا برا ہی انجام ہوتا ہے تم فطری طور پر برے انسان نہیں ہو۔ ان برائیوں کو زندگی کی آخری سانس تک نبھاسکو گے۔“

”پھر کیا کر سکتا ہوں؟“

”چھوڑ کیوں نہیں دیتے یہ سب کچھ؟ زندگی بے حد قیمتی چیز ہے۔ ایک بار ملتی ہے انسان کو بار بار نہیں۔“

”ہاں زندگی بے حد قیمتی چیز ہے لیکن برے راستے بہت طویل ہوتے ہیں۔ ان تک پہنچنے میں تو آسانی ہوتی ہے لیکن ان سے گزر کر نیک راستوں کی جانب آنا ناممکن ہی ہو جاتا ہے۔“

”سیانوں کا کہنا ہے کہ دنیا میں کوئی کام ناممکن نہیں ہوتا۔“

”بد قسمتی سے سیانوں سے میرا رابطہ منقطع رہا ہے۔“ میں نے کہا اور وہ ہنس پڑی پھر بولی۔

”اردو بولتے ہوئے کتنا اچھا لگ رہا ہے مجھے۔ اسلام احمد اردو بولتا ہے لیکن اس مسئلے میں وہ بہت کند ذہن ثابت ہوا ہے۔ کسی بھی شکل میں پرفیکٹ اردو اس کی زبان سے نہیں نکلتی۔ سمجھ سب کچھ لیتا ہے لیکن اسے اپنا مافی الضمیر بیان کرنے میں خاصی دشواریاں پیش آتی ہیں۔“

”میں نے محسوس کیا ہے۔“ میں نے جواب دیا۔

”تمہارا کوئی پس منظر تو ہو گا؟“

”ہاں ہے۔“

”پاکستان کب چھوڑا؟“

”زیادہ عرصہ نہیں ہوا کبھی کبھی وہاں جانا ہو جاتا ہے۔“

میرے ان الفاظ پر وہ سوچ میں ڈوب گئی۔ میں نے محسوس کیا کہ اس کے دل میں

کچھ ہے لیکن اس نے کہنے سے گریز کیا اور پھر خاموش ہو گئی۔

شام کو اسلام احمد سے ملاقات ہوئی اور اس نے حسب معمول بے تکلفی سے مجھے مخاطب کیا، کہنے لگا۔

”ہاں بھی گریٹ مین کہو کیا سوچا اس بارے میں۔“

”ابھی کوئی خاص عمل نہیں ہوا لیکن کچھ تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں میں صرف ایک بات جانتا ہوں کہ جو منصوبہ تم نے اپنے ذہن میں بنایا ہے اس کی تکمیل کے لیے میں جان کی بازی لگا دوں گا اور بالآخر ہمیں کامیابی حاصل ہوگی۔ ویسے ہمارے راستے ہموار ہونا شروع ہو گئے ہیں۔“

”کیسے؟“ اس نے دلچسپی سے کہا۔

”آرمن پہلے یہ چاہتا تھا کہ اس کے وطن کے لیے اور اس کی بقا کے لیے وہ پاکستانی انجینئروں کو اس جدید ایٹمی ٹیکنالوجی اور مشینری کے حصوں میں ناکام بنادے لیکن اب شاید اس نے کچھ تبدیلیاں کی ہیں۔“

”وہ کیسے؟“ اسلام احمد نے دلچسپی سے پوچھا۔

”آرمن یہاں آ رہا ہے۔“

”وہ تو آتا جاتا رہتا ہے۔ یہاں اس کا ایک باقاعدہ گروہ کام کرتا ہے یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔“

”اس بار وہ کچھ نئے منصوبوں کے ساتھ آ رہا ہے۔ مافیا کے چیف سے مجھے نئی ہدایات موصول ہوئی ہیں۔“

”گڈ ویری گڈ۔ اب تو میں اپنے اور تمہارے درمیان اتنی اپنائیت محسوس کرتا ہوں کہ ذاتی باتیں پوچھنے سے بھی گریز نہیں کرتا۔ کوئی ایسی بات ہے جو مجھ سے چھپانا ضروری ہو۔“ میں نے ہنس کر کہا۔

”نہیں میں جانتا تھا تمہارے ذہن میں یہ تجسس فوراً ابھرے گا۔“

”بھئی دیکھو یہ تو انسان فطرت کا ایک حصہ ہے ہم اس سے گریز کیسے کر سکتے ہیں۔“

”بالکل نہیں کر سکتے۔“

”ہے ناں مجھ سے اتفاق کر رہے ہوں ناں تم“ تو بتاؤ آرمن اب کس نئے منصوبے کے تحت آرہا ہے؟“

”مافیا کی جانب سے مجھے اطلاع ملی ہے کہ وہ یہاں پہنچ رہا ہے اور مجھے اس سے ملاقات کرنی ہے۔ اس کے بعد نئی صورت حال کا اندازہ ہو جائے گا۔ میں اس سے زیادہ اور کوئی تفصیل نہیں جانتا۔“

”گڈ۔ تو پھر اب یہ بتاؤ ہمیں کیا کرنا ہے؟“

”مجھے فوری طور پر تھوڑا سا کام کرنا ہے اور اس سلسلے میں مجھے تمہاری مدد کی ضرورت پیش آئے گی۔“

”یوں سمجھ لو مافیا کی طرف سے جو ذمے داری تمہیں سونپی گئی ہے اس کے علاوہ میری طرف سے بھی ایک ذمے داری تمہارے سپرد ہے اور وہ یہ ہے کہ تم اس تمام منصوبے کے انچارج ہو۔ دیکھو برادر اس کائنات کے رنگ ڈھنگ نرالے ہیں اور اس کا محور تقریباً یکساں ہے۔ بات کہتے ہوئے شرم آتی ہے لیکن کہے بغیر گزارہ بھی نہیں ہے۔ میں نیک جذبوں کے تحت کام کر رہا ہوں اور یقین کرو اس میں نہ کوئی سازش میرے ذہن میں ہے نہ کسی کے خلاف عمل کرنا چاہتا ہوں۔ مذہب یہ ذمے داری مجھ پر سونپتا ہے کہ اسلام کے قلعے کے تحفظ کے لیے اپنے چھوٹے موٹے فرائض بھی پورے کروں۔ میرے پاس جو کچھ ہے وہ اتنا ہے کہ مجھے اپنی زندگی سکون سے گزرنے میں کوئی تکلیف نہیں ہوگی لیکن جذبے دل میں پروان چڑھتے ہیں تو صرف زندگی گزارنا ہی زندگی کا مقصد نہیں رہ جاتا بلکہ اور بہت کچھ درکار ہوتا ہے۔ میں ان تعیضات کو چھوڑ کر اپنی قابل اعتماد بیوی کے ساتھ ایک عام انسان کی زندگی گزارنے میں بھی کوئی دقت نہیں محسوس کروں گا۔ زندگی کے وہ تمام عیش میں نے دیکھ لیے ہیں جو کسی کی خواہش ہوتے ہیں۔ اب اگر زندگی کا دوسرا رخ بھی دیکھنا پڑ جائے تو مجھے اس میں کوئی قباحت نہیں ہوگی۔ بہت طویل گفتگو ہو گئی ہے میری۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر تم اس منصوبے کی ذمے داریاں سنبھال لو تو میں تمہیں اس کے عوض بہت بڑی رقم دوں گا اور یہ رقم میرے انہی اثاثوں میں سے ہوگی جنہیں میں خفیہ ذرائع سے پاکستان منتقل کرتا رہا ہوں۔ یہ معاوضہ نہیں ہوگا میرے دوست بلکہ اظہار تشکر ہوگا اپنے منصوبے کی تکمیل کے لیے۔“

”ٹھیک ہے لیکن ہمارا موضوع نہ کسی شکل میں یہاں پہنچ جاؤ گے۔“

ہوں اور اس سلسلے میں نہایت مخلصانہ گفتگو کرنے کے لیے تیار ہیں۔“

”باتیں بعد کی ہیں۔ مجھے فوری طور پر کچھ ضرورت کی جائے کیا پینا پسند کرو گے؟“

”تصاویر۔“

”ہاں تمہاری اس خفیہ فیکٹری کی تصاویر ہوتا ہے۔ خیر میں اس پر کوئی احتجاج نہیں کروں گا۔ لوگوں کی تصاویر جو وہاں کام کر رہے ہیں۔ برنی ہوگی۔“

اسلام احمد نے سنسنی خیز نگاہوں سے دہری برقرار رکھی اور آرمن نے گردن ہلا کر شانے ”ٹھیک ہے میرا خیال ہے یہ تصاویر“

”غالباً“ تم یہ پوچھنے کی ہمت تمہیں کبھی خیال ہے ان کا نام تمہارے لیے کافی ہے۔“

مسکرا کر کہا۔

”یہ تصاویر میں مسٹر آرمن کو دکھا دیں تمام تفصیل تمہیں بتا دوں تاکہ تمہیں صورت حال کوئی مسٹر ڈی ڈی جیوا بھی آرہے ہیں یہ کونزے بارے میں فیصلہ کر سکو۔“

پتا چل سکے گا لیکن مافیا کی طرف سے میں۔“ میں نے جواب دیا۔

”رپورٹ مجھے مسٹر آرمن کو دینی ہوگی تاکہ ان گفتگو کی ابتدا کرنے کے لیے صحیح الفاظ تلاش کر رہا اسلام احمد نے پورے اعتماد کے ساتھ گرا۔“

”پھر جس وقت بھی تم مناسب سمجھو یہ کاپ سے کراچکا ہوں مسٹر ہٹ مین۔ یہ ایک بہت بہت جلد میں اس سے رابطہ قائم کراؤں گی ان کی ایک اور شخصیت بھی ہے جس کی نمبر دو سو اٹھارہ میں قیام کریں گے اور مجھے ان سے ملنا پرو جیکٹ پر کام کر رہا تھا اور جس کے لیے

”تو پھر ٹھیک ہے کیا ہمیں یہ کام آج ہی کرنا ہے۔“ ارے مسٹر دھرم داس جیوا کی حکومت کو

”نہیں کل دن میں۔“ میں نے جواب دیا۔

”اکل در میانہ کیفیت میں تھے۔ اتفاق اسلام احمد نے کسی تردد کا اظہار نہیں کیا تھا اور دوسرے

انتظامات کیے۔ میں نے ایک بار پھر اس کی زمین دوز فیکٹری میں جا گئی۔ بہت سے مسائل زیر

تعمیر میں تھے یہ احساس نہ ہو کہ یہ تصویریں باقاعدہ بنائی گئی ہیں بلکہ ان میں میرے اپنے زیر عمل

پن کا اظہار ہو۔ مشینوں وغیرہ کی تمام تصاویر بنانے کے بعد میں نے اپنا کام ختم ہونے کے لیے اس سلسلے

میں یہ تصویریں پرنٹ بھی کر لیں اور انہیں احتیاط سے اپنے پاس محفوظ کر کے کسی ملک کو وہ ایٹمی

”ہے ناں، مجھ سے اتفاق کر رہے ہوں ناں تم“ تو

کے تحت آ رہا ہے؟“

”مافیا کی جانب سے مجھے اطلاع ملی ہے کہ وہ ایم ہوا کہ مسٹر ڈی جیوا پی گیسٹ کے ملاقات کرنی ہے۔ اس کے بعد نئی صورت حال کا اندازہ ہی ان سے رابطے کی بات کی اور اور کوئی تفصیل نہیں جانتا۔“

”گڈ۔ تو پھر اب یہ بتاؤ ہمیں کیا کرنا ہے؟“ رہا ہوں۔“

”مجھے فوری طور پر تھوڑا سا کام کرنا ہے، تلاش کے سلسلے میں نکلے ہوئے ہیں۔“ ضرورت پیش آئے گی۔“

”یوں سمجھ لو مافیا کی طرف سے جو ذمے دار۔“

میری طرف سے بھی ایک ذمے داری تمہارے ہنگے۔“

منصوبے کے انچارج ہو۔ دیکھو برادر اس کائنات۔“

محور تقریباً یکساں ہے۔ بات کہتے ہوئے شرم آتی، کہ میں شام کو ٹھیک پانچ بجے آپ کے میں نیک جذبوں کے تحت کام کر رہا ہوں اور یقیناً

میں ہے نہ کسی کے خلاف عمل کرنا چاہتا ہوں۔ غماں موجود ہوں۔“

اسلام کے قلعے کے تحفظ کے لیے اپنے چھوٹے اور رابطہ منقطع کر دیا۔ مافیا کے ایک اہم پاس جو کچھ ہے وہ اتنا ہے کہ مجھے اپنی زندگی نہیں لگانا تھا اور غالباً ڈی ڈی جیوانے آرمن ہوگی لیکن جذبے دل میں پروان چڑھتے ہیں بجے جب میں ان کے کمرے میں داخل ہوا تو رہ جاتا بلکہ اور بہت کچھ درکار ہوتا ہے۔ ہا کر کہنا۔

کے ساتھ ایک عام انسان کی زندگی گزشتہ گئی ہے مائی ڈیئر ہٹ مین۔“

زندگی کے وہ تمام عیش میں نے دن ڈی جیوانے ہاتھ پلاتے ہوئے کہا۔

زندگی کا دوسرا رخ بھی دیکھنا میں نے تم سے ملاقات کے لیے پر خلوص پیش کش کی جسے تم گفتگو ہو گئی ہے میری۔ ماسٹر دکر دیا۔ تاہم میں نے انہیں سمجھا دیا کہ تمہارا تعلق جس سنبھال لو تو میں تمہیں عام لوگوں سے راہ و رسم نہیں بڑھاتی جاتی۔ خیر بیٹھو، میں تم سے میں سے ہوگی جنہیز بے چین تھا۔ غلطی مجھ سے ہو گئی کہ چلتے وقت مسٹر اشیر سے یہ میرے دوست بلکہ سے ملاقات کا آہان ذریعہ کیا ہو سکتا ہے۔ بہر حال یہ مجھے یقین تھا کہ تم

نے ہم پر نگاہ رکھی ہوگی اور کسی نہ کسی شکل میں یہاں پہنچ جاؤ گے۔“

”آپ لوگ اس موضوع پر گفتگو کرنے کے لیے تیار ہیں۔“

”ہاں یہ بتاؤ تمہاری کیا خاطر مدارت کی جائے کیا پینا پسند کرو گے؟“

”سوری میں یہاں کچھ پینے کے لیے نہیں آیا آپ کو گفتگو کرنی ہے۔“

”بھئی تم لوگوں کا رویہ بڑا سخت ہوتا ہے۔ خیر میں اس پر کوئی احتجاج نہیں کروں گا

لیکن ہمیں دوستانہ انداز میں گفتگو کرنی ہوگی۔“

میں نے اپنے چہرے پر سرد مہری برقرار رکھی اور آرمن نے گردن ہلا کر شانے جھٹکے پھر بولا۔

”یہ دھرم داس جیوا ہیں میرا خیال ہے ان کا نام تمہارے لیے کافی ہے۔“

”جی۔“

”اور مجھے ہدایت کی گئی ہے کہ تمام تفصیل تمہیں بتا دوں تاکہ تمہیں صورت حال سمجھنے میں آسانی ہو اور تم خود آگے کے بارے میں فیصلہ کر سکو۔“

”یہی مناسب ہے مسٹر آرمن۔“ میں نے جواب دیا۔

آرمن کچھ دیر خاموش رہا جیسے گفتگو کی ابتدا کرنے کے لیے صحیح الفاظ تلاش کر رہا ہو پھر اس نے کہا۔

”دھرم داس جیوا کا تعارف میں آپ سے کرا چکا ہوں مسٹر ہٹ مین۔ یہ ایک بہت بڑے سرمایہ کار ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ہی ان کی ایک اور شخصیت بھی ہے جس کی تفصیل میں جانا بے سود ہے۔ دراصل میں جس پر دجیکٹ پر کام کر رہا تھا اور جس کے لیے میں نے مافیا سے رابطہ قائم کیا تھا اس کے کچھ اشارے مسٹر دھرم داس جیوا کی حکومت کو بھی مل چکے تھے لیکن اس تفصیل کے ساتھ نہیں وہ بالکل درمیانہ کیفیت میں تھے۔ اتفاق سے دھرم داس جیوا سے میرے کچھ تعلقات تھے۔“

میری اور ان کی ملاقات ایک اور ملک میں اچانک ہو گئی۔ بہت سے مسائل زیر گفتگو آئے اور انہوں نے برصغیر تذکرہ وہ بات مجھ سے کہہ دی جو میرے اپنے زیر عمل تھی۔ مسٹر دھرم داس جیوا نے بتایا کہ وہ اپنی ذمے داریاں پوری کرتے ہوئے اس سلسلے میں بھی سراغ لگا رہے ہیں کیونکہ ان کی حکومت نہیں چاہتی کہ پڑوسی ملک کو وہ ایٹمی

ٹیکنالوجی حاصل ہو جائے جس کے لئے وہ کام کر رہا ہے اور مسٹر دھرم داس جیوا اپنا فرض سرانجام دیتے ہوئے اپنے طور پر اس کے بارے میں معلومات حاصل کر رہے ہیں۔" بات میری دلچسپی کی تھی سو میں نے اسے آگے بڑھاتے ہوئے کہا کہ ہر بڑے کام کے لیے بہت سے عوامل ہوتے ہیں اور یہ بات مسٹر جیوا اچھی طرح جانتے ہیں کہ دولت ہر مشکل کا حل ہوتی ہے۔ ان کی یہ مشکل حل ہو سکتی ہے بشرطیکہ وہ کچھ خرچ کرنے پر آمادہ ہوں۔ دھرم داس جیوا نے کہا کہ اگر اس سلسلے میں میں واقعی ان کی کوئی مدد کر سکتا ہوں تو اخراجات کی ذمہ داری وہ قبول کرتے ہیں چنانچہ میرے اور ان کے درمیان کاروباری گفتگو کا آغاز ہو گیا۔ میں جانتا ہوں یہ جدید ترین ٹیکنالوجی بہت بڑی قیمت رکھتی ہے لیکن میرا وطن اپنے طور پر مصروف عمل ہے اور اتفاق سے میں نے ابھی اسرائیلی حکام سے اس موضوع پر بات نہیں کی تھی۔ میرے ذہن میں یہ منصوبہ تھا کہ میں اس سلسلہ میں جو خرچ کر رہا ہوں کہیں سے اس کی وصولیابی ہو سکے۔

"ملک سے ہمدردی اور محبت بے شک اپنی جگہ ہے اور کاروبار اپنی جگہ ہے۔ میں سودا نہیں چھوڑ سکتا تھا ہم بزنس مین ہیں اور بزنس کو اولیت دیتے ہیں بھی دیکھو ناں ابی سنے دنیا کے سارے کام ہوتے ہیں اور پھر مسٹر ڈی ڈی جیوا بھی کوئی غیر تو نہیں ہیں اپنے ہی آدمی ہیں۔"

میں یہودیوں کی مکاری سے اچھی طرح واقف ہو چکا تھا اور آرمین کی یہ گفتگو میرے لیے تعجب خیز نہیں تھی۔ بہر حال میں دلچسپی سے اس کی باتیں سنتا رہا۔

اس نے چند لمحے توقف کرنے کے بعد کہا۔ "میرا اور مسٹر جیوا کا سودا ہوا ہے کروڑوں روپے کا بزنس ہے یہ اور ہم نے اس میں ہر قسم کی مراعات سب کے لیے رکھی ہیں۔ مافیا سے ہم نے مزید رقم کی بات کی ہے اور کروڑوں ڈالر کے اس سودے میں مافیا کا بھی بڑا حصہ ہے۔"

بس یوں سمجھ لو کہ یہ سودا میرے اور جیوا کے درمیان طے ہو چکا ہے۔ یہ غیر بھی نہیں ہیں ان کی حکومت کے اور اسرائیل کے مفادات یکساں ہیں اور ہماری حکومت بڑے شمار مواقع پر ان کے ساتھ مل کر کام کرتی رہی ہے۔ ہم خود بھی یہ چاہتے ہیں کہ یہ ٹیکنالوجی انہیں مل جائے اور مائی ڈیئر ہٹ مین ریگوب تمہیں اس سلسلے میں اپنی تمام

صلاحتوں کے ساتھ اعلیٰ پیمانے پر کام کرنا ہے۔" ہوں۔ آپ کے ذہن میں جو خیال ہے مجھے اس کے بارے میں تفصیلات بتا دیں۔"

"بھئی ایٹمی ٹیکنالوجی اور وہ مشینیں جو میرے بے ایمان پارٹنر کی خفیہ فیکٹری میں تیار ہو رہی ہیں، مسٹر جیوا کے حوالے کر دی جائیں۔ نہ صرف حوالے کر دی جائیں بلکہ انہیں بخیر و عافیت ان کے ملک تک پہنچانے کا بندوبست بھی کرنا ہو گا اور یہ ساری ذمہ داری آپ کے سپرد ہے مسٹر ہٹ مین ریگو۔"

"اور ان انجینئروں کا کیا ہو گا جو اس سلسلے میں کام کر رہے ہیں؟" میں نے سوال کیا اور اس بار آرمین کے بجائے ڈی ڈی جیوا بول اٹھا۔ "لیکن جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے مسٹر جیوا وہ یہ ہیں کہ اس مشینری کا بہت بڑا حصہ پاکستان پہنچ چکا ہے۔"

"ہاں یہ بات ہو چکی ہے ہمارے درمیان، لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ انجینئر ہمارے قبضے میں ہوں گے جو اس ٹیکنالوجی کو سیکھ چکے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ ہم اس نامکمل کو مکمل کر لیں گے جبکہ ہمارا حریف ملک اس سلسلے میں نامکمل ہی رہے گا اور اپنی کارروائی کی تکمیل نہیں کر پائے گا۔ وہ اپنی سی کوششوں کا شکار ہو جائے گا اور اس طرح ہمیں دہری آسانی حاصل ہو جائے گی۔"

"ٹھیک، تو گویا وہ انجینئر بھی آپ کے حوالے ہوں گے لیکن اس مشینری کو لے جانے کا آپ کیا بندوبست کریں گے؟"

"یہ سارا کام تمہیں کرنا ہو گا۔ میں اس سلسلے میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں، ایک شپ چارٹر کر لیا جائے گا لیکن اس طرح نہیں بلکہ باقاعدہ پروگرام کے تحت، ظاہر ہے جیسا کہ ہمارے علم میں آچکا ہے مارشل لارا بھی اس سلسلے میں کارروائیاں کر رہا ہے اور انہیں مشینری کے ساتھ پاکستان واپس بھجوانے کا بندوبست کر رہا ہے۔ تمہیں یہ کرنا ہو گا کہ ہٹ مین ریگو کہ تمام معلومات حاصل کرنا ہوں گی اور چونکہ تم مارشل لارا کے بہت قریب ہو چکے ہو اس لیے تم بہ آسانی اس کے پروگرام ٹریس کر سکتے ہو۔ تمہیں کافی کام کرنا ہو گا۔ اگر مارشل لارا اپنے وسائل سے کسی شپ کا بندوبست کرے تو اس میں ہمارے

آدی ہونے چاہئیں بس تمہیں ان لوگوں کو مکمل طریقے سے آمادہ کرنا ہو گا اور بہتر یہ ہے کہ مارشل لارا کے دست راست بن جاؤ۔

دیے تم اپنی آرگنائزیشن سے اس بارے میں ہدایات لے سکتے ہو یا اگر اپنے طور پر ہی فیصلے کرنا چاہو تو یہ ایک تجویز ہے کہ مارشل لارا کے دست راست بن کر اس ٹیکنالوجی کو پاکستان پہنچانے کا بندوبست خود ہی کرو اور تمام پروگرام خود ہینڈل کر لو۔ میں تمہیں ایک پیش کش اور بھی کرتا ہوں مافیا کے ملازم کی حیثیت سے تمہیں جو کچھ حاصل ہو گا وہ تمہارا ذاتی معاملہ ہے لیکن ایک بہت بڑی رقم اس کام کو بخیر و خوبی سر انجام دینے کے سلسلے میں ہم تمہیں پیش کر سکتے ہیں۔“

میں نے پر خیال انداز میں گردن ہلائی اور پھر بولا۔

”رقم کا اگر تعین ہو جائے تو زیادہ بہتر ہو گا۔ مسٹر آرمین۔“

”گڈ ویری گڈ“ مجھے ایسے لوگ بے حد پسند ہیں جو کاروبار کے کسی موقع کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ میں ذاتی طور پر آپ کو پچاس لاکھ ڈالر کی پیشکش کرتا ہوں۔“ ڈی ڈی جیوانے کہا۔ آرمین کا منہ ایک لمحے کے لیے کھلا اور پھر بند ہو گیا۔ میں نے اس کی جانب دیکھا۔ وہ خاموش بیٹھا رہا۔ تب میں نے کہا۔

”ٹھیک ہے مسٹر جیوان مجھے منظور ہے۔“

”تو پھر یہ بات طے ہو گئی مسٹر ہٹ مین ریگو کہ آپ اپنے کام کا آغاز اسی انداز میں کر رہے ہیں؟“

”ہاں میرے خیال میں اب اس میں اور کوئی ہچ نہیں رہی ہے آپ لوگ یہ تصویریں دیکھیں یہ اس زیر زمین فیکٹری کی تصویریں ہیں جو میں نے خفیہ طور سے بنائی ہیں اور یہ وہ انجینئر ہیں جن کا تعلق پاکستان سے ہے اور وہ یہاں کام کر رہے ہیں۔“ آرمین کے چہرے پر شدید حیرت کے آثار پھیل گئے۔ اس نے کہا۔

”یہ ہونی ناں بات تم نے دیکھا مائی ڈیئر“ مسٹر جیوان کام کس انداز میں ہو رہا ہے۔ اصل میں میں نے کبھی کچھ کام نہیں کیے ویری گڈ۔ ویری گڈ۔“

اس کے بعد وہ دونوں تصویروں پر جھک گئے۔ ان کے اپنی کھوپڑی میں تو خیر کیا ہی آتا ان مشینوں کے بارے میں لیکن سب سے بڑی بات یہ تھی کہ ان کے مقصد میں

انہیں کامیابی ہو رہی تھی۔ بہت دیر تک وہ تصویروں میں کھوئے رہے اور میں ان کی اس محویت سے لطف اندوز ہوتا رہا پھر آرمین نے تصویریں سمیٹ کر لفافے میں رکھیں اور غالباً انہیں اپنی جیب میں رکھنے کی کوشش کی لیکن میں نے ہاتھ بڑھا کر لفافہ اس سے لے لیا اور آہستہ سے بولا۔

”یہ تصویریں ہیں“ اس کے بعد مجھے جو کام کرنا ہو گا اس کی ذمہ داری میں قبول کرتا ہوں“ میں ان لوگوں کو آمادہ کراؤں گا کہ وہ اس جہاز سے سفر کریں آپ لوگوں کا اپنا کیا پروگرام ہے؟“

”کچھ نہیں“ یہاں سے انہیں خاموشی کے ساتھ اس جہاز پر لے جاؤ میں اور مسٹر جیوان بھی ساتھ ہوں گے“ باقی ذمہ داریاں مافیا کے لوگ پوری کریں گے“ تمہیں ہم دونوں کو اس جہاز پر ساتھ لے جانا ہو گا اور جس حیثیت سے بھی پسند کرو اس میں ہمارے لیے جگہ بنا لیتا ہم صرف اتنا ہی چاہتے ہیں۔“

”کیا مسٹر جیوان تنہا ہیں؟“

”ہاں“ میں اصل میں ایک اور کاروباری دورے پر آکا ہوا تھا لیکن یہ ذمہ داری بھی میں نے قبول کر لی تھی اپنے طور پر ہی سہی“ میں سمجھتا ہوں یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے۔“

”ایک سوال کر سکتا ہوں آپ سے مسٹر جیوان؟“

”ضرور۔“

”یہ سب کچھ آپ ذاتی طور پر کر رہے ہیں“ میرا مطلب ہے اخراجات وغیرہ یا پھر۔“

”نہیں“ مجھے اس سلسلے میں حکومت کی اجازت حاصل ہے اس سے زیادہ میں آپ کو اس بارے میں اور کچھ نہیں بتا سکوں گا۔“

”پچاس لاکھ ڈالر کی ادائیگی مجھے کب اور کس شکل میں ہوگی؟“

”اس کی ذمہ داری آرمین قبول کرتے ہیں ہم اپنے ملک کی بندرگاہ پر پہنچ کر سب سے پہلے کام یہی کریں گے کہ آپ سے طے شدہ رقم آپ کے حوالے کر دی جائے“ باقی مسٹر آرمین مافیا سے دوسرے معاملات مکمل طور پر طے کر چکے ہیں اور مافیا سے کسی

قسم کی بد عہدی کا نتیجہ ہم خود بھی جانتے ہیں۔“

”آپ کی بات سے میں مطمئن ہوا ہوں مسٹر دھرم داس جیوا اور میں اس کام کی تکمیل کے لیے مکمل طور سے تیار ہوں، کیا آپ لوگ اس دوران ٹیبلز میں ہی قیام کریں گے؟“

”ہاں، میرے پاس اس وقت اس سے بڑا پروجیکٹ اور کوئی نہیں ہے اور پھر تھوڑا سا متحسب بن ہوں میں، کہیں کسی اور کو اس بارے میں نہ پتا چل جائے اور میرا سارا منصوبہ خاک میں مل جائے دیکھو ناں، حکومت اسرائیل بھی اس سلسلے میں ملوث ہو سکتی ہے، میں بے شک اس کے مفادات کے لیے اپنی جان تک دینے کو تیار ہوں، لیکن یہ کاروباری مسائل ایسے ہی ہوتے ہیں ان میں آدمی کو ہر لمحے ہوشیار رہ کر کام کرنا ہوتا ہے، آپ سمجھ رہے ہوں گے مسٹر ہٹ مین ریگو؟“

”مکمل طور سے سمجھ رہا ہوں، آرمن بہر حال میں یہ ذمے داری قبول کر چکا ہوں اب آپ لوگوں سے رابطہ رہے گا لیکن احتیاط رکھنا ہوگی، ہمیں اپنی ملاقاتیں اس قدر آسان نہیں رکھنی چاہئیں۔“

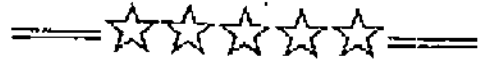
”بالکل درست کہا آپ نے، ظاہر ہے مارشل لارا بھی احمق نہیں ہے آپ نے یقیناً اس تک پہنچنے میں بڑی محنت کی ہوگی لیکن مافیا کو ایسے کاموں میں مہارت حاصل ہے یہ بات میں اچھی طرح جانتا ہوں، تاہم فی الحال ہم لوگ یہیں مقیم ہیں آپ کا پورا منصوبہ جس طرح بھی ہوگا، ہم اس میں آپ کے ساتھ رہیں گے، یہاں ہم دوسرے حلقوں میں بھی نظر آئیں گے لیکن کسی کو ہم پر شبہ نہیں ہوگا کیونکہ بہر طور ہم کاروباری لوگ ہیں اس کے علاوہ میں بہت صاف ستھرے طریقے سے ایک دوبار مارشل لارا سے بھی مل لوں گا تاکہ وہ اس بات پر شبہ میں نہ پڑے کہ میں یہاں موجود ہوں اور اس سے نہیں مل رہا، کیا میں غلط سوچ رہا ہوں؟“

”نہیں مسٹر آرمن۔“ میں نے پہلی بار مسکرا کر کہا۔ مسکراہٹ مجھے اس شیطان کی شیطنت پر آئی تھی، کچھ دیر کے بعد میں نے اس سے واپسی کی اجازت طلب کی تو جیوا کہنے لگا۔

”اگر آپ ہمارے ساتھ.....“

”تھینک یو مسٹر جیوا، تھینک یو مسٹر آرمن۔“ میں نے سرد مہری سے کہا اور اس کے بعد خاموشی سے ہوٹل سے باہر نکل آیا۔

لیکن اب مجھے اپنے شانوں پر بھاری بوجھ محسوس ہو رہا تھا، اس ذمے داری کا بوجھ جو مجھے اپنے وطن کے لیے سرانجام دینا تھی.....



ہوٹل پی گیسٹ سے واپس اپنی اس رہائش گاہ پر آیا جو میں نے اپنے لیے مخصوص کر رکھی تھی، اس وقت دو خوفناک شیطانوں سے ذہنی مقابلہ تھا اور مجھے ان کے ہر دواؤ سے محفوظ رہنا تھا، دماغ کی چولیس ہل گئی تھیں، کیسے کیسے شیطان اس کائنات میں آباد ہیں اور انسانی سوچ کیا حیثیت رکھتی ہے اس کا صحیح معنوں میں تجربہ ہو رہا تھا۔ ہر شخص سب سے پہلے اپنے مفادات کا نگراں ہوتا ہے اور اس کے بعد وہ دوسری باتیں سوچتا ہے۔ جو لوگ اپنے ہر مشاؤ کو نظر انداز کر کے ملک و ملت کے لیے بن کی بازی لگا دیتے ہیں صحیح معنوں میں اگر ان کا تجزیہ کیا جائے تو آج کے دور میں انہیں مارٹن نہیں کہا جاسکتا، ایسے لوگ غیر معمولی ہی ہوتے ہیں اور اگر کہیں نظر آجائیں تو ان پر حیرت ہی ہوتی ہے۔ یہاں اپنی ستائش مقصود نہیں ہے میرا تو زانچہ ہی بگڑ گیا تھا اگر یہ سارے واقعات میری اپنی زندگی کے واقعات نہ ہوتے اور میں انہیں ایک کہانی کے طور پر سنتا تو سچ بات ہے خود بھی یقین نہیں کر پاتا، میری شخصیت بہت معمولی تھی اور اگر سچائی سے دیکھا جائے تو انسانوں کے گروہ میں میرا کوئی نمبر ہی نہیں تھا، بڑے بڑے عقلمند پھیلے ہوئے تھے اور ان کی وسعتیں لامحدود تھیں۔ ڈیفنس کی ایک کونٹری میں ملازم کی حیثیت سے صفائی ستھرائی کرنے والا لڑکا جس کا کوئی تعلیمی معیار بھی نہیں تھا، آج کس منزل تک پہنچا ہوا ہے یہ صرف ایک افسانوی بات ہی کہی جاسکتی تھی لیکن مجھ سے بڑا گواہ اور کون ہو سکتا ہے؟ اس حقیقت کا گواہ میں خود تھا جو بیت رہی تھی مجھ پر ہی بیت رہی تھی، بہر حال یہ جمود کے لمحات نہیں تھے ایسی سوچیں ذرا جسمانی طور پر مضحک کر دیا کرتی تھیں اور اگر مجھ پر ذرہ

برابر تنہا یا پریشانی طاری ہوئی اور میری سوچیں بھٹک گئیں تو کتے کی موت مارا جاؤں گا۔ بڑے بڑے گیم کھیل رکھے تھے میں نے، مافیا جیسے ہولناک ادارے کو دھوکا دے رہا تھا جس کی جڑیں دنیا جہاں میں پھیلی ہوئی تھیں اور جس کے وسائل لامحدود تھے، اپنی شخصیت کو قبر میں دفن کر چکا تھا اور میرے اہل وطن میرا ماتم کر چکے تھے سوائے ان چند افراد کے جو حقیقت آشنا تھے۔ اس کے علاوہ اور نجانے کون کون سے کھٹ راگ تھے، مافیا کے نمائندے کی حیثیت سے کام کرنے کے ساتھ ساتھ میں اپنے وطن کے لیے جو کچھ کر رہا تھا اگر اس کی بھٹک کہیں سے بھی ذمے دار لوگوں کو مل جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ دنیا کے کسی گوشے میں سرچھپانے کی جگہ نہ مل پائے گی، بہر حال یہی زندگی ہے۔ مارشل لارا جو اسلام احمد کی حیثیت سے اپنے جذبات کی تسکین کر رہا تھا ان تمام کارروائیوں میں مشکل ہی سے کامیاب ہو پاتا، آرمین جیسا شیطان اس کے لیے گہری قبر کھود چکا تھا اب یہ دوسری بات ہے کہ مارشل لارا کے سچے جذبات اسے تائید غیبی دلا رہے تھے اور یہ ذمے داری بھی میرے ہی ناواقف شائقوں پر آگئی تھی، جب اس بات سے مطمئن ہو گیا کہ میری طرف کسی کا دھیان نہیں ہے، آرمین یا مسٹر دھرم جیوا یہ سوچ بھی نہیں سکتے کہ میں خالص مافیا کا آدمی نہیں ہوں اور ان کے خلاف کوئی سازش میرے ذہن میں نہیں آسکتی، اس کے باوجود میں نے ماحول پر نگاہ رکھی تھی۔ مارشل لارا سے ملنا ان لوگوں کے لیے نہ تو غیر متوقع تھا اور نہ ہی وہ اسے اپنے مفاد کے خلاف سمجھتے تھے، بہر طور جیسے ہی موقع ملا سب سے پہلے میں نے اپنے آدمیوں سے رابطے قائم کیے۔ وہ سب بیکار زندگی گزار رہے تھے، ان میں سے ایک نے مجھ سے کہا۔

”چیف، ہم معطل بیٹھے ہوئے ہیں، ہمیں کوئی حکم دیجئے۔“

”کیا مجھ پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ میں تمہاری خواہشات کی تکمیل کروں؟“

”نہیں..... نہیں چیف یہ مقصد نہیں ہے، ہم تو صرف اپنے آپ کو مستعد رکھنا

چاہتے ہیں اور آپ سے اس بات کے خواہشمند ہیں کہ آپ ہمیں مصروف رکھیے۔“

”خاموشی سے اپنے معمولات میں مشغول رہو اور محتاط بھی تاکہ کسی بھی وقت

جب تمہاری ضرورت پیش آئے تو میں تم سے رابطہ کر لوں۔“

”اوکے چیف، اوکے۔“

میں نے ان سے اسی لہجے اور اسی زبان میں بات کی تھی جو ان کی سمجھ میں آتی تھی، ویسے بھی میں بتا رہا تھا کہ ان کا یہ کہنا صرف اپنی مستعدی دکھانے کے لیے تھا ورنہ ان کی مصروفیات بھی میرے علم میں تھیں عیش و عشرت سے کر رہے تھے اور کسی مشکل کا سامنا نہیں تھا۔

غرضیکہ اس کے بعد میں مارشل لارا کے پاس پہنچ گیا یہاں آتے ہوئے بھی میں نے پوری طرح اپنے اطراف سے جو کس رہنے میں عافیت سمجھی تھی، مارشل لارا یا اسلام احمد اور اس کی بیوی شازیہ مجھ سے اب بہت مانوس تھے اور میری آمد ان کے چہروں پر خوشی بکھیر دیتی تھی، اسلام احمد نے کہا۔

”میں آج جسمانی طور پر کافی مصروف رہا ہوں لیکن یقین کرو ڈیر فیصل کہ ذہنی طور پر میں سخت مضمحل رہا۔“

”وجہ؟“ میں نے سوال کیا۔

”بھئی بلاشبہ میں ایک مہم جو ہوں اور میں نے بڑے بڑے سخت حالات میں زندگی گزاری ہے لیکن اب جن حالات سے گزر رہا ہوں وہ میرے لیے بالکل اجنبی ہیں اور یوں سمجھ لو کہ قطعی طور پر نئے میں اتنی صلاحیت نہیں رکھتا البتہ بعض اوقات یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہوں کہ جس بڑے کام کا بیڑا میں نے اٹھایا تھا اسے ایک حد تک تو اپنی صلاحیتوں کے بنا پر میں لے گیا لیکن اس کے بعد میں نے جو کچھ سوچا تھا اس کا تجربہ کرتا ہوں تو یہ اندازہ ہوتا ہے کہ کیا ہی مزید بات تھی۔ میں کچھ سوچ رہا تھا اور ادھر کچھ رہا تھا، ایسے دشمنوں سے مقابلہ کرنا جو ذہنی مار مارتے ہوں میرے لیے مشکل ہے جسمانی طور پر تو اپنی تمام تر صلاحیتیں استعمال کر کے میں اس بات کی توقع رکھتا ہوں کہ اپنے دشمن پر حاوی ہو جاؤں گا لیکن یہ ذہنی الجھاؤ ہے اپنے بس سے باہر ہیں حالانکہ میں نے اب تک جو کچھ کیا اس میں اپنی تمام تر صلاحیتیں وقف کر دیں لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ اس کے پیچھے میری جسمانی اور ذہنی صلاحیتوں سے زیادہ وہ ایک جذبہ عمل پذیر رہا جس نے تحت میں یہ سب کچھ کر رہا تھا اور پھر میری بیوی جو میرے لیے مبلغ جس سے کہ ایک بہت بڑے منافع کے بارے میں بتا چکی ہے اور وہ منافع یہ ہے کہ اگر یہ جذبوں کے لیے بہت بڑے منافع کے بارے میں بتا چکی ہے اور وہ منافع یہ ہے کہ اگر

بہت بڑا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ بس یوں سمجھ لو کہ انہی ساری چیزوں نے مجھے باعمل رکھا ہے ورنہ کبھی کا ہتھیار ڈال چکا ہوتا۔“

میں ہنسنے لگا، میں نے کہا۔ ”ہاں ڈیر اسلام احمد حقیقت یہ ہے کہ دنیاوی زندگی گزارنے کے لیے تھوڑی سی جدوجہد ہی کارآمد ہوتی ہے لیکن اس کے بعد اگر رہتے کا خواہش مند ہو تو پھر اسے واقعی کٹھن امتحانات سے گزرنا پڑتا ہے۔“

”مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے زیادہ امتحانات میں نہیں ڈالا۔ میں تو مشکل میں پڑ چکا تھا اگر تمہارا ساتھ حاصل نہ ہو جاتا تو سچی بات یہ ہے کہ ہم بڑی تیز رفتاری سے دوڑتے ہوئے ایک گہرے گڑھے میں جا پڑتے۔ میں نے اس سلسلے میں شازیہ سے بہت سی باتیں کی ہیں اور اس بات پر میرا ایمان بختہ ہو گیا ہے کہ اگر جذبے نیک ہوں تو تائید غیبی حاصل ہوتی ہے اور انسان کو وہی سب کچھ ملتا ہے جس کا وہ آرزو مند ہو، ہمیں سیدھا سیدھا اس گڑھے سے نکال لیا گیا ہے، خیر میرا خیال ہے میں جذباتی ہو گیا ہوں، آپ سنائیے، مسٹر فیصل، کیا صورت حال رہی، ملاقات ہو گئی ان دونوں سے؟“

”ہاں، مسٹر دھرم داس جیوا بھی آرمن کی طرح ایک بزنس مین ہیں لیکن میرے دوست، یہودی ذہنیت کے مظاہرے جگہ جگہ ہوتے رہتے ہیں اور یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے کم از کم میں ان سے واقف تھا لیکن اس وقت بڑی سنسنی خیز کیفیت کا احساس ہوا ہے، مسٹر آرمن ایک وطن پرست انسان ہیں اور اپنے ملک کے لیے ہر طرح کی بہتری چاہتے ہیں، اسرائیل کبھی اس بات کو پسند نہیں کرے گا کہ عالم اسلام طاقتور ہو اور جدید ترین ٹیکنالوجی حاصل کر کے اس کے خلاف صف آرا ہو جائے۔ مسٹر آرمن خالص کاروباری آدمی ہیں اچانک ہی انہوں نے سوچا ہے کہ اپنے ملک کے لیے تو وہ جو کچھ کر رہے ہیں سو کر ہی رہے ہیں لیکن کاروباری طور پر بھی انہیں کچھ کرنا چاہیے۔ کیونکہ کاروبار سے حاصل شدہ رقم کا کوئی بڑا حصہ ان کے اپنے وطن کے کام بھی آسکتا ہے چنانچہ اب ان کا ارادہ بدل گیا ہے۔“

”سمجھا نہیں۔“ اسلام احمد نے متحیرانہ انداز میں کہا۔ شازیہ بھی خاموش نگاہوں سے میری باتیں سن رہی تھی، میں نے کہا۔

”اصل میں مسٹر آرمن کی ملاقات مسٹر ڈی جیوا سے ہو گئی ہے، مسٹر ڈی جی

تک میرے پاس نہیں پہنچنے پاتا مائی ڈیر اب اس سلسلے میں جس طرح تم مناسب سمجھو کام کرو۔

”بڑے اطمینان کے ساتھ ان کارروائیوں میں مصروف رہو جن کے تحت تمہیں اس مشینری کے ساتھ پاکستان روانہ ہونا ہے ظاہر سی بات ہے کہ اب تمہارے ان معاملات میں کہیں سے کوئی مداخلت نہیں ہوگی کیونکہ مداخلت کارگہری نگاہوں سے تمہارا تجزیہ کر رہے ہیں اور تمہارا اپنا یہ عمل بھی ان کی دانست میں ان کی کامیابی ہے چنانچہ اب پورے وثوق سے میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ تم اپنے اس کام کو ذرا تیز رفتار کرو یہاں پر ہمارا کھیل ختم ہو چکا ہے اور جیسا کہ تم نے مجھے معلومات فراہم کی ہیں کہ تمہاری کارروائی بھی مکمل ہو چکی ہے اور پاکستانی انجینئر اس ٹیکنارن کے ساتھ پاکستان روانہ ہونے کو تیار ہیں۔“

”ہاں بالکل اس کا مقصد ہے کہ ایکشن کا وقت قریب آگیا ہے۔“

”یقیناً“ مائی ڈیر مسٹر اسلام احمد یا دنیا کی زبان میں مارشل لازار۔“

مارشل لازار سر ہٹکائے بیٹھا سوچتا رہا میں نے اس سے کہا۔

”آرمن نے اپنی یہاں آمد کو تم سے چھپایا نہیں، میرا خیال ہے وہ بہت جلد تم سے ملاقات کرے گا اور کاروباری گفتگو کرے گا اس کے انداز میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔“

”ڈی ڈی جیو کس قسم کا آدمی ہے؟“

”انتاہی شاطر جتنا آرمن ہے۔“

”کمال ہے، دنیا اتنے بڑے بڑے لوگوں سے بھری پڑی ہے اور ہم اپنے آپ کو

ذہین سمجھتے ہیں، صحیح معنوں میں ہم تو ان کے سامنے طفل مکتب ہیں۔“

”نہر ایک لیجر تو تمہارے ساتھ موجود ہے جو ان لوگوں کو تعلیم دے سکتا ہے۔“

شازیہ نے فخریہ انداز میں مجھے دیکھتے ہوئے کہا اور میں ہنسنے لگا۔

بہر حال کافی دیر تک میں اسلام احمد کو سمجھاتا رہا اور اس کے بعد ہم نے کام کی

باتیں شروع کر دی تھیں۔ اسلام احمد نے مجھے بتایا تھا کہ چند ہی دنوں میں ریکی گولڈ کا پورا

اشاف ہمارا اپنا ہو گا اس نے مجھے تفصیل بتاتے ہوئے کہا کہ ریکی گولڈ کا اشاف بھی

معاوضے پر کام کر رہا ہے اور وہ لوگ نہایت بھروسے کے لوگ ہیں اور انہیں صرف وہ کرنا

ہے جو ان سے کہا جائے گا، اسلام احمد نے یہ بھی بتایا کہ کم از کم اس سمت سے وہ مطمئن ہے، میں نے اس سے کہا۔

”لیکن اس مشینری کے ساتھ ساتھ ہمیں کچھ ایسے انتظامات بھی کرنا ہوں گے جن

کے تحت ہم سمندر میں اپنے کام کو سرانجام دے سکیں۔“

”مثلاً۔“ اس نے سوال کیا لیکن میں خاموش ہو گیا یہ انتظامات مجھے کرنے تھے کچھ

لحے سوچنے کے بعد میں نے کہا۔

”ریکی گولڈ کے کیپٹن سے تمہاری گفتگو، چکی ہے؟“

”نہ صرف گفتگو ہو چکی ہے بلکہ یہ سمجھ لو کہ وہ میرے مفادات کے لیے خلوص

دل سے کام کرنے پر آمادہ ہے اور اسے پیشگی ادائیگی کا پچھتر فیصد معاوضہ پہنچ چکا ہے،

پچیس فیصد کے ساتھ ساتھ میں نے اس سے یہ بھی وعدہ کیا ہے کہ اسے مزید انعام سے

نوازا جائے گا، بھئی دولت کے لیے اس دنیا میں سب کچھ ہو رہا ہے چنانچہ اس طرف سے

کوئی خطرہ نہیں ہے۔“

”ویری گڈ تو پھر تم اپنا کام جاری رکھو میں اپنے دوست مسٹر آرمن کو یہی اطلاع

دوں گا کہ اس کی تجویز مکمل طور پر کارگر ہے۔“

اس کے بعد میری اور اس کی یہ ملاقات ختم ہو گئی اس دوران اور کوئی خاص بات

نہیں ہوئی تھی نہ آرمن نے مجھ سے رابطہ قائم کیا اور نہ ہی مسٹر ڈی ڈی جیو نے، ہاں

دوسرے دن دوپہر کو میں نے اسلام احمد کے ساتھ ہی تھا کہ آرمن کا ٹیلی فون آیا اور

اسلام احمد نے میری ہدایت پر اس طرح مسٹر آرمن سے گفتگو کی جیسے ابھی انہیں

اس کی آمد کے بارے میں معلوم ہوا ہو مسٹر آرمن نے فوری طور پر وہاں پہنچنے کی خواہش

کا اظہار کیا تھا تو اسلام احمد نے کہا کہ وہ اپنے دوست کے استقبال کے لیے تیار ہے۔ اس

نے مجھ سے پوچھا کہ کیا مسٹر آرمن کے سامنے میری موجودگی مناسب ہوگی تو میں نے

گردن ہلاتے ہوئے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

آرمن کی آمد سے قبل ہمارے درمیان آرمن کے سامنے ہونے والی گفتگو طے پا

گئی اور اس کے بعد ہم نے مشترکہ طور پر آرمن کا استقبال کیا۔

مسٹر آرمن اور مسٹر اسلام احمد بڑی گرمجوشی سے ایک دوسرے سے بغلیں ہوئے

تھے، دونوں نے ایک دوسرے کے لیے محبت کے کلمات کہے تھے اور پھر اسلام احمد نے آرمین سے میرا تعارف ہٹ مین ریگو کی حیثیت سے ہی کرایا تھا۔

”آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی مسٹر ریگو، یقیناً آپ مارشل لارا کے کوئی ایسے ہی دوست ہوں گے جسے وہ دل سے عزیز رکھتا ہے، ورنہ لارا خشک طبیعت کا آدمی ہے اور اس کے بہت کم دوست ایسے ہیں جو بے تکلفی سے اس کے پاس آجاسکیں۔“

”اوہو مائی ڈیر آرمین۔ ہٹ مین ریگو کے بارے میں کچھ نہ پوچھو، یوں سمجھو آج میں تمہارے سامنے موجود ہوں اس کی وجہ مسٹر ریگو ہی ہیں ورنہ تمہیں میری موت کی اطلاع مل چکی ہوتی۔“

”ہیں۔“ آرمین اچھل پڑا۔

”ہاں..... پچھلے دنوں کچھ ایسے بے درپے واقعات میرے ساتھ پیش آئے کہ میں ششدر رہ گیا، مجھے تو یوں محسوس ہوا جیسے کوئی باقاعدہ گروہ میری موت کا خواہاں ہو اور ہر قیمت پر مجھے قتل کر دینا چاہتا ہو۔ یہ مسٹر ہٹ مین ہی تھے جنہوں نے بے لوث اور بے غرض میری مدد کی اور آج میں تمہارے سامنے موجود ہوں۔“

”لیکن یہ پتا نہیں چل سکا کہ وہ کون لوگ تھے؟“

”آج تک اس الجھن کا شکار ہوں، تمہیں اندازہ ہے کہ میں تو دشمنوں کا قاتل ہی نہیں ہوں لیکن بعض اوقات ایسے دشمن بھی سامنے آجاتے ہیں جن سے کوئی دشمنی نہیں ہوتی۔“

”خیر یہ تو کسی نہ بھی پتا چل ہی جائے گا کہ وہ دشمن کون ہیں لیکن ان کا ہوا کیا؟“

”مجھے نہیں، مسٹر ہٹ مین کی آمد کے بعد سے مجھ پر کوئی حملہ نہیں ہوا۔ اصل میں یہ بہت ہی بہترن لڑاکے ہیں اور انہوں نے میرا بروقت دفاع کر کے ان لوگوں کو یہ احساس دیا کہ میرے ساتھ کوئی بہت ہی خطرناک شخصیت موجود ہے حالانکہ میں نے مسٹر ریگو سے درخواست نہیں کی لیکن اس کے باوجود ان کا بیشتر وقت میرے ساتھ ہی گزرتا ہے اور مجھے ڈھارس رہتی ہے کہ ایک بہترین آدمی کا تعاون مجھے حاصل ہے۔“

”میں خلوص دل سے مسٹر ریگو کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے میرے دوست کی زندگی بچائی اور مجھ پر براہ راست احسان کیا۔“

”یہ میرا فرض تھا مسٹر آرمین۔“ میں نے نیاز مندی سے جواب دیا۔

اس کے بعد آرمین کی تواضع کی جانے لگی۔ آرمین کے دل میں شاید کوئی ایسی اہم بات نہیں تھی، جو وہ اسلام احمد یا اپنی دانست میں مارشل لارا سے کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ میری موجودگی پر کوئی اعتراض نہ کیا گیا۔ جبکہ میں نے اس سلسلے میں کہا بھی تھا کہ اب مجھے اجازت دی جائے لیکن اسلام احمد کے بجائے خود آرمین نے کہا تھا۔

”نہیں، مخلص دوستوں کی موجودگی میں ہر طرح کی بات کی جاسکتی ہے پر ہم تو کاروباری ساتھی ہیں تھوڑی سی کاروباری گفتگو کریں گے اور اس کے بعد رخصت ہو جائیں گے۔ مارشل لارا جانتا ہے کہ میں بے حد مصروف انسان ہوں یہاں آیا تھا اب یہ کیسے ممکن تھا کہ لارا سے ملاقات کیے بغیر چلا جاتا۔ سو چند منٹ کے لیے یہاں چلا آیا۔ اؤ کے اور کوئی ایسی بات جو تم مجھ سے کہنا چاہتے ہو.....؟“

”نہیں ڈیر آرمین باقی سارے معاملات ٹھیک ٹھاک چل رہے ہیں تمہیں تمام چیزیں بہترین کنڈیشن میں ملیں گی چاہو تو ان کا جائزہ لے لو۔“

”تعجب ہے، تمہیں یہ الفاظ کہنے کی ضرورت کیوں پیش آئی میرے دوست، کیا کوئی غلطی ہو گئی مجھ سے؟“

”سوری۔ دیرنی۔ سوری۔ تم اس کا احساس منت کرو میرا کہنے کا مطلب یہ تھا کہ باقی ساری چیزیں اسے دن کنڈیشن میں ہیں۔“

”مجھے یقین ہے۔ اچھا تو مسٹر ہٹ مین ریگو میرے دوست کا پوری طرح خیال رکھیے گا۔ یہ میرے لیے نہایت قیمتی شخصیت ہیں اور اس کی زندگی میں دنیا کی ہر چیز سے زیادہ قیمتی سمجھتا ہوں۔“ میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔ آرمین چلا گیا اور مارشل لارا مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا پھر بولا۔

”تم نے دیکھا یہ شخص کس قدر چالاک اور فتنہ انگیز ہے اس نے ایک لمحے بھی یہ احساس نہیں ہونے دیا کہ وہ تم سے کسی قسم کی واقفیت رکھتا ہے۔“

”تیز آدمی ہے، تم نے یہ کیسے سوچ لیا کہ وہ مجھ سے شناسائی کا اظہار کرے گا؟“

”خیر اب یہ ساری باتیں ہو گئیں۔ میرا خیال ہے کہ اب ہمیں فوری طور پر اپنے

کام کی جانب متوجہ ہو جانا چاہیے مجھے بتاؤ مجھے اب اس سلسلے میں کیا کرنا ہے؟“

”کوئی نیا کام نہیں۔ بس ریکی گولڈ کی آمد کا انتظار اور اس کے بعد یہاں سے روانگی کے لیے ایک بہترین پلاننگ“ مجھے کرنی ہے۔“

”ریکی گولڈ کا انتظام تو تمہیں کرنا ہے میرے دوست۔“ میں نے جواب دیا۔

”یقیناً“ یقیناً اس کے لیے تم یوں سمجھو کہ کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے، بس جیسے ہی اس کی آمد کے اشارے موصول ہوئے میں تمہیں اطلاع دے دوں گا ویسے اس کا مطلب یہ نہ سمجھنا کہ تم کسی طور مجھ سے دور ہو گے۔ میری مراد یہ ہے کہ انتظامات کرنا ہیں مجھے اور میں اس کے بارے میں تمہیں مفصل حالات سے بتاتا رہوں گا۔“ میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی پھر مجھے مارشل لارا سے رخصت ہونا پڑا تھا اور واپسی اپنی رہائش گاہ ہی میں تھی۔ چنانچہ اب کوئی ایسا مسئلہ نہیں تھا جسے فوری طور پر ڈسکس کرنا ہو۔ ریکی گولڈ کی آمد کے بعد ہی اس سلسلے میں مزید کارروائی ہو سکتی تھی چنانچہ دو دن بڑی خاموشی سے گزر گئے اور کوئی ایسا کام زیر عمل نہیں آیا، جس کے لیے سرگرمی دکھانی پڑتی، البتہ اس دوران اسلام احمد سے مسلسل ملاقاتیں رہیں ایک رات مسٹر ڈی ڈی جیوا اور مسٹر آرمن نے مجھ سے میری رہائش گاہ پر ہی ملاقات کی۔ دونوں خوش اور مطمئن نظر آتے تھے آرمن نے کہا۔

”آپ کی اعلیٰ کارکردگی کا مظاہر میں اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں۔ آپ نے درحقیقت اس شخص کو اپنی مٹھی میں لے لیا ہے اور ظاہر ہے یہ کام آپ جیسا ہی کوئی آدمی کر سکتا تھا۔ بہر حال میں کچھ دن کے لیے یہاں سے جا رہا ہوں۔ مسٹر جیوا جانتے ہیں کہ کام کی تکمیل کی اطلاع ملتے ہی میں فوراً یہاں پہنچ جاؤں گا ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہے جس میں مجھے کوئی دقت ہو آپ بتائیے آپ کا دوست اب اس سلسلے میں کیا کر رہا ہے۔“

”پیکنگ ہو رہی ہے۔“ میں نے جواب دیا۔

”پیکنگ۔“

”ظاہر ہے وہ ساری مشینری پیک کرائی جا رہی ہے جسے ریکی گولڈ نامی جہاز کے ذریعے لے جایا جائے گا۔“

”اوہو اس کا مقصد ہے کہ کام برق رفتاری سے آگے بڑھ رہا ہے کہیں ایسا تو نہیں کہ چوبیس گھنٹے کے نوٹس پر یہاں سے روانگی کا بندوبست ہو جائے۔“

”نہیں اتنا مختصر وقت بھی نہیں ہوگا۔ کیونکہ تمام چیزیں خفیہ طور پر ریکی گولڈ پر منتقل کرنا ہوں گی۔“

”کیا آپ کو بتایا گیا ہے مسٹر ہٹ مین ریگو کہ ریکی گولڈ سے ان لوگوں کے کس قسم کے معاملات ہیں۔“

”دیکھئے مسٹر آرمن دنیا کا ہر معاملہ دولت کے اشاروں پر چلتا ہے۔ ریکی گولڈ کا عمل بھی مارشل لارا نے خرید لیا ہوگا اور اس بنیاد پر وہ یہ سفر اس طرح کرے گا۔ ہم اس عملے کو اپنے لیے بھی کام پر آمادہ کر سکتے ہیں بشرطیکہ ہم اسے الگ سے بڑی رقم کی پیش کش کر دیں۔“

”یہ تو کرنا ہوگا۔ ظاہر ہے ابھی ہمیں بے شمار اخراجات کرنا پڑیں گے اور مسٹر ڈی ڈی جیوا بخوشی ان اخراجات کو اپنے ذمے لینے کے لیے تیار ہیں۔ یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے جس کے لیے ہمیں سوچنا پڑے۔“

”خلوص دل سے۔“ دھرم داس جیوا نے جواب دیا۔

”تو پھر آپ کب جا رہے ہیں مسٹر آرمن۔“

”کیا آپ یہ بتانا پسند کریں گے کہ آپ کہاں جا رہے ہیں؟“

”ضروری نہیں ہے مسٹر ریگو بس یہ سمجھ لیجئے کہ میرے بھی بہت سے مسائل ہیں جو الجھ جاتے ہیں لیکن اس وقت کوئی ایسا مسئلہ زیر نگاہ نہیں ہے جسے میں الجھا ہوا قرار دے سکوں۔“

”ٹھیک۔ بہر حال آپ ہر بات زیادہ بہتر سمجھتے ہیں۔ میں بھلا اس سلسلے میں کیا کہہ سکتا ہوں۔“

”لیکن پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے مسٹر ہٹ مین میں یہاں بدستور پی گیسٹ میں موجود رہوں گا اور میری آپ سے ملاقات ہوتی رہے گی۔ آپ باقی کی ذمے داریاں مجھ پر چھوڑ دیجئے مسٹر آرمن واقعی چوبیس گھنٹے کے نوٹس پر بھی یہاں پہنچ سکتے ہیں۔“ ڈی ڈی جیوا نے کہا۔

یہ گفتگو ختم ہو گئی۔ دونوں چلے گئے اور میں بدستور اپنی اس رہائش گاہ میں مقیم رہا۔ تیسرا دن بھی گزر گیا۔ چوتھے دن شام کو مسٹر دھرم داس جیوا کا فون موصول ہوا اور

انہوں نے مجھ سے کہا۔

”اگر کوئی خاص مصروفیات نہ ہو مسٹر ریگو تو براہ کرم مجھ سے ملاقات کر لیجئے۔“

”وی پی گیسٹ میں۔“

”جی جی۔ کیا آپ پہنچ سکیں گے؟“

”کیوں نہیں۔ جس وقت آپ پسند کریں میں وہاں آ جاؤں۔“

”تو پھر آج رات کو میرے ساتھ ڈنر کر لیجئے۔“

”نہیں اس کی تکلیف نہ کیجئے۔ میں ڈنر کے بعد آؤں گا۔“

”اوہو میں سمجھ گیا آپ کا ڈنر آپ کے دوست مارشل لارا کے ساتھ ہی ہو گا۔“

”نہیں میرے کچھ اور مسائل بھی ہیں۔“ میں نے خشک لہجہ اختیار کیا اور ڈی ڈی

جیوا کو فوراً ہی یہ احساس ہو گیا کہ وہ غیر ضروری گفتگو کر رہا ہے جسے میں کبھی پسند نہیں کرتا۔

بہر حال مسٹر جیوا سے میں نے ان کے روم نمبر دو سو اٹھارہ پر ملاقات کی۔ مسٹر ڈی ڈی جیوا نے میرے دستک دینے پر دروازہ کھولا اور پھر خود دروازے سے باہر نکل آئے۔

”اس وقت ہماری گفتگو یہاں نہیں ہوگی بلکہ اس کے لیے میں نے ایک اور جگہ منتخب کی ہے۔“

میں نے خاموشی سے گردن ہلا دی۔ مسٹر ڈی ڈی جیوا اس ہوٹل کی آخری منزل کے ایک کمرے میں پہنچ گئے۔ انہوں نے اپنی جیب میں رکھی ہوئی چابی سے کمرے کا دروازہ کھولا اور ادھر ادھر دیکھتے ہوئے اندر داخل ہو گئے۔ میں ایک لمحے کے لیے حیران ہوا تھا لیکن مسٹر جیوا کی درخواست پر میں ان کے ساتھ کمرے میں داخل ہو گیا اور مسٹر جیوا نے سراپند کر لیا، کہنے لگے۔

”آپ کو میری اس کارروائی پر یقیناً حیرت ہوئی ہوگی اور یہ بات بھی آپ کو دلچسپ لگے گی کہ میرے اس نئے روم کے بارے میں آرمن کو کچھ نہیں معلوم۔ اصل میں کچھ ایسی باتیں ہوتی ہیں مائی ڈیئر مسٹر ریگو جنہیں تنہائی ہی میں کیا جاسکتا ہے اور صرف کسی ایسے رازدار کے سامنے جس پر رازداری کا اعتماد بھی کیا جاسکے۔“

میں خاموشی سے مسٹر جیوا کو دیکھتا ہوا ایک صوفے پر بیٹھ گیا وہ میرے سامنے بیٹھ

گیا پھر اس نے کہا۔

”میرا خیال ہے گفتگو کے دوران کافی کا دور چلتا رہے تو گفتگو زیادہ بہتر ہوگی۔“

”مسٹر ڈی ڈی جیوا میں آپ سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ ہم لوگ کسی سے ذاتی تعلقات نہیں بروہاتے، آپ نے یقینی طور پر مجھے کاروباری مسئلے میں ہی بلایا ہو گا۔ میں چونکہ مافیا کی طرف سے آپ لوگوں کے لیے کام کر رہا ہوں اس لیے میرا آنا کاروباری اصول کے مطابق ہے اس میں کافی کا دخل ذرا مشکل ہی ہو گا۔ البتہ اگر آپ دوران گفتگو کافی کا استعمال کرنا چاہتے ہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔“

مسٹر دھرم داس جیوا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”خیر اصول پسندی ایک اچھی چیز ہے تاہم دوستی اس سے بھی اچھی چیز ہے۔ تاہم اگر آپ مجھے اس قابل نہیں سمجھتے تو میں برا نہیں مانوں گا۔“

میں نے مسٹر جیوا کے ان الفاظ پر کسی رد عمل کا اظہار نہیں کیا اور خاموشی سے ان کی صورت دیکھتا رہا، مسٹر جیوا چند لمحات کچھ سوچتے رہے پھر بولے۔

”ویسے اس میں ایک مشکل پیش آرہی ہے مسٹر ہنٹ مین ریگو۔“

”کیا.....؟“

”آپ سے جو گفتگو میں کرنے والا ہوں وہ خالص ذاتی نوعیت کی ہے ہرچند کہ اس کا تعلق انہی تمام معاملات سے ہے لیکن آرمن سے نہیں اور آپ کے اس رویے سے مجھے یہ احساس ہو رہا ہے کہ اگر میں نے دل کی بات آپ سے کہہ دی تو کہیں شدید نقصان سے دو چار نہ ہو جاؤں۔“ میں نے ایک لمحے کے لیے مسٹر جیوا کا چہرہ دیکھا اور پھر قدرے نرم لہجے میں بولا۔

”اصل میں مسٹر جیوا ہم لوگ ایک آرگنائزیشن کے تحت کام کرتے ہیں، یہ بات ہماری تربیت میں شامل ہوتی ہے کہ اپنے کلائنٹ سے ہم ذاتی تعلقات نہ بروہائیں بنیادی طور پر ایسی بات نہیں کہ ہم ان انسانی صفات سے الگ ہوں جن کے تحت انسان اس دنیا میں زندہ ہیں لیکن بس یوں سمجھ لیجئے کہ قواعد قواعد ہوتے ہیں تاہم اگر کوئی ایسی بات ہے جو آپ موضوع سے ہٹ کر مجھ سے کرنا چاہتے ہیں تو پہلے اس بات کا تعین کر لیجئے کہ کیا وہ بات کسی شکل میں مافیا کے مفادات سے متعلق ہے؟“

”نہیں۔“

”پھر.....؟“ میں نے تیکھی نگاہوں سے مسٹر جیوا کو دیکھا اور مسٹر جیوانے پر اعتماد لے لیا۔

”اصل میں میں نے آپ کے الفاظ میں یہ چلک پائی ہے مسٹر ہٹ مین ریگو جس کے نتیجے میں میں آپ سے یہ گفتگو کرنے پر مجبور ہوا ہوں“ آپ نے پچاس لاکھ ڈالر کی پیشکش میرا خیال یہ ہے کہ مافیا کے احکامات سے ہٹ کر قبول کی ہے۔“

”اگر ایسا کوئی کام جس کا تعلق مافیا سے براہ راست نہ ہو اور جس کے بدلے ہمیں اپنا مفاد حاصل ہوتا ہو تو ہمیں ملتا ہے اور مافیا کی طرف سے ہم پر اس کی پابندی نہیں ہوتی کہ ہم وہ کام نہ کریں۔ ہاں اگر وہ مافیا کے مفادات کے خلاف کوئی عمل ہو تو پھر ہم ایسا ہرگز نہیں کرتے“ پچاس لاکھ ڈالر کا یہ معاوضہ جس انداز میں ملے ہوا ہے اس میں مافیا کے اس مفاد کو کوئی ٹھیس نہیں پہنچتی جس کے تحت مجھے یہاں کام کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے“ مسٹر آرمن مافیا کے کلائنٹ ہیں اور آرگنائزیشن کے بگ ہاس ان سے تمام معاملات ملے کر چکے ہیں اور مجھے اس کے بارے میں ہدایات جاری کر دی گئی ہیں۔ اگر کوئی ایسا مسئلہ جن سے ان ہدایات پر کوئی فرق نہ پڑتا ہو درمیان میں جاتا ہے اور مجھے اس کے لیے کوئی ذاتی پیشکش کی جاتی ہے تو میں اسے قبول کرنے میں حق بجانب ہوں اور مافیا کے علم میں آنے کے باوجود اس بات پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔“

”بالکل بالکل میں جانتا ہوں کہ مسٹر آرمن ہی نے آپ کو یہ پیشکش کی ہے اور چونکہ مافیا آرمن کے تمام تر مفادات کی نگرانی کے لیے ان سے سودے بازی کر چکا ہے اس لیے ان کی اس خواہش میں تبدیلی پر مافیا کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ اب میں آپ سے وہ اہم بات کہنا چاہتا ہوں“ مسٹر ریگو جو میرے دل میں ہے آپ خود اس بات کے گواہ ہیں کہ آرمن نے اپنے مفادات مجھے فروخت کر دیے ہیں اور وہ ذبے داریاں آپ کی طرف میرے لیے منتقل ہو گئی ہیں جو آرمن کے لیے تھیں“ آپ آرمن کے لیے کام کر رہے ہیں اور یہ بات ملے ہو گئی ہے کہ آرمن اس انداز میں مجھ سے سودا کر کے اپنا معاوضہ وصول کر لیں اب اس مشینری اور ان سترہ افراد کا مالک میں بن چکا ہوں آپ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں؟“

”ہاں کی جاسکتی ہے۔“

”اور اس کے لیے ذاتی طور پر آپ کو پچاس لاکھ ڈالر کی پیشکش اس بات کی ولایت کرتی ہے کہ مافیا کا کام ختم ہو گیا ہے اور جو تبدیلی ہو رہی ہے آپ ذاتی طور پر کر رہے ہیں۔“

میں سنسنی خیز نگاہوں سے ڈی ڈی جیوا کو دیکھنے لگا۔ مجھے کچھ اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ کیا کہنا چاہتا ہے لیکن صحیح طور پر ابھی اس کی وضاحت نہیں ہو سکی تھی میں نے لہجے میں کچھ نرمی پیدا کی اور کہا۔

”آپ کہتے رہیے مسٹر جیوا میں سن رہا ہوں۔“

”جس چیز کا میں مالک بن چکا ہوں اب یہ میں جانوں کہ میں اسے کس طرح استعمال کر سکتا ہوں“ آپ نے دیکھا کہ آرمن دولت کے لیے اپنے وطن کے مفادات میرے وطن کے لیے منتقل کرنے پر آمادہ ہو گیا“ یہ نہ حکومت اسرائیل کی جانب سے ہوا ہے اور نہ کسی اور ملک کی طرف سے“ یہ بالکل ایک ذاتی مسئلہ ہے یعنی میں اگر چاہوں تو یہ ٹیکنالوجی اپنے وطن کے سپرد کردوں“ یا اگر کچھ اور کرنا چاہوں تو اس کے لیے میں آزاد ہوں“ اگر یہودی اپنے طور پر بہتر کاروباری ہیں اور کاروبار کرنا جانتے ہیں تو ہم بھی ان سے کم نہیں ہیں اور ہم بھی اس کے لیے شہرت رکھتے ہیں۔“ میں نے مسکرا کر گردن ہلائی اور کہا۔

”یقیناً“ مسٹر جیوا میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں۔“

”تو پھر آپ میرے ساتھ شراکت کر کے پچاس لاکھ ڈالر اور اس کے ساتھ ہی ایک غیر محدود دولت حاصل کرنے کے لیے کیوں نہیں عمل کرتے مسٹر ہٹ مین ریگو؟“

”میرے بیس فیصد کے پارٹنر بن کے۔“ جیوا میری آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

”میں وضاحت چاہتا ہوں۔“

”آپ کو علم ہے کہ اس ٹیکنالوجی کا ایک بڑا حصہ حکومت پاکستان کو مل چکا ہے اور اس کے سترہ فیصدی انجینئرز اس کی تکمیل میں مصروف ہیں یقیناً“ حکومت پاکستان کو اس کا علم ہو گا کہ یہ ٹیکنالوجی بہت جلد مکمل ہو کر اس تک پہنچنے والی ہے اب اگر اس کے علم میں یہ بات آجائے کہ اس ٹیکنالوجی پر قبضہ ہو چکا ہے اور اس کے تمام آدمی کبھی اور کے قبضے

میں جا چکے ہیں تو کیا حکومت پاکستان کے تمام منصوبے دھرے نہیں رہ جائیں گے۔“
میں نے ایک بار پھر اپنے بدن میں سنسنی محسوس کی تھی تاہم میں نے مسٹر جیوا کی بات سے اتفاق کرتے ہوئے کہا۔

”بالکل آپ کا کہنا بالکل درست ہے۔“

”لیکن ہم حکومت پاکستان سے اس کا سودا کر سکتے ہیں، پہلے اسے یہ احساس دلادیا جائے کہ بات بگڑ چکی ہے اور کسی اور کے قبضے میں یہ سب کچھ جا چکا ہے، جب وہ اس بات سے مطمئن ہو جائیں تو پھر ان سے رجوع کیا جائے اور ایک معقول معاوضے پر انہیں ان کے سترہ آدمی اور یہ ٹیکنالوجی دے دی جائے، یہ ایک طویل منصوبہ ہے لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہم بہ آسانی اسے سرانجام دے سکتے ہیں، اگر اس سلسلے میں مجھے آپ کی معاونت حاصل ہو، دیکھیے مسٹر ہٹ مین ریگو اپنے طور پر میں اس سلسلے میں کچھ نہیں کر سکتا کیونکہ میں بے وسیلہ آدمی ہوں لیکن یہ بات میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ مافیا کے پاؤں ہر سمت پھیلے ہوئے ہیں اور میں اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ آپ اگر چاہیں تو یہ سارا کھیل بہ آسانی کھیل سکتے ہیں۔“

میں نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس کاروباری شخص کو دیکھا بہت اچنبھا ہوا تھا مجھے اور میں اس کی ذہنی صلاحیتوں پر بھی دنگ رہ گیا تھا، یہ انوکھی سوچ تھی اور مجھے ایک نیا احساس دلا رہی تھی، بزنس مین ہر حالت میں بزنس کرتا ہے، ملکی مفاد اس کے پیش نگاہ بے شک ہوتا ہے لیکن بعض جگہ جہاں اپنا مفاد سامنے آجاتا ہے وہاں ملکی مفاد بھی پس پشت چلا جاتا ہے لیکن یہ ان لوگوں کی اپنی سوچ تھی ہماری نہیں تاہم یہ بات میرے لیے بڑی دلکشی کی حامل تھی کہ ایسا کوئی عمل ہو۔ اس میں اصل میں میرے لیے بھی آسانیاں تھیں اور میرے منصوبے کو مزید سہارا حاصل ہو رہا تھا، میں نے بغور مسٹر جیوا کا چہرہ دیکھتے ہوئے کہا۔

”گویا یہ ٹیکنالوجی اب آپ اپنے وطن کے لیے نہیں خریدنا چاہتے۔“

”اگر اس میں مجھے کروڑوں ڈالر کا فائدہ ہوتا ہے تو پھر مجھے کیا پڑی ہے کہ میں بلاوجہ دوسروں کے معاملات میں ٹانگ اڑاؤں اور پھر ایک بات اور بھی ہے مسٹر ہٹ مین ریگو۔“

”وہ کیا؟“

”اس آدمی ٹیکنالوجی کو میرا وطن بھی بہت اچھے انداز میں قبول نہیں کرے گا کیونکہ باقی آدمی ٹیکنالوجی پاکستان منتقل ہو چکی ہے اور پاکستانی انجینئران پر کوئی بھروسہ نہیں کیا جاسکتا یہ لوگ دیوانے ہوتے ہیں، زندگی دے دیں گے لیکن ہمارے وطن کے لیے کام نہیں کریں گے۔ ان سے یہ امید کرنا بالکل بیکار ہے کہ تشدد کے ذریعے یا کسی اور ذریعے سے یہ ابتدائی آدمی ٹیکنالوجی میرے وطن کے لیے مہیا کر دیں اس طرح آپ سمجھتے ہیں کیا ہوگا، نہ تو ہمیں مکمل ٹیکنالوجی حاصل ہوگی اور نہ ہی میری حکومت اس بات کو کوئی اہمیت دے گی گویا اتنا بڑا سرمایہ خرچ کر کے مجھے کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا جب ایسی بات ہے تو پھر میں سیدھا سیدھا کاروبار کیوں نہ کروں۔“

میرے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ پھیل گئی، میں نے کہا۔

”آپ کا منصوبہ واقعی بہت شاندار ہے مسٹر ڈی ڈی جیوا، آپ نے مجھے اس پر غور کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔“ ڈی ڈی جیوا کی آنکھوں میں خوشی کے تاثرات پیدا ہوئے۔
”پچاس کروڑ ڈالر، میرا خیال ہے سترہ آدمیوں کے لیے یہ رقم لازمی طور پر منظور کر لی جائے گی اور اس کا میں پر سنٹ کتنا ہوگا، تم جانتے ہو ہٹ مین ریگو۔“

جیوا میرا چہرہ دیکھتے ہوئے بولا۔ میں نے گہری سوچ میں ڈوب جانے کا مظاہرہ کیا، چند لمحات خاموش رہا پھر میں نے کہا۔

”آپ نے ایک نئی ذمہ داری میرے شانوں پر ڈال دی ہے میں نہیں جانتا کہ اس سلسلے میں مافیا کا رد عمل کیا ہوگا لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ مافیا کے مفادات کو نقصان نہیں پہنچا بشرطیکہ ہم آرمن کا سودا مکمل کر دیں۔“

”اگر آرمن مافیا کے سامنے یہ اظہار کر دے کہ جو ذمہ داری اس نے ان لوگوں کو سونپی تھی اس سے مکمل طور پر مطمئن ہو چکا ہے تو پھر کوئی مشکل نہیں رہتی۔“

”ہاں لیکن اس کے بعد میری اپنے گروپ میں واپسی ضروری ہو جائے گی۔“

”اوہ واقعی میں نے اس بات پر غور نہیں کیا تھا لیکن اس کا حل بھی نکال لیا جائے گا اور میرے دوست کاروباری نقطہ نگاہ سے میں نے جو کچھ سوچا تمہارے سامنے پیش کر دیا، اب اس سلسلے کی نوک پلک سنو، تمہارا کام ہے سوچ لو بہت بڑی دولت ہاتھ آرہی

ہے اور وہ تمہارے سامنے موجود ہے میں اس سلسلے میں تم سے کوئی انحراف نہیں کروں گا۔ تم مجھے ایک بہتر منصوبہ تیار کر کے دو اور پھر اس پر تھوڑی سی گفتگو کرنے کے بعد عمل درآمد شروع کر دیا جائے گا۔ کیا خیال ہے؟“

میں نے پر خیال انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”لیکن اس طرح جبکہ آپ کے پاس اس سودے بازی کا کوئی پلان بھی نہیں ہے ہمیں اس ٹیکنالوجی کی منتقلی کے معاملے کو تھوڑا سالیٹ کرنا ہو گا جبکہ آپ کو معلوم ہے مسٹر ڈی ڈی جیوا کہ مارشل لارا اس ٹیکنالوجی کے ساتھ روانگی کے لیے تیار ہے۔“

”یہ کام تو تمہیں کرنا ہو گا ویسے بھی آرمین اس وقت تک کچھ نہیں کر سکے گا جب تک کہ مارشل لارا اپنے جہاز کے ذریعے یہ ٹیکنالوجی لے کر روانہ نہیں ہو جاتا، اگر مارشل لارا ہی کی جانب سے دیر ہو جائے تو آرمین بھی انتظار کرنے پر مجبور ہو گا اور یہ دیر تم کرا سکتے ہو، صرف تم۔“

”آپ کا مطلب ہے کہ اس سودے بازی کے لیے مجھے حکومت پاکستان سے رجوع کرنا ہو گا؟“

”جتنے کام ہیں اس سلسلے میں صرف نہیں کرنا ہوں گے اور اگر اخراجات کی فکر کرتے ہو تو میں اس معاوضے میں پانچ فیصد کا اضافہ اور کیے دیتا ہوں، پچیس فیصد ذرا غور کرو پچاس کروڑ ڈالر کا پچیس فیصد کیا بنتا ہے؟“

میں ایک بار پھر سوچ میں ڈوب گیا اور اس کے بعد اس نے گردن اٹھا کر مسکراتے ہوئے کہا۔

”مالی ڈیئر مسٹر جیوا، واقعی تمہاری پیشکش بہت دلکش ہے اور میں اس پر غور کرنے پر مجبور ہوں اس کے باوجود مجھے کچھ وقت درکار ہے کم از کم منصوبہ بندی تو کرنا ہوگی، ویسے اب اس سلسلے میں مجھے کوئی جج نہیں ہے لیکن اس کے باوجود میں تم سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔“

”ہاں ضرور کہو، کیا سوال ہے؟“

”مالی ڈیئر مسٹر جیوا کیا اس بارے میں جو منصوبہ بندی میں کروں گا تم اس سے پوری طرح متفق ہو گے۔“

جیوا نے کسی قدر خشک لہجہ اختیار کیا اور آہستہ سے بولا۔

”پچیس فیصد معاوضہ کم نہیں ہوتا میں صرف سرمایہ کاری کروں گا باقی کام تمہارا ہو گا، میرے دوست اس بات کو محسوس نہ کرنا لیکن میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ اس منصوبے کی مکمل کامیابی کی ذمہ داری تم پر ہوگی۔ میں تمہیں صرف وہ آسانیاں فراہم کروں گا جس سے مجھے سہولتیں حاصل ہو سکیں، پہلے تم اس کی منصوبہ بندی کر لو بعد میں تمہیں یہ بتاؤں گا کہ اپنے تحفظ کے لیے میں کیا کر سکتا ہوں۔“

میں نے اس کی اس بات سے اتفاق کیا۔ اسے کم از کم یہ حق حاصل تھا کہ سارے کام مجھ سے کرا کر مجھے یہ معاوضہ ادا کرے اور اپنے لیے جو کچھ کرنا چاہتا ہے اسے فی الحال صیغہ راز میں رکھے، بہر طور وہاں سے رخصت ہوتے ہوئے میں نے اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

”ہم لوگ کسی سے مصافحہ نہیں کرتے کیونکہ اس کے لیے ہمیں اجازت نہیں ہے لیکن مسٹر جیوا میرے اور آپ کے معاملات ایسے ہو چکے ہیں کہ اب ہم ذاتی طور پر بھی ایک دوسرے کے شناسا اور دوست ہیں۔“ جیوا نے پر جوش انداز میں مجھ سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

”تم خود اندازہ کر سکتے ہو کہ ایک بزنس مین کے لیے ایسا پارٹنر کس قدر قیمتی ہوتا ہے جس کی نگاہوں میں کروڑوں ڈالر کی آمدنی کے خواب آسے ہوں بلکہ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ میرا یہاں آنا میرے لیے نہایت سود مند ہے کیونکہ یہاں مجھے ایک بڑی کاروباری شپ مل رہی ہے۔ خیر اب ہم اس سلسلے میں مزید گفتگو نہیں کریں گے اب تو تم میرے ساتھ کچھ پینا بھی قبول کر لو گے؟“

”اس وقت بالکل ضروری نہیں ہے ویسے تم سے دوستی کا اظہار میں خود اپنی زبان سے کر چکا ہوں اس کے بعد کوئی گنجائش نہیں رہ جاتی۔“

ڈی ڈی جیوا نے پر جوش انداز میں میرا ہاتھ پکڑ کر ہلاتے ہوئے کہا۔

”تو پھر ٹھیک ہے میں مطمئن ہوں اور یقینی طور پر تم مجھے بہت جلد اس سلسلے میں کوئی بہتر ٹپ دو گے۔“

”اوکے مسٹر ڈی ڈی جیوا، ویسے آرمین کو سنبھالے رکھنا ابھی تمہاری ہی ذمہ

داری ہے۔“

”کیوں نہیں کیوں نہیں، میں نے اس سے کب انکار کیا ہے۔“

پھر میں وہاں سے واپس چل پڑا اور واپسی میں میرے ذہن میں شدید سنسنی ہو رہی تھی، دماغ کی چولیس بل کر رہ گئی تھیں۔ نیپلز میں مجھے جو کام کرنا پڑ رہا تھا اگر غور کیا جاتا تو بلاشبہ انتہائی مشکل کام تھا لیکن شاید پرانے کیے ہوئے کام کو میں ہمیشہ ہی بھول جاتا تھا، میرے لیے تو ایسے ہی نازک مرحلے آتے رہتے تھے۔ اپنی قیام گاہ ہی پہنچا تھا، اس وقت مارشل لارا سے ملاقات کرنا ممکن نہیں تھا کیونکہ مجھے اپنے طور پر منصوبہ بندی کرنا تھی بلاشبہ واپس آنے کے بعد مجھ پر ایسا ہی وقت بیت رہا تھا جیسے کسی انتہائی مشکل کے شکار کے وقت کسی انسان پر بیتا ہے۔ میں اس سلسلے میں منصوبہ بندی کر رہا تھا، مارشل لارا یا اسلام احمد کو ان معاملات میں کس حد تک شریک کیا جاسکتا ہے ویسے تو وہ ایک معتبر انسان ہے اور اس قدر کچا بھی نہیں ہے کہ کسی طرح بہک جائے لیکن ایک مشکل تھی، اگر میں اسے تمام صورت حال سے آگاہ کر دوں اور آرمین جیسا شاطر کسی طور شے کا شکار ہو جائے تو مارشل لارا پر قابو پالینا اس کے لیے کوئی مشکل کام نہیں ہوگا اور مارشل لارا بحالت مجبوری اصلیت اگلے دے گا۔ یہ مجبوری اس کی ذات پر تشدد نہیں اگر اس کی بیوی شازیہ کو اغوا کر لیا جائے اور اس کی زندگی کی قیمت پر مارشل لارا سے تمام صورت حال معلوم کی جائے تو پھر مجبوری کے علاوہ اور کیا چارہ کار رہ جاتا ہے، نہیں یہ مناسب نہیں ہوگا، منصوبہ کچھ اس طرح تکمیل پانا چاہیے کہ مارشل لارا اپنے طور پر وہی سب کچھ کرے جو وہ کر رہا ہے اسے حقیقت کا علم بالکل نہ ہو، اصل میں بات صرف اسی شکل میں آگے بڑھتی چلی جائے کہ مارشل لارا اپنے چارٹرڈ کیے ہوئے جہاز کے ذریعے یہ ٹیکنالوجی اور پاکستانی انجینئر پاکستان منتقل کرے لیکن اصل کام چیوا کا ہو، ویری گڈ، یہ زیادہ اچھا ہے بجائے اس کے کہ میں مارشل لارا کو اس سلسلے میں بھی اعتماد میں لوں۔ مارشل لارا کو اپنے طور پر کام کرتے رہنا چاہیے، آرمین بھی اسی پوزیشن سے واقف ہے چنانچہ اسے شبہ نہیں ہوگا۔

نجانے کب تک میں اپنے تمام خیالات میں ڈوبا رہا اور اس منصوبے کے نوک پلک سنوارتا رہا، بہت سے نئے خیالات میری ذہن میں آتے رہے اور بھلا اب اس کے سوا

میرے لیے کیا چارہ کار تھا کہ ایک بار پھر اپنے قیامت خیز ذہن کے مالک دوست اور معاون کار رشید ناگی کا سہارا لوں، وقت تو واقعی لگ جاسے گا اور اس وقت تک کے لیے آرمین کو سنبھالنا ہوگا لیکن اگر پاکستان سے اس پلانٹ کی سودے بازی کی گفتگو کرنے کے لیے رشید ناگی ہی آئے تو میرے خیال میں سب سے مناسب بات ہوگی اور بالا آخر یہ منصوبہ میرے ذہن میں نوک پلک سنوارنے کے بعد مکمل ہو گیا۔ رشید ناگی کو بلانے کے لیے اس عجیب و غریب ٹرانسمیٹر بکس کا سہارا لینا تھا لیکن میں براہ راست یہ کوشش نہیں کر سکتا تھا کہ اس کے حیطہ عمل کو پاکستان تک آزماؤں، البتہ بار سلونا سے بہ آسانی میری گفتگو ہو سکتی تھی اور میں نے اس میں تعرض نہیں کیا۔ میں نے تمام نوک پلک درست کرنے کے بعد وہ بکس جو میں نے بڑی احتیاط سے محفوظ کر رکھا تھا نکالا اور اس پر سعید خان کو ٹرائی کرنے لگا جو میرا دوسرا سنسنی خیز ساتھی ثابت ہوا تھا، میری اداکاری تو خیر وہ کر ہی لیتا تھا اور اس میں حقیقی بات یہ ہے کہ رشید ناگی نے بھی ہنستے ہوئے کہا تھا کہ اگر کبھی سعید خان ہم سے منحرف ہو جائے تو بہ آسانی وہ دانش منصور کی جگہ سنبھال سکتا ہے اور کسی کو یہ باور نہیں ہونے دے سکتا کہ وہ دانش منصور نہیں ہے لیکن لیتھ اشمیر کے کردار میں اس نے جس طرح اپنے آپ کو ضم کیا تھا اور کسی قسم کا کوئی شبہ نہیں ہونے دیا تھا یہ اس کی بے پناہ صلاحیتوں کا اظہار تھا جسے قبول نہ کرنا نا انصافی تھی۔

کچھ دیر کے بعد بالا آخر سعید خان سے رابطہ قائم ہو گیا ہم نے اپنے کوڈ بتائے اور مطمئن ہو کر سلام دعا کرنے لگے۔ میں نے سعید خان سے پوچھا کہ لیتھ اشمیر کی حیثیت سے اس کی کارکردگی کیسی جارہی ہے تو اس نے مطمئن لہجے میں جواب دیا۔

”چیف ابھی تک کوئی مشکل پیش نہیں آئی، بس ذرا یہاں کے حالات سمجھنے میں کچھ دقت ہوئی تھی جو اب ختم ہو چکی ہے۔ میں اپنا کام بخوبی سرانجام دے رہا ہوں۔ ہائی کمان کی طرف سے مجھ سے رابطہ قائم کر کے پوچھا گیا تھا کہ کیا آرمین کا کام پروگرام کے مطابق چل رہا ہے تو میں نے اطمینان کا اظہار کیا اور کہا کہ سب کچھ اس کی خواہش کے مطابق ہو رہا ہے تب مجھ سے کہا گیا کہ وہ ایک بڑی پارٹی ہے اور مستقبل میں بھی اس کے بہت سے کام کرنے کو ملیں گے کیونکہ اس کام کی تکمیل کے بعد صورت حال ذرا مختلف ہوگئی اور ہم کسی بھی مسئلے میں اسے اپنے ٹرانس میں رکھ سکتے ہیں چنانچہ کام تو اس کی خواہش کے

مطابق ہی ہونا چاہیے تاکہ وہ ہمارے جنگل میں پھنس جائے۔“ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے کہا۔

”دوری گڈ..... انہوں نے اطمینان کا اظہار کیا ہے؟“

”مکمل طور پر چیف۔ بلکہ اس سلسلے میں مجھے مبارک باد بھی دی گئی ہے۔“

”گڈ۔ سعید خان اب جو کام میں تمہیں سونپ رہا ہوں ذرا اس پر توجہ دو“ رشید ناگی کی ایک بار پھر ضرورت پیش آگئی ہے اسے نیپلز پہنچنا ہے، نیپلز میں وہ کسی بھی مناسب جگہ قیام کرے۔ اپنے ساتھ دو آدمی اور بھی لے آئے تو زیادہ بہتر ہے وہاں پہنچنے کے بعد وہ کالر ٹرانسپٹر پر مجھ سے رابطہ قائم کر لے۔ یہ بات تو تم جانتے ہی ہو کہ میں نیپلز میں ہوں۔“

”اسے کب تک پہنچنا ہے چیف؟“

”جلد از جلد بس اس سے کہو کہ تیاریاں کر کے یہاں آجائے۔“

”بہت بہتر اور کوئی حکم چیف؟“

”نہیں۔ اس سے جس قدر جلد ممکن ہو سکے رابطہ قائم کر لو۔“

”ہو جائے گا چیف“ میں اسے پیغام بھجوائے دیتا ہوں۔“ سعید خان سے سلسلہ گفتگو

منقطع ہو گیا۔

میں اپنے پروگرام کے معمول کے مطابق عمل کر رہا تھا“ میری سوچوں نے مجھے تقریباً مطمئن کر دیا تھا جو کام مجھے کرنا تھا اس کے لیے اب میرے پاس پورا لائحہ عمل تھا اور مجھے یقین تھا کہ مجھے کامیابی حاصل ہوگی۔

دو دن تک میں نے مسٹر جیوا سے ملاقات نہیں کی تیسرے دن ان سے ملنے پہنچا تو انہوں نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

”خیریت تو ہے مسٹر ہٹ میں آپ کہاں غائب ہو گئے تھے“ میں نے آپ سے کئی بار رابطے کی کوششیں کیں لیکن کامیاب نہیں ہو سکا۔“

میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی اور کہا۔ ”آپ کا کیا خیال ہے مسٹر جیوا ایسے کام اتنی آسانی سے ہو جاتے ہیں میں نے دانہ ڈال دیا ہے اور پھلی جال میں پھنسنے آرہی ہے۔“

”کیا مطلب؟“ مسٹر جیوا نے دلچسپی سے میرا چہرہ دیکھتے ہوئے کہا۔

”استے بڑے کام آسانی سے تو نہیں ہو جاتے“ میرا ایک پیغام حکومت پاکستان کے

انتہائی اہم لوگوں کے پاس پہنچا ہے جس میں صرف چند الفاظ کہے گئے ہیں۔“

”کیا.....؟“ مسٹر جیوا نے بدستور سنسنی خیز انداز میں پوچھا اور میں انہیں دیکھنے

لگا، چند لمحات خاموش رہنے کے بعد میں نے کہا۔

”ہم لوگ اپنی کارکردگی کو اپنی ذات تک ہی محدود رکھتے ہیں مسٹر ڈی جیوا لیکن

چونکہ اب یہاں معاملات بالکل پرائیویٹ نوعیت کے ہیں اس لیے مجبوراً میں آپ کو اپنی

کارکردگی کی تفصیل بتا رہا ہوں“ میں نے دانہ ڈال دیا ہے، اس اہم محکمے کے پاس جو اس

سلسلے میں مسٹر مارشل لارا سے رابطہ قائم کیے ہوئے ہے میں نے صرف ایک پیغام بھیجا ہے

اور وہ میسج یہ ہے کہ جتنے نکل گئے وہ نکل گئے سترہ باقی ہیں اس آدمی مشینری کے ساتھ

جس کے بغیر کام مکمل نہیں ہوتا اگر ان سترہ کی زندگی اور باقی مشینری درکار ہے تو مکمل

اختیارات کے ساتھ حکومت پاکستان کے کچھ نمائندے نیپلز پہنچ جائیں، سات دن کا وقت

دیا جاتا ہے آٹھویں دن انہیں ایک بری خبر سننے کو ملے گی۔“

”ارے واہ“ تو پھر کوئی جواب موصول ہوا۔“

”جواب اتنی جلدی موصول نہیں ہو سکتا۔ ظاہر ہے اس میں کچھ وقت لگے گا۔“

”لیکن جواب موصول کہاں ہوگا؟“

”جواب میں ہمیں ان کے نمائندے ہی موصول ہوں گے۔“

”کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ سات دن کے بعد کا وقت ان کے لیے کس قدر ہولناک

ہوگا۔“

”مالی گاؤ تم لوگوں کی کارکردگی بے مثال ہوتی ہے میں تو یہ سوچتا ہوں کہ بھگوان نہ

کرے اگر کبھی میں تم لوگوں کے جال میں پھنس گیا تو کیا ہوگا؟“

میں ہنسنے لگا، میں نے کہا۔ ”ہمارے جال میں تو آپ پھنسنے ہوئے ہیں مسٹر جیوا“ آپ

یہ کیوں سمجھتے ہیں کہ آپ ہمارے جال میں نہیں ہیں۔“

”کک..... کیا مطلب؟“ مسٹر جیوا کے چہرے پر پریشانی کے آثار نمودار ہو گئے۔

”جو کچھ کام آپ ہم سے لے رہے ہیں وہ کسی بھی وقت آپ رالٹ چکنا ہے اور

اس کے لیے آپ کو نقصانات سے دو چار ہونا پڑ سکتا ہے بشرطیکہ آپ اپنے کیے ہوئے وعدوں سے انحراف کریں اور میرے اور آپ کے درمیان جو معاہدہ ہوا ہے اس سے ہٹنے کی کوشش کریں۔“

”ارے نہیں نہیں، میں یہ ہمت کیسے کر سکتا ہوں، ویسے بھی میں بزنس میں ہوں ہزار لگا کے دو ہزار کمانے کا عادی۔ اگر اس بڑے فائدے میں تھوڑا سا کمیشن نکل جائے گا تو فائدہ تو اپنی جگہ رہانا، ہم لوگ سودوں میں کبھی بے ایمانی نہیں کرتے۔“

”تو پھر بس مطمئن رہیں، میں جو کچھ کر رہا ہوں اس کا اچھا رزلٹ نکلے گا۔“

”میں نے بہت سوچا ہے اس بارے میں مائی ڈیئر مسٹر ریگو، مجھے معاف کر دینا اصل میں اس چیز کا عادی نہیں ہوں کاروبار بے شک کیا ہے اور اس میں بہت سے الٹ پھیر بھی کیے ہیں لیکن کوئی خطرناک کام اور وہ بھی اتنا خطرناک کبھی نہیں کیا اس لیے ذرا ڈرتا رہتا ہوں، بہت سے خیالات میرے دل میں ہیں اور چونکہ تم نے مجھے تھوڑی سی دوستی کی سزا بھی دی ہے اس لیے تم سے اس کا اظہار کرنے میں کوئی دقت نہیں محسوس کرتا۔“

”کیسے مسٹر جیوا۔“

”بات اصل میں بڑی ٹیڑھی ہے حکومت پاکستان کے وہ نمائندے فرض کرو یہاں پہنچ گئے تو کیا وہ مارشل لارا سے نہیں ملیں گے، کیا وہ مارشل لارا کو یہ بات نہیں بتائیں گے کہ اس کی کارکردگی منظر عام پر آگئی ہے اور انہیں اس طرح کی دھمکی موصول ہوئی ہے، کیا اس وقت مارشل لارا اپنے بچاؤ کی کوشش نہیں کرے گا یا ان لوگوں کو محفوظ کرنے کی کوشش نہیں کرے گا؟“ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی، میں نے کہا۔

”کیا آپ مجھے اپنی کارکردگی میں اتنا ناممکن سمجھتے ہیں مسٹر جیوا میں نے ہر پہلو پر غور کر لیا ہے کل شام تک مارشل لارا اور اس کی بیوی اغوا کر لئے جائیں گے ہم اس فیکٹری کو تو ابھی ٹچ نہیں کر سکتے نہ ہی ان سترہ افراد کو کیونکہ ان کے منظر عام پر آنے کا مطلب یہ ہے کہ حکومت اٹلی کو اس بارے میں تفصیلات معلوم ہو جائیں پھر نہ کچھ آپ کے پاس رہے گا نہ میرے پاس، اتفاق کی بات ہے کہ کچھ عرصے قبل مارشل لارا پر دوبار حملہ ہو چکا ہے تیسرا حملہ ان پر میں نے کرایا تھا لیکن وہ ان تک پہنچنے کے لیے تھا اس دوبار کے حملے پر مارشل لارا کو یہ تشویش پیدا ہو گئی تھی کہ اس کے دشمن کون ہیں، بات معمولی سی

دشمنی کی تھی جو بہر حال ٹل گئی، اب میرے اپنے آدمی مارشل لارا اور اس کی بیوی کو اغوا کریں گے اور ایک ایسی جگہ رکھیں گے جہاں سے ان کا فرار اس وقت تک ممکن نہ ہو جب تک ہماری پاکستانی نمائندوں سے گفتگو نہ ہو جائے۔ پاکستانی نمائندے بھی جب مارشل لارا سے ملاقات کرنے میں ناکام رہیں گے تو اس بات پر یقین کر لیں گے کہ جو پیغام انہیں دیا گیا ہے وہ ٹھوس اور پائیدار بنیادوں پر ہے، یہ کام اصل میں، میں اس لیے کر رہا ہوں کہ بہر طور مشینری اور سترہ انجینئر ہمیں مارشل لارا ہی کے ہمراہ لے جانے ہوں گے۔“

”گو کیا مطلب یہ ہے کہ اس انداز میں جس میں طے کیا گیا ہے۔“

”اس سے بہتر اور کوئی انداز نہیں ہو سکتا، ہمارا آدھا کام مارشل لارا بانٹ لے گا یعنی ان لوگوں کو لے کر چل پڑے گا اور ہم اپنے پروگرام کے مطابق راستے ہی میں اس پر کنٹرول کریں گے۔“

”بے بھگوان، کیا انوکھے جوڑ توڑ ہیں، میں سوچتا ہوں تو میری کھوپڑی چٹختے لگتی ہے، کیا اس دوران مارشل لارا کو یہ بات نہیں معلوم ہوگی کہ وہ کس کے قبضے میں ہے؟“

”کبھی نہیں ہوگی کیونکہ اسے واپس اپنے گھر پہنچنا ہے اور یہ سارے انتظامات کرنے ہیں۔ اصل میں ہمیں اس بات کی آسانی بھی حاصل ہے کہ مشینری اور آدمیوں کے سلسلے میں حکومت پاکستان اٹلی کی حکومت سے کوئی مدد نہیں لے سکتی کیونکہ اس طرح بات بالکل ختم ہو جاتی ہے اور وہی بات آجاتی ہے کہ کسی کے ہاتھ کچھ نہیں لگے جبکہ اپنے سترہ آدمی خاص طور سے حکومت پاکستان کے لیے اہمیت رکھتے ہیں۔“

ڈی ڈی جیوا گہری گہری سانسیں لینے لگا تھا پھر اس نے کہا۔

”اور اس کے بعد تم مارشل لارا اور اس کی بیوی کو آزادی دے دو گے“

”وہ خود موقع پا کر نکل بھاگیں گے لیکن اس وقت جب ہمارا مذاکرات مکمل ہو چکے ہوں گے انہیں اس کا چانس دیا جائے گا کہ وہ یہاں سے فرار ہو جائیں بظاہر وہ یہی سمجھیں گے کہ وہ اپنے دشمنوں کے چنگل سے نکل بھاگے ہیں لیکن اصل میں اس کا موقع ہم انہیں دیں گے۔“

”واقعی بڑا مکمل پروگرام ہے، کوئی بھی نہیں بتا سکتا یہ پروگرام اس میں دماغ خرچ

ہوتا ہے، میں اب بھگوان کی سوگند پوری طرح مطمئن ہوں، تم یہ کام ضرور کر ڈالو گے۔“
”اور اس سے پہلے تمہارا کیا خیال تھا کیا میں تم سے مذاق کر رہا تھا؟“

”ذہنیں نہیں مگر ہم بہت خوش ہیں اپنے اس فیصلے سے، کیا ایسی کوئی جگہ تمہارے پاس موجود ہے جہاں تم ان دونوں کو قید رکھو گے؟“

”اس کا بندوبست میں اور تم مل کر کریں گے مسٹر ڈی ڈی جیو تاکہ اس پورے پروگرام میں تم بھی برابر کے شریک رہو اور صورت حال سے تمہیں واقفیت رہے۔“

”یہ بہت اچھی بات ہے آرمن تو کچھ دن کے لیے چلا گیا ہے وہ موجود نہیں ہے، ہمیں اسے بھی تو دیکھنا ہے مطلب یہ ہے کہ ہمارا پروگرام اس کے علم میں نہیں آنا چاہیے وہ تو کبھی یہ بات پسند نہیں کرے گا کہ پلانٹ حکومت پاکستان کے ہاتھ لگ جائے، اس سے اس کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔“

”یہ بات تم پہلے بھی کہہ چکے ہو اور میں خود بھی جانتا ہوں اس لیے اس کی جانب سے بالکل مطمئن رہو۔“

بعد میں مسٹر ڈی ڈی جیو سے ہونے والی یہ گفتگو ختم ہو گئی اسے مطمئن کرنے کے بعد مجھے درحقیقت اس بات کی فکر ہوئی کہ اب میرے پاس کوئی ایسی جگہ ہونی چاہیے جہاں میں واقعی مارشل لارا اور اس کی بیوی کو قیدی کی حیثیت دے سکوں، یہ کام بالکل ضروری نہیں تھا کیونکہ مارشل لارا ہر طرح مجھ سے تعاون کرتا لیکن اس کی ضرورت یوں پیش آگئی تھی کہ مجھے مارشل لارا کو بھی یہ حقیقت نہیں بتانی تھی، ورنہ اس کے انداز میں کوئی ایسی کمی پیدا ہو جاتی جس سے آرمن یا اس چالاک تاجر کو شبہ ہو سکتا تھا۔ چنانچہ مسٹر جیو سے ملاقات کے بعد کا دن ایسی ایک جگہ منتخب کرنے میں صرف ہو گیا اور میں نے نیپلز کے ایک پرسکون گوشے میں ایک ایسی عمارت کا انتخاب کر لیا اور اس کے حصول کی کوشش میں کامیاب ہو گیا، اس کے لیے البتہ خاصی رقم خرچ کرنا پڑی تھی، اس کے بعد میں نے مافیا کے ان آدمیوں کو جنہیں میں بارسلونا سے اپنے ساتھ لایا تھا اس مکان میں منتقل کر دیا اور ان کے ساتھ مل کر پورا پلان ترتیب دے لیا لیکن یہ کام مجھے اس وقت انجام دینا تھا جب رشید ناگی یہاں پہنچ جائے۔ رشید ناگی کا انتظار اب اس سارے پروگرام کا سب سے اہم مرحلہ تھا۔ اسلام احمد سے بھی ملاقاتیں ہو رہی تھیں اور میں اسے بھی

مطمئن رکھے ہوئے تھا۔

بالآخر مجھے کالر ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہو گیا۔ جگہ بھی سنسان تھی اور آس پاس کوئی موجود نہیں تھا، میں نے پریٹاک لہجے میں کہا۔

”ہیلو ناگی، میں بول رہا ہوں۔“

”چیف آپ بالکل خیریت سے تو ہیں ناں؟“

”بالکل خیریت سے ہوں تم یہ بتاؤ کہاں قیام ہے تمہارا؟“

”ہوٹل بلٹاس، روم نمبر سات سو اٹھائیس۔“

”یہ ہوٹل میں نے دیکھا ہوا ہے پہنچ رہا ہوں تمہارے پاس۔“

”مجھے حکم دیں چیف میں حاضر ہو جاؤں۔“

”اوکے خدا حافظ، میں آ رہا ہوں۔“ میں نے کہا اور کالر ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

رشید ناگی سے خالص دن کے بعد ملاقات ہوئی تھی۔ بلٹاس کے مخصوص کمرے میں

اس نے میرا استقبال کیا، بہت پر جوش انداز میں مجھ سے ملا تھا، کافی دیر تک میں اس سے سب کی خیریتیں معلوم کرتا رہا اور رشید ناگی مجھے ایک ایک شخص کے بارے میں بتاتا رہا، سب لوگوں کی خیریتیں معلوم ہو کر اطمینان ہو گیا تو پھر میں نے اس سے مطلب کی بات شروع کر دی، اس سلسلے میں اسے مختصر الفاظ میں تفصیل بتائی تھی اور رشید ناگی خاصی سنسنی کا شکار ہو گیا تھا، اس نے کہا۔

”یہ تو واقعی دلچسپ مسئلہ ہے چیف۔“

”میں نے اس سلسلے میں ایک منصوبہ بنایا ہے ناگی اور تم سے اس کے لیے مشورہ کرنا چاہتا ہوں۔“

”حکم دیجئے چیف۔“ اس نے کہا۔

”پہلی بات تو یہ ہے کہ تم حکومت پاکستان کے نمائندے کی حیثیت سے میرے بنائے ہوئے پروگرام کے مطابق مجھ سے ملاقات کرو گے اور اس وقت ڈی ڈی جیو بھی ہمارے ساتھ ہوگا، بہت احتیاط کی ساتھ ہر پہلو پر گفتگو کرنا اور بالآخر اس منصوبے سے متفق ہو جانا جو ہم بنائیں گے تم اس بات کا اظہار کرو گے کہ تمہیں اس سلسلے میں مکمل اختیارات دے کر بھیجا گیا ہے اور تم ہر طرح سے سودے بازی کی پوزیشن میں ہو، بعد کا جو

پروگرام ہے اس میں ہم لوگوں کو ہوشیار رہنا ہوگا اور اس کے لیے جب تک مارشل لارا یا اسلام احمد سے باقی تفصیلات نہیں ملے ہو جائیں ہم کوئی فیصلہ نہیں کر سکیں گے، یہاں میرا مطلب ہے بارسلونا میں زیادہ سے زیادہ سعید خان کو خطرہ رہے گا لیکن سعید خان کو الرٹ کر جائیں گے اور اس سے کہیں گے کہ ہمارے اس پروگرام کے دوران وہ کچھ ایسی مصروفیات اختیار کر لے جس کی بنا پر وہ ہائی کمان کی نگاہوں سے محفوظ رہے اور اگر اسے اشارہ ملے کہ وہ اپنی جگہ چھوڑ کر روپوش ہو جائے تو اسے اس میں دقت نہ ہوگی، باقی تمام معاملات اتنی اہمیت کے حامل نہیں ہیں کہ ان کے لیے پریشان ہوا جائے، میرا مطلب سمجھ رہے ہوں؟

”جی چیف پوری طرح آپ مطمئن رہیں بس مجھے یہ بتائیے کہ اس سلسلے میں مجھے مزید کیا کرنا ہے؟“

”اگر خود تمہارے ذہن میں کوئی سوال ہو تو مجھے اس کے بارے میں بتاؤ میں تمہیں تقریباً مکمل تفصیلات بتا چکا ہوں۔“

”نہیں چیف میرا مطلب ہے جو رقوم ہم ملے کریں گے اس شخص سے اس کی ادائیگی کا کیا سلسلہ رہے گا؟“

”پہلے اس سے اس کی ڈیمانڈ سمجھ لینا، جب یہ تفصیل تمہارے علم میں آجائے تو میں سمجھتا ہوں تم خود بھی احمق نہیں ہو فیصلہ کر سکتے ہو ہمیں بہر طور ہر قیمت پر سودا ملے کرنا ہے اگر کچھ ایڈوانس کا مسئلہ ہو تو اسے بتا دیا جائے گا کہ یہ فوری طور پر ممکن نہیں ہے ہاں حکومت پاکستان کی جانب سے تم اس سے ہر قسم کا تحریری معاہدہ بھی کر سکتے ہو کیونکہ باقی معاملات میں خود سنبھال لوں گا۔“

”اوکے چیف مگر اس کے لیے کیا ہمارے پاس ایسے کاغذات کا ہونا ضروری ہے جن سے اسے اطمینان ہو سکے۔“

”ہرگز نہیں۔ یہ کام میں سنبھال لوں گا کیونکہ ظاہر ہے اگر تم ایسے کاغذات کے ساتھ یہاں آتے اور کسی طرح حکومت اٹلی کو اس بارے میں معلومات حاصل ہو جائیں تو تمہیں پاکستانی باسوس کی حیثیت سے گرفتار بھی کیا جاسکتا تھا بلکہ تم یہی موقف اختیار کرو گے بشرطیکہ اس کی گنجائش نکلے، اول تو مافیا کے ایجنٹ کی حیثیت سے خود ہی سارے

معاملات تم سے ملے کروں گا لیکن پھر بھی اگر ڈی ڈی جیوا اس سلسلے میں براہ راست تم سے کوئی سوال کر ڈالے تو تمہیں اندازہ ہے کہ تمہیں کس قسم کے جواب دینا ہوں گے۔“

”آپ مطمئن رہیں چیف، چونکہ میں نے صورت حال سمجھ لی ہے اس لیے میرا خیال ہے چیف کہ میں اس سے مؤثر انداز میں گفتگو کر سکوں گا۔“

”مجھے یقین ہے۔ دیے اس سلسلے میں اور کوئی سوال رشید ناگی؟“

”سوال تو نہیں ہے چیف البتہ ایک سپانامہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔“

”چھوڑو رشید ناگی۔ ان باتوں سے بعض اوقات دکھ ہونے لگتا ہے۔“ میں نے مضحکہ سے لہجے میں کہا۔

”کیوں چیف۔؟“

”بس یار دنیا بھر کے لیے کام کرتے پھر رہے ہیں لیکن اپنی شناخت تک میں ناکام ہیں۔“ میں نے جواب دیا اور رشید ناگی کسی سوچ میں ڈوب گیا پھر اس نے آہستہ آہستہ گردن اٹھائی اور میری آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

”اس کے جواب میں چیف صرف ایک ہی بات کہہ سکتا ہوں آپ کی شناخت تو زمانے بھر کو ہو گئی ہے۔ اب اگر ایک چھوٹی سی بات کے لیے آپ اس قدر آزرده ہیں تو میرا خیال ہے یہ آپ پر زیب نہیں دیتا۔“

میں ہنسنے لگا اور کہا۔ ”ہاں دل کے بھلانے کے لیے تو بہت سے ایسے عوامل ہوتے ہیں رشید ناگی، جن سے انسان خود کو مطمئن کر لیتا ہے۔ خیر اس وقت یہ موضوع نہیں ہے بس یونہی تم نے کچھ الفاظ کہے اور میرے دل میں یہ بات آگئی۔“

”اگر مجھ سے پوچھیں چیف تو آپ یقین کیجئے کہ میں اپنے جذبات الفاظ کی شکل میں آپ کو بتا نہیں سکتا۔ آپ جتنا کچھ کر رہے ہیں اس سے آپ کی عظمت دل پر نقش ہو گئی ہے۔ کیا نہیں کر رہے آپ وطن دوستی کے لیے۔ میرا خیال ہے کہ اگر مورخ آپ کی تاریخ لکھے تو آپ کو اپنے وطن کا ایک ایسا انسان لکھے گا جس کی کوئی مثال دینا ممکن نہیں ہوگا۔“

”اچھا خیر تو اب تم اس تمام صورت حال کو سمجھ چکے ہو۔ حالات ابھی ہمارے لیے

غیر یقینی ہیں۔ میں خصوصی طور پر ریکی گولڈ کے لیے ذرا سا متفکر ہوں۔ اسلام احمد نے ریکی گولڈ کا انتظام کیا ہے میں نہیں جانتا کہ اس کا عملہ کس قسم کا ہو گا اور اس سے کتنے تعاون کی توقع ہوگی ہرچند کہ اسلام احمد بڑے اعتماد کے ساتھ یہ کہتا ہے کہ ریکی گولڈ والے وہی کریں گے جو اس کی خواہش ہے لیکن وہی پرانی بات رشید ناگی کہ اگر ایک ایک لمحے سے ہوشیار نہ رہا جائے تو کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کون سا لمحہ توقع کے خلاف ہو اور وہ وہیں سے رنگ بدل جائے۔“

رشید ناگی پر خیال انداز میں رخسار کھجانے لگا پھر اس نے کہا۔
”ایک بات بتائیے چیف؟“
”ہوں۔“

”ریکی گولڈ کی نوعیت معلوم ہو سکے گی آپ کو؟“
”ہاں کارگوپس مسافر بردار جہاز ہے لیکن مسافروں کے لیے اس میں کم گنجائش ہوتی ہے۔ اسلام احمد نے مجھے یہی بتایا ہے۔“
”اور کیا یہ اندازہ ہے چیف کہ اس کے یہاں پہنچنے میں اور اس پروگرام کی تکمیل کے لیے کتنا وقت لگ جائے گا؟“
”اس کے لیے تو وقت ہے رشید ناگی۔“

”ہوں۔ پھر سوچیں گے چیف۔ سب سے بڑی چیز وقت ہوتا ہے اور اگر وقت تعاون کرے تو بہت سے مسئلے حل ہو جاتے ہیں۔“ رشید ناگی نے کہا اور میں سر ہلانے لگا۔ ویسے بھی وہ اتنا ذہین آدمی تھا کہ تھوڑی سی گفتگو کے بعد اصل صورت حال کو سمجھ لیتا تھا۔

بہر حال بعد کے معاملات طے ہوئے اور اس کے بعد میں نے رشید ناگی سے اجازت مانگ لی۔ وہ کہنے لگا۔

”چیف دل تو یہ چاہتا ہے کہ کم از کم چوبیس گھنٹے آپ کے پاس بیٹھ کر باتیں کی جائیں لیکن بہر حال یہ سب جذباتی حماقتیں ہیں جو ہم جیسے باعمل لوگوں کو زیب نہیں دیتیں اس لیے خدا حافظ۔“

رشید ناگی کی آمد سے دل کو ایک ڈھارس ہو گئی تھی اور اس کے بعد آگے اقدامات

کے لیے ذرا پر اعتماد کیفیت دل میں بیدار ہو گئی تھی۔ بہر حال بہت زیادہ دیر کرنا مناسب نہیں تھا آرمین سب سے زیادہ خطرناک آدمی تھا۔ وہ جس نسل سے تعلق رکھتا تھا اس سے ہر قسم کی بد عمدی اور بد معاملگی کی توقع رکھی جاسکتی تھی اس کے علاوہ چالاکی میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا مجھے تو حیرت ہوئی تھی اس بات پر کہ اس نے کس طرح دولت کے لالچ میں اپنے ملکی مفاد کو نظر انداز کر دیا تھا حالانکہ اس کے تحت اس نے اس کام کا بیڑا اٹھایا تھا، بہر حال یہ سارے معاملات انسانوں ہی سے تعلق رکھتے ہیں اور پھر انسان بھی وہ جس کا تعلق یہودی نسل سے ہو۔

آرمین کی دوبارہ آمد سے پہلے میں یہ سارے معاملات حل کر لینا چاہتا تھا۔ یہ اندازہ مجھے بخوبی ہو گیا تھا کہ ڈی ڈی جیوا بھی اسی فکر کا آدمی ہے اور آرمین ابھی اس کے منصوبے کو سمجھ سکا ہے۔ یہ بات بھی علم میں تھی کہ آرمین لاکھ بزنس مین سہی لیکن یہ کسی طور پسند نہیں کرے گا کہ وہ مشینری اور ٹیکنالوجی پاکستان منتقل ہو جائے۔ بہر حال یہ ایک دلچسپ پہلو تھا۔ میں نے پہلے ڈی ڈی جیوا سے ٹیلی فون پر گفتگو کی وہ تو میرا منتظر ہی تھا۔ کہنے لگا۔

”ہائی ڈیئر ہٹ مین کمو کیا رپورٹ ہے، تمہاری غیر موجودگی بڑی محسوس کر رہا ہوں۔“

”آپ نے ذمے داری ہی ایسی سپرد کر دی ہے مسٹر جیوا کہ مجھے شدید محنت کرنا پڑ رہی ہے۔“

”میں جانتا ہوں میرے دوست، لیکن محنت کا پھل بھی تو دیکھو دوست۔ ایک انسان پوری زندگی میں بھی اتنی کمائی کا تصور نہیں کر سکتا۔ میں عام انسان کی بات کر رہا ہوں مافیا کے کسی ایجنٹ کی نہیں۔“

”ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔ تو پھر اب آپ کا کیا پروگرام ہے؟“

”میرا اپنا پروگرام بھلا کیا ہو سکتا ہے، تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔“

”میں پہنچ رہا ہوں۔“

”کوئی امید افزا خبر ہے؟“

”ہاں لیکن ٹیلی فون پر بتانے کے لیے نہیں۔“

”میں خود بھی نہیں چاہتا کہ ٹیلی فون پر کوئی اس قسم کی گفتگو کی جائے۔ آجاؤ آسکتے ہو یا پھر میں؟“

”نہیں میں آرہا ہوں۔“ میں نے کہا۔ بس اتنی ہی گفتگو کافی تھی اس کے بعد میں ڈی ڈی جیوا کے پاس پہنچ گیا۔ ڈی ڈی جیوا نے پر تجسس انداز میں میرا استقبال کیا تھا، کہنے لگا۔

”یقیناً“ طویل غیر حاضری کے بعد تم کوئی ایسی ہی خبر لائے ہو گے جو ہمارے لیے کار آمد ہو۔“

”مسٹر جیوا میں نے حکومت پاکستان کے نمائندوں کو طلب کر لیا ہے جس میں ان کا انتظار کر رہا تھا۔ صورت حال ہی ایسی تھی۔ جو پیغام میں نے ان کے لیے بھیجا تھا وہ نہایت سنسنی خیز تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ شخص جو یہاں آیا ہے۔ حکومت پاکستان کا کوئی بہت ہی بڑا عہدے دار ہو گا اور لازمی امر ہے کہ اس کے ساتھ سیکرٹ ایجنٹ بھی ہوں گے ہمیں ہر طرح سے ہوشیار رہنا ہو گا ویسے ہمارے پاس ایک پوائنٹ ہے اگر یہاں وہ کسی قسم کی کوئی بد معاملگی کرتے ہیں تو حکومت اٹلی ان کے خلاف ایکشن لینے پر مجبور ہو جائے گی، میرا خیال ہے جو کچھ ہو گا وہ نہایت ایمان داری سے ہو گا۔“

”یہ بات میں بھی سمجھتا ہوں۔ میں نے بھی اس سلسلے میں بہت کچھ سوچا ہے بلکہ سوچا ہی نہیں جو ڈی ڈی جیوا نے کیا ہے۔“

”ابھی ان کے بارے میں۔ کوئی تفصیل نہیں بتا سکتا سوری۔“ ڈی ڈی جیوا نے بڑی صاف گوئی سے کہا اور میں حیرت سے اس کی صورت دیکھتا رہ گیا۔ مجھے اس بات کا اندازہ تھا کہ وہ معمولی شخصیت کا مالک نہیں ہے بہر طور ایک بزنس مین تھا اور بزنس مین بھی ایسا جو اربوں ڈالرز میں کھیلتا تھا پھر میں نے اس سے کام کی بات شروع کر دی۔ میں نے کہا۔

”نمائندے سے میری ہلکی پھلکی سی ملاقات ہو گئی ہے وہ یہاں پہنچ گیا ہے اور ہم لوگوں سے گفتگو کرنے کے لیے تیار ہے۔ ظاہر ہے یہ گفتگو میں آپ کی غیر موجودگی میں نہیں کر سکتا تھا۔ میری اس سے ٹیلی فون پر ہی گفتگو ہوئی ہے۔“

”تم نے اچھی طرح غور کر لیا ہے وہ پاکستانی نمائندہ ہی ہے۔ کہیں کوئی سازش تو نہیں ہو گئی ہمارے خلاف۔“

”مسٹر جیوا ایک بات کان کھول کر سن لیجئے جو کام آپ نے میرے سپرد کیا ہے اس کے لیے میں مکمل طور پر اپنے اختیارات چاہتا ہوں۔ اگر آپ نے کسی معاملے میں مداخلت کرنے کی کوشش کی تو پھر میرا اور آپ کا یہ معاملہ ختم ہو جائے گا۔ میں آپ کو کوئی نقصان تو نہیں پہنچاؤں گا، لیکن اس کے بعد جو کچھ کریں گے آپ اپنے طور پر کریں گے۔“

”ارے میں نے کون سا ایسا سوال کر دیا جس سے تمہیں اس ناگوار کیفیت کا احساس ہوا۔“

”آپ ہر قسم کے سوالات سے گریز کریں جب یہ معاملہ آپ نے میرے سپرد کر دیا ہے تو آپ کو بالکل خالی الذہن ہو جانا چاہیے اور بہتر ہے کہ آپ اس سلسلے میں بہت زیادہ مشکل پسندی کا اظہار نہ کریں۔“

”اوکے اوکے اگر میری کوئی بات تمہیں بہت زیادہ ناگوار گزری ہے تو میں اس کے لیے تم سے معافی کا خواستگار ہوں۔“

”تو پھر اب ہمیں اپنے پروگرام کے پہلے حصے پر عمل کر لینا چاہیے۔“

”یعنی؟“ ڈی ڈی جیوا نے سوال کیا۔

”مارشل لارا کا اغوا۔ ہم یہ ریسک بالکل نہیں لے سکتے کہ مارشل لارا منظر عام پر رہے۔ یہ بات تو آپ کے علم میں ہو گی کہ مارشل لارا بہر حال حکومت پاکستان سے رابطے رکھتا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ آپس میں مل لیں ابھی تک تو جو صورت حال ہوئی ہے وہ ذرا مختلف ہے لیکن بعد میں ان پاکستانی نمائندوں سے یہ توقع رکھی جاسکتی ہے کہ ان سلسلے میں وہ فوری طور پر مارشل لارا سے ملاقات کر لیں۔“

”اوہو یہ بات تو پہلے ہی ہمارے درمیان طے ہو چکی تھی کہ مارشل لارا کو ان لوگوں کی آمد کے بعد ایک لمحے بھی تنہا نہیں چھوڑنا ہے۔“

”یہی میں کہہ رہا ہوں آپ سے۔ ہمیں اب اپنا کام کر لینا چاہیے۔“

”فورا“ فورا۔“

”تم نے اس رہائش گاہ کا بندوبست تو کر لیا ہے نا جہاں تم مارشل لارا کو قید رکھو گے۔“

”ہاں۔ مافیا کے ارکان اس کے اغوا کے لیے بھی تیار ہیں اور اب سے تھوڑی دیر کے بعد ہم اسے اغوا کر لیں گے۔“

”اگر میں تمہارے ساتھ رہوں تو؟“

”کوئی حرج نہیں۔ میں نے آپ سے پہلے بھی کہہ دیا تھا کہ میں اس سلسلے میں آپ کو اپنے ساتھ رکھوں گا۔“

میں نے یہیں سے مارشل لارا کو ٹیلی فون کیا۔ وہ گھر میں ہی تھا۔ میں نے اس سے کہا۔

”مالی ڈیئر مسٹر لارا ایک انتہائی ضروری کام آپڑا ہے، آپ سے۔ کیا آپ گرین نائٹ کلب آنا پسند کریں گے۔“

”خیریت۔ کیا بات ہے میرے دوست۔“ مارشل لارا نے سوال کیا۔

”بہتر یہ ہو گا کہ آپ اپنی مسز کے ساتھ یہاں آجائیں۔ ایک اتنا ہی اہم مسئلہ ہے۔“

”تم کہہ رہے ہو تو میں پہنچتا ہوں۔“

”گرین نائٹ کلب۔ میں گیٹ پر ہی آپ کا انتظار کروں گا۔“

”اوکے اوکے۔ تم نے مجھے متحسّس کر دیا ہے۔ کوئی خاص بات ہے کیا۔“

”گڈ بائے مسٹر لارا۔ براہ کرم آپ تشریف لے آئیے۔“ میں نے کہا اور اس کے بعد فون بند کر دیا۔

ڈی ڈی جیوا مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا پھر اس نے کہا۔

”یہ ہم پتہ تھا۔ تمہارے علاوہ کوئی نہیں کر سکتا تھا تم نے اس شخص پر اس طرح اپنے چبھنے والے لے لیے ہیں کہ اگر تمہارے چنگل سے نکلنا ممکن نہیں رہا ہے۔ وہ تمہاری ہر بات پر ماتحت بند کر رہا ہے۔ کام کرنا ہی ہو گیا ہے۔“

”اب یہاں کون سا شخص ہے؟“ میں نے اپنے آدمی کو ہدایت دیے دیتا ہوں۔“ اور پھر وہیں سے میں نے مارشل لارا کو مافیا کے ارکان سے گفتگو کی، جو ایک مخصوص جگہ مقیم تھے اور میں

نے ان کے لیے معقول بندوبست کر دیا تھا۔ تھوڑا سا وہ میرے منصوبے سے آگاہ تھے، بس مجھے یہ کہنا پڑا کہ گرین نائٹ کلب کے اطراف میں تمام انتظامات کے بعد پہنچ جائیں۔ انہیں دو افراد کو اغوا کرنا ہے جن میں ایک عورت ہے اور ایک مرد اور اغوا کرنے کے بعد انہیں اس جگہ لے جانا ہے جہاں کے بارے میں انہیں ہدایت کر دی گئی ہے حالانکہ وہ لوگ بھی اس مکان میں مقیم تھے لیکن ڈی ڈی جیوا کے سامنے الفاظ میں کچھ تبدیلیاں کرنا پڑی تھی۔ بہر طور اس تمام کارروائی سے میں پوری طرح مطمئن تھا اور ڈی ڈی جیوا بھی خوش نظر آ رہا تھا۔ بعد میں ہم جیوا ہی کی کار میں بیٹھ کر چل پڑے جو اس نے ہوٹل سے حاصل کی تھی۔

ڈی ڈی جیوا بڑا متحسّس نظر آ رہا تھا کہنے لگا۔ ”یقین کرو۔ میں نے بہت سے الٹ پھیر دیکھے ہیں۔ کاروباری زندگی میں بھی بہت سے داؤ تپتے ہیں لیکن یہ ایک نئی ہی دنیا ہے اور اس بار میرا واسطہ جن حالات سے پڑا ہے زندگی میں کبھی میں نے ان حالات کا سامنا نہیں کیا۔“

میں خاموشی سے کار ڈرائیو کرتا رہا۔ گرین نائٹ کلب کا حوالہ میں نے بلاوجہ نہیں دیا تھا۔ وہ ایک ایسے علاقے میں واقع تھا جو قدرے ہنسنا تھا اور وہاں کسی قسم کی کارروائی میں مداخلت کا کوئی خطرہ نہیں رہتا تھا۔

شام کے سائے فضا میں اتر آئے تھے اور تاریکیاں تیزی سے پھیلتی جا رہی تھیں۔ میں نے اپنی دانست میں یہ کوشش کی تھی کہ مارشل لارا کے پہنچنے سے پہلے ہی وہاں پہنچ جاؤں اور اس میں مجھے کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ ہم کلب کے بڑے گیٹ سے تھوڑے فاصلے پر ایک ایسی جگہ رک گئے جہاں سے ہم کلب کے گیٹ کے سامنے ہونے والی تمام کارروائیوں کا جائزہ لے سکتے تھے۔ ڈی ڈی جیوا بہت متحسّس نظر آ رہا تھا اور اس کی آنکھیں پلکیں چھپکانا بھول گئی تھیں اس کی نگاہیں گیٹ کی جانب لگی ہوئی تھیں، جب چند لمحات گزر گئے تو اس نے کہا۔

”کہیں وہ کلب میں داخل تو نہیں ہو گیا۔ خاصی دیر پہلے تم نے اسے ٹیلی فون کیا تھا؟“

میں نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھ کر کہا۔ ”ابھی معلوم کیا جیتا ہوں

اگر ایسی کوئی بات ہے تو۔“ اور اس کے بعد میں نے ٹرانسمیٹر پر اپنے آدمیوں کو کال کیا جن کا تعلق مافیا سے تھا اور جو یقینی طور پر اطراف میں کہیں پوشیدہ ہوں گے، مجھے فوراً ہی جواب مل گیا۔

”لیس چیف!“

”کیا مارشل لارا کلب پہنچ چکا ہے۔“

”نہیں چیف ابھی نہیں۔“

”تمہیں یقین ہے؟“

”جی چیف بالکل۔“ دوسری طرف سے جواب ملا۔

”اوکے ہوشیار رہو۔“ میں نے کہا اور ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔ دوسری طرف سے آنے

والی آوازیں ڈی ڈی جیوانے بھی سنی تھیں اور وہ بھی مطمئن ہو گیا تھا۔

یہ گفتگو ختم ہونے زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ میں نے مارشل لارا کی کار آتے

ہوئے دیکھی۔ شازبیہ اس کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ غالباً ڈی ڈی جیوانے بھی اسے دیکھ

لیا اور اس نے میرے بازو کو ٹھوکا دیا۔ میں نے پراسرار انداز میں گردن ہلائی۔ مارشل لارا

کی کار کلب کی عمارت کے پاس پہنچی ہی تھی کہ میرے دو آدمی کہیں سے نکل کر اس کے

قریب پہنچ گئے غالباً وہ مارشل لارا سے کچھ گفتگو کر رہے تھے پھر اچانک ہی میں نے مارشل

لارا کو کار سے اترتے ہوئے دیکھا۔ طے یہی کیا گیا تھا کہ اس کی کار کو کلب کی عمارت میں

داخل نہ ہونے دیا جائے مارشل لارا جھگڑا لو سے انداز میں ان لوگوں سے کچھ گفتگو کرنے

لگا لیکن اسے یہ اندازہ نہیں ہوا تھا کہ مزید دو آدمی عقب سے اس کے قریب پہنچ گئے

ہیں۔ شازبیہ کی ہلکی سی چیخ سنائی دی تھی لیکن عقب سے آنے والوں میں سے ایک نے

شازبیہ کو سنبھال لیا تھا اور دوسرے نے کلوروفارم میں بھیجا ہوا رومال عقب ہی سے ہاتھ

ڈال کر مارشل لارا کی ناک سے لگا دیا تھا۔ پلک جھپکتے میں دونوں کو بے ہوش کر لیا گیا یہ

کام چونکہ مافیا کے تربیت یافتہ آدمی کر رہے تھے اس لیے ان کے انداز سنے تلے تھے۔

دونوں کو بے ہوش کر لیا گیا پھر کسی جانب سے ایک کار اشارت ہو کر پہنچی اور مارشل لارا

کو کار کے عقبی حصے میں بٹھالیا گیا۔ پہلے آنے والے دو آدمیوں نے شازبیہ کو اس کی کار

سے نکالا اور اسے کار میں بٹھادیا پھر انہی میں سے ایک مارشل لارا کی کار میں بیٹھا اور اس

نے کار اشارت کر کے کلب کی عمارت کے بائیں جانب ایک ایسی جگہ کھڑی کر دی جہاں کسی کو اس کار پر شبہ نہیں ہو سکتا تھا۔ دوسری کار جس میں مارشل لارا اور شازبیہ کو بے ہوش کر کے ڈال دیا گیا تھا۔ اشارت ہو کر چل پڑی۔ ڈی ڈی جیوانے آنکھیں خوف و حیرت سے پھٹی ہوئی تھیں اس کا منہ بند تھا اور وہ اس تمام کارروائی کو کس قدر حیرت و خوف سے دیکھ رہا تھا۔ میں نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی اور اس کے بعد اپنی کار اشارت کر دی۔ میری کار اس کار کے پیچھے چل پڑی۔ جس میں مارشل لارا کو اغوا کر کے لے جایا جا رہا تھا۔ بہت دیر کے بعد ڈی ڈی جیوانے زبان کھلی۔

”مائی گاڈ۔ مائی گاڈ۔ میں آج اپنی آنکھوں سے مافیا کے کارکنوں کو مصروف عمل دیکھ

رہا ہوں بلاشبہ یہ لوگ بڑے پھرتیلے اور اعلیٰ کارکردگی کے مالک ہوتے ہیں۔“

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ کار ڈریو کرتے ہوئے میں نے ٹرانسمیٹر آف کیا اور

پھر مافیا کے آدمیوں کو کال کرتے ہوئے بولا۔

”سنو مارشل لارا کی کار کو کلب کی عمارت کے پاس مت چھوڑنا۔ مارشل لارا

کے مکان پر چھوڑ کر آؤ، اگر کوئی وہاں تم سے سوال کرے تو جواب دے، ہٹا کر مارا لے

کار واپس بھیجی ہے اور یہ بات وہ خود ہی جانتا ہے۔ اس نے کار کیوں واپس بھیجی ہے۔“

”لیس چیف۔“ دوسری طرف سے جواب ملا اور میں نے ٹرانسمیٹر کا سلسلہ منقطع کر

دیا۔ جیوانے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”ہاں اگر کار مشکوک حالت میں وہاں بلی حاتی تو متامی پولیس اس کی جانب متوجہ

ہو سکتی تھی۔ یہ تم نے بہت اچھا کیا۔“

میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ خاموشی سے میں اس کار کا پیچھا کرتا رہا۔ تھوڑی

دیر کے بعد جب ہمارا اس عمارت کے پاس پہنچ گئی جو میں نے حاصل کی تھی تو میں نے

مکان کا ساٹا لیا۔ جس تک تمام کارروائی نہایت مناسب طریقے سے ہو گئی تھی۔ اس

مکان میں داخل ہو کر مافیا نے آدمیوں کو ہدایت دینے میں کوئی قیاحت نہیں تھی۔ چنانچہ

جب وہ لوگ مارشل لارا اور شازبیہ کو لے کر اندر داخل ہوئے تو میں بھی ڈی ڈی جیوانے کے

ساتھ مکان میں داخل ہو گیا تھا۔ ان دونوں کو ایک بستر پر لٹا دیا گیا۔ مافیا کے پانچ افراد اس

وقت یہاں موجود تھے۔ دو اسی کار میں ساتھ آئے تھے اور باقی تین ایک دوسری کار میں

یہاں تک پہنچے تھے۔ ان لوگوں نے نہایت معقول ہندو بست کر رکھا تھا اور اس کے لیے ان کو کوئی ہدایت دینے کی ضرورت نہیں تھی۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ جو کام ان کے سپرد کیا گیا ہے وہ انہیں کس طرح سرانجام دینا ہے۔

”غرض یہ کہ اس تمام کارروائی کو میں نے نہایت مطمئن انداز سے دیکھا۔ مانیا کے آدمیوں کو میں نے ہدایت کی۔“

”تم لوگ یہاں رہو گے اور ان پر نگاہ رکھو گے لیکن ایک بات کا خاص طور سے خیال رکھنا وہ یہ کہ انہیں کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔ مارشل لارا کوئی معمولی آدمی نہیں ہے۔ وہ یہاں سے نکلنے کی جدوجہد کر سکتا ہے اور اس کے لیے تم سے جنگ بھی کر سکتا ہے کیونکہ ایک مضبوط آدمی ہے اس کے باوجود میں یہ نہیں چاہتا کہ اسے ذرہ برابر جسمانی نقصان پہنچے اس کے لیے بہتر طریقہ کار یہی ہے کہ تم مکمل طور سے محتاط رہو اگر وہ فرار کی کوشش بھی کرے تب بھی تم اسے زخمی کرنے کے بجائے بے ہوش کر کے قابو میں کرو گے۔ اس بات کا خاص طور سے خیال رکھا جائے۔“ واپسی میں میں نے مسٹر جیوا سے کہا۔

”اصل میں ہمیں چونکہ مارشل لارا سے آگے کام لینا ہے اس لیے ہم اس پروگرام کو لیٹ نہیں کرنا چاہتے آپ میرا مطلب سمجھ رہے ہیں نا مسٹر جیوا؟“

”نہیں سمجھ سکا۔“ جیوا نے احمقانہ انداز میں کہا۔

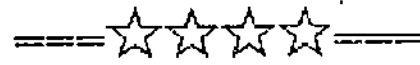
”مارشل لارا اگر زخمی ہو گیا تو وہ پاکستان روانگی کا پروگرام آگے بڑھ سکتا ہے اور آپ کو اندازہ ہے مسٹر جیوا کہ ہم اس پروگرام کو لیٹ نہیں کر سکتے مجھے بہر حال آرمن کا کام سرانجام دینے کے بعد ہیڈ کوارٹر کو رپورٹ کرنا ہے۔“

”میں جانتا ہوں اچھی طرح جانتا ہوں تمہاری کارکردگی سے پوری طرح مطمئن بھی ہوں اور یقیناً کہہ کہ اگر تم نے مجھ سے آئندہ روابط رکھے تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اپنے وطن پہنچنے کے بعد میں تمہیں کچھ دوسرے کام بھی تمہارے سپرد کروں۔ کیا ایسے خات میں تم مجھے دستیاب ہو سکتے ہو؟“

”کیوں نہیں مسٹر جیوا؟“ میں نے دل ہی دل میں مسکراتے ہوئے کہا۔ میں یہ سوچ رہا تھا کہ مسٹر جیوا اصل صورت حال تو تمہیں بعد ہی میں معلوم ہوگی کہ میں آپ کو کہاں

کہاں دستیاب ہو سکتا ہوں۔

بہر حال مسٹر جیوا کو ان کی رہائش گاہ پر چھوڑنے کے بعد میں نے ان سے اجازت طلب کی اور وہاں سے واپس چل پڑا۔ چلتے ہوئے مسٹر جیوا نے مجھ سے کہا تھا کہ اب اس سے کب ملاقات ہوگی تو میں نے کہا ظاہر ہے اس میں بہت دیر نہیں لگے گی پاکستان سے آنے والے نمائندوں سے رابطہ قائم کر کے میں فوری طور پر میٹنگ کا بندوبست کروں گا۔ جیوا نے متحس انداز میں گردن ہلا دی تھی۔



بہر حال یہ رات پر سکون گزری، رشید ناگی سے ٹیلی فون پر رسمی گفتگو ہوئی تھی اور میں نے اس سے کہا تھا کہ ہو سکتا ہے کل کا دن اس سلسلے میں اہمیت کا حامل ہو۔ ٹیلی فون پر اس سے زیادہ اور کوئی گفتگو نہیں کی جاسکتی تھی۔

دوسرے دن میں نے تمام نوک ملک سنوارنے کے بعد مسٹر جیوا کو فون کیا اور کہا کہ کیا وہ اس ملاقات کے لیے تیار ہیں؟

مسٹر جیوا نے کہا۔ ”ہاں بالکل، بھلا اس میں مجھے کیا دشواری ہو سکتی ہے۔“

”جگہ کا انتخاب؟“

”کیا میرا وہ کمرہ بہتر نہیں رہے گا؟ جو میں نے الگ سے حاصل کیا ہے۔ اگر تم مناسب سمجھو تو انہیں وہیں کا پتہ دے دو۔“

”میں انہیں ساتھ لے کر آؤں گا، کیونکہ راستے کا کوئی رسک نہیں لے سکتا۔“

”بہتر ہے۔ تو پھر ٹائم بتا دو۔“

”شام کو سات بجے آپ اپنے اس کمرے میں میرا انتظار کریں گے۔“

”ٹھیک ہے۔“ ڈی ڈی جیوا نے جواب دیا۔

میں ان گفتگو کے بعد مطمئن ہو گیا تھا۔ رشید ناگی کے ساتھ ان دونوں نمائندوں کو بھی میں نے ساتھ ہی رکھا تھا۔ میرے شناسا آدمی تھے لیکن یہ بات نہیں جانتے تھے کہ میں ہی دانش منصور ہوں۔ اب تو دانش منصور کو خود میں بھی اپنے ذہن سے نکال بیٹھا تھا۔ ان دونوں ہٹ مین ریگو بنا ہوا تھا یوں احساس ہو رہا تھا جیسے یہ میرا پیدا کنشی نام ہے لیتھ

اشمیر کی حیثیت سے تھا تو وہاں اپنے آپ کو لیتھ اشمیر سمجھنے کے لیے شدید محنت کرنا پڑی تھی۔ ہٹ مین ریگو کی حیثیت سے بہر طور میں اپنے طور پر کام کر رہا تھا۔

ٹھیک سات بجے میں نے رشید ناگی اور ان دو نمائندوں کے ساتھ ڈی ڈی جیوا کے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔ ڈی ڈی جیوا شاید گھڑی دیکھ کر دروازے کے پاس ہی آکھڑا ہوا تھا۔ اس نے دروازہ کھولا اور سنسنی خیز نگاہوں سے مجھے اور میرے ساتھ آنے والوں کو دیکھنے لگا پھر پیچھے ہٹ گیا۔ عجیب سا آدمی تھا کارکردگی ایسی شیطانی کہ آدمی سوچے تو حیران رہ جائے لیکن انداز بالکل عام سے لوگوں کا سا تھا۔ غرض یہ کہ بڑی عجیب سی کیفیت تھی اس کی۔ میں نے رشید ناگی کا تعارف کرایا، اور اسے رشید خان کے نام سے متعارف کراتے ہوئے کہا کہ یہ حکومت پاکستان کے نمائندے ہیں اور انہیں تمام صورت حال بتادی گئی ہے۔ ڈی ڈی جیوا نے خاطر مدارات کرنے کی کوشش کی لیکن میں نے یہاں اس کی مخالفت کرتے ہوئے کہا۔

”نہیں مسٹر جیوا۔ جب کام کی باتیں ہوتی ہیں تو فضولیات سے گریز کیا جاتا ہے۔“

”بس اصل میں رشید خان صاحب بھی اس خطے سے تعلق رکھتے ہیں جس سے میرا تعلق ہے اور حقیقت یہ ہے مسٹر ہٹ ریگو کہ آپ ہم لوگوں کی روایتی مہمان نوازی کو نہیں جانتے ہم لوگوں کے ہاں بس یہی ایک بنیاد ہے باقی سب بعد کی باتیں ہیں۔“

”میں چاہتا ہوں کہ صرف کام کی باتیں کی جائیں اور فضول باتوں سے گریز لیا جائے۔ آپ کا کیا خیال ہے کیا یہ مناسب نہیں ہے۔“

”ہاں ہے تو مناسب۔ خیر چھوڑیے ان باتوں کو اب کام کی باتوں پر آجائیے۔“

”یہی میں چاہتا ہوں۔“ میں نے کسی قدر خشک لہجے میں کہا۔

”آپ نے میرے بارے میں ان کو بتا دیا ہو گا مسٹر ہٹ مین ریگو کہ میں کیا چاہتا ہوں؟“

”آپ اپنے طور پر وہ تمام تفصیلی گفتگو کیجئے مسٹر جیوا جو آپ ان سے کرنا چاہتے ہیں۔“

”تو پھر رشید خان صاحب آپ یہ سمجھ لیجئے کہ مارشل لارا جو کارروائیاں کر رہا تھا اس کا پارٹنر آرمن ان کارروائیوں سے بخوبی واقف ہو گیا تھا۔ آرمن سے آپ کی اس

مشینری اور ان سترہ آدمیوں کا سودا میرے ہاتھ ہو گیا، میں ایک بزنس مین ہوں، میں نے دل میں یہ سوچا کہ کروڑوں ڈالر خرچ کرنے کے بعد میں جو مشینری حاصل کر رہا ہوں اور جن سترہ آدمیوں کو اپنے ساتھ لیے جا رہا ہوں، وہ نہ میرے کسی کام کے ہیں اور نہ میرے دلش کے کسی کام کے۔ ہاں بس میرے دلش کو اتنا فائدہ ہو سکتا ہے ان سے کہ پاکستان کو جو شاندار ٹیکنالوجی مل رہی ہے وہ اس کے ہاتھوں سے چھن جائے گی اور اس کا منصوبہ نامکمل ہو جائے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی اس کے سترہ قیمتی آدمی ضائع ہو جائیں گے، یہ کارروائی کرنے کے لیے میں نے اتنی بڑی رقم خرچ کرتے ہوئے جب غور کیا تو مجھے اندازہ ہوا کہ دلش بھگتی سے زیادہ اپنی بھگتی بہتر رہتی ہے اگر حکومت پاکستان کو یہ ٹیکنالوجی اور اس کے آدمی سلامتی کے ساتھ مل جائیں تو یقینی طور پر وہ اس کے لیے بھاری رقم خرچ کرنے پر آمادہ ہو جائے گی اور میں دو چار پیسوں کا دھندا کروں گا۔ یہ سوچ کر میں نے مسٹر ہٹ مین ریگو سے اس سلسلے میں گفتگو کی اور انہوں نے آپ سے رابطہ قائم کر لیا۔ دیکھو مہاراج بات دراصل یہ ہے کہ اگر میں نے تمہارے ان سترہ آدمیوں اور اس نامکمل مشینری کو اپنے دلش کے حوالے کر دیا تو اس کے بدلے میں اپنے دلش کے نیتاؤں سے ایسی مراعات حاصل کر سکتا ہوں جو میرے ان پیسوں کا بدلہ چکا دے۔ مثلاً، زمینیں ہیں، فارم ہاؤسز ہیں اور اس قسم کے امپورٹ لائسنس ہیں جو مجھے بڑا فائدہ دے سکتے ہیں اس کے بعد میں ایک دلش بھگت کی حیثیت سے مشہور ہو جاؤں گا۔ اتنا بڑا کام کر کے اپنے وطن پہنچوں گا۔ گھانا مجھے اس وقت بھی نہیں رہے گا لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ اگر منافع ہاتھ کے ہاتھ ہو جائے تو کوئی حرج نہیں ہے اور اس کے لیے میں اپنے دلش سے غداری کر کے یہ ٹیکنالوجی تم لوگوں کے ہاتھ فروخت کرنا چاہتا ہوں۔“

”مسٹر ڈی ڈی جیوا۔ ہم آپ کے اس اقدام کے بارے میں یہ نہیں کہیں گے کہ یہ غلط ہے یا صحیح۔ ہمارے اپنے نزدیک بے شک صحیح ہے، لیکن آپ اس پر اپنی اجارہ داری کیسے رکھتے ہیں۔ کیا آپ یہ بتانا پسند کریں گے؟“

”کیا یہ بات آپ کو مسٹر ہٹ مین ریگو نے نہیں بتائی؟“

”ہم آپ سے سننا چاہتے ہیں، کیونکہ مسٹر ہٹ مین ریگو نے ہم سے یہ بات کہہ دی ہے کہ اس سلسلے میں مکمل کارروائی آپ ہی کریں گے۔“

”تو پھر بھائیو، سنو، مارشل لارا اپنا یہ ساز و سامان لے کر پاکستان جائے گا لیکن وہ پاکستان پہنچ نہیں سکے گا۔ ہم درمیان ہی میں اسے ٹریپ کر لیں گے کیونکہ یہ سودا ہم نے طے کیا ہے۔ چونکہ یہ کام مافیا کے ذمے تھا اور مافیا کے رکن مسٹر ہٹ مین ریگو اپنی نگرانی میں یہ کام سرانجام دے رہے تھے۔ اس لیے یہ ذمے داری ان پر ہی آپڑتی ہے کہ کس طرح وہ اس سودے کو مکمل کرائیں گے؟“

میں نے اب مداخلت کرنا ضروری سمجھا اور خشک لہجے میں رشید ناگی سے بولا۔
”دیکھیے مسٹر رشید خان۔ ہو سکتا ہے آپ اپنے وطن میں بہت بڑی شخصیت کے مالک ہوں لیکن مافیا کی جانب سے یہ بات طے کر لی گئی ہے کہ یہ کارروائی آرمن ہی کے خیال کے مطابق ہوگی اور جس طرح وہ چاہتا ہے اسی طرح ہوگا آرمن یہودی نژاد ہے اس نے ڈی ڈی جیوا سے سودا کر لیا اور اب یہ سمجھ لیجئے کہ آرمن ہی کی خواہش پر میری یہ ذمہ داری ہے کہ مسٹر ڈی ڈی جیوا کو اس مشینری اور ان آدمیوں کے ساتھ ان کے وطن پہنچا دوں۔ مسٹر جیوا کی خواہش تھی کہ میں آپ سے گفتگو کروں اور اس کے لیے ایک مناسب سودے کا بندوبست کر لیا جائے اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ اس معاملے میں کوئی مداخلت کر سکتے ہیں تو بے شک آپ کے اپنے وسائل ہوں گے لیکن ایک بات آپ اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ یہ منصوبہ اس انداز میں مکمل نہیں ہو سکے گا۔ ہم لوگوں نے بھی کچی گولیاں نہیں کھیلی ہوئی ہیں۔ ہمیں پتا ہے کہ ہم کس طرح آپ کی کسی بھی سازش کو ناکام بنا سکتے ہیں۔“

”آئی ایم سوری مسٹر ریگو، میں یہ بات اچھی طرح جانتا ہوں اور اگر نہ جانتا تو اس طرح آپ سے گفتگو کرنے کے لیے یہاں نہ پہنچ جاتا۔ یہ تمام باتیں میں نے اس لیے کی ہیں کہ جو سودا ہم آپ سے کرنے والے ہیں کیا ہمیں اس کے لیے مکمل تحفظ بھی حاصل ہوگا۔“

”ہاں۔ مسٹر ڈی ڈی جیوا کی خواہش پر یہ تمام سامان مارشل لارا اور اس کی بیوی کے ساتھ اسی طرح آپ کے وطن پہنچے گا جس طرح آپ پسند کریں گے، مسٹر ڈی ڈی جیوا کو بس اس سلسلے میں آپ کو معاوضے کی ادائیگی کرنا ہوگی۔“
”تو پھر میں اس معاوضے کا تعین چاہتا ہوں۔“

”نہیں غور کر لیجئے سوچ لیجئے کیا آپ ہر طرح سے اس معاہدے کی تکمیل کے لیے تیار ہیں۔“

”میرے وطن نے مجھے تمام اختیارات دے کر بھیجا ہے اور میں اس سودے کو آپ سے کر سکتا ہوں۔“

”تو پھر بھائی یہ بات سمجھ لو کہ باقی ساری چیزوں کی کوئی قیمت نہیں ہوتی لیکن تمہارے سترہ آدمیوں کا جیون بڑا قیمتی ہے اسے بچانے کے لیے تمہیں ہر طرح کی قربانی دینا ہوگی۔“

”آپ معاوضے کا تعین کیجئے۔“

”سچاس کروڑ ڈالر۔ اس سے ایک پائی کم نہیں ادا ہوگی سونے کی شکل میں ہوگی اور اس میں بھی کوئی تبدیلی ممکن نہیں۔“ ڈی ڈی جیوانے کہا اور رشید ناگی سوچ میں ڈوب گیا۔ اس نے اپنے دو آدمیوں کی طرف دیکھا۔ دیر تک الجھا رہا اور اس کے بعد بولا۔

”مسٹر جیوانا اس میں کوئی کمی بیشی؟“

”پہلے ہی کہہ چکا ہوں پورا غور و خوض کرنے کے بعد میں نے یہ فیصلہ کیا ہے میرے اپنے بھی مسائل ہیں جنہیں سامنے رکھنا ہے۔“

”طریقہ کار کیا ہوگا۔ کیا اس میں کوئی ایسی چیز بھی ہو سکتی ہے جس سے ہمیں کوئی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو، مزید یہ مسٹر جیوانا کہ کیا یہ کوئی سازش بھی ہو سکتی ہے اس کا تعین سب سے پہلے کر لینا ضروری ہے۔“

”منصوبہ ہمارے پاس ہے اس میں کوئی تبدیلی اگر تم کرنا چاہو تو ہمیں اس پر اعتراض نہیں ہوگا۔ ایک بات دماغ میں ضرور رکھو۔ میں ایک کاروباری آدمی ہوں سودا ہمیشہ ایمانداری سے کرتا ہوں باقی سب بعد کی باتیں ہیں۔ پہلے یہ بتاؤ کہ کیا تمہیں یہ رقم منظور ہے۔“

”منصوبہ کیا ہے؟“

”نہیں۔ وہ نہیں بتایا جائے گا۔ رقم کی منظوری دو گے اور ایڈوانس ادا کر دو گے تو بات ہو سکتی ہے۔“

”ایڈوانس ممکن نہیں ہے مسٹر جیوانا۔ البتہ آپ سے آپ کی پسند کے مطابق ایسا

معاہدہ کیا جاسکتا ہے جو آپ کے حق میں ہو۔ باقی ادائیگی کا جہاں تک مسئلہ ہے جب ہم تعین کر لیں گے تو ادائیگی آپ کی پسند کے مطابق ہو جائے گی۔“

”تو پھر تعین کر کے بتاؤ۔ باقی ساری باتیں بعد میں۔“

”ٹھیک ہے، ہمیں منظور ہے۔“ رشید ناگی نے جواب دیا۔

”تو پھر ہاتھ ملاؤ، کیونکہ اس معاہدے کی تکمیل کے بعد ہم چاہے دو ملکوں سے تعلق رکھتے ہیں لیکن کاروباری دوست بن گئے ہیں۔“ رشید ناگی نے ہاتھ آگے بڑھا دیا تھا۔ دونوں نے پر تپاک مصافحہ کیا پھر جیوانے مجھ سے کہا۔

”اس کے بعد آپ کا کام شروع ہوتا ہے مسٹر ہٹ مین ریگو۔“

”رشید خان جانتے ہیں کہ اس معاہدے کی نوعیت کیا ہے۔ یہ سارا کام مافیا کی نگرانی میں ہو رہا ہے۔ اس میں کسی قسم کی بد عمدی مافیا کے خلاف تصور کی جائے گی اور اگر ایسا کیا گیا تو مافیا آپ کے خلاف سرگرم عمل ہو جائے گی۔“

”میں جانتا ہوں مسٹر ریگو۔“ ناگی نے کہا۔

”محتاج صرف یہ نہ ہوں گے کہ ہم وہ مشینری اور آپ کے سترہ آدمیوں کو ختم کر دیں گے بلکہ آپ کی حکومت کو شدید نقصانات سے دو چار ہونے کے علاوہ مسٹر جیوانا کو وہ سب کچھ ادا کرنا پڑے گا جس کا معاہدہ آپ نے کیا ہے۔“ میں نے پتھر پلے لہجے میں کہا اور ناگی نے بہترین اداکاری کرتے ہوئے کہا۔

”خیر۔ آپ ہمیں دھمکیاں نہ دیں۔ ہم بھی موم کے بنے ہوئے نہیں ہیں۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ حکومتی سطح پر ہونے والے اس معاہدے کی پوری پاسداری کی جائے گی۔“

”ہمارا بنیادی مقصد یہی ہے۔“

”کیا اب میں یہ پوچھ سکتا ہوں کہ اس ساری کارروائی کا طریقہ کار کیا ہوگا، کیا ہمیں نیپلز سے یہ مشینری اور اپنے آدمی پاکستان منتقل کرنے کا بندوبست کرنا ہوگا؟“

”نہیں مسٹر رشید خان، جس طرح آپ کے مفادات کے لیے کام کرنے والا یہ شخص جس کا نام مارشل لارا ہے آپ کے لئے کام کرتا رہا ہے بالکل اسی بنیاد پر سارا کام ہوگا۔ مارشل لارا کا منصوبہ لازمی امر ہے کہ آپ کے علم میں ہو گا وہ مشینری کے بقیہ حصے

کے ساتھ آپ کے سترہ آدمیوں کو لے کر آپ کے وطن روانہ ہونے والا ہے اور اس کے لیے اس نے انتظامات شروع کر دیے ہیں، بالکل اسی طرح وہ یہ سب کچھ لے کر روانہ ہو گا لیکن آپ کو یہ سمجھنے میں ذرا بھی تاثر نہیں کرنا چاہیے کہ اس کا یہ سفر مکمل طور سے ہمارے کنٹرول میں ہو گا ہم اس کے لیے لے لے کے نگرانیوں کے اور جس طرح وہ یہ سب کچھ منتقل کرنے کا منصوبہ بنائے گا یوں سمجھ لیجئے کہ اس کا یہ سارا منصوبہ ہماری زد میں ہو گا، کھلے سمندر میں یہ سب کچھ تباہ و برباد کر کے مشینری اور انجینئر ہم اپنے قبضے میں لے سکتے ہیں، اس کا معقول بندوبست کر لیا گیا ہے بلکہ آپ یہ سمجھ لیجئے کہ اس ساری کارروائی کے کئی سوڈے ہو چکے ہیں۔ چونکہ کی ضرورت نہیں مسٹر رشید خان، بین الاقوامی امور میں بے شمار کام اسی انداز میں ہوا کرتے ہیں ان پر حیرت تو بے شک ہوتی ہے لیکن ان کی حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا، یہ سارا منصوبہ مکمل طور سے مافیا کے کنٹرول میں ہے اور یوں سمجھ لیجئے کہ یہ سب کچھ ہمارے رحم و کرم پر ہے، ایسی صورت میں بہتر ہے کہ یہ سب کچھ ضائع کرنے کے بجائے اس کے لیے ایک منصفانہ سودا کر کے بات ختم کر دی جائے۔“

”شاید آپ کو اس بات کا علم نہیں ہے مسٹر ہٹ مین ریگو کہ ہمارا تعلق کون سے ملک سے ہے، ہم اگر یہ سودا نہ کرنا چاہتے تو مافیا ہمیں کسی طور مجبور نہیں کر سکتی تھی۔ کامیابی یا ناکامی وقت کا فیصلہ ہوتی ہے ہم اپنی کارروائی جس طرح بھی ممکن ہو سکتا کرنے کی کوشش کرتے چنانچہ احمقانہ دھمکیاں دینے کے بجائے صرف وہ گفتگو کیجئے جو ہم دونوں کے درمیان تلخی بھی نہ پیدا کر سکے اور ہمارا کام ہو جائے۔“ رشید ناگی نے تیوریاں چڑھا کر کہا اور میں نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیے۔

”نہیں مسٹر رشید خان ان تمام باتوں کو بتانے کا مقصد یہ نہیں ہے کہ آپ کے جذبات کو ٹھیس پہنچائی جائے، ہر حال آپ نے یہ سوال کیا ہے کہ یہ ساری ڈینگ کس طرح ہوگی تو بس آپ یوں کیجئے کہ کھلے سمندر میں بغیر کسی سازش کے ہمارے معاوضے کا بندوبست کر دیجئے اور بین الاقوامی سمندر میں یہ سب کچھ اپنے جہاز پر منتقل کر لیجئے، بہت آسان سا طریقہ ہے بات ختم ہو جائے گی۔“

رشید ناگی پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگا تھا۔

”کوئی جگہ ہوگی؟“

”آپ کے ملک سے قریب ترین، لیکن ایک بار پھر وہی بات کہی جائے گی کہ کسی قسم کی بد معاملگی برداشت نہیں کی جائے گی، میں دوبارہ یہ بات کہنے کے لیے معافی چاہتا ہوں آپ سے، اور اب آخری مرحلہ رہ جاتا ہے ظاہر ہے ہم سارے معاملات طے کرنے کے بعد دوسری سمت سے ہاتھ کٹا بیٹھیں گے اس لیے آپ کو ایک تحریری معاہدہ کرنا ہو گا حکومت پاکستان کی جانب سے، اس سودے کی تکمیل کا اور اگر آپ نے اس پر عمل نہ کیا تو اس کے دو نقصانات ہوں گے آپ کو پہلے کے بارے میں تو میں بتا ہی چکا ہوں دوسرا یہ کہ مافیا کی لسٹ میں آپ سیاہ حاشیوں کے درمیان آجائیں گے اور یہ بہر طور آپ کے لیے بہتر نہیں ہو گا۔“

”میں تیار ہوں آپ معاہدہ کا مضمون ٹائپ کر دیجئے میں اپنے وطن کی جانب سے دستخط کروں گا اور اس کے بعد مجھے وقت کا تعین کر کے بتا دیجئے گا۔“

”یہ سب کچھ آپ ہماری ذمہ داری پر چھوڑ دیں، آپ یہاں نیپلز میں قیام کر سکتے ہیں اور جب ہم سمندری راستوں سے اپنے سفر پر روانہ ہو جائیں تو آپ بھی اپنے سفر کا آغاز کر دیجئے کیونکہ وہاں پہنچ کر آپ کو انتظامات بھی کرنا ہوں گے۔ یہ آپ کو بتا دیا جائے گا کہ لین دین کس مقام پر کرنا ہے۔“

”ٹھیک ہی میں اس معاہدے کے لیے تیار ہوں۔“

”تو پھر ہماری طرف سے بھی ٹھیک ہے، معاہدے کا مسودہ تیار کر کے دستخط کے لیے آپ کو پیش کر دیا جائے گا۔“

رشید ناگی کچھ دیر خاموش رہا، پھر اچانک اس نے اپنے چہرے کے تاثرات بدل لیے، اس نے کہا۔

”نجانے اسے بد قسمتی کہا جائے یا پھر مجبوری کہ جب ہم لوگ اس انداز میں ایک دوسرے سے مخاطب ہوتے ہیں تو ہمارے وطن کے تمام معاملات فرض اور ذمہ داری ہم پر مسلط ہوتی ہے اور اس وقت ہم ایک مخصوص انداز میں دنیا بھر کے اخلاق و آداب سے بے نیاز ہو کر ایک دوسرے سے گفتگو کرتے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ہم انسان بھی ہیں اور انسانی نقطہ نگاہ سے ہم ایک دوسرے کے ساتھ اچھے انداز میں بھی پیش آسکتے

ہیں، کاروباری گفتگو ختم ہو گئی، چنانچہ اب ذرا انسانیت کے جانے میں آجائیں تو کوئی حرج نہیں ہے، کیا خیال ہے آپ کا؟“

ہم لوگ بھی ہنس دیے تھے اور اس کے بعد ہماری یقیناً گفتگو نہایت دوستانہ ماحول میں ہوئی، پھر رشید ناگی اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ واپس چلا گیا، ڈی ڈی جیوا بھی خوش نظر آ رہا تھا، اس نے مسکراتے ہوئے مجھ سے کہا۔

”میں نے بھی ساری زندگی بزنس ہی کیا ہے، میں بہت بڑا دعویٰ نہیں کر رہا لیکن میرا خیال ہے اس وقت جو بات چیت ہوئی ہے اس میں کسی گڑبڑ کا کوئی اندیشہ نہیں ہے۔“

”ہاں مسٹر جیوا اندیشہ نظر نہیں آتا۔“ میں نے بھی مطمئن انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”اس کے باوجود کام ابھی بہت ہے مسٹر ہٹ مین ریگو۔“

”میں جانتا ہوں اور چونکہ اس کام کا انچارج میں ہوں اس لیے مجھے علم ہے کہ مجھے کیا کرنا ہے۔“

”آپ کا کیا خیال ہے مسٹر ہٹ مین، مارشل لارا اور اس کی بیوی کو کب رہا کریں گے آپ، میرا مطلب ہے کہ اگر یہ شخص رشید خان یہاں موجود رہا تو کیا وہ مارشل لارا سے ملاقات کرنے کی کوشش نہیں کرے گا، کیا وہ اسے تمام صورت حال سے آگاہ نہیں کرے گا اور اگر ایسا ہوا تو ہم یہ بات کیسے کہہ سکتے ہیں کہ لارا اسی پروگرام پر عمل کرے گا جس کا وہ فیصلہ کر چکا ہے؟“

میں نے دلچسپی سے ڈی ڈی جیوا کو دیکھا اور کہا۔

”مسٹر جیوا یہ چیز تو آپ کے بزنس میں شامل نہیں ہے، لیکن میرا خیال ہے آپ خاصے بہتر انداز میں سوچتے ہیں بہر حال اطمینان رکھیے مارشل لارا کو اس وقت تک رہا نہیں کیا جائے گا جب تک کہ رشید خان نامی یہ شخص اپنے وطن واپس نہ چلا جائے۔“

سارے کام بڑے سسٹم کے تحت ہو رہے تھے۔ رشید ناگی نے ایک ایسے وقت مجھ سے اور جیوا سے رابطہ قائم کیا جب ہم دونوں ساتھ موجود تھے، اس نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

”مارشل لارا اور اس کی بیوی پراسرار طور پر غائب ہیں۔ میں نے ان سے ملاقات کی کوشش کی تھی لیکن ان کے ملازموں سے پتا چلا کہ آج انہیں گم ہوئے چوتھا دن ہے، وہ کلب گئے تھے وہاں سے واپس نہیں آئے جبکہ ان کی کار کوئی نامعلوم شخص رہائش گاہ پر چھوڑ گیا اور اس کی چابی وغیرہ انکیشن ہی میں لگی رہی، ملازمین کا کہنا ہے کہ انہوں نے ابھی تک اس کے بارے میں انتظامیہ کو اطلاع نہیں دی لیکن وہ تشویش کا شکار ہیں آپ لوگ بتا سکتے ہیں کہ مارشل لارا کس مشکل کا شکار ہو گیا؟“

”مسٹر رشید خان، مارشل لارا ہماری تحویل میں ہے اور صرف اس لیے کہ آپ معاہدے کی تکمیل کر دیں اور یہاں سے واپس روانہ ہو جائیں، آپ کی واپسی کے بعد اسے آزادی دے دی جائے گی تاکہ وہ اپنے منصوبے کے مطابق کام کر سکیں۔“ میں نے کہا اور رشید خان چکرائی ہوئے نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا، حالانکہ یہ گفتگو میرے اور رشید خان کے درمیان پہلے ہی ہو گئی تھی کہ وہ مارشل لارا کے سلسلے میں اپنی تشویش کا اظہار کرے گا مارشل لارا پر بالکل توجہ نہ دینا ایک طرح سے غیر فطری بات تھی اور ڈی ڈی جیوا کے بارے میں، میں اندازہ لگا چکا تھا کہ وہ ایک انتہائی چالاک آدمی ہے اور ہر معمولی سے معمولی نقطے پر غور کرتا ہے۔ رشید ناگی نے کچھ دیر تک حیرت کا اظہار کیا اور اس کے بعد کہنے لگا۔

”تو پھر میں کل روانہ ہو رہا ہوں، آپ لوگوں سے رابطہ مسٹر ہٹ مین ریگو کی خواہش کے مطابق رہے گا اور اطمینان رکھیے میں بغیر کسی سازش کے آپ تک پہنچوں گا، کیونکہ اب یہ سازش نہیں رہی ہے بلکہ سودا ہو گیا ہے۔ آپ اپنے ذرائع سے مجھے جگہ کے بارے میں اطلاع دیں گے۔“ ہم نے اسے بڑے خوشگوار ماحول میں رخصت کیا تھا، رشید ناگی سے سارے معاملات طے ہو گئے تھے ہم نے ایک طریقہ کار منتخب کر لیا تھا اور اس پر میری خاص گفتگو ہوئی تھی۔ وہ ایک وسیع حیطہ عمل کا انوکھا ٹیلی فون یا ٹرانسمیٹر باکس جو مافیا کی طرف سے مجھے دیا گیا تھا، اس مخصوص ریٹج سے ہمارے لیے کارآمد ہو سکتا تھا جو سمندر پر پہنچنے کے بعد قائم کی جاتی۔ رشید ناگی کو میں نے اس کا حوالہ بھی دے دیا تھا اور رشید ناگی نے تمام باتیں بڑے غور سے سن کر مجھ سے اظہار کیا تھا کہ اس نے یہ سب کچھ گرہ میں باندھ لیا ہے اور اسی کے مطابق عمل کرے گا۔

پھر میں نے اور مسٹر ڈی ڈی جیوانے رشید ناگی اور اس کے دونوں ساتھیوں کو رخصت کیا تھا اور وہاں سے واپسی پر مسٹر جیوانے بہت خوش نظر آرہے تھے، کہنے لگے۔

”اب اپنے دوست مارشل لارا کو رہائی دے دو تاکہ وہ زیادہ برقی رفتار سے اپنے کام میں مصروف ہو جائے۔“ میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی اور کہا۔

”اگر مارشل لارا کی زیادہ محبت حاصل کرنے کی ضرورت پیش آئے تو میرا خیال ہے اس کی رہائی کا باعث بھی میں ہی بن جاؤں کیسا رہے گا؟“

”واہ مزہ آجائے گا وہ تو پھر آپ کے پاؤں دھو دھو کر اپنے گا مسٹر ہٹ مین ریگو۔“

”مجھے یہ گندہ کام پسند نہیں ہے تاہم اس کی رہائی کا بندوبست میں ہی کروں گا۔“

میں نے کہا اور درحقیقت کیا بھی یہی کیونکہ اس دوران میری بے حسی اور خاموشی مارشل لارا کے لیے حیران کن ہو سکتی تھی، چنانچہ تھوڑا سا ڈراما کرنا پڑا۔ جس کے لیے میں نے ٹرانسمیٹر پر اپنے آدمیوں سے بات کر لی تھی میں نے انہیں بتایا تھا کہ مجھے چھوٹی موٹی فائٹ کرنا پڑے گی اور وہی طریقہ کار اختیار کرنا پڑے گا جو آکس فیلڈ میں کیا تھا وہ لوگ اس کے لیے تیار رہیں۔

چنانچہ اس رات میں خاموشی سے اس عمارت میں داخل ہو گیا جس میں اسلام احمد اور شازیہ کو بند کیا گیا تھا۔ میں ان کی تلاش میں سرگرداں ان تک پہنچ گیا اور جب میں ان کے سامنے پہنچا تو عقب سے مافیا کے چار آدمی آگے پھر اس کے بعد جو جنگ ان سے کرنا پڑی ہرچند کہ وہ مصنوعی تھی، لیکن میں نے ٹھیک ٹھاک طریقے سے مافیا کے آدمیوں کی پٹائی کر ڈالی تھی، کیونکہ ذہنی طور پر میں انہیں اپنے آپ سے منسلک نہیں سمجھتا تھا، وہ تو بس عارضی سی بات تھی کہ یہ لوگ میرے آدمیوں میں شامل ہو گئے تھے، ان لوگوں کو بھگا کر میں نے مارشل لارا اور شازیہ کو رہائی دلائی اور اس کے بعد انہیں اپنی کار میں لے کر چل پڑا۔ دونوں کی بری حالت تھی، میں نے بس اتنا ہی کیا تھا کہ انہیں اس عمارت کی جانب متوجہ نہیں ہونے دیا تھا جس میں انہیں قید کیا گیا تھا، ہر طور مقامی آدمی تھے صورت حال معلوم کرنے کی کوشش بھی کر سکتے تھے اور اگر معلوم بھی ہو جاتی یہ صورت حال انہیں تو اس سے مجھ پر کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ یہ عمارت عارضی طور پر حاصل کی گئی تھی اور جس سے حاصل کی گئی تھی وہ زیادہ سے زیادہ انہیں یہی بتا دیتا کہ چند لوگوں

نے اسے کرائے پر حاصل کیا تھا، لیکن پھر بھی میں نے یہ وقت ضائع کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ مارشل لارا اور شازیہ برے حالوں اپنی رہائش گاہ پر واپس پہنچے تھے اور میں نے انہیں رات کو آرام کا پورا پورا موقع دیا تھا۔

البتہ دوسری صبح ناشتے کی میز پر لارا یا اسلام احمد بہت زیادہ مضطرب نظر آرہا تھا، اس نے کہا۔

”یہ لوگ مجھے مجبور کر رہے ہیں کہ میں اپنی اصل شخصیت میں واپس آجاؤں حالانکہ میں شازیہ سے وعدہ کر چکا ہوں کہ اب اپنے آپ کو ان راستوں کا راہی نہیں

بتاؤں گا جو مشکل کے راستے ہیں لیکن گھسیٹ گھسیٹ کر مجھے ان راستوں کی جانب لایا جا رہا ہے مجھے بتاؤ میرے دوست میں کیا کروں؟“

”سمجھ میں نہیں آتا وہ کون لوگ تھے جنہوں نے یہ کارروائی کی؟“

”تم وہاں تک کیسے پہنچے؟“

”چند مشتبہ لوگوں کا تعاقب کرتے ہوئے، میں چار دن سے دیوانوں کے مانند تمہیں تلاش کرتا پھر رہا ہوں بس یوں سمجھ لو کہ میں نے نہایت محنت کر کے ان لوگوں کا سراغ لگایا اور خدا کا شکر ہے بالآخر تمہیں پانے میں کامیاب ہو گیا۔“

”اگر تم نہ ہوتے تو پتا نہیں کیا ہوتا، کبھی بات ہی نہیں کرتے تھے کم از کم مجھے یہ تو پتا چلتا کہ آخر انہوں نے ہمیں کس لیے اغوا کیا ہے۔“

”یہ پتا بہ آسانی چل جائے گا ڈیر اسلام احمد تم اس سلسلے میں بالکل بے فکر رہو۔“

”لغت بھیجتا ہوں ان تمام باتوں پر سچی بات یہ ہے کہ اب یہاں سے بری طرح جی بھر گیا ہے، میں پاکستان جانا چاہتا ہوں، پتا نہیں وہ لوگ کس عذاب میں گرفتار ہوں گے، اگر ریکی گولڈ نہیں پہنچ سکتا تو میں کسی اور جہاز کا بندوبست کیے لیتا ہوں بس اب میں یہاں رہنا نہیں چاہتا۔“

”صرف ریکی گولڈ ہی کا انتظار ہو رہا ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ میں بھی اس کام کی کے بعد اپنے معمولات میں مصروف ہو جانا چاہتا ہوں۔“

شازیہ نے نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا لیکن منہ سے کچھ بولی نہیں، مارشل لارا نے کہا۔

”میں اس سلسلے میں از سر نو کوشش کرتا ہوں اور اگر ریکی گولڈ کا معاہدہ تکمیل

تک نہیں پہنچ پاتا تو کسی اور کو تلاش کرنے کی کوشش کرتا ہوں تاکہ جلد از جلد یہ کام سر انجام پاسکے۔

میں نے اس بات پر کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔

مارشل لارا کافی بددل ہو گیا تھا خاص طور سے اس اغوا اور قید کے بعد اس کا دل بالکل ہی اچاٹ ہو گیا تھا میری اس سے ملاقاتیں ہوتی رہتی تھیں اور اس نے مجھے بتایا تھا کہ ریکی گولڈ چل پڑا ہے اور بہت جلد اپنی منزل پر پہنچ جائے گا، اس کے بعد اس نے مجھ سے اس مشین کی منتقلی وغیرہ کے بارے میں بھی بات چیت کی تھی، میں نے مارشل لارا سے کہا کہ ہمیں ریکی گولڈ جیسے عام جہاز پر ایسے ہتھیاروں کا بھی بندوبست کرنا ہو گا جن سے سمندر میں کسی قسم کی کارروائی کا مقابلہ کیا جاسکے۔ مارشل لارا بااثر شخصیت کا مالک تھا، اس نے کہا۔

”زیر زمین دنیا میں ہمیں ضرورت کے مطابق اشیاء حاصل ہو جائیں گی، لیکن کسی باقاعدہ سمندری جنگ کے لیے ہتھیار حاصل کرنا آسان کام نہیں ہے۔“

”اس کے لیے میں اپنے طور پر کوششیں کروں گا، تم بے فکر رہو، ریکی گولڈ کب تک یہاں پہنچ جائے گا؟“

”آج سے ٹھیک دسویں دن ہم اس پر اپنا قبضہ حاصل کر لیں گے۔“ مارشل لارا نے جواب دیا، اس نے اپنے کام کی رفتار کافی تیز کر دی تھی اور پھر میں نے اس کے اختیارات کا بخوبی اندازہ لگایا، یقینی طور پر وہ اٹلی کی بااثر شخصیت تھا چنانچہ اس نے انتہائی مہلک ہتھیار حاصل کر لیے اور انہیں اپنے پاس منتقل بھی کر لیا۔ اس نے بتایا کہ ان ہتھیاروں کے استعمال کے لیے اسے آدمی مل سکتے ہیں لیکن یہ ایک لمبا طریقہ کار ہو گا۔ میں نے اسے اطمینان دلاتے ہوئے کہا کہ ضرورت پڑنے پر مافیا کے آدمی یہ کام سر انجام دیں گے کیونکہ ریکی گولڈ پر کافی بڑی تعداد میرے اپنے آدمیوں کی ہوگی، مارشل لارا نے شانے ہلاتے ہوئے کہا۔

”میں صرف یہ سوچتا ہوں کہ میں واقعی ان تمام نامساعد حالات کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا اگر مجھے تمہاری مدد حاصل نہ ہو جاتی تو میں تو بڑی مشکلات میں گرفتار ہو جاتا۔“

میں اس کے ان الفاظ پر مسکرا کر خاموش ہو گیا تھا۔ ہر طور پر ہنگامہ خیزیاں جاری

رہیں اور پھر مارشل لارا نے مجھے ریکی گولڈ کے آنے کی اطلاع دی۔ اس نے مجھے بتایا کہ ریکی گولڈ، سارڈینیا کے ساحل سے آگیا ہے اور کپتان یو ایس کروما نے اسے پیغام بھیجا ہے کہ وہ اس کی خواہش کے مطابق تمام تر انتظامات کر کے سارڈینیا پہنچ گیا ہے۔ ڈی ڈی جیوا کو اس بارے میں اطلاع دینے سے پہلے میں جزیرہ سارڈینیا میں جا کر ریکی گولڈ کا جائزہ لے لینا چاہتا تھا، چنانچہ میں نے اسلام احمد سے اس سلسلے میں گفتگو کی اور وہ تیار ہو گیا۔ سارڈینیا تک کا سفر میں نے، شازیہ اور اسلام احمد نے طے کیا اور نہایت خاموشی سے ہم سارڈینیا پہنچ گئے۔

ریکی گولڈ ایک شاندار جہاز تھا اور کپتان یو ایس کروما ایک انتہائی تعاون کرنے والا جوان آدمی جس کی شخصیت بہت شاندار تھی۔ اس نے ہم لوگوں کا استقبال کیا اور نہایت محبت سے پیش آیا، مارشل لارا کے اس سے گہرے تعلقات تھے جس کا اندازہ ان لوگوں کی گفتگو سے ہو جاتا تھا، کیپٹن کروما یہ بات اچھی طرح جانتا تھا کہ لارا کا کام کیا ہے، چنانچہ اس کے ساتھ ایک میٹنگ ہوئی اور کروما نے تفصیلات بتاتے ہوئے کہا کہ حکومت اٹلی کو اس نے جو اطلاعات فراہم کی ہیں، ان میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جو مشکل ثابت ہو یہاں سے تھوڑا سا سامان لے کر وہ پاکستان ہی کی جانب سفر کرے گا اور اس کے لئے اس کے پاس تمام کلیئر نس موجود ہے، اس نے بتایا کہ اسی کارروائی میں اسے اتنا وقت لگا ہے اور اس سلسلے میں بے شمار افراد کا تعاون اسے حاصل رہا ہے، چنانچہ کسی مشکل کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔

ہم اس سے تمام تفصیلات طے کرتے رہے تھے، ہتھیاروں کے سلسلے میں اس نے کہا کہ اس کے لیے ایک بہتر طریقہ کار یہ رہے گا کہ سارڈینیا کے ساحل سے روانہ ہوتے ہوئے یہ ہتھیار ریکی گولڈ پر نہیں ہونے چاہئیں، ہاں ایک ایسا پوائنٹ ہے جہاں یہ ہتھیار کسی اسٹیر کے ذریعے پہنچا دیے جائیں تو انہیں بہ آسانی ریکی گولڈ پر منتقل کیا جاسکتا ہے اور اس کے لیے ڈیمونامی ایک چھوٹے سے جزیرے کو منتخب کیا گیا۔

ریکی گولڈ کو سارڈینیا سے روانہ ہو کر ڈیمو کے قریب سے گزرنا تھا۔ ڈیمو یو گو سلاویہ کے مشرقی حصے کی طرف اٹلی میں شامل ایک جزیرہ تھا جس کے وسائل اتنے زیادہ نہیں تھے کہ وہاں سے کسی وقت کا سامنا کرنا ہو گا۔ اسلام احمد نے البتہ بخوشی تمام ڈیمو

تک یہ ہتھیار پہنچانا اور پھر وہاں سے انہیں ریکی گولڈ پر منتقل کرنا منظور کر لیا تھا، اس نے کہا یہ کام وہ بہ آسانی اپنے وسائل سے لے سکتا ہے خاصے مشکل اور الجھے ہوئے معاملات چل رہے تھے، میں نے بعض امور میں اسلام احمد کو بھی ناواقف رکھا تھا اور یہ نہایت ضروری تھا کیونکہ اس طرح اس کے اندر تبدیلیاں رونما ہو سکتی تھیں اور اس سے وہ لوگ ہوشیار ہو سکتے تھے جن کے خلاف مجھے ایک شاندار کارنامہ سرانجام دینا تھا۔ ابھی تک تو چاروں طرف سے ہمت کام ہو رہا تھا، لیکن اب مسئلہ یہ تھا کہ رشید ناگی کو سعید خان کے ذریعے تمام تفصیلات سے آگاہ کرنا تھا، البتہ اس میں ابھی کچھ وقت باقی تھا۔

ہم لوگ نیپلز واپس آگئے اور میں نے اسلام احمد سے کہا کہ اب وہ تیاری شروع کر دے تاکہ ہم اپنے کام کی تکمیل کر سکیں، میں نے اس سے یہ بھی کہا کہ چونکہ میں اصولی طور پر مافیا کی طرف سے آرمن کا یہ کام کر رہا ہوں اس لیے مجھے دہرا کردار ادا کرنا ہو گا، وہ پوری ذمہ داری کے ساتھ اپنے یہ معاملات سنبھالے، ظاہر ہے مافیا ہی کی جانب سے اس سلسلے میں مداخلت ہو سکتی ہے کیونکہ آرمن نے اپنے تمام مفادات مافیا کو سونپ رکھے ہیں، لیکن پھر بھی اسلام احمد کو اس سلسلے میں اپنے طور پر موثر کارروائیاں کرنا ہیں۔ اس نے مجھ سے کہا کہ وہ بالکل ہی ٹھس آدمی نہیں ہے اور ظاہر ہے اس سے پہلے بھی یہ سب کچھ کرتا رہا ہے اس لیے اب بھی وہ اپنے کام کو بخوبی سرانجام دے لے گا۔ اس طرف سے مطمئن ہونے کے بعد اور اسلام احمد کے تمام منصوبے سے اتفاق کرنے کے بعد میں نے ڈی ڈی جیوا کی جانب رخ کیا، ڈی ڈی جیوا نے اپنا طریقہ کار وہی رکھا تھا، لیکن اس شام جب میں اس سے ملا تو میں نے اس کے ساتھ ایک بے حد حسین لڑکی کو دیکھا، بہت خوبصورت خدوخال کی مالک یقیناً، ڈی ڈی جیوا کے وطن سے تعلق رکھتی تھی، دونوں ہاتھ جوڑ کر مجھے سلام کیا اور میں نے اسے گردن کے اشارے سے جواب دیا۔ اس سے پہلے میں نے ڈی ڈی جیوا کے ساتھ کسی کو نہیں دیکھا تھا اب اس کی ایک ہم وطن لڑکی کو دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی، میں نے اس سے کہا۔

”ان سے تعارف نہیں ہو سکا مسٹر جیوا۔“

”کل پہنچی ہے میرے پاس، منیشا گھنٹام ہے اس کا نام یوں سمجھ لو میری دست راست ہے اور میرے معاملات سے پوری طرح واقف، تم اس لڑکی کی ذہنی صلاحیتوں کا

اندازہ نہیں لگا سکتے اگر یہ مافیا کو حاصل ہو جائے تو کچھ عرصے کے بعد مافیا ہری کے کان کترنے لگے، اتنی ہی ذہین ہے یہ۔“

”بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر منیشا جی، اصل میں مسٹر ڈی جیوا نے مافیا کا رنگ ہی بدل دیا ہے، آپ کا یہاں کیسے آنا ہوا؟“

”بس یوں سمجھ لو میں نے اسے بلایا ہے اپنی مدد کے لئے، کچھ ایسے کام بھی تھے جو مجھے اس کے ذریعے کرنا تھے اور اب یہ سمندری جہاز سے ہمارے ساتھ ہی سفر کرے گی کوئی دقت تو نہیں ہوگی اس میں؟“

”نہیں۔“ پھر میں نے آرمن کے بارے میں پوچھا تو ڈی جیوا نے کہا۔
”وہ تم سے نہیں ملا، تین دن پہلے آگیا ہے اور اس نے اپنی قیام گاہ کے بارے میں مجھے نہیں بتایا ہے البتہ فون نمبر ضرور دے دیا ہے۔“
”تب پھر اس سے رابطہ کریں۔“

”کیا بتاؤں اسے؟“

”یہی کہ ریکی گولڈ نامی جہاز سارڈینیا کے ساحل سے آگیا ہے اور مارشل لارڈ اب روانگی کی تیاریاں کر رہا ہے۔“ میں نے کہا اور ڈی جیوا سنسنی کا شکار ہو گیا۔ لڑکی بغور مجھے دیکھ رہی تھی پھر ڈی جیوا ٹیلی فون کی جانب متوجہ ہو گیا اور آرمن کو فون کرنے لگا۔ خوبصورت لڑکی میرے قریب آ بیٹھی تھی اس نے بڑی دلکش آواز میں کہا۔

”جیون بھر مافیا کے بارے میں سوچتی رہی ہوں جیسا کہ جیوا جی نے آپ کو بتایا میرا مشغلہ یہی رہا ہے کہ ایسے کاموں میں حصہ لوں، جو خطرناک اور سنسنی خیز ہوں۔ بہت کچھ کیا ہے میں نے مسٹر جیوا کے لیے، لیکن مافیا تو بہت بڑا گروہ ہے، میں تو اس کے چرنوں کی دھول بھی نہیں ہوں۔ آپ سے ملنے کو بڑا من کرتا تھا۔ مسٹر جیوا جی نے جب مجھے آپ کے بارے میں بتایا تو میں بے چین ہو گئی۔ میں نے ان سے درخواست کی کہ مجھے بھی اس مہم میں شامل کر لیں اور انہوں نے مجھے نیپلز طلب کر لیا، آپ کے نام سے انہوں نے مجھے متعارف کرا دیا تھا مسٹر ہٹ مین ریگو۔ بڑی خوشی ہوئی ہے آپ سے مل کر۔“

”جی لیکن آپ اس چھوٹی سی عمر میں اس قسم کے کاموں سے منسلک کیوں ہو گئیں۔“

”میرا ایک بیک گراؤنڈ ہے، یوں سمجھ لیجئے کہ ایک جرائم پیشہ آدمی کی بیٹی ہوں۔ میرے پتا بہت کچھ کرتے رہے ہیں یہاں تک کہ انہیں پھانسی کی سزا ہو گئی۔ جیواجی نے مجھے اپنی تحویل میں لے لیا اور بہت عرصے سے میں ان کے ساتھ ہوں۔“ میں نے دلچسپی سے اس کی یہ کہانی سنی تھی اس دوران ڈی ڈی جیوا آرمن سے ہونے والی گفتگو سے فارغ ہو گیا تھا۔ اس نے ٹیلی فون رکھ کر مجھے بتایا کہ آرمن فوراً پہنچ رہا ہے اور وہ بھی اب زیادہ وقت صرف کرنا نہیں چاہتا پھر اس نے کہا۔

”آرمن جتنا چالاک آدمی ہے آپ کو اندازہ ہے مہاراج اس کے سامنے احتیاط رکھنی ہے۔“ میں ان الفاظ پر صرف مسکرا کر خاموش ہو گیا۔

آرمن آگیا۔ بہت مسرور نظر آتا تھا۔ مجھ سے مل کر بولا۔

”بات صرف یہیں ختم نہیں ہو جائے مسٹر ریگو۔ اس کام کی تکمیل کے بعد بھی آپ کا رابطہ رہے گا۔ ہاں آپ اپنا کمیشن لے لیں۔ ہم لوگ کھرے سودے کرتے ہیں۔“ اس نے ساتھ لایا ہوا بریف کیس میرے سامنے رکھ دیا۔ ”چیک کر لیں پوری رقم ہے۔“

”ارائیگی ہو گئی۔“ میں نے پوچھا۔

”یہ سودے تقدیر کے ہیں۔ اب ہماری ذمے داری بس یہ ہے کہ آپ لوگ اطمینان سے یہاں سے روانہ ہو جائیں۔“

”تب پھر آپ ہانیا کو اپنے کام کی تکمیل کا کلیئرنس دے دیں۔“

”تھوڑا سا کام تو ابھی باقی ہے نا۔ ہمیں اس کے لیے معاف کرنا۔ جو نہی ہمیں جیوا کا کلیئرنس ملے گا۔ ہم کلیئرنس دے دیں گے۔ آپ کو جیوا کے ساتھ تو جانا پڑے گا۔“

”اوکے۔“ میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

”ہمارے دوست لارا کا کیا حال ہے؟“

”آپ سے ملاقات نہیں ہوئی؟“

”غیر ضروری ملاقات کسی سے نہیں کرنی چاہیے۔ ہاں ہمیں یہ ضرور معلوم ہے کہ ریکی گولڈ سارڈینیا سے آگیا ہے۔“

میں نے سنسنی محسوس کی تھی لیکن پھر میں نے فوراً خود کو سنبھال کر کہا۔ ”آپ واقعی بہت باخبر انسان ہیں۔“

”ہونا پڑتا ہے۔ کاروبار کھلی آنکھوں سے ہوتا ہے۔ آنکھیں بند ہو گئیں تو سمجھو ڈبا..... سارے کاروبار کا ڈبا۔“

”یقیناً“ تو پھر آپ کا کیا پروگرام ہے۔“

”ویسے تو اب ہماری ضرورت باقی نہیں رہی ہے لیکن جب آپ لوگ یہاں سے سارڈینیا روانہ ہوں گے تو ہم آپ کو خدا حافظ کہیں گے۔“

ملاقات ختم ہو گئی۔ میں پچاس لاکھ ڈالر سنبھالے وہاں سے چل پڑا۔ بڑی عجیب صورت حال تھی۔ اسلام احمد کے بارے میں یہی فیصلہ کیا تھا میں نے کہ اسے صورت حال سے آگاہ نہ کروں ان شاطروں کے مقابلے میں وہ معصوم آدمی تھا۔ اس نے مجھ پر مکمل اعتماد کیا تھا اور بہت مطمئن نظر آتا تھا۔ شاذ یہ بھی میری جانب سے بہت پرسکون تھی اور ان لوگوں نے اپنے ہاتھ میرے ہاتھوں میں دے دیے تھے۔ بالا آخر مارشل لارا نے اپنی تیاری مکمل کر لی اور روانگی کے لیے تیار ہو گیا۔ میرے لیے ضروری تھا کہ میں سعید خان کے ذریعے رشید ناگی کو ایرین پوائنٹ والا پیغام بھیجوا دوں اور اس کے لیے میرے پاس وہی ایک ذریعہ تھا چنانچہ میں نے سعید خان سے رابطہ قائم کیا اور اس سے تفصیلی گفتگو کرنے لگا۔ سعید خان نے کہا۔ ”کیا ایرین پوائنٹ کے بارے میں رشید ناگی کو تفصیل معلوم ہو گئی؟“

”رشید ناگی کو اس جگہ تک پہنچنے کے لیے ظاہر ہے سمندری راستے اختیار کرنا ہوں گے اور یہی میری اس سے گفتگو ہو چکی ہے چنانچہ سمندری سفر کے درمیان اسے ایرین پوائنٹ کے بارے میں تفصیلات معلوم ہو جائیں گی، یقینی طور پر ایسی ہی مشہور جگہ ہے جس کے بارے میں معلومات کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوگی۔“

”اور کوئی حکم چیف!“

”تم اپنی پوزیشن کے بارے میں بتاؤ؟“

”بالکل ٹھیک ہوں۔“

”تو پھر فوراً“ یہ پیغام رشید ناگی تک پہنچا دو ہو سکتا ہے میں تم سے دوبارہ رابطہ قائم کروں۔“

”اوکے چیف اوکے۔“ سعید خان نے جواب دیا۔ یہ اطلاع ڈی ڈی جیوا کو دینا بھی

”ہے۔“

”آپ کے دل میں کوئی خیال ہے۔“

”نہیں لیکن انسان تو ہوں۔ خیر۔ ایک بات بتائیے مسٹر ریگو۔ یہ لارا وطن کیوں چھوڑ رہا ہے۔“

”کیا مطلب؟“

”وہ اٹلی کا باشندہ ہے یہاں اس کا ایک وقار ہے ایک مقام ہے۔ کیا حکومت پاکستان اسے اپنے شہری کے طور پر قبول کر لے گی۔“

”اس نے پاکستان کے لیے اتنا کچھ کیا ہے، کیا وہ اسے شہریت بھی نہ دیں گے۔“

”یہ بھی ایک پوائنٹ ہے۔ اس نے آخر پاکستان کے لیے اتنا کچھ کیوں کیا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔“

”ظاہر ہے دولت۔ اسے اس کا معاوضہ ملا ہو گا۔“

”میرا خیال ہے ایسا نہیں ہے۔“ جیوانے کہا اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

”پھر آپ کا کیا خیال ہے؟“ میں نے سوال کیا۔

”اس کی بیوی کا تعلق کہاں سے ہے۔“ جیوانے سوال کیا اور میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ جیوانے میری طرف سے جواب نہ پا کر خود ہی کہا۔

”آپ کا تعلق چونکہ یورپ سے ہے اس لیے ممکن ہے آپ نے غور نہ کیا ہو لیکن میں برصغیر کا باشندہ ہوں۔“

”تو پھر مسٹر جیوا؟“

”اس بات پر میرا خیال ہے آرمن نے بھی غور نہیں کیا ہو گا لیکن میں دعوے سے کہتا ہوں کہ وہ عورت پاکستانی نژاد ہے اور لارا کی ان کاوشوں کے پیچھے اس کا ہاتھ ہے۔“

”ممکن ہے ایسا ہو۔“

”ہمیں اس عورت سے ہوشیار رہنا ہو گا۔“

”ہم سب سے ہوشیار ہیں لیکن ایک بات میں خاص طور سے آپ سے کہنا چاہتا ہوں مسٹر جیوا۔“

”ضرور۔“

ضروری تھی حالانکہ ابھی مجھے رشید ناگی کی جانب سے کوئی جواب موصول نہیں ہوا تھا لیکن میں جانتا تھا کہ رشید ناگی اپنے طور پر مکمل طور سے تیار ہو گا وہاں پاکستان میں ہمارے پاس ایسے وسائل موجود تھے جن کے تحت ہم اہم سے اہم کام سرانجام دے سکتے ہیں۔ میرے وطن کے حکام نے میری حیثیت تسلیم کرنے کے بعد میرے لیے جو آسانیاں پیدا کر دی تھیں، میں نہ دل سے ان کا شکر گزار تھا، یہ الگ بات ہے کہ وہ لوگ یہ سب کچھ وطن کے لیے میری کاوشوں پر مبنی کرتے تھے لیکن اندرونی طور پر میں اپنے وطن کے لیے ہر کام کرتے ہوئے یہ محسوس کرتا تھا کہ یہ بس ادائیگی فرض ہی، ہم لوگ تمام تیاریاں مکمل کرنے کے بعد سارڈینیا روانہ ہو گئے۔ مافیا کے آدمی ڈی ڈی جیوا اور اس کی سکرٹری منیشا کے ساتھ مختلف ذرائع استعمال کرتے ہوئے سارڈینیا روانہ ہو گئے تھے۔ میں مارشل لارا اور شازیہ کے ساتھ سارڈینیا پہنچا تھا اپنے ساز و سامان کو جو بھاری پیٹیوں میں بیک کیا گیا تھا اور ان سترہ انجینئرز کو جو خفیہ طور پر یہاں مصروف عمل تھے سارڈینیا پہنچانے کی ذمہ داری مارشل لارا نے اپنے ذمے لے لی تھی۔ اس لیے وہ مطمئن تھا اور اس نے ان لوگوں کو جہاز میں منتقل کر دیا تھا۔

اسلام احمد اپنا کام بخوبی سرانجام دے چکا تھا۔ ریکی گولڈ روائنگی کے لیے تیار تھا۔ اسی پر مجھے سعید خان کا پیغام موصول ہوا۔ اس نے لیتھ اشمیر کی حیثیت سے کہا۔

”مسٹر ہٹ مین ریگو۔ کیا آپ اپنے فرائض بخوبی سرانجام دے رہے ہیں۔“

”ہاں جناب اور میں اس وقت تمام ہوں۔“

”گڈ۔ پیغام پہنچ جانے کے بعد اس کا جواب بھی مل گیا ہے۔ ناگی ایرین پوائنٹ کے بارے میں جانتا ہے۔“

”اور کوئی خاص بات۔“

”نہیں چیف۔ باقی بالکل ٹھیک ہے۔“

”اوکے۔“ میں نے سلسلہ منقطع کر لیا پھر یہی اطلاع میں نے جیوا کو دی۔ ”وہ لوگ

بہترین تعاون پر آمادہ ہیں اور انہوں نے وعدہ کیا ہے کہ وہ مطلوبہ سونا لے کر ایرین پوائنٹ پر پہنچ جائیں گے۔“

”میں بڑی سنسنی محسوس کر رہا ہوں مسٹر ریگو۔ اس وقت ہم سب کا انحصار آپ پر

”آپ کے اندازے اپنی جگہ لیکن آپ ذرا برابر کوئی کوشش نہیں کریں گے کیونکہ اس وقت میرے لیے جتنی مشکلات ہیں آپ کو اس کا اندازہ نہیں ہے۔ آپ دونوں کو میرا مطلب ہے آپ کو اور آپ کی سکریٹری کو میں نے مافیا کے ایجنٹوں کی حیثیت سے ریکی گولڈ پر سوار کر دیا ہے۔ جبکہ مارشل لارا ریکی گولڈ کے پکتان سے گہرے تعلقات رکھتا ہے۔ کسی بھی غلط جنبش سے پانسابلٹ سکتا ہے۔ اس کے علاوہ مسٹر جیوا۔ حقیقت آرمین بھی نہیں جانتا۔ مافیا کے منصوبے کے مطابق میرا کام ختم ہو گیا ہے میرے ساتھ جو لوگ موجود ہیں وہ بھی تجربہ بن سکتے ہیں آپ میری پوزیشن سمجھ رہے ہیں نا۔“

”اچھی طرح۔ اچھی طرح۔ آپ بالکل مطمئن رہیں مسٹر ریگو“ ہم نے تو صرف اپنا شبہ ظاہر کیا ہے اور اب تو کھیل ہی بدل گیا ہے وہ کوئی ہوں ہمیں کیا۔“

”مجھے تو ابھی پکتان کو بھی پھانسا ہے۔ یہ کام میں دو روز سفر میں کروں گا۔“

”ہم سمجھے نہیں۔“

”ایرین پوائنٹ پر جب آپ کا سودا مکمل ہو جائے گا تو آپ کو آپ کے وطن اسی جہاز سے پہنچنا ہوگا۔ اس کے لیے میں کروما کو الگ سے معاوضہ دوں گا اور آپ کو آپ کے وطن تک پہنچا کے ہی میرا کام ختم ہوگا۔“

کسی کی آمد پر گفتگو کا یہ سلسلہ منقطع ہو گیا۔ ریکی گولڈ لنگر اٹھانے کے لیے تیار ہو گیا تھا۔ ہم سب اس کے ساحل چھوڑنے کا منظر دیکھنے لگے۔

سارڈینیا کا ساحل دور ہوتا جا رہا تھا اور میں پر خیال انداز میں دور ہتی ہوئی زمین کو دیکھ رہا تھا۔ میرے دماغ میں کچھڑی پک رہی تھی۔ ابھی صحیح معنوں میں کچھ بھی نہیں ہوا تھا۔ ہرچند کہ ہم سارڈینیا سے چل پڑے تھے لیکن ابھی راستے کے مراحل باقی تھے۔ رشید ناگی کو مکمل پروگرام معلوم تھا۔ اسے ایرین پوائنٹ پہنچنا تھا لیکن معاوضے کا سونا لے کر نہیں بلکہ ایک ایسا جہاز لے کر جو انجینئرز اور مشینری کو ہمارے ساتھ لے کر خاموشی سے پاکستان کی سرحدوں میں داخل ہو جائے۔ جیوا اور اس کی سکریٹری کو بھی آزادی نہیں دی جاسکتی تھی کیونکہ اس سے دشمن پر بہت سے انکشافات ہو سکتے تھے۔ میں نے ریکی گولڈ کے بارے میں یہ فیصلہ کیا تھا کہ اسے ایرین پوائنٹ سے واپس کر دیا جائے گا۔ بعد کے عوامل کے لیے کچھ مشکل مرحلے پیش آسکتے تھے لیکن وطن عزیز کے لیے جس پیانے پر

کام ہو رہا تھا میں اس کے لیے اپنا ہر مفاد قربان کر سکتا تھا اور بعد کی مشکلات کا سامنا کرنے کے لیے تیار تھا۔ لارا کو کیپٹن کروما پر پورا اعتماد تھا لیکن ہم کھیل ہی دو سرا کھیل رہے تھے ریکی گولڈ کو کسی قیمت پر پاکستان کے ساحل تک نہیں لے جایا جاسکتا تھا کیونکہ بعد میں اس کے لیے مشکلات پیش آجائیں۔ آرمین کا کام اس پروگرام کو سیٹ اپ کرنا تھا مافیا کے تعاون سے یہ سیٹ اپ بھی ضروری تھا۔ اس پروگرام میں کئی سقم تھے لیکن میری مشکلات بھی اہمیت رکھتی تھیں۔ پورے سترہ افراد کی زندگی اور پاکستان کے لیے ایک اہم پلانٹ کا حصول۔ اس کے لیے سب کچھ قربان کیا جاسکتا تھا۔

آخری عمل کے طور پر میں نے موقع ملتے ہی مخصوص ٹرانسپورٹ پر سعید خان کو کال کیا اور اس سے رابطہ قائم ہو گیا۔ ”دانش منصور۔“ میں نے کہا۔ سعید خان سمجھ گیا کہ لائن کلیئر ہے۔

”لیس چیف۔“

”ہمارے پروگرام کا آخری مرحلہ شروع ہو چکا ہے۔ آرمین مطمئن نہیں ہے شاید کچھ عرصے کے بعد وہ غیر مطمئن ہو جائے۔ تمہیں ہوشیار رہنا ہوگا۔“

”کچھ تفصیل بتا دیں چیف۔“

”ہو سکتا ہے مافیا مشکوک ہو جائے اگر کوئی مشکل صورت حال پیش آجائے تو تم روپوش ہو سکتے ہو۔“

”سمجھ رہا ہوں چیف۔ آپ مطمئن رہیں۔“

”بس اور کچھ نہیں۔“

”اوکے۔“

سلسلہ منقطع کر کے میں مطمئن ہو گیا۔ تمام کام بخوبی جاری تھے پھر لارا اور پکتان کروما نے مجھ سے ملاقات کی۔ لارا یا اسلام احمد نے کہا۔

”ہم رات کو نو بجے ڈیمو کے ساحل سے گزریں گے۔ وہاں تمام انتظامات مکمل ہیں۔ اسلحے کا اسٹیور مطلوبہ جگہ پہنچ جائے گا ہمیں اسلحہ کھلے سمندر میں ان لوڈ کرنا ہے۔ اس سلسلے میں کیپٹن کروما آپ کی ہدایت چاہتا ہے مسٹر ہیٹ مین۔“

”اندازاً“ ہمیں یہ کام کس وقت کرنا ہوگا؟“

”نو بجے کے بعد کسی بھی وقت۔ ہمارے کوڑ متعین ہو چکے ہیں۔“ کیپٹن کروما نے کہا۔

”کیا بحری پولیس کی مداخلت کا خدشہ تو نہیں ہے؟“

”یہ خدشہ ہمیں نہیں پیش آئے گا بس اسٹیمر والوں کو ہوشیار رہنا ہو گا۔ ہمارے خاص آدمی ہیں اور بہترین وسائل رکھتے ہیں لیکن پھر بھی ہوشیار تو رہنا ہو گا۔ ہم چونکہ بین الاقوامی سمندر میں ہوں گے اور ڈیمو کی سمندری حدود سے باہر اس لیے ہمارے سفر میں کوئی مداخلت نہیں کی جائے گی۔“

”تو پھر ٹھیک ہے بس انہی لوگوں کو اپنا کام بخوبی سرانجام دینا ہو گا میرے خیال میں اور کوئی ہیج نہیں رہ جاتی۔“ دیر تک ہم اس موضوع پر بات کرتے رہے لیکن میرے سپرد ایک اور ذمے داری تھی میں نے تمام پہلو مدنگاہ رکھے تھے۔ اسلئے کا معاملہ ڈی ڈی جیوا کے علم میں نہیں آنا چاہیے تھا کیونکہ ہم ہر طرح سے اس کو سب سے سمجھ کر مطمئن نہیں ہو سکتے تھے۔ ایسا ہوتا تو اتنا لمبا کھیل کھیلنے کی ضرورت ہی کیا تھی آسانی سے جیوا کو قابو میں کر کے یہ سارا کام مکمل کر لیا جاتا لیکن میں نے اسے اتنا آسان نہیں سمجھا تھا اور جیوا کی شخصیت کو مدنگاہ رکھا تھا۔ ہو سکتا ہے یہ صرف میری سوچ اور کاوش ہی ہو لیکن دشمن کو احمق سمجھ کر اس کی جانب سے بے پروا ہو جانے کے نتائج کبھی اچھے نہیں نکلتے اس لیے میں کسی حماقت کا شکار نہیں ہونا چاہتا تھا۔ میں نے اس بات کو بھی مدنگاہ رکھا تھا اور اس کے لیے میں رات کے تقریباً آٹھ بجے مسٹر ڈی ڈی جیوا اور منیشا گھنٹام کو لے کر ان کے کیبن میں پہنچ گیا۔ دونوں مطمئن تھے۔ جیوا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”مجھے یہ سب کچھ بہت عجیب محسوس ہو رہا ہے۔ میں نے لاتعداد مشکل کاروبار کیے ہیں لیکن یہ میری زندگی کا سب سے مشکل کاروبار ہے میں منیشا سے یہی باتیں کرتا رہا ہوں اگر ہمیں اس میں کامیابی حاصل ہو جائے تو یوں سمجھ لو کہ یہ سودا ہمارے لیے ہماری زندگی کا یادگار سودا رہے گا۔“

”کیوں نہیں مسٹر جیوا، لیکن اس کامیابی میں اگر کی گنجائش کہاں سے پیدا کر لی آپ نے؟“

”دیکھو دوست تم بہت بڑے بڑے کام کر چکے ہو گے تمہیں اپنے اوپر مکمل اعتماد

ہو گا لیکن ہم تو نئے ہیں ناں۔ ہمارا خوف اپنی جگہ بحال ہے۔“

”آپ کو مطمئن رہنا چاہیے مسٹر جیوا، جو ذمے داری میں نے سنبھال لی ہے اب اسے تکمیل تک پہنچانا بھی میرا فرض ہے۔“

”ہمیں تمہارے اوپر پورا پورا بھروسہ ہے۔“

میں نے منیشا سے کہا۔ ”منیشا جی اپنے کیبن میں کچھ پلوائیں گے نہیں؟“

”بتائیے کیا پیئیں گے؟“

منیشا کا تو انداز گفتگو ہی عجیب ہوتا تھا، ہمیشہ مرٹھے والی نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہتی تھی۔ میں نے کافی کی فرمائش کی تو وہ باہر نکل گئی۔ جہاز پر کافی کا حصول کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ بس اطلاع دینی ہوتی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد جہاز کے ایک سرونٹ نے ہمارے لیے کافی مہیا کر دی، مجھے جیوا اور منیشا کی کافی کی پیالیوں میں وہ مخصوص گولیاں حل کرنا تھیں جنہیں میں نے پروگرام کے تحت اپنے ساتھ رکھا تھا اور اب میں نہایت صفائی سے یہ کام سرانجام دینا چاہتا تھا۔ منیشا نے کافی کی دو پیالیاں بنا کر میرے اور جیوا کے سامنے رکھیں اور پھر اپنے لیے کافی بنانے لگی۔ کافی کا پاٹ ایک چھوٹی سی سینٹر ٹیبل پر رکھا ہوا تھا۔ میں نے نہایت چالاکی سے اس پر ہلکا سا ہاتھ مارا اور پاٹ کا ڈھکن نیچے گر پڑا اس دوران منیشا اپنے لیے بھی کافی انڈیل چکی تھی۔ میں نے معذرت کرتے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھنا چاہا تو منیشا نے جلدی سے نیچے جھک کر پاٹ کا ڈھکن اٹھالیا۔ جیوا کی توجہ بھی ایک لمحے کے لیے اس طرف مبذول ہوئی تھی، دونوں گولیاں ان کی پیالیوں میں منتقل ہو گئیں۔ ان کے فرشتوں کو بھی احساس نہیں ہو سکا تھا اس طرح میرا کام مکمل ہو گیا بے چاروں کو رات کا ڈنر تک نصیب نہیں ہو سکا تھا میرے سامنے ہی وہ صوفوں پر لڑھک گئے تھے اور میں اپنی کافی ختم کر کے وہاں سے اٹھ گیا تھا۔ برتن اسی طرح رہتے دیے گئے۔ غرض یہ کہ میرا کام بن گیا اور اس کے بعد رات کو تقریباً پونے دس بجے اسٹیمر سے اسلحہ رکھی گولڈ پر منتقل ہوا۔

مافیا کے آدمیوں کو مجھ پر بھروسہ تھا۔ چنانچہ ان کے لیے کسی تشویش کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا جہاز کے کپتان نے بھی اپنے عملے کو سنبھالے رکھا تھا۔ یہ کام بھی خوش اسلوبی سے سرانجام پا گیا اور اسٹیمر کے واپس جانے کے بعد ہم لوگوں نے گہری سانسیں

لیں۔ اب مارشل لارا کو اس سارے پروگرام سے آگاہ کر دینا ضروری تھا کیونکہ بعد میں اگر میں اس کی تفصیل اسے بتاتا تو اس کے لیے پریشانی کا باعث ہوتی۔

کیپٹن تو برج پر چلا گیا تھا اور جہاز کو اس کی منزل کی جانب رواں دواں کر دیا گیا تھا۔ میں اسلام احمد اور شازیہ کے کیمپن میں پہنچ گیا۔ دونوں مجھے دیکھ کر مسرور انداز میں مسکرائے تھے، میں نے ہنس کر کہا۔

”کموڈیر سارا منصوبہ کیا چل رہا ہے؟“

”الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ ہم تمہارے سحر میں گرفتار ہیں ڈیر فیصل، کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔ بلاشبہ یہ ہماری زندگی کا مشکل ترین مرحلہ ہے اور کامیاب ہونے کے بعد ہم برسوں اسے نہیں بھول سکیں گے۔“

”اس مرحلے کی تکمیل میں جن دلچپ مراعل سے گزرنا پڑا ہے تم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے اسلام احمد۔“

”یقیناً۔“ ظاہر ہے یہ سب کچھ اتنی آسانی سے نہ ہو گیا ہو گا بلکہ میں تو اب یہ سوچتا ہوں کہ اگر میں اپنے طور پر ہی یہ ساری کارروائی کرتا تو میرا حشر کیا ہوتا، آرمین ان تمام واقعات سے واقف ہو چکا تھا۔ میرا خیال ہے ہمارے لیے زندگی ہی مشکل تھی، نہ صرف ہمارے لیے بلکہ ان سترہ افراد کے لیے بھی جو اب مطمئن اور مسرور ہیں اور اپنے وطن جانے کے خوش آئندہ تصور کے ساتھ ساتھ ان کے چہروں پر پھول ہی پھول کھلے ہوئے ہیں۔“

”خدا ان پھولوں کو ہمیشہ کھلائے رکھے لیکن جو انکشاف میں تم پر کر رہا ہوں اسلام احمد اسے سن کر تمہیں اپنے حواس پر قابو رکھنا مشکل ہو جائے گا۔ حالانکہ مجھے اب بھی خدشہ ہے کہ کہیں یہ انکشاف ہمارے اس سفر کے لیے نقصان دہ نہ ہو جائے لیکن تمہیں اور شازیہ کو خود پر قابو رکھنا ہو گا۔ تمہیں اس سے آگاہ کرنا اس لیے ضروری ہے مانی ڈیر کہ کہیں بعد میں میرے لیے تم اپنے دل میں کوئی غلط خیال نہ لے آؤ۔“

دونوں کے چہرے ہونق ہو گئے تھے اور وہ حیران نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تمہیں انخوا کر کے ایک مکان میں قید کر دیا گیا تھا جہاں سے میں نے تمہیں رہائی

دلائی۔ کیا تمہارے ذہن میں کوئی تصور آتا ہے کہ تمہیں انخوا کرنے والے کون ہو سکتے ہیں؟“

”بھخا ابھی گفتگو کے دوران میں اور شازیہ یہی بات کر رہے تھے کہ وہ مسئلہ کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ کوئی بھی ڈسکلوز نہیں ہو سکا، ہم نے تو ایسے لاتعداد دشمن بھی نہیں پالے ہوئے تھے جو یہ عمل کریں۔ آرمین اس لیے مطمئن تھا کہ تم اس کے لیے کام کر رہے ہو، یہ ساری باتیں کچھ سمجھ میں نہیں آئیں۔ ویسے کیا تم ان لوگوں کے بارے میں جانتے ہو میرے دوست؟“

”ہاں۔“

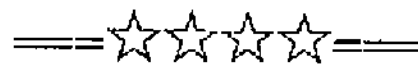
”کون تھے ہو؟“ اسلام احمد نے شدید تجسس سے پوچھا۔

”ہم۔“ میں نے مسکرا کر جواب دیا اور دونوں کے منہ حیرت سے کھلے کے کھلے رہ گئے۔

”نک کیا مطلب۔ کچھ سمجھ میں نہیں آئی بات؟“

”وہی تفصیل میں تمہیں بتانے جا رہا ہوں اور یقیناً یہ تفصیل تمہارے لیے نہایت

دلکش ہوگی۔“ شازیہ اور اسلام احمد کے چہرے سرخ ہو گئے تھے۔ وہ یہ راز جاننے کے لیے بے چین تھے اور میں اپنے ذہن میں وہ الفاظ مربوط کر رہا تھا جس میں انہیں اس بارے میں مکمل تفصیل بتائی جاسکے۔



اسلام احمد اور شازیہ تصویر حیرت بنے میری صورت دیکھ رہے تھے شاید میرے الفاظ بھی ان کی سماعت قبول نہیں کر پار ہی تھی۔ اسلام احمد نے پھر اسی انداز میں کہا۔
”مم میں..... میرا مطلب ہے ہم سمجھ نہیں سکے۔ کیا کہا آپ نے مسٹر فیصل.....“

”آپ لوگوں کو اغوا کر کے وہاں قید کرنے والا میں تھا۔“ شازیہ نے آنکھیں بند کر لیں اور پکراتے ہوئے ذہن میں وہ الفاظ بٹھانے کی کوشش کرنے لگی جو میں نے ادا کیے تھے۔ اسلام احمد نے کہا۔

”خدا کے لیے فیصل صاحب کچھ تفصیل تو بتائیے، ہم لوگ شاید دماغی طور پر اس قدر کمزور ہو گئے ہیں کہ اب ہم سے دماغی جھٹکے برداشت نہیں ہوتے، خدا جانے ہماری یہ کاوشیں کب اپنی انتہا کو پہنچیں گی۔“

”نہیں میرے دوست اس انداز میں نہ سوچو۔ خیر میں تمہیں بہت زیادہ تجسس میں مبتلا نہیں رکھوں گا“ بات اصل میں یہ ہے اسلام احمد کہ تم نے اپنے انسانی اور مذہبی جذبات کی بنیاد پر جس مشکل کام کا بیڑا اٹھایا تھا اس میں سب سے بڑی بات یہ تھی کہ انسانی جذبے کا فرما تھے اور جب کسی معاملے میں بات صرف انسانی جذباتوں کی رہ جاتی ہے تو وہ قوتیں اس میں کار فرما ہو جاتی ہیں جو بہر طور انسانیت کو زندہ رکھنے کی خواہاں ہیں۔ میں نہیں کہتا میرے دوست کہ اگر میں تم تک نہ پہنچتا اور ان سارے معاملات سے میرا اس قدر گہرا تعلق نہ ہو جاتا تو تمہارے اس مشن کا کیا بنتا لیکن یقین کرو آرمین تمہاری

توقع سے زیادہ خطرناک انسان ہے تم نے جو کچھ کیا بالا آخر اس کے علم میں آگیا اور اس نے مافیا سے اس کے سلسلے میں مدد طلب کر لی۔ یہ بھی شکر تھا کہ بات مجھ تک پہنچی اور یہ زسے داری میرے سپرد کی گئی، آرمین یہودی ہے اور اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ دنیا بھر کے یہودی اس وقت اسرائیل کے لیے ساری دنیا میں کام کر رہے ہیں اور ان کی تمام تر کارشیں اسرائیل کو مضبوط سے مضبوط تر کرنے کے لیے ہیں۔ بہر حال یہ ایک جذبہ ہے اس پر کوئی تبصرہ نہیں کیا جاسکتا لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی یہودیت کا ایک اور پہلو بھی ہے۔ وہ لوگ کسی بھی کاروباری موقعے کو ہاتھ سے نہیں چھوڑ سکتے۔ یہ ان کی ذہنیت ہے۔ آرمین کی ملاقات ڈی ڈی جیوا نامی ایک ایسے شخص سے ہوئی جو خود بھی ایک کاروباری آدمی ہے تمہارے اس پلانٹ کے سلسلے میں ڈی ڈی جیوا سے اس کاروباری معاملہ چل پڑا۔ ڈی ڈی جیوا نے اپنے طور پر آرمین کو ایک پیش کش کی اور کہا کہ اگر وہ ان سترہ افراد اور پلانٹ کے بقیہ حصے کو جیوا کے ہاتھوں فروخت کرنے پر تیار ہو جائے تو جیوا اپنے وطن کے لیے اسے معقول معاوضہ دینے کے لیے تیار ہے اور یہ بات تم جانتے ہو اسلام احمد کہ دھرم داس جیوا کے ملک اور اسرائیلی حکام میں کس قدر مفاہمت ہے، دونوں کا مشن یکساں ہے اور دونوں ہی عالم اسلام کے خلاف ہر طرح کی جدوجہد کرنے میں مصروف ہیں۔ آرمین نے سوچا کہ مافیا کی معرفت یہ کام ہو تو رہا ہی ہے اگر یہ ادھورا پلانٹ اسرائیل پہنچ بھی جاتا ہے تو پہلی بات تو یہ کہ اسرائیل کو براہ راست کوئی فائدہ نہیں ہوگا، دوسری بات یہ کہ ایک کثیر سرمائے کے عوض اسے صرف چند تعریفی اسناد مل جائیں گی جبکہ اس کے برعکس ڈی ڈی جیوا اسے بہترین معاوضے کی پیش کش کر چکا تھا۔ چنانچہ اس نے یہ ساری کارروائی ڈی ڈی جیوا کے ہاتھ فروخت کر دی۔“

”ہیں۔“ شازیہ کے منہ سے متحیرانہ انداز میں نکلا۔

”کہانی تو ابھی بہت آگے ہے، پچاس لاکھ ڈالر کا معاملہ جیسا کہ میں تم لوگوں کو بتا چکا ہوں کہ میرے ہاتھ آگیا اور مجھے اس کا معاوضہ بھی مل گیا کیونکہ ڈی ڈی جیوا نے آرمین کو یہ رقم ادا کر دی تھی۔ یہاں سے آرمین اس کھیل سے الگ ہو گیا۔ مسٹر ڈی ڈی جیوا خود بھی ایک ایسے ملک کے باشندے ہیں جہاں کے بارے میں بڑی دلچسپ روایتیں منظر عام پر آچکی ہیں۔ انہوں نے مجھ سے ہی رابطہ قائم کر کے ایک اور تجویز پیش کی، انہوں

نے کہا یہ ادھورا پلانٹ اگر وہ اپنے وطن لے بھی گئے تو اس سے انہیں صرف یہی مراعت مل سکتی ہے کہ سرکاری پیمانے پر انہیں نواز دیا جائے گا، کچھ تعریفیں کی جائیں گی لیکن اتنی بڑی رقم خرچ کر کے جب انہوں نے سودے کا حساب لگایا تو انہیں یہ احساس ہوا کہ وہ شدید گھماٹے میں رہیں گے انہوں نے سوچا کہ جب آرمن نے اپنا فیصلہ بدل دیا ہے تو انہیں کیا پڑی ہے کہ وہ اپنے اس فیصلے پر عمل زیر آمد کریں۔ حکومت پاکستان کو اپنے ان سترہ آدمیوں اور اس پلانٹ کی ضرورت ہے کیونکہ اس کا جو بڑا حصہ وہاں پہنچ چکا ہے وہ بہر طور اس بقیہ حصے کے بغیر بے مقصد ہے پھر سب سے بڑی بات ان سترہ قیمتی انجینئروں کی ہے جو حکومت پاکستان کے لیے بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ جیوانے مجھ سے ایک بہت بڑے معاوضے کا تذکرہ کر کے یہ پروگرام ترتیب دیا کہ کیوں نہ پلانٹ کا بقیہ حصہ حکومت پاکستان کے ہاتھ فروخت کر دیا جائے۔ انہیں یہ بتا دیا جائے کہ یہ اسکیم ڈس کلوز ہو چکی ہے اور اس وقت ان سترہ آدمیوں کی زندگی اور پلانٹ کا بقیہ حصہ خطرناک لوگوں کی تحویل میں ہے۔ اگر وہ اسے حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ایک عظیم معاوضے کے تحت یہ سترہ آدمی اور پلانٹ انہیں دیا جاسکتا ہے۔

”میں نے ڈی ڈی جیوانے کی پیش کش قبول کر لی اور اس کے بعد حکومت پاکستان سے رابطہ قائم کیا، نتیجے میں چند ایسے افراد وہاں کی نمائندگی کرنے کے لیے آئے جنہیں اس سودے کے اختیارات دے دیے گئے تھے، مسٹر ڈی ڈی جیوانے چاہتے تھے کہ وہ لوگ کسی بھی طرح مارشل لارا سے ملاقات کر لیں۔ انہوں نے کہا کہ میں اس کے لیے بھی کوئی انتظام کروں نتیجے میں میرے دوستوں، تمہیں اغوا کر کے اس مکان تک پہنچانا پڑا تاکہ اس سودے کی تکمیل بخیر و خوبی ہو جائے اور جب اس سودے کی تکمیل ہو گئی تو میں نے تمہیں تمہارے گھر پہنچا دیا۔“

”شازیہ اور اسلام احمد کا چہرہ تاریک ہو گیا تھا۔ ان کی آنکھوں میں خوف کے آثار بیدار ہو گئے تھے۔ میں نے پریشان نگاہوں سے انہیں دیکھتے ہوئے کہا۔ ”تم لوگ کچھ خوفزدہ ہو گئے..... خیریت.....“

شازیہ نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر اسلام احمد کی جانب دیکھا۔ دونوں کے ذہن میں غالباً کوئی ایک خیال آیا تھا اور دونوں ہی اس خیال میں ڈوب گئے تھے۔ اسلام احمد

نے کہا۔

”مگر مسٹر فیصل آپ میرا مطلب ہے آپ.....“

”افوہ..... کیا تم یہ سوچ رہے ہو کہ تمہیں یہ سب کچھ بتانے کا کوئی مقصد ہے؟“

”کیا تمہارے ذہن میں یہ خیال آیا ہے مائی ڈیر اسلام احمد کہ ہو سکتا ہے میری ذہنی کیفیت کچھ بدل گئی ہو اور اب میں کوئی مالی فائدہ حاصل کرنا چاہتا ہوں۔“

”نہیں ایسا نہیں ہے۔ مم مگر۔ مگر۔“

”ہاں کو۔“

”میرے خدا! ایسے ایسے لمبے جال بکھرے ہوئے ہیں ہمارے گرد اور ہم ان سے

بے خبر ہیں۔“

”تمہارا ان سے باخبر ہونا اتنا ضروری بھی نہیں ہے اسلام احمد کیونکہ میں کام کر رہا

ہوں۔ ابھی ابھی غالباً تمہارے ذہن میں یہی خیال گزرا ہے کہ کہیں میں نے کوئی اور گیم

تو نہیں شروع کر دیا اور تمہیں اس کی تفصیل بتانے کا مقصد یہی ہے کہ اب میں تم سے

کہوں کہ ریکی گولڈ میرے قبضے میں ہے اور تم لوگ میرے قیدی ہو، بہر حال تمہاری سوچ

ہے، میں کیا کر سکتا ہوں ابھی تو کہانی اس سے بھی کچھ آگے ہے۔“

دونوں کے چہرے جھک گئے پھر شازیہ نے کہا۔ ”نہیں تم میرے ہم وطن ہو فیصل۔“

میں اللہ پر پورا پورا بھروسہ رکھتی ہوں۔ تم جو کچھ بھی ہو لیکن وطن پرستی میں پیچھے نہیں

رہو گے۔ اگر ہمارے اس اعتماد کو شکست ہوتی ہے تو صرف میں سوچا جاسکتا ہے کہ اس

میں اللہ کی کوئی برتری ہوگی۔“

”اس سے آگے کی کہانی سنو۔ حکومت پاکستان کے جو افراد اس سلسلے میں گفتگو

کرنے آئے، میرا ان کے ساتھ بھی ایک معاہدہ ہو گیا ہے اور تم لوگ بخیر و خوبی اپنے اس

تمام ساز و سامان کے ساتھ پاکستان واپس پہنچو گے، بس تمہیں بتانے کا مقصد یہ تھا کہ محتاط

رہنا، ڈی ڈی جیوانے اپنی سکرپٹری کے ساتھ ریکی گولڈ پر موجود ہے۔“

”ہیں.....“ ایک بار پھر شازیہ اچھل پڑی۔

”ہاں لیکن تمہیں یہ سب کچھ نہ بتانے کا مقصد یہ بھی تھا کہ تمہاری ذات سے کسی

کمزوری کا اظہار نہ شروع ہو جائے کوئی ایسی کمزوری جو بعد میں کسی شکل میں نقصان

باعث بن جائے کیا میں اس بات کی امید رکھوں کہ تم ایسی کسی کمزوری کا مظاہرہ نہیں کرو گے۔“

اسلام احمد نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ ”انسان کا دل شیطانی وسوسوں کی آماجگاہ ہوتا ہے اور یہ کم بخت دل بڑا بے ایمان ہے ایک لمحے میں بھٹک جاتا ہے حالانکہ بات صاف ہے، تمہیں اگر ہمیں کوئی نقصان پہنچانا ہی مقصود ہوتا تو ہم سے اس کا تذکرہ کیوں کرتے..... سوری اس کا اعتراف کرنے میں بخل سے کام نہیں لوں گا۔ ایک لمحے کے لیے دل میں وہشت بیدار ہوئی تھی لیکن اب یہ احساس ہوتا ہے کہ حماقت کی بات تھی، سوری ڈیئر فیصل ویری سوری مگر وہ دونوں ہیں کہاں، کس شکل اور کس طے میں ہیں کم از کم نشان دہی تو کر دو۔“

”ناممکن ہے اور غیر مناسب بھی ہے، بس اس انکشاف کو اپنے ذہن میں رکھنا۔ اس وقت بھی میں ایک خطرہ مول لے کر تمہارے پاس یہ کہانی سنانے کے لیے آیا ہوں، آئندہ ہمیں محتاط رہنا ہے، ویسے مجھے کروما کے بارے میں بتاؤ اب تک کی اس کی تمام کارروائی اس بات کی نشاندہی ہی کرتی ہے کہ یو ایس کروما تمہارے اچھے ساتھیوں میں سے ہے لیکن کیا وہ ہم سے ہر مرحلے پر تعاون کرے گا۔“

”اب تک اس نے جو کچھ کیا ہے اس سے تمہیں خود اندازہ ہو جانا چاہیے فیصل.....“

”اس کا مقصد ہے کہ وہ مکمل بھروسے کا آدمی ہے۔“

”ہاں۔ وہ میرا بہت پرانا دوست بھی ہے اور سچ یہ ہے کہ دوستی ہی کینیا پر یہ ساری کارروائی ہو رہی ہے ورنہ کون کسی کی مشکل میں اس طرح ساتھ دیتا ہے۔“

”گڈ۔ اصل میں آگے بھی ہمیں اس سے کچھ کام لینے ہیں اور اسی لیے میں نے تمہیں اس تمام تفصیل سے آگاہ کرنا ضروری سمجھا تھا۔“

”یوں سمجھ لو ڈیئر فیصل کہ کروما ہمیں پاکستان تک پہنچاتے ہوئے ہر وہ کام کرنے کے لیے تیار ہے جس کی ہمارے اس مشن کو ضرورت ہو۔“

”گڈ۔ اچھا پھر اجازت۔“ میں نے کہا اور بمشکل تمام وہ لوگ مجھے اجازت دینے پر آمادہ ہوئے۔ ان کے چہروں پر اب بھی شدید حیرت کے نقوش نمودار تھے اور وہ اس بات

پر بے حد حیران تھے کہ واقعات کس طرح پیچ در پیچ ان کے ارد گرد بدلتے رہے ہیں اور انہیں اس کی خبر تک نہیں ہو سکی۔

میں ان سے رخصت ہونے کے بعد واپس اسی کیمپ میں آگیا۔ اصل میں اب ایسا کوئی کام نہیں تھا جو مجھے سرانجام دینا ہو ڈیمو کا گیم ختم ہو گیا تھا اور اسلحہ جہاز پر منتقل ہو چکا تھا، کروما نے اسے اپنی تحویل میں لے لیا تھا اور اب تو ڈیمو بھی بہت دور رہ گیا تھا۔ میں نے ڈی ڈی جیوا اور مینشا گھنٹام کو اسی لیے بے ہوش کیا تھا کہ انہیں اس عمل کی خبر نہ ہو سکے۔ باقی سب ٹھیک تھا لیکن میں جانتا تھا کہ وہ اس بے ہوشی پر حیران ضرور ہوں گے۔ رات کا کھانا بھی نہیں کھایا تھا۔ بیچاروں نے البتہ میں نے ایک اوپن ائر جگہ بیٹھ کر جسے ریسٹوران بھی کہا جاسکتا تھا اپنے لیے ہلکا پھلکا کھانا طلب کر لیا۔ کھانے سے فراغت کی اور واپس ڈی ڈی جیوا کے کیمپ میں پہنچ گیا۔ وہ دونوں اسی طرح لڑھکے ہوئے تھے، میں نے بھی آج کی رات اسی کیمپ میں گزارنا مناسب سمجھا اور پھر خود بھی انہی کے انداز میں ایک طرف لیٹ گیا، نجانے کیا کیا سوچیں دامن گیر رہی تھیں، بعد میں نیند بھی آگئی تھی، گویا میں نے یہ اظہار کیا تھا کہ میں بھی انہی کی طرح طویل بے ہوشی کی نیند گزارتا رہا ہوں۔ صبح کو واقعی اس وقت سو رہا تھا جب مینشا گھنٹام نے میرے پورے جسم پر لد کر مجھے جھنجھوڑا۔ جھنجھوڑنے کا یہ انداز ذرا تبدیل تھا۔ غالباً اس طرح وہ اپنی کسی حس کی تسکین بھی چاہتی تھی۔ میں جاگ گیا مینشا گھنٹام کا بوجھ میں نے خود پر سے ہٹایا اور وہ عجیب سی نظروں سے مجھے دیکھنے لگی ایک لمحے میں میری تمام حسیات بیدار ہو گئی تھیں اور مجھے یاد آگیا تھا کہ رات کو میں نے کیا کھیل کھیلا ہے۔ میں نے فوراً ہی اس طرح کی اداکاری شروع کر دی جیسے دماغ چکرا رہا ہو اور میں اپنے اس طرح یہاں موجود ہونے پر حیران بھی ہوں۔ بہر حال میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ مسٹر ڈی ڈی جیوا ابھی تک اٹا غنیل تھے۔ مینشا نے کہا۔

”کیا ہو گیا ہے یہ کیا تھا یہ سب کچھ۔“

”میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا ہے مس مینشا پلیز یہ سب۔ کیا ہے یہ سب۔“

”اُدہ مائی گاڈ! کچھ ہوا ہے ہمارے ساتھ، ہم تینوں بیک وقت بے ہوش ہو گئے تھے کیوں آخر کیوں.....؟“ مینشا گھنٹام کے جگائے بغیر مسٹر جیوا اٹھ کر بیٹھ گئے تھے اور

بھٹی بھٹی آنکھوں سے ہم دونوں کو دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے متعجبانہ انداز میں کہا۔
”یوں لگتا ہے کہ کافی خواب آور تھی۔“

”کیا میں آپ سے سوال کر سکتا ہوں مسٹر جیوا کہ اس کی ضرورت کیوں پیش آئی۔“ میں نے سرد لہجے میں کہا۔

”تک کیا۔ کیا مطلب ہے تمہارا۔“ انہوں نے سوال کیا اور میں سرد نگاہوں سے انہیں گھورتا رہا۔ میرے اس طرح گھورنے پر مسٹر جیوا گھبرا گئے اور صفائی پیش کرتے ہوئے بولے۔

”بھگوان کی سوگند اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ۔ کافی میں خواب آور دوا میں نے ڈالی تھی تو یہ تمہاری بھول ہے ایسی کوئی بات نہیں ہے دیکھو کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہونا۔ اس سفر کے دوران ہماری پوزیشن کافی مخدوش ہے۔ اگر تم ہی کسی غلط فہمی میں پڑ گئے تو میرا کیا بنے گا۔ دیکھو جو قسم چاہو لے لو مجھ سے۔ میں نے یا منیشا نے ایسی کوئی حرکت نہیں کی۔ بس جو کچھ بھی ہوا ہے کہیں اور سے ہوا ہے۔ مجھ پر شک نہ کرنا۔“

”تب مجھے تعجب ہے کہ ایسا کیوں ہوا۔ اٹھنے مسٹر جیوا خود کو سنبھالیے۔ بات معمولی نہیں ہے مجھے اس کا پتا لگانا پڑے گا۔“

”ضرور ضرور۔ میں اس سلسلے میں تمہارا ساتھی ہوں۔“ میں ان لوگوں کو اسی چکر میں پڑا چھوڑ کر باہر نکل آیا۔ میرا کام اطمینان بخش طور پر پایہ تکمیل کو پہنچ چکا تھا۔ وہ حیران تھے لیکن بہر حال اس سے کوئی خاص فرق بھی نہیں پڑتا تھا۔

معمولات بہاری رہے ریگی کولڈ کا سفر پرسکون تھا۔ کیپٹن کروما حالات سنبھالے ہوئے تھا۔ دن میں عرشے پر اسلام احمد اور شازیہ سے بھی ملاقات ہوئی وہ لوگ اب تک حیران تھے۔ شازیہ نے مسکرا کر کہا۔

”یقین کرو تم نے ہماری رات کی نیند حرام کر دی اور ہم پر تم سے معافی مانگنا بھی واجب ہے۔“

”کیوں.....؟“ میں نے مسکرا کر پوچھا۔

”بڑے خوفزدہ ہو گئے تھے۔ ہماری باگ ڈور اس وقت تمہارے ہاتھ میں ہے‘ اسلام نے اقرار کیا ہے کہ وہ خود تمہاری ذہنی قوتوں کا پاسنگ بھی نہیں ہے‘ ہم اس بات

پر پورا پورا یقین رکھتے ہیں کہ خدا نخواستہ اگر تم ہمارے خلاف کچھ کرنے پر آمادہ ہو گئے تو ہمیں سمندر کی گہرائیوں میں بھی ٹھکانا نہیں ملے گا۔ بعد میں خود اپنے اس خیال پر شرمندہ ہو گئے‘ تم جو کچھ ہمارے لیے کر رہے ہو ہماری طرف سے اس کی مکمل اجازت ہے اور ہم اپنے اس خیال پر شرمندہ ہیں۔“

میں نے مسکرا کر گردن ہلائی اور کہا۔ ”بہر حال شازیہ میری دعا ہے کہ تم اپنے اس نیک مشن میں کامیابی حاصل کرو اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہہ سکتا۔“

دوپہر کے بعد آسمان پر بادل چھا گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے سارا آسمان بادلوں سے ڈھک گیا۔ یو ایس کروما کے خلاصی ان تمام انتظامات میں مصروف ہو گئے جو بارش کی شکل میں کیے جاسکتے ہیں پھر بہت ہلکی ہلکی پھوار پڑنے لگی اور موسم میں ایک خوشگوار سی کیفیت بیدار ہو گئی۔ میں خود بھی اس موسم سے لطف اندوز ہو رہا تھا‘ عرشے کے ایک دور دراز گوشے میں کھڑے ہو کر میں اس پھوار کا مزہ لینے لگا۔ تاحد نگاہ سمندر کی موجیں بکھری ہوئی تھیں لہریں سفید سفید نشانات چھوڑ کر اٹھتیں اور معدوم ہو جاتیں‘ نجانے ان لہروں میں کیا کیا کہانیاں لکھی ہوئی تھیں‘ حسرت و یاس کی ایک طویل داستان‘ ایک ایسے انسان کی کہانی جسے اس کائنات میں سب کچھ حاصل تھا لیکن اس کے باوجود اس کے اندر ایک تڑپ تھی ایک پیاس تھی۔ وہ تمام حسین چہرے جو میرے گرد آکھڑے تھے ان کی قربتیں‘ ان سے شناسائیاں اور ان سب سے دور پرے ایک ایسی صورت جس میں سب کچھ سما جاتا تھا۔ رخسار‘ جسے میں نے بہت عرصے کے بعد اپنے ذہن کی گہرائیوں میں قبول کیا تھا جو بلاشک و شبہ ان سب سے مختلف تھی‘ محبت و ایثار کا پیکر‘ میرے لیے مشکلات برداشت کرنے والی اور مجھ سے کچھ نہ طلب کرنے والی۔ ہاں اس کی جگہ منفرد تھی اور اس جگہ کو کوئی پر نہیں کر سکتا تھا۔ عقب سے خوشبوئیں بکھریں اور میں نے گھوم کر دیکھا کسی کے قدموں کی چاپ بھی سنائی دی تھی۔

منیشا گھنٹام تھی‘ دھانی رنگ کے لباس میں ملبوس ہال سنوارے میرے عقب میں کھڑی مسکرا رہی تھی۔ میں نے چہرے پر سپاٹ سے آثار پیدا کر لیے۔

منیشا کی حسین آنکھوں میں موسم کا سارا تاثر نظر آ رہا تھا۔ مجھے بڑی میٹھی نگاہوں سے دیکھنے لگی پھر بولی۔

”یہ تنہائی کیوں.....؟“ کیا کوئی بھی اس قابل نہیں کہ ان تنہائیوں کا ساتھی بن سکے۔

میں نے ریٹک سے کمر ہٹا کر کہا۔ ”نہیں مس منیشا انسان کی خواہش تو ہوتی ہے کہ اسے اچھے ساتھی حاصل ہوں لیکن ہر خواہش تو پوری نہیں ہو جاتی۔“

”ہر کام کے لیے کچھ قدم آگے بڑھانے پڑتے ہیں ڈیئر ریگو اور پھر تم تو انتہائی ہینڈ سم آدمی ہو، خوب صورت، توانا، کسی کے بھی خوابوں کا مرکز بن جانے والے۔ تم ایسی بات کرتے ہو کہ حیرت ہوتی ہے، وقت بدل چکا ہے، پہلے زبانوں پر تالے لگے ہوا کرتے تھے لیکن اب سارے تالے ٹوٹ چکے ہیں اور یہ بھی وقت کی ضرورت ہی ہے۔ کیا تمہارے دیوانوں نے تم سے اظہار عشق نہ کیا ہو گا.....“

”یا تو مجھے دیوانے تلاش کرنے نہیں آتے یا پھر آپ کا تجزیہ غلط ہے، ایسی کوئی بات ہوئی نہیں ہے۔“

”نہ میرا تجزیہ غلط ہے اور نہ خیال۔ میں اپنے دل میں تمہارے لیے بہت گنجائش پاتی ہوں۔ اول تو تمہاری شخصیت اور پھر تمہارے اندر کی گہرائیاں..... ہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ سمجھنے والوں سے دور رہے ہو گے جو تمہیں پاسکتے ہیں وہ بھلا تمہیں کیسے نظر انداز کر سکتے ہیں۔ تم تو بہت بڑی شخصیت ہو ماسٹر برین اور پھر یہ نوجوانی اس چھوٹی سی عمر میں آکر آدمی اس قدر آگے نکل جائے تو میں تو سمجھتی ہوں کہ اس کا مقام ہی دوسرا ہوتا ہے۔“

”یا تو موسم آپ پر اثر انداز ہے مس منیشا شاید آج میری تقدیر زور مار رہی ہے کہ مجھے ان حسین الفاظ سے نوازا جا رہا ہے۔“

”تم یقین کرو مسٹر ریگو، میں نے تو جب پہلی ہی بار تمہیں دیکھا تھا تو نجانے کیا کیا آرزوئیں میرے دل میں بچل اٹھی تھیں تمہاری شخصیت تو اپنی جگہ..... لیکن تمہارا اپنا ایک سیٹ اپ اور وقار جو ہے وہ میرے لیے اس سے بھی زیادہ دلکش ہے۔ کسی کو اگر تمہاری قربت حاصل ہو جائے تو وہ کیا سے کیا بن سکتا ہے۔ میں تمہیں اپنے مزاج کے بارے میں بتا چکی ہوں۔ میرے دل میں شدید آرزو ہے کہ مافیا کی رکن بن کر کم از کم ماما ہری کی حیثیت حاصل کراؤں مگر ہر کام کے لیے ایک ابتدا درکار ہوتی ہے ایک سہارا

چاہیے ہوتا ہے، اب تک مجھے کوئی ایسا سہارا نہیں مل سکا ورنہ ذہنی طور پر میں کم تر نہیں ہوں۔ ہر کام کے لیے ایک پاسبان عقل ضروری ہوتا ہے نا۔ بس سمجھ لو اسی سے محروم رہی ہوں کوئی ایسا نہیں مل سکا آج تک جو مجھے میری شخصیت میں اپنالے۔ کوئی میری سفارش نہ کرے مجھے میری ہیئت سے قبول کیا جائے اور پھر مجھے وہ سب کچھ بتایا جائے سکھایا جائے، جس کی تربت میرے دل میں ہے۔“

”بہت انوکھی باتیں کر رہی ہیں مس منیشا، ایسی باتیں شاید اس موسم میں پگھل چکھل کر دل کی گہرائیوں میں اتر جاتی ہیں۔ کہیں یوں نہ ہو کہ آپ میرے دل کی گہرائیوں میں جا بیسیں۔“

اس نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور حسرت بھرے انداز میں بولی۔

”یہ وہ الفاظ ہیں جو زندگی کو تہ و بالا کر دیتے ہیں، پلیز مجھے خوابوں میں نہ کھینچ لے جائیں مسٹر ہٹ مین ریگو۔“

”ویسے مس منیشا اس میں ایک اعتراض ہے مجھے۔“

”کیا.....؟“ اس نے سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

”اپ مائنڈ کر جائیں گی۔“

”اور اگر میں وعدہ کروں کہ میں مائنڈ نہیں کروں گی تو.....“

میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا پھر میں نے کہا۔ ”شخصیتیں اگر تقسیم ہوں تو آپ خود سوچئے کہ ایک شخص کیسے ذہنی طور پر یک سو ہو سکتا ہے۔“

”وہ میرے الفاظ کو سمجھ نہیں پاتی تھی۔ چند لمحات مجھے دیکھتی رہی پھر بولی۔“

”کچھ وضاحت کریں گے مسٹر ریگو.....!“

”صاف بات ہے مس گھنٹاشام۔ آپ کا تعلق مسٹر ڈی ڈی جیوا سے ہے۔ انہی کی ہم وطن بھی ہیں۔ میں اگر آپ سے مخلص ہو بھی جاتا ہوں تب بھی بہر طور آپ مسٹر جیوا کے دباؤ میں تو رہیں گی۔ ایک ایسا آدمی جسے کسی خاص بات سے کوئی دلچسپی نہیں ہو سکتی وہ صرف ذاتی بنیادوں پر یا اگر میں یہ کہوں کہ دل کے تقاضوں سے مجبور ہو کر کسی کے لیے کچھ کرنا چاہے اور اسے اس شخصیت پر دوسرے کا تسلط محسوس ہو تو آپ خود سوچئے کہ وہ کسی کے لیے کیا کر سکتا ہے؟“

”دیکھیے مسٹر ریگو، ضرورتیں انسان کو کسی بھی ایک شخص سے مخلص ہونے پر مجبور کر دیتی ہیں اور میرے نزدیک اچھا انسان وہی ہے جو جس سے منسلک ہو اس کا وفادار رہے لیکن مسٹر جیوا کے لیے کام کرتے ہوئے میری زندگی ان کی قید میں نہیں چلی گئی۔ وہ میرے سامنے موجود نہیں ہیں لیکن میں ان کی یہ تعریف کیے بغیر نہیں رہ سکوں گی کہ انہوں نے مجھے ہر طرح سے مطمئن رکھنے کی کوشش کی ہے ہمیشہ میرے لیے اچھے انداز میں سوچا ہے اور میں سمجھتی ہوں کہ اگر میں ان سے کہوں کہ اپنے بہتر مستقبل کے لیے اب میں اپنی خدمات مسٹر ریگو کو دینا چاہتی ہوں تو شاید مسٹر ڈی ڈی جیوا انکار نہیں کریں گے بلکہ آپ سے میری سفارش ہی کریں گے۔“

میں دل ہی دل میں ہنسا اور سوچا کہ اسے احمق لڑکی اگر ایسا کچھ ہوا بھی تو مسٹر جیوا کی سوچ اس سے مختلف نہیں ہوگی کہ مافیا اس کی گرفت میں آجائے۔ تم اس وقت بھی انہی کے لیے کام کرو گی۔ تاہم اگر کوئی احمق بننا چاہے تو اسے احمق بننے سے روکنا کوئی مناسب بات تو نہیں تھی۔

بہت دیر تک میں مینشا گھنٹام سے باتیں کرتا رہا شام تیزی سے ڈھل رہی تھی۔ پر لطف بات یہ تھی کہ بارش تیز نہیں ہوئی تھی اس مدھم پھوار نے تو مزید قیامت ڈھادی تھی۔ رفتہ رفتہ وہ خلاصی جو اس خوف کا شکار ہو گئے تھے کہ تیز بارش ہو جائے گی اور انہیں سمندری موسم کی سختیاں برداشت کرنا پڑیں گی اب اس مدھم بارش سے مطمئن ہو گئے تھے۔ موسم کا رنگ بتاتا تھا کہ بارش تیز نہیں ہوگی، ایک عجیب سرمستی فضا میں دوڑ گئی تھی اور اس کے اثرات نمایاں ہو گئے غالباً کیپٹن کرومانے بھی خلاصیوں کو اجازت دے دی تھی کہ وہ زندگی بھر پور طریقے سے انجوائے کریں۔ نتیجے میں جگہ جگہ ٹولیاں جم گئی تھیں اور جہاز پر رقص و موسیقی کی محفلیں گرم ہو گئیں۔ ہر شخص اپنے کام میں مصروف تھا اس سے غافل نہیں تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی وہ موسم کی دلکشی سے بھی محفوظ ہو رہا تھا۔ میں نے مسٹر ڈی ڈی جیوا کو بھی ان تمام معمولات میں دلچسپی لیتے ہوئے دیکھا۔ شازیہ اور اسلام احمد بھی ہر طور انسان ہی تھے۔ خاص طور سے مافیا کے وہ لوگ میرے لیے دلچسپی کا باعث تھے جو بظاہر مشینی روبوٹس بن چکے تھے حالانکہ زندہ انسان تھے لیکن مافیا کی ٹریننگ نے اور اس کے اصولوں کی سختیوں نے ان لوگوں کو مشین

بنا دیا تھا مگر فطرت ہر ایک سے اس کا احساس چھین لیتی ہے۔ وہ لوگ بھی انہی تفریحات میں مشغول تھے۔ مینشا گھنٹام مسکراتی نگاہوں سے ان تمام چیزوں کو دیکھتی رہی پھر اس نے کہا۔

”آج کا وقت میں تمہارے کیبن میں گزاروں گی، انکار تو نہیں کرو گے۔“
”نہیں مس مینشا۔“

”تو پھر اپنے کیبن میں میرا انتظار کرو۔ میں ابھی تھوڑی دیر میں آتی ہوں۔“
”ابھی نہیں۔ میرا خیال ہے ہماری نشست ڈنر کے بعد جیسے تو زیادہ دلچسپ..... ہوگی۔ ہو سکتا ہے اس وقت تک مسٹر جیوا کو تمہاری ضرورت پیش آجائے۔“
”نہیں مسٹر جیوا سے میں چھٹی لے چکی ہوں تاہم تمہارا کہنا درست ہے لیکن میں اپنے قریب سے تمہیں ہٹے نہیں دوں گی۔“

ہم نے ساتھ ہی ڈنر کیا۔ جہاز کی محفلوں میں حصہ لیتے رہے اور اس کے بعد مینشا میرے ساتھ میرے کیبن کی طرف چل پڑی جب میں اپنے کیبن کے دروازے تک پہنچا تو اس نے کہا کہ وہ ابھی تھوڑی دیر میں آتی ہے ذرا لباس وغیرہ تبدیل کر آئے ویسے بھی ہمارے لباس اچھے خاصے بھیگ چکے تھے۔ میں نے گردن ہلا دی اور وہ اپنے کیبن کی جانب چلی گئی۔ اندر آکر میں نے بھی لباس تبدیل کیا اور مس مینشا کا انتظار کرنے لگا، کچھ دیر کے بعد وہ شب خوابی کے لباس میں ملبوس ہاتھ میں ایک نہایت نفیس باسکٹ اٹھائے ہوئے اندر آئی۔ باسکٹ میں مختلف قسم کی بوتلیں اور گلاس موجود تھے۔ اس کے علاوہ سانپن اور برف بھی تھا جسے وہ فریج سے نکال کر لائی تھی۔ اس نے گلاس میز پر سجا دیے اور مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ تب میں نے اپنے چہرے پر غم آلود مسکراہٹ پیدا کر لی اور مینشا نے اسے محسوس کر کے چونکتے ہوئے کہا۔

”خیریت۔ کچھ یاد آیا۔“

”ہاں مس مینشا۔“

”کیا.....“

”ایک دور تھا جب یہ رنگین زندگی میرے لیے معمولی حیثیت رکھتی تھی لیکن بعد میں ڈاکٹر نے مجھ پر حرام کر دیا اس کا کہنا ہے کہ میں السر کا شکار ہوں اور شراب میرے

معدے میں تیزاب بن کر اترے گی۔ طویل عرصے سے ترک کی ہوئی ہے اور پہلے جو تکلیف تھی اب ختم ہو گئی ہے لیکن آپ کا حکم سر آنکھوں پر.....“

”ارے نہیں نہیں، اگر کوئی ایسی بات ہے تو کیا فرق پڑتا ہے تمہارے حصے کے جام بھی میں ہی پی لوں گی۔“ اور منیشا نے شراب نوشی شروع کر دی، مجھ سے باتیں بھی کرتی جارہی تھی اور رفتہ رفتہ بہکتی بھی جارہی تھی اور پھر وہ حلق تک بھر گئی اور بڑی دلچسپ گفتگو کرنے لگی۔ اس نے اسفل ٹاور کے بارے میں بتایا کہ وہ اس کے نانا جان کی ملکیت ہے، تاج محل پر اپنے حقوق کا شجرہ بتانے لگی۔ ساری دنیا پر اس نے تھوڑی ہی دیر میں قبضہ کر لیا تھا اور میرے حلق میں قیمتی مچل رہے تھے۔ میں نے کہا۔

”مس منیشا اتنی بڑی شخصیت ہے آپ کی اور آپ ڈی ڈی جیوا جیسے کنجوس آدمی کے جال میں پھنسی ہوئی ہیں؟“

”ارے نہیں نہیں وہ کنجوس نہیں ہے، بڑا منجلا آدمی ہے، لٹائے پر آتا ہے تو لاکھوں لٹا دیتا ہے۔ ہاں فطرت میں کینہ پن ضرور ہے جو اس کا خاندانی ورثہ ہے۔ ویسے شاید تمہیں اس بات پر یقین نہ آئے کہ وہ دنیا کے گنے چنے دولت مندوں میں سے ہے۔ اتنی دولت ہے اس کے پاس کہ بہت سوں کے پاس نہیں ہوگی۔ وہ چالاک آدمی ہے ورنہ اپنے اتنے بڑے مفاد کو ٹھکرا نہ دیتا۔“

”کون سا مفاد؟“ میں نے پوچھا تو اس نے ہوجھل پھلکس اٹھا کر مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

”مطلب یہ ہے کہ پہلے وہ اپنے کے لیے یہ سب کچھ کرنے پر راضی ہو گیا تھا۔ وہ تو شاید بعد میں اسے عقل آگئی۔“

”ہاں ہاں۔ تھوڑا سا جذباتی آدمی بھی ہے لیکن اس ملک میں کروڑوں افراد بستے ہیں جو ملک کے لیے کچھ کر دیتے ہیں ان کی پذیرائی ہو جاتی ہے اور جو نہیں کرتے وہ بے نام مر جاتے ہیں۔“

”بالکل۔ میں مسٹر جیوا کے اس فیصلے سے اتفاق کرتی ہوں۔ اب دیکھو نایہ سب کچھ ادھورا تھا۔ ہمارا ملک اس کی کوئی پذیرائی بھی نہ کرتا اور مسٹر جیوا کا کروڑوں ڈالر کا نقصان ہو جاتا۔ یہ فیصلہ تو میرے خیال میں انہوں نے بالکل ٹھیک کیا ہے۔“

”اس کے پس پردہ کوئی اور بات معلوم ہوتی ہے مس منیشا اور بھلا آپ سے زیادہ مسٹر جیوا کے بارے میں کون جان سکتا ہے۔“

”اس میں کوئی شک نہیں ہے، مسٹر جیوا میرے اوپر پورا پورا بھروسہ کرتے ہیں، جب انہوں نے پاکستان سے یہ سودا کیا تو اس کے بعد صرف مجھ سے رابطہ قائم کیا۔ میں ان کے پلاننگ ڈپارٹمنٹ کی انچارج بھی ہوں۔ ان کے ہران اور آؤٹ کو جانتی ہوں اور اس کی بعد میں ان کی ہدایت کے مطابق ٹریڈنگ آگئی۔ جانتے ہو پاکستان سے جو گولڈ آئے گا وہ کہاں وصول کیا جائے گا.....؟“

”ایرین پوائنٹ پر۔“

”تم نے ایک پوائنٹ پر غور ہی نہیں کیا۔“ وہ ہنستی ہوئی بولی۔

”وہ کیا.....؟“

”ایرین پوائنٹ پر گولڈ اس شپ پر لے لیا جائے گا لیکن مائی ڈیئر اس کا کیا ثبوت ہے اور اس کی کیا گارنٹی ہے کہ گولڈ کے شپ پر پہنچنے کے بعد گولڈ مسٹر جیوا ہی کی ملکیت رہے، کیپٹن کروما بھی ہے تم بھی ہو اور دوسرے بھی ہیں ہو سکتا ہے سب کی نیت بدل جائے۔“

”ارے ہاں یہ تو میں نے غور ہی نہیں کیا تھا۔“

”ہم نے کیا تھا اور اس کے انتظامات کر کے میں یہاں پہنچی ہوں۔“

”کیا انتظام کیا ہے تم نے اس کا؟“

”سب میرین۔ سب میرین۔“

”کیا مطلب۔“ میرا دماغ ایک دم بھک سے اڑ گیا۔

”ایرین پوائنٹ پر ہماری سب میرین ہمارا انتظار کرے گی اور جب ہم ایرین

پوائنٹ پر پہنچ جائیں گے اور لین دین کی بات مکمل ہو جائے گی تو یہ گولڈ سب میرین میں منتقل ہو جائے گا اور سب میرین مسٹر جیوا کو لے کر چل پڑے گی۔“

”ارے کیسی باتیں کر رہی ہو تم۔“ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

”کیا مطلب ہے تمہارا؟“

”مسٹر جیوا کے پاس اپنی سب میرین موجود ہے۔“

”ادہ مائی ڈیئر میعد‘ میں ہوں‘ دانش منصور۔“

”سر خیریت‘ کہاں سے بات کر رہے ہیں جہاں تک میری اطلاع ہے آپ کو اب بیچ سمندر میں ہونا چاہیے تھا۔ ادہو سوری چیف سوری‘ یقیناً‘ آپ سمندر میں ہیں‘ مجھے اس کے سنگٹل مل رہے ہیں۔“

”سعید خان بہت مختصر وقت میں کچھ ہدایات سنو اور جس طرح بھی ممکن ہو سکے انہیں رشید ناگی تک پہنچا دو۔“

”پلیس سر۔ پلیس سر۔ رشید ناگی سے ابھی میرا تھوڑی دیر کے بعد رابطہ ہونے والا ہے‘ ہمارے درمیان یہ بات طے ہو گئی ہے۔“

”تو پھر سنو۔ ایرین پوائنٹ پر رشید ناگی پہنچے گا تو وہاں اسے ریکی گولڈ ملے گا سارے معاملات ریکی گولڈ سے ہی طے ہوں گے لیکن زیر سمندر ایک سب میرین موجود ہوگی اور یہ سب میرین مسٹر ڈی ڈی جیوا کی ہے۔ مسٹر ڈی ڈی جیوا اسی کے ذریعے جائیں گے اور ہم نہیں کہہ سکتے کہ زیر سمندر وہ کیا منصوبہ لے کر آئے ہیں‘ ہو سکتا ہے گولڈ سب میرین پر قتل ہو جائے تو مسٹر ڈی ڈی جیوا سب میرین ہی کے ذریعے دونوں جہازوں کو تباہ کرنے کی کوشش کریں اور اس کے بعد وہ اپنے ملک میں سرخرو واپس جائیں اور یہ تمام تفصیلات بتادیں۔ نامکمل پلانٹ تو وہ واقعی اپنے ملک کے حوالے نہیں کر سکیں گے لیکن کم از کم اس سلسلے میں تمام تفصیلات وہ اپنے ملک کو دے کر اس سے مراعات حاصل کر سکتے ہیں اور پھر اتنا قیمتی گولڈ تو ان کے قبضے میں ہو گا ہی۔“

سعید خان سکتے ہیں رہ گیا تھا۔ وہ کچھ نہ بول سکا تو میں نے اسے پھر کال کیا۔

”تم سن رہے ہو سعید خان.....؟“

”جی چیف۔“

”تو پھر رشید ناگی سے کہو کہ اسے اپنے جہاز پر خاص قسم کے انتظامات کر کے ایرین پوائنٹ پر پہنچنا ہوگا۔ ایسے انتظامات جو اس انکشاف کی روشنی میں کارآمد ہوں۔“

”چیف اس کے علاوہ کچھ؟“

”تھیں سلیکٹ بہت جلد اور اگر ممکن ہو سکے تو پھر مجھے اڈے کی رپورٹ دو۔“

”بالکل ممکن ہو سکے گا چیف لیکن آپ جاگ رہے ہیں؟“

”یہی تو میں تم سے کہہ رہی تھی کہ تم دنیا کے اس دولت مند ترین آدمی کو نہیں جانتے۔ مسٹر جیوا کے پاس سب میرین ہی نہیں اس کے اپنے ذاتی شپ اور ایرکرافٹ بھی ہیں۔ تم کیا سمجھتے ہو اسے بہت بڑا آدمی ہے وہ۔“

”لیکن میں یہ بات نہیں مان سکتا کہ سب میرین ایرین پوائنٹ پر پہنچ جائے گی۔“

”پہنچ جائے گی‘ بلکہ پہنچ گئی ہے‘ مجھے اس کی رپورٹ موصول ہو چکی ہے۔ اس کا پورا عملہ مجھ سے ہی رابطہ رکھے ہوئے ہے۔ وہ ایرین پوائنٹ کے گرد چکر لگا رہی ہے اور وقت مقررہ پر وہاں پہنچے گی۔ ڈی ڈی جیوا بے وقوف آدمی نہیں ہے۔“

”ان حالات میں جو تم نے مجھے بتائے ہیں۔ واقعی وہ بے وقوف آدمی نہیں ہے آج میں نے یہ بات تسلیم کر لی۔“

اتنی شاندار معلومات حاصل ہونے کے بعد مجھ پر منیسا گھنٹام کے تمام تر حقوق کو پامال کرنا میری فطرت کے خلاف ہے لیکن رات کے آخری حصے میں میری تشویش انتہا کو پہنچ گئی تھی کیونکہ سب میرین کے بارے میں مجھے پہلے سے علم نہیں تھا اور نہ ہی رشید ناگی اس بارے میں کچھ جانتا تھا اس کے علاوہ ڈیمو سے ریکی گولڈ کا سفر اچھا خاصا طویل ہو چکا تھا‘ اگر میں بار سلونا سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کروں تو دعوے سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس ٹرانسمیٹر پر کامیاب ہو جاؤں گا یا نہیں جو مجھے مافیا کی جانب سے فراہم کیا گیا تھا۔ تاہم اب اس کا زیادہ وقت نہیں نکال سکتا تھا‘ کوشش کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے ویسے تو اس عجیب و غریب ٹرانسمیٹر کے حیطہ عمل کے بارے میں مجھے حیران کن رپورٹیں دی گئی تھیں لیکن اب وہ وقت آگیا تھا کہ میں اسے مکمل طور پر استعمال کر کے دیکھوں۔ منیسا گھنٹام دو بوتلوں کے نشے میں ڈوبی ہوئی تھی اور اس وقت اگر اس کی گردن پر چھری بھی پھیر دی جاتی تو اسے ہوش نہیں آسکتا تھا چنانچہ میں نے برق رفتاری سے انتظامات کیے اور اس کے بعد سعید خان سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ میں امید و بیم کی کیفیت میں اس ٹرانسمیٹر کو دیکھ رہا تھا اور جب مجھے کلیئر نس سنگٹل ملا تو میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔ میں نے سعید خان کو پکارنا شروع کر دیا۔ زیادہ وقت نہیں گزارنا چاہتا تھا میں۔ سعید خان کی آواز بالکل صاف سنائی دی تھی۔

”لیتھ اشمیر۔“

”ہاں بالکل‘ میں جاگتا رہوں گا‘ پتا نہیں یہاں کے اور تمہارے ہاں کے وقت میں کیا فرق ہے مجھے وقت بتاؤ؟“

سعید خان نے وقت بتایا جس میں واقعی خاصا فرق تھا‘ میں نے اسے مقامی وقت بتایا‘ یعنی سمندر میں اس وقت گھڑیاں جو بتا رہی تھیں ہم نے اس کا تعین کر لیا اور سعید خان نے کہا کہ وہ ہمارے حساب سے صبح ہونے سے پہلے اس سلسلے میں جو کچھ بھی ممکن ہو سکے گا جواب دے گا‘ بعد کا وقت جاگ کر گزارنے کے علاوہ میں اور کیا کر سکتا تھا۔ چنانچہ جاگتا رہا‘ کوئی دو گھنٹے کے بعد مجھے ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا‘ سعید خان کے علاوہ اور کون ہو سکتا تھا‘ اس نے صرف ایک لفظ کہا۔

”اوکے چیف‘ اوکے۔“ اور اس کے بعد ادھر سے آواز آنا بند ہو گئی‘ میں نے آنکھیں بند کر کے گہری گہری سانسیں لیں اور پھر ٹرانسمیٹر کو اس کی جگہ واپس رکھ کر اپنے بستر پر لیٹا اور آرام کی گہری نیند سو گیا۔

شازیہ اور اسلام احمد یہ جاننے کے بعد کہ دوران سفر ایک اور معرکہ پیش آنے والا ہے‘ بڑے متحسّس ہو گئے تھے‘ اپنے آپ کو لیے دیے رکھنے کی کوشش کر رہے تھے لیکن اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ سادہ لوح لوگ تھے اسلام احمد بلاشبہ ایک مہم جو رہا ہو گا لیکن اب وہ خاصا مختلف طبیعت کا مالک نظر آ رہا تھا اور اس سے یہ اظہار ہو رہا تھا کہ وہ سادہ لوح ہے نجانے کس طرح اس نے اتنے بڑے کام کا بیڑا اٹھالیا تھا‘ بہر حال اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ کام اس کی اپنی حیثیت سے بہت آگے کا کام تھا اور میرے وطن کے لیے نہایت ہی موثر اور کارآمد۔ بالآخر سفر کے یہ شب و روز اس نہج پر پہنچ گئے جب ہمیں ایک شاندار معرکہ سے گزرنا تھا‘ ڈی ڈی جیوا کا مجھ سے مسلسل رابطہ رہا تھا اور اس نے بار بار مجھ سے اس بارے میں گفتگو کی تھی اور کہا تھا کہ میں اگر مناسب سمجھیں تو کپتان یو ایس کروما سے گفتگو کر لوں‘ میں نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا تھا کہ پہلے سے کسی کو اپنے معاملے میں موٹ کر لینا سود مند نہیں ہو گا‘ یو ایس کروما کو بروقت یہ سب کچھ بتایا جائے تو زیادہ موزوں رہے گا تاکہ اسے سوچنے کا موقع نہ مل سکے‘ جیوا اس سلسلے میں متحسّس تھا‘ اس نے کہا۔

”کہیں یوں نہ ہو کہ کروما اس بارے میں ہم سے اتفاق نہ کرے حالانکہ سب کچھ

اسی طرح ہو گا جس طرح یہ لوگ چاہتے ہیں لیکن پھر بھی کروما کی مداخلت خطرناک ہو سکتی ہے۔“ جب ایرین پوائنٹ نزدیک آگیا تو میں نے پہلے برج پر کیپٹن کروما سے ملاقات کی‘ اس وقت اسلام احمد کو بھی میں نے ساتھ ہی رکھا تھا‘ کیونکہ سارا کھیل اسلام احمد ہی کا تھا‘ میں نے کیپٹن کروما سے کہا۔

”اور اس وقت مجھے تم سے نہایت اہم گفتگو کرنا ہے مسٹر کروما‘ کیا تم مجھے کچھ وقت دے سکو گے؟“

کروما نے سیکنڈ آفیسر کو اپنے ذمے داریاں سونپیں اور ایک تنہا گوشے میں چلا آیا‘ میں نے خاص طور سے اپنے ساتھیوں کو ہدایت کر دی تھی کہ وہ ڈی ڈی جیوا پر نظر رکھیں‘ میں نے کیپٹن کروما سے کہا۔

”ہم لوگ ایرین پوائنٹ پر پہنچنے والے ہیں اور وہاں وہ اہم کام سرانجام پا جائے گا جس کے لیے یہ مشن ترتیب دیا گیا ہی‘ مسٹر کروما اصل صورت حال یہ ہے کہ ایک پاکستانی شپ جو بحریہ کاشپ ہو گا‘ ایرین پوائنٹ پر پہنچے گا اور اس سے کچھ منتقل کیا جائے گا‘ بظاہر جو پروگرام آپ کے علم میں ہے موجودہ حالات میں تھوڑا سا پروگرام مختلف ہو گیا ہے کیونکہ ایک سب میرن بھی زیر سمندر وہاں پر ہمارے استقبال کے لیے موجود ہوگی اور وہ سب میرن ہمارے لیے خطرناک ہو سکتی ہے۔ ہمیں سمتوں کے سلسلے میں ذرا ہوشیار رہنا ہے لیکن مائی ڈیئر‘ اصل کام جو ہے وہ یہ ہے کہ تمہیں ایک شخص سے ملایا جائے گا۔ وہ ایک سرمایہ دار ہے اور اپنے الگ منصوبے پر کام کر رہا ہے‘ اس کے بارے میں مارشل لارا سب کچھ جانتے ہیں چنانچہ باقی کام جو کیا جا رہا ہے مارشل لارا ہی کی ہدایت پر کیا جا رہا ہے۔“

”مجھے کیا کرنا ہے جناب؟“ کیپٹن کروما نے پوچھا۔

”وہ شخص اپنا ایک منصوبہ تمہارے سامنے پیش کرے گا اور تمہیں اس کے لیے کچھ رقم کا لالچ دیا جائے گا‘ ایک لالچی شخص کی حیثیت سے اس کی یہ پیشکش قبول کر لینا اس سے ہمیں ہمارے کام میں آسانی ہو جائے گی‘ پہلے یہ سب کچھ ہمارے ذہن میں نہیں تھا اور ہم یہی سوچ رہے تھے کہ ہمارا کام دوسری شکل میں ہو جائے گا لیکن جب سے سب میرن کے بارے میں علم ہوا ہے۔ تب سے پروگرام میں تھوڑی سی تبدیلی کرنا

ضروری ہو گیا ہے لیکن آپ کو اس سلسلے میں کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔ اس کا انتظام ہم لوگ خود کر لیں گے مگر مسٹر ڈی ڈی جیوا سے ملاقات ضروری ہے، آپ میرا مطلب سمجھ گئے ہوں گے۔“ کیپٹن کروما نے اسلام احمد کو دیکھا اور اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”ہاں مسٹر کروما، آپ یوں سمجھ لیجئے کہ جو کچھ ہم لوگ کر رہے ہیں، اس میں سرفہرست اور اول مقام میرے دوست ہٹ مین ریگو کا ہے اور یہی اس پروگرام کو ہینڈل کر رہے ہیں۔“

”مائی ڈیئر لارا، شاید تمہیں میرے خلوص پر اتنا یقین نہیں آیا ہوگا، جتنا خلوص میرے دل میں تمہارے لیے موجود ہے، تم یوں سمجھ لو میں نے بھی اپنی زندگی کا بہت بڑا رسک لیا ہے تمہارے لیے، لہجوں میں وقت اور حالات بدلتے ہیں، پتا نہیں اس کے نتائج مجھے کتنے عرصے تک بھگتنا پڑیں لیکن میں اس کے لیے تیار ہوں اور جو کچھ تم کو گے اسے اسی کے مطابق سرانجام دوں گا۔“

”میں صرف یہ کہہ سکتا ہوں کہ دوستوں کے معاملے میری تخلیق آسمان کی طرح بلند ہے اور مجھے ہمیشہ ہی اچھے دوست ملے ہیں، میں تمہاری دوستی پر ناز کرتا ہوں۔“ کیپٹن کروما میری خواہش کے مطابق ڈی ڈی جیوا سے گفتگو کرنے کے لیے تیار ہو گیا تھا، جیوا کو میں نے ہوا بھی نہیں لگنے دی تھی کہ اصل صورت حال کیا ہے، بہر حال میں نے ان دونوں کی ملاقات کروائی، کیپٹن کروما میرے معتمد کی حیثیت سے خفیہ طریقے سے جیوا سے ملا اور اس نے حیرانی سے کہا۔

”حالانکہ میں آپ کو ایک غیر متعلق آدمی سمجھتا تھا لیکن ہٹ مین ریگو نے جو انکشافات کیے ہیں وہ میرے لیے نہایت باعث حیرت ہیں۔“ ڈی ڈی جیوا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اور میرے لیے یہ بات حیران کن ہے کیپٹن کروما کہ آپ مارشل لارا کے خاص آدمیوں میں شمار کیے جاتے ہیں لیکن آپ مجھے ہٹ مین ریگو کے اچھے دوست نظر آتے ہیں۔“

کیپٹن کروما زیر ہدایت گفتگو کر رہا تھا، اس نے خشک لہجے میں کہا۔

”مسٹر جیوا دنیا میں ہر شخص سب سے پہلے اپنے مفاد کو عزیز رکھتا ہے اور اس کے

بعد دوسرے کے بارے میں سوچتا ہے جو لوگ اپنے آپ کو بہت زیادہ مخلص اور ہمدرد ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں، میرے نزدیک وہ جھوٹے ہوتے ہیں، کیونکہ ہمارے پیشتر راستے ہمارے اپنی ضرورتوں کے لیے ہوتے ہیں، مارشل لارا سے بھی میری دوستی اسی بنیاد پر ہوئی ہے کہ اس نے مجھے اس ساری مہم کے لیے ایک معقول رقم پیش کی ہے اور ظاہر ہے کہ وہ رقم میری ضرورت ہے اور اگر اس میں کوئی ایسا کام ہو سکتا ہے جس سے مجھے بڑی رقم حاصل ہو جائے تو ظاہر ہے میں اس سے کیوں گریز کروں گا۔“

”بڑی دلچسپ بات ہے، ہٹ مین ریگو ان پورے واقعات میں دولت سرفہرست رہی ہے اور اس کے لیے بڑے پیچیدہ حالات سے گزرنا پڑا ہے، ہم تمام لوگوں کو اب دیکھو نا آرمن نے وہ پلانٹ میرے ہاتھوں فروخت کیا، میں نے دوسرے ملک کے ہاتھ اور غالباً تیسری آمدنی کیپٹن کروما کی ہو رہی ہے خیر میں مسٹر کروما کی اس بات سے بالکل اتفاق کرتا ہوں کہ انسان کے لیے سب سے پہلی اولیت اپنے مفادات کی ہوتی ہے باقی سارے کھیل بعد کے ہوتے ہیں۔ خیر میں بے کار گفتگو میں وقت ضائع نہیں کروں گا کیونکہ مجھے اندازہ ہو چکا ہے کہ اب ہم ایرین پوائنٹ پر پہنچ رہے ہیں اور اگر میرا خیال غلط نہیں ہے مسٹر کروما تو شاید اگلے بارہ گھنٹے کے اندر اندر ہم اپنی منزل پر پہنچ جائیں گے۔“

”ہاں جس جگہ کو ایرین پوائنٹ کے نام سے پکارا جاتا ہے وہ شاید اب پیچھے یا سات گھنٹے کی مسافت پر ہے۔“

”آپ جہاز کے کپتان ہیں، سمندر کے بارے میں ہم سب سے زیادہ آپ جانتے ہوں گے مگر معاف کرنا ہٹ مین ریگو، ہر آدمی اپنی گفتگو میں مارجن رکھتا ہے۔ میں نے بھی اپنی گفتگو میں مارجن رکھا تھا، وہ لوگ عقل مند نہیں ہوتے جو اپنے تمام معاملات دوسروں کے سپرد کر دیتے ہیں اور اس سلسلے میں کیپٹن کروما کے وہ الفاظ دہراؤں گا کہ ہر شخص اپنے مفادات کا حاقی ہوتا ہے۔“

”کیا آپ اس گفتگو کو طویل نہیں کر رہے مسٹر ڈی ڈی جیوا۔“ میں نے کہا۔

”ہاں معذرت چاہتا ہوں اصل میں میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ کچھ ضروری امور میں

تم سے بھی پچھتاہٹیں ہیں لیکن اب ان کے ڈس کلوز کرنے کا وقت آگیا ہے۔“

میں نے حیران نگاہوں سے مسٹر جیوا کو دیکھا حالانکہ میں ان ضروری امور کے

بارے میں جانتا تھا اور میری بہت ہی زیادہ پیاری پیاری میٹھا گھنٹام نے جو مستقبل کی مانتا ہری بننے والی تھی، شراب کے نشے میں ڈوب کر مجھے تمام "سب بتا چکی تھی۔ تاہم ابھی اپنے آپ کو محتاط رکھنا تھا۔

مسٹر جیوانے کہا۔ "ایرین پوائنٹ پر ہمارے درمیان گولڈ کا تبادلہ ہوگا۔ حکومت پاکستان کے نمائندے اپنے شپ پر وہاں پہنچیں گے اور یہ گولڈ ریکی گولڈ پر منتقل کر دیا جائے گا لیکن ظاہر ہے کیپٹن کروما میں آپ کی مشکلات سے پوری طرح واقف تھا، چلئے یہ ساری چیزیں ہم نے حکومت پاکستان کو منتقل کر دیں تب بھی سمندر میں اور کوئی ایسا ذریعہ نہیں ہو سکتا تھا جس سے میں اپنے وطن واپس روانہ ہو سکتا۔ آپ کو اس کے لیے بے شک مجبور کیا جاتا اور اس کا معاوضہ بھی پیش کیا جاتا لیکن دعوے سے یہ بات نہیں کہی جاسکتی تھی کہ آپ اس کے لیے تیار ہو جائیں گے۔ حالانکہ ہٹ مین ریگو نے اس کا یقین دلایا تھا کہ وہ میرے وطن واپسی کا معقول بندوبست کر دے گا اور مسٹر کیپٹن کروما کو اس کام کے لیے تیار کر لے گا لیکن بہر طور میں نے اپنے طور پر بھی کچھ عمل کیا، میرے دوست ہٹ مین ریگو، میری یہ سکریٹری جو میرے ملک سے یہاں آئی ہے میرے ایک خاص منصوبے کے تحت عمل کر کے یہاں پہنچی ہے۔ ایرین پوائنٹ پر میری ایک سب میرن پہنچ جائے گی جو میری اپنی ملکیت ہے اور اس کا عملہ میرا ماتحت ہے۔ ہم یہ گولڈ ریکی گولڈ پر منتقل کرنے کے بجائے سب میرن پر منتقل کر دیں گے اور سب میرن میرے وطن کی جانب روانہ ہو جائے گی اور اس کے بعد مسٹر ہٹ مین ریگو آپ بھی شپ کے ذریعے اپنی منزل پر چلے جائیں گے، مارشل لارا وغیرہ کو جہاں جانا ہے، وہ وہاں چلا جائے گا اور کام ختم ہو جائے گا۔ کیسی رہی؟"

میں خاموشی سے ڈی ڈی جیوان کو دیکھتا رہا، اس سے اختلاف کرنے کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا، ہاں بس حیرانی کا اظہار مجھے ضرور کرنا چاہیے تھا اور وہ میں نے کیا تھا۔ چنانچہ ہٹ مین ریگو کی حیثیت سے میں نے ڈی ڈی جیوان سے کہا۔

"اس میں کوئی شک نہیں مسٹر جیوان کہ آپ خود بھی ایک ذہین آدمی ہیں، میں آپ کی اس کاوش سے بے حد متاثر ہوا ہوں۔"

"تھینک یو۔ تھینک یو مائی ڈیر۔ تمہیں اس بات پر اعتراض تو نہیں ہے۔"

"بالکل نہیں۔ بلکہ یہ تو اور بہترین طریقہ ہے اس طرح تو ہم نے کیپٹن کروما کا کام ختم کر دیا ہے، کیپٹن کروما آپ کو اس بات پر اعتراض تو نہیں ہے۔"

"بھلا میرے اعتراض کی کیا گنجائش باقی رہ گئی ہے۔ آپ مجھے بتائیے؟"

"نہیں ایسی بات نہیں ہے۔ اصل میں سارا کھیل ہی بدل جائے گا کیپٹن کروما آپ کے تعاون کے بغیر تو ہم کچھ بھی نہیں کر سکیں گے۔"

"مطلب۔" کیپٹن کروما نے تعجب سے پوچھا۔

"اصل میں مارشل لارا کے فرشتوں کو بھی اس بات کا علم نہیں ہے کہ اس سلسلے میں میرا سودا حکومت پاکستان سے ہو گیا ہے ہم نے مارشل لارا کو پاکستانی نمائندوں سے بھی ملنے نہیں دیا۔ سمندر میں جب اسے علم ہوگا کہ اس کا کیا دھرا چوہٹ ہو گیا ہے اور حکومت پاکستان کو یہ پلانٹ اور سترہ آدمی خریدنے پڑے ہیں تو ظاہر ہے مارشل لارا اسے بہتر محسوس نہیں کرے گا اور اپنے طور پر کوشش کرے گا، ہمیں اس وقت مداخلت کرنا ہوگی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بیچ سمندر میں حکومت پاکستان کے نمائندے بد معاہدگی کرنے کی کوشش کریں، اس وقت مسٹر کیپٹن کروما ہمیں آپ کا سہارا اور کار ہوگا۔"

"بھلا اس سلسلے میں، میں کیا کر سکتا ہوں؟"

کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہوگا اور کچھ نہیں تو کم از کم آپ اپنے جہاز کو کنٹرول رکھیں گے اور اپنے آدمیوں کو بھی مارشل لارا کا ہم آواز نہیں ہونے دیں گے۔ "ڈی ڈی جیوان نے کہا اور کیپٹن کروما سوچ میں ڈوب گیا۔ وہ بھی اچھی اداکاری کر رہا تھا حالانکہ اسے ساری صورت حال معلوم تھی لیکن وہ بہر حال میرے اشاروں پر کام کر رہا تھا، تھوڑی دیر کے بعد اس نے کہا۔

"اور اس سلسلے میں مجھے کیا معاوضہ ملے گا مسٹر ڈی جیوان؟"

"اس کا فیصلہ مجھے کرنا ہے کیپٹن کروما، معاوضے کا تعین آپ کر لیجئے، مسٹر ڈی جیوان سے میرا معاہدہ ہو گیا ہے کہ ان کے سودے کی تکمیل میں اپنی نگرانی میں کرواؤں گا اور اس کے لیے مسٹر ڈی جیوان مجھے ایک معقول معاوضہ ادا کرنے کے لیے تیار ہیں اور میں اس سلسلے میں آپ کو ایک پیش کش کرتا ہوں کہ جو معاوضہ مجھے حاصل ہوگا اس کا پانچ پر سنٹ میں آپ کی خدمت میں پیش کروں گا۔"

”کوئی تعین ہو سکتا ہے اس کا۔“ کیپٹن کروما بھی اداکاری کرنے میں زیادہ دلچسپی لے رہا تھا پھر ہم نے اسے تعین کر کے بتایا اور کیپٹن کروما بخوشی اس کام کے لیے تیار ہو گیا۔ ڈی ڈی جیوانے اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

”مجھے خوشی ہے کہ میرے راستے آسان ہوتے جا رہے ہیں اور اس سلسلے میں دعوے سے یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ اگر ہٹ مین ریگو جیسا ذہین آدمی ہمارے ساتھ نہ ہوتا تو میں یہ سارے معاملات ایک کاروباری آدمی کی حیثیت سے ہینڈل نہیں کر سکتا تھا بلکہ میں شاید اس کام کی ہمت ہی نہیں کر پاتا لیکن اب میرے ساتھ مافیا فورس ہے اور میں بالکل مطمئن ہوں۔“ کیپٹن کروما سے ہنستے ہوئے کہا۔

”مسٹر کروما آپ اگر ایک شپ مین نہ ہوتے تو بہت اچھے اداکار ہوتے۔“ کیپٹن کروما نے میری اس بات پر دل کھول کر تمقے لگائے تھے پھر اس نے کہا۔

”اصل میں تمہاری بات پر ہنسنے کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ بچپن سے لے کر جوانی کی اس عمر تک جس میں نو خیزیت شامل ہوتی ہے۔ میں نے اداکار ہی بننے کے خواب دیکھے تھے۔ میرے پسندیدہ اداکار مارلن برانڈو، جیک لیسن اور برٹ لنکاسٹر تھے اور میں انہی کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرتا تھا بہر حال اداکار تو نہ بن سکا کیپٹن بن گیا لیکن انسان میں جو جراثیم ہوتے ہیں تو وہ کبھی نہ کبھی ابھر ہی آتے ہیں اس وقت اداکاری کا موقع ملا تو میں نے تمہیں اس کے جوہر دکھا دیے۔“ میں بھی ہنسنے لگا تھا۔

سفر کے یہ بقیہ لمحات بھی طے ہو گئے اور اس کے بعد ہم نے پاکستان فلیگ لہراتے ہوئے دیکھ لیا۔ یہ ایک عظیم جہاز تھا اور یقینی طور پر اس کا تعلق پاکستانی بحریہ سے تھا۔ ڈی ڈی جیوانے اس سے جہاز کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

”مجھے تو یہ جنگی جہاز معلوم ہوتے ہیں، کیا کسی جنگی جہاز میں اس معاملہ کی تکمیل کرنا مناسب تھا، کہیں ایسا نہ ہو میرے دوست کہ ہمیں خطرناک حالات کا سامنا کرنا پڑے۔“

”اس کے امکانات نہیں ہیں مسٹر جیوانا، آپ بالکل مطمئن رہیں، ہمارے پاس بھی اس کا معقول بندوبست ہے۔“

”کیا، کیا؟“ جیوانے کسی قدر خوفزدہ لہجے میں کہا۔

”اگر ادھر سے کوئی کارروائی ہوتی ہے تو ہم لوگ بھی جوابی کارروائی کریں گے۔“

”یہ تو، یہ تو بہتر نہیں ہوگا، اس بد عہدی کے لیے ہمارے پاس کوئی مناسب جواب نہیں ہے، تجا نے کیوں میرا دل دھڑکنے لگا ہے، مجھے خطرے کا احساس ہو رہا ہے مسٹر ہٹ مین ریگو۔“

میں نے کوئی جواب نہیں دیا، خاموشی سے جہاز کا جائزہ لیتا رہا پھر میں نے ڈی ڈی جیوانے سے کہا۔

”کیا آپ کو آپ کی سب میرین سے کوئی سنگل موصول نہیں ہوا؟“

”میشا گھنٹام اس سلسلے میں مصروف ہے وہ ہمیں اطلاع دے گی۔“

میں نے خاموشی اختیار کر لی، میشا گھنٹام سے اس کے بعد ملاقات تو بے شک ہوئی تھی لیکن شاید اسے یہ گمان بھی نہیں تھا کہ نشے کے عالم میں وہ کیا انکشافات میرے سامنے کر بیٹھی ہے پھر اس نے ہمارے قریب پہنچ کر ڈی ڈی جیوانے سے کہا۔

”سر آپ سے کچھ بات کرنا چاہتی ہوں۔“

”کو کو، بے دھڑک کہو۔“

”اوم پرکاش کا میسج مل چکا ہے، وہ زیر سمندر موجود ہے اور کس قدر خوفزدہ نظر آتا ہے۔“

”کیوں؟“

”غالبا اسے اس بات کا خوف ہے کہ پاکستانی بحریہ کا جہاز جو مکمل طور پر مسلح ہے۔ یہاں موجود ہے، اس طرف سے کوئی بھی کارروائی ہو سکتی ہے۔“

”اوم پرکاش نے کوئی جواب مانگا ہے؟“

”نہیں سر، اس نے کہا ہے کہ اسے صورت حال سے باخبر رکھا جائے۔“

”ہوں، دیکھتے ہیں۔“

پاکستانی بحریں کا جہاز سمندر میں لنگر انداز ہو گیا تھا اور پھر اس سے ایک اسٹیمر چل پڑا، ریکی گولڈ کو بھی کھلے سمندر میں لنگر انداز کر دیا گیا تھا، اسٹیمر لہروں سے کھیلتا ہوا بالآخر ریکی گولڈ تک پہنچ گیا اور ریکی گولڈ سے اس کے افراد کو اوپر آنے کے لیے سیڑھی لٹکادی

میرا ساتھ دیں گے۔“

”کیوں نہیں۔“ میں اس کے لیے تیار ہو گیا تھا۔ مارشل لارا نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

”لیکن میری سمجھ میں کوئی بات نہیں آتی۔“

”آپ براہ کرم مطمئن رہیں۔ ڈیئر مارشل لارا ہم جو کچھ کر رہے ہیں حکومت پاکستان کے ایما پر کر رہے ہیں۔ آپ کو پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ آپ نے جس ٹیک نیٹی سے جو کچھ کیا ہے اس کا مقام ہمارے دلوں میں نقش ہے۔ براہ کرم تھوڑی دیر کے لیے آپ ان معاملات سے بے تعلق ہو جائیے۔“

مارشل لارا خاموش ہو گیا۔ مسٹر ڈی ڈی جیوا کو میرے ساتھ اسٹیمر پر منتقل کیا گیا اور اس کے بعد اسٹیمر واپس پاکستانی جہاز کی طرف چل پڑا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم لوگ بھی اس جہاز پر پہنچ گئے۔ ایک نگاہ دیکھ کر ہی جی خوش ہو گیا تھا۔ میرے وطن کی بحریہ کا جنگی سازو سامان سے لیس جہاز تھا اور یقینی طور پر وہ شاندار انتظامات کر کے آیا تھا۔ مارشل لارا وہیں ریکی گولڈ پر کھڑا دور بین سے یہ تمام کارروائی دیکھ رہا تھا۔ ہم لوگ جہاز پر پہنچ گئے۔ یہاں بھی کچھ لوگوں نے ہمارا استقبال کیا۔ یہ ہماری بحریہ کے افراد تھے۔ جہاز کے ایک مخصوص حصے میں لکڑی کے شاندار کارٹن موجود تھے جن میں سونے کے انبار لگے ہوئے تھے۔ ڈی ڈی جیوا نے کئی کارٹن کھلوائے اور ان میں چنی ہوئی سونے کی اینٹوں کو دیکھا۔ مجھے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ میری خواہش پر یقینی طور پر حکومت نے پوری پوری دلچسپی سے حصہ لیا تھا۔ یہ سونا ہمارا قومی خزانہ تھا جسے غالباً اس مہم کو کامیاب بنانے کے لیے ہماری خواہش پر ہمارے حوالے کر دیا گیا تھا۔ ڈی ڈی جیوا نے مطمئن انداز میں گردن ہلاتی اور کہنے لگا۔

”میں بے حد شکر گزار ہوں اب میں اپنی سب میرین کو ہدایت جاری کیے دیتا ہوں

اور اس کے بعد اس کارروائی کی تکمیل ہو جائے گی۔“

وہ سنسنی خیز لمحات قریب آگئے تھے جب اس مہم کا فیصلہ ہونے والا تھا۔ ڈی ڈی جیوا نے کہا کہ اب وہ واپس ریکی گولڈ پر جانا چاہتا ہے تاکہ وہاں سے سب میرین کو ہدایات دی جاسکیں۔ یہ ایک دیر پا عمل تھا لیکن بہر حال اس کی بھی تکمیل ہو گئی۔ میں اور ڈی ڈی

گنی، رشید ناگی کو میں نے فوراً ہی پہچان لیا تھا اس کے ساتھ دو افراد اور تھے، تینوں کو ریکی گولڈ پر خوش آمدید کہا گیا تھا اسے خوش آمدید کہنے والوں میں مارشل لارا، میں مسٹر ڈی ڈی جیوا اور کیپٹن کروما سر فرست تھے۔ مارشل لارا نے کسی قدر حیرانی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

”ہیلو سر، میرا نام مارشل لارا ہے، یقینی طور پر آپ لوگوں کو میرے بارے میں معلومات حاصل ہوں گی لیکن آپ کا یہاں کھلے سمندر میں چلا آنا میری سمجھ میں نہیں آیا۔“

رشید ناگی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”آپ کی سمجھ میں بہت کچھ آجائے گا ڈیئر مارشل لارا، ذرا میں پہلے ان لوگوں سے ملاقات کر لوں۔“ پھر وہ میری جانب متوجہ ہوا۔ ”مسٹر ہٹ مین ریگو، ہم معاہدے کے تحت اپنے سارے پروگرام کی تکمیل کرنے کے لیے آگئے ہیں آپ سب سے پہلے ہمیں یہ بتائیے کہ کیا آپ اپنے معاہدے کی تکمیل کے لیے تیار ہیں۔“

”مکمل طور پر اس کا کیا سوال ہے کہ ہم بدعہدی کریں۔“

”تو پھر اپنا مال وصول کر لیں اور ہمارا مال ہمیں عنایت کر دیجئے گا۔“

”اس کے لیے ہمیں ایک طریقہ کار کا تعین کرنا ہو گا۔“

”میرا خیال ہے ہمارے ملاقات تفصیلی ہونی چاہیے طریقہ کار کا تعین آپ کر لیں۔“ ڈی ڈی جیوا نے کہا۔

”اصل میں میری سب میرین پوائنٹ پر موجود ہے، طریقہ کار یہی ہو سکتا ہے کہ گولڈ پہلے چیک کر لیا جائے اور اس کے بعد اسے سب میرین پر منتقل کر دیا جائے۔ ریکی گولڈ آپ کے سامنے ہے۔ ہماری طرف سے کوئی بد معاملگی نہیں ہوگی۔ ہم سترہ آدمی اور پلانٹ آپ کے شپ پر منتقل کر دیں گے۔ ہمارا طریقہ کار متعین ہو چکا ہے۔“

”تو پھر ہمارے ساتھ چلے مسٹر ڈی ڈی جیوا اور گولڈ چیک کر لیجئے۔ اگر آپ نے سب میرین کا انتظام کیا ہے تو پھر انہیں ہدایت کر دیجئے کہ وہ سطح سمندر پر آجائیں۔ کیا آپ کے پاس سب میرین پر گولڈ کو منتقل کرنے کے انتظامات موجود ہیں؟“

”پہلے میں گولڈ چیک کر لیتا چاہتا ہوں۔ مسٹر ہٹ مین ریگو کیا آپ اس سلسلے میں

جیوا ان لوگوں کے ساتھ واپس ریگی گولڈ پر آگئے تھے جو اسٹیمر کے عملے کے افراد تھے۔ رشید ناگی انتظامات کے لیے وہیں رک گیا تھا اور یہ انتظامات ظاہر ہے بڑی اہمیت کے حامل تھے۔ ڈی ڈی جیوا نے اپنے کیبن میں پہنچ کر سب میرین سے رابطہ قائم کیا۔ سب میرین کمانڈر غالباً اوم پر کاش نامی آدمی تھا۔ میرے سامنے ہی تمام گفتگو ہوئی اور اس دوران منیشا گھنٹام بھی مسکراتی نگاہوں سے میرا جائزہ لیتی رہی۔ کچھ دیر کے بعد اوم پر کاش سے گفتگو مکمل ہو گئی۔ اسے ایک پوائنٹ بتا دیا گیا جو میری ہدایت کے مطابق تھا۔ میں نے پورا پورا مارجن رکھا تھا۔ ریگی گولڈ اور پاکستانی بحریہ کے جہاز میں اچھا خاصا فاصلہ تھا۔ سب میرین کو درمیان میں سطح سمندر پر ابھر آنے کے لیے کہا گیا تھا تاکہ اسٹیمر کے ذریعے گولڈ سب میرین پر منتقل کیا جاسکے۔ ہم عرشے سے سمندر کی سطح کو دیکھتے رہے اور کچھ دیر کے بعد ہم نے ایک سب میرین کو سطح سمندر پر ابھرتے ہوئے دیکھا۔ وہ بالا آخر پوری طرح سطح پر نمودار ہو گئی اور پھر اس پر لوگ نظر آنے لگے۔ ریگی گولڈ سے ایک اسٹیمر پانی میں اتارا گیا جس میں مسٹر ڈی ڈی جیوا اور منیشا گھنٹام روانہ ہو گئے۔ میں نے اخلاقیات خود بھی سب میرین پر جانے کی پیشکش کی تھی لیکن چالاک ڈی ڈی جیوا غالباً اوم پر کاش سے کوئی خاص گفتگو کرنا چاہتا تھا چنانچہ اس نے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ ذرا کچھ پرائیویٹ معاملات ہیں اس لیے میرا سب میرین پر جانا مناسب نہیں ہے۔ میں دل ہی دل میں ہنس پڑا۔ اگر مسٹر ڈی ڈی جیوا مجھے سب میرین پر لے جانے کے لیے آمادہ ہو جاتے تو یقینی طور پر کوئی فوری بہانہ کرنا پڑتا کیونکہ مجھے سب میرین پر نہیں جانا تھا بلکہ یہاں تو کام ہی بالکل مختلف تھا۔ چنانچہ مسٹر ڈی ڈی جیوا سے میں نے آخری ملاقات کی تھی۔ منیشا گھنٹام مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھتی ہوئی سب میرین پر پہنچی تھی۔ ایک طرح سے افسوس بھی ہو رہا تھا۔ بہر حال یہ ایک ایسی کارروائی تھی جو ضمیر کو پوری طرح مطمئن نہیں کرتی تھی لیکن اپنے وطن کے لیے دنیا کا ہر کام کیا جاسکتا ہے اور پھر یہ تو کچھ ایسے ہی معاملات تھے۔ اگر اخلاقیات پر اتر آتا تو ایک بدترین حادثے سے دو چار ہوتا پڑتا۔ جیوا کا منصوبہ بھی بعد ہی میں بدلا تھا ورنہ وہ میرے وطن کے سترہ قیمتی افراد کو پلانٹ کے ساتھ اپنے وطن لے جانے کے لیے تیار ہو گیا تھا اور آرمین نے ان لوگوں کی زندگی کا سودا کر دیا تھا۔ آرمین کا بچہ جانا ابھی تک میرے دل پر چھ رہا تھا لیکن بہر حال بعض اوقات وسیع تر مفاد کے لیے

چھوٹے معاملات کو چھوڑنا پڑتا ہے ورنہ اس کا بھی میرے ہاتھ سے بچنا ممکن نہیں تھا۔ ڈی ڈی جیوا اور منیشا گھنٹام سب میرین پر پہنچ گئے۔ ریگی گولڈ کا اسٹیمر سب میرین کے پاس سے اس وقت ہٹ گیا جب یہ تمام لوگ سب میرین میں نچلے حصے میں اتر گئے۔ ڈی ڈی جیوا ایک بزنس مین بے شک تھا لیکن ایسے کسی معاملات میں اس نے کسی شاندار ذہانت کا ثبوت نہیں دیا تھا۔ جونہی ہمارا اسٹیمر ریگی گولڈ کے قریب پہنچا ہم نے کرین کے ذریعے اسے اوپر اٹھالیا کیونکہ اب اصل کام شروع ہونا تھا۔ ہم سب سنسنی خیز نگاہوں سے دوسرے شپ کو دیکھ رہے تھے۔ سب میرین پر ڈی ڈی جیوا نیچے جا چکا تھا۔ یقینی طور پر اسے کسی خطرے کا اندیشہ نہیں تھا۔ سب میرین بھی سطح سمندر پر ہی رہی۔ ٹرانسمیٹر پر رشید ناگی کی جانب سے اشارہ موصول ہوا اور میں نے فوراً ہی اس کا پیغام ریسیو کیا۔ رشید ناگی نے کہا۔

”مسٹر ہٹ مین ریگیو کیا ہم اپنا کام شروع کردیں؟“ رشید ناگی جانتا تھا کہ اس وقت دوسرے لوگ بھی میرے آس پاس ہی موجود ہوں گے اس لیے اس نے مجھے ہٹ مین ریگیو کے نام سے مخاطب کیا تھا۔ میں نے کیپٹن کروما اور اسلام احمد کی جانب دیکھا۔ دونوں نے گردنیں خم کر دی تھیں۔ تب میں نے رشید ناگی سے کہا۔

”مسٹر رشید خان میرے خیال میں یہ مناسب وقت ہے لیکن آپ اپنی پوزیشن کا خیال رکھنے لگے گا۔“

”ہم اس وقت مناسب پوزیشن پر ہیں آپ ہوشیار رہیں۔“ اور پھر فوراً ہی سامنے نظر آنے والے جنگی جہاز پر موجود توپوں کی نالیں اپنی ڈائریکشن تبدیل کرنے لگیں۔ سب میرین پر غالباً اس وقت غفلت طاری تھی۔ چنانچہ جہاز پر ہونے والی کارروائیوں پر کوئی توجہ نہیں دی گئی اور اچانک ہی فضا میں خوفناک دھماکے ابھرنے لگے۔ پہلے ہی مرحلے میں سب میرین ہٹ ہو گئی تھی۔ فضا میں دھماکوں کے ساتھ ساتھ لرزش بھی طاری ہو گئی تھی۔ سب میرین سے دھوکے کا غبار بلند ہوا۔ دوسری جانب سے نہایت مہارت سے مسلسل فائرنگ کی جا رہی تھی۔ سب میرین کے ٹکڑے فضا میں بلند ہوتے نظر آئے۔ ہم سب ساکت نگاہوں سے اس کا جائزہ لے رہے تھے۔ ہم پر خوشی کی کیفیت طاری نہیں تھی کیونکہ مقابلہ دشمن کی فوجوں سے نہیں تھا بلکہ ایک سازش کو ختم کیا جا رہا تھا۔ گو فیصلہ

اس میں کوئی شک نہیں کہ تکلیف دہ تھا لیکن اس کے سوا چارہ کار بھی نہیں تھا۔ ڈی ڈی جیوا کو اگر زندہ واپس نکل جانے دیا جاتا تو وہ انتقامی کارروائیاں ضرور کرتا۔ ہو سکتا ہے حکومت اسرائیل بھی اس سلسلے میں شامل ہو جاتی اور اس کے بعد کافی نقصانات کا اندیشہ ہوتا۔ اس اندیشے کو ختم کر دیا گیا تھا۔ فائرنگ بند ہو گئی اور اس کے بعد دیر تک ایک بھیاں تک سنا اور خاموشی فضا پر مسلط رہی پھر رشید ناگی کی آواز نے خاموشی کا یہ سلسلہ توڑا تھا۔

وہ ٹرانسمیٹر پر کہہ رہا تھا۔

”مسٹر ہٹ مین ریگو“ سب میرین غرق ہو گئی ہے اور ابھی کچھ دیر کے بعد سطح سمندر پر مرنے والوں کی لاشیں ابھر آئیں گی۔ ہم اپنی کوشش میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ بے شک یہ ایک المیہ ہے لیکن بحالت مجبوری ایسا کیا گیا ہے۔ براہ کرم جہازوں کے لنکر اٹھا دیے جائیں اور اس جگہ کو چھوڑ دیا جائے کیونکہ یہاں ذہنوں پر ایک بو جھل کیفیت طاری ہو گئی ہے۔“

میں نے اس سلسلے میں کیپٹن کروما اور اسلام احمد سے مشورہ کیا تو انہوں نے اس بات پر آمادگی کا اظہار کر دیا۔ میں نے رشید ناگی سے کہا۔

”ٹھیک ہے تم لوگ آگے بڑھو اور ہماری رہنمائی کرو۔“ کیپٹن کروما کنٹرول کیبن کی جانب بڑھ گیا تھا۔ اسلام احمد اور شازیہ میرے ساتھ عرشے پر کھڑے ہوئے تھے۔ پاکستان سے آنے والے بحری جہاز کی کارروائیاں زیادہ برق رفتار تھیں اور تھوڑی دیر کے بعد وہ متحرک ہو گیا۔ شازیہ نے گہری سانس لے کر کہا۔

”انسانی زندگی کس قدر ارزاں ہو گئی ہے لیکن بد قسمتی ہے کہ جینے کے لیے بھی اب موت کا سمارا لینا پڑتا ہے۔ کیا کہا جاسکتا ہے اس بارے میں؟ بہر حال نجانے کیوں طبیعت ادا ہو گئی ہے۔ ویسے یہ کیسے عجیب لوگ ہیں۔ آرمین کو دیکھئے اور پھر یہ مسٹر جیوا زندگی کھو بیٹھے۔ اربوں پتی ہوں گے لیکن دولت کی ہوس، یہ لوگ آخر کس انداز میں سوچتے ہیں۔ دولت اگر ضروریات پوری کرنے کی حد تک ہو تو کتنی اطمینان بخش ہوتی ہے۔ انسان کی زندگی مسائل کا شکار نہ رہے۔ جو طلب جو آسائشیں ہیں ان کی تکمیل ہو جائے اور بس سب جانتے ہیں کہ اختتام یقینی ہے۔ بہت زیادہ اور بہت زیادہ کا

نقص ذہنوں میں کیوں پلتا ہے۔ کیا یہ ایک جنون نہیں ہے۔ کیا واقعی یہ بیماری نہیں ہے؟“ کسی نے جواب نہیں دیا۔ کیپٹن کروما نے بھی تمام تیاریاں مکمل کر لیں اور اس کے بعد جہاز متحرک ہو گیا۔ سطح سمندر پر انسانی جسم اور لباس نظر آنے لگے۔ ساتھ ہی ساتھ گوشت خور مچھلیوں کے غول بھی گویا سارا کام بڑی تیزی سے تکمیل کو پہنچ گیا تھا۔ دونوں جہاز آگے پیچھے چل رہے تھے حالانکہ ہمارے پروگرام ذرا مختلف تھے لیکن وقت اور حالات کے تحت باہمی مشورے سے ان پروگراموں میں تبدیلیاں پیدا کی گئیں، پہلے یہ خیال تھا کہ کیپٹن کروما کو سمندر ہی سے واپس کر دیا جائے۔ وہ اپنے کام کی تکمیل کے بعد اپنی منزل کو روانہ ہو جائے لیکن سمندر رف تھا اور کھلے سمندر میں کسی بھی طرح دونوں جہازوں کو قریب قریب نہیں لایا جاسکتا تھا۔ ان کے ٹکرا جانے کا خطرہ تھا۔ اس لیے پلانٹ کے کارٹن ریگی گولڈ سے ان لوڈ نہیں کیے جاسکتے تھے۔ طے یہ ہوا کہ ریگی گولڈ معمول کے مطابق ہمارے وطن کی بندرگاہ پہنچے اور وہاں باقاعدہ کارٹن ان لوڈ ہوں۔ بحریہ کا جہاز ہماری رہنمائی کرتا رہا اور پھر کوئی ایسا اہم واقعہ نہیں پیش آیا جو قابل ذکر ہو اب میرے خیالات کا سلسلہ بدل گیا تھا۔ وطن کی ہوائیں مجھ تک پہنچ رہی تھیں اور یادوں کے درپے کھل گئے تھے۔ محبت کرنے والوں کی محبتیں دل میں ہو کر بیدار کر رہی تھیں اور احساسات کا انداز بدل گیا تھا۔

ساحل پر سخت سیکورٹی کے ساتھ بڑے بڑے اہم لوگوں نے ہمارا استقبال کیا۔ اس میں مایہ ناز ملکی سائنس دان بھی تھے۔ اعلیٰ ترین فوجی اور سول حکام بھی۔ مارشل لارایا اسلام احمد لرزتے بدن اور خشک ہونٹوں کے ساتھ پلیٹ فارم پر اترے۔ شازیہ بھی ساتھ تھی۔ میں اپنے آپ کو نمایاں نہیں کرنا چاہتا تھا اس لیے عقب میں رہا۔ وہ سترہ انجینئر بھی نیچے اتر آئے اور ان کے عزیزو اقارب نے جنہیں محدود تعداد میں وہاں آنے کی اجازت دے دی گئی تھی، انہیں گلے لگالیا۔ درحقیقت یہ لوگ بھی زندگی اور موت کے درمیان سفر کرتے رہے تھے اور بیچارے اتنا کچھ نہیں جانتے تھے جتنا مجھے اور اسلام احمد کو معلوم تھا کہ وہ کس طرح لمحہ لمحہ بدلنے والے حالات کا شکار رہے۔ کتنے لوگوں نے ان کی زندگی کا سودا کیا اور کس کس طرح وہ بچ کر یہاں پہنچے۔ بہر حال اب جذباتی مناظر کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ فوجی سیکورٹی نے ریگی گولڈ سے اتارے ہوئے کارٹن اپنی تحویل میں لے لیے۔

مارشل لارا اور شازیہ کو اعلیٰ حکام نے اپنی تحویل میں لے لیا اور انہیں لے کر چل پڑے۔ میں نے راستے ہی میں اسلام احمد کو بتا دیا تھا کہ وہ فوری طور پر میری جستجو نہ کرے اور اب پاکستان کے ان احکام سے رجوع کرے جو اس کے شکر گزار ہیں۔ انہیں اپنے طور پر تمام بیانات دے دے اور اپنے مافی الضمیر سے آگاہ کرے بہر حال یہ تو ان لوگوں کا معاملہ تھا۔ تنہا تو میں بھی نہیں تھا۔ سب لوگوں سے ذرا ہٹ کر میں نے چند چہرے دیکھے تھے جو محبت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ رشید ناگی اور میرے اپنے آدمی جو ان تمام معاملات کے ختم ہونے کا انتظار کر رہے تھے۔ صحیح صورت حال سے غالباً اعلیٰ حکام کو بھی آگاہ نہیں کیا گیا تھا۔ رشید ناگی میرے قریب پہنچا اور اس نے مجھ سے درخواست کی کہ میں اس کے ساتھ چلوں۔

میں مسکراتا ہوا ایک اعلیٰ درجے کی لینڈ روڈر میں آ بیٹھا تھا۔ رشید ناگی میرے ساتھ تھا۔ چار اور افراد بھی تھے۔ باقی لوگ دوسری گاڑیوں میں آ رہے تھے۔ مجھے میری کوٹھی ہی کی جانب لے جایا گیا اور خاصے عرصے کی ہنگامہ آرائی کے بعد ایک بار پھر میں نے سکون کی دادی میں قدم رکھا اور اپنے گھر پہنچ گیا۔

باقی تو اور جو کچھ تھا سو تھا ہی لیکن کوٹھی میں استقبال کرنے والوں میں رخسار کو دیکھ کر میری روح میں تازگی اتر آئی۔ بالکل مدنی، بالکل انسانی شکل میں تھا لیکن سب کچھ بھول کر رخسار کے قریب پہنچ گیا اور اس کے ہاتھ پکڑ لیے۔ بے اختیار ہی بس اسی حد تک مناسب تھی۔ رخسار خاموشی سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں بھی بالکل خاموش تھا۔ اطراف کو نظر انداز کر دینا پڑا تھا۔ بہت دیر تک ہم ہاتھوں کے لمس سے اظہار جذبات کرتے رہے۔ میں نے رخسار کا جائزہ لیا، چہرے پر ایک عجیب سی متانت، ایک عجیب سا وقار نظر آیا، انداز میں بھی بڑا ٹھہراؤ تھا پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

”کیسی ہو رخسار؟“

”ٹھیک ہوں، تم کیسے ہو؟“

”تمہیں کیسا نظر آ رہا ہوں؟“

وہ آہستہ سے مسکرائی پھر بولی۔ ”میک اپ ہے تمہارے چہرے پر؟“

”ارے ہاں لیکن تم نے مجھے کس آسانی سے پہچان لیا۔“

اس نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ میں اسے لے کر اپنے کمرے کی جانب چل پڑا۔ رشید ناگی جانتا تھا کہ اب کسی بھی قیمت پر کوئی مداخلت مناسب نہیں ہوگی۔ کمرے میں داخل ہو کر میں نے رخسار کو مسہری پر بٹھا دیا اور اس کا جائزہ لیتا رہا۔ رخسار نے آہستہ سے کہا۔

”تمہارا تصور تک میرے لیے اتنا ہی سکون کا باعث ہوتا ہے جتنی تمہاری موجودگی، اس کے باوجود مجھے اپنا اصل چہرہ دکھاؤ۔ آنکھوں کے درمیان اس مصنوعی چہرے کو دیکھ کر دل پر بوجھ طاری ہو رہا ہے۔“

”سوری رخسار، چند منٹ کی مہلت دو گی مجھے۔“

”ہاں۔“ باہر نکل کر میں نے رشید ناگی کو طلب کیا اور اسے ہدایات دیں۔ رشید ناگی میرے میک اپ کو ختم کرنے کے انتظامات کرنے لگا پھر کچھ وقت بے شک لگ گیا تھا لیکن میری اصلی صورت نمایاں ہو گئی۔ میں چہرہ وغیرہ صاف کر کے دوبارہ رخسار کے سامنے پہنچ گیا اور اس کی نگاہیں مجھ پر جم گئیں۔ بہت تبدیلیاں پیدا ہو گئی تھیں رخسار کے اندر، نہ وہ شوخیاں تھیں، نہ وہ انداز بس ایک دالیت تھی، میں اسے محسوس کر رہا تھا، اس کے قریب جا بیٹھا اور کہا۔

”تعمیل حکم ہو گئی۔“

”خدا کا شکر ہے کہ تم تروتازہ ہو فیصل۔“ اس نے مجھے فیصل کے نام سے مخاطب کیا تھا۔ میں اسے دیکھتا رہا پھر میں نے کہا۔

”لیکن رخسار تمہارے اندر بہت سی تبدیلیاں پارہا ہوں۔“

”چند الفاظ کہہ رہی ہوں انہیں بالکل حقیقی سمجھنا اور ان پر کوئی شبہ نہ کرنا۔“

”نہیں کہو۔“

”میں بالکل مطمئن ہوں۔ مجھے کوئی پریشانی نہیں ہے۔ نہ متردد ہوں، نہ کسی

تکلیف کا شکار، رشید ناگی نے میرے گرد تحفظ کا ایسا خول بنا دیا ہے کہ اب نوگ اس خول سے نکل کر سر پھوڑنا بھی پسند نہیں کرتے۔ گھبر والوں کے ساتھ رہتی ہوں لیکن میرے کہیں آنے جانے پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ انہوں نے وقت سے سمجھوتا کر لیا ہے۔ بس مجھے دیوانہ سمجھتے ہیں۔ انداز میں ہمدردی پیدا ہو گئی ہے لیکن محبت ختم کر دی گئی ہے۔“

بس رحم آمیز نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہیں لیکن میرے لیے ان کا یہ انداز اطمینان بخش ہے کیونکہ اب انہوں نے فضول باتوں سے گریز کر لیا ہے۔ باقی سب خیریت ہے۔

”اناماں کہاں ہیں؟“ میں نے سوال کیا۔

”دادا ابو کے ساتھ باہر ہی رہتی ہیں۔ اس دوران بس ان لوگوں کی خیریت ملتی ہے۔ آئے نہیں وہ لوگ کبھی۔ باقی سارے لوگ بھی خیریت سے ہیں۔ اجتماعات ہوتے ہیں مجھے شریک نہیں کیا جاتا۔ سب کو علم ہو گیا ہے کہ میں نیم دیوانی ہو گئی ہوں۔“

میں نے تاسف بھرے لہجے میں کہا۔ ”رخسار! میرے لیے اتنا بڑا ایثار کیا ہے تم نے کہ میں کچھ کہہ نہیں سکتا اس بارے میں؟“

”چلو مان لیتی ہوں، کیا فائدہ اس رسمی گفتگو سے جس کے نتیجے میں تم یہ کہہ کہ نہیں رخسار تم نے یہ کیا ہے تم نے وہ کیا، میں نے ایثار کیا ہے ناں تمہارے لیے۔“

”ہاں رخسار اس میں کوئی شک نہیں ہے۔“

”تو مجھے اس ایثار کا صلہ دے دینا، دو گے نا!“

”ہاں۔ حالانکہ وہ تمہارے اس عظیم ایثار کا صلہ نہیں ہو گا بلکہ وہ تو میری ہی روح کی دل بستگی کے لیے حسین لمحات ہوں گے۔“

”کچھ بھی سہی، بس اس کے سوا اور کچھ نہیں درکار مجھے۔ خلوص دل سے کہہ رہی ہوں جب تم میرے پاس نہیں ہوتے تو خدا کے حضور سجدہ ریز ہو جاتی ہوں۔ تمہاری صحت تندرستی اور سلامتی کی دعائیں مانگتی ہوں اور مجھے سب کچھ مل جاتا ہے۔ کچھ طلب ہی نہیں رہتی اس کے بعد۔“

رخسار سے تمام حالات معلوم ہوئے۔ نازاں باجی، الیاس بھائی وغیرہ بڑی مطمئن اور پرسکون زندگی گزار رہے تھے۔ کوئی مشکل نہیں تھی ان کے لیے۔ اعلیٰ احکام کی نگاہوں میں میری وجہ سے وہ ممتاز تھے اور کسی بھی مرحلے پر ان کی ہر ضرورت پوری ہو جایا کرتی تھی۔ غرض کہ سارا ماحول پرسکون تھا۔ وہ لوگ رخسار کا اسی طرح خیال رکھتے تھے جیسے وہ ان کے خاندان کی بہو ہو۔ یہ لمحات اور ساری رات رخسار کے ساتھ گزاری تھی۔

”و سرن صبح اس نے کہا۔“ اجازت ہو تو گھر چلی جاؤں اور یہ بتا دو کہ کب آؤں۔“

”اگلی ہو؟“

”آج رات نہیں آؤں گی، کل صبح آؤں گی۔ اصل میں رات کو گھر سے غائب رہنے کا تصور ایک اچھی حیثیت نہیں رکھتا۔ یہ رات تو خیر بالکل ہی مختلف تھی لیکن اب کل صبح پہنچوں گی تمہارے پاس۔ اس کے باوجود اگر تمہارے کچھ پروگرام ہوں تو میری طرف سے فکر مند نہ ہونا۔ میں بالکل مطمئن اور پرسکون ہوں۔“

میں نے رخسار کو رخصت کر دیا اور جب وہ چلی گئی تو رشید ناگی مسکراتے ہوئے میرے پاس پہنچ گیا۔

”ہیلو چیف، اب آپ میرا حصہ ہیں۔“ میں نے گردن جھکاتے ہوئے کہا۔

”اور اس محبت کا شکریہ رشید ناگی جو تم نے مجھے دی ہے۔“

”تو چیف، بالکل نہیں، حصہ بقدر حصہ۔“ رشید ناگی نے محاورے میں تبدیلی کی اور میں ہنس پڑا پھر وہ میرے سامنے بیٹھ گیا۔

”اب آپ یہاں کے حالات کے بارے میں سوال کریں گے چیف۔ سب کچھ ٹھیک ہے۔ کوئی ایسی خاص بات نہیں ہے جو قابل ذکر ہو۔ آپ نے جو شاندار کارنامہ سرانجام دیا ہے اس کی بازگشت گونج رہی ہے۔ تازہ رپورٹ یہ ہے کہ مسٹر اسلام احمد اور شازیہ سرکاری تحویل میں ہیں اور مطمئن ہیں۔ البتہ وہ کئی بار فیصل کو پوچھ چکے ہیں۔ سرکاری حکام نے مجھے سے رابطہ قائم کیا تو میں نے ان سے کہہ دیا ہے کہ جوں ہی فیصل کو فراغت حاصل ہوگی انہیں اطلاع دے دی جائے گی۔“

”اور باقی کے تمام لوگ۔“

”چیف ہم نے جو سیٹ اپ بنایا ہے اس سے بہت مناسب ہے اور ہم

لوگ اپنا کام بخوبی کر رہے ہیں۔“

”ڈائمنڈ سٹی کی کیا پوزیشن ہے؟“

”اعلیٰ پیمانے پر کام ہو رہا ہے۔ سرکاری تعاون حاصل ہے۔ ہر جگہ بالکل خیریت

ہے۔ اب آپ یہ بتائیے کہ ڈائمنڈ سٹی کا دورہ کب کریں گے۔“

”آج کا دن بالکل خالی ہے۔ رات میں بھی کوئی مصروفیت نہیں ہے، جیسا تم

مناسب سمجھو۔“

”تو پھر تیار ہو جائیے ایک پھیرا وہاں پر بھی ڈال لینا بہتر ہو گا۔“

”تم کہتے ہو کہ وہاں کے معاملات بالکل درست ہیں تو ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ وہ وہاں سے بعد وہاں جائیں۔ آج میں نازاں باجی وغیرہ سے ملاقات کر لوں۔“

”جیسا آپ پسند کریں چیف یہ تو ایک تجویز تھی۔“

”بس تو پھر انتظامات کرو کیا میں میک اپ کر لوں؟“

”اگر آپ نہ کرنا چاہیں چیف تب بھی کوئی بات نہیں ہے میرا خیال ہے اب یہاں اس کی ضرورت نہیں ہوگی اور اس کے علاوہ میں ایسے انتظامات کر لوں گا کہ آپ کو سفر میں دقت نہ ہو۔ ایک بند گاڑی جس کے شیشے بلیک تھے مجھے لے کر چل پڑی۔ ان لوگوں کو میری آمد کا کوئی علم نہیں تھا۔ ظاہر ہے ہر بات بتانا ضروری نہیں ہوتا۔ گھر میں نازاں باجی ان کے بچے اور بھائی وغیرہ موجود تھے۔ مجھے دیکھ کر بھونچکے رہ گئے اور اس کے بعد وہی سب کچھ شروع ہو گیا جو تصور میں لایا جاسکتا ہے۔ ٹیلی فون کر کے الیاس بھائی اور آصف نور کو بلایا گیا۔ پیارے پیارے بچے مجھے ماموں جان کہہ کر پکار رہے تھے اور اب میں اس ماحول سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ میں نے مسکرا کر کہا۔“

”بعض لوگ اس کائنات میں عجیب تقدیر لے کر آتے ہیں۔ کبھی تو دنیا کی ہر خوشی سے محروم اور کبھی خوشیوں سے اس طرح مالا مال کہ سمجھ میں نہ آئے کہ ان خوشیوں کو کیسے سمیٹا جائے۔ یہ سب کچھ مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے کوئی کماؤ پوت طویل عرصے بعد اپنے گھر سے جدا ہو کر گھر واپس لوٹا ہو اور اہل خاندان اس کی پذیرائی کر رہے ہوں۔“

”اس جذباتی بات کے نتیجے میں جذباتی جملے ہی ادا کیے جاسکتے ہیں فیصل۔ درحقیقت کماؤ پوت تو تم ہو۔ دولت تو تم نے خیر کما کر ہمارے لیے آسانسٹوں کے انبار لگا دیے ہیں لیکن جو عزت اور نیک نامی تم نے کمائی ہے اور جس کے اثرات بلکہ فوائد ہمیں حاصل ہو رہے ہیں اس سے کیسے انکار کیا جاسکتا ہے۔“ میں ہنسنے لگا پھر میں نے کہا۔

”بہر حال یہ باتیں واقعی مصنوعی لگتی ہیں۔ انہیں چھوڑ دیے گھر کے حالات بتائیے سب خیریت ہے نا!“

”ہاں رخسار سے ملاقات ہوئی۔“

”جی ہاں ہو گئی ہے۔“

”وہ لڑکی تو اب درویش بنتی جا رہی ہے۔ پانچوں وقت کی نماز اور دوسرے نیک

کام۔ گھروالوں کا رویہ بھی اب اس کے ساتھ ہمدردانہ سا ہو گیا۔ ویسے فیصل میں تم سے ایک بات کہوں بلکہ شاید پہلے بھی کہہ چکی ہوں تم اس سے شادی کیوں نہیں کر لیتے؟“ نازاں باجی نے کہا۔

”ہاں تمہارا کیا خیال ہے کیا شادی شدہ افراد وطن سے باہر نہیں رہتے۔ اپنے کاموں پر نہیں چلے جاتے۔ سرحدوں پر اپنی خدمات انجام نہیں دیتے۔ انہیں جب بھی موقع ملتا ہے اپنے گھر آ جاتے ہیں۔ کیا تم بھی اس طرح نہیں کر سکتے۔ کم از کم رخسار کو تمہارا نام تو مل جائے گا۔ وہ یہ تو کہہ سکے گی کہ اپنے شوہر کے گھر رہ رہی ہے۔ یہ تمہارا گھر ہے۔ ہر لحاظ سے تمہاری ملکیت بھی ہے اور یہاں تمہارے بہن بھائی اور بھانجے رہتے ہیں۔ رخسار ہمارے ساتھ رہے گی۔ تم اطمینان رکھو۔ ہم اسے زندگی کی طرح عزیز رکھیں گے۔ کرلو فیصل اس بار ایسا کرلو۔“ میرے چہرے پر سنجیدگی چھا گئی۔ دل پر ایک چوٹ سی لگی تھی۔ سینہ بھاری ہو گیا تھا۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

”یہ کیسے ممکن ہے نازاں باجی؟“

”کیوں کیوں ناممکن ہے؟“

”نازاں باجی اگر وقت نے مجھے گندگی کی تخلیق ثابت کر دیا تو کیا میں بھی گردن اٹھا سکتا ہوں۔ کیا رخسار کو اس کی محبت کا جائز صلہ ملے گا۔ کیا وہ فخر سے یہ کہہ سکے گی کہ وہ فلاں شخص کی بیوی ہے۔ نازاں باجی میری شناخت تو ہو جائے۔ اگر میں واقعی غلاظت کی پوٹ ہوں تو پھر مجھے حق حاصل نہیں ہے کہ میں کسی اچھے خاندان کی لڑکی کا شوہر بنوں۔ اس کے بچوں کا باپ بنوں۔ ان بچوں کا مستقبل بھی تاریک ہو گا۔“ نازاں باجی میرے ان الفاظ پر پھر گئیں۔ غرا کر بیٹیں۔

”اور اس اثبات ہو گیا تو ہمارا کیا بنے اس کا جواب دو؟“

”اج آپ مجھے بے تصور سمجھ کر معاف کر دیجئے گا۔ مجھے یقین ہے کہ آپ مجھ سے رابطہ نہیں کریں گی۔“

”تم اس کی محبت کا اندازہ کر سکتے ہو۔ فیصل کس طرح چاہتی ہے وہ تمہیں اگر اسے ہزار بار بھی اس بات کا علم ہو کہ تم کسی گناہ کے تخلیق ہو تو کیا وہ تمہارے بارے میں غلط انداز میں سوچے گی۔“

”ہرگز نہیں باجی۔ قیامت تک نہیں لیکن اس کا مستقبل تاریک کرنا میرے لیے ممکن نہیں ہے۔ ہم دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے رہیں گے۔ میں اس سے شادی نہیں کروں گا لیکن اس سے محبت کبھی ترک نہیں کروں گا۔“

”اس کا مستقبل تمہارے سوا کچھ نہیں ہے۔“

”فیصل وہ تم سے ہٹ کر اپنے مستقبل کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی اور اگر تم اسے اپنی زندگی میں شامل نہیں کرو گے تو اس کی ساری زندگی ایک کرب بن جائے گی۔ وہ تم سے الگ ہو کر زندہ نہیں رہ سکے گی۔“

”نہیں نازاں باجی، بالکل نہیں۔ آپ یقین کیجئے۔ ایسا نہیں ہوگا۔ وہ خود بھی کبھی شادی نہیں کرنے گی اور میں بھی ایسا نہیں کروں گا۔ ہم دونوں ہمیشہ ساتھ رہیں گے اور اگر زندگی طویل ہوگی تو ایک دوسرے کو چاہتے ہوئے بوڑھے ہو جائیں گے۔ ہمیشہ ایک دوسرے کا خیال رکھیں گے۔ دو محبت کرنے والوں کی حیثیت سے۔ محبت میں ایک نئی اور انوکھی کہانی کا اضافہ ہوگا لیکن میں اس کی شخصیت کو داغدار نہیں کروں گا۔ محبت ایک الگ چیز ہے نازاں باجی۔ باقی رشتے بنیادی نوعیت نہیں رکھتے۔“

”مجھپ دیوانے ہو۔ دنیا بھر کی اصلاح کرنے والے اپنی ذات میں کیوں مکمل نہیں ہوتے تم۔“

”قسمت نے مجھے نامکمل رکھا ہے نازاں باجی، میں تقدیر سے تو نہیں لڑ سکتا۔“

میرے لہجے میں دکھ کا ایک احساس پیدا ہو گیا اور تبھی میرے الفاظ پر رنجیدہ ہو گئے۔ کچھ دیر کے بعد الیاس بھائی نے مداخلت کرتے ہوئے کہا۔

”تم ایسے موضوعات کو کیوں چھیڑتی ہو نازاں جو دکھ میں مبتلا کر دیں۔ خدا کے لیے اب اس موضوع کو ختم کر دو۔ باقی اور کچھ سننے کی ہمت نہیں ہے۔“

نازاں باجی سنبھل گئی تھیں۔ میں نے بھی اپنا موڈ تبدیل کر لیا اور اس کے بعد ہم مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے رہے۔ میں نے وہ دن ان کے ساتھ ہی گزارا۔ رات کا کھانا کھانے کے بعد بھی کافی دیر تک ان کے ساتھ رہا پھر اجازت لے کر وہاں سے چل پڑا۔ نازاں باجی نے مجھ سے پوچھا تھا کہ میں دوبارہ کب آؤں گا تو میں نے انہیں جواب دیا کہ یہ حالات پر منحصر ہے کہ کوئی اہم ذمے داری مجھے خاموشی سے دوبارہ وطن سے باہر

نکل دے۔ ویسے بھی یہ احساس تھا کہ سعید خان بہت عرصے سے لیتھ اشیر کی حیثیت سے اپنے آپ کو نبھائے ہوئے ہے۔ مجھے اب اپنی حیثیت کنٹرول کر لینی چاہیے۔

رخسار سے البتہ زیادہ سے زیادہ ملاقاتیں کرتے رہنے کو دل چاہتا تھا۔ وہ بھی علی الصبح آجاتی تھی اور پھر ہم سارا دن ساتھ رہتے تھے۔ اس دوران اور کوئی اہم بات نہیں ہوئی۔ البتہ مجھ سے اجازت لے کر اسلام احمد سے ٹیلی فون پر میری بات کروائی گئی۔ وہ کسی قدر بے چین لہجے میں بولا۔

”فیصل اب ہم دونوں تمہارے سحر میں مبتلا ہیں۔“

”کیوں؟“ میں نے سوال کیا۔

”بھئی، ہمیں اتنا تو بے شک معلوم ہے کہ تم ایک پاکستانی شخصیت ہو۔ اس کے علاوہ ہم اور کچھ نہیں جانتے لیکن اعلیٰ حکام جب تمہارے بارے میں تذکرہ کرتے ہیں تو ان کا لہجہ ایسا ہوتا ہے جیسے کہ بہت زیادہ عظیم ہستی کے بارے میں بات کر رہے ہوں۔“

”بس اسلام احمد صاحب یہ ان کی مہربانی ہے اور کیا کہہ سکتا ہوں۔ ہاں آپ یہ بتائیے کہ آپ کو اطمینان ہے؟“

”تم اطمینان کی بات کرتے ہو۔ بے شک میں نے تھوڑا بہت کام کیا ہے وہ بھی اپنی اہلیہ کے رشتے سے اور اپنے مذہبی جذبات سے متاثر ہو کر لیکن یہاں میری ایسی پذیرائی ہوئی ہے کہ میں ان لوگوں کا ممنون ہو گیا ہوں۔ مجھے ہر طرح کی آسانیاں فراہم کی گئی ہیں۔ میری منتقل شدہ دولت کے تمام حسابات پیش کر دیے گئے ہیں۔ نہ صرف یہ بلکہ مجھے اعلیٰ ترین رہائش بھی سرکاری طور پر فراہم کی گئی ہے۔ بہت اچھے لوگ ہیں مجھے میری کلاشوں سے زیادہ صلہ دے رہے ہیں۔“

”آپ مطمئن ہیں مجھے خوشی ہوئی۔“

”اور تم نہایت خوبصورتی سے اپنی اصلیت کے بارے میں ٹال گئے۔“

”انسان کی اصلیت ہی کیا ہوتی ہے اسلام احمد، بہتر ہے اس مسئلے کو جانے دیجئے۔“

”آپ خوش ہیں میرے لیے اس سے زیادہ مسرت کا اور کوئی مقام نہیں ہے۔“

”یہی کہا جاسکتا ہے کہ خدا تمہیں خوش رکھے، ملاقات نہیں کرو گے؟“

”شاید مشکل ہو جائے کیونکہ مجھے واپس جانا ہے۔“

”تم ایک خواب کے مانند ہو جاؤ گے ہمارے لیے لیکن ایک ایسا خواب جسے ہم کبھی نہیں بھلا سکیں گے۔“

یہ تمام گفتگو ہونے کے بعد اسلام احمد سے رابطہ منقطع ہو گیا اور اس کے بعد میں نے ڈائمنڈ سٹی کا رخ کیا۔ میری تعمیر کی ہوئی جنت جو جنت شہداد جیسی نہیں تھی بلکہ میرے رویوں میں یہ خواہش پنہاں تھی کہ اپنے وطن کو میں ایک ناقابل تسخیر قلعہ بنادوں۔ اپنی زندگی کی آخری سانس تک وہ محنت و مشقت کرتا رہوں جس سے میرے وطن کو بقائے دائمی حاصل ہو جائے۔ ڈائمنڈ سٹی جگمگا رہا تھا۔ رشید ناگی اور میرے ہمناؤں کی کوششوں سے بہت مختصر وقت میں اس کی اصل شکل نمودار ہونا شروع ہو گئی تھی۔ اس کے ایک حصے میں باقاعدہ رہائشی عمارتیں تعمیر کر دی گئی تھیں تاکہ ملکی مفاد کے لیے ہر قسم کی ریسرچ کرنے والوں کو وہاں رہائش کی سہولت ہو۔ ایک جانب اس کی اس ترقی پر کام ہو رہا تھا تو دوسری جانب عظیم الشان پروجیکٹ تعمیر ہو رہے تھے۔ سب لوگوں سے ملاقات ہوئی اور پھر رشید ناگی مجھے مٹھل شاہ صاحب کے پاس لے گیا۔ مٹھل شاہ صاحب پروجیکٹ ایریا ہی میں موجود تھے لیکن جس طرح وہ میرے سامنے آئے اس پر میں حیران رہ گیا۔ نہایت نفیس لباس میں ملبوس تھے۔ صحت بھی بہت عمدہ نظر آرہی تھی۔ مجھے سکتے کے سے عالم میں دیکھتے رہے اور پھر ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ میں انہیں اس عالم میں دیکھ کر شدید رورہ گیا تھا۔ رشید ناگی نے اس موقع پر آگے بڑھ کر کہا۔

”معدرت نواہ ہوں چیف، آپ کو سربراہ بنانا چاہتا تھا۔“

”یہاں شہب!“

”خدا کے فضل سے مٹھل شاہ صاحب اب بالکل صحت مند ہیں۔ ان کی تمام تر پہلی قوتیں واپس آگئی ہیں۔ جالب نعمان نے اس سلسلے میں ناقابل یقین تجربات کیے ہیں لیکن اس نے کامیابی سے مٹھل شاہ صاحب کو ان کی اصل حیثیت دے دی ہے چیف اور اب دو بڑوں کے درمیان میرا رہنا ممکن نہیں ہے۔“ نجانے میرے دل میں کیا جذبات پیدا ہوئے، آگے بڑھا اور مٹھل شاہ صاحب سے بغلیں ہو گیا۔ میرے اندر بھی رقت پیدا ہو گئی تھی۔ بہت دیر تک ہم اسی جذباتی کیفیت کا شکار رہے پھر مٹھل شاہ صاحب نے مدھم لہجے

میں کہا۔

”کیسے ہو فیصل؟“

”آپ کے قدموں کی خاک ہوں میں مٹھل شاہ صاحب۔“

”نہیں فیصل بس بہت غور کیا اس بارے میں اور صرف ایک ہی نتیجہ اخذ کیا ہے وہ

یہ کہ قدرت جب جذبات کی پذیرائی کرتی ہے تو اس کے اسباب بھی پیدا کر دیتی ہے کہ انسان کے دل میں جو کچھ ہے اس کی تکمیل ہو جائے۔ بھلا کوئی تصور کر سکتا ہے اتفاقیہ طور پر ایک سڑک پر پایا تھا تمہیں اور نجانے کیوں دل میں یہ سہمی کہ تم میرے مشن کی تکمیل کر لو گے اور یہ تائید غیبی تھی۔ بعد میں جو کچھ ہوا وہ سب کچھ اللہ کی مدد سے ہوا۔ ہاں تم شاید اس بات کا یقین کرو کہ میں ابتدا ہی سے ایسے خواب دیکھا کرتا تھا۔ بہت معمولی سے گھرانے میں جنم لیا تھا میں نے۔ تھوڑی بہت تعلیم بھی حاصل کی تھی اور اس کے بعد ایک جرم میں ملوث کر کے مجھے پانچ سال کی سزا سنائی گئی تھی۔ جیل میں میرے پاس تنہا سوچوں کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔ رات میرے لیے بہت دلکش ہوتی تھی اور میں خوابوں میں تعمیر وطن دیکھتا تھا۔ یہ آرزو تھی میرے دل میں کہ میرا وطن میری کاوشوں سے ایک دن عظمت کی ان بلندیوں پر پہنچ جائے جہاں لوگ فخر سے اس کا نام لیں۔ فیصل بس یہ ایک انوکھی خواہش تھی۔ اور اس خواہش کی تکمیل کے لیے میں نے مجرمانہ زندگی ہی اختیار کی۔ اس کی وجوہات مت پوچھنا۔ انیوں کے علاوہ اور کچھ نہیں ملے گا۔ بس اتنا کہہ سکتا ہوں کہ ہمیں وسائل نہیا نہیں ہیں اور ہمارے جذبات کی تکمیل کے راستے تنگ ہیں لیکن تمہارا انتخاب کر کے میں نے جو کارنامہ سرانجام دیا ہے اس پر میں فخر کرتا ہوں۔ سب کچھ معلوم ہو چکا ہے مجھے سب بتا چل گیا ہے۔ تم نے بڑی محنت کی ہے۔ بڑی کاوشوں سے تم نے یہ سب کچھ کیا ہے۔“

”بس آپ کے قدموں کی طفیل ہے مٹھل شاہ صاحب لیکن آج آپ کو رو بہ صحت

دیکھ کر آپ یقین کیجئے مجھے میری تمام کاوشوں کا صلہ مل گیا ہے۔“

”ہاں بڑی بے بسی کی زندگی گزاری ہے میں نے۔ بہت مشکل لوگوں کے درمیان

جا پھنسا تھا۔“

”شاہ صاحب اب آپ کو اس عالم میں دیکھ کر اچانک ہی ایک خواہش میرے دل

میں جاگی ہے۔“

”کیا؟“ مٹھل شاہ صاحب نے پوچھا۔

”یہ جو کچھ میں نے اب تک کیا ہے سمجھ لیجئے آپ کے انتظار میں کیا ہے۔ شاہ صاحب میری زندگی کے دو رخ ہیں لیکن یہ دوسرا رخ میرا اپنا نہیں ہے یہ آپ کا عطا کیا ہوا ہے۔ تفصیل آپ کو معلوم ہے۔ ڈیفنس کی ایک کونٹری میں ایک ملازمہ کے بیٹے کی حیثیت سے آنکھ کھولی تھی اور بعد میں مجھے میری شناخت سے محروم کر دیا گیا تھا۔ مٹھل شاہ صاحب میں اپنی شناخت چاہتا ہوں۔ میری دوسری طلب یہی ہے کہ میں اپنی شناخت حاصل کر لوں۔ شاہ صاحب بہت ضروری ہے یہ۔ سمجھ لیجئے میں آپ کا انتظار کر رہا تھا۔ میں کسی ایسی شخصیت کا انتظار کر رہا تھا جو اس درد مندی کے ساتھ میرا یہ مشن سنبھال لے جو میرے دل میں موجود ہے۔ شاہ صاحب آپ تو اس کے بانی ہیں میں تو نبرد کی حیثیت رکھتا ہوں۔ میری آرزو ہے کہ آپ کچھ عرصے کے لیے مجھے آزادی عطا فرمادیں تاکہ میں اپنی کھوج میں لگ جاؤں۔“

مٹھل شاہ کچھ سوچنے لگے پھر بولے۔ ”بیٹے یہ سب کچھ تو میرے تصور میں بھی نہیں تھا کہ تم مجھ سے ایسی کوئی فرمائش کردو گے۔ میں تمہارے شانہ بشانہ ضرور رہنا چاہتا تھا لیکن اب کیوں مجھ سے یہ کہلوا رہے ہو کہ قدرت نے میرے دماغ میں وہ صلاحیتیں نہیں دیں جو تمہیں عطا کر دی ہیں۔ میں شاید اس سارے مشن کو اس انداز میں نہ چلا سکوں جس میں تم نے اس کی ترتیب کر دی ہے۔“

”اگر آپ یہ بھی سمجھتے ہیں مٹھل شاہ صاحب تو پھر میں آپ سے یہ عرض کر دوں کہ اب یہ کسی ایک فرد کا کام نہیں رہ گیا ہے۔ یہ تو ایک آرگنائزیشن ہے جو بے شمار افراد پر مشتمل ہے اور وہ سب ایک ہی مقصد کے لیے کام کر رہے ہیں۔ میرے خیال میں آپ کو اس کام کو جاری رکھنے میں کوئی خاص دقت نہیں ہوگی۔“

مٹھل شاہ صاحب سوچ میں ڈوب گئے۔ بہت دیر تک غورو فکر کرتے رہے اور

”ٹھیک ہے ایک ممبر کی حیثیت سے میں اپنی ذمہ داریاں سنبھالے رکھوں گا لیکن تمہارا ارادہ کیا ہے؟“

”اب آپ سے دوسرا سوال کرنا چاہتا ہوں میں مٹھل شاہ صاحب۔“

”ہاں کہو۔“

”نادرہ کہاں ہے؟“ میں نے سوال کیا۔

”ہوش و حواس کے عالم میں میں نے آخری باری اسے ٹٹ مین کے قبضے میں پایا تھا۔ ٹٹ مین کے بارے میں۔“

”مجھے معلوم ہے۔“ میں نے درمیان میں لقمہ دیا

”تو بس پھر یوں سمجھ لو کہ آخری وقت میں نے اسے ٹٹ مین کی تحویل میں چھوڑا تھا۔“

”کس حیثیت سے؟“

”قیدی کی حیثیت سے۔“ مٹھل شاہ نے جواب دیا اور میں بغور ان کا چہرہ دیکھنے لگا پھر میں نے کہا۔

”شاید تم اس بات پر یقین نہ کرو کہ میں نے کئی بار اس کے لیے کوششیں کیں لیکن ہر بار ایسی کوئی رکاوٹ درمیان میں آگئی کہ ہم اس موضوع پر گفتگو نہیں کر سکے۔ اصل میں ہمیں انتہائی ہنگامی حالات سے گزرنا پڑتا تھا۔“

”گویا اس نے آپ کو نہیں بتایا کہ میری اصلیت کیا ہے؟“

”آہ۔ کاش میں اس میں کامیاب ہو جاتا لیکن افسوس.....؟“

”ہوں۔“ میں کچھ دیر خاموش رہا پھر میں نے کہا۔

”بہر حال تقدیر مجھ سے کچھ اور مشقت چاہتی ہے اور مجھے یہ مشقت کرنا ہوگی، خیر کم از کم اتنا تو علم ہوا کہ میں ٹٹ مین سے نادرہ کو حاصل کر سکتا ہوں، میرا خیال ہے مٹھل شاہ صاحب، میری زندگی کے دوسرے مشن کی بھی اب تکمیل ہونے والی ہے اور اس کے آثار آپ کی آمد سے نظر آتے ہیں، وہ میری زندگی کا بہت اٹھکھان ہو گا۔“

بعد میں مٹھل شاہ صاحب سے بے شمار معلومات حاصل کرتا رہا پھر مٹھل شاہ صاحب نے میرے ساتھ ڈائمنڈ سٹی میں کام کرنے والے مختلف شعبوں کا دورہ کیا اور پھر میں نے ان سے اجازت طلب کر لی، یہ کہہ کر میں واپس لوٹا تھا کہ اپنے مشن کے آغاز سے پہلے میں ان سے ضرور ملاقات کروں گا۔ رشید ناگی میرے ساتھ ہی آیا تھا، اسے میں

نے تمام صورت حال سے آگاہ کیا اور رشید ناگی نے مجھے اطمینان دلاتے ہوئے کہا۔

”چیف ویسے تو میری دلی آرزو ہے کہ آپ اپنے اس دوسرے مشن میں بھی مجھے اپنا شریک رکھیں لیکن اگر آپ اسے پسند نہ کریں تو کم از کم اس بات پر ضرور اطمینان رکھیں کہ میں بھی اپنی زندگی آپ کے مشن کے لیے وقف کر چکا ہوں۔“

”بڑا اطمینان ہے مجھے تم سب پر رشید ناگی۔“

اس رات میں ایک لمحہ بھی نہیں سو سکا تھا میں نے کسی غم و اندوہ کا شکار ہونے کے بجائے عملی طور پر یہ فیصلے کرنا مناسب سمجھا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ جس حد تک یہاں کام کر چکا تھا اس سے کم از کم یہ امید قائم ہو گئی تھی کہ سست رومی سے سہی لیکن میرا مقصد پورا ہوتا رہے گا اگر اپنی ذات کے لیے بھی تھوڑا بہت کام کروں تو کوئی بری بات نہیں تھی اس کے علاوہ اب مجھے لیتھ اشیر کی حیثیت سے بافیا کارکن رہنے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ بہت زیادہ کاوشوں سے بے شک مفادات حاصل ہوتے ہیں لیکن اپنی زندگی کے لیے بھی کچھ کر لوں اگر یکسو ہو جاؤں تو شاید میری کارکردگی مزید بہتر ہو جائے آغاز کے طور پر سب سے پہلے مجھے بار سلونا پہنچنا تھا بار سلونا جاکر سعید خان کو اس مشکل سے نجات دلا دوں اور اسے واپس پاکستان بھیج دوں پھر ٹمپن سے ذرا دو دو ہاتھ رہیں ٹمپن پہلے بھی میری لسٹ میں تھا لیکن حالات نے راستے روک دیے تھے اور میں اس تک نہیں پہنچ سکا تھا لیکن یہ علم ہونے کے بعد کہ نادرہ اس کے قبضے میں ہے اب ذرا ٹمپن سے بھی ملاقات کر ہی لی جائے۔ تیاریوں کے لیے بہت زیادہ وقت صرف نہیں کر سکتا تھا۔

دوسرے دن معمول کے مطابق رخسار آگئی تو میں نے اس سے اپنی روانگی کے بارے میں گفتگو کی۔ اس نے نہایت فراخ دلی سے کہا کہ وہ کسی بھی لمحے میرے کسی مشن کی راہ کی رکاوٹ نہیں بنے گی وہ بہت مطمئن ہے اور جب میں موجود نہیں ہوتا تو میرے لیے رعائیں کرنا اس کا محبوب مشغلہ بن چکا ہے۔ میں نے محبت بھری نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

”بعض اوقات رخسار محبت کے رنگ کچھ ایسے نرالے ہو جاتے ہیں کہ ایک نئی کمائی ترتیب پاتی ہے ہماری محبت بھی کچھ اسی انداز کی ہے۔“

وہ ہنسی اور اس نے کہا۔ ”اور میں نے اس محبت کو جس طرح پایا ہے وہ بھی ایک انوکھی داستان ہے فیصل۔“

”شاید۔“ میں نے اعتراف کیا پھر رشید ناگی کو میں نے اپنا فیصلہ سنا دیا اور بھلا اس بات میں مجھے کیا مشکل ہو سکتی تھی کہ میں اپنے وطن سے چل پڑوں میں نے ہٹ مین ریگو ہی کا میک اپ قائم رکھا۔ جو کچھ پیچھے ہو چکا تھا اس کے اثرات کا بھی پتا چلانا تھا چنانچہ میں اسپین روانہ ہو گیا۔ میڈرڈ سے بار سلونا تک کا سفر بہت سے تصورات کا حامل تھا۔ بار سلونا میں لیتھ اشیر کی خانقاہ کے اطراف جوں کے توں تھے کوئی ایسی تبدیلی نہیں ہوئی تھی جسے تشویش کی نگاہوں سے دیکھتا اور اس کے بعد میں ایک عقیدت گزار کی حیثیت سے لیتھ اشیر کی اس آرام گاہ میں داخل ہو گیا جہاں وہ تنہائیوں میں اپنے خاص لوگوں سے ملاقات کرتا تھا خانقاہ کے اس شاندار حصے میں خاموشی اور سنائے کا راج تھا۔ میں نے ادھر ادھر دیکھا اور یہ اندازہ لگایا کہ شاید سعید خان اس وقت ہاتھ روم وغیرہ میں ہے۔ باہر کے معاملات تو پر سکون تھے اور اس کی مصروفیات کا بھی کوئی اندازہ نہیں ہوا تھا۔ ابھی میں کمرے کے وسط میں ہی کھڑا ہوا تھا کہ اچانک بیرونی دروازے پر آہٹیں ابھری اور میں نے اس خیال سے باہر کی سمت دیکھا کہ شاید سعید خان واپس آ رہا ہے لیکن اندر داخل ہونے والے چار افراد تھے جن کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں دبی ہوئی تھیں اور ان اسٹین گنوں کا رخ میری جانب تھا۔ میں چونک پڑا۔ سب سے آگے والے نے کہا۔

”اپنے ہاتھ بلند کر دو۔ اگر تم نے ذرہ بھر بھی جنبش کی تو تمہارا جسم گولیوں سے چھلنی کر دیا جائے گا۔“

میں سرد نگاہوں سے انہیں دیکھتا رہا۔ اسٹین گن والے نے میرے عقب میں آکر اسٹین گن کی نل میری گردن پر رکھ دی اور باقی لوگوں نے میری تلاشی لے کر جو کچھ میرے پاس تھا سب نکال لیا یہاں تک کہ انہوں نے میری شرٹ بھی اتار دی میں خاموش کھڑا رہا تھا جب سب کچھ انہوں نے اپنی تحویل میں لے لیا تو میں نے سرد لہجے میں پوچھا۔

”اور اب میں اس بد تمیزی کی وجہ پوچھ سکتا ہوں۔“

جواب میں اسٹے ہاتھ کا ایک تھپڑ میرے منہ پر پڑا یہ تلاشی لینے والوں میں سے

ایک نے مارا تھا۔ میری آنکھوں میں خون اتر آیا لیکن وہ لوگ اس قدر خوفزدہ نظر آ رہا تھے کہ مجھے بخوبی اندازہ ہو گیا تھا کہ میری ذرا سی جنبش اس وقت میری زندگی ختم کر سکتی ہے تاہم میرا دل وسوسوں سے بھر گیا تھا۔ میں نے ایک بار پھر سرد لہجے میں کہا۔

”اور جو کچھ تم کر رہے ہو، ہو سکتا ہے کسی غلط فہمی میں مبتلا ہو۔ میں عظیم روحانی پیشوا لیچہ اسٹیر کا ایک خاص کارکن ہوں اور ان سے ملاقات کے لیے آیا تھا۔“

”چلو۔“ ان میں سے ایک شخص نے جو میری کمر سے اسٹین گن لگائے ہوئے تھا مجھے دھکیلتے ہوئے کہا اور میں ہاتھ اٹھائے ان کے ساتھ ساتھ چلتا رہا۔ دل و دماغ میں سنائے اتر آئے تھے کیا ہوا ہے ایسی کیا خاص بات ہے اس علاقے سے اور ان جگہوں سے میں بخوبی واقف تھا۔ وہ لوگ مجھے خانقاہ کے عقبی حصے سے نیچے لے آئے جہاں ایک بند گاڑی کھڑی ہوئی تھی۔ مجھے ایک گاڑی میں بٹھایا گیا اور وہ چاروں بھی میرے ساتھ ہی بیٹھ گئے اس کے بعد گاڑی اسٹارٹ ہو کر چل پڑی۔ باہر سے کوئی جائزہ نہیں لیا جاسکتا تھا کہ کوئی جگہ کا سفر ہو رہا ہے لیکن یہ سفر زیادہ طویل نہیں تھا۔ مجھے ایک عمارت ہی میں بند گاڑی سے اتار دیا گیا تھا۔ اس عمارت سے البتہ میں بالکل واقف نہیں تھا لیکن ایک سنگی قلعے کے مانند تھی، غالباً بار سلونا کی کوئی نواحی عمارت جو قدیم طرز تعمیر کا نمونہ تھی مجھے سنگلاخ دیواروں کے درمیان سے گزار کر ایک وسیع و عریض کمرے میں لایا گیا اور پھر میرے ہاتھوں کو دیواروں میں لگے ہوئے آہنی کڑوں سے باندھ دیا گیا، یہی کیفیت پیروں کی بھی کی گئی تھی۔ ابھی تک کسی نے مجھ سے کوئی گفتگو نہیں کی تھی۔ میری جانب سے مطمئن ہونے کے بعد جب وہ باہر جانے لگے تو میں نے پھر کہا۔

”دیکھو ہو سکتا ہے تمہیں میرے ساتھ اپنے اس رویے پر بعد میں شرمندگی اٹھانا پڑے، کم از کم مجھے اتنا تو بتا دو۔“ لیکن میرا جملہ پورا ہونے سے پہلے وہ چاروں باہر نکل گئے تھے۔

میں خاموشی سے اس گزر گاہ کو دیکھتا رہا جہاں سے وہ گئے تھے، شدید تشویش کا شکار ہو گیا تھا، میرے ساتھ تو خیر جو کچھ ہوا وہ ایک الگ بات تھی لیکن مجھے سعید خان کا خوف تھا۔ اس کا نہ ملنا اس بات کی دلالت کرتا تھا کہ کوئی بڑی گڑبڑ ہو گئی لیکن اب کیا بھی کیا جاسکتا تھا، خاموشی سے انتظار کرنے کے سوا۔ تقریباً تین چار گھنٹے تک کسی نے مجھ سے

رجوع نہیں کیا۔ جس انداز میں مجھے قید کیا گیا تھا اس میں اپنی اس قید سے نجات حاصل کرنے کا تصور بھی نہیں کیا سکتا تھا پھر وہی تمام افراد میرے پاس پہنچے۔ مجھے اس قید سے رہائی دلائی گئی اور میرے ہاتھ پشت پر باندھ دیے گئے۔

پھر آگے بڑھنے کا اشارہ کیا گیا اوپری جسم سے برہنہ میں ان کے ساتھ چلتا ہوا عمارت کے ایک اور وسیع کمرے میں پہنچ گیا، یہاں ایک نیم دائرے کی شکل کی میز پڑی ہوئی تھی جس کے عقب میں تین افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ تینوں اجنبی چہرے لیکن نہایت خوفناک صورتوں والے، قومیت سے کسی سفید فام ملک کے باشندے ہی معلوم ہوتے تھے۔ باقی چند افراد بھی موجود تھے، خوب تیز روشنی ہو رہی تھی، میرے لیے ایک کرسی خاص طور پر لا کر رکھی گئی جو اس نیم دائرے کی شکل کی میز کے عین سامنے تھی، ہاتھ کھولے گئے اور کرسی پر بٹھا کر میرے ہاتھوں کو لوہے کے ان شکنجوں میں کس دیا گیا جو کرسی ہی میں لگے ہوئے تھے، پاؤں البتہ آزاد چھوڑ دیے گئے تھے۔ وہ تینوں کڑی نگاہ سے مجھے دیکھ رہے تھے پھر دو افراد ایک خاص قسم کی مشین ٹرائی پر دھکیلتے ہوئے اندر لائے اور مشین سے منسلک ایک پائپ کو میرے چہرے کے سامنے کر کے مشین کا بٹن آن کر دیا گیا، پائپ سے ایک ٹھنڈی گیس میرے چہرے پر پھوار کی شکل میں چھوڑی گئی اور مجھے اندازہ ہو گیا کہ وہ لوگ میرے چہرے سے میک اپ اتار رہے ہیں، بات کچھ زیادہ سنگین ہو گئی تھی، بہر حال اب خاموشی سے ان کے ہر عمل سے گزرنے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں تھا، چنانچہ میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ کچھ دیر کے بعد پھواریں بند ہو گئیں اور موٹے تولیے سے میرا چہرہ صاف کر دیا گیا لیکن اس کے ساتھ ہی میں نے ان تینوں آدمیوں کے چہرے پر شدید اضطراب کے آثار دیکھے تھے۔ ان کے چہرے حیرت زدہ نظر آ رہے تھے ان میں سے ایک اپنی جگہ سے اٹھا اور میری طرف بڑھا تو باقی دونوں بھی میرے قریب ہی پہنچ گئے اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھنے لگے پھر وہ شخص ان کی طرف مڑ کر بولا۔

”کیا یہ ممکن ہے؟“

باقی دونوں نے کوئی جواب نہیں دیا، مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ انہوں نے مجھے دانش منصور کی حیثیت سے پہچان لیا ہے، وہ یقیناً میرے چہرے کے شناسا ہوں گے، میں خاموشی سے انہیں دیکھتا رہا تھا، اپنی حیرتوں سے نکل کر انہوں نے خود کو سنبھالا اور واپس اس نیم

دائرے والی میز کے عقب میں جا بیٹھے لیکن دیر تک وہ نہایت مدھم آواز میں ایک دوسرے سے سرگوشیاں کرتے رہے تھے اور مسلسل حیران ہو کر بار بار میری صورت دیکھتے رہے تھے پھر وہ سنبھل کر بیٹھ گئے انہوں نے اپنے اطراف کھڑے ہوئے لوگوں کو دیکھا اور انہیں واپس جانے کا اشارہ کیا، صرف دو افراد دروازے کے پاس جم گئے تھے جن کے پاس اسٹین گنیں موجود تھیں، غالباً یہ سکیورٹی کے خیال سے کیا گیا تھا، درمیان والے شخص نے کہا۔

”مسٹر دانش منصور، کیا آپ اپنے آپ کو دانش منصور تسلیم کرنے سے انکار کریں گے؟“

میں نے سوچا کہ اب سب کچھ ختم ہو گیا ہے، فضول باتوں سے اب گریز کرنا چاہیے، اس وقت میرے دل میں بڑے ایمانی جذبے ابھر آئے تھے، زندگی اگر اختتام کے قریب ہے تو مجھے یہ زندگی، زندگی دینے والے کے سپرد کرنے میں کوئی اعتراض نہیں تھا اور اس چیز نے مجھے اندرونی طور پر بڑی تقویت بخشی تھی۔ میری خاموشی طویل ہوئی تو ان میں سے ایک شخص نے کہا۔

”بیٹھے مسٹر دانش منصور انسان اپنی زندگی میں بہت کچھ کرتا ہے اس میں اسے کامیابی اور ناکامی دونوں ہی حاصل ہوتی ہیں آپ تو ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے کبھی ناکامی کا منہ نہیں دیکھا جس طرح آپ نے اپنی کامیابیوں کو حاصل کیا ہے اسی طرح اب ان لمحات کو بھی قبول کیجئے، شطرنج پر جب سارے سرے پٹ جاتے ہیں تو مات تسلیم کرنا ہی پڑتی ہے، آپ جواب دینا پسند کریں گے، کیا آپ خود کو دانش منصور تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں؟“

”نہیں، میں دانش منصور ہوں۔“

”شکریہ، ہم لوگ اپنا تعارف کرادیں، یہ جو اس کارنر پر بیٹھے ہوئے ہیں مافیا کے بہت بڑے کارکن ہیں، میرا تعلق روز آرگنائزیشن سے ہے اور میری ذاتی سمت بیٹھے ہوئے جو صاحب ہیں وہ ڈان سینٹر کے اہم رکن ہیں، مسٹر دانش منصور آپ کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ ہم لوگ کسی حیثیت کے حامل ہیں، ہم کسی بھی طرح آپ کو اپنے آپ سے کم نہیں سمجھتے اس لیے توقع کرتے ہیں کہ بڑے لوگوں کی طرح گفتگو کریں۔“

”شکریہ آپ نے مجھے بڑا تسلیم کیا۔“ میں نے مسکرا کر جواب دیا۔

”ہم آپ سے اپنا تعارف کراچکے ہیں، اس لیے آپ نے یہ سمجھ لیا ہو گا کہ ہم مکمل معلومات رکھتے ہیں۔ دانش منصور ہمارے لیے کوئی نیا نام نہیں ہے مسٹر دانش منصور! اصل میں ہمیں یہ توقع نہیں تھی کہ آپ اس طرح کبھی ہمارے سامنے آجائیں گے۔ ہوا یہ تھا کہ تازہ ترین واقع میں آرمن نامی ایک یہودی نے مافیا سے کچھ امداد طلب کی تھی اور اس کے لیے کام ہو رہا تھا، پتا یہ چلا کہ درمیان میں کسی ایسی شخصیت نے مداخلت کر کے آرمن کے منصوبے کو ناکام بنا دیا جو بہت ذہین اور شاندار کارکردگی کی حامل تھی۔ ڈی ڈی جیو نامی ایک شخص گم ہو گیا اور ایسے کچھ واقعات ہوئے جس سے مافیا کو یہ شبہ ہوا کہ کہیں کسی جگہ کوئی گڑبڑ ہو رہی ہے چونکہ اس سلسلے میں احکامات مسٹر لیتھ اشمیر کو دیئے گئے تھے اس لئے انہی سے کام کا آغاز کیا گیا، مافیا کے کچھ لوگ لیتھ اشمیر سے ملے اور انہیں یہ شبہ ہو گیا کہ لیتھ اشمیر اصل میں لیتھ اشمیر نہیں ہیں بلکہ کوئی اور شخص اس کی جگہ اختیار کیے ہوئے ہے، اسے قابو میں کر کے اس سے کچھ ایسے سوالات کیے گئے جنہوں نے اس شے کی تصدیق کر دی اور اس کے بعد کام کا آغاز ہو گیا، جس شخص کو لیتھ اشمیر کی حیثیت سے قابو میں کیا گیا تھا جب اس کے چہرے سے میک اپ ہٹایا گیا تو وہ ایک ایشین ثابت ہوا اور مافیا نے اپنے وسائل سے کام لے کر ہم لوگوں کو بھی اس بات سے آگاہ کیا، نتیجے میں ہم سب نے مل کر کام شروع کر دیا، اس شخص سے ہمیں کوئی خاص معلومات نہیں حاصل ہوئی کہ اس نے کس انداز میں کام کیا اور کن احکامات کے تحت، ہمیں آپ کا انتظار تھا لیکن یہ امید نہیں تھی کہ ہٹ مین ریگو بھی اور بیجنل نہیں ہو گا۔ اس وقت ہمارا یہی خیال تھا کہ ہٹ مین ریگو کو کسی طرح نفلی لیتھ اشمیر نے اپنے کام کے لیے آمادہ کیا ہے، یہ امید بالکل نہیں تھی کہ اس کے پس پردہ ایک ایسی شخصیت سے ملاقات ہو جائے گی جس کا ہم خواب میں بھی تصور نہیں کر سکتے تھے۔ یہ وہ کہانی ہے جس سے آپ کی یہ تشفی ہو گئی ہو گی کہ ہمیں آپ کے بارے میں کس حد تک معلومات حاصل ہیں لیکن اب اچانک ہی آپ نے ہمیں سنسنی کا شکار کر دیا ہے اور ہم نہایت حیرت سے یہ سوچ رہے ہیں کہ مسٹر دانش منصور جن کی موت کی تصدیق ان کے ملک نے بھی کر دی تھی ہمارے سامنے زندہ حالت میں کیسے موجود ہیں، یہ نہایت سنسنی خیز واقعہ ہے اور آپ

کو یہ اندازہ ہو گیا کہ ہم اپنی ذمے داریاں سرانجام دینے کے لیے کس حد تک مجبور ہو گئے ہیں، چنانچہ مسٹر دانش منصور آپ سے سوالات کا سلسلہ طویل تر ہو گا۔ براہ کرم اس سلسلے میں ہمیں مایوس نہ کیجئے گا۔ آپ بہت بڑے آدمی ہیں اور ہم آپ کے ساتھ بڑے آدمیوں جیسا ہی سلوک کریں گے۔

”لیتھ اشمیر کے میک اپ میں جو شخص تھا وہ کہاں ہے؟“ میں نے سوال کیا۔

”اس سے آپ کی ملاقات کرادی جائے گی، آپ مطمئن رہیں۔“

”جی آپ مجھ سے کیا پوچھنا چاہتے ہیں؟“

”پہلا سوال یہ ہے کہ دانش منصور جس کی موت بڑی شان و شوکت سے ہوئی تھی

زندہ کیسے ہے؟“

”جن لوگوں کو آپ نے میری موت کے لیے مخصوص کیا تھا، وہ زندہ نہیں ہیں، اگر

وہ زندہ رہتے تو یقینی طور پر مجھے مرنا پڑتا۔“

”لیکن وہ ڈس کلوز کیسے ہوئے۔“

”ان میں خاص طور سے ایک نام آتا ہے، مٹھل شاہ، مٹھل شاہ سے میرا واسطہ بہت

ابتدا سے ہے۔ اس کی شخصیت کو مجھ سے زیادہ اور کوئی نہیں جان سکتا۔ میں نے بہت

مختصر وقت میں محسوس کر لیا کہ مٹھل شاہ اپنی اصل حالت میں نہیں ہے چنانچہ میں محتاط

ہو گیا اور پھر جب اس نے مجھے ہلاک کرنے کی کوشش کی تو میرے ہاتھوں خود مارا گیا۔“

”لیکن سنا ہے کہ آپ کے اور اس کے تو بہت اچھے تعلقات تھے، کچھ جذباتی رشتے

بھی تھے۔“

”بے شک، لیکن زندگی ان تمام چیزوں سے زیادہ قیمتی ہوتی ہے اور اس کی حرکات

سے مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ جس طرح بھی ہو میری زندگی کے درپے تھے۔“

”کیا آپ کو اس بات کا علم ہو گیا تھا کہ اسے آپ کی موت کے لیے تیار کیا گیا

ہے۔“

”اس سے اندازہ مجھے ہو گیا تھا اور یہ بھی معلوم کر لیا گیا تھا کہ اسے میری موت کے

لیے رٹا گیا ہے، لیتھ اشمیر کا نام منظر عام پر آیا تھا اور اس کے بعد لیتھ اشمیر کو

یہ اطلاع دی گئی کہ مٹھل شاہ کو کامیابی حاصل ہو گئی ہے۔ وہ مبارک باد دینے دوڑا چلا گیا

اور وہاں اعلیٰ حکام کے قبضے میں آگیا، پھر ایک اہم سرکاری افسر کو لیتھ اشمیر کا میک اپ کر کے یہاں بار سلوناروانہ کر دیا گیا اور اس نے آکر لیتھ اشمیر کی حیثیت سنبھال لی۔“

”وہ سرکاری افسر ہے؟“

”کیا آپ لوگوں کو یہ بات نہیں معلوم ہو سکی؟“

”وہ کینہ دیوانہ ہے، پاگل ہے، بہت سخت جان ہے اس طرح زبان بند کر لی ہے

اس نے۔“ بولنے والے کو ایک دم یہ احساس ہو گیا کہ وہ غیر متعلق گفتگو کر رہا ہے۔

چنانچہ وہ خاموش ہو گیا، پھر اس نے کہا۔

”لیکن مسٹر دانش منصور، آپ کو اس سرکاری افسر کے ساتھ یہاں کیسے بھیج دیا

گیا؟“

”میری گزارش پر، میں یہ جاننا چاہتا تھا کہ وہ کون لوگ ہیں جنہوں نے مٹھل شاہ

کے ذریعے مجھے قتل کرانے کی کوشش کی، کیونکہ لیتھ اشمیر سے معلومات حاصل کرنے پر

کوئی صحیح پتا نہیں چل سکا تھا۔“

”اور آپ ہٹ مین ریگو کی حیثیت سے یہاں پہنچ گئے؟“

”جی۔“

”تو پھر آپ نے آرمن کے سلسلے میں یہ کارروائی کیوں کی؟“

”مجھے مافیا کے ایک رکن کی حیثیت دی گئی تھی، کیونکہ یہ بات ہمارے علم میں

آچکی تھی کہ لیتھ اشمیر مافیا کا بگ باس ہے۔“

”لیکن آپ کا تو مشن ہی مختلف تھا۔“ میں نے طنزیہ نگاہوں سے ان تینوں کو دیکھا

اور کہا۔

”کسی بھی مشن کی تکمیل کے لیے وہی سب کچھ کرنا ہوتا ہے جس سے اپنا راز راز

رہ سکے۔“

”ہوں، کیا خیال ہے اور کچھ معلومات حاصل کی جائیں؟“ روز آرگنائزیشن کے

آدمی نے بقیہ دونوں ساتھیوں کی طرف دیکھ کر کہا، مافیا کے باس نے کہا۔

”میرا خیال ہے ہمیں نئے سوالات تیار کرنا ہوں گے اور یہ بھی ضروری ہے کہ

مسٹر دانش منصور کے لیے ہم ہائی کمان سے رابطہ کریں۔“

”ٹھیک ہے، مسٹر دانش منصور کو ان کے ساتھی کے پاس پہنچا دیا جائے۔“

اس بات پر تینوں نے پھر کچھ سرگوشیاں کیں اور اس کے بعد غالباً اس بات پر متفق ہو گئے کہ مجھے سعید خان کے پاس بھیج دیا جائے۔ میرا دل تڑپ رہا تھا، میں جانا چاہتا تھا کہ سعید خان پر کیا گزری، ظاہر ہے ان لوگوں نے یہ معلومات حاصل کرنے کے لیے سعید خان کے ساتھ سختیاں بھی کی ہوں گی۔ اس کی سخت جانی کا حوالہ بھی دیا گیا تھا، خدا کرے اسے کوئی نقصان نہ پہنچا ہو۔ ان دو آدمیوں کو ہدایات کی گئی اور مزید کچھ افراد آگئے، پھر میرے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دی گئیں اور انہیں میری پشت پر کس دیا گیا غالباً میرے سلسلے میں کچھ ہدایات کی گئی تھیں، لیکن قید خانے میں لے جا کر انہوں نے میری ہتھکڑیاں کھول دیں۔

یہ زیر زمین قید خانہ تھا اور غالباً قدیم بنا ہوا تھا۔ سنگلاخ اور بد نما دیواریں پتھروں میں تراشی گئی تھیں، سامنے کے حصے پر لوہے کا انتہائی مضبوط گیٹ لگا ہوا تھا۔ اندر مدہم روشنی تھی، میری نگاہیں سعید خان کو تلاش کرنے لگیں اور پھر میں وہاں کسی کی موجودگی کو محسوس کر کے اس جانب چل پڑا، میرے آگے بڑھتے ہی قید خانے میں غالباً روشنی کا بلب جلا دیا گیا تھا، جس جگہ سعید خان زمین پر لیٹا ہوا تھا میں نے اس جانب دوڑ لگائی تھی۔ اگر وہ بہتر حالت میں ہوتا تو یقیناً اٹھ کر بیٹھ جاتا، لیکن جب قریب پہنچ کر میں نے اسے دیکھا تو میری آنکھوں میں تاریکی چھا گئی۔ میں صحیح معنوں میں چکرا گیا اور گرتے گرتے بچا۔ سعید خان کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں، لیکن اس کا چہرہ خدا کی پناہ اس کے ہاتھیں رخسار سے سارا گوشت کٹا ہوا تھا اور ادھر سے اس کے جڑے نظر آرہے تھے، دانت تک صاف نظر آرہے تھے، گوشت کے کناروں کے سرخ کھرند بتاتے تھے کہ جڑے کے اس گوشت کو کٹے ہوئے کئی دن گزر چکے ہیں، پورا جسم داغدار تھا، بازو پر سے گوشت کا ٹکڑا اتار لیا گیا تھا، دونوں ہاتھوں اور دونوں پیروں کی انگلیاں کاٹ دی گئی تھیں، اتنے زخم تھے اس کے جسم پر کہ دیکھ کر وحشت ہوتی تھی۔ سعید خان کی آنکھوں میں البتہ زندگی نظر آرہی تھی، اس نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا اور اس کے چہرے پر کرب کے آثار پھیل گئے، میں سکتے کے عالم میں اسے دیکھ رہا تھا پھر میں اس کے قریب بیٹھ گیا اور میرے منہ سے آہستہ سے آواز نکلی۔

”سعید خان۔“ وہ آنکھوں کے علاوہ اور کسی طرح زندہ نظر نہیں آتا تھا۔ آنکھوں کی کیفیت بتاتی تھی کہ وہ مجھ سے مخاطب ہے۔ ”سعید خان، مجھے علم ہے کہ یہ سب کچھ کیسے ہوا، کیا تم بول نہیں سکتے؟“

اس کی نگاہوں میں بے بسی کے آثار پیدا ہو گئے اور سینہ پھولنے پھپکنے لگا، چند زخموں کے منہ کھل گئے اور ان سے خون کی بوندیں باہر گرنے لگیں۔ میری بہت بری حالت ہو گئی تھی، خود میری آواز بھی بند ہو گئی تھی۔ اچانک ہی سعید خان کے حلق سے ایک عجیب سی آواز نکلی۔ اس نے اپنے دونوں کٹے ہوئے ہاتھ اوپر اٹھائے، انہیں بمشکل تمام اپنی گردن تک لے گیا اور پھر مجھے کچھ اشارہ کرنے لگا، ایک لمحے تک تو اس کا اشارہ میری سمجھ میں نہیں آیا تھا، لیکن جب اس کا اشارہ میری سمجھ میں آیا تو میں اپنے دل میں بھرے ہوئے دھوئیں کو برداشت نہ کر سکا، میرے حلق سے ایک چیخ نکلی اور میں بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو پڑا۔ وہ مجھ سے موت مانگ رہا تھا، مجھ سے درخواست کر رہا تھا کہ میں گردن دبا کر اسے قتل کر دوں۔ وہ عاجزانہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا، میرے رونے پر اس کے جسم میں شدید لرزش ہونے لگی، وہ کانپ رہا تھا اور اپنے بدن کو جنبش دے رہا تھا، غالباً وہ میرے رونے سے سخت بے قرار ہو گیا تھا۔ اس نے اپنی تمام تر نگلیوں کو نظر انداز کر کے کہنیاں ٹکا کر اٹھنے کی کوشش کی، لیکن نہ اٹھ پایا اور بے بسی سے زمین پر گر گیا، اب اس کے انداز میں پہچانی کیفیت پیدا ہو گئی تھی، اس نے منہ کھولا اور بدن کی ساری قوتوں کو مجتمع کر کے بولا۔

”خدا کے لیے چیف، خدا کے لیے مجھے مار دو چیف، یہ ضروری ہے، یہ ضروری ہے، چیف پلیز، مجھے مار دو میں سخت اذیت میں ہوں، چیف پلیز، پلیز۔“ یہ الفاظ ایک عجیب سی ہیئت اختیار کر کے اس کے منہ سے نکل رہے تھے۔

”نہیں سعید خان نہیں، نہیں میرے بھائی یہ کام نہیں کر سکتا میں تمہارے لیے آئی ایم سوری سعید خان آئی ایم سوری۔“ میں مسلسل رو رہا تھا۔ آنسو بھی کیا چیز ہوتے ہیں، رونا بھی کیا قیامت کی دوا ہے انسان کے لیے، کتنا ہلکا کر دیتا ہے یہ اندر سے صدیوں کے بعد میری آنکھوں نے آنسو بہائے تھے۔ صدیوں کے بعد وہ سسکیاں میرے وجود سے باہر نکلی تھیں جو اندر ہی اندر گھٹی رہتی تھیں۔ نجانے کب سے یہ ٹھٹھن میرے وجود میں

اس نے اپنے جذبات کے اظہار کو چھپانے کے لیے دوبارہ آنکھیں بند کر رکھی تھیں۔ میں اب پرسکون ہوتا جا رہا تھا۔ سعید خان تو گیا، نجانے اب تک کیوں زندہ ہے، نجانے کیسے جی رہا ہے شاید اسے میرا انتظار ہو، ہاں یقیناً! ایسی ہی بات تھی، اس کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا، لیکن میں پاگلوں کی طرح ان سلاخوں سے سر نہیں پھوڑنا چاہتا تھا۔ ایک اور مشن میری زندگی میں شامل ہو گیا تھا اور اس مشن کی تکمیل کے لیے مجھے پہلے سے زیادہ تدبیر اور ہوشیاری سے کام کرنا تھا۔ سعید خان سے جو کچھ میں نے کہا تھا وہ مجھ پر قرض ہو گیا تھا اور مجھے یہ قرض چکانا تھا۔ میں سعید خان کے برابر زمین پر لیٹ گیا۔ اس کے جسم کا کوئی حصہ ایسا نہیں تھا جس پر ہاتھ رکھ کر میں اسے تسلیاں دے سکوں، اس سے زیادہ بے بسی کسی انسان پر طاری نہیں ہوئی ہوگی۔ میں ان لوگوں سے سعید خان کے لیے رحم کی بھیک بھی نہیں مانگ سکتا تھا، جانتا تھا کہ وہ ایسا نہیں کریں اور ہو سکتا ہے میرے منہ سے کوئی جذباتی بات نکل جائے اور میں اپنے عہد میں پیچھے رہ جاؤں۔ مجھے جینا تھا اپنے مقصد کے لیے، سعید خان بھی میری قربت سے پرسکون ہو گیا تھا۔ بہت شاندار انسان تھا یہ اور اس نے بڑی خوش اسلوبی سے میری بہت سی مشکلات کو سنبھالا تھا میں نے آہستہ سے کہا۔

”سعید خان، میں تمہاری عظمت کو سلام کرتا ہوں، تم میرے مشن میں میرے لیے بہت بڑا سہارا بنے رہے ہو۔“ بس اس کے بعد میں خاموش ہو گیا تھا اور پھر وقت بھیانک انداز میں آگے بڑھتا رہا تھا۔ میرا ذہن سوچوں کا مسکن بنا ہوا تھا، سعید خان کے بدن میں ہلکی سی جنبش ہوتی تو میں تڑپ کر اٹھ جاتا۔ اسے دیکھتا، نجانے کس مٹی کا بنا ہوا انسان تھا، نہ تو کراہ رہا تھا، نہ تڑپ رہا تھا۔ یہ زخم مختلف اوقات میں اسے دیے گئے تھے اور وہ انہیں لمحہ لمحہ برداشت کرتا رہا تھا، کتنی بڑی بات تھی، معمولی بات نہیں تھی۔

رات کے تقریباً تین بجے ہوں گے جب مجھ پر غنودگی چھا گئی اور نجانے کتنی دیر تک وہ غنودگی مجھ پر طاری رہی، پھر میں چونک کر جاگ گیا۔ میں نے سعید خان کو دیکھا، روشنی نہیں بجھائی گئی تھی، سعید خان کے خدوخال نظر آرہے تھے اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں، لیکن ایک دم مجھے احساس ہوا کہ اب اس کی پٹیوں میں زندگی کا ستارہ روشن نہیں ہے بلکہ ان میں ایک بے نوری چھائی ہوئی ہے۔ میں نے آہستہ سے اٹھ کر اسے دیکھا، آوازیں دیں بمشکل تلاش کر کے جسم کے ان حصوں کو پہنچوڑا جہاں زخم نہیں تھا،

پل رہی تھی، کبھی خیال نہیں آیا تھا کہ رو پڑوں، بہت سخت گیر ہو گیا تھا میں، بہت سخت دل تھا، یہ احسان بھی سعید خان ہی نے مجھ پر کیا تھا کہ آج میرے سینے کو اس گھٹن سے پاک کر دیا تھا۔ میں بلک بلک کر روتا رہا، اس کی تکلیف کے خوف سے اس سے چمٹ بھی نہیں سکتا تھا ورنہ دل چاہ رہا تھا کہ اسے اپنے وجود میں پیوست کر لو، اس کے سارے زخم اپنے جسم پر منتقل کر لوں۔

اب تو یہی کہہ سکتا ہوں سعید خان کہ خدا تمہیں موت دے دے، خدا تمہاری مشکل کو آسان کر دے، سعید خان اب تمہارے لیے زندگی مانگتا میرے بس کی بات نہیں ہے، مرجاؤ تم سعید خان تم مرجاؤ، خدا وند عالم اس شخص کے لیے موت کی دعا کر رہا ہوں میں تجھ سے، اسے اذیت سے نجات دلا دے اسے۔ ”میں نے بڑے دل سے دعا مانگی اور اس کے بعد اس سے تھوڑا سا ہٹ کر بیٹھ گیا۔ مجھے احساس ہو رہا تھا کہ میری موجودگی سے اس کی اذیت میں اضافہ ہو گیا ہے، میری سسکیوں اور آنسوؤں کو وہ برداشت نہیں کر پا رہا تھا، اس کا جسم مسلسل تشنج کا شکار تھا اور وہ بھی شاید اندر سے موت کی آرزو کر رہا تھا، پھر وہ ساکت ہو گیا میں روتا رہا اور جب تمام آنسو بہ گئے تو میں نے اسے دیکھا اور آہستہ سے اسے آواز دی، اس نے آنکھیں کھول دی تھیں۔

”سعید خان میرے لیے میرے کئی جانثاروں نے زندگی دی ہے، بہت بد نصیب ہوں میں کہ میں انہیں زندگی نہیں دے سکا لیکن سعید خان، مرنے سے پہلے ایک بات اپنے وجود میں بٹھالو تمہارے ان زخموں سے چور جسم کی قسم انہوں نے اپنے لیے بدترین موت خریدی ہے۔ آج سے میں صرف قتل و غارتگری کروں گا۔ میں نے اپنے اندر اس صلہ کو انسان کو مار دیا ہے جو کسی بھی بے گناہ شخص کو قتل کرتے ہوئے یہ سوچتا تھا کہ بہتر ہے اس کی زندگی بچ جائے۔ بہتر ہے یہ بچ کر نکل جائے میرے ہاتھوں سے، لیکن اب روز آرگنائزیشن، ڈان سینٹر اور مافیا کے گروہ پر جس شخص پر بھی مجھے شبہ ہوا موت برے گی، میں تمہاری ان تکلیفوں کا بدلہ لوں گا اس وقت تک لیتا رہوں گا جب تک میں خود نہ مرجاؤں، سمجھے سعید خان۔“

سعید خان نے آنکھوں میں خوشگوار کیفیت پیدا کرنے کی کوشش کی لیکن جس کا پورا وجود ایک سڑتے ہوئے ناسور کے مانند ہو وہ آنکھوں سے بھی نہیں مسکرا سکتا، ہاں

سینے پر کان رکھ کر دھڑکنوں کی آواز سنی اور اس کے بعد اس کی کھلی ہوئی آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر انہیں بند کر دیا۔ وہ مرچکا تھا، وہ تو نجانے کب کا مرچکا تھا، بس مجھے دیکھنے کے لیے اس کی آنکھیں متحرک تھیں۔ میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور اس کے بعد وہیں مٹی میں تمیم کیا اور نماز پڑھنے بیٹھ گیا، جو کچھ بھی مجھ سے بن سکا میں نے اس کے لیے دعائیں کیں اور پھر خاموشی سے صبح کا انتظار کرنے لگا۔ صبح کو سلاخوں کے باہر دو مسلح سپاہی نظر آئے اور میں نے ان سے کہا۔

”سنو میرا ساتھی مرچکا ہے، کیا تم کسی ایسے آدمی سے میری ملاقات کرا سکتے ہو جس سے میں اس کی آخری رسومات کی درخواست کر سکوں۔“

”ہمارا انچارج یہاں موجود ہے، ہم اس سے بات کر کے تمہیں اطلاع دیتے ہیں۔“ پہرے داروں نے جواب دیا۔ انچارج ایک وحشی صورت انسان تھا وہ چند افراد کے ساتھ آیا تھا۔ میں نے اس سے نرم لہجے میں کہا۔

”سر ہم مسلمان ہیں، اگر آپ ہماری مذہبی رسوم کے ساتھ اس کی تدفین کی اجازت دے دیں تو میں خلوص دل سے آپ کا شکریہ ادا کروں گا۔“

جواب میں انچارج نے میرے سینے پر ہاتھ رکھ کر مجھے زور سے دھکا دیا۔ اس کے دو آدمیوں نے میرے سینے پر راکٹوں کی نالیں رکھ دیں، باقی آدمی اندر داخل ہوئے اور سعید خان کی لاش کو بڑی بے رحمی سے اٹھا کر باہر لے گئے۔ میں نے جنبش نہیں کی تھی چنانچہ بالکل خاموش رہا اور آہنی دروازہ پھر سے بند ہو گیا۔

میں خاموشی سے کھڑا یہ منظر دیکھتا رہا تھا۔ سعید خان کی زندگی میں اس کی کوئی مدد نہیں کر سکا تھا تو اب موت کے بعد ہنگامہ کرنے سے کیا فائدہ، پھر میں آہستہ آہستہ پلٹا اور ٹھنڈی سانس لے کر زمین پر بیٹھ گیا۔ وقت گزر رہا تھا، میں نے گھٹنوں میں سر دے کر آنکھیں بند کر لی تھیں اور دماغ کو سوچنے سے بچانے کے لیے محروم کر لیا تھا۔ یہ میرے حق میں بہتر تھا، ہر حال بہت سادہ وقت گزر گیا اور اس کے بعد دوپہر کو تقریباً ڈیڑھ بجے میرے قید خانے کے دروازے پر کچھ افراد نظر آئے۔ پہلے کی طرح مجھ پر پستول تان لیے گئے تھے اور اس کے بعد میں باہر نکل آیا۔ میں نے اپنے انداز میں بردباری قائم رکھی تھی، ان میں سے ایک نے کہا۔

”سنو اگر کسی قسم کی کوئی غلط حرکت کی تو ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ تمہیں دونوں ہانگوں سے محروم کر دیا جائے۔“

”صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ تم بہت گھٹیا لوگ ہو، سبے فکر رہو، میں کوئی ایسی حرکت نہیں کروں گا جس سے تمہیں اپنے گھٹیا پن کے مظاہرے کا موقع ملے۔“ یہ لوگ ان لوگوں سے مختلف تھے، جن میں سے ایک نے پہلے میرے منہ پر تھپڑ مارا تھا۔ وہ خاموشی سے میرے ساتھ چلتے رہے، پھر مجھے ایک کمرے میں لایا گیا اور کہا گیا کہ میں لباس تبدیل کروں۔ ہاتھ روم میں لباس موجود ہے۔ میں خاموشی سے ہاتھ روم میں داخل ہو گیا۔

قدیم طرز کا ہاتھ روم تھا لیکن تمام ضروریات سے آراستہ۔ میں نے غسل کیا جو لباس انہوں نے میرے لیے مہیا کیا تھا وہ میری جسامت پر بالکل فٹ تھا۔ خاصا قیمتی لباس تھا۔ میں نے بال وغیرہ سنوارے اور اس کے بعد باہر نکل آیا۔

وہ لوگ میرے منتظر تھے، پھر مجھے ایک وسیع کمرے میں پہنچایا گیا جہاں ڈاکنگ ٹیبل لگی ہوئی تھی۔ کمرے میں موجود لوگوں نے جن کی تعداد چھ کے قریب تھی اور ان میں وہ تین بھی موجود تھے جن سے میری پہلے ملاقات ہوئی تھی، اپنی جگہ سے تھوڑا سا اٹھ کر نہایت مہذب انداز میں میرا خیر مقدم کیا گیا۔ میرے لیے ایک کرسی کھینچی گئی اور میں بیٹھ گیا۔ میرے بیٹھنے کے بعد ویٹر کھانا سرو کرنے لگے۔ میں نے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ میں ان کے ساتھ کھانا نہیں کھا سکتا کیونکہ اول تو میں مسلمان ہوں اور دوسری بات یہ کہ انہیں دشمن سمجھتا ہوں۔ میرے ان الفاظ پر وہ سب چند لمحات کے لیے رکے، پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

”لیکن مسٹر دانش منصور آپ کو کچھ نہ کچھ تو لینا ہو گا۔“

”اگر یہ ضروری ہے تو میرے لیے کچھ پھلوں اور کافی کا بندوبست کر دیا جائے اور اس میز پر نہیں بلکہ کسی علیحدہ جگہ۔“

ماپا کا باس ایک لمحے کے لیے سوچ میں ڈوب گیا پھر اس نے دروازے پر کھڑے ہوئے لوگوں سے کہا۔

”مسٹر دانش منصور کو تیرہ نمبر میں لے جاؤ اور ان کے لیے پھل، بسکٹ اور کافی

زہر دے دیں۔ میں آپ سے درخواست ہی کر سکتا ہوں اور کوئی طریقہ کار مجھ پر استعمال نہ کریں، میں تشدد برداشت نہیں کر سکتا۔ اگر آپ مجھ سے مزید کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اس بات سے آپ مطمئن رہیں کہ میں وہ معلومات آپ کو بخوشی فراہم کر دوں گا اور یہ بھی وعدہ کرتا ہوں کہ ان میں کوئی فریب، کوئی جھوٹ نہیں ہوگا۔ آپ کو اس سلسلے میں اگر مجھ سے کوئی شکایت ہو جائے تو آپ اپنے طور پر آزاد ہیں کہ پھر میرے ساتھ جو سلوک چاہیں کریں۔“

”تینوں خاموشی سے میری بات سن رہے تھے۔ ڈان سینٹر کے نمائندے نے کہا۔
”مسٹر ڈانلش منصور پاکستان میں آپ نے کیا کام کیا ہے؟“

”آپ ڈان سینٹر کے نمائندے ہیں آپ کو یاد ہوگا کہ ابتدا میں آپ سے میری کچھ چیقلش رہی تھی۔ اصل میں مجھ پر محب وطن ہونے کا جنون سوار ہوا تھا اور میں نے آپ سے مقابلہ کیا تھا۔ میں نے وہاں بے شمار صنعتیں لگائی ہیں اور اس سے میرے وطن کی خوشحالی میں کچھ اضافہ ہوا ہے۔“

”وہ پلانٹ جس پر فیپلز میں کام ہو رہا تھا اور جس کے سلسلے میں آرمن نے کارروائیاں کی تھیں اس کی تفصیل کیا ہے؟“

”چونکہ سرکاری نمائندے نے ہارسلونا میں لیتھ اشیر کی حیثیت سنبھال لی تھی اور مجھے ہٹ مین ریگو کی حیثیت دے کر مسٹر آرمن کی مدد پر آمادہ کیا تھا اس لیے مجھے اس کے بارے میں زیادہ معلومات حاصل ہیں، وہ بڑی دلچسپ صورت حال پیش آئی۔ آرمن کا ارادہ اچانک تبدیل ہو گیا اور اس میں کچھ ترمیمیں کی اس نے، جس کی میں نے نقلی لیتھ اشیر سے اجازت لے لی۔“

”ڈی ڈی جیوانائی ایک صنعتکار کو یہ پلانٹ فروخت کر دیا گیا اور اس کے بعد جو کچھ کیا ڈی ڈی جیوانائی نے ہی کیا۔ اس سے آگے کی کچھ تفصیلات میرے علم میں نہیں ہیں۔“
”وہ شخص تمہاری حکومت کا نمائندہ تھا۔“ یہ سوال سعید خان کے بارے میں مافیا کے باس نے کیا تھا۔

”سو فیصد اور اسی تعاون کے تحت جو میں اپنی حکومت سے کرتا رہا تھا۔ مجھ سے یہ درخواست کی گئی تھی کہ میں اس شخص کے ساتھ کام کروں۔“

”میا کرو۔“

”تشریف لے چلے جناب۔“

تیرہ نمبر ایک پر آسائش کمرہ تھا جہاں بستر، ایک چھوٹی سی سینٹر ٹیبل اور ایک صوفہ سیٹ پڑا ہوا تھا۔

انہوں نے مجھے یہاں پہنچایا اور تھوڑی دیر کے بعد سینٹر ٹیبل پر پھل اور بسکٹوں کے انبار لگا دیے گئے ساتھ ہی کافی کے برتن بھی سجادیے گئے تھے۔ میں مصروف ہو گیا، خوب ڈٹ کر پھل کھائے، دو چار بسکٹ لیے اور پھر کافی کے کئی کپ پئے۔ طبیعت میں ایک تازگی پیدا ہو گئی تھی اور وہ کیفیت دور ہو گئی تھی جو مجھ پر طاری تھی۔ سعید خان کی موت کبھی نہ بھولنے کے لیے تھی، لیکن بس اس کی موت کا سوگ مناتے رہنا دانشمندی نہیں تھی۔ ایک لائحہ عمل طے کرنا تھا اور میرے تیز رفتار ذہن نے اپنے لیے راستے منتخب کر لیے پھر جب وہی تینوں افراد مزید دو مسلح آدمیوں کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئے تو میں نے فوراً ہی اداکاری شروع کر دی۔ میں سنجیدہ اور نڈھال نڈھال نظر آنے لگا۔ وہ سب میرا جائزہ لے رہے تھے پھر وہ مختلف جگہوں پر بیٹھ گئے۔ مافیا کے باس نے کہا۔

”یقینی طور پر تم اب بہتر کیفیت میں ہو گے مسٹر ڈانلش منصور۔ ہمیں تم سے کچھ اور معلومات درکار ہیں۔“

”دیکھیے جناب بات اصل میں یہ ہے کہ میں نے زندگی میں بہت کچھ کیا ہے اتنا کچھ کہ شاید آپ لوگوں کے علم میں بھی نہ ہو۔ پوری زندگی میں نے ایک مشن کے لیے وقف کر دی تھی، لیکن میرے دوست کی موت نے میرے ذہن پر اتنا برا اثر ڈالا ہے کہ اب جو کچھ کیا ہے اس پر پشیمان ہوں اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ میرے وطن نے مجھے بہت سراہا۔ میری کاوشوں کی بڑی دادی لیکن آج میں تنہا بے یار و مددگار یہاں موجود ہوں۔ آپ یہ نہ سمجھیں کہ میرے دل میں اپنے وطن کے خلاف کوئی بری بات پیدا ہوئی ہے بلکہ ایک عجیب سی اعصابی تھکن مجھ پر سوار ہو گئی ہے۔ آپ لوگ اگر مجھے قتل کر دینا چاہتے ہیں تو براہ کرم مجھ سے اس کا تذکرہ نہ کریں۔ میں آپ سے درخواست کروں گا کہ میرے قتل کا بہترین طریقہ استعمال کریں۔ یعنی یہ کہ مجھے کسی چیز میں کوئی بہت ہی طاقتور

وہ تینوں غالباً میرے جوابات سے مطمئن تھے اور میری کیفیت نے انہیں یہ احساس دلا دیا تھا کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں سچ کہہ رہا ہوں۔ تشدد یا برے سلوک کی ضرورت تو اس وقت پیش آتی جب انہیں کسی مداخلت کا خطرہ ہوتا۔ ہاں انتقامی کارروائی ایک الگ نوعیت رکھتی ہے، اور اگر وہ انتقامی کارروائی کے بارے میں سوچتے تو پھر دوسرے کام کیے جاسکتے تھے۔ زیادہ سے زیادہ وہ میری موت کا فیصلہ کر سکتے تھے۔ غرض کہ میں نے انہیں غمخیز ہی میں ڈال دیا تھا کہ اب وہ میرے ساتھ کیا سلوک کریں۔ میں اپنی اس کوشش میں کامیاب ہو گیا تھا۔ وہ الجھے ہوئے نظر آ رہے تھے پھر انہوں نے ایک دوسرے کی صورت دیکھی اور کہا۔

”تو پھر اب مسٹر دانش منصور کے لیے کیا فیصلہ کیا جائے۔ میرا خیال ہے ان کی خواہش کی تکمیل کر دی جائے۔ یہ موت چاہتے ہیں ہمارے لیے اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ ہم انہیں ان کی پسند کی موت دے دیں۔“

”کیا آپ ہائی کمان سے رابطہ کیے بغیر اس شخص کو قتل کر دیں گے؟“

”نہیں حالانکہ ہائی کمان نے مجھے اس کیس سے نمٹنے کی پوری پوری اجازت دی ہے لیکن یہاں نوعیت کچھ تبدیل ہو گئی ہے ایک دلچسپ شخصیت ہمارے سامنے آئی ہے جو دو متضاد پہلو رکھتی ہے ہائی کمان سے اس سلسلے میں مشورہ ضرور کروں گا۔“

”تو پھر براہ کرم دانش منصور کو میرے حوالے کر دیجئے گا۔“ یہ الفاظ روز آرگنائزیشن کے نمائندے کے تھے، مافیا کے پاس نے دوستانہ انداز میں کہا۔

”آپ اس کا کیا کریں گے؟“ غالباً وہ خاصے بے دوست تھے۔

”اصل میں ایک بار پہلے بھی یہ شخص ہمارے ہاتھ لگا تھا اور ہم نے اس پر کافی کام کیا تھا اس کے نتیجے میں ہمیں اس بات کی امید تھی کہ مستقبل میں یہ ہمارے لیے نہایت کارآمد شخصیت ثابت ہوگی لیکن یہ نکل گیا۔ ہمیں یہ معلوم کرنا ہے کہ اس کے اندر کیا کمی رہ گئی تھی اور اس کے نکلنے کی وجوہات کیا تھیں؟“

”ہوں۔ ٹھیک ہے میرا خیال ہے ہائی کمان بھی اس کی اجازت دے دے گی، ہمیں ذاتی طور پر اس شخص سے کوئی دلچسپی نہیں ہے، جو کاوشیں کی گئی تھیں اس کا ریکارڈ اب ہائی کمان کے پاس رہے گا اور مافیا گینگ اس کے فیصلے کرے گا کہ لیتھ اسٹیر کی موت کے

سلسلے میں ہمیں کیا کارروائی کرنی چاہیے باقی میرا خیال ہے اس شخص کی زندگی ایک طرح سے غیر مناسب ہی ہوگی۔“

”کیوں؟“

”اس لیے کہ یہ ایک خطرناک آدمی ہے۔“

”ہم اسے اپنے کام کا بنائیں گے۔ آپ خود اندازہ کیجئے جو کام دوسرے لوگ نہیں کر سکتے اگر یہ خود اپنے ہاتھوں سے کرے تو کیسا رہے گا؟“

”گویا آپ اس پر کوئی تجربہ کرنا چاہتے ہیں؟“

”سو فیصد ہمارے پاس ایسے ذرائع ہیں اور پھر یہ بات طے ہے کہ اس کے ذریعے ہمیں ایشیا میں بہت سے مفادات حاصل ہو سکتے ہیں۔ اس سے پہلے بھی اس نے ہمارے مفادات پر غریب لگائی ہیں۔“ پہلی بار ڈان سینٹر کے نمائندے نے کہا۔

”مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے آپ لوگوں نے میری موجودگی نظر انداز کر دی

”نہیں سراسی بات نہیں ہے، آپ جانتے ہیں کہ اس سلسلے میں ہمارے بڑوں کے دورمیان مفاہمت ہو گئی ہے۔“ روز آرگنائزیشن کے نمائندے نے فوراً ہی کہا۔

”ہاں میں جانتا ہوں، لیکن آپ لوگوں نے میری کوئی رائے نہیں لی۔“

”ہم اس موضوع پر بعد میں گفتگو کر لیں گے، پہلے یہ طے ہو جائے کہ ہمیں اس سلسلے میں کیا کرنا ہے؟“

”دیکھیے مسٹر! میں ہائی کمان سے گفتگو کیے بغیر خود کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا، یہ بات تو آپ جانتے ہیں۔“

”بالکل، لیکن ان دنوں ہمارے جو مشترکہ مفادات چل رہے ہیں اور جس کے لیے ہمارے درمیان رابطے ہوئے ہیں، ان میں یہ دوستانہ گنجائش موجود ہے کہ ہماری کسی ضرورت کو آپ بخوشی پورا کر دیں۔“

”اپنی حد تک ہم اس کام کے لیے بالکل تیار ہیں لیکن ہائی کمان سے بہر طور اجازت لینا ہوگی۔“

”جیسا آپ پسند کریں۔“ یہ تمام لوگ اس بات پر متفق ہو گئے، میں دل ہی دل میں

ہنس رہا تھا لیکن میں نے اپنے آپ کو ان کی گفتگو سے اتنا تعلق کر لیا تھا کہ انہیں مجھ پر کوئی شبہ نہ ہو سکے۔ کچھ دیر کے بعد وہ وہاں سے چلے گئے اور میرا دل تھمتھانے لگا۔ چاہئے لگا۔

سعید خان اپنا فرض پورا کر کے شہید ہو گیا تھا اور یہ لوگ یہ سمجھ رہے تھے کہ انہوں نے ماحول پر فتح حاصل کر لی ہے۔ انہیں اندازہ نہیں تھا کہ انہوں نے اپنے لیے کتنا بڑا خطرہ مول لیا ہے، سب سے پہلے میری زندگی کا فیصلہ ہو جائے، میں اس کے بعد ہی کوئی مناسب عمل کر سکتا تھا، بلکہ اس وقت ایک اور خیال میرے ذہن میں آیا تھا، میں نے ڈان سینٹر کے نمائندے کے انداز میں کسی قدر ناخوشگوار محسوس کی تھی اور یہ حقیقت بھی تھی کہ ان دونوں نے دوران گفتگو اسے نظر انداز کر دیا تھا۔ اگر اس وقت ڈان سینٹر اور روز آرگنائزیشن کو آپس میں لڑوا دیا جائے تو میرے کام میں آسانی ہوگی۔ بہر حال ابھی حالات میرے بس سے باہر تھے، اس لیے کوئی فیصلہ کن بات نہیں کہہ سکتا تھا۔ میرے شب و روز جاری رہے، غالباً وہ لوگ میرے بارے میں فیصلے کر رہے تھے، اور پھر ایک رات کھانا کھانے کے بعد مجھے اپنی طبیعت پر شدید گرانی کا احساس ہوا اور میری پلکیں جھپکتی چلی گئیں۔ اب اس قدر احمق بھی نہیں تھا کہ یہ نہ محسوس کرتا کہ کھانے میں مجھے کوئی خواب آور چیز دے دی گئی ہے، اس سے بچتا میرے بس سے باہر تھا، بس انہی احساسات کے ساتھ گہری نیند سو گیا تھا، نجانے کب آنکھ کھلی تھی اور میں نے اپنے آپ کو ایک نئی جگہ پایا تھا، بدن کو ہلکے ہلکے جھٹکے لگ رہے تھے ہوش و حواس قائم کر کے ان جھٹکوں کے بارے میں غور کرنے لگا اور پھر کمرے کی بناوٹ سے یہ اندازہ ہو گیا کہ کسی جہاز کا کیبن ہے، گویا میں اس وقت کسی بحری جہاز میں سفر کر رہا ہوں، جو کچھ بھی ہے یہ ذمے داریاں ان لوگوں کی ہیں کہ وہ مجھے کہاں لے جا رہے ہیں مجھے تو ابھی ایک بے ضرر کیچوے کے مانند ان لوگوں کو یہ یقین دلانا تھا کہ میں اب ایک ناکارہ وجود بن کر رہ گیا ہوں اور ان کے لیے کسی بھی طرح خطرے کا باعث نہیں۔ بہت دیر تک یہ کیفیت طاری رہی، اب بے ہوش پڑے رہنے سے تو کوئی فائدہ نہیں تھا۔ ماحقہ داش روم میں جا کر منہ ہاتھ وغیرہ دھویا اور اس کے بعد ایک کرسی پر بیٹھ گیا، بھوک لگ رہی تھی، لیکن کوئی ذریعہ نہیں تھا، اندر بھی کوئی ایسی چیز نظر نہیں آرہی تھی جو باہر والوں کو متوجہ کرنے کے لیے

ہو، چاہئے نہیں کیا جہاز تھا لیکن پھر دروازہ کھلا اور ایک کریمہ صورت شخص نے اندر جھانکا۔ مجھے ہوش میں دیکھ کر وہ اندر آگیا اور عجیب احمقانہ انداز میں مجھے گھورنے لگا۔ میں نے پھینکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھا اور آہستہ سے کہا۔
”ہیلو۔“

وہ اس طرح چونکا جیسے سوتے سے جاگ اٹھا ہو اور پھر اس نے آہستہ سے کہا۔
”کیا تم ہوش میں آگئے؟“
”شاید۔“ میں نے مسکرا کر کہا۔ اسے میرے نرم رویے سے غالباً ڈھارس ہوئی تھی ورنہ شاید اسے یہ کہا گیا ہو کہ میں کوئی بہت برا آدمی ہوں اور اس کے لیے نقصان دہ ہو سکتا ہوں۔

”میرا مطلب ہے تمہیں کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے؟“
”بھوک لگ رہی ہے۔“ میں نے جواب دیا۔

”میں تمہیں کھانے پینے کی اشیا پیش کرتا ہوں، لیکن سنو کسی قسم کی کوئی گڑبڑ مت کرنا، یہ ایک بحری جہاز ہے۔ اگر تم نے باہر نکل کر اددھم مچانے کی کوشش کی تو اس کے سوا کچھ نہیں ہوگا کہ خلاصی تمہیں مار پیٹ کر واپس اس جگہ پہنچا دیں گے۔ تم اگر سمجھدار آدمی ہو تو سمجھداری سے کام لینا میں تم سے کوئی دشمنی نہیں رکھتا اور نہیں چاہتا کہ تمہیں کوئی نقصان پہنچے۔“

”شکریہ دوست۔ تمہارے ان الفاظ کا میں شکر گزار ہوں۔“

وہ خاموشی سے باہر نکل گیا۔ میری بات کی تصدیق بہر طور ہو گئی تھی۔ اب باقی سوالات احمقانہ نوعیت کے تھے۔ اگر میں اس سے کہتا کہ یہ سب کچھ کیا ہے، مجھے کہاں لے جایا جا رہا ہے تو لازمی طور پر وہ مجھے ان سوالات کے جواب نہیں دیتا۔ غرض کہ میں انتظار کرتا رہا ویسے بھی اپنے آپ کو اس حد تک مضطرب اور نڈھال ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ ان لوگوں کے دلوں سے یہ خیال ہی نکل جائے کہ میرے ذہن میں کوئی اور تصور ہے۔ کچھ دیر کے بعد وہ شخص عمدہ چائے اور اس کے ساتھ کچھ اور لوازمات لے آیا۔ میں نے مدہم لہجے میں اس کا شکریہ ادا کیا تو وہ نرمی سے بولا۔

”جس چیز کی بھی ضرورت ہو تو مجھے بتا دینا۔ اگر تم نے اپنا رویہ بہتر رکھا تو ہو سکتا

ہے کہ تمہیں باہر نکل کر عرشے پر چہل قدمی کی اجازت بھی مل جائے۔“

میں نے ایک بار پھر اس کا شکریہ ادا کیا اور وہ باہر نکل گیا۔ میرے حساس کانوں نے کیبن کا دروازہ باہر سے بند ہونے کی آواز صاف سنی تھی۔ اب اس قدر احمق بھی نہیں تھے یہ لوگ کہ مجھ پر اعتبار کر لیتے۔

میں نے اطمینان سے ناشتا کیا۔ کوئی بھی چیز ایسی نہیں تھی جو میرے مذہبی معاملات میں آڑے آتی ہو، چنانچہ کھانے کی کسی چیز سے میں نے پرہیز نہیں کیا اس کے بعد تقریباً چار پانچ گھنٹے اسی طرح گزر گئے۔ وہ برتن بھی وہیں موجود تھے۔ غالباً کھانے کے لیے اوقات کار کا تعین نہیں کیا گیا تھا پھر وہی شخص دروازہ کھول کر اندر آیا اور اس نے رحم آمیز نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

”میں نے تمہارے لیے سفارش کی تھی کہ تمہیں باہر نکل کر عرشے پر چہل قدمی کی اجازت دے دی جائے لیکن انہوں نے اس خدشے کا اظہار کیا کہ ہو سکتا ہے تم سمندر میں کود کر خودکشی کر لو۔ کیا ایسی کوئی بات ہے؟“

میں نے گردن جھکا لی اور بہت دیر تک سوچتا رہا پھر آہستہ سے بولا۔

”نہیں دوست اصل میں جس مذہب سے میرا تعلق ہے اس میں خودکشی حرام ہے۔ میں خودکشی کبھی نہیں کروں گا۔“

وہ جیسے میرے اس جواب کا منتظر تھا۔ برتن لے کر باہر نکل گیا۔ غالباً وہ لوگ یہ جاننا چاہتے تھے کہ میں خودکشی تو نہیں کروں گا۔ میں نے انہیں مطمئن کر دیا تھا، بے وقوف کے بچے حماقتوں کا شکار تھے میرے جوتے کو غرض پڑی تھی کہ میں خودکشی کرتا۔ اگر زندگی دینے کا ہی معاملہ تھا تو کم از کم اس جہاز کو تباہ کر کے ہی ختم کر سکتا تھا۔ میرے دل کی کچھ آگ تو بجھتی اور پھر اس جہاز کی تباہی سے ہی تو میرے دل کی آگ نہیں بجھتی تھی۔ سعید خان کی لاش پر تو میں نے بہت بڑے انتقام کا عہد کیا تھا اور میں ہر قیمت پر ان سے یہ انتقام لینا چاہتا تھا۔

وقت گزرتا رہا اور پھر وہی شخص میرے لیے رات کا کھانا لے کر آیا۔ دوپہر کا کھانا گول کر دیا گیا تھا ویسے بھی مجھے صحیح طور پر وقت کا اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔ میں نے اس شخص سے کہا۔

”کیا رات ہو چکی ہے؟“

”ہاں۔“ وہ آہستہ سے بولا۔ اس کے علاوہ اس نے اور کچھ نہیں کہا تھا۔ مجھے بھوک لگنے لگی تھی حالانکہ دن بھر کیبن میں بند رہا تھا اور کوئی ایسا کام نہیں ہو سکا تھا جس سے مجھے ہاضمے میں مدد ملتی، لیکن قدرتی طور پر میرا ہاضمہ بہتر تھا۔ میں کھانے میں مصروف ہو گیا، کھانا کھانے کے بعد میں نے کمرے میں ہی چہل قدمی شروع کر دی لیکن چند ہی قدم چلنے کے بعد میرے قدم لڑکھڑانے لگے۔ غالباً پھر کچھ ہوا تھا۔ خدا انہیں غارت کر دے۔ کم بخت ہوش میں ہی رہنے دیں تو کیا حرج ہے میں کونسا انہیں مشکلات میں مبتلا کر رہا ہوں۔

بمشکل تمام مسہری تک پہنچا اور پھر مسہری پر لیٹ گیا۔ تاکہ کیبن کسی اور جگہ ہی کمرے میں ڈھیر نہ ہو جاؤں اس کے بعد دنیا و مافیاء کی خبر نہیں رہی تھی۔ نجانے کب تک اسی بے ہوشی کا شکار رہا تھا پھر آہستہ آہستہ ذہن جاگنے لگا، سوچنے سمجھنے کی قوتیں ابھی تک بحال نہیں ہوئی تھیں، لیکن ایک عجیب سی آواز میرے ذہن میں گونج رہی تھی۔

پہلے کچھ ایسا احساس ہوا جیسے عالم خواب میں یہ آواز کانوں تک آرہی ہو لیکن آہستہ آہستہ تمام ذہنی قوتیں بیدار ہو گئیں۔ سب سے پہلا احساس یہ ہوا تھا کہ اب میں جس جگہ موجود ہوں وہ کم از کم جہاز کا کیبن نہیں ہے، بدن کو ہچکولے بھی نہیں لگ رہے تھے اور شاید ماحول بھی بدلا ہوا تھا۔ آنکھیں کھولنے کو دل نہیں چاہ رہا تھا لیکن وہ کریمہ آواز مسلسل میری سماعت پر ضربیں لگا رہی تھیں۔ نیند پوری نہیں ہو پائی تھی آنکھیں جل رہی تھیں دماغ چکرا رہا تھا۔ اگر یہ منحوس آواز نہ ہوتی تو اور سوتا مگر دماغ پر ہتھوڑے برس رہے تھے۔ میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ بدن کے نیچے زمین تھی اور میں ایک چھوٹے سے کمرے میں پڑا ہوا تھا۔ ناک سے موبل آئل کی بو نکرائی اور میں چونک کر ماحول کا جائزہ لینے لگا۔ بڑی منحوس جگہ تھی۔ کمرے میں نہ جانے کیا کیا کاٹھ کباڑ پڑا ہوا تھا۔ ایک طرف استعمال شدہ موبل آئل کا ڈرم رکھا ہوا تھا جو آواز میری سماعت کو مجروح کر رہی تھی وہ پن بجلی جیسی کسی چیز کی تھی۔

سر کو کئی بار جھٹک کر ہوش و حواس قائم کیے اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ بے آرائی کی نیند نے بدن بری طرح دکھا دیا تھا۔ ابھی پوری طرح سنبھل بھی نہیں پایا تھا کہ کمرے کا

دروازہ کھلا اور ایک سترہ اٹھارہ سال کی لڑکی نے اندر جھانکا۔ خوبصورت شکل تھی لیکن کسی حد تک پھوٹپھوٹا ہوا چہرہ تھا۔ موٹے اور میلے کپڑوں میں ملبوس۔ مجھے جاگتا دیکھ کر وہ اندر آگئی اور مسکرا کر بولی۔

”کیا آپ انگلش بول سکتے ہیں جناب۔“

”ہاں۔ کیوں نہیں۔“ میں نے اسے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

”میرا نام سیسل ہے۔“ وہ سکون سے بولی۔

”ہیلو سیسل۔ تم برٹش ہو؟“

”نہیں فریج۔“ اس نے جواب دیا۔

”اوہ۔“ میں نے ہونٹ سکین کر گردن ہلائی۔

”کیا میں تمہارے لیے ناشتا لے آؤں؟“

”کیا وقت ہوا ہے؟“

”سات بجے ہیں۔“

”صبح کے؟“ میں نے سوال کیا اور وہ تعجب سے مجھے دیکھنے لگی پھر کھٹکھٹا کر ہنس پڑی۔

”ناشتا کیا رات کو سات بجے کیا جاتا ہے؟“

”نہیں۔“ میں نے کہا۔

”میں ناشتہ لاتی ہوں۔“ وہ واپس مڑی پھر دروازے پر رک کر بولی۔ ”مسوری۔“

آپ کا نام کیا ہے؟“

”دانش!“ میں نے جواب دیا اور وہ میرے نام کو دہرانے لگی پھر ڈینش ڈینش کی گردان کرتی ہوئی باہر نکل گئی۔ میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی تھی۔ بہت سے سوالات

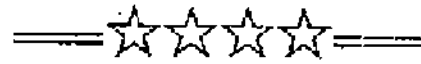
دب بٹ پیدا ہو گئے۔ لڑکی کے بارے میں اندازہ لگانے لگا۔ پتا نہیں اتنی ہی سادہ اور معصوم تھی۔ کچھ اور تھی۔ بہر حال کام شروع ہو گیا تھا یہ پتا نہیں چل سکا کہ کب فیصلہ ہوا مجھے

رو ر آگنا۔ ان کی تحویل میں دے دیا گیا یا مافیائے میرے بارے میں کچھ اور سوچا پھر دل

میں ایک عجیب سا خیال آیا۔ کیسی حیران کن بات ہے۔ میں اپنے مشن پر کام کرتا رہا تھا۔

بڑی بڑی مشکلات کا حل نکل آتا تھا۔ سخت ہولناک حالات کے باوجود مجھے کامیابیاں حاصل

ہوتی چلی جاتی تھیں لیکن جب بھی میں نے اپنے بارے میں کچھ سوچنے کی کوشش کی میرے راستے بند ہو گئے۔ نادرہ بھی میری ہی مشکل کا شکار ہوئی اور آج بھی مشکل میں گرفتار تھی اور اب میں بھی۔ میرے معبود کیا یہ سوال ہمیشہ تشنہ رہے گا۔ کیا میں کبھی خود کو نہ پاسکوں گا۔ اگر اسی میں تیری رضا ہے تو میں اس سے منحرف نہیں ہوں۔ میں تیری رضا کے آگے سر جھکاتا ہوں۔ میں نے دل میں سوچا اور خود کو پرسکون کرنے لگا۔ کچھ دیر کے بعد دروازہ دوبارہ کھل گیا۔



اس بار آنے والے دو افراد تھے۔ انہوں نے بغور میرا جائزہ لیا پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

”مسٹر دانش منصور ہم آپ سے بالکل دوستانہ ماحول میں گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ کیا آپ ہمیں اس کا موقع دیں گے؟“

”میں بالکل پر امن ہوں جناب۔“

”اصل میں آپ کی طرف سے یہ خدشہ رہتا ہے کہ نجانے آپ کے دل میں کیا ہے، کوئی ایسا عمل نہ کر بیٹھیں جس سے نہ صرف ہمیں، بلکہ آپ کو بھی نقصان پہنچے۔ ہم آپ کو محفوظ رکھنا چاہتے ہیں۔“

”آپ لوگ مجھ پر اعتماد کریں۔ میں نے اپنی راہ بدل دی ہے۔“

”تب براہ کرم ہمارے ساتھ آئیے۔“ ان لوگوں کا طرز عمل نہایت شریفانہ تھا۔

میں نے تو ذہن میں تہیہ کر لیا تھا کہ اب تمام حقیقتوں کو قبول کرتے ہوئے اپنے ہر قدم کا فیصلہ کروں گا۔ جو کچھ اب تک کرتا رہا تھا اپنے آپ کو اس میں ناکام تو نہیں کہہ سکتا تھا بلکہ اللہ کا شکر گزار تھا کہ اس نے مجھے میرے ان جذبوں کو پزیرائی عطا کی تھی جو میرے دل میں تھے، میں اپنا فرض پورا کر رہا تھا، کسی لالچ کے بغیر لیکن سب سے بڑا لالچ یہی تھا مجھے کہ میرے وطن کی سرزمین کو بقائے دائمی حاصل ہو۔ میں اپنے آپ کو اسی سرزمین کا رہنے والا ایک حقیر باشندہ سمجھتا تھا اور اگر میری دلی آرزوؤں کی تکمیل ہو جاتی تو شاید میری زندگی کو بھی سکون مل جاتا۔ بد قسمتی سے رخسار بھی ذہنی طور پر مجھ سے منسلک

ہو گئی تھی، باقی سارے کردار تو خیر اپنی جگہ الگ نوعیت رکھتے تھے اور میرے ہونے نہ ہونے سے ان پر کوئی فرق نہیں پڑتا، وہ اپنی زندگی کے لیے راستے منتخب کر سکتے تھے، جبکہ رخسار میری ہی زندگی کا ایک حصہ بن گئی تھی۔ کاش ایسا نہ ہوتا تو مجھے کسی بات کی فکر نہ ہوتی، بہر حال اب ہم دونوں کی تقدیریں یکجا ہو گئی تھیں، دیکھیں وقت آگے کیا کہانی سناتا ہے لیکن سعید خان کی موت نے کچھ اس طرح دل پر اثر ڈالا تھا کہ شخصیت میں ایک خلا سا پیدا ہو گیا تھا۔ جس بڑے کمرے میں مجھے لے جایا گیا، وہ ایک خوبصورت ڈرائنگ روم کی حیثیت رکھتا تھا۔ ڈرائنگ روم میں تین افراد اور موجود تھے، جن میں سے ایک چہرہ شناسا تھا۔ اسے میں نے اس وقت دیکھا جب مافیا، روز آرگنائزیشن اور ڈان سینٹر کے نمائندے بار سلونا میں مجھ سے میرے بارے میں گفتگو کر رہے تھے، یہ ڈان سینٹر کا نمائندہ تھا۔ خوب صورت ڈرائنگ روم میں مجھے ایک صوفے پر بیٹھنے کی پیشکش کی گئی۔ ان تینوں نے گردنیں خم کر کے میرا استقبال کیا تھا، ڈان سینٹر کے نمائندے نے کہا۔

”مالی ڈیئر مسٹر دانش منصور میرا نام ہیرل بیکر ہے اور یقیناً آپ کو یہ بات یاد ہوگی کہ میں ڈان سینٹر کا نمائندہ ہوں۔“

”جی مسٹر بیکر۔“ میں نے جواب دیا۔

”مسٹر دانش منصور، بعض اوقات واقعات ایسا رخ اختیار کر جاتے ہیں کہ خود انسان ان کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔ میں آپ کے اس تمام ماضی سے واقف ہوں جس میں آپ نے ناقابل یقین کارنامے سرانجام دیے ہیں۔ ذاتی طور پر میں آپ کا فین ہوں اور بڑی عزت کرتا ہوں آپ کی، اب یہ دوسری بات ہے کہ ہم جرم کی دنیا کے لوگ ہیں۔ اگر ذاتی طور پر آپ مجھ سے پوچھیں تو میں اپنی کاوشوں کو جرم نہیں سمجھتا، میں دنیا کی بات کر رہا ہوں، میں مختصراً گفتگو کرتے ہوئے آپ سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں مسٹر دانش منصور کہ مافیا، روز آرگنائزیشن اور ڈان سینٹر کے تعلقات کچھ عجیب و غریب سے ہیں، ہم لوگ ضرورت پڑنے پر ایک دوسرے سے تعاون بھی کرتے ہیں اور ضرورت ہی پڑنے پر ایک دوسرے کے خون کے پیاسے بھی ہو جاتے ہیں، اب آپ میری ضرورتوں کا تذکرہ جانے دیں جس وقت آپ کو ہم تینوں کے سامنے طلب کیا گیا تھا اور ہمارے درمیان آپ کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی تو شاید آپ نے محسوس کیا ہو کہ روز

آرگنائزیشن کا نمائندہ مافیا کے کارکن سے مل کر کچھ اس قسم کا اظہار کر رہا تھا جیسے وہ بہت سہر چیز ہو، ہمارے لیے یہ بات سب سے زیادہ اذیت ناک ہوتی ہے۔ میں نے آپ کے سامنے اس پر احتجاج بھی کیا تھا لیکن اس احتجاج کو کوئی خاص اہمیت نہیں دی گئی وہاں سے میرا مائنڈ بدل گیا میں نے سوچا کہ شاید روز آرگنائزیشن یہاں بھی اپنی برتری کا اظہار کرنا چاہتی ہے اور اس کے بعد مسٹر دانش منصور میں نے خفیہ طریقے سے آپ کو اپنی تحویل میں لے لیا اور اس وقت آپ ڈان سینٹر کے ایک ٹھکانے پر موجود ہیں۔ میں نے بہت سے بڑوں کے ساتھ گفتگو کرنے کے بعد اپنے تجویز کردہ ایک پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کا فیصلہ کیا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ آپ نے اپنے مستقبل کے بارے میں کیا سوچا ہے لیکن جو گفتگو آپ نے اس وقت کی تھی اس سے مجھے یہ اندازہ ہوا کہ اب آپ اپنے آپ کو فری سمجھتے ہیں۔ وہ لوگ آپ کے ساتھ جو بھی سلوک کرنا چاہتے میرے خیال میں وہ بہتر نہیں ہوتا، نجانے آپ کو کیا بنانے کی کوشش کی جاتی یا پھر یہ بھی ممکن ہے کہ اوپر سے فیصلہ ہوتا کہ آپ سے نجات حاصل کر لی جائے اس طرح ایک ماسٹر برین کو ختم کر دیا جاتا، ڈان سینٹر میں یہ خوبی ہے کہ وہ اچھے دماغوں کو اپنے ساتھ شامل کرنا پسند کرتا ہے، میرے تمام سربراہوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ آپ کو نہ صرف زندہ رہنے دیا جائے بلکہ ڈان سینٹر کے مفادات کے لیے استعمال کیا جائے مسٹر دانش منصور بات مختصر کرنے کے باوجود طویل ہوتی جا رہی ہے۔ ہم آپ کو ڈان سینٹر کی ایک ذیلی شاخ کی سربراہی دینا چاہتے ہیں۔ میں نے کسی قدر مسکرا کر کہا۔

”مسٹر ہیرل بیکر، کیا یہ میرے ساتھ ایک دلچسپ مذاق نہیں ہے؟“

”یہی تو پر لطف بات ہے میرے دوست کہ یہ گفتگو دلچسپ بے شک ہے لیکن مذاق نہیں ہے۔“

”آپ لوگ اس وقت مجھ پر مستقل کمانڈ رکھتے ہیں اور میرے ساتھ جو دل چاہے سلوک کر سکتے ہیں، آپ کو اس بات کا یقین کیسے ہو گیا کہ اگر آپ مجھے ڈان سینٹر کی کسی ذیلی شاخ کی سربراہی دے دیتے ہیں تو میں آپ کے مفادات کے لیے کام کرنے پر تیار ہو جاؤں گا؟“

”بڑا پر خلوص سوال ہے، ہم اس کی اہمیت کو سمجھ رہے ہیں اصل میں بات یہ ہے

کہ ہر انسان کا ایک نقطہ نگاہ ہوتا ہے آپ کو اگر آپ کی شخصیت میں جینے دیا جائے اور کچھ ایسی ذمے داریاں سونپ دی جائیں جنہیں انجام دے کر آپ کے اپنے راستے بھی ہموار ہوتے ہوں تو میرا خیال ہے کوئی دیوانہ ہی اس سے انکار کر سکتا ہے۔“

”ہاں یہ ایک جامع بات ہے۔“

”ہم اسی راستے پر سفر کرنا چاہتے ہیں۔“

”تب میں خلوص دل سے آپ کی ہر بات سنوں گا۔“

”بالکل اور اس وقت آپ کو اختیار ہے کہ اسے قبول کریں یا مسترد کر دیں۔“

”مسترد کرنے کی شکل میں میرے ساتھ کیا سلوک ہو گا؟“

”کچھ نہیں، آپ کو ایک بہترین جگہ قید کر دیا جائے گا اور وہ ایک آزاد قید ہوگی،

جیسے ایک جزیرہ جس سے باہر نکلنے کا کوئی انتظام نہیں ہو گا اور جس کے چاروں طرف ایسا

بھیانک سمندر ہو گا جس میں خود کشی تو کی جاسکتی ہے اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا،

باقی وہاں آپ کو ہر آسائش حاصل ہوگی، ہم لوگ کسی بھی قیمت پر آپ کو ضائع کرنا پسند

نہیں کریں گے۔“

”دوسری صورت کیا ہوگی؟“

”ہم پچھلے کچھ عرصے سے یہ محسوس کر رہے ہیں کہ روز آرگنائزیشن اپنی وسعتیں

بڑھاتا جا رہا ہے۔ اس نے ایک باقاعدہ ڈپارٹمنٹ اس کام کے لیے مخصوص کیا ہے کہ وہ

ڈان سینٹر پر نگاہ رکھے، جہاں بھی ڈان سینٹر اپنی کارروائیاں کرتا ہے روز آرگنائزیشن کا وہ

ڈپارٹمنٹ اس کے راستے کاٹتا ہے اور اس کے مفادات پر ضربیں لگاتا ہے۔ ہم نے جوابی

کارروائی کے طور پر اسکاٹی لارک آرگنائزیشن بنانے کا فیصلہ کیا ہے اور ہم اس میں آپ

جیسے کسی دماغ کو استعمال کرنا چاہتے ہیں، اب آپ اس سلسلے میں دوسری تفصیلات سن

لیجئے، آپ کو ڈان سینٹر سے کوئی رابطہ نہیں رکھنا ہو گا، اپنے ڈپارٹمنٹ کے آپ ہی سربراہ

ہوں گے اور آپ ہی اس کے سرگرم رکن۔ آپ کو دنیا کے کسی بھی حصے میں کسی ایک

مقصد کے لیے کام کرنا ہو گا، اصل میں ہماری سوچیں بہت گہرائیاں رکھتی ہیں، مثلاً، آپ یہ

دیکھیے کہ اس وقت بہت سے مسائل چل رہے ہیں، بوسنیا اور سرینیا کا معاملہ ہے، کشمیر کا

معاملہ ہے، فلسطین اور اسرائیل کا معاملہ ہے۔ یہ ایک بہت لمبی سازش ہے اور یقینی طور

پر صرف ہم نے ہی نہیں بے شمار دانش منسور نے اس بارے میں سوچا ہو گا کہ خاص طور سے مسلمانوں ہی کو تشدد کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ اسرائیل، ہندوستان، یورپ اور امریکہ مل کر ایک ہی کھیل کھیل رہے ہیں جس میں بظاہر وہ مشترک نہیں ہیں لیکن درپردہ ایک ہی مقصد کام کر رہا ہے۔ وہ لوگ زبردست مالی مفادات بھی حاصل کر رہے ہیں، سیاسی مفادات بھی اور غالباً مذہبی بھی، ہم لوگ بھی انہی میں سے ایک ہیں لیکن ہم نسل، علاقے یا مذہب کے نام پر کام کرنا نہیں چاہتے، اسکاٹی لارک ہر اس جگہ اپنے مفادات کی نگرانی کرے گا جہاں روز آرگنائزیشن نے اپنا پاؤں پھنسیا ہوا ہے اور اس وقت روز آرگنائزیشن یہودی دنیا کے لیے سب سے زیادہ مصروف عمل ہے۔ دنیا بھر سے اسے مالی مفادات حاصل ہو رہے ہیں، ہم اسکاٹی لارک کی پوری توجہ اس جانب مبذول کرنا چاہتے ہیں اور اس کے لیے ہمیں کسی ایسے شخص کی ضرورت تھی جو اپنی ذات میں ایک مکمل آری کی حیثیت رکھتا ہو جو اپنے وجود میں ایک مکمل ڈپارٹمنٹ ہو، ہمارے پاس آپ کا ریکارڈ موجود ہے مسٹر دانش منسور آپ کے نظریات کا بھی ہمیں علم ہے۔ مثلاً یہ کہ آپ ایک وطن پرست نوجوان ہیں اور اپنے وطن کے مفادات کے لیے سرگرم عمل رہتے ہیں۔ اگر مسٹر دانش منسور آپ کو اسکاٹی لارک ڈپارٹمنٹ کا چیف بنا کر عربوں کے مفادات کے لیے کام کرنے کی پیشکش کی جائے تو اصولی طور پر آپ کو انکار نہیں کرنا چاہیے، اس طرح آپ اپنا مذہبی فریضہ بھی سرانجام دیں گے اور مالی فوائد بھی حاصل کریں گے۔ آپ کو آئندہ کا طریقہ کار بتایا جائے گا کہ آپ کو کیا کرنا ہے اور اس سلسلے میں ہمیں ایک باقاعدہ کمیٹی بنانا ہوگی جو یہ تھیں اور تجزیے کرے گی کہ آپ کے ذریعے حاصل ہونے والے یہ مفادات کیا حیثیت رکھتے ہیں، اس کے بعد ہم آپ کا ایک معقول کمیشن جو آپ کے تصور سے کہیں زیادہ ہو گا متعین کر دیں گے۔ یہ بڑی بڑی رقومات آپ اپنے وطن بھیج سکتے ہیں اور اس طرح آپ اپنے وطن کو مالی فائدے پہنچا سکتے ہیں اس کے علاوہ اگر کوئی صنعتی مسئلہ ہو، کوئی تکنیکی مسئلہ ہو، آپ کو مکمل اختیارات دیئے جائیں گے کہ آپ اس میں اپنے وطن کے مفادات کا خیال رکھ سکتے ہیں لیکن شرط یہی ہوگی کہ جہاں ڈان سینٹر کے مفادات کا معاملہ آئے آپ پیچھے نہیں ہٹیں گے۔

میں کسی قدر چونک پڑا تھا، ایک ناقابل یقین پیشکش تھی جس کا میں شاید تصور بھی

نہیں کر سکتا تھا لیکن بہر حال یہ پیشکش مجھے کی گئی تھی اور میں ان الفاظ کو نظر انداز بھی نہیں کر سکتا تھا، میں نے پر خیال لہجے میں کہا۔

”میرا خیال ہے اگر آپ کے پاس سچائیوں کو پرکھنے کا کوئی ذریعہ ہے تو آپ ان سچائیوں کو ضرور پرکھیے اور اس سے پہلے میرے بارے میں کوئی فیصلہ نہ کیجئے، یہ پیشکش مجھے بہت دلچسپ اور دلکش لگی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ مجھے اس نئی حیثیت سے کام کرنے میں کوئی اعتراض نہ ہوگا۔“

”آپ اس بات کو ہم پر چھوڑ دیجئے کہ آپ ان معاملات میں مخلص ہیں یا نہیں، اگر آپ خوشی سے یہ پیشکش قبول کر لیتے ہیں تو سمجھ لیجئے کہ جو لوگ اس وقت آپ کے سامنے موجود ہیں، وہ فیصلے کے اختیارات رکھتے ہیں گویا یہاں چند لمحات کے اندر اندر یہ فیصلہ ہو جائے گا کہ آپ کے سلسلے میں کیا کرنا ہے، ہاں اس دوران ایک بات اور ہمارے ذہن میں آئی ہے آپ کا اپنا ایسا کوئی ذاتی مسئلہ ہو جسے آپ نمٹانا چاہتے ہیں، مثلاً روز آرگنائزیشن کے خلاف کارروائی، مافیا یا کسی اور کے خلاف، ہماری بات تو اب آپ اس لیے رہتے ہیں کہ ہم اور آپ دوستی کی جانب قدم بڑھا چکے ہیں تو ہم آپ کو ڈان سینٹر کی نمائندگی میں اس کا پورا پورا موقع دیں گے کہ آپ اپنے اس عمل کو سرانجام دے سکیں۔“

”تب پھر مجھے ایک آدمی کی تلاش ہے اس کے ذریعے میں ایک اور آدمی کی طلبی چاہتا ہوں۔“

”کون ہے وہ.....؟“

”ٹٹ مین۔“

”اوہ ٹٹ مین، حیرت ہے حیرت ہے۔“ ہیرل بیکر نے کہا۔

”کیوں.....؟“

”ایک منٹ۔“ ہیرل بیکر بولا اور اس نے اپنے عقب میں ایک ٹیبل پر رکھے ہوئے اخبارات اٹھا لیے، ان میں خبریں تلاش کرتا رہا اور پھر چند خبروں کو مارک کر کے انہیں میرے سامنے رکھ دیا۔ ”ذرا انہیں ملاحظہ فرمائیے۔“

میں نے حیرانی سے ان خبروں کو دیکھا، کئی اخبارات نے ٹٹ مین کی موت کی خبر

شائع کی تھی اور اس کے گروہ کے بارے میں تفصیلات بتائی تھیں، ٹٹ میں کو اس کے مخالف گروہ نے اس کے پورے گروہ سمیت ختم کر دیا تھا، زبردست خونریزی ہوئی تھی، ٹٹ میں کے ٹھکانے فنا کر دیے گئے تھے اور اب ٹٹ میں کا کوئی وجود اس دنیا میں نہیں تھا، میرے دل سے آنسو نکل پڑے، گویا امید کا یہ آخری سرا بھی خلاؤں میں گم ہو گیا تھا۔ نادورہ کتنی سخت جان ہوگی کہ اس بار بھی بچ گئی ہوگی جبکہ مجھے اطلاع ملی تھی کہ وہ ٹٹ میں کے قبضے میں ہے، بہر حال اب یہ ساری کارروائی بے سود تھی۔ میں نے ایک بار پھر وہی احساس دل میں پیدا کیا، اللہ کو یہ منظور نہیں ہے کہ میں اپنی شخصیت کو پا جاؤں تو میری تمام کوششیں بے مقصد ہیں مجھے اس راستے سے ہٹ ہی جانا چاہیے اور اس مسئلے کو خدا پر چھوڑ دینا چاہیے، وہ جب مناسب سمجھے گا اس کی تکمیل کر دے گا اور اگر میری زندگی میں یہ ممکن نہیں ہے تو لاکھ کوشش کروں کچھ نہیں کر پاؤں گا۔ میں نے ٹھنڈی سانس لے کر تمام اخبارات واپس رکھ دیے۔

”اس کے باوجود آپ کو اجازت ہے کہ اگر آپ چاہیں تو اپنے طور پر بھی یہ معلومات حاصل کر سکتے ہیں، ہم آپ کو مکمل آزادی دے کر چھوڑ دیں گے۔ آپ واپس جانا چاہیں تو پاکستان بھی جاسکتے ہیں، آپ یقین کیجئے یہ ایک عجیب و غریب فیصلہ ہے اور عجیب و غریب منصوبہ ہے، دراصل ہم آپ کو اور بجنل حالت میں چاہتے ہیں، کوئی فریب کوئی ایسا عمل جو آپ کرنا چاہیں آپ کو اس کی مکمل آزادی دینا چاہتے ہیں اور اس کے بعد پھر آپ سے یہ درخواست کی جائے گی کہ اگر ممکن ہو سکے تو آپ اسکائی لارک ڈپارٹمنٹ سنبھال لیں۔“

”اور وعدہ کر لیا گیا ہے کہ مجھ پر مکمل اعتماد کیا جائے گا۔“

”وعدہ نہیں اس بات کا ہمیں پورا پورا یقین ہے اور یہ آپ کا مسئلہ بالکل نہیں ہے۔“

”تو پھر مسٹر ہیرل بیکر میں اس مقصد کو خوشی سے قبول کرنے کے لیے تیار ہوں اور اب وقت ضائع کیے بغیر مجھے یہ بتایا جائے کہ مجھے کرنا کیا ہو گا؟“

”ہم آپ کو کچھ راستے منتخب کر کے ان کی جانب متوجہ کر دیں گے، دنیا کے کسی بھی ملک میں، کسی بھی شہر میں جہاں آپ کارروائی شروع کر دیں گے آپ کو اپنے

نمائندے ملیں گے، ڈان سینٹر اپنے طور پر ان تمام نمائندوں کو آپ کی شخصیت سے مکمل طور پر آگاہ کر دے گا، اس کے لیے ہمارے پاس بہت سے سائنٹفک طریقے ہیں۔ آپ کو یہ ہدایت دے دی جائے گی کہ آپ کا ٹارگٹ کیا ہے، کیا کرنا ہے آپ کو بس اس کے مطابق آپ کام شروع کر دیں گے اور اپنے کام کو جاری رکھیں گے، البتہ آپ یہ بھول جائیں گے کہ آپ ڈان سینٹر کے نمائندے ہیں آپ اپنے آپ کو صرف اسکائی لارک کہیں گے اور اپنا کام جاری رکھیں گے۔“

”ٹھیک ہے مجھے منظور ہے اس سلسلے میں مجھے مزید کیا اقدامات کرنا ہوں گے؟“

”ہم بہت ہی نفاست سے اس کام کو کر رہے ہیں، کوئی قدم نہیں اٹھانا پڑے گا آپ کو بس آپ یوں سمجھ لیجئے کہ آپ نے جن لوگوں کے درمیان اپنے اس منصب کو قبول کیا ہے وہ اب آپ کو مبارک باد دینے کے لیے بے چین ہیں۔“

”شکریہ! آنے والا وقت آپ کو یہ بتائے گا کہ جس کام کے لیے مجھے مخصوص کیا گیا ہے میں اسے کتنے خلوص سے سرانجام دیتا ہوں۔“

”ویری گڈ۔“ وہ سب کھڑے ہو گئے جو لوگ مجھے لائے تھے وہ بھی یہیں موجود تھے اور اس گفتگو میں شامل تھے، باری باری مجھ سے مصافحہ کیا گیا اور ان لوگوں نے مجھے پر خلوص مبارک باد پیش کی، ابھی تک کھوپڑی چکرائی ہوئی تھی، واقعی یہ ایک انوکھا طریقہ کار تھا، ایک انوکھا اعتماد تھا لیکن دنیا اس قدر جدید ہو چکی ہے کہ اب جرم کے انداز بھی بدلتے جا رہے ہیں، پرانے تمام طریقہ کار مسترد کر دیے گئے ہیں، بہت بڑا کام چند لمحوں میں ہو گیا تھا ایک یقین نہ کرنے والی بات تھی لیکن آدمی یقین کرے یا نہ کرے جو حقیقت ہوتی ہے وہ تو اپنا وجود رکھتی ہی ہے۔ بہر حال اس کے بعد میری شخصیت بالکل بدل گئی، یہاں اسی جگہ جہاں میں موجود تھا میری رہائش کا عارضی بندوبست کیا گیا۔ ملازموں کو میرے بارے میں ہدایت کی گئی تھی کہ یہاں مجھے ذرہ برابر کوئی تکلیف نہ ہو، میں بہت بڑی شخصیت کا مالک ہوں، ان لوگوں نے درحقیقت مجھے اپنا ممنون بنانے کی کوشش کی تھی۔ میں اپنی اسی شاندار رہائش گاہ میں آگیا، واقعات کا آغاز میری مرضی کے مطابق نہیں ہوا تھا سب فیصلے حالات نے کیے تھے جو تجویز میرے سامنے رکھی گئی تھی اس میں ابتدائی طور پر میں نے یہی سوچا تھا کہ اگر اس طرح زندگی بھی بچ رہی ہے اور مجھے اپنے مقاصد

کی تکمیل کا بھی موقع مل رہا ہے تو اس موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دوں، بس یہی جذبہ تھا جس نے عارضی طور پر مجھے ان لوگوں کے ساتھ تعاون کرنے پر مجبور کر دیا تھا لیکن گزرنے والے وقت کے ساتھ جب چاروں سمت مکمل سکوت چھا گیا اور میں اس آرام دہ بستر پر لیٹ کر چھت کو گھورتے ہوئے حالات کا تجزیہ کرنے لگا تو دھنم دھنم دماغی کیفیت بدلنا شروع ہو گئی مجھے ابھی تک موقع ہی کہاں ملا تھا کہ میں ماضی کے بارے میں کچھ سوچ سکوں جو کچھ ہو چکا تھا اس پر غور کر سکوں غالباً یہ سکون کی پہلی رات تھی جو مجھے حاصل ہوئی تھی اور یہی رات میری تمام سوچوں کا مسکن تھی دماغ میں تیز ہوائیں چلنے لگیں اطراف کا ماحول نگاہوں سے اوجھل ہو گیا اور مجھے ماضی کے گزرے ہوئے واقعات یاد آنے لگے جو کچھ ہو چکا تھا اس پر غور کیا اور اس کے بعد رفتہ رفتہ ایک صورت میری آنکھوں میں ابھرتی چلی۔ یہ سعید خان کا چہرہ تھا سعید خان کی صورت کا تو مجھے ابھی ماتم کرنے تک کا موقع نہیں ملا تھا۔ یہ پہلا مرحلہ تھا جب میں ذرا سکون سے ان تمام واقعات کے بارے میں سوچ رہا تھا اور سعید خان کی بے بس لاش میری نگاہوں کے سامنے گھوم گئی۔ وہ ایک ایک لمحہ یاد آنے لگا جو میں نے زخمی سعید خان کے ساتھ گزارا تھا۔ آہ اس نے میرے لیے جان دے دی میرا ہم شکل جس نے ہمیشہ میری شخصیت کو سنبھالے رکھا تھا اور میرے لیے اتنے بیش بہا کارنامے سرانجام دیے تھے کہ انہیں سانسوں کے آخری لمحے تک نہیں بھلا سکتا تھا اور بلا آخر اس نے میرے ہی مقصد کے لیے جان دے دی یقینی طور پر جو تشدد اس پر کیا گیا تھا اس میں اس سے میرے ہی بارے میں سوالات کیے گئے ہوں گے اور تشدد اتنا کرنے کا مطلب ہے کہ اس نے میرے بارے میں کسی سوال کا جواب نہیں دیا ہو گا گویا اس نے اپنا فرض پورا کر دیا تھا اور مجھ سے نمک حلائی کی اعلیٰ مثال قائم کی تھی۔ وہ لمحات میری نگاہوں سے اوجھل نہیں تھے جب وہ بے بسی کی نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے مجھ سے موت مانگ رہا تھا۔ آہ! کتنی بے بسی تھی اس کے انداز میں جس اذیت سے وہ گزر رہا تھا اس سے بچنے کے لیے اس نے مجھ ہی سے موت طلب کی تھی اور میں آخری لمحے میں اس کی یہ آخری خواہش بھی پوری نہیں کر سکا۔ نجانے کہاں سے آنکھوں میں گرم گرم آنسو ریگ آئے اور ان آنسوؤں کی افادیت کا میں پہلے بھی جائزہ لے چکا تھا۔ جب یہ آنسو آنکھوں سے نکل جاتے تھے تو طبیعت اس

قدر ہلکی ہو جاتی تھی کہ دل و دماغ بہترین فیصلے کرنے کے قابل ہو جاتے تھے گرم گرم آنسو ابلتے رہے اور میں سعید خان کی بے بسی پر ماتم کرتا رہا۔ تبھی میرے دل میں ایک خیال گزرا کہ مصلحت پسندی نے مجھے سعید خان کی موت سے بے پروا کر دیا ہے۔ اس کے قاتل میرے آس پاس موجود تھے اور میں صرف ان مقاصد کے بارے میں سوچ رہا تھا جو میری اپنی ذات میں پیدا ہوئے تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ میرا ہر مقصد اپنے وطن کے مفاد کے لیے تھا لیکن میں زندگی میں جو کچھ کر چکا تھا میرا خیال ہے ایک شخص اس سے زیادہ اپنا فرض پورا نہیں کر سکتا تھا حالانکہ میں رکنے کا خواہش مند نہیں تھا لیکن اگر کوئی ایسا قدم جو مجھے اپنے کسی ایسے محبت کرنے والے سے بیگانہ کر دے میرے لیے قابل قبول نہیں تھا۔ سعید خان کی موت اور اس کی موت کا انتقام میرا اول فرض تھا اگر اسے نظر انداز کر کے میں اپنے مقاصد ہی کے راستے پر گامزن ہو جاؤں تو اسے خود غرضی کے علاوہ اور کچھ نہیں کہا جاسکتا تھا۔ میں بے اختیار اٹھ کر بیٹھ گیا میں نے واقعی اب تک یہ کیوں نہیں سوچا تھا اور اس سلسلے میں ہیرل بیکر سے گفتگو کیوں کی تھی اس کا یہ مشورہ کیوں قبول کر لیا تھا جو اس نے مجھے پیش کیا تھا لیکن یہ کوئی ایسی اہم بات نہیں تھی۔ سعید خان! تمہیں نظر انداز نہیں کروں گا بے فکر رہو تمہارا جو قرض ہے مجھ پر میں اپنا قرض ضرور چکاؤں گا اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ چند لمحات کے لیے انہی مفادات کے تحت جو جذبات کی رو میں بہ گیا تھا جو میں اپنے وطن کے لیے حاصل کرنا چاہتا ہوں لیکن میرا فیصلہ تو اب ذرا مختلف ہو گیا ہے۔ میں اب کسی اور نئے سلسلے میں پڑنے کے بجائے اپنی ذات کی تلاش کروں گا اپنا فرض کافی حد تک ادا کر چکا ہوں اور اب دوسرے فرائض بھی مجھے آواز دے رہے ہیں سوری سعید خان سوری، دیری سوری انسان ہی ہوں چند لمحات کے لیے بھٹک گیا تھا مجھے معاف کر دینا۔

دل و دماغ میں اس قدر بے چینی چھائی ہوئی تھی کہ پورا بدن سنسنار رہا تھا ہلکی ہلکی سی کپکپاہٹ وجود پر طاری تھی اور میں کوئی ایسا لائحہ عمل مرتب کرنے میں مصروف تھا جو سعید خان کی موت کے انتقام کو مکمل کر دے۔ آہستہ آہستہ دماغ پر خون کی چادر چڑھتی چلی جا رہی تھی اور سعید خان میرے دل و دماغ میں زندہ ہوتا جا رہا تھا بے چینی کچھ اس طرح بڑھی کہ باہر نکل آیا اور پھر ایک آوارہ روح کے مانند پوری عمارت کی تلاشی لینے

لگا۔ عمارت مکمل طور سے تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی، شاید ہیرل بیکر وغیرہ یہاں سے چلے گئے تھے، لازمی امر تھا کہ یہ ان کی قیام گاہ نہیں ہوگی۔ چند ملازم البتہ وہاں موجود تھے جو آرام کر رہے تھے، غالباً میرے انداز نے ہیرل بیکر اور اس کے ساتھیوں کو اس طرح مطمئن کر دیا تھا کہ اب انہیں کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں رہا تھا اور اس بات سے مجھے اس عمارت کی تلاشی لینے میں کافی آسانی ہوئی۔ سات آٹھ کمرے تھے اس عمارت میں، ایک کمرے میں داخل ہوا تو کچھ الماریاں وغیرہ رکھی ہوئی نظر آئیں، انہیں کھولنے کی کوشش کی لیکن ان میں ایسی کوئی چیز نہ مل سکی جو کسی سلسلے میں معاون ثابت ہوتی۔ مجھے تو یہ بھی اندازہ نہیں تھا کہ بار سلونا سے وہ لوگ مجھے لے کر کہاں تک پہنچے ہیں جس جگہ اس وقت میں موجود تھا وہاں کے بارے میں میری معلومات بالکل صفر تھیں لیکن بہر حال یہ کوئی ایسی بات نہیں تھی۔ اب دل و دماغ پر جو طوفان سوار ہوا ہے اسے بہر طور کسی نہ کسی طرح ختم ہونا ہی ہے، اسی کمرے میں مجھے ایک ایسا دروازہ نظر آیا جس کے بارے میں یہ اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ اس کے عقب میں کیا ہے۔ ہو سکتا ہے کوئی دوسرا کمرہ ہو، دروازہ کھول کر دیکھا تو نیچے جانے والی سیڑھیاں نظر آئیں، غالباً کوئی نہ خانہ تھا، جسے پوشیدہ کرنے کی ضرورت نہیں محسوس کی گئی تھی۔ میں یونہی نہ خانے میں اترتا چلا گیا، سیڑھیوں کے اختتام پر ایک اور دروازہ تھا، جسے کھولنا مشکل ثابت نہیں ہوا اور میں دروازہ کھول کر نہ خانے میں داخل ہو گیا، تنہ خانے میں کوئی ایسی چیز نہیں تھی جسے قابل ذکر کہا جاسکے لیکن وہ خاصی وسعت میں تھا اور پھر سب سے بڑی بات یہ کہ ساؤنڈ پروف تھا، ہو سکتا ہے یہاں وہ لوگ تشدد وغیرہ کا کاروبار کرتے ہیں کیونکہ اس کے لیے یہ جگہ نہایت مناسب تھی۔ دیر تک نہ خانے کا جائزہ لیتا رہا اور اس کے بعد باہر نکل آیا۔ بس ایک بے کلی تھی، ایک بے چینی تھی جو کچھ پانے کی آرزو مند تھی۔ میں نے یہاں پانچ ملازم دیکھے تھے جو آرام کی ٹینڈ سو رہے تھے، صرف دروازے پر پہرے دار جاگ رہا تھا لیکن اسے بھی نہیں جاگنا چاہیے۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا پھر ایک کمرے میں مجھے ایک باقاعدہ میڈیکل اسٹور نظر آیا، پتا نہیں اس کی یہاں موجودگی کیا معنی رکھتی تھی لیکن بے شمار دوائیں موجود تھیں، بینڈیج اور دوسرا ضروری سامان بھی موجود تھا، البتہ مجھے وہاں ایک ایسی چیز مل گئی جسے دیکھ کر میں خوشی سے اچھل پڑا، اس کے لیبل پر کلوروفائن

لکھا ہوا تھا، کلوروفائن کے بارے میں میں جانتا تھا کہ ایک ایسی گیس ہوتی ہے جو کلورو فارم ہی کی طرح بے ہوش کرنے کے کام آتی ہے اس پر سائنس لگا ہوا تھا۔ میں نے شیشی اٹھائی ایک بہت ہی ہلکی سی پھوار اپنے ہاتھ کی ہتھیلی پر ماری، چند لمحات انتظار کرتا رہا اور اس کے بعد اسے سونگھ کر دیکھا۔ ایک لمحے کے اندر چکر سا آیا تھا، میں نے فوراً ہی ہاتھ چہرے کی قریب سے ہٹالیا۔ کلوروفائن کی یہ شیشی میرے لیے بڑی کارآمد ثابت ہو سکتی تھی اور اس کے مل جانے سے میرے ذہن میں ایک نیا منصوبہ ترتیب پا رہا تھا۔ ویری گڈ، گویا سعید خان کے انتقام کی راہیں ہموار ہو رہی ہیں۔ میں نے کلوروفائن کی شیشی اپنے قبضے میں کر لی اور اس کے بعد مزید کمروں کی تلاشی لینے لگا۔ میری مرضی کی چیزیں مجھے دستیاب ہو گئی تھیں، بہت مضبوط قسم کی ریشمی رسیاں ایسے ٹیپ جنہیں ہونٹوں پر چپکانے سے آوازیں بند ہو جاتی ہیں۔ میں نے یہ تمام چیزیں اپنے قبضے میں کیں، بہترین جگہ وہ نہ خانہ تھا جہاں میں اپنا کام سرانجام دے سکتا تھا، چنانچہ اس کے بعد میں نے اپنے کام کا آغاز کر دیا۔ نہ خانے کا دروازہ تو پہلے ہی کھول آیا تھا، اس کے بعد میں نے ایک ایک کر کے ان تمام ملازموں پر کلوروفائن آزمائی اور وہ بے ہوش ہوتے چلے گئے، ملازموں کے ذہنی جسم اپنے کانڈھوں پر لاد کر میں نہ خانے میں اتر گیا۔ پانچوں ملازموں کو بے ہوش کر کے وہیں نہ خانے میں ڈال دیا تھا اور اس کے بعد ریشمی رسی کے ٹکڑے کر کے ان کے ہاتھ ان کی پشت پر کسے اور ہونٹوں پر ٹیپ چپکا دیا۔ کلوروفائن کے اثرات چھ سے آٹھ گھنٹے تک رہتے ہیں اس کا مجھے بخوبی اندازہ تھا گویا میرا یہ کام بہ آسانی ہو گیا۔ کلانی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھا تو اندازہ ہوا کہ رات پانچ گھنٹے سے زیادہ باقی نہیں ہے اس کے بعد میں انتظار کرتا رہا۔ سونے کا تصور بھی ذہن میں نہیں آیا تھا، ایک ایسی جگہ منتخب کر لی جہاں سے باہر کا جائزہ لیا جاسکتا تھا، بہت دیر تک وہاں بیٹھا رہا۔ باہر تاریکی اور سناٹے کے علاوہ اور کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس عمارت کے کسی بھی حصے سے یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ میں بار سلونا ہی میں ہوں یا مجھے وہاں سے باہر نکال لایا گیا ہے اب اس قدر جاسا بھی نہیں تھا ان علاقوں کا کہ انہیں پہچان لیتا، بالآخر صبح کی روشنی پھوٹنے لگی پھر خوب دن نکل آیا، نہ خانے میں جا کر ملازموں کا جائزہ نہیں لیا لیکن مجھے اندازہ تھا کہ وہ آہستہ آہستہ ہوش میں آ رہے ہوں گے پھر کوئی ساڑھے سات بجے ہوں گے کہ میں نے گیٹ پر ایک کار

دیکھی جو دروازہ کھلنے کے بعد اندر آگئی تھی۔ کار سے اترنے والا ہیرل بیکر ہی تھا، نجانے اتنی صبح اسے یہاں آنے کی کیا سوجھی ہے لیکن اس کے بعد میں نے تین اور افراد کو نیچے اترتے ہوئے دیکھا، یہ بھی انہی لوگوں میں سے تھے جن سے میری ملاقات ہو چکی تھی۔ اس کا مطلب ہے کہ ان لوگوں کی شامت انہیں گھسیٹ لائی ہے اور میرے راستے بڑی آسانی سے ہموار ہو رہے ہیں، ہیرل بیکر کی اتنی صبح آمد کوئی معنی رکھتی ہو یا نہ رکھتی ہو لیکن بہر حال میرے لیے ایک خوش آئند تصور کے مانند تھی۔ میں واپس اپنے کمرے میں پہنچ گیا۔ اندر آنے کے بعد ہیرل بیکر وغیرہ کو چند ہی لمحات میں یہ احساس ہو جائے گا کہ ملازم پر اسرار طور پر غائب ہیں اور اس کے بعد ہو سکتا ہے وہ میری جانب ہی آئیں۔ میں اپنے بستر پر لیٹ گیا اور میں نے اس طرح چادر اوڑھ لی جیسے ساری رات آرام کی نیند سوتا رہا ہوں، وہ لوگ یقینی طور پر عمارت میں ملازموں کو تلاش کر رہے ہوں گے لیکن مجھے یہ خدشہ بھی تھا کہ کہیں یوں نہ ہو کہ ان میں سے کسی کا رخ تہ خانے کی جانب ہی ہو جائے، بہر حال جو کچھ بھی ہو اب اس کا جائزہ تو لینا تھا۔ میرا اندازہ درست نکلا، چند ہی لمحات کے بعد مجھے اپنے دروازے پر قدموں کی آہٹیں محسوس ہوئیں، لازمی طور پر ان کے ذہن میں یہ تصور جاگا ہو گا کہ ملازموں کی گمشدگی میں کہیں میرا ہاتھ تو نہیں ہے ویسے احمقوں نے چوکیدار سے اس بارے میں سوالات نہیں کیے اور سیدھے میرے پاس آگئے، یہ میرے حق میں بہتر تھا، اصولی طور پر انہیں چوکیدار سے ملازموں کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہیے تھی لیکن شامت جب آتی ہے تو سب سے پہلے عقل ضبط ہو جاتی ہے۔ انہوں نے مجھے میرے کمرے میں موجود دیکھا تو غالباً حیران ہو گئے۔ ہو سکتا ہے انہوں نے میرے ہی بارے میں سوچا ہو، بہر حال وہ دروازہ کھول کر اندر آگئے اور پھر ہیرل بیکر ہی نے میرا پاؤں پکڑ کر اسے جھنجھوڑا تھا۔

”مسٹر دانش، مسٹر دانش پلیز۔“ میں ہڑبڑا کر اٹھ گیا۔ آنکھوں کی سرخی بھی قدرتی تھی کیونکہ ساری رات جاگتا رہا تھا۔ ہیرل بیکر نے معذرت آمیز انداز میں کہا۔

”آپ کو اس طرح جگانے پر میں انتہائی معذرت خواہ ہوں لیکن کیا رات کو یہاں کوئی خاص واقعہ پیش آیا تھا؟“

”خاص واقعہ.....“ میں نے آنکھیں جھنجھکیں کر گردن جھٹکتے ہوئے کہا۔

”آئی ایم ویری سوری مسٹر دانش منصور۔ اگر آپ پسند کریں تو اپنا چہرہ دھو لیجئے تاکہ نیند کا اثر ختم ہو جائے لیکن ایک حیرت انگیز بات ہوئی ہے، اس عمارت کے تمام ملازمین غائب ہیں، نجانے کہاں چلے گئے؟“

”ملازمین غائب ہیں۔“

”ہاں جبکہ انہیں اس وقت یہیں اپنی ڈیوٹیوں پر مستعد ہونا چاہیے تھا۔“

”مم..... مگر کہاں غائب ہو گئے؟“

”کچھ پتا نہیں، نجانے کہاں غائب ہو گئے؟“

”کیا آپ لوگ رات کو اس عمارت میں موجود نہیں تھے؟“

”نہیں ہم دوسرے کاموں میں مصروف تھے اور یوں سمجھ لیجئے کہ رات گئے تک ہم کام کرتے رہے ہیں، ہمیں آج صبح ہی سے کچھ ایسے نئے کاموں کا آغاز کرنا تھا جس کی وجہ سے ہم رات بھر مصروف رہے لیکن ملازموں کی گمشدگی کا کیا کیا جائے، اوہو ایک منٹ چوکیدار سے ذرا معلوم کرو۔“

”نہیں چوکیدار سے معلوم نہ کریں آپ لوگ براہ کرم تشریف رکھئے، میں آپ کو رات کے کچھ واقعات بتاتا ہوں۔“

”گویا کچھ واقعات پیش آئے ہیں یہاں۔“ ہیرل بیکر نے متحیرانہ انداز میں کہا اور ایک صوفے کی جانب بڑھ گیا۔ اس کے تینوں ساتھی بھی اس کے قریب مہذب بیٹھ گئے۔

”میں اپنی جگہ سے اٹھا، میں نے تیکے کے نیچے سے کلوروفائن کی شیشی اٹھائی۔“

”جی ہاں میں نے دیکھا کہ چند افراد جن کے چہرے میرے لیے اجنبی تھے، اندر آئے۔ انہوں نے میرے پاس آکر یہ شیشی میرے حوالے کرتے ہوئے کہا کہ میں اسے اپنے چہرے پر استعمال کروں۔“

”یہ شیشی!“

”ہاں دیکھیے کیا ہے یہ؟“ میں نے آگے بڑھ کر کہا اور کلوروفائن کی شیشی ان کے سامنے کر دی دوسرے لمحے میں نے برق رفتاری سے کلوروفائن کی پھواریں ان کے چہرے پر ماریں اوہ ایک دم گھبرا کر کھڑے ہو گئے لیکن چاروں ہی اس کا شکار ہو گئے تھے جبکہ میں نے اپنی ناک چٹکی سے دہالی تھی۔ اس کے بعد میں پھرتی سے دروازے کی جانب بھاگا اور

میں نے ہر روز اندر سے بند کر دیا۔ ہیرل بیکر کو غالباً "فورا" ہی یہ احساس ہو گیا تھا کہ کوئی سنسنی خیز کارروائی ہو گئی ہے لیکن کلوروفائن اسی طرح سریع الاثر ہوتی ہے کہ چند ہی لمحات میں آدمی کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہے جیسا کہ میں نے اسے اپنے ہاتھ پر ہلکا سا اسپرے کر کے سونگھ کر دیکھا تھا اور میرا سر فوراً ہی چکرا گیا تھا۔ ہیرل بیکر دو قدم آگے بڑھا اور اس کے بعد لڑکھڑا کر گر پڑا۔ اس کی ساتھیوں کی کیفیت بھی اس سے مختلف نہیں ہوئی تھی۔ میں نے اطمینان سے کلوروفائن کی شیشی تکیے کے نیچے رکھی اور ان لوگوں کا جائزہ لیتا رہا۔ چند لمحات کے بعد میں نے محسوس کیا کہ وہ دنیا دماغ سے بے خبر ہو گئے ہیں اس کے بعد بھلا انہیں یہ خانے تک پہنچانے میں کیا دقت پیش آ سکتی تھی۔ شکر تھا کہ چوکیدار کو ابھی تک اس بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا۔ وہ بھی ایک مستعد اور تندرست و توانا آدمی تھا۔ ان چاروں افراد کو بھی گدھوں کی طرح لاڈ کر میں نے یہ خانے میں پہنچا دیا وہ لوگ ہوش میں آ گئے تھے جنہیں میں نے رات کو کلوروفائن کا شکار کیا تھا اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے ان لوگوں کو دیکھ رہے تھے۔ میں نے بہت بڑا رسک لیا تھا کیونکہ اس کے بعد انہیں کلوروفائن کے اثر سے نجات پانے میں کافی وقت لگ جاتا لیکن فکر کی کوئی بات نہیں تھی اب جو بھی ہو گا دیکھا جائے گا۔ کچھ دیر کے لیے میں ماحول پر قادر ہو گیا تھا بہر حال اس کے بعد آخری آدمی چوکیدار تھا جسے میں نے ہی اشارے سے بلایا اور جب وہ قریب آیا تو میں نے اس سے کہا کہ مسٹر ہیرل بیکر اسے طلب کرتے ہیں اور وہ اس وقت یہ خانے میں موجود ہیں اس قدر تھکن ہو گئی تھی کہ اب چوکیدار کو بے ہوش کر کے یہاں سے لا کر لے جانے کا تصور ہی محال محسوس ہو رہا تھا چنانچہ چوکیدار کو یہ خانے میں پہنچایا تو وہیں پر میں نے اس پر کلوروفائن استعمال کر دی اور چوکیدار بھی لمبا ہو گیا، البتہ وہ لوگ اب ہوش میں آ گئے تھے اس طرح اس وقت اس عمارت میں میرا مکمل اقتدار قائم ہو گیا تھا۔ جو لوگ ہوش میں آئے تھے ان میں سے ایک کے منہ پر سے میں نے ٹیپ ہٹا دیا اور اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ وہ سہمی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا ملازم قسم کا آدمی تھا اس لیے اس نے کوئی زیادہ جہد و جد نہیں کی بلکہ صرف خوفزدہ نظر آتا رہا۔

"ہیلو۔" میں نے مسرانا اس سے کہا اور وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔

"میں نے کچھ چاہتا ہوں میری جان۔" میں نے انگریزی میں کہا۔

"یہ سب کیا ہے؟"

"یہ سب وہ کچھ ہے جس کے تم لوگ مستحق ہو، البتہ مجھے میرے سوال کا جواب دو ورنہ۔"

"کک..... کیسا سوال؟"

"یہ کونسی جگہ ہے؟"

"مسٹر ہیرل کا مکان ہے یہ۔"

"کوئی شہر میں واقع ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"لڑبن میں۔"

"لڑبن" میری بھویں سکڑ گئیں۔

"ہاں یہ لڑبن ہے کیا تمہیں اس کا علم نہیں؟"

"لڑبن۔ لڑبن۔ لڑبن۔" میں ہونٹوں ہی ہونٹوں میں دہراتا رہا۔ اصولی طور پر یہ

پرنگال کا دارالخلافہ ہونا چاہیے۔ تاہم میں نے اس سے سوال کر لیا۔

"کیا پرنگال کا شہر لڑبن؟"

"ہاں کیوں تمہیں یقین نہیں ہے؟"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" میں نے پر خیال انداز میں گردن ہٹائی اس کا

مطلب ہے کہ ان لوگوں نے اسپین سے زیادہ طویل سفر نہیں کیا ہے اور اس کے مغرب

میں واقع ملک پرنگال میں مجھے لے آئے ہیں۔ گڈ، گویا میں اس وقت پرنگال میں ہوں۔

میں نے دل ہی دل میں سوچا۔ بہت سی مشکلات نگاہوں کے سامنے آ گئی تھیں لیکن اب تو

مشکلات کا آغاز ہو ہی چکا تھا اب کیا فائدہ۔ البتہ مجھے یہ خدشہ تھا کہ کہیں ان لوگوں کے

ہوش میں آنے تک کچھ اور لوگ بھی یہاں نہ پہنچ جائیں، کوئی ایسا مسئلہ نہ ہو جائے جس

سے میری سازش طشت از باہم ہو جائے اور ایسا ہوا۔ ان کا آخری آدمی بھی تقریباً پونے

گیارہ بجے یہاں پہنچ گیا اور اس کا استقبال میں نے کیا۔ اس کا نام ویرن تھا۔ ویرن نے

ایک خوشگوار حیرت سے مجھے دیکھا اور بولا۔

"مسٹر دانش باقی لوگ کہاں ہیں؟"

"شاید آپ ہی کا انتظار کر رہے ہیں۔"

”کوئی خاص بات.....“

”جی..... آئیے۔“ میں نے اس سے کہا اور ویرن کو ساتھ لیے ہوئے تہہ خانے کی جانب چل پڑا۔

”یقینی طور پر کوئی اہم اور خفیہ نشست ہے لیکن تمام لوگ ادھر چلے گئے اس پر مجھے حیرت ہے۔“ البتہ اس کی یہ حیرت اس وقت ایک عجیب شکل اختیار کر گئی جب اس نے تہہ خانے میں ملازموں کو بندھے ہوئے دیکھا اور اپنے ساتھیوں کو بے ہوش۔ وہ وحشت زدہ انداز میں میری جانب پلٹا آدمی چلاک تھا۔ فوراً ہی ہولسٹر میں ہاتھ ڈال کر پستول نکال لیا لیکن میں بھی غیر مستعد نہیں تھا۔ میرے پاؤں کی ٹھوکرا اس کی کلائی پر پڑی اور پستول اچھل کر دیوار سے ٹکرایا اور جسے میں نے کچھ کر لیا اور اس کا رخ اس کی جانب کر دیا۔

”ہاں مسٹر ویرن۔ اب آپ سے کچھ باتیں رہیں گی لیکن ایسے نہیں۔ بہتر ہے اپنے دونوں ہاتھ پشت پر کر لیں بلکہ پہلے انہیں بند کر دیں تاکہ میں آپ کی تلاشی لے لوں۔“

مسٹر ویرن کی جیب سے جو پرس برآمد ہوا اس میں پر تگالی کرنسی ایس کیوڈ کی بہت بڑی مقدار بھی برآمد ہوئی۔ چند اور دوسری چیزیں تھیں جو میرے لیے بے کار تھیں البتہ کرنسی میں نے اپنے قبضے میں کر لی، مجھے اس کی ضرورت تھی پھر میں نے مسٹر ویرن کے ہاتھ پاؤں باندھ دیے اور ان کی جیب سے برآمد شدہ کرنسی کے خیال سے میرا ذہن ان تمام معززین کی جانب بھی چلا گیا جو کلوروفائن کے زیر اثر تھے۔ مجھے کرنسی کی تو واقعی ضرورت تھی اور یہ عمل مجھے نہایت بہتر محسوس ہوا کیونکہ میری تو جیبیں بھر گئی تھیں۔ دلچسپ بات یہ تھی کہ انہی میں سے ایک صاحب کی جیب سے اپنی کرنسی پیسٹا کی کافی مقدار برآمد ہوئی تھی، گویا یہ دونوں کرنسیاں میرے لیے بڑی اہمیت کی حامل تھیں، کچھ ڈالر بھی ہاتھ آئے تھے جو بین الاقوامی مارکیٹ میں اپنا ایک مقام رکھتے ہیں۔ مسٹر ویرن بڑی حیرانی سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ میں نے ان کے ہونٹوں پر ٹیپ نہیں چپکایا تھا البتہ ان کی آنکھوں میں خوف کی لکیریں نمایاں ہو گئی تھیں۔

”جی مسٹر ویرن کتنے کیسے مزاج ہیں آپ کے؟“

”اس کا مطلب ہے کہ تم نے.....“

”ہاں میں نے دھوکا دیا آپ لوگوں کو۔ اس کا مجھے افسوس بھی ہے۔“

”دل لیکن کیوں.....“ تمہارا ذہن اچانک کیوں پلٹ گیا؟

”آپ لوگ اچھی طرح جانتے ہیں مسٹر ویرن کہ میں جس ملک سے تعلق رکھتا ہوں اس کی وفاداری میرے ضمیر اور خون میں رچی ہوئی ہے۔ میرے ایک آدمی کو اس طرح ہلاک کیا گیا ہے کہ میں اس کی موت نہیں بھول سکتا اور ہلاک کرنے والوں میں مسٹر ہیرل بیکر بھی شریک تھے۔ میں نے نجانے کس طرح اپنے آپ پر قابو پائے رکھا ہے اور وقت کا انتظار کیا ہے۔ بالا آخر دیکھ لیجئے۔ وقت اب میرے کنٹرول میں ہے۔“

”اتحق ہو تم، جو موقع تمہیں دیا جا رہا ہے تم تصور نہیں کر سکتے کہ اس سے تمہیں کیا مفادات حاصل ہوں گے اور پھر کس احق نے تم سے کہا ہے کہ ہم تمہاری ملکی وفاداری کی راہ میں آئیں گے، دیکھو حماقت کا کوئی کام نہ کرو۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر ایسا کوئی کام مجھے ملتا تو میں ہر قسم کی جذباتی حماقت کو نظر انداز کر دیتا۔“ جواب میں مجھے ہنسی آگئی۔ میں نے کہا۔

”مسٹر ویرن، آپ کو یقینی طور پر میرے بارے میں بہت زیادہ معلومات حاصل نہیں ہیں۔ جہاں تک مفادات کا تعلق ہے تو میں آپ سے اتنا عرض کر دوں کہ میرے پاس بے پناہ دولت ہے اور مجھے مزید دولت کی قطعی خواہش نہیں ہے بلکہ میں نے اپنا سب کچھ اپنے وطن کے لیے وقف کر کے اس دولت کو بھی وطن ہی کے نام پر مخصوص کر دیا ہے۔ بہر حال اب مجھے ان لوگوں کے ہوش میں آنے کا انتظار ہے۔ تھوڑی سی معلومات حاصل کر لوں اس کے بعد آپ لوگوں کی تمام مشکلات دور ہو جائیں گی۔ ویسے کیا آپ یہ بتانا پسند کریں گے مسٹر ویرن کہ اسپین سے پر تگال تک لانے کے لیے آپ نے کیا طریقہ کار استعمال کیا.....“

”تم احق ہو اور میں کسی احق آدمی سے گفتگو کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔“

”چلئے کوئی بات نہیں۔ اوہو میرا خیال ہے ان لوگوں پر کلوروفائن کی زیادہ مقدار استعمال نہیں ہوئی یہ تو بہت جلدی ہوش میں آنے لگے ہیں۔“ میں نے بے ہوش لوگوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔ دو تین افراد ہلکی ہلکی جنبش کر رہے تھے۔ حفظ ماتقدم کے طور پر میں نے ان کے ہاتھ بھی کس دیے اور انہیں بے بس کر دیا اس دوران ان میں سے ایک کو

ہوش آگیا تھا اور وہ آنکھیں بھیچ بھیچ کر گردن جھٹکنے لگا تھا پھر میری توقع کے خلاف باقی افراد بھی ہوش میں آگئے اور مسٹر ہیرل بیکر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے دیکھنے لگے۔ انہوں نے ماحول کا جائزہ لیا اور ہر چیز کا اندازہ لگایا اور اب اس کے بعد انسانی بے بسی کا آغاز ہوتا ہے اور ہر شخص حسب توفیق ایسے موقع پر گالیاں بکتا ہے۔ چنانچہ مسٹر ہیرل بیکر بھی اس موڑ میں آگئے۔ انہوں نے مجھے بہت برا بھلا کہا اور میں صبر و سکون سے مسکراتے ہوئے ان کی کہانی سنتا رہا پھر انہوں نے غزائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”آخر تم نے یہ سب کچھ کیوں کیا ہے۔ کیا تم ہماری تجویز سے متفق نہیں ہو؟“

”مسٹر ہیرل بیکر آپ نے جس معصومیت کا ثبوت دیا ہے اس پر قربان ہو جانے کو دل چاہتا ہے، دانش منصور کے بارے میں اتنا کچھ معلوم کرنے کے بعد بھی آپ نے یہ نہیں سوچا کہ دانش منصور کے پاس دولت کے انبار ہیں اور وہ ہر طرح سے ایک آسودہ حال شخص ہے باقی جہاں تک وطن کے لیے دولت کے حصول کا معاملہ ہے تو بھلا آپ لوگوں سے اس سلسلے میں تعاون کیوں کیا جائے۔ آپ کے ادارے تو آج تک میرے وطن عزیز کو نقصان پہنچاتے رہے ہیں اور میں ایک وطن پرست ہی کی حیثیت سے آپ لوگوں کی نگاہوں میں آیا ہوں۔ ایک وطن پرست سے آپ نے یہ توقع کیوں قائم کر لی کہ وہ وطن دشمنوں کے دیے ہوئے لالچ کا شکار ہو جائے گا۔ بات صرف ان لمحات کی تھی مسٹر ہیرل بیکر جن میں آپ نے مجھے بے بس کر دیا تھا۔“

”دیکھو دوست میں ایک بار پھر تمہیں یہ دوستانہ مشورہ دے رہا ہوں کہ کسی قسم کی حماقت میں مبتلا نہ ہو۔ میں تمہارے مستقبل کے لیے بے پناہ کار آمد نہ صرف تمہارے مستقبل کے لیے بلکہ اس سے تمہارے وطن کی ترقی کی راہیں بھی ہموار ہوں گی۔ تمہیں اتنے وسائل حاصل ہو جائیں گے کہ تم اپنے وطن کے لیے وہ تمام چیزیں بھی حاصل کر سکو گے جو تہذیب کے دائرے میں رہ کر کبھی حاصل نہیں کی جاسکتیں۔“

”ساری باتیں اپنی جگہ درست ہیں مسٹر بیکر اور میں سچائی کے ساتھ یہ بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ آپ کی تجویز کردہ شخصیت حاصل کر کے میں اپنے وطن کو بھی بہت سے فائدے پہنچا سکتا ہوں لیکن بس ایک سچ ہے۔“

”کیا.....! اگر کوئی ایسا مسئلہ تھا تو یہ انداز اختیار کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ ہم

سے گفتگو کر لیتے۔“

”بات گفتگو سے حل ہونے والی نہیں تھی مسٹر بیکر۔“

”کیا مطلب.....؟“

”میں اپنے اس وفادار ساتھی کی موت کا حساب چاہتا ہوں جسے آپ لوگوں نے شدید اذیتیں دے کر قتل کر دیا تھا۔“ میں نے کہا اور ہیرل بیکر بھوس سکوڑ کر مجھے دیکھنے لگا پھر اس نے کہا۔

”اس شخص کی بات کر رہے ہو، جو لیتھ اشپیر بن کر بار سلونا میں مافیا کا گردہ سنبھالے ہوئے تھا۔“

”ہاں مسٹر ہیرل بیکر۔ اس کا نام سعید خان تھا اور وہ میرا بہترین دوست تھا اس کا حکومت پاکستان سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ وہ میرا ذاتی دوست تھا اور اسے جس طرح اذیت دے کر مارا گیا میں اسے کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔ مجھے یہ بھی علم ہے کہ اس کی اس ہلاکت میں آپ کا مافیا اور روز آرگنائزیشن تینوں کا ہاتھ تھا۔ مسٹر ہیرل بیکر جب آپ نے مجھے اس کے پاس قید خانے میں بھجوایا تھا اس نے اپنی اذیتوں سے کنارہ کشی کرنے کے لیے مجھ سے درخواست کی تھی کہ میں اسے قتل کر دوں پھر جب وہ موت کی آغوش میں چلا گیا تو میں نے بڑی عاجزی سے درخواست کی کہ مجھے اپنے مذہبی طریقے سے اس کی تدفین کرنے کی اجازت دی جائے۔ جس کے نتیجے میں مجھے دھکے دے کر واپس قید خانے میں پہنچا دیا گیا تھا۔ مسٹر ہیرل بیکر بات جذباتی جنون کی ہے اور میں اپنے اس ایک آدمی کے عوض اگر آپ یقین کرنا چاہیں تو کر لیجئے کہ ڈان سینٹر، روز آرگنائزیشن اور مافیا کے ہزاروں آدمیوں کو ہلاک نہ کروں گا، آپ یہ بات اپنے ذہن میں رکھ لیجئے اور بس۔ میں نے انہی لمحات کا انتظار کیا تھا۔“

”دیکھو جو ہونا تھا وہ ہو چکا ہے اب بہتر یہ ہے کہ تم ان تمام باتوں کو بھول کر ذہن انسانوں کی طرح ایک اعلیٰ مستقبل کی جانب چل پڑو۔ تم نے تو میرا سارا سوچا ہوا خاک میں ملا دیا۔ تمہارے بارے میں تو میں نے بہت اچھے انداز میں فیصلے کیے تھے۔“

”میں نے بھی آپ کے بارے میں اچھے انداز میں فیصلہ کیا ہے۔ مسٹر ہیرل بیکر۔ دل تو چاہتا ہے کہ آپ کو بالکل اس طرح ہلاک کر دوں جس طرح میرے عزیز دوست

سعید خان کو ہلاک کیا گیا تھا لیکن بد قسمتی سے میں زیادہ رسک نہیں لے سکتا۔ میں نہیں جانتا کہ اس عمارت میں کون کون آئے گا اور مجھے کیسے واقعات کا سامنا کرنا پڑے گا اس لیے مسٹر ہیرل بیکر میری جانب سے شرافت کا یہ تحفہ قبول فرمائیے۔" میں نے سب سے پہلے وہی پستول استعمال کرنا مناسب سمجھا جو میں نے ویرن کے لباس سے حاصل کیا تھا۔ میں نے ہیرل بیکر کا نشانہ لیا تو وہ گھبرائے ہوئے لمبے میں بولا۔

"سنو سنو بات تو سنو، دیکھو حماقت مت کرو دیکھو دیکھو۔" لیکن میری آنکھوں میں صرف سرخی ہی سرخی تھی، مجھ پر خون سوار ہو چکا تھا، دو گولیاں میں نے ہیرل بیکر پر چلائیں۔ ایک نے اس کے دل کا نشانہ لیا دوسری نے پیشانی کا، باقی افراد بری طرح گھبرا کر چیخنے لگے تھے۔ میں نے اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی، پستول خالی ہوا تو میں نے ان دوسرے لوگوں کے پستول سنبھال لیے۔ تین آدمیوں کو ہلاک کر چکا تھا، باقی دو کو بھی میں نے اسی طرح موت کے گھاٹ اتار دیا، تہ خانے کے فرش پر خون کی پھواریں اچھل رہی تھیں اور مجھے سعید خان یاد آرہا تھا۔ خون جب سوار ہو جاتا ہے تو اس وقت تک بے سکونی کا شکار رہتا ہے جب تک کہ ایک بھی ذی روح سامنے ہو۔ ملازموں کا قتل اتنا ضروری نہیں تھا لیکن بس ہاتھ میں پستول تھا اور پستول میں گولیاں۔ میں نے ملازموں کو بھی نشانہ بنالیا اور تھوڑی دیر کے بعد یہاں گیارہ لاشیں پڑی ہوئی تھیں اور فرش پر خون اس طرح بہہ رہا تھا جیسے پانی بہتا ہے، میرے پورے وجود میں دیوانگی بھری ہوئی تھی۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

"یہ مت سمجھنا سعید خان کہ ان چند لوگوں کو قتل کر کے میں نے تمہاری موت کا حساب چکا دیا ہے، ابھی اور بہت سے باقی ہیں اور میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ جب تک میرا دل اندر سے مطمئن نہیں ہو جائے گا قتل عام کرتا رہوں گا تمہارے نام پر۔" میں نے پستول پھینک دیے، تہ خانے پر ایک نظر ڈالی جو بے حد بھیانک ماحول پیش کر رہا تھا اور اس کے بعد تھکے تھکے انداز میں تہ خانے سے اوپر کی سیڑھیاں طے کرنے لگا۔ میرے اندر ایک کھولت سی بیدار ہو گئی تھی جیسے اپنے کسی مشن کی تکمیل کے بعد ہر شخص پر ہو جاتی ہے، باہر آکر میں نے دروازہ لاک کر دیا اب اس وقت تک جب تک کوئی ایسی ہی شخصیت یہاں نہ آجائے جو اس تہ خانے سے پوری طرح واقف ہو۔ ان لاشوں کا راز

کھلنا ممکن نہیں تھا، اول تو تہ خانہ سائونڈ پروف تھا، نیچے کا دروازہ بھی میں نے بند کر دیا تھا اور پھر اوپر کا دروازہ بند کرنے کے بعد تو یہ بہت ہی محفوظ ہو گیا تھا، سڑتی رہیں گی سسروں کی لاشیں، اسی قابل تھے یہ لوگ۔ باہر آکر بھی میں نے بے سکونی کا انداز نہیں اختیار کیا بلکہ بہت دیر تک میں یہاں الماریوں وغیرہ کی تلاشی لیتا رہا مجھے بہت بڑی تعداد میں کرنسی حاصل ہو گئی تھی، چونکہ اپنے وطن سے دور تھا اور وسائل بھی نہیں تھے اس لیے یہ کرنسی میں نے اپنی تحویل میں لے لی۔ دنیا کے کسی بھی خطے میں دولت ہی بے شمار مشکلات کا حل ہوتی ہے۔ مجھے جو کچھ کرنا تھا، بڑی احتیاط سے کرنا تھا چونکہ میں یہاں بے وسیلہ تھا، دس بارہ ایسے سوٹ مل گئے جو یا تو مسٹر ہیرل بیکر کے ہوں گے یا پھر کسی کے بھی ہوں میرے بدن کے ناپ کے تھے۔ ضروریات کی دوسری چیزیں اور پھر ایک سوٹ کیس گاڑی بھی موجود تھی جسے میں کم از کم باہر جانے کے لیے استعمال کر سکتا تھا، غرض کہ یہاں سے میں بڑے مطمئن انداز میں باہر نکلا تھا۔ سوٹ کیس گاڑی میں رکھا، گاڑی میں بیٹھا اور اس کے بعد لڑین کی سڑک پر نکل آیا۔ بالکل ناواقف تھا اس شہر سے، تصور میں نہیں تھا کہ اس طرح کبھی پر تگال آنا پڑے گا، ہر طور سارے مسائل کا حل میری جیب میں موجود تھا۔ ایک ایسی سڑک پر رکا جس کے کنارے ایک بک اسٹال موجود تھا۔ بک اسٹال سے لڑین کے شہر کے نقشے حاصل کیے اور پھر کار میں بیٹھ کر وہاں سے بھی آگے بڑھ گیا۔ ایک ایسی جگہ جسے ایک خوبصورت پارک کہا جاسکتا ہے، رک کر میں نے ان نقشوں پر نظر ڈالی اور انہیں پوری طرح سمجھنے کی کوشش کرنے لگا۔ وہ پارک بھی مجھے مل گیا جہاں میں اس وقت موجود تھا۔ ہوٹلوں کے نام بھی معلوم ہو گئے تھے چنانچہ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد میں نے ایک بازار کا رخ کیا اور بازار میں پہنچ گیا۔ پارکنگ لاث پر کار کھڑی کر کے میں نیچے اتر آیا اور بہت بڑے بڑے اسٹور کا جائزہ لینے لگا۔

ایک اسٹور میں مجھے میک اپ کا سامان مل گیا اور میں نے اس سامان کی خریداری کر ڈالی، بہت جدید قسم کے میک اپ کا سامان موجود تھا، چہرے کو اس حد تک بدلنا بے ضروری تھا کہ کوئی مجھے میری اصلی حیثیت سے شناخت نہ کر سکے اور اتنا میک اپ ہر طور مجھے آتا تھا۔ اب یہاں سے کار کو چھوڑ دینا تھا، چنانچہ میں نے کار کی ڈکی سے اپنا سوٹ کیس نکالا اور اسے سنبھالے ہوئے آگے بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک ٹیکسی کو اشارہ

کیا اور اس میں بیٹھ کر ڈرائیور کو لیزونا کا پتا بتایا۔ لیزونا ایک فائیو اسٹار ہوٹل تھا اور مجھے اس میں کمرہ حاصل کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ پورٹ نے مجھے لیزونا کی نويس منزل پر ایک وسیع و عریض کمرے میں پہنچا دیا جو نہایت شاندار تھا لیکن لیزونا کو میں نے اپنی عارضی قیام گاہ بنایا تھا۔ اصل میں مجھے کہیں اور ہی رہنا تھا چنانچہ یہاں میں نے بڑے مطمئن انداز میں اپنے چہرے پر میک اپ کیا پوری طرح اس میک اپ کا جائزہ لیتا رہا اور اس کے بعد ایک بار پھر میں نے یہ ہوٹل چھوڑ دیا لیکن ہوٹل کے اس کمرے کو میں اپنے لیے رکھنا چاہتا تھا، ضرورت کے وقت کام آسکتا ہے۔ چنانچہ ہوٹل چھوڑا تھا کمرہ نہیں چھوڑا تھا، سوٹ کیس بھی وہیں چھوڑ دیا اور اس میں سے صرف چند ایسے لباس نکال لیے تھے جو ضرورت کے وقت کام آسکیں، بعد میں خریداری کر لی جائے گی۔ میں نے اسٹورز تو دیکھ ہی لیے تھے چنانچہ اس بار میں نے اسپارہ نامی ہوٹل میں قیام کیا اور یہاں بھی مجھے نويس منزل پر ہی کمرہ ملا تھا۔ اپنے بدلے ہوئے میک اپ میں، میں اسپارہ کے اسی کمرے میں مقیم ہو گیا، اب تک کی کارروائی سے پوری طرح مطمئن تھا۔ پرنگال میں میرے پاس کوئی ایسی شناخت نہیں تھی جس سے میری شخصیت کا اندازہ ہو سکے۔ پولیس کے ہاتھ پڑ گیا تو سخت عذاب میں گرفتار ہو جاؤں گا، اس کا حل یہی تھی کہ ہر شخص کے ہنگامے سے بچا جائے اور کسی ایسی شخصیت کا سہارا حاصل کیا جائے جو مجھے پرنگال سے نکالنے میں معاون ثابت ہو سکے اور ویڈیو ایسی ہی شخصیت تھی۔ ہوٹل کے ریفر-شمنٹ ہال میں مجھے ملی، پیشہ ور لڑکی تھی نرم و گداز بدن کی مالک، چہرہ بے حد خوبصورت مجھے دیکھ کر اس انداز میں مسکرائی کہ مجھے اس کی شخصیت کا پتا چل گیا، اب اس قدر انارڈی بھی نہیں تھا کہ اس مسکراہٹ کا جواب نہ دے سکتا، نتیجے میں وہ میری میز پر آگئی۔

”ہیلو۔“

”ہیلو مس۔“ میں نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

”ویڈیو۔“

”گڈ پارکر۔“ میں نے اپنا نام بتایا۔

”اپنی؟“ اس نے سوال کیا۔

”تمہیں یہ شبہ کیسے ہوا؟“ میں نے پوچھا۔

”تمہاری آنکھیں دیکھ کر، ایسی آنکھیں یا تو ایشیائیوں کی ہوتی ہیں یا پھر اسپین کے رہنے والوں کی اتنی خوب صورت آنکھیں دنیا کے اور کسی خطے میں نہیں پائی جاتیں۔“

”ایک خوبصورت لڑکی اگر کسی خوب صورتی کا اقرار کرے تو مد مقابل کو بڑا عجیب محسوس ہوتا ہے۔“

”بولنا جانتے ہو۔“

”کیوں، گوٹگا سمجھ رہی تھیں مجھے۔“ میں نے ہنس کر کہا۔

”اومائی گاڈ تمہاری ہنسی تو تمہاری آنکھوں سے بھی زیادہ خوبصورت ہے۔“

”اب یوں محسوس ہوتا ہے جیسے تم مجھے بے وقوف بنا رہی ہو۔“

”نہیں میری سچائی کو قبول کرو، بتایا نہیں تم نے کہاں کے باشندے ہو۔“

”ایشیائی ہوں۔“

”انڈین؟“

”نہیں پاکستانی۔“

”ویری گڈ، ویری گڈ سویٹ ایسٹرن، تم یقین کرو مجھے نجانے کیوں ان علاقوں سے

بڑی محبت ہے، جب بھی کبھی ان کے بارے میں سوچتی ہوں عجیب سا محسوس ہوتا ہے۔“

”کبھی کہیں نہیں؟“

”نہیں۔“ اس نے اداسی سے کہا۔ میں اس کی اداسی پر غور کرنے لگا پھر میں نے

پوچھا۔

”کیوں.....؟“

”بس نہیں گئی اب تمہیں کیا بتاؤں؟“

”اوہ سوری ویڈیو، واقعی بے شمار باتیں ذاتی نوعیت کی ہوتی ہیں اور ہر ایک کو

نہیں بتائی جاسکتیں۔“ اس نے میرے انداز پر چونک کر مجھے دیکھا پھر آہستہ سے بولی۔

”برامان گئے میری بات کا؟“

”نہیں، حقیقتوں کو قبول کرنا چاہیے، ذاتیات پر واقعی گفتگو نہیں کی جاسکتی۔“

”ایسی بات نہیں ہے اصل میں، تھوڑی سی مختلف ہوں اپنے جیسی عام لڑکیوں

سے۔“

”کیا مطلب؟“

”دیکھو اگر تم نے میرے ساتھ وقت گزارنا پسند کیا تو میں تم سے اس کا معاوضہ لوں گی، بس اتنا معاوضہ جتنا مجھ جیسی کوئی لڑکی لے سکتی ہے، یقین کرو بھیک مانگنے کی ایک عمر ہوتی ہے۔ انسان اگر کوئی ایسا کام کر رہا ہوتا ہے جس سے اس کا پیٹ بھر جائے اور اسے بھیک نہ مانگنی پڑے تو بھیک نہیں مانگنی چاہیے، پتا نہیں کیوں مجھے بچپن ہی سے بھکاریوں سے نفرت ہے، دیکھو کسی سے اپنی مشکل کا حل کہنا اور اس کا دل نرم کر کے پیٹ بھرنے کے سہارے حاصل کرنا کوئی اچھی بات نہیں ہے، بہتر ہے کہ اپنے پاس اگر کوئی ایسا ذریعہ ہے جس سے پیٹ بھرا جاسکتا ہے تو اسے خرچ کیا جائے اسے استعمال کیا جائے۔ میں جوان ہوں اور میرے جسم کی ابھی ایک قیمت ہے۔ جب میں اپنے جسم کی قیمت وصول کر سکتی ہوں تو تھوڑے سے زیادہ پیسے کمانے کی لیے میں اپنے مسائل دوسروں کے سامنے لے کر کیوں بیٹھ جاؤں۔ میں کیوں یہ بات کہوں کہ مسٹر پارکر زندگی میں کبھی میرے پاس اتنے پیسے بھی نہیں ہو سکے کہ میں اپنے لیے ایک گنداکوٹ خرید سکوں ایسے بے شمار کوٹ جو میرے دل کو بھاتے ہیں، ایسی کوئی شخصیت بھلا انڈیا جانے کا کیا تصور کر سکتی ہے اور تم یہ نہ سمجھنا کہ میں نے چالاکی سے تمہیں کچھ ایسے کوٹوں کے بارے میں بتا دیا جنہیں میں حاصل کرنا چاہتی ہوں۔ اگر تم نے دوستی کے رشتے یا کسی بھی نالتے سے ایسی کوئی کوشش کی ہے تو یقین کرو میری اس سے زیادہ توہین اور کوئی نہیں ہوگی۔ میں نے تو صرف تمہارے پوچھنے پر دل کی بات بتائی ہے۔“

لڑکی تھوڑی سی عجیب تھی، البتہ چالاک بھی تھی۔ اس نے ایک لمحے میں اپنے بارے میں سب کچھ بتا دیا تھا۔ اب پتا نہیں جو کچھ وہ کہہ رہی تھی اس میں کہاں تک سچائی ہے لیکن میں اسے کوئی کوٹ خرید کر دینا بھی نہیں چاہتا تھا۔ میں نے اس سے کہا۔

”تو مس ویڈینا۔“

”من نہ کہو تو اچھا ہے، کیا تمہیں عجیب سا نہیں لگتا؟“

”مگر تم مسز بھی تو نہیں ہو۔“ میرے ان الفاظ پر وہ بے اختیار ہنس پڑی پھر بولی۔

”اگر تم میرے ساتھ کچھ وقت گزارنا پسند کر لو تو میں وقتی طور پر اپنے آپ کو

تمہاری مسز بھی کہہ سکتی ہوں۔“

”آدمی اچھے لگتے ہو۔ گفتگو بھی اچھی کرتے ہو۔“

اچھا یہ بتاؤ کیا تمہیں میری ضرورت ہے؟“

”ہاں۔“

”ویری گڈ، اصل میں میں یہ اس لیے معلوم کر رہی ہوں کہ میں تمہیں اپنی قیمت

بتا دوں۔“

”نہیں ویڈینا مجھے تمہاری قیمت نہیں معلوم کرنا۔“

”دیکھو اگر کم دو گے تو لے تو میں تم سے لوں گی لیکن مجھے افسوس ہو گا کہ پہلے ہی

میں نے تم سے یہ پوزیشن کلیئر کیوں نہ کر لی۔ خیر زیادہ دو گے تو میں پوری ایمانداری سے واپس کر دوں گی۔“

”ایک بات کہوں میڈم آپ برا تو نہیں مانیں گی؟“

”نہیں، اب جبکہ تم یہ بات کہہ چکے ہو کہ تمہیں میری ضرورت ہے تو یقین کرو،

میں تمہاری کسی بات کا برا نہیں مانوں گی۔“

”تو پھر میری ایک بات مان لو۔ ہم تم جس انداز میں ملے ہیں اس میں دوستی کا ایک

پہلو بے شک ہے۔ رقم وغیرہ کے سلسلے میں اب کوئی بات نہ کرو۔“

”او کے منظور ہیں اس ہوٹل میں ہو؟“

”ہاں۔“

”تو پھر آؤ چلو۔ اصل میں جس پوزیشن میں میں ہوں اس میں میری جیسی لڑکیوں

کے بے شمار شناسا ہوتے ہیں۔ اگر کوئی اور میرے پاس آگیا تو تمہیں کوفت ہوگی۔“

”ہوں۔ بات تو ٹھیک ہے۔“ میں نے اس کے سراپا کا جائزہ لیا۔ اچھا لباس تھا۔

دیکھنے میں خوبصورت نظر آتی تھی۔ میں ہال سے اٹھ گیا۔ ہم دونوں باہر نکل آئے تھے

لیکن اوپر جانے والی سیڑھیوں کے بجائے جب میں نے باہر جانے والے راستے کا رخ کیا تو

وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔

”کیوں تم نے تو کہا تھا کہ اسی ہوٹل میں تمہارا قیام ہے؟“

”ہاں۔ میں نے سچ کہا تھا۔“

”تو کیا اپنے کمرے میں نہیں چلو گے؟“

”ابھی سے۔“

”کیا مطلب؟“

”کیا لڑین بہت بد صورت ہے؟“ میں نے سوال کیا۔

”ہرگز نہیں۔“

”تو پھر لڑین کی خوبصورتی کو دیکھنے کے بجائے اپنے کمرے میں کیوں جاگھا جاسے۔“ میں نے کہا اور وہ ہنس پڑی۔

”اوہ یہ بات ہے تو پھر آؤ۔ میں نے بھی بہت عرصے سے رات کو شہر کا منظر نہیں دیکھا۔“ ہم دونوں آگے بڑھ کر ہوٹل کے کپاؤنڈ سے باہر نکل آئے۔ مجھے اب کم از کم اتنا اطمینان ضرور تھا کہ چہرے میں جو تبدیلی میں نے پیدا کی ہے اس کے تحت کوئی مجھے پہچان نہیں سکے گا۔ اپنے آپ کو پر اعتماد کر کے میں اس کے ساتھ کچھ دیر تک فٹ پاتھ پر چلتا رہا پھر میں نے کہا۔

”لڑین کے حسین گوشوں کے بارے میں تمہیں معلوم ہوگا اور اس وقت تم میری میزبان ہو۔“ وہ پھر ہنس پڑی اور بولی۔

”ہاں، ایسی کچھ حسین جگہیں ہیں جہاں جا کر تم بھی بہت سکون محسوس کرو گے لیکن افسوس میں میزبانی کے فرائض سرانجام نہیں دے سکوں گی۔“

”پے انک گیٹ بھی تو ہوتے ہیں۔ ان کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟“ پھر اس نے ایک ٹیکسی کو اشارہ کر دیا۔ ٹیکسی ہمارے قریب آکر رک گئی اور ہم دونوں عقبی سیٹ پر بیٹھ گئے۔

”نیکورا گوئے۔“ اس نے کہا اور ڈرائیور نے ٹیکسی آگے بڑھا دی۔ میں خاموشی سے لڑین کے بارونق علاقوں کو دیکھتا رہا پھر میں نے کہا۔

”تم نے بہت عرصے سے لڑین کی راتوں کا منظر نہیں دیکھا۔“

”کیا اس کی وضاحت کرنا ضروری ہے۔ میری راتیں عموماً ہوٹلوں کے کمروں میں یا کسی رہائش گاہ میں گزرتی ہیں۔ نیکورا گوئے ایک خوبصورت جھیل ہے جس میں چھوٹے چھوٹے ہاؤس بوٹ نظر آتے ہیں اور اگر ان میں بیٹھ کر موسم کا لطف اٹھایا جائے تو بہت اچھا لگتا ہے۔“

”کیا یہ ہاؤس بوٹ ساری رات کے لیے حاصل کیے جاسکتے ہیں؟“

”ہاں عموماً، لیکن ہم بس تھوڑی سی سیر کریں گے۔ جھیل بہت وسیع ہے۔“

نیکورا گوئے واقعی ایک خوبصورت جگہ تھی۔ مجھے بے حد پسند آئی۔ رات کی تاریکیوں میں اطراف میں مکمل اندھیرا تھا۔ یہاں خاص طور سے روشنی کا بندوبست نہیں کیا گیا تاکہ جھیل پر تیرتے ہوئے چھوٹے چھوٹے مکان مزید حسن اختیار کر جائیں۔ واقعی بہت لطف آیا تھا اور ہم بہت دیر تک ایک چھوٹے سے ہاؤس بوٹ میں جھیل پر تیرتے رہے تھے پھر وہاں سے پلٹے تو ایک سڑک چھاپ ریسٹورینٹ میں کافی اور خاص قسم کے ڈاگ سینڈویچز کھائے۔ وہ بھی خوش نظر آرہی تھی۔ خوب رات گئے ہم لوگ ہوٹل واپس پلٹے۔ وہ میرے ساتھ میرے کمرے میں آگئی تھی۔ میں نے لباس وغیرہ تبدیل کیا تو وہ ہنس کر بولی۔

”دو ہی باتیں ہیں یا تو میں لباس ہی نہ پہنوں یا پھر تم مجھے اپنا کوئی سلیپنگ سوٹ دو۔ ڈھیلا ڈھیلا سا لباس بعض اوقات بڑا اچھا لگتا ہے۔“

اس کی پہلی بات سے میں خوفزدہ ہو گیا تھا چنانچہ جلدی سے میں نے اسے اپنا ایک سلیپنگ سوٹ دیا جسے اس نے بڑے اطمینان سے وہیں کمرے میں تبدیل کر دیا۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس وقت میں ایک کھڑکی پر جا کھڑا ہوا تھا۔ لباس تبدیل کرنے کے بعد اس نے مجھے آواز نہیں دی۔ جب دیر ہو گئی تو میں نے خود ہی پلٹ کر دیکھا۔ وہ مسہری پر بیٹھی میری جانب دیکھ رہی تھی اور اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ میں مسکراتا ہوا اس کے قریب آگیا تو اس نے کہا۔

”ایشیا مقدس ہے۔“

”کیا مطلب؟“

”بس تفصیل میں نہ جاؤ۔ بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو ابتداء ہی نہ کریں۔“

”ابتداء۔“

”ہاں جو لوگ سرمایہ خرچ کرتے ہیں وہ شروع سے ہی اپنی ضرورتوں کا خیال کرتے ہیں۔ یعنی جب لباس تبدیل کیا جائے تو مستقبل کے فیصلے کر لیے جائیں۔“ میں اس کی بات کا مطلب سمجھ کر ہنس پڑا پھر میں نے اس کا بغور جائزہ لیا اور کہا۔

”اس لباس میں تم بہت خوبصورت لگ رہی ہو۔“

”لباس ہی خوبصورت ہے۔ میں کیا خوبصورت لگ رہی ہوں۔“ اس نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ میں تھوڑا سا اوپر سرک کر بستر پر لیٹ گیا تھا۔ وہ میرے قریب آگئی۔ میں نے کہا۔ ویڈیو عموماً کس وقت سو جاتی ہو؟“ میری بات پر وہ قہقہہ مار کر ہنس پڑی اور بولی۔

”دوسرا معصوم سوال‘ میری نیندیں مرضی کے تابع نہیں ہوتیں۔“

”تم تلخ گفتگو کیوں کرتی ہو؟“

”سوری یہ تلخ گفتگو تو نہیں تھی؛ ایک سچائی تھی‘ آئی ایم سوری مائنڈ مت کرو پلیز۔“ وہ معذرتیں کرنے لگی۔ میں نے کہا۔

”تو پھر ویڈیو آج تم اپنی پسند کی نیند سو جاؤ۔“ اس نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ دیکھتی رہی پھر آہستہ سے بولی۔

”میں سمجھی نہیں۔“

”تم ہر رات بکئی ہوتا ویڈیو۔“

”ہاں۔“ اس نے سنگین لہجے میں کہا۔

”اور خریدنے والا تمہیں اپنی مرضی کے مطابق سونے اور جاگنے کی اجازت دیتا ہے۔“

”ہاں۔“ وہ پھر اسی انداز میں بولی۔

”اور تم اس کے احکامات کی تعمیل کرتی ہو؟“

”ہاں ہاں ہاں۔“

”تو پھر میرے حکم کی تعمیل کرو۔ اس نرم سکتے پر سر رکھو‘ کروٹ بدلو اور آرام سے سو جاؤ۔“

”کیا بکو اس ہے؟“ وہ کسی قدر جھلا کر بولی۔

”دیکھو میں تمہیں وہ سب کچھ دوں گا جو تمہارے ذہن میں ہوگا۔ یہ رات میری ہے ناں پھر جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس پر عمل کیوں نہیں کر رہیں‘ میں جانتا ہوں ویڈیو نا کہ

ایسی راتیں تمہارے لیے نہ تو جذبات انگیز ہوتی ہیں اور نہ ہی تم ان راتوں کی طلبگار ہوگی

بلکہ جو بھی تمہارے قریب ہوتا ہوگا تم اس کی صورت میں نجانے کسے دیکھتی ہوگی۔ میں اس وقت تمہارے سامنے ہوں میری دلی آرزو ہے کہ تم آرام سے سو جاؤ اور اگر یہ ممکن نہیں ہو تو لباس تبدیل کرو اور یہاں سے چلی جاؤ۔“ وہ حیران نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ شانے اچکائے پھر آہستہ سے بولی۔

”اوکے۔“ اور اس کے بعد اس نے کروٹ بدل لی۔ میں اس کی قریب ہی موجود تھا لیکن میں نے اپنے اور اس کے درمیان سکتے رکھ لیے تھے تاکہ اس کے جسم کا لمس مجھے پریشان نہ کرے۔ ایسے عالم میں نیند آنا تو نہایت مشکل کام تھا لیکن پھر بھی آنکھیں بند کر کے ذہن کو خالی کرنے کی کوشش کرنے لگا اور اس سلسلے میں مجھے خاصی محنت کرنا پڑی تب کہیں جا کر آنکھوں میں نیند گھس آئی۔

پھر اس وقت جاگا جب خوب صبح ہو گئی۔ چند لمحات تک تو ماحول کا احساس نہ ہوسکا پھر جب رات کے واقعات کا خیال آیا تو چونک کر آنکھیں پھاڑ دیں۔ ویڈیو ایک کرسی پر بیٹھی صبح کا اخبار پڑھ رہی تھی۔ مجھے جاگتا محسوس کر کے اس نے اخبار رکھ دیا اور میری طرف دیکھ کر مسکرانے لگی پھر بولی۔

”ناشتا تو کراؤ گے ناں؟“

”ایں‘ ہاں کیوں نہیں؟“

”تو پھر میں روم سروس کو ناشتے کا آرڈر دیتی ہوں۔ اتنی دیر میں تم جا کر اپنا حلیہ درست کرلو۔“ میں خاموشی سے اٹھ کر ہاتھ روم کے اندر چلا گیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب میں واپس آیا تو وہ اسی طرح بیٹھی میرا انتظار کر رہی تھی۔ ہم لوگوں نے کوئی بات بھی نہیں کی تھی کہ ویٹر نے دروازے پر دستک دی اور ناشتے کی ٹرائی گھیٹا ہوا اندر لے آیا۔ بہت عمدہ ناشتا تھا۔ وہ مسکرا کر بولی۔

”بہت کو ٹنک سروس ہے۔“ ویٹر واپس چلا گیا تو وہ میرے لیے ٹوسٹ وغیرہ بنانے لگی۔ بڑا گھریلو سا انداز تھا اس کا۔ ہم دونوں نے خاموشی سے ناشتا کیا۔ وہ کہنے لگی۔

”چتا نہیں تم کیسے آدمی ہو چلو ٹھیک ہے اب مجھے اجازت دو گے نا؟“ میں ناشتے میں مصروف رہا۔ میں نے محسوس کر لیا تھا کہ وہ جانا چاہتی ہے چنانچہ میں نے اپنی جیب سے اچھی خاصی رقم نکالی قریب سے اس کا پرس اٹھایا اور اس رقم کو پرس میں رکھ دیا۔ وہ

سنگین انداز میں مجھے دیکھتی رہی تھی۔ کچھ دیر کے بعد وہ اٹھی، میری طرف دیکھا اور بولی۔
 ”اچھا میں چلتی ہوں۔“ میں نے پر خیال انداز میں گردن ہلا دی تھی۔ وہ چلی گئی
 اور میں یہ سوچتا رہا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے پھر یہی فیصلہ کیا کہ ابھی ذرا تھوڑا سا وقت
 گزار کر اپنے بارے میں لڑبن کے حالات کا جائزہ لے لوں۔ ہو سکتا ہے ابھی کوئی فوری
 کوشش میری لیے نقصان دہ ہو۔ چنانچہ کالوں کے سے انداز میں اخبار لے کر مسہری پر
 لیٹ گیا۔ بہت سے خیالات دل میں آرہے تھے لیکن اپنے آپ کو ان خیالات سے آزاد کر
 لیا۔

دوپہر کو ہلکا پھلکا سا لُچ کیا۔ بس یہی فیصلہ کیا تھا کہ شام کو کمرے سے باہر نکلوں گا۔
 کم از کم تین دن مجھے خاموش گزارنے چاہئیں۔ دن کے کوئی پونے تین بجے کا وقت تھا
 کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ میں نے اجازت دی تو ویڈیو اندر آگئی۔ میں اسے دیکھ کر
 چونک پڑا۔ لباس تبدیل کر لیا تھا اس نے اور اس وقت کچھ اور زیادہ حسین نظر آرہی تھی
 لیکن چہرے پر گہری سنجیدگی چھائی ہوئی تھی۔

”ہیلو ویڈیو۔“

”کیس باہر نہیں نکلے؟“ اس نے بیٹھتے ہوئے سوال کیا۔

”نہیں۔“

”کوئی اور پروگرام ہے؟“

”بالکل نہیں۔“

”پھر بھی اصولی طور پر مجھے تمہارے ساتھ بہت دیر نہیں رکنا چاہیے۔ آئی ایم
 سوری تم نے مجھے کافی بڑی رقم دی ہے۔ اول تو یہ میرے حساب سے تین گنا زیادہ ہے۔
 دوئم یہ کہ میں اسے لینے کی ہتھکڑی نہیں ہوں۔“

”مطلب؟“

”نہیں پلیز دیکھو میری انا کو مجروح مت کرو۔ اگر تم دوستی نبھانا چاہتے ہو تو کیا میں
 کسی ن دوست نہیں بن سکتی؟ کیا میرے دل میں کسی کے لیے دوستی کے جذبے نہیں
 مال ہے۔“ میں نے ہنس پڑا اور کہا۔

”اگر یہ بات ہے ویڈیو تو تم مجھے اپنے دوستوں میں سے کیوں خارج کر رہی ہو۔“

”کیا مطلب؟“

”اگر محبت سے کسی کو کچھ دے دیا جائے تو اتنی بری بات تو نہیں ہوتی۔ تم ان
 تھوڑے سے پیسوں کو تحفہ سمجھ کر رکھ لو۔“ وہ خاموش ہو گئی۔ اس کے بعد وہ روز مجھ
 سے ملتی رہی۔ تین دن گزر چکے تھے۔ حالات پر سکون نظر آرہے تھے۔ میں نے پورے
 لڑبن کا جائزہ لے لیا تھا لیکن کوئی خاص بات سننے کو نہیں ملی تھی۔
 اس وقت ہم دن کی روشنی میں اسی ہاؤس بوٹ میں تھے جسے ہم نے پہلے دن
 حاصل کیا تھا۔ وہ بولی۔ ”کتنے دن لڑبن میں قیام ہے مسٹر پارکر۔“

”کچھ کہہ نہیں سکتا۔“

”ایک بات کہوں؟“

”ہاں ضرور۔“

”اب تک تم نے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔“

”تم نے پوچھا۔“

”نہیں۔“

”پھر؟“

”دل چاہتا ہے اب پوچھوں۔“

”میرے لیے سچ بولنا مشکل ہو جائے گا۔“

”اوہ۔ ایسی بات ہے تو پھر جانے دو۔“

”تم نے خود میرے بارے میں کوئی اندازہ لگایا؟“

”ہاں۔“ وہ بولی اور میں چونک پڑا۔

”کیا؟“ میرے اس سوال پر وہ دیر تک کچھ نہ بولی پھر کہا۔

”تمہارے ذہن میں کوئی الجھن ہے تم اپنے ماحول سے چوکنے رہتے ہو۔ یوں لگتا

ہے جیسے..... جیسے تم کسی سے خوف زدہ ہو۔“ میں نے حیرت سے اسے دیکھا پھر آہستہ
 سے بولا۔

”ہاں۔“ میں اسی سچ سے بچنا چاہتا تھا۔

”اگر..... اگر میں تمہاری کرائے کی دوست نہ ہوتی تو تم سے پورے اعتماد سے

تمہاری الجھن کے بارے میں پوچھ سکتی تھی مگر مجھے یہ حق حاصل نہیں ہے۔“ وہ سسکی سی لے کر بولی۔

”تم میری کرائے کی دوست نہیں ہو ویڈیٹا۔“

”حقیقتیں نظر انداز تو نہیں کی جاسکتیں؟“

”میری مشکل کا حل تمہارے پاس ممکن نہیں۔“

”پھر بھی انسان کی خواہش تو ہوتی ہے۔“

”تو پھر سنو ویڈیٹا۔ یہاں مجھے چند جرائم پیشہ لوگ اغوا کر کے لائے تھے۔ میں ان کے چنگل سے نکل آیا لیکن لڑبن میں بے سہارا ہو گیا۔ میرے پاس نہ کاغذات ہیں نہ پاسپورٹ۔ میں کسی بھی وقت قانون کے شکنجے میں پھنس سکتا ہوں۔ میرے پاس یہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ یہ میری پریشانی ہے۔“

”اوہ۔“ وہ آہستہ سے بولی پھر کسی سوچ میں ڈوب گئی۔ دیر تک خاموش رہی پھر کہا۔ ”کہاں جانا چاہتے ہو؟“

”اسپین۔“ میں نے آہستہ سے کہا۔

”او مالی گاڈ۔“

”کیوں؟“ میں نے چونک کر پوچھا۔

”ابھی میں نے یہی سوچا تھا۔“

”کیا؟“

”یہی کہ اگر تم اسپین جانا پسند کرو تو میں تمہارے لیے بندوبست کر سکتی ہوں۔“

”کیسے؟“ میں نے سرسراتی آواز میں پوچھا۔

”ہمیں اس کے لیے میڈوریا جانا پڑے گا۔ میڈوریا پر نکال کا ایک جزیرہ ہے۔ وہاں

کی دنیا الگ ہے۔ میڈوریا میں میرا کرن ہاربن گال رہتا ہے۔ ہاربن گال اسمگلر ہے۔ اس

کی غیر قانونی لائسنس اسپین جاتی ہیں۔ اس کا دوسرا ٹھکانا اسپین کے جزیرے کینری میں

ہے۔ وہ تمہیں بہ آسانی کینری پہنچا سکتا ہے لیکن اسپین سے تم کیسے نکل سکو گے؟“ وہ

تشویش سے بولی۔

میرا پورا بدن سنسنار رہا تھا۔ میں نے گھٹی گھٹی آواز میں کہا۔ ”وہاں میرے پاس

وسائل ہیں۔

”واقعی؟“

”ہاں۔“

”تو اطمینان رکھو۔ میں تمہیں بہ آسانی یہاں سے نکال سکتی ہوں۔“

وہ پر مسرت لہجے میں بولی اور میں اسے حیرت سے دیکھتا رہا۔ میں بس اسے وقت

گزاری کے لیے ساتھ رکھ لیا تھا۔ ان لوگوں سے حاصل شدہ کرنسی اتنی تھی کہ میں بہ

آسانی کافی وقت گزار سکتا تھا اس لیے میں نے تھوری سی اس پر خرچ کر دی تھی لیکن

مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ اس قدر کام آسکتی ہے۔ کچھ دیر کے بعد میں نے کہا۔

”تمہیں یقین ہے ویڈیٹا؟“

”سو فیصد اور خوشی بھی ہے۔“

”واقعی؟“

”ہاں۔ میرے دل سے بوجھ ہلکا ہو گیا۔ مجھے بھی دوستی کا کچھ فرض ادا کرنے کا موقع

مل گیا۔“

”تو پھر ہم میڈوریا کب روانہ ہو رہے ہیں؟“

”کل!“ اس نے جواب دیا۔ اس کے لہجے میں بے حد اعتماد تھا اور یہ اعتماد اس

بات کا اظہار کرتا تھا کہ جو کچھ اس نے کہا ہے اس کا اسے پورا پورا یقین ہے۔ حالانکہ

میرے لیے یہ ایک بہت اہم بات تھی اور ان دنوں میں انہی الجھنوں کا شکار تھا کہ لڑبن

سے نکلنے کے کیا انتظامات ہو سکتے ہیں۔ فی الحال یہاں میرے پاس ایسے ذرائع نہیں تھے اور

نہ اس کا کوئی بندوبست تھا۔ اگر یہ معمولی سی لڑکی اس کام آسکتی ہے تو بلاشبہ یہ اپنی دوستی

کا فرض ادا کرتی گی۔ جہاں تک میرا معاملہ تھا تو درحقیقت میں نے اس کے لیے کچھ

نہیں کیا تھا۔ رات تک ہم ساتھ رہے اور اس کے بعد اس نے مجھ سے رخصت مانگ

لی۔ کہنے لگی۔

”آج تمہارے ساتھ نہ رہ سکوں گی۔“

”کوئی خاص بات ہے؟“

”ہاں، بس یوں سمجھ لو کل کے سفر کے لیے تیاریاں کرنا ہیں۔“

”ذریعہ سفر کیا ہو گا؟“

”اس کا بندوبست بھی میں خود ہی کر لوں گی۔ تم بالکل بے فکر رہو۔“

اس کے جانے کے بعد البتہ میں نے ذرا مختلف انداز میں سوچا۔ یہ ظاہر یہ لڑکی عام سی صورت حال کے تحت میرے نزدیک آگئی تھی۔ اس کے درپردہ کوئی اور شخص تو نہیں ہے۔ جن حالات سے میرا واسطہ پڑتا رہا تھا ان کے تحت یہ سوچنا میرے لیے کوئی ناممکن بات نہیں تھی۔ ہر پہلو پر غور کرتا رہا اور اس کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ بہر حال نامساعد حالات میں تو پوری زندگی ہی گزری ہے۔ لڑکی کے ساتھ بھی رسک لے لینے میں کیا فرق پڑے گا۔ چنانچہ اس کے بعد مطمئن ہو گیا۔

دوسری صبح خاصی دیر سے جاگا تھا۔ کچھ گہری ہی نیند آگئی تھی۔ معمولات سے فراغت حاصل کی اور اس کے بعد ویڈیو کا انتظار کرنے لگا۔ دن کے تقریباً گیارہ بجے وہ میرے پاس پہنچی اور اس نے کہا۔

”ہم چار بجے یہاں سے میڈوریا روانہ ہو رہے ہیں۔“

”میں ذریعہ سفر کے بارے میں بھی نہیں پوچھوں گا۔“

”نہیں اس کا بندوبست بھی میں نے کر لیا ہے۔ ہم کرائے کی گاڑی سے ایک مخصوص جگہ تک سفر کریں گے اور اس کے بعد اسٹیمر میں بیٹھ کر میڈوریا روانہ ہو جائیں گے۔“ میں نے ٹھنڈی سانس لے کر گردن ہلا دی تھی۔ بہر حال مجھے کیا تیاریاں کرنا تھیں البتہ وہ پھر تھوڑی دیر کے لیے مجھ سے اجازت لے کر گئی تھی اور دوبارہ واپس آئی تو ایک چھوٹا سا سوٹ کیس اس کے ہاتھ میں دبا ہوا تھا۔ اس نے کہا۔

”ضروریات کے کچھ سامان ہیں۔“ میں نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا دی تھی۔

کرائے کی گاڑی نیچے کھڑی ہوئی تھی۔ اس میں ڈرائیور بھی موجود تھا۔ غالباً کوئی افریقی تھا۔ وہ لڑکی پر انیویٹ تھی۔ اپنے طور پر میں ہر قسم کے حالات سے نمٹنے کے لیے تیار تھا اور وہ لڑکی نہیں جانتی تھی کہ میری کارکردگی کیا ہے، جس مخصوص راستے پر اسے سفر کرنا تھا اس کا سفر کوئی ڈھالی گھٹنے کا رہا۔ ہم لڑن سے باہر نکل آئے اور پرنگال کے مضافات میں دوڑتے رہے، پرنگال کی روایات کا ہلکا سا نمونہ میرے سامنے تھا۔ بہر حال ہم ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں ایک سمندری کھاڑی نظر آرہی تھی۔ یہ کوئی صنعتی علاقہ تھا۔

جگہ خاص قسم کی عمارتیں نظر آرہی تھیں۔ انگور کی خوشبو دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ میں نے ویڈیو سے اس بارے میں سوال کر ڈالا تو اس نے کہا۔

”ہاں شاید تمہیں اس بات کا علم ہو کہ ہمارے ہاں اہم زرعی پیداوار اناج، آلو، کافی، شراب اور یہاں سے انگور اور اس کی مصنوعات باہر بھیجی جاتی ہیں۔“ ویڈیو نے یہاں پہنچنے کے بعد گاڑی کے ڈرائیور کو اپنی جیب سے ایک اچھی خاصی رقم ادا کی۔ میں نے اسے گہری نگاہوں سے دیکھا تو وہ بولی۔

”اس جگہ سے ہمیں میڈوریا کے لیے اسٹیمر مل سکتا ہے۔ وہ دیکھو وہ اسٹیمر کمپنی کا دفتر ہے عموماً لوگ یہاں سے ان جزائر کے درمیان سفر کرتے رہتے ہیں۔“

ہم اسٹیمر کمپنی کے دفتر پہنچ گئے۔ یہاں سے ہمیں باقاعدہ میڈوریا کے لیے دو سمندری ٹکٹ حاصل کرنا پڑے۔ دلچسپ طریقہ کار تھا۔ میں بغور ہر کام کا جائزہ لے رہا تھا۔ اسٹیمر کی روانگی رات کو ساڑھے نو بجے کے قریب تھی اور اس دوران ہمیں کمپنی ہی کے گیسٹ ہاؤس میں ٹھہرا دیا گیا۔ ایک بڑا سا شیڈ بنا ہوا تھا جس میں میڈوریا کے لیے سفر کرنے والے دوسرے اور بھی مسافر موجود تھے۔ مقامی لوگ، شکل و صورت سے بحری قزاق نظر آنے والے کچھ بیرونی ممالک کے لوگ بھی تھے۔ ان کے بارے میں ویڈیو نے مجھے بتایا کہ یہ میڈوریا میں کام کرنے والے لوگ ہیں جو وہاں مختلف کام سرانجام دیتے ہیں اور چھٹی گزارنے کے لیے لڑن آجایا کرتے ہیں۔ اسٹیمر جس میں سفر کا آغاز کیا گیا تھا خاصا پرانا تھا لیکن اندر بڑا اچھا انتظام کیا گیا تھا۔

ساڑھے نو بجے ہمارے سفر کا آغاز ہو گیا۔ اسٹیمر میں گنجائش کے مطابق ہی مسافر تھے اور کوئی ایسی بات نہیں تھی جو قابل تردد ہو۔ ہمیں آرام دہ سیٹیں دے دی گئی تھیں اور اس کے بعد دیر تک ہم سمندر میں ادھر ادھر نظر آنے والی روشنیاں دیکھتے رہے تھے۔ یہاں تک کہ اطراف تاریک ہو گئے اور اس کے بعد سر پر تاروں بھرا آسمان اور اطراف میں پھیلی ہوئی تاریکیوں کے سوا اور کچھ نہیں رہا تھا۔ سمندر پر سکون تھا۔ غالباً یہ سمندر کے سکون ہی کا موسم تھا۔ سفر جاری رہا۔ ویڈیو مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ ابھی تک تو کوئی ایسی بات نہیں ہوئی تھی جس پر مجھے شبہ ہو سکے۔ اب آگے دیکھنا ہے کیا ہوتا ہے۔ ویڈیو نے انداز سے یہی معلوم ہوتا تھا کہ وہ مخلص ہے اور یقیناً کوئی الٹی

سیدھی بات نہیں ہو سکتی۔ وہ مجھے اس دوران میرے اچھے سلوک کا صلہ دینا چاہتی تھی۔ بالآخر یہ سفر ختم ہوا صبح کی روشنی پھوٹ رہی تھی اور ہمیں دور سے میڈوریا نظر آ رہا تھا۔ ایک وسیع و عریض جزیرہ جسے پرنگال کا ایک شہر کہنا مناسب ہو گا۔ اسٹیمر ساحل سے جاگتا اور ہم میڈوریا کے ساحل پر اتر گئے۔ بہت جدید جزیرہ تھا اور یہاں بے شمار صنعتیں لگی ہوئی تھیں۔ ہوائی اڈا بھی تھا اور اندرون ملک پروازیں ہوا کرتی تھیں۔ مین ہوائی اڈا غالباً ٹرین ہی میں تھا۔ ویڈینا میڈوریا سے مکمل واقفیت رکھتی تھی۔ ایک ٹیکسی نے ہمیں ایک عمارت کے سامنے اتار دیا اور ویڈینا پر اطمینان انداز میں عمارت میں داخل ہو گئی۔ ہاربن گال خاصا دولت مند آدمی معلوم ہوتا تھا جس کا اندازہ اس عمارت سے ہوتا تھا۔ وہ ایک درمیانی عمر کا شاطرسی شکل والا آدمی تھا۔ اس نے ویڈینا کا پرچاک استقبال کیا تھا۔ ویڈینا نے کہا۔

”مسٹر پارکر میرے بہت اچھے دوست ہیں۔ تعلق ایشیا سے ہے۔ مطلب یہ کہ ان کے والدین کا تعلق کہیں سے بھی ہو لیکن یہ ایشیا میں جا کر آباد ہو گئے تھے۔“

”گڈ ویری گڈ۔ آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی مسٹر پارکر۔ فرمائیے میں کیا خدمت کر سکتا ہوں؟“

”مسٹر پارکر اسپین جانا چاہتے ہیں۔ میں نے انہیں بتا دیا تھا کہ مسٹر ہاربن گال بہ آسانی آپ کو جزیرہ کینری تک پہنچا سکتے ہیں۔ وہاں سے آگے جانے کے لیے آپ کو اپنے طور پر انتظامات کرنا ہوں گے۔“

”ہوں اتفاق کی بات ہے کہ میری ایک لانچ کل یہاں سے روانہ ہونے والی ہے لیکن مائی ڈیئر سسٹر تم نے انہیں کینری تک کے سفر کے اخراجات بتا دیے ہیں۔“ ویڈینا کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے کبیدگی کے آثار ابھرے۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

”میرا تمہارا جو رشتہ ہے ہاربن گال اس میں رعایتوں کا تصور موجود ہے۔ تاہم ہم مجھے بتاؤ کہ ہمیں کیا ادائیگی کرنا ہے؟“

”معاوضوں میں رعایت تو کی جاسکتی ہے اور پھر یہ کام جس قسم کے ہوتے ہیں تمہیں خود اس کا اندازہ ہے ویڈینا۔ تاہم میں ان سے رعایتی قیمت لے لوں گا۔“ ہاربن گال نے جو رعایتی قیمت مجھے بتائی وہ اتنی تھی کہ میں بہ آسانی ادا کر سکتا تھا۔ میرے کرم

فرماؤں نے جو کچھ کر دیا تھا وہ اچھا خاصا تھا۔ میں نے اپنی تمام رقم نکال کر چیک کی اور اس کے بعد ہاربن گال سے کہا۔

”مسٹر ہاربن گال میں آپ کو وہ ادائیگی کر سکتا ہوں جس کے بارے میں آپ نے کہا، لیکن اس کے ساتھ ساتھ مجھے بقیہ رقم اسپین کی کرنسی میں چاہیے۔ یہ سب آپ کے سامنے موجود ہے۔“ ہاربن گال نے نہایت پر جوش لہجے میں کہا۔

”اس کی آپ فکر نہ کریں میرے معاوضے کے علاوہ پرنگالی کرنسی کی جو رقم بنی ہے وہ میں آپ کو تھوڑی دیر کے بعد تبدیل کرادوں گا۔“

میں نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی تھی۔ اس کے بعد ہاربن گال نے کہا۔

”کو تمہاری جاب کیسی چل رہی ہے ویڈینا؟“

”ملازمت پیشہ ہوں بس کام کر رہی ہوں اپنا۔“

”یہ بہت اچھی بات ہے کہ انسان اپنی ذمے داریاں خود سنبھالے، میرا خیال ہے تمہاری رہائش کا بندوبست کردوں۔ آخر میں تمہارا بھائی ہوں، تمہاری خاطر داری مجھ پر فرض ہے۔“

کمرے میں بیٹھنے کے ویڈینا نے کسی قدر اداسی سے کہا۔ ”اس سے پہلے زندگی میں میں نے کبھی ہاربن گال سے کوئی ایسا کام نہیں لیا اور اس کا مجھے کوئی تجربہ نہیں تھا۔ انسان کی ایک فطرت بن جاتی ہے مائی ڈیئر پارکر اور وہ اس فطرت سے مجبور ہوتا ہے۔ مجھے شرمندگی ہے کہ میرے دعوے کسی حد تک جھوٹے ثابت ہوئے۔“

”ارے نہیں ویڈینا، ہاں اگر میرے پاس اتنی رقم نہ ہوتی تو ظاہری بات ہے میں تم سے رعایتوں کے لیے کہتا اور میرا خیال ہے مسٹر ہاربن گال تمہیں سامنے رکھتے ہوئے یہ رعایت ضرور کر دیتے۔“ ویڈینا نے پھلکے سے انداز میں گردن ہلائی۔ بعد میں مسٹر ہاربن گال نے ہماری خاطر مدارات کا سلسلہ شروع کر دیا اور اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ اس خاطر مدارت میں انہوں نے کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ میں نے جو رقم تبدیل کرائی تھی وہ بھی اتنی تھی کہ کینری پہنچنے کے بعد مجھے بار سلونا تک کے سفر میں کوئی دقت نہ ہوتی اور پھر سچی بات یہ تھی کہ میں کونسا نیک فطرت انسان تھا اگر رقم کی ضرورت آتی تو اول تو بار سلونا میں اس کا بندوبست ہو سکتا تھا۔ لیکن اشمیر کی حیثیت سے میں نے جو دقت وہاں

گزارا تھا اس میں تھوڑی سی معلومات اور بھی حاصل کر لی تھیں۔ رقم کے حصول کے لیے کسی کی گردن دبانا میرے لیے کوئی مشکل کام نہیں تھا لیکن بس اتنی گردن دبا سکتا تھا اپنے کسی ذاتی مقصد کے لیے کہ دوسرا زیادہ سے زیادہ ہوش و حواس سے بیگانہ ہو جائے اور میرا کام بن جائے۔ دنیا میں جینے کے یہی ڈھنگ رائج ہو چکے ہیں۔ میں کیا کر سکتا تھا۔ بہر حال میں نے تبدیل کرانے والی رقم میں سے ایک بڑی رقم نکال کر الگ کر لی تھی جو پر تگالی کرنسی ہی میں تھی۔ ویڈیو کو میں نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے مسائل بھی میری نگاہوں کے سامنے تھے اور ابھی تک اس نے محبت اور اپنائیت کا ثبوت دیا تھا۔ اس پر مجھے کوئی شبہ نہیں رہ گیا تھا۔ بہر حال میری یہاں سے کینری تک روانگی کے لیے جو انتظامات کرنے تھے ہاربن گال کو کرنے تھے۔ مجھے اس سلسلے میں کوئی دقت نہیں ہوئی تھی۔ البتہ دوپہر کو جب مجھے ہاربن گال کی طرف سے مسیج ملا کہ لانچ روانگی کو تیار ہے اور ایک گھنٹے کے اندر اندر مجھے ساحل پر پہنچ جانا ہے تو میں نے ویڈیو کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”ڈیئر ویڈیو، تم سے کوئی جھوٹا وعدہ کرتے ہوئے میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ دوبارہ میری تم سے ملاقات ہوگی لیکن تمام سچائیوں کو سامنے رکھتے ہوئے میں تمہارا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ جو کام تم نے میرے لیے کر دیا ہے شاید کسی اور ذریعے سے وہ اتنا آسان نہ ہوتا۔ میں تمہیں کبھی نہیں بھولوں گا ویڈیو۔ آئی ایم سوری ہم لوگ جدا ہو رہے ہیں بہر حال۔“

ویڈیو کی آنکھوں میں آنسو ابھر آئے۔ یہ آنسو اس کے رخساروں پر بہتے رہے۔ اس نے کہا۔

”ہائی ڈیئر پارکر، محبت کا کوئی مرکز نہیں ہوتا۔ کب کہاں کس سے دل لگ جائے میں تمہارے جانے کے بعد بہت عرصہ تک اداس رہوں گی۔ ایک مختلف کردار ملا ہے مجھے، خیر اور کیا کہوں اس سلسلے میں؟“

میں نے ایک لفافہ ویڈیو کو دیتے ہوئے کہا۔ ”اس میں میرے کچھ دلی جذبات چھپے ہوئے ہیں ویڈیو میرے جانے کے بعد یہ لفافہ کھولنا۔“

ویڈیو نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا پھر کچھ نہ سمجھتے ہوئے لفافہ اپنے لباس میں رکھ لیا۔ اس کے بعد وہ مجھے ساحل تک چھوڑنے آئی۔ یہاں ہاربن گال موجود تھا۔

اپنے آفس میں اس نے ہم سے ملاقات کرتے ہوئے کہا۔

”مسٹر پارکر آپ کو خلاصی کی وردی پہننا پڑے گی، لانچ میں آپ خلاصی کا کام نہیں کریں گے لیکن کم از کم چیکنگ کے دوران اپنے آپ کو خلاصی ہی ظاہر کریں گے اگر چیکنگ ہوئی تو۔ ویسے میں نے اپنے ایک خلاصی کو ڈراپ کیا ہے اور اس کی حیثیت سے آپ کو لے جا رہا ہوں۔ ہمارے اس سفر کی نوعیت کچھ قانونی ہے کچھ غیر قانونی بہر حال تفصیل سمجھنا آپ کے لیے ضروری نہیں ہے۔ آپ براہ کرم اب لانچ پر چلے جائیے۔ وہاں آپ کو گائیڈ کر دیا جائے گا۔“ میں نے ویڈیو سے آخری ملاقات کی اور وہ بے اختیار رو پڑی۔ میں بھی کسی قدر افسردہ سا ساحل کی جانب چل پڑا تھا۔

لانچ پر خلاصی کی حیثیت سے سفر کرنے کا تجربہ میرے لیے دلچسپ بھی تھا اور خوشگوار بھی۔ میں نے وہاں کے برج سنبھال لیے تھے۔ ہاربن گال نے جس چیکنگ کا شبہ ظاہر کیا تھا وہ کہیں نہ ہوئی۔ لانچ پر نکال کی بیرونی حدود سے آگے نکل آئی اور کوئی ایسا مرحلہ پیش نہ آیا جسے چیکنگ کا مرحلہ کہتے ہیں۔ بحرا و قیاموس میں میرا یہ سفر جاری رہا۔ میں نے مختصر ”لوگوں سے شناسائیاں بھی کر لی تھیں۔ بہر حال اس سفر میں ایسا کوئی قابل ذکر واقعہ پیش نہیں آیا جس کی تفصیل درج کی جائے۔ لانچ کینری کے ساحل پر پہنچ گئی۔ میڈوریا سے کینری تک کا یہ سفر نہایت خوشگوار گزارا تھا اور مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی تھی۔ یہاں میں نے اپنا لباس وغیرہ تبدیل کر لیا۔ غالباً لانچ کی یہاں آمد قانونی تھی کیونکہ کسٹمر کے حکام وغیرہ نے باقاعدہ لانچ کی چیکنگ بھی کی تھی۔ پتا نہیں یہ کس قسم کی اسمگلنگ تھی۔ ریگولٹری ایک شخص سے میرا خصوصی طور پر تعارف کرایا گیا تھا اور لانچ پر بھی اسی سے میرا رابطہ رہا تھا۔ جب میں نے لباس وغیرہ تبدیل کر لیا تو ریگولٹری نے کہا۔

”اور اس کے بعد آپ چند اور خلاصیوں کے ساتھ کینری کی سیر کو نکلیں گے مسٹر پارکر اور اس کے بعد کہاں جائیں گے، یہ صرف آپ جانتے ہیں۔ یہاں سے ہم اپنا ایک اور آدمی اپنے ساتھ لیں گے جو آپ کی جگہ واپسی کا سفر کرے گا۔“

”تھینک یو مسٹر ریگولٹری۔“ میں نے کہا اور جب پانچ خلاصیوں کی ایک ٹولی کینری کی سیاحت کو نکلی تو میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ جزیرہ کینری میرے لیے اجنبی جگہ نہیں تھی۔ یہاں میں ایک بہت بڑا کارنامہ سرانجام دے چکا تھا۔ ایک بار پھر یہی جزیرہ میرے

قدموں تلے آگیا تھا لیکن اس وقت کوئی اور بھی میرے ساتھ تھا۔ میرے ذہن میں ماضی کی یادیں تازہ ہونے لگیں۔ یہاں بہت اچھا وقت گزرا تھا۔ میں یہاں سے نکلنے کے بارے میں بھی تفصیلات جانتا تھا۔ غرض کہ اب میرا لانچ وغیرہ سے کوئی تعلق نہیں رہا تھا۔ میں نے کینری سے بارسلونا تک جانے کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ دو دن جزیرہ کینری میں قیام کیا اور اس کے بعد بالا آخر بار سلونا چل پڑا۔ میرے دل و دماغ میں عجیب سی ہلچل مچی ہوئی تھی۔ مجھے وہ تمام مناظر یاد آرہے تھے۔ میری آنکھوں میں سعید خان بھی گھوم رہا تھا۔ آہ، سعید خان جب بھی یاد آتا تھا دل کے گوشوں میں غم و اندہ کا طوفان امنڈنے لگتا تھا۔ بہت اچھا انسان تھا وہ اور بلاشبہ اس نے میرے مشن کو اتنا آسان کر دیا تھا کہ میں اسے کبھی نہیں بھول سکتا تھا۔ بارسلونا تک کا سفر بالا آخر اختتام کو پہنچا اور یہاں آکر میں نے اپنے ذہن سے وہ تمام کمولت جھٹک دی جو اب تک مجھ پر طاری تھی۔ اگر کمولتوں کا شکار رہتا تو وہ مستعدی نہیں پیدا ہو سکتی تھی جو یہاں آنے کے بعد مجھے درکار تھی۔ کرنسی کا جائزہ لیا مقدار اتنی تھی کہ عارضی طور پر چند روز گزار سکتا تھا اس کے بعد کرنسی کا بھی بندوبست کرنا ہوگا۔ ایک معمولی سے ہوٹل میں قیام کیا اور اس کے بعد بارسلونا کے اسٹور سے اعلیٰ درجے کا میک اپ کا سامان خریدنے لگا۔ مجھے اس کی اشد ضرورت تھی۔ حالانکہ میک اپ میں ایکپیرٹ نہیں ہوا تھا لیکن دو چار بار جب اپنے چہرے پر میک اپ کیا تھا تو رشید ناگی نے اس کی تعریف کرتے ہوئے کہا تھا کہ چیف آپ نے یہ شعبہ بھی بڑی خوش اسلوبی سے سنبھال لیا ہے۔ بہر حال جب بھی کسی اہم میک اپ کی ضرورت پیش آتی تو رشید ناگی ہی اپنے متعین کردہ نمائندوں سے میک اپ کرایا کرتا تھا، اب تو سب سے رابطے کئے ہوئے ہیں۔ تاہم میں نے نہایت ہوشیاری سے لیتھ اشمیر کی صورت کو نگاہوں میں رکھتے ہوئے میک اپ کا سامان وغیرہ خریدا تھا۔ پہلے تو یہ جائزہ لیتا تھا کہ لیتھ اشمیر کو کھونے کے بعد مافیا کے رہنماؤں نے اپنے اس کیریئر کو قائم رکھنے کے لیے کیا کارروائیاں کی ہیں، ہو سکتا ہے انداز بدل دیا گیا ہو۔ اس کا جائزہ لینے کے لیے مجھے بارسلونا میں لیتھ اشمیر کی اس خانقاہ تک جانا پڑا۔ خانقاہ کے اطراف کے جو مناظر میری نگاہوں کے سامنے تھے ان سے ایک لمحے میں یہ اندازہ ہو گیا کہ لیتھ اشمیر کا کھیل جاری ہے۔ زائرین کی ٹولیاں خانقاہ کے اطراف میں بکھری ہوئی تھیں۔ یہ سب سے بہترین

ذریعہ تھا۔ لیتھ اشمیر کے معتقدین اشمیرس ہر وہ کام اعتقاد کی بنیادوں پر کیا کرتے تھے جو عام حالات میں مشکل ہو۔ مافیا کو اس سے زیادہ اور کیا چاہیے تھا۔ انہیں جانباز سپاہی ملے ہوئے تھے جو اپنے روحانی پیشوا کے اشارے پر موت کا دہانہ کھولنے کے لیے تیار رہتے تھے چنانچہ لیتھ اشمیر کے کردار کو قائم رکھنا پڑا تھا۔ اب اس کردار کو کون سرانجام دے رہا ہے۔ یہ ایک الگ بات تھی ویسے درحقیقت اصل لیتھ اشمیر کے بعد جو کارروائیاں ہوئی تھیں وہ بے حد مضحکہ خیز تھیں۔ میں نے طویل عرصے تک ان کے روحانی پیشوا کا درجہ سنبھالے رکھا۔ اس کے بعد سعید خان نے یہ فرائض سرانجام دیے اور اب نبھانے کون گدھا یہاں بیٹھا ہوا ہے۔ خانقاہ کے معمولات جاری رہے۔ میں نے لیتھ اشمیر کی زیارت بھی کی۔ ویسے یہ شخص اپنا کام بڑی خوش اسلوبی سے سرانجام دے رہا تھا اور اس نے یقیناً لیتھ اشمیر کی حرکات و سکنات کا بغور جائزہ لیا تھا اور اس سے واقف تھا کیونکہ اس کا کردار نبھانے میں اسے کوئی دقت پیش نہیں آ رہی تھی۔ روحانی پیشوا کی حیثیت سے جس وقت وہ زائرین کے سامنے آیا تو میں بھی انہی زائرین میں شریک تھا۔ خانقاہ سے میری اس قدر واقفیت تھی کہ مجھے خفیہ طور پر بھی اس میں داخل ہونے میں کوئی دقت پیش نہیں آ سکتی تھی۔ اب یہاں کسی بھی مسئلے میں بہت زیادہ وقت ضائع کرنا بے سود تھا۔ مجھے اپنی کارکردگی میں جس قدر تیزی اختیار کرنا پڑی وہ میرے لیے بہتر ہے ورنہ کہیں بھی کوئی ایسا مرحلہ درپیش آ سکتا ہے جس سے مجھے دفتوں کا سامنا کرنا پڑ جائے۔ دل و دماغ میں ایک آگ لگی ہوئی تھی۔ سعید خان کا انتقام میں اس طرح لینا چاہتا تھا کہ دل کو تسلی ہو سکے۔ اس کے علاوہ اپنے وطن میں جو انتظامات کر کے آیا تھا ان کے بعد اپنے آپ کو ان ذمے داریوں سے بری الذمہ سمجھتا تھا جو میں نے خود پر لادی تھیں۔ ایک ایسے عمل کا آغاز ہو گیا تھا کہ میں یا وہ لوگ قائم رہیں یا نہیں جن کے سپرد میں نے یہ ذمے داری کر دی ہے۔ ایک عمل جاری رہے گا۔ ایک سسٹم بن گیا تھا اور اس سسٹم کے تحت پاکستان کے مفادات کے لیے ہمیشہ کام ہوتا رہے گا۔ اس کام کی نوعیت سیاسی نہیں تھی۔ یہ صرف ایک خراج تھا اپنے وطن کی سرزمین کو ان تمام افراد کا جو میرے مشن پر کام کر رہے تھے۔ وطن عزیز کو فائدہ پہنچتا رہے بس اس کے علاوہ اور کوئی مقصد نہیں تھا ہمارا۔ اب میں اپنی ذات کے لیے سرگرداں تھا۔ آخر کب تک عمریو نہی گنوا رہوں گا۔ زندگی کو کسی ایک مرحلے پر تو

پہنچنا چاہیے۔ بہت سے فیصلے کیے تھے میں نے تمنائوں میں بیٹھ کر اور اب اپنے فیصلوں پر عملدرآمد کر رہا تھا۔ بہر حال یہاں قیام کی پہلی رات تو میں نے صورت حال کا جائزہ لینے میں گزاری۔ دوسرا دن بھی محتاط انداز میں ماحول کا جائزہ لیتے ہوئے گزارا۔ کچھ تبدیلیاں ضرور پائی تھیں۔ مثلاً یہ کہ یہاں سکیورٹی سخت کر دی گئی تھی۔ سادہ لباس میں ہی کچھ مسلح افراد جو یقیناً "اشمیرس" نہیں تھے، آس پاس میں گھومتے ہوئے نظر آتے تھے۔ ان کی نگاہیں ایک ایک شخص کو ٹٹولتی تھیں یا تو یہ صرف احتیاط کے طور پر تھا یا پھر ہو سکتا ہے ان کے پاس کچھ ہتس ہوں۔ میں نے ایک زائر کی حیثیت سے خانقاہ کے اطراف کا جائزہ لیا اور بالا آخر ایک ایسی جگہ منتخب کر لی جہاں سے میں خانقاہ میں داخل ہو سکا تھا۔ لیتھ اشمیر چونکہ اپنا کردار بڑے پراسرار طریقے سے ادا کرتا تھا اور اس کے لیے اس نے چند ایسے خفیہ راستے بنا رکھے تھے جن سے وہ دوسروں کی نگاہوں میں آئے بغیر باہر آ اور جاسکتا تھا۔ میں ان راستوں سے بخوبی واقف تھا۔ ایک مخصوص جگہ تک پہنچنا تو ذرا مشکل کام تھا لیکن اس کے بعد میرے سامنے ایسے راستے موجود تھے جن سے میں بہ آسانی لیتھ اشمیر کی خفیہ رہائش گاہ تک پہنچ سکتا تھا۔ میں نے یہاں بھی مسلح افراد کو گشت کرتے ہوئے دیکھا اور ان کی نگاہوں سے بچنے کے لیے ہر ممکن طریقہ کار اختیار کرتے ہوئے بالا آخر اس مخصوص جگہ تک پہنچ گیا جہاں سے میں اندر داخل ہو سکتا تھا۔

لرزتے اور دھڑکتے دل کے ساتھ میں اس جگہ پہنچ گیا جہاں سے لیتھ اشمیر کی رہائش گاہ تک رسائی مشکل کام نہیں تھا۔ یہاں کسی انسان کا وجود بھی نہیں تھا۔ تاریکی میں محتاط قدم اٹھاتا ہوا بالا آخر خانقاہ کے بالکل اندرونی حصے میں پہنچ گیا۔ لیتھ اشمیر نے اپنی رہائش کے لیے وہی جگہ مخصوص کی تھی جسے لیتھ اشمیر کی حیثیت سے پہلے لیتھ اشمیر پھر میں اور پھر سعید خان استعمال کرتے رہے تھے۔ اس رہائش گاہ میں مدہم روشنی پھیلی ہوئی تھی اور اس مدہم روشنی میں جب میں نے جھانک کر دیکھا تو لیتھ اشمیر کے میک اپ میں ایک شخص ایک خوبصورت بیڈ پر نیم دراز تھا۔ سامنے میز پر شراب رکھی ہوئی تھی اور اس کے برابر ایک مست شباب جس کا تعلق یقیناً "اسپین" ہی سے تھا خوبصورت لباس میں ملبوس لیتھ اشمیر کی معیت میں شراب نوشی کر رہی تھی۔ گویا یہ لوگ رنگ رلیاں منا رہے تھے۔ مجھے وہاں کے قواعد بھی معلوم تھے۔ ایک مخصوص وقت کے بعد لیتھ اشمیر کے پاس

کسی کو آنے جانے کی اجازت نہیں تھی۔ یہاں تک کہ سکیورٹی گارڈ بھی اتنے فاصلے پر رہا کرتے تھے کہ جب تک لیتھ اشمیر خود انہیں طلب نہ کرے ان میں سے کوئی کسی آواز پر وہاں نہ پہنچ سکے۔

میرے ہونٹوں پر ایک سفاک مسکراہٹ پھیل گئی۔ تقدیر نے مجھے وہ موقع فراہم کر دیا تھا کہ میں سعید خان کے قاتلوں میں سے ایک اور قاتل کو کیفر کردار تک پہنچا سکوں اور اپنے منصوبے کی تکمیل بھی کر سکوں۔

چند لمحات میں اطراف کا جائزہ لیتا رہا اور یہ پلاننگ کرتا رہا کہ اندر داخل ہونے کے بعد مجھے ابتدائی عمل کیا کرنا چاہیے۔ میں وہاں کی بجولیشن سے پوری طرح فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔ دیر تک جائزہ لیتا رہا اور یہ اندازہ لگانے کی کوشش کرتا رہا کہ دونوں کس قدر پیچھے ہیں یا لیتھ اشمیر کے میک اپ میں جو شخص ہے اس وقت اس کی جسمانی کیفیت کیا ہے۔ اس دروازے کو بھی آزمایا جس سے مجھے اندر داخل ہونا تھا پھر ایک مکمل لاکھ عمل مرتب کرنے کے بعد میں برق رفتاری سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا اور پلٹ کر دروازہ بند بھی کر دیا تاکہ کسی قسم کی بیرونی مداخلت کا خطرہ نہ رہے۔ ان دونوں نے میری آمد کو محسوس کیا اور ہکا بکا رہ گئے۔ میں ان کے سامنے جا کھڑا ہوا تھا۔ میری بدن میں برق دوڑ رہی تھی اور اس وقت میں ہر صورت حال سے نمٹنے کے لیے تیار تھا کیونکہ میرے لیے یہ زندگی اور موت کا مسئلہ تھا، لیتھ اشمیر کے میک اپ میں جو شخص تھا وہ پتھرایا ہوا مجھے دیکھ رہا تھا۔ کچھ دیر کے وہ سنبھلا اس نے اپنے جسم کو جنبش دی تو میں نے آگے بڑھ کر اس کی گردن پر انگوٹھا رکھ دیا اور انگوٹھے ہی کی قوت سے اسے کھڑا کر دیا پھر میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر پہلے مجھے اپنی تلاشی دو اس سے پہلے اگر تم نے ذرا برابر جنبش کی تو یہ سمجھ لو یہی انگوٹھا میں تمہارے حلق تک پہنچا دوں گا کیا سمجھے؟“

شراب جہاں انسان کو ہوش و حواس سے بیگانہ کرتی ہے وہیں اس میں اعصابی کمزوریاں بھی پیدا کر دیتی ہے۔ میری آواز کی غراہٹ نے اسے متاثر کر دیا تھا۔ وہ سیدھا کھڑا ہو گیا اور میں نے ایک لمحے میں اس کے لباس کی تلاشی لے ڈالی۔ عورت کی جانب سے بھی میں غافل نہیں تھا۔ وہ نیم مدہوشی کے انداز میں دونوں کنیاں نکائے پھٹی پھٹی

خوفزدہ آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ بھلا کیف و سرور کے ان لمحات میں اسلحے کی کیا گنجائش ہو سکتی تھی۔ چنانچہ اس وقت لیتھ اشمیر کے میک اپ میں موجود شخص کے پاس کوئی قلم تراش چاقو تک نہیں تھا۔ میں نے اسے انگوٹھے ہی کے بل پر پیچھے دھکیل دیا اور اس سے دو قدم پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔

”یقینی طور پر تم مجھے نہیں پہچان سکے ہو گے مائی ڈیئر۔ میں تمہیں لیتھ اشمیر کے نام سے تو مخاطب نہیں کروں گا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ تم لیتھ اشمیر نہیں ہو۔ اپنے بارے میں بتانا پسند کرو گے مقدس روحانی پیشوا کہ تمہارا اصل نام کیا ہے؟“

”کک..... کون ہو تم اور یہاں تک کس طرح پہنچ گئے؟“

”پہلے تم اپنا چہرہ اس میک اپ سے بے نیاز کر دو اور اس کے لیے بہتر ہے کہ تم اپنے ہی ہاتھ استعمال کرو۔ اگر میرے ہاتھ استعمال ہوئے تو ہو سکتا ہے کچھ اصل چیزیں بھی تمہارے چہرے سے جدا ہو جائیں جو ذاتی نوعیت کی ہوں۔“

”مم..... مگر مگر آخر تم ہو کون؟“

”کیا مار کھائے بغیر میری ہدایت پر عمل نہیں کر سکتے۔ میں تمہارے جسم کی ہر ہڈی توڑ دوں گا اگر تم نے فوراً ہی میری بات پر عمل نہیں کیا؟“

اس نے لرزتے ہوئے ہاتھوں سے اپنے چہرے سے میک اپ اتارنا شروع کر دیا اور جو چہرہ اس میک اپ کے پیچھے تھا اسے دیکھ کر میرے دل پر ٹھنڈک کی ایک بوند پڑی۔ مابعد میں اس شخص کے سامنے میری پیشی ہوئی تھی اور جو سعید خان کے قاتلوں میں شامل تھا۔ نہ سے رگ و پے میں چنگاریاں دوڑ رہی تھیں۔ میں نے عورت کو دیکھا اور کہا۔

”کبھی کبھی گیسوں کے ساتھ گھن بھی پس جاتا ہے تمہیں اسی شخص کے ساتھ موت نصیب ہوئی تھی میڈم۔ خبردار اپنی جگہ سے جنبش نہ کرنا۔“ میں نے عورت کو سنبھالتے ہوئے دیکھ کر کہا۔ مافیا کا رکن اعصابی طور پر خود پر قابو پانے کی کوشش کر رہا تھا۔ چند لمحات کے بعد اس نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تم یہاں سے بچ کر نکل جاؤ گے تو اس خیال کو اپنے دل سے نکال دو۔ تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔“

”کیا نام ہے تمہارا؟“ میں نے سوال کیا۔

”لیتھ اشمیر۔“ اس نے کہا اور میرا ایک زوردار تھپڑ اس کے گال پر پڑا۔ اس کی گردن ٹیڑھی ہو گئی تھی اور وہ گرتے گرتے بچا تھا۔ اس تھپڑ کی قوت سے ہی اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ مد مقابل کس پائے کا ہے۔

”کیا نام ہے تمہارا؟“ میں نے سرد لہجے میں سوال کیا۔

”آر تھرپال۔“

”مافیا کے نمائندے ہو؟“

”تم کون ہو؟“ اس نے سوال کیا اور میں نے اس کے دوسرے گال کو بھی تھپڑ سے محروم نہ رہنے دیا۔ وہ گر پڑا تھا۔ میں نے گریبان سے پکڑ کر اسے اٹھایا اور بٹھا دیا۔

”مسٹر آر تھرپال میرا نام دانش منصور ہے۔ بہت معمولی سا میک اپ ہے میرے چہرے پر۔ تم نے میری آواز سے بھی اندازہ نہیں لگایا۔“ میرے ان الفاظ سے اس کے بدن میں تھر تھری دوڑ گئی۔

”تو..... تم..... تم.....“

”ہاں ہاں کہو، کیا خیال تھا میرے بارے میں تمہارا؟“ مگر اس نے جواب نہیں دیا اور خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا۔

”خیر مائی ڈیئر آر تھرپال میں جانتا ہوں کہ تم مجھے زیادہ کچھ نہیں بتاؤ گے اور مجھے تم سے کوئی خاص معلومات بھی نہیں حاصل کرنا۔ میں تو اس شخص کے بارے میں تم سے کچھ آفٹاکو کرنا چاہتا ہوں جسے تم نے اذیتیں دے دے کر قتل کر دیا تھا۔“

”کون کس کی بات کر رہے ہو؟“

”وہ نمائندہ جو تم سے پہلے تمہاری جگہ لیتھ اشمیر کا کردار ادا کر رہا تھا۔“

”مگر وہ تو..... وہ تو“ سرکاری آدمی تھا۔“

”چلو یہ بھی مان لیتے ہیں۔ تعلق کون سے ملک سے تھا۔ میرا ہم وطن تھا نا وہ؟“

”مم..... مگر اس میں تو اور بھی لوگ شامل تھے۔ روز آرگنائزیشن اور ڈان سینٹر

کا وہ منکار چور بھی جو تمہیں اپنے ساتھ لے گیا تھا۔“

”وہ منکار چور بھی اب اس دنیا میں نہیں ہے اور دوسرے نمبر پر تم ہو“

روز آرگنائزیشن کے اس نمائندے کو بھی میں، تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ زندہ نہیں چھوڑوں گا لیکن تم نے اس پر جو ظلم کیا اس وقت تمہیں اس کی سزا مل رہی ہے۔

”نکو اس مت کرو تم میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔“ آر تھرپال اچانک اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔ میں اس وقت کوئی بڑا ڈراما کرنے کے موڈ میں نہیں تھا۔ آگے کے بہت سے کام تھے۔ جونہی وہ کھڑا ہوا میں نے اس کی پنڈلی پر ایک زور دار ٹھوکر رسید کی اور یہ ٹھوکر ایسی تھی کہ اس کے پاؤں زمین سے اکھڑ گئے اور کروٹ ہی کے بل گر پڑا۔ عورت کی چیخ نکلی تھی اور اس نے اٹھ کر دروازے کی جانب بھاگنے کی کوشش کی تھی لیکن میں نے اسے بالوں سے پکڑ لیا، خوبصورت ریشمی بال میری مٹھی میں جکڑ گئے۔ میں نے آر تھرپال کا بھی سر پکڑا اور دونوں کے سر اتنی طاقت سے ٹکرائے کہ عورت کا تو کام ہی تمام ہو گیا۔ سر میں تو خیر جو چوٹ لگی ہوگی، لگی ہی ہوگی لیکن پیشانی کی کھال بھی پھٹ گئی اور اس کے چہرے پر خون کی لکیریں بننے لگیں۔ وہ دونوں ہاتھ پھیلا کر اندھوں کی طرح فضا میں ٹولتی ہوئی اوندھے منہ نیچے آرہی۔ آر تھرپال بھی چکرا گیا تھا۔ سر ٹکرانے کی آواز ہی اتنی زور دار تھی کہ یقین نہ آئے پھر میں نے آر تھرپال کے دونوں سائیڈ کے جڑے پکڑے اور وحشیانہ انداز میں اس کی گردن کو مخالف سمت موڑ دیا۔ گردن کی ہڈی ٹوٹنے کی آواز خاموش فضا میں ابھری تھی اور آر تھرپال کے منہ سے دو چچکیاں نکلی تھیں۔ اس کے بعد اس میں زندگی باقی نہ رہی۔ لڑکی اس تمام ماحول کی چشم دید گواہ تھی اور میں کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔ میں نے اس کے زرخرے پر انگوٹھا جمایا اور دباؤ ڈالنے لگا۔ اس نے شدید جدوجہد کی تھی لیکن میں جانتا تھا کہ جو عمل مجھے کرنا ہے اس کے لیے کسی رعایت کی گنجائش نہیں ہے۔ چند لمحات کے بعد لڑکی کو حقارت سے دیکھا۔ سعید خان کے قاتلوں کے لیے بھلا میرے دل میں رحم کی کیا گنجائش ہو سکتی تھی۔ اب ان دونوں کی لاشوں کو ٹھکانے لگانے کا مسئلہ تھا۔ میں نے خصوصاً آر تھرپال کے جسم سے لباس اتارا۔ میں جانتا تھا کہ یہ لاشیں مجھے کہاں ٹھکانے لگانا ہیں۔ اس زمین دوز غار کے بارے میں اچھی طرح جانتا تھا۔ میں اسلے لیتھ اشمیر اپنے دشمنوں کو ٹھکانے لگاتا تھا یہ ایک خوفناک جگہ تھی۔ بار سلونا۔ باڑی علاقے میں واقع تھی۔ اس جگہ کے بارے میں یقینی طور پر بہت سے لوگوں کو معلومات حاصل تھیں۔ البتہ ان لاشوں کو وہاں تک لے جانے میں مجھے

خاصی محنت کرنا پڑی تھی اور اس کے بعد ان تاریکی گڑھوں میں جہاں نجانے کیسے کیسے حشرات الارض موجود ہوں گے میں نے ان دونوں لاشوں کو دھکیل دیا اور اپنے کام سے فارغ ہونے کے بعد پر اطمینان قدموں سے چلتا ہوا واپس اس جگہ آگیا جہاں لیتھ اشمیر کی رہائش گاہ تھی۔ نہایت محفوظ جگہ تھی۔ بس یہاں تک پہنچنے کا مسئلہ اہمیت رکھتا تھا۔ ابھی مجھے بہت سے کام کرنا تھے۔ دلچسپ بات یہ تھی کہ جس کردار کی ادائیگی مجھے دوبارہ کرنا تھی اس کے معمولات سے بہترین واقفیت رکھتا تھا۔ آئینہ سامنے رکھ کر میک اپ کے سامان سے اپنے چہرے کو لیتھ اشمیر کا رنگ دینے لگا اور کچھ دیر کے بعد مطمئن انداز میں گردن ہلا دی۔ اب تک کی مہارت کام آئی تھی اور مجھے یقین تھا کہ عام لوگ اس بات میں ذرہ برابر شبہ نہ کر پائیں گے کہ میں لیتھ اشمیر ہوں یا نہیں۔ ان معمولات کی بھی خوب مشق تھی جو لیتھ اشمیر کے معمولات تھے بہر حال یہاں تک تو کامیابی نے میرے قدم چومے تھے لیکن اب چونکہ لیتھ اشمیر کا دوسرا نمائندہ لیتھ اشمیر کے فرائض انجام دے رہا تھا اس لیے کچھ نئے لوگوں کی شمولیت بھی ہوئی ہوگی۔ مجھے احتیاط سے ان نئے لوگوں سے نمٹنا تھا۔ اس کا اندازہ مجھے بخوبی ہو گیا تھا کہ یہاں بار سلونا میں مافیا کو اپنے کام جاری رکھنے کے لیے ان اشمیرس کی ضرورت تھی جو لیتھ اشمیر کے بے دام غلام تھے اور ان سے لیتھ اشمیر بہت سے کام لیتا رہتا تھا۔ اس لیے مافیا کے نمائندے کو کوئی اور شکل دینے کے بجائے لیتھ اشمیر کی حیثیت سے یہاں رہنے کا حکم دیا گیا تھا۔ بہر حال میں نے ان لمحات سے فراغت حاصل کر لی تھی اور اب مجھے یہاں کی تلاشی لے کر ان ضروری امور سے واقفیت حاصل کرنا تھی جن کے تحت میں یہاں کچھ وقت گزار سکوں۔ پر تگال سے یہاں پہنچنا میرے لیے بعض اہم امور کے سلسلے میں ضروری تھا۔

میں صبح تک خاصی معلومات حاصل کر چکا تھا اور اس کے بعد صبح کے معمولات کا آغاز ہو گیا۔ ایک شخص نے مجھ سے ملاقات کی جس کا نام کارپن تھا۔ کارپن، آر تھرپال کا اسسٹنٹ تھا اور ایک طرح سے اس کا دست راست۔ اس نے کچھ ایسے الفاظ ادا کیے تھے جن کی بنا پر مجھے یہ احساس ہو گیا تھا۔ بہر حال یہ لمحات میرے لیے امتحان کے لمحات تھے اور میں کارپن سے گفتگو کے دوران یہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ اس نے مجھے آر تھرپال کی حیثیت قبول کر لیا ہے یا نہیں۔ حالانکہ میں آر تھرپال کی آواز کی مکمل کاپی

کرنے میں کامیاب نہیں ہوا تھا لیکن اس کے لیے میں نے کھانس کھانس کر اپنی طبیعت کی خرابی کا اظہار کیا اور اسے بتایا کہ مجھے شدید نزلہ ہو گیا ہے۔ کارپن نے اپنی دن بھر کی کارکردگی کی تفصیلات میرے سامنے رکھیں اور میں اسے ہدایات دیتا رہا پھر میں نے اس سے کہا۔

”اس بات کے امکانات ہیں کارپن کہ ہمیں ایک ہفتے کے لیے مناکو جانا پڑے۔ تم اپنی ان تمام تر ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ میرے اور اپنے مناکو جانے کے انتظامات بھی کرلو۔“

”اوکے چیف۔ وہاں کے لئے کوئی خاص بندوبست کرنا ہے؟“

”نہیں بالکل نہیں، ہم عام لوگوں کی حیثیت سے وہاں جائیں گے اور مناکو میں کسی مناسب ہوٹل میں قیام کر لیں گے۔“

”میں انتظامات کیے لیتا ہوں، اگر ہمیں روانہ ہونا ہوا تو کب روانہ ہوں گے چیف؟“

”جتنی جلد ممکن ہو۔“ کارپن نے اس سے زیادہ کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ میں نے ایک بہت آسان طریقہ کار دریافت کیا تھا۔ یہاں سے نکل جانے کا اور اس کے بعد مجھے باقی معمولات سے آگاہی حاصل کرنا تھی۔ البتہ کچھ ایسے انتظامات میں نے ضرور کیے کہ مناکو پہنچنے کے بعد مالی مشکلات کا شکار نہ ہوں۔ دل و دماغ میں عجیب سی کیفیت چھائی رہتی تھی، بس منزل کا متلاشی تھا لیکن خود ہی منزل سے دور بھی ہٹنا چاہتا تھا۔ شاید ان دنوں میں شدید نفسیاتی دباؤ کا شکار ہو گیا تھا۔ اپنے آپ کو اس دباؤ سے آزاد کرنے کی کوششوں میں بھی مصروف تھا لیکن بات بن نہیں پا رہی تھی۔ ایک راستہ چھوڑ دیا تھا۔ ایک منزل ذہن پر چھا گئی تھی۔ اب اس بات کا پورا پورا اطمینان تھا مجھے کہ مٹھل شاہ اور رشید ناگی مل کر میرے اس مشن کو آگے سے آگے بڑھاتے چلے جائیں گے جو میرے دل کی آواز تھا۔ میں اپنے آپ کو تلاش کر کے اپنے لیے سکون کی وہ ادایاں چاہتا تھا جن کی آرزو اب میرے دل میں اترنے لگی تھی۔

”پورا دن پر سکون گزر گیا۔ میں نے اپنے تمام معمولات خوش اسلوبی سے نبھائے تھے۔ یہاں بار سلونا میں لیتھ اشیر کے اتنے اہم تعلقات تھے کہ کارپن کے لیے مناکو

روانگی کی تیاریاں کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ اسی شام اس نے تمام کاغذات وغیرہ میرے سامنے رکھ دیے تھے۔ اس نے کہا۔

”بس اب مناکو روانگی کے لیے چیف۔ جیسا بھی آپ پسند کریں۔“

”یہاں سب معمولات تقریباً میں نے سنبھال لیے ہیں اور ایک ہفتے کی غیر موجودگی کسی کے لیے الجھن کا باعث نہیں ہوگی۔ ہم جلد از جلد یہاں سے کب روانہ ہو سکتے ہیں کارپن۔“

”کل دوپہر کو چیف ساڑھے بارہ بجے۔“

”بس تو تم مکمل تیاریاں کرلو اور سنو یہ کام نہایت رازداری سے کرنا ہے۔ وہاں پہنچ کر اگر ہمارا کام جلدی ہو گیا تو ضروری نہیں ہے کہ ہماری واپسی میں کتنا ہی وقت لگ جائے۔“ کارپن نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا دی۔ میرے دل میں ہر طور اس وقت تک خدشات جاری رہے تھے جب تک کہ دوسرے دن صبح میں اور کارپن مناکو کے لیے روانہ نہ ہو گئے۔ ہم نے سفر کی بات بالکل خفیہ رکھی تھی۔ مجھے اس سفر کے آغاز کے بعد ہی یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ کارپن آنکھیں بند کر کے مجھ پر بھروسہ کرتا ہے میرا مطلب ہے آر تھرپال پر۔ اس نے کسی تشویش کا اظہار نہیں کیا تھا۔ جہاں تک میرے انداز کا تعلق تھا میں نے اسے بھی اپنی زندگی کی شدید محنت کر کے قائم رکھا تھا اور اس کی کامیابی مجھے نظر آگئی تھی۔ بالا آخر ہم مناکو پہنچ گئے۔ جنوبی یورپ میں بحیرہ روم میں فرانس کے ساحل پر واقع یہ چھوٹی سی مملکت جس کا سرکاری نام پرنسی پائی ڈی مناکو تھا اور یہاں بادشاہت قائم تھی۔ ملک پہ مکمل فرانسیسی اثرات تھے لیکن بڑی خوبصورتی سے اس کی ترتیب کی گئی تھی۔ ایک حسین ہوٹل میں ہمیں قیام گاہ مل گئی۔ یہاں تک آتے ہوئے کارپن نے ایک بار بھی یہ سوال نہیں لیا تھا کہ مناکو میں ہمیں کیا کرنا ہے؟ بہر حال اب اس کے بعد کارپن سے نجات حاصل کرنا ضروری تھا۔ میں نے بارہا اس شخص کو بھوکے نگاہوں سے دیکھا تھا کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ یہ مافیا کارکن ہے بلاشبہ وہی لوگوں میں شامل ہے جنہوں نے سعید خان کو زندگی سے محروم کیا تھا۔ اس کے باوجود مجھے یہ خیال بھی رکھنا تھا کہ کارپن بہر طور ایک چالاک آدمی ہے۔ میری لغزش کا ایک بھی لمحہ میرے لیے عذاب بن سکتا ہے۔ اس سے بھی مجھے محفوظ رہنا تھا۔

ہوٹل میں قیام کے بعد میں نے ایک دن وہاں گزارا اور اس کے بعد اپنے طور پر تیاریاں کرنے لگا۔ کام کے آغاز کے لیے مجھے کوئی صحیح طریقہ کار اختیار کرنا تھا۔ دوسرے دن کارپن کو ساتھ لے کر باہر نکل گیا۔ ایک ٹیکسی ہائر کی اور اس میں بیٹھ کر مناکو کے مختلف مقامات کی سیر کرتے رہے۔ کارپن نے صرف ایک بار پوچھا۔

”چیف آپ کو یہاں کسی کی تلاش ہے؟“

”ہاں ایک نہایت اہم شخص کی جو مافیا کے لیے کچھ مشکلات کا باعث بنا ہوا ہے۔“

”اس کے بارے میں کوئی خاص معلومات حاصل ہوئی ہیں۔“ میں نے نگاہیں اٹھا کر کارپن کو دیکھا تو وہ جلدی سے بولا۔

”سوری چیف اصل میں اس لیے پوچھ رہا تھا کہ اگر کوئی اہم مسئلہ ہو تو یہاں میرے بہت اچھے شناسا موجود ہیں۔ وہ ہماری مدد کر سکتے ہیں۔“

میں نے ایک ایسا علاقہ دیکھا تھا جسے ایک نگاہ دیکھنے پر ہی یہ اندازہ لگایا جاسکتا تھا کہ وہ گولف کلب ہے۔ سرسبز و شاداب گھاس اور اس پر ایسے نشانات نظر آرہے تھے جن سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہ گولف کلب ہی ہے۔ میں نے یہاں ٹیکسی رکوا دی اور کارپن نے جلدی سے ٹیکسی ڈرائیور کو بل ادا کر دیا۔ جب ٹیکسی نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تو میں نے گولف کلب کی جانب قدم بڑھاتے ہوئے کہا۔

”جس شخص کی مجھے تلاش ہے ڈیئر کارپن وہ گولف کا ایک نامور کھلاڑی ہے اور مناکو کے اس گولف کلب میں ہی نظر آتا ہے۔ ہم بالکل عام لوگوں کے مانند اس کی وسعتوں میں اسے تلاش کریں گے۔“

”ٹھیک ہے چیف جیسا آپ پسند کریں۔“

ہم گولف کلب کی وسعتوں میں چکرانے لگے۔ میں نے تاحد نظر نگاہ دوڑائی اور مجھے یہ اندازہ ہو گیا کہ اس وقت گولف کلب میں کوئی موجود نہیں ہے۔ یقینی طور پر یہاں آن کال ٹیم نہیں ہو رہا البتہ ان تمام حصوں میں چکراتے ہوئے میں نے اپنی پسند کی کچھ جگہیں تلاش کر لی تھیں۔ مثلاً ایک چھوٹی سی مصنوعی جھیل جو گولف کلب ہی کا ایک حصہ تھی اور غالباً کھیل ہی کے سلسلے میں اسے بنایا گیا تھا۔ جھیل کے اطراف اس قدر صاف ستھرے علاقے تھے کہ وہاں دور دور تک نگاہوں میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں ہوتی

تھی۔

گویا یہ اندازہ لگایا جاسکتا تھا کہ اس پاس کوئی موجود ہے یا نہیں، میری خوش قسمتی کہ اس وقت وہاں کوئی موجود نہیں تھا، کوئی ایسی بلند جگہ بھی نہیں تھی جہاں سے میرے اس عمل کے دیکھ لیے جانے کا امکان ہو۔ کارپن البتہ کچھ الجھا الجھا سا نظر آرہا تھا۔ غالباً موت نے اس پر سایہ ڈالنا شروع کر دیا تھا۔ اس سے نہ رہا گیا تو اس نے کہا۔

”چیف عموماً گولف کے میدان اس طرح خالی نہیں ہوتے۔ کچھ حیرت ناک سی خاموشی اور سناٹا ہے۔“

”ہاں بیٹھو۔“ میں نے جھیل کے قریب اپنے بدن کو اس طرح جنبش دی جیسے بیٹھنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ میرے حکم کو محسوس کر کے کارپن بھی نیچے بیٹھ گیا۔ میں یہی چاہتا تھا۔ جیسے ہی وہ بیٹھا میں نے جھک کر اس کی گردن میں عقب سے ہاتھ ڈال دیا اور اپنے بدن کی پوری قوت اپنی کھائی پر صرف کر کے کارپن کی گردن دبائے لگا۔ کارپن کے فرشتوں کو بھی ایسے کسی عمل کا اندازہ نہیں تھا۔ اس کے چند لمحوں میں تو حیرت ہی میں گزر گئے اور پھر جب وہ مدافعت کی پوزیشن میں آیا تو میں اس کی گردن کو اس طرح گرفت میں لے چکا تھا کہ وہ میری گرفت سے آزاد نہ ہوسکے حالانکہ وہ ایک توانا آدمی تھا لیکن اس وقت میری نگاہوں میں سعید خان کا وہ چہرہ تھا جس پر موت کھنڈی ہوئی تھی اور سعید خان اشارہ کر رہا تھا کہ میں اسے گردن دبا کر مار دوں۔ اس کی یہ کیفیت انہی لوگوں کی وجہ سے ہوئی تھی چنانچہ کارپن کی موت میں مجھے کوئی مشکل پیش نہیں آئی۔ جھیل میں جھلکتے ہوئے پانی میں میں نے عقب سے اس کے چہرے کے تاثرات دیکھے۔ اس کی زبان باہر نکل گئی تھی اور آنکھیں ناقابل یقین حد تک پھیل گئی تھیں پھر اس کے جسم میں ڈھیلا پن اور آنکھوں میں بے نوری نظر آئی تو میں نے اپنی گرفت کو آہستہ آہستہ کم کرنا شروع کر دیا اور پھر اسے زمین پر لٹا دیا۔ میں خود بھی اس کے نزدیک اس طرح بیٹھ گیا جیسے دو تھک جانے والے لوگ آرام کر رہے ہوں۔ ایک نیم دراز ہو اور دوسرا بیٹھا ہوا ہو۔

یہ پوزیشن اختیار کرنے کے بعد میں نے گردن موڑ کر ایک بار پھر چاروں طرف دیکھا اور یہ اندازہ لگانے کی کوشش کی کہ کوئی اس وقت میرے اس عمل کو دیکھ تو نہیں رہا پھر مطمئن ہونے کے بعد میں کارپن پر مصروف ہو گیا۔ میں نے اس کی جیب سے تمام

کاغذات، کرنسی اور دوسری چیزیں نکال لیں پھر نہایت پھرتی سے میں نے اس کا کوٹ اتار اور اس طرح اس کے جسم پر فٹ کر دیا کہ وہ کس جائے۔ اس کے بعد میں نے اسے اٹھا کر پوری قوت سے جھیل کے پیوں بچ پھینک دیا۔ کارپن آہستہ آہستہ پانی میں بیٹھتا جا رہا تھا۔ میں جانتا تھا کہ کچھ وقت کے بعد اس کی لاش سطح پر ابھر آئے گی لیکن مجھے اس کی بالکل پروا نہیں تھی۔ کارپن کی جیب سے نکالی ہوئی تمام چیزیں میں نے اپنے لباس میں منتقل کیں اور اس کے بعد وہیں لیٹھ اشمیر کا میک اپ اتار دیا۔ البتہ میک اپ کا یہ سامان میں نے اپنے پاس ہی محفوظ کیا تھا۔ اسے یہاں نہیں پڑا ہونا چاہیے تھا۔

ان تمام کاموں سے فراغت حاصل کرنے کے بعد میں نے جھیل ہی کے پانی میں اپنا چہرہ دیکھا اور مطمئن ہو کر وہاں سے پلٹ پڑا۔ میرے انداز میں بے پروائی تھی اور طبیعت میں فرحت کا احساس۔ سعید خان کے قاتلوں میں سے ایک اور کو میں نے جہنم رسید کر دیا تھا۔ گولف کلب کے آخری سرے تک آنے کے لیے طویل فاصلہ طے کرنا پڑا لیکن میرے بدن کو تھکن کا ذرا بھی احساس نہیں تھا کیونکہ میں ایک اچھے فرض سے سبکدوش ہوا تھا۔ اصل میں اول تو یہ عام دن تھے اور گولف کے کھیل کے رسیا اپنی مصروفیت کی وجہ سے ادھر نہیں آئے تھے۔ دوسرے موسم بھی کچھ سخت تھا اور کھیل کے لیے شاید ناموزوں۔ یہ میرا خیال تھا ورنہ میں گولف کے کھیل سے بالکل واقفیت نہیں رکھتا۔ میری اصطلاح میں یہ زندگی کے آخری لمحات کا کھیل ہوتا ہے۔ اتنا ہی بور اور اکتا دینے والا۔ کارپن کے لباس سے حاصل شدہ بیکار اشیاء اپنے چہرے کا میک اپ میں نے ایک ایسی مناسب جگہ پر چھپا کر رکھا جہاں سے وہ کسی کو دستیاب نہ ہو سکے۔

یہ سب کے بعد میں اپنی جگہ واپس پہنچ گیا جہاں میں نے ٹیکسی کو چھوڑا تھا لیکن ٹیکسی دوبارہ حاصل کرنے کے لیے مجھے دور تک کا سفر اختیار کرنا پڑا تب کہیں باکر ٹیکسی ملے۔ میں واپس اسی ہوٹل میں پہنچ گیا جہاں لیٹھ اشمیر کی حیثیت سے میرا قیام تھا۔ یہاں میں نے ایک کمرہ کرائے پر حاصل کیا۔ لیٹھ اشمیر کے کمرے کی چابی میں نے اپنے پاس ہی رکھی تھی۔ مکمل پروگرام کے تحت میں نے یہ سارے اقدامات کیے تھے۔ دوسرا کمرہ ایک اور منزل پر تھا اور اس کے حصول میں مجھے کوئی دقت پیش نہیں آئی تھی۔ میں نے یہاں اپنا نام بھی چھپچھپ کر کے ہی لکھوایا تھا۔ غرض کہ یہ کام بڑی خوش اسلوبی سے ہو گیا تھا اور

میں مناکو منتقل ہو چکا تھا۔ بعد میں میں نے اپنے چہرے کو مکمل درستگی کے ساتھ آراستہ کر لیا البتہ اب یہاں میری قانونی حیثیت مشکوک ہو گئی تھی۔ وہ کاغذات بھی تقریباً بے مقصد ہو گئے تھے جو لیٹھ اشمیر کی حیثیت سے میرے کمرے میں میرے سامان میں موجود تھے۔ البتہ موقع پا کر میں نے اپنا سامان اس کمرے سے اس نئے کمرے میں منتقل کر لیا۔ غیر ضروری چیزیں البتہ وہیں چھوڑ دی تھیں اور اس کمرے کی چابی ایک ڈسٹ بن میں پھینک دی تھی کیونکہ اب مجھے اس کی ضرورت نہیں تھی۔ اپنی نئی حیثیت سے یہاں قیام کرنے کے بعد اب مجھے دوسرے مرحلے کا آغاز کرنا تھا۔

مناکو سے ضرورت کے وقت نکلتا پرنگال اور بارسلونا کی نسبت زیادہ آسان تھا۔ چونکہ یہاں ابھی تک میرا کوئی دشمن موجود نہیں تھا۔ البتہ اب مجھے ٹٹ مین کے بارے میں تمام معلومات حاصل کرنا تھیں۔ جو اطلاع مجھے ٹٹ مین کے بارے میں ملی تھی، وہ بڑی مایوس کن تھی، لیکن ہو سکتا ہے کوئی ایسا روشن نقطہ نظر آجائے جو ناوہ کی نشاندہی کر دے اور مجھے اب اس کے لیے باقاعدگی سے کام کا آغاز کرنا تھا لیکن اس سے پہلے میں مناکو سے مکمل واقفیت حاصل کر لینا چاہتا تھا۔ چنانچہ تقریباً تین دن میں میں نے اس چھوٹے سے ملک کی آوارہ گردی میں گزارے اور اس کے بارے میں بڑی تفصیلی معلومات حاصل کیں۔ ان معلومات میں ٹٹ مین کے بارے میں تھوڑی سی معلومات بھی تھیں۔ جو مجھے ایک مقامی ٹیکسی ڈرائیور سے حاصل ہوئی تھیں۔ ٹیکسی ڈرائیور فرانس کا باشندہ تھا۔ اچھی شخصیت کا مالک پڑھا لکھا نوجوان۔ بہت سی باتیں کرتے ہوئے اس نے ٹٹ مین کے بارے میں بتایا۔

”ہاں یہ نام بہت معروف ہے مگر سنا ہے مسٹر ٹٹ مین کسی جرائم پیشہ گروہ سے تعلق رکھتے تھے؟“

”اس شخص کا تعلق ہی جرائم پیشہ گروہ سے تھا۔ بہت بڑا آدمی تھا۔ کہا جاتا ہے کہ شاہی خاندان سے بھی اس کا کچھ تعلق تھا، لیکن اس کی مجرمانہ فطرت کی بنیاد پر مناکو کے شاہی خاندان نے اسے خاندان سے خارج کر دیا تھا لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ وہ عموماً مناکو کے شاہی خاندان کی مدد کرتا رہتا تھا اور اس کے کچھ افراد سے اس کے باقاعدہ روابط تھے۔ کوئی اندرونی سازش ہی ہو سکتی ہے۔“

”مگر ہوا کیا تھا؟“

”اس کی رہائش گاہ پر بہوں سے حملہ ہوا تھا۔ پوری رہائش گاہ تباہ و برباد کر دی گئی۔“

”ٹٹ مین کی لاش دستیاب ہو گئی؟“

”ہاں۔“

”کچھ لوگ بچ گئے ہوں گے انہوں نے بتایا نہیں کہ ٹٹ مین پر حملہ کرنے والے کون تھے؟“

”اس میں کوئی شک نہیں کہ چند ضرور بچ گئے تھے اور آج تک ہسپتالوں میں مقیم ہیں لیکن کوئی تفصیل سامنے نہیں آسکی۔ یہ بات سب ہی کے ذہنوں میں ہے کہ ٹٹ مین کو شاہی خاندان کے افراد نے ہی مروا دیا ہے کوئی اندرونی چکر چل گیا ہو گا۔“

”بچ جانے والے افراد کہاں مل سکتے ہیں؟“

”اب اتنا نہیں جانتا میں ان کے بارے میں لیکن ان میں سے اب بھی چند ہسپتالوں میں زیر علاج ہیں۔ یہ بات اخبارات ہی کے ذریعے معلوم ہوئی ہے۔“

”پولیس کی تحویل میں ہوں گے۔“

”پتا نہیں؟“ ٹیکسی ڈرائیور نے جواب دیا اور خاموش ہو گیا۔ اس کے بعد میں بھی چپ ہو گیا تھا ہر حال ٹیکسی ڈرائیور سے جو معلومات حاصل ہوئی تھیں وہ میرے لیے خاصی کار آمد تھیں اور اس کے بعد میں نے یہاں کے ہسپتالوں کی خاک چھاننا شروع کر دی ہے۔ نجانے کیا کیا جتن کر کے میں نے ان لوگوں کا سراغ لگایا جو ٹٹ مین کے ساتھی تھے اور اس کی رہائش گاہ میں زخمی ہوئے تھے۔ اس تمام کارروائی کو تقریباً ایک ہفتہ گزر چکا تھا اور میرے سامنے مایوسیوں کے اندھیروں کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔ آخری ہسپتال میں بھی دیکھ لیا۔ نادرہ کا کوئی نام و نشان نہیں ملا تھا۔ ہو سکتا ہے وہ بھی انہی لاشوں کے ساتھ دفن ہو گئی ہو جو اجتماعی طور پر دفن کر دی گئی تھیں کیونکہ وہ اعضا بریدہ لاشیں تھیں۔ اب مایوسی ہی مایوسی تھی اور میں اپنے کمرے میں ان سوچوں میں غرق تھا کہ اب منانوں سے پاکستان واپسی کا بندوبست کرنا چاہیے۔ ایسے کچھ لوگوں کو تلاش کرنے پڑے گا جو جعلی کاغذات پر میرے پاکستان تک کے سفر کا بندوبست کر دیں گے۔ وہاں جاؤں گا۔“

معلومات حاصل کروں گا اور اس کے بعد دیکھوں گا کہ مزید اس سلسلے میں کیا کیا جاسکتا ہے اور کچھ نہ ہو سکا تو کم از کم گوشہ نشینی کی زندگی تو اختیار کر سکتا تھا۔ ہاں یہی اب مناسب ہے۔ ایک تھکن کا سا احساس ہو رہا تھا۔

اس شام میں مناکو کے ایک خوبصورت پارک میں چل قدمی کرتے ہوئے بہت سے فیصلے کر رہا تھا۔ شام جھک آئی تھی۔ پارک میں موجود لوگ آہستہ آہستہ باہر نکل رہے تھے۔ دفعۃً مجھ پر ایک تیز روشنی پڑی اور میں چونک کر سامنے دیکھنے لگا۔ وہ کوئی مقامی لڑکی تھی۔ عمر اٹھارہ اور بیس کے درمیان ہوگی۔ اچھے حسین خدوخال تھے۔ خوب صورت لباس میں ملبوس گلے میں کیمرہ پڑا ہوا تھا اور اس کیمرے سے میری تصویر کھینچی گئی تھی۔ کیمرہ اس نے اب بھی ہاتھوں میں لیا ہوا تھا۔ میں نے اسے دیکھا تو اس نے فوراً ہی میری دوسری تصویر بھی بنالی اور پھر اس طرح مسکرانے لگی جیسے اس نے کوئی دلچسپ شرارت کی ہو۔ میں ایک لمحے کے لیے اسے گھورتا رہ گیا پھر آگے بڑھا اور اس کے قریب پہنچ گیا۔ ”یہ کیا حرکت تھی۔“

”سوری سر میں ایک پروفیشنل فوٹو گرافر ہوں بعض اوقات ایسے چہروں کی تصویر بنانے میں بہت مزہ آتا ہے جو فوٹو بینک ہوں، میری نگاہوں نے آپ کو جس رنگ میں دیکھا ہے اگر آپ خود اس رنگ میں دیکھنا چاہیں تو یہ میرا کارڈ ہے۔ میں آپ کو چار خوبصورت پرنٹ مفت پیش کروں گی۔“

لڑکی کے چہرے سے یہ اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ وہ کسی خاص اہمیت کی حامل ہے۔ ہو سکتا ہے وہ جو کچھ کہہ رہی ہو درست ہی ہو لیکن پھر بھی میرے ذہن میں ایک خلش سی پیدا ہو گئی۔ میں نے فوراً ہی کہا۔

”لیکن بغیر اجازت تصویر اتارنا ایک مناسب بات ہے۔“

”سر میں پروفیشنل فوٹو گرافر ہوں۔ میرا اپنا اسٹوڈیو ہے اور پھر صرف تصویر اتار لینے سے کسی کو کوئی نقصان تو نہیں پہنچتا اس کے باوجود اگر آپ اس بات کو مانڈ کر رہے ہیں تو میں آپ سے سوری کیے لیتی ہوں۔“

”سوری کرنے سے کام بن جائے گا مس۔“

”کیٹھی ہام۔“ اس نے جواب دیا۔

”مجھے آپ کے نام سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں صرف یہ کہہ رہا ہوں کہ میں اپنی تصویر آپ کے پاس نہیں چھوڑنا چاہتا۔“

”دیکھنے میں ایک شریف لڑکی ہوں آپ جس طرح چاہیں میرے بارے میں معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔ اب میں پوری فلم تو ضائع نہیں کر سکتی۔ اس میں بڑی قیمتی تصویریں ہیں۔ مجھے امید نہیں تھی کہ آپ اتنا احتجاج کریں گے ورنہ میں یہ جرات نہ کرتی۔“

”آپ یہ تصویریں کب تیار کر لیں گی؟“

”آج ہی رات۔ پلیز اگر آپ چاہیں تو کل گیارہ بجے میرے اسٹوڈیو آکر اپنی یہ تصویریں دیکھ سکتے ہیں اور اس کے بعد اگر آپ نے پسند نہ کیا تو میں یہ تصویریں اور لیگٹو آپ کے حوالے کر دوں گی۔ کوئی ایسی بات تو نہیں ہے پتا نہیں آپ کیوں ناراض ہو رہے ہیں؟“

”لڑکی کا انداز شکایتی سا ہو گیا۔ وہ انگریزی بول رہی تھی لیکن صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ یا تو فرانسیسی بولتی ہے یا پھر مناکو کی اپنی زبان اور انگریزی پر اسے عبور حاصل نہیں ہے۔“

”میں نے اس کا کارڈ لے کر بیب میں رکھ لیا اور کہا۔“

”بہر حال آپ کو سزا ضرور بھگتنا ہوگی مس کیٹی ہام۔“

”سزا۔“ وہ چونک کر بولی۔

”ہاں میرے ساتھ ایک ڈنر۔“ میں نے کہا۔ اصل میں میں یہ اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ لڑکی کا نظریہ کیا ہے۔ کیا اس تصویر کشی کے پس پردہ کوئی عمل ہے۔ اگر وہ میرا ساتھ قبول کر لیتی ہے تو اسے کھول لینا میرے لیے کوئی مشکل کام نہیں ہوگا۔ اس نے الجھے انداز میں کہا۔

”آپ کو یہ بتاتے ہوئے مجھے شرمندگی بھی ہے کہ میں ایک مزدور قسم کی لڑکی ہوں۔ ان عیاشیوں کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ میرے کمرے میں ابھی تین تصویریں باقی ہیں۔ انہیں مکمل کروں گی اور اسٹوڈیو واپس چلی جاؤں گی پھر مجھے اسٹوڈیو میں کام کرنا ہوگا اس لیے افسوس میں آپ کی دعوت قبول نہیں کر سکتی۔“

”تو پھر کل گیارہ بجے آپ سے آپ کے اسٹوڈیو میں ملاقات ہو سکتی ہے؟“

”جی ہاں، ضرور۔ آپ سمجھ لیجئے کہ میں آپ کا انتظار کروں گی۔“

”ٹھیک ہے۔ دیکھئے یہ اسٹوڈیو اس کارڈ پر درج شدہ پتے پر ملتا بھی ہے کہ نہیں۔“

”میں سمجھی نہیں جناب۔“

”اوکے مس کیٹی ہام۔“ میں واپسی کے لیے مڑ گیا۔ پتا نہیں کیا قصہ تھا؟ میں اس

وقت اس میک اپ میں تھا جس میں میں نے اپنا سارا کام سرانجام دینا تھا لیکن کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ یہاں اس اجنبی جگہ میرے فوٹو گراف کس کے کام آسکتے تھے۔

رات تک میں نے اس واقعے کو ذہن سے نکال بھی دیا۔ دوسرے دن بھی شاید میرے

ذہن میں کوئی تصور نہیں آتا تھا لیکن جب میں تیار ہونے لگا تو اتفاق سے وہ کارڈ جیب سے

سامان نکالتے ہوئے میرے ہاتھ میں آگیا اور میں نے سوچا کہ چلو دیکھ لیا جائے۔ کیا حرج

ہے۔ میں نے نیچے ٹیکسی میں بیٹھ کر ڈرائیور کو وہ پتا بتایا جو لڑکی کے کارڈ میں لکھا ہوا تھا۔

کچھ دیر کے بعد ڈرائیور نے مجھے اس جگہ اتار دیا۔ تھوڑی سی تلاش کے بعد اس فوٹو

اسٹوڈیو کا سائن بورڈ نظر آگیا تھا جس کے بارے میں لڑکی نے کہا تھا۔ میں اسٹوڈیو میں

داخل ہو گیا۔ کاؤنٹر پر میں نے کیٹی ہام کے بارے میں معلومات حاصل کیں تو ایک لڑکی

نے ڈارک روم کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”مس کیٹی ہام ڈارک روم میں مصروف ہیں سر۔“

”آپ انہیں میرے بارے میں اطلاع دے دیجئے۔ ان سے کہئے کہ مسٹر پارکر ان

سے ملنا چاہتے ہیں۔ وہ مسٹر پارکر جن سے کل شام پارک میں ان کی ملاقات ہوئی تھی۔“

لڑکی نے وہیں انٹرکام پر ڈارک روم سے رابطہ قائم کیا اور میری آمد کے بارے میں بتایا۔

دوسری جانب کے الفاظ سنتی رہی اور پھر اس نے اوکے میڈم کہہ کر انٹرکام کا ریسیور رکھ

دیا اور خود کاؤنٹر کے پیچھے سے نکلتی ہوئی بولی۔

”آئیے آپ کو اندر پہنچا دوں۔“ میں نے شانے ہلائے اور ایک عجیب سا احساس

لیے لڑکی کے ساتھ چل پڑا۔ اسٹوڈیو اچھا خاصا بڑا تھا لیکن وہ نو عمر لڑکی جس نے نہایت

معصومیت سے مجھ سے میرے بارے میں کہا تھا میرے لیے اب خاصی پراسرار بن گئی

تھی۔ ہو سکتا ہے وہی اسٹوڈیو کی مالک ہو۔ ریسپنڈنٹ لڑکی کے انداز سے یہی لگتا تھا جیسے

وہ کسی بڑی شخصیت سے بات کر رہی ہو۔

میں ڈارک روم میں اندر داخل ہو گیا۔ اندر سرخ روشنی پھیلی ہوئی تھی اور اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ یہ ایک شاندار ڈارک روم تھا جس میں تمام لوازمات نظر آرہے تھے پھر مجھے کیٹی ہام نظر آئی۔ وہ اپنا کام چھوڑ کر میرے قریب پہنچ گئی۔

”آئیے مسٹر پارکر۔ کیسی انوکھی بات ہے کہ شام کو میں نے آپ کا نام بھی نہیں پوچھا تھا۔“

”ایک چھوٹے سے کام میں بعض اوقات انسان کو کتنی الجھنوں کا سامنا کرنا پڑ جاتا ہے مس کیٹی۔“

”نہیں بالکل نہیں شوق تو دنیا میں سب سے بڑی چیز ہوتا ہے۔ میں نے آپ کو بتایا تھا کہ مجھے فوٹو بینک فیس بہت خوبصورت لگتے ہیں اور میری نگاہیں انہیں ایک لمحے میں شناخت کر لیتی ہیں۔ آئیے یہ سائیڈ روم ہے۔ آپ یہاں بیٹھ کر میرے ساتھ ایک کپ چائے پیجئے۔ مجھے خوشی ہوگی۔“

”کیا آپ نے وہ تصویریں تیار کر لیں۔“

”ہاں۔“

”میں دیکھنا چاہتا ہوں۔“

”آئیے میں آپ کو پیش کرتی ہوں۔“

ڈارک روم کے اندرونی حصے میں ایک اور کمرے کا دروازہ بنا ہوا تھا۔ وہ اس دروازے سے اندر داخل ہو گئی اس میں بھی اندھیرا تھا لیکن دروازہ بند کرنے کے بعد اس نے تیز روشنی والا بلب جلا دیا۔ ایک اچھا خاصا کمرہ تھا جس میں صوفہ سیٹ پڑا ہوا تھا۔ ایک جانب الماری رکھی ہوئی تھی۔ لڑکی نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور میں بیٹھ گیا۔ وہ کہنے لگی۔

”آپ کیا لینا پسند کریں گے کافی چائے یا.....“

”نہیں آپ ان تکلفات میں نہ پڑیں۔ مجھے احساس ہو رہا ہے کہ میں نے واقعی آپ کے ساتھ زیادتی کی ہے۔ بس نبھانے کیوں کچھ عجیب سا لگا تھا۔“ وہ مسکرا دی پھر بولی۔

”میں آپ کو آپ کی تصویریں دکھاتی ہوں لیکن آپ کو چائے پینا پڑے گی میرے ساتھ۔“

”کوئی حرج نہیں ہے لیکن ذرا بعد میں۔ میں بھی تو دیکھوں میرا فوٹو بینک فیس کیا ہے۔“

”لڑکی الماری کے قریب پہنچ گئی۔ اس نے الماری کھولی اور اس میں سے ایک لفافہ نکال کر میری جانب بڑھا دیا۔ میں نے گہری نگاہوں سے اسے دیکھا وہ کھلنڈرے انداز میں مسکرا رہی تھی پھر میں نے لفافے کے اندر ہاتھ ڈال کر چار پانچ تصویریں نکال لیں۔ یہ میری ہی تصویروں کے پرنٹ تھے لیکن میری نگاہ ان پر پڑی تو میں دھک سے رہ گیا۔ یہ میری اصل شکل تھی۔ حالانکہ لڑکی نے میک اپ میں میری تصویریں بنائی تھیں لیکن ان تصویروں میں میرا اصلی چہرہ میرے سامنے تھا۔ دانش منصور کا چہرہ۔ میں نے متحیرانہ انداز میں لڑکی کی جانب دیکھا تو وہ ہنس کر بولی۔“

”کیا اب بھی آپ میری بات سے اختلاف کریں گے کہ آپ واقعی خوبصورت نوجوان ہیں۔“

”لیکن یہ وہ تصویریں تو نہیں ہیں جو آپ نے کل بنائی تھیں؟“

”وہی تصویریں ہیں آپ ان کا پس منظر دیکھ لیجئے لیکن جو کیمرا میں نے استعمال کیا تھا وہ ذرا مختلف قسم کا ہے۔ وہ ہمیشہ انسان کی اصل تصویریں کھینچتا ہے۔“

”تو آپ نے میری اصل تصویریں حاصل کی ہیں۔“

”جی ہاں۔“

”لیکن کیوں؟“

”اس کا جواب آپ کو کون سن سکیو یا دے گی۔“

”کوئن سکیو یا؟“ میں نے حیرانی سے سوال کیا۔ ”وہ کون ہے؟“

”آپ ان سے ملنا چاہتے ہیں۔“

”تمہاری باتیں ہی میری سمجھ میں نہیں آرہیں۔“

”تو پھر بہتر ہے باقی باتیں آپ کو کون سکیو یا سمجھا دیں گی۔ یہ دیکھئے یہ ان کا ایڈریس ہے۔ لڑکی نے اپنا دوسرا ہاتھ سامنے کر دیا جس پر میں نے غور نہیں کیا تھا اور جسے

وہ اپنے عقب میں چھپائے ہوئے تھی۔ اس ہاتھ میں ایک عجیب سی پستول تھی جس کی نال اتنی چوڑی تھی جیسے اتر گیس پھینکنے والی پستول کی نال ہوتی ہے۔ یہ نال اس نے میرے چہرے کے سامنے کر کے فائر کر دیا۔ سبز رنگ کا ایک گہرا غبار اس سے نمودار ہوا اور میرے چہرے کے گرد چھا گیا۔ تصویریں میرے ہاتھ سے گر گئیں۔ میں نے فوراً ہی اٹھ کر اس پر جھپٹنے کی کوشش کی لیکن غبار اتنا سرچ الاثر تھا کہ میرے پاؤں اٹھنے میں میرا ساتھ نہ دے سکے اور میں نہ جانے کیسی کیسی کیفیات کا شکار وہیں صوفے پر ڈھیر ہو گیا۔ نجانے کب تک اس عالم میں رہا لیکن اس کے بعد آہستہ آہستہ طبیعت بحال ہو گئی۔ میں نے آنکھیں بند کر کے گردن جھٹکی۔ وہ لمحہ میرے ذہن میں محفوظ تھا جس میں مجھ پر غبار پڑا تھا۔ سب کچھ یاد تھا۔ میں نے چند ہیائی ہوئی آنکھوں سے لڑکی کو دیکھنے کی کوشش کی لیکن اس کی جگہ ایک اور لڑکی نظر آئی جو گلابی رنگ کے خوبصورت لباس میں ملبوس مجھ سے کچھ فاصلے پر بیٹھی کسی رسالے کی درق گردانی کر رہی تھی۔ ایک لمحے کے لیے دماغ چکرا کر رہ گیا۔ یہ ماحول ایک دم تبدیل کیسے ہو گیا؟ میں نے دل میں سوچا لیکن کوئی بات سمجھ میں نہ آئی۔ البتہ اندر سے طبیعت کچھ متلاسی رہی تھی۔ میں نے ایک کراہ لے کر اٹھنے کی کوشش کی اور اٹھ کر بیٹھ گیا لیکن سر بری طرح چکرا رہا تھا۔ ماحول بھی بدلا بدلا سا محسوس ہو رہا تھا۔ میں غالباً کسی مسہری پر لیٹا ہوا تھا۔ وہ ڈارک روم والا کمرہ بھی نہیں تھا۔ دماغ پوری مستعدی سے کام کر رہا تھا لیکن اندرونی کیفیت عجیب سی تھی۔ اس دوران کرسی پر بیٹھی ہوئی لڑکی نے شاید مجھے اٹھتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ چند لمحات کے بعد وہ میرے قریب پہنچی اور اس نے ایک گلاس میرے سامنے کرتے ہوئے کہا۔

”یہ فریش لائٹ ہے اسے پی کر آپ کی طبیعت بحال ہو جائے گی۔ براہ کرم۔“ اس نے گلاس میرے سامنے کر دیا۔ اعصاب پر کچھ ایسی بے چارگی طاری تھی کہ میں نے لڑکی سے قرض نہیں کیا اور فریش لائٹ کا گلاس اس کے ہاتھ سے لے لیا۔ کچھ پیاس بھی محسوس ہو رہی تھی۔ میں نے گلاس کا مشروب اپنے معدے میں اندر لیا اور لڑکی کا کنا درست ہی ثابت ہوا۔ چند ہی لمحات میں طبیعت پر سے وہ کیفیت زائل ہوتی ہوئی محسوس ہوئی۔ لڑکی ایک میز کے قریب پہنچ کر کچھ کرنے لگی۔ میں طائرانہ نگاہوں سے اس کمرے کا جائزہ لینے لگا پھر میں نے اسے پکارا۔

”مس۔“

”جی ایک منٹ۔“ اس نے کہا اور پھر اپنا کام ختم کر کے میری جانب رخ کیا۔ ”جی فرمائیے۔“

”یہ سب کیا ہے۔ کیا آپ مجھے بتا سکتی ہیں کہ یہ کون سی جگہ ہے؟“

”بس چند لمحات۔ یہ بتائیے آپ کی کیفیت کیسی ہے؟“

”ٹھیک ہوں لیکن آپ مجھے فوراً اس بارے میں بتائیے۔“

”دیکھیں مسٹر میں کچھ نہیں جانتی ان تمام باتوں کے بارے میں بس میری ڈیوٹی

تھی جو میں نے سرانجام دی اب اس کے بعد.....“

”اس کے بعد ساری ذمہ داری ہم سنبھالیں گے۔ مسٹر دانش منصور۔“

ایک ایسی دلکش، ایک ایسی انوکھی آواز سنائی دی کہ میں حیرانی سے ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ اس آواز میں نسوانیت کا ہر وہ حسن تھا جو کسی حسین ترین آواز میں تصور کیا جاسکے لیکن بولنے والا سامنے نہیں تھا۔ میں نے ایک بار پھر چاروں طرف نگاہیں دوڑانے کے بعد لڑکی کو دیکھا تو اس نے ایک دیوار کی طرف اشارہ کر دیا جہاں سیاہ رنگ کا ایک سوراخ نظر آرہا تھا۔ بات میری سمجھ میں آگئی۔ وہ سوراخ کوئی اسپیکر تھا جس سے یہ آواز نکل رہی تھی۔

میرے دماغ میں ہزاروں وسوسے ریگنے لگے۔ دل میں بس ایک ہی احساس آیا تھا وہ یہ کہ میری شناخت ہو گئی اور میں اپنے تین دشمنوں میں سے کسی ایک دشمن کے جال میں پھنس گیا۔ یہ مافیا کے لوگ بھی ہو سکتے ہیں۔ روز آرگنائزیشن یا ڈان سینٹر کے۔ تو یہ ہوا ہے کام۔ کچھ نہ کچھ تو ہونا ہی تھا۔ یہ بددلی اور بے نام سی اداسی کسی نہ کسی شکل میں ختم تو ہو۔ اس احساس نے میرے اندر بڑی شگفتگی پیدا کر دی۔ نہ جانے کون سی حس بیدار ہو گئی تھی۔

”خاموش ہو!“ آواز پھر آئی۔

”تمہاری آواز کی دلکشی پر غور کر رہا ہوں۔“ میں نے کہا۔ ایک ہلکا سا قہقہہ ابھرا۔

اس میں کوئی شک نہیں تھا۔ اس آواز کی مالک جو بھی شخصیت ہوگی وہ حسن و دلکشی میں لاکھائی ہوگی۔ اس کی ہنسی میں بھی بڑی نرمی تھی۔

”آپ کا تعلق ڈان سینٹر سے ہے؟“
”نہیں۔“

”ہاں یا سے؟“

”بالکل نہیں۔“ وہ ہنسی۔

”اوه تو پھر آپ روز آرگنائزیشن کی رکن ہیں۔“

”نہیں مسٹر دانش منصور۔ بس ایک گمنام شخصیت ہوں۔ ابھی مجھے کوئی نہیں جانتا۔“

”قنٹاسٹک۔ پھر آپ کون ہیں۔“

”آپ بہت بڑے انسان ہیں دانش منصور۔ عام آدمی نہیں ہیں آپ..... میری ایک آرزو ہے اگر آپ قبول کریں۔“

”ان الفاظ کے بعد میں کیا کہہ سکتا ہوں۔“ میں نے ہنس کر کہا۔

”یقین کریں میں آپ کی فین ہوں۔ آپ سے روشناس ہونے کے بعد میں نے آپ پر بہت کام کیا ہے۔ دراصل آپ نے جس لیبارٹری کو تباہ کیا تھا میں اس کے بارے میں تشویش زدہ تھی۔ اگر آپ اسے تباہ نہ کر دیتے تو کچھ عرصہ میں یہ کام میں کر ڈالتی۔“

”میرے بارے میں کیا جانتی ہیں آپ؟“

”وحشی اور سنگدل دنیا میں ایک انسان دوست شخصیت۔ جس کے دل میں انسانیت کا درد ہے۔ جس نے بے لوث انسانوں کے لیے بہت کچھ کیا ہے۔ اس میں وطن پرستی کا جذبہ نمایاں ہے لیکن یہ بھی دل کی بات ہے کسی کے دل میں دوسرے کا درد ہو۔ میں دنیا کی بے کسی کا تذکرہ نہیں کروں گی۔ سب ہی جانتے ہیں کہ اب اس دنیا میں بسنے والوں کی سوچ کیا ہے لیکن کوئی درد مند اگر دوسرے کے بارے میں سوچ لے تو بہت بڑی بات ہے۔ آپ ہی کے وطن میں ایک اور شخص نے مجھے بے حد متاثر کیا ہے۔“

”کون؟“

”شاید اس کا نام عبدالستار ایدھی ہے۔ رنگ و نسل۔ قومیت۔ سے بے نیاز ہو کر وہ صرف انسانیت کے حوالے سے سوچتا ہے۔ میں اس کی بے پناہ عزت کرتی ہوں۔ اگر وقت نے کبھی موقع دیا تو میں بھی اس کی کچھ خدمت کروں گی۔“

”مجھ سے ملنا پسند کرو گے؟“

”دلی خواہش ہے۔“

”ریٹاک! انہیں لے آؤ۔“ آواز نے لڑکی کو حکم دیا اور لڑکی نے مجھے دیکھا۔

”چلو۔“ میں نے کہا اور لڑکی دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ وہ مجھے راہداری سے

گزار کر ایک دروازے کے سامنے لے گئی اور پھر اشارہ کر کے بولی۔ ”آپ اندر چلے جائیے۔“

میں بڑے سکون سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ درمیانے سائز کا کمرہ تھا۔

ایک طرف صوفہ سیٹ پڑا تھا۔ سامنے کے حصے میں ایک چھوٹی سی خوبصورت میز اور اسی

میز کے پاس سلک کے خوبصورت لباس میں ایک بے حد دلکش عورت کھڑی ہوئی تھی۔

اس آواز کے ساتھ حسن کا جو تصور پیدا ہو سکتا تھا وہ اسی معیار کی حسین تھی۔ اسے دیکھ کر انسان مبہوت ہو سکتا ہے۔

”ہیلو۔“ اس نے مسکرا کر کہا۔

”ہیلو۔ میں آپ کو کس نام سے مخاطب کر سکتا ہوں؟“

”کوئن میکویا۔“

”اور مجھے تو آپ جانتی ہی ہیں۔“ میں نے کہا اور وہ ہنسنے لگی۔

”اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ براہ کرم آپ بیٹھیں۔“ اس نے صوفے کی طرف

اشارہ کیا اور میں خوشدلی سے بیٹھ گیا۔ میں کسی مصنوعی ہزات کا اظہار نہیں کر رہا تھا بلکہ

حقیقتاً میرے دل سے خوف نکل چکا تھا اور میں ہر مرحلے سے گزرنے کے لیے تیار تھا۔

وہ پر اطمینان قدموں سے چلتی ہوئی میز کے عقب میں جا بیٹھی تھی۔

”جی کوئن۔“ میں نے بیٹھ کر کہا۔

”آپ کے بارے میں غلط نہیں کہا میں نے دانش منصور۔ میں آپ کو بہت اچھی

طرح جانتی ہوں۔ آپ اس وقت سے میری کتاب میں شامل ہوئے ہیں جب روز

آرگنائزیشن نے آپ کو اپنی ایک لیبارٹری کے سپرد کیا تھا۔ وہاں آپ پر لاتعداد تجربات کیے

گئے تھے اور وہاں سے بھی سب کچھ تباہ کر کے آپ نکل بھاگے۔ بس اسی وقت سے میں

آپ کی کھوج میں لگ گئی تھی۔“

”کافی معلومات حاصل کی ہیں آپ نے میرے وطن کے بارے میں میڈم میکویا۔“
 ”ہاں۔ آپ کے بارے میں معلومات حاصل کرتے ہوئے یہ عظیم شخصیت بھی علم میں آئی تھی۔ بہر حال آپ نے اپنے وطن کے لیے بہت کچھ کیا ہے اور میں اس کی قدر کرتی ہوں۔“

”شکریہ۔ اب میں آپ کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔“

”یہ بھی ضروری ہے لیکن میں نے جس آرزو کی خواہش کی تھی آپ نے اس کے بارے میں نہیں پوچھا۔“

”ہاں۔ ہم گفتگو میں بھٹک گئے تھے۔ فرمائیے۔“

”اتنے بڑے انسان سے میں صرف ایک خواہش رکھتی ہوں۔ میں آپ سے بے حد مخلص ہوں مسٹر دانش منصور۔ جب تک آپ کو میرے خلوص میں کھوٹ نہ نظر آئے آپ مجھے مخلص ہی تصور کریں اور جو کچھ میں کہوں اسے جھوٹ نہ سمجھیں بس آپ سے دوستی اور اعتماد کا رشتہ چاہتی ہوں۔“

”ٹھیک ہے۔“ میں نے گردن ہلائی۔

”شکریہ۔ اپنا نام بتا چکی ہوں۔ تعلق یوں سمجھ لیں پوری دنیا سے ہے۔ خود کو کسی خطے سے منسوب کر کے محدود نہیں کرنا چاہتی۔ میرے دادا آرڈن میکویا ایک سائنس دان تھے۔ انہیں سوچو وہ کی جنگ عظیم کے بعد ان کی دور رس نگاہوں نے دنیا کے مزاج کو دیکھ لیا تھا۔ انہیں اندازہ ہو گیا تھا کہ انسان کے اندر جنگی جنون پروان چڑھنا شروع ہو گیا ہے اور گزرنے والے وقت کے ساتھ یہ جنون شدت اختیار کرتا جائے گا۔ چنانچہ انہوں نے دنیا کے ایک ویران گوشے میں اپنی ایک پناہ گاہ بنائی اور وہاں آنے والے وقت کے لیے کام کرنے لگے۔ عمر نے ان کا زیادہ ساتھ نہیں دیا اور دوسری جنگ عظیم کے خاتمے کے ساتھ ہی ان کا انتقال ہو گیا۔ وہ یہ ذمے داری میرے والد جیمس میکویا کو سونپ گئے۔ وہ ان کے صحیح جانشین ثابت ہوئے اور خاموشی سے اپنا کام آگے بڑھاتے رہے مگر ان سے کوئی بیٹا نہیں پیدا ہوا۔ میں ان کی تنہا اولاد تھی۔ انہوں نے یہ مشن مجھے سونپ دیا اور آنے والے وقت کے لیے مجھے تیار کرنے لگے۔ ان کا بھی انتقال ہو چکا ہے مسٹر دانش منصور اب اس مشن کی تکمیل میں کر رہی ہوں۔“

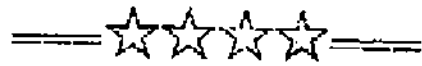
”بہت دلچسپ۔“

”میرے بہت سے ساتھی ہیں جو میرے ساتھ کام کرتے ہیں لیکن آپ کے بارے میں جاننے کے بعد میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی ہے آپ میرے ساتھ کام کریں۔“
 ”میں؟“

”ہاں۔ حیرت کا اظہار نہ کریں۔ میں سب کچھ آپ کو بتا چکی ہوں۔ مجھے آپ جیسے

ایک دردمند ساتھی کی ضرورت ہے جو میرے شانہ بشانہ کام کر سکے۔“

میں عجیب محضے میں پھنس گیا تھا۔ ایک نئی کہانی شروع ہو رہی تھی۔ کتنی سچ ہے، کتنی غلط، تجزیہ فوراً تو نہیں ہو سکتا تھا لیکن بات عجیب تھی بلکہ وہ چاہتی تھی کہ اسے سچ بھی سمجھا جائے۔ کوئی فیصلہ کرنا مشکل ہو رہا تھا۔



میں ابھی ہوئی نظروں سے اس حسین عورت کو دیکھ رہا تھا جو حسن و جمال میں یکتا تھی لیکن اس نے جو کچھ کہا تھا وہ ناقابل فہم تھا، بات حلق سے اتر نہیں رہی تھی، حسین عورت کی نگاہیں میرا جائزہ لیتے ہوئے غالباً میری دماغی کیفیات کا جائزہ لے رہی تھیں، اس نے کہا۔

”ہاں“ میں جانتی ہوں تم کسی الجھن کا شکار ہو ڈیئر دانش منصور بے شک جب تمہیں میرے بارے میں مکمل طور سے معلومات حاصل ہوں گی تو تم مزید حیران ہو گئے، میرے ساتھ دنیا کے بہترین دماغ کام کرتے ہیں، گرانڈ فادر نے پہلی جنگ عظیم کے بعد جس منصوبے کا آغاز کیا تھا اسے انہوں نے صرف اپنی ذات تک محدود رکھا تھا، بعد میں میرے فادر نے اپنے کچھ ایسے دوستوں کو اس منصوبے میں شامل کیا جو ان کے ہم مزاج تھے اور دنیا کی مشکلات کے بارے میں ان جیسے ہی خیالات رکھتے تھے، جب مجھے اس کام میں شامل کیا گیا تو میں نے اپنے ڈیڈی سے کہا کہ ہم ذاتی طور پر جو کچھ کر رہے ہیں اس سے ہماری ذہنی تسکین تو بے شک ہوتی ہے لیکن جس طرح گرانڈ فادر اپنے کام میں ناکام رہے اور ڈیڈی کو یہ سب کچھ منتقل کر گئے، اسی طرح ڈیڈی بھی مجھے یہ سب کچھ دینے کے بعد اس دنیا سے چلے جائیں گے اور یہ ضروری نہیں ہے کہ میرے بعد بھی کوئی ایسی شخصیت ہو جو ہمارے اس مقصد کو سنبھال لے، میں نے ڈیڈی سے کہا کہ اب اس منصوبے کو محدود نہ رکھا جائے بلکہ اس میں ہم مزاج لوگوں کو تلاش کر کے شامل کیا جائے، ڈیڈی نے بہت غور کرنے کے بعد مجھے اس کی اجازت دے دی اور میں نے دنیا کے بہترین

دماغوں کا حصول شروع کر دیا، کچھ ہم سے متفق ہوئے کچھ نے انحراف کیا لیکن جو بے حد ضروری تھے۔“

”انہیں حاصل کرنے کے لیے میں نے ایک طریقہ کار ایجاد کیا اور اس کے مطابق کام کرنے لگی، نتیجے میں کچھ عرصے کے بعد انہیں ہم نوا بنانے میں کامیابی ہو گئی۔“ وہ کہنے لگی۔“

”اس کے لیے میرے پاس ایک طریقہ کار ہے، میں ذہن تبدیل نہیں کرتی افکار و خیالات تبدیل کر دیا کرتی ہوں، انسان کی اپنی شخصیت میں کوئی جھول نہیں پیدا ہو سکتا لیکن جو مقاصد میرے اپنے ذہن میں ہیں وہ خود بھی ان سے اس قدر متفق ہو جاتا ہے کہ باقی کام پس پشت ڈال دیتا ہے، یہ میرا ایک طریقہ کار ہے۔“

”یہی میں جانتا چاہتا تھا میڈم میکویا کہ اگر میں آپ کے اس مقصد سے انکار کروں تو میرا حشر کیا ہو گا؟“

”نہیں بات اصل میں یہ نہیں ہے کہ میں زبردستی تمہیں اس کام کے لیے آمادہ کرنا چاہتی ہوں میری دلی آرزو ہے کہ میرے موقف کو سمجھتے ہوئے تم اس سے متفق ہو جاؤ، تمہاری شمولیت کے لیے جیسا کہ میں نے تمہیں بتایا کہ ایک طویل عرصے سے کام کر رہی ہوں اور یہ کام بلاوجہ ہی نہیں تھا اگر کوئی شخصیت میرے جی کو بھا جاتی ہے تو پھر میں اسے ہر قیمت پر حاصل کر لیتی ہوں، میں تمہیں اپنے موقف سے قائل کرنے کی کوشش کروں گی اور تم مجھے جواب دو گے، مالی ڈیئر مسٹر دانش منصور اگر تم مجھے اس بات کے لئے قائل کرنے میں کامیاب ہو گئے کہ میرا جو نظریہ ہے وہ ٹھیک نہیں ہے تو میں وعدہ کرتی ہوں کہ تمہیں اپنے کام کے لیے مجبور نہیں کروں گی۔“

”تو پھر میں پہلے ہی سوال کیے لیتا ہوں کہ تمہارا نظریہ کیا ہے؟“

”مختصراً بتا چکی ہوں تم اپنے وطن سے پیار کرتے ہو، وطن کی محبت میں تم نے اپنے آپ کو اس قدر مصروف کر لیا ہے کہ تمہاری اپنی ذات تمہارے لیے کچھ نہیں رہ گئی، ایک ایسا آدمی جس قدر قابل قدر ہو سکتا ہے کاش اسے اس کا صحیح مقام دیا جاسکے اور بلاشبہ تم نے اپنے وطن کے لیے وہ سب کچھ کر ڈالا ہے جو صدیوں کیا جاتا لیکن میری ایک بات کا جواب دینا کیا، دنیا صرف تمہارے وطن تک ہے انسان تو زمین کے گوشے گوشے

میں بستے ہیں، بھوک، افلاس، غربت، بیروزگاری، بیماریاں اور اس کے بعد بڑی قوتوں کی ریشہ دوانیاں طاقت حاصل کر کے اپنے آپ کو درجہ اول قرار دینے والے ممالک جنہوں نے انسانیت کے ہر پہلو کو نظر انداز کر کے صرف قوت حاصل کرنے ہی کو انسانیت کی معراج سمجھا ہے، ایتھوپیا، گھانا، صومالیہ اور دنیا کے بیشتر ممالک میں قحط و افلاس کے مارے ہوئے ننھے ننھے بچے ڈھانچے نما بچے، انسان جو زمین کریدتے نظر آتے ہیں کہ ہو سکتا ہے زمین کی گھرائیوں میں انہیں کوئی دانہ گندم مل جائے، کیا تمہیں کبھی ایسی تصویروں نے متاثر نہیں کیا، جنگیں ہوتی ہیں، بعض اوقات جنگیں مسلط کر دی جاتی ہیں اور مظلوم اور بے کس لوگ موت کے گھاٹ اترتے ہیں، وہ جو زندہ رہنا چاہتے ہیں اور زندگی کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں کیا وہ امداد کے مستحق نہیں ہیں، آج دنیا کے بے شمار خطوں میں طاقت اور وحشت کی جنگ لڑی جا رہی ہے کیا ان وحشی لوگوں کو آزاد چھوڑ دینا انسانیت ہے وادی، کشمیر کے لہلہاتے پہاڑوں میں جہاں سبزہ زار تھلی فرش کی طرح بچھے ہوئے ہیں، خون میں نہائے ہوئے مظلوم انسان، بوسنیا، فلسطین، چیچنیا اور اس طرح کے دوسرے ممالک میں طاقتوروں کے ہاتھوں پسے والے، کیا یہ سب مظلوم نہیں ہیں، دانش منصور اپنے وطن کے لوگوں کے لیے تم نے اتنا کچھ کیا ہے کہ کیا کبھی ان بے کس اور مظلوم لوگوں کی جانب نگاہ نہیں اٹھاؤ گے، جواب دو میرا کسی سے جھگڑا نہیں ہے، تم نے مجھ سے سوال کیا تھا کیا میرا تعلق ڈان سینٹر سے ہے، کیا میں روز آرگنائزیشن اور مافیا سے تعلق رکھتی ہوں، نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے میں انسان ہوں اور انسانیت سے تعلق رکھتی ہوں اور جو کچھ کر رہی ہوں اس کی بقا کے لیے کر رہی ہوں میری مجرمانہ کارروائیوں کے نتیجے میں حاصل ہونے والی رقم جو میں دنیا کے بڑے بڑے ممالک کو بلیک میل کر کے حاصل کرتی ہوں، نادار اور غریب لوگوں میں تقسیم ہوتی ہے، بھوک سے تڑپتے ہوئے انسانوں کو زندگی کی چند سانسیں دینے کے لیے صرف ہوتی ہے اس لیے تمہیں میرے مشن کا ہمنوا ہونا چاہیے۔

میں سنجیدہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا، اس کی باتیں دل میں اتر رہی تھیں تاہم میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

”میرے ذہن میں سب سے بڑی الجھن یہ ہے کون میکویا کہ اتنے بڑے مقصد کے

لیے مجھ جیسے معمولی آدمی کا انتخاب تم نے کیوں کیا؟“

”تم معمولی انسان ہوتے تو میں تمہارا انتخاب کبھی نہ کرتی، ماضی میرے سامنے ہے جس میں تم نے جو کچھ کیا ہے اس نے مجھے متاثر کیا ہے، ہم دنیا کے ان بے شمار مسائل کو حل نہیں کر سکتے لیکن ان میں سے جتنے مسائل بھی ہم کم کر سکیں ہمیں یہ احساس ہو گا کہ ہم نے اپنے فرض کا تھوڑا سا حصہ پورا کر دیا ہے، یہ ہے میرا نقطہ نگاہ اور اس کے لیے میں نے اب تک کاوشیں کی ہیں، ہم نے جو کچھ کیا ہے اس کی تفصیل بھی میں تمہیں بتا دوں گئی، میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ کیا تم میرا ساتھ دینا پسند کرو گے؟“

”اس کا فیصلہ مجھے ابھی اسی وقت کرنا ہو گا؟“

”فیصلے تو لمحوں میں ہوتے ہیں، تمہارے بارے میں اگر ایسی کوئی بات جانتی جس سے مجھے یہ احساس ہو تا کہ تم کسی کو جواب دہ ہو اور اپنے طور پر فیصلے نہیں کر سکتے تو میں بے شک تمہیں اس کے لیے وقت دے سکتی تھی۔“

”خیر یہ بعد کی بات ہے، فرض کرو اگر میں تمہارے ساتھ شامل ہو جاؤں کون میکویا تو میری ذمہ داریاں کیا ہوں گی؟“

”دنیا کے مختلف گوشوں میں کسی بھی حصے میں تمہیں اپنے نمائندے کی حیثیت سے بھیجوں گی میں، انسان، انسان کے طور پر ہی کام کر سکتا ہے، تم اپنی بے پناہ ذہانتوں اور صلاحیتوں سے کام لیتے ہوئے وہ مشکل مسئلہ حل کر دو گے اصل میں ہم دنیا کے بڑے بڑے ممالک کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہیں کر سکتے کیونکہ ہمارے پاس اب اس قدر اعلیٰ وسائل بھی نہیں ہیں لیکن تم اپنی محنت اور کاوشوں سے اگر ان چھوٹے چھوٹے مسائل کو حل کر دو گے جو آگے چل کر بڑے بھی بن سکتے ہیں تو میں سمجھتی ہوں یہ تمہارا بہترین کارنامہ ہو گا، مائی ڈیئر دانش منصور اپنے آپ کو ان معاملات میں ضم کر دو تمہیں دلی سکون نصیب ہو گا۔“

”گویا تمہارا مقصد ہے کہ تمہارے نمائندے کی حیثیت سے میں دنیا کے مختلف گوشوں میں کام کروں گا؟“

”سو فیصد، میرا مقصد یہی ہے۔“

”بڑا مشکل مرحلہ ہے کون میکویا کیونکہ میری اپنی زندگی کا بھی ایک سیٹ اپ ہے

میں اسے متاثر نہیں کرنا چاہتا۔

”غور کر لو سوچ لو دانش منصور میں تمہارے بارے میں جو فیصلہ کر چکی ہوں اس سے ہٹنے کے لیے تیار نہیں ہوں، اگر تم پسند کرو تو میں تمہیں اپنی کاوشیں کسی حد تک دکھا سکتی ہوں میرا کام معمولی نوعیت کا نہیں ہے، دنیا کے ان شاندار دماغوں سے ملو گے تو حیران رہ جاؤ گے جو خلوص دل سے میرے لیے کام کرنے پر آمادہ ہیں۔“

”میں وہ سب کچھ کس طرح دیکھ سکتا ہوں؟“

”صرف خواہش کا اظہار کر کے۔“

”تو پھر سمجھ لو کہ میں اس کی خواہش کرتا ہوں۔“ میں نے کہا اور اس نے اچانک کچھ کہا جس کے نتیجے میں چھت پر سے ایک سفید دائرہ نیچے اترنے لگا، وہ دائرہ اس جگہ پر محیط ہو گیا جہاں میں بیٹھا ہوا تھا اور میں تیز روشنی میں نہا گیا، روشنی جس کے پڑنے ہی مجھے یہ احساس ہوا تھا جیسے میرا وجود ہلکا ہوتا جا رہا ہو، میرے کانوں میں سنسناہٹ گونج رہی تھی اور پھر یہ سنسناہٹ تیز سے تیز تر ہوتی چلی گئی، میں نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن میرا جسم سن ہو چکا تھا پھر میں نے اچانک اپنے ارد گرد ایسا ماحول محسوس کیا جیسے ٹیلی ویژن کے اسکرین پر پروگرام بند ہو جانے کے بعد ننھے ننھے نقطے رقصاں ہو جاتے ہیں، میرے اطراف میں ایسے ہی بے شمار ذرات پھیل گئے تھے اور ننھے یوں محسوس ہوا تھا جیسے میں ہزاروں ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا ہوں۔ کوئی تکلیف نہیں تھی کوئی پریشانی نہیں تھی، بس یہ اجنبی ماحول متاثر کر رہا تھا، میرا وجود بالکل ہی ہوا کے مانند ہو گیا تھا ہاتھ تک اٹھانا چاہتا تو نہ اٹھا سکتا تھا، چند لمحات یہ کیفیت مجھ پر سوار رہی اور اس کے بعد آہستہ آہستہ ننھے ننھے ذرات چھٹتے گئے، تب میں نے اپنے آپ کو شیشے کے ایک ایسے بڑے کینن میں پایا جو ایک بہت وسیع جگہ موجود تھا، کونن میکو یا اب بھی میرے پاس ہی بیٹھی ہوئی تھی، مجھ سے تھوڑے فاصلے پر ایک اور میز کے پیچھے اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”آؤ اب میں تمہیں اپنی اس دنیا کا سفر کراتی ہوں۔“

میں حیران نگاہوں سے چاروں طرف دیکھنے لگا، میرے اطراف میں برف پوش پہاڑیاں سرسبز و شاداب میدان۔ ان پہاڑوں میں ایک عجیب و غریب لیبارٹری پھیلی ہوئی تھی۔ میدانوں میں بھی اور کھوکھلے پہاڑوں میں بھی بے شمار افراد یہاں موجود مشینوں پر

کام کر رہے تھے، بڑے بڑے ٹالر ادھر سے ادھر آ جا رہے تھے اور یہ سب ایک تماشے کے مانند ہو رہا تھا۔ دفعتاً ہی مجھے اپنے جسم میں پھر جنبش محسوس ہوئی اور اس کے بعد وہ جگہ جہاں میں بیٹھا ہوا تھا، متحرک ہو گئی بالکل ایسا ہی لگا تھا جیسے میں کسی ٹرائی کار پر بیٹھا ہوا آگے کی سمت بڑھ رہا ہوں، کونن میکو یا مسلسل میرے ساتھ تھی، ہم نے ست روی سے یہ سفر شروع کر دیا، شیشے کے کینن سے باہر کے مناظر صاف دیکھے جاسکتے تھے، ایک عجیب دنیا آباد کی گئی تھی پہاڑوں کی دسوتوں میں جگہ کے بارے میں کوئی تعین نہیں تھا کہ کونسی جگہ ہے لیکن یہاں بلا مبالغہ ہزاروں افراد مصروف عمل تھے کچھ ایسے لوگ بھی نظر آ رہے تھے جو معمر لیکن شاندار شخصیتوں کے مالک تھے، وہ مشینوں پر کام کر رہے تھے، کبھی شیشے کا یہ کینن کسی بہت بڑے ہال میں جا رکتا جہاں چاروں سمت مشینیں لگی ہوئی تھیں، بڑے بڑے ڈیو پیکل پائپ جو انتہائی بلندیوں پر جا کر غائب ہو جاتے تھے، بلندیوں سے لفٹیں نیچے اوپر آتی جاتی نظر آرہی تھیں، غرض ایک عجیب و غریب سماں تھا جسے عالم خواب تو تصور کیا جاسکتا تھا، عالم حقیقت میں انسانی عمل کا یہ کارنامہ دیکھنا ناممکن تھا، میں نجانے کب تک اس وادی حیرت میں بھٹکتا رہا کونن میکو یا مجھے ایک ایک چیز کے بارے میں تلمذی تھی میرا ذہن اس کی آواز کی جانب منتقل تھا لیکن طبیعت میں ایک عجیب سا اثر اڑا پن تھا، سوچ کے دائرے محدود ہو گئے تھے میں بس نگاہ حیرت سے ان تمام چیزوں کو دیکھ رہا تھا پھر اچانک ہی جیسے تاریکی چھا گئی بالکل ہی یوں لگا جیسے کسی نے روشنی کے بٹن آف کر دیے ہوں اور اس کے بعد میرے سامنے تاریکی رنگ کا ایک بہت بڑا پردہ آگیا، میرے چاروں سمت اندھیرا تھا، اگر کوئی چیز روشن تھی تو صرف وہ تاریکی رنگ کا پردہ اور اس پر دیے ہی ننھے ننھے نقطے اڑ رہے تھے پھر کچھ آوازیں میرے ذہن میں سرایت کرنے لگیں۔

دنیا بھر میں سسکتی ہوئی انسانیت کی مدد کرنا چاہیے۔ انسان بے بس ہے اسے تیز رفتاری سے ختم کیا جا رہا ہے، افلاس، قحط، زلزلے، زمینی آفات، آسمانی آفات لوگ تسخیر چاند کے لیے تو کاوشیں کر رہے ہیں وہاں اپنی آبادیاں بنانا چاہتے ہیں، کائنات کا کوئی سیارہ شاید زمین سے زیادہ خوب صورت نہ ہو اس خوب صورت زمین کو کیوں برباد کیا جا رہا ہے اگر اسی پر زندگی پھیلا دی جائے تو اس سے زیادہ حسین سیارہ اور کوئی نہیں ہوگا، سائنسی

بار سر جھٹکا اور اس کے بعد آنکھیں کھول کر ریٹا کو دیکھنے لگا، وہ مسکرا رہی تھی، کہنے لگی۔
 ”کیا بات ہے مسٹر دانش کیا سر میں گرائی محسوس ہو رہی ہے؟“
 ”ہاں ریٹا۔“

”کیا میں آپ کے لیے چائے یا کافی لے آؤں؟“
 ”کافی مل سکے گی؟“

”آپ حکم کر کے تو دیکھیں دنیا کی ہر شے آپ کو یہاں دستیاب ہو سکتی ہے، میڈم نے مجھے بتایا تھا کہ شاید آپ پینے پلانے کے عادی نہیں ہیں۔“
 ”بالکل نہیں لیکن میڈم کو یہ بات کیسے معلوم ہوئی؟“ جواب میں ریٹا ہنس پڑی پھر بولی۔

”آپ یقین کریں مسٹر دانش منصور! میڈم آپ کے بارے میں اتنا ہی جانتی ہیں جتنا آپ کے قریب ترین ساتھی، وہ کسی طرح بھی ان سے کم واقفیت نہیں رکھتیں آپ کے بارے میں۔“

”اس وقت کہاں ہیں؟“

”میڈم؟“

”ہاں۔“

”شاید میڈم نے آپ کو یہ بات نہیں بتائی کہ وہ جسمانی وجود نہیں رکھتیں۔“

”کیا مطلب؟“

”ایسا نہیں ہے کہ ان کا وجود ہی نہ ہو لیکن بس وہ مشینی ذرائع سے لوگوں سے ملاقات کرتی ہیں۔“

”کیا مطلب ہے تمہارا مشینی ذرائع سے؟“ میں نے سوال کیا۔

”اچھا آپ یہ بتائیے کسی شے کی ضرورت محسوس کر رہے ہیں، اگر کوئی چیز درکار ہو؟“

”میں نے آپ سے کافی کے لیے کہا ہے۔“

”اوہ ہاں، ابھی ایک منٹ۔“ اس نے کہا اور اس کے بعد ایک بٹن دبا دیا۔ غالباً

دہایا ہی اس لیے جاتا تھا کہ کافی طلب کی جا رہی ہے کیونکہ تھوڑی ہی دیر کے بعد ایک

امور میں انسانیت کی حدود سے گزر جانے والے پہلے انسانیت کی بھلائی کے لیے کچھ کریں اور اس کے بعد تسخیر چاند کا فیصلہ کریں، نجانے کیسی کیسی آوازیں میرے ذہن میں گڈگڈ ہوتی رہیں پھر اچانک ہی مجھے احساس ہوا کہ جو سوچ میرے ذہن میں ہے وہ تو میری زبان سے ادا ہو رہی ہے، میں خود وہ الفاظ ادا کر رہا ہوں جو اس وقت میرے ذہن سے گزر رہے ہیں۔ کافی دیر تک یہ کیفیت طاری رہی اور اس کے بعد اچانک مجھ پر نیند سی طاری ہو گئی میں دنیا سے بے خبر ہو گیا تھا، ہوش آیا تو میں نے اپنے آپ کو ایک کمرے میں پایا اور میری نگاہیں ان آہٹوں کی جانب اٹھ گئیں جو شاید کسی کانغذ کی پھر پھڑپھڑانٹوں سے پیدا ہو رہی تھیں، میں نے دیکھا کوئی بیٹھا ہوا اخبار پڑھ رہا ہے، اخبار کے پیچھے اس کا چہرہ پوشیدہ تھا لیکن اخبار جن ہاتھوں نے تھاما ہوا تھا وہ اور جو پاؤں اخبار کے نیچے نظر آ رہے تھے وہ نسوانی تھے، اسکرٹ میں ملبوس کوئی لڑکی، میں نے آہستہ سے کھنکار کر گلا صاف کیا تو لڑکی نے جلدی سے اخبار اپنے چہرے کے سامنے سے ہٹا دیا، یہ ریٹا تھی جس سے میری ملاقات ہو چکی تھی، میں نے اسے پہچان لیا اور پھر آہستہ سے بولا۔

”مس ریٹا۔“ وہ جلدی سے اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے پاس آگئی۔

”ہیلو مسٹر دانش کیسے مزاج ہیں تمہارے؟“

”کوئی جگہ ہے یہ؟“

”مادام کوئن میکویا کی کوٹھی۔“

”کہاں ہے؟“

”موناکو میں۔“

”گویا ہم موناکو واپس آگئے۔“

”آپ یہاں سے گئے تھے مسٹر دانش۔“ اس نے حیرانی سے سوال کیا اور میں بھی تعجب سے اسے دیکھنے لگا تب اسے نے خود ہی گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”اوہ سوری سوری، میرے خیال ہی میرا خیال ہے میڈم نے آپ کو ٹرانسمیٹ کر کے شاید ہیڈ کوارٹر پہنچا دیا تھا۔“

میں بری طرح ذہنی دباؤ کا شکار تھا لیکن اس طرح کے ذہنی دباؤ انسان کو کچھ نہیں دیتے، معلومات حاصل کرنا ہے تو ذہن کو قابو میں رکھنا ہوگا، میں نے آنکھیں بند کر کے کئی

ملازمہ کافی کے برتن ڈھکیلاتی ہوئی اندر آگئی تھی۔ بہت عمدہ کافی تھی لیکن مجھے بے مزہ محسوس ہو رہی تھی۔ یہ بھی اندرونی کیفیت تھی۔ کافی پیتے ہوئے میں عجیب سوچوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ میری ذہنی قوتیں زوال پذیر نہیں ہوئی تھیں سوچ سمجھ جسمانی کیفیت سب کچھ ٹھیک تھی لیکن میں اس پورے ماحول سے بے حد متاثر ہو گیا تھا۔

”میڈم اس وقت کہاں ہیں؟“ میں نے پوچھا۔

”ہو سکتا ہے امریکہ میں ہوں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس وقت شکھائی میں اپنے نمائندوں سے میٹنگ کر رہی ہوں۔ ریٹائر ہو کر رہا ہوں۔“

”میرے لیے کوئی ہدایت ہے۔“

”مجھے ہدایت دی گئی ہے۔“

”کیا؟“

”یہی کہ آپ کو کوئی تھکن نہ ہو۔ ایک گاڑی مخصوص کر دی گئی ہے آپ کے لیے اور میں ایک اچھی ڈرائیور ہوں۔“

”تم بہت بولتی ہو۔ میں نے بے اختیار مسکرا کر کہا۔“

”آپ حکم دیں گے تو خاموش ہو جاؤں گی۔“ اس نے جی مسکرا کر کہا پھر بولی۔

”اصل بھی آپ سے مکمل تعارف کرا تاں جس تو ضروری ہے تاہم آپ کو الجھن نہ ہو۔“

میں نے اس کی بات پر کوئی تردید نہیں کیا اور خاموشی سے سوچتا رہا۔ تب اس نے کہا۔

”اب تمہاری چاہتیں ہیں تو میں اس کے لیے بھی آپ سے تعاون پر آمادہ ہوں۔“

”بہتر ہو گا کہ مجھے کچھ دیر کے لیے تنہا چھوڑ دیا جائے مس ریٹائر۔“

”اوکے سر، پلیز آپ آرام کیجئے۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور باہر نکل گئی۔ میں اپنی

اس ذہنی کیفیت کے دباؤ سے نکلنے کی کوشش کرتا رہا۔ ذہن کچھ مناسب فیصلہ نہیں کر پارہا تھا جو کچھ میں نے دیکھا تھا اور جس طرح یہ سب میرے اوپر اثر انداز ہوا تھا اسے سوچ سوچ کر عقل حیران رہ جاتی تھی۔ زندگی کا ایک بڑا حصہ ڈان سینٹر اور روز آرگنائزیشن سے نمبر آزمائی میں گزر گیا تھا۔ اور مجھے یہ احساس ہوا تھا کہ یہ دونوں ادارے عالمی

سیاست پر زبردست دباؤ رکھتے ہیں نیز واسطہ مافیا سے پڑا تھا تو مافیا کے بارے میں متضاد خبریں میرے پاس موجود تھیں اس کا اپنا انداز مختلف ہوتا ہے لیکن اس سے کتنی زیادہ طاقتور اور ایسے جدید ترین پیمانے پر کارکردگی کی حامل ایک ایسی شخصیت یا کوئی ادارہ موجود ہے اس کا مجھے گمان بھی نہیں تھا اور رشید ناگی نے زندگی بھر کی کاوشوں کے بعد ڈائمنڈ سٹی کی تشکیل کی تھی وہ چھوٹا سا جزیرہ تو اس سارے کارخانے کے سامنے مضحکہ خیز محسوس ہوتا تھا جو میں نے دیکھا تھا۔ سائنسی دور ہے ہر چیز ممکن ہے، کیا پتا کہ یہ سب کچھ بھی ایک تصوراتی شکل ہو جو مجھے دکھائی گئی۔ میں عالم ہوش میں کہاں تھا۔ وہ سب کچھ جو نگاہوں کے سامنے آیا، ذہن میں تصوراتی خاکہ بھی ہو سکتا تھا لیکن کیا کہا جاسکتا ہے۔ فیصلہ کن بات تو وہی ہو سکتی ہے جس کا مکمل طور پر تجربہ ہو جائے۔ آہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی پھر وہی خیال ذہن کے پردوں پر ابھرا ان سارے معاملات میں ایک اور قوت محیط ہے جس کے سامنے دنیا کی ہر قوت جچ ہے یہ سارے ادارے ہزاروں بار پیدا ہو جائیں اپنے آپ کو پوری دنیا پر مسلط کر لیں لیکن ایک ہلکی سی جنبش ان سب کو تہ و بالا کر سکتی ہے۔ ایک حکم ایک اشارہ ہر چیز کو فنا کر سکتا ہے یہ میرا ایمان تھا۔ اللہ کی قوت کے سامنے بھلا یہ دنیاوی قوتیں کیا حیثیت رکھتی ہیں۔ وہ جو کچھ بھی جسے چاہے دے دے اور جب لینا چاہے تو کوئی روکنے والا نہ ہو۔ ہاں یہ اعتماد یہ یقین اطمینان دل کو کتنا سکون بخشتا ہے۔ میں نے رشید ناگی اور اپنے تمام ساتھیوں سے رخصت لے لی تھی سب سے زیادہ یہ کہ رخسار کے اندر بے درد شخصیت پیدا ہو گئی تھی۔ میری محبت میں وہ اس قدر مکمل ہو گئی تھی کہ اب اسے میری ضرورت بھی نہیں تھی اور میں نے اس سے اجازت لے لی تھی کہ پہلے اپنا کام مکمل کر لوں اس کے بعد اس کی جانب رجوع کروں گا۔“

میں نے بہت کچھ کر لیا تھا۔ دنیا کے سامنے میں ایک مافوق الفطرت ہیئت اختیار کر چکا تھا۔ میرے وطن کے بڑے بڑے لوگ میری شخصیت کا لوہا مانستے تھے، فوجی حکام حکومت کے اعلیٰ ترین نمائندے سب کے سب میری کاوشوں کے گن گاتے تھے لیکن کیا ہی دلچسپ بات تھی کہ اتنا سب کچھ کرنے کے باوجود ایک بہت چھوٹا سا بہت معمولی سا کام نہیں کر سکا تھا۔ وہ یہ کہ اپنی اصلیت معلوم کر لیتا۔ جب بھی اس جانب قدم بڑھائے

راستے اس طرح رکے کہ یقین ہی نہ آئے۔ اب ٹٹ مین کا معاملہ تھا۔ نادریہ کے اس کے پاس مل جانے کا امکانات پیدا ہوئے تھے لیکن یہ دیوار بھی مسمار ہو گئی تھی اور میں ایک بار پھر تاریکی میں تھا اس کا مقصد ہے کہ قدرت ابھی مجھ سے کچھ اور کام لینا چاہتی ہے، اگر مجھے میری اصلیت مل جائے تو اس کے بعد لازمی امر ہے کہ زندگی بھر کی یہ دوڑ ختم ہو جائے اور میں یقیناً سکون سے بیٹھنے کا ارادہ کر لوں نہیں، مجھے شاید اور بھی بہت کچھ کرنا ہے ہو سکتا ہے کوئی میکویا نے میرے ذہن پر اثر انداز ہونے کی کوشش کی ہو لیکن میرا ذہن تو اب بھی آزاد ہے، میری جسمانی قوتیں تو اب بھی اسی انداز میں بحال ہیں۔ میں اس سے سودے بازی کروں گا۔ ٹھیک ہے انسانیت کے لیے جو کچھ کیا جا رہا ہے۔ میں اس بات سے اتفاق کرتا ہوں کہ اس میں ہر شخص کا حصہ ہونا چاہیے جو اس زمین پر رہتا ہے وہ اس زمین کا مقروض ہے اور قدرتی طور پر بھی یہی کہا گیا ہے کہ سب سے پہلے انسانوں کے کام آؤ اس کے بعد ہی تمہاری ساری عبادتیں قبول ہو سکتی ہیں۔ اگر ایسی ہی بات ہے تو میں کوئی میکویا کے اچھے مقاصد کے لیے کام کرنے کو تیار ہوں بشرطیکہ ان میں سچائی ہو لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی میں اس سے سودے بازی بھی کروں گا۔ وطن عزیز کے لیے اگر کچھ نہ کیا تو پھر ہماری کارکردگی بے کار ہے۔

ان سارے خیالات نے دل و دماغ کو ایک فرحت ایک تقویت بخشی تھی، اپنے آپ کو سمجھانے کے علاوہ اور کیا کر سکتا تھا۔ جب بھی فیصلے کیے تھے تنہا ہی کیے تھے اور بہر حال جس حد تک بھی ممکن ہو سکتا تھا ان پر عمل کیا تھا۔ چنانچہ ریٹا کو آواز دی اور اس سے پوچھا۔

”بس ریٹا جب میڈم میکویا نے میرے لیے ہر طرح کے انتظامات کر لیے ہیں تو یقیناً لباس وغیرہ کا بندوبست بھی ہو گا۔“

”سو! میں نے پہلے بھی آپ سے کہا تھا کہ آپ صرف حکم کریں کہ آپ کو یہ درکار ہے۔“

”تم واقعی بہت دلچسپ لڑکی ہو!“

”تو پھر سر جب انسان کسی کے بارے میں اس قسم کے خیالات کا اظہار کر دیتا ہے تو اس کے کچھ حقوق بھی ہو جاتے ہیں۔“

میں نے گہری نگاہوں سے ریٹا کو دیکھا اور کہا۔ ”مطلب کیا ہے تمہارا۔“

”حقوق کا مطلب حقوق ہی ہوتا ہے سر۔“

”تم جانتی ہو ریٹا میں ایک ایسٹرن آدمی ہوں مشرق کا رہنے والا۔“

”تم جن حقوق کی بات کر رہی ہو شاید ان کی ادائیگی میں نہ کر سکوں۔“

ریٹا کے چہرے پر عجیب سے تاثرات نظر آئے اس نے آہستہ سے کہا۔

”سر میں سمجھی نہیں۔“

”کس قسم کے حقوق درکار ہیں تمہیں؟“

”صرف اتنے سر کہ بے تکلفی سے آپ سے گفتگو کر لوں کہیں بھی آپ سے

خوف زدہ ہو کر بات نہ کروں۔“

”بس.....“

”جی سر۔“

میں ہنس پڑا۔ میں نے کہا۔ ”تو پھر تمہیں اس لی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اجازت ہے۔“

”تھینک یو سر تھینک یو ویری میچ۔ اصل میں جب انسان کسی کو خلوص دل سے

ہر طرح کی خدمت پیش کرنا چاہے تو پھر اس کی خواہش ہوتی ہے کہ اس سے ایک دلی

رابطہ بھی ہو، میں نے صرف اس لیے آپ سے یہ عرض کیا تھا۔“

”سوری ریٹا۔ میں کچھ اور سمجھا تھا۔“ وہ ہنس پڑی جان گئی تھی کہ میں کیا سمجھا

تھا۔ بہر طور میرے لیے لباسوں کے انبار بھی موجود تھے۔ تعجب ہوتا تھا کوئی میکویا پر کس

قسم کی عورت ہے اور پھر لے دے کر تصور وہیں پہنچ جاتا تھا کہ مجھ میں ایسے کون سے

سرخاب کے پر لگے ہوئے ہیں کہ اس نے اپنے دل کے دروازے میرے لیے کھول دیے

ہیں، بس اتنی سی بات سمجھ میں آ جاتی تو چکر کوئی میچ نہ رہتی۔

بہر حال ریٹا سے لباس وغیرہ حاصل کرنے کے بعد میں نے بہترین غسل کیا اور اپنے

آپ کو تروتازہ کرنے کے بعد ایک خوبصورت سا لباس پہن لیا، جو میرے جسم کی مناسبت

سے بالکل درست تھا۔ ریٹا نے مجھے محبوبانہ نگاہوں سے دیکھا تو میں نے ہنس کر کہا۔

”جی کیا دیکھ رہی ہیں آپ؟“

”بائی گاڈ سر آپ بہت خوب صورت لگ رہے ہیں۔“

”کیا یہ لباس میرے ہی لیے سلوائے گئے تھے۔“

”جی سر۔ سلوائے نہیں گئے تھے بلکہ بازار سے خریدے گئے تھے۔“

”کیا میڈم کو یقین تھا کہ میں یہاں ان کے پاس طویل عرصے قیام کروں گا۔“

”ان کے دل کی بات تو وہی بتا سکتی ہیں سر۔“

”اچھا بابا چلو تم بھی لباس تبدیل کرلو۔ مناکو کی سیر کریں گے۔“

”او۔ کے چیف۔ ابھی آئی۔“

ریٹا ایک مستعد لڑکی تھی خوش مزاج ہنس مکھ اور اچھی گفتگو کرنے والی وہ مجھے لے کر مناکو کی سیر کے لیے نکل کھڑی ہوئے اور میں اپنے آپ کو ذہنی طور پر آزاد کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ جب یہ سب کچھ کرنا ہی ہے تو پھر پریشان ہونے سے کیا فائدہ پھر ریٹا مجھے مناکو کے بارے میں بتانے لگی اس نے کہا۔

”جنوبی یورپ، بحیرہ روم میں، فرانس کے ساحل پر واقع مناکو ایک بہت چھوٹی سی آبادی ہے سر اس کا رقبہ چار سو پینسٹھ مربع کلو میٹر ہے، ہمارے مسائل بالکل یوں سمجھ لیجئے نہ ہونے کے برابر ہیں یہاں جیسا کہ آپ کے علم میں ہو گا آئینی بادشاہت ہے اور عوام کے لیے خاصی سہولتیں فراہم کر دی گئی ہیں۔“

ریٹا کی بے شمار خصوصیتیں آہستہ آہستہ سامنے آرہی تھیں وہ ایک بہترین گائیڈ تھی۔ بہر حال خاصی دیر تک سیر کرنے کے بعد جب ہم واپس لوٹے تو کونٹن میکویا نے اپنی مخصوص آرام گاہ میں میرا استقبال کیا۔ ہمیں اندر داخل ہوتے ہی اطلاع مل گئی تھی کہ کونٹن میکویا واپس آگئی ہے اور اس نے میرے بارے میں پوچھا ہے۔ میں کونٹن میکویا کے کمرے میں داخل ہو گیا وہ اپنی مخصوص جگہ بیٹھنی ہوئی تھی۔ تب میرے ذہن میں اچانک یہ تصور ابھرا۔ ریٹا نے مجھ سے کہا تھا کہ کونٹن میکویا کوئی جسمانی ہیئت نہیں رکھتی۔ بہر حال اس تصور کو لیے ہوئے میں آگے بڑھا اور اس کے قریب پہنچ گیا۔

”ہیلو.....“

”ہیلو دانش مناکو گھوم آئے اس نے کہا۔ میں نے اس کی طرف مصافحے کے لیے

ہاتھ بڑھا دیا اور وہ ایک لمحے کے لیے بھونچکی سی رہ گئی پھر اس نے مسکرا کر کہا۔“

”ریٹا تمہیں بتا چکی ہوگی کہ۔۔۔“

”وہی دیکھنا چاہتا ہوں۔“

”تو دیکھو اس نے اپنا خوب صورت ہاتھ آگے بڑھا دیا، میں نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا

دیا، میں نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا کر اس کا ہاتھ پکڑنے کی کوشش کی لیکن میرا ہاتھ غلامی

کسی چیز سے ٹکرائے بغیر جھولتا رہ گیا۔ میں نے دیکھا تھا کہ میرا ہاتھ اس کے ہاتھ میں سے

نکل گیا ہے۔ میں نے شدید حیرت کے عالم میں کہا۔“

”ناقابل یقین۔ انتہائی تعجب خیز۔“

”نہیں بیٹھو..... جب سب کچھ تمہیں بتا دیا ہے تو اس بارے میں بھی بتانا

ضروری سمجھتی ہوں۔ تمہیں اندازہ ہے ڈیروانش کہ میرا واسطہ کیسے کیسے لوگوں سے رہتا

ہے دنیا کے ہر گوشے میں میرے دشمن موجود ہیں۔ میں سمجھتی ہوں میرے دوستوں کی

تعداد انگلیوں پر گنی جاسکتی ہے لیکن میرے دشمنوں کی تعداد اس طرح نہیں گنی جاسکتی جس

طرح آسمان پر ستارے۔“

”دیری گڈ آپ نے یہ دشمنی پالنے میں بڑی محنت کی ہوگی کونٹن میکویا.....“

میرے اس سوال پر وہ ہنس پڑی۔ اس نے کہا ”ہاں محنت کی ہے، واقعی محنت کی۔“

اصل میں دیکھو نا دنیا کا رنگ ڈھنگ کتنا بدل چکا ہے، ہر شخص اپنے مفاد کی بات کرتا ہے

تم کتنے ہی مخلص ہو جاؤ اس دنیا سے لیکن دنیا تمہارا خلوص تسلیم نہیں کرے گی۔ ہاں اس

سے سودے بازی کر دینا اتنے خلوص سے سودے کے لیے تیار ہو جائے گی کہ تم حیران رہ

جاؤ گے۔“

”آپ کا یہ کہنا بالکل درست ہے کونٹن۔“

”خیر میں محسوس کر رہی ہوں کہ جس طرح تم اس سے پہلے ذہنی دباؤ کا شکار نظر

آتے تھے اب اس ذہنی دباؤ کا شکار نہیں ہو۔“

”ہاں اصولی طور پر میں نے آپ کے موقف کو تسلیم کر لیا ہے لیکن اس کے ساتھ

ساتھ ہی صرف ایک یا دو باتیں ایسی رہ جاتی ہیں جنہیں آپ سے طے کرنا ضروری ہے۔“

”یوں سمجھ لو، میں خلوص دل سے تمہاری ہر شرط ماننے کو تیار ہوں۔“

”اس سلسلے میں سب سے پہلے ایک سوال ہے کونٹن میکویا حالانکہ یہ سوال میں آپ

سے پہلے بھی کر چکا ہوں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ میری تشفی نہیں ہوئی۔“

”بلیز پوچھو..... اس نے کہا۔“

”کوئن میکویا میں اپنے آپ کو قطعی طور پر اس قابل نہیں سمجھتا کہ جتنا بڑا آرگنائزیشن آپ نے قائم کیا ہے اس میں مجھے اتنا بڑا مقام ملے۔ پہلے سوال یہ ہے کہ آپ نے مجھے یہ مقام کیوں دینا پسند کیا؟“

جواب میں کوئن میکویا خاموش ہو گئی۔ اس نے گردن جھکالی پھر بولی۔

”اگر میں یہ کہوں مائی ڈیئر دانش منصور کہ تم یہ سوال نہ کرو تو کیا تم میری یہ بات مان لو گے؟“

”ذہن میں تشنگی رہے گی۔“

”اس کے جواب میں صرف ایک جملہ کہہ سکتی ہوں کہ بعض لوگ اپنے آپ کو اتنا کچھ نہیں سمجھتے جتنا وہ ہوتے ہیں۔ یہ بھی ان کی بڑائی کا ایک حصہ ہوتا ہے۔ وہ لوگ جو کچھ نہ ہوتے ہوئے اپنے آپ کو بہت کچھ سمجھ لیتے ہیں وہ درحقیقت وہ نہیں ہوتے جو وہ اپنے آپ کو ظاہر کرنا چاہتے ہیں اور جو یہ تصور کرتے ہیں کہ ابھی وہ کچھ بھی نہیں ہیں انہیں آگے بڑھنا ہے، حقیقت یہ ہے کہ وہی دنیا کے بڑے لوگ ہوا کرتے ہیں۔“

”بات بہت دلچسپ ہے میرے لیے خوشی کا باعث بھی ہے اور میری زبان بھی بند کر دیتی ہے۔ تاہم میں اس سے یہ نتیجہ اخذ کروں کہ آپ نے مجھے میری اوقات سے بہت زیادہ سمجھ لیا ہے۔“

”نہیں۔ ابھی تو میں تمہیں سمجھنے کی کوششیں کر رہی ہوں جتنا چاہتی ہوں اس سے مجھے یہ اندازہ ہے دانش کہ تم دنیا کی بہت بڑی شخصیتوں میں سے ہو اور بھرپوری بات یہ ہے کہ انسان کی اپنی ایک پسند ہوتی ہے، بعض اوقات وہ جسے پسند کرے، وہ اسے دنیا کی سب سے بڑی شخصیت محسوس ہوتی ہے۔“

”ہمارے ہاں اس سلسلے میں ایک مثال کہی جاتی ہے۔ میں نے کہا اور ہنس پڑا۔“

”کیا..... وہ بھی مسکرا کر بولی۔“

”چھوڑیئے کوئن میکویا بڑی گھٹیا سی مثال ہے اس میں کچھ دل اور گدھی کا مسئلہ آتا ہے۔“

”وہ حیران نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی پھر بولی اچھا خیر تو مسٹر دانش منصور آپ نے

یہ سب کچھ جاننے کے بعد کیا فیصلہ کیا۔“

”فیصلہ تو میرا خیال ہے میں کر چکا ہوں آپ کو خود بھی اس کا اندازہ ہو گیا ہو گا۔“

”یعنی.....“ وہ خوشی سے بھرپور لہجے میں بولی۔

”میں چند لحظات خاموش رہا پھر میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ ”کوئن میکویا میں جانتا ہوں کہ آپ نے جدید ترین سائنسی ذرائع سے کام لے کر میرے ذہن کو متاثر کیا ہے۔ لیکن آپ یقین کریں کہ ابھی تک آپ کا جو موقف میرے علم میں آیا ہے، اگر آپ ان سائنسی ذرائع سے کام نہ بھی لیتیں تب بھی میں آپ کے اس موقف سے انحراف نہیں کرتا۔ میں نے آپ کو ایک معتدل شخصیت پایا ہے اور خود میرے اپنے اندر بھی اس قسم کے جذبات موجود تھے کہ میں دنیا میں رہنے والے ہر بے کس اور بے بس کی مدد کروں۔ میں کیا اور میری اوقات کیا لیکن انسان جب تک سانس لیتا رہتا ہے اپنی ایک اہمیت محسوس کرتا رہتا ہے۔ کہیں ایک چھوٹے سے گھر میں چند بچوں کے ساتھ، کہیں اپنے آفس میں اپنی سیٹ پر بیٹھ کر اور کہیں تھوڑے سے وسیع پیمانے پر۔ میں اپنی اس منتشر سی صلاحیت اور ذہنیت کے مطابق آپ کے ساتھ خلوص دل سے کام کرنے پر آمادہ ہوں لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی میں آپ سے ایک سوال کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔“

”کیا.....“ وہ نرم لہجے میں بولی۔

”ان تمام کاوشوں سے مجھے کیا فائدہ ہو گا؟“

”میں یہی جانتا چاہتی ہوں کہ آپ کیا فائدہ پسند کریں گے؟“

”دیکھیے کوئن میکویا آپ کو اچھی طرح علم ہے جیسا کہ آپ نے کہا کہ میری زندگی کچھ عجیب نشیب و فراز سے گزری ہے، اس کی تفصیل میں آپ کو قطعی بتانا پسند نہیں کروں گا لیکن یوں سمجھ لیجئے کہ بہت عرصے سے میرے دل میں اپنے وطن کے لوگوں کے لیے ایک آرزو ایک خواہش تھی۔ میں نے اپنی سر زمین کو اپنے خوابوں میں نبھانے کیا ہے کیا دیکھا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ یہ سب کچھ کرنا میری عمرنا تمام کے لیے ممکن نہیں ہے لیکن آرزو کی کوئی عمر نہیں ہوتی انسان اپنی خواہشات میں جو کچھ بھی کر جائے اور تھوڑا بہت جو میں نے اپنے وطن کے لیے جو کچھ بھی کیا ہے اسے بالکل ناکافی سمجھتا ہوں۔“

”ٹھیک ہے اس نے آہستہ سے کہا۔“

”چنانچہ میری آرزو ہے کہ ان تمام کاوشوں کے درمیان میں اپنے وطن کے مفاد کا ہر جگہ خیال رکھوں۔“ وہ گہری سوچ میں ڈوب گئی اور اس نے کہا۔ ”مسٹر دانش منصور آپ اپنی کاوشوں کے درمیان اگر کسی جگہ یہ محسوس کرتے ہیں کہ آپ کے وطن کو کوئی شے درکار ہے یا آپ کوئی خاص چیز اپنے وطن بھیجنا چاہتے ہیں تو میں اس کے حصول میں بھی آپ کی مدد کروں گی اور اس شے کو آپ کے ملک تک پہنچانے میں بھی۔ اس کے علاوہ مسٹر دانش منصور بہت سے ایسے کام ہیں جو ہم معاوضہ لے کر کرتے ہیں، میں اصل میں ان کا تجزیہ اس طرح کرتی ہوں کہ اگر کسی بڑے ملک نے کوئی کام میرے سپرد کیا اور میں آپ کو بتا دوں کئی بڑے ملک میرے کلائنٹ ہیں اور مجھ سے کام لیتے رہتے ہیں۔ میں نہ مافیا سے متعلق ہوں اور نہ کسی اور ادارے سے۔ میری اپنی ایک الگ حیثیت ہی اور کچھ لوگوں میں میری شناسائی میری اپنی حیثیت سے ہے۔ وہ لوگ مجھ سے کام لیتے ہیں اور اس کا بھرپور معاوضہ دیتے ہیں۔ یہ معاوضہ میں اپنی پسند کے مطابق طے کرتی ہوں اور جو کچھ بھی مجھے حاصل ہو گا اس کا میں پرسنٹ میں آپ کو پیش کر دوں گی۔ آپ اسے بہ خوشی اپنے وطن بھجوا سکتے ہیں میں نے مطمئن انداز میں دونوں ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا۔

”اس کے بعد ساری باتیں ختم ہو جاتی ہیں۔ یہ یقین کرنا آپ کا کام ہے کہ میری ذمے داریاں کیا ہوں گی۔“

”میں سمجھتی ہوں کہ جو کام کل کرنا ہو، وہ آج شروع کر دینا چاہیے۔ اس طرح کارکردگی میں بہتری پیدا ہوتی ہے۔“

”میں حاضر ہوں۔“

”گویا ہمارے درمیان تمام معاملات طے.....“

”بالکل طے..... مسٹر دانش منصور اب اس کے بعد میں قطعی طور پر یہ ضروری نہیں سمجھتی کہ آپ سے اور کوئی شرط رکھوں اور اس کی بنیادی وجہ ہے۔“

”وہ کیا.....؟“ میں نے مسکرا کر پوچھا۔

”ذہنی طور پر میں آپ کو اس حد تک ٹریس نہیں کر سکی ہوں کہ آپ کے ذہن کو ہر طرح کے کاموں کے لیے آمادہ کر لوں لیکن ایک بات جانتی ہوں کہ آپ مجھ سے مخلص ہیں اور بالکل جھوٹ نہیں بولیں گے۔“

”اگر آپ یہ جانتی ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ آخری بات بھی ختم ہو گئی۔“

”تو پھر ہم آ جاتے ہیں اصل کام پر۔“

”جی..... میں نے ہمہ تن گوش ہو کر کہا۔ کوئن میکویا اس طرح سوچ میں ڈوب گئی جیسے کچھ واقعات کو ذہن میں تازہ کر رہی ہو۔ دیر تک وہ اس کیفیت میں رہی اور اس کے بعد اس نے کہا۔“

”کہانی بہت دلچسپ ہے اور ایک طرح سے روایتی حیثیت رکھتی ہے۔ میں خاموشی سے اس کی طرف دیکھتا رہا وہ بولی۔“

”یہ یقینی طور پر ۱۹۰۸ء کی بات ہے شی آئی جانامی ایک شخص چین کے شہر ہربن کا رہنے والا تھا۔“ شی آئی جادو حقیقت درویش صفت آدمی تھا، ہربن کے نواح میں اس نے ایک پہاڑی علاقے میں اپنی خانقاہ بنا رکھی تھی اور اسی خانقاہ میں وہ انسانیت کی بھلائی کے کاموں میں مصروف رہتا تھا، قدیم چینی طریقہ علاج کے سلسلے میں اس کی کاوشیں آج بھی چین میں بڑے احترام سے یاد کی جاتی ہیں۔ سی آئی جا جڑی بوٹیوں اور معدنیات کا ماہر تھا، اسے گیسوں کے علوم پر عبور حاصل تھا اور اس کے ساتھ ہی اس نے جدید سائنس سے بہت پہلے سائنس کے ایسے فارمولے دریافت کر لیے تھے جن میں سے کچھ شاید آج تک دنیا کے لیے ناقابل یقین ہیں اور دنیا ان کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتی، کام ہو رہا ہے اور یقینی امر ہے کہ شی آئی جا کے فارمولے آگے چل کر زیر عمل آجائیں۔ ایک سیاح جس کا نام جان کارلس تھا اور جو یورپ سے وہاں پہنچا تھا، اتفاقیہ طور پر کچھ حالات کا شکار ہو کر شی آئی جا کے پاس جا پہنچا دونوں کے درمیان کچھ اس طرح کی انڈر اسٹینڈنگ ہو گئی کہ شی آئی جا نے جان کارلس کو اپنے ساتھ ہی رکھ لیا اور جان کارلس اس کے لیے خدمات سر انجام دینے لگا، شی آئی جا کا ایک گہرا دوست جس کا تعلق منگولیا سے تھا اور جس کا نام کاراکاخ تھا، عموماً شی آئی جا سے ملنے آتا رہتا تھا، وہ ایک صنعت کار تھا اور ساتھ ہی ساتھ شی آئی جا کے معتقدوں میں سے بھی تھا، دونوں کے درمیان گہری دوستی تھی اور ہربن کے پہاڑوں میں دونوں طرح طرح کے تجربات کرتے رہتے تھے، شی آئی جا کسی مخصوص ذریعے سے اس وقت کاراکاخ کو طلب کر لیتا تھا جب وہ کوئی تجربہ کرنے جا رہا ہوتا، جان کارلس اپنی عقیدت میں انتہا سے آگے بڑھ گیا تھا اور ایک طرح سے ان لوگوں

کا دست راست بن چکا تھا، انیس سو چودہ میں پہلی جنگ عظیم کا آغاز ہو گیا اور اس سے جو تباہ کاریاں پھیلیں شی آئی جانے انہیں تشویش کی نگاہوں سے دیکھا اور پھر وہ ایک ایسے فارمولے پر عمل کرنے لگا جس سے ان تباہ کاریوں کو روکا جاسکے، اس نے اپنی کوششوں اور کاوشوں سے ایک ایسا فارمولا دریافت کر لیا جس سے شدید ترین جنگی نقصانات کو روکا جاسکے اور ان سے بچا جاسکے، کاراکلخ بھی اس کے ساتھیوں میں سے تھا لیکن غالباً ان لوگوں کی کاوشوں کا کچھ علم دنیا کی کئی حکومتوں کو ہو گیا جن میں شاید جرمنی بھی شامل تھا، شی آئی جا اور کاراکلخ کے لیے کارروائیاں کی جانے لگیں اور شاید انیس سو تیس کی بات ہے کہ ان دونوں کو گرفتار کرنے کی کوشش کی گئی، خاموشی سے ان پر قابو بھی پالیا گیا لیکن قید میں آنے کے بعد چند ہی دن کے اندر اندر ان لوگوں نے خودکشی کر لی، جان کاربس البتہ جان بچا کر نکل گیا تھا، ان دونوں کی خودکشی سے دنیا کے ان ممالک کے مقاصد پر اوس پڑ گئی جنہوں نے شی آئی جا اور کاراکلخ کی کاوشوں کو اپنے قبضے میں کرنا چاہا تھا، بات پرانی ہو گئی، جان کاربس یورپ کے ایک ایسے گوشے میں جا چھپا جہاں اسے تلاش نہ کیا جاسکا لیکن عمر کے آخری حصے میں اس نے ایک کتاب لکھی جس میں اس نے اپنے مشاہدات کا تذکرہ کیا، شی آئی جا اور کاراکلخ کے فارمولے کے بارے میں بھی اس نے تفصیلات لکھتے ہوئے کہا کہ جب ان دونوں کو یہ احساس ہوا کہ یہ فارمولا چوری کر لیا جائے گا یا اسے حاصل کرنے کے لیے کاوشیں شروع ہو چکی ہیں تو انہوں نے اسے محفوظ کرنے کا فیصلہ کر لیا، کاراکلخ نے اپنے کارخانے میں ایک ایسا ڈریگن بنوایا جس میں وہ فارمولا محفوظ کیا جاسکتا تھا انہوں نے کس طرح فارمولے کو اس میں محفوظ کیا یہ بات جان کاربس کو بھی نہیں معلوم تھی، بس وہ اتنا جانتا تھا کہ ان دونوں نے فارمولے کو وہاں ڈریگن میں محفوظ کر کے کہیں دفن کر دیا ہے، جان کاربس نے اپنے طور پر وہاں ڈریگن کی تصویر بھی بنائی تھی پھر اس کی اس حماقت کا نتیجہ اس کو ہی نہیں بلکہ اس کے اہل خاندان تک کو بھی بھٹنا پڑا، کتاب شائع ہونے کے بعد جان کاربس تو طبعی موت مر گیا لیکن اس کے خاندان کے نو افراد وہاں ڈریگن کے چکر میں قتل کر دیئے گئے اور اس کے بعد یہ مسئلہ تقریباً ختم ہی ہو گیا پھر یہ غالباً انیس سو چوں کی بات ہے کہ ہیوم بارٹ نامی ایک شخص جو ایک عجیب و غریب شخصیت کا مالک تھا منگولیا پہنچا اور اس نے کسی خاص مقصد کے تحت

منگولیا کے دارالحکومت بولان بؤر کے مشرقی حصے میں کچھ کھنڈرات کی کھدائی کی اور اسے وہاں ڈریگن مل گیا لیکن وہ خود بھی اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا، کیونکہ اس فیلڈ کا آدمی نہیں تھا، ہیوم بارٹ نے وہاں ڈریگن کو اپنے نوادرات میں شامل کر لیا اور اسے لیے ہوئے مصر پہنچا جہاں نوادرات کی ایک نمائش میں اس نے وہاں ڈریگن بھی رکھا اس نمائش کی کوریج ہوئی اور جان کاربس کی بنائی ہوئی تصویر کے مطابق وہاں ڈریگن کو پا کر اچانک ہی دنیا کے ان ممالک میں کھلبلی مچ گئی جو بہت پہلے سے اس وہاں ڈریگن کے چکر میں تھے، چین نے اس پر اپنی ملکیت ہونے کا دعویٰ کیا تو منگولیا بھی اس میں کود پڑا اور زبردست ہنگامہ خیزی ہو گئی۔ ہیوم بارٹ کی دوستی مصر کے محکمہ انٹیلی جنس کے سربراہ صد العمران سے تھی، غالباً اس نے صد العمران سے وہاں ڈریگن کے بارے میں کہا کیونکہ اس کے حصول کے لیے ہیوم بارٹ کے گرد گھیرا تنگ ہو گیا تھا، بس اس کے بعد سے وہاں ڈریگن کا پتا نہیں چل سکا، ہیوم بارٹ کو اغوا کر لیا گیا تھا اور پھر حکومت مصر اسے دوبارہ نہ پاسکی، رفتہ رفتہ شبہ ضد العمران تک پہنچا اور صد العمران نے وہاں ڈریگن کی تباہ کاریوں کی کہانیاں سن کر دہشت زدہ ہو کر اپنے آپ کو روپوش کر لیا، اس نے اپنے خاندان کے افراد کو دنیا کے مختلف حصوں میں چھپا دیا، خود اس کے بارے میں خیال یہ ہے کہ وہ مصر ہی میں موجود ہے البتہ وہاں ڈریگن کہاں ہے اس کے بارے میں اب بھی کوئی تفصیل کسی کو نہیں معلوم۔ یہ طویل کہانی تم نے سنی مائی ڈیئر دانش منصور ہمارا کردار اس میں یہ ہے کہ ہم بھی وہاں ڈریگن کے متلاشیوں میں شامل ہو سکتے ہیں۔ میں نے اس سلسلے میں متعدد کارروائیاں کی ہیں اور مصر کے مختلف شہروں میں ہمارے آدمی پھیلے ہوئے ہیں، تازہ ترین اطلاع یہ ہے کہ میرا ایک خاص آدمی جس کا نام طفیل شمشی ہے اس وقت وہاں موجود ہے اور وہاں ڈریگن کے سلسلے میں اسے کچھ معلومات حاصل ہو چکی ہیں اور اب میرا مفہوم بالکل واضح ہے، میں چاہتی ہوں کہ تم قاہرہ پہنچ کر وہاں ڈریگن کے حصول کی کوشش کرو جو لوگ وہاں تمہارے مددگار ہوں گے ان کے بارے میں تمہیں تمام تفصیلات میں فراہم کر دوں گی اصل میں وہاں ڈریگن کے حصول کے بعد ہم اس کی انتہائی شاندار قیمت وصول کر سکتے ہیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس کے ذریعے تباہ کاریوں کو روکا جاسکتا ہے، چاہے کوئی ملک اس سلسلے میں کام کرے لیکن اس کے

مقاصد بہتر ہی ہیں میں جیسا کہ تم سے وعدہ کر چکی ہوں کہ اس کے نتیجے میں ہمیں جو کچھ حاصل ہو گا اس میں سے میں پر سنٹ تمہارے حصے میں آئے گا اس سے تم کوئی بھی ایسی چیز خرید کر اپنے وطن کو پہنچا سکتے ہو جو تعمیر وطن میں نمایاں کارکردگی کی حامل ہو، مثلاً شاید تمہیں اس بات کا علم نہ ہو کہ جرمنی نے ایک ایسے پلانٹ کی تیاریاں شروع کر رکھی ہیں جس سے بجلی پیدا کی جاسکتی ہے، یہ کوئی اہم بات نہیں ہے، اعلیٰ ترین ایٹمی پلانٹ بجلی کی پیداوار میں معاون ہو رہے ہیں لیکن وہ ایک ایسا پلانٹ ہے جس کے فوائد بعد میں دنیا کے سامنے آئیں گے کیا میں تمہیں اس کی تفصیل بتاؤں؟ میں نے دلچسپی سے گردن ہلا دی تو کوئن میکویا نے کہا۔

”یہ پلانٹ کسی بھی وسیع جگہ نصب کیا جاسکتا ہے اور بجلی کی پیداوار کے سلسلے میں اس میں ایک خاص طریقہ کار رکھا گیا ہے، دنیا کے ہر ملک میں کروڑوں ٹن کوڑا جمع ہوتا ہے جسے ٹھکانے لگانا بھی اس وقت دنیا کے لیے ایک مسئلہ بن گیا ہے، بہت سے ممالک ویسٹ کو مختلف طریقوں سے استعمال کر رہے ہیں لیکن اب بھی دنیا کے بے شمار خاص طور سے ترقی پذیر ممالک کا بہت بڑا مسئلہ یہ ویسٹ ہے جسے ٹھکانے لگانے کا کوئی طریقہ ان کے پاس نہیں ہے اگر اسے جلایا جاتا تو ماحولیاتی آلودگی شدید تر ہو جاتی ہے مگر اسے سمندر برد کیا جاتا ہے تو بالآخر سمندر کی لہریں اسے ساحلوں پر جمع کر دیتی ہیں اور اس سے وہی مسئلہ دوبارہ اٹھتا ہوتا ہے لیکن اس ویسٹ کو بڑے بڑے بوائٹرز میں جلا کر اس سے شاندار طریقے سے ہزاروں میگاواٹ بجلی حاصل کی جاتی ہے اور اس سے آلودگی بھی ختم ہو جاتی ہے میری جان دانش منصور تمہارے وطن کے لیے میں تمہیں اس پلانٹ کی پیشکش کرتی ہوں، یوں سمجھ لو کہ تم اپنے کام میں مصروف ہو گے اور میں تمہارے لیے اپنے طور پر اس پلانٹ کے لیے سودے بازی کروں گی، یہ کس طرح حاصل ہو گا اور کیسے تمہارے وطن بچنے کا اس کی ذمہ داری تم مجھ پر چھوڑ دو۔“

میں چکرا کر رہ گیا تھا میرا رواں رواں خوشی سے سرشار ہو رہا تھا، اگر میری کاوشوں کے صلے میں ایسا کوئی عمل ہو جاتا ہے تو میرے خیال میں اس سے بڑا میری زندگی کا مقصد اور کوئی نہیں ہو سکتا، اسی طرح سہی میرے وطن کے کم وسائل میں میری خدمات کام آسکیں تو اس سے اچھی اور کوئی بات ہو سکتی تھی، میں نے شاید اس وقت سب سے

زیادہ خلوص دل سے یہ بات کوئن میکویا سے کہی۔

”کوئن میکویا یوں سمجھ لیجئے کہ اگر اس قسم کے تعلقات میرے اور آپ کے درمیان جاری رہیں تو شاید مجھ سے زیادہ مستعد اور کوئی شخص آپ کو اپنے ادارے میں نہیں ملے گا۔“

”تو پھر یہ میرا وعدہ ہے تم سے ڈیئر دانش منصور۔“

”اس ادارے کا آپ نے کوئی نام نہیں رکھا؟“

”مطلب؟“

”میرا مطلب ہے کہ آپ نے اس ادارے کو کوئی نام نہیں دیا۔“ کوئن میکویا کے

ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اس نے کہا۔

”نام کے بغیر تو شاید دنیا کی کوئی چیز بھی نہیں ہوتی لیکن یہ نام ابھی تک صیغہ راز میں رکھا گیا ہے، ہم خاص لوگ اس ادارے کو بلیک چینل کہتے ہیں، ہم بلیک چینل کو ابھی منظر عام پر نہیں لائے، بس یہ ہمارے درمیان ایک شناختی نام ہے کیونکہ ہم نہیں چاہتے کہ ہم براہ راست بڑے بڑے ملکوں سے تصادم کریں، ہمارے مد مقابل جیسا کہ تم نے دو نام لیے، تیسرا نام مافیا کا بھی ہو سکتا ہے تو یہ سب ہمارے مد مقابل آسکتے ہیں لیکن ہمارا مقصد جنگ و جدال سے بجائے صرف اپنے کام سے کام رکھنا ہے اور ہم اسی کے لیے کاوشیں کر رہے ہیں، میرا خیال ہے مسٹر دانش منصور تمہارے تمام خدشات کی تشفی ہو گئی ہوگی۔“

”خدشات نہیں میں اسے معلومات کموں گا اور اب میں قاہرہ جانے کے لیے خلوص دل سے تیار ہوں۔“

کوئن میکویا مسرت سے مسکرا اٹھی پھر اس نے کہا۔ ”اور میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ یہ اس وقت کی بات ہے جب تم نے روز آرگنائزیشن کا وہ چینل تباہ کیا تھا میں نے تمہارے بارے میں سوچا تھا اور آج میری اس سوچ کی تکمیل ہو گئی ہے۔“

”لیکن میں اب بھی اتنا ہی حیران ہوں کہ اتنے بڑے آرگنائزیشن کو مجھ سے کہیں زیادہ بہتر افراد مل سکتے تھے لیکن آپ نے میرا انتخاب کیا اور مجھے میری حیثیت سے بڑھ کر مقام دیا کاش اس کی وجہ میری سمجھ میں آجائے۔“ جواب میں کوئن میکویا نے مجھے ایسی

نگاہوں سے دیکھا کہ میں حیران رہ گیا اور اگر خوش فہمیوں کا شکار نہیں تھا تو اپنے انتخاب کی وجہ میری سمجھ میں آرہی تھی، بہر حال اب ان احمقانہ خیالات میں کچھ نہیں رکھا ہوا تھا جو کام میرے سپرد کیا گیا تھا وہ ذہن پر سوار ہو گیا تھا، بعد میں مجھے مزید تفصیلات بتادی گئیں، قاہرہ میں مقیم طفیل نسیمی کا حوالہ مجھے پہلے ہی دے دیا گیا تھا اور کچھ سوچنا بے سود تھا، زندگی کے ان واقعات میں یہ ایک تبدیلی رونما ہوئی تھی۔ ٹٹ مین کی تباہ شدہ رہائش گاہ میں اب کچھ تلاش کرنا بیکار ہی تھا، چنانچہ ضروری ہدایات لینے کے بعد میں کوئن میکویا سے رخصت ہو گیا، مجھے وہ تمام معلومات فراہم کر دی گئی تھیں جو آئندہ میری معاون ہو سکتی تھیں۔

طیارے نے جب فضا میں پرواز کا آغاز کیا تو میں اپنے ذہن سے تمام دوسرے اور تمام خیالات نکال چکا تھا، ماضی ایک ایسی چاشنی ہے کہ انسان جب بھی چاہے اس میں ڈوب جائے، کچھ تلخ کچھ خوشگوار یادیں معاون زندگی بن جاتی ہیں لیکن میرے اندر سکون کا دریا موجزن تھا اور اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ جن کاوشوں کا میں نے آغاز کیا تھا ان کا صلہ مجھے بھرپور دیا جا رہا تھا، بات وہی وطن سے یاری کی تھی، یار کے لیے مٹنے میں جو مزا ہے وہ زندگی میں کسی اور چیز میں کہاں، چنانچہ جب قاہرہ انٹیرپورٹ پر اترا تو بالکل پرسکون تھا، مصر کی صدیوں پرانی کہانیاں ذہن میں تازہ ہونے لگیں، بہت سے دلچسپ خیالات دل میں آئے۔ ضروری امور سے فراغت حاصل کرنے کے بعد انٹیرپورٹ سے باہر آیا تو ایک پلے کارڈ لیے ہوئے ایک لڑکی نظر آئی جس نے بلیک اسکرٹ اور سرخ بلاؤز پہنا ہوا تھا، بہت ہی دلکش خدوخال کی مالک تھی۔ پلے کارڈ پر دانش منصور لکھا ہوا تھا، میں مسکراتا ہوا اس کی جانب بڑھ گیا اور جب میں اس کے قریب پہنچا تو اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”نعیمہ عارف آپ کو خوش آمدید کہتی ہے، مسٹر دانش منصور براہ کرم تشریف لائیے۔“ میں اس کے ساتھ چل پڑا۔ اس کی چال میں بے پناہ دلکشی تھی، وہ ایک سرخ رنگ کی کار تک پہنچ گئی، کار کا پچھلا دروازہ کھول کر اس نے مجھ سے بیٹھنے کی فرمائش کی تو میں نے اس سے کہا۔

”آپ کے ساتھ کوئی اور ہے؟“

”جی نہیں۔“

”تب میں آپ کے برابر بیٹھنا چاہوں گا محترمہ نعیمہ عارف۔“

”عزت افزائی ہے جناب اس نے پچھلا دروازہ بند کر کے پہلے ڈرائیونگ سیٹ پر دروازہ کھولا اور پھر گھوم کر دوسری جانب چلی گئی، ادھر کے دروازے کا لاک کھول کر وہ انتظار ہو کر کھڑی ہو گئی تو میں ڈرائیونگ سیٹ کے برابر والی سیٹ پر جا بیٹھا، اس نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر اپنے بال سمیٹ کر پیچھے کیے اور غالباً ان کا رہن درست کیا اس طرح سرخ بلاؤز میں اس کا حسین جسم نمایاں ہو گیا، لباس کی مغربی تراش نگاہوں کو چوری پر مجبور کر رہی تھی لیکن فطری طور پر میں بد نگاہ نہیں تھا اب یہ دوسری بات ہے کہ دلکش خطوط آنکھوں کو چوری کرنے پر مجبور کر رہی دیتے ہیں لیکن مجھے فوراً احساس ہوا کہ عورت کی چھٹی حس بیدار ہو گئی ہے اس نے اپنے گریبان کو درست کیا اور پھر انگلیشن میں چابی لگا کر سوئچ آن کر دیا اور اس کے بعد کار کو گریٹر میں ڈال کر ست روی سے آگے بڑھ گئی۔“

”رات کا وقت تھا، قاہرہ روشنیوں سے جگمگا رہا تھا لوگ ادھر ادھر آ جا رہے تھے۔ انٹیرپورٹ سے ہوٹل الاسکا کا سفر کافی طویل تھا، فانیو اسٹار ہوٹل کے ایک خوب صورت کمرے میں وہ میزے ساتھ بیٹھی۔ پورٹر ہمارا مختصر سامان قریب سے رکھنے کے بعد واپس کے لیے پانا تو اس نے خود ہی اسے ٹپ دیا اور میری طرف رخ کر کے بولی۔“

”کسی شے کی حاجت محسوس ہو رہی ہے سر۔ میرا خیال ہے آپ ڈرائیونگ پسند کریں۔“

”آپ کا مہمان ہوں محترمہ نعیمہ، جیسا آپ پسند کریں۔“

”ٹھیک ہے سر، میں روم سروس کو آرڈر لکھوا دیتی ہوں براہ کرم اگر آپ ضروریات سے فراغت حاصل کرنا چاہیں تو وہ باتھ روم ہے کیا میں آپ کو شب خوابی کا لباس نکال کر دوں؟“

”نہیں سغیر لطف اور آرام دے تھا۔ میں ابھی لباس نہیں تبدیل کروں گا آپ کے ساتھ ایک نشست ہو جائے۔“

اس نے گردن خم کر دی۔ بہر حال میں باتھ روم کی جانب چل پڑا۔ باتھ روم سے نکلا تو وہ ٹیلی فون پر روم سروسنگ کو آرڈر بک کرانے کے بعد ٹیلی فون بند کر رہی تھی، مجھے

دیکھ کر خوش دلی سے مسکرا دی اور میں ایک کرسی پر جا بیٹھا اس نے مجھ سے اجازت لے کر میرا سوٹ کیس کھولا اور میرا سامان الماری میں سجانے لگی۔

”ابھی تک میں آپ کو محترمہ نعیمہ عاکف کہتا رہا ہوں۔ کیا آپ کو مس نعیمہ کہوں؟“

”نہیں سر عاکف میرے شوہر کا نام ہے اور ہم دونوں نے محبت کی شادی کی ہے۔“

”گڈ۔ میں مسکرا کر بولا پھر میں نے کہا۔“

”کیا مسٹر عاکف یہیں قاہرہ میں مقیم ہیں؟“

”جی سر وہ ایک آئل کمپنی میں پرچیز آفیسر ہیں۔“

”اور آپ۔ میں نے مسکرا کر سوال کیا؟“

”آپ کی خادمہ..... وہ بھی مسکرا کر بولی۔“

”یہ آپ کی کسر نفسی ہے ورنہ آپ میری خادمہ کہاں سے ہو گئیں۔“

”اس نے ہنس کر اپنا کام ختم کیا، بڑا سلیقہ تھا اس کے انداز میں لیکن میں اس کی فطرت کے بارے میں اندازہ نہیں لگا سکا تھا، یہ تو اس نے بتا دیا تھا کہ اس نے محبت کی شادی کی ہے لیکن بعد کے معاملات کچھ سمجھ میں نہیں آ رہے تھے۔ اندازہ یوں ہو رہا تھا جیسے وہ مجھے بھی لہھا رہی ہے لیکن کچھ ہی دیر کے بعد یہ احساس آہستہ آہستہ رفع ہونے لگا۔ ویٹرنے کھانا لا کر چن دیا تو میں ڈائمنگ ٹیبل پر جا بیٹھا۔“

”تشریف لائیے مسز عاکف۔“

”نہیں سر شاید آپ کو میری حیثیت کے بارے میں بتایا نہیں گیا۔ میں صرف آپ کی اینڈنٹ ہوں، میری حیثیت صرف خادمہ کی ہے، میں کسی بھی قیمت پر آپ کے ساتھ بیٹھ کر کھانا نہیں کھا سکتی۔“

”کیا آپ کھانا کھا چکی ہیں؟“

”جی نہیں۔ مسٹر عاکف تقریباً رات کے گیارہ بجے گھر پہنچتے ہیں اور ہم دونوں رات کا کھانا ساتھ ہی کھاتے ہیں۔“

”اس کا مطلب ہے کہ آپ اب تھوڑی دیر کے بعد رخصت ہونا چاہتی ہیں۔“

”جی نہیں اس کا یہ مطلب بالکل نہیں ہے اگر آپ حکم دیں گے تو میں یہاں بہت دیر تک رک سکتی ہوں بس اتنی اجازت لوں گی آپ سے کہ عاکف کو ٹیلی فون کر دوں۔“

”خیر میری یہ خواہش تھی کہ آپ ایک اچھی دوست کی حیثیت سے میرے ساتھ کھانا کھائیں لیکن اگر پسند نہیں کرتیں تو ناسی۔ مجھے اجازت ہے۔“

”پلیز۔ اس نے خوش دلی سے کہا اور میں نے کھانے کا آغاز کر دیا۔ کھانا کھاتے ہوئے میں نے کہا۔“

”آپ بہت نفیس خاتون معلوم ہوتی ہیں محترمہ نعیمہ، آپ سے مل کر مجھے خوشی ہوئی ہے لیکن ایک سوال میرے ذہن میں ذرا چبھ رہا ہے۔“

”جی فرمائیے۔“

”آپ پلے کارڈ لے کر کھڑی ہو گئیں اور آپ نے اس پر دانش منصور لکھ دیا میں آپ کے پاس پہنچ گیا لیکن آپ نے مجھے شناخت کیسے کر لیا۔ میرا مطلب ہے کوئی گڑبڑ بھی ہو سکتی تھی۔“

”نہیں سر یہ پلے کارڈ حقیقی طور پر آپ کے لیے تھا تاکہ آپ مجھ تک تشریف لے آئیں جہاں تک میرا معاملہ ہے میرے پاس آپ کا یہ ریڈیو فونو موجود ہے اس نے بلاؤز کے گریبان سے ایک چھوٹی سی تصویر نکال کر میرے سامنے رکھ دی۔ میری تصویر تھی اور بالکل نئی تھی۔“

”اوہو یہ آپ کو کون میکاویا نے فراہم کی ہے۔“

”جی۔ بلیک چینل کے لاسکلی ڈیپارٹمنٹ نے۔“

”گڈ۔ کام بڑی خوش اسلوبی سے ہوتا ہے۔ خیر تو محترمہ نعیمہ کیا اس سے آگے کی باتیں بھی ابھی ہو جائیں گی۔“

”اگر آپ پسند کریں سر یہ سب کچھ آپ پر منحصر ہے۔“

”بے حد شکریہ محترمہ نعیمہ عاکف، اب یہ بتائیے میرا آئندہ پروگرام کیا ہے؟“

”سر آج سٹوڈے ہے۔ آپ کے پاس سٹوڈے اور منڈے موجود ہیں۔ اگر آپ

چاہیں تو کل اتوار کا دن قاہرہ کی سیر میں گزار سکتے ہیں میں آپ کی معاون رہوں گی۔ اس کے بعد منگل کو ڈھائی بجے آپ کو غزہ کے قصبے المغیر میں پہنچنا ہے اس نے یہ جملہ آہستہ

لجے میں کہا تھا تاکہ میری سمجھ میں آجائے پھر وہ آگے بولی۔

”المغیر سے کوئی آٹھ کلومیٹر کے فاصلے پر اہرام مبرا پھیلا ہوا ہے یہاں اہراموں کا ایک وسیع سلسلہ ہے لیکن وہ سب ٹوٹے پھوٹے اور نگہداشت سے عاری ہیں ایک اہرام وہاں سالم ہے اس اہرام کے پاس آپ کی ملاقات طفیل ششی سے ہوگی۔ مسٹر طفیل ششی نے یہی وقت دیا ہے آپ سے ملاقات کے لیے سراتوار کو اگر آپ قاہرہ کی سیر کریں تو رات کو یہاں قیام کر سکتے ہیں۔ پیر کی صبح آپ کو غزہ روانہ ہو جانا ہوگا اور پھر غزہ سے کرائے کی گاڑی حاصل کر کے قصبہ المغیر جانا ہوگا ویسے تو المغیر ایک خوبصورت قصبہ ہے اور وہاں ضروریات زندگی کا تمام سامان موجود ہے لیکن آپ کو کچھ ایسی پریشانیاں بھی ہو سکتی ہیں جیسے کار وغیرہ۔ البتہ غزہ سے آپ کو کرائے کی گاڑیاں مل سکتی ہیں میں آپ کو وہ شناخت نامہ فراہم کر سکتی ہوں۔ جس کے تحت کرائے پر گاڑیاں دینے والی کمپنی آپ کو بہ آسانی آپ کی پسند کی گاڑی دے سکتی ہے۔ اہرام مبرا میں ٹھیک ڈھائی بجے سالم اہرام کے قریب۔“

میں نے حیرت سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ ”لیکن تعجب کی بات ہے مجھ سے اس بارے میں کچھ نہیں کہا گیا تھا۔“

”یہ یہاں کے حالات کے مطابق ہے سراتوار مسٹر طفیل ششی بہر طور ایک صاحب اثر شخصیت ہیں اور انہیں کامل طور پر صاحب ہوش بھی مانا جاتا ہے یقینی طور پر کوئی ایسی ہی بات انہوں نے آپ سے وہاں ملنے کی فرمائش کی۔“

”آپ یقین فرمائیے اگر میرے علم میں ایسی کوئی بات ہوتی تو میں ضرور آپ سے عرض کر دیتی لیکن حقیقت یہ ہے کہ مجھے اس بارے میں کچھ بھی نہیں معلوم۔ جیسا کہ میں آپ سے پہلے عرض کر چکی ہوں۔“

”تو پھر آپ میرے لیے مزید کیا کر سکتی ہیں؟“

”کل دن کو گیارہ بجے میں آپ کے پاس حاضری دوں گی، آپ کو وہ شناخت نامہ بھی فراہم کر دیا جائے گا۔ اس کے علاوہ غزہ کے لیے سفر کا بندوبست بھی میری ہی ذمہ داری ہے۔ مزید کوئی شے آپ کو درکار ہو تو فرما دیجئے گا۔“

”مجھے ہسپتال وغیرہ درکار ہوگا۔“

”سراسر اس کے لیے تو مجھے پہلے ہی ہدایت کر دی گئی تھی اس نے کہا۔“

”تو پھر ٹھیک ہے اب آپ اگر پسند کریں تو جا سکتی ہیں۔ ویسے آپ کی شخصیت نے مجھے بڑا اچھا اثر چھوڑا ہے بے حد شکریہ۔“

اس نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھا اور پھر معذرت کر کے اٹھ گئی۔

”سراسر آپ کی اجازت سے جا رہی ہوں۔ ورنہ میں نے تو عرض کیا تھا۔“

”نہیں بے شکریہ۔“ میں نے اب کسی قدر خشک لہجے میں کہا۔ ”ایک ایسی مشینی شخصیت سے بلاوجہ کی باتیں کرنا بھی طبیعت پر بوجھ ہی محسوس ہوتا جو نا صرف شادی شدہ تھی بلکہ محبت شدہ بھی تھی۔ وہ مجھے سلام کر کے چلی گئی اور میں بہت دیر تک اس کے بارے میں غور کرتا رہا۔ اس دوران کھانا ختم ہو گیا اور میں اٹھ کر غسل خانے کی جانب چل پڑا، اب کمرے سے باہر نکلنے کا موڈ بالکل نہیں ہو رہا تھا۔ ورنہ قاہرہ کی حسین راتوں کی کہانیاں یہاں کے تھوہ خانے، یہاں کی زندگی کے بارے میں جس قدر معلومات تھیں وہ دل میں گدگدی پیدا کر رہی تھیں لیکن اصل کام کے بارے میں سوچنا زیادہ موزوں تھا۔

”بٹیر برتن وغیرہ لے کر چلا گیا اور میں سوچوں میں ڈوب گیا۔“

طفیل ششی نے ملاقات کے لیے کچھ عجیب سے راستے اختیار کیے ہیں پتا نہیں کیوں۔ بہر طور معاملہ خاصا الجھا ہوا تھا کوئن میکویا مجھے بتا چکی تھی کہ اس سلسلے میں بے شمار افراد سرگرم عمل ہیں ہو سکتا ہے طفیل ششی نے بغرض احتیاط یہ راستے اختیار کیے ہوں۔ منگل کے دن ڈھائی بجے بہت دیر تک بیٹھا اس بارے میں سوچتا رہا اور پھر کھڑکی کی جانب بڑھ گیا۔ کھڑکی سے ہوا کے سرد جھونکے اندر آرہے تھے، موسم خوشگوار تھا۔ ورنہ مصر کی گرمی خاصی شہرت رکھتی تھی لیکن یہ دن ایسے تھے کہ کہیں بھی گرمی موجود نہیں تھی۔ روشنیوں میں ڈوبا ہوا قاہرہ ایک عجیب سا پر سحر منظر پیش کر رہا تھا اور درحقیقت اس کی سحر انگیز فضاؤں میں ہزاروں سال کی داستانیں تیرتی پھر رہی تھیں۔

”میں صرف صاحب دل ہی محسوس کر سکتے ہیں اور جن کا تعلق زندگی کی لطافتوں سے نہ ہوا ان پر بھلا قدیم داستانیں کیا اثر کر سکتی ہیں۔“

بہت دیر تک یونہی کھڑا رہا اور ان ہواؤں کو اپنے ذہن سے گزرتا ہوا محسوس کرتا رہا پھر کھڑکی بند کر کے بستر پر آگیا۔ اب لیٹ کر سو جانا ہی بہتر تھا۔ بستر پر لیٹ کر ذہن کو

وطن عزیز کی جانب روانہ کر دیا اور چشم تصور سے ایک ایک کو دیکھنے لگا۔ اب اس وقت باغی سوچوں کو روکنا کسی طور ممکن نہیں رہا تھا۔ دل کے درپچے کھل گئے تھے اور ان درپچوں میں بہت سے چہرے چھپے ہوئے تھے جن سے دل ہی کا تعلق تھا۔ خصوصاً "رخسار" کیا عجیب تھی۔ بہت عرصے تک میں نے اسے ذہنی طور پر قبول ہی نہیں کیا تھا لیکن بعد میں جب دل کی لگی رنگ لائی تو حالات اس طرح بدلے کہ روایت بن گئے۔ بلاشبہ رخسار کا کردار بھی عظیم تھا اور میں اس کی عظمت سے ہی متاثر ہوا تھا۔ رخسار کو آنکھوں میں بسائے گہری نیند سو گیا اور پھر خوابوں میں اس کے ساتھ نجانے کون کون سے جہانوں میں اٹھکیاں کرتا رہا۔ صبح کو خوب دیر سے جاگا تھا، طبیعت پر کوئی بوجھ نہیں تھا جس طرح مناکو سے روانہ ہوتے وقت ذہن کو آزاد چھوڑ دیا تھا اس طرح اب بھی میں نے اپنی قوت ارادی سے کام لے کر اپنے آپ کو بالکل تروتازہ کر لیا۔ بہترین ناشتہ کیا اور پروگرام بنانے لگا کہ آج کا دن کس طرح گزارا جائے۔ دن میں نعيم عاکف کا خیال آیا تو میں نے تہیہ کر لیا کہ اس لڑکی کو پروقار رہنے دیا جائے، جس طرح اس نے اپنی نفس طبیعت کا مظاہرہ کیا تھا۔ اسی طرح میں اس کی اس فطرت کو قائم رہنے دوں، ویسے بھی برائی کی جانب دل راغب نہیں ہوتا تھا، زندگی میں چند ہی لمحات ایسے آئے تھے جب جذبات ہوش و حواس پر حاوی ہو گئے تھے، اگر کوئی ایسا ہی مرحلہ درپیش ہو جہاں گریز کرنا ممکن نہ رہے، تب تو بات مختلف، ورنہ بہتر ہے کہ کام سے کام رکھا جائے، چنانچہ ٹھیک گیارہ بجے، جب دروازے پر دستک ہوئی اور مدھم سی خوشبو فضا میں لہرائی جو نعيم عاکف کے بدن سے اٹھتی تھی تو میں نے اسے طلب کر لیا۔ ہمیشہ خوب صورت لباس پہنتی تھی۔ دن کی مناسبت سے اس وقت بھی ہلکے رنگ کا، ایک سلیقے کا لباس پہنے ہوئے تھی، مسکراتی ہوئی اندر آگئی، سلام و دعا کی اور اس کے بعد میری تمام ضرورتوں کی چیزیں میرے سامنے رکھ دیں جن کا اس نے وعدہ کیا تھا پھر مجھ سے بولی۔

"سریہ چیک بک ہے۔ میرا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے بلیک چینل کا فنڈ ہے آپ اس سے تمہیں کچھ ملے گا اور آپ کو اس کی ضرورت ہو۔"

"نعمت! مسز عاکف، پتہ ہوئے مجھے ٹریولر چیک دیے گئے تھے، وہ موجود ہیں، کل بھول گیا تھا۔ ورنہ آپ نے بتا دیا کہ آپ انہیں کیش کر دیجئے۔"

"سر کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے، آج تو آپ قاہرہ میں موجود ہیں، میں چیک کیش کرادوں گی۔"

تھوڑی دیر تک گفتگو کرنے کے بعد ہم نکل کھڑے ہوئے وہ اسی سرخ کار میں بیٹھی۔ میں نے اس سے کہا۔

"اصولی طور پر مجھے مسٹر عاکف سے ملاقات کرنی چاہیے لیکن میرا شیڈول آپ کے سامنے ہے، میرا خیال ہے چیک کیش کرانے کے بعد آپ اپنے معمولات میں مصروف ہو جائیے جو تفصیل آپ نے بتائی ہے میرا خیال ہے وہ بہت کافی ہے، میں غرہ روانہ ہو جاؤں گا۔"

"نہیں سر مجھے آج فرصت ہے۔ ہاں اگر آپ خود میرا ساتھ پسند نہ کریں۔ معاف کیجئے گا کچھ خیالات ہیں ذہن میں لیکن ادا کرتے ہوئے الجھتی ہوں۔"

"مثلاً۔" میں نے سوال کیا اور وہ مجھے دیکھ کر مسکرا دی۔

"سر پہلے بھی کہہ چکی ہوں کہ آپ نوجوان ہیں، پرکشش ہیں اور میں نے اس تھوڑے سے وقت میں بہت سے نگاہوں کو آپ کی جانب نگراں دیکھا ہے۔ سر زندگی کی کچھ دلچسپیاں ہوتی ہیں اور اگر انسان مردہ دل نہ ہو، تو ان سے لطف اندوز بھی ہوتا ہے۔ اب میں نہیں جانتی کہ پچھلی رات آپ نے کیسی گزاری لیکن دن بھی خوب صورت ہوتے ہیں۔"

مجھے ہنسی آگئی، میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"مسز نعيم عاکف ایک اچھے دوست کی حیثیت سے آپ کی زبانی یہ الفاظ برے تو نہیں لگتے لیکن اس بے حجاب گفتگو سے انسان بھٹک جاتا ہے، بعض لوگ کچھ اس قسم کے ہوتے ہیں کہ پہلے ایک مضبوط تعارف پسند کرتے ہیں اور اس کے بعد قربتوں کا آغاز ہوتا ہے آپ کے ان الفاظ سے اگر میں بہک جاؤں تو آپ کو الجھن نہیں ہوگی۔"

"سوری سر۔ ویری سوری۔ دیکھئے بات اصل میں یہ ہے کہ میں ہر طرح سے یہی چاہتی ہوں کہ آپ یہاں اپنے ذہن پر کوئی بوجھ نہ سمجھیں اور یہ محسوس کریں کہ آپ کی دوست یا آپ کی اینڈنٹ ایک عورت ہے، میں اس لیے آپ سے مردوں والی گفتگو کر رہی ہوں اور پھر دیکھیں ناں پروٹوکول ہوں اور آپ کی ہر آسائش کا خیال رکھنا میرا فرض

ہے آپ نے جو الفاظ کہے ان کا مطلب بھی میری سمجھ میں آگیا ہے لیکن سر بہ قسمتی میری یہ ہے کہ میں نے عاکف سے وفاداری کے وعدے کیے ہوئے ہیں اور اس سے کیا ہوا ایک بھی وعدہ میں بنے آج تک نہیں توڑا سر آپ ایک اچھے انسان کی حیثیت سے پیش نظر پر اس بات کو پسند کریں گے کہ وعدے توڑنے نہیں چاہئیں۔ ہاں یہاں میرے غلطی میں بہت سے ایسے لوگ ہیں جو آپ کو قاہرہ کی سب سے حسین لڑکیوں سے ملا دین گئے ہیں نے مسکرا کر کہا۔

”نہیں مسز عاکف میں اپنے معیار سے گرتے ہوئے لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔“

”سر آپ بے حد نفیس انسان ہیں، میں خلوص دل سے اس کا اعتراف کرتی ہوں۔ نہ آپ کی نگاہوں میں برائی ہے نہ آپ کے طرز عمل اور گفتگو میں۔ آئی ایم سوری سر۔ واقعی میں نے آپ کے شایان شان گفتگو نہیں کی۔“

”تو پھر اب مجھے اب اتار دیجئے گا۔“

”اوم کے سراو کے۔“

”چیک کیش کرا کے میں نے محفوظ کر لیے ویسے بھی زیادہ رقم ساتھ رکھنا مناسب نہیں تھا۔ جرم ہر جگہ ہوتے ہیں۔ حالانکہ مجھے لیٹروں کا خوف نہیں تھا لیکن اپنی قوت کو بے مقصد کاموں کے لیے کیوں زائل کیا جائے۔“

نعیمہ عاکف کے جانے کے بعد میں نے پر اعتماد انداز میں قاہرہ کے مشہور مقامات کی سیر کی۔ ابو الہول ایونیو قاہرہ ٹاور اور ایسی دوسری جگہیں، جن تک جانا مشکل نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ مصر کا ایک ایسا نقشہ جو اس کے اندرونی شہروں کی نشاندہی کرتا تھا۔ جس کام کے لیے میں یہاں آیا تھا اس میں تھوڑی واقفیت ضروری تھی۔ شام کو پانچ بجے کے قریب جب کہ سچ منوں میں مصر کی سیر کا وقت ہوتا ہے میں واپس ہو مل میں آگیا اور اپنے کمرے میں بیٹھ کر اس نقشے کا جائزہ لیتے رہا۔ غزہ سے المغیر تک کی یہ سیر سارا ہیام بھرائی بھی نشاندہی ہو رہی تھی میں ان تمام راستوں کو جان نہیں کرتا رہا۔ یہ تمام کاغذات وغیرہ دیکھے جن میں میری نشاندہی کی گئی تھی۔ اپنے طور پر بالکل مطمئن ہو گیا تھا۔ سامان کے ساتھ نعیمہ عاکف ایک جدید ترین ساخت کا پستول بھی لے کر آئی تھی جو بغیر لائسنس کا تھا اس کے ساتھ ہی اس نے مجھے چند کارٹوسوں کے پیکٹ بھی میرے حوالے

کیے تھے۔ میں نے اس سے کہا تھا۔

”اگر لائسنس کے بغیر یہ اسلحہ میرے پاس سے برآمد ہو جائے تو۔“

”سر آپ اس کی بالکل فکر نہ کریں کم از کم اس اسلحے کے سلسلے میں آپ پر کوئی کیس قائم نہیں ہو سکے گا اس کی ذمہ داری قبول کی جاتی ہے ہاں اسے استعمال کرتے ہوئے آپ کو یہ خیال رکھنا ہو گا کہ چشم دید گواہ کوئی نہ مل سکے میں اس بات پر ہنس رہا تھا پھر میں نے اپنے لیے ایک لاکھ عمل ترتیب دے لیا اور دوسری دن نعیمہ عاکف کا انتظار کیے بغیر میں غزہ روانگی کے لیے تیار ہو گیا۔“

مصر کے بڑے شہروں میں غزہ کا شمار بھی ہوتا ہے۔ ایک خاص طرز تعمیر۔ زندگی کی گہما گہمی اور وہ سب کچھ جو ضروری ہوتا ہے۔ یہ رات غزہ میں گزار دی دوسرے دن ڈھائی بجے قصبہ المغیر پہنچا تھا۔ وہ شناخت نامہ لے کر اس کمپنی پہنچ گیا جس کی نشاندہی کی گئی تھی کرائے کی گاڑی حاصل کرنے کے لیے بس یہ شناخت نامہ جمع کرا دینا ہنی ہوا۔ ایک طاقتور لینڈ کروزر بہ آسانی حاصل ہو گئی جس کا ایک دن کا کرایہ میں نے بیٹل ۱۰۰ روپے دیا اور مجھے متعلقہ چیزیں دے دی گئیں۔

قصبہ المغیر کے بارے میں اب تک جو معلومات حاصل ہوئی تھیں ان میں سے رکھ کر میں نے سست روی سے سفر کا آغاز کر دیا کچھ ایسی چیزیں بازار سے ساتھ لے لی تھیں جنہیں راستے میں استعمال کیا جاسکتا تھا۔ مثلاً سینڈ وچرز کے دو بیک، ہانی کا ایک بھرا ہوا تھرماس جس کے ساتھ تین کپ خود بخود مل گئے تھے، پانی کے برتن اور ٹاس وغیرہ۔ بس انہی چیزوں کی ضرورت تھی اور اس سے زیادہ مجھے کچھ درکار نہیں تھا۔ راستے میں چھوٹے چھوٹے آباد علاقے ملتے رہے۔ ایک دو بجے رگ کر میں نے قصبہ المغیر کے بارے میں معلومات حاصل کیں بس المغیر کا نام ہی کام آیا تھا ورنہ راستے کے لوگ اندر ہی نہ جاتے، انہیں نہیں سمجھتے وہ حیران نگاہوں سے مجھے دیکھتے اور پھر جب میں سوالیہ نگاہوں سے انہیں دیکھتا تو وہ ہراتا تو وہ انگلی سے سیدھا اشارہ کر دیتے۔ اب تک یہ سفر صبر و سکون سے طے ہوا تھا اور مطلوبہ سفر طے کرنے کے بعد میں قصبہ المغیر جا پہنچا۔

بہت سے ممالک کی سیر کر چکا تھا بے شمار علاقے دیکھے تھے۔ یہ جدید ترین ممالک کے جدید ترین علاقے تھے۔ قصبہ المغیر بھی مجھے یورپ کے کسی خوب صورت قصبے سے

کسی طور کم نہیں محسوس ہوا، بے شک سرخ رنگوں کے پہاڑوں سے گھرا ہوا تھا لیکن یہاں سبزے کی بہتات تھی اور مکانات بھی بہت خوب صورت بنے ہوئے تھے۔ المغیر سے میں نے اہرام مبرا کے بارے میں معلومات کیں اور یہاں بہت سے لوگوں نے میری رہنمائی کر دی۔ البتہ المغیر سے نکلنے کے بعد جب میں نے اہرام مبرا کا رخ کیا تو مصر کی روایتی سرزمین میرے سامنے آگئی۔ ناہموار جگہ جگہ سے اجڑی ہوئی سڑکیں۔ اہرام مبرا تک کوئی باتھ سڑک نہیں جاتی تھی بلکہ اس کے لیے بہت سے نشیب و فراز عبور کرنا ہوتے تھے۔ دو بج کر بیس منٹ ہوئے تھے جب میں نے انتہائی قدیم تاریخ کا فراعنہ کا وہ قبرستان دیکھا جو اہرام مبرا کے نام سے مشہور تھا۔ بیچ در بیچ ناہموار پہاڑی کٹاؤ اور گھاٹیوں سے گزرنے کے بعد ہی وہاں تک پہنچا جاسکتا تھا، حالانکہ قاہرہ کا موسم بہت خوبصورت تھا اس کے علاوہ غزہ میں بھی گرمی کا وہ احساس نہیں تھا لیکن یہاں کا ماحول کافی گرم تھا، پتھروں سے تپش کا سا احساس ہوتا تھا، متحد نگاہ زندگی کا نام و نشان نہیں نظر آ رہا تھا ایک بار پھر ذہن میں کچھ دوسوے پیدا ہوئے، آخر طفیل شمشی نے اس ویرانے میں ملاقات کا فیصلہ کیوں کیا، کیا اس میں کوئی خاص بات تھی، اہرام مبرا کا پورا قبرستان نہایت بوسیدہ تھا، پتا نہیں اس کی تاریخ کیا ہوگی، بہر طور وہاں جانا تو تھا چنانچہ میں نے ایک مناسب جگہ تلاش کر کے گاڑی احتیاط سے نیچے اتار دی، تھوڑی ہی دور چلا تھا کہ مجھے اندازہ ہو گیا کہ یہاں سے کوئی گاڑی گزری ہے بعض جگہ پر ٹائروں کے نشانات نظر آرہے تھے کم از کم اس سے یہ تقویت تو ہوئی کہ کوئی ادھر آیا ہے اور لازمی امر تھا کہ وہ طفیل شمشی کے علاوہ اور کوئی نہیں ہوگا، جن جن راستوں کو میری نگاہوں نے تلاش کیا انہی پر ٹائروں کے نشانات بھی نظر آئے اور میں اب انہی کو نگاہ میں رکھتا ہوا آگے بڑھنے لگا، کچھ لمبے بعد ہی مجھے پرانے طرز کی وہ لمبی کار نظر آگئی جو کھلی چھت کی لیموزین تھی، میں نے ایسے ہی اس کی، طفیل شمشی یہاں پہنچ چکا ہے، بہر طور کار کے قریب ہی اپنی گاڑی روک کر میں نے اپنے اتر کیا اور اطراف میں نگاہیں دوڑانے لگا۔ اگر وہ میرا منتظر ہے تو اس نے مجھے دیکھ لیا ہوگا اور اب کسی بھی سمت سے اس کی آواز سنائی دے گی، میں اس کا سورت آشنا نہیں تھا لیکن یہ کوئی اہم بات نہیں ہے ہمارے درمیان بلیک چینل کا کوڈ ایبلے کا کام دے گا ایک لمحے تک میں وہیں کھڑا رہا، اس کے بعد لیموزین کی جانب بڑھ گیا

لیکن لیموزین کے قریب پہنچ کر جو سب سے پہلی چیز مجھے نظر آئی اس نے مجھے شدید رکر دیا لیموزین کا لیفٹ سائیڈ کا دروازہ تھوڑا سا کھلا ہوا تھا جس کی وجہ سے اس کے ڈیش بورڈ پر دو ننھی ننھی روشنیاں جل رہی تھیں، ڈیش بورڈ کچھ اس اسٹال کا تھا کہ اس کے گلاس کور تھے ورنہ سورج کی اس روشنی میں یہ ننھی روشنیاں جلتی محسوس نہ ہوتیں، کوئی سمجھدار ڈرائیور دروازہ اس طرح کھلا چھوڑ کر نہیں جاسکتا اس کی وجہ کچھ اور ہی ہو سکتی ہے، میں قریب پہنچا اور میرا یہ احساس شدت اختیار کر گیا کہ یہاں کوئی خاص بات ضرور ہوئی ہے، دروازے کے باہر کے حصے میں تھوڑا سا خون پڑا ہوا تھا یعنی دروازے کا دوسرا حصہ جو باہر کی سمت ہوتا ہے اور جس کا رخ میری جانب نہیں تھا خون آلود تھا۔

ایک لمحے میں میرے ذہن میں خطرے کا احساس گونج اٹھا۔ یہاں کوئی گڑبڑ ضرور ہے، میں مستعد ہو گیا اور میں نے فوراً ایسی جگہ تلاش کرنا شروع کر دی جہاں مورچہ بنایا جاسکے پھر میں نے ایک پتھر کی آڑ لے کر زور سے آواز لگائی۔

”مسٹر طفیل شمشی۔“ میری آواز ہزاروں آوازوں میں تقسیم ہو کر اس ویران صحرا میں گونجنے لگی اور مجھ تک واپس پہنچ گئی، میں نے کئی بار یہ آوازیں لگائیں لیکن کوئی جواب نہیں ملا حیرت اور سنسنی غروج کو پہنچتی جا رہی تھی اس کار کا یہاں موجود ہونا اور اس کے بعد طفیل شمشی کا جواب نہ دینا، یقینی طور پر اپنے اندر بڑی پراسرار کیفیت رکھتا تھا، اب آوازیں دینا بیکار تھا، میں نے ایک بار پھر کار کے قریب پہنچ کر اطراف کا جائزہ لیا پھر اس کی ڈیش بورڈ کی چھوٹی ڈکی کھول کر اس میں کانڈات تلاش کیے اور مجھے طفیل شمشی کا ڈرائیونگ لائسنس اور کار کے دوسرے کانڈات مل گئے، کار طفیل شمشی ہی کی ملکیت تھی مگر اب کیا کرنا چاہیے، یقینی طور پر طفیل شمشی کو کوئی حادثہ پیش آیا ہے اور ضروری امر تھا کہ میں اسے اس طرح نہ چھوڑوں، ہو سکتا ہے کہیں زخمی حالت میں پڑا ہو بس اس کے بعد ٹوٹے پھوٹے احراموں کے درمیان میں نے اس کی تلاش شروع کر دی اپنا پستول میں نے نکال کر ہاتھ میں لے لیا تھا تاکہ کسی بھی لمحے کسی غلط صورت حال سے نمٹ سکوں، میں اس سالم احرام کے پاس پہنچا جہاں طفیل شمشی نے مجھ سے ملنے کا وعدہ کیا تھا اور یہاں پھر مجھے چونکا پڑا، ایک پتھر پر بہت سا خون پڑا ہوا نظر آ رہا تھا اس کے ساتھ ہی پتھر پر خون آلود ہاتھوں کے نشانات بھی تھے، احرام کا چھوٹا دروازہ کھلا نظر آ رہا تھا، میرا

ذہن چیخنے لگا، اطراف کی خاموشی کا مکمل جائزہ لینے کے بعد میں احرام کے کھلے دروازے سے اندر داخل ہو گیا باہر چونکہ تیز روشنی تھی اور اندر گھور تاریکی جس کی وجہ سے چند لمحات کے لیے اندھا ہو گیا کچھ نظر نہیں آ رہا تھا آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر بہت دیر تک اسی طرح کھڑا رہا پھر جب آہستہ آہستہ دماغ میں ٹھنڈک اتر آئی تو میں نے آنکھیں کھول دیں، احرام کے نیچے کا ماحول اب نگاہوں سے اوجھل نہیں تھا، میں نے اس ماحول کا جائزہ لیا، بوسیدہ تابوتوں کے کچھ کلتر بے پڑے ہوئے تھے کچھ تابوت بہتر حالت تھے لیکن ان کے ڈھکن کھلے ہوئے تھے صرف ایک تابوت ایسا تھا جس کا ڈھکن بند تھا اور وہ باقی تابوتوں سے کچھ بہتر نظر آ رہا تھا، میں نے زمین کا جائزہ لیا لیکن کوئی ایسی خاص چیز ملی جو کچھ نشاندہی کرتی بس یہی سالم تابوت تھا جس پر ایک نگاہ ڈال لینا ضروری تھا میری چھٹی حس مجھے بتا رہی تھی کہ یہ تابوت خالی نہیں ہے، لرزتے ہاتھوں سے میں نے اس کا ڈھکن کھولا اور میرے ذہن میں شدید سنسنی دوڑ گئی، بدن ایک لمحے کے لیے اعصابی دباؤ کا شکار ہو گیا تابوت میں ایک انسانی لاش موجود تھی، سفید قمیص اور براؤن پتلون میں ملبوس ایک قوی ہیکل شخص کی لاش، جس کا چہرہ دیکھ کر ہی یہ اندازہ لگایا جاسکتا تھا کہ مقامی ہی ہے اور اگر میرا خیال غلط نہیں تھا وہ طفیل سٹشی ہی تھا، میں پھٹی پھٹی نگاہوں سے اس کا جائزہ لینے لگا، اس کے شانے کے نیچے سینے کے پاس خون کے بڑے بڑے دھبے موجود تھے اور غالباً اسے عقب سے گولی مار کر ہلاک کیا گیا تھا، اس کی پشت تو مجھے نظر نہیں آ رہی تھی لیکن کوئی گولی شانے کے اس حصے کے پار ہو گئی تھی جس کی بنا پر سینے پر بھی خون ابھرا یا تھا، طفیل سٹشی کو ہلاک کر دیا گیا، میں نے دل ہی دل میں سوچا، پستول میرے ہاتھ میں مضبوطی سے تھما ہوا تھا اور میرے ہاتھ انہوں کے منتظر تھے کم از کم اس ٹھنڈے احرام کے نیچے کوئی موجود نہیں تھا، یوں نہ کہ وہاں ہوتا تو نگاہوں سے اوجھل نہیں رہ سکتا تھا، کیا کرنا چاہیے، فٹول کاوشوں کا عادی نہیں تھا، طفیل سٹشی کی لاش سے مجھے کیا لینا تاہم میں نے اس کے لباس کی تلاشی لے لینا مناسب سمجھا، پتلون کی جیبیں الٹی ہوئی تھیں، جیبیں سب خالی تھیں کوئی اسے ہلاک کرنے والوں نے یا والے نے اس کی تلاشی بھی لی تھی میں نے پھر میری نظر ایک رومال پر پڑی جو طفیل سٹشی کی لاش کی مٹھی میں دبا ہوا تھا، سفید رنگ کا یہ رومال جگہ جگہ سے خون آلود نظر آ رہا تھا لیکن جس ہاتھ میں طفیل سٹشی نے اسے دبایا

تھا وہ خون آلود نہیں تھا جبکہ دو سرا ہاتھ پوری طرح خون میں ڈوبا ہوا تھا، میں نے جھک کر رومال اس کی مٹھی سے نکالنے کی کوشش کی انگلیاں جکڑ گئی تھیں، بہر حال اس کے درمیان سے رومال کو کھینچ لینا مشکل نہ ثابت ہوا میں نے رومال کو کھول کر دیکھا اور ایک بار پھر مجھ پر سنسنی کا حملہ ہو گیا، رومال پر انگریزی کے کچھ الفاظ خون آلود انگلی سے لکھے گئے تھے، یہ الفاظ خون میں گدڑ ہو گئے تھے لیکن بغور دیکھنے سے کچھ اندازہ ہو رہا تھا لکھا تھا۔

”حمد العمران!“ پورٹ سیعد میں ہے آٹھ ایک آٹھ ڈیش ایک، باقی بھی کچھ لکھا تھا لیکن وہ لکھا دوسرے خون کے دھبے میں شامل ہو کر اپنی اصل حیثیت کھو چکا تھا، میرے ذہن میں مسلسل سناٹے گونجتے رہے، صورت حال کا اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا، یقیناً یہ نشاندہی میرے لیے تھی کیونکہ طفیل سٹشی مجھے حمد العمران کے بارے میں ہی بتانے والا تھا لیکن اسے موقع نہیں ملا، غالباً اسے ہلاک کرنے والوں نے اپنی دانست میں اسے ہلاک کر کے اس کی لاش تابوت میں ڈال دی تھی لیکن وہ کچھ دیر زندہ رہا اور ہوش و حواس قائم کر کے اس نے اپنی ہی خون سے میرے لیے یہ تحریر لکھی، یہ صرف ایک اندازہ تھا، بظاہر اس نے عاود اور کچھ نہیں نظر آتا تھا میں نے ایک ٹیمپڈی سانس لی اور احتیاطاً اس پر ایک تیز ذی نظر ڈالی کہ ہو سکتا ہے کہ اس کے علاوہ بھی اس کے پاس کچھ موجود ہو، لیکن اس میں ناہی ہوئی اب اس لاش کو کاندھے پر لا کر واپس۔ حماقت کے سوا کچھ نہیں تھی چنانچہ میں وہاں سے واپس پلٹ پڑا اور احرام کے چھوٹے دروازے سے آہٹیں لے کر باہر نکل آیا۔ اسی وقت میرے کانوں میں کسی گاڑی کے انجن کی آواز ابھری تھی اور یہ آواز اسی سمت سے آئی تھی جہاں میں نے گاڑی کھڑی کی تھی، میں نے تیزی سے اپنی جگہ چھوڑی اور گردن اٹھا کر اس گاڑی کو دیکھنے لگا جو گرے کلر کی گاڑی اور ابھی ابھی وہاں آکر رکی تھی، میں ایک لمحے کے لیے رک کر اس کا جائزہ لینے لگا، گاڑی سے دو لڑکیاں نیچے اتر تھیں، جینز اور جیکٹ میں ملبوس تھیں، دراز قامت تھیں اور یقینی طور پر مصر سے تعلق نہیں رکھتی تھیں، ان میں سے ایک کے ہاتھ میں کیمرہ تھا، میں نے ایک لمحے کچھ سوچا اور پھر اپنی جگہ سے آگے بڑھ گیا، کیمرے والی لڑکی نے فوراً ہی کیمرے کا رخ میری جانب کیا اور میں نے کیمرے کی فلش لائٹ چمکتی ہوئی دیکھی، انگلی مجھ پر ہی

تھا، میں تھوڑا سا چکرا گیا میری تصویر کیوں بنائی گئی تاہم خود کو سنبھال کر آہستہ آہستہ نیچے اترنے لگا، دونوں لڑکیاں اطراف کا جائزہ لے رہی تھیں، میں چند لمحات کے بعد ان کے قریب پہنچ گیا ان میں سے ایک کسی قدر نرم خدو خال کی مالک لیکن دوسری کرخت چہرے والی تھی، دونوں جسمانی طور پر بالکل فٹ نظر آرہی تھیں ان کے علاوہ اور کوئی گاڑی سے نہیں اتر اٹھا، میں نے ایک لمحے سوچا اور اپنی گاڑی کی جانب بڑھ گیا، تبھی ان میں سے ایک لڑکی نے مجھے مخاطب کیا۔

”ہیلو۔“ میں رک کر اسے دیکھنے لگا تو وہ دو قدم آگے بڑھ آئی، یہ کرخت چہرے والی لڑکی تھی اور کیرا اس کے پاس تھا۔ غالباً تم بھی سیاح ہو، شکل و صورت سے مقامی آدمی نہیں معلوم ہوتے؟“

”ہاں میں سیاح ہوں لیکن تم نے میری تصویر کیوں بنائی ہے؟“ میں نے سوال کیا۔
”تمہاری تصویر۔“

”ہاں مجھے علم ہے کہ میری تصویر تمہارے اس کمرے میں محفوظ ہو چکی ہے۔“
”اگر یہاں اس خوبصورت ماحول کی تصویریں بناتے ہوئے تمہاری تصویر بھی میرے کمرے میں منتقل ہو گئی ہے تو میں یہ سمجھتی ہوں یہ ایک اچھی بات ہے۔“
”کیوں؟“

”اس لیے کہ خوب صورت چیزیں مجھے پسند ہیں اور تم ایک خوب صورت نوجوان ہو۔“

”پھر بھی مس یہ مناسب نہیں ہے۔“

”نہیں غیر مناسب بھی نہیں ہے، ویسے ڈیر تمہارا تعلق کون سے ملک سے ہے؟“
”شک پہلی نگاہ میں تم مقامی نہیں معلوم ہوتے لیکن تمہارے چہرے کے نقوش بتاتے ہیں کہ تمہارا تعلق بھی انہی علاقوں سے ہے، شامی ہو یا عراق کے رہنے والے ہو؟“
”میں اپنا تعارف نہیں کرانا چاہتا۔“

”تمہارے سے بد اخلاق ہو ورنہ باقی سب ٹھیک ہے، اچھا چلو یہ تو بتادو کہ ان اہراموں کی تاریخ کیا ہے تھوڑی بہت معلومات اگر تمہیں حاصل ہوں۔“ دفعہ ”ہی“ مجھے فضا میں تمباکو کی بو محسوس ہوئی اور میں نے اطراف میں دیکھا، تبھی کار کی عقبی کھڑکی

سے ایک مردانے جوتے کا تلا سامنے آگیا، وہ جو کوئی بھی تھا گاڑی کی پچھلی سیٹ پر لیٹا ہوا سگریٹ پی رہا تھا، میں نے ایک گہری سانس لی اور لڑکیوں کی طرف توجہ دے بغیر میں اپنی گاڑی کی جانب چل پڑا۔ لڑکیاں ہلکی سی ہنسی کے ساتھ ایک بار پھر اطراف کی تصویریں بنانے میں مصروف ہو گئی تھیں، گاڑی کا دروازہ کھول کر میں اندر بیٹھ گیا، یہ لوگ سمجھ میں نہیں آئے تھے، ابھی میں اندر بیٹھا ہی تھا کہ میں نے نئی آنے والی کار کے عقبی حصے سے ایک دیو قامت شخص کو نیچے اترتے ہوئے دیکھا، خاص قسم کی جرسی اور پتلون میں ملبوس ر۔س۔ر قسم کا آدمی تھا جس نے سر پر کیپ لگائی ہوئی تھی، اس کے ہونٹوں میں سگریٹ دبا ہوا تھا، میں نے گاڑی اشارت کر کے ریورس کی اور ریورس ہی میں دور تک لیتا چلا گیا اس کے بعد گاڑی موڑ کر واپس چل پڑا، نجانے کیوں یہ لڑکیاں اور یہ شخص مجھے پراسرار محسوس ہوئے تھے، حالانکہ ان کئی آمد کوئی ایسی اجنبی بات بھی نہیں تھی، اہرامین مبرا کی تلاش میں دوسرے سیاح بھی آسکتے تھے اور پھر جس طرح انہوں نے گاڑی یہاں پارک کی تھی اس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہ کسی سے چھپنا نہیں چاہتے بلکہ کھلم کھلا یہاں آئے ہیں اور دو گاڑیوں کو دیکھ کر انہوں نے بھی اپنی گاڑی یہیں پارک کر دی ہے، کچھ دیر کے بعد میری لینڈ کروزر اچھلتی کودتی ہوئی بالا آخر سڑک پر پہنچ گئی اور میں نے اسے قصبہ المعبور کی جانب موڑ دیا، اب ان لوگوں کو نظر انداز کر کے میں طفیل سٹشی کے بارے میں سوچنے لگا تھا، یہ تو بہت برا ہوا، طفیل سٹشی کی موت کی اطلاع ہر طور کوئن میکڈیلا تک پہنچنی چاہیے تاکہ مجھے آئندہ کے لیے احکامات مل سکیں، دیر تک سوچتا رہا کہ اس کے لیے کیا طریقہ کار اختیار کیا جائے اور بعد میں یہی طے کیا کہ قصبہ المعبور پہنچنے کے بعد ٹیلی فون پر نعیمہ عاکف سے رابطہ قائم کروں گا اور اسے اس بارے میں تفصیلات بتاؤں گا، حالانکہ نعیمہ عاکف نے مجھ سے کہا تھا کہ اس کی ذمے داریاں محدود ہیں اور وہ بہت سے معاملات میں اختیارات نہیں رکھتی، بہر حال اسے اس بارے میں اطلاع تو دوں گا، وہ رومال جس پر ضمہ العمران کے بارے میں نشاندہی کی گئی تھی میں نے اپنے پاس محفوظ کر لیا تھا لیکن اب وہ بھی خطرناک تھا، چنانچہ ایک جگہ گاڑی روکنے کے بعد میں نیچے اتر آیا اور میں نے رومال جلا کر اس کی راکھ فضا میں منتشر کر دی پورٹ سعید آٹھ ایک آٹھ دیش ون کو میں نے ذہن میں محفوظ کر لیا تھا پھر سورج خاصا نیچے ڈھل گیا تھا جب میں قصبہ المعبور پہنچ گیا، فی

انہاں اسی چھوٹے سے قصبے میں قیام کرنا تھا تاکہ نعیہ عاکف صورت حال بتانے کے بعد اسے کے لیے کوئی فیصلہ کر سکوں۔ قصبے کا میں نے کوئی جائزہ نہیں لیا تھا بس یہاں سے راستہ ہونے ایک نگاہ اسے دیکھا تھا اب مجھے وہاں کسی قیام گاہ کی تلاش ہونی کچھ لوگوں سے معلومات حاصل کی تو ان میں ایک نے موٹیل کا نام لیا، ذرا عجیب سا نام تھا لیکن بعد میں اس کی تشریح ہو گئی، موٹیل کو موٹیل کا نام دیا گیا تھا، یہ موٹیل ایک بلند جگہ بنا ہوا تھا، مخصوص طرز کی کچی پکی عمارت جو ایک منزلہ ہی تھی لیکن اسے ایک پہاڑی سلسلے پر دور تک پھیلا یا گیا تھا، اوپر تک جانے کے لیے کچی سڑک بنی ہوئی تھی، پہاڑی راستے ہی کو ہموار کر کے سڑک کی شکل کا بنالیا گیا تھا لکڑی کے ٹوٹے پھولے گیٹ کے دوسری جانب وسیع احاطہ تھا جس میں پانی کا حوض بھی بنا ہوا تھا اور پانی میں بطخیں بھی تیر رہی تھیں کنارے کنارے بچے بھی ڈال دئے گئے تھے پھر ایک دالان تھا اور دالان ہی میں ان بے شمار کمروں کے دروازے تھے جو دونوں سمت دور تک پھیلے ہوئے تھے اور راہداری کے ساتھ ساتھ گھومتے چلے گئے تھے، بالکل سامنے کے حصے میں ایک مدقوق سا بوڑھا آدمی سال خوردہ میز کے پیچھے کرسی پر بیٹھا ہوا ایک موٹے رجنر کی ورق گردانی کر رہا تھا میرے قریب پہنچنے کے بعد بھی اس نے کئی ورق الٹے اور رجنر ہی میں کھویا رہا، تب میں نے میز کی سطح انگلی سے کھانسی اور وہ گردن اونچی کر کے مجھے دیکھنے لگا۔

”مجھے قیام کے لیے جگہ چاہیے۔“ اس نے رجنر الٹا کر دیا اور ایک بال پوائنٹ میرے ہاتھ میں دے کر کچھ اوراق الٹے اور سادہ ورق سامنے کر دیا، میں سمجھ گیا تھا کہ وہ مجھ سے نام اور پتہ مانگ رہا ہے، میں نے قاہرہ کے ایک علاقے کا اوٹ پٹانگ پتہ لکھ دیا اور اپنا نام بھی غلط ہی لکھا، احتیاط اچھی چیز ہوتی ہے اس کے بعد اس نے مجھ سے چار پونڈ طلب کیے اور میں نے یہ رقم اس کے حوالے کر دی، تب وہ ایک چابی میرے طرف بڑھا رہا۔

”کمرہ نمبر بائیس۔“ میں نے گردن ہلائی اور کمروں کی قطار پر پڑے ہوئے نمبروں کا جائزہ لیتا ہوا بائیس نمبر پر پہنچ گیا، دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا، بس داہنی ہی سی جگہ تھی جہاں قیام کیا جاسکتا تھا، اندر پہنچنے کے بعد میں نے ایک قدیم طرز کی آرام کرسی پر بیٹھ کر جوتے کے نیچے کھول لیے، بڑے الجھن محسوس ہو رہی تھی، طبیعت اڑی اڑی سی

تھی، نجانے کیوں طفیل ششی کی موت نے میرے ذہن پر برا اثر ڈالا تھا نعیہ عاکف کا نمبر ذہن میں دہرایا اور پھر اٹھنے کا ارادہ کر رہا تھا کہ کمرے کا دروازہ کھول کر ایک عمر رسیدہ عورت اندر داخل ہو گئی اس نے اسپرن باندھا ہوا تھا، جسم فرہبی کی جانب مائل تھا، نہایت شستہ انگریزی میں بولی۔

”آپ کو اگر کسی چیز کی ضرورت ہو جناب، چائے، کافی وغیرہ اور ہاں، کیا رات کا کھانا آپ یہیں کھائیں گے؟“

”جی میڈم اور اس وقت مجھے بہت عمدہ کافی درکار ہے۔“

”براہ کرم بل ادا کر دیجئے۔“ اس نے کہا اور میں نے اسے حیرانی سے دیکھتے ہوئے اس کا طلب کردہ ایک پونڈ اس کے حوالے کر دیا۔ ”اور اگر رات کا کھانا آپ یہیں کھائیں تو اس کی قیمت ڈھائی پونڈ اور ادا کر دیجئے۔“ میں نے اس کی اس ہدایت پر بھی عمل کیا اور پوچھا۔

”میڈم کیا یہاں مجھے ٹیلی فون کی سہولت مل سکتی ہے؟“

”ہاں بالکل، ہم نے مسلمانوں کے لیے ٹیلی فون بوتھ بنا دیا ہے آپ کو یہ ٹیلی فون بوتھ شاید نظر نہ آیا ہو۔“ دالان کے بالکل سامنے ہے۔“

”بے حد شکریہ۔“ کافی کے لیے مجھے کتنی دیر انتظار کرنا ہو گا؟“

”زیادہ سے زیادہ دس منٹ میں ابھی لائی۔“ اس نے کہا۔

کافی بہترین تھی اور اس وقت ذہنی تھکن کو زائل کرنے کے لیے بڑی کار آمد ثابت ہوئی تھی۔ اخلاقاً کافی کے ساتھ کچھ نمکین بسکٹ بھی رکھ دیے گئے تھے جس کی پلیٹ میں نے صاف کر دی۔ پنیر کے بنے ہوئے یہ بسکٹ بہت لذیذ تھے۔ کافی پیتے ہوئے میں مختلف خیالات میں گم رہا اور اس کے بعد اپنی جگہ سے اٹھ کر باہر نکل آیا۔ یقینی طور پر اس موٹیل میں دوسرے مہمان بھی قیام پذیر ہوں گے لیکن ماحول کچھ سنان نظر آ رہا تھا۔ میں باہر نکلا ہی تھا کہ سال خوردہ میز کے پیچھے بیٹھے ہوئے مدقوق آدمی نے کہا۔

”غالبا آپ ٹیلی فون کرنا چاہتے ہیں۔“

”جی۔“

”تو پھر مجھ سے ٹوکن خرید لیجئے۔“ وہ بولا اور میں پلٹ کر اس کے پاس آ گیا۔ اس

نے معذرت آمیز لہجے میں کہا۔

”بد قسمتی سے لوگ بے ایمانی کرتے ہیں اور دوسروں کو توہین کرنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ ہم نے ٹیلی فون کے لیے نوکن سسٹم رکھا ہے تاکہ بے ایمانی کے امکانات ختم ہو جائیں۔“

میں نے اس سے نوکن خریدے اور ٹیلی فون بوتھ کی جانب بڑھ گیا۔ ٹیلی فون بوتھ میں لوکل کال اور شہر سے باہر کی کالوں کے ریٹ لکھے ہوئے تھے۔ میں نے نوکن ڈالے اور نعیمہ عاکف کا بتایا ہوا نمبر ڈائل کرنے لگا۔ ٹیلی فون بہت پر ٹیکٹ تھا۔ چند ہی لمحات کے بعد مجھے نعیمہ عاکف کی آواز سنائی دی۔

”جی آپ کس سے بات کرنا چاہتے ہیں؟“

”مسز عاکف۔“

”بول رہی ہوں فرمائیے۔“

”آپ کا مہمان دانش منصور۔“

”اوہ مسٹر دانش کہاں سے بول رہے ہیں؟“

”قصبہ المغیر سے۔“

”گڈ ڈیری گڈ فرمائیے میرے لائق کوئی خدمت۔“

”جس شخص سے ملاقات کے لیے مطلوبہ جگہ پہنچا تھا وہ اللہ کو پیارا ہو چکا ہے اور مجھے اس کے بارے میں مزید کچھ نہیں معلوم۔“ دوسری طرف ایک لمحے کے لیے خاموشی چھا گئی پھر نعیمہ عاکف کی آواز ابھری۔

”میرے لیے کیا خدمت ہے؟“

”میں یہی چاہتا ہوں کہ کس طرح کوئن سے رابطہ کر کے اسے یہ بات بتا دی جائے۔“ دوسری طرف پھر خاموشی طاری ہو گئی اور پھر اس نے کہا۔

”ہر چند کہ یہ ایک مشکل کام ہے لیکن بہر طور میں اپنے ذرائع اختیار کر سکتی ہوں۔ آپ کو جواب کس نمبر پر دینا ہے۔“ میں نے ٹیلی فون بوتھ کے اوپر حصے پر لکھے ہوئے نمبر کو پڑھا اور یہ نمبر دہرایا۔

”تو اپنی گھڑی میں ٹائم سیٹ کر لیجئے۔ اب سے دو گھنٹے کے بعد میں آپ کو اس نمبر پر

ڈائل کروں گی۔“

”بالکل ٹھیک ہے۔“ میں نے جواب دیا۔

”اور کوئی حکم؟“

”نہیں شکریہ۔“ میں نے کہا اور پھر خود ہی ٹیلی فون بند کر دیا۔ ٹیلی فون بوتھ سے

نکل کر میں بوڑھے شخص کے قریب پہنچا اور میں نے کہا۔

”مگر آپ کے موٹیل میں قیام پذیر کسی مہمان کے لیے فون موصول ہوتا ہے تو کیا

آپ اسے خبر کر دیتے ہیں۔“

”بالکل جناب، یہ ٹیلی فون کتنی دیر میں موصول ہو گا اور کیا آپ نے اپنا روم نمبر بتا

دیا ہے؟“

”نہیں، لیکن اب سے ٹھیک دو گھنٹے کے بعد یہ فون آئے گا اور دانش منصور نامی

شخص کو پوچھا جائے گا۔ اصل میں دانش منصور تو موجود نہیں ہے اس کی جگہ میں یہ فون

ایڈینڈ کروں گا۔“ یہ مجبوری پیش آگئی تھی نہ تو نعیمہ عاکف کو میں نے اپنا کمرہ نمبر بتایا تھا اور

نہ ہی نقلی نام لیکن بوڑھے شخص نے کسی قسم کا کوئی تعرض نہیں کیا تھا لیکن بوڑھے شخص

کو ٹیلی فون کے بارے میں مجھے اطلاع دینے کی ضرورت نہیں پیش آئی۔ وقت کا تعین

رکھتے ہوئی میں خود ہی باہر نکل آیا اور جیسے ہی میں اس دالانی کاؤنٹر پر پہنچا بوڑھے شخص

نے ٹیلی فون کی طرف اشارہ کر دیا۔ غالباً اس کے سسٹم پر ٹیلی فون بوتھ میں موصول ہونے

والی کال کی نشاندہی ہوئی تھی۔ میں نے بوتھ میں داخل ہو کر ریسپور اتارا اور کان سے

لگالیا۔ دوسری جانب سے مجھے نعیمہ عاکف کی آواز سنائی دی۔

”میں مسٹر دانش منصور سے بات کرنا چاہتی ہوں۔“

”ہاں نعیمہ میں بول رہا ہوں۔“

”ہیلو دانش! میں گفتگو کر چکی ہوں۔“

”کیا ہدایت ملی ہے؟“

”میڈم کا کہنا ہے کہ اب یہ ذمے داری چونکہ تمہارے سپرد کر دی گئی ہے اس

لیے اس کی سارے ان اور آؤٹ تمہیں ہی دیکھنے ہیں جو کام تمہارا ہے اس میں تمہاری

معاونت تو ہر شخص کرے گا لیکن تمہیں سب کچھ اپنے طور پر ہی کرنا ہے۔ میڈم کا کہنا

ہے کہ بہتر یہ ہو گا کہ اب تم اس سلسلے میں سب کچھ کرنے کے بعد ہی ان سے رابطہ قائم کرو۔“

”بس۔“

”ہاں۔“

”اوکے۔“ میں نے جواب دیا۔ اسی وقت احاطے کے لکڑی والے گیٹ کے سامنے کسی گاڑی کی ہیڈ لائٹس چمکیں۔ غالباً کوئی نیا مہمان اس جگہ قیام کرنے آیا تھا۔ نعرہ کی طرف سے فون بند ہونے کے بعد میں نے ریسپورہک میں ٹانگ دیا اور بوتھ سے باہر نکل آیا۔ بوڑھا کاؤنٹر میں پھر رجسٹر کھول کر بیٹھ گیا تھا۔ غالباً یہ اس کا دلچسپ مشغلہ تھا کہ جب فرصت ہو تو موٹیل میں قیام کرنے والے مہمانوں کی فہرست دیکھتا رہے اور ان کی صورتیں یاد کرتا رہے۔ زندگی میں انسان کوئی نہ کوئی مشغلہ تو اپناتا ہی ہے۔ ہو سکتا ہے بوڑھے کے لیے یہ مشغلہ دلچسپ ہو۔ پھر احاطے کے گیٹ کے سامنے سے میں نے کسی کو اندر آتے ہوئے دیکھا۔ مجھے موٹیل میں قیام کرنے آنے والوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی چنانچہ میں واپسی کے لیے پلٹا اور اسی وقت شی شی کی آواز میرے کانوں میں ابھری یہ آواز اسی سمت سے آئی تھی بدھ سے کوئی شخصیت اندر کی باب آ رہی تھی۔ میں رک گیا۔ مخاطب مجھے ہی نیا آیا تھا پھر آنے والی شخصیت کو میں نے ایک نگاہ میں پہچان لیا۔ یہ انہی میں سے ایک تھی جنہیں میں نے اہرام مہرا کے مختصر مدت کے پاس دیکھا تھا۔ غالباً وہ لڑکی جس کے چہرے کے خطوط نرم تھے میں رک کر اسے دیکھنے لگا۔ یہ دونوں لڑکیاں اور بعد میں میں نے جس شخص کو دیکھا خاص پر اسرار شخصیت کے مالک تھے اور میں انہیں نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ وہاں سے واپسی پر بھی میں نے ان کے بارے میں سوچا تھا۔ لڑکی میرے قریب آگئی۔

”مسٹر تم سے ایک اہم مسئلے پر گفتگو کرنی ہے۔ کیا تم ہمیں کچھ وقت دے سکو گے؟“

”کیا مسئلہ ہے؟“

”بہتر ہو گا کہ چند لمحات ہمیں دے دیں دو۔ بعض اوقات ایک دوسرے سے کیا جانے والا تعاون سب کے لیے فائدہ مند ہوتا ہے۔“ میں نے ایک لمحے کچھ سوچا اور اس

کے بعد کہا۔

”آؤ یہاں میرے پاس ایک کمرہ موجود ہے۔ بیٹھ کر باتیں کریں گے۔ کیا تمہارے

ساتھ تمہارے دوسرے ساتھی نہیں ہیں؟“

”ا۔ ستارا بھی ہے اور گارین بھی۔ تم بے دھڑک ادھر ہی آ جاؤ۔ بے فکر رہو

تمہیں ہم سے کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔“

یہ گویا میری غیرت مردانہ پر ضرب لگانے والی بات تھی اور ضرب لگ گئی۔ میں

لاپرواہی کے انداز میں بولا۔

”تم لوگ شاید بہت خوش فہمی کے شکار ہو اور اپنی ذات کو بہت کچھ سمجھتے ہو لیکن

مجھ سے گفتگو کا موضوع کیا ہے۔ آؤ چلو میں بات کر لوں۔ ا۔ ستارا شاید تمہاری وہ ساتھی

لڑکی ہے جو مجھے وہاں ملی تھی اور گارین وہ شخص جو بعد میں گاڑی سے اترتا تھا۔“

”تمہاری نگاہیں کافی تیز ہیں۔“ لڑکی نے مسکرا کر کہا اور واپسی کے لیے مڑ گئی۔ میں

بھی اس کے ساتھ لکڑی کے گیٹ سے باہر نکل آیا تھا۔ دیو ہیکل گارین گاڑی سے پشت

لگائے کھڑا ہوا تھا اور دوسری لڑکی جسے ا۔ ستارا کے نام سے روشناس کرایا گیا تھا میری ہی

سمت رخ کیے کھڑی تھی۔ اندھیرا پھیل چکا تھا لیکن اتنا نہیں کہ مجھے ان کے خدو خال نظر

نہ آسکیں۔ میں ان کے قریب پہنچ گیا۔ دیو ہیکل شخص نے گردن خم کر کے کہا۔

”شکریہ مسٹر کیا ہم آپ کے نام سے واقف ہو سکتے ہیں۔ ویسے میرا نام گارین ہے۔

یہ مس۔ ا۔ ستارا اور وہ لڑکی جو تمہیں یہاں تک لائی ہے ہیلی وائل کے نام سے پکاری جاتی

ہے۔“

”میرا نام تم اپنی پسند کے مطابق لے سکتے ہو کیونکہ میں نہیں کہہ سکتا کہ تم نے

اپنے اصل نام بتائے بھی ہیں یا نہیں۔“

”ٹھیک ہے تم کوئی بھی ایکس وائی زید ہو سکتے ہو ویسے ہم تمہیں مسٹر ایکس کہہ

سکتے ہیں۔“ گارین کے لہجے میں تمسخر تھا۔ میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

”تم بہت خوش مزاج معلوم ہوتے ہو لیکن جو لوگ بغیر کسی تفصیل تعارف کے

بے تکلف ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ میں انہیں احمقوں میں تصور کرتا ہوں۔“

”اپنا اپنا خیال ہے اصل میں مائی ڈیئر وہاں کھنڈرات میں تمہارے جانے کے بعد ہم

بھی اندر پہنچے تھے۔ دوسرے احرام تو ٹوٹے پھوٹے پڑے تھے لیکن جو سالم احرام تھا۔ اس میں ایک تابوت کے اندر ہم نے جو کچھ دیکھا اس نے ہمیں تم سے دوبارہ ملاقات پر مجبور کر دیا۔

”مطلب؟“

”وہاں ایک لاش موجود تھی اور زیادہ پرانی بھی نہیں تھی۔ یعنی بس اتنی ہی پرانی کہ تم اسے قتل کر کے باہر نکل آؤ۔ یہ تو اتفاق کی بات تھی کہ ہم بھی عین اسی وقت وہاں پہنچ گئے اور ہم نے اسے دیکھ لیا۔ بعد میں ہم تمہیں تلاش کرتے ہوئے یہاں آئے۔ اتفاق سے ہمیں علم ہوا کہ واحد قصبہ ہے جہاں کوئی قیام کر سکتا ہے اور پھر تمہاری گاڑی نے ساری تفصیل ہمیں بتا دی۔“

”کہنا کیا چاہتے ہو؟“

”یہی کہ وہ قتل بے مقصد تو نہ ہوا ہوگا۔“

”اس کی اطلاع تمہیں پولیس کو دینی چاہیے۔ پولیس زیادہ بہتر طریقے سے معلومات حاصل کر سکتی ہے کہ قتل بے مقصد ہے یا بامقصد۔“

”لیکن اتفاق کی بات یہ ہے کہ ہمیں تم سے کچھ اور بھی کام ہے۔ آؤ کسی مناسب جگہ چل کر گفتگو کرتے ہیں۔ آؤ ہماری گاڑی میں بیٹھ جاؤ۔“

”نہیں میں فضول باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتا۔ اگر تم مجھے بلیک میل کر کے کچھ حاصل کرنا چاہتے ہو تو پہلی بات تو یہ ہے کہ میں ایک سیاح ہوں اور سیاحوں کے پاس بڑی رقومات نہیں ہوتیں۔ ہوتی بھی ہیں تو کیش کی شکل میں نہیں چنانچہ تمہیں مجھ سے تھوڑے سے مصری پونڈ کے علاوہ اور کچھ دستیاب نہیں ہوگا۔ دوسری بات یہ کہ میں آسانی سے بلیک میل نہیں ہوتا ہوں۔“

”دنیا کا کوئی بھی کام آسان نہیں ہے اور ہم تمہیں بھی اتنا نرم چارہ نہیں سمجھتے جو غنیمت کہ اتنی درندہ سے قتل کر دے وہ اتنی آسان چیز تو نہیں ہو سکتا۔“

”تم کون سے سرن بے جانا چاہتے ہو؟“

”میں سے جانا چاہیے، دو تین سب ہے۔“ اس وقت میں نے عقب سے اپنی پشت پر ایک مین محسوس کیا اور میں نے اختیار چونک کر پلٹ پڑا۔ یہ ایک چوتھا آدمی تھا کسی

قدر پست قامت لیکن کھردرے اور سفاک چہرے والا۔ اس کے ہاتھ میں آٹومینک رائفیل تھی جس کی نال اس نے میری پشت سے لگائی تھی اور اب دباؤ ڈال رہا تھا۔ میں نے ایک نگاہ اسے دیکھا تبھی اس کی سفاک آواز سنائی دی۔

”اور دونوں ہاتھ بلند کرو کیونکہ میں گارین کی طرح نرم خو انسان نہیں ہوں۔“ مجھے ایک لمحے میں اندازہ ہو گیا کہ یہ شخص جس کے چہرے کی بناوٹ ہی اس کے اندر کی کیفیت کا پتا دیتی تھی جو کچھ کہہ رہا ہے کر ڈالے گا۔ میں نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیے۔ تبھی پہلی واکل آگے بڑھی اور اس نے میری تلاشی لینا شروع کر دی۔ میرا پستول اس نے ایک لمحے میں اپنے قبضے میں لے لیا تھا۔ پیروں تک کی تلاشی لیتے کے بعد اس نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی اور پیچھے کھڑے ہوئے شخص نے مجھے رائفیل سے آگے دھکیلتے ہوئے کہا۔

”چلو گاڑی میں بیٹھ جاؤ۔“ اس وقت اس کے علاوہ اور کوئی چار کار نہیں تھا کہ میں ان کے احکامات کی تعمیل کروں وہ تمام لوگ گاڑی میں بیٹھ گئے۔ مجھے دونوں سمت سے کور کر لیا گیا تھا اور میں اب ذرا ٹھنڈے دماغ سے اس صورت حال کا جائزہ لے رہا تھا۔ کچھ دور سفر کرنے کے بعد میں نے پوچھا۔

”آخر تم لوگ مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟“

”وہ جگہ تمہیں پسند آئے گی اور تم ہماری ایڈونچر پسند فطرت کی داد دو گے۔“ اس بار استارہ نے جواب دیا تھا۔ وہ انگلیں بہت مشکل سے بول رہی تھی لیکن اپنا مفہوم سمجھانے میں کامیاب تھی۔

”آخر تم کیا چاہتے ہو؟“

”ہماری چاہتوں کا پتا تمہیں اس جگہ پہنچ کر چل جائے گا۔ جہاں ہم تمہیں لے جا رہے ہیں۔“ میں ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا۔

سفر بہت زیادہ طویل نہیں کیا گیا لیکن جس جگہ انہوں نے گاڑی روکی تھی وہ بڑی بھیاںک سی جگہ تھی چاروں طرف ٹوٹے پھوٹے پہاڑی ٹیلے۔ ابھری ہوئی چٹانیں، کھائیاں جھاڑیاں لیکن ایک صاف ستھری جگہ پر تاروں کی چھاؤں میں مجھے ایک چھولداری نظر آئی تھی جو تاریک پڑی ہوئی تھی۔ انہوں نے اسی چھولداری کے قریب اپنی گاڑی روک لی۔

”یہ ہمارا کیپ ہے جاؤ ہیلی وائل روشنی کرو۔“

”خوبصورت لڑکی چھوہلداری کا پردہ کھول کر اندر داخل ہو گئی اور پھر غالباً اس نے وہاں کیروسین لیمپ روشن کر دیا کیونکہ مٹی کے تیل کی بو کا ایک جھونکا فضا میں پھیلتا ہوا گزر گیا تھا۔ وہ مجھے چھوہلداری میں نہیں لے گئے بلکہ چھوہلداری سے تھوڑے فاصلے پر ایک پتھر پر بٹھا دیا۔ چند لمحات کے بعد ہیلی وائل بھی واپس آگئی تھی۔ پتھر پر بیٹھ کر میں نے اطراف کا جائزہ لیا۔ پتھر کے بالکل پیچھے ایک اچھا خاصا ڈھلان تھا جس میں چٹانیں ابھری ہوئی تھیں۔ پتھروں کے بے شمار ٹکڑے یہاں پڑے ہوئے تھے۔ میں صورت حال کا بغور جائزہ لے رہا تھا۔ تب ان میں سے ایک نے مجھ سے کہا۔“

”ہاں دوست دیکھو جب انسان مشکل حالات کا شکار ہو جاتا ہے تو اس کے لیے سب سے بہترین پالیسی یہی ہوتی ہے کہ اپنی جان بچانے کے لیے سب کچھ سچ سچ اگل دے۔ تمہاری جگہ اگر میں ہوتا تو یقیناً ایسا ہی کرتا۔ بچاؤ کا کوئی راستہ نہیں ہے اور یہ شخص جس کا نام بگ کورڈیل ہے انسان نما جانور ہے۔ قتل کرنے کے معاملے میں یہ کبھی پیچھے نہیں رہتا بلکہ سچ بات یہ ہے کہ یہ قتل کرنے کا شوقین ہے۔“

”ہوں اور تم اس سفاکانہ قتل کا الزام مجھ پر لگانا چاہتے ہو جو یقیناً تمہارے کہنے پر اس شخص نے کیا ہے؟“ جواب میں گارین ہنس پڑا اور پھر بولا۔

”چلو ٹھیک ہے مان لیا تمہارا ساتھی اس کے ہاتھوں قتل ہوا لیکن کیا یہ ایک اچھی بات نہیں کہ تم بھی اسی کے ہاتھوں مارے جاؤ۔“

”اول تو وہ میرا ساتھی نہیں تھا میں ایک سیاح ہوں۔ مصر کے اہرامین کے بارے میں یادداشتیں اور معلومات جمع کر رہا ہوں اور انہی شوقینوں میں سے ایک ہوں جو مصریات کے دیوانے ہوئے ہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ احرام مبرا میں نے ہند تابوت میں ایک لاش دیکھی تھی اور خاموشی سے وہاں سے نکل آیا تھا لیکن نہ میں نے اسے قتل کیا اور اب جبکہ تم تسلیم کر چکے ہو تو بہر طور یہ تمہارا ذاتی معاملہ ہے اگر تم اسے میرا ساتھی کہہ رہے ہو تو یقیناً کسی غلط فہمی کا شکار ہو۔“

”دبی پرانی باتیں دوست جو ایسے موقع پر معمولی سے لوگ کیا کرتے ہیں۔“

اس کے سوا ہم کچھ اور سننا پسند نہیں کریں گے کہ تم ہمیں اس بارے میں تفصیلات

بتاؤ۔“

”آخر کس بارے میں؟“

”وہاٹ ڈریگن کا نام کیا رہے گا؟“ گارین نے کہا۔ اصل میں یہ لوگ میری شخصیت سے بالکل ہی ناواقف تھے اور ایسا ہونا بھی چاہیے تھا کیونکہ میری پیشانی پر تو نہیں لکھا ہوا تھا کہ میں دانش منصور ہوں۔ اس لیے وہ مجھ سے عام قسم کے لوگوں کا سا برتاؤ کر رہے تھے اور میں صورت حال کی ترتیب کر چکا تھا لیکن اس کے باوجود ان سے گفتگو کرنا چاہتا تھا۔ میں نے کہا۔

”تم کسی انتہائی پراسرار ڈرامائی فلم کے کردار معلوم ہو رہے ہو مجھے۔ وہاٹ ڈریگن کیا ہے؟“

”تم وہاں ان کھنڈرات میں کیا تلاش کرنے گئے تھے؟“

”بتا چکا ہوں تمہیں۔“

”لیکن ہم نے اسے تسلیم نہیں کیا۔“

”تو اس میں تمہارا قصور ہے میرا تو نہیں۔“

”اچھا ٹھیک ہے چلو بگ کورڈیل تم ایک بہترین باکسر ہو۔ کیا تم اس شخص کو کچھ بہترین بیچ لگانا پسند نہیں کرو گے۔ لاؤ را کفل مجھے دے دو اور تم کھڑے ہو جاؤ۔“

دونوں لڑکیاں اس انداز میں پیچھے ہٹ گئیں جیسے اب وہ ایک دلچسپ تماشا دیکھنا چاہتی ہوں۔ میں نے دل میں سوچا کہ مانی ڈیئر بگ کورڈیل تم قتل کرنے کے شوقین ہو لیکن اس وقت تمہیں درحقیقت لطف آجائے گا۔ میں خوف زدہ سے انداز میں کھڑا ہو گیا۔ میں نے کہا۔

”اگر ایک بیکار آدمی پر تم لوگ تشدد کرنا چاہتے ہو تو تمہاری مرضی ہے۔ ظاہر ہے تم چار ہو اور میں تمہارا مقابلہ نہیں کر سکتا لیکن یہ حقیقت ہے کہ میں کسی ایک ڈریگن کے بارے میں نہیں جانتا اور نہ ہی اس شخص کے بارے میں جس کی لاش ان موجود تھی۔“

”ہمارا تعلق ایک ایسے گروہ سے ہے جس کے بارے میں بہت سی کہانیاں منظر عام پر پھیلی ہوئی ہیں اور وہاٹ ڈریگن کی تلاش ہمیں بھی ہے۔ وہ شخص بہت عرصے سے

یہاں سے نکل چلو۔“

”بے قوف بنا رہی ہو مجھے۔“

”نہیں لو یہ اپنا پستول تھامو، راکفل تو ان کے ساتھ گئی۔ یہ تمہارے کام آئے گا۔ اس نے جلدی سے پستول میرے ہاتھ میں تھما دیا۔ پتا نہیں خوفزدہ ہو گئی تھی یا پھر درحقیقت کچھ اور شخصیت کی مالک تھی۔ میں نے پستول ہاتھ میں لے کر پتھر کی آڑ میں اور ان دونوں کو دیکھنے لگا لیکن کچھ نظر نہیں آیا تھا۔ نہ ہی کوئی تحریک انہی۔ اصل میں ڈھلانوں پر اتنے بڑے بڑے پتھر بکھرے ہوئے تھے کہ کوئی بھی ان کی آڑ میں نہ آسانی چھپ سکتا تھا۔ اب میرے لیے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو رہا تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ لڑکی نے کہا۔“

”ایسا کرو مجھے پستول سے کور کر لو اور یہاں سے نکال لے چلو۔ میرا مطلب ہے اگر کوئی دیکھ بھی لے تو اسے یہ اندازہ ہو کہ تم مجھے اغوا کر کے لے گئے ہو۔“ لڑکی کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آرہی تھیں۔ چنانچہ مجھے فوراً ہی وہاں سے نکلنا تھا۔ میں نے ایک لمحے سوچا پھر اسے اشارہ کر کے وہاں سے پلٹ پڑا۔ رخ اسی گاڑی کی جانب تھا جس میں وہ مجھے یہاں تک لائے تھے۔ میں نے لڑکی کو گاڑی میں بٹھایا اور آہستہ سے کہا۔

”مجھے راستہ نہیں معلوم کیا تم مجھے موٹیلہ تک لے جاسکتی ہو؟“

”ہاں بخوبی۔“ اس نے جواب دیا اور میں نے گاڑی اشارت کر کے آگے بڑھا دی۔ وہ بار بار پلٹ کر پیچھے دیکھ رہی تھی۔ میں بھی اس بات کا منتظر تھا کہ ممکن ہے گاڑی پر فائرنگ کی جائے لیکن ایسا نہیں ہوا اور ہم اس جگہ سے کافی دور نکل آئے۔ یہاں تک آتے ہوئے مجھے راستے کی طوالت کا خاص احساس نہیں ہوا لیکن اب موٹیلہ تک پہنچنے میں جتنا وقت لگا اس سے یہ اندازہ ہوا کہ خاصا طویل سفر طے کرنا پڑا تھا۔

بالآخر ہم موٹیلہ پہنچ گئے۔ یہاں کے معمولات میں کوئی تبدیلی نہیں تھی۔ میری گاڑی کھڑی ہوئی تھی۔ یہاں آنے کے بعد مجھے فیصلہ کرنا تھا ویسے تو یہی ارادہ تھا کہ اب طفیل شمس کی موت کے بعد یہاں میرا رکنا بے مقصد تھا اور پھر اب ایسے لوگوں سے بھی ملاقات ہو گئی۔ پتا نہیں سارا چکر کیا ہے اور اس لڑکی نے عجیب سے انداز میں میری مدد کیوں کی ہے یہ بھی اندازہ نہیں تھا کہ گارین اور استارا کا کیا ہوا یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ

ہماری نگاہوں میں تھا اور ہمیں اندازہ تھا کہ وہ دہائٹ ڈریگن کے بارے میں اہم معلومات رکھتا ہے۔ غالباً اس کا تعلق کسی طرح اس پولیس افسر سے بھی تھا جو ہیوم ہارٹ سے مل چکا تھا اور اس سے ملنے کے بعد ہی اس نے اپنے آپ کو روپوش کر لیا۔ ہمیں ہر قیمت پر دہائٹ ڈریگن کی تلاش ہے۔ یہ اندازہ تو ہمیں تھا کہ وہ دہائٹ ڈریگن کسی کو دینے کے لیے نہیں لایا ہو گا۔ میری مراد اس شخص سے ہے جس کی لاش تم نے کھنڈارت میں دیکھی لیکن کم از کم اس کے پاس ایسی معلومات ضرور تھیں جو وہ کسی کو دینا چاہتا تھا۔ ہمیں اس کے بارے میں مکمل اندازہ ہے۔“

”ساری کہانی بے مقصد۔ بے سروپا اور میرے لیے ناقابل فہم۔“ میں نے کہا اور اسی وقت بگ کورڈیل نے مجھ پر گھونسا چلایا لیکن پجوشن میرے ذہن میں پہلے سے موجود تھی۔ میں سمجھ رہی تھی کہ انداز میں اس طرح پیچھے ہٹا جیسے اپنے جہڑے کو اس گھونے سے بچانا چاہتا ہوں لیکن میرے دونوں ہاتھوں نے مضبوطی سے اس کی کلائی پکڑی اور اس کے بعد میں نے اس قوت سے اسے گھسیٹ کر گارین پر مارا اور گارین اپنا توازن کھو بیٹھا۔ وہ بری طرح اس پتھر سے ٹکرایا جس پر میں بیٹھا ہوا تھا اور الٹ گیا اور اس کا الٹنا میرے حق میں بہتر ہوا تھا کیونکہ پتھر کے عقبی ڈھلان پر وہ اپنے پاؤں نہیں جھار سکا تھا اور لڑھکیاں کھاتا ہوا نیچے چلا گیا تھا۔ راکفل چونکہ اس کے پاس تھی اس لیے راکفل بھی اس کے ساتھ نیچے چلی گئی تھی۔ دونوں لڑکیوں کے منہ سے وحشت ناک چیخیں نکلیں۔ بگ کورڈیل چونکہ پتھر سے بھی ٹکرایا تھا اور اس کے چوٹیں بھی لگی تھیں لیکن وہ سانپ کی طرح پلٹا۔ میں اس کے سر پر ہی موجود تھا۔ میرا داہنا پاؤں پوری قوت سے اس کے پیٹ پر پڑا اور اس نے حلق سے یہی طرح دھماکا نکلی گئی۔ وہ جھکا تو میں نے اس کے بال پکڑ کر اسے سمایا اور پوری قوت سے اس کا سر اس پتھر سے دبا مارا۔ تربوز کے پھٹنے جیسی آواز آئی تھی اور بگ کورڈیل پتھر سے چپکا رہ گیا تھا۔ اسی دوران استارا نے بھی ڈھلانوں پر چھلانگ لگا دی۔ پتا نہیں لڑھکتی ہوئی یا اپنی مہارت سے دوڑتی ہوئی وہ ڈھلان تک پہنچی تھی۔ میرے سامنے صرف پہلی وائل رہ گئی تھی۔ اس نے کپکپاتی آواز میں دونوں ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا۔

”ایک لمحے میں یقین کر لو کہ میں صرف میں تمہاری دشمن نہیں ہوں بہتر یہ ہے کہ

صرف ڈھلان پر گر جانے سے ان کی موت واقع ہو گئی ہو۔ البتہ اس بات کا یقین تھا کہ وہ فوری طور پر یہاں نہیں پہنچ سکیں گے کیونکہ فاصلہ بہت زیادہ تھا۔ بوڑھا شخص اس وقت کاؤنٹر پر موجود نہیں تھا اور کوئی بھی نظر نہیں آیا چنانچہ میں موٹیلہ میں اپنے کمرے میں داخل ہو گیا۔ پہلی واکل میرے ساتھ ہی تھی اور عجیب سی کیفیت کا شکار نظر آرہی تھی۔ کمرے میں پہنچنے کے بعد میں نے اس سے کہا۔

”اس میں کوئی شک نہیں ہے ڈیرواکل کہ تم نے اس وقت میری مدد کی ہے لیکن تم خود فیصلہ کر لو کہ کیا ایسی صورت حال ہے کہ میں تم پر مکمل اعتماد کر لوں۔“ وہ پھیکے سے انداز میں مسکرا دی پھر بولی۔

”انسان کے لیے زندگی سب سے قیمتی شے ہوتی ہے تم ان خطرناک لوگوں کے ہاتھوں سے بچ گئے ہو مجھے اندازہ ہے کہ بگ کورڈیل شاید زندہ نہ بچا ہو لیکن گارین بہت طاقتور آدمی ہے۔ وہ لڑکی استارا تمہیں اس بات پر ہنسی آئے گی کہ وہ کیپٹن ہے۔“

”کیا مطلب؟“

”مطلب یہ کہ ان لوگوں کو وہی کنٹرول کرتی ہے۔ وہ اپنے ڈیپارٹمنٹ کی چیف ہے۔ بے حد چالاک اور خطرناک آخری وقت میں کام کرنے کی قائل۔ تم یہاں محفوظ نہیں ہو۔ تم کوئی بھی ہو اگر ایک سیاح ہو تو کیا تمہیں یہ بات پسند نہ ہوگی کہ جان بچا کر نکل چلو اور اگر درحقیقت تمہارا تعلق وہاٹ ڈریگن سے ہے تب بھی تمہیں اندازہ ہو جانا چاہیے کہ یہاں اس وقت قصبہ المغیر میں تمہیں شدید خطرات لاحق ہیں۔ یہ نہ سمجھنا کہ ان کی تعداد بس اتنی ہی تھی وہاں اس پیمائش میں ٹرانسمیٹر موجود ہے اور وہ اس پیمائش پر دو موب کو تمہارے بارے میں ہدایت دے سکتے ہیں۔ میں چاہتی ہوں کہ جس قدر جلد سے تم یہاں سے نکل جاؤ۔ ہاں اگر تم یہاں قیام کرنا بہتر سمجھتے ہو اس خاص مقصد کے تحت تو پھر تمہاری مرضی۔ میرے بارے میں فیصلہ کرنا کہ مجھے ایسا کرنا ہے۔“ میں نے دلچسپ نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

”تمہارے بارے میں فیصلہ؟“

”ہاں تم نے مجھے ایسے لوگوں کے ساتھ پایا ہے جو تمہاری زندگی کے دشمن تھے۔ تم سے معلومات حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اب یہ تو میرا مسئلہ ہے کہ میں نے ان کی نسبت

تمہیں ترجیح دی اور تمہارے ساتھ یہاں نکل آئی اگر تم ان لوگوں کے سلسلے میں میرے ساتھ کوئی سختی کرنا چاہتے ہو تو میرا خیال ہے میں اس وقت اپنی مدافعت نہیں کر سکتی۔ اتنا ہی کہہ سکتی ہوں کہ مجھ پر سختی بے سود ہوگی۔ مجھ سے کچھ پوچھنا چاہو تو میں تمہیں اس حد تک بتا سکتی ہوں جتنا مجھے علم ہے۔ نہ پوچھنا چاہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ میرا مطلب ہے جو بھی فیصلہ کرو جلدی کرو مجھے قتل کرنے کے خواہش مند ہو تو گردن دبا کر مار دو کیونکہ ہسپتال کا استعمال دوسروں کو متوجہ کر دے گا اور میں دیکھ چکی ہوں کہ تمہارے ہسپتال پر سائنسر نہیں ہے۔“

”ویری گڈ۔ کافی دلچسپ باتیں کر لیتی ہو؟“

”اس سے زیادہ دلچسپ حالات اس وقت پیدا ہو جائیں گے جب کچھ لوگ یہاں پہنچ جائیں گے سمجھے۔ میں تو صاف کہہ کر بیج جاؤں گی کہ تم مجھے ہسپتال کے زور پر یہاں لے آئے ہو۔ تمہارے لیے مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔“

”تمہارا خیال ہے ہمیں یہاں سے نکل جانا چاہیے۔“

”ہاں۔“

”کہاں چلنا چاہیے؟“

”غزہ۔ وہی ایک مناسب جگہ ہے۔“

”اچھا مشورہ ہے لیکن اس مشورے کا پس منظر بھی کچھ نہ کچھ ہو گا۔“

”عجیب انسان ہو تمہاری مرضی مرنا چاہتے ہو تو مر جاؤ۔ لیکن ایسا کرو میرے ہاتھ پاؤں باندھ دو اور اس کے بعد مجھ پر جتنا تشدد کرنا چاہتے ہو کرلو۔ میرے لیے نقصان وہ نہیں ہو گا۔“

میں نے اس انداز کو محسوس کیا۔ کم از کم اس کا کہنا کافی حد تک درست تھا۔ میں نے خاموشی سے اپنا مختصر سا سامان اٹھایا۔ ان لوگوں کی گاری کو البتہ میں نے باہر نکل کر اس حد تک ناکارہ کر دیا تھا کہ وہ اسے اشارت کر کے میرے پیچھے نہ آسکیں۔ باقی کچھ اور ذرائع تھے ان کے پاس تو میں نہیں کہہ سکتا تھا۔ پتا نہیں موٹیلہ کے مالک نے میری گاڑی اشارت ہونے کو کیا تصور دیا ہو۔ مجھے عقب سے کوئی تحریک نہیں محسوس ہوئی تھی۔ ہیل واکل میرے ساتھ تھی اور میں نے اسے قریب ہی بٹھالیا تھا۔ پھر میری گاڑی المغیر سے

غزہ جانے والے راستے پر نکل آئی۔ یہ راستہ میرے لیے اجنبی نہیں تھا۔ اس نے کہا۔
 ”وہ لوگ یہ بھی سوچ سکتے ہیں کہ تم المغیر سے فرار ہونے کی کوشش کرو گے کیا تم
 نے اپنے تحفظ کے لیے اس پستول کے علاوہ اور کچھ نہیں رکھا۔“
 ”نہیں۔“

”خیر تم کہہ چکے ہو کہ تم ایک سیاح ہو لیکن سنو راستہ کافی خطرناک ثابت ہو سکتا
 ہے ہمارے لیے کاش میرے پاس بھی کوئی ہتھیار ہوتا۔“
 ”میں نے ایک نگاہ سے اسے دیکھا اور اپنا پستول اس کے حوالے کرتے ہوئے
 کہا۔“

”تم راستوں سے محتاط رہو۔ اپنے ساتھیوں کے بارے میں تم زیادہ بہتر طور سے
 جان سکتی ہو۔ میں پوری توجہ ڈرائیونگ کی جانب رکھتا ہوں۔“ اس نے شکر گزار نگاہوں
 سے مجھے دیکھا اور آہستہ سے بولی۔

”اس اعتماد کا شکریہ۔“
 ”ڈیروا کل کیا یہ تمہارا اصل نام ہے؟“
 ”نہیں۔“

”کیا مطلب؟“ میں نے پوچھا اور وہ آنکھیں بند کر کے سیٹ سے نکل گئی۔ میں نے
 گاڑی کی رفتار تیز کر دی تھی۔ پیٹرول اتنا پہلے ہی بھر دیا تھا کہ واپس غزہ تک آسانی سے
 پہنچا جاسکے۔ عجیب سفر رہا تھا۔ یہ بھی میں نے اس سے کہا۔

”اگر تم نے اس طرح آنکھیں بند کر کے سیٹ سے پشت لگائے رکھی تو پھر ان
 لوگوں کو کون دیکھے گا جن سے ہمیں خطرہ ہے۔“ وہ جلدی سے سیدھی ہو کر بیٹھ گئی تھی
 اور دائیں بائیں دیکھ کر کچھ متوحش سی ہو گئی۔

”آہ کس قدر اندھیرا ہے تم آسانی سے ڈرائیونگ کر سکتے ہونا؟“
 ”ہاں۔“

”ویسے تم ایک نوجوان اور پرکشش آدمی ہو زندگی میں بڑے نشیب و فراز سے
 گزرے ہو گے۔ لیکن واقعی تم صرف سیاح ہو؟“

”معلومات کا سلسلہ شروع ہو گیا؟“ میں نے کہا اور اس نے ہونٹ سکڑ لیے میں

نے عقب نما آئینہ اس طرح سیٹ کر لیا تھا کہ عقب کا جائزہ لینے کے ساتھ ساتھ برابر میں
 بیٹھی ہوئی لڑکی کے چہرے پر بھی نظر ڈال سکوں اور اس میں کوئی دقت نہیں ہوئی تھی
 مجھے۔ ویسے بھی رات کا وقت تھا اگر کوئی روشنیاں بجھا کر ہی تعاقب کرے تو دوسری بات
 ہے ورنہ سائنڈ مرر کام آسکتے تھے۔ لڑکی کے چہرے پر عجیب سے تاثرات نظر آرہے تھے۔
 پھر اس نے کہا۔

”اپنے بارے میں کچھ نہ بتاؤ میں تمہیں اپنے بارے میں بتاتی ہوں۔ میرا نام
 ایلیسارچ ہے۔“

”ان لوگوں کے سامنے تم نے مجھے ہیل وائل کہہ کر روشناس کرایا تھا۔“

”دلچسپ بات ہے کہ وہ لوگ مجھے ہیل وائل ہی کے نام سے جانتے ہیں۔“

”ایک دلچسپ اور پراسرار کہانی۔“

”ہاں سن لو کوئی حرج نہیں ہے ویسے بھی غزہ تک کا راستہ ہمیں کچھ نہ کچھ گفتگو
 کرتے ہوئے ہی طے کرنا ہے۔“

”ہاں میں متوجہ ہوں۔“

”کیا تم واقعی وہائٹ ڈریگن کے بارے میں کچھ جانتی ہو؟“

”لعنت بھیجتا ہوں ایسے ڈریگن پر جو میری زندگی کا دشمن بن جائے۔“

”تو پھر کیا اہرام مبرا میں؟“

”ہاں میں نے کمانا کہ میں ایک مم جو آدمی ہوں۔ مصریات سے دلچسپی رکھتا
 ہوں۔ قاہرہ، مصر اور اس کے نواح میں بہت سے ایسے اہرام دیکھ چکا ہوں جو تاریخی
 نوعیت کے حامل ہیں اہرام مبرا کا تذکرہ سن کر اس طرف آگیا تھا اور یہاں ان پر اسرار
 واقعات کا سامنا کرنا پڑ گیا۔“

”اس شخص کے بارے میں کچھ نہیں جانتے جو وہاں تابوت میں پڑا ہوا تھا۔“

”بالکل نہیں، تب میں سوچ رہی ہوں کہ تمہیں حقیقتوں کی تفصیل بتاؤں یا
 نہیں۔“

”اصولی طور پر تمہیں بتانا چاہیے نہ بتانا چاہو تو کوئی حرج بھی نہیں ہے۔ میرا تمہارا

زیادہ سے زیادہ غزہ تک ساتھ رہ سکتا ہے۔“

”اور اس کے بعد تم کہاں جاؤ گے؟“

”قاہرہ۔“ میں نے جواب دیا۔

”ذریعہ سفر کیا ہوگا؟“

”وہی جو غزہ سے قاہرہ تک کا ہو سکتا ہے۔“

”کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ تم قاہرہ تک مجھے اپنے ساتھ رکھو؟“

”وجہ؟“

”میں قاہرہ جانا چاہتی ہوں اور اب بالکل تھراہ گئی ہوں میں دوبارہ ان لوگوں کے جال میں نہیں پھنسنا چاہتی کچھ عجیب سے واقعات ہیں۔“

میں خاموشی سے ونڈ اسکرین پر نگاہیں جمائے سامنے دیکھتا رہا کچھ دیر خاموشی گزر گئی۔ اس نے پرسکون لہجے میں کہا۔

”یوں لگتا ہے جیسے وہ لوگ صحیح طور پر کارروائی نہیں کر پائے؟“ میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ چھو لداری میں ٹرانسمیٹر موجود تھا اور یہ قصبہ المغیر میں ان کے ساتھ اور بھی لوگ تھے، لیکن شاید اپنے ایک انتہائی اہم آدمی بک کورڈیل کی موت نے ان کے اعصاب پر برا اثر ڈالا ہے اور وہ تمہارے بارے میں صحیح فیصلے نہیں کر سکے۔

”وہاٹ ڈریگن کیا ہے؟“ میں نے سوال کیا اور وہ مسکرا دی پھر بولی۔

”دیکھو کچھ بھی کہتا میں جانتی ہوں کہ تم صرف ایک سیاح نہیں ہو، خیر اس کا اعتراف کرو یا نہ کرو وہاٹ ڈریگن کی کہانی میں تمہیں سناتی ہوں۔ وہ ایک ایسا کھلونا ہے جس کی قیمت شاید اربوں ڈالر تک پہنچ جائے۔ اس وقت کئی ممالک اس کے لیے اتنے ہی بے چین ہیں ایک ایسے محقق کی تحقیق جو اس نے دنیا کی بھلائی کے لیے ہی کی تھی، لیکن تخریب کار دنیا اسے بھی صرف اپنے تحفظ کے لیے استعمال کرنا چاہتی ہے تاکہ دشمن کی کارروائیوں سے محفوظ رہے اور خود اپنے طور پر وہ سب کچھ کرتی رہے جس کی وہ خواہش مند ہے۔ یہ فارمولا وہاٹ ڈریگن کے ایک کھلونے میں محفوظ ہے اور یہ کھلونا کچھ اوگوں کے ہاتھوں سے گزرتا ہوا بالا آخر ہیوم بارٹ نامی ایک شخص کے ذریعے مصر پہنچ چکا ہے۔ یہاں اب اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ ایک ایسی مصری پولیس آفیسر کے قبضے میں ہے جو خود بھی اسے لے کر روپوش ہو گیا ہے اور خود حکومت مصر کو اس کے

بارے میں معلومات حاصل نہیں ہیں۔ یہ شخص جس کی لاش یہاں اہرامین منہ میں پائی گئی ہے اصل میں محمد العمران کا ایک بہت قریبی رشتے دار اس کا ماتحت اور دوست تھا اور یہ شبہ کیا جا رہا تھا کہ اسے اگر وہاٹ ڈریگن کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تو کم از کم محمد العمران کے بارے میں یہ اچھی طرح جانتا ہے۔ اب یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس کی موت کس طرح واقعی ہوئی۔“

”کیا تم اور تمہارے ساتھی اس کی موت میں شریک نہیں تھے؟“

”ہے تو سنسنی خیز بات اور اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ کوئی دوسرا گروپ بھی قصبہ المغیر پہنچ چکا ہے۔ ہمارے گرد خطرات ہی خطرات منڈلا رہے ہیں آہ کاش میں قاہرہ تک پہنچنے میں کامیاب ہو جاؤں۔“

”گویا تمہارے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں نے اس شخص کو قتل نہیں کیا؟“

”نہیں، میں ان کے ساتھ تھی اور میں تم سے جھوٹ نہیں بول رہی تم سے ملاقات کے بعد ہی ہم نے اس کی لاش دیکھی تھی اور یہی فیصلہ کیا تھا کہ اس کے قاتل تم

ہو۔“ لڑکی نے کہا۔ میں گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ اس کی شخصیت کا صحیح اندازہ نہیں لگا سکا تھا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس پر یقین کروں یا نہ کروں، بہر حال یہاں ایک مرحلے میں تو ناکامی ہوئی تھی۔ دوسرا مرحلہ طفیل شمس کا وہ چھوڑا ہوا پیغام تھا جس میں اس نے پورٹ سعید اور آٹھ ایک آٹھ ڈیش ون لکھا تھا۔ پتا نہیں اس کا کیا راز تھا۔ میں نے لڑکی سے کہا۔

”تو ذرا اب میں تمہیں ایریسا ریج کہوں یا ہیلی وائل؟“

”کوئی فرق نہیں پڑتا تم نے مجھ سے میرے بارے میں پوچھا۔ میں نے مخلصانہ طور

پر تمہیں بتا دیا۔“

”ہیلی وائل کی حیثیت سے تم کیا تمہیں اور ایریسا ریج کون ہے؟“ میں نے سوال کیا

اور وہ ایک بار پھر آنکھیں بند کر کے ہنسنے لگی پھر بولی۔

”کہتا تم اپنے آپ کو چھپا رہے ہو مجھے ہنسی آرہی ہے کیونکہ تم درحقیقت اور بھی

بہت کچھ ہو نہ بتاؤ اپنے بارے میں میں تمہیں مجبور نہیں کروں گی۔ اپنی کہانی تو تمہیں

سنانی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ میں فریج ہوں۔ انٹیلی جنس کے ایک افسر اعلیٰ کی بیٹی، جس

نے ہمیشہ یہ سوچا تھا کہ وہ اپنا ولی عہد چھوڑ کر جائے گا، لیکن اتفاق سے وہ بیٹے سے محروم رہا اور نو عمری ہی میں اس نے مجھے تربیتیں دینا شروع کر دیں۔ یہاں تک کہ اس نے مجھے اس قسم کے معاملات میں طاق کر دیا اور بالا آخر فرانس کے محکمہ خفیہ میں مجھے ایک اعلیٰ مقام حاصل ہو گیا اس وقت وہ سب کچھ میرے لیے بہت دلکش تھا۔ میں نے اتنی محنت سے کام کیا کہ میرا رینک بڑھتا چلا گیا۔ مجھے ملٹری انجیلی جنیں میں ٹرانسفر کر لیا گیا اور وہاں بھی نمایاں کارکردگی دکھانے پر بالا آخر میرے بارے میں ایک اہم فیصلہ کیا گیا اور مجھے ایک اور ملک بھیج دیا گیا جہاں محنت کر کے میں وہاں کے محکمہ خفیہ میں شامل ہو گئی۔ درحقیقت میں نے اس کے لیے بڑی محنت کی تھی۔ اپنا نام وغیرہ تبدیل کر کے میں اس ملک کے لیے کام کرنے لگی لیکن حقیقت یہ تھی کہ میں فرانس کے لیے کام کرتی تھی اور اہم ترین رازوں سے فرانس کو آگاہ رکھتی تھی۔ یہ لوگ میری مراد استارہ گارین اور بگ کورڈیل سے ہے اسی ملک کے ملٹری انجیلی جنیں کے نمائندے ہیں اور بالا آخر ہم لوگوں کو اس ملک کی طرف سے اس مشن کے لیے بھیجا گیا۔ میری مراد وہاٹ ڈریگن کے حصول سے ہے۔ طویل ترین کوشش کے بعد ہمیں صمد العمران کے بارے میں معلومات حاصل ہوئی اور اب کافی عرصے سے ہم اس کے لیے کام کر رہے ہیں بہت سے معاملات میں ہمیں کامیابی حاصل ہوئی جن میں ایک اہم بات یہ ہے کہ ہماری اطلاع کے مطابق وہاٹ ڈریگن یہیں مصر میں موجود ہے اور شاید صمد العمران اس سے ذاتی طور پر کوئی فائدہ حاصل کرنا چاہتا ہے کیونکہ اس نے اپنا عہدہ چھوڑ کر روپوشی اختیار کر لی ہے اگر وہ حکومت مصر کے لیے مخلص ہوتا تو وہاٹ ڈریگن اب تک حکومت مصر کی تحویل میں دے چکا ہوتا لیکن تمام تر حالات اس کے شاہد ہیں کہ خود حکومت مصر اس سے نا آشنا ہے اور وہاٹ ڈریگن اس کی تحویل میں نہیں پہنچا ہے۔ یہ ہے تمام تر تفصیل۔ اب اس سے تم کچھ بھی نتیجہ اخذ کر لو۔ میں نے اسے گہری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”لیکن اچانک ہی تمہارے اندر یہ تبدیلی کیوں رونما ہوئی ہے ایریسارچ؟“ وہ چند لمحات تھکی تھکی سانسیں لیتی رہی پھر اس نے کہا۔

”میں محسوس کر رہی ہوں کہ میری زندگی کا سنہری دور ضائع ہو رہا ہے۔ میرے اندر سے عورت پن ختم ہو گیا ہے مجھ سے میرا عورت پن چھین لیا گیا ہے۔ میرا باپ مرجکا

مجھے اس خیال میں پھنسانے کے بعد۔ اہل خاندان ہیں، لیکن شاید اب ان میں سے کچھ میرے صورت آشنا بھی نہ ہوں۔ کچھ بھی نہیں رہا ہے میرے پاس۔ میں سوچتی ہوں کہ کیا اسی طرح زندگی کی آخری سانس تک بسر کر لوں گی۔ تم مجھے بتاؤ ڈیر کیا میں اسی طرح کھیلتی رہوں دو سروں کے ہاتھوں میں۔ میرے اپنے لیے اس کائنات میں کچھ بھی نہ ہے۔“ مجھے ہنسی آگئی تو وہ بولی۔

”ہاں تمہیں اختیار حاصل ہے تم خود بھی بہترین کارکردگی کے مالک معلوم ہوتے ہو اگر تم اس طرح بگ کورڈیل کو ختم نہ کر دیتے تو شاید میں تمہیں ایک معصوم سیاح ہی سمجھتی رہتی، لیکن اب تم خود سوچ لو عام لوگ نہ اس قدر پھرتیلے ہوتے ہیں نہ لڑائی بھڑائی کے ماہر کہ ایسے خطرناک لوگوں سے نمٹ سکیں۔ خیر تم کچھ بھی ہو مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہے۔ میں نے اپنے دل کی بات تمہیں بتادی۔ مت کرو یقیناً مجھ پر کوئی خاص بات نہیں ہے۔ میں خود ہی اپنی زندگی کا عذاب بھگتوں کی۔ بھلا کون میری مدد کر سکتا ہے اور کیوں کر سکتا ہے، لیکن انسان کے اندر اندر ایک خواہش ہوتی ہے کسی کی ہمدردیاں حاصل کرنے کی کسی سے اپنے بارے میں سب کچھ کہہ دینے کی۔ بس جی چاہا کہہ دیا تمہاری مرضی کچھ بھی سمجھو ہاں ایک عرض ضرور کر رہی ہوں اگر تھوڑا بہت بھی انسانیت کا درد تمہارے دل میں ہے تو ایک انسان کی مدد کرو۔ میں سچ سچ ایک عورت بن کر زندگی گزارنا چاہتی ہوں۔ کسی کے سائے میں کسی کی پناہ میں۔ میں یہ نہیں کہتی کہ وہ پناہ تمہاری ہی ہو اپنے لیے کوئی بھی راستہ تلاش کر لوں گی۔ کچھ بھی کر لوں گی۔ بس بس میں کیا کہوں۔ میں نہیں جانتی کہ میں کیا کہنا چاہتی ہوں۔“ اس کی آواز بھگتی اور میں اس کے لمبے پر غور کرنے لگا۔ درحقیقت مجھے ہنسی آرہی تھی۔ پتا نہیں اس چالاک لڑکی کا موقف کیا ہے۔ مقصد کیا ہے کیا چاہتی ہے یہ کوئی بات نہیں سمجھ پایا تھا میں۔ سمجھ پایا تھا تو بس اتنا کہ وہ میرے ساتھ قاہرہ تک جانا چاہتی ہے۔ غزہ تک کے سفر کے دوران بالا آخر میں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ میں کم از کم اسے اپنے ساتھ قاہرہ لے جاؤں گا، لیکن بس اس سے زیادہ اسے اور کوئی موقع نہیں دیا جاسکتا کیونکہ بہر حال میں نے اسے ان لوگوں کے درمیان پایا تھا جو وہاٹ ڈریگن کے چکر میں تھے اور اس نے خود بھی کھل کر مجھے بتا دیا تھا کہ وہ کسی اور ملک کے لیے سی لیکن وہاٹ ڈریگن کے لیے کام کر رہی تھی۔ بڑے

سوائے اس کے کہ طفیل شمش کا چھوڑا ہوا وہ پیغام مجھے مل گیا تھا جس میں اس نے صد
العران کی نشاندہی کی تھی۔

اپنے کمرے میں آرام کرتے ہوئے میں نے سوچا کہ اب مجھے اصولی طور پر رپورٹ
سعید کے لیے نکل چلنا چاہیے یہاں وقت ضائع کرنا بیکار ہے۔ نعيم عاکف نے حتمی طور پر
کوئن میکویا کا پیغام دے دیا تھا کہ اب اس بارے میں جو کچھ کرنا ہے مجھے کرنا ہے وہ کوئی
مشورہ بھی نہیں دے گی۔ یہ دلچسپ بات تھی اس نے مجھے اتنے مختصر وقت میں اتنے
زیادہ انتظامات دے دیے تھے۔ یہ اعتماد کبھی کبھی کچھ غیر حقیقی سا لگنے لگتا تھا لیکن اس کے
عوض اس نے مجھے جو کچھ دینے کا وعدہ کیا تھا وہ اتنا پرکشش تھا کہ میں سوچنے پر مجبور ہو گیا
تھا اگر مجھے میری کاوشوں کا یہ صلہ مل سکتا ہے تو اس سے اچھی بات میرے لیے اور کوئی
ہو سکتی ہے، ویسے بھی اندر سے جو کیفیت تھی وہ ایسی تھی کہ اب اپنے ماحول سے فرار
چاہتا تھا کم از کم یہ سلسلہ بالکل نیا ہے اگر ٹھیک نکلتا ہے تو بہت اچھی بات ہے اور اگر اس
کے درپردہ کوئی گہری سازش ہے تو پھر دیکھا جائے گا جو کچھ ہو گا چنانچہ اپنے آپ کو یہ کہہ
کر بہلا لیا تھا۔ تقریباً چالیس گھنٹے قاہرہ میں مکمل طور سے آرام کیا۔ طفیل شمش کی موت
کے پیچھے جو کوئی بھی تھا مجھے اس کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکا تھا اس لڑکی نے یہی کہا تھا کہ کم
از کم وہ لوگ طفیل شمش کی موت کے ذمے دار نہیں تھے جو مجھے ابھام مہرا میں ملے تھے
پتا نہیں کون سچا ہے کون جھوٹا۔ ایریسارچ کو بہر طور میں نے اپنے پیچھے نہیں لگایا تھا۔ جہنم
میں جائے مجھے کیا پڑی ہے کہ خواہ مخواہ کی مشکلات میں گرفتار ہوتا رہوں۔ نعيم عاکف
سے بھی ملاقات نہ کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ بلاوجہ کسی کے سر پڑنے سے کیا فائدہ۔ جب وہ
صاف کہہ چکی ہے کہ اب معاملات میرے اپنے ہاتھ میں ہیں۔ جس طرح چاہوں بسر
کروں اسے کوئی دلچسپی نہیں ہے، پھر کیا ضرورت پڑی تھی بہر طور باہر نکلا۔ قاہرہ میں
زندگی رواں دواں تھی۔ رپورٹ سعید جانے کے لیے ذرائع معلوم کیں۔ مختلف ذرائع تھے
بہر طور ایک ذریعہ سفر اختیار کرنے کا فیصلہ کر لیا اور پھر دوسرے دن تیاریوں کے بعد چل
پڑا۔

مختلف راستوں سے بسوں میں سفر بھی کیا جاسکتا تھا۔ چنانچہ میں نے یہی ذریعہ سفر
اختیار کیا تھا۔ میں ایک شاندار بس میں بیٹھ کر چل پڑا اور راستے کے مناظر سے لطف اندوز

ابھی ہوئے معاملات تھے۔ غزہ پہنچ گئے اور اس کے بعد ظاہر ہے یہاں رکنے کا کوئی جواز
نہیں تھا اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ میرے ہر فیصلے کو قبول کر لینا چاہتی ہو۔ میں کچھ بھی
کر سکتا تھا اس کے لیے۔ اس نے اپنے آپ کو میرے رحم و کرم پر چھوڑ دیا تھا۔ میں نے
اسے تھوڑا تھوڑا کر کے کئی بار اس کا موقع دیا کہ اگر وہ یہاں تک آنے کے بعد چالاکی سے
نکل بھاگنا چاہتی ہے تو نکل جائے، لیکن وہ مسلسل میرے پیچھے لگی ہوئی تھی۔ میں کسی بھی
قسم کی حماقت مول لینے کے موڈ میں نہیں تھا اب یہاں قیام کا کوئی جواز نہیں بنتا تھا چنانچہ
میں نے قاہرہ جانے کے لیے تمام تر معلومات حاصل کیں۔ کارکنی کے مالک کو واپس
کر کے اس سے وہ شناخت نامہ لے لیا۔ جس سے کسی نہ کسی شکل میں بیچاری نعيم عاکف
کی نشاندہی ہو سکتی تھی اور اس کے بعد غزہ سے قاہرہ جانے کی تیاریاں مکمل کرنے لگا اور
اس سفر کا آغاز کر دیا۔ ایریسارچ میرے ساتھ ہی قاہرہ تک پہنچی تھی لیکن قاہرہ پہنچنے کے
بعد اب اسے ساتھ لگائے رکھنے کی حماقت میں نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے اس سے مسکرا کر
کہا۔

”مس ایریسارچ آپ کی خواہش تھی کہ آپ میرے ساتھ قاہرہ تک آجائیں اب
اس کے بعد میرے لائق کوئی اور خدمت؟“ اس نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا پھر
ایک ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔

”میں بہت شکر یہ ہیں اپنے راستے نودہن تلاش کروں گی۔“

”ویسے تو آپ یہ تھوڑی سی رقم رکھ لیجئے گا۔ میرا خیال ہے آپ اپنا سب کچھ
وہیں المغیر میں چھوڑ آئی تھیں۔“

”شکریہ بہت بہت شکریہ۔“ اس نے مجھ سے رقم لی اور بادل نخواستہ آگے بڑھ گئی
میں دور تک اسے جاتے دیکھتا رہا تھا اور جب وہ نگاہوں سے او جھل ہو گئی تو میں نے اپنے
لیے تیاریاں کیں اور ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر چل پڑا۔ ٹیکسی ڈرائیور کو میں نے ایک ہوٹل
کا پتہ بتا دیا تھا۔ یہ وہ ہوٹل نہیں تھا جس میں پہلی بار میں نے قیام کیا تھا اور نعيم عاکف
کے ساتھ گیا تھا، بلکہ قاہرہ کی سیر کرتے ہوئے مجھے راستے میں یہ ہوٹل نظر آ گیا تھا۔ اچھا
خاصا ہوٹل تھا، لیکن فائو اسٹار نہیں تھا مجھے اس میں کرا حاصل کرنے میں کوئی دشواری
نہیں ہوئی جو کارروائی قصبہ المغیر تک جا کر کی گئی تھی اس میں مکمل ناکامی ہوئی تھی۔

ہوتا رہا۔ سرزمین مصر کے صحراؤں میں اہراموں کا جال بچھا ہوا تھا۔ لمبے لمبے ریگستان اور ان میں جھانکتے ہوئے اہراموں کے سرے جو بعض جگہ ریگستان میں چوٹی تک دفن ہو چکے تھے اور کہیں کہیں اب بھی اسی طرح سر بلند نظر آرہے تھے۔ قاہرہ بہت دور رہ گیا تھا مجھ سے کچھ فاصلے پر ایک بوڑھا جوڑا بیٹھا ہوا تھا۔ خاصے عمر رسیدہ لوگ تھے۔ مرد کسی قدر مدقوق سا تھا، لیکن عورت توانا تھی۔ البتہ بوڑھا جس طرح اپنی ساتھی عورت کی دلجوئی کر رہا تھا وہ متاثر کن تھی۔ بوڑھے کے چہرے پر ایسے تاثرات نظر آرہے تھے جیسے وہ اس عورت پر قربان ہو جانے کا ارادہ رکھتا ہو۔ مجھے ان سے بڑی دلچسپی محسوس ہوئی اور بالآخر میں نے اس سے تعارف حاصل کر ہی لیا۔ بوڑھے کا نام فاضل انعم تھا اور عورت اس کی بیوی رحمانہ تھی۔ بوڑھے نے بتایا کہ رحمانہ طویل عرصے سے بیمار ہے۔ وہ کہنے لگا۔

”اصل میں اس کی صحت تو عالم نوجوانی ہی سے خراب ہے حالانکہ میں نے ہر طرح اس کی نگہداشت کی، لیکن زندگی کے بہت کم لمحات ایسے ملے جن میں نے اسے تندرست پایا۔“ مجھے ہنسی آنے لگی بوڑھا اگر اپنی کیفیت کا جائزہ لیتا تو زیادہ بہتر تھا۔ عورت تو اچھی خاصی نظر آرہی تھی لیکن بہر طور دونوں میں ایک بات مشترک تھی۔ وہ یہ کہ نہایت خوش مزاج اور ہمدرد قسم کے لوگ تھے جو اچھی طرح گفتگو کرنا جانتے تھے۔ فاضل انعم نے مجھ سے پوچھا۔

”اور تم نوجوان۔ تم کم از کم میرے تجربے کی بنیاد پر مصری نژاد تو نہیں معلوم ہوتے۔“

”ہاں میرا تعلق مصر سے نہیں ہے۔“

”بتاؤ گے کہاں کے رہنے والے ہو؟“

”پاکستانی ہوں؟“ میں نے جواب دیا اور پاکستان کا نام سن کر ان کے چہروں پر جس طرح خوشی کے آثار نظر آئے اس نے مجھے بہت متاثر کیا، پھر دوران سفر ہم زیادہ تر پاکستان۔۔۔ میں گفتگو کرتے رہے تھے۔ فاضل انعم نے کہا۔

”میرے۔۔۔ عید میں تم کہاں قیام کرو گے؟“

”میں جس ایک سیاح کے لیے قیام کوئی اہم مسئلہ نہیں ہوتا۔“

”ہوتا ہے۔ اصل میں یا تو سیاح اس قدر فارغ البال ہو کہ اعلیٰ درجے کے ہوٹل اس کا انتظار کر رہے ہوں اگر ایسا نہیں ہے تو پھر اسے اپنے اخراجات پر نگاہ رکھنا ہوتی ہے۔ پورٹ سعید خاصا بڑا شہر ہے اور وہاں کی زندگی بھی بہت منگلی ہے، بلکہ تھکنے کے مطابق وہاں کی زندگی قاہرہ سے زیادہ منگلی ہے۔“

”مجھے یہ بات نہیں معلوم تھی۔“

”چلو اب معلوم ہو گئی۔ ایک پاکستانی دوست کی حیثیت سے اگر تم چاہو تو ہمارے ٹوٹے پھوٹے جھونپڑے میں قیام کر سکتے ہو۔“

”ارے نہیں آپ لوگوں کو دقت ہوگی مسٹر فاضل انعم۔“

”اصل میں یہی فرق ہے ہماری اور تمہاری عمر کا۔ تم لوگ گفتگو کرتے ہو تو اس میں تصنع ہوتا ہے جبکہ ہم بوڑھے لوگ سادگی سے بات کہہ دینے کے عادی ہوتے ہیں۔“

”میں آپ کی پریشانی کی وجہ سے کہہ رہا تھا۔“

”پہلی بات تو یہ ہے کہ مہمان کبھی باعث پریشانی نہیں ہوتے دوسری یہ کہ اگر ہمارا

گھر تمہارے معیار پر پورا اترے تو ٹھیک ہے ورنہ تم کہیں بھی جاسکتے ہو۔“

”نہیں میرا کوئی معیار نہیں ہے بس۔ پورٹ سعید میں کچھ عرصے قیام کروں گا اور

اس کے بعد وہاں سے واپس چل پڑوں گا۔“

”تو پھر اس کے لیے تمہیں ہمارے گھر سے بہتر اور کوئی جگہ نہیں ملے گی۔“

بڑی دلچسپ بات تھی سیدھے سادھے لوگ تھے۔ کم از کم مجھے اپنے کام میں کسی

خطرے کے بغیر آسانی حاصل ہو سکے گی۔“ میں نے کہا۔

”آپ کے گھر میں اور کون کون ہے؟“

”میری تو دلچسپ بات ہے صرف میں اور میری بیوی۔“

”اوہ، ویسے آپ کو زندگی گزارنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی۔“

”بالکل نہیں ہوتی بلکہ ہم ہمیشہ خدا کا شکر ادا کرتے رہے ہیں کہ اس نے ہمیں

او کے بھگڑنے میں نہیں ڈالا۔“ مجھے پھر ہنسی آگئی میں نے کہا۔

”لیکن لوگ تو۔“

”لوگوں کی بات جانے دو۔ جب زندگی میں کوئی شامل ہو جاتا ہے تو محبتوں کو تو

تسلیم کرنا ہی پڑتا ہے۔ بہر طور ایک دوسرے سے محبت کی جاتی ہے، لیکن اب ہماری محبتیں ایک دوسرے کے لیے وقف ہیں اور ہماری زندگی میں کسی کی مداخلت نہیں ہوئی۔“ میں اس کی دلچسپ منطق پر ہنستا رہا بہر طور فاضل انعم ایک اچھا انسان ثابت ہوا۔ راستے ہی میں اس نے مجھے بہت بے تکلف کر لیا تھا۔ اور مجھ سے بڑی مزے مزے کی باتیں کرتا رہا تھا۔ اس کی بیوی رحمانہ کا کہنا تھا کہ اگر شروع ہی سے فاضل انعم کو اس کی صحت کی خرابی کا احساس نہ ہوتا تو آج فاضل انعم خود بھی ایک تندرست و توانا آدمی ہوتا جبکہ وہ بالکل ٹھیک ہے اور یہ صرف فاضل انعم کا وہم ہے کہ وہ بیمار ہے۔

”حقیقتوں کو انسان خود نہیں سمجھتا بلکہ دوسرے اس کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔“ بڑا دلچسپ جوڑا تھا۔ پورٹ سعید میں ان کا مکان واقعی چھوٹا سا تھا اور ایک پسماندہ سے علاقے میں تھا لیکن مکان میں داخل ہونے کے بعد یہ اندازہ ہو گیا کہ وہ ایک خوش و خرم زندگی گزار رہے ہیں اور اس خوش و خرم زندگی میں ان کی ایک دوسرے سے محبت بنیادی حیثیت رکھتی ہے مثلاً ”فاضل انعم گھر کے سارے کام سنبھالے ہوئے تھا اور اس نے رحمانہ کو بستر سے لگا رکھا تھا۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”آپ لوگوں کی زندگی ان تمام معاملات میں گزر گئی مجھے اس میں مداخلت نہیں کرنی چاہیے، لیکن حقیقت یہ ہے مسٹر فاضل انعم کہ رحمانہ اگر گھر کے کام کاج میں مصروف رہیں تو زیادہ صحت مند رہیں گی، اگر انہیں اسی طرح بیماری کا احساس دلا کر بستر سے لگائے رکھا گیا تو یہ یقیناً بیمار ہو جائیں گی۔“ فاضل انعم عجیب سے انداز میں مجھے گھورنے لگا تھا پھر اس نے کہا۔

”دیکھو میری پوری زندگی کا نظریہ بدلنے کی کوشش نہ کرو۔ میں نے ہمیشہ اس کے لیے اپنے آپ کو وقف رکھا ہے۔“

”یہ بہت اچھی بات ہے لیکن میں نے جو کچھ کہا وہ بھی ایک ٹھوس حقیقت ہے۔“ بہر حال یہ ان لوگوں کے ذاتی معاملات تھے۔ پورٹ سعید پہنچنے کے بعد مجھے

ایٹ ڈیش ون کی تلاش تھی۔ جس کے بارے میں مجھے مسیج ملا تھا اور ایٹ ڈیش ون چیز تھی اس کا ابھی تک مجھے کچھ علم نہیں تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض اوقات ان معاملات سے الجھن محسوس ہونے لگتی تھی اگر خون آلود رومال پر آگے کے الفاظ درست

بچے ہوتے تو شاید ایٹ ڈیش ون کے سلسلے میں مجھے اتنی مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔ بہر حال یہ ساری باتیں اپنی جگہ تھیں لیکن اپنے اس نظریے سے ابھی دستبردار نہیں ہو سکتا تھا۔ کم از کم اور کچھ نہیں تو یہاں رہنے کے لیے ایک اچھی جگہ مل گئی تھی اور میرے لیے یہ جوڑا باعث رحمت تھا۔ خاصاً وقت ان کے ساتھ گزارنے کے بعد بالآخر میں باہر نکل آیا۔ مصر کے اس شہر کی زندگی بھی قاہرہ کی زندگی سے بہت زیادہ مختلف نہیں تھی۔ چوڑی سڑکیں بھی تھیں اور قدیم علاقے کی تنگ سڑکیں بھی۔ میں ایک تنگ سی سڑک پر سفر کرنے لگا جو خاصی پر ہجوم تھی۔ کافی دیر تک میں اس علاقے میں آوارہ گردی کرتا رہا۔ دل میں سوچ رہا تھا کہ ایک بے نام چیز کی تلاش آسان کام نہیں ہوگی، لیکن بہر طور محنت ہی سے کچھ نہ کچھ حاصل ہوتا ہے۔ اس وقت میں بازار کے جس حصے سے گزر رہا تھا وہاں شور بے پناہ تھا۔ ہاگر اور چھوٹے چھوٹے دکاندار چیخ چیخ کر گاہکوں کو اپنی جانب متوجہ کر رہے تھے۔ مختلف قسم کی چیزیں بازار میں بکھری پڑی ہوئی تھیں جن میں تانبے کے برتن، جیولری، قالین، مختلف قسم کے گارمنٹس کا سامان، چمڑے کا سامان اور نجانے کیا کیا کچھ بھرا ہوا تھا۔ اس علاقے میں غیر ملکی لوگوں کی بہتات تھی اور ۱۰۰ کانوں میں الٹی سیدھی چیزیں دیکھتے پھر رہے تھے۔ میں کچھ اور آگے بڑھا کہ اچانک میرے متنب سے ایک آواز ابھری۔

”ہیلو یگ مین، خوب ملے۔“ میں نے پلٹ کر دیکھا اور ایک لمحے میں میرا سر چکرا کر رہ گیا۔ یہ ایستازا تھی۔ میں نے اسے فوراً ہی پہچان لیا۔ ایستازا ایک خوبصورت لباس میں ملبوس تھی اس کے ہاتھ میں ایک بینڈ سبک تھا جس اس نے سینے کے پاس سنبھالا ہوا تھا۔ دوسرا ہاتھ بینڈ سبک کے پیچھے تھا۔ وہ مسکرا کر بولی۔

”یقینی طور پر تم نے مجھے پہچاننے میں غلطی نہیں کی۔ تمہارے چہرے کے تاثرات بتا رہے ہیں لیکن سنو۔ یہ بینڈ یگ دیکھ رہے ہونا اس میں ایک بہت ہی خطرناک پستول چھپا ہوا ہے جو ایک خاص کیفیت کا حامل ہے۔ میرا ہاتھ اس پستول کے ٹریگر پر ہے۔ میں اسے آرام سے دباؤں گی اور تمہارے جسم کے کسی بھی حصے میں ایک اتنا وسیع سوراخ ہو جائے گا کہ لوگ حیرانی سے سوچتے رہ جائیں گے کہ کیا تم ٹینک کے گولے سے ہلاک ہوئے ہو۔ بہت دلچسپ ہتھیار ہے یہ۔“

میں سرد نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا اور پھر میں نے آہستہ سے کہا۔ ”کیا چاہتی ہو؟“

”خاموشی سے آگے بڑھو۔ تمہارے ساتھ اس بازار کی سیر کرنے میں مجھے بہت لطف آئے گا۔“ وہ بڑے پرسکون لمبے میں بولی۔ میں نے اس کی آنکھوں میں ایک سفاک چمک دیکھی بہر طور اس وقت اس کا موقع تو نہیں تھا کہ میں اسے نظر انداز کر کے گارین کو تلاش کروں، بگ کورڈیل کی موت کا تو خیر مجھے اندازہ ہو گیا تھا، لیکن ان دونوں کے بارے میں مجھے یقین تھا کہ وہ زخمی بے شک ہو گئے ہوں گے لیکن ہلاک نہیں ہوئے ہوں گے۔“ وہ مجھے لیے آگے بڑھتی رہی پھر ایک چھوٹے سے ریسٹوران کے سامنے رک گئی جس کے سامنے کے حصے میں کچھ میزیں پڑی ہوئی تھیں لیکن اصل حصہ عمارت کے اندر تھا۔ پتا نہیں یہاں سے اس کا کیا تعلق تھا۔ وہ مجھے اشارہ کر کے ہوٹل میں داخل ہو گئی اور پھر کاؤنٹر پر بیٹھے ہوئے شخص کی جانب اس نے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا تو اس نے انگوٹھے سے ایک دروازہ کی جانب اشارہ کر دیا۔

”آؤ۔“ اس نے مجھ سے کہا اور میں اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ وہ بڑے پرسکون انداز میں دروازے سے اندر داخل ہو گئی۔ دروازے کے دوسری جانب تختوں کی دیوار بنی ہوئی تھی۔ اس دیوار کو اس نے تین بار دستک دی جس کے نتیجے میں دیوار میں ایک ایسا دروازہ کھل گیا جو اس سے پہلے دیوار میں بنا ہوا محسوس نہیں ہوتا تھا۔ دروازے کے دوسری جانب ایک وسیع و عریض ہال نظر آ رہا تھا اور اس ہال میں میری توقع کے مطابق گارین موجود تھا۔

”ویری گڈ ویری گڈ ویری گڈ۔“ گارین نے چوڑے ہاتھ اٹھا کر تالیاں بجاتے ہوئے کہا تھا اور پھر استارا کی طرف دیکھ کر بولا۔

”ارلٹک تم نے اس کے پستول پر نظر نہیں ڈالی۔ اس کے پاس پستول موجود ہے۔“

”ہاں لیکن یہ کوئی ایسی بات نہیں تھی۔ یہ کام تم سرانجام دے سکتے ہو۔“

”ہاں یہ تو ہے۔“ گارین نے کہا اور اٹھ کر میرے قریب آ گیا۔ میں جانتا تھا کہ صورت حال میرے ہاتھ میں نہیں ہے۔ اس لیے اس وقت ان لوگوں سے تعاون ضروری

تھا۔ گارین نے بڑے اطمینان سے میری جیب سے میرا پستول نکال لیا تھا پھر وہ پستول کا جائزہ لیتے ہوئے بولا۔

”عام سی چیز ہے کسی کے پاس بھی ہو سکتی ہے، لیکن جس شخص کے پاس اس وقت یہ موجود ہے وہ یقینی طور پر کوئی عام چیز نہیں ہے۔ تو پھر کیا خیال ہے استارا ڈارلنگ۔ ہم اپنے کام کا آغاز کر دیں؟“

”سمجھداروں کا یہی کہنا ہے کہ جس کام کو کرنا ہو اس کے سلسلے میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔“ گارین نے استارا کی بات پر قہقہہ لگایا اور پھر اپنی جگہ جا کر بیٹھ گیا۔ اس نے کہا۔

”براہ کرم تم اس طرف آ جاؤ اور سنو یہ بالکل محفوظ جگہ ہے۔ یہاں کوئی کم از کم مداخلت نہیں کر سکتا۔“

”ٹھیک ہے لیکن تمہیں خود ہی اپنی کارکردگی پر افسوس ہو گا۔“ میں نے اپنے اس مجمع کرتے ہوئے کہا، لیکن یہ اندازہ مجھے ہو گیا تھا کہ بری طرح پھنس گیا ہوں البتہ ان دونوں کا پورٹ سعید تک چلے آنا میرے لیے انتہائی سنسنی خیز اور تعجب کی بات تھی۔ مجھے ایک لمحے میں یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ گلو خلاصی آسانی سے نہیں ہو گی ہو سکتا ہے۔ اس جگہ مجھے ایک خوفناک معرکہ سرانجام دینا پڑے لیکن ایک تو اجنبی جگہ حالات کا کوئی صحیح اندازہ نہیں تھا اس لیے محتاط بھی رہنا پڑتا تھا۔ میں نے محسوس کر لیا تھا کہ کاؤنٹر پر بیٹھے ہوئے شخص کا تعلق کسی نہ کسی طرح استارا اور گارین سے ہے کیونکہ میں نے ان دونوں کو اشارے بازی کرتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ گارین خاموش نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا پھر اس نے کہا۔

”دیکھو بھی تم پر ایک آدمی کے قتل کا جرم ہے تم نے ہمارے ایک ساتھی کو قتل کیا ہے اس لیے تو یہ کم از کم سمجھ لو کہ تمہارے ساتھ کوئی رعایت کسی بھی قیمت پر نہیں کی جاسکتی۔“

”کیا اس وقت حالات ایسے نہ تھے کہ میں اپنا دفاع کرتا؟“

”یہ سب عام لوگوں کے کرنے کی باتیں ہیں اور میں تمہارے چہرے کو دیکھ کر یہ اندازہ یقیناً لگا سکتا ہوں کہ۔“ ابھی وہ اتنا ہی کہ پایا تھا کہ دفعتاً باہر سے ایک شور اٹھا اور

اس کے ساتھ ہی فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ گارین اچھل کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اس نے ایک لمحے تشویش کی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر عورت کی جانب رخ کر کے بولا۔

”استارا تم اسے نہ خانے میں لے جاؤ۔ خبردار ہوشیاری سے۔ میں دیکھتا ہوں کیا قصہ ہو گیا ہے، ممکن ہے ہمیں خطرناک حالات کا سامنا کرنا پڑے۔“

استارا نے خاموشی سے گردن ہلائی اور ہینڈ بیگ میں رکھا وہ ننھا سا پستول نکال لیا جس کی تباہ کاری کے بارے میں اس نے کہا تھا۔ اس کا سناپ جینا لہجہ ابھرا۔

”دیکھو تمہاری موت ہمارے لیے کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتی۔ کام آسکے تو ٹھیک ہے ورنہ ہم ان لوگوں کو جن پر ہمیں کوئی شبہ ہوتا ہے راستے سے ہٹانے میں کوئی دقت محسوس نہیں کرتے اور نہ بعد میں اس پر افسوس کرتے ہیں اس لیے خاموشی سے جو کچھ میں کہہ رہی ہوں کرو اٹھو جلدی کرو۔“

اتنی دیر میں گارین اس دروازے سے باہر نکل گیا تھا جو کسی میکینزم کے تحت نمودار ہوا تھا۔ میں نے ایک گہری سانس لی اور استارا کے اشارے پر ایک جانب چل پڑا۔ بہر طور یہ بدترین افتاد پڑی تھی اور نجانے اس کا کیا نتیجہ نکلنے والا تھا۔

==☆☆☆☆==

استارا مجھے لیے ہوئے ایک کمرے میں پہنچی، کمرے میں داخلی دروازے کے علاوہ ایک اور دروازہ بھی تھا جسے کھول کر اس نے مجھے آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔ میں خاموشی سے کمرے میں داخل ہو گیا۔ چھوٹی سی راہداری تھی۔ جو اختتام تک پہنچ کر گہرائیوں میں اتر جاتی تھی۔ روشنی خاطر خواہ تھی اور اس میں سیڑھیاں نظر آرہی تھیں۔ میں ان سیڑھیوں سے نیچے اترنے لگا۔ کسی دیوانگی کا مظاہرہ اس وقت نہایت غیر موزوں تھا، کیونکہ جن لوگوں سے واسطہ پڑا تھا ان کی شخصیت کسی حد تک سمجھ میں آگئی تھی۔ انتہائی خطرناک اور شیطانی تھے۔ استارا میری جانب سے غیر محتاط نہیں ہوگی کیونکہ میرے ہاتھوں اس کے ایک ساتھی کا خون ہو چکا تھا۔ میں سیڑھیوں سے اتر کر اس کمرے میں داخل ہو گیا جو خاصا وسیع تھا اور اس میں فرش کے علاوہ ایک دو الماریاں رکھی ہوئی تھیں۔ ایک جانب ایک صوفہ سیٹ پڑا ہوا تھا۔ کچھ خاص قسم کے فینسی اسٹول بھی تھے۔

استارا نے پستول کے اشارے پر مجھے صوفے پر بیٹھنے کے لیے کہا اور میں بیٹھ گیا وہ مجھ سے کچھ فاصلے پر ایک اسٹول پر جا بیٹھی تھی۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اگر مائنڈ نہ کریں مس استارا تو ایک بات کہوں۔“

”ہاں، فرصت ہے اس وقت مائنڈ کرنے کی کوئی بات ہے ہی نہیں۔“

”خوبصورت لڑکیاں اپنی ڈگر چھوڑ کر ان راستوں پر کیوں چل پڑتی ہیں۔“ وہ ہنس پڑی اور کہا۔

”زندگی کے ہر شعبے میں عورت اتنی ہی دسترس رکھتی ہے جتنی تم۔ اگر تمہیں

زندگی میں کبھی موقع ملے تو خود غور کر لینا کہیں کسی جگہ عورت کو اپنے آپ سے کم تر نہیں پاؤ گے۔ ہاں اگر خود کو دھوکا دو تو الگ بات ہے۔“

”اب اس بارے میں کیا کہہ سکتا ہوں سوائے اس کے کہ تم خصوصی اہمیت کی حامل ہو ورنہ میں نے عام طور سے خواتین کو اس قدر مستعد نہیں دیکھا اور وہ بھی ایسی خواتین جو حسین ہوں۔“

وہ قہقہہ مار کر ہنسی پھر بولی۔ ”مردوں کی شانظرانہ چال چل رہے ہو۔ غالباً مجھے مینرے حسن کا احساس دلا کر مرغوب کرنا چاہتے ہو تاکہ مجھ پر قابو پاسکو لیکن احمق آدمی یہاں بھی تصور بدل چکا ہے۔“

”افوہ..... اب دیکھو نا یہی کنزوری ہے تمہارے اندر کہ تم ہر بات کو اس نگاہ سے دیکھ رہی ہو جس کے تحت تم مجھے یہاں تک لائی ہو حالانکہ تنہائی ہو، ایک ایسا خانہ جسے اگر تصور کی آنکھ سے دیکھا جائے تو اس میں رومانویت بھی ہے ایک حسین لڑکی کا ساتھ۔ انسان کا دل چاہتا ہے کہ ان لمحات میں کسی خوفناک احساس کو بھول جائے۔“

استارا نے پھر میری جانب مسکراتی نگاہوں سے دیکھا اور کہنے لگی۔

”اگر کبھی واقعی موقع مل گیا تو میں تمہیں اپنے حسن کے دوسرے رخ سے روشناس کراؤں گی۔ میرا وعدہ ہے تم سے۔“

”کیا میں اس بات کی امید رکھوں کہ مجھے دوسرا کوئی موقع مل جائے گا؟“

”ہاں کیوں نہیں۔ جو لوگ تعاون کرتے ہیں ان کے لیے بہتری رہتی ہے ویسے گارین اس وقت تک تمہیں نہیں چھوڑے گا جب تک تم اس کے سامنے حقیقت نہ اگل دو ابھی اس نے یہی الفاظ کہے تھے کہ گارین مسکراتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔“

”خیریت کیا ہوا تھا؟“ استارا نے پوچھا۔

”اوہ کچھ نہیں، کچھ مچلے بے قابو ہو گئے تھے اور ایک دوسرے پر گولیاں برسانے پر تل گئے تھے۔“

”کون تھے؟“

”آوارہ گرد، بد مست، شرابی۔ گارین نے جواب دیا اور پھر ایک آنکھ دبا کر بولا۔

”کیا حال ہے ہمارے دوست کا۔ کیا اس کے راہ راست پر آنے کی کوئی امید ہے؟“

”ابھی تک میں نے اس سے کوئی گفتگو نہیں کی، ویسے دلچسپ آدمی ہے، اور مجھے میری حسن کا احساس دلانے کی کوشش کرتا رہا ہے اس کے علاوہ میں نے اس سے اور کوئی بات نہیں کی۔ گارین بڑے خوشگوار موڈ میں ہنس پڑا تھا۔“

”گڈ۔ آدمی دلچسپ معلوم ہوتا ہے، ہر حال دوست دیکھو اب تک ہمارے درمیان جو کچھ بھی ہوتا رہا ہے مزید اس کی گنجائش نہیں ہے۔ اہرام مبرا میں تم سے ملاقات مجھے اب بھی یاد ہے، بے مقصد نہیں تھی۔ جس شخص کے پاس تم پہنچے تھے وہ یقینی طور پر وہاں تمہارا انتظار کر رہا تھا اور ہماری رپورٹ کے مطابق وہ شخص ہمارے مقصد کے لیے چابی کی حیثیت رکھتا ہے بہت مشکل سے اس کے بارے میں معلومات حاصل ہوئیں اور اس تک پہنچنا نہ صرف ہمارے لیے بلکہ ہمارے بہت سے ان دوستوں کے لیے جو وائٹ ڈرائیونگ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے پاگل ہو رہے ہیں ضروری تھا وہ شخص بہت بڑی حیثیت اختیار کر گیا تھا۔ مجھے تو یہ تعجب ہے کہ دوسروں کو اس بات کا علم کیوں ہو سکا کہ وہ اس وقت کہاں موجود ہے، البتہ جس پارٹی نے اسے بلا کر لیا کہ وہ ہم نہیں تھے بلکہ کچھ اور لوگ تھے اگر وہ تم تھے، تو ہمیں اس بات پر حیرت ہے کیونکہ وہ تو تمہارا منتظر تھا یا پھر دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ تم نے اس سے معلومات حاصل کرنے کے بعد اسے قتل کر دیا۔ گارین میرے چہرے پر نگاہیں جمائے ہوئے یہ ساری باتیں کر رہا تھا اور میں پتھرائے ہوئے انداز میں اسے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔“

”مجھے احساس ہے کہ تم اپنے چہرے سے کوئی تاثر ظاہر نہیں ہونے دے رہے۔ یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ تم بے حد خطرناک آدمی ہو، البتہ اس بات کا اعتراف کیے بغیر میں نہیں رہ سکتا کہ تمہارے بارے میں میں کچھ نہیں جانتا۔“

”اور کچھ کہو۔“ میں نے آہستہ سے کہا۔

”ہاں دوست اصل میں ہمارے پاس وہ لسٹ موجود ہے جس کے مطابق اس وقت دنیا کے بے شمار ملکوں کے لوگ کام کر رہے ہیں، مگر اس لسٹ میں تم شامل نہیں ہو اور یہی تمہارے خطرناک ہونے کی دلیل ہے۔“

”مسٹر گارین۔ یہی نام بتایا تھا آپ نے اپنا اور یہ میڈم استارا ہیں۔ ان حالات میں اگر مجھے اجازت ہو تو میں بھی چند سوالات کراؤں؟“

”ہاں اجازت ہے، یہ جگہ بالکل پر اطمینان ہے اور یہاں کسی قسم کی مداخلت کا کوئی سہرا نہیں ہے۔“

”پہلی بات تو یہ ہے کہ پورٹ سعید تک تم لوگوں نے میرا پیچھا کس طرح کیا، تمہیں یہ بات کیسے معلوم ہوئی کہ میں یہاں آ رہا ہوں۔“

”اصل میں تمہیں اس مطلوبہ شخص کے پاس جس عالم میں دیکھا گیا تھا اور اس کے بعد تمہاری کارکردگی کے جو نمونے ہمارے سامنے آئے تھے ان سے ہم بہت متاثر ہو گئے تھے اور یہ بات ہمارے دل میں بس گئی تھی کہ تم ہمارے لیے سب سے گارآمد آدمی ہو اور تمہیں یہ بتانے میں کوئی دقت محسوس نہیں کرتا میں کہ ہم تین افراد ہی اس مسئلے میں ملوث نہیں ہیں بلکہ ہماری پوری ٹیم ہی سرگرم عمل ہے اور اس ٹیم کو تمہارے بارے میں ہدایات دے دی گئیں اور وہاں سے ہمیں اطلاع ملی کہ تمہارا رخ پورٹ سعید کی جانب ہے اور تم نے اس کے لیے ایک سادہ سا ذریعہ سفر اختیار کیا ہے۔ ہم تمہارے ساتھ تو یہاں نہیں پہنچ سکے، لیکن بس یوں سمجھ لو کہ تمہارے پیچھے پیچھے ہی یہاں تک آ گئے اور اسکے بعد تمہاری تلاش شروع کر دی۔“

”اتنے بڑے شرمیں تم نے آسانی سے مجھ پالیا۔“

”اب تم اس سلسلے میں ہمیں بالکل احمق قرار نہ دو ظاہر ہے ہم ایک مشن پر کام کر رہے ہیں اور وہ مشن بڑی اہمیت کا حامل ہے اور ظاہر ہے اگر اتنا سا کام بھی ہم نہ کر سکے تو پھر کیا فائدہ۔“

”بہت بہت شکریہ مسٹر گارین، ایک اور سوال ہے؟“

”پہلے سوالوں کی تعداد بتا دو، کتنے سوال کرو گے، ہم بہت زیادہ شرافت کا مظاہرہ صرف اس لیے کر رہے ہیں کہ اگر ہمارے اور تمہارے درمیان مفاہمت کی کوئی شکل نظر آجائے تو پھر ہم مفاہمت بھی کر سکتے ہیں۔“

”گویا میری زندگی کے امکانات ہیں؟“

”ہاں۔ بے مقصد کسی کو قتل کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا لیکن اگر ضرورت پیش آجائے تو پھر زندہ رہنے دینا سب سے بڑی حماقت ہوتی ہے۔ یہاں ہمیں اپنی پسند کے جوابات چاہئیں اگر یہ جواب ہمیں نہ ملے تو ہم تمہیں صرف اس لیے قتل کر دیں گے کہ

”کس تم مستقبل میں ہمارے لیے کوئی مشکل نہ بن جاؤ۔“

”اور اگر جوابات درست مل گئے تو؟“

”پہلے بتایا جا چکا ہے کہ اگر تم کام کے آدمی ثابت ہوئے تو تمہیں زندگی بھی دی جاسکتی ہے اور اپنے مقصد کا حصہ دار بھی بنایا جاسکتا ہے اور اس کی وجہ جانتے ہو کیا ہے؟“

”میں نہیں جانتا۔“

”وہ صرف یہ ہے کہ تم اچھی کارکردگی کے مالک ہو اور ہم تم سے کام لینا چاہتے ہیں۔“

”ہوں اچھا۔ تو میرا دو سراسوال۔“

”ہاں وہ باقی ہے۔“

”یہ وائٹ ڈریگن کیا ہے؟“ میں نے سوال کیا اور گارین کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے خطرناک تاثرات پھیل گئے پھر اس نے کہا۔

”کیا یہ ہمیں احمق بنانے والا سوال نہیں ہے۔“

”کیوں۔ کیا مطلب؟“

”اگر تم وائٹ ڈریگن سے اپنی لاعلمی ظاہر کرنا چاہتے ہو تو ایک لاعلم آدمی کو بھی اس نام سے روشناس نہیں ہونا چاہیے۔“

”میرے سوال کا جواب دو۔ وائٹ ڈریگن کیا ہے؟“

”وائٹ ڈریگن ایک امن فارمولا ہے، ایک ایسا فارمولا جس کے تحت ایک عظیم دفاعی نظام قائم کیا جاسکتا ہے۔ اصل میں کئی ایسے لوگ جو صرف ہتھیاروں کی فروخت سے اپنا کاروبار زندگی چلاتے ہیں اس فارمولے کو پھیلنے نہیں دینا چاہتے اگر یہ فارمولا عام ہو گیا تو پھر ہتھیاروں کی فروخت رک جائے گی اور ہتھیار فروخت نہیں ہو سکیں گے۔ اس کے لیے ایک بہتر طریقہ کار یہ ہے کہ اس فارمولے کو ہر قیمت پر حاصل کر کے ضائع کر دیا جائے یا پھر زیادہ سے زیادہ جو ملک اسے حاصل کرے وہ اپنے مقاصد کے لیے اسے استعمال کرے، بس یہ ہے وائٹ ڈریگن اور اسے حاصل کرنے کے لیے کئی ملک کوششوں میں مصروف ہیں۔“

میں نے ایک گہری سانس لی اور کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ اچانک ہی ایک عجیب سی آواز تہ خانے میں ابھرنے لگی۔ ساتھ ہی ایک سمت رکھی الماری کے اوپری حصے پر ایک سرخ بلب اسپارک کرنے لگا۔ استارا فوراً ہی اس جانب متوجہ ہو گئی۔ الماری کے قریب پہنچ کر اس نے دروازہ کھولا اور اس میں سے ایک ٹرانسمیٹر نکال کر اس کا ایریل کھینچنے لگی، پھر اس نے اسے چہرے کے قریب کر کے کسی نامعلوم زبان میں گفتگو شروع کر دی۔ یا تو یہ کوئی کوڈ زبان تھی یا پھر کوئی ایسی جو میری سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ دو تین سیکنڈ اس نے مختصر الفاظ دوہرائے اور اس کے بعد ٹرانسمیٹر بند کر کے اسی زبان میں گارین سے کچھ کہنے لگی۔ گارین نے اسے جواب دیا اور استارا اور دروازے کی جانب مڑ گئی۔ گارین نے البتہ اس سے سیڑھیوں پر ہی یہ سوال پوچھا تھا۔

”تمہاری واپسی کتنی دیر میں ہوگی استارا۔“

”فائل نہیں کہا جاسکتا لیکن دو تین گھنٹوں سے پہلے نہیں۔ البتہ میں درمیان میں تم سے رابطہ قائم کر لوں گی۔“

”اوکے۔ گارین نے جواب دیا اور استارا تیزی سے سیڑھیاں طے کرتی ہوئی اوپر چلی گئی۔ میرے ذہن میں ایک کھلبلی سی مچ گئی تھی۔ گارین پھر میری جانب متوجہ ہو گیا۔“

”ہاں بھی تو پھر تم یہ بتانا پسند کرو گے۔“

”مسٹر گارین اگر میری زندگی لینے سے آپ کے ذہن سے کوئی بوجھ دور ہو جاتا ہے تو میں بڑی بے چارگی کا شکار ہو گیا ہوں جیسا چاہتا ہوں لیکن حالات بتا رہے ہیں کہ جی نہیں سکوں گا۔“

”کیوں آخر کیوں؟“

”اس لیے کہ یقین کرو میں صرف ایک سیاح ہوں اور یونہی ٹہلتا ہوا اہرام میرا پہنچ گیا تھا۔ وہاں جانے کا میرا کوئی مقصد نہیں تھا بلکہ وہ صرف اتفاق تھا۔“

”مجھے یقین نہیں آتا۔ اچھا پھر پورٹ سعید تمہاری آمد کا مقصد کیا ہے؟“

”وہی سیاحت۔ میں مصروف دیکھنا چاہتا تھا اور اسی سلسلے میں یہاں پہنچا تھا۔“

”لیکن تمہارا انداز تم ایک جنگجو نوجوان ہو، بے حد ذہین اور ایک ایسی شخصیت کے مالک جس کے بارے میں یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ بہت ہی تند خو، تیز اور شاطر ہے“

آخر ایسا کیوں؟“

”اگر زندگی خطرے میں پڑ جائے تو کیا کسی کو اپنے تحفظ کا حق حاصل نہیں ہے؟“

”سوری دیری سوری۔ ایک آخری بات تم سے کہہ رہا ہوں دیکھو ہم لوگ جو ہیں

اب ہمارا تعلق بینک ایک ملک سے ہے اور ہم اسی کے لیے کام کر رہے لیکن اگر تمہارے

ذریعے واسٹ ڈریگن ہمیں حاصل ہو جائے تو ہم تمہیں اتنا معاوضہ دیں گے کہ باقی زندگی

پوری دنیا کی سیاحت کرتے رہو لیکن تمہیں کوئی مالی پریشانی نہ ہو۔“

”کاش میں اس موقع سے فائدہ اٹھا سکتا۔“

”اگر نہیں اٹھا سکتے تو تمہیں جینے کا کوئی حق نہیں ہے۔“

”گارین اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ میں نے اس طرح سہم جانے کی اداکاری

کی جیسے میرا خون خشک ہو گیا ہو، گارین کافی قوی آدمی تھا اسے سنبھالنا ایک مشکل کام۔ وہ

میری اس کیفیت سے تھوڑے سے اعتماد کا شکار ہو گیا اور یہی اس کے لیے خطرناک بات

ثابت ہوئی۔ میں سماسٹا ایک دیوار سے ہانکا تھا اور اس طرح ہونٹ پھیلا رہا تھا جیسے اس

سے زندگی کی بھیک مانگنا چاہتا ہوں لیکن دیوار سے پشت لگا کر میں نے پوری قوت سے

اس کا سہارا لیا اور پھر اچھل کر گارین کے ایک گھٹنے پر جوتے کی ایڑی ماری یہ ایک خاص

داؤ تھا۔ گارین کے چہرے پر شدید تکلیف کے آثار نمودار ہوئے۔ وہ ایک قدم پیچھے ہٹا تھا

لیکن اس کا دوسرا گھٹنا بے کار کرنا میری ذمے داری تھی چنانچہ میں نے اپنے بدن کو پھر

کئی کی طرح گھمایا اور پوری قوت سے دوسری ٹھوکرا اس کے دوسرے گھٹنے پر رسید کی۔

گارین کے گھٹنے زمین سے جاتکے تھے۔ میں نے محبت سے اس کی پسلی پر جوتے سے ایک

زوردار ضرب لگائی یہ جو جٹو کے داؤ تھے پھر میں نے زمین پر ہاتھ ٹکائے اور اپنی پنڈلی

پوری قوت سے اس کی گردن پر ماری۔ اصل میں اگر اسے سنبھلنے کا موقع مل جاتا تو پھر

میرے لیے واقعی جینا محال ہو جاتا۔ میری یہی کوشش تھی کہ وہ ایک لمحے بھی سنبھالنے نہ

پائے اور میں اس پر ضربیں لگاتا رہوں گردن پر لگنے والی ضرب نے اسے زمین پر لبا کر دیا

تھا لیکن میں نے اس کے اٹھنے کا انتظار نہیں کیا اور جتنی برق رفتاری سے میں اس پر

ضربیں لگا سکتا تھا اتنی برق رفتاری کا مظاہر کر رہا تھا۔ وہ بھی ہر ضرب پر سانپ کی طرح بل

ایک ٹھوکر اس کے منہ پر پڑی تو شاید اس کے کچھ دانت بھی ٹوٹ گئے اور اس کے منہ سے خون بہنے لگا لیکن ہر آدمی ایک ہی داؤ کو مسلسل برداشت کرتے ہوئے اس کا توڑ بھی دریافت کر لیتا ہے۔ اس بار اس نے میری ضرب بڑی فراخ دلی سے اپنے سینے پر کھائی، لیکن اپنے لمبے ہاتھوں کا فائدہ اٹھا کر اس نے میری پنڈلی پکڑ لی اور میں دھڑام سے زمین پر جاگرا۔ بازو میں شدید چوٹ لگی تھی لیکن اب ایسا بھی نہیں کہ میں اس سے مضطرب ہو جاتا۔ اب تک جس کامیابی سے اس کی مرمت کرتا رہا تھا اس کے بعد یہ ضرب کھانی ہی تھی لیکن اس کے باوجود میں نے ہار نہ مانی۔ میں جانتا تھا کہ اس وقت اس کی شدید گرفت سے نکلنا مشکل کام ہے، لیکن اپنے جسم کو پلٹی دے کر میں نے دوسرا پاؤں جو آزاد تھا پوری قوت سے اٹھایا اور اس کی پیشانی پر دے مارا۔ اس کے ہاتھوں کی گرفت فوراً ہی میری پنڈلی پر سے ختم ہو گئی تھی۔ میں نے فضا میں اچھل کر اپنا گھٹنا اس کی گردن پر رکھا اور اس کے بعد پوری قوت سے اسے زمین سے رگڑ ڈالا اب گارین کے حلق سے چیخیں نکلنے لگی تھیں۔ اتنی ضربیں ماری تھیں میں نے اس کے اگر صحیح طور پر اس کا تجربہ خود ہی کر لیتا تو یقینی طور پر کچھ پسلیاں ٹوٹی ہوئی دریافت ہو تیں اور کچھ ہڈیاں چپٹی ہو جیں۔ وہ بری طرح زمین پر ٹھیسٹ رہا تھا اور اٹھنے کی کوشش میں مصروف تھا لیکن مجھ پر ایک شدید جنون سوار ہو گیا تھا۔ گارین کی موت ہی میری زندگی ہے اور اس طاقتور آدمی کو زمین پر ہی مارنا اگر ممکن ہو جائے تو ٹھیک ہے۔ ورنہ شاید میں دوسرے کسی طریقے سے اسے ہلاک کرنے میں کامیاب نہ ہو سکوں۔ یہ بھی ایک عبرتناک منظر تھا میرے لیے کہ انسان اپنی طاقت پر گھمنڈ کر کے یہ فیصلہ کرے کہ مد مقابل اس کے سامنے کچھ نہ کر پائے گا تو یقینی طور پر چوٹ کھانا اس کے لیے مشکل ہو جاتا ہے۔ گارین خود اعتمادی کا ہی شکار ہو گیا تھا۔ میں اسے روئی کی طرح دھتکتا رہا اور اس کی آنکھیں چڑھ گئیں جسم کے بہت سے حصے شدید مضروب ہو گئے اور تھوڑی دیر کے بعد اس نے توڑ دیا لیکن میں نے اس کے باوجود چند ایسی مضبوط ضربیں اس پر لگائیں کہ اگر کہیں تھوڑی بہت جان باقی رہ گئی ہو تو اس کا بھی سدباب ہو جائے، پھر مجھے اطمینان ہو گیا کہ میں اپنی اس کوشش میں کامیاب ہو چکا ہوں تو میں نے اپنے جسم کو سنبھالا، سانسیں بری طرح پھول رہی تھیں پورا جسم پسینہ پسینہ ہو رہا تھا۔ شدید جمناسٹک کا مظاہرہ کرنا پڑا تھا اس کے بعد میں برق رفتاری سے

سیڑھیاں چڑھ کر اس دروازے کے قریب آیا جس سے یہاں تک پہنچنے کا راستہ تھا۔ پہلے میں نے اندازہ لگایا کہ دروازے کے آس پاس تو کوئی موجود نہیں ہے۔ اس کے بعد یہ دیکھا کہ دروازہ اندر سے بھی بند کیا جاسکتا ہے یا نہیں۔ مجھے ایسا ایک میکنزم نظر آیا جس سے دروازہ اندر سے بند کیا جاسکتا تھا اصولی طور پر یہاں سے مجھے فوراً باہر نکل جانا چاہئے تھا لیکن مجھے اپنا حلیہ سنبھالنا تھا جو خاصا بگڑ چکا تھا دوسری بات یہ کہ اس قیمتی جگہ کو اس طرح تو نہیں چھوڑنا چاہیے جس الماری میں ٹرانسمیٹر موجود ہے وہاں ممکن ہے اور بھی کوئی کام کی چیز مل جائے۔ سب سے پہلے میں نے گارین کے لباس کی تلاشی لی اور بالکل ویسا ہی ایک پستول مجھے حاصل ہو گیا جیسا میں نے استار کے پاس دیکھا تھا۔ گارین کے پاس میرا اپنا پستول بھی موجود تھا چنانچہ میں نے اسے بھی اپنے قبضے میں کر لیا اور گارین کا وہ اتوکھا پستول بھی میں نے اپنی تحویل میں لے کر ادھر ادھر دیکھا، گارین کی جیبوں سے اس کے سوا اور کوئی چیز نہیں مل سکتی تھی۔ ایک آدھ پرس تھا جس میں کچھ کرنسی تھی اس کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ لازمی امر ہے کہ یہ لوگ اپنے لباس میں ایسی کوئی چیز نہیں رکھتے جن سے ان کی نشاندہی ہو سکے۔ اس کے بعد وہ الماری ہی میرے لیے توجہ کا باعث تھی۔ الماری کو کھولنا مشکل نہیں ہوا اس میں جدید ساخت کا ٹرانسمیٹر رکھا ہوا تھا لیکن میں اسے چھونا بھی نہیں چاہتا تھا۔ وہ خطرے کی گھنٹی بن سکتا تھا۔ البتہ الماری میں ایک اور چیز مجھے ایسی نظر آگئی جو میرے لیے انتہائی ضروری تھی۔ یہ مقام کرنسی تھی۔ مصری پاؤنڈ جنہیں میں نے فوراً اپنے لباس میں منتقل کر لیا۔ خاصی مقدار میں تھے اور اس وقت مجھے کرنسی کی شدید ضرورت بھی تھی پھر اس کے بعد میرے لیے یہاں رکنا انتہائی خطرناک تھا۔ میں نے یہاں سے حاصل کیا ہوا پستول تو اپنے لباس میں چھپا لیا اور وہ پستول جو میرا اپنا تھا ہاتھ میں لے کر ہاتھ جیب میں ڈال لیا تاکہ باہر اگر کہیں سے پھر کوئی مداخلت ہو تو اپنا دفاع کر سکوں، مجھے اچھی طرح اس بات کا اندازہ تھا کہ یہ ہوٹل گارین اور استار کے لیے محفوظ جگہ ہے ورنہ یہاں گارین اور استار کے وفادار میرے اس طرح باہر نکلنے پر چونک پڑیں گے میرا اندازہ بالکل درست نکلا کاؤنٹر پر بیٹھے ہوئے شخص نے مجھے دیکھا اور بری طرح اچھل پڑا لیکن اس سے قبل کہ وہ کوئی کارروائی کرے میں سیدھا اسی کی جانب چل پڑا۔ میں نے ادھر ادھر کوئی دیکھا اور سرگوشی کے انداز میں کہا۔ ”مسٹر

گارین عمدہ قسم کی کافی طلب کر رہے ہیں۔ براہ کرم بھجوا دیجئے۔“

وہ آنکھیں پھاڑ کر مجھے دیکھتا رہ گیا۔ میں بڑے پرسکون انداز میں چلتا ہوا باہر نکل آیا تھا اور اس کے لئے انتہائی ضروری امر تھا کہ مجھے فوری طور پر یہاں سے فرار کا کوئی ذریعہ ملنا چاہیے ورنہ عقب سے اگر کچھ لوگ دوڑ پڑے تو بچنا مشکل ہو جائے گا۔ یہ لوگ کتنے خطرناک ہیں اس کا مجھے اندازہ ہو گیا تھا۔ میں اس طرح سڑک عبور کر کے دوسری سمت آیا کہ کئی گاڑیوں کو اپنے اپنے بریک لگانے پڑے۔ سڑک کے اس سمت ایک ٹیکسی کھڑی ہوئی تھی۔ میں دروازہ کھول کر اس میں بیٹھ گیا اور میں نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا۔

”چلو۔“ ٹیکسی ڈرائیور نے کوئی خیال نہیں کیا اور ٹیکسی اشارت کر کے آگے بڑھا دی۔ میں نے گردن گھما کر عقب میں دیکھا لیکن ہوٹل کے باہر ایسی کوئی کیفیت نظر نہیں آئی جس سے یہ احساس ہو کہ کسی کو میرے فرار کا اندازہ ہو گیا ہے پھر ہوٹل نگاہوں سے اوجھل ہو گیا اور میں نے ڈرائیور کو ایسے ہی ایک پتا بتا دیا جس کے بارے میں معلومات حاصل تھیں۔ اب ذرا صورت حال پر نگاہ رکھنا تھی۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ پورٹ سعید میں مجھ پر اتنی کڑی نگرانی رکھی جا رہی ہوگی۔ محتاط ہونے کا موقع مل گیا تھا بس زندگی بچ ہی گئی تھی، اگر استار کو وہ پیغام موصول نہ ہو جاتا تو لازمی امر تھا کہ وہ لوگ مجھ پر تشدد کرتے۔ اس سلسلے میں ان سے کسی رعایت کی کوئی توقع نہیں رکھی جاسکتی تھی بہر حال اب جو کچھ کرنا تھا وہ سوچ سمجھ کر کرنا تھا۔ میں وہاں اتر گیا جہاں کا پتا میں نے ڈرائیور کو بتایا تھا اور پھر یہ بھی میری خوش قسمتی تھی کہ وہاں بازار مجھے کھلے ہوئے ملے۔ میں یہاں سے اپنی ضرورت کا سامان خریدنا چاہتا تھا۔ میک اپ کا سامان اتنا عام نہیں ہوتا کہ ہر جگہ دستیاب ہو جائے لیکن چہرے کو تبدیل کرنے کے لیے باقاعدہ میک اپ کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ کچھ اور طریقہ کار اختیار کر لیے جائیں تب بھی کام بن جاتا ہے۔ کرنسی میرے پاس موجود تھی۔ میں نے چند اسٹورز کے چکر لگائے اور اپنے مطلب کا سامان خرید لیا جس میں کچھ لباس وغیرہ بھی شامل تھے۔ ایک سوٹ کیس بھی تھا۔ اس دوران میں اپنے آئندہ پروگرام کے بارے میں کچھ فیصلے کر چکا تھا چنانچہ میں نے ایک بک اسٹال سے مقامی لٹریچر خریدا اور اس میں نوٹوں کے پتے دیکھنے لگا۔ ایک درمیانے درجے کے ہوٹل کا پتا

میں نے ذہن نشین کیا اور اس کے بعد ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر وہاں سے چل پڑا۔ ہوٹل پہنچ کر میں نے ٹیکسی ڈرائیور کو بل ادا کیا اور ادھر ادھر نگاہیں دوڑانے لگا۔ مجھے ایک پبلک کال بوتھ نظر آ گیا تھا۔ بوتھ میں داخل ہو کر میں نے ہوٹل کے وہ نمبر ڈائل کیے جو میں نے لٹریچر سے حاصل کیے تھے۔ کچھ دیر کے بعد میرا وہاں سے رابطہ قائم ہو گیا۔

”مجھے برابر کے دو کمرے درکار ہیں۔ براہ کرم مسٹر ہیلر اور مسٹر بیڈمین کے نام سے یہ کمرے بک کر دیجئے گا۔“

کچھ دیر کے بعد میں اپنے اس کام سے فارغ ہو کر باہر نکل آیا پھر تھوڑی دیر وہاں وقت ضائع کیا اور اس کے بعد کاؤنٹر پر پہنچ گیا۔ کاؤنٹر منیجر سے میں نے بیڈمین کے نام سے اپنا تعارف کرایا اور اس نے گردن خم کرتے ہوئے کہا۔

”جی ہاں جناب آپ کا اور مسٹر ہیلر کا کمرہ ایک ہے۔“

”کیا یہ دونوں کمرے بالکل برابر ہیں؟“

”جی، سکس ایٹ سیون اور سکس ڈبل ایٹ۔“

پورٹر مجھے میرے کمرے میں لے آیا۔ سکس ایٹ سیون میں داخل ہونے کے بعد میں نے پورٹر کو ٹپ دی اور اسے جانے کی ہدایت کی۔ میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ یہ کمرے میرے مطلب کے ہیں یا نہیں۔ سب سے پہلے مجھے کمروں کے لاک دیکھنا تھے۔ پورٹر کے جانے کے بعد میں نے لاک چیک کیا اور مطمئن انداز میں گردن ہلا دی اسے باہر اور اندر سے یکساں طور پر کھولا جاسکتا تھا یعنی اگر باہر سے اسے لاک کر دیا جائے تب بھی اندر سے چابی لگا کر کھولا جاسکتا ہے پھر میں نے کمرے کے دوسرے حصوں کا جائزہ لیا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی، کیونکہ کمروں کے سائیڈ میں بالکونی تھی اور ایک بالکونی سے تھوڑی سی کوشش کر کے دوسری بالکونی میں اترا جاسکتا تھا۔ دوسری بات یہ تھی کہ بالکونی کے دوسری جانب ایسی جگہ بھی موجود تھی کہ اگر اتفاقاً طور پر اپنی اس کوشش میں ناکامی ہو تو فوری طور پر زندگی خطرے میں نہ پڑے۔ بس ایک رسک لیا تھا اگر یہ کمرے اس کام کے نہ ہوتے تو زیادہ سے زیادہ ایک دن کا کرایہ ادا کرنا پڑتا اور پھر میں دوسرا ہوٹل تلاش کرتا۔ ویسے یہاں کے طرز تعمیر میں یہ بات میں نے کئی ہوٹلوں میں دیکھی تھی اور اسی لیے

یہ تصور میرے ذہن میں آیا تھا اب مجھے قدرے اطمینان نصیب ہوا تھا۔ میں کچھ دیر تک وہاں ایک کرسی پر بیٹھ کر اپنے پروگرام کا جائزہ لیتا رہا۔ صورت حال بڑی دلچسپ اور سنگین ہو گئی تھی، لیکن اب ہو بھی کیا سکتا ہے۔ کوئن میکویا کے وفاداروں میں شامل ہو گیا تھا۔ تو اس کے لیے سب کچھ کرنا تھا، بہر حال واقعی بڑا سنگین مسئلہ ہے وہاں ڈریگن نے دماغ کی چولیں ہلا دی تھیں لیکن اگر کام کی تکمیل ہو جاتی تو اس کے صلے میں جو کچھ ملنے والا تھا وہ بھی میرے لیے بڑی اہمیت کا حامل تھا۔ کوئن میکویا کے بارے میں میرا تجربہ کتنا تھا کہ زبان کی پکی عورت ہے جو وعدہ کیا ہے اس کی تکمیل کرے گی اور اگر کہیں کوئی گڑ بڑ نکلی تو پھر دیکھوں گا کہ آگے کیا کرنا ہے اپنے آپ کو تقریباً "بھلا چکا تھا۔ بارہا ایسے فیصلے کیے تھے اور سوچا تھا کہ اپنی زندگی کو صرف ایک مشن کا نام دوں اور اس سے زیادہ آگے کچھ نہ سوچوں۔ زندگی کے لیے بس اتنا ہی کافی ہے کہ اس کا کوئی بہترین مصرف ہو۔ بہت دیر تک انہی سوچوں میں گھرا رہا۔ استارا اور گارین ذہن میں تھے۔ دوسرے لوگ بھی وہاں ڈریگن کے چکر میں ہیں پتا نہیں ان کا رخ پورٹ سعید کی جانب ہوا ہے یا نہیں، بہر حال ایسی کوئی تشویش کی بات نہیں تھی۔ تجربے کے طور پر میں نے پہلے عقب کا جائزہ لیا اور اس کے بعد احتیاط سے جسم کو تول کر اس دوسری بالکونی میں پہنچ گیا ذرا بھی مشکل نہیں ہوئی تھی۔ بالکونی کا دروازہ البتہ اندر سے بند تھا، لیکن اسے بھی کھولا جاسکتا تھا کیونکہ اس میں بھی ویسا ہی لاک لگا ہوا تھا جیسے سامنے والے دروازے میں تھا اور میرے پاس چابی موجود تھی۔ میں نے تجربہ کر کے دیکھا اور خالی کمرے میں داخل ہو گیا جو باہر سے بند تھا۔ اس کے بعد میں وہاں سے واپس نکل آیا۔ اب اپنے دوسرے ساتھی یعنی مسٹر ہیلر کو بھی یہاں پہنچا دینا ضروری تھا چنانچہ میں اپنے میک اپ میں مصروف ہو گیا۔ سنہری کمانی کا مخصوص طرز کا چشمہ اوور کوٹ، ناک کے اندر ایسے اسپرنگ پھنسائے جن سے ناک اونچی ہو گئی اور ہونٹ اوپر اٹھ کر دو دانتوں کی نمائش کرنے لگا۔ آئینے میں اپنا جائزہ لیا، لطف آگیا تھا اس ریڈی میڈ میک اپ میں، خاموشی سے باہر نکلا اور دروازے کو لاک کر کے وہاں سے چل پڑا۔ ہوٹل سے باہر آجانا کوئی مشکل کام نہیں تھا یہاں سے پھر اندر واپس پہنچ اور کاؤنٹر میں کو اپنا نام بتایا اس نے رجسٹر پر ہیلر کے نام کے ساتھ دستخط کرائے اور بولا۔

”آپ کے ساتھی آچکے ہیں جناب وہ اپنے کمرے میں مقیم ہیں۔“ میں نے کوئی جواب نہیں دیا اس بار پھر پورٹر مجھے میرے کمرے میں پہنچانے آیا تھا، لیکن میرے ساتھ کوئی سامان نہیں تھا۔ ہوٹل کے ملازمین کو بھلا اس بات سے کیا غرض ہو سکتی ہے میں اس دوسرے کمرے میں داخل ہو گیا اور پھر بڑے مزے سے بالکونی ہی کے راستے اپنے کمرے میں واپس آگیا۔ یہاں آکر میں نے تھوڑی دیر تک مزید انتظار کیا۔ کم از کم ایک ٹھکانہ حاصل ہوا تھا مجھے۔ میک اپ بھی تسلی بخش تھا اور ایک لمحے میں اس سے نجات حاصل کی جاسکتی تھی، چنانچہ میں وہاں سے باہر نکل آیا اور دروازہ لاک کر کے ہوٹل ہی سے باہر آگیا۔ میک اپ کو برقرار رکھا تھا اس سے کم از کم یہ فائدہ تھا کہ ٹوری طور پر شناخت نہیں ہو سکتی تھی پھر میں کافی دور تک ٹھلٹا ہوا پیدل چلا گیا اور اس کے بعد میں نے سوچا کہ رات گزارنے کے لیے اپنے بہترین دوستوں یعنی فاضل انعم اور رحمانہ کے گھر کے علاوہ اور کوئی بہتر جگہ نہیں ہے۔ ہوٹل میں بھی وقت گزارا جاسکتا ہے، لیکن ان کمروں کو اس وقت کے لیے محفوظ رہنا چاہیے جب مجھے کسی مشکل وقت کا سامنا کرنا پڑے۔ اب اس سے زیادہ تنگ دو مناسب نہیں تھی چنانچہ کچھ دیر کے بعد میں فاضل انعم کے ٹھکانے پر پہنچ گیا۔ یہاں میک اپ ختم کیا۔ دروازہ ناک کیا تو رحمانہ نے دروازہ کھول دیا۔ مجھے دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر محبت بھری مسکراہٹ پھیل گئی۔

”ہیلو آج تو کچھ مصروفیات زیادہ ہی رہیں تمہاری، کب سے گئے ہوئے تھے اور اب واپس آئے ہو۔“

”ہاں اصل میں بس میں کیا بتاؤں آپ کو، آپ لوگوں کو تکلیف دیتے ہوئے بڑی شرمندگی ہوتی ہے۔“ دوسری طرف سے فاضل انعم کی آواز سنائی دی۔

”تکلف اچھی چیز ہوتی ہے، لیکن اگر یہ تکلف محبت کرنے والوں کو دلی رنج پہنچائے تو پھر اسے اچھا نہیں کہا جاسکتا۔“

”مجھے افسوس ہے مسٹر فاضل انعم، بس انسان اپنے طور پر تو سوچتا ہی ہے۔“

”کسی کو محبت کرنے کے لیے مجبور نہیں کیا جاسکتا لیکن بہتر ہے کہ دوستی کا جواب دوستی ہی سے دیا جائے۔“

”میں ایک بار پھر معذرت خواہ ہوں۔“

رات کے کھانے پر میں نے فاضل انعم سے کہا۔ ”ویسے تو پورٹ سعید بہت خوبصورت جگہ ہے اور میں اس میں اچھا خاصا گھوم پھر چکا ہوں اصل میں مجھے ایک خاص جگہ کی تلاش تھی، لیکن کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ خاص جگہ کونسی ہو سکتی ہے۔“

”کیوں خیریت؟ کونسی جگہ ہے وہ اور تمہیں اس کی تلاش کیوں ہے؟“

”میرا ایک دوست تھا جو کچھ عرصے پہلے مجھے اسپین میں ملا تھا، بہت اچھی شخصیت کا مالک، طویل عرصے تک مجھ سے جدا رہا اور اس کے بعد ملا تھا، لیکن بد قسمتی سے اس وقت جب وہ مصر آرہا تھا ائرپورٹ پر اس سے میری ملاقات ہوئی اس نے مجھ سے کہا کہ ایٹ ڈیش ون تلاش کر لینا پورٹ سعید میں، پھر کچھ عجیب سی افرا تفری ہو گئی۔ ائرپورٹ پر کوئی حادثہ پیش آگیا تھا جس کی بناء پر اس سے ایٹ ڈیش ون کی تفصیل نہ معلوم کرسکا اور مجھے اس کا ہمیشہ افسوس رہے گا۔ یہاں میں اس کی تلاش میں سرگرداں ہوں۔ ایٹ ڈیش ون کیا ہو سکتا ہے۔“

”ایٹ ڈیش ون، ایٹ ڈیش ون۔“ رحمانہ زیر لب دہرانے لگی۔ فاضل انعم کی پیشانی بھی شکن آلود ہو گئی تھی، پھر اس نے کہا۔

”ممکن ہے یہ کسی علاقے میں کسی مکان کا نمبر ہو لیکن ایٹ ڈیش ون۔“

”اوہو مائی ڈیر کیا یہ کیا یہ کیا یہ؟“

”کیا تمہیں جھیل ماہ نور کے پاس وہ ٹرالر یاد نہیں ہیں جو بعض جگہ دولت مندوں کے اپنے اور بعض کمپنیوں کے کرائے پر مل جانے والے ہوتے ہیں ان کے نمبر ایسے ہی ہوتے ہیں، لازمی طور پر ایسے ہی ہوتے ہیں۔ ایٹ ڈیش ون بالکل بالکل۔“

”کیا فضول باتیں کرتی ہو، ہو سکتا ہے ایسی بات ہو لیکن وہاں مستقل قیام کرنے والے بھی ہوا کرتے ہیں وہ تو ایک مارضی جگہ ہے ضروری نہیں ہے کہ تمہاری سوچ درست ہی ہو۔“

”ویسے کیا وہاں اس قسم کے نمبر ہوا کرتے ہیں؟“

”ہاں ہوتے ہیں۔“ فاضل انعم نے جواب دیا۔

”اور یہ جھیل ماہ نور کہاں ہے؟“

”اصل میں یہ جگہ کمپننگ کے طور پر استعمال ہوتی ہے لیکن جھیل ماہ نور ایک

انتہائی خوبصورت جگہ ہے اور عیش پسند لوگ وہاں چھٹی کی رات پہنچ جاتے ہیں کچھ ایسے بھی ہیں جو وہاں کافی عرصے تک قیام کر لیا کرتے ہیں وہاں کمپیوٹرز لگانے ٹرالر رکھے ہوئے ہیں۔ وہ ٹرالر کیا ہیں بلکہ یوں سمجھ لو کہ ایک طرح کی ہٹس ہیں جو وہاں کرائے پر حاصل ہو جاتی ہیں لیکن وہ بری جگہ ہے کوئی شریف آدمی وہاں نہیں رہ سکتا۔“

میں پر خیال نگاہوں سے فاضل انعم کو دیکھ رہا تھا بہر حال ایک اشارہ ملا تھا۔ تلاش کر لینے میں کیا حرج ہے۔ ہو سکتا ہے کچھ کام بن ہی جائے، تاہم میں نے فوراً ہی وہاں جانے کا فیصلہ نہیں کیا تھا اور دل میں سوچا تھا کہ کل دن میں یہ کاوش کروں گا۔ رات وہیں گزار لی صبح ان لوگوں کے ساتھ ناشتا کیا اور اس کے بعد ان سے اجازت لے کر باہر نکل آیا۔ اب میں جھیل ماہ نور کو تلاش کر لینا چاہتا تھا، ممکن ہے وہاں نقدیر یاور ہو جائے لیکن اس سے پہلے میں نے ایک ٹیکسی لی اور اپنے ہوٹل پہنچ گیا پھر ہڈین کی حیثیت ختم کر کے ہیلر کی حیثیت اختیار کر لی اور ہیلر ہی کے کمرے سے برآمد ہوا پھر میں برق رفتاری سے باہر نکل آیا تھا۔ اور پھر ہوٹل سے باہر نکلتا میرے لیے بالکل مشکل ثابت نہ ہوا، پھر بھی اطراف سے پوری طرح باخبر رہنا چاہتا تھا اس لیے کافی دور تک پیدل چلتا رہا اور اس کے بعد ایک ٹیکسی کو اشارہ کر کے روک لیا۔ مقامی آدمی تھا۔ نوجوان اور خوش اخلاق معلوم ہوتا تھا۔ پڑھا لکھا بھی تھا۔ میرے ٹیکسی میں بیٹھنے کے بعد اس نے ٹیکسی آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

”کہاں جانا ہے سر؟“

”جھیل ماہ نور۔“ میں نے جواب دیا۔

”ایس سر۔“ وہ ہلا۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ اس نے کئی بار عقب نما آئینے میں مجھ پر غور کیا ہے میرے ذہن میں سنسنی سی دوڑ گئی بالآخر میں نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

”کیا بات ہے ڈرائیور تم مجھے حیرانی سے دیکھ رہے ہو؟“

”سوری سر، سوری، لیکن اصل میں جھیل ماہ نور ایسی جگہ ہے کہ لوگ وہاں

تہا نہیں جاتے۔ بہت سے لوگوں کو وہاں پہنچایا ہے، لیکن عموماً ان کے ساتھ کوئی حسین

ساتھی ہوتا ہے۔ آئی ایم ویری سوری سر میں ذرا بے تکلف قسم کا آدمی ہوں۔“

”نہیں یار تم ٹھیک کہتے ہو، لیکن کیا کروں میں سیاح ہوں اور پورٹ سعید کے وہ تمام خوبصورت علاقے دیکھ لینا چاہتا ہوں جہاں کی یاد دل میں لے کر اپنے وطن جاؤ۔ اب تم خود غور کرو ایک اجنبی آدمی کو حسین ساتھی کہاں مل سکتے ہیں۔“

”سراگر اچھا دوست مل جائے تو حسین ساتھی کا ملنا کوئی مشکل کام نہیں ہوتا۔“

”کیا مطلب؟“

”میں آپ کو حسین ساتھی بھی مہیا کر سکتا ہوں۔ ایسا کہ آپ اس سے مل کر خوش محسوس کریں۔“

”تو پھر میری اور تمہاری دوستی کئی۔“ میں نے بھی بے تکلفی سے کہا۔

”تو پھر لے کر چلوں آپ کو؟“

”ہاں۔“ ڈرائیور نے مسرور انداز میں گردن ہلا دی تھی پھر وہ ایک عمارت کے سامنے جا کر اور مجھ سے بولا۔

”آئیے صاحب اپنی پسند کا ساتھی چن لیجئے۔“

”نہیں دوست جب دوستی کی بات کی ہے تو یہ فیصلہ بھی تم پر ہی چھوڑے دیتا ہوں۔“

”اوکے سر میں ابھی آیا۔“ وہ انجن بند کر کے نیچے اتر آیا اور پھر اس عمارت میں داخل ہو گیا۔ میں چونکا تھا اب تو ہر طرف سے ہی ہوشیار رہنا تھا۔ بے شک اس وقت میک اپ میں تھا، لیکن پھر بھی میرے دشمن معمولی لوگ نہیں تھے بلکہ ہم مختلف ملکوں کے سیکرٹ ایجنٹ تھے جن کی کارکردگی ہر طور مجھ جیسا آدمی سمجھ سکتا تھا۔ ڈرائیور کوئی پندرہ منٹ کے بعد واپس آیا اور بلاشبہ اس کے ساتھ جو شخصیت تھی وہ بہت پرکشش تھی۔ ڈرائیور اچھے لے کر قریب پہنچ گیا۔ لڑکی نے مجھے بڑی خوش اخلاقی سے ہیلو کہا اور میں نے اس کے لیے دروازہ کھول دیا۔ وہ بے تکلفی سے میرے قریب آ کر بیٹھ گئی تھی۔

”میرا نام کیا ہے۔“ اس نے کہا۔

”سیدہ مس نیلا، کیا مجھے بھی نام بتانا ضروری ہے؟“

”نہیں سر۔“ اس نے کہا اور ہنس پڑی۔

”ویسے میرا نام ہیلر ہے۔“ میں نے جواب دیا۔

”ہیلو مسٹر ہیلر۔“

”ایک منٹ سر، کیا میں ٹیکسی اشارت کر کے آگے بڑھوں؟“

”ہاں کیوں نہیں۔“

”تھینک یو سر، اس کا مطلب ہے کہ میری پسند سے آپ نے اتفاق کیا ہے؟“

”ہاں بالکل اور اگر اتفاق سے تم مس نیلا کے بجائے کسی اور کو بھی لے آتے تو

دوستی کا تقاضا یہی ہے کہ میں تم سے اختلاف نہ کروں۔“

”تھینک یو تھینک یو ویری مچ سر۔“ ڈرائیور نے مست انداز میں ٹیکسی اشارت کر کے آگے بڑھا دی۔

”یہ کہتا ہے کہ آپ تنہا جھیل ماہ نور جا رہے تھے۔“ نیلا نے راستے میں گفتگو

شروع کرتے ہوئے کہا۔

”کیا واقعی جھیل ماہ نور ایسی ہی جگہ ہے جہاں انسان تنہا نہیں جاسکتا؟“

”جانتو سکتا ہے سر، لیکن لوگ اسے یوقوف سمجھتے ہیں۔“

”آخر کیوں؟“

”ماہ نور کی ہواؤں میں محبت بسی ہوئی ہے۔ اس جھیل کی ایک طویل کہانی ہے۔ یہ

محبت کرنے والے ایک جوڑے سے منسوب ہے اور یہ روایت ہے اس کی کہ وہاں لوگ

کبھی تنہا نہیں آتے۔ ان کے ساتھ کوئی نہ کوئی ضرور ہوتا ہے۔“

”حیرت ہے اور دلچسپی کی بات بھی تم اکثر وہاں جاتی رہتی ہوگی؟“

”ہمارا پروفیشن ہی ایسا ہے سر، کہ ہم جاتے رہتے ہیں۔“ نیلا نے بے تکلفی سے

جواب دیا۔

جھیل ماہ نور بلاشبہ ایک ایسے علاقے میں تھی جسے خوبصورت کہا جاسکتا تھا۔ سرسبز و

شاداب نخلستان جہاں کھجوروں کے جھنڈ اس طرح سر جوڑے کھڑے ہوئے تھے کہ بعض

اوقات ان کی تعداد کا اندازہ لگانا بھی مشکل ہو جائے۔

ڈرائیور نے ٹیکسی روک دی۔ میں نے اسے بل کی رقم کے علاوہ خاصی بڑی رقم

ٹپ کے طور پر دی اور اس نے کئی سلام داغ دیے۔ نیلا ہنستی ہوئی میرے ساتھ آگے بڑھ

گئی تھی پھر اس نے کہا۔

”سوری سر میں اپنے ساتھ دوسرے لباس نہیں لائی ذرا سی غلطی ہو گئی تھی مجھ سے کیا ہم یہاں زیادہ وقت قیام کریں گے؟“

”فرض کرو اگر ہمیں ایسا کرنا پڑے تو لباس کے مسئلے کو تم کس طرح حل کرو گی؟“

”سر بس یہی کر سکتی ہوں کہ یہ لباس اتار کر اتنی احتیاط سے رکھ دوں کہ واپسی میں پہننے میں دقت نہ ہو۔“

”کیا مطلب؟“ میں نے حیرت سے کہا۔

”مطلب یہ ہے سر کہ یہاں ٹرالر کرائے پر مل جاتے ہیں۔ بعض اتنے ویل ڈیکورٹیڈ ہوتے ہیں کہ اپنے گھر کی آسائش بھی اتنی عمدہ نہ ہو گی اگر ہم ایسے کسی ٹرالر میں منتقل ہو جائیں تو پھر لباس کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔“

”کیا یہاں لباس بھی مل جاتے ہیں؟“ میں نے حیرت سے پوچھا اور وہ ہنس پڑی۔

”آپ بہت سادہ لوح ہیں مسٹر ہیلر! اس نے کہا اور میں واقعی بخل ہو گیا۔ اب اس کا مطلب میری سمجھ میں آیا تھا۔ میں نے بھی ہنستے ہوئے کہا۔“

”تو پھر کوئی اتنا ہی شاندار ٹرالر حاصل کرو۔“

”کرایہ بہت ہوتا ہے سر!“

”تم جیسی حسین ساتھی ہو تو باقی چیزیں بے مقصد ہو جاتی ہیں۔“

”تھینک یو سر۔“ اس نے کہا اور مجھے ساتھ لے کر چل پڑی ایک کیبن کے پاس پہنچ کر اس نے ایک مقامی شخص سے ملاقات کی وہ اس کا شناسا معلوم ہوتا تھا۔ بلاشبہ کافی رقم ادا کرنی پڑی تھی لیکن جب ٹرالر نمبر 40-60 میں داخل ہوئے تو میری آنکھیں کھل گئیں۔ نہایت خوبصورت جگہ تھی۔ بے حد کشادہ اور ضروریات زندگی کی تمام اشیاء سے آراستہ۔ اس کے علاوہ اس کے نمبر نے کچھ امید بندھائی تھی۔

”سر آپ بہت دولت مند معلوم ہوتے ہیں۔“

”کچھ زیادہ نہیں۔ کیوں۔“

”آپ نے بہت مہنگا ٹرالر حاصل کیا ہے۔“

”بس نیلا۔ میں ذہنی طور پر ایک غیر معتدل آدمی ہوں۔ میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔“

”میں سمجھی نہیں سر۔ وہ بولی اور میں اسے دیکھنے لگا۔ دیر تک دیکھتا رہا۔ سادہ سے نقوش کی ایک نو عمر لڑکی تھی۔ میرے اس طرح دیکھنے سے کچھ گھبرا گئی تھی۔“

”ایک سوال کروں نیلا؟“

”جی سر؟“

”تمہارا اصل نام کیا ہے۔“

”جی؟“ وہ ہونق سی ہو گئی۔

”تمہارا اصل نام کیا ہے؟“ میں نے پھر اپنا سوال دہرایا۔

”اصل نام یہی ہے سر نیلا۔“ اس نے کہا اور میں ہنسنے لگا۔

”ٹھیک ہے نہ بتاؤ۔ میرا کوئی مقصد نہیں تھا۔ میں نے تو ایسے ہی پوچھ لیا تھا۔ جانے دو۔“ ویسے بہت چھوٹی سی عمر میں تم نے یہ پروفیشن اپنالیا۔ تمہیں خوف نہیں محسوس ہوتا؟

میرے اس سوال پر اس نے گردن جھکا لی۔ کچھ دیر خاموش رہی پھر سپاٹ لہجے میں بولی۔

”رسک لینا پڑتا ہے سر بالکل اس طرح سر جیسے ایک الیکٹریشن الیکٹرک پول پر چڑھ کر الیکٹرک کے تار درست کرتا ہے۔ اسے کرنٹ لگ سکتا ہے وہ مر بھی سکتا ہے یا جس طرح ایک مزدور بلند عمارت پر رنگ کرتا ہے۔ وہ وہاں سے گر بھی سکتا ہے اور گرنے کے بعد اسے مرنا پڑتا ہے۔ ہم بھی یہی سوچتے ہیں سر کام تو کرنا ہی ہوتا ہے نا۔“

”اوہ!“ میں نے چونک کر کہا۔ اس کے الفاظ نے مجھے چونکا دیا تھا۔ ”کتنے عرصے سے اس پروفیشن میں ہو۔“

”سر! آپ کے سوالات مجھے پریشان کر رہے ہیں۔ براہ کرم مجھ سے ایسے سوالات نہ کیجئے۔“

”میں نے تم سے کہا تھا کہ میں ایک غیر معتدل آدمی ہوں۔“ میں ہنس کر بولا اور وہ کسی قدر خوفزدہ ہو گئی۔

”نہیں نیلا۔ میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ بے فکر رہو غیر معتدل بیشک ہوں لیکن بے ضرر بھی ہوں۔ تمہیں خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم یقین کرو

میں تو بس یونہی سیاحت کی غرض سے جھیل ماہ نور آ رہا تھا۔ یہاں کے مناظر دیکھنا چاہتا تھا۔ راستے میں ٹیکسی ڈرائیور نے مجھ سے کہا کہ میں پہلا آدمی ہوں جو جھیل ماہ نور جیسی جگہ تنہا جا رہا ہوں۔ میں نے اس سے پوچھا کہ پھر مجھے کیا کرنا چاہیے تو اس نے کہا کہ وہ میرے لیے ایک حسین ساتھی کا بندوبست کر سکتا ہے۔ میں نے کہا کہ کروے اور.....

”آئی ایم سوری سر۔“ وہ آہستہ سے بولی۔

”نہیں، تمہاری بات مجھے بری نہیں لگی ہے۔ آؤ یہاں ٹرالر میں گھس کر بیٹھنے کے بجائے سیر کریں۔“

”جی سر!“ اس نے کہا اور میں اسے ساتھ لے کر باہر نکل آیا پھر ہم ٹہلنے کے انداز میں آگے بڑھنے لگے۔ میں گہری نگاہوں سے ٹرالروں کے نمبروں کا جائزہ لے رہا تھا۔ نیلا بہت دیر تک خاموش رہی۔ یہاں اور بھی بہت سے جوڑے نظر آرہے تھے۔ سب کے سب سرمستیوں میں ڈوبے ہوئے۔ بے چارے ڈرائیور نے غلط نہیں کہا تھا۔ اچانک میں نے نیلا سے پوچھا۔

”یہاں سے واپسی کے لیے کوئی کنوینس مل جاتی ہے۔“

”آسانی سے سر! اول تو ٹیکسیاں مل جاتی ہیں اگر ٹیکسی نہ ہو تو ٹرالر کمپنیاں ہی کارسروس کرتی ہیں۔“

”گڈ!“

”واپس جانا چاہتے ہیں سر!“

”نہیں۔“

”مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں؟“

”ارے، کیوں؟“ میں نے اچھٹے سے کہا۔

”بس یونہی۔ مجھے لگ رہا ہے۔“ وہ بولی۔

”نہیں! بلکہ میرا خیال ہے تم مجھ سے بور ہو جاؤ گی۔“

”بالکل نہیں سر! آپ یقین کریں۔ ایک ہی طرح کے لوگوں سے دل اکتا چکا ہے۔

وہ ذہنی دیوانگی میں مبتلا ہوتے ہیں۔ یہاں آتے ہیں اور پاگل ہو جاتے ہیں۔ خالص

کاروباری۔ بس رقم ادا کر کے منافع وصول کرنے کے خواہشمند۔ آپ خود کو غیر معتدل کہتے ہیں۔ میں کہتی ہوں آپ نہایت معتدل انسان ہیں۔“

”اچھا۔“ میں مسکرا کر بولا۔

”ایک بات کہوں سر!“

”ہاں۔“

”میرا نام اصل نام عشوہ ہے۔ ماں باپ مر چکے ہیں۔ بہن اور بہنوئی کے ساتھ رہتی ہوں۔ بہنوئی ایک ناکارہ اور ادبناش فطرت درندہ ہے۔ بہن کے تین بچے ہیں ان سب کی کفالت کی ذمہ داری میں نے قبول کر لی ہے۔“

”غمزوہ کر دیا۔“ میں نے کہا۔

”سوری سر!“ وہ آہستہ سے بولی۔ دفعۃً میں ٹھک گیا۔ ایک پرانے طرز کے بہت بڑے ٹرالر پر 1-8 لکھا نظر آیا تھا۔ ٹرالر ضرورت سے زیادہ بڑا تھا۔ اس کی ساخت بھی دوسرے ٹرالروں سے مختلف تھی۔ میں نے گہری نگاہوں سے اس کا جائزہ لیا اور اس کی طرف چل پڑا۔ قریب سے گزرتے ہوئے میں نے اس کا بغور جائزہ لیا وہ جگہ جگہ سے زنگ خوردہ تھا ایک ہی جگہ شاید بہت دن سے کھڑا ہوا تھا کیونکہ اس کے پیچھے مٹی کے انبار جمع ہو گئے تھے پھر میں وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ جھیل ماہ نور کو قریب سے دیکھا۔ بہت خوبصورت جگہ تھی پھر میں واپس ٹرالر میں آ گیا۔

”کھانے کے بارے میں کیا خیال ہے؟“

”آپ نے وہ ریسٹوران ضرور دیکھے ہوں گے۔“

”ہاں لیکن بہت دور ہیں۔“

”تھک گئے ہیں سر!“

”ہاں۔“

”میں لے آؤں؟“

”کھانا؟“

”جی سر۔“

”تمہیں زحمت ہو گی۔“

”بالکل نہیں سرا! آپ مجھے بتا دیجئے کیا لانا ہے۔ میں ویٹر کو ساتھ لے آؤں گی۔“
 ”پھر تمہاری مرضی ہے، یہ رکھ لو۔ میں نے اسے بہت سے نوٹ دے دیے۔“
 ”ارے سرا! ہمیں صرف دو آدمیوں کے لیے کھانا چاہیے۔“ وہ ہنس کر بولی۔
 ”رکھ لو نیلا۔“ میں نے کہا اور وہ ہنس پڑی پھر بولی۔

”نیلا نہیں، عشوہ سرا!“ اور میں بھی ہنسنے لگا۔ وہ ٹالر سے باہر نکل گئی۔ ریستوران کافی دور تھے۔ مجھے اندازہ تھا کہ وہ بہت دیر میں واپس آئے گی۔ باہر نکل آیا۔ 8-1 کے بارے میں اچھی طرح اندازہ لگایا تھا کہ وہ اسی جگہ کھڑا ہوا ہے جہاں رش نہیں ہوتا۔ مناسب موقع تھی چنانچہ پھرتی سے نیچے اتر گیا اور پھر برق رفتاری سے ٹالر کی طرف چل پڑا۔ اطراف سے محتاط تھا۔ کوئی مشکل نہیں پیش آئی اور بس ٹالر کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے ادھر ادھر دیکھا پھر اس کے دروازے پر دستک دی۔ دو تین بار دستک کا کوئی جواب نہیں ملا۔ میں نے اس کا ہینڈل پکڑ کر کھینچا اور اس کا دروازہ کھل گیا۔ میں نے آواز دی۔
 ”کوئی ہے۔“ یہاں کوئی ہے لیکن کوئی جواب نہیں ملا تھا میں ٹالر میں داخل ہوا لیکن یہاں آکر میں سکتے میں رہ گیا۔ ٹالر میں ضروریات زندگی کا تمام سامان موجود تھا لیکن سب کا سب منتشر، بری طرح بکھرا ہوا۔ ہر چیز ادھیڑ دی گئی تھی۔ صاف معلوم ہوتا تھا کہ یہاں کی تلاشی لی گئی ہے اور یہ واردات چند گھنٹوں پہلے سے زیادہ کی نہیں تھی۔ دماغ برق رفتاری سے چل پڑا۔ یہ ٹالر نہ جانے کب سے یہاں کھڑا ہوا ہے اگر ڈیش 8-1 سے سنس کی مراد یہی ٹالر تھا تو اس سے پہلے کسی کو اس کے بارے میں کیوں نہ معلوم ہوا۔ تو کیا۔ او میرے خدا۔ فاضل النعم اور رحمانہ نے کیا میرے سوال سے فائدہ اٹھایا ہے۔ اس کے سوا اور کچھ نہیں کہا جاسکتا تھا۔ سینکڑوں خیالات ذہن سے گزر گئے۔ وہ لوگ بس میں ملے تھے اور پھر ان کی عنایات۔ کیا کہا جاسکتا ہے دنیا کے بارے میں آخر۔ ستارا اور گارین بھی تو میرے تعاقب میں پورٹ سعید تک آگئے تھے۔ ہو سکتا ہے ان دونوں کا تعلق انہی سے ہو یا پھر یہ بھی ممکن ہے کہ وہ کسی اور کے لیے کام کر رہے ہوں۔ یہ تو مجھے معلوم تھا کہ وہاٹ ڈریگن کے سلسلے میں بہت سے ممالک کے ایجنٹ کام کر رہے تھے۔“

میں نے نہایت باریک بینی سے بکھرے ہوئے سامان کا جائزہ لیا، صاف پتا چل رہا تھا کہ کسی چیز کو تلاش کیا گیا لیکن کیا وہ کامیاب ہو گئے اگر ایسا ہو گیا تو یہ ایک بہت بڑا المیہ

ہو گا میرے لیے۔ میں ان دونوں کو نہیں چھوڑوں گا۔ دیکھوں گا کتنے پانی میں ہیں اگر ہاتھ آگئے تو انہیں بتانا پڑے گا کہ انہوں نے 8-1 کے بارے میں کسے اطلاع دی تھی۔ پتا نہیں بے چارے صدر العمران کے ساتھ انہوں نے کیا سلوک کیا ممکن ہے وہ اسے اغوا کر کے لے گئے ہوں بہر حال اب اس سامان میں کچھ تلاش کرنا بے سود تھا اور ٹالر میں رکنا خطرناک۔ میں برق رفتاری سے باہر نکل آیا اور اپنے ٹالر کی طرف چل پڑا۔ ٹالر میں داخل ہوا تو اس کی کھڑکی کے دوسری طرف سے میں نے عشوہ کو ایک ویٹر کے ساتھ آتے ہوئے دیکھا جو ایک ٹرالی دھکیلتا ہوا لا رہا تھا۔ وہ ٹالر میں آگئی۔ بہترین کھانا تھا۔ ویٹر نے کہا۔

”کھانے کے بعد آپ برتن ٹرالی میں رکھوا دیں، میں لے جاؤں گا۔“
 ”بل پے ہو گیا ہے۔“ میں نے پوچھا۔
 ”جی سرا!“

”ویٹر کو ٹپ دیا!“ میں نے پوچھا۔

”نہیں۔“ عشوہ نے جھجک کر کہا اور میں نے جیب سے ایک نوٹ نکال کر ویٹر کی طرف بڑھا دیا۔ وہ حیرت سے منہ کھول کر رہ گیا۔ عشوہ جلدی سے بولی۔ ”میرے پاس بچینچ ہے۔“

”ٹھیک ہے رہنے دو۔ اس کے ویٹر!“

”اوکے سرا!“ ویٹر خوشی سے کانپتا ہوا واپس چلا گیا۔ یہ ٹپ غالباً اس کے لیے اس کی توقع سے کہیں زیادہ تھا۔ میں نے عشوہ کے چہرے پر نگاہ ڈالی وہ بھی متاثر نظر آرہی تھی، بہر طور اس کے بعد ہم کھانے میں مصروف ہو گئے اس لڑکی نے چند الفاظ میں اپنے ماضی کی کہانی سنائی تھی اور میں اس سے متاثر ہو گیا تھا۔ ایسی کہانیاں تو دنیا کے گوشوں گوشوں میں بکھری پڑی ہوئی ہیں۔ بس ان سے اتنا ہی متاثر ہوا جاسکتا تھا جتنی اپنی اوقات ہو۔ ورنہ انسان ساری دنیا کے لیے تو کچھ نہیں کر سکتا۔ کھانے کے بعد اس نے اپنے پرس سے بقایا پیسے نکالے اور میری جانب بڑھاتے ہوئے بولی۔

”سر یہ رقم بچ گئی ہے۔ میں نے پہلے ہی آپ سے کہا تھا کہ یہ بہت زیادہ ہے۔“
 میں نے مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھا اور کہا۔ ”عشوہ دوستی کی کوئی قیمت نہیں

میرا کوئی گہرا ربط ہو۔ ابھی تک اس نے ایسے کسی چھوٹے پن کا مظاہرہ نہیں کیا جس کی توقع اس قسم کی لڑکیوں سے کی جاسکتی ہے۔ یہ اس پر توجہ دینے کا وقت نہیں تھا۔ مجھے صحیح معنوں میں یہ فیصلہ کرنا تھا کہ اب میں کیا کروں۔ بار بار ایک ہی سوال ذہن میں آتا تھا کہ اب اس جگہ کو چھوڑ دینا نہایت مناسب ہے۔ یہاں رکنا یا تو تفریحی مشغلے کے طور پر مناسب ہے ورنہ وقت ضائع کرنے کے علاوہ اور کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ انہی سوچوں میں غم تھا کہ اچانک یوں محسوس ہوا جیسے باہر کوئی آہٹ ہوئی ہو۔ ہو سکتا ہے ویٹر برتن لینے آیا ہو اس لیے میں نے کوئی توجہ نہیں دی، لیکن ٹرالر کے اس باریک سے رخنے سے جو دروازے کے نیچے بنا ہوا تھا۔ سفید رنگ کا ایک پرچہ اندر داخل ہو گیا۔ میری نگاہوں نے اس پرچے کو بخوبی دیکھ لیا تھا میں حیرت سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ عشوہ نے غالباً میری حیرت پر کوئی توجہ نہیں کی تھی۔ اس نے وہ پرچہ دیکھا بھی نہیں تھا۔ میں البتہ پوری طرح اس کی جانب متوجہ ہو گیا تھا۔ میں نے بھرتی سے اٹھ کر پرچہ اٹھایا اور اس کے ساتھ ہی برقی رفتار سے ٹرالر کا دروازہ کھول دیا پھر میں ٹرالر سے نیچے کود گیا تھا۔ میں یہ جائزہ لے رہا تھا کہ میرے آس پاس کون ہے۔ کچھ لوگ ادھر سے ادھر آتے جاتے رہتے تھے، لیکن ان کا ٹرالر سے خاصا فاصلہ تھا۔ یہ جوڑے ہی تھے جیسی کے یہاں کی ریت تھی۔ میں حیرانی سے ادھر ادھر دیکھنے لگا اتنی جلدی کسی کا ایک پرچہ یہاں ڈال کر غائب ہو جانا ذرا تعجب خیز بات تھی۔ میں کس پر شبہ کرتا، رہائی ہوئی نگاہوں سے دور تک دیکھتا رہا لیکن کوئی ایسی شخصیت نظر نہیں آئی تھی جس کے بارے میں سوچ لیتا کہ یہی ٹرالر میں پرچہ ڈالنے والا ہے۔ پرچہ میرے ہاتھ میں موجود تھا چند لمحات گوگو کے عالم میں وہیں کھڑا رہا پھر عقب سے عشوہ کی آواز سنائی دی۔

”کیا بات ہے مسٹر بیلر؟“

”کچھ نہیں۔“ میں نے آہستہ سے جواب دیا۔

”آپ اس طرح اچانک یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کوئی خاص بات محسوس کی ہو؟“

”نہیں عشوہ پلیز کوئی خاص بات نہیں ہے، تم آرام کر رہی ہو آرام کرو۔“ میں نے جواب دیا۔ اس سے یہ پرچہ چھپانے کی کوشش نہیں کی تھی چنانچہ میں نے ٹرالر کا

ہوتی تم جتنے وقت بھی میرے ساتھ ہو کم از کم اس رقم وغیرہ کے سلسلے میں مجھ سے کوئی بات چیت نہ کرنا انہیں براہ کرم اپنے پرس میں رکھ لو۔“

اس نے ایک نگاہ مجھے دیکھا اور پھر آہستہ سے گردن جھٹک کر رقم واپس پرس میں رکھ دی۔

”کیوں تمہارے چہرے پر کچھ عجیب سے تاثرات پیدا ہو گئے۔“

”نہیں سر، کوئی خاص بات نہیں۔“

”پھر بھی۔“

”بس میں سوچ رہی ہوں سر کہ کچھ لوگ اتنی رقم کے لیے نجانے کیا کیا کرتے ہیں اور کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے لیے یہ کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ دنیا کی کمائی بڑی عجیب ہے سر۔“

”تمہاری عمر اتنی نہیں ہے کہ عشوہ کہ تم دنیا کی کمائیوں پر غور شروع کر دو۔ میرا خیال ہے اپنے آپ کو ان سوچوں سے دور رکھو ورنہ خدو خال بگڑ جائیں گے۔“ وہ میرے الفاظ پر ہنس پڑی بہر طور اچھی لڑکی تھی اور اس نے ایسے کسی چھوٹے پن کا مظاہرہ نہیں کیا تھا جس سے میں اس کی طرف سے مدد مان جاؤں، میں اب دال یہ پیدا ہوتا ہے کہ میں بیاہوں، بیاہنا یہاں بے معنی ہیں ہو لیا۔ بجائے یوں دل یہی کہہ رہا تھا کہ ایٹ ڈیش ون کا معاملہ۔ میں سے متعلق تھا اور اب میں اس سے ہاتھ دھو بیٹھا ہوں شاید غلطی ہوئی مجھ سے۔ اصولی طور پر مجھے ان لوگوں سے اس کا تذکرہ نہیں کرنا چاہیے تھا، بلکہ اپنے طور پر ہی کوشش کرنا کہ کسی طرح ایٹ ڈیش ون کے بارے میں معلومات حاصل ہو جائیں۔ اب اس کے علاوہ اور کوئی تصور ذہن میں نہیں تھا کہ فاضل انعم اور رحمانہ ہی میری اس ناکامی کا باعث بنے ہیں۔ میں واقعی ان سے دھوکا کھا گیا تھا اور مجھے یہ امید نہیں تھی کہ اس طرح میرے چاروں طرف ناکہ بندی کر دی گئی ہے۔

بست دیر تک انہی سوچوں میں غم رہا۔ عشوہ بھی آرام کرنے لیٹ گئی تھی۔ اس لڑکی کے بارے میں یہ اندازہ میں نے لگایا تھا کہ تھوڑی سی قناعت پسند فطرت کی مالک ہے اول تو اس کی فطرت میں اس کے پروفیشن سے ہٹ کر شرافت کا ایک پہلو نمایاں تھا، بعض لمحات تو یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کوئی گھریلو قسم کی لڑکی میرے ساتھ ہو اور اس سے

دروازہ مضبوطی سے بند کرنے کے بعد پرچہ کھول لیا اتنا تو صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ کسی نے خاص طور پر یہ پرچہ مجھ تک پہنچانے کی کوشش کی ہے۔ میں نے اسے کھول کر پڑھا انگریزی زبان میں ایک تحریر تھی۔

”میں رات کو دس بجے تم سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ وہیں انتظار کروں گا جہاں کچھ دیر قبل تم پہنچے تھے۔ براہ کرم اس تحریر کو نظر انداز نہ کرنا۔“

بس یہ سطریں تھیں اس پرچے میں، لیکن ان سطروں میں بہت کچھ تھا۔ میں شدت حیرت سے گنگ رہ گیا۔ یہ کون ہو سکتا ہے، کون ہے یہ جو میری تمام حرکات سے واقف ہے۔ سوچ کے بہت سے پہلو تھے۔ پیچاری لڑکی میرے معاملات میں مداخلت نہ کرنے کے تصور سے بالکل خاموش تھی ورنہ اس نے یہ محسوس کر لیا تھا کہ میں کسی خاص کیفیت کا شکار ہو گیا ہوں وہ چند لمحات مجھے دیکھتی رہی۔ میں نے پرچے کو احتیاط سے اپنے لباس میں رکھ لیا تھا۔ اسے ضائع کرنا کسی طور مناسب نہیں تھا۔ البتہ میں نے عشوہ کو الجھے ہوئے دیکھا تھا۔ چند لمحات میں سوچتا رہا پھر کہا۔

”عشوہ ایک بات کہوں تم سے برا تو نہیں مانو گی؟“

”نہیں سر کہئے۔“

”اگر تم جا چاہو تو واپس جاسکتی ہو۔“

”جی۔“

”ہاں، عشوہ یہاں میں ایک چھوٹی سی مشکل میں پھنس گیا ہوں تم واپس ہی چلی جاؤ تو بہتر ہے۔“

”سر جیسا آپ پسند کریں اور اگر آپ چاہیں تو میں یہاں آپ کے ساتھ رہ بھی سکتی ہوں۔“

”تمہیں کوئی الجھن نہ ہو عشوہ؟“

”سر مجھے کیا الجھن ہو سکتی ہے۔ ویسے میں آپ کے حکم کی تعمیل کے لیے تیار ہوں۔“ لیکن آپ کا مجھے یہاں لانا میرے خیال میں بے مقصد ہی رہا۔ میں مسکرا دیا اور

”میں شہ۔۔۔ تم جیسی لڑکی سے دوستی ہو گئی، ممکن ہے میں دوبارہ تم سے ملاقات

کروں۔“

”مگر سر، آپ میری سمجھ میں بالکل نہیں آئے۔“

”اصل میں عشوہ میں تمہارے ساتھ یہاں خاصا وقت گزارتا اگر مجھے کوئی الجھن نہ پیش آجاتی، لیکن اب اتفاق سے اور سنو، میرے بارے میں کسی تجسس یا تردد کا شکار نہ ہونا۔ میں برا آدمی نہیں ہوں بس یوں سمجھ لو کہ کچھ ایسے واقعات پیش آگئے ہیں میرے ساتھ جن کی وجہ سے میں، سوری عشوہ ویری سوری۔“

”سر جیسا آپ پسند کریں مجھے اس پر اعتراض نہیں ہے۔ میں تو بس یہ چاہتی تھی کہ آپ کے کسی کام آسکوں تو۔“

”شکریہ عشوہ بے حد شکریہ۔“

”تو میں جاؤں سر؟“

”ہاں میرے خیال میں تمہارا چلا جانا۔ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ میں نے عشوہ کو اتنی رقم دی کہ اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے وہ بولی۔“

”سر! بات یہ ہے کہ ہم لوگ بہت زیادہ بے ضمیر نہیں ہوتے ہمارا تو مقصد ہی رقم کمانا ہوتا ہے، لیکن سر! میں نے آپ کی کوئی خدمت نہیں کی مجھے اس کا سخت افسوس ہے۔“

”تم نے خدمت کی ہے عشوہ، تم میری دوست بن گئی ہو اور دوست بن کر تم نے بہت اچھی اچھی باتیں کی ہیں مجھ سے، براہ کرم مجھے اپنا پتا دے جاؤ تاکہ اگر میرا دل دوبارہ تم سے ملاقات کرنے کو چاہے تو میں تم سے مل لوں۔“

اس نے مجھے ایک ٹیلی فون نمبر دیا اور کہا کہ اس کے گھر کا ٹیلی فون نمبر ہے۔ میں جیب بھی اسے طلب کروں گا وہ میری خدمت میں حاضر ہو جائے گی۔ میں نے شکریہ کے ساتھ عشوہ کو رخصت کر دیا تھا۔

==☆☆☆☆==

میں شدید ذہنی خلجان کا شکار ہو گیا تھا، بہت دیر تک ٹرالر میں رہا۔ شام جھک آگئی تھی اور یہاں اچھی خاصی چہل پھل نظر آرہی تھی۔ تقریباً تمام ہی لوگ جو یہاں قیام پذیر تھے یا نئے آئے تھے اس وقت جھیل ماہ نور کے کنارے جمع ہو گئے تھے رنگین چھتیاں لگائی گئی تھیں اور لوگ داد عیش دے رہے تھے میں بھی باہر نکل آیا اور ان کے درمیان مٹر گشت کرنے لگا۔ مجھے پہلے بھی یہ احساس تھا کہ تنہا آدمی کو یہاں لوگ عجیب نگاہوں سے دیکھتے ہیں، لیکن کوئی ایسا مسئلہ بھی نہیں تھا اگر مجھے عجیب نگاہوں سے دیکھا بھی جا رہا ہے تو دیکھا جائے مجھے اس کی کیا فکر ہو سکتی ہے۔ البتہ میں اسی پرچے کے سلسلے میں سخت متحس تھا اور ایسے چہروں کو تلاش کر رہا تھا جو مشتبہ ہوں لیکن یہ ایک احتمالہ کوشش تھی خیر کچھ بھی ہو مجھے اس دعوت کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اور یہ سوچ رہا تھا کہ دیکھوں کیا ہوتا ہے وہ پستول خاص طور سے میں نے اپنے پاس رکھا تھا جو اسٹار کے ذریعے میرے پاس آیا تھا۔ اس کی کارکردگی کا ابھی تک جائزہ تو نہیں لیا تھا، لیکن ہو سکتا ہے آج کی رات اس کی کارکردگی کا جائزہ لینے کا موقع مل جائے۔ ٹرالر کے آس پاس سناٹا تھا۔ دور دور تک کسی کا وجود نظر نہیں آیا تھا۔ کیا اس وقت کوئی ٹرالر میں موجود ہے۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا اور پھر پوری طرح اپنے آپ کو تیار کر کے ٹرالر کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ اندر گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ کسی انسان کا نام و نشان نہیں تھا۔ میں کچھ دیر تک تاریکی میں آنکھیں پھاڑتا رہا پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

”اگر کوئی یہاں ہے تو مجھ سے ملاقات کرے میں تحریر کے مطابق یہاں پہنچ گیا

ہوں۔“

میری بات کا کوئی جواب نہیں ملا۔ میں نے دوسری بار یہی الفاظ دہرائے۔ عجیب احتمالہ سی کیفیت کا احساس ہو رہا تھا بالکل ڈرامائی کیفیت تھی۔ میں یہاں پہنچ گیا تھا، لیکن اس طرح کہ یہاں کا ماحول دیکھ بھی نہیں سکتا تھا پھر کئی منٹ انتظار کرنے کے بعد میں نے اپنے آپ پر ہزار بار لعنت بھیجی اور کہا کہ میں اتنا ذہین نہیں ہوں جتنا اپنے آپ کو تصور کرتا ہوں۔ بلاوجہ حماقت کا شکار ہوا اور یقینی طور پر مجھے اس حماقت کا شکار کرنے والوں کا کوئی نقطہ نگاہ ہو گا۔ دفعۃً ہی میرے ذہن میں ایک اور تصور پیدا ہوا اور میزا دل چاہا کہ اپنا جوتا اتار کر دس بار سر پر ماروں۔ ہو سکتا ہے کسی نے مجھے یہاں روک کر اپنا کوئی عمل سرانجام دیا ہو اس بات کے پورے امکانات تھے کہ کسی نے مجھے یہاں خاص طور سے روک کر میرا وقت ضائع کیا ہو لیکن یہ بھی سوچنا پڑا تھا کہ وہ کون ہو سکتے ہیں۔ دل ہی دل میں لاجول پڑھ کر ٹرالر کے دروازے کی طرف واپسی کے لیے قدم بڑھائے ہی تھے کہ اچانک ٹرالر کے نیچے جھسے سے کھٹ کھٹ کھٹ کی آواز تین بار سنائی دی۔ میں چونک کر آنکھیں پھاڑنے لگا۔ تب ایک ننھی سی روشنی نمودار ہوئی۔ یوں لگا تھا جیسے ٹرالر کے نیچے کوئی ٹارچ جلائی گئی ہو اور یہ روشنی ایک بڑے سے ڈھکن سے چھلک رہی ہو۔ میرا یہ اندازہ درست نکلا۔ ڈھکن آہستہ آہستہ اوپر اٹھ رہا تھا۔ بڑی حیران کن بات تھی یہ، لیکن بہر طور میری نگاہوں کے سامنے تھی۔ ڈھکن اٹھ گیا۔ مدھم سی روشنی میں ایک شخص کا چہرہ نمودار ہوا۔ بڑی سی ڈاڑھی، بکھرے ہوئے بال خاص قسم کا مقامی لباس پہنے ہوئے وہ اس سوراخ سے برآمد ہوا تھا بڑی حیران کن کیفیت تھی۔ اس نے ٹارچ کی روشنی مجھ پر ڈالی، لیکن چہرے کو چھوڑ دیا تھا پھر اس نے کہا۔

”کیا تم وہی ہو جسے میں نے اپنی تحریر دی تھی؟“

”ہاں، میں تم کو ان ہوں؟“

”براہ کرم جب تم یہاں تک آنے کا یہ خطرہ مول لے چکے ہو تو پھر اس سوراخ

سے اندر آ جاؤ۔“

میں اسی چکر میں تھا کہ ٹرالر اپنے پہیوں پر رکھا ہوا تھا پھر اس کے نیچے یہ جگہ کیسے

پیدا ہو گئی، لیکن پھر مجھے فوراً یاد آیا کہ کہ ٹرالر سال خوردہ ہونے کی وجہ سے بالکل برباد

ہو چکا تھا اور اس کے نیچے مٹی کے انبار لگے ہوئے تھے اس کا مقصد ہے کہ مٹی کے یہ انبار بے وجہ نہیں تھے۔ ایک لمحہ سوچنے کے بعد میں اس ڈھکن سے نیچے اتر گیا۔ بڑی تنگ سی جگہ تھی بس اتنی کہ ایک آدھ آدمی وہاں چھپ کر بیٹھ جائے جو کوئی بھی اس سے برآمد ہوا تھا اس نے ڈھکن بند کر لیا تھا اور پھر اس نے ایک مدھم سا روشنی والا لیمپ جلا لیا، کیروسین کی ہلکی سی بو فضا میں پھیل گئی تھی جس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہ کیروسین لیمپ ہے تاہم اس نے اس چھوٹی سی جگہ کو اس حد تک روشن کر دیا تھا کہ وہاں موجود ہر چیز آسانی سے دیکھی جاسکے۔ میں نے اس شخص کو دیکھا اور اس نے آہستہ سے کہا۔

”کیا تم طفیل شمسی کو جانتے ہو؟“

”ہاں، لیکن تم کون ہو؟“

”طفیل شمسی کے بارے میں کیا جانتے ہو؟“

”طفیل شمسی نے مجھے اہرام مبرا میں بلایا تھا اور وہ مجھے کچھ بتانا چاہتا تھا۔“

”اوہ ویری گڈ ویری گڈ۔ اس کا مطلب ہے کہ میں نے صحیح آدمی کا انتخاب کیا ہے؟“

”لیکن تم کون ہو؟“

”میرا نام صد العمران ہے۔ اس نے کہا اور میرے پورے بدن میں سنسنی دوڑ گئی۔

اس کا مطلب ہے کہ طفیل شمسی نے مجھے صحیح گائیڈ کیا تھا اور میں صحیح وقت اور صحیح جگہ پہنچا تھا۔“

”نمذ العمران میں تمہاری ہی تلاش میں آیا تھا اور طفیل شمسی نے مجھے اہرام مبرا میں بلایا تھا۔“

”تو پھر اس نے تمہیں کیا تفصیلات بتائیں؟“

”افسوس وہ تفصیلات بتانے کے لیے زندہ نہ رہ سکا۔“

”مار ڈالا گیا اسے؟“

”ہاں۔ اسے قتل کر دیا گیا۔“

”تم طفیل شمسی کے بارے میں کیا جانتے ہو؟“

”طفیل شمسی میرا بہت اچھا دوست تھا اور نجانے کتنے عرصے مشکلات کا شکار رہنے کے بعد بالآخر میں نے فیصلہ کیا کہ اس کام کو طفیل شمسی کے ذریعے سرانجام دیا جائے اس نے جس طرح بھی بن پڑا، کوشش کی اور پھر اس کا تم سے رابطہ قائم ہوا۔ اس نے مجھے بتایا تھا کہ وہ کچھ لوگوں سے ملاقات کرنے کی کوشش کر رہا ہے لیکن یہ بتاؤ میرے دوست کہ میرے سلسلے میں تم کیا جانتے ہو؟“

”میں وائٹ ڈریگن کا حوالہ دے سکتا ہوں۔“

”بالکل ٹھیک۔ اصل میں۔ میں یہاں چھپا ہوا ہوں۔ مجھے اندازہ ہے کہ میری

نشاندہی ہو چکی ہے اور بہت سے لوگ میرے اطراف میں پھیلے ہوئے ہیں۔ مجھے یہ بھی

اندازہ ہے کہ وہ صرف وائٹ ڈریگن حاصل کرنا چاہتے ہیں لیکن تم خود بتاؤ میرے

دوست، میں تمہیں کس نام سے پکاروں؟“

میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا اور پھر آہستہ سے کہا۔ ”وائٹ کہہ سکتے ہو تم

مجھے؟“

”خوب۔ گویا مسلمان ہو؟“

”ہاں۔“

”تو میرے دوست وائٹ تم خود بتاؤ جس چیز کے لیے میں نے اتنی مشکلات کا سامنا

کیا ہے۔ میں اسے بلا معاوضہ تو کسی کے حوالے نہیں کر سکتا۔ میں جانتا ہوں کہ براہ

راست میں اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا لیکن میں اس کی صحیح قیمت وصول کرنا چاہتا

ہوں۔ میں نے اس کے لیے نجانے کیا کیا جتن کیے ہیں مجھے اچھی طرح علم ہے کہ بہت

سے ممالک کے سیکرٹ ایجنٹ میری تاک میں ہیں کیا تم اس بات پر یقین کرو گے کہ ایک

بار میں وائٹ ڈریگن فروخت کر چکا ہوں۔“

”کیا؟“

”ہاں۔“

”کیسے؟“

”وہ لوگ اپنے آپ کو ایک بہت بڑے ملک کا نمائندہ بتاتے تھے اور انہوں نے

اس طرح مجھ سے مذاکرات کیے تھے کہ مجھے ان پر پورا پورا یقین ہو گیا تھا لیکن میری

ذہانت کام آئی میں نے وائٹ ڈریگن کا کیس ان کے حوالے کیا اور انہوں نے اسے اپنی تحویل میں لینے کے فوراً بعد مجھے ہلاک کرنے کی کوشش کی۔ میں بچ گیا اور وہاں سے فرار ہو گیا لیکن وہ لوگ بھی کامیاب نہیں ہو سکے تھے۔

”کیوں؟“

”اس لیے کہ اس کیس میں وائٹ ڈریگن تھا ہی نہیں، میں نے کوئی حماقت نہیں کی تھی اور یہ کوشش کی تھی کہ جب مجھے میری مطلوبہ رقم وصول ہو جائے گی تب میں وائٹ ڈریگن ان کے حوالے کروں گا۔“

”مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ شخص عبد العزیز ہی ہے ذہین آدمی ہے، بے وقوف نہیں ہے۔ میں نے آہستہ سے کہا۔“

”مگر مسٹر عبد العزیز یہ ٹالر کیا آپ کے پاس اور کوئی جگہ نہیں ہے؟“

”ہے۔ میرا اپنا مکان ہے جس میں میرا پورا خاندان رہتا ہے، لیکن میری بیوی بیوہ کی حیثیت سے زندگی گزار رہی ہے کیونکہ میں اپنے مکان میں کبھی دن کی روشنی میں نہیں داخل ہوتا۔“

”لیکن آپ نے مجھ پر اتنا اعتماد کیوں کر لیا؟“

”اب کیا کروں، تھک چکا ہوں۔ تم یہ جگہ دیکھ رہے ہو۔ یہ ٹالر میں نے بہت عرصے قبل خریدا تھا پہلے اس کی اپنی الگ ہی شکل تھی لیکن بعد میں جب میں مشکلات کا شکار ہوا تو میرے ذہن میں ایک ہی ترکیب آئی۔ میں نے اس ٹالر کے نچلے حصے میں اپنے ہاتھوں سے کھدائی کر کے یہ جگہ بنائی ہے تم اس کو غور سے دیکھو یہ صرف میری کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ اس کے اطراف میں مٹی جمع ہے۔ لوگ یہی سمجھتے ہوں گے کہ سالخورہ ٹالر کے پاس یہ جھاڑ جھنکار اور مٹی جمع ہو گئی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں نے اسے اپنا ٹھکانہ بنایا ہے۔“

”ایا دن کی روشنی میں کچھ لوگ یہاں آئے تھے۔“

”ہاں اور اس وقت میں یہیں انڈر گراؤنڈ موجود تھا۔ ان لوگوں کو یقینی طور پر یہ پتا چل گیا تھا کہ میں ٹالر میں موجود ہوں یا پھر وائٹ ڈریگن ان کے خیال میں، میں نے اس ٹالر میں چھپا رکھا ہے حالانکہ ایسی بات نہیں تھی لیکن اس کے باوجود انہوں نے پورے

ٹالر کو تباہ و برباد کر دیا اور میں یہاں سانس روکے بیٹھا، ان کی چیرہ دستیائیں دیکھتا رہا اسی کے بعد وہ چلے گئے پھر تم آئے۔ میں نے تمہارے بارے میں بھی اندازہ لگایا، اور اس کے بعد ٹالر سے باہر نکل کر تمہاری رہائش گاہ کو دیکھا۔ نجانے کیوں مجھے یہ محسوس ہوا کہ تم باقاعدہ کسی گروہ سے تعلق نہیں رکھتے۔ میرے دل میں یہی خیال آیا کہ ممکن ہے تم طفیل سٹشی کے وہ آدمی ہو جس سے وہ ملاقات کر کے میری اس کاوش کا سودا کرانا چاہتا تھا۔ میں گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ میں نے اس سے کہا۔“

”لیکن تمہیں اس بات کا یقین کیسے ہو گیا کہ میں وہی آدمی ہوں۔“

”بس یہ ایک کوشش تھی۔“

”تو پھر اب مجھے کیا کرنا ہے عبد العزیز؟“

”یہاں کچھ بھی نہیں ہو سکتا اب چونکہ تم سے ملاقات ہو گئی ہے اور مرحوم طفیل سٹشی اس دنیا میں نہیں ہے، چنانچہ میں تمہیں ایک پتا دے رہا ہوں۔ الظاہرہ نامی ایک عمارت پورٹ سعید کے مشرقی علاقے میں موجود ہے۔ قدیم طرز کی ایک پرانی عمارت ہے اور یہ میرا مسکن ہے لیکن وہاں تک آتے ہوئے تمہیں اتنی احتیاط برتنا پڑے گی جتنی تم اپنی صلاحیتوں کے مطابق برت سکتے ہو۔ میں تم سے وہیں ملاقات کروں گا اور اس کے بعد میری اور تمہاری تفصیلی گفتگو ہوگی۔“

”الظاہرہ۔ میں نے سوال کیا؟“

”ہاں۔“

”اس کے جائے وقوع کے بارے میں تھوڑی سی تفصیلات اور بتائیے۔“ اور اس نے مجھے مختصر تفصیلات بتا دیں۔ میں نے اس سے پوچھا۔

”اب مجھے آپ سے کب ملاقات کرنی ہے؟“

”بہتر ہو گا کل رات بارہ بجے کے بعد۔“

”ٹھیک ہے میں الظاہرہ پہنچ جاؤں گا۔ میں نے کہا۔“

”اب دیکھو احتیاط سے باہر چلے جاؤ، اپنا بھی خیال رکھنا، وہ لوگ غافل نہیں ہوں گے جو میری تاک میں یہاں تک پہنچ چکے ہیں۔ البتہ مجھے اس بات پر حیرت ہے کہ انہیں اس ٹالر کا پتا کیسے چل گیا۔ تاہم اب کسی بات پر حیرت نہیں کرنی چاہیے، کیونکہ مجھے

اندازہ ہے کہ وہ بہت سے گروہ ہیں۔ دیکھو دوست اس وقت میں ایک تھکا ماندہ انسان ہوں، میری جسمانی قوتیں جواب دے چکی ہیں میں یہ چاہتا ہوں کہ وائٹ ڈریگن کا سودا کسی مناسب قیمت پر ہو ہی جائے۔ پتا نہیں میں زیادہ دیر تک اس کی حفاظت کرسکوں گا یا نہیں۔“

”میں الطاہرہ پہنچ جاؤں گا مسٹر صد، العمران۔“

”نہایت احتیاط سے باہر چلے جاؤ اور خدا کے واسطے کچھ بھی ہو جائے، کسی کو یہ مت بتانا کہ میں اس طرح زیر زمین موجود ہوں۔ ویسے میرے خیال میں میرا اب یہاں موجود رہنا مناسب بھی نہیں ہوگا، چنانچہ مجھے بھی نکل ہی جانا چاہیے۔“

”اچھا میں چلتا ہوں۔“

”خدا حافظ۔ اس نے کہا اور میں اس دروازے سے باہر آگیا۔ کیا کرتا اس سے زیادہ اور کر بھی کیا سکتا تھا مجھے خود بھی احساس ہو رہا تھا کہ بے شمار نادیدہ نگاہیں میری نگران ہیں۔ بہر طور یہ ایک سنسنی خیز عمل تھا ٹرالر کا دروازہ کھول کر میں باہر نکل آیا اور اس کے بعد ٹرالر کے نیچے ریگ گیا۔ میں یہاں سے یہ جائزہ لینا چاہتا تھا کہ کیا واقعی کوئی میرا تعاقب کرتا ہوا یہاں تک پہنچا ہے۔ بہت دیر تک میں اپنی جگہ ساکت و جامد پڑا رہا اندر سے بھی کوئی آواز سنائی نہیں دی تھی لیکن اب میں صد العمران کے چکر میں پڑنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ اس نے جو کچھ بتایا ہے وہاں بھی کوشش کر کے دیکھ لیا جائے مجھے اس بات کی بے حد خوشی ہوئی تھی کہ یہاں آنا بالکل بے مقصد نہیں رہا۔ جو لوگ یہاں آچکے ہیں۔ وہ بے شک میری وجہ سے یہاں پہنچے ہیں، لیکن انہیں وہ مقصد حاصل نہیں ہو سکا جو مجھے حاصل ہوا ہے اس کا مقصد ہے کہ میرا یہاں آنا بے کار نہیں رہا۔“

بہت دیر تک میں ساکت و جامد پڑا حالات کا جائزہ لیتا رہا اور پھر چھپکلی کی طرح ریگلتا ہوا ٹرالر کے دوسرے حصے کی جانب سے نکل گیا اور پھر خاموشی سے وہاں سے آگے بڑھ گیا، جو ٹرالر میں نے کرائے پر حاصل کیا تھا۔ وہاں میری کوئی ایسی چیز موجود نہیں تھی جسے حاصل کرنے کے لیے مجھے وہاں تک جانا پڑے چنانچہ میں اس طرف گیا جہاں شہر واپسی کے لیے مجھے کوئی مل سکتا تھا اور اس کا کمنا بالکل درست تھا وہاں چند ٹیکسیاں بھی کھڑی ہوئی تھیں۔ میں ایک ٹیکسی کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا اس ٹیکسی کا انتخاب میں نے خود ہی

کیا تھا۔ کیونکہ ہر چیز سے محتاط رہنا چاہتا تھا۔ ٹیکسی ڈرائیور نے مستعدی سے گاڑی اسٹارٹ کی اور چل پڑا۔ جب ٹیکسی شہر میں داخل ہو گئی تو ڈرائیور نے مجھ سے پوچھا۔

”سر کہاں جانا ہے؟“ میں نے اپنے ہوٹل کا پتا بتا دیا۔ ٹیکسی ہوٹل کے سامنے رک

گئی۔ میں نے بل ادا کیا اور آہستہ آہستہ آگے بڑھتا چلا گیا۔ ہوٹل کے اطراف خوب رونق تھی، رات کے رسیا تفریح کے لیے نکل کھڑے ہوئے تھے، لیکن میں شدید تھکن محسوس کر رہا تھا۔ اپنی منزل پر پہنچتے ہوئے میں نے لفٹ ہی میں اپنی ناک سے اسپرنگ وغیرہ نکال کر اپنا حلیہ درست کر لیا اور اپنے کمرے میں جا کر سو گیا۔ نیند پوری ہو گئی تھی۔ تھکن بھی اتر گئی تھی لیکن کافی دیر تک کمالت کے عالم میں پڑا رہا۔ کوئی ساڑھے گیارہ بجے کے قریب میں نے ناشتا طلب کیا۔ فی الحال کہیں جانے کو دل نہیں چاہ رہا تھا چنانچہ موسیقی سے لطف اندوز ہوتا رہا۔

شام کو پانچ بجے میں تیار ہو کر ہوٹل سے باہر نکل آیا۔ الطاہرہ جانے کے لیے جس وقت کا تعین کیا گیا تھا۔ اس میں تو ابھی بہت دیر تھی لیکن میں نے سوچا کہ کیوں نہ صد العمران کے بتائے ہوئے پتے کا جائزہ لیا جائے۔ اس نے مجھے تفصیل سے اس بارے میں سب کچھ بتا دیا تھا۔ چنانچہ میں الطاہرہ کی تلاش میں نکل پڑا۔ ایک دو جگہ سے معلومات حاصل کرنے کے بعد بالا آخر اس علاقے کا پتا چل گیا جو علاقہ جدید ترین رہائشی عمارتوں پر مشتمل تھا۔ بہت بڑی بڑی اور خوبصورت عمارتیں یہاں بکھری ہوئی تھیں جن کے وسیع و عریض پائیں باغ دور تک پھیلے ہوئے تھے۔ میں مختلف عمارتوں کے سامنے سے گزرتا ہوا بالا آخر اس عمارت کے سامنے پہنچ گیا جس پر الطاہرہ لکھا ہوا تھا۔ اس کا انداز تعمیر قدیم قسم کا تھا۔ بلند فصیل نما دیوار کے بیرونی سمت بڑے بڑے اونچے درخت نظر آرہے تھے اور کچھ عجیب سا ماحول محسوس ہوتا تھا۔ اطراف کی جگہیں سنسان پڑی ہوئی تھیں۔ کچھ فاصلے پر جا کر کھیتوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا بہر حال میں نے اس کا جائزہ لیا۔ اس علاقے میں الطاہرہ نامی عمارت یہی تھی۔

سورج غروب ہو چکا تھا اور سڑکوں پر روشنیاں جگمگانے لگی تھیں۔ دکانوں اور بڑے بڑے اسٹورز کے نیون سائن عجیب سا تاثر پیش کر رہے تھے۔ بہر حال میں آگے بڑھتا رہا مجھے اس دوران ایک بھی مشکوک چہرہ نظر نہیں آیا تھا پھر میں واپس اپنے ہوٹل کی جانب

چل پڑا۔ چونکہ اب تھوڑا سا آرام کرنے کے بعد مجھے دوبارہ الظاہر آنے کی تیاریاں کرنی تھیں۔ ساری معلومات حاصل ہو چکی تھیں۔ چنانچہ میں اپنی منزل پر پہنچ گیا۔ اور ست روی سے قالین پر چلتا ہوا اپنے کمرے کے سامنے پہنچ گیا۔ میں چابی نکال کر اپنے کمرے کا دروازہ کھولنے ہی والا تھا کہ دفعتاً ہی میرے وجود میں سنبھٹ سی دوڑ گئی۔

مجھے ایک مدھم سی روشنی محسوس ہوئی تھی۔ بس ایک لمحے میں وہ آکر گزر گئی تھی لیکن یہی لمحہ میرے لیے کافی تھا۔ میرے حساس کانوں نے کمرے میں کسی کی موجودگی کو محسوس کر لیا۔ اور اس وقت مجھے اپنے ذہانت پر خود ہی فخر محسوس ہوا۔ چنانچہ میں پھرتی سے اپنی جگہ سے ہٹا اور بے آواز چلتا ہوا برابر کے دروازے پر آگیا۔ چابی بھی میں نے اتنی احتیاط سے کی ہول میں ڈالی تھی کہ ذرا سی بھی آہٹ محسوس نہ ہو اور اس کے بعد دروازہ بھی اتنی ہی احتیاط سے کھولا تھا۔ پھر دروازے کو بند کر کے میں برق کی سی تیزی سے پچھلی بالکنی پر اترا اور اس کے بعد اپنے اس طریقہ کے تحت جس کی مشق میں نے اس دوران اچھی طرح کر لی تھی۔ میں اپنے دوسرے کمرے کی بالکنی پر اتر گیا۔ روشنی ادھر ادھر چکرا رہی تھی اور فوراً ہی یہ اندازہ ہو گیا کہ وہ کسی ٹارچ کی روشنی ہے اور لازمی امر تھا کہ یہ ٹارچ کسی کے ہاتھ میں ہوگی۔

میں ایک لمحے بالکنی میں رکا پھر میں نے انگلی پر ہلکا سا دباؤ ڈال کر دروازے پر دیکھا اور میری مسرت کی انتہا نہ رہی۔ جو کوئی بھی میرے کمرے میں آیا تھا اس نے اتنی گہرائی سے نہیں سوچا تھا کہ بالکنی کے دروازے کی جانب بھی توجہ دے دے۔ اگر اندر سے پہنچتی لگا دی جاتی تو پھر میں آہٹ کیے بغیر اندر نہیں داخل ہو سکتا تھا۔ مدھم روشنی دھندلے شیشے سے صاف نظر آتی تھی۔ میں سانس روکے انتظار کرتا رہا اور اس کے بعد دفعتاً ہی میں نے بالکنی کے دروازے کو دھکا دیا اور اندر چھلانگ لگا دی۔

ایک بلکی سی آواز سنائی دی اور میں اسے لپیٹے ہوئے زمین پر جاگرا۔ ”اگر کوئی حرکت کی تو یاد رکھنا گردن کی ہڈی توڑ دوں گا۔ میں اسے اسی طرح دھکیلتا ہوا بالآخر اس جگہ پہنچ گیا جہاں دیوار پر سوئچ موجود تھے چونکہ یہ کمرہ میں خاصا استعمال کر چکا تھا اس لیے مجھے اندازہ تھا کہ کون سا مٹن دہانا ہے۔

کمرے میں تیز روشنی پھیل گئی اور میں استارہ کو دیکھ کر حیران رہ گیا وہ ایک

خوبصورت لباس میں ملبوس تھی۔

”ہیلو ڈیر استارہ!“

”گارین کی موت کا غم تمہارے ذہن سے اتر گیا ہو گا۔“

”دشش۔“ وہ برا سامنے بنا کر بولی۔ ”میں کسی بھی چیز کی بہت زیادہ پروا نہیں کرتی۔

ارے مجھے جھوٹو بھی۔ کیا بد تمیزی ہے۔ انسانوں کی طرح بیٹھ کر باتیں کرو۔

”ایک منٹ ڈیر ایک منٹ۔“ میں نے کہا اور انتہائی بے تکلفی سے اس کے

پورے جسم کو ٹٹول ڈالا۔ میں اس کے جسم میں ہتھیار تلاش کر رہا تھا لیکن کوئی بھی ایسی چیز نہیں تھی جسے ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جاسکے۔

”تم وہاں سے اچھی خاصی رقم بھی نکال لائے۔“

”ہاں اس کی مجھے ضرورت تھی۔“

”مگر تم کیا تلاش کر رہی تھی یہاں؟“

”تمہاری شخصیت۔“ وہ مسکرائی۔

”اوہو میری شخصیت میری غیر موجودگی میں میرے کمرے میں تلاش کی جارہی

تھی۔“

”ہاں ایسی چیزیں جن سے تمہارے بارے میں معلومات ہو سکیں۔“

”خوب میرے بارے میں کیا معلومات حاصل کرنا چاہتی ہو تم؟“

”یہی کہ تم کون ہو۔ کس کے لیے کام کر رہے ہو تمہارے ساتھ کتنے افراد ہیں۔“

”اس ہوٹل کا پتا کیسے چلا اور خاص طور سے میرے کمرے کا؟“

”تم سے کہہ چکی ہوں کہ اتنی بے وسیلہ نہیں ہوں۔ میں تم سے کچھ گفتگو کرنا

چاہتی ہوں۔ میں نے ایک بار پھر گہری نگاہوں سے اس کا جائزہ لیا۔ بظاہر کوئی ایسی چیز نظر

نہیں آئی تھی جس سے وہ مجھ پر حملہ آور ہو سکتی یا پھر اپنے ساتھیوں کو کسی ذریعے سے

اطلاع دے سکتی زیور وغیرہ بھی اس نے نہیں پہنا ہوا تھا جس سے یہ احساس ہو کہ شاید

کوئی ٹرانسمیٹر اس کے کسی زیور میں پوشیدہ ہو بہر حال میں اپنے طور پر مطمئن ہو گیا۔“

”ہاں اب بولو میں تمہاری کیا خدمت کروں؟“

”کیا تم یہ بتانا پسند کرو گے کہ تم کس کے لیے کام کر رہے ہو؟“

”نہیں پسند کروں گا۔“ میں نے جواب دیا۔
 ”خیر نہ سہی۔ کیا تم اس بات سے انکار کرو گے کہ تم وائٹ ڈریگن کے چکر میں
 یہاں تک پہنچے ہو؟“

”ہاں میں اس سے انکار نہیں کروں گا۔“
 ”یہ بتا سکتے ہو کہ پورٹ سعید سے وائٹ ڈریگن کا کیا تعلق ہے؟“
 ”یہ بھی نہیں بتا سکتا۔“

”چلو اس کو بھی چھوڑو اچھا یہ بتاؤ کیا یہ ممکن ہے کہ وائٹ ڈریگن کے سلسلے میں
 تم ہم سے تعاون کرو۔“
 ”تم کس قسم کا تعاون چاہتی ہو۔“

”وائٹ ڈریگن ہمارے حوالے کردہ اور اس کے عوض ہمیں بتاؤ کیا قیمت وصول
 کرنا چاہتے ہو۔ تم ظاہر ہے وائٹ ڈریگن حاصل کر کے کسی نہ کسی کے ہاتھ فروخت
 کرتے۔ جو رقم تمہیں اس کے ذریعے حاصل ہوتی اگر وہ رقم ہم تمہیں فراہم کر دیں
 تو؟“

میں ہنس پڑا۔ میں نے کہا۔ ”مس استارا مجھے تعجب ہے آپ کوئی معمولی شخصیت
 نہیں ہیں اور جو داؤ تپج آپ چل رہی ہیں وہ میرے خیال میں آپ جیسی سطح کی کسی
 عورت کے لیے غیر مناسب ہیں۔“

وہ چند لمحات خاموشی سے مجھے دیکھتی رہی پھر بولی۔

”دیکھو گارین میرا دست راست تھا۔ مجھے اس پر فوقیت حاصل تھی لیکن وہ ایسے
 تمام کام کرتا تھا جو کسی عورت کے کرنے کے نہ ہوں۔ تم نے مجھ سے میرا بہت اچھا
 ساتھی چھین لیا ہے اور اب میں گروہی طور پر بہت کمزور پڑ گئی ہوں۔ اور اب تمہارا سب
 سے خوفناک دشمن ولیم جیکال ہے۔ ولیم جیکال بھی تم پر پوری پوری نگاہ رکھے ہوئے
 ہے۔ میں نے اچھی طرح دیکھ لیا اور غور کر لیا ہے۔ ولیم جیکال تم سے بالکل قریب ہے اور
 یہ شخص جس قدر خطرناک ہے اگر تم کسی بقاعدہ گروہ سے تعلق رکھتے ہو تو تمہیں اس کے
 بارے میں ضرور معلوم ہو گا۔ اگر تم میرے ساتھ شامل ہو کر وائٹ ڈریگن کا معاملہ طے
 کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ تو ہم ولیم جیکال کو شکست دے سکتے ہیں۔ ورنہ جو بھی وائٹ

ڈریگن کے حصول میں کامیاب ہو جائے گا۔ ولیم جیکال اسے شکست دے کر وائٹ ڈریگن
 حاصل کرے گا۔“

”اتفاق سے مجھے ولیم جیکال کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔“
 ”تب پھر میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ تم باقاعدہ کسی گروہ سے تعلق نہیں
 رکھتے۔“

”ولیم جیکال کے بارے میں مجھے کچھ اور تفصیل بتا سکتی ہو میڈم؟“
 ”سینٹ لوسیا کا رہنے والا ہے۔“ ایک ہزار انسانوں کا قاتل ہے اور اس چکر میں
 سینٹ لوسیا سے بھاگا تھا۔ آج کل یقینی طور پر کسی ملک کے لیے کرائے کے ایجنٹ کے طور
 پر کام کر رہا ہے لیکن تمہاری اطلاع کے لیے ولیم جیکال اس وقت پورٹ سعید میں موجود
 ہے۔“

”اطلاع کا شکریہ اب فرمائیے۔“

”میری بات سنو“ جو کچھ ہو چکا ہے اس میں ظاہر ہے ہم جیسے لوگ اسی انداز میں
 کام کرنے کے لیے مجبور ہوتے ہیں لیکن میں نہایت مخلصانہ طور پر تمہیں پیش کش کر رہی
 ہوں میری بات مان لو۔ میں..... وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور آہستہ سے چلتی ہوئی میرے
 قریب پہنچ گئی۔ میں نے پستول سیدھا کیا تو جھلا کر بولی۔

”گولی مارنا چاہتے ہو مجھے۔ مار دو گولی۔ کم از کم جھگڑا تو ختم ہو اور اگر یہ نہیں کرنا
 چاہتے تو میری بات سنو۔ اب میرے اور تمہارے درمیان مخالفت نہیں ہے کم از کم میں
 یہ راستہ بند کر چکی ہوں تم بھی پلیز دیکھو پلیز۔ وہ میرے بہت قریب آگئی اور اس نے
 عجیب سے انداز میں اپنے دونوں ہاتھ میرے جسم کے گرد جمائل کرنے کی کوشش کی۔ میں
 جانتا تھا کہ عورت پن کی یہ کوشش یقینی طور پر کسی شخص کو احمق بنانے کے لیے کافی
 ہے۔“

میرا اندازہ بالکل درست نکلا۔ اس نے جس انداز میں میرے جسم کے گرد ہاتھ
 جمائل کرنے کی کوشش کی تھی اس میں بظاہر ایک محبوبیت تھی لیکن اس نے فوراً ہی اپنا
 سر میری ناک پر مارنے کی کوشش کی تھی۔ میں غافل نہیں تھا میں نے کہنی سے اس کے
 سینے پر ضرب لگائی اور یہ ضرب کافی شدید تھی وہ کراہتی ہوئی کئی قدم پیچھے ہٹ گئی اور

اس نے اپنے سینے پر دونوں ہاتھ رکھ لیے لیکن یہ بھی کم بخت کی ایک چال تھی بظاہر تکلیف میں ہونے کا اظہار کر کے اس نے فوری طور پر دوسرا حملہ کر دیا تھا۔ اس نے گھوم کر ایک لات میرے ہاتھ پر ماری اور میرے ہاتھ سے پستول نکل کر کمرے کی دیوار سے ٹکرایا اس کے ساتھ ہی اس نے پلٹ کر دوسری لات میری گردن پر رسید کرنے کی کوشش کی تھی لیکن اس میں وہ کامیاب نہیں ہو سکی تھی۔ وہ نیچے گری اور پھر کمبخت نے نجانے کہاں سے ایک لمبا پھل والا چاقو نکال لیا۔ لڑائی بھڑائی کی ماہر تھی اور مارشل آرٹس میں اسے کافی واقفیت تھی۔ چاقو کو اس نے اس انداز میں میری پنڈلی کی جانب بڑھایا کہ اگر ہال برابر گنجائش ہوتی تو یقینی طور پر میری پنڈلی کا گوشت کٹ جاتا۔ میں نے بمشکل تمام پیچھے ہٹ کر اپنے آپ کو اس کے وار سے بچایا تھا لیکن ذلیل عورت مردوں کی طرح طاقتور اور لڑنے کے فن سے واقف معلوم ہوتی تھی۔ اس نے یکے بعد دیگرے کئی وار مجھ پر کیے اور اب میں نہایت احتیاط کے ساتھ اس کے یہ وار بچانے لگا۔ ایک مرتبہ مجھے موقع ملا اور میں نے اس کی کلائی پر ہاتھ ڈال دیا۔ میں نے کلائی پر ہاتھ ڈال کر مروڑا ہی تھا کہ اس نے گردن گھمائی اور میری بغل کے نیچے سینے کے پاس اپنے دانت پیوست کر دیے۔ بحالت مجبوری مجھے ایک زوردار گھونسا اس کی گردن پر مارنا پڑا پھر میں نے اس کی پسلیوں پر دو تین ضربیں لگائیں وہ نیچے گر دی تو میں نے اپنا گھٹنا اس کے پیٹ پر رکھ دیا۔ اب میں اسے پوری طرح اپنے قابو میں کر چکا تھا۔ اس کے حلق سے عجیب عجیب سی آوازیں نکلنے لگیں۔ وہ شدید اذیت کا شکار معلوم ہو رہی تھی۔ بالا آخر اس کی قوت برداشت جواب دے گئی۔ میں نے گھٹنے سے اس پر شدید دباؤ ڈالا ہوا تھا۔

چاقو اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے بہر حال میں نے چند لمحات گھٹنا اس کے پیٹ پر جمائے رکھا اور جب وہ بے جان سی ہونے لگی تو میں نے اس کی گردن پکڑ کر اسے کھڑا کر دیا۔

”اور تم یہ کہتی ہو کہ تم میرے ساتھ مل کر کام کرنے کی خواہشمند ہو؟“

”وہ بے بسی سے مجھے دیکھنے لگی۔ میں نے اس کی گردن پوری طرح شکنجے میں کسی ہوئی تھی اور وہ دونوں ہاتھ پھیلائے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کر رہی تھی پھر اس نے اپنے دونوں ہاتھ میری کلائی پر ڈال دیے لیکن میں اسے دھکیلتا ہوا دیوار تک لے گیا

تھا۔“

”حقیقت یہ ہے کہ اب تم مجھے پسند آنے لگی ہو۔ ڈیرا ستارا..... تم نے جس قدر شدید جدوجہد کی ہے عام طور سے عورتوں میں اتنی قوت نہیں ہوتی لیکن مجھے افسوس ہے کہ تم مجھ پر قابو نہیں پاسکتیں۔ میں نے اس کی گردن پر دباؤ ڈالا اور وہ مچلنے لگی۔ اس کا سانس گھٹ رہا تھا۔ چہرہ سرخ ہو گیا تھا اور آنکھیں ابلی پڑ رہی تھیں۔ میں نے چند لمحات اس کی گردن پر دباؤ ڈالے رکھا اور پھر یہ سوچ کر کہ کہیں میری جنونی کیفیت اس کی موت کا باعث نہ بن جائے۔ میں نے اس کی گردن چھوڑ دی۔ اس کی آنکھیں چڑھ رہی تھیں اور وہ ایسے اوپری اوپری سانس لے رہی تھیں جیسے اس کا سانس بحال نہ ہو پارہا ہو۔ اس کے چہرے پر شدید اذیت کے آثار تھے اس نے دونوں گھٹنے موڑ کر سینے سے لگا لیے تھے اور اس طرح مڑ کر اوندھی ہو گئی تھی جیسے شدید تکلیف کے عالم میں ہو۔ میں پوری طرح مستعد تھا اور اس سے کچھ فاصلے پر کھڑے ہو کر اس کا بہتر کیفیت میں آجانے کا انتظار کر رہا تھا۔ اس وقت میری ذہنی کیفیت بھی واقعی عجیب ہو گئی تھی۔ حالانکہ کسی عورت پر اس طرح قابو پالینا میرے نزدیک کوئی بہت بڑی بات نہیں تھی لیکن کیا عورت تھی کم بخت، میرا ستیاناس کر کے رکھ دیا تھا۔ ایسی شدید جنگ مجھے بہت عرصے سے نہیں کرنی پڑی تھی۔ وہ چار پلٹیاں کھانے کے بعد اس طرح پھر پھڑانے لگی جیسے واقعی اس کے بدن کی جان نکل رہی ہو لیکن ایسی شاطر اور ایسی چالاک عورت میری زندگی میں کبھی نہیں آئی تھی۔ میری توجہ اس پستول کی جانب سے ہٹ گئی تھی جو اس کا تھا لیکن میرے قبضے میں رہ چکا تھا اور اس کی کوششوں سے دوبارہ میرے ہاتھ سے نکل کر گر پڑا تھا۔ میں چونکہ اب نہتا اس سے جنگ کر رہا تھا اس لیے اس کی اس کیفیت کے بعد میں نے پستول کی جانب توجہ نہیں دی تھی بلکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ وہ میرے ذہن سے ایک لمحے کے لیے نکل ہی گیا تھا لیکن اس نے اسے نظر انداز نہیں کیا تھا اور اس اچھل کود کے درمیان جس میں وہ یہ اظہار کر رہی تھی کہ اس کی جان نکل رہی ہے۔ اس کی نگاہ کسی طرح اس پستول پر جا پڑی تھی۔ اس نے جس پھرتی کا مظاہرہ کیا وہ میری توقع کے بالکل خلاف تھا۔ بجلی کی سی طرح گھوم کر اس نے پستول پر جھپٹا بارا اور اس سے پہلے کہ میں اس جھپٹے کے بارے میں سوچ سکوں کہ وہ کیا کرنا چاہتی ہے اس نے پستول قبضے میں کرتے ہی مجھ فائر جھونک دیا۔ زوردار

آواز کے ساتھ کمرے میں شیشے کا ایک فریم ٹوٹا تھا اور بہت بڑے شیشے کے چھناکے نے کان پھاڑ دینے والا دھماکا کیا تھا اور اس کے بعد دور تک اس کی آواز پھیل گئی تھی۔ میں نے فوراً ہی ایک جانب چھلانگ لگائی لیکن اس نے دوسرا فائر کر دیا اس بار گولی دروازے پر لگی تھی اور دروازے میں سوراخ بھی ہو گیا تھا۔ وہ انتہائی وحشیانہ انداز میں مسلسل فائرنگ کئے گئی اور میں اپنے آپ کو بچانے کے لیے بڑی مشکل کا شکار ہو گیا چونکہ وہ جلد بازی اور وحشت کا شکار تھی اس لیے ایک بار میرا صحیح نشانہ نہیں لے سکی۔ مجھے یہ تو اندازہ ہو گیا تھا کہ اب صورت حال میرے ہاتھ سے نکل گئی ہے اور ابھی چند لمحات کے بعد باہر جو ہنگامہ ہو گا وہ دیکھنے کے قابل ہو گا۔ وہ یہ بھی کہہ چکی تھی کہ اس کے آدمی باہر موجود ہیں اور اس کے اشارے کے منتظر ہیں ہو سکتا ہے وہ بھی یہاں پہنچ جائیں۔ چنانچہ ایسی حالت میں میرے لیے اپنے آپ کو بچانا مشکل ہو جائے۔ پولیس کے ہاتھ لگ جاؤں گا اور پھر نیچے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ چنانچہ اس بار جب مجھے یہ احساس ہوا کہ اس کا پستول خالی ہو چکا ہے تو میں اپنی جگہ سے اچھلا اور میں نے اتنی قوت سے اس کے ٹکرماری کہ وہ کئی فٹ اونچی اچھل کر دیوار سے جا ٹکرائی۔ میں نے اسے سنبھلنے کا موقع دینے بغیر بالوں سے پکڑ کر کھینچا اور ایک بار پھر پوری قوت سے ایک دوسری دیوار پر دے مارا۔ درمیان میں میز رکھی ہوئی تھی وہ میز سے ٹکرائی اور اس کے ساتھ الجھ کر دیوار سے جا لگی۔ اس کی پیشانی پھٹ گئی تھی اور خون کا فوارہ دیوار پر پڑ رہا تھا۔ میں نے اس کے بعد وہاں رکنا مناسب نہیں سمجھا۔ باہر سے شور کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ کمرے کے کیمین جینے چلانے لگے تھے اور ایک عجیب ہنگامہ برپا ہو گیا تھا چنانچہ میں نے بالکونی والے دروازے کی جانب رخ کیا اور اس بار مجھے اس بالکونی سے دوسری بالکونی تک پہنچنے میں ذرا مشکل پیش آئی تھی کیونکہ اعصاب کشیدگی کا شکار تھے۔ تاہم میں دوسری بالکونی پر پہنچ ہی گیا اور اس کے بعد کمرے میں داخل ہو کر میں نے اپنے ذہن کو قابو میں کیا۔ ہوٹل کے منتظمین بانتے تھے کہ ایک ہی آدمی نے دو کمرے بک کرائے ہیں چنانچہ میرے کمرے میں ہونے والی ہنگامہ خیزی کے اثرات فوراً ہی دوسرے کمرے کی جانب منتقل ہو سکتے تھے۔ اس لیے عقلمندی کا تقاضا یہ تھا کہ کمرہ چھوڑ دیا جائے۔ میں نے اپنا مختصر سا سامان وہ جس کا لے جانا ضروری تھا سنبھالا۔ تاکہ میں اسپرنگ پھنسائے اور اس طرح باہر نکلا جیسے خود

بھی اس ہنگامے سے متاثر ہو کر باہر آیا ہوں۔ ادھر دروازے پر ٹکریں ماری جا رہی تھیں اور پھر دروازہ کھول لیا گیا۔ ہوٹل کے منتظمین آس پاس کے لوگ اور کچھ ایسی مشکوک شخصیتیں دروازے کی جانب متوجہ تھیں جن کے بارے میں یہ اندازہ لگایا جاسکتا تھا کہ ممکن ہے وہ استار کے آدمی ہوں۔ بھیڑ بڑھتی جا رہی تھی۔ میں بھی اس بھیڑ میں شامل ہو گیا۔ لوگ اندر کے حالات جاننا چاہتے تھے۔ غالباً پولیس کے افراد یہاں موجود نہیں تھے ورنہ تمام لوگوں کو کمرے میں داخل ہونے سے روکا جاتا۔ مجھے موقع مل گیا اور میں بڑی تیز رفتاری سے سیڑھیوں کی جانب چل پڑا۔ اس وقت چونکہ لفٹ اوپر آرہی تھی اس لیے لفٹ کا استعمال قطعی غیر مناسب تھا۔ میں تیزی سے سیڑھیاں اترتا ہوا نیچے جا رہا تھا۔ نیچے سے بھی کچھ لوگ اوپر آرہے تھے۔

”اوپر اوپر کمرہ نمبر سکس سیون ایٹ سکس سیون ایٹ۔“ میں نے گھبرائے ہوئے انداز میں آوازیں لگائیں اور لوگ برق رفتاری سے اوپر جانے لگے ورنہ کسی کو بھی مجھ پر شبہ ہو سکتا تھا کہ سب اوپر جا رہے ہیں۔ میں اتر کر نیچے کیوں بھاگ رہا ہوں لیکن میرے اس عجلت بھرے انداز نے لوگوں کو مجھ پر شے کا موقع نہیں دیا تھا اور میں سیڑھیوں پر سیڑھیاں اترتا ہوا بالا آخر نیچے پہنچ گیا۔ نیچے بھی یہ آوازیں سن لی گئی تھیں اور لوگ ایک دوسرے سے استفسار حال کر رہے تھے۔ میں ایک جانب ہو گیا اور اس انداز میں کھڑا ہو گیا جیسے لوگوں کو اوپر جانے کا راستہ دینا چاہتا ہوں لیکن درحقیقت میں آہستہ آہستہ کھسکتا ہوا ہوٹل کے بیرونی حصے تک آگیا اور اس کے بعد میں نے ایک ایسا رخ اختیار کیا جس سے میں ہوٹل کے سامنے والے حصے میں جانے کے بجائے عقبی سمت پہنچ گیا۔ یہاں سے باہر نکلنے کا راستہ حالانکہ میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا لیکن کامن سینس سے کام لیتے ہوئے میں اس عقبی راستے سے باہر نکل آیا تھا۔ یہ ایک تلی گلی تھی اور یہاں سے اوپر کا منظر دیکھا جاسکتا تھا۔ میرے کمرے میں روشنی ہو رہی تھی اور بہت سے لوگ غالباً بالکونی میں بھی آچکے تھے۔ میں کنارے کنارے چلتا ہوا بالا آخر اس بڑی اور چوڑی سڑک پر آگیا جہاں سے مجھے فرار ہونے کے لیے مناسب موقع مل سکتا تھا اور یہ موقع میں نے فوراً ہی حاصل کر لیا۔ ایک ٹیکسی کو اشارہ کیا اور اس میں بیٹھ کر چل پڑا۔

پھر میں نے اپنے حواس سنبھالنے کی انتہائی کوشش کی۔ اس وقت ضروری تھا کہ

کہیں آرام کرنے کا موقع ملے۔ ایک چھوٹا سا ریسٹوران نظر آیا اور میں نے ٹیکسی وہیں رکوائی اتر کر بل ادا کیا اور ٹیکسنے والے انداز میں آگے بڑھتا ہوا ریسٹوران میں داخل ہو گیا۔ میں نے ایک ایسا پرسکون گوشہ منتخب کیا تھا جہاں میں آنے جانے والوں کی نگاہوں سے محفوظ بھی رہ سکوں یہاں بیٹھ کر میں نے لائٹ اسٹیکس اور کافی بھی طلب کر لی پھر اسٹیکس سے شغل کرتے ہوئے میں گزرے ہوئے واقعات پر نگاہ دوڑانے لگا۔ استارا جیسی عورتیں بہت کم نگاہوں سے گزری تھیں۔ کم بخت کسی رسل کی طرح طاقتور تھی اور لڑائی بھڑائی کی ماہر۔ صحیح معنوں میں دانتوں پیسنہ آگیا تھا۔ کئی بار چوک ہوتے ہوتے بچی۔ اگر شدید محنت سے اس سے مقابلہ نہ کرتا تو یقینی طور پر اس وقت صورتحال بدلی ہوئی ہوتی لیکن بہت سے پریشان کن خیالات ذہن میں چکرارہے تھے۔ پہلی بات تو یہ تھی کہ استارا کو میرے ہوٹل کے کمرے کے بارے میں کیسے معلوم ہوا۔ یوں لگتا تھا جیسے ان لوگوں کی ساری مشنری مجھ پر ہی مصروف عمل ہے اور مجھے ہر لمحہ نگاہوں میں رکھا جا رہا ہے۔ کافی دو پیالیاں پینے کے بعد ذہن کو معتدل کیا۔ رات بارہ بجے کا انتظار تھا اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ یہ وقت مجھے نہایت محتاط طریقے سے گزارنا ہوگا۔ بالآخر کافی دیر کے بعد ریسٹوران کا بل ادا کر کے اٹھ گیا اور اس کے بعد پورٹ سعید کے مختلف حصوں میں گھومتا رہا۔ پھر وقت مقررہ پر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر الطاہرہ کی جانب چل پڑا۔ میرے ذہن میں بہت سے خیالات تھے۔ ویسے میں جسمانی طور پر بھی تیار تھا حالانکہ ایک شدید قسم کی جنگ لڑ چکا تھا لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اتنی دیر آرام کرنے کے بعد میں نے پھر خود کو چاق و چوبند محسوس کیا تھا۔ الطاہرہ چونکہ پہلی بار نہیں جا رہا تھا بلکہ دن میں اسے دیکھ چکا تھا اس لیے وہاں تک پہنچنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ البتہ ٹیکسی میں نے وہاں سے اتنے فاصلے پر رکوائی تھی کہ کسی کے تصور میں بھی نہ آسکے کہ میری منزل الطاہرہ ہے۔ رات کی تاریکیوں میں مختلف گوشوں میں چھپتا چھپاتا بالآخر میں الطاہرہ کے آہنی دروازے کے سامنے پہنچ گیا۔ سیاہ رنگ کا عظیم الشان دروازہ میری نگاہوں کے سامنے تھا اس کے پیچھے باوردی چوکیدار نظر آ رہا تھا جس کے ہاتھوں میں راکفل موجود تھی۔ مجھے گیٹ کے سامنے دیکھ کر وہ میری جانب متوجہ ہو گیا۔ بڑی خوشخوار سی شکل کا کوئی افریقی نژاد ہی تھا۔ لمبے چوڑے بدن کا مالک اپنی سفید سفید آنکھوں سے گھورتا ہوا گیٹ کے پاس

آگیا۔

راکفل اس نے اس طرح ہاتھوں میں سنبھالی ہوئی تھی کہ اگر میری طرف سے ذرا بھی کسی گڑبڑ کا احتمال ہو تو وہ بے دریغ مجھ پر فائر کر دے۔ میں نے دونوں ہاتھ سیدھے کیے اور انگریزی زبان میں اس سے کہا۔

”میں صد العبران سے ملنا چاہتا ہوں۔“

”تب تم پاگل معلوم ہوتے ہو۔“ اس نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

”کیوں؟“

”اس لیے کہ صد العبران طویل عرصے سے گم ہیں اور اب وہ یہاں نہیں ہوتے بلکہ تمہیں شاید اس عمارت کے کسی مکین سے ان کے بارے میں کچھ نہ معلوم ہو سکے کیونکہ عمارت کے مکین انہیں رو دھو کر صبر کر چکے ہیں۔“

”تم بہت زیادہ باتونی آدمی معلوم ہوتے ہو جو کوئی بھی تمہیں نظر آئے اس سے یہ کہہ دو کہ وہ آیا ہے جسے بلایا گیا ہے۔“ میں نے کسی قدر کراخت لہجے میں کہا اور چوکیدار مجھے گھورنے لگا پھر بولا۔

”ٹھہرو میں تمہیں خانم سامرہ سے ملانے دیتا ہوں۔“

بہر حال کچھ دیر کے بعد ہم اندرونی عمارت میں داخل ہو گئے۔ بیرونی حصے میں مکمل طور سے نہیں دیکھ سکا تھا کیونکہ افراتفری کے عالم میں یہاں تک پہنچنا ممکن اندازہ یہ ہو گیا تھا کہ انتہائی حسین عمارت بنی ہوئی ہے۔ البتہ بڑے دروازے سے اندر داخل ہونے کے بعد میں نے جو کچھ دیکھ اسے دیکھ کر بڑی عجیب سی کیفیت کا احساس ہوا یہ تو کوئی شاہی محل ہی معلوم ہوتا تھا جگہ جگہ خوبصورت روشنیاں لگی ہوئی تھیں اور اس کے درمیان سنگ مرمر کا فرش نظر آ رہا تھا کئی جگہ بڑے حسین قسم کے مجسمے تراشے گئے تھے۔ ان تمام چیزوں کے درمیان ایک روش سے گزر کر میں ایک دالان میں پہنچ گیا۔ وسیع و عریض دالان تھا جو خوبصورت سنگی ستونوں پر ٹکا ہوا تھا۔ اس کے بعد دروازے کے دو سری جانب پہنچا تو میں نے ایک بہت بڑا ہال نما کمرہ دیکھا۔ ہال نما کمرے میں حسین قالین بچھا ہوا تھا جگہ جگہ گاؤٹیکے لگے ہوئے تھے۔ دیو ہیکل چوکیدار میرے ساتھ ساتھ یہاں پہنچا اور پھر اس نے مجھ سے کہا۔

”آپ یہاں تشریف رکھیے میں خانم سامرہ کو اطلاع دیتا ہوں۔“

”میں آگئی ہوں تم واپس جاسکتے ہو۔“

”دروازہ بند کرو اور سٹوپلے سے زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔“

”جی خانم۔“ چوکیدار نے جواب دیا۔

خانم سامرہ ایک دراز قامت عورت تھی۔ سیاہ لباس میں ملبوس تھی اور سیاہ ہی نقاب چہرے پر لگایا ہوا تھا۔ صرف اس کی آنکھیں نظر آرہی تھیں۔

”مہمان براہ کرم تشریف رکھیے۔ آپ جس شخصیت سے ملنا چاہتے ہیں وہ چند لمحات میں یہاں پہنچ رہی ہے۔“

”شکریہ۔“ میں نے سنجیدگی اور متانت سے جواب دیا۔

خانم بیٹھی نہیں تھی بلکہ ایک جانب کھڑی ہو گئی تھی۔ پھر دروازے پر جھلملاہٹ سی ہوئی اور میں نے ایک شخص کو اندر آتے ہوئے دیکھا۔ سفید سلک کے لباس میں وہی شخص تھا جس سے میری ملاقات اس ٹرالر میں ہو چکی تھی لیکن اس کے اس وقت کے اور اس وقت کے حلقے میں بڑا فرق تھا صمد العمران تھا۔ صمد العمران میری جانب بڑھا اور آگے بڑھ کر مجھ سے ہاتھ ملایا پھر مجھے ہٹاتا ہوا بولا۔

”بیٹھو براہ کرم بیٹھ جاؤ اور خانم تم مہمان کے لیے قہوہ بھجوا دو اور تمہیں اس بات کا علم ہے کہ ہمیں کتنی محتاط گفتگو کرنی ہے۔“

”میں جانتی ہوں۔“ خانم نے جواب دیا اور اسی دروازے سے اندر واپسی چلی گئی جس سے صمد العمران یہاں آیا تھا۔

”آؤ زندگی بھی کیا چیز ہے انسان آسائشوں کے درمیان زندگی بسر کرتا ہے لیکن کچھ محلات ایسے آجاتے ہیں جب یہی زندگی اس کے لیے عذاب جاں بن جائے مجھے دیکھو میں نے ساری زندگی قانون کے تحفظ میں گزار دی ہے اور یہ بھی میرا شوق ہی تھا کیونکہ میں آبائی طور پر رئیس آدمی ہوں اپنے شوق کی تکمیل کے لیے انتظامیہ میں شامل ہوا تھا لیکن ایک لمحہ مجھ پر ایسا آگیا جب یہ زندگی میرے لیے عذاب بن گئی۔ بات اصل میں یہ ہے نوجوان تم یقینی طور پر غور کرو گے کہ میں نے تم پر اس قدر اعتماد کیوں کر لیا ہے تو اس کی کچھ وجوہات ہیں۔ میں نے تم سے صحیح طور پر تمہارا نام بھی پوچھا غالباً تم نے اپنا

نام وانش بتایا تھا مجھے؟“

”ہاں۔“

”بات یہ ہے کہ کچھ عرصے قبل جو واقعات میرے ساتھ پیش آئے تھے یقینی طور پر تمہیں اس کے بارے میں علم ہو چکا ہو گا۔ ماضی کی کہانی دہرانے سے کوئی فائدہ نہیں بس یوں سمجھ لو کہ وہ سفید مصیبت میرے گلے میں آپڑی۔ بخدا اس وقت میرے ذہن میں اس سے کوئی مالی فائدہ حاصل کرنے کا تصور نہیں پیدا ہوا تھا لیکن بعد میں پے درپے جس قسم کے حالات پیش آئے انہوں نے مجھے اس طرف مائل کر دیا کہ میں اسے کسی شخصیت کے حوالے کر دوں جس سے مجھے بھاری منافع بھی حاصل ہو اور اس کے ساتھ ساتھ ہی وہ فارمولہ محفوظ ہاتھوں میں پہنچ جائے۔ بہت سے ممالک اس حقیقت سے واقف ہو چکے تھے کہ اتفاقہ طور پر وائٹ ڈریگن میرے ہاتھ لگ گیا ہے جب مجھے اس کا احساس ہوا کہ کئی ممالک کی توجہ میری جانب ہو گئی ہے تو بحالت مجبوری مجھے روپوش ہونا پڑا کیونکہ میں جانتا تھا کہ اس کے بعد میرے خلاف جو سازشیں ہوں گی شاید میں ان کا مقابلہ نہ کر سکوں اور ایسا ہی ہوا۔ اگر میں وقت سے پہلے روپوش نہ ہو جاتا تو یقینی طور پر اب تک میری ہڈیاں بھی گل سڑ چکی ہوتیں۔ میں نے تمام عیش و آسائش چھوڑنے کے بعد وہاں اس ٹرالر میں رہائش اختیار کی اور اپنے آپ کو پوشیدہ کر لیا۔ الظاہرہ کے بارے میں ہر شخص کو یہ علم ہو چکا تھا کہ میں وہاں موجود نہیں ہوں اور ایک اور بھی عجیب بات ہے جس پر تم ہنسو گے۔ وہ یہ ہے کہ الظاہرہ میں میرا کوئی بھی ایسا عزیز نہیں ہے جس کے ذریعے مجھ پر وہ لوگ کوئی دباؤ ڈال سکتے۔ میں جانتا تھا کہ جو لوگ اتنا بڑا کام کرنے کے لیے نکلے ہوئے ہیں وہ اس قدر احمق نہیں ہوں گے کہ کسی کو اغوا کرنے کے بعد مجھ پر دباؤ ڈالیں۔ ظاہرہ میں بیکار لوگوں کی وجہ سے کسی کے دباؤ میں نہیں آسکتا تھا۔ یہی چیز ان کے لیے سب سے زیادہ پریشانی کا باعث بنی ورنہ وہ الظاہرہ کو بموں سے بھی اڑا سکتے تھے لیکن یہ سب کچھ ان کے لیے بے مقصد ہوتا۔ الظاہرہ سے میں نے اپنے رابطے کاٹ لیے تھے حالانکہ یہاں میرے اتنے معتد اور وفادار موجود ہیں کہ میرے لیے جان کی بازی لگا دیں لیکن بھلا ان کی زندگی لینے سے مجھے کیا فائدہ ہوتا۔ چنانچہ میں نے یہ بھی مشہور کرا دیا کہ اب میرا الظاہرہ میں کوئی پتا نہیں ہے۔ میرے وہ تمام قریبی دوست، عزیز اور کرم فرما جو مجھ سے

محبت کرتے تھے یہ بات جان چکے تھے کہ میں روپوش ہو چکا ہوں اور اس کی اچھی خاصی پبلیٹی ہو گئی تھی۔ تم شاید میرے جذبات کا صحیح طور پر اندازہ نہ لگا سکو ڈیروانش لیکن بہر طور ایسا ہی ہوا تھا اور اس کے بعد مختلف لوگ مختلف طریقوں سے مجھ سے رابطے قائم کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ میں نے بھی اس سلسلے میں اچھا خاصا کھیل کھیلا اور اس کھیل کے دوران میری ملاقات ولیم جیکال نامی شخص سے ہوئی جو سینٹ لوسیا کا رہنے والا ہے۔

میں نے اپنے بدن میں سنسنی محسوس کی تھی۔ ”ولیم جیکال نے مجھ سے معاوضے کی بات کی اور میری پسند کے مطابق معاوضہ دینے کا فیصلہ کیا لیکن میں جانتا تھا کہ اس قسم کے لوگوں پر اعتماد کرنا موت کو دعوت دینا ہے۔ ولیم جیکال کے اور میرے درمیان معاملات طے ہوئے اس نے مجھے یوقوف بنایا اور میں نے اسے۔ میں مختصراً تمہیں اس کے بارے میں بتا چکا ہوں چنانچہ اس گفتگو پر جانے کی ضرورت نہیں ہے اس کے بعد میری روپوشی مسلسل رہی اس دنیا میں صرف ایک ہی شخص ایسا تھا جس سے میں اپنی دل کی بات کہہ سکتا تھا اور جس پر میں اس طرح بھروسہ کر سکتا تھا جیسے اپنی ذات پر اور وہ تھا مرحوم طفیل سٹشی۔“

”وہ میرا اتنا گہرا دوست تھا کہ مجھے ساری دنیا میں اس کے علاوہ کسی اور شخصیت سے اتنی دلچسپی نہیں تھی۔ مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ اسے ولیم جیکال نے قتل کر دیا ہے۔“ میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور کہا۔ ”اتنے فاصلے پر جھیل ماہ نور کے پاس ایک ٹرالر میں وقت گزارتے ہوئے بھی آپ کو اس قدر معلومات حاصل ہو گئیں مسٹر صمد العمران۔“

”بتا چکا ہوں کہ میرا تعلق انتظامیہ سے ہے۔ ایسے ہتھکنڈوں سے پوری طرح واقف ہوں۔“

”بات کچھ بہت عجیب سی ہو گئی ہے۔ اول تو آپ کا مجھ پر اس قدر اعتماد آپ نے مجھے یہاں طلب کر لیا بلکہ سچی بات یہ ہے میں تو اس وقت بھی حیران ہوا تھا جب آپ نے ٹرالر میں مجھ سے ملاقات کی تھی۔“

”اس کی وجہ ہے؟“

”وہ کیا؟“

”مجھے تمہارے بارے میں مکمل تفصیلات حاصل ہو چکی ہیں۔ کیا تمہارا تعلق بلیک چینل سے نہیں ہے۔ کیا تمہارا پورا نام دانش منصور نہیں ہے۔ کیا قاہرہ میں نعیمہ عاکف سے تمہاری ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ کیا نعیمہ عاکف ہی کے ذریعے تمہیں طفیل سٹشی تک پہنچنے کا موقع نہیں ملا ہے۔ کیا تم کوئن میکویا کے وفاداروں سے میں سے نہیں ہوں۔ بولو جواب دو اگر میری یہ تمام معلومات غلط ہیں تو پھر ساری باتیں ہی غلط ہیں۔“

میں ستائے کے عالم میں رہ گیا اور اسے دیکھتا رہا پھر میں نے ہنس کر کہا۔ ”جب آپ کو اتنی معلومات حاصل ہیں۔ صمد العمران صاحب تو پھر تو آپ کو یہ بھی معلوم ہو گا کہ میں کن کن مراحل سے گزر رہا ہوں۔“

”نہیں بہت زیادہ تفصیلات مجھے نہیں معلوم لیکن جتنی معلومات میں نے تمہارے بارے میں حاصل کی ہیں وہ یہی ہیں اگر اس سے آگے کی کوئی بات ہے تو براہ کرم مجھے بتاؤ۔“

”گویا آپ کوئن میکویا سے وائٹ ڈریگن کا سودا کرنے کے لیے ذہنی طور پر تیار تھے۔“

”تیار تھا، تم تیار ہونے کی بات کرتے ہوئے اگر طفیل سٹشی زندہ ہوتا تو یہ معاملہ اب تک طے بھی پا چکا ہوتا۔ تم سے مذاکرات کرنے سے پہلے ہی اسے موت نے آلیا ورنہ اب تک ہم وائٹ ڈریگن لے کر مصر سے نکل چکے ہوتے۔“

مجھے کچھ عجیب سا محسوس ہوا۔ کوئن میکویا نے اس سلسلے میں مجھ پر تمام ذمے داری ڈالی تھی لیکن اب مجھے یہ احساس ہو رہا تھا کہ جو کچھ وہ کر چکی ہے اس کے بعد میری حیثیت تو ایک دیلے کی رہ گئی ہے۔ یعنی مجھے صرف وائٹ ڈریگن لے کر مصر سے نکل آنا تھا لیکن میرے سوال کا جواب بھی میری اس سوچ ہی میں مل گیا۔ وائٹ ڈریگن لے کر نکل جانا بھی تو ایک مسئلہ تھا اور اس کے لیے کوئن میکویا نے مجھ جیسے آدمی پر بھروسہ کیا تھا۔ بہر حال یہ جگہ ان باتوں کے سوچنے کی نہیں تھی۔ میں نے صمد العمران سے کہا۔

”اب جبکہ آپ اس حد تک گفتگو کر چکے ہیں۔ مسٹر صمد العمران تو آگے کا مشورہ

بھی آپ ہی مجھے دیں گے وہ یہ کہ ہمیں کیا کرنا ہے؟“

صمد العمران کے چہرے پر گہرے غورو فکر کے آثار پھیل گئے۔ بہت دیر تک وہ خاموشی سے کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔

”اصل مسئلہ یہی تو ہے کہ ہم وائٹ ڈریگن کو مصر سے باہر نکال دیں۔ ہمارے مغربی حصے میں لیبیا ہے اور ہمارے پاس فی الحال اس کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں ہے کہ ہم لیبیا نکل جائیں۔ میرا مطلب ہے کہ تم وائٹ ڈریگن لے کر لیبیا چل پڑو لیکن لیبیا تک جانے کا معاملہ ہی اصل معاملہ ہے کیونکہ مصر کے ہر اس گوشے میں جہاں سے باہر نکلنے کے راستے موجود ہیں غیر ملکی ایجنٹوں کے گروہ کے گروہ موجود ہیں۔ میں تمہیں اس بات سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ اگر تم نے معمولی سطح پر اس کام کی تکمیل کے بارے میں سوچا ہے تو اس خیال کو ذہن سے نکال دو ہو سکتا ہے ابھی دوسرے ممالک کے ایجنٹ تمہاری جانب متوجہ نہ ہوئے ہوں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہم نہیں کہہ سکتے کہ کون کون سے ملک یہاں مصروف عمل ہیں۔“

میں سنسنی خیز نگاہوں سے صمد العمران کو دیکھنے لگا۔ دفعتاً ہی مجھے احساس ہوا تھا کہ اس بار جو مسئلہ درپیش ہے۔ وہ معمولی نوعیت کا نہیں ہے اور میں نہیں کہہ سکتا کہ میری تنہائی مجھے اس کام کی تکمیل میں مدد دے سکے گی یا نہیں۔ یقینی طور پر کون مکیو کو بھی اس بارے میں تفصیلات معلوم ہوں گی۔ اس نے بے شک مجھے پر بھروسہ کر لیا تھا لیکن کیا اسے اس بات کا علم نہیں تھا کہ مصر میں اتنی ساری قوتیں وائٹ ڈریگن کو حاصل کرنے کے لیے مصروف عمل ہیں۔ میرے ذہن میں کچھ سوالات پیدا ہوئے لیکن اس وقت اصل مسئلہ صمد العمران سے مناسب گفتگو کرنے کا تھا جو حیران کن طریقے سے میرے ساتھ تعاون پر آمادہ ہو گیا تھا۔ وہ میرے بولنے سے پہلے خود ہی مسکرا کر بولا۔

”کیا انوکھے واقعات ہیں۔ بعض اوقات کوئی چیز اتنی اہمیت کی حامل ہو جاتی ہے کہ ساری دنیا اس کے چکر میں پڑ جائے۔ میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میں ان مصیبتوں کا شکار ہو جاؤں گا لیکن اب یوں سمجھ لو کہ میرے ذہن میں بھی ایک جھنجھلاہٹ سوار ہو گئی ہے۔ میں نے سوچا کہ میں نے جب اپنی زندگی کا اتنا بیش قیمت حصہ ان مشکلات میں گزارا ہے تو پھر مجھے اس چیز سے فائدہ حاصل ہونا چاہیے۔ میرے دوست تم نے مجھ سے پوچھا ہے کہ اسے یہاں سے باہر نکالنے کا طریقہ کار کیا ہے تو میں یہی کہہ سکتا ہوں کہ یہ

فیصلہ تمہیں کرنا ہے۔ میرے لیے اگر یہ سب کچھ بہت آسان ہوتا تو شاید اب تک میں اسے سرانجام دے چکا ہوتا۔ میں تو اس طرح یہاں پھنس گیا ہوں کہ بتا نہیں سکتا۔ حکومت مصر کی نگاہوں میں الگ مجرم بن چکا ہوں اور اب حکومت مصر کو بھی میری اتنی ہی ضرورت ہے جتنی میرے دشمنوں کو اگر حالات اس قدر پریشان کن نہ ہوتے تو شاید میں خود ہی کوئی قدم اٹھا بیٹھتا۔ اتنے عرصے سے وائٹ ڈریگن کی حفاظت کر رہا ہوں تو باقی کام بھی کر سکتا تھا۔ سنو میں تمہیں آخری بار یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ذہنی طور پر میں وائٹ ڈریگن کے سلسلے میں کون مکیو کے حق میں فیصلہ دے چکا ہوں۔ یہ اس کی تحویل میں جانا چاہیے کیونکہ اس کے مقاصد سب سے بہتر ہیں اور وہ ان برے لوگوں میں ایک اچھی عورت ہے۔ مجھے اس پر مکمل اعتماد نہ ہوتا تو اب تک میں اس مصیبت سے جان چھڑا چکا ہوتا جس نے میری زندگی اجیرن کر رکھی ہے۔“

”تو گویا تمہارے خیال میں اب یہ وائٹ ڈریگن کون مکیو کی ملکیت ہے۔“ میں نے کہا۔

”سو فیصد۔ میں اسے تمہاری تحویل میں بھی دے سکتا ہوں اگر تم اس کے مکمل تحفظ کا وعدہ کر لو۔ کون مکیو کے نمائندے کی حیثیت سے تمہیں یہ ذمے داری قبول کرنا ہوگی کہ وائٹ ڈریگن اپنی تحویل میں آنے کے بعد تم ان کے ضائع ہونے کے ذمے دار ہو گے۔“

”لیکن اگر وہ ضائع ہو گیا تو تمہیں کیا حاصل ہوگا؟“

”کچھ نہیں کون مکیو کے بارے میں میری معلومات بہت وسیع ہیں۔ وہ پروتار عورت ہے۔“

”گڈ“ اچھا یہ بتاؤ کہ مصر سے نکل کر ہمیں کہاں جانا ہوگا؟“

”لیبیا جیسا کہ میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ لیبیا میں ہم خواہ طرابلس پہنچ جائیں یا بن غازی۔ اگر طرابلس پہنچتے ہیں تو وہاں سے ہمیں بن غازی تک کا سفر کرنا ہوگا کیونکہ وہاں میرا دوست حماد فرغی ہے اور وہ ہمیں مکمل تحفظ دے سکتا ہے۔ حماد فرغی میرے بہترین دوستوں میں سے ہے۔“

”کیا مصر کی سرحد عبور کر کے لیبیا میں داخل ہو جانا آسان ہوگا؟“

”ہرگز نہیں۔ اس کے لیے ہمیں بہت سے پیچیدہ طریقہ کار اختیار کرنے ہوں گے۔ بدوؤں کے ایک قبیلے کے سردار سے میری دوست ہے اگر ہم کس طرح ہرانہ پہنچ جائیں تو بدوؤں کا وہ سردار ہمیں بن غازی تک پہنچانے میں معاون ثابت ہو سکتا ہے۔“

”ہرانہ یہ جگہ میرے لیے نئی ہے۔“

”لیکن میرے لیے نہیں۔“

”وہاں تک کا ذریعہ سفر کیا ہو سکتا ہے؟“

”گاڑی، ہم وہاں گاڑی سے جا سکتے ہیں۔ یہ ایک چھوٹا سا قصبہ ہے بلکہ یہ سمجھ لو کہ ایک سرحدی قصبہ ہے۔“

میں پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔

بہت سی ایسی باتیں تھیں اس شخص کی جن پر دل نہیں ٹھک رہا تھا۔ لیکن مرتا کیا نہ کرتا میرے سامنے بے پناہ دشمن پڑے ہوئے تھے لیکن مددگار اور دوست کوئی نہیں تھا۔ وہ دونوں شیطان بھی میرے ہاتھ سے بچ رہے تھے جن کے بارے میں میرے دل میں اس قدر نفرت گھر کر گئی تھی کہ اگر مجھے موقع ملتا تو سب سے پہلے فاضل انعم اور رحمانہ ہی سے نمٹتا پھر اچانک ہی میرے ذہن میں بجلی سی کوند گئی۔ یہ خیال تھا کہ قیامت، اچانک ہی میرے ذہن میں آیا تھا اور اس طرح آیا تھا کہ میں خود بھی حیران رہ گیا۔ یوں لگا جیسے ایک روشنی سی ہو گئی ہو دماغ میں۔ میں نے بس ایک لمحے سوچا اور پھر صمد العمران سے کہا۔

”لیکن اس کی کیا ضمانت ہے صمد العمران کہ جس طرح تم نے کسی اور پر بھروسہ کیا لیا اسی طرح تم مجھ پر بھی بھروسہ نہ کرو۔“

”کیا چاہتے ہو؟“

”وائٹ ڈریگن کہاں ہے؟“ میں نے سوال کیا۔

”میرے پاس میری تحویل میں۔“

”میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں؟“

”وہ اب سے چند لمحات کے بعد تمہاری تحویل میں بھی دیا جاسکتا ہے تم صرف دیکھنے کی بات کر رہے ہو لیکن شرط وہی ہے کہ تم کھلے دل سے اس کے تحفظ کی ذمہ

داری قبول کر لو۔“

”ٹھیک ہے میں اس کے تحفظ کی ذمہ داری قبول کرتا ہوں۔“

”اور میرے تحفظ کی بھی تم کم از کم بن غازی تک مجھے اپنے ساتھ لیے جاؤ گے۔“

چاہے وائٹ ڈریگن اس وقت تمہاری تحویل میں ہو؟“

میں ایک لمحے سوچ میں ڈوب گیا پھر میں نے کہا۔

”ٹھیک ہے میں یہ ذمہ داری بھی قبول کرتا ہوں۔“

”ٹھیک ہے تمہیں حیرت ہونی چاہیے کہ میں نے تم پر مکمل بھروسہ کر لیا ہے آؤ

میرے ساتھ۔“

اور اس کے بعد وہ مجھے الظاہرہ ہی کے ایک پراسرار خانے میں لے گیا۔ بہترین جگہ بنی ہوئی تھی۔ یہاں دیوار میں ایک خفیہ خانہ موجود تھا اور اس خفیہ خانے میں کالے رنگ کا ایک چوبی بکس جسے کھولنے کے بعد اس نے دنیا کی وہ سب سے پراسرار چیز میرے سامنے کر دی جس کے لیے اس وقت اقوام عالم میں شدید ہنگامہ برپا تھا۔ سفید رنگ کی کسی انوکھی دھات سے بنا ہوا یہ سادی سی شکل کا چینی اشائل کا ڈریگن اپنے اندر ایسی خوبیاں رکھتا تھا کہ اس نے ایک عالم کو دیوانہ بنا دیا تھا۔ میں سنسنی خیز نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا پھر میں نے صمد العمران سے کہا۔

”اور یہ اصلی ہے؟“

”ہاں سو فیصد اصلی۔“ اس نے جواب دیا۔

”کیا مجھے اس کا یقین کر لینا چاہیے؟“

”تمہیں نہیں کوئن میکویا اس پر یقین رکھتی ہے اور اس کا جواب وہ میں ہوں۔“

”لیکن جس فارمولے سے اسے متعلق بتایا جاتا ہے وہ کہاں ہے؟“

”اس کے پیٹ میں۔ تم اس کا یہ ننھا سا باریک جوڑ دیکھ رہے ہو۔ یہ دو حصوں

میں کھل سکتا ہے لیکن اسے کھولنے کا ایک خاص طریقہ ہے۔“

”کیا تم مجھے اسے کھول کر نہیں دکھاؤ گے؟“

”نہیں، میرے صبر کا اس سے زیادہ امتحان نہ لو۔“

اس نے کہا اور وائٹ ڈریگن کو واپس صندوقچے میں رکھ دیا پھر وہ صندوقچہ اپنے

ہاتھوں میں لے کر بولا۔

”کیا میں اسے تمہاری تحویل میں دے دوں؟“

”اب تم نے جس طرح اس کے بارے میں کہا ہے اس کے بعد میرے پاس کہنے کے لیے کچھ نہیں ہے۔ حالانکہ میں اس شے کی اصل حقیقت سے ناواقف ہوں جو تم ایک ذمے داری کے ساتھ میری تحویل میں دے رہے ہو۔“

”اسے اسی شکل میں اپنی تحویل میں قبول کرلو۔ بعد کی ذمے داریاں میں قبول کرتا ہوں۔“

میں نے ہاتھ بڑھا کر صندوقچہ اس کے ہاتھ سے لے لیا اور مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں نے اپنے شانوں پر پہاڑ اٹھالیا ہو لیکن جو طریقہ اچانک ہی میرے ذہن میں آیا تھا اس نے اب بھی مجھے سنسنی کا شکار کر رکھا تھا۔ میں نے اس سے کہا۔

”الطاہرہ سے باہر نکلنے کا کوئی خفیہ راستہ ہے؟“

”ہے لیکن یہاں سے باہر نکل کر تم کہاں جاؤ گے میرے پاس ایک ہی خفیہ ٹھکانا تھا لیکن وہ بھی اب ان لوگوں کی نظروں میں آچکا ہے۔“

”ایٹ ڈیش ون کی بات کر رہے ہو؟“

”ہاں۔“

”نہیں وہ جگہ اب ہمارے لیے بہت خطرناک ہو گئی ہے۔“

”تو پھر ہم یہاں سے نکل کر کہاں جائیں گے؟“

”میرا خیال ہے میں تمہیں ایک محفوظ جگہ لے جاسکتا ہوں۔“ میں نے کہا۔

”ٹھیک ہے اگر خطرہ مول نہ لیا تو ساری زندگی چھپتے چھپتے ہی گزر جائے گی میں خود بھی اب اس زندگی سے تنگ آچکا ہوں۔“

”مگر میرے دوست ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔“

”وہ کیا؟“

”کیا اب تم دوبارہ کبھی مصر واپس نہیں آؤ گے؟“

”ہاں کبھی نہیں۔ میرا اپنا منصوبہ کچھ اور ہی ہے۔“

”کیا مصر سے تمہارا اتنا بھی تعلق نہیں ہے کہ تم دوبارہ یہاں آنے کے بارے میں

سوچو اور تمہاری یہ دولت عمارت الطاہرہ ان سب کا کیا ہوگا؟“

میرے ان الفاظ پر وہ مسکرایا اور بولا۔ ”اس کے لیے تمہیں فکر مند نہیں ہونا

چاہیے۔ یہ میرا بالکل ذاتی معاملہ ہے۔“

”میں نے ایسے ہی پوچھ لیا تھا۔“ میں نے کہا۔

پھر میں اسے اپنے ساتھ لے جانے کے لیے تیار ہو گیا۔ اس نے آخری بار مجھ سے

کہا۔

”تم نے مکمل طور پر یہ ذمے داری قبول کر کے وائٹ ڈریگن اپنے قبضے میں لے لیا

ہے۔ یہ اصل ہے اور یہی اس کی مکمل حیثیت ہے۔ تمہیں ہر قیمت پر اس کی حفاظت

کرنی ہے۔ باقی کوئن میکویا کو جواب دہی میں کرلوں گے۔“

”ٹھیک ہے میں بھی اس سے زیادہ نہیں چاہتا۔“ میں نے جواب دیا۔

”تو پھر آؤ۔“

اور یہ دیکھ کر میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ باہر جانے کا خفیہ راستہ اسی تہ خانے

میں موجود تھا۔ ہمیں ایک چھوٹی سی پکی سرنگ عبور کرنا پڑی اور اس کے بعد ہم الطاہرہ

سے باہر ایک ایسی جگہ نکل آئے۔ جہاں ایک کنواں جیسا بنا ہوا تھا لیکن اس میں باہر آنے

کے لیے سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں۔ بہت زیادہ گہرائی نہیں تھی اس کی سیڑھیاں عبور کر کے

رات کی تاریکی میں ہم ایسے مقام پر آکھڑے ہوئے جہاں سے کافی پیدل راستہ طے کرنے

کے بعد شہر کے کسی گوشے میں جانے کے لیے ٹیکسی وغیرہ مل سکتی تھی۔

پھر ایک ایسی ٹیکسی کو میں نے روک لیا جس سے کچھ لوگ نیچے اتر کر گئے تھے اور

ٹیکسی ڈرائیور نے دوبارہ اپنا میٹران کر دیا تھا۔ ہم دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گئے۔ ٹیکسی

ڈرائیور نے مستعدی سے میٹر کو آف کیا اور گاڑی اشارت کر کے آگے بڑھا دی۔ میں نے

اسے اس علاقے کا پتا بتا دیا تھا جہاں فاضل انعم اور رحمانہ رہتے تھے۔ صد العمران نے

سرگوشی میں مجھ سے اس جگہ کے بارے میں پوچھا تو میں نے اس سے کہا۔

”یہ میرا ذاتی معاملہ ہے اب تمہیں مجھ پر بھروسہ کرنا چاہیے۔“

وہ مسکرا کر خاموش ہو گیا اور پھر اس وقت تک نہیں بولا جب تک کہ ہماری

مطلوبہ جگہ نہیں آگئی۔ میں نے اپنے ذہن میں جو منصوبہ ترتیب دیا تھا وہ بلاشبہ بے مثال

”نہیں نہیں۔ آؤ کہاں چلے گئے تھے تم۔“ عورت نے خود پر قابو پا کر کہا۔ اس کی آواز کی لرزش بتاتی تھی کہ وہ سخت رہشت زدہ ہو گئی ہے پھر اندر سے فاضل انعم کی آواز سنائی دی۔

”ہمارا دوست ہمارا مہمان۔ رحمانہ نے کہا اور فاضل انعم بھی باہر نکل آیا تھا۔ مجھے دیکھ کر اس کے چہرے پر بھی ایک لمحے کے لیے مردنی چھا گئی تھی لیکن پھر اس نے دونوں ہاتھ پھیلا کر کہا۔

”آہ میری جان میری زندگی، کہاں غائب ہو گئے تھے تم۔ یہ چند لمحات کی دوستی کتنی پائیدار بن چکی ہے۔ میں تمہیں کیا بتاؤں ہم دونوں نے تمہیں کتنا مس کیا۔ آہ یہ کون ہیں؟“

”خوش آمدید۔ خوش آمدید آؤ اندر آؤ۔ آخر کہاں چلے گئے تھے تم، اگر اتنے وقفے کے لیے گئے تھے تو کیا ہانا ضروری نہیں تھا؟“

”کیوں نہیں کیوں نہیں۔ میں معذرت خواہ ہوں۔ محترم فاضل انعم براہ کرم ذرا

فاضل انعم ایک دم پیچھے ہٹ گیا تھا۔ اب اس کے چہرے پر کسی قدر کرخنگی کے آثار نمودار ہونے لگے تھے۔ ”کیا کہنا چاہتے ہو تم گویا تم مجھ پر کوئی الزام عائد کرنے کے خواہشمند ہو۔ کیا یہ صلہ ہوتا ہے دوستی اور محبت کا۔ اس طرح دوستی اور محبت کا بدلہ دیا جاتا ہے۔“

ہو گا۔ کیا تم مجھ سے یہ کہلوانا چاہتے ہو کہ ہاں میں نے ایسا کیا تھا؟“

”نہیں میں تم سے یہ نہیں کہلوانا چاہتا میں سب سے پہلے تم سے جو سوال کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ کیا تمہارے پاس کوئی ایسا ذریعہ ہے کہ تم چائے کافی یا قہوے میں بے ہوشی کی کوئی دوا ملا کر میرے حوالے کر دو۔“

فاضل انعم چکرائی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ چند لمحات مجھے دیکھتا رہا پھر بولا۔

”گو کیا تم بے ہوش ہونا چاہتے ہو؟“

دو ٹکڑے کیوں؟

”یہی تو دلچسپ بات ہے میری جان فاضل انعم اور اگر تم نے یہ کام کر لیا تو یوں

سمجھ لو تمہارے وہ آقا تم سے بہت خوش ہوں گے۔"

”معم۔۔۔۔۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔“

”میں خود بے ہوش نہیں ہونا چاہتا بلکہ میں جس شخصیت کو لے کر آیا ہوں اس کا بے ہوش ہو جانا از حد ضروری ہے اور اگر تم اس موقع سے فائدہ نہیں اٹھاؤ گے تو میں سمجھتا ہوں تم سے زیادہ احمق انسان اس روئے زمین پر دوسرا نہیں ہوگا۔“

”کو اس کیے جاؤ۔ کیے جاؤ میں تمہاری کوئی بات نہیں سن رہا ہوں نہ اس پر غور کر رہا ہوں۔“

”تو پھر ٹھیک ہے۔ میرا یہاں آنا میرے لیے بیکار ہی ہوا۔ کم از کم تمہیں میرے ان الفاظ سے یہ اندازہ تو ہو گیا ہے کہ میں تمہاری اصلیت سے واقف ہو چکا ہوں۔ اس کے باوجود میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچانا چاہتا۔ ایک بار پھر میں یہی کہوں گا کہ تم نادانستگی میں میرے لیے کار آمد شخصیت بن گئے ہو کیونکہ جن لوگوں سے تمہارا تعلق ہے میں خود بھی انہی لوگوں سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں لیکن اس شخص کے ہوش و حواس کے عالم میں نہیں۔“

فاضل انعم ایک لمحے کے لیے سوچتا رہا پھر اس نے کہا۔ ”اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ کسی قسم کی چالاکی کر جاؤ گے تو اطمینان رکھو ایسا نہیں کر پاؤ گے۔“

”اس کے بعد تمہیں گالیاں دینا شروع کروں گا جو کچھ میں کہہ رہا ہوں بتاؤ کر سکتے ہو یا نہیں۔“

”ہاں میں قبوے میں خواب آور دوا ملا سکتا ہوں۔“

”تو بس پھر تھوڑی دیر کے بعد ہمارے لیے خوش اخلاقی سے قبوہ لے کر آؤ باقی بات بھی بتا دوں گا لیکن جس قبوے میں خواب آور دوا ہو وہ اس شخص کو دیا جانا ہے میں اسے نہیں پیوں گا۔“

”ٹھیک ہے نہ جانے تم کیا کرنا چاہتے ہو؟“

”میں جو کچھ کرنا چاہتا ہوں اس پر تمہیں خوشی ہی ہوگی۔“

”جاؤ اپنی جگہ بیٹھو۔ تھوڑی دیر کے بعد رحمانہ ہمارے لیے قبوہ لائے گی۔“ فاضل انعم نے کہا۔ میں واپس صمد العمران کے پاس آ بیٹھا۔ وہ کچھ نڈھال سا نظر آ رہا تھا۔ رحمانہ کسی کام سے چلی گئی تھی۔ میں نے اس سے کہا۔

”کیا تم کسی قسم کی کمزوری محسوس کر رہے ہو صمد العمران؟“

”میرا نام کچھ اور منتخب کر لو کیوں میری زندگی خطرے میں ڈال رہے ہو۔ ویسے یہ لوگ کون ہیں؟“

”مصر کے دو ساوہ لوح انسان۔ ایک بوڑھا جوڑا جو ایک دوسرے کو بہت زیادہ چاہتا ہے۔ میں ان کا مہمان رہ چکا ہوں۔“

”اگر ممکن ہو تو میرے لیے چائے یا قہوہ منگواؤ۔ میں درحقیقت اس وقت اپنے آپ کو بہت زیادہ بری کیفیت کا شکار پارہا ہوں۔“

”ابھی ایک منٹ۔“ میں نے کہا اور زور سے فاضل انعم کو آواز دی۔ فاضل انعم آگیا۔ ”اگر میرے معزز دوست کے لیے قہوہ یا چائے تیار ہو سکے تو ہم آپ کا شکریہ ادا کریں گے جناب۔“

”رحمانہ قہوہ تیار کر رہی ہے اور یقیناً قہوہ تمہارے دوست کو پسند آئے گا۔“ فاضل انعم نے سپاٹ نگاہوں سے ہمیں دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے کے نقوش پھرائے ہوئے تھے۔

”اور کوئی خاص بات؟“

”نہیں سب ٹھیک ہے۔“ میں نے کہا اور فاضل انعم چلا گیا۔

ہمیں کوئی پانچ یا سات منٹ انتظار کرنا پڑا اور اس کے بعد رحمانہ قبوے کے برتن سجائے ہوئے آگئی لیکن میں نے صاف محسوس کیا تھا کہ اس کے ہاتھوں میں لرزش ہے۔ اس نے اپنے ہاتھوں سے قبوے کا ایک پیالہ بنایا اور احترام کے ساتھ صمد العمران کو پیش کر دیا۔ دوسرا پیالہ بنا کر اس نے میرے ہاتھ میں دے دیا تھا لیکن ساتھ ہی مجھے تیز نگاہوں سے گھورا بھی تھا۔ مقصد یہ تھا کہ یہ قبوہ میں نہ استعمال کروں اور میں خوب جانتا تھا کہ مجھے ایسا نہیں کرنا۔ صمد العمران البتہ گرم قبوے کے بڑے بڑے گھونٹ لینے لگا تھا۔ اس نے تعریفی لہجے میں کہا۔

”واقعی یہ لذیذ ہے اور فرحت بخش بھی۔“ لیکن زیادہ فرحت بخش وہ اس وقت ثابت ہوا جب پورا پیالہ پینے سے پہلے ہی صمد العمران ڈھیر ہو گیا۔ اس کے ہاتھوں سے قبوے کا پیالہ گر چکا تھا جبکہ میں نے ابھی اپنے پیالے کو ہونٹوں تک بھی لے جانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ میں نے صمد العمران کو دیکھا اور پھر آہستہ آہستہ اسے وہیں لٹا دیا۔

اس کے بعد میں نے رحمانہ کو گھورتے ہوئے کہا۔
”کہیں اس میں کوئی زہر قاتل تو نہیں تھا؟“

”نہیں صرف خواب آور دوا۔“ اس نے لرزتی ہوئی آواز میں جواب دیا اور میں مسکرائے لگا۔ بہر طور ان دونوں کی عمر جو کچھ بھی ہو لیکن نہایت شاطر لوگ تھے۔ تب میں نے رحمانہ سے پوچھا۔

”اور جناب فاضل انعم کہاں ہیں؟“
”وہ..... وہ ان لوگوں سے رابطہ کر رہے ہیں جن کے لیے تم نے کہا ہے۔“
رحمانہ نے جواب دیا اور نگاہیں جھکا لیں۔ میرے ہونٹوں پر مدہم مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

==☆☆☆☆==

فاضل انعم اور رحمانہ کے بارے میں ابھی تک کوئی صحیح اندازہ نہیں لگا سکا تھا۔ ویسے مقامی لوگ ہی تھے۔ میرے پیچھے کس طرح لگے اس کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔ میں نے تکا لگایا جو کامیاب رہا تھا۔ گو دونوں بڑی مشکل سے قابو میں آئے لیکن آگئے تھے۔

اصل میں شبہ اس وقت ہوا تھا۔ جب جھیل ماہ نور پر وہ لوگ مجھ سے پہلے پہنچ گئے تھے جو نامعلوم تھے۔ 1-8 کا مسئلہ میں نے فاضل انعم ہی سے ڈسکس کیا تھا اور فوراً ہی کام ہو گیا تھا بہر حال یہ سچی بات ہے کہ ان دونوں نے مجھے حیران کر دیا تھا۔ تاہم پتا نہیں کہ کیا سلسلہ ہے۔ اس میں دماغ کھپانے سے کچھ حاصل نہیں تھا۔ فاضل انعم کچھ ہی دیر کے بعد واپس آگیا اس کے چہرے پر اب بھی عجیب سے تاثرات تھے۔ اس نے بغور صمد العمران کو دیکھا اور تھوک نکل کر بولا۔

”یہ بے ہوش ہو گیا؟“

”ہاں۔“

”لہل لیکن کیا تم جو کچھ کہہ رہے ہو وہ درست ہے؟“ میرا مطلب ہے یہ شخص کون ہے؟“

”میں نے تو اس بارے میں تم سے کچھ بھی نہیں کہا۔“

”دیکھو بہت زیادہ چالاگ بننے کی کوشش مت کرو میں نے تمہاری خواہش پر عمل کیا ہے اب تم بھی کم از کم مجھے مطمئن کر دو ورنہ تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ میری زندگی

ہوئے تھے ان میں جو شخص سب سے آگے آیا تھا وہ ایک دبلے پتلے اور سب سے زیادہ لمبے قد کا مالک تھا چہرے پر جھریاں پڑی ہوئی تھیں۔ آنکھوں کے گرد گہرے حلقے تھے۔ ہونٹ پھٹے پھٹے سے نظر آتے تھے۔ اس کی آنکھیں ایسی ہی محسوس ہوتی تھیں جیسے کہیں دیرانوں میں چراغ جل رہے ہوں۔ اس نے مجھے دیکھا اور پھر عبدالعمران اور اس کے بعد وہ اپنے پھٹے پھٹے ہونٹوں پر زبان پھیرتا ہوا بولا۔

”ہیلو میں تمہیں کس نام سے مخاطب کروں دوست؟ بہتر ہے کہ اپنا اصل نام

بتا دو؟“

”دانش منصور۔ میں نے جواب دیا اور اس نے میرے نام کا تلفظ بالکل اہل زبان

ہی کی طرح ادا کیا۔“

”تعلق کہاں سے ہے؟“

”اس کے بعد تم میرا شجرہ نسب بھی پوچھو گے مسٹر ولیم جیکال۔“ میں نے کہا اور

ولیم جیکال نے چونک کر بوڑھے فاضل انعم کی جانب دیکھا۔ فاضل انعم جلدی سے بولا۔

”نو سر۔ نو سر۔ میں ہر طرح سے آپ کو یہ اطمینان دلانے کے لیے تیار ہوں کہ

آپ کا یہ نام میری زبان سے بالکل نہیں نکلا، بلکہ یہ شخص بڑے اعتماد سے مجھ سے پوچھ

چکا ہے کہ میں ولیم جیکال کا آلہ کار کیسے بنا؟“

”ہوں، ٹھیک۔ ظاہر ہے یہ بھی ہمارے بارے میں بڑی محنت سے معلومات حاصل

کرتا رہا ہو گا مگر مسٹر دانش منصور ان ساری باتوں سے پہلے آپ مجھے یہ بتائیے کہ آپ نے

یہ کیا کھیل کھیلا؟ یہ شخص واقعی عبدالعمران ہے یا آپ کسی کے چہرے پر اس کا میک

اپ کر کے اسے یہاں لے آئے ہیں مجھے جال میں پھانسنے کے لیے؟“

میں نے تعریفی انداز میں ولیم جیکال کو دیکھا اور کہا۔

”واقعی خوبصورت آئیڈیا ہے اور اگر مجھے تم سے رابطہ نہ قائم کرنا ہوتا تو تم تک

پہنچنے کا ایک بہترین ذریعہ یہی ہو سکتا تھا، لیکن کوئی بات نہیں ہے اب اس وقت صورت

حال بالکل مختلف ہے۔“

”گویا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ یہ شخص اصلی عبدالعمران ہے اچھا یہ بتاؤ کیا یہ جھیل

ماہ نور پر موجود تھا؟“

خطرے میں پڑ جائے گی۔“

”محترم بزرگ آپ کی زندگی آسانی سے خطرے میں نہیں پڑ سکتی کیونکہ آپ جتنے

چالاک آدمی ہیں۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا لیکن ایک سوال میرے دل میں ضرور ہے۔

آخر آپ ولیم جیکال کے چکر میں کیسے پھنس گئے؟“

ایک بار پھر فاضل انعم بری طرح اچھل پڑا۔ اس نے خوفزدہ نگاہوں سے ادھر ادھر

دیکھتے ہوئے کہا۔

”خدا کے لیے۔ آہستہ بولو۔ تم تو شیطان کا دماغ رکھتے ہو۔ آخر تمہیں ولیم جیکال

کے بارے میں کیسے معلوم ہو گیا؟“

”اگلے مجھ سے سوالات کیے جارہے ہو حالانکہ مجھ سے زیادہ خطرناک تم ہو، کیونکہ

تم نے اس جگہ سے میرا تعاقب کیا تھا۔ جہاں سے میں اپنے کسی تعاقب کرنے والے کے

بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔“ رحمانہ نے کہا۔

”تم کیوں فضول باتیں کیے جارہے ہو۔ جو کچھ تم کر رہے ہو اس کے نتائج سے آگاہ

ہو؟“

میں نے گہری سانس لے کر رحمانہ کو دیکھا اور کہا۔ ”بہر حال آپ لوگوں کو شاید

میں طویل عرصے تک فراموش نہ کر سکوں آپ نے بلاشبہ مجھ پر ایسا تاثر چھوڑا کہ میں

آپ کی عزت کرنے لگا تھا۔“

”ہوں ہمیں کسی کی عزت افزائی کی ضرورت نہیں دنیا میں سب اپنے اپنے لیے

جیتے ہیں اگر ہم بھوکے مر رہے ہوتے تو کوئی ہمیں روٹی کا ایک ٹکڑا اس طرح بھی نہ ڈالتا

جیسے کتے کو ڈال دیا جاتا ہے۔ اب اس عمر میں اگر کسی کا آلہ کار نہ بنیں گے تو کیا کریں

گے؟“

”دیری گڈ تو آپ نے اس عمر میں آکر یہ کاروبار شروع کیا ہے؟“

”خاموش ہو جاؤ۔ شاید وہ لوگ آگئے ہیں۔“ میں خاموش ہو گیا۔ اندر آنے والے

پانچ افراد تھے۔ تنومند اور توانا۔ میں ان کے چہروں سے ان کی قومیت کا اندازہ لگا رہا تھا۔

بہر حال سینٹ لوسیا کبھی نہیں گیا تھا۔ کاسٹریز کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا لیکن عام

یورپین سے مختلف خدوخال رکھنے والے یہ لوگ ایک ہی نگاہ میں کافی خطرناک معلوم

”اور اس کا راستہ ٹرالر کے اندر ہی تھا۔ نیچے سے وہ مٹی کے درمیان نہیں چھپا ہوا تھا بلکہ ایک باقاعدہ گڑھا بنا رکھا تھا اس نے اپنے پوشیدہ رہنے کے لیے۔“ او مائی گاڈ! واقعی اگر تم سچ کہہ رہے ہو تو بڑی دلچسپ غلطی ہوئی تھی مجھ سے لیکن کسی عام آدمی کی توجہ اس طرف نہیں جاسکتی۔ خیر ہم کس بحث میں پڑ گئے۔ دیکھو مجھے علم ہوا ہے کہ تم نے خود ہی مجھ سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی ہے اور فاضل انعم سے کہا ہے کہ ان لوگوں کو بلاؤ جو عہد العمران میں دلچسپی لے رہے ہیں۔“

”ہاں میں نے خود ہی کہا ہے۔“

”تو پھر اگر اس کے چہرے پر میک اپ نہیں ہے اور تم نے مجھے پھانسنے کے لیے کوئی بھال ڈالا ہے تو میں تمہیں یہ بتا دوں کہ تم قطعی طور پر اس میں ناکام رہو گے۔ باہر میرے اتنے افراد پھیلے ہوئے ہیں کہ اگر تم مصری پولیس کو بھی یہاں طلب کر لو۔ تب بھی مجھے گرفتار نہیں کر سکو گے بلکہ وہ بے شمار لاشیں چھوڑ کر پسپا ہونے پر مجبور ہو جائیں گے۔“

”ایسی کوئی بات نہیں ہے جیکال اگر تمہیں میرے بارے میں کچھ اندازہ ہے تو یہ بات بھی تمہارے علم میں ہوگی کہ میں تنہا کام کرنے کا عادی ہوں۔“

”گویا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تم نے پورے خلوص دل کے ساتھ مجھے یہاں بلایا ہے؟“

”ہاں۔“

”لیکن کیوں؟“

”کیا یہ تمام باتیں اتنی آسانی سے ہو سکتی ہیں اگر تم یہ کہتے ہو کہ باہر تمہارے اتنے افراد موجود ہیں اور پوری طرح مستعد ہی تو مجھ تنہا آدم سے تمہیں کیا خطرہ ہو سکتا ہے؟“

”نہیں کوئی خطرہ نہیں ہو سکتا لیکن اس بے ہوش آدمی کے لیے کیا کیا جائے؟“

”ٹھیک ہے۔“ ولیم جیکال کسی حد تک مطمئن ہو گیا۔

فاضل انعم نے فوراً ہی اس کے لیے ایک کرسی لا کر ڈال دی اور وہ کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔ میں بھی اس کے سامنے ہی کرسی پر بیٹھ گیا لیکن بقیہ لوگ مستعدی سے کھڑے رہے۔ رحمانہ اور فاضل انعم بھی ایک گوشے میں سمٹ گئے تھے اب وہ کسی قدر مطمئن نظر

”بالکل تھا۔“

”کیا ٹرالر نمبر 1-8 میں؟“

”ہاں جس کی تم اچھی طرح تلاشی لے آئے تھے۔ اصل میں یہ اعتراف کرنے میں مجھے کوئی دقت محسوس نہیں ہوتی کہ فاضل انعم کے ہاتھوں میں بے وقوف بن گیا تھا اور بد قسمتی سے میں اس سے 1-8 کے بارے میں پوچھ بیٹھا تھا۔ ظاہر ہے تم نے اسے میرے پیچھے لگایا تھا یہ فوراً ہی اس کی اطلاع نہ دیتا تو کیا کرتا۔ بعد میں مجھے شبہ ہو گیا کہ جو لوگ مجھ سے پہلے ٹرالر تک جا پہنچے ان کی نشاندہی فاضل انعم نے ہی کی ہے۔ اب میں یہ نہیں سمجھ سکا کہ وہ لوگ کون تھے۔“

”لیکن تم نے اسے کہاں پایا؟“

”اس ٹرالر میں۔“

”نیا بکتے ہو؟“

”ہاں جیکال ہو سکتا ہے تم نے اپنی زندگی میں بہت سے سنسنی خیز معرکے سر کیے ہوں لیکن بعض اوقات ایک معمولی سا آدمی اپنی ذہانت کا ایسا کارنامہ دکھا جاتا ہے کہ انسان سوچتا ہی رہ جائے۔“

”یہ ٹرالر میں نہیں تھا؟“

”یہ ٹرالر میں ہی تھا۔“

”کہاں؟“

”یہ ٹرالر کے نچلے حصے میں تھا۔“

”مگر اس میں تو ٹائر لگے ہوئے ہیں۔“

”ٹائروں کے درمیان مٹی کے انبار بھی ہیں اور تم نے ان پر غور نہیں کیا۔“ ولیم جیکال نے اپنے ساتھیوں کی جانب دیکھا تو ان میں سے ایک نے کہا۔

”یہ بات کافی حد تک درست ہے سر۔ ٹرالر کی سطح تک مٹی کے انبار لگے ہوئے تھے۔“

”تمہارے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اس نے ٹرالر کے نیچے چھپنے کی جگہ بنائی ہوئی تھی؟“

آ رہے تھے۔ غالباً ولیم جیکال کے اطمینان پر انہیں بھی اطمینان نصیب ہوا تھا۔ ولیم جیکال نے کہا۔

”بس باتوں سے پہلے ہمارے درمیان تعارف کی رسم پوری ہو جائے؟“

”ضرور۔“

”کیا تم یہ بتانا پسند کرو گے کہ تم وائٹ ڈریگن کے چکر میں کب سے پڑے ہو؟“

”وائٹ ڈریگن اب ایک ایسا پوشیدہ نام نہیں رہا ہے جس کے بارے میں کسی کے منہ سے سن کر حیرت ہو، ضرورت مند لوگ اس کی جانب متوجہ ہو چکے ہیں اور تم خود بھی جانتے ہو کہ اس وقت دنیا کے بے شمار ممالک وائٹ ڈریگن کے چکر میں ہیں۔“

”بالکل ٹھیک کہتے ہو تمہارا تعلق کون سے ملک سے ہے؟“

”میں اپنی ذات کے لیے کام کر رہا ہوں۔ کسی ملک سے میرا تعلق نہیں ہے۔ جب ملکوں سے سیکرٹ ایجنٹوں کو روانہ کیا جاتا ہے تو ان کے ساتھ ایک پوری ٹیم ہوتی ہے۔“

”تمہیں وائٹ ڈریگن کے بارے میں کہاں سے معلومات حاصل ہو گئیں؟“

”اس بارے میں مجھ سے کوئی سوال نہ کرو تو بہتر ہے۔“

”ٹھیک ہے جب ہمارے درمیان دوستانہ فضا میں گفتگو کا آغاز ہوا ہے تو کم از کم اس وقت تک یہ دوستانہ فضا برقرار رہے گی جب تک کہ ہم ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کے لیے مجبور نہ ہو جائیں؟“

”بالکل۔ میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ ہم صرف ضروری سوال و جواب کریں۔ غیر

ضروری باتوں سے گریز کیا جائے۔“

”ٹھیک ہے، گویا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ اگر وائٹ ڈریگن تمہیں حاصل ہو جاتا تو تم اسے کسی ملک کے ہاتھوں فروخت کر دیتے۔“

”سو فیصد۔ کیا تمہارا بھی یہی منصوبہ نہیں ہے۔“

”بالکل ہے۔ میں اس سے احتراز نہیں کروں گا، لیکن یہ بات مجھے ہضم نہیں ہو

رہی کہ تم صرف معلومات حاصل کر کے یہاں تک پہنچ گئے ہو؟“

”طفیل سٹشی کے ذریعے سے میرا تعلق صد العمران سے ہوا تھا۔ جس سے میرے

ذاتی روابط تھے۔ طفیل سٹشی کا تعلق ایک اور عورت سے تھا جو کوئین میکویا کے نام سے

جانی جاتی ہے۔“

ولیم جیکال کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی پھر اس نے کہا۔

”اب تم نے اصل نام لیا؟“

”کوئین میکویا کا نام اگر تمہارے لیے اصل ہے تو میں نے اصل نام لیا ہے۔ مجھے کوئین میکویا کے بارے میں بھی معلومات حاصل ہو گئی تھیں یہ میرا اور طفیل سٹشی کا منصوبہ تھا کہ بظاہر میں کوئین میکویا کے لیے کام کروں لیکن اگر وائٹ ڈریگن ہمارے ہاتھ آجائے تو ہم فوراً یہاں سے نکل جائیں اور دنیا کے کسی بھی ملک میں جا کر اس کے بارے میں سودے بازی کریں۔“

”اوہو یہاں صورت حال تبدیل ہو گئی۔ ورنہ میں تمہیں کوئین میکویا ہی کا آدمی سمجھتا تھا۔“

”پہلی بات تو یہ کہ کوئین میکویا سے میری براہ راست کوئی ملاقات نہیں ہوئی۔ یہ شخصیت ابھی تک میری نگاہوں سے پوشیدہ ہے۔“

”تمہاری ہی نگاہوں سے نہیں۔ وہ ہم سب کی نگاہوں سے پوشیدہ ہے۔ وہ صرف ایک نام ہے، ہو سکتا ہے کسی نے ایک نام تراشا ہو اور اس کے تحت اپنا کام چلا رہا ہو۔“

”شاید۔“

”یہاں تک تو صورت حال میرے علم میں آگئی۔ اس کے بعد تم اہرام میں گئے؟“

”ہاں۔ اہرام مبرا میں طفیل سٹشی نے مجھ سے ملنے کا وعدہ کیا تھا لیکن کیا تم اس بات سے انکار کرو گے کہ طفیل سٹشی تمہارے ہاتھوں مارا گیا؟“

”نہیں، میں انکار نہیں کروں گا لیکن تمہیں اس کا یقین کیسے ہوا؟“

”اس لیے کہ وہاں میری ملاقات کچھ اور لوگوں سے بھی ہوئی تھی۔ ان میں سے

ایک کا نام گارین اور ایک عورت۔ ستارا اس کے ساتھ ساتھ ہی ایک اور مرد بھی تھا وہ

لوگ مجھے وہاں ملے اور انہوں نے مجھے گرفتار کرنے کی کوشش کی لیکن وہ اس بات سے

انحراف کرتے تھے کہ طفیل سٹشی کو انہوں نے قتل کیا ہے؟“

”ٹھیک کہتے تھے وہ۔ اور ان لوگوں سے بھی میں واقف ہوں۔ یہ براہ راست ایک

ملک سے تعلق رکھتے ہیں۔“

”رکھتے ہیں نہیں رکھتے تھے۔ ایک آدمی تو وہیں میرے ہاتھوں سے مارا گیا۔ گارین کو میں پورٹ سعید میں قتل کر چکا ہوں۔“

”اوہ کیا تم سچ کہہ رہے ہو۔“ ولیم جیکال نے چونک کر کہا۔

”ہاں ولیم جیکال۔“

”تو اس کا مطلب ہے کہ تم کام کے آدمی ہو۔“

ہاں میں کام کا آدمی ہوں۔“

”اور استارا کا کیا ہوا؟“

”استارا میرے ہاتھوں شدید زخمی ہو گئی تھی اور یہ نہیں کہہ سکتا میں کہ وہ زندہ ہے یا مر گئی۔“

”اس کے نشانات کچھ عرصے سے معدوم ہو گئے ہیں کیا تم نے اس کے بارے میں

معلوم نہیں کیا۔ کیا تم اس کے بارے میں مجھے کچھ تفصیل بتاؤ گے؟“

”مختصراً ہوٹل میں اس نے مجھ پر حملہ کیا اور میں نے اسے شدید زخمی کر دیا تھا۔“

”ولیم جیکال نے چونک کر اپنی ساتھیوں کی جانب دیکھا اور اس کے ایک ساتھی نے

آنکھیں بند کر کے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔“

”میرا خیال ہے یہ ٹھیک کہہ رہا ہے۔“

”کیا تم لوگوں کو علم ہے کہ استارا مر گئی یا زندہ ہے؟“

”نہیں پولیس نے اسے اپنی تحویل میں لے لیا تھا اور اس کے بعد ہمیں اس کے

بارے میں کچھ نہیں معلوم ہو سکا۔“

”خیر۔ اچھا دوست اب آگے کی کہانی شروع کرو۔“ ولیم جیکال کا انداز بالکل ہی نرم

ہو گیا تھا پھر وہ خاص طور سے میری طرف دیکھ کر بولا۔

”اگر تم برا نہ محسوس کرو تو پہلے میں اس شخص کے چہرے کا جائزہ لے لوں۔“

”تم اپنے اطمینان کے لیے وہ سب کچھ کر سکتے ہو۔ جس سے تم مطمئن ہو۔“ میں

نے کہا۔

اور اس نے جیب سے ایک عجیب سا آلہ نکال لیا۔ یہ آلہ غالباً کسی میٹری سے

مسلک تھا۔ میں اسے دیکھنے لگا۔ اس نے آلے کا ایک ٹن دبا کر آن کیا اور پھر اسے العمران کے چہرے پر جھکا۔ میں نے غور کیا کہ اس کی اس مصروفیت کے دوران اس کے آدمی اس کی جانب نہیں بلکہ میری طرف متوجہ تھے تاکہ اگر میں کوئی حرکت کردوں تو وہ فوراً ہی اس کا نوٹس لیں۔ ولیم جیکال نے اس آلے کو صمد العمران کے چہرے پر چاروں طرف گھمایا اور اس کے بعد اس کا چہرہ ٹٹل ٹٹل کر دیکھنے لگا۔ اس نے مطمئن ہو کر اس کا سوئچ آف کر دیا اور میری جانب دیکھ کر مسکراتا ہوا بولا۔

”تم نے بلاشبہ ایک بیش بہا کارنامہ سرانجام دیا ہے یہ صمد العمران ہی ہے اس کی

تلاش کے لیے ہم نے جو کارروائیاں کی تھیں وہ ہمیں اتنی مہنگی پڑی ہیں کہ ہم بیان نہیں

کر سکتے، لیکن میری جان یہ تو بتاؤ اس کے پاس جو وائٹ ڈریگن تھا وہ کہاں ہے؟“

”وائٹ ڈریگن بھی میرے علم میں ہے اور یوں سمجھ لو ہمارے ہاتھ اس تک پہنچنے

سے معذور نہیں ہیں۔“

”گویا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ.....“

”ہاں میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ شخص طفیل شمش کی وجہ سے مجھ سے متاثر تھا

اور طفیل شمش ہی کے ذریعے مجھے اس کی یہاں موجودگی کا علم ہوا۔“

”وہ کیسے۔ اس کبخت نے وہاں تو زبان نہیں کھولی تھی حالانکہ ہم نے اسے اتنی

شدید اذیتیں دیں کہ کوئی انسان ان اذیتوں کو برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ جنون میں آکر میں

نے اسے قتل کر دیا۔ لیکن وہ ہمیں کچھ بتانے پر راضی نہ ہوا تم کہتے ہو کہ تمہیں اس سے

معلومات حاصل ہوئیں کیا تمہاری ملاقات اہرام میرا سے پہلے بھی ہو چکی تھی۔“

”ہرگز نہیں۔ اس نے اہرام میرا ہی میں مجھے صمد العمران کے بارے میں بتایا۔“

”جھوٹ بول رہے ہو۔ بالکل ایسی بات کہہ رہے ہو جس پر یقین بھی نہیں کیا

جاسکتا۔“

”لیکن یہ سچ ہے۔“

”آخر کیسے؟ ہم اس کی موت کا یقین کرنے کے بعد ہی اہرام میرا سے باہر نکلے

تھے۔“

”لیکن یہ تمہاری حماقت تھی۔ اس نے تمہارے نکلنے کے بعد دم توڑا تھا۔“

”یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو؟“

”اس کی مٹھی میں ایک رومال بندھا ہوا تھا جس پر کوئی تحریر تھی، لیکن خون آلود رومال کی باقی تحریر مٹ چکی تھی بس پورٹ سعید کا حوالہ تھا اور ایٹ ویش دن کا۔“

”اوہ میرے خدا اس کا مطلب ہے کہ وہ مرتے مرتے بھی ہماری نشاندہی کر گیا تھا۔“

”ہاں اور اس کے بعد میں نے پورٹ سعید ہی کا رخ کیا۔“

”بات سمجھ میں آگئی۔ یقیناً ایسا ہی ہوا ہو گا۔ وہ زندہ تو نہیں بچ سکتا تھا اور پھر بعد میں ہم نے اس کی تصدیق بھی کر لی تھی۔“

”توضہ العمران کا معاملہ یوں طے ہوا۔ میں نے صد العمران سے مل کر یہ معلومات حاصل کیں کہ وائٹ ڈریگن کہاں ہے تو اس نے مجھے وائٹ ڈریگن کے بارے میں نوجو کہانی سنائی وہ میرے اپنے حساب سے بالکل سچی ہے، لیکن اس کے لیے ہمیں کسی قدر مایوسی کا سامنا بھی کرنا پڑا ہے۔“

”وہ کیسے.....؟“

”وائٹ ڈریگن مصر میں ہے ہی نہیں.....“

”دیکھو پڑی پر چلتے چلتے اچانک اس سے اتنا مناسب نہیں ہے۔“

”میں جو کچھ کہہ رہا ہوں تم اسے اب تک تسلیم کرتے رہے ہو۔ میں اب جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ بالکل سچ ہے۔ وائٹ ڈریگن مصر میں نہیں ہے۔ بلکہ لیبیا کے شہر بن غازی میں ہے، کیا سمجھ؟“ وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا پھر اس نے کہا۔

”وہاں وہ کہاں پوشیدہ ہے؟“

”میرا خیال ہے اب تم مجھے احسن سمجھ رہے ہو، تمہارے ہاتھوں اگر مارا گیا تو اس کے بعد زندگی بھر کف افسوس ہی ملتے رہو گے کیونکہ وائٹ ڈریگن بہت قیمتی چیز ہے۔“

”ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے اتنی قیمتی چیز ہے وہ کہ تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔“

”جیکال کیوں نہ ہم دونوں مل کر وائٹ ڈریگن کا سودا کریں اور تم اس کے پانچ حصے کر لو، تین حصے تمہارے، دو حصے ہم دونوں میں تقسیم کر دینا یہ شخص بھی بہر حال اس کا

مستحق ہے کیونکہ اس نے اس کے لیے کافی محنت کی ہے۔“

”تمہارا مطلب ہے تم ہم سے تعاون کرنا چاہتے ہو؟“

”ہاں میں تم سے تعاون کرنا چاہتا ہوں اسی لیے یہ بات کر رہا ہوں۔“

وہ سوچ میں ڈوب گیا۔ کچھ دیر سوچتا رہا پھر اس نے کہا۔ ”اگر تم مجھ سے کوئی فراڈ نہ کرو تو میں برا آدمی ہونے کے باوجود اتنا برا آدمی نہیں ہوں۔ میں حقدار کو اس کا حصہ دینے والوں میں سے ہوں۔ تم نے وائٹ ڈریگن کے سلسلے میں مجھ سے جو کچھ کہا ہے وہ مجھے منظور ہے۔ بلاشبہ تین حصے کا حقدار مجھے ہونا چاہیے۔ دو حصے میں تم لوگوں میں تقسیم کر دوں گا اور اس میں مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔“

”میرا خلوص تمہارے ساتھ ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ میں نے صد العمران کو بھی ہوش و حواس کے عالم میں نہ رہنے دیا تاکہ تم سے جو گفتگو ہو۔ میرے اور تمہارے درمیان ہی رہے۔“

ولیم جیکال نے پر خیال انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ ”ہاں مجھے تمہاری سچائی کا یقین ہوتا جا رہا ہے، بہر حال یہ خاصا مشکل مرحلہ ہے تم کہتے ہو کہ وائٹ ڈریگن غازی میں ہے۔“

”صد العمران یہی کہتا ہے۔“

”ہو سکتا ہے وہ جھوٹ بول رہا ہے۔“

”ابھی چند لمحات قبل تم نے اسی خدشے کا اظہار کیا تھا اور میں نے جواب دیا تھا کہ وہ ہمارے ساتھ ہی چل رہا ہے دوسری بات یہ کہ اگر وہ کوئی چال بھی چل رہا ہے تو کیا ہم لوگ بیوقوف ہیں۔“

ولیم جیکال نے پھر چند لمحات توقف کیا اور اس کے بعد بولا۔

”تم کہتے ہو کہ وائٹ ڈریگن بن غازی میں ہے؟“

”میں کتنی بار یہ الفاظ کہوں۔“

”صد العمران کیا کہتا ہے۔ بن غازی میں اس نے وائٹ ڈریگن کہاں چھپایا ہے؟“

”اس کا کہنا ہے کہ بن غازی میں اس کا ایک دوست حماد فروغی ہے وائٹ ڈریگن

اس کے پاس محفوظ ہے۔“

”بڑے الجھے ہوئے حالات ہیں، تاہم میں رسک لینے کے لیے تیار ہوں، کیونکہ تم نے اپنے آپ کو خاصا بہتر انسان ثابت کیا ہے، لیکن ہم اس پر بھروسہ نہیں کر سکتے۔ اس کی ذمہ داری تمہیں لینا ہوگی۔“

”بظاہر ایسے امکانات نظر نہیں آتے جن سے اس پر شبہ کیا جاسکے۔“

”ٹھیک ہے، اصل میں میرا ٹارگٹ بھی تم ہی تھے، کیونکہ اس بات کا مجھے علم ہو چکا تھا کہ صد العمران تم پر ٹرسٹ کر رہا ہے اور تم ہی اس تک پہنچنے کا ذریعہ ہو۔“

”اب کرنا کیا ہے؟“

”یہاں سے نکل کر لیبیا پہنچنا ہے۔“

”لیکن کیا تم صد العمران کو یہ بتا دو گے کہ تم نے مجھ سے گٹھ جوڑ کر لیا ہے۔“

”ابھی نہیں، لیکن ہو سکتا ہے بن غازی پہنچنے کے بعد ہم اس سلسلے میں اسے اپنے اعتماد میں لینے کی کوشش کریں۔ اس قسم کے حالات پیدا کر دیے جائیں گے کہ اسے یہ احساس ہو جائے کہ اگر اس نے آپ کا تعاون حاصل نہ کیا اور آپ سے انحراف کیا تو وائٹ ڈریگن اس کے ہاتھ سے نکل جائے پھر وہ تنہا ہو گا کیونکہ وہ محسوس کرے گا کہ میں ذہنی طور پر آپ کے ساتھ ہوں۔ ہم یہاں سے احتیاط کے ساتھ نکلنے کی کوشش کریں گے آپ ہم سے کچھ فاصلہ اختیار کر کے ہمارا تعاقب کیجئے گا اور بن غازی میں جب مجھے وائٹ ڈریگن کے بارے میں صحیح تفصیلات معلوم ہو جائیں گی تو آپ منظر عام پر آجائیے اور اس کے بعد ایک ہی ذریعہ ہو گا وہ یہ کہ وائٹ ڈریگن کے سلسلے میں آپ سے سودا کر لیا جائے۔“

”میں اس کے لیے تیار ہوں اور لیبیا تک پہنچانے کا بندوبست میری ذمہ داری ہے۔“

”وہ کیسے؟“

”میں تمہیں بڑے آرام سے مصر کی سرحد پار کرا لے جاؤں گا۔ میرے پاس ایسے انتظامات ہیں۔“

”لیکن یہ کیسے ممکن ہے کہ صد العمران کو اس کا اندازہ نہ ہو سکے؟“

”اس کی ذمہ داری بھی تم مجھ پر چھوڑ دو، میں تمہیں صحیح طور پر گائیڈ کر دوں گا۔“

اس کے لیے مجھے صرف چوبیس گھنٹے درکار ہیں۔“

”ٹھیک ہے جیکال، اصل میں ایک اور مسئلہ بھی ہے۔ بظاہر میرے سامنے گارین اور اسٹارا کا گروہ تھا اسے میں نے تقریباً ختم کر دیا ہے اگر کچھ اور بھی افراد ہیں تو آپ ان پر نگاہ رکھ سکیں گے دوسرا گروپ آپ کا تھا اگر میں آپ دونوں ہی سے جھگڑا مول لے لیتا تو ممکن ہے کہیں مار کھا جاتا میں یہ رسک ختم کر رہا ہوں۔“

”تو پھر ہاتھ ملاؤ، میرا تعاون تمہارے ساتھ ہے، لیکن اب صد العمران سے کیا کہو گے؟“

”نہایت آسان سی بات ہے میں خود بھی اس کے ساتھ بے ہوش ہوا جاتا ہوں کیونکہ قبوے کا پیالہ میرے ہاتھ میں بھی تھا۔ ہم دونوں ساتھ ہی ساتھ ہوش میں آئیں گے۔“

”تو پھر اب مجھے یہاں سے چلنا چاہیے۔ میرے ساتھ فاضل انعم اور مسز انعم بھی چلی جائیں گی لیکن تم بے فکر رہنا میرے بے شمار آدمی تمہارے ارد گرد موجود رہیں گے اور اگر تمہیں کوئی ایسی ہی اہم ضرورت پیش آئی تو وہ تمہاری مدد کریں گے۔“ ولیم جیکال کو میں نے رخصت کر دیا۔ جاتے ہوئے وہ مجھے بڑی محبت سے دھمکی دے گیا تھا کہ میں یہ نہ سمجھوں کہ میں اس کی نگاہوں سے او جھل رہوں گا وہ مجھ پر پوری طرح نگاہ رکھے ہوئے ہے۔

بہر حال اچھی گزر رہی تھی۔ ہر طرح کے داؤ تپ چلانا پڑ رہے تھے ذہنی اور جسمانی ورزش ہو رہی تھی۔ ان لوگوں کے جانے کے بعد فاضل انعم اور رحمانہ کے چہرے پر قیمتی برسنے لگی۔ ان کی پوزیشن بہت خراب ہو گئی تھی۔ ولیم جیکال غالباً انہیں اسکی ہدایت کر گیا تھا کہ انہیں یہ جگہ چھوڑنی پڑے گی۔ اپنا گھر چھوڑنا ایک مشکل کام ہوتا ہے لیکن تھوڑی بہت سزا انہیں بھی ملنی چاہیے۔ دونوں میرے سامنے گرون جھٹکائے ہوئے تھے۔

میں ان سے کافی دیر تک باتیں کرتا رہا اور ان کو اطمینان دلاتا رہا۔

فاضل انعم خود بھی دکھا ہوا انسان تھا اس نے جو تاویل پیش کی تھی میں نے اسے تسلیم نہیں کیا تھا، لیکن ایسی تمہیں میں جائیں مجھے کیا کرنا ہے۔ سارے جہاں کا ورد اپنے دل میں کیوں پالوں۔ وہ دونوں بھی تیاریاں کر کے چلے گئے، لیکن ذہنی طور پر کافی پریشان

معلوم ہوتے تھے اور ان کے لیے اتنی ہی سزا کافی تھی۔ ولیم جیکال سے ان کا رابطہ تھا اور وہ انہیں کیا دے رہا تھا۔ مجھے ان تمام باتوں سے کوئی غرض نہیں تھی۔ وہ لوگ چلے گئے میں نے دروازہ بند کیا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ صد العمران کو کب تک ہوش آئے گا چنانچہ میں نے سوچا کہ کیوں نہ تھوڑی سی نیند ہی لے لی جائے۔ البتہ یہ نیند میں باقاعدگی سے نہیں لے سکتا تھا چنانچہ وہیں مڑ کر پڑ گیا جہاں صد العمران موجود تھا اور سونے کی کوشش کرنے لگا۔ کہیں کچھ بھی ہو میرے لیے کوئی مشکل نہیں تھی چنانچہ کچھ دیر کے بعد ہی نیند آگئی اور ایسا سویا کہ صد العمران ہی نے مجھے جگایا۔ باہر تیز روشنی پھیل گئی تھی اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا تو کوئی ساڑھے نو بجے کے قریب صد العمران نے مجھے جھنجھوڑا تھا۔ ایک لمحے میں رات کی سچویشن ذہن میں آگئی۔ مجھے اداکاری کرنی تھی۔ صد العمران کا چہرہ لال جھنوکا ہو رہا تھا وہ سخت پریشان نظر آ رہا تھا۔ میں نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا تو وہ دانت چیں کر بولا۔

”اٹھو اٹھ جاؤ تم نے مجھے برباد کر دیا مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم اس قدر احمق انسان ثابت ہو گے۔“

میں پھٹی پھٹی نگاہوں سے چاروں طرف دیکھنے لگا پھر میں نے کہا۔

”اوہ میرے خدا کیا ہوا تھا۔ کیا ہو گیا تھا یہ سب یہ.....؟“

”جو ہوتا تھا وہ ہو چکا ہے۔ وائٹ ڈریگن اس وقت تمہارے لباس میں موجود نہیں ہے۔“

میں نے بے اختیار اپنے لباس کو ٹٹولا اور گہری گہری سانسیں لینے لگا۔

”یا تو تم انتہائی احمق انسان ہو یا پھر اگر میں یہ کہوں تو غلط نہیں ہو گا کہ تم نے مجھے بیوقوف بنایا ہے۔“ میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا پھر میں نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

”اس کا مطلب ہے کہ ہمیں قہوے میں کوئی خواب آور دوا دی گئی تھی۔“

”مطلب کچھ بھی ہو میں تم سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں وائٹ ڈریگن کہاں ہے۔“

”پہلے یہ بتاؤ کہ کیا وہ دونوں گھر میں موجود ہیں۔“

”وہ دونوں کون تھے اور تم یہاں کیوں آئے تھے۔ میں کچھ نہیں جانتا۔ میں تو یہ

سمجھتا ہوں کہ یہ صرف تمہاری منصوبہ بندی تھی۔“

”صد العمران احمقانہ باتیں مت کرو ان لوگوں سے میرا تعلق.....“

”جنم میں جائے ان سے تمہارا تعلق۔ میں پوچھتا ہوں جب تم نے اس بات کی

ذمے داری لی تھی تو اس میں دھوکا کیسے کھا گئے؟“

میں نے صد العمران کو دیکھا اور کہا۔ ”میں تم سے یہ سوال کر رہا ہوں کیا وہ دونوں

یہاں موجود ہیں؟“

”اس حالات میں کیا انہیں یہاں موجود ہونا چاہیے تھا؟“

”گویا غائب ہیں؟“

”ہاں۔“

”تعجب ہے حالانکہ وہ دونوں میرے لیے بڑے قابل اعتماد تھے صد العمران جب میں

قاہرہ سے پورٹ سعید کے لیے روانہ ہوا تھا تو یہ میرے ہم سفر تھے اور مجھے یہ محسوس ہوا

تھا کہ وہ اتفاقیہ طور پر ہی مجھے ملے ہیں۔ میں انہی کے ہاں قیام پذیر تھا اور یہ بالکل غیر

متعلق نظر آئے تھے۔“

”مجھے ان باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے میں تو صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وائٹ

ڈریگن ہمیں واپس ملنا چاہیے۔ یہ انتہائی زیادتی کی بات ہے کہ تمہاری وجہ سے وہ چیز

غائب ہو گئی جس کے تحفظ کے لیے میں نے زندگی کی بازی لگا دی تھی۔ اب تم اس کا کیا

جواب دو گے۔ کوئین میکویا اس کی پابند ہے کہ مجھے وائٹ ڈریگن کی قیمت ادا کرے اور

میں یہ وصول کر کے رہوں گا چاہے اس سلسلے میں میری جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔“ میں

مسکرایا اور میں نے کہا۔

”وہ لوگ ہمارے ساتھ جو بھی جلسازی کر کے گئے ہیں لیکن وائٹ ڈریگن نہیں

لے جاسکے وہ لوگ۔“

”کیا؟“ صد العمران اچھل پڑا۔

”کوئین میکویا نہ تو احمق ہے اور نہ تمہیں جرمانہ ادا کرنے کی پابند اس نے میرا

انتخاب کیا ہے اور یہ ذمے داری مجھ پر عائد ہوتی ہے مسٹر صد العمران کہ وائٹ ڈریگن

اس تک پہنچایا جائے۔“

”کیا کہہ رہے ہو میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا؟“

”صبر کرو تو کچھ بتایا جائے تم نے تو مجھ پر بہتانوں کے طومار باندھ دیے ہیں۔“

”صد نڈھال سا ہو کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا اور گہری سانسیں لینے لگا کچھ دیر کے بعد میں نے اس سے کہا۔“

”وائٹ ڈریگن میرے پاس ہے اور بالکل محفوظ ہے وہ لوگ کسی قیمت پر اسے حاصل نہیں کر سکتے۔“

”کہاں ہے وہ آخر کہاں ہے تم مجھے بتاتے کیوں نہیں؟“

”فاضل انعم اور رحمانہ کے بارے میں تو میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ وہ کس طرح مجھے ملے تھے لیکن اس وقت میں واقعی چوٹ کھا گیا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ وہ غلط لوگ ہو سکتے ہیں لیکن وائٹ ڈریگن کے سلسلے میں وہ کامیاب نہیں ہو سکے اور غالباً اسی لیے فرار ہو گئے کہ انہیں امید تھی کہ ہوش میں آنے کے بعد میں انہیں نہیں چھوڑوں گا۔“

”خیر وائٹ ڈریگن اگر کسی کے پاس پہنچ بھی گیا تو اسے سر ہی پھوڑنا پڑے گا کیونکہ وہ اس میں سے کچھ نہیں پاسکے گا مجھے علم ہے کہ وائٹ ڈریگن کیا ہے اور اسے کیسے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ وہ فارمولا میرے ساتھ ہی فنا ہو جائے گا یہ میرا دعویٰ ہے کوئی اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکے گا۔“

اب میرے چونکنے کی باری تھی صد العمران کے الفاظ نے مجھے چونکا کر دیا تھا لیکن اس سلسلے میں کوئی تجسس اسے ہوشیار کر سکتا تھا۔ میں نے کسی قدر سرد لہجے میں کہا۔

”اب تم ان فضول باتوں سے گریز نہیں کر رہے۔ جن کے لیے میں تم سے درخواست کر رہا ہوں۔“

”مجھے صرف اس بات کا اطمینان دلاؤ کہ وائٹ ڈریگن محفوظ ہے؟“

”ہاں وائٹ ڈریگن محفوظ ہے کیونکہ میں نے اس گھر میں داخل ہوتے ہوئے ابے ایک ایسی جگہ محفوظ کر دیا تھا جہاں کسی کا خیال بھی نہیں جاسکتا۔“

”کون سی ہے وہ جگہ؟“

”نہ تو میرے یا میرے ساتھ آؤ تم واقعی بہت ضدی انسان ہو۔“ میں صد العمران

کو اس جگہ لے گیا جہاں وائٹ ڈریگن محفوظ تھا۔ میں نے اسے اس جگہ ہاتھ ڈال کر وائٹ ڈریگن نکال کر دکھایا اور صد العمران کے چہرے کی رنگت بدلنے لگی۔ اس نے حیرت سے اس دیوار کو دیکھا پھر دروازے کو اور اس کے چہرے پر خوشی کے تاثرات پھیل گئے۔

”لیکن کس وقت.....؟“

”جب ہم اس گھر میں داخل ہوئے تھے تو میں نے پہلا کام یہی کیا تھا۔“

”یہ جگہ تمہارے ذہن میں تھی؟“

”ہرگز نہیں۔ بس اچانک ہی میں نے اسے تلاش کر لیا تھا۔ تم خود بھی اسے دیکھ کر

یہ فیصلہ کر سکتے ہو کہ وائٹ ڈریگن جیسی چیز یہاں چھپائی جاسکتی ہے۔“

”اوہ میں تو واقعی مر گیا تھا۔ میں“

”لیکن صد تمہارا رویہ مجھ سے بہتر نہیں رہا۔ ایک لمحے میں تم نے مجھ پر الزامات لگا

ڈالے۔ تم خود غور کرو اگر میرے ذہن میں کوئی کھوٹ ہوتا تو کیا میرا یہاں موجود ہونا ضروری ہوتا۔“

”میں نے کسی کھوٹ کا تذکرہ نہیں کیا ہے۔ تم یہ بات غلط کہہ رہے ہو۔ میں تو

صرف یہ کہہ رہا تھا کہ تم مار کھا گئے۔“

”اس میں کوئی شک نہیں کہ دھوکا کھایا ہے میں نے لیکن مجھے دھوکا دینے والے

بھی کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکے بلکہ الٹا اپنے جال میں پھنس گئے۔“

”اب صورت حال مزید سنگین ہو گئی ہے وہ لوگ ہمارا پیچھا نہیں چھوڑیں گے

آسانی سے۔“

”ہاں اور میرا خیال ہے اب ہمیں یہ جگہ بھی چھوڑ دینی چاہیے۔ کیا کوئی اور ایسی

جگہ ہے جہاں ہم اپنے آپ کو پوشیدہ کر سکیں؟“

”جگہ تو بہت سی ہیں لیکن وہی خطرات قائم رہیں گے۔ 1-8 بھی ان کے علم میں

آچکا ہے۔“

”ایک کام کرتے ہیں کیوں نہ جھیل ماہ نور کے کنارے ایک اور ٹراپر حاصل

کریں۔ کچھ دقت گزارا جاسکتا ہے وہاں پھر ہم میرا لہجہ چلیں گے۔“

”میرا لہجہ؟“

”ہاں میں کچھ ایسے راستے جانتا ہوں جہاں سے ہم مصری سرحد چھوڑ سکتے ہیں اور ایسیا میں داخل ہو سکتے ہیں۔“

”خیر اس کے انتظامات تو میں بھی کر سکتا ہوں فہم العمران لیکن مسئلہ یہ ہے کہ جو بھی آسانی سے یہ انتظامات کرے۔“

”چلو کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی اور یہاں آجائے بہر حال ہمیں اپنے تحفظ کا بندوبست کرنا ہے۔“

وہ نادر روزگار چیز پھر اپنے پاس محفوظ کر لی گئی۔ فہم العمران نے یہ کوشش نہیں کی تھی کہ اسے اپنی تحویل میں لے لے بلکہ جھیل ماہ نور پہنچ کر اس نے کہا تھا۔

”میں اسے تمہاری تحویل میں دے چکا ہوں اور اب تم اس کے مکمل ذمہ دار ہو۔ مجھ سے وعدہ کرو کہ اگر کوئین میکویا سے ملاقات ہوئی تو تم بھی کہو گے کہ اس کی ڈیوری ابتدا میں ہی تمہیں دے دی گئی تھی۔“ میں ہنس پڑا۔ میں نے کہا۔

”فہم العمران ظاہر ہے اس کے علاوہ اور کیا کہا جاسکتا ہے۔ ایسا ہو چکا ہے۔“ جھیل ماہ نور پر ٹرالر حاصل کرنے میں کوئی وقت نہیں پیش آئی تھی۔ فہم العمران نے کہا۔

”کیا خیال ہے اسے کہیں زمین میں دفن کر دیا جائے؟“

”نہیں یہ ضروری نہیں ہے۔“

”تم کہہ رہے تھے کہ میرا لہجہ تک پہنچنے کی ذمہ داری تم بھی قبول کر سکتے ہو؟“

”ہاں انتظام تو کرنا ہی ہو گا۔“

”تو پھر مجھے یہ بتاؤ کہ کیا یہ انتظام تم کر رہے ہو؟ اصل میں مجھے باہر نکلتے ہوئے خوف محسوس ہوتا ہے۔ تم جانتے ہو میری شخصیت کم از کم میرے اہل وطن کے لیے اجنبی نہیں ہے اور لوگ مجھے اچھی طرح جانتے تھے۔ میرے لیے زیادہ مشکلات پیش آسکتی ہیں پھر بھی اگر تم اس سلسلے میں کامیاب نہ ہو سکو تو مجبوری ہے۔“

”نہیں تم اطمینان رکھو۔ میں پوری پوری کوشش کروں گا۔“

”اور اس کا کیا کرو گے؟“

”اب جب کہ ساری باتیں مکمل کر چکے ہو اسے میری تحویل میں دے چکے ہو تو پھر

اس کے سلسلے میں مجھے ہی ذمہ دار رہنے دو۔“

میں باہر نکل آیا بہر حال یہ نادر روزگار چیز اپنی ایک الگ اہمیت رکھتی تھی اور میں نے اس کے سلسلے میں ایک اہم منصوبہ بنالیا تھا۔

ٹرالر نمبر 1-8 میں اس طرح داخل ہوا کہ کسی کے فرشتوں کو بھی نہ پتا چل سکے۔ ولیم جیکال اور اس کے ساتھی یہاں کا اچھی طرح جائزہ لے چکے تھے اور اب یہ جگہ ان کے لیے بے مقصد تھی خاص طور سے اس انکشاف کے بعد جس میں میں نے اسے بتا دیا تھا کہ وہاں فہم العمران کے چھپنے کی جگہ کہاں بنی ہوئی تھی۔ کوئی احمق ہی ہو گا جو ہر چیز کو منظر عام پر لانے کے بعد دوبارہ اسے کسی خفیہ کام کے لیے استعمال کرے چنانچہ میں نے وائٹ ڈریگن کا وہ صندوقچہ ٹرالر میں ایک ایسی عام جگہ چھپا دیا جہاں کسی کی توجہ بھی نہ جاسکے۔ یہ رسک تو بہر حال لینا تھا چونکہ ولیم جیکال بھی کوئی شریف آدمی نہیں تھا۔ فہم العمران کو مجھ سے خطرہ تھا اور مجھے ولیم جیکال سے۔

میں اب ولیم جیکال سے مل کر آئندہ کا پروگرام طے کرنا چاہتا تھا چنانچہ ٹھٹھا ہوا اس جگہ تک آ نکلا جہاں ہوٹل وغیرہ تھے۔ یہیں سے ٹیکسیاں بھی مل جایا کرتی تھیں۔ چند لمحات میں یونہی آوارہ گردی کرتا رہا اور اس کے بعد ٹیکسی کی تلاش میں ادھر ادھر نگاہیں دوڑائیں۔ فوراً ہی ایک ٹیکسی میرے نزدیک آ کر رک گئی اور ڈرائیور نے عقبی دروازہ کھول دیا۔

میں نے چونک کر اسے دیکھا تو وہ معنی خیز انداز میں بولا۔

”مجھے یقین ہے سر کہ آپ کہیں جانا چاہتے ہیں اور اس کے لیے اس سے بہتر ٹیکسی اور کوئی نہ ہوگی۔ نجانے کیوں مجھے ڈرائیور کی صورت جانی پہچانی محسوس ہوئی تھی۔ میں نے ایک لمحے کے لیے اسے غور سے دیکھا تو وہ بولا۔“

”بے دھڑک تشریف رکھیے“ میں آپ کا اپنا ہی آدمی ہوں۔“ میں ایک ٹھنڈی سانس لے کر ٹیکسی میں بیٹھ گیا اور ٹیکسی اسٹارٹ ہو کر چل پڑی۔

”تمہاری صورت مجھے جانی پہچانی کیوں لگ رہی ہے؟“

”اس لیے کہ سر آپ میرے ہی ساتھ جھیل ماہ نور پہنچے ہیں۔“

”کیا؟“ میں حیرت سے اچھل پڑا۔

”ہاں اس وقت آپ نے شاید میری صورت پر توجہ نہیں دی تھی ویسے اس وقت میرے چہرے پر داڑھی بھی تھی وہ اس وقت نہیں ہے دیکھیے نا دوسروں کا خیال بھی تو رکھنا پڑتا ہے۔“

”تم کیا کہہ رہے ہو میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا؟“

”حالانکہ چیف آپ کو بتا چکے ہیں کہ آپ کی ہر جگہ نگرانی کی جائے گی آپ کے قریب موجود ہوں گے۔ میں ایک ٹھنڈی سانس لے کر ٹیکسی کی پشت سے نکل گیا۔ ولیم جیکال واقعی بہت چالاک آدمی تھا۔ چند لمحے خاموش رہنے کے بعد میں نے کہا۔“

”یہ تو بہت اچھا ہوا کیونکہ میں اس وقت جیکال سے ہی ملنا چاہتا ہوں۔“

”آپ کی کال بھی ہے جناب۔“

”کیا مطلب؟“

”چیف کا حکم تھا کہ جیسے ہی موقع ملے آپ کو ان کا پیغام دے دیا جائے کہ چیف

آپ سے ملنا چاہتے۔“

”گڈ۔ تب پھر چلو۔“

بعد میں۔ میں نے ٹیکسی ڈرائیور سے اور کوئی گفتگو نہیں کی تھی۔ ہم سفر کرتے رہے اور تھوڑی دیر کے بعد ایک شاندار ہوٹل کے سامنے ٹیکسی رک گئی۔ ڈرائیور نے ہاتھ اٹھا کر کسی کو اشارہ کیا اور فوراً ہی ایک آدمی ہمارے قریب آگیا۔

”چیف کے مہمان۔“

”تشریف لائیے۔“ اس شخص نے کہا اور میں اس کے ساتھ چل پڑا، بہر حال تھوڑی سنسنی تو محسوس ہوئی تھی لیکن پھر بھی ہوشیار رہنا تھا۔

ہوٹل کے ایک خوبصورت کمرے میں ولیم جیکال نے میرا استقبال کیا۔ ایک خوبصورت عورت اس کے ساتھ تھی عمر تیس بیس سال سے کم نہیں ہوگی لیکن ولیم جیکال مجھے میرا اس سے تعارف نہیں کرایا۔ عورت نے البتہ مجھے دیکھ کر گردن خم کی تھی اور اس کے ہونٹوں پر ایک عجیب سی مسکراہٹ بچھل گئی تھی۔ ولیم جیکال نے کہا۔

”کئے مسٹر دانش منصور کیسے مزاج ہیں آپ کے؟“

”بالکل ٹھیک ہوں اور یہ کہنا بے کار ہے کہ میری اب تک کی کارروائی سے آپ

لا علم ہوں گے؟“

”نہیں اب اتنی زیادہ معلومات بھی نہیں ہمیں کیونکہ ہمارے پاس کوئی جادو نہیں ہے۔“

”سارا کام پروگرام کے مطابق ہو رہا ہے۔ میں اسے یہ یقین دلانے میں کامیاب ہو گیا ہوں کہ میں اس سے مخلص ہوں باقی تمام معاملات کے لیے میں نے اسے اطمینان دلا دیا ہے۔“

”دیری گڈ بہر حال کام خوش اسلوبی سے انجام پا رہے ہیں اور میں خلوص دل سے تم سے ایک بات کہہ رہا ہوں وہ یہ کہ اب مجھے تمہارے اوپر مکمل اعتماد ہے اور ہمارے درمیان بے اعتمادی کی فضا بالکل ختم ہو گئی ہے۔“

”شکریہ مسٹر جیکال۔“

”میں نے نئے پروگرام ترتیب دے لیے ہیں اور میں یہ چاہتا تھا کہ وہ تم تک پہنچا دے۔ جاؤں تاکہ کوئی مشکل نہ ہو۔ یہاں سے نکلنے کے لیے تم نے اپنے طور پر اسے کیا بتایا ہے؟“

”میں نے یہی کہا ہے کہ یہ انتظامات میں کر لوں گا وہ اصل میں اپنے ہم نسلوں سے چھپنا چاہتا ہے۔“

”میں جانتا ہوں اس کے لئے ایسے ہی مشکل لحاظ ہیں۔ خیر اب میں تمہیں بتاؤں۔ ہمیں یہاں سے میرا لیمہ پہنچنا ہے، میرا لیمہ کے ایک مخصوص علاقے سے تم لوگ سرحد عبور کرو گے اور سرحد عبور کرنے کے لیے میں نے مکمل انتظامات کر لیے ہیں دو مختلف ناموں سے تمہارے کاغذات تیار کرائے گئے ہیں اور تمہیں سرحد عبور کرنے میں زیادہ مشکل کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ یہ کاغذات تمہیں کل شام تک فراہم کر دیے جائیں گے۔ میرے خیال میں کاغذات کے حصول کے لیے تمہیں ڈرائیور کے درمیان تھوڑی سی مڑگشت کرنی ہوگی اور کاغذات تمہیں مل جائیں گے۔“

”ضروری نہیں ہے میں کل یہاں واپس آ سکتا ہوں اور یہ ضروری بھی ہے تاکہ اسے شبہ نہ ہو۔“

”واہ یہ اور اچھی بات ہے چلو ٹھیک ہے پروگرام میں یہ تبدیلی میں نے نوٹ کر لی

میں نے صد العمران کو دکھا دیے۔ وہ انہیں دیکھ کر خوش ہوا تھا۔

مبرا النجمہ تک کا سفر جس طرح بھی کٹا۔ وہ ایک الگ کہانی ہے، لیکن کوئی ایسی مشکل پیش نہیں آئی جس کا تذکرہ خاص طور سے کیا جاسکے۔ ہمیں وہ نقشے بھی حاصل ہو چکے تھے جن کے تحت ہمیں ایک مخصوص علاقے میں سفر کرنا تھا۔ یہ علاقہ خالص ریگستانی علاقہ نہیں تھا بلکہ اسے ایک پہاڑی علاقہ کہا جاسکتا ہے اور اس کے لیے ہمیں ایک چھوٹے سے قصبے تک کا سفر کرنا تھا جس کا کچھ غیر معروف سا نام تھا۔ یہاں صد العمران کافی چاق و چوبند نظر آیا اور مجھے یوں محسوس ہوا جیسے یہاں آنے کے بعد اس کے اندر ایک اعتماد بیدار ہوا ہے اس نے اپنی تجویز پیش کرتے ہوئے مجھے کہا۔

”مجھے علم ہے کہ یہاں اس قسم کے آٹو گیراج موجود ہیں جو پرانی گاڑیاں فروخت کرتے ہیں۔ ہمیں سرحد عبور کرنے کے لیے ایسی ہی ایک گاڑی کی ضرورت ہے جو ہمارے کام آسکے اور میں سمجھتا ہوں اس کے لیے ہمیں جلد بازی نہیں کرنی چاہیے۔“

”تمہارا مطلب ہے کہ تم وہ گاڑی خریدو گے؟“

”ہاں۔“

میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا اور پھر صد العمران سے اتفاق کر لیا۔ صد العمران نے اپنی واقفیت کی بنیاد پر یہاں ایک گیراج سے جو دین خریدی وہ بلاشبہ اپنی مثال آپ تھی۔ دیکھنے میں اس کا حلیہ بہت خراب نظر آتا تھا لیکن اس کا انجن بالکل ٹھیک ٹھاک تھا۔ صد العمران نے اس کو اچھی طرح ٹھوک بجا کر دیکھا تھا پھر باقی انتظامات بھی خوش اسلوبی سے کر لیے گئے تھے۔ واٹ ڈرائیونگ کو دین میں ایک ایسی جگہ چھپایا گیا جو کسی کے تصور میں بھی نہ آسکے۔ گیر بکس کے پاس ایک چھوٹا سا ڈبہ ویلڈ کرایا گیا تھا جو اوپر سے دیکھنے سے محسوس بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ میں نے صد العمران کی اس بات سے مکمل طور پر اتفاق کر لیا تھا اور میں یہ بھی محسوس کرتا رہا تھا کہ ولیم جیکال میری جانب سے بے خبر نہیں ہے آخر کار ہم نے مناسب وقت کو مدد نگاہ رکھ کر ایک دن سفر کا آغاز کر دیا۔

نامور سیریز کا شاہکار

”قاتل ویرانے“ پڑھیں

ہے بہر حال تم اپنے طور پر وہاں سے سرحد عبور کرو گے لیکن ہمارا تم سے زیادہ فاصلہ نہیں ہوگا۔ ہم بھی وہیں سے سرحد عبور کریں گے اور ہمارا دوسرا پیغام تمہیں سرحد کے دوسری جانب ہی ملے گا۔ ویسے میں تمہیں ایک بار پھر آگاہ کر دوں کہ اگر تم سمجھتے ہو کہ واٹ ڈرائیونگ کے حصول کے لیے اب صرف ہم ہی لوگ یہاں رہ گئے ہیں تو یہ تمہاری بھول ہے۔ مجھے کچھ ایسے ثبوت ملے ہیں کہ دوسری کچھ پارٹیاں بھی سرگرم عمل ہیں میں ان کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکتا، لیکن تمہیں ہوشیار رہنا ہوگا خاص طور سے صد العمران کے سلسلے میں۔“

”آپ مطمئن رہیں۔ ایک آدمی کی حفاظت بخوبی کر سکتا ہے۔“

”ویری گڈ۔“ اس کے بعد ولیم جیکال مجھ سے مزید کچھ دیر گفتگو کرتا رہا اور میں مطمئن ہو گیا۔ میرا کام بخیر و خوبی چل رہا تھا۔ پھر وہاں سے تھیل ماہ نور تک پہنچانے کے لیے بھی وہی ٹیکسی ڈرائیور میرے ساتھ آیا لیکن اس نے ٹیکسی تبدیل کر لی تھی اس کا اندازہ میں نے ٹیکسی کے نمبر سے لگایا تھا۔ بعد میں راستے میں اس نے مجھے بتایا۔

”سریہ ضروری ہے تاکہ اور دوسرے لوگوں کو شبہ نہ ہونے پائے۔“

صد العمران بے چینی سے میرا منتظر تھا بہر حال انسان ہی تھا اس کے دل میں جو خدشات ہوں گے وہ کسی طرح دور نہیں ہو سکتے تھے حالانکہ واٹ ڈرائیونگ کے سلسلے میں اس نے یہ بتایا تھا کہ وہ اس کے بغیر نامکمل رہتا ہے لیکن یہ سب بعد کی باتیں تھیں۔ میں نے اسے خوش خبری سنائی کہ مبرا النجمہ جانے کے لیے تیاریاں بالکل مکمل ہیں لیکن ہمیں سرحد پار کرنے کے لیے جو کاغذات درکار ہوں گے ان کی تیاری کے لیے کل کا دن بھی ہمیں صرف کرنا ہوگا۔

”میں تمہارے وسائل پر حیران ہوں۔ یہاں پورٹ سعید میں تم نے ایسے تعلقات کہاں سے حاصل کر لیے؟“

”میرا خیال ہے کہ پیسے ہر کام کرا دیتے ہیں اور یہاں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو لوگوں کے کام آجاتے ہیں۔“

بعد میں کوئی ایسی صورت حال پیش نہ آئی جو قابل ذکر ہو ہمیں مبرا النجمہ روانہ ہونا تھا۔ دوسرے دن میں نے ولیم جیکال کے آدمیوں سے کاغذات حاصل کیے اور یہ کاغذات

روح کی پیاں

ایم اے راحت



مقبول اکیڈمی سرکل روڈ چوک اردو بازار لاہور

روح کی پیاس

تمام راستے جانے پہچانے تھے، ہر جگہ ذہن میں محفوظ تھی، آستانے سے کافی فاصلے پر بس سے اترا اور پیدل چل پڑا، آستانے کی رونقیں بحال ہو گئی تھیں اور لوگ آستانے میں آ جا رہے تھے، دل دھڑک رہا تھا، مٹھل شاہ کے بارے میں رشید ناگی کا جو تجزیہ تھا وہ بھی ذہن میں تھا، لیکن نجانے کیوں دل کے گوشے میں ایک خواہش بھی ابھری رہی تھی کاش مٹھل شاہ نقلی نہ ہو، لیکن رشید ناگی جیسے ذہین آدمی سے اس بات کی توقع نہیں تھی کہ وہ بلا سوچے سمجھے کوئی بات کہہ سکتا ہے، آستانے میں داخلہ پہلے بھی کبھی مشکل نہیں تھا، اب بھی وہی کیفیت تھی، لوگ سر جھکائے بیٹھے ہوئے تھے اور سامنے مٹھل شاہ صاحب کی مسند خالی پڑی ہوئی تھی، میں بھی ان عقیدت مندوں کے درمیان بیٹھ گیا۔ مختلف سرگرمیاں جاری تھیں، جو ایسی جگہوں پر ہوتی ہیں، میں نے ایک نگاہ میں ہی اس عمارت کا جائزہ لے لیا تھا، آستانہ جس طرح پہلے تعمیر تھا دوبارہ اسی طرح تعمیر کر دیا تھا۔ پھر کچھ دیر بعد مٹھل شاہ صاحب اپنے حجرے سے برآمد ہوئے اور عقیدہ مند کھڑے ہو گئے، مٹھل شاہ صاحب کا جو انداز ہوا کرتا تھا اس وقت اس سے بالکل مختلف انداز تھا، مسند پر بیٹھنے کے بعد انہوں نے آنکھیں بند کر لیں اور مراقبے کی سی کیفیت میں چلے گئے، میں گہری نگاہوں سے اس شخص کا تجزیہ کر رہا تھا، جس نے بلاشبہ بڑی محنت سے مٹھل شاہ صاحب کا رنگ اختیار کرنے کی کوشش کی تھی لیکن جن کی نگاہیں بہت گہری ہوں وہ یہ اندازہ ضرور لگا سکتے تھے کہ کچھ تبدیلیاں بے شک ہیں، میں خاموشی سے مٹھل شاہ صاحب کے چہرے کا جائزہ لیتا رہا، کچھ دیر کے بعد انہوں نے آنکھیں کھولیں اور حاضرین پر ایک نگاہ ڈالی پھر

ایک شخص کی طرف انگلی اٹھا کر بولے۔

”اوسر آؤ۔“ آواز میں بھی خاصی تبدیلی تھی، گویا آواز بھرائی ہوئی سی تھی، اگر آواز میں کوئی تبدیلی محسوس کر لی جائے تو اس بھراہٹ کا نتیجہ سمجھا جائے، وہ شخص مٹھل شاہ کے سامنے دو زانو بیٹھ گیا اور مٹھل شاہ اس سے مدھم لہجے میں باتیں کرنے لگے، یکے بعد دیگرے لوگ ان کے سامنے جا جا کر اپنے مسائل بیان کرتے رہے، مٹھل شاہ نے دو تین بار ہاتھ اٹھا کر دعائیں بھی کیں، مین نے یہاں چند ایسے لوگوں کو بھی دیکھا تھا جو بہت بڑی حیثیت کے مالک تھے، باہران کی کاریں بھی کھڑی ہوئی نظر آئیں تھیں، گویا وہ سلسلہ پھر سے جاری ہو گیا تھا، لیکن یہ نیا آدمی اس سلسلے کو کیسے چلا رہا ہے، یہ بات میرے علم سے باہر تھی، میرا اندازہ تھا کہ مٹھل شاہ کی نگاہیں میرے چہرے سے بھی گزر چکی ہیں، پھر انہوں نے میری جانب انگلی اٹھائی اور میں اپنی جگہ سے ادب سے اٹھ کر ان کے سامنے پہنچ گیا اور جس طرح پہلے لوگ دو زانو بیٹھے تھے اسی طرح بیٹھ گیا، مٹھل شاہ نے میرے سر پر ہاتھ رکھا اور مدھم لہجے میں بولے۔

”تمہیں دیر تک انتظار کرنا ہوگا“ جب یہ تمام لوگ چلے جائیں، تب میں تم نے بات کر سکوں گا اب تم اپنی جگہ جا کر بیٹھ جاؤ۔“

میں خاموشی سے اپنی جگہ سے اٹھا اور وہاں بیٹھ گیا، جہاں کچھ دیر پہلے بیٹھا ہوا تھا، یہ الفاظ اس بات کی نشاندہی کر رہے تھے کہ یہ شخص بہر طور مجھے پہچان چکا ہے، یقینی طور پر اسے جو کردار دیا گیا تھا، اس کی تفصیلات بھی اسے سمجھا دی گئی ہوں گی، لیکن جو گفتگو مجھ سے کی گئی تھی اور جو انداز اختیار کیا گیا تھا وہ کسی قیمت پر مٹھل شاہ کا انداز نہیں تھا، اگر یہ احمق آدمی مجھے بے وقوف سمجھ رہا ہے تو یہ اس کی اور اس کے سرپرست کی حماقت تھی، بہر حال اگر یہ نہ ہوتا تو پھر مجھ میں اور ان لوگوں میں فرق ہی کیا رہ جاتا، میں دو زانو بیٹھا رہا، میں نے آنکھیں بند کر لی تھیں اور بظاہر اس انداز میں بیٹھا ہوا تھا جیسے عقیدہ مند بیٹھتے ہیں، لیکن میرا ذہن سوچوں میں گم تھا، نجانے کتنا وقت لگا، میں نے اس کا اندازہ کرنا ہی چھوڑ دیا تھا، پھر جب کسی نے میرا شانہ پکڑ کر ہلایا تو میں نے آنکھیں کھول دیں اور حیران نگاہوں سے چاروں طرف دیکھنے لگا، تمام لوگ جاچکے تھے، صرف وہ افراد موجود تھے جو آستانے کی نگرانی کیا کرتے تھے، میرے سامنے بھی بس وقت ایک قوی ہیکل

آدمی کھڑا ہوا تھا، اس نے سر دھجے میں کہا۔

”جاؤ حجرے میں چلے جاؤ، شاہ صاحب تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔“ یہ صورتحال میرے لیے بہتر ہی رہی تھی، کیونکہ اس اذیت سے نہیں گزرنا پڑا تھا، جسے انتظار کہتے ہیں، میں خاموشی سے اٹھا اور لڑکھڑاتے قدموں سے حجرے میں داخل ہو گیا، یہ اندازہ بھی لگایا تھا میں نے کہ اس وقت جو لوگ آستانے کی نگرانی کے لیے موجود ہیں یہ وہی ہیں جو یقینی طور پر نقلی مٹھل شاہ نے یہاں مہیا کیے ہوں گے، ان میں سے ایک بھی پرانا چہرہ نہیں تھا، اندر کا ماحول وہی تھا جو مٹھل شاہ کی موجودگی میں ہوا کرتا تھا، ایک بڑے سے تخت پر مسند بھی ہوئی تھی اور نقلی مٹھل شاہ اس مسند پر بیٹھا ہوا تھا، سامنے ہی چند کرسیاں پڑی تھیں، اس نے انگلی سے اشارہ کیا اور میں ایک کرسی اٹھا کر اس کے سامنے بیٹھ گیا، مٹھل شاہ گہری نگاہوں سے میرا جائزہ لیتا رہا اور اس کے بعد اس نے کہا۔

”تمہیں کب علم ہوا کہ میں واپس آ گیا ہوں۔“

”کل۔“ میں نے جواب دیا۔

”کیسے۔“

”یہاں لاندھی میں کچھ ایسے لوگ ہیں جن سے میری ملاقات ہوتی رہتی ہے، ان

میں سے ایک نے یہ بات بتائی کہ آپ واپس آ گئے ہیں۔“

”اور اس کے باوجود تم نے یہاں پہنچنے میں اس قدر دیر لگائی۔“

”مجھے یقین نہیں آ رہا تھا اور جب میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ آپ واپس

آ گئے ہیں تب میں آپ کی خدمت میں پہنچا۔“

”خیر میں تم سے اس سے زیادہ گفتگو کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں، البتہ میں

تمہیں ایک بات بتادینا ضروری سمجھتا ہوں۔“

”جی شاہ صاحب۔“

”میں درحقیقت مٹھل شاہ نہیں ہوں۔“

”جی۔“ میں نے اپنی جگہ سے کھڑے ہو کر حیرت سے اسے دیکھتے ہوئے کہا، اس

وقت میں ذہنی طور پر پوری طرح حاضر تھا اور جانتا تھا کہ بہت سی آنکھیں میری نگرانی کر

رہی ہوں گی، ظاہر ہے یہ چکر میری ہی وجہ سے چلایا گیا تھا اور جس کام کے لیے اس قدر

محنت کی گئی ہو اسے اتنی آسانی سے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، میں نے اپنے چہرے اور انداز میں اس قدر حیرت پیدا کر لی کہ مجھے خود بھی حیرت ہونے لگی۔ بہر طور میں پریشان نگاہوں سے مٹھل شاہ کو دیکھنے لگا، اس کے ہونٹوں پر پرسکون مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی اس نے کہا۔

”ہاں، میں اصل مٹھل شاہ نہیں ہوں۔“

”مم..... میری..... میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔“

”تمہیں سمجھانے کا بھی معقول بندوبست کر لیا گیا ہے، سب سے پہلے اپنے اطراف پر ایک نگاہ دوڑالو، اس کے بعد فیصلہ کرنا کہ تمہیں کیا کرنا ہے۔“ میں نے پریشان نگاہوں سے اپنے چاروں طرف دیکھا اور یہ دیکھ کر میں ایک لمحے کے لیے ساکت رہ گیا کہ حجرے کے چاروں گوشوں میں چار افراد کھڑے ہوئے ہیں اور ان کے ہاتھوں میں دبے ہوئے پستولوں کا رخ میری ہی جانب ہے، میرے پاؤں کانپنے لگے اور میں کرسی کے بجائے زمین پر بیٹھتا چلا گیا، وہ میرا بغور جائزہ لے رہا تھا، پھر اس نے سرد لہجے میں کہا۔

”اس سلسلے میں باقی تمام تفصیلات تمہیں بعد میں معلوم ہو سکیں گی، میں تمہیں صرف یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ کسی قسم کی کوئی غلط حرکت تمہاری موت کا باعث بن سکتی ہے، چلو تم لوگ اپنا کام کرو۔“ چاروں پستول بردار آہستہ آہستہ آگے بڑھ کر میرے قریب پہنچ گئے، میرے تو جسم میں جیسے جان ہی نہیں رہ گئی تھی، بس پھٹی پھٹی نگاہوں سے ان لوگوں کو دیکھ رہا تھا اور خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہا تھا، اس وقت میری بہترین اداکاری میری معاون ثابت ہو سکتی تھی، ان میں سے ایک نے میری جیبوں کی تلاشی لینا شروع کر دی لیکن جیبوں میں تھوڑی بہت کرنسی کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا، پھر دوسرے نے عقلمندی سے اچانک ہی ایک رومال میری ناک پر رکھ دیا، کلوروفارم کی بو میں نے صاف محسوس کی تھی اور چند ہی لمحات کے بعد حواس ساتھ چھوڑنے لگے، یہ سب کچھ معمول کے مطابق تھا اور مجھے اس کی پوری پوری توقع تھی، چنانچہ کسی قسم کی مدافعت اور مداخلت کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا، مجھے اس وقت صرف وہی کرنا تھا جو وہ چاہتے تھے، چنانچہ میں آسانی سے بے ہوش ہو گیا اور اس کے بعد ہوش تو آنا ہی تھا، کلوروفارم کی بو کے ناگوار اثرات میرے اعصاب پر مسلط تھے اور میں اس کی عجیب و غریب کیفیت محسوس کر رہا تھا، بہر حال

میں خاموش پڑا رہا، مجھے اپنے جسم کے نیچے نرم بستر محسوس ہو رہا تھا، ویسے بھی آنکھوں نے جو منظر دیکھا تھا وہ کسی اجنبی جگہ کا منظر تھا، لیکن دفعتاً میرے ذہن نے کام کرنا شروع کر دیا، کمرہ خوب سجا ہوا تھا اور اس میں تمام چیزیں موجود تھیں، میں اطمینان سے بستر پر لیٹا رہا، ذہن کو میں نے مزید تیار کر لیا تھا اور کاظم شاہ کا سامنا کرنے کے لیے مکمل طور پر آمادہ تھا، میں اسی انداز میں لیٹا رہا، دفعتاً ہی قدموں کی چاپ سنائی دی اور کوئی میرے قریب آ گیا، میں نے گردن گھما کر نہیں دیکھا تھا، آنے والا سامنے والے نہیں بلکہ کسی عقبی دروازے سے میرے قریب پہنچا تھا، یہ ایک چوڑا چکلا آدمی تھا، چہرے سے کافی خطرناک معلوم ہوتا تھا، اس کی آنکھیں بڑی بڑی اور وحشت ناک تھیں، وہ مجھ پر جھکا اور میں نے پلکیں جھپکائیں، میرا انداز ایسا تھا جیسے میرے سوچنے سمجھنے کی قوتیں ابھی واپس نہیں آئی ہوں، اس نے میرے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

”کیا تم ہوش میں آ گئے۔“ میں نے بولنے کی کوشش کی لیکن منہ سے کوئی آواز نہ نکلی، اس نے مجھے سہارا دیتے ہوئے کہا۔

”اٹھو، اٹھ کر بیٹھ جاؤ، کسی چیز کی ضرورت محسوس کر رہے ہو۔“ اس کے لہجے میں نرمی تھی اور انداز بھی برا نہیں تھا، بمشکل تمام میرے ہونٹ ہلے اور میں نے کہا۔

”پانی..... پانی.....“ اس شخص نے فوراً ہی اپنے عقب میں اشارہ کیا غالباً کوئی اور بھی اس کے ساتھ تھا اور پھر وہ چند لمحات انتظار کرتا رہا، پھر ایک دوسرا آدمی اندر آیا اس کے ہاتھ میں پانی کا گلاس تھا، میں ایک ہی سانس میں پانی کا پورا گلاس خالی کر گیا، پہلے آنے والے شخص نے بدستور ہمدردانہ لہجے میں کہا۔

”سب سے پہلی بات تو میں تمہیں یہ بتا دوں کہ تم خود کو بالکل پرسکون کرلو، یہاں تمہیں کوئی خطرہ نہیں ہے، کسی قسم کی تکلیف تمہیں نہیں دی جائے گی، بشرطیکہ تم ہمارے احکامات پر عمل کرو اور کوئی چالاکی کرنے کی کوشش نہ کرو۔“

”مم..... میں کہاں ہوں؟“

”صرف اتنا بتایا جاسکتا ہے کہ تم محفوظ جگہ ہو، لیکن اس جگہ کو اپنے لیے محفوظ

رکھنا اب صرف تمہاری ذمہ داری ہے۔“

”میں سمجھا نہیں۔“

”ابھی کوئی بات سمجھنے کی کوشش نہ کرو، کچھ اور کھانا پینا چاہو تو بتاؤ۔“
 ”کیا وقت ہوا ہے؟“

”صبح کے ساڑھے آٹھ بجے ہیں۔“

”اوہو کیا میں رات بھر..... رات بھر۔“

”ہاں تم رات بھر پرسکون نیند سوتے رہے ہو۔“

”مم..... مگر کیسے..... مم میں تو..... میں تو۔“

”میں نے کہا نا ابھی اپنے ذہن پر زور مت دو، چلو اس کے لیے ناشتے کا بندوبست

کرو۔“ وہ آدمی پھر بولا اور دوسرا آدمی جو پانی لے کر آیا تھا واپس چلا گیا، مجھے حیرت ہوئی

تھی، کلوروفارم کی بوتلی تیز تو نہیں تھی کہ میں ساری رات بے ہوش رہتا، پھر مجھے اپنے

بازو میں ایک ہلکی سی چھن کا احساس ہوا اور میں نے یہ اندازہ لگایا کہ مجھے بے ہوش

کر کے یہاں لانے کے بعد ساری رات بے ہوش رکھنے کے لیے کوئی انجکشن وغیرہ دیا گیا

ہے، دل ہی دل میں ایک ٹھنڈی سانس بھری تھی، ساری کارروائی بڑی باقاعدگی سے ہو

رہی تھی، ظاہر ہے کاظم شاد کوئی بے قاعدہ آدمی نہیں تھا اور وہ جو کچھ بھی کرتا پوری

محنت کے ساتھ کرتا، اس کا مجھے یقین تھا، میں اسی طرح بیٹھا رہا، جیسے اس شخص نے مجھے

اٹھا کر بٹھایا تھا، وہ خود میرے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا تھا، میں نے اس سے اس دوران ایک

بھی سوال نہیں کیا، پھر ایک ٹرالی دھکیل کر میرے بستر کے سامنے کر دی گئی، اس پر چائے

کا سامان رکھا ہوا تھا، اس کے ساتھ انڈے مکھن توں وغیرہ بھی تھے، گویا یہ صبح کا ناشتا تھا،

میں نے بے چین نگاہوں سے ادھر دیکھا تو وہ شخص بولا۔

”وہ سامنے باتھ روم ہے جاؤ چلے جاؤ۔“ میں لڑکھڑاتے قدموں سے باتھ روم کی

جانب بڑھ گیا۔ خوب دیر تک منہ ہاتھ دھویا آنکھوں پر پانی کے چھینٹے مارے، کلوروفارم

کے اثرات زائل ہو گئے تھے، لیکن وہ کبجنت انجکشن جس کا نشان اب بھی باقاعدہ دیکھا

تھا یقینی طور پر اعصاب شکن تھا اور اس نے مجھے خاصا نقصان پہنچایا تھا، تاہم ابھی مجھے اسی

قسم کی اداکاری کی ضرورت تھی، چنانچہ میں اطمینان سے باہر آیا اور بستر پر جا بیٹھا، پھر میں

نے چائے کی دو پیالیاں پیں، وہ شخص اصرار کر کے مجھے توں کھلانے لگا، بمشکل تمام میں

نے دو توں اور ایک ابلا ہوا ایڑا حلق سے نیچے اتارا مجھے اپنی اداکاری پر خود بھی لطف آ رہا

تھا، حالانکہ اگر میں چاہتا تو کم از کم اس سامنے والے آدمی کو موت کے گھاٹ اتار سکتا تھا،
 لیکن ظاہر ہے میں یہ حماقتیں کرنے یہاں نہیں آیا تھا، چنانچہ وہی سب کچھ کرتا رہا، جو اس
 شخص نے کہا تھا، پھر اس نے مسکراتے ہوئے مجھ سے پوچھا۔

”یقیناً اب تمہاری کیفیت پہلے سے بہتر ہے۔“

”آپ کا کہنا درست ہے جناب لیکن مجھے یہ تو بتادیا جائے کہ میں کہاں ہوں اور

یہاں کیوں لایا گیا ہوں۔“

”تمہیں یاد ہے کہ تم کہاں بے ہوش ہوئے تھے۔“

”ہاں شاہ صاحب کے آستانے پر، لیکن..... لیکن..... اوہ میرے خدا، میرے

خدا۔“ میں نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا، وہ شخص اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے قریب

پہنچا اور مجھے بازو سے پکڑ کر اٹھاتا ہوا بولا۔

”اپنے ذہن پر کوئی زور نہ ڈالو تو بہتر ہے، آؤ تمہیں ایک ایسی جگہ پر لے جایا جا رہا

ہے جہاں پہنچنے کے بعد اگر تم نے ہمارے احکامات پر عمل کیا تو یوں سمجھ لو اس کے بعد

ایک نئی زندگی ایک نیا سکون تمہارا انتظار کرے گا۔“

میں نے نے کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی سے اس شخص کے ساتھ اندرونی

دردازے کی جانب چل پڑا، جہاں وہ مجھے لے جا رہا تھا اور اس دردازے سے گزارنے کے

بعد مجھے ایک بڑے اور وسیع کمرے میں پہنچا دیا گیا، یہ کمرہ خاصا فریشڈ تھا، مجھے بیٹھنے کا

اشارہ کر کے وہ شخص ایک جانب کھڑا ہو گیا اور انتظار کرنے لگا تب دو آدمی اندر داخل

ہو گئے، یہ دونوں چہرے بھی میرے لیے بالکل اجنبی تھے، البتہ تیسرا شخص جو اندر داخل

ہوا اسے دیکھ کر میرے چہرے پر خوف کے آثار نمودار ہو گئے، یہ اس وقت انتہائی

ضروری تھا، میں نے کاظم شاد کو پہچان لیا تھا، میں پھرتی سے صوفے سے اٹھ کھڑا ہوا اور

اس کے بعد اس طرح دوبارہ واپس بیٹھ گیا جیسے پیروں کی جان نکل گئی ہو، کاظم شاد کے

ہونٹوں پر ایک مکارانہ مسکراہٹ تھی وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا میرے قریب آیا اور مدھم

لہجے میں بولا۔

”ہیلو دانش منصور صاحب۔“ میں نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر کاظم شاد کی طرف

دیکھنے لگا۔

”کیسے مزاج ہیں آپ کے۔“

”ٹھہ..... ٹھیک ہوں..... مم..... مگر..... مگر تم نے..... تم نے..... میں نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا تو وہ بولا۔“

جی ہاں کہئے آگے کہئے۔“

”تم نے شاید مجھے کسی غلط فہمی میں پکڑ لیا ہے۔“ کاظم شاد نے ایک ققمہ لگایا اور دوسری سمت دیکھنے لگا، فوراً ہی ایک آدمی نے بڑی سی کرسی اٹھا کر میرے سامنے رکھ دی اور کاظم شاد اس پر بیٹھ گیا، اس نے پرسکون لہجے میں کہا۔

”ہاں اب آپ سے ذرا تفصیلی باتیں ہوں گی، آپ کیا کہہ رہے تھے، اپنا جملہ پورا کیجئے گا مسٹر دانش منصور۔“ وہ بولا اور میں نے آہستہ سے کہا۔

”شاید تم نے مجھے کسی غلط فہمی میں پکڑ لیا ہے۔“

”یہ غلط فہمی کیسے ہو سکتی ہے جناب؟“ وہ بدستور طنزیہ انداز میں بولا۔

”تم مجھے جس نام سے پکار رہے ہو یہ میرا نام نہیں ہے۔“

”ادھو..... اچھا اچھا..... ہاں یہ ہو سکتا ہے لیکن میرے آپ کے درمیان کوئی رشتہ ہے یا نہیں۔“

”رشتہ..... میں نے پھر خوفزدہ انداز میں پوچھا۔

”جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے میری آپ کی کوئی ملاقات ہو چکی ہے۔“ کاظم شاد نے کہا اور میں نے نگاہیں جھٹکالیں، اپنے چہرے سے میں وہ تمام تاثرات دے رہا تھا جو اپنے لمحات کے لیے ضروری ہوتے ہیں، پھر کاظم شاد بولا۔

”لیکن افسوس یہ ہے کہ آپ کو آپ کی اصل حیثیت میں تسلیم کرنا میری لیے ذرا مشکل کام ہوگا، اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کا چہرہ دیکھ لوں۔“

”میں سمجھ نہیں پا رہا جناب.....“

”کیا آپ مجھے میرے نام سے مخاطب کر سکتے ہیں۔“ کاظم شاد نے سوال کیا اور ایک بار پھر میری نگاہیں جھٹک گئیں میں نے آہستہ سے کہا۔

”جی میں آپ کو جانتا ہوں۔“

”جھٹلا کیا نام ہے میرا.....“ اس نے پوچھا۔

”کاظم شاد۔“

”بہت خوب اور آپ کو میں کس نام سے پکاروں۔“ اس نے کہا اور میں خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولا۔

”میرا نام فیصل ہے۔“

”ثابت ہونے دیجئے پہلے کہ آپ واقعی فیصل ہیں یا دانش منصور، چلو دیکھو۔“ غالباً پہلے سے انتظام کر لیا گیا تھا، کاظم شاد کو میں نے ایسے چکر دیے تھے کہ وہ اب کسی بھی بات پر یقین کرنے کے لیے تیار نہیں تھا، چنانچہ اس وقت بھی وہی سب کچھ ہوا میرے چہرے پر، ایک آپ تلاش کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کر ڈالی گئی اور جب اسے میرے چہرے پر ایک آپ نہ ملا تو اس نے گہری سانس لے کر کہا۔

”ٹھیک ہے اگر آپ ضد کرتے ہیں تو ہم آپ کو مسٹر فیصل کہہ کر پکار لیتے ہیں، دیئے مسٹر فیصل آپ کو یاد آیا کہ میری اور آپ کی ملاقات کہاں ہو چکی ہے۔“ میں نے اپنے آپ کو سنبھالا اور کسی قدر سرد لہجے میں بولا۔

”ہاں میں تمہاری کوٹھی میں داخل ہوا تھا، ہل پارک کے قریب۔“

”اور وہاں داخل ہو کر آپ نے میرے ساتھ ایک بہت ہی خوبصورت وقت گزارا تھا، یاد آیا آپ کو۔“

”یاد ہے۔“ میں نے اب کسی قدر نڈر لہجے میں کہا۔

”سوال یہ پیدا ہوتا ہے مسٹر فیصل بلکہ بہت سے سوالات ایک ساتھ پیدا ہو جاتے ہیں آپ سے بڑی ترتیب سے گفتگو کرنی ہے کیا آپ کو اس بات کا علم ہے کہ آپ کا ایک مشکل بھی اس شہر میں موجود ہے اور حیران کن بات یہ ہے کہ وہ بے حد دولت مند آدمی ہے، جبکہ آپ بظاہر آپ کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم، لیکن آپ کا لباس اور آپ کا علیہ بتاتا ہے کہ آپ بہت زیادہ بہتر زندگی نہیں گزار رہے۔“

”میں نہیں جانتا کہ میرا مشکل کون ہے۔“ میں نے جواب دیا۔

”وہی جس کے نام سے میں نے آپ کو پکارا ہے، یعنی دانش منصور۔“

”میں اسے نہیں جانتا۔“ میں نے جواب دیا، اسی وقت کرن اندر داخل ہوئی اور

”مکراتی ہوئی کاظم شاد کے قریب پہنچ گئی۔“

”مکراتی ہوئی کاظم شاد کے قریب پہنچ گئی۔“

”مکراتی ہوئی کاظم شاد کے قریب پہنچ گئی۔“

”ہیلو زہرہ! ہاں ذرا جلدی سے ہٹاؤ کیا پوزیشن ہے۔“

”نہیں جناب دونوں الگ الگ ہیں۔“ کرن زہرہ نے جواب دیا۔

”تم اچھی طرح تصدیق کر چکی ہو۔“

”مکمل طور پر، وہ اپنی کوٹھی میں موجود ہے اور مطمئن اور پرسکون ہے۔“

”یقیناً“ مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ ہمارے فیصل صاحب کا اتنا ہمشکل آخر کیوں

ہے، جڑواں بھائی تو نہیں ہے وہ ان کا مسٹر فیصل ذرا مجھے اپنے ماضی کے بارے میں تو

بتائیے۔ ہو سکتا ہے آپ کا ایک جڑواں بھائی تلاش کرنے میں کامیاب ہو جاؤں۔“

میرے ہونٹوں پر تلخ مسکراہٹ پھیل گئی، اب میں نے خود کو سنبھال کر اس کے

سامنے پیش کرنا شروع کر دیا تھا، میں نے سرد لہجے میں کہا۔

”مسٹر کاظم شاد میرے اور آپ کے درمیان جو چکر چلا ہوا ہے وہ اپنی جگہ ایک

ٹھوس حقیقت رکھتا ہے اور میں آج بھی اس بات سے انکار نہیں کرتا کہ مجھے مٹھل شاہ کی

تلاش ہے، وہ شخص جو مٹھل شاہ صاحب کا چہرہ بنائے ہوئے ان کے آستانے میں بیٹھا ہوا

ہے اس نے مجھے بتایا ہے کہ وہ مٹھل شاہ نہیں ہے اور مجھے خود بھی اس کا اندازہ ہو گیا تھا

میں آج بھی اس بات پر یقین رکھتا ہوں کہ مٹھل شاہ صاحب کے بارے میں تم اچھی طرح

جانتے ہو کہ وہ کہاں ہیں، کم از کم اس بات کا علم تمہیں ضرور ہو گا کہ وہ اس دنیا میں ہیں

نہیں اور میں صرف انہی کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا تم سے اور آج بھی

میرے ذہن میں وہ چیز موجود ہے میں ہر قیمت پر مٹھل شاہ کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا

ہوں۔“

”چلو دوسرا سوال میں یہ کیے لیتا ہوں مٹھل شاہ سے تمہارا کیا رشتہ ہے؟“

”عقیدت کا رشتہ، محبت کا رشتہ، وہ میرے بزرگ ہیں، میرے روحانی رہنما، اس

نے مجھے سکون دیا ہے، اس نے مجھے دنیا میں جینے کا ڈھنگ سکھایا ہے، اس نے مجھ سے کہا

تھا کہ ایک بہتر مستقبل میرا انتظار کر رہا اور وہ اس بہتر مستقبل کے حصول میں میری مدد

کرے گا، لیکن..... لیکن وقت نے اس کا ساتھ نہ دیا، اسے حادثہ پیش آگیا، وہ مجھ سے

بہت محبت کرتا تھا، بہت قربت رکھتا تھا وہ مجھ سے اور میں..... میرا بھی اس کے اپنے

عقیدت مندوں میں شمار تھا میں اس کے اشارے پر خون کی ندیاں بہا سکتا تھا۔“

”کچھ اور پیچھے چلے جاتے ہیں مائی ڈیر، کچھ اور پیچھے چلے جاتے ہیں مگر ٹھہرو

در اصل سوالات کا ایک انبار ہے، جو میرے ذہن میں اور سمجھ میں نہیں آتا کہ کہاں سے

شروع کیا جائے، میں تم سے تمہارے ماضی کے بارے میں پوچھ رہا تھا، حال کے بارے میں

پوچھ رہا تھا، مستقبل کا فیصلہ تو خیر اب ذرا دوسرا ہی ہو گا، ہاں تو فیصل ذرا مجھے خود سے

متعارف کراؤ، میں نے دیکھا تھا کہ جب میں نے تم سے تمہارے بارے میں پوچھا تھا

تمہارے ہمشکل کے بارے میں پوچھا تھا تمہارے چہرے پر تلخی ابھر آئی تھی، کیا تمہارے

ماضی میں کچھ تلخیاں ہیں۔“

”میں تمہیں اس کا جواب دینے کے لیے مجبور ہوں۔؟“

”ہاں دراصل بات یہ ہے کہ زندگی بہت قیمتی چیز ہے اور اس قیمتی زندگی کو بچانا ہر

انسان کا فرض ہے، میں تمہیں صرف ایک بات بتانا چاہتا ہوں اگر تم میرے لیے کار آمد نہ

ثابت ہوئے تو میں خاموشی سے تمہیں قتل کر کے تمہاری لاش کسی محفوظ جگہ دفن کر دوں

گا اور اس کے بعد تمہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بھول جاؤں گا، تمہاری زندگی بچ بھی سکتی

ہے، بشرطیکہ تم میری ہدایت پر عمل کرنے کے لیے دل و جان سے آمادہ ہو جاؤ، مٹھل شاہ

نے اگر تم سے ایک شہرے مستقبل کا وعدہ کیا تھا تو یہ وعدہ میں بھی تم سے کر سکتا ہوں،

لیکن اس سے پہلے تمہیں مجھے مطمئن کرنا ہو گا اور میں جو وعدہ کرتا ہوں اس کی تکمیل میں

بہت زیادہ وقت نہیں صرف کرتا، بلکہ میں اس کا عادی ہوں کہ جو کام کرنا ہے فوراً کیا

جائے تاکہ بعد میں دوسرے کام کرنے کے لیے گنجائش نکل سکے، سمجھ رہے ہو نا میری

باتیں، میری باتیں تمہاری سمجھ میں آرہی ہیں۔؟“

”جی۔“ میں نے آہستہ سے کہا۔

”تو اپنے ماضی کے بارے میں مجھے کچھ بتاؤ۔“

”میرا ماضی ایسا خلاء ہے جسے میں آج تک پر نہیں کر سکا۔“

”خوب! اچھا جملہ ہے، آگے کہو۔“ کاظم شاد نے کہا۔

”ڈیفنس کی ایک کوٹھی میں ایک ملازمہ کی آغوش میں آنکھ کھولی تھی، اس ملازمہ کو

میری ماں کہا جاتا تھا، لیکن وہ کہیں سے بھی میری ماں نہیں تھی اور بعد میں یہ بات میرے

علم میں آئی کہ وہ میری ماں نہیں ہے، میں اس کوٹھی سے نکل آیا، در بدر مارا مارا پھرتا رہا،

”دراصل میری زندگی میں کچھ بھی نہیں ہے کاظم صاحب، میں آج تک اپنے لیے کوئی مستقبل نہیں تلاش کر سکا ایک گندی سی بستی میں ایک چھوٹے سے مکان میں رہتا ہوں کسی سے میری شناسائی نہیں ہے، کوئی مجھے نہیں جانتا، زندگی گزار رہا ہوں اس امید پر کہ شاید مجھے بھی زندگی گزارنے کا بہتر موقع مل جائے۔“

”اب آجاتے ہیں ہم مٹھل شاہ پر، تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ مٹھل شاہ کو میں جانتا ہوں اور وہ میرے ذریعے تمہارے علم میں آسکتا ہے۔“ میں نے چند لمحات سوچا پھر کہا۔

”مٹھل شاہ پر جس رات حملہ ہوا تھا اس سے ایک شام پہلے اس نے مجھے بتایا تھا کہ ڈان سینٹر نامی ایک ادارہ اس کا بدترین دشمن ہے، کچھ ایسے معاملات ہیں جن کی وجہ سے ڈان سینٹر اسے ختم کرنا چاہتا ہے، اس نے یہ بھی بتایا کہ کاظم شاد نامی ایک صاحب ڈان

سینٹر کے مقامی سربراہ ہیں اور اس نے مجھے تمہارا پتا بھی بتایا تھا، یعنی وہ پتا جو بوٹ بیسن پر موجود عمارت کا ہے اور پھر مٹھل شاہ کے ساتھ وہ حادثہ پیش آگیا، مٹھل شاہ کی لاش ان

لاشوں میں نہیں ملی تھی، چنانچہ مجھے خدشہ ہوا کہ ہو سکتا ہے مٹھل شاہ صاحب زندہ ہوں اور میں انہی کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے تمہاری اس عمارت میں داخل ہوا تھا۔“

”گڈ..... ویری گڈ“ ویسے تم آدمی بے حد خطرناک ہو اور یقینی طور پر اس عمارت میں تم نے جو کچھ کیا تھا وہ قابلِ داد ہے، تم میرے تمام آدمیوں کو دھوکا دے کر نکل آئے تھے۔

”اچھا یہ پتاؤ مٹھل شاہ سے تمہاری ملاقات کہاں ہوئی تھی؟“

”رستم خان نامی ایک شخص کی ٹرانسپورٹ کمپنی میں کام کرتا تھا میں ٹرک چلاتا تھا اس کمپنی کا بعد میں رستم خان کی دشمنی کسی سے ہو گئی جنگ ہوئی اور رستم خان مارا گیا،

اس کے بعد میں در بدر پھرتا رہا، تو یہ اسی دوران کی بات ہے جب میں ٹرک چلاتا تھا کہ ایک رات مٹھل شاہ میرے ٹرک میں آگیا، وہ کسی درخت پر چھپا ہوا تھا، میرے ٹرک میں

کو دگیا، میں نے اس کی مدد کی بعد میں اس نے مجھے اپنے آستانے پر بلایا اور اس نے اس مدد کا بھرپور صلہ دیا مجھے، میں تین مہینے تک اپنی مشکلات سے بے نیاز ہو گیا تھا، پھر میں اس کی خدمت میں حاضری دیتا رہا اور مجھے اس سے بے پناہ عقیدت ہو گئی، وہ میری کفالت

بہت سی جگہ نوکریاں کیں، زندگی گزارنے کے لیے مختلف مرحلوں سے گزرا، ٹرانسپورٹ کمپنی میں کام کیا اور اس کے بعد سے آج تک ادھر ادھر بھٹکتا پھر رہا ہوں، دل میں ایک آرزو تھی کہ میرے سامنے میرا ماضی آجائے، مجھے یہ پتا چل جائے کہ میں کون ہوں، کس

کی اولاد ہوں، میرے ماں باپ کون ہیں، کہاں پیدا ہوا تھا۔ بہت سی باتیں آرزو کی حیثیت رکھتی ہیں، مٹھل شاہ صاحب کو اپنا راہنما بنایا تھا اور اس بات کے امکانات ہو گئے تھے کہ میں انسانوں کی مانند جینا شروع کر دوں، لیکن..... لیکن ایسا نہیں ہوا اور مجھے.....

مجھے وہ سب کچھ نہیں ملا جو میں چاہتا تھا۔“

”ہوں ذرا کچھ اور تفصیل۔“

”بس اس سے زیادہ اور کوئی تفصیل نہیں ہے، مختلف ہاتھوں میں پلا بڑھا جوان ہوا اور بالا آخر اس جگہ تک پہنچ گیا۔“

”کوئی جگہ؟“

”اسے تم اپنا گھر بھی کہہ سکتے ہو۔“

”ہاں..... ہاں ٹھیک ہے..... ٹھیک ہے، تعلیم حاصل کی ہے کچھ تم نے؟“

”باقاعدہ نہیں، ایک مہربان نے کچھ عرصے کچھ پڑھایا تھا، جس سے دنیا کو جاننے کا موقع ملا۔“

”کون تھا وہ مہربان؟“

”الیاس احمد ایڈوکیٹ۔“

”گڈ..... ویری گڈ..... چلو ٹھیک ہے کوئی ایسی خاص بات نہیں ہے، ہاں میں نے یہ بھی سنا ہے کہ تم نے کسی پولیس آفیسر کو زخمی کر دیا تھا۔“

”ہاں۔“

”اس نے مجھے گالیاں دی تھیں۔“

”اوہ..... اور تم نے اس کی زبان کاٹ لی۔“

”ہاں۔“

”اس طرح تو تم باقاعدہ قانون کے مجرم بن گئے، اگر قانون نے تم پر کبھی گرفت حاصل کر لی تو؟“ اس نے سوال کیا اور میں پھر اسی تلخی سے مسکرا دیا اور پھر میں نے کہا۔

کارروائیوں میں مصروف تھے، لیکن اس کے بعد اس نے جو کچھ کیا وہ انتہائی ہولناک تھا، دولاٹیں جنہیں ابھی ابھی قتل کیا گیا تھا ایک بار پھر لائی گئیں اور میرے ہاتھ میں ایک چوڑے پھل والا خنجر دے دیا گیا جسے ان لوگوں کے خون میں ڈوبایا گیا تھا، پھر ایک شخص نے مجھے گھٹنے کے بل ایک جگہ بٹھایا اور خنجر میرے ہاتھ میں دے کر کہا اس سر کے بال پکڑ لیے جائیں اور خنجر گردن پر پھیرا جائے، میری سمجھ میں ایک لمحے کے لیے کچھ نہیں آیا تھا، لیکن جب میں نے ایک فوٹو گرافر کو بھی اس کے لیے تیار دیکھا تو بات میری سمجھ میں آگئی، وہ لوگ مجھے قتل کا مجرم ثابت کرنا چاہتے تھے، صرف ایک لمحے میں میں نے فیصلہ کر لیا کہ اس وقت مجھے اس کی ہدایت پر ہی عمل کرنا چاہیے، چنانچہ میں نے خنجر اپنے ہاتھ میں لیا اور اس کی ہدایت کے مطابق وہ تصویریں بنوائیں جن کے تحت یہ بات ثابت کی جاسکتی تھی کہ میں نے دو انسانوں کو قتل کیا ہے، کاظم شاد نے میرا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

مجھے ایک بند گاڑی میں بٹھایا گیا، کاظم شاد بھی میرے قریب ہی بیٹھ گیا تھا اور دو سیاہ پوش جو سب مشین گنیں سنبھالے ہوئے تھے سب سے آخر میں بند گاڑی کے پچھلے حصے میں پہنچ گئے تھے، اس اہتمام کے ساتھ مجھے وہاں سے لایا گیا، اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ وہ کھنڈر نما جگہ کون سی ہے اور کہاں واقع ہے، لیکن تقریباً بیس منٹ تک مسلسل سفر کیا گیا تھا اور اس کے بعد بند گاڑی رک گئی تھی، ان دو سیاہ پوشوں نے بازو سے پکڑ کر مجھے نیچے اتارا یہ ایک بالکل نئی عمارت تھی۔

”وقت کا کوئی اندازہ نہیں ہو پارہا تھا اب چاروں طرف ہولناک سناٹے کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا، مجھے اس عمارت کے ایک اندرونی کمرے میں لایا گیا، یہ عمارت بھی ہر طرح سے فریشڈ اور خوبصورت تھی، یہاں مجھے ایک صوفے پر بٹھا دیا گیا، کاظم شاد میرے پاس موجود تھا، چند ہی لمحات کے بعد میں نے کرن کو دیکھا جو ایک بڑا سا کاغذ لیے ہوئے اندر آگئی تھی، اس نے پیڑ میرے سامنے رکھا اور کاظم شاد کہنے لگا۔“

”اس پر لکھو، جو کچھ میں بتا رہا ہوں اس پر لکھو۔“ اور اس کے بعد اس نے اس پیڑ پر مجھ سے ایک تحریر لکھوائی جس میں ان دونوں آدمیوں کے نام شامل کیے گئے تھے اور یہ اعتراف کرایا گیا تھا کہ میں نے ذاتی دشمنی کی بنا پر ان دونوں کو ذبح کیا ہے اور اس کا

کرتا تھا، اس نے ان برے دنوں میں میرا ساتھ دیا، جب میرے پاس کھانے پینے کے بھی کچھ نہیں تھا ایسی ہی بری کیفیت تھی میری۔“

”اس کے بعد تم کیا کرتے رہے؟“

”بس چھوٹی موٹی محنت، مزدوری اور پھر جب سے اس پولیس انسپکٹر کو میں نے اس کے بعد مجھے مستقل چھپے رہنا پڑا اور اب بھی..... اب بھی میں..... میں..... جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔“

”اب تم کہاں رہتے ہو۔“

”میرے پتے سے تم مجھے تلاش نہ کر پاؤ گے، کیونکہ میں نے لوگوں سے رشتہ نہیں رکھی ہے، اپنی رہائش گاہیں بدلتا رہتا ہوں اور اس وقت بھی ایک ایسی جگہ رہتا ہوں جس کے بارے میں کسی کو پتا نہیں ہے۔“

”میں پتا معلوم کرنا چاہتا ہوں تمہارا۔“ اور میں نے بڑے اطمینان سے اس کی آبادی کے اس مکان کا پتا بتادیا، جس میں میرا مختصر سامان موجود تھا اور ایسا سامان تھا کہ اگر کوئی اس سامان کی تلاشی لے تو اسے یہ یقین ہو جائے کہ میں وہاں رہتا رہا ہوں، کاظم شاد نے یہ پتا نوٹ کر لیا اور اس کے بعد اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

”ٹھیک ہے آرام کرو۔“

میں اپنی سوچوں میں گم ہو گیا۔

تین گھنٹے بعد کاظم شاد پھر آیا اور بولا۔

”کیا سوچ رہے ہو فیصل، بولو میری غلامی میں میری ماتحتی میں آنا پسند کرو گے یا آجیگر لحد زندگی کو ختم کر دینا۔“

”نہیں مسٹر کاظم شاد میں آپ کے ہر حکم کی تعمیل کے لیے خود کو دل و جان پیش کر دوں گا۔“

”مجھے یقین تھا تم سمجھدار آدمی معلوم ہوتے ہو، شکل و صورت سے بھی عمل

بھی، ٹھیک ہے اس کی سزائے موت منسوخ کی جاتی ہے کیونکہ اس نے ہماری غلامی کو آنا قبول کر لیا ہے، لیکن وہ عمل ضروری ہے جس کی بناء پر یہ اپنے اس فیصلے کی تقلید کر رہے چنانچہ انتظامات کرو۔“ میں کچھ نہیں سمجھ پایا تھا، کاظم شاد کے آدمی غالباً

مکمل طور سے ذمہ دار ہوں پھر اس کاغذ پر میرے دستخط کے ساتھ ساتھ انگوٹھا بھی لگا دیا گیا اور کاظم شاد نے یہ کاغذ تمہارے کر کے کرن کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔

”اسے فائل میں لگا کر اپنے پاس محفوظ کرلو۔“ کرن وہاں سے چلی گئی۔ چند لمحات کے بعد ایک آدمی کافی کی ایک ٹرالی دھکیلتا ہوا آیا اور اس نے وہ ٹرالی کاظم شاد سامنے کر دی کاظم شاد نے دو پیالیوں میں کافی بنائی اور ایک مجھے پیش کرتا ہوا بولا۔

”میں تمہیں اپنے ساتھی کی حیثیت سے قبول کر کے خوشی محسوس کر رہا ہوں“ اور اب میں تم سے وہ اہم گفتگو کرنا چاہتا ہوں جو یقینی طور پر تمہاری آنکھیں کھول دے گی۔“ میں نے لرزتے ہاتھوں سے کافی کی پیالی اٹھائی اور اس کے بڑے بڑے گرم گھونٹے لینے لگا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ماحول مجھ پر اثر انداز ہوا تھا۔ ان دو افراد کی ہونے والی گفتگو نے مجھے بدترین اعصابی کشیدگی بخشی تھی لیکن اس کے باوجود میں خود کو سنبھالنے کی اہلیت رکھتا تھا۔ البتہ اس وقت یہ ضروری نہیں تھا کاظم شاد کو یہ احساس دلا دینا ضروری حق میں ضروری تھا کہ میں بہر حال ایک عام سا انسان ہوں اور ان حالات سے خوفزدہ نہ ہوں۔ کاظم شاد گہری نگاہوں سے میرا تجزیہ کرتا رہا پھر اس نے کہا۔

”در حقیقت فیصل یہاں ایک ایسا شخص موجود ہے جو تمہارا اتنا مشکل ہے کہ اگر خود بھی اسے دیکھو تو یہ تمیز کرنا مشکل ہو جائے گی تمہارے لیے کہ تم تم ہو یا وہ۔ وہ رہے ہو نا میری بات۔ اتنا مشکل اور جسامت بھی بالکل تمہارے جیسی۔ انداز اور آواز کا بالکل ویسی ہی لیکن تم دونوں میں نمایاں فرق یہ ہے کہ وہ انتہائی دولت مند اور صاحب حیثیت انسان ہے اور تم تم۔“ کاظم شاد جملہ ادھورا چھوڑ کر خاموش ہو گیا۔ اس کی پیالی اٹھائی اور اس کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لینے لگا۔ میں خاموش نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ کاظم شاد دیر تک خاموش رہا پھر اس نے کہا۔

”اور میں یہ چاہتا ہوں مگر ٹھہرو۔ وہ چند لمحات کے لیے پھر خاموش ہوا اور بولا۔

”مٹھل شاہ سے تمہاری عقیدت کی بنیاد یہی تھی نا کہ اس نے تمہارے مستقبل کے لیے سوار کیا تھا کم از کم میں تمہاری اس بات پر اعتبار کر سکتا ہوں فیصل کہ تم کسی شخص سے وفادار ہوتے ہو تو اس کے لیے سب کچھ کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہو۔ مجھے ایسے دنیا دار لوگ پسند ہیں۔ میں دعویٰ تو نہیں کرتا لیکن یہ بات تمہیں بتانا ضروری

سمجھتا ہوں کہ آنے والے وقت میں شاید تمہیں مٹھل شاہ سے زیادہ مجھ سے عقیدت ہو جائے کیونکہ میں مستقبل کی بات نہیں کرتا بلکہ مستقبل کو حال میں گھسیٹ لاتا ہوں۔ میں نہیں جو کچھ دینا چاہتا ہوں وہ یوں سمجھ لو کہ تم سے چند قدم کے فاصلے پر ہے۔ چند قدم آگے بڑھاؤ گے اور وہ سب کچھ تمہیں مل جائے گا۔ ایک بہترین مستقبل ایک حسین زندگی۔ سمجھ رہے ہو نا تم۔ سنو میں جو کچھ تم سے کہنا چاہتا ہوں وہ غور سے سنو۔ میری دلی خواہش ہے کہ وہ شخص جو تمہارا مشکل ہے بالکل تم جیسا وہ نہ رہے اور تم یہ نہ رہو جو ہو۔ تمہیں اس کی جگہ لینا ہوگی نہایت ہمت، احتیاط، ہوشیاری اور دانشمندی کے ساتھ اور میں تمہاری پشت پر رہوں گا، مجال نہیں ہے کسی کی جو تمہاری طرف ٹیڑھی آنکھ سے دیکھ جائے۔ خون کی ندیاں بہا دوں گا تمہارے دشمنوں کی۔ اس طرح تمہیں میرا تحفظ رہے گا اور تم ایک حسین مستقبل کی جانب چل پڑو گے اور وہ شخص اس کا اس کائنات میں کوئی وجود نہیں رہے گا۔ سمجھ رہے ہو نا لیکن ابھی مجھے جواب نہ دو۔ فیصلہ کرنے کے لیے تمہیں تھوڑا سا وقت دیا جاسکتا ہے لیکن یہ بھی تمہیں بتانا بہت ضروری ہے کہ فیصلہ وہی ہو گا جو میں نے کیا ہے اور جو میں چاہتا ہوں۔ میرا خیال ہے آرام کرو۔ رات ویسے بھی بہت کم رہ گئی ہے اور یہ رات تمہاری زندگی کے لیے بڑی خوشیوں کی رات ہے نجانے کون سا جذبہ تمہیں موت سے زندگی کی جانب لے گیا ہے حالانکہ میں یہ سب کچھ کرتا نہیں ہوں۔“ کاظم شاد نے اپنی چائے کی پیالی رکھی اور فوراً اس جگہ سے اٹھ گیا۔ وہ مجھ سے کچھ کہنے بغیر وہاں سے واپس چلا گیا تھا اور میں خاموش نگاہوں سے دروازے کی جانب دیکھتا رہ گیا تھا۔ کاظم شاد یقینی طور پر بے حد سنگدل انسان تھا۔ خاص طور پر اس نے جس طرح صرف مجھے دکھانے کے لیے دو انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ وہ ایک بدترین عمل تھا اور اس عمل سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہ جرائم کی دنیا میں انتہائی گہرائیوں تک اترا ہوا ہے اور ہر عمل کر سکتا ہے پھر مجھے ان دستاویز اور تصویروں کا خیال آیا جو کاظم شاد نے مجھے پھانسنے کے لیے حاصل کی تھیں۔ وہاں اس نے ذرا کچے پن کا مظاہر کیا تھا۔ کوئی بھی قاتل قتل کرتے ہوئے اپنی تصویریں کھنچو نا پسند نہیں کرتا یا پھر وہ قتل کا اعتراف اس طرح باقاعدگی سے نہیں کرتا اس پر انگوٹھا نہیں لگاتا اگر یہ دستاویز اور تصاویر وغیرہ عدالت میں پیش کی جائیں تو صرف بھاق ہو سکتی ہیں اس سے زیادہ کچھ

طرف سے گھیرے میں لیے ہوئے ہیں۔ آپ اطمینان سے اپنا وقت گزار رہے جناب کوئی پیام ہوا تو ہم خود آپ سے رابطہ قائم کر لیں گے مناسب موقع دیکھ کر آپ بالکل مطمئن رہیں۔ ہم حالات کے ایک ایک پہلو سے واقف ہیں۔ بس اب آپ آرام کیجئے گا اور کوئی حکم تو نہیں ہے۔“

”نہیں۔“ میں نے آہستہ سے کہا اور اس کے بعد دروازہ بند کر کے روشنی بجھا دی۔ وہ دونوں راہداری میں آگے نکل گئے تھے لیکن میرا دماغ سنسار رہا تھا۔ یہ رشید ناگی تو درحقیقت میرے وجود کا ایک حصہ بن کر رہ گیا تھا۔ اتنی شاندار کارکردگی کا مظاہرہ کرنا تھا کہ میں شاید خود بھی یہ سب کچھ نہ کر سکتا۔ مجھے ہنسی آنے لگی۔ وہ لمحات میرے لیے بڑے سنسنی خیز تھے جب کھنڈر میں قتل و غارت گری ہو رہی تھی لیکن مجھے نہیں معلوم تھا کہ میرے ساتھی مجھ سے اتنا قریب ہیں۔ دل کو بڑا اطمینان سا ہوا۔ بعض ایسے معاملات جو میں خود نہیں سنہال سکتا تھا رشید ناگی انہیں آسانی سے سنہال لیتا تھا اور کاظم شاد کا کہنا تھا کہ مجھے اس سے مٹھل شاہ سے زیادہ عقیدت ہو جائے گی۔ بیوقوف آدمی اپنا اور مٹھل شاہ کا فرق نہیں سمجھتا تھا۔ بہر طور اب اس کا منصوبہ میرے علم میں آچکا تھا۔ یقینی طور پر وہ مجھے دانش منصور کی جگہ دے کر اپنے مفادات کا حل چاہتا تھا لیکن اس طرح سعید کو خطرہ تھا۔ یقینی طور پر جب مجھے اس کی جگہ دی جائے گی تو سعید کے لیے بھی کوئی نہ کوئی بندوبست کیا جائے گا۔ یہ بہت ضروری تھا کہ میں اس سلسلے میں رشید ناگی کو اطلاع دے دوں۔ ویسے رشید ناگی تقریباً تمام ہی معاملات سے واقف تھا اور اس کے آدمی یہاں تک موجود تھے۔ اس طرح اس نے تقریباً کاظم شاد کو شکست دے دی تھی۔ ہو سکتا ہے وہ تمام صورتحال سے خود بھی واقف ہو۔ بہر طور موقع ملنے پر اسے اطلاع ضرور دے دی جائے گی۔ اس کے بعد میں سونے کی کوشش کرنے لگا لیکن نیند بہت دیر تک نہیں آئی تھی۔ البتہ جب سویا تو دوسرے دن بہت دیر تک سوتا رہا جاگتے ہی احساس ہو گیا تھا کہ دن بہت زیادہ چڑھ چکا ہے میں بستر پر کالوں کی طرح لیٹا رہا اس کے بعد دروازہ کھلا اور کرن اندر آگئی میں اسے دیکھنے لگا۔ وہ مسکراتی ہوئی میرے قریب پہنچ گئی تھی اور پھر اس نے میری مسمری کے ایک سرے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

”جاگو گے نہیں فیصل۔“ اس کے انداز میں بڑی بے تکلفی اور بڑی اپنائیت تھی۔

نہیں۔ میں خاموشی سے اپنی جگہ بیٹھا رہا۔ اب یہ سوچ رہا تھا کہ آئندہ مجھے کیا کرنا ہوگا۔ دفعتاً ہی کرن زہرہ دروازے سے اندر داخل ہوئی۔ غالباً اسے جگا کر بھیجا گیا تھا وہ ایک سفید باریک لبادے میں ملبوس بہت دلکش نظر آرہی تھی۔ آنکھوں میں نیند کا خمار تھا اور ہونٹوں پر مدھم مدھم سی مسکراہٹ کہنے لگی۔

”چلو میں تمہیں تمہاری آرام گاہ دکھا دوں۔ آؤ پلیز۔“ اس کی آواز بھی بوجھل تھی۔ میں خاموشی سے اس کے ساتھ باہر نکل آیا اور کرن زہرہ مجھے لیے ہوئے ایک کمرے کے دروازے پر پہنچ گئی۔ اس نے مجھے خوابگاہ میں جانے کا اشارہ کیا اور پھر خود کمرے کے سنے بغیر واپس مڑ گئی۔ غالباً اس پر نیند کا شدید غلبہ تھا۔ میں ایک گہری سانس لے کر مسمری پر آبیٹھا۔ تیز روشنی بھی گل نہیں کی تھی میں نے۔ کافی دیر تک میں اسی طرح بیٹھا رہا۔ جو کچھ اب تک ہوا تھا وہ میری توقع کے مطابق تھا اور اب مجھے اس سلسلے میں اور بھی بہت سی باتیں سوچنا تھیں۔ باہر قدموں کی چاپ سنائی دی اور ایک نقاب پوش نے دروازے سے اندر جھانکا پھر بھرائے ہوئے لمبے میں کہا۔

”آپ آرام کریں جناب۔ دروازہ بند کر لیں اور روشنی بجھا دیں۔“

”ٹھیک ہے۔“ میں نے جواب دیا اور مسمری سے نیچے اتر آیا۔ نقاب پوش دروازے ہی میں کھڑا ہوا تھا اور وہاں سے ہٹا نہیں تھا۔ میں نے اسے دیکھا نقاب کے نیچے سے اس کی دونوں آنکھیں جھانک رہی تھیں۔ اس کے قریب ہی ایک اور نقاب پوش موجود تھا جو باہر راہداری میں تھا۔ میں نے دروازے کی جانب ہاتھ بڑھائے تو نقاب پوش آہستہ سے بولا۔

”آپ بالکل آرام کیجئے گا دانش منصور صاحب۔ میں مخدوم ہوں اور یہ مجھے شغ ہے آپ ہم دونوں کو پہچانتے ہیں نا۔“ میں شدت حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر رہ گیا۔ مخدوم نے ادھر ادھر دیکھ کر اپنے چہرے سے نقاب ہٹا دیا۔ میں نے اسے پہچان لیا تھا اور میری حیرت کی انتہا نہیں رہی تھی۔

”تم۔“

”جی سر۔ ڈیوٹی تھی یہاں پر ہماری۔ ناگی صاحب نے ہمیں یہاں پہنچا دیا تھا اور ہم صرف دو ہی نہیں ہیں بلکہ یہاں اس وقت آٹھ آدمی موجود ہیں جو آپ کو چاروں

”کاظم شاد بے حد مصروف انسان ہیں کبھی کہیں کبھی کہیں۔ ان کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہوتا۔ ہو سکتا ہے ایک دو دن تم سے ملاقات ہی نہ ہو پائے۔ براہ راست انہوں نے مجھے کچھ نہیں بتایا لیکن سنا ہے کہ ملک سے باہر جا رہے ہیں۔“

”اوہو۔ میرے لیے کوئی ہدایت دی ہے کیا انہوں نے۔“

”تمہیں تو ہدایت دی جا چکی ہے۔ تمہارے لیے اب مجھے ہدایت دی گئی ہے۔“

کرن نے مسکراتے ہوئے کہا۔ میں خاموشی سے چائے پیتا رہا۔ چند لمحات کے بعد وہ بولی۔

”یوں سمجھ لو تمہاری تربیت مجھے سوچی گئی ہے۔ کیونکہ میں نے دانش منصور کو

بہت قریب سے دیکھا ہے میرے شانوں پر بہت بڑی ذمہ داری ڈال دی گئی ہے۔“

”ایک سوال کر سکتا ہوں آپ سے مس زہرہ۔“

”ضرور۔ بلکہ بہتر یہی ہے کہ ہم دونوں گہرے دوستوں کی مانند ایک دوسرے سے

گھل مل جائیں کیونکہ اب میرا اور تمہارا بہت زیادہ ساتھ رہے گا۔“

”آپ! میرا مطلب ہے۔ آپ کاظم شاد کی کوئی عزیز ہیں۔“

”نہیں، شاید میں نے بتایا تھا کہ میں ان کی سیکریٹری ہوں۔“

”کب سے؟“ میں نے سوال کیا۔

”بہت زیادہ عرصہ تو نہیں ہوا۔ شاید تمہیں یاد ہو کہ اس دن بھی میں کاظم شاد

صاحب کے پاس آئی تھی جب تم ان کی کوٹھی سے باہر نکل رہے تھے۔ اس وقت تک میں

ان کی سیکریٹری کی حیثیت نہیں اختیار کر سکی تھی بس یوں سمجھ لو کہ بعد میں یہ سب کچھ

ہو گیا۔“

”کاظم شاد صاحب نے ان دو آدمیوں کو قتل کرا دیا ہے۔ صرف اتنی سی بات پر کہ

انہوں نے کاظم شاد صاحب سے کوئی بے ایمانی کی تھی۔“ کرن زہرہ نے ادھر ادھر دیکھا

پھر آہستہ سے بولی۔

”یہ بات صرف کاظم شاد کی نہیں ہے ایک بہت بڑا ادارہ ہے جس کے مفادات کی

نگرانی کی جاتی ہے۔ وہ لوگ یقینی طور پر اس ادارے سے معتب ہوں گے اور انہی کی

وجہ سے انہیں سزا دی گئی۔ میرا مطلب ہے کاظم شاد صاحب مقامی انچارج ہیں لیکن باقی

معاملات کہیں اور سے ہوتے ہیں۔ اپنے تک ہی رکھنا یہ بات۔ کہیں مجھے بھی نہ مروا

میں خاموش نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا یہ کس قسم کی لڑکی ہے۔ مسز اختر کی آلہ کار بن کر

مجھ تک پہنچی تھی اور مسز اختر کے لیے کام کرنا چاہا تھا اور اب کاظم شاد سے منسلک ہوا

ہے۔ تو اس طرح تو لگتا ہے خود بھی جرائم پیشہ ہو۔ یہ اس کی شخصیت کا ایک حصہ تھا اور

مجھے اس پر اعتراض کا کوئی حق نہیں پہنچتا تھا کیونکہ اس سے میرا کوئی ذہنی لگاؤ نہ تھا۔ میں

تھکے تھکے سے انداز میں اٹھ کر بیٹھ گیا اور وہ مجھے مسکراتی نگاہوں سے دیکھتی رہی پھر اس

نے کہا۔

”در حقیقت سنا تو یہی گیا ہے کہ ہر انسان کا کوئی نہ کوئی مشکل تو ضرور ہوتا ہے لیکن

میری نگاہوں میں یہ پہلا واقعہ ہے کہ دو اجنبی جن کا ایک دوسرے سے کوئی تعلق نہیں

ہے اس طرح مشکل ہیں کہ کسی کو یقین نہ آئے۔“

”کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے۔ مس کرن جس کا تذکرہ کیا جاتا رہا ہے۔“

”نہ صرف دیکھا ہے بلکہ بہت قریب سے دیکھا ہے اور اس سے تھوڑا سا گھل

رہا ہے میرا۔ میرا خیال ہے شاد صاحب بھی اس سے اتنے واقف نہیں ہیں جتنی میں۔ اور

میں یہ بات دعویٰ سے کہتی ہوں کہ بلاشبہ یہ ایک حیرت انگیز بات ہے۔“

”میں پھکی سی ہنسی کے ساتھ اپنی جگہ سے اٹھا اور غسل خانے کی جانب چل پڑا۔

کرن کہنے لگی۔“

”باتھ روم میں تمہارے لیے ایک لباس لٹکا ہوا ہے فی الحال اسی سے کام چلاؤ۔“

تمہارے اس پرانے گھر سے کچھ سامان حاصل کر لیا گیا ہے لیکن چند روز کی بات ہے میری

چیزیں اکٹھا ہو جائیں گی۔ آجاؤ تو پھر ناشتا کریں۔ میں باتھ روم میں چلا گیا اور غسل کرنے

ہوئے مجھے کرن پر ہنسی آنے لگی۔ خواجواہ میری اس قدر بے تکلف ساتھی بننے کی

کوشش کر رہی ہے لیکن ظاہر ہے یہ بھی وہ کاظم کے اشارے پر کر رہی ہوگی۔ معاملات

دلچسپ حدود میں داخل ہو گئے تھے۔ غسل کر کے باہر نکلا کرن نے ناشتے کا بیس کمرے میں

بندوبست کروا دیا تھا۔ خود بھی میزے ساتھ بیٹھ گئی اور بولی۔“

”میں تو صبح کو ناشتہ کرتی ہی نہیں لیکن تمہارے ساتھ چائے ضرور پیوں گی کھاؤ۔“

لو پلیز۔“ وہ میری خاطر کرنے لگی۔ میں نے اس سے کہا۔

”شاد صاحب کہاں ہیں؟“

دینا۔

میں نے کوئی جواب نہیں دیا کرن زہرہ ایک ڈیڑھ گھنٹے میرے ساتھ رہی اور اس کے بعد دوبارہ آنے کا وعدہ کر کے چلی گئی۔ دوپہر کا کھانا بھی مجھے یہیں اسی کمرے میں دیا گیا۔ شام کے پانچ بج گئے۔ ساڑھے پانچ بجے کرن میرے پاس پہنچی اور بولی۔

”آؤ۔ بور ہو گئے ہو گئے۔“

”ہاں واقعی بور ہو گیا ہوں۔“

”چلو کہیں گھما کر لاؤں۔“

”میرا خیال ہے مناسب نہیں ہے۔“

”کیوں۔“

”تمہیں شاید اس بات کا علم نہیں ہے کہ پولیس بھی میری تلاش میں ہے۔“

”اوہ۔ ہاں شاد صاحب نے مجھے اس بارے میں بتایا تھا اچھا ٹھیک باہر نہیں جائے

لیکن بہت مختصر وقت رہ گیا ہے جب تمہاری شخصیت بالکل بدل جائے گی اور پولیس پھر تمہارا سایہ بھی نہیں دیکھ سکتی۔“ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ کرن زہرہ اس عمارت کے

دوسرے حصے میں لے آئی اور ہم لوگ ایک جگہ کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ اس نے شام کی

چائے منگوا لی تھی۔ چائے کی چکیاں لیتے ہوئے اس نے کہا۔

”کاظم شاد صاحب کے بارے میں یہ بات بالکل صحیح طور پر معلوم ہو گئی کہ وہ کانپور

گئے ہیں لیکن کسی اہم مسئلے میں شرکت کرنے کے لیے اور شاید ان کی واپسی ایک

کے اندر ہو۔ اس ہفتے میں مجھے تمہارے سلسلے میں بہت سی ذمہ داریاں سونپی گئی ہیں اور

مجھے وہ ذمہ داریاں سرانجام دینی ہیں۔“

”کیا ذمہ داریاں ہیں؟“ میں نے سوال کیا۔ کرن زہرہ چند لمحات سوچتی رہی اور

بولی۔

”تم نے مسٹر کاظم شاد سے تعاون کا فیصلہ تو کر لیا ہے نا اور میں سمجھتی ہوں کہ اس

میں انکار کا کوئی تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کیونکہ جو کچھ ہونے والا ہے وہ تمہاری زندگی کے

دھمک۔ شاد صاحب کا بھی یہی خیال تھا کہ تم انکار نہیں کرو گے ان کا کہنا ہے کہ تم انتہائی سمجھدار اور نفیس انسان ہو۔ میرا اپنا بھی یہی خیال ہے تعجب ہے کہ تم نے بلا سوچے سمجھے کاظم شاد صاحب پر قاتلانہ حملہ کیا خیر وہ پرانی بات ہے اور چونکہ میرا تعلق اس سے نہیں ہے اس لیے میں اس موضوع پر گفتگو بھی نہیں کروں گی۔ فیروز صاحب جارے ساتھ تعاون کریں گے اور ان کے تعاون سے تمہیں دانش منصور کی شخصیت کے بارے میں تفصیلات بتائی جائیں گی اور اس کی مشق کرائی جائے گی۔ جو ذمہ داریاں میرے سپرد کی گئی ہیں وہ بھی بہت اچھی ہیں اور مجھے انہیں سرانجام دے کر خوشی ہوگی۔“ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بہت دیر کرن میرے ساتھ بیٹھی رہی وہ رفتہ رفتہ مجھ سے بے تکلفی کا انداز بڑھاتی جا رہی تھی ڈنر میں بھی وہ میرے ساتھ تھی اور پھر خاصی رات گئے تک مجھ پر مسلط رہی تھی۔ رات میں اپنی خوابگاہ میں پہنچ گیا یہاں شاید مسلح پہرے کا باقاعدہ بندوبست ہوتا تھا اور حیرتاک بات یہ تھی کہ پہرہ دینے والے نقاب پوش ہوا کرتے تھے۔ نجانے کیوں؟ لیکن اس طرح رشید ناگی کے آدمیوں کو اس عمارت میں وقت گزارنے کی کافی آسانیاں حاصل تھیں۔ رات تقریباً ساڑھے بارہ بجے میرے دروازے پر ہلکی سی دستک سنائی دی۔ میں جاگ رہا تھا فوراً دروازہ کھول کر باہر آیا تو مخدوم سے ملاقات ہوئی اس نے مجھ سے میری خیریت پوچھی اور کہا کہ کوئی ایسی بات تو نہیں ہے جو رشید ناگی صاحب تک پہنچانی ہو۔ میں نے اسے مدھم لہجے میں تفصیلات بتاتے ہوئے کہا کہ رشید ناگی کو اس بات سے آگاہ کر دیا جائے کہ سعید خان کا بہتر تحفظ کرے کیونکہ مجھے دانش منصور کی حیثیت دی جائے گی اور ظاہر ہے اس کے بعد دانش منصور کی زندگی ممکن نہیں ہوگی چنانچہ سعید خاں کے بارے میں کوئی ایسا طریقہ کار اختیار کیا جائے کہ وہ نقصان نہ اٹھا جائے۔ مخدوم نے مجھے اطمینان دلایا کہ وہ رشید ناگی کو یہ تفصیل بتا دے گا۔ دوسرے دن سے کرن زہرہ نے اپنے کاموں کا آغاز کر دیا۔ میرے بے شمار لباس سلوائے گئے اعلیٰ درجے کے سوٹ اور ایسی ہی چیزیں جو میرے لیے کارآمد ہو سکتی تھیں۔ کرن نے اس دن سے میری تربیت کا آغاز کر دیا تھا۔ کھانے کی میز پر وہ مجھے کھانے کا سلیقہ سکھا رہی تھی اور اس کے علاوہ وہ تمام عادات جو بڑے لوگوں کی ہوا کرتی ہیں۔ وہ مجھے دانش منصور بنانے لگی تھی اور میں دل ہی دل میں اس سے بے پناہ نفرت کر رہا تھا۔ باقاعدہ جرائم کی

زندگی اپنی تھی اس نے۔ فیروز نامی جس شخص کا تذکرہ کیا گیا تھا وہ بھی کاظم شاد کا خاص آدمی تھا اور اس کے بعد جو کارروائی ہوئی وہ میرے لیے انتہائی دلچسپ بھی تھی اور کسی قدر حیران کن ہیں۔ حیران کن اس لیے کہ مجھے کچھ فلمیں دکھائی گئیں۔ یہ فلمیں دانش منصور سے متعلق تھیں۔ کلب میں اپنی کوشش میں کچھ تقاریب میں لوگوں کے ساتھ گھلا ملا ہوا تھا۔ ان سے گفتگو کر رہا تھا۔ ہنس بول رہا تھا۔ حیران کن بات یہ تھی کہ آخر اس وقت یہ فلمیں تیار کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی یا پھر یہ ہو سکتا ہے کہ ان تقاریب میں یا کلب وغیرہ میں کسی اور نے فلمیں تیار کی ہوں اور کاظم شاد نے انہیں حاصل کر لیا ہو لیکن بڑی وضاحت سے مجھے ان فلموں میں دکھایا گیا تھا اور فیروز مجھے یہ بتانے کی کوشش کر رہا تھا کہ مجھے کس طرح دانش منصور کی حیثیت سے اپنی زندگی اپنائی ہے۔ ان لوگوں نے انتہائی محنت کے ساتھ وہ تمام کردار تصویری شکل میں اکٹھا کیے تھے جو میرے ارد گرد بکھرے ہوئے تھے۔ ان میں تمام ہی لوگ شامل تھے۔ بہر حال اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ کاظم شاد نے جو کچھ کیا تھا اس کے لیے بڑی محنت کی تھی۔ وہ ان تمام کرداروں سے روشناس کرا رہے تھے۔ ان کے بارے میں تفصیلات بتا رہے تھے اور ان کا مقصد یہ تھا کہ جب میں دانش منصور کی حیثیت سے اپنی ذمہ داریاں سمجھا لوں تو کوئی بھی شخص میرے لیے اجنبی نہ ہو لیکن یہ بھی میری زندگی کا ایک دلچسپ موڑ تھا۔ مجھے میری شخصیت سے روشناس کرایا جا رہا تھا فلموں کے ذریعے میری اپنی شخصیت اور اس سے زیادہ دلچسپ بات اور کون سی ہو سکتی تھی۔ بہر طور میں دل ہی دل میں اس کی ہدایت کے مطابق کام کر رہا تھا اور آنے والے وقت کے لیے خود کو تیار کر رہا تھا۔ مقصد صرف اتنا ہی تھا کہ کاظم شاد کو اس کی اوقات بتا دوں۔

==☆☆☆☆==

حالات کچھ بھی تھے اور ان کی وجوہات جو کچھ بھی تھیں لیکن کاظم شاد کی محنت کو میں سراہے بغیر نہ رہ سکا تھا، اس نے میرے ایک ایک شناسا کے بارے میں تفصیلات حاصل کی تھیں، مجھے ان سب سے روشناس کرایا جا رہا تھا جن سے میرا معمولی سا تعلق بھی تھا، یہاں تک کہ روزی اور مسز اختر کی تصاویر بھی مجھے دکھائی گئی تھیں، لیکن یہ بات میرے لیے باعث تسکین تھی کہ رشید ناگی کا ان تفصیلات میں کوئی ذکر نہیں تھا، گویا ابھی میرا بلہ کسی حد تک بھاری تھا، کاظم شاد صرف اتنا ہی جان سکا تھا جتنا میں نے چاہا تھا، اس سے آگے وہ کچھ نہ کر پایا تھا، میری تربیت مکمل ہوتی جا رہی تھی، کرن زہرہ اس دوران میرے سر پر مسلسل سوار رہی تھی اور یہ تذکرہ غیر ضروری ہے کہ اس نے اپنے آپ کو ہر طرح سے مجھے پیش کر دیا تھا اور میں نے بھی بہت زیادہ پارسا بننے کی کوشش نہیں کی تھی، لیکن کرن کے مقاصد کچھ اور تھے جس کا اس نے دبی دبی زبان میں تذکرہ کر دیا تھا، مثلاً اس نے کہا تھا۔

”فیصل کیسی عجیب بات ہے تمہارے سامنے ایک ایسا حسین مستقبل آرہا ہے جس میں تمہیں دنیا کی ہر شے حاصل ہوگی، لیکن مجھے صرف ایک بات کی خوشی ہے۔“

”کیا؟“ میں نے سوالیہ نگاہوں سے کرن کو دیکھا۔

پھر اس نے مجھے جن نگاہوں سے دیکھا، وہ سوال خود بخود میرے ذہن میں آگیا، میں سمجھ گیا وہ کیا کہنا اور سننا چاہتی ہے، محترمہ مجھ سے یہ سننا چاہتی تھی کہ میں ان کی زلف کا امیر ہو چکا ہوں اور بھلا اب اس بات کا کیا سوال کہ زندگی کے کسی موڑ پر میں انہیں خود

”میں سمجھا نہیں۔“

”میرا مطلب تھا میرے دوست کہ تمہیں جو حیثیت دی جا رہی ہے اس میں آنے کے بعد تمہیں اپنی بساط سے کہیں زیادہ آگے بڑھ کر کام کرنا ہوگا، گو میں لمحہ لمحہ تمہاری سادگی رہوں گا کہیں بھی تم خود کو تنہا محسوس نہیں کرو گے لیکن اس کے باوجود تمہاری اپنی ایک شخصیت ہوگی اور وہ شخصیت تمہارے کام میں زیادہ اثر انداز ثابت ہو سکتی ہے۔“ میں نے کوئی جواب نہیں دیا، کاظم گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا، پھر اس نے کہا۔

”تمہیں اس حیثیت سے کام کرنے کا آغاز کرنے سے پہلے مطمئن کرنا ضروری ہے، سنو تم اب تک اپنے بارے میں جو کچھ کرتے رہے ہو کم از کم تم نے اتنا اندازہ تو ضرور لگایا ہوگا کہ وہ کون ہے جو تمہیں تمہاری اصل حیثیت سے آگاہ کر سکے۔“ میں نے کوئی جواب نہ دیا اور کاظم خود ہی کچھ سوچنے لگا، پھر بولا۔

”میرا خیال ہے فیصل ہم اس سلسلے میں غزنوی کو استعمال کر سکتے ہیں۔“ میں نے چونک کر اسے دیکھا اور پوچھا۔

”میں سمجھا نہیں۔“

”بھئی مجھے بھی تمہاری حیثیت سے دلچسپی ہے اور میں جانتا ہوں کہ تمہاری روح پیاسی ہے اور تمہیں خود کی تلاش ہے اور اس بات سے مزید دلچسپی ہے کہ تم ذہنی طور پر بالکل مطمئن ہو جاؤ اور جب اس کام کا آغاز کرو تو تمہیں کوئی اور فکر نہ ہونی چاہیے۔“

”چھوڑیے کاظم صاحب، میں سمجھتا ہوں یہ بھی تقدیر کے معاملات ہیں، میں نے جو زندگی گزاری ہے اور جس انداز میں گزاری ہے یقینی طور پر آپ اس سے لاعلم نہیں رہے ہوں گے، لیکن میرا دل کہتا ہے کہ مجھے اپنی شناخت کبھی نہیں ہو پائے گی۔“

”میں کوشش کر سکتا ہوں، ایک بار تمہیں غزنوی سے ملاتا ہوں، میرا خیال ہے تمہاری موجودگی میں ان سے کچھ باتیں کی جاسکتی ہیں۔“

”کیا یہ مناسب ہوگا؟“ میں نے سوال کیا اور کاظم کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی، پھر اس نے کہا۔

”دیکھو دوست! ڈان سینٹر جس ادارے کا نام ہے لوگ اس کے بارے میں بہت کم جانتے ہیں اور یہ ان کا طریقہ کار ہے وہ اپنی شہرت نہیں چاہتے بلکہ صرف نتائج پر نظر

سے جدا کرنے کے بارے میں سوچوں اور اس وقت چونکہ مجھے سارے کام مکاری سے پڑ رہے تھے، اس لیے یہ الفاظ ادا کرنا بھی بے حد ضروری تھا، چنانچہ میں نے اسے نظر کر دیا، میرے کہنے ان کے الفاظ نے کرن کے چہرے پر جو کیفیت پیدا کی تھی کاش کہ اچھی لڑکی کی حیثیت سے میں اسے یہ خوشی دے سکتا، بہر حال میری تربیت تقریباً مکمل تھی اور مجھے ہر اس شخص کے بارے میں بتایا جا چکا تھا جس سے دانش منصور حیثیت سے میرا تعلق رہ سکتا تھا، یہ رپورٹس کاظم شاد کو بھی مل رہی ہوں گی اس لیے اس دوران مجھے ڈسٹرب نہیں کیا تھا اور وہ اپنے معمولات میں مصروف رہا تھا، یہ وقت میری اپنی ذمہ داریوں میں سے ایک تھا اور اب میں اس بات کی توقع کر رہا تھا کہ بہت جلد مجھ سے ملاقات کرنے والا ہے اور میرا یہ اندازہ غلط نہیں نکلا، کاظم نے مجھ سے ملاقات کی، اچانک ہی وہ نازل ہوا تھا اور بڑے دوستانہ انداز میں مجھ سے ملا تھا، اس سر سے پاؤں تک میرا گہرا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

”فیصل میں زندگی میں بہت سے دلچسپ واقعات سے دوچار ہو چکا ہوں، لیکن اس واقعہ کو اپنی زندگی کا دلچسپ ترین واقعہ کہہ سکتا ہوں۔“

”کس واقعہ کے بارے میں کہہ رہے ہیں کاظم صاحب۔“

”بھئی یہی جڑواں بھائیوں والا مسئلہ، کہیں نہ کہیں ان کا آپس میں تعلق ہوتا ہے مگر جہاں تک میری معلومات کام کرتی ہیں تمہارا اور دانش منصور کا کوئی تعلق نہیں ہے بہت دور کی باتیں ہیں، شاید تم اس بات پر یقین نہ کرو کہ میں نے اپنے تمام ذرائع استعمال کرتے ہوئے تمہارے بارے میں ایک ایک بات معلوم کی ہے، کہیں بھی تمہارا دانش منصور سے واسطہ نہیں نکلتا لیکن تمہاری شکل و صورت میں کہتا ہوں دنیا کا چالاک ترین آدمی بھی دھوکا کھا سکتا ہے اور یہ فیصلہ نہیں کر سکتا کہ اصل دانش منصور کون ہے اور نقلی کون، میں نے اس بات میں عدم دلچسپی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔“

”بہر طور آپ اس سے مطمئن ہیں کاظم صاحب مجھے صرف اس بات کی خوشی ہے اور جہاں تک میرا اپنا مسئلہ ہے تو میں آپ کو اپنے بارے میں بتا ہی چکا ہوں۔“

”اوہو ہاں تمہارے لہجے کی یہ مایوسی مجھے کچھ زیادہ خوش نہیں کرتی بلکہ میں متفکر ہو جاتا ہوں۔“

رکھتے ہیں، مختصراً میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ دنیا کے وہ سارے بڑے بڑے سرمایہ دار جو صحیح معنوں میں اس وقت دنیا کے حکمران ہیں اپنے تحفظ کے لیے ایک ایسا مقام چاہتے ہیں جہاں مشترکہ طور پر سب کچھ کیا جاتا رہے، بڑے دلچسپ معاملات ہیں، سنو گے تو حیران رہ جاؤ گے، یہ سرمایہ دار دنیا کے مختلف ممالک سے تعلق رکھتے ہیں، ان میں بیشتر ممالک ایسے ہیں جو ایک دوسرے کے بدترین دشمن ہیں اور ایک دوسرے کو قہر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں لیکن ان سرمایہ داروں کی پالیسی بالکل مختلف ہے، وہ ضرورت پڑنے پر اپنے ملک کے خلاف کام کرنے سے بھی نہیں ہچکچاتے، ان کے مد نظر صرف اور صرف اپنا مفاد ہوتا ہے یہ تو تھی بڑے پیمانے کی کارروائی چھوٹے پیمانے کی کارروائی یہ ہے کہ ڈان سینٹر کے نمائندے آپس میں بھی یہ سب کچھ کرتے رہتے ہیں اور سرمایہ کاری کے نظام کو معقول رکھنے کے لیے اپنے دوستوں اور دشمنوں کا ساتھ بھی دیتے ہیں، بات وہی ہوگی جو ایک جگہ اعلیٰ پیمانے پر ہوتی ہے اور دوسری جگہ چھوٹے پیمانے پر، غزنوی بھی کاروباری آدمی ہے اور بہت سے ایسے معاملات میں پھنسا ہوا ہے کہ اسے دوسروں کی مدد کی ضرورت ہوتی ہے وہ ڈان سینٹر کا ممبر نہیں لیکن میں یہ بات جانتا ہوں کہاں اور کس طرح مجبور کیا جاسکتا ہے۔

”اگر غزنوی در حقیقت سچے دل سے تفصیلات بتانے پر آمادہ ہو جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے اب تک میرے لیے جو کچھ کیا ہے یہ کام ان سب سے بڑھ کر ہوگا۔ کاظم شاد نے کھڑے ہو کر میری طرف مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

”تم بالکل بے فکر ہو جاؤ، غزنوی ہمیں وہ کچھ بتائے گا جو اس نے آج تک کسی کو نہیں بتایا۔“

میں خاموش ہو گیا تھا، کاظم شاد کچھ دیر رک کر چلا گیا، ان دنوں وہ ہمیں تھا اور بات مجھے کرنے والی تھی کہ وہ میرا جائزہ لے رہا ہے کہ میں اس کردار کے لیے بالکل فٹ ہو گیا یا نہیں، جائزہ لینے کا طریقہ کار کیا تھا یہ کرن کے علم میں بھی نہیں تھا، پھر دو دن بعد وہ ایک رات اچانک پہنچ گیا، کرن اس وقت میرے پاس ہی تھی، اس نے بڑے سہجے سے لہجے میں کرن کو کمرے سے جانے کے لیے کہا، اس وقت اس کا انداز ایسا ہی تھا جیسے کوئی معمولی ملازمہ ہو، حالانکہ میں انہیں بڑے بے تکلفانہ انداز میں گفتگو کرتے ہوئے

دیکھ چکا تھا، بہر حال کرن نے کوئی رد عمل ظاہر نہ کیا اور خاموشی سے وہاں سے ہٹ گئی۔ دوسری فیصل غزنوی ان دنوں ملک سے باہر ہے اور غالباً واپسی میں کافی دن لگ جائیں گے، اگر وہ یہاں ہوتا تو میں پہلے تمہارے اس مسئلہ کو حل کرا دیتا، اس کے بعد تم سے کچھ اور کام لیا جاتا، لیکن خیر فکر نہیں، بعد میں سہی اگر یہ انکشاف غزنوی کر سکتا ہے تو اسے یہ سب کچھ بتانا ہوگا، میری ذمہ داری اور میرا وعدہ ہے۔“

”کوئی حرج نہیں ہے، کاظم صاحب۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”یہ سب کچھ تو بچپن سے مجھ پر مسلط ہے اور میں نہیں جانتا کہ کب تک رہے گا، لیکن مجھے اب اس کی اتنی زیادہ فکر نہیں ہے، تاہم جو وعدہ آپ نے کیا ہے اس کی تکمیل ضرور کریں، ممکن ہے غزنوی ہی میرے مسئلے کی کلید ہو۔“

”یہ ہوگا میری جان، بالکل ہوگا، تم یہ بتاؤ کہ تم کام کے لیے تیار ہو یا نہیں۔“

”میرے تیار نہ ہونے کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے کاظم صاحب۔“

”تو پھر تم اپنی وہ ذمہ داری اب فوراً سنبھالو، فی الحال کرن تمہارے ساتھ نہیں رہے گی، بعد میں جب تم وہاں کے معمولات پر کنٹرول حاصل کر لو گے تو باقی کام ہو جائے گا، پھر تمہاری پسند کے مطابق سب کچھ کر دیا جائے گا۔“

”کرن میری کنزوری نہیں ہے کاظم صاحب بلکہ وہ آپ کی ایک ساتھی ہے۔“

کاظم کے ہونٹوں پر تلخ مسکراہٹ پھیل گئی اس نے کہا۔

”میری ایک نصیحت اگر ہو سکے تو اپنے پلے باندھ لو فیصل عورتوں پر کبھی مکمل بھروسہ نہ کرنا۔“ میں نے سوالیہ نگاہوں سے کاظم شاد کو دیکھا تو وہ بولا۔

”فی الحال اتنا ہی کافی ہے، اپنے راز انہیں کبھی نہ دینا، کرن کے بارے میں یہی ہدایت ہے، جس حد تک مناسب سمجھو بس اتنا ہی رہنا چاہیے، اس سے آگے بات نہ بڑھانا۔“

”آپ کی اس ہدایت کو میں ذہن میں رکھوں گا۔“

”دانش کے بارے میں تمہیں تمام تفصیلات کا علم ہو تو چکا ہے، بس اتنا اور جان لو کہ اس شخص کے منصوبے بہت خطرناک تھے، یہ بڑی عمدگی سے کاروباری دنیا پر چھاتا چلا جا رہا تھا، سرمائے کے بل پر اس نے بہت سے ایسے کارنامے انجام دیے ہیں جن کی تفصیل

لاٹ کر سکتے ہو، بعد میں تمام تفصیلات طے کر لی جائیں گی۔“
”تو پھر میں تیار ہو جاؤں۔“ میں نے سوال کیا۔

”ہاں سارے کام مکمل ہو چکے ہیں۔ فیروز ابھی تھوڑی دیر کے بعد تمہارے پاس آئے گا اور تمہیں اپنے ساتھ لے جائے گا۔“

پھر وہ میرے لیے نیک خواہشات کا اظہار کرتے ہوئے وہاں سے رخصت ہو گیا، میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی، میں دل ہی دل میں یہ سوچ رہا تھا کہ حقیقت میں اتنی کون بن رہا ہے، کرن کو غالباً دوبارہ میرے پاس نہیں آنے دیا گیا تھا، تھوڑی دیر کے بعد فیروز آگیا، میں اس کے ساتھ باہر نکل آیا اور تھوڑی دیر کے بعد نیلے رنگ کی ایک بوس نے مجھے ایک ایسے مقام پر چھوڑا جو پر رونق تھا ایک شاندار قسم کا ہوٹل جس کی بارنگ میں بہت سی گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں، مجھے میری گاڑی دکھائی گئی، جسے مجھ سے زیادہ اور کون پہچان سکتا تھا اور پھر عقبی راستے سے مجھے ہوٹل لے جایا گیا، میرے ساتھ آنے والے شخص نے کہا۔

”اب آپ سامنے والے راستے سے باہر نکلیں گے، آپ نے اپنی کار دیکھ لی ہے، بس آپ کو اس کار میں جانا ہے، میں نے کوئی جواب نہ دیا، ہوٹل کے مختلف حصوں سے نکلتا ہوا بالا آخر میں صدر دروازے تک آگیا اور اس کے بعد وہاں سے اپنی کار کی جانب بڑھ گیا، ڈرائیور مجھے دیکھ کر مستعد ہو گیا تھا، اس نے کار کا عقبی دروازہ کھولا اور میں بیٹھ گیا، میرے دل میں عجیب و غریب کیفیات گردش کر رہی تھیں، تاج محل ہوٹل سے وینس تک کا فاصلہ بہت زیادہ نہیں تھا، کچھ دیر کے بعد میں اپنی کونٹھی میں داخل ہو گیا، ساری چیزیں جانی پہچانی تھیں، میں اپنی خوابگاہ میں پہنچ گیا، روزی میرے پیچھے آئی تھی، اس نے وارڈ روم سے میرا سیلنگ سوٹ نکال کر باتھ روم میں ٹانگ دیا اور خاموشی سے نکل گئی۔“

میں عجیب سی کیفیات کا شکار اپنی مسرے پر آ بیٹھا، سامنے ہی ٹیلیفون رکھا ہوا تھا اور میں بار بار یہ سوچ رہا تھا کہ فوری طور پر رشید ناگی سے رابطہ قائم کروں، لیکن دل میں خدشات بھی تھے، کاظم جیسا شاطر آدمی کیا مجھ پر پورا بھروسہ کر چکا ہوگا، زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دروازے پر آہٹ ہوئی پھر کسی نے آہستہ سے دروازہ کھولا، میں چونک کر

ابھی مناظر عام پر نہیں آسکی، لیکن ہم اسے ایک شاطر کہہ سکتے ہیں اور اب تک اس نے جو کچھ کیا ہے ہمیں اس میں ترمیم کرنی ہے اس کے دستخط ٹریس کیے جا رہے ہیں اور انہیں ان کی ضرورت نہیں پیش آئے گی، بلکہ میرے خیال میں اگر تم اس کے دستخط بھی کر سکو تو کوئی حرج نہیں ہے، ہمارا آدمی جو یہ کام کر رہا ہے تمام دستاویزات تیار کر گا اور ان پر خود ہی دستخط کر لیا کرے گا، تمہیں بس ایک شخصیت کا روپ دھارنا ہے، تم ان دستاویزات کی تصدیق کرتے رہو گے، بہر حال اب اس کے بعد مزید کچھ کرنا مقصد ہے، تم فوری طور پر وہاں منتقل کیے جا رہے ہو۔“

”اس کے لیے تم بے فکر رہو، اس وقت میرے آدمی اسے ٹھکانے لگا رہے ہیں،“ مصروف ہوں گے۔“

میرے دل میں اضطراب کی ایک لہریں اٹھی، بے چارہ سعید مصیبت میں پھنس چکا تھا، ویسے تو اس کے سلسلے میں میں نے رشید ناگی کو محتاط کر دیا تھا، لیکن اس کے باوجود اس کے بارے میں مجھے تشویش ہونے لگی تھی، تاہم میں نے کاظم کے سامنے خود کو سنبھال رکھا، وہ میری کیفیت سے بے خبر بڑی خود اعتمادی سے گفتگو کر رہا تھا۔

”اسے اب تک موت کے گھاٹ اتار چاچکا ہوگا،“ میرے خیال میں تمہیں اس جگہ لینے کے لیے رات کا وقت نہایت موزوں ہے، وہاں اس کی ایک ملازمہ روزی رہتی ہے، ایک ڈرائیور ہے، ملازموں کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے، ابھی تھوڑی دیر کے بعد میں تمہیں یہاں سے لے جاؤں گا اور پھر ایک ایسی جگہ اس کی کار تمہارے حوالے کر دی جائے گی جہاں اس وقت وہ تھوڑی دیر پہلے موجود تھا، اس کا ڈرائیور کار کی سیٹ پر ہوا انتظار کر رہا ہوگا، تم اطمینان سے وہاں جاؤ گے، کونٹھی کا نقشہ تمہیں مکمل طور پر یاد دیا گیا ہے، وہاں جانے کے بعد لباس وغیرہ تبدیل کرو گے اور اس لڑکی یعنی ہاؤس بیک روزی سے مختصراً گفتگو کرو گے اور اس کے بعد آج رات ہی تم شدید نزلے زکام کا شکار ہو جاؤ گے اور دو تین دن تک بیمار رہو گے، تاکہ تمہاری اپنی حیثیت مستحکم ہو جائے، لوگ تم سے متعلق نہ رہیں، روزی یہ بتا دے گی کہ تم بیمار ہو اور ان دنوں کسی سے نہیں چاہتے، جو لوگ میرے ذریعے تم سے ملنا پسند کریں گے وہ تمہیں پہلے ٹیلیفون کریں گے اور پھر ڈان سینٹر کا حوالہ دیں گے، بس اسی حوالے سے تم لوگوں سے کھلے دل سے

سنی گئی ہوں گی۔“

”نہیں جناب! ایک آدمی ان آلات کو آپریٹ کر رہا ہے جن کے ذریعے یہاں کی آوازیں باہر سنی جاسکتی ہیں اور اس وقت بھی وہ آپریٹر اس جگہ موجود ہے اور یہاں کی کوئی بات باہر نہیں جانے دے رہا، لیکن احتیاطاً ہم نے صرف چند لمحات کے لیے یہ انتظامات کیے ہیں، ورنہ ظاہر ہے یہاں کی باتیں باہر سنی جانی چاہئیں، تاکہ کاظم کو اطمینان ہو۔“ میں نے ایک گہری سانس لے کر آنکھیں بند کر لیں اور اس وقت تک ناگی سے کچھ نہ پوچھا جب تک وہ کمرے میں نہ پہنچ گیا، یہ کوٹھی کا ایک اور کمرہ تھا، جو ذرا دور دراز حصے میں تھا اور بالکل ہی استعمال میں نہیں رہتا تھا، رشید ناگی نے مجھے بیٹھنے کی پیشکش کرتے ہوئے کہا۔

”اس وقت آپ کے کمرے میں جو ہلکی ہلکی سرسراہٹیں گونج رہی ہوں گے وہ کاظم کو یہ اطلاع دے رہی ہوں گی کہ آپ آرام کرنے کے لیے لیٹ گئے ہیں۔“

”ٹھیک ہے پہلے تو سعید کے بارے میں بتاؤ وہ محفوظ ہے کہ نہیں۔“

جواباً میرے سوال پر ناگی کے ہونٹوں پر بکھرنے والی مسکراہٹ نے میرے سینے سے ایک بوجھ سا کم کر دیا۔

”آپ کی ہدایت مجھے موصول ہو گئی تھی، پھر بھلا یہ ممکن تھا کہ ہمارے آدمی کو اس طرح قتل کر دیا جاتا، میں نے بڑے لمبے جال پھیلا لیے ہیں اور اس بات کو آپ تسلیم کریں گے کہ کاظم ہمارے سامنے ایک بچے کی مانند ہے، وہ جو کچھ کر رہا ہے اس میں اسے ڈان سینٹر کی حمایت حاصل ہے، لیکن ہم بھی وہ ہیں جو مشعل شاہ صاحب کے تربیت یافتہ ہیں، چنانچہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کاظم اپنی کوششوں میں کامیاب ہو جائے، خیر اس نے ایک خوبصورت پروگرام بنایا تھا، پروگرام یہ تھا کہ تاج محل سے اس وقت جب سعید وہاں کی تقریبات میں حصہ لے رہا ہو اسے ایک اطلاع دی جائے اور وہ ایک مخصوص حصے میں پہنچ جائے، جہاں سے اسے اغوا کر لیا جائے، چنانچہ ایسا ہی ہوا انہوں نے سعید کو اغوا کیا اور ساحل پر لے گئے، اسے بے ہوشی کے عالم میں وہاں لے جایا گیا تھا لیکن جو شے اسے بیہوش کرنے کے لیے استعمال کی گئی وہ کلوروفارم نہ تھی، چنانچہ وہ پوری طرح ہوش میں تھا اور اس کے بعد اسے ساحل پر لے جا کر اس کی گردن دبا دی گئی اور اس کے بعد اس کا

ادھر دیکھنے لگا، ابھی میں نے اپنے کمرے کی تیز روشنی نہیں بجھائی تھی پھر جب میری سامنے پڑی تو میں یہ دیکھ کر حیرت اور خوشی سے اچھل پڑا کہ رشید ناگی میرے سامنے مسکرا رہا تھا۔

”تم۔“ میں نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔

”جی سر! آپ سے ملاقات ہوئے بہت دن ہو گئے تھے، میں نے سوچا کہ اگر اس نئی حیثیت میں، میں ہی یہاں خوش آمدید کہوں، آئیے باہر آجائیے۔“ رشید ناگی اور میں تیزی سے سے نکل آیا، باہر قدم رکھتے ہی میں نے سرگوشی کے انداز میں دہرایا، ”رشید ناگی یہ کوٹھی بالکل محفوظ ہے نا، تم سمجھتے ہو کہ میرا مطلب کیا ہے؟“

ناگی نے گردن خم کر کے کہا۔

”دانش صاحب! آپ کا یہ غلام ہزار آنکھوں سے جاگتا ہے اور اگر اتنا بھی نہ سکتا تو آپ کی غلامی کے دعوے نہ کرتا۔“

”کیسی بچوں کی سی باتیں کر رہے ہو، تم میرے غلام ہو یا سرپرست، میں متاثر لمبے میں کہا۔

”اگر آپ کا خیال ہے کہ کاظم نے اس کوٹھی میں کوئی ایسا جال بچھایا ہے جس کے ذریعے وہ یہاں ہونے والی گفتگو باہر سن سکے گا تو آپ کا یہ خیال غلط نہیں ہے۔“

”کیا مطلب؟“ میں نے حیرت سے پوچھا۔

”اس نے ایسا کیا ہے، آپ کی خوابگاہ میں بھی ایسے آلات لگائے گئے ہیں جن کے ذریعے یہاں کی آوازیں باہر سنی جاسکتی ہیں، لیکن آپ کے اس خادم نے ایسا قائم کر لیا ہے جس کے ذریعے یہاں کی آوازیں باہر نہیں سنی جاسکتیں یعنی اس وقت جب تک ہم نہ چاہیں۔“ میرے ہونٹوں پر ایک عجیب سی مسکراہٹ پھیل گئی پھر میں اس سے کہا۔

”کہاں جارہے ہو؟“

”ایک اور کمرے میں جہاں ہم نے اپنے لیے بندوبست کیا ہے۔“

”اوہ! مگر کاظم نے یہاں کیا انتظامات کیے ہیں، اگر ایسا ہے تو کیا ہماری گفتگو تک پہنچ سکتی ہے تو میرے کمرے میں تم نے جو الفاظ ادا کیے تھے تو کیا یہ باتیں باہر

لباس اتار لیا گیا اور اسے وزنی پتھروں میں باندھ کر سمندر میں غرق کر دیا گیا۔

”میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے ناگی کی صورت دیکھ رہا تھا، اس نے کہا۔“

”جس شخص نے اس کی گردن دبا لی وہ میرا آدمی تھا اور کاظم کے آدمی کی جگہ

چکا تھا، درحقیقت کاظم شاد کے اس آدمی کو مجبوراً ہمیں راہ سے ہٹانا پڑا تھا پھر اس کی

ہمارے آدمی نے لے لی، اس نے سعید کی گردن دبا کر اسے ختم کر دیا اور کاظم کے

دوسرے ساتھیوں نے بڑے اطمینان سے یہ منظر دیکھا، اس کے بعد اس کے ہاتھ

باندھ کر اسے سمندر کی گہرائیوں میں لے جا کر پھینک دیا گیا، لیکن جہاں اسے گرایا گیا

میرے تین آدمی موجود تھے اور انہوں نے فوراً ہی اس کے جسم سے وزنی پتھر الگ

دیئے اور اسے ساحل پر لے آیا گیا، اس کی خیریت کی اطلاع مجھے مل چکی ہے۔“

میں نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا اور دیر تک خاموش بیٹھا رہا، رشید ناگی

دیکھتے ہوئے مسکرا رہا تھا، میں نے ایک گہری سانس لے کر گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”بہت خوب ناگی، بہت خوب مجھے تمہاری صلاحیتوں پر فخر ہے۔“

”دانش صاحب آپ کو یہ احساس نہیں ہے کہ میں آپ سے کتنی محبت رکھتا ہوں

میں نے کبھی اپنے کسی قدم کو اپنا نہیں سمجھا، بلکہ خود کو آپ ہی کی شخصیت کا ایک

سمجھا ہے، لیکن آپ بار بار یہ الفاظ کہہ کر مجھے احساس دلاتے ہیں کہ میں آپ کے

کوئی شخصیت ہوں۔“

”بس آخری بار تمہارا شکریہ ادا کر رہا ہوں ناگی، بلاشبہ مجھے اتنا اطمینان ہو چکا ہے

پر کہ اپنی ذات پر اس کا ایک ہزاروں حصہ بھی نہیں، خیر چھوڑو کاظم ہمیں یہاں

آیا ہے، اب آئندہ کے منصوبے طے کرنا ہیں، کیا ہونا چاہیے۔“

”میرے خیال میں کاظم کو ذرا لمبے عرصے تک آزما لیا جائے۔“

”میرے اپنے ذہن میں بھی یہی سب کچھ ہے، رشید ناگی لیکن ایک اور

مجھے۔“

”وہ کیا سر؟“

”ڈان سینٹر کے رکن کی حیثیت سے مجھے ہو سکتا ہے بعض ایسے اقدامات پر

کرنا پڑے جو بظاہر ہمارے وطن کے لیے بہتر نہ ہوں۔“

”اس کا جائزہ ہم لے لیں گے، چھوٹی چھوٹی باتوں کو اگر نظر انداز کرنا پڑ جائے تو یہ

کوئی بہت بڑی بات نہیں ہے، ہاں اگر کوئی ایسا ہی بڑا مسئلہ آگیا تو ہمارے سامنے اور بھی تو

لوگ ہیں، جیسے شاہنواز..... وہ ہماری بھرپور مدد کریں گے اور ان کے ذریعے اور بھی

بت سارے لوگ ہیں اور پھر آپ کی اپنی شخصیت بھی اتنی ہلکی نہیں ہے کہ لوگ آپ پر

توجہ نہ دے سکیں۔“

”میں سمجھ رہا ہوں، ہمیں ان چیزوں کا خیال رکھنا ہوگا، دیکھیں گے کہ ڈان سینٹر

کن کن لوگوں کے خلاف ہے اور کس کے لیے کیا چاہتا ہے۔“

”بے شک۔“

”اگر تم مطمئن ہو کہ اب تک جو کچھ ہوا وہ بالکل اطمینان بخش ہے تو پھر ٹھیک ہے

اچھا اب یہ بتاؤ کہ وہ آپرٹر کہاں ہے جو یہاں کے معاملات کنٹرول کر رہا ہے۔“

”سامنے والے مکان میں ہے اور وہاں میں نے جن لوگوں کو متعین کیا ہے وہ جڑ

پکڑتے جا رہے ہیں اور ان کی تعداد بڑھا دی گئی ہے۔“

”میں اس سے کوئی رابطہ قائم کر سکتا ہوں؟“

”ضرور..... اور اس کے لیے میں نے آپ ہی کی خواہگاہ میں بندوبست کر دیا

ہے۔“

”وہ کیسے!“ میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

”آئیے اب اندر آجائیے۔“

میں اس کے ساتھ اپنی خواہگاہ میں داخل ہو گیا، ناگی مجھے دیوار پر لگے سوئچ بورڈ کے

قریب لے گیا اور اس نے ایک سوئچ پر انگلی رکھتے ہوئے کہا۔

”اگر آپ اسے دبا دیں گے تو آپ کا اس شخص سے رابطہ قائم ہو جائے گا۔“ پھر

اس نے ریگولیٹر کے اس بٹن کو دبا دیا جو جدید ترین تھا اور جس میں اوپر کی جانب ایک

سرخ بلب لگا ہوا تھا، کوئی سوئچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اسی ریگولیٹر کا تعلق پتھے کے علاوہ بھی

اور کسی چیز سے ہوگا، لیکن درحقیقت وہاں سے ایک مبہم سی آواز ابھری تھی، رشید ناگی

نے آپرٹر سے میری بات کرائی اور سارا سسٹم مجھے سمجھا دیا، پھر وہ کافی دیر تک میرے پاس

بیٹھ کر رخصت ہو گیا۔

”کیا..... کس لیے؟“

”اس لیے کہ میں تقریباً محدود ہو کر رہ گیا ہوں اور ابھی تک آپ نے کوئی کام

میرے سپرد نہیں کیا۔“

”یہ آپ کے آرام کے دن تھے اس کے بعد ظاہر ہے کام ہی کام ہوگا“ ویسے دانش آپ سے ایک طویل میٹنگ کرنا ہے، مجھے دراصل ابتداء تو ذرا پریشان کن تھی اب اس کے بعد صحیح معنوں میں کام کا آغاز ہوگا، بہت بڑے بڑے منصوبے ہیں اور میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ آپ نے اپنی حیثیت کس طرح نبھائی ہے۔“

”آپ مطمئن ہیں۔“

”صرف مطمئن نہ کہیں، بلکہ بہت زیادہ خوش ہوں، دراصل آپ کو جو کچھ کرنا ہے

وہ بڑی اہمیت کا حامل ہے، میں کچھ عرصے کے اندر اندر ان لوگوں سے رابطہ قائم کروں گا جن کے ساتھ آپ نے بہت سے منصوبے ترتیب دیے ہیں، ان منصوبوں کی کچھ تفصیلات معلوم کی جا رہی ہیں، ہم انہیں ترک نہیں کریں گے بس ان میں اتنی سی ترمیم کریں گے کہ یہ منصوبے ڈان سینٹر کے تحت آگے بڑھیں اور اس کے لیے ہر طرح کی معلومات حاصل کی جا رہی ہیں، مثال کے طور پر مقدس انڈسٹریز ہے، مقدس کریم نامی یہ شخص آپ کی سب سے زیادہ مراعات حاصل کرتا رہا ہے اور اس نے آٹو مٹی کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا ہے، آٹو مٹی بڑی حیثیت کا حامل ہے اور وہ جاپان کے اشتراک سے بڑے اعلیٰ قسم کے منصوبے ترتیب دے رہا ہے، ہم صرف اتنا کریں گے کہ جاپان کے بجائے برازیل سے رابطہ قائم کریں گے، برازیل کے ذریعے ہم جو کچھ کریں گے اس میں ڈان سینٹر کی پوری پوری حمایت ہمیں حاصل رہے گی ایک ذرا سی تبدیلی سے کروڑوں کیا بلکہ اربوں روپے کا فائدہ ہو سکتا ہے اور پھر آپ ڈان سینٹر کے باقاعدہ رکن بن جائیں گے، اسی طرح کے دوسرے چند منصوبے دراصل اس سلسلے میں وہ شخص جو اس سے پہلے آپ کی جگہ موجود تھا جو کام کر رہا تھا وہ ہمارے لیے خاصا نقصان دہ تھا، اس دوران مسلسل یہ کوشش کی جا رہی تھیں کہ اس شخص کے منصوبوں کے بارے میں تفصیلات کا پتا چل سکے اور ہمیں بے شمار تفصیلات کا علم ہو گیا ہے بلاشبہ میں نے جو کچھ کیا تھا غلط نہیں کیا تھا، وہ شخص آپ سمجھ رہے ہیں نہیں کس کے بارے میں بات کر رہا ہوں۔“

میں دیر تک اس کے بارے میں سوچتا رہا، بہت سی سوچیں تھیں جو ایک بہت بڑی ذہن پر حملہ آور ہوئی تھیں، لیکن میں نے اس کے بعد سوچنا مناسب سمجھا، صبح میرے کے مطابق جاگا، مجھے علم تھا کہ میرے مشاغل کیا ہوتے ہیں، لیکن میں نے ہلکا ہلکا اجنبیہ احساس برقرار رکھا، روزی معمول کے مطابق تھی، ملنے جلنے والوں میں بھی کسی خاص شخص نے مجھ تک پہنچنے کی کوشش نہیں کی تھی، اس دوران کی تمام رپورٹ مجھے ملتی تھی، کوئی ایسا معاملہ نہ تھا جو زیرِ تکمیل ہوتا، چنانچہ دن اور رات گزرنے لگے، تقریباً یا چھ دن اسی طرح خاموشی کے ساتھ گزر گئے، اور پھر ایک دن کاظم شاد میرے پاس گیا۔ غالباً زندگی میں یہ پہلا موقع تھا کہ کاظم نے میری کوٹھی کا رخ کیا تھا، بے تکلفی آگیا تھا اور بڑے مخلصانہ انداز میں مجھ سے ملا تھا، میں نے بھی مسکراتے ہوئے اس کا مقدم کیا۔“

میں نے روزی کو بلا کر اس سے کافی منگوائی، کاظم شاد معنی خیز نگاہوں سے دیکھتے ہوئے مسکرا رہا تھا، پھر اس نے کہا۔

”آپ کو اپنی اس زندگی میں کوئی تکلیف تو نہیں محسوس ہوئی دانش صاحب“

”نہیں بے حد شکریہ۔“

”مجھے امید نہ تھی کہ آپ اتنی کامیابی سے یہ رول ادا کر لیں گے، میں آپ کی کامیابی کی مبارکباد دینے آیا ہوں، اس دوران آپ کو کلبوں میں بھی دیکھا گیا تھا، دوسری جگہوں پر بھی آپ نے جس طرح اس کردار کو نبھایا ہے میں آپ کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔“

”یہ آپ کی تربیت کا نتیجہ ہے کاظم صاحب۔“

”ہاں مگر شاگرد بھی تو اتنا ہی شاندار ہونا چاہیے، آپ یقین کریں کہ بڑا شاگرد

ان دنوں میں اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ میں نے آپ کے بارے میں کوئی رپورٹ ملے، یہ میرے خوشی کی انتہا ہے کہ میرے اپنے آدمیوں نے مجھے رپورٹ دی وہ یہی ہے کوئی شخص تصور میں بھی بات نہیں سوچ سکا کہ..... کاظم شاد نے جملہ ادھر ادھر دیا۔“

”لیکن میں ذرا سی کوفت محسوس کر رہا ہوں۔“

”ہاں کیوں نہیں۔“

”وہ شخص بظاہر بڑا سیدھا سادا اور کم عمر نوجوان نظر آتا تھا لیکن اس کے منصوبے بے حد خطرناک تھے اور یوں سمجھ لیجئے کہ بے شمار سرمایہ داروں کے لیے زہر قاتل اور وطن دوستی کا پرچار کرتا تھا اور وطن کے لیے جو کچھ کرنا چاہتا تھا وہ بے شک کارآمد ہوتا لیکن اس کے پس پردہ جو خطرناک کیفیت چھپی ہوئی تھی اس کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا“ بے شک ملک کو بڑے فائدے حاصل ہوتے لیکن بہت سے چھوٹے چھوٹے سرمایہ دار اس طرح ڈوبتے کہ پھر اس کا نام و نشان منظر عام پر نہ ملتا، ہم ان تمام سرمایہ داروں کو یہ احساس دلائیں گے کہ اگر ان منصوبوں پر عمل شروع ہو جائے تو ان کے سانچے کی سلوک ہو سکتا ہے، ہاں ان کے بچنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ وہ ڈان سینٹر کی رکنیت حاصل کر لیں، اس طرح یوں سمجھ لیجئے کہ اس شخص نے ڈان سینٹر کے لیے بڑا زبردست کام کیا ہے، جب ہم سرمایہ داروں کو ڈان سینٹر کے بارے میں تفصیلات بتاتے ہیں تو وہ خوفزدہ ہو جاتے ہیں یہ سوچ کر ایک اتنے بڑے آرگنائزیشن میں شمولیت کے بعد ان کی اپنی حیثیت کچھ نہیں رہے گی اور ان کا سرمایہ ایک طرح سے ڈان سینٹر کی ملکیت بن جائے گا، ان کی غلط سوچ ہے، سرمایہ ان کا اپنا رہے گا بس وہ جو کچھ کریں گے وہ ڈان سینٹر کے اشاروں پر اور اس کے مفادات کو مد نظر رکھتے ہوئے کریں گے، ممکن ہے یہ باتیں ابھی آپ کی سمجھ میں نہ آئیں لیکن آپ کو یہ سب کچھ سمجھنا ہے اور یہ سب کچھ سمجھنے کے بعد ہی آپ اپنی حیثیت مکمل طور سے برقرار رکھ سکیں گے۔“ کاظم کی آواز میں مجھے ایک انہریلا ناگ پھنکارتا ہوا محسوس ہو رہا تھا، ایک ایسا ناگ جو اپنی زہریلی سانسوں سے پوری دنیا کو مسموم کر دینا چاہتا تھا، ہاں اس کا جو کچھ کہنا تھا وہ ایک ایک لفظ میری سمجھ میں آ رہا تھا اور میں یہ اندازے لگا رہا تھا کہ سرمایہ دارانہ سوچ کیا ہے، ملکی مفاد کو پس پشت ڈال کر لوگ صرف اپنی ذات کا فائدہ تلاش کرتے ہیں، دوسروں کے آلہ کار بن کر یہ ملکی رکنیت کی راہ میں کتنی رکاوٹ بن جاتے ہیں، ڈان سینٹر نامی ادارہ جس ملک سے بھی تعلق رکھتا ہو یا اگر ملک ملک کے سرمایہ دار بھی اس میں شامل ہوں تو بھی یہ بات پورے اعتماد کے ساتھ کہی جاسکتی تھی کہ ان کا خود اپنے ملکوں سے بھی کوئی تعلق نہیں تھا، ان کی اپنی ملکیت صرف دولت تھی، انہیں خود بھی اپنے اپنے وطن میں موجود لوگوں کا خیال نہیں ہو گا، وہ

صرف اپنی تجوریاں بھرنے میں خوشی محسوس کرتے ہیں ملک کا کچھ بھی بنے انہیں اس سے کوئی غرض نہیں ہے، ڈان سینٹر کے مقاصد کا مجھے پورا پورا علم ہو گیا تھا اور میں کاظم جیسے لوگوں کے بارے میں سوچ رہا تھا، ہر طور میں نے اس وقت خود کو اس الجھن میں نہ چھسایا، کاظم کے سامنے محتاط رہنا بے حد ضروری تھا، اس نے کہا۔

”اور رفتہ رفتہ جب یہ ساری باتیں آپ کے ذہن میں آجائیں گی تو آپ محسوس کریں گے دانش کہ ڈان سینٹر نے آپ کو کتنا تحفظ مہیا کیا ہے، آپ کے لیے دنیا بھر کے دروازے کھل جائیں گے، کوئی بھی لمحہ آپ کسی الجھن کا شکار ہوئے تو بے شمار ممالک میں آپ کے لیے پناہ گاہیں موجود ہوں گی اور اس طرح آپ کی نسلوں کو بھی زوال نہیں آئے گا، جبکہ حکومتیں بدلتی رہتی ہیں، ملکی مفادات تبدیل ہوتے رہتے ہیں لیکن آپ کی شخصیت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، کتنا بڑا تحفظ ہے ڈان سینٹر کی طرف سے سرمایہ داروں کو۔“ میں نے پر خیال انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”یہ کاروباری معاملات ہیں اور میرا دور سے بھی ان کا واسطہ نہیں ہے، میں تو صرف آپ کی زیر ہدایات عمل کرتا رہوں گا۔“

”نہیں! آپ کو ان تمام چیزوں سے واقفیت حاصل کرنا ہوگی، یوں سمجھ لیجئے کہ اگر میں یہ کہوں تو غلط نہیں ہو گا کہ یہاں اس ملک میں ہی نہیں بلکہ دنیا کے بیشتر ممالک میں میں اپنے مقام کی حیثیت سے آپ کو روشناس کراؤں گا، آپ کے اندر وہ تمام صلاحیتیں موجود ہیں جو کسی بھی مسئلے کو سمجھنے میں معاون ہوتی ہیں اور نبھانے کیوں میں نے آپ سے بہت ساری توقعات وابستہ کر لی ہیں، چنانچہ میں آپ کو انتہائی اعلیٰ پیمانے پر تربیت دے کر دنیا کے بڑے بڑے سرمایہ داروں میں شامل کراؤں گا، یہ میرا عزم ہے اور یہ میری پیشکش ہے آپ کے لیے۔“

میں نے چہرے پر ممنونیت اور مسرت کے ملے جلے تاثرات پیدا کیے اور کاظم کو دیکھنے لگا، ہرچند کہ مجھے اس منحوس صورت سے شدید نفرت کا حساس ہو رہا تھا یہ شخص صرف میرا ہی نہیں بلکہ میرے وطن عزیز کا بھی دشمن تھا، میں اسے اپنی دشمنی کے لیے معاف کر سکتا تھا، لیکن وطن دشمنی کے لیے میں اسے کبھی نہیں معاف کر سکتا تھا، میں اندر کی اندر اس کے منصوبوں پر تلملا رہا تھا، جبکہ کاظم شاد میری کیفیت سے بے خبر لپ ترانیاں

”تم یوری ذہانت کے ساتھ اسے سرانجام دو گے۔“

”تو میرے دوست!“ وہ چند لمحے توقف کے بعد مسکرا کر بولا۔ ”تم یہ سمجھ لو کہ تم نے آج تک جس حیثیت سے زندگی گزاری ہے وہ اب تبدیل ہوگئی ہے اور تم اس بات کو کبھی نظر انداز مت کرنا کہ یہ سب کچھ میں نے تمہیں دیا ہے، تمہیں جو میرے قابل بننے کے لیے میرے پاس پہنچنے تھے صرف ایک شخص کے لیے صرف ایک شخص کے لیے.....“

بننے کے لیے میرے پاس پہنچتے تھے صرف ایک شخص کے لیے صرف ایک شخص کے لیے۔۔۔۔۔

”وہ بات پرانی ہو گئی کاظم صاحب، کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ اب آپ کبھی اس کا تذکرہ نہ کریں۔“ کاظم شاد ہنس پڑا اور بولا۔

”نہیں میری جان یہ جھگڑا تو میرا فیصل سے تھا، اس احمق اور بیوقوف نوجوان نے جو خود کو نہیں پہچانتا تھا، تاہم میں اسے غلط نہیں کہتا اس لیے غلط نہیں کہتا کہ درحقیقت اسے انہی راستوں سے گزر کر میرے پاس پہنچنا تھا، میں نے اسے خوش آمدید کہا ہے، بات ختم ہو گئی، چلو اگر اس سے تمہاری دل آزاری ہوتی ہے تو بات ختم ہو گئی اب ہم اس سلسلے میں کبھی کوئی تذکرہ نہیں کریں گے، میں بے پناہ خوش ہوں اور شاید خوشی کے لحاظ سے اس کے لیے مناسب الفاظ استعمال نہیں کر رہا، میرا مطلب یہ ہے کہ میں نے تمہارا انتخاب کیا اور میرے پاس اب تک کی جو رپورٹیں موجود ہیں ان سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ میں نے زبانیت سے کام لیا ہے، دراصل اس شخص نے جس کے روپ میں اس وقت تم موجود ہو ایک عجیب سحر قائم کر لیا تھا اور بہت سے لوگ اس سے مرعوب ہیں، میں اس سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں، لوگ اسے سونے کی کان سمجھتے ہیں اور میں بھی اسے سونے کی کان ہی کی حیثیت سے پیش کرنا چاہتا ہوں، لوگ تمہاری طرف لپکنا چاہیں گے، تمہاری قربت حاصل کر کے تم سے اپنے منصوبے میں سرمایہ کاری کرانا چاہیں گے، میری بھی یہی خواہش ہے، ہم انہیں خوش آمدید کہیں، انہیں ان منصوبوں پر کام کرنے کے لیے مالی امداد فراہم کریں گے اور بعد میں یہی لوگ ڈان سینٹر کے رکن بن جائیں گے، کیونکہ ان کے تمام مفادات صرف ڈان سینٹر سے دوستی کی بنیاد پر ہی پورے ہو سکتے ہیں اور اس طرح اگر ہم ڈان سینٹر کو کچھ زیادہ تعداد میں ممبر دے سکے تو یوں سمجھ لو کہ ہماری حیثیت اس ادارے میں بہت مضبوط ہو جائے گی، اس سے تمہیں بھی بہترین فائدہ پہنچے گا دانش منصور اور مجھے بھی

میرے جواب پر اس کے چہرے پر فخریہ مسکراہٹ دوڑ گئی تھی، مگر مجھے یہ مسکراہٹ بڑی مکروہ محسوس ہوئی تھی، وہ کافی دیر تک مجھ سے باتیں کرتا رہا، کچھ ہدایت دیں مجھے اور اس کے بعد وہاں سے چلا گیا، لیکن میرے لیے وہ ایک نئی فکر چھوڑ گیا تھا، اب یہ میرے لیے بہت ہی ضروری تھا کہ میں کاظم سے زیادہ سے زیادہ رابطہ رکھوں، پہلے خیال تھا دل میں کہ بس ان معاملات سے نمٹ لوں اس کے بعد اس کا حساب کتاب کر لیا جائے گا، لیکن کاظم نے اب جو کچھ کہا تھا اس کے تحت اس کی قربت میرے لیے انتہائی ضروری تھی، اس طرح کم از کم میں ڈان سینٹر کے لیے کام کرنے والوں کے بارے میں جان سکتا تھا اور اس کے بعد ان کے خلاف کام کر سکتا تھا، ساتھ ساتھ ہی مجھے رشید ناگی کو بھی مصروف عمل کرنا تھا، کاظم شاد کے جانے کے بعد ایک نیا احساس دل میں پیدا ہوا تھا اور نبجانے کب تک میں اس بارے میں سوچتا رہا تھا، بلکہ اس سلسلے میں میں نے چند فیصلے بھی کیے تھے، کاظم جتنا شاطر آدمی تھا اس کا اندازہ مجھے رشید ناگی کے اس انکشاف سے بھی ہو گیا تھا جس کے ذریعے کاظم میرے اوپر اعتبار کرنے کے باوجود یہاں کوٹھی میں بیٹھنے سے ملنے جلنے والوں اور میرے تمام اقدامات سے روشناس رہنا چاہتا تھا، لیکن رشید ناگی نے مجھے اس کے لیے تمام راستے بتا دیے تھے، چنانچہ میں نے اسے ایک بار پھر طلب کر لیا اور ٹھیک ساڑھے بارہ بجے وہ چور دروازے سے میرے پاس پہنچ گیا، مجھے اس کی زبانی حال کر کوئی حیرت نہ ہوئی کہ وہ شاد کی آمد سے واقف ہے، اس نے میرے گرد انتظار مانگی ایسے کیے تھے کہ ارد گرد ہونے والے تمام واقعات سے اسے آگاہی رہے، بہر حال اس دن کے بعد میں اصل موضوع پر آتے ہوئے بولا۔

”کاظم شاد نے مجھ سے کچھ ایسی باتیں کی ہیں جنہوں نے میری ذہنی کیفیت تبدیل کر دی ہے۔“

”وہ بات پرانی ہو گئی کاظم صاحب، کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ اب آپ کبھی اس کا تذکرہ نہ کریں۔“ کاظم شہاد ہنس پڑا اور بولا۔

”نہیں میری جان یہ جھگڑا تو میرا فیصل سے تھا“ اس احمق اور بیوقوف نوجوان نے جو خود کو نہیں پہچانتا تھا، تاہم میں اسے غلط نہیں کہتا اس لیے غلط نہیں کہتا کہ درحقیقت اسے انہی راستوں سے گزر کر میرے پاس پہنچنا تھا، میں نے اسے خوش آمدید کہا ہے بات ختم ہو گئی، چلو اگر اس سے تمہاری دل آزاری ہوتی ہے تو بات ختم ہو گئی، اب ہم اس سلسلے میں کبھی کوئی تذکرہ نہیں کریں گے، میں بے پناہ خوش ہوں اور شاید خوشی کے اظہار کے لیے مناسب الفاظ استعمال نہیں کر رہا، میرا مطلب یہ ہے کہ میں نے تمہارا انتخاب کیا اور میرے پاس اب تک کی جو رپورٹیں موجود ہیں ان سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ میں نے زبانت سے کام لیا ہے، دراصل اس شخص نے جس کے روپ میں اس وقت تم موجود ہو ایک عجیب سحر قائم کر لیا تھا اور بہت سے لوگ اس سے مرعوب ہیں، میں اس سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں، لوگ اسے سونے کی کان سمجھتے ہیں اور میں بھی اسے سونے کی کان ہی کی حیثیت سے پیش کرنا چاہتا ہوں، لوگ تمہاری طرف لپکنا چاہیں گے، تمہاری قربت حاصل کر کے تم سے اپنے منصوبے میں سرمایہ کاری کرانا چاہیں گے، میری بھی یہی خواہش ہے ہم انہیں خوش آمدید کہیں، انہیں ان منصوبوں پر کام کرنے کے لیے مالی امداد فراہم کریں گے اور بعد میں یہی لوگ ڈان سینٹر کے رکن بن جائیں گے، کیونکہ ان کے تمام مفادات صرف ڈان سینٹر سے دوستی کی بنیاد پر ہی پورے ہو سکتے ہیں اور اس طرح اگر ہم ڈان سینٹر کو کچھ زیادہ تعداد میں ممبر دے سکے تو یوں سمجھ لو کہ ہماری حیثیت اس ادارے میں بہت مضبوط ہو جائے گی، اس سے تمہیں بھی بہترین فائدہ پہنچے گا دانش منصور اور مجھے بھی

”مجھے بتائیے اگر بتانا پسند کریں تو“ ویسے آپ نے ساؤنڈ سسٹم بند کرنے کی ہدایت کر دی ہے نا۔“

”ہاں ظاہر ہے۔“

”گڈ! تو کیا قصہ ہے اور کونسی ایسی بات ہے جس نے آپ کو تشویش میں مبتلا دیا۔“

میں نے اسے کاظم شاد کے منصوبوں اور ڈان سینٹر کے مقاصد کے بارے میں تفصیلات بتادیں، یہ سن کر وہ حیران رہ گیا تھا، کافی دیر تک وہ کچھ نہ بول سکا تھا پھر اس نے کہا۔

”اس میں کوئی شک نہیں یقیناً ایسا ہی ہو رہا ہے میں کوئی سیاسی ذہن کا آدمی کہ سیاسی گفتگو کروں، لیکن ہمارا یہ وطن اتنا کمزور نہیں تھا ہمارے پاس شاندار و جہاز بہترین اور ذہین افرادی قوت ہے، لیکن ہم کبھی اسے استعمال نہیں کر سکے اور اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ ہمیں آگے بڑھنے سے ہمیشہ روکا گیا ہے، اس کہانی کا سرا کہاں سے شروع ہوتا ہے، اس کی تفصیل نہ مجھے معلوم ہے اور نہ ہی میں آپ کو بتا سکتا ہوں۔ یہ بات اچھی طرح جانتا ہوں کہ اس سلسلے میں خفیہ ہاتھ ہمیشہ کار فرما رہے ہیں اور اگر بات بہت آگے تک لے جائی جائے تو پھر یہ کہا جائے گا کہ دنیا یہ جانتی تھی کہ ہم کیا ہیں اور ہمیں آگے بڑھنے کا موقع نہیں دینا چاہتے تھے، آج بھی ان کا یہ عمل اسی انداز میں جاری ہے۔“

رہے ظاہر ہے آستین کے سانپ ہی خطرناک ثابت ہوتے ہیں، بیرونی سانپوں سے تو جاسکتا ہے لیکن یہ آستین کے سانپ..... بہر حال ہم کوئی سیاسی آدمی نہیں ہیں اور یہی سیاسی گفتگو کر سکتے ہیں، کاظم شاد نے جو کچھ کیا ہے وہ واقعی بڑی سنجیدگی سے اس کے قابل ہے۔“

”اور اس کے بارے میں میں مسلسل سوچتا ہوں، رشید ناگی بات صرف اتنی کہ نہیں ہے کہ کاظم شاد سے ہمیں مٹھل شاہ کا پتا معلوم کرنا ہے، میں نے جو یہ سب کچھ تھا درحقیقت اس کے پس پشت میرے ذہن میں کوئی خاص منصوبہ نہ تھا، لیکن اب بات خود بخود میرے لیے اہمیت اختیار کر گئی ہے میں کاظم شاد سے تعلقات بڑھا کر اس کے منصوبوں سے آگاہ ہونا چاہتا ہوں، ساری دنیا میں تو ڈان سینٹر کے خلاف کچھ بھی نہیں

سکتا میرے وسائل محدود ہیں لیکن کم از کم اپنے وطن میں اس کا تسلط نہیں قائم ہونے دوں گا، بڑے مشکل معاملات ہیں، یوں سمجھ لو کہ دنیا بھر کی سیاست انہی خطوط پر چل رہی ہے، سرمایہ دار اصل حکمرانی کر رہے ہیں، ہمارے ہاں سیاست اسی بنیاد پر کی جاتی ہے اور حکومتیں اسی بنیاد پر تقسیم ہوتی ہیں، میں یہ سب کچھ نہیں روک سکتا، لیکن جہاں تک ممکن ہو سکتا ہے کوششیں تو کر سکتا ہوں، ایک پاگل کی حیثیت ہی سے سہی لیکن میرے دل میں جو جذبے ہیں ان کی اگر تھوڑی بہت تکمیل ہو سکے تو کیا حرج ہے۔“

”ٹھیک ہے سر! ہم اپنی اپنی جنگ کا انداز تبدیل کیے دیتے ہیں اور اس کی تحریک مٹھل شاہ ہی نے ہمیں دی ہے، آپ کے ذہن میں کوئی خاص منصوبہ ہے۔“

”کاظم سے طویل رابطے رکھنا ہوں گے، میں ایک بار پھر تم سے یہ کہنا چاہتا ہوں ناگی کہ اس ادارے کو مضبوط سے مضبوط تر کرو، جس میں ہمارے لیے کام ہو رہا ہے، ہمارے ذہن اور بے روزگار نوجوانوں کو معمولی سی تنخواہوں پر ان اداروں میں گھس جانا چاہیے جہاں سے وہ ہمیں معلومات فراہم کر سکتے ہیں اور یہ بتا سکتے ہیں کہ کیا صنعتی فراڈ ہو رہا ہے، کیا کاروباری فراڈ ہو رہا ہے، انہیں معمولی معاوضوں پر یہ ملازمتیں مل سکتی ہیں، ان کے باقی اخراجات ہم اپنی جیب سے پورے کریں گے اور اس کے ساتھ ساتھ ہی ہمارے پاس ایک مضبوط گروہ ہونا چاہیے تاکہ اگر ہم کسی وقت کسی کے خلاف کوئی عمل کریں تو ہمیں افرادی قوت کی کمی محسوس نہ ہو۔“

”ٹھیک ہے جناب! یہ کام بہت جلد شروع ہو جائے گا، ہرچند کہ میں نے جو کچھ شروع کر رکھا ہے اس میں بھی زیادہ افراد کو اپنے ساتھ شامل کر لیا ہے، لیکن مزید یہ ہونا چاہیے میں آپ سے پوری طرح متفق ہوں۔“

”لیکن اس کے ساتھ ہمیں اب ایسے افراد کی ضرورت بھی ہے جو سیاسی ذہن رکھتے ہوں، کاروباری ذہن رکھتے ہوں اور دوسرے شعبوں سے بھی اتنی ہی دقتیت رکھتے ہوں، یہ لوگ ہمارے لیے پالیسیاں مرتب کریں گے اور ہمیں اس سلسلے میں اپنی رپورٹیں پیش کریں گے۔“ رشید ناگی نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر سوچنے لگا۔

”میں جانتا ہوں تم کیا سوچ رہے ہو، یہ حقیقت ہے کہ اس منصوبے کے لیے ہمیں سرمایہ کی ضرورت ہوگی اور یہ سرمایہ تم حسب سابق انہی سرمایہ داروں سے حاصل

نکرو گے جن کے خلاف ہم سرگرم ہیں۔“
 رشید ناگی ہنس پڑا پھر بولا۔ ”ٹھیک ہے سر! ایسا ہی ہو گا کام جاری رہنا چاہیے۔“
 تھوڑی دیر کے بعد میں نے رشید ناگی کو اجازت دے دی تھی، بہت سے منصوبے بنا
 تھے میں نے اپنے ذہن میں، رشید ناگی سے گفتگو کرنے کے بعد دل بہت ہلکا ہو گیا تھا۔



دوسرے دن خلاف توقع مسز اختر خان کا ٹیلیفون آیا، کہنے لگیں۔ ”کیا بات ہے
 دانش بیماری کے بعد سے تو تم بہت زیادہ محدود ہو گئے ہو، نہ کلب آنا جانا نہ ہی کوئی
 دوسری مصروفیت، خیریت تو ہے۔“

”سب ٹھیک ہے مسز اختر کوئی ایسی بات نہیں ہے جس کا تذکرہ کیا جائے۔“

”آج کلب آرہے ہو؟“

”کوئی خاص بات ہے؟“

”نہیں کوئی خاص بات نہیں ہے، بس ایسے ہی۔“

”آجاؤں گا۔“

”میں انتظار کروں گی۔“ مسز اختر نے کہا اور پھر رسمی گفتگو کے بعد فون بند کر دیا
 گیا، میں نے چند لمحات سوچا اور اس کے بعد کاظم شاد سے ٹیلیفون پر ہی رابطہ قائم کیا، وہ
 مجھے فوراً ہی مل گیا تھا۔

”ہیلو دانش! خیریت تو ہے۔“

”کوئی خاص بات نہیں ہے شاد صاحب، شاید میں کلب جاتا رہا ہوں، مجھے جن
 لوگوں کے بارے میں تفصیلات بتائی گئی ہیں ان میں سے ایک خاتون کا نام مسز اختر خان بھی
 ہے، کہنے لگیں کہ بیماری کے بعد سے میں نے کلب آنا جانا بالکل ترک کر دیا ہے، نہ ہی
 شادی زندگی میں میری کچھ مصروفیات ہیں، اور انہوں نے مجھ شام کو کلب آنے کا وعدہ
 لے لیا ہے۔“ کاظم شاد ہنسنے لگا پھر بولا۔

”ان دنوں یہ بہت بڑی بڑی باتیں کرنے لگی ہے۔ سچ مانو تو آج میں نے تمہیں اسی لیے یہاں بلوایا ہے۔“

”کیا باتیں کر رہی ہے؟“

”کہتی ہے کہ جو کام آئی نہیں کر سکیں وہ بھتیجی نے کر دکھایا۔“

”مطلب.....“

”مطلب یہ کہ وہ تم سے بہت زیادہ قربت کا اظہار کر رہی ہے، کہتی ہے کہ دانش

اس کی مٹھی میں ہے جب چاہے اس سے ملاقات کر سکتی ہے، میں نے چالاکی سے اسے یہاں کلب میں بلایا ہے، کیا یہ سچ ہے کہ آج کل اس سے تمہارے بہت زیادہ تعلقات.....“ مسز اختر کو اپنا جملہ ادھورا چھوڑنا پڑا، کیونکہ کرن ہمارے قریب پہنچ گئی تھی، اس نے نہایت بے تکلفی سے میرا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔

”ہیلو دانش! میرے بغیر ہی کلب آگئے، مجھے بلانا چاہیے تھا تمہیں، میں تم سے ناراض ہوں۔“

”ادھو نہیں ڈیر کرن! ایسی بات تو نہیں ہے بس مسز اختر خان نے بلایا چلا آیا۔“

”آئندہ جب بھی کلب آنے کا ارادہ ہو میرے ساتھ آیا کرو۔“ کرن اترانے لگی تھی، بہر طور یہ عورت کی فطرت ہے، مسز اختر خان کسی قدر بھڑکی گئی تھیں، کرن نے فاتحانہ نگاہوں سے انہیں دیکھا اور پھر ہنس کر بولی۔

”آئی کے ساتھ وقت گزارتے ہوئے تمہیں کیسا لگتا ہے دانش۔“

”میں سمجھا نہیں۔“

”میرا مطلب ہے کہ آئی تو تمہاری بزرگ ہوئیں اور کلب میں جب تک ہے تکلف ساتھی نہ ہو لطف ہی نہیں آتا، آؤ میرے ساتھ آؤ، پلیز انہیں کیا دیکھ رہے ہو۔“

کرن نے کہا اور میرا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے آگے بڑھ گئی، مسز اختر جلتی نگاہوں سے ہمیں دیکھتی رہی تھیں، کرن مجھے ساتھ لیے ایک گوشہ میں بیٹھ گئی، وہ بہت خوش تھی اور مسکرا رہی تھی، کہنے لگی۔

”یہ بھی ایک دلچسپ کہانی ہے دانش سمجھ رہے ہونا میری بات کو، دانش مسز اختر کے بڑے معتقد تھے اور مسز اختر خان ان پر اپنا دعویٰ رکھتی تھیں ایک بار مجھ سے کہنے

”تمہارے کسی بھی مشغلے پر کوئی پابندی تو نہیں ہے اور حقیقت یہی ہے کہ تمہاری

سکریٹری روزی تمہارے ساتھ ہے اس سے معلومات حاصل کر کے اپنے مشاغل جاری رکھا کرو، میں جب بھی ضروری سمجھوں گا خود تم سے رابطہ کروں گا، تم اپنی مصروفیات میں کسی قسم کی کمی نہ آنے دو، بلکہ میرا خیال ہے کہ آؤش کا بھی ایک چکر لگا لو ذرا ان تمام لوگوں سے رابطے قائم کرتے رہا کرو۔“

”ٹھیک ہے جناب میں خیال رکھوں گا۔“ میں نے کہا اور ٹیلیفون بند کر دیا، کلب جانے میں مجھے بھلا کیا وقت پیش آ سکتی تھی، چنانچہ مقرر وقت پر وہاں پہنچ گیا، یہ بھی جانتا تھا کہ کاظم ایک زہریلا سانپ ہے، ایسے لوگ کبھی کسی سے مطمئن نہیں ہوتے، اس کے ذہن میں جو جو خیالات ہوں گے ان کا بھی مجھے اندازہ تھا، یقینی طور پر اس نے یہ بھی سوچا ہو گا کہ کہیں میں اپنے طور پر کچھ کرنے کی کوشش نہ کروں، اپنی دانست میں اس نے دانش منصور کو راستے سے ہٹا دیا تھا اور اسے ہلاک کر دیا تھا اس کے بعد دانش منصور کی تمام دولت ایک طرح سے کاظم ہی کی ملکیت بن گئی تھی، گو وہ اسے حاصل نہیں کر سکتا تھا لیکن یہ کہا جائے تو غلط نہیں ہو گا کہ اس نے مجھے صرف اس دولت کا نگران مقرر کیا تھا اور وہ میرے ذریعے اس کے پاس جاسکتی تھی، حالانکہ کاظم نے کبھی اس ملکیت کا دعویٰ نہیں کیا تھا لیکن اصولی طور پر اب یہی سوچا جاسکتا تھا، کلب میں مسز اختر نے میرا پرہیز استقبال کیا اور مسکرا کر مجھے دیکھتی ہوئی بولی۔

”تمہاری شخصیت تو پہلے سے بھی زیادہ نکھر گئی ہے، بلکہ نکھرتی چلی جا رہی ہے

کیسی گزر رہی ہے۔“

”ہمیشہ کی مانند۔“

”گوشہ نشین کیوں ہو گئے ہو۔“

”یہ محض آپ کا خیال ہے حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔“

”ہاں خود کو محدود نہ کرو، زندگی ہوتی ہی کتنی سی ہے، اگر اسے بھی انسان چار دیواری میں ہی گزار دے تو پھر زندگی کے مزے ہی جاتے رہتے ہیں، ان سے ملو ان خاتون کو پہچانتے ہو۔“ مسز اختر نے ایک طرف اشارہ کیا، کرن ایک خوبصورت لباس میں بجلیاں گراتی میری ہی جانب آرہی تھی، میں نے مسکرا کر مسز اختر کو دیکھا تو وہ دانت پیس کر بولی۔

ہے۔

”فیصلہ ہو جائے گا میری جان، تم پریشان کیوں ہوتے ہو آرام کرو۔“ کاظم شاد نے کہا اور فون بند کر دیا، میں شانے ہلا کر خاموش ہو گیا تھا، پھر اس کے بعد کئی دن تک کوئی ایسا واقعہ نہیں ہوا جو قابل ذکر ہوتا ہے، مسز اختر سے بھی دوبارہ ملاقات نہیں ہوئی تھی اور کاظم شاد بھی کچھ خاموش ہی رہا تھا، لیکن پھر ایک دن جب میں خود ہی کلب پہنچا تو مسز اختر بھی وہاں موجود تھی لوگ اپنی اپنی مصروفیات میں مشغول تھے اور یہیں پر مجھے کسی قدر الموناک اطلاع ملی، اطلاع یہ تھی کہ کرن ہلاک ہو گئی، وہ اپنی خوابگاہ میں مردہ پائی گئی تھی، پولیس کا خیال تھا کہ اس نے خواب آور گولیاں کھا کر خود کشی کی ہے، میں ششدر رہ گیا، یہ بات میرے علاوہ اور کون جانتا تھا کہ کرن نے خود کشی نہیں کی بلکہ کاظم نے اسے خطرناک سمجھ کر راستے سے ہٹا دیا ہے، بہر حال میرا یہ مقصد بھی نہیں تھا، پتا نہیں کیوں اخبار میں اس سلسلے میں کوئی خبر نہیں چھپی تھی یا چھپی بھی تھی تو میری نگاہ سے نہیں گزری، میں نے بھی افسوس کا اظہار کیا تھا اور مسز اختر نے مجھ سے کہا تھا۔

”میں تو پریشان ہو گئی تھی دانش، اس دن اس نے میرے ساتھ بد تمیزی کی تھی اور اکثر یہ بد تمیزی وہ کرنے لگی تھی ویسے کیا تم یہ بتا سکتے ہو مجھے کہ اس نے خود کشی کیوں کی۔“

”میرا خیال ہے اگر یہ بات آپ کسی پولیس آفیسر کو بتادیں اور اس سے کہیں کہ وہ اس سلسلے میں مجھ سے ملاقات کرے تو آپ کو زیادہ وضاحت کے ساتھ یہ بات معلوم ہو سکتی ہے۔“ مسز اختر کا چہرہ دھواں دھواں ہو گیا۔

”بخدا میرا یہ مطلب نہیں تھا، میں تو..... میں تو بس یہ سوچ رہی تھی کہ کہیں وہ جذباتی لڑکی تمہاری بے اعتنائی کا شکار نہ ہو گئی ہو۔“

”مسز اختر! میرا خیال ہے بہت زیادہ بولنے والے جب بولنے کے لیے کچھ نہیں پاتے تو پھر ایسی ہی بے تکلی باتیں کرنے لگتے ہیں، میں معذرت چاہتا ہوں شاید میں آپ کی گفتگو کا کوئی بہتر جواب نہ دے سکوں۔“ میں نے کہا اور مسز اختر کے پاس سے ہٹ آیا، وہ بیچاری پریشان کھڑی رہ گئی تھی۔

میں رشید ناگی سے مسلسل رابطہ رکھے ہوئے تھا۔ رشید ناگی فطرتاً کچھ ایسا ہی تھا،

لگیں کہ دانش کی دوستی حاصل کرو، اس کے ذریعے ہم بہت سے منصوبوں کی تکمیل کر سکیں گے، میں نے ان کے احکامات نظر انداز کر دیئے اور اب ایک بار انہوں نے طعنہ دیا اور کہا کہ میں چھوٹا سا کام نہیں کر سکتی، تو میں نے ہنستے ہوئے ان سے یہ بات کہی کہ آنٹی دانش میرے گہرے دوست ہیں، بس چیلنج کر دیا انہوں نے مجھے اور آج کے لیے انہوں نے مجھے یہاں بلایا تھا اور تمہیں بھی، کیا خیال ہے میری بات سے کوئی الجھن نہیں ہوئی۔“

”نہیں!“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا، لیکن کرن کا یہ قدم مجھے پسند نہیں آیا، چھوٹی طبیعت کی لڑکی تھی اور بھی اس قسم کی حرکات کر سکتی تھی، میں نے اس سلسلے میں دل میں فیصلہ کیا کہ کاظم کو اس کے بارے میں بتا دیا جائے تاکہ وہ اس سلسلے میں مناسب فیصلہ کرے، ابتداء ہی سے یہ لڑکی مجھے پسند نہیں تھی، میرے لیے تو خیر مشکل نہیں تھی لیکن کاظم شاد کے لیے وہ مشکلات پیدا کر سکتی تھی، مسز اختر اس کے لیے ایسی غائب ہوئی کہ نظر ہی نہیں آئی، غالباً اسے کرن کا مجھ پر یہ تسلط پسند نہیں آیا، رات کو پھر کاظم سے ملاقات ہوئی ٹیلیفون اسی نے کیا تھا، کلب کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے اس نے کہا۔

”میری نگاہ کلب میں تم پر تھی دانش، بلاشبہ تم خاصے ذہین ہو، بعض اوقات تو مجھے بھی حیران کر دیتے ہو، وہاں تم نے محسوس ہی نہیں ہونے دیا کہ پہلی بار آئے ہو۔“

”اب جب آپ نے اس سلسلے میں بات کی ہے کاظم صاحب تو ایک خاص اطلاع میں آپ کو اور دینا چاہتا ہوں۔“

”کیا۔“ کاظم نے چوتھے ہوئے پوچھا اور میں نے اسے کرن اور مسز اختر کے درمیان ہونے والی گفتگو کے بارے میں بتاتے ہوئے کہا۔

”اس گفتگو سے مجھے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ کرن دانش منصور کے گرد چکر لاتی رہا ہے اور اسے مسز اختر نے دانش کے پیچھے لگایا تھا لیکن شاید وہ اپنا مقصد حاصل کرنے میں ناکام رہی اور اب اس ذریعے سے اس نے دوسروں پر اپنی برتری ثابت کرنا شروع کر دیا ہے، لیکن میرے خیال میں یہ بات نقصان دہ ہو سکتی ہے، بلاوجہ لوگ میری کھوج میں لگ جائیں گے، میں نے یہ بات آپ کے کانوں تک پہنچا دینا ضروری سمجھا فیصلہ آپ کو کرنا

جو کام اس کے سپرد کر دیا جائے اس میں تن من سے لگ جاتا تھا اور ان دنوں وہ ادارے کو تشکیل دے رہا تھا جس کی ہدایت میں نے اسے کی تھی یہ سارا کام وہ خوش اسلوبی سے کر رہا تھا میرے معمولات پہلے کی مانند تھے میں اب یہ چاہتا تھا کہ کوئی بہتر نتیجہ سامنے آجائے تاکہ میرے کام میں ذرا تیز رفتاری پیدا ہو جائے پھر کاظم شاد نے ایک شام مجھ سے ملاقات کرتے ہوئے کہا۔

”سوچ رہے ہو گے کہ یہ حیثیت دینے کے بعد میں نے تمہیں قید کر دیا ہے“ دانش منصور لیکن ایسا نہیں ہے میں مسلسل مصروف رہا ہوں اور ان تمام کاموں کی تکمیل کے لیے ارد گرد دیواریں کھڑی کرتا رہا ہوں تاکہ اس کے بعد احتیاط کے ساتھ اپنے کام کا آغاز کیا جائے اور یوں سمجھ لو کہ اب یہ دیواریں مکمل ہو چکی ہیں اور ہم عملی زندگی میں آ رہے ہیں چنانچہ تم بھی تیار ہو جاؤ۔“

”میں نے اس سے انکار نہیں کیا۔ کاظم صاحب۔“

”نہیں نہیں میرا یہ مقصد نہیں ہے دراصل کام بہت خطرناک ہے مشکل ہے اور میں اس دوران تمہارا جائزہ لیتا رہا ہوں۔ کہیں بھی تو تم نے یہ محسوس نہیں ہونے دیا کہ تم دانش منصور نہیں ہو۔“

”مجھے خوشی ہے کہ میں نے آپ کو مطمئن کیا۔“

”تمہیں بھی مجھ سے مطمئن ہونا چاہیے۔ سنو میں نے ایک انتظام کیا ہے اور اس وقت اصل میں اسی مسئلے میں تمہارے پاس پہنچا ہوں۔“

”کیا.....؟“ میں نے سوال کیا۔

”غزنوی صاحب کے بارے میں میں نے تم سے کہا تھا کہ میں انہیں تمہارے لیے میں زبان کھولنے پر مجبور کروں گا۔ اس وقت وہ یہاں نہیں تھے لیکن اب واپس آ چکے ہیں اور میں نے یہ انتظامات کر لئے ہیں کہ وہ زبان کھول دیں۔ یوں سمجھ لو کہ اب میری ہر ہدایت پر عمل کرنے پر آمادہ ہیں۔ میں نے ذرا سا ڈرامہ کیا ہے۔ آج رات تقریباً ساڑھے دس بجے وہ میرے پاس پہنچیں گے۔ جس عمارت میں میں نے انہیں بلا دیا وہاں تم بھی موجود ہو گے۔ لیکن فیصل کی حیثیت سے میرے قیدی کی حیثیت سے اور پھر غزنوی صاحب تمہارے بارے میں تفصیلات بتائیں گے۔ سب کچھ بتا دیں گے وہ تمہیں

لیصل اور اس طرح میں اپنی ایک ذمہ داری سے سبکدوش ہو جاؤں گا۔ سمجھ رہے ہو نا۔ میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ اس سلسلے میں تمہاری مدد کروں گا۔ میں خاموشی سے کاظم شاد کا چہرہ دیکھتا رہا۔ پھر میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”اگر ایسا ہو جائے کاظم صاحب تو یوں سمجھ لیجئے کہ میری زندگی کا ایک بہت بڑا مقصد پورا ہو جائے گا میری روح کی پیاس ختم ہو جائے گی۔“

”میں تمہاری زندگی کے تمام مقاصد پورے کرنے کا پابند ہوں میرے دوست۔ تم اطمینان رکھو۔“ کاظم نے کہا اور میں پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔ پھر میں نے اس سے کہا۔

”ہاں کرن کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا وہ مرچکی ہے۔“

”اس کی زندگی ہمارے لئے خطرناک تھی دانش وہ باہر کی عورت تھی اب اس کی ضرورت نہیں رہی تھی بس۔“

کاظم شاد نے یہ بات سادگی سے اس طرح کی تھی جیسے کہ وہ کھلونا تھی جو ٹوٹ گیا اس بد بخت شخص کے لئے انسانی زندگی لینا کوئی ایسا عمل نہیں تھا جس میں سے کوئی دقت ہو۔ ہر طور ہم لوگ کافی دیر تک باتیں کرتے رہے اور اس کے بعد وہ مجھے مقررہ وقت پر اس عمارت تک پہنچنے کی ہدایت کر کے وہاں سے چلا گیا۔ میں بہت دیر تک اس کے بارے میں سوچتا رہا تھا کہ غزنوی واقعی زبان کھول دیں گے کیا اس طرح مذاق ہی مذاق میں مجھے میرا ماضی معلوم ہو جائے گا اگر یہ کام ہو جائے تو میں سمجھتا تھا کہ کاظم شاد کے ذریعے میں نے بہت کچھ کمالیا۔ انتہائی منافع کے ساتھ وقت مقررہ پر میں اس عمارت کی جانب چل پڑا۔ جس کی تمام تفصیل کاظم شاد مجھے بتا گیا تھا عمارت ایک اچھے علاقے میں واقعی تھی دوسرے مکانوں سے کسی قدر الگ تھلگ حالانکہ اطراف میں بنگلے پھیلے ہوئے تھے۔ لیکن یہ ایسے لوگوں کا علاقہ تھا جو اپنی ذات میں گم رہتے ہیں اور اپنے اطراف سے ناواقف رہنے ہی کو فیشن سمجھتے ہیں یہاں میرا استقبال چند افراد نے کیا ان میں سے کچھ چہرے شناسا تھے ایک شخص نے میرا خیر مقدم کرتے ہوئے کہا۔

”آپ کے لئے پیغام ہے جناب۔“

”کیا؟“ میں نے سوال کیا۔

”آپ کو اپنا یہ لباس تبدیل کرنا ہے تھوڑا سا حلیہ بھی تبدیل کرنا ہے۔ غزنوی صاحب کو آپ کے سامنے پیش کرنے سے پہلے آپ کا فیصلہ بن جانا ضروری ہے۔“

”لباس کہاں ہے؟“ میں نے پوچھا اور اس شخص نے میری رہنمائی کی معمولی سا لباس تھا اور اس کے بعد اس شخص نے میرے چہرے میں بھی کچھ تبدیلیاں کیں۔ آنکھ کے پاس ورم کا نشان بنا دیا گیا ایک جگہ ٹیپ بھی لگایا گیا اور اس کے بعد مجھے ایک بڑے سے ہال نما کمرے میں ایک کرسی پر بٹھا کر باندھ دیا گیا بند شیمیں بالکل ڈھلی ڈھالی تھیں۔ جس سے مجھے کوئی تکلیف نہ ہو۔ ساڑھے دس بجنے میں تھوڑی ہی دیر باقی تھی پھر میں نے کاظم شاد کو دیکھا وہ مسکراتا ہوا میرے قریب آیا اور میری طرف دیکھ کر بولا۔

”برا محسوس نہ کرنا دانش بس تھوڑی سی دیر اور اس کے بعد۔“

”کوئی حرج نہیں ہے۔“

”میں نے جو انتظامات کئے ہیں وہ بہت دلچسپ ہیں مثلاً یہ روشنیاں بجھادی جائیں تو اس حصے میں جہاں تم بیٹھے ہو بالکل تاریکی پھیلی جائے گی اور باہر سے آنے والا شخص تمہیں نہیں دیکھ سکیں گے یہاں میں موجود ہوں گا اور غزنوی اسی جگہ آکر مجھ سے ملاقات کرے گا۔ تھوڑی سی گفتگو تم بھی سن لو گے لطف آئے گا تمہیں کاظم شاد نے اس تمام ڈرامے کی ریہرسل کی اور اس کے بعد ایک شخص نے آکر اسے غزنوی کی آمد کے بارے بتایا۔ چنانچہ کاظم شاد ایک کرسی پر بیٹھ گیا جو ایک بڑی سی میز کے پیچھے پڑی ہوئی تھی۔ اس کے بائیں سمت غزنوی صاحب کے لئے کرسی ڈالی گئی تھی۔ ہال نما کمرے میں کاظم شاد کے علاوہ اس وقت اور کوئی موجود نہیں تھا۔ میں اس کے پروگرام کے مطابق تاریکی میں بیٹھا چکا تھا۔ میرے ذہن میں اس وقت عجیب سے احساسات گردش کر رہے تھے۔ کاظم شاد نے جال پھیلایا ہے وہ اگر مضبوط ہوا اور غزنوی صاحب زبان کھولنے پر واقعی مجبور ہو جائے تو اس وقت میری ذات کا انکشاف ہونے جا رہا تھا اور یہ لمحات یقیناً میرے لئے انتہائی سنسنی خیز تھے۔ میں نے غزنوی صاحب کو کمرے میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا میں تیز روشنی میں ان کے چہرے کے تمام تاثرات کا جائزہ لے رہا تھا جبکہ وہ مجھے نہیں دیکھ سکتے تھے کاظم شاد کرسی کے پیچھے خاموش بیٹھا انہیں دیکھ رہا تھا غزنوی صاحب چند لمحات تو دروازے سے چند قدم کے فاصلے پر کھڑے رہے۔ اور پھر تیزی سے چلتے ہوئے کاظم شاد

کے قریب پہنچ گئے۔“

”مسٹر کاظم شاد میرے اور آپ کے درمیان کبھی کوئی ایسی بات نہیں ہوئی جس سے آپ مجھ سے ناراض ہو جائیں۔ لیکن پھر یہ سب کیا ہے۔ آپ کیوں مجھے تباہ کر دیتے پر تل گئے ہیں دیکھیے میرے پاس تھوڑا سا سرمایہ ہے اور اس سرمائے سے میں زندگی کی گاڑی گھسیٹ رہا ہوں۔ میرے بہت سے بچے ہیں بہت بڑا خاندان ہے میرا۔ سب اسی پر انحصار کرتے ہیں اگر آپ نے یہ سب کچھ کر ڈالا تو یقین کیجئے کہ اس کے بعد ہمارے پاس اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کے لئے کچھ نہیں رہے گا۔ میں آپ سے یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کو مجھ سے کیا شکایت پیدا ہو گئی۔“

”آپ تشریف تو رکھیں غزنوی صاحب بہت زیادہ پریشان معلوم ہوتے ہیں آپ۔“ کاظم شاد کی مکاری سے بھرپور آواز ابھری اور غزنوی صاحب اسے گھورتے رہے۔ پھر تھکے تھکے سے انداز میں کرسی پر بیٹھ گئے میں سنسنی خیز نگاہوں سے یہ ڈراما دیکھ رہا تھا نجانے اس شیطان صفت انسان نے غزنوی صاحب کے ساتھ کیا چکر چلایا تھا ورنہ وہ اس قسم کے آدمی نہیں تھے وہ اپنی ذات میں بہت زیادہ مغرور اور اپنے طور پر اپنے آپ کو بہت زیادہ لیے دیئے رکھنے کے عادی تھے۔ مگر اس وقت ان کی کیفیت کافی خراب تھی۔ کاظم شاد نے پوچھا۔

”آپ کیا پنا پسند کریں گے غزنوی صاحب۔“

”دیکھیے کاظم شاد صاحب میں یہاں کسی دوست کی حیثیت سے نہیں آیا بلکہ ایک مجبور انسان کی حیثیت سے آپ نے مجھے یہاں طلب کر لیا ہے اور میری ایک غلطی سے مجھے بدترین نقصان پہنچانے پر تل گئے ہیں آپ مجھے بتائیے کہ آپ کو مجھ سے شکایت کیا ہے۔“

”عجیب باتیں کر رہے ہیں آپ غزنوی صاحب آپ نے ایک چیز امپورٹ کی اور اس کے لئے باقاعدہ تفصیلات فراہم کیں وہ آئٹم یہاں پہنچا اور اس کے بعد آپ کو اس کے سلسلے میں جو کاوشیں کرنا پڑے وہ آپ نے کیں۔ کسٹمز وغیرہ سے آپ نے گٹھ جوڑ کر کے جو کچھ بھی سلسلہ کیا یہ سب آپ کی اپنی ذمہ داری ہے میں نے اس سلسلے میں کیا کر ڈالا۔ اگر اس کی اطلاع حکومت کو ہو گئی تو یہ آپ بہتر سمجھتے ہیں کہ آپ کو اس سے

کیسے نمٹنا ہے۔ آپ بلاوجہ مجھ پر الزامات کیوں لگا رہے ہیں۔“

”بجدا جو کچھ مجھے بھیجا گیا ہے اس کا آرڈر میں نے نہیں دیا تھا۔ میرے کاغذات بالکل مختلف تھے لیکن نجانے کیا ہو گیا ہر جگہ میرا نام موجود ہے کاظم صاحب میں یہ سب کچھ نہیں جانتا آپ بھروسہ کیجئے“ آپ نے اگر اس کی نشاندہی کی ہوتی تو میں سمجھتا ہوں کہ میرے گوداموں پر چھاپا پڑتا اور میں تباہ و برباد ہو جاتا۔ بہت سے لوگ مشکلات کا شکار ہو جاتے۔ براہ کرم آپ یہ بتائیے کہ آپ اس سلسلے میں میری کیا مدد کر سکتے ہیں اور جیسا کہ آپ نے مجھ سے کہا کہ یہ سارا کام آپ نے کیا ہے تو میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ ایسا کیوں کیا آپ نے مجھے کاروباری طور پر تباہ کر کے آپ کو کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔ مجھے میری ایک غلطی بتا دیجئے۔ ہو سکتا ہے اس کا ازالہ کر کے میں آپ کی دوستی حاصل کر سکوں۔ میں اعتراف کرتا ہوں میں ان حالات سے نمٹنے کی صلاحیت نہیں رکھتا اگر آپ اپنی کسی ناراضی کا اظہار نہیں کر سکتے تو مجھے صرف یہ بتائیے کہ اگر آپ میری گلو خلاصی کر سکتے ہیں تو مجھے آپ کے لئے کیا کیا کرنا ہو گا۔“

”کمال ہے غزنوی صاحب ایک زمانے میں بڑی دھوم سنتے تھے آپ کی سنا یہ جاتا تھا کہ آپ اچھے اچھوں کو گھنٹوں بیٹھا دیتے ہیں۔ اب کیا ہو گیا مقابلہ کیجئے ان حالات کا۔ نقل جائیے ان الجھنوں سے آپ کے تعلقات ہیں سرمایہ دار ہیں آپ۔ بہت پرانے کاروباری ہیں۔ تھوڑے بہت تعلقات تو ضرور بنائے ہوں گے آپ نے۔“

”نہیں کاظم شاد صاحب اس قسم کے تعلقات میرے کسی سے بھی نہیں ہیں۔“

داغ زندگی گزاری ہے میں نے لیکن عمر کے اس حصے میں اگر ان لمحات سے دو چار ہونا پڑے گا سوچا بھی نہیں تھا۔ جہاں تک بڑے بڑے لوگوں کو گھنٹوں بٹھانے کا معاملہ ہے تو آپ یوں سمجھ لیجئے کہ وہ صرف وہی لوگ تھے جنہوں نے زبردستی میرا راستہ کاٹنے کی کوشش کی میں نے صرف اپنا بچاؤ کیا اور اس سے انہیں نقصان پہنچ گیا ہو تو اس کی ذمہ داری مجھ پر نہیں تھی کاظم شاہ صاحب اب عمر کے اس حصے میں مجھے کسی بڑے وقت میں نہ پھنسا ئیے میں آپ کی منت کرتا ہوں۔ مجھے اس مشکل سے نکال لیجئے گا۔“

”ہو جائے گا غزنوی صاحب۔ ہو جائے گا جیسا آپ پسند کریں گے ویسا ہی ہو جائے گا وعدہ کرتا ہوں آپ سے۔ لکھ کر دے سکتا ہوں آپ کو۔ ہر وہ اطمینان دلا سکتا ہوں

جس سے آپ مطمئن ہو سکیں۔ بس چند ایسے معاملات ہیں جن کے لئے آپ کو میرا ساتھ دینا ہو گا۔“

”مجھے بتائیے میں ہر طرح سے تیار ہوں۔ اپنی عزت مجھے بے حد عزیز ہے۔“

”ڈان سینٹر کے رکن بن جائیے سارے مسئلے حل ہو جائیں گے کاظم شاد نے کہا اور غزنوی صاحب پر جیسے سکتہ سا طاری ہو گیا وہ دیر تک پھٹی پھٹی نگاہوں سے کاظم شاہ کو دیکھتے رہے پھر انہوں نے کہا۔“

”مجھے کوئی اعتراض تو نہیں تھا لیکن کچھ تفصیلات معلوم ہو جائیں تو بہتر تھا۔“

”آپ کے یہ جملے ایک اچھے کاروباری کی حیثیت سے میرے لئے کافی ہیں کہ آپ کو ڈان سینٹر کارکن بننے میں کوئی اعتراض نہیں ہے میں تفصیلات آپ کو ضرور بتا دوں گا اور اس کے بعد آپ کو قائل کر لوں گا کہ ڈان سینٹر کے رکن بن کر آپ کس قدر فائدے میں ہیں۔ چلے چھوڑیے اور ہاں سنئے اب اس تردد کو ذہن سے نکال دیجئے آپ نے اپنے گوداموں سے وہ سارا مال منتقل کر دیا یا نہیں۔“

”میرے پاس نئے گودام نہیں ہیں۔ میں پہلے ان کا بندوبست کروں گا۔ یا پھر آپ اس سلسلے میں میری کوئی مدد کریں تو بہتر ہو گا۔“

”تمام کاغذات تبدیل شدہ حیثیت سے کل آپ کو مل جائیں گے اور اس کے ساتھ ساتھ ہی آپ کا تمام مال میرے گوداموں میں منتقل ہو جائے گا۔ آپ کی اصل رقم کسی طور نہیں ڈوبے گی اور اس کے عوض جو مال آپ کو ملے گا اس سے آپ کو کم از کم بیس سے لے کر پچیس لاکھ تک منافع حاصل ہو گا۔ سمجھ رہے ہیں نا آپ لیکن اس سلسلے میں آپ کو مکمل خاموشی اختیار کرنا پڑے گی کہ جو غلط مال آپ کے پاس پہنچ گیا وہ کہاں گیا۔“

”میرا دماغ تو خراب نہیں ہے کہ بعد میں میں اس کا تذکرہ کرتا رہوں۔ آپ اگر میری رقم ڈوبنے سے بچالیں تو یوں سمجھ لیجئے کہ یہ میرے خاندان پر احسان ہو گا۔“

”تو پھر ہم نے یہ احسان آپ پر کر دیا غزنوی صاحب اطمینان رکھیں اور یہ بات آپ بھی جانتے ہیں کہ کاظم شاد اگر زبان سے کچھ کہہ دیتا ہے تو وہ پتھر کی لکیر ہوتا ہے اور وہ اس کی پوری پوری پابندی کرتا ہے۔ اب بتائیے آپ کیا پیس گے۔“

”کوئی بھی ٹھنڈی چیز منگوا دیجئے۔ مگر مجھے اس وقت تک سکون نہیں حاصل ہوگا جب تک یہ بلا مجھ پر سے ٹل نہ جائے گی۔“

”آپ کی مرضی ہے۔ بے سکونی اگر آپ کو پسند ہے تو آپ بے سکون رہیں۔ ورنہ میں نے جو کچھ کہہ دیا ہے بس وہ ہو جائے گا۔ میں اتنا چھوٹا آدمی نہیں ہوں کہ اتنے چھوٹے چھوٹے وعدے کرنے کے بعد ان کی تکمیل نہ کر پاؤں۔ سمجھ رہے ہیں نا آپ۔“

”جی۔“ غزنوی صاحب گہری گہری سانسیں لینے لگے وہ جس طرح کاظم کے چنگل میں پھنس گئے تھے اس کا اندازہ مجھے بخوبی ہو رہا تھا کاظم نے غالباً گھنٹی بجائی تھی۔ کیونکہ تھوڑی دیر کے بعد ایک آدمی داخل ہوا تھا اور کاظم نے اس سے ایک مشروب لانے کے لئے کہا تھا۔ مشروب تھوڑی دیر کے بعد میز پر پہنچا دیا گیا اور غزنوی صاحب نے اس کا گلاس لے کر ہونٹوں سے لگالیا۔ وہ چھوٹے چھوٹے گھونٹ لینے لگے تو کاظم شاد نے کہا: ”ہمارے آپ کے درمیان کبھی کوئی بڑا رابطہ قائم نہیں ہو سکا غزنوی صاحب حالانکہ آپ سے ہمیں ایک بہت اہم کام تھا بلکہ یوں سمجھ لیجئے کہ اس وقت یہاں ان ملاقات کا ایک اہم مقصد اس اہم کام کی تفصیل معلوم کرنا بھی تھا۔“

”جی فرمائیے کیا ہے وہ اہم کام۔ غزنوی نے سوال کیا۔“ اور میں سمجھ گیا کہ اب مجھ تک پہنچ رہی ہے کاظم شاہ چند لمحات خاموش رہا پھر اس نے کہا: ”مٹھل شاہ نامی کسی آدمی کو جانتے ہیں آپ۔“

”یہ نام سنا ہوا لگتا ہے۔ لیکن میرا اس سے کوئی رابطہ نہیں رہا۔“

”کچھ عرصے قبل ایک نوجوان اچانک ہی میرے مکان میں گھس آیا اور اس نے مجھے بے بس کر کے کسی مٹھل شاہ کا پتا پوچھا جبکہ میں اس بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا تھا بعد میں میں نے اس شخص کے بارے میں معلومات حاصل کی تو معلوم ہوا اس کا نام مٹھل تھا اور یہ ایک گمنام سی شخصیت کا مالک ہے میں نے اسے سزا دینے کے بارے میں سوچا اور اسے پکڑوا کر اپنے پاس بلوالیا۔ اس سے معلومات حاصل کی تو اس نے عجیب و غریب انکشاف کیا۔ اس نے کہا کہ اس کا تعلق غزنوی صاحب سے ہے اور اس کو ٹھنی میں اس نے آنکھ کھولی تھی۔ میں نے اس سے مزید اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہیں

تو اس نے بتایا کہ وہ خود اپنی شخصیت سے نا آشنا ہے اور اپنے بارے میں جاننے کا شوقین۔ آپ کو انتہائی حیرت ہوگی ایک بات سن کر غزنوی صاحب کہ یہ شخص ایک ایسے شخص کا مثل ہے جو بہت بڑا بزنس مین اور دولت مند آدمی ہے خیر یہ بات میرے لئے اس قدر باعث دلچسپی نہیں تھی جتنی یہ کہ اس کا تعلق کسی شکل میں آپ سے رہ چکا ہے کیا آپ کے ذہن میں ایسی کوئی تصویر ابھرتی ہے۔ ایسے کسی نوجوان کو آپ جانتے ہیں۔ اگر نہیں جانتے تو پھر براہ کرم اسے دیکھ بھی لیجئے گا۔“ کاظم شاد نے روشنی کر دی اور میری آنکھیں بند ہو گئیں۔ غزنوی صاحب کی گہری گہری سانسیں سنائی دے رہی تھیں۔ چند لمحات کے بعد میں نے آنکھیں کھول کر غزنوی صاحب کو دیکھا میں جانتا تھا کہ اس وقت مجھے کیا اداکاری کرنی ہے۔ غزنوی صاحب کے تاثرات ابھی بھی نظر آرہے تھے اور مجھے دیکھنے کے بعد ان کے ہونٹوں پر وہی تلخ اور نفرت سے بھرپور مسکراہٹ ابھر آئی تھی۔ انہوں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”ہاں یہ گندی نالی کا کیرا ہے یہ شخص میرے ہی یہاں تھا اور ظاہر ہے اسے اسی جگہ ہونا چاہیے تھا خیر آپ مجھے بتائیے کہ اس کے بارے میں مجھ سے کیا پوچھنا چاہتے ہیں۔“

”اس کی اصلیت کیا ہے۔ غزنوی صاحب آپ مجھے براہ کرم اس کی مکمل تفصیلات بتائیے۔“

”کوئی فائدہ ہمیں ہوگا آپ کو کاظم صاحب اس کی جو شخصیت ہے یہ مجھے اسی شکل میں نظر آرہا ہے۔ میرے ہاں شہزادی نامی ایک ملازمہ تھی غیر شادی شدہ تھی لیکن کچھ عرصے کے بعد یہ بات میرے علم میں آئی کہ وہ ماں بننے والی ہے میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ اسے جوتے مار کر باہر نکال دو۔ لیکن وہ نیک اور ہمدرد عورت اس پر آمادہ نہ ہوئی۔ شہزادی سے پوچھا گیا کہ اس نے یہ گناہ کب اور کیوں کیا تو اس نے جواب دینا پسند نہیں کیا میں اس بات سے سخت نفرت کرتا تھا اور ان لوگوں کو اپنی کوٹھی میں نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ لیکن میری بیوی ان کی حمایت کرتی تھی۔ اس بات پر میرا اس سے اختلاف بھی ہو گیا لیکن بہر طور اس نے مجھے اس حد تک مجبور کر دیا کہ خاموشی اختیار کرنا پڑی۔ یہ شخص جس کا نام فیصل ہے اسی گناہ کی نشانی ہے بس اتنی سی بات ہے۔ ویسے یہ صحیح مقام پر ہے

بولے۔

”ارے خیریت۔ کیا بات ہے تمہارا چہرہ تو زرد ہو رہا ہے اور میں سمجھ گیا ماضی کے انکشاف نے تمہاری یہ کیفیت کر دی ہے۔ نہیں دانش منصور نہیں بالکل نہیں۔ اس موضوع پر تم سے طویل گفتگو کر سکتا ہوں اور تمہارا پورا جسم پسینہ پسینہ ہو رہا ہے۔ ٹھہرو کاظم شاد میز کی جانب بڑھا۔ اسی شروب کا ایک گلاس بھرا اس نے مجھے تمہارا کچھ ایسی شدت محسوس ہو رہی تھی پیاس کی کہ میں نے ایک ہی سانس میں وہ گلاس خالی کر دیا۔ اور پھر میں بھرائے ہوئے لہجے میں بولا۔“

”آپ کو ایک زحمت کرنا ہوگی شاد صاحب مجھے گھر پہنچا دیجئے۔ میری ذہنی کیفیت بہتر نہیں ہے۔“

”تمہیں خود کو سنبھالنا ہوگا میرے دوست میں خود تمہارے ساتھ چلتا ہوں باتیں کریں گے وہیں بیٹھ کر چلو اٹھو میرے ساتھ چلو۔“ کاظم شاد نے میرا ہاتھ پکڑا اور بیرونی حصے کی جانب چل پڑا۔ جہاں میری کار کھڑی ہوئی تھی اور اس کے بعد کاظم شاد نے خود ہی ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی اور کار اشارت ہو کر آگے بڑھ گئی۔ بلاشبہ میں اپنے وجود میں بے پناہ کمزوری محسوس کر رہا تھا زندگی میں پہلی بار بالکل پہلی بار مجھ پر اس بے بسی کا حملہ ہوا تھا۔ نجانے کیا کیا خیالات دل میں آرہے تھے۔ راستے میں کاظم شاد نے کوئی گفتگو نہیں کی اور میرے ساتھ کوٹھی میں آگیا۔ مجھے میری خوابگاہ میں پہنچانے کے بعد وہ خود میرے سامنے بیٹھ گیا نجانے وہ کتنی دیر بیٹھا میری دلجوئی کرتا رہا مگر میری سماعت تک اس کا ایک لفظ نہ پہنچ سکا۔ پھر وہ رخصت ہو گیا پھر ایک میں اٹھا کار لے کر کھلی سڑک پر آگیا۔

تھوڑی دیر کے بعد میری کار میری ہی خریدی ہوئی کوٹھی پر پہنچ گئی اور میں زور زور سے ہارن بجانے لگا۔ چوکیدار غالباً سوچکا تھا۔ کیونکہ دیر تک اندر سے کوئی جواب نہیں ملا۔ یہاں کوٹھی کے ملازمین بھی میں نے ہی رکھے تھے اور انہیں میری ہی جانب سے تنخواہ بھی ملتی تھی بہر طور دیر کے بعد چوکیدار نے پھانک کھولا چند ہائی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر پہچان کر گیٹ کھول دیا پھر صدر دروازے کے دوسری جانب کے ہال میں روشنی ہوئی اور اس کے بعد الیاس بھائی نے دروازہ کھولا۔ وہ گاؤں میں مایوس کسی قدر بدحواس نظر آرہے تھے۔ چند لمحات آنکھیں بھیچ بھیچ کر مجھے پہنچانے کی کوشش کرتے

اور اس جیسے کسی نوجوان کو اسی مقام پر ہونا چاہیے تھا۔“

”بعد میں نہیں پتا چل سکا غزنوی صاحب کہ اس کا باپ کون تھا؟“

”نہیں۔“ غزنوی نفرت بھرے لہجے میں بولے۔

”وہ عورت کہاں ہے؟“

”کچھ عرصے قبل میرے پاس تھی اب نہیں ہے کہاں ماری ماری پھر رہی ہے اس بارے میں مجھے کوئی علم نہیں ہے۔ آوارہ اور بد چلن عورت تھی کہیں بھی پڑی ہوگی۔ میں نہیں جانتا چند لمحات خاموش رہنے کے بعد کاظم شاد نے کہا۔

”ٹھیک ہے غزنوی صاحب جو وعدہ آپ سے کیا گیا ہے اس کی تکمیل ہو جائے گی لیکن آپ یہ بات ذہن نشین کر لیجئے کہ اس کے بعد آپ کو ڈان سینٹر کی رکنیت اختیار کرنا پڑے گی۔ تفصیلات میں آپ کو بعد میں بتا دوں گا۔“

”ٹھیک ہے۔ میں میں جاسکتا ہوں۔“ غزنوی صاحب نے پوچھا اور کاظم شاد ان کے ساتھ اس بڑے سے ہال نما دروازے سے باہر نکل گیا۔ لیکن میرے جسم میں سنسنی رہی تھی۔ میرا پورا وجود غلاظت میں لتھڑ گیا تھا۔ غزنوی صاحب کے الفاظ میرے دل پر تازیاں مارتے تھے۔ مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے میرا جسم پکا ہوا پھوڑا بن گیا ہو۔ میں یہ بول رہا ہوں میں۔ غزنوی صاحب سچ کہہ رہے ہیں۔ انہوں نے جھوٹ تو نہیں بولا۔ کیا دایہ میں یہی ہوں۔ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ ایسا نہیں ہو سکتا میں ایک بار پھر گناہم رہ گیا ہوں اس سے زیادہ اور کیا معلوم کیا جاسکتا ہے اس سے زیادہ آہ کاش میں اپنی کھوج میں نہ رہتا ایک احساس ہی میرے دل میں پلتا رہتا کہ کوئی پراسرار چکر چل رہا ہے لیکن غزنوی صاحب نے انکشاف کر گئے تھے اس نے مجھے بے موت مار دیا تھا۔ چند لمحات کے بعد دو آدمی آئے اور مجھے کھول گئے۔ لیکن میں کرسی سے اٹھا نہیں تھا میرے پاؤں بے جان ہو رہے تھے کاظم شاد غزنوی صاحب کو چھوڑ کر اندر داخل ہو گیا اور مسکراتا ہوا میرے سامنے آگیا۔

”کیا خیال ہے دانش کیسی رہی یہ ملاقات؟“ اس نے میرا چہرہ دیکھا اور پھر چونک کر

رہے اور پھر ایک دم گھبرا گئے۔

”ارے۔ ارے۔ فیصل۔ تم..... آؤ۔ آؤ۔ آؤ اندر آؤ۔ خیریت؟“ انہوں نے

کسی قدر بدحواس لہجے میں پوچھا۔

”جی الیاس بھائی سب خیریت ہے پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں بس ایسے ہی دل

گھبرا رہا تھا آپ لوگ یاد آرہے تھے میں آگیا۔“

”آؤ پھر اندر آؤ۔ یہ تم نے حلیہ کیا بنا رکھا ہے۔ آؤ اندر آؤ۔ یقیناً کوئی ایسا مسئلہ

ہے جس کے لئے تم پریشان ہو۔“

”ہاں الیاس بھائی ہے ایک مسئلہ اور میں پریشان ہوں۔ لیکن ایک درخواست کرنا

چاہتا ہوں آپ سے.....“

”کیا۔“

”صرف آپ جاگے ہیں یا بھابی جان وغیرہ بھی جاگ گئیں؟“

”وہ بھی جاگ گئی ہیں بھئی اور شاید نازاں بھی جاگ گئی ہو۔ میں اس کے

دروازے پر دستک دے کر دیکھتا ہوں۔“ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بھابھی بھی باہر نکلا

آئی تھیں۔ اور انہوں نے بھی مجھے دیکھ کر حیرت کا اظہار کیا تھا پھر الیاس بھائی نے نازاں

بابی کو بھی جگا دیا۔ آصف بھی آگیا چاروں میرے گرد جمع ہو گئے نازاں بابی نے میرا ہاتھ

پکڑا اور مجھے ایک طرف لے جاتے ہوئے بولیں۔

”آؤ فیصل۔ اس وقت اس طرح اور اس حلقے میں تمہارا آنا ظاہر کرتا ہے کہ یقیناً

تمہیں کوئی سخت پریشانی ہے۔“

”بے فکر ہو جاؤ۔ کوئی پریشانی نہیں ہے تمہیں میں جو ہوں فیصل۔“ میں نے نازاں

بابی کی طرف دیکھا اور شاید میری آنکھوں میں آنسو آگئے۔ نازاں بابی نے بھی ان

آنسوؤں کو محسوس کیا اور اس وقت ان کی ٹرپ دیکھ کر دل کو ایک عجیب سی ڈھارس کا

احساس ہوا۔ ان کے ہونٹ کپکپانے لگے۔ آواز رندھ گئی۔

”فیصل۔ تم۔ تم رو رہے ہو کیا بات ہے۔ خدا کے لئے مجھے بتاؤ تو سہی کیا بات

ہے۔“ آصف بیچارہ ہمیشہ ہی میرا احترام کرتا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب اپنی

حیثیت کو کس طرح نبھائے۔ ڈرائیور تھا وہ میرا لیکن اب اس کی شخصیت بالکل بدل گئی

تھی۔ نازاں بابی میرا ہاتھ پکڑ کر کھڑی ہو گئیں۔

”آؤ میرے ساتھ۔“ وہ مجھے گھسیٹتی ہوئی اپنے کمرے کی جانب لے چلیں۔ تمام

لوگوں کے چہرے عجیب ہو گئے تھے۔

”بیٹھ جاؤ۔“ ان کے لہجے میں بڑا حکم تھا۔ بالکل وہی انداز تھا ان کا جو پاکستان کو آرٹر

میں پہلی بار میرے ساتھ اختیار کیا تھا۔ اس وقت جب وہ مجھے اس دنیا سے روشناس کرا

رہی تھیں وہ میرے سامنے کرنسی گھسیٹ کر بیٹھ گئیں میں زبردستی مسکرا نے کی کوشش کر

رہا تھا جبکہ میرے صرف ہونٹ مسکرا رہے تھے جبکہ آنکھوں سے بدستور آنسو بہہ رہے

تھے۔ نازاں بابی ایک ماں ہی کی طرح مجھے تھپک رہی تھیں اور دھیرے دھیرے میرے

کان میں سرگوشیاں کر رہی تھیں۔ رفتہ رفتہ ان کی تسلیوں نے میرے زخموں پر مرہم رکھ

دیا۔ میری آنکھیں خود بخود بند ہو گئیں اور میں ان کی گود میں سر رکھے نیند کی وادیوں میں

کھو گیا جب میں وہاں سے نکلا تو صبح ہو چکی تھی اور میں بھی خاصا پر سکون ہو چکا تھا الیاس

بھائی نازاں اور آصف کی محبت نے مجھ پر جادو اثر کیا تھا۔

==☆☆☆☆==

اب تو میں نے یہ سوچا تھا کہ کہیں بھی خود کو چھپانے کی ضرورت نہیں ہے۔ جن لوگوں سے میرا تعلق ہے ان سے بھی کھل کر ملاقاتیں کروں گا۔ اس وقت کاظم شاد ہی میرا بدترین دشمن ہے اور بہترین دوست بھی میری شناخت کے لئے اب اسے کوئی ضرورت نہیں رہ گئی تھی۔ سب کچھ جان چکا تھا وہ میرے بارے میں اتنا کچھ جتنا بہت سوں کو نہیں معلوم تھا۔ کاظم شاد نے مجھے دیکھا تو مسکرا کر بولا۔

”تم خاصے بہتر نظر آرہے ہو۔ دانش۔“

”یہ آپ کی مہربانی ہے شاد صاحب اب میں خود کو بہت پر اعتماد تصور کرتا ہوں۔“

”میں تو صرف یہ سوچتا ہوں کہ میرے اور تمہارے درمیان دشمنی سے دوستی کا آغاز ہوا تھا اور دوستی مستحکم ترین ہوتی چلی گئی۔ اچھا خیر چھوڑو ان باتوں کو۔ درحقیقت تم نے مجھے اس طرح اپنے آپ میں الجھا لیا ہے دانش کہ ان دنوں میں صرف تمہارے بارے میں سوچتا ہوں اور صرف تمہارے سلسلے میں کام کر رہا ہوں۔ حالانکہ میرا دائرہ عمل اتنا محدود نہیں ہے میرے پاس کرنے کے لئے بے شمار کام ہیں لیکن ان دنوں میں صرف تم پر کام کر رہا ہوں۔“

”دلچسپ بات ہے میں نہیں جانتا مسٹر کاظم شاد کہ آپ مجھ پر کیا کام کر رہے ہیں۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”میں نے دانش منصور کے اثاثوں کی تمام تفصیل حاصل کی ہے۔ بہت بڑا سرمایہ ہے تمہارے پاس میرے دوست۔ بلاشبہ تم اس ملک کے بڑے سرمایہ داروں میں سے ہو۔ سارے کام تقریباً مکمل ہو گئے ہیں اور اب ہم آغاز کر رہے ہیں دراصل تمہارے اثاثے تمہاری تحویل میں ہیں۔ لیکن ایک مشکل کام ہے جو ابھی تک نہیں کیا جاسکا وہ ہے تمہارے دستخطوں کی نقل میرے آدمی اس سلسلے میں دن رات مصروف ہیں۔ لیکن تمام ایکسپٹ ابھی اس بات سے متفق نہیں ہیں کہ تمہارے دستخطوں کے درست نمونے بنائے گئے ہیں ابھی ان میں کسر ہے اور ہم ان دستخطوں سے کوئی کام نہیں لے سکتے۔ لیکن تمہاری اپنی شخصیت کو کوئی بھی غلط نہیں قرار دے سکتا میں نے جو فیصلے کئے ہیں وہ یہ ہیں کہ تمہارے ان اثاثوں کی بنیاد پر بڑے بڑے بینکوں سے قرضے حاصل کئے جائیں اور اس کام کا آغاز میں نے کاغذی شکل میں کر دیا ہے۔ ان قرضوں کے حصول سے ہم

میں بہت سی سوچوں میں گم تھا۔ کیا فرق پڑتا ہے اگر ایسا بھی ہے تو کم از کم اس میں میرا قصور تو نہیں تھا۔ غزنوی صاحب کو میں نے فوری طور پر بے قصور قرار دے دیا تھا۔ وہ ایک خاص سوچ کے مالک تھے اس کو بھی میں کچھ ایسے عوامل تھے جن کی بنا پر وہاں کا ماحول بن گیا تھا انا ماں عورت تھیں اور سب کچھ بھول کر صرف احساس ہمدردی کا شکار ہو گئی تھیں۔ غزنوی صاحب وہ ہمدردی اپنے دل میں پیدا نہیں کر سکے تھے۔ بلکہ اس بات کا غصہ تھا کہ شہزادی نے ان کی کوٹھی میں یہ گندگی پھیلانی لیکن ایک بات حیران کن تھی۔ شہزادی سے نفرت کرنے کے بجائے انہوں نے مجھ سے نفرت کی تھی میں تو اصولی طور پر بے گناہ تھا۔ میں نے گرتے ہوئے حالات کو بہت گہری نگاہ سے دیکھا اور یہی اندازہ ہوا کہ غزنوی صاحب کے خصوصی عتاب کا صرف میں شکار تھا۔ شہزادی نہیں۔ پتا نہیں کیوں ایسا ہوتا تھا۔ بہر طور یہ ساری باتیں اب بے مقصد ہی تھیں۔ جینا تھا۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ جینے کے انداز میں کچھ تبدیلیاں پیدا ہو جائیں۔ اب غزنوی صاحب کی کوٹھی سے میرا کوئی تعلق نہیں رہنا چاہیے۔ مجھے ہر حالت میں وقت کا بیٹا ہونا چاہیے۔ وقت جو کچھ بھی طلب کرے۔ ہاں بس ایک جذبہ اپنی ذات کے لئے بھی ہو گا۔ وہ یہ کہ جو کچھ کروں گا اپنے وطن کی بہتری کے لئے کروں گا۔ وہ فیصل تم یقینی طور پر اسی کام کے لئے اس کائنات میں نمودار ہوئے ہو۔

کاظم شاد سے دوسری ملاقات میری کوٹھی پر ہی ہوئی تھی میں نے اپنے معمولات پر بے اعتماد کے ساتھ جاری کر دیا تھا اور طبیعت میں ایک جولانی سی پیدا ہو گئی تھی۔

ایسی صلاحیت نہیں ہے جس کی بناء پر وہ ڈان سینٹر کے لئے کارآمد ثابت ہو سکے۔ جبکہ رانا جمال اس سلسلے میں ہمارے لئے بہت بہترین ہے۔ دوسری بات یہ کہ جہانگیر خان کو تم شاید جانتے ہو یا نہیں جانتے تو میں تمہارا تعارف اس سے کرادوں گا۔ جہانگیر خان مقدس کریم کے مضبوط ہو جانے سے بہت دلبرداشتہ ہے۔ اگر آٹو سٹی مقدس کریم کے ہاتھوں سے نکل جاتا ہے تو سب سے زیادہ خوشی جہانگیر کو ہوگی۔ جہانگیر اپنے نئے کام میں خاصا مستحکم ہو گیا ہے۔ اسے اس سے غرض نہیں ہوگی کہ آٹو سٹی کس کے پاس جاتا ہے لیکن اگر ہم اس سے سودے بازی کریں اور اسے پیشکش کریں کہ مقدس کریم کو ہم منظر عام سے ہٹا دیتے ہیں تو وہ ڈان سینٹر کا یا آسانی ممبر بن جائے گا اور یہ کام تمہارا نہیں بلکہ میرا ہوگا۔ اس طرح ہم دو مضبوط ممبر ڈان سینٹر کے لئے حاصل کر لیں گے یوں سمجھ لو کہ ڈان سینٹر کی طرف سے مجھے ان دونوں کو ٹریپ کرنے کی ہدایت ہے اور میں ابھی تک یہ کام نہیں کر سکا ہوں لیکن اب مجھے اس میں آسانی حاصل ہو جائے گی۔ ڈان سینٹر کے اس وقت ہمارے ملک میں چھ ممبر ہیں۔ آٹھ ممبر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہم ایک مضبوط ٹارگٹ حاصل کر لیں اور ہمیں اس کے بہترین مفادات حاصل ہوں گے۔ چنانچہ سب سے پہلا کام جو تمہارے سپرد کیا جا رہا ہے۔ وہ یہ ہے کہ تم مقدس کریم کو معزول کر دو اور اس سے حساب کتاب کر لو باقی کسی سلسلے میں تمہیں پریشانی نہیں ہوگی اطمینان رکھنا۔ میں نے پر خیال انداز میں گردن ہلائی ظاہر ہے سب کچھ اسی کے ایما پر ہو رہا تھا۔ میرا اس میں مداخلت کرنا بالکل ممکن نہیں تھا اس وقت دانش منصور کے تمام سرمائے کا مالک صحیح معنوں میں کاظم شاد تھا۔ کیونکہ اس نے اپنی دانست میں ایک معمولی سے آدمی کو دانش منصور بنا دیا تھا۔ غرض یہ کہ مجھے اس میں کسی قسم کا کوئی تردد نہیں ظاہر کرنا تھا۔ تاہم میں نے اپنے لئے بھی ایک کام کیا اور مسکراتے ہوئے میں نے کاظم شاد سے کہا۔

شاد صاحب ظاہر ہے جو کھیل آپ نے شروع کیا ہے اس میں کہیں بھی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں میں سراٹھا سکوں اور آپ یہ بھی سمجھ لیجئے کہ میری فطرت عام آدمیوں سے بالکل مختلف ہے جب آپ کی دوستی میں نے قبول کر لی اور آپ نے مجھے یہ حیثیت عطا دی تو یہ سمجھ لیجئے کہ میں صرف آپ کے لئے کام کروں گا۔ لیکن اپنی ذات کے لئے کچھ چاہتا ہوں جس میں آپ کو میری مدد کرنا ہوگی۔

اپنے کام کا آغاز کر سکتے ہیں یہ بھی ایک کاروباری طریقہ کار ہے اصل سرمایہ محفوظ اور اس کے بل پر قرضوں کی وصولیابی یہ کام بہت زیادہ مشکل نہیں ہوگا اور ہم اسے با آسانی کر سکتے ہیں لیکن طویل عرصے تک یہ نہیں ہو سکتا اس کے لئے میں نے ایک لمبا پلان بنایا ہے۔

”وہ کیا.....؟“ میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

”کچھ عرصے کے بعد تم پر بیماری کا حملہ ہوگا اور تمہارے ہاتھ کسی قدر مفلوج ہو جائیں گے۔ یہ کیفیت کافی دن تک رہے گی اور اس کے بعد علاج سے یہ ہاتھ تقریباً بہتر ہو جائیں گے لیکن ان کا وہ انداز برقرار نہیں رہے گا تمام حلف برداریاں ہوں گی تمہاری شخصیت کے تحت بہت سے لوگوں کا استعمال کیا جائے گا اور پھر ان مفلوج ہاتھوں سے سرمایہ کاری کا جو کھیل شروع کرو گے وہ مشتبہ نہیں ہوگا۔ لیکن یہ ایک لمبا کام ہے اور میں ابھی اسے جلد بازی میں نہیں کرنا چاہتا۔ جب ہم ایک سمت سے اپنے آپ کو مضبوط طریقے سے آگے بڑھا سکتے ہیں تو دوسری سمت کے لئے جلدی کرنا بے معنی ہے۔ منصوبے کے تحت میں نے تمہارے سپرد ایک بڑی ذمہ داری کی ہے اور وہ ہے آٹو سٹی مسئلہ۔“ میں نے سوالیہ نگاہوں سے کاظم شاد کو دیکھا تو وہ کہنے لگا۔

”مقدس کریم ایک احمق سا آدمی ہے اس کی خود اپنی کوئی صلاحیت نہیں ہے۔ کوئی ایسا کام نہیں کر سکتا جو تمہارے بغیر ممکن ہو۔ چنانچہ تمہیں اسے معزول کرنا ہوگا۔“ وہ کس طرح؟“

”آٹو سٹی کے سلسلے میں اس نے اب تک جو کچھ کیا ہے وہ تمہارے ہی سرمایے کے بل پر کیا ہے۔ ذاتی طور پر اس کے پاس کچھ نہیں ہے چنانچہ تم آٹو سٹی اس سے لے کر رانا جمال کے حوالے کر دو گے۔ رانا جمال ایک بڑا سرمایہ کار ہے خود بھی مستحکم حیثیت رکھتا ہے اور صحیح معنوں میں کاروباری گر جانتا ہے۔ چنانچہ آٹو سٹی رانا جمال کے حوالے کر دے گا۔ ہمیں یہ فائدہ ہوگا کہ ہم ڈان سینٹر کے لئے ایک مضبوط ممبر حاصل کر لیں گے رانا جمال اس کے لئے خوشی سے تیار ہے۔ جہاں تک رہا مقدس کریم کا معاملہ تو معزول کر کے بعد اسے اس دوران کا معاوضہ ادا کر دینا۔ ہم اسے بھی ڈان سینٹر میں شامل کر سکتے تھے لیکن کوئی فائدہ نہیں۔ اول تو یہ کہ وہ تمہارا ہی ایک پرزہ ہے اور پھر اس میں کوئی

یقین کرو اس کی مکمل تفصیل مجھے بھی نہیں معلوم۔ ڈان سینٹر کے لئے البتہ وہ مشکوک شخصیت تھا غالباً اس نے مختلف ممالک میں کسی قسم کی کارکردگی کا مظاہر کیا تھا۔ صرف مشکوک بلکہ اس کے بارے میں طے کیا گیا تھا کہ اسے منظر عام سے ہٹا دیا جائے چونکہ مقامی طور پر ڈان سینٹر کی سربراہی میں کرنا ہوں اس لئے یہ ذمہ داری میرے شانوں پر ہی ڈال دی گئی۔ اور میں نے ایک طویل عرصے کی منصوبہ بندی کے بعد اس کے آستانے پر حملہ کرایا اور کوشش کی کہ اسے وہیں ختم کر دیا جائے لیکن کبھت بھانے کیسے وہاں سے نکل گیا ہماری تمام تر معلومات کے مطابق وہ زخمی ضرور ہوا تھا لیکن مرا نہیں تھا ہم نے اسے ملک کے گوشے گوشے میں تلاش کرایا یہ معلومات کرنا چاہیں کہ زخمی ہونے کے بعد وہ کہاں پہنچا ہے اور اس کی موجودہ کیفیت کیا ہے لیکن نہیں پتا چل سکا یوں سمجھ لو کہ وہ روپوش ہے اور یہ بات کم از کم میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ اس ملک میں نہیں ہے۔ بلکہ انتہائی خفیہ طریقے سے نکل بھاگا ہے کیونکہ مجھے اس کے بارے میں مفصل تفصیلات حاصل نہیں ہیں اس لئے میں دعوے سے نہیں کہہ سکتا کہ اس کی اپنی بین الاقوامی حیثیت کیا تھی۔

لیکن بہر حال اس بات کی تصدیق ڈان سینٹر بھی کر چکا ہے کہ مٹھل شاہ زندہ ہے اور اب اس ملک میں نہیں ہے اسی طرح میری ذمہ داریاں کچھ کم ہو گئی ہیں ورنہ ابتدا میں اس کی تلاش کی ذمہ داری مجھے ہی سونپی گئی تھی اور میں نے پورے اعتماد سے یہ رپورٹ پیش کر دی تھی کہ وہ اب اس ملک میں نہیں ہے۔ یہ ہے مٹھل شاہ کی کہانی۔ بلکہ کچھ دن رگ جاؤ میں اگر ڈان سینٹر کو یہ بات بتا دوں کہ مٹھل شاہ تم سے کیا رشتہ رکھتا تھا تو آں سینٹر یقینی طور پر تمہارے ذریعے اسے حاصل کرنا چاہے گا اور اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے گا۔ لیکن ابھی ایسا نہیں کروں گا کیونکہ اس طرح میرے دوسرے پلان فیل ہو جائیں گے۔ البتہ تم خود کو ذہنی طور پر تیار رکھنا کہ مٹھل شاہ کو حاصل کرنے کے لئے تمہیں یہ عمل کرنا ہے۔ ڈان سینٹر کے لئے ہم جو کچھ بھی کریں گے اس کے نتائج بہت ہی شاندار نکلیں گے دانش منصور یوں سمجھ لو کہ تمہیں ساری دنیا میں استحکام حاصل ہو جائے گا۔ میں نے دلچسپی سے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”میں آپ کی ہدایت پر عمل کرنے کے لئے تیار ہوں شاد صاحب مطمئن رہیں میں

”ضرور کہہ کر تو دیکھو میں نے تمہارے لئے لاکھوں منصوبے بنائے ہیں۔ ابھی کو عرصے کے بعد تم دیکھو گے کہ اس ملک میں تمہارا نام کس حیثیت سے منظر عام پر آئے گا بڑے بڑے وزیروں کی سرمایہ داروں کی اور ایسے عہدے داروں کی دعوتیں کرنا ہوں گی تمہیں جو ہمارے کام آسکتے ہیں۔ تحائف کا ایک عظیم سلسلہ شروع کیا جائے گا اور اس طرح وہ سب تمہارے دوست بن جائیں گے پھر اس کے بعد جاتے ہو کیا ہو گا تمہیں ڈان سینٹر کے ان ممبروں میں جگہ ملے گی جو مشیر کہلاتے ہیں۔ ان میں بھی کئی درجے ہیں اور بڑے سے بڑا درجہ حاصل کرنے کے لئے بہت سے بڑے کام کرنا ہوتے ہیں۔ میں خود عمر کی اس منزل میں ہوں جہاں بہت زیادہ بھاگ دوڑ نہیں کی جاسکتی لیکن دانش میرے دوسرے میں نے تمہیں اپنا آئیڈیل بنایا ہے اور اس آئیڈیل کو میں وہی حیثیت دلاؤں گا جو میرے دل میں ہے۔“ میں نے ایک بار پھر شکر گزار نگاہوں سے کاظم شاد کو دیکھا اور کاظم شاد فوراً بولا۔

”ہاں تم کیا کہنا چاہتے تھے مجھے اس کے بارے میں بتاؤ۔“

”مٹھل شاہ کا کیا ہوا۔ اس کے بارے میں آج تک میرے ذہن میں تشویش موجود ہے۔“ کاظم شاد نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولا۔

”تمہارا کہنا ہے کہ مٹھل سے تمہارا عقیدت کا رشتہ تھا یا اس کے علاوہ بھی اور کوئی بات تھی۔“

”نہیں۔ صرف وہی جو میں نے آپ سے کہا۔“

”تو پھر اب تو عقیدت کا یہ رشتہ میری جانب منتقل ہو جانا چاہیے۔ مٹھل شاہ کہہ سکتا ہے تمہیں کوئی روحانی سکون پہنچایا ہو۔ لیکن روح کا تعلق بھی جسم ہی سے ہوتا ہے اور جسمانی اور ذہنی سکون سب سے بڑا سکون تصور کیا جاسکتا ہے۔ تم یہ کیوں نہیں سمجھتے کہ اس وقت تم اس ملک کے بہت بڑے سرمایہ دار ہو۔ بے شمار افراد کی نگاہوں کا مرکز اور یہ سب کچھ میں نے تمہیں دیا ہے۔“

”میں نے اس سے انکار نہیں کیا۔ لیکن ذہن میں تجسس کے جذبے اگر قائم رہیں

تو بہت سے معاملات میں رکاوٹ ثابت ہوتے ہیں۔“

”ٹھیک ہے مٹھل شاہ کی کہانی میں تمہیں سنائے دیتا ہوں۔ درحقیقت مٹھل شاہ

آپ کی پسند کے مطابق ہی کام کروں گا۔“

”آٹو سٹی کے مسئلے کو سب سے پہلے حل کرنا ہے مقدس کریم سے گفتگو شروع کرو۔ اس گفتگو کا ایک منصوبہ بنائے لیتے ہیں تم اس سے کہو کہ آٹو سٹی کے لئے وہ کوئی ایسا کارنامہ سرانجام نہیں دے سکا جو باعث دلچسپی ہو۔ چنانچہ تم اسے اس سے ہٹا کر کوئی اور ذمہ داری سونپنا چاہتے ہو۔ فی الحال اس سے کہو کہ وہ آٹو سٹی سے دست بردار ہو کر گوشہ نشینی اختیار کر لے۔“

بہت مختصر وقت کے بعد اسے نیا کام سونپا جائے گا۔ میں نے تمہیں برازیل کے بارے میں تفصیلات بتائی تھیں۔ اس وقت برازیل تمام گاڑیوں کے آٹو پارٹس بہت تیزی سے تیار کر رہا ہے۔ اور اس صنعت میں ترقی حاصل کرنا جارہا ہے۔ دنیا کے بیشتر ممالک اب جاپانی آٹو پارٹس کی بجائے برازیل سے آٹو پارٹس امپورٹ کر رہے ہیں۔ میں یہ شعبہ اپنے ہاتھ میں لے لینا چاہتا ہوں فی الحال آٹو سٹی کے تحت ہم یہ کام نہیں کریں گے۔ لیکن بعد میں اس کاروبار کو آٹو سٹی میں ضم کر دیں گے۔ تم مقدس کریم کو ایسا ہی کوئی فریب دے سکتے ہو۔ بعد میں ہم اسے پوچھیں گے ہی نہیں۔ ظاہر ہے اس کا ہم پر کوئی کلیم نہیں ہو گا یہ تو کاروبار ہے سمجھ رہے ہو نا تم۔“

”ہاں میں سمجھتا ہوں۔“

”تو بس یوں سمجھ لو کہ ان حالات کے تحت تمہیں مقدس کریم سے ملاقات کرنے

اسے یہ تفصیلات بتانی ہیں۔“

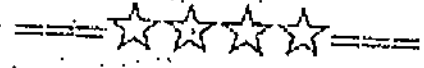
”ٹھیک ہے۔ یہ ملاقات کب کرنی ہے؟“

”میرا خیال ہے کل تم یہ ملاقات کر سکتے ہو۔“

”بہت شکریہ میں آپ کی اس ہدایت کے مطابق عمل کروں گا“ میں نے جواب

دیا اور کاظم شاد مسکرا کر گردن ہلانے لگا۔ وہ چلا گیا لیکن میرے لئے سوچنے کو بہت کچھ چھوڑ گیا تھا۔ پہلی بار مٹھل شاہ کے بارے میں یہ اطلاع بادشوق ذرائع سے ملی تھی کہ وہ زندہ ہے۔ مجھے بے پناہ خوشی ہو رہی تھی۔ میں اپنے مقصد میں خاصی کامیابی حاصل کر چکا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی کاظم شاد نے جو منصوبہ بتایا تھا اس پر مجھے تھوڑی سی تشویش ہو گئی تھی۔

مقدس کریم کو اس کی جگہ سے ہٹا کر رانا جمال کو اس کی جگہ لانا تھا۔ یہ خاصہ اہم کام تھا اور اسے انجام دینے کا مقصد یہ تھا کہ کاظم شاد کے منصوبوں میں پہلی بار ایک عملی کام کا آغاز ہو گا۔ مجھے بہت غور کر کے یہ فیصلہ کرنا تھا کہ اس سلسلے میں کیا کیا جائے۔ رشید ناگی سے مشورہ بھی بے حد ضروری تھا۔



”رانا جمال اس بات سے خوش تھا کہ آٹو سٹی میرا مطلب ہے وہ سارا کاروبار جمانگہ کے
کاں کے ہاتھ سے نکل گیا۔ لیکن اس نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ جمانگہ کے
ہاتھ سے نکلا ہوا کاروبار اس کے ہاتھ میں آسکتا ہے۔ اور اب جب کہ آٹو سٹی اس کے
ہاتھ میں پہنچنے کا امکان پیدا ہو گیا تو وہ خوشی سے دیوانہ ہو گیا ہے اور اس نے مجھ سے آٹو
سٹی خریدنے کی پیشکش کر دی ہے.....“

”خوب۔“

”آج تمہارا پروگرام مقدس کریم سے ملنے کا تھا۔ میرا خیال ہے آج ہی اس سلسلے
میں مفصل گفتگو کرلو۔ کوئی دقت باقی نہ رہ جائے۔ یہ کام تمہیں نہایت خوش اسلوبی سے
انجام دینا ہے۔ اس طرح یہ فائدہ ہو گا کہ آٹو سٹی مکمل طور پر تمہاری تحویل میں آجائے
گا۔ اور اس کا سودا کرنے میں ہمیں کوئی دقت نہیں ہوگی۔ یہ کام چند روز کے اندر اندر
نت جائے گا۔ رانا جمال اس میں بگہری دلچسپی لے رہا ہے۔“

”ٹھیک ہے مسٹر کاظم شاد میں آج ہی مقدس کریم سے گفتگو کر کے اس مسئلے کو ختم
کیے لیتا ہوں۔ آپ کسی اچھے سے وکیل کا سہارا حاصل کر لیں۔“

”اس ساری ذمہ داری کو تم مجھ پر چھوڑ دو۔ مقدس کریم کو ذرا ٹٹول کر دیکھو وہ کیا
کہتا ہے۔“

”وہ مجھ سے انحراف نہیں کرے گا۔“

”دو گھنٹہ کافی کے بھرنے کے بعد میں کھسکتا ہوں اور تم اپنا کام شروع کر دو۔
رات کو ساڑھے نو بجے میری اور تمہاری ملاقات ہوگی میں جگہ کا تعین خود کر لوں گا۔ اور
ٹیلیفون پر اطلاع دے دوں گا۔“

”اوکے مسٹر کاظم شاد۔“ کافی پی کر کاظم شاد میرا وقت مزید ضائع کیے بغیر رخصت
ہو گیا۔ بہت سے خیالات ذہن میں آئے اور اس کے بعد یہی فیصلہ کیا کہ مقدس کریم سے
رابطہ قائم کیا جائے اس سے گفتگو کرنے کے لیے میں نے طریقہ کار سوچ لیا تھا۔ چھ دیہ
کے بعد میری کار آٹو سٹی میں داخل ہو گئی۔ مقدس کریم موجود تھا۔ الیاس بھائی بھی وہیں پر
موجود تھے۔

میں نے الیاس بھائی کی موجودگی کو نظر انداز کر دیا اور مقدس کریم کو لیے ہوئے

Nadeem

مجھے کاظم شاد کی کار اندر آتی ہوئی نظر آئی۔ اس کار کو دیکھ کر یہ کیفیت اور سو
ہو گئیں نجانے کیوں کاظم شاد کی صورت ہی سے نفرت کا احساس ہوتا تھا۔ یہ شخص اپنی
دانت میں میرا مالک بن بیٹھا ہے۔ اسے بہت جلد ٹھکانے لگانا ہو گا میں نے سوچا اور کاظم
شاد کا انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ روزی کے ساتھ میرے کمرے میں آ گیا۔
اب اسے یہ حق حاصل تھا کہ مجھے اطلاع دیے بغیر یہاں آسکتا تھا۔ میں نے مسکرائے
ہوئے اس کا خیر مقدم کیا شیطان کا استقبال شیطانی جذبے کے ساتھ ناگزیر ہے۔ کاظم شاد
نے مجھ سے پر جوش مصافحہ کیا اور بولا.....“

”تقدیر کے ستارے تمہارے پیشانی پر آویزاں ہو گئے ہیں مالی ڈیئر دانش منصوبہ
کام ہم کر رہے ہیں اس میں ہماری توقع سے کہیں زیادہ کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ ایک
ایسی بات ہوئی ہے جس کا کوئی جواب نہیں.....“

”کیا..... مسٹر کاظم شاد؟“ میں نے سوال کیا۔

”بھئی کافی منگوا لو اپنی اس خوبصورت سیکرٹری سے۔“ کاظم شاد نے کہا اور میں نے
روزی کو بلا کر اس سے کافی کے لیے کہہ دیا۔

”رانا جمال کے سلسلے میں“ میں تمہیں بتا چکا تھا کہ وہ آٹو سٹی کے مسئلے پر کام کر
پر آمادہ ہے۔ دوران گفتگو کچھ ایسا معاملہ ہو گیا بس یوں سمجھ لو کہ ہماری بے شمار مشکلات کا
حل ہمیں مل گیا.....“

”کیا.....“ میں نے سوال کیا۔

آپ کو۔ فون پر مناسب ہوگی یا براہ راست ملاقات کروں۔“

”نہیں رشید ناگی ابھی تم سے ملاقات نہیں کی جاسکتی۔ تفصیل فون پر ہی بتا دوں۔“

”کہاں سے بول رہے ہیں سر.....“

”آٹو سٹی ہے۔ اور اس وقت مقدس کریم کے خاص کمرے میں تنہا ہوں۔“

”گڈ۔ تو پھر کوئی پرابلم نہیں ہے۔ بات یہ ہے سر کہ رانا جمال پر آج کل میں کام

رہا ہوں۔ سہیل اعظم نامی ایک شخص رانا جمال کا فنانس مینیجر بنا ہوا ہے۔ اور یہ آدمی ہمارے

میں نے اس کے ذریعے کافی عرصے سے رانا جمال کے بارے میں معلومات حاصل

رکھی ہیں اور مجھے اس کے ایسے ایسے راز معلوم ہو چکے ہیں جو اسے تباہی کے غار

دھکیلنے کے لیے کافی ہیں۔ کچھ عرصے پہلے اس نے بیس کروڑ روپے کا ایک گھپلا کیا تھا۔

حکومت سے جعل سازی کی تھی۔ اس سے براہ راست حکومت کے خزانے پر ضرب

تھی۔ اور اس سلسلے میں جب ایک تحقیقاتی کمیٹی قائم کی گئی تو اس نے ایک شخص کو

بھی کرا دیا تھا جو اس گھپلے کا انکشاف کر سکتا تھا۔ یہ تمام ریکارڈ اس کے پاس موجود

سہیل اعظم نے حاصل کر لیا۔ چنانچہ سراب ہم اس کے خلاف فائل کھولنے ہی دالے

کہ آپ نے اس کا نام لے دیا اس دلچسپ اتفاق پر مجھے حیرت ہو رہی ہے۔“ میں

خیز انداز میں رشید ناگی کا یہ انکشاف سن رہا تھا پھر میں نے کہا۔

”تم اس سے گفت و شنید کب شروع کرو گے.....؟“

”بس یوں سمجھ لیجئے کہ بالکل تیار تھا۔“

”اس کے علاوہ کیا تمہیں اس بات کا اندازہ ہے کہ رانا جمال کی مالی

حیثیت.....؟“

”جی جناب کافی گفتگو ہوئی ہے سہیل اعظم سے اور میں اس کا پورا پورا

کتاب رکھتا ہوں۔ اس کے پاس تین کمپنیوں کے شیئرز ہیں اور وہ ان کے ذریعے

کچھ کماتا رہا ہے۔“

”کون کون سی کمپنیاں ہیں.....؟“ میں نے سوال کیا اور رشید ناگی نے مجھے

کی تفصیلات بتائیں۔

”اس سلسلے میں تم کچھ اخراجات بھی کر سکتے ہو۔“

”یقیناً“ جناب میرا خیال ہے ہم ان شیئرز کے بھاؤ گرا سکتے ہیں۔“

”بس اپنی تمام ذہنی صلاحیتیں رانا جمال پر صرف کر دو اور میرے پاس اس کے لیے

بہت زیادہ وقت نہیں ہے۔ یہ سب کچھ تین دن کے اندر اندر ہو جانا چاہیے۔“

”ہو جائے گا چیف رشید ناگی نے کہا۔“

”ٹھیک ہے۔“ میں نے جواب دیا۔ اسی رات ساڑھے نو بجے میری ملاقات کاظم

شاد سے ہوئی۔ بہت خوش تھا اور خود ہی اس نے ٹیلیفون کر کے مجھے اس جگہ طلب کیا

”یہ ہم نے نیا ٹھکانہ بنایا ہے اپنی ملاقاتوں کے لیے۔ دنیا سے ہٹ کر ہے اور یہاں

صرف ہمارے اور تمہارے درمیان منصوبے کار فرما ہوں گے۔ کیا خیال ہے کیسی جگہ

بہت مناسب ہے۔“ میں نے جواب دیا۔

”کو مقدس کریم سے کیا گفتگو ہوئی.....“

”میں نے اسے تمام کارروائی کی اطلاع دے دی ہے۔ ظاہر ہے وہ انکار کیسے کر سکتا

ہے۔“

”ویری گڈ۔ کل دن میں‘ میں تمہاری ملاقات خلیل بیگ سے کراؤں گا۔ خلیل

بیگ صاحب میرے بہت ہی قدیم ساتھی ہیں یوں سمجھ لو میرے سارے معاملات میں

تعاونی دیکھ بھال کرنے والے۔ غالباً تم نے ان کا نام سنا ہو گا.....“

”اتفاق سے نہیں سنا.....“

”بہت بڑے ایڈووکیٹ ہیں۔ بہر طور مقدس کریم سے یہ سارے معاملات انہی

کے ذریعے طے ہوں گے اور کل ہی تم ان سے ملنے کے بعد مقدس کریم کو اپنے ہی پاس

اپنی کوٹھی میں طلب کر لو۔ اور سارے معاملات طے کر لو۔ بعد میں وہ عدالتی کارروائی

کرتے رہیں گے۔ ہمارا کام اس کے بعد مکمل ہو جائے گا۔“

رشید ناگی نے ایک دن رات کے وقت مجھے اطلاع دی کہ رانا جمال فوری طور پر

میرا ہسٹل چھوڑ کر فرار ہو گیا ہے۔ پولیس نے اس کے خلاف کارروائیوں کا آغاز کر دیا ہے۔

لیکن اسے ملک سے باہر نکالنے میں رشید ناگی کا ہی ہاتھ تھا اور اسکے عوض رشید ناگی ایک بہت بڑی رقم رانا جمال سے موصول ہوئی تھی۔ دوسرے ہی دن صبح کے اخبارات نے اس کی تصدیق کر دی۔ رانا جمال ایک بہت بڑے فراڈ کے سلسلے میں پولیس کو مطلوب تھا۔ اس پر ایک قتل کا الزام بھی عائد تھا۔ یہ انکشاف بڑا سنسنی خیز تھا اور میں کاظم شاد کا انتظار کر رہا تھا جو تقریباً "سوانو بجے میرے پاس پہنچ گیا۔ بری طرح گھبرایا اور بوکھلایا ہوا تھا کہنے لگا۔

"یہ کیا ہو گیا۔ رانا جمال نے تو سارے سودے مکمل کر لیے تھے۔ لیکن اچانک ہی یہ سب کچھ ہو گیا۔ اوہ اوہ دانش تم نہیں سمجھتے کہ اس طرح

ہم چوپٹ ہو گئے۔ میں نے میں نے تو ڈان سینٹر سے بہت سے وعدے کیے تھے اور اس پہلے کام کو تصدیق کے طور پر پیش کرنا تھا مجھے۔ دراصل پچھلے کچھ دنوں سے ڈان سینٹر میں میری مقبولیت کم ہوتی جا رہی ہے۔ اور مجھ سے مسلسل یہ کہا جا رہا ہے کہ میں مطلوب ہوں۔ حاصل کرنے میں ناکام رہا ہوں اور میرے ساتھ ممبروں کی تعداد بہت کم ہے۔ میں نے ڈان سینٹر کو بڑے بڑے یقین دلائے تھے۔ آہ تم تصور نہیں کر سکتے کہ اس طرح مجھے کتنا دھچکا پہنچا ہے۔ رانا جمال اگر گرفتار ہو گیا تو میں اور بھی بہت سی مشکلات کا شکار ہو جاؤں گا۔" میں خاموشی سے کاظم شاد کی صورت دیکھنے کے علاوہ اور کیا کر سکتا تھا۔ اس نے کہا۔

"ادھر آٹو سٹی کا مسئلہ ایک بار پھر کھٹائی میں پڑ گیا۔ اس پر تو میں نے بہت سے سودے بھی کر ڈالے تھے۔ بہت سے لوگوں نے مجھے رقومات بھی پیش کر دی ہیں اور بنیادی طور پر وہی لوگ ہیں جنہیں میں مستقبل میں ڈان سینٹر کا ممبر بنانا چاہتا تھا۔ میرا ساکھ بھی خراب ہو گئی۔ آہ رانا جمال کبخت مجھ سے مل تو لیتا مجھے اس کی مدد کرنے میں کوئی الجھن نہ ہوتی بہت کچھ کر سکتا تھا میں اس کے لیے لیکن اس کی گمشدگی نے سارا کھیل بگاڑ دیا ہے۔" کہیں سے بھی دستیاب نہیں ہو رہا مجھے۔ میں نے ان تمام باتوں کا کوئی جواب نہیں دیا تھا بلکہ بعد میں افسوس بھرے لہجے میں کہا تھا۔

"کاش کاظم شاد صاحب میں بھی ان معاملات میں اتنا ہی ذہین ہوتا کہ آپ کو کوئی بہتر مشورہ دے سکتا۔" کاظم شاد چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ گھورتا رہا اور پھر اپنی جگہ سے اٹھتا ہوا بولا۔

"محتاج رہو کسی سے ملنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ میں بھلا کسی سے کیوں ملتا۔ سارے کام با آسانی ہو رہے تھے۔ کاظم شاد کن مصروفیات میں تھا اس کا تو مجھے علم نہیں ہو سکا تھا لیکن اسی رات کلب میں مجھے بہت سی باتیں معلوم ہوئیں۔ کاظم شاد پر چاروں طرف سے قیامت ٹوٹ پڑی تھی اور وہ بری طرح پریشان تھا۔ ادھر رشید ناگی اپنا کام کر چکا تھا۔ کاظم شاد نے غالباً "برازیل کی آٹو پارٹس کی انجنی کے سلسلے میں بھی کافی کام کر لیا تھا۔ لیکن رشید ناگی نے شاہنواز کی مدد سے یہ مسئلہ بھی حل کر لیا اور اس نے مجھے دوسرے ہی دن اس بارے میں اطلاع دی۔ اب ہمیں کسی ایسے شخص کی تلاش تھی جسے اس کاروبار کا سربراہ بنا دیا جائے۔"

میں نے بہت سے لوگوں کے بارے میں سوچا رفیق احمد جاگیردار بھی میرے ذہن میں آئے لیکن وہ نیک آدمی تھے اور ایسے خطرات کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ اس کے علاوہ ان کے داماد کا معاملہ بھی تھا لیکن یہ لوگ اس پائے کے لوگ نہیں تھے کہ میں انہیں کسی خطرے میں مبتلا کر سکتا پھر اچانک ہی میرے ذہن میں شمشاد بیگ آ گیا تھا۔ شاطر آدمی تھا اور ان لوگوں کے پائے کی شخصیت چنانچہ میں نے اسے ٹیلی فون کر کے اپنے پاس طلب کر لیا ہے۔ شمشاد بیگ بڑی خوشی سے میرے پاس پہنچا تھا اور میں نے اس سے اس بارے میں گفتگو کی تھی وہ ہاتھ ملاتے ہوئے کہنے لگا۔

"اوہ دانش منصور صاحب میں اسے اپنی خوش بختی کی انتہا سمجھتا ہوں کہ آپ نے میرے بارے میں اس انداز سے سوچا۔ یقین کیجئے یوں لگتا ہے جیسے میری تقدیر کا ڈوبا ہوا ستارا پھر سے ابھرنے لگا ہو میں آپ کا بے حد شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے اس قابل سمجھا۔"

"اگر آپ پسند کریں شمشاد بیگ تو میں اس سلسلے میں آپ کی مکمل رہنمائی کر سکتا ہوں۔ لیکن اس کے کچھ ایسے طریقہ کار ہوں گے جن پر ممکن ہے آپ کو اعتراض ہو۔"

"یوں سمجھ لیجئے دانش منصور صاحب اگر بات ایسی بھی ہو جو کسی بھی شخص کے لیے قابل قبول نہ ہو تو میں اس سلسلے میں گردن جھکا کر آپ کے احکامات کی تعمیل کروں گا۔" شمشاد بیگ نے کہا اور میں پر خیال نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ چند لمحات سوچتے رہنے کے بعد میں نے کہا۔

نہیں ہے۔ اس کا ذمہ دار میں ہوں۔" شمشاد بیگ کے پاؤں زمین پر نہیں پڑ رہے تھے مجھے تو خطرہ ہی ہوا کہ کہیں خوشی کے مارے وہ مرتہ جاسے بہر حال وہ چلا گیا۔ میری ذہنی کیفیت اب ایسی ہی ہو گئی تھی ان تمام لوگوں سے شدید نفرت کا احساس ہوتا تھا جو ملک کو کھا رہے تھے۔ اپنی ذات کی خوشی کے لیے اپنے سرمائے کو بڑھانے کے لئے ملک میں بسنے والے ہر شخص کو نظر انداز کر دیا گیا تھا۔ لوگ کس طرح مر مر کر جی رہے ہیں ان لوگوں کو اس کی کوئی پروا نہیں تھی۔ منگائی آسمان سے باتیں کر رہی تھی۔ مختصر آمدنی والے مسکرانا بھول گئے تھے۔ آہ یہ سب کچھ نہیں ہونا چاہیے اس میں سے جس قدر بھی میرے بس میں ہو مجھے اپنا عمل تو کرنا چاہیے۔ دل تو چاہتا تھا کہ وطن میں بسنے والوں کو زندگی کی وہ ساری خوشیاں دے دوں جو زندگی کا حق ہوتا ہے۔ لیکن میں کیا اور میری اوقات کیا۔



"تو سنئے شمشاد بیگ صاحب برازیل سے آٹوپارٹس برآمد کرنے کے مکمل اختیارات صرف آپ کو مل جائیں گے آپ ایک ادارے کے تحت انہیں امپورٹ کریں گے پورے ملک کے واحد نمائندے ہوں گے آپ اور بظاہر یہ سارا کاروبار آپ کا ہو گا لیکن درپردہ ایک اور معاہدہ ہو گا۔ جس کے تحت میں کسی بھی وقت آپ سے یہ سارا اختیار لے سکتا ہوں۔ اس سلسلے میں تمام تر سرمایہ میرا ہو گا۔ آپ کو جو آمدنی ہوگی آپ اس میں سے ستر فیصد لے سکتے ہیں تیس فیصد میرا حصہ ہو گا۔ اس کے علاوہ اگر اس سلسلے میں کوئی نقصان ہوتا ہے تو اس کی مکمل ذمہ داری میں قبول کرتا ہوں آپ کا اس میں کوئی نقصان نہیں ہو گا۔ کبھی اور کسی بھی حالت میں اس سرمایہ کاری کے سلسلے میں میرا نام نہیں آنا چاہیے۔ بتائیے آپ ان شرائط پر یہ کام شروع کرنے پر آمادہ ہیں۔"

"ناقابل یقین شرائط ہیں دانش منصور صاحب اور میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ نے مجھ جیسے ناچیز کو اس کے لیے کیسے منتخب کیا ہے۔"

"گویا آپ تیار ہیں۔"

"خلوص دل سے۔" شمشاد بیگ نے کہا۔

"ہو سکتا ہے شمشاد بیگ صاحب کچھ عرصے کے بعد آپ کو کسی ایسے بین الاقوامی ادارے کا رکن بننا پڑے۔ جس کے بارے میں آپ اچھی طرح جانتے ہیں۔ شمشاد بیگ نے گردن جھکا کر کہا۔....."

"ہاں درحقیقت یہ ہے دانش منصور صاحب کہ میں بہت چھوٹا سا کاروباری ادارہ ہوں میں نے آج تک کوئی ایسا کام نہیں کیا جس کی بنا پر میری بین الاقوامی ساکھ ہو چکی ہو ہے کہ میں نے کبھی ایسے کسی ادارے کا رکن بننے کے بارے میں غور بھی نہیں کیا۔ آپ کا کیا خیال ہے۔ کیا کوئی ذی ہوش اس سے انکار کر سکتا ہے۔ نہیں دانش صاحب یوں کہہ لیجئے کہ ان حالات میں میں صرف وہ عمل کروں گا جس کا حکم آپ سے ملے گا۔"

"تو پھر ہمارے اور آپ کے درمیان یہ معاہدہ مکمل ہے اس کے کاغذات وغیرہ تیار کر لیے جائیں گے آپ کو فوری طور پر انتظامات شروع کر دینے چاہیں۔ اور میں بوقت ضرورت آپ سے رپورٹ طلب کر لوں گا۔ یوں سمجھئے ہمارے اور آپ کے درمیان یہ معاملہ بالکل طے ہو گیا۔ جہاں تک اس سلسلے میں سرمائے کا مسئلہ ہے تو یہ آپ کا درد ہے۔"

آخری ضربیں لگانے کا خواہش مند تھا۔ ادھر برازیل سے آٹو پارٹس کی ایجنسی کا مسئلہ شاہنواز کی وجہ سے تقریباً حل ہو گیا تھا اور بس یہ دھماکہ بھی ہونے ہی والا تھا سارے انتظامات کر لیے گئے تھے۔ ناگی در پردہ شمشاد بیگ سے رابطہ قائم کیے ہوئے تھا اور وہ سب کچھ کر رہا تھا۔ ناگی سے ملاقات ہوئی تو میں نے اس سے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”رشید ناگی کیا تم نے کبھی شاد انڈسٹری کے بارے میں معلومات حاصل کی ہیں؟“

رشید ناگی بے اختیار ہنس پڑا تھا میں نے بھی ہنستے ہوئے اسے دیکھا اور پوچھا۔

”کیوں تمہیں ہنسی کیوں آئی۔“

”سردر اصل میں یہ سوچ رہا تھا کہ اب تک آپ کی نظر اس طرف نہیں پڑی۔“

”رفتہ رفتہ رشید رفتہ رفتہ.....“

”جی سر شاد انڈسٹریز کے بارے میں مجھے مکمل معلومات حاصل ہیں.....“

”کیا کیا تیار کرتا ہے وہ؟“ میں نے پوچھا اور رشید ناگی مجھے اس کی تفصیل بتانے لگا۔

”اس کی اپنی حیثیت کیا ہے.....“

”سر اس نے بہت عرصے سے یہ چکر چلایا ہوا ہے جو کچھ وہ تیار کرتا ہے اس کی رپورٹ اس نے اپنے اختیارات سے کام لے کر ملک میں بالکل بند کرادی ہے۔ اور اس کی مصنوعات خاصی مہنگی قیمت میں فروخت ہوتی ہیں جبکہ اگر ان تمام چیزوں کو امپورٹ کر لیا جائے اور حقیقت یہ ہے کہ یہ چیزیں ایسی نہیں ہیں کہ ان کی امپورٹ کسی طرح ہاری صنعتی پالیسی کو متاثر کرے گی۔ اگر یہ چیزیں امپورٹ ہو جائیں سر تو شاد انڈسٹریز کی تیار کی گئی مصنوعات سے چوتھائی قیمت پر فروخت ہو سکتی ہیں اور ان سے تاجر بھی منافع حاصل کر سکتے ہیں لیکن چونکہ ان کو امپورٹ پالیسی میں شامل ہی نہیں ہونے دیا گیا اور یہ کارروائی کاظم شاد کی تھی چنانچہ اب کہیں بھی کہیں سے بھی انہیں منگایا جاسکتا۔“

”اوہو لیکن امپورٹ پالیسی میں ان کی امپورٹ پھر سے درج ہو سکتی ہے۔“

”ہاں اگر مسٹر شاہنواز۔ چاہیں تو ہو سکتا ہے ایسا۔“

”مسٹر شاہنواز صاحب کو اس بارے میں اطلاع دے دو۔ رشید ناگی کی کوششوں سے ایک رات شاہنواز کی کوٹھی پر میں نے ڈر کیا۔ شاہنواز بہت خوش تھا اور اپنی

طویل عرصے سے کلب کا رخ بھی نہیں کیا تھا۔ ادھر کاظم شاد تھا کہ باؤ لے گئے تھے طرح بھاگا بھاگا پھر رہا تھا۔ اسے گمان بھی نہیں تھا کہ اس نے جو کھیل کھیلا ہے اس کے نتائج اس کے حق میں کس قدر بدتر نکل رہے ہیں۔ بظاہر وہ مجھے اپنا محکوم سمجھتا تھا۔ لیکن میں نے اس کے لیے جو مصیبتیں کھڑی کر دی تھیں وہ اس کے تصور میں بھی نہیں تھیں۔ رانا جمال کا معاملہ ایسا ٹھپ ہوا تھا کہ کاظم شاد کے ہوش اڑ کر رہ گئے تھے وہ ڈانچہ پھرنے کے بارے میں مجھے بتاتا رہتا تھا کہ وہاں سے کس قدر سخت احکامات موصول ہو رہے ہیں اور وہ مہلت پر مہلت طلب کر رہا ہے۔ لیکن ہر داؤ الٹا پڑ رہا ہے۔ میں بظاہر اس کی باتیں بڑے افسوس کے ساتھ سن رہا تھا کہ کاظم شاد نے ابھی تک میرے سلسلے میں کوئی ایسا بات نہیں سوچی تھی جو میرے لیے باعث تشویش ہوتی میں تو اس کا مہرہ تھا اور وہ اس کے مہرے کو ٹکڑ ٹکڑ دیکھ رہا تھا کہ اب اسے بساط کے کون سے خانے میں آگے بڑھانا ہے۔ سے بڑا مسئلہ میرے سرمائے کا تھا اسے استعمال کرنے کے لیے ابھی کاظم شاد کے ذہن میں کوئی تجویز نہیں آئی تھی اور وہ مسلسل میرے دستخطوں کی ایسی نقول تیار کر رہا تھا جو اصل کے مطابق ہوں لیکن چونکہ تجربہ کار آدمی تھا اس لیے کچا کھیل نہیں کھیلنا چاہتا تھا۔ ہاں اب اس کی ذہنی کیفیت پہلے جیسے نہیں تھی۔ پہلے تو زمین پر پاؤں رکھتے ہوئے بھی گریز کرتا تھا لیکن اب ادھر ادھر بھاگا پھر رہا تھا اس کے منصوبے بڑے ہولناک تھے اور مجھے اس کے منصوبوں ہی سے چڑھتی جن میں انسانیت کے خلاف انتہائی نفرت انگیز تصور تھا اور کسی بھلائی کا کوئی نشان نہیں تھا۔ ہر طور میں اپنے طور پر کام کر رہا تھا۔ کاظم شاد

ہاگی سے بھی میں نے مشورہ کیا اور رشید ناگی نے مسکراتے ہوئے کہا.....
 ”سر تمام صورتحال کا جائزہ لے رہا ہوں اور بساط بھر عمل بھی کر رہا ہوں۔ آپ
 نے مجھے جو کچھ بتایا ہے بس اب یوں سمجھ لیجئے وہ بن ہی گیا ہوں ورنہ میں اس قدر
 باصلاحیت نہیں تھا۔“

”کیا مطلب.....؟“ میں نے پوچھا۔

”سر ان چھ افراد میں چار تو میرے شکار ہیں اور بھرپور شکار ہیں۔ میں نے ان
 لوگوں کو نوٹس بھجوا دیے ہیں اور وہ میرے ان نوٹسوں پر غور کر رہے ہیں۔ اب یہ بات
 بھی شامل ہو جائے گی کہ فوری طور پر ہڑتالیں ختم کرا دیں اور فیکٹریوں کو اپنے طور
 پر کام کرنے کا حکم دیں۔ چنانچہ مجھے یقین ہے کہ چار فیکٹریاں تو کھل ہی جائیں گی اور
 ہڑتال ختم ہو جائے گی۔ باقی دو کا مسئلہ بھی کسی نہ کسی طرح سنبھال لیا جائے گا۔ بلکہ
 ہو سکتا ہے جب چار معمول پر آجائیں تو باقی دو خود بخود سمجھ جائیں۔ میں نے رشید ناگی کا
 شانہ تھپکتے ہوئے کہا۔“

”تم کچھ بن نہیں گئے ہو رشید ناگی بلکہ تم پہلے سے یہی سب کچھ تھے۔ بس
 تمہارے راستے بند تھے۔“

”پھر بھی دانش منصور صاحب آپ یقین کیجئے آپ کی حیرتاک صلاحیتوں کو میں
 نجانے کس کس انداز میں سوچتا ہوں مثلاً شاہ صاحب بلاشبہ بہت ذہین تھے اور بہت سے
 اعلیٰ منصوبے ان کے ذہن میں تھے لیکن یا تو انہیں ان منصوبوں کے آغاز کا وقت نہیں ملایا
 پھر وہ ان کی تکمیل کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے۔ خیر آپ مطمئن رہیں میں کوشش کرتا
 ہوں اور آپ کو مکمل رپورٹ پیش کرتا ہوں۔“ کاظم شاد ان دنوں چونکہ اپنی الجھنوں میں
 پھنسا ہوا تھا اس لیے مجھ تک بھی نہیں پہنچا تھا۔ رشید ناگی نے اپنے کام کا آغاز کر دیا اور
 میں ان کے نتائج کا انتظار کرنے لگا۔ چار فیکٹریوں نے ہڑتالیں ختم کر دیں اور میں

نے اخبار میں اس بارے میں پڑھا تو خوشی سے اچھل پڑا۔ تقریباً ایک ہفتے کے اندر اندر
 باقی دو فیکٹریاں بھی معمول کے مطابق کام کرنے لگیں۔ لازمی ہے کہ ان لوگوں کے اور
 کاظم شاد کے درمیان مذاکرات ہوئے ہوں گے اور بلاشبہ کاظم شاد کو اس سلسلے میں ہار
 مانی پڑی ہوگی۔ بہر طور کاظم شاد بری طرح بوکھلایا ہوا تھا اور پھر خاصے طویل عرصے کے

وزارت کے بہترین دور سے گزر رہا تھا۔ وہ خود بھی باصلاحیت آدمی تھا اور دل میں
 انسانیت کا درد رکھتا تھا۔ میرا خصوصی طور پر ممنون تھا کیونکہ سارے حالات اس کے
 میں آچکے تھے۔ چنانچہ شاہنواز نے میرا پر جوش خیر مقدم کیا اور اس میٹنگ میں میں سے
 اسے تمام تفصیلات بتادیں۔ شاہنواز نے کہا۔“

”ٹھیک ہے دانش منصور صاحب میں اپنے ذرائع سے کام لے کر پہلے اس مسئلے
 میں ایک تحقیق مکمل کئے لیتا ہوں پھر ایک باقاعدہ کارروائی ہو جائے گی اور اس کے بعد
 فوری طور پر یہ مسئلہ ایک میٹنگ میں اٹھا دیتا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ میں آپ کی اس
 خواہش کو مکمل کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ کیونکہ نئی درآمدی پالیسی فوری طور
 اٹاؤنس ہونے والی ہے۔ آپ مطمئن رہیں آپ کی اس خواہش کی تکمیل ہو جائے گی۔
 بڑے اچھے موقع پر آپ نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔“ شاہنواز سے دیر تک باتیں
 رہیں۔ اور میں وہاں سے خوش اور مطمئن اٹھا تھا۔

کاظم شاد پر مکمل ضربیں لگ رہی تھیں اور وہ بری طرح چکرایا ہوا تھا۔ اس کام میں
 بھی بہت زیادہ وقت نہیں لگا اور بالا آخر نئی درآمدی پالیسی اٹاؤنس ہو گئی اور اس میں
 اشیاء کا خصوصی طور پر ذکر تھا جنہیں فری لسٹ کر دیا گیا تھا اور یہ وہی اشیاء تھیں جن کے
 لیے میں نے شاہنواز سے کہا تھا اور جو شاد انڈسٹریز کی خاص پروڈکشن تھی۔ کاظم شاد
 دیوانہ ہو گیا نجانے کہاں کہاں بھاگا پھر لیکن شاہنواز کو پہلے ہی تمام صورتحال سے آگاہ
 دیا گیا تھا۔ چنانچہ اس نے کوئی کچک پیدا نہیں کی۔ یہاں تک کہ کاظم شاد کی کوششوں سے
 چھ ان سرمایہ داروں نے اپنی اپنی پروڈکشن بند کر دی جو بقول کاظم شاد کے ڈان دیتنگ
 رکن تھے نہ صرف پروڈکشن بند ہو گئی بلکہ ان کی فیکٹریوں میں ہڑتال بھی شروع ہو گئی اور
 انہوں نے دھمکی دی کہ اگر درآمدی پالیسی میں ترمیم نہ کی گئی تو وہ اپنی اپنی فیکٹریاں بند
 دیں گے۔

تھوڑا سا مشکل مرحلہ آگیا تھا جس کے سلسلے میں شاہنواز نے مجھ سے گفتگو کی۔
 میں نے جواب میں اس سے یہی کہا کہ حکومت کو ان سرمایہ داروں کے سامنے جھکنا
 چاہیے بلکہ اپنی پالیسیوں میں مضبوط رہنا چاہیے یہی چیز استحکام کا باعث بن سکتی ہے۔
 چھوٹے سے چھوٹے مسئلے میں حکومت کے کاموں میں مداخلت کی جائے گی۔ اور

بعد اس دن وہ میری کوٹھی میں مجھ سے ملنے آیا۔ چہرہ ہی بدل گیا تھا بچارے کا رنگ زرد پڑا ہوا تھا آنکھوں میں حلقے نظر آ رہے تھے لباس بھی ویسا نہیں تھا جیسا نظر آتا تھا وہ ہمیشہ عمر لباس میں رہنے کا عادی تھا لیکن اس وقت وہ اپنے آپ سے بے پرواہ نظر آیا۔ میں نے اس کا پر جوش خیر مقدم کیا۔

”میں نے تو آپ کو صرف اس لیے ڈسٹرب نہیں کیا شاد صاحب کہ نجانے کیا کیا مصروفیات ہوں آپ کی لیکن خیریت سے ہیں نا آپ.....“

”کہاں خیریت سے ہوں۔ تم۔ تم درحقیقت یہیں آکر مجھے ایک کمی کا احساس ہوا ہے۔ تم چونکہ ان تمام معاملات سے واقف نہیں ہو اس لیے ان پر توجہ بھی نہیں دیتے۔ جبکہ میں کہتا ہوں کہ میں نے تمام عمر تمہیں دانش منور بنائے رکھنے کا فیصلہ کیا ہے تو تمہیں اس طرف بھی توجہ دینی چاہیے.....“

”کس طرف کی بات کر رہے ہیں آپ کاظم شاد صاحب.....؟“ میں نے سوال کیا۔

”بھئی ملکی کیفیات کیا ہیں۔ سیاست کس رنگ پر جا رہی ہے کاروبار کس ڈھنگ سے ہو رہے ہیں یہ ساری چیزیں اب تمہیں معلوم ہونی چاہیں.....“

”معاف کیجئے گا کاظم شاد صاحب میرا ماضی آپ کی نگاہوں میں ہے۔ میری تعلیمی حیثیت بھی آپ کے علم میں ہے۔ اس کے باوجود آپ یہ بات کہتے ہیں میں بھلا اپنی ذہنی صلاحیتوں کو کیسے بروہا سکتا ہوں.....“

”بیوقوفی کی باتیں کر رہے ہو۔ یہاں ایک سے ایک جاہل پڑا ہے جس نے انسان میں سوراخ کر دیئے ہیں اور نجانے کہاں سے کہاں پہنچ گیا ہے۔ بس میری زبان نہ کھلو کہ کون کس قدر تعلیم یافتہ ہے اور کس حیثیت کا مالک بنا بیٹھا ہے یہ ایک لمبی داستان ہے اور اس کی فہرست بہت طویل۔ اگر تم کوشش کرو تو یہ سب کچھ کر سکتے ہو لیکن خیر چھوڑو میرا خیال ہے اب اس کی نوبت نہ آئے۔ وہ لوگ سمجھتے ہیں کہ شاد انڈسٹریز کو نقصان پہنچا کر انہیں بہت بڑا فائدہ حاصل ہو جائے گا حماقت ہے ان کی میرا نام کاظم شاد ہے کاظم شاد۔“

”ہوا کیا ہے کاظم شاد صاحب“

”بہت کچھ ہو گیا ہے اور چونکہ تم ابھی ان باتوں کو سمجھ نہیں سکو گے اس لیے بتانا بے کار ہے۔ بس تم یوں سمجھ لو کہ مجھ پر میرے اطراف میں ایسی کاری ضروریں لگائی گئی ہیں کہ درحقیقت انہوں نے میرا جسم چور چور کر کے رکھ دیا ہے۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ کوئی باقاعدہ سازش ہو رہی ہو لیکن ابھی تک یہ اندازہ لگانے میں ناکام رہا ہوں کہ اس سازش کا سرغنہ کون ہے۔ مجھے ان ساری چیزوں میں آپس میں رابطہ معلوم ہوتا ہے۔ تم نے آٹوشی کا مسئلہ بڑی خوش اسلوبی سے حل کیا۔ رانا جمال میرے منصوبے کے مطابق تیار ہو گیا اور میں نے دل میں یہ سوچا کہ اس سے حاصل شدہ سرمائے سے میں اپنے وہ تمام کام پورے کر لوں گا جو مال کمی ہونے کی وجہ سے رکے ہوئے ہیں۔ لیکن رانا جمال کے ساتھ جو کچھ ہوا اس کا تو کم از کم تمہیں علم ہے اور اس کے بعد کاظم شاد کی انڈسٹریز پر ایسی بڑی چوٹ لگائی گئی کہ میں صحیح معنوں میں زمین بوس ہو گیا۔ لیکن خیر یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جس کے لیے بہت زیادہ خوفزدہ ہوا جائے۔ بالا آخر میں نے بھی اپنے منصوبے کی تکمیل کر لی ہے اور سرمایہ حاصل ہوتے ہی تم دیکھنا کہ میں کیا کر کے دکھاؤں گا۔“

”یقیناً“ مجھے آپ کی صلاحیتوں سے یہی امید ہے۔ کاظم شاد صاحب لیکن ایک سوال میرے اس چھوٹے سے ذہن میں مچل رہا ہے۔“

”کیا.....؟“ کاظم شاد نے مجھے دیکھا۔

”ڈان سینٹر کے بارے میں آپ نے جو مجھے تفصیلات بتائی تھیں وہ میرے علم میں ہیں اور مجھے اچھی طرح یاد ہیں آپ نے فرمایا تھا کہ اگر کہیں کوئی ایسا کاروباری مسئلہ درپیش ہوتا ہے تو ڈان سینٹر آپ کی مالی امداد بھی کرتا ہے۔“

”ہاں یہ ایک لمبا کھیل ہے۔ جب تک تمہارے اپنے پاؤں مضبوط نہ ہوں کوئی بھی تمہارے ساتھ کھڑے ہونے کو تیار نہیں ہوتا۔ ڈان سینٹر کا اپنا ایک مسئلہ ہے اپنا ایک انداز ہے وہ سرمایہ کاری کرتا ہے لیکن بہترین منافع کی بنیاد پر وہ تمہیں سہارا دے گا لیکن تمہاری کمائی کا ساٹھ فیصد حصہ خود ہڑپ کر جائے گا اور بھی بہت سے مسائل ہیں لیکن بہر طور کم از کم عزت بچانے کا موقع وہ ضرور فراہم کر دیتا ہے اور تم بڑے بڑے لوگوں کو شکست دے سکتے ہو۔ لیکن تم یہ بھی جانتے ہو کہ آج کل ڈان سینٹر مجھ سے خوش نہیں

”اور اب میں نے فیصلہ بدل دیا ہے۔ فیصل تمہیں میرے ساتھ رہ کر کبھی کوئی زوال نہیں ہوگا۔ تم اطمینان رکھو یہ چھوٹے موٹے مسئلے اٹھ کھڑے ہوتے رہتے ہیں لیکن ان کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ کاروبار کی دنیا بہت وسیع ہے۔ میں اگر چاہوں تو ڈان سینٹر کو بلیک میل بھی کر سکتا ہوں۔“

”وہ کیسے سر.....؟“ میں نے سوال کیا۔

”بہت سی بنیادوں پر میں یہاں اس کے خلاف کام کر سکتا ہوں۔ روز آرگنائزیشن کو دعوت دے سکتا ہوں کہ وہ یہاں اپنا اثر و رسوخ پھیلانے میں میرا ساتھ دینے کے لیے تیار ہوں۔ لیکن یہ میں ابھی نہیں کروں گا۔ کیونکہ مجھے کئی دشمنوں سے نمٹنا پڑے گا اور میں نئی دشمنی نہیں چاہتا۔ ہاں میں تم سے کہہ رہا تھا تمہیں میرے ساتھ رہ کر کوئی زوال نہیں ہے۔ تمہیں اگر دانش منصور کی حیثیت سے ہٹا بھی دیا جائے تو تم میرے بہترین شاگرد اور کارکن ہو۔ تمہاری یہ عیش و عشرت کی زندگی کبھی نہیں چھٹے گی۔ میں تم سے یہ کہنا چاہتا تھا کہ کچھ عرصے کے بعد دانش منصور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قبر کی گہرائیوں میں دفن ہو جائے گا۔ اس کا نام تک اس ملک سے مٹ جائے گا۔“ میں نے چونک کر کاظم شاد کو دیکھا اور کاظم شاد پر خیال میں انداز میں آنکھیں بند کر کے اپنی پیشانی سہلانے لگا۔ وہ کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا اور میری متجسس آنکھیں اس کے چہرے کا جائزہ لے رہی تھیں۔ یہ ایک نیا انکشاف تھا اس خوفناک ذہن کے مالک شخص کے لیے ایسی کوئی سازش مشکل نہیں تھی لیکن وہ کیا طریقہ کار ہوگا جس کے ذریعے وہ دانش منصور کو فنا کرنا چاہتا ہے۔ یہ بات میرے لئے بہت زیادہ باعث دلچسپی تھی۔ کاظم شاد تھوڑی دیر تک اسی انداز میں بیٹھا رہا پھر اس نے میری طرف دیکھا مسکرایا اور بولا۔

”میں اپنی کوششوں میں کامیاب ہو گیا ہوں۔“

”کون سی کوششوں میں؟“ براہ کرم مجھے تفصیل بتائیے مسٹر کاظم شاد۔

”میں نے تم سے کہا تھا تاکہ میرے بہت سے آدمی دانش منصور کے اصل

رشتہ داروں کو بنانے کی کوشش کر رہے ہیں اس سلسلے میں میں نے بہترین ماہروں کا سہارا

حاصل کیا تھا یہ بھی سچائی ہے کہ اس کینٹ کے دستخط بے حد مشکل تھے یہی وجہ تھی کہ

ان کی کامیاب نقل کوئی ماہر نہ کر سکا تھا لیکن بالا آخر یہ کام ہو گیا اور ایک شخص نے ان

ہے اور اس کی وجہ بھی یہ ہی تمام حالات ہیں میں اسے وہ ممبر نہیں دے سکا۔ آٹو سٹی اور برازیل کے مسئلے میں بھی میں نے وہاں ہدایات اور اطلاعات فراہم کر دی تھیں لیکن دونوں کام غلط ہو گئے۔ جانتے ہو برازیل سے آٹو پارٹس کی ایجنسی کسے ملی ہے۔“

”کسے؟“ میں نے سوال کیا۔

”اس نکلے کے آدمی شمشاد بیگ کو یقین کرو بالکل بے حیثیت آدمی تھا۔ نجانے کہاں سے اسے سرمایہ حاصل ہو گیا اور اس نے حکومت سے اپنے اثر سے کام لے کر ایجنسی کے لائسنس حاصل کر لیے اور اب وہ بے تکج بادشاہ ہے۔ میرا خیال ہے تھوڑے ہی عرصے کے اندر وہ آٹو سٹی کو بہت پیچھے چھوڑ جائے گا آٹو سٹی کا مسئلہ بھی بہت زیادہ خراب ہو گیا ہے پچارہ مقدس کریم بلا وجہ ہی ہماری وجہ سے اس عتاب کا شکار ہوا۔ جہانگیر خاں سے میری ملاقات ہوئی تھی وہ حیران تھا کہ شمشاد بیگ نے سرمایہ کہاں سے حاصل کیا۔ اب کون بتا سکتا ہے یا شمشاد بیگ کسے بتائے گا اس نے یقینی طور پر حکومت کو مطمئن کر دیا ہوگا۔“

”واقعی یہ ساری انجمنیں بڑی سنسنی خیز ہوتی ہیں اور میں اپنے آپ کو اس سلسلے میں بالکل بے صلاحیت پاتا ہوں۔ میں بھلا ان معاملات میں اس حد تک کہاں تیر سکتا ہوں۔“

”سوال یہ پیدا ہوتا ہے دانش منصور کہ پس پردہ کون شخصیت ہے مجھے تو ایک خوف ہونے لگا ہے۔“

”کیا.....؟“

”کہیں مٹھل شاہ واپس ملک میں تو نہیں آگیا۔ وہ بے شک ایک ذہین آدمی تھا اور

اس قسم کی شاطرانہ چالیں وہ ہی چل سکتا تھا۔“

”آہ اگر مٹھل شاہ صاحب یہاں آگئے ہوتے تو آپ کے خیال میں کیا وہ مجھ سے

رابطے کی کوشش نہ کرتے۔“

”تم سے رابطہ کیسے کر سکتا تھا۔ دانش منصور سے تو اس کا کوئی تعلق نہیں ہے

ظاہر ہے وہ فیصل کو جانتا تھا اسے کیا معلوم کہ تم دانش منصور بنے بیٹھے ہو۔“

”اوہ ہاں نجانے کیوں میں بار بار بھول جاتا ہوں۔“

ہیں کہ میرے اور تمہارے درمیان کیا چکر چلا ہوا ہے لیکن کچھ عرصے کے بعد ہم کھل کر مشترکہ کاروبار کریں گے اور..... کاظم شاد کی آنکھوں میں وحشت ناپنے لگی۔ اس نے دانت پیٹتے ہوئے کہا۔

”یہ لوگ کہاں تک مجھ سے لڑیں گے۔ میں اب نئے سرے سے کام شروع کروں گا اور اس کے بعد بلا آخر ڈان سینٹر کی امداد مجھے حاصل ہو جائے گی۔ بس اسی کا انتظار ہے اگر یہ سب کچھ ہو گیا تو یوں سمجھ لو مائی ڈیئر دانش منصور کہ کاظم شاد ایک بار پھر ناقابل تخیل قوت بن جائے گا۔“ میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں مسٹر کاظم شاد۔“

”صرف دعائیں ہی نہیں میرے دوست بلکہ تمہارا عمل بھی اب تمہیں زیادہ موثر طریقے سے باعمل ہونا پڑے گا۔“

”آپ کے کسی حکم سے میں نے آج تک کبھی انحراف کیا ہے۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور کاظم شاد آنکھیں بند کر کے گردن ہلانے لگا۔ وہ چلا گیا لیکن میرے لیے تشویش کے لمحات چھوڑ گیا۔ یہ جو کچھ شروع ہوا تھا یہ خطرناک بھی ثابت ہو سکتا تھا اور جیسا کہ اس نے کہا کہ اسے صرف میری دعاؤں ہی کی ضرورت نہیں بلکہ میرے عمل کی بھی ضرورت ہے چنانچہ عمل کرنا واقعی ایک فوری ضرورت بن گیا تھا اور ایسے معاملات میں رشید ناگی کے علاوہ اور کون بہتر مشورے دے سکتا تھا۔ رشید ناگی کو میں نے طلب کر لیا اور اس دوران اپنے ذہن میں ایک دو منصوبے بھی بنا لیے۔ جن پر اس سے گفتگو کر کے فیصلہ کیا جاسکتا تھا۔ رشید ناگی مسکراتے ہوئے میرے سامنے پہنچا تھا۔ رسمی گفتگو کے بعد میں نے اصل بات اس پر ظاہر کر دی۔“

”کاظم شاد کے ساتھ جو کچھ ہو چکا ہے رشید ناگی وہ تو تمہارے علم میں ہے اب وہ اپنے آخری سہارے تلاش کر رہا ہے۔ اور اس نے بلاشبہ ایک خطرناک قدم اٹھالیا ہے۔“

”کیا چیف۔“ رشید ناگی نے اپنے مخصوص انداز میں کہا اور میں اسے کاظم شاد سے ہونے والی گفتگو کی تفصیل بتانے لگا۔ رشید ناگی آنکھیں پھاڑ کر رہ گیا تھا۔ چند لمحات وہ کچھ بچتا رہا پھر اس نے کہا۔

”بات واقعی خطرناک ہے چیف اور اب اس سلسلے میں ہمیں کوئی قدم اٹھانا ہی

دستخطوں کی ایسی مکمل نقل تیار کی ہے کہ میں خود بھی حیران رہ گیا اور اس کے بعد میں نے تجربے کے طور پر چند چھوٹے چھوٹے چیک بینک سے کیش کرائے جنہیں کیس ہونے میں کوئی وقت پیش نہیں آئی۔ یہ کام میں نے اس بنیاد پر کر لیا تھا کہ اگر کوئی ایسی صورت حال پیش آجائے تو تم اس کی تصدیق کر سکو گے۔ ان چھوٹے چھوٹے چیکوں کی مدد سے میں نے تقریباً اٹھارہ لاکھ روپے بینکوں سے نکلوا لئے ہیں اور مجھے کہیں بھی ناگاہی کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ اس کا مقصد ہے کہ اب ہم دانش منصور کا باقی سرمایہ بھی نکال کر ہتھ کر سکیں گے اس سلسلے میں میں ایک منصوبہ تیار کر رہا ہوں۔ پہلے جو کچھ میں نے سوچا تھا وہ بے شک ایک کارآمد چیز تھی لیکن اس طرح کچھ لوگوں کو شبہ بھی ہو سکتا تھا اور مجھے زیادہ خطرہ مول لینا پڑتا۔ اب ان دستخطوں کی تکمیل کے بعد یوں سمجھ لو کہ میرے لیے مشکل نہیں رہی۔ اگر کہیں کوئی دقت پیش آتی ہے تو تم ظاہر ہے اپنی حیثیت سے کام لے کر اس مسئلے کو حل کر لو گے۔ اصل کام یہی تھا کہ ان دستخطوں کی بہترین نقول تیار ہو جائیں۔ میں نے عجیب سی نگاہوں سے کاظم شاد کو دیکھا اور بظاہر میں نے مسرت کا اظہار کیا تھا۔“

”یہ تو واقعی بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے آپ نے مسٹر کاظم شاد!“

”اب اس کارنامے کی تکمیل کے بعد کچھ نئی کہانیاں منظر عام پر آئیں گی۔ گوکہ یہ بھی لمبا ہی ہو گا اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کیا جاسکتا۔ مثلاً“ کاظم شاد کی شاد انڈسٹریز کی تباہی کے بعد کاظم شاد نے کاروبار شروع کرے گا اور اس سلسلے میں علی الاعلان اور کھلا دانش منصور اس کے ساتھ ہو گا۔ دانش منصور اپنا سرمایہ آہستہ آہستہ کاظم انڈسٹریز میں ضم کر دے گا۔ اس طرح یہ تمام سرمایہ کاظم شاد انڈسٹریز کو مل جائے گا۔ یہاں تک کہ ہم دانش منصور کی ساری جائیدادیں وغیرہ بھی بیچ دیں گے۔ یا تم اگر اس کو ٹھنی میں روکنا چاہو گے تو دوسری بات ہے میں اس پر اعتراض نہیں کروں گا۔ یوں سمجھ لو کہ اب دانش منصور اپنی حیثیت کھو بیٹھا ہے اور اس کی زندگی کے ساتھ ساتھ ہی اس کا نام بھی ہتھ کے لئے فنا ہونے والا ہے۔ اس طرح کاظم شاد انڈسٹریز کو جو مدد ملے گی وہ ناقابل تخیل ہوگی اور لوگ اس پر رشک کریں گے اب تک میں نے اپنے اور تمہارے گٹھ جوڑا کہ دو سرے لوگوں سے خفیہ رکھا ہے حالانکہ کچھ لوگ یہ بات جان چکے ہیں اور متحسین بھی

ہوگا۔ ویسے چیف ایک سوال کر سکتا ہوں آپ سے۔“

”ضرور رشید۔ کہو کیا بات ہے۔“

”چیف اب کاظم شاد آپ کے کس کام آرہا ہے۔ میرا مطلب ہے مستقبل میں آپ مزید اس سے کیا کام لینا چاہتے ہیں۔“ میں نے ایک گہری سانس لی اور آہستہ سے بولا۔

”رشید ناگی حقیقت یہ ہے کہ میں آج تک مٹھل شاہ صاحب کے تصور کو ذہن سے نہیں نکال سکا۔ اسی تصور کی بنیاد پر میں نے کاظم شاد سے رابطے بڑھائے تھے اور یہ معلوم تھا کہ ہو سکتا ہے ڈان سینٹر کی معیت میں میں مٹھل شاہ صاحب کے بارے میں کچھ معلوم کرنے میں کامیاب ہو جاؤں لیکن خود کاظم شاد ہی مصیبت میں ہے وہ میری رہنمائی کیے کرے گا۔“

”چیف میرے خیال میں اس کی چھٹی کردی جائے۔ غلط آدمی ہے ہمارے راستوں میں رکاوٹیں بنتا رہے گا۔“

”یعنی قتل.....“ میں نے پوچھا۔

”ظاہر ہے اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے۔“

”نہیں ناگی بات یہ ہے کہ انتہائی ضرورت پر تو میں یہ قدم اٹھا سکتا ہوں لیکن اس مسئلے میں محروم کرنے کا گناہ میں جانتا ہوں۔ حالانکہ اس مسئلے میں ضرورت کسی انسان کو زندگی سے محروم کرنے کا کوئی تصور نہیں ہے پھر بھی میں کاظم شاد کو زندگی کا موتی بنانا چاہتا ہوں۔ وہ جو کچھ کر رہا ہے یہ اس کا اپنا فعل ہے اور اسے برائی سے روکنے ہمارا اپنی ذمہ داری ہے اپنے وطن کے لیے اپنے وطن میں رہنے والوں کے لیے۔ کسی کی زندگی بلاوجہ ختم کر دینا کوئی اچھا فعل نہیں ہے۔ میں پارسا نہیں بن رہا تم جانتے ہو۔“

”میرے ذہن میں ایک اور منصوبہ ہے۔ تم سے اس کی تصدیق چاہتا ہوں۔“

”جی چیف فرمائیے۔“ رشید ناگی نے کہا۔

”میرے ذہن میں ایک اور منصوبہ ہے۔ تم سے اس کی تصدیق چاہتا ہوں۔“

”جی چیف فرمائیے۔“ رشید ناگی نے کہا۔

”کیوں نہ دانش منصور کو منظر عام پر لے آیا جائے۔ رشید ناگی نہ سمجھنے والے انداز

میں میری صورت دیکھنے لگا اور پھر ایک دم اچھل پڑا پھر اس کے منہ سے بے اختیار قہقہہ نکل گیا تھا۔ اس نے ہنستے ہوئے کہا۔“

”ونڈر فل۔ ونڈر فل۔ بلاشبہ بہترین منصوبہ ہے۔ اوہ چیف میں سمجھ رہا ہوں میں سمجھ رہا ہوں مسٹر دانش منصور۔“

”دانش منصور کو ڈرامائی انداز میں اس کے سامنے لایا جائے اور کاظم شاد کو بری طرح بدحواس کر دیا جائے میرے خیال میں اس کے بعد اس کی حالت قابل دید ہوگی۔“

”اس سے بہترین منصوبہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔“

”تم سعید خاں کو تیار کرلو۔ میرا خیال ہے سعید خاں میرے میک اپ میں اب اس قدر ماہر ہو گیا ہے کہ وہ چاہے تو مجھے بھی چکر دے سکتا ہے۔“

”بالکل ٹھیک ہے چیف تو پھر میں اسے تیار کیے لیتا ہوں لیکن منصوبہ کیا ہوگا۔“

”اب اس ڈرامے کے ڈراپ سین کا وقت آگیا ہے۔ کاظم شاد کو اس کی اوقات بتا کر اسے چھٹی دے دی جائے۔ بیچارہ مقدس کریم بھی عجیب سی کیفیات کا شکار ہے۔ ویسے اس انسان نکالا۔ یہ شخص میرے خیال میں اب آٹو سٹی بحال کر دینا چاہیے۔ جہاں تک شمشاد بیگ کا معاملہ ہے وہ بہر طور ہمارے ساتھ ہے اور کسی بھی طور ہم سے انحراف نہیں کرے گا۔ آٹو سٹی اپنا کام کرے گا اور جاپان سے رابطے رکھے گا اور شمشاد بیگ اپنے

مسلک میں طور پر آٹو پارٹس کا کام کرتا رہے گا۔ ویسے اس نے خاصا منافع دکھایا ہے اور بڑی بھی ضرورت یا غیر ضرورت کا کوئی تصور نہیں ہے پھر بھی میں کاظم شاد کو زندگی کا موتی بنانا چاہتا ہوں۔ وہ جو کچھ کر رہا ہے یہ اس کا اپنا فعل ہے اور اسے برائی سے روکنے ہمارا اپنی ذمہ داری ہے اپنے وطن کے لیے اپنے وطن میں رہنے والوں کے لیے۔ کسی کی زندگی بلاوجہ ختم کر دینا کوئی اچھا فعل نہیں ہے۔ میں پارسا نہیں بن رہا تم جانتے ہو۔“

”جی چیف بالکل ٹھیک ہے۔ تو پھر مجھے پورا منصوبہ بتا دیا جائے۔“

”پیرائے تم سعید خاں کو تیار کرلو۔ کاظم شاد مجھ سے ملتا ہی رہتا ہے۔ یہاں کوٹھی میں دانش منصور کی آمد بہت دلچسپ رہے گی۔ ہم اس ڈرامے کو بڑی خوبصورتی سے اسٹیج کریں گے۔“ میں نے کہا اور رشید ناگی مجھ سے ہدایات لیتا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ

میں سے چلا گیا تھا اور میں اس منصوبے کے مختلف پہلوؤں پر غور کرتا رہا تھا۔ رشید ناگی نے مجھے سعید خاں کے تیار ہونے کی اطلاع دے دی اور میری ہدایت کے مطابق اس نے سعید خاں کو ساری تفصیلات بھی سمجھا دی تھیں۔ منصوبہ تقریباً مکمل تھا اور اب مجھے کاظم شاد کی کسی ایسے وقت آمد کا انتظار تھا جب وہ پرسکون ہو اور کوٹھی میں کوئی ہنگامہ نہ

ہونے پائے۔ اس کے علاوہ بعد کے جو منصوبے میں نے بنائے تھے ان پر بھی عمل کرنا تھا اور کوٹھی میں کچھ انتظامات بھی کیے تھے۔ معمولات میں کوئی ایسی نمایاں تبدیلی نہیں ہوئی تھی جس کا تذکرہ کیا جائے۔ کاظم شاد کا فون موصول ہوا تھا جس میں اس نے مجھ سے کوٹھی پر میرے موجود ہونے کی تصدیق کی تھی۔

”میں دن میں کہاں جاتا ہوں مسٹر کاظم شاد۔ زیادہ تر وقت کوٹھی ہی میں گزارا ہوں کیونکہ جس قدر کم لوگوں سے ملاقات ہو بہتر ہے۔“

”میں آرہا ہوں اور تم سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔“ کاظم شاد نے کہا۔

”تشریف لے آئیے میں انتظار کر رہا ہوں۔“ میں نے جواب دیا اور فون بند کر دیا۔ فون بند ہوتے ہی میں نے فوراً ہی رشید ناگی سے رابطہ قائم کیا اسے کاظم شاد کے آنے کے اطلاع دے دی۔ رشید ناگی نے کہا۔ ”ٹھیک ہے سر۔ ہم لوگ کتنی دیر کے بعد پہنچ جائیں گے؟“

”ایک ڈیڑھ گھنٹے کا وقفہ ضروری ہے میں یہ دیکھ لوں کہ وہ مجھ سے کیا گفتگو چاہتا ہے۔“ رشید ناگی نے فون بند کر دیا تھا میں مطمئن ہو کر انتظار کرنے لگا۔

سنسنی بھی محسوس ہو رہی تھی۔ اس ڈرامے کا ڈراپ سین خاصا دلچسپ ہو گا اور اس کے بعد کیا ہونا چاہیے۔ یہ بھی ایک الگ مسئلہ تھا۔ کاظم شاد کی آمد میں بہت زیادہ دیر لگی فون کرنے کے تقریباً پچیس منٹ کے بعد وہ پہنچ گیا تھا۔ میں نے کوٹھی کے دروازے

میں ہی اس کا استقبال کیا اب اس کے اندر وہ چیز نہیں رہی تھی جو اس کی شخصیت کا ایک حصہ ہوتی تھی۔ یقینی طور پر پریشان تھا ان دنوں۔ ظاہر ہے جو کچھ ہو چکا تھا وہ بہت نوعیت کا حامل تھا۔ میں اسے اندر لے آیا ڈرائنگ روم میں بیٹھ گیا۔ اس کے لئے دروازے سے کافی منگوائی اور تھوری دیر کے بعد کافی آگئی۔ کاظم شاد نے اپنی پیالی اٹھائی اور ان کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لینے لگا پھر بولا۔

”دل چاہتا ہے کہ فوری طور پر اس کارروائی کی تکمیل ہو جائے اور کم از کم ایک حصہ محفوظ ہو جائے ان کنبھوٹوں نے انتہا کر دی ہے۔ یوں سمجھ لو میرا ہی نہیں اس وقت ڈان سینٹر کے ان چھ ممبر افراد کا بھی ستیاناس ہو گیا ہے۔ ہم لوگ جس بنیاد کاروبار کرتے تھے وہ بنیاد ہی ختم کر دی گئی اور سنا یہ گیا ہے کہ حکومت نے کچھ اور

نی چیزیں فرنی لسٹ کر دی ہیں ان کا تعلق بھی ہم سے ہی ہے۔ درحقیقت میں ان دنوں جس قدر پریشان ہوں فیصل تمہیں بتا نہیں سکتا۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ یہ سب کچھ کسی باقاعدہ منصوبے کا حصہ ہے کوئی میرے خلاف عمل کر رہا ہے۔ یا پھر یہ صرف اتفاق ہے میرے وہ شناسا جو میرے ساتھ ہمیشہ تعاون کرتے رہے ہیں اب معذوری کا اظہار کر رہے ہوں اور اس سلسلے میں ایک خاص نام سننے میں آیا ہے۔ وزیر صنعت و حرفت اور تجارت مسٹر شاہنواز نے خصوصی منصوبوں کے تحت یہ ساری کارروائی کی ہے۔ مسٹر شاہنواز کا ماضی میں نے معلوم کرنا شروع کر دیا ہے اور یہ اطلاعات بھی حاصل کر رہا ہوں ان کے اطراف کون لوگ پھیلے ہوئے ہیں اسی طرح صورتحال واضح ہوگی اور یہ اندازہ ہو سکے گا کہ یہ کارروائی صرف میرے خلاف ہے یا بس حکومتی پیمانے پر یہ سب کچھ ہوا ہے۔ دشمنوں کو منظر عام پر آنا چاہیے۔ ادھر ڈان سینٹر کی طرف سے بالکل خاموشی اختیار کر لی گئی ہے۔ اس طرح آج کل میں عجیب کیفیات کا شکار ہو گیا ہوں۔“

”جی مجھے اس کا پورا پورا احساس ہے۔“ میں نے جواب دیا۔

”بہر حال میں تم سے کچھ اور کام بھی لینا چاہتا ہوں۔ یوں کرو کہ اب باقاعدگی سے کچھ سوشل ایکٹیویٹیز کرتے رہو۔ بڑے بڑے لوگوں کو یہاں اپنی کوٹھی پر مدعو کرو اور ان کی دعوتیں کرو۔ انہیں تجھے تحائف بھی دو اس طرح تمہیں اپنا حلقہ اثر بڑھانا ہے۔ تاکہ ہمیں اپنے کام میں آسانیاں حاصل ہوں۔ ہم نے یہ شعبہ بہت عرصے سے چھوڑا ہوا ہے

میرے خیال میں تم پہلے باقاعدگی سے کلب جانا شروع کر دو ہر شخص سے خوش اخلاقی سے آگے بڑھ کر ملاقات کرو۔ اس طرح تمہیں خود بھی اعتماد حاصل ہو گا اور اس طرح ہمارا کام بھی شروع ہو جائے گا پھر منتخب لوگوں کو جن کی نشاندہی میں کروں گا اپنے ہاں دعوتیں دو انہیں انتہائی قیمتی تحائف بھی دو تاکہ وہ تمہارے دوست بن سکیں۔ یہ دنیا ایسی ہے میرے دوست اور اس سے روشناس ہونے کے لیے پہلے بہت کچھ خرچ کرنا پڑتا ہے۔

اگر ڈان سینٹر کی سرپرستی مجھے باقاعدگی سے حاصل رہتی تو یہ سب کچھ نہ کرنا پڑتا۔ میں اب فوری طور پر بہت سی کارروائیاں کر کے سینٹر میں اپنی ساکھ بحال کرنا چاہتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ میں یہ سب کچھ کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ صنعت کار خود غرض ہوتے ہیں اور بھلا بیرون ملک سرمایہ داروں کو کیا غرض پڑی ہے کہ وہ بے مقصد میری مدد کرتے

آدمیوں میں سے ایک نے فوراً ہی اپنی پستول کا رخ میرے جانب کرتے ہوئے کہا۔
 ”اگر تم نے ذرا سی بھی جنبش کی تو اس پستول کی گولی تمہارا بھیجا اڑا دے گی۔ اپنی
 جگہ ساکت بیٹھے رہو اور دونوں ہاتھ سامنے رکھو۔ میں نے فوراً ہی سسے ہوئے انداز میں
 اس شخص کی ہدایت پر عمل کیا تھا۔ کاظم شاد کی آنکھوں میں البتہ خوف اور ویرانی ابھر آئی
 تھی۔ سعید خاں نے کڑک دار لہجے میں کہا۔“

”کاظم شاد خود کو سنبھالو اور ہوشیار ہو کر بیٹھو میں تم سے بہت سی معلومات حاصل
 کرنا چاہتا ہوں۔ تمہیں اس کا اندازہ تو ہو ہی گیا ہو گا کہ تمہارا منصوبہ بری طرح فیل ہو گیا
 ہے۔ تم مجھے ہلاک کرنے میں ناکام رہے۔ اپنی اس ناکامی کا ماتم بعد میں کر لینا کاظم شاد پہلے
 مجھے میرے سوالات کے جواب دو۔“ سعید خاں بے جھجک بول رہا تھا اور حیران کن بات
 یہ تھی کہ اس نے میری آواز اور لہجے تک کی بہترین نقل کر ڈالی تھی۔ میں دل ہی دل
 میں مسکرا رہا تھا اور سعید خاں کو اس کی کامیاب اداکاری پر مبارکباد دے رہا تھا۔ سعید
 خاں نے اپنے ایک آدمی کو اشارہ کیا وہ آگے بڑھا اور اس نے پہلے میری تلاشی لی اور اس
 کے بعد کاظم شاد کی۔ کاظم شاد کے بغلی ہولسٹر سے پستول برآمد ہوا تھا جس کا علم مجھے بھی
 نہیں تھا۔ یہ پستول اپنے قبضے میں لینے کے بعد سعید خاں نے کہا۔

”ہاں کاظم شاد تم نے ایک زبردست سازش کے ذریعے مجھے ہلاک کرانے کی
 کوشش کی اور اس کے بعد اس شخص کو میرا مشکل بنا کر میری جگہ دے دی۔ اس دوران
 تم جو کچھ کرتے رہے کاظم شاد اگر تمہارا خیال ہے کہ میں اس سے ناواقف رہا ہوں تو تم
 سے زیادہ احمق اس روئے زمین پر دوسرا نہیں ہو گا۔ تم اپنی ناکامی کا اندازہ اسی بات سے
 لگا سکتے ہو کہ تم میری ہلاکت میں ناکام رہے اور یہ شخص بہت دن تک میری حیثیت سے
 بہاں میری کوشش میں عیش کرتا رہا ہے خیر میں اسے کوئی اہمیت نہیں دیتا کیونکہ یہ تمہارا
 ہوا ہے لیکن کاظم شاد تم اس دوران جو کچھ کرتے رہے ہو اس کا ریکارڈ نہ صرف میرے
 لیے بلکہ ہماری حکومت کے لیے بھی بہت دلچسپ ثابت ہو گا۔ تمہاری ایک ایک حرکت کا
 میں نے بغور جائزہ لیا ہے کیونکہ یہ اندازہ لگانا میرے لیے بے حد ضروری تھا کہ تم یہ سب
 کچھ کس مقصد کے تحت کر رہے ہو۔ اس کے پس پردہ کیا ہے اور ڈان سینٹر میری نگاہوں
 سے اوجھل نہیں رہا ہے۔ کاظم شاد! بے شک تم نے ڈان سینٹر کے زیر اثر ملک میں جن

رہیں انہیں کچھ دکھایا جائے تو وہ میری مدد پر آمادہ بھی ہوں اگر میں نے ڈان سینٹر کی
 ہمدردیاں مکمل طور پر کھودیں تو یوں سمجھ لو تب ہی میرا مقدر ہوگی جو کچھ ضائع ہو چکا ہے
 اس کا حصول تو میرے لیے مشکل نہیں ہو گا لیکن اگر مزید ضائع ہوتا رہا تو پھر شاید۔۔۔۔۔
 ”ابھی کاظم شاد اتنا ہی کہہ پایا تھا کہ دفعتاً ہی روزی دوڑتی ہوئی آئی۔ اس کے چہرے پر
 عجیب سی بدحواسی کے آثار تھے اس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

”سر سر۔ وہ باہر۔ وہ باہر۔ دانش۔ دانش منصور صاحب۔ سر سر۔ روزی کی
 حالت بہت زیادہ خراب ہو رہی تھی۔ میں سمجھ گیا کہ سعید خاں آگیا ہے اور مجھے زیادہ
 انتظار بھی نہیں کرنا پڑا۔ کاظم شاد تو صورتحال سمجھ ہی نہیں پایا تھا لیکن جب ڈرائنگ روم
 کا دروازہ کھلا اور سب سے آگے مجھے سعید خاں اپنے میک اپ میں نظر آیا تو میں نے بھی
 اپنی اداکاری کا آغاز کر دیا۔ میرا منہ حیرت سے کھل گیا تھا۔ کاظم شاد نے بھی آنے والے کو
 دیکھا اور دوسرے لمحے اس کے ہاتھ سے کافی کی پیالی گرتے گرتے پچی۔ کافی کی پیالی اس
 کی پلیٹ میں بچ رہی تھی اور اس نے بڑی مشکل سے اسے سینٹر ٹیبل پر رکھا تھا۔ وہ بھی
 پھٹی آنکھوں سے سعید خاں کو دیکھ رہا تھا اور سعید خاں نے اس سلسلے میں لاجواب
 اداکاری کی انتہا کر دی تھی اور اس سلسلے میں لندن ہی میں مجھ سے سند حاصل کر لی تھی۔
 وہ بڑی کرخت نگاہوں سے مجھے اور کاظم شاد کو دیکھ رہا تھا اور کاظم شاد کی کیفیت یہ تھی کہ
 مجھے خدشہ ہوا کہ اس کے دل کی حرکت ہی بند نہ ہو جائے۔ وہ صوفے پر پھیل سا گیا تھا
 اور اس کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ گئے تھے۔ اس کا سانس چل رہا تھا اور آواز غالباً بند ہی
 ہو گئی تھی۔ سعید خاں کے پیچھے ہی چار آدمی اور بھی اندر داخل ہوئے یہ بھی سب اپنے
 لباسوں میں ملبوس تھے۔ میرے لیے البتہ یہ لوگ نئے تھے۔ یقینی طور پر رشید ناگی نے ان
 کا انتخاب سوچ سمجھ کر کیا تھا۔ وہ سب اس طرح مستعد کھڑے ہوئے تھے جیسے ضرورت
 پڑے ہی وہ سب کچھ کر ڈالیں گے جو ضرورت کے تحت درکار ہو گا۔ کاظم شاد بے بسی سے
 سعید خاں کو دیکھتا رہا۔ سعید خاں آگے بڑھا اور کاظم شاد کے سامنے پہنچ کر بولا۔“

”کیسے کاظم شاد صاحب اپنے منصوبے کے فیل ہونے پر آپ کو بھی یقیناً اتنی ہی
 خوشی ہو رہی ہوگی جتنی مجھے ہے کاظم شاد کے ہونٹ ہلے لیکن منہ سے اس وقت بھی
 آواز نہیں نکل سکی تھی۔ میں نے ذرا سی جنبش کی تو سعید خاں کے پیچھے کھڑے ہوئے

دوسری سمت اپنے ایک دشمن کو بے دردی سے موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ ایسے کسی شخص کو بیچارہ کہنا غداری کے مترادف ہے چنانچہ میں اسے بیچارہ نہیں کہہ سکتا تھا اور اس کی اس کیفیت پر مجھے کوئی افسوس نہیں تھا۔ لیکن اپنے منصوبے کے مطابق مجھے بھی ذرہ ہونے کی ادکاری کرنی تھی۔ وقت گزرتا رہا کاظم شاد کے جسم میں کوئی جنبش نہیں تھی۔ تب میں نے ہی بھرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”یہ سب کچھ کیا ہو گیا مسٹر کاظم شاد۔ یہ سب کچھ کیسا ہو گیا۔ میرے لیے تو کہیں جائے پناہ نہ رہی اب میرا کیا ہو گا۔“ کاظم شاد نے سر اٹھایا غرائے ہوئے انداز میں بولا۔

”تمہیں اپنی فکر پڑی ہے۔ میرے بارے میں نہیں سوچتے۔ دیکھو میں کیا تھا اور کیا ہو گیا۔“

”تم کیا تھے کاظم شاد اور کیا ہو گئے۔ یہ تو بہت بڑا معاملہ ہے۔ میں کیا اور میری اوقات کیا۔ مجھے بتاؤ کہ مجھے کس جرم کی سزا ملی ہے۔“

”دیکھو اس قسم کے کاموں میں ریلی یا جیلی ہوتی ہی ہے۔ ہم کو ششیں کر رہے تھے کام ہو گئے اور بری طرح ناکام ہو گئے۔ اب اس سلسلے میں تمہارا مجھ سے شکایت کرنا بے فائدہ ہے اگر ہم کامیاب ہو جاتے تو تم اس کامیابی کی ایک جھلک تو دیکھ ہی چکے ہو۔ شہنشاہوں کی طرح زندگی بسر کی ہے تم نے اتنے دن۔ میں سمجھتا ہوں اصولی طور پر یہ تو تمہاری پوری زندگی کا حساب ہے۔“

”گویا میرا حساب کتاب ہو گیا مسٹر کاظم شاد۔“ میں نے کہا۔ کاظم شاد نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ اب مجھے تسلی دینے کے لیے بھی اس کے پاس الفاظ نہیں تھے اور یہ اس کی بے بسی کی انتہا تھی اس سے آگے وہ صفر ہو گیا تھا۔ سارا ہی کام ختم ہو گیا تھا اس کا۔ ڈان سینٹر کے سربراہ کی حیثیت سے وہ ایک وحشی انسان بنا ہوا تھا۔ کسی کو خاطر میں نہیں لاتا۔ نجانے کتنے افراد اس کے لیے کام کرتے تھے۔ ڈان سینٹر کی توجہ اسے حاصل نہ رہی۔ اپنا کاروبار تباہ ہوا اور اب اس کے بعد زندگی ہی کے لالے پڑ گئے تھے۔

”یہ حقیقت تھی کہ اس تہ خانے میں خاموشی سے اسے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ڈالا جاسکتا تھا لیکن میرا یہ مقصد بالکل نہیں تھا۔ اول تو میں قتل و غارت گری سے بالکل ہی نفرت نہیں رکھتا تھا لیکن اگر کوئی ایسا ہی مشکل مسئلہ درپیش ہو تب بھی کسی ایسے آدمی کو

برائیوں کا آغاز کیا ان کی فرست طویل ہے لیکن ظاہر ہے یہ کام میرا نہیں ہے کہ میں تم سے اس کا محاسبہ کروں ہاں میرے سلسلے میں تم نے جو کچھ کیا ہے اس کا پورا پورا حساب تمہیں دینا ہو گا۔ کاظم شاد خصوصاً تم نے میرے دستخط بنا کر جو رقم بینکوں سے نکلوائی ہے وہ میرے لئے قابل غور ہے لیکن تم تھوڑے سے احمق بھی ہو تم نے یہ چیک شاد انڈسٹریز کے لیے کاٹے ہیں۔ اس طرح تم نے اپنی دانست میں شاد انڈسٹریز اور دانش منصور کے درمیان رابطہ ظاہر کیا ہے لیکن مجھے اس سے یہ آسانی ہو گئی کہ اب تمہیں اس جعل سازی کا مجرم قرار دیتے ہیں مجھے کوئی دقت نہیں ہو گی۔ یہیں سے میں تمہارے خلاف عمل کا آغاز کروں گا۔ تم جو کچھ کرتے رہے ہو کاظم شاد اب اس کا حساب آہستہ آہستہ تم سے لیا جائے گا۔ عارضی طور پر میں تمہیں صرف قید کر رہا ہوں اور تمہارے خلاف اپنا دائرہ کار

مخصوص کر رہا ہوں۔ اس سے زیادہ میرے خیال میں تم جیسے گھٹیا انسان سے کچھ کرنا مناسب نہیں ہے۔ بہر حال ہر چیز کا ایک اختتام ہوتا ہے اور یہاں تمہارا اختتام ہو چکا ہے کاظم شاد۔ چلو اسے اپنے ساتھ لے جاؤ اور ان دونوں کے ہاتھ باندھ دو۔“ سعید خاں نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا ان کے پاس اس کا انتظام پہلے سے موجود تھا چنانچہ اس میں انہیں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ سعید خاں ہی نہیں میں بھی جانتا تھا کہ کاظم شاد کے پاس اس مضبوط گرفت کے بعد کہنے کے لیے کچھ نہیں ہے چنانچہ کاظم شاد بھی خاموش ہی تھا۔ جس جگہ کا انتخاب میں نے پہلے سے کر لیا تھا اسی جگہ ہم دونوں کو لے جایا گیا۔ یہ ایک تہ خانہ تھا اور اسے بہت عمدگی سے بنایا گیا تھا۔ حالانکہ اس کا مقصد اس سے پہلے یہ سب کچھ

نہیں تھا لیکن بروقت کام آیا تھا چنانچہ ہمیں قید خانے میں ڈال دیا گیا۔ یہاں ضروریات زندگی کا وہ سامان موجود تھا جس سے صرف گزارا کیا جاسکتا تھا۔ میں خاموش اور افسردہ ہوا ایک گوشے میں جا بیٹھا۔ مجھ سے کچھ فاصلے پر کاظم شاد دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر گرج رہے تھے گھٹنوں میں دیے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی یہ کیفیت دیکھ کر مجھے ہنسی آرہی تھی۔ درحقیقت بیچارہ بالکل ہی چوپٹ ہو گیا لیکن ایسے لوگوں کو بے چارہ کہنا خود اپنے ساتھ زیادتی تھی کتنا سنگدل کتنا خونخوار کتنا وحشی تھا وہ مجھے وہ لحاظ یاد تھے جب اس نے ایک شخص کو انتہائی وحشیانہ طریقے سے موت کے گھاٹ اتار کر میری ویڈیو فلم بنائی تھی۔ دو ہرا کام کیا تھا اس نے۔ ایک سمت تو اس نے اپنی دانست میں مجھے ایک قتل کے الزام میں پھانسا تھا اور

ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ اب میں تمہیں مستقبل میں کوئی سہرے راستے دکھا سکتا ہوں لیکن میری مجبوری کو تسلیم کرو۔ میں نے یہ سب کچھ جان بوجھ کر نہیں کیا اگر تم بھی مجھ سے منحرف ہو گئے تو نہ میں تمہارا کچھ بگاڑ سکتا ہوں نہ تمہیں مجھے نقصان پہنچا کر کچھ ملے گا۔" میں دل ہی دل میں ہنس پڑا کاظم شاد غالباً یہ سوچ رہا تھا کہ اب کہیں جھٹا کر میں اس سے نہ اڑ جاؤں۔ ظاہر ہے وہ جسمانی طور پر میرا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا اور اسی کی پیش بندی کر رہا تھا۔ میں نے اس سے کہا۔

"باقی ساری باتیں اپنی جگہ مسٹر کاظم شاد لیکن یہاں اس قید سے نکلنے کی کوشش نہیں کریں گے آپ؟" کاظم شاد کے ہونٹوں پر پھلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی اس نے کہا۔

"جو کچھ ہو چکا ہے اس کے بعد تم اس کی توقع رکھتے ہو۔"

"نہیں سمجھا۔"

"جس شاطر شخص نے ہمیں اس طرح ناکام کر دیا اور ساری معلومات حاصل کر لیں اس نے کیا ہمیں کسی ایسی جگہ قید کیا ہو گا جہاں سے ہم فرار ہو سکیں۔"

"بات دراصل یہ ہے مسٹر کاظم شاد کہ آپ بہت بڑے انسان ہیں۔ میں ایک معمولی سا آدمی۔ میں نے زندگی میں کبھی اتنا بڑا کام نہیں کیا۔ جتنا بڑا کام آپ نے مجھے سونپ دیا تھا۔ میرا کچھ جھگڑا تھا کچھ لوگوں سے اس جھگڑے کو نمٹاتے ہوئے مجھ سے بہت سی مجرمانہ کارروائیاں بھی ہوئیں لیکن زندگی میں کبھی ایسا کوئی تصور نہیں تھا کہ میں کوئی بہت بڑا جرم کروں گا۔ چھوٹے چھوٹے کام کرنے والے اپنا تحفظ کرنا بھی جانتے ہیں۔ بہر حال آپ کو کچھ کہنا تو بیکار ہی ہے لیکن میں آپ کو یہاں سے نکال کر لے جاسکتا ہوں۔" کاظم شاد اچھل پڑا اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھنے لگا۔

"کیسے....." اس نے بھرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"رات کچھ اور گہری ہو جانے دیجئے اس کے بعد بتاؤں گا کاظم شاد بے چین ہو گیا۔

اپنی جگہ سے اٹھا اور میرے قریب آ بیٹھا پھر اس نے کہا۔"

"تمہارے ذہن میں کوئی منصوبہ ہے۔"

"ہاں ہے۔"

"ہم یہاں سے نکل سکتے ہیں۔"

قتل کیا جائے جس سے کوئی بہت بڑا خطرہ درپیش ہو۔ میری ذات کے لیے کسی اور ذات کے لیے انسانیت کے لیے۔ کاظم شاد ذہنی اور جسمانی طور پر قتل ہو چکا تھا۔ اب اس بے جان بدن کو ہلاکت میں ڈالنا میرے لیے ایک مکروہ فعل تھا اور میں اسے پسند نہیں کرتا تھا۔ ویسے بھی کاظم شاد کے سلسلے میں کوئی اور فیصلہ بھی کرنا تھا اب اسے ناکارہ کر کے باہر پھینک دینا کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ وہ دن ہم نے پورا گزار لیا۔ رات ہو گئی۔ اور یہاں خود بخود روشنی ہو گئی۔ اس کا انتظام اوپر ہی سے تھا۔ میں اپنی جگہ سے اٹھا اور اس خزانے کا چکر لگانے لگا۔ سارے منصوبے تو ذہن میں تھے ہی ہاتھ روم میں پیچھے کی بہت ایک روشن دان تھا جو اوپر کھلتا تھا یہ بھی بس ایک تعبیری کام تھا اور اس کا پہلے کوئی خاص مقصد نہیں تھا لیکن ہاتھ روم کے اس روشندان سے ہمیں باہر نکلنے کا موقع مل سکتا تھا۔ کاظم شاد نے اپنی زندگی میں نجانے کیا کیا کچھ کیا ہو گا بذات خود وہ اس قدر باعمل نہیں تھا کہ ایسی کوئی کارروائی کر سکتا لیکن میں نے اس سلسلے میں اس کی توجہ اپنی طرف مبذول کرائی۔"

"کیا فیصلہ کیا ہے آپ نے مسٹر کاظم شاد۔ کیا ان لوگوں کے ہاتھوں شکست کھانے کر لیں گے۔" کاظم شاد جو نجانے اس دوران کیا کیا سوچتا رہا تھا اب بالکل ہی ڈھیلا ہو گیا تھا۔ اس کے چہرے پر چند گھنٹوں کے اندر جو کیفیتیں ابھر آئیں تھیں وہ ناقابل تلافی تھیں ویسے بھی پچھلے دنوں سے وہ بہت معمول نظر آ رہا تھا اور اس کی تمام شان و شوکت ملیا میٹ ہو گئی تھی لیکن اس تھوڑی سی دیر میں اس کا چہرہ جس طرح تبدیل ہوا تھا وہ ناقابل یقین تھا۔ بس یوں لگتا تھا جیسے اچانک ہی اس کی عمر دس سال آگے بڑھ گئی ہو۔ اس کی آنکھوں کی بے بسی نے ایک لمحے کے لیے مجھے متاثر کیا لیکن دوسرے لمحے اس کی شخصیت مجھے یاد آئی اور میں نے دل سے رحم کا وہ جذبہ بالکل نکال دیا۔ تب اس نے آہستہ سے کہا۔

"فیصل میرے دوست مجھے احساس ہے کہ میری ناکامی سے تمہاری زندگی بھی بگڑے گی ہے لیکن دیکھو یہ سب کچھ تو ہونا ہی تھا۔ میں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ اس قسم کے کاموں میں کامیابی حاصل ہوتی ہے تو پھر ایسی ہوتی ہے کہ لوگ رشک کرتے ہیں اور اگر ناکام ہو جاتے ہیں تب بھی یوں سمجھ لو کہ وہ ناکامی بھی اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی ہوتی ہے۔"

”کوشش کر سکتے ہیں۔“

”اگر۔ اگر ایسا ہو جائے تو۔ تو۔ سنو۔ میں بالکل برباد ہو چکا ہوں ختم ہو چکا ہوں بالکل لیکن تمہارا مستقبل بن سکتا ہے۔ اب اتنا بھی ختم نہیں ہوا میں کہ میرے پاس کچھ نہ رہا ہو۔ میں تمہیں دس لاکھ روپے دوں گا۔ دس لاکھ روپے! مجھے یہاں سے نکال دو۔ باقی دس لاکھ روپے تمہارے ہاتھ میں ہوں گے یہاں سے چلے جانا ملک بہت وسیع ہے اس کے کسی خاموش اور پرسکون گوشے میں بقیہ زندگی گزار لینا۔ دس لاکھ روپے بہت ہوتے ہیں۔ احتیاط سے خرچ کرو گے تو مستقبل کا پورا پورا سہارا بن جائے گا۔“ میں نے ہنسنے ہوئے گردن ہٹائی اور آہستہ سے کہا۔

”یہ سب بعد کی باتیں ہیں مسٹر کاظم شاد اگر آپ واقعی ایسا کوئی ارادہ رکھتے ہیں تو ظاہر ہے پیسہ کسے برا لگتا ہے لیکن آپ اطمینان رکھیں اور مجھے کوئی بھی غلط لالچ نہ دیں اگر کچھ مناسب سمجھیں تو کر دیں میرے لیے لیکن اس اچھے خاصے ساتھ کے لیے میں بغیر کسی لالچ کے آپ کو یہاں سے نکالنے کی کوشش کروں گا۔ آپ مطمئن رہیں۔ میری ذات سے آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔“

”مگر کیسے..... کیا منصوبہ ہے تمہارے ذہن میں؟“

”بس تھوڑی سی رات اور گزر جانے دیجئے۔ میں نے کہا اور اس وقت ہماری کلاسیوں پر بندھی گھریاں رات کا تقریباً ڈیڑھ بج رہی تھیں جب میں نے کاظم شاد کو اٹھایا۔ نیند کا ہماری آنکھوں میں دور دور تک پتا نہیں تھا۔ کاظم شاد تو خیر مجھ سے بھی زیادہ پریشان اور بیزار تھا میں اسے ہاتھ روم میں لے گیا اور پھر میں نے اسے وہ روشندان دکھایا۔“

”یہ کیا ہے..... اور کہاں کھلتا ہے.....“

”میں نہیں جانتا۔ لیکن اس سے جو روشنی اندر آرہی تھی اس سے یہ احساس ہوتا ہے کہ کوئی ایسا ذریعہ ہے جس سے باہر کی روشنی یہاں تک پہنچ رہی ہے۔ میں جانتا تھا کہ یہ روشندان کوٹھی کے مغربی حصے میں ایک جگہ کھلتا ہے۔ شیشے لگے ہوئے تھے اور اس نفاس سے لگائے گئے تھے کہ باہر کا کوئی اثر یہاں نہ پڑے۔ بس تمہ خانے کو قدرتی ہوا اور روشنی دینے کے لئے روشندان بنایا گیا تھا۔ سب سے پہلے میں واش بیسن پر چڑھ کر

روشن دان تک پہنچا اور پھر اوپر نکل گیا۔ جہاں چند لمحات رکنے کے بعد میں نے کاظم شاد سے کہا کہ وہ بھی میری ہی طرح واش بیسن پر چڑھ کر اس روشندان سے باہر نکل آئے۔ کاظم شاد پہلے ہی بھونچکا ہو کر رہ گیا تھا۔ بہر طور اس نے میری ہدایت پر عمل کیا اور تھوڑی دیر کے ہم دونوں کوٹھی کے مغربی حصے میں کھڑے ہوئے تھے۔ احاطے کی آخری دیوار جو مغربی سمت تھی زیادہ اونچی نہیں تھی۔ یہاں کاظم شاد کو میں نے اپنے کاندھوں پر سوار کرایا اور دیوار پر پہنچا دیا۔ دوسری طرف اسے خود ہی کودنا پڑا تھا۔ میں خود بھی دیوار کوڈ کر باہر نکل آیا اور کاظم شاد کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف دوڑنے لگا۔ کاظم شاد کا ہاتھ برف کی طرح سرد ہو رہا تھا اور اس میں ہلکی ہلکی کپکپاہٹ پائی جاتی تھی۔ غالباً وہ بھی اس آسانی سے نکل آنے کی توقع نہیں رکھتا تھا۔ لیکن اب یہ احسان اس پر ہو چکا تھا۔ سڑکیں سنان پڑی ہوئی تھیں۔ ڈیفنس کے علاقے میں اس وقت ہو کا عالم تھا بس کہیں کہیں پولیس پیٹرول نظر آ جاتا تھا۔ بعض جگہ پولیس کانشیل گھوڑوں پر سوار گشت کرتے ہوئے مل جاتے تھے۔ ہم نے خاص طور سے ان سے بچنے کی کوششیں کیں اور بالا آخر پیدل چلتے ہوئے کافی دور نکل آئے۔ کاظم شاد اتنا پیدل چلنے کا عادی نہیں تھا بری طرح تھک گیا تھا۔ لیکن خوش بختی یہ تھی کہ ایک جگہ ہمیں ٹیکسی مل گئی۔ کاظم شاد ٹیکسی کا دروازہ کھول کر اندر کی سیٹ پر گر پڑا تھا۔ میں نے اس سے کہا۔

”کہاں چلیں گے.....؟“

”نی الحال صدر۔ اس نے جواب دیا۔ ٹیکسی ڈرائیور کو میں نے چلنے کے لئے کہا اور اس نے منہ مانگے معاوضے پر صدر جانے کی خامی بھری۔ صدر میں ہم اتر گئے۔ یہاں بھی اس وقت بالکل خاموشی اور سناٹا تھا۔ کاظم شاد نے مجھ سے کہا۔

”مجھے حیرت ہے کہ ہم اس آسانی سے نکل آئے۔ لیکن مجھے اندازہ ہے

کہ.....“ کہ وہ جملہ ادھورا چھوڑ کر خاموش ہو گیا۔ پھر اس نے کہا۔

”اب تمہارا کیا پروگرام ہے فیصل؟“ میں آہستہ سے ہنس پڑا۔

”میرا کیا پروگرام ہو سکتا ہے مسٹر کاظم شاد۔“ کاظم شاد نے جیب سے کچھ نوٹ

کالے اور انہیں گئے۔ بغیر میرے حوالے کرتا ہوا بولا۔

”نی الحال کسی ایسی محفوظ جگہ قیام کر لو جہاں تمہیں کوئی خطرہ نہ ہو۔ کل دن میں

”اوہو۔ میں نے تو کسی گاڑی وغیرہ کو نہیں دیکھا۔“
 ”سراگر آپ دیکھ لیتے تو پھر ہمارا کام ہی کیا ہوتا۔“ سعید خاں نے کہا۔

”ناگی صاحب کہاں ہیں.....؟“

”وہ ہمیں ہدایت دے کر جا چکے ہیں۔“

”کیا کاظم شاد کا اس کے بعد بھی تعاقب کیا جائے گا میں نے پوچھا.....؟“

”یہ بات مجھے نہیں معلوم ناگی صاحب کو معلوم ہوگی۔“

”اب تمہارا کیا پروگرام ہے.....؟“

”بس سر رات تو یہیں بسر کرتی پڑے گی صبح کو چلے جائیں گے۔“

”اوکے سعید خاں۔ بہت بہت شکریہ تم نے بہترین طریقے سے اپنا کام سرانجام دیا۔

میں اپنی خوابگاہ کی جانب چلا گیا تھا منہ ہاتھ دھویا دل چاہا تھا کہ بہت دیر تک جاگوں لیکن

کیا کرنا کوئی ایسا بھی تو نہیں تھا جس سے بیٹھ کر تھوری دیر باتیں کی جاتیں بستر پہنچ گیا۔

نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی اور ذہن نجانے کیسے کیسے منصوبے تراش رہا تھا۔ کاظم

شاد کا کھیل تو اب تقریباً ختم ہی ہو گیا۔ شاید ہی وہ دوبارہ مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی

کوشش کرے۔ چنانچہ اب نئے مسئلوں کی جانب توجہ دینی تھی۔ رات کے کسی حصے میں

نیند آگئی اور دن کو گیارہ بجے تک سوتا رہا۔ جاگا تو روزی میرے سامنے پہنچ گئی۔ اس نے

تشویش بھری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔“

”سر خیریت تو ہے.....؟“

”ہاں روزی بالکل ٹھیک ہوں رات کو بس دیر سے نیند آئی تھی۔ چلو ناشتا کرو۔

کوئی خاص بات تو نہیں۔“

”نہیں سر۔ بالکل نہیں۔ سب کچھ نارمل ہے۔“

”رات کو کچھ لوگوں نے ہمارے ہاں قیام کیا تھا چلے گئے.....“

”جی سر۔ وہ جا چکے ہیں۔“

”ٹھیک“ میں نے ناشتا کیا اور اس کے بعد مجھے اس ٹیلیفون نمبر کا خیال آگیا جو کاظم

شاد مجھے دے گیا تھا۔ تفریح کی غرض سے ٹیلیفون کے قریب پہنچا۔ وہ نمبرز دہن میں محفوظ

رکھنا اسے ملایا اور ریسیور کان سے لگالیا۔ تھوڑی دیر کے بعد دوسری طرف سے فون ریسیو

مجھے ملنا۔ ایک ٹیلیفون نمبرز دہن نشین کرلو اس پر فون کر لیتا۔ میں بتاؤں گا کہ ہمیں

کیا کرنا ہے۔“

”آپ اس وقت اپنی کوٹھی پر جائیں گے.....؟“

”نہیں۔ مناسب نہیں ہوگا بلکہ کل دن میں بھی میں کوٹھی میں نہیں جاسکتا۔

اطمینان رکھو کچھ نہ کچھ کریں گے۔ اب اتنے بھی ناکارہ نہیں ہیں ہم۔ بس کل دن میں

مجھے ٹیلیفون کر لینا۔“

”ٹھیک ہے۔“ میں نے جواب دیا اور کاظم شاد یونہی آگے بڑھ گیا۔ میرے

میں قہقہے پھل رہے تھے۔ جو حالت اس کی بنا دی گئی تھی وہ اس کے خواب و خیال میں

بھی نہیں ہوگی لیکن بہر طور اب میرا اس سے کوئی رابطہ ضروری نہیں تھا۔ وہی ٹیکسی جو

مجھے یہاں لے کر آئی تھی تھوڑے فاصلے پر کھڑی ہوئی تھی۔ ٹیکسی ڈرائیور شاید رات کو

اپنا کام کرتا تھا۔ میں نے جب یہ دیکھا کہ کاظم شاد نگاہوں سے او جھل ہو چکا ہے تو آہستہ

ٹھٹکتا ہوا اسی ٹیکسی کی جانب بڑھ گیا۔ ٹیکسی ڈرائیور نے مجھے دیکھا تو میں نے اس سے کہا۔

”واپس ڈیفنس چلنا ہے۔“

”کیا اسے یہاں تک چھوڑنے آئے تھے بابو جی۔ ٹیکسی ڈرائیور نے پوچھا۔“

”ہاں۔“

”مگر وہاں سے واپسی میں کوئی سواری نہیں ملے گی۔“

”تم آنے جانے کا کرایہ مجھ سے لے لو۔“ میں نے کہا اور ٹیکسی ڈرائیور تیار

ہو گیا۔ تاہم میں اپنی کوٹھی سے کافی فاصلے پر ٹیکسی سے اتر اٹھا اور اس کے بعد رات کی

تاریکی میں یہ فاصلہ میں نے پیدل ہی طے کیا تھا۔ کوٹھی میں داخل ہوا روزی کو بچکی

تھی۔ سعید خان جاگ رہا تھا۔ دو آدمی اور بھی موجود تھے وہ ہنس پڑا۔ اور پھر آہستہ سے

بولا۔

”سر میں انتہائی شرمسار ہوں آپ کے سامنے بد تمیزی کا مظاہرہ کرنا پڑا۔“

”کیا تمہیں علم تھا ہم لوگ نکل گئے۔ میں نے سعید خاں سے پوچھا؟“

”جی سر نہ صرف یہ علم تھا بلکہ آپ کا صدر تک پیچھا کیا گیا ہے اور باقاعدہ یہاں

لوگوں کو صورتحال بتائی گئی ہے۔“

”جی سر۔ جس وقت آپ حکم دیں۔“

”دس بجے آجانا اور ذرا فرصت میں آنا۔“ میں نے کہا دو سرے دن دس بجے ناگی کا استقبال کیا۔ روزی نے چائے وغیرہ بنا کر ہمارے سامنے رکھ دی۔ ناگی خود بھی مطمئن نظر آ رہا تھا۔

”ایک بہت بڑا مسئلہ حل ہوا۔ کاظم شاد اپنی موت مارا گیا۔ میں یہ نہیں کہتا رشید ناگی کہ اس ہنگامہ آرائی سے ہمیں کوئی خاص فائدہ ہوا بلکہ تھوڑا سا مالی نقصان ہی اٹھانا پڑا۔ لیکن ایک بہت بڑا خطرہ خود بخود ہی ٹل گیا اس کے علاوہ ڈان سینٹر کی یہاں ساری کارروائیاں ختم ہو گئیں اب ڈان سینٹر یقینی طور پر نئے ممبر تلاش کرے گا۔ کاظم شاد کی تو تمام حیثیت ہی ختم ہو گئی۔ اس کا یہاں سے بھاگ جانا ظاہر کرتا ہے کہ وہ بری طرح خوفزدہ ہو گیا ہے اور اب شاید ادھر کا رخ نہ کرے۔“

”ویسے بھی سر وہ کاروباری طور پر بالکل چوپٹ ہو گیا ہے اور اس کے ابھی تو بہت سے نتائج برآمد ہوں گے بہت سے لوگ اس کے اس طرح بھاگ جانے سے متاثر ہوں گے۔ یقینی طور پر اس کے اثاثے اتنے زیادہ نہیں ہیں کہ لوگوں کے نقصانات پورے ہو جائیں۔“

”جہنم میں جائے۔ ہمیں اب اس سے کیا دلچسپی ہے۔ لیکن رشید اب بہت سے مسئلے ہمیں طے کرنے ہیں یوں سمجھ لو ایک طرح سے فراغت ہو گئی۔ ہاں تو رشید ناگی کاظم شاد کے اسکرین آؤٹ ہو جانے کے بعد اب ہمیں اپنے ترک کئے ہوئے منصوبوں پر دوبارہ عمل کرنا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اونچے پیمانے پر کام کا آغاز کیا جائے۔ مثلاً رفیق احمد باکیر دار کے سلسلے میں میں نے جو کچھ کیا تھا اسے دوبارہ شروع کرنا ہو گا۔ چھوٹی صنعتوں کے لئے شاہنواز صاحب نے پہلے ہی ہمیں اجازت دے دی تھی۔ چنانچہ اب اس کام کو برق رفتاری سے شروع کر دیا جائے۔ اس کے علاوہ میرے ذہن میں ایک اور تجویز ہے جس پر عمل کرنا چاہتا ہوں۔ مثلاً یہ کہ فوری طور پر مجھے ایک دفتر درکار ہو گا جہاں میں اپنے چھوٹے چھوٹے کام کیا کروں گا۔ ایک خوبصورت دفتر کا بندوبست کرو۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی میں چاہتا ہوں کہ ہم ایک اخبار بھی نکالیں میرے اخبار کا نام ”میرا دلین“ ہونا چاہیے۔ اس اخبار کے ذریعے ہم اپنی تجاویز حکومت کو دے سکتے ہیں اور ان لوگوں کو

کر لیا گیا۔“

”ہاں کون۔“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”مجھے کاظم شاد صاحب سے بات کرنی ہے۔“

”ارے کون کاظم شاد بابا۔ یہ تو گلو بھائی کریانہ مرچنٹ کی دکان ہے۔ ابھی تمہارا

کو کس سے بات کرنا ہے ادھر کوئی کاظم شاد نہیں ہے۔“ دوسری طرف سے آواز آئی اور میں بے اختیار ہنس پڑا۔ پھر میں نے ٹیلیفون بند کر دیا۔ کاظم شاد کے ذہن میں جو بھی آتا تھا وہ مجھے دے گیا تھا۔ اس کا مقصد ہے کہ اب وہ دوبارہ مجھ سے ملنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ دن گزر گیا۔ روزی سے بہت سی باتیں کرتا رہا تھا اور روزی بھی بہت خوش آ رہی تھی۔ اس نے کہا۔

”سر آج آپ کا موڈ بہت اچھا ہے۔“

”ہاں روزی۔ تمہارا خیال درست ہے۔“ میں نے کہا شام کو کلب جانے کو دل چاہتا

اور میں تیار ہو کر کلب چل پڑا۔ کلب میں وہی جانے پہچانے چہرے موجود تھے۔ یہ لوگ اپنی زندگی کا ایک محور بنائے ہوئے تھے اور اس میں بڑی باقاعدگی تھی۔ چند ایسی خواتین بھی خاص طور پر وہاں نظر آتی تھیں جو پر عیش زندگی گزار رہی تھیں۔ مسز اختر خان ایسی ہی خواتین میں شامل تھیں اور چونکہ ان دنوں مسز اختر خان ہی میری گہری شناسا تھیں اس لئے وہی مجھ پر نازل ہو گئیں۔

کلب میں وقت گزرتا رہا۔ گھر واپس آیا اور رشید ناگی کا فون موصول ہوا۔ سلام

کے بعد رشید ناگی نے مجھے اطلاع دی۔

”سر کاظم شاد قرار ہو گیا۔“

”کیا مطلب۔“

”جی ہاں۔ وہ دن بھر مصروف رہا اور اس کے بعد رات کی فلائیٹ سے چلا گیا۔“

”کہاں..... کچھ معلوم ہو سکا.....؟“

”ناروے۔“ ناگی نے جواب دیا۔

”چلو ناگی قصہ ختم۔ کل دن میں آ جاؤ میرے پاس اسی وقت بیٹھ کر باتیں کریں گے۔“

”کسی لڑکی کو پسند کرو۔ بھی کوئی ایسی بات ذہن میں آئے تو خود بخود سب کچھ مت کر بیٹھنا۔ سمجھ رہے ہو نا میرے بغیر اگر تم نے یہ سب کچھ کیا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔“

”جی بہت بہتر۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ انیاس بھائی اور آصف نور کا انتظار نہیں کر سکتا تھا۔ بس آج دل میں جو ہنگامہ آرائیاں ہو رہی تھیں انہیں نکال لینا چاہتا تھا۔ چنانچہ بے دھڑک گاڑی ڈرائیو کرتا ہوا شاہد بھائی کے دفتر پہنچ گیا جانتا تھا کہ یہاں کیا ہو رہا ہوگا۔ کتنا ہی فاصلہ ہو جائے لیکن ساری چیزیں میرے ذہن میں رہتی تھی۔ شاہد بھائی دفتر میں بیٹھے ہوئے تھے پیرو بھی ایک شاندار میز کے پیچھے نظر آ رہا تھا۔ میں نے انہیں مخاطب کیا تو دونوں چونک کر مجھے دیکھنے لگے اور پھر گھبرا کر کھڑے ہو گئے۔“

”اڑے تم آگیا۔“ پیرو نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔
 ”ہاں پیرو بھائی میں کہاں جاسکتا تھا۔“
 ”اڑے چھوڑو خدا قسم تم بڑا غلط آدمی ہے۔ ابھی ایک دم ایسے آتا ہے جیسے چراغ کا جن آگیا ہو اور تم پھر فوراً اڑ پھو ہو جاتا ہے۔“
 ”کسے کیا ہو رہا ہے شاہد بھائی۔“
 ”بس وہی سب کچھ۔ مگر تم تو خیریت سے ہونا۔“

”بالکل خیریت سے ہوں شاہد بھائی۔ آپ لوگ مجھ سے بہت فاصلے پر ہیں لیکن میں یہ فاصلے اب کم کر دینا چاہتا ہوں۔“
 ”فاصلے ہم نے قائم کئے ہیں۔ شاہد بھائی نے کہا۔“
 ”نہیں حالات نے۔“
 ”تو پھر اب یہ فاصلے کیسے کم ہو سکتے ہیں۔“
 ”سمجھ لیجئے ہو گئے۔“

”اڑے تو پھر یار تم اپن کے ساتھ رہو نا۔ پیرو استاد نے کہا۔“
 ”نہیں پیرو بھائی میں آپ کے ساتھ نہیں رہوں گا۔ بلکہ آپ میرے ساتھ رہیں گے۔“

”اڑے اپن کو اس پر کب اعتراض ہو سکتا ہے بابا۔“ پیرو بھائی نے کہا۔

”میری کو بھی دیکھ لیجئے بھابی جان ایک دن اور آپ لوگوں کو مکمل اختیار است
 ہیں کہ جب چاہیں وہیں آئیں۔ بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ ہفتے کا ایک دن وہیں کو بھی
 ہنگامہ آرائیوں میں گزارا جائے۔“

”ارے تم اس قدر فارغ ہو گئے ہو۔“
 ”جی بھابی جان۔“ میں نے جواب دیا۔
 ”انیاس سنیں گے تو بہت خوش ہوں گے اور تم سے نجانے کیسے کیسے اٹنے لگے۔“
 سوالات بھی کریں گے۔“

”ضرور کریں انیاس بھائی کا حق ہے۔“ میں نے جواب دیا۔ بہت دیر تک وہاں
 ان لوگوں سے بہت سے منصوبے طے ہوئے۔ نازاں باجی محبت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھ
 رہی تھیں۔ انہوں نے ہنستے ہوئے کہا۔

”اب تو تمہارے ذہن پر کوئی اور بوجھ نہیں ہے۔“
 ”نہیں نازاں باجی میں نے اپنے ذہن کو تمام بوجھ سے آزاد کر لیا ہے۔“
 ”خدا کرے تمہارے ذہن پر آئندہ کوئی بوجھ نہ پڑے اور سنو ہمیں جو اختیار
 حاصل ہیں ان کے تحت کسی وقت ہم کوئی اور فیصلہ بھی کر سکتے ہیں۔“
 ”کیا نازاں باجی؟“

”تمہاری شادی کا فیصلہ۔“ نازاں باجی نے کہا اور میری طرف دیکھ کر مسکرائی۔
 لگیں۔ میں نے محبت سے ان کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔
 ”آپ بہت بڑی ہیں مجھ سے نازاں باجی۔ عمر میں نہیں بلکہ قد و قامت میں آج
 کردار میں جو بڑوں کا کردار ہوتا ہے آپ کے حکم سے کبھی گردن نہیں اٹھاؤں گی۔ لیکن
 کچھ درخواست ضرور کر سکتا ہوں۔“

”ہاں میں جانتی ہوں کہ تم کیا درخواست کرو گے۔“
 ”تو بس یوں سمجھ لیجئے کہ وہ میری مجبوری ہوگی ورنہ آپ سے کبھی گردن نہیں
 موڑوں گا۔“

”میں جانتی ہوں۔ شادی نہیں کرو گے نا ابھی تم۔“
 ”نہیں نازاں باجی ابھی کوئی ارادہ نہیں ہے۔“

”واقعی۔“ نیاز احمد صاحب نے پوچھا۔

”کیوں آپ کو شک ہے۔“

”بالکل نہیں بالکل نہیں۔“

”رفیق احمد صاحب کب تک واپس آجائے گے۔“

”میرا خیال ہے آنے ہی والے ہوں گے۔“

”تب پھر میں عافیہ خاتون سے ملاقات کراؤں۔ مجھے عافیہ خاتون سے ہونے والی وہ

نام گفتگو یاد آگئی اور میں نیاز احمد صاحب کو وہیں چھوڑ کر اوپر چل پڑا مجھے علم تھا کہ عافیہ

خاتون کون سے کمرے میں ملیں گی۔ میں دروازے پر ہلکی سی دستک دے کر اندر داخل

ہوا۔ عافیہ خاتون نے میرا استقبال کیا گھر کے تمام افراد جمع ہو گئے۔ عافیہ خاتون اوپر اپنی رہائش گاہ میں تھیں نیاز احمد صاحب نے بتایا کہ

کل وہ بیمار ہیں اور رفیق احمد صاحب سوچ رہے ہیں کہ انہیں ملک سے باہر لے

جائے۔

”تم سے زیادہ بے مروت کسی کو نہیں دیکھا۔“

”میں مسکراتا ہوا ان کے پاس پہنچ گیا۔ انہوں نے اپنے بستر پر ہی مجھے جگہ دے دی

”بڑا عجیب سا انداز ہوتا تھا ان کا ہر طرح کے تصنع سے پاک.....“

”کہاں غائب ہو گئے تھے۔ بیٹھو کبھی ہمارا خیال دل میں نہ آیا۔“

”کیوں نہیں عافیہ خاتون۔“

”کیا خیال آیا تھا ہمارے بارے میں.....“

”بس آپ کو یاد کیا کرتا تھا.....“

”جھوٹ بول رہے ہو۔ یاد کرنے والے اتنی دور تو نہیں رہتے۔“ انداز میں وہی

لڑکتی لڑکی ایک انوکھی سی کیفیت جسے کوئی الفاظ نہیں دے جاسکتے تھے۔

”سنا ہے آپ بیمار ہیں۔“

”نہیں لوگ یہی کہتے ہیں میں کچھ نہیں جانتی۔“

”آپ کی طبیعت کیسی ہے؟“

”کہانا اپنی بیماری کے بارے میں میں خود نہیں جانتی نجانے دل کو یہ روگ کیوں

لگا دیا اور پھر کچھ لوگوں کی بے اتفاقی نے یہ نوبت پہنچا دی۔ ورنہ ہم ایسے تو نہ تھے۔“

”تو پھر ٹھیک ہے میں بہت جلد آپ لوگوں کی دعوت اپنی رہائش گاہ پر کروں گا۔“

اس کے بعد ہمیں بہت سے فیصلے کرنے ہیں۔

”اڑے یار وہ دعوت کب کرتا ہے تم۔“ پیرو استاد نے کہا۔

”بہت جلد پیرو بھائی، پیرو بھائی بہت جلد۔ میں آپ کو اس کی اطلاع دوں گا۔“

نے کہا ان لوگوں کے ساتھ بھی بہت اچھا وقت گزرا۔ میں سب کو یکجا کر دینا چاہتا تھا

آخری پروگرام رفیق احمد جاگیر دار کے ہاں جانے کا تھا اور یہاں بھی میں کافی وقت گزار

کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ کچھ دیر کے بعد میری کار رفیق احمد جاگیر دار صاحب کی کوٹھی میں

داخل ہو گئی۔ رفیق احمد صاحب تو موجود نہیں تھے۔ لیکن نیاز احمد نظر آرہے تھے۔

دیکھ کر چونک پڑے اور اپنے مخصوص انداز میں انہوں نے میرا استقبال کیا گھر کے تمام

افراد جمع ہو گئے۔ عافیہ خاتون اوپر اپنی رہائش گاہ میں تھیں نیاز احمد صاحب نے بتایا کہ

کل وہ بیمار ہیں اور رفیق احمد صاحب سوچ رہے ہیں کہ انہیں ملک سے باہر لے

جائے۔

”خیریت کیا بات ہے۔؟“

”بس کوئی خاص بات نہیں ہے۔ کچھ اندرونی طور پر گڑ بڑ ہو گئی ہے۔ اللہ بہتر جانتا ہے۔“

”ہے۔ ویسے بھی آپ کے علم میں یہ بات ہے کہ وہ ذہنی طور پر نارمل نہیں ہیں۔“

”رفیق احمد صاحب کہاں گئے ہوئے ہیں؟“

”بس تھوڑی دیر کے لئے گئے ہوئے ہیں۔ میرا خیال ہے آتے ہی ہوں گے آپ

سنائیے کیسے مزاج ہیں؟ کیا کیا ہو رہا ہے؟“

”آپ سوچ رہے ہوں گے نیاز احمد صاحب کہ آپ کو ایک راستہ دکھانے کے بعد

میں اس راستے سے بہت دور چلا گیا یا شاید آپ نے یہ بھی سوچا ہو کہ ہو سکتا ہے جو

میں نے کہا ہے بعد میں اس پر شرمندہ ہوں۔“ نیاز احمد صاحب ہنسنے لگے پھر بولے

”نہیں بھئی آپ کی شخصیت ایسی نہیں ہے کہ آپ سے کوئی ہلکی بات منسوب

جائے۔“

”ہر کام کے لئے ایک وقت متعین ہوتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اب یہ سب کچھ

کر لیا جائے۔“

”کس کی بے اتفاقی نے؟“

”سوال کر رہے ہو مجھ سے۔ اپنے دل میں جھانک کر دیکھ لو۔“

”جی میرا مطلب ہے۔“

”ہکھا رہے ہو۔ جانتے ہو دل کا چور کسی نہ کسی شکل میں زبان تک آہی جاتا ہے۔“

”کب تک تڑپاؤ گے بس اتنا بتا دو کب تک تڑپاؤں گے۔ ظلم کی کوئی حد بھی ہوتی ہے۔“

”جی میں..... میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ بالکل تندرست ہو جائیں۔ آپ بہت

اچھی ہیں۔ آپ بہت اچھی ہیں عافیہ بیگم آپ بہت اچھی ہیں۔“

”زبانی کہہ رہے ہو۔ کبھی اس کا ثبوت بھی دو۔“

”ضرور جب بھی آپ ثبوت مانگیں گی میں حاضر ہوں۔“

”تو کم از کم صورت تو دیکھا دیا کرو۔ دل کو کچھ قرار ہی آجایا کرے۔ نبھانے کیا

سوچتے ہو گے ہمارے بارے میں۔ مگر کیا کریں اندر سے جو کچھ ہوتا ہے وہ زبان تک آہی

جاتا ہے۔ آہ کاش۔ کاش تمہیں دل چیر کر دکھا سکتے۔“ انہوں نے بڑے جذباتی انداز میں

میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ عجب ہونق سی کیفیت ہو گئی تھی میری بہت بڑی تھیں مجھ سے وہ عمر میں

بہت بڑی تھیں بے شک حسین تھیں بہت زیادہ پرکشش تھیں۔ لیکن ذہن کے کئی

گوشتے میں ایسا تصور نہیں لاسکتا تھا عجیب سے الفاظ تھے ان کے۔ مجھے یہ علم تو ہو چکا تھا کہ

ذہنی طور پر نارمل نہیں ہیں لیکن کیا وہ یہ باتیں ہر ایک سے کرتی ہیں یا صرف مجھ سے

کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھیں اور یہ نگاہیں

مصنوعی نہیں ہو سکتی تھیں۔ لیکن ان نگاہوں کا مفہوم کیا ہے ان الفاظ کا مطلب کیا ہے

ظاہر ہے ان سے تو کوئی خاص بات نہیں کہہ سکا لیکن میں نے یہی سوچا کہ نیاز احمد صاحب

سے اس سلسلے میں ذرا تفصیلی گفتگو کروں گا۔ حالانکہ میرا ان لوگوں سے کوئی واسطہ نہیں

تھا۔ ایک دوبار ہی یہاں آنا ہوا تھا لیکن عافیہ خاتون کا یہ کردار میری سمجھ میں بالکل نہیں

آیا تھا۔ میں کچھ دیر ان کے پاس رہا اور پھر اجازت لے کر باہر نکل آیا۔ چلتے ہوئے انہوں

نے کہا۔

”اس سے تو نہ آیا کرو تو بہتر ہے۔ جاتے ہو تو دل میں نبھانے کتنے عرصے کے لئے

آگ لگا جاتے ہو اب کب ملو گے۔“

”بہت جلد کسی بھی وقت حاضری دوں گا۔“ میں نے کہا نیاز احمد صاحب نے بتایا کہ

رفیق احمد آچکے ہیں اور بے چینی سے میرا انتظار کر رہے ہیں۔ رفیق احمد صاحب بہت

بہت بھرے انداز سے ملنے تھے اس وقت بھی انہوں نے اسی محبت کا اظہار کیا۔ کہنے

لگے۔

”اتنے مصروف ہو کہ نہ ملنے کی شکایت بھی نہیں کر سکتے لیکن یہ درخواست ضرور

کی جاسکتی ہے کہ جب بھی فرصت ملے ہمیں بھی یاد کر لیا کرو۔“

”مجھے خود احساس ہے رفیق احمد صاحب بس یوں سمجھئے کہ انتظامات میں مصروف تھا

اور شاید وہ وقت آگیا ہے جب آپ سے بہت زیادہ ملاقاتیں ہوا کریں۔“

”بڑی خوشی کی بات ہے۔ خیریت کیسے مزاج ہیں کیا کیا ہو رہا ہے۔“

”جو سودا ذہن میں سمایا ہے اس کی تکمیل میں مصروف تھا۔ جو کچھ میں نے آپ

سے عرض کیا تھا۔ اس کے سلسلے میں یوں سمجھ لیجئے کہ آپ کا نام مخصوص کر چکا ہوں اور

اب یہ خواہش ہے کہ بہت جلد یہ کام شروع ہو جائے۔“

”اوہ وہی جو تم نے کہا تھا۔“

”جی۔“

”بھئی اب کیا کہیں تم سے گوشہ نشین ہو گئے ہیں تو گوشہ نشینی رہنے دو۔ کہاں

میں کانٹوں میں گھسیٹو گے۔“

”آپ یہ سب کچھ کہہ کر سارا کیا دھرا چوہٹ نہ کریں جناب! حالانکہ دانش منصور

صاحب میں بہت بار اس بارے میں بات کر چکا ہوں اور کئی بار کہہ چکا ہوں کہ آپ خود

دانش صاحب سے ملنے تاکہ بات آگے بڑھ جائے۔ اس وقت تو تیار ہو جاتے ہیں لیکن پھر

بٹلے کیا ہو جاتا ہے۔“ نیاز احمد صاحب کی بات پر رفیق احمد صاحب مسکرا دیئے تھے۔ پھر

انہوں نے کہا۔

”بھئی بس ڈر لگتا ہے۔ پتا نہیں اب صورتحال ہمارے بس کی ہے یا نہیں۔“

”آپ اس کی بالکل فکر نہ کریں۔ ایک نیک کام کا آغاز ہو رہا ہے۔ کاروبار بے

سراپا جگہ ہے، لیکن اس کام کی اہمیت سے آپ انکار نہیں کر سکتے۔ میں نے اس کے

آپ کو مخصوص کیا ہے اور نیاز احمد صاحب سے باقی سارے معاملات ایک آدھ دن

کے اندر طے کر لیے جائیں گے۔ ویسے اس سلسلے کی ابتدائی کارروائیاں تو مکمل ہو چکی ہیں۔ جن کا آپ کو علم ہے۔ بس اعلیٰ پیمانے پر یہ کام شروع کر دینا ہے۔“

”اور نام ہمارا ہی آئے گا سامنے۔ رفیق احمد صاحب بولے۔“

”نام ہی نہیں کام بھی آپ ہی کا ہو گا جناب۔“ میں نے کہا اور رفیق احمد صاحب ہاتھ ملنے لگے۔ ایک عجیب سی بے چینی کا احساس ہو رہا تھا ان کے انداز سے..... میں ان لوگوں سے اپنے آئندہ منصوبے پر گفتگو کرتا رہا پھر نیاز احمد صاحب سے طے ہوا کہ دوسرے دن وہ مجھ سے میرے گھر پر ملاقات کر رہے ہیں۔ نیاز احمد صاحب بہت ذمہ دار آدمی تھے اور شروع ہی سے میں ان کی دلچسپیاں دیکھ رہا تھا۔ پتا نہیں کس قسم کے آدمی تھے۔ بظاہر اچھے ہی لگتے تھے۔ لیکن اب جو کچھ بھی ہے کام تو انہی کے ذریعے ہونا تھا۔ یہ بات میں طے کر چکا تھا۔ یہ آج کی بات نہیں تھی دوران گفتگو نیاز احمد صاحب سے عافیہ بیگم کا ذکر نکل آیا اور میں نے فوراً کہا.....

نیاز احمد صاحب عافیہ بیگم کے بارے میں مجھے کچھ اور بتائیے۔ ان سے ملاقات ہوئی ہے تو ایک عجیب سا احساس ہوتا ہے نیاز احمد صاحب نے گہری سانس لی اور کہنے لگے۔

”عافیہ بیگم ایک ایسا معمر ہیں جو سب کے سامنے ہیں لیکن سب کی زباں بند کر دیتی گئی ہے ان کے سلسلے میں آپ براہ کرم ان کی فکر چھوڑ دیں۔ وہ درحقیقت ایک چھوٹے سے حادثے کا شکار ہوئی ہیں اور اس کے بعد سے ان کی ذہنی کیفیت یہی ہے۔ مجھے منع کر دیا گیا کہ اس بارے میں کسی کو کوئی تفصیل نہ بتاؤں تو یقیناً آپ بھی مجھ سے سب کچھ نہیں پوچھیں گے۔“

”میرا کوئی خاص مقصد نہیں تھا۔ بس یونہی جب بھی ان سے ملتا ہوں دل میں طرح طرح کے خیالات آجاتے ہیں۔“ نیاز احمد صاحب ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گئے تھے۔ اس طرح عافیہ بیگم کا معمر حل نہیں ہو سکا۔ لیکن ظاہر ہے حد سے بڑھی ہوئی کوئی دلچسپی بھی نہیں تھی۔ میرے ذہن میں بس ان کا انداز پریشان کر دیتا تھا۔ میں اس دنیا کا بہت زیادہ تجربہ کار انسان نہیں تھا۔ لیکن عافیہ بیگم کے چہرے سے ان کے گفتگو کرنے کے انداز سے کبھی کبھی یہ احساس ہوتا تھا کہ وہ کوئی ایسی خاتون ہیں جو اپنی زندگی کے کسی ایسے مسئلے میں ناکام ہو چکی ہیں جو ان کی ذات سے گہرا تعلق رکھتا ہو لیکن مجھے دیکھ کر ان

کی جو کیفیت ہو جاتی تھی مجھے صرف اس کی تشویش تھی۔ آخر ایسا کیوں ہوتا ہے یا پھر ہو سکتا ہے کہ یہ ان کا خاص ہی انداز ہو۔ البتہ یہ بات میرے لئے اس قدر اہمیت کی حامل نہیں تھی کہ میں اس کی کھوج میں پڑ جاتا اب تو صحیح معنوں میں اپنی مصروفیات کا آغاز کیا تھا۔ ایک بار کوٹھی میں ان تمام افراد کو بھی جمع کرنا تھا جن سے میرا ماضی کا تعلق تھا۔ پیرو استاد اور شاہد بھائی وغیرہ کو تو دعوت دے چکا تھا بھائی جان، نازاں باجی الیاس بھائی وغیرہ سے بھی اس موضوع پر بات کرنی تھی لیکن یہ سب بعد کی باتیں تھیں۔ پہلے وہ کام کر لینے تھے جن کے لئے بڑی شدید محنت کی جا رہی تھی۔ رشید ناگی تو تھا ہی اللہ دین کے چراغ کا جن چنانچہ جو کچھ اس سے کہا اس نے منٹوں میں کر دکھایا۔ میرے لئے دفتر کا بندوبست بھی ہو گیا تھا اور وہاں فرنیچر وغیرہ کی تیاری بھی ہو رہی تھی۔ اخبار کا ڈکٹریشن فائل کر دیا گیا تھا اور اطلاع ملی تھی کہ بہت جلد یہ کام ہو جائے گا کیونکہ میرا نام درمیان لے لیا گیا تھا۔ حالانکہ میں نے رشید ناگی سے اس بارے میں منع کیا تھا مگر بعد میں رشید ناگی سے ہونے والی گفتگو سے یہی طے کیا گیا کہ چونکہ میں اپنا مقصد سامنے لانا چاہتا ہوں اس لئے ڈکٹریشن کے اور اخبار کے سلسلے میں میرا نام ہی سامنے ہونا چاہیے زندگی کو ایک نیا ڈھب ملا تھا۔ بہت سی پرانی باتیں نظر انداز کر دی تھیں میں نے اور اب اس انداز میں جینے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ رشید ناگی نے میرا دفتر اتنا خوبصورت بنایا تھا کہ بس دیکھنے کی چیز تھی۔ مجھے بہت پسند آیا تھا۔ یہاں اسٹاف کے لئے باقاعدہ انتظام کیا گیا تھا۔ لیکن ابھی صرف دو کے لئے کام کا انتخاب نہیں کیا گیا تھا۔ فی الحال تو یہ صرف میرے شناساؤں کے لئے رابطے کی جگہ تھی کیونکہ کوٹھی میں گھسے رہنا۔ ابھی اب مجھے پسند نہیں تھا۔ طبیعت میں ایک عجیب سی تبدیلی رونما ہوئی تھی اور میں بہت دلیری سے اب دنیا کا سامنا کرنے کے لئے تیار تھا۔ ادھر اخبار کے دفتر کا کام بھی برق رفتاری سے جاری تھا اور اس سلسلے میں اسٹاف کا بندوبست کیا جا رہا تھا آصف نور کو میں نے عارضی طور پر اپنے دفتر میں لے لیا تھا تاکہ وہ اسٹاف کی سلیکشن میں میری مدد کرے۔ حالانکہ آصف نور اس فیلڈ کا آدمی نہیں تھا، فی الحال ایسے ہی لوگوں سے کام چلانا تھا۔ پھر دوسرے اخبارات میں میرے اس اخبار کے بارے میں تفصیلات آنے لگیں اور ادھر اور بھی لوگوں نے مجھ سے معلومات حاصل کرنا

شروع ہو گئیں۔ میرے پاس لوگ پہنچنے لگے۔ ایک دن اخبار کے دفتر میں ایسے صاحب پہنچے جن کا تذکرہ بے حد ضروری ہے۔ وہ بغل میں بیساکھی ٹٹکتے ہوئے آئے تھے عمر پینیس اور چالیس کے درمیان ہوگی۔ شکل و صورت بہت اچھی تھی لیکن ایک آنکھ سے محروم تھے۔ دایاں ہاتھ کلائی کے پاس سے کٹا ہوا تھا۔ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے میرے پاس پہنچے بغل میں بریف کیس دبا ہوا تھا میں نے انہیں اپنے کیبن سے دیکھا اور طلب کر لیا۔
”میرے سامنے آکر بیٹھ گئے۔“

”مابہ دولت کو فولاد ناصری کہتے ہیں۔ اگر آپ کو اردو اخبارات سے دلچسپی رہی ہے تو آپ نے میرے چھوٹے موٹے آرٹیکل اخبارات میں پڑھے ہوں گے۔ بہت کم اخبارات ہیں جو یہ آرٹیکل چھاپ دیا کرتے ہیں۔“

”بہ قسمتی سے آپ سے ملاؤ اقف ہیں۔“

”کوئی بات نہیں میں خود اپنا تعارف کرانے آگیا ہوں۔ نوکری درکار ہے آپ کے
 اخبار میں.....؟“

”کیا کرنا پسند کریں گے آپ؟“

”صحافی ہوں۔ لکھتا رہا ہوں اور عمر کا ایک بڑا حصہ اسی چکر میں گزارا ہے۔“

”خوب تو میرا اخبار حاضر ہے آپ کے لیے آپ جیسا کام کرنا چاہیں پسند کریں۔“

”بس چھوٹے موٹے آرٹیکل لکھا کروں گا۔ لیکن آپ کو مجھے تحفظ مہیا کرنا

३८

”جی ہاں۔ آپ خود تو سنبھل جائیں گے چونکہ بڑے آدمی ہیں لیکن مجھے لوگ مار
تی بھی ختم کر دیں گے۔“

”باقی.....؟“ میں نے سوال کیا۔

”جی ہاں۔ پہلے یہ میرا پاؤں بھی موجود تھا یہ ہاتھ بھی تھا اور یہ آنکھ بھی۔ جسم پر بہت سے زخم ہیں جو پہلے نہیں تھے صحافت کی دنیا میں آکر یہ تحائف میں نے لوگوں سے وصول کیے ہیں۔“ میں چونک پڑا اور ان سے کہا۔

”میں سمجھا نہیں۔“

شروع کر دیں کلب پہنچا تو سب سے پہلے مسترا ختر خان کئی دوسرے افراد کے ساتھ مجھ سے ملیں اور انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کس نے دانش منصور صاحب اب تو آپ کا نام بڑے زبردست انداز میں اخبارات میں چھپ رہا ہے اور خصوصاً اخبارات پر انکشاف کر رہے ہیں کہ آپ خود بھی ایک اخبار کے مالک بننے والے ہیں، پروگرام کیا ہے۔“

”اخبار نکالوں گا۔“

”آپ کو اخبار نکلانے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔“ مسز اختر خان نے سوال کیا۔

”یوں سمجھ لیجئے یہ میرا شوق ہے۔“

”اس شوق کے ذریعے آپ کیا کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں؟“

”شوق کی تکمیل۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”جواب واقعی معقول ہے۔ لیکن کوئی نظریہ تو ہوتا ہے۔“

”اخبار سامنے آئے گا تو میرا نظریہ بھی آپ کے علم میں آجائے گا ہے۔“

”ہمارا دہاری دنیا کے ایک پراسرار شخص کی یہ کارروائی بہت سوں کے لئے باعث تشویش بھی ہے اور باعث حیرت بھی بہر حال دیکھیے بلی تھیلے سے باہر آئے گی تو سب کو چٹا چلے گا۔“

”یقیناً“ سزا ختر خان۔“

”کیا یہ اخبار صرف کاروباری نوعیت کا ہو گا۔ سرفراز حق صاحب نے سوال کیا؟“

”ہمیں حقّی صاحب صرف کاروباری نوعیت کا نہیں ہو گا۔ میں کوشش کروں گا کہ

اس سے عوامی مسائل بھی ابھر کر سامنے آئیں۔“

”بہت اچھا منصوبہ ہے۔ بہر طور ہمیں ذہن میں رکھیے گا۔“

”مطلب۔ میں سمجھا نہیں۔“ میں نے حقی صاحب سے کہا۔

”میرا مطلب ہے ہمارا بھی اس اخبار میں تھوڑا بہت حصہ ہونا چاہیے۔“

”سارا اخبار آج کا ہو گا حقی صاحب۔ تھوڑے بہت حصے کی بات کیوں کرتے ہیں

آپ، آپ کے حکم کے مطابق کام ہو گا۔" اس کے بعد اخباری مسئلے میں ہنگامہ آرائیاں

مجھے ان سب پر بھرپور اعتماد تھا۔ ان لوگوں کی یہ فطرت ہے کہ وہ کہیں بھی بھٹک جائیں واپسی دروازے کی سمت ہوتی ہے جہاں اس کے اپنے بستے ہیں۔ الیاس بھائی شاہد بھائی پیرو سمیت گھر کا ہر فرد بے حد خوش تھا۔ میری یوں اچانک آمد پر تبصرہ آرائی ہو رہی تھی الیاس بھائی تو صورت حال سے بہت پہلے واقف ہو گئے تھے لیکن باقی لوگوں کو میری حیثیت کا اس وقت اندازہ ہوا تھا۔ نازاں باجی نے کہا۔

”بھائی جان وہ جو کسی نے کہا ہے نا کہ پوت کے پاؤں پالنے میں ہی نظر آ جاتے ہیں آپ لوگ میری بات پر یقین کریں نہ کریں لیکن جسم تصور سے میں نے فیصل کو ایسی ہی بلدیوں پر پایا تھا۔ ہر شخص اپنے طور پر تبصرہ آرائی کرتا رہا۔ الیاس بھائی نے مشورہ دیا۔“

”اب کوئی بات ہم سے چھپی تو رہی نہیں ہے۔ فیصل تم نے جس کام کا بیڑا اٹھایا ہے اس میں تمہیں بڑی شاطرانہ چالوں سے کام لینا ہو گا۔ اور اگر ایک لمحے کے لیے بھی احتیاط کا دامن ہاتھ سے چھوٹا تو سمجھ لو نا کامیوں کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔ اپنے اس کھیل میں جذباتیت سے کام نہ لینا ہم سب تمہارے ساتھی ہیں ہماری دعائیں تمہارے ہاتھ ہیں لیکن مصلحت کا تقاضہ ہے کہ ہمارا تم سے دور رہنا ہی مناسب ہے کیونکہ اس طرح کہیں سے بھی تمہیں مجبور کیا جاسکتا ہے۔ میری بات سمجھ رہے ہونا۔“

”جی الیاس بھائی حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ میرا جی چاہتا ہے کہ ایک ایسی جگہ ہو گا کہ چاروں طرف سرسبز درخت اور پس منظر میں پہاڑوں کی چوٹیاں نظر آتی ہوں اور دور تک پھیلے ہوئے جنگلوں میں ننھے منے جانور بھاگتے دوڑتے پھر رہے ہوں۔ بیچ میں

”بس لکھ دیا تھا کچھ سچ۔ ایک صاحب کے خلاف لکھا تو انہوں نے ٹانگ تڑوا دی۔ دوسرے کے خلاف لکھا تو انہوں نے آنکھ نکلوا دی تیسرے کے خلاف لکھا تو انہوں نے ہاتھ کٹوا دیا جسم پر اور بھی بہت چوٹوں کے نشانات ہیں جو مختلف مضامین کا نتیجہ ہیں۔ اب آپ کے پاس حاضر ہوئے ہیں نوکری کرنا چاہتے ہیں کیونکہ کوئی بھی اخبار نوکری دینے کے لیے تیار نہیں۔“ میں نے تاسف بھری نگاہوں سے فولاد ناصری صاحب کو دیکھا اور کہا۔

”تو پھر آپ یوں سمجھے ناصری صاحب کہ یہ اخبار آپ ہی کے لیے ہے۔ لیکن میں یہ نہیں چاہتا کہ آپ بلاوجہ کسی کے خلاف لکھ دیں۔ کوئی ایسی حقیقت ہو جس سے ملکی تعمیر کا پہلو نکلتا ہو تو آپ ضرور لکھیں۔ لیکن بے مقصد کسی پر کیچڑ اچھالنا اچھی بات نہیں ہے۔“

”عزیزی اگر بے مقصد کیچڑ کسی پر اچھال دی جائے تو وہ زیادہ سے زیادہ دو چار تھپڑ یا گھونسنے لاقیں مار لیا کرتا ہے۔ یہ ہاتھ پاؤں کا مسئلہ تو درحقیقت اس وقت شروع ہوتا ہے جب کسی کی دھکتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا جائے۔ اور وہ کہا جائے جسے وہ کسی بھی قیمت پر منظر عام پر نہ لانا چاہتا ہو۔ سمجھ رہے ہیں نا آپ بلاوجہ ہم کسی پر کیچڑ نہیں اچھالتے۔“

”ٹھیک ہے تو آپ سمجھ لیجئے فولاد ناصری صاحب کہ ہمارے یہاں ملازم ہو گئے۔“

”ایک مہینے کی تنخواہ ایڈوانس مل جاتی تو اچھا تھا۔ چونکہ پچھلے کافی دنوں سے کوئی آرٹیکل نہیں چھپا۔“ میں نے جنتے ہوئے گردن ہلا دی اور ان سے کہا کہ انہیں ان کی ضرورت کے مطابق پیسے مل جائیں گے۔ بڑا عجیب تاثر چھوڑ کر گئے تھے فولاد ناصری صاحب میرے پاس۔

”ہر طور میں ذہنی طور پر ایسے لوگوں کو بے حد پسند کرتا تھا جو سچ بولنے کی ہمت رکھتے ہیں چاہے انہیں کتنا ہی نقصان کیوں نہ اٹھانا پڑے۔ اس طرح اخبار کا اسٹاف مکمل ہوتا جا رہا تھا اور میری زندگی میں بے شمار دلچسپیاں بکھر گئی تھیں میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ مجھے ان تمام کاموں کو بہت پہلے شروع کر لینا چاہیے تھا۔ بلاوجہ ان اتنے عرصے سے بھٹکتا رہا۔ گویا اب یہ سب کچھ مکمل ہوتا جا رہا تھا۔

==☆☆☆☆==

ہمارا گھر ہو۔ ہم سب کا مشترکہ گھر۔" میری اس بات پر سب ہی مسکرا دیئے تھے۔
 "فیصل میرے بیٹے۔" الیاس بھائی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اگر خداوند عالم کو
 دنیا اسی قدر پر سکون رکھنا ہوتی تو وہ یقیناً ایسے عوامل پیدا کر دیتا کہ انسان کو بہت زیادہ
 جدوجہد کی ضرورت نہیں پیش آتی تو یہ زندگی اور اس کے محرکات سب کچھ جامد ہو کر
 جاتے مگر بے فکر رہو ایک وقت ایسا بھی آئے گا اور ضرور آئے گا۔

اس کے بعد مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی۔ بات بات پر قہقہے بکھرتے رہے۔
 جب سب لوگ رخصت ہو گئے تو میں اپنے آپ کو یوں ہلکا پھلکا محسوس کر رہا تھا جیسے زیر
 پر کوئی بوجھ ہی نہ ہو۔ میں اپنے اندر ایک نیا حوصلہ اور اعتماد محسوس کر رہا تھا۔
 دوسری صبح خوشگوار اور معمول کے مطابق تھی۔ اس اعتماد نے مجھے بھرپور ہمارا دل

تھا جو میں نے اپنے اندر محسوس کیا تھا۔ چنانچہ میری جدوجہد جاری ہو گئی۔ ادھر رشید کی
 طوفانی رفتار سے کام کر رہا تھا ہر عام شعبہ متحرک تھا جن کی داغ بیل ہم نے کافی محنت سے
 ڈالی تھی۔ شاہ نواز ہمارا دست راست تھا اور بڑی احتیاط و ہوشیاری کے ساتھ ہمارے
 منصوبوں کو بروئے کار لانے میں معاونت کر رہا تھا۔ ویسے بھی وہ خوش تھا اور اس سے
 تین میسٹریں ہو چکی تھیں اس نے کہا تھا کہ جو کچھ میں کر رہا ہوں وہ ملکی سلامتی کے لیے
 بڑی اہمیت کا حاصل ہے بے شک ابھی اس پر نکتہ چینی کی جائے گی لیکن یہ تو ایک طور

ترین منصوبہ ہے۔ جس کی تکمیل جیسے ہوتی جائے گی لوگوں کو اس کی افادیت کا احساس
 ہوتا چلا جائے گا۔ ایک طرف وہ ساری کارروائیاں آہستہ آہستہ پایہ تکمیل کو پہنچی جا رہی
 تھیں جن کے خواب میں نے دیکھے تھے اور دوسری طرف میرا اپنا عمل تیز سے تیز تر ہو رہا ہے۔

جاری تھا۔ اخبار کا دفتر قائم ہوا اور اس کے بعد اس کا افتتاح ہوا لیکن یہ افتتاح میں نے
 بڑے بڑے لوگوں کو مدعو کر کے نہیں کرایا تھا بلکہ ان چند افراد ہی کو مدعو کیا تھا جن کا
 تعلق اخبار ہی سے تھا۔ ابھی تک میں نے عہدوں کا تعین نہیں کیا تھا۔ ڈائریکشن وغیرہ کے
 سلسلے میں کارروائیاں ہوئی تھیں رشید ناگی نے ہدایت کے مطابق انہیں خفیہ رکھا تھا۔ نواز
 ناصری بھی موجود تھے۔ انہیں تنخواہ وغیرہ دے دی گئی تھی اور اس کے علاوہ اور بھی
 سے افراد منتخب کر لیے گئے تھے جن میں کئی نام قابل ذکر ہیں اور رفتہ رفتہ انہیں سامنے
 جاتا رہے گا۔ خصوصی طور پر ایک خوبصورت پر عزم اور پر جوش لڑکی سائرہ حسن قابل

ہے۔ جو اپنے افکار و خیالات سے مجھے بہت بہتر نظر آئی تھی۔ فولاد ناصری سے بھی کئی بار
 گفتگو ہو چکی تھی چنانچہ جب میں نے اس کا نام چیف ایڈیٹر کی حیثیت سے لیا تو وہ حیرت
 سے اچھل گیا وہاں موجود ہر شخص نے میرے اس فیصلے کو سراہا تھا چنانچہ باقی لوگوں کی ذمہ
 داری میں نے فولاد ناصری پر چھوڑ کر تقریب کے خاتمہ کا اعلان کر دیا لیکن اس سے پہلے
 میں نے اخبار کی پالیسی ہر شخص پر واضح کر دی تھی۔

اس کے بعد یہ تقریب ختم ہو گئی۔ البتہ فولاد ناصری اپنی بیساکھیاں ٹیکتا ہوا اس
 وقت جب میں واپس جا رہا تھا میری گاڑی میں آگیا میں نے مسکراتی نگاہ سے اسے دیکھا تو
 وہ بولا۔

"میں کچھ وقت الگ سے لوں گا جناب عالی۔"
 "ضرور ناصری صاحب۔ آئیے آپ میرے ساتھ چائے پیجئے۔" میں اسے کوٹھی
 لے آیا۔ فولاد ناصری اپنی الجھنوں کا شکار تھا۔
 "در اصل میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ آپ مجھے اتنا بڑا عمدہ دے دیں گے۔
 کیا میں آپ کے اس فیصلے کی وجہ پوچھ سکتا ہوں۔"
 "وجہ صرف یہ ہے ناصری صاحب کہ آپ سچ لکھنا چاہتے ہیں اور میں سچ چھاپنا
 چاہتا ہوں۔"

"آپ تو بڑے آدمی ہیں دانش صاحب۔! لیکن میرا مسئلہ ذرا مختلف ہے اگر مجھے
 واقعی سچ لکھنے کی آزادی مل گئی تو اتنا سچ لکھوں گا کہ بہت سے چہرے کالے ہو جائیں
 گے۔"

"آپ تجربہ کار آدمی ہیں۔ وہ سب کچھ لکھے جو ملک کی بھلائی کے لیے ہو مگر ہمیں
 کسی پر یکجہز نہیں اچھالنی۔ ہمارا کسی سے ذاتی اختلاف نہیں ہے۔ لیکن جو ہمارے ملک کا
 دشمن ہے ہم اس کے بدترین دشمن ہیں۔ ہم اس کی اس ملک دشمنی کے بارے میں
 لکھیں گے ہم ان لوگوں کے بارے میں لکھیں گے جو ناقص دوائیں بازار میں لا کر انسانیت
 کو درد و کرب میں مبتلا کر رہے ہیں ہم ان لوگوں کے خلاف لکھیں گے جو ہمارے ملک کا
 ذخیرہ اسمگل کر کے ملک میں اس کی قلت پیدا کر رہے ہیں اور اپنی تجوریاں بھر رہے
 ہیں۔ اور عوام کی زبانیں دہشت سے دانتوں تلے دبئی ہوئی ہیں کیا کریں کیا کیا جائے۔ ہر

ہاں ہے۔

”آپ مطمئن رہیں اور کام کی تیاریاں کریں اور اس کے بعد جو بھی مناسب دن ہو

اس دن اخبار منظر عام پر لے آئیں۔“

فلاد ناصری نے کام شروع کر دیا اور ”میرا دیس“ کا پہلا شمارہ منظر عام پر آ گیا۔ بہت سے شائقین کالم لکھے گئے تھے فلاد ناصری کا ادارہ لنگڑے لوگ کے قلم سے تھا اور اس میں میرے افکار و خیالات کی بھرپور ترجمانی کی گئی تھی۔ سارہ حسن نے میرا ماہیا کے نام سے کالم لکھا تھا اور یہ کالم آنکھیں بھگو دینے والا تھا۔ بڑے اچھے لوگ مل گئے تھے مجھے۔ اخبار کا افتتاح بڑی سادگی سے کر دیا گیا تھا جس پر لوگوں کو حیرت ہوئی تھی بہر طور میرے کام کی تکمیل ہو گئی تھی اخبار کے سلسلے میں مجھے دن رات ٹیلیفون موصول ہوتے رہتے تھے۔ جن میں مبارکباد کے پیغامات تھے۔ مگر چند ہی روز کے بعد کچھ اور ٹیلیفون بھی آئے موصول ہونا شروع ہو گئے۔ پہلے فلاد ناصری ہی نے اس بارے میں مجھے اطلاع دی تھی۔

”آغاز ہو گیا دانش صاحب۔“

”کیا مسٹر ناصری؟“

”تین ٹیلیفون موصول ہوئے ہیں ہمارے خصوصی کالموں پر تنقید کی گئی ہے۔ مثلاً ایک کالم جس کا عنوان کچا چٹھا ہے اس میں ہم نے ان سرمایہ داروں کو تنبیہ کی تھی کہ بانی کر رہے ہیں اور ہم نے کہا تھا کہ ہم بساط بھر کو ششیں کریں گے۔ ان کے ذہن منظر عام پر لائے جائیں۔ اس سے پہلے کہ ہم اس کے لیے مجبور ہو جائیں وہ ہمیں جانتے ہوئے کہ زبان درست کر لی جائے ورنہ ایسے کاموں کا انجام نہیں ہوتا۔ حالانکہ ذاتی طور پر میں نے ان لوگوں سے معذرت کر لی ہے اور ساری سبیل ان کو بتا دی ہے لیکن انہوں نے میری ان باتوں کو مذاق سمجھ کر نظر انداز کر دیا اور ان کی ہدایت کی ہے کہ یہ کالم فوراً بند کر دیا جائے اور ذرا ہوشیار رہا جائے۔ میں نے ان کو تسلیاں دیں اور ان سے کہا کہ ان کے لیے معقول بندوبست کر دیا جائے گا اور یہ وزارت رشید ناگی کے سپرد کر بھی دیا گیا۔ رشید ناگی تو اس وقت ایک آرگنائزیشن بن چکا تھا اور اتنا مصروف ہو گیا تھا کہ بعض اوقات مجھے شرمندگی ہوتی تھی۔ وہ ایک طرح سے

چیز کے بارے میں یہ بتا چل جاتا ہے کہ آئندہ ماہ اس کی قیمت بڑھائی جا رہی ہے۔ کوئی نہیں سوچتا کہ جن لوگوں پر اس کا بوجھ پڑے گا ان کی زندگی کتنی دشوار ہو جائے گی۔ ان تمام چیزوں کا کوئی حساب تو ہونا چاہیے کوئی تو یہ بتائے کہ بھائی ذخیرہ اندوزوں سے کھانے کا تیل کروڑوں ٹن جمع کر لیا ہے۔ اس کی قیمتیں بڑھائی جا رہی ہیں۔ آپ لوگ تیار رہیں ہم تیار نہیں ہوتے اور یہ بوجھ ہم پر لا دئیے جاتے ہیں۔ ہم آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے ہیں کہ کس سے اس کی شکایت کریں۔ اخباری خبروں میں تلاش کرتے ہیں کہ اس کی کوئی وجہ ہمیں معلوم ہو سکے گی۔ لیکن کوئی وجہ کسی کو نہیں بتائی جاتی۔ اور اس کے بعد ہم بجٹ کے خوف میں جھٹلا ہو جاتے ہیں یہ ہر ماہ قیمتوں میں ہونے والا اضافہ ہے۔ جس میں ان قیمتوں کو از سر نو متعین کیا جائے گا۔ ہم ان تمام چیزوں کے بارے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے ہیں کہ کس سے اس کی شکایت کریں گے۔ ہم یہ کہیں گے حکومت سے کہ عوام کو اعتماد میں لے لیا جائے ان سے صرف ووٹ نہ لیا جائے حکومتیں منتخب نہ کرائی جائیں۔ بلکہ ان کی اپنی بقا کے لیے بھی کچھ سوچا جائے۔ ناصری صاحب یہ تمام چیزیں ہمیں اپنے اخبار میں لکھنا ہوں گی۔“

”خوب بہت خوب یہی میں معلوم کرنا چاہتا تھا کہ یہ سب کچھ لکھا جاتا ہے نا۔“

”ہاں۔ اخبار کا اجرا اسی لیے ہوا ہے۔“

”تو پھر چند اشیاء کی ضرورت پیش آئے گی۔ جو آپ ہمارے ادارے کے

خاص خاص لوگوں کے لیے مہیا فرمادیں۔“

”جی جی بالکل آپ بتائیں۔“

”چند بکتر بند گاڑیاں کچھ ایسے خانے جہاں اس اخبار کے لوگ اپنے بچوں کے

ساتھ رہ سکیں۔ کیونکہ اس کے بعد جو کچھ ہو گا اس کے لیے ہمیں کسی خوش فہمی میں

نہیں رہنا چاہیے۔“ مجھے ہنسی آگئی۔ میں نے کہا۔

”یقیناً آپ کو تحفظ کی ضرورت بھی ہوگی۔ فلاد صاحب آپ اطمینان رکھیے

کا بندوبست بھی ہو جائے گا۔“

”بھئی ہمارا تو کوئی مسئلہ نہیں ہے تھوڑے سے لوگ باقی رہ گئے ہیں لیکن ہم

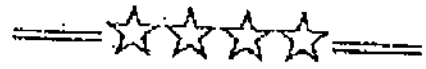
نہیں چاہتے کہ اور بھی کچھ لوگ تھوڑے سے کم ہو جائیں۔ کم از کم انہیں تو مکمل

اگلے چند دن وہ ”میرا دیس“ کے مہمان رہے اس دوران انہوں نے ”میرا دیس“ میں چند مضامین وغیرہ بھی لکھے۔ پھر جس روز انہیں روانہ ہونا تھا۔ میں بھی انہیں الوداع کہنے کیلئے ایئرپورٹ پہنچ گیا۔ میرے اس اقدام کو میرے اسٹاف نے حیرت ہی سے دیکھا تھا۔ البتہ میں نے گراہم کی آنکھوں میں ایک انوکھی چمک اور انداز میں بے چینی محسوس کی تھی جیسے وہ مجھ سے کوئی بات کہنا چاہتا ہو۔ پھر موقع ملے ہی اس نے ایک لفافہ میری جیب میں ڈال دیا۔ اس نے یہ حرکت اتنی تیزی سے اور اچانک کی تھی کہ اسے کوئی بھی محسوس نہ کر سکا۔ میں نے چونک کر سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

”مسٹر ڈینش یہ لفافہ آپ کے لئے کسی کی امانت ہے۔ میرا مطلب ہے کہ کسی نے آپ کے لیے دیا ہے اور اسے ہمیں آپ تک پہنچانا تھا۔“

”کس نے؟“ میں نے حیرانی سے لفافے کو ٹٹولتے ہوئے کہا جس میں ایک موٹے کاغذ کا احساس ہوتا تھا۔

”یہ تو آپ کو لفافے کے اندر رکھا ہوا پرچہ کھول کر ہی پتا چلے گا۔ ویسے اس لفافے میں جو مضمون ہے اس سے متعلق ایک دوسرا پینل یہاں پہنچنے والا ہے۔ جو آپ سے فوری طور پر رابطہ قائم کر کے آپ کے فیصلے کے بارے میں معلوم کرے گا۔ یہ پینل نظر عام پر نہیں ہوگا بلکہ ٹیلیفون پر ہی آپ سے رابطہ قائم کیا جائے گا۔ میرا خیال ہے تمام تفصیلات آپ کو اس لفافے میں رکھے ہوئے کاغذ سے مل جائیں گی۔“



میری ڈھال بنا ہوا تھا اور کارکردگی کا انداز ایسا تھا کہ جس طرف میرا اشارہ ہو جائے وہاں صفائی ہی صفائی ہو جائے اور کوئی ایسی رکاوٹ میرے راستے میں نہ رہے۔ درحقیقت اگر رشید ناگی جیسے شخص کا اتنا بڑا سہارا مجھے حاصل نہ ہوتا تو شاید میرے لیے اس برق رفتاری سے کام کرنا ممکن نہ ہوتا۔ چنانچہ رشید ناگی نے اطمینان دلایا کہ ناصری کی دن رات نگرانی کی جائیگی اور انہیں کوئی دقت نہیں ہوگی۔ ایسے ہی ٹیلیفون پھر براہ راست مجھے موصول ہونے لگے جن میں مجھ سے کہا گیا تھا کہ یہ بلیک میلنگ بند کر دی جائے کیونکہ یہ میرے حق میں بہتر نہیں رہے گی۔ میں نے ان لوگوں سے اپنی براہمنائی چاہی تھی اور گالیاں دینے ہوئے ٹیلیفون بند کر دیا گیا تھا۔ میں جانتا تھا کہ اس سلسلے میں مجھے کیسی مشکلات سامنا کرنا پڑے گا اور اب ان مشکلات کا آغاز ہو گیا تھا۔ ایک طرف تو میں صنعتیں لگا رہا تھا اور اپنے ان مقاصد کی تکمیل کر رہا تھا جو میرے ذہن میں تھے لیکن بہر حال میرے وسائل اتنے بھی نہیں تھے کہ سارے کام میں انتظار کیے بغیر کر ڈالتا۔ جوں جوں میرے کاروبار میں ترقی ہوتی اسی طرح میں اپنے کام کا دائرہ کار بڑھا سکتا تھا۔ بے شک رشید ناگی نے اپنے دوسرے ذرائع بھی استعمال کیے تھے اور اچھے خاصے فنڈ اکٹھے کر رہا تھا لیکن یہ اتنے محدود تھے کہ ہم ایک دو شعبوں کو آگے بڑھانے کے سوا اور کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ ایک دلچسپ کارروائی کا آغاز ہوا اور اس کا تذکرہ احتمالی اہمیت رکھتا ہے۔ اخبار کا وساطت سے میری ملاقات مس آئرش گریش اور مسٹر گراہم سے ہوئی۔ یہ دونوں سوئٹزرلینڈ کے ایک بڑے اخبار سے متعلق تھے جو کاروباری نوعیت کا اخبار تھا۔ فولاد ناصری نے ٹیلیفون پر مجھے ان دونوں کے بارے میں بتایا تھا اور اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ ان سے ملنا چاہتے ہیں۔ میں نے انہیں اپنے ہاں مدعو کر دیا فولاد ناصری ساڑھے چار بجے دوسرے چند افراد کو بھی بلالیا تھا۔ گریش اور گراہم نوجوان تھے اور خصوصاً گریش ہی دلکش شخصیت کی مالک تھی گراہم البتہ ایک خشک اور کھردرے چہرے والا لڑکا نوجوان تھا لیکن گفتگو کے لحاظ سے نہایت ذہین اور سمجھدار نظر آتا تھا۔ دونوں نے میرے اقدامات پر سیر حاصل گفتگو کی اور انہیں خاصا سراہا بھی تھا خصوصاً گریش خاصی متجسس تھی۔ اپنے طور پر وہ مجھے کوئی ساٹھ ستر سالہ بوڑھا سمجھے ہوئی تھی مگر دیکھ کر حیران رہ گئی تھی اس بات کا وہ اظہار کیے بنا بھی نہ رہ سکی۔“

رشید ناگی کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ میں نے اس سے کہا۔

”اس وقت تمہاری آمد کا کوئی خاص مقصد ہے.....؟“

”تمہیں چیف کوئی خاص نہیں بس کافی دن ہوئے ملاقات نہیں ہوئی تھی سوچا آپ

کے پاس آجاؤں۔“

”ہاں ادھر سے بھی کوئی پیش رفت نہیں ہوئی۔“

”یعنی روز آرگنائزیشن کی طرف سے.....؟“

”ہاں اسی کی بات کر رہا تھا۔“

”ویسے چیف میرا خیال ہے وہ لوگ پہنچیں گے ضرور۔“

”یقیناً“ میرا بھی یہی اندازہ ہے جو کچھ انہوں نے کہا بے مقصد تو نہیں کہا ہوگا۔“

”اس دوران کچھ سوچنے کا موقع ملا؟“

”ہاں میں نے اس دوران جو کچھ سوچا ہے اس سے بہت سے ایسے نتائج نکالے ہیں

تمہارے لیے غیر متوقع ہوں گے۔“

”بتانا پسند فرمائیں گے چیف۔“ رشید ناگی نے کہا اور میں کسی سوچ میں ڈوب گیا۔

میں نے اس سے کہا۔

”میں نے بہت غور کیا ہے۔ رشید ناگی بگڑے ہوئے معاشرے کو لمحوں میں نہیں

دھارا جاسکتا۔ یہاں ملک کی بنیادوں پر سوچ کا فقدان ہے۔ اور سب سے پہلے اپنا مفاد

ہم اس ذہنیت کو لمحوں میں نہیں تبدیل کر سکتے۔ بلکہ اس کے لیے تو

لڑنا درکار ہوں گی۔ اور ظاہر ہے میری یا تمہاری عمر اتنا ساتھ نہیں دے سکتی۔ پھر وہی

آجاتی ہے کہ جس حد تک بھی کچھ کیا جاسکے اس سے کیوں گریز کیا جائے۔ میں نے

غور کرنے کے بعد دل میں ایک فیصلہ کیا ہے اور تمہیں بھی اس سلسلے میں کچھ بتانا

پڑا ہوں۔“

”میں منتظر ہوں چیف۔“ رشید ناگی نے کہا۔“

”میرے خیال میں مجھے آرگنائزیشن کی پیشکش قبول کر لینی چاہیے۔“ رشید ناگی کے

سارے ایک رنگ آکر گزر گیا تاہم اس نے کچھ کہا نہیں تھا۔

”جی چیف۔ ذرا تفصیلات معلوم کرنا چاہتا ہوں۔“

گھر پہنچ کر میں نے لفافہ کھولا اور میں حیران رہ گیا یہ میرے لئے روز آرگنائزیشن کی

طرف سے تھا جس میں انہوں نے میرے بارے میں اپنی معلومات کا اظہار کیا تھا اور مجھے

اپنے ہیڈ کوارٹر آنے کی دعوت دی تھی۔ مزید لکھا تھا کہ آرگنائزیشن کی طرف سے ایک

نمائندہ پینل میرے پاس آرہا ہے اور یہ کہ روز آرگنائزیشن کے سربراہان تم پر عمل

کرتے ہیں اور ان کی خواہش ہے کہ تم یہاں ان کی نمائندگی کرو اس آرگنائزیشن میں

شمولیت کے بعد کسی نقصان کا خطرہ نہیں رہتا بلکہ بہت سے ایسے مفادات حاصل ہو جائیں

ہیں جو تصور میں بھی نہ ہوں۔ انہیں امید ہے کہ تم اس پر غور کرو گے۔ طریقہ کار وہی

ہوگا جو ڈان سینٹر کا ہے۔ یعنی تمہیں درپردہ سرمایہ داروں سے رابطے قائم کر کے انہیں

روز آرگنائزیشن کا ممبر بنانا ہوگا۔ لیکن ایسے سرمایہ دار جن کی مالی حیثیت اور استحکام

تفصیل تمہیں بخوبی معلوم ہوگئی ہو اور یہ کام اتنا مشکل نہیں ہوگا۔ اس کے لئے

اعلیٰ ترین ورکرز بھی دیئے جائیں گے۔

”میں شدید رہ گیا تھا۔ ذہن کی دنیا الٹ پلٹ ہوگئی تھی۔ یہ اتنا بڑا چکر ہے مجھے

اس کا شبہ بھی نہیں تھا۔ درحقیقت اس کارروائی نے مجھے حیران کر دیا تھا لیکن اس کے

ساتھ ساتھ ہی سوچنے کے لیے اور بھی بہت کچھ تھا۔

کچھ دیر بعد میں نے ناگی کو بلوایا اور کافی دیر تک اس سے مشورہ کرتا رہا۔ پھر ناگی

واپس چلا گیا۔

کئی روز گزر گئے کوئی خاص واقعہ نہ ہوا، پھر ایک روز رشید ناگی میرے پاس آیا۔

”میں سمجھتا ہوں روز آرگنائزیشن کے مقاصد بھی وہی ہیں جو ڈان سینٹر کے تھے۔ لکھا تھا کہ اگر روز آرگنائزیشن کی حمایت اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے حاصل ڈان سینٹر عارضی طور پر اپنا اقتدار کھو چکا ہے۔ اور روز آرگنائزیشن اس پر فوراً قبضہ کر لے گی۔ اور اس نے اس کے لیے میرا انتخاب کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں اگر ہم روز آرگنائزیشن کی مدد حاصل کر لیں تو ہمیں اپنے مقاصد میں کافی کامیابیاں حاصل ہو سکتی ہیں۔ ایک طرف سے تو ایسے بین الاقوامی ادارے کی مدد حاصل ہو جائے گی جو اس کے معاملات میں دلچسپی ہی نہیں رکھتا بلکہ اس کے لیے مکمل طور پر اپنے وسائل سے لے کر عمل کرتا ہے۔ دوسری طرف جب ہم یہاں ممبر سازی کریں گے تو ہمیں بہت سے سرمایہ داروں کا مکمل تعاون حاصل ہو جائے گا۔ ان لوگوں کو قریب سے دیکھنے کے بعد اپنے طور پر جو کچھ بھی کریں گے وہ زیادہ موثر ہو سکتا ہے۔ یعنی اس طرح ان پر وہ فیصلے بھی مسلط کیے جاسکتے ہیں جو بظاہر آرگنائزیشن کے مفاد میں کیے جائیں گے لیکن ان کے ہمارا اپنا مقصد بھی پوشیدہ ہو گا۔ یوں ہم اپنے وطن کے رہنے والوں کے لیے جبراً حاصل کر سکیں گے۔ جب کہ یہ لوگ ذہنی طور پر اس کے لیے تیار بھی نہ ہوں۔

”جی چیف آپ کتے ہیں۔“
”ہں اس سے زیادہ مجھے اور کچھ نہیں کہنا تھا۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں رشید ناگی نے مجھے اس پینل کا انتظار کرنا چاہیے اور اپنے خیالات کے برعکس اسے بہترین استعمال کرنا چاہیے۔“
”رشید ناگی نے ایک چھوٹی سی فائل نکالی اور اسے درمیان سے کھول کر میرے سامنے رکھ دیا۔“

”کیا ہے یہ؟“ میں نے پوچھا۔
”چیف اس دوران میں بھی اس بارے میں بہت کچھ سوچتا رہا ہوں اور میں اپنی سوچوں کو کاغذ پر منتقل کر لیا ہے ذرا اسے ملاحظہ فرما لیجئے۔“
”میں نے فائل اپنے سامنے رکھی اور اسے کھول کر دیکھنے لگا۔ رشید ناگی بھی اس دوران بہت کچھ کرتا رہا تھا۔ اس کی تفصیلات کاغذات میں موجود تھیں۔ اس نے بہت سے منصوبے بنائے تھے اور پھر خود ہی ان کی تردید بھی کی تھی۔ اور اس کے لیے بالآخر بھی مہیا کیے تھے لیکن اس کا آخری فیصلہ دیکھ کر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ آخری فیصلہ میرے فیصلے سے بالکل مختلف نہیں تھا۔ یعنی اس نے بڑے پر زور دلائل

”جی چیف آپ کتے ہیں۔“
”ہں اس سے زیادہ مجھے اور کچھ نہیں کہنا تھا۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں رشید ناگی نے مجھے اس پینل کا انتظار کرنا چاہیے اور اپنے خیالات کے برعکس اسے بہترین استعمال کرنا چاہیے۔“
”رشید ناگی نے ایک چھوٹی سی فائل نکالی اور اسے درمیان سے کھول کر میرے سامنے رکھ دیا۔“

”آپ کے ساتھ کتنے افراد ہیں.....؟“ مسٹر گرین۔
”ہم چار افراد ہیں جناب۔ ایک خاتون اور تین مرد۔“
”آپ لوگ فوری طور پر مجھ سے ملاقات کریں۔“
”سر ہماری حیثیت۔“
”آپ کس حیثیت سے یہاں آئے ہیں.....؟“

”ہم ایک ڈیم کے سلسلے میں گفتگو کرنے آئے ہیں اور سویڈن کی اس فرم کو ایک ڈیم کے سلسلے میں دعوت دی گئی ہے اور ہم اسی کے سروے کے لیے یہاں پہنچے ہیں۔“
”بہت خوب۔ میں کوشش کروں گا کہ ہماری ملاقات جلد ہو۔“ پھر میں نے تھوڑی سی گفتگو کے بعد فون بند کر دیا۔ اور انہیں مدعو کرنے کی تیاریاں کرنے لگا۔ انہوں نے

لگایا اور غالباً دیکھنے کی کوشش کرتی رہی کہ یہاں ان لوگوں کی گفتگو ریکارڈ کرنے کا کوئی بندوبست تو نہیں ہے۔ اس آلے میں سبزی بلب جلتا رہا۔ اس کے بعد میکس باہر نکل گئی اور اس نے غالباً ڈرائنگ روم کے اطراف میں بھی یہی کارروائی کی۔ پھر مطمئن ہو کر اندر آ بیٹھی۔

”اس تمام کارروائی کے لیے معذرت۔ آپ کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ میں نے یہ سب کچھ کیوں کیا ہے۔“

”مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں بلکہ مجھے خوشی ہے کہ اب لوگ ذہانت سے کام لیتے ہیں۔“

”جی سر در حقیقت ہماری آرگنائزیشن بہت سے ملکوں کے لیے ناپسندیدہ ہے۔ اور اس کے علاوہ اپنے ذاتی دشمن بھی رکھتی ہے۔ ہم یہ سوچنے میں حق بجانب تھے کہ ہو سکتا ہے آپ سے بھی ہمارے کسی دشمن نے رابطہ قائم کیا ہو۔“

”ٹھیک ہے ٹھیک ہے اب آپ مطمئن ہیں؟“

”جی سر۔ بالکل مطمئن۔“

”تو پھر مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ سے آپ کا نظریہ معلوم کروں۔“ اس بار گرین ویل نے کہا تھا۔

”ہاں مسٹر گرین آپ مجھ سے میرا نظریہ معلوم کر سکتے ہیں لیکن پہلے یہ ثابت کر دیجئے کہ آپ کا تعلق در حقیقت روز آرگنائزیشن سے ہے۔“

”سو فیصد جناب سو فیصد۔“ گرین ویل نے کہا اور ساتھ لائے ہوئے بریف کیس کو کھول کر اس میں سے کچھ کاغذات نکالنے لگا۔ اس میں خط کی وہ کاپی موجود تھی جو پہلے مجھے دی گئی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی آرگنائزیشن کے بارے میں کچھ اور ایسے تعارفی کارڈ تھے جو مجھے دکھائے گئے اور میں مطمئن ہو گیا۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”مسٹر گرین میں آپ سے مطمئن ہو چکا ہوں اور اب آپ کے ساتھ مکمل تعاون کرنے کے لیے تیار ہوں۔“

”ہم آپ سے یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ آپ نے آرگنائزیشن کے مقاصد کو سامنے رکھنے کے بعد اس میں شمولیت کے بارے میں کیا فیصلہ کیا ہے۔“

کوشش کی تھی کہ ہماری ملاقات بظاہر سرکاری ہی نظر آئے۔

”مسٹر گرین ویل اپنے تینوں ساتھیوں کے ساتھ آئے تھے اس ٹیم کی سربراہی دی

کر رہے تھے ان کے ساتھ ایک خوبصورت اور نوجوان لڑکی بھی موجود تھی جس نے ارا

نام میکس گراہم بتایا تھا۔ ان لوگوں نے مجھ سے نہایت خوش اخلاقی سے مصافحہ کیا۔ میں

نے ان کے اعزاز میں بڑا اہتمام کیا تھا ویسے کسی اور کو دعوت نہیں دی تھی اور تنہا

انہیں خوش آمدید کہہ رہا تھا۔ میکس گراہم گرین اور باقی دو افراد میرے ساتھ میرے

ڈرائنگ روم میں آ بیٹھے۔ میکس نے مسکراتے ہوئے کہا۔“

”مسٹر مان صور ہم نے بہت کچھ سنا ہے آپ کے بارے میں آپ نے جس غلو

سے ہمیں دعوت دی ہے اس کے لیے ہم آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ جبکہ ہمارا خیال تھا

کہ شاید آپ ہماری آمد کو پسند نہ کریں اور اگر ہم آپ تک پہنچ بھی جائیں تو آپ ہمیں

نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے۔“

”آپ کا سوچنا غلط نہیں تھا۔ لیکن اس کے برعکس فیصلہ بھی تو ہو سکتا تھا۔“

”یعنی۔“

”یعنی یہ کہ میں آپ لوگوں کو اپنے دوستوں کی حیثیت بھی دے سکتا تھا۔“

”اب آپ کا کیا خیال ہے آپ ہمیں اپنا دوست سمجھتے ہیں یا نہیں؟“

”میرا خیال ہے دشمنوں سے اتنے خوشگوار انداز میں دنیا میں کہیں بھی نہیں

جاتا۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اگر یہ بات ہے تو پھر اپنے اس دوست کو تھوڑی سی کارروائی کرنے کی اجازت

دیں گے۔“

”مثلاً“ میں نے سوال کیا۔

”آپ سوال نہ کریں سر۔ بلکہ اجازت دے دیں۔ میکس بولی۔“

”ٹھیک ہے کیا کرنا چاہتی ہیں آپ۔“ میں نے کہا اور وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی

ہوئی اس نے اپنے وزنی ہینڈ بیگ سے ایک آلہ نکالا اور اس کے بٹن آن کرنے لگی۔ ہلکی ہلکی آواز کے ساتھ اس آلے میں گرین بلب اسپارک کرنے لگا تھا۔ میں نے ایک گہری سانس لی مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ کیا کرنا چاہتی ہے اس نے پورے ڈرائنگ روم کا

میں آپ کو ایک ماہ یا دو ماہ لگ جائیں۔“
”مجھے اعتراض نہیں ہوگا۔“

”تو کیا ممکن ہے کہ آپ ہمارے ساتھ ہی سویڈن تک کا سفر کرنا پسند کریں۔“

”اگر آرگنائزیشن اس کی ضرورت محسوس کرتی ہے تو میری پسند نا پسند کا سوال نہیں پیدا ہوتا۔ میں اسے اس کے معیار کے مطابق اپنی خدمات پیش کرنا چاہتا ہوں۔“

”ہمیں آپ سے اس شاندار تعاون کی توقع نہیں تھی مسٹر ڈینش ماں صور نمجانے کیوں آرگنائزیشن میں یہ بات طے کر لی گئی تھی کہ آپ ٹیڑھی کھیر ثابت ہوں گے۔“

”اگر آرگنائزیشن مجھے پاگل سمجھتی ہے تو اسے میری طرف توجہ نہیں دینی چاہیے تھے۔ ایک ہوش مند انسان کی حیثیت سے میں نے جو فیصلہ کیے ہیں وہ میرے حق میں بھی بہتر ہیں اور ظاہر ہے ان کی ادائیگی آرگنائزیشن کو بھی ہوگی۔“

”تو پھر ہم آپ کو اپنے ساتھ لے جانا پسند کریں گے اور آپ جتنا بھی وقت ہم سے چاہیں ہم یہاں صرف کرنے کے لیے تیار ہیں۔“

”میرا خیال ہے روانگی کے سلسلے میں مجھے زیادہ تیاریاں یا بہت زیادہ وقتوں کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا اس کے علاوہ اگر آپ پسند کریں تو میرے ہاں ہی قیام کریں۔“

”نہیں یہ مناسب نہیں ہوگا کیونکہ ہم کسی اور حیثیت سے یہاں آئے ہیں۔ تاہم آپ جب بھی چاہیں ہم سے ملاقات کر سکتے ہیں۔“

وہ خاصا وقت میرے ساتھ گزار کر رخصت ہو گئے۔ میں مطمئن تھا۔ اور اب مجھے ان کے ساتھ روانہ ہونے کی تیاریاں کرنی تھیں۔ رشید ناگی کو میں نے تمام تفصیلات بتا دیں اور اس کے بعد تیاریوں میں مصروف ہو گیا۔ جو کچھ میں کرنے جا رہا تھا اب اس سے بالکل مطمئن تھا اور اس کے سلسلے میں کسی قسم کا کوئی تردد میرے ذہن میں نہیں تھا۔ ویسے درحقیقت یہ فیصلہ بہترین تھا ان لوگوں کے سامنے سینہ تان کر آنے کے بجائے ان میں شامل ہو کر ان کے خلاف کام کرنا زیادہ بہتر ہو سکتا تھا۔ رشید ناگی سے بہت سے مشورے ہوئے سعید خان کو ہنگامی طور پر تیار رکھا گیا تھا کہ اگر کوئی مشکل صورتحال پیش آئے تو اس سے میری کسر پوری کی جاسکے۔ ویسے سعید خان کو مسلسل اس سلسلے میں تربیت دی جا رہی تھی اور یہ کام رشید ناگی خود کر رہا تھا جس کا انکشاف اس نے بعد میں کیا

”میں خلوص دل سے آرگنائزیشن میں شامل ہونے کے لیے تیار ہوں۔“ ان سب کے چہرے کھل اٹھے تھے۔ خاص طور سے میکس بہت پر جوش نظر آ رہی تھی اس نے آگے بڑھ کر میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔

”اور ہم آپ کو اپنے ساتھ شامل کر کے دلی خوشی محسوس کرتے ہیں اور اس سلسلے میں سب سے پہلے میں آپ کو مبارکباد دیتی ہوں۔“ گرین ویل اور دوسرے لوگ بھی کھڑے ہو گئے تھے۔ انہوں نے مجھ سے ہاتھ ملا کر بڑی مسرت کا اظہار کیا تھا۔ کم از کم میں نے یہ اندازہ ضرور لگایا ان کے بارے میں کہ جو کچھ وہ کر رہے ہیں اس سے بہت زیادہ مخلص نظر آتے ہیں۔ گرین ویل نے پر جوش لہجے میں کہا۔

”اور جب آپ آرگنائزیشن سے رابطہ قائم کرنے کے بعد اس کے کام کو دیکھیں گے تو آپ کو دلی مسرت ہوگی اور صحیح معنوں میں آپ یہ سوچیں گے کہ آپ نے ایک بہترین فیصلہ کیا ہے۔“

”میں نے بہت سوچ سمجھنے کے بعد یہ کارروائی کی ہے.....“

”آپ کو آرگنائزیشن کے بارے میں تو تفصیلات معلوم ہو چکی ہوں گی۔۔۔۔۔“

”تو بس مختصر الفاظ میں آپ یہ سمجھ لیجئے کہ آپ کو بہت بڑی حیثیت حاصل ہے۔“

جائے گی اور ہر طرح کا کاروباری اور مالی مفاد حاصل رہے گا۔“

”ایک سرمایہ دار اس سے زیادہ اور کیا چاہ سکتا ہے۔“

”لیکن آرگنٹزین کی طرف سے

گی اور آپ کو ان کی تکمیل کرنا ہوگی۔“

”کچھ حاصل کرنے کے لیے کچھ نہ کچھ تو کرنا پڑتا ہی ہے۔“

”لیکن ابتدا میں آپ کو آرگنائزیشن کے اعتماد پر پورا اتارنے

گزر رہے گا آپ پر ہمارا اعتماد بڑھتا جائے گا۔“

”میں جانتا ہوں!“

”اس کے علاوہ آپ کو آرگنائزیشن کے لیے کچھ وقت صرف کرنا پڑے گا اور دوسرے تمام کاموں کو چھوڑ کر آرگنائزیشن سے رابطے رکھنا پڑیں گے۔ ہو سکتا ہے اس

تھا۔ میکس بہترین ہم سفر ثابت ہوئی تھی اس کے گفتگو کرنے کے انداز میں بڑی خوبصورتی تھی۔ میں نے بھی اپنے ذہن کو ان تمام خدشات سے پاک کر لیا تھا جو پیدا ہو سکتے تھے اور اب میں ایک بالکل ہی سادہ ذہن انسان کی حیثیت سے آئندہ اقدامات پر عمل کرنا چاہتا تھا۔ اپنی شخصیت میں میں خود بخود ایک نیا پن محسوس کرنے لگا تھا۔ بالآخر ہم اسٹاک ہوم پہنچ گئے۔ میری رہائش کے لیے وہاں ایک شاندار ہوٹل کا انتخاب کیا گیا لیکن مجھے اس وقت حیرت ہوئی جب مجھے معلوم ہوا کہ میکس میرے برابر والے کمرے میں مقیم ہے۔ مجھے اس لڑکی سے اتنی تیزی کی امید نہ تھی بعد ازاں مجھے پتا چلا کہ وہ بحیثیت گائیڈ میرے ہمراہ رہے گی۔ وہ جرمن نژاد تھی اس کا خاندان اب بھی جرمنی ہی میں مقیم تھا البتہ وہ گزشتہ آٹھ سال سے آرگنائزیشن سے منسلک ہونے کے باعث سویڈن ہی میں رہتی تھی۔ آزاد معاشرے کی فرد ہونے کے ناتے وہ مجھ سے بھی خاصی بے تکلفی کا اظہار کر رہی تھی۔ میں اس کے بارے میں بہت کچھ سوچ رہا تھا۔ البتہ میں اس کی ان دراز دستیوں سے بچنا چاہتا تھا جو اس کی فطرت کا حصہ نظر آتی تھیں اور اس کے لیے مجھے کوئی خاص دقت نہ پیش آئی۔ میں نے خود کو ریزرو رکھا تھا جس کی وجہ سے وہ قدرے سنبھل گئی تھی۔

اسٹاک ہوم میں میرے قیام کو تیسرا دن تھا اس دوران مختلف افراد نے مجھ سے ملاقات کی تھی۔ گفتگو کی نوعیت کاروباری ہی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ میکس مجھے شہر بھی دکھا رہی تھی اس نے شمالی یورپ کے اس ملک کے بارے میں تفصیلات بتائیں اور ایک ایک چیز سے روشناس کرائے لگی۔ میں بھی خاصی دلچسپی لے رہا تھا۔ سویڈن کی عام معیشتی پیداوار مشینری۔ آلات آٹو موبائل اور بہت سی ایسی مصنوعات تھیں جنہیں انتہائی اہمیت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ یہاں جنگلات کا بھی ایک بڑا وسیع حصہ تھا اور بہت سی ایسی چیزیں پیدا ہوتی تھیں جنہیں دنیا کے دوسرے ممالک بڑی دلچسپی سے برآمد کرنا پسند کرتے تھے۔ ناروے، مغربی جرمنی، فن لینڈ، ڈنمارک، امریکہ اور برطانیہ سے اس کی تجارتی شراکت تھی۔ تفریحی مقامات بھی بے شمار تھے۔ ہر طور ان تمام چیزوں میں تقریباً ایک ہفتہ صرف ہو گیا۔ وہ لوگ بے دردی سے میرا وقت خرچ کر رہے تھے۔ ایک ہفتے کے بعد پانچ افراد کے ایک گروہ نے مجھ سے ملاقات کی۔

تھا۔ تیاریاں ہی کیا کرنی تھیں۔ سب لوگوں سے ملاقات ہوئی میں نے یہ بتا دینا مناسب سمجھا کہ میں ملک سے باہر جا رہا ہوں اور ہو سکتا ہے واپسی میں مجھے دیر ہو جائے اور پھر اس کے بعد میں نے گرین ویل سے اپنی آمادگی کا اظہار کر دیا۔ وہ لوگ تیار بیٹھے ہوئے تھے چنانچہ ایک مقررہ وقت پر ہم ایئرپورٹ پہنچ گئے میکس گراہم جہاز میں میرے بالکل نزدیک بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ بہت خوش نظر آرہی تھی۔ اس نے کہا۔

”میں اپنی اس کامیابی پر بے حد فخر کرتی ہوں مسٹر ڈینش ماں صور جس کے لیے ہمیں تیار کیا گیا تھا اور جس کے لیے سوچتے ہوئے کافی حد تک پریشان نظر آتے تھے۔“

”یہ بات میں ابھی تک نہیں سمجھ سکا مس گراہم کہ آپ لوگ پریشان کیوں تھے۔“

”بس آپ میری باتوں کا برانہ مانیئے ہمارے سربراہوں کو اس بات کا یقین نہیں تھا کہ آپ اس قدر ذہانت کا ثبوت دیں گے۔ بہت بڑا مسئلہ ہے جس کی تفصیلات تو آپ کو اسٹاک ہوم پہنچ کر ہی معلوم ہوں گی۔ لیکن مختصر یہ کہ بہت عرصے سے یہاں ڈان سینٹر نے اپنا قبضہ جمایا ہوا تھا۔ گو ڈان سینٹر کے لیے کام کرنے والے بہت زیادہ ذہین لوگ نہیں تھے۔ لیکن یہ بھی ایک دلچسپ بات ہے کہ ڈان سینٹر کا زوال اس وقت ہوا جبکہ روزی آرگنائزیشن مکمل طور پر اس بات پر آمادہ ہو گئی کہ ایشیا کے لیے ایک جامع پالیسی بنائی جائے جیسا میں نے کہا اس کی تفصیلات تو آپ کو اسٹاک ہوم چل کر ہی معلوم ہوں گی۔ مختصراً یہ کہ ہمیں اس کامیابی کا یقین نہیں تھا ویسے مسٹر ڈینش وہاں آرگنائزیشن کے سلسلے میں آپ کی مصروفیات خواہ کچھ بھی ہوں لیکن میری خواہش ہے کہ آپ ذاتی طور پر کچھ وقت ضرور دیں۔ مجھے آپ کا میزبان بنتے ہوئے خوشی ہوگی۔“

”میں آپ کا مہمان ہوں اور آپ میری میزبان۔ آپ جو چاہیں گی میں اس سے انحراف کیسے کر سکتا ہوں۔“

”نہیں یہ بات میں آرگنائزیشن کے نمائندے کی حیثیت سے نہیں کرتی۔“

”کہہ رہی ہوں۔“

”تب میں ذاتی طور پر آپ کا مہمان بننا پسند کروں گا۔“

”شکریہ۔“ وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ اسٹاک ہوم تک کا سفر خاصا دلچسپ کا حامل رہا۔

”کیا آپ اب تک کی گفتگو سے خود کو مطمئن پاتے ہیں۔“ گروپ لیڈر نے مسکرا کر کہا۔

”میں تو روز اول ہی بالکل مطمئن تھا اور یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ آپ لوگوں کو کب وقت ملتا ہے کہ آپ مجھ سے وہ تمام گفتگو کریں گے جو اس سلسلے میں ضروری ہے۔“

”ہم چاہتے تھے کہ آپ ذہنی طور پر مطمئن ہو جائیں اس کے بعد آپ سے گفتگو کی جائے۔“

”میں بالکل مطمئن ہوں۔“

”تو پھر آپ کو ہمارے ساتھ ایک مختصر سا سفر طے کرنا پڑے گا۔“

”میں تیار ہوں۔“ میں نے جواب دیا۔

مجھے ان کے طریقہ کار پر حیرت سی ہو رہی تھی بہر حال ہماری اگلی منزل مالمو تھی جہاں ایک عمارت میں آٹھ افراد نے میرا استقبال کیا اور مجھ سے اپنا تعارف کرایا۔ سب کے سب مختلف ممالک کے باشندے تھے۔ پہلے دن ہی مجھے خصوصی طور پر رات کو ڈنن کے بعد ایک میٹنگ میں مدعو کیا گیا اور یہاں صرف پانچ افراد تھے جو غالباً آرگنائزیشن میں انتہائی اہم نوعیت کے حامل تھے ان میں بھی ایک دراز قامت متناسب جسم کی خاتون شامل تھی۔ آنکھوں پر لگا ہوا سونے کے فریم کا چشمہ اس کی شخصیت میں دلکشی پیدا کر رہا تھا۔ مجھے معزز مہمان کی حیثیت سے خوش آمدید کہا گیا اور اس کے بعد ان لوگوں نے اپنی گفتگو کا آغاز کیا۔

”روز آرگنائزیشن کے تمام مقاصد اس کی نوعیت اور حیثیت سے آپ واقف ہو چکے ہوں گے مسٹر ڈانش مان صور۔ اس وقت دنیا خصوصی طور پر کاروباری سلسلے میں مختلف حصوں میں بٹی ہوئی ہے اور اس کی تفصیلات میں جانا بیکار ہے۔ ایک کاروباری آدمی ہونے کی حیثیت سے آپ کو بھی اس کا علم ہو گا۔ ہر شخص اپنی اجارہ داری چاہتا ہے۔ ہم بھی اسی پیانے پر کام کرنا پسند کرتے ہیں اور خصوصی طور پر ہمارا حریف ڈان سنٹر ہے۔ ڈان سنٹر نے ہم سے زیادہ بہتر طریقے سے اپنے مقاصد حاصل کیے ہیں۔ لیکن ہم اب اس میں کچھ جدت پیدا کر رہے ہیں۔ ہم ڈان سینٹر کو یکسر شکست دینا چاہتے ہیں اور اس کے

لیے ہمارے پاس جو منصوبے ہیں ان کی مکمل تفصیل آپ کو فراہم کر دی جائے گی۔ درحقیقت ہماری خواہش ہے مسٹر ڈانش کہ ایشیا کے لیے ہم ایک نمائندہ مقرر کریں اور اسے اتنے اختیارات دیں کہ وہ علاقے کے تمام ممالک کو کنٹرول کر سکے۔ اس طرح ہمیں ڈان سینٹر کے مختلف نمائندوں سے نمٹنے کے لیے زیادہ لوگوں کی ضرورت نہیں پیش آئے گی بلکہ ایک مضبوط مرکز بنا کر ہم زیادہ اچھے طریقے سے کام کر سکتے ہیں اور اس کے لیے ضروری ہے مسٹر ڈانش کہ ہمیں اتنا ہی مضبوط اور ذہنی طور پر طاقتور انسان حاصل ہو جسے ہم ایشیائی مرکز کا سربراہ بنا سکیں۔ ہم آپ کی طرف سے مطمئن ہیں لیکن اس کے باوجود آپ کو رضاکارانہ طور پر ہمارے کچھ مقاصد کے لیے کام کرنا ہو گا۔“

”مثلاً۔“ میں نے سوال کیا؟ اور ان میں سے ایک شخص نے سامنے رکھی سیاہ رنگ کی گھنی کاٹن دبا دیا۔ میں خاموشی سے انتظار کرتا رہا۔ یقیناً کسی کو طلب کیا گیا تھا اور اس کے بعد دروازہ کھول کر ایک شخص اندر داخل ہوا۔ اسے دیکھ کر میں حیرت سے اچھل پڑا تھا۔ میرے ذہن کو شدید سنسنی کا احساس ہوا تھا اور میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھتا رہا تھا۔ یہ میں ہی تھا۔ میرا ہی قد و قامت میرے ہی جیسا جسم میری ہی شکل بالکل میری تصویر بنا دی گئی تھی۔ وہ پراسرار انداز میں مسکراتا ہوا اندر داخل ہوا اور دلچسپ بات یہ تھی کہ مسکراہٹ کا یہ انداز بھی بالکل میرا ہی تھا۔ وہ میری ہی مانند چل رہا تھا۔ سعید خان میرا کردار ادا کرتا رہا تھا اور اس نے اس پر کمال حاصل کیا تھا لیکن یہ سعید خان ہرگز نہیں تھا۔ کم از کم میں اپنی چھٹی حس سے کام لے کر یہ فیصلہ کر سکتا تھا۔ تو پھر یہ کون ہے۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا۔ وہ شخص ہمارے قریب پہنچ گیا۔ اس نے مجھے سلام کر کے مصافحہ کے لیے ہاتھ آگے بڑھا دیا تھا اور میں نے بے اختیار اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا تھا۔

”تشریف رکھیے۔ عورت نے اس شخص سے کہا اور وہ کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔ سب دلچسپ اور مسکراتی ہوئی نگاہوں سے میرا جائزہ لے رہے تھے۔ میں بھی مسکرا دیا۔“

”بہت خوب زبردست۔“ مگر میں کچھ سمجھا نہیں۔ ”میں نے فراخ دلی سے کہا۔

”ان کا تعارف بھی اگر آپ سے ڈانش مان صور کہہ کر کرایا جائے تو غلط نہیں ہو گا۔ درحقیقت آپ کے اتنے دن قیام کے دوران ہم یہی کارروائی کرتے رہے ہیں۔

ذہن میں۔“

آرگنائزیشن تمام پہلوؤں سے مکمل طور پر اطمینان کرنے کے بعد اپنے کام کا آغاز کرنا چاہتی ہے۔ آپ یہاں شمالی یورپ میں ہمارے معزز مہمان ہیں اور آپ کو اطراف کے بہت سے ممالک کی سیر کرائی جائے گی۔ ان سے آپ کو روشناس کرایا جائے گا لیکن درحقیقت وہ آپ نہیں ہوں گے۔ بلکہ یہ ہوں گے۔ آپ کے ہم شکل آپ کی حیثیت رکھنے والے جو ڈانش کی حیثیت سے ان تمام ممالک کی سیر کریں گے اور مسٹر ڈانش آپ کو ہماری ایک لیبارٹری میں جانا ہوگا جہاں آپ کو خصوصی طور پر تربیت دی جائے گی اور اس کے بعد جب آپ منظر عام پر آئیں گے تو ایک ناقابل تسخیر انسان بن چکے ہوں گے۔“ میرے پورے جسم میں سنسنی دوڑ گئی تھی۔ عجیب منصوبہ تھا۔ انتہائی سنسنی خیز اور میری توقع کے بالکل خلاف۔ ایک لمحے کے وقفے میں مجھے فیصلہ کر لینا تھا کہ اس کے جواب میں اب مجھے کیا کرنا ہے۔ چند اہم باتیں میرے ذہن سے گزر گئیں۔ اگر میں فوراً ہی ان کے منصوبے سے اتفاق کا اظہار کر دیتا ہوں تو وہ لوگ شبہ کا شکار بھی ہو سکتے ہیں کہ میں ذہنی طور پر اس کے لیے کیسے فوراً تیار ہو گیا۔ اس کے علاوہ میری اپنی شخصیت بھی تھی جو بہر طور کسی کی محکوم نہیں بن سکتی تھی۔ کیونکہ اس کا کوئی جواز نہیں تھا۔

خوبصورت اور پروقار عورت اور اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے تمام افراد میرے چہرے کا جائزہ لے رہے تھے۔ وہ شخص جسے میرا ہم شکل بنایا گیا تھا بالکل خاموش بیٹھا ایک دیوار کو گھور رہا تھا۔ عورت جس نے اپنا تعارف کیلس آرک کہہ کر کرایا تھا کچھ لمحات کے بعد بولی۔

”آپ کی خاموشی غیر معمولی ہے مسٹر ڈانش۔“ میں نے پہلو بدلا اور پھر کسی قدر سرد لہجے میں بولا۔

”کچھ باتوں پر مجھے سخت اعتراض ہے میڈم۔“

”آپ کو اپنی بات کہنے کی مکمل آزادی ہے۔ جو آپ کے ذہن میں آئے ہیں دھڑک کہہ ڈالیں۔ آپ ہمارے انتہائی معزز مہمان ہیں اور مستقبل میں ہم نے آپ سے بہت سی امیدیں وابستہ کر رکھی ہیں۔ ایک اچھا ماحول پیدا کرنے کے لیے اور بہتر تعاون حاصل کرنے کے لیے ہم آپ کے وہ تمام اعتراضات سنیں گے جو آپ کے ذہن میں پیدا ہوئے ہیں اور آپ کو مطمئن کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ کیا تصور پیدا ہوا ہے آپ کے

”آپ کو علم ہے میڈم کیلس آرک کہ اپنے وطن میں میں بالکل غیر مطمئن نہیں تھا۔ جو طریقہ کار میں نے اختیار کیا تھا وہ میری توقعات کے مطابق تھا اور میں اپنے منصوبے کے مطابق بڑے پرسکون طریقے سے آگے بڑھ رہا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ بات میرے ذہن میں موجود تھی کہ میں ترقی یافتہ دنیا سے رابطے قائم کروں اور ان سے اپنے مقاصد میں امداد بھی حاصل کروں۔ لیکن یہ طریقہ کار میرے ذہن کے کسی گوشے میں نہیں تھا۔ اگر آپ یہ سمجھتی ہیں کہ کوئی مجھ سے یہاں تک لائی ہے تو پہلے میں اس کی وضاحت کر دینا چاہتا ہوں کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے میں اپنے کاروباری مقاصد کی تکمیل کے لیے کسی ایک فرد کو وہ حیثیت نہیں دے سکتا کہ میری تمام مشینری مفلوج ہو جائے۔ پھر آپ نے مجھے طلب کر کے اپنے آپ یہ فیصلہ کیسے کر لیا کہ جو آپ سوچیں گی میں اس کے لیے آپ کو پیش کر دوں گا۔“ کیلس کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے عجیب سے تاثر نظر آئے اس نے اپنے قریب بیٹھے تمام لوگوں کی طرف دیکھا اور پھر بات دار لہجے میں بولی۔

”آپ کا یہ اعتراض بجا ہے اور یقین جانتیں ہم اس کی توقع رکھتے تھے۔ بے شک آپ ایک معزز شخصیت ہیں اور کسی طرح ہمارے محتاج نہیں ہیں۔ درحقیقت ہمارا نکتہ نظر یہ ہے کہ ہم ایشیا کے لیے جو تمام قوت کسی ایک فرد کو بخشا چاہتے ہیں وہ اس قدر طاقتور ہو کہ ہر وہ قوت جو ہمارے خلاف عمل پیرا ہے اس کے مقابلے میں ناکام رہے۔ خصوصی طور پر ہمارا ٹکراؤ ڈان سینٹر سے ہے جو ہماری ہی نوعیت کا ایک ادارہ ہے اور کسی حد تک ہم سے زیادہ طاقتور ہم اس سے مقابلہ کر رہے ہیں اور دنیا کے بیشتر ممالک میں اس کے سامنے دیواریں کھڑی کی جا رہی ہیں اور ہم اپنے مفادات حاصل کر رہے ہیں۔ ہم بالکل دعویٰ نہیں کریں گے کہ ہم نے ڈان سینٹر کو کوئی نقصان پہنچایا ہے۔ لیکن اتنا ضرور کہیں گے کہ ہم نے اس کی دیواروں میں شکاف ڈال دیے ہیں اور وہ ان شکاف کو تشریش کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں یہ آپ خود سوچئے مسٹر ڈانش یہ تمام کام کرنے کے لیے کیسی طاقتیں درکار ہیں۔ ہم چاہتے تو ایشیا کے ہر ملک میں اپنا ایک نمائندہ چھوڑ سکتے تھے لیکن پھر یہی ہوتا کہ ان میں سے کوئی نہ کوئی غلطی ضرور کر جائے۔ اور اس غلطی کی سزا

پورے ادارے کو بھگتنا پڑتی۔ آرگنائزیشن ڈان سینٹر سے بالکل مختلف انداز میں کام کر کے ڈان سینٹر کو چکر میں ڈالنا چاہتی ہے۔ سارے ایشیا کے لیے ایک آدمی کا انتخاب اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ آپ کو مکمل اختیار حاصل ہیں کہ آپ ہماری پیشکش نامنظور کر دیں۔ ہم ناراض نہیں ہوں گے۔ آپ کو سمجھانے کی کوشش کی جائیگی اور اس پر بھی اگر آپ تیار نہ ہوئے تو پھر آپ سے صرف یہ درخواست کی جائے گی کہ ہمارا راز اپنے سینے میں رکھیں اور اگر آپ کو ہماری ذات سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا تو ہمیں بھی کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کریں۔ میرے خیال میں یہ ایک جائز اور دوستانہ پیشکش ہے۔

”آپ میرے اس اعتراض کو درست سمجھتی ہیں میڈم۔“

”قطعاً درست۔ بلکہ میرا ہی نہیں میرے ساتھیوں کا بھی یہی فیصلہ ہے کہ آپ کام

یہ اعتراض آپ کی سچائی کی دلیل ہے اور اس بات کا اظہار کرتا ہے کہ آپ جو کچھ کرتے جارہے ہیں خلوص دل سے کرنے جارہے ہیں بس مسئلہ اتنا سا ہے کہ ہم آپ کو قائل کر لیں۔“

”ٹھیک ہے میں تیار ہوں لیکن میرا اپنا اعتراض اپنی جگہ بالکل درست تھا۔“

”ہم نے تسلیم کیا ہے۔ ویسے مسٹر ڈانٹ مستقبل کے لئے آپ کا اپنا نظریہ کیا

”وہی جو میرے جیسے کسی سرمایہ دار کا ہو سکتا ہے۔ میں اپنے سرمائے کو نہایت

انتیاط سے بڑھانا چاہتا تھا۔ اپنے وطن میں بہت سی صنعتیں لگا کر بہت سے منصوبوں پر کام کر کے میں اہل وطن کو بھی فائدہ پہنچانے کا خواہش مند تھا اور اپنے آپ کو بھی مالی طور پر بے حد مضبوط کرنے کا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ میں خود کو دنیا کے دولت مند ترین لوگوں میں

داخل کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے علاوہ میرا اور کوئی گہرا نظریہ نہیں ہے۔“

”تو پھر یہ سمجھ لیجئے کہ ہم بھی آپ کو وہی سب کچھ دینا اور دینا چاہتے ہیں ہم ایشیا

کی معیشت پر آپ کی اجارہ داری قائم کرنا چاہتے ہیں۔ یہی نظریہ ہے یہ اجارہ داری آپ

کی ہوگی اور آپ کے ذریعے آرگنائزیشن کی۔ دراصل یہ بہت لمبا سلسلہ ہوتا ہے۔ فرض

کئے ایشیا کے مختلف ممالک میں کوئی ایسی صنعتی کارروائی ہو رہی ہوتی ہے جس کے

اثرات دوسرے ممالک پر پڑیں تو آپ کو وہاں مداخلت کر کے تنظیم کے حق میں وہ کام کرنا

پڑے گا جن سے صرف تنظیم کو یا اس کے ساتھی ملکوں کو فائدہ پہنچے۔ ہم ایک توازن قائم

نا چاہتے ہیں۔ اور اس کے لیے ہمیں ایک طاقتور مرکز کی ضرورت ہوتی ہے۔“

”ٹھیک ہے میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کیا مجھے کسی بھی سلسلے میں محکوم

لگا جا رہا ہے۔“

فیصلہ ہو چکا تھا اگر وہ میرے ساتھ سختی کا مظاہرہ کرتے تو مجھے مزید اقدامات کرنا پڑتے۔ لیکن چونکہ انہوں نے اپنا موقف نہایت شرافت سے پیش کیا تھا جواباً مجھے بھی شرافت کا مظاہرہ کرنا تھا۔ چند لمحات سوچنے کے بعد میں نے کہا۔

”لیبارٹری میں آپ مجھے جو تربیت دینا چاہتے ہیں اس کا طریقہ کار کیا ہوگا؟“

”کچھ نہیں آپ کے چند ٹیسٹ لیے جائیں گے۔ اگر آپ ان ٹیسٹ ہو گئے تو

آرگنائزیشن آپ کو دوسری پیشکش کرے گی اور اگر آپ ہمارے معیار پر پورے اترے تو

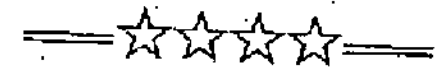
پھر وہی طریقہ کار ہوگا جس کے بارے آپ کو بتا دیا گیا ہے۔ ہم اپنے طور پر آپ کو کسی

بھی صورت میں مجبور نہیں کریں گے۔ ایک بار پھر یہ کہا جا رہا ہے کہ یہ صرف ایک

دوستانہ پیشکش ہے اگر آپ اس وقت اس سے انکار کر دیں گے تو ہم آپ کو بخوشی یہاں

ایک مہمان کی حیثیت سے عزت دیں گے اور اس کے بعد آپ کو وطن واپسی کا موقع مل

جائے گا۔“



”نہیں مسٹر دانش۔ جسے اتنا بڑا منصب دیا جا رہا ہے وہ محکوم نہیں ہو سکتا۔“
 ہو سکتا ہے میں خاموشی سے کیلس کی صورت دیکھنے لگا پھر میں نے کہا۔
 ”اب مجھے کیا کرنا ہے؟“

”بس صورت حال آپ کو بتادی گئی۔ یہ رات آپ کے پاس سوچنے کے لیے ہے۔“
 صبح کو آپ تمام تر سچائیوں کے ساتھ ہمیں اس کی اجازت دیں گے کہ ہم آپ کو اپنی
 لیبارٹری میں پہنچا دیں۔“

”اس لیبارٹری میں کیا ہو گا۔ اس کی کچھ تفصیل مجھے بتانا پسند کی جائے گی۔“
 نے کہا ہے کہ میں آج رات سوچ کر خود کو اس کے لیے تیار کر لوں تو کم از کم یہ مجھے
 معلوم ہونا بھی ضروری ہے۔“

”جی جی کیوں نہیں۔ آپ سے یہ عرض کیا گیا ہے کہ آپ کے چند جسمانی نمونے
 ہوں گے جس میں آپ کی قفس کا جائزہ لیا جائے گا اور اس کے بعد اس تربیت کا آغاز ہو گا۔“
 جائے گا جس کی مکمل تفصیل آپ کو بتادی جائے گی اس دوران آپ کا ڈپلیکٹ منظر عام
 پر رہ کر آپ کی نمائندگی کرے گا تاکہ کسی کو آپ کی غیر حاضری کا احساس نہ ہو سکے۔“
 کیلس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

لیکن اس سے میرے مفادات پر تو ضرب پڑ سکتی ہے۔ فرض کیجئے یہ کوئی ایسا
 حرکت کرنا ہے جو میری شخصیت کے منافی ہو۔“

”نہیں اس سلسلے میں آپ کے خدشات بے جا ثابت ہوں گے۔“
 میں نے گفتگو ختم کر دی اور اس کے بعد میری رہائش کے لیے ایک شاندار جگہ

منتخب کی گئی۔ ہم سب لوگ اس بڑے ہال سے باہر نکل آئے۔ کیلس درحقیقت انتہائی
 پرکشش عورت تھی۔ اسے دیکھ کر نجانے کیوں مجھے مس خان یاد آ جاتی تھیں لیکن اس کی

شخصیت میں کوئی ایسی چیز ضرور تھی جو مجھے مس خاں کی یاد دلاتی تھی۔ مجھے ایک
 خوبصورت خوابگاہ میں لایا گیا اور اسے میرے حوالے کر کے ان سب لوگوں نے مجھ سے

رخصت چاہی اور اس کے بعد وہاں سے چلے گئے۔ میں اپنے بستر پر لیٹ گیا تھا ایک ملازم
 نے مجھے تمام سہولتوں سے آگاہ کیا تھا اور اس کے بعد دروازہ بند کر کے چلا گیا تھا لیکن

میرے پاس سوچوں کا ایک طوفان تھا جو تنہائی پاتے ہی ذہن میں اُٹ آیا تھا کہ ان حالات

میں کیا کرنا چاہیے۔ دیر تک یہی خیالات ذہن میں کھیلاتے رہے۔ میں سوچتا رہا ہر پہلو پر
 کرنے کے بعد جو آخری تصور میرے ذہن میں آیا وہ یہی تھا کہ میں اپنے آپ کو اس
 کام کے لیے پیش کر دوں گا اور اس کے بعد گہری نیند میری آنکھوں میں آجی تھی۔
 دوسری صبح جب جاگا تو طبیعت پر خوشگوار کیفیت طاری تھی۔ اشاک ہوم کا موسم عموماً یہی
 رہتا تھا۔ بہر حال مجھے اس سے کوئی غرض نہیں تھی۔ ناشتا مجھے میرے کمرے ہی میں دیا گیا
 اور ملازمین میرے ساتھ نہایت احترام کا برتاؤ کر رہے تھے۔ البتہ ناشتا مجھے تنہا ہی کرنا
 پڑا۔ ناشتے سے فراغت حاصل کرنے کے بعد انگریزی کا اخبار لے کر بیٹھ گیا جو میری میز پر
 رکھا گیا تھا اور ابھی اخبار کی سرخیاں ہی پڑھی تھیں کہ دروازے پر آہٹ ہوئی اندر
 سے بل ہونے والی میکس گراہم تھی۔ میکس نے مجھے خوشگوار انداز میں صبح بخیر کہا اور
 مجھے اجازت لے کر میرے سامنے بیٹھ گئی۔ میں نے اخبار ایک سمت رکھ دیا تھا۔

”یقیناً“ آپ خوشگوار کیفیات محسوس کر رہے ہوں گے مسٹر دانش۔ مجھے آپ کے
 راتے میں تمام رپورٹیں مہیا کر دی گئیں ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ آج آپ کے اعزاز
 کے ناموں کی دو سو سائنیوں نے تقاریب رکھی ہیں ایک شام کی چائے پر اور دوسری رات
 کے کھانے پر۔“ میں خاموش نگاہوں سے میکس کو دیکھتا رہا۔ میکس نے مسکراتے ہوئے

”اور کل کے اخبارات ایک ایشیائی سرمایہ دار کی آمد اور اس کی تقاریب کی
 بات لکھیں گے آپ کی تصاویر بھی اخبارات میں شائع ہوں گی لیکن وہ آپ نہیں

ہوں گے کیا آپ کو اس بات کا مکمل علم ہے کہ۔“
 ”کیوں نہیں مس گراہم لیکن آپ اس بات سے کوئی خاص مقصد واضح کرنا چاہتی

”سوری سر۔ بالکل نہیں بلکہ مجھے ہدایت کی گئی ہے کہ ٹھیک ساڑھے نو بجے آپ
 یہاں سے وہاں لے جاؤں۔ جہاں کی ہدایات آپ کو دی جا چکی ہیں۔“

”تو یہاں بھی آپ میری ہم سفر ہوں گی؟“
 ”اگر آپ پسند کریں۔ ہاں اگر آپ میرا ساتھ قبول نہ کرنا چاہیں تو مجھے ہدایت کی

گئی ہے کہ فوری طور اطلاع دوں تاکہ دوسرے افراد کا بندوبست کر دیا جائے۔“ میں

آہستہ سے ہنس دیا۔ میں نے کہا۔

”مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔“

نویجے میں تیار ہو گیا اور ساڑھے نو بجے ایک گاڑی ہمیں لے کر چل پڑی۔ مجھے اطلاع دے دی گئی تھی کہ میرے اس مشکل نے میری جگہ سنبھال لی ہے۔ یقینی طور پر اسے کسی بہتر جگہ منتقل کر دیا گیا ہو گا۔ حالانکہ یہ بات قابل اعتراض تھی اور اس سے مجھے بہت سے خدشات کا سامنا کرنا پڑ سکتا تھا۔ بات آگے بڑھ کر میرے وطن تک بھی پہنچ سکتی تھی۔ لیکن یہ لوگ نہیں جانتے تھے کہ وہاں ایک ایسا شخص بیٹھا ہوا ہے جو بال کی کھال نکالنے میں ماہر ہے۔ اگر میرا کوئی مشکل میری جگہ میرے وطن پہنچ بھی جائے تو دنیا کو دھوکہ دے لے گا لیکن رشید ناگی کو دھوکا دینا اس کے لیے نہایت مشکل کام ہو گا۔ ہر طور پر مجھے اس کی زیادہ فکر نہیں تھی۔ میں غیشوں سے باہر کے مناظر دیکھ رہا تھا جو دھند میں لپٹے ہوئے تھے۔ اسٹاک ہوم میں زندگی مدھم مدھم تھی۔ غالباً کمر ضرورت سے کچھ زیادہ ہی تھی جس کی وجہ سے کاروبار زندگی پر اثر پڑا تھا۔ لیکن میرا سفر اتنا طویل ہو جائے گا اس کا مجھے اندازہ نہ تھا۔ غالباً ہماری کار کا مصافقاتی علاقے کی جانب رخ تھا۔ اطراف میں درختوں میں لپٹے خوبصورت مناظر پھیلے ہوئے تھے۔ بالا آخر ہم ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جس کا مجھے کوئی صحیح اندازہ نہیں تھا۔ غالباً کسی ذیلی سڑک پر کار موڑی گئی تھی اور اس کے بعد کسی ایسی جگہ آکھڑی ہوئی تھی جسے کوئی فیکٹری کہا جاسکتا تھا تھوڑا سا گیٹ کھولا گیا تھا اور جس جگہ کار آکر کھڑی ہوئی تھی وہ ایک سرسبز و شاداب لان تھا۔ جسے وسیع ترین انداز میں جاسکتا تھا۔ لان کے درمیانی حصے میں ایک ہیلی کاپٹر کو کھڑے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ جس کے قریب چند لوگ مستعد موجود تھے۔ کار سے اترنے کے بعد ہم نے لان کا وہ سرسبز حصہ پیدل طے کیا اور ہیلی کاپٹر تک پہنچ گئے اس دوران میں نے میکس سے کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ ہیلی کاپٹر کے قریب کھڑے ہوئے دونوں افراد نے گردنیں خم کر کے ہیلی کاپٹر کا دروازہ کھول دیا اور سیڑھی کے ذریعے ہم لوگ اندر داخل ہو گئے میکس کو غالباً اس بات کا علم نہیں تھا کہ مجھے صورت حال کا کہاں تک علم ہے لیکن چونکہ میں نے ہیلی کاپٹر کے سفر کوئی اعتراض نہیں کیا تھا اس لئے وہ یہی سمجھی ہوگی کہ مجھے اس کی تفصیلات پہلے سے معلوم ہیں۔ ہیلی کاپٹر میں وہ میرے نزدیک بیٹھ گئی۔ کاپٹر میں ہمارے علاوہ صرف پائلٹ ہی

سوار ہوا تھا۔ دوسرا آدمی جو اس کے ساتھ موجود تھا اسے غالباً بس یہیں تک اہتمام کرنے کے لیے کہا گیا تھا۔ کچھ دیر کے بعد ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہونے لگا۔ خراب موسم کی وجہ سے یہ سفر نہایت ست رفتاری سے کیا جا رہا تھا۔ راستے میں بھی میکس نے مجھ سے کوئی خاص گفتگو نہیں کی۔ میں ہیلی کاپٹر کے شیشوں سے باہر جھانک رہا تھا۔ لیکن نظر آنے والی کوئی چیز نہیں تھی۔ کاپٹر کا یہ سفر تقریباً اٹھارہ یا بیس منٹ تک جاری رہا اور اس کے بعد وہ نیچے اترنے لگا۔ میں نے نیلے سمندر کی جھلکیاں دیکھ لی تھیں۔ غالباً ہیلی کاپٹر کسی جزیرے پر اترتا تھا۔ ویسے اب مجھے یہ اندازہ بہت اچھی طرح ہو گیا تھا کہ میری کسی بھی قسم کی جدوجہد بے مقصد ہوگی۔ حالانکہ میرا ایسا کوئی ارادہ بھی نہیں تھا میں ان سے مکمل تعاون کر رہا تھا اور میرا خیال یہی تھا کہ اب خوشدلی سے خود کو ان تمام کاموں کے لئے معاون ظاہر کروں جن کے لئے انہوں نے مجھے منتخب کیا ہے۔ ان تمام معاملات سے نمٹنے کے بعد بالا آخر مجھے میرے وطن بھیجا جائے گا اور اس کے بعد فیصلہ میرے ہاتھ میں ہو گا۔ ہاں لیبارٹری میں میرے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا جس کے سلسلے میں مجھے تھوڑی سی تشویش ضرور تھی۔ لیکن اتنی بھی نہیں کہ میں پریشان ہو جاتا۔ جس ہیلی پیڈ پر ہم اترے تھے وہاں ایک بند گاڑی کھڑی ہوئی تھی جو ہمارے سوار ہوتے ہی چل پڑی تھی میکس بدستور میرے ساتھ تھی اور بالکل ہی خاموش تھی۔ نجانے اس کے ذہن میں کیا تاثرات تھے۔

میرے کیا تاثرات تھے۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ میں نے چونکہ اس سے بہت بے تکلفی کا اظہار نہیں کیا تھا جس کی وجہ سے اس پر بددلی طاری ہو گئی تھی۔ حالانکہ اس نے سوچا ہو گا کہ اس کا دوبارہ مل جانا میرے لئے خوشیوں کا باعث ہو گا لیکن میں ایسے کسی جھگڑے میں نہیں پڑنا چاہتا تھا۔ پھر ہم ایک اور عمارت میں پہنچ گئے اور یہاں بھی میکس نے نیچے اتر کر مودبانہ انداز میں مجھے آگے بڑھنے کی پیشکش کی۔ کچھ دیر کے بعد ہم اس عمارت کے وسیع و عریض دروازے پر پہنچ گئے جہاں سے اندر داخل ہو کر ہمیں ایک بڑے ہال سے گزرنا پڑا۔ ہال کے آخری سرے پر بنے ہوئے بہت ہی خوبصورت ساخت کے دروازے سے اندر داخل ہوئے تو ایک دوسرے ہال میں پہنچ گئے جہاں چند افراد ہمارا انتظار کر رہے تھے۔ ان میں برف جیسے سفید بالوں والا بہترین صحت کا مالک ایک شخص تھا

جس نگاہ پر قدرت بھاری تھی۔ وہ سرمایہ ست ہی سڈول جسامت کا ایک معمر آدمی تھا۔ جس کے چہرے کی جھریاں اور آنکھوں کی چمک اس بات کا اظہار کرتی تھی کہ وہ تجربہ کار اور غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک ہے۔ ساتھ ہی ایک خوبصورت لڑکی کھڑی ہوئی تھی جس کے نقش و نگار پہلی نظر دیکھنے میں کچھ اور دوسری نظر میں کچھ اور تیسری نظر میں کچھ اور نظر آتے تھے مجموعی طور پر اس کا ہر تاثر خوبصورت تھا جسے دیکھ کر دل پر ایک عجیب سی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ خصوصاً اس کی گہری اور حسین آنکھوں کی بناوٹ بہت ہی پیاری لگتی تھی۔ ان تینوں نے آگے بڑھ کر ہمارا استقبال کیا لڑکی تو کچھ دلی دلی سی تھی لیکن باقی دونوں افراد نے پر جوش انداز میں مجھ سے مصافحہ کیا۔ میکس نے ان کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

”یہ مسٹر ڈالمین ہیں اس لیبارٹری کے انچارج دنیا کے ذہین ترین سائنسدانوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ آگنٹرزیشن کے لئے ستوں کی حیثیت رکھتے ہیں اور یہ ان کے اسٹنٹ مسٹر ٹوٹل سولڈر ٹوٹل سولڈر بھی اپنا ایک ایسا مقام رکھتے ہیں جس کی تردید نہیں کی جاسکتی اور اس عمارت میں یہ دونوں آپ کے میزبان ہیں اور میرے لئے کیا حکم ہے اب یہ فرما دیجئے مسٹر دانش۔“ میں نے مسکرا کر میکس کی طرف دیکھا اور کہا۔

”کیا میں ہدایات دینے کی پوزیشن میں ہوں؟“

”یقیناً مجھ سے بھی کہا گیا ہے کہ اگر مسٹر دانش یہ حکم دیں کہ مجھے یہیں قیام کرنا

ہے تو میں رکوں اور اگر انہیں میری ضرورت نہ ہو تو میں اسی ہیلی کاپٹر سے مائلو ہوجاؤں۔“

”میں گراہم میں اپنے طور پر کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا تاہم میں محسوس کرتا ہوں کہ ان دو معتزہ میزبانوں کی موجودگی میں مجھے آپ کی ضرورت نہیں پیش آئے گی۔“ میکس نے سر دنگاہوں سے مجھے دیکھا پھر صرف اوکے کہہ کر باہر نکل گئی۔ مسٹر ڈالمین نے پر جوش انداز میں میرا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔

”ہو سکتا ہے میرا مکمل تعارف آپ سے نہ کرایا گیا ہو مسٹر دانش لیکن آپ کا مکمل تعارف مجھے حاصل ہے اور میں آپ کا میزبان بن کر نہایت خوش محسوس کرتا ہوں۔ یہ میڈم لیشر سولڈر ہیں مسٹر ٹوٹل سولڈر کی صاحبزادی۔ ناقابل یقین شخصیت کی مالک ہیں۔“

آپ ان کی ذہانت کو دیکھیں گے تو حیران رہ جائیں گے۔ آپ کے لئے تمام تر آسانئیں فراہم کرنے کی ذمہ داری ان کے سپرد کی گئی ہے۔ چنانچہ اب ہم دونوں آپ کو خدا حافظ کہتے ہیں اور میڈم لیشر سولڈر آپ کو یہاں تمام آسانیاں فراہم کریں گی۔ مسٹر ڈالمین اور نوبل سولڈر نے مجھ سے ہاتھ ملایا اور اس کے بعد کمرے کے دروازے سے باہر نکل گئے۔ جبکہ مس سولڈر نے باریک سی مسکراہٹ کے ساتھ میری جانب دیکھا اور اس کے بعد بولی۔

”آئیے مسٹر دانش منصور۔“ میں اس کے ساتھ چل پڑا۔ ظاہر ہے اس کے بعد وہ مجھے میری خوابگاہ ہی دکھا سکتی تھی۔ جہاں مجھے قیام کرنا تھا۔ بلاشبہ ایک حسین ترین خوابگاہ میری منتظر تھی۔ مس سولڈر نے میری خوابگاہ میں مجھے پہنچانے کے بعد نغمہ بار آواز میں کہا۔

”میں آپ کو یہاں ان تمام ضروریات زندگی سے روشناس کرائے دیتی ہوں جن کی ضرورت آپ کو قیام کے دوران پیش آئے گی اس کے ساتھ ساتھ ہی میری درخواست ہے کہ اگر کسی اور چیز کی ضرورت آپ محسوس کریں تو تکلف نہیں کریں گے وہ مجھے تمام چیزوں کے بارے میں بتانے لگی جدید ترین غسل خانے تھے اور اس کے علاوہ ضروریات زندگی کی ہر شے یہاں موجود تھی میں نے مسکرا کر اس کا شکریہ ادا کیا اور کہا۔“

”بہت شکریہ مس سولڈر۔ بہر طور آپ نے میرے لئے بہترین اہتمام کیا ہے اور میں محسوس کرتا ہوں کہ مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔“

”آپ سے گفتگو کرنے کو بہت دل چاہتا ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ اب تقریباً ایک گھنٹہ آپ آرام کریں اس کے بعد میری آپ سے ملاقات ہوگی۔ ہاں اگر کوئی ضرورت پیش آئے تو یہ مٹن دبا کہ مجھے کال کر لیجئے گا۔ ویسے یہاں دو ملازمین آپ کے ہر حکم کی تعمیل کے لئے ہمہ وقت موجود ہیں۔“

”شکریہ۔“ میں نے پروقار انداز میں کہا۔ کسی ہلکے پن کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ لیکن ان لڑکیوں کو کیا کہا جائے جن کی آنکھوں میں یہی طلب ہمیشہ نظر آتی ہے کہ انہیں اہستہ دی جائے لیکن جن حالات سے میں گزر رہا تھا اس کے تحت ایسی حرکات سے اجتناب ضروری تھا مس سولڈر چلی گئی اور میں اس نئی جگہ بیٹھ کر یہ سوچنے لگا کہ اب

دیکھنا یہ ہے کہ آئندہ کیا ہوتا ہے۔ دوپہر تک کا وقت یہاں اسی جگہ گزارنا پڑا۔ میں نے خود بھی کسی کو مخاطب نہیں کیا تھا اور نہ ہی مجھے مخاطب کیا گیا تھا۔ کافی وقت گزر گیا۔ اچانک ایک اجنبی شکل اندر داخل ہوئی۔ یہ یقینی طور پر خادمہ تھی۔

”لنچ کا وقت ہو گیا ہے۔ آپ براہ کرم میرے ساتھ تشریف لائیں۔“ میں خاموشی سے اٹھا ہاتھ روم میں جا کر بال وغیرہ درست کئے اور پھر خادمہ کے ساتھ باہر نکل آیا وہ مجھ سے دو قدم پیچھے چل رہی تھی اور مجھے گائیڈ کرتی جا رہی تھی۔ عمارت کافی وسیع اور جدید ترین تھی لنچ کے لئے مجھے ایک بہت بڑے ہال میں داخل ہونا پڑا۔ وسیع و عریض میز پر صرف مسٹر ڈالمین بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے ہلکے سے کرسی کھسکا کر مجھے خوش آمدید کہا اور ملازمہ نے میرے لئے ان کے سامنے والی کرسی کھسکا دی۔ اس کے بعد خاموشی سے لنچ شروع ہو گیا۔ لنچ کے بعد انہوں نے کہا۔

”ہم نے پوری دنیا یہاں قید کر رکھی ہے۔ دنیا کا تمام تر صنعتی نظام اور نظریاتی نظام یہاں موجود ہے۔ یہ تمام تفصیلات میں آپ کو بتاتا ہوں۔“ مسٹر ڈالمین نے کہا اور پھر مجھے ایسی عجیب و غریب باتیں بتائیں کہ میرا دماغ چکرا کر رہ گیا۔ میں نے روز آرگنائزیشن کے اس کام کو قدر کی نگاہ سے دیکھا تھا۔ مسٹر ڈالمین مجھے بتاتے رہے کہ اس وقت دنیا میں کیا کیا کاروباری طریقہ کار اختیار کئے جا رہے ہیں۔ کس ملک کی صنعتی پالیسی کیا ہے۔ کہاں کہاں ہو رہا ہے اور خاص بات یہ تھی کہ ہر جگہ سے سیکنڈوں میں رابطہ قائم ہو جاتا تھا اور مسٹر ڈالمین وہاں سے سوالات کر لیا کرتے تھے۔ یہ تمام چیزیں کمپیوٹر کی عنایت کردہ تھیں اور دنیا اس وقت انتہائی مشینی دور میں داخل ہو چکی تھی۔ میں ہر چیز کو دیکھتا رہا اور مسٹر ڈالمین نے مجھے تمام تر صورت حال بتائی پھر کہنے لگے۔

”یہ لیبارٹری ہم نے دنیا کی عظیم ترین لیبارٹریوں کی طرز پر بنائی ہے اور یہاں وہ کچھ موجود ہے کہ آپ سنیں گے تو حیران رہ جائیں گے۔ بس یوں سمجھ لیجئے کہ یہ ایک بڑا سا ہال نہیں ہے بلکہ کائنات کا ایک حصہ ہے۔ اور کوئی بھی گوشہ ہماری نگاہوں سے دور نہیں ہے لیکن اپنے مخصوص نظریات کی حد تک اس سے آگے کیا ہے یہ ہم نے نہ غور کیا اور نہ اس کے بارے میں اپنے پاس تفصیلات اکٹھی کیں۔ میں بڑی دلچسپی سے یہ تمام

چیزیں دیکھتا اور ان کے بارے میں پوچھتا رہا تھا۔ مسٹر ڈالمین نے کہا۔

”اور اب میں انتظار کر رہا ہوں اس وقت کا جب مجھے آپ کے بارے میں ہدایت دی جائے گی آپ براہ کرم یہاں بالکل پرسکون رہیں اور کوئی الجھن محسوس نہ کریں یوں سمجھ لیجئے کہ خود مجھے ہدایت کی گئی ہے کہ میں آپ کو ذہنی طور پر ذرا بھی افسردہ نہ ہونے دوں اور اس کے لئے آپ کو اس عمارت میں مکمل آزادی ہے۔ آپ چاہیں تو اپنے طور پر اس کی سیر کر سکتے ہیں۔ ہر شخص ہر جگہ آپ کی رہنمائی کرے گا۔“

”اس کے لئے آپ کافی ہیں مسٹر ڈالمین اگر مجھے کوئی ضرورت پیش آئی تو میں آپ تک اپنا پیغام بھجوادوں گا۔ اس دوران مجھے مس سولڈر یا مسٹر سولڈر نظر نہیں آئے تھے بہر طور مجھے پھر واپس اسی جگہ پہنچا دیا گیا جہاں میرا قیام تھا ویسے میرا ذہن ان تمام چیزوں کا بغور جائزہ لے رہا تھا واقعی ان لوگوں نے جو کچھ کیا ہے وہ قابل داد ہے۔ لیکن ان کے نظریات سے متفق ہونا میرے لئے ممکن نہیں تھا یہ اپنی اجارہ داری قائم کر رہے تھے اور یہی پوزیشن ڈان سینٹر کی تھی۔ اس کے تھوڑے سے مقاصد مجھے کاظم شاد کے ذریعے معلوم ہو چکے تھے وہ دنیا کے کسی بھی ملک کو اپنے طور پر آگے بڑھتے نہیں دیکھنا چاہتے تھے بلکہ سب کو اپنی پالیسیوں کے تحت چلانے کے انتظامات کر رہے تھے اور اس طرح خصوصاً ترقی پذیر ممالک کے لئے کافی مشکلات پیدا کر دی تھیں انہوں نے اب دیکھنا یہ تھا کہ مجھ پر ان کے اثرات کس حد تک قائم ہو جاتے ہیں۔“



”کیا اس کا احترام کیا جائے گا.....؟“

”سو فیصد۔ ہم آپ سے مکمل تعاون کرنا چاہتے ہیں اس بار کیلس آرک نے جواب دیا۔“

”ٹھیک ہے میں تیار ہوں اور اس کے بعد وہ لوگ مجھے ایک ایسی جگہ لے گئے جہاں ایک گول پلیٹ لگی ہوئی تھی جو زمین سے تقریباً ایک فٹ اونچی اٹھی ہوئی تھی۔ مجھے اس پلیٹ پر کھڑا کر دیا گیا۔ میں نے کھڑے ہو کر اس پلیٹ کے پچھلے حصے پر نظر ڈالی تو مجھے سینکڑوں تار اس سے منسلک محسوس ہوئے۔ میرے لباس کو بالکل نہیں چھوا گیا تھا البتہ مجھ سے جوتے اتارنے کی درخواست کی گئی تھی ساتھ ہی کچھ مشینیں دھکیل کر میرے سامنے کر دی گئی تھیں اور پھر مجھ سے مسٹر ڈالمین نے کہا کہ میں اپنے دونوں ہاتھ ان مشینوں کے دونوں سمت رکھ دوں۔ میں نے ان کی ہدایت پر عمل کیا اور میرا رابطہ مشینوں سے مکمل طور پر قائم ہو گیا۔ سامنے ہی ایک اسکرین روشن تھا جس پر الفاظ میں میری کیفیات کی تحریریں آرہی تھیں۔ مسٹر ڈالمین ایک مشین کو آپریٹ کرنے لگے۔ مس سولڈر اور نوبل سولڈر بھی ان کے ساتھ اسی مشین پر موجود تھے۔ مس سولڈر خصوصی طور پر اس اسکرین کے سامنے تھی اور جو کچھ اس پر تحریری شکل میں آرہا تھا۔ اسے دور سے دہرا رہی تھی۔ اس نے پہلا جملہ کہا۔“

”جسمانی قوت بے حد شاندار۔ مسٹر ڈالمین نے تبدیلیاں کیں۔ یہ تحریر چند لمحات اسکرین پر رہی اور اس کے بعد دوسری تحریر آئی۔“

”شاندار قوت برداشت۔“ مس سولڈر نے کئی پھر تیسری تحریر آئی۔

”ہر قسم کی صورت حال سے نمٹنے کی بہترین صلاحیت و قوت کا حامل تازہ ذہن جس کے تمام غلے سفید ہیں اور ان پر کوئی دھبہ نظر نہیں آتا سوائے چند سرخ نقطوں کے جن میں ایک نقطہ کسی قدر سیاہ ہے۔“ مسٹر ڈالمین نے مزید کوششیں کیں اور میرے بارے میں بہت سی باتیں سامنے آتی رہیں لیکن میرے جسمانی نظام پر کوئی اثر محسوس نہیں ہوتا۔ تقریباً پندرہ منٹ تک یہ کارروائی جاری رہی اور اس کے بعد مسٹر ڈالمین نے مشینیں بند کر دیں پھر وہ کمپیوٹر پر میرے نمبر تلاش کرنے لگے ایک ہزار نمبر تھے اور اس وقت مسٹر ڈالمین ہی نہیں کیلس آرک اور دوسرے تمام لوگ حیران رہ گئے جب لائن

شام کو تقریباً ساڑھے سات بجے جبکہ میں چائے وغیرہ سے اپنے کمرے ہی میں فارغ ہو چکا تھا ایک بار پھر مجھے مسٹر ڈالمین کا پیغام ملا اور میں اس خادمہ کے ساتھ چلی پڑا۔ پھر جب خادمہ نے مجھے اسی لیبارٹری میں پہنچایا تو میں نے وہاں میڈم کیلس آرک کو دیکھا۔ ان کے ساتھ وہی باقی افراد بھی موجود تھے جو اس وقت مجھے نظر آئے تھے جب پہلی بار کیلس آرک سے میری ملاقات کرائی گئی تھی۔ اس وقت مس سولڈر اور مسٹر ڈالمین سولڈر بھی وہاں موجود تھے اس کے ساتھ ساتھ ہی ان کے دو معاون بھی تھے جو ایک خاص قسم کے لباس میں دیوار کے ساتھ لگے ہوئے کھڑے تھے۔ مسٹر ڈالمین نے مسکراتے ہوئے مجھے خوش آمدید کہا تمام ہی لوگوں نے مجھ سے ہاتھ ملائے اور پھر مسٹر ڈالمین کہا۔“

”میڈم کیلس آرک کا خیال ہے کہ اب وہ عمل کر ڈالا جائے جس کے لئے کو یہاں زحمت دی گئی ہے۔“

”مجھے اس کے بارے میں تفصیلات بتائی جائیں۔ میں نے ٹھوس لہجے میں کہا۔“ کوئی خاص تفصیل نہیں ہے۔ ہمارے پاس یہ کچھ مشینیں ہیں جو آپ کا جسمانی جائزہ لیں گی اور آپ کی ذہنی قوتوں اور جسمانی قوتوں کا تجزیہ کیا جائے گا اس سے آپ کو ذرہ برابر نقصان نہیں پہنچے گا۔ آپ مکمل ہوش و حواس میں ہوں گے اپنے طور پر سوچنے کے لئے عمل کرنے کے لئے آزاد۔ ہاں جہاں آپ ہم پر پابندیاں لگانا چاہیں وہاں انکی انجانہ کرہم سے کہہ دیں کہ یہ سب کچھ آپ نہیں کرانا چاہتے۔“

کے بعد نیچے بھی ایک ہزار ہی نمبر نظر آئے۔ جبکہ شاید ایسا پہلے نہ ہوا ہو۔ ان لوگوں کی حیرت سے یہی اندازہ ہوتا تھا۔

”ہزار میں سے ہزار۔“ کیلس آرک نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔
”ناممکن۔ میرا خیال ہے پہلی بار یہ نمبر دیکھنے کو ملے ہیں۔“ ایک اور شخص نے کہا۔ تیسرا شخص بولا۔

”مسٹر ڈالمین کیا کہیں آپ سے کوئی غلطی ہوئی ہے۔“ مسٹر ڈالمین نے پر جوش لہجے میں کہا۔

”قطعی نہیں۔ کیا آپ اس بات کی توقع رکھتے ہیں۔“

”نہیں مسٹر ڈالمین لیکن کیا ایک بار اور یہ تجزیہ نہیں کیا جاسکتا۔“

”نہیں کیونکہ میں اس سے مکمل طور پر مطمئن ہوں۔“

”لیکن ان حالات میں تو ہم ان صاحب کو سپریم کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ اتنے نمبر تو

شاید کبھی تصور میں بھی نہیں آسکتے۔ یہ تین دھبے البتہ قابل غور ہیں۔“

”ان کا تعلق ان کی خالص ذاتی زندگی سے ہے۔ مثلاً یہ سیاہ دھبہ کوئی ایسی نوعیت

رکھتا ہے جو ان کے لئے کسی پریشانی اور دکھ کا باعث بنی ہے۔ اور یہ مسلسل کچھ ایسے

تاثرات ہو سکتے ہیں جو ان کے دل پر آج تک موجود ہوں اور یہ انہیں نہ بھلا سکیں۔ مثلاً

عشق محبت یا کسی ایسی شخصیت سے دلچسپی جو ان کے لئے بہت زیادہ باعث کشش ہو

ہو۔ ان دھبوں کی نوعیت اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔“ میں شدید زور دے رہا تھا۔

تجزیہ انہوں نے ان دھبوں کا کیا تھا وہ سو فیصد درست تھا۔ سیاہ دھبہ میری اپنی ذات کا

ہو سکتا تھا جس کے ذریعے مجھے یہ پتا چلا تھا کہ میں ایک ایسی بدکار عورت کا بیٹا ہوں جس

نے اپنے شوہر کا تعین بھی نہیں کیا تھا۔ اور باقی ان دو چار دھبوں میں جو محبتیں پوشیدہ

تھیں وہ نازاں باجی وغیرہ کی ہو سکتی تھیں۔ یا ممکن ہے کچھ اور ایسے معاملات جن سے میں

خود بے تعلق ہو چکا تھا۔ لیکن مسٹر ڈالمین کا یہ تجزیہ میرے لئے بھی حیران کن تھا۔

خود بے تعلق ہو چکا تھا۔ لیکن مسٹر ڈالمین کا یہ تجزیہ میرے لئے بھی حیران کن تھا۔

سے اتارنے کے بعد مجھے جوتے پہنائے گئے۔ خادمہ نے اس سلسلے میں میری مدد کی تھی

اور اس کے بعد وہ لوگ مجھے لے کر ایک نشست گاہ میں پہنچ گئے۔ سب کے چہرے

مسلح حیرت کا باعث بنے ہوئے تھے۔ خاص طور سے کیلس آرک مجھے عجیب سی

نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ ان نگاہوں میں بے پناہ محبت اپنائیت اور ایک عجیب سا احساس تھا جس کا اس وقت میں اندازہ نہیں لگا سکا۔ لیکن تمام ہی لوگ مجھ سے بے حد متاثر نظر آ رہے تھے۔

”حقیقت یہ ہے مسٹر دانش منصور کہ ہم نے آپ کے بارے میں اس انداز میں

اس سے پہلے کبھی نہیں سوچا تھا۔ ہم آپ کی ذہنی قوتوں کو صرف اس لئے آزما رہے تھے

کہ آپ ہمارے کس حد تک کام آسکتے ہیں لیکن یہ جو کچھ سامنے آیا ہے وہ اس قدر

حیران کن ہے کہ ہم سب کے لئے ایک طرز فکر پیدا ہو گیا اور یقینی طور پر ہمارے ہیڈ

کوارٹر کو بھی ان تمام تفصیلات کے بعد کچھ نئی سوچوں کا شکار ہونا پڑے گا۔“ میں ان الفاظ

پر غور کرنے لگا۔ تمام لوگ خاموش ہو کر کسی سوچ میں گم ہو گئے تھے کچھ دیر کے بعد

کیلس آرک نے کہا۔

”بہر طور یہ تجزیہ یقینی طور پر اتنا ہی حیران کن ہے کہ اس نے ہم سب کو سوچ میں

ال دیا ہے۔ لیکن مسٹر دانش آپ قابل مبارکباد ہیں غالباً“ آپ کو بھی پہلی بار اپنے بارے

میں اس قدر اندازے ہوئے ہوں گے۔“ کیلس آرک کے ان الفاظ کا میں نے کوئی

جواب نہیں دیا اس نے کہا۔

”اور اب میرے خیال میں ہم لوگوں کو اٹھ جانا چاہیے۔ صلاح و مشورے کرنے

کے بعد ہم مسٹر ڈالمین کو بتائیں گے کہ انہیں آئندہ کیا کرنا ہے۔ اور آپ مسٹر دانش براہ

کرم چند گھنٹے ہمیں اور دے دیجئے اس کے بعد ہم یہ بتا دیں گے کہ اب ہمارے اور آپ

کے درمیان کیا رابطے ہوں گے اور ہمیں آپ سے کیا درخواست کرنا پڑے گی۔“

”ٹھیک ہے۔ میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا اور اس کے بعد مجھے میرے

کمرے تک لے آیا گیا۔ یہاں پہنچ کر وہ سب مجھ سے رخصت ہو گئے تھے۔ البتہ مس

سولڈر کو یہاں چھوڑ دیا گیا تھا وہ محتاط سی لڑکی میرے پاس آئی اور میرے سامنے بیٹھ گئی۔“

”کیا مجھے آپ کو تنہا چھوڑ دینا چاہیے مسٹر دانش منصور!“ اس نے عجیب سے انداز

پوچھا۔ ”سوال کیا اور اس کے سوال کرنے کے اس انداز پر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل

گئی۔“ میں نے اسے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

”یوں لگتا ہے مس سولڈر جیسے آپ کو میرے پاس رکھنے کے لئے مجبور کر دیا گیا

احساسات خود بتائے دیتا ہوں۔ درحقیقت میں کافی الجھا ہوا ہوں۔ آپ جو الفاظ ان سے کہیں وہ یہی کہیں جو میں آپ سے کہہ رہا ہوں۔ میں بہت الجھا ہوا ہوں کیونکہ میں بذات خود ایک مستحکم حیثیت کا مالک ہوں اور مجھے کسی کی مدد کی ضرورت بھی نہیں ہے یہ ایک ایسا سودا تھا جو اگر آسانی سے ہو جاتا تو مجھے زیادہ پسند آتا لیکن اب میں یہ محسوس کر رہا ہوں کہ یہ لوگ مجھے پر مسلط ہونے کی کوشش کر رہے ہیں۔ تاہم میں ان سے بدل نہیں ہوں اور ان کی کارروائی دیکھنا چاہتا ہوں اس سلسلے میں مجھے جو پہلا ذہنی جھٹکا لگا ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے میرا ایک ہم شکل تیار کر لیا ہے۔ اس ہم شکل کے ذریعے انہوں نے میری حیثیت ختم کر دی ہے اور اس بات کی مجھے تشویش ہے آپ ان الفاظ کو اپنے رنگ میں ڈھال کر انہیں رپورٹ دے سکتی ہیں مس سولڈر۔ اس طرح آپ کی یہ مشکل تو حل ہو گئی اور مجھے امید ہے کہ اب آپ ذہنی طور پر الجھی ہوئی نہ ہوں گی۔“ وہ مترانہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی اور اس کے چہرے پر مختلف رنگ آرہے تھے پھر اس نے عجیب سے انداز میں کہا۔

”اور آپ نے یہ سب کچھ بتا دیا میرا مطلب ہے کہ آپ نے مجھ پر یہ بھروسا کیوں کر لیا۔“

”جانے دیجئے مس سولڈر ان باتوں کو۔ انسان کو زندگی میں بہت سے لوگوں پر بھروسا کرنا ہوتا ہے آپ کے چند الفاظ نے مجھے یہ احساس دلایا کہ آپ ایک نفیس خاتون ہیں اور صاف ستھری گفتگو پسند کرتی ہیں۔ میں نے آپ کے ذہن کو الجھنوں سے نکال لیا اور اگر اب ممکن ہو سکے تو آپ اس موضوع سے ہٹ کر گفتگو کیجئے۔“

”آپ بھی کم اچھے انسان نہیں ہیں مسٹرمان صور درحقیقت میں یہی سوچ رہی ہوں کہ جو ذمہ داری میرے سپرد کی گئی ہے۔ بھلا میں اسے کیسے پورا کر سکتی ہوں۔ کیا رپورٹ دوں گی انہیں اور کس طرح دوں گی۔ لیکن اس کے لئے میں مجبور بھی تھی۔ آپ نے واقعی میری بہت بڑی مشکل حل کر دی ہے اور میں اس کے لئے آپ کی شکر گزار ہوں۔“

”چلیے ہم اوگ دوست بن جاتے ہیں۔“ اس نے ایک گہری سانس لی اور پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آگئی۔ کیا ہی حسین مسکراہٹ تھی۔ دیکھتے رہنے کو جی چاہتا تھا سو

ہو۔ اگر آپ کی یہاں موجودگی ضروری نہیں ہے تو پھر آپ اپنے طور پر آزاد ہیں۔ اگر چاہا پسند کریں تو چلی جائے اور اگر بیٹھنا چاہیں تو ضرور بیٹھئے۔ مجھے خوشی ہوگی۔“ اس نے اچھتی ہوئی سی نگاہ مجھ پر ڈالی اور اس کے چہرے کے انداز میں تبدیلی رونما ہو گئی۔ چند لمحات وہ گردن جھکائے کچھ سوچتی رہی پھر اس نے کہا۔

”حقیقت یہی ہے کہ مجھے آپ کے پاس رکنے کی ہدایت کی گئی تھی اور یہ کہا گیا تھا کہ آپ مجھ سے جو بھی گفتگو کریں اس پر نظر رکھوں۔ آپ کے احساسات کو محسوس کروں۔ تاکہ انہیں بہتر رپورٹ دے سکوں۔“ میں چونک کر اسے دیکھنے لگا پھر میں نے کہا۔

”اور آپ یہ بات مجھے بتا رہی ہیں مس سولڈر۔“

”اس کی کوئی خاص اور اہم وجہ نہیں ہے میں نے یہ بات پہلے بھی ان لوگوں سے کہہ دی تھی کہ مجھے فریب کی گفتگو کرنا نہیں آتی اور میں اس کے لئے بالکل غیر موزون رہوں گی۔ انہوں نے نہیں مانا نہ مانیں۔ میرا اپنا جو انداز ہے میں اسے ترک نہیں کر سکتی۔“

”آپ مجھے بہت اچھی خاتون معلوم ہوتی ہیں۔“

”اچھی ہوں یا بری یہ ایک الگ چیز ہے۔ بس میں اپنے کام میں مصروف رہنا چاہتی ہوں۔ باقی جہاں تک دوسرے معاملات کا تعلق ہے تو میرے ڈیڈی نے پہلے ہی یہ بات ان لوگوں کو بتا دی تھی کہ ہم کسی اور مصرف کے لوگ نہیں ہیں۔“

”آپ کے ڈیڈی نے۔“

”ہاں میری مراد مسٹر نوبل سولڈر سے ہے۔“ میں عجیب سے نگاہوں سے لیشزکے دیکھنے لگا۔ ”پھر میں نے کہا۔“

”یوں لگتا ہے مس لیشزجیسے آپ یہاں خوش نہیں ہیں۔“ وہ بھی نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھنے لگی۔ ان آنکھوں میں عجیب سی کیفیات تھیں۔ لیکن اس نے کچھ کہا نہیں تھا۔ اس کا چہرہ بالکل سنجیدہ تھا اور اس عالم میں وہ گڑیا جیسی بہت حسین لگ رہی تھی۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”آپ میرے بارے میں اگر کوئی رپورٹ دینے پر مجبور ہیں تو میں آپ کو اب

میں اسے دیکھتا رہا۔ اس نے کہا۔

”اور آپ مسٹرمان صور حیران کن شخصیت کے مالک ہیں۔ جو رپورٹیں آپ کے بارے میں مشینوں سے موصول ہوئی ہیں وہ ناقابل یقین تصور کی جاتی ہیں۔ گویا یہ کتنا درست ہے ان تمام لوگوں کا کہ آپ سپرین جیسی حیثیت رکھتے ہیں ورنہ جسمانی طور پر اس قدر فٹ لوگ کم ہی نظر آتے ہیں۔ آپ انتہائی ذہنی اور جسمانی قوتوں کے مالک ہیں۔ مسٹر دانش منصور آپ نے کبھی اپنی ان قوتوں کو استعمال نہیں کیا۔“

”مجھے ان کے بارے میں معلوم نہیں تھا۔“ میں نے کہا۔

”یہ کیسے ممکن ہے۔ انسان ذہنی طور پر طاقتور ہو۔ وہ بہت ساری باتیں سوچ سکتا ہے۔“

”شاید۔ آپ کا ویسے اس سلسلے میں کیا خیال ہے۔“

”نہیں حیران میں بھی ہوں اور میری ڈیڈی بھی لیکن ابھی ہمارے درمیان کوئی ایسی گفتگو نہیں ہو سکی جس سے مجھے ڈیڈی کے خیالات کا اندازہ ہو۔“

”مسٹر نوبل یہاں کتنے عرصے سے کام کر رہے ہیں۔ میرا مطلب ہے وہ آگنائزیشن کے لیے۔“ وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی پھر بولی۔

”تقریباً آٹھ یا نو سال ہو گئے۔“

”اس سے پہلے آپ لوگ کہاں تھے۔“

”بون میں۔“ اس نے جواب دیا۔

”آپ کے ڈیڈی؟“

”ابھی ان تمام تفصیلات میں نہ جائے۔ بس یوں سمجھ لیجئے کہ میرے ڈیڈی بون

میں رہتے تھے۔ اور ایک اچھی حیثیت کے مالک تھے۔ بہت عرصے سے وہ آگنائزیشن کے لیے کام کرتے ہیں۔“

”آپ کے عزیز واقارب اب بھی بون میں ہوں گے؟“

”جی نہیں۔“ اس نے ٹھنڈی سانس لے کر جواب دیا۔ لڑکی خاصی الجھی ہوئی تھی

لیکن چند ہی لمحات میں تمام سوالات اس سے کر لینا آسان کام نہیں تھا اور نہ ہی مناسب تھا۔ چنانچہ میں نے گفتگو کا موضوع بدل دیا اور پھر اس جگہ کے بارے میں اس سے پوچھنے

کا میں نے کہا۔

”ہاں میں یہ کونسا علاقہ ہے جہاں اس وقت ہم موجود ہیں؟“

”اس کا تعلق مالمو سے تو نہیں ہاں مالمو سے شمال مغرب میں کافی فاصلے پر موجود

ہیں۔ یہ جگہ جزیرہ نما ہے۔“

”اوہ میں اسے صرف جزیرہ سمجھتا تھا۔“

”نہیں یہاں سے خشکی کا راستہ دوسرے شہروں کی جانب نکل جاتا ہے۔ لیکن

درمیان میں بڑے بڑے خطر علاقے پڑتے ہیں اس لیے اسے عام گزرگاہ کے طور پر استعمال

نہیں کیا جاتا۔ یہ برفانی تودوں کی سرزمین ہے اور تقریباً ناقابل عبور ہی سمجھی جاتی ہے۔

بازہ تر سفر سمندری اسٹیمرز کے ذریعے ہوتا ہے یا پھر خصوصی طور پر ہیلی کاپٹر استعمال

کیا جاتا ہے۔ خشکی کے راستے میرا مطلب ہے برفانی راستے سے گزرنا تقریباً ناممکن تصور

کر لیا گیا ہے۔“

”بہت خوب بڑی دلچسپ معلومات فراہم کی ہیں آپ نے مجھے۔“

”میرا خیال ہے اگر آپ پسند کریں تو آپ کو یہاں کی سیر کرائی جاسکتی ہے۔“

”اس کے ذرائع ہیں؟“ میں نے سوال کیا۔

”ہاں ہاں کیوں نہیں۔ ہم ایک مخصوص جگہ تک بذریعہ جیپ سفر کر سکتے ہیں۔ بس

وہاں سے آگے بڑھنے کا معاملہ ذرا پر خطر ہو جائے گا۔ اس لیے ادھر کا رخ نہیں کیا جاسکتا۔

ایسے اسٹیمر بھی موجود ہیں جن کے ذریعے سمندری سیر کی جاسکتی ہے اور مجھے یہ ہدایت

دی گئی ہے کہ آپ کو اس دوران مطمئن رکھا جائے چنانچہ یہ سمجھ لیجئے کہ آپ کی

انفرسیاحت میں ہی ہوں اگر آپ کسی قسم کی خواہش محسوس کریں تو مجھے اس کے بارے

میں بتا دیجئے گا۔“

”سوری مس سولڈر آپ کے ڈیڈی کو اس پر اعتراض نہیں ہوگا؟“

”نہیں۔ اس لیے کہ ڈیڈی بھی ان کے احکامات کی تعمیل کرنے پر مجبور ہیں۔“

”مجبور؟“ میں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ اور وہ بھی جیسے سنبھل گئی اس

نے کہا۔

”دیکھئے آپ اتنے اچھے انسان ہیں کہ میں تعریف کیے بغیر نہیں رہ سکتی۔ لیکن پلیز

ایسے چبھتے ہوئے سوالات نہ کریں۔ جن کے جواب اگر میں غلط فہمی میں آکر دے بھی جاؤں تو مجھے بعد میں ان کا نقصان اٹھانا پڑے۔ یہ ہمارے درمیان ایک دوستانہ کیفیت ہوگی اور میں اس کے لیے آپ سے درخواست کر سکتی ہوں۔“ اس کے ان الفاظ سے مجھے مکمل طور پر اس بات کا یقین ہو گیا کہ دونوں باپ بیٹی کسی ایسے جال میں گرفتار ہیں جس سے وہ خوش نہیں ہیں اور اب ان الفاظ کی روشنی میں مجھے مسٹر نوبل کی کیفیت کا احساس بھی ہوتا تھا وہ بہت زیادہ سنجیدہ اور دبی دبی فطرت کے مالک تھے۔ جب کہ مسٹر ڈالمین خامے ہشاش بشاش اور تیز طرار آدمی نظر آتے تھے۔ چونکہ اس نے اس سلسلے میں مجھے منع کیا تھا چنانچہ اس وقت اس سے کچھ پوچھنا مناسب نہیں سمجھا۔ میں نے اس سے کہا۔

”تو پھر ٹھیک ہے آپ ہمیں اس اپنے جزیرہ کی سیر کرائیے۔“

”اس کا بندوبست ہو جائے گا۔“ اس نے کہا اور کچھ دیر بعد میرے پاس سے گئی۔ میں نے اس سلسلے میں بہت سی باتیں پوچھی تھیں۔ یہ جو سب کچھ ہو رہا تھا اس کے لیے میں نے خود کو آمادہ تو کر لیا تھا لیکن اب یہاں آکر یہ احساس ہو رہا تھا کہ کچھ الجھنیں پیش آسکتی ہیں لیکن جو ہونا تھا وہ تو ہو ہی چکا تھا۔ بھلا مجھ جیسے معمولی آدمی کو جس طرح کراچی میں مسجد خضرا کے پاس بسوں کی صفائی کر کے بسوں میں راتیں گزاری تھیں۔ سب کچھ خواب ہی محسوس ہوتا تھا جو میرے سامنے تھا۔ اتنی بڑی حیثیت حاصل ہوئی تھی مجھے کہ شاید میرے جیسی حیثیت کا کوئی نوجوان عالم خواب میں بھی تصور نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ اب وقت نے جب یہ مقام دیا تھا تو وقت ہی کے سہارے اپنے آپ کو آگے بڑھا تھا۔ بہت زیادہ جدوجہد اور ذہانت کا مظاہرہ بھی بعض اوقات مصیبتوں کا باعث بن جاتا ہے اور میں یہ مصیبتیں خود پر نازل نہیں کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ خاموشی سے دیکھتے رہتا تھا۔ مناسب تھا۔ دوسرے دن ایک شاندار جیپ کے ذریعے مجھے جزیرہ کی سیر کرائی گئی۔ میری معاون اور رہنما مس سولڈر ہی تھی جیپ کا اسٹیرنگ اس کے ہاتھ میں تھا۔ میں اس کے برابر بیٹھ گیا۔ اس نے سر پر ایک بڑا رد مال باندھا ہوا تھا۔ اس کے سراپا سے اٹھنے والا مکہ بے خود کر دینے والی تھی مگر میں خود کو سنبھالے رہا۔ میں اس کے ساتھ جزیرہ کے برفانی مقامات کی سیر کرتا رہا ہر لحاظ سے ایک مکمل جگہ تھی۔ تھوڑا ہٹ کر سمندر کا نیلا پانی

نہایت نگاہ پھیلا ہوا تھا اور آسمان کی وسعتیں اس سے لپٹی ہوئی نظر آرہی تھیں۔ برف کی سر زمین پر درخت بھی نہائے ہوئے کھڑے تھے۔ یہاں سفید خرگوشوں کی بھرمار تھی جو اس طرح چوکڑیاں بھرتے پھر رہے تھے کہ کہیں بھی انہیں ہاتھ بڑھاؤ اور پکڑ لو یا ان کے قریب ہو جاؤ اکثر جیپ کو ان کی وجہ سے رکن پڑتا تھا وہ بھی شاید مانوس تھے چونکہ بہت زیادہ خوفزدہ نظر نہیں آ رہے تھے۔ میں نے اس سے بہت سے سوالات کیے اس نے بتایا کہ ویسے تو یہ علاقے صاف ستھرے ہیں لیکن کبھی کبھی برفانی ریچھ کے ٹولے کے ٹولے آجاتے ہیں اور اس وقت خاصی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور دور دور تک جانے کی ممانعت ہو جاتی ہے۔ موسم کے ختم ہونے کے ساتھ یہ ریچھ واپس چلے جاتے ہیں۔“

”یہاں آپ لوگوں کے علاوہ اور بھی کوئی آبادی ہے۔“

”ارے نہیں۔ داہنی سمت جدھر سے ہم ابھی تک نہیں گزرے باقاعدہ آبادی ہے۔ لوگ رہتے ہیں اور زندگی کے معمولات میں مصروف ہوتے ہیں۔ ان کا تعلق بھی اسی علاقے سے ہے اور یہ مختلف قسم کا کاروبار کرتے ہیں۔“

”آمد رفت کا ذریعہ؟“

”اسٹیمر..... یہ صرف سمندری راستے استعمال کرتے ہیں۔ ہاں کبھی کبھی قافلے خشکی کے راستے بھی وہاں تک پہنچنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں لیکن دوبارہ کسی کا حوصلہ نہیں ہوتا کہ ان راستوں سے سفر کرے۔ بس یہ مہم جو قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ جو کبھی کبھی ٹولیاں بنا کر ادھر سے نکل جاتے ہیں دوسرا دن بھی لیشر کے ساتھ سیاحت میں گزرا البتہ تیسرے دن ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دی غالباً کوئی آیا تھا اور آنے والی کیلس تھی جسے میں نے دور سے دیکھ لیا تھا کیلس سے بہت دیر میری ملاقات نہیں ہوئی۔ لیکن بعد میں وہ میرے پاس پہنچ گئی۔ وہ نکھری نکھری اور تروتازہ نظر آتی تھی میں نے البتہ سرد مہری سے اس کا استقبال کیا تھا۔ مجھ سے ہاتھ ملاتے ہوئے اس نے گہری نگاہوں سے میرا جائزہ لیا اور اس نے کہا۔“

”سپریم کو کسی بھی طرح ذہنی طور پر کمتر سمجھنا خود سمجھنے والے کی حماقت ہے۔ میں اگر الفاظ کا ہیر پھیر کروں تو مجھے خود ہی شرمندگی ہوگی۔ کہنا یہ چاہتی ہوں کہ آپ کچھ زیادہ خوش نظر نہیں آتے مسٹر دانش۔“

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ ”عجیب باتیں کرتی ہیں آپ مس کیلس آپ کے خیال میں مجھے خوش ہونا چاہیے؟“

”سبھی نہیں۔“ اس نے میرے سامنے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔
”میں نے اب تک کی زندگی نہایت مصروف اور آزاد گزاری ہے ایک ایسی جگہ جس کے بارے میں مجھے مکمل طور پر علم بھی نہیں ہے۔ میری مجبوری ”رہائش کیا مجھے خوش رکھ سکتی ہے؟“ اس کا چہرہ سنجیدہ ہو گیا اس نے میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

”آپ یقینی طور پر بوریت محسوس کر رہے ہیں۔ کیا کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپ اپنی مصروفیات کی زندگی سے تھک کر گوشہ نشین ہو گئے ہوں۔ اور آپ نے کچھ دن ایسی جگہ گزارے ہوں جس کا آپ کی کاروباری زندگی سے کوئی تعلق نہ ہو۔“

”ہوا ہے میڈم کیلس لیکن اس وقت میں نے خود کو مکمل طور پر آزاد اور خود مختار سمجھا ہے۔“

”کیا یہاں آپ کی خود مختاری میں کوئی خلل اندازی کی گئی ہے؟“
”نہیں۔ اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ میں نے اب تک تمام لوگوں سے مکمل تعاون کیا ہے اور کوئی ایسا انحراف نہیں کیا جس سے کسی کو میرے معمولات پر بہرا لگنے کی ضرورت پیش آتی۔“

”ہاں مجھے اس کا علم ہے لیکن براہ کرم سوچنے کے انداز کو ذرا تبدیل کیجئے۔“
دانش در حقیقت کچھ ایسے عوامل ہیں جن کی بنا پر یہ ضرورت پیش آئی۔ آپ بذات خود

ایک مکمل انسان ہیں لیکن ہم چونکہ ایک بہت ہی قیادہ آپ کو سونپ رہے ہیں اور آپ نے اپنے طور پر احتیاط کر لیتا چاہتے ہیں۔ اس کی تفصیل تو آپ کو بتائی ہی جا چکی ہے۔

کیونکہ آپ اپنا عہدہ سنبھالیں گے اور رور آرگنائزیشن کے ایک بہت ہی مضبوط ستون کی حیثیت سے یہ ذمہ داریاں قبول کریں گے تو آپ کو ایشیا کے بیشتر ممالک کے ذہین ترین

دماغوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ کبھی کبھی ایسے حالات بھی پیش آسکتے ہیں جن کے لئے آپ کو جسمانی طور پر بھی مصروف ہونا پڑے بس ہم یہ چاہتے ہیں کہ ان چیزوں میں آپ کو اپنے وسائل کے مطابق مکمل کر کے آپ کی دنیا میں واپس بھیجا جائے اور اس کے لئے تھوڑا سا

انتظار ہو رہا ہے۔“

”آپ کو علم ہے کہ میں جس پیمانے پر ہی سہی اپنا کاروبار کر رہا تھا۔ وہ میرے لیے ناقابل قبول یا ناپسندیدہ نہیں تھا اور میں مصروف زندگی گزار رہا تھا۔ یہ بیکاری ایک طرح سے میری لیے مجبوری بن گئی ہے۔ کیونکہ میں آپ لوگوں کی دعوت پر یہاں پہنچ گیا لیکن اس مجبوری کو میں بخوشی تسلیم نہیں کر سکتا۔“

”صرف اتنا عرض کر سکتی ہوں مشروانش کہ اس تعاون کے صلے میں آپ کو جو کچھ ملے گا آپ اس سے بہت خوش ہوں گے۔“
”بہر حال میڈم اس کے بعد مجھے کتنا عرصہ یہاں گزارنا ہو گا۔“
”بہت مختصر۔“

”میں اس سلسلے میں پریشان بھی ہوں جس شخص کو آپ نے میری حیثیت دی ہے یا نہیں وہ میرے معیار کی گفتگو کرتا ہے یا نہیں وہ میرے معیار کے مطابق عمل کرتا ہے یا نہیں اور اس کی کسی غلط حرکت سے میرے مستقبل پر کیا اثر پڑے گا۔“

”آپ یقین کیجئے اس سلسلے میں نہایت محتاط رویہ اختیار کیا گیا ہے۔ اس شخص کو آپ کی حیثیت سے منظر عام پر صرف اس لیے رکھا گیا ہے کہ لوگ حقیقت کو نہ سمجھنے پائیں وہ دو ایک تقاریب میں مصروف ہونے کے بعد ایک جگہ قیام پذیر ہے اور اس کی تمام کارروائی محدود کر دی گئی ہے۔ تاہم آپ اطمینان رکھیے کہ صرف ایک ہفتہ آپ کا اور یہاں صرف ہو گا اور اس کے بعد آپ ان تمام تر اعزازات کے بعد اپنے وطن واپس جاسکیں گے۔“

”دن نوٹ کر لیجئے میڈم کیلس آپ..... اس کے بعد شاید میں خوشی سے آپ کے ساتھ تعاون نہ کر سکوں۔“

”آپ کی تمام الجھنوں کا ہم پورا پورا خیال رکھیں گے۔ کیونکہ مستقبل میں ہمیں بہترین دوستوں کی مانند ساتھ رہنا ہے۔“ کیلس تھوڑی دیر تک بیٹھی مجھ سے باتیں کرتی رہی اس نے مجھے بتایا کہ میرے وطن میں میری مصروفیتوں کی تفصیلات شائع ہوتی رہتی ہیں اور نہایت اچھے الفاظ میں ان کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ کوئی ایسی بات نہیں ہے جو کسی بھی طور میرے لئے الجھن کا باعث بن سکے۔ پھر وہ چلی گئی مجھے یہ نہیں بتا چلا تھا کہ بعد میں وہ یہاں سے واپس کب گئی البتہ پہلی کاپڑ جاچکا تھا۔

عجیب۔ میرے ہوش و حواس قائم تھے لیکن میرے پورے بدن کو ایک عجیب سے سرور کا احساس ہوا رہا تھا۔ دماغ میں ٹھنڈک پیدا ہو گئی تھی اور میرا آخری احساس یہی تھا کہ دیکھئے اب میرا کیا بنتا ہے۔ پھر اس کے بعد میرے حواس ساتھ چھوڑ گئے تھے اور میں ایک عجیب سی کیفیت کا شکار ہو گیا تھا جسے نہ بے ہوش کہا جاسکتا ہے نہ ہوش۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میں زمین کی پستیوں سے کچھ بلند ہوں اور میرے ارد گرد عجیب و غریب مسئلے پھیلے ہوئے ہیں۔ کبھی میں خود کو کسی الجھن میں گرفتار پاتا اور کبھی میرا جسم بالکل ہلکا محسوس ہوتا۔ لیکن یہ سب عالم ہوش میں نہیں تھا۔ بس یوں لگتا تھا جیسے خلاؤں میں تیر رہا ہوں۔ جسمانی کیفیت بالکل بہتر تھی۔ کبھی یہ محسوس کرتا کہ میرے اعضاء کسی خاص مشینی انداز میں عمل کر رہے ہیں۔ کبھی اپنے آپ کو خلا میں قلا بازیاں کھاتے ہوئے پاتا۔ اسی طرح رقت گزرتا رہا اور جب حواس واپس آئے تو میں ایک نرم اور آرام دہ بستر پر دراز تھا

اسی رات مسٹر ڈالمین نے ڈنر کے بعد مجھ سے ملاقات کی کہنے لگے۔

”اور اب مجھے ہدایت دی گئی ہے مسٹر دانش منصور کہ اپنے وہ عمل آپ پر آزمائوں جن کے بعد آپ یہاں سے واپس چلے جائیں اور روز آرگنائزیشن کے ذمہ دار ارکان آپ سے مطمئن ہو جائیں۔“

”ان کے لیے مجھے کیا کرنا ہوگا۔“

”کچھ نہیں، کرنا تو ہمیں ہو گا میرا خیال ہے اس وقت سوا دس بج رہے ہیں ٹھیک

گیارہ بجے آپ کو لیبارٹری میں جانا ہوگا۔“

”ٹھیک ہے مجھے اعتراض نہیں ہے۔ میں نے کہا مسٹر ڈالمین اس کے بعد چلے گئے

تھے اور میں ذہنی طور پر اپنے آپ کو تیار کرتا رہا تھا۔ یہ ناگہانی پیش آئی تھی لیکن ہو سکتا

ہے اس کے بعد کچھ بہتری پیدا ہو جائے۔ گیارہ بجے مجھے اسی لیبارٹری میں لے جایا گیا اور

یہاں چند افراد مجھ پر مصروف ہو گئے سب سے پہلے مجھے لباس سے عاری کر دیا گیا۔ صرف

جسم کے مخصوص حصوں پر ایک لباس دے دیا گیا تھا پھر میرے جسم پر ایک مخلول کی مائش

کی گئی اور اس کے بعد چند منٹ انتظار کیا گیا۔ پھر وہ لوگ مجھے لے کر ایک میز پر آ گئے

اور مجھے اس پر لٹا دیا گیا۔ ڈالمین نوبل سولڈر اور لیشر سولڈر چند معاونوں کے ساتھ مجھ پر

کارروائیاں کرنے میں مصروف تھے۔ ایک خاص قسم کی مشین میرے سر سے تقریباً تین

فٹ اوپر لاکر فٹ کر دی گئی اور اس کے بعد وہ لوگ اپنی کارروائیوں میں مصروف ہو گئے۔

مشین سے ٹھنڈی نیلی شعائیں بلند ہوئیں اور اس کے بعد میں ان کے دائرے میں جکر

میرے آنکھیں بند تھیں لیکن ہوش و حواس مکمل طور پر کام کر رہے تھے۔ مجھے اپنے بدن کے نیچے اس بستر کا احساس ہو رہا تھا۔ مگر میں نے آنکھیں نہیں کھولیں جسم میں کوئی کمزوری، تھکن یا تکلیف نہیں محسوس ہو رہی تھی۔ بلکہ ایک عجیب سی توانائی کا احساس ہو رہا تھا۔ بالا آخر میں نے آنکھیں کھول دیں پتا نہیں کون سی جگہ تھی یہ ہوش اور بیہوشی کے لمحات دیر تک میرے ذہن میں گردش کرتے رہے۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے اس دوران میں بہت سی ایسی چیزوں سے آشنا ہو گیا ہوں جن کے بارے میں پہلے نہیں جانتا تھا۔ اس میں مارشل آرٹس کے داؤ چچ بھی شامل تھے۔ مجھے یاد آ رہا تھا کہ عالم بیہوشی میں میں نے جسمانی طور پر وہ تربیت حاصل کی تھی جسے مارشل آرٹس کہا جاسکتا ہے۔ بہر حال یہ عجیب و غریب انداز تھا۔ میں دیر تک سوچتا رہا۔ اس دوران شاید میں نے آنکھیں کھول لی تھیں اور چھت کو گھورتا رہا تھا۔ کچھ دیر کے بعد میرے سینے پر ایک نرم و نازک ہاتھ آگیا اور میں نے نگاہوں کا زاویہ تبدیل کر کے اس طرف دیکھا لیشر سولڈر تھی جو نرس کے بغیر لباس میں ملبوس میری طرف دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔ درحقیقت اس کی مسکراہٹ ایسی تھی کہ اس کے بعد انسان کی ذہنی کیفیت خراب نہیں رہتی تھی اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک تھی۔ میں نے چند لمحات اسے دیکھتے رہنے کے بعد کہا۔

”کیا میں اٹھ کر بیٹھ سکتا ہوں۔“

اندازہ ان کی کیفیات سے ہوتا تھا۔ مسٹر ڈالمین اپنا کام پورا کر چکے تھے اور انہوں نے اپنے طور پر میرے لئے مکمل اطمینان کا اظہار کیا تھا۔ یعنی وہ جو کچھ کرنا چاہتے تھے اس کی تکمیل شاندار طریقے سے ہوئی تھی۔ مجھے ابھی یہیں رکھا گیا تھا اور اس سلسلے میں ابھی تک میری ان سے کوئی بات نہیں ہوئی تھی کہ مجھے کتنے عرصے یہاں رہنا پڑے گا۔ میں نے بھی خاموشی اختیار کر لی تھی۔ ظاہر ہے کسی قسم کا بے چینی کا اظہار میری کمزوری سمجھا جاتا اور میں کسی قسم کی کمزوری کا اظہار کرنا نہیں چاہتا تھا۔ لیکن فوراً ویسے بھی میرے لئے کوئی ناپسندیدہ جگہ نہیں تھی البتہ کبھی کبھی یہ احساس ضرور ہوتا تھا وہ شخص جو میرے میک اپ میں میری جگہ لیے ہوئے ہے کہیں کوئی ایسی حرکت نہ کر بیٹھے جس سے میری ذات داغ دار ہو جائے۔ ویسے مسائل اور بھی بہت سے تھے لیکن وہی بات کہ اکیلی جان سے کون کون سے مسائل منسلک رکھتا وہ دھبے جو میرے داغ پر دریافت کئے گئے تھے۔ اہم ترین تھے لیکن ہر چیز تو اپنے ہاتھ میں نہیں ہوتی انہیں کیسے مٹا سکتا تھا چنانچہ اس کے لئے سوائے وقت کا انتظار کرنے کے میرے پاس اور کوئی چارہ نہ تھا۔ ہاں موجود مسائل ذرا قابل غور تھے۔ یہ نہیں سوچا تھا میں نے کہ روز آرگنائزیشن سے یہ معاملات طے کرنے کے سلسلے میں اس طرح ان کے چنگل میں آپ پھنسا پڑے گا۔ میری تکمیل کے بعد مجھے ایک تماشہ بنالیا گیا تھا نجانے کہاں کہاں سے لوگ آتے تھے اندازہ یہ ہوتا تھا کہ ان کا تعلق مختلف ممالک سے ہے مسٹر ڈالمین ان کا استقبال کرتے عموماً "آرک ان کے ساتھ ہوتی غالباً" وہ افسر سیاحت تھی یا پھر میری انچارج کیونکہ وہی مجھے مختلف لوگوں سے متعارف کراتی تھی۔ وہ لوگ مجھ سے طرح طرح کے سوالات کرتے دنیا کی اقتصادیات کے بارے میں مجھ سے بڑی ابھی بحثیں کی جاتیں اور میں نہایت سلجھے ہوئے انداز میں انہیں جواب دیتا جس وقت میں یہ جواب دے رہا ہوتا مجھے اپنے ذہن میں کوئی تبدیلی نہیں محسوس ہوتی تھی۔ سوائے اس حیرت کے جو خود میرے اپنے دل میں ہوا کرتی تھی۔ اور وہ حیرت اس بنیاد پر تھی کہ میں دنیا کی اقتصادیات کے بارے میں اتنا کچھ کیسے جانتا ہوں۔ میری کوئی تربیت نہیں تھی بلکہ بلاشبہ یہ روز آرگنائزیشن کے کرتا دھرتاؤں کا کام تھا اور میں جب بھی اس بارے میں سوچتا تو انہیں داد دیے بغیر نہیں رہ پاتا تھا۔ بارہا تنہائیوں میں نے اپنی ذات کا تجزیہ کیا اور یہ سوچا کہ میں کیا کچھ بن گیا ہوں۔ یوں محسوس ہوتا تھا

"کیوں نہیں۔" اس نے جواب دیا اور میں بستر پر اٹھ کر بیٹھ گیا میں نے کمرے کا جائزہ لیا اور اس کے بعد پھیکے سے انداز میں ہنستے ہوئے کہا۔
"تو تم لوگوں نے میری اچھی خاصی درگت بنا ڈالی ہے۔" لیشرفنس پڑی۔ پھر اس نے کہا۔

"اگر کسی بھی ہوش مند آدمی کو اس درگت کی پیشکش کی جاتی اور اسے یہ علم ہو جاتا کہ اس کے بعد اس کی اپنی کیفیت کیا ہوگی تو شاید وہ اپنی زندگی کا تمام تر سرمایہ دے کر یہ درگت بنانا پسند کرنا۔"

"بہت بڑا احسان کیا ہے آپ لوگوں نے مجھ پر۔" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔
"اوہ سو ری مسٹر ڈالمینش آپ شاید بہت زیادہ ناراض ہو گئے ہیں۔"
"اب کیا کرنا ہے مجھے یہ بتائیے۔"

"براہ کرم یہ گاؤن پہن لیجئے اس کے بعد آپ کو مسٹر ڈالمین سے ملنا ہوگا انہوں نے مجھے ہدایت کی ہے کہ آپ کے ہوش میں آجانے کے بعد میں آپ کو ان تک لے آؤں۔" وہ محتاط ہو گئی میں نے اس کی ہدایت کے مطابق گون پہنا اور اس کے بعد مجھے لیشرفنس کے ساتھ واپس اسی لیبارٹری میں جانا پڑا۔ مسٹر ڈالمین مجھے دیکھ کر خوشی سے مسکرا اٹھے تھے۔ پھر انہوں نے تعریفی نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ "درحقیقت اہم نے روز آرگنائزیشن کے لئے ایک فولادی چیتا تیار کیا ہے جو جسمانی طور پر انتہائی طاقتور ذہنی طور پر بے پناہ قوتوں کا حامل اور ان تمام ضروری فنون سے آراستہ ہے جو جدید دنیا میں اپنے دشمنوں کو نیچے دکھانے کے لئے ضروری ہوتے ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ دانش منصور کہ آپ کو کچھ ذمہ داریاں سونپی تھیں۔ لیکن یہ بھی ایک بڑی سچائی ہے کہ آپ کی اپنی قدرتی حیثیت کی بنا پر روز آرگنائزیشن نے آپ پر اپنی تمام تر صلاحیتوں صرف کر دیں اور آپ کی شکل میں ایک ایسا شخص تیار کر لیا گیا۔ جسے قطعی طور پر دشمن نہیں کہا جاسکتا لیکن جو لاتعداد انسانوں میں بڑی حیثیت کا مالک ہے اور اس جیسے کسی دوسرے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا ہے۔ میں سرد نگاہوں سے ڈالمین کو دیکھ رہا تھا۔ ڈالمین نے میری طرف توجہ دیئے بغیر بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

روز آرگنائزیشن کے کرتا دھرتا اپنی کارروائیوں سے بے حد خوش تھے اس کا

جیسے میرے اندر ایک قوت پرواز پیدا ہو گئی ہو۔ میں زمین سے اڑ کر آسمان کی بلندیوں تک پہنچ جاتا ہوں اور وہاں سے زمین کے رہنے والوں کے مسائل دیکھ سکتا ہوں میرے ذہن میں ان مسائل کا حل موجود ہے۔ کم از کم میں کسی بھی ملک کی بنیادی پالیسی کے بارے میں ان ممالک کے ماہر اقتصادیات سے زیادہ جانتا ہوں اور جب یہ احساس میرے دل میں جاگزیں ہوتا تو میری حیرت کی انتہا نہ رہتی۔ ہاں اس کے ساتھ ہی میرے اپنے دل میں اپنے وطن اپنے پیارے پاکستان کا تصور بھی جاگتا اور میں یہ سوچتا کہ وہ وقت جس قدر جلد آجائے اچھا ہے۔ جب میں اپنے وطن میں پہنچ جاؤں۔



پھر کچھ مہمانوں سے میری تفصیلی گفتگو ہوئی تھی یہ لوگ نیوزی لینڈ اور آسٹریلیا کے باشندے تھے۔ روز آرگنائزیشن کے نمائندے مجھ سے بہت سی باتیں کرتے رہے۔ ایشیا کی جغرافیائی کیفیت کے بارے میں اور وہاں کی موجودہ صورتحال کے بارے میں میری ان لوگوں سے گفتگو ہوتی رہی۔ پھر کچھ دیر کے بعد وہ تو چلے گئے مگر آرک میرے پاس ہی رہ گئی۔ مجھے ساتھ لے کر تجربے گاہ سے باہر نکل آئی۔ اور ہم ٹھپٹے ہوئے دور تک پہنچ گئے۔ اس کی مسکراتی نگاہوں میں نبھانے کون کون سے جذبے چل رہے تھے۔

میرا خیال ہے یہاں کچھ دیر بیٹھا جائے۔ وہ ایک جانب پڑے ہوئے درخت کے تنے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی میں نے بھی کوئی اعتراض نہ کیا۔
”آرک نے ایک نظر چاروں طرف ڈالی پھر مجھ سے بولی۔“

”تمہیں اکتاہٹ تو نہیں ہو رہی۔ ڈینش“ انگلش لہجے میں مجھے دانش کی بجائے ڈینش یا ڈانیش کہتے تھے۔

”نہیں ایسی کوئی بات نہیں میڈم ظاہر ہے مجھے یہاں ایک مقصد کے تحت رکھا گیا ہے اور مقصد کی تکمیل ہی بنیادی چیز ہے۔ اس میں اکتاہٹوں کو شامل نہیں ہونا چاہیے۔“

”ہاں یقیناً۔“ ویسے تم مانو یا نہ مانو آرگنائزیشن کو تمہاری شکل میں ایک شاندار

لامنہ ملا ہے سب کو امید ہے کہ تم آرگنائزیشن کی ذمہ داریاں احسن طریقے سے نبھاؤ گے مگر بہر حال تم انسان ہو ہر انسان کی اپنی بھی کچھ خواہشات ہوتی ہیں۔ انسان اور مشین کا فرق ہوتا ہے نہ مشینوں کے پاس اپنی سوچ نہیں ہوتی جذبات نہیں ہوتے جبکہ انسان

”یہ وقت پر منحصر ہے۔ میں وقت سے پہلے کیسے کہہ سکتا ہوں۔“

”تم بے حد پرکشش نوجوان ہو اور درحقیقت تمہارے قریب آنے کے بعد درد

جانے کو جی نہیں چاہتا ایشیا کا سارا حسن تمہارے اندر سما گیا ہے شاید ہی کوئی لڑکی تمہیں

نظر انداز کر سکے۔ مجھے تم نے خاصا متاثر کیا ہے۔ تمہارا قرب مجھے بے خود کر دیتا ہے۔

میری خواہش ہے کہ میں تمہارے سنگ ایشیا دیکھوں۔ تمہاری نگاہوں سے وہاں کی

روایات کا مشاہدہ کروں۔“

”جو اب“ میں اسے خالی خالی نگاہوں سے دیکھتا رہا۔ اس وقت مجھے وہ بالکل ایک عام

لڑکی لگ رہی تھی۔ اس کی بھی وہی خواہشات تھیں کہ کوئی اسے چاہے اس کے حسن

کو سراہے میں سوچ رہا تھا کہ لڑکیاں چاہے کہیں کی بھی ہوں مگر اندر سے سب ایک سی

ہوتی ہیں سب کے جذبات ایک سے ہوتے ہیں۔ وہ ایک لمحہ توقف کے بعد پھر بولی۔“

”ہاں تم یہ کر سکتے ہو ڈینش آرگنائزیشن میں میری حیثیت پروٹوکول افسر کی ہے۔

میں اور بھی بہت سے کام سرانجام دیتی ہوں۔ لیکن اصل کام یہی ہے میرا البتہ اگر تم اپنی

دکھانے کے لئے مجھے آرگنائزیشن سے مانگ لو تو تمہیں انکار نہیں کیا جائے گا۔ میں تم پر بار

نہیں بنوں گی ڈینش بلکہ تمہاری اسٹنٹ کی حیثیت سے تمہارے ساتھ کام کرتی رہوں

گی۔ مجھے کارآمد پاؤ تو اپنے ساتھ رکھ لینا۔ اگر کسی طرح تمہارے ذہن پر بار بن جاؤں تو

اپس کر دینا۔ یقین کرو میری یہی آرزو ہے۔“

”اور اگر آرگنائزیشن اس کے لئے تیار نہ ہوئی تو۔“

”تو پھر میری تقدیر ہوئی۔ میں بھلا زبردستی کیسے کر سکتی ہوں۔“

”تو مجھے کوئی اعتراض بھی نہیں ہوگا میڈم آرک۔ ویسے آرگنائزیشن نے میرے

لسٹے میں جو کچھ کیا ہے ابھی تک حقیقی معنوں میں مجھے اس کی تفصیل نہیں معلوم ہوئی۔“

”لیکس آرک مجھے وہ عجیب و غریب باتیں بتا رہی تھی جن پر یقین کرنے کو دل

نہیں چاہتا تھا میں نے ابھی تک اپنے آپ کو آزمایا نہیں تھا۔ لیکن یہ بھی نہیں جانتا تھا میں

کہ میرے ساتھ کیا کیا گیا ہے۔ جو کچھ عالم ہوش میں تھا وہ تو ایسی کوئی خاص بات نہیں

تھی۔ جس سے میرے اندر یہ ساری اہم تبدیلیاں رونما ہو جاتیں۔ تاہم ذرا سا الجھا ضرور

آتا تھا۔ آخر یہ تبدیلیاں میرے اندر کس انداز میں پیدا کی گئی ہیں اس کا علم کیسے ہو ہر چیز میڈم

اس بے بسی کا شکار ہے۔ اس کے اپنے جذبات بھی اسے مفلوج کر دیتے ہیں اچھا تم یہ بتاؤ

واپس جانے کے بعد تم کیا کرو گے۔“ میں ہنس پڑا میں نے کہا۔

”اسی انداز میں زندگی گزاروں گا جس انداز میں گزارتا رہا ہوں۔ آرگنائزیشن نے

جو ڈمہ داریاں میرے سپرد کی ہیں ان کی تکمیل بھی کرنا ہے مجھے۔۔۔۔۔ گوا بھی تک اس کی

تفصیلات میرے پاس نہیں ہیں۔“

”اور اپنے لئے کیا کرو گے؟“

”یہ سب کچھ اپنے لئے ہی ہوگا۔ میڈم آرک میں اگر ان تمام چیزوں کا خواہشمند

نہ ہوتا تو زندگی اپنی دولت کے سہارے ایک گنہام گوشے میں بھی گزاری جاسکتی تھی۔ جتنی

دولت میرے پاس ہے میرا خیال ہے میری موت کے بعد بھی دوسروں کے کام آتی اور

مجھے اپنی پسند کی زندگی گزارنے میں کوئی وقت نہ ہوتی۔ لیکن بس انسانی سوچ ہے۔ نجانے

کیوں وہ سب کچھ کرنا چاہتا ہے۔ جو اس کی ضرورت سے بھی الگ کی چیز ہوتی ہے شہر

نام، حیثیت یہ ضرورتوں کی تکمیل کے بعد خواہشوں کی شکل میں بیدار ہوتی ہیں اور انسان

اپنی عام ضرورتوں کی تکمیل کے بعد ان چیزوں کے حصول میں کوشاں ہو جاتا ہے۔ نجانے

اس کے بعد کیا ہوگا اس کا اندازہ ابھی مجھے نہیں۔“

”خواہشات میں اور کچھ شامل نہیں ہے۔“ اس نے سوال کیا؟

”عمورت۔“ میں نے پوچھا اور وہ ہنس پڑی۔

”تمہیں اسی طرح یہ سوال کرنا چاہیے تھا۔“

”سوال درست ہے نا۔“

”ہاں کیوں نہیں۔“

”میں نہیں جانتا میڈم آرک کہ اس سلسلے میں میرے دل میں کوئی تصور کنوں

بیدار نہیں ہوا۔ ہو سکتا ہے کوئی ایک لمحہ اس خواہش کا سبب بن جائے اور میں اس بارے

میں سوچنے لگوں۔“

”اور اگر کوئی اور تمہارے بارے میں سوچے تو۔“

”یہ اس کا اپنا مسئلہ ہوگا۔“ میں نے کندھے جھٹکتے ہوئے بے پروائی سے کہا۔

”اس کی سوچ کی تکمیل میں تم اس کی کوئی مدد کر سکو گے۔“

آرک سے پوچھنا مناسب نہیں تھا۔ میں نے فوراً اپنے ذہن کو اس جانب سے ہٹا لیا۔
آرک کہنے لگی۔

”کیا سوچنے لگے ہاں صور۔“

”اسی حیرت ناک تجربے کے بارے میں جس کا تذکرہ تم نے کیا ہے۔“

”انسانی دماغ آسمان کی وسعتوں تک پہنچ جانا چاہتا ہے۔ وہ کائنات میں بکھرے ہوئے تمام سیاروں پر اپنی حکمرانی چاہتا ہے۔ پتا نہیں اس میں اسے کہاں تک کامیابی حاصل ہوگی۔ چھوڑو ان باتوں کو۔ میں نہیں کہہ سکتی کہ کب تمہیں واپسی کی اجازت دے دی جائے۔ بس میں نے جو درخواست کی ہے اسے ذہن سے نہ نکالنا۔“

”میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی اور کہا۔“

”اگر مجھے یہ اختیار دیا گیا مس آرک تو میں یقینی طور پر آپ کی خواہش کی تکمیل کروں گا۔“ وہ بے حد خوش ہو گئی پھر ہم وہاں سے واپس چل پڑے۔

بلاشبہ پچھلے دنوں میں جس بیزار کن کیفیت سے گزر رہا تھا۔ اب وہ کیفیت نہیں رہی۔ ایک سکون تھا۔ ایک ایسا احساس تھا جو مجھے بے چین نہ ہوئے دیتا تھا۔ یہاں تک معمول بدستور وہی تھے اور باقی تمام لوگ بھی مطمئن نظر آتے تھے۔ مس سولڈر ہمیشہ کی طرح میری خدمت کرتی تھی۔ اس کی ذمہ داری ہی یہ تھی ویسے اس کی شخصیت میں یہ بات مجھے پسند تھی کہ اس پر رومان طاری نہیں ہوا تھا۔ ہر طرح سے بے تکلفی سے مجھ سے گفتگو کرتی۔ بعض اوقات اس کی آنکھیں ضرور کچھ کہتی نظر آتی تھیں مگر اس سے اس کا کبھی اظہار نہیں کیا۔ نوبل سولڈر عادت کے مطابق خاموش رہتا تھا۔ اور کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا۔ جو قابل ذکر ہوتا۔ لیکن اگر واقعات زندگی میں شامل نہ ہوں تو شاید زندگی کی کہانی ادھوری ہی رہ جائے۔ تبدیلیاں ہونا تھیں اور اس انداز میں ہونا تھیں کہ واقعات کا رخ بھی تبدیل ہو جائے۔ اور یہ تبدیلی بالآخر مجھ تک پہنچ گئی۔ مجھ سے جانے والے تجربات کی تکمیل کو تقریباً بائیس دن گزر چکے تھے۔ اس وقت بارشری بالکل خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ ڈالمین کسی دوسرے کام میں مصروف ہو گیا تھا۔ شام کا وقت تھا۔ موسم خوشگوار ہو رہا تھا مس سولڈر میرے پاس بیٹھی ہوئی تھی کہ نوبل بھی وہاں پہنچ گیا۔

”ارے اتنے خوب صورت موسم میں تم لوگ بوڑھے لوگوں کی طرح یہاں بیٹھے ہو یہ موسم تو فضاؤں میں پرواز کرنے کا ہے۔“ وہ قہقہہ لگاتے ہوئے بولا اس وقت اس کے چہرے پر بچوں جیسی شوخی تھی میں جب سے یہاں آیا تھا آج تک میں نے اس کے چہرے پر یہ کیفیت نہیں دیکھی تھی میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”لیشر کے بارے میں تو کچھ نہیں کہہ سکتا مسٹر نوبل لیکن آپ لوگوں نے مجھے یقینی طور پر ذہنی طور پر بوڑھا کر دیا ہے۔ کوئی بھی موسم میرے دل پر اثر انداز نہیں ہوتا۔“

نوبل نے سنجیدہ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولا۔ ”درحقیقت بعض اوقات انسان کے دل میں کسی بھی چیز کے لئے کوئی خواہش پیدا نہیں ہوتی۔ لیکن اگر اسے تحریک دی جائے اور اس چیز کی طرف متوجہ کیا جائے تو اس کے حصول کے بعد وہ یہ محسوس کرتا ہے کہ وہ بڑی غلطی کر رہا تھا۔ آپ یہاں اس چھت کے نیچے بیٹھے ہوئے ہیں آپ کے دل میں باہر کے موسم سے لطف اندوز ہونے کی کوئی خواہش پیدا نہیں ہوئی۔ لیکن اگر ہم آپ کو باہر کے موسم میں لے جائیں سیاحت کرائیں تو آپ کو یہ احساس ہوگا کہ اس چھت کے نیچے بیٹھے رہ کر آپ کتنی بڑی غلطی کر رہے تھے۔“ میں نے کہا۔

”تو پھر آپ یہ تجربہ بھی مجھ پر کر ہی ڈالئے مسٹر نوبل۔“ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

”اگر آپ تیار ہوں تو۔“ نوبل سولڈر نے کہا۔

”میں آپ لوگوں سے کسی بھی بات میں کب انکار کرتا ہوں۔“ میں نے کہا تو نوبل

بات میں سر ہلا کر لیشر سے مخاطب ہو کر بولا۔

لیشر جاؤ تیاریاں کرو۔ باہر ہیلی کاپٹر موجود ہے۔ ہم فضا سے ان برقی چوٹیوں کا نظارہ

کریں گے جو اس موسم میں بے حد خوبصورت لگتی ہیں۔ اور یقینی طور پر مسٹر ڈالینش کو یہ

ظہیر بخند پسند آئے گا۔

لیشر خاموشی سے اٹھ گئی نوبل میرے پاس بیٹھ گیا۔

”حقیقت یہ ہے مسٹر ڈالینش کہ زندگی بالکل مشینی ہو کر رہ گئی ہے کوئی تبدیلی

نہیں ہے اس میں۔ بہتر طریقہ یہ ہوتا ہے کہ معمولات میں تبدیلی پیدا کی جاتی رہے۔ اس

راز ذہنی قوتیں بھی زیادہ موثر طریقے سے کام کرتی ہیں۔“

”کیوں نہیں۔ میں آپ سے متفق ہوں مسٹر نوبل۔ ویسے کیا اس وقت آپ کو

فرصت ہے؟“

”ہاں بس یوں سمجھ لیں کہ مجھ پر بھی تھوڑی سی اکٹاہٹ سوار ہے۔ ویسے مسٹر ڈالین اس وقت ایک تھیوری پر کام کر رہے ہیں اور جب وہ مصروف ہوں تو انہیں میری ضرورت نہیں ہوتی میں صرف لیبارٹری میں انہیں ٹیسٹ کرتا ہوں۔ چنانچہ مجھے فرصت ہے۔“

”مسٹر تھم تیار ہیں اور میں ان سے بات کر آئی ہوں۔“ وہ آتے ہی بولی۔

”گڈ..... ویری گڈ..... میں اپنا خصوصی بیگ بھی لے جاؤں گا تاکہ ہم باقاعدہ

تفریح کریں تم مان صور کو لے کر ہیلی پیڈ پر پہنچو۔“

ہیلی کاپٹر شاید کسی خصوصی وجہ کے تحت یہاں چھوڑ دیا گیا تھا کیونکہ عام طور سے وہ

یہاں نہیں ہوتا تھا اس کا پائلٹ جسے مس سولڈر نے تھم کے نام سے مخاطب کیا تھا ایک

جوان اور کسی قدر بد شکل آدمی تھا ہم کاپٹر کے نزدیک نوبل کا انتظار کرنے لگے پھر نوبل

ایک اچھا خاصہ وزنی بیگ اٹھائے نظر آیا۔ میں نہیں سمجھ پایا تھا کہ اس بیگ میں انہوں

نے کیا رکھا ہوا ہے۔ لیکن یہ کوئی قابل توجہ بات بھی نہیں تھی۔ مس سولڈر ہیلی کاپٹر کے

عقبی حصہ میں بیٹھی اور نوبل نے مجھ سے کہا۔

”بہتر ہے آپ پائلٹ کے قریب بیٹھیں تاکہ سامنے سے ہر قسم کے مناظر کا نظارہ

کیا جاسکے۔ میں نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی اور تھم نے ہیلی کاپٹر کی مشین اسٹارٹ کر

دی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ فضا میں بلند ہو گیا۔ تھم اسے مغربی سمت برف پوش چوٹیوں کی

جانب لے جانے لگا۔ موسم بلاشبہ انتہائی خوشگوار تھا۔ بادل بہت ہلکے ہلکے آسمان پر پرواز کر رہے تھے۔

ٹھنڈی ہواؤں نے موسم کو ایک خوشگوار کیفیت بخش رکھی تھی اور ہیلی کاپٹر

فضا کی بلندیوں میں پرواز کرتا ہوا پہاڑی علاقے کی جانب جا رہا تھا۔ میں خاموش بیٹھا ہوا

کے مناظر دیکھ رہا تھا۔ تھم بڑے ماہرانہ انداز میں کاپٹر کو کنٹرول کر رہا تھا۔ مختلف خوب

صورت مناظر کے بعد دیگرے میرے سامنے آرہے تھے۔ ان وادیوں نے مجھ پر ایک

عجیب سا سحر طاری کر دیا تھا میں اپنے اطراف سے بالکل بیگانہ ہو چکا تھا کہ یکایک مجھے اپنے

ذہن میں دھواں دھواں سا محسوس ہوا مزاجی کیفیت کسی قدر بدلنے لگی ایک جھنجھلاہٹ سی

دل میں ابھر آئی تھی۔ کیا مصیبت ہے۔ میں نے مختصر وقت کے لئے اپنے شر اور اپنے

لوگوں کو خدا حافظ کہا تھا لیکن آرکنازیٹین نے میرے ساتھ بد دینا مٹی کر کے مجھے اپنا مقید بنا

رکھا تھا۔ بے شک انہوں نے مجھے ایک بڑی حیثیت دینے کا منصوبہ بنایا تھا لیکن کیا یہ ان کا

انداز مناسب ہے کیا میرے لیے یہ غلامی کے مترادف نہیں ہے انہوں نے میرے ساتھ

بد دینا مٹی کی ہے اگر یہ منصوبہ پہلے میرے علم میں لایا جاتا اور اسے میری اجازت کے مطابق

پایہ تکمیل تک پہنچایا جاتا تو اس میں میری اپنی حیثیت کا بھی دخل ہوتا لیکن ہوا یہ تھا کہ

انہوں نے سازشی انداز میں مجھے اپنی تحویل میں لیا مہمان کی حیثیت سے رہنے کے باوجود

انہوں نے مجھے قیدی بنالیا اور وہ اس پوزیشن میں ہیں کہ جب چاہیں مجھے اپنے راستے سے

ہٹا سکتے ہیں۔ انہوں نے میرا ایک مشکل پیدا کر لیا۔ ہے جسے وہ یہی تمام تربیت دے سکتے

ہیں جو انہوں نے مجھے دی ہے اور یہ مشکل ان کی ہدایت کے مطابق کام کر رہا ہے۔ ایسے

الحالت میں اگر میں ان سے کسی طرح کا انحراف کروں تو وہ باآسانی اسے میری جگہ دے سکتے

ہیں اور مجھے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے راستے سے ہٹا سکتے ہیں یہ دوستی کا انداز تو نہ ہوا۔ یہ ایسی

کیفیت تو نہیں ہے جسے خوشگوار طریقے سے محسوس کیا جائے حالانکہ میں نے اس سے

پہلے اس انداز میں نہیں سوچا تھا لیکن سوچنا چاہیے تھا مجھے۔ مجھے ان کے اشاروں پر اس

طرح گردن نہیں جھکا دینی چاہیے تھی۔ انہوں نے میری حیثیت کو ختم کر دیا ہے۔ یہ تو

اسب نہیں ہے یہ سب کچھ نہیں ہونا چاہیے۔ میں نے جھنجھلائے ہوئے انداز میں

بول پر نگاہ ڈالی پائلٹ کو دیکھا اور دفعتاً ہی میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ یہ موقع

بہترین ہے مجھے ان کے چنگل سے نکل جانا چاہیے۔ میں دانش منصور ہوں۔ اپنے وطن

میں میرا ایک بڑا مقام ہے۔ ان لوگوں نے جو کچھ کیا ہے مجرمانہ طور پر کیا ہے میں ان کا آلہ

کار نہیں بن سکتا۔ میں نے ایک نگاہ پائلٹ پر ڈالی وہ سامنے نظریں جمائے بے فکری کے

انداز میں بیٹھا ہوا تھا اور اپنا کام سرانجام دے رہا تھا۔ میں نے ایک نگاہ اسے دیکھا اور

ارالچے میں بولا۔

”اپنی سمت کا دروازہ کھولو پائلٹ۔“

”جی سر۔“ اس نے حیرانی سے کہا۔ ”کیوں..... یہ خطرناک۔“

”کھولو.....“ میں اس کی بات کاٹتے ہوئے غرایا۔ نجانے میرے انداز میں یہ

الکی کہاں سے در آئی تھی کہ تھم کا ہاتھ بے ساختہ دروازے کی جانب بڑھ گیا۔ ہوا کے

آیا لیکن جو کچھ ہوا وہ میرے خواب و خیال میں بھی نہیں تھا۔ دفعتاً ہی لیبارٹری میں ہولناک دھماکے ہوئے اور نضا میں ان کا ارتعاش اس قدر شدید ہوا کہ کاپڑ بھی لرز گیا لیکن میں نے اسے سنبھال لیا۔ دھماکے کے بعد دیگرے ہو رہے تھے۔ دھویں کے بادلوں نے ہر منظر کو اپنے اندر سولیا تھا۔

”لیجن فور پر قائم اس لیبارٹری کے چیتھڑے اڑ گئے تھے۔ کس طرح؟ مجھے معلوم نہیں تھا لیکن یہ احساس ضرور تھا کہ یہ ہونا چاہیے۔ یقینی طور پر یہ ہونا چاہیے۔ ایسا ہی ہونا چاہیے تھا اس جگہ کے ساتھ اس کے بعد میں نے ہیلی کاپڑ کا رخ ایک بار پھر انہی برقی پہاڑیوں کی جانب کر دیا۔ مس سولڈر اور نوبل کی پراسرا خاموشی اب میرے لیے بات حیرت بننے لگی تھی لیکن میں نے انہیں مخاطب نہیں کیا پتا نہیں میری اس تمام کارروائی میں ان کی اپنی کیفیات کیا ہیں وہ تو دماغی توازن کھو بیٹھے ہوں گے لیکن یہ لیبارٹری وہاں کیا ہوا؟ آخر یہ تباہ کیسے ہوئی؟ ذہن میں مختلف خیالات کے خاکے بنتے رہے پھر ہیلی بار نوبل کی لرزتی ہوئی آواز سنائی دی۔“

”ڈیئر ڈانش فیول تو چیک کرلو۔ فیول کتنا ہے۔ کیس ایسا نہ ہو کہ ہم نضا میں نفاذ پایاں کھاتے ہوئے نیچے جا پڑیں۔“

”میں نے فیول میٹر چیک کیا اور مجھے یہ اندازہ ہو گیا کہ اب کاپڑ میں فیول بہت کم ہے۔“

”ہمیں کس جگہ اترنا ہو گا مسٹر نوبل۔“

”پھر نوبل ہی کی نشاندہی پر میں نے قدرے بہتر پلاٹ پر کاپڑ اتار دیا اور انجن بند کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی وہ دونوں نیچے اتر آئے انہوں نے اپنا بیگ اٹھالیا تھا۔ حیران کن بات یہ تھی کہ ان کے چہروں پر بے اطمینانی کے آثار نہیں تھے پھر نوبل نے کہا۔“

”ہر چند کہ یہ علاقہ بیرونی نگاہوں سے محفوظ ہے لیکن کسی بھی ذریعے سے ہیلی کاپڑ کی یہاں دیکھا جاسکتا ہے اگر ہم اسے تباہ کر دیں تو یہ مناسب ہو گا۔“ میں نے عجیب سی نگاہوں سے نوبل سولڈر کو دیکھا اور پوچھا۔

”مگر اسے کیسے تباہ کیا جائے گا؟“

”مشکل کام نہیں ہے۔“ آؤ آگے بڑھتے ہیں۔ نوبل نے کہا اور میں حیران سا ان

تیز جھونکے اندر داخل ہونے لگے مگر وہ کافی مضطرب نظر آ رہا تھا۔ ادھر میں نے ایک ایسی مضبوط چیز پکڑ لی تھی جس سے میں اپنے جسم کا توازن قائم رکھ سکوں اور میں نے اپنی پوزیشن بھی بدل لی تھی۔ پائلٹ حیران نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا لیکن جب میرا بالیاں پاؤں اٹھا اور اس کی کمر سے جا لگا تو اس کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ اس کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں۔

”آپ..... آپ..... کیا کرنا چاہتے ہیں۔ وہ ہکلاتے ہوئے بولا۔“

لیکن اسے امید نہیں تھی کہ جو کچھ میں کروں گا وہ اس انداز میں ہو گا میرے پاؤں کا دباؤ اس کی کمر پر پڑا پھر اگلے ہی لمحے وہ ایک جھٹکے کے ساتھ کاپڑ سے باہر تھا۔ اس کی ہولناک چیخ کاپڑ کے شور میں دب کر رہ گئی تھی اور ہیلی کاپڑ ڈگر گانے لگا تھا لیکن میں نے فوراً ہی پھرتی سے پائلٹ کی سیٹ سنبھال لی۔ پائلٹ گھرائیوں میں گم ہو چکا تھا۔ میرا خیال نوبل اور لیشر کی طرف نہیں گیا تھا۔ ان کے منہ سے کوئی آواز بھی نہیں نکل سکی تھی۔ غالباً میری اس حرکت نے انہیں دم بخود کر دیا تھا یا وہ خوف سے بیہوش ہو گئے تھے۔ بہر حال ان کی جانب سے کوئی رد عمل سامنے نہیں آیا تھا اور کاپڑ برقی چوٹیوں کو عبور کرتا ہوا مسلسل آگے بڑھ رہا تھا پھر اچانک ہی میرے ذہن میں ایک خیال آیا۔

”کیوں نہ لیبارٹری کا رخ کیا جائے۔ ذرا وہاں چل کر دیکھا جائے کہ کیا کیفیت ہے۔“

اور بلندی سے وہ کیسی محسوس ہوتی ہے۔ ہیلی کاپڑ کا رخ تبدیل ہو گیا حالانکہ میں نے زندگی میں کبھی کاپڑ نہیں اڑایا تھا۔ لیکن اب مجھے یہ احساس ہو رہا تھا کہ میں ایک باہر ہوا باز ہوں اور کاپڑ کو پائلٹ کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہے جو کچھ کر رہا تھا اپنی پسند سے کرتا تھا۔ ہم بالا آخر اسی جگہ آ گئے جہاں سے ہم نے پرواز کی تھی۔ نوبل اور لیشر کے ساتھ تھے۔ کوئی آواز نہیں نکل رہی تھی ان سے۔ لیبارٹری کا یہ حصہ وسیع و عریض علاقہ تھا۔ پھیلا ہوا تھا۔ یہاں کے بارے مجھے اچھی طرح معلوم تھا کہ یہاں بہت کم افراد ہوتے ہیں حالانکہ نظام بہت وسیع و عریض تھا لیکن محتاط انداز میں بہت کم لوگوں کو یہاں رکھا گیا تھا۔ میں ایسی پرواز کر کے لیبارٹری کے اوپر سے گزر گیا۔ آگے سمندر تھا۔ سمندر کے تھوڑے سے حصے پر جا کر میں پھر واپسی کے لیے پلٹا اور لیبارٹری سے گزرتا ہوا دوسری جانب نکل

کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ میں نے جو کچھ کیا تھا وہ تو ایک خاص جذبے کے تحت تھا اور میری ذہنی قوتیں منتشر ہو گئی تھیں لیکن یوں لگتا تھا جیسے نوبل اور لیشر میری اس کارروائی سے غیر مطمئن نہ ہوں۔ کافی فاصلے پر پہنچنے کے بعد نوبل نے اپنا وہ بیگ کھولا اور اس میں تقریباً ایک فٹ لمبی ایک عجیب انداز کی گن نکالی جس میں سامنے کے حصے میں دو سو رانج نظر آرہے تھے۔ اس نے ایک پہاڑی ٹیلے کی آڑ لے کر گن کا رخ کاپڑ کی جانب کیا اور اس کے بعد اوپر لگے ہوئے دو ٹن دبا دیے۔ گن کی ٹال سے نیلے رنگ کی شعاعوں کی ایک لکیر سی نکلی اور ایک لمبا فاصلہ طے کرتی ہوئی ہیلی کاپڑ تک پہنچ گئی اور اس کے بعد میں نے کاپڑ کو کھینچتے ہوئے دیکھا۔ درحقیقت بڑا عجیب و غریب منظر تھا پھر دھماکہ ہوا۔ فضا میں شعلے بلند ہوئے اور ہیلی کاپڑ کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے فضا میں بکھر گئے۔

”میں خاموش نگاہوں سے نوبل کی یہ کارروائی دیکھ رہا تھا اس کام سے فارغ ہونے کے بعد اس نے وہ عجیب و غریب ساخت کی گن واپس اپنے تھیلے میں رکھ لی اور پھر گن کی سانس لے کر چاروں طرف نگاہیں دوڑانے لگا اس نے انگلی سے ایک سمت اشارہ کرتے ہوئے کہا۔“

”اگر میرا اندازہ غلط نہیں تو ہمیں اس سمت ایسے غار مل سکتے ہیں جہاں غرضی طور پر پناہ لی جاسکے اگر آپ اس طرف جانا مناسب سمجھیں ڈائٹس تو ہم ادھر کا رخ کریں۔“

”میں خاموشی سے ان کے ساتھ ہولیا خاصا فاصلہ تھا اس جگہ سے وہاں تک کا جہاں انہوں نے اشارہ کیا تھا۔ تاہم ہم لوگ وہاں پہنچ گئے پہاڑوں میں تاریکی اترتی آرہی تھی اور ماحول دھندلانے لگا تھا۔ عقب میں تباہ شدہ کاپڑ کے کچھ حصے جلتے ہوئے نظر آرہے تھے یہاں تک کہ ہم نے یہ فاصلہ عبور کر لیا اور اس پہاڑی سلسلے کے قریب پہنچ گئے جہاں برف کی تہیں کس قدر جچی تھیں۔ تاہم برف تو اس پورے علاقے میں ہی تھی لیکن یہاں خاص سردی کا احساس نہیں ہوتا تھا۔ ممکن ہے رات کی تاریکیوں میں سردی بڑھ جاتی ہو۔ اس کے پورے پورے امکانات نظر آرہے تھے۔ بہر حال پہاڑی ٹیلوں میں غاروں کی تلاش شروع کر دی گئی۔ نوبل کا اندازہ غلط نہیں تھا وہاں چھوٹے بڑے غاروں کا طویل سلسلہ پھیلا ہوا تھا اور ان کے دہانے اب سیاہ دھبوں کی شکل میں نظر آرہے تھے۔ نوبل نے اپنے بیگ سے ایک طاقتور روشنی والی ٹارچ نکال لی تھی پھر ہمیں ایک ایسا غار مل گیا

جو خاصا وسیع صاف ستھرا تھا ہو سکتا ہے یہاں اور بھی بہت سے غار ہوں لیکن اب اترتی ہوئی تاریکیوں میں بہتر جگہ کی تلاش ممکن نہیں رہی تھی اور پھر یہ غار ہم تین افراد کی ضرورتوں کے لیے کافی تھا۔ نوبل نے اندر داخل ہو کر اوپر نیچے چاروں طرف تیز ٹارچ کی روشنی ڈالی اور کسی قدر مطمئن انداز میں بولا۔“

”میرے خیال میں تو یہ بہتر جگہ ہے اگر آپ پسند کریں مجھے ہنس آگئی میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔“

”آپ مجھے اس وقت ایک ایسے پراپرٹی ڈیلر محسوس ہو رہے ہیں مسٹر نوبل سولڈر جو کرائے کے مکان دکھاتا پھر رہا ہو اور اس بات کا خواہش مند ہو کہ مکان لینے والا کسی ایک مکان کو پسند کر لے لیکن آپ کو بھی تو اس مکان میں میرے ساتھ ہی رہنا ہوگا۔“

مس سولڈر بے اختیار ہنس پڑی تھی۔ اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”سچ چچا اس وقت آپ بالکل ایسا ہی کر رہے ہیں۔“ نوبل بھی ہلکے سے ہنس دیا اور بولا۔

”ہاں میں چاہتا ہوں کہ مسٹر ڈائٹس ہمیں اپنا دوست سمجھیں اور ہم ان کی پسند کا پورا پورا خیال رکھیں۔“

”تو مجھے یہ غار پسند ہے۔“ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

”گڈ..... ویری گڈ..... اور اب میں اس کی صفائی کیے دیتا ہوں تاکہ نیچے لیٹنے میں کوئی وقت نہ ہو۔ ویسے اس غار میں ایک خولی اور بھی ہے۔ وہ یہ کہ اگر ہم یہاں روشنی کر لیں تو یہ روشنی باہر نہیں جاسکے گی یہ جھکی ہوئی چٹان روشنی کو باہر جانے سے روکے گی اور زیادہ سے زیادہ روشنی اس چٹان سے ٹکرا کر واپس غار میں پلٹ آئے گی۔“

میں نے اس بات پر غور نہیں کیا تھا لیکن اب نوبل کے اس انکشاف کے بعد میں نے بھی اس بات کا اعتراف کیا لیکن روشنی کی ضرورت ہی کیا تھی۔ ہمیں یہاں تھوڑا سا وقت گزارنا تھا اس کے لیے اس قدر اہتمام کی ضرورت نہیں تھی۔ نوبل کو میں نے اور لیشر نے غار کی صفائی کے لیے بھی منع کر دیا۔ پتھریلی زمین پر گرد کی ہلکی سی تہ تو ضرور تھی لیکن ایسی بھی نہیں کہ اس سے بچاؤ کے لیے محنت کی جائے۔ سب سے پہلے میں ہی زمین پر دراز ہو گیا تھا۔ مس سولڈر کے انداز سے بھی یہ لگ رہا تھا جیسے وہ تھک گئی ہو۔

آہستہ سے بولے اور میں اسی وقت کا منتظر تھا جب تم میری جانب ایسی نگاہوں سے دیکھو۔ مسٹر نوبل کے ان الفاظ پر مجھے حیرت ہوئی میں نے کچھ نہ کہا اور وہ سوالیہ نگاہوں سے انہیں دیکھتا رہا۔ تاریکی کی وجہ سے ہمارے چہرے نمایاں نہیں تھے اور ہم ایک دوسرے کے چہروں کے تاثرات نہیں دیکھ سکتے تھے۔“

”لیشر۔“ نوبل نے لیشر کو پکارا ”تم روشنی کرو۔“ لیشر نے اس انوکھے بیگ میں ہاتھ ڈالا جس میں سے ضرورت کی ہر چیز برآمد ہو رہی تھی اور پھر اس نے ایک عجیب و غریب ساخت کا لیپ نکال لیا۔ بہت چھوٹا سا تھا جو کورلاکٹر کی مانند اس نے اسے ایک بٹن دبا کر روشن کر دیا۔ محدود روشنی تھی لیکن اتنی کہ ہم لوگ ایک دوسرے کو بغور دیکھ سکیں میں نے اس دلچسپ چیز کو حیرانی سے دیکھا اور ہنس کر بولا۔

”مسٹر نوبل آپ سے زیادہ آپ کا یہ بیگ میرے لیے باعث حیرت ہے۔“

”ہاں“ نوبل ہنستے ہوئے بولا ”میں نے اپنی یہ کٹ اتنے اہتمام سے تیار کی ہے کہ اگر اس میں موجود تمام اشیاء تمہارے سامنے لے آئی جائیں تو تم یقیناً مجھے اس انتخاب پر داد دو گے۔“

”کیا کیا ہے اس میں؟“

”کوئی خاص چیز نہیں۔ وہ گن تم نے دیکھی جس نے پہلی کاپڑ کو تباہ کیا۔ اس کے علاوہ یہ روشنی کرنے والا آلہ۔ چند شیشیاں ہیں اس میں جن میں گولیاں بھری ہوئی ہیں۔ ہم غذا کا بہت بڑا ذخیرہ اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتے تھے لیکن ہمیں یہ اندازہ تھا کہ ان علاقوں میں نکل آنے کے بعد ہمیں کوئی ایسا بہتر ذریعہ نہیں ملے گا چنانچہ ان میں ایسی ٹیبلٹس ہیں کہ اگر ہمیں مہینہ بھر غذا کا ایک ذرہ نہ ملے تو یہ گولیاں ہمیں جسمانی طور پر اتنا ہی طاقتور رکھیں گی جتنا بہترین اور متوازن غذا اس کے علاوہ میرے پاس گولیوں کا ایسا ذخیرہ بھی موجود ہے جن میں سے ایک گولی چوبیس گھنٹے کے لیے پانی کی ضرورت محسوس نہیں ہونے دیتی لیکن پانی کی گولیاں اس لیے زیادہ کارآمد یا ضروری نہیں ہیں کہ برف کے علاقے میں ہمیں پانی کی کوئی کمی نہیں ہوگی۔ میرے پاس ایسی گولیاں بھی ہیں جو تمہیں چائے یا کافی کی ضرورتوں میں مدد دے سکتی ہیں اور ایسی چیزیں بھی ہیں جو برف سے پیدا ہونے والی بیماریوں میں کارآمد ہو سکتی ہیں۔ میں نے یہ تمام چیزیں انتہائی محنت سے تیار کی ہیں

نوبل بھی بیٹھ گیا۔ اس نے اپنا خاص قسم کا بیگ اپنے بالکل قریب رکھ لیا تھا۔ ہم دیر تک خاموش رہے۔ ہر شخص اپنے اپنے طور پر سوچ رہا تھا۔ نوبل اور لیشر کیا سوچ رہے تھے یہ تو مجھے معلوم نہیں تھا لیکن میرے دماغ میں عجیب سا ساٹا پھیلا ہوا تھا۔ مدھم مدھم سی سننا نہیں ابھر رہی تھیں۔ جیسے ہوا چل رہی ہو یہ میری دانست میں پہلی بار ہوا تھا اس سے پہلے میں نے اپنی ذہنی کیفیت ایسی نہیں پائی تھی۔ نجانے کیوں یہ احساس ہو رہا تھا میں اپنا ذہن ٹٹولنے لگا اور پھر مجھے اس احساس کی وجہ تلاش کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ میں اپنے اس عمل کے بارے میں سوچ رہا تھا جو میں نے کیا تھا۔ یہ کیوں ہوا ایسا سب کیوں ہوا۔ ویسے یہ تو حقیقت تھی کہ میں ذہنی طور پر آرگنائزیشن کی کارروائیوں سے بددل تھا اور بار بار مجھے احساس ہوا تھا کہ ان لوگوں نے دھوکے سے مجھے اپنا قیدی بنالیا ہے اور اب اپنی خواہش کے مطابق مجھے استعمال کر رہے ہیں۔ ظاہر ہے اگر میں آزاد ہوتا تو اپنے آپ پر کسی قسم کا تجربہ کرنے کی اجازت انہیں کبھی نہ دیتا انہوں نے مجھے ایک مہمان کی حیثیت سے طلب کیا اور قیدی بنا دیا اور اس کے بعد انہوں نے جو کارروائی میرے ساتھ کی بظاہر وہ ان کے اپنے مقاصد کی تکمیل اور ان کے بیان کے مطابق میرے مفادات میں تھی لیکن کسی بھی شخص کو اپنے مفادات کا فیصلہ کرنے کا حق ہے وہ ایشیا میں آرگنائزیشن کا ناقابل تسخیر نمائندہ بنانا چاہتے تھے۔ ایک ایسی شخصیت جو ہر طرح کے میں آزاد ہو اور اسے آرگنائزیشن کی پوری پوری طاقت حاصل ہو لیکن حقیقت یہ تھی کہ اس تجربے کے بعد میں آرگنائزیشن کا محکوم بن گیا تھا۔ ایک رپوٹ کی مانند جو کنٹرول کر سکے اور اس ساری کارروائی میں میرے اس غیر شعوری عمل کو دخل تھا تو میں اسے غیر فطری نہیں کہہ سکتا تھا جو کچھ میں نے کیا وہ ایک حقیقت تھی اور مجھے اس خوش ہونا چاہیے تھا لیکن اچانک ہی یہ تمام فیصلے اور اس کے ساتھ ساتھ ہی نوبل اور اس کی بیٹی لیشر کا تعاون..... یہ بات ذرا باعث حیرت تھی۔ ان لوگوں نے میرے ساتھ ان طرح تعاون کیوں کیا بلکہ میری کسی بات پر انہوں نے نہ تو حیرت اور نہ ہی اضطراب کا مظاہر کیا۔ کیوں آخر کیوں؟ وہ مجھے روک سکتے تھے۔ خصوصاً نوبل جو آرگنائزیشن کا انتہائی ذمہ دار آدمی تھا میں نے حیران نگاہوں سے نوبل کو دیکھا دونوں باپ بیٹی میری ہی جانب دیکھ رہے تھے۔ نوبل مسکراتے ہوئے اٹھ کر بیٹھ گئے انہوں نے میرا چہرہ دیکھا اور پھر

اختیارات قائم کیے ہیں لیکن جہاں اس نے جو کچھ کر ڈالا ہے وہ اتنا مستحکم ہے کہ اگر ڈان سینٹر اپنی تمام تر قوتوں کے ساتھ اس چھوٹے سے علاقے ہی کو کنٹرول میں کرنے کی کوشش کرے تو زندگی بھر اس کوششوں میں ناکام رہے۔ درحقیقت آرگنائزیشن زمین کے نیچے پلنے والی ایک ایسی جماعت ہے جو جب زمین کے اوپر آنا چاہتی ہے اور اس انداز میں کہ دنیا میں اس کا کوئی مد مقابل باقی نہ رہے۔ دنیا بھر کے حوالے دینے کی بجائے میں آپ سے صرف آپ کی بات کرتا ہوں۔ ڈان سینٹر نے ایشیا یورپ اور امریکہ میں اپنے جو نمائندے مقرر کیے ہیں وہ ہر ملک ہر شہر اور ہر چھوٹے چھوٹے سے علاقے میں بٹے ہوئے ہیں بہت سے لوگوں کی بہت سی باتیں بہت سے مسائل اور ان بہت سے مسائل کے سلسلے میں بہت سے اخراجات جس میں ڈان سینٹر کو ملوث ہونا پڑتا ہے۔ اس طرح مختلف خیالات بھی ہوتے ہیں اور کسی بھی لمحے خیالات کی تبدیلی ڈان سینٹر کے نمائندوں کو اس سے دور کر دیتی ہے اور اس وقت ڈان سینٹر کو نئے سرے سے اپنے ان نمائندوں کو کنٹرول کرنے کے لیے نئے نئے کام کرنا پڑتے ہیں اس طرح اس کے اخراجات بھی بڑھ جاتے ہیں جس سے وہ پریشان رہتا ہے۔ جبکہ روز آرگنائزیشن نے آپ ہی کے سلسلے میں یہ طے کیا تھا کہ پورے ایشیا کا کنٹرول آپ کو دیا جائے اور آپ کا کنٹرول آرگنائزیشن کرے یعنی آپ صرف وہ سوچیں جو آرگنائزیشن کے حق میں ہو۔ آپ کی اپنی کوئی شخصیت نہ رہے۔ آپ بلاشبہ ایک طاقتور حکمران ہوں اور اپنا کام بخوبی سرانجام دیں آپ کو ان تمام لوگوں پر فوقیت حاصل ہو جو آپ کے مد مقابل آئیں لیکن ان تمام باتوں کے ساتھ ساتھ آپ روز آرگنائزیشن کی مٹھی میں ایک روبوٹ کی طرح آرگنائزیشن کے لیے کام کریں اور ڈانیش آرگنائزیشن ایسے ہی روبوٹس تیار کر رہی ہے۔ وہ آپ جیسے لوگوں کو تلاش کر کے اپنے کام کے لیے تیار کر رہی ہے اور آپ پر اس کا پہلا تجربہ ہوا ہے۔

”میں اس تجربے کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا۔“

”میں وہی آپ کو بتا رہا ہوں ڈانیش درحقیقت صورتحال یہ ہے کہ آپ کو اس لیبارٹری میں بھیج کر آپ کا جسمانی اور ذہنی تجزیہ کرایا گیا آپ دنیا کے ان گنے چنے انسانوں میں سے ہیں جن کی شخصیت انگلیوں پر گنی جاسکتی ہے یعنی ذہنی اور جسمانی طور پر خود اس قدر طاقتور ہے کہ اگر آپ کو ان تمام قوتوں سے نوازا دیا جائے جو آرگنائزیشن کے بس میں

اور انہیں محفوظ کیا ہے۔ ابھی تھوڑی دیر کے بعد سردی کی شدت میں اضافہ ہو جائے گا میں تمہیں کھانے کے لیے ایک ننھی سی گولی دوں گا جو تمہیں سردی سے محفوظ رکھے گی اور تمہارے جسم کو بہترین اور لطیف حرارت حاصل ہو جائے گی۔“

”یوں لگتا ہے مسٹر نوبل کہ آپ نے ان تمام حالات کا اندازہ پہلے ہی کر لیا تھا۔ جو پیش آنے والے ہیں حالانکہ سچی بات یہ ہے کہ یہ اتفاقہ سفر اس اتفاقی حادثے کا ذریعہ بن گیا لیکن اپنے طور پر میں یہ اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ یہ میری دلی خواہش تھی البتہ اس بات پر حیران ہوں کہ اس خواہش کی تکمیل میں آپ میری مدد کیوں کر رہے ہیں اور ابھی بہت سی حیران کن باتیں ہیں جیسے وہ لیبارٹری جسے ہم نے تباہ ہوتے ہوئے دیکھا۔“

”نوبل سولڈر کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے۔ لیشر بھی ساکت ہو گیا تھا۔“

”اور یہ سب کچھ یہ سب کچھ وہ ہے جو میری دلی آرزو تھی لیکن اس کے لیے تمہیں ایک طویل کہانی سننا پڑے گی بشرطیکہ تمہارا ذہن تیار ہو۔“

”آپ نے ابھی کہا تھا کہ آپ میری ان نگاہوں کے غنڈہ گھوڑے میں وہاں سے اپنی کہانی کا آغاز چاہتا ہوں۔ آپ براہ کرم پہلے اپنے ان الفاظ کی وضاحت کریں۔“

”مسٹر ڈانیش مان صور میں یہ تصور آپ کے ذہن میں پیدا ہونے کا انتظار کر رہا تھا کہ آپ اس کارروائی پر حیرت کا اظہار کریں اور مجھ سے وضاحت طلب کریں۔“

”یہ وہ ایک لمحہ رک کر کچھ سوچنے لگا پھر جیسے وہ کسی نتیجے پر پہنچ کر سر ہلا کر کہنے لگا۔“

”مان صور آرگنائزیشن نے جس شاطرانہ انداز میں تمہیں قائل کر کے اپنے حق میں ہوا

کیا۔ میرے ساتھ بھی بالکل ایسا ہی ہوا تھا یہ بات تو تمہارے علم میں ہوگی کہ یہ صنعت کاروں کی ایک بین الاقوامی انجمن ہے جس کا مقصد دنیا کی اقتصادیات کو اپنے تابع کرنا

ہے۔ دوسرے لفظوں میں دنیا پر اپنی اجارہ داری قائم کرنا ہے۔ یہی مقصد ڈان سینٹر کا بھی ہے جسے کسی حد تک آرگنائزیشن سے بڑا ادارہ کہا جاسکتا ہے مگر حقیقت اس سے مختلف

ہے کیونکہ مختلف حقیقت یہ ہے کہ روز آرگنائزیشن نے اپنے ہاتھ پاؤں ابھی بہت زیادہ نہیں پھیلائے لیکن اس نے جو کچھ کیا ہے اتنی مضبوط بنیادوں پر کیا ہے کہ ڈان سینٹر اس

کی گہرائیوں میں کبھی نہیں اتر سکتا۔ روز آرگنائزیشن نے ابھی ذرا محدود علاقے پر اپنے

ہیں تو پھر آپ کا ثانی ہونا مشکل ہے۔ اور آرگنائزیشن نے وہی سب کچھ کیا ہے۔ اس وقت آپ آرگنائزیشن کے مکمل کنٹرول میں ہیں۔ آپ صرف وہ سوچ سکتے ہیں جو آرگنائزیشن سوچے آپ کو کبھی یہ احساس نہیں ہوگا کہ جو سوچ آپ کے ذہن میں پیدا ہوئی ہے آپ کی اپنی نہیں ہے۔ آپ اسے اپنی ہی سوچ سمجھیں گے لیکن درحقیقت وہ آرگنائزیشن کی سوچ ہوگی۔“

وہ کیسے۔ ”میں نے حیرت سے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا اور نوبل مسکرا دیا۔“
”اس لیے کہ آپ کے لاشعور میں ایک ایسا نظام قائم کیا گیا ہے جو آپ کو شعوری طور پر آرگنائزیشن کے لیے کام کرنے پر مجبور کرتا رہے گا۔“
”کس طرح؟“

”آپ کے دماغ کا آپریشن کر کے۔“

”میرے دماغ کا آپریشن۔ میں نے کسی قدر بھرائے ہوئے لہجے میں کہا۔“

”ہاں ایک مکمل آپریشن۔“

”لیکن مسٹر نوبل سولڈر۔“

”ہاں۔ آپ یہی کہیں گے مسٹر ڈائٹش مانصور کہ وہ آپریشن آپ کے علم میں نہیں

ہے۔ نہ آپ کے سر میں کوئی زخم ہوا نہ آپ کو بیہوش کیا گیا پھر آپ کے دماغ کا آپریشن

کیسے ہو گیا۔ تو جدید ترین سائنس سے آپ اس بات کی توقع رکھیں کہ وہ سب کچھ کر سکتی

ہے۔ کون سے مرحلے پر کون سی چیز کو آپ جھٹلا سکیں گے۔ آپ کے دماغ کا آپریشن کیا گیا

ہے اور وہاں ایک ایسی ڈسک لگا دی گئی ہے جس میں صرف وہ یادداشتیں رکھی گئی ہیں جن

کا تعلق آرگنائزیشن سے ہو۔ یہ ڈسک آپ کے دماغ کا ایک خلیہ ہے۔ اور خلیہ آپ

پورے طور پر کنٹرول کرتا رہے گا۔ اور اس کا ریموٹ آرگنائزیشن کے پاس ہوگا۔ اس

ڈسک میں یہ خوبی ہے کہ آرگنائزیشن میں رونما ہونے والی تبدیلیوں کو اس تک منتقل

کرتی ہے۔ یعنی اس ڈسک کو اپنی ضرورت کے مطابق تبدیل کیا جاسکتا ہے۔ اور یہ ڈسک

ریموٹ سے ہی تبدیل ہو سکتی ہے۔ گویا اس کا سارا فنکشن وہی ہوگا جو ریموٹ کنٹرول کا

ہوتا ہے۔ جس طرح آپ ایک وی سی آر میں پلے بھی کرتے ہیں۔ ریو انڈ بھی کرتے

ہیں۔ فارورڈ بھی کرتے ہیں اور ریکارڈ بھی کرتے ہیں۔ ہر چیز اپنی پسند کے مطابق آواز بھی

اور بھاری کی جاسکتی ہے۔ بس ریموٹ کنٹرول میں تھوڑی سی تبدیلی یہ ہے کہ اس میں ڈسک کو تبدیل کرنے کی قوت بھی رکھی گئی ہے۔ یعنی آپ کے اس خلیے کو ناکارہ کر کے بلکہ یوں سمجھ لیجئے کہ اسے جلا کر اس کی جگہ ایک نیا خلیہ ریموٹ کے ذریعے ہی آپ کے دماغ تک بھیجا جاسکتا ہے۔ اور یہ نیا خلیہ آپ کو علم میں لائے بغیر وہی کام سرانجام دینے پر مجبور کرے گا جو ادھر سے مناسب سمجھیں گے۔ باقی آپ کی شخصیت میں کوئی تبدیلی نہیں

ہوگی۔ ڈسک یعنی خلیہ تبدیل کرتے ہوئے آپ کو اسی طرح کوئی احساس نہیں ہوگا۔ جس

طرح آپریشن کے وقت آپ کو کوئی احساس نہیں ہو سکا کہ جس مشین پر کھڑے ہو کر آپ

پر تجربات کیے گئے تھے وہ درحقیقت ایک آپریشن ٹیبل تھی اور اس کے ذریعے وہ کچھ ہوا

جو آپ کے تصور سے باہر ہے۔ یعنی آپ کے دماغ میں ایک ایسے خلیے کا اضافہ ہو گیا جو

آپ کے دماغ کا اصل حصہ نہیں تھا۔ میں سکتے کے عالم میں یہ ساری کہانی سن رہا تھا اور

اپنے آپ پر حیرت کر رہا تھا۔ فیصل یہ سب کچھ بھی ہونا تھا تمہارے ساتھ۔ اپنی شخصیت کو

دیکھو اپنی اوقات کو دیکھو اور اس کے بعد ان ساری کارروائیوں کو جس میں دنیا بھر کے

سرمایہ دار ملوث ہیں۔ بڑی دور کی بات تھی۔ بہت سوچنے کی بات لیکن لیکن جو کچھ یہ

شخص کہہ رہا ہے کیا اس میں مکمل طور پر سچائی ہے۔ کیا یہ ایک حیرت ناک طریقہ کار نہیں

ہے۔ پھر اچانک ہی میرے دماغ میں ایک عجیب سی کیفیت پیدا ہو گئی میں نے ان واقعات

کے بارے میں سوچا جو رونما ہوئے تھے۔ یہ کہانی جو نوبل سولڈر نے سنائی تھی بلاشبہ دنیا کی

پراسرار ترین کہانی تھی۔ سائنس کا ایک ایسا عجوبہ جس کے بارے میں ابھی تک نہیں سوچا

جاسکا تھا۔ لیکن لیبارٹری میں آخر کچھ تو ہوا ہوگا۔ ہو سکتا ہے نوبل درست کہہ رہا ہو۔

میری خاموشی کو محسوس کر کے نوبل سولڈر نے کہا۔“

”اور اس کے بعد میں کہانی کو ایک بالکل ہی نیا ٹرن دے رہا ہوں۔ تمہیں حیرت

ہوگی میرے دوست ڈائٹش کہ جو گفتگو میں کر رہا تھا اس میں یہ تبدیلی میں نے کیوں پیدا

کی لیکن اس کی وجہ ہے۔ جو بعد میں خود بخود تمہاری سمجھ میں آجائے گی۔ جیسا کہ میں

نے تمہیں بتایا۔ کہ جس طرح تمہیں تمہارے وطن سے بلا کر یہاں اپنا قیدی بنالیا گیا اسی

طرح میرے ساتھ بھی یہی کیا گیا ہے۔ میرا تعلق مغربی جرمنی سے ہے اور اگر کبھی مغربی

جرمنی جا کر تم نوبل سولڈر کے بارے میں معلومات حاصل کرو تو تمہیں لوگوں کے خیالات

بالکل مختلف ملیں گے۔ مجھے تمہاری طرح مدعو نہیں کیا گیا تھا بلکہ میرے حصول کے لیے انہوں نے بدترین مجرمانہ سازش کی تھی۔“

”میری دلچسپیاں بیدار ہو گئیں اور میں نوبل کا چہرہ دیکھنے لگا۔ لیشر خاموش تھی۔ لیکن دھتکا ہی اس نے ور میان میں مداخلت کرتے ہوئے کہا۔“

”ڈائیش اگر آپ پسند کریں تو میں آپ کو کافی کی گولی دوں۔ میں ہنس پڑا میں نے کہا۔“

”یہ میرے لیے ایک دلچسپ تجربہ ہو گا مس لیشر۔“

”لیشر نوبل کے پراسرار بیگ سے کافی کی گولیوں کی شیشی نکالنے لگی۔ ایک چھوٹی سی شیشی سے اس نے تین ننھی ننھی گولیاں نکالیں ایک اپنے منہ میں رکھی دوسری مجھے

اور تیسری نوبل کو پیش کی چند لمحات ہم کافی کا مزا لیتے رہے۔ مجھے واقعی یہ سب کچھ بہت

اچھا لگ رہا تھا۔ نوبل نے اپنا منہ صاف کرنے کے بعد کہا۔“ تو میں اس مجرمانہ سازش کا

تذکرہ کر رہا تھا۔ مغربی جرمنی میں ایک نیک نام سائنسدان کی حیثیت سے مشہور تھا

اور میں نے اپنے وطن کے لیے بہت کام کیا تھا۔ جس کی بنا پر میری وہاں بے حد عزت

تھی اور حکام مجھے قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے پھر ایک دن چند افراد نے مجھ سے ملاقات کی

یہ اپنے آپ کو سائنسدان بتاتے تھے۔ اور انہوں نے اپنا تعارف مجھ سے مختلف ناموں

سے کرایا تھا۔ وہ میری تعریف کرتے رہے اور انہوں نے میری ایجادات پر تبصرہ کیا میں

نے معزز مہمانوں کی حیثیت سے ان کی خاطر مہارت کی لیکن دوسرے دن کے اخبارات

میں میری اور ان کی تصاویر شائع ہوئیں۔ حالانکہ اس ملاقات کے وقت کوئی ایسا فوٹو گراف

موجود نہیں تھا جو ہماری تصاویر لے رہا تھا۔ مجھے حیرت ہوئی لیکن اس سے زیادہ حیرت اس

بات پر ہوئی جب اخبارات نے ان لوگوں کے بارے میں انکشاف کیا۔ انہوں نے جس نام

سے مجھ سے اپنا تعارف کرایا تھا درحقیقت وہ اس نام کے لوگ نہیں تھے بلکہ انکا تعلق

مغربی جرمنی کے مخالف ایک ایسے ملک سے تھا جس سے مغربی جرمنی کی ٹھنی ہوئی تھی

اور یہ لوگ وہاں سائنسی امور سے تعلق رکھتے تھے۔ اخبار نے بڑی تشویش کا اظہار کرتے

ہوئے لکھا کہ نوبل سولڈر جیسا محب وطن سائنسدان اگر ایسے لوگوں سے رابطے رکھتا ہے

تو مستقبل میں خطرناک باتیں سوچی جاسکتی ہیں۔ میں نے اس بات کی شدت سے تردید کی

اور ایجادات کے راپنا پیوں رویہ میں بنایا کہ درحقیقت میرا اس لوگوں سے کوئی

رہے اور نہ ہی یہ مجھ سے اس حیثیت سے ملے تھے۔ بلکہ انہوں نے دوسرے طریقوں سے

مجھ سے ملاقات کی تھی۔ اور ہماری خصوصی سائنسی امور پر گفتگو نہیں ہوئی۔ اس طرح

مغربی جرمنی کے حکام کی نگاہوں میں میری شخصیت مشکوک بنا دی گئی پھر کچھ اور ایسے

معاملات ہوئے جن سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی کہ ان لوگوں سے میرا مسلسل

رابطہ ہے لیکن خفیہ۔ اخباری فوٹو گرافر میری تاک میں لگ گئے تھے اور نجانے کہاں کہاں

سے یہ مواد اکٹھا کر رہے تھے۔ میں نے بہت واویلا کیا بہت شور مچایا لیکن اب میری وہ

آواز نہیں رہی تھی جو کبھی تھی۔ میں نے یہ بھی کہا کہ حکام بالا میرے ساتھ زیادتی کر

رہے ہیں اور ان تمام باتوں کی تحقیقات کرائے بغیر مجھے مجرم قرار دیا جا رہا ہے۔ مجھ سے

بہت سے لوگوں نے ملاقاتیں کیں لیکن بد قسمتی سے جو لوگ یہ کارروائی کر رہے تھے

انہوں نے ایک مضبوط جال میرے گرد بن لیا تھا میری کچھ ایسی ایجادات اس ملک کے

رسائل میں منظر عام پر آئیں جن کا تعلق صرف میرے اپنے ملک کے خاص خاص لوگوں

سے تھا اور اس بات کو مکمل طور پر راز میں رکھنے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ اس اخبار نے یہ بتایا

کہ میں نے اس ملک کے نمائندے کو اپنی ان ایجادات کے بارے میں تفصیلات فراہم

کر دی ہیں اور یہ ایک حقیقت تھی کہ جو تفصیلات اس میں شائع ہوئی تھیں وہ چند ہی لوگوں

کو معلوم تھیں۔ میں نہیں جانتا تھا کہ وہ کس طرح انہیں پانے میں کامیاب ہو گئے۔ اس

کے بعد مجھ سے شدت سے باز پرس کی گئی اور ان کا موقف بالکل درست تھا۔ یعنی وہ

میں جو صرف چند افراد کے درمیان تھیں باہر کیسے پہنچ گئیں۔ میرے علاوہ اس کا ذریعہ

کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔ مجھے بھی غصہ آنے لگا۔ میں جو تردید کر رہا تھا اس پر توجہ نہیں

دی جا رہی تھی۔ چنانچہ میں نے سخت اور تلخ رویہ اختیار کیا جس کے نتیجے میں بات بگڑتی

چلی گئی۔ مجھ سے کئی بار جواب طلبی کی گئی اور بالا آخر مجھے مغربی جرمنی کا غدار قرار دے

دیا گیا۔ میرے بارے میں بہت سے فیصلے کیے گئے میری کوششوں کے نتیجوں میں مجھے

ایسے موت تو نہیں دی گئی لیکن جلا وطنی کا حکم دے دیا گیا اور بالا آخر مجھے مغربی جرمنی

کا جلا وطن ہونا پڑا میرے ساتھ میری بیٹی لیشر اور میری بیوی تھی جو مغربی جرمنی سے

میرے بعد انتقال کر گئی۔ ہم باپ بیٹی رہ گئے۔ مگر ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ اپنے

بارے میں ان کی اپنی پالیسی ہے۔ کوریا، تائیوان اور چین وغیرہ جہاں جو کچھ تیار ہوتا ہے
 تمہیں اس کے بارے میں تمام طور پر رپورٹیں تیار کرنا پڑیں گے اور اس طرح ایشیا میں
 صنعتی، سیکشن کنٹرول کرنا ہوگا۔ یہ ایک بہت بڑا کام ہے لیکن اس سے جو خطرات رونما
 ہو سکتے ہیں اس کا سامنا کرنا ہوگا اور تمام تر ذمہ داری تمہاری ذاتی ہوگی۔ اس میں کوئی
 شک نہیں کہ ان کوششوں سے تم اپنے وطن کے لیے بہت کچھ حاصل کر سکتے ہو۔ لیکن
 بات وہی ہوگی کہ اس وقت تم اپنے وطن کے لیے کچھ نہ کر سکو گے۔ بلکہ تمہارے اپنے
 وطن کا معاملہ بھی انہی لوگوں کے ہاتھوں میں ہوگا اور یہ سب سے پہلے اپنے مفادات کو
 ترجیح دیں گے اور اس کے بعد دوسری کوئی بات سوچیں گے سمجھ رہے ہونا تم یعنی تم
 اپنے طور پر ایک مستحکم حیثیت کے مالک بنو گے لیکن تمہاری شخصیت دنیا بھر کی نگاہوں
 میں خصوصاً ایشیا کے ممالک کی نگاہوں میں مشکوک ہو جائے گی۔ بڑا لمبا پروگرام ہے اور
 اس وقت تم ان کے رحم و کرم پر ہو۔ تمہیں وہی سب کچھ کرنا ہوگا جو وہ چاہیں گے۔
 تمہارے دماغ کا جو آپریشن کیا گیا ہے وہ شکاری آپریشن ہے اور اس کا ریموٹ کنٹرول کہیں
 اور ہے۔ یہاں سے میں پھر اپنی کہانی پر آجاتا ہوں تمہیں دیکھ کر میرے دل میں ایک تصور
 پیدا ہوا میں نے سوچا کہ تمہیں اس مصیبت سے بچاؤں چنانچہ ڈالین کو دھوکا دے کر میں
 نے تمہارے آپریشن میں کچھ خصوصی تبدیلیاں کیں یعنی سب کچھ انہی کی پسند انہی کی
 مرضی کے مطابق ہوا۔ تمہارا ذہن ان تمام قوتوں کا حامل بن چکا ہے لیکن تمہارے ذہن
 کی تمام تر قوتیں ایک خصوصی کنٹرول میں ہیں اور وہ لوگ اب اسی کے ذریعے تمہیں اپنے
 ہدایات جاری کریں گے۔ لیکن میں نے اپنے طور پر ذرا سی تبدیلیاں کیں اور اس کا پتہ نہ
 میسٹر ڈالین کو چل سکا اور نہ روز آرگنائزیشن کے کسی آدمی کو۔ میں شدید نگاہوں سے
 نوبل سولڈر کو دیکھنے لگا اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ آنکھوں میں ذہانت کی چمک تھی اور وہ
 مشینی انداز میں بول رہا تھا۔



”مجھے میرے وطن میں مجرم بنا دیا گیا تھا میں ان لوگوں سے دوستی کیسے رکھ سکتا ہوں۔ تمہارے ذہن میں میں نے وہ تمام چیزیں پیدا کیں لیکن اس کاریموٹ کنٹرول جو ان لوگوں کے پاس ہے بالکل مختلف ہے اور اس کے ذریعے وہ تمہیں نہیں مجبور کر سکتے نہ تمہیں کنٹرول کر سکتے ہیں بلکہ تمہارا کنٹرول میں نے اپنی بیٹی لیشر کو دے دیا۔ یہ کنٹرول جس شکل میں ہو سکتا اس شکل میں نہیں ہے بلکہ جیسی ایک ڈسک تمہارے دماغ تک پہنچائی گئی اس کا دوسرا حصہ میں نے لیشر کے دماغ میں محفوظ کر دیا۔ یعنی اب یہ ہوتا ہے کہ تم اپنے طور پر ہر بات سوچ سکتے ہو۔ تمہیں احساس بھی نہ ہو گا کہ تمہارے اندر کوئی نمایاں تبدیلی ہو گئی ہے۔ یہی کیفیت ان کے ساتھ بھی ہوتی۔ یعنی تم اپنی شخصیت میں مکمل طور پر آزاد ہوتے اور تمہارے ذہن میں کبھی یہ تصور بیدار نہیں ہوتا کہ تم کسی کے زیر نحت کام کر رہے ہو لیکن جہاں تمہاری سوچ کو تبدیل کرنے کی ضرورت پیش آتی وہ اپنا ریموٹ استعمال کرتے اور تم اسی انداز میں سوچتے جس انداز میں وہ چاہتے۔ چاہے وہ تمہارے حق میں تمہارے ملک کے حق میں بھی ہو تاکہ یا نہ ہوتا میں نے ان کے ریموٹ سے تمہارا کنٹرول ختم کر کے تمہارا تعلق اس ریموٹ سے کر دیا جو لیشر کے ذہن میں ایک ڈسک کی شکل میں محفوظ ہے۔ اور میرے دوست مجھے معاف کرنا درحقیقت جب ہم نے اس سفر کے لیے پروگرام ترتیب دیا تو ہمارے ذہن میں ایک پورا خاکہ موجود تھا۔ یہ بیگ اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ میں نے اس میں وہ تمام چیزیں محفوظ کیں جو عارضی طور پر کی جاسکتی تھیں اور اس کے بعد ہم سیاحت کی غرض سے چل پڑے۔

طویل عرصے قید رکھا گیا میری نگاہوں میں کانٹے کی طرح کھٹکتی تھی۔ روانہ ہونے سے پہلے میں نے وہاں طاقتور قسم کے بم فٹ کر دیے تھے اور جب فضا میں پہنچے اور ہیلی کاپٹر کا کنٹرول تمہارے ہاتھ میں آگیا تھا تو لیشرنے اپنے ریموٹ کے ذریعے تمہیں حکم دیا کہ ہیلی کاپٹر کو اس جانب واپس موڑ دو اور میرے پاس جو بم ریموٹ کنٹرول تھا میں نے اس کے ذریعے وہ بم بلاسٹ کر دیا اور اس طرح لیبارٹری تباہ ہو گئی۔ مجھے یقین ہے کہ طویل عرصے تک وہ لوگ اپنی اس شاندار تجربے گاہ کا ماتم کرتے رہیں گے لیکن میری روح اس انتقام سے خوش رہے گی۔ سمجھے ڈائینش یہ ہے پوری کہانی اور اب اس کے بعد اس کہانی کو آگے بڑھانے کی تمام تر ذمہ داریاں تم پر عائد ہوتی ہیں۔ صرف تم پر۔۔۔۔۔ میں پاگلوں کی طرح نوبل کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔ جو کچھ اس نے مجھے بتایا تھا نا قابل یقین تھا لیکن اس پر یقین نہ کرنے کی کوئی وجہ بھی نہیں تھی۔ ایک بھی بات تو ایسی نہیں تھی جس کی تفصیل میرے سامنے نہ ہو لیشر خاموش تھی۔ میں ان دونوں کو دیکھتا رہا۔

نوبل نے بڑے خلوص کے ساتھ یہ کہا تھا کہ اگر میں یہ سمجھتا ہوں کہ میرا کنٹرول ان لوگوں کے ہاتھوں میں نہیں رہنا چاہیے تو وہ اس کنٹرول کو ختم کر سکتا ہے۔ یا اگر اس پر بھی مجھے شبہ باقی رہ جائے تو وہ اپنے وطن کے نام پر مرٹنے کے لیے تیار تھا۔ ایک محب وطن آدمی چاہے اس کا تعلق کسی بھی ملک سے ہو میرے لیے جس قدر باعث عزت اور قابل قدر ہو سکتا تھا آپ غالباً اس کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ نوبل نے درحقیقت میرے خلاف تو کچھ نہیں کیا تھا سوائے اس کے کہ مجھے ان کے چنگل سے نکال لیا تھا۔ درحقیقت اگر میرا ایسا کوئی آپریشن ہوا ہے اور جس کا اندازہ مجھے بخوبی ہو رہا تھا کہ ایسا ہوا ہے۔ تو اگر اس کا کنٹرول آرگنائزیشن کے ہاتھ میں ہوتا تو پھر میری کیا کیفیت ہوتی۔ آہ درحقیقت بڑا بدترین وقت ہوتا وہ میں اپنے طور پر سب کچھ کرتا لیکن حقیقت یہ ہوتی کہ یہ سب کچھ کسی اور ہی کے ایما پر ہو رہا ہوتا۔ اس وقت ذہن کوئی فیصلہ کرنے سے قاصر تھا۔ ذہنی کیفیت بری طرح متاثر ہو گئی تھی۔ نوبل نے کہا۔

”ڈائینش ہم بے شک ابھی مشکل حالات کا شکار ہیں۔ لیکن ان پہاڑوں میں کوئی مہم جوئی نہیں کی جاسکتی۔ ہیلی کاپٹر بے شک استعمال کیے جاسکتے ہیں لیکن یہاں ہم محفوظ ہیں وہ جگہ بلندیوں سے تلاش نہیں کی جاسکتی اور پھر ضروری نہیں ہے کہ وہ سیدھے اسی سمت

لیکن ہیلی کاپٹر میں سفر کرتے ہوئے لیشرنے اپنے ریموٹ کے ذریعے تمہیں حکم دیا کہ پائلٹ کو قتل کر دو اور خود ہیلی کاپٹر کا کنٹرول سنبھال لو۔ تم نے وہی سب کچھ کیا پائلٹ کو قتل کرنے کے بعد ہیلی کاپٹر ہم لوگ یہاں اتار لائے اور اس کے بعد جو کچھ بھی ہوا وہ تمہارے علم میں ہے۔ تمہیں اس وقت لیشر کنٹرول کر رہی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہم صرف اس قید سے نکلنا چاہتے تھے۔ میں تمہیں بڑے خلوص اور بڑی محبت سے تمام تفصیلات بتا رہا ہوں۔ حالانکہ اگر میں چاہتا تو تمہیں یہ سب کچھ نہ بتاتا اور ہم خاموشی سے تم سے اپنے مقاصد حاصل کر سکتے۔ لیکن میں بددیانت انسان نہیں ہوں مجھے کوئی حق نہیں پہنچتا کہ میں تمہیں اپنے طور پر محکوم بنا کر رکھوں۔ مائی ڈیئر ڈائینش میں ویسا ہی دو سرل آپریشن کر کے تمہارے اور لیشر کے درمیان رابطہ ختم کر سکتا ہوں اور یہ میری ذمہ داری ہے۔ لیکن یہاں تک پہنچنے کے لیے یہ سب کچھ بے حد ضروری تھا اور اب میں آئندہ منصوبے کی تکمیل تم سے چاہتا ہوں۔ کیونکہ بے شک یہ سب کچھ تمہارے ذہن تک پہنچا دیا گیا ہے میں اس سلسلے میں مکمل طور پر معذور ہوں۔ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ میری اس کارروائی کے نتیجے میں مجھے موت ملنی چاہیے تو میں ختم ہونے کے لیے تیار ہوں لیکن ایک درخواست ضرور کروں گا تم ہمیں قتل کر دینا لیکن مغربی جرمنی تک یہ اطلاع پہنچا دینا کہ نوبل سولڈر درحقیقت جرمنی کا دشمن نہیں تھا بلکہ روز آرگنائزیشن بنے اس کے خلاف سازش کی تھی۔ میں تمہارے ہر قدم کا ساتھی ہوں ڈائینش لیکن اگر تم میری زندگی کو اس لحاظ سے مناسب نہ سمجھو تو ہم دونوں کو گولی مار کر ختم کر دو۔ اور اس کے لیے میری اور میری بیٹی اپنے آپ کو بخوشی پیش کرتے ہیں۔ ویسے بھی ہماری زندگی میں کوئی دلکشی نہیں ہے لیکن میں ان لوگوں کو کیسے چھوڑ سکتا تھا۔ تمہیں اندازہ ہو گا کہ جب وہ لوگ تمہارا جائزہ لے رہے تھے تو تمہارے دل میں اپنے وطن کی محبت کا تصور ابھرا تھا یعنی اپنے وطن کی محبت کہ تم نے سوچا تھا کہ تم دنیا میں جو کچھ بھی کرو گے اس میں تمہیں اپنے ملک کا مفاد سب سے زیادہ عزیز ہو گا۔ درحقیقت یہ وہ احساس تھا جس کے تحت میں تمہیں یہ بتانا چاہتا تھا کہ وہ لوگ تمہیں اپنے قابو میں نہیں کر سکے۔ یہ میرا ایک تحفہ تھا تمہارے لیے کہ میں نے تمہارے ذہن کو ان کی ہوس کا نشانہ نہیں بنے دیا۔ اور اس کے بعد میں یہ بھی اعتراف کروں گا میرے دوست کہ وہ لیبارٹری جس میں مجھے ایک

آنکلیں۔ ابھی تو انہیں صورتحال کا اندازہ لگانے میں بھی وقت لگے گا اور یہی وقت ہمارے پاس محفوظ ہے۔ میں بڑے مخلصانہ انداز میں تمہیں سوچنے کا موقع دیتا ہوں۔ رات گزارو آرام سے فیصلہ کرو اور اس کے بعد ہم دن کی روشنی میں کوئی پروگرام بنائیں گے۔

”ہاں مسٹر سولڈر یہ میرے لیے بے حد ضروری ہے۔ میں نے آہستہ سے کہا۔ نوبل سولڈر اور لیشر بہتر جگہ تلاش کر کے لیٹ گئے۔ باپ بیٹی بالکل خاموش تھے۔ یقینی طور پر ان کا میں گہری سوچوں کا شکار ہو گا۔ رات پوری طرح ہو گئی تھی اور جسم آرام طلب رہا تھا۔ اور ذہن ہزاروں سوچوں میں گرفتار تھا۔ بے شک یہ بات فیصلہ کن تھی کہ نوبل اس وقت میرا محسن تھا لیکن یہ تو کسی طور ممکن نہیں کہ میرا ذہن اس لڑکی کے کنٹرول میں رہے۔ اس طرح تو میں اپنے آپ سے کٹ کر رہ گیا تھا۔ میں نے بہت سے فیصلے کیے۔ سب سے پہلے میں نے یہ سوچا کہ نوبل سولڈر سے یہ بات معلوم کروں کہ میرا ذہنی کنٹرول مس سولڈر سے کس طرح ختم ہو سکتا ہے۔ اور یہ سوال زیادہ دیر اپنے ذہن میں نہ رکھ سکا۔ کچھ ہی دیر کے بعد میں نے اسے آواز دی۔ وہ جلدی سے اٹھ بیٹھا۔

”کیا بات ہے۔ خیریت۔“

”ایک سوال ذہن میں چکرا رہا ہے۔ مسٹر نوبل اور آپ یقین کیجئے کہ وہ سوال میرے لیے سب سے زیادہ اہم نوعیت کا حال ہے۔“

”پوچھو۔“ اس نے مخلصانہ کہا۔

”آپ نے اپنے طور پر جو کچھ کیا میں اسے خلوص دل سے تسلیم کرتا ہوں۔ شک اگر یہ آپریشن کامیاب ہو جاتا تو میں خاصی حد تک آرگنائزیشن کے قبضے میں ہوتا۔ یہ بعد کی باتیں ہیں کہ ان حالات میں جب میں ان کے کنٹرول میں نہ ہوتا میں اپنے بارے میں کیا سوچتا اور ان کے خلاف کیا عمل کر سکتا۔ تاہم مسٹر نوبل میں کسی بھی قیمت پر یہ پسند نہیں کروں گا کہ میرا ذہن کسی کے کنٹرول میں رہے لیشر بہت اچھی لڑکی ہے۔ وہ جس انداز میں سوچے گی وہ میرے حق میں برا نہیں ہو گا آپ بہت اچھے انسان ہیں۔ میں آپ کی زندگی چاہتا ہوں۔ ہر قیمت پر آپ دونوں کی زندگی چاہتا ہوں۔ اپنے محسن کو کوئی نقصان پہنچانا پسند نہیں کرتا۔ لیکن میری پہلی خواہش یہی ہے کہ میرا ذہن لیشر کے ذہن

سے آزاد ہو جائے آپ نے ابھی کہا تھا کہ ایسا ممکن ہے کسی طرح؟ نوبل مجھے دیکھنے لگا۔ پھر اس نے کہا۔“

”دو صورتیں ہیں۔۔۔۔۔۔ ہم اس لیباریٹری کو کھو بیٹھے ہیں جہاں یہ شعاعی آپریشن کیا جاسکتا تھا لیکن مجھے آپریشن کرنے کا کوئی موقع درکار ہے اور یہ آپریشن تمہارا نہیں ہو گا بلکہ لیشر کا ہو گا۔ میں اس کے ذہن سے وہ ڈسک نکال دوں گا۔ درحقیقت یہ سب کچھ میں نے جس لیے کیا ہے تم اچھی طرح جانتے ہو اگر میں ایسا نہ کرتا تو اپنے ہاتھ بھی کٹوا بیٹھتا اور تمہیں بھی ان لوگوں کے حوالے کر دیتا۔ لیشر کم از کم اس وقت ہماری زندگی بچانے میں کامیاب ہو گئی ہے۔ تو مائی ڈیر دو ہی صورتیں ہیں یا تو تم ہمیں زندگی سے محروم کر دو لیشر کو قتل کر دو۔ اس کا سر پتھروں سے کچل دو یا پھر اس وقت تک انتظار کر لو جب تک کہ مجھے آپریشن کرنے کے بہتر مواقع حاصل نہ ہو جائیں۔ لیشر کو میں حکم دیتا ہوں کہ وہ اپنی ذہنی قوتوں کو کسی بھی جگہ اب تم پر استعمال نہ کرے اور یقیناً وہ ایسا نہیں کرے گی۔ ہم تمہیں کسی بھی طرح مجبور نہیں کریں گے اگر تم ہمیں زندگی کا موقع دو۔ ورنہ دوسری صورت تمہارے سامنے ہے۔“

”میں نے صبر و سکون سے سوچا ایک طرح سے اس کا کہنا بالکل درست تھا۔ ظاہر ہے باپ بیٹی کی موت نہیں چاہتا ہو گا اور مجھے بھی یہ درندگی نہیں کرنی چاہیے تھی میں نے کہا۔ ”ٹھیک ہے مسٹر سولڈر اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم یہاں سے نکلیں گے کیسے کیا آپ کو ان راستوں کی جغرافیائی کیفیت معلوم ہے۔“

”ہاں کیوں نہیں۔ لیجن فور میں رہ کر میں نے بہت کچھ معلومات حاصل کی ہیں۔ بلا آخر ہمیں سمندری راستہ تو اختیار کرنا ہی پڑے گا اور اس کے لیے ظاہر ہے ہمیں جانے کیا کیا خطرات مول لینا پڑیں گے لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ لیجن فور سے ایک ایسی شہری آبادی کا فاصلہ زیادہ نہیں ہے جہاں سے ہم اپنے لیے نئے راستے منتخب کر سکتے ہیں۔“

”اور یہ انتہائی مشکل کام ہے۔ آپ کو اندازہ ہے۔“

”ہاں میں جانتا ہوں اور یہی سوچ رہا ہوں کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ سب سے زیادہ خطرہ اس بات کا ہے کہ کہیں وہ لوگ فوری طور پر ہماری تلاش نہ شروع کر دیں ایسے حالات میں کیا یہ بہتر نہیں کہ ایک طویل تر مفاد حاصل کرنے کے لیے ہم یہاں خاصا وقت

گزار دیں۔ ان کا ذہن جہاں جہاں تک پہنچے ہم وہاں وہاں ان سے اپنا بچاؤ کر سکیں۔ یہ سب کچھ اگر ممکن ہو تو ٹھیک ہے ورنہ پھر جیسا تم مناسب سمجھو۔“

”نہیں جہاں تک آپ نے لیشر کی زندگی کی بات کہی تو میں انسان ہوں جانور نہیں مسٹر نوبل۔ بہر حال ٹھیک ہے۔ بس یہی خیال میرے ذہن میں تھا لیکن اگر کبھی مجھے یہ احساس ہوا کہ ذہنی طور پر مجھے جانوروں کی طرح استعمال کیا جا رہا ہے تو شاید میں اپنا یہ معیار برقرار نہ رکھ سکوں۔“

”میں خود تمہیں اس کی اجازت دیتا ہوں۔ نوبل نے کہا اور پھر لیشر سے بولا۔“

”لیشر یقینی طور پر تم ہماری گفتگو سن رہی ہو۔ لیشر نے کوئی جواب نہیں دیا۔“

نوبل نے آہستہ سے کہا۔

”لیشر تمہیں اس بارے میں مسٹر ڈائیش کو مطمئن کرنا ہو گا اور جواب میں لیشر کی سسکیاں سنائی دی تھیں۔ میں چونک پڑا۔ نوبل نے اسے دیکھا۔ لیشر زار و قطار رونے لگی تھی۔ اس نے میری طرف دیکھ کر کہا۔“

”میں بری لڑکی نہیں ہوں مان صور میں بری لڑکی نہیں ہوں۔ ڈیڈ نے جو کچھ مجھ سے کہا میں نے اسی کے مطابق آپ کو ہدایت دی۔ اگر آپ یہ محسوس کرتے ہیں کہ..... وہ ہچکیاں لے لے کر رونے لگی اور میں اپنے دل میں شرمندہ ہو گیا۔ بلاشبہ لیشر کے ساتھ جتنا ساتھ رہا تھا اس میں مجھے وہ ایک نسبتاً پاکیزہ اور اچھی فطرت کی مالک لڑکی نظر آئی تھی اس کے اپنے احساسات اس کے بارے میں نجانے کیا کیا ہوں گے۔ میں نے کہا۔“

”نہیں مس لیشر..... آپ یقین کریں مجھے آپ پر مکمل بھروسہ ہے اور یہ بھروسہ مسٹر نوبل کے کہنے سے نہیں بلکہ میرے اور آپ کے ذاتی تعلقات جو رہے ہیں ان کی بنیاد پر ہے۔ آپ براہ کرم میرے الفاظ کو محسوس نہ کریں بلکہ میرے احساسات کو محسوس کریں اور اگر ایسا ہوا تو مجھے امید ہے کہ آپ مجھے قابل معافی تصور کریں گی۔“

میں جانتی ہوں پلیز میں جانتی ہوں۔ آپ مجھے شرمندہ نہ کریں اور یہ بات میں ڈیڈ کے سامنے کہہ رہی ہوں کہ میں آپ کو اپنے طور پر کبھی کوئی حکم نہیں دوں گی بلکہ آپ یقین کر لیں اب میں ڈیڈ کا بھی ایسا کوئی حکم نہیں بانوں گی جس میں وہ آپ کو کنٹرول کرنے

کے لیے کہیں۔ میرا آپ سے وعدہ ہے اور..... اور..... وہ سسکیاں لیتی ہوئی خاموش ہو گئی۔ میں نے اسے تسلیاں دی تھیں پھر میں نے کہا۔

اور اب بہتر طریقہ یہ ہے کہ ہم لوگ آرام کی نیند سو جائیں۔ نوبل نے بھی مجھ سے اتفاق کیا تھا۔ نیند نجانے کس وقت آئی تھی۔ میرا اپنا ذہن سوچوں میں گھرا رہا تھا۔ نجانے کیا کیا خیالات تھے۔ یہ تصور بھی تھا کہ بلا آخر ان تمام ہنگاموں سے نمٹ کر مجھے اپنے وطن واپس پہنچنا ہے۔ ویسے مجھے اس تجربے سے جو کچھ مل گیا تھا وہ میرے لیے ناقابل یقین تھا۔ میں اپنی اندرونی کیفیات محسوس کرتا تو لگتا ہی نہیں تھا کہ یہ میں ہوں۔ فیصل وہ فیصل جو کبھی اتنا بے بس اور بے سہارا تھا کہ اسے زندگی گزارنا مشکل ہو گیا تھا۔ آہ زندگی بھی کیا چیز ہوتی ہے۔

نیند نے یہ تمام احساسات چھین لیے۔ دوسری صبح ہم نے غذائی گولیاں کھا کر جسمانی تسکین کی لیکن وہ تشنگی بھلا کہاں مٹی ہے جو اصل غذا کے کھانے سے ہوتی ہے۔ دوسرا دن انتظار کرتے رہے۔ البتہ تشویش سب کو تھی اور یہ سوچ رہے تھے کہ فرض کیجئے اگر وہ لوگ ہمیں تلاش نہیں بھی کرتے تو پھر لیجن فور کو عبور کرنا کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ مس سولڈر اور نوبل کا بھی یہی خیال تھا کہ ان برقی تودوں کی جانب رخ کرنا موت کو قریب بلانا ہے۔ جنہیں ناقابل عبور سمجھا جاتا ہے۔ پہاڑی تودوں کا یہ سلسلہ یہیں سے شروع ہوتا تھا۔ جہاں ہم آچھپے تھے لیکن آگے جا کر یہ اس طرح ایک دوسرے میں گڈمڈ ہو جاتا تھا کہ صحیح اندازہ لگانا بھی مشکل تھا ایک طرح سے ہم لوگوں نے یہ تصور تو ذہن سے نکال ہی دیا تھا کہ سمندر کو اسٹیم وغیرہ کے ذریعے عبور کرنے کے علاوہ اور بھی کوئی چارہ کار ہو سکتا ہے۔ دن تیزی سے گزر گیا۔ مکمل خاموشی طاری تھی۔ یہ بات تو کچھ عجیب سی محسوس کی جاتی کہ وہ لوگ اس لیبارٹری میں ہماری موت بھی تصور کر لیتے لیکن پوری رات اور پورا دن گزر جانے کے بعد یہی اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ حقیقتوں کو پانے میں ناکام رہے ہیں۔ تاہم یہ بات بے شک سوچنے والی تھی کہ انہوں نے لیبارٹری کی تباہی ایک سانحہ یا حادثہ کیوں سمجھ لی۔ یہ تو سوچنا ہی پڑا ہو گا انہیں کہ لیبارٹری کی تباہی میں کسی کا ہاتھ ضرور ہے اور وہ ہاتھ کس کا ہو سکتا ہے۔ بہر طور ان کی ہماری طرف سے بے پروائی ہمارے لیے ہی سودمند تھی لیکن ایسا نہیں ہوا۔ وقت نے تبدیلی کا اعلان کیا اور یہ تبدیلی رات کے کسی حصے میں

نمودار ہوئی تھی۔ دن میں ہمارے درمیان کوئی خاص اور اہم گفتگو نہیں ہوئی سوائے اس کے کہ ہم نے ایک دو بار یہاں سے واپسی کے بارے میں سوچا تھا۔ مالمو جانے کا خیال بھی دل میں آیا تھا لیکن وہاں پہنچنا بھی اتنا آسان نہیں تھا۔ لیجن فور کی جغرافیائی کیفیت کچھ ایسی ہی تھی۔ بہر طور رات کو کچھ بیزاری کے سے انداز میں سونے کے لیے لیٹے۔ ذہن کو آزاد ہی چھوڑنا زیادہ بہتر تھا۔ کیونکہ اسے الجھائے رکھنے سے کوئی فائدہ نہیں تھا لیکن پھر رات کا وہ نچانے کون سا حصہ تھا جب اچانک ہی میری آنکھ کھل گئی اور آنکھ بلاوجہ نہیں کھلی تھی۔ مجھے گولیوں کی آواز سنائی دی تھی اور یہ گولیاں زیادہ دور نہیں چل رہی تھیں۔ میں اچھل کر بیٹھ گیا۔ حالانکہ غار میں مکمل تاریکی پھیلی ہوئی تھی لیکن نگاہیں اس تاریکی میں بھی جائزہ لے سکتی تھیں۔ ایک لمحے میں مجھے احساس ہو گیا کہ نوبل سولڈر اور لیشر غار میں موجود نہیں ہیں۔ میں اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ ایک ہی خیال ذہن میں آسکتا تھا وہ یہ کہ ان لوگوں نے ہمارے بارے میں اندازہ کر لیا۔ شبہ تو ہوتا ہی تھا انہیں سو ہو گیا لیکن وہ اتنی صحیح جگہ پہنچ جائیں گے اس کا مجھے یقین نہیں تھا۔ گولیوں کی آوازیں خاصی تیز تھیں اور یقینی طور پر سب مشین گن استعمال کی جا رہی تھی۔ ایک لمحے تک میں یہ اندازہ لگانے کی کوشش کرتا رہا کہ آواز کی سمت کون سی ہے اور اندازہ لگانے کے بعد آہستہ آہستہ ریٹکتا ہوا غار کے دہانے کے قریب پہنچ گیا لیکن میرا ذہن جاگ رہا تھا۔ میں سینے کے بل ریٹکتا ہوا غار سے باہر نکل آیا اور باہر تاروں کی چھاؤں میں میں نے وہ مناظر دیکھ لیے جن سے میری بات کی تصدیق ہو گئی تھی۔ غار کے دہانے سے کوئی چالیس گز کے فاصلے پر میں نے تاریکی میں ایک ہیلی کاپٹر کا ہیولا دیکھا۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی ہیلی کاپٹر سے کوئی دس گز کے فاصلے پر ایک ٹیلے کی آڑ سے گولیاں برسائی جا رہی تھیں۔

ان کا رخ کس جانب تھا۔ یہ اندازہ صحیح طور پر نہیں ہو پایا تھا۔ میں اسی طرح ریٹکتا ہوا بے آواز آگے بڑھتا رہا۔ صورت حال سے صحیح واقفیت بہت ضروری تھی۔ میں نے یہ تو اندازہ اچھی طرح لگالیا تھا کہ گولیاں برسانے والے کم از کم نوبل اور لیشر نہیں ہو سکتے۔ ان کے پاس ہتھیار نہیں تھے۔ زیادہ سے زیادہ نوبل کے پاس وہ شعاعی گن تھی جسے اس نے ہیلی کاپٹر پر استعمال کیا تھا۔ میں ریٹکتا ہوا اس جگہ سے کوئی پانچ گز پیچھے رک گیا جہاں میں دو سایوں کو دیکھ رہا تھا۔ وہ ایک خاص سمت کا نشانہ لے کر گولیاں برسا رہے تھے لیکن

ان کی سمت کا مجھے اندازہ نہیں ہو سکا کیونکہ دوسری طرف سے کوئی جوابی کارروائی نہیں ہو رہی تھی۔ لیشر اور نوبل کہاں گئے کیا یہ جنگ انہی سے کی جا رہی ہے مگر یہ لوگ غار میں کیوں نہیں داخل ہوئے۔ انہیں یہ کیسے علم ہے کہ ادھر کوئی دشمن چھپا ہوا ہے جدھر سے گولیاں برسا رہے ہیں۔ صورت حال سمجھ میں نہیں آرہی تھی تب مجھے اپنے عقب میں کوئی دو گز کے فاصلے پر ایک ٹیلا نظر آیا۔ یہ ٹیلا بھی اچھا خاصا بلند تھا ٹیلا کیا ایک مضبوط چٹان تھی جو اپنی جگہ سے کبھی اکھڑ گئی ہوگی لیکن یہاں اب اس نے مضبوط جڑیں بنالی تھیں۔ میں ایک لمحے تک سوچتا رہا اگر اس ٹیلے پر چڑھنے کے بعد میں ان دونوں افراد پر حملہ کرنے کی کوشش کروں تو مجھے یقینی طور پر کامیابی ہو سکتی ہے۔ وہ گھٹنوں کے بل جھکے ہوئے سب مشین گنوں سے گولیاں برسا رہے تھے میں نے ایک لمحے میں یہ فیصلہ کر لیا کہ مجھے ان پر حملہ کرنا چاہیے چنانچہ میں ٹیلے کی جانب بڑھا اور چند لمحات کے بعد ٹیلے کی بلندی پر پہنچ گیا۔ یہاں سے اپنے جسم کو تول کر ان لوگوں پر ایک کامیاب چھلانگ لگائی تھی اگر ناکام رہا تو مشکلات پیدا ہو جائیں گی چنانچہ اپنے آپ کو پوری طرح مستعد کر کے پاؤں چٹان پر جما کر بالآخر میں کسی بہت بڑی چیل کی طرح اپنے ہاتھ پھیلائے ان پر پرواز کر گیا اور میرا اندازہ بالکل درست تھا میں ان دونوں کے اوپر جا پڑا۔ دونوں کی گردنیں بری طرح زمین سے ٹکرائی تھیں چونکہ پتھریلی زمین تھی اور نیچے نوکیلے پتھر بھی چنانچہ میری کوشش انتہائی کارگر رہی۔ ان دونوں کے حلق سے چیخیں نکلیں اور انہوں نے سب مشین گنیں پھینک کر خود کو سنبھالنا چاہا لیکن یہ اندازہ مجھے بخوبی ہو گیا تھا کہ وہ میرے ساتھی نہیں تھے بس اتنا ہی کافی تھا ان کے علاوہ جو کوئی بھی ہوتا وہ دشمن کے علاوہ اور کون ہو سکتا تھا چنانچہ میں نے انہیں سنبھلنے کا موقع نہیں دیا ان کی گردنیں میرے ہاتھوں کے شکنجے میں تھیں اور میں نے ان کے چہرے بری طرح ان پتھروں پر رگڑنا شروع کر دیے تھے اس سے زیادہ کچھ کرنے کی ضرورت نہیں پیش آئی۔ ان کے حلق سے شاید آخری ہی کراہیں نکلی تھیں کیونکہ جس قوت سے میں نے سر ٹکرائے تھے اس کے بعد ان میں زندگی بحال رہنا ممکن نہیں تھا۔ نیند کے عالم میں جاگا تھا اور ذہن پر وحشت چھائی ہوئی تھی اس لیے یہ کارروائی بھی بڑی بے خونی سے کر ڈالی۔ ورنہ عام حالات ہوتے تو میں انہیں زندہ رکھنے کی کوشش ہی کرتا کسی کی موت سے بہر طور مجھے کوئی دلچسپی نہیں تھی

لیکن کیا کیا جاتا میں نے انہیں پلٹ کر سیدھا کر دیا۔ چہرے تو ناقابل شناخت ہی ہو گئے تھے اور ویسے بھی رات کا وقت تھا کوئی اندازہ نہیں ہو پارہا تھا کہ وہ کون ہیں۔ البتہ یہ خوف ضرور تھا کہ ان کی چیخوں سے ان کے دوسرے ساتھی ہوشیار ہو گئے ہوں گے چنانچہ ذہن نے فوراً ہی عمل کیا۔ میں نے ایک سب مشین گن پر قبضہ کر لیا ان تمام چیزوں کا استعمال اب میرے لیے اجنبی نہیں رہا تھا اور اس سلسلے میں میں یقینی طور پر آرگنائزیشن والوں کو دعا میں دے سکتا تھا۔

سب مشین گن سیدھی کر کے میں فوراً ہی اپنی پوزیشن سنبھال لی اور انتظار کرنا رہا کہ کوئی قریب آئے۔ میرے کان دور دور تک کی آوازیں سن رہے تھے۔ تاحد نگاہ خاموشی چھائی ہوئی تھی اور کوئی سرسراہٹ تک بلند نہیں ہو رہی تھی۔ ان دونوں کے جسم ساکت ہو گئے تھے اور وہ اس طرح ہاتھ پاؤں پھیلائے پڑے ہوئے تھے جیسے ان کی روحیں پرداز کر گئی ہوں۔ جب دیر تک مجھے کوئی ایسا شبہ نہ ہو سکا کہ اور کوئی بھی یہاں موجود ہے تو میں ان لوگوں کے قریب پہنچا۔ جھک کر ان کا معائنہ کیا وہ دونوں موت کا شکار ہو گئے تھے۔ سب مشین گن میں نے اپنے پاس ہی رہنے دی۔ مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ اس ہیلی کاپٹر میں صرف یہ دو افراد آئے ہوں گے۔ ہیلی کاپٹر کافی بڑا تھا ہو سکتا ہے کسی کو یہ احساس ہو گیا ہو کہ جنگ ہو رہی ہے اور وہ چھپ گیا ہو اور طویل انتظار کر رہا ہو۔ بہر حال اب اس انتظار میں رات تو نہیں گزاری جاسکتی تھی۔ میں آگے بڑھ کر ہیلی کاپٹر کے قریب پہنچا۔ اس میں اندر جھانکا اس کے اطراف میں دیکھا لیکن کوئی موجود نہیں تھا۔ پھر مجھے نوبل اور لیشر کا خیال آیا آواز دیئے بغیر چارہ کار نہیں تھا۔ میں نے پہلے دو بار آہستہ اور اس کے بعد با آواز بلند انہیں پکارنے لگا۔ چند لمحات کے بعد فضا میں مجھے ایک نیلا شعلہ نظر آیا میں چونک کر ادھر دیکھنے لگا۔ مجھے اندازہ ہو گیا کہ جس سمت یہ دونوں افراد گولیاں برسا رہے تھے یہ وہی سمت ہے جہاں سے نیلا شعلہ ابھر تھا اور یہ نیلا شعلہ یقینی طور پر اس شعاعی گن کا کارنامہ تھا جس سے ہیلی کاپٹر تباہ کیا گیا تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی میرے دل میں ایک اور خیال آیا۔ نوبل نے مجھے جواب کیوں نہیں دیا۔ بہر طور جو کچھ بھی تھا ادھر جانا یقینی تھا چنانچہ میں احتیاط کے ساتھ تو آگے بڑھنے لگا۔ ہیلی کاپٹر سے کوئی پچاس گزر دور گیا ہوں گا کہ میں نے زمین پر کچھ دھبے دیکھے۔ دھبے غیر متحرک تھے۔

چند لمحات ان کا جائزہ لیتا رہا۔ سب مشین گن ہاتھ میں موجود تھی اگر وہ کوئی حرکت کرتے تو جواب دے سکتا تھا لیکن وہ جس طرح ساکت پڑے ہوئے تھے اس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ اگر انسان ہیں بھی تو بہتر حالت میں نہیں ہیں تیزی سے چلتا ہوا ان کے قریب پہنچ گیا اور میرے اندازے کی تصدیق ہو گئی لیکن جھک کر ان کے جسموں کو ٹولا تو اچھل پڑا۔ ان کے جسم کو مکہ ہو چکے تھے۔ ان کی انسانی شکل جوں کی توں برقرار تھی لیکن پورا بدن کو مکے میں تبدیل ہو چکا تھا۔ فوراً ہی نوبل کی اس شعاعی گن کا خیال آیا جس کا کارنامہ ایک بار دیکھ چکا تھا۔ گویا یہ نوبل کا شکار ہوئے ہیں۔ اس سیدھ کا ابھی تک اندازہ تھا جہاں سے نیلا شعلہ لپکا تھا چنانچہ میں انہیں چھوڑ کر اس جانب چل پڑا۔ نوبل اس قدر خاموش کیوں ہے۔ تھوری ہی دیر کے بعد میں اس نیلے کے قریب پہنچ گیا جہاں سے شعلہ ابھرا تھا۔ دل میں ایک خدشہ سرا بھر رہا تھا اور وہاں پہنچ کر اس خدشے کی تصدیق ہو گئی۔ دو انسانی لاشیں یہاں بھی پڑی ہوئی تھیں۔ ان میں ایک نوبل کی تھی اور دوسری لیشر کی۔ دل بری طرح پھڑپھڑا کر رہ گیا۔ ایک لمحے کے لیے شدید غم کا اظہار ہوا تھا حالانکہ ان دونوں سے میرا کوئی رابطہ نہیں تھا لیکن دل کے گوشوں میں یہ بات گھر کر چکی تھی کہ وہ بے شک غلط لوگ ہیں۔ یا پھر میرے سامنے غلط انداز میں آئے ہیں لیکن فطری طور پر برے نہیں ہیں۔ خصوصاً نوبل سولڈر اور اس کی بیٹی اس نے اپنی جو کہانی سنائی تھی اب حرف بہ حرف جج ثابت ہو گئی تھی۔ لیکن..... لیکن ان دونوں نے یہ کیا حماقت کی۔ میں تو گہری نیند سو گیا تھا۔ اگر ہیلی کاپٹر کی آواز سنی تھی انہوں نے اور ہیلی کاپٹر اتنے قریب آکر اترتا تھا تو مجھے کبھی ہوشیار کر دینا ضروری تھا۔ صورت حال عملی شکل میں سامنے آرہی تھی۔ نوبل اور لیشر میرا تحفظ کرنے کے لیے شعاعی گن لے کر باہر نکلے انہوں نے جگہ تبدیل کر لی۔ مقابلہ کیا اور اس کے بعد ان لوگوں کی گولیوں کا شکار ہو گئے۔ میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے ان کی لاشیں دیکھتا رہا۔

لیشر کا سر نوبل کے سینے پر رکھا ہوا تھا اور اس کا جسم گولیوں سے داغ دار تھا۔ اور اس سے خون بہہ رہا تھا۔ نوبل سولڈر کے پورے جسم میں بھی بہت سی گولیاں پیوست تھیں۔ یقیناً انہی سب مشین گنوں کا شکار ہوئے ہوں گے اور اس وقت تک کم از کم نوبل ضرور زندہ ہو گا جب میں نے اسے آوازیں دی تھیں وہ نیلا شعلہ اس نے اپنی طرف

متوجہ کرنے کے لئے ہی فضا میں بلند کیا تھا اور اس کے بعد مر گیا تھا۔ لیکن حماقت کی تھی ان لوگوں نے اگر مجھے بھی جگا لیتے تو شاید۔ مگر ان کی ایثار پسندی نے انہیں موت سے ہمکنار کر دیا۔ میں رنج و غم کے عالم میں ڈوبا رہا۔ لیکن پھر فوراً ہی سنبھل گیا ہیلی کاپٹر..... اور ان لوگوں نے صحیح جگہ کا اندازہ کیسے لگالیا۔ آرگنائزیشن والے بہر طور اتنے احمق نہیں تھے کہ لیبارٹری کی تباہی کو نظر انداز کر دیتے اور اسے ایک اتفاقیہ حادثہ سمجھتے۔ تمام تر توجہ میری ہی جانب گئی ہوگی اور انہیں اس بات کا اندازہ ہے کہ میں بہترین صلاحیتوں کا مالک بن چکا ہوں۔ ہنسی بھی آرہی تھی۔ انہوں نے اپنے لئے ایک خطرناک دشمن تیار کر لیا تھا اور شدید نقصان سے دوچار ہوئے تھے۔ اگر ان تمام باتوں کو سوچیں تو بجائے یہ سوچنا چاہیے کہ کیا کیا جائے۔ جب ایک ہیلی کاپٹر یہاں پہنچا ہے اور اس سے پانچ افراد یہاں تک آئے ہیں تو ان کے پیچھے دوسرے بھی آسکتے ہیں۔ اس وقت تو بہتر طریقہ یہی ہے کہ اپنے بچاؤ کا معقول بندوبست کر لیا جائے۔ ان دونوں لاشوں کو ان کی جگہ ہلانا بھی بیکار تھا اب ان کے پاس کیا رکھا تھا۔ وہ بیگ جس میں غذائی گولیاں اور دوسرا سامان موجود تھا میرے لئے اب باعث دلچسپی تھا۔ میں نے کبھی اس کا جائزہ نہیں لیا تھا۔ لیکن نوبل اپنی تمام ضرورتیں اسی سے پوری کرتا تھا۔ ان دونوں پر ایک آخری نگاہ ڈالی اور واپس چل پڑا۔ راستے میں ایک اور خیال آیا۔ لیشر ختم ہو چکی ہے اور اب اس کے بعد وہ تمام رابطے بھی ٹوٹ چکے ہیں آہ یہ سب کچھ بڑے عجیب و غریب انداز میں ہو گیا تھا۔ حالانکہ میں نے بارہا دل میں سوچا تھا کہ میرا ذہنی کنٹرول لیشر کے پاس ہے۔ کہیں کسی وقت وہ کسی دباؤ کے تحت مجھے مجبور نہ کر ڈالے اور اس سلسلے میں میرا ذہن ہمیشہ ہی ایسا رہتا تھا۔ لیکن اب یہ ساری کہانی ختم ہو چکی تھی۔ میرا ذہن اب ہر قسم کے کنٹرول سے آزاد تھا۔ جہاں تک اس میں موجود کسی بیرونی شبہ کا معاملہ تھا تو اس کے لئے نہ میں کچھ کر سکتا تھا اور شاید کوئی بھی کچھ نہیں کر سکتا۔ بہر طور یہ مستقبل کی بات تھی۔ فی الحال اس وقت دیکھنا تھا کہ مجھے کیا کرنا ہے۔ اس کے علاوہ اور کیا کیا جاسکتا تھا کہ اس ہیلی کاپٹر کو لے کر یہاں سے نکل جاؤں تیز رفتاری سے واپس اس غار کے قریب پہنچا اندر داخل ہوا نوبل کا وہ تھیلا اٹھایا اور ہیلی کاپٹر کی جانب بڑھ گیا۔ ہیلی کاپٹر اڑانے کی کوئی تربیت میں نے کبھی نہیں حاصل کی تھی۔ لیکن جو خفیہ صلاحیتیں میرے ذہن میں محفوظ کی گئی تھیں ان کے

تحت میں نے با آسانی پہلی ہی بار ہیلی کاپٹر پالٹ کر لیا تھا اور اس وقت بھی مجھے اس میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ ہیلی کاپٹر کا فیول وغیرہ میں نے دیکھ لیا تھا۔ چنانچہ سمت کا تعین کرنے کے بعد میں نے فضا میں ایک سیدھ اختیار کر لی۔ رات کا وقت تھا اور صبح ہونے میں شاید ابھی اچھی خاصی دیر تھی۔ نیچے سمندر تھا۔

نوبل نے راستوں کے بارے میں بحث کرتے ہوئے جب سمت کا تعین کیا تھا تو میں نے اسے اچھی طرح ذہن میں رکھا تھا۔ حالانکہ اس وقت ایسی کوئی بات دل میں نہیں تھی کہ اس طرح کبھی بلکہ فوری طور پر پرواز کی ضرورت پیش آئے گی۔ لیکن اس وقت یہ سب کچھ بڑا کارآمد ثابت ہوا تھا۔ سمندر کے اوپر پرواز کرتا ہوا میں فضا میں نگاہیں جمائے سینکڑوں خیالات کا شکار ہیلی کاپٹر کو آگے بڑھاتا رہا اور پھر بہت زیادہ وقت نہیں گزرا رات کی تاریکیاں بدستور قائم تھیں جب میں نے مدہم مدہم روشنیاں دیکھیں۔ یہ روشنیاں بہت دور تک پھیلی ہوئی تھیں۔ میرے دل میں خوشی کی ایک لہر جاگی اس کا مقصد ہے کہ کم از کم میں نے درست ہی سمت اختیار کی ہے اور کسی شہری آبادی تک پہنچ گیا ہوں۔ یہ پتا نہیں تھا کہ یہ مالمو سے کتنی دور ہے۔ لیکن بہر طور اتنا ہی کافی تھا۔ کم از کم ایک ایسی جگہ تو ہاتھ لگی تھی جہاں زندگی کو آگے بڑھانے کے لئے جدوجہد کی جاسکتی تھی۔ میں اس سمت نگاہیں جمائے ہیلی کاپٹر پالٹ کرتا رہا کچھ دیر کے بعد خشکی سامنے آگئی سرسبز و شاداب علاقہ معلوم ہوتا تھا گو رات کی تاریکی میں اس کے نشانات پوری وضاحت کے ساتھ نہیں دیکھے جاسکتے تھے لیکن ضرورت بھی نہیں تھی۔ مجھے تو بس ایسی کوئی جگہ درکار تھی جہاں میں ہیلی کاپٹر کو نیچے اتار سکوں۔ درختوں کے جھنڈ سامنے آتے رہے۔ ہیلی کاپٹر کافی نیچے لے آیا تھا اور پھر ایک ایسا علاقہ نظر آ ہی گیا جہاں میں ہیلی کاپٹر کو با آسانی اتار سکتا تھا۔

==☆☆☆☆==

دونوں ایک میز پر آ بیٹھے۔ جیگر نے مجھ سے کہا۔
 ”تمہیں اگر کچھ رقم کی ضرورت ہے تو مجھ سے قرض لے لو ویسے تم رہتے کہاں ہو۔“

”کہیں بھی نہیں۔ اور تم مجھے قرض دے کر ہمیشہ افسوس کرتے رہو گے۔ کیونکہ میرے پاس قرض کی واپسی کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔
 تو پھر دوستی کے نام پر صبح۔ اچھے آدمہ ہو۔ مائی ڈیئر مسٹر شان۔ میرا خیال ہے میرے ساتھ کچھ وقت گزار سکتے ہو۔“

لیکن ایک تلاش آدمی کے لئے کوئی جگہ کہیں بھی نہیں ہوتی۔ ”میں نے کہا۔
 ”میرے دل میں ہے۔ کیا سمجھتے ہو تم مجھے۔ جیگر بہت بڑے دل کا مالک ہے اس کے واقف کاروں کا یہی کہنا ہے۔ ویسے تم کرتے کیا ہو۔؟“

”آوارہ گرد ہوں۔ سیاحت کرتا ہوں۔ ملک ملک مارا مارا پھرتا ہوں۔“
 اوہو۔ گڈ۔ اچھی زندگی ہے۔ اور اخراجات کہاں سے پورے ہوتے ہیں۔؟ میں ایک آنکھ دبا کر مسکرا پڑا اور جیگر ہنسنے لگا۔ پھر بولا۔

تب تو تمہیں مسٹر مائیکل ڈون کے پاس جانا چاہیئے۔ کیونکہ مائیکل ڈون کو ایسے لوگوں کی تلاش رہتی ہے جو اس کے لئے کام کریں۔“

مجھے اس کا پتہ نہیں معلوم ہے۔ ”میں نے جواب دیا۔
 بہت آسان۔ ہائی لائن چلے جاؤ۔ کانج نمبر ہیں میں وہ ملتا ہے۔
 ”ویری گڈ۔ کیا وہ مائیکل ڈون کی پراپٹی رہائش گاہ ہے۔؟“

نہیں بلکہ یوں سمجھو کہ وہ مائیکل ڈون کا دفتر ہے اور وہ عموماً وہیں ملتا ہے۔
 ”بہت بہت شکریہ مائی ڈیئر مسٹر جیگر۔ جیگر کے ساتھ کافی پینے کے بعد میں نے اس سے پر جوش مصافحہ کیا اور جیگر نے زبردستی کچھ کرنسی میری جیب میں ٹھونس دی میں نے اس کا مزید شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ اگر مائیکل ڈون کے ہاں کام مل گیا تو اسی جوئے خانے میں واپس آ کر میں اسے یہ کرنسی واپس کر دوں گا اور جیگر نے ہنستے ہوئے کہا کہ یہ صرف دوستی کے نام پر ہے۔ البتہ جب بھی مجھے اس کی تلاش ہو میں اسے اسی جوئے خانے میں تلاش کر سکتا ہوں وہ عموماً یہیں ملتا ہے۔ مائیکل ڈون کی رہائش گاہ کے بارے میں

Scanned and Uploaded by Nadeem

مجھے خطرہ یہ تھا کہ روز آرگنائزیشن نے آریس نام ایک شخص کو میرا مشکل بنا دیا ہے جس کو وہ لارڈ کے نام سے پکارتے تھے۔ اگر وہ پاکستان چلا گیا اور میری پوزیشن کو غلط استعمال کیا تو پھر کیا ہو گا۔ لیکن پھر مجھے اعتماد ہو جاتا کہ رشید ناگی جیسا انسان وہاں بیٹھا ہے جو مافوق الفطرت صلاحیتوں کا مالک تھا۔ مجھے حوصلہ ہو جاتا تھا۔ اسے میں نے کسی بھی طرح چلنے کا کہا اور پچھلی سیٹ پر نیم دراز ہو گیا۔

خاموشی سے ٹیکسی میں بیٹھا سڑک کو دیکھتا جا رہا تھا بالآخر ایک ہوٹل کے بیرون سامنس نظر آئے۔ ٹیکسی رک گئی میں نے بل ادا کیا۔ نوبل سولڈر کے بیگ سے کچھ رقم مل گئی تھی۔

ہوٹل میں داخل ہونے کے بعد کمرہ حاصل کیا ہوٹل کے رجسٹر میں نے سرور نام شان لکھوایا تھا۔ غرض یہ کہ ہوٹل میں بالکل ایک عام آدمی کی حیثیت سے مقیم ہو گیا۔ صبح جب میں ہوٹل کے ریسٹورنٹ میں ناشتہ کر رہا تھا تو میرے عقب سے ایک آدمی نکلا اور میرے شانے پر ہاتھ رکھتا ہوا بولا۔

”میرا نام جیگر ہے۔“ تم جیگر سے دوستی کرلو۔

”میرا نام شان ہے۔“ میں نے خوش دلی سے جواب دیا۔

آؤ۔ ڈیئر شان میں اس دوستی کی خوشی میں تمہیں کچھ پلاؤں۔“

”کافی کے علاوہ میں اور کچھ نہیں پیتا۔“

ارے تعجب ہے۔ چلو ٹھیک ہے میں بھی تمہارے ساتھ کافی ہی پیوں گا۔“

تفصیل معلوم ہو گئی تھی اور یہ ہاری جانے والی رقم کے مقابلے میں بہت کم تھی البتہ نے جلد بازی نہیں کی دوسرے دن تقریباً ڈھائی اور تین بجے کے درمیان میں ہوٹل سے باہر نکل آیا۔ اس وقت بھی میں نے ذرا عجیب سا حلیہ بنا رکھا تھا۔ ٹیکسی میں اس علاقے میں پہنچا اور ہائی لائن کے کالچ نمبر بیس کے سامنے میں نے ٹیکسی رکوا اور نیچے اتر گیا۔ کالچ بہت خوبصورت تھا۔ لوگ آ جا رہے تھے۔ اور میں کچھ دیر تک کھڑا اندر کے ماحول کا نظارہ کرتا رہا تھا۔ پھر خود بھی آگے بڑھ گیا تھا۔ گیٹ سے اندر ہونے کے بعد میں برآمدے میں پہنچا تو ایک آدمی جو مسلح تھا اور بڑے دروازے پر ہتھیار تھا میری جانب متوجہ ہو گیا۔ اس نے کرخت نگاہوں سے مجھے گھورتے ہوئے کہا:

”ہاں کہو کیا بات ہے۔“

”مسٹر مائیکل ڈون سے ملنا ہے مجھے۔“

”کیوں؟“

”یہ میں مسٹر مائیکل ڈون ہی کو بتا سکتا ہوں۔“ ویسے ایک بات میں آپ نے دوں مسٹر۔ اگر آپ نے مجھے مائیکل ڈون سے ملنے سے روکا تو اس نقصان کے ذمہ آپ ہوں گے جو مسٹر مائیکل ڈون کو پہنچے گا۔“ وہ شخص میرے ان الفاظ سے کچھ متاثر اور پھر بولا۔

”میں تمہیں خود مسٹر مائیکل ڈون کے پاس لیے جاتا ہوں۔ اگر وہ اندر آجائے اجازت دے دیں گے تو ٹھیک ہے ورنہ پھر تمہیں واپس جانا ہو گا۔“

”مجھے منظور ہے۔ وہ مجھے لیے ہوئے ایک بڑے سے کمرے کے سامنے پہنچ جائے گا۔“

”نجانے اس دفتر میں مائیکل ڈون کیا کرتا تھا۔ بھاری بھر کم جسامت کا بلڈوگ نما آدمی ہوا میز پر رکھے کچھ کاغذات کو دیکھ رہا تھا۔ میری طرف گردن اٹھا کر دیکھا دیکھا اور دفعتاً اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے اس کی آنکھیں کچھ حیران تھیں۔ وہ اپنی کرسی سے کھڑا ہو گیا اور اس نے متحیرانہ انداز میں کہا۔“

”ہیلو ہیلو۔ آؤ کون ہو تم۔ آؤ اندر آ جاؤ۔ پلیز اندر آ جاؤ۔ خیریت۔ آؤ۔ آؤ۔ اس کے الفاظ میں کچھ عجیب سی گھبراہٹ محسوس کر رہا تھا۔ ساتھ لالنے والا آدمی واپس گیا۔ مائیکل ڈون کرسی کے پیچھے سے نکلا میرے قریب آیا۔“ میرا چہرہ دیکھتا رہا پھر

مڑا اور دروازہ اندر سے بند کر دیا۔ اس کے بعد اس نے میز پر رکھے ہوئے انٹرکام کا ریسیور اٹھا کر بولا۔

”اس وقت میں کسی سے نہیں ملوں گا۔ براہ کرم کسی کو اندر نہ آنے دیا جائے یہ کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا اور متحیرانہ نگاہوں سے کہنیاں میز پر ٹکا کر میز پر جانب دیکھنے لگا۔ پھر سرسراتے لہجے میں بولا۔“

”کیا میں تمہارا تعارف حاصل کر سکتا ہوں۔ ڈیئر؟“

”میرا نام شان ہے۔“

”کہاں کے باشندے ہو؟“

”ایشیائی ہوں۔“

”یہاں کب سے ہو؟“

”کچھ دن ہوئے۔“

”ایشیا کے کون سے ملک سے تعلق ہے؟“

”پاکستان سے۔ میں نے جواب دیا۔“

”کتنے عرصے سے یہاں آئے ہوئے ہو۔“

”یہاں آئے ہوئے تو زیادہ عرصہ نہیں ہوا لیکن پاکستان سے نکلے ہوئے تقریباً سات سال ہو گئے۔“

”کیا اس نے حیرانی سے منہ کھول دیا۔“

”ہاں۔ پاکستان سے نکلے ہوئے تقریباً سات سال ہو گئے ہیں۔“

”وہاں تمہارا کیا کاروبار تھا؟“

”کچھ نہیں مسٹر۔ بس یوں سمجھ لیں۔ ایک دیہات سے تعلق تھا۔ اور وہیں زندگی گزاری اس کے بعد کچھ ایسے گھریلو حالات پیش آئے کہ گھر چھوڑ کر ایک جہاز پر چلا گیا۔ ملک ملک گھومتا رہا۔ اور اس کے بعد اس ملک میں اتر گیا اور اپنے طور پر زندگی گزارنا شروع کر دی۔ آپ میری وجہ سے اتنے حیران کیوں ہیں۔“

”اوہ۔ اوہ۔ مائی ڈیئر مسٹر شان کیا تم جو کچھ کہہ رہے ہو بالکل درست ہے۔“

”مسٹر مائیکل ڈون میں آپ سے غلط نہیں کہہ رہا ہوں۔“

”مگر تمہارا مشغلہ کیا ہے؟“

”بس آوارہ گردی۔ آپ جیسے لوگوں کی تلاش آپ جیسے لوگوں کے لیے چھوٹے موٹے کام کر لیتا ہوں اور زندگی گزارنے کا ذریعہ مل جاتا ہے۔“

”ناممکن ناممکن۔“

”میں سمجھا نہیں مسٹر مائیکل ڈون۔“

”تم سمجھو گے بھی نہیں۔ میرے دوست میرے عزیز میری جان تم سمجھو گے بھی نہیں۔ مائیکل ڈون کے رویے سے وبا دبا جوش ظاہر ہو رہا تھا۔ پھر اس نے پر خیال انداز میں آنکھیں بند کر لیں اور ایک دم چونک پڑا۔“

”ارے ہاں تم یہ بتاؤ میں تمہیں کیا پلاؤں۔“

”اگر آپ واقعی مہمان نوازی کرنا چاہتے ہیں مسٹر تو جو آپ کا دل چاہے منگوا لیتے۔ شراب کے علاوہ۔“

”اوہو ایشیائی ہو پاکستانی ہو۔ ظاہر ہے شراب نہیں پیتے ہو گے۔ اچھا ٹھیک ہے کافی منگوانا ہوں میں تمہارے لئے۔ آہ میری جان میرے دوست۔ تم۔ تمہارا قیام کہاں ہے؟“

”آپ کے شہر کی سڑکوں پر۔“

”مطلب۔“

”مطلب یہ کہ میرے پاس پیسے ختم ہو چکے ہیں۔“

”اس کی تو تم فکر مت کرو۔ جتنی رقم چاہو لے لو۔ مائیکل ڈون کے مہمان ہو کسی معمولی آدمی کے نہیں۔ مگر خوش بختی اس طرح اپنے قدموں سے چل کر کسی کے پاس آتی ہے یہ آج میں نے پہلی بار دیکھا ہے۔“

”میں سمجھا نہیں۔“

”سمجھاؤں گا سمجھاؤں گا آرام سے سمجھاؤں گا۔ تم یوں سمجھ لو کہ مائیکل ڈون کے پاس آنے کے بعد تم دنیا کی ہر فکر سے بے نیاز ہو گئے۔ میں‘ میں بس تقدیر مجھے کچھ دینا چاہتی ہے۔ میری حالت خراب ہونے لگی تھی۔ اس شخص کو کیا ہو گیا مجھے دیکھ کر یہ اسقدر دیوانہ کیوں ہو گیا ہے۔ میری پر تجسس نگاہیں اس کا جائزہ لیتی رہیں وہ مسکراتا رہا۔ کافی آگئی اور اس کے بعد اس نے بڑی محبت سے کافی کی پیالی مجھے پیش کرتے ہوئے کہا۔“

”یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ کہ میرا دوست میرے شہر میں سڑکوں پر مارا مارا پھرے۔ مگر

ایک بات بتاؤ۔ تم میرے پاس پہنچے کیسے۔“

”میں نے آپ کے بارے کسی سے سنا تھا۔“

”کس سے؟ مائیکل ڈون ایک دم سنبھل گیا۔“

”مسٹر جیکر سے۔“

”تم انہیں کیسے جانتے ہو؟“

”سڑکوں پر ملاقات ہوئی تھی۔“

”جی۔“

”ایک اور سوال کرنا چاہتا ہوں مسٹر شان۔ یہ نام بتایا تھا نا آپ نے۔“

”جی مسٹر مائیکل۔“

”مسٹر شان آپ کی میرے پاس آمد صرف اس کے تحت ہے کہ جیکر نے آپ سے

میرے بارے میں تذکرہ کیا تھا۔“

”ہاں۔“

”اور آپ کو ایسے کسی کام کی ضرورت ہے۔ جس سے آپ کی ضروریات پوری ہو

جائیں۔“

”ہاں۔“

میری جان مسٹر شان میں دلی طور پر اس بات کا خواہشمند ہوں کہ تم میرے پاس قید

ہو جاؤ۔“

”میں سمجھا نہیں۔“

”میرا مطلب ہے کہ میرے پاس رہ ہو جاؤ۔ بھول جاؤ کہ تمہیں کوئی مالی پریشانی

ہے۔ میرا نام مائیکل ڈون ہے اور سچی بات یہ ہے کہ تم میرے لیے اس قدر کار آمد ہو کہ

کہ میں تم پر ہر وہ رقم خرچ کر سکتا ہوں جس کی تمہیں ضرورت ہو۔“

”تو پھر ٹھیک ہے میں نے بھی آپ کو اپنی بات بتادی مسٹر مائیکل ڈون۔ آپ اگر

چاہیں گے تو میں طویل عرصے تک آپ کے ساتھ رہ کر کام کر سکتا ہوں۔“

”تو پھر میں تمہارے لئے پہلے رہائش گاہ کا بندوبست کرتا ہوں۔ ذرا ایک منٹ کی

مہلت دو مجھے۔ اس نے کہا اور میں نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا دی۔ کام بن رہا تھا مائیکل ڈون کی دلچسپی جو کچھ بھی ہو لیکن میں بھی اس سے اتنی ہی دلچسپی رکھتا تھا۔ مائیکل ڈون نے ٹیلیفون اٹھا کر ایک نمبر ڈائل کیا اور ریسپور کان سے لگایا کچھ دیر وہ ریسپور کان سے لگائے رہا اور جب دوسری جانب سے رابطہ قائم ہو گیا تو اس نے کہا۔

”اوہ ڈیئر لیرا۔ کیا کر رہی ہو تم۔ ٹھیک ہے میرے پاس آ جاؤ۔ ہاں براہ کرم فوراً“ میرے پاس آ جاؤ۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔ اس نے فون بند کر دیا۔ پھر خاموش ہو کر مجھے دیکھتا رہا۔ اس کے انداز میں جو عجیب سی کیفیت پائی جاتی تھی وہ میرے لیے بھی باعث حیرت تھی۔ تقریباً پندرہ منٹ انتظار کرنا پڑا۔ اس کے بعد ایک خوبصورت سی لڑکی اندر داخل ہو گئی پہلے پتلے بدن کی مالک اور نہایت سبک نقوش رکھتی تھی۔ وہ مسکراتی ہوئی اندر آئی تو مائیکل نے اس سے میرا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

”میری بیٹی لیرا ڈون۔“

”ہیلو۔ میں نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔ مسکراتی آنکھوں والی یہ لڑکی مجھے بھی پسند آئی تھی۔ چہرے پر شوخی شرارت معصومیت سب کچھ تھا۔ یوں لگتا تھا۔ جیسے وہ اپنے باپ کے معمولات سے متعلق نہ ہو۔ مائیکل ڈون نے پھر کہا۔“

”لیرا یہ ہمارے معزز مہمان ہیں۔ اور میں نے طے کیا ہے کہ ان کی میزبانی تمہیں سونپ دی جائے۔“

”آپ کا نام مسٹر۔ اس نے خوش اخلاقی سے پوچھا۔“

”شان۔“

”گڈ۔ بہت خوبصورت نام ہے۔ میرا نام تو ڈیڈی آپ کو بتا ہی چکے ہیں۔ لیرا ڈون۔ اس نے مجھ سے ہاتھ ملایا اور میں نے نرمی سے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔“

”میں آپ کو ایک معزز مہمان کی حیثیت سے خوش آمدید کہنے کے لیے تیار ہوں۔“

”اور ڈیئر پھر ان کے ساتھ فی الحال تمام تر دلچسپیاں محدود رہیں گی۔ میرا مطلب ہے انہیں تحفظ چاہیے۔ ہمیں انہیں اپنی کوٹھی ہی میں محدود رکھنا ہو گا۔“

”ہمارے پاس کافی انڈور گیم ہیں اور میرا خیال ہے مسٹر شان ہمارے گھر میں بور

نہیں ہوں گے۔“

”کیوں نہیں۔ میں نے جواب دیا۔“

”تو پھر تم اپنی گاڑی میں انہیں اپنے گھر لے جاؤ۔ اور ذرا احتیاط رکھنا۔“

”اوکے ڈیڈی۔“ اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ مائیکل ڈون میری جانب

رج کر کے بولا۔

”اور اس احتیاط کا مطلب یہ نہیں کہ لیرا تم سے محتاط رہے۔ بلکہ میں نے اسے یہ ہدایت دی ہیں کہ اطراف سے ذرا ہوشیار رہے اور تمہیں بہت زیادہ لوگوں کے سامنے پیش نہ کرے۔ اس تمام کارروائی کی وجہ میں بہت جلد تمہیں بتادوں گا ڈیئر شان۔ اس سلسلے میں فکر مند نہ ہونا۔“

”آپ کے پاس آنے کے بعد اور آپ سے دوستی ہونے کے بعد میں نے ہر فکر کو ذہن سے نکال دیا ہے۔ ویسے بھی میں فکر مند ہونے کا شوق نہیں رکھتا مسٹر ڈون۔ بلکہ کوشش کرتا ہوں اگر ان میں ناکام ہو جاتا ہوں تو مزید کوششیں کرتا ہوں یہی میرا طریقہ کار ہے۔“

”خطرناک بہترین اور نفیس۔ ڈون نے اعتراف کرتے ہوئے کہا اور لیرا کے ساتھ باہر نکل آیا۔“

لیرا کی کار بہت خوبصورت تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ اسی نے سنبھالی اور میں اس کے نزدیک بیٹھ گیا۔ وہ بہت تیز رفتاری سے ڈرائیونگ کرنے کی عادی تھی اور اس تیز رفتاری کی وجہ سے راستے میں اس سے گفتگو کرنا ممکن نہیں ہو سکا۔ میں خاموشی سے اس کا کھلنڈراپن دیکھ رہا تھا۔ کار مختلف راستے طے کرتی ہوئی ایک رہائشی علاقے میں داخل ہو گئی۔ سرسبز و شاداب اور حسین رہائشی علاقہ تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ مائیکل ڈون کے بارے میں مجھے جو اطلاع ملی تھی وہ بالکل درست تھی۔ وہ کاٹج اس کا دفتر ہی تھا رہائش گاہ بہت خوبصورت تھی اور خصوصیت یہ تھی کہ یہاں ان لوگوں نے طرح طرح کے ننھے ننھے پرندے پال رکھے تھے۔

”جن کی رہائش کے لیے قدرتی ماحول مہیا کیا گیا تھا اور اس کے لیے اس عمارت کا بہت بڑا حصہ وقف کیا گیا تھا۔ رہائشی حصہ بہت چھوٹا تھا صرف چند کمروں پر مشتمل۔ لیرا

Scanned and Uploaded By Nadeem

مجھے اندر لے آئی اور میں نے ہنستے ہوئے کہا۔
 ”آپ نے اپنی زندگی میں کتنے حادثے کیے ہیں۔“
 ”سچی نہیں۔“

”بہت تیز رفتار ڈرائیونگ کرتی ہیں آپ۔“

”شہر سے باہر میری ڈرائیونگ دیکھیے شہر میں تو کچھ بھی نہیں۔“

”یہ بھی بہت کچھ تھا۔ ویسے آپ کا گھر بہت خوبصورت ہے۔“

”یہ پرندے میرے اور ڈیڈی کے مشترک شوق سے تعلق رکھتے ہیں۔ ڈیڈی کو بھی حسین پرندوں کو جمع کرنے کا اتنا ہی شوق ہے۔ ہم دنیا کے مختلف گوشوں میں پرندوں کی تلاش میں مارے مارے پھرتے ہیں اور ان میں پیشتر نہایت قیمتی ہیں۔ میں آپ کو بڑی تفصیل سے سب کچھ سمجھاؤں گی۔ ویسے اگر آپ ہمارے ہاں قیام کریں گے مسٹر شان تو آپ کو لباس وغیرہ کی پریشانی نہیں ہوگی۔“

”ہاں میرے کپڑے ایک ہوٹل میں ہیں۔“

”میں وہاں سے منگوا لوں گی۔ آپ بالکل فکر نہ کریں بلکہ ڈیڈی کو فون کر دوں گی۔ آئیے فی الحال میرے اپنے چھوٹے سے گھر کا نظارہ کیجئے۔“ مجھے ہر چیز سے نفاست چھین کر محسوس ہوئی تھی۔ پھر کہنے لگی۔

”ڈیڈی تو اپنے کاموں میں مصروف رہتے ہیں۔ مگر ان کی دیکھ بھال مکمل طور پر میرے سپرد ہے۔“

”اور آپ کی مئی یا دوسرے لوگ۔“

”مئی نہیں ہیں۔ میں نے تو کبھی مئی کو دیکھا ہی نہیں بس جب آنکھ کھولی اور ہونٹ سنبھالا تو ڈیڈی میری نگاہوں کے سامنے تھے۔“

”آپ کے ڈیڈی کا کاروبار کیا ہے؟“

”ڈیڈی نے مجھ سے سختی سے منع کیا تھا۔ ایک بار کہا بھی میں کبھی ان کے کاروبار کے چھان بین نہ کروں اور صرف اپنی دلچسپیوں سے سرگرم رکھوں سو میں نے ایسا ہی کیا کبھی نہیں پوچھا کہ میرے ڈیڈی کیا کرتے ہیں لیکن خوشحال لوگوں میں شمار ہوتے ہیں۔ دیکھیے عارضی طور پر آپ کے لیے یہ کمرہ مناسب رہے گا۔ یہی کمرہ ہم اپنے خاص

مہمانوں کے لیے مخصوص رکھتے ہیں۔ وہ میرا کمرہ ہے اور وہ ڈیڈی کا۔ یہ ڈائننگ ہال ہے۔ اور اسی ڈائننگ ہال کو آپ ڈرائنگ روم کی حیثیت بھی دے سکتے ہیں کیونکہ ہم نے رہائشی جگہ بہت چھوٹی بنائی ہے۔ زیادہ لوگوں کو ہم کبھی مدعو نہیں کرتے۔ ویسے بھی ہمارے گھر میں کبھی کبھی ہی کوئی آکر رہ جاتا ہے۔ آپ کی آمد سے مجھے بہت خوشی ہوئی ہے۔“

”آپ کی اور مصروفیات کیا ہیں مس لیرا؟“

”بس یوں سمجھ لیجئے سب سے بڑی مصروفیت یہ پرندے ہیں۔ اس کے علاوہ شطرنج کھیلتی ہوں اور ٹینس کھیل لیتی ہوں۔ تاش کھیل لیتی ہوں۔ یہ دو تین مشغلے ہیں۔ میری دوست بھی کبھی کبھی میرے پاس آ جاتی ہیں لیکن رات کے قیام کی اجازت یہاں نہیں ہے۔“

”آپ سے مل کر واقعی خوشی ہوئی آپ بہت خوبصورت آدمی ہیں۔ خاص طور سے آپ کے چہرے پر ایک عجیب سے کیفیت پائی جاتی ہے جو میں نے عام لوگوں میں نہیں دیکھی معاف کیجئے گا میں ہر بات کو بے تکلفی سے کہہ دینے کی عادی ہوں۔ لیکن آپ یہ نہ سمجھیں کہ اس کے بعد میں آپ سے اظہار عشق کر دوں گی۔ میں نے اپنی زندگی کے لیے ایک فیصلہ کیا ہے۔ وہ یہ کہ ڈیڈی کے ساتھ عمر کا آخری حصہ تک گزار دوں گی۔ عشق و شوق جیسی چیزوں کا میری زندگی میں کوئی دخل نہیں ہے۔ آدمی خواجواہ بیوقوف بن کر رہ جاتا ہے۔ ویسے مسٹر شان آپ عشق و محبت کے قائل ہیں؟“

”نہیں۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور وہ خوشی سے اچھل پڑی۔“

”کیا واقعی۔“

”جی۔“

”تب تو ہمارے اور آپ کے درمیان بڑی اچھی دوستی چلے گی مجھے نوجوان اسی لیے ناپسند ہیں کہ ملاقات کے دوسرے ہی دن وہ اپنی آنکھوں میں نشیلی کیفیت پیدا کر کے اپنے مد مقابل کو دیکھنا شروع کر دیتے ہیں جیسے کوئی بھکاری سڑک پر کھڑا بھیک مانگ رہا ہو۔“ میں ہنس پڑا۔

”اور آپ بھی بہت دلچسپ ہیں۔ مس لیرا۔“

”شکریہ۔ بے حد شکریہ۔ لیرا نے تھوڑی دیر کے لیے ذہن شگفتہ کر دیا تھا اور اپنے آپ کو فکروں سے آزاد پارہا تھا۔ پھر رات کو تقریباً ساڑھے آٹھ بجے مسٹر ڈون مائیکل واپس آئے لمبی سی خوبصورت کارپارکنگ پر آکر رکی اور مسٹر ڈون مائیکل ہاتھ میں ایک بریف کیس لیے ہوئے اندر آتے ہوئے نظر آئے۔ ہم نے برآمدے ہی میں ان کا استقبال کیا تھا۔ مسکراتے ہوئے بولے۔“

”ویری گڈ۔ دونوں خوش نظر آرہے ہیں اس کا مقصد ہے کہ آپ لوگوں کے درمیان خوب دوستی ہوگئی۔“

”مسٹر شان مجھے بے حد پسند آئے ہیں ڈیڈی بہت اچھے انسان ہیں یہ۔“

”مسٹر شان۔ ڈون مائیکل نے مجھے معنی خیز نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا اور پھر آہستہ سے بولے۔“

”مسٹر ڈون بہت سے لوگوں کے لیے خوشی اور خوش بختی کا باعث ہے آئیے رات کا کھانا ہم لوگوں نے ساتھ ہی کھایا اور کھانے کے بعد مسٹر مائیکل ڈون نے کہا۔“

”لیرا اب اگر تم مجھے اجازت دو تو میں اپنے مہمان کے ساتھ کچھ دیر تنہائی میں بسر کروں۔“

”یقیناً“ ڈیڈی ہم لوگ تو پورا دن ہی ساتھ رہے ہیں۔ اوسکے اوسکے میں ذرا اپنے پرندوں پر ایک نگاہ ڈال لوں۔ الوداعی نگاہ۔ میرا مطلب ہے رات کی آخری نگاہ لیرا نے کہا اور باہر نکل گئی۔ ڈون مائیکل مسکراتا ہوا بولا۔“

”اور یقیناً“ اس لڑکی کی ساوگی نے تمہیں پریشان نہ ہونے دیا ہوگا۔ بس میں اس کے بارے میں تفصیل نہیں بتانا چاہتا۔ یوں سمجھ لو میں نے اس کے ذہن کی ایک خاص تربیت کی ہے اور یہ اپنی فطرت بھی نہیں کھوپائی جتنی اس کی عمر ہے اتنی ہی معصوم ہے لیکن جتنی وقت کی ضرورت ہے اتنی ہی سمجھدار بھی۔“

”میں نے اندازہ لگایا ہے مسٹر مائیکل ڈون۔“ مائیکل ڈون مجھے لیے ہوئے اپنے کمرے میں آیا اور پھر ایک کرسی کی طرف اشارہ کر کے خود بستر پر جا بیٹھا۔

”دن بھر کی مصروفیات اب تھکا دیتی ہیں۔ عمر خود اپنا اظہار کر دیتی ہے کہ اب وہ کس منزل تک پہنچ گئی ہے۔“

”مسٹر مائیکل ڈون۔ جیگر نے آپ کے بارے میں جو کچھ بتایا تھا آپ کی شخصیت میں نے اس سے بہت مختلف پائی ہے۔“

خیر اب ہمارے اور تمہارے درمیان وہ ضروری گفتگو ہوگی جس کے لیے میرا خیال ہے تم بھی بے چین ہوگے اور میں بھی۔“

”یقیناً“ مسٹر ڈون مائیکل۔“ میں نے جواب دیا اور سوالیہ نگاہوں سے مائیکل ڈون کا چہرہ دیکھنے لگا جو ایک بار پھر کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ جیسے اپنے ذہن میں خیالات جمع کر رہا ہو پھر میری طرف دیکھ کر اچانک مسکرایا اور بولا۔

”میں نے زندگی کا ایک بڑا حصہ جرم کی دنیا میں گزارا ہے مسٹر شان۔ آپ یہ سمجھ لیجئے کہ میں یہ اعتراف کرتے ہوئے جھجک نہیں محسوس کرتا اور یقینی طور پر آپ کو بھی جب میرے بارے میں علم ہوا ہوگا تو آپ نے میری شخصیت کا کچھ نہ کچھ اندازہ ضرور لگایا ہوگا۔ میں جھوٹ بولوں یا اپنے آپ کو کسی نئی حیثیت سے پیش کرنے کی کوشش کروں تو ابتدا ہی غلط ہو جائے گی۔ یعنی آپ وہ اعتماد نہیں کر پائیں گے مجھ پر جو میں آپ سے چاہتا ہوں۔ ہم ہر آدمی کا ایک مقام متعین کرتے ہیں اور اسی کے مطابق اس سے گفتگو کی جاتی ہے۔ بعض جگہ جھوٹ کا سہارا لینا بھی بے حد ضروری ہوتا ہے لیکن بعض جگہ حقیقتوں کا اس طرح کھل کر بیان کر دینا ہوتا ہے کہ کوئی سوچ بھی نہ سکے۔ اور اس سے یقینی طور پر فائدے حاصل ہو سکتے ہیں۔ یہ میرا زندگی بھر کا تجربہ ہے۔ میں آپ کو جو کچھ بتا رہا ہوں مسٹر شان اس میں ذرا برابر جھوٹ نہیں ہے۔ جیسا کہ میں نے کہا کہ میری زندگی کا بیشتر حصہ جرم کی دنیا میں بسر ہوا ہے۔ اور میں نے ہر طرح کی مجرمانہ کارروائی کی ہے۔ جو کہانی میں آپ کو سنانے جا رہا ہوں مسٹر شان وہ انتہائی عجیب و غریب تو نہیں ہے اور جرم کی دنیا ہر طور سنسنی خیز واقعات سے بھری ہوئی ہوتی ہے۔ ہم لوگ اپنے اپنے چھوٹے گروہ بنا کر کام کرتے ہیں۔ میرے گروہ میں اس وقت بیالیس افراد ہیں جو میرے لیے کام کرتے ہیں۔ جو مختلف ممالک میں تعینات ہیں۔ جگہ جگہ اپنے عمل کرتے ہیں۔ کچھ گروہ چھوٹے ہوتے ہیں اور کچھ بڑے بڑے گروہ چھوٹے گروہوں پر اپنا تسلط جمانے کی کوشش کرتے ہیں۔ بعض جگہ ہم ان کا شکار ہو جاتے ہیں اور بعض جگہ وہ ہماری گرفت میں آ جاتے ہیں۔ پھر ہمارے درمیان سمجھوتے ہوتے ہیں اور یہ سمجھوتے بعض

ہے۔ سیاسی بنیاد پر وہ بظاہر سامنے نہیں آتے لیکن درپردہ وہ ہر ملک کی سیاست سے دلچسپی رکھتے ہیں کیونکہ اسی میں ملکوں کی بقا چھپی ہوتی ہے اور اسی میں ملکوں کو معاشی استحکام حاصل ہوتا ہے۔ دو ایسے بڑے اداروں کے نام میں تمہارے سامنے لے آیا ہو جو اس وقت صنعتی سرمایہ کاری پر چھائے ہوئے ہیں ان میں سے ایک کا نام ڈان سینٹر ہے۔ اور دوسرا روز آرگنائزیشن کے نام سے روشناس ہے۔ اگر ہم یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ ان میں سے کون سا ادارہ زیادہ طاقتور ہے تو ہمیں انتہائی مشکل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ دونوں ادارے اپنے طور پر انتہائی مضبوط اور طاقتور ہیں۔ اور اپنا کام بخیر و خوبی چلا رہے ہیں۔ ان دونوں اداروں کے درمیان بھی وہی چپقلش رہتی ہے جس کا تذکرہ میں چھوٹے گروہوں کے سلسلے میں کر چکا ہو۔ ڈان سینٹر اپنے طور پر چھلایا ہوا ہے۔ تو روز آرگنائزیشن کے جو معمولات سامنے آتے ہیں ان سے بھی یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ بھی ڈان سینٹر سے کسی طور پیچھے نہیں ہے۔ امریکی معیشت آزاد ہے بلکہ یہ سمجھ لو کہ یہ دونوں ادارے امریکی معیشت کے زیر اثر ہیں۔ کچھ عرصے پہلے کے حالات ذرا مختلف تھے۔ کیونکہ ایشیا میں روس ایک بہت بڑا حصہ سنبھالے ہوئے تھا اور امریکی اور یورپین ممالک روس کو خوفزدہ نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ لیکن بہر طور روس اپنی مصیبتوں کا شکار ہو گیا اور اس کے پس پردہ بھی بہت بڑی سیاستیں کار فرما ہیں۔ لیکن یہ بات طے ہو چکی ہے کہ روس کی قوت ختم ہو جانے سے خصوصاً امریکہ اور اس کے ساتھیوں کو عظیم الشان مفادات حاصل ہوئے ہیں۔ لیکن بات یہیں ختم نہیں ہوتی۔ نیو ورلڈ آرڈر کی تکمیل کرانے کے لیے اعلیٰ پیمانے پر کارروائیاں ہو رہی ہیں۔ اور اس سلسلے میں یہ ساری دنیا میں تہلکہ خیز عمل جاری ہے۔ ایشیا کے بارے میں ہمیشہ یہی یورپین ممالک اور مغربی ممالک تشویش کا شکار رہے ہیں کیونکہ وہ ایک سرکش دنیا ہے۔ اور اس دنیا نے اپنی تمام تر پسماندگی کے باوجود یورپین برتری پر پورے طور پر تسلیم نہیں کی۔ اس کی بے شمار مثالیں سامنے ہیں۔ اس سرکشی کو ہمیشہ تشویش کی نگاہوں سے دیکھا جاتا رہا ہے۔ اور اس کے خلاف ایک طویل عمل جاری ہے۔ لیکن کامیابی ابھی تک حاصل نہیں ہوئی۔ بے شمار ممالک ہیں جو ایشیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ وہ تمام تر کوششوں کے باوجود ترقی کی منزلیں طے کر رہے ہیں۔ جاپان دنیا کی معیشت پر حاوی ہوتا جا رہا ہے۔ ان کی حکومت پھیلتی جا رہی ہے۔ چین اپنے طور پر ایک

اوقات کار آمد ہوتے ہیں۔ لیکن کسی بھی چھوٹے سے مسئلے پر ایک بار پھر ہم دشمنوں کی طرح آنے سامنے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ایرو سائن ایک بہت بڑا گروہ ہے۔ اور اس کے لیے تقریباً ڈھائی سو افراد کام کرتے ہیں۔ اس کے وسائل بھی بہت زیادہ ہیں اور اس میں کئی افراد شامل ہیں جن میں قابل ذکر نام مسٹر پالی میٹرس اور مسٹر ایورسے گرے کے ہیں۔ مسٹر پالی میٹرس، ایورسے گرے وہ افراد ہیں جنہوں نے ایرو سائن تشکیل دیا ہے۔ اور وہی اس کے سربراہ ہیں۔ باقی کچھ اور لوگ بھی ہیں جو ایرو سائن کے لیے کام کرتے ہیں اور الگ حیثیت رکھتے ہیں لیکن بہر حال وہ لوگ ایورسے گرے اور پالی میٹرس کے احکامات کی پابندی کرتے ہیں۔ میں آپ کے سامنے ایک اور دلچسپ انکشاف کرنا چاہتا ہوں مسٹر شان آپ کو میری باتوں میں پوری پوری دلچسپی لینی چاہیے۔

”میں پوری طرح آپ کی جانب متوجہ ہوں“ مسٹر ڈون۔ ”میں نے جواب دیا۔
”دنیا مختلف قسم کے جرائم میں ملوث ہے اس وقت حکومتیں سیاسی بنیاد پر جرائم کرتی ہیں۔ سرمایہ دار معاشی بنیاد پر جرائم کرتے ہیں۔ اور ان جرائم سے انہیں کہیں فرار حاصل نہیں ہے۔ ایک نیک نیت آدمی اپنا سرمایہ لے کر کاروباری دنیا میں آتا ہے اس کی خواہش ہوتی ہے کہ جو کچھ بھی وہ کرے اس میں سچائیاں ہوں۔ وہ اپنے طور پر ان سچائیوں کو استعمال کرتا ہے۔ مگر جب اس کا رابطہ بین الاقوامی دنیا سے ہوتا ہے تو اسے مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور اس وقت اسے دو ہی فیصلے کرنے ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ اپنا سرمایہ سمیٹ کر گوشہ نشین ہو جائے۔ اور خاموشی سے بیٹھا وقت گزارتا رہے یا پھر اگر اسے اس سرمائے کو تحفظ دینا ہوتا ہے تو وہ کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی ایسے گروہ سے جا ملتا ہے جو معاشی دنیا میں سرپرستی کرتا ہے۔ اور اس کے بعد وہ بھی عام آدمی بن جاتا ہے۔ اس وقت کاروبار زندگی اسی انداز میں چل رہا ہے۔ اور اس میں منفرد ہونے کی کوشش تباہی اور بربادی کے علاوہ کچھ نہیں۔ یورپ، امریکہ، افریقہ، جتنے براعظم ہیں جن میں ایشیا بھی شامل ہے اپنی اپنی معیشت کے لیے الگ پالیسی رکھتے ہیں لیکن جگہ جگہ انہیں دوسرے لوگوں سے بھی تعاون کرنا ہوتا ہے۔ یوں تو دنیا میں معاشی بنیادی پر کئی ادارے قائم ہوتے ہیں جن کا تعلق حکومتوں سے نہیں ہوتا بلکہ سرمایہ داروں کی اپنی الگ حکومت ہوتی ہے۔ اور یہ ایک ٹھوس بات ہے کہ اصل حکومت سرمایہ داروں ہی کی ہوتی

تھے۔ لیکن اب یہ متفقہ طور پر علم ہو چکا ہے کہ لڑکی اس ملک میں موجود نہیں ہے۔ چنانچہ اس کا مسئلہ ایک حد تک پس پشت چلا گیا ہے ڈان سینٹر نے روز آرگنائزیشن پر ایک ضرب کاری لگانے کے لیے ایک اور فیصلہ کیا تھا۔ جس کے سلسلے میں اس نے ایروسائن سے رابطہ قائم کیا اور ایروسائن کے مسٹر پال میٹرن اور ایورگرے اس سلسلے میں ہمارے جیسے چھوٹے چھوٹے گروہوں سے رابطہ قائم کر رہے ہیں۔ ڈان سینٹر کے لیے وہ دانش منصور کے سلسلے میں عمل کرنا چاہتے ہیں۔ دانش نامی یہ شخص اس وقت فرانس میں موجود ہے اور ڈان سینٹر چاہتا ہے کہ اسے اغوا کر کے کسی ایسی شخصیت کو اس کی جگہ دے دی جائے جو ڈان سینٹر کے مفادات کے لیے کام کرے۔ اور اس شخصیت کو ایشیا میں بہت بڑی طاقت دے کر اس کام کے لیے آمادہ کر لیا جائے۔ کہ وہ وہاں ڈان سینٹر کے مفادات کی نگرانی کرے۔ ہم اس سلسلے میں باقاعدہ کام کر رہے ہیں۔ ہمارے درمیان میٹنگیں ہو رہی تھیں اور ہم یہ سوچ رہے تھے کہ فرانس میں موجود اس ایشیائی باشندے کو اغوا کر کے کسی ایسے شخص کو اس کی جگہ دے دی جائے جو وہاں جا کر ڈان سینٹر کے لیے کام کرے۔ چاہے روز آرگنائزیشن اسے اپنا نمائندہ ہی کیوں نہ مقرر کر دے۔ لیکن جب وہ ہمارا آدمی ہو گا تو پھر وہ ڈان سینٹر کے لیے کام کرے گا۔ تمہیں دیکھ کر ایک عجیب سا خیال ذہن میں ابھرا ہے اور یہ صرف تمہاری شکل و صورت اور جسامت کی بنیاد پر ہے۔ کیا تم اس بات پر یقین کرو گے میرے دوست کہ تم اس اصل شخص کے ہو ہو مشکل ہو۔

”جس کا نام منصور ہے اور جو اس وقت فرانس میں مقیم ہے۔ تمہیں دیکھ کر فوراً ہی یہ تصور میرے ذہن میں ابھرا ہے کیونکہ ایک دن پہلے ہی ایک میٹنگ میں ہمیں اس آدمی کے بارے تمام تفصیلات بتائی گئی تھیں اور اس کی تصویر دکھائی گئی تھی۔ تمہیں دیکھ کر میری جو کیفیت ہوئی تھی مجھے یقین ہے اب تم اس کا صحیح طور پر اندازہ لگانے میں کامیاب ہو گئے ہو گے اور اگر تم ہمارے اس مقصد کی تکمیل کے لیے تیار ہو جاؤ تو یوں سمجھ لو کہ تمہیں وہ عظیم الشان خزانہ مل جائے گا جس کا اس روئے زمین پر رہنے والا دوسرا کوئی فرد تصور نہیں کر سکتا۔ اتنا بڑا مقام ہو گا تمہارا کہ تم خود اپنے آپ پر حیران رہ جاؤ گے۔ اور یہ سب کچھ صرف تمہاری شکل و صورت کی بنیاد پر ہے۔ باقی جہاں تک تمہاری صلاحیتوں کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں تمہاری ہر طرح کی مدد کی جائے گی اور تم

مضبوط قوت حاصل کرتا جا رہا ہے۔ چھوٹے چھوٹے ممالک میں صنعتی انقلاب برپا کوریا تائی وان اور ایسے بے شمار ممالک جنہوں نے امریکی معیشت پر کاری ضرر پہنچا ہے۔ اور امریکی برتری قبول کرنے کو تیار نہیں یہ امریکہ کے لیے بڑی تشویش کا سبب ہے۔ اور وہ جہاں تک ممکن ہو سکتا ہے کوششیں کر رہا ہے کہ اس کی اپنی انفرادیت ہو جائے۔ اس سلسلے میں اس کے تمام ساتھی ہی اس کے ساتھ کام کر رہے ہیں اور انوکھا عمل جاری ہے۔ یہ گروہ جو ڈان سینٹر اور روز آرگنائزیشن کے نام سے مشہور ہیں دنیا بھر کے صنعت کاروں کے گروہ ہیں۔ اور ان کا تعاون مختلف ممالک سے ہے۔ ان کے طور پر بھی عمل پیرا ہیں۔ اور طاقتور ممالک کے احکامات کی تعمیل بھی کر رہے ہیں۔ سینٹر اور روز آرگنائزیشن ایک دوسرے کے حریف ہیں اور آپس میں بھی ان کے لیے سے ایسے عمل ہوتے رہتے ہیں جن سے بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑ جاتا ہے۔ چھوٹے مسئلے کو نظر انداز نہیں کرتے۔ ان کی کوششیں ہوتی ہیں کہ دنیا کے ہر ملک ان کے نمائندے ہوں اور مضبوط حیثیت اختیار کر جائیں۔ پچھلے دنوں ڈان سینٹر کارکن تمہارے ملک میں ڈان سینٹر کے مفادات کو قائم نہیں رکھ سکا اور شکا روز آرگنائزیشن نے اس معلومات کے حصول کے بعد فوری طور پر کوششیں دیں کہ وہاں اپنی اجارہ داری قائم کر لے۔ اور اس سلسلے میں جہاں اور بہت سے رہے ہیں وہاں ایک نام سامنے آیا ہے۔ اور یہ نام ہے دانش منصور۔ تمہارے ایک سرمایہ دار ہے۔ لیکن نجانے کیوں یہ بہت سی نگاہوں کے لیے دلچسپی کا باعث ہے۔ پچھلے دنوں دانش منصور یورپی دنیا کے دورے پر نکلا ہوا ہے۔ اور اس کے کئی ملکوں کا دورہ کیا ہے۔ اس وقت بھی وہ یورپ میں ہے اور فرانس میں بھی۔ سینٹر اس سلسلے میں کارروائیاں کر رہا ہے۔ اور اس نے ایروسائن سے بھی رابطہ کیا ہے۔ اور اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ ایک لڑکی پچھلے دنوں اچانک روز آرگنائزیشن کے ہاتھ سے نکل گئی ہے۔ پتہ یہ چلا ہے کہ اس کے پاس روز آرگنائزیشن کے راز موجود ہیں جن سے روز آرگنائزیشن کو بدترین نقصانات کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ لیکن تازہ ترین اطلاع یہ ہے کہ وہ ان علاقوں سے نکل گئی ہے۔ جبکہ کچھ دن پہلے تک اس کی یہاں موجودگی کے

سے تعاون کیا جائے گا۔ یہ میرا منصوبہ ہے۔ جو ابھی صرف میرے ذہن میں ہے لیکن تم سے گفتگو کرنے کے بعد میں اسے آگے بڑھانے کے لیے تیار ہوں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم ذرا بھی سمجھدار انسان ہیں تو اس سے بڑا کوئی فائدہ تمہیں اپنی زندگی میں حاصل نہیں ہو سکتا اور تم یقینی طور پر مجھ سے تعاون کرو گے۔ دماغ ہل کر رہ گیا تھا یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے سر پر کوئی وزنی چیز رکھ دی گئی ہو۔ اور بھیجا بیٹھنے لگا ہو۔ عجیب و غریب بات تھی ایک ایسا انوکھا انکشاف جو ذہنی حالت جس قدر بھی خراب نہ کر دیتا تھا۔ کیا اچھی بات تھی۔ مجھے میری حیثیت دی جا رہی تھی اور وہ شخص جو فرانس میں مقیم تھا درحقیقت روز آرگنائزیشن کا وہ نمائندہ تھا جسے انہوں نے عارضی طور پر میری صورت دے کر دنیا کے سامنے پیش کر دیا تھا اور اب مجھے اس کی جگہ دے کر ایک نیا کام شروع کیا جا رہا تھا خدا کی پناہ۔“



سعید خان کو ناگی نے شاید کچھ تفصیلات سمجھا دی تھیں۔ میرے سامنے میرے میک اپ ہی میں آیا تھا اور اسے دیکھ کر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی میں نے مسکراتے ہوئے اس سے کہا۔

”کو سعید خاں کیسی گزر رہی ہے۔“

”ٹھیک ہوں جناب بس میری کوشش یہ ہوتی ہے کہ جو ذمہ داری بھی مجھے سونپی جائے اسے آپ کی منشا کے مطابق سرانجام دوں۔“

”میں چونک کر سعید خان کو دیکھنے لگا اس کی آواز بدلی ہوئی تھی۔“

”بہت خوب۔“ سعید خان۔ مجھے ایسے باصلاحیت لوگوں کا سہارا حاصل ہو گیا ہے جن کا کوئی ثانی نہیں اور یہی وجہ ہے کہ آج تک اپنی حیثیت برقرار رکھنے میں کامیاب رہا ہوں۔“

”میں نے بے حد مشق کی ہے جناب کوشش یہی کی ہے کہ کوئی بھی آواز میں فرق محسوس نہ کر سکے۔“

”تم اس میں کامیاب ہو۔ اب صرف میرے دستخطوں کا مسئلہ اور رہ جاتا ہے اور اس کے بعد کسی بھی وقت تم یہ کہہ سکتے ہو کہ اصل دانش منصور تم ہی ہو۔“ سعید خان ہنسنے لگا پھر اس نے کہا۔

”اور جس وقت میرے ذہن میں شیطان نے ایسا کوئی خیال ڈالا سر تو میں نے اپنے پاس ایک کیپول رکھا ہوا ہے جس میں انتہائی طاقتور زہر موجود ہے۔ میں یہ کیپول

اپنے دانتوں سے چبا ڈالوں گا۔“ سعید خان نے کہا اور میں نے قہقہہ لگا کر اس کا ہاتھ ہاتھ میں لے لیا۔

”بعض اوقات مذاق میں بھی احتیاط کرنی چاہیے غالباً“ میرے مذاق سے تکلیف پہنچی ہے۔“

”نہیں سر۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ آپ کے اور ہمارے درمیان اعتماد کا کام ہے۔ آپ ہر کام کا بھاری معاوضہ دیتے ہیں۔ ہمارے پاس میرا مطلب ہے سب کام کے پاس اس وقت اتنا پیسہ آچکا ہے کہ اگر ہم چاہیں تو آپ سے الگ ہو کر شاہراہ گزارہ پر سفر کر سکتے ہیں۔ مگر ہم نظریاتی طور پر آپ سے متفق ہیں اس لیے چار دن کی زندگی ہمارے لیے کوئی معنی نہیں رکھتی۔ اگر کسی بھی لمحہ ہم میں سے کسی کو یہ محسوس ہوا کہ ہمارا ارادہ کمزور پڑ رہا ہے تو وہ وقت کے آگے ہتھیار ڈالنے کے بجائے سانسوں کا رشتہ توڑ دے گا۔ یہ آپ پر احسان نہیں اپنے ضمیر کے سامنے ہوگی۔“

تم درست کہتے ہو سعید خان۔ مجھے اپنے ساتھیوں پر ناز ہے بہر حال ہم باتیں کر چکے اب جو کچھ میں تمہیں سمجھانے جا رہا ہوں وہ انتہائی مشکل ہے۔ اور یہاں کے قابل۔ مجھے علم ہے کہ تم ان تمام مسائل کو سمجھ چکے ہو جو مجھے روزمرہ درپیش ہوتے ہیں لیکن مشن سے متعلق جو مسائل ہیں ان میں اب کچھ اضافہ ہوا ہے۔ اور احساس کے ساتھ کہ تمہیں تمام معلومات حاصل ہیں۔ میں روز آگنائزیشن اور ڈائننگ کا تذکرہ کروں گا۔ ہوا یوں ہے کہ روز آگنائزیشن کی اس دعوت پر میں وہاں نکلے ہوں اور انہوں نے میرے ساتھ بے ایمانی کر ڈالی ہے انہوں نے مجھے اپنے ذہن لانے کے لیے ایک طریقہ کار اختیار کیا۔ اور اس کے تحت مجھے بہت سی صلاحیتیں دیں۔ لیکن اس کے بعد میں ان کے مطلب کا نہ رہ سکا اور ان کی گرفت سے نکل گیا۔ لارڈ نامی ایک آدمی کو انہوں نے اس دوران میری حیثیت دے دی تھی۔ جب وہ مشینی عمل سے گزار رہے تھے۔ اور جب میں ان کے ہاتھ سے نکل گیا تو لارڈ جس کا تذکرہ کر چکا ہوں۔ دانش منصور بنا کر یہاں بھیج دیا گیا۔ یعنی میں۔ روز آگنائزیشن نگاہوں میں لارڈ ہوں دانش منصور نہیں۔ اس کے ساتھ ایک اور سازش بھی ہوئی ہے۔

ڈان سینٹر نے مجھے ایک اجنبی پاکستانی کی حیثیت سے دریافت کیا اور جہ دانش منصور کا ہم شکل تھا۔ اور اس کے تحت انہوں نے مجھے لارڈ کی جگہ دے دی۔ یعنی روز آگنائزیشن کا دانش منصور لارڈ کو قتل کر دیا گیا اور مجھے لارڈ اور نقلی دانش منصور کی حیثیت سے روز آگنائزیشن کے پاس منتقل کر دیا گیا اور اس کے بعد روز آگنائزیشن نے عارضی طور پر مجھے ایشیائی صنعتی معاملات سنبھالنے کے لیے یہاں بھیج دیا۔ اصل دانش منصور کو وہ لوگ تلاش کر رہے ہیں اور جب وہ مل جائے گا۔ تو اسے لارڈ کی جگہ منتقل کر دیا جائے گا۔ جبکہ یہ بات تم جانتے ہو کہ وہ انہیں کبھی نہیں ملے گا۔ ادھر ڈان سینٹر نے مجھے بریف کیا ہے۔ اور اس طرح اس نے اپنی دانست میں روز آگنائزیشن کو بدترین دھوکا دیا ہے۔ ڈان سینٹر مجھے اپنا آدمی سمجھتا ہے۔ اور اسے اس بات کا علم ہے کہ میں روز آگنائزیشن کا نمائندہ ہوں۔ اب ان دو اداروں میں جو کچھ بھی ہوگا۔ اس کا تم اندازہ لگا سکتے ہو۔ میری بات سمجھ میں آرہی ہے نا۔“ میں نے سعید خان کا چہرہ دیکھا اور وہ احمقانہ انداز میں گردن ہلانے لگا۔ میں ہنس پڑا۔

”کیوں پریشان ہو گئے نایہ کہانی سن کر۔“

”سرائتی الجھی ہوئی کہانی ہے کہ دماغ کا صحیح حالت میں رہنا ناممکن ہو جاتا ہے۔“

”میں طویل عرصے تک اس کہانی کو برداشت کرتا رہا ہوں اور اس کے بچے سمجھ لے کر یہاں آیا ہوں۔ اور ان میں اب تمہیں اپنا حصہ دار بنا رہا ہوں۔ تو سعید خان ان تمام باتوں کو ذہن نشین کر لو میں وہ ساری تفصیلات ابھی تھوڑی دیر کے بعد تمہیں لے کر لارڈ یا نقلی دانش منصور کی حیثیت سے روز آگنائزیشن کی طرف سے مجھے بتائی گئی ہیں اور ایک اجنبی پاکستانی کو دانش منصور بنا کر ڈان سینٹر نے میرے حوالے کی ہیں۔ ان تمام تفصیلات سے تمہیں اس بات کا علم ہو جائے گا کہ تمہارا کردار یہاں کیا ہوگا۔ یہ ہے وہ مختصر سی تفصیل جو تمہیں تمہارے نئے کردار کے بارے میں بتائی۔ تم یہاں اس کو ٹھہریں رہو گے۔ اور میں سامنے والی کو ٹھہریں موجود رہوں گا۔ رشید ناگی سے ملے ہو گیا ہے کہ میرے اور تمہارے درمیان رابطے کے کیا ذرائع رہیں گے۔ یوں سمجھ لو ایسے انتظامات کر دیے جائیں گے کہ کسی بھی لمحہ تم میری جگہ اور میں تمہاری جگہ لے سکتے ہیں۔ روز آگنائزیشن کی طرف سے ایک عورت کو ہمارے پاس بھیجا جائے گا۔

جو نقلی دانش منصور کو ان تمام کاموں کے لیے ہدایات دے گی جو اسے کرنے ہیں۔ میرا طرح ہموار کرنا ہوتا تھا۔ اور اس طرح ایک دلچسپ زندگی کا آغاز ہو گیا تھا اور حقیقت ناگی خیال میں بات تمہاری سمجھ میں آگئی ہوگی۔ کیونکہ اصل دانش منصور روز آرگنائزیشن نے مجھے سنبھال لیا تھا۔ اور اس بات کا اعتراف میں بارہا کر چکا تھا کہ اگر میں تنہا ہوتا تو یہ غداری کر کے نکل چکا ہے۔ چنانچہ ایک طرف تو وہ اس کی تلاش میں رہیں گے اور دوسری طرف یہ بات نہیں جانتے کہ ایک جن مل گیا تھا۔ جو میری ہر خواہش کی تکمیل کر دیتا تھا۔ کام اتنا پھیل گیا تھا کہ بعض نئے دانش منصور سے ڈان سینٹر کا کوئی رابطہ ہے۔ ہم لوگ نہایت اعلیٰ پیمانے پر کام کر رہے ہیں۔ لیکن رشید ناگی ایک نظام تھا۔ ایک کھیلیں گے۔

”اوکے سر۔“ سعید خان بولا تو اس کے لہجے میں اعتماد کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ ”اب میں اپنے فرائض آپ کی منشا کے مطابق ادا کروں گا۔ آپ کو اس سلسلے میں شکایت نہ ہوگی۔“

سعید خان کے ساتھ تقریباً چار گھنٹے نشست رہی تھی۔ میں نے اسے آسانی فراہم کی تھی کہ وہ ضروری پوائنٹ کاغذ پر نوٹ کرتا جائے اور اس نے اس آسانی سے پورا کر دیا۔ فائدہ اٹھایا تھا۔ میں نے اسے یہ بھی بتایا کہ روزی کو یہاں سے ہٹا دیا گیا ہے۔ اور اس کے لیے اسے آسانی بھی حاصل ہو جائے گی وہ اس تمام وقت میں ایک ایک چیز کے بارے میں سوالات کر کے اپنی تسلی کرتا رہا تھا۔ اور اس کے بعد یہ کام ختم ہو گیا تھا۔ میں نے اسے روز آرگنائزیشن کی جانب سے فوری طور پر اقدامات شروع نہیں ہوں گے بلکہ اگر وہ اس نے میرے تعاقب میں روانہ کیا ہے وہ پہلے یہ جائزہ لے گا کہ میں خود کو دانش منصور کی حیثیت سے یہاں ایڈجسٹ کر چکا ہوں یا نہیں۔ یہ لوگ ابھی میرے نہیں لائے گئے تھے۔ لیکن میں جانتا تھا کہ خفیہ طور پر وہ میرے ارد گرد پھیل گئے ہوں گے۔ اور مجھے ان کے اطمینان کے لیے بھی کچھ کارروائیاں کرنی تھیں۔ جن کا آغاز میں کر چکا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ ہی مجھے مسلسل یہ کام کرنا ہے کم از کم ایک نئے آدمی کو اس کے ساتھ جس کا تعلق غیر ملک سے ہو یہاں اصل دانش منصور کے شناساؤں سے تھوڑا سا اجنبی تو ہونا ہی چاہیے۔ اور اس کے لیے مجھے انتہائی اعلیٰ پیمانے پر کام کرنا تھا۔ چنانچہ خانہ دوسرے کلبوں وغیرہ میں میں جاتا تو تھا لیکن اکثر میرے شناسائی بات کہا کرتے تھے کہ میں ذہنی طور پر کچھ غیر متوازن ہو گیا ہوں۔ ایسا کیوں ہے۔ ان لوگوں کو بھی پوری

آتی رہتی تھیں چودہ ٹیلیوژن سیٹ اس آپریشن روم میں لگائے گئے تھے اور لاتعداد ڈیٹا فون نصب کیے گئے تھے۔ جو کوٹھی کے ایک ایک حصے کی تفصیلی آواز پیش کرتے تھے یعنی اس آپریشن روم میں ڈائٹ منسور والی کمرے کی تمام تصویریں موجود رہتی تھیں اور ایک ایک جگہ ہونے والی گفتگو یہاں سنی جاسکتی تھی۔ اصولی طور پر تو اسے ہی میری خواب گاہ ہونا چاہیے تھا اور اس خواب گاہ میں رہ کر میں اپنے ایک لمحے کی خبر رکھ سکتا تھا۔ لیکن ناگی نے یہاں بھی اپنی ذہانت کے کرشمے دکھائے تھے۔ اس نے یہاں ایسے کمپیوٹر فیکٹری کرائے تھے جو میری غیر موجودگی میں بھی ایک ایک ڈیٹا یا دداشت کو نہ صرف محفوظ رکھتے بلکہ کسی مشکل وقت میں ان کے ذریعے مجھے میری اصل خواب گاہ میں اطلاع بھی مل سکتی تھی کہ کیا ہو رہا ہے۔ رشید ناگی نے ساری چیزیں مجھے دکھاتے ہوئے کہا۔

”اس وقت جب آپ یہاں موجود نہیں ہوں گے اور سعید خان اس آپریشن روم کو کنٹرول کر رہا ہوگا۔ یہ صورتحال بھی سامنے رہے گی کہ اگر کوئی فوری مشکل پیش آجائے تو آپ جہاں بھی ہوں آپ کو اس کی اطلاع مل جائے۔“ میں نے مطمئن انداز میں گزرتے ہوئے ہلائی۔ کافی دن گزر گئے تھے۔ ایک طرح سے مجھے حیرت بھی تھی کہ روز آرگنائزیشن کا کوئی بھی نمائندہ ابھی تک مجھ سے نہیں مل سکا تھا۔ باقی مسئلہ میں نے فوری طور پر ذہن سے دور کر دیا تھا۔ یعنی یہ کہ میں اپنے ہارے میں بالکل نہیں سوچ رہا تھا۔ جو کاروباری نوعیت کے کردار سامنے آسکتے تھے ان سے تو میری ملاقاتیں رہتی تھیں لیکن جو میری ذاتی شخصیت سے تعلق رکھتے تھے انہیں میں نے بالکل نظر انداز کر دیا تھا۔ جس کو ٹھیٹھ بازی نے اپنی تحویل میں لیا تھا اس کے مالک کا نام فراز شیخ تعین کیا گیا تھا اور فراز شیخ کی بھی اپنی ایک حیثیت تھی۔ یعنی صدر بازار میں ان کا گھریلو کا ایک بہت بڑا شوروم تھا۔ یہ شوروم بھی میرے لیے رشید ناگی نے خرید لیا تھا۔ شوروم کی اپنی ایک الگ کہانی تھی۔ وہاں رہ کر بھی میں اپنے مقاصد کو کنٹرول کر سکتا تھا۔ اس کارروائی میں بہت مختصر وقت صرف ہوا تھا۔ میں منتظر تھا کہ روز آرگنائزیشن اور ڈان سینٹر کی طرف سے مجھے سے رابطہ قائم ہو اور اسی انتظار میں لمحات گزر رہے تھے۔ اس دوسری کوٹھی سے مجھے بے اندازہ فائدے حاصل ہوئے تھے۔ یہاں رہ کر ہم تمام کارروائیاں کر سکتے تھے۔ اور اصل ڈائٹ منسور کی کوٹھی مشتبہ نگاہوں سے محفوظ رہ سکتی تھی۔ اس دن موسم بہت خوشگوار تھا۔

سمندر پر کھراتری ہوئی تھی۔ کراچی کے ماحول میں ایسا موسم بہت ہی قیمتی سمجھا جاتا ہے۔ میں اپنی اس نئی رہائش گاہ کے ایک بلند حصے میں بیٹھا سمندر کا جائزہ لے رہا تھا کہ نیچے سے رشید ناگی کی آمد کی اطلاع ملی۔ میں نے اسے بھی اپنے پاس ہی بلوایا تھا۔ رشید ناگی مسکراتا ہوا میرے سامنے پہنچ گیا۔ وہ اپنے ساتھ کچھ کاغذات لے کر آیا تھا۔

”کہو۔ کوئی اہم بات۔“

”جی سر۔ ساری ہی باتیں اہم ہوتی ہیں۔ اور پچھلے دنوں سے میں ایک کام میں مصروف تھا۔ اس کی تکمیل ہو گئی ہے تو آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں۔“

”چلو ٹھیک ہے۔ موسموں کو ہم پر اثر انداز نہیں ہونا چاہیے۔ کیا بات تھی۔ کیا نیچے چلنا ضروری ہے۔“

”یہاں ہوا تیز ہے۔ نیچے ہی چلیں تو بہتر ہے۔“ میں ناگی کے ساتھ اپنے مخصوص کمرے میں پہنچ گیا۔ اس نے ایک لفافہ سے وہ کاغذات نکال کر میرے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

”سریہ ہمارے اثاثوں کی تفصیل ہے۔ میں نے یہ ضروری سمجھا کہ اس موضوع پر آپ سے گفتگو کر لی جائے۔ جو اخراجات ہوتے رہے ہیں ان کا بس ایک ٹوٹل بنا کر لے آیا ہوں۔ اس کے علاوہ جو رقومات ہمارے پاس محفوظ ہیں ان کی تفصیل بھی لے آیا ہوں۔ درحقیقت اب ضرورت اس بات کی محسوس ہو رہی ہے کہ ہمارے سرمائے میں اضافہ ہونا چاہیے۔ تاکہ ہمارا کوئی کام نہ رسکے جو آمدنی ہو رہی ہے ابھی وہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ کیونکہ ہم منصوبے کے مطابق ان گنے چنے چند افراد کو مالی طور پر مطمئن کرنا چاہتے ہیں جنہیں ہم نے سولتیں دی ہیں۔ ہماری ایکسپورٹ ابھی ہمارے پسند کے مطابق نہیں ہے۔ ظاہر ہے پروڈکشن بھی ابھی بہت زیادہ نہیں ہوتی ہے۔ ہمارے نمائندے بیرونی منڈیوں کی تلاش میں ملک سے باہر نکل گئے ہیں۔ لیکن ابھی تک کوئی ایسی رپورٹ نہیں حاصل ہو سکی جسے انتہائی تسلی بخش کہا جاسکے۔ میں کچھ نئے منصوبوں اور اثاثوں کی تفصیل کے ساتھ حاضر ہوا ہوں۔“

”سرمایہ جو کچھ بھی ہے ناگی اسے اپنی جگہ یونہی رہنے دو یہ سوچو کہ جن منصوبوں پر کام ہو رہا ہے سرمائے کی کمی کی بنا پر وہ متاثر تو نہیں ہو جائیں گے۔“

”امکانات ہیں سر۔ اس بات کے کہ ہمیں چند جگہوں پر کام روکنا پڑے گا۔“
 ”یہ نہیں ہونا چاہیے تم نے کچھ تفصیلات اور بھی بتائی تھیں۔“

”جی سر۔ درحقیقت جو لوگ ہمیں سرمائے کی فراہمی کا ذریعہ بنے ہیں ان میں سے کچھ افراد باغی ہو گئے ہیں۔ انہیں گھیرنے کے لیے ہمارے پاس ذرائع موجود ہیں۔ لیکن جو تفصیلات ہمارے علم میں آئی ہیں وہ یہ ہیں کہ اب وہ ہمیں مزید کچھ دے نہیں سکتے۔ اگر ہم نے ان پر زیادہ سختی کی تو پھر وہ دیوالیہ ہونے کا اعلان کر کے کسی گوشے میں جا بیٹھیں گے یا ملک سے باہر چلے جائیں گے۔ میرے خیال میں ایسے کچھ لوگوں کو آزادی دینی چاہیے نہ صرف آزادی بلکہ اپنے کیے گئے وعدے کے مطابق انہیں آسانیاں فراہم کی جائیں تاکہ وہ ایک ہی پلیٹ فارم پر کھڑے ہو جائیں اور ہمارے لیے سرمائے کی فراہمی کا ذریعہ بنیں۔“

”یقیناً“ میں تم سے اتفاق کرتا ہوں۔“

”اس کے علاوہ سر۔ ملکی پیمانے پر ہمارے پاس بہت زیادہ وسائل نہیں ہیں۔ مگر تجویز ہے کہ ہمیں ایسی فہرست تیار کرنی چاہیے جو ملکی سرمایہ داروں کی ہو۔ ملک بھر میں پھیلے ہوئے ان تمام سرمایہ داروں کی جو مختلف ذرائع سے جائز اور ناجائز طریقے سے دولت حاصل کر رہے ہیں۔ ایک باقاعدہ ڈیپارٹمنٹ ان پر کام کرے اور ہمیں ان کے بارے میں تمام تفصیلات فراہم کرے۔ ان کا طرز زندگی سرمایہ کاری ان کے اثاثے ان کی سرگرمیاں ان کے دوسرے ممالک سے رابطے یہ تمام تفصیل ہمارے پاس ہونی چاہیے۔“

”ہاں یہ مناسب بات ہے۔ میں سمجھتا ہوں اس پر کام شروع کر دیا جائے۔“

”سر آپ کو اس سے اختلاف تو نہیں ہے؟“

”بالکل نہیں۔“

”تو پھر یہ اطلاع دے کر مجھے خوش ہو رہی ہے کہ یہ کام میں نے کچھ دن پہلے ہی شروع کر دیا تھا۔ اور میرے پاس انتہائی شاندار رپورٹیں موجود ہیں۔ بس یوں سمجھ لیجئے کہ کام کرنے کے لیے ان پر آپ کی منظوری درکار ہے۔ بہت سے ایسے نام ہیں سر جن کے بارے میں مجھے یہ علم ہوا ہے کہ یہاں جو سرمایہ گردش میں ہے وہ دس فیصد بھی نہیں ہے۔ نوے فیصد سرمایہ انہوں نے باہر کے ملکوں کو منتقل کر دیا ہے۔ اور اس میں کئی نام

میرے سامنے ہیں۔“

”ویری گڈ۔ ویری گڈ۔ لیکن میری ایک خواہش ہے رشید ناگی وہ یہ کہ ہم جو کچھ بھی کریں۔ موثر پیمانے پر کریں اگر ہم بہت زیادہ پھیلاؤ اختیار کر لیتے ہیں تو اس سے ہمیں بہت سے خطرات کا سامنا بیک وقت کرنا پڑے گا۔ میں سمجھتا ہوں ایک ایک دو دو کر کے ان لوگوں پر کام شروع کیا جائے اور ہمیں اپنے اثاثوں میں اضافہ کرنے کا بہتر موقع حاصل ہو سکے۔ اگر بہت زیادہ پھیلاؤ اختیار کر لیا گیا تو ہمیں بہت سی رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔“

”ٹھیک ہے سر۔ تو پھر چند نام خصوصی طور پر آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ یہ پانچ افراد میں نے منتخب کیے ہیں۔ جن پر کام شروع کیا جاسکتا ہے۔“ ناگی نے ایک الگ کاغذ میرے سامنے رکھ دیا اور میں ان ناموں پر غور کرنے لگا۔ بہت دیر تک ہم اس موضوع پر گفتگو کرتے رہے اور میں نے اور ناگی نے ان ناموں کے سلسلے میں منصوبے ترتیب دیے جہاں تک ہمارے ایک اور منصوبے کا یعنی قمری سینٹر کے نام کا تعلق تھا اسے ہم نے اس وقت تک کے لیے ملتوی کر دیا تھا جب تک کہ روز آرگنائزیشن اور ڈان سینٹر کا مسئلہ حل نہ ہو جائے۔ ان دونوں اداروں کو پاکستان میں وہ بدترین شکست دینا تھی ہمیں کہ اس کے بعد وہ اس جانب رخ کر کے نہ دیکھیں۔ درحقیقت ہمیں ان کے بارے میں بہت تفصیلی خبریں ملی تھیں ہمیں علم ہوا تھا کہ امریکہ کے بہت بڑے بڑے سرمایہ دار یوڈی ان اداروں کی پشت پناہی کرتے ہیں۔ اور انہوں نے مختلف مسلم ممالک کے لیے ایک معاشی طرز عمل اختیار کیا تھا جس کے تحت وہ ان ممالک کو ایسے نقصانات پہنچانا چاہتے تھے کہ یہ طاقتور ہو کر کبھی اسرائیل کی مخالفت پر بھرپور انداز میں نہ آسکیں۔ مشرق وسطیٰ کے بہت سے ممالک بھی ان کی فہرست میں تھے لیکن وہاں وہ مکمل طور سے اس لیے کام نہیں شروع کر سکتے تھے کہ وہ بھی مالی طور پر انتہائی مضبوط تھے۔ لیکن پاکستان اور ایسے گنے چنے ممالک جو مسلم تھے اور ابھی ترقی کی منازل طے کر رہے تھے خصوصی طور پر ان کا شکار تھے۔ بلکہ پاکستان میں تو ان کا یہ کام شروع بھی ہو چکا تھا اور بد قسمتی یہی تھی کہ ان کے آلہ کار بھی ہمارے اپنے ہی ساتھی تھے۔ اسی ملک کے رہنے والے۔ جو ملک کی بنیاد پر نہیں سوچتے تھے۔ بلکہ ذاتی مفاد کو ملکی مفاد پر ہمیشہ فوقیت دیتے تھے۔ اور ایسے ہی کچھ نام

ہیں آپ کو شاید اس بات کا علم ہوگا کہ میں نے ذاتی طور پر ان کاموں میں دلچسپی لی ہے اور اس بات سے بڑی امید رکھتا ہوں کہ ہماری حکومت رہے یا نہ رہے۔ لیکن جو بنیاد آپ نے ڈال دی ہے اور ہم نے جو تھوڑا بہت اس میں تعاون کیا ہے اس کے نتائج بے حد شاندار نکلیں گے۔ پاکستان درحقیقت ایک ایسی ہی سرزمین ہونی چاہیے جسے دنیا میں مثال کی حیثیت سے پیش کیا جاسکے۔ میں آپ کے ان تمام خیالات سے بالکل متفق ہوں جو آپ نے اخبارات کو بیان کی شکل میں دیے ہیں۔ بلاشبہ اگر ہم علامہ اقبال کے خواب کو یہ سچائیاں دے سکیں تو میں سمجھتا ہوں کہ ہمارا کام پورا ہو جائے گا۔

”بہت سی ایسی باتیں ہیں مسٹر شاہنواز جو میرے دل و دماغ میں چکراتی رہتی ہیں۔ لیکن ظاہر ہے میرے وسائل آفاقی حیثیت نہیں رکھتے۔ بس اپنے خوابوں میں سے اگر چند خوابوں کی تکمیل بھی کر سکوں تو سمجھوں گا کہ اپنا کام پورا کر لیا ہے۔ ہاں ایک تحریک ضرور پیدا کرنا چاہتا ہوں ہر دل و دماغ میں۔ ایک جذبہ ضرور چاہتا ہوں وہ یہ کہ جس سرزمین پر تم بیٹھے ہوئے ہو وہ خدا کا عطیہ ہے۔ اس کا چپہ چپہ ذرہ ذرہ تمہاری محبت کا حقدار ہے۔ اپنے آپ سے سوال کرو۔ اپنے دل میں سوچو کہ اس زمین کو تم کیا دے سکتے ہو۔ آہ کاش یہ خیال بارہ کروڑ افراد کے دل میں پیدا ہو جائے۔ یہ ہم پر فرض ہے یہ ہم پر فرض ہے۔ میں حکومت یا سیاست کے بارے میں کچھ نہیں جانتا مسٹر شاہنواز۔ لیکن ایک بات میں ہی کیا ہر شخص جانتا ہے کہ ملک انسانوں سے بنتے ہیں۔ اگر ہمارے ملک کے عوام ذہنی طور پر بنیادی چیزوں سے مطمئن ہو جائیں تو میں سمجھتا ہوں کہ ان میں مزید محنت کی لگن پیدا ہوگی۔ وہ اپنے مسائل سے جھنجھلائے ہوئے ہیں۔ وہ مشکلات کا شکار ہیں۔ آہ کاش ہم ان مشکلات میں سے مشکلات ہی دور کر سکیں۔ غریب طبقے کا بنیادی مسئلہ ان کے اپنے گھریلو مسائل ہوتے ہیں۔ اس سلسلے میں اگر ہم تھوڑی بہت کوئی کارروائی کر سکیں تو ہم سمجھیں گے کہ ہم نے اپنے فرض کا ایک حصہ پورا کر دیا ہے۔“

”میں پورے طور پر عملی پوزیشن میں ہوں مسٹر دانش منصور صاحب۔ آپ جہاں میری ضرورت محسوس کریں مجھ سے کہیں۔“

”دیکھو نا غذائی معاملات میں عوام کے متعلق تھوڑی بہت خبریں اخبارات شائع کرتے رہتے ہیں۔ روزمرہ کی ضروریات زندگی میں اتنی گرانی ہو گئی ہے کہ ہر شخص

اس وقت ہمارے سامنے آئے تھے۔ رشید ناگی نے خصوصی طور پر انہی کا انتخاب کیا تھا۔ بہر حال ہمارے اپنے دل میں بہت کچھ تھا۔ جس کی تکمیل ہمیں اپنی حیثیت کے مطابق کرنا تھی۔ دوسرے تمام مشاغل بھی جاری تھے میں کلب وغیرہ بھی چلا جاتا تھا۔ پرانے شناساؤں سے ملاقات ہوئی تھی۔ اس دوران حیرتاک طور پر نہ تو نازاں باجی سے کوئی رابطہ قائم کیا تھا نہ ہی غزنوی صاحب کے گھر سے کوئی پیغام آیا تھا جس کی وجہ سے ان لوگوں سے ملاقات ہوتی۔ میں بھی کوئی عجیب سی کیفیات کا شکار تھا۔ ابھی اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے ایک قدم بھی آگے نہ بڑھا سکا تھا۔ اس لیے دل کو کوئی اور تصور نہیں دینا چاہتا تھا۔ نازاں باجی اگر خود ہی اس سلسلے میں کوشش کریں تو دوسری بات ہے۔ ورنہ ابھی ان سے الگ تھلگ رہنا ہی مناسب تھا۔ جب تقدیر میں ہوگا ان لوگوں سے بھی ملاقات ہو جائے گی۔ اسی دوران ایک ایسی تقریب ہوئی جس میں شاہنواز کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کرنے کا موقع ملا۔ شاہنواز مضروف انسان تھے۔ ظاہر ہے ایک وزارت چلا رہے تھے۔ ویسے بہت نفیس شخصیت تھی۔ آج تک وہ میری مدد کو نہیں بھولے تھے اور اس بات کا خلوص دل سے اعتراف کرتے تھے کہ اگر انہیں میری بھرپور مدد حاصل نہ ہوتی تو وہ یہ عہدہ کبھی حاصل کر سکتے تھے۔ بارہا انہوں نے مجھ سے پہلے بھی کہا تھا کہ میں نے انہیں ایک منصب بخش دیا مگر خود ان سے کوئی کام نہیں لیا۔ اس وقت بھی وہی موضوع زیر بحث آگیا تھا۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”آپ اپنا شعبہ بڑی دیانت داری سے چلا رہے ہیں۔ میرے لیے یہی بہت کافی ہے مسٹر شاہنواز۔“

”سر حقیقت یہ ہے کہ میں اپنے دل میں لاکھوں منصوبے رکھتا ہوں آپ کی وطن دوستی تو میرے لیے مشعل راہ ہے لیکن بارہا یہ احساس بھی ہوتا ہے کہ آپ کو وہ مقابلہ ابھی تک نہیں مل سکا جو ملنا چاہیے۔“

”مسٹر شاہنواز آپ کے دل میں میرا جو مقام ہے جو محبت ہے میں سمجھتا ہوں اس سے اعلیٰ مقام کوئی نہیں ہو سکتا البتہ کچھ آرزوئیں ایسی ہیں۔ جو ابھی پوری ہوتی نظر نہیں آتیں۔ تمہارا کیا خیال ہے کیا ہم ملکی پیمانے پر کوئی ایسی نمایاں تبدیلی لاسکیں گے۔“

”رشید صاحب کے ذریعے مجھے آپ کے تمام منصوبوں کی مختصر تفصیلات معلوم ہوتی رہتی ہیں۔ جو انسٹیٹیوٹ آپ نے قائم کیے ہیں اور ان کے جو مقاصد سامنے آئے

وحشت زدہ نظر آتا ہے۔ ہم چند بنیادی چیزوں کو اگر عوام کے لیے آسان بنادیں تو میں سمجھتا ہوں کہ اس سے ہمیں بہت سے فائدے حاصل ہوں گے۔“

”ہاں مگر جو مشکلات حکومت کو درپیش ہیں انہیں بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ ہمارے پاس دولت کے وسائل اتنے نہیں ہیں کہ سرکاری طور پر ہم ان اشیاء میں اپنا سرمایہ شامل کر کے انہیں سستا بنا سکیں۔“

”بے شک اور اس کے لیے شاہنواز ہمیں وہ مسائل پیدا کرنا ہوں گے۔“

”سراگر کوئی ایسی تجویز ہو جس میں میرا حصہ ہو سکے تو آپ یقین کیجئے میں بڑی خوش محسوس کروں گا۔“

”میرے ذہن میں کچھ منصوبے ہیں شاہنواز بہت جلد میں تمہیں ان سے آگاہ کروں گا۔“ میں نے کہا اور شاہنواز نے خلوص دل سے مجھے یقین دلایا کہ وہ اپنے تمام وسائل کو بروئے کار لا کر میری ان خواہشات کو اور تجاویز کو تکمیل کرانے کی کوشش کریں گے۔ بڑی موثر ملاقات رہی تھی۔ اور اسی تقریب میں میری ملاقات ایک اور شخصیت سے ہو گئی۔ گھٹھے ہوئے جسم کا مالک فرنیچر کٹ واڑھی والا ایک خوبصورت آدمی تھا۔ عمر پچاس و پچپن کے درمیان ہوگی۔ بہت قیمتی لباس اور چشمے میں ملبوس آگے بڑھ کر مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا۔

”معذرت کے ساتھ مسٹر دانش منصور آپ مجھے نہیں جانتے ہوں گے۔ لیکن میں آپ سے بخوبی واقف ہوں۔“

”تو پھر آپ کو اپنا تعارف کرانے کی زحمت کرنا ہی پڑے گی۔“ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

”میرا نام جمشید وارنا ہے۔ میں بھی یہاں چھوٹی موٹی مشینیں چلاتا ہوں۔ اور بس وقت گزار رہا ہوں۔“

میرے ذہن میں چھٹکا سا ہوا۔ جمشید وارنا کا نام اس فہرست میں موجود تھا جو رشید ناگی نے مجھے دی تھی میں پوری طرح اس شخص کی جانب متوجہ ہو گیا۔

”میری بد قسمتی مجھے کچھ ایسے ساتھی نہیں مل سکے جو مجھے میرے وطن کے بڑے بڑے لوگوں سے متعارف کرا سکیں اور سچی بات یہ ہے کہ میں خود بھی تھوڑا بہت احساس

کمتری کا شکار ہوں۔ کہاں آپ جمشید وارنا صاحب اور کہاں میں؟ میں تو بس یوں سمجھنے کے چھوٹے چھوٹے ہی سے کام کر رہا ہوں بلکہ درحقیقت ابھی کچھ کیا ہی کہاں ہے۔“

آپ نے کچھ کیا ہو یا نہ کیا ہو لیکن نام بہت کمایا ہے آئیے بیٹھ کر باتیں کریں گے۔ میں آپ کو اپنی ایک دوست سے ملاؤں۔ آپ کو اس سے مل کر یقیناً خوشی ہوگی۔“ جمشید وارنا نے کہا۔ اور میں نے فوراً اس کے ساتھ آگے بڑھنے پر آمادگی ظاہر کر دی۔ سرکاری تقریب تھی اور رسمی طور پر تمام لوگ ایک دوسرے سے باتیں کر رہے تھے۔ ایک بڑے لان پر اس تقریب کا اہتمام کیا گیا تھا۔ جمشید وارنا مجھے جس میز پر لے گیا وہاں ایک بہت ہی حسین اور بڑے دلکش خدوخال کی مالک کوئی چھپیس سالہ خاتون بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے خدوخال مشرقیت لیے ہوئے تھے۔ لیکن کچھ چیزوں سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ وہ مقامی نہیں۔ مجھے دیکھ کر وہ مسکراتی ہوئی کھڑی ہو گئی۔ میں نے اس کی آنکھوں میں بڑی گہرائی پائی تھی۔ جمشید وارنا نے اس کا تعارف روٹمنس ماریانہ کے نام سے کرایا۔ اس نے کہا۔

”یہ میرے ایک صنعتکار دوست کی بیٹی ہیں۔ باہر سے یہاں آئی ہیں۔ بہت ہی نفیس شخصیت کی مالک ہیں۔ میں نے غائبانہ طور پر آپ کا تعارف ان سے کرا دیا ہے۔“ روٹمنس ماریانہ نے مجھ سے پر جوش مصافحہ کیا اور کہنے لگی۔

”مسٹر دانش منصور درحقیقت آپ ایک بین الاقوامی شخصیت اختیار کر چکے ہیں۔ آپ کو یہ سن کر یقینی طور پر خوشی ہوگی کہ میں آپ سے اجنبی نہیں ہوں۔ میں اپنے وطن میں آپ کا نام سن چکی ہوں۔“

”میں اسے اپنی خوش بختی کے علاوہ اور کیا کہہ سکتا ہوں مس ماریانہ!“ میں نے بھی اس سے پر جوش مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

”بہر حال آپ سے مل کر بے حد مسرت ہوئی۔“

”اور اب میں اپنے کچھ دوستوں کے درمیان جا رہا ہوں۔ میں نے اپنا یہ فرض پورا کر دیا اور مس ماریانہ میں اس بات کا خواہش مند ہوں کہ میرے اور مسٹر دانش منصور کے درمیان تعلقات مستحکم کرنے میں میری مدد کریں گی۔“

”کیوں نہیں مسٹر جمشید۔“ ماریانہ نے کہا جمشید کا اس طرح چلے جانا میرے لیے کسی قدر حیرت کا باعث تھا وہ خود مجھ تک پہنچا تھا۔ تعارف حاصل کیا تھا اور پھر مس

ماریانہ سے ملاقات کرا کے خود وہاں سے آگے بڑھ گیا تھا۔ اس سے یہ بات تو صاف محسوس کی جاسکتی تھی کہ وہ مجھے روٹمنس ماریانہ تک لانا چاہتا تھا مگر کیوں اور یہ مشکل روٹمنس ماریانہ نے حل کر دی۔

”اور یہ میری خواہش تھی مسٹر جمشید وارنا سے میں نے یہ درخواست کی تھی کہ مجھے آپ سے متعارف کرایا جائے مسٹر دانش منصور۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ سے تعارف حاصل کرنے کے بعد مجھے آپ کی رہائش گاہ تک پہنچنا ہے۔ کیا آپ کچھ اس قسم کے حالات پاتے ہیں کہ اس وقت آپ مجھے اپنی رہائش گاہ تک نہ لے جائیں۔“

”میں سمجھا نہیں۔ مس ماریانہ۔“ میں نے کسی قدر حیران لہجے میں کہا اور روٹمنس ماریانہ نے ایک نگاہ چاروں طرف ڈالی کسی کو اپنی طرف متوجہ نہ پا کر وہ آہستہ سے بولی۔

”درحقیقت میرا تعلق روز آرگنائزیشن سے ہے اور میں وہ ہوں جس کے بارے میں آپ کو اطلاع دی گئی تھی مسٹر لارڈ کہ میں آپ کو یہاں گائیڈ کروں گی۔“ اس نے کہا اور میرے بدن میں سنسنی کی ہلکی سی لہر دوڑ گئی میں خاموش نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا اس نے آہستہ سے کہا۔

”اس بات پر تو میں ذرہ برابر شک نہیں کر سکتی کہ آپ نے میرے الفاظ نہ سمجھے ہوں گے مسٹر لارڈ اور یقینی طور پر میرے اس طرح مخاطب کرنے سے آپ کو یہ اندازہ بھی ہو گیا ہو گا کہ میں اس شہر کی نہیں ہوں۔“

”کیا ہم یہ گفتگو ایسی جگہ نہیں کر رہے مس ماریانہ جو ہمارے لیے موزوں نہیں ہے۔“

”میں پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ میں نے سوچ سمجھ کر ہی یہاں آپ سے ملاقات کا فیصلہ کیا تھا۔ درحقیقت بہت سی ایسی تفصیلات ہیں جو تنہائی میں آپ کو بتائی جاسکتی ہیں۔ پریشان ہونے کی ضرورت بالکل نہیں۔ آپ کو اس بات کا تو علم ہو گا کہ مجھے ایک مناسب وقت پر آپ کے پاس پہنچنا تھا اور روز آرگنائزیشن کے اپنے نظریات کے مطابق یہ وقت مناسب ترین ہے۔ تقریب کے خاتمے پر ہم لوگ ساتھ اٹھیں گے جمشید وارنا کے ساتھ ساتھ باہر نکلیں گے اور پھر میں آپ کی کار میں بیٹھ جاؤں گی۔ کیا آپ کے ساتھ ڈرائیور ہے۔“

”جی۔“ میں نے جواب دیا۔

”کوئی فرق نہیں پڑتا اس سے..... آپ مجھے ایک معزز دوست کی حیثیت سے اپنی کوٹھی لے جائیں گے۔“

”کیا جمشید وارنا کو حالات کا کچھ علم ہے.....؟“

”زیادہ نہیں لیکن وہ یہ بات جانتا ہے کہ مجھے آپ سے ملاقات کرنی ہے اور میرے آپ کے ساتھ جانے پر نہ اسے اعتراض ہو گا نہ خیرت۔“

میں خاموش ہو گیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ماریانہ کے بارے میں مجھے پہلے ہی مطلع کر دیا گیا تھا کہ مجھے سے رابطہ کرے گی اور مجھے کنٹرول کرے گی اب اتنے عرصے کے بعد روز آرگنائزیشن نے حالات کو بہتر پایا ہے ویسے بھی یہ ایک مناسب قدم تھا کیونکہ اس عرصے میں ان لوگوں کو میرے سلسلے میں یہ جائزہ لینا تھا کہ میں اپنی حیثیت کو کنٹرول کر پاتا ہوں یا نہیں۔ میں نے بہر حال خاموشی اختیار کر لی تھی لیکن ذہن میں ایک لائحہ عمل ترتیب دے لیا تھا اور اسی کے مطابق کام کرنا چاہتا تھا۔ تقریب جاری رہی اور پھر اس کا اختتام ہو گیا۔ جمشید وارنا نے اس دوران دوبارہ ہمارے درمیان مداخلت کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ جمشید، ناگی کی فراہم کی ہوئی لسٹ پر موجود تھا۔ لیکن اس کا تعلق روز آرگنائزیشن سے ہو گا اس بات کا کوئی علم مجھے نہیں ہو سکا تھا۔ اچھا تھا ایک شخص اور سامنے آ گیا تھا۔ اب بھلا کام کا آغاز کرنے کے لئے اس سے بہتر شخصیت اور کسی کی ہو سکتی تھی۔ سب لوگ رخصت ہونے لگے۔ جمشید وارنا پھر ہمارے پاس پہنچ گیا تھا۔ اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

”معزز دوست بڑے اہتمام سے ایک دوسرے سے گفتگو کر رہے ہیں۔ خیر کوئی بات نہیں اب باہر چلا جائے۔ میرے خیال میں میری رہائش گاہ آپ کی مزید گفتگو کے لیے موزوں ہوگی۔“ باہر نکلنے کے بعد ماریانہ نے کہا۔

”آپ کی رہائش گاہ پر دوبارہ ایک نشست کی جائے گی مسٹر وارنا فی الحال میں دانش منصور کے ساتھ جا رہی ہوں۔ جمشید وارنا نے ایک بے مقصد سا قہقہہ لگایا اور شانے ہلا کر اداکاری کرتا ہوا بولا۔“

”مجھے بھلا دو معزز افراد کے درمیان مداخلت کرنے کا کیا حق پہنچتا ہے۔ ہاں میڈم

”میں سمجھی نہیں۔“ ماریانہ نے کہا۔
 ”آپ کو انتہائی ٹھوس بنیادوں پر اپنے بارے میں یہ ثبوت پیش کرنا ہوگا کہ آپ کا
 تعلق روز آرگنائزیشن سے ہے۔“

”اوہو کیا اتنا کافی نہیں ہے کہ حالات اور شواہد میری آمد کی اطلاع دیتے ہیں اس
 کے علاوہ میں نے تمہیں مسٹر لارڈ کہہ کر پکارا ہے اور یہ نام ظاہر ہے عام لوگوں کو نہیں
 معلوم۔“

”میں اس پر مکمل اعتبار نہیں کرتا۔“
 ”تو پھر میں مزید ثبوت پیش کئے دیتی ہوں۔“ اس نے قریب رکھا ہینڈ بیگ اٹھایا اور
 اس میں سے پستول اس کی جانب سیدھا کر لیا۔ ماریانہ نے ہینڈ بیگ میں ہاتھ ڈالا اور ایک کارڈ
 نکال لیا وہ مسکرا کر بولی.....

”نہایت مناسب و حقیقت یہ بھی آپ کے امتحان کا ایک حصہ تھا۔ خوبصورت
 عورت آپ پر کس طرح اثر انداز ہوتی ہے اس کا جائزہ لے لینا بھی ضروری تھا ویسے مجھے
 خوشی ہے کہ آپ ایک مکمل انسان ہیں اور میرے حسن کے جال میں گرفتار ہونے کی
 بجائے آپ نے میری شناخت کے لئے ٹھوس ثبوت طلب کئے براہ کرم یہ کارڈ۔“ اس
 نے کارڈ میری طرف بڑھا دیا اور میں نے وہ کارڈ اس کے ہاتھ سے لے لیا۔ آرگنائزیشن کا
 ایسا کارڈ تھا جسے ناقابل تردید کہا جاسکتا تھا۔ میں نے شکریہ کے ساتھ وہ کارڈ اسے واپس کر
 دیا اور مسکراتے ہوئے بولا۔

”آپ کا بے حد احسان مند ہوں مس ماریانہ حالانکہ یہ بات میں اچھی طرح جانتا
 ہوں کہ آپ کو یہاں آنے کے بعد مجھے کنٹرول کرنا ہے۔ لیکن جو گستاخی میں نے کی ہے
 آپ اسے میری مجبوری سمجھیں۔“
 ”مجبوری نہیں یہ آپ کی فٹنس ہے اور یقینی طور پر یہ بات رپورٹ میں لکھی
 جائے گی۔“

”بہت شکریہ اس کا مقصد ہے کہ میں نے صحیح قدم اٹھایا۔“
 ”بلاشبہ بس ایک چھوٹی سی غلطی کی ہے آپ نے۔“
 ”وہ کیا مس ماریانہ۔“

ماریانہ یہ بتائیے اس کے بعد آپ کو لینے کے لئے میں اپنی کار بھیجوں یا آپ خود آجائیں
 گی۔“
 ”بس یوں سمجھ لیجئے مسٹر وارنا کہ میں مناسب وقت پر خود ہی آپ کے پاس
 جاؤں گی آپ اپنے مشاغل جاری رکھیں۔“

ماریانہ نے یہ جملہ میرے ساتھ کار کی پچھلی نشست پر بیٹھتے ہوئی کہا میرے ڈرائیور
 نے مودبانہ انداز میں اپنی سیٹ منبھالی اور کار اشارت کر کے آگے بڑھا دی راستے میں
 ماریانہ نے صرف چند الفاظ کہے۔ مثلاً ”یہ کہ آپ کا شہر بے حد خوبصورت ہے اور یہاں
 کافی ترقیاتی کام ہوئے ہیں اور یہ کہ یہ شہر کسی بھی طرح یورپ کے کسی جدید شہر سے
 نہیں ہے۔ راستے بھر وہ عمارتوں اور شہر کی صفائی وغیرہ کی تعریف کرتی آئی تھی اور اس
 کے بعد ہم اپنی کوٹھی میں داخل ہو گئے تھے میں کسی قدر سنسنی کا شکار تھا ویسے تو حالات
 میرے کنٹرول میں تھے اور میں جانتا تھا کہ کوئی ایسی بات درمیان میں نہیں ہوگی جس سے
 مجھے مشکلات کا سامنا کرنا پڑے لیکن پھر بھی تھوڑی بہت سنسنی تو تھی ہی ماریانہ میرے
 ساتھ اندر آگئی اور پھر اس نے کہا۔

اس عمارت میں وہ ایسا کون سا کمرہ ہے جہاں ہماری گفتگو یقینی محفوظ رہے گی میں
 اسے ساتھ لئے ہوئے ایک اندرونی کمرے میں داخل ہو گیا اور میں نے اسے بیٹھنے کا
 پیشکش کرتے ہوئے کہا۔

”ہماری گفتگو ہر حالت میں محفوظ ہے مس ماریانہ۔ آپ براہ کرم یہاں بیٹھیں
 رکھئے۔ میں ابھی حاضر ہوتا ہوں۔“

”اوکے۔“ وہ ناقدانہ نظروں سے میرا جائزہ لیتے ہوئے بولی اور اپنے ساتھ
 ہوئے ہینڈ بیگ میں سے چھوٹا سا آئینہ اور لپ اسٹک نکال کر میک درست کرنے لگی
 دوسرے کمرے میں پہنچا لباس تبدیل کیا ایک پستول ساتھ لیا اور اس کے بعد ماریانہ کے
 پاس واپس پہنچ گیا وہ مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

”مس ماریانہ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ نے جو گفتگو کی ہے وہ بڑی اہمیت
 کی حامل ہے لیکن آپ کا کیا خیال ہے روز آرگنائزیشن کے دو اتنے اہم نمائندے بغیر
 خصوصی تعارف کے ایک دوسرے پر اعتبار کر سکتے ہیں۔“

”آپ کو چاہیے تھا مسٹر لارڈ کہ آپ مجھے اس ہینڈ بیگ میں دوبارہ ہاتھ نہ ڈال دیتے۔ ہینڈ بیگ کے اندر پستول ہو سکتا تھا اور میں اسے ڈائرکشن میں آپ کے سر لاسکتی تھی کہ اس کے اندر موجود پستول کی نال کا نشانہ آپ کا سینہ ہوتا میرے لئے بڑا نیکر و بارنا کون سا مشکل کام تھا لیکن اس کے نتائج کیا ہوتے آپ کو اندازہ ہے۔“

”نے حیران انداز میں آنکھیں پھاڑیں اور گردن ہلاتا ہوا بولا۔“

”آپ کا کہنا بالکل درست ہے اس غلطی کو میں تسلیم کرتا ہوں۔“

”تاہم یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جس پر آپ سے پوچھ گچھ کی جائے۔ اچھا اگر میری جانب سے مطمئن ہو گئے ہوں گے اب یہ پستول تو واپس رکھ لیجئے گا۔“

”لیکن آپ شخصیت اتنی شاندار ہوگی مجھے اس کا اندازہ نہیں تھا۔ مسٹر لارڈ۔ حالانکہ پچھلے دنوں میں بڑی تعریفیں آپ کی سنتی رہی ہوں۔“

”تعریفیں۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر بولا۔ ”لیکن ٹھہریے اور بتائیے آپ کیا پنا پسند کریں گی۔“

”اس وقت کچھ نہیں۔ تقریب میں جو کھاپی لیا ہے وہی مشکل ہو رہا ہے۔“

”کسی چیز کی ضرورت محسوس ہوئی تو بے تکلفی سے آپ سے کہہ دوں گی۔“

”ٹھیک ہے۔“ میں نے کہا۔

”آپ تعریفوں کی بات کر رہے تھے تو حقیقت یہ ہے مسٹر لارڈ کہ ان دنوں آپ آرگنائزیشن کے لئے اہم ترین موضوع بنے رہے ہیں۔“

”وہ کیوں۔“

”اس بات کی امید نہیں تھی کہ آپ اتنی خوبصورتی سے یہ صورت حال پیش لیں گے۔ بیرون ملک ایسے لوگوں کے ساتھ ڈیل کرنا زیادہ مشکل کام نہیں ہے جو گہرے شناسانہ ہوں لیکن اندرون ملک اپنے ساتھیوں کے درمیان آکر آپ نے ہر طرح ہر شخص کو کنٹرول کیا اور کہیں بھی اپنے آپ کو شبہ کا موقع نہیں دیا۔ یہ بات تعریف ہے اور آرگنائزیشن کا خیال ہے کہ آپ کی صورت میں انہیں ایک انتہائی اہم کارآمد کارکن مل گیا ہے۔ جس کا اسے خود بھی اعتبار نہیں تھا۔“

”آرگنائزیشن نے میرے تحفظ کے لئے کیا اقدامات کئے ہیں۔“

”کچھ افراد یہاں پر آپ کے ساتھ ساتھ ہی پہنچے تھے اور ان میں سے ہر شخص کی یہ ذمہ داری تھی کہ لمحہ لمحہ آپ پر نگاہ رکھے اور آپ کسی مشکل میں ہوں تو فوری طور پر آپ کی مدد کی جاسکے۔ لیکن تیس افراد کی مشترکہ رپورٹ ہے کہ ایک بھی ایسا موقع نہیں آیا کہ آپ کو ان کی مدد کی ضرورت پیش آئی ہو۔ بلکہ آپ نے نہایت اعتماد کے ساتھ بے شمار افراد سے ملاقات کی ہے۔ معاف کیجئے گا مسٹر لارڈ درحقیقت ان لوگوں نے آپ کی مائیکروفلمیں بھی بنائی ہیں اور ان مائیکروفلموں میں خصوصیت یہ ہے کہ جن لوگوں نے آپ سے ملاقات کی ہے ان سے آپ کی گفتگو بھی ریکارڈ کی گئی ہے۔ بعض جگہ آپ کے انداز میں ان لوگوں کے سامنے گفتگو کرتے ہوئے جھجک کا احساس ہوتا ہے۔ لیکن صرف اتنا جتنا ایک اجنبی دوسرے اجنبی سے مل کر جھجک ضرور محسوس کرتا ہے۔ البتہ یہ نہیں ہوا کہ آپ کے مد مقابل کو آپ پر ذرا بھر شک محسوس ہوا ہو اس دوران میں آپ کی تمام مصروفیات کی فلمیں دیکھ چکی ہوں۔“

میری آنکھوں میں حیرت کے آثار پھیل گئے یہ انتہائی سنسنی خیز انکشاف تھا۔ میں نے ایک لمحے میں اپنی مصروفیات پر نگاہ دوڑائی اور مجھے بہت سے انوکھے احساسات کا احساس ہوا۔ تاہم میں ابھی ان کی تصدیق نہیں کر سکتا تھا۔ دراصل سب سے زیادہ تشویش مجھے اس بات کی تھی کہ ناگی سے میری ہوسنے والی گفتگو کو تو نہیں ریکارڈ کر لیا گیا اگر ایسا ہوتا تو ظاہر ہے کچھ ایسے حالات سامنے آتے جن میں شبہ کی کیفیت پائی جاتی۔ اس کا مقصد ہے کہ کوٹھی کے اندر جو کچھ ہوا ہے وہ ان لوگوں کے پاس محفوظ نہیں ہے۔ کم از کم اس کا اندازہ میں خود بھی لگا سکتا تھا۔ میں نے اپنے چہرے پر سکون قائم رہنے دیا ماریانہ کہنے لگی۔

”اور سچی بات یہ ہے کہ آپ کی اسی ذہانت کی بنیاد پر آرگنائزیشن ایک بہت بڑے فائدے سے دو چار ہونے والی ہے۔ ابتدائی طور پر تو یہ طے کیا گیا تھا کہ ایشیائی مارکیٹ پر کنٹرول حاصل کرنے کے لیے آپ کا سہارا حاصل کیا جائے لیکن مسٹر لارڈ کیونکہ دانش منور ابھی تک ہمارے ہاتھ نہیں لگا اور دو شبہات پائے جاتے ہیں اس کے بارے میں۔“

”کیا“ میں نے سوال کیا۔

”اس کی تمام تفصیلات معلوم کر لی گئی ہیں لیکن اس کی اپنی موجودگی کا کہیں اندازہ

نہیں ہوسکا ایک جگہ ایسے شواہد ملتے ہیں جن سے یہ احساس ہوتا ہے کہ وہ ہلاک ہو گیا اور اگر ایسا ہوا ہے تو بہت اچھی بات ہے ہرچند کہ آرگنائزیشن نے اس پر بڑی محنت کی تھی اور بڑی امیدیں وابستہ کر رکھی تھیں اس سے لیکن اگر وہ ہلاک بھی ہو گیا تو ہمیں نقصان اس لیے نہیں ہوا کہ اس کی شکل میں مسٹر لارڈ جیسی شاندار شخصیت ہمیں حاصل ہو گئی ہے تاہم اس کے باوجود یہ کوششیں جاری رہیں گی کہ اگر اسے کہیں اس ملک میں واپس آتے ہوئے دیکھا جائے تو پھر چاہے کتنا بڑا جانی نقصان کیوں نہ کرنا پڑے اسے خیر کر دیا جائے گا۔ مثلاً اگر وہ کسی جہاز میں سفر کرتا ہوا پایا گیا اور ہمارے علم میں آگیا تو پھر اس طیارے کا ایک بھی مسافر زندہ نہیں بچ سکے گا۔

”میں نے جھرجھری سی لی اور خاموش نگاہوں سے ماریانہ کو دیکھنے لگا۔ وہ مسکراتی ہوئی بولی۔“

”اور اب میں بے شک جلد بازی کر رہی ہوں لیکن ہر کام کی ابتدا جس قدر جلد ہو جائے بہتر ہوتی ہے۔ چنانچہ میں آپ کو ان حالات سے آگاہ کرنا چاہتی ہوں جن کے تحت آرگنائزیشن نے آپ کو باعمل کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ کیا آپ ذہنی طور پر اس تفصیلی گفتگو کے لیے تیار ہیں۔“

”اگر آپ یہ بہتر سمجھتی ہیں مس ماریانہ کہ فوری طور پر یہ تفصیلی گفتگو شروع کر دی جائے تو مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔“ میں نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

”تو بس یوں سمجھ لیجئے کہ مقامی طور پر میں ان سارے معاملات کو کنٹرول کر رہی ہوں ذمہ دار قرار دی گئی ہوں لیکن اس سے یہ مقصد بالکل نہیں ہے کہ آپ کی اپنی حیثیت کو نمبر پر آجاتی ہے بلکہ یوں سمجھ لیجئے کہ میری اور آپ کی حیثیت یکساں ہے اور میں اور آپ مل کر ہی اس عظیم الشان پروجیکٹ کو کامیاب بنانے کی کوشش کریں گے۔ ہمارے ساتھ تیس کارکن ہیں جو صرف ہمارے احکامات کی تعمیل کریں گے۔ مجھے اس سلسلے میں آرگنائزیشن نے مکمل اختیارات دیئے ہیں۔“

روز آرگنائزیشن کو ایک بہت بڑا پروجیکٹ ملا ہے ہمیں امید نہیں تھی کہ یہ پروجیکٹ ہمارے حوالے کر دیا جائے گا۔ یوں سمجھ لیجئے کہ یہ پروجیکٹ دنیا کے تین بڑے ملکوں کی جانب سے آرگنائزیشن کو دیا گیا ہے اور اس میں آرگنائزیشن کو اربوں ڈالر کا

فائدہ حاصل ہو گا۔ غالباً آرگنائزیشن کی اس زندگی میں یہ پہلا پروجیکٹ ہے جس میں اسے صنعتی پیمانے پر کچھ نہیں کرنا پڑا بلکہ ان تین ممالک کے لیے اتنے بڑے معاوضے پر کام کرنے کا موقع ملا ہے۔ اچھا اب آپ یہ بتائیے سب سے پہلے مسٹر لارڈ کہ مقامی اخبارات کے ذریعے اس ملک کی پالیسیوں سے آپ واقف رہے ہیں یا نہیں۔

”میں اس کا کھلے دل سے اقرار کرتا ہوں کہ نہیں اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ مجھے اس کی ہدایت نہیں کی گئی تھی۔ البتہ جو چند بنیادی باتیں دانش منصور کی حیثیت سے میرے علم میں آسکتی تھی وہ آگئی ہیں۔“

”کوئی حرج نہیں ہے۔ ویسے بھی آپ کو کسی ایک جانب متوجہ نہیں کیا گیا تھا۔ بہر حال میں آپ کو تفصیل بتائے دیتی ہوں۔ موجودہ حکومت ایک آزاد پالیسی اختیار کیے ہوئے ہے اور اس نے بہت عرصے پہلے سے اس ملک پر مسلط کسی حکومت کا تسلط قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ اس نے اپنی معاشی صنعتی پالیسی بالکل الگ سے بنائی ہے اور انتہائی مشکلات کا سامنا کرتے ہوئے اس پالیسی کو جاری رکھے ہوئے ہے۔ ابتدا میں یہ خیال تھا کہ معاشی مشکلات کا شکار ہو کر اور مختلف مسائل میں گرفتار ہو کر یہ حکومت ہتھیار ڈال دے گی اور پرانی ہی پالیسی کو اپنانے کی کوشش کرے گی لیکن اب ان لوگوں کو یقین ہو گیا ہے کہ موجودہ حکومت مکمل طور پر ایک جامع پروگرام کے تحت اپنی پالیسی کی تشکیل کر رہی ہے اگر یہ پالیسی دس سے لے کر پندرہ سال تک قائم رہ گئی تو یوں سمجھ لیں کہ یہ ملک غیر ملکی تسلط سے پوری طرح آزاد ہو جائے گا اور یقینی طور پر اسے اپنے بیروں پر کھڑے ہونے کا موقع بھی مل جائے گا جبکہ ایشیا میں یہ چھوٹا سا ملک بڑی اہمیت کا حامل ہے اور اس کے ذریعے ہزاروں منصوبے روبہ عمل لائے جاسکتے ہیں۔ ان حالات میں بھلا وہ بڑی حکومتیں یہ کیسے قبول کر سکتی ہیں کہ موجودہ حکومت جاری رہ سکے لیکن کچھ اس طرح کہ حالات پیدا ہوئے ہیں کہ کوئی کوشش خصوصی طور پر کارگر نہیں ہو پارہی۔ تاہم تلاش جاری تھی کہ کوئی ایسا نکتہ ہاتھ آئے جس کے تحت وہ حکومتیں اپنے کام جاری رکھ سکیں۔ مسٹر لارڈ ہو سکتا ہے آپ کو آرگنائزیشن کی طرف سے دنیا کی صنعتی ترقی کی تفصیلات بتائی گئی ہوں اور آپ کو معلومات فراہم کی گئی ہوں لیکن میں اپنا فرض پورا کرتے ہوئے وہ گفتگو بھی کروں گی جو آپ کے لیے اس وقت بہت زیادہ دلکش نہیں ہوگی

آپ کو اس بات کا علم ہے کہ یہودی برادری کاروباری معاملات میں پوری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے۔ خصوصی امریکی یہودیوں نے پوری دنیا پر اپنی اجارہ داری قائم کر رکھی ہے اور تقریباً "آدھی دنیا کا صنعتی اور کاروباری کنٹرول ان کے ہاتھ میں ہے۔"

"ہاں میں یہ بات جانتا ہوں۔"

"تو پھر یہودی برادری یہ کیسے پسند کرے گی کہ ایک چھوٹی سی جگہ اس کے تسلط سے آزاد ہو بلکہ اس ملک کی آزاد پالیسیاں اس کے وقار کو ختم کر رہی ہو۔ یہاں بہت سے صنعتی منصوبے زیر تکمیل ہیں۔ مقامی حکومت نے بیرونی سرمایہ کاروں کو سرمایہ کاری کی دعوت دی لیکن بہت سی پابندیوں کے ساتھ ایسی پابندیاں جن کی بنا پر یہودی منصوبے بالکل فیل ہو جاتے ہیں ہم اسے مقامی حکومت کا بہت بڑا قدم کہہ سکتے ہیں بلاشبہ یہ جزائر مندانہ قدم کبھی تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ مسلم ممالک میں براہ راست نہ کسی طرح واسطوں سے یہودی برادری اپنا تسلط قائم کرنے میں خاصی حد تک کامیاب ہے اور مختلف ذرائع سے اس کے اپنے مقاصد حاصل ہو رہے ہیں۔ اوہربیت کسی ایک ملک کی نہیں ہیں۔ چند اور ممالک بھی یہودی تسلط سے آزادی میں مصروف ہیں۔ مثلاً "جاپان"، "تائیوان"، "کولمبیا"، "ہانگ کانگ"، "سنگاپور" وغیرہ۔ یہ بات اب راز میں نہیں رہی ہے کہ ان چھوٹے چھوٹے ممالک نے خصوصاً "تائیوان"، "کولمبیا" اور "سنگاپور" وغیرہ نے جاپان کی تقلید کرتے ہوئے اپنا بہت بڑا مقام حاصل کر لیا ہے اور صنعتی دنیا پر چھاتے جارہے ہیں۔ انہوں نے بہت سے ایسے یونٹ لگا رکھے ہیں جو اب دنیا میں مقبولیت حاصل کر رہے ہیں۔ جاپان نے تو صنعتی میدان میں صحیح معنوں میں دوسروں کو چت کر دیا ہے۔ چین بھی اپنی بساط بھر کو شیش کوڑا ہے اور بہت بڑے بڑے مفادات حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ یہودی برادری نے مختلف ذرائع سے ان ممالک میں سرمایہ کاری کر کے ان کی صنعتوں کو اپنے کنٹرول میں لینا چاہا تھا لیکن انہوں نے یہودی برادری کو اس کا بالکل موقع نہیں دیا بلکہ یوں لگتا ہے جیسے خصوصی طور پر یہودی سرمایہ کاروں سے محفوظ رکھنے کے لیے موثر اقدامات کیے گئے ہیں بھلا ہم کیسے کر سکتے ہیں کہ ہماری صنعتی اجارہ داری ختم ہو جائے۔ معیشت پر ہمارا کنٹرول نہ ہو۔ ہم نے اپنا ایک ملک بنالیا ہے اور اب اس ملک کے لیے ہم پوری دنیا کو تسخیر کرنا چاہتے ہیں یہی ہمارا ہزاروں سال پرانا منصوبہ ہے۔ ہم اس منصوبے کو بھلا ہیں

بشت کیسے ڈال سکتے ہیں۔"

"ایک منٹ" میں نے انگلی اٹھا کر مسکراتے ہوئے کہا۔ "میڈم ماریانہ ایک منٹ آپ نے ہم کا لفظ استعمال کر کے میرے ذہن میں ایک سوال پیدا کر دیا ہے کیا نسلا آپ بھی یہودی ہیں؟"

"ہاں..... روفس ماریانہ خالص یہودی ہے۔ میرا تعلق امریکہ سے ہے اور میرا گھرانہ ایک بڑا صنعتی گھرانہ ہے لیکن آرگنائزیشن کے لیے کام کرتے ہوئے میں اپنے مفادات کا بھی خیال کرتی ہوں۔ خصوصاً یہ منصوبہ تو یوں سمجھ لیجئے میرے لیے ایک عبارت کا درجہ رکھتا ہے۔"

"گڈ..... دیری گڈ..... بہر حال یہ سوال میرے ذہن میں آیا تھا اور میں نے آپ سے اس سلسلے میں پوچھ ڈالا۔"

"تو میں آپ کو بتا رہی تھی کہ کوریا، تائیوان، جاپان، چین، ہانگ کانگ وغیرہ یہودی سرمائے سے اپنا کاروبار قطعی طور پر جاری رکھنے کے لیے تیار نہیں ہیں اور اس کے بغیر انہوں نے جو کامیابی حاصل کی ہے خصوصاً یہودی برادری کے لیے وہ انتہائی تشویشناک ہے ہم یہاں پاکستان میں اس کا آغاز کرنا چاہتے ہیں۔ یہاں جو سرمایہ کاری کی دعوت دی گئی ہے وہ بے شک بہترین ہے لیکن اس سلسلے میں بھی خصوصی خیال رکھا جائے گا کہ یہودی برادری یہاں کاروبار میں کامیاب نہ ہو سکے۔ واسطہ خواہ کچھ بھی ہو لیکن یہ لوگ کسی بھی طور یہودیوں کو یہاں اپنے قدم نہیں جمانے دیں گے پھر بھلا ہم یہ کیسے پسند کر سکتے ہیں کہ ایسا ہو جائے۔ چنانچہ اس کے لیے ابتدائی مرحلہ یہ ہے کہ مقامی حکومت کو تبدیل کیا جائے۔"

میں نے ایک بار پھر ماریانہ کی صورت دیکھی۔ وہ خیالات میں ڈوبی ہوئی تھی اور اس کی نگاہیں دیوار پر جمی ہوئی تھیں۔ ہاتھ میں بال پوائنٹ پکڑا ہوا تھا اور وہ اسے بار بار کانڈ پر چلا رہی تھی۔ اس نے کہا۔

"اس کے لیے تین افراد کا انتخاب کیا گیا ہے جن کا تعلق اس ملک سے ہے کبھی کسی زمانے میں وہ اس ملک کی سیاست میں نمایاں کارنامے سرانجام دے چکے ہیں لیکن بعد میں انہیں ملک سے فرار ہونا پڑا تھا۔ وہ دنیا کے مختلف ممالک میں موجود ہیں لیکن

آرگنائزیشن کو ہدایت کی گئی ہے کہ ان سے رابطے قائم کرے اور آرگنائزیشن نے اس کام میں نمایاں کامیابی حاصل کی ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم اپنے کام کا آغاز کس طرح کریں چنانچہ اس کے لیے جو منصوبہ ہے وہ میں آپ کے سامنے پیش کرتی ہوں مسٹر دانش منصور۔ منصوبہ یہ ہے کہ مقامی حکام نے صرف تین افراد کا انتخاب کیا ہے ہمیں یہ تین افراد ہٹ کرنے ہیں۔ ان تین افراد کے ہٹ ہونے کے بعد خود بخود ایک ایسا بحران پیدا ہو جائے گا جس کی بنا پر مقامی حکومت کا وجود تقریباً ناممکن ہو جائے گا۔ اس دوران وہ تین افراد مختلف ممالک سے چل پڑیں گے اور یہاں پہنچ جائیں گے اس کے لیے جو انتظامات کیے جائیں گے وہ آپ کے لیے نہیں ہیں بلکہ اس کی ذمہ داری دو سرکار کے سپرد ہے چونکہ وہ شعبہ بالکل ہی مختلف ہے۔ ہمارے پاس جو یہ تین افراد ہیں یہ انتہائی تربیت یافتہ افراد ہیں اور یہ ذمہ داری انہی کی ہے کہ مقامی حکومت کے ان تین افراد کو ہٹ کریں جن کے ہٹ ہونے کے بعد وہ تین افراد منظر عام پر لائے جائیں گے جو اس ملک سے باہر تھے لیکن اب یہاں پہنچ چکے ہوں گے اس کے بعد ہم پوری پوری امید کرتے ہیں کہ حکومت تبدیل ہو جائے گی الیکشن ہوں گے اور وہ تینوں افراد انتہائی شاندار پیمانے پر منتخب ہو جائیں گے۔ بے شک یہ ایک طویل کام ہے لیکن ہمیں اس کا آغاز تو بہر حال کرنا ہے۔ جب نئی حکومت آجائے گی اور اس کے کلیدی عہدے ان لوگوں کے پاس ہوں گے جو ہمارے اپنے آدمی ہوں گے تو پھر ہمیں اس ایریا پر صنعتی کنٹرول کرنا مشکل نہیں ہوگا جس کا منصوبہ ذہن میں بنالیا گیا ہے۔ یہ آزاد علاقہ ہوگا اور یہاں لانڈلڈ صنعتی یونٹ لگائے جائیں گے۔ اس کے بارے میں بہت عرصے پہلے سے کارروائیاں ہو رہی ہیں لیکن حکومت تبدیل ہو جانے کی وجہ سے یہ کارروائیاں بند کی گئی ہیں۔ ہم نے اس سلسلے میں جو پروگرام ترتیب دیا ہے وہ بھی انتہائی شاندار ہے۔ مثلاً یہ کہ آزاد علاقے میں یہ صنعتی یونٹ لگائیے جائیں گے۔ ادھر دنیا بھر میں جاپان (کوریان) تائیوان اور چین وغیرہ کے مال کی خریداری ہوگی اور یہودی سرمایہ کار زبردست سرمایہ کاری کر کے یہ مال خرید لیں گے اور اس کے بعد یہ مال یہاں منتقل کر دیا جائے گا۔ اس آزاد علاقے میں پوری طرح ہمارا کنٹرول ہوگا اور یہی ظاہر کیا جائے گا کہ بھاری مشینری کے ذریعے یہ تمام چیزیں یہاں تیار ہو رہی ہیں لیکن حقیقت یہ ہوگی کہ دنیا بھر کے ان

ممالک کا تیار کیا ہوا مال یہاں صرف تبدیل کیا جائے گا اور ایک مقامی حیثیت سے یہ مال دنیا کی منڈیوں میں پھیل جائے گا خصوصاً ایشیائی منڈیوں میں۔ یہ ابتدائی کام ہوگا اور اس کے بعد یہاں ہماری تربیت جاری رہے گی۔ آپ کو شاید اس بات کا علم ہوگا کہ یہاں لیبر نہایت سستی مل جاتی ہے یہاں کے انجینئرز ہیں۔ بہت مختصر وقت میں وہ یہاں صنعتی یونٹوں پر اپنا مال تیار کرنے لگیں گے۔ ادھر چین، کوریا، تائیوان، جاپان وغیرہ کا مال دنیا کے مختلف ممالک سے پیچھے چلا جائے گا۔ چونکہ ہم اس کی خریداری کر چکے ہوں گے چنانچہ وہاں اس مال کی کمی پیدا ہو جائے گی اور اس وقت ہم انتہائی اعلیٰ پیمانے پر مقامی مال کو آگے بڑھا کر یہ اجارہ داری قائم کر سکتے ہیں۔ یوں وہ ناکامی جو کہ ان ممالک میں سرمایہ کاری کے سلسلے میں ہماری برادری کو ہوئی ہے ختم ہو جائے گی اور ہمارے مقاصد پورے ہو جائیں گے۔ بے شک یہ ایک طویل کام ہوگا لیکن اس وقت آرگنائزیشن کے پاس اس سے بڑا اور کوئی کام نہیں ہے اور آپ کو فکر کرنا چاہیے مسٹر لارڈ کہ اس سلسلے میں آپ کا انتخاب کیا گیا ہے یعنی اتنے بڑے کام کو سرانجام دینے والے اس ملک میں آپ ہوں گے۔

میرا بدن آہستہ آہستہ کانپ رہا تھا۔ غصے کی شدت سے میرا خون کھول رہا تھا۔ آہ..... آہ..... یہ سب کچھ کیا ہے۔ یہ سب کچھ کیا ہے۔ میرا پاکستان میرا جگمگاتا ہوا پاکستان کیسی کیسی خوشیوں کا شکار ہے۔ ہمارے اطراف میں کیسے کیسے خوشخوار اژدھے منہ کھولے کھڑے ہمیں بھوکی نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں۔ ہم اپنی اس دنیا کو گل زار ہستی بنا دینا چاہتے ہیں لیکن یہ بات دنیا کے تقریباً تمام ہی ممالک جانتے ہیں کہ ہم کس کیفیت اور کس شخصیت کے افراد ہیں۔ ہم وہ کر سکتے ہیں جو دنیا کے تصور میں بھی نہ آئے اور یہ جان کر وہ لوگ ہمیں تباہ و برباد کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ کاش ہم میں سے ہر فرد یہ بات سوچ لے کہ پاکستان کو قائم رکھنا ہے۔ اس کے لیے ان اژدھوں سے لڑنا ہے جو ہم میں سے نہیں ہیں۔ ہمارے اطراف ان اژدھوں کے غول کے غول منہ کھولے کھڑے ہوئے ہیں اور ہم ان سے بے پروا اپنے مسائل کا شکار ہیں۔ کاش کاش اس سرزمین کو بچانے کے لیے ہر فرد اپنے طور پر ایک گھنٹہ صرف کر دے۔ صرف ایک گھنٹہ اپنی زندگی میں یہ سوچنے پر گزار دے کہ خدا نخواستہ اگر ہمارے اس ملک کو کچھ ہو گیا تو ہمارا کیا بنے گا۔ ہم

کہاں رہیں گے۔ ہم کون کہلائیں گے۔ ہماری شناخت کیا ہوگی۔ کاش صرف ایک صرف ایک گھنٹہ یہ سوچنے میں صرف کر دیا جائے۔ یہ منصوبہ میرے علم میں آیا تھا اور میرے لیے ایک فرض بن گیا تھا اگر مجھے لاکھوں بار زندگی ملے اور مجھے اس منصوبے کو ختم کرنے کے لیے مرنا پڑے تو خدا کی قسم میں لاکھوں بار مرنے کے لیے تیار تھا لیکن اپنے جذبات کو دبا کر مجھے پوری باتیں سننا تھیں۔ ایک یہودی عورت میرے سامنے موجود تھی میرا روالہ روالہ اس کے وجود سے نفرت کا شکار تھا لیکن مکاری کو مکاری سے ختم کیا جاسکتا ہے اور مجھے اس وقت اپنے آپ پر قابو پا کر اس مکار عورت کا سامنا مکاری سے کرنا تھا۔ میں اس کے منصوبے پر غور کرتا رہا۔ اس کی باتیں سنتا رہا۔ ایسی ایسی باتیں کر رہی تھی وہ جو میرے تصور میں بھی نہیں آسکتی تھی۔ بلاشبہ یہودی برادری کب یہ چاہے گی کہ مسلمان ممالک سر اٹھا کر چینے کے قابل ہو سکیں۔ یہ سرمایہ دار دنیا چاروں طرف سے ہمارے ملک پر دباؤ ڈال رہی ہے اور ہمیں اگر پوری قوت سے اس کا مقابلہ کرنے کی اہلیت نہ حاصل ہوئی تو..... تو خدا جانے ہمارا مستقبل کیا ہوگا۔ ماریانہ کو میرے احساسات کا اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔ وہ اپنا پورا پروگرام مجھے بتا رہی تھی اس نے کہا۔

”چنانچہ اس سلسلے میں آپ کو فوری طور پر کام شروع کر دینا ہے۔ یہ بات ہم سب کے علم میں ہے اور آپ کو بھی اس دوران اندازہ ہو گیا ہو گا کہ یہاں آپ کی ایک سوشل حیثیت ہے اور دانش منصور کو ہر قسم کی سیاسی اور سرکاری تقاریب میں مدعو کیا جاتا ہے۔ مسٹر لارڈ دانش منصور بہت کم ان تقاریب میں دلچسپی لیتا تھا لیکن آپ دانش منصور کی حیثیت سے اب اپنا رویہ تبدیل کریں گے۔ بات بہت زیادہ طویل نہیں ہے لیکن پھر بھی اتنا وقت ضرور دیا جا رہا ہے آپ کو کہ آپ اپنی ایک سوشل حیثیت تسلیم کرانے میں کامیاب ہو جائیں اور اس کے لیے آپ کو تمام تقاریب میں شرکت کرنا ہوگی۔ مطلب ہے کہ آپ کو اس طرح ان لوگوں کے قریب پہنچنے کا موقع ملے گا۔ میں یہ نہیں کہتی کہ آپ ان اہم سیاسی اور حکومتی شخصیتوں کے بالکل قریب پہنچ جائیں لیکن کم از کم ان سے متعلق ارکان آپ کے قریب ضرور آسکتے ہیں اور ہمیں انہی سے الگ مستقل پروگرام چاہیے۔ ویسے اشارتا میں آپ سے ایک بات ضرور کہوں گی وہ یہ کہ ایک بہت بڑی سیاسی شخصیت کے ہاں اس کی بیٹی کی شادی کی تقریب ہے اور یہ بات میرے علم میں

مسٹر جمشید دارنا کے ذریعے آئی ہے کہ یہ تینوں ہی اہم شخصیتیں اس تقریب میں شرکت کریں گی کیونکہ جس بڑی شخصیت کی بیٹی کی شادی ہے وہ ان تینوں سے گہری دوستی رکھتی ہے۔ اگر ایسا ہو جائے تو وہ دن ہمارے کام کا بہترین دن ہو گا مگر یہ سب تقدیر کی بات ہے ممکن ہے ایسا نہ ہو ہمیں دونوں پہلوؤں نظر رکھنے ہیں تاہم یہ ایک یقینی امر ہے کہ ان میں سے دو یا ایک یا پھر تینوں اس تقریب میں شرکت ضرور کریں گے اور وہاں اپنے پہلے کام کی تکمیل کر لینی ہے جو کچھ بھی ہاتھ آجائے سمجھ رہے ہیں نا آپ میری بات!“ میں زبردستی مسکرایا اور میں نے کہا۔

”اچھی طرح سمجھ رہا ہوں مس ماریانہ۔“

”تو پھر آپ آج سے اپنے معمولات کا جائزہ لیجئے اور اپنا نیا پروگرام اسی انداز میں ترتیب دیجئے۔“

”بہتر ہے..... میں یہ بات پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ میں ایسی اعلیٰ صلاحیتوں کا مالک نہیں ہوں بلکہ اس سلسلے میں ہر لمحہ میں آپ کی طرف سے ملنے والی ہدایات کا منتظر رہوں گا۔“

”میں آپ کے ساتھ ہوں کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ آپ مجھے یہاں اپنے ساتھ ٹھہرنے کی دعوت نہیں دیں گے۔“ ماریانہ نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں ہنس پڑا۔

”اس کا کوئی جواز نہیں ہے مس ماریانہ۔“

”کیا مطلب۔“

”میرا مطلب ہے کہ میری دعوت بے معنی ہے میں تو ایک طرح سے آپ کے نمائندے کی حیثیت سے یہاں مقیم ہوں۔“

”اوہ..... نہیں نہیں۔ آپ نے بہر حال اپنی شخصیت کا لوہا منوالیا ہے اگر آپ کی جگہ کوئی اور ہوتا تو اتنی آسانی سے اس نئی شخصیت میں اپنے آپ کو اس طرح نہ ڈھال لیتا جس طرح آپ نے ڈھالا ہے۔ ہم سب آپ کا جائزہ لیتے رہے ہیں اور کہیں بھی یہ احساس نہیں ہے کہ آپ نے کسی کو شبہ کا موقع دیا ہو۔“

”اس میں بھی میرے سرپرستوں کا ہاتھ ہے۔ انہوں نے مجھے جو تربیت دی اس میں کہیں بھی مجھے تشنہ نہیں چھوڑا گیا۔“

”اچھا چلتے۔ ٹھیک ہے۔ ویسے یہ بتائیے کہ مقامی ماحول میں آپ کو گزر کرنے میں کوئی دقت تو نہیں ہو رہی ہے!“

”بالکل نہیں۔“

”ٹھیک..... اچھا اب یہ بتائیے کہ آپ کے اپنے ذہن میں اس ساری تفصیل کو سننے کے بعد کچھ سوالات ابھرتے ہیں۔“

”پھر وہی بات کہوں گا کہ جو منصوبہ بنایا گیا ہے وہ میری ذہنی پہنچ سے بہت بلند ہے۔ میں درحقیقت اس منصوبے کی روح پر غور کر کے کانپ اٹھا ہوں اور یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا ہوں کہ کیا واقعی اتنا بڑا کام میں سرانجام دے سکتا ہوں۔“

”آپ یقیناً یہ کام سرانجام دے سکتے ہیں یہ بات میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہی بلکہ اتنا جانتی ہوں کہ آرگنائزیشن کبھی کسی غلط آدمی کا انتخاب نہیں کرتی اگر اس لیے آپ پر بھروسہ کیا گیا ہے تو پورے یقین کے ساتھ کیا گیا ہے اور میں اتنا ضرور جانتی ہوں کہ آرگنائزیشن کے کرنا دھرتا کچے کام کبھی نہیں کرتے۔“

”تجربہ ہے مجھے خود اپنی حیثیت کا اس قدر اندازہ نہیں ہے جتنا آرگنائزیشن لگالیا۔“ ماریانہ ہنسنے لگی پھر بولی۔

”ویسے آپ کی شخصیت میں دلکشی تو ہے اور خصوصاً اس میک اپ میں تو آپ..... میرا مطلب ہے کہ میں میں بار بار آپ کو دیکھنے پر مجبور ہو جاتی ہوں۔“

ماریانہ کے انداز میں ایک تبدیلی رونما ہوئی اور میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ میڈم خان نے مجھے جن راستوں کی طرف راغب کیا تھا اپنی اصل حیثیت میں آکر میں ان راستوں سے پھر پیچھے ہٹ گیا تھا لیکن ماریانہ میرے مقاصد کے لیے بہت ضروری تھی اس لیے میں اسے کسی طور پر مایوس نہیں کر سکتا تھا۔ پھر میں نے ماریانہ سے ایک سوال کیا۔

”جن تین افراد کے بارے میں آپ نے مجھے بتایا ہے مس ماریانہ ان کا قیام کہاں ہے۔“

”گرین باؤس نامی ایک عمارت ہے یہ عمارت جمشید وارنا کی ملکیت ہے اور پہلے ہی میرا مطلب ہے آپ کے آنے کے ساتھ ساتھ اس عمارت کے لیے جمشید وارنا سے بات

کر لی گئی تھی اور وارنا نے بخوشی یہ عمارت ہمارے سپرد کر دی۔“

”گڈ..... اس کا مطلب ہے کہ یہ کام اس انداز میں مکمل ہو گیا وہ لوگ میرے اطراف بھی پھیلے رہتے ہوں گے۔“

”ہاں کیوں نہیں۔“ ماریانہ نے جواب دیا۔

بہر حال اس کے بعد کوئی اور گفتگو باقی نہیں رہ گئی تھی۔ ماریانہ نے اس بات کا اظہار کیا تھا میرے ساتھ ہی قیام کرے گی۔ میں اس سوچ میں گم تھا کہ اس نے مجھ سے سوال کر ڈالا۔

”اچھا اب آپ یہ بتائیے کہ میرے یہاں قیام کرنے سے آپ کو تو کوئی دقت نہیں ہوگی۔“

”کیوں!“ میں نے حیرانی سے اس سے پوچھتے ہوئے کہا۔

”نہیں، نہیں۔ بس انسان کی اپنی فطرت ہوتی ہے۔ بعض چیزوں میں آپ کی رائے لینا بھی تو بے حد ضروری ہے۔“

”آپ کے یہاں قیام سے مجھے خوشی ہوگی مس ماریانہ.....“

”تو پھر یہاں موجود افراد کا مجھ سے تعارف کرایئے۔“ ماریانہ نے کہا اور میں وہاں

موجود لوگوں کے بارے میں اسے تفصیلات بتانے لگا۔ ماریانہ نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”ایک شخصیت بھی ایسی نہیں ہے جو ہمارے لئے باعث پریشانی ہو۔“

”بالکل نہیں۔“ میں نے جواب دیا۔ ماریانہ کے ساتھ خاصہ وقت گزرا۔ مجھے اندازہ بھی نہیں تھا کہ وہ اس طرح مجھ پر مسلط ہو جائے گی۔ کچھ کام کرنے کا موقع بھی نہیں ملا تھا۔ رشید خان یا سعید خان کو ہدایت بھی نہیں دے سکا تھا۔ لیکن ایک بات پر ہمیشہ فخر کرتا تھا میں کہ یہ لوگ اتنے ذہین تھے کہ ساری صورتحال کو سمجھ لیا کرتے تھے اور اس وقت بھی انہوں نے مجھے کسی پریشانی میں مبتلا نہ ہونے دیا۔ ایک بھی میری جانب نہیں پھٹکا تھا۔ بلکہ یوں لگتا تھا جیسے وہ پوری طرح محتاط ہوں۔ البتہ یہ اندازہ لگانا بھی میرے لئے ضروری تھا کہ ماریانہ کے کہنے کے مطابق آرگنائزیشن کے جو نمائندے میری نگرانی کرتے رہے تھے کیا اب بھی وہ میرے آس پاس موجود ہیں۔ لیکن اس کے لئے انتظار ضروری تھا۔ ماریانہ سے سوال کرنے کا مطلب اسے مشکوک کرنا تھا وقت گزرنا گیا۔

اور باتھ روم میں ایک ننھا سا دروازہ نمودار ہو گیا۔ جس میں سے صرف ایک آدمی اندر گزر سکتا تھا میرے دوسری طرف پہنچنے کے بعد وہ دروازہ خود بخود بند ہو گیا۔ میں راہداری میں پہنچا۔ وہاں سے اس جگہ پہنچ گیا جہاں سے مجھے کوٹھی نمبر چار سو گیارہ تک پہنچنے کا راستہ مل سکتا تھا۔ میں تھوڑا سا آگے بڑھا تھا کہ مجھے سعید خان نظر آیا جو اسی سمت آ رہا تھا۔ سعید خان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

”ارے تم۔“ میں نے اسے حیرت سے دیکھتے ہوئے کہا کیونکہ اس وقت اس کے چہرے پر میرا ہی میک اپ تھا۔ مکمل اور جامع میک اپ۔

”لیس سر۔“

”مگر تم میرا مطلب ہے اس وقت یہاں۔“

”میں آپ کے پاس آ رہا تھا۔ سر چونکہ مجھے آپ کے وہاں سے چل پڑنے کا علم ہو گیا تھا۔“ میں نے ایک گہری سانس لی۔

”سنو میں مختصر الفاظ میں تمہیں اس کے بارے میں بتائے دیتا ہوں تم میری جگہ لے لو۔“ میں نے کہا اور ماریانہ کے بارے میں مختصر ترین الفاظ میں تمام تفصیلات اسے سمجھانے کے بعد میں کوٹھی نمبر چار سو گیارہ پہنچ گیا اب میں یہاں ہر کام کے لئے آزاد تھا۔ مجھے دوسرے لوگوں نے بتایا کہ کس طرح میرا اپنا رابطہ قائم ہے۔ چنانچہ اس طرف بھی ذرا ذہن رکھنا تھا۔ اپنے طور پر میں جو کچھ سوچ رہا تھا اس پر فوراً عمل کرنے کا خواہشمند تھا اس سلسلے میں زیادہ سوچ بچار بے معنی تھی حالانکہ ماریانہ نے مجھے بتایا ہوا تھا کہ جو کام یا جو منصوبہ وہ آرگنائزیشن کی طرف سے لے کر آئی ہے وہ طویل المیعاد ہے اور اس میں مجھے خاصی محنت کرنے کے بعد اپنا عمل کرنا ہے۔ لیکن میں پاک سرزمین پر کسی بھی ناپاک سازش کو ایک لمحے کے لئے بھی برداشت کرنا پسند نہیں کرتا تھا۔ چنانچہ اب اس سلسلے میں زیادہ غور کرنا بے معنی تھا جو کچھ مجھے کرنا تھا وہ فوری طور پر کرنا تھا۔ میں نے تیاریاں کیں اور اس کے بعد کرک ولسن سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرنے لگا جو ڈان سینٹر کا نمائندہ تھا اور جس کے بارے میں مجھے تفصیلات بتادی گئی تھیں اور جس سے آج تک میرا کوئی رابطہ قائم نہیں ہوا تھا۔ بس اب دل میں یہ خیال تھا کہ اپنی جگہ مل جائے تاکہ میں اپنے منصوبے کو مستعدی سے سرانجام دے سکوں۔ رات چونکہ کافی گزر چکی تھی اور

رات گئے تک ماریانہ سے گفتگو ہوتی رہی بحیثیت لارڈ میں اس سے انحراف نہیں کر سکتا تھا چنانچہ اس کے ہر جذبہ کی پذیرائی کرتا رہا۔ تاکہ اسے مجھ پر کسی قسم کا شک نہ ہو۔ اس دوران جمشید وارنا کے بارے میں مختلف خیالات ذہن میں آئے تھے اور میں نے جذبوں کے بے لگام طوفان کے درمیان ماریانہ سے پوچھ گچھ کرنے کا فیصلہ کیا۔

”یہ جمشید وارنا آرگنائزیشن کا نمائندہ کب سے ہے؟“

”بہت عرصے سے۔“ وہ بے ترتیب سانسوں کے درمیان بولی۔ ”یہ ہمارے لئے سرمایہ کاری کرتا ہے۔ ویسے تمہیں حیرت ہوگی لارڈ کہ جمشید وارنا کے اربوں ڈالر سوئٹزر لینڈ میں محفوظ ہیں۔ اس نے اپنی دولت کا جو حصہ یہاں سامنے رکھا ہے وہ یوں سمجھ لیں کہ صرف آٹھ فیصد ہے۔ باقی بانوے فیصد سرمایہ اس کا سوئٹزر لینڈ اور دنیا کے چند دوسرے ممالک کے بینکوں میں محفوظ ہے۔ وہ اس قابل ہے کہ دنیا میں کسی بھی جگہ سرمایہ کاری کر سکتا ہے لیکن اب صورت حال بالکل مختلف ہے ہو سکتا ہے وہ ہمارے اس منصوبے میں اپنا محفوظ سرمایہ بھی شامل کر دے۔ کیونکہ ابتدا میں ہمیں خاصے نقصانات اٹھانا پڑیں گے۔ لیکن ان کی پروڈکشن کا بحران پیدا کرنے کے بعد ہم اپنا مال مارکیٹ میں لائیں گے اس میں دنیا کے مختلف حصوں میں ہم نے یہ طے کیا ہوا ہے کہ کہاں اس کی قیمت کیا رکھی جائے گی۔ اس طرح تھوڑا سا توازن بھی قائم رکھنا ہے۔

وارنا کے بارے میں یہ اطلاع میرے لئے خاصی دلچسپ تھی کیونکہ یہ شخص بھی میری فرست میں تھا۔ اس کے بعد باقی ذمہ داری جو تھی وہ ماریانہ کو یہاں خوش آمدید کہنے کی تھی اور مسز خان کا تربیت یافتہ ہونے کی وجہ سے مجھے اس میں بھی دقت نہیں آتی چنانچہ میں رات گئے ماریانہ سے اچھی خاصی معلومات حاصل کر کے بظاہر گہری نیند سو گیا۔ لیکن میں نے صرف سونے کی ادکاری کی تھی۔ کافی وقت گزارا اور جب چاند اُڑا ہو گیا کہ ماریانہ کی نیند پختہ ہو چکی ہے تو میں خاموشی سے اپنے بستر سے نیچے اتر اُڑا ہوا باٹھ روم کی جانب چل پڑا باتھ روم کے دروازے سے اندر داخل ہو کر میں نے دروازہ اندر سے لاک کیا۔ لائٹ جلائی اور شاور ہلکا سا کھول دیا تاکہ پانی گرنے کی آواز سنائی دے رہے۔ اور اس کے بعد میں باتھ روم کے اس مخصوص حصے کی جانب بڑھ گیا جو میرے لئے کارآمد بنا دیا گیا تھا۔ میں نے باتھ روم کی فٹنگ کو ایک مخصوص انداز میں

یہ امکان نہیں تھا کہ ولسن سے فوراً ہی رابطہ قائم ہو جائے گا۔ بظاہر ہے اس وقت کوئی ٹیلیفون ریسیو کرنے کے لئے مستعد نہیں ہوتا لیکن دوسری طرف سے فوراً ہی فون ریسیو کیا گیا تھا اور دلچسپ بات یہ تھی کہ دوسری طرف ولسن ہی بول رہا تھا۔

”میرا نام دانش منصور ہے۔“ میں نے کہا۔

”مسٹر دانش میں کرک ولسن بول رہا ہوں آپ کے ٹیلیفون کا منتظر تھا۔“

”کیوں۔“ میں نے سرد لہجے میں پوچھا۔ یہ بات مجھے کچھ عجیب سی لگی تھی۔

کی ہلکی سی ہنسی سنائی دی پھر اس نے کہا۔

”اس لئے مسٹر دانش کہ میڈم ماریانہ آج ہی آپ کے پاس پہنچی ہیں اور یہ بات میرے علم میں ہے کہ وہ آپ کے ہاں قیام پذیر ہیں۔“ ولسن نے کہا اور میں دنگ رہ گیا۔

اس قدر شاندار معلومات، یقینی طور پر ڈان سینٹر کے نمائندے بہت مستعد ہیں۔ میں نے بے اختیار ولسن کو اس سلسلے میں داد دی تھی۔ میں نے کہا۔

”مسٹر ولسن آپ کی اس مستعدی سے مجھے بے حد خوشی ہوئی ہے اس کا مقصد ہے کہ آپ کو ساری تفصیلات معلوم ہیں۔“

”سر میں کوئی ڈرامائی سچویشن پیدا کرنا نہیں چاہتا۔ لیکن آپ اپنی مصروفیت کے بارے میں جو کچھ بھی مجھ سے پوچھنا چاہیں پوچھ سکتے ہیں۔“ ولسن نے جواب دیا۔ اور میں ایک لمحے کے لیے سنسنی کا شکار ہو گیا۔ بہت بڑا دعویٰ تھا یہ تو اس کا مقصد ہے کہ دونوں گروہوں نے بڑے خوفناک انداز میں اپنا کام شروع کیا ہے۔ اور میں دونوں کی نگاہوں کا مرکز ہوں چند لمحات خاموش رہنے کے بعد ولسن نے کہا۔

”اور میرے ان الفاظ کے ساتھ کہ میں آپ کے ٹیلیفون کا منتظر تھا آپ کو بے اندازہ ضرور ہو گیا ہو گا کہ میں یہ انتظار آدھی رات کو کیوں کر رہا تھا۔“

”حیران کن بات یہ ہے ولسن کہ ڈان سینٹر کی جانب سے مجھے اس قدر ذمہ داریاں سونپے جانے کے باوجود ان لوگوں کے بارے میں کوئی تفصیلات نہیں بتائی گئی کہ وہ میرے معاون ہوں گے۔“

”آپ یہ سمجھ لیجئے کہ یہ نہایت دانشمندانہ قدم ہے۔ اگر ہم ابتدائی مرحلے پر ہی آپ کے سامنے پہنچ جاتے تو پہلی بات تو یہ کہ آپ بالکل اجنبی انداز میں اپنا کام نہ

کر سکتے۔ دوسری بات یہ کہ جس طرح ہم ماریانہ کے بارے میں معلومات حاصل کر چکے ہیں اسی طرح آرگنائزیشن کے لوگ بھی ہمارے بارے میں معلومات حاصل کر سکتے تھے۔ آپ کو آزادی سے کام کرتے دیکھتے رہے ہیں ہم۔۔۔۔۔ اور میں پوری طرح ڈان سینٹر کو یہ اطلاعات سمجھاتا رہا ہوں کہ مسٹر دانش نے اپنی ذمہ داریاں شاندار طریقے سے نبھال لی ہیں۔ اور بڑے اعتماد کے ساتھ کام جاری رکھا ہوا ہے۔“

”اچھا خیر ٹھیک ہے۔ ہنگامی بنیاد پر آپ پر پورا پورا اعتماد کرنا پڑتا ہے۔ ولسن لیکن بہر حال تھوڑا بہت تعارف باقی رہ گیا ہے۔ ڈان سینٹر کی جانب سے آپ کو کیا اختیارات دیے گئے ہیں؟“

”یوں سمجھ لیجئے کہ آپ کے خادم کی حیثیت سے مجھے ہر طرح کے اختیارات حاصل ہیں۔ آپ کی طرف سے ہونے والی کسی بھی فوری کارروائی کے لیے میں اپنے آدمیوں کے ساتھ مستعد ہوں۔ باقی جہاں تک رہا معاملہ آپ کے مشکوک ہونے کا تو آپ یوں سمجھ لیں کہ آپ نے اسی جگہ فون کیا ہے اور میری ملاقات آپ سے بالکل صحیح وقت پر ہوئی ہے۔ اس طرح آپ کو ہم پر اعتماد آجانا چاہیے۔“

”نہیں نہیں میرا مقصد یہ نہیں تھا کہ مجھے تم پر اعتماد نہیں ہے بس ڈان سینٹر کے تحفظ کے لیے میں یہ چاہتا ہوں کہ کہیں کسی غلط آدمی سے میری بات نہ ہو جائے۔“

”ایسی کوئی بات نہیں ہے آپ بالکل مطمئن رہیں۔ اچھا اب کیا ہیں آپ سے یہ پوچھنے میں حق بجانب ہوں کہ ماریانہ کس سلسلے میں آپ تک پہنچی ہیں؟“ ولسن نے کہا۔

”دراصل ولسن ایسی خوفناک اور سنگین صورتحال میرے علم میں آئی ہے کہ میں بدحواس ہو گیا ہوں ماریانہ نے جو منصوبہ پیش کیا ہے وہ اس قدر دہشت ناک ہے کہ میں سن کر بھی وحشت زدہ ہو گیا ہوں۔“

”براہ کرم تفصیل بتادیں۔“ ولسن نے کہا اور میں آرگنائزیشن کے پورے منصوبے کی تفصیلات سناتا رہا۔ بات چونکہ خاصی طویل تھی اور ولسن انتہائی سنجیدگی سے یہ تمام باتیں سن رہا تھا اس لیے میرے بولنے کے علاوہ اور کوئی آواز باقی نہیں رہ گئی تھی۔ میں

آرگنائزیشن کے منصوبے کی ایک ایک تفصیل ولسن کو بتاتا رہا اور وہ سخت رہا جب مکمل تفصیل بتادی میں نے تو اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

”ہیلو کرک۔“

”میں سرس رہا ہوں۔ اور سچی بات یہ ہے کہ بہت پریشان ہو گیا ہوں۔“

”کیوں ولسن۔“

”اس لیے کہ اس قدر اختیارات تو مجھے بھی نہیں دیے گئے۔ روز آرگنائزیشن کے جتنے ایسے پروگرام ہیں جن کا تعلق براہ راست معیشت سے ہے اور ہمیں اس میں مداخلت کرنی ہے وہ تو سب کچھ میرے علم میں ہے اور مجھے اس کے لیے اختیارات دیے گئے ہیں لیکن یہ منصوبہ اتنا ہولناک ہے کہ درحقیقت میں اس بارے میں اپنے طور پر کوئی فیصلہ ہی نہیں کر سکتا۔“

”تو پھر کیا کرو گے؟“

”مجھے اوپر سے ہدایات حاصل کرنا ہوں گی۔“

”یہ مشکلات ابھی ہمارے لیے باقی ہیں۔“

”لیکن جناب اس سلسلے میں ایک بات اور عرض کروں گا آپ سے۔ وہ یہ کہ خود آپ اپنے ذہن میں کوئی فیصلہ کرتے ہیں اور کسی منصوبے پر مکمل طور پر اعتماد کرنے کے بعد ہم سے کام لینا چاہتے ہیں تو ہم اس کے لیے حاضر ہیں میرا مطلب ہے اگر آپ کے ذہن میں کوئی پروگرام ہے جس کے تحت یہ ساری کارروائی روکی جاسکے تو آپ مجھے ہدایات دے سکتے ہیں۔ کیونکہ یہاں آپ کو اس کا حق حاصل ہے۔ میرے اپنے اختیار ہیں وہ ایک حد تک ہیں۔ اور اس سے آگے کے اختیارات آپ کے پاس ہیں لیکن بات اگر ایسی ہو جو ہم دونوں کی پہنچ سے باہر ہو تو پھر اس کے لیے اوپر سے احکامات کیسے لیے جاسکتے ہیں۔“

”مگر میرے پاس نہ تو اس کے لیے ذرائع موجود ہیں اور نہ ہی صورتحال ایسی ہے

کہ میں یہ کام کر سکوں۔“

”نہیں سر۔ یہ آپ کی ذمہ داری نہیں ہے یہ کام مجھے ہی کرنا ہے۔“

”مگر ہمارے پاس بہت زیادہ وقت تو نہیں ہے۔ ان لوگوں کے اس منصوبے

آگے بڑھنے دینا ہے یا اسے راستے میں روکنا ہے۔ اس کا فیصلہ اگر ڈان سینٹر کی طرف سے

ہو جائے تو کیا یہ مناسب نہیں ہو گا۔“

”بالکل مناسب ہو گا۔ اور آپ بالکل مطمئن رہیں میں فوری طور پر رابطے کی

کوشش کرتا ہوں جس قدر جلد ممکن ہو سکا یہ رابطہ قائم کر کے آپ کو اطلاع دوں گا۔“

”ہوں۔ بہر حال میرے دوست یہ سب کچھ انتہائی ضروری ہے۔“

”سر۔ ڈان سینٹر کے ہر مفاد کا خیال رکھنا ہماری ذمہ داری ہے۔ ہاں ذرا یہ بتائیے

کہ وہ افراد جو آرگنائزیشن کی طرف سے اس کام کے لیے بھیجے گئے ہیں کہاں قیام پذیر ہیں۔“

”ادہ تم کیا یہ بات نہیں جانتے؟“

”نہیں سر!“

”دراصل ہماری نگاہ صرف ماریانہ پر تھی۔ یقیناً بقیہ لوگ مختلف اوقات میں تمہا

آئے ہوں گے اسی لیے ہماری نظروں سے اوجھل رہے۔“

”گرین ہاؤس نامی ایک عمارت ہے۔ اس کی تفصیل میں تمہیں بتائے دیتا ہوں

ولسن لیکن میرا خیال ہے کہ فوری طور پر کوئی ایسی کارروائی نہ کی جائے جس سے ان

لوگوں کو کوئی شبہ ہو سکے۔“

”آپ مطمئن رہیے۔“ مسٹر دانش میں اس سلسلے میں تمام احکامات حاصل کرنے

کے بعد فوراً آپ کو اطلاع دوں گا۔“

”مگر اطلاع دینے کے لیے تمہیں کیا طریقہ کار اختیار کرنا ہے اس کا تمہیں اندازہ

ہے۔“

”آپ مطمئن رہیں یہ بات میرے علم میں ہے کہ ماریانہ سائے کی طرح آپ کے

ساتھ ہوگی اس کا خیال رکھا جائے گا۔“

اس کے بعد ولسن سے رابطہ منقطع ہو گیا۔ میں گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ جو

کچھ بھی ہوا تھا وہ میرے لیے انتہائی سنسنی خیز تھا لیکن بہر طور اپنی منصوبہ بندی کو اسی

انداز میں آگے بڑھایا جاسکتا تھا۔ پھر میں ’میں چار سو گیارہ سے واپس پلٹ پڑا۔ اور انتہائی

احتیاط کے ساتھ اپنی رہائش گاہ میں پہنچ گیا۔ نجانے کیا چکر چلانے پڑ گئے تھے لیکن ملک

کو دشمنوں سے بچانا میری ذمہ داری تھی اور اس سلسلے میں جس حد تک میں عمل کر سکتا

تھا کر رہا تھا۔ سعید خان کو جھانک کر دیکھا اور ایک لمحے میں یہ اندازہ ہو گیا کہ جاگ رہا

جائے گا۔ اور ہم اپنے طور پر ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں۔“ میں نے گہری سانس لی اور آہستہ سے بولا۔

”تم بالکل ٹھیک کہتی ہو۔ ماریانہ۔ درحقیقت کوئی بھی کام اگر جذبات کے ساتھ کیا جائے تو زیادہ اہمیت کا حامل ہو جاتا ہے لیکن دل ہی دل میں، میں ماریانہ کے ان الفاظ سے بری طرح پھنک کر رہ گیا تھا۔ اگر یہ یہودی لڑکی اپنے مذہب اور اپنے وطن کے لیے اس قدر ہمدردی یا دلچسپی رکھتی ہے تو کیا میں اپنے مذہب اور وطن کے لیے یہ دلچسپی نہیں رکھ سکتا۔ اگر میں چاہتا تو وہ اس کو ٹھکی سے زندہ واپس نہیں جاسکتی تھی لیکن یہ کوئی بات نہ ہوتی حقیقت تو یہ ہے کہ اسے زندہ رکھ کر اس کے خلاف کام کرنا تھا۔ تاکہ یہ بھی یاد رکھے کہ اس کا واسطہ کس قوم اور کس نسل سے پڑا ہے اور اس کے لیے مجھے صبر سے کام لینا تھا۔ میں کافی دیر تک سوچتا رہا۔ دفعتاً ہی ماریانہ کے لباس میں لگے ہوئے ایک خوبصورت بٹن کا رنگ تبدیل ہونے لگا اور اس کے ساتھ ساتھ ہی ہلکی سی سیٹی کی آواز بھی ابھری۔ میں نے چونک کر اسے اس جانب متوجہ کیا تو وہ مسکرا کر بولی۔“

”یہ ٹرانسمیٹر ہے۔“

”اوہو۔ گڈ ویری گڈ کیا یہ سارے بٹن ٹرانسمیٹر ہیں؟“

”ایک منٹ۔ میں بعد میں اس کا جواب دوں گی۔“ ماریانہ نے کہا اور اس کے بعد اس نے میرے سامنے ہی بٹن کو آہستہ سے دبایا بٹن کے دباتے ہی اوپر کا ڈھکن کھل گیا۔ اور اندر سے باریک باریک جالیاں سی نظر آنے لگیں باقاعدہ ٹرانسمیٹر تھا اور اس ننھے سے ٹرانسمیٹر سے جو آواز بلند ہوئی تھی اسے سن کر یہ اندازہ ہی نہیں ہوتا تھا کہ یہ آواز اتنے چھوٹے سے ٹرانسمیٹر سے نکل رہی ہے۔ ماریانہ نے کہا۔

”ہیلو۔“

”میڈم ماریانہ کیا آپ تنہا ہیں۔ ہم آپ کو ایک خاص خبر دینا چاہتے ہیں۔“ ماریانہ

نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری ایک بار میری طرف دیکھا اور بولی۔

”کہو کیا خبر ہے۔“

”میڈم انتہائی سنسنی خیز خبر ہے۔“

”کہو۔ کیا بات ہے۔“

”جی سراب وہ گہری نیند سو رہی ہے۔ لیکن تھوڑی دیر پہلے وہ جاگی تھی۔“

”اوہو۔ پھر؟“

”جاگ کر بغور میرا چہرہ دیکھتی رہی تھی اور اس کے بعد اٹھ کر غسل خانے میں داخل ہو گئی تھی۔ میں سوتا ہی رہا واپس آنے کے بعد وہ جس انداز میں سو گئی اس سے میرے احساس ہوتا ہے کہ اسے مجھ پر کوئی شبہ نہیں ہوا۔“

”ٹھیک اب تم نکل جاؤ۔ بعد میں جو کچھ بھی ہوگا میں تمہیں اطلاع دے دوں گا۔“ سعید خان چلا گیا اور میں واپس آکر اپنی مسہری پر لیٹ گیا۔ ماریانہ کروٹ بدلے آرام سے سو رہی تھی۔ لیکن میرے ذہن میں طوفان اٹھ رہے تھے میں آنے والے لمحات کے بارے میں سوچ رہا تھا اور اس بات پر ہنس رہا تھا کہ میرا عمل اس وقت نجانے کیا ہے۔ جبکہ حقیقت میں ان تمام چیزوں کا اہل نہیں تھا۔ لیکن اب اس سلسلے میں سوچنا بھی حیرت انگیز ہی محسوس ہوتی تھی۔ دوسری صبح ماریانہ جاگ گئی اور نہایت مطمئن انداز میں اس کے میرے ساتھ ناشتہ کیا۔ وہ مسرور نظر آرہی تھی دوران گفتگو میں نے اس سے پوچھا۔

”ماریانہ عام حالات میں آپ ایک بالکل عام سی معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن درحقیقت آپ کو بڑی محنت کرنا پڑتی ہوگی آرگنائزیشن کے لیے۔“

”محنت کو ہم عبادت کا درجہ دیتے ہیں۔ دانش ہماری زندگی ہی یہ ہے اگر سچی بات پوچھیں آپ تو میں یہ کہنے میں کوئی دقت نہیں محسوس کرتی کہ آرگنائزیشن کے ذریعے بے پناہ دولت کمانے کے ساتھ میری زندگی کا ایک مشن بھی ہے۔“

”وہ کیا؟“

”بھئی دیکھو ہمارے مذہبی معاملات بھی تو ہیں۔ مگر یہ بات آپ سے کہنا کچھ اچھا نہیں لگتا اگر آپ درحقیقت دانش تصور ہوتے۔ بات یہ ہے لارڈ کہ جو کچھ بھی ہے اس میں میرے اپنے جذبات کا دخل بھی ہے۔ یہ مسلم ممالک اس حد تک آگے بڑھ گئے ہیں کہ ان کے خلاف جو کچھ بھی کیا جاسکے ضرور کیا جائے ورنہ ہمارا اپنا وجود خطرے میں

میں ماریانہ کی کیفیت کے بارے میں اندازہ لگا رہا تھا کہ وہ کشمکش کا شکار ہو گئی ہے۔ ظاہر ہے میرے سامنے رازداری نہیں برت سکتی تھی۔ کیونکہ میرا تعلق بھی آرگنائزیشن ہی سے تھا۔ چند لمحات دوسری طرف خاموشی رہی پھر کہا گیا۔

”میڈم آپ کو یاد ہو گا ہمیں ایک شخص سے کچھ نقصانات پہنچے تھے۔ بعد میں اس کے بارے میں علم ہوا تھا کہ وہ ڈان سینٹر کا نمائندہ ہے۔ کیا آپ کے ذہن میں اس شخص کا نام موجود ہے۔“

”کیوں نہیں۔ کیا تم مجھے احمق سمجھتے ہو۔ اس کا نام ایرس وول تھا۔“

”گڈ۔ بالکل درست خیال ہے آپ کا۔ میڈم اور ایرس وول نامی یہ شخص ہمارے

لیے کافی خطرناک ثابت ہوا تھا۔“

”تم اس کی تعریف کیے جاؤ گے یا مجھے یہ بتاؤ گے کہ تم نے اس شخص کا حوالہ کیوں

دیا ہے۔“

”اس لیے کہ اس وقت وہ شخص ہمارے قبضے میں ہے۔“

”کیا ماریانہ نے شدت حیرانگی سے کہا۔“

”ہاں۔ میڈم ہم نے اسے پکڑ لیا ہے۔“

”لیکن کہاں سے؟“

”گرین ہاؤس کے عقبی حصے سے ایک درخت کے نیچے سے۔“ اس

جواب دیا ماریانہ شدید سنسنی کا شکار ہو گئی وہ چند لمحات خاموش رہی پھر کہا۔

”دیکھو مجھے مکمل تفصیل بتاؤ۔ اور بے فکر ہو کر بتاؤ۔ کیا ہوا ایرس یہاں کنایا

پہنچ گیا۔ وہ تو ڈان سینٹر کا نمائندہ ہے۔“

”میڈم وہ اس عمارت کی نگرانی کر رہا تھا۔ اتفاق کی بات یہ ہے کہ بلندی

دیکھ لیا گیا۔ وہ آخری وقت تک کوشش کر رہا تھا کہ ہماری نگاہوں میں نہ آنے پائے۔

ہم نے اسے دیکھ لیا۔ اب وہ بے بسی کی حالت میں ہمارے قبضے میں ہے۔“

”اوہ اچھا۔ یہ انتہائی خطرناک ہے۔ بے حد خطرناک اس کی کڑی نگرانی رکھو۔

آ رہی ہوں۔“ ماریانہ نے کہا اور پھر میری جانب مڑ کر بولی۔

”تم نے صورتحال سن لی ہوگی مسٹر لارڈ میں جاری ہوں۔ ذرا یہ اندازہ

چاہیے کہ ڈان سینٹر کا یہ آدمی آخر ہمارے اطراف کہاں سے پہنچ گیا۔“ میں خاموشی سے

ماریانہ کو دیکھنے لگا اس نے کہا۔

”تم بالکل مطمئن رہو میں تمہیں بھی ساتھ لے جاتی مگر میں نہیں چاہتی کہ تم کسی

کی نگاہوں میں آؤ۔ ڈان سینٹر کے بارے میں شاید تمہیں کچھ تفصیلات معلوم ہوں ہمارے

لیے وہ کیا شے ہے اس کا اندازہ تمہیں بخوبی ہو گا یوں سمجھ لو ہمیں جس قدر خطرہ ڈان

سینٹر سے رہتا ہے اتنا دنیا میں کسی بھی ملک کی حکومت تک سے نہیں رہتا۔ اب مجھے

اجازت دو میں فوری طور پر اس سلسلے میں کارروائی کروں گی اور پھر تمہیں تفصیلات سے

آگاہ کروں گی۔ کیونکہ ہمارے اس منصوبے کی تکمیل کے لیے یہ نہایت ضروری ہے کہ

ڈان سینٹر یا اس جیسے کسی ادارے کو ہماری کارروائیوں کا علم نہ ہو سکے۔“

”میں تمہارے ساتھ چل سکتا ہوں۔ ماریانہ۔“

”پلیز نہیں۔ ہم تمہیں انتہائی محفوظ رکھنا چاہتے ہیں۔ اور سنو اگر اس بات کے

امکانات پیدا ہوئے کہ ڈان سینٹر کی مداخلت کو محسوس کر لیا گیا تو ہو سکتا ہے ہمیں اس

منصوبے کو کچھ عرصے کے لیے ترک کرنا پڑے۔ ویسے بھی یہ کوئی ایسا فوری منصوبہ نہیں

ہے جس پر یک دم عمل کیا جائے۔ اچھا تو میں اجازت چاہتی ہوں۔ جو نہی مجھے فرصت ملی

تم سے رابطہ قائم کر کے تمام تفصیلات بتا دوں گی۔ یا یہ بھی ممکن ہے کہ میں خود ہی یہاں

پہنچ جاؤں۔“

”اوہ ماریانہ میں تو بس یہ چاہتا تھا کہ اس سلسلے میں میری مدد کی ضرورت ہو تو

تکلف نہ کرنا۔“

”تم سے جتنا تکلف میں کر سکتی ہوں اس کا اندازہ تو تمہیں خود ہو گیا ہو گا لارڈ۔“

ماریانہ نے کہا اور میں نے مسکرا کر گردن ہلا دی۔ کچھ دیر کے بعد میں نے اسے رخصت کر

دیا تھا اور جب وہ یہاں سے چلی گئی تو مجھے اپنے منصوبوں پر عمل کرنے کے لیے فوری طور

پر تیار ہو جانا پڑا۔ رشید ناگی کو ہنگامی طور پر میں نے طلب کیا تھا۔ ناگی جانتا تھا کہ اسے کیسے

مواقع پر طلب کیا جاتا ہے۔ چنانچہ میں نے ناگی کو تفصیلات بتاتے ہوئے کہا۔

”پہلے تو میں نے یہ سوچا تھا ناگی کہ اس مسئلے کو ذرا تھوڑی سی آہستگی سے آگے

بڑھاؤں۔ لیکن اب فوری طور پر میں نے اپنے منصوبہ ترک کر کے نئے فیصلے کر ڈالے

”مگر اس طرح میری پوزیشن بھی شدید خطرے کا شکار ہو جائے گی۔“
 ”خیر اس کی تو کوئی فکر نہیں ہے۔ بعد میں دیکھ لیا جائے گا۔ لیکن فوری طور پر جو

عمل کرنا ہے اس کے لیے آپ کا کیا منصوبہ ہے۔“

”اگر ماریانہ نے مجھ سے شام تک رابطہ قائم نہ کیا تو میں رات کو خود وہاں پہنچ جاؤں گا۔ اور تمہیں جو کچھ کرنا ہے گرین ہاؤس ہی میں کرنا ہے۔ میرے پاس ٹرانسمیٹر موجود ہوگا اور اس ٹرانسمیٹر کے ذریعے میرا مطلب سمجھ گئے ہوں نا۔ جی۔ تھری کے بارے میں کہہ رہا ہوں میں۔“

”جی بالکل میں سمجھ گیا۔ رشید ناگی نے کہا۔“

”جی تھری پر ہمارا پورا منصوبہ تم سن ہی لو گے۔ معلومات حاصل ہو جائیں گی تمہیں۔ بہر حال اس کے بعد تمہیں رات کو بڑی ہوشیار کے ساتھ گرین ہاؤس پر ریڈ کرنا ہے اس بات کے امکانات تو نہیں ہیں کہ وہاں شدید مقابلہ ہوگا کیونکہ بہر طور وہ لوگ ابھی محتاط ہیں۔ اور انہیں ایک بہت بڑے منصوبے پر کام کرنا ہے۔ چنانچہ وہ اپنی حیثیت کو محفوظ رکھنا چاہیں گے۔ لیکن پھر بھی یہ خیال رکھنا پڑے گا کہ ہو سکتا ہے مقابلہ کیا جائے۔ میں نہیں چاہتا کہ ہمارے کسی آدمی کو کوئی نقصان ہو۔ اس کے علاوہ ناگی جو خاص بات میں تم سے کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ہو سکتا ہے اس وقت میں وہاں موجود نہ ہوں۔ حالانکہ اس بات کے امکانات ہیں کہ میں وہیں پر ہوں گا۔ ماریانہ کو خصوصی طور پر تمہیں نظر انداز کرنا ہے۔ لیکن اسے شبہ نہیں ہونا چاہیے میں ماریانہ کو وہاں سے لے کر نکل جاؤں گا۔ کیونکہ اس کے بعد مجھے اس سے بہت سے کام لینا ہوں گے۔“ رشید ناگی پر خیال انداز میں گردن ہلا رہا تھا پھر اس نے کہا۔

”ٹھیک ہے سر۔ میں ساری صورتحال سمجھ گیا ہوں آپ اطمینان رکھیے۔ بہر طور یہ پہلا ایسا عمل ہوگا۔ لیکن اس کے بعد کچھ اور مسائل بھی پیدا ہو جائیں گے۔ خیر ہم ان کے بارے میں بعد میں گفتگو کر لیں گے۔“

چنانچہ اس نے اس سلسلے میں مجھ سے مزید گفتگو نہیں کی اور ہدایات لینے کے بعد رخصت ہو گیا اور میں بھی اپنے مخصوص کمرے میں پہنچ کر منصوبہ بندی کرنے لگا۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ آرگنائزیشن نے مجھ پر زبردست احسانات کیے تھے میں نے وہاں

”ہیں۔“
 ”حکم دیجئے رائٹ صاحب۔“ رشید ناگی نے کہا۔

”رشید۔ ہمیں فوراً ہی ایک ایسا عمل کرنا ہے جو شاید اس سے پہلے ہم نے نہیں کیا۔ تین افراد کی ہلاکت اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک غیر انسانی عمل ہے لیکن ہماری بقا کے لیے جو جنگیں ہوتی ہیں ان میں دشمن کو صرف دشمن سمجھا جاتا ہے۔ اور فوری طور پر اس وقت یہ دونوں ادارے ہمارے بدترین دشمن ہیں۔ اور ہم کسی بھی طرح انہیں نظر انداز نہیں کر سکتے۔“ رشید ناگی میرا مقصد سمجھ گیا تھا۔ ایک لمحے سوچنے کے بعد اس نے کہا۔

”آپ کی مراد ہے کہ آرگنائزیشن کے ان تین نمائندوں کو ہلاک کر دیا جائے۔“

”ہاں یہ سبب حد ضروری ہے۔“

”سر۔ ٹھیک ہے۔ مجھے اس کے لیے خاصی تیاریاں کرنا پڑیں گی۔ اس کے ساتھ

ساتھ یہ پورا منصوبہ آپ سے معلوم کرنا چاہتا ہوں۔“

”یہ بات تمہارے علم میں لائی جا چکی ہے ناگی کہ روز آرگنائزیشن کے یہ نمائندے ہمارے ملک میں اختصار پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ وہ جمشید وارنا کے گرین ہاؤس میں

مقیم ہیں۔ چنانچہ تمہیں آج رات ان کا حساب کتاب کرنا ہے۔ میں معلومات کرتا ہوں کہ

صورتحال کیا رہی۔ غالباً ڈان سینٹر کا ایک آدمی وہاں گرفتار کیا گیا ہے اور میں جاننا ہوں کہ

ایسا کیسے ہوا۔ ڈان سینٹر کے نمائندے کو میں نے تفصیلات بتاتے ہوئے گرین ہاؤس میں

حوالہ بھی دیا تھا۔ چنانچہ لازمی طور پر اس نے فوراً ہی اپنے ایک آدمی کو گرین ہاؤس میں

نگرانی پر مقرر کر دیا اور وہ آدمی اپنے آپ کو صحیح طور پر محفوظ نہ رکھ سکا۔ اور

آرگنائزیشن کے نمائندوں کی نگاہوں میں آگیا اور گرفتار کر لیا گیا خدشہ یہ بھی ہے کہ

یوں نہ ہو کہ آرگنائزیشن کے یہ نمائندے اس سے معلومات حاصل کرنے میں کامیاب

جائیں۔ اور اس سے یہ بھی پتہ چل جائے کہ ڈان سینٹر کا رابطہ مجھ سے ہے۔“ رشید ناگی

کے چہرے پر تشویش کے آثار پھیل گئے پھر اس نے کہا۔

”اگر ایسا ہوا سر تو یہ ڈان سینٹر کی بہت بڑی غلطی ہوگی۔ میرا خیال ہے انہیں

قدر جلد بازی نہیں کرنا چاہیے تھی۔“

جو کچھ سیکھا تھا بلاشبہ میں اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ میں اتنی جلدی اس قدر مہارت نہیں حاصل کر سکتا تھا۔ اور پھر ظاہر ہے انہوں نے مجھے جو قوت جو حیثیت بخشی تھی وہ مشینی اور سائنسی نوعیت کی تھی میں اب فیصلے کرنے میں بہت زیادہ وقت نہیں محسوس کرتا تھا۔ نہ ہی میرا دماغ ایسے کسی مسئلے پر کسی شدید الجھن کا شکار ہوتا تھا۔

”پھر تقریباً“ ساڑھے سات بجے میں تیار ہو کر کوٹھی سے نکل آیا۔ میں اپنے منصوبے کے مطابق یہ سب کچھ کر رہا تھا۔ بہت دیر تک میں سڑکوں پر مارا مارا پھرتا رہا اور اس کے بعد ”گرین ہاؤس“ کی جانب رخ کر لیا۔ اس وقت تقریباً“ پونے نو بجے تھے جب ”گرین ہاؤس“ کے گیٹ پر پہنچا۔ میں نے جی تھری نامی ٹرانسیٹر آن کر دیا تھا۔ یہ میری گھڑی کے ایک چھوٹے سے حصے میں لگا ہوا تھا۔ یعنی وہ حصہ جو چابی کی جگہ ہوتا ہے سوئیاں میٹ کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ جی تھری کا یہ ٹرانسیٹر مجھے ناگی ہی سے جرمنی سے منگوا کر دیا تھا۔ بے حد حساس اور بہت ہی محفوظ تھا۔ اگر کوئی میری انگلی پر بندھی ہوئی گھڑی پر نظر ڈالتا اور ماہر آدمی ہوتا تو اس کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں آسکتی تھی کہ اس گھڑی میں کوئی اور بھی خوبی ہے۔ لیکن وہ چھوٹی سی جگہ اتنی حساس تھی کہ اسے آہستہ سے دبا دینے کے بعد ایک مخصوص حصے میں ہونے والی ساری گفتگو اس جیسے دوسرے ٹرانسیٹر سے با آسانی سنی جاسکتی تھی۔ میرے اور ناگی کے درمیان یہ رابطہ خصوصی طور پر رہتا تھا۔ اور ناگی ایسے لمحات میں یہ بتا دیا کرتا تھا کہ ہمیں جی تھری استعمال کرنا ہے۔ عمارت کے صدر دروازے سے اندر داخل ہوا پوری عمارت خاموش اور سنسان سی پڑی ہوئی تھی لیکن جب اندرونی حصے میں پہنچا تو فوراً ہی دو آدمی باہر نکل آئے۔ انہوں نے مودبانہ انداز میں مجھے سلام کیا۔ اور ان میں سے ایک نے کہا:

”اندر تشریف لے آئیے۔ جناب۔“

”تم مجھے پہچانتے ہو؟“

”ہاں سر تشریف لائیے۔“ میں اندر پہنچ گیا۔ مجھے ایک ڈرائنگ روم میں بٹھایا گیا

تھا۔ میں نے اس شخص سے کہا۔

”میڈم موجود ہیں؟“

”جی نہیں سر۔ ساڑھے چھ بجے باہر نکلی ہیں۔“

”اوہ۔ کہاں گئی ہیں؟“

”یہ بات تو ہمیں نہیں معلوم۔“

”میڈم کی داپسی کا کب تک امکان ہے؟“

”میرا خیال ہے بہت زیادہ دقت نہیں لگائیں گی۔ کچھ ایسے ہی حالات ہیں۔“

”ہوں۔ تم سب لوگ بالکل محفوظ ہو۔ کوئی گڑبڑ تو نہیں محسوس کر رہے۔“

”نہیں سر۔ میڈم نے البتہ تھوڑی سی نگرانی قائم کرادی ہے اور اس وقت ہمارے

چند افراد ایسی جگہوں پر موجود ہیں جہاں سے وہ آس پاس نگاہ رکھتے ہیں۔“

”کیا کوٹھی سے باہر؟“ میں نے سوال کیا۔

”نہیں سر۔ کوٹھی کے اندر ہی ہیں۔“

”ہاں۔ باہر نکلنا اس وقت خطرناک ہے۔“ میں نے کہا اور دو آدمی سوالیہ نگاہوں

سے مجھے دیکھنے لگے۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

”ہو سکتا ہے کچھ اور لوگ بھی ہماری نگرانی کر رہے ہوں۔“

”سر بڑی سنسنی خیز صورتحال پیدا ہو گئی ہے۔“

”وہ شخص کہاں ہے جسے گرفتار کیا گیا ہے؟“

”ہمیں اسی عمارت میں۔ لیکن براہ کرم آپ ہم سے گفتگو کرنے کے بجائے میڈم

کا انتظار کریجئے۔“

”میں نے محسوس کیا کہ وہ دونوں مجھ سے گفتگو کرتے ہوئے کچھ پریشان ہو گئے

ہیں۔ میں اس کا مطلب سمجھتا تھا وہ باہر چلے گئے۔ اور میں انتظار کرتا رہا تھا۔ تقریباً“

ساڑھے نو بجے جب میں اس انتظار سے اکتا گیا تھا اچانک ہی ماریانہ اندر داخل ہو گئی۔ وہ

منظم نظر آ رہی تھی اور اس کے ہونٹوں پر مدہم سی مسکراہٹ تھی۔“

”پہلے تو مجھے پتا نہیں چل سکا تھا لیکن یہاں آنے کے بعد علم ہو گیا کہ آپ یہاں

موجود ہیں مسٹر لارڈ۔“

”تم نے پورا دن مجھ سے کوئی رابطہ قائم نہیں کیا مس ماریانہ۔“ میں نے سر دلیجے

میں کہا۔

”آپ یقین کیجئے مسٹر لارڈ۔ شدید مصروفیات میں مبتلا رہی ہوں۔ ایرس وول نے

خود کشی کر لی۔“

”کیا۔“ میں اچھل پڑا۔

”ہاں۔ اس نے ایک کیسپول کھا کر اپنے آپ کو ہلاک کر لیا۔ اور یہ چیز میرے لیے انتہائی تشویش کا باعث ہے اس کا مقصد ہے کہ ڈان سینٹریاں پوری طرح ہماری جانب متوجہ رہیں۔ اور کوئی ایسا عمل کرنا چاہتا ہے جو ہمارے لیے خطرناک بھی ہو سکتا ہے۔“

”اس سلسلے میں کیا ہمیں اوپر سے رابطہ قائم کرنا چاہیے۔“

”میں پریشان ہوں۔ بلکہ میری تو رائے ہے کہ اس بارے میں تمام کارکنوں کو مطلع کر کے مشورہ لے لیا جائے۔ اگر ڈان سینٹر ہماری نگرانی کر رہا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ ہمارے پروگرام میں گڑبڑ بھی ہو سکتی ہے۔ میں نے آج پورا دن انہی مصروفیات میں گزارا ہے کہ اگر ڈان سینٹر یہاں مصروف عمل ہے تو وہ کیا کارروائی کر رہا ہے۔“

”کیا آپ کے پاس اس کے ذرائع تھے۔“

”ذرائع تو نہیں تھے لیکن چند نام میرے علم میں تھے جن سے ڈان

تعلقات ہو سکتے ہیں۔ اور میں نے انہی ناموں کو ٹرائی کیا ہے۔“

”تو پھر کچھ پتہ چلا؟“

”کوئی خاص بات پتا نہیں چل سکی اور یہی چیز باعث پریشانی ہے۔“ ماریانہ نے کہا

اور میں کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ ویسے یہ عجیب عورت تھی ایک ہی رات میں آپ سے تم اور پھر تم سے آپ پر اتر آئی تھی مجھے بھی موقع کی نزاکت سے کام لینا پڑ رہا تھا۔ دیر تک تو وہ نیم وا آنکھوں سے مجھے دیکھتی رہی اور پھر انگڑائی لیتے ہوئے بولی۔

”اچھا چھوڑیے ان باتوں کو اس موضوع پر تو ہم گفتگو کریں گے یہ بتائیے کہ آپ

کی یہاں کچھ خاطر مدارات ہوئی یا۔ آپ کافی دیر سے یہاں موجود ہیں۔“

”میں خاطر مدارت کے لیے نہیں آیا ماریانہ اور نہ ہی یہ آپ کا گھر ہے۔ ان باتوں کو چھوڑیے۔ جو سنگین صورتحال ہمیں درپیش ہے اس کے بارے میں میری بھی

رائے ہے کہ تمام کارکنوں سے مشورہ کر لیا جائے۔ لیکن کیا آپ یہ مشورہ کرنا ضروری سمجھتی ہیں۔“

”یہ کارکن جو یہاں بھیجے گئے ہیں روز آرگنائزیشن کے ایسے نمائندے ہیں جو

مطلب کرتے ہوئے کہا۔

جیتیت رکھتے ہیں کام کی اہمیت ہی ایسی ہے۔ اس لیے عام آدمیوں کا انتخاب نہیں کیا گیا بلکہ ان میں سے ہر شخص اپنے طور پر کسی نہ کسی سیکشن کا انچارج ہے دراصل روز آرگنائزیشن کے لئے یہ مسئلہ جس قدر اہمیت کا حامل ہے آپ کو اس کا اندازہ تو ہو گیا ہو گا۔“

”کیوں نہیں کیوں نہیں۔ ٹھیک ہے ان سب کو جمع کرلو۔“

”ماریانہ باہر نکل گئی۔ یہ میرے منصوبے کی تکمیل تھی۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ ناگی

کس انداز میں کام کرتا ہے۔ ویسے بڑے سنسنی خیز لحاظ آہستہ آہستہ قریب آتے جا رہے

تھے۔ اور میں بہر حال انسان تھا۔ تھوڑا بہت متاثر تو تھا ان لحاظ سے۔ اپنے آپ کو محفوظ

رکھنا چاہتا تھا اور اس کے لیے مجھے اندازہ تھا کہ مجھے کتنی محنت کرنا ہوگی۔ وقت گزرتا

رہا تھوڑی دیر کے بعد مجھے ماریانہ کی صورت نظر آئی۔ وہ اندر آگئی تھی۔“

”تمام لوگوں کو میں نے طلب کر لیا ہے۔“

”ایرس کی لاش کہاں ہے؟“

”وہ یہیں ایک کمرے میں موجود ہے۔ وہ اگر زندہ رہ جاتا تو میرے خیال میں ہمیں

اتنی مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔ اور یہ پتہ چل جاتا کہ ڈان سینٹر کے نمائندے کہاں کہاں

ہیں اور کس کس کارروائی میں مصروف ہیں۔ درحقیقت ایرس بھی انتہائی چالاک آدمی

تھا۔ اگر ہمارا پہلے اس سے رابطہ قائم نہ ہو چکا ہوتا تو ہمیں اس کا اندازہ نہ ہوتا۔“

”یہ ایک افسوس ناک بات ہے میڈم ماریانہ ہمیں ایسے آدمی کو ہر قیمت پر محفوظ

رکھنا چاہیے تھا۔“

”سردہ ایسے انداز میں مرا ہے کہ ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے اس کے بارے میں۔

ایسے یہ بہت بڑا جذبہ ہوتا ہے کہ انسان اپنی زندگی دے دے۔“

”ہم کانفرنس ہال میں پہنچ گئے۔ یہ شاید ڈائنگ ہال تھا۔ ایک میز بڑی ہوئی تھی۔

لیکن اتنی بڑی نہیں تھی کہ اس کے گرد تیس افراد بیٹھ سکتے۔ تاہم ادھر ادھر سے کرسیاں

لگائیں ان سب کے بیٹھنے کا بندوبست کر لیا گیا تھا۔ میں نے ایک نگاہ اس کانفرنس ہال پر

ڈالی۔ ہمارے لئے دو کرسیاں خالی رکھی گئی تھیں۔ میں بیٹھ گیا تو ماریانہ نے ان لوگوں کو

مطلب کرتے ہوئے کہا۔

”ہمیں جو ذمہ داری سونپی گئی ہے اس کے بارے میں آپ لوگوں سے تھوڑی سی گفتگو کرنا ہے اور آپ میں سے ہر شخص آزادانہ طور پر رائے دینے کا حق رکھتا ہے کیونکہ بنیادی طور پر اگر ہم میں سے کسی سے بھی کسی خامی کا اظہار ہوا تو سب ہی کی زندگی خطرے میں پڑ سکتی ہے۔ اس بات کو نظر میں رکھا جائے۔ بات آپ سب کے علم میں ہے جو کام ہمیں کرنا تھا اس کی منصوبہ بندیاں بھی مکمل نہیں ہو پائی تھیں کہ اچانک ہم ڈان سینٹر کی نگاہوں میں آگئے۔ اور اب یہ سوچنا ہے کہ ڈان سینٹر کے خلاف ہمیں کیا کارروائی کرنا چاہیے۔“

”میڈم ماریانہ درحقیقت کسی ایسے ملک میں بیٹھ کر جہاں ہمیں طویل عرصے تک کام کرنا ہے ایسی کوئی کارروائی جو قتل و غارت گری پر مبنی ہو میرے اپنے انداز کے مطابق مناسب نہیں رہے گی کیونکہ اس سے ہمارے راستے رک سکتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ دوسرے لوگ بھی احمق نہیں ہوتے۔ تحقیقات ہوگی پتا چلایا جائے گا کہ جو کچھ ہوا ہے کس انداز میں ہوا ہے کن لوگوں نے کیا ہے اور اگر یہ پتہ چل گیا تو یوں سمجھ لیجئے کہ اپنے منصوبوں میں ناکام بھی رہ سکتے ہیں۔ جبکہ ہمارا منصوبہ آرگنائزیشن کے اہمیت کا حامل ہے۔“ ایک شخص نے کہا۔

”میں آپ سے بالکل متفق ہوں مسٹر کراؤز۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اب ہمیں کرنا کیا چاہیے۔“

”اصولی بات ہے کہ ہمیں اس سلسلے میں اوپر سے احکامات لینا ہوں گے کیونکہ اختیارات ہمیں دیئے گئے ہیں یہ مسئلہ ان اختیارات سے تجاوز کرتا ہے۔“

”ماریانہ سوچ میں ڈوب گئی۔ اس نے میری طرف دیکھا اور آہستہ سے بولی۔

”آپ کا اس سلسلے میں کیا خیال ہے۔ مسٹر لارڈ۔“

”میں مسٹر کراؤز سے متفق ہوں۔ کیونکہ آپ کو علم ہے کہ میرے اختیارات ایک حد تک ہی ہیں مجھے جس بنیاد پر یہ ذمہ داری سونپی گئی ہے اس کی وجہ صرف اتنی ہے کہ میں نے کامیابی سے یہاں اپنا کردار سرانجام دے لیا ہے۔ لیکن ذہنی طور پر

اس قدر بلند نہیں ہوں کہ کوئی ایسا معاملہ درپیش آئے تو اس میں بہتر مشورہ دے سکوں میں ہر قیمت پر آپ کے تحت کام کرنا چاہتا ہوں مس ماریانہ اور اس سلسلے میں ان

افراد کے سامنے کھل کر یہ بات کہہ دینا چاہتا ہوں کہ جو بھی ذمہ داری ہوگی مس ماریانہ کی ہوگی۔ میرا اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔ ہاں میں ان کے احکامات سے انحراف بھی نہیں کروں گا اور یہی مجھے آرگنائزیشن کی جانب سے بتایا گیا تھا۔“

”آپ کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوں لارڈ حقیقت یہ ہے کہ ہم دوستانہ طور پر یہ ساری باتیں کر رہے ہیں۔ اس میں کوئی بھی ایسی بات نہیں ہے جسے کسی دوسرے کے خلاف استعمال کر کے اپنی جان بچائی جاسکے۔“ ماریانہ نے کہا اور میں خاموش ہو گیا۔

تمام ہی لوگ سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے لیکن میرا ذہن چیخ رہا تھا میں ایک ایک لمحہ انتظار کر رہا تھا۔ میں نے بڑی چالاکی سے ان سب کو ایک جگہ جمع کر لیا تھا اور اب میرے کان آہٹوں کے منتظر تھے اور پھر یہ آہٹیں مجھے سنائی دے ہی گئیں۔ صرف مجھے ہی نہیں بلکہ شاید دوسرے لوگوں نے بھی ان دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سن لی تھیں جو اسی سمت آ رہی تھیں۔

”یہ کیسی آوازیں ہیں؟“ ماریانہ ایک دم اپنی کرسی کھسکا کر کھڑی ہو گئی لیکن دوسرے لوگ کوئی فیصلہ بھی نہ کر پائے تھے کہ دفعتاً ہی دروازہ پر شور آواز کی ساتھ کھلا اور اس کے بعد بھرا مار کر بہت سے لوگ اندر گھس آئے۔ ان کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں دبی ہوئی تھیں صرف ایک لمحہ انہوں نے ماحول کا جائزہ لیا اور دوسرے لمحے اسٹین گنوں سے فائر کھول دیئے۔ بے شمار چیخیں فضا میں گونجیں۔

میں نے پھرتی سے ماریانہ کا ہاتھ پکڑا اور ایک لمبی چھلانگ لگا کر بڑی سی میز کی آڑ میں پہنچ گیا اور اس کے بعد نیچے ریگ گیا۔ ناگی کے آدمی برق رفتاری سے ان لوگوں کا صفایا کرنے لگے ان میں سے کچھ نے جیب سے پستول نکال کر مقابلہ کرنے کی کوشش کی لیکن ان کے ہاتھ جیبوں سے باہر بھی نہ نکلے تھے کہ ان کی پیشانیاں داغ دار ہو گئیں ناگی اور اس کے ساتھی بڑے عطا اور مستعد انداز میں اپنا کام سرانجام دے رہے تھے اور میں آہستہ آہستہ ماریانہ کو گھسیٹتا ہوا ایک دروازے کی جانب کھسک رہا تھا یہ اس ہال کا اندرونی دروازہ تھا۔ میں جانتا تھا کہ مجھے جان بوجھ کر نظر انداز کیا جائے گا۔ ماریانہ سخت وحشت زدہ نظر آ رہی تھی۔ میں نے اتنی برق رفتاری اور مستعدی سے یہ کام سرانجام دیا کہ خود میرے اپنے ذہن میں بھی نہیں تھا۔ لیکن میں اس دروازے کے دوسری جانب

پاری ہو۔ ماریانہ نے بھی غالباً اسی طرح میرا جائزہ لیا تھا جس طرح میں اس کا جائزہ لیتا رہا تھا۔ چند لمحات کے بعد اس نے کہا۔

”لارڈ خود کو سنبھالو ہمارے انداز مشکوک نہیں ہونے چاہیں۔ کھیل بری طرح بگڑ گیا ہے۔ ہمیں اس کا اندازہ نہیں تھا۔“ میں نے پھر ہونٹ کھولے لیکن آواز نہ نکل سکی

کچھ دیر کے بعد ہم ایک پر رونق بازار میں داخل ہو گئے اور ماریانہ نے ایک طرف کر کے کار روک دی میں نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا تو وہ جلدی سے بولی۔

”ظاہر ہے اس کار میں ہم آگے نہیں بڑھ سکتے۔ یہ ہمارے لئے خطرناک بھی ثابت ہو سکتی ہے آؤ۔“

میں خاموشی سے نیچے اتر کر اس کے ساتھ چل پڑا۔ ماریانہ نے چابی کار میں لگی رہنے دی تھی۔ ہم لوگ کافی دور تک بیدل چلتے رہے تھے پھر ایک ٹیکسی کو اشارہ کر کے

اس میں بیٹھ گئے میں سمجھ گیا تھا کہ ماریانہ کیا کر رہی ہے۔ تاہم میں نے بھی خاموشی اختیار کی تھی اور پھر ٹیکسی نے ہمیں اس علاقے میں پہنچا دیا۔ جہاں جمشید وارنا کی کوٹھی تھی۔

یہی میرا بھی اندازہ تھا۔ تاہم ماریانہ نے ٹیکسی کو ٹھہری سے کافی فاصلے پر چھوڑ دی اور نیچے اتر کر ڈرائیور کو پیسے دینے لگی۔ اس کے بعد وہ بڑے دوستانہ انداز میں میرے بازو میں

بازو ڈال کر آگے بڑھ گئی جب ٹیکسی اشارت ہو کر واپس پلٹ گئی تو اس نے میرا بازو چھوڑ دیا اور آہستہ سے بولی۔

”بہت برا ہوا ہے۔ بہت ہی برا ہوا ہے۔ آہ ہمیں یہ امید نہیں تھی کہ ڈان سینٹر
 رائے اتنی تیزی دکھائیں گے۔ غالباً انہیں اپنے آدمی کی موت کا علم ہو گیا ہو گا۔“

”وہ-وہ-وہ-اشٹین گنیں۔ اشٹین گنیں چلا رہے تھے.....“

انداز میں فائرنگ ہو رہی تھی اس سے یہ احساس ہوتا تھا کہ شاید ان میں سے کوئی بھی نکل جائے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔؟ اوہ۔ مائی گاڑ۔ وہ سب مارے گئے وہ روز آرگنائزیشن کے

بسترِ نعلین پر تھے۔ جنہیں ساہو سال کی محنت سے تیار کیا گیا تھا۔ جمشید وارنا کی کوٹھی پر جو کھانا موجود تھا۔ غالباً مارا نہ کو پہچانتا تھا۔ فوراً ہی سلام کیا۔

”جشنید موجود ہیں۔“ ماریانہ نے سوال کیا۔

پہنچنے میں کامیاب ہو گیا اور جیسے ہی ہم دروازے کے دوسری طرف پہنچے میں نے ماریا کے بازو مضبوطی سے پکڑا اور پھرتی سے اندر کی جانب دوڑنے لگا۔ میں نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

”کیا۔ کیا باہر نکلنے کا کوئی راستہ ہے۔“

”اس طرف۔ اس طرف۔“ ماریانہ نے ایک سمت اشارہ کرتے ہوئے کہا اور پھر

اسی جانب دوڑنے لگا۔ آگے چل کر ایک چھوٹی سی راہداری نشی اور یہ راہداری اس عمارت کے بغلی حصے میں کھلتی تھی۔ یہاں ایک چھوٹا سا احاطہ تھا۔ اس احاطے سے کوئی

ہی باہر نکلا جاسکتا تھا۔ ویسے اس طرف کوئی بھی نہیں تھا۔ اندر سے فائرنگ کی مسلسل آواز سنائی دے رہی تھی۔ میں نے ماریاتہ کو سہارا دے کر دیوار پر چڑھایا اور وہ دوسری

جانب کود گئی اور دوسرے لمحے میں خود بھی دوسری جانب پہنچ گیا۔ پھر میں نے اس کی طرف ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

اس لئے اطراف میں کوئی موجود بھی نہیں تھا اور نظر بھی نہیں آ رہا تھا۔ چنانچہ ہم لوگ

دوڑتے رہے۔ میں ایک ذیلی سڑک پر آیا اور پھر وہاں سے ایک ایسی سڑک پر پہنچے جہاں
 جوڑی سڑک کہا جاسکتا تھا۔ یہ بھی صرف اتفاق ہی تھا کہ اس وقت ایک شخص نے

گاڑی روکی تھی اور دوسرا آدمی اس میں سے اتر رہا تھا۔ غالباً کوئی کسی کو چھوٹے پتے لے آتا تھا۔ ہم دونوں اس کار کے بالکل قریب ہی تھے۔ میں نے سب سے پہلے

اترنے والے آدمی کے چہرے پر گھٹنا رسید کیا اور دوسرے لمحے اس کے جڑے اسی کے

دیا تھا اور غراتے ہوئی لہجے میں اسے نیچے اترنے کو کہا۔ وہ شخص دہشت سے کانپتا ہوا۔

ماریانہ نے گاڑی آگے بڑھا دی۔ اور برق رفتاری سے اسے ایک جانب دوڑانے لگی۔

وہ بار بار خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہی تھی۔ مجھے بھی اس طرح کی اداکاری کرنی تھی۔

میں بہت زیادہ بدحواس ہو گیا ہوں اور کوسوں سے باز ہو گیا۔

اور یہ ساری ذمہ داری مجھ پر عائد ہوتی ہے اوہ مسٹر دارنا ذرا یہ تو بتائیے کہ کیا وہ کوٹھی آپ ہی کے نام سے ہے۔“

”آپ مجھے تمام صورتحال تو بتائیے میڈم۔“ جمشید دارنا نے کسی قدر شکایتی انداز میں کہا۔

”دشمنوں کو ہماری اس رہائش گاہ کے بارے میں علم ہو گیا۔ اس وقت میرے تمام ساتھی ڈاننگ روم میں موجود تھے اور ہم ایک اہم مسئلے پر گفتگو کر رہے تھے۔ جب اچانک ہی ڈان سینٹر کے آدمی اندر داخل ہو گئے اور انہوں نے اسٹین گنوں سے ہم پر فائر کھول دیا سب مارے گئے مجھے یقین ہے ان میں سے ایک بھی زندہ نہیں بچ سکا۔“

”تت۔ تیس آدمی تھے۔“

”ہاں۔“

”اس کا مطلب ہے کہ وہ کوٹھی تو گئی۔“ جمشید دارنا گہری سانس لے کر بولا اور ماریانہ اسے خونخوار نگاہوں سے دیکھنے لگی۔

”آپ ایک کوٹھی کی بات کر رہے ہیں میں اپنے بہترین ساتھیوں کو کھو چکی ہوں۔ اگر مسٹر لارڈ اس وقت ذہانت سے سے کام نہ لیتے تو..... تو شاید ہم دونوں کی لاشیں بھی ان لوگوں کی لاشوں میں شامل ہو تیں۔“

”میرے خدا۔ میرے خدا۔“

”آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا مسٹر دارنا۔“

”نہیں میڈم۔ وہ کوٹھی میرے نام سے نہیں ہے۔ وہ ایک جعلی نام سے خریدی گئی ہے۔ اس طرح کم از کم میں تو منظر عام پر نہیں آتا۔ لیکن اب ظاہر ہے وہ پولیس کی تحویل میں ہوگی اور وہاں جو سامان موجود ہے بس مجھے یہی خطرہ ہے کہ کہیں وہ میرے لئے مصیبت کا باعث نہ بن جائے۔“ جمشید دارنا نے کہا۔

”گڈ۔ اس کا مقصد ہے کہ وہ اس کوٹھی سے آپ کے بارے میں کچھ نہیں معلوم کر سکتے۔“

”نہیں۔ لیکن میں اب اس کوٹھی کی طرف رخ بھی نہیں کر سکتا پولیس کو ہمیشہ اس بات کی تلاش رہے گی کہ اس کوٹھی کا مالک کون تھا اور پھر یہ دیکھنا ہے کہ پولیس اس

”لیس میڈم۔ چونکہ دارنا غالباً پڑھا لکھا آدمی تھا اور انگریزی سمجھتا تھا۔ ماریانہ اشارہ کر کے اندر داخل ہو گئی اور پھر سامنے کا راستہ طے کرنے کے بعد کوٹھی کے اندر جھسے میں پہنچ گئی۔“ ایک ملازم سے اس نے کہا۔

”پلیز۔ جمشید دارنا کو اطلاع دو کہ ماریانہ آئی ہے۔“ ملازم نے گردن خم کی اور دونوں کو ڈرائنگ روم میں پہنچا دیا۔

جمشید دارنا چند ہی لمحات کے بعد سیلینگ سوٹ پہنے ہوئے کسی قدر پریشان اندر داخل ہوا تھا اس نے ہم دونوں کو دیکھا اور پھر میری طرف رخ کر کے بولا۔

”اوہ مسٹر۔ مسٹر۔“ لیکن اس نے جملہ پورا نہیں کیا تھا اور ماریانہ کی جانب متوجہ ہو گیا تھا۔ ”خیریت۔ خیریت مس ماریانہ۔“

”بالکل خیریت نہیں ہے مسٹر جمشید بہت خوفناک حادثہ ہو چکا ہے۔ ایسا حادثہ جس ہم خواب میں بھی تصور نہیں کر سکتے تھے۔“ جمشید دارنا کا چہرہ اتر گیا اس نے ہمیں ہر نگاہوں سے ماریانہ کو اور پھر مجھے دیکھا اور پھر دہشت زدہ لہجے میں بولا۔

”ٹھیک۔ کیا ہپ۔ پولیس ادھر آرہی ہے۔“

”اوہو۔ نہیں۔ ایسی بات نہیں ہے۔ مم۔ مگر وہ دراصل ہمارے دشمنوں کو ہمارے ٹھکانے کا علم ہو گیا اور انہوں نے ہمارے آدمیوں کو ہلاک کر دیا۔“

”تت۔ تمام۔ تمام۔“ جمشید دارنا جیسے چکرانے لگا تھا۔ ایک صوفے پر بیٹھ کر اس نے گردن صوفے کی پشت سے ٹکادی۔ مس ماریانہ اس دوران اپنے آپ کو پرسکون کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ ”بڑی مشکل سے جمشید دارنا نے کہا۔“

”آپ کا مطلب ہے کہ..... کہ۔“

”مسٹر دارنا براہ کرم فضول باتوں سے گریز کریں۔ بہت ہی خوفناک صورتحال ہے مم..... مجھے میری۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا۔ تمہارا کیا خیال ہے لارڈ۔“

”میرا خیال۔“ میں نے تھوک نگلتے ہوئے کہا۔

”آپ کی کیفیت خود بہتر نہیں معلوم ہوتی۔ اوہ میرے خدا۔ مجھے..... مجھے کی امید نہیں تھی۔ اس کا مطلب ہے کہ ڈان سینٹر بڑی قوتوں کے ساتھ یہاں موجود ہے۔ ہم تباہ ہو گئے اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارا سارا منصوبہ خاک میں مل گیا۔“

بارے میں کیا معلومات حاصل کر سکتی ہے۔“

میں خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ مجھے اس وقت ایک احمق ہی کا کردار ادا کرنا تھا رشید نے اپنا کام بھرپور طریقے سے سرانجام دے دیا تھا اور میری حیثیت مشکوک ہونے سے گئی تھی۔ کچھ دیر کے بعد جمشید وارنا نے کہا۔

”اور جب فائرنگ ہوئی ہے تو ظاہر ہے اس پاس کے لوگوں کو بھی آوازیں سنائی دی ہوں گی اور اب..... یقیناً“ پولیس نے اس کو ٹھہکی کو چاروں طرف سے گھیر لیا ہوگا کچھ بھی نہیں کہا جاسکتا اس طرف کا تو رخ بھی نہیں کیا جاسکتا۔“

”رخ کرنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ میرا خیال ہے لارڈ آپ بھی رات میرے ساتھ ہی قیام کریں۔ ہم صبح کے اخبارات دیکھیں گے اگر اخبارات کو یہ خبر نہیں مل سکی تو پھر ہم معلوم کریں گے کہ وہاں کیا ہوا۔ پولیس نے کیا کیا برآمد کیا اور..... اور..... اوہ میرے خدا۔ وہاں ایرس کی لاش بھی موجود تھی۔ ایرس دول تھا ہاتھوں ہلاک ہو گیا۔ ہو سکتا ہے..... ہو سکتا ہے کہ..... مسٹر وارنا آپ براؤن ہمارے لئے قیام کا بندوبست کر دیں۔“

”ٹھیک ہے ہو جائے گا۔“

”اس کے علاوہ مسٹر وارنا آپ اس وقت ایسی کوئی کوشش نہیں کریں گے جو آپ کو کوٹھی کی خیریت معلوم ہو سکے۔ اس وقت ہماری معمولی سی سرگرمی ہمارے لئے عذاب بن سکتی ہے۔ میں بھی پھنس جاؤں گی۔“

”نہیں میری اتنی ہمت کہاں ہے میڈم کہ میں ایسی کوئی کارروائی کرنے کی کوشش کروں۔“

”پلیز ہمارے لئے آرام کا بندوبست کر دیجئے۔ میں بری طرح پریشان ہوں ہمارا چکر رہا ہے۔“

جمشید وارنا نے ہمارے لئے ایک ہی کمرے کا بندوبست کیا تھا۔ میں نے غسل خانے میں جا کر منہ ہاتھ دھویا اور پھر جوتے اتار کر مسہری پر دراز ہو گیا۔ میں خود بھی بت پریشانی کی اداکاری کر رہا تھا اور میں نے محسوس کیا تھا کہ ماریانہ نے کئی بار مجھے عجیب نگاہوں سے دیکھا ہے کچھ دیر کے بعد وہ میرے قریب آکر بیٹھ گئی میں اٹھنے لگا تو اس نے

”نہیں یہ اس کے لئے ممکن نہیں ہوگا۔ اگر اس نے آرگنائزیشن سے غداری کرنے کی کوشش کی تو یہ اس کا سب سے خوفناک فیصلہ ہوگا۔ جو اس کی موت پر ہی ختم ہو سکتا ہے۔ مگر خیر اب صبح ہی کا انتظار کرنا ہوگا۔ میں ذہن سے ان پریشانیوں کو جھٹلنا چاہتی ہوں۔ تاکہ..... تاکہ ذہنی سطح اعتدال پر آسکے۔ تمہیں میرا ساتھ دینا ہوگا۔“

میں نے خاموش ہو کر آنکھیں بند کر لی تھیں۔

دوسری صبح ماریانہ کے چہرے سے یہ اندازہ ہو رہا تھا جیسے رات کو کوئی ایسا واقعہ پیش ہی نہ آیا ہو۔ وہ نکھری نکھری نظر آرہی تھی۔ میں نے بغور اس کا چہرہ دیکھا اور اس کے بعد غسل خانے میں غسل کرنے چلا گیا۔ جمشید وارنا خود ہی تقریباً ساڑھے آٹھ بجے ہمارے کمرے میں آگیا تھا اس کے ہاتھ میں کئی اخبارات تھے اور ہمیں خود بھی شدت سے اخبارات ہی کا انتظار تھا۔ میں نے جمشید وارنا کا چہرہ دیکھا۔ ہلدی کی طرح پیلا پڑ رہا تھا۔

میں خوفزدہ نظر آتا تھا وہ ماریانہ نے اس سے سوال کیا؟

”کہتے مسٹر دارنا کیا اخبارات کو رات کے واقعے کی اطلاع مل گئی۔“

”میڈم تمام اخبارات نے اس واقعے پر خوب تبصرہ آرائی کی ہے۔“

روانگی۔

”بالکل خاموشی سے آپ میرے لئے دنیا کے کسی بھی ملک روانگی کا بندوبست کریں۔ آپ کے یقینی طور پر اس قدر تعلقات تو ضرور ہوں گے۔“

”اور اگر ایئر پورٹ پر آپ کو۔“

”جشید دارنا۔“ ماریانہ نے غراتے ہوئے انداز میں کہا۔

”نہیں میڈم میرا یہ مطلب نہیں ہے۔ ٹھیک ہے ٹھیک ہے تو پھر مجھے اجازت دیجئے آپ فوری طور پر یہاں سے نکل جانا چاہتی ہیں۔“

”جس قدر جلد ممکن ہو سکے۔ دن کے کسی بھی حصے میں۔“ ماریانہ نے کہا۔

”تو پھر میں فوراً ہی جاتا ہوں۔ بندوبست کرتا ہوں۔ آپ، آپ مسٹر۔۔۔۔۔ دانش منصور۔ آپ، آپ۔ کیا آپ یہیں قیام کریں گے۔ ویسے اندازہ ہے اخباری خبروں سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ کسی کو آپ پر کوئی شبہ نہیں ہو سکا ہے۔“

”آپ کا خیال بالکل درست ہے مسٹر جشید دارنا۔“

”میری گزارش ہے کہ آپ اس وقت اس کو ٹھکی سے واپس اپنی رہائش گاہ میں چلے جائیں۔“

”اس سے کیا فائدہ ہو گا؟“ میں نے سوال کیا۔

”بس جو مصیبت آئے گی ہم پر اکیلے ہی آئے گی۔ یا پھر یا پھر جیسا آپ پسند کریں۔“ فوراً ہی ماریانہ نے جشید دارنا کی بات اچک لی۔

”ٹھیک ہے مسٹر دارنا آپ اپنے کام سے جلیے۔ مسٹر دانش منصور تھوڑی دیر کے بعد چلے جائیں گے۔“ دارنا گردن ہلا کر باہر نکل گیا۔ ماریانہ تشویش زدہ نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی پھر بولی۔

”ہمارا سارا منصوبہ خاک میں مل چکا ہے اور اس کے علاوہ اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ ڈان سینٹر والوں نے یہ قدم اٹھایا ہے اس سے پہلے بھی ڈان سینٹر ہمارے راستے کا کٹا رہا ہے۔ لیکن ہمارے درمیان خونریزی کی نوبت کبھی نہیں آئی تھی۔ میرا اپنا اندازہ ہے لارڈ کے کسی طرح ڈان سینٹر کو اس بات کا علم ہو گیا ہے کہ ہم یہاں کوئی کارروائی کرنا چاہتے ہیں اور اتنی عظیم الشان کارروائی کو روکنے کے لئے فوری طور پر اس نے یہی فیصلہ کیا

اس نے اخبارات ہمارے سامنے ڈال دیئے اور خود ایک صوفے پر بیٹھ کر گہری سانسیں لینے لگا۔ کئی اخبار تھے۔ چند اخبار ماریانہ نے اٹھا لئے اور ایک دو تھیں نے پہلے ہی اخبار میں بہت بڑی سرخی لگائی گئی تھی۔ میں پوری تفصیل پڑھنے لگا۔ پوری خبر بڑی سنسنی خیز تھی اور پڑھ کر میری آنکھوں میں بھی حیرانی کے آثار پھیل گئے۔ میرا اخبار بھی موجود تھا اور اس نے بھی بڑی تفصیلی رپورٹ لکھی تھی۔ لکھا تھا اگرچہ ہاؤس کے سامنے والے چوکیدار نے بتایا ہے کہ اس نے ایک غیر ملکی عورت کو وہاں آنے جاتے دیکھا ہے۔ چوکیدار عورت کی صحیح نشاندہی تو نہیں کر سکا لیکن اس کا کہنا ہے کہ وہ یادداشت کی بنا پر اس عورت کے خدو خال کی تصویر بنوا سکتا ہے۔ پولیس نے چوکیدار کی اپنی تحویل میں لے لیا ہے۔ تاکہ اس کی یادداشت کی مدد سے عورت کی تصویر بنال جاسکے۔ یہ عورت اس مسئلے میں سب سے زیادہ اہمیت کی حامل ہے۔ حکومت نے اس واقعے سے بالکل مچ گئی ہے اور اعلیٰ پولیس افسران کو تحقیقات پر مامور کیا جا رہا ہے۔ میں خبریں پڑھتا رہا۔ دوسرے اخبارات میں بھی اسی انداز کی خبریں تھیں۔ میں اس کے ساتھ ساتھ ماریانہ کا چہرہ بھی دیکھ رہا تھا جشید دارنا تو پہلے ہی عذاب میں گرفتار نظر آتا تھا۔ لیکن خبروں کی تفصیل پڑھ کر ماریانہ کے ہونٹ بھی خشک ہو گئے تھے۔ تفصیلی خبریں پڑھنے کے بعد اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے میری طرف اور پھر دارنا کی طرف دیکھا اور پھر کسی قدر غصیلے لہجے میں بولی۔

”تم پر کیوں موت نازل ہو رہی ہے۔ جشید۔“ جشید دارنا بری طرح چونک پڑا۔

”مم۔ میڈم۔ میڈم۔ مم۔ میں۔ میں۔“

”جس قدر جلد ممکن ہو سکے مسٹر دارنا مجھے یہاں سے نکالنے کا بندوبست کرو ایک

بات سمجھ لو اچھی طرح کہ اگر تم نے اس میں کوئی کوتاہی کی اور یہ کام نہ ہو سکا تو ہو سکتا ہے میں گرفتار ہو جاؤں لیکن اس کے بعد تمہارے ساتھ جو کچھ ہو گا اس کا تم تصور نہیں کر سکتے۔“

”مم۔ میڈم۔ میں بھلا آپ کے حکم سے انحراف کر سکتا ہوں۔ لیکن آپ کی

ہے۔ میرا خیال ہے اب آرگنائزیشن اور ڈان سینٹر کے تعلقات میں بدترین خرابی پیدا ہو جائے گی اس کے نتائج اچھے نہیں نکلیں گے آہ کاش میں یہاں پر کامیاب ہو جاؤں۔ میں بہت زیادہ خوفزدہ نہیں ہوں۔ لیکن کون زندہ رہنا نہیں چاہتا۔ دانش اگر زندگی رہی اور سارے معاملات بہتر ہو گئے تو تم سے دوبارہ ملاقات کی کوشش کروں گی۔ ویسے میں جانتی ہوں کہ آرگنائزیشن آپ کو نظر انداز نہیں کرے گی۔ بہت بڑی ذمہ داری تمہیں سونپی گئی ہے تم یہ بتاؤ کہ کیا تم اس حیثیت سے اپنی شخصیت برقرار رکھ سکتے ہو۔

”ہاں۔ اگر پولیس کے علم میں یہ بات نہ آجائے کہ مجھے بھی تمہارے ساتھ لگایا گیا ہے۔“

”میں جانتی ہوں یہ سمجھ رہی ہوں میں اور اسی لئے میں بھی کم از کم جمشید دارنا کی اس بات سے متفق ہوں کہ اب تمہیں فوراً اپنی کونٹری میں منتقل ہو جانا چاہیے۔ یہ عرصہ تمہیں نہایت محتاط گزارنا پڑے گا۔ بہتر یہ ہو گا کہ تم دن کی اور رات بھر کی مصروفیات کسی ایسے انداز میں ترتیب دو کہ اگر کوئی شبہ تم تک پہنچے بھی تو تم خود کو محفوظ رکھ سکو۔“ میں نے پر تشویش انداز میں گردن ہلائی اور بولا۔

”ہاں میں جانتا ہوں کہ اب مجھے اپنے آپ کو قائم رکھنے کے لئے سخت محنت کرنا ہوگی لیکن ماریانہ اگر تم کامیابی سے یہاں سے نکلنے میں کامیاب ہو جاؤ تو آرگنائزیشن کے سربراہوں کو میری جانب سے یہ پیغام ضرور دے دینا کہ اگر بات میری زندگی پر آئی تو میں خاموشی سے اپنے آپ کو یہاں کے ماحول میں گم کروں گا اور جیسے ہی بہتر موقع ملا میں فوراً کو منظر عام پر لا کر آرگنائزیشن کو یہ بتا دوں گا کہ میں خیریت سے ہوں۔“

”نی الحال تم وہیں مقیم رہو۔ ہم انتہائی کوشش کریں گے کہ تمہیں مطمئن کیا جاسکے۔ آرگنائزیشن نے تم پر جو اعتماد کیا ہے وہ معمولی نوعیت کا نہیں ہے۔ تمہارے لئے ہزار آدمی کٹوائے جاسکتے ہیں۔ کیونکہ آپ کی کامیابی آرگنائزیشن کے لئے مستقبل میں بہت سی کامیابیوں کے دروازے کھول دے گی۔“

”تو پھر اب میرے لئے کیا حکم ہے۔“

”تم براہ کرم یہاں سے چلے جاؤ۔ جس طرح بھی ممکن ہو سکے۔“

میں نے پر خیال انداز میں گردن ہلائی اور دل ہی دل میں مسکرا رہا تھا۔ یہ

میرا بھی منصوبہ تھا۔ یہ بات باآسانی جمشید دارنا سے پتہ چل جائے گی کہ ماریانہ ملک سے نکلنے میں کامیاب ہو گئی یا نہیں۔ لیکن میرا بھی اپنا یہ خیال تھا کہ اسے نکل جانا چاہیے۔ تاکہ آرگنائزیشن کے علم میں ساری تفصیلات آجائیں اور اس کے بعد وہی ہوا یعنی ڈان سینٹر اور آرگنائزیشن میں مقابلہ اور اس طرح کم از کم بڑے پیانے پر نہ سہی لیکن میرے ملک میں ان دونوں شرمناک گروہوں کا خاتمہ ہو جائے۔ یہی میرا مقصد تھا اور اسی کے لئے میں نے یہ شاندار چال چلی تھی۔ لڑکی سے آخری ملاقات کرنے کے بعد میں باہر نکل آیا۔ وہ اس قدر تھکی تھکی اور نڈھال سی تھی کہ مجھے باہر تک چھوڑنے نہیں آئی تھی۔ جمشید دارنا شاید باہر نکل گیا تھا۔ میں نے ایک گہری سانس لی اور اس کے بعد بیرونی دروازے کی جانب قدم بڑھا دیئے۔ اب یہاں سے مجھے اپنی کونٹری تک پہنچنا تھا ذریعہ کوئی نہیں تھا میں باہر نکلا ہی تھا ایک کار اندر آکر رکی اور اس میں سے دو افراد باہر نکل آئے یہ ایک خوبصورت نوجوان تھا اور ایک انتہائی حسین لڑکی تھی جو نرم و نازک خدوخال کی مالک تھی۔ دونوں نے تعجب سے مجھے دیکھا ادھر میں بھی کھڑے ہو کر انہیں دیکھنے لگا تھا دفعتاً ہی لڑکی کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے۔ وہ تیزی سے دو قدم آگے بڑھی اور اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہیلو مسٹر دانش منصور۔“ میں چونک کر اس کی صورت دیکھنے لگا اس سے پہلے میں نے اس لڑکی کو کبھی نہیں دیکھا تھا نوجوان نے بھی چونک کر لڑکی کا چہرہ دیکھا اور بولا۔

”کون ہیں یہ۔ کیا تم انہیں جانتی ہو؟“

”اوہ ڈیئر زاہد۔ تم انہیں نہیں پہچانتے ہو گے۔ کیونکہ تم زیادہ تر باہر رہتے ہو لیکن یہ..... یہ تو یہاں کی انتہائی مشہور شخصیت ہیں۔ بہت شاندار، پراسرار اور طلسمی شخصیت۔ مسٹر دانش منصور۔“ اس نے گہری اور شوخ نگاہوں سے میرا جائزہ لیتے ہوئے کہا لیکن میں اسے بالکل نہیں پہچان سکا تھا۔ تب وہ دو قدم آگے بڑھی اور اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”میرا نام مونا جمشید ہے۔ جمشید دارنا کی بیٹی ہوں اور یہ مجھ سے ایک سال چھوٹا میرا بھائی زاہد جمشید۔“

”اوہ۔ آپ۔“

”لیکن آپ یہاں کہاں دانش صاحب۔“ لڑکی نے سوال کیا؟ اور میں سوچنے لگا کہ اس وقت ان دونوں کا آنا مناسب نہیں رہا ہے۔ میں تو خود ذہنی انتشار کا شکار ہوں۔ تاہم جواب دینا ضروری تھا۔ لڑکی نے بڑی بے تکلفی سے آگے بڑھ کر میرا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔

”ایسی طلسمی اور پر اسرار شخصیت کا ہمارے یہاں آنا اور ہمارا اس سے ملاقات نہ کرنا بڑا عجیب ہے۔ آپ یقینی طور پر ڈیڈی سے ملنے آئے ہوں گے۔ ایک سرمایہ دار سرمایہ دار ہی سے ملنے آتا ہے۔ لیکن ضروری تو نہیں ہوتا کہ بات صرف بزنس مین تک ہی محدود ہو آخر دوستی بھی تو ایک چیز ہوتی ہے۔ میں آپ سے کبھی دوستی حاصل نہیں کر سکی لیکن میرے دوستوں نے آپ کی بڑی تعریفیں کی ہیں۔“

”آپ کی دوست۔“

”ہاں سب سے پہلے تو میں تیلاب شمشاد بیگ ہی کا نام لوں گی۔ نیلاب شمشاد بیگ میری گہری دوست ہے اور شاید آپ کی بھی۔“

”اوہ۔ ہاں۔ یقیناً۔“ آپ دونوں سے مل کر بے حد خوشی ہوئی ہے۔ لیکن۔۔۔ لیکن۔۔۔“

”بالکل نہیں جناب۔ بالکل نہیں۔ آپ کو ہمارے ساتھ ایک کپ چائے پینا پڑے گی اور اس کے بعد آپ جہاں چاہیں جاسکتے ہیں۔ لیکن اس شرط پر کہ اب جبکہ آپ ہمارے سامنے آہی گئے ہیں تو ہمارے اور آپ کے درمیان دوستی ضرور ہوگی۔“

”عجیب مصیبت میں پڑ گیا تھا۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کرو۔ چند لمحات کے بعد میں نے کہا۔“

”اگر آپ اس وقت مجھے جانے کی اجازت دے دیں مس دارنا تو میں آپ کا شکر گزار ہوں گا۔ ویسے بھی مسٹر جمشید دارنا باہر گئے ہیں اور موجود نہیں ہیں۔ لیکن آپ لوگ کہاں سے آرہے ہیں۔“

”ڈیڈی موجود نہیں ہیں۔ پھر آپ۔ پھر آپ۔“

”آپ اندر جاسیے۔ کچھ اور مہمان بھی آپ کے منتظر ہیں۔“

”لیکن آپ۔ اوہ میرے خدا۔ کیا یہ عجیب بات نہیں کہ ڈیڈی اندر موجود نہیں

ہیں اور آپ اندر سے آرہے ہیں۔“ میں آہستہ سے ہنس پڑا اور میں نے کہا۔

”آپ لوگ کہاں سے آرہے ہیں۔ مس جمشید اور مسٹر زاہد۔“

”اوہو میں اور زاہد اپنی ایک دوست کے پاس ایک دوسرے شہر گئے ہوئے تھے۔

ہم لوگ بذریعہ کار گئے تھے اور چوتھے دن واپس آئے ہیں۔“

”تو پھر میری رائے ہے کہ پہلے آپ اندر جا کر اپنی مہمانوں سے مل لیجئے اس کے بعد ہمارا تو کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔ تعارف ہو چکا ہے دوبارہ کسی بھی وقت ملاقات ہو جائے گی۔“ بمشکل تمام میں نے ان دونوں سے اپنا پیچھا چھڑایا اور برق رفتاری سے گیٹ کی جانب چل پڑا۔ مونا جمشید اور زاہد جمشید شانے ہلا کر معنی خیز انداز میں مجھے دیکھتے رہے تھے اور پھر اندر واپس چلے گئے تھے۔

”سر آپ اس تمام کارروائی سے مطمئن ہیں؟“

”ہاں اور تمہارے آدمی تو محفوظ ہیں نا؟“

”یقیناً“ جناب..... کوئی مشکل پیش نہیں آئی، ہم اپنا کام کر کے بڑے آسانی سے واپس پہنچ گئے ہیں۔“

”اور اب اس بات کے امکانات ہیں ناگی کہ ڈان سینٹر اور روز آرگنائزیشن ایک دوسرے سے دست و گریباں ہو جائیں اور ان کے درمیان خوب چلے۔“

”سر۔ یہ تو اچھی بات ہے جو منصوبہ روز آرگنائزیشن کی نمائندہ لے کر آئی تھی وہ ویسے بھی ہمارے لیے بے حد ہولناک تھا اس سے آپ یہ اندازہ لگا لیجئے سر کہ بیرونی دنیا ہمارے معاملات میں کس قدر مداخلت کرنے کی خواہش مند ہے اور ہمیں تمام راستوں پر آگے بڑھنے سے روک دینا چاہتی ہے۔“

”ناگی ہم لوگ بہت چھوٹے سے ہیں ہمارے وسائل ان کے مقابلے میں نہ ہونے کے برابر ہیں لیکن اپنی بساط بھر جو کچھ بھی کام کر لیں اس سے ہمیں کم از کم یہ سکون تو حاصل ہو گا کہ ہم نے اپنا چھوٹا موٹا فرض ادا کر دیا۔ میں تو اس بات کا خواہش مند ہوں کہ دنیا بھر میں روز آرگنائزیشن اور ڈان سینٹر کے ان سربراہوں کی تفصیلات ہمیں معلوم ہوں جو ان کے کرتا دھرتا ہیں تو ہم براہ راست ان پر ہاتھ ڈالیں اور جس طرح بھی ہو سکے انہیں فنا کرنے کی کوشش کریں۔ یہ تمام کام خاموشی ہی سے ہو گا لیکن جو کچھ بھی ہم کر لیں ظاہر ہے اس کا فائدہ وطن عزیز کو پہنچے گا اور کوئی جانے نہ نجانے وطن کی مٹی تو جان لے گی کہ اس کا نمک کھانے والوں نے اپنی بساط بھر اس کے لیے کام کیا۔“

”جی سر۔ جذبول کی کوئی قیمت نہیں ہوتی اور جذبے بذات خود اپنی محنت کی ادائیگی ہوتے ہیں تو سر اور کوئی ایسا حکم جسے فوری طور پر سرانجام دینا ہو۔“

”میرے خیال میں تھوڑا سا آرام کر لو ناگی عمل ہو چکا ہے۔ رد عمل کا اندازہ ہو جائے گا اسکیمیں تو سینکڑوں ہیں ہمارے پاس لیکن ایک ایک کر کے سامنے آن چاہئیں۔ جلدی کریں گے تو نقصان اٹھا جائیں گے۔“

”اوکے چیف بس یہی مشورہ کرنا تھا آپ سے۔“ رشید ناگی نے کہا اور پھر مسکراتا ہوا مجھ سے رخصت ہو گیا۔

کچھ دیر کے بعد میں اپنی کوٹھی میں واپس پہنچ گیا۔ پرسکون اور مسرور تھا۔ جو منصوبہ ترتیب دیا گیا تھا وہ انتہائی شاندار پیمانے پر مکمل ہو گیا تھا اور یہ لحاظ میرے لیے انتہائی پر مسرت تھے۔ میں نے جس کام کا آغاز کیا تھا اس کی تکمیل میری پسند کے مطابق ہو گئی تھی۔ آگے نگاہیں دوڑاتا تو اتنی وسعتیں نظر آئیں کہ دل باغ باغ ہو جاتا۔ بڑے اعلیٰ پیمانے پر کام شروع ہو گیا تھا۔ کچھ دیر کے بعد چار سو گیارہ سے اطلاع موصول ہوئی کہ ناگی اور اس کا پورا گروہ وہاں پہنچ گیا ہے۔ ناگی نے خود ہی رابطہ قائم کیا تھا اور کہا تھا کہ اگر ملاقات کرنا چاہوں تو وہ اس وقت کوٹھی نمبر چار سو گیارہ میں موجود ہے۔ باہر کے معاملات پرسکون تھے۔ ناگی کا ہر عمل اہم تھا کہ اس نے میرے لیے مشکلات ہی نہیں چھوڑی تھیں یہاں اس کوٹھی میں بھی میرے خلاف سازش ہوتی تو اس کا علم ایک لمحے میں مجھے ہو جاتا۔ ٹیلیفون لائن میں ایسے آلات نصب کر دیے گئے تھے کہ اگر کہیں سے ہمارا ٹیلیفون ٹیپ ہو تو فوراً ہی ایک مشین اسے آگاہ کر دیتی تھی۔ ٹیلیفون کے علاوہ دوسرے جاسوسی کے آلات کا بھی خیال رکھا گیا تھا اور ایک وسیع و عریض کمرہ محفوظ بنا دیا گیا تھا۔ یہ کمرہ ساؤنڈ پروف تھا اور اس کی دیواروں میں ایسے آلات نصب کیے گئے تھے کہ اگر کہیں کوئی الیکٹرونک آلہ کام کر رہا ہو تو فوراً ہی اس کی نشاندہی ہو جائے اور ایسے آلات دیواروں میں نصب کیے گئے تھے یہ ساری کارروائی رشید ناگی کے فراہم کئے ہوئے اعلیٰ پائے کے انجینئروں نے کی تھی۔ میں نے رشید ناگی کو یہیں طلب کر لیا اور کچھ دیر کے بعد وہ مسکراتا ہوا میرے پاس آگیا اور ہنس کر کہنے لگا۔

دن گزر گیا کوئی خاص بات نہیں ہوئی تھی یہ شام بھی میں نے گھر پر ہی گزار دی تقریباً ساڑھے سات بجے ہوں گے اس وقت جب میرے ایک ملازم خاص نے غزنوی صاحب کی آمد کی اطلاع دی۔ یہ آمد غیر متوقع تھی چنانچہ انہیں احترام کے ساتھ اندر بلا لیا گیا وہ تنہا ہی آئے تھے میں نے پر تپاک انداز میں ان کا خیر مقدم کیا تھا۔ لیکن غزنوی صاحب کے چہرے پر نحوستیں برس رہی تھیں۔ یہ وہ شخص تھا جس کا میں نے ایک زمانے میں اپنے باپ کی مانند احترام کیا تھا۔ اگر کبھی وہ نرم لہجے میں مجھ سے بات کر لیتا تو مجھے یوں محسوس ہوتا جیسے مجھے کوئی خزانہ مل گیا ہو لیکن اس شخص نے میرے ساتھ ایسا سلوک نہیں کیا تھا اور میں یہ سلوک بھول نہیں سکتا تھا۔ تاہم اب تو میرے انداز میں تبدیل ہو گئے تھے۔ بیٹھنے کی پیشکش کی اور کہا۔

”آپ لوگوں سے تو واقعی بالکل ہی ملاقات نہیں ہوتی غزنوی صاحب“ میں نے بے حد شرمندہ ہوں کہ پردوسی کے حقوق ادا کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا۔

”چھوڑو دانش منصور یہ رسمی باتیں۔ میں جانتا ہوں تم اس پائے کے آدمی نہیں ہو جن کے ہاں رسمیں اور اقدار ہوتی ہیں۔ تم دوسری ہی شخصیت ہو۔“

”آپ بزرگ ہیں غزنوی صاحب۔ اگر آپ مجھے اقدار سے دور کا انسان سمجھتے ہیں تو یقینی طور پر آپ کو میری ذات سے کوئی ایسی ہی تکلیف ہوئی ہوگی جس کا نتیجہ یہ نکلا ہوگا۔“

”ہاں مجھے تمہاری ذات سے ایسی ہی تکلیف پہنچی ہے۔ مسٹر دانش منصور۔“

”اتنا ضرور عرض کروں گا غزنوی صاحب کہ وہ میرے علم میں نہیں ہے۔“

”دانش میں تم پر کسی طرح کا کوئی حق نہیں رکھتا۔ بیشتر ایسے معاملات آئے ہیں

جہاں میرا اور تمہارا براہ راست سامنا ہوا ہے۔ اس کے باوجود میں ایسا کوئی لمحہ نہیں بٹاتا

جسے بنیاد بنا کر میں تم سے اپنے کسی حق کی بات کروں۔“

”اس کے باوجود میں آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ کو جو پریشانی میری ذات

سے لاحق ہوئی ہے وہ میرے علم میں ضرور لائیے ہو سکا تو میں آپ کی شکایت دور کرنے کی

کوشش کروں گا۔“

”ایک بالکل ہی الگ بات ہے۔ ایک ایسی بات جو مجھے نہیں کہنی چاہیے۔ لیکن

بعض معاملات ایسے ہوتے ہیں جو زندگی کی بنیاد بن جاتے ہیں۔ میں زیادہ اہمیت بھیر میں نہیں پڑوں گا۔ رفیق احمد کے بارے میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔“

”رفیق احمد۔“

”ہاں۔ رفیق احمد جاگیردار۔ جو کہیں کوئی جاگیر نہیں رکھتا کوڑی کوڑی کا محتاج ہو کر گوشہ نشین ہو گیا تھا۔ جس کے اندر اتنی ہمت بھی نہ رہی تھی کہ اپنی گھر کی ضروریات ہی پوری کر لے۔ اسی رفیق احمد جاگیردار کی بات کر رہا ہوں میں۔ جواب ایک بار پھر اپنے آپ کو رفیق احمد جاگیردار کہہ کر دوسروں سے متعارف کرانے لگا ہے۔“

”آپ کا ان سے کوئی اختلاف ہے۔ غزنوی صاحب“

”میرا اس سے جو اختلاف ہے اس کی تفصیل اتنی ذاتی ہے کہ میں اپنے قریب ترین ساتھیوں کو بھی نہیں بتا سکتا لیکن یہ اختلاف اس قدر وسیع ہے کہ اس کے خاتمے کے امکانات تصور بھی نہیں کئے جاسکتے۔“

”ٹھیک ہے۔ اگر یہ آپ کا اتنا ہی ذاتی معاملہ ہے تو یقیناً میں اسے کریدنے کی کوشش نہیں کروں گا۔ بہر حال آپ ان صاحب کے سلسلے میں مجھ سے کیا گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔“

”دانش منصور تمہاری وجہ سے وہ ایک بار پھر اپنے قدموں پر کھڑا ہونے کے قابل ہوا ہے۔“

”جی ہاں۔ میں نے رفیق احمد صاحب کے ساتھ ایک کاروباری سلسلہ شروع کیا ہے

اور جہاں تک میرے پاس اس کے بارے میں رپورٹیں ہیں مسٹر جاگیردار بہت کامیابی سے

اپنا یہ کام سرانجام دے رہے ہیں۔“

”ایک پٹا ہوا امرہ ایک ایسا شخص جو بالکل زمین بوس ہو چکا تھا دوبارہ سر اٹھا رہا ہے

اور یہ بات مجھے ناپسند ہے۔“

”کیوں۔“ میں نے کرخت لہجے میں پوچھا۔

”اس لئے کہ میں نے بے پناہ سرمایہ خرچ کر کے اسے ان پستیوں تک پہنچایا تھا۔“

”مگر آپ نے ایسا کیوں کیا؟“

”کمانا۔ میرا اس سے اختلاف بالکل ذاتی نوعیت کا ہے۔“ غزنوی صاحب بولے۔

سرمایہ کاری اب میں تمہارے خلاف کروں گا۔ دانش منصور اب تمہاری کوشی سے جو شخص نکل رہا ہے وہ تمہارا دشمن ہے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"غزنوی صاحب زندگی میں صرف دوست ہی کام نہیں آتے۔ دشمن بھی ضروری ہوتے ہیں اس طرح آدمی کو مستعد رہنے کا موقع ملتا ہے اور مستعدی جسم میں جستی پیدا کرتی ہے۔ آئیے میں آپ کو باہر تک چھوڑ دوں۔ میرے قدم آگے بڑھانے سے پہلے ہی غزنوی صاحب تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئے تھے۔ پھر میں نے انہیں کوشی کے گیٹ سے باہر نکلتے ہوئے دیکھا۔ جب انہوں نے میری جانب رخ کیا تو میں نے الوداعی انداز میں ہاتھ ہلایا اور وہ گردن موڑ کر آگے بڑھ گئے۔ میں دلچسپ نگاہوں سے انہیں جاتے ہوئے دیکھتا رہا تھا۔ اچھا خاصا عمر رسیدہ شخص تھا یہ..... پراسرار کردار کا مالک۔ کوشی میں اس وقت تک جب تک میں وہاں رہا تھا۔ اس شخص کا رویہ ہمیشہ میری سمجھ سے باہر رہا اور اب رفیق احمد پچارے وہ تو ویسے ہی ایک مرنجان مرنج شخصیت کے مالک تھے اور ان کی ذات میں ایسی کوئی چیز موجود نہیں تھی جسے کوئی نفرت کی نگاہوں سے دیکھ سکے۔ پھر یہ شخص اور کیا واقعی اس نے رفیق احمد کو تباہ کرنے میں کوئی کردار ادا کیا تھا۔ انوکھا انکشاف تھا میرے لئے۔ تعجب خیز لیکن ہو سکتا ہے کوئی گھریلو چپقلش ہوئی ہوگی ایسی بات جس کا تعلق کسی بڑی بات سے ہو تعجب ہے کبھی ان دونوں کے درمیان کوئی بہت بڑا رابطہ سامنے نہیں آیا تھا۔ میں دلچسپی تو لے رہا تھا اس سلسلے میں لیکن اب اتنی بھی نہیں کہ اس کے بارے میں تفتیش کرنے بیٹھ جاؤں۔ کچھ دیر کے بعد میں نے ان حالات کو ذہن سے نکال پھینکا تھا۔ بہت سے تعمیری معاملات تھے جن پر ذہنی قوتیں صرف کرنا ضروری تھا۔ دوسرے دن کے اخبارات بھی انتہائی دلچسپی کا باعث تھے۔ صبح کو چائے پیتے ہوئے میں نے اخبارات سامنے رکھ لئے ایک اچھے اخبار کے پہلے ہی صفحہ پر ایک مصور کی بنائی ہوئی تصویر چھپی ہوئی تھی لیکن انتہائی باکمال انداز میں یہ تصویر اس کیج کی گئی تھی خدوخال کم از کم اسی فیصد ماریانہ سے مل رہے تھے۔ یہ تصویر اس جو کیدار کی نشاندہی پر بنائی گئی تھی میں نے دلچسپی سے اسے دیکھا۔ بہت معمولی سا فرق تھا۔ اگر ماریانہ کی طرح سامنے آجاتی تو یقینی طور پر اس تصویر کی مدد سے اسے گرفتار کر لیا جاتا۔ پھر اخبارات میں اس واقعہ کے متعلق خبریں پڑھنے لگا۔ جو بڑی سنسنی خیز تھیں۔ جمشید وارنا سے اس

دوران کوئی رابطہ قائم نہیں ہو سکا تھا میں نے جان بوجھ کر اسے نظر انداز کر رکھا تھا۔ خبروں کی تفصیل اسی پراسرار عورت اور اس کوشی میں پیش آنے والے حادثے سے متعلق تھی۔ نامہ نگار نے لکھا تھا کہ پراسرار عورت اس سلسلے میں بڑی بنیادی حیثیت رکھتی ہے کیونکہ اس کی لاش ان لوگوں کے درمیان نہیں مل سکی جو وہاں ہلاک ہوئے تھے۔ اگر یہ عورت مل جائے تو بہت سے سنسنی خیز انکشافات ہو سکتے ہیں پولیس نے یہ خیال بھی ظاہر کیا تھا کہ یہ عورت غالباً ملک سے باہر نکل گئی یا اندرون ملک کہیں روپوش ہے۔ تفصیلات میں اس کوشی کے بارے میں بھی لکھا گیا تھا جس کی ملکیت کے سلسلے میں پولیس نے زبردست تفتیش کی تھی۔ کوشی کافی عرصے پہلے فروخت ہوئی تھی اور اس سے پہلے وہ جس شخص کی ملکیت تھی وہ ایک نیک نام آدمی تھا اور ملک چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ کوشی ایک پراپرٹی ڈیلر کے ذریعے فروخت کی گئی تھی اور پراپرٹی ڈیلر کے ریکارڈ میں نئے مالکان کا درست اندراج نہیں مل سکا۔ جنہوں نے یہ کوشی خریدی تھی اور اس کی ادائیگی کی گویا یہ علم نہیں ہو سکا تھا کہ کوشی کا اصل مالک کون ہے اور یہ بات بھی پراسرار نوعیت کی حامل تھی پولیس کا خیال تھا کہ ملک دشمن افراد نے اس سلسلے میں ایک باقاعدہ سازش کے تحت منصوبہ بندی کی تھی اور اس میں یقینی طور پر کسی بہت بڑے بین الاقوامی گروہ کا ہاتھ تھا جو یہاں کچھ پراسرار کارروائیوں میں مصروف تھا۔ یہ بھی تفصیل لکھی گئی تھی کہ جن لوگوں کی لاشیں وہاں سے دستیاب ہوئی ہیں ان کے بارے میں ایک بھی کانڈ اس عمارت سے دستیاب نہیں ہو سکا جس سے ان کی آمد ان کی قومیت اور دوسری تفصیلات کا علم ہو سکتا اس کا مقصد تھا کہ یہ لوگ یا تو غیر قانونی طور پر یہاں داخل ہوئے تھے یا پھر اس ملک میں آنے کے بعد انہوں نے اپنے کانڈات سے چھٹکارا حاصل کر لیا تھا اور یہاں مستقل قیام کئے ہوئے تھے۔ یہ بھی خیال ظاہر کیا گیا تھا کہ ہو سکتا ہے ان کے تمام کانڈات ان کے ملک کے سفارتخانے کے پاس موجود ہوں۔ لیکن کوئی ایسا نشان نہیں ملا تھا جس سے ان کے ملک کے سفارتخانے سے بھی رابطہ قائم کیا جاسکے۔ غرض یہ کہ یہ معاملہ بالکل ہی گول مول ہو گیا تھا اور ابھی تک کچھ نہیں معلوم ہو سکا تھا تاہم اس واقعہ کو انتہائی سنسنی خیز قرار دیا گیا تھا اور اس سلسلے میں مختلف قیاس آرائیاں کی جا رہی تھیں۔ یہ تمام تفصیلات پڑھنے کے بعد میں نے گہری سانس لی۔ ظاہر ہے روز آرگنائزیشن نے انتہائی

مضبوط بنیادوں پر یہاں اپنی کارروائیاں کی ہیں۔ یہی صورتحال ڈان سینٹر کی بھی تھی کرک ولسن نے بھی ابھی تک مجھ سے کوئی رابطہ نہیں کیا تھا۔ حالانکہ مجھے یہ اندازہ تھا کہ وہ ابھی خاموشی اختیار کئے رکھے گا کیونکہ یہی اس کے حق میں بہتر تھا۔ تاہم ہمارے پاس ایسے ذرائع تھے کہ ہم خفیہ طور پر اس سے گفتگو بھی کر سکتے تھے۔ میں نے کئی بار اخبار کی ان خبروں پر نظریں دوڑائیں اور اس کے بعد کرک ولسن سے رابطے کا فیصلہ کر لیا۔ لیکن دوسری طرف ہوا کی لہروں کے علاوہ اور کوئی آواز نہیں سنائی دی۔ کئی بار کی کوششوں کے بعد بھی ناکام ہوئی تو میں سمجھ گیا کہ کرک ولسن اپنے آدمیوں سمیت یہاں سے فرار ہو گیا ہے یا اس نے روپوشی اختیار کر لی ہے۔ ظاہر ہے ڈان سینٹر اپنے تحفظ کا بھی بندوبست کرے گا لیکن حیران کن بات یہ تھی کہ ولسن نے مجھے اطلاع نہیں دی تھی کہ ایسی کوئی خاص وجہ ہے یا پھر صرف خوف اور مقامی طور پر اسے گرفتاری کا خدشہ ہے کچھ امکانات اس کے بھی تھے کہ وہ اس واقعہ میں میرا ہاتھ سمجھ رہا ہو۔ کیا اس طرح ڈان سینٹر مجھ سے مشکوک ہو جائے گا۔ بہر حال اب جو کچھ ہو گا اسے دیکھنا ہی تھا۔ اسی شام تقریباً رات بجے ایک گاڑی میری کونٹھی میں داخل ہوئی۔ میں اس وقت باہر چل قدمی کر رہا تھا۔ گاڑی کو پہچان نہیں پایا لیکن جب پورچ میں روشنی ہوئی تو میں نے اس گاڑی سے اترنے والے کو دیکھا تو میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی وہ جمشید دارنا تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر اس کا استقبال کیا۔ جمشید دارنا کو میں نے پہلے بھی دیکھا تھا اس وقت جب میرا اس سے تعارف ہوا تھا اور اس نے ماریانہ کو مجھ سے ملایا تھا اور اس وقت بھی وہ میرے سامنے تھا لیکن اس کی شکل بالکل تبدیل ہو گئی تھی یوں لگتا تھا جیسے اس کے پورے چہرے سے خون نچوڑ لیا گیا ہو۔ چہرہ سفید پڑا ہوا تھا اور آنکھوں میں سراسیمگی کے آثار نظر آرہے تھے۔ میں اسے بڑے احترام سے اندر لے گیا اور ڈرائنگ روم میں اسے بٹھائے ہوئے اس سے اس کی اس وقت کی خواہش کے بارے میں پوچھا۔

”کوئی بھی ٹھنڈی چیز منگوالیں دانش صاحب۔ میں جل رہا ہوں تپ رہا ہوں۔ اندر ہی اندر سلگ کر ختم ہوا جا رہا ہوں۔ میری بہت بری حالت ہے۔ کوئی بھی ٹھنڈی چیز منگوالیں۔“ جمشید دارنا نے کہا۔ میں نے ملازم کو طلب کر کے مشروب لانے کے لئے کہا اور پھر حیرانی سے دارنا کو دیکھتا ہوا بولا۔

”خیریت دارنا صاحب کیا بات ہے۔“

”آہ۔ آپ کس معصیت سے پوچھ رہے ہیں کہ خیریت دارنا صاحب کیا بات ہے۔“

آپ کے خیال میں کوئی بات ہی نہیں ہے۔“ دارنا نے کہا۔

”آپ مجھے بتائیے تو سہی کس مشکل کا شکار ہیں آپ کیا مس ماریانہ ملک سے باہر نہیں نکل سکیں۔“

”ارے نہیں بھائی اسے تو میں نے فوراً ہی روانہ کر دیا تھا۔ وہ بھلا بچتی مصیبت ہو جاتی ہمارے لئے تم اخبار نہیں دیکھ رہے۔“

”اخبار تو دیکھ رہا ہوں مگر آپ اتنے پریشان کیوں ہیں اس کی وجہ نہیں سمجھ سکا۔“

”انہوں نے اس کی تصویر بنالی۔ ارے وہ تو نکل گئی ہے۔ مانتا ہوں کہ پکڑی نہیں جائے گی اب مگر ہمارا کیا ہو گا۔ دانش بھائی ہمارا کیا ہو گا۔“

”کیوں آپ کو کیا تکلیف ہے۔“

”اسے میرے ساتھ دیکھا گیا ہے کئی جگہوں پر میرے ساتھ دیکھا گیا ہے اگر کسی نے خاص طور سے توجہ دی ہوگی تو بس پولیس پہنچنے ہی والی ہوگی تفتیش کے لئے میرے پاس بتاؤ کیا کروں گا کیا جواب دوں گا۔“ اس وقت میں نے بدستور حیرانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

”دارنا صاحب آپ بڑے آدمی ہیں۔ پولیس کی یہ مجال ہے کہ آپ پر کسی شبہ میں اتار دال سکے۔“

”اپنی پولیس کو ہم ہی جانتے ہیں۔ اگر ہاتھ ڈالنا چاہے گی تو اسے کیا وقت ہوگی بھلا کچھ معلوم بھی نہیں ہے تمہیں دانش۔ کچھ معلوم ہی نہیں ہے۔ ارے اگر کسی بڑے آدمی نے نشاندہی کر دی تو یہ معاملہ ایسا نہیں ہے کہ پولیس رعایت برت جائے۔ تمیں غیر ملکی ہلاک ہو گئے ہیں بتاؤ بھلا چھوڑ دے گی پولیس اور اسے خاص طور سے مشکوک سمجھا جا رہا ہے سمجھ رہے ہو نا۔ کہیں سے بھی نشاندہی ہو گئی تو گردن بچانا مشکل ہو جائے گی۔ مجھے تو یوں لگ رہا ہے دانش منصور کہ آگیا وقت ہمارا۔ بس آگیا۔“

”آپ ضرورت سے زیادہ ہی فکر مند ہو رہے ہیں دارنا صاحب اور یہ چیز آپ کو نقصان پہنچا سکتی ہے۔ مجھے تعجب ہے کہ آپ جیسا آدمی روز آگنا تزیین جیسے خطرناک

ادارے کا اتنا سرگرم کارکن کیسے ہو گیا۔

”ارے بھاڑ میں جائے روز آرگنائزیشن اور بھاڑ میں جائے اس کا کارکن۔ ہم تو پیسے کے دھندے کے لئے اس طرف متوجہ ہوئے تھے۔ ہمیں کیا معلوم تھا گلے میں جائے گا یہ دھندا۔ بڑے بڑے سبز باغ دکھائے گئے تھے ہمیں۔ کہا گیا تھا کہ ایشیا میں ہمیں کوئن کنگ بنا دیا جائے گا۔ ہم اسی چکر میں تھے اور یہاں بھنگی بنا کر رکھ دیا انہوں نے ہمیں لینا نہ دینا۔ پھنس گئے بس پھنس گئے۔“

مجھے اس شخص کی کیفیت پر ہنسی آرہی تھی۔ لیکن ایسی کوئی خاص بات نہیں تھی۔ بنیادیت ایسی ہی ہوتی ہے۔ تاہم میں نے وارنا کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

”اس طرح آپ اپنی شخصیت کو مشکوک بنالیں گے۔ بہتر ہے کہ اپنے آپ پر قابو رکھیں میں نے اخبارات پڑھے ہیں۔ آپ کی کوٹھی کا معاملہ تو ابھی حل نہیں ہو رہا۔ ظاہر ہے کوئی بھی یہ نہیں پتہ لگا سکے گا کہ وہ کوٹھی آپ کی ملکیت ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ہی وارنا صاحب وہ لڑکی بھی نکل گئی ہے اب اگر کہیں سے یہ نشاندہی ہو بھی جائے تو صاف انکار کر دیجئے گا کہ اس لڑکی کو تو آپ نے کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھا کسی اور لڑکی کا تذکرہ کیا جائے تو آپ کسی کا بھی نام لے دیں۔ آپ تسلیم نہیں کریں گے تو توہین بھلا آپ کو کیسے گرفتار کرے گی۔“

”ایک بات کہیں دانش بھیا برا تو نہیں مانو گے۔“ جمشید وارنا نے کہا ملازم نے اس وقت مشروب لا کر سامنے رکھ دیا تھا میں نے مشروب گلاس میں انڈیلتے ہوئے کہا۔

”آپ بے دھڑک جو کہنا چاہتے ہیں کہیں میں بالکل برا نہیں مانوں گا۔“

”دیکھو بھیا ہمیں صرف یہ بتایا گیا تھا کہ مقامی طور پر تمہیں تمام اختیارات دے کر بھیجا گیا ہے اور تم سیاہ سفید کرنے کے مالک ہو گے۔ ہم سب کو تمہارے ساتھ کام کرنا ہو گا اور بعد میں بھی یہاں جتنے ممبر روز آرگنائزیشن کے بنیں گے اور وہ سب تمہاری تحویل میں کام کریں گے۔ اب تو ہمارے سامنے ایک تم ہی ہو اور تم صرف دانش تم یہ بات جانتے ہو کہ ہم کس پھیر میں ہیں۔ ہمیں تو یہ بھی خطرہ ہے کہ اگر کبھی تم ہم سے بگڑ گے تو ہمارا کیا ہو گا۔ ارے ہماری تو پوری زندگی ہی مصیبت میں گرفتار ہو گئی۔“

”نہیں وارنا صاحب میں بھلا آپ سے کیوں بگڑنے لگا۔ میرے اور آپ کے

درمیان کون سی دشمنی ہے آپ بے دھڑک اپنا کام کرتے رہیں میں کوشش کروں گا کہ آپ کسی پریشانی کا شکار نہ ہوں۔“ میں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ وہ بری طرح سے کھربایا ہوا تھا۔ مجھے اس کی کیفیت پر ہنسی بھی آرہی تھی اور افسوس بھی ہو رہا تھا۔ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد وہ پھر بولا۔

”میں فی الحال بچوں کو تو سوئٹرز لینڈ بھجوا رہا ہوں کم از کم وہ تو محفوظ ہو جائیں۔ ہم پر جو بیٹے گی بعد میں دیکھ لیں گے۔ ہم تو سوچ رہے ہیں کہ ہم بھی نکل جائیں کچھ عرصے ملک سے باہر رہ کر حالات پر نظر رکھیں اور اگر ہمارے خلاف کوئی کام نہ ہو تو پھر واپس آجائیں۔ کام تو ہمارا چل ہی رہا ہے۔ لیکن اتنی بڑی دولت ہم نے یہاں لگا رکھی ہے کہ ہائے کیا کریں۔“

”آپ جو کچھ بھی کرنا چاہیں ضرور کریں لیکن صرف ایک کام نہ کریں۔“

”وہ کیا؟“ جمشید وارنا نے آنکھیں پھاڑ کر پوچھا۔

”اس قدر پریشان نہ ہوں اور نہ ہی پریشانی کا اظہار کریں۔ ورنہ بلاوجہ مشکوک ہو جائیں گے۔“

”ہاں یہ تو ہے۔ یہ تو ہے اسی لئے تو ہم مشورہ کرنے آگئے تھے اب دل کو بڑی ڈھارس مل گئی ہے۔ اب سکون ہو گیا ہے۔“

”ویسے وارنا صاحب آپ روز آرگنائزیشن میں شامل کب ہوئے؟“

”بس بہت زیادہ عرصہ نہیں ہوا ہے۔ پھر بات کریں گے۔ ہم بچوں سے کہہ دیں کہ وہ لوگ تیاریاں کر لیں اور نکل جائیں یہاں سے۔ پھر بات کریں گے۔ جب کہو گے آجائیں گے۔ جب دل چاہے ٹیلیفون کر کے بلا لینا بڑا شکریہ بہت بہت شکریہ۔“ جمشید وارنا نے بات آگے نہیں کی تھی میں نے بھی مصلحتاً خاموشی اختیار کر لی اور اسے چھوڑنے کے لئے باہر تک آیا۔ کچھ دیر کے بعد اس کی کار کوٹھی سے باہر نکل گئی تھی۔ جمشید وارنا کی گفتگو سے بہت سی باتوں کی وضاحتیں ہوئی تھیں۔ میرے لئے سوچ کی نئی راہیں کھلی تھیں اور اس کے علاوہ کچھ دلچسپ انکشافات بھی ہوئے تھے جمشید وارنا اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک اہم شخصیت تھی میری جنگ تو صرف ان لوگوں سے تھی جو میرے وطن کی سرزمین پر عیش کی زندگی گزار رہے تھے۔ لیکن اسی کی جڑیں کھوکھلی کرنے پر

تے ہوئے تھے۔ وطن کی تعمیر کے لئے ایک اینٹ رکھنے والا بھی میرے لئے قابل احترام تھا بجائے اس کے کہ یہاں ہر طرح کا تحفظ حاصل ہونے کے باوجود اسی کے خلاف کام کیا جا رہا تھا۔ رشید ناگی نے ایک طویل فہرست تیار کر لی تھی اور اپنے طور پر کاموں میں مصروف تھا۔ لیکن انفرادی طور پر ابھی ہم نے کسی بھی ایک شخص کو اپنا ٹارگٹ نہیں بنایا تھا۔ رشید ناگی نے تو بہت معمولی پیمانے پر کام کیا تھا اور بے شک طریقہ کار بھروسہ تھا۔ لیکن مجبوری بھی تھی کوئی اور ذریعہ ہمارے پاس موجود نہیں تھا۔ بہر طور وارنا کے سرمائے کے بارے میں مجھے علم ہو چکا تھا اور یہ علم بھی ہو چکا تھا کہ وہ روز آرگنائزیشن کا نمائندہ ہے اور ان لوگوں میں شامل ہے۔ جو غیروں کے لئے اینوں سے غداری کر رہے ہیں۔ فی الحال اسے ہی راہ راست پر لے آیا جائے اور اسی سے کام نکالا جائے اور اس کے لئے فوراً ہی ایک منصوبہ میرے ذہن میں آگیا تھا اور منصوبے کی تکمیل کے لئے ظاہر ہے مجھے فوری طور پر رشید ناگی کی ضرورت تھی۔ کیونکہ وقت کم تھا اور مقابلہ سخت ہے۔ مخصوص کمرے میں پہنچنے کے بعد میں ٹیلیفون پر ناگی سے رابطہ قائم کرنا ہی چاہتا تھا کہ ٹیلیفون کی گھنٹی بجی اور میں نے چونک کر ریسیور اٹھالیا۔

”آپ کا خادم۔“ دوسری طرف سے رشید ناگی کی آواز سنائی دی۔

”خادم ہی نہیں۔ مسٹر ناگی میں آپ کو بڑے اعتماد کے ساتھ اپنا ہم زاد کہہ سکتا ہوں۔“

”وہ کیوں جناب“

”اس لئے کہ ٹیلیفون کے نزدیک اسی لئے آیا تھا کہ آپ سے رابطہ قائم کروں۔“

”سر حاضری چاہتا ہوں۔“

”تو پھر یہاں تک آنے میں دیر کیوں کر رہے ہو۔“

”کچھ دیر قبل جمشید وارنا آپ کے پاس موجود تھا۔ بس اس کے جانے کا انتظار کر رہا تھا۔ ویسے سر چند افراد آپ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔ انہیں اپنے ساتھ لانا ہوں۔“

”لے آؤ۔“ میں نے کہا۔

”سر آپ نے یہ نہیں پوچھا کہ وہ کون ہیں۔“

”ناگی میرے خیال میں اب تمہیں مجھ سے یہ سوال نہیں کرنا چاہیے۔“

”اوہ۔ تھینک یو تھینک یو ویری مچ سر۔ لیکن مختصراً میں آپ کو ان کے بارے

میں بتائے دے رہا ہوں۔ میرے قابل اعتماد ساتھی ہیں اور انہوں نے ہر طرح سے اپنے آپ کو میرا داہنا بازو ثابت کر کے دکھا دیا ہے ہمارے انتہائی سرگرم کارکن اس قدر اعتماد قائم کر لیا ہے انہوں نے اپنا کہ اب بہت سی باتیں میں ان سے چھپا نہیں سکتا۔ وہ آپ کے بارے میں جانتے ہیں اور بہت کچھ جانتے ہیں کئی بار انہوں نے خواہش کا اظہار کیا کہ میں آپ سے ان کی ملاقات کراؤں آج میں وعدہ پورا کرنا چاہتا ہوں۔“

”میں سمجھ رہا ہوں ناگی۔ اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم کبھی کسی ایسے شخص کو میرے

پاس نہیں لاؤ گے جو کسی طور میرے لئے باعث الجھن بن سکے۔“

”ہم حاضر ہو رہے ہیں سر۔ وہ لوگ بھی یہیں موجود ہیں۔ میں نے اسے اجازت

دے دی اور اس کے بعد ٹیلیفون بند کر دیا۔ رشید ناگی جن افراد کے ساتھ آیا تھا وہ سب خوش پوش خوش لباس اچھی شکل والے نوجوان تھے۔ ان میں چار مرد ایک لڑکی تھی خوبصورت اور نرم و نازک سی، میں نے حیرت سے خصوصاً لڑکی کو دیکھا اور اس کے ساتھ ساتھ ہی ان لوگوں میں سے موجود ایک نوجوان کو اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ نیاز مندی سے مجھ سے ہاتھ ملا کر میرے اشارے پر سامنے بیٹھ گئے تھے ان کی پر شوق نگاہیں میرا جائزہ لے رہی تھیں۔“ میں نے مسکراتے ہوئے رشید ناگی سے کہا۔

”اتفاق سے دوستوں کو متعارف کرانے والے بھی تم ہی ہو ناگی اور میزبان بھی۔“

”میں یہ فرض پورا کرتا ہوا آیا ہوں چیف۔“ ناگی نے کہا۔ تب تک تعارف کی

رسم ہو جائے میرا خیال ہے ہر شخص اپنا تعارف خود کراوے تو بہتر ہے۔

”میں نے اس بات پر آمادگی کا اظہار کرتے ہوئے ایک شخص کی طرف دیکھا تو وہ

کھڑا ہو گیا۔“

”سر میرا نام داراب ہے۔ میں نے سوشل ورک میں ایم اے کیا ہے اور اس کے

بعد انہی روایتی حالات کا شکار ہو گیا جو کہ ہمارے طبقے کے نوجوان ہوتے ہیں۔“

”بس.....“ رشید ناگی نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ ”تعارف کا دوسرا

مرحلہ اس تعارف کے بعد ہو گا۔“ اس نے دوسرے آدمی کو اشارہ کیا اور وہ کھڑا ہو گیا۔

”میرا نام جہانگیر احمد ہے۔ سول انجینئر ہوں اور بعد کے الفاظ وہی ہیں جو میرا داراب نے ادا کئے۔“ تیسرا آدمی خود بخود کھڑا ہو گیا تھا۔

”سر میرا نام ناظم فاروقی ہے۔ ناظم تو بہت دور رہ گیا ہے اب صرف فاروقی سے میرے بچے بھی انگلش ادب میں ایم اے کیا ہے۔“ چوتھے آدمی نے کہا۔

”میرا نام نیر ہے سر اور میں نے بھی بہت سا وقت تعلیم حاصل کرنے میں گزارا ہے۔ یہ میری بہن صوفیہ ہے اور آپ کی خادمہ.....“

”اوہو گڈ گڈ۔ میں یہی غور کر رہا تھا کہ تم دونوں کے خدو خال آپس میں کافی ملتے جلتے ہیں۔ مس صوفیہ آپ بھی ہمارے لئے کام کرتی ہیں۔“

سر آپ بس یوں سمجھ لیجئے کہ ابتدا ذرا مختلف انداز میں ہوئی تھی۔ انتہا تو نہیں کر سکتی لیکن جو کچھ چل رہا ہے وہ یوں سمجھ لیجئے کہ ہم لوگوں کے لئے ایک نئی زندگی کا حامل ہے۔

”بات ایک بار پھر مجھ تک آجاتی ہے اور یہاں ان لوگوں کی گفتگو ختم کر دیتے ہیں۔ مداخلت کر رہا ہوں۔“ رشید ناگی نے کہا اور میں دلچسپ نگاہوں سے ناگی کو دیکھنے لگا۔ لطف آ رہا تھا اس تعارف میں۔ ناگی نے کہا۔

”سر میں اپنے پروگرام کے تحت عمل کر رہا تھا اور اس سلسلے میں نے اپنی ٹیکنیک کا آپ سے کبھی اظہار نہیں کیا۔ لیکن میں نے اپنے مقصد کے لئے جن لوگوں کو حاصل کیا

انہیں بڑے ٹیکنیکی انداز میں حاصل کیا۔ ایک بینک کے قریب میں نے ایک گاڑی کو رکھ دیا جو بڑے دیکھا اور نجانے کیوں مشکوک ہو گیا۔ گاڑی سے چند افراد نقابوں میں ملبوس ہوئے

اترے ان کے پاس اسلحہ موجود تھا ان کی تعداد پانچ تھی لیکن اس سے پہلے کہ یہ بینک کی جانب بڑھتے میرے پندرہ آدمیوں نے انہیں گھیر لیا۔ ان سے اسلحہ چھینا گیا اور اس کے

بعد ہم انہیں انہی کی گاڑی میں لئے ہوئے اپنے ایک ٹھکانے پر پہنچ گئے یہاں پہنچنے کے بعد انہیں ہم نے اپنے خصوصی کمروں میں رکھا اور ان سے ان کے بارے میں معلومات

حاصل کی گئیں۔ سر یہ پانچ افراد کا گروہ اس بینک میں ڈاکہ ڈالنے کے لئے نکلا تھا اور ان گروہ نے مجبوری کی حالت میں جوش اور جذبات کے عالم میں جو کہانی سنائی وہ یہ تھی کہ

مستر داراب تعلیم کے حصول کی تمام تر کوششیں کر کے ناکام ہونے کے بعد اپنے گھر

حالات کی مجبوری کی بنا پر اس بات پر تل گئے کہ ایک گروہ بنایا جائے اور ڈاکہ زنی کی جائے اس کے لئے انہوں نے اپنے دوست جہانگیر سے رابطہ قائم کیا جو سول انجینئر تھے

اور جہانگیر نے وہ بلا لائسنس پستول اپنے دوست داراب کو دکھایا جو انہوں نے صرف اسی غرض سے خریدا تھا کہ اب اپنا حق وہ ملازمتوں کی بھیک مانگ کر نہیں بلکہ پستول کے

ذریعے حاصل کریں گے گویا یہ دونوں دوست ذہنی طور پر یکجا ہو گئے تھے اور پھر جہانگیر نے فاروقی کی نشاندہی کی۔ جو اسی قسم کے خیالات کا اظہار بارہا کر چکے تھے اور فاروقی کے

ذریعے نیر اور صوفیہ سامنے آئے۔ مس صوفیہ میڈیکل کی طالبہ تھیں۔ لیکن کچھ ایسے واقعات پیش آئے کہ یہ اپنی آخری تعلیم مکمل نہ کر سکیں۔ مالی پریشانیاں ہو گئی تھیں اور

ان پریشانوں نے ان کے والدین کو اس قدر ذہنی طور پر متاثر کیا کہ وہ دونوں گھل گھل کر ہلاک ہو گئے۔ اس طرح ان کے دلوں میں انتقامی جذبہ پیدا ہوا اور بالا آخر یہ اس گروہ میں

شامل ہو گئے۔ انہوں نے بہت اعلیٰ پیمانے پر بینک میں ڈاکہ ڈالنے کی مشق کی اور ان کی ذہانتوں نے انہیں بہت سے ایسے گر سکھائے جو آگے چل کر بڑے کارآمد ہو سکتے تھے اور

یہ ان کی پہلی ہی کوشش تھی جس پر ہم نے انہیں گرفتار کر لیا۔ جہاں تک معاملہ اس بات کا ہے کہ یہ اپنی پہلی کوشش میں کامیاب نہ ہو سکے تو سر میں سمجھتا ہوں کہ یہ میرا ایک

عظیم کارنامہ ہے کہ میں نے چند مہذب اور تعلیم یافتہ افراد کو قانون کا مجرم بننے سے روک لیا اور مجرموں کا مجرم بنادیا۔ بات یہ نہیں ہے سر کہ ہم شریفانہ انداز میں کام کرتے

ہیں بات صرف یہ ہے کہ ہمارا ہر قدم اپنے وطن کی تعمیر کے لئے اٹھتا ہے۔ اب وطن سے شرمندگی اپنی جگہ ہے کہ ہمیں جائز طریقوں سے کام کرنے کا موقع نہیں مل سکا ہے ابھی

تک لیکن سرجب کسی شیطانی قوت سے جہاد کیا جاتا ہے تو اس کے مقابلے کے لئے ہاتھ پاؤں ہلانا بے حد ضروری ہوتے ہیں ہم ان بری قوتوں کے خلاف نبرد آزما ہیں۔ جو ہمارے

وطن کی دشمن ہیں اب اس کے لئے ہمیں جس انداز میں کام کرنا پڑ رہا ہے وہ ذرا مختلف ہے۔ بہر حال میں اپنی بات درمیان میں لے آیا۔ ان پانچوں کو میں نے اپنے ساتھ شامل

کر لیا۔ انہیں اپنے مقاصد کے بارے میں بتایا اور اس کے بعد انہیں باقاعدہ تربیت دی ان کے مسائل حل ہوئے تو یہ ذہنی طور پر مطمئن ہو گئے اور اس کے بعد انہوں نے جس

انداز میں اپنے کارناموں کا آغاز کیا اور اپنے طریقہ کار سے مجھے مطمئن کیا اس نے میری

نگاہوں میں ان کی عزت اسقدر بڑھا دی کہ جب انہوں نے فرمائش کی کہ وہ اس سارے مسئلے کے کرتا دھرتا مسٹر دانش منصور سے ملنا چاہتے ہیں تو میں آپ سے ان کی سفارش کئے بغیر نہیں رہ سکا۔" میں نے متاثر نگاہوں سے ان سب کو دیکھا اور پھر آہستہ سے کہا۔ آپ لوگ میرے مقصد کی تکمیل نہیں کر رہے آپ لوگ میرے لئے کام نہیں کر رہے آپ جو کچھ کر رہے ہیں اس کے بارے میں آپ کو اب الفاظ میں بتانا میرے لئے ضروری نہیں ہے۔ بلکہ ایک طرح سے یہ اپنی اجارہ داری قائم کرنے کے مترادف ہوگا کہ میں آپ سے یہ کہوں کہ آپ جو کچھ کر رہے ہیں وہ میرے اس منصوبے کے تحت کر رہے ہیں۔ یہ منصوبہ میرا نہیں ہے ہر اس محب وطن کا ہے جسے یہ احساس ہے کہ سرزمین پاکستان اس کے سر پر ایک ایسا سائبان ہے جو اسے ہر طرح کی دھوپ سے بچائے ہوئے ہے جو اسے آغوش مادر کی طرح اپنے بازوؤں میں لئے ہوئے ہے۔ اگر خداوند کریم وطن کی سرزمین کو کوئی نقصان پہنچا تو آپ یہ سمجھ لیجئے کہ ہمارے لئے سمندر دریاں میں بھی کوئی ٹھکانہ نہ ہوگا۔ یہ جذباتی الفاظ ضرور ہیں لیکن حقیقت سے اتنے قریب ہیں کہ اس سے قریب اور کوئی شے نہیں ہے۔ آپ سمجھ رہے ہیں نا میری بات کاشن آپ ملک سے باہر جا کر پڑوس کے ملک میں اپنے ہم وطنوں اپنے ہم مذہبوں کی بد حالی دیکھ سکیں آپ کو احساس ہوگا کہ پاکستان آپ کے لئے آپ کے بچوں کے لئے کس قدر قیمتی چیز ہے۔ اگر یہ احساس ہم میں سے ایک ایک کے دل میں پیدا ہو جائے تو ہم اس بات پر پورا پورا ایمان رکھتے ہیں کہ ہمیں خدا کی مدد حاصل ہوگی اور ہماری اپنی ذہانت پاکستان کو ایک ایسا ملک بنا دے گی کہ جس کی جانب کڑی نظروں سے دیکھنے والا بینائی سے محروم ہو جائے گا۔ یہ صرف جذباتی الفاظ نہیں ہیں میرے دوستوں بلکہ ایک اتنی بڑی سچائی ہے جسے جب چاہو پرکھ لو۔ خیر میرا خیال ہے میں کچھ جذباتی ہو گیا۔ ملک کا نام جب آتا ہے تو میرے خیال میں ہر شخص کے سینے میں کچھ نہ کچھ جذبے ابھرتے ہی ہیں ہم انہی لوگوں کے جنکے کر رہے ہیں۔ جو ان جذلوں سے عاری ہیں اور ہمارے وطن کی سرزمین پر بیٹھ کر ہمارے حق کو کھا رہے ہیں۔ میں ان میں سے ہر شخص کو سرزمین وطن کا ایک باشندہ سمجھتا ہوں لیکن بات صرف اتنی سی ہے کہ اپنا فرض پورا کرو۔ اپنی جدوجہد اور اپنی محنت کو وطن کی خوشحالی کے لئے وقف کر دو۔ اپنے بچوں کو یہاں ہماری اس زمین سے اتنا دو کہ وہ خوشیوں

کے جھولے میں جھولنے لگیں۔ لیکن اس زمین کے لئے بھی کچھ کرو۔ یہ بھی ہمارا سرمایہ حیات ہے۔ تو مسٹر نیر مس صوفیہ، مسٹر فاروقی، جہانگیر اور داراب صاحب میں اپنی اس مدد پر آپ لوگوں کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں اور آپ کو اپنے اس غریب خانے پر خوش آمدید کہتا ہوں۔ اتفاق کی بات ہے کہ آپ لوگ جب یہاں آئے تو میں نے خصوصاً مس صوفیہ کو دیکھا۔ مسٹر نیر کو دیکھا اور بڑے معنی خیز انداز میں مسکرایا۔ اس کی ایک وجہ ہے جو میں آپ کو بعد میں بتاؤں گا۔ لیکن بعد سے مراد چند روز بعد نہیں بلکہ چند گھنٹے کے بعد کا مسئلہ ہے۔ آپ لوگوں کو یہاں لا کر مجھ سے ملاقات کرانے میں مسٹر رشید ناگی کا ہاتھ ہے اور مسٹر رشید ناگی کے بارے میں میں یہ بات جانتا ہوں کہ وہ صرف وہ سوچتے ہیں جو غلط نہ ہو۔

”سر آپ مجھے بہت بڑا اعزاز دے رہے ہیں۔“

”کاش میں آپ کو وہ اعزاز دے سکتا مسٹر ناگی جو آپ کا حق ہے۔ خیر تو آپ لوگ

جن جن شعبوں پر کام کر رہے ہیں ان میں کام کرتے ہوئے آپ مطمئن ہیں؟“

”سر ہم اس سے آگے کام کرنا چاہتے ہیں اور یہ چونکہ ہماری پہلی ملاقات ہے اور

پہلا تعارف ہے اس لیے ہم بہت زیادہ تفصیل میں نہیں جائیں گے البتہ لاتعداد منصوبے

ان تمام حالات سے واقف ہونے کے بعد ہمارے ذہنوں میں بھی پیدا ہوئے ہیں ہم ان کی

مقتصر لائن آپ کو بتانا چاہتے ہیں تاکہ آپ سے رہنمائی حاصل کر کے ان پر کام کر سکیں۔“

”در حقیقت ان سب نے مل کر ایک تفصیلی رپورٹ تیار کر لی ہے اور اس پر

مستطیل کام کرتے رہے ہیں۔ ان کا خیال تھا کہ کسی مناسب موقع پر آپ کو وہ رپورٹ

پیش کی جائیگی۔“

”میں انتظار کروں گا۔ تفصیل طور پر آپ جیسے ذہین اور اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگ ایسی

کی تجاویز مجھے دے سکتے ہیں جو وطن کے لیے نہایت کارآمد ہوں اور میرے ذہن تک نہ

پہنچ سکیں۔“

”سر آپ کا بے حد شکریہ۔“ ان سب نے ایک ساتھ کہا۔ اس کے بعد کافی اور

سکون سے ان کی تواضع کی گئی۔ اور پھر انہوں نے واپسی کی اجازت طلب کر لی۔ میں نے

رشید ناگی کو روک لیا تھا۔

”میں نے یہ سوچا تھا کہ جمشید وارنا کی بیٹی اور بیٹے کو ہمارے قبضے میں ہونا چاہیے۔ اس جیسے لوگ کسی ٹھوس بنیاد پر ہی قابو میں آتے ہیں ورنہ نکلنے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ وارنا کی بے پناہ دولت یہاں بھی لگی ہوئی ہے لیکن جیسا کہ تمہارے اعداد و شمار سے پتہ چلتا ہے اس کا یہاں سے کہیں زیادہ روپیہ بیرون ملک بھی سوئٹزرلینڈ وغیرہ میں ہے۔ اس کی تفصیلات جیسا کہ تم نے کہا تمہارے پاس آچکی ہیں اور مزید تفصیلات ہمیں وہی بتائے گا۔ لیکن یہ تمام دولت واپس آنی چاہیے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب اسے آمادہ کرنے کے لیے ہمارے پاس ٹھوس وسائل ہوں۔ اور اس وقت اس کی بیٹی اور بیٹے سے زیادہ شاندار چیز اور کوئی ہمارے پاس نہیں ہے۔“ رشید ناگی دلچسپی سے مجھے دیکھ رہا تھا اس نے کہا۔

”تو پھر سراسر پروگرام کی بقیہ تفصیلات بتائیے۔“

”جمشید مونا اور زاہد کو سوئٹزرلینڈ بھیج رہا ہے۔ ان لوگوں کو ایئرپورٹ تک جانا چاہیے لیکن اس سے آگے نہیں۔ اس سے آگے انہیں ہماری تحویل میں آنا ہوگا۔ میرے خیال میں اس کھیل کو تھوڑا سا دلچسپ بنانے کے لئے یوں کیا جائے کہ مونا اور زاہد سوئٹزرلینڈ روانہ ہو جائیں لیکن اس کے بعد وہاں پر ان کی موجودگی کا کوئی پتہ نہ چلے اور وہ گم ہو جائیں سمجھ رہے ہونا ہوگا یہ کہ ہمارے دو افراد زاہد اور مونا کی حقیقت سے سوئٹزرلینڈ کا سفر کریں گے اور پھر وہاں سے واپس آجائیں گے۔ یہ ہے صورتحال معاملے کو اگر ذرا سا الجھا دیا جائے تو وارنا کے شایان شان ہوگا اگر ہم آسانی کے لئے دونوں کو اغوا کر لیں اور کام کا آغاز کر دیں تو جمشید وارنا فوری طور پر ان کی بازیابی کے لئے کوششیں شروع کر دے گا اور کام اس پیمانے پر نہیں ہو سکے گا جس پر ہم کرنا چاہتے ہیں یہ دونوں ہمارے قبضے میں آجائیں تو وارنا کو اطلاع ملے کہ وہ سوئٹزرلینڈ پہنچ چکے ہیں اور پھر وہاں یہ گم ہو جائیں۔ تو زیادہ دلکش بات رہے گی۔ سمجھ رہے ہونا میری بات۔“

”سرا پوری طرح سمجھ رہا ہوں۔ بے شک یہ ایک لمبا کام ہوگا لیکن اس کے اثرات نفسیاتی طور پر جمشید وارنا پر اتنے ہی مضبوط مرتب ہو گئے جتنے ہم چاہتے ہیں۔“

”میرا یہی مقصد تھا۔ مائی ڈیئر مسٹر ناگی۔ ورنہ آسان طریقہ تو یہ تھا کہ ان دونوں کو ہمیں اغوا کر لیا جائے اور ہم کام کا آغاز کر دیں لیکن وارنا جیسے لمبے ہاتھوں والے شخص

لمبے ہی طریقے سے قابو میں لانا زیادہ کارگر رہے گا۔“ اچانک ہی رشید ناگی اچھل پڑا اور اس نے حیرت و دلچسپی سے میرا چہرہ دیکھتے ہوئے کہا۔

”سر آپ کے وہ الفاظ بھی میں سمجھ رہا ہوں۔ جو آپ نے ابھی ادا کیے تھے۔“ یعنی یعنی میں نے مسکراتی نگاہوں سے رشید ناگی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”یہ بعض اوقات بلاوجہ کچھ ایسی باتیں درمیان میں آتی ہیں جو موضوع سے بہت دور لے جاتی ہیں تو تم سمجھ گئے تھے کہ میں کیا کرنا چاہتا ہوں۔“

”جی سر..... آپ یقینی طور پر نیر اور صوفیہ کے بارے میں غور کر رہے ہیں۔“

”تمہارا خیال بالکل درست ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ وہ دونوں بھی بہن بھائی ہیں اور ہمیں ان کو دو بہن بھائیوں کی جگہ دینی ہے۔ اتنے فٹ ہیں ان دونوں بچوں سے یہ لوگ کہ شاید بہت معمولی سی محنت کرنا پڑے۔“

”ہاں انہیں صرف اصل پروگرام بتانا ہوگا اور ان کے چہرے تبدیل کرنا ہوں گے اور یہ کام مشکل نہیں ہے۔“

”بالکل مشکل نہیں ہے ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ ہمارے پاس اس سلسلے میں کتنا وقت ہے لیکن میں خصوصی طور پر وارنا سے رابطہ قائم کر کے یہ تفصیلات بھی معلوم کر لوں گا اور اس کے لیے میرا خیال ہے کل کے اخبار کو ایک چھوٹی سی خبر دے دی جائے۔ جس سے وارنا کی کیفیت مزید خراب ہو جائے۔“ رشید ناگی نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولا۔

”سر آپ نے مجھے کچھ تفصیلات بتائی ہیں۔ اور ان تفصیلات کی روشنی میں ہمیں روز آرگنائزیشن کا شکر گزار ہونا چاہیے۔“

”سمجھا نہیں۔“

”روز آرگنائزیشن نے آپ پر جو محنت کی ہے وہ بیکار نہیں جا رہی ہے سر۔ آپ کی ذہنی سطح بہت بلند ہو چکی ہے اور آپ وہ باتیں سوچنے لگے ہیں جن کو اب میرا ذہن بھی نہیں سوچ سکتا۔ یہ بہترین آئیڈیا ہے۔ اخبار سے کام لینے کا شاندار ذریعہ۔“

”ہاں میرا خیال ایسا ہی ہے۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔“

”تو پھر سر ٹھیک ہے۔ آپ وہ خبر بنالیں۔“

”وہ..... اس کی تم فکر مت کرو۔“

”تو اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟“

”نیر اور صوفیہ کو تیار رکھنا تمہارا کام ہے۔ جس طرح بھی مناسب سمجھو ان لوگوں کی تصویریں حاصل کرلو۔ میری مراد وارنا کے بیٹے اور بیٹی سے ہے اور اس کے بعد تم اپنا کام کرلو۔ میرا خیال ہے چند افراد کو ان کی نگرانی پر بھی مامور کر دیا جائے۔“ جمشید وارنا کی کوٹھی کی نگرانی زیادہ مناسب ہوگی۔

”بس ٹھیک ہے سر یہ سارے کام میں خود سمیٹ لوں گا۔ بس آپ اپنا کام کیجئے گا۔ تھوڑی دیر کے بعد ناگی چلا گیا اور میں اس معاملے کے مختلف پہلوؤں پر غور کرنے لگا۔

==☆☆☆☆==

تھوڑے دیر بعد میں نے ایک چھوٹی سی خبر بنائی اور اس کے بعد ٹیلیفون پر نولاد ناصر سے رابطہ قائم کرنے لگا رابطہ قائم ہونے کے بعد میں نے کہا۔

”ناصری صاحب۔ دانش بول رہا ہوں۔“

”جی سر۔ فرمائیے کیسے مزاج ہیں۔“

”ٹھیک ہوں۔ آپ سنائیے؟“

”ایک چھوٹی سی خبر لگانی ہے۔ اخبار میں پہلے صفحے پر۔“

”بہت بہتر۔ ذرا ایک سیکنڈ۔“ ناصری صاحب نے کہا اور اس کے بعد بولے۔ ”جی

سر۔“

”خبر یہ ہونی چاہیے کہ ایک کوٹھی میں پراسرار طریقے سے جو تین افراد کی لاشیں لی ہیں ان کے بارے میں کچھ اور شواہد سامنے آئے ہیں جن کی تصدیق پولیس نے نہیں کی بلکہ کچھ پرائیویٹ ادارے اس سلسلے میں کام کر رہے ہیں۔ آپ خبر کو اپنے طور پر بنا لیں گا۔ ناصری صاحب میں آپ کو صرف تفصیل بتا رہا ہوں۔ خصوصاً اس لڑکی کا تذکرہ کرنا ہے جس کی خیالی تصویر شائع ہوئی ہے۔ آپ اس خبر میں یہ درج کیجئے اسے ایک بڑے سرمایہ دار کے ساتھ دیکھا گیا ہے اور خفیہ طور پر اس سرمایہ دار کے بارے میں تفصیلات معلوم کی جا رہی ہیں۔ بس یہ خبر ہونی چاہیے۔“

”میں نے نوٹ کر لیا ہے۔ آپ مطمئن رہیں۔ خبر آپ کی پسند کے مطابق ہوگی۔“

نولاد ناصر نے کہا۔ بہر حال اس کے بعد مجھے انتظار کرنا تھا۔ دوسرے دن ناشتہ کر رہا تھا کہ

KHAN BOOKS

STATIONARY AND LIBRARY
F/890/4 NISHTAR ROAD BHABRA BAZAR
RAWALPINDI PH: 5556532
PROP: ALI KHAN

KHAN BOOKS
STATIONARY AND LIBRARY
F/890/4 NISHTAR ROAD BHABRA BAZAR
RAWALPINDI PH: 5556532
PROP: ALI KHAN

لے کیا کیا؟

”کس کام کے لئے؟“

”آپ بچوں کو روانہ کر رہے تھے۔“

”یہ تو میں آج ہی کر ڈالوں گا۔ بس یوں سمجھ لیجئے ابھی سے شروع کیے دیتا ہوں۔“

مجھے خوف ہو گیا ہے۔ میں اپنا یہ کام آج ہی مکمل کر لینا چاہتا ہوں اور یہ کام مشکل نہیں

ہو گا۔ ابھی ٹریولنگ ایجنسیوں سے بات کرتا ہوں اور سارے انتظامات کرا لیتا ہوں۔“

”ٹھیک ہے۔ تو پھر آپ آرہے ہیں۔“

”جی جی..... بالکل انتظامات کرنے کے بعد میں آپ کے پاس پہنچ رہا ہوں۔“

دارنا نے کہا۔ اور میں نے گردن ہلا دی۔

”ٹھیک ہے وارنا صاحب میں آپ کا انتظار کروں گا۔“

جمشید دارنا سے رابطہ منقطع کر کے فوری طور پر رشید ناگی کو ٹرائی کیا پہلے کو ٹھی نمبر

چار سو گیارہ ہی میں دیکھ لینا مناسب سمجھا اور ناگی سے وہیں ملاقات ہو گئی۔ کو ٹھی نمبر چار

سو گیارہ رشید ناگی کے لیے بھی اتنی ہی سود مند ثابت ہوئی تھی جتنی میرے لیے اب وہ

زیادہ تر اسے اپنا ٹھکانہ بنائے رکھتا تھا۔ میں نے اسے تفصیلات بتائیں۔ جمشید کے فون کے

بارے میں بتایا اور اس بات کے امکانات ظاہر کیے کہ ہو سکتا ہے آج ہی مونا جمشید اور زاہد

جمشید روانہ ہو جائیں۔ ناگی نے کہا۔

”سر ہمیں اور کوئی کام تو کرنا نہیں ہے۔ کاغذات پاسپورٹ سازو سامان سب انہی کا

استعمال کرنا ہے اور جہاں تک ان کے میک اپ کا سوال ہے بس یوں سمجھ لیجئے وہ میں چند

گھنٹوں میں مکمل کر لوں گا۔ نگرانی کے لیے آدی بھیج دیئے گئے ہیں۔ باقی رہا انہیں حاصل

کرنے کا مسئلہ تو اس موضوع پر آپ سے بعد میں بات کر لوں گا۔“

”دارنا بارہ بجے میرے پاس آرہا ہے۔ وہ آرگنائزیشن کے مقامی انچارج کی حیثیت

سے مجھ سے تحفظ چاہتا ہے۔ اس موضوع پر اس سے گفتگو ہوگی۔ ویسے وہ خبر پڑھ لی اخبار

میں تم نے۔“

”سزکنا ہی بیکار ہے میں آپ سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ آرگنائزیشن نے ہم پر

بڑے احسانات کیے ہیں۔“ ناگی نے ہنس کر کہا اور میں بھی ہنسنے لگا۔

ٹیلیفون کی گھنٹی بجی میں نے ریسیور سوچ کر اٹھایا تھا کہ یہ جمشید دارنا کا ہونا چاہیے مگر اندازہ درست نکلا۔ دوسری طرف جمشید دارنا کی بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

”وائلش منصور صاحب ہیں۔“

”میں ہی بول رہا ہوں۔ دارنا صاحب۔ خیریت۔“

”کہاں خیریت ہے؟ آپ نے اخبار میں خبر پڑھی ہے؟“

”کون سے اخبار میں۔ کون سی خبر۔“ میں نے سوال کیا۔ ”اور دارنا نے میرے

اخبار کا نام لیا اور پھر اس خبر کے بارے میں بتائے لگا۔“

”اتفاق سے ابھی تک نہیں پڑھ سکا۔ مگر تفصیلی خبر کیا ہے۔“ دارنا نے وہ پوری خبر

دہرا دی۔ جو میں نے رات کو فولادنا صری صاحب کو لکھوائی تھی۔ میں نے تشویش بھرے

انداز میں کہا۔

”اوہو دارنا صاحب۔ یہ پولیس رپورٹ نہیں ہے۔“

”نہیں..... مگر یہ اخباری نمائندے کسی طرح پولیس والوں سے کم نہیں

ہوتے۔ آہ اب کیا ہو گا۔“

”دارنا صاحب آپ مطمئن رہیں۔ میرا خیال ہے آپ کی نشاندہی نہیں ہو پائے

گی۔“

”وائلش اب میں آپ سے یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ مقامی طور پر آپ کو ہمارے

مقادات کا نگران بنایا گیا ہے۔ میں باقاعدہ کام کر رہا ہوں اور بہت عرصے سے ان کے

مقاصد کے لیے اخراجات بھی کر رہا ہوں۔ مجھے اتنا تحفظ تو ملنا چاہیے۔ اب جبکہ یہ بات

میرے علم میں آگئی ہے کہ آپ ہمارے سربراہ ہیں تو کم از کم مجھے اتنا تحفظ تو دیجئے گا۔“

”دارنا صاحب میں آپ کو اطمینان دلاتا ہوں کہ جو کچھ میری بساط میں ہے ضرور

کروں گا۔“

”تو پھر مجھے اب آپ کے مشوروں کی ضرورت ہے۔ میں تو نڈھال ہو چکا ہوں۔“

”آپ اطمینان رکھیں میں ٹیلیفون پر آپ سے تفصیلی بات چیت نہیں کر سکتا۔“

آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ آجائیں آپ کے پاس۔“

”اگر آپ کو فرصت ہے تو ضرور آجائیے۔ ویسے یہ بتائیے کہ آپ نے اس کام کے

بہر حال جمشید وارنا کا استقبال کیا۔ وہ لرزٹے قدموں سے میرے ساتھ آگے بڑھا اور نشست گاہ میں آگیا۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”وارنا صاحب آپ ضرورت سے زیادہ ہی نروس نظر آ رہے ہیں۔“ اس سے شکایتی نظروں سے مجھے دیکھا پھر میرے اشارے پر ایک جگہ بیٹھتا ہوا بولا۔

”مذاق نہیں اڑانا چاہیے۔ دانش صاحب۔ کسی ایسے بے بس آدمی کا جو عمر کی اس منزل میں ہو جہاں وہ دوسروں سے جنگ نہ کر سکے۔ مصیبت کی ایسی منزل میں ہو جہاں اس کے پاس فرار کا کوئی راستہ نہ ہو۔ میں تو پھر بھی اپنے آپ کو سنبھالے ہوئے ہوں۔ میری جگہ کوئی اور ہوتا تو اس کا نجانے کیا حشر ہوتا۔“

”برانہ نامیں تو ایک بات کہوں وارنا صاحب آپ نے میرے خیال میں اپنی سلا سے زیادہ ذمہ داریاں قبول کر لی ہیں جو آپ کے لیے نقصان دہ ثابت ہو رہی ہیں۔ جمشید وارنا میری صورت دیکھتا رہا پھر اس نے کہا۔

”پانی منگوا دیجئے ٹھنڈا۔“

میں انٹرکام پر ملازم کو ہدایت دے کر وارنا کو دیکھنے لگا۔ وہ کرسی کی پشت گاہے ٹک گیا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

”آپ کہہ رہے ہیں میں ضرورت سے زیادہ نروس ہوں۔ آپ خود بتائیے کہ آپ نے وہ کام نہ کیا ہو جو آپ کا جرم بن گیا ہو اور آپ کے پاس اس کی تردید کے ذرائع بھی نہ ہوں تو کیا آپ نروس نہیں ہوں گے۔“

”بات ذرا الجھ جاتی ہے وارنا صاحب میں آپ کے ان الفاظ سے شاید اتفاق نہ کر سکوں۔“

”اگر آپ چاہیں تو مجھ سے بات کر سکتے ہیں۔“ وارنا نے کہا۔

”آپ کو فرصت ہے۔“

”ہاں۔ سارے کاموں کی تکمیل کے بعد آیا ہوں۔ بارہ بج کر پچاس منٹ پر دونوں بچے سوئٹر ریلینڈ روانہ ہو جائیں گے۔ ان کی فلائیٹ اسی وقت ہے۔“

”اوہ انتظامات ہو گئے۔“

”ہاں۔ بالکل۔“ وارنا نے جواب دیا۔

”پہلے ٹھیک ہے۔ کم از کم آپ کی ایک الجھن تو ختم ہوئی۔ باقی رہ گئے آپ۔“

”کاش میں باقی رہ جاؤں۔“ وارنا نے کہا اور میں ہنس پڑا۔

”ہنستے رہو اور مذاق اڑاتے رہو میرا۔ تم نوجوان ہو ابھی حالات سے مقابلہ کر سکتے ہو۔ صاحب اختیار ہو۔ بہت کچھ کر سکتے ہو تم۔ میرا مذاق بھی اڑا سکتے ہو۔“

”نہیں وارنا صاحب آپ کا مذاق نہیں اڑا رہا۔ بلکہ آپ کے ذہن سے یہ بوجھ کم کرنا چاہتا ہوں۔“

”میں سب سے پہلے آپ سے یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں دانش صاحب کہ ماریانہ تو یہاں سے جا چکی ہے۔ اور اب اس کے بعد آرگنائزیشن کی طرف سے کوئی ایسا شخص نہیں ہے جسے میں اپنے بارے میں بتا سکوں یا جو فوری طور پر میری حفاظت کر سکے۔ ماریانہ نے

آپ کے بارے میں مجھے بہت زیادہ تفصیلات تو نہیں بتائیں۔ بس اتنا بتایا کہ آپ مقامی طور پر آرگنائزیشن کے کنٹرولر ہیں۔ اور ایشیا کے تمام معاملات اب وہی ڈیل کریں گے۔

یہ بہت بڑا درجہ ہے ایشیا میں لاتعداد ممالک ہیں اور ان لاتعداد ممالک میں روز آرگنائزیشن کے ہزاروں مفادات پھیلے ہوئے ہیں۔ ان سارے مفادات کو کنٹرول کرنے والا شخص کسی معمولی حیثیت کا حامل نہیں ہو سکتا۔ جبکہ معاف کیجئے گا آپ بڑی سادہ

طبیعت کے آدمی نظر آتے ہیں۔ یا تو آپ اندر سے بہت زیادہ گہرے ہیں اور اپنے معاملات کو بخوبی کنٹرول کرنا جانتے ہیں یا پھر معاف کیجئے دانش صاحب کا انتخاب غلط کیا گیا ہے۔“

”آرگنائزیشن سے آپ کے بیرونی رابطے نہیں ہوتے۔ وارنا صاحب۔“

”نہیں۔ ان لوگوں نے جو پابندیاں لگا رکھی ہیں اس کا علم آپ کو بھی ہو گا۔ صرف ان انچارج سے رابطہ قائم کرنا پڑتا ہے جس کی نشاندہی کر دی جائے میرا براہ راست آپ سے تعارف نہیں کرایا گیا۔ نہ ہی یہ کہا گیا کہ آپ سے یا مجھ سے کہ آپ میرے مفادات

کے نگران ہیں۔ اور میں آپ کی پناہ میں ہوں۔ لیکن کم از کم اس کا حق میں ضرور رکھتا ہوں کہ اگر میں کسی مشکل کا شکار ہو جاؤں اور یہ بات میرے علم میں ہو کہ آپ

آرگنائزیشن کے انچارج ہیں تو آپ سے فریاد کر سکوں اور اس وقت یہی لمحات ہیں۔“

”آپ بتائیے وارنا صاحب آپ کیا چاہتے ہیں آپ کے کیا مسائل ہیں؟“

”تمام مسائل کھلے کھلے ہیں بار بار دہرانے سے کیا فائدہ۔ ماریانہ یہاں آئی اس سے پہلے یہ لوگ آپکے تھے جن کے لیے میری ذمہ داری لگائی گئی تھی کہ میں ان کی رہائش کا بندوبست کروں۔ وہ تو تقدیر نے میرا ساتھ دیا کہ کسی اور جگہ کا انتخاب نہیں کیا۔ ورنہ یہاں ایسی بے شمار کوٹھیاں ہیں جو میرے اپنے نام سے خریدی گئی ہیں۔ اور جنہیں میں اپنی ضرورتوں کے لیے استعمال کرتا رہتا ہوں۔ میں نے ایسی ہی کچھ کوٹھیاں خریدی ہیں جنہیں اپنے نام سے منسوب نہیں کیا بلکہ ان کی خریداری کے لیے فرضی نام استعمال کیے۔ اور یہ بھی بس کیا کموں قسمت کی کتنی بڑی خوبی ہے کہ ان لوگوں کو میں نے ایسی ہی کوٹھی دی۔ میں یہ بات تو اچھی طرح جانتا ہوں کہ وہ لوگ اس کوٹھی کے بارے میں معلومات نہیں حاصل کر سکتے۔ اور یہ پتہ نہیں چلا سکتے کہ وہ کس کی ملکیت ہے۔ لیکن آپ نے اخبار کی خبر میرے کہنے کے بعد تو پڑھ لی ہوگی۔ کجنت چوکیدار نے جو نشاندہی کی تھی اس کے مطابق ماریانہ کی جو مصنوعی تصویر بتائی گئی وہ حقیقی تصویر سے کتنی ملتی جلتی ہے آپ نے خود دیکھ لیا ہوگا اور اس کے بعد کچھ لوگ یہ نشاندہی بھی کر رہے ہیں کہ اسے ایک سرمایہ دار کے ساتھ دیکھ لیا گیا ہے۔ میرے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے۔ آپ بتائیے دانش منصور صاحب میرے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے۔ میری نشاندہی کر دی گئی ہے۔ اور اب میرے بارے میں تحقیقات شروع ہو جائے گی۔ ہو سکتا ہے کہ کچھ اور گواہ بھی مل جائیں۔“

”ہوں‘ بات ذرا قابل غور ہے۔ اور اس پر سوچنا پڑے گا۔“

”آپ..... آپ اگر چاہیں بلکہ یہ آپ ہی کی ذمہ داری ہے کہ اس اخبار کو پکڑیں اس سے معلومات کریں کہ اسے یہ اطلاع کس نے فراہم کی ہے۔“ میں نے وارنا کو دیکھا اور کہا۔

”یہ بالکل غلط ہوگا وارنا صاحب۔ جانتے ہیں کہ کیوں۔“

”کیوں۔“

”اخبار والے پھر یہ معلوم کرنے کی کوشش کریں گے کہ میں نے یا آپ نے اس اخبار سے رابطہ قائم کر کے اس سرمایہ دار کے بارے میں معلومات کیوں حاصل کیں۔ ہمیں کسی نہ کسی نام سے ضرور سامنے آنا پڑے گا۔“ جمشید وارنا سوچنے لگا۔ پھر اس نے

کہا۔

”ارے پاپ رے۔ یہ تو میں نے نہیں سوچا تھا۔ بلکہ..... بلکہ میرا تو اسی وقت ہی چاہا تھا کہ میں اخبار کے ایڈیٹر سے رابطہ قائم کر کے یہ پوچھوں کہ وہ سرمایہ دار کون ہو سکتا ہے۔ یا پھر یہ کہ ان کے پاس وہ کون سے ذرائع ہیں جو انہیں یہ بتاتے ہیں کہ اس لوگ کا تعلق کس سرمایہ دار سے تھا۔“

”کوئی ایسا قدم میری ہدایت کے بغیر نہ اٹھائیے گا۔ وارنا صاحب جو آپ کے لیے خطرناک ثابت ہو سکے۔ ویسے مجھے اس بات کا تعجب ہے کہ آپ جیسا معصوم سا انسان جو شاطرانہ ذہنیت نہیں رکھتا روز آرگنائزیشن کے جال میں کیسے پھنس گیا۔“

”یہی تو بد قسمتی ہے میری دوست یہی تو بد قسمتی ہے۔“

”کیا مطلب“

”بس کچھ ایسی الجھنوں کا شکار ہو گیا تھا کہ بیان نہیں کر سکتا‘ ڈنمارک میں تھا اس وقت جب مجھ پر مصیبتوں کا نزول ہوا تھا کچھ ایسی آفت میں پھنس گیا تھا۔ کہ چاروں طرف سے عذاب میں گرفتار ہو گیا۔ پریشان تھا کہ مسٹر اسٹیورٹ نے مجھے سہارا دیا۔ مسٹر اسٹیورٹ ڈنمارک کے ایک بہت بڑے سرمایہ دار ہیں اور بڑی حیثیت کے مالک ہیں مجھ سے بس ایک آدھ بار خط و کتابت ہوئی تھی۔ کوئی ذیل بھی نہیں ہوئی تھی لیکن مسٹر اسٹیورٹ اس طرح میرے سامنے سینہ تان کر کھڑے ہو گئے کہ میں حیران ہو گیا۔ وہ بے لوث اور بے غرض میری مدد کرنے لگے۔ اور آپ خود سمجھتے ہیں مسٹر دانش منصور کہ جب کسی مصیبت میں گھرے ہوئے آدمی کی بے لوث مدد کی جائے تو اس کے اندر احسان کے جذبے کچھ زیادہ ہی شدید ہو جاتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ میں مسٹر اسٹیورٹ کا گرویدہ ہو گیا اور اس کے بعد جب میری مشکل حل ہو گئی اور میں ان کے احسانات اتارنے کے قابل ہو گیا تو میں نے انہیں بہت سی پیشکشیں کیں۔ مسٹر اسٹیورٹ کہنے لگے۔ انہیں اپنے کسی احسان کا صلہ قبول نہیں ہے۔ میری اتنی گہری دوستی ہو گئی ان سے کہ بس بتا نہیں سکتا۔ اور پھر مسٹر اسٹیورٹ نے کچھ اور بھی کہا میرے لیے اب آپ سے کیا چھپانا مسٹر دانش منصور بہت سے مشورے دیے انہوں نے میرے مفاد کے سلسلے میں‘ میں نے ان کے چند مشوروں پر عمل کیا وہ بہت لمبے ہاتھ رکھتے تھے۔ شاید یہ بات آپ کے علم میں

نہ ہو کہ کچھ عرصے پہلے ہمارے ہاں پلاسٹک کی اشیاء بنانے والے دانے کی کمی ہو گئی تھی۔ یہ کمی باقاعدہ نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ کردائی گئی تھی اور اس کے بعد مسٹر اسٹیورٹ نے مجھے پیشکش کی کہ میں پلاسٹک کا یہ دانہ امپورٹ کر لوں وہ میری مدد کریں گے۔ اور میں نے کروڑ روپے کا سرمایہ اس کام میں صرف کر دیا۔ مسٹر اسٹیورٹ نے میری بھرپور مدد کی۔ ان کے پاس اپنے ذخائر موجود تھے جو انہوں نے فوراً ہی مجھے منتقل کر دیے۔ اور بالکل آسان شرائط پر اس کے ذریعے میں نے گیارہ کروڑ روپے کمائے۔ یہ معمولی بات نہیں تھی۔ صرف تین یا چار مہینے کی الٹ پھیر میں یہ منافع ہوا تھا۔ پھر ایک اور مسئلے میں انہوں نے میری مدد کی۔ شاید یہ بات بھی آپ کو نہ پتہ ہو مسٹر دانش منصور کہ ایکسری فلم کی کمی ہو گئی تھی۔ اور اس کی وجہ چاندی کا بحران بتایا جاتا تھا۔

”چاندی کا یہ بحران درحقیقت پیدا کیا گیا تھا۔ اس کے بارے میں مجھے بہت بعد میں معلوم ہوا۔ چند لوگوں کو منتخب کیا گیا تھا جنہیں اس بحران سے فائدہ پہنچانا تھا۔ یہ بات تو مجھے بعد میں ہی معلوم ہوئی کہ مقامی طور پر مسٹر اسٹیورٹ نے میرا نام پیش کر دیا تھا۔ نتیجے میں ایکسری فلم کا سب سے بڑا امپورٹر بن گیا۔ اور یہاں بھی میں نے کروڑوں روپے کمائے۔ جب مجھے یہ فائدہ ہوا تو آپ خود بتائیں کہ میں مسٹر اسٹیورٹ کے تلوے کیوں نہ چائے لگتا۔ پھر مسٹر اسٹیورٹ نے مجھے روز آرگنائزیشن کی ممبر شپ پیش کر دی اور میں نے فوراً ہی قبول کر لی۔ روز آرگنائزیشن کے سلسلے میں مجھے جو بتایا گیا تھا وہ میرے لیے اس وقت بڑا سحر انگیز تھا۔ مجھے جو فائدے پہنچائے گئے تھے۔ وہ آرگنائزیشن کی کوششوں کا نتیجہ تھے۔ چنانچہ میں اس کا مخلص ممبر بن گیا۔ اور اس کے بعد آرگنائزیشن نے وصولیابی شروع کر دی۔ میرے ذریعے کئی ایسے کام لیے گئے جو مجرماتہ نوعیت کے حامل تھے۔ یعنی اگر میں پھتس جاتا تو صرف میری گردن پھنسی۔ اور بچ جاتا تو صرف آرگنائزیشن کا فائدہ ہوتا۔ پہلے دو بڑے سودوں میں میں نے دس پرسنٹ آرگنائزیشن کے نام کر دیا۔ لیکن بعد میں آپ یقین کریں مسٹر دانش کہ مجھے بہت سے نقصانات کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ آرگنائزیشن کا ایک انداز ہے۔ وہ کوئی کام کراتا ہے اور اس میں اگر اسے کسی سے سرمایہ کاری کرانی ہوتی ہے تو وہ بے دھڑک احکامات نازل کر دیتا ہے۔ اب یہ ہمارا کام ہے کہ ہم کیا کریں کیا نہ کریں۔ ہاں اگر ہمیں کوئی بڑا نقصان ہو جاتا ہے تو پھر وہ اسے

برابر کرنے کی کوشش بھی کرتا ہے۔ بس یوں سمجھ لیجئے کہ بعد میں جو میں نے حساب کتاب لگایا تو اندازہ یہ ہوا کہ وہ جو بیس یا بائیس کروڑ روپے کمائے تھے وہ صرف اس انداز میں رہ گئے کہ میری محنت اپنی جگہ سرمایہ کاری اپنی جگہ مجھے دو ڈھائی کروڑ ہی کا منافع ہوا۔ باقی سب الٹ پھیر میں برابر ہو گیا۔ خیر میں ان ساری باتوں کو برا نہیں سمجھتا۔ چونکہ روز آرگنائزیشن جیسے بڑے ادارے کی ممبر شپ حاصل کر لینا بھی بڑا کام ہے۔ لیکن یوں سمجھ لیجئے کہ میں ان تمام کاموں کے قابل نہیں ہوں۔“

”ہوں۔ چلیں خیر یہ ایک الگ چیز ہے۔“

”معاف کیجئے گا شاید آپ کو میری باتیں بری لگی ہوں۔ لیکن خود آپ نے یہ سوال کیا تھا کہ میں آرگنائزیشن کے جال میں کیسے پھنس گیا تو میں نے بھی اسی بات کا اسی انداز میں جواب دیا ہے۔“

”ارے نہیں نہیں اس میں برا ماننے کی کیا بات ہے۔ یہ تو میں نے خود آپ سے پوچھا تھا۔“

”جی ہاں جی ہاں۔ تو اب آپ مجھے بتائیے کہ میں کیا کروں۔“

”مطلب کیا ہے آپ کا۔“

”ارے بابا اگر پولیس کسی نتیجے پر پہنچ گئی تو میرا کیا بنے گا۔“

”آرگنائزیشن آپ کی حفاظت کرے گی مسٹر دارنا۔“

”ہوں۔ آپ اس کا وعدہ کرتے ہیں۔“

”ہاں ہاں کیوں نہیں۔“

”تو میں اپنے بچوں کو روانہ کرنے میں حق بجانب ہوں۔“

”کر دیجئے اچھا ہے۔ کم از کم یہ ہے کہ آپ کو کوئی الجھن نہیں رہے گی۔ ویسے

میں آپ کا کافی سرمایہ باہر ہے۔ میرے خیال میں اگر آپ اسی پر انحصار کر لیں تو آپ کو کوئی دقت نہیں ہوگی۔“ جمشید دارنا نے چور نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ پھر ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

”ظاہر ہے میں یہ بات کیسے کہہ سکتا ہوں کہ آپ کو میرے سرمائے کے بارے میں کیسے معلومات حاصل ہو گئیں۔ روز آرگنائزیشن اپنے ممبروں کے بارے میں پوری پوری

چھان بین رکھتا ہے۔“

”لیکن آپ کو وہ سرمایہ وہاں سے واپس منگوانے میں تو کوئی دقت نہیں ہوگی۔“

”توبہ کیجئے مسٹر دانش تو بہ میں بھلا اسے واپس کیوں منگواؤں گا۔ وہی تو صحیح معنوں

میں میرے لیے ایک مضبوط ذریعہ ہے۔“

”ہاں یہ تو ہے۔“ میں نے بات ٹالنے والے انداز میں کہا۔

”تو میں مطمئن ہو جاؤں۔“

”ہاں۔ اور میری رائے ہے کہ اپنے طور پر اس سلسلے میں کوئی کارروائی شروع

کریں۔ ورنہ نقصان کے ذمہ دار آپ خود ہوں گے۔“

”ارے نہیں نہیں۔ میری ایسی ہمت کہاں۔ بس ڈر رہا تھا اور یہ چاہ رہا تھا کہ آپ

مجھے اپنے تحفظ کا یقین دلا دیں۔“ دوپہر کا کھانا جمشید دارناتے میرے ساتھ ہی کھایا میں

نے اسے مدعو کیا ہوا تھا اس کے بعد تقریباً تین بجے وہ میرے پاس سے چلا گیا۔ جائے

ہوئے میں نے اسے کافی حد تک مطمئن کر دیا تھا۔ اور اس کے بعد رشید ناگی کو صرف

اطلاع دینی تھی کہ پروگرام کیا ہے۔ بارہ بجاس پر وہ لوگ روانہ ہو رہے تھے۔ اور ناگی کو

کسی طرح یہ کام سرانجام دے لینا تھا۔ ناگی اس وقت چار سو گیارہ میں موجود نہیں تھا۔

البتہ مجھے اطلاع ملی کہ وہ شام کو چھ بجے واپس آجائے گا۔ میں نے پھر بھی اپنے طور پر کچھ

لوگوں کو ہدایت کر دی تھی۔ اس کے بعد میں اپنے بیڈ روم میں چلا گیا۔ کوئی ایک ڈیڑھ

گھنٹے تک سوتا رہا۔ پانچ بجے کے قریب مجھے ٹیلیفون موصول ہوا۔ میں نے منہ ہاتھ وغیرہ

دھولیا تھا۔ اور چائے کا انتظار کر رہا تھا کہ ٹیلیفون کی گھنٹی بجی اور میں نے ریسیور اٹھالیا۔

”مسٹر دانش منصور صاحب سے گفتگو کرنا ہے۔“

”دانش منصور بول رہا ہے۔“ میں نے جواب دیا۔

”مسٹر دانش کیا آپ کرک ولسن نامی کسی شخص کو جانتے ہیں؟“

”کون صاحب بول رہے ہیں؟“ میں نے سوال کیا۔

”کرک ولسن!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”اوہو خیریت۔ آپ کو یہ سوال کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ مسٹر ولسن۔“

”مسٹر دانش آپ سے کئی دن سے رابطہ منقطع ہے۔ آپ کو اس سلسلے میں کوئی

بھن یا پریشانی تو نہیں ہوئی۔“

”نہیں اس لیے کہ صورتحال میرے علم میں ہے اور میں بے خبر نہیں ہوں۔“

”میرے خیال میں اس صورتحال کو کافی حد تک سنگین کہا جاسکتا ہے۔ آپ یہ

بتائیے کہ آپ کو تو کوئی پریشانی نہیں ہو رہی ہے۔“

”نہیں میں نارمل ہوں۔“

”میں نے آپ سے کہا تھا کہ میں اوپر سے ہدایات موصول کروں گا اور اوپر سے

میں نے رابطہ قائم کیا۔ تو مجھے ہدایات ملی ہیں کہ فوراً آپ کا ملک چھوڑ کر اپنے آدمیوں

کے ساتھ واپس پہنچ جاؤں مجھے سویڈن پہنچنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ اور آپ کے لیے یہ

ہدایت ہے کہ آپ بالکل خاموشی اختیار کیے رہیں۔ اور جو آپ دوسرا مسئلہ بیان کر رہے

ہیں اس کی طرف سے موصول ہونے والی ہدایت پر عمل کرتے رہیں۔ مطلب یہ ہے کہ

ہماری طرف سے آپ سے عارضی طور پر سلسلہ منقطع کیا جا رہا ہے اپنا تحفظ کیجئے گا۔ میں

اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ سویڈن روانہ ہو رہا ہوں۔ اور اس کے بعد آپ ہم میں

سے کسی سے رابطہ نہیں قائم کر سکیں گے۔“

”گویا مستقبل کے لیے مجھے کوئی ہدایت نہیں ہے۔“

”ابھی نہیں۔“ تاہم جیسے ہی موقع ملا آپ کو اطلاع دی جائے گی کہ اب آپ

ہمارے لیے کیا کریں گے۔“

”میں شدید پریشانیوں کا شکار رہوں گا مسٹر ولسن۔“

”ہمیں اس کا احساس ہے۔ لیکن کہنا تو نہیں چاہیے میں ذاتی طور پر آپ کو بتا رہا

ہوں کہ روز آرگنائزیشن کی طرف سے کچھ کارروائیاں ہونے کا خطرہ ہے۔ اور ہم ان

کارروائیوں سے بچنا چاہتے ہیں۔“

”میں سمجھ رہا ہوں۔“

”تو پھر خدا حافظ۔“ دوسری طرف سے کہا گیا۔ اور فون بند کر دیا گیا۔ میں ریسیور

اتھ میں لیے بیٹھا سوچتا رہا۔ کرک ولسن واپس جا رہا ہے اس کا مقصد ہے کہ ڈان سینٹر

وکی طور پر آرگنائزیشن سے محتاط ہو گیا ہے اور اس کی طرف سے ہونے والی انتقامی

کارروائیوں سے بچنے کی تیاریاں کی جا رہی ہیں۔ خیر مقامی طور پر اگر یہ نہ بھی ہو پائے تو

طور پر اندازہ ہو گا۔“

”سر آپ بالکل مطمئن رہیں وہ کچھ بھی نہیں کر سکیں گے۔ میں نے جو انتظام کر رکھا ہے وہ ان تمام باتوں کو مد نظر رکھ کر کیا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ وہ ایک سرمایہ دار کے بیٹے ہیں اور بیوقوف نہیں ہیں۔ اپنے طور پر وہ ہر ممکن کوشش کر سکتے ہیں۔ لیکن میں نے ان کے تمام راستے بند ہی رکھے ہیں۔“

”میں جانتا ہوں۔“

”اور کچھ سر۔“

”میرا خیال ہے فی الحال خاموشی اختیار کرنی پڑے گی۔ اور کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے جو قابل ذکر ہو۔“

”اوکے چیف تو پھر میں اپنے کاموں کی جانب متوجہ ہو جاتا ہوں۔ یہ چھوٹا سا کام ہوتا ہے۔“

”اوکے ناگی۔ ویسے جب بھی مجھے تمہاری ضرورت پڑی میں تمہیں مخاطب کر لوں گا۔“

”شکریہ جناب۔“ ناگی نے کہا اور اس کے بعد سلسلہ منقطع ہو گیا۔

==☆☆☆☆==

نازاں باجی اور الیاس بھائی سے بہت عرصے سے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ ان لوگوں کو سمجھا بھجا دیا تھا اور وہ میرے مقصد سے متفق ہو گئے تھے اس لیے خود بھی مجھے بہت زیادہ پریشان نہیں کرتے تھے۔ اس دوران مجھے کہیں سے کوئی اطلاع نہیں ملی تھی کہ انہوں نے مجھ سے رابطہ کے لیے بھاگ دوڑ کی ہے۔ اور شاید دل سے دل کو راہ ہوتی ہے۔ آج کا دن میرے لیے فرصت کا دن تھا۔ میں بہت سی باتیں سوچ رہا تھا۔ کلب بھی نہیں گیا تھا۔ بہت سے جانے پہچانے کردار تھے۔ جن سے کبھی کبھی مل لینے میں کوئی حرج نہیں ہوتا بلکہ تھوڑی بہت تفریحی معلومات حاصل ہو جاتی ہیں۔ ابھی اس سلسلے میں کوئی مناسب فیصلہ بھی نہیں کر پایا تھا کہ ٹیلیفون کی گھنٹی بجی۔ اور میں نے ریسیور اٹھالیا۔ چند لمحوں کے بعد دوسری طرف سے نازاں باجی کی آواز سنائی دی۔

”مسٹر دانش منصور موجود ہیں؟“

”جی۔ آپ کا خادم بول رہا ہے۔“ میں نے نازاں باجی کی آواز فوراً پہچان لی۔

”کون صاحب ہیں؟“

”فدوی کو دانش منصور کہتے ہیں۔“

”اور میں کون ہوں؟“

”آپ میری نازاں باجی ہیں۔“

”دیری گڈ۔ بھئی یہ بتاؤ کوئی غلطی ہو گئی ہم سے؟“

”نہیں مجھ سے ہوئی ہے۔“

”کیا مطلب؟“

”غلطی یہی ہے کہ اتنے دن سے آپ کی قدم بوسی کے لیے حاضری نہیں رہ سکا۔“

”شکر ہے کہ احساس ہے۔ اور غلطی بھی تسلیم کر رہے ہو۔ بہت بڑی بات ہے۔“

”نازاں باجی۔“ میں نے شکایتی انداز میں کہا۔
”بھئی کتنا عرصہ ہو گیا تمہیں اندازہ ہے کچھ۔ کیا سمجھتے ہو ہم لوگ پر سکون ہوئے ہیں۔ خوشی سے محدود بیٹھے رہتے ہیں۔ دل نہیں چاہتا تم سے ملنے کے لیے۔“

”ضرور نازاں باجی۔“

”اور تم۔ تم۔ کبھی سوچتے ہو اس بارے میں۔“

”سوچ رہا تھا آج ہی سوچ رہا تھا۔“

”یہی کہ اب آپ کی خدمت میں حاضری دے دی جائے۔“

”بہت بہت شکریہ۔ بڑی عنایت بڑی نوازش۔ فرمائیے کیا حکم ہے آپ آرہے ہیں یا ہم پہنچیں۔ ویسے بھی تم سے بہت اہم اور انتہائی ضروری باتیں کرنی ہیں۔“

”اچھا۔ کچھ اشارہ مل سکے گا ان باتوں کے بارے میں۔“

”نہیں کوئی اشارہ نہیں مل سکے گا۔ آپ بس گیارہ ساڑھ گیارہ بجے تک تشریف

لے آئیے۔“

”بہتر ہے پہنچ جاؤں گا۔“

”اور کوئی بہانہ نہیں چلے گا۔ سارے مشغلے ترک کرنا ہوں گے۔“

”جی۔“ میں نے کہا اور نازاں باجی نے فون بند کر دیا۔

میں جلدی سے تیار ہوا اور نازاں باجی کی جانب چل پڑا اپنے اطراف سے متاثر ہونا

ضروری ہوتا تھا۔ ویسے رشید ناگی جیسا مخلص انسان ملنا مشکل تھا۔ وہ عام حالات میں بھی

میری نگرانی کے لیے لوگوں کو مقرر کر دیا کرتا تھا۔ میں گھر سے نکلا اور چل پڑا۔ سعید خان

کو اس وقت کوٹھی میں بلاسنے کی کوئی خاص ضرورت نہ تھی اور ویسے بھی جب میں اسے

ٹیلیفون کرتا تھا تو وہ یہاں آکر بھاگ ڈور سنبھال لیا کرتا تھا۔ لیکن اس وقت اس کی

ضرورت نہیں تھی۔ میں کافی دور تک سوچوں میں ڈوبا رہا۔ اس کے بعد ان تمام سوچوں کو ذہن سے جھٹک کر نازاں باجی سے ملنے کے لیے اپنے آپ کو شگفتہ کرنے لگا۔ کم از کم ان سے ملتے ہوئے چہرے پر خوشی کے اثرات تو ہونے چاہیں۔ وہاں بے چینی سے میرا انتظار ہو رہا تھا۔ غالباً آصف نور اور الیاس بھائی کو بھی روک لیا گیا تھا۔ میں جو پہنچ رہا تھا بھابی جان، نازاں باجی، آصف نور اور الیاس بھائی سب کے سب ہی موجود تھے۔ میں ان لوگوں کو خوش و خرم دیکھ رہا تھا۔ سب ہی نے میرا پر جوش استقبال کیا اور میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

”بھئی واہ بعض اوقات انسان کو اس کی اوقات سے اتنا بڑھ کر دیا جاتا ہے کہ وہ مغرور ہونے لگتا ہے۔“

”ہمارے بارے میں کہہ رہے ہو نازاں باجی نے کہا۔“

”جی نہیں اپنے بارے میں۔“

”تمہیں کیا مل گیا ہے ہم سے؟“

”یہ محبت۔ استقبال کا یہ انداز۔ چہروں پر یہ مسکراہٹ آنکھوں میں یہ شگفتگی یہ

ساری چیزیں میرے ہی لیے تو ہیں نازاں باجی اور کیا میں ان پر ناز نہ کروں۔“

”باتیں بنانا بہت زیادہ آگئی ہیں۔ کیوں نہ ہو۔ آخر اب تم دانش منصور ہو فیصل

نہیں ہو۔“

”دانش اور منصور صحیح کہہ رہی ہیں نازاں باجی اندر تو چلے۔“

”ہاں بھئی اندر چلو یہ دروازے کے سامنے کھڑے ہو کر جھکنا کیوں شروع کر دیا تم

نے۔“ الیاس بھائی مسکرا کر بولے اور ہم سب اندر جانے والے راستے پر چل پڑے۔

نازاں باجی مسکراتی نظروں سے میرا جائزہ لے رہی تھیں۔ میں نے بھی ہنستے ہوئے کہا۔

”آپ مسلسل مجھے گھورے جارہی ہیں کہ راستے ہی میں کوئی سزا دے ڈالیں گی۔“

”جی نہیں۔ یہ اندازہ لگا رہی ہوں کہ تمہاری صحت کیسی ہو رہی ہے۔ کیا کیا کر

رہے ہو آج کل کام بہت زیادہ تو نہیں کر رہے۔ اور کیا کیا مشکلات درپیش ہیں۔“

”بس آپ کی دعاؤں کے سہارے زندگی بڑی پر سکون گزر رہی ہے نازاں باجی کوئی

ایسی بات نہیں جو باعث پریشانی ہو۔“ ہم سب اندر داخل ہو گئے۔ عظیم الشان ڈرائنگ

روم میں ڈیرہ جمایا گیا۔ اور بھائی جان نے پوچھا۔

”اچھا اب یہ بتاؤ کہاں سے ابتدا کی جائے۔ کیا کھلایا پلایا جائے تمہیں۔“

”چائے پلوادیتے بھائی جان۔ وہی والی جو پہلے آپ پلایا کرتی تھیں۔“

”اچھا اچھا بنواتی ہوں ابھی۔ بلکہ بنا کر لاتی ہوں۔“ ویسی چائے ملازم نہیں بنا سکتے۔

”نہیں نہیں ملازم بنالیں گے بس آپ انہیں ہدایت کر آئیے۔“ بھائی جان چلی

گئیں تو نازاں باجی نے کہا۔

”اور سناؤ آخر ایسی بھی کیا مصروفیت کہ مہینوں گزر جاتے ہیں اور تم خبر بھی نہیں

لیتے۔“

”ساری باتیں بھائی جان کے آنے کے بعد آپ ان کی غیر موجودگی میں مجھے ڈانٹ

ڈپٹ نہیں کریں نازاں باجی۔ انہیں آجانے دیں۔“

”حمایت لیں گی نا وہ تو تمہاری۔“

”ہاں ہاں کیوں نہیں۔ میرے حمایتی بہت سے لوگ ہیں۔“ آصف نور زیر لب

مسکرا رہا تھا۔ کچھ دیر کے بعد بھائی جان واپس آگئیں اور میں نے شکایت کرتے ہوئے کہا۔

”خدا کا شکر ہے کہ آپ جلدی آگئیں بھائی جان ورنہ یہاں تو محکمہ ڈانٹ ڈپٹ

کھل گیا تھا۔“ بھائی جان ہنسنے لگیں نازاں باجی نے کہا۔

”کیا کریں بد نصیبی ہے ہماری۔ ہم تو تم پر ذرا بھی اختیار نہیں رکھتے نجانے کیا کیا

دل چاہتا ہے مگر دل مسوس کر رہ جانا پڑتا ہے۔“

”یہی تمام باتیں تو سننے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضری دی ہے۔“

”صرف سننے کے لیے۔ بڑے ڈھیٹ ہو تم۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ ہماری باتیں مان

لو۔“

”لو بھائی جان بھلا کون سی ایسی بات ہے جو میں نے آج تک نہیں مانی۔ نازاں باجی

کی۔“

”سوچ لو پھنس جاؤ گے۔“ بھائی جان نے شرارت آمیز انداز میں مسکراتے ہوئے

کہا۔ اور میں خوفزدہ ہونے کی اداکاری کرنے لگا۔ یہی تو زندگی ہوتی ہے اور اسی کی طلب

تو انسان کو نجانے کہاں کہاں بھٹکاتی پھرتی ہے۔ یہ ماحول یہ گھر جیسا ماحول یہ پیار کرنے

والے، میرے دل میں ٹھنڈک اتر رہی تھی۔ اور میں ان تمام باتوں میں ایک سحرانگیز لذت محسوس کر رہا تھا۔ آصف نور عموماً ہم لوگوں کی گفتگو میں خاموش ہی رہا کرتا تھا۔ اس کے دل سے یہ احساس آج تک نہیں مٹا تھا کہ میرا اور اس کا کیا رابطہ رہ چکا ہے۔ لیکن میں اس سے منقطع تھا۔ نازاں باجی کو اس کی زندگی میں شامل کرنے کے بعد میں نے اسے بھی اپنے دل میں بہت بڑا مقام دیا تھا۔ ظاہر ہے وہ نازاں باجی کا زندگی بھر کا ساتھی تھا۔ میں نے اس کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے کہا۔

”یار آصف کہنے کو تو تم میرے بڑے اور محترم رشتے دار ہو لیکن کیا کروں ابتدا

جس انداز میں ہوئی اس کے تحت تم سے بے تکلفی آج تک برقرار ہے۔ ہو سکتا ہے

نازاں باجی اپنے شوہر سے اس طرح مخاطب ہونا پسند نہ کرتی ہوں لیکن اب یہ ان کی

مرضی ہے کبھی کبھی تو میرے کسی معاملے میں بھی دخل دے دیا کرو۔ میرا مطلب ہے کہ

میرے رشتے کی بنیاد پر میری کچھ مدد کر دیا کرو۔“

”یہ تم نے کہا کیا ہے آصف کو۔ یعنی محترم رشتے دار۔ صاف الفاظ میں بہنوئی کہتے

ہوئے شرم آتی ہے۔“ نازاں باجی چمک کر بولیں۔

”نہیں نازاں باجی رشتے تو جو بھی ہوتے ہیں انہیں اسی سے مخاطب کیا جاتا ہے

لیکن لفظ بہنوئی کہنا کچھ عجیب سا نہیں لگتا۔ کیوں مسٹر بہنوئی۔“

”سر آپ لوگ مجھے جو عزت جو احترام دینا چاہیں دے لیں یہ آپ کی بڑائی ہے۔

لیکن میں اپنے دل میں آپ کا جو مقام رکھتا ہوں میں اسے فراموش کرنے کی ہمت نہیں

پاتا۔“

”لیجئے سنبھالیے اب آپ ہی بتائیے نازاں باجی ایسا بدھو شوہر ملا ہے آپ کو یعنی

محترم مجھ سے بہنوئی بھی کہلوانا چاہتے ہیں اور مجھے سرکہہ کر بھی مخاطب کرتے ہیں۔

بتائیے کوئی حل ہے اس کا۔“

”آصف آپ اسے سر بالکل نہیں کہیں گے۔ سمجھ رہے ہیں نا آپ۔“ بڑا دلچسپ

ماحول تھا بڑی قیمتی بازی ہو رہی تھی اور ہم سب بڑے خوش تھے۔ کھانا بھی بڑا پر تکلف

تھا اور بڑے اہتمام سے کھایا گیا تھا۔ جب خوب ہنسی مذاق ہو چکا اور خوب تفریح ہو چکی تو

الیاس بھائی نے کہا۔

”بھئی اب موسم بدل جانا چاہیے۔ کیا خیال ہے آپ حضرات کا۔“

”ہاں بالکل۔ میرا خیال ہے اب آغاز ہو جانا چاہیے۔ میں چونک کر انہیں دیکھنے

لگا۔ سب لوگ چہرے سنجیدہ بنانے میں مصروف ہو گئے میں نے ہنستے ہوئے کہا۔“

”کسی نے ڈرامے کا آغاز ہونے والا ہے۔“

”ہاں یہی سمجھ لو۔ واقعی سنجیدہ گفتگو ہے اور تم جانتے ہو فیصل کہ میں گفتگو کرتے

ہوئے محتاط رہتا ہوں۔ تم جن حالات میں داخل ہو چکے ہو اور جو حیرت انگیز زندگی تم نے

اختیار کی ہے اس کے بارے میں تبصرہ آرائی تو ہزاروں بار ہو چکی ہے اور صحیح معنوں میں

ہم یہ فیصلہ نہیں کر پائے کہ یہ سب کچھ کیا ہے اور ایک انسان جس کا آغاز ہمارے سامنے

ہوا ہو کہاں سے کہاں تک سفر کر سکتا ہے لیکن تم مثالی طور پر ہمارے سامنے موجود ہو۔

اور ہم اپنے آپ کو تمہاری ذہنی قوتوں کے مقابلے میں پسماندہ پاتے ہیں۔ چنانچہ جو باتیں

ہماری سمجھ میں نہ آئیں اور تم سے متعلق ہوں انہیں تم تک پہنچا دینا ہمارا فرض ہے۔ پتہ

نہیں ان کے بارے میں خاموشی تمہارے لیے کہاں نقصان دہ بن جائے۔“

”آپ تو واقعی سنجیدہ نظر آ رہے ہیں الیاس بھائی۔“

”ہاں بھئی اب ذرا بالکل سنجیدگی سے تفصیل سن لو۔ یہاں جتنے افراد شامل ہیں وہ

ان سب باتوں کو جانتے ہیں چنانچہ اگر یہ راز داری کی بھی کوئی بات ہے تو میں تمہیں

بتانے پر مجبور ہوں۔“

”خدا کے لیے جلدی کیسے۔ خاصہ سپنس پیدا ہو چکا ہے۔“ میں نے الیاس بھائی

کو دیکھتے ہوئے کہا۔ نازاں باجی وغیرہ بھی سنجیدہ ہی تھے اور اس سنجیدگی میں کسی مذاق کا

پہلو نظر نہیں آ رہا تھا۔ الیاس بھائی نے کہا۔

”غزنوی صاحب یہاں آئے تھے۔“

”اوہ.....“ میں نے سرسراہٹ آواز میں کہا اور سوالیہ نگاہوں سے الیاس بھائی کو

دیکھنے لگا الیاس بھائی کہنے لگے۔

”غزنوی صاحب کو اس کوٹھی کے بارے میں کسی نے بھی نہیں بتایا۔ نہ میں نے نہ

میرے کسی شناسا نے نہ کسی اور نے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے کسی

طرح میرا تعاقب کر کے اس کے بارے میں معلومات حاصل کی ہیں۔ خود اگر تعاقب نہیں

کیا گیا ہو گا تو کسی سے کرایا ہو گا میرا مطلب ہے اور کوئی ایسا ذریعہ نہیں تھا جس سے

انہیں اس کوٹھی کے بارے میں معلوم ہوتا۔“

”تھا آئے تھے؟“ میں نے سوال کیا۔

”ہاں یہاں تک کہ ڈرامیور بھی نہیں تھا ان کے ساتھ خود اپنی کار ڈرامیو کرتے

ہوئے آئے تھے۔ ہارن دیا جو کیدار نے دروازہ کھول کر پوچھا۔ کہنے لگے کہ الیاس صاحب

سے ملنا چاہتا ہوں میں تھوڑی دیر پہلے ہی واپس آیا تھا۔ انہوں نے اپنا نام نہیں بتایا تاہم

میں نے ایک معزز آدمی سمجھ کر جو کیدار کو اجازت دے دی کہ انہیں اندر آنے دے اور

خود برآمدے میں ان کا استقبال کیا۔ ظاہر ہے میں خود انہیں دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔“

”جی ظاہر ہے۔“ میں نے کہا۔

”بس یوں سمجھ لو کہ میں تمہیں ایک ایک لفظ تفصیل سے بتاؤں گا تاکہ تم اس

سے کوئی نتیجہ اخذ کر سکو۔ ان کے اور اپنے درمیان ہونے والی ایک بات کو میں نے

ذہن نشین کر لیا ہے۔ اور سب کا یہی کہنا تھا کہ تمہیں اسی انداز میں وہ سب کچھ بتایا جائے

جس انداز میں غزنوی صاحب نے کہا۔“

”یہ نہایت ضروری ہے الیاس بھائی۔“

”خیر میں انہیں اندر ڈرائنگ روم میں لے آیا۔ انہوں نے کوٹھی دیکھی مسکراتے

ہوئے مجھے مبارکباد دی اور کہنے لگے کہ وہ مجھے طویل عرصے سے جانتے ہیں اور میری

نشیت سے واقف ہیں۔“

”آپ نے وعدہ کیا تھا الیاس بھائی کہ مجھے صرف ان الفاظ میں وہ ساری گفتگو

بتائیں گے جس میں آپ دونوں کے درمیان ہوئی۔ میرے لیے یہ نہایت ضروری ہے۔“

”تو بس یوں سمجھ لو کہ میں ان کے اور اپنے ڈائلاگ تمہیں اس انداز میں سنا رہا

ہوں۔“ ”غزنوی صاحب نے ہونٹوں پر تکیہ سی مسکراہٹ پیدا کرتے ہوئے کہا۔“

”الیاس صاحب شاید آپ کو اس بات کا علم نہ ہو کہ میں آپ کو طویل عرصے سے

جانتا ہوں۔ اس عرصے کا کوئی تعین نہیں کر سکوں گا۔ لیکن یوں سمجھ لیجئے کہ ایک بہت

طویل عرصہ گزر چکا ہے۔ پہلے آپ یہ بتائیے کہ آپ مجھے جانتے ہیں یا نہیں۔“

”کیوں نہیں۔ آپ جیسے سرمایہ دار تو سب ہی کی نگاہوں کا مرکز ہوتے ہیں غزنوی

صاحب۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ کا بے حد شکریہ آپ نے مجھے یہ عزت بخشی۔ کیا میں اس بات پر غلط فہمی کا شکار ہوں کہ آپ الیاس احمد ایڈووکیٹ ہیں۔"

"قطعاً نہیں۔ ظاہر ہے آپ مجھے میرے نام سے مخاطب کر رہے ہیں میرے گھر تشریف لائے ہیں۔ تو یقینی طور پر آپ کو میرے بارے میں بھی معلومات حاصل ہوں گی۔"

"اصل میں یہی معلومات مجھے یہاں تک لائی ہیں۔ غزنوی صاحب بولے۔"

"جی..... میں کیا خدمت کر سکتا ہوں۔ بے دھڑک فرمائیے۔ اور ہاں آپ کیا پینا پسند کریں گے۔"

"بھئی کچھ بھی منگوا لیجئے گفتگو کے دوران یہ مشغلہ جاری رہے تو کوئی حرج نہیں ہے اور اس کے بعد میں نے ان کے لیے چائے منگوالی۔ غزنوی صاحب کہنے لگے۔"

"دراصل الیاس صاحب آپ سے ایک بہت ضروری کام تھا مجھے اور میں امید رکھتا ہوں کہ آپ دیانت دار نہ طور پر اس کام کے سلسلے میں مجھ سے تعاون کریں گے۔"

"کو شش تو یہی کروں گا کیونکہ ہر طور میں آپ کی عزت کرتا ہوں۔"

"بہت پرانی بات ہے میرے گھر میں ایک بچہ پرورش پا رہا تھا اس کا نام فیصل تھا۔ بس اس کے بارے میں تفصیلات کیا بتاؤں کہ ایک عورت کی بدکاری کا نتیجہ تھا۔ پرانی ملازمہ تھی ہماری۔ ہم نے سوچا کہ جو کچھ وہ کر بیٹھی ہے اگر اس کے نتیجے میں اسے گھر سے نکال دیا جائے تو در بدر کی ٹھوکریں کھاتی پھرے گی۔ اور مصیبتوں کا شکار ہو جائے گی۔"

درحقیقت مجھ سے زیادہ میری بیگم کا اس سلسلے میں ہاتھ تھا وہ بہت رحم دل خاتون ہیں حالانکہ میں تو ابتدا ہی سے اس بات سے نفرت کرتا تھا کہ ایک ایسا بچہ میرے ہاں پرورش پائے جسے اس کے باپ کے نام سے منسوب نہ کیا جاسکے۔ یہی وجہ تھی الیاس صاحب کہ وہ جب بھی میری نگاہوں کے سامنے آتا میں اسے نفرت کی نگاہ سے دیکھتا اس جذبے کو میں کبھی فراموش نہیں کر سکا جو میرے دل میں ان کی نمود کے بارے میں تھا۔ آپ سمجھ رہے ہی نا۔ بارہا مجھے احساس ہوا کہ اس سلسلے میں اس بچے کا کوئی قصور نہیں ہے لیکن

بس اپنی فطرت کو کیا کروں۔ دل سخت ہے بعض معاملات میں کہ میں اپنے آپ پر قابو

نہیں پاسکتا۔ بیشتر مجھے یہ احساس ہوا کہ اس بچے کے ساتھ میں زیادتی کر رہا ہوں لیکن اپنے آپ کو اس کی طرف مائل کرنے پر آمادہ نہیں پاسکتا۔ جبکہ میری بیوی اس کے لیے بڑے نرم گوشے رکھتی تھی اور میری سختیوں کا ازالہ کرتی رہتی تھی آپ سمجھ رہے ہیں نا الیاس صاحب۔"

"جی..... میں نے جواب دیا۔"

"خیر چھوڑیے ان باتوں کو وہ بچہ وہاں خاصا بڑا ہو گیا۔ اس کی بدکار ماں بالا آخر ایک دن گھر چھوڑ کر فرار ہو گئی اور اس کے بعد وہ بچہ بھی میرے پاس نہیں رہ سکا۔ وہ بھی خاموشی سے نکل گیا۔ بعد میں مجھے اس کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ چھوٹے موٹے کام کرتا پھر رہا ہے مثلاً گاڑیاں دھوتا ہے۔ محنت مزدوری کرتا ہے اب یہ اس کی مرضی تھی کہ وہ جہاں چاہے رہے جو چاہے کرے۔ پھر کچھ عرصے کے بعد مجھے علم ہوا کہ وہ بچہ آپ کے پاس پہنچ چکا ہے کیا یہ سچ ہے۔"

"آپ کہتے رہیے۔" غزنوی صاحب میں نے کہا۔

"نہیں الیاس صاحب۔ آپ کو اس سلسلے میں تصدیق یا تردید کرتے رہنا چاہیے۔ براہ کرم مجھ سے تعاون کیجئے میں آپ سے کوئی ایسی بات نہیں کہہ رہا جو آپ کے مفاد کے خلاف جاتی ہو۔ یہ صرف یہ ایک معلومات ہے اور اس کی وجوہات میں بتا دوں گا۔"

"جی فرمائیے۔"

"وہ بچہ آپ کے پاس رہا۔"

"ہاں..... فیصل میرے پاس کافی عرصے رہا ہے۔"

"جب وہ آپ کے پاس تھا تو اس کے مشاغل کیا تھے؟"

"کچھ نہیں..... بس ایک ایسے بچے کی حیثیت سے وہ میرے پاس پروان چڑھ رہا تھا جو لاوارث ہوتے ہیں۔ میں اس سے گھر کے اور اس کے بعد دفتر کے کچھ کام لینے لگا۔"

"آپ نے اسے تعلیم بھی دی۔" غزنوی صاحب نے پوچھا۔

"بھلا اس طرح تعلیم دی جاسکتی ہے۔"

"میرا مطلب ہے کہ گھریلو طور پر ہی سہی کیا اسے زیور تعلیم سے آراستہ کیا گیا۔"

”خاص نہیں بس اسے خود ہی کچھ شوق تھا تھوڑا بہت لکھ پڑھ لیا کرتا تھا بلکہ آپ یہ سمجھیں کہ میری بہن نازاں نے اسے تھوڑا بہت پڑھا دیا تھا جو خود بھی ٹیچر تھیں۔ اس طرح وہ میرے دفتری کاموں میں ہاتھ بٹانے لگا اور یہی ہمارا مقصد تھا۔“

”ٹھیک ہے بہت ٹھیک۔ اچھا اس کے بعد آپ نے اسے نکال دیا۔ وجہ بتا سکتے ہیں؟“

”بس کوئی اسے میرے ہاں دیکھنا نہیں چاہتا تھا۔ کوئی اس کا دشمن تھا اور اسے سڑکوں پر ہی دیکھنے کا خواہشمند تھا۔“

”کون تھا وہ دشمن۔“ غزنوی صاحب نے پوچھا؟

”ظاہر ہے غزنوی صاحب میں وکالت کرتا ہوں جاسوسی نہیں۔“ میں نے جواب دیا۔

”آپ پھر میری بات کا برا بان رہے ہیں۔ آپ یقین کیجئے کہ جو کچھ میں آپ سے پوچھ رہا ہوں اس بچے کے مفاد میں ہے بڑا انوکھا مسئلہ ہے اگر مجھے اس بارے میں معلوم ہو جائے تو آپ یہ سمجھ لیجئے کہ اس بچے کو بہت سے فائدے حاصل ہو سکتے ہیں۔“

”ہو سکتا ہے ایسا ہو غزنوی صاحب۔ لیکن ظاہر ہے اس کی پوری داستان حیات تو مجھے نہیں معلوم۔“

”معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ الیاس صاحب معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ آپ سے زیادہ اس مسئلے میں میری راہنمائی اور کوئی نہیں کر سکتا۔ مجھے بتائیے کہ وہ وجوہات کیا تھیں جن کی بنا پر آپ نے اسے گھر سے نکال دیا۔“

”دھمکیاں۔ میں مختصر الفاظ میں آپ سے عرض کر چکا ہوں کہ اس کے سلسلے میں مجھے دھمکیاں دی گئیں۔ یہاں تک کہ میری بہن کو اغوا کر لیا گیا اور جب میں نے اسے گھر سے نکال دیا تو میری بہن کی داپسی ہوئی۔“

”خوب آپ نے اس بات کی رپورٹ درج کرائی۔“

”نہیں بس واقعات ایسے الجھ گئے تھے کہ میں نے یہ رپورٹ درج نہیں کرائی اور پھر میری بہن واپس آگئی تھی۔ بس اس لڑکے کو گھر سے نکالنا پڑا تھا۔“

”اس کے بعد کیا ہوا؟“

”کیا مطلب۔“

”الیاس صاحب معاف کیجئے گا آپ ایک شاندار کوٹھی میں رہ رہے ہیں یہ شاندار کوٹھی کسی بھی طور آپ جیسی حیثیت کا وکیل حاصل نہیں کر سکتا۔ الیاس صاحب میں اپنی بہت سی باتیں کہہ رہا ہوں جو آپ کو ناگوار گزریں گی لیکن خدا کے لیے انہیں بردیانتی پر محمول نہ کیجئے گا۔ یہ صرف میرا ایک مشکل مسئلہ ہے جس کے بارے میں آپ کی مدد طلب کر رہا ہوں الیاس صاحب جہاں تک میرے علم میں آچکا ہے وہ یہ ہے کہ آپ آٹو شی کے لیگل ایڈوائزر ہیں۔ آٹو شی دانش منصور کی ملکیت ہے۔ جو لوگ آٹو شی کے مالکان قرار دیئے جاتے ہیں ان کے بارے میں آپ بھی جانتے ہیں اور میں بھی جانتا ہوں۔ وہ قطعی اس حیثیت کے حامل نہیں ہیں کہ آٹو شی جیسے عالیشان ادارے کو چلا سکیں۔ مطلب یہ تھا الیاس صاحب کہ آپ یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ دانش منصور اور فیصل ایک ہی شخصیت کے دو روپ ہیں یا دونوں ایک ہی شکل و صورت رکھتے ہیں۔ کیا آپ کو اس بات پر حیرت نہیں ہوئی کہ مسٹر دانش منصور جو اپنے آپ کو افریقہ سے آنے والا بتاتے ہیں فیصل کے مشعل ہیں۔“

”آپ کے خیال میں غزنوی صاحب اس دنیا میں مشعل نہیں ہوتے۔“

”میرا خیال آپ چھوڑ دیجئے آپ یہ بتائیے کہ جب دانش منصور صاحب سے آپ

کی پہلی ملاقات ہوئی تو آپ کے ذہن میں کیا تصور ابھرا۔“

”کیا میں آپ کو یہ بات بتانے کے لیے مجبور ہوں۔“

”خدا کے لیے خدا کے لیے برے انداز میں بالکل نہ سوچیں ہم ایک فیصلہ کریں

گے۔ ہمیں یہ اندازہ لگانا ہے کہ فیصل اور دانش منصور ایک ہی شخصیت کے دو روپ ہیں

یا یہ دونوں الگ الگ ہیں۔“

”یہ دونوں الگ الگ ہیں۔ میں نے سرد لیجے میں کہا۔“ آپ دعوے سے کیسے یہ

بات کہہ سکتے ہیں؟

”اس طرح کہ جب دانش منصور صاحب سے میری پہلی ملاقات ہوئی تو میں میری

بہن اور میری بیوی مارے حیرت کے پاگل ہو گئے تھے اور اس کے بعد ہم نے طویل عرصے

تک یہ کوشش کی کہ حقیقت معلوم کریں اور انہی کوششوں کے نتیجے میں ہم دانش منصور

اسے نکال دیا۔ دانش منصور کی حیثیت سے آپ اس سے ملے۔ میرا مطلب ہے فیصل سے اور اس کے بعد آپ پر عنایات کی بارش ہو گئی۔ آپ آٹو سنی کے لیگل ایڈوائزر بن گئے اور اس کے بعد یہ کوٹھی آپ کی ملکیت بنی۔ ان گھرایوں میں کیا ہے۔ الیاس صاحب ان گھرایوں میں کیا ہے۔ بس یہ جاننا چاہتا ہوں میں۔“

”میں نے آپ سے یہ عرض کیا کہ میرے ساتھ جو یہ احسانات کیے گئے ہیں وہ دانش منصور صاحب کی نیک دلی اور ان کی فطرت ہے اور اس پر کسی کو حیرت کا اظہار نہیں کرنا چاہیے۔ اگر آپ ان الفاظ کو غلط قرار دیتے ہیں تو میں آپ سے یہ درخواست بھی کر سکتا ہوں کہ انھیں اور یہاں سے فوراً باہر نکل جائیں میں اپنے آپ کو جھوٹا کہنے والے کو دھکے دے کر بھی نکالوا سکتا ہوں لیکن کیا کروں انسانیت میری فطرت میں ہے اور اگر کوئی معزز شکل و صورت بنا کر میری اس کوٹھی میں داخل ہو تو اپنی اس فطرت کے تحت میں اس کی تھوڑی بہت عزت بھی کر لیتا ہوں۔“ غزنوی صاحب نے میری بات کا اب بھی برا نہیں مانا تھا۔ بدستور مسکراتے ہوئے بولے۔

”میں خود اٹھ جاتا ہوں آپ کو یہ زحمت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بس اتنی ہی معلومات حاصل کرنے آیا تھا آپ سے کہ فیصل دانش منصور کیسے بن گیا اور یہ سوچا تھا کہ اگر آپ میری مدد کرنے پر آمادہ ہو گئے تو آپ کی آنے والی کئی نسلوں کو مطمئن کر دوں گا اور آپ کو مالی وسائل میں کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی۔“

”براہ کرم غزنوی صاحب براہ کرم اس کے بعد اس موضوع پر کوئی بات نہ کیجئے گا۔“

”نہیک ہے اچھا چلتا ہوں خدا حافظ۔ لیکن میرے وسائل محدود نہ سمجھئے الیاس صاحب۔ جن لوگوں سے میرا کوئی مقصد حل نہیں ہوتا میں انہیں اپنے دشمنوں میں تصور کر لیتا ہوں اور جہاں تک دشمنی کا معاملہ ہے تو آپ یہ سمجھ لیجئے کہ میرے دشمن بڑی مشکلات کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اچھا خیر چھوڑیے ان باتوں کو آپ کی چائے کا بہت شکریہ۔ یہ بڑی مزیدار چائے تھی اور آپ کی گفتگو بھی۔ خدا حافظ۔“ یہ کہہ کر غزنوی صاحب باہر نکل گئے تھے۔ میں سکتے کے عالم میں بیٹھا الیاس بھائی کی یہ باتیں سن رہا تھا۔ غزنوی صاحب کی ایک بات میرے ذہن میں زخم ڈال رہی تھی ایک اور دھچکا لگا تھا میرے

تک پہنچے تھے اور اس کے بعد ہی ہم دانش منصور صاحب کی عنایات ہوئی تھیں انہوں نے مجھے آٹو سنی میں لیگل ایڈوائزر مقرر کیا اور اس کے بعد مزید عنایتیں کی جاتی رہیں مجھ پر۔ ”یہاں تک کہ آپ کو ایک عالی شان کوٹھی جو لاکھوں روپے کی مالیت کی ہے خریدا دی۔ کیوں ایسا ہے۔“

”ہاں یہی ہوا ہے۔“

”کیا اس دنیا میں فرشتے رہتے ہیں۔ الیاس احمد صاحب۔“

”جی..... رہتے ہیں۔“ میں نے تلخ لہجے میں جواب دیا۔

”اور آپ اشارہ کریں گے دانش منصور کی طرف۔“

”جی ہاں۔“

”ناممکن۔ یہاں آپ مجھے میرا مطلب ہے آپ ذرا سی بددیانتی سے کام لے رہے

ہیں۔ درحقیقت ہوا یہ ہے کہ آپ نے فیصل پر جو احسانات کیے یہ کوٹھی آپ کو اس کے صلے میں ملی ہے۔“

”غزنوی صاحب آپ میرے مہمان ہیں براہ کرم چائے لیجئے۔ اور اس کے بعد جو

کچھ میں آپ سے کہوں گا اس پر ذرا غور کیجئے۔“

”ہاں ہاں بالکل بالکل۔“ غزنوی صاحب نے چائے پی اور اس کے بعد کہنے لگے۔

”جی فرمائیے کیا کہنا چاہتے تھے آپ۔“

”عرض کر رہا تھا کہ آپ میرے مہمان ہیں۔ پہلا سوال تو میں آپ سے عرض

کروں گا کہ آپ اس کوٹھی تک پہنچے کیسے۔ آپ کو یہ سب کیسے معلوم ہوا۔“ غزنوی

صاحب مسکرائے پھر انہوں نے جیب سے ہزار روپے کا ایک نوٹ نکالا اسے چٹکیوں سے دونوں سمت سے پکڑا اور کہنے لگے۔

”کانڈ کے یہ ٹکڑے بڑے کام کے ہوتے ہیں الیاس احمد صاحب۔ آپ کو یہ بات

بتا نہیں رہا بلکہ یاد دل رہا ہوں۔“

”اس کا مطلب ہے کہ آپ نے اس کوٹھی کے بارے میں باقاعدہ معلومات حاصل

کیں۔“

”ہاں..... میں اس بات پر حیران ہوا تھا کہ فیصل آپ کے ساتھ رہا آپ نے

ضروری تھی۔ غزنوی پر کیا مصیبت نازل ہوئی ہے اور وہ کیوں اس سلسلے میں چھان بین کرتے پھر رہے ہیں یہ وہی جانیں۔ ہو سکتا ہے یہ بات صرف اس حد تک محدود ہو کہ وہ اپنی تسلی چاہتے ہوں۔“

”نہیں نازاں باجی یہ بات اس حد تک محدود نہیں ہے۔ غزنوی کوئی اور ہی کھیل کھیلنا چاہتے ہیں لیکن غزنوی صاحب۔ غزنوی صاحب“ میری آواز میں غراہٹ پیدا ہو گئی۔ الیاس بھائی چونک کر مجھے دیکھنے لگے۔ آصف نور نے گھبرائی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھا میں چند لمحات سوچتا رہا پھر مسکرا دیا۔ پھر میں نے کہا۔

”ایک وقت تھا جب میں غزنوی صاحب کی دی ہوئی سزاؤں کا شکار تھا۔ ایک وقت تھا نازاں باجی جب غزنوی صاحب مجھے کتے کی طرح دھتکار رہے تھے اور میں سہا ہوا چلا آتا تھا لیکن یہ وقت بالکل مختلف ہو گیا ہے۔ یہ وقت بالکل بدل چکا ہے نازاں باجی آج میں غزنوی صاحب کو کتوں کی طرح ان کی کوٹھی کے دروازے پر بھونکنے پر مجبور کر سکتا ہوں لیکن طاقت جب اپنے پاس آجائے تو کچھ ذمہ داریاں بھی ساتھ لے آتی ہے۔ وہ یہ کہ جن لوگوں کو اپنے آپ سے کمزور سمجھوان کے ساتھ سختی کا سلوک نہ کرو۔ ورنہ یہ طاقت بے معنی ہو جاتی ہے طاقت تو صرف ان لوگوں پر آزمائی جانی چاہیے جو خود سے زیادہ طاقتور ہوں اور جواب دینے کی اہلیت رکھتے ہوں۔ غزنوی صاحب، نہیں غزنوی صاحب کچھ بھی ہو میں نے بہر طور آپ کی کوٹھی میں آپ کا نمک کھایا ہے۔ وہ سب کچھ تو نہیں کروں گا جو مجھے کرنا چاہیے لیکن..... لیکن آپ کی ذرا دیکھ بھال کرنی پڑے گی۔“

”ایک بات بتاؤ فیصل۔ چھوڑو ان باتوں کو کن چکروں میں پڑ گئے ہو۔ ان دنوں ہم اس تجسس کا شکار تھے کہ آخر وہ کون ہو سکتا ہے جو تمہیں در بدر کرنے کا خواہشمند ہے۔ ایسی کوئی شخصیت ہے جو نازاں باجی کو اغوا کر کے تمہیں میرے پاس سے ہٹا کر دوبارہ سڑکوں پر لے آنا چاہتی ہے۔ آج یہ بات پھر ذہن میں ابھر آئی ہے کیا وہ غزنوی صاحب تھے۔ کیا یہ وہ ہو سکتے ہیں۔“ میں سوچ میں ڈوب گیا۔ بہت دیر تک سوچتا رہا پھر میں نے کہا۔

”اگر وہ غزنوی صاحب تھے یا ہیں تو انہیں میری ذات سے اس قدر نفرت کیوں پیدا ہوئی۔ اس حد تک کیوں چلے گئے وہ۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آئی۔“

دل کو اس احساس کے ساتھ کہ غزنوی صاحب نے مجھ سے اپنی نفرت کی وجہ بتا دی تھی۔ اگر ان کی فطرت پر غور کرنا تو یہ ایک حقیقت محسوس ہوتی تھی کہ وہ فطرتاً ہی سخت گیر آدمی تھے اپنے اہل خاندان کے لیے بھی انہوں نے اپنی فطرت میں کبھی کوئی پلٹ بڑا نہیں کی تھی اگر وہ مجھ سے نفرت کرتے تھے تو اس کی یہ وجہ حق بجانب تھی کہ وہ مجھے ایک بدکار عورت کا بیٹا سمجھتے تھے اور اس لحاظ سے اس گندگی کو اپنی کوٹھی میں جگہ نہیں دینا چاہتے تھے۔ آنا ماں نے اس سلسلے میں مداخلت کی اور یہ سوچ کر کہ بہر طور قصور اس بچے کا نہیں ہے جو اس دنیا میں آگیا ہے میرے ساتھ محبت کی اور عنایت کی۔ باتیں دیکھیں۔ کیا واقعی صرف اتنا ہی سلسلہ ہے کیا صرف یہی حقیقت ہے۔ کیا ایک بار پھر میری اصلیت اپنا چہرہ بے نقاب کر کے میرے سامنے آئی ہے۔ لگتا تو یہی ہے بلکہ کچھ اور باتیں روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی تھیں۔ یعنی یہ کہ آنا ماں مجھ سے محبت کیوں کرتی تھیں اور غزنوی صاحب مجھ سے نفرت کیوں کرتے تھے۔ اس وقت کم از کم یہ چیزیں واضح نہیں ہو سکی تھیں۔ میں غم کی کیفیت کا شکار ہو گیا۔ نازاں باجی میرے چہرے کا جائزہ لے رہی تھیں مجھ سے کہنے لگیں۔“

”اور اب تم بد دل ہو گئے اس بات سے۔ کیوں۔“

”نہیں نازاں باجی آپ نے مجھے جو قوتیں بخشی ہیں انہوں نے مجھے اب اس تصور سے دور نکال دیا ہے۔ آپ کو علم ہے نازاں باجی کہ میں نے اپنی اس گندی حیثیت کو تسلیم کر لیا ہے۔ قبول کر لیا ہے میں نے۔ لیکن یہ بھی میں نے اپنے آپ کو تسلی دے رکھا ہے کہ میری نمود میری خواہش پر نہیں ہوئی میں اس دنیا میں اپنی پسند سے نہیں آیا ہوں طرح بھی مجھے لایا گیا ہے یہ مجھے اس دنیا میں لانے والے جانیں لیکن میں نے اپنا ایک مصرف دریافت کر لیا ہے لاکھ برا سہی لاکھ گندا اور غلیظ سہی لیکن..... لیکن نازاں باجی میں اپنے اس وجود کو اپنے وطن کے لیے مخصوص کر چکا ہوں۔ کم از کم اور کچھ نہ ہو اس مشن سے کوئی بہتری ہی عمل میں آئے۔“ میں نے اپنے جسم کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ نازاں باجی کی آنکھوں میں ایک دم آنسو آئے لیکن وہ یہ آنسو پی گئیں کہنے لگیں۔

”تم جو کچھ بھی ہو فیصل جو کچھ بھی ہو میں تمہیں بہت بڑا مقام دیتی ہوں۔ ان احمقانہ باتوں کو بھول جاؤ تمہیں یہ کہانی صرف اس لیے سنائی گئی ہے کہ تمہاری واقفیت

”ہاں اگر صرف اتنا ہی سامئلہ تھا کہ وہ تم سے اس انداز میں مطمئن نہیں تھے تو تم ان کی کوٹھی سے چلے آتے بات ختم ہو جاتی بعد میں انہوں نے تمہارا تعاقب کیوں کیا۔ یہ بات خاصی اہمیت کی حامل تھی۔“ میں بہت دیر تک سوچتا رہا پھر میں نے کہا۔

”غزنوی صاحب مجھے راستے سے ہٹانا چاہتے ہیں۔ ہٹوں گا اس راستے سے لیکن ابھی نہیں۔“

”بہر حال یہ ساری باتیں تم تک پہنچانا بہت ضروری تھا۔ فیصلہ جو بھی ہو اس بات کو ذہن میں رکھنا کہ اس میں کوئی کچا پن نہ ہو کسی کو زندگی سے محروم کر دینا بڑائی نہیں ہوتی۔ فیصلہ بڑائی یہ ہے کہ دشمن بھی یہ سوچ سوچ کر اپنے دل میں قائل ہوتا رہے کہ اس کے ساتھ جو دشمنی کی گئی ہے اس کا بھی ایک معیار تھا۔“ میں نے ہنس کر نازاں باگی کو دیکھا اور کہا۔

”آپ کے یہ اقوال زریں تو میری ذات میں پیوست ہو چکے ہیں نازاں باگی اور عموماً میں انہی سے فائدہ اٹھاتا ہوں۔“

”شرمندہ کر رہے ہو مجھے۔“

”نہیں نازاں باگی بہت عمدہ کھانا تھا۔ بہت عمدہ ماحول تھا بڑی اچھی باتیں تھیں اور واقعی بڑا لطف آیا۔ اور اب میں اس جنت سے جا رہا ہوں۔ اجازت دیں گے۔“

”رکو۔ اگر کوئی خاص کام نہ ہو تو۔“

”نہیں کچھ کام تو ہیں۔ ظاہر ہے گھر دیکھنا ہوتا ہے۔ اطراف میں بہت سے کھیل کھیل رکھے ہیں ان سے نمٹنا ہوتا ہے۔“

”حضور والی دوبارہ ملاقات کب ہوگی۔ یہ پہلے بتاتے جائیے۔ اب تو آپ سے ٹیلیفون پر بھی بات کرتے ہوئے ذرا جھجکنا پڑتا ہے۔“

”نازاں باگی آپ لوگ پر سکون زندگی گزاریں جہاں تک کسی کا آپ کو نقصان پہنچانے کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں کوئی غرور کی بات نہیں کہنا چاہتا کہ خدا کو ناگوار نہ گزرے۔ لیکن آپ یوں سمجھ لیجئے کہ آپ لوگوں کی طرف ٹیڑھی نگاہ سے دیکھنے والا اپنی بینائی سے محروم ہو جائے گا۔ بس اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ جہاں تک میری آپ سے ملاقات کا مسئلہ ہے تو میں دیر دیر سے آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔“

”وہ کیوں؟“ اس بار بھابی جان نے پوچھا۔

”اس لیے بھابی جان کہ ان لمحات کی لذت میرے لیے بے پناہ ہے میں یہاں سے جانے کے بعد اس سے لطف اندوز ہوتا رہتا ہوں۔ میری طلب بڑھتی رہتی ہے۔ اگر ملک کی ہر چیز آسانی سے حاصل ہو جائے تو پھر اس کی لذت کم ہو جاتی ہے اور میں محبت کی اس لذت کو پیار کی اس جنت کو وہی اہمیت دیتے رہنا چاہتا ہوں جو میرے دل میں اس کے لیے ہے۔“

”بہت چالاک ہو گیا ہے یہ۔ بہت چالاک ہو گیا ہے۔ سن رہی ہیں آپ بھابی جان۔ کیا خوبصورت الفاظ میں اس نے ہمیں جلدی جلدی آنے سے اور اپنے آپ سے رابطہ کرنے سے منع کر دیا ہے۔“

”نازاں باگی فریب کی کوئی بات زندگی بھر آپ سے نہیں کروں گا۔ یہ میرا وعدہ ہے۔“

”اچھا اچھا ہر معاملے میں سنجیدہ ہو جانا اچھی بات نہیں ہے۔ ٹھیک ہے جب تم مناسب سمجھو رابطہ قائم کرو اور مل لو لیکن کبھی کبھی خود ضرور یاد کر لیا کرو۔“ میں نے نازاں باگی سے وعدہ کیا اور کچھ دیر کے بعد وہاں سے واپس چل پڑا۔ راستے بھر غزنوی صاحب کی اس کارروائی کا خیال ذہن میں گردش کرتا رہا تھا۔ غصہ بھی آرہا تھا اور یہ احساس بھی ہوتا تھا کہ بہر طور غزنوی صاحب بے شک بے حد برے انسان سہی لیکن ان کے گھر میں میں نے ایک اچھا خاصہ وقت گزارا ہے ان سوچوں سے اپنے آپ کو آزاد کرانے کے لیے اس رات خصوصاً کلب گیا اور وہاں کی دلچسپیوں میں گم ہو گیا۔

یہ کلب درحقیقت میرے لیے بڑی اہمیت کا حامل تھا۔ بہت سے لوگوں سے یہاں ملاقات ہوئی تھی۔ میری بے حد عزت کی جاتی تھی۔ گو اب یہاں آنا جانا بہت کم ہو گیا تھا لیکن اس سے یہاں کے معمولات پر تو کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔ لوگ اپنے اپنے طور پر تقریبات میں مصروف رہا کرتے تھے۔ مسز اختر تو جیسے اس کلب کا ایک حصہ ہی تھیں۔ جب بھی کبھی پہنچا ایک آدھ بار ہی ایسا ہوا کہ وہ نظر نہیں آئیں اور پھر جب مجھے دیکھ لیتیں تو بھلا اس بات کا کیا سوال کہ مجھ تک نہ پہنچ پاتیں۔ اس دن بھی انہوں نے مجھے کلب لیا تھا۔

مسز اختر کے علاوہ کمکشاں ملی اور بھی بہت سے ایسے لوگ ملے جن سے مل کر انہیں خاصی طبیعت خوش ہوئی۔ اور میں اس ذہنی کوفت کو بھولنے میں کامیاب ہو گیا۔ جو ناراض باجی کے ہاں غزنوی صاحب کے تذکرے سے پیدا ہوئی تھی۔ کلب سے واپس آکر معمولات جوں کے توں تھے۔ جمشید دارنا کو خود نہیں چھیڑنا چاہتا تھا۔ اس وقت تک جس سے میں نے ایک ہیں۔

تک کہ وہ خود رابطہ قائم نہ کرے اور یہ میں نہیں جانتا تھا جمشید دارنا کو اپنے دونوں بھائیوں کی وہاں ناموجودگی کا احساس کب ہو گا۔ مجھے بھی جلد بازی نہیں تھی۔ کام تو چاروں ہی تھے۔ رشید ناگی جیسا نفیس آدمی دن رات میرے مقاصد کی تکمیل کے لیے سرگرداں رہتا تھا۔ اور حقیقت یہ تھی کہ اس نے جیسے میرے ذہن کی گہرائیوں میں داخل ہو کر میری خواہش کو سمجھ لیا تھا۔ جو کچھ بھی کرتا تھا اسی طرح کرتا تھا۔ جس طرح میری خواہش ہوئی تھی۔ میں تمہ دل سے اس کا ممنون تھا۔ بیچارہ مجھ سے لیتا ہی کیا تھا بلکہ صحیح معنوں میں میرے لیے فنڈز جمع کر رہا تھا۔ اور یہ بات بھی دلچسپ تھی ان فنڈز کا اس پر کوئی قرضہ نہیں تھا۔ وہ جو کچھ بھی کرتا اگر اپنی ذات تک محدود کر دیتا تو میں بھلا اسے کیا روکتا۔ لیکن رشید ناگی وہ بھی درحقیقت کوئی اچھا ہی خون تھا۔ برے راستوں پر نکل گیا تھا۔ برا کلمات تھا۔ لیکن اس کی اچھائیوں کو بھلا میرے علاوہ اور کون جان سکتا تھا۔ دوسرے ہی دن اس نے مجھ سے ملاقات کی اب اسے مجھ پر بھی مکمل اعتماد تھا اور وہ جانتا تھا کہ جو کچھ وہ کہے گا وہ غلط نہیں ہو گا۔ چنانچہ جس شخص کو وہ اپنے ساتھ لایا تھا وہ اچھے تن و توش کا مالک شکستہ چہرے والا ایک نوجوان آدمی تھا۔ عمر چھبیس ستائیس سال سے زیادہ نہیں ہوگی۔ چھبیس سترے سے لباس میں ملبوس تھا۔ رشید ناگی اسے بے دھڑک میرے پاس لے آیا تھا۔ میں نے مسکراتی نگاہوں سے دیکھا اور اس کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

”میرا نام دانش منصور ہے۔“

”مجھے گل شیر کہتے ہیں۔“ اس نے جواب دیا۔

میں ان دونوں کو ساتھ لیتے ہوئے اندر آ گیا رشید ناگی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ گل شیر کا چہرہ کچھ عجیب عجیب سا نظر آ رہا تھا۔ میں نے ان دونوں کو بیٹھنے کی پیشکش کرتے ہوئے ناگی سے کہا۔

”مسٹر گل شیر کو یہاں لانا بے معنی نہیں ہو گا ناگی اور آپ کے ساتھ جس شخصیت

”مسٹر گل شیر کے بارے میں یہ الفاظ کم از کم اس بات کا تو اطمینان دلاتے ہیں کہ ہمارے اپنے ساتھیوں میں سے ایک ہیں لیکن ان کا تعارف ابھی تک نامکمل ہے۔“

”سراگر آپ حکم دیں تو میں خود آپ سے اپنا تعارف کرا دوں۔“ گل شیر نے کہا۔

”ہاں۔ کیوں نہیں۔ کیوں رشید ناگی اس میں کوئی حرج تو نہیں ہے۔“

”نہیں مسٹر گل شیر آپ باس کو اپنے بارے میں تفصیلات بتا دیجئے۔“ ناگی نے کہا۔

”سرسوبہ سرحد کا رہنے والا ہوں۔ ایک غیور قبیلے سے تعلق رکھتا ہوں۔ میرے

ابا کے بارے میں لوگوں کا کہنا تھا کہ بہت غیر مند انسان تھا۔ غیرت پر ضرب پڑی تو قتل و

مارت گری پر آمادہ ہو گیا۔ ان لوگوں کو ہلاک کر دیا اس نے جنہوں نے اس کی عزت پر

اتھاڑا اور اس کے بعد خود کو قانون کے حوالے کر دیا۔ جرگے کے قانون نے اسے

برائے موت دی۔ بظاہر معاملہ ختم ہو گیا۔ لیکن جن لوگوں کو قتل کیا گیا تھا ان کے رشتے

داروں نے دشمنی پر کمر باندھ لی۔ اور میرے بڑا ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ تیرہ سال کی

مر ہوئی تو مجھ پر قاتلانہ حملہ کیا گیا۔ میری ماں اپنا فرض ادا کرنے کے لیے میرے سامنے

آئی۔ اور اس نے اپنے سینے پر گولیاں کھائیں۔ وہ ہلاک ہو گئی میں بچ گیا۔ سر میں نے

ان اس انداز میں آگے قدم بڑھانے کا فیصلہ کیا۔ جو لوگ میری ماں کے قاتل تھے میں ان

سے انتقام لینا چاہتا تھا لیکن ملاقات ایک ایسے شخص سے ہو گئی۔ جو امن و محبت کا پیغام دیتا

تھا اس نے مجھے اپنی تحویل میں رکھا اور میری منت کی۔ کہ میں درندگی کے اس راستے پر

آگے نہ بڑھوں کرنے والا کوئی ہوتا ہے بھرنے والا دوسرا۔ یہ سب کچھ اچھا نہیں ہے وہاں رہتا تو یقینی طور پر دوسروں کے طعنوں کا شکار رہتا۔ اس معزز انسان کی بات سمجھ میں آگئی تھی۔ چنانچہ سرحد چھوڑ دی۔ اور اس کے بعد بہت سی جگہوں پر سفر کیا۔ پنجاب میں کچھ ایسے لوگوں سے رابطہ قائم ہو گیا جن کا تعلق اسٹیج کی دنیا سے تھا۔ اسٹیج کی دنیا میں داخل ہو گیا اور وہاں بہت کچھ سیکھتا رہا اور اپنے فن میں مہارت حاصل کرتا رہا۔ اسٹیج پر مجھے ایک اچھے آرٹسٹ کی حیثیت سے پہچانا جانے لگا لیکن اسے یہ آرٹ کی دنیا سر۔ کسی کو اپنے سے بڑا تسلیم نہیں کرتی۔ میری حق تلفیاں کرتی گئیں کہ میں وہاں سے بھی بد دل ہو گیا۔ بات ذرا لمبی ہو گئی ہے سر اس لیے چند الفاظ اسے مختصر کیے دیتا ہوں۔ میں نے چونکہ ایک اہم مسئلے کو راہنمائی مل جانے کی وجہ سے ختم کر دیا تھا۔ یعنی اپنی ماں کا انتقام جس کے لیے مجھے بہت سے افراد کے خون سے اپنے ہاتھ رنگنا پڑتے تو اپنی ذات کے لیے میں نے یہ قدم اٹھانا مناسب نہیں سمجھا۔ حالانکہ بعض جگہ میرے ساتھ جو کچھ ہوا اس نے مجھ پر دیوانگی اور جنون طاری کر دیا لیکن اس کے بدلے میں اگر خود کو نقصان پہنچانے والوں کو میں نقصان پہنچاتا تو بات وہی ہو جاتی۔ چنانچہ میں نے اپنی ذات کے لیے یہ سب کچھ کرنا پسند نہیں کیا۔ اور خود اپنے آپ کو بے گناہ میں رکھنے کی کوشش کرنے لگا۔ سر یہ بات آپ کو ناگی صاحب ہی بتائیں گے کہ میری ماں سے ملاقات کیسے ہوئی۔ بس یوں سمجھ لیجئے کہ تقدیر نے مجھے ایک اچھا سہارا دیا تھا۔ سو دے دیا۔ ناگی صاحب کے ساتھ میں کافی عرصے سے کام کر رہا ہوں جو ذمہ داریاں انہوں نے مجھے سونپی تھیں ان کا خیال ہے کہ میں نے انہیں بڑی خوشی اسلوبی سے سر انجام دیا ہے۔ سر آپ کے بارے میں تقریباً سب کچھ ہی جانتا ہوں۔ میرا مطلب ہے اتنا جتنا ناگی صاحب نے بتانا پسند کیا میرے دل میں آپ سے ملنے کی آرزو تھی اور ناگی صاحب نے مجھے یہ اعزاز بخشا کہ اس قابل سمجھ کر مجھے یہاں تک لے آئے۔ بس یہ ہے میری کہانی۔

”تو پھر۔“

”بہت دن سے یہ میرے پیچھے پڑا ہوا تھا عشق کرتا ہے آپ سے دانش صاحب آپ کی ایک ایک ادا پر مرتا ہے۔ اس نے آپ کی لاتعداد خیالی تصویریں بنائی ہیں اور میرے خیال میں ان تصویروں کی پوجا کرتا ہے۔“ میں مسکرا کر خاموش ہو گیا۔ رشید ناگی نے کہنے لگا۔

”ہاں ٹھیک ہے گل شیر کو آپ میرے ساتھ رہنے دیں مسٹر ناگی بات ختم ہو گئی۔“ گل شیر کی آمد واقعی میرے لیے دلکشی کا باعث ہوئی تھی۔ بڑا ہنس مکھ نوجوان تھا۔ بڑی ملا جلی ملا جلیوں کا مالک۔ جسمانی طور پر بھی بے حد فٹ تھا۔ اسے ایک بے مثال شخصیت کا

آگے نہ بڑھوں کرنے والا کوئی ہوتا ہے بھرنے والا دوسرا۔ یہ سب کچھ اچھا نہیں ہے وہاں رہتا تو یقینی طور پر دوسروں کے طعنوں کا شکار رہتا۔ اس معزز انسان کی بات سمجھ میں آگئی تھی۔ چنانچہ سرحد چھوڑ دی۔ اور اس کے بعد بہت سی جگہوں پر سفر کیا۔ پنجاب میں کچھ ایسے لوگوں سے رابطہ قائم ہو گیا جن کا تعلق اسٹیج کی دنیا سے تھا۔ اسٹیج کی دنیا میں داخل ہو گیا اور وہاں بہت کچھ سیکھتا رہا اور اپنے فن میں مہارت حاصل کرتا رہا۔ اسٹیج پر مجھے ایک اچھے آرٹسٹ کی حیثیت سے پہچانا جانے لگا لیکن اسے یہ آرٹ کی دنیا سر۔ کسی کو اپنے سے بڑا تسلیم نہیں کرتی۔ میری حق تلفیاں کرتی گئیں کہ میں وہاں سے بھی بد دل ہو گیا۔ بات ذرا لمبی ہو گئی ہے سر اس لیے چند الفاظ اسے مختصر کیے دیتا ہوں۔ میں نے چونکہ ایک اہم مسئلے کو راہنمائی مل جانے کی وجہ سے ختم کر دیا تھا۔ یعنی اپنی ماں کا انتقام جس کے لیے مجھے بہت سے افراد کے خون سے اپنے ہاتھ رنگنا پڑتے تو اپنی ذات کے لیے میں نے یہ قدم اٹھانا مناسب نہیں سمجھا۔ حالانکہ بعض جگہ میرے ساتھ جو کچھ ہوا اس نے مجھ پر دیوانگی اور جنون طاری کر دیا لیکن اس کے بدلے میں اگر خود کو نقصان پہنچانے والوں کو میں نقصان پہنچاتا تو بات وہی ہو جاتی۔ چنانچہ میں نے اپنی ذات کے لیے یہ سب کچھ کرنا پسند نہیں کیا۔ اور خود اپنے آپ کو بے گناہ میں رکھنے کی کوشش کرنے لگا۔ سر یہ بات آپ کو ناگی صاحب ہی بتائیں گے کہ میری ماں سے ملاقات کیسے ہوئی۔ بس یوں سمجھ لیجئے کہ تقدیر نے مجھے ایک اچھا سہارا دیا تھا۔ سو دے دیا۔ ناگی صاحب کے ساتھ میں کافی عرصے سے کام کر رہا ہوں جو ذمہ داریاں انہوں نے مجھے سونپی تھیں ان کا خیال ہے کہ میں نے انہیں بڑی خوشی اسلوبی سے سر انجام دیا ہے۔ سر آپ کے بارے میں تقریباً سب کچھ ہی جانتا ہوں۔ میرا مطلب ہے اتنا جتنا ناگی صاحب نے بتانا پسند کیا میرے دل میں آپ سے ملنے کی آرزو تھی اور ناگی صاحب نے مجھے یہ اعزاز بخشا کہ اس قابل سمجھ کر مجھے یہاں تک لے آئے۔ بس یہ ہے میری کہانی۔

REHAN BOOK DEPOT & LIBRARY
Deals In All Books, Stationery, Cards
& Novels

S No. Panch Nijhar Road Bhabra Bazar
Rajkot - 360 013 - 338858
Proprietor: WALI KHAN / ALI KHAN

دارنا صاحب کا استقبال میں نے اپنی کوٹھی کے ڈرائنگ روم میں کیا۔ چہرہ زرد پڑا ہوا تھا۔ آنکھیں اندر دھنس گئی تھیں۔ بڑے بد حال نظر آرہے تھے۔ ایک لمحے کے لیے انہیں دیکھ کر افسوس بھی ہوا۔ لیکن پھر اپنے آپ کو سمجھالیا یہ وہ لوگ ہیں جو ملک کی بڑوں کو کھوکھلا کر رہے ہیں ان کے ساتھ رحم کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ میں نے دارنا صاحب کا خیر مقدم کیا اور وہ بولے۔

”کیا کر رہے ہیں آپ لوگ کیا کر رہا ہے روز آرگنائزیشن۔ کیا ہو رہا ہے یہ میرے ساتھ۔ مجھے تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے مجھے کسی سازش کے تحت روز آرگنائزیشن میں شامل کیا گیا اور اس کے بعد مجھے تباہ و برباد کرنے کے منصوبے بنا ڈالے گئے۔“

”ویری گڈ۔ آپ حسب معمول بول رہے ہیں مسٹر دارنا۔ کہنے خیریت تو ہے۔“

”کمال ہے۔ یعنی میری زندگی سولی پر لٹک گئی ہی اور آپ اتنے پرسکون نظر آرہے ہیں۔“

”آپ کی زندگی سولی پر لٹکی ہے دارنا صاحب میری تو نہیں۔ میری بے سکونی آپ کس عالم میں چاہتے ہیں۔“

”یعنی یعنی آپ مقامی طور پر روز آرگنائزیشن کے سربراہ ہیں اور ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ ہمیں ہر طرح کا تحفظ دیا جائے گا۔ یہ تحفظ آسمان سے تو نہیں ملے گا ہمیں۔ آپ ہی لوگ ہماری مشکلات کا حل ہیں اور آپ کمال ہے۔ کمال ہے میں نے تو ساری زندگی روز آرگنائزیشن کے مفادات کے لئے کام کیا جو کچھ مجھ سے کہا گیا وہی کیا اور اس کے بعد

نوجوان کہا جاسکتا تھا۔ میں نے کوٹھی میں چند ذمہ داریاں اس کے سپرد کر دیں۔ اندازہ یہ رہا تھا کہ نہایت قابل اعتماد آدمی ہے۔ اور ہر کام کو کر ڈالنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس سے دلچسپ مسئلوں پر اس سے بات چیت بھی ہوئی تھی۔ اور میں نے اس کا تجربہ بھی کیا تھا۔ دل میں میں نے فیصلہ کر لیا کہ اسے بہترین تربیت دوں گا۔ یقیناً کار آمد انسان بن جائے گا۔ اب کوٹھی میں ایک طرح سے تنہائی ختم ہو گئی تھی۔ روزی کے جانے کے بعد میں ایک بڑا خلا محسوس کر رہا تھا کسی ایسی شخصیت کا جس سے دل کی ہر بات کہ سکوں۔ بے شک روزی کا یہاں رکنا مناسب نہیں تھا۔ اس طرح سے روزی کا چلے جانا اچھا ہی ہوا تھا۔ لیکن گل شیر روزی کا بہترین بدل تھا۔ اور اس کے ساتھ تھوڑا وقت گزارنے کے بعد میں نے یہ محسوس کیا تھا کہ وہ میرا ایک اچھا ساتھی ثابت ہو سکتا ہے۔ کم از کم اس وقت کا ساتھی اور اس قدر قابل اعتماد آدمی ہے کہ اس سے دل کی ہر بات کہی جاسکتی ہے۔

==☆☆☆☆==

REHAN BOOK DEPOT & LIBRARY

Deals In All Books, Stationery, Cards
& Novels

S No. Panch Nijhar Road Bhabra Bazar
Rajkot - 360 013 - 338858

Proprietor: WALI KHAN / ALI KHAN

REHAN BOOK DEPOT & LIBRARY

Deals In All Books, Stationery, Cards
& Novels

S No. Panch Nijhar Road Bhabra Bazar

Rajkot - 360 013 - 338858

Proprietor: WALI KHAN / ALI KHAN

مجھ سے یہ بے اعتنائی برتی جا رہی ہے۔“

”وارنا صاحب کچھ معلوم بھی تو ہو کہ مسئلہ کیا ہے۔“

”تباہ ہو گیا۔ میں برباد ہو گیا۔ میرے بچے غائب ہو گئے ہیں۔ سمجھ رہے ہیں آپ میں نے انہیں یہاں اپنی آنکھوں کے سامنے جہاز پر سوار کرایا۔ جہاز بخیریت سوئٹزر لینڈ پہنچ گیا۔ وہاں پر ان کے ایئرپورٹ پر اترنے کے شواہد ملے ہیں تمام ثبوت موجود ہیں میرے پاس لیکن اس کے بعد وہ غائب ہو گئے اور اب سوئٹزر لینڈ میں ان کا کوئی پتہ نہیں ہے۔ وہاں موجود نہیں ہیں۔ انہوں نے تمام حفاظتی انتظامات ختم کر دیئے ہیں اور کہیں کم ہو گئے ہیں پتہ نہیں کہاں میں اچھی طرح جانتا ہوں مسٹر دانش منصور بہت اچھی طرح جانتا ہوں کہ میرے بچے صرف وہ کرتے ہیں جس کی انہیں مجھ سے ہدایت ملی ہو۔ ان میں سے کوئی بھی اپنی مرضی سے کچھ نہیں کر سکتا وہ مجھ سے مکمل طور پر تعاون کرتے ہیں یقینی طور پر ان کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آیا ہے۔ یقینی طور پر کچھ ایسا ہی ہوا ہے۔ آہ۔ وہ۔ وہ۔ گم ہو چکے ہیں۔ کہاں ہیں خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ میں اس کا ذمہ دار روز آرگنائزیشن کو قرار دیتا ہوں۔ آپ کو کچھ کرنا ہو گا دانش منصور صاحب آپ کو کچھ کرنا ہو گا۔“ میں خاموشی سے جمشید وارنا کی صورت دیکھتا رہا۔ پھر میں نے نرم لہجے میں کہا۔

”جو کچھ ہوا ہے وہ واقعی باعث افسوس ہے وارنا صاحب میں آپ کے دکھ میں برابر کا شریک ہوں۔ جہاں تک میری کارکردگی کا تعلق ہے تو آپ یقین کیجئے کہ روز آرگنائزیشن کی طرف سے مجھے کوئی ایسی ہدایت نہیں ملی کہ میں آپ کے ذاتی کاموں میں ابھی مداخلت کروں۔ اس حادثے کے بعد روز آرگنائزیشن نے مجھ سے تمام تعلقات منقطع کر لئے ہیں۔ غالباً مقصد یہی ہے اس کا کہ اس کے بعد خاموشی اختیار کی جائے اور مزید حالات کا جائزہ لیا جائے اگر اس کے علاوہ کوئی بات ہوتی تو مجھے اس سلسلے میں ہدایت کی جاتی۔ جہاں تک معاملہ ان ساری باتوں کا ہے تو آپ مجھے یہ بھی بتائیے کہ کیا روز آرگنائزیشن سے آپ کا یہ بھی معاملہ ہے کہ وہ آپ کے اہل خاندان کی حفاظت کرتے گا۔“

”ارے ہم نے جان لٹادی اس کے لئے اپنا سب کچھ اس پر نثار کر دیا اور اس کے بعد اتنا حق بھی نہیں رکھتے کہ وہ ہم سے یہ تعاون کرے۔“

”ٹھیک ہے۔ آپ یقین کیجئے کہ آپ کے پاس مجھ سے زیادہ وسائل موجود ہیں۔“

آپ ان صاحب اقتدار افراد سے رابطہ قائم کریں۔ جو روز آرگنائزیشن کے کرتا دھرتا ہیں۔ مقامی طور پر تو یوں سمجھ لیجئے کہ ہم معطل ہو کر رہ گئے ہیں۔ میرے پاس کوئی ہدایت نہیں ہے کوئی رابطہ نہیں ہے۔ آپ مجھ سے زیادہ بہتر اقدامات کر سکتے ہیں۔“

”یہ تو کوئی بات نہیں ہوئی۔ ہمیں پریشانی کے وقت میں تنہا چھوڑ دیا گیا۔ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ میرے بچوں کی گمشدگی اسی سلسلے کی کوئی کڑی ہے۔ اچھا نہیں ہو گا جناب ہم استعفیٰ دے دیں گے روز آرگنائزیشن سے۔ اپنے طور پر بھی بہت کچھ کرتے رہے ہیں ہم اور کرتے رہیں گے۔ بہتر مفادات کے لئے ہم نے یہ قدم اٹھایا تھا۔ لیکن یہ مفاد حاصل ہوا ہے ہمیں۔ نہیں دانش منصور صاحب آپ اس سلسلے میں اپنے آگے کے لوگوں سے رابطہ قائم کیجئے اور ہمیں اطمینان دلائیے۔“

”ٹھیک ہے۔ جمشید وارنا صاحب میں اپنے طور پر بھی جو کچھ کر سکتا ہوں ضرور کروں گا اور آپ بھی اس سلسلے میں آگے قدم بڑھائیے۔ آپ کو براہ راست کوئی ہدایت ملے تو براہ کرم مجھ سے ضرور رجوع کریں۔“

”اور آپ کیا کریں گے؟“

”نی الحال صرف آپ کی آئندہ کوشش کا انتظار۔“

”میں بہت بددل ہوا ہوں۔ میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا ہوں۔ آہ! میرے بچے..... مل جائیں تو..... تو میں اپنے طور پر بہت کچھ کروں۔ یہ تو کوئی بات نہیں ہوئی۔ مجھ سے جو کہا گیا تھا وہ پورا نہیں کیا گیا۔ اچھا اب میں چلتا ہوں۔“ جمشید وارنا اٹھا تو میں نے اسے روکا نہیں اور پھر جب وہ چلا گیا تو میں کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ میرے خیال میں یہ صورتحال بہت مناسب تھی۔ وہ وقت آگیا تھا جب میں اپنے اس مقصد کی تکمیل کے لئے کام شروع کر دوں۔ جس کے لئے میں نے جمشید وارنا کے دونوں بچوں کو روکا تھا اور یہ ساری حرکت کی تھی۔ رشید ناگی سے مشورہ کیا اس سے ملاقات کوئی مشکل کام نہیں تھی اور رشید ناگی نے میرے اس منصوبے کی بھی تائید کر دی۔ اور اس منصوبے کے لئے میں نے جو کردار چنا وہ گل شیر ہی کا تھا رشید ناگی کو بتایا تو وہ اچھل پڑا۔

”واہ۔ اس کا مقصد ہے کہ میں نے صحیح آدمی کو آپ تک پہنچایا چیف یعنی وہ فوراً“

ہی آپ کے کام آگیا۔ ویسے آپ اس پر مکمل بھروسہ کر سکتے ہیں۔ بڑا اچھا انسان ہے۔
 ”اب تو میں اسے جان چکا ہوں۔ ہم نے گل شیر کو طلب کر لیا اور پھر اسے اپنی
 اسکیم میں شامل کیا۔ گل شیر کو تمام صورتحال سمجھائی کہ جو کام اس سے لیا جانے والا ہے
 اس کا مقصد کیا ہے۔“ کیا ہوگا اور کس طرح ہوگا ساری باتیں اسے سمجھائیں تو گل شیر
 نے آمادگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

”بس کافی ہے چیف۔ آپ اطمینان رکھیں فی الحال صرف یہ ریڈیو ڈرامہ ہے یعنی
 آواز اور سوتی اثرات سے سارا کام مکمل کرنا ہے۔ لیکن اگر کبھی اسے ایجنٹ بھی کرنا پڑا تو
 آپ دیکھیں گے کہ آپ کا یہ آرٹسٹ کیا کارنامہ سرانجام دیتا ہے۔ گل شیر کو وہ فون مہیا
 کر دیا گیا۔ جو بہت محفوظ تھا اور جس میں کچھ خصوصی ترمیم کی گئی تھی اور اس فون پر
 اس نے جمشید دارنا سے رابطہ قائم کیا۔ جمشید دارنا سے رابطہ قائم ہونے میں کوئی دقت
 پیش نہیں آئی تھی۔ ان دنوں اس نے غالباً اپنے آپ کو اپنی کوٹھی میں محدود کر لیا تھا۔“
 ”میں جمشید دارنا بول رہا ہوں۔“ ادھر سے آواز آئی۔ جسے ہم لوگ ٹیلیفون کے
 ایک جدید ترین آلے پر صاف اور واضح سن رہے تھے۔

”سیٹھ جمشید اپن قمر سیٹھ بولتا پڑا۔“ گل شیر نے کہا۔
 ”کون قمر سیٹھ؟“

”تم اپن کو ابھی نہیں جانتا۔ جمشید دارنا! پر اپن آئے گیلا ہے اور ادھر پاکستان آنے
 کے بعد اپن نے سب سے پہلے تمہارے سے دوستی کیا ہے۔“
 ”کون ہیں آپ اور کیا چاہتے ہیں مجھ سے۔“

”اپن تمہارے سے دوستی مانگتا ہے۔ جمشید سیٹھ اور اپن کا دوستی کرنے کا انداز
 ذرا الگ ہے ابھی اپن چاہتا ہے کہ تم ہم سے ملاقات کرو۔ اپن کا بات سنو سمجھو اور اس
 پر عمل کرو یہ ایک طریقہ ہوگا جمشید سیٹھ تمہارا چھو کر اور چھو کری لوگ کو تمہارے پاس
 پہنچائے گا۔“ جمشید دارنا کی آواز حلق پھاڑ کر ابھری تھی۔

”ابھی آہستہ بولونی اپن کا ہارٹ تھوڑا کمزور ہے اپن کا نام قمر سیٹھ ہے۔ اپن
 ادھر آکر تم سے دوستی کیا۔ تم لوگ مونا جمشید اور زاہد جمشید کو سوکٹرز لینڈ بھیجا اپن ان کو
 ادھر سے واپس منگوا لیا وہ ائرپورٹ پر اترا اور ان دونوں کو فوراً ادھر ہمارے پاس پارسل

کر دیا گیا۔ ابھی وہ اپن کے پاس محفوظ ہے۔ اطمینان سے ہیں کھاتے پیتے ہیں اپن ان کو
 سمجھا دیا ہے کہ ادھر ان کو کوئی تکلیف نہیں ہوئیں گا۔ بس اگر ان کا باپ مان جائے گا تو
 اپن اس کے ساتھ دوستی بنالے گا۔“

”زاہد اور مونا تمہارے قبضے میں ہیں۔ تمہارے پاس ہیں وہ۔“

”بولا نہیں یار کاہے کو بار بار پوچھتا۔“

”تم..... تم۔ قمر سیٹھ مگر تم ہو کون اور مجھ سے کیا چاہتے ہو۔“

”یار بہت لمبا کھیل ہے اپن کا۔ ابھی ادھر تم لوگ عیش کیا تھوڑا عیش اپن کو بھی
 کرنے دینی یار ابھی سلا یہ ہمیں کون کون سا آرگنائزیشن کو تم جوائن کیا۔ قمر سیٹھ کو
 جوائن کرو پھر دیکھو تماشہ اپن تمہارے کو کیا دکھاتا ہے۔“

”قمر سیٹھ اگر تم کوئی جرائم پیشہ آدمی ہو اور میرے بچوں کو اغوا کر کے نادان
 حاصل کرنا چاہتے ہو تو مجھے بتاؤ کتنی دولت درکار ہے تمہیں۔ کیا مانگتے ہو میں ان کے
 بدلے تمہیں ہر چیز دینے کو تیار ہوں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ پہلے یہ ثابت کر دو کہ وہ
 تمہارے قبضے میں ہیں۔“

”ارے بابا اپن بہت کچھ ثابت کرے گا۔ تم دیکھتے تو رہو اور تم اکیلا ہی نہیں ہوئے
 گا قمر سیٹھ کا یاری تو ادھر بڑا بڑا سیٹھ لوگ سے ہوئے گا۔ ابھی تم تماشہ دیکھو۔ ویسے تم
 کو خوش ہونا چاہیے کہ اپن سب سے پہلے تمہارا انتخاب کیا۔“

”دیکھو قمر سیٹھ میرے ہاتھ بھی بست لے ہیں۔ میری پہنچ بھی محدود نہیں ہے۔
 بہتر یہ ہے کہ سب سے پہلے تم مونا اور زاہد کو میرے گھر پہنچا دو اگر تم سچ کہہ رہے ہو تو۔
 اس کے بعد جو کچھ بھی سودے بازی تم کرنا چاہو گے میں ویسے بھی مان لوں گا۔“ جواب
 میں گل شیر نے ایک بھیانک قہقہہ لگایا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

”قصور تیرا بھی نہیں ہے جمشید دارنا اپن ٹھنڈے دماغ کا آدمی ہے۔ ابھی تمہارا
 اس بات پر غصہ نہیں کھائیں گا۔ تم کو سمجھائے گا سنو جمشید سیٹھ اپن خود چھوٹا مونا
 آرگنائزیشن ہے۔ اپن ادھر جو شروع کرنے والا ہے ابھی تمہارا مغز میں بھی نہیں آئیں
 گا۔ تیل دیکھو تیل کا دھار دیکھو۔ ابھی ادھر قمر سیٹھ کے علاوہ کسی کا حکم نہیں چلے گا
 خاص طور سے کاروباری دنیا میں ابھی تمہارا دل چاہے جس کو بتا دو کہ وہ قمر سیٹھ سے

ہو شیار ہو جائے تم ہمارا پیلٹی میجر بن جاؤنی۔ تمہارے ساتھ کچھ رعایت کر دیں گا بابا۔“
 ”خیر یہ سب بعد کی باتیں ہیں تم سب سے پہلے میرے بچے میرے حوالے کر دو۔“
 ”کر دیں گا بابا کر دیں گا۔ ابھی اپن کو تم سے بہت سا سودا بازی کرنا ہے۔ ایسا کرو
 کل شام کو ساڑھے سات بجے اپنے ٹیلیفون کا انتظار کرو۔ اپن تمہارے بچوں لوگ سے
 تمہارا بات کرائے گا۔ وہ تمہارے کو بتائیں گا کہ ان کے ساتھ کیا ہوا۔ تمہارے کو خوشی
 ہوئیں گی۔“

”کل ساڑھے سات بجے کیوں۔ آج ہی کیوں نہیں۔“

”ابھی اتنا جلدی نہیں کرونی یار۔ اپن تمہارے سے اور بھی بہت سا باتیں کرے
 گا۔ ایک پورا پروگرام بنائے گا کل تم اور ہم مل کر کیا کر سکتا ہے۔“
 ”دیکھو قمرود سیٹھ اگر واقعہ تم سچ کہہ رہے ہو تو کم از کم اتنا تو کرو کہ میرے بچوں کی
 ٹیلیفون پر مجھ سے بات کرادو اس کے بعد میں تم سے جو کچھ بھی بات چیت کر سکوں گا
 ضرور کروں گا۔“

”ابھی اپن کو تھوڑا ٹائم دو سوچنے کے لئے۔“ گل شیر نے میری طرف دیکھا اور
 میں نے جلدی سے کانڈ کی ایک سلپ پر چھوٹی سی تحریر لکھ کر اس کے سامنے کر دی۔
 اردو کی تحریر تھی۔ ”گل شیر نے اسے سمجھ لیا اور دوسری طرف سے آنے والی آواز کے
 جواب میں بولا۔“

”ٹھیک ہے وارنا سیٹھ۔ اب یہ ایسا کرو شام کو ساڑھے سات بجے کا ٹیم ہی فرسٹ
 کلاس ہے۔ اس ٹیم تم اپنے بچوں سے بات کرنے کے لئے اپنے ٹیلیفون کے پاس رہنا اور
 ٹیلیفون کی خبر پولیس کو دینے کا ضرورت نہیں ہے۔ چھوٹا چھوٹا کام مت کرو بڑا کام کرو۔
 اپن کے پاس پولیس کو لے کر آنا ایک ناممکن کام ہو گا۔ سارے انتظام کے بعد اپن نے اپنا
 کام شروع کیا ہے۔ اچھا چلتا ہے۔“ گل شیر نے فون بند کر دیا اور اس کے بعد ہم دونوں
 کی طرف دیکھ کر مسکراتے لگا۔ میں نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلائی رشید ناگی بھی اس
 گفتگو سے مطمئن تھا اور اس طرح ایک نئے کام کا آغاز کیا گیا۔ جس کے لئے ایک بہترین
 منصوبہ درکار تھا۔ بہر طور اب میرے اندر وہ اضطراب نہیں تھا جو مجھے بے چین کئے رکھتا
 تھا۔ زندگی کے جو مقاصد تشکیل دیئے تھے وہ روح تک کو سکون بخشتے تھے۔

اصل معاملہ اب مونا اور زاہد جمشید کا اپنے باپ سے گفتگو کرنے کا تھا۔ ہم لوگوں
 نے ایسے شاندار طریقے دریافت کر لئے تھے کہ اب ہم لوگ جدید پیمانے پر کارروائیاں کر
 سکتے تھے چنانچہ کافی فاصلے پر موجود مونا اور جمشید جو اپنے باپ سے بات کرنے والے تھے،
 ہم نے اسے سننے کا تمام بندوبست کر لیا تھا۔ گل شیر کو روانہ کر دیا گیا تھا اور اس کے ساتھ
 معاونت کرنے والے بھی موجود تھے، سارا کام ایک سسٹم کے تحت ہونا تھا تاکہ کہیں بھی
 کوئی جھول نہ رہ جائے وہ اسکرپٹ بھی تیار کر لیا گیا تھا جس کے تحت مونا اور جمشید کو
 اپنے باپ سے بات کرنی تھی۔ ٹھیک ساڑھے سات بجے میرے سامنے رکھی ہوئی مشین کا
 سرخ بلب اسپارک کرنے لگا اور میں کمرہ بند کر کے چند بٹن آن کرنے میں مصروف ہو گیا
 اور پھر دم سادہ کروہاں بیٹھ گیا دوسری طرف سے جمشید وارنا کی آواز سنائی دی تھی۔

”ہیلو ہیلو کون ہے..... ہیلو ہیلو.....؟“

”پاپا میں مونا بول رہی ہوں۔“

”بول بیٹی بول جلدی سے بول۔ زاہد کدھر ہے۔ جمشید وارنا کی آواز ابھری اور
 میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ اس آواز میں جو جذبات تڑپ رہے تھے وہ میرے دل کو
 متاثر کر رہے تھے۔ لیکن مجھے سختی سے اپنے جذبات پر قابو پانا تھا۔ یہ لوگ برا کرتے ہوئے
 کبھی یہ نہیں سوچتے کہ ان کے ساتھ بھی برا ہو سکتا ہے، پورے ملک، پوری قوم کو تباہی
 اور بربادی کے گڑھے میں دھکیلتے ہوئے، ان کے دل میں کبھی محبت کے یہ جذبے نہیں
 جاگتے، جو آج اپنی اولاد کو خود سے کچھ دور دیکھ کر ان کے دل میں تڑپ رہے تھے، یہ بھی
 تو انسان تھے، اور وہ بھی تو انسان ہیں جو ان ہی لوگوں کے ہاتھوں عذاب میں گرفتار ہوتے
 ہیں۔ بھوک بیروزگاری، بلیک مارکیٹنگ، ذخیرہ اندوزی، اسمگلنگ، یہ ساری چیزیں وطن
 عزیز کو کیا نقصان پہنچا رہی ہیں، کیا ان لوگوں کے دلوں میں کبھی یہ خیال نہیں آتا۔ یہ
 صرف اپنی ذات کے لئے تڑپتے ہیں۔ صرف اپنی ذات کے لئے..... میں اس سے زیادہ
 نہیں سوچ سکا، جمشید وارنا مسلسل بولے جا رہا تھا.....“

”مونا مونا..... مائی ڈیئر۔ کس حال میں ہے تو، کس حال میں ہے، زاہد کیوں نہیں
 بولتا.....؟“

”میں بول رہا ہوں پاپا..... میں بھی مونا کے ساتھ ہوں.....“

”کہاں ہو تم لوگ ارے کدھر ہو تم لوگ.....“

”پہا ہم قیدی ہیں.....“ زاہد نے کہا۔

”کس کے، کس کے قیدی ہو۔ کس کے.....“ جمشید وارنا نے بے تابی سے

پوچھا.....

”پہا یہ بتانے کو منع کر دیا گیا ہے۔“

”مارتے تو نہیں ہیں وہ لوگ تمہیں، زخمی تو نہیں کیا، ارے مونا کو کوئی نقصان تو

نہیں پہنچایا گیا۔ مونا مونا۔ ارے مونا بولتی کیوں نہیں ہے تو مونا.....؟“

”نہیں پہا..... ہمیں انہوں نے کوئی نقصان نہیں پہنچایا آرام سے رکھا ہوا

ہے۔ وقت پر کھانے کو دیتے ہیں، ہر بات کا خیال رکھتے ہیں، کوئی ذہنی یا جسمانی نقصان

نہیں پہنچایا گیا ہمیں بس ہم آپ سے دور ہیں پہا..... ہم آپ سے دور ہیں، ہمیں اپنے

پاس بلا لیتے پہا، ہم یہاں بہت گھبرا رہے ہیں.....؟“

”ارے نکل کا ہے کو نہیں بھاگتے تم لوگ..... کیوں نہیں نکل آتے ان کے

قبضے سے، زاہد کیا تجھے کوئی ایسا موقع نہیں ملا کہ تو ان کے قبضے سے نکل بھاگے.....؟“

”نہیں پہا یہ ایک ناممکن کام ہے، یہ لوگ بہت خطرناک لوگ ہیں۔ ابھی تک

انہوں نے ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا لیکن پہا ہم یہ بات بہت اچھی طرح جانتے ہیں کہ

اگر ہم نے کوئی غلط حرکت کی تو یہ لوگ ہمارے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے.....“

”نہیں..... نہیں..... ایسا نہیں کریں گے۔ ایسا نہیں کریں گے یہ لوگ کہاں

ہیں.....؟“

”ہمارے چاروں طرف کھڑے ہوئے ہیں۔“ زاہد نے جواب دیا۔

”ایس جمشید وارنا کی آواز چونکی ہوئی تھی۔ پھر اس کی کھکھیاٹی ہوئی آواز سنائی

دی۔“

”ارے نہیں بھائیو..... بھائیو میرے بچوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچانا۔ دیکھو نا

باپ ہوں، جو کچھ کہہ گیا ہوں جذبات میں کہہ گیا ہوں خدا کے لئے میرے بچوں کو کوئی

نقصان نہیں، پہنچانا، ارے معاف کر دینا مجھے معاف کر دینا مجھے بھائیو، میرا اس دنیا میں

اپنے بچوں کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے دیوانہ ہو گیا ہوں اپنے بچوں کی جدائی سے۔ چھوڑ

دو انہیں چھوڑ دو۔ سنا انہیں عزت سے ایک کار میں بٹھا کر میرے گھر پہنچا دو، بس یوں

سمجھ لو کہ جو کچھ تم مانگو گے دے دوں گا، جو کچھ تم چاہو گے کہہ ڈالوں گا۔ وعدہ کرتا ہوں

تم سے.....“

”پہا آپ ان کی بات مان لیجئے، ہمیں ابھی تک ان سے کوئی تکلیف نہیں پہنچی

لیکن..... لیکن کوئی تکلیف پہنچ بھی سکتی ہے پہا.....“

”تم فکر مت کرو زاہد، فکر مت کرو تم بالکل، میں ان کی ہر بات مان لوں گا، لیکن

تمہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچے دوں گا میں۔ ارے تمہارے علاوہ میرا اس دنیا میں ہے ہی

کون۔ کیا رکھا ہے میرے پاس کیا کروں گا اس دولت کا میں، یہ دولت بھی تم دونوں ہی کی

تو ہے، دے دو دے دو انہیں، سب کچھ دے دو، مجھے کچھ نہیں چاہیے سوائے

تمہارے۔“ جمشید وارنا نے کہا اور پھر بولا۔ ”بھائی تم لوگ کہاں ہو بات کرو، مجھ سے بات

کرو۔ تم لوگوں سے بات کرنے کے لئے تیار ہوں..... پھر دو سری طرف سے گل شیر کی

آواز بھری.....“

”اپن قمرو سیٹھ بولتا، جمشید وارنا، پہچانا اپن کو.....؟“

”ہاں قمرو سیٹھ پہچان لیا..... پہچان لیا..... کیا تم میرے بچوں کے پاس موجود

ہو.....؟“

”نہیں بابا تھوڑا سا فاصلہ ہے..... ان کے اور ہمارے درمیان۔ ابھی تمہارا دل

بھر گیا ادھر سے لائن ڈسکنکٹ کروے.....؟“

”نہیں نہیں دو باتیں اور کرنے دو مجھ کو، دو باتیں اور کر لیتے دو مجھے۔“ جمشید وارنا

بے تابی سے بولا۔

”تو پھر کرونی یار جلدی بات ختم کرو، پھر ہمارا تمہارا بات شروع ہوئیں گا.....“

”ہاں ہاں زاہد مونا بولو بولو..... زاہد مونا بولو میرے بچو بولو۔“ جمشید وارنا کی

آواز ابھری۔

”ہاں پہا ہم لوگ ابھی ٹیلی فون پر ہیں۔“

”کیا..... کیا چاہتے ہیں یہ مجھ سے۔ میرا مطلب ہے تم سے کچھ کہا انہوں

نے.....“

”آپ کو ہمت سے کام لینا ہوگا۔ چیف۔ ویسے ظاہر ہے ہم انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے!“

”مونا اور جمشید کو.....“

”ہاں چیف ان بچوں کا کیا قصور ہے؟“

”بالکل نہیں ناگی۔ بالکل نہیں۔ وہ واقعی بے قصور ہیں۔ یہ لوگ خود کو بھول

جاتے ہیں برے وقت کو بھول جاتے ہیں۔“

”آپ نے پوری گفتگو سنی تھی!“

”ہاں۔“ میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”مطمئن ہیں۔“

”ہاں۔“ میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

”اب دوسرا مرحلہ شروع کرتا ہے چیف۔ میری آپ سے ایک درخواست ہے۔“

ناگی نے فکر مند لہجے میں کہا۔

”کیا ناگی.....“

”جو کچھ کریں۔ اس کے لئے خود کو سنبھالے رکھیں۔ میں آپ سے یہ سب کچھ

کہنے کی جرات نہیں رکھتا۔ لیکن اپنی بقا کا مسئلہ ہمارے لئے بھی ہے۔ اپنی شکل سے

کینپوے جیسے نظر آنے والے یہ لوگ کالے ناگ سے زیادہ خطرناک ہیں ہم نے ذرا سی

بھی چوک کی تو یہ ایسا منہ ماریں گے ہم پر کہ پانی پانی کر دیں گے۔ سر ہمیں خود بھی ان

سے بچنا ہے۔“

”میں جانتا ہوں ناگی۔“

”تو اب کیا حکم ہے.....؟“

”گل شیر کو گفتگو کی تفصیل سمجھا دو.....“

”اوکے چیف..... گل شیر تم تیار ہو۔“

”جی سر.....!“

اس کاغذ کا جائزہ لو۔ اس پر وہ تفصیلات لکھی ہوئی ہیں جن کی روشنی میں تمہیں

ان سے بات کرنی ہے۔ تم قمر و سیٹھ کے کردار کو سمجھ چکے ہو۔ ایک ایسا بے رحم شخص جو

”نہیں پپا..... انہوں نے بس ہم سے یہ کہا ہے کہ ہم آرام سے رہیں اور یہاں سے بھاگنے کی کوشش نہ کریں اگر ایسا ہوا تو ہمیں نقصان پہنچ سکتا ہے بس اتنا ہی کہا ہے انہوں نے ہم سے اور یہ بھی کہا ہے کہ ہم آپ کو مجبور کریں کہ جو کچھ یہ کہیں، آپ وہ مان لیں.....“

”انہیں یقین دلا دو۔ یقین دلا دو انہیں کہ جو کچھ یہ کہیں گے میں مان لوں گا“ مجھے

بھلا ان ساری باتوں سے میرا مطلب ہے، بس میرا کوئی مطلب نہیں ہے، اچھا میں ان کے

بات کرتا ہوں تم لوگ کچھ فکر مت کرنا۔ بالکل مت ڈرنا۔ میں تمہاری زندگی بچانے کے

لئے اپنا خون تک بہا دوں گا.....“

”خدا حافظ پپا.....“

”خدا حافظ میری بچی، میری بیٹی خدا حافظ زاہد خدا حافظ۔“ جمشید دارنا کی آواز بند

ہو گئی۔ میں سکتے کے سے عالم میں یہ ساری باتیں سن رہا تھا اور میرے ذہن پر اداسی کی

دبیر تہہ چھائی ہوئی تھی لیکن پھر میں نے اپنے ذہن کو جھٹک دیا۔ مشین بند ہو گئی۔ اس

کے بعد اس میں دوبارہ روشنی ہوئی اور گل شیر کی آواز ابھری۔“

”سرسارے سلسلے منقطع کر دیئے گئے ہیں اور اب آپ یہ فرمائیے کہ مزید کیا کرنا

ہے ہمیں.....؟“

”بس گل شیر واپس آجاؤ اتنا ہی کافی ہے۔“ میں نے بھاری لہجے میں کہا اور دوسری

جانب سے سلسلہ منقطع ہو گیا۔ ذہن پر اداسی کی گہری تہیں چھائی ہوئی تھیں آنکھوں میں

آنسوؤں کی نمی تھی مگر یہی لحاظ تو خود کو سنبھالنے کے لئے تھے۔

گل شیر رشید ناگی کے ساتھ واپس آ گیا تھا۔ دونوں نے میرے چہرے سے میرے

جذبات کا اندازہ لگالیا۔

”آپ غمزدہ ہیں بہت.....! رشید ناگی نے پوچھا اور میں لگا ہنسا کر انہیں

دیکھنے لگا! ”سوری سر۔“

”یہ سب ہے تو بہت تکلیف دہ ناگی۔“

”مجبوری بھی تو ہے سر.....!“

”ہاں مجبوری ہے۔“

”اے تم کمال کرتا پڑا وارنا سیٹھ.....! ابی یار جو کچھ تم پوچھتا پڑا وہی تو بتایا ہے تمہارے کو۔“

”کاش تم جانتے میرے دل پر کیا بیت رہی ہے۔“

”میں نے بھی ایک بار گھر والی کو ایسے ہی بولا تھا.....!“

”مجھے تمہاری گھر والی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔“ جمشید وارنا جھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔

”اے دلچسپی لے کر دیکھ تو“ میں تیرا انتڑیاں بار نہ نکال دے تو میرا نام قمر و سیٹھ نہیں، دوسرے کا گھر والی سے تو کائے کو دلچسپی لیں گا، بابا، ابی بول۔“ قمر و سیٹھ نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”دیکھو سیٹھ کام کی بات کرو، کام کی بات کرو، آخر تم مجھ سے کیا چاہتے ہو، میں اپنے بچوں کے لئے بہت پریشان ہوں۔“

”تو ہوئیں گا بابا ہوئیں گا اپن کب بولتا کہ تو پریشان نہیں ہے۔“

”تم مجھ سے کیا چاہتے ہو، جو چاہتے ہو وہ بتاؤ؟“

”ہاں ایسا بول نایار تو ادھر ادھر کا بات بولتا تو اپن کا بھی کھوپڑی ادھر ادھر ہو جاتا پڑا، ٹھیک ہے، ابھی تو کام کا بات کرتا پڑا تو پھر کام کا بات سن دیکھو سیٹھ وارنا ابی تو ایسا کر کہ تیرا جتنا مال سوئٹرز لینڈ میں پڑا اس کو پہلے اپنے وطن میں منگالے ابی تیرے کو جو بات بولتا پڑا اس پر تو عمل کرے گا تو تیرا بچہ لوگ بچ جائیں گا ورنہ اپن کا کھوپڑی بڑا خراب ہے جو بات کھوپڑی میں بیٹھ گیا تو وہ پھر بعد میں نکلتا نہیں ہے تیرا سمجھ میں آ رہا ہے نا۔ ابی تو ایسا کر اپنا پورا سرمایہ جو سوئٹرز لینڈ میں ہے، لندن میں ہے، فرانس میں ہے ادھر وطن واپس منگالے بس پھر میں تیرے کو بولیں گا کہ تیرے کو آگے کیا کرنا ہے۔“

”کک..... کیا بکو اس کر رہے ہو؟“

”اے بابا اسے میں تیرے کو محبت سے بولتا تو بھی میرے کو محبت سے بول نہیں تو اپن دو سرا بات کریں گا۔“

”قمر و سیٹھ تہہ..... تمہیں تمہیں میرے سرمائے سے کیا غرض؟“

”اے پاپا تو کیا اپن تیرے سے ابی تک مذاق کرتا پڑا، اے اپن تیرا سلا لگتا اے یا تو

اپنے مقصد کی تکمیل کے لئے سب کچھ کر سکتا ہے۔ ان سے انہی کی زبان میں گفتگو کر جائے تو ان کی سمجھ میں آئے گی۔

”میں سمجھ رہا ہو سر.....“ گل شیر نے وہ تفصیل پڑھی۔ پھر بولا۔

”اپنے طور پر مجھے بات کرنے کی آزادی ہے۔“

”ہاں تم ذہین آدمی ہو اور گل شیر کلہ پر نگاہیں دوڑاتا رہا۔ حالانکہ یہ کام ان کی جلدی کا نہیں تھا۔ لیکن خود کو نہیں سنبھال سکا تھا۔ جمشید وارنا کے لہجے نے تھرا دیا تھا۔ بہر حال وارنا کے نمبر دوبارہ ڈاکل کئے گئے گل شیر تیار تھا۔“

”ہیلو..... وارنا کی آواز ابھری۔“

”اپن بولتا میرے وارنا سیٹھ۔“

”قمر و سیٹھ۔“

”اے سچ بولا، سچ بولا، سیٹھ کو سیٹھ پہچانتا پڑا۔ ابی اپن ہی بولتا پڑا وارنا سیٹھ!“

”تم نے میرا کلیجہ نکال لیا ہے قمر و سیٹھ۔“

”اے تم پر اللہ کا مار، اپن کو قصائی بولتا پڑا۔ ابھی یار تم اپنا بچہ لوگ کاواکس سٹا۔ فس کلاس بولتا پڑا۔ اپن ان کو ناشتے میں جو س انڈا مکھن جام جیلی دیتا ہے۔ دوپہر کو منٹن رائس چکن فرائی چکن کڑھائی اور روٹ شام کو چکن روٹ.....“

”قمر و سیٹھ.....“ وارنا رندھی ہوئی آواز میں بولا۔

”نی بولو۔ کیا بولتا پڑا۔“

”تم بال بچوں والے آدمی ہو.....!“

”رو نہیں بابا بچپن میں ٹائیفاؤڈ ہو گیا تھا سارا ٹائٹ گنجا ہو گیا پر ادھر کچھ نہیں نکلا۔“

اس واسطے بال تو ایسے غائب ہو گیا اماں نے شادی کر دی، ہماری گھر والی میرے کو بولتی۔“

اے قمر و تیرے پر اللہ کا مار..... صورت حرام میرا تقدیر میں کا ہے کو لکھا گیا۔ اپن اس کو

جواب دیتا۔ ”او گھر والی نی خدا قسم تقدیر میں نے نہیں لکھا۔ اللہ نے لکھا.....“

پن سیٹھ وہ میرے کو روز اللہ کا مار مارتی۔ ایک دن میں نے ڈنڈے کا مار مار دیا اے سارا سامان

لے کر بھاگ گئی پھر واپس نہیں آئی بچہ کدر سے ہوتا، اپن نہ بال والا ہے نہ بچوں والا۔

”میرا مذاق اڑا رہے ہو!“ دوسری طرف سے وارنا کی آواز سنائی دی۔

”تو لگنے دے یار ابی تیرا بچہ عیش و آرام سے ہمارے پاس ہے اور تم ہم سے بک بک جھک جھک کیے جا رہا ہے ابی جو تیرے کو بولا تو وہ کر جا“ ہم تیرے ساتھ ایک رعایت کر سکتا ہے۔“

”وہ کیا قمر و سیٹھ؟“

”ہر دوسرے دن تیرا بچہ لوگ سے تیرا بات کرا دیں گا وہ ٹیلی فون پر تیرے سے بات کریں گا اپن ایک بات سن اپنا دولت کامل پر اس چکر میں مت پڑ جانا کہ بچہ لوگ دیکے بارے میں معلومات حاصل کرائے۔ اگر تو نے ایسا کیا تو نقصان صرف تیرا ہے۔ کر کے دیکھ لینا تیرے کو پتہ چل جائیں گا اپن نے ایسے ای چھوٹا موٹا کام شروع نہیں کیا۔ ابی تھوڑا دن کا بعد دیکھ تیرے بہت سے ساتھی سیٹھ قمر و سیٹھ کے نام سے پیٹ خالی کر دیا کریں گے۔“ قمر و سیٹھ کا چیلنج ہے تیرے کو سمجھا اور اگر تو نے اس میں کوئی گھپلا کیا تو پھر مجبور ہمارا دوسرا بات بھی سن لے جمشید وارنا۔

”کیا؟“ جمشید وارنا کی آواز لرز گئی۔

”اپن پہلے تیری بیٹی کا سارا بال اس کھوپڑی سے اتار کر ایک پیکٹ بنا کر تیرے پاس گفٹ آئٹم بھیجیں گا اور اگر اس کے بعد بھی تیرا کھوپڑی سیٹ نہیں ہوا تو پھر اس کا ہاتھ کا پانچوں انگلیاں کاٹ کر تیرے پاس پارسل بنا کر بھیجیں گا اس کے بعد تیرے بیٹے کا باری آئیں گا اور ہم اس کا ایک پاؤں کاٹ کر تیرے پاس بھیجیں گا اور اگر اس پر بھی تو نے صبر کر لیا تو دونوں کالاش تیرے پاس بھجوا دیں گا اپن کا نام قمر و سیٹھ ہے اور اپن کا جاننے والا ایک بات جانتا ہے کہ قمر و سیٹھ جو بولتا ہے وہ کر کے دکھا دیتا ہے سمجھا اب فیصلہ کرنا تیرا کام ہے جمشید وارنا؟“

”نہیں نہیں تم ایسا کوئی کام نہیں کرو گے۔“

”اے اپن کدر بولتا کہ ایسا کام کریں گا پر تو مجبور کرے گا ہمارے کو تو پھر مجبوری تو ہوتا ہے نا سمجھ میں آیا تیرے بات؟“

”ہاں ہاں سمجھ میں آگئی سمجھ میں آگئی۔“

”تو پھر ایسا کر سارا ادھر ادھر کا جھگڑا بھول جا جو اپن بولتا تیرے کو وہ کر سب سے پہلے اپن بینکوں میں تیرے سرمائے کی واپسی دیکھنا چاہتا ہے اس کے بعد تیرے کو دوسرا

بات بولیں گے بات سمجھ میں آگیا۔“

”سمجھ میں آگئی۔ مگر۔ مگر تم قمر و سیٹھ بہت برا کر رہے ہو بہت برا کر رہے ہو۔ کیا تم ڈان سینٹر کے آدمی ہو؟“

”اپن گول کارنر کا آدمی ہے سمجھا۔ کھڈے میں ڈالو بابا ڈان سینٹر کو اپن گول کارنر کا آدمی ہے گول کارنر کا۔ گل شیر نے کہا۔“

”تو پھر تو پھر۔“

”بے کار باتیں کرتا پڑا یار ابی اپنے آپ کو ہوشیار کر۔ اپنا سارا سرمایہ پہلے اپنے وطن منتقل کر اس کے بعد ہم تیرے سے دوسرا بات کریں گے۔“

”تم نے۔ تم نے مجھے سولی پر لٹکا دیا ہے۔“

”اے بابا“ جھوٹ بولنا تو تقدیر میں لکھا ہے اپن کسی کو کدر نہیں لٹکائے گا جو اپنا بولتا ہے وہ کدرے جو تو بولے گا وہ اپن کر دیں گا اب ہم ٹیلی فون بند کرتا ہے اور سن کوئی گھپلا بازی نہیں چلیں گے۔ سمجھاری سے کام لینا! گل شیر نے فون بند کر دیا۔ اس شخص کی ملاحتوں میں بھی کوئی شبہ نہیں تھا۔ یہ ساری باتیں جو اس نے کی تھیں ایک ایسے کردار کی نمائندگی کرتی تھیں جسے بھیڑ کی کھال میں بھیڑا کہا جاسکتا ہے۔ بعض جگہ تو اس کی باتوں پر بے اختیار مسکراہٹ آگئی تھی۔“

”آپ مطمئن ہیں سر۔ گل شیر نے پوچھا۔“

”ہاں۔ لگتا ہے تم اسی کردار کے لیے پیدا ہوئے ہو گل شیر!“ میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ اس کے بعد کی ذمہ داری رشید ناگی کی تھی۔ وارنا کے سلسلے میں پہلے ہی کافی کام ہو چکا تھا۔ اس لیے مجھے یقین تھا کہ ناگی کو زیادہ مشکل نہیں پیش آئے گی۔ پھر بھی ناگی مجھ سے بہت دیر تک باتیں کرتا رہا تھا!

جمشید وارنا نے مجھ سے کئی دن تک ملاقات نہیں کی حالانکہ میں نے اس کا انتظار کیا تھا۔ ادھر ناگی جمشید وارنا کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھا۔ اس کے پاس ہر شعبے کے لوگ تھے چنانچہ وہ مجھے خبریں دے رہا تھا کہ جمشید وارنا جو کچھ کر رہا ہے پورے ظلم سے کر رہا ہے۔ اور اس میں اس نے ابھی تک کسی بددیانتی کا اظہار نہیں کیا البتہ ری حکموں میں اسے بہت مشکلات پیش آرہی تھی۔

”کیا اس سلسلے میں اس کی مدد کی جاسکتی ہے چیف۔“
 ”نہیں اسی طرح ہم مشکوک ہو جائیں گے۔“
 ”ہاں یہ تو ہے۔“

”اسے اس کا کام کرنے دو۔! ہاں اس کے بچوں کا خیال رکھو انہیں تسلی دیتے رہو۔“

”یہ میں کر رہا ہوں۔“ ناگی نے جواب دیا۔

”پیشک یہ سبے رحمی ہے۔ مگر تم سوچو ناگی۔ ان لوگوں نے اپنا انداز فکر کتنا خراب کر لیا ہے۔ میرا پورا وطن بری طرح پسماندگی کا شکار ہے۔ ہمارا بال بال قرض میں بندھا ہوا ہے اور یہ لوگ امیر سے امیر تر ہوتے جا رہے ہیں۔ جس زمین پر یہ پیدا ہوئے جس کی فضا میں یہ جی رہے ہیں اس سے اتنی بے وفائی اتنی بے اعتنائی انہوں نے ایک انداز فکر اختیار کر لیا ہے وہ صرف یہ کہ جب تک ان کا کام چل رہا ہے جب تک یہ میرے وطن کے غریبوں کی کھال اتار سکتے ہیں اتارتے رہیں گے اور جب خدا نخواستہ وطن کو کوئی نقصان پہنچا تو ملک چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ ان کروڑوں کو مصائب میں گرفتار کر کے جو وطن کے نام پر جی رہے ہیں۔ ایک بھی ایسا شخص جس نے وطن کی تعمیر میں ایک اینٹ لگائی ہے ہمارے لیے قابل قدر ہے اور ہمارا دوست ہے لیکن جنہوں نے وطن سے طواغیت چشتی اختیار کی ہے ہم انہیں نہیں چھوڑیں گے۔ ہمارے وطن کا سرمایہ لاؤ اسے تعمیر وطن پر خرچ کرو یہی ہمارے اور ان کے درمیان اختلاف ہے۔“

”ایک سوال چیف۔“

”ہوں..... کہو۔“

”دارنا کو تو ہم سنبھالے ہوئے ہیں۔ دوسرے شکار کے لئے تیاری شروع کر دیں؟“

”تمہاری اپنی کیا رائے ہے؟“

”دارنا کا اندازہ ہے کہ کوئی گڑبڑ نہیں کرے گا اگر کسی دوسرے مسئلے پر کام شروع کر دیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔“
 ”مارگٹ منتخب کر لیا ہے؟“

”فرست تو طویل ہے۔“
 ”پھر بھی انتخاب تو کیا ہوگا؟“
 ”داراب روٹی والا۔“ رشید ناگی نے کہا۔
 ”اس کی فائل موجود ہے۔“
 ”مکمل۔“

”مجھے دکھانا۔“

”اوپنی چیز ہے کئی ممالک سے اس کے لئے کام ہوتا ہے ڈان سینٹریا روز آرگنائزیشن کا نمائندہ بھی نہیں رہا اپنے طور پر کام کرتا ہے۔ بہت سے بڑے بڑے لوگوں کی آنکھ کاٹا رہا ہے۔“
 ”ابتدا کیسے کرو گے؟“

”اگر اس پر کام شروع کرنا ہے تو اب اس سے ہماری ابتدا ہوگی۔ پہلے تفصیلات معلوم کی جائیں گی اس کے بعد سکرپٹ تیار ہوگا؟“

”ہاں اس بیٹانے پر کام شروع کر سکتے ہو۔“ میں نے ناگی کو اجازت دیدی۔ اور ناگی مطمئن ہو گیا۔ اس کے بعد زندگی پر سکون تھی۔ جمشید دارنا کو ٹریپ کر لیا گیا تھا اور وہ یہ کام جلد ہی ختم ہونے والا نہیں تھا۔ کروڑوں ڈالر کا سرمایہ واپس آنے میں بھی طویل وقت درکار تھا۔ ابتداء میں اس کے لئے دل دکھا تھا لیکن یہ شیطان اسی طرح قابو میں آسکتے ہیں۔ ناگی پوری طرح مستعد تھا گل شیر کی شکل میں ایک اچھا سا تھی ملا تھا۔ وہ مستعد نوجوان تھا۔ اس نے میرے سیکرٹری کے فرائض بھی سنبھال لئے تھے اور بلاشبہ وہ ایک اچھا سیکرٹری بھی تھا۔ ڈان سینٹر اور روز آرگنائزیشن کم از کم یہاں سے فی الحال غائب ہو گئے تھے ان کی طرف سے کوئی رپورٹ موصول نہیں ہوئی تھی۔ لیکن یہ میری خام خیالی تھی کچھ عرصہ کے بعد ایک گمنام لفافہ موصول ہوا۔ اس میں سے ایک ٹائپ شدہ تحریر نکلی لکھا تھا۔

”چونکہ اس دوران حالات سازگار نہیں رہے اور خطرات ہی خطرات ہیں اس لئے تمہیں ہدایت دی جاتی ہے کہ اپنی سرگرمیاں محدود ہی رکھو۔ دانش منصور کی حیثیت سے خود کو وہاں کے کاروباری حلقوں میں مستحکم کرو یہ چیزیں ہمارے آئندہ کام آسکتی ہیں۔ ایک

بیٹھے لگیں گے۔ اس طرح تو ان دونوں اداروں کے ختم ہو جانے کے بھی امکانات ہیں۔“

بہت دیر تک ہم بیٹھے رہے۔ اس سلسلے میں قیاس آرائیاں کرتے رہے۔ ڈان سینٹر اور روز آرگنائزیشن کے بارے میں رپورٹوں کے لئے رشید ناگی نے الگ اہتمام کر دیا تھا۔ اس وقت ہمارے کارکنوں کی تعداد میں بے پناہ اضافہ ہو چکا تھا اور بڑے شاندار سسٹم کے تحت کام ہو رہا تھا۔ فی الحال جمشید وارنا پر ساری توجہ تھی۔ رشید ناگی نے وقت سے پہلے وہ انتظامات بھی کرنا شروع کر دیئے تھے۔ جن پر جمشید وارنا کو آگے قدم بڑھانے تھے۔ زمینوں کی دیکھ بھال ایسی جگہوں کی تلاش جہاں جمشید وارنا کو متعین کیا جاسکے۔ مونا اور زاہد کی گفتگو وعدے کے مطابق تقریباً ہر دوسرے دن جمشید وارنا سے کرادی جاتی تھی۔ جمشید وارنا نے ایک دو بار اپنی کارروائیوں کی تفصیل بھی بتائی تھی اور یہ تفصیل گل شیر نے سنی تھی۔ گفتگو میرے سامنے ہوتی تھی۔ گل شیر اپنے مخصوص انداز میں گفتگو کرتا تھا۔ قمر و سیٹھ کو ابھی ہم آہستہ آہستہ منظر عام پر لا رہے تھے۔ اس نام کو آگے بڑھانے کا ارادہ تھا۔ ادھر غزنوی صاحب تھے۔ جن کے بارے میں ہمیں بڑی دلچسپ اطلاعات مل رہی تھیں۔ یہ اطلاعات بھی رشید ناگی ہی نے دی تھیں۔“

”سرپتا نہیں چل سکا کہ غزنوی صاحب کو رفیق احمد جاگیردار سے کیا پر خاش ہے۔ کوئی بات معلوم ہو سکی۔“

”کسی وقت رفیق احمد صاحب ہی سے مل کر اس بارے میں معلوم کروں گا۔ ویسے غزنوی صاحب کے بارے میں تازہ ترین رپورٹ کیا ہے؟“

”جو کام رفیق احمد جاگیردار کر رہے ہیں غزنوی صاحب نے بھاگ دوڑ کر کے زبردست رشوتیں کھلا کر خود اس کام کا آغاز کر دیا ہے اور بہت اعلیٰ پیمانے پر ویسے غزنوی صاحب بھی بڑے سرمایہ دار معلوم ہوتے ہیں۔“

”کہہ نہیں سکتا۔ بے ڈھکے آدمی ہیں۔ کبھی خصوصی طور پر منظر عام پر نہیں آئے۔ لیکن ذرا تفصیلات درکار ہیں مجھے۔“

”تفصیلات تو معلوم ہو چکی ہیں سرانہوں نے بالکل اسی انداز میں کام شروع کر دیا ہے جس انداز میں رفیق احمد جاگیردار کر رہے ہیں۔ اور صحیح معنوں میں اپنا کام کافی پھیلا

خاص ہدایت دی جاتی ہے کہ اگر ڈان سینٹر کی طرف سے تمہاری جانب قدم بڑھائے جائیں تو ان کی پذیرائی کرو اور ان کے ممبر بن جاؤ۔ ہمیں اس سے فائدے حاصل ہوں گے۔ لیکن کسی طور یہ ظاہر نہ ہو سکے کہ تم ہمارے ساتھی ہو۔ تمہاری ذہانت پر بھروسہ اعتماد کرتے ہوئے تمہیں یہ اہم ذمہ داریاں دی جا رہی ہیں۔ ایک بار پھر اطراف سے ہوشیار رہنے کی وارننگ دی جاتی ہے۔“

اندازہ لگانے کی ضرورت نہیں تھی کہ یہ تحریر کس کی طرف سے ہے۔ مسکرائے کے سوا کیا کر سکتا تھا۔ بہر حال میری کاوشیں کامیابی سے ہمکنار تھیں۔ دنیا کے تین ملکوں سے تین سرمایہ داروں کی ہلاکت کی خبریں تھیں۔ ان میں سے دو ڈان سینٹر کے نمائندے اور ایک روز آرگنائزیشن کا.....! ناگی اس کی تفصیل لایا تھا۔

”چیف یہ خبریں تحفہ ہیں آپ کے لئے۔“

”ہاں یقیناً۔“

”تفصیل بتاتی ہے کہ یہ دو اڈرھوں کی لڑائی کا نتیجہ ہے۔“

”سو فیصد۔ یہ لوگ ہمارے ریکارڈ میں ہیں۔“

”اس کا مطلب ہے کہ چیف اب انتقام در انتقام شروع ہو گا۔ رشید ناگی نے کہا۔“

”اگر بات یہاں ختم ہو گئی تو ہم اسے آگے بڑھائیں گے۔“

”کیسے چیف؟“

”دو چار قتل خود کر کے۔“ میں نے جواب دیا اور ناگی سنسنی خیز نظروں سے مجھے

دیکھنے لگا تھا۔

”کیوں تمہیں اس سے اتفاق نہیں ہے؟“

”نہیں نہیں چیف یہ بات نہیں ہے۔ بلکہ میں یہ سوچ رہا تھا کہ آپ کا یہ منصوبہ

بھی بے حد خطرناک ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے چیف کہ روز آرگنائزیشن اور ڈان

سینٹر جس طرح پوری دنیا کی معیشت پر قبضہ جمائے ہوئے ہیں وہ بے حد ہولناک ہے۔ اگر

ان کی پھوٹ اور شدید ہو جائے اور جیسا کہ آپ نے کہا کہ روز آرگنائزیشن کے نام پر

ڈان سینٹر کے کسی ایک کارکن کو قتل کیا جائے اور ڈان سینٹر کے نام پر روز آرگنائزیشن

کے کارکن کو تو پھر سرمایہ داروں میں بھی خوف پھیل جائے گا اور وہ لوگ اپنی وفاداریاں

دیا ہے۔ میں نے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبایا اور کچھ سوچنے لگا۔ پھر میں نے رشید ناگی سے کہا۔

”رشید میرے خیال میں غزنوی صاحب کا ڈراپ سین کر دینا چاہیے۔“

”کیسے چیف؟“

”تم رفیق احمد جاگیردار سے ملاقات کر کے انہیں یہ مشورہ دو کہ وہ اپنے کاروبار کو اس طرح دہانا شروع کر دیں جس سے یہ احساس ہو کہ وہ غزنوی صاحب کے مقابلے پر ٹھنڈے پڑتے جا رہے ہیں۔ یہ کام کم از کم تین مہینے تک ہونا چاہیے اور اس کے بعد جب غزنوی صاحب رفیق احمد جاگیردار کو ڈوبتا ہوا محسوس کریں گے تو اپنے ہاتھ پاؤں مزید پھیلا دیں گے اور جب وہ اپنے ہاتھ پاؤں پوری طرح پھیلا لیں اور اپنا سرمایہ خرچ کر چکیں تو اچانک ہی رفیق احمد جاگیردار صاحب کو پوری مدد دی جائے اور ان کے کاروبار کو نئے سرے پر منظم کیا جائے۔ اس طرح غزنوی صاحب ڈوب جائیں گے۔ اور جو کچھ ان کے پاس ہوگا ضائع کر کے بیٹھ جائیں گے۔“ رشید ناگی نے پر خیال انداز میں گردن ہلائی اور بولا۔

”ٹھیک ہے سر۔“

”تم یہ سارے معاملات طے کر لو۔“

”آپ یہ نہیں معلوم کریں گے جاگیردار صاحب سے کہ غزنوی صاحب سے ان کا کیا جھگڑا ہے۔؟“

”فرصت کے وقت۔“

”رشید ناگی اس وقت میرے ذہن پر جتنے بوجھ ہیں میں ان میں کسی نئے بوجھ کا اضافہ نہیں کرنا چاہتا۔“ میں نے جواب دیا اور رشید ناگی مطمئن ہو گیا۔ اطلاع ملی کہ مونا جمشید بیمار ہو گئی ہے اور خاصی ہذیانی کیفیت کا شکار ہے۔ میں نے اس کی جمشید دارنا سے گفتگو سننا چاہی اور اس کا بندوبست کر دیا گیا۔ اس وقت معمول کے مطابق جمشید دارنا سے گفتگو کر رہی تھی۔“

”ڈیڈی ڈیڈی کیا ہم اس قید میں مرجائیں گے۔ ڈیڈی کیا ہمارا اختتام یہی ہے۔ میں بیمار ہوں ڈیڈی ہاں شدید بیمار ہوں ڈیڈی ہاں شدید بیمار ہوں۔ اس وقت بھی مجھے ایک سو

چار بخار ہے ڈاکٹر مجھے انجکشن لگا رہے ہیں۔ لیکن یہ بخار انجکشنوں سے نہیں اترے گا۔ ڈیڈی خدا حافظ میں تم سے رخصت ہو رہی ہوں۔“ جواب میں جمشید دارنا بلک بلک کر رو پڑا تھا۔ اس نے روتے ہوئے کہا۔

”نہیں میری بیٹی، نہیں میری بیٹی، تھوڑا سا انتظار اور کر لے میں اپنا کام مکمل کر چکا ہوں۔ ظالم قمر و سیٹھ تو اگر ہم باپ بیٹی کی بات سن رہا ہے۔ تو مجھ سے بات کر، مجھ سے بات کر میں..... میں تجھ سے رحم کی بھیک مانگوں گا۔ میں تجھ سے رحم مانگوں گا۔ مجھ سے بات کر۔ قمر و سیٹھ مجھ سے بات کر۔ لیکن میں نے گل شیر کو آنکھوں سے اشارہ کر کے منع کر دیا ابھی کوئی گفتگو نہیں کی جاسکتی تھی۔ باپ بیٹی کے درمیان بڑی رقت آمیز گفتگو ہوتی رہی۔ اور اس کے بعد جمشید دارنا نے اپنی بیٹی کو ہدایت کی کہ وہ اپنے آپ کو قابو میں رکھے۔ حوصلہ رکھے اب صرف چند ہی روز کی بات رہ گئی ہے۔ بہر طور یہ گفتگو ختم ہو گئی لیکن ہم لوگوں کو سوچنے کے لئے بہت کچھ دے گئی تھی۔ میں نے رشید ناگی سے مشورہ کیا اور رشید ناگی اس بات پر تیار ہو گیا کہ مونا جمشید کو جمشید دارنا کے حوالے کر دیا جائے۔ لیکن زاہد جمشید کو قید میں رکھا جائے۔ چنانچہ گل شیر نے جمشید دارنا سے رابطہ قائم کیا۔ میں بھی قریب ہی موجود تھا۔ رابطہ قائم ہوا تو گل شیر نے اپنا بتایا۔ اور دوسری طرف سے جمشید دارنا کی آواز سنائی دی۔“

”قمر و سیٹھ قمر و سیٹھ ایک باپ کی فریاد سن سکتے ہو۔ تم نے تو مجھے بتا ہی دیا ہے کہ تم غیر شادی شدہ ہو اور اولاد کے دکھ سے نا آشنا ہو۔ لیکن..... لیکن قمر و سیٹھ انسانوں کی طرح بول سکتے ہو تو یقیناً انسان ہی ہو گے۔ کیا انسانیت کے ناتے میری مدد کر سکتے ہو۔ میری بات پر غور کر سکتے ہو۔“

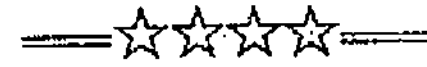
”ارے کیا ہو گیا بابا! گا ہے کو شور مچاتا پڑا ہے ابھی کیا ہو گیا میرے کو بولونی۔“ گل شیر نے کہا۔

”میری بیٹی بیمار ہے۔ وہ شدید ذہنی اذیت کا شکار ہے۔ قمر و سیٹھ اگر تیرے پاس ذرائع معلومات ہیں تو پتہ چلا لے میرا اربوں روپے کا سرمایہ مقامی بنکوں میں منتقل ہو چکا ہے۔ میں تجھے اس کی پوری تفصیل فراہم کرنے کو تیار ہوں۔ میری بیٹی مجھے واپس کر دے میری بیٹی واپس کر دے میری بیٹی مجھے واپس کر دے۔“

”ابھی ایسا بولونی یار‘ جب دوستی کا کام شروع کر دیا ہے تم نے تو اپن تم سے پیچھے کیوں رہیں گا۔ ٹھیک ہے جمشید وارنا آج رات کو بارہ بجے تمہارا چھو کری تمہاری کوٹھی پہنچ جائے گا۔ پر ابھی تمہارا بیٹا تمہارا پاس نہیں آئے گا۔ جب تم ہمارا بات مانا تو ہم بھی تمہارے ساتھ ایسا ہی سلوک کریں گا۔“

”بہت بہت شکریہ‘ بہت بہت شکریہ‘ میں میں ہار مان چکا ہوں۔ میں تیرے خلاف کوئی عمل نہیں کروں گا۔ تو اطمینان رکھ۔ ابھی اپن کو اطمینان ہے۔ بپا اور کوئی بات۔“

”نہیں بس تیرا بہت بہت شکریہ۔ لیکن اپنی بات پر قائم رہنا۔“ گل شیر نے سلسلہ منقطع کر دیا۔ میں نے اس کی گفتگو سے اتفاق کیا تھا اور پھر اسی رات وعدے کے مطابق نہایت خاموشی سے موٹا جمشید کو اس کی کوٹھی پہنچا دیا گیا۔ زاہد جمشید کو وہیں رہنے دیا گیا تھا۔ اندازہ یہی ہو رہا تھا کہ جمشید وارنا اب اس سلسلے میں کوئی ایسا قدم نہیں اٹھائے گا جس پر ہمیں نقصان کا اندیشہ ہو۔ لیکن زاہد کو اس وقت تک اپنے پاس رکھنا تھا جب تک جمشید وارنا بالکل ہی زمین بوس نہ ہو جائے وقت اپنی منزل کی جانب رواں دواں تھا۔ کوئی ایسی خاص بات سامنے نہیں آئی تھی جو قابل ذکر ہو۔ رشید ناگی میرے اسٹاف کے دوسرے لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔



غزنوی صاحب کے سلسلے میں جو منصوبہ میں نے بنایا تھا رشید ناگی نے فوراً ہی اس پر عمل شروع کر دیا تھا۔ اور رفیق احمد جاگیردار صاحب کو اس سلسلے میں ہدایات دے دی گئی تھیں۔ رشید ناگی نے بتایا کہ رفیق احمد حیران ضرور ہوئے۔ لیکن انہوں نے بہر طور اس بات پر فوری آمادگی کا اظہار کر دیا۔ انہوں نے کہا۔ ”چونکہ یہ سب کچھ دانش منصور کا ہے انہوں نے رفیق احمد جاگیردار کو ایک بار پھر منظر عام پر پہنچایا ہے۔ ان کی ہر ہدایات پر عمل ہو گا۔ میں نے رفیق احمد جاگیردار صاحب سے ملاقات کرنے کے بارے میں سوچا لیکن فوراً ہی وہاں جانا مناسب نہیں سمجھا ہو سکتا ہے غزنوی اسی سلسلے میں پوری پوری خبر گیری رکھتے ہوں۔ البتہ ٹیلیفون پر میں نے ان سے بات کی۔ دوسری طرف سے رفیق احمد جاگیردار سے رابطہ قائم ہوا تو میں نے کہا۔

”آپ کا خادم دانش منصور بول رہا ہے۔“

”اوہو دانش صاحب‘ خیریت خیریت اور یہ کیا الفاظ کہے آپ نے میرے خادم۔“

”لفظوں پر نہ جائیے۔ رفیق احمد صاحب ویسے بھی آپ سے بہت چھوٹا ہوں آپ

کے بچوں کی طرح۔“

”بس یہی کہہ سکتا ہوں کہ خدا تمہیں خوش رکھے۔“

”میرا پیغام آپ کو ملا ہو گا۔“

”ہاں“

”حیرانی ہوئی؟“

جائے تو تو آہ میری زندگی کی سب سے بڑی آرزو پوری ہو جائے۔“
 ”میں کسی کو نقصان نہیں پہنچانا چاہتا تھا۔ لیکن جو لوگ اس انداز میں کام کرنے کے لئے تیار ہو جائیں تو پھر ان کا مقابلہ تو کرنا ہی پڑتا ہے۔“
 ”آہ، آہ، تو یہ سب کچھ کیا یہ سب کچھ؟“

”ہاں رفیق احمد صاحب تفصیل آپ کو بعد میں مل جائے گی۔ لیکن اطمینان رکھیں ہو گا وہی جو آپ کی خواہش ہے۔ یوں سمجھ لیجئے کہ آپ کی ایک قدیم خواہش کی تکمیل اب ہونے ہی والی ہے۔“ رفیق احمد جاگیردار صاحب اتنے جذباتی ہو گئے تھے کہ اب ان سے صحیح طور پر بات بھی نہیں ہو رہی تھی۔ بہر طور میں نے انہیں سمجھا بچھا دیا۔ کئی بات تھی۔ ان کا اگر کوئی بالکل ہی ذاتی نوعیت کا معاملہ تھا تو میں اس میں کیا دخل دیتا۔ لیکن بہر طور غزنوی صاحب نے میرے ساتھ، بھی جو کچھ کیا تھا اور جس انداز میں وہ گفتگو کر کے گئے تھے اس کا جواب ملنا ضروری تھا۔ دارب کے بارے میں رشید ناگی نے تفصیل فراہم کی۔ اس کا فائل پہلے ہی میرے پاس پہنچ گیا تھا۔ بلاشبہ زبردست دولتمند آدمی تھا اور بہت سے کاروبار پھیلا رکھے تھے اس نے ان کاروباروں کے بارے میں جو تفصیلات فائل میں تھیں۔ تعجب ہوتا تھا کہ ان سرمایہ داروں میں بے شمار سرمایہ دار ایسے تھے جو عزت سے روزی کما لیتے تھے۔ قاعدے سے اپنا ہر کام کرتے تھے اور ہر طرف سے سرکاری اور قانونی معاملات پورے کیا کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ ایسے لوگوں کے خلاف اگر کوئی سازش کرنے کی کوشش بھی کی جاتی تو اس میں کامیابی نہیں ہو سکتی تھی۔ لیکن جن لوگوں کے پاس دولت اس حساب سے آرہی تھی کہ رات کو لکھ پتی صبح کو کڑور پتی اور دوسری رات کو ارب پتی۔ وہ ایسے ہی لوگ تھے۔ جو ملک و ملت سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتے تھے۔ بس انہیں اپنے مقاصد کی تکمیل سے غرض تھی۔

داراب بھی انہی آدمیوں میں سے تھا۔ بہر طور داراب روٹی والا کے بارے میں تمام تفصیلات بھی معلوم ہو گئیں اور میں نے اس سے ملاقات کرنے کا فیصلہ کیا۔ وہ رئیس کاریا تھا بہت ہی عیاش فطرت آدمی تھا اور عموماً ریس کے دونوں میں ریس کورس میں دیکھا جاسکتا تھا۔ اس کے اپنے گھوڑے بھی تھے۔ اس تک رسائی حاصل کرنے کے لئے میں نے منصوبہ بنالیا اور رشید ناگی سے اس خواہش کا اظہار بھی کیا۔ رشید ناگی نے میری

”تھوڑی بہت“

”دراصل یہ ایک کاروباری گھر ہے۔ ہم لوگ ابھی کچھ عرصہ اسی انداز میں کام کریں گے۔ آپ کو علم ہو گا کہ آپ کے کاروبار کی نقل شروع کر دی گئی ہے۔“ دوسری طرف چند لمحات کے لئے خاموشی چھا گئی۔ پھر رفیق احمد جاگیردار نے کہا۔
 ”ہاں غزنوی صاحب میرے پرانے حریف ہیں۔“

”آپ لوگوں کے درمیان کوئی بہت ہی گہری چپقلش چل رہی ہے شاید؟“
 ”ایسا ہی سمجھ لو۔“

”میں تھوڑی سی تفصیل جاننا چاہتا ہوں۔“

”وہ چپقلش تو خالص خاندانی نوعیت کی ہے۔ بس یوں سمجھ لو کہ میرے اور ان کے درمیان ایک ایسا ہی چکر چل گیا تھا جس کی بناء پر ہم دونوں ایک دوسرے کے دشمن بن گئے تھے۔ لیکن اس وقت غزنوی صاحب کو برتری حاصل ہو گئی میں اپنے سرمائے سے ان کا مقابلہ نہیں کر سکا۔ یہاں تک کہ انہوں نے مجھے زمین بوس کر دیا اور اس کے نتائج آپ نے دیکھے۔ مسٹر دانش منصور کہ میں بالکل ہی معطل ہو کر رہ گیا تھا۔ لیکن ایک بار پھر غزنوی صاحب سامنے آگئے اور انہیں یہ بات پسند نہیں آئی کہ میں دوبارہ اپنے پیروں پر کھڑا ہو رہا ہوں۔“

”کاروبار میں بہت سی ایسی باتیں چلتی رہی ہیں۔ لیکن آپ نے کہا ہے کہ وہ آپ کا خاندانی معاملہ تھا۔ ظاہر ہے اگر بتانے کی بات ہوتی تو مجھے ضرور بتا دیتے۔ خیر پھر بھی میں یہی چاہتا ہوں کہ غزنوی صاحب اچھی طرح منظر عام پر آجائیں۔ اپنا سرمایہ خرچ کر لیں اس کے بعد ہم قدم آگے بڑھائیں گے۔“ رفیق احمد جاگیردار کے لہجے میں کپکپاہٹ پیدا ہو گئی۔ انہوں نے کہا۔

”کبھی اس آرزو کا اظہار نہیں کر سکا۔ دانش لیکن یہ سمجھ لو دل میں یہ آرزو ہمیشہ ایک حسرت کی شکل میں پروان چڑھتی رہی ایک موقع ایسا ملے صرف ایک موقع جب میں غزنوی سے اپنا انتقام لے سکوں۔ میں آپ کو ضرور اس بارے میں کبھی نہ کبھی بتا دوں گا۔ فی الحال میری طرف سے معذرت قبول کیجئے۔ مسٹر دانش منصور اتنا گھریلو معاملہ ہے اتنے زخم ہیں میرے دل پر کہ بتا نہیں سکتا آپ کو۔ مگر مگر یہ سب کچھ۔ اگر یہ سب کچھ ہو

تھی۔

”جی، آپ حیران سے ہو گئے۔“

”بھئی میں کیا کیا کہہ چکا ہوں تم سے۔ غور کر رہا ہوں کیا کیا کہا ہے میں نے تم سے۔ بڑی غلط باتیں کر گیا۔ تم تو بہت بڑی شخصیت ہو۔ میرا خیال ہے زندگی میں پہلی بار میں نے کوئی ایسا چہرہ دیکھا ہے جو اس حد تک نامور ہو۔ لیکن اتنا سادہ اور اتنی آسانی سے دوسروں سے متاثر ہو جانے والا اور مم..... مطلب ہے شاید میں صحیح الفاظ کا انتخاب نہیں کر پا رہا۔“

واقعی تمہارا نام سن کر بری طرح بوکھلا گیا ہوں آؤ میرے پاس بیٹھو۔ تم تو بہت بڑی شخصیت ہو۔ بہت بڑی مگر یہ آٹھ لاکھ روپے تم نے اتنے اطمینان سے ہار دیئے۔ حیران مطلب ہے جانے بوجھے بغیر۔

”آپ جیسے کسی ماہر کا ساتھ آج تک نہیں ہوا مسٹر داراب روئی والا اور سچی بات یہ ہے کہ گھوڑوں سے میری کبھی کوئی شناسائی نہ رہی۔ داراب روئی والا میری بات پر ہنس پڑا۔ اس نے مجھے اپنے ساتھ ہی بٹھالیا تھا اور اس کے بعد اس نے اپنے قریب بیٹھی ہوئی لڑکی کو اشارہ کر کے کہا۔“

”سنو، سنو میں تمہیں ایک بہت اہم شخصیت سے ملانا چاہتا ہوں۔“ لڑکی پہلی بار میری طرف متوجہ ہوئی تھی آنکھوں پر دور بین لگائے ٹریک پر تیاریاں کرنے والے گھوڑوں کو دیکھ رہی تھی۔ جو دوسری ریس کے لئے تیاریاں کر رہے تھے۔ وہ میری طرف متوجہ ہوئی اور پھر اس نے مجھے بڑی گہری دلچسپ اور پرکشش نگاہوں سے دیکھا۔

”کون ہیں یہ میں تو واقعی انہیں نہیں جانتی۔“ وہ مترنم آواز میں بولی۔

”تم اگر یہ بتا دو ڈیئر کہ یہ کون ہیں تو میں تمہیں منہ مانگا انعام دوں گا۔“

”مجھے جادوگری نہیں آتی۔“ لڑکی بولی۔

”مگر یہ اس دور کے ساحر ہیں اور انہوں نے کاروباری دنیا کو اپنے سحر میں گرفتار کیا ہوا ہے۔“

”اتنی ننھی سی عمر میں۔“ لڑکی خاصی تیز لگ رہی تھی۔

”مس روئی والا۔“ میں نے مسکراتے ہوئے داراب روئی والا کی طرف دیکھا۔

”اوہ نہیں نہیں، مس روئی والا نہیں بلکہ مسز روئی والا۔“

”جی!“ میں حیرت سے منہ کھول کر بولا۔

”ہاں، یہ میری مسز ہیں۔“

”اوہ آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔“ میں نے اپنے آپ کو سنہالتے ہوئے کہا۔ جلدی کر گیا تھا لیکن دل ہی دل میں ہنسی آرہی تھی۔ مسز روئی والا مسز روئی والا تقریباً بیس سال چھوٹی ہو گئی یا ہو سکتا ہے کہ اس سے بھی کچھ زیادہ۔ داراب روئی والا نے کہا۔

”ڈیئر یہ دانش منصور ہیں۔ اب بتاؤ کیا تم نے ان کا نام سنا ہے؟“

”اوہ، اوہ“ واقعی پھر تو آپ نے بالکل درست کہا ڈیئر داراب یہ واقعی بڑی ساحرانہ شخصیت رکھتے ہیں۔ بہت سے لوگوں سے میں نے ان کی تعریفیں سنی ہیں اور اکثر سوچا کہ کبھی ان سے ملاقات بھی کی جائے۔“

”بھئی اب تو مجھے شرمندگی ہو رہی ہے۔ پتہ ہے میں ابھی ان سے کیا کہہ رہا تھا۔“

”کیا؟“

”پہلی ریس میں یہ آٹھ لاکھ روپے ہار گئے تھے۔“ مسز روئی والا ہنس پڑیں۔ انہوں نے کہا۔

”صرف آٹھ لاکھ، انہیں اسی لاکھ ہارنا چاہیے تھے۔“

”وہ کیوں؟“

”اس لئے کہ اسی لاکھ ان کے لئے بے حقیقت رقم ہے۔“

”بعض لوگ جیت کے سلسلے میں اپنا دوسرا نظریہ رکھتے ہیں۔“

”کیا مطلب؟“

”اب ریس کورس میں بہت سی باتوں کا مطلب تو نہیں سمجھایا جاسکتا۔ مسٹر دانش منصور اب آپ کون سے گھوڑے پر رقم لگا رہے ہیں؟“

”کوئی فیصلہ نہیں کیا۔“

”تو پھر میں آپ کو گائیڈ کرتی ہوں۔“

”کیجئے۔“ میں نے آہستہ سے کہا۔ اور مسز روئی والا مجھے گھوڑوں کے بازے میں

مسکراتے ہوئے کہا۔

”اب تو مجھے بھی اس کا افسوس ہو رہا ہے“ حالانکہ مسٹر داراب روٹی والا ایسی شخصیت نہیں ہیں جن سے دور رہا جاسکے۔“

”میں تو داراب سے کہتی ہوں کہ کاروبار، دولت، زندگی کی ضرورت ہوتے ہیں، لیکن زندگی کی سب سے بڑی ضرورت اچھے لوگوں کا ساتھ ہے۔“

”بھئی تم لوگ مجھے ہی کیوں کہہ رہے ہیں اس معاملے میں تھوڑا بہت قصور تو دانش منصور صاحب کا بھی ہے۔“ داراب نے ہنستے ہوئے کہا۔

”میں پہلے ہی اپنے قصور کو تسلیم کر چکا ہوں.....“ خیر جو گزری سو گزری، لیکن آج کی اس ملاقات کو عارضی ملاقات نہیں ہونا چاہیے، کیوں دانش منصور.....؟“

”یقیناً.....“

”رینا کسی دن دانش منصور کو اپنے گھر بلاؤ، ہمیں خوشی ہوگی.....“

”کیوں نہیں مسٹر دانش، آپ رہتے کہاں ہیں.....“

”کلفٹن پر ہوں۔“

”اوہو اچھا مجھے براہ کرم اپنا ٹیلی فون نمبر دے دیجئے۔ آپ کا کارڈ پلزز.....“ رینا نے کہا اور میں نے اپنا کارڈ نکال کر اس کے حوالے کر دیا۔

”ہمارا کارڈ بھی رکھ لیجئے.....“ دراصل داراب کی ایک کوٹھی ڈیفنس میں ہے۔

لیکن میں سمندر کی نمی سے ال رجبک ہوں اس لئے وہاں نہیں رہتی میری وجہ سے داراب نے ہل پارک پر ایک خوبصورت کوٹھی بنوائی ہے۔“

”ہم نے کئی بار گھوڑے کھیلے، دو چار میں جیت ہوئی، دو چار میں ہار لیکن ظاہر ہے یہ ہار جیت کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھی، گل شیر میرے احکامات کی پابندی کر رہا تھا۔ پھر وقت ختم ہو گیا اور ہم لوگ وہاں سے پلٹے۔“ رینا نے کہا۔

”آج ریس میں تو خیر جو لطف آیا سو آیا۔ لیکن آج کا اہم دن اس لئے زیادہ اہمیت رکھتا ہے مسٹر دانش منصور کہ ہماری ملاقات آپ سے ہو گئی.....“

”بھئی دانش میں خلوص دل سے تمہیں اپنے ہاں آنے کی دعوت دیتا ہوں بات ہمیں تک نہیں ہے، بے شک کاروباری دنیا میں تم ایک انوکھے انداز سے روشناس ہوئے

ہو اور تم نے اپنا ایک مقام بنالیا ہے لیکن اس کے باوجود میں تم سے سینئر ہوں، کبھی کسی مسئلے میں میری ضرورت پیش آئے تو گریز نہ کرنا تمہارے کسی کام آکر مجھے خوشی ہوگی۔“

”مسٹر داراب یہ الفاظ اس لئے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے کہ بہر طور مجھے اب آپ سے ملاقات کرتے رہنا ہے۔“

”میں ہمیشہ تمہیں خوش آمدید کہوں گا۔“ گل شیر نے کار کا اسٹیرنگ سنبھال لیا، میں بیچھے بیٹھا اور ہم لوگ چل پڑے۔ گھر ہی پہنچے تھے۔ رات کو تقریباً دس بجے رشید ناگی اچانک آگیا، مجھے دیکھ کر مسکرایا تھا۔

”چیف میرا خیال ہے کہ آپ نے ایک بار پھر صحیح سمت چھلانگ لگائی ہے۔“

”کیا مطلب.....؟“ میں نے دلچسپی سے پوچھا.....

”آج ریس کورس میں مسز رینا داراب آپ کے بہت نزدیک نظر آ رہی تھی۔

ویسے چیف میں نے کبھی آپ سے بے تکلف ہونے کی کوشش نہیں کی، لیکن آج یہ بات نہایت بے تکلفی سے کہہ سکتا ہوں کہ آپ ایک ساحرانہ قوت رکھتے ہیں مسز داراب بہت نیک چڑھی عورت ہے اور اس کے بارے میں لوگوں کے بڑے عجیب عجیب خیالات ہیں۔“

”کیا.....“

”یہی کہ وہ صرف لوگوں کا مذاق اڑاتی ہے، خود اسے بہت کم لوگوں سے متاثر ہوتے ہوئے دیکھا گیا ہے۔“

”تو یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ میرا بھی مذاق اڑا رہی ہو.....“

”جن کا وہ مذاق اڑاتی ہے چیف ان کے قریب بھی کھڑے ہونا پسند نہیں کرتی۔

بس انہیں جملوں میں اڑایا اور ان کی چھٹی کر دی۔“

”لیکن تمہیں اس بات کا علم کیسے ہوا.....؟“

”کام ہو رہا ہی چیف۔ داراب پر لمحہ لمحہ نگاہ رکھی جا رہی ہے، آخر اسے اپنے جال میں لانے کے لئے کوئی ذریعہ تو درکار ہو گا، کوئی ایسا کام تو کرنا ہو گا جس کی بناء پر لوگ ہماری ٹھی میں آسکے، اس لئے اس کی نگرانی کی جا رہی ہے، ویسے چیف بہت پراسرار رپورٹیں

میں ہمارے پاس.....“

”ہاں ہاں وہ رپورٹیں بتاؤ۔ کیا ہیں.....؟“
 ”خصوصاً“ مسز رینا داراب.....“

”گڈ.....“

”مسز داراب کے بارے میں یہ سنا گیا ہے کہ وہ انتہائی شاطر آدمی ہے خصوصاً خواتین کے معاملے میں اس کا مزاج بڑا انوکھا ہے، ان کی قربتیں تو بہت سی ہیں لیکن کوئی خاتون ان سے اتنا قریب نہیں ہو سکی کہ مسز داراب ان سے شادی پر آمادہ ہو جائیں۔ ویسے مسز داراب نے شادیاں کی ہیں۔ لیکن بس اس طرح جیسے کوئی کچھ عرصہ کے لئے ڈیکوریشن پیش خرید لیتا ہے ان شادیوں کا درمیانہ عرصہ دو ماہ سے زیادہ کبھی نہیں رہا۔ جبکہ مسز داراب تقریباً آٹھ ماہ سے مسز داراب کے ساتھ ہیں.....“

”گڈ دلچسپ اطلاع ہے۔“

”مسز داراب کے بارے میں یہ بات حتمی طور پر کہی جاتی ہے کہ مسز داراب ان کی مٹھی میں ہیں اور داراب جیسی شخصیت کسی عام شخصیت کی مٹھی میں نہیں آسکتی.....“

”تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ رینا داراب.....؟“

”جی جیف ابھی اس سے آگے کچھ نہیں کہا جاسکتا لیکن میرا خیال ہے اگر آپ ان خاتون سے راہ و رسم بڑھانے میں کامیاب ہو گئے تو یوں سمجھ لیجئے کہ مسز داراب کو اپنے جال میں لانے کے لئے ہمیں زیادہ دقتیں نہیں پیش آئیں گی۔“

”ہوں..... ٹھیک ہے۔ اگر اس سلسلے میں ضرورت پیش آگئی ہے تو مجھے گائیڈ کیا جائے۔“ رشید ناگی ہنسنے لگا۔ پھر اس نے کہا۔

”جیف ایک نوجوان بیوی ایک ادھیڑ عمر شوہر اور ان دونوں کا ایک مشترکہ دوست میرے خیال میں ایک اچھا شلت بنتا ہے آپ خود سمجھ رہے ہیں اور سمجھ سکتے ہیں کہ آپ کو کس انداز میں کام کرنا ہے۔ میں پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔ ہر طور داراب روٹی والا پر پوری طرح مصروف ہونا تھا چنانچہ میں نے رشید ناگی سے اس کی حامی بھری۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ داراب روٹی والا کو کوئی شک ہو جائے۔ دو دن مزید گزر گئے اس دوران صرف الیاس بھائی کا ٹیلی فون قابل ذکر تھا۔“ ٹیلی فون کر کے

انہوں نے مجھ سے رابطہ قائم کیا اور بولے۔

”بھئی دانش منصور صاحب یہ غزنوی صاحب تو بہت پھیل رہے ہیں اب انہوں نے مجھے دھمکیاں دینا بھی شروع کر دی ہیں۔“
 ”کیسی دھمکیاں.....؟“

”کہہ رہے تھے کہ جناب الیاس احمد ایڈووکیٹ آپ جو چالیں چل رہے ہیں وہ آپ کے حق میں خطرناک بھی ہو سکتی ہیں! کوئی بڑا نقصان اٹھانا پڑ سکتا ہے آپ کو۔ ورنہ آپ مجھ سے تعاون کیجئے، جس طرح بھی ہو سکے، فیصل کا پتہ لگا کر مجھے بتائیے۔ درحقیقت مسز دانش منصور، غزنوی صاحب ذہنی طور پر دیوالیہ ہو رہے ہیں کبھی مجھے طرح طرح کے لالچ دیتے ہیں اور کبھی دھمکیاں، کیا کرنا چاہیے مجھے اس کے جواب میں.....!“

میں نے کچھ دیر تک سوچا اور پھر کہا۔ ”الیاس بھائی اب آپ کی غزنوی صاحب سے کب ملاقات ہوگی.....؟“
 ”فون نمبر دے گئے ہیں مجھے، کہہ رہے تھے کہ اگر کوئی کام کی بات ہو تو انہیں اطلاع دوں۔“

”تو پھر اب آپ یوں کیجئے کہ جب بھی ان کا فون آئے یا ان سے ملاقات ہو تو ذرا رویے میں تبدیلی پیدا کیجئے، کچھ ایسی گفتگو کریں ان سے، جس سے انہیں یہ احساس ہو کہ آپ ان سے تعاون پر آمادہ ہیں بلکہ اس بات پر حیرت کا اظہار بھی کیجئے کہ ان کے ذہن میں یہ شبہ پروان چڑھا جبکہ آپ نے اپنے طور پر بھی بہت سی کوششیں کی تھیں۔ میرا مطلب سمجھ رہے ہیں نا آپ.....“

”ہاں..... لیکن اس کے بعد.....“ الیاس بھائی نے پوچھا۔

”اس کے بعد الیاس بھائی میں آپ کو بتاؤں گا کہ آپ کو کیا کرنا ہے.....“
 ”ٹھیک ہے بھئی، ویسے بڑا عجیب آدمی ہے اور اب تو مجھے یہ شبہ ہو رہا ہے مسز دانش منصور کہ یہی وہ شخص ہے جس نے تمہیں ہمیشہ نقصان پہنچانے کی کوشش کی ہے اپنی اس نفرت کی بنیاد پر، جو اس کے دل میں پروان چڑھی ہے۔“

”بہر حال الیاس بھائی جب بھی موقع ملا میں آپ کو صورتحال بتاؤں گا۔“

الیاس بھائی سے گفتگو ختم کرنے کے بعد میں کافی دیر تک الجھا رہا تھا..... اور

”میرا مطلب ہے، یہی تو ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہم پر مسلط ہو جائیں تو بتائیے آپ کب ہم پر مسلط ہو رہے ہیں.....“

”جب آپ حکم دیں.....“

”تو پھر رات کا کھانا ہمارے ساتھ کھائیے، ہمیں خوشی ہوگی۔“

”اس کی زحمت کیوں کر رہی ہیں.....“

”کسی کے ساتھ کھانا کھانا زحمت ہوتی ہے.....“

”نہیں میرا مطلب ہے.....“

”بس مطلب کی بات نہ کیجئے۔ آج ساڑھے سات بجے میں اپنی کوٹھی میں آپ کا انتظار کروں گی.....“

”بہتر ہے حاضر ہو جاؤں گا۔“

”بہت بہت شکریہ..... اور سنائیے رئیس کے بارے میں کیا خیال ہے.....“

”زیادہ اچھی چیزیں نہیں ہے۔“ میں نے جواب دیا۔

”ارے کیوں.....“

”اس لیے کہ ایک بار جا کر بار بار جانے کو جی چاہتا ہے۔“ جواب میں ریٹا نے ایک زوردار قہقہہ لگایا تھا۔ ”پھر کہنے لگی۔“

”خیر تفصیلی گفتگو بعد میں ہوگی آپ آئیے.....“

”حاضر ہو رہا ہوں۔“ میں نے جواب دیا اور ٹیلی فون بند ہو گیا۔ ریٹا داراب کی اس دعوت پر میں دیر تک غور کرتا رہا تھا اور اس کی اطلاع رشید ناگی کو دینا ضروری تھی۔ ”رشید ناگی نے کہا۔“

”چیف آپ کو ٹیلی فون کرنے والا تھا۔ درحقیقت بڑی کامیابیاں حاصل ہو رہی ہیں۔ آپ کو علم ہے کہ جمشید وارنا کا تمام سرمایہ منتقل ہو چکا ہے اس نے رپورٹ دی ہے اور کہا ہے کہ اس سے سارے حسابات لے لیے جائیں بہت بڑھال ہو چکا ہے وہ.....“

”خوب خوب تو پھر اس سے حسابات لے لو.....“

”کس حیثیت سے چیف اس تک کیسے پہنچا جائے.....“

رفیق احمد جاگیردار نے اس مسئلے کو سو فیصد اپنا ذاتی مسئلہ قرار دے دیا تھا ان کے انداز میں معذرت تھی، خشک لہجہ نہیں تھا چنانچہ میری سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ مزید ان سے کیا کہوں لیکن کچھ نہ کچھ کرنا ہوگا اس سلسلے میں بھی، کچھ نہ کچھ ضرور کرنا ہوگا..... پھر تقریباً چوتھے دن، ساڑھے گیارہ بجے کا وقت تھا، کہ مجھے ایک اور ٹیلی فون موصول ہوا۔ یہ ٹیلی فون مسز ریٹا داراب کا تھا۔ ان کی آواز سے کافی شناسائی رہی تھی رئیس والے دن۔ چنانچہ ٹیلی فون پر ان کی آواز میں نے فوراً پہچان لی.....

”آپ نے مجھے پہچانا مسٹر دانش.....؟“

”آپ کو نہیں پہچان سکوں گا.....“ میں نے کہا۔

”بتائیے کون ہوں میں.....“

”مسز ریٹا داراب.....“

”اس کا مقصد ہے کہ آپ نے مجھے یاد رکھا.....؟“

”یہ آپ کی اپنی سوچ ہے مسز ریٹا ورنہ آپ بھولنے والی چیز ہی نہیں ہیں۔“

”آپ کے یہ الفاظ مجھے بھٹکا رہے ہیں مسٹر دانش۔“

”میں شرمندہ ہوں اپنی اس جسارت پر.....“

”نہیں نہیں..... میں بھٹکنا چاہتی ہوں.....“

”جی.....“ میں نے آہستہ سے کہا۔

”ہاں۔ میرا مطلب ہے کہ میں آپ سے اتنی ہی دوستی چاہتی ہوں جتنی کا اظہار آپ کر رہے ہیں اگر کوئی مجھے اس طرح یاد رکھتا ہے تو میں تو اسے اپنی خوش قسمتی ہی قرار دوں گی، اب یہ بتائیے کہ آپ نے ان دنوں میں مجھے فون کیوں نہیں کیا.....“

”سچ مانئے تو ہمت نہیں پڑی.....“

”ارے کیوں.....“

”بس میں نے یہ سوچا کہ کہیں آپ یہ نہ سمجھیں کہ میں آپ پر مسلط ہونا چاہتا ہوں.....“

”یہی تو سمجھنا چاہتے ہیں ہم۔“ ریٹا داراب نے پھر اسی انداز میں کہا.....

”جی.....“

”ناگی یہ تم پر منحصر ہے، میرا خیال ہے اب اس کی قمر سیٹھ سے تفصیلی گفتگو کرا دی جائے اور ہمارا جو پروگرام ہے اس پر عمل کر لیا جائے۔“

”ٹھیک ہے چیف، مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میرے خیال میں یہ مناسب وقت ہے، اس مسئلے سے نمٹ لیں تو پھر داراب پر پورنی توجہ دی جاسکتی ہے، ویسے آپ آج داراب سیٹھ کے ہاں دعوت اڑائیے۔ اطمینان رکھیے، تقریباً پندرہ مسلح افراد آپ کے قرب و جوار میں موجود ہوں گے بالکل مطمئن ہو جائیے۔۔۔۔۔۔“

”اوکے رشید بس یہی خبر دینی تھی تمہیں۔“ میں نے کہا۔

”چیف تو پھر قمر سیٹھ جمشید دارنا سے بات کر رہا ہے۔“

”کیا خیال ہے ابھی یہ کام کر لیا جائے۔۔۔۔۔۔“

”چیف میں تو بڑا مطمئن ہوں۔ میرے خیال میں کر لیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔۔۔۔۔۔“

”تمہاری موجودگی۔۔۔۔۔۔“

”نہیں چیف، چار سو گیارہ میں پہنچ جاتا ہوں۔ بس وہاں سے گفتگو کی تفصیل میرے علم میں آجائے گی۔ ریکارڈنگ تو ہو ہی جائے گی اس کی۔۔۔۔۔۔“

”اوکے رشید ناگی اوکے۔ میں نے کہا اور ٹیلی فون بند کر دیا پھر اس کے بعد گل شیر کو اس سلسلے میں تفصیلی ہدایات دی گئیں اور گل شیر نے اس مخصوص ٹیلی فون کا ریسپونڈ اٹھالیا جو دوسرے ٹیلی فونوں سے مختلف تھا اور اس کی کالیں صرف سنی جاسکتی تھیں ان کی تفصیل کہیں سے کسی کو نہیں معلوم ہو سکتی تھی۔۔۔۔۔۔ گل شیر نے اپنا اسکرپٹ ازبر کر لیا تھا پھر اس نے جمشید دارنا سے رابطہ قائم کیا اور دوسری طرف سے دارنا کی آواز ابھری۔

”جمشید دارنا بول رہا ہے۔“

”اپن تیرا یار قمر سیٹھ۔“

”اوہ قمر سیٹھ۔ میرا کام مکمل ہو چکا ہے۔“

”میرے کو معلوم ہے۔ ابی میرے سے فائل بات کرنے کو مانگتا۔“

”میں تیار ہوں قمر سیٹھ۔“

”ابی دیکھ دارنا سیٹھ۔ بیٹکوں میں تیرا نام کیسا اونچا ہو گیا جس کو دیکھو دارنا سیٹھ

دارنا سیٹھ کرتا پڑا ہے۔ گورنمنٹ کا عہدیدار الگ تیرے پیچھے لگا ہے۔ میرے کو چاروں طرف دیکھتا ہے۔ میرے کو بول تیرا عجت بڑھا کہ نہیں۔“

”مگر قمر سیٹھ۔ حکومت مجھ سے اس سرمائے کی تفصیلات مانگ رہی ہے مجھ سے اس دولت کے بارے میں پوچھا جا رہا ہے۔ ہر شعبے سے اپنی رقومات نکالنے کے بعد دنیا بھر میں میرے کاروباری رابطے منقطع ہو گئے ہیں مجھے جن مشکلات سے گزرنا پڑ رہا ہے کیا نہیں اس کے بارے میں بھی معلوم ہے۔“

”اے میرے کو کیا معلوم نہیں ہے تیرے پر ایسا نظر رکھتا کہ لوگ اپنا جوان چھو کر پر ایسا نظر نہیں رکھتا ہو گا۔ اپن یار تو کچا سیٹھ ہے ابی تیرے کو کیا مشکل ہے۔ میں جو تیرے کو بولتا ایسا کر پھر دیکھ تماشا کیا۔“

”بولو قمر سیٹھ۔۔۔۔۔۔“

”ابی یار میں تیرے سے تھوڑا سوال پوچھنا۔“ تو اربوں ڈالر اکٹھا کیا، کیا

ہاں۔۔۔۔۔۔؟

”ہاں قمر سیٹھ۔“ جمشید دارنا نے جواب دیا۔

”ابی تو کس کس کا گلا کاٹا، تیرے کو معلوم ہو کہیں گا، اپن چھوڑو، میں تیرے سے یہ

پوچھتا یار کہ تیرے پاس تیرا ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہے، ابی تو مرجائیں گا، آج نہیں کل، کل نہیں پرسوں، یہ سارا دولت تیرا بچہ لوگ استعمال کریں گاناں۔“

”جی قمر سیٹھ۔“

”اور ابی ایسا ٹیم آگیا کہ تیرا بچہ لوگ ہی تیرے سے چھن گیا، اپن اگر کوئی سر پھرا

ہوتا، ان لوگ کو جان سے مار دیتا تو پھر تو اس دولت کا کیا کرتا، کیا یہ باہر کے ملکوں میں نہ

پڑا رہتا، تو میرے کو بول دارنا سیٹھ، کیا اپنا ملک کا کروڑوں لوگ کو مٹی میں دبا کے، بھوکا مار

کے مصیبتوں کا شکار کر کے، ان کا خون پی کے، جن لوگ نے اربوں ڈالر کمایا اور سونے

لینڈ اور دنیا کا دوسرا ملکوں میں جمع کر دیا اور پھر وہ مر گیا تو وہ دولت ان کے کسی کام آیا، وہ

غیروں کا حصہ نہیں بن گیا، ابی تو یار دل پر ہاتھ رکھ کر ٹھنڈے دل سے سوچ یہ سارا ملک

میں رہنے والا بھی تیرا بچہ لوگ ہے، تیرا بس بھائی ہے، تیرا ماں باپ ہے، کیا ان لوگ کو

کوئی فائدہ پہنچ جاتا، تو یہ کام کا بات نہیں تھا، ابی میں تیرے جیسا سیٹھ لوگ سے پوچھتا کہ

ملک سے باہر دولت جمع کر کے ملک کو تلاش کر دینا کیا انسانیت ہے یا میرے کو بولنی یہ دولت جو تو نے اپنوں سے چھینا ہے، غیروں کو دے کر تو مر کر مٹی کے نیچے پہنچ جاتا تو ٹھیک ہے یا یہ دولت تیرا بھائی بہن کے کام آجاتا وہ زیادہ ٹھیک ہے۔“

”میں تمہاری بات سمجھ رہا ہوں قمر و سیٹھ آگے کہو۔“

”ابی یار سنا جو میں تیرے کو بولتا وہ غور سے سن‘ تو نے اپنا سارا سرمایہ باہر سے منگالیا‘ ہمارے ملک کے بینکوں میں جمع کیا ناں‘ بینکوں کا پوزیشن کتنا ساؤنڈ ہو گیا‘ ابی بینک کا لوگ تیرے کو بولتا ہو گا‘ گورنمنٹ کا لوگ تیرے کو بولتا ہو گا‘ بڑی عزت سے دیکھتا ہے وہ تیرے کو‘ میرے کو معلوم ہے‘ ابی تو ایک پریس کانفرنس بلا‘ اس پریس کانفرنس میں تو ان لوگ کو بول کہ تو نے دنیا کے بہت سے ملکوں میں کاروبار پھیلا رکھا تھا‘ لین دین کرتا تھا دولت کماتا تھا‘ باہر کا دولت تو باہر جمع کرتا تھا اور ملک میں جو کام کرتا تھا‘ اس کا انکم ٹیکس ادا کیا کرتا تھا‘ اپن تیرے دل میں خیال آیا کہ ابی اپنا باہر کا سارا دولت سمیٹ کر اپنا وطن میں استعمال کرے تو تو نے دنیا کے سارے ملکوں سے اپنے کاروبار ختم کر کے اپنا دولت ادھر اپنے ملک میں منگوا لیا اور ابی تیرے دل میں ایک منصوبہ ہے‘ ابی یار مجھے تیرے بچوں کا مستقبل پیارا ہے ناں‘ تو ان لوگ کو اچھا زندگی دینا چاہتا ہے ناں‘ ابی اتنا دولت ہے تیرے پاس کہ اگر تو ہاتھ پاؤں بھی نہ ہلائے اور بینکوں سے انٹرسٹ لیتا رہے تو تیرا تسلیوں کا گزارا ہو سکتا ہے سیٹھوں کی طرح‘ اپن میں آج بھی تیرے کو یہ بولتا کہ صرف اپنا بچہ لوگ کو مت دیکھو‘ تیرا بھائی بہن کا بچہ لوگ بھی ہے‘ تیرے ملک میں اتنا غریب آبادیاں ہے کہ بہت سا لوگ صبح کو روتا ہوا اٹھتا ہے اور شام کو روتا ہوا سو جاتا ہے‘ ابی ان کے آنسو پوچھ‘ میں تیرے کو جو بولنا ہے وہ تیرے کو کرنا مانگتا‘ وارنا سیٹھ! تو پریس کانفرنس اپنا مطلب بولے گا‘ تو کہے گا کہ ہمارا دیس میں ہزاروں چیزوں کا کمی ہے‘ ہمارا وطن کا لوگ کو اچھا خوراک نہیں ملتا‘ اچھا کپڑا نہیں ملتا‘ ان لوگ کو نوکری نہیں ملتا‘ وہ لوگ بہت پریشانی کا شکار ہے۔ تو اپنے ملک کا ایک ڈیپارٹمنٹ سنبھالنے کا ارادہ رکھتا ہے‘ تیرا منصوبہ ہے کہ ملک کے ہر کونے میں پولٹری فارم بنائے پولٹری فارم‘ اس کے لئے تو اپنے شہر میں ہر چھوٹے اور بڑے شہر میں بڑی بڑی زمینیں خرید کر ادھر پولٹری فارم بنائے اور پھر جانتا ہے تو کیا کہلائے گا‘ پولٹری سیٹھ کیا بولا سمجھ میں آتا.....؟“

مگر دوسری طرف خاموشی چھائی رہی۔

گل شیر کی آواز نے مجھے خیالات سے چونکا دیا۔

”اب یار اپنا قمر و سیٹھ ہے۔“

”میری سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ جو کچھ تم مجھ سے کہہ رہے ہو وہ اگر میں کر

تو اس سے تمہیں کیا فائدہ پہنچے گا۔“

”ابھی تیرے کو اتنا لیکچر بلایا اپن جو کچھ چاہتا ہے وہ تیرے کو بول دیا۔ اور سیٹھ اگر

م نہ ہوا اور تو نے ادھر ادھر کا بات کیا تو پھر یہ سوچ لے کہ تیرے اور اپن کے

ن دوستی کا کوئی رشتہ نہیں رہے گا اور جو اپن کا دوست نہیں ہوتا وہ صرف دشمن

اور اپن دشمن کو سراٹھا کر چلتے دیکھنا پسند نہیں کرتا۔“

”نہیں قمر سیٹھ۔ اس بارے میں ابھی کچھ نہیں کہوں گا میں ٹیلیفون بند کر رہا

६६

”تو بند کر دے نی یار دھمکی کائے کو دیتا پڑا ہے۔“

”گل شیر نے کہا اور دوسری طرف سے واقعی سلسلہ منقطع ہو گیا۔ گل شیر مسکرا کر

طرف دیکھنے لگا۔ اس کا مقصد ہے کہ یہ کام تو ہو گیا چیف۔“

میں نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا دی تھی۔ جمشید وارثا کے لہجے سے یہ اندازہ

تھا کہ وہ اس صورتحال سے متاثر ہو گیا ہے یہ بھی اچھی بات تھی بحالت مجبوری اگر

کو کسی کام کے لیے آمادہ کر لیا جائے تو وہ زیادہ موثر بات نہیں ہوتی۔ اب تقریباً

وارنا کاکیس ختم ہو گیا تھا ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے تھے صرف نتائج دیکھنا

دوسرا حکم جو میرے ذہن میں تھا وہ بھی عام لوگوں ہی سے متعلق تھا وطن میں بہت

ایسے مسائل تھے جن کا شکار دکھ اور غم میں ڈوبتا رہتا تھا ایسے بہت سے مسئلے اگر ان

یہ واردوں کے ذریعے طے ہو جائیں تو اس سے اچھی بات اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ میں

بس چاہتا تھا کہ وہ جو معاشی طور پر ملکی ستون ہیں ایسے چھوٹے موٹے کاموں میں پڑیں

اگر ان کے سرمائے کا ایک بڑا حصہ عوام کی فلاح پر خرچ ہو جائے تو یہ بہت اچھی

تحت

اب ہماری نگاہوں کے سامنے داراب روئی والا تھا اور ہم پوری توجہ اس پر دینا

چاہتے تھے۔

اس شام میں اپنے لان پر پھولوں کی دیکھا بھال کرتے ہوئے موسم سے لطف اندوز ہو رہا تھا کہ غیر متوقع طور پر رخسانہ کوٹھی کے دروازے پر نظر آئی اور میں اس کو دیکھ کر کئی قدم آگے بڑھ گیا رخسانہ کے چہرے پر سنجیدگی چھائی ہوئی تھی۔

میرے سامنے پہنچ کر مسکرائی اور آہستہ سے بولی۔ ”معافی چاہتی ہوں دانش منصور صاحب بس آگئی۔ برا تو نہیں لگا آپ کو.....“

”نہیں“ موسم خوشگوار ہے اور آپ کے لان کی گھاس آپ کی زندگی کی طرح سرسبز شاداب ہے کیا بے تکلفی سے یہاں بیٹھنے کی فرمائش کر سکتی ہوں۔“

میں خاموشی سے ایک گوشے کی جانب بڑھ گیا۔ ”شکریہ۔ میں آئی نہیں بھیجی گئی ہوں۔“ حالانکہ مجھ سے کہا گیا ہے کہ بڑی احتیاط برتوں اور ایسی گفتگو کروں جس سے آپ کے اور غزنوی صاحب کے درمیان بہترین تعلقات کا آغاز ہو لیکن وہ لوگ یہ بات نہیں جانتے کہ میرے اور آپ کے درمیان بھی کبھی کوئی تعلق رہا ہے اس لیے جو کچھ بھی ہے صاف صاف بتائے دے رہی ہوں آپ کو اس تعلق کے رشتے سے جو کبھی تھا۔“

”میں ہنس پڑا۔ میں نے کہا۔“ اچھا خیر چھوڑو کوٹھی کے حالات بتاؤ“ آنا ماں کیسی ہیں۔“

”آنا ماں کو دوبارہ امریکہ بھیج دیا گیا ہے۔ یہاں ان کی صحت اچھی نہیں رہتی تھی اس بار شاید وہ طویل عرصے امریکہ میں رہیں۔“

”اوہ بہت اچھی خاتون ہیں مگر بد نصیبی دامن گیر ہے کہ ملنے کو دل چاہتا ہے لیکن مل نہیں پاتا۔“

”ہاں دولت جمع کرنے کے لیے انسان کو بڑی بھاگ دوڑ کرنا پڑتی ہے ارے ہاں آپ مجھ سے کوٹھی کے حالات پوچھ رہے تھے بڑی مشکلات کا شکار ہے آج کل غزنوی صاحب کی کوٹھی۔“

”کیوں؟“ میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

دراصل دادا میاں اپنے کو قبول کرنے پر تیار نہیں ہیں حالانکہ ان کے صاحبزادگان سب کچھ بن گئے ہیں بہت کچھ سنبھال رکھا ہے انہوں نے لیکن دادا جان انہیں بچہ سمجھتے ہیں کہ ان کا خیال ہے کہ جو تجربہ ان کے پاس ہے وہ ان لوگوں کو اپنی زندگی میں حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس لیے دادا جان نے کچھ کاروباری تبدیلیاں کرتے ہوئے بڑے پیمانے پر سرمایہ کاری شروع کر دی ہے آپ کو شاید اس بات پر حیرت ہو کہ انہوں نے اپنی چار فرمیں فروخت کر دی ہیں اس کے علاوہ بہت سی ایسی زمینیں بھی جو سونا اگلتی تھیں اور ایسے چھوٹے موٹے کاروبار سب ختم کر دیئے ہیں بس آج کل ایک نئے کاروبار کو مستحکم کرنے میں مصروف ہیں۔

”یہ بات میرے علم میں بھی تھی کہ غزنوی صاحب ان دنوں کیا کر رہے ہیں لیکن انہوں نے اثاثے بیچنا شروع کر دیئے ہیں یہ میرے لیے انکشاف تھا میں نے کہا۔“ غزنوی صاحب تو کافی دولت مند آدمی ہیں پھر انہیں یہ ساری چیزیں فروخت کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔“

”میں نہیں جانتی مجھے تو انہوں نے بذات خود بلکہ بڑے نرم اور محبت بھرے لہجے میں کہا کہ رخسانہ پچھلے دنوں میں نے کئی بار تمہیں دانش منصور کے ساتھ دیکھا تھا تمہارے اور اس کے درمیان کیا معاملات چل رہے ہیں۔ بڑا عجیب سوال تھا منصور صاحب کیا جواب دیتی میں آپ خود بتائیے۔ میں نے حیرانی سے انہیں دیکھا تو کہنے لگے۔“ اس میں کوئی باز پرس والی بات نہیں میں دراصل خود بھی یہی چاہتا ہوں کہ تم ہمارے درمیان مزید دوستی کا ذریعہ بنو۔ دادا جان کی باتیں بہت عجیب تھیں۔ پھر انہوں نے کہا کہ میں تمہارے پاس جاؤں اور اس طرح مجھے مجبوراً یہ کرنا ہی پڑا۔ محسوس نہ کیجئے گا مسٹر دانش منصور بعض اوقات لوگ انتہائی عمر رسیدہ ہونے کے باوجود اپنے آپ کو بہت زیادہ سرگرم رکھنا چاہتے ہیں دادا جان بھی انہیں میں سے ایک ہیں میں آگئی ہوں ان کے کہنے سے آپ کے پاس لیکن آپ اطمینان سے اندر تشریف رکھیں اگر کسی کام میں مصروف ہوں تو مصروف رہیں اتنی اجازت مجھے ضرور دے دیں کہ آپ کے اس لان پر بیٹھ کر واپس چلی جاؤں۔“

”رخسانہ جس قدر طنز کرنا چاہو کرلو تمہیں اس کا اختیار ہے لیکن حقیقتاً ایسی بات

نہ دیکھا ہو چند ہی لمحات کے بعد ان کا ڈرائیور میرے نزدیک پہنچ گیا تھا اس نے میرا اشارہ
تھپتھپایا اور میں سیدھا کھڑا ہو گیا۔

”جی صاحب۔“ میں نے ایک مخصوص انداز میں اس سے کہا۔

”ہمارے صاحب بلا تے ہیں۔“ ڈرائیور نے انگلی سے اشارہ کیا میں نے گردن اٹھا کر غزنوی صاحب کو دیکھا اور چونک کر اس طرح ٹھٹھک گیا جیسے انہیں دیکھ کر کوئی رعبا میرے ذہن کو لگا ہو۔

”کیا بات ہے۔“ میں نے کسی قدر کرخت لہجے میں اس سے پوچھا۔

”صاحب کے پاس چلو۔ انعام دیں گے تمہیں.....“

”جاؤ..... دفع ہو جاؤ مجھے انعام نہیں چاہیے۔“

”کیا جکتے ہو۔“ ڈرائیور نے کہا اور میں ہونٹ بھیج کر اسے گھورنے لگا ڈرائیور نے میری آنکھوں میں دیکھا اور پھر شانے ہلا کر واپسی کے لیے مڑ گیا۔ میں بے پرواہی سے ان گاڑی کی صفائی کرنے میں مصروف ہو گیا جس کی میں صفائی کر رہا تھا۔

”چند لمحات کے بعد غزنوی صاحب میرے پاس پہنچ گئے۔“ فیصل۔ ”میں نے سیدھے ہو کر غزنوی صاحب کو دیکھا۔“ مجھے تم سے کچھ کام ہے۔“

”سر یہ گاڑی صاف کر رہا ہوں۔ اس وقت مصروف ہوں۔“

”میرے ساتھ آؤ مجھے تم سے کچھ کام ہے۔“

”عرض کیا نا یہ گاڑی صاف کر رہا ہوں۔“

”کیا میں تمہیں حکم نہیں دے سکتا۔“ انہوں نے سرد لہجے میں کہا اور میں سیدھا ہو گیا۔

”کیا حکم ہے آپ بتانا پسند کریں گے۔“

”بہت ضروری کام ہے تمہیں میرے ساتھ چلنا ہو گا۔“

”بہتر ہے۔“ میں نے کپڑا زور سے جھٹک کر جیب میں ٹھونسا ادھر ادھر دیکھا جیسے گاڑی کے مالک کو تلاش کر رہا ہوں۔ شانے ہلائے اور غزنوی صاحب کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ لیکن میری مزدوری کون دے گا۔“

”میں۔“ غزنوی صاحب بولے۔ اور میں نے گردن ہلا کر ڈرائیور کے برابر کا

دروازہ کھول لیا۔

”ڈرائیور گھر چلو سیدھے۔“

ڈرائیور نے گاڑی اسٹارٹ کر کے دوسری گاڑیوں کے درمیان سے باہر نکالنا شروع کر دی۔ گاڑی راستے طے کرتی ہوئی بالا آخر ڈیفنس کے علاقے میں داخل ہو گئی۔ اور اس کے بعد غزنوی صاحب کی کوٹھی کے گیٹ سے اندر غزنوی صاحب نے دوسرے لوگوں کی نگاہوں سے بچنے کے لیے بغلی سمت کا راستہ اختیار کیا مجھ سے بولے۔

”میرے ساتھ چلے آؤ۔“ میں آہستہ آہستہ غزنوی صاحب کے پیچھے چل کر پچھلے حصے سے ان کے کمرے میں داخل ہو گیا۔ اندر پہنچ کر انہوں نے کہا۔

”آرام سے بیٹھ جاؤ۔ میں ابھی دو منٹ میں آتا ہوں اور سنو یہاں سے فرار ہونے کی کوشش مت کرنا مجھے تم سے انتہائی سنجیدہ اور اہم گفتگو کرنی ہے۔“

غزنوی صاحب باہر نکل گئے۔ غالباً کسی کو کچھ ہدایات دینے گئے تھے میں بے پرواہی سے صوفے پر بیٹھا رہا اور غزنوی صاحب کوئی دس منٹ کے بعد لباس وغیرہ تبدیل کر کے واپس آ گئے۔

”ان کے چہرے پر سنگین تاثرات تھے۔ میرے سامنے بیٹھ کر انہوں نے مجھے گھورنا شروع کر دیا ان کی نگاہوں سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ میرے ایک ایک عضو کا جائزہ لے رہے ہیں۔ لیکن میں نے بھی کچی گولیاں نہیں کھیلی تھیں۔ پیروں پر مٹی کی اتنی تہیں چڑھالی تھیں کہ ان کا اصل رنگ ہی غائب ہو جائے۔ یہی کیفیت ہاتھوں کی تھی۔ چہرے کو بھی ایسا ہی رنگ دے لیا گیا تھا جس سے یہ احساس ہو کہ میں صعبوتوں کا شکار ہوں اور انتہائی بے کسی کی زندگی گزار رہا ہوں۔“

”دیکھو فیصل تم میرے ساتھ کافی عرصہ گزار چکے ہو۔ بلکہ تمہارا بچپن میرے سامنے گزرا ہے۔ میرے سامنے ہی جوان ہوئے ہو۔ میں تم پر بہت سے حقوق رکھتا ہوں۔“

”جی بے شک۔“ میں نے جواب دیا۔

”میرا رویہ تمہارے ساتھ جو کچھ رہا میں تمہیں اس کے بارے میں بتا چکا ہوں۔ تمہارے علم میں ہے بار بار دہرانے سے کوئی فائدہ نہیں سب حماقت کی باتیں ہیں۔ میرا

مطلب یہ ہے کہ ماضی میں جو گزارا ہے اگر ہو سکے تو اسے بھول جاؤ میں تم سے حال میں بہت سے اہم کام لینا چاہتا ہوں۔“

”مجھ سے۔“

”ہاں تم سے اور اس وقت صرف ایک کاروباری آدمی کی حیثیت سے تم سے بات کر رہا ہوں۔ یہ زندگی جو تم گزار رہے ہو زندگی نہیں ہے۔ دنیا میں بہت سے ایسے معاملات ہیں جن میں انسان کو ترقی کی جانب قدم بڑھانے کے لئے کوششیں کرنی چاہیں۔ یہ کوئی زندگی ہے جو تم گزار رہے ہو۔“

”ٹھیک ہے غزنوی صاحب جس کی تقدیر میں جو ہوتا ہے وہی ملتا ہے۔ میں جو کچھ بھی کر رہا ہوں یہ میری مجبوری سمجھ لیجئے۔“

”میں تمہاری اس مجبوری کو دور کرنا چاہتا ہوں اور تم جانتے ہو یہ کام میرے لئے مشکل نہیں ہے۔“

”اگر میری بہتری کا کوئی راستہ آپ کے ذہن میں ہے تو میں اپنے اچھے مستقبل کے لئے آپ سے ہر قسم کا تعاون کرنے کے لئے تیار ہوں۔“

”گڈ۔ یہ سمجھداری جیسی بات کی ہے تم نے۔“

”میں تمہیں ایک پیشکش کرنا چاہتا ہوں۔“

”کیا غزنوی صاحب۔“

”تم یہ زندگی چھوڑ دو میں تمہیں ملازمت دوں گا۔ اچھی تنخواہ دوں گا۔ جتنی تم چاہتے ہو۔ تمہیں رہائش بھی دوں گا جو کام میں تمہارے سپرد کروں وہ کرتے رہو اور جس انداز میں میں چاہوں اس انداز میں میرے ساتھ رہو۔“

میں نے ٹیکسی نگاہوں سے غزنوی صاحب کو دیکھا اور بولا۔ ”گویا آپ ایک بار پھر مجھے اپنا غلام بنالینا چاہتے ہیں۔“

”یہ بہت ضروری ہے تمہارے لئے بھی اور میرے لئے بھی۔“

”نہیں غزنوی صاحب میں آپ کی غلامی قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ آپ میرے بدترین دشمن ہیں۔ کسی بھی لمحے مجھ پر وار کر سکتے ہیں۔ میں آپ کی دوستی قبول نہیں کر سکتا۔“

”ٹھیک ہے تمہیں اس کا اختیار حاصل ہے۔“

دروازے پر دستک ہوئی اور ایک ملازم اندر آگیا۔ اس نے ہاتھوں میں ٹرے اٹھائی ہوئی تھی۔ ٹرے میں مشروب کا ایک جگہ اور دو گلاس رکھے ہوئے تھے۔ غزنوی صاحب نے ملازم سے گلاس میں مشروب اٹھانے کے لئے کہا اور جب ملازم نے مشروب الٹ دیا تو انہوں نے گلاس اپنے آپ اٹھالیا اور مجھے اشارہ کرتے ہوئے بولے۔

”دماغ کو ٹھنڈا کرو۔ پی لو۔“

”نہیں غزنوی صاحب شکریہ۔“

”میں تمہیں جس مقصد کے لئے یہاں لایا ہوں اس کے بارے میں میں تمہیں مزید تفصیل بتاؤں گا۔ لیکن تمہیں مجھ سے تعاون کرنا چاہیے۔ فی الحال یوں سمجھ لو کہ میں تمہارا دشمن نہیں ہوں۔ اگر ہمارے درمیان کوئی کام کی بات ہو جاتی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ تمہیں مجھ سے تعاون کرنا چاہیے۔“

”غزنوی صاحب میں درحقیقت اس بات پر یقین نہیں کر پایا کہ اس قدر شدید دشمنی کی بنیاد کیا ہو سکتی ہے۔ مجھے یہ پتہ چل جائے تو میرے اور آپ کے درمیان تمام اختلافات دور ہو جائیں۔“

غزنوی صاحب آنکھیں بند کر کے گردن ہلانے لگا۔ پھر چونک کر بولے۔

”لو شربت لو۔ مجھے سوچنے کا موقع دو۔“ انہوں نے اصرار کیا تو میں نے گلاس اٹھا کر چھوٹے چھوٹے گھونٹ لینے لگا۔ غزنوی صاحب کسی گہری سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ ان کی آنکھیں خلا میں دیکھ رہی تھیں۔

”دفعتا“ ہی مجھے اپنے سر میں چکر کا احساس ہوا۔ سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ ایسا کیوں ہوا۔ لیکن دوسری بار اس سے زیادہ شدید چکر آیا اور آنکھوں کے گرد اندھیرا چھانے لگا۔ دوسرے لمحے میں نے چونک کر اپنے ہاتھ میں پکڑے گلاس کو دیکھا مشروب کا آدھے سے زیادہ حصہ میں ختم کر چکا تھا۔ گلاس میرے ہاتھ میں بالکل بے وزن ہو گیا اور مجھے اپنا ذہن ہوا میں اڑتا ہوا محسوس ہوا۔ آخری تصور جو میرے ذہن میں آیا وہ غزنوی صاحب کے گلاس کا تھا۔ غزنوی صاحب کے مشروب کا گلاس پورے کا پورا بھرا ہوا تھا اور وہ اسے ہاتھوں میں تھامے فاتحانہ انداز میں مسکراتے ہوئے مجھے دیکھ رہے تھے اور اس کے بعد

لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہیں اور کوئی ایسی بات نہیں محسوس ہو رہی جو آپ کی نشاندہی کر سکے۔ بس چیف انہوں نے فوراً مجھ سے رابطہ قائم کیا تقریباً دو گھنٹے ہم نے انتظار کیا اس بات کا کہ کچھ اور کام ہو۔ لیکن کچھ نہیں ہوا۔ غزنوی صاحب بھی کوٹھی واپس نہیں لوٹے اور آپ کا بھی کوئی پتہ نہیں چلا اس کے بعد میں نے حکم دے دیا کہ تلاشی لے لی جائے۔ ویسے یہ بہت اچھی بات ہے چیف کہ ان لوگوں کو آپ کے وہاں سے لائے جانے کا صحیح انداز میں علم نہیں ہوا۔ میرا مطلب ہے کہ آپ جس کمرے میں بیہوش پائے گئے وہ باہر سے بند تھا اسے کھولا جاسکتا تھا۔ لیکن میرے آدمیوں نے ذہانت سے کام لے کر دروازہ کا وہ حصہ کاٹ دیا جو تالے والا حصہ ہوتا ہے اس سے یہ احساس ہوتا ہے کہ آپ خود ہی اندر سے کسی ذریعے سے دروازہ کاٹ کر باہر نکل آئے۔ کسی کو کوئی علم نہیں ہو سکا۔ آپ کو وہاں سے اٹھا کر لے آنا ہماری مجبوری تھی۔ ویسے بھی آپ کو بے ہوش دیکھ کر میرے ساتھی تو بری طرح حواس باختہ ہو گئے تھے۔ اس لئے یہ عمل کر ڈالا گیا۔

”میں نے ایک زوردار ققمہ لگایا اور رشید ناگی بھی مسکرانے لگا۔“ اس کا مقصد ہے کہ میرا قدم ٹھیک تھا۔ غزنوی صاحب زیادہ سے زیادہ میرا کیا بگاڑ سکتے تھے مگر یار رشید ناگی دھوکا کھا گیا غزنوی صاحب کے ہاتھوں۔“

”چیف ہوا کیا؟“

”کوئی ایسی اہم بات نہیں ہے وہی ذاتی معاملہ جس کا تمہیں علم ہے۔ میں نے سوچا کہ غزنوی صاحب کی بھاگ دوڑ کو ختم کر دوں جو وہ میری تلاش کے سلسلے میں کر رہے تھے یعنی مجھے اور دانش منصور کو ساتھ ساتھ ملانا چاہتے تھے۔ اب تم بتاؤ سعید خان کیا صورتحال رہی۔“

”سر آپ کے کوٹھی میں داخل ہونے کے تقریباً چالیس منٹ کے بعد غزنوی صاحب یہاں پہنچ گئے۔“

”ویری گڈ۔ اس کا مقصد ہے کہ میرے اندازے حرف بہ حرف درست نکلے۔ پھر کیا ہوا؟“

”میں نے ان کا استقبال کیا۔ سلام دعا ہوئی۔ غزنوی صاحب میرے پاس بیٹھ کر

میں ہوش و حواس کی دنیا میں نہ رہا۔ غزنوی صاحب نے بلاشبہ اپنے تجربے کار ہونے کا ثبوت دیا تھا۔“

آنکھیں کھلیں تو تیز روشنی پھیلی ہوئی تھی اور میں کسی نرم اور آرام دہ بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ چند ہی لمحات کے بعد اندازہ ہو گیا کہ رات کا وقت ہے اور شاید خاصی رات گزر چکی ہے گردن گھما کر ادھر ادھر دیکھا جانا پہچانا کمرہ نظر آیا۔ پھر جانی پہچانی صورتیں بھی۔ رشید ناگی کچھ فاصلے پر موجود تھا۔ سعید خان میری شکل میں تھا۔ گل شیر بھی تھا یہ تینوں افراد ایک طرف بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھے ہوش میں آتے دیکھ کر فوراً ہی تینوں اٹھ کر میرے نزدیک پہنچ گئے میرے ذہن کو حیرت کا ایک جھٹکا لگا۔ رشید ناگی نے میرے بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

”کیسی طبیعت ہے چیف۔“

”ٹھیک ہوں۔ میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ میرا اپنا کمرہ تھا میری خواہگاہ تھی۔ میں نے متحیرانہ انداز میں کہا۔ ارے یہاں۔ یہاں میں کیسے آگیا؟“

”چیف آپ کو پانی پلاؤں۔“ رشید ناگی نے پوچھا۔

”مجھے اپنے ہونٹ خشک محسوس ہو رہے تھے۔ میں نے گردن ہلا دی۔ گل شیر فوراً ہی پانی لے آیا تھا۔ پانی کا گلاس پینے کے بعد میں نے مسکراتی نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھا اور پھر کہا۔“ بھئی واہ۔ یہ تو بالکل جادو جیسی کیفیت ہو گئی کیسے آگیا میں یہاں۔“

”چیف ذرا گڑبڑ ہو گئی ہے۔ بہر حال اب جو ہو گیا ہے وہ تو آپ کو سنبھالنا ہی ہو گا۔“

آپ کو علم ہے کہ میرے ساتھی ہمیشہ آپ کے قرب و جوار میں پھیلے ہوئے ہوتے ہیں۔ مجھے آپ کے کسی پردگرم کا علم نہیں تھا۔ لیکن میرے ساتھی مسلسل آپ کے پیچھے لگے ہوئے تھے۔ اسٹاک ایکسچینج کے پاس آپ کو گاڑیاں صاف کرتے ہوئے دیکھا گیا۔ پھر غزنوی صاحب آپ کو اپنی کار میں لے کر کوٹھی میں آئے اور اس کے بعد تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد غزنوی صاحب کوٹھی سے باہر نکل گئے آپ ان کے ساتھ نہیں تھے میرے آدمیوں نے یہ سوچا کہ ہو سکتا ہے آپ وہاں دوسرے لوگوں کے ساتھ گھلے ملے ہوئے ہوں۔ لیکن انہوں نے تکلف سے کام لیا۔ دو آدمی خفیہ طور پر کوٹھی میں داخل ہو گئے۔ یہ اندازہ لگانے کے لئے کہ آپ اس وقت کس کیفیت میں ہیں۔ انہیں احساس ہوا کہ تمام

”ہاں ہاں ٹھیک ہے۔ ابھی فی الحال اس کی ضرورت نہیں ہے۔“

سعید خان وہاں سے چلا گیا اور میں غزنوی صاحب کے بارے میں سوچتا ہوا غسل میں داخل ہو گیا۔ اپنا حلیہ درست کرنا تھا۔ پورے چہرے اور ہاتھ پیروں پر گرد اور مٹی چڑھا ہوا تھا جو خاصہ تکلیف دہ تھا۔ غسل کرنے کے بعد میں نے لباس تبدیل کیا۔ نکل آیا۔ رات کو نجانے کب تک غزنوی صاحب کے بارے میں سوچتا رہا تھا۔ شاطر آدمی تھے اور عجیب و غریب فطرت کے مالک۔ لیکن بہر طور ان سے مجھے رندی نہیں تھی۔ جن راستوں پر دوڑ رہے تھے ان پر آگے بڑھ کر ان پر ٹھوکر لگنا میرے لیے تھی۔



اس کے بعد کے حالات نامور سریز کے شاہکار

"خیال قاتل"

طیس پر طیس

چکنی چپڑی باتیں کرتے رہے۔ کہنے لگے کہ بھئی دانش صاحب جو کاروبار میں کر رہا ہوں اس میں اب مجھے آپ کی مدد کی ضرورت بھی ہے۔ میں نے ان سے کہا کہ میں ہرگز نہ حاضر ہوں وہ متجسس نگاہوں سے مجھے دیکھتے رہے تھے۔ بہر طور آپ کو اندازہ ہو ہی گیا ہو گا چیف کہ وہ میرے اور آپ کے درمیان فرق تلاش کر رہے تھے اور اس سلسلے میں انہیں مایوسی ہی کا سامنا کرنا پڑا۔ کچھ ایسی باتیں بھی کہیں انہوں نے جن کا تعلق صرف آپ کی ذات سے تھا۔ میں نے بڑی خوبصورتی سے وہ باتیں مسترد کر دیں اور غزنوی صاحب کو شبہ نہیں ہو سکا۔ پھر کافی دیر کے بعد وہ یہاں سے چلے گئے تھے۔“

”دیری گز۔ کام اسی انداز میں ہو گیا جس طرح میں چاہتا تھا۔“ میں نے مختصر سانس لے کر کہا۔ ”اب تم جاؤ رشید باقی تمہارے معاملات تو ٹھیک ٹھاک چل رہے ہیں۔“

”جی چیف کوئی ایسی خاص بات نہیں ہے۔“

رشید ناگی چلا گیا تو میں نے سعید خان سے کہا۔

”اس دوران اور کوئی ایسی اہم بات سعید خان۔ جو قابل ذکر ہو۔“

”ہے چیف۔“ سعید خان نے کہا۔ ”رینا داراب روٹی والا کا ٹیلیفون آیا تھا آپ کے لئے۔“ کہنے لگیں جب بھی آپ واپس آئیں انہیں فون کر لیں۔“

”ادھو تم نے میری حیثیت سے ان سے بات نہیں کی تھی۔“

”نہیں چیف۔ چونکہ یہ کردار میرے لئے مکمل شناسا نہیں ہے۔“

”ہاں یہ بات تو ہے۔ میرا خیال ہے یہ غلطی بھی ہوئی ہے مجھ سے خیر کبھی نہیں۔“ غلطیوں کا موسم بھی آتا ہے۔ میں تمہیں اس کے بارے میں تفصیل بتائے دیتا ہوں اب تو خیر ٹیلیفون کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ میرا خیال ہے رات خاصی گزر رہی ہے۔“

”پونا ایک بچہ ہے چیف۔“

”ٹھیک ہے۔ اوسکے بس اب آرام کرو۔“

”چیف چہرہ تبدیل کر لوں ایتا۔“

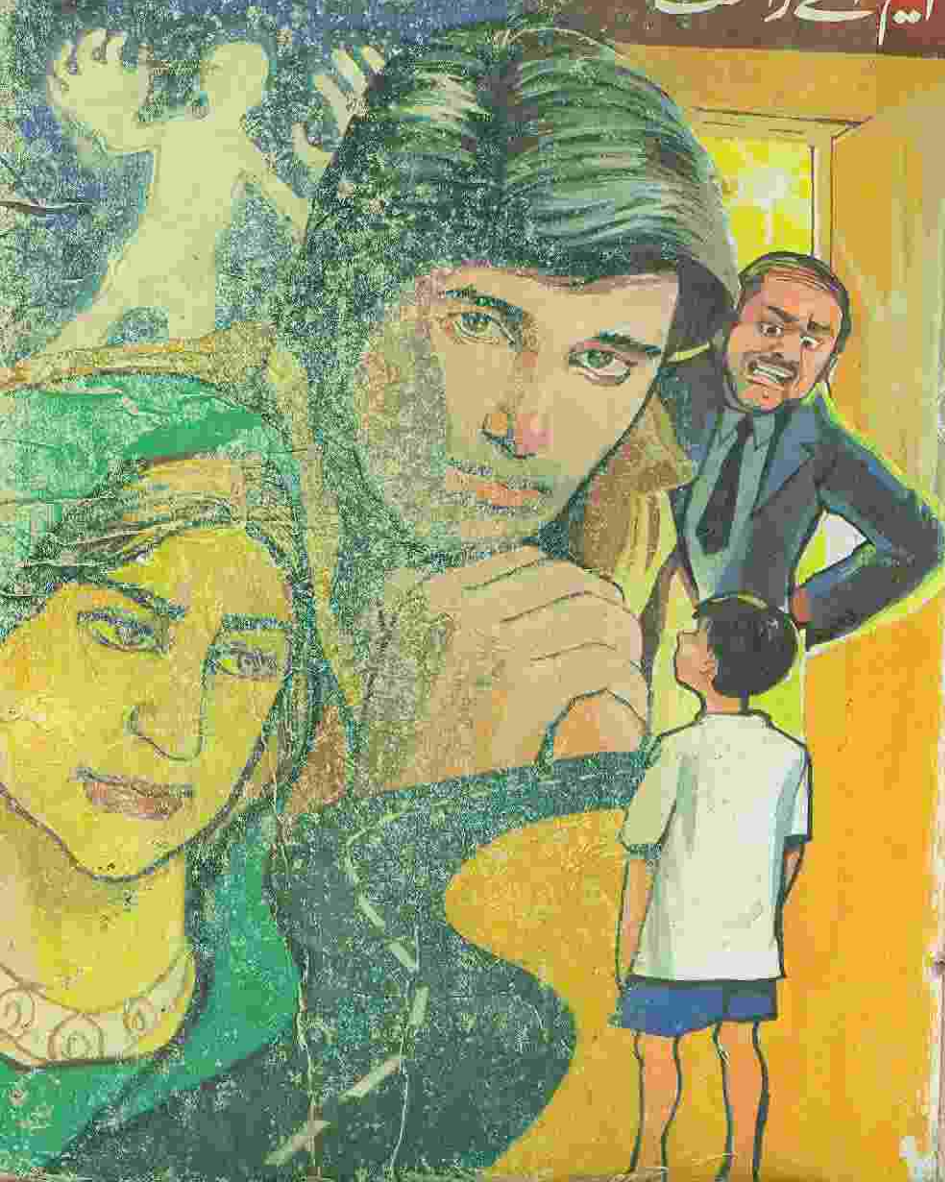
”کیوں الجھن ہو رہی ہے.....“

“جی۔جی”



تلاش روح

ایم اے راحت



تلاشِ نور

ایم اے راحت



ماقبول اکیڈمی سیکرٹریٹ چوک اردو بازار لاہور

”بہت دیر تک سوچ بچار کے بعد آخر کار میں رخسار سے مخاطب ہوا۔
 رخسار میرا خیال ہے کہ کسی وقت خاموشی سے یہاں سے نکل چلتے ہیں اگر ان
 لوگوں کو بتا کر یہاں سے نکلے تو یہ بڑا شور مچائیں گے۔ رہنے دو انھیں یہاں ہمارا کیا ہے
 باقی پیسے وغیرہ تو ہیں میرے پاس اور رخسار تم یقین کرو پیسوں کا مسئلہ ہے بھی نہیں۔ میں
 بڑی آسانی سے دولت کے وہ انبار پھر اپنے قدموں میں ڈھیر کر سکتا ہوں جو میرے پاس
 تھے بلکہ ہیں لیکن کیا فائدہ؟ بات تو وہی ہو جائے گی اور پھر ہمیں روپوش رہنا ہے۔ ان
 لوگوں کی نگاہوں سے دور رہنا ہے جو بلا وجہ میرے دشمن بن گئے ہیں جبکہ اس کی کوئی
 ضرورت نہیں تھی۔“

”کب چل رہے ہو؟“

”میرا خیال ہے جلد از جلد یہ شہر چھوڑ دینا مناسب ہو گا۔ رخسار یہاں سے اس لیے
 نکلی جانا چاہتا ہوں کہ زندگی میں ایک تبدیلی آجائے اور میرا ذہن بٹ جائے۔ کہیں انتقام
 پر آمادہ ہو گیا تو نہ جانے کس کس کے لیے مشکل بن جاؤں گا۔ بس اس سے بچنا چاہتا
 ہوں۔“

”تو چلو فیصل چلتے ہیں۔“ ہم نے ایک مناسب وقت کا انتخاب کیا۔ رخسار نے چند

جوڑے کپڑے ساتھ لیے جو میرے اور اس کے تھے۔ میں نے خاص طور سے رخسار کے لیے ایک برقعے کا بندوبست کیا۔ میں خود تو میک اپ میں تھا بس لباس ذرا اس قسم کے حاصل کیے کہ میری اصل حیثیت ان میں چھپ جائے اور پھر اس رات جب تمام لوگ سکون کی گہری نیند سو رہے تھے میں اور رخسار چوروں کی طرح باہر نکل آئے۔ وقت بہت زیادہ نہیں ہوا تھا۔ ہمیں یہ خدشہ تھا کہ ہمیں ٹرین وغیرہ ملنے میں کہیں دیر نہ لگ جائے لیکن اللہ کا نام لے کر ریلوے اسٹیشن پہنچ گئے۔ ٹکٹ بھی قلی کے ذریعے مل گیا تھا۔ ایک درمیانہ درجے کے ڈبے میں سوار ہو کر ہم ایک نامعلوم منزل کی جانب چل پڑے۔ بس سفر جاری تھا۔ رخسار برقعے میں ایک سمت سمٹی ہوئی بیٹھی تھی اور میں اس کے برابر ایک بے وقوف شوہر کے طور پر بیٹھ گیا تھا۔ زندگی میں اگر کبھی حالات کا اندازہ لگانا ہو تو ایسی عام جگہوں سے لگایا جائے جہاں عام لوگ ہوتے ہیں۔

”اپنی پسند کے لوگوں میں بیٹھنا تو بہت ہی آسان ہوتا ہے۔ ہم لوگ ان لوگوں سے دلچسپی لیتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔ طویل سفر کا ارادہ تھا کہ اتنے فاصلے پر نکل جائیں کہ کوئی شناسا قریب نہ پہنچنے پائے۔ ساری رات اور آٹھ دن یہ سفر جاری رہا۔ رات کے سونے والے صبح کو جاگ گئے تھے۔ ریلوے اسٹیشنوں سے مسمونی قسم کی تیزیز خرید کر کھانے میں جو لطف آیا تھا وہ زندگی کا انوکھا ہی مزہ دے رہا تھا۔ میری آنکھوں میں کائنات کی ہر سطح سمٹی ہوئی تھی۔ اتنا کچھ دیکھا تھا دنیا میں کہ عام لوگ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے اور اب یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا آخر کار ہم نے جس منزل کا تعین کیا تھا وہاں اتر گئے۔ ریلوے اسٹیشن کو دیکھ کر ہی اندازہ ہوتا تھا کہ ایک پسماندہ شہر ہے حالانکہ اس شہر کے بارے میں یہ سنا گیا تھا کہ بڑی صنعتیں لگائی گئی ہیں۔ بڑے کام کیے گئے ہیں اور یہ کام ابھی تک جاری ہیں۔ ریلوے اسٹیشن سے باہر نکلے تو یہ سب کچھ نظر بھی آیا لیکن اس کے ساتھ ساتھ ایک سادگی ماحول میں ایک ایسی کیفیت جو اعلیٰ درجے کے شہروں میں نہیں ہوتی صاف نظر آرہی تھی۔ تاحد نگاہ ہریالی بکھری ہوئی تھی اور یہ قدرتی حسن بہت عجیب لگ رہا تھا۔ شرط یہ ہے کہ اسے دیکھنے اور سمجھنے والا کوئی ہو۔ دنیا کے بڑے بڑے ملکوں

میں جدید پیمانے پر صنعتیں بھی لگائی گئی ہیں۔ زراعت پر بھی بڑی بڑی ریسرچ ہوئی ہے لیکن اس نامہوار زراعت میں جو ایک حسن چھپا ہوا تھا وہ ایک اپنے طور پر اپنی ایک الگ حیثیت رکھتا تھا۔ ہمیں یہاں قدم جمائے کے لیے کوئی ٹھکانہ درکار تھا۔ لوگ محبت کرنے والے ایک دوسرے پر توجہ دینے والے میں نے ایک شخص سے کہا۔

”باباجی ہم میاں بیوی یہاں اجنبی ہیں بس جی نوکری کی تلاش میں آئے ہیں۔ کوئی ایسی جگہ مل سکتی ہے جہاں ہمیں رہنے کا ٹھکانہ مل جائے۔“ بابا جو ایک دبلا پتلا مفلوک الحال آدمی تھا فوراً ہی بولا۔

”تو جی کہیں اور جانے کی ضرورت کیا ہے۔ اگر اس شہر میں مہمان آئے ہو تو میرے مہمان رہو۔ میرا نام علم دین ہے۔ میری بھی بیٹی اور بچے ہیں۔ گھر والی ہے۔ تمہیں رہنے کی جگہ مل جائے گی۔“

”بہت بہت شکریہ علم دین بابا لیکن ہم ایسی کوئی جگہ چاہتے ہیں جہاں ہم دونوں میاں بیوی رہ سکیں۔ میں یہاں نوکری تلاش کروں گا اور میری بیوی ذرا حفاظت سے رہے۔ اس کے بعد ہم کوئی نہ کوئی بندوبست کر لیں گے۔“

”دیکھو بیٹا جب تم نے بابا علم دین سے رہنے کے لیے ٹھکانے کے بارے میں پوچھا ہے تو اس کی بات مان لو۔ اسے گناہ گار مت کرو۔ مہمان تو اللہ کا انعام ہوتے ہیں۔“

”آپ کا بہت بہت شکریہ باباجی۔ کوئی ایسی سرائے یا ہوٹل یہاں ہے جو سستا ہو۔“

”اس کا مطلب ہے کہ تم ہمیں اس قابل نہیں سمجھتے۔ دیکھو ہم تمہاری خدمت کر سکتے ہیں بیٹا۔ ہمیں ذلیل نہ کرو۔“

”ارے نہیں باباجی میں نے تو بس اتفاق سے آپ سے ایسا کوئی پتا پوچھ لیا تھا۔“

”جانتے ہو دین کیا کہتا ہے جس کی مدد جس حد تک بھی ہو سکے کرنی چاہیے۔ آجاؤ بچہ دیر نہ کرو آؤ میرے ساتھ آؤ۔“ بڑی الجھن میں پڑ گئے تھے۔ بوڑھے کا خلوص ناقابل شکست تھا۔ جب وہ ہمیں ایک تانگے کی طرف لے کر چلا تو میں نے ایک ٹھنڈی سانس

لے کر رخسار سے کہا۔

”یہ میرا دلہن ہے بتاؤ رخسار جو لوگ میرے لیے برائی کر چکے ہیں، انتقام لوں ان سے۔ جہاں ایسے ایسے لوگ موجود ہوں اس وطن کی مٹی کئے تو ایک ایک انچ کو چوم لینا چاہیے۔“ ہم تانگے میں بیٹھ گئے اور بابا علم دین نے جب چابک سنبھالا تو میں نے حیرت سے کہا۔

”یہ آپ کا تانگہ ہے بابا۔“

”ہاں بیٹا تانگہ چلاتا ہوں۔“

”اوہ۔“ میں گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ تانگہ کچی کچی سڑکوں سے گزرتا ہوا آخر کار ایک پسماندہ سے علاقے میں پہنچ گیا۔ کچے مکانات بنے ہوئے تھے۔ انہی میں سے ایک مکان میں بابا علم دین رہتے تھے۔ مجھے تانگے سے اتار کر محبت کے ساتھ اندر لے گئے۔ بابا علم دین کی بیوی نے علم دین سے ہمارے بارے میں پوچھا تو علم دین نے ساری صورت حال بتا دی۔ دلوں کی کشادگی انہی گھروں میں پائی جاتی ہے۔ ہمیں عزت محبت کے ساتھ اندر لے جایا گیا اور پلنگ پر بٹھا دیا گیا۔ بابا علم دین کی بیوی صفرا نے رخسار سے کہا۔

”بیٹا برقعہ اتار دو گھر میں پردے والا کوئی نہیں ہے۔ میرا بیٹا باہر گیا ہوا ہے۔ بہو اپنے میکے گئی ہوئی ہے۔ گھر میں اس وقت صرف میں ہی ہوں آرام سے بیٹھو۔ کیا نام ہے تمہارا؟“

”صفیہ۔“ رخسار نے فوراً ہی جواب دیا۔

”اور بیٹا تمہارا۔“

”او بیٹا تمہارا۔“

”میرا نام ارشاد ہے۔“

”ارے میرے بیٹے کا نام بھی تو ارشاد ہے۔ چلو اب دو دو ارشاد ہو گئے میرے گھر میں۔ آرام سے بیٹھو بیٹی۔“ رخسار نے برقعہ اتار دیا۔ بوڑھی صفرا حیرت اور مسرت کی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔

”ہائے کتنی پیاری بچی ہے آرام سے بیٹھ جاؤ بیٹا۔ تمہیں یہاں تکلیف تو ہوگی لیکن ہمیں بڑی خوشی ہوئی ہے تمہارے آنے سے۔ میں کھانا پکانے جا رہی ہوں۔ بس تھوڑی دیر میں کھانا تمہارے سامنے رکھ دوں گی۔ ارشاد کے ابا تم بھی کھانا کھا کے چلے جانا۔“

”نہ بھی میں شام کو کھاؤں گا۔ اب تم ان بچوں کا خیال رکھنا صفرا کوئی تکلیف نہ ہونے پائے انہیں۔ بڑے دن کے بعد ہمارے گھر میں مہمان آئے ہیں۔“ بابا علم دین تانگہ لے کر چلے گئے اور میں اور رخسار اس انوکھے ماحول کو دیکھنے لگے۔ جہاں بے لوث محبتوں کا بسیرا تھا۔ صفرا نے موٹی جھوٹی روٹی پکائی اور ہم لوگوں کے سامنے کھانا رکھ دیا پھر ہمیں ہمارے آرام کی جگہ بھی بتا دی گئی اور چھوٹے سے کچے کمرے میں پڑی ہوئی چارپائیوں پر لیٹ کر جو لطف آیا وہ ناقابل بیان تھا۔ رخسار بھی مسکرا رہی تھی کہنے لگے۔

”فیصل کیسے عجیب لوگ ہوتے ہیں۔ بڑے شہروں میں تو اتنی بے غرض زندگی کا تصور بھی ختم ہو گیا ہے۔“

”ہاں انسان تو ہر جگہ یکساں ہیں بس نہ جانے کیوں انہوں نے اپنے اندر اتنا فرق پیدا کر لیا ہے۔ خیر اب ہم یہاں تک تو آگئے ہیں رخسار لیکن آگے کے بارے میں سوچنا ہے۔ بابا علم دین کے پاس چند روز مہمان رہ سکیں گے اس کے بعد کوئی ٹھکانہ کرنا ہوگا۔“

”اب میں کیا بتاؤں پہلے یہ تجزیہ کرو فیصل کہ یہاں ہم اپنے لیے کیا مقام بنا سکتے ہیں۔“

”ہمیں کوئی ایسی جگہ مل جائے جہاں ہم دونوں آرام سے رہ سکیں تو زیادہ اچھا ہوگا۔ اس کے علاوہ میں یہ سوچ رہا ہوں رخسار کہ یہ میک اپ چہرے پر کب تک قائم رکھ سکوں گا۔ اصل چہرہ سامنے آنا ضروری ہے۔“

”کیوں۔“ رخسار چونک کر بولی۔ اور میں ہنسنے لگا پھر میں نے کہا۔

”میں تمہیں اجنبی اجنبی نہیں لگتا؟“

”نہیں بھی وقت کی ضرورت ہے۔“

”ہم اس چہرے پر تبدیلی پیدا کریں گے رخسار نہ جانے کب تک ہمیں یہ وقت

گزارنا پڑے۔ میک اپ خراب ہو جائے گا تو دوبارہ میک اپ کرنا مشکل ہو گا۔“
 ”مگر بابا علم دین نے تو ہمیں 'میرا مطلب ہے تمہیں اس شکل میں دیکھا ہے۔“
 ”بابا علم دین کے ساتھ ہم ساری زندگی تو نہیں رہ سکتے نا۔“

”ٹھیک ہے۔ چھوڑو اب آرام کرو۔ سوچیں گے کچھ اس بارے میں۔“ بابا علم دین رات کو ساڑھے آٹھ بجے کے قریب واپس آئے تھے۔ ہمارے ساتھ کھانا کھایا کچھ دیر باتیں کرتے رہے پھر سو گئے۔ دوسرے دن صبح وہ پھر تانگہ لے کر چلے گئے تھے۔ اس وقت جب ہم جاگے بھی نہیں تھے۔ اس عمر میں یہ مشقت قابل داد تھی پھر میں بھی رخسار کو کچھ ہدایت دے کر گھر سے باہر نکل آیا۔ اچھا خاصا صنعتی شہر تھا لیکن بس بے قاعدہ آبادی کا شکار تھا۔ سہولتیں تھیں بھی اور نہیں بھی۔ صنعتیں بہت شاندار لگ رہی تھیں۔ لوگ مصروف کار بھی تھے لیکن ایک بے ترتیبی کے ساتھ بہر حال اسی بے ترتیبی میں اپنے لیے جگہ نکالنی تھی۔ معلومات کیس ایک دو پراپرٹی ڈیلر بھی نظر آئے اور پھر ہمیں ایک مکان کرائے پر مل گیا۔ چھوٹا سا مکان تھا۔ اوپری منزل پر دو کمرے تھے۔ ایک چھوٹا سا صحن تھا۔ غسل خانہ، باورچی خانہ بھی تھا۔ کرایہ بہت معمولی سا۔ نیچے ایک اور خاندان رہتا تھا گھر کے دروازے کے باہر سے راستہ اوپر جانے کے لیے تھا۔ ہم دونوں افراد کے لیے یہ جگہ موزوں ترین تھی۔ میں نے اسے پسند کر کے اپنے لیے حاصل کر لیا۔ دوسرے ہی دن ساری بات چیت طے ہو گئی اور پھر تیسرے دن ہم نے بابا علم دین سے اجازت چاہی تو وہ حیرانی سے بولے۔

”کیوں بیٹا دل بھر گیا؟“

”نہیں بابا جی آپ جیسے محبت کرنے والوں سے دل بھر سکتا ہے لیکن مہمان ایک دن دو دن یا تین دن کا بس اس سے زیادہ کسی کو خود بھی کسی کے سر پر مہمان نہیں رہنا چاہیے۔“

”کھاوت تو ہے بیٹا پر ٹھیک نہیں ہے۔ کم دلوں کی باتیں ہیں یہ تم یہاں سال بھر رہو، ہمیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔“

”آپ کا یہ احسان کبھی نہیں بھولیں گے بابا جی۔ آپ نے ہمیں جس طرح محبت سے اپنے گھر میں رکھا ہے۔“

”احسان کہہ کر ساری محبت ختم مت کرو۔ کہاں جاؤ گے؟“

”وہ جی ایک مکان کرائے پر لے لیا ہے۔ آپ سے ملتے رہیں گے۔“

”ٹھیک ہے تمہاری مرضی ہے۔“ بہر حال ہم اس گھر میں منتقل ہو گئے ہمیں ابھی نہیں معلوم تھا کہ نیچے کون رہتا ہے لیکن رات کو ہمارے لیے کھانا آ گیا۔ ایک جوان سی خوش مزاج اور بہت زیادہ ہنسنے والی عورت سیڑھیاں چڑھ کر آئی تھی۔ رخسار نے دروازہ کھولا تھا اور وہ ایک دم ہنس پڑی تھی۔ وہ کہنے لگی۔

”اے کہتے ہیں مان نہ مان میں تیرا مہمان۔ مگر چلو کہتے ہیں تو کہنے دو۔ ہمیں کیا اثر پڑتا ہے۔ میرا نام نور جہاں ہے میرا میاں مجھے نوری کہتا ہے۔“ یہ کہہ کر وہ پھر قہقہے لگانے لگی۔ رخسار بھی ہنسنے لگی تھی پھر اس نے کہا۔

”تو آؤ نوری کہاں سے آئی ہو؟“

”لو اتنا نہیں معلوم کہ میں نیچے والے گھر میں رہتی ہوں۔ میرے میاں کا نام ریاض ہے۔“

”اوہو اچھا تم ہماری پڑوسن ہو۔“

”ناجی پڑوسی کہاں میں تو تمہاری نیچے والی ہوں۔“ اس نے معصوم لہجے میں کہا اور رخسار ہنس پڑی۔

”تو نیچے والی اندر تو آؤ باہر کیوں کھڑی ہو؟“

”ناجی نا۔ یہ روٹی لے لو بس میں جاتی ہوں پھر اطمینان سے آؤں گی۔ اس وقت تو ریاض بھی گھر میں ہے۔“

”روٹی۔“

”تو اور کیا ابھی تم نے چولہا تھوڑی جلا یا ہو گا۔ ریاض نے دن میں ہی مجھ سے کہہ دیا تھا کہ نئے آنے والوں کو کھانا پہنچاؤں۔“

”اوہ۔“ رخسار نے آہستہ سے کہا پھر کھانا لیتے ہوئے بولی۔

”توری تمہارا بہت بہت شکریہ۔ ریاض بھائی کو بھی میری طرف سے شکریہ ادا کر دینا۔“ وہ پھر ہنس پڑی اور ہنستے ہوئی نیچے چلی گئی۔ رخسار کھانے کے برتن لیے ہوئے اندر آگئی تھی۔ وہی سیدھی سادی روٹیاں اور ساگ کی ترکاری مگر اس میں جو خلوص ممک رہا تھا وہ ناقابل شکست تھا۔ بہر حال ہم نے زبردستی کی دعوت قبول کر لی۔ کھانا وغیرہ کھایا پھر بہت سی باتیں کرتے رہے۔ رخسار نجانے کیوں آج بے حد خوش نظر آ رہی تھی۔ مجھ سے کہنے لگی۔

”اس زندگی کا ایک الگ ہی لطف ہے۔ بڑے بڑے لوگوں سے سابقہ پڑتا رہا ہر ایک کا اپنا ایک مزاج ہوتا ہے لیکن یہ نوری ریاض صغریٰ کیسے انوکھے لوگ ہیں۔“ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

پھر رخسار تو سو گئی لیکن میرے ذہن میں آندھیاں چلتی رہیں۔ دل میں انتقام کے جذبے ابھر رہے تھے۔ نجانے کیا کیا سوچیں دماغ کو پھونک رہی تھیں لیکن بات وہیں جاتی ہے۔ قدم اٹھایا جائے تو پھر اسے پیچھے ہٹانا تو ممکن نہیں ہوگا اور اب مسئلہ بالکل الگ گیا ہے۔ نجانے کب تک میں اپنے ذہن میں بے شمار فیصلے کرتا رہا۔ آخر بات یہ سوچی تھی کہ چھ ماہ کم از کم چھ ماہ خود کو دیے جائیں ان چھ ماہ میں یہ کوششیں کی جائیں کہ میں بھی ماضی کے بہت سے اوراق بند کردوں اور دنیا والے مجھے بھول جائیں پھر اس کے بعد منظر عام پر آؤں گا۔ اس دوران سوچنے کے بہت سے مواقع ملیں گے بہت سے فیصلے کرنے کا وقت ملے گا لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی جب زندگی بدلنے کی ٹھہری ہے تو اسے مکمل طور پر ہی بدلنا ہوگا۔ وقت گزارنے کے لیے وہی مخصوص طریقہ کار اختیار کرنا ہوگا جو دنیا والوں کا ہے ان سے الگ تھلگ رہ کر تو ایک صحیح مقام بنانا مشکل کام ہوگا۔ کوئی ملازمت کوئی نوکری لیکن اس طرح نہیں حلیہ بدلنا ہوگا اور دوسرے دن سب سے پہلے میں نے اپنا یہ میک اپ اتار دیا اور اپنی اصلی شکل میں آگیا۔ شیوہ بری طرح بڑھی تھی۔ رخسار نے کہا۔ ”بازار سے شیوہ کا سامان لے آئیے۔“

”نہیں رخسار۔ میں اپنا چہرہ مصنوعی میک اپ کے بغیر تبدیل کرنا چاہتا ہوں۔“

”کیسے؟“

”داڑھی رکھوں گا گھنی مونچھیں رکھوں گا۔“ جب تک کہ یہ چہرہ تبدیل نہ ہو جائے۔

”کیا حرج ہے؟“ رخسار نے کہا اور اس کے بعد ہم دونوں خاموش ہو گئے۔ پھر میں اور رخسار بازار بھی گئے۔ رخسار کے لیے برقعہ اوڑھنا یوں ضروری نہیں تھا کہ وہاں زیادہ جان پہچان نہیں تھی۔ زیادہ سے زیادہ اپنے شہر میں اسے شناخت کیا جاسکتا تھا۔ میں بھی بس احتیاط ہی رکھنا چاہتا تھا ورنہ جانتا تھا کہ یہاں اس سیدھے سادے شہر میں کون میری تلاش میں پھر رہا ہوگا۔ ہم نے بازار سے لمبی خریداری کی وہی روزمرہ کی اشیاء وہی تمام چیزیں اور اس کے بعد ہم گھر آ گئے۔ نوری اور اسی کا شوہر بہت اچھے لوگ تھے۔ ریاض سے تو ملاقات نہیں ہوئی تھی لیکن نوری ایک الزا اور معصوم سی لڑکی تھی۔ ہمارے گھر آجاتی مجھے بھائی جی کہہ کر مخاطب کرتی۔ رخسار کی بہت اچھی دوست بن گئی۔ اس نے رخسار کو اپنے بارے میں سب کچھ بتا دیا اور پھر نجانے کہاں کہاں کی کہانیاں سناتی رہی۔ وقت گزرتا رہا رخسار بھی اس ماحول میں ضم ہو گئی تھی۔ وہ درحقیقت ان تمام چیزوں سے بہت خوش تھی اور بار بار ان کی تشریفیں کرتی تھی۔ میں بھی اس لیے مطمئن تھا کہ کم از کم رخسار ایڈجسٹ ہو گئی ہے اور اسے کسی بات کا غم نہیں ہے پھر کافی دن اسی طرح گزر گئے۔ میری داڑھی اچھی خاصی بڑھ آئی تھی۔ مونچھیں بھی خوب گھنی ہو گئی تھیں۔ رخسار انھیں دیکھ دیکھ کر خوب ہنستی تھی اور کہتی تھی کہ میں اس شکل میں بھی اپنے آپ کو نہیں چھپا سکتا۔ میرا انداز ہی الگ ہے۔

”لیکن میں اپنے آپ کو چھپانا چاہتا ہوں رخسار۔“

”بالوں کا اسٹائل بدل دو۔“

”کیسے؟“

”میں بدلتی ہوں۔“ رخسار نے میرے بال سیدھے کر دیے اور میں نے آئینے میں

اپنے آپ کو دیکھا تو واقعی کافی مختلف نظر آنے لگا۔ میں نے تعریفی انداز میں رخسار سے کہا کہ وہ تو ایک اچھی میک اپ آرٹسٹ ہے۔

پھر ایک دن ریاض سے ملاقات ہو گئی۔ نوری نے ہی کہا تھا۔
”بھائی جی آپ تو گھر سے نکلتے ہی نہیں ہو۔ کیا بہت سا مال دولت ہے آپ کے پاس؟“

”کیوں نوری مال و دولت کی بات کیوں کہی تم نے؟“

”نہ کوئی نوکری نہ چاکری۔ گھر میں بس بیوی سے لگے بیٹھے رہتے ہو۔ نوکری نہیں کرو گے تو کھاؤ گے کیا؟“

”یہ تو نوری ٹھیک کہتی ہے۔“

”ریاض بھی کئی بار کہہ چکا ہے کہ یہ پردیسی تو بڑے ہی عجیب ہیں۔ کبھی ملے ہی نہیں۔“

”ارے ہاں میرا خود دل چاہتا ہے مگر ریاض بے چارہ اتنا مصروف رہتا ہے نوری کہ کبھی ہاتھ ہی نہیں لگتا۔“

”ہاں جی وہ تو ہے۔ اب دیکھو نا جی پیٹ بھرنے کے لیے آدمی کو جانوروں کی طرح کام کرنا ہی ہوتا ہے۔ وہ تو بیچ بیچ جانور بن کر ہی رہ گیا ہے۔“ نوری پھر ہنسنے لگی۔ بہت ہنستی تھی یہ لڑکی لیکن سیدھی سادی معصوم۔ جنگل میں اگ آنے والے کسی درخت کی مانند۔ پھر ریاض سے میری ملاقات ہوئی۔ نوری سے مختلف نہیں تھا۔ اچھے تن و توش کا سیدھا سادہ آدمی بڑی محبت سے مجھ سے ملا اور پھر بولا۔

”بھائی جی بس یوں سمجھ لو کہ ہم تو اکیلے ہی ہیں اس دنیا میں۔ ماں نہ باپ بس یہ نوری ہے اور ہم ہیں۔ کتنی بار آپ کو پوچھا نوری کہنے لگی کہ بھیا جی گھر میں ہی رہتے ہیں ہم نے کہا نکالو باہر بھیا جی کوئی کام دھندہ کیوں نہیں کرتے؟“

”یار ریاض بس اسی فکر میں ہوں کہ کہیں کوئی نوکری مل جائے۔“

”لو جی جب تک خود گھر سے باہر نہیں نکلو گے تو نوکری کیا گھوڑے پر بیٹھ کر

تمہارے پاس آئے گی۔“ اس نے اپنی سادگی میں کہا۔

”ہاں یہ بات بھی ٹھیک ہے۔ نکلوں گا ریاض باہر نکلوں گا۔“

”ارے ہم سے کہو بہت بڑے آدمی کے پاس نوکر ہیں ہم، حاجی غفار کا نام تو سنا ہو گا۔“

”ہاں ہاں بڑا مشہور آدمی ہے۔“

”جی بڑا کام ہوتا ہے اس کا۔ ٹرک چلتے ہیں۔ کوئی بیس ٹرک ہیں۔ جگہ جگہ جاتے ہیں ہماری بڑی چلتی ہے جی وہاں بابو الیاس سے کہیں گے آپ کو نوکری دلا دے گا۔ جان ہے بدن میں؟“

”میرا خیال ہے، ہے تو سہی تم کیا کرتے ہو وہاں ریاض؟“

”لوڈر ہیں جی لوڈر۔ مال چڑھاتے ہیں کبھی کبھی مال کے ساتھ چلے بھی جاتے ہیں۔ ویسے بابو الیاس بڑا اچھا آدمی ہے۔ ہم نے یہ بتا دیا تھا کہ نوری گھر میں اکیلی رہتی ہے اس لیے وہ ہمیں کبھی لمبی ڈیوٹی پر نہیں بھیجتا مگر اب ہم دو چار لمبی ڈیوٹی پر بھی چلے گئے ہیں۔ جانتے ہو کیوں بھائی جی؟“

”کیوں؟“

”اس لیے کہ آپ جو آگئے ہیں۔ نوری کہتی ہے کہ بھائی جی اور بہن جی بڑے اچھے لوگ ہیں۔ ہم نے کہا کہ چل نوری ایک فائدہ تو ہو گیا جب لمبی ڈیوٹی پر جاتے ہیں تو صاحب جی اوور ٹائم بڑا اچھا مل جاتا ہے۔ ہم تو بس اس کی وجہ سے نہیں جاتے تھے اب چلے جاتے ہیں تو اللہ کا فضل ہے۔ ویسے بھائی جی ایک بات بتاؤ۔“

”ہاں ریاض پوچھو۔“

”تم گاڑی چلانا جانتے ہو؟“

”ہاں جانتا ہوں۔“

”اچھی طرح؟“

”اچھی طرح چلا لیتا ہوں ریاض۔“

”ٹرک چلا لو گے؟“

”چلا لوں گا۔“

”لائسنس ہے؟“

”لائسنس نہیں ہے۔“

”کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے حاجی صاحب کے ڈرائیوروں کے پاس لائسنس نہیں ہوا کرتے۔ کوئی پوچھتا نہیں ہے انھیں بھلا حاجی صاحب کے ڈرائیوروں کو کوئی پوچھے گا۔ تم اگر چاہو تو میں تمہیں ڈرائیور کی نوکری دلوا دوں۔“ میں نے رخسار کی جانب دیکھا اور رخسار نے دوسری طرف رخ کر لیا لیکن میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہاں تم مجھے ڈرائیور کی نوکری دلوا دو ریاض۔ میں خوشی سے کر لوں گا۔“

”کل ہی چلو جی ہمارے ساتھ وہ تو ایک دفعہ کہا بھی تھا الیاس بھائی نے ہم سے کہ کوئی بھروسے کا بندہ ہو تو لے آنا بس تم کل چلو۔“

”دوسرے دن میں سچ مچ ڈرائیور بن کر ریاض کے ساتھ الیاس بھائی کے پاس پہنچ گیا۔ بڑی خوبصورت کوٹھی تھی جس کے سامنے کے حصے میں دفتر بنا دیا گیا تھا اور یہیں پر الیاس بھائی سے ملاقات ہوئی تھی گلے میں ایک بڑا سا تعویذ ڈال لیا تھا میں نے بالوں میں تیل لگا کر انھیں سیدھا کر لیا تھا۔ داڑھی بھی اچھی خاصی بڑھ گئی تھی۔ ریاض نے مجھے الیاس بھائی کے سامنے پیش کر دیا اور الیاس بھائی اوپر سے نیچے تک مجھے دیکھتے ہوئے بولے۔“

”لوڈر کی نوکری کرو گے؟“

”نہیں الیاس بھائی جی یہ ڈرائیور ہے۔“

”اچھا اچھا تو پھر ٹرائی دینا ہوگی ان کو۔“

”ٹرائی تو دے دیں گے الیاس بھائی لائسنس نہیں ہے۔“

”کیا نام ہے؟“

”ارشاد جی۔“ میں نے جواب دیا۔

”لائسنس کیوں نہیں ہے تمہارے پاس؟“

”وہ جی بس بہت پرانی بات ہے جب گاڑی چلایا کرتا تھا بعد میں بس وغیرہ بھی چلاتا رہا۔ پولیس والوں نے چالان کر کے لائسنس رکھ لیا تھا پھر کبھی واپس نہیں کیا۔ میں بھی دوسرا کام کرنے لگا تھا۔ اس لیے ضرورت نہیں پڑی۔“

”کوئی ایکسیڈنٹ وغیرہ تو نہیں کیا؟“

”نہیں جی آپ جس طرح چاہو تصدیق کرالو۔“

”بس صحیح گاڑی چلاؤ کام بن جائے گا۔ ٹرک چلانا پڑے گا۔ لمبا پھیرا نہیں ہوتا۔ صبح جانا شام کو آجانا۔ بس یہ کام ہوتا ہے اپنا۔ کبھی کبھی رات لگانا پڑتی ہے۔ کہاں رہتے ہو؟“

”وہ الیاس بھائی میرے ساتھ ہی رہتا ہے۔“

”اچھا اچھا تب تو ٹھیک ہے۔ ریاض بڑے بھروسے کا بندہ ہے بس اس پر ہمیں اعتماد ہے تمہیں روزانہ اجرت ملا کرے گی۔ تین مہینے کے بعد پکے ہو جاؤ گے تو پھر تنخواہ مل جایا کرے گی۔ کیا خیال ہے کرو گے؟“

”جی الیاس بھائی۔“ میں نے جواب دیا۔

”تو پھر ٹھہرو میں ممنون کو بلاتا ہوں وہ تمہاری ٹرائی لے لے گا۔“ ممنون بھی ایک مست مولی قسم کا آدمی تھا۔ اس نے مجھ سے پہلے جیپ چلاوائی پھر ٹرک چلوا یا۔ اچھا خاصا امتحان لے ڈالا تھا میرا۔ میرے لیے یہ سب کچھ مشکل نہیں تھا۔ ممنون نے کہا۔

”اویار تو تو خاصہ پکا معلوم ہوتا ہے۔ او بھئی چلے گا چلے گا۔“ یہ بات اس نے الیاس بھائی سے بھی کہہ دی اور الیاس بھائی نے اپنے رجسٹر میں میرا نام ارشاد خان درج کر لیا اور میری نوکری چالو ہو گئی۔ اس دن تو واپس کر دیا گیا تھا۔ دوسرے دن صبح سات بجے بلایا گیا تھا۔ رخسار نجانے کیوں مضحک سی تھی۔ میں نے اس سے سوال کیا تو کہنے لگی۔

”ٹرک چلاؤ گے فیصل؟“

”ہاں کیوں؟“

”بس نجانے کیوں مجھے عجیب سا لگتا ہے اب تم صبح اٹھ کر ڈیوٹی پر جایا کرو گے
ٹرک چلاؤ گے لوڈنگ اور ان لوڈنگ کرو گے۔“

”سب چلتا ہے رخسار مزہ آئے گا زندگی کی بھٹی میں جتنا تپتا ہی اچھا لگتا ہے اتنا
ہی رنگ و روپ نکھرتا ہے انسان کا“ فکر مت کرو۔“ پھر دوسرے دن میں تیار ہو کر ریاض
ہی کے ساتھ حاجی غفار کی کوٹھی چل پڑا۔ الیاس بھائی ہی ڈیوٹیاں لگاتے تھے چنانچہ ایک
ٹرک کی چابی میرے حوالے کر دی گئی۔ ریاض کو میرے ساتھ لوڈنگ پر لگا دیا گیا تھا۔ کئی
لوڈر نے مل کر ٹرک میں بہت سارے کارٹن بھرے۔ شاید پہلے سے یہ ٹرک لوڈ کیا جا رہا
تھا۔ میں نے سرگوشی میں ریاض سے کہا۔

ریاض یہ ٹرک جائے گا کہاں اور جواب میں ریاض نے ایک شہر کا نام لیا جس کا
فاصلہ بہت زیادہ نہیں تھا۔ میں نے اس سے کہا۔
”مجھے راستے نہیں معلوم۔“

”فکر ہی مت کرو میں الیاس بھائی سے کہہ کر اپنی ڈیوٹی تمہارے ساتھ ہی لگوا لیا
کروں گا۔ میں بھی ساتھ چلوں گا۔ تم بالکل فکر مت کرو۔“
میں مطمئن ہو گیا اور پھر میں ٹرک لے کر چل پڑا۔ ریاض میرے ساتھ بیٹھا ہوا
تھا۔ ہم دونوں باتیں کرتے ہوئے جارہے تھے۔ ٹرک چلانے میں مجھے ذرا عجیب تو بے شک
لگ رہا تھا لیکن دقت کوئی نہیں ہو رہی تھی پھر ہم تقریباً ڈیڑھ گھنٹے تک سفر کرتے رہے
اور اس کے بعد ہم نے دیکھا کہ سڑک کے کنارے چند افراد کھڑے ہوئے ہیں۔ ریاض
نے کہا۔

”ٹرک نیچے اتارنا پڑے گا۔“

”کیسے خیریت؟“

”جیکب صاحب کا مال لوڈ کرنا ہو گا۔“ منجیر میں حاجی صاحب کے۔“

”یہاں سے مال لوڈ ہو گا؟“

”ہاں کئی جگہیں ایسی ہیں جہاں سے جیکب صاحب کا مال لوڈ ہوتا ہے اصل میں ہر

”سوچ لو۔“

”کیا کہنا چاہتی ہو تم رخسار؟“

”جو کہنا چاہتی ہوں تم جانتے ہو۔“

”کیا کر رہی تھیں ابھی تھوڑی دیر پہلے تم؟“

”میں؟“

”ہاں تم سے ہی پوچھ رہا ہوں۔“

”کچھ نہیں کر رہی تھی بس گھر صاف ستھرا کیا۔ کھانا وغیرہ پکایا۔ روٹیاں وغیرہ پکائیں

اور بس نوری سے باتیں کرتی رہی۔“

”تم نے یہ سب کچھ پہلے کیا ہے رخسار؟“

”کیا مطلب؟“

”مطلب یہ کہ زندگی کے اس نئے دور میں داخل ہوئے ہیں ہم۔ لطف نہیں آ رہا

ان تمام باتوں کا‘ آزدہ ہو رہی ہو میرے ٹرک چلانے پر۔ میں اب بھی تم سے یہ بات کہتا

ہوں رخسار کہ تھوڑی سی کاوش سے میں یہاں ایک شاندار کوٹھی خرید کر زمیندار بن سکتا

ہوں۔ میرے لیے یقین کرو یہ کام مشکل نہیں ہے میں ان سب کی آنکھوں میں دھول

جھونک کر بادشاہ بن کر رہ سکتا ہوں یہاں یہ نہ سمجھنا کہ میں تھک گیا ہوں۔ خوف زدہ

ہو گیا ہوں یا ان لوگوں سے ہار مان لی ہے۔ رخسار میں نے بہت کچھ کیا ہے اس دنیا میں‘

یہاں اس شہر میں یا اس شہر میں جہاں سے میں چھپتا چھپانا یہاں آیا ہوں۔ اپنی ایک حیثیت

اپنا ایک مقام پھر سے بنا سکتا ہوں بالکل اسی طرح جس طرح فیصل نے خود کو دانش منصور

بنالیا تھا۔ وہ تو ایک ناکارہ اور کچے ذہن کے مالک فیصل کا کام تھا لیکن اب میرا ذہن بہت

آگے بڑھ چکا ہے۔ یہ سب کچھ نہیں ہے رخسار میں تو بس زندگی کے اس دلچسپ دور کو

دلچسپی کی ان نگاہوں سے دیکھ رہا ہوں جو ذرا تبدیل ہیں اور جب بھی چاہوں گا اپنے لیے

ایک ایسا مقام حاصل کر لوں گا جس کا کوئی تصور بھی نہ کر سکے۔“ میرے ان الفاظ نے

رخسار کے چہرے کی تازگی بحال کر دی وہ مدھم لہجے میں بولی۔

جانب بڑھ رہے تھے تو راستے میں بارش شروع ہو گئی۔ ٹرک روکا گیا اور مال کو تریپالوں سے ڈھک دیا گیا پھر جیک صاحب کا مال ایک بالکل ہی نئے پوائنٹ سے اٹھانا پڑا اور ہم لوگ مال لے کر چل پڑے۔ پانچ کارٹن تھے جو جیک صاحب کی ملکیت تھے اور انھیں بھی یقینی طور پر کسی ایسی ہی جگہ اتارنا تھا راستے میں بارش زیادہ ہو گئی پھر جب ہم اپنی منزل پر پہنچے تو جیک صاحب کا مال اتارنے کی جگہ بھی آگئی۔ یہاں دو آدمی برساتیاں اوڑھے ہمارے منتظر تھے۔ مال ٹرک سے نیچے اتار لیا گیا اور ایک بند دنگن میں رکھ دیا گیا لیکن اس کے ساتھ ہی ان میں سے ایک نے کہا تھا۔

”ڈرائیو سنو کیا نام ہے تمہارا؟“

”ارشاد۔“ میں نے ادب سے جواب دیا۔

”ہاں۔ جیک صاحب کا حکم ہے کہ ٹرک کو یہیں چھوڑ دو اور یہ دنگن لے کر ہمارے ساتھ چلو۔ واپسی میں دنگن تمہیں ٹرک تک چھوڑ دے گی۔ اگر تھوڑی سی دیر بھی ہو جائے تو یہ کہہ کر بات برابر کر سکتے ہو کہ بارش کی وجہ سے راستے خراب ہو گئے تھے اس لیے مال دیر سے پہنچا فکر مت کرو تمہیں اس کام کا معاوضہ دیا جائے گا۔ اصل میں ہمارے ڈرائیور کی طبیعت اچانک خراب ہو گئی اور اسے واپس بھیجنا پڑا۔ ہم دونوں میں سے کوئی ڈرائیونگ نہیں کر سکتا۔“

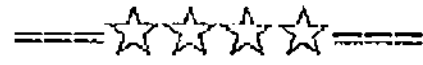
”صاحب مالک کا حکم ہے تو میں کیسے انکار کر سکتا ہوں۔“ میں نے جواب دیا۔

”شاباش آؤ لوڈروں کو بھی بٹھالو۔“ دو لوڈر گاڑی میں بیٹھ گئے۔ ریاض کو ساتھ نہیں لیا گیا تھا۔ وہ دونوں افراد میرے قریب بیٹھ گئے۔ بارش تیز نہیں تھی۔ میں بہ آسانی دنگن ڈرائیو کرتا رہا۔ تقریباً تیس منٹ کے سفر کے بعد دنگن ایک ایسے گودام کے پاس پہنچ گئی جو ایک مخصوص علاقے میں تھا۔ یہاں بھی چند افراد موجود تھے۔ دنگن وہیں جا کر رک گئی۔ میں بھی نیچے اتر آیا تھا۔ اس شخص نے مجھ سے کہا کہ میں بھی لوڈروں کا ساتھ دے دوں۔ کارٹن اتارے جانے لگے پھر ایک لوڈر کا پاؤں پھسل گیا اور ایک کارٹن زمین پر بری طرح گر کر پھٹ گیا لیکن اس میں سے جو کچھ نکل کر نیچے بکھرا تھا اسے دیکھ کر میری

آدمی اپنا کوئی نہ کوئی دھندا فٹ رکھتا ہے جیکب صاحب کا مال بھی تھوڑا بہت ٹرک پر چلا جاتا ہے اس کے پیسے بنا لیتے ہوں گے وہ۔ سب کو ہدایت ہے کہ کسی کو اس بارے میں کچھ نہ بتایا جائے۔ ہمیں بھی دس پانچ روپے مل ہی جاتے ہیں چلو یہ لوگ جدھر اشارہ کر رہے ہیں ادھر ٹرک اتار لو۔“

”ہمیں ٹرک سڑک سے نیچے اتارنا پڑا یہاں دس بارہ کارٹن رکھے ہوئے تھے۔ تمام لوڈر نیچے اتر گئے اور انھوں نے خوشی خوشی جیکب صاحب کے کارٹن ٹرک پر چڑھا دیے۔ اس کے بعد میں پھر ٹرک کو موڑ کر سڑک پر لے آیا اور ہم لوگ چل پڑے۔ میں اس دھندے کے بارے میں سوچ رہا تھا لیکن ایک اور خیال میرے ذہن میں آیا تھا۔ وہ یہ کہ شہر سے دور اس غیر آباد اور سنسان جگہ یہ کارٹن پہنچے کہاں سے اور ان میں نے کیا لیکن پھر میں نے اپنے اوپر نفیس کی بلاوجہ ذہن میں تجسس کو جگہ دے رہا ہوں۔ ریاض بھی خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ ان لوگوں کے لیے کوئی نئی بات نہیں تھی پھر ٹرک شہر پہنچ گیا لیکن شہر میں ایک ایسی جگہ اتار دیے گئے تھے جہاں زیادہ افراد نہیں تھے۔ صرف چند افراد انتظار کر رہے تھے کچھ گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ یہ کارٹن انہی گاڑیوں میں رکھ دیے گئے اور گاڑیاں آگے بڑھ گئیں۔ ٹرک اپنی منزل کی جانب چل پڑا تھا۔ بہر حال اس بات نے میرے ذہن میں تجسس بیدار کر دیا تھا لیکن اپنے آپ کو تجسس سے باز رکھا وقت اور حالات کی نزاکت کا خیال تھا۔ یہ کام جاری رہا۔ میں نے بہت خوش اسلوبی سے اپنی ذمہ داری پوری کی اور دل آہستہ آہستہ اس کام میں لگتا چلا گیا لیکن جیکب میرے ذہن میں مسلسل کھٹک رہا تھا پھر ایک دن اسی انداز میں مال لے کر گیا ابھی تک ایسا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا تھا جس سے میری تشویش میں اضافہ ہو جاتا۔ ایک بالکل ہی نئی جگہ مال لے جانا پڑا تھا۔ میں ریاض کے ساتھ ہی تھا۔ الیاس بھائی نے ریاض کی ڈیوٹی مستقل میرے ساتھ ہی لگا دی تھی۔ اس طرح یہ کام میرے لیے آسان ہو گیا تھا اور اب میں ان تمام جگہوں کے بارے میں اتنا جان گیا تھا کہ اگر ریاض میرے ساتھ نہ بھی ہوتا تو کوئی حرج نہیں تھا۔ اس دن جو تبدیلی رونما ہوئی وہ یہ تھی کہ سفر شروع کرنے کے بعد جب ہم اپنی منزل کی

یونہی نظر انداز کر دیا جائے گا لیکن کیا ہو گا یہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا البتہ میں نے یہ محسوس کیا کہ ہم جس ڈیرے پر قیام پذیر تھے وہاں ایک پراسرار خاموشی چھائی ہوئی تھی اور ہم تمام لوگوں کو ڈیرے سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں دی گئی تھی۔



آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ یہ عمدہ قسم کا غیر ملک ساختہ پستول تھے جو پیکٹوں میں پیک تھے لیکن کارٹن اس طرح گرا تھا کہ یہ پیکٹ بھی کھل گئے تھے وہاں موجود تمام آدمی چونک پڑے اور دہشت زدہ نگاہوں سے ہمیں دیکھنے لگے ہم سب بھی خاموش کھڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے ایک دوسرے کی صورت دیکھی اور پھر کہا۔

”چلو مال اٹھا کر کارٹن میں بند کرو۔ اندھے ہو دیکھتے نہیں ہو۔“

”معاف کر دیجئے صاحب جی۔“ لوڈر نے عاجزی سے کہا اور پستول واپس اس کارٹن میں رکھ دیے گئے۔ کارٹن کو ایک رسی سے باندھا گیا اور پھر تمام کارٹن گودام میں پنچا دیے گئے۔ ہم سب ساکت و جامد تھے۔ وہ لوگ جو وہاں موجود تھے ایک جگہ جمع ہو کر آپس میں کچھ باتیں کر رہے تھے اور میں سنسنی خیز انداز میں سوچ رہا تھا کہ بات اچانک بگڑ گئی ہے شبہ تو پہلے ہی تھا کہ جبکہ کا یہ مال کوئی خاص حیثیت رکھتا ہے۔

سنسان مقامات سے اس کا لوڈ ہونا اور پراسرار مقامات پر اتر جانا خود اپنی جگہ مشکوک تھا اور آج اس کا بھرم کھل گیا تھا لیکن اب یہ راز کھل جانے کے بعد کیا ہو گا۔ لوڈر بے چارے تو سیدھے سادے دیہاتی لوگ تھے۔ انہوں نے زیادہ سے زیادہ یہ پستول دیکھ لیے تھے اور حیران ہو گئے ہوں گے ان کی مجال نہیں تھی کہ اس کے بارے میں کسی کو بتائیں لیکن یہ تو ہماری سوچ تھی جن لوگوں کا راز کھل گیا ہے وہ کیا سوچ رہے ہوں گے اس بارے میں لوڈر تو نہیں سمجھ سکتے تھے لیکن میں سمجھ رہا تھا ان کی مشکوک نگاہیں ہم تینوں کا جائزہ لے رہی تھیں۔ بہر حال میں نے خود کو لا تعلق ظاہر کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ان میں سے ایک شخص آیا اور بولا۔

”چلو تمہیں واپس ٹرک پر پنچا دیا جائے۔“ ہم لوگ واپس چل پڑے اور تھوڑی دیر کے بعد اپنی جگہ پہنچ گئے۔ لوڈر ٹرک میں سوار ہو گئے اور ہمیں جانے کی اجازت مل گئی۔ ریاض میرے پاس خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ وہ بھی کسی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس لیے اس نے مجھ سے کوئی خاص بات نہیں کی اور خاموشی سے ہی بیٹھا رہا۔ یہاں تک کہ ہماری منزل آگئی۔ میں یہ یقین نہیں کر سکتا تھا کہ اس راز کے کھل جانے کے بعد ہم لوگوں کو

خلاف تو لڑتا رہا تھا اپنے وطن کی بہتری کی بہتری کے لیے کوشاں رہا تھا اور اب جبکہ وطن والوں نے میری تمام کاوشوں کو جوتے کی نوک پر مار کر مجھے مجرم قرار دے دیا تھا اور میری زندہ یا مردہ گرفتاری پر پچاس لاکھ روپے کا انعام تھا۔ تب بھی میں وطن سے شاکہ نہیں تھا۔ میرا وطن میری زندگی میری روح اور وطن دشمنوں کو بھلا کیسے چھوڑا جاسکتا تھا۔ لعنت ہے تمام احتیاط پر۔ لعنت ہے اس دانشمندی پر جو وطن کے مفادات کو نظر انداز کر دے۔

ہرگز نہیں کچھ نہ کچھ کرنا ہوگا۔ میرے اندر بس یہی کشمکش جاری تھی لیکن زندگی کے کسی بھی دور میں جہاں وطن کی بات آتی تھی میں نے اپنے آپ کو کبھی پیچھے نہیں پایا تھا۔ یہ میرے اندر کی آواز تھی۔ بھلا روح کی آواز کو کیسے دبایا جاسکتا ہے لیکن کوئی منصوبہ ابھی ذہن میں نہیں تھا۔ لوگ ذرا منظر عام پر آئیں پھر دیکھ لوں گا ان کم بختوں کو۔ اسلحہ سپلائی کر رہے ہیں اور نجانے کیا کیا ہو رہا ہو۔ کیوں کس لیے آخر وطن میں آئے دن جو ہنگامے برپا ہوتے رہتے ہیں ان میں ایسا ہی اسلحہ تو کام آتا ہے۔ ناممکن ناممکن میں اس سازش کی بیخ کنی کروں گا۔ دیکھوں گا اس جیکب کے بچے کو اور اندازہ لگاؤں گا ان لوگوں کا کتنے افراد ہیں اور یہ حاجی غفار یہ کیا کر رہا ہے؟ اب تک تو کان دبا کر صرف ملازمت کرنے کے بارے میں سوچا تھا اور ابھی جمعہ جمعہ آٹھ دن ہی ہوئے تھے لیکن اب حاجی غفار کے بارے میں ذرا تفصیل سے معلومات حاصل کرنی ہوں گی۔ سب سے پہلے تو یہ دیکھنا ہے کہ اس سازش کے انکشاف کے بعد ان لوگوں کی کیا کارروائی ہوتی ہے لیکن کافی وقت گزر گیا۔ ٹرک لوڈ ہو گیا اور کوئی ایسی کارروائی علم میں نہیں آئی تو میں نے سوچا کہ ممکن ہے انھوں نے بات کو بعد کے لیے چھوڑ دیا ہو۔ چلو ٹھیک ہے۔ یہ اپنے طور پر جو کچھ بھی کریں لیکن مجھے اپنے طور پر جو کچھ بھی کرنا ہے وہ میں جانتا تھا۔ آخر کار ٹرک کی روانگی کا پروانہ مل گیا اور ہم لوگ چل پڑے۔

معمول کے مطابق ریاض میرے ساتھ تھا۔ لوڈر پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ ٹرک چل رہا تھا اور ہم اپنی منزل کی جانب رواں دواں تھے۔ نجانے کیوں میری چھٹی حس مجھے کسی خطرے کا احساس دلا رہی تھی۔ یہ اندازہ ہو رہا تھا مجھے کہ کوئی خطرناک صورت حال یقیناً

”ڈیرے کے گھرانے نے ہم سے کہا، تم لوگ آرام سے یہاں رہو کوئی کام پڑ سکتا ہے تم سے اس لیے کسی کے کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔“ دوسرے لوگوں کے لیے تو یہ عام سی بات تھی لیکن اس نئے حکم پر میں نے گہری ٹھنڈی سانس لی تھی لیکن ان سے انحراف یا اختلاف نہیں کیا تھا۔ میں جانتا تھا کہ اس سنگین صورت حال کو ایسے ہی نظر انداز نہیں کر دیا جائے گا لیکن کیا ہوگا اور کیسے ہوگا اس بارے میں کوئی اندازہ نہیں تھا۔ ریاض نے مجھ سے پوچھ بھی لیا۔

”بھائی جی۔ بڑے خاموش ہو؟“

”نہیں ریاض۔ کوئی بات نہیں ہے۔“

”لگ رہا ہے مجھے۔“

”نہیں بالکل نہیں۔ کوئی خاص بات نہیں ہے۔“

ریاض بے چارہ خاموش ہو گیا۔ وہ خود بھی معصوم آدمی تھا۔ ان بڑا کٹوں اور باریکیوں کو نہیں سمجھ پا رہا تھا لیکن میرے دل میں جو اربھانے پیدا ہو رہے تھے۔ خاموشی نے پر سکون زندگی گزارنے کا فیصلہ کیا تھا محنت مزدوری کر کے زندگی کا ایک نیا تجربہ کرنے کے بارے میں سوچ رہا تھا لیکن ایک بار پھر وقت مجھے آواز دے رہا تھا۔ یہ لوگ جو کچھ کر رہے ہیں۔ یہ دشمنی ہے۔ مجھے وطن دشمنوں سے نفرت تھی۔ ساری زندگی انہی کے

بالکل کنارہ تھا۔ سڑک کے کنارے کنارے بڑے گھنے درخت لگے ہوئے تھے اور درخت کی وہ موٹی شاخ ٹرک کی کھڑکی کے بالکل قریب تھی۔ بس اتنی کہ تھوڑا سا اونچا اٹھ کر شاخ کو چھوا جاسکتا تھا۔ میں نے ایک دم سے ریاض پر سے ہٹ کر ریاض سے کہا۔
”دیکھو ریاض اگر زندگی بچانا چاہتے ہو تو جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ کرو۔“
”جی۔ جی بھائی جی بولو۔“

”میں ادھر کی کھڑکی کھول رہا ہوں اور خود درخت کی اس شاخ پر جا رہا ہوں تم فوراً ہی میرے پیچھے پیچھے درخت کی اس شاخ سے اوپر آ جاؤ۔“

”ٹھیک ہے بھائی جی۔“ ریاض بہر حال جوان آدمی تھا۔ میں برق رفتاری سے کھڑکی کھول کر باہر نکلا ہاتھ اوپر کیے اور درخت کی موٹی شاخ پکڑ کر اپنا جسم ٹولا۔ دوسرے لمحے میں درخت کی موٹی شاخ پر پہنچ گیا۔ ریاض نے بھی میری ہدایت پر عمل کیا تھا پھر میں نے آہستگی سے درخت کی شاخ کے اوپر سے لٹکتے ہوئے کھڑکی کو پاؤں سے آہستگی سے بند کر دیا۔ ریاض چونکے انداز میں چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ فائرنگ اب بھی ہو رہی تھی اور گولیاں داہنی سمت سے ہی چلائی جا رہی تھیں۔ میں نے ریاض کو اشارہ کیا اور درخت کی اس شاخ پر آگے کو بڑھتا ہوا کافی آگے نکل آیا۔ درخت پر رکنا موت کو دعوت دینا تھا۔ چونکہ وہ لوگ سوچ سکتے تھے کہ ہم درخت پر چڑھ گئے ہیں اس لیے میں درخت کی شاخوں کو ٹوٹتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ ریاض کو میں مستقل اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کر رہا تھا اور وہ بھی بڑے پھرتیلے ہونے کا ثبوت دے رہا تھا۔

ہم نے تقریباً پانچ گھنٹے درخت عبور کیے اور اس کے بعد ایک ایسے درخت پر پہنچ گئے جو اس سڑک کے دوسری جانب والے درخت سے جڑ گیا تھا۔ مزید احتیاط کے لیے ہم نے آگے بڑھنے کا فیصلہ کیا۔ یہ ذرا خطرناک صورت حال تھی لیکن بہر حال ہم اطمینان سے سڑک کے دوسری طرف والے درخت پر پہنچ گئے اور اب کم از کم ان لوگوں کی توجہ اس طرف نہیں جاسکتی تھی کیونکہ دوسری جانب سے ہی وہ سڑک پر نگاہ رکھے ہوئے تھے۔ گولیاں اکا دکا چلتی رہیں ریاض متوحش تھا۔ اب تک اس نے بڑی ہمت کے ساتھ

پیش آنے والی ہے اور میری چھٹی خس نے مجھے دھوکا نہیں دیا تھا۔ ہم اس وقت ایک ایسا جگہ سے گزر رہے تھے جس میں دس پندرہ میل پیچھے اور دس پندرہ میل آگے کوئی آبادی کوئی بستی نہیں تھی۔ سڑک بھی بہت کم چلتی تھی اور اس وقت بھی دور دور تک کے علاقے سنسان تھے۔ میں خاموشی سے مناسب رفتار سے ٹرک ڈرائیو کرتا رہا تھا کہ دفعتاً ہی ایک دھماکا سنائی دیا اور اس کے ساتھ ہی ٹرک کا انکلا ٹائر برسٹ ہو گیا۔ اگر کوئی اناڑی آدمی ہوتا تو صرف یہ سوچتا کہ ٹرک کا ٹائر کسی طرح سے برسٹ ہو گیا ہے لیکن میرے کانوں نے دو دھماکے سنے تھے اور ایک دھماکا یقینی طور پر اس رافٹل کا تھا جس سے ٹرک کے ٹائر پر فائر کیا گیا تھا اور دوسرا دھماکا ٹائر کے برسٹ ہونے کا تھا۔ میں نے برق رفتاری سے ٹرک کو سائڈ سے لگایا اور سنسنی خیز نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ ریاض نے کہا۔

”ٹائر تو سننے ہیں یہ ٹائر پھٹ کیسے گیا؟“

”ریاض نیچے لیٹ جاؤ۔ فوراً جلدی سے۔“ میں نے کہا۔

ریاض پہلے تو میری بات نہیں سمجھ سکا تھا لیکن جب میں نے اسے شانے سے پکڑ کر نیچے دبایا تو وہ فوراً ہی سمجھ گیا لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی میں بھی ریاض کے اوپر لمبا لمبا سالیٹ کیا تھا کیونکہ اچانک ہی فائرنگ شروع ہو گئی تھی اور گولیاں ڈرائیونگ سائیڈ کی کھڑکی سے داخل ہو کر دوسری جانب نکل گئی تھیں۔ کئی گولیاں چلی تھیں پھر عقب سے فائرنگ کی آواز سنائی دی اور لوڈروں کی چیخیں ابھریں۔ میرا دل خون ہو گیا تھا۔ مجھے یقین تھا اس بات کا کہ کچھ نہ کچھ ضرور ہو گا۔

آہ وہی ہوا تھا جس کا مجھے خطرہ تھا۔ ریاض ساکت رہ گیا تھا۔ اس نے کہا۔

”گولیاں۔ گولیاں چل رہی ہیں بھائی جی۔“

”ہاں۔ بالکل خاموش رہو اور دیکھو جو میں کہوں وہی کرنا۔ خبردار ذرا برابر لونی کرو۔“ میں متوحش نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا پھر قدرت نے میری مدد کی۔ ٹرک چونکہ میں نے سائڈ سے کھڑا کر لیا تھا اور ڈرائیونگ سائڈ کے دوسری طرف سڑک کا

میری ہدایت پر عمل کیا تھا لیکن جب درخت کی اس شاخ پر ہم لوگ رکے تو میں نے محسوس کیا کہ اس کا بدن کانپ رہا ہے پھر وہ لرزتی آواز میں بولا۔

”لوڈر..... لوڈر..... گولیوں کا شکار ہو گئے ہیں بھائی جی۔ مر گئے وہ ارشاد بھائی۔“

”ریاض۔ ہمت سے کام لو۔ خاموشی اختیار کرو“ میں نے آہستہ سے کہا اور ریاض بدستور اپنی جگہ درخت کی شاخ سے چمٹا کپکپاتا رہا۔ میں اب دور دور تک نگاہیں دوڑا رہا تھا۔ بد قسمتی سے کوئی اور گاڑی بھی ابھی نہ ادھر سے آرہی تھی نہ ادھر سے پھر میں نے سڑک کے نشیب سے چارپانچ آدمیوں کو ابھرتے دیکھا۔

وہی سمت تھی جدھر اب ہم درختوں پر چھپے ہوئے تھے۔ وہ سب رائفلوں سے مسلح تھے اور آہستہ آہستہ ٹرک کی جانب بڑھ رہے تھے، پھر وہ ٹرک کے قریب پہنچ کر ٹرک پر چڑھ گئے ایک ڈرائیونگ سائیڈ پر پہنچا اور اندر کی جگہ خالی دیکھنے کے بعد نیچے کود گیا ان سب کے چہرے نقابوں میں چھپے ہوئے تھے اور یہ سب شلوار قمیصوں میں ملبوس تھے اچھے لمبے چوڑے جسموں کے آدمی تھے میری آنکھوں میں رفتہ رفتہ خون اترنے لگا اور میری ذہن میں تاریکیاں سی پھیل گئیں۔

وطن دشمن۔ میرے دل نے نفرت بھرے انداز میں آواز لگائی اور میں انھیں گھورنے لگا پھر ان میں سے ایک نے نہایت بے دردی سے ٹرک کے پیچھے حصے سے ایک لوڈر کی لاش اٹھا کر نیچے پھینک دی پھر باقی لوڈروں کو بھی اسی طرح پھینک دیا گیا۔ ریاض آہستہ آہستہ رونے لگا تھا۔

”سب کو مار دیا۔ سب کو مار دیا انھوں نے“ ڈاکو ہیں یہ ارشاد بھائی۔ ڈاکو ہیں یہ.....“ میں خاموش رہا تھا، لیکن ظاہر ہے میری سوچ ان کی طرح محدود نہیں تھی سب کچھ سمجھ رہا تھا میں اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ یہ کس قسم کے ڈاکو ہیں، لیکن انھیں بھی مزا چکھانا چاہیے۔ اس تمام کارروائی کے بعد انھیں مزا چکھانا ضروری ہو گیا تھا۔ وہ لوگ ٹرک پر چڑھے کارروائیاں کرتے رہے ان میں سے دو نیچے اتر آئے تھے اور پھر

رائفلیں سیدھی کیے ہوئے وہ ادھر ادھر گردش کرنے لگے وہ اب میری اور ریاض کی تلاش میں دوڑ رہے تھے۔ باقی سب پوزیشنیں لے کر اپنی جگہ کھڑے ہوئے تھے۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد سڑک کے نشیب سے ایک بہت بڑی جیپ اوپر آئی، میں نے سب سے پہلے اس جیپ کا نمبر دیکھا تھا اور اسے اپنے ذہن میں محفوظ کر لیا تھا۔

کون ہو سکتے ہیں یہ لازمی بات ہے کہ جیکب کے آدمی لیکن..... لیکن بہر حال انھیں ان کی توقع کے خلاف زندگی سے محروم کرنا ضروری تھا۔ میں نے ریاض سے کہا۔

”ریاض“ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اسے غور سے سنو۔ خبردار اس کے خلاف بالکل نہ کرنا اس شاخ سے چمٹے رہو آواز تک نہیں نکلی چاہیے تمہاری۔“

”ٹھیک ہے بھائی جی مگر.....“

”نہیں ریاض۔ کسی اگر مگر کی ضرورت نہیں۔“ میں نے کہا اور پھر میں نے اپنا بدن تولا اور شاخ پر آہستہ آہستہ آگے بڑھتا ہوا درخت کے تنے کے قریب پہنچ گیا، پھر میں درخت کے تنے سے بالکل ست رفتاری سے نیچے اتر کر درخت کے تنے کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ وہ لوگ حیران پریشان چاروں طرف مجھے تلاش کرتے پھر رہے تھے۔ ابھی تک ان کی توجہ درختوں کی جانب نہیں گئی تھی۔ ایک آدمی سڑک عبور کر کے آہستہ آہستہ اس طرف بھی آگیا انداز ایسا ہی تھا جیسے ہر جگہ ہمیں تلاش کر لینا چاہتا ہو لیکن میرے ہونٹوں پر ایک خوفناک مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ آ رہا ہے میرا شکار خود بخود میرے قریب آ رہا ہے۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا اور اس کا انتظار کرنے لگا، پھر باقی صورتحال کو ذہن میں رکھتے ہوئے میں نے اپنے جسم کو تولا اور جیسے ہی وہ میری ریچ میں آیا میں نے پھینک دیا کی طرح اس پر چھلانگ لگا دی۔ میں جانتا تھا کہ ایسے لمحات میں شکار کو کس طرح دبوچنا چاہیے۔ چنانچہ میرا ایک ہاتھ اس کی گردن سے گزر کر اس کے منہ پر جم گیا اور دوسرے ہاتھ نے اسے کمر سے پکڑا اور پھر میں اسے لیے ہوئے پیچھے گھسٹا چلا آیا۔ درخت کے تنے کی آڑ میں پیچھے کے بعد میں نے پوری قوت سے اس کا سر درخت کے تنے میں دے مارا اور اس کا منہ زور سے بھینچ لیا، آواز نہیں نکل پائی تھی لیکن اس کا سر خون سے رنگ گیا

”اگر واپس آنے کی ہمت ہوتی تو بھاگتے ہی کیوں۔ آؤ یا رکھا بزدلی دکھا رہے ہو۔“
 ”پتا نہیں کیوں، مگر۔ انھوں نے دوسروں کو مار ڈالا۔“ ریاض بہ مشکل بول رہا تھا۔
 ”ریاض۔ اگر تم یہ سب نہیں دیکھ سکتے تو جاؤ ٹرک میں جا کر بیٹھ جاؤ۔“
 ”نہیں۔ میں۔ بس میں، حفیظ، نور دین، اکرم اور نیاز مارے گئے۔ وہ بول نہیں رہے۔“

”جاؤ تم ٹرک میں بیٹھو۔ آؤ۔“ میں نے کہا اور اسے زبردستی ڈرائیونگ سیٹ پر چڑھا دیا، پھر سب سے پہلے میں نے ٹرک کے پچھلے حصے پر چڑھ کر اپنے ساتھیوں کو دیکھا تھا، کسی میں زندگی کی رمت نہیں تھی۔ وہ دم توڑ چکے تھے۔ غریب مزدور جو بے گناہ مارے گئے تھے۔ ”میں تمہارا انتقام لوں گا۔“ میں نے انہیں دیکھتے ہوئے کہا، پھر ٹرک سے نیچے آگیا۔ اس کے بعد میں نے ان دو آدمیوں کی لاشیں دیکھیں۔ ان کے چہروں پر چڑھے کٹھوپ ہٹائے، لیکن یہ بھی اجنبی چہرے تھے۔ میں نے ان کی جیبیں وغیرہ ٹولیں۔ بالکل خالی تھیں۔ میں نفرت سے انہیں ٹھوکریں مار کر وہاں سے پلٹ آیا۔ ریاض پھر نیچے آگیا تھا۔ اس نے سہمی ہوئی آواز میں پوچھا۔

”کیا ہوا؟“

”کچھ نہیں ریاض۔ ٹائر بدلنا ہے۔“

”وہ..... وہ مر گئے نا۔“ ریاض نے پوچھا۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور اسٹپنی کھولنے لگا۔ ریاض نے جیک اتار لیا تھا۔

”تم رہنے دو ریاض۔“

”نہیں، میں جیک لگاتا ہوں۔“ وہ بولا۔

”ٹھہرو مجھے دو، چوٹ لگا لو گے۔ لاؤ۔“ میں نے دزنی جیک اس سے لے لیا۔ اس کی حالت اس قابل نہیں تھی کہ وہ کچھ کر سکے۔ چنانچہ میں نے ٹائر بدل لیا۔ سامان واپس رکھ کر ہم دونوں ٹرک میں بیٹھ گئے، پھر میں نے ٹرک اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دیا اور تیز رفتاری سے شہر کی جانب چل پڑا۔ اندازہ تھا کہ اس سڑک کے اختتام پر ہی علاقے کا بڑا

تھا۔ میں نے اس کی گردن پر دباؤ ڈالا اور اس کے بعد اس وقت تک اس کی گردن دباتا رہا جب تک کہ اس کی زبان باہر نہ نکل آئی، پھر میں نے اس کے چہرے سے نقاب نوچ کر پھینک دیا۔ اجنبی چہرہ تھا میں نے پہلے اسے کبھی نہیں دیکھا تھا لیکن مجھے دیکھنے کی ضرورت بھی نہیں تھی، میں نے اس کی کارتوسوں کی پٹی اپنے قبضے میں کر لی اور رائفل چیک کی۔ رائفل لوڈ تھی بس زیادہ دلیری دکھانے کا وقت نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے سب سے پہلے ان میں سے ایک کو جو سامنے نظر آ رہا تھا نشانہ بنایا اور بھلا میرا نشانہ سچا کیوں نہ ہو تاگولی اس کے دل پر لگی تھی اور فائر کی آواز کے ساتھ ہی باقی نقاب پوش چونک پڑے تھے وہ دوڑتے ہوئے سڑک پر ہی آئے اور ان میں سے دو مزید میری گولیوں کا نشانہ بن گئے۔ باقی پھرتی سے سڑک کے نشیب میں اترتے چلے گئے تھے اور پھر انھوں نے وہاں سے مقابلہ شروع کر دیا لیکن ان تین آدمیوں کو ٹھکانے لگانے کے بعد میں مسرور تھا اور منتظر تھا کہ ان میں سے کوئی رینج پر آئے تو میں انہیں پھر نشانہ بناؤں لیکن اپنے آدمیوں کی موت کے بعد وہ خوفزدہ ہو گئے تھے اور اب وہ بس اندھا دھند گولیاں برسا رہے تھے جبکہ میں ان کی اس فائرنگ کا جواب نہیں دے رہا تھا۔ بہت دیر اسی طرح گزر گئی اور اچانک ہی میں نے وہ گاڑی اسٹارٹ ہوتے ہوئے دیکھی وہ فرار ہو رہے تھے۔ بہر حال تین کا شکار کر چکا تھا اس لیے میں نے گاڑی پر فائر نہیں کیا وہ رپورس میں گاڑی کو نجانے کتنی دور تک لیتے چلے گئے تھے اور پھر موڑ کر اس طرح بھاگے کہ پلٹ کر پیچھے نہیں دیکھا۔

میں رائفل ہاتھ میں لیے ان کا جائزہ لیتا رہا تھا اس کے بعد میں نے جب یہ دیکھا کہ اب آس پاس کوئی نہیں ہے تو ریاض کو آواز دی۔

”ریاض۔ سنبھل کر نیچے اتر آؤ۔“ ریاض نے نیچے اترنے کی کوشش کی لیکن اس طرح اعصابی کشیدگی کا شکار تھا کہ درخت کے تنے سے وہ نیچے گر پڑا لیکن چوٹ نہیں لگی تھی اس کے بعد وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہا تھا اور اس کے چہرے پر شدید خوف کے آثار تھے۔ ”خود کو سنبھالو ریاض وہ بھاگ گئے۔“

”وہ پھر آجائیں گے۔“ ریاض وحشت زدہ لہجے میں بولا۔

”ہاں کہو کیا بات ہے؟“

”سرایک بڑی واردات کی اطلاع دینا چاہتا ہوں۔“

”واردات کیسی، کہاں، کیا واردات ہوئی ہے، بیٹھو، بیٹھ جاؤ۔“

”سر میں ٹرک چلاتا ہوں، حاجی غفار صاحب کا ٹرک ڈرائیور ہوں۔“

”اچھا اچھا ٹھیک ہے ٹھیک ہے بیٹھو ہم جانتے ہیں حاجی غفار صاحب کو۔“ تھانہ

انچارج بولا۔

”سرجی ہم مال لوڈ کر کے آرہے تھے کہ راستے میں ڈاکوؤں نے ہم پر حملہ کر دیا۔“

نہوں نے پہلے ٹرک کے ٹائر پر گولی چلا کر برسٹ کیا اور اس کے بعد اندھا دھند ہم پر گولیاں چلانا شروع کر دیں سر ہمارے چار لوڈر مارے گئے ہیں ان کی لاشیں ٹرک پر رکھ کر لے آیا ہوں۔“

”چار لوڈر مارے گئے۔“ تھانہ انچارج متوحش ہو گیا۔

”جی سر بعد میں سر میں نے اور میرے اس ساتھی نے ان ڈاکوؤں کا مقابلہ کیا ہم

نے ان میں سے ایک سے رائفل چھین لی اور چھین کر ان پر فائرنگ کر ڈالی، سرجی میں نے ان میں سے تین ڈاکوؤں کو ہلاک کر دیا، ان کی لاشیں میں ساتھ نہیں لایا ہوں، وہ لوگ ایک گاڑی میں آئے تھے باقی بچے ہوئے گاڑی لے کر بھاگ گئے، میں نے ٹرک لوٹنے نہیں دیا۔“ تھانہ انچارج پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھنے لگا، پھر بولا۔

”یہاں سے کتنے فاصلے پر واردات ہوئی ہے؟“

”صاحب جی کوئی پندرہ کلومیٹر کا فاصلہ ہے۔“

”ہوں، عزیز خان فوراً گاڑی تیار کراؤ۔“ پھر تھانہ انچارج نے میری طرف دیکھتے

ہوئے کہا۔

”تم مجھے کافی قابل آدمی معلوم ہوتے ہو، تم نے ان لوگوں سے بڑا شاندار مقابلہ

کیا، گاڑی کا نمبر دیکھا تھا کیا تم نے؟“

”نمبر نہیں دیکھا صاحب جی، بس اسی کا افسوس ہے۔“

پولیس تھانہ ہے۔ ساری باتیں اپنی جگہ ضمنی کارروائی کرتی تھی۔ ریاض اس صورت حال کو نہیں سمجھ سکتا تھا، لیکن میں زمانہ شناس تھا اور مجھے اچھی طرح علم تھا کہ اصل صورتحال کیا ہے، ایک بہت بڑا خطرہ مول لے لیا تھا میں نے، لیکن بہر حال یہ سب کچھ بڑا ضروری تھا، میرے اندر نفرت کا طوفان کھول رہا تھا، کیا سمجھتے ہیں یہ خود کو غریب لوڈروں کو مار ڈالا، نہ جانے کون کون ان سے منسلک ہو گا، نہ جانے کس کس کو بربادی سے دو چار کر دیا ہے، انہوں نے لیکن کام شروع ہو گیا تھا، وقت مجھے معطل ہو کر بیٹھنے کی اجازت نہیں دے سکتا، مجھے پیدا ہی اس لیے کیا گیا ہے کہ کچھ نہ کچھ کرتا رہوں جو کچھ میری بساط میں ہو وہ کرتا رہوں، ضروری ہے، یہ سب کچھ بے حد ضروری ہے اور اس کے لیے مجھے کوئی لائحہ عمل بنانا اشد ضروری تھا۔ ریاض کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے۔ ہم لوگ بہر طور برق رفتاری سے سفر کرتے ہوئے تھانے پر پہنچ گئے، میں تھانے کے سامنے ٹرک کو روک کر نیچے اترا تو کانسٹیبل مجھے دیکھنے لگے، ریاض کو بھی میں نے نیچے اتار لیا تھا، پھر میں نے اندر داخل ہو کر کہا۔

”تھانہ انچارج صاحب ہیں؟“

”کون ہو تم کیا بات ہے؟“

”دیکھ رہے ہو ٹرک ڈرائیور ہوں۔ ٹرک چلاتا ہوا آیا ہوں، ٹرک پر لاشیں رکھی ہوئی ہیں۔“

”کیا؟ کانسٹیبل چونک پڑے۔“ کوئی ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے؟

”تم تھانیدار ہو۔“ میں نے غرائی ہوئی آواز میں پوچھا اور نہ جانے کیوں کانسٹیبل میری آواز سے مرعوب ہو گئے۔

”آؤ۔“ ان میں سے ایک نے کہا اور میں تھانہ انچارج کے کمرے میں داخل ہو گیا،

میں جانتا تھا کہ حالات کیا ہیں اور مجھے کیسی کیسی مشکلوں کا سامنا کرنا پڑے گا، لیکن تھانہ انچارج غیر متوقع طور پر ایک اچھا آدمی نکلا، جوان آدمی تھا، چہرے پر شرافت کی لکریں نظر آرہی تھیں۔ میں نے اسے سلام کیا تو وہ بولا۔

”ہوں‘ لاشیں وہاں موجود ہیں؟“

”جی صاحب جی۔“ میں نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے‘ میں چلتا ہوں تمہارے ساتھ‘ یہاں ٹرک پر کتنی لاشیں ہیں؟“

”چار ہیں جی‘ بس ہم دو آدمی زندہ بچے ہیں۔“

”تم لوگ کیسے بچ گئے؟“

”صاحب جی جیسے ہی انھوں نے ٹرک کا اگلا ٹائر پھاڑا ہم دونوں پھرتی سے دوسری

طرف اتر گئے اور پھر سڑک کے کنارے بچتے ہوئے اپنی زندگی بچانے کی کوشش کرنے لگی‘ ڈاکو ہمیں تلاش کر رہے تھے ایک میرے ہاتھ لگ گیا‘ میں نے اس سے رائفل چھین لی اور اس کے بعد میں نے اسی رائفل سے فائر کیے۔“

”شاباش‘ ویری گڈ‘ ویری گڈ‘ تم جیسے بہادر آدمیوں کا ہونا چاہیے۔“ تھانہ انچارج

نے میری پیٹھ ٹھونکتے ہوئے کہا‘ تھوڑی دیر کے بعد گاڑی تیار ہو گئی‘ تھانہ انچارج نے ان لاشوں کے بارے میں اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ انھیں فوری طور پر ایسولینس بلا کر اسپتال منتقل کیا جائے اور پھر میرے اور ریاض کے ساتھ چل پڑا۔ رفتار کافی تیز تھی‘ ہم برق رفتاری سے گاڑی دوڑاتے ہوئے آخر کار وہاں پہنچ گئے جہاں یہ واردات ہوئی تھی‘ لیکن یہاں ڈاکوؤں کی کوئی لاش موجود نہیں تھی‘ مجھے اس بات کا خدشہ تھا البتہ وہ خون وغیرہ کے نشان نہیں مٹا سکے تھے‘ درخت کے پیچھے جو لاش پڑی ہوئی تھی وہ بھی اٹھالی گئی تھی‘ لیکن درخت کے تنے پر بھی خون کا نشان تھا‘ زمین پر بھی کافی خون پڑا ہوا تھا‘ جہاں میں نے ان لوگوں کو ہلاک کیا تھا وہ بس افرا تفری کے عالم میں لاشیں لے کر بھاگ گئے تھے‘

اس کا مطلب ہے کہ ٹرک کے روانہ ہونے کے بعد گاڑی دوبارہ واپس آئی ہوگی اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ لوگ آس پاس ہی موجود ہوں بہر حال کچھ نہ کچھ ہوا تھا اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ ہم واقعی بچ گئے ورنہ ہم جس وقت ٹرک کا ٹائر تبدیل کر رہے تھے‘ ڈاکو ہم پر فائرنگ کر سکتے تھے۔ بہر حال تھانہ انچارج کو میری بات پر پورا یقین تھا۔ اس نے وہاں

چند کانسیلوں کو چھوڑا اور اس کے بعد گاڑی میں واپس آکر تھانے پہنچ گیا‘ یہاں اس نے

ہماری طرف سے ایف آئی آر درج کرائی اور حاجی غفار کو ٹیلی فون پر اس واردات کی اطلاع دی‘ ٹرک تھانے پر کھڑا ہو گیا تھا‘ جبکہ لوڈروں کی لاشیں ایسولینس میں غالباً اسپتال کو پہنچا دی گئی تھیں‘ پھر ہمیں وہاں کافی دیر تک انتظار کرنا پڑا اور کچھ دیر کے بعد میں نے جیکب کو حاجی غفار کے بیٹے ستار کیساتھ آتے ہوئے دیکھا‘ ستار ایک نوجوان اور اسمارٹ آدمی تھا اور کافی خوش اخلاق معلوم ہوتا تھا‘ پہلے بس اسے دور دور سے دیکھا تھا لیکن اب قریب سے دیکھ رہا تھا‘ دونوں کے چہروں پر عجیب سے آثار نظر آرہے تھے‘ تھانہ انچارج نے انھیں تمام صورتحال سے آگاہ کیا اور وہ بہت زیادہ افسردہ ہو گئے۔

”انچارج صاحب ایسی وارداتیں اکثر ہوتی رہتی ہیں لیکن پولیس کی طرف سے کوئی معقول انتظام نہیں کیا گیا۔“

”بہر حال واردات تو واردات ہی ہوتی ہے پولیس گشت کرتی رہتی ہے ہر جگہ کیسے معلوم ہو سکتا ہے کہ کون کس وقت کیا ارادہ رکھتا ہے ویسے آپ اس جوان کو داد دیجئے جس نے آپ کا مال لٹنے سے بچالیا اور تین ڈاکوؤں کو بھی ہلاک کر دیا۔“

”یہ قابل قدر آدمی ہے ہم اسے یقیناً انعام دیں گے لیکن ہمیں ان لوگوں کی موت کا بہت افسوس ہے جو ان ڈاکوؤں کے ہاتھوں مارے گئے‘ ویسے کیا ڈاکوؤں کی لاشیں وہاں مل گئیں؟“

”نہیں‘ ڈاکو ان لاشوں کو اٹھالے گئے۔“

”کم از کم اس گاڑی کا نمبر نوٹ کر لیا ہوگا‘ جو ڈاکوؤں کی گاڑی تھی؟“

”نمبر کون نوٹ کرتا؟“

”تم نے نہیں کیا؟“

”نہیں صاحب جی میں اتنا غور نہیں کر سکا تھا‘ بس مجھ سے جو بن پڑا وہ میں نے

کیا۔“

”وہ رائفل تمہارے قبضے میں ہے؟“

”جی صاحب جی تھانے میں جمع کرا دی ہے۔“ میں نے جواب دیا۔ جیکب

سوالات کر رہا تھا ان کی گھرائیوں سے میں واقف تھا لیکن بہر حال میں نے اپنی طرف سے یہی کوشش کی تھی کہ جیکب میری طرف سے خوف زدہ نہ ہونے پائے، بہت دیر تک کارروائیاں ہوتی رہیں اور اس کے بعد ہمیں واپسی کی اجازت مل گئی، ٹرک کو ابھی وہیں روکے رکھا گیا تھا، مجھے اور ریاض کو جیکب اور ستار اپنی گاڑی میں بٹھا کر کوٹھی لے گئے تھے، یہاں انہوں نے ہماری کافی خاطر مدارت کی، شربت وغیرہ پلایا، ستار نے مجھے شاباشی دیتے ہوئے کہا۔

”کیا نام ہے تمہارا؟“

”جی ارشاد۔“

”تم نے واقعی بہادری کا کام کیا ہے ارشاد مجھے اپنے مزدور ساتھیوں کی موت کا بہت افسوس ہے لیکن فکر مت کرو ہم ان کے خاندان والوں کو کافی رقم دیں گے تاکہ وہ بے چارے عزت سے زندگی گزار سکیں اور تو کوئی ایسی بات تمہارے علم میں نہیں ہے جو ہمیں بتانا بہت ضروری ہو؟“

”نہیں صاحب جی اور تو کوئی خاص بات نہیں ہے۔“

”ہوں، ٹھیک ہے ہو سکتا ہے تمہیں ایک دوبار پولیس تھانے جانا پڑے ہو شیاری سے بیانات وغیرہ دینا، یہ آدمی کہاں تھا اس وقت جب ڈاکو فائرنگ کر رہے تھے؟“

”صاحب جی چونکہ یہ میرے ساتھ ہی بیٹھا ہوا تھا اس لیے میں اس بے چارے کو بھی اتار لے گیا، ورنہ یہ بھی ان کا شکار ہو جاتا۔“

”ٹھیک ہے اب تم جانا چاہو تو اپنے اپنے گھر جاؤ اور ابھی دو چار دن کی چھٹی کرو، فکر مت کرنا تمہاری تنخواہ وغیرہ نہیں کٹے گی، سب کچھ ملتا رہے گا لیکن گھر سے باہر مت نکلتا، ہو سکتا ہے ڈاکو تمہاری تلاش میں ہوں کیونکہ تم نے ان کے تین ساتھی مار دیے ہیں۔“

”جی صاحب جی۔“

”ویسے ہم تمہارے ساتھ ہیں تم نے ہمارا مال لٹنے سے بچایا ہے اس لیے تمہاری

نگرانی بھی کریں گے اور تمہیں انعام وغیرہ بھی دیا جائے گا۔“ میں نے اور ریاض نے ادب سے انہیں سلام کیا اور اس کے بعد ہم گھر واپس چل پڑے۔ ریاض کی حالت بڑی خراب تھی، میں نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

”دیکھو ریاض ایک بات کہوں تم سے؟“

”جی صاحب جی۔“

”گھر کے معاملات گھر میں اور باہر کے معاملات باہر اگر تم نوری کو بتا دو گے کہ تمہارے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا ہے تو وہ بے چاری بھی ڈر جائے گی میں بھی اپنے گھر میں یہ سب کچھ نہیں بتانا چاہتا۔ اس لیے تذکرہ مت کرنا۔“

”جی بھائی جی بالکل ٹھیک ہے لیکن بھائی جی آپ، آپ کے بارے میں میں کیا کہوں؟“

”کو کیا کہنا چاہتے ہو؟“ میں نے مسکرا کر پوچھا۔

”بس بھائی جی، آپ تو کوئی فوجی لگ رہے تھے مجھے جو محاذ جنگ پر لڑ رہا ہو۔“ ریاض کے الفاظ میرے دل پر گھونسا بن کر لگے تھے، واقعی محاذ جنگ پر دشمن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سینہ مانے ہوئے ہر جوان وطن کے لیے اپنی خدمت سرانجام دینا ہے، وہ ہر لمحہ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے بے خوف اپنا فرض پورا کرتا ہے۔ ہم میں سے ہر شخص اپنے وطن کا سپاہی ہے جو اپنا فرض نہ پورا کرے وہ وطن دوست نہیں ہو سکتا، میں نے اگر اپنے آپ کو اس کے لیے وقف کر دیا ہے تو یہ کون سی بڑی بات ہے۔ بہر حال ہم گھر پہنچ گئے، گھر والوں کو کسی خاص بات کا احساس نہیں تھا۔ میں اوپر پہنچ گیا۔ رخسار ایک خدمت گار بیوی کی طرح ہر کام سنبھالے ہوئے تھی اور اسی طرح مسکرا کر میرا خیر مقدم کرتی تھی جو بیویوں کا روایتی انداز ہوتا ہے۔ میں بھی رخسار سے ہنس ہنس کر باتیں کرنے لگا لیکن میرا ذہن کھویا کھویا سا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب میرا دوسرا قدم کیا ہونا چاہیے۔ بہر حال ایک محاذ کھل گیا تھا اور مجھے اب اس محاذ پر لڑنا تھا۔ ریاض شاید اس لیے بچ جائے کہ اس وقت وہ وہاں موجود نہیں تھا جب پستولوں والا

کارٹن کھل کر گرا تھا، باقی تمام لوڈزوں کو اس لیے ہلاک کر دیا گیا تھا ان میں سے کم از کم دو اس وقت کے رازدار تھے باقی دو بیچارے مفت میں مارے گئے تھے لیکن میں، مجھے بھی وہ لوگ آسانی سے معاف نہیں کر سکتے تھے اور پھر خاص طور سے اس لیے اور کہ میں نے ان کے تین ساتھیوں کو ہلاک کر دیا تھا۔ غرض یہ کہ میں ان باتوں میں کھویا رہا اور رخسار نے میرا چور پکڑ لیا۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد بستر پر لیٹ کر اس نے کہا۔

”فیصل کوئی خاص بات ہے؟“

”کیا رخسار؟“

”دیکھو مجھے دکھ ہو گا اگر تم مجھے نہیں بتاؤ گے تو؟“

”ارے ارے۔“

”دنیا کی کوئی ایسی بات نہیں ہے فیصل جو تم مجھ سے چھپاؤ، کم از کم اتنا بتا دو کہ ایسی ہی کوئی بات ہے، جس کا چھپانا ضروری ہے یقین کرو پھر کوئی سوال نہیں کروں گی۔“ میں اٹھ کر بیٹھ گیا اور میں نے آہستہ سے کہا۔

”تمہیں کیسے اندازہ ہو گیا رخسار؟“

”کیا اب بھی اس سوال کی گنجائش ہے؟“ اس نے محبت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھ کر کہا۔

”واقعی اب اس سوال کی گنجائش نہیں ہے۔“ میں نے اعتراف کیا۔

”کیا مطلب ہے آخر ایسی کیا بات ہے؟“

”رخسار بات ایسی نہیں ہے جو تم سے چھپانا ضروری ہو، میں یہ سوچ رہا تھا کہ کہیں تم پریشان نہ ہو جاؤ۔“

”نہیں، میں کسی بات سے پریشان نہیں ہوں گی اگر اس میں تمہاری زندگی کو کوئی خطرہ نہ ہو۔“

”نہیں رخسار، میں کوئی بڑی بات اپنی زبان سے نہیں نکالنا چاہتا، میری زندگی کو خطرے میں ڈالنا اتنا آسان نہیں ہے۔“

”میں جانتی ہوں۔“

”اصل میں رخسار، میں نے یہ سوچا تھا کہ زندگی کو یہ نیا ڈھب دیا ہے تو تھوڑا سا پرسکون رہ کر تمہارے ساتھ وقت گزار دوں، رخسار یقیناً تم نے یہ نہیں سوچا ہو گا کہ مجھ جیسا آدمی ان حالات سے دل شکستہ ہو کر خاموش بیٹھ جائے گا اور اسی زندگی کو اپنالے گا میں جانتا ہوں کہ تم مجھ سے پوری طرح واقف ہو لیکن اتنا ضرور چاہا تھا میں نے کہ زندگی کے اس رخ سے پوری طرح لطف لیا جائے لیکن اب کیا کروں کہ وقت میرے لیے سکون کے فیصلے نہیں کرتا وطن کی محبت مجھے آواز دے لیتی ہے، اہل وطن میری قدر بھول گئے لیکن وطن کی مٹی میری جانب ہمیشہ سوالیہ نگاہوں سے دیکھتی رہتی ہے پھر کچھ ایسے لوگ سامنے آگئے ہیں جو وطن دشمن ہیں، کیا خیال ہے تمہارا، اپنے حال میں مست رہوں، انہیں آزاد چھوڑ دوں۔“ رخسار میری صورت دیکھتی رہی پھر ایک دم مسکرا پڑی۔

”نہیں بالکل نہیں، بھلا مجال ہے کسی کی جو ہم سے چھپ سکے اور ہماری نگاہوں کے سامنے ہمارے وطن کی تذلیل کرے۔“

”سچ رخسار، مذاق نہیں کر رہا، بڑی مختلف زندگی گزارنے کے بارے میں سوچا تھا لیکن مجبوری۔“

”کیا ہوا کچھ بتاؤ تو سہی؟“ رخسار نے کہا اور میں نے اسے پوری تفصیل بتا دی۔ رخسار یہ تفصیل سن کر سوچ میں ڈوب گئی تھی پھر اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اور تم سوچ رہے تھے کہ میں پریشان ہو جاؤں گی، ارے میں تو اس وقت پریشان نہیں ہوئی جب تم حکومتوں سے مقابلہ کر رہے تھے۔ مجھے علم ہوتا تھا کہ تم کہاں اور کن لوگوں کے خلاف نبرد آزما ہو اور یقین کرو، مجھے یقین ہوتا تھا کہ تم انہیں شکست دے کر ہی واپس لوٹو گے۔ اتنا بڑا اعتماد تھا مجھے تم پر اور اب بھی ہے اور میں یہ بھی جانتی ہوں کہ جن لوگوں نے تمہارے خلاف یہ کارروائی کی ہے اور اپنی دانست میں تمہیں نیچا دکھا کر بغلیں بجا رہے ہیں اگر تم آج بھی ان کے خلاف کھڑے ہو جاؤ تو انہیں سرچھپانے کا ٹھکانہ نہیں ملے گا۔ میں جانتی ہوں یہ بات، بہت اچھی طرح جانتی ہوں۔“ میں نے محبت

بھری نگاہوں سے رخسار کو دیکھا اور پھر آہستہ سے کہا۔

”ہاں رخسار، مجھے اپنے آپ پر تمہارا یہ اعتماد معلوم ہے۔“

”تو یہ قصہ ہے، گویا تم نے تین ملک دشمن کیفر کردار تک پہنچا دیے۔“

”وہ بے حیثیت لوگ تھے۔ میرا اپنا یہ خیال ہے کہ حاجی غفار، اس کے دو بیٹے اور منیجر جیکب، سب کے سب ایسے ہی ملک دشمن کاموں میں مصروف ہیں، کون جانے یہ لوگ کیا کرتے ہوں، کوئی بھی نہیں جانتا۔“

”مگر اب تمہارا کیا خیال ہے بات ختم ہو گئی؟“

”ان بیچارے مزدوروں کو تو موت کی آغوش میں پہنچا دیا گیا۔ جنہوں نے ٹوٹے ہوئے کارٹن سے نکلے ہوئے پستول دیکھ لیے تھے۔ ریاض خوش بختی سے ان لوڈروں کے ساتھ نہیں گیا تھا۔ ہو سکتا ہے اسے یہ سوچ کر نظر انداز کر دیا جائے کہ اسے حقیقت حال نہیں معلوم۔ میرا مسئلہ ہے، خیر میں ان لوگوں سے نمٹ تو سکتا ہوں لیکن یہ سوچ رہا ہوں کہ انداز بدلنا پڑے گا۔ طریقہ کار بدلنا پڑے گا کچھ ایسا کرنا پڑے گا کہ میری کارکردگی موثر رہے۔“ رخسار گہری سوچ میں ڈوب گئی پھر اس نے کہا۔

”واقعی بات تو بالکل سچ ہے۔ بس ذرا اپنا خیال رکھنا۔“

”رخسار مجھے خود سے زیادہ تمہارا خیال ہے، یہ لوگ اس حد تک تو نہیں سوچ سکتے لیکن میں نے جو تھوڑی بہت کارکردگی دکھائی ہے۔ اس سے یہ تشویش میں مبتلا ہو جائیں گے۔“

”تمہارا مطلب ہے کہ تمہارے بارے میں یہ لوگ نہیں سوچ سکتے کہ تم کون

ہو؟“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، انداز ایسا ہی رکھا ہے میں نے۔“

”ہوں لیکن پھر بھی۔ اب یہ بتاؤ کیا کرنا ہے؟“

”ابھی تو ذرا حالات کا جائزہ لینا ہے، یہ دیکھنا ہے کہ میرے بارے میں وہ لوگ کس

حد تک تشویش کا شکار ہوتے ہیں۔ ویسے تعریفیں تو میری بہت زیادہ کی گئی ہیں۔“

”اس بات سے غلط فہمی میں نہ رہنا۔“

”میں جانتا ہوں رخسار۔“

رخسار سے بہت دیر تک باتیں ہوتی رہیں۔ معمولات سے فراغت ہوئی اور ہم دونوں آرام کرنے لیٹ گئے لیکن بہر حال میں اس رات محتاط رہا تھا کوئی اہم واقعہ پیش نہیں آیا۔ صبح کو نوری گھبرائی ہوئی اوپر آئی اور کہنے لگی۔

”وہ بھیا جی، ریاض کو تو رات بھر بخار رہا ہے۔“

”کیا؟“ میں نے چونک کر کہا۔

”ایسا تپ رہا ہے جیسے لوہا آگ میں پیتا ہے۔“

”اوہو چلو میں دیکھتا ہوں۔“ میں نے کہا اور میں اور رخسار نیچے آگئے۔ ریاض کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ خوب تیز بخار تھا اسے، میں نے اس سے کہا کہ میں ڈاکٹر کو بلا کر لاتا ہوں تو وہ منع کرنے لگا لیکن ڈاکٹر ہمارے گھر سے تھوڑے ہی فاصلے پر تھا۔ میں جانتا تھا کہ ریاض کو خوف کی وجہ سے بخار آگیا ہے لیکن بہر حال دوا وغیرہ دلانا ضروری تھا۔ ڈاکٹر، ریاض کو دیکھ کر چلا گیا، میں نے اس کے پیسے وغیرہ دے دیے، دوا لا کر دے دی پھر ریاض سے کہا۔

”تم آرام کرو ریاض۔ میں الیاس بھائی سے کہہ کر تمہاری حاضری لگواتا رہوں گا۔“ ریاض خاموش ہو گیا تھا۔

مجھے احساس ہوتا تھا جیسے وہ مجھ سے کچھ کہنا چاہتا ہے لیکن بہر حال نوری کی موجودگی میں یہ مناسب نہیں تھا۔ میں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

”کسی بات کی فکر مت کرنا ریاض میں ہوں تمہارے ساتھ۔“ پھر میں حاجی غفار کی کوٹھی پہنچ گیا، الیاس بھائی نے مجھ سے کہا کہ آج کوئی لوڈنگ نہیں ہوگی، کوئی ٹرک نہیں جارہا، ان مزدوروں کی موت کا سوگ منایا جا رہا ہے۔

”الیاس بھائی ان کے لیے کچھ کیا گیا ہے؟“

”کہہ تو رہے ہیں یہ لوگ بلکہ شاید جیکب صاحب چھوٹے سرکار کے ساتھ ان

لوگوں کے گھروں پر گئے بھی ہیں، یہ کہہ کر گئے ہیں کہ کچھ دے دلا کر آئیں گے، کام بند کر دیا گیا ہے۔“

”میرے لیے کیا حکم ہے؟“

”ہمیں بیٹھو جانا نہیں ہے۔“

”وہ الیاس بھائی، ریاض بیمار ہو گیا ہے۔“

”اچھا خیریت کیا بات ہے؟“

”شدید بخار میں مبتلا ہے، اصل میں سات آدمیوں کی موت نے اسے دہشت زدہ کر دیا ہے۔“

”دوا وغیرہ دلائی اس کو؟“

”جی الیاس بھائی۔“

”تم لوگوں کو بھی کچھ انعام ملے گا۔ اس کی پروا مت کرو میں اس کی غیر حاضری نہیں لگاؤں گا۔“ میں نے الیاس بھائی کا شکریہ ادا کیا اور اس کے بعد وہیں کوٹھی کے ایک حصے میں بیٹھا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد مجھے اندر بلایا گیا تھا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ حاجی غفار سے میرا سامنا ہو رہا تھا۔ میں ایک ملازم کے ساتھ اندرونی کوٹھی میں پہنچ گیا۔ ایک بڑے سے کمرے میں حاجی غفار صوفے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ لمبی سی داڑھی، ماتھے پر نماز کا نشان، سادہ سے کپڑے پہنے ہوئے، ان کے نزدیک ہی ان کا بڑا بیٹا جبار بھی بیٹھا ہوا تھا۔ یہ بالکل ہی مولوی ٹائپ کا آدمی تھا۔ تھم اور کرتے میں ملبوس، لمبے لمبے بال، سر پر ٹوپی پہنے ہوئے، بالکل خاموش طبع۔ حاجی غفار نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور بولے۔

”تمہارا ہی نام ارشاد ہے؟“

”جی سرکار۔“

”کوئی ایسی بات بتا سکتے ہو ان ڈاکوؤں کے بارے میں جس سے تمہیں ان کی پہچان ہو جائے۔“

”نہیں سرکار جی، بس چہرے چھپائے ہوئے تھے انہوں نے اور اچانک ہی حملہ کیا

تھا۔ مجھے موقع مل گیا میں اتر گیا اور پھر انہی میں سے ایک کی بندوق چھین کر میں نے ان پر فائر کیا۔“

”گوئی چلانا کیسے جانتے ہو؟“

”بس سرکار پرانا ماحول یاد آگیا، پولیس میں بھرتی ہوا تھا اور تین مہینے تک ٹریننگ لی تھی لیکن بعد میں افسروں نے مجھے نوکر نہیں رکھا۔ نہ جانے کیا ہو گیا تھا صاب جی، میری جگہ کسی اور کو رکھ لیا گیا تھا مگر وہ تربیت کام آگئی۔“

”تم کون سے نمبر کا ٹرک چلاتے ہو؟“ میں نے ٹرک کا نمبر بتایا تو حاجی غفار نے کہا۔

”کوئی ایسی خاص بات تو نہیں ہوئی اس دوران جسے تم نے تعجب سے دیکھا ہو؟“

”جی سرکار ہم سمجھے نہیں؟“

”میرا مطلب ہے کوئی ایسا کام جس سے تمہیں یہ خیال ہوا ہو کہ یہ غیر قانونی ہے۔ اصل میں کچھ دن پہلے مجھے شکایت ملی تھی کہ میرے ٹرک پر کچھ غیر قانونی کام ہوتے ہیں، دیکھو بالکل بے فکر ہو کر مجھے بتاؤ میں تمہاری حفاظت کی ذمہ داری لیتا ہوں، تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا ایسی کوئی بات دیکھی ہے تم نے۔“

”نہیں صاحب جی، بالکل نہیں سرکار ہم تو سیدھا سیدھا مال لے کر جاتے ہیں اور سیدھے سیدھے مال لے کر آ جاتے ہیں۔“

”یہ جھوٹ بولتا ہے ابا جان، جھوٹ بول رہا ہے یہ آپ کے سامنے، مجھے کئی بار یہ شکایت ملی ہے۔“ جبار اچانک ہی بول پڑا تھا۔ عجیب منگنی سی آواز تھی، حاجی غفار نے کہا۔

”مگر یہ کہتا ہے کہ اس نے کچھ نہیں دیکھا۔“

”ہو سکتا ہے ابھی اس نے کچھ نہ دیکھا ہو نیا نیا آیا ہے۔“

”پھر بھی جبار ہم اسے مجبور تو نہیں کر سکتے کہ یہ ہمیں کچھ بتا ہی دے۔“

”سنہال لیجئے ابا جان، حالات کو سنہال لیجئے کیس ایسا نہ ہو کہ بدنامی آپ کو اپنی گرفت میں لے لے۔“

”بس اسی واقعہ کے بارے میں پوچھ رہے تھے۔“ میں نے جواب دیا اور الیاس بھائی سوچنے لگے پھر بولے۔
 ”کتنے بھائی ہو؟“
 ”ایک ہوں۔“
 ”شادی ہو چکی ہے؟“
 ”ہاں جی۔“
 ”بچے ہیں؟“
 ”نہیں۔“

”بیٹا۔ زمانہ بہت خراب ہے۔ پھونک پھونک کر چلو۔ کسی کے لیے جان دے دو“
 کچھ نہیں ملے گا۔ اپنا خیال رکھنا ضروری ہے۔ جانا چاہو جاسکتے ہو۔“ میں نے خاموشی اختیار کر لی۔ اس کے بعد گھر چل پڑا۔

رخسار نے سکون سے دروازہ کھولا تھا۔ اندر آکر سب سے پہلے میں نے ریاض کے بارے میں پوچھا تھا۔ ”بخار اتر گیا ہے۔ رخسار نے جواب دیا۔“
 ”تمہارا کیا حال ہے؟“

”بالکل پرسکون ہوں۔ اپنے شوہر کی سطح جانتی ہوں۔“ رخسار نے جواب دیا۔
 کھانے وغیرہ سے فارغ ہو کر ہم دونوں نیچے اتر آئے تھے۔
 ”آؤ بھائی جی۔ ریاض تو تمہارا مرید ہو گیا ہے۔ کتنا ہے اتنا بہادر بندہ اس نے کبھی نہیں دیکھا۔“ نوری نے ہنس کر کہا۔
 ”ریاض بھی بہت بہادر ہے نوری۔“

”ہاں نسیم۔ بس دو ہی تو بہادر ہیں۔“ نوری حسب معمول ہنس کر بولی۔ رات گئے تک ہم وہاں بیٹھے رہے تھے پھر اوپر آگئے لیکن زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ رخسار یہ سوچ کر دروازہ کھولنے چلی گئی کہ نوری ہوگی۔ کوئی اور تو یہاں کبھی نہیں آیا تھا لیکن میں نے رخسار کی آواز سنی۔

”ضرورت سے زیادہ بولنے لگتے ہو جبار، وقت اور موقع کی نزاکت کا خیال کیا کرو“
 حد سے آگے بولنا نقصان دہ بھی ہو سکتا ہے۔“ حاجی غفار نے منہ بنا کر کہا اور جبار جلدی جلدی تسبیح کے دانے پھیرنے لگا۔ مجھے گولر کے پھل میں پکنے والے وہ بھونگے یاد آگئے جو بڑے کمزور ہوتے ہیں اور انہیں پھل سمیت معدے میں اتار لیا جاتا ہے۔ میرے لیے یہ لوگ ان بھونگوں سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے تھے۔ آسانی سے انہیں اپنے جہڑوں میں دبا سکتا تھا۔ سب ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے تھے۔ مجھ سے صرف یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ میں حالات سے کس حد تک واقف ہو گیا ہوں۔ اس سے زیادہ ان کا کوئی اور مقصد نہیں تھا۔ حاجی غفار نے جیب سے کچھ نوٹ نکال کر مجھے دیتے ہوئے کہا۔

”یہ تمہارا انعام ہے، سنو جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اسے غور سے سنو، آئندہ خیال رکھنا، پورا پورا خیال رکھنا اگر کوئی ایسی بات ہو جو تمہیں غیر قانونی محسوس ہو تو خفیہ طور پر مجھے بتا دینا، میں تمہیں الگ سے انعام دیا کروں گا۔“

”صاب جی انعام کی ضرورت نہیں ہے، ہم تو آپ کے نمک خوار ہیں۔ اس کے بغیر بھی ایسی کوئی بات ہوگی تو ہم آپ کو بتا دیں گے۔“

”یہ رکھ لو اب تم میرے آدمی ہو اس بات کو دل میں رکھنا کوئی بھی ایسی بات ہو جو تمہاری سمجھ میں نہ آئے تو مجھے ضرور بتانا۔“

”ٹھیک ہے صاب جی جیسا آپ کا حکم۔“ میں نے نوٹ جیب میں رکھتے ہوئے کہا اور پھر سلام کر کے وہاں سے نکل آیا۔ پتا نہیں الیاس بھائی نے مجھے کیوں روکا تھا۔ اب یہ تو اندازہ ہو ہی گیا تھا کہ یہ لوگ اپنے اس کاروبار کی آڑ میں مجرمانہ کارروائیوں میں بھی ملوث ہیں۔ کون کیا ہے یہ نہیں کہا جاسکتا تھا۔ ممکن ہے الیاس بھائی بھی بہتی گزگائیں ہاتھ دھو رہے ہوں۔ فی الحال سب سے محتاط رہنا تھا۔

”حاجی صاحب نے بلایا تھا؟“ الیاس بھائی نے پوچھا۔

”ہاں۔“

”کیا کہہ رہے تھے؟“

”جی بھائی جی۔ کس سے ملنا ہے؟“

”ارشاد ہے؟“

”ہاں جی ہیں؟“

”اے بلاؤ۔“ آواز آئی میں فوراً دروازے پر پہنچ گیا لیکن ستار علی کی صورت دیکھ کر ششدر رہ گیا تھا۔

”سرکار..... آپ؟“

”دس منٹ کے لیے میرے ساتھ آؤ گے ارشاد! بس ایسے ہی آجاؤ۔“ ستار نے نرم لہجے میں کہا اور میں بادل ناخواستہ اس کے ساتھ نیچے آگیا۔ ”وہ میری گاڑی کھڑی ہے۔ اس میں بیٹھ کر باتیں کریں گے۔“ اس نے اشارہ کر کے کہا اور میں گردن جھکائے اس کے ساتھ چل پڑا۔ گاڑی خالی تھی اس نے دروازہ کھول کر مجھے اندر بیٹھنے کا اشارہ کیا پھر خود بھی بیٹھ گیا پھر اس نے جیب سے بہت سے نوٹ نکالے اور میری جیب میں ٹھونس کر بولا۔

”یہ تمہاری بہادری کا انعام ہے۔“

”آپ ہی کا دیا کھاتے ہیں سرکار!“

”ہمیں تم جیسے دلیر آدمی کی ضرورت ہے۔“

”جان حاضر ہے سرکار!“

”مالکوں سے سچ بولتے ہو یا جھوٹ؟“

”سچ۔“ میں نے جواب دیا۔

”جیکب کا کیا قصہ ہے؟“

”جی سرکار؟“

”جیکب صاحب راستے سے مال چڑھاتے ہیں۔“

”جی سرکار۔“

”کیا مال ہوتا ہے وہ؟“

”ڈبے بند ہوتے ہیں سرکار۔“

”سنا ہے ایک ڈبہ ٹوٹ گیا تھا؟“

”جی۔ ایسا ہوا تھا۔“

”کیا تھا اس میں؟“

”ہمیں نہیں معلوم مالک۔“

”تم ساتھ تھے؟“

”مگر دور تھے۔ غور نہیں کیا۔“

”لوڈر کہاں تھے؟“

”وہ ساتھ تھے؟“

”تو تم وہاں نہیں تھے؟“

”نہیں مالک۔“

”ہوں۔“ ستار کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ ”تم نے ابھی کہا تھا کہ تم مالک کے وفادار ہو؟“

”جی سرکار!“

”تب پھر تمہیں میرا ایک کام کرنا ہوگا؟“

”حکم دیجئے سرکار!“

”جیکب پر نگاہ رکھو، وہ جو کچھ کرے مجھے اس کے بارے میں رپورٹ چاہیے۔“

”ایک بات کہیں مالک؟“

”کہو۔“

”ہم غلام ہیں آپ کے۔ مالک ہم سے ہمارا کام جس طرح دل چاہے لو۔ ایسے کام

نہ کراؤ ہم سے کہ ہم مشکل میں پھنس جائیں۔ آپ بڑے آدمی ہو مالک۔ ہماری اوقات

کچھ نہیں ہے۔ ہم مارے جائیں گے سرکار۔“

”گویا تم تیار نہیں ہو؟“

”ہم اندھے گونگے اور بہرے ہیں مالک۔ صرف گاڑی چلانا جانتے ہیں ہم۔“

”ہوں۔“ ستار پھر کچھ سوچنے لگا پھر بولا۔ ”ٹھیک کہتے ہو تم۔ میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا۔ کاش تم میرے لیے کام کرنے پر آمادہ ہو جاتے۔ اچھا ایک کام تو کر سکتے ہو؟“

”جی مالک؟“

”میری اس ملاقات کا تذکرہ کسی سے نہ کرنا۔“

”مالک کی قسم۔ ہم بھول گئے، کبھی زبان سے یہ بات نہیں نکلے گی۔“

”جاؤ آرام کرو۔“ ستار نے کہا اور میں گاڑی سے نیچے اتر گیا لیکن عقب سے پوری طرح ہوشیار تھا۔ مجھے ہنسی آرہی تھی پھر میں گھر آگیا۔ کئی دن تک ہنگامہ رہا۔ مجھے تھانے لے جایا گیا۔ ریاض بھی ٹھیک ہو کر ڈیوٹی پر آگیا۔ بات ختم ہو گئی لیکن نہ جانے کیوں مجھے یہ احساس ہونے لگا کہ فیجر جیکب مجھ پر بہت مہربان ہو گیا ہے۔ الیاس بھائی نے مجھے خوشخبری سنائی۔

”تمہیں مستقل کر لیا گیا ہے۔“

”ابھی تو مجھے مہینہ بھی نہیں ہوا۔“

”فیجر صاحب کا حکم تھا۔ شاید تمہاری ڈیوٹی بھی بدل جائے۔“ پھر میری ڈیوٹی بدل گئی۔ جیکب کے پاس ایک شاندار پجوار تھی۔ اس نے مجھ سے کہا۔

”ارشاد پجوار چلاؤ گے؟“

”تابعدار ہوں سرکار!“ میں نے گردن جھکا کر کہا۔

”ٹھیک ہے آج سے میرے ساتھ کام کرو۔“ جیکب نے کہا۔ تب میں نے جیکب کی رہائش گاہ بھی دیکھی۔ ڈیوٹی بہت آسان ہو گئی تھی اب ٹرک لے کر نہیں جانا ہوتا تھا۔ بس جیکب کے چھوٹے موٹے کام کرنے ہوتے تھے۔

ایک دن اس نے کہا۔ ”رات کو گھر والی سے الگ رہ سکتے ہو؟“

”میں سمجھا نہیں سرکار؟“

”ہفتے میں ایک آدھ بار رات کی ڈیوٹی بھی لگ سکتی ہے۔“

”حاضر ہوں سرکار۔“ میں نے کہا۔ اس رات جیکب دو آدمیوں کے ساتھ گھومنے

نکلا تھا اور مجھے آدھی رات تک گاڑی چلانی پڑی تھی لیکن گاڑی جہاں گئی وہ بڑی خوفناک جگہ تھی۔ کوئی دو گھنٹے کے بعد سڑک سے اتر کر کچے راستے عبور کرنے پڑے تھے پھر چٹانی راستوں پر سفر کیا گیا تھا۔ بہت ہی عجیب جگہ گاڑی رکوائی گئی تھی۔

”ہمیں واپسی میں ایک گھنٹہ لگ جائے گا۔ دیکھو یہ تھرماس میں چائے ہے، یہ بسکٹوں کے ڈبے ہیں، ٹیپ ریکارڈر ہے، ہلکی آواز میں چلا سکتے ہو، اور سنو، ہمارے پیچھے آنے کی کوشش مت کرنا۔ اوکے۔“ وہ آگے بڑھ گئے۔

گدھے کے سنبے۔ میں نے دل ہی دل میں دانت پیٹتے ہوئے کہا۔ خود کو بہت اسامٹ سمجھ رہے ہیں۔ مجھے قانون کا سہارا حاصل نہیں ہے لیکن وطن عزیز کی بہتری اور بقا کے لیے میں خود قانون ہوں اور انھیں سزا دے سکتا ہوں۔ ذرا ان کی اصلیت معلوم ہو جائے لیکن آہستہ آہستہ۔

میں پجوار سے نیچے نہیں اترتا لیکن اس علاقے کی پوری سچویشن میں نے ذہن نشین کر لی۔ ریاض پوری تفصیل بتا سکتا تھا۔ جلد بازی کر کے میں کوئی کام خراب نہیں کرنا چاہتا تھا جیکب کی سرگرمیاں پر اسرار تھیں نہ جانے کن لوگوں سے اس کا رابطہ تھا اور نہ جانے کن کن چکروں میں پڑا ہوا تھا حاجی غفار ہی کا آدمی تھا سوچنے کی کوئی بات ہی نہیں تھی بہر حال میرا ذہن نہ جانے کیسے کیسے خیالات کی آماجگاہ بنا رہا جیکب کو گئے ہوئے خاصی دیر ہو گئی تھی موسیقی بے دلچسپی کے نہیں ہوتی لیکن میری تو زندگی ہی ایسی گزری تھی کہ اپنی پسند کا کبھی کوئی کام ہی نہیں ہو سکا تھا پھر بھی وقت گزاری کے لیے ٹیپ ریکارڈر آن کر لیا آواز بالکل مدہم کر دی اور ایک کیسٹ تلاش کر کے ٹیپ ریکارڈر میں لگا دیا اور پشت سے ٹیک لگالی کچھ دیر تک سرسراہٹ ابھرتی رہی اور پھر ایک آواز ابھری۔

”یہ تمہاری بہادری کا انعام، آپ ہی کا دیا کھاتے ہیں سرکار، ہمیں تم جیسے دلیر آدمی کی ضرورت ہے، جان حاضر ہے سرکار۔“ میں حیرانی سے سیدھا ہو کر بیٹھ گیا یہ تو میری اور ستار کی آواز تھی میں حیرت سے منہ پھاڑے دونوں آوازیں سننا رہا یہ کیا ہے۔ جیکب کی گاڑی میں ستار کی اور میری گفتگو کا یہ ٹیپ شدہ کیسٹ کہاں سے آگیا اور یہ

ریکارڈ کیوں کیا گیا۔ اس سے ان کا کیا مقصد تھا گاڑی بھی وہ نہیں تھی جس میں ستار میرے پاس آیا تھا اور اس نے مجھ سے یہ گفتگو کی تھی لیکن کیسٹ میں نے پوری گفتگو سنی اس کے بعد آگے کا کیسٹ خالی تھا۔ میں حیران پریشان ادھر دیکھتا رہا پھر میں نے جلدی سے کیسٹ نکال کر اسے واپس اس کے باکس میں رکھ دیا اور ٹیپ ریکارڈر بند کر دیا لیکن میرا ذہن انہی خیالات میں ڈوبا ہوا تھا کیا یہ گفتگو ستار نے ریکارڈ کی ہے لیکن اس کا مقصد۔ حالانکہ پوری گفتگو میں ایسا کوئی جملہ نہیں تھا جس پر کوئی قانونی گرفت ہو سکے بلکہ نہایت ہی محتاط گفتگو تھی سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس ریکارڈنگ کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ ذہن دوڑاتا رہا پھر دور سے کچھ انسانی ہیولے نظر آئے جیکب ہی تھا میں نے مستعدی سے اسٹیزنگ سنبھال لیا جیکب نے واپس آنے کے بعد چلنے کے لیے کہا اور میں گاڑی موڑ کر واپس چل پڑا جیکب نے آبادی میں داخل ہونے کے بعد کہا۔

”گاڑی اپنے گھر کے پاس لے چلو۔ تم وہاں اتر جانا بعد میں دوسرا آدمی گاڑی ڈرائیو کر کے لے جائے گا۔ میں نے خاموشی سے اس کی ہدایت پر عمل کیا اور گھر واپس آ گیا رخسار میرے انتظار میں جاگ رہی تھی کھانا گرم تھا نوری اور ریاض کے گھر میں تاریکی نظر آرہی تھی اس کا مطلب ہے کہ وہ گہری نیند سو گئے ہیں میں نے محبت بھری نگاہوں سے رخسار کو دیکھ کر کہا۔“

”اور زندگی کی اس تبدیلی پر اگر غور نہ کیا جائے اور اس سے لطف نہ لیا جائے تو کیا انسان کو خوش ذوق کہا جاسکتا ہے۔“

”سمجھی نہیں۔ بیٹھے جوتے اتار لیے مسٹر فیصل۔“ وہ نیچی جھکی تو میں نے کہا۔

”نہیں اب اتنی بھی وفا شعار نہ بنو میں اگر تمہیں کچھ دے نہیں سکتا تو تمہاری توہین بھی نہیں کر سکتا۔“

”جناب عالی۔ یہ جذباتی باتیں رہنے دیں۔ زندگی میں جب ہم اس چہنچہ کو محسوس کر رہے ہیں تو پھر اسے مکمل ہونے دیجئے نا۔“ رخسار نے کہا اور میں ہنس پڑا۔

”ویسے اچھا لگتا ہے رخسار۔ تم نے کھیتوں پر روٹی لے جاتی ہوئی وہ ٹیاریں دیکھی

ہیں جو لاچا باندھے سر پر گھڑا رکھے بغل میں روٹی کی ڈالیا دبائے کھیت پر پہنچتی ہیں اور وہ حضرت کھربا بہادر انھیں دیکھ کر مونچھوں پر تاؤ دیتے ہیں اور ہاتھ دھوئے بغیر روٹی کھانے بیٹھ جاتے ہیں۔“

”جی نہیں۔ وہ نیار پہلے ہاتھ دھلاتی ہے۔“

”اگر ڈائریکٹر اچھا ہو تو ہاتھ دھلوا دیتا ہے ورنہ حضرت کو ہاتھ دھونے کی ضرورت نہیں ہوتی۔“ رخسار ہنس پڑی۔ میں بھی ہنس پڑا تھا حالانکہ خاصی رات ہو گئی تھی لیکن گرم گرم کھانا میرے سامنے آیا اور رخسار بھی ہاتھ دھو کر سامنے بیٹھ گئی۔

”تم نے بھی نہیں کھایا؟“

”ٹیاریں کھاتی ہے؟“

”ارے باپ رے۔ تم تو سنجیدہ ہو گئیں۔“ میں نے کہا اور رخسار میرے ساتھ کھانے میں مصروف ہو گئی۔

”معدہ خراب ہو جائے گا رخسار۔“

”نہیں ہو گا۔ یہاں کی آب و ہوا بہت اچھی ہے دیکھو میں موٹی ہو رہی ہوں۔“

”نہیں بھئی۔ موٹی نہ ہونا۔ تم کیا سمجھتی ہو کیا ہمیں یہیں وقت گزار دینا ہے۔“

”یقین کرو۔ دل تو یہی چاہتا ہے۔“

”اماں چھوڑو رخسار۔ میں یہ نہیں کہتا کہ یہ زندگی بری ہے لیکن عارضی ہے اس

بات کو ذہن میں رکھنا۔“

”نہ جانے کیوں۔ تم اس قسم کی باتیں کرنے لگتے ہو فیصل۔ زندگی کے لمحات

عارضی ہوں یا مستقل، مستقل لمحات وہ ہونے چاہیے جو ہمارے ساتھ ساتھ گزریں۔“

”اچھا اب ایک بات پوری سچائی سے بتاؤ گی؟“

”پوچھو۔ یہ جھوٹ کا شرک کیوں گزرتا ہے؟“

”نہیں مجھے یہ بتاؤ۔ ان حالات سے تم خوفزدہ ہو؟“

”پہلے بھی کہہ چکی ہوں فیصل۔ مجھے معلوم ہوتا تھا کہ تم کہاں اور کس کے خلاف

مجھے اپنے چند کاموں کے لیے بالکل تنہا مسماں پر بھیجا اور خدا کے فضل سے میں اپنے کام کی تکمیل کے بعد ہی واپس لوٹا میں اپنے وطن کا سپاہی ہوں اور سپاہی کو یہ اختیار حاصل ہوتا ہے کہ وطن دشمن کو ہلاک کر دے اس وقت بھی میں یہیں کروں گا ذرا ان لوگوں کو روشنی میں لا رہا ہوں ذرا تفصیلات معلوم کر رہا ہوں کہ یہ کر کیا رہے ہیں اس کے بعد جہاں اور جب دیکھوں گا کہ اب صورتحال مکمل ہو گئی ہے تو میں خود ہی ان سب کو تنہا نیست و نابود کر دوں گا یہ کیا سمجھتے ہیں اپنے آپ کو خاموشی سے ایک ایک کو موت کی نیند سلا دوں گا اس طرح برباد کروں گا انھیں کہ یہ تصور بھی نہ کر سکیں۔ ”رخسار میری صورت دیکھتی رہی پھر اس نے مطمئن انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”خدا تمہارے حوصلوں کو قائم رکھے۔“

”اور جناب عالی۔ رات کتنی ہو گئی ہے۔ یہ نہیں دیکھا آپ نے۔“

”چلو سو جاؤ۔“ رخسار نے کہا اور میں مسکراتا ہوا اپنے بستر پر پہنچ گیا۔

دوسرے دن پھر وہی معمولات البتہ مجھے یہ احساس ہونے لگا تھا کہ ٹرک لے کر نہ جانے سے مجھے وہ ٹھکانے نہیں معلوم ہو پارہے تھے جہاں جہاں سے جیکب مال اٹھاتا تھا اور جہاں پہنچاتا تھا یہ پتا چلنا چاہیے کہ جیکب کا تعلق اور کن کن لوگوں سے تھا لیکن مجبوری ہاں۔ یہ الگ بات ہے کہ اب جیکب کے خفیہ راز معلوم ہو رہے تھے۔ تقریباً ڈیڑھ ہفتہ گزر گیا مجھے بار بار انعامات ملتے رہتے تھے۔ یہ انعامات کبھی چیکب دیتا اور کبھی ستار حاجی صاحب اور جبار سے اس کے بعد ملاقات نہیں ہوئی تھی لیکن پھر ایک دن ایک اور دلچسپ واقعہ پیش آگیا جیکب نے مجھے کسی کام سے بھیجا تھا اور میں ایک تھوڑے فاصلے پر آباد شہر جا رہا تھا راستے میں مجھے ایک بوڑھی عورت اور ایک مرد ملے۔ خالی گاڑی میں تھا دونوں نے ہاتھ جوڑ کر مجھ سے لفٹ مانگی دیہاتی سے لوگ تھے اور غریب نظر آتے تھے۔ میں نے سوچا کہ جا تو رہا ہوں اگر میری منزل تک جا رہے ہیں تو انھیں پہنچانے میں کوئی حرج نہیں تھا میں نے انھیں پچھلی سیٹ پر بٹھالیا اور دونوں مجھے دعائیں دیتے ہوئے بیٹھ گئے گاڑی رکی ہوئی تھی میں نے پلٹ کر پوچھا۔

کام کر رہے ہو، کیسے کیسے لوگوں سے تمہارا واسطہ ہے لیکن میں پورے اعتماد کے ساتھ تمہاری اس مہم کے خاتمے کا انتظار کرتی تھی اور یہ سوچتی تھی کہ آخر کار تم کامیاب و کامران واپس آؤ گے۔“

”تھینک یو رخسار۔“

”کیا قصہ کیا ہوا اتنی رات.....“

”ہاں۔ اصل میں رخسار وہی صورتحال ہو گئی ہے یعنی اب یہ بات بالکل طے ہو چکی ہے کہ حاجی غفار اور اس کے دونوں بیٹے یا ممکن ہے ان میں سے ایک اس سلسلے میں پوری طرح ملوث ہیں دوسرا ذرا مختلف قسم کا آدمی ہے کچھ خالی خالی سا لگتا ہے لیکن ستار بہت تیز طرار آدمی ہے مجھے پیسے مل رہے ہیں رخسار اور اس کے ساتھ ساتھ آہستہ آہستہ وہ مجھے اپنی بحرمانہ سرگرمیوں میں ملوث کرتے جا رہے ہیں یہ لوگ ٹرانسپورٹ کے بزنس کی آڑ میں غالباً اسمگلنگ بھی کرتے ہیں اسلحہ وغیرہ بھی فروخت کرتے ہیں اور ادھر سے ادھر منتقل کرتے ہیں بہر حال یہ سب ملک دشمن سرگرمیاں ہیں اور ان پر ٹھیک ٹھاک طریقے سے کام ہو رہا ہے ہو سکتا ہے اس میں کچھ غیر ملکی ہاتھ بھی ہو۔“

رخسار چند لمحے تشویش زدہ انداز میں مجھے دیکھتی رہی پھر بولی۔

”ایک بات بتاؤ فیصل؟“

”ہاں۔“

”اگر کوئی ایسی صورت حال مکمل ثبوتوں کے ساتھ تمہارے سامنے آگئی تو کیا پولیس کا سہارا لو گے۔“

”ذرا اس سوال کی وضاحت کرو۔“

”مطلب یہ ہے کہ اپنی اصل حیثیت سے تو اب تم منظر عام پر نہیں آ سکتے اور پولیس کا سہارا لینے کا مطلب ہے کہ تم خود مشکل میں پڑ جاؤ۔ میں اکثر یہ بات سوچتی رہی ہوں۔“ میں نے چند لمحات خاموشی اختیار کی پھر آہستہ سے کہا۔

”اس سے پہلے بھی میں نے اپنے وطن کی انتظامیہ کا سہارا نہیں لیا کوئی میکوویا نے

”کہاں جانا ہے تم لوگوں کو؟“ لیکن دوسرے لمحے میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں بوڑھے آدمی کے ہاتھ میں ایک عجیب و غریب پستول تھا جس کا رخ اس نے میری جانب کیا ہوا تھا ایک لمحے میں وہ سب کچھ ہو گیا جس کا میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا ایک اہلکا سا غبار پستول کی نال سے نکل کر میرے چہرے سے ٹکرایا اور میں نے فوراً ہی پستول پر ہاتھ مارنے کی کوشش کی بوڑھا پیچھے ہو گیا تھا لیکن مجھے یہ محسوس ہو رہا تھا جیسے میرے ہوش دھواں کسی مضبوط آہنی شکنجے میں جکڑتے جا رہے ہوں اور پھر درحقیقت چند ہی لمحے مجھے بے ہوش ہونے میں لگے تھے اور یہ نہیں پتا تھا کہ ہوش آنے میں کتنی دیر لگی ہے لیکن ہوش آیا تو ایک بڑے سے کمرے میں جس میں دیواروں کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا میں زمین پر بندھا ہوا پڑا تھا آنکھوں میں مرجھیں سی لگ رہی تھیں حلق بڑا بد مزہ ہو رہا تھا غالباً اسی خواب اور گیس کا اثر تھا جس سے مجھے بے ہوش کر دیا گیا تھا۔ میں چند لمحے تو سوچوں میں ڈوبا رہا یہ حماقت ہوئی ہے مجھ سے اتنا بے پروا نہیں ہونا چاہیے تھا حالات سے گواہی کوئی سنگین نوعیت پیدا نہیں ہو سکی تھی لیکن پھر بھی ہوشیار رہنا ضروری ہوتا ہے کسی کو براہ راست مجھ پر شبہ کا موقع نہیں ملا تھا لیکن انتظامیہ کے افراد بھی ہو سکتے ہیں جو مجھے ہی آلہ کار بنا کر ان لوگوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتے ہوں، حالانکہ ایک عجیب و غریب خیال تھا لیکن جس طرح اس کی تصدیق ہوئی اس پر میں حیران ہو گیا جو شخص کمرے میں داخل ہوا وہ فوجی وردی پہنے ہوئے تھا اور اس کے شانے پر کرنل کے نشانات جگمگا رہے تھے، آنکھوں پر سیاہ چشمہ لگا ہوا تھا، ہست خوبصورت بدن کا مالک تھا، چہرہ بھی شاندار نظر آ رہا تھا، ایک لمحے کے لیے میرے ذہن میں کچھ الجھن سی پیدا ہو گئی وہی ہوا جس کا خدشہ تھا میں خاموش نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا، فوجی میرے سامنے آکھڑا ہوا اس نے کہا۔

”میرا نام امیر شاہ ہے اور تم نے میرے لباس سے یہ اندازہ لگا ہی لیا ہو گا کہ میں کون ہوں؟“

”جی۔“

”تمہارا نام شاید ارشاد علی ہے؟“

”جی۔“ میں نے جواب دیا۔

”ارشاد علی جہاں تک تمہارے بارے میں میری معلومات کا تعلق ہے، تم ایک شریف نوجوان ہو، سیدھے سادے اور معصوم سے نوجوان جو اپنی بیوی کے ساتھ کرائے کے ایک چھوٹے سے مکان میں رہتے ہو لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی تم ایک وفادار اور نمک حلال قسم کے آدمی ہو، دیکھو ارشاد علی جس زمین پر تم رہتے ہو، سب سے پہلا حق تم پر اس زمین کا ہے اگر زمین کی نمک حلائی نہیں کرو گے تو کسی کی بھی نمک حلائی کرتے رہو، تمہارا عمل جائز نہیں ہو گا، تمہارے بارے میں کافی معلومات حاصل کی ہیں ہم نے اور ہمیں پتا چلا ہے کہ تم نے مالک کی وفاداری میں اس کا مال بچانے کے لیے اپنی زندگی پر کھیل کر کئی ڈاکوؤں کو ہلاک کر دیا تھا، ارشاد علی بے شک تم نے اپنا فرض پورا کیا تھا لیکن اگر تمہیں یہ علم ہو جائے کہ جن لوگوں کے لیے تم کام کر رہے ہو، وہ اچھے لوگ نہیں ہیں اور تمہارے وطن کو نقصان پہنچا رہے ہیں، تو کیا تم وطن دشمنوں کو معاف کر دو گے؟“

”سر میں تو ایک سیدھا سادہ آدمی ہوں مجھے نہیں معلوم مالک کیا کرتے ہیں۔“

”چلو ٹھیک ہے لیکن اب جب تمہیں اس بات کا علم ہو گیا ہے تو کیا تم اپنے وطن کے لیے کام نہیں کرو گے؟“

”سر آپ کو پتا ہے کہ میں ایک غریب سا آدمی ہوں، ڈرائیور تھا اور ڈرائیور ہوں، مالکوں کے خلاف کچھ کروں گا تو سر میری زندگی خطرے میں پڑ جائے گی، میں تو سیدھی سیدھی زندگی گزارنا چاہتا ہوں۔“

”بے شک سیدھی زندگی گزارو لیکن اس زمین کا جو تم پر حق ہے تمہیں وہ حق پورا کرنا چاہیے، ذرا غور کرو وطن کے لیے جان دینے والے سپاہی تھوڑے سے پیسے کماتے ہیں لیکن ان کے دلوں میں وطن سے محبت کا جو جذبہ ہوتا ہے وہ کتنا قیمتی ہوتا ہے۔“

”جی سر آپ ٹھیک کہتے ہیں۔“

”نہیں صاحب جی۔“

”اچھا دیکھو مجھے افسوس ہے کہ تمہیں اس طرح یہاں لایا گیا لیکن ایک مجبوری تھی، تمہیں یہاں آئے ہوئے زیادہ وقت نہیں گزرا، تم سے پوچھا جائے تو کوئی بھی ہمانہ کر دینا، میں دوبارہ تم سے ملاقات کرنے کی کوشش کروں گا سوچنا، غور کرنا، وطن کے لیے کچھ کرنا دنیا کا سب سے بڑا کام ہے سمجھ رہے ہو نا میری بات؟“

”جی سرکار۔“ میں نے ہاتھ جوڑ کر جواب دیا اور اس نے آگے بڑھ کر خود میری

ہاتھ کھول دیے اور پھر کہنے لگا۔

”ایک بار پھر میں تم سے معافی چاہتا ہوں کہ اس طرح تمہیں یہاں لانا پڑا لیکن اگر

ہم دوسرے انداز میں تم سے کہتے تو شاید تم ہمارے ساتھ آنا پسند نہیں کرتے جو تکلیف

تمہیں ہوئی اس کے لیے ہمیں معاف کر دینا، یہاں سے تمہیں آنکھوں پر پٹی باندھ کر لے

جانا پڑے گا، تمہاری گاڑی ہمارے پاس موجود ہے بعد میں تمہیں گاڑی کے ساتھ جانے کی

اجازت دے دی جائے گی، تھوڑی دیر انتظار کرلو۔“ دس منٹ کے بعد دو افراد میرے

پاس آئے میری آنکھوں پر پٹی باندھ گئی اور مجھے وہاں سے نکال لیا گیا پھر انجن کی آواز

سے ہی میں نے پہچان لیا تھا کہ یہ ہماری ہی گاڑی تھی کوئی پندرہ منٹ مجھے سفر کرنا پڑا اور

اس کے بعد میری آنکھوں کی پٹی کھول دی گئی اور اسٹیرنگ کی چابی میرے حوالے کر دی

گئی جو شخص گاڑی ڈرائیو کر کے یہاں لایا تھا وہ نیچے اتر گیا ایک چوڑی سڑک تھی، جسے

میں نے پہچان لیا تھا، نیچے اترنے کے بعد اس نے ہاتھ ہلایا اور سڑک کے نشیب میں اتر گیا

میں تھوڑی دیر تک اپنی آنکھوں کی بینائی بحال کرنے کی کوشش کرتا رہا اور اس کے بعد

پیارو میں بیٹھ کر چل پڑا۔ نہ جانے اس تمام کام میں کتنا وقت لگ گیا تھا لیکن گاڑی چلاتے

ہوئے میں یہ سوچ رہا تھا کہ یہ سب کچھ کیا ہوا، کرنل کی وردی میں ملبوس شخص بے شک

فوجی نظر آ رہا تھا لیکن اس کا انداز، اس کی گفتگو یہ سب کچھ کیا تھا۔ درحقیقت پہلی بار مجھے

ایک ہلکے سے خوف کا احساس ہوا تھا اگر واقعی وہ کوئی فوجی تھا تو ایسے لوگوں کا میری جانب

متوجہ ہونا مناسب نہیں ہے، وہ میرے بارے میں جانتے بھی تھے اور صاف ظاہر تھا کہ اگر

”معاف کرنا ارشاد علی تمہیں مجبوراً اس طرح وہاں سے لایا گیا ہے ہم اس کے لیے تم سے معافی چاہتے ہیں، ہمارا مقصد صرف اتنا ہے کہ تم حکومت کے لیے کام کرو ان لوگوں کے خلاف اور اگر تمہیں یہ پتا چل جائے کہ یہ ملک کے خلاف کام کر رہے ہیں تو پھر تم اپنے ان تھوڑے سے پیسوں کو بھول جاؤ، جو تمہیں تنخواہ کی حیثیت سے ملتے ہیں، پیٹ بھرنے کے لیے تو بہت سے سارے حاصل ہو سکتے ہیں لیکن وطن دشمنی کرو گے تو زندگی سے بھی جاؤ گے اور بے عزتی کی موت مرو گے۔“

”صاحب جی، ہمیں معاف کر دیجئے ہم کچھ نہیں جانتے ہم تو ایک سیدھے سادے ڈرائیور ہیں جو بس اپنی روزی کما رہے ہیں۔“

”اچھا چلو چھوڑو، یہ بتاؤ جب تک نامی آدمی جس کے پاس اس وقت تم کام کر رہے ہو، کہاں کہاں جاتا ہے تم سے کیا کیا کام لیتا ہے؟“

”صاحب جی پہلے ہم ٹرک چلاتے تھے، حاجی غفار کا مال ادھر سے ادھر لے جاتے تھے، جب تک صاحب ہمارے فیجر ہیں وہ جو واقعہ ہوا نا صاحب جی، اس کے بعد مالک ہم پر بہت مہربان ہو گئے، کیونکہ ہم نے ان کے مال کی بچت کرا دی تھی اس لیے ہمیں جب تک صاحب کی گاڑی چلانے پر لگا دیا گیا ہے وہ جدھر حکم دیتے ہیں ہم ادھر چلے جاتے ہیں وہ کیا کرتے ہیں یہ ہمیں بالکل نہیں معلوم صاحب جی۔“

”کہاں کہاں جاتا ہے وہ؟“

”بس جی کاموں کے سلسلے میں جگہ جگہ، کبھی اس شہر کبھی اس شہر جہاں کہیں وہ جاتے ہیں وہاں ہم گاڑی میں بیٹھے رہتے ہیں اور کوئی کام ابھی تک ہم سے نہیں لیا گیا۔“

”جی سرکار بتائیے۔“

”جہاں جہاں جب تک جائے اور جو جو کام وہ کرے بس ہمیں اس کی رپورٹ دے

دو۔“

”صاحب جی مالک کی نمک حرامی نہیں ہوگی۔“

”پھر وہی بات کہتا ہوں وطن کی نمک حرامی کرنا پسند کرو گے؟“

انتظامیہ کے افراد ہیں تو حاجی غفار کی طرف متوجہ ہو گئے ہیں ایسے حالات میں مستقبل میں میرے لیے کیا مشکلات پیش آسکتی ہیں اپنے طور پر چالاکی سے کام لے کر ان لوگوں کو حاجی غفار کے بارے میں تفصیلات بتا بھی سکتا تھا لیکن کیا کہا جاسکتا ہے کہ یہ بھی حاجی غفار ہی کے آدمیوں کی کوئی چال ہو، وہ مجھے بھرچیک کرنا چاہتے ہوں۔ دل و دماغ میں ایک الجھن برپا ہو گئی تھی لیکن واپس پہنچتے پہنچتے میں نے اس الجھن کو ذہن سے جھٹک دیا۔ آخری فیصلہ یہی کیا تھا کہ اس واقعے کے بارے میں کسی کو نہیں بتاؤں گا، دیکھوں گا کیا صورتحال رہتی ہے، رخسار کو بھی میں نے اس بارے میں کچھ نہیں بتایا، مجھ سے کوئی پوچھ گچھ ہی نہیں کی گئی تھی اس لیے میں بھی اس مسئلے کو بالکل ہی نظر انداز کر گیا اور اس کے بعد پھر وہی معمولات ان معمولات میں البتہ ایک رات ذرا سنگین صورتحال پیش آگئی تھی لیکن اس رات بھی میں نے اپنے طور پر مناسب ہی فیصلہ کیا تھا۔ جبکہ نے اس دن مجھے دن میں چھٹی دے دی تھی اور شام کو چھ بجے بلایا تھا۔ شام کو چھ بجے جب میں اس کی بلائی ہوئی جگہ پہنچا تو وہاں ایک اور گاڑی کھڑی ہوئی تھی، بالکل نئی اور ایک خاص قسم کی قیمتی گاڑی جس کے پچھلے اور اگلے حصے کے درمیان رابطہ نہیں تھا، پیچھے کا حصہ بند تھا، جبکہ خود میرے ساتھ بیٹھ گیا اور اس نے مجھے چلنے کے لیے کہا۔ راستے کا ایک حصہ تو میرا جانا پہچانا تھا لیکن اس کے بعد مجھے ایک اجنبی راستے سے گزرنا پڑا، صحرا پھیلا ہوا تھا، ریت کے ٹیلے، تاحد نظر بکھرے ہوئے تھے اور مجھے اسی ریت پر گاڑی دوڑانی پڑ رہی تھی، خاص قسم کی گاڑی تھی اس لیے زیادہ دشواری نہیں پیش آرہی تھی لیکن رفتار بہت سست رکھنی پڑ رہی تھی، کوئی چار گھنٹے تک مجھے یہ سفر مسلسل کرنا پڑا اور اس کے بعد ایک ویران علاقہ آگیا۔ یہاں گاڑی رکوا دی گئی اور جبکہ انتظار کرنے لگا۔ میں خاموش تھا۔ جبکہ نے مجھ سے کہا۔

”ذرا تیر پریشان تو نہیں ہو؟“

”نہیں سرکار، پریشان تو نہیں ہیں ہم لیکن یہ جگہ بڑی عجیب ہے۔“

”سنو بڑی ہوشیاری سے کام کرنا ہے تمہاری سیٹ کے نیچے کلاشنکوف رکھی ہوئی

ہے اگر ضرورت پیش آگئی تو میں تمہیں اشارہ کر دوں گا، کچھ ایسی ہی سنگین بات ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ تم ایک بہادر آدمی ہو۔“ میں نے سر دنگا ہوں سے جبکہ کو دیکھا اور خاموش ہو گیا۔ رات گہری تاریک تھی، وقت گزرتا جا رہا تھا، جبکہ گاڑی کی چھت پر بیٹھا ہوا، کھانے پینے میں مشغول تھا، میں ڈرائیونگ سیٹ پر تھا اور پریشانی کے عالم میں چاروں طرف دیکھ رہا تھا پھر بہت دور سے کچھ روشنیاں نظر آئیں، سبز نارنج کی روشنی تھی اس کے جواب میں جبکہ نے بھی اوپر سے روشنی جلائی۔ گویا اشارہ دیا جا رہا تھا۔ میں خاموش نگاہوں سے ادھر دیکھتا رہا، جبکہ نیچے اتر آیا پھر مجھ سے بولا۔

”اب تم ایسا کرو یہاں سے کچھ فاصلے پر چلے جاؤ، وہ جو اذھر ٹیلا نظر آ رہا ہے بس وہاں چلے جاؤ تم اور سنو، احتیاطاً یہ کلاشنکوف اپنے ساتھ رکھ لو۔ چلانا جانتے ہو؟“

”نہیں صاحب جی، صحیح طریقے سے نہیں جانتا۔“

”اوہو دیکھو بڑا آسان سا کام ہے سب کچھ وہی ہے جو عام رانٹلوں میں ہوتا ہے بس ذرا تھوڑا سا خیال رکھنا پڑتا ہے۔“

”جی سرکار۔“ میں نے کلاشنکوف سنبھال لی اور ٹیلے کے عقب میں پہنچ گیا، اب بات کافی سنگین ہو گئی تھی اگر ایسے کسی معاملے میں کسی کے ہاتھ لگ گیا تو اپنا بچاؤ مشکل ہو جائے گا، کچھ نہ کچھ کرنا ہی چاہیے، بہر حال میں انتظار کرتا رہا۔ وہاں سے دیکھتا بھی رہا، ایک اور گاڑی قریب آئی تھی اور پھر ہماری گاڑی سے کچھ سامان اتارا گیا تھا۔ یہ سامان اس گاڑی میں منتقل کر دیا گیا اور اس کے بعد وہ لوگ وہاں سے واپس چل پڑے۔ جبکہ نے ان کے کافی دور نکل جانے کے بعد مجھے آواز دی تھی اور میں اس کے قریب پہنچ گیا تھا۔ جبکہ نے کہا۔

”بس چلو واپس چلو۔“ میں نے گاڑی اشارت کر کے واپس موڑ دی کوئی آدمی گھنے کا سفر کیا تھا کہ دفعتاً ہی کہیں دور سے ہم پر طاقتور روشنیاں پڑیں اور جبکہ گھبرا گیا اس نے کہا۔

”دوڑاؤ گاڑی دوڑاؤ ہمیں ان کی زد سے نکلنا ہے۔“ مجھے بھی ان کی زد سے نکلنا

آدمی ہو، بہادر اور وفادار تم جیسے آدمیوں کا مل جانا تو بہت بڑی بات ہوتی ہے اصل میں تمہارے بارے میں آج میں نے ایک اور فیصلہ کیا ہے، سنو تمہارے بیوی بچے ہیں؟“

”جی سرکار۔“

”ہر آدمی چاہے وہ کتنا ہی غریب ہو، کتنا ہی امیر اس بات کی آرزو کرتا ہے کہ اس کے گھر والے عیش کی زندگی گزاریں ان کے پاس خوب دولت ہو، کوٹھی کار بنگلے ہوں، بولو میں غلط کہہ رہا ہوں۔“

”نہیں صاحب ٹھیک ہے۔“

”تم گاڑی چلاتے ہو۔ کتنی تنخواہ ملے گی تمہیں، تھوڑا بہت انعام ملتا رہے گا اور بس اس سے زیادہ کچھ نہیں، میں یہ نہیں چاہتا میں چاہتا ہوں کہ تم شہر کی آبادی میں رہو، تمہارے بیوی بچے ایک بڑے آدمی کے بیوی بچے کہلائیں، اتنا عیش و آرام ہو ان کے لیے کہ انہوں نے خواب میں بھی نہ سوچا ہو یہ کام میں کر سکتا ہوں ارشاد، تم نے اپنی وفاداری کے تمام ثبوت دے دیے ہیں۔ میں اب تمہیں تمہارا انعام دینا چاہتا ہوں۔ لو دیکھو یہ کتنی رقم ہے، گن سکتے ہو اسے۔“ اس نے جیب سے پانچ پانچ سو کے نوٹوں کی ایک گڈی نکالی اور میرے سامنے ڈال دی، میں نے گڈی اٹھانے کی کوشش نہیں کی تھی وہ بولا۔

”پچاس ہزار ہیں یہ، پورے پچاس ہزار سمجھے، کتنے ہیں؟“

”پچاس ہزار۔“

”ہاں اگر تم اپنی تنخواہ کا حساب کرو تو کتنے مہینوں کی تنخواہ بنتی ہے یہ تمہاری، دو ڈھائی سال کی تنخواہ، اٹھاؤ اور اس گڈی کو جیب میں رکھ لو یہ تمہاری ہے اور یہ صرف تمہاری آج کی اس بہادری کا انعام ہے جس بہادری سے تم مجھے نکال کر لے آئے ہو۔“

”صاحب جی، اب ہم بھی آپ سے ایک بات کہیں۔ آپ نے بالکل ٹھیک کہا۔ ہم بھی کبھی ایسے خواب دیکھتے ہیں کہ ہماری بیوی آرام کی زندگی گزار رہی ہے۔ بڑے اچھے گھر میں رہ رہی ہے لیکن ہم جب ان خوابوں سے جاگتے ہیں تو خود پر ہنس کر خاموش

تھا، میں نے صاف اندازہ لگالیا تھا کہ وہ ریجنر تھی اس وقت کسی بھی طور ان کے ہاتھ نہیں آتا تھا ورنہ ساری صورت حال تباہ ہو جاتی، چنانچہ میں نے بڑی مہارت کے ساتھ گاڑی دوڑانا شروع کر دی، راستوں کا تعین میں نے کر لیا تھا، دوسری طرف سے گولیاں برسائی جانے لگیں، غالباً وہ لوگ گاڑیوں میں ہمارے پیچھے آرہے تھے لیکن میں یہ جانتا تھا کہ اگر ہم دونوں ان کے ہاتھ لگ گئے تو میرے ساتھ جو کچھ ہو گا وہ بڑا افسوسناک ہو گا، بچ کر نکلتا تھا ہر قیمت پر بچ کر نکلتا تھا چنانچہ میں اپنی تمام تر مہارت صرف کرتے ہوئے گاڑی کو ان کی زد سے نکال لایا، انہوں نے صرف ریتیلے میدان تک ہمارا پیچھا کیا تھا اور اس کے بعد شاید ناکامی کا یقین کر کے، یہ سلسلہ ترک کر دیا تھا لیکن میں گاڑی چوڑی سڑک پر نکال لایا اور اس کے بعد میں نے اسے اس کی آخری رفتاری پر دوڑا دیا، جیکب گاڑی کی اسپید دیکھ کر کسی قدر وحشت زدہ ہو گیا تھا لیکن گاڑی پوری طرح میرے کنٹرول میں تھی اور میں اسے اپنی رفتار سے مسلسل دوڑا رہا تھا پھر جیکب نے کسی قدر خوف زدہ آواز میں کہا۔

”نہیں بس ہم ان کی زد سے نکل آئے ہیں اب خطرہ نہیں ہے اب رفتار ست کرو۔“ میں نے جیکب کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے گاڑی کی رفتار ست کر دی تھی پھر ہم شہر میں داخل ہو گئے اور جیکب نے کہا۔

”دیر تو ہو گئی ہے تمہیں تھوڑی سی دیر اور سسی میرے گھر چلو۔“ میں نے گردن جھکا دی تھی۔

پھر کچھ دیر کے بعد گاڑی جیکب کی رہائش گاہ پر رک گئی اور اس نے نیچے اترتے ہوئے کہا۔

”آجاؤ۔“ میں اس کے ساتھ ساتھ اندر داخل ہو گیا تھا اس نے مجھے ایک کمرے میں بٹھایا اور بولا۔

”میں ابھی آتا ہوں تھوڑی دیر انتظار کرلو۔“ میں خاموشی سے اپنی جگہ بیٹھا رہا۔

جیکب تھوڑی دیر کے بعد لباس تبدیل کر کے میرے پاس آگیا اس نے کہا۔

”ارشاد! میں تم سے اتنا خوش ہوں کہ تمہیں بتا نہیں سکتا۔ تم تو واقعی بہت کام کے

ہو جاتے ہیں۔ یہ سوچ کر کہ ایسے خواب تو ہم دیکھ سکتے ہیں، پورے نہیں کر سکتے صاحب جی، یہ سچ بھی ہے اگر ہم ان خوابوں کو پورے کرنے کی فکر میں لگ جائیں تو مالک سے وفاداری ختم ہو جائے گی ہماری، سمجھ رہے ہونا، آپ صاحب جی، بہت بڑی رقم ہے یہ۔ سچ سچ ہماری ڈھائی سال کی تنخواہ ہے پر یہ ہمیں نہیں چاہیے۔ وفاداری کی کوئی قیمت نہیں ہوتی صاحب جی۔ وفاداری تو انسان کے اندر ہوتی ہے۔ ہم آپ سے اس وفاداری کا کوئی بدلہ نہیں لیں گے۔“ جیکب حیرت سے میری صورت دیکھنے لگا پھر بولا۔

”جیت لیا ہے تم نے مجھے جیت لیا ہے اچھا سنو۔ یہ پیسے تو خیر تمہیں رکھ لینے چاہئیں۔ اپنی بیوی کے لیے زیور وغیرہ بنا دینا۔ خوش ہو جائے گی لیکن تم نے بہت بڑا مقام حاصل کر لیا ہے میرے دل میں۔ سنو ارشاد جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اسے غور سے سنو۔ ایک آدھ ہفتے کے بعد جب تمہارا مہینہ پورا ہو جائے تو حاجی غفار کے ہاں کی نوکری چھوڑ دو۔ الیاس بھائی سے کہہ دو کہ تم یہاں سے شہر جا رہے ہو سمجھ رہے ہونا میری بات۔ تمہاری نوکری اب میرے پاس ہے۔ میں تمہیں بہت کچھ دوں گا۔ بھول جاؤ اس بات کو کہ تمہارے اخراجات کیا ہوں گے، تمہیں ایک بہت اچھے مکان میں رہنے کے لیے جگہ دی جائے گی۔ ایک آدھ نوکر بھی رکھ دیا جائے گا۔ تمہارے ساتھ، تم کسی کو نہیں بتاؤ گے کہ تم کہاں رہ رہے ہو بس خاموشی سے اپنا یہ گھر چھوڑ دینا بلکہ میں تو کہتا ہوں سارا سامان بھی اس گھر میں چھوڑ دینا تاکہ جب تم سامان اٹھاؤ تو کسی کو یہ خیال نہ آئے کہ تم کہیں اور جا رہے ہو۔ جس گھر میں تم جاؤ گے۔ وہاں تمہیں ضرورت کا سارا سامان ملے گا۔ تم اپنی زندگی ہی بدلی ہوئی پاؤ گے۔ میں تمہیں وہ گھر دکھا بھی دوں گا اور بس اس کے بعد پھر میں تمہیں بتاؤں گا کہ آگے تمہیں کیا کرنا ہے۔“

”صاحب جی۔“ میں نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

”ہاں۔ یہ تو کوئی بڑی بات نہیں ہے جو کچھ تم اب کر رہے ہونا، تمہیں اس سے بہت زیادہ مختلف کام نہیں کرنا پڑے گا۔ بس ہوشیاری، بہادری، دلیری اور وفاداری کا یہی معیار قائم رکھنا ہو گا۔ تم جیسے آدمیوں کی قدر حاجی غفار کیا کرے گا۔ وہ تو میرے دل میں

ہے۔“

”آپ کی مہربانی ہے صاحب جی، مجھے سوچنے کا موقع دیں۔“

”اچھے اور سنہرے مستقبل کے بارے میں سوچ رہے ہو۔ تعجب کی بات ہے لیکن خیر سوچ لو ویسے بھی میں نے تمہیں ہفتہ ڈیڑھ ہفتہ تو دیا ہے لیکن سوچنے کی ضرورت نہیں پیش آئے گی۔ تمہیں کوئی پریشانی کوئی خطرہ نہیں ہو گا۔ میں ذمے دار ہوں۔ بالکل بے فکر ہو جاؤ۔“

”جی صاحب جی۔“

”اور یہ کہنے کی ضرورت تو ہے نہیں تم سے کہ جو کچھ ہوا ہے وہ کسی کو بتانے کی ضرورت نہیں۔ تم خود بھی سمجھدار اور اس سلسلے میں بڑے ثابت قدم آدمی ثابت ہوئے ہو۔ پیسے رکھ لو، جاؤ آج بیوی کو خوش کر دینا۔ وقت زیادہ ہو گیا ہے ورنہ میں خود تمہاری بیوی کے لیے زیورات خرید کر تمہیں دیتا۔ اٹھالو یہ گڈی۔ میں کہہ رہا ہوں تم سے۔“

”شکریہ صاحب جی۔“ میں نے نوٹوں کی گڈی لرزتے ہاتھوں سے اٹھائی تاکہ جیکب کو یہ خیال رہے کہ اتنی بڑی رقم میرے لیے کوئی معمولی حیثیت نہیں رکھتی۔ گڈی کو اپنے لباس میں چھپایا۔ جیکب بولا۔

”چلے جاؤ گے یا میں تمہیں چھوڑ دوں؟“

”نہیں صاحب جی، میں چلا جاؤں گا۔“ جیکب مجھے نیچے تک چھوڑنے آیا تھا اور اس کے بعد میں وہاں سے چل پڑا تھا لیکن ذہن بڑے دلچسپ اور عجیب و غریب احساسات کا شکار تھا۔ میں ہنس رہا تھا اپنی تقدیر پر کہ دھت تیرے کی پھر الجھا لیا نا اپنے آپ میں۔ ایک طرف جناب کرئل، امیر شاہ صاحب تھے، کون تھے کیا تھے کیسے تھے یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ دوسری طرف یہ سارا ماحول تھا اور تیسری طرف ایک ایسا خوفناک تصور جو کبھی کبھی دل میں آجاتا تھا تو نجانے کیسے کیسے احساسات جاگ اٹھتے تھے۔ میں کیا ہوں یہ گدھے نہیں جانتے۔ جان گئے تو انہیں موت آجائے گی لیکن بہر حال یہ طے تھا کہ میری تقدیر مجھے میرے محور سے ہٹنے نہیں دے گی۔ چاہے اس سے کتنا ہی دور بھاگتا رہوں۔

گھر پہنچ گیا اور رخسار کو اپنا منتظر پایا۔ گھریلو زندگی اتنی پر لطف محسوس ہوتی تھی کہ کبھی کبھی یہ سوچنے لگتا تھا کہ اب تک اس سے دور رہ کر عقلمندی کا کام نہیں کیا۔ رخسار کے چہرے پر کوئی ایسی خاص بات تھی جس نے مجھے اپنی جانب متوجہ کر لیا۔ منتظر تھا کہ وہ خود ہی بتائے گی کھانے کے بعد جب ہم آرام کے لیے لیٹ گئے تو اس نے کہا۔

”ایک بڑی خاص بات ہے فیصل، اب وقت ہے کہ میں تمہیں بتا دوں۔“

”جی ارشاد“ وہ خاص بات بہت دیر سے آپ کے چہرے پر رقص کر رہی ہے اور میں انتظار میں تھا کہ جلدی سے وہ آپ کے ہونٹوں تک پہنچے۔“

”کیا واقعی؟“

”جی ہاں آپ سے جھوٹ نہیں بولتا ہوں محترمہ رخسار۔“

”فیصل آج ایک نوجوان لڑکی میرے پاس آئی تھی۔ فیشن ایبل اور تعلیم یافتہ۔

بڑی اچھی شخصیت تھی اس کی اور کافی خوبصورت بھی تھی۔“

”آگے؟“ میں نے سوال کیا۔

”اس نے اپنا نام فوزیہ جلال بتایا تھا۔“

”مزید آگے۔“

”بڑی عجیب بات کر رہی تھی۔ تمہارے بارے میں پوچھنے لگی اور مجھ سے پوچھا کہ کیا تم میرے شوہر ہو۔ میں نے اقرار کیا تو کہنے لگی کہ تمہاری شادی کو کتنا عرصہ ہوا ہے اور کیا تم اپنے شوہر کی وفادار بیوی ہو۔ میں نے کہا کہ ہونا چاہیے تو وہ بولی۔ کہ بہتر یہ نہیں ہوگا کہ اپنے شوہر کو موت سے بچاؤ پھر اس نے یہی تمام حوالے دیے۔ مطلب یہ ہے حاجی غفار وغیرہ کے..... کہنے لگی یہ جرائم پیشہ لوگ ہیں اگر تمہارا شوہر ان کے ساتھ زیادہ عرصہ رہا تو آخر کار اسے یہ لوگ جرائم کی اتنی گہری دلدل میں پھانس لیں گے کہ پھر اس کے لیے راہ فرار نہیں رہے گی۔ ابھی ابتدا ہے اگر چاہو تو اسے بچالو۔ میں نے پوچھا کہ کس قسم کے جرائم تو وہ بولی کہ اسے سمجھاتے ہوئے کرنل امیر شاہ کا حوالہ دے دینا اور بتا دینا کہ فوزیہ جلال امیر شاہ کی نمائندہ ہے۔ اس نے کہا میں تمہیں سمجھاؤں

اور اگر بات کسی حد تک تمہاری سمجھ میں آجائے تو پھر تم سے کہوں کہ کرنل امیر شاہ تم سے دوبارہ ملاقات کرے گا اور تمہیں بتائے گا کہ تمہیں کیا کرنا ہے۔ کافی دیر تک وہ میرے ساتھ رہی اور دل بلا دینے والی باتیں کرتی رہی پھر یہ کہہ کر گئی ہے کہ کل ساڑھے پانچ بجے دوبارہ آئے گی اور تمہارا جواب مجھ سے لے گی۔“

میں دلچسپی سے رخسار کی صورت دیکھتا رہا اور پھر میں نے رخسار کو ”الف“ سے لے کر ”یے“ تک ساری تفصیل بتا دی۔ پچاس ہزار کے نوٹوں کی وہ گڈی بھی رخسار کے سامنے ڈال دی جس پر رخسار نے کوئی توجہ نہیں دی۔ کافی دیر تک وہ سوچ میں ڈوبی رہی پھر بولی۔

”فیصل، کھیل طویل نہیں ہو گیا۔ یہ تو میں جانتی ہوں کہ وہ لوگ تمہارا ہال بیکا نہیں کر سکتے اور تم انہیں بہ آسانی ہڑپ کر لو گے لیکن ہمیں یہ فیصلہ کرنا ہے اب ہم کیا کریں؟“

”رخسار یہ کرنل امیر شاہ کچھ غیر فطری سی شخصیت نہیں لگ رہی؟“

”کس لحاظ سے کہہ رہے ہو؟“

”ایک فوجی آدمی کو اس طرح پرائیویٹ کام کرنے کی کیا ضرورت ہے؟“ رخسار

بھی سوچ میں ڈوب گئی پھر اس نے کہا۔

”ہاں انوکھی بات ہے جس طرح تمہیں اغوا کر کے وہاں لے جایا گیا۔ اس کے بعد

سے وہ لوگ تم پر پریشر بھی ڈال سکتے تھے۔“

”سوچنا پڑ رہا ہے اور اب یہ بھی سوچ رہا ہوں رخسار کہ تھوڑا سا رسک لینا پڑے

گا۔“

”رسک؟“

”کرنل امیر شاہ اگر ذاتی طور پر ان معاملات میں کچھ دلچسپی لے رہا ہے تو میں اسی

حیثیت سے جس حیثیت سے ہم لوگ اب تک کام کر رہے ہیں کرنل امیر شاہ سے تعاون کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ اصل میں یہ بھی تو ایک بڑا مسئلہ ہے کہ کون کس حیثیت کا

حامل ہے۔ اصل میں مجھے تو یہی شبہ تھا کہ کہیں کرنل امیر شاہ بھی تو حاجی غفار ہی کا کوئی مہرہ نہیں ہے۔ وہ لوگ مکمل طور سے یہ معلوم کر لینا چاہتے ہوں کہ میں صحیح آدمی ہوں بھی یا نہیں۔ اصل میں اس واقعے کے بعد جو ٹرک لوٹنے کے سلسلے میں پیش آیا تھا ان لوگوں کو میرے بارے میں بڑی تشویش ہو گئی ہے اور یہ مجھے مختلف طریقوں سے آزماتے رہے ہیں لیکن اگر کرنل شاہ کوئی الگ شخصیت ہے تو پھر اس سے تعاون کیا جاسکتا ہے۔

”کیا کرنا چاہیے مجھے؟“

”میرے خیال میں کل ساڑھے پانچ بجے میں بھی اس سے ملاقات کر لوں۔“

”کیسے؟“ رخسار نے پوچھا۔

”اچانک اس کے علم میں لائے بغیر۔“

”ہمیں اصل میں اپنی سادگی کا معیار قائم رکھنا ہو گا۔ یہ بات ذرا تعجب خیز نہیں ہو جائے گی۔“

”مطلب؟“

”تمہارا کیا ارادہ ہے؟ کل ساڑھے پانچ بجے وہ میرے پاس آئے گی تو تم کیا کرو گے؟“

”میں چھپ کر تم دونوں کی گفتگو سنوں گا اور تمہارے سامنے آ جاؤں گا۔“

”ذرا سی تبدیلی کرو اس میں۔“

”کیا؟“

”چھپنے کے بجائے تم اچانک باہر سے آ جاؤ۔ بلکہ جائزہ لیتے رہو کہ وہ کب گھر میں داخل ہوتی ہے۔ بس پیچھے ہی پیچھے آ جاؤ۔ یہاں چھپنے کی تو کوئی جگہ نہیں ہے اور میرا خیال ہے اصولی طور پر اسے بھی تم سے چھپنا نہیں چاہیے۔“

”دیکھ لیتے ہیں پھر کل یہی کرتے ہیں۔“ میں نے جواب دیا اور پھر نجانے کب تک میں اور رخسار ان تمام حالات پر گفتگو کرتے رہے اور مناسب فیصلے کرتے رہے۔ پورے نورو خوض کے بعد وہی فیصلہ برقرار رکھا گیا تھا۔ یعنی میں اس لڑکی کے پیچھے پیچھے اندر

آ جاؤں۔ رخسار اچانک مسکرانے لگی تھی پھر وہ بولی۔

”ہماری زندگی میں کوئی نمایاں فرق آیا ہے فیصل؟“

اس کے سوال پر میں سوچ میں ڈوب گیا پھر میں نے کہا۔

”ہاں۔ آیا تو ہے۔“

”کیا ماحول کی تبدیلی؟“

”نہیں۔“ میں نے کہا۔ پھر مجھے ایک دم ہنسی آ گئی اور رخسار مجھے دیکھنے لگی۔

”کیا یہ نمایاں فرق نہیں ہے کہ پہلے میں تمہیں چھونے کی آرزو کرتا تھا اور

اب۔“

”اب کیا؟“ رخسار کا بھی موڈ بدل گیا۔

”اب میں تمہیں آسانی سے چھو لیتا ہوں۔“ میں نے کہا۔ اور آگے بڑھ کر رخسار

کو چھو لیا۔ رخسار کے رخسار گلابی ہو گئے تھے۔

دوسرا دن معمول کے مطابق تھا۔ مجھے یہ خطرہ تھا کہ کہیں جیکب کوئی ایسی ڈیوٹی نہ

لگا دے کہ مقررہ وقت پر گھر نہ پہنچ سکوں۔ اب رسک لیے بغیر چارہ کار نہیں تھا۔ ویسے

بڑا دل لگ گیا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ اگر یہ دلچسپ واقعات نہ شروع ہو گئے ہوتے تو

وقت کیسے گزرتا۔ جیکب آج کہیں نکل گیا تھا چنانچہ میں الیاس بھائی کے پاس بیٹھ گیا۔

”کیسی گزر رہی ہے ارشاد؟“

”بس الیاس بھائی مزدور کی زندگی کیا۔“

”جیکب کچھ انعام وغیرہ بھی دیتا ہے۔“

”ہاں، دل والا ہے۔“ میں نے کہا اور الیاس بھائی کے چہرے پر تشویش کے آثار

نظر آنے لگے۔ وہ آہستہ سے بولے۔

”اللہ خیر کرے۔“

”الیاس بھائی۔ آپ نے اس دن بھی کچھ ایسی ہی باتیں بتائی تھیں آج بھی لگ رہا

ہے جیسے آپ کے دل میں کوئی خاص بات ہے۔ الیاس بھائی مجھے کچھ بتاؤ گے نہیں۔“

”کیا؟“ وہ گھبرا کر بولے۔

”الیاس بھائی۔ مجھے برا آدمی سمجھتے ہو۔“

”یہی تو دکھ ہے۔“

”کیا؟“

”کہ تم برے آدمی نہیں ہو۔“

”کیا مجھے برا ہونا چاہیے تھا۔“

”نہیں یہ بات نہیں ہے۔ سادگی میں کوئی نقصان نہ اٹھا جاؤ۔“

”اگر تم مجھے برا آدمی نہیں سمجھتے الیاس بھائی تو مجھے کچھ بتاؤ۔ وعدہ کرتا ہوں جو کچھ

کہو گے سینے میں دفن رکھوں گا۔“

الیاس بھائی کچھ سوچتے رہے پھر بولے۔ ”حاجی صاحب ہست اچھے آدمی ہیں، لیکن

..... ستار..... وہ جیکب کے پھندے میں ہے اور جیکب ٹھیک آدمی نہیں ہے۔

”کیا کرتے ہیں یہ لوگ؟“

”کوئی چکر چلا ہوا ہے۔ کوئی لمبا کھیل ہو رہا ہے۔“

”حاجی صاحب اس کھیل سے واقف نہیں ہیں۔“

”ہیں۔“

”روکتے نہیں ہیں۔“

”روکتے ہیں، مگر چلتی نہیں ہے۔“

”اور جبار؟“

”وہ بس۔ وہ کچھ بھی نہیں ہے۔ ویسے بھی مجھول سا آدمی ہے۔ باعمل نہیں ہے۔

سارا کاروبار ستار سنبھالے ہوئے ہے اس لیے چلتی بھی اسی کی ہے۔“

”وہ کرتا کیا ہے؟“

”اللہ ہی جانے۔“

”جیکب کب سے نیچر ہے؟“

”کوئی سال ہو گیا۔“

”اس سے پہلے نیچر کون تھا؟“

”کوئی نہیں ستار ہی سب کچھ دیکھتا تھا۔“

الیاس بھائی اس سے زیادہ کچھ نہیں بتا سکے اور بات ختم ہو گئی، پھر وقت مقرر پر گھر

واپس چل پڑا، لیکن گھر میں داخل نہیں ہوا۔



اس کا ساتھ دو گئے تو تمہیں تمہاری پسند کے مطابق منافع حاصل ہوگا۔ یہ منافع رقم کی شکل میں بھی ہو سکتا ہے اور ویسے تو تم جانتے ہی ہو کہ ملک و قوم کے لیے کوئی خدمت انجام دینا کتنا بڑا کام ہوتا ہے۔“

”جی میڈم۔ وہ مجھے اغوا کر کے لے گئے تھے اور انہوں نے مجھ سے یہی تمام باتیں کہی تھیں، وہ باتیں بڑے مزے کی تھیں، میں تو سمجھا کہ میرا اغوا برائے نادان ہو جائے گا لیکن بہر حال آپ فرمائیے میڈم میرے لیے کیا حکم ہے؟“

”سب سے پہلے تو تمہیں کرنل امیر شاہ سے ملاقات کے لیے تیار ہونا پڑے گا۔“

”میں تیار ہوں، ملاقات کرنے میں کیا حرج ہوتا ہے۔“

”نہیں، میرا مطلب ہے تمہیں ذہنی طور پر تیار ہونا پڑے گا۔ کرنل امیر شاہ نے تم سے ایک ملاقات کی ہے جس انداز میں انہوں نے تم سے ملاقات کی تھی اس پر انہیں بھی افسوس تھا، لیکن کہنے لگے کہ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا ان کے پاس اس لیے مجبور ہو گئے۔“ میں نے مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھا اور بولا۔

”بات پھر وہی آگئی میڈم مزے والی کسی سرکاری آدمی کو بھلا اس طرح کسی کو اغوا کر کے بات کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی اور وہ بھی ایک فوجی آدمی کو اور چھوٹے موٹے عہدے کا مالک نہیں بلکہ کرنل، میڈم، میرے خیال میں کسی کرنل کے حکم پر تو پوری ملٹری گردش میں آجاتی اور ہمیں کان پکڑ کر اس کے سامنے پہنچا دیا جاتا، پہلی بات تو ہمیں یہی حیرت ناک محسوس ہوئی، خیر جی کرنل صاحب کا معاملہ کرنل صاحب جانیں، ہم نے تو اس وقت بھی ان سے یہ کہہ دیا تھا کہ جو کچھ انہوں نے کیا ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے، مالک ہیں وہ جو سلوک چاہیں کریں، لیکن اب بھی ہم یہی کہہ رہے ہیں کہ اگر وہ کوئی حکم دینا چاہتے ہیں ہمیں تو ضرور دیں ہم نے کبھی انکار کیا ہے۔“

”کیا تم ان سے ملنا پسند کرو گے، پہلے کی بات اور تھی اب یہ ملاقات بڑے دوستانہ انداز میں ہوگی۔“

”ہم جیسے چھوٹے آدمی کو اگر فوج کے اتنے بڑے افسر کی دوستی مل جائے جی تو یہ تو

ساڑھے پانچ بجے میں نے ایک کار اپنے گھر سے کچھ فاصلے پر رکتی دیکھی۔ اس سے ایک خوبصورت لڑکی نیچے اتری تھی۔ کار سے اتر کر تیزی سے آگے بڑھی میں ڈرائیو کرنے والے کو نہیں دیکھ سکا تھا۔ لڑکی میرے گھر کی طرف بڑھی تو مجھے یقین ہو گیا کہ یہی فوزیہ جلال ہے۔ وہ بیڑھیاں چڑھ کر گھر کے دروازے پر پہنچی اور پھر اندر داخل ہو گئی۔ میں نے ایک لمحہ سوچا اور پھر میں بھی اوپر پہنچ گیا۔ میری دستک پر رخسار نے ہی دروازہ کھولا تھا اور میں اندر داخل ہو گیا۔ فوزیہ بیٹھی تھی۔ اس نے مسکراتے ہوئے مجھے سلام کیا تھا۔ میں نے کسی قدر ہولق ہونے کی اداکاری کی۔

”ارشاد۔ یہ وہی کل دلی ہیں۔“ رخسار نے کہا۔

”آؤ ارشاد۔ سوری۔ کسی کے گھر میں مداخلت نہیں کرنی چاہیے لیکن ہم مجبور تھے۔“ فوزیہ نے کہا۔

”جی۔ آپ آرام سے بیٹھئے۔“ میں نے کہا۔

”شکریہ، میں آرام سے بیٹھی ہوئی ہوں۔“ فوزیہ نے جواب دیا۔

”میرے لائق کوئی خدمت؟“

”خدمت تو ہے ارشاد علی، لیکن بڑا مسئلہ یہ ہے کہ تم ہمارے موقف کو سمجھ نہیں پارہے، ارشاد علی، کرنل امیر شاہ تم سے وطن اور قوم کے نام پر کچھ مدد چاہتا ہے، اگر تم

ہماری بڑی خوش قسمتی ہے، لیکن ایک بات آپ کو بتا دیں میڈم، اگر کہیں ہمارے مالکوں کو یہ بات پتا چل گئی کہ ہم کسی کے لیے ان کے خلاف کام کر رہے ہیں تو آپ خود بتائیے ہمارا کیا بنے گا؟ ویسے بھی ہم وفادار آدمی ہیں اور ہمارے مالک ہمارا بڑا خیال رکھتے ہیں، میڈم جی نوکری بھی جائے گی، عزت بھی جائے گی اور مارا لگ پڑے گی۔ آپ بتائیے اس کے بارے میں آپ کیا کہتی ہیں؟“ فوزیہ نے مجھے دیکھا اور آہستہ سے بولی۔

”یہ بھی تمہیں کرنل صاحب ہی بتائیں گے، لیکن میری گزارش ہے تم سے ارشاد علی کرنل صاحب سے ملاقات کرلو، تمہارے دل میں جو جو خیالات ہیں ان کے بارے میں کرنل صاحب کو بتا دینا وہ یقیناً تمہیں کسی ایسے کام کے لیے مجبور نہیں کریں گے جس سے تم جیسے معصوم آدمی کو کوئی پریشانی لاحق ہو، ہم کسی بھی طور تمہارے دشمن نہیں ہیں، دشمنی کا کوئی جواز نہیں ہے، بس کچھ ایسا معاملہ ہے جس میں تمہاری مدد کی ضرورت پیش آگئی ہے۔ تمہیں ہر طرح کے فائدے حاصل ہو سکتے ہیں۔“

”دیکھو جی، یہ بھی بڑی عجیب بات ہے، فائدے نقصان کا جھگڑا کہیں بھی پیچھے نہیں رہتا۔ خیر ہم آپ سے یہ بات نہیں کریں گے، اب آپ یہ بتائیے کہ ایسا کون سا طریقہ ہو سکتا ہے کہ ہمارے مالکوں کو یہ پتا نہ چلے اور ہم کرنل صاحب سے ملاقات کر لیں۔“

”بڑی آسانی سے ہو سکتا ہے۔ اسے تم ہماری ذمہ داری پر چھوڑ دو۔“

”تو ٹھیک ہے ہم تیار ہیں۔“ میں نے جواب دیا۔

”بہت بہت شکریہ ارشاد علی، ایک بات تم بھی اچھی طرح جانتے ہو کہ جب کوئی کسی کے لیے کچھ کرتا ہے تو دوسرے پر بھی فرض ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے لیے کام کرنے والے کا پورا پورا خیال رکھے، ہم کسی بھی قیمت پر تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچنے دیں گے۔“

”ٹھیک ہے میڈم جی میں تیار ہوں۔“

”تو پھر وہ جو کہتے ہیں ناکہ آج کا کام کل پر نہیں چھوڑنا چاہیے آج ہی کیوں نہ ملاقات رکھ لی جائے۔“ میں نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا، میں خود بھی اس الجھن سے

نکلنا چاہتا تھا، چنانچہ میں نے کہا۔

”آپ کی مرضی، آپ ہمیں بتائیے کہ ہم کیسے کرنل صاحب سے ملاقات کر سکتے ہیں؟“

”وہ، اگر تم اپنی کھڑکی سے جھانک کر دیکھو تو تمہیں میری گاڑی نظر آجائے گی۔ رات کو بارہ بجے میرا خیال ہے تمہارے آس پاس کے تمام لوگ سو جاتے ہوں گے، میرا مطلب ہے تمہارے پڑوسی وغیرہ۔“

”جی میڈم۔“

”ٹھیک بارہ بجے میں گاڑی لے کر یہاں پہنچ جاؤں گی اور سنو تم اگر چاہو تو اپنی بیوی کو بھی اپنے ساتھ لے سکتے ہو، جہاں تمہیں لے جایا جائے گا وہاں مکمل عزت آبرو کے ساتھ تمہارا استقبال کیا جائے گا، بھروسہ کیے بغیر دنیا کا کوئی کام نہ آج تک ہوا ہے اور نہ آئندہ ہو سکے گا۔ ایک بار تمہیں امیر شاہ پر بھروسہ کرنا ہی پڑے گا۔“

”نہیں جی اس کی کوئی فکر نہیں ہے ہمیں، کرنل صاحب اگر اچھے آدمی نہ ہوتے تو پہلے بھی ہمیں اتنی عزت آبرو کے ساتھ واپس جانے کی اجازت نہ دے دیتے وہ بہت اچھے آدمی ہیں ہم تیار ہیں، آپ بارہ بجے گاڑی لے کر آجاؤ۔ یہ فیصلہ بعد میں کر لیں گے کہ ہماری بیوی ہمارے ساتھ جائے گی یا نہیں؟“

”ٹھیک ہے۔ میں نے صرف یہ بات اس لیے کہی کہ تم اگر تنہا جاؤ گے تو یہ بے چاری یہاں پریشان ہوگی۔ یہ بھی ساتھ چلے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ میں اسے اٹینڈ کروں گی۔“

”ٹھیک ہے میڈم جی آپ رات کو بارہ بجے گاڑی لے کر آجاؤ۔“ میں نے جواب دیا۔

”تھینک یو، تھینک یو ویری مچ۔“

”میں چائے بناتی ہوں آپ کے لیے۔“

”نہیں پہلے تم میرے ساتھ چائے پیو گی صفیہ پھر میں دس بار تمہارے گھر پر چائے

”ٹھیک ہے تیار ہو جانا۔“

پھر رات کو ٹھیک پارہ بجے جب چاروں طرف کا ماحول سناں ہو گیا تھا، ہر طرف گہری خاموشی طاری تھی، ہم نے اس سفید گاڑی کو رکتے ہوئے دیکھا اور میں اور رخسار خاموشی سے دروازہ بند کر کے باہر نکل آئے اور نیچے اتر کر اس گاڑی کی جانب چل دیے۔

دور دور تک خاموشی اور سناٹا پھیلا ہوا تھا۔ ہم خاموشی سے چلتے ہوئے کار کے قریب پہنچ گئے۔ پچھلا دروازہ کھول کر فوزیہ جلال نیچے اتر آئی اور اس نے رخسار سے کہا۔

”صفیہ۔ تم میرے ساتھ آ جاؤ اور ارشاد تم ڈرائیور کے ساتھ بیٹھ جاؤ۔“

”جی بیگم صاحبہ۔“ میں نے کہا اور گھوم کر ڈرائیور کے ساتھ بیٹھ گیا جبکہ رخسار پیچھے بیٹھ گئی تھی۔ فوزیہ اس کے ساتھ بیٹھ گئی۔ ڈرائیور نے گاڑی آگے بڑھا دی تھی۔

”جی جناب، آپ نے مجھے کیا کہا؟“ فوزیہ خوشگوار لہجے میں بولی۔

”میں..... نے.....؟“ رخسار بولی۔

”نہیں۔ ارشاد صاحب کی بات کر رہی ہوں۔“

”کب بیگم صاحبہ؟“ میں نے گھبرانے کی اداکاری کی۔

”اسی لفظ کی بات کر رہی ہوں جو آپ نے دوسری بار ادا کیا ہے۔ یعنی بیگم صاحبہ۔“

”کوئی غلطی ہو گئی بیگم صاحبہ؟“

”بہت بڑی غلطی ہے۔ بہنوں کو بیگم صاحبہ نہیں کہتے۔ میں تمہاری چھوٹی بہن کے برابر نہیں ہوں۔“ فوزیہ نے کہا۔ میں خاموش رہا۔ وہ کچھ دیر انتظار کر کے بولی۔ ”تم نے جواب نہیں دیا ارشاد۔“

”آپ جانتی ہیں ہم نے جواب کیوں نہیں دیا۔“ میں آہستہ سے بولا۔

”کیا مطلب؟“ وہ حیرت سے بولی۔

”رشتے گوشت، خون ہڈیوں اور روح سے نہیں بنتے اب یہ حیثیت سے بنتے ہیں

بیوں گی۔ پلیز، مجھے یہ خوش خبری جا کر کرٹل امیر شاہ کو سنانی ہے کہ تم لوگ ان سے ملاقات کے لیے تیار ہو گئے ہو، اس لیے میں جلدی جانا چاہتی ہوں، اچھا اجازت دو۔“

”ٹھیک ہے جی خدا حافظ۔“ میں نے کہا اور فوزیہ جلال اٹھ گئی، اس نے مسکراتی نگاہوں سے ہم دونوں کو دیکھا، سلام کیا اور باہر نکل گئی۔ میں گہری گہری سانس لینے لگا تھا پھر ہم نے کھڑکی سے اس کی گاڑی کو اشارت ہو کر جاتے ہوئے دیکھا اور رخسار ہنسنے لگی۔ میں نے مسکرا کر اسے دیکھا تو وہ بولی۔

”ویسے یقین کرو تم بہت اچھے اداکار ہو، میڈم جی، میڈم جی کر کے تم نے مجھے بھی حیران کر دیا۔ وہ ایک لمحے کے لیے بھی نہ سنبھلنے پائی ہوگی کہ اس کا واسطہ کس شخصیت سے ہے؟“

”ویسے رخسار تمہیں کسی کمپلیکس کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔“

”کمپلیکس؟“

”ہاں، بار بار میری شخصیت کا تذکرہ کر کے تم مجھے بھی خوش کرنا چاہتی ہو اور اپنے آپ کو بھی، ہماری شخصیت جو کچھ بھی ہے، سب سے بڑی بات ہے کہ ہمارے ضمیر پر سکون ہیں، بہر حال وقت پھر ہنگاموں کی دعوت دے رہا ہے۔ تو ٹھیک ہے ان ہنگاموں میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ ویسے بھی میں نے ایک فیصلہ کیا ہے؟“

”کیا؟“

”میں نے تمہیں بتایا تھا کہ جب میرے ہاتھ مختصر کر دیے گئے تو میں ان مختصر ہاتھوں کی لمبائی اپنی پسند کے مطابق چاہتا ہوں، وطن و شتموں کو پہلے کی مانند آسانی سے قانون کے حوالے تو نہیں کر سکتا لیکن انھیں موت کے حوالے کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑوں گا، اس لیے میں نے کرٹل امیر شاہ سے ملنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔“

”مجھے لے چلو گے۔“

”کیا چاہتی ہو؟“

”لے چلو۔“

اور حیثیتوں کے مطابق ہی قائم کیے جاتے ہیں۔“

”اومائی گاڑ۔ تمہاری سوچ اتنی گہری ہے۔“

”وقت سب کچھ سکھا دیتا ہے۔“

”اور اگر میں تم سے فرمائش کروں تو.....“

”کیا؟“

”یہی کہ تم مجھے اپنی چھوٹی بہن کی طرح سمجھو اور مجھے فوزیہ کہہ کر پکارو۔ تم لوگ مجھے بہت اچھے لگے ہو۔ نہ جانے کیوں میرا دل نہیں مانتا کہ تم..... اس طبقے سے تعلق رکھتے ہو جس کے نظر آتے ہو، نرم نرم سے، نازک نازک سے۔ تمہارے حلے کچھ بھی ہوں، لیکن تمہاری آنکھیں۔ ارشاد آنکھیں بڑی عجیب چیز ہوتی ہیں۔ خیر چھوڑو۔ بس تم مجھے آئندہ بیگم صاحبہ نہ کہنا۔“

”بہن بھی تو نہیں کہہ سکتے۔“ میں نے کہا۔

”دل؟“ وہ چونک کر بولی۔

”ہم غریب لوگ پاگل ہوتے ہیں۔ زبان ہی تو ہمارے بس میں ہوتی ہے اس کا کہا

اپنا ہو جاتا ہے۔ بہنوں کی ذمے داری لیتی پڑتی ہے۔“

”بہن سے پہلے بھی ایک رشتہ ہوتا ہے ارشاد۔“

”جی؟“

”ہاں۔ ماں کا رشتہ۔ اس کے بعد ہی بہن وجود میں آتی ہے اور بہن ماں کی مانند

ہوتی ہے۔ بیٹے جوان ہو کر ماں کے محافظ ہوتے ہیں۔ بس تمہاری بہن تم سے مطالبہ کرتی

ہے کہ ماں کی حفاظت کرو۔ مجھے میری بات کا جواب دو۔“

”آپ پڑھی لکھی ہو۔ ہم کیا جواب دے سکیں گے آپ کو۔“

”کرنل امیر شاہ وطن کے دیوانوں میں ہے۔ وہ وطن کے لیے مرنا چاہتا ہے۔ اسے

تمہاری ضرورت ہے ارشاد۔ اس کی مدد کا وعدہ کرلو۔ اس کی مدد کرو۔“

میں گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ اس وقت میرے دل پر جو گزرتی تھی میں جانتا تھا

اور شاید رخسار بھی جانتی تھی۔ اس نے میرے دل کے اثرات کم کرنے کی کوشش کی اور بولی۔

”آپ لوگ ایک ساتھ کام کرتے ہو؟“ فوزیہ نے مسکرا کر رخسار کو دیکھا اور پھر

بولی۔

”ہاں۔“

”اور کوئی رشتہ نہیں ہے آپ کا؟“

”ہے۔“ فوزیہ بولی۔

”کیا؟“ رخسار نے دلچسپی سے فوزیہ کو دیکھا۔

”امیر شاہ میرے منگیتر ہیں۔“

”ارے واہ، ساتھ ساتھ کام بھی کرتے ہو اور منگیتر بھی ہو۔“ رخسار نے کہا، فوزیہ

ہنس پڑی، لیکن میں دل ہی دل میں رخسار کے اس انداز کی داد دیے بغیر نہیں رہ سکا وہ

ایک معصوم اور ایک سیدھی سادی لڑکی کا کردار بڑی اچھی طرح ادا کر رہی تھی۔ فوزیہ نے کہا۔

”تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔“

”اچھا تو لگتا ہو گا؟“

”ہاں کیوں نہیں، تمہیں ارشاد کے ساتھ اچھا لگتا ہے نا؟“

”بہت، مگر میں اس کے ساتھ کام تو نہیں کرتی؟“

”اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، بس یوں سمجھ لو کہ امیر شاہ ہی نے مجھے یہ ملازمت

دلائی ہے اور کئی سال سے ہم لوگ ساتھ کام کر رہے ہیں۔“

”کئی سال سے؟“

”ہاں، کیوں اس میں حیرت کی کیا بات ہے؟“

”نہیں، مطلب یہ ہے کہ منگیتی کے بعد سے؟“

”نہیں اس سے پہلے سے میرے والد واحد جلال خود بھی ایک فوجی آدمی ہیں اور

ایک بڑے عمدے تک پہنچ کر رٹائر ہوئے ہیں، اسی طرح امیر شاہ کے والد بھی فوجی ہی آدپی ہیں وہ دونوں آپس میں دوست ہیں اور انھوں نے ہمیں بھی فوج میں داخل کر دیا ہے، ویسے بڑی اچھی زندگی ہوتی ہے یہ، ہماری منگنی تو بعد میں ہوئی تھی۔“

”شادی کب ہوگی بیگم جی؟“ رخسار نے کہا اور مجھے ہنسی روکنا مشکل ہو گئی، ہم دونوں مل کر انھیں بے وقوف بنا رہے تھے اور وہ زیرک لوگ بے وقوف بن رہے تھے۔ بہر حال ہمارا یہ مقصد نہیں تھا ہم تو خود اپنی جان بچانے کی فکر میں سرگرداں تھے اور اسی کے لیے یہ سارا کھیل کھیلا جا رہا تھا۔ فوزیہ اور رخسار باتیں کرتے رہے لیکن میری نگاہیں اطراف سے بھی سب خبر نہیں تھیں اور میں راستوں کی نگرانی کر رہا تھا پھر کار ملٹری ایریا میں داخل ہوئی غالباً کوئی ملٹری چھاؤنی تھی، چیک پوسٹ پر مسلح فوجی کھڑے ہوئے تھے، فوزیہ کی کار رکاوٹوں سے گزرتی رہی اور اس کے بعد مکانات کے اس سلسلے تک پہنچ گئی جو فوجی افسران کے یہاں قیام کے لیے قائم کیا گیا تھا اور بہت خوبصورت علاقہ تھا۔ رات ہونے کے باوجود آس پاس کے مناظر نظر آرہے تھے، سرسبز و شاداب درختوں کے درمیان گھری ہوئی اس حسین عمارت کے احاطے میں فوزیہ نے کار روک دی اور پھر دروازہ کھول کر نیچے اتر آئی، دوسری جانب سے اس نے رخسار کے نیچے اترنے کے لیے دروازہ کھول دیا تھا، میں بھی اتر آیا تھا اور ڈرائیور گاڑی کو ایک سائڈ میں لیتا چلا گیا۔ فوزیہ نے کہا۔

”آؤ“ خوبصورت عمارت کے برآمدے میں کرنل امیر شاہ نے ہمارا استقبال کیا تھا، شلوار قمیض میں ملبوس بہت خوبصورت نظر آ رہا تھا اس نے مجھ سے مصافحہ کیا، رخسار کو سلام کیا اور ہم سب اندر داخل ہو گئے، ایک خوبصورت ڈرائنگ روم میں امیر شاہ نے ہمیں صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا تو ہم نے گھبراہٹ کا مظاہرہ کیا۔ امیر شاہ بولا۔

”ارشاد تم میرے مہمان ہو، کیوں اپنے آپ سے مجھے دور رکھنے کی کوشش کر رہے ہو، بیٹھو میرے دوست اپنے دوست کے گھر میں ہو، یہ سب کچھ تمہارے قدموں کی خاک ہے، بیٹھو پلیز بیٹھ جاؤ، آپ بھی بیٹھے صفیہ بہن، فوزیہ نے مجھے آپ کے بارے میں

بھی تفصیل سے بتایا ہے آپ براہ کرم آرام سے بیٹھئے۔“ ہم دونوں بیٹھ گئے تھے، لیکن اس وقت واقعی بڑی عمدہ اداکاری ہو رہی تھی۔ فوزیہ نے کہا۔

”لے آئی آپ کے دونوں مہمانوں کو اب یہ جانیں اور آپ.....“

”نہیں فوزیہ، اپنے آپ کو اس مشن سے الگ نہ کرو۔“ امیر شاہ عجیب سے لہجے میں بولا۔

”نہیں ابھی میں کب الگ کر رہی ہوں، ان بے چاروں کو آدھی رات کو ان کی پرسکون رہائش گاہ سے اٹھا کر لائی ہوں، بہت تکلیف دی ہے ہم نے انہیں۔“

”نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے جی آپ، آپ بہت اچھے ہو مگر میں بس میں کیا بتاؤں آپ کو۔“

”کچھ نہیں بتاؤ آرام سے بیٹھو، میں پھر تم سے وہی سب کچھ کہہ رہا ہوں جو کہہ چکا ہوں بلکہ بار بار کہتے ہوئے مجھے شرم محسوس ہوتی ہے ابھی فوزیہ کوئی خاطر اندازت نہیں کرو گی ان کی؟“

”نہیں صاحب سب کچھ کھاپی کر بیٹھے ہیں کوئی ضرورت نہیں محسوس ہو رہی۔“

”پھر بھی ہمارے پاس آئے ہو؟“

”میں کچھ منگواتی ہوں۔“ فوزیہ نے کہا اور کمرے سے باہر نکل گئی، امیر شاہ گہری نٹا ہوں سے مجھے اور رخسار کو دیکھ رہا تھا پھر اس نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

”مجھے اندازہ ہے کہ تم لوگوں کی ذہنی کیفیت کیا ہوگی، کوئی ایک بار کسی کام کو منع کر دے تو بار بار اس سے کہنا واقعی اچھا نہیں لگتا، لیکن میں کیا کروں میری بھی تو مشکل ہے، اتفاق نے تمہیں بہت بڑا مرتبہ بخش دیا ہے ارشاد علی تم میرے لیے ایک ایسی شخصیت بن گئے ہو کہ میں کسی بھی طور تمہیں نظر انداز نہیں کر سکتا، حالانکہ میری فوزیہ سے بات ہوئی تھی اس نے بہت سے خدشات کا اظہار کیا تھا لیکن جب ذہنی طور پر اس سلسلے میں غور کیا تو اندازہ ہوا کہ اس وقت تم سے بہتر اور کوئی شخصیت میرے لیے نہیں ہے۔“ میں خاموشی سے اس کی باتیں سنتا رہا اب کم از کم یہ اندازہ تو ہو گیا تھا کہ وہ کوئی

تعلیٰ فوجی نہیں ہے، ملٹری ایریا میں تھا اور یہ پورا ماحول فوجی تھا، چنانچہ میں بھی ذہن میں کچھ فیصلے کر رہا تھا اور یہ سوچ رہا تھا کہ کچھ نہ کچھ کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ فوزیہ واپس آگئی اور اس نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

”کچھ گفتگو شروع ہوئی؟“

”ہاں لیکن میں، سچی بات یہ ہے کہ کچھ شرمندگی سی محسوس کر رہا ہوں۔“

”کیوں؟“

”یہ شریف لوگ کیا سوچیں گے، بات اصل میں یہ ہے ارشاد اور آخری بات ہے کہ اس کے بعد واقعی میں تمہیں تکلیف نہیں دوں گا میرا وعدہ ہے، ہماری طرف سے یہ آخری کوشش ہے اگر تم نے اب بھی انکار کر دیا تو خدا کی قسم ہمیں تم سے شکایت بے شک رہے گی لیکن بس اس سے زیادہ کچھ نہیں، تمہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچائی جائے گی۔ نام بھی نہیں لیا جائے گا تمہارا کسی بھی جگہ، یہ مت سمجھنا کہ کسی مصیبت میں پھنس گئے ہو، میں ایک بار پھر تم سے یہ کہنا چاہتا ہوں، غور تعلق اصل میں ملٹری سیکرٹ سروس سے ہے۔ شاید تم اس عہدے کو نہ سمجھ سکو، ویسے تو وطن کا ایک ایک سپاہی اتنی ہی اہمیت کا حامل ہے اور ہر سپاہی دشمن پر کڑی نظر رکھنے کے لیے حلف اٹھاتا ہے اور دشمن کے خلاف لڑتے ہوئے اپنی جان دے دیتا ہے، کچھ ذمہ داریاں بٹ جاتی ہیں، میری ذمہ داری یہ ہے کہ وطن دشمنوں کے خلاف کام کروں، چاہے وہ وطن کے رہنے والے ہوں یا وطن سے باہر کے لوگ، ملٹری سیکرٹ سروس اسے کہتے ہیں۔ بہر حال تو میرے دوست ہم کام کرنے کے لیے ہر طریقہ کار اختیار کرتے ہیں ان دنوں جو ذمہ داری میرے سپرد کی گئی ہے وہ یہ سمجھ لو کہ ایک طرح سے میرا امتحان ہے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ابھی تک میں اس امتحان میں پورا نہیں اترتا۔ میں اس امتحان میں پورا اترنا چاہتا ہوں، میری مدد کرو میرے دوست۔ تم میرے بہت کام آسکتے ہو۔“ امیر شاہ کا لہجہ جذباتی ہو گیا۔

اتنی دیر میں ایک ملازم بے حد خوبصورت ٹرائی دھکیلتا ہوا اندر آگیا۔ ٹرائی کے تینوں خانے بھرے ہوئے تھے، ان میں انواع و اقسام کے پھل، ڈرائی فروٹ، بسکٹ اور

مٹھائیاں رکھی ہوئی تھیں، میں ہنس پڑا۔

”ہم نے کھانا کھالیا تھا شاہ صاحب۔“

”اس کے باوجود تمہیں کھانا ہو گا۔ مجھے بے حد خوشی ہوگی۔“ ہم نے کھالیا لیکن مجھے رخسار پر حیرت تھی وہ اتنی اچھی اداکاری کرے گی مجھے نہیں معلوم تھا۔ اس نے کئی چیزوں کو ایسے بے تکے پن سے استعمال کیا کہ مجھے ہنسی آنے لگی۔ وہ بالکل معصوم اور الہڑلگ رہی تھی۔ بہر حال اسی دوران میں نے ایک لائحہ عمل منتخب کر لیا تھا۔ اصلیت بتانے کا تو تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ فائدہ بھی نہیں تھا۔ بے چارہ امیر شاہ ایک نئی مشکل میں پھنس جاتا۔ اس کے لیے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا کہ پہلے اپنے سپرد کیے ہوئے اس کیس کو حل کرے یا میرے مسئلے کو دیکھے۔ بہر حال میں نے کہا۔

”سرنجی، ہمیں کیا خدمت کرنی ہوگی؟“

”چھوٹا موٹا کام نہیں ہے ارشاد۔ بہت بڑا کام کرنا پڑے گا۔ تمہیں اور میں تمہیں

اس کا کوئی صلہ نہیں دوں گا۔ ماں کی خدمت کا کبھی کوئی صلہ نہیں ہوتا؟“

”ہمیں معلوم ہے صاحب اور ہمیں سچ مچ کوئی صلہ نہیں چاہیے۔ ہماری مشکل کچھ

اور ہے، آپ ہمیں اس مشکل کا حل بتادو، سب کچھ کرنے کے لیے تیار ہیں۔“

”مجھے بتاؤ کیا مشکل ہے، مجھے بتاؤ میرے دوست؟“

”صاحب جی، ہم غریب آدمی ہیں آپ دیکھ رہے ہو اپنی بیوی کے ساتھ نیکی اور ایمانداری کی زندگی گزاری رہے ہیں، ہم کسی مشکل میں پھنس گئے تو سمجھ لو ہماری پیٹھ پر ہاتھ رکھنے والا کوئی نہیں ہو گا، آپ زمین کی بات کرتے ہو صاحب جی، ہم بھی اپنا فرض پورا کرنا جانتے ہیں، مگر آپ دیکھو ہمارے آگے پیچھے کوئی نہیں ہے اگر کوئی اونچ نیچ ہو گئی تو صفیہ کا کیا ہو گا، صاحب جی ہم تو جان دینے پر آمادہ ہیں، مگر صفیہ سے ہمیں بہت محبت ہے۔“ امیر شاہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی، اس نے کہا۔

”کوئی رشتہ ناتے دار نہیں ہے تمہارا؟“

”نہیں صاحب جی۔“

یقین کرو کہ ابھی میری عمر اتنی نہیں ہے کہ میں کرنل کے عہدے تک پہنچتا لیکن فوج میں کمیشن لینے کے بعد میں نے اپنے وطن کی خدمت کے لیے جو کچھ کیا مجھے اپنے وطن سے اعزازات ملتے رہے، میجر بنا اور پھر کرنل کے عہدے تک پہنچ گیا۔ تعلق چونکہ ملٹری سیکرٹ سروس سے ہے اس لیے یہ عہدے جنگوں کے بغیر ہی مجھے دیے گئے ہیں۔ بہر حال تم خود بھی وطن کے سپاہی ہو، وطن کے دشمنوں کے خلاف میری مدد کرو، کوئی پروا مت کرو کسی بھی طرح کی۔ میں ہزار آنکھوں سے تمہاری نگرانی کروں گا، تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہونے پائے گی۔“

”شاہ صاحب، جب وطن کی بات ہے، تو ہم بھی مست آدمی ہیں۔ ہم خود کسی طرح پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ بس صفیہ کی بات تھی آپ نے یہ قصہ سن بھال لیا تو سمجھ لیجئے کہ باقی کچھ نہیں رہ گیا ہے۔“

”شکریہ میرے دوست، دیکھو میں تمہیں دل کی بات بتاؤں، ملٹری سیکرٹ سروس کے سربراہ کی طرف سے مجھے ایک مشن سونپا گیا ہے بہت عرصے سے ملک میں گڑ بڑ چل رہی ہے، غیر ملکی ہاتھ ہمارے ہی اپنوں کو ہمارے خلاف استعمال کر رہے ہیں۔ اس کے عوامل کیا ہیں یہ اللہ بہتر جانتا ہے۔ زمین کے بیٹے زمین کے دشمن کیوں بن جاتے ہیں۔ یہ ان کے ضمیر کی بات ہے، لیکن جو ہو رہا ہے اس سے معصوم عوام کو بھی نقصان پہنچ رہا ہے۔ شہر بد امنی کا شکار ہو گئے۔ ہمارے اپنے برے احوال ہیں۔ بموں کے دھماکے ہو رہے ہیں، گولیاں چل رہی ہیں، حادثات ہو رہے ہیں، دہشت گردی ہو رہی ہے اور اس دہشت گردی کے لیے کھلم کھلا اسلحہ استعمال کیا جا رہا ہے۔ ہم سارے جھگڑے کو تو نہیں ٹمٹا سکتے لیکن وطن دشمنوں کے خلاف اپنی ذمہ داریاں پوری کرنا ہمارا فرض ہے۔ ایسے کچھ لوگ میرے علم میں آئے ہیں جو اس علاقے سے اسلحے کی ترسیل کرتے ہیں۔ یہ سب غیر ملکیوں سے آتا ہے۔ خفیہ طور پر سرحدوں سے اسلحہ کیا جاتا ہے اور ہمارے ملک میں پھیل رہا ہے، ان ہاتھوں تک پہنچ رہا ہے جو اسے ہمارے وطن کے افراد کے خلاف استعمال کر رہے ہیں ہم اس اسلحے کی ترسیل روکنا چاہتے ہیں، ہم ان دشمنوں کو خاک و

”اور خفیہ بہن کا؟“

”اس کا بھی کوئی نہیں ہے۔“

”اگر کوئی شخص زبان سے ایک بات کہے تو کیا اس کی کوئی اہمیت ہوتی ہے ارشاد؟“

”صاحب زبان سے کہی ہوئی بات ہی کی اہمیت ہوتی ہے ہم نے بھی تین دفعہ قاضی کے سامنے کہا تھا کہ ہم نے اسے قبول کیا۔ اس بے چاری نے پوری زندگی ہمیں دے دی اس نے بھی اقرار کیا تھا۔ صاحب زبان ہی سے تو ہم اپنی نسلوں کے ذمہ دار بن گئے۔“

”واہ۔ کیا اچھی مثال دی ہے تم نے۔ ٹھیک ہے تم نے زبان سے صفیہ۔ بہن کو قبول کیا۔ قبول کیا کہہ کر ان کی پوری زندگی پر قبضہ جمالیا۔ اگر اسی زبان سے میں تین بار کہوں کہ میں نے صفیہ بہن کو بہن کے طور پر قبول کیا تو کیا میرے ان الفاظ کی کوئی اہمیت ہوگی؟“

مجھے ہنسی آگئی۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”ہوگی تو صاحب؟“

”سرسری طور پر کہہ رہے ہو یا دل سے؟“

”نہیں صاحب یہ تو سوال ہے آپ کا۔ اس سوال کا جواب، جواب کے طور پر دے رہے ہیں ہم۔“

”تو پھر یوں سمجھ لو ارشاد کہ میں صفیہ کو اپنی بہن کہتا ہوں اور بھائیوں کے لیے بہنوں کا مقام بہت بلند ہوتا ہے۔ اگر اس کی زندگی اس کی آبرو کو، کوئی خطرہ ور پیش ہوا تو وہ خطرہ میری لاش پر سے گزر کر اس تک پہنچے گا۔ ایک مسلمان کا بیٹا ہوں اور مسلمان کی زبان سے یہ الفاظ ادا کر رہا ہوں، صفیہ کی طرف سے تم بے فکر ہو جاؤ، ویسے بھی میں انہیں اپنے پاس رکھوں گا، یہاں اس میں اپنی بہن کی حیثیت سے کوئی تکلیف، کوئی پریشانی نہیں ہو۔ نے دوں گا انہیں، چاہے میری زندگی ہزار بار ان پر سے قربان ہو جائے۔ ارشاد اس کے بعد میں اور کچھ نہیں کہوں گا۔ خدا کے لیے میرا اس سے بڑا امتحان نہ ہو، میں بھی اپنے وطن کی محبت میں جی رہا ہوں، بہت بڑی ذمہ داری قبول کی ہے میں نے، تم

خون میں نہلا دینا چاہتے ہیں، جو معصوم انسانوں کی موت کا باعث بن رہے ہیں اور جن علاقوں میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ اپنی جگہ ہے اس علاقے میں جو خفیہ شواہد ملے ہیں ان میں حاجی غفار کا نام آتا ہے، حاجی غفار کے دو بیٹے ہیں، وہ خود ہے ہمارے پاس، اس کا پورا ریکارڈ موجود ہے، حیرت کی بات یہ ہے کہ حاجی غفار کی پوری زندگی نیک نامی میں گزری ہے اس نے کبھی کوئی غلط کام نہیں کیا، ٹرانسپورٹر تھا اور ٹرانسپورٹر ہے اس کی جائیدادوں وغیرہ کا سلسلہ بھی زیادہ طویل نہیں ہے، لیکن اشارے اس کی سمت سے ملتے ہیں۔ یہ بہت بڑا ریکٹ ہے، جو نجات کماں کام کر رہا ہے لیکن اس ایریا میں حاجی غفار کے علاوہ اور کوئی نام نہیں آیا۔ حاجی غفار خود تو ایک عمر رسیدہ آدمی ہے اور تعجب کی بات یہ ہے کہ دیندار بھی ہے، لیکن اس کے بیٹے کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا، اس کا ایک بیٹا تو بالکل جھول ہے اور شاید وہ ایسے کسی سلسلے میں باقاعدہ ملوث نہیں ہے لیکن دوسرا بیٹا جس کا نام ستار ہے، بہت سی مشتبہ حرکات میں ملوث دیکھا گیا ہے، میں ہر اس پوائنٹ پر کام کر رہا تھا جس سے حاجی غفار کے اس عمل کے بارے میں پتا چل سکے۔ جبکہ میرے علم میں آیا، لیکن جبکہ کے بارے میں یہی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ صرف ان کا آلہ کار ہے، اور ستار علی کے کہنے پر سارے کام کر رہا ہے، ظاہر ہے اس کے اپنے مفادات ہوں گے، چونکہ میں حاجی غفار اور اس کے ارد گرد کے تمام معاملات کی نگرانی کرتا ہوں۔ اس لیے مجھے تمہارے بارے میں بھی علم ہوا اور خاص طور سے اس وقت جب حاجی غفار کا ٹرک اونٹنے کی کوشش کی گئی اور تم نے اسے ناکام بنا دیا۔ میرے دوست اس وقت سے میری نگاہ تمہاری جانب اٹھ گئی جو شخص اس مالک کا وفادار ہو سکتا ہے جس سے اسے تھوڑی سی تنخواہ ملتی ہے، وہ اگر زمین کا وطن کا وفادار ہو جائے تو کیا نہیں کر سکتا۔ میں اس وقت سے حسرت سے تمہیں دیکھ رہا ہوں۔ پہلے بھی میں نے کوشش کی تھی اور تم سے تعاون حاصل کیا تھا۔ یہ میری ایک اور کوشش ہے اور کہہ چکا ہوں تم سے۔ انکار کر دو گے تو مجبور نہیں کروں گا۔

”نہیں شاہ صاحب اب ہم آپ کے ساتھ تعاون کرنے کو تیار ہیں“ میرے ان

الفاظ کی خوشی فوزیہ اور امیر شاہ کے چہرے سے جھلکنے لگی۔ دونوں مسرور ہو گئے تھے۔ امیر شاہ نے اٹھ کر میرے پاس بیٹھتے ہوئے کہا۔

”یقین کرو اس وطن پر ہی نہیں میری اپنی ذات پر بھی تمہارا یہ احسان ہو گا، میں نے اپنے اس ایریا میں اس چیلنج کو بڑی ذمہ داری کے ساتھ قبول کیا ہے اور میں اپنے اس مشن کی تکمیل چاہتا ہوں۔“

”ٹھیک ہے شاہ صاحب اب آپ یہ سمجھ لیجئے کہ میری تمام محبت اور خلوص آپ کے ساتھ ہے۔“

”بے حد شکریہ، ارشاد علی بے حد شکریہ، مجھے اپنی معلومات کے بارے میں کچھ بتانا پسند کرو گے؟“

”جی آپ ضروری باتیں نوٹ کر لیجئے آپ کے کام آئیں گی آپ اس لائن کے آدمی ہیں شاہ صاحب جو باتیں آپ سمجھ سکو گے وہ ہم جیسے لوگوں کی سمجھ میں نہیں آسکتیں۔“

”فوزیہ ذرا ان کے بتائے ہوئے پوائنٹ نوٹ کرو۔“

”جی ایک منٹ۔“ فوزیہ جلال نے کہا، رخسار نے ایک نگاہ میری جانب دیکھا اور مطمئن ہو کر گردن ہلا دی۔ گویا اس بات کا اظہار کر رہی تھی کہ جو طریقہ کار ہم نے اختیار کیا ہے وہ مناسب ہے اور اسے جاری رہنا چاہیے۔ چنانچہ میں نے کہا۔

”صاحب جی ہم اس آبادی میں آئے، یہ چھوٹا سا مکان ہم نے کرائے پر لیا، اس مکان میں ایک اور کرائے دار رہتا ہے۔ ریاض اس کا نام ہے اور نوری اس کی بیوی ہے۔ ریاض نے ہمیں حاجی غفار کے ہاں نوکری دلا دی اور ہم ان کی گاڑی چلانے لگے۔ صاحب جی ٹرک پر مال لوڈ کراتے، ہم لوگ آس پاس کے مختلف شہروں میں جاتے تھے، کئی بار ایسا ہوا کہ سفر کے دوران ٹرک کو کسی جگہ رکوا دیا گیا، وہاں سے کارٹن لوڈ کیے گئے اور دوسری جگہ پہنچا دیے گئے، اڈے سے ٹرک صرف حاجی صاحب کا مال لے کر جاتا تھا اور دوسرے اڈے پر اتار دیتا تھا، یہ بیج کے کارٹن کچھ الگ ہی لوگوں کا مال ہوتے تھے جس کے بارے میں بعد میں ہمیں یہ پتا چلا کہ جبکہ صاحب جو بیجر ہیں تھوڑی بہت کمائی کے

لیے یہ درمیان کا کام کر لیتے ہیں، ڈرائیوروں کو اور لوڈروں وغیرہ کو بھی تھوڑے بہت پیسے مل جاتے تھے، صاحب جی کوئی بات نہیں تھی۔ بڑے لوگوں کا کام بڑے لوگ جانیں پھر ایک بار صاحب جی تھوڑا سا الگ کا کام ہوا، کچھ لوڈر لے کر جیکب صاحب ایک الگ جگہ پہنچے اور وہاں ایک لوڈر سے ایک کارٹن گر پڑا۔ کارٹن نیچے گر کر پھٹ گیا، صاحب اور اس میں سے کچھ پیکٹ نکل پڑے، ان پیکٹوں میں پستول تھے، لوڈروں نے یا ہم نے کچھ نہیں کہا، کارٹن واپس اپنی جگہ رکھ دیے گئے اور اس کے بعد ہم لوگ آگے بڑھ گئے، لیکن اس دن واپسی میں ٹرک پر ڈاکوؤں نے حملہ کیا اور صاحب جی وہ لوڈر مار دیے گئے جنہوں نے پھٹا ہوا کارٹن دیکھا تھا۔ صاحب جی وہ ڈاکو نہیں تھے بلکہ جیکب صاحب کے وہ آدمی تھے جنہوں نے لوڈروں کو صرف اس لیے ختم کر دیا کہ انہوں نے کارٹن سے پستول نکلتے ہوئے دیکھ لیے تھے ہم دعویٰ کرتے ہیں۔“

امیر شاہ کا چہرہ انگارے کی طرح سرخ ہو گیا تھا اس کی آنکھوں میں حیرت بھی تھی اور سنسنی بھی۔ اس نے سرسراتی ہوئی آواز میں کہا۔
”تم نے یہ کیسے اندازہ لگایا کہ وہ ڈاکو نہیں بلکہ جیکب کے آدمی تھے۔“

”صاحب جی دنیا کو اس عمر تک تو دیکھ لیا ہے اب اتنے وقوف بھی نہیں ہیں ہم۔ ڈاکو اس سے پہلے کبھی نہیں ملے، وہ لوٹ مار کر سکتے تھے لیکن انہوں نے لوٹ مار نہیں کی۔ صاحب جی ہم نے ان میں سے تین آدمی ٹھنڈے کر دیے تھے، مگر وہ لاشوں کو لے کر نکل گئے۔“
”تم کیسے بچے؟“

”ہمارے ساتھ ہمارا یار ریاض بھی تھا، صاحب جی ڈرائیونگ سیٹ سے نکل کر ہم درخت پر چڑھ گئے، جو ڈرائیونگ سیٹ کی کھڑکی کے برابر تھا اور وہاں سے درخت درخت ہوتے ہوئے ریاض کو لے کر دور نکل گئے ویسے بھی ریاض کی زندگی کو اس لیے خطرہ نہیں تھا کہ وہ ان لوڈروں میں شامل نہیں تھا جنہوں نے کارٹن اٹھائے تھے اور پستول دیکھ لیے تھے، ہم بچ کر نکل آئے اور ہم نے ان میں سے تین آدمی بھی مار دیے صاحب جی پتا

چل گیا ان لوگوں کو کہ یہ کام ہم نے لیا ہے بعد میں ہم نے ان لوڈروں کی لاشیں تھانے پہنچائیں اور اس کے بعد ان لوگوں نے ذرا مختلف انداز میں سوچا کیونکہ ہم نے بہادری دکھائی تھی اس لیے ہماری بہادری کی قدر کی گئی اور ہمیں راستے سے ہٹانے کے بجائے انہوں نے اپنے کام کا بندہ سمجھ کر ساتھ رکھ لیا۔ جیکب صاحب کی پیجاو چلانے لگے ہم اور اس کے بعد صاحب جی جیکب صاحب نے ہم پر محبتوں اور عنایتوں کی بارش کر دی۔“
میں نے اپنے اس معصومانہ انداز میں سرحدوں کی کمائی بھی سنائی اور ان علاقوں کی داستان بھی بتائی جہاں سے میں جیکب کو بچا کر نکال لایا تھا۔ امیر شاہ کو تو چکر آرہے تھے۔ فوزیہ بھی پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھی اور میرے بتائے ہوئے پوائنٹ کرتے جا رہی تھی۔ آخر میں میں نے کہا۔

”اور صاحب جی اب جیکب ہم سے اتنا خوش ہے کہ اس نے ہمیں پچاس ہزار روپے دیے ہیں، یہ کہہ کر کہ ہم صفیہ کا زیور بنوا دیں اور اس نے یہ بھی کہا ہے صاحب جی کہ اگلے مہینے کی تنخواہ لے کر ہم حاجی غفار کی نوکری چھوڑ دیں۔ وہ ہمیں راجاؤں کی زندگی بسر کرائے گا کچھ اور کام دے گا ہمیں۔“

”اف خدایا۔“ امیر شاہ نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔ دیر تک خاموش بیٹھا رہا۔ پھر سر سے ہاتھ اٹھا کر بولا۔

”اور تم اتنی قیمتی معلومات اپنے سینے میں چھپائے ہوئے تھے میرے دوست؟“
”صاحب جی آپ خود فیصلہ کرو، شاہ جی آپ خود سوچو کیسے بتاتے ہیں، کیسے بتاتے، ہم جانتے تھے کہ جگہ جگہ ہمارا امتحان لیا جا رہا ہے، وہ یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ ہم مالک کے وفادار ہیں یا کسی کے محب۔ آپ نے ہمیں اٹھوا لیا تھا کچھ نہیں بتایا ہم نے آپ کو۔ یہ بھی نہیں بتایا ہم نے کہ ہمیں اس طرح اغوا کیا گیا تھا، صاحب جی تھوڑی بہت عقل تو اللہ تعالیٰ سب کو دیتا ہے، ہم جانتے ہیں کہ کون سی چیز ہماری موت کا باعث بن سکتی ہے مرنا تو نہیں چاہتے نا ہم آپ خود سوچو۔“

”نہیں میری جان کوئی تمہارا بال بھی بیکا کرے گا تو میں اس کا خون پی جاؤں گا، آہ

ہے کہ جبکہ اب ارشاد کو اپنے اس خفیہ کام پر لگانا چاہتا ہے جس کا علم شاید حاجی غفار فیملی کو بھی نہیں ہوگا، اس نے انہیں اتنا ہی کام کا آدمی سمجھا ہے اس سے تو ہمیں یہ فائدہ ہوتا ہے فوزیہ کہ جبکہ کی اصل شخصیت بھی سامنے آئے گی اور کچھ اور راز بھی پتا چلیں گے، پھر تم نے کیا سوچا ارشاد علی؟“

”صاحب جی اب ہماری سوچ تو بے کار ہے آپ کے لیے کام کرنے پر آمادہ ہو گئے ہیں تو ہمیں راستے بھی آپ ہی دکھاؤ گے ہمارا اپنا تو کوئی مسئلہ تھا نہیں، آپ نے جو کچھ دل میں جگا دیا ہے اب تو بس اسی کے تحت کام کریں گے۔“

”ہوں۔ دیکھو میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر تم جبکہ کے ساتھ مصروف رہو تو سامنے راستے خود بخود کھلتے چلے جائیں گے اور حاجی غفار کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا۔ میرے خیال میں جبکہ سے مکمل وفاداری برقرار رکھو اور جائزہ لو کہ وہ کیا کیا کرتا ہے۔ اس دوران صفیہ بہن کو تم یہیں چھوڑ دو۔ فوزیہ یہیں رہتی ہے میرے پاس اور بھی ایک دو ملازمائیں ہیں، انہیں کوئی تکلیف ہو تو میری گردن کاٹ دینا۔ دوسرے لوگوں سے تم زیادہ سے زیادہ یہی کہہ سکتا ہو کہ صفیہ بہن میکے چلی گئی ہیں اس طرح تمہیں آسانی ہو جائے گی۔ سمجھ رہے ہو نا میری بات؟“

”ٹھیک ہے صاحب جی ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے، اب تو کوئی اعتراض ہی نہیں کس بات پر۔“

”اس کے علاوہ میں تمہیں ایک چیز دینا چاہتا ہوں۔ فوزیہ کیا خیال ہے جی تھری انہیں دے دیا جائے۔“

”دیکھ لہجے امیر شاہ، حفاظت کرنا ہوگی اس کی۔“

”مجھے اس کی پروا نہیں ہے، ان پر میں اپنی خصوصی نظر رکھوں گا۔ یہ بتائیے ارشاد صاحب کبھی ٹرانسپیر کا نام سنا ہے آپ نے؟“

”سنا ہے صاحب۔“

”دیکھا تو نہیں ہے کبھی۔“

کتنا خوش نصیب ہوں میں کتنی صحیح جگہ کوشش کی ہے میں نے۔ تم نے جو قیمتی معلومات مجھے فراہم کی ہیں، میں کہہ نہیں سکتا کہ کس طرح تمہارا شکریہ ادا کروں لیکن جان ابھی تمہیں اپنا یہ مشن جاری رکھنا پڑے گا، تم نے مجھے ایک نئی روشنی دکھائی ہے اس کا مطلب ہے کہ اصل شخصیت جبکہ ہے بے شک حاجی غفار اور اس کے دونوں بیٹے بھی اس کام میں پھنسے ہوئے ہیں یا کم از کم ستار علی پھنسا ہوا ہے لیکن ڈور ہلانے والا جبکہ ہے، وہ صرف فیچر ہی نہیں ہے بلکہ ہو سکتا ہے کہ اس ریکٹ کا مقامی سربراہ ہی ہو۔ اندازہ ایسا ہی ہوتا ہے جیسے میرے خیال میں تو حاجی غفار بھی ان معاملات سے ناواقف نہیں ہے۔“

”بالکل نہیں ہے صاحب، حاجی صاحب نے ہمیں اپنے پاس بلایا تھا اور ہم سے کچھ سوالات کیے تھے۔“

”ذرا یاد کر کے بتاؤ، وہ کیا سوالات تھے؟“

”یاد ہیں صاحب جی۔“ میں نے کہا اور حاجی غفار کے کیے ہوئے سوالات دہرا دیے۔ اس کے مجھول بیٹے کے بارے میں میں بھی بتایا اور امیر شاہ سوچ میں ڈوب گیا، پھر بولا۔

”دیری گڈ دیری گڈ، ستار نے براہ راست تم سے کبھی کوئی کام لیا؟“

”وہ بھی بتاتے ہیں شاہ صاحب۔“ میں نے کیسٹ کا پورا واقعہ سنا دیا اور امیر شاہ ایک بار پھر حیرت سے منہ کھول کر مجھے دیکھنے لگا، پھر فوزیہ کی طرف دیکھ کر بولا۔

”فوزیہ تم نے غور کیا ایک بات پر؟“

”کیا؟“

”اس شخص کے اندر وہ تمام صلاحیتیں موجود ہیں جو کسی اعلیٰ پائے کے سراغ رساں میں ہو سکتی ہیں اصل کام معمولی معمولی باتوں پر نگاہ رکھنا ہے۔ خدا کی قسم یقین نہیں آتا کہ یہ اتنی ہی معمولی شخصیت ہے، کیا باریک بینی سے، فوزیہ تقدیر ہمارا ساتھ دے رہی ہے لگتا ہے کچھ ہو ہی جائے گا۔ ویسے تمہارا کیا خیال ہے فوزیہ۔ میرا تو اپنا یہ اندازہ

”نہیں دیکھا نہیں ہے بس پولیس والوں کے پاس وہ فون دیکھے ہیں جو بتا نہیں کیا کھلاتے ہیں، بتا نہیں کیا دائرہ.....“

”وائرلیس۔“

”ہاں جی وہی، وہ اس پر دوسری گاڑیوں سے بات کرتے ہیں۔“

”بالکل بالکل، سمجھ لیں کہ وہی چیز ہے لیکن جدید ترین فارم میں، فوزیہ لاؤ ذرا۔“

فوزیہ نے ایک لمحے سوچا پھر بولی۔

”میں ذرا چار پانچ منٹ میں آتی ہوں، اگر جی تھری انھیں دینا ہے تو ذرا مختلف طریقے سے دو۔“

”ٹھیک ہے جاؤ۔“ فوزیہ چلی گئی۔ میرے دل میں مسکراہٹوں کا درخت لگا ہوا تھا کیا دلچسپ تماشا ہو رہا ہے۔ بہر حال اب سب کچھ کھول کر رکھ دیا تھا امیر شاہ کے سامنے اور اس پر ذرا بھی پریشانی نہیں تھی، کام تو کام ہی ہوتا ہے بلکہ یہ تو خوش قسمتی ہے کہ اس طرح ملٹری سیکرٹ سروس کے ایک شاندار شخص کا تعاون حاصل ہو گیا تھا۔ اس کے ہمراہ نجانے کتنے افراد ہوں گے بس اتنی سی محنت کرنی ہے کہ ان پر اپنی اصلیت نہ کھلنے دوں، باقی تو سب کچھ ٹھیک تھا جو کام میں کرنا چاہتا تھا وہی ذرا مختلف شکل میں ہو رہا تھا اور اس پر مجھے کوئی اعتراض نہیں تھا۔ فوزیہ واپس آگئی اس کے پاس ایک تعویذ تھا، چاندی کے خول میں ایک کالے پٹے کے ساتھ بندھا ہوا۔ امیر شاہ نے حیرت اور دلچسپی سے یہ تعویذ دیکھا تو فوزیہ بولی۔

”اگر ہم اسے ان کے بازو پر باندھ دیں تو میرا خیال ہے یہ بالکل محفوظ رہے گا اور کسی کو شبہ بھی نہیں ہو گا میں اسے گلے میں بھی ڈال سکتی تھی لیکن گلے میں بست سون کی نگاہ پڑ سکتی ہے، بازو پر اگر کوئی تعویذ باندھ ہوا دیکھ بھی لیا جائے کسی شکل میں، تو بات بن سکتی ہے، کیونکہ تعویذ بازوؤں پر بھی باندھے جاتے ہیں۔“

”گڈ گرل، ذہانت سے سوچا ہے اب انھیں اس کے استعمال کا طریقہ بھی بتا دو۔“

”جسٹ سیمپل، یہ دیکھئے ارشاد صاحب جب ہم آپ کو کوئی میسج دیں گے تو یہ سائنڈ

میں لگا ہوا ننھا سا بٹن دبانا ہو گا میسج دوسرے آدمی تک پہنچ جائے گا، آپ اس ڈسکن کو کھولیں، کچھ نہیں کرنا ہو گا آپ کو، ڈسکن کھلنے کے ساتھ ٹرانسمیٹر آن ہو جائے گا اور نہایت صاف آواز آپ کو سنائی دے گی، آپ اس پر تجربہ کر کے دیکھ لیجئے، میں اس کے دوسرے سیٹ پر آپ سے بات کرتی ہوں۔“ ہم نے اپنی اداکاری جاری رکھی، فوزیہ جلال نے دوسرے کمرے میں جا کر ٹرانسمیٹر آن کیا ایک ہلکی سی جھینگڑ کے ٹرانے جیسی آواز سنائی دی اور میں نے وہ ڈھکنا کھول دیا۔ فوزیہ کی آواز سنائی دی۔

”ہیلو ہیلو ہیلو۔ میں فوزیہ بول رہی ہوں مسٹر ارشاد، کیا آپ میری آواز سن رہے ہیں؟“

”جی سن رہا ہوں۔“

”آپ بھی کچھ بولیے۔“

”جی کیا بولوں۔“

”کیسے مزاج ہیں آپ کے؟“

”ٹھیک ہوں۔“

”طریقہ سیکھ لیا آپ نے؟“

”جی ہاں۔“

”بس تو پھر اب یہ ڈسکن بند کر دیجئے سلسلہ منقطع ہو جائے گا۔“ میں نے تعویذ کا ڈسکن بند کر دیا۔ میرے چہرے پر شوق اور سنسنی نظر آرہی تھی۔ امیر شاہ نے مسکرا کر کہا۔

”بالکل آسان طریقہ ہے، یہ ہماری طرف سے آپ کے پاس رہے گا اور آپ یوں سمجھ لیجئے کہ آپ ہمارے آدمیوں میں شامل ہو گئے۔“

”جی۔“

”تو پھر اب آپ کی ذمہ داری یہ ہے کہ آپ ان لوگوں کی مرضی کے مطابق کام کرتے رہیں، جو پوائنٹ آپ نے بتائے ہیں انھیں نوٹ کر لیا گیا ہے اور ہم ان پر کام

”میں خود بھی اس بات کی قائل ہوں کہ زندگی کو معطل نہیں کرنا چاہیے، یہ تو ہمارے دشمنوں کی کوشش تھی، کبھی ہم اور کبھی کوئی اور کامیابی یا ناکامی سے دو چار ہو سکتے ہیں ہاں کچھ قیمتی لوگ دنیا میں نہ رہے ان کی موت کا خلا پر نہیں کیا جاسکتا، لیکن باقی سب معمول کے مطابق ہے، ہم نے بھی بہت سوں سے بہت کچھ سیکھا ہے، میں سمجھتی ہوں کسی بھی شکل میں سہی ہم وطن کی خدمت جاری رکھیں اور وطن کی مٹی خود ہم سے خراج طلب کرتی رہتی ہے، ہم ادائیگی سے گریز کیوں کریں بلکہ میں تو یہ سمجھتی ہوں کہ یہ بھی ایک دلچسپ ایڈونچر ہے، تم بے شک مختلف روپ میں کام کرتے رہے ہو فیصل، لیکن اس بار یہ روپ بہت ہی مختلف ہے، ہم بے وسیلہ اور احمق لوگوں کی مانند کام کریں گے اور ایک نیا تجربہ حاصل ہو گا۔“

”یہ بتاؤ وہاں رہنا پسند کرو گی۔“

”طے تو یہ ہوا تھا کہ اب جو کچھ بھی کریں گے مشترکہ طور پر ہی کریں گے، لیکن میں سمجھتی ہوں کہ یہ بھی ایک کام ہے جو میں وہاں رہ کر سرانجام دوں گی، ہاں اگر اس میں کوئی قباحت محسوس کر رہے ہو تو مجھے بتاؤ۔“

”میرے خیال سے نہیں ہے، پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم کرنل شاہ کی طرف سے مطمئن ہو گئے ہیں، وہ درحقیقت فوج کا آدمی ہے اور جذباتی اور اپنے عمل سے مخلص بھی ایسی شکل میں تو پھر کوئی قباحت ہی نہیں رہ جاتی۔“

”تو پھر ٹھیک ہے بسم اللہ کرو، ہاں محنت کچھ زیادہ کرنی ہو گی۔“

”وہ جو کہا جاتا ہے ناکہ محنت سے عظمت ہے۔“

”یقیناً۔“ رخسار سو گئی لیکن میں جاگتا رہا۔ بہت سے خیالات، بہت سے احساسات

نے گھیر لیا تھا لیکن میں نے بدولی کو قریب نہ پھٹکنے دیا۔ جو نقطے میرے ذہن میں تھے میں نے بڑی سادگی سے انہیں کرنل شاہ کے گوش گزار کر دیا تھا اور کرنل شاہ بہر حال ذہین آدمی تھا بس میں یہ چاہتا تھا کہ اس پر میری حقیقت آشکارا نہ ہو، کوئی کتنا ہی مخلص ہو۔ لیکن ہر شخص اپنی بچت بھی چاہتا ہے۔ کرنل شاہ اگر پچاس لاکھ روپے انعام کے لیے نہ

کریں گے لیکن ایک بات آپ ذہن میں رکھیے وہ یہ کہ ابھی ہم انہیں ٹچ نہیں کریں گے۔ کیونکہ اگر جیکب کی جڑیں گہری ہیں تو ہمیں ان جڑوں کی تلاش ہو گی اور اس کے ساتھ ساتھ ہی آپ ہماری مدد کریں گے، آپ سمجھ گئے۔“

”جی۔“

”بہت بہت شکریہ آپ لوگوں کے یہاں آنے کا اور اس کے بعد ہماری بات مان لینے کا، میرا یہ خیال ہے کہ اب آپ کو آرام کرنے کا موقع دیا جائے، آپ یہ بالکل مت سوچیں کہ ہم آپ کو بھگا رہے ہیں بلکہ آپ کا جانا ضروری ہے آپ جس وقت مسٹر جیکب کے ساتھ اپنی نئی ڈیوٹی ہوائن کریں گے، بڑے اطمینان سے آپ مسز ارشاد کو یہاں بھیج دیجئے اور ان کی جانب سے بے فکر ہو جائیے۔ ویسے ہمارے اور آپ کے درمیان پیغام رسانی کا یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ رات کو ٹھیک ساڑھے نو بجے آپ جہاں کہیں بھی ہوں، تھوڑی سی جگہ بدلنے کی کوشش کریں تاکہ ہمارے درمیان گفتگو ہو جائے، وقت نوٹ کر لیجئے ٹھیک ساڑھے نو بجے۔“

”بہت بہتر۔ امیر شاہ صاحب۔“ پھر ہم لوگ کھڑے ہو گئے اس وقت فوزیہ جلال کے بجائے امیر شاہ ہمیں چھوڑنے کے لیے چل پڑا۔ فوزیہ جلال ساتھ نہیں آئی تھی، رات کے تاریک سناٹوں میں اس نے ہمیں ہمارے گھر کے بالکل قریب چھوڑا، راستے میں بھی تھوڑی سی گفتگو ہوئی تھی اور اس کے بعد ہم اپنی رہائش گاہ میں واپس آ گئے۔ میں نے محبت بھری نگاہوں سے رخسار کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”بھئی آج کی اس ملاقات کے بعد ایک اور گولڈن چانس مجھے ملا ہے۔“

”کیا؟“ رخسار نے سنجیدگی سے کہا۔

”ہم دونوں بہترین اداکار ہیں اور ملٹری سیکرٹ سروس کے ایک اہم آفیسر کو اپنے کردار کے بارے میں یقین دلا سکتے ہیں معمولی بات نہیں ہے، بڑی تیز اور باریک بین نگاہیں ہوتی ہیں ان کی۔“ رخسار ہنسنے لگی، لباس وغیرہ تبدیل کیے گئے اور اس کے بعد ہم لوگ مسہری پر آ بیٹھے رخسار نے کہا۔

سہی تب بھی وطن پرستی کے رشتے سے ایک ایسے مجرم کو حکومت کے حوالے کرنے کی کوشش ضرور کرے گا جو حکومت کو درکار ہے اور جس پر لاتعداد الزامات لگا دیئے گئے ہیں، پھر نجانے کب نیند آگئی تھی۔

رخسار نے صبح وقت پر جگا دیا اور کہنے لگی۔

”سوری حالانکہ مجھے پتا ہے کہ تم بہت دیر تک جاگتے رہے ہو، لیکن ڈیوٹی از ڈیوٹی جانا ہے نا۔“

”کیوں نہیں، ڈیوٹی از ڈیوٹی؟“ میں نے مسکرا کر کہا اور بستر چھوڑ دیا۔ مطلع اب رات آلود ہو رہا تھا اور سیاہ بادل مست ہاتھی کی طرح جھومتے ہوئے آسمان پر جمع ہو رہے تھے، امکان تھا کہ بارش ہو جائے گی لیکن یہ کوئی ایسی اہم بات نہیں تھی، میں جیکب کے گھر پہنچ گیا جیکب سیلینگ سوٹ میں ملبوس اطمینان سے بیٹھا ہوا تھا مجھے دیکھ کر پر خلوص انداز میں مسکرایا۔

”آؤ ارشاد آج چھٹی، کوئی خاص کام نہیں ہے جاؤ میری طرف سے عیش کرو پیوی کو لے کر گھومنے نکل جاؤ، چاہو تو گاڑی بھی لے جاسکتے ہو آج اسے سیر کراؤ، شام تک کا کوئی پروگرام نہیں ہے جب دل چاہے واپس آجانا۔“

”مجھے کہاں جانا ہے سر، ہاں اگر چھٹی ہے تو گھر ہی چلا جاتا ہوں۔“ ابھی میں نے اتنا ہی کہا تھا کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور جیکب نے ہاتھ بڑھا کر فون اٹھالیا، پھر فون پر باتیں کرنے لگا۔

”جی حاجی صاحب، جی..... جی، جی سر..... جی جناب، اچھا..... ہاں، ہے تو سہی..... چلیں بے چارے کو چھٹی دے دی تھی میں نے لیکن بہر حال آج آپ کی ڈیوٹی پر سہی، نہیں۔ نہیں انعام کی کوئی بات نہیں ہے نہیں حاجی صاحب یہ تو آپ کی مہربانی ہے، ٹھیک ہے میں بھیجے دیتا ہوں، جی ہاں..... جی ہاں کوئی بات نہیں ہے، بس پہنچتا ہے ابھی، اچھا ٹھیک ہے، اوکے۔“ اس نے فون بند کیا اور میری طرف دیکھ کر مسکرانے لگا۔ پھر بولا۔

”سوری ڈیر تمہاری چھٹی کینسل ہو گئی۔“

”کوئی بات نہیں ہے سر میں تو آیا ہی ڈیوٹی دینے کے لیے تھا۔“

”حاجی صاحب کے سارے ڈرائیور مصروف ہو گئے ہیں انھیں غالباً کہیں جانا ہے تم

گاڑی لے جاؤ آج تمہیں حاجی صاحب کے ساتھ رہنا ہوگا، بہر حال خیال رکھنا۔“

”جی سر۔“

”چابی اٹھالو، فیول وغیرہ چیک کر لینا، ضرورت ہو تو منگی وغیرہ بھی بھروالینا، آرام سے چلے جاؤ، بس خیال رکھنا یہ سب ہی ایک دوسرے کے چکر میں رہتے ہیں۔ حاجی صاحب کچھ بھی بات کریں، احتیاط سے جواب دے دینا ویسے تو تم کافی عقل مند آدمی ہو مجھے پورا پورا اطمینان ہے کہ کہیں مار نہیں کھاؤ گے۔“ میں نے چابی اٹھالی اور پھر سلام کر کے باہر نکل آیا پجارد اشارت کی اور حاجی صاحب کی رہائش گاہ پر چل پڑا، بابو الیاس بیٹھے ہوئے تھے ہلکی ہلکی بوندا باندی شروع ہو گئی تھی بابو الیاس نے کہا۔

”تم تو یہاں سے چلے ہی گئے۔“

”نہیں بابو الیاس بس جہاں بھی ڈیوٹی لگ جائے ہم تو حکم کے غلام ہیں، حاجی

صاحب نے بلایا تھا۔“

”اچھا۔ اچھا، چلے جاؤ اندر موجود ہیں۔“ میں اندر داخل ہوا تو حاجی صاحب کہیں جانے کو تیار تھے، جبار اس وقت بھی ان کے پاس موجود تھا، حاجی صاحب نے مجھے دیکھ کر کہا۔

”بھئی آج ذرا تمہیں ہمارے ساتھ چلنا ہے، موسم سے پریشان تو نہیں ہوتے؟“

”نہیں حاجی صاحب موسم کا کام اس کا اپنا ہے اور ہمارا کام اپنا۔“

”میں تیار ہوں چلیں؟“

”جی چلے، حاجی صاحب۔“ پجارد میں میرے برابر ہی بیٹھ گئے تھے میں نے گاڑی

اشارت کر کے آگے بڑھا دی۔

”ٹینک فل کراؤ ذرا لمبا سفر کرنا ہے۔“

”ٹینک فل کرا لو ذرا لمبا سفر کرنا ہے۔“

”ٹینک فل ہے سر۔“

”پھر چلو۔“ حاجی صاحب بولے اور اس کے بعد میں ان کے بتائے ہوئے راستے پر چلتا رہا یہاں تک کہ شہر سے باہر نکل آیا تو حاجی صاحب نے مطلوبہ جگہ کا نام لیا میں نے گردن ہلا دی تھی سفر طے ہونے لگا حاجی صاحب کافی دیر خاموش رہے پھر انھوں نے کہا۔

”ارشاد میاں تم نے ہمارا کام نہیں کیا۔“

”کون سا کام حاجی صاحب؟“

”بھول گئے۔“

”معافی چاہتا ہوں یاد نہیں رہا۔“

”وہ ہم نے تم سے کہا تھا کہ ذرا ستار اور جینکب کی سرگرمیوں پر نظر رکھو، ہمیں شبہ ہے کہ یہ لوگ کچھ پراسرار کارروائیاں کرتے ہیں۔ بات اصل میں یہ ہے کہ ہم نے ساری زندگی ٹرانسپورٹ کا کاروبار کیا، چھتیس بار ایسی پیشکشیں ہوئیں جن میں ہم سے کہا گیا کہ کچھ ایسا سامان ادھر ادھر کر دیا جائے جو پولیس کی نگاہوں میں مشکوک ہوتا ہے ہم نے کہا بھائی یہ جو کچھ ہمیں ملا ہے ہمارا اپنا کمایا ہوا نہیں ہے، باپ دادا کا ورثہ ہے لیکن باپ دادا کے نام کے ساتھ بھی کوئی ایسی برائی وابستہ نہیں ہے جس سے عزت کو داغ لگے، ہم ایسا کام نہیں کریں گے لیکن بیٹا جب ہمارا وقت ختم ہوا تو دوسروں نے ہمارے خلاف کام شروع کر دیا کچھ ہو رہا ہے یقیناً کچھ ہو رہا ہے، اب کیا ہو رہا ہے یہ اللہ ہی جانے ہماری تو عمر ہی آگے بڑھ گئی ورنہ کسی اور کو تکلیف نہ دیتے، یہ لڑکے کیا کر رہے ہیں ہمارا سارا کیا دھرا مٹی میں ملا رہے ہیں، کیا کریں گے اتنی دولت کا اللہ کا دیا سب کچھ موجود ہے پر کون سنتا ہے اور پھر وہ کمینہ جینکب، دیکھ لینا ہمیں دلدل میں دفن کرا کے رہے گا، ساری کارروائی اس کی ہے، ہم جانتے ہیں ستار کو بہکانے والا بھی وہی ہے۔ بہر حال تم اگر کچھ مدد کر دیتے تو بڑی بات بن جاتی، اس وقت ہم جہاں چل رہے ہیں نا ہو سکتا ہے تمہیں وہ جگہ پسند نہ آئے لیکن ہماری بھی مجبوری ہے، اب اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں ہے

کیا کریں کیا نہ کریں۔“ حاجی غفار کہتے رہے لیکن میں نے خاموشی ہی اختیار کیے رکھی تھی، پھر ہم شہر میں داخل ہو گئے اور اس کے بعد حاجی ستار جس عمارت میں داخل ہوئے تھے وہ میرے لیے بھی ذرا پریشان کن تھی یہ پولیس ہیڈ آفس کی عمارت تھی حاجی غفار گاڑی سے اتر کر اندر چلے گئے اور میں یہ سوچنے لگا کہ جو گفتگو انھوں نے راستے میں کی ہے اور یہاں پہنچے ہیں اس کا آپس میں بہت گہرا تعلق ہے یقیناً ایسا ہی مسئلہ ہے، بہر حال میں ڈرائیور کی سیٹ پر بیٹھا رہا اور انتظار کرتا رہا، حاجی صاحب کوئی ڈیڑھ گھنٹے میں واپس آئے تھے ایک بڑے رینک کا پولیس آفیسران کے ساتھ تھا۔ بہر حال میں خاموشی سے نیچے اترا ادب سے حاجی صاحب کے لیے دروازہ کھولا اور حاجی صاحب نے کہا۔

”تو بھائی جو کچھ ہم نے تمہیں بتایا ہے چاہو تو مذاق سمجھ لو باقی تمہاری مرضی ہے۔“

”آپ کیسی باتیں کرتے ہیں حاجی صاحب میں تو دل سے آپ کی قدر کرتا ہوں۔“

”اچھا پھر خدا حافظ جب بھی ہم تمہیں آواز دیں ذرا خیال کر لینا۔“

”خادم ہوں آپ کا۔“ پولیس آفیسر نے کہا۔

”چلو۔“ حاجی صاحب بولے اور میں نے گاڑی اسٹارٹ کر کے واپس موڑ دی، اس کے بعد راستے بھر خاموشی ہی رہی تھی، حاجی صاحب نے بھی کچھ نہیں کہا تھا کافی وقت گزر گیا ادھر بادل مسلسل گہرے ہوئے تھے اور یوں لگتا تھا جیسے برسے تو بہت تیز بارش ہوگی لیکن سڑکوں وغیرہ کو دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا تھا کہ یہاں ابھی بارش نہیں ہوئی ہے، حویلی میں داخل ہو گئے اور حاجی صاحب نے کہا۔

”اب تمہاری مرضی ہے جہاں جی چاہے جاؤ ہمارا کام ہو گیا۔“ میں سلام کر کے واپس پلٹ آیا گاڑی کو جینکب صاحب کے یہاں چھوڑنا تھا، تھوڑی سی سنسنی کا شکار بھی تھا باہر نکلا اور راستے پر چل پڑا لیکن پھر تھوڑی دور جانے کے بعد میں نے ستار کی گاڑی دیکھ لی جو تیزی سے آگے نکلی اور ستار ہاتھ سے رکنے کا اشارہ کرتے ہوئے اسے سائڈ میں لگانے لگا میں نے بھی پچارو سائڈ میں روک دی تھی، ستار کو یقیناً اس بات کا علم ہو گیا تھا

کہ حاجی صاحب کسی ایسی ہی جگہ گئے ہیں اور وہ مجھ سے اس بارے میں معلوم کرنا چاہتا تھا۔ ایک لمحے میں فیصلہ کر لیا گیا کہ کیا کرنا ہے، حاجی صاحب نے ویسے بھی مجھے منع نہیں کیا تھا کہ میں اس بارے میں کسی کو نہ بتاؤں، میں گاڑی سے اتر آیا اور ستار نے ڈرائیونگ سیٹ کے برابر کا دروازہ کھول دیا جس کا مطلب تھا کہ میں اندر آ جاؤں، میں نے سلام کیا اور پھر اس کے کہنے پر اندر داخل ہو گیا، ستار نے کہا۔

”زیادہ دیر نہیں رہوں گا تمہارے ساتھ بس دو منٹ کی بات ہے، کہاں لے کر گئے تھے حاجی صاحب کو.....؟“

”شہر۔“

”کس جگہ؟“

”وہ جی پولیس تھانے۔“

”کیا.....؟“ ستار آنکھیں پھاڑ کر بولا۔

”ہاں جی وہ بڑا تھانہ جو ہوتا ہے وہاں گئے تھے۔“

”ہینڈ کوارٹر۔“

”جی صاحب۔“

”کس کے پاس گئے تھے؟“

”صاحب جی ہم تو بس احاطے میں داخل ہوئے تھے اور پھر گاڑی میں بیٹھے رہے تھے۔“

”حاجی صاحب نے کس سے ملاقات کی تمہیں نہیں معلوم۔“

”نہیں صاحب جی بالکل قسم لے لیجئے ہم سے۔“

”تم گدھے ہو نمبروں میں..... کیا کہوں میں تم سے کمال کے انسان ہو دنیا میں کچھ کرو گے بھی کسی کے لیے یا نہیں۔“

”صاحب جی اتنا ہی کر سکتے ہیں کہ نوکری چھوڑ دیں، اور ایک بات آپ سمجھ لیجئے ادھر کی بات کبھی نہیں کریں گے، ماں باپ نے یہی سکھایا تھا کہ بیٹا مالکوں کی باتیں صرف

سنو انھیں یاد رکھو اور ان میں کوئی حصہ لو نہ دو۔“

”ہوں۔ چلو ٹھیک ہے اپنا مستقبل خود ہی خراب کر رہے ہو، میرا کیا ہے، جیکب

صاحب کے ساتھ کیسی گزر رہی ہے۔“

”ٹھیک ہے صاحب جی۔“

”کوئی ایسا ویسا کام تو نہیں لیتے تم سے.....“

”نہیں صاحب جی ہم صرف گاڑی چلاتے ہیں۔“

”ٹھیک ہے بھائی جا اپنی گاڑی میں بیٹھ، جا اپنا کام کر۔“

ستار نے ناخوشگوار موڈ میں کہا اور میں جلدی سے گاڑی سے نیچے اتر آیا پھر میں

پجارو میں بیٹھا اور پجارو اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔

بہت بڑے پیمانے پر کام کیا تھا بہت کچھ کیا تھا کونٹن میکرویا کے ساتھ مل کر، نجانے

کیا کیا کارنامے سرانجام دے ڈالے تھے، لیکن بات بہت معمولی سی ہوتی ہے، صرف

سوچنے کا فرق ہوتا ہے۔ چھوٹے سے چھوٹا کام بھی اتنی ہی اہمیت کا حامل ہوتا ہے جتنا

بڑے سے بڑا کام۔ مجھے اب اس کام میں بھی دلچسپی محسوس ہونے لگی تھی۔ کم از کم نظریہ

وہی تھا، ملک و قوم کی خدمت اور بہر حال ساری باتیں اپنی جگہ لیکن اس تصور میں جو مزہ

آتا تھا اس کا نشہ ہی کچھ اور تھا، تھوڑی دیر کے بعد جیکب کی رہائش گاہ پر پہنچ گیا، بادل

اب بھی اسی طرح تھے۔ بارش نہیں برسی تھی، پجارو کھڑی تھی اور چابی دینے کے لیے

جیکب کے پاس پہنچ گیا۔ جیکب نے اپنے کمرے کی کھڑکی سے مجھے دیکھ لیا تھا۔ دروازہ کھلا

ہوا تھا اور وہ میرا انتظار کر رہا تھا۔

”آؤ ارشاد۔ آؤ، تھوڑی دیر بیٹھو میرے ساتھ، اس کے بعد جہاں دل چاہے چلے

جانا آ جاؤ۔“

میں بیٹھ گیا اور میں نے چابی ایک طرف رکھ دی۔

”بھئی یہ میرے حوالے کیوں کرتے ہو بار بار۔ پجارو کو یوں سمجھ لو کہ اب تمہاری

ملکیت ہے، زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ بس اسے ہمارے کاموں میں استعمال کر لینا۔ ورنہ یہ

ہم نے تمہیں دی۔“

”صاحب جی مہربانی ہے آپ کی کیا نہیں دے دیا ہے آپ لوگوں نے مجھے۔ صاحب جی اور کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے مجھے بس آپ کی محبت چاہیے۔“

”یار تم عجیب آدمی ہو اتنے عجیب کہ بعض اوقات میں تمہارے بارے میں سوچ کر حیران رہ جاتا ہوں تم آخر ہو کیا چیز؟“

”مجھے نہیں صاحب جی۔“

”تم نے جتنی جلدی ہمارے دل میں گھر کر لیا ہے اس طرح کم ہی ہوتا ہے لوگ آتے ہیں اپنا مقام بناتے ہیں لیکن اس میں انہیں کافی وقت لگ جاتا ہے۔“

”صاحب جی اصل میں بات یہ ہے کہ ہمارے خون میں حلال ہے جس کا نمک کھاتا ہوں اس کی ادائیگی ضرور کر دیتا ہوں۔“ میں نے کہا اور میرے دل میں اپنے وطن کا تصور ابھر آیا اس وقت ان وطن دشمنوں کی نمک حلائی کی بات نہیں کر رہا تھا بلکہ اس سرزمین وطن کی بات کر رہا تھا جس نے میرے روئیں روئیں کو جلا بخشی تھی۔

جیکب نے متاثر انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”ہاں یہ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو تم۔ بہر حال ساؤ دن کا پروگرام کیسا رہا ویسے آج تو میں نے تمہیں چھٹی دے دی تھی۔ مگر شاید بادل بھی تمہارے انتظار میں نہیں رہے۔“

”ہمارے انتظار میں.....“

”تو اوز کیا۔“

”ہم سمجھے نہیں صاحب جی؟“

”بھئی موسم بہار بلکہ بارش کا موسم پتا نہیں تمہارا اس سلسلے میں کیا نظریہ ہے“

جب بارش کے قطرے آسمان سے ٹپکتے ہیں تو یوں لگتا ہے جیسے رگ و پے میں ایک نئی زندگی دوڑ رہی ہو۔ میں نے تو یہ سوچا تھا کہ آج تم اپنی بیوی کے ساتھ خوب بارش میں سیر کرو لیکن بارش ہی نہیں ہوئی۔ خیر اب سنی، میرا خیال ہے کل بھی مجھے کوئی خاص کام

نہیں ہو گا۔ گاڑی لے جانا اور آرام کرنا۔ کیا سمجھے؟“

”بہت مہربانی صاحب جی۔“

”اور سب ٹھیک ٹھاک، حاجی غفار صاحب کا کام ہو گیا؟“

”جی صاحب جی انہوں نے ہمیں چھٹی دے دی اور کہا کہ جاؤ۔“

”گڈ۔ تو پھر اب تم جانا چاہو تو جا سکتے ہو۔“

”بہت شکریہ صاحب جی۔“ میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

”ارے یہ چابی تو لیتے جاؤ۔ اگر ضرورت نہ ہو تو کوئی بات نہیں ہے ورنہ گاڑی بھی لیتے جاؤ۔“

”ضرورت بھی نہیں ہے صاحب جی اور اس کے ساتھ ساتھ ہمارے پاس گاڑی کھڑی کرنے کی جگہ بھی نہیں ہے دیکھئے نا اگر کوئی بچہ نشان مار گیا تو خواہ مخواہ گاڑی کا رنگ خراب ہو گا آپ رہنے دو جی، ہمیں کیا کرنا ہے۔“

”پیٹرول ہے اس میں.....؟“

”ڈلوایا نہیں ہے صاحب جی۔ ضرورت پیش نہیں آئی۔“

”کہاں گئے تھے حاجی صاحب، زیادہ فاصلہ طے نہیں کیا کیا.....؟“

”نہیں صاحب فاصلہ تو طے کیا ہے، شہر گئے تھے ہم۔“

”ارے اچھا خیریت کیا کچھ خریداری کی تھی حاجی صاحب نے۔“ جیکب نے چالاکی

سے پوچھا۔

”نہیں صاحب کوئی خریداری نہیں کی۔“

”کسی دوست سے ملنے گئے تھے؟“

”صاحب جی یہ تو پتا نہیں کہ وہ کسی دوست سے ملنے گئے تھے یا نہیں، لیکن وہاں

گئے تھے جہاں بہت بڑی پولیس ہوتی ہے نا بہت بڑی جگہ پولیس کی تربیت ہوتی ہے۔“

”پولیس ہیڈ کوارٹر.....؟“

”جی صاحب جی۔“

”اچھا وہاں کس کے پاس گئے تھے۔“ جیکب نے پوچھا۔

”یہ بھی نہیں معلوم صاحب جی کہ وہ کس کے پاس گئے تھے، ہم تو گاڑی میں بیٹھے رہے تھے۔ ہاں جب وہ واپس آئے تھے تو ایک بڑی دروی والا جس کے کندھوں پر بہت سے پھول لگے ہوئے تھے ان کے ساتھ آیا تھا اور اس نے حاجی صاحب کو خدا حافظ کہا تھا۔“

”ہوں اچھا ویری گڈ۔ تو یہ نہیں پتا چل سکا تمہیں کہ حاجی صاحب نے اور کس کس سے ملاقات کی؟“

”صاحب جی گاڑی میں بیٹھے ہوئے تھے ہم اور پھر کام ہمارا نہیں تھا۔“

”ہوں ٹھیک۔“ جیکب گہری نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا پھر بولا۔ ”بیٹھو یا چلے جانا اب تو تمہیں ذرا ہٹانے کو جی چاہتا ہے۔“

”ہمیں کوئی جلدی بھی نہیں ہے صاحب جی۔ اگر آپ کو کوئی کام ہے تو کوئی پروا نہیں ہے، ہمیں کرنا ہی کیا ہے۔“

”کچھ پیو گے؟“

”نہیں صاحب جی بڑی مہربانی۔“

”پی لو یا اس موسم میں تو پینا چاہیے۔“

”نہیں صاحب جی کچھ نہیں پینا۔“

”شراب پیتے ہو؟“

”توبہ توبہ صاحب جی۔ شراب پی تو کبھی مالکوں کی نمک حلائی نہیں کر سکیں گے۔“

”ارے واہ۔“ جیکب نے قہقہہ لگایا، دیر تک ہنستا رہا پھر بولا۔

”عجیب منطق ہے تمہاری۔“

”لیکن ہے صاحب جی۔“

”کیوں آخر؟“

”بس صاحب جی ہمارے مذہب میں آپ کو پتا ہے کہ یہ جائز نہیں ہے۔“

”کیا بات کرتے ہو یا ر، جائز تو نہیں ہے لیکن پی جاتی ہے۔“

”جو برا کر رہا ہے صاحب جی وہ کرتا رہے ہمیں اس سے کیا۔“

”خیر شراب پینا اتنا برا تو نہیں ہے۔ چلو چھوڑو میں تمہیں نہیں پلاؤں گا، جو کام تم نہیں کرتے اس کے لیے کبھی تمہیں مجبور نہیں کروں گا۔ میں تمہارے لیے کوئی جو س منگواتا ہوں۔“

”رہنے دیجئے صاحب جی۔“

”اچھا کولڈ ڈرنک پی لو۔“ جیکب نے کہا اور گھنٹی بجا کر اپنے آدمی کو بلایا اور اس کے بعد اپنے لیے شراب اور میرے لیے کولڈ ڈرنک منگوا لی۔ صاف بوتل تھی میرے سامنے کھلی تھی، اس لیے مجھے پینے میں کوئی اعتراض نہیں ہوا۔ جیکب نے اپنے لیے پیگ بنالیا اور اس کی چسکیاں لیتا ہوا بولا۔

”تو حاجی صاحب پولیس ہیڈ کوارٹر گئے تھے۔ ویسے تمہیں ایک دلچسپ بات بتاؤں۔“

”جی صاحب جی۔“

”یہ بات مجھے بہت دیر پہلے معلوم ہو چکی ہے۔“

”کون سی بات؟“

”یہی بات کہ حاجی غفار صاحب کہاں گئے تھے؟“

”آپ کو معلوم ہو چکی ہے؟“

”ہاں۔“

”آپ کو کیسے معلوم ہوا صاحب جی۔“ میں نے معصومیت سے سوال کیا اور جیکب ہنسنے لگا پھر بولا۔

”دیکھو ارشاد سب سے بڑا کام یہ ہے کہ انسان آنکھیں کھلی رکھے، ہر چیز کے بارے میں معلومات حاصل کرے کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کے دشمن دار کر جائیں۔“

”مگر حاجی صاحب تو.....“

”افوہ حاجی صاحب کی بات نہیں کر رہا ایک عام بات کر رہا ہوں۔ تمہیں ہنسی آئے گی یہ سن کر کہ جو پولیس آفیسر حاجی صاحب کو باہر چھوڑنے کے لیے آیا تھا اس نے انھیں چھوڑنے کے بعد سب سے پہلے مجھے فون کیا تھا اور بتایا تھا کہ حاجی صاحب یہاں آئے تھے۔“

”آپ کی ان سے دوستی ہوگی۔ صاحب جی۔“ میں نے کہا اور جیکب ہنسنے لگا۔

”ہاں دوست بنانے کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہوتا ہے ارشاد۔ تم بھی میری یہ بات گروہ میں باندھ لو، اصل میں تم اتنے اچھے آدمی ہو کہ میں نے تمہیں زندگی بھر اپنے ساتھ رکھنے کا فیصلہ کر لیا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ تم ایک تیز انسان بن جاؤ۔ بہادری، ذمہ داری اور شرافت تو تمہاری فطرت کا ایک حصہ ہے ہی، لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی دنیا سے نمٹنے کا طریقہ بھی سیکھ لو پارس بن جاؤ گے۔“

”صاحب جی بڑی مہربانی آپ کی۔ ہم نے تو سچ بچ ایک سیدھی سادی زندگی ہی گزاری ہے۔“

”مجھے اندازہ ہو گیا ہے اور میں نے کچھ پروگرام تبدیل بھی کیے ہیں اس دوران۔“

”کیا؟“ میں نے سوال کیا اور جیکب کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ بہت دیر تک خاموش رہا اور شراب کی چسکیاں لیتا رہا، پھر اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ایک بڑی ڈیل کرنی ہے ارشاد، بہت بڑی ڈیل کرنی ہے۔ اصل میں یہ جو لوگ ہیں، نا جن کے ساتھ میں کام کر رہا ہوں حاجی غفار اور دوسرے لوگ، یہ بھونگے ہیں بھونگے، بھونگے سمجھتے ہوں۔“

”جی صاحب جی۔ وہ گولر میں جو ہوتے ہیں۔“

”ہاں گولر میں ہوتے ہیں اور ایسے بھی ہوتے ہیں۔ یہ لوگ میری قوت، میری طاقت، میری پہنچ کو نہیں جانتے، لیکن بہر حال مجھے ان کا بہت بڑا سہارا ہے، یہ بے چارے مجھے نیچر بنانے کے بعد میرے مالک بن گئے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کا مالک میں ہوں۔“

”جی صاحب جی؟“

”ہاں میں ان کا مالک ہوں، ان کے فرشتے بھی نہیں سوچ سکتے کہ ان کا مالک کون ہے، دیکھو میں تم پر اعتبار کر رہا ہوں اور تم ہو بھی قابل اعتبار اس لیے میں ہر بات کھل کر تمہارے سامنے کیے جا رہا ہوں۔ چلو چھوڑو۔ اب اس تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں یہ کہہ رہا تھا کہ ان بڑے میاں کو کھسکانا اب ضروری ہو گیا ہے، اس بڑی ڈیل سے پہلے کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہو گا۔ ارشاد شاید، شاید میں کچھ بہک رہا ہوں، اصل میں صبح سے بہت پی چکا ہوں۔“

”صاحب جی ہم جائیں؟“

”ارے نہیں بیٹھو بیٹھو اتنا پاگل نہیں ہوا ہوں کہ تمہیں پتھر مارنے لگوں، میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اسے غور سے سنو، ہمیں ایک بہت بڑی ڈیل کرنی ہے ایک بگ ڈیل اور سنو میں نے تم سے کہا تھا کہ حاجی غفار کی نوکری چھوڑ دو اب اس کی ضرورت نہیں رہی ہے۔“

”جی صاحب جی۔“

”یہ مت سمجھنا کہ میں اپنا کوئی پروگرام بدل رہا ہوں۔ پروگرام رہے گا اور وہی رہے گا لیکن میں کسی کو متوجہ کرنا نہیں چاہتا۔ تم نوکری چھوڑو گے لوگ تم سے سوال کریں گے کہ میرے پاس نوکری کرنے کے بعد، میرا مطلب ہے میرے ساتھ شامل ہونے کے بعد تمہیں نوکری چھوڑنے کی ضرورت کیوں پیش آئی اور پھر خواہ مخواہ بہت سی نگاہیں تمہاری جانب اٹھیں گی بہتر ہے کہ تم کسی کی نگاہ میں مشکوک نہ ہو۔ ضروری نہیں ہے، بالکل ٹھیک ہے، لیکن یہ مت سمجھنا کہ یہ نوکری جاری رکھتے ہوئے تم اتنے ہی معمولی آدمی ہو۔ مجھے دیکھ رہے ہو تا میں ان لوگوں کا نیچر ہوں، ستار، جبار اور حاجی غفار مجھے اپنا نیچر سمجھتے ہیں، مجھ پر اپنے احکامات چلاتے ہیں، لیکن خود میرے احکامات کی پابندی کرتے ہیں سمجھو۔ وہ خود میرے محکوم ہیں ان کے فرشتوں کو بھی پتا نہیں ہے اس طرح تم بظاہر حاجی غفار کے ڈرائیو ہو گے لیکن تمہارا مقام کچھ اور ہو گا اور سنو دولت کی تو پروا ہی نہ

کرنا دولت ہمارے جو توں میں ڈھیر ہے دیکھو یہ دیکھو میرے پیروں میں کچھ نظر آرہا ہے؟“
میں نے جیکب کے پیروں کے نیچے دیکھا، قالین کے سوا کچھ نہیں تھا۔ میں نے معصومیت سے نفی میں گردن ہلائی تو جیکب ہنس پڑا۔

”ہاں میرے نیچے، میرا مطلب ہے میرے قدموں کے نیچے وہ نظر نہ آنے والی دولت ہے، جو تمہاری ملکیت ہے،‘ نوٹوں کے انبار لگے ہوئے ہیں،‘ چاندی،‘ سونا،‘ ہیرے،‘ جواہرات سب کچھ ہے میرے پاس اور سب کچھ ہی تمہیں مل جائے گا،‘ اس کے لیے پروا مت کرنا،‘ تمہاری بیوی،‘ یار بات سنو،‘ تم نے شادی کیوں کر لی؟“

”پتا نہیں جیکب ہمک رہا تھا یا ڈراما کر رہا تھا،‘ میں بہر طور اپنی ادکاری جاری رکھے ہوئے تھا،‘ میں نے آہستہ سے کہا۔“

”شادی تو کرنی ہی ہوتی ہے صاحب جی،‘ آپ نے نہیں کی؟“

”میں نے کی ہے شادی کی ہے،‘ لیکن جانتے ہو جو شادی میں نے کی ہے اس کے کیا نتائج برآمد ہوئے ہیں تم سمجھ نہیں سکتے۔ اصل میں یہ میری بیوی کی سسرال ہی تھی جس نے مجھے صحیح راستے پر لگایا اور آج میں دولت سے کھیل رہا ہوں۔ یار میں کیا ذاتی باتیں کرنے بیٹھ گیا۔ میں تم سے یہ کہہ رہا تھا کہ تم نے شادی کیوں کر لی،‘ تم نہیں سمجھتے کہ عورت کو بیروں کی بیڑی بنانا مناسب نہیں ہوتا،‘ چلو کچھ ایسا ہو بھی جاتا ہے تو ہو جائے دو،‘ باہر کی دنیا تو کھلی ہوئی ہے،‘ بہت کچھ ہے اس دنیا میں۔“

”صاحب جی میری بیوی میکے جانا چاہتی ہے؟“

”کیا؟“ جیکب نے شراب کا گلاس نیچے رکھتے ہوئے کہا۔

”جی صاحب۔ وہ جو اصل میں آپ نے پیسے دیے تھے ناں بس اس کا کہنا ہے کہ وہ مزبور میکے جا کر بنوائے گی۔ وہ لوگ ذرا تجربے کار ہیں،‘ صاحب جی میں تو اس بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا۔“

”واہ اچھا۔ واہ واہ یہ تو بہت اچھی بات ہے بلکہ تم ایسا کرو کہ اس سے کہو کہ میکے میں ذرا جی بھر کے رہ لے سال دو سال چار سال،‘ سمجھ رہے ہو نا،‘ اور چار سال کے بعد

جب تم اسے میکے سے لاؤ گے تو شہر کے کسی خوبصورت گوشے میں ایک محل نما عمارت میں لے کر آنا جس میں اس کے لیے کار بھی ہو اور ملازمین بھی ہوں،‘ یعنی وہ سب کچھ ہو جو خوابوں میں دیکھا جاسکتا ہے سمجھے؟“

”ہم یہ سب کچھ کہاں سے لے آئیں گے صاحب جی۔“

”میں دوں گا تمہیں میں دوں گا۔ میرے ساتھ کام کرتے رہو،‘ یہ مت سمجھنا کہ دولت تم سے دور ہے۔ بہت نزدیک ہے وہ تمہارے بہت نزدیک ہے،‘ سمجھ لو تم دولت مند ہو گئے،‘ بس ہم نے کہہ دیا تو تم دولت مند ہو گئے۔“

”مہربانی ہے صاحب جی آپ کی۔“

”تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ بیوی کو میکے بھیج دو،‘ آزاد ہو کر میرے ساتھ کام کرو،‘ زندگی کا ایک رنگ بناؤ ڈھنگ بناؤ،‘ تم تو ویسے بھی ایک شاندار آدمی ہو،‘ طاقت ور،‘ جوان،‘ تندرست،‘ کیوں اپنے آپ کو محدود کیے ہوئے ہو،‘ تم یوں کرنا۔ یوں نہ کرنا تم پہلا کام یہی کرو کہ اپنی بیوی کو میکے بھجوا دو،‘ چابی لے لو جاؤ۔“ جیکب نے کہا اور میں چابی لے کر اٹھ گیا اس کے بعد اس نے دوبارہ نہیں روکا تھا۔

میں پیچرو لے کر واپس چل پڑا اور راستے بھر خیالات میں ڈوبا رہا،‘ پھر گھر پہنچ گیا،‘ رخسار بیویوں کی طرح میرا انتظار کر رہی تھی،‘ مجھے دیکھ کر مسکرائی تو میں نے کہا۔

”واہ رخسار واہ،‘ کون کہتا ہے کہ زندگی صرف ایک ہی رنگ میں دلکش ہے،‘ زندگی کے تو ہزار رنگ ہیں اور ہر رنگ اپنی جگہ ایک منفرد نوعیت رکھتا ہے۔ تم یقین کرو رخسار اب مجھے ایک بار پھر زندگی کا لطف آنے لگا ہے۔“

”شکر ہے۔“ رخسار نے کہا،‘ پھر بولی۔ ”کیا مصروفیات رہیں آج دن بھر،‘ موسم بڑا اچھا رہا۔“

”کیا بتاؤں رخسار،‘ جو کچھ ہو رہا ہے وہ بہت دلچسپ ہے،‘ یوں سمجھ لو وہی مزہ آرہا ہے مجھے جو بڑے بڑے کاموں میں آتا تھا۔ کام یہ بھی بہت بڑا ہے۔ ہر وہ کام بڑا ہے جسے کرنے سے ملک و قوم کی بھلائی ہو،‘ یہ لوگ مجرم ہیں۔ بڑا دلچسپ معاملہ ہے۔ حاجی غفار

بہت اچھے آدمی ہیں اور کچھ کچھ یہ احساس ہو رہا ہے مجھے کہ حاجی غفار براہ راست ان معاملات میں شریک نہیں ہیں۔ ان کے بیٹے گڑبڑ کر رہے ہیں اور آخر کار حاجی غفار نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ جرم کی اس زندگی کو ختم کرنے کے لیے اپنے بیٹوں کو داؤ پر لگا دیں گے۔ منع کرتے ہوں گے بے چارے لیکن اب چلتی نہیں ہے ان کی اور ایک بیٹا تو ہے ہی ناکارہ دوسرا بیٹا ذرا آگے کی چیز ہے۔ بہر حال اب یہ چیخاوش عروج پر پہنچ گئی ہے لیکن ایک دلچسپ بات تمہیں بتاؤں، غیر جیکب اصل میں ان جرائم کا روح رواں ہے، وہ ان لوگوں کو ڈبل کر اس کر رہا ہے اور یقینی طور پر وہ ان کے لیے گہری قبر کھودے گا لیکن خیر کوئی مسئلہ نہیں ہے بہت جلد ان کا خاتمہ ہو جائے گا۔ میں اب پوری طرح کرنل شاہ سے تعاون کروں گا اور اس سلسلے کو ختم کراؤں گا، لیکن جیکب، جیکب کو ذرا دور تک دیکھنا ہو گا۔“

”کچھ کھایا جائے؟“

”ابھی نہیں بھی۔ تمہارا موڈ ہے؟“

”بالکل نہیں۔ میں تم سے پوچھ رہی تھی۔“

”ایک بار پھر میں تم سے سوال کرتا ہوں۔ رخسار کہ کیا تم ایک طویل عرصے کے لیے کرنل شاہ کے ساتھ رہنا پسند کرو گی؟“

”بالکل پسند کرو گی۔“ رخسار نے پر اعتماد لہجے میں کہا اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

”سمجھا نہیں۔“

”بھئی بار بار سمجھانا عجیب سا نہیں لگتا کیا؟“

”ایک بار اور سمجھا دو یار۔“

”دیکھو تم نے مجھ سے شادی نہیں کی تھی۔ میں نے کبھی تم سے مطالبہ بھی نہیں کیا۔ زندگی تمہارے نام پر گزارتی رہی اور بالکل بھی احساس نہیں ہوا مجھے کہ میں تم سے الگ کوئی چیز ہوں۔ میں جانتی تھی کہ میرے بدن کا ایک حصہ مصروف عمل ہے اور دوسرا

تعلل کا شکار ہے۔ میں تمہارے عمل میں خلل اندازی نہیں کرنا چاہتی تھی اور اب بھی میرے ذہن میں یہی سب کچھ ہے، کون کہتا ہے اور کون سمجھتا ہے کہ دانش منصور سو رہا ہے گم ہو گیا ہے یا اس کے دشمنوں نے اسے زوال پذیر کر دیا ہے۔ خدا کی قسم فیصل دانش منصور اتنا ہی طاقتور آج بھی ہے، اور اتنی ہی طاقت سے وطن کی خدمت کر رہا ہے یہ میرا ایمان ہے اور جس دانش منصور کو میں نے وطن کی خدمت کے لیے وقف کر دیا تھا میں آج بھی اس پر غاصبانہ قبضہ نہیں جمانا چاہتی وطن پہلے نمبر پر بلکہ نہیں، ایمان پہلے نمبر پر وطن دوسرے نمبر پر اور باقی سب کچھ تیسرے نمبر پر۔ سب کچھ سب کچھ۔ اصل میں اگر ایمان نہیں ہے تو کوئی جذبہ نہیں ہوتا چاہے وہ وطن کی خدمت کا ہو یا اپنی خدمت کا ہو۔ ایمانی جذبے ہی دلوں میں محبتوں کا پودا لگاتے ہیں اور یہ پودا درخت بن کر ہر چیز پر سایہ فگن ہو جاتا ہے۔ فیصل میں تمہیں کسی بھی طرح اس احساس کا شکار نہیں دیکھنا چاہتی کہ تم اپنی مرضی کے مطابق کچھ نہیں کر رہے۔ جاری رکھو اپنا کام۔ میری طرف سے اتنے بے فکر ہو جاؤ جتنے اپنی طرف سے ہو میں جہاں بھی رہوں گی تمہارے احساس کے ساتھ خوش رہوں گی۔ دعائیں کرتی رہوں گی تمہاری صحت اور سلامتی کے لیے۔ اس یقین کے ساتھ کہ میری دعائیں ضرور قبول ہوں گی اور تمہارا بال بھی بیکا نہیں ہو گا، کیا کر لیا ان لوگوں نے تمہارا، جو کوئی بھی ہیں آئیں گے منظر عام پر آئیں گے اور ہم انہیں سزا بھی دیں گے۔ یہ تو درمیان کا وقفہ ہے۔ کوئی فرق نہیں پڑتا اور ویسے بھی فوزیہ جلال بہت اچھی عورت ہے، میں بھی ذرا دیکھوں گی کہ وہاں کیسے رہا جاسکتا ہے۔ میری طرف سے تم بالکل بے فکر رہو۔ یہ ضرورت بھی ہے کام بھی ہے کرنا تو ہے نا۔“

”یار رخسار! مجھے اب یہ احساس ہوتا ہے کہ روز اول ہی میں نے تمہیں اپنی زندگی میں شامل کیوں نہ کر لیا۔ بلاوجہ اتنے دن کی دوری رہی۔“

”بالکل نہیں، یہ دوری آپ محسوس کرتے ہوں گے جناب، میں نے کبھی محسوس نہیں کی، اگر جسمانی قربتوں کا نام ہی محبت ہے تو وہ ایک کمزور اور ناپائیدار محبت ہوتی ہے کیونکہ بدن ڈھل جاتے ہیں، جسم بوڑھے ہو جاتے ہیں، محبت تو کچھ اور ہی چیز ہے فیصل“

کیا ہم جذباتی باتوں میں پھنس گئے یہ بتاؤ کیسا رہا آج کا پروگرام؟“
 ”کبھی کبھی الیاس بھائی کا خیال بے شک آجاتا ہے ہم انھیں چھوڑ آئے ہیں لیکن
 نجانے وہ کیسی زندگی گزار رہے ہوں گے۔“
 ”یقیناً بہتر۔ میرا ایمان ہے تم ابھی تک وہیں الجھے ہوئے ہو مجھے بتاؤ کیا صورت
 حال رہی؟“

”بس آج حاجی غفار شہر گئے تھے پولیس ہیڈ کوارٹر میں پہنچ کر انھوں نے کچھ لوگوں
 سے ملاقاتیں کیں اور جیسا کہ میں نے تمہیں بتایا تھا کہ شاید اب وہ اپنے بیٹوں کو قانون
 کے حوالے کرنے پر تیار ہو گئے ہیں، لیکن ایسا ذرا مشکل ہے کیونکہ بس کیا بتاؤں زبان
 نہیں کھلتی، جیکب کو حاجی غفار کے پولیس ہیڈ کوارٹر پہنچنے کی اطلاع مل گئی اور جیکب، میرا
 خیال ہے برے راستوں پر انھیں لگانے میں جیکب کا ہاتھ ہے، اچھا تو پھر یوں کرتے ہیں
 رخسار کہ تم وہاں منتقل ہو جاؤ، جیکب سے بھی میں نے بات کر لی ہے کہ تمہیں سیکے بھجوا
 دیا جائے اور وہ اس بات پر زور دے رہا ہے ویسے آج ہلکے سے نشے کی ترنگ میں تھا اور
 بہت سی ایسی باتیں کر گیا ہے جو شاید ہوش کے عالم میں رہ کر وہ ذرا دیر سے کرتا۔ کسی بگ
 ڈیل کا تذکرہ بھی کر رہا ہے، میرا خیال ہے یہ بگ ڈیل ان لوگوں کے لیے موت کا سامان
 ثابت ہوگی اور نہ ہی میں اس مسئلے میں بہت زیادہ دن تک الجھے رہنے کا خواہشمند ہوں،
 جو کام ہو رہا ہے اس کا اختتام ہونا چاہیے۔“

رخسار نے پورے اعتماد کے ساتھ آمادگی کا اظہار کر دیا تھا اور اس کے بعد ہم نے
 دروازے وغیرہ آرام سے بند کر کے بازو پر بندھے ہوئے تعویذ کے ٹرانسمیٹر سے کرنل شاہ
 سے رابطہ کیا۔ ایک لمحہ نہ لگا اور دوسری طرف سے فوزیہ جلال کی آواز سنائی دی۔

”ہیلو، مسٹر ارشاد اور۔“

”جی، میں ارشاد بول رہا ہوں آپ کون ہیں؟“

”میری آواز نہیں پہچان رہے۔“

”نہیں جی۔“

”فوزیہ ہوں۔“

”سلام علیکم جی۔“ میں نے کہا۔

”وعلیکم اسلام۔“

”وہ جی ایک اطلاع دیتی ہے، شاہ صاحب موجود نہیں ہیں کیا؟“

”نہیں موجود ہیں آرہے ہیں ہاتھ روم میں تھے بس نکل رہے ہیں۔“

”اچھا جی مہربانی۔“

”جی بالکل۔“

”ٹرانسمیٹر کے استعمال میں کوئی دقت تو نہیں پیش آئی۔“

”نہیں جی بس ڈر لگ رہا ہے۔“

”ڈر۔“

”جی۔“

”کیسا ڈر بھی؟“

”ہماری باتیں کہیں اور تو نہیں سن لی جائیں گی۔“

”ارے نہیں بالکل نہیں یہ انتہائی جدید ٹرانسمیٹر ہے اور اس کی فریکوئنسی کہیں

ٹریس نہیں ہو سکتی، تم بے دھڑک اور بے فکری سے ہر بات کرو۔ یہ فوجی معاملات ہیں جو

معمولی نہیں ہوتے اب تم ایک فوجی افسر بن چکے ہو ڈیڑھ ارشاد، صفیہ کہاں ہے؟“

”ہے جی ہمارے پاس بیٹھی ہوئی ہے۔“

”ٹھیک ہے نا وہ۔“

”جی بالکل ٹھیک ہے۔“

”شاہ صاحب نے تمہارے لیے بہت شاندار انتظامات کئے ہیں۔ تمہیں پتا چلے گا تو

خوش ہو جائے گے۔“

”کیا جی؟“

”بس یوں سمجھ لو صفیہ کا نیا میکا تیار ہوا ہے۔“

ان تین دنوں میں تم صفیہ کو یہاں منتقل کر دو، خود بھی تم یہاں آ جانا دیکھ لینا جو کوئی کمی ہو وہ پوری کر دی جائے گی، فکر کرنے کی بالکل ضرورت نہیں ہے۔“

”ہمیں اب کوئی فکر نہیں رہی ہے صاحب آپ نے ہمارے دل میں بھی زمین کی محبت جگا دی ہے اب ہم زمین پر ہی جان دیں گے۔ آپ بالکل بے فکر ہو جاؤ۔“

”میں بے فکر ہوں تمہاری طرف سے اور کوئی خاص بات؟“

”نہیں صاب جی۔“

”بہر حال آج کی رات اور کل کا دن تو گزار لو کل رات کو صفیہ کو یہاں منتقل کر لیں گے، اگر تمہیں کوئی خاص مصروفیت نہ ہوئی تو!“

”ٹھیک ہے صاب۔“ ٹرانسمیٹر بند ہو گیا۔ رخسار میرے پاس موجود تھی۔ اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

”فیصل ہم تم اتنے اچھے اداکار ہیں تم نے کبھی سوچا؟“

”نہیں میں تو خیر بہت سے مراحل سے گزرتا رہا ہوں لیکن تم جس طرح صفیہ بنی ہو وہ قابلِ داد ہے۔“ میں نے تعریفی انداز میں کہا۔

”اس کی وجہ نہیں معلوم تمہیں۔“ رخسار نے جذباتی لہجے میں کہا۔

”نہیں۔ میں نے گردن ہلا دی۔“

”نہیں معلوم.....“ وہ بولی۔

”بالکل نہیں۔“ میں نے اسی انداز میں کہا۔

”جھوٹ بول رہے ہو۔“

”ہاں۔“

”کیا.....؟“ وہ تعجب سے بولی۔

”جھوٹ بول رہا ہوں۔“

”کیوں؟“

”اس لیے کہ وجہ تمہاری زبان سے سنتا چاہتا ہوں۔“

”میں نہیں بتاتی۔“

”بتا دو۔ پلیز.....“ میں نے کہا اور وہ مجھے دیکھنے لگی۔ پھر بولی۔

”اس لیے کہ میں رخسار نہیں ہوں، میں..... میں فیصل کی داہنی پسلی ہوں۔ میں

فیصل کے وجود کا ایک حصہ ہوں۔ میں خود کچھ نہیں ہوں۔ میرا کوئی وجود نہیں ہے۔ میں جو کچھ سوچتی ہوں، جو کچھ کرتی ہوں، وہ فیصل کا عمل ہے۔ میں تو سانس تک تمہارے نام پر لیتی ہوں۔“

میں متاثر نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔ سوچتا رہا۔ پھر میں نے کہا۔

”انسان بہت ناشکرا ہے رخسار۔“

”کیوں؟“

”قدرت کچھ نہیں دیتی۔ تو اس کے عوض بہت کچھ دے دیتی ہے۔ اُمیرے وجود کا

ایک پہلو تشنہ ہے، مجھے میرے ماں باپ کا نام نہیں ملا تو میں اداس رہتا ہوں۔ اس کے عوض مجھے تم مل گئی ہو۔ میں تمہارے لیے قدرت کی شکرگزاری کا معیار پورا نہیں کرتا۔ ماں باپ کے نہ ملنے کا شاک رہتا ہوں، اپنی روح کی تلاش کرتا رہتا ہوں۔“ میں نے کہا رخسار میرے قریب آگئی تھی۔

دوسرا دن معمول کے مطابق تھا، کوئی ایسا مسئلہ میرے ذہن میں نہیں الجھا ہوا تھا

جو پریشانی کا باعث ہوتا، گاڑی میرے پاس موجود تھی۔ رخسار سے رخصت ہو کر نکل کھڑا

ہوا اور تھوڑی دیر کے بعد جیکب کی رہائش گاہ پر پہنچ گیا وہاں جا کر معلوم ہوا کہ جیکب

موجود نہیں ہے اور رات سے نکلا ہوا ہے، تعجب ہوا کیونکہ جیکب نے ایسا کوئی تذکرہ

نہیں کیا تھا اور پھر وہ میرے بغیر ہی کہیں چلا گیا تھا، بہر حال ہو سکتا ہے کوئی اتفاق ہو چنانچہ

گاڑی اشارت کر کے واپس حاجی غفار کی کونٹھ کی جانب چل پڑا اور کچھ دیر کے بعد وہاں

پہنچ گیا، حیرت کی بات یہ تھی کہ کونٹھ کے بیرونی حصے میں جو آفس بنا ہوا تھا اور جہاں

الیاس بیٹھا کرتا تھا وہ جگہ بھی بند پڑی ہوئی تھی کوئی اور بھی نہیں تھا، میں گاڑی کھڑی

کر کے اندرونی حصے میں چل پڑا، آنے جانے پر کوئی خاص پابندی نہیں تھی حالانکہ بہت کم

جائے گا ہمارے بارے میں تحقیق ہوگی۔“

”ایسا کبھی نہیں ہوگا ابو، ایسا کبھی نہیں ہوگا“ میں وظیفہ جو پڑھ رہا ہوں۔“ یہ دوسری آواز جبار کی تھی۔

”چلے ہو گیا معاملہ ٹھیک، اب کیا پریشانی ہے جبار بھائی وظیفہ جو پڑھ رہے ہیں۔“

ستار نے طنز یہ کہا۔

”میرے وظیفے میں بڑی قوت ہے، تم دیکھ لینا کچھ نہیں ہوگا۔“ جبار بولا۔

”تو چپ رہ بے وقوف کہیں کے، تو نے ہی تو لٹیا ڈوبی ہے۔“

”نہیں ابو ایک بھی لٹیا نہیں ڈوبی ہے میرے ہاتھ سے۔“

جبار نے کہا۔

”ابو میں آپ کو پھر بتا رہا ہوں کہ خود آنکھیں کھولیں میں اپنی زبان نہیں کھولنا چاہتا“ اگر آپ نے حقیقت پالی تو خود اس حقیقت کا انکشاف کیجئے۔“

”آخر کون سی حقیقت کے بارے میں بتانا چاہتا ہے تو۔“ حاجی صاحب نے کہا۔

”یہ کہہ دیا تو پھر بات ہی کیا رہ گئی، میں تو آخری حد تک جانا چاہتا ہوں، آخری حد تک ابو۔“

”یہ آخری حد ہی تو ہے بیٹا، یہی آخری حد تھی اور یہ سب کچھ بلاوجہ ہی ہو گیا ہے، محنت کی گئی ہے اس کے لیے سمجھ رہا ہے تو۔“

”کاش محنت کر لی جائے ابو پانی سر سے اونچا ہو جائے گا تو پھر ہم سب ہاتھ ملنے کے سوا کچھ نہیں کر سکیں گے۔“

”ہر شخص فرشتہ بننے کی کوشش کر رہا ہے یہاں تو سارے فرشتے ہی فرشتے آباد ہیں، جاستار صورتحال کا جائزہ لے بیٹا عزت کی روٹی کی بات ہی کچھ اور ہے باقی تم لوگ جانو تمہارا کام، ارے کیا ہے تھوڑی سی زندگی باقی رہ گئی ہے اگر یہ بدنامی کے داغ تقدیر میں لکھے ہیں تو تقدیر کو کون مٹا سکا ہے بھلا۔“ حاجی صاحب افسردگی سے بولے۔

”ٹھیک ہے ابو ٹھیک ہے، آپ آنکھیں بند کیے رہیں میں وعدہ کرتا ہوں کہ اپنی

ہی آنا جانا ہوتا تھا، لگ رہا تھا کوئی خاص واقعہ ہو گیا ہے۔ سب کے سب غائب ہو گئے تھے بڑے ہال کمرے کے دروازے پر پہنچا تو دروازہ تھوڑا سا کھلا ہوا تھا اور اندر سے کچھ تیز تیز آوازیں آرہی تھیں، میرے قدم رک گئے، یہ آوازیں باہر صاف سنائی دے رہی تھیں، حاجی صاحب کی آواز ابھری۔

”ہوتا تھا یہ ہوتا تھا، کہاں تک صبر کرتا، کہاں تک تم لوگوں کا شکار رہتا، ارے یہ سب کچھ میرے والدین نے میرے لیے چھوڑا تھا، کیا کی تھی اس میں بولو، کہاں پریشانی تھی تمہیں، تمہاری اولادیں آرام سے کھائیں حرام کے بغیر گزارا نہیں ہے کیا، کیسی ہو گئی ہے یہ دنیا، لوگ دولت کے ڈھیر پر بیٹھ کر بھی یہی سوچتے ہیں کہ جائز کمائی کھانے سے کیا فائدہ، کچھ کرو، کچھ کرو۔“

”مگر یہ کر کون رہا ہے ابو جان؟“ یہ آواز ستار کی تھی۔

”زبان نہ کھلواؤ میری، ستار میری زبان نہ کھلواؤ۔“

”زبان کھولنا ضروری ہو گیا ہے ابو، بہت ضروری ہے زبان کھولنا۔“ ستار نے کہا۔

”تمہیں اپنی تصویر نظر نہیں آتی۔“

”گویا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ میں آپ کے ٹوکوں کے ذریعے ناجائز کاروبار کر رہا

ہوں۔“

”آہ..... میں تو یہ کسی قیمت پر نہیں کہنا چاہتا تھا، میں تو اسی بات سے ڈرتا تھا کہ

یہ الفاظ ہمارے گھرانے کے بارے میں کبھی نہ کہے جائیں لیکن وہ وقت لے آئے تم۔“

”ابو پردہ پڑا ہوا ہے آپ کی آنکھوں پر یہ پردہ ہٹالیں، خدا کے لیے یہ پردہ

ہٹالیں۔“

”ہٹالیا ہے بیٹے، ہٹالیا ہے پردہ۔“

”کیا مطلب.....“

”اب جو کچھ ہے تمہارے سامنے آجائے گا سمجھے، جو کچھ ہے تمہارے سامنے

آجائے گا، کل اس کو بھی کے دروازے پر پولیس کی گاڑیاں کھڑی ہوں گی، ہمیں گرفتار کیا

زبان کبھی نہیں کھولوں گا‘ وقت خود فیصلے کرے گا۔“

”کوئی فیصلے نہیں کرے گا وقت‘ ہمارا وظیفہ مکمل ہو چکا ہے۔“ جبار کی آواز پھر سنائی دی اور اس کے بعد میں نے وہاں سے کھسک لینا ہی مناسب سمجھا کیونکہ ستار باہر نکلنے والا تھا‘ میں تیزی سے دوڑتا ہوا باہر نکل آیا اور پجaro کے پاس جا کر کھڑا ہوا‘ ستار یا تو حاجی غفار کے کمرے سے نکلا ہی نہیں تھا یا نکلا تھا تو باہر نہیں آیا تھا البتہ تھوڑی دیر کے بعد میں نے الیاس کو آتے ہوئے دیکھا‘ دو چار آدمی بھی اس کے ساتھ تھے‘ پیچھے ایک اور گاڑی چلی آرہی تھی میری جانب کسی نے توجہ نہیں دی‘ حاجی صاحب البتہ باہر نکل آئے تھے اور پھر ان کے پیچھے پیچھے ستار بھی آگیا تھا‘ وہ تیزی سے چلتے ہوئے الیاس کے پاس پہنچ گئے۔

”کیا ہوا الیاس‘ کیا ہوا‘ تفصیل بتاؤ۔“ حاجی غفار نے کہا۔

”حاجی صاحب کچھ بھی نہیں ہوا‘ ٹرک کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے‘ تھوڑی سی باڈی خراب ہو گئی ہے‘ کسی مزدور کو بھی نقصان نہیں پہنچا اور بس ذرا اس بس کو نقصان پہنچا ہے جس سے ایکسیڈنٹ ہوا ہے۔“

”اور وہ جو اطلاع ملی تھی کہ پولیس نے ٹرک پر چھاپہ مارا ہے اور اس سے کچھ سامان پکڑا ہے‘ جو غلط سامان تھا۔“

”نہیں حاجی صاحب! ایسی کوئی بات نہیں ہے‘ جیکب صاحب تو وہاں خود پہنچ گئے تھے۔“

”ٹرک کا کیا ہوا؟“ ستار نے پوچھا۔

”کام ہو رہا ہے‘ نیا ٹرک پہنچانے کے بعد ہم نے سارا مال لوڈ کرا دیا ہے اور اس ٹرک کو روانہ کر دیا ہے یہی کر کے آرہے ہیں ہم لوگ۔“

”پولیس ہے وہاں؟“ ستار نے پوچھا۔

”ہاں جی پٹنی تھی‘ خانہ پوری کی‘ مال چیک کیا اور اس کے بعد چلی گئی۔“

”مگر وہ خبر جو آئی تھی؟“

”بس صاحب جی کسی نے ہوائی اڑادی تھی ورنہ پولیس کا رویہ جیکب صاحب کے ساتھ بہت اچھا تھا‘ ہنس ہنس کر باتیں کر رہے تھے اور اس کے بعد پولیس واپس چلی گئی‘ بس میں کچھ لوگوں کو نقصان پہنچا ہے اتنی ہی سی بات ہے انھیں شاید تھوڑا بہت متاوضہ دینا پڑے گا ورنہ اور کوئی بات نہیں ہے۔“

”کمال ہے پھر ایسی جھوٹی خبر کیوں پہنچائی گئی؟“

”صاحب جی یہی نہیں پتا چل سکا کہ خبر پہنچائی کس نے تھی۔“

”پولیس والوں نے باقاعدہ پولیس موبائل سے فون کیا تھا۔“ حاجی صاحب بولے۔

”نہیں صاحب جی بہر حال اصل بات تو جیکب صاحب ہی بتا سکیں گے‘ لیکن ہمیں

کوئی ایسی بات نظر نہیں آئی۔“ پھر جیکب بھی آگیا‘ ایک جیب میں تھا یہ حاجی غفار ہی کی جیب تھی نیچے اتر آیا اور حاجی غفار کے پاس پہنچ گیا۔

”حاجی صاحب کس نے آپ کو یہ اطلاع دے دی تھی کہ ٹرک پر اسلحہ پکڑا گیا

ہے؟“

”فون آیا تھا۔“

”آپ بھی ایسے مذاق پر توجہ دے دیا کرتے ہیں‘ کمال ہے کوئی اسلحہ نہیں تھا‘

پولیس بے شک ٹرک کے پاس کھڑی ہوئی ملی تھی‘ اس کی وجہ بس میں رخصی ہونے والے

مسافر تھے مقدمہ تو درج ہو گیا ہے‘ ڈرائیور سے پوچھ گچھ کی جائے گی‘ ہمارا تو کوئی قصور ہی

نہیں ہے‘ سارا مال احتیاط کے ساتھ الیاس کے ساتھ جانے والے ٹرک پر لوڈ کرا دیا گیا

ہے اور روانہ کر دیا گیا ہے‘ ہمارے مال کو کوئی نقصان نہیں پہنچا‘ ٹرک البتہ وہیں ہے اور

مرمت ہونے کے بعد ہی واپس آئے گا۔“ حاجی صاحب نے ایک گہری سانس لی اور ستار

کی طرف دیکھا‘ ستار برا سامنہ بنا کر وہاں سے واپس پلٹ گیا تھا‘ جیکب نے کہا۔

”آپ لوگ بالکل بے فکر ہو جائیں‘ میں پولیس سے بات کر کے آیا ہوں‘ کوئی

مسئلہ ہی نہیں ہے اگر ہوتا تو میں آپ کو ضرور بتا دیتا‘ ساری اطلاع غلط تھی اور اس میں

کوئی سچ بات نہیں تھی‘ آپ لوگ اپنا کام شروع کریں‘ کن پریشانیوں میں پڑ گئے۔“ حاجی

صاحب خاموشی سے واپس چلے گئے تھے۔ ستار بھی جا چکا تھا۔ جیکب نے الیاس سے کچھ باتیں کیں اور پھر میری جانب متوجہ ہو کر بولا۔

”آؤ چلیں، کچھ کام کرنے ہیں، تمہیں یہاں تو کوئی کام نہیں ہے؟“

”نہیں جیکب صاحب، میں تو گھر پر گیا تھا۔“

”آؤ آؤ باقی باتیں بعد میں کریں گے۔“ جیکب نے کہا اور میں پجaro کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا، جیکب میرے برابر ہی بیٹھ گیا تھا۔ میں نے گاڑی اشارت کر کے آگے بڑھا دی۔

”کہاں چلوں سر۔“

”گھر بے وقوفوں نے بلا وجہ پریشان کر دیا۔“

”کیا ہو گیا تھا سر۔“

”حاجی صاحب خرمستیاں کر رہے ہیں، حالانکہ سر سے پاؤں تک بے وقوف آدمی ہیں، ان دنوں پولیس کی مدد کر رہے ہیں لیکن.....“ جیکب ہنسا پھر بولا ”پولیس بھی ان سے لطف لے رہی ہے۔“

”میں خاموشی سے اس کے آگے بولنے کا انتظار کرتا رہا۔ کچھ دیر خاموش رہ کر اس نے پھر کہا ”ایک ٹرک بس سے ٹکرا گیا تھا۔ اپنا سامان بھی تھا ان کے پاس محافظوں نے پکڑ لیا اور فون کر دیا حاجی صاحب کو۔ بس حاجی صاحب چکرا گئے اور لے دے شروع ہو گئی۔“

”مال تھا سر۔“

”ہاں تھا۔“

”پھر کیا ہوا؟“

”اشیوں کے موبائل لے کر دو فون کرنے پرے تھے۔ بے چارے معافیاں مانگنے لگے۔“

”آؤ۔“ میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

”لیکن حاجی صاحب کچھ زیادہ اچھل رہے ہیں، کچھ سوچنا پڑے گا۔“ جیکب گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ اس کے بعد دو دن خاموشی سے گزر گئے کوئی ایسا اہم واقعہ نہیں ہوا جو قابل ذکر ہو تا۔ تیسرا دن بھی آرام سے بیٹھ کر گزارا تھا۔ جیکب حاجی غفار کی کوٹھی پر آیا ہوا تھا اور وہیں آفس میں بیٹھا حساب کتاب کرتا رہا تھا۔ شاہ کو معمول کے مطابق میں نے اسے اس کی رہائش گاہ پر چھوڑا تھا اور پھر واپس گھر آ گیا تھا اس دوران امیر شاہ سے مسلسل رابطہ رہا تھا پھر اس وقت میں رخسار سے بیٹھا باتیں کر رہا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی میں نے دروازہ کھولا تو جیکب کو دیکھ کر ششدر رہ گیا جیکب پجaro ہی میں آیا تھا مجھ سے کہنے لگا۔

”آؤ ذرا نیچے چلو۔“ میں بادل نخواستہ اس کے ساتھ نیچے گاڑی میں آ گیا تھا کہنے لگا۔

”وہ تم نے اپنی بیوی کو بھیجا نہیں ابھی تک۔“

”سر آپ سے بات ہوئی تھی آپ نے کہا تھا کہ جب آپ کہیں گے۔“

”ہاں مجھے یاد ہے تو پھر تم یوں کرو کہ آج ہی اسے پہنچا دو، کہاں پہنچانا ہے؟“

”قریب ہی ایک چھوٹی سی بستی میں۔“

”ایسا کرو مجھے گھر چھوڑ آؤ، گاڑی لے کر آ جاؤ اور اسے اس کے سیکے پہنچا دو، وہ بگ

ڈیل جس کا میں نے تم سے تذکرہ کیا تھا قریب آگئی ہے کل دن میں ہمیں اس کے بارے میں معلومات حاصل ہو جائیں گی اور ہم شاید کل رات ہی وہ ڈیل مکمل کر لیں بڑا اہم کام ہوتا ہے ہوشیاری سے کرنا ہے بہت بڑی آمدنی کے امکانات ہیں۔ اس میں تمہارا حصہ بھی ہو گا۔“

”صاحب جی جیسا آپ کا حکم۔“

”ایسا کرنا۔ ہے کہ جب تم اپنی بیوی کو چھوڑ آؤ گے تو رات کا کوئی بھی پہر ہو سیدھا

میرے پاس آ جانا پھر میں اور تم یہاں سے نکل چلیں گے اس کے بعد تمہیں کافی وقت مصروفیت میں رہنا پڑے گا۔“

”کوئی فرق نہیں پڑتا صاحب۔“ میں نے کہا اور جبکہ نے گردن ہلا دی پھر وہ مجھے ساتھ لے کر چل پڑا میں نے اسے اس کی رہائش گاہ پر چھوڑا اور اس نے مجھے واپسی کی اجازت دے دی۔ واپس گھر آگیا رخسار انتظار کر رہی تھی۔ میں نے مختصر الفاظ میں رخسار کو صورتحال بتائی تو وہ فوراً تیار ہو گئی۔

”میں اپنے کپڑے وغیرہ سمیٹ لیتی ہوں اور تیار ہو جاتی ہوں۔“

”وہ تمام اہم سامان لے لینا رخسار جس کی ضرورت پیش آسکتی ہے۔“

”تم فکر مت کرو تمہارے کپڑوں کا کیا ہوگا؟“

”نہیں میرے کپڑے یہیں رہنے دو مجھے ضرورت نہیں ہوگی بعد میں اگر ضرورت ہوئی تو میں لے لوں گا۔“ رخسار نے برق رفتاری سے اپنا کام مکمل کیا میں نے اس کا ساتھ دیا تھا ایک طرح سے اب یہ فلیٹ چھوڑا ہی جا رہا تھا لیکن باقی معاملات جوں کے توں رہنے دیے تھے چنانچہ جب یہ کام مکمل ہو گیا تو میں نے ٹرانسمیٹر پر پھر امیر شاہ سے رابطہ قائم کیا اس وقت امیر شاہ ہی نے میری کال وصول کی تھی۔

”سرخادم بول رہا ہے.....“

”ہاں کہو ارشاد خیریت تو ہے۔“

”سروہ وقت آگیا ہے۔“

”دیری گڈ“ تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ میں بھی کتنی بے چینی سے انتظار کر رہا تھا۔“

”سر میں صنیہ کو منتقل کرنا چاہتا ہوں۔“

”بھئی سب کچھ تیار ہے تم ایسا کرو یہ بتاؤ میں آجاؤں یا فوزیہ کو بھیج دوں؟“

”سر میرے پاس گاڑی ہے۔“

”گڈ۔ تو پھر تم یوں کرو کہ ویرا کراس پر آجاؤ ویرا کراس سمجھتے ہونا جہاں میں

تمہیں چھاونی لے گیا تھا اس سے پہلے ایک چور ابا پڑتا ہے وہی ویرا کراس ہے فوزیہ تمہیں اپنی گاڑی میں مل جائے گی اور وہاں سے وہ تمہیں گائیڈ کر دے گی۔“

”بہت مناسب ہے۔ میں کتنی دیر میں پہنچ جاؤں؟“

”بس دس منٹ کے اندر اندر دس منٹ میں فوزیہ وہاں پہنچ جائے گی تمہیں اگر دیر بھی ہو گئی تو تمہارا انتظار کر لے گی۔“

”اوکے سر۔“ میں نے کہا اور ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔ اس کے بعد میں رخسار کو ساتھ لے کر بیچارہ میں آ بیٹھا تھا اور فلیٹ کو تالا لگا دیا تھا۔ راستے میں میں نے رخسار سے کہا۔

”وہ لمحات آگئے ہیں رخسار کہ شاید کام باقاعدگی سے شروع ہو جائے۔“

”میں بالکل مطمئن ہوں میرے بارے میں اگر ذرا برابر بھی فکر کی تو مجھے اچھا نہیں لگے گا۔“

”نہیں اب میں فکر مند نہیں ہوں رخسار بالکل نہیں ہوں۔“

”ہونا بھی نہیں چاہیے بھئی“ رخسار کو کہاں تم نے کسی موقع پر کمزور پایا۔“ ہم لوگ ویرا کراس پہنچ گئے اور وہاں ہمیں فوزیہ کی گاڑی نظر آگئی اس نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور اپنی گاڑی اشارت کر کے آگے بڑھا دی ہم لوگ اس کا پیچھا کرتے ہوئے چل پڑے میں نے اطراف پر پوری پوری نگاہ رکھی تھی زیادہ بے فکر ہو جانا اچھی بات نہیں ہوتی کوئی بھی لمحہ اگر غفلت کا ہو تو نقصان کا باعث بن سکتا ہے۔ بہر حال چھاونی کا عقبی حصہ جو بہت خوبصورت بنا ہوا تھا احاطے کے اندر بڑے حسین مکانات بنے ہوئے تھے۔ دروازے پر ایک فوجی جوان موجود تھا ہم بڑے سے گیٹ سے اندر داخل ہو گئے اور پھر ایک خوبصورت مکان کے سامنے دونوں گاڑیاں رک گئیں مکان کا تالا فوزیہ ہی نے کھولا تھا اور ہمارے ساتھ اندر داخل ہو گئی چار کمروں کا ایک خوبصورت سا مکان تھا زندگی کی ہر آرائش سے آراستہ، ائر کنڈیشنر لگے ہوئے تھے ہر چیز سے نفاست ٹپک رہی تھی فوزیہ نے مسکراتے ہوئے روشنیاں جلائیں اور بولی۔

”تو یہ ہے جناب ہماری رہائش گاہ“ اور محترمہ صنیہ اور آپ کی خواب گاہ یہ ہے کسی شے کی ضرورت ہو تو بتا دیجئے گا اور سنئے یہ صرف آپ ہی کا منتظر تھا میرا مطلب ہے یہ مکان اب اس میں ایک اور فیملی آجائے گی وہ جو سرونٹ کو ارٹز بنا ہوا ہے وہ لوگ

وہاں رہیں گے، بابا نیاز ہوں گے ان کی بیوی اور دو نوجوان بیٹیاں اور چھوٹے بیٹے، بابا نیاز ہمارے بہت پرانے آدمی ہیں اور ان دنوں ہماری رہائش گاہ پر متعین ہیں یہاں آنے کے بعد وہ گھر کا سارا انتظام سنبھال لیں گے، میرا کمرہ وہ سامنے والا ہے میں اس میں رہوں گی باقی شاہ صاحب کا معاملہ ذرا الگ ہے وہ وہیں چھاؤنی ہی میں رہیں گے۔ یہ جگہ بھی چھاؤنی سے دور نہیں ہے تم یہ سمجھ لو ارشاد کہ یہ انتہائی محفوظ جگہ ہے اور یہاں صفیہ کے بارے میں کسی کو معلوم نہیں ہو گا یہ بہت آرام سے رہیں گی۔

”بہت بہت شکریہ بہن صاحبہ۔“ میں نے کہا اور فوزیہ مسکرا دی۔

یہ ہوئی نا بات بیگم صاحبہ، فلاں صاحبہ خواجواہ ایسے الفاظ پر چرے پر جھریاں نظر آنے لگتی ہیں بوڑھا محسوس کرتا ہے انسان اپنے آپ کو ویسے آپ اگر اپنی بیگم صاحبہ سے کوئی بات کرنا چاہیں تو کر لیجئے گا اس کے بعد آپ کو ذرا تھوڑی دیر کے لیے شاہ صاحب سے بات کرنی ہے۔“

”ٹرانسپیر پر۔“

”نہیں۔ وہ ہمیں موجود ہیں تھوڑے فاصلے پر۔“

”تو پھر مجھے اجازت صفیہ۔“

”خدا حافظ، مجھے یقین ہے میں ان لوگوں کے ساتھ بہت سکون سے رہوں گی۔“

”ارے ابھی آپ جا کہاں رہے ہیں، یہاں آنے جانے میں کوئی دقت نہیں ہوگی آپ کے سلسلے میں ہر شخص کو ہدایت کر دی جائے گی اور آپ جب چاہیں یہاں آجاسکتے ہیں، محترمہ صفیہ کو جب دل چاہے گھمانے لے جاسکتے ہیں، پتا نہیں آپ کیوں اتنا زیادہ محسوس کر رہے ہیں۔“

”بالکل نہیں۔“

”تو پھر آئیے۔“ اور میں وہاں سے باہر نکل آیا فوجی معاملات تھے۔ ملٹری سیکرٹ

سروس کے معاملات آسان نہیں ہوتے مجھ سے زیادہ اس کا تجربہ اور کسے ہو سکتا تھا اب یہ دوسری بات ہے کہ اس وقت میں ان اپنوں کو بھی دھکا دینے پر مجبور تھا جن پر مجھے

مکمل اعتماد تھا ایک آفس بنا ہوا تھا عمارت اسی ایریا میں تھی اور میں وہیں رکا تھا اندر ایک بڑے سے کمرے میں تین چار افراد موجود تھے جو کرنل امیر شاہ کے سامنے منسوب تھے۔ امیر شاہ نے مجھے دیکھنے کے بعد ان سے کہا۔

”ٹھیک ہے آپ لوگ جاپیے اور میرے مسیج کا انتظار کیجئے۔“ انہوں نے ایڑیاں بجائیں اور باہر نکل گئے۔ امیر شاہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”آئیے بھی بیٹھے آپ تو ملٹری سیکرٹ سروس کے اہم رکن بن چکے ہیں، فوزیہ دروازہ بند کر دو۔“ فوزیہ نے اٹھ کر دروازہ بند کر دیا تھا اور میں امیر شاہ کے اشارے پر اس کے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔

”جی جناب اب ذرا تفصیل سے فرمائیے واقعہ کیا ہوا ہے۔“

”شاہ صاحب دو تین دن پہلے جو واقعہ ہوا ہے اس کی مختصر سی رپورٹ آپ کو دے چکا ہوں تفصیلی رپورٹ یہ ہے کہ حاجی غفار شاید اپنے بیٹوں کے خلاف پولیس کی مدد لینے پر آمادہ ہو گیا تھا اور اس نے کچھ کارروائی بھی کی تھی جس کے بارے میں میں نے آپ کو بتایا تھا لیکن وہ کارروائی ممکن نہیں ہو سکی اور جیکب کم اس کے بارے میں تفصیلی پتا چل گیا پھر پولیس نے غالباً ایک اور واقعے میں مداخلت کی، حاجی غفار کے ٹرک کا ایکسیڈنٹ ہو گیا اور اس میں کچھ ناجائز مال برآمد ہو گیا میرا خیال ہے پولیس کی طرف سے اس سلسلے میں کوئی کارروائی کی گئی لیکن جیکب پہنچا اور اس نے سارے معاملات سنبھال لئے یہ مسئلہ بھی تین دن پہلے حل ہو گیا تھا آج جیکب نے مجھے خصوصی طور پر طلب کیا اور اس بگ ڈیل کے بارے میں بتایا جس کا تذکرہ وہ پہلے کر چکا ہے۔“ ساری تفصیل بتانے کے بعد میں نے کرنل امیر شاہ سے کہا۔

”اور کسی بھی وقت اس سلسلے میں کام ہو سکتا ہے اور میں ان کے ساتھ جاسکتا ہوں مجھے صرف ایک پریشانی ہے۔“

”کیا؟“

”اگر مجھے زیادہ دور لے جایا گیا تو یہ ٹرانسپیر کام کر سکے گا؟“

”جی سر۔“

”یہاں تک آتے ہوئے تعاقب کا خیال رکھا ہے؟“

”جی ہاں۔“

”یار تم سچ مچ ملٹری سیکرٹ سروس کے قابل ہو، دیکھیں گے، سوچیں گے کریں

گے، کچھ بعد میں تمہارے لیے فی الحال تم یہ جو کچھ کر رہے ہو وہ ہمارے لیے ہے۔“

”سر اب اس سلسلے میں کوئی اور بات نہیں کہنا چاہتا میں۔“

”کہنا بھی نہیں چاہیے۔“

”تو مجھے اجازت؟“

”اوکے، خدا حافظ، ہمارے مشن کا آغاز ہو چکا ہے اور ہم اب پوری طرح سے اس

مشن کے پیچھے ہیں ایک غیر سرکاری آدمی پہلی بار فوجی مشن کے لیے کام کر رہا ہے، یہ بھی

ایک تاریخ ہے یہ نہ سمجھنا کہ اس تاریخ میں تمہارا نام درج نہیں ہو گا اور اس کا سارا

کریڈٹ میں لوں گا، بالکل نہیں ڈنیر تم دیکھنا آگے کیا ہوتا ہے۔“

”اوکے سر۔“

”گڈ۔ یہ ہوئے نا جملے اچھا پھر خدا حافظ، فوزیہ جاؤ انہیں باہر تک چھوڑ آؤ۔“ اب

رخسار کے پاس جا کر وقت کے زیاح کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتا تھا چنانچہ میں پیارو لے

کر احاطے سے باہر نکل آیا اور پھر میں نے اس کا رخ جیکب کی رہائش گاہ کی جانب موڑ

دیا۔

”جیکب پر سکون تھا اور میرا انتظار کر رہا تھا، مجھ سے کہنے لگا۔“

”ہو گیا کام؟“

”جی سر۔“

”گڈ تم نے کھانا وغیرہ تو نہیں کھایا ہو گا؟“

”نہیں سر۔“

”ٹھیک ہے اس کا بندوبست کیے دیتے ہیں اس کے بعد تم آرام کرو، تمہیں یہاں

”اس کی تم فکر مت کرو اس ننھی سی چیز میں بلا کی قوت ہے اور یہ بہت بڑے علاقے کو کنٹرول کر سکتی ہے لیکن اس کے باوجود اگر وسعت زیادہ ہو گئی تو ہمیں اشارہ مل جائے گا کہ تم کس سمت میں ہو ہم یہ فاصلے کم کر لیں گے لیکن شاید اس کی ضرورت پیش نہ آئے کیونکہ یہ ٹرانسمیٹر بہت بڑے علاقے میں کام کرتا ہے۔“

”تب ٹھیک ہے صاحب۔“

”اور صفیہ اس گھر میں آکر مطمئن ہیں۔“

”جی صاحب صفیہ کو میں نے پورا پورا اطمینان دلا دیا ہے آپ اس کی طرف سے

مطمئن رہیں۔“

”تم بھی رگر رہنا ہم بہنوں کی عزت کی حفاظت کرنا جانتے ہیں۔“ کرنل امیر

شاہ نے کہا پھر بولا۔

”اچھا اب سنو جو کچھ بھی ہو جیسے ہی موقع ملے مجھے اس سے باخبر کرنا اور ایک اور

بات بتاؤں ہو سکتا ہے جب تم ٹرانسمیٹر پر بات کرو تو تمہیں میں یا فوزیہ نہ مل سکیں ایسے

وقت میں تم کوئی اجنبی آواز سن کر کیا کہوں گے؟“

”کیا کہنا ہے سر؟“

”ڈبل فائیو۔ فائیو فائیو۔ یہ ہمارا کوڈ نمبر ہے۔ جب تمہیں جواب میں فائیو فائیو کہا

جائے تو جو بھی پیغام ہو تم بلا تکلف پیغام ریسیو کرنے والے کو دے دینا وہ ہمارے ہی عملے

کے لوگ ہوں گے اور ان کا ہم سے رابطہ رہے گا۔ ٹھیک ہے؟“

”بالکل ٹھیک۔“

”اور کوئی بات؟“

”نہیں صاحب۔“

”خوفزدہ تو نہیں ہو.....“

”جی بالکل نہیں۔“

”گڈ بائے، مجھے تم سے یہی امید تھی، تو پھر اب واپسی.....“

آرام کی جگہ بھی دے دی جائے گی، کھانے پینے کے بعد سو جانا اگر رات میں مجھے ضرورت پڑی تو میں تمہیں جگالوں گا ورنہ کل صبح تو ہمیں روانہ ہونا ہی ہے۔“

”تھینک یو سر۔“ میں نے کہا اور جیکب نے مسکرا کر گردن ہلا دی، پھر اس نے اپنے ملازم سے کہا۔

”دیکھو بھی یہ مسلمان ہے ان کے لیے ان کی خواہش کے مطابق کھانے کا بندوبست کرنا ہے، میرے معزز مہمان ہیں اس لیے انہیں کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔“

”جی سر۔“

”اوکے بس اب جاؤ۔“ میں جیکب کے کمرے سے باہر نکل آیا پجارد کی چابی میں نے اس کے پاس چھوڑ دی تھی۔ ملازم مجھے ساتھ لیے ہوئے ایک دوسرے کمرے میں آیا اور بولا۔

”صاحب یہ کمرہ آپ کے لیے بالکل ٹھیک رہے گا۔ میں آپ کے کھانے پینے کا بندوبست کرتا ہوں۔“

”سنو کیا نام ہے تمہارا؟“

”پاسکل۔“ اس نے جواب دیا۔

”مسٹر پاسکل! اس وقت میں کوئی خاص چیز نہیں کھانا چاہتا۔ اگر ممکن ہو سکے تو ڈبل روٹی کے کچھ توس اور ساتھ میں ایک کپ چائے دے دو۔“

”صاحب کھانے کا بندوبست ہو سکتا ہے، یہاں مسلمان ہوٹل ہیں وہاں سے کھانا منگوا لیتا ہوں۔“

”شکریہ پاسکل! اس کی ضرورت نہیں ہے، تم بس یہی کرو۔“

”ٹھیک ہے صاحب میں ابھی لاتا ہوں۔“ ملازم نے کہا اور باہر نکل گیا۔ کمرہ اچھا خاصا تھا، آرام دہ بستر لگا ہوا تھا۔ ضرورت کی تقریباً تمام ہی چیزیں موجود تھیں، غسل خانہ بھی تھا میں نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی۔ رخسار کے بارے میں میرا اندازہ تھا کہ وہ بھی مطمئن ہوگی۔ فوریہ جلال بہت اچھی لڑکی تھی اور اب مجھے مکمل طور پر کرٹل شاہ پر

بھی بھروسہ ہو گیا تھا۔

چائے آگئی تھی۔ ٹرائی پر پھل، ڈرائی فروٹس اور میرے طلب کردہ توس بھی رکھے ہوئے تھے۔ میں نے ملازم کا شکریہ ادا کیا اور اس سے کہا کہ اب وہ جا کر آرام کرے میں بھی کھانے پینے کے بعد آرام ہی کروں گا اور میں نے جو کچھ کہا تھا اس پر عمل بھی کیا۔ میں سو گیا تھا لیکن میں نے دروازہ اندر سے بند نہیں کیا تھا تاکہ اگر جیکب کو میری ضرورت پیش آئے تو وعدے کے مطابق میں اسے تیار ملوں۔ تھوڑی دیر تک میں جاگتا رہا اس کے بعد سو گیا۔ پھر صبح کو ہی میری آنکھ کھلی تھی۔ رات کو کوئی ایسا واقعہ ظہور پذیر نہیں ہوا تھا جس کی بناء پر مجھے جاگنا پڑتا۔

جیکب نے مجھے صبح کے ناشتے کے بعد بلایا اور کہنے لگا ”ہم ڈیڑھ بجے کے بعد نکلیں گے تمہیں بلیو ایریا یا ہے؟“

”بلیو ایریا.....؟“ میں نے سوال کیا۔

”وہی جگہ جہاں ایک بار ہمارا ایک معرکہ ہو چکا ہے۔“

”جی سر یا وہ ہے مگر یہ نہیں پتا کہ وہ جگہ بلیو ایریا کے نام سے مخاطب کی جاتی ہے۔“

”ہاں۔ اصل میں گرین آرک سے سیدھا راستہ بلیو ایریا کی جانب جاتا ہے اور بلیو

ایریا میں پہنچنے کے بعد سرحدی علاقہ شروع ہو جاتا ہے اس طرف ایک بڑی خوب صورت

جگہ ہے، جو لارک ہل کہلاتی ہے اور وہیں ہمیں پہنچنا ہے، لارک ہل پر ایک قدرتی جھیل

ہے کبھی کبھی لوگ وہاں پکنک منانے پہنچ جاتے ہیں لیکن وہ جگہ بڑی مخدوش ہے اور سب

سے بڑی بات یہ ہے کہ وہاں تک پہنچنے کے لیے کوئی باقاعدہ راستہ نہیں ہے۔ گاڑیاں

چھوڑ کر کوئی تین میل کا سفر پیدل طے کرنا ہوتا ہے، اس لیے پکنک منانے وہاں وہی سر

پھرے جاتے ہیں جو ضرورت سے زیادہ ایڈونچر پسند ہوتے ہیں، ورنہ عام لوگ وہاں نہیں

جاتے۔“

میں نے جیکب کا ایک ایک لفظ ذہن نشین کر لیا تھا۔ جیکب نے کہا۔

”ہمیں وہاں وقت گزارنا ہو گا کیونکہ ڈیڑھ بجے کے بعد سے ہمارے دوست کسی

بھی وقت وہاں آسکتے ہیں اور ہمیں وہیں پر انتظار کرنا ہوگا لیکن میرے دوست آج تمہیں ٹرک چلانا ہوگا۔ سمجھ رہے ہو نا میری بات وہاں سے ہمیں کچھ مال لانا ہوگا جو ٹرک پر ہی آسکے گا۔“

”ٹھیک ہے سر، ٹرک تو میں چلاتا رہا ہوں۔“

”اسی لیے تو تم میرے کام کے آدمی ہو، ہر فن میں استاد، فکر مت کرنا یہ ہمارا پہلا معاملہ ہے اور اس کے بعد ہم بہت سے ایسے معرکے سر کریں گے، یہاں کا کھیل کافی خراب ہو چکا ہے، ممکن ہے ہمیں یہ علاقہ چھوڑنا پڑے ویسے بڑا دلچسپ مسئلہ رہے گا۔ یہ تم دوپہر کو ہلکا پھلکا کھانا کھانا تاکہ چاق و چوبند رہو۔“

”جی سر! آپ اطمینان رکھیں۔“

”آرام کرو میں ذرا جا رہا ہوں، پروگرام ذہن نشین کرلو، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ٹرک دوسرے تمہارے حوالے کریں اور میں تمہارے ساتھ نہ رہوں، تمہیں وہ علاقہ یاد ہے؟“

”جی سر۔“

”میں اس کا نقشہ بھی بنائے دیتا ہوں۔ ٹرک لے کر تمہیں بلیو ایریا پہنچنا ہے اور بلیو ایریا سے ہی کام کا آغاز کر دیتا۔ اگر میں وہاں نہ بھی موجود ہوں تو میرا انتظار کر لیتا۔“

”آپ مطمئن رہیں سر آپ کی ہدایت کے مطابق ہی کام ہوگا، بس نقشہ بنا کر مجھے دے دیجئے گا۔“

”ہاں۔“ جیکب نے کہا اور ایک مین اٹھا کر مجھے راستوں کی تفصیل بتانے لگا، اس نے وہ نقشہ بنا کر میرے حوالے کر دیا، پھر اس نے کہا۔

”پاسکل تمہیں اطلاع دے دے گا، جو ٹرک آئے گا وہ پوری طرح محفوظ ہوگا بس تم اسے لے کر چل پڑنا، راستے میں اگر کوئی گڑبڑ ہو تو تم جانتے ہو کہ تمہیں کیا کرنا ہے؟“

”سر بتا دیجئے۔“

”حاجی غفار کا ٹرک ہے، کام سے جا رہے ہو، کہیں سے مال لوڈ کر کے لانا ہے، سادہ

سی بات ہے۔“ جیکب نے کہا اور میں نے مطمئن انداز میں گردن ہلا دی۔

جیکب کچھ دیر تک مجھ سے باتیں کرتا رہا اور پھر اس نے مجھے واپسی کی اجازت دے دی۔ واپس کہاں جانا تھا اپنے کمرے میں ہی آگیا اور جیکب کے بنائے ہوئے نقشے کو دیکھتا رہا۔ اب اس نقشے سے کرنل امیر شاہ کو آگاہ کرنا ضروری تھا۔ بظاہر کوئی وہم نہیں رہا تھا اور سارا کام مکمل تھا، دیکھنا یہ تھا کہ کرنل امیر شاہ اس سلسلے میں کس پائے کی موثر کارروائی کرتا ہے۔ میرے پاس تو وسائل تھے نہیں۔ سب سے زیادہ دکھ مجھے کوئین میکویا کے دیے ہوئے ان لوازمات کا تھا جو مجھ سے کھو گئے تھے ورنہ وہ میرے بہترین ساتھی تھے اور میں ان سے بہت سے کام لے سکتا تھا۔ کوئین میکویا سے بھی رابطہ کروں گا لیکن ایسے نہیں، ذرا کچھ وقت گزر جائے اور میری حیثیت کا تعین ہو جائے۔ بہر حال احتیاط رکھنی تھی۔

پاسکل کو شاید میری ڈیوٹی پر مامور کر دیا گیا تھا۔ دو دفعہ آچکا تھا اور پوچھ چکا تھا کہ مجھے کسی شے کی ضرورت تو نہیں ہے۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

”ڈیئر پاسکل! اگر کسی شے کی ضرورت ہوئی تو میں خود ہی تم سے طلب کر لوں گا میرے سلسلے میں ذرا بھی پریشان نہ ہو میں بھی تمہاری طرح ایک معمولی سا ملازم ہوں۔“

پاسکل مسکرا کر بولا۔

”نہیں صاحب جی، جب جیکب صاحب نے یہ بات کہہ دی ہے کہ آپ ان کے معزز مہمان ہیں تو پھر آپ ہمارے لیے معزز مہمان ہی ہوئے چاہے آپ کوئی بھی ہوں۔“

”شکریہ پاسکل۔“ میں نے کہا اور اسے واپس جانے کی اجازت دے دی۔ پھر پاسکل

ہی سے مجھے پتا چلا کہ جیکب جاچکا ہے۔ اب بظاہر اس پروگرام میں کوئی تبدیلی نہیں تھی۔ چنانچہ میں نے کرنل امیر شاہ کو بھی اس بارے میں اطلاع دینا ضروری سمجھا، لیکن کوئی رسک نہیں لینا چاہتا تھا، چنانچہ باتھ روم میں داخل ہو کر دروازہ اندر سے بند کیا اس سے پہلے کمرے کا دروازہ بھی بند کر لیا تھا تاکہ کوئی اتفاقیہ طور پر اندر نہ آجائے۔ باتھ روم میں پہنچنے کے بعد میں نے بازو پر بندھے تعویذ کو استعمال کیا اور رابطہ کرنے لگا۔ دوسری جانب

ہے۔“

”ٹھیک ہے تم اس سلسلے میں بے فکر رہو۔ سنو میں بڑی ہوشیاری سے وہاں کی ناکہ بندی کروں گا، تم بالکل بے فکر رہنا کوئی ایسی بات نہیں، بس اپنی زندگی کی حفاظت کرنا کیونکہ وہاں فوجی کارروائی ہوگی۔ میں تمہیں صرف احتیاطاً بتائے دے رہا ہوں کہ ہو سکتا ہے ہم گن شپ بھی استعمال کریں۔“

”جی سر!“ میں نے فوراً ہی گن شپ کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔

”میرا مطلب ہے ہیلی کاپٹر ہمارے لیے ہیلی کاپٹر ہی زیادہ موزوں رہیں گے ہم وہاں ناکہ بندی کرنے کے بعد اگر وہاں کوئی کارروائی ہوئی تو ہیلی کاپٹروں سے ہی حملہ کریں گے۔ سنو میں ایک چانس چھوڑنا چاہتا ہوں بشرطیکہ تم پسند کرو۔“

”جی سر؟“

”وہاں زمینی کارروائی بھی ہوگی اور کچھ ایسے عمل بھی کیے جائیں گے جن کے بارے میں میں ابھی تمہیں تفصیل اس لیے نہیں بتا سکتا کہ مجھے انتظامات کرنا ہوں گے لیکن اگر تم جیکب کو وہاں سے نکالنا چاہو تو نکال سکتے ہو، اس طرح اس پر تمہارا بھرم بھی قائم رہے گا۔“

میں نے امیر شاہ کی بات پر غور کیا اور بڑی سنسنی محسوس کی۔ امیر شاہ ایک دلچسپ بات کہہ رہا تھا۔ میں نے فوراً ہی کہا۔

”تو پھر براہ کرم مجھے گائیڈ کیجئے سر۔“

”دیکھو ایک موٹر سائیکل تمہارے آس پاس رہے گی اور جب تم جیکب کو وہاں سے لے کر فرار ہو گے تو بظاہر گولیاں چلائی جائیں گی لیکن تمہیں نشانہ نہیں بنایا جائے گا“ ذرا احتیاط سے موٹر سائیکل ڈرائیو کرنا اور جیکب کو وہاں سے لے کر نکل آنا۔ وہ جہاں بھی چھپنے کے لیے جگہ تلاش کرے وہاں اسے لے جانا، سمجھ رہے ہونا تم اس طرح تم ایک بار پھر جیکب کی گڈ بک میں آ جاؤ گے۔ اصل میں ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ جیکب نے کہاں کہاں ہاتھ پھیلائے ہوئے ہیں۔ تمہاری اب تک کی رپورٹ سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ جیکب

کرنل امیر شاہ ہی تھا۔ ظاہر ہے ایک بڑا آپریشن کرنا تھا اسے، وہ غائب کیے رہ سکتا تھا اس نے مجھے کوڈ ڈبل فائیو کے بارے میں جو اطلاع دی تھی وہ احتیاطی طور پر تھی، لیکن پھر بھی میں نے اپنا کوڈ دہرا دیا۔ دوسری جانب سے کرنل امیر شاہ کی آواز سنائی دی۔

”فائیو۔ فائیو۔ میں امیر شاہ ہی بول رہا ہوں اور ڈیئر کیا ہو رہا ہے۔“

”سر پروگرام مکمل ہو گیا ہے۔“

”پلیز تفصیل.....“

”میں ایک نقشے کی تفصیل بتا رہا ہوں آپ کو، ویسے میں آپ کو اس ایریا کے بارے میں پہلے بھی بتا چکا ہوں غالباً اسے بلیو ایریا کہا جاتا ہے۔“

”ہاں بالکل بلیو ایریا کے دوسری جانب سرحدی علاقہ ہے لیکن وہ کچھ ایسے ناقابل عبور راستے ہیں کہ وہاں کی زیادہ فکر نہیں کی جاتی لیکن ظاہر ہے غلط کام کرنے والے ایسی ہی دشواریوں کو عبور کر کے اپنا مقصد حاصل کرتے ہیں۔“

”اس کا مطلب ہے سر کہ بلیو ایریا کے راستے کے بارے میں آپ کو تفصیل بتانے کی ضرورت نہیں ہے؟“

”پھر بھی اگر تمہارے پاس تفصیل موجود ہے تو ایک بار دہرا دو تاکہ یہ یقین ہو جائے کہ جس علاقے کے بارے میں ہم سوچ رہے ہیں وہی علاقہ ہے۔“

”ٹھیک ہے سر آپ براہ کرم میرے بتائے ہوئے نقشے کی تفصیل نوٹ کر لیجئے۔“ اور پھر میں نے کرنل امیر شاہ کو ان تمام راستوں کی تفصیل بتائی اور کرنل امیر شاہ نے ساری تفصیل سننے کے بعد کہا۔

”سو فیصد وہی علاقہ ہے۔“

”سر اب پروگرام سنئے۔ میں وہاں ٹرک لے کر جا رہا ہوں، سنا ہے وہاں عام راستہ نہیں ہے اور گاڑیاں وغیرہ نہیں جاسکتیں لیکن ٹرک کو مجھے وہاں لے جانا ہے۔ ممکن ہے کوئی مجھے گائیڈ بھی کرے۔ بہر حال ہمارا ٹارگٹ وہی ایریا ہے، وہاں کیا کرنا ہے یہ تو مجھے نہیں معلوم سر، اور کس وقت کرنا ہے یہ بھی نہیں معلوم لیکن بہر حال یہ سب کچھ کرنا

نے بہت لمبا جال پھیلا دیا تھا اور حاجی غفار وغیرہ کو تو اس نے بس آٹے میں نمک کے طور پر رکھا ہوا ہے۔ اگر اس صورت حال میں کوئی بڑی گڑبڑ ہوگئی تو وہ خاموشی سے حاجی غفار کو چھوڑ دے گا۔ مصیبت میں پڑے گا کون، حاجی غفار اور اس کے آدمی۔ بہر حال مجرم کو کیفر کردار تک پہنچنا چاہیے لیکن اگر تم نے جیکب کی اس طرح سے مدد کر دی اور اس کی جان بچالی تو یوں سمجھ لو کہ تم اس کی آنکھوں کا تارا بن جاؤ گے اور پھر ہمیں یہ جاننے میں آسانی ہوگی کہ وہ اور کس کس کے ساتھ کام کر رہا ہے۔ اصل میں ارشاد ہمیں جڑیں کھودنی ہیں صرف ایک آپریشن کر کے اطمینان سے نہیں بیٹھ جانا۔“

”میں سمجھ رہا ہوں سر۔“

”موٹر سائیکل تمہارے آس پاس ہی رہے گی کیونکہ ہم تمہیں نظر میں رکھیں گے۔ ویسے کس وقت وہاں پہنچو گے؟“

”سر بس اس کے بارے میں ہدایت ملنے والی ہے۔“

”چلتے سے پہلے ایک بار پھر مجھے اطلاع دے دینا۔“

”اگر کوئی گڑبڑ نہیں ہوئی تو میں آپ سے ہر گھنٹے یا دوسرے گھنٹے کے بعد رابطہ رکھوں گا۔“

”تھینک یو، تھینک یو ویری مچ۔“

ڈیڑھ بجے کے قریب پاسکل ہی نے مجھے اطلاع دی کہ جارج آیا ہے۔ جارج کے بارے میں میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ جارج ایک کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔ پاسکل کے ساتھ میں وہاں پہنچا۔ بھاری بدن کا ایک مکروہ شکل آدمی تھا۔ کھڑے ہو کر اس نے مجھ سے مصافحہ کیا اور بولا۔

”مسٹر ارشاد.....؟“

”ہاں۔“

”میرا نام جارج ہے۔“

”مجھے معلوم ہو چکا ہے۔“

”ٹرک لے کر آیا ہوں، مجھے تمہارے ساتھ ڈیوٹی پر لگایا گیا ہے۔“

”ٹھیک ہے مسٹر جارج۔“

”تیار ہو، چلیں؟“

”ہاں۔“ میں نے کہا اور اس کے بعد میں جارج کے ساتھ باہر نکل آیا۔ بہت شاندار اور نیا ٹرک کھڑا ہوا تھا، لیکن اس پر حاجی غفار ہی کا مونو گرام بنا ہوا تھا جبکہ اس سے پہلے میں نے اس ٹرک کو حاجی غفار کے بیڑے میں شامل نہیں دیکھا تھا۔ صاف ظاہر تھا کہ ٹرک کو حاجی غفار کے نام سے استعمال کیا جا رہا ہے اور اصل میں یہ ٹرک حاجی غفار کا نہیں ہے۔ بہر حال یہ ساری باتیں میرے سوچنے کی نہیں تھیں۔ اب تو صورت حال مختلف ہوگئی تھی۔ میری ذمہ داریاں کافی حد تک ختم تھیں اور میں ان ذمہ داریوں کے سلسلے میں پریشان نہیں تھا۔

ٹرک اسٹارٹ کیا اور جارج میرے برابر آبیٹھا۔ ہم لوگ چل پڑے۔ جارج نے کہا۔

”کافی، بسکٹ وغیرہ موجود ہیں۔ پانی کا بھی انتظام ہے۔ بلیو ایریا پہنچنے کے بعد ہمیں انتظار کرنا پڑے گا اس کے ساتھ ساتھ ہی ذرا ذہن میں رکھ لو سیٹ کے نیچے دو اسٹین گن موجود ہیں اور فالتو ایمونیشن بھی۔ ضرورت پڑنے پر استعمال کر سکتے ہو، یہ پستول اپنے لباس میں چھپالو۔“ اس نے ایک پستول نکال کر مجھے دیا اور میں نے اس کا لاک چیک کر کے اسے اپنے لباس میں محفوظ کر لیا۔ جارج سے میں نے زیادہ گفتگو نہیں کی تھی۔ ویسے بھی وہ ایسی شخصیتوں میں سے تھا جن سے بلاوجہ کی نفرت محسوس ہوتی ہے۔ وہ خود بھی زیادہ نہیں بول رہا تھا۔ ہم لوگ فاصلے طے کرتے رہے اور مختلف راستوں سے گزرتے ہوئے آخر کار اس دشوار گزار راستے پر پہنچ گئے جہاں بس، ٹرک ہی کو لے جایا جاسکتا تھا، لیکن پھر بھی اس کی رفتار بہت سست تھی۔ جارج نے کہا۔

”بس یہ تھوڑا سا فاصلہ ذرا وقت طلب ہے اس کے بعد ایک ایسی جگہ آجائے گی جہاں سے میں تمہیں ایک نیا راستہ بتاؤں گا۔“

”کیا مطلب؟ بظاہر تو یہاں کوئی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں سے ٹرک کو گزار کر لے جایا جاسکے سوائے ان ناہموار چٹانوں کے۔“

جارج مسکرائے لگا۔ پھر بولا ”نہیں میری جان ایسی بات نہیں ہے، جگہ ہے تو نہیں لیکن بنائی گئی ہے۔“

”کیا مطلب؟“

”یہ ابتدائی راستہ اس لیے چھوڑ دیا گیا ہے کہ اگر کوئی اور اس طرف آئے تو اس راستے کو دیکھ کر ہی اس کے حوصلے پست ہو جائیں۔ باقی ایک مناسب جگہ پہنچنے کے بعد ایک ایسا راستہ بنالیا گیا ہے جہاں سے ہم ٹرک کو گزار کر بلیو ایریا لے جاسکتے ہیں۔ وہ راستہ ہماری ضرورت تھی۔“

”لیکن ایک بات ہے مسٹر جارج۔“

”کیا؟“

”یہ ٹرک اگر لوڈ ہو گا تو پھر اس کو ان چٹانوں پر سے گزار کر لانا مشکل نہیں ہو گا؟“

”مسٹر جیکب کا کہنا ہے کہ تم اس قدر ماہر ڈرائیور ہو کہ آرام سے ٹرک کو پورے وزن کے ساتھ یہاں سے لاسکتے ہو۔“

میں خاموش ہو گیا۔ جارج شاید میرے بولنے کا انتظار کر رہا تھا۔ جب میں کچھ نہ بولا تو اس نے کہا۔

”کیوں تم بتاؤ دشواری محسوس کر رہے ہو؟“

”نہیں نارمل حالات میں تو لایا جاسکتا ہے لیکن ہنگامی حالات میں تیز نہیں دوڑایا جاسکتا۔“

”اس بات سے میں اتفاق کرتا ہوں، لیکن حالات نارمل ہی ہوں گے تم فکر مت کرو۔“

میں خاموش ہو گیا، واقعی کچھ دور جانے کے بعد جارج نے مجھے اچانک داہنی سمت مڑنے کے لیے کہا۔ میں نے ٹرک کی رفتار کم کی، داہنی سمت دیکھا اور مجھے فوراً ہی اندازہ

ہو گیا کہ ادھر سے بڑی خوبصورتی کے ساتھ پتھروں کو ہموار کیا گیا ہے اور ایک پگڈنڈی سی بنائی گئی ہے لیکن اس طرح کہ وہ دور سے بالکل نظر نہ آئے اور نہ ہی محسوس ہو، لیکن اس پگڈنڈی پر اتنا راستہ ضرور تھا کہ ٹرک کے ٹائر اپنی جگہ بنا سکتے تھے البتہ مہارت کا کام تھا اور اس کی میرے پاس کمی نہیں تھی چنانچہ اس پگڈنڈی پر پہنچنے کے بعد اطمینان حاصل ہوا اور ہم اس ٹیڑھی میڑھی پگڈنڈی کو عبور کرتے رہے، یہاں تک کہ وہی بلیو ایریا آگیا جہاں میں ایک بار پہلے بھی آچکا تھا اور میں نے یہاں جیکب کا اعتماد حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔

وسیع و عریض علاقے میں یہاں پہاڑی ٹیلے بکھرے ہوئے تھے اور ان کے درمیان ایسی جگہ موجود تھی جہاں ٹرک کو عام نگاہوں سے روپوش رکھا جاسکے۔ چھدرے چھدرے درخت بھی تھے اور کہیں گھنے درخت بھی نظر آرہے تھے پہاڑیوں کے درمیان یہ علاقہ واقعی بڑی عجیب و غریب نوعیت کا خالی تھا۔ جارج مجھے گانڈ کرتا رہا دور دور تک کوئی انسانی وجود نظر نہیں آ رہا تھا۔ بہر حال بہت سا فاصلہ طے کرنے کے بعد ہم اس عظیم الشان پہاڑی سلسلے کے نزدیک پہنچ گئے جو بڑا بد صورت اور ناہموار تھا۔ اس کے دوسری طرف کیا تھا مجھے اس کے بارے میں جغرافیائی طور پر بھی نہیں معلوم تھا لیکن ایک گھنے درخت کے نیچے ٹرک کو روک دیا گیا اور جارج نے گہری گہری سانسیں لے کر کہا۔

”اب ٹرک سے اتر آؤ اور اس درخت کی چھاؤں میں آرام کرو زندگی کس قدر مشکل چیز ہے، کبھی کبھی ایسے مراحل سے گزرنا پڑتا ہے کہ آدمی یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ اپنی ہر آسائش زندگی کو ترک کر کے اس نے کیا کیا مصیبتیں اپنے سر لگا رکھی ہیں، پتا نہیں تم میری بات سے اتفاق کرتے ہو یا نہیں۔“

”دنیا بہت مشکل سے جی رہی ہے، مسٹر جارج اور جینے کے لیے اپنے اوپر مظالم کرنا ہی پڑتے ہیں۔“ جارج نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلائی اور ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا ہم دونوں گھنے درخت کی چھاؤں میں لیٹ گئے تھے۔ بہت دیر خاموشی سے گزر گئی۔ پھر جارج نے کہا۔

”سو نہ جانا۔“

”نہیں مسٹر جارج۔ میں جاگ رہا ہوں۔“

”ہاں تم پر بہت اعتبار کر رہا ہے۔“

”جی؟“

”بہت قریب آگئے ہو تم ان کے۔“

”ان کی سہیلی ہے۔“

”تمہارے بڑے چرچے ہو رہے ہیں آج کل۔“

”کہاں؟“

”پورا گروہ ہے ہمارا۔ سب کے منہ پر تمہارا نام ہے۔“

”میں نے تو کوئی بڑا کام نہیں کیا۔“

”پہلے کسی آدمی میں تھے؟“

”بالکل نہیں۔ کبھی بھی نہیں۔“

”پھر کیا کرتے رہے ہو؟“

”محنت مزدوری، ڈرائیوری۔“ میں نے جواب دیا اور وہ خاموش ہو گیا۔

وقت بڑی سست رفتاری سے گزر رہا تھا۔ چاروں طرف ہوکا عالم تھا۔ گرمی بھی خوب تھی۔ ہاں ہوا چل رہی تھی اور درخت کے نیچے امن تھا۔ تقریباً ایک گھنٹہ گزر گیا پھر جارج اٹھ کر بیٹھ گیا۔

”کیا خیال ہے ایک چکر لگالیں۔“

”کہاں؟“

”بس یونہی تھوڑے سے ایریا میں۔“

”ضروری ہے۔“

”ہاں۔ میری ڈیوٹی ہے۔“

”تمہیں ہدایت کی گئی ہے؟“

”ہاں۔“

”مجھے بھی چلنا ہے۔“

”تمہاری مرضی ہے۔“

”تب میرا ٹرک کے پاس رہنا ضروری ہے۔“

”ویسے امن معلوم ہوتا ہے ابھی تک تو شبہ والی کوئی بات نہیں ہوئی۔“

”وہ تو ٹھیک ہے مسٹر جارج، لیکن میں ہدایت سے ایک انچ نہیں ہٹنا چاہتا۔“

”نہیں میں نے کہا ہے کہ تمہاری مرضی ہے۔ ضروری نہیں ہے۔ میں نے تو اس

لیے کہا تھا کہ تم بور نہ ہو۔“

”نہیں شکریہ۔ تم جاؤ۔“ میں نے کہا اور وہ وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ میں خاموشی

سے اسے جاتے دیکھتا رہا۔ جارج کافی دور نکل گیا تھا۔ اچانک مجھے ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول

ہوا اور میں نے جلدی سے اسے آن کر دیا۔

”ڈبل فائیو۔“ امیر شاہ کی آواز سنائی دی۔

”فائیو۔ فائیو اور سر۔“ میں نے کہا۔

”ٹھیک جا رہے ہو۔“

”جی سر۔“

”کوئی تبدیلی؟“

”نہیں۔“

”ہمارے بارے میں کوئی شبہ تو نہیں ہوا۔“

”بالکل نہیں سر۔ کیا آپ قریب موجود ہیں؟“

”تمہیں اکیلا تو نہیں چھوڑ سکتے تھے۔“ امیر شاہ نے ہنس کر کہا۔

”شکریہ سر۔ ویسے آپ کہاں ہیں۔“

”یہ نہ پوچھو ارتداد۔ جانتے ہو کیوں؟“

”نہیں سر۔“

”ابھی کچھ دیر قبل وہاں مجھے ایک تیز چمک نظر آئی تھی۔ بالکل ایسی جیسے آئینے یا کسی چمکدار دھات پر اچانک سورج کی روشنی پڑنے سے ہوتی ہے۔ اوہ دیکھو۔ اس لڑھکتے ہوئے پتھر کو دیکھو پتھر ایسے ہی تو نہیں لڑھکا ہوگا۔ میرا دعویٰ ہے ارشاد وہاں کوئی ہے۔“

”کون ہو سکتا ہے؟“

”کوئی بھی۔ آہ میں خطرہ محسوس کر رہا ہوں۔“ جارج کے انداز میں وحشت پیدا ہو گئی۔

”کیا کرو گے؟“

”اطلاع دوں گا۔“

”کیسے؟“

”ٹرک میں ٹرانسمیٹر موجود ہے۔“

”ہو سکتا ہے کوئی اپنا ہی ہو۔ میرا مطلب ہے ان لوگوں میں سے کوئی جن کے لیے ہم یہاں آئے ہیں۔“

”تب بھی ہم اس بات کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔“

”ٹھیک ہے جیسے تمہاری مرضی۔“ میں نے کہا اور جارج اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ میرے ذہن میں جوار بھاٹا پیدا ہو گیا۔ میرے اندر اچانک دانش منصور جاگ اٹھا۔ جارج دشمن تھا۔ میرے مشن کا دشمن یہ حقیقت تو کرنل امیر شاہ بھی نہیں جانتا تھا کہ جس مشن کو وہ اپنا مشن سمجھ رہا ہے وہ اس کا نہیں میرا مشن ہے۔ میرا مقصد ہے اور اس وقت میرا مشن میرا ملک خطرے میں تھا۔ مجھے علم تھا کہ وہاں کرنل شاہ نے مورچہ بنایا ہے۔ ہر چند کہ اس نے مجھے نہیں بتایا تھا، لیکن اب بتانے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ وہ جادوگر نہیں تھے کہ جادو کے ذریعے سب کچھ کریں۔ ضرور انھوں نے کوئی پوائنٹ بنایا ہوگا اور وہ پوائنٹ جارج کے علم میں آگیا ہے اب جارج جیکب کو خبر کرے گا اور..... اور.....

”تمہارا اپنے آپ پر سے اعتماد کم ہو جائے گا۔ تمہیں اطمینان ہو جائے گا اور یہ بات خطرناک ہوگی۔ خود کو مشکل حالات میں محسوس کرو اور ہوشیار رہو۔“

”اوکے سر۔“

”اور اینڈ آل۔“ دوسری طرف سے کہا گیا اور میں نے ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ میں نے دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنی اور چونک کر بیٹھ گیا۔ دوڑنے والا جارج ہی تھا اور اس کے چہرے پر سنسنی نظر آرہی تھی۔ خدا خیر کرے۔ میں نے دل میں سوچا۔

”مسٹر ارشاد؟“ اس نے ہانپتی ہوئی آواز میں کہا۔

”ہاں۔ کیا بات ہے؟“

”یار۔ خطرہ نظر آتا ہے۔“

”کیسا خطرہ؟“ میں نے وحشت زدہ لہجے میں کہا اور جارج ایک طرف دیکھنے لگا پھر بولا۔

”ادھر۔ اس طرف آؤ۔ اس طرف آرام سے آؤ۔ کسی کو شبہ نہیں ہونا چاہیے۔ آؤ ذرا۔“ میں اس کے اشارے پر اس جگہ پہنچ گیا جہاں وہ چاہتا تھا۔ ”بیٹھو“ اور اس طرف دیکھو وہ پہاڑیاں، وہ بالکل سامنے دو چٹانیں جو ٹوپی کی شکل کی ہیں۔ میں نے اس کے اشارے کی سمت دیکھا اور ایک لمحے میں مجھے احساس ہو گیا کہ وہاں کچھ ہے، تاہم میں نے انجان بن کر کہا۔

”کیا بات ہے جارج؟“

”کچھ احساس ہوتا ہے۔“

”کیا؟“

”وہاں کوئی ہے۔“ جارج نے کہا اور میں پھر آنکھیں پھاڑنے لگا تھا۔ کچھ دیر کے بعد میں نے کہا۔

”مجھے نہیں نظر آتا۔“

جارج ٹرک کے قریب پہنچ چکا تھا۔ میں نے بحالت مجبوری فیصلہ کیا اور عقب سے جارج پر چھلانگ لگادی۔ میں جارج کو لپیٹے ہوئے زمین پر آ رہا اور پتھریلی چٹانوں پر اس کے زبردست چوٹ لگی۔ اس کا چہرہ خون میں ڈوب گیا۔ کمینیاں اور گھٹنے چھل گئے۔

”نہیں۔ جارج۔ تم کسی کو اطلاع نہیں دو گے۔“ جارج نے حیران نظروں سے مجھے دیکھا اور پھر اچانک ہی اس نے پلٹ کر مجھ پر حملہ کر دیا۔ طاقتور آدمی تھا چوٹ سے گھٹا تھا اور کچھ سمجھے بغیر ہی خوفناک ہو گیا تھا لیکن میرا مقصد اٹل تھا۔ جارج کی زندگی میرے مشن کو تباہ کر سکتی تھی اس لیے اب اس کا زندہ رہنا مناسب نہیں تھا۔ میں نے اسے پیروں پر روک کر اچھال دیا اور وہ بہت دور جاگرا، لیکن اس نے بھی فوراً عمل کیا۔ ایک دو تین کلو کا پتھر اس کے ہاتھ آیا اور اس نے اسے گرفت میں لے کر پوری قوت سے مجھ پر دے مارا۔ میں نے فوراً جگہ بدلی اور پتھر صرف چند انچ کے فاصلے سے سنسناتا ہوا نکل گیا۔ جارج نے فوراً دوسرے پتھر کی طرف رخ کیا۔ جونہی وہ پتھر اٹھانے کے لیے جھکا میں نے اچھل کر ایک لات اس کی پشت پر ماری اور اس نے زور سے قلابازی کھائی۔ اس کے بعد میں نے اسے کسی اور کارروائی کے لیے نہیں چھوڑا اور اس پر سوار ہو کر اس کی گردن دبوچ لی۔ یہ گرفت معمولی نہیں تھی۔ جارج کی آنکھیں حلقوں سے اہل پڑیں اور پھر وہ سرد ہو گیا۔ میں نے اس کا جائزہ لیا اور اس پر سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے بعد اس کی لاش ٹھکانے لگانے کا مسئلہ تھا۔ میری نگاہیں چاروں طرف بھٹکنے لگیں۔ کوئی جگہ محفوظ نہیں تھی۔ اچانک مجھے اس درخت کا خیال آیا جس کے نیچے ہم پناہ گزیں تھے۔ میں نے درخت کے نیچے جا کر اسے دیکھا۔ گھنے درخت میں کئی شاخیں آپس میں اس طرح گتھی ہوئی تھیں کہ اگر لاش کو احتیاط سے ان میں پھنسا دیا جائے تو وہ آرام سے وہاں ٹک سکتی تھی۔ میں نے فیصلہ کر کے لاش اٹھائی اور درخت کی نیچے آگیا پھر کافی مشکل سے لاش کو اوپر لے جاسکا تھا لیکن کامیاب ہو گیا۔ لاش کو میں نے مضبوطی سے شاخوں کے درمیان پھنسا دیا اور اس کا خون وغیرہ پوری طرح صاف کر دیا ویسے بھی چونکہ میں نے اسے گردن دبا کر ہلاک کیا تھا اس لیے خون وغیرہ نہیں نکلا تھا بس تھوڑا بہت خون سر کی چوٹ سے

بہہ رہا تھا۔ ساری کارروائی سے مطمئن ہو کر میں ٹرک کے پاس آیا۔ اسے رپورس کٹ کر کے وہاں سے کافی فاصلے پر لے گیا اور اسے کھڑا کر کے نیچے اتر آیا۔ تبھی مجھے ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا تھا۔ مجھے اندازہ ہو گیا کہ میری کارروائی دیکھ لی گئی ہے۔ بہر حال میں نے ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

”ڈبل فائیو، اوور۔“

”فائیو فائیو۔ اوور۔“

”ارشاد۔ کیا ہوا۔ یہ کیا ہو گیا۔“

”سر آپ لوگوں سے چوک ہو گئی۔“

”کیا۔“ حیرت بھری آواز ابھری۔

”جی سر۔ آپ کو دیکھ لیا گیا تھا۔“

”کیا مطلب؟“

”آپ نے ان دو چٹانوں کے پیچھے مورچہ بنایا ہے تا جو ٹوپی کی شکل کی ہیں۔“ میں نے کہا اور دوسری طرف خاموشی چھا گئی، پھر امیر شاہ کی آواز ابھری۔

”ہاں۔“

”اس نے وہاں آپ لوگوں کو دیکھ لیا۔ میرے پاس آکر مجھے بھی دکھایا اسے خطرے کا پورا احساس ہو گیا تھا۔ ٹرک میں ٹرانسمیٹر موجود ہے۔ وہ اطلاع دینے جا رہا تھا۔“

”کیا؟“

”یہی کہ خطرہ ہے۔“

”اوہ میرے خدا، مگر تم نے..... تم نے؟“

”اور کوئی چارہ کار نہیں سر۔ مجبوری تھی۔“

”تو کیا۔ تم نے اسے ختم کر دیا۔“

”دوسری ترکیب کیا ہو سکتی تھی۔“ میں نے جواب دیا اور دوسری طرف پھر خاموشی طاری ہو گئی۔ کچھ لمحوں کے بعد امیر شاہ کی آواز پھر سنائی دی۔

”بے شک اور کوئی ترکیب نہیں ہو سکتی تھی۔ تم نے ایک وطن دشمن ہلاک کیا ہے ارشاد علی۔ بد دل نہ ہوتا۔ ہم اپنی غلطی کی معافی چاہتے ہیں۔ اب کوئی غلطی نہیں ہوگی۔ تم نے ایک پھرتیلے چیتے کی طرح اس سے جنگ کر کے اس پر قابو پایا ہے۔ ویری گڈ۔ شاہاش‘ ہاں لاش کی کیا پوزیشن ہے۔“

”ہم نہیں کہہ سکتے ہیں سر کہ کون کس طرف سے آئے۔ ابھی لاش کو کہیں بھی چٹانوں میں چھپا سکتا تھا لیکن اس کے دیکھ لیے جانے کے خطرے کو مول نہیں لے سکتا تھا۔“

”اوہ تو پھر۔“

”میں نے پوری احتیاط سے درخت کی شاخوں پر محفوظ کر دیا ہے اور اتنی مضبوطی سے کہ وہ گر نہ سکے۔“

”اس کا خون نیچے ٹپک سکتا ہے۔“

”نہیں سر۔ میں نے اسے گردن دبا کر مارا ہے۔ تھوڑا بہت خون تھا وہ صاف کر دیا ہے۔“

”ارشاد۔ بہت شاندار جا رہے ہو۔ تم نے نہ صرف مجھے بلکہ دوسرے بہت سوں کو شدید کر دیا ہے مگر جیکب سے اس کے بارے میں کیا کہو گے؟“

”جارج کے بارے میں؟“

”ہاں‘ یہ تمہارے ساتھ آیا تھا۔“

”راستے میں اتر گیا۔“ میں نے اطمینان سے کہا اور ایک بار پھر دوسری طرف خاموشی چھا گئی‘ پھر اچانک امیر شاہ بولا۔

”اوہ‘ ارشاد۔ ایک جیب اسی راستے سے آرہی ہے جدھر سے تم آئے ہو۔ اوکے ارشاد۔ ہم احتیاط رکھیں گے۔ اوور اینڈ آل۔“ ٹرانسپیر ہند ہو گیا۔ میں بھی سنبھل گیا تھا‘ پھر میں ٹرک پر چڑھ گیا اور گردن اٹھا کر دیکھنے لگا۔ کچھ دیر کے بعد میں نے جیب کو دیکھ لیا۔ اس میں بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے تھے لیکن جیکب موجود نہیں تھا۔ میں الجھ گیا‘

لیکن بہر حال میرے پاس ہسٹول بھی تھا اور نیچے اسٹین گن بھی تھی۔ ویسے ان لوگوں کی آمد تعجب خیز تھی۔ جیب ٹرک کے قریب آکر رکی تو میں نے پاسکل کو دیکھ لیا۔ تب مجھے اطمینان ہوا۔ پاسکل میرے پاس آگیا۔

”سب خیریت ہے ٹامسٹر ارشاد۔“

”ہاں۔ یہ کون لوگ ہیں؟“

”سب جیکب صاحب کے آدمی ہیں۔ ایک گھنٹے کے بعد اور آئیں گے۔“

”جیکب صاحب نے تو مجھے نہیں بتایا تھا۔“

”آپ پہلی بار آئے ہو۔ ایسے ہی ہوتا ہے۔ لوڈنگ آسان تو نہیں ہوتی‘ پھر اس بار

بڑی لوڈنگ ہے۔“

”اوہ جیکب صاحب کا حکم ہے تو ٹھیک ہے۔“

”جارج کہاں ہے؟“

”راستے میں رک گیا ہے آجائے گا۔“ میں نے بے پروائی سے کہا۔ پاسکل نے غور

نہیں کیا تھا۔ جیب سے اترنے والوں نے اپنے لیے جگہ بنالی تھی اور ٹرک کے سائے میں لیٹ گئے تھے۔ پاسکل نے کہا۔

”آپ بھی آرام کرو۔ ابھی بہت وقت ہے۔“

”ٹھیک ہے۔“ میں بولا اور پاسکل بھی انہی لوگوں کے پاس آکر نیم دراز ہو گیا۔

سب اس کام کے عادی معلوم ہوتے تھے لیکن خطرناک بات تھی‘ کہیں امیر شاہ کے آدمیوں سے چوک نہ ہو جائے اور حالات خطرناک ہو جائیں۔ میں تو خیر دونوں طرف سے محفوظ ہوں لیکن مشن بہر حال خطرے میں پڑ جائے گا اور اس سے بڑی امیدیں وابستہ تھیں۔

وقت بے حد ست رفتاری سے گزر رہا تھا پھر دو جیپیں اور آئیں‘ لیکن کافی دیر سے اس دوران سورج ڈھل گیا تھا اور فضا میں جھپٹے اتر آئے تھے۔ تیسری جیب میں جیکب آگیا تھا۔ اس کے ساتھ دو افراد اور تھے جو نقابیں پہنے ہوئے تھے۔ یہ دونوں

پراسرار شخصیتیں تھیں۔ میں نے اندازہ لگایا کہ یہ ستار وغیرہ ہو سکتے ہیں۔ وہ دونوں جیب میں بیٹھ کر آگے بڑھ گئے پھر ایک جگہ رک گئے جبکہ جیکب ہمارے پاس آگیا تھا۔

”ہیلو ارشاد۔“

”سرجی۔“ میں نے نیاز مندی سے کہا۔

”کیسا لگ رہا ہے۔“

”بہت عجیب صاحب۔“

”تمہیں ان سب پر برتری حاصل ہے۔ یہ سب معمولی کارکن ہیں یوں سمجھ لو

لوڈر ہیں۔“

”مہربانی سر آپ کی۔“

”دراصل اتفاقہ دیر ہو گئی ہے۔ تھوڑا سا پروگرام بدل گیا ہے۔“

”جی سرجی۔“

”خیال تھا کہ وہ لوگ روشنی میں پہنچ جائیں گے لیکن ادھر سے اطلاع آئی ہے کہ

دیر ہو جائے گی۔“

”مکہدھر سے سرجی۔“

”بھئی سرحد پار سے۔ اسلحہ کی ایک بڑی کھیپ آرہی ہے۔ اسے وصول کرنا ہے اور

لے کر احتیاط سے نکل چلنا ہے۔ جانتے ہو یہ کتنی بڑی ڈیل ہے۔ پچیس کروڑ کا اسلحہ آرہا

ہے۔ انتہائی جدید اور خطرناک۔ بڑے بڑے لوگوں کی رقم لگی ہوئی ہے۔ ہمارا منافع بھی

اسی حساب سے بڑا ہو گا۔“

”سرجی۔ ہمیں تو اتنی بڑی رقم کی گنتی بھی نہیں آتی ہے۔“ میں نے ہنس کر کہا

اور جیکب بھی ہنسنے لگا پھر ایک ہلکی سی آواز سنائی دی اور جیکب نے جلدی سے ایک دائر

لیس نکال لیا اس کا امیریل کھینچا اور چہرے کے قریب کر کے بولا۔

”ایکس ای تھری کالنگ۔ ایکس ای تھری۔ اور۔“

”کیا مطلع صاف ہے؟“

”آسمان بالکل شفاف ہے۔“ جیکب نے جواب دیا۔

”ہم ہاف لائن تک آگئے ہیں۔“

”آل کلینٹر۔“

”اوکے۔ انتظار کرو۔ اور اینڈ آل۔“ جیکب نے ٹرانسمیٹر واپس رکھ لیا اور پھر چیخ

کر جارج کو آواز دی اور ادھر ادھر گردن گھمانے لگا پھر وہ کچھ کہنے والا تھا کہ میں نے

کہا۔

”جارج ابھی تک واپس نہیں آیا سر۔“

”اس۔ کیا مطلب؟“ جیکب نے حیرانی سے کہا۔

”جی ہاں کہہ رہا تھا ایک گھنٹے میں پہنچ جائے گا۔“

”کہاں سے؟“

”یہ تو نہیں معلوم سر۔ راستے میں اتر گیا تھا۔ مجھ سے کہا کہ ٹرک روکو تو میں نے

روک دیا وہ نیچے اتر کر بولا کہ اب تم جاؤ میں ایک گھنٹے میں آ جاؤں گا۔“

”کیا بکواس کر رہے ہو۔“ جیکب غرا کر بولا پھر جلدی سے سنبھل گیا۔ ”میں نہیں

سمجھا کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔“

”سر آپ نے مجھے اس کے بارے میں کوئی ہدایت تو نہیں دی تھی۔“

”ہاں وہ تو ٹھیک ہے لیکن تم..... اوہ مجھے بتاؤ کیا ہوا تھا۔“

”سر کوٹھی سے ہم ساتھ چلے تھے۔ میں ٹرک چلا رہا تھا۔ آرک لائن پہنچ کر اس

نے مجھ سے ٹرک رکوایا اور وہاں نیچے اتر گیا۔ مجھ سے بولا کہ تم پوائنٹ پر پہنچو میں ایک

گھنٹے میں تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔ میں نے کہا ٹھیک ہے پھر میں یہاں آگیا۔ سر مجھے تو

ان لوگوں کے بارے میں بھی نہیں معلوم تھا۔“

”جارج۔“ جیکب کے منہ سے فکر مندی سے نکلا۔ چند لمحات خاموش رہ کر اس

نے کہا۔ ”نہیں..... وہ کامل بھروسے کا آدمی ہے کسی مشکل میں پھنس گیا ہو اور.....“

اور..... مگر یہ کیسے ہوا یہ ممکن تو نہیں ہے۔ جارج..... اوہ..... وہ آگئے۔“ وہ

ایک طرف دیکھ کر بولا۔ میری گردن بھی اسی طرف گھوم گئی شام کے دھندلاکوں میں مغربی پہاڑیوں کے کنارے پر دو ٹرک نمودار ہوئے تھے اور بہت سست رفتاری سے اسی طرف آرہے تھے۔

جیکب بہت بے چین نظر آ رہا تھا، پھر اس نے خود کو سنبھالا اور کندھے سے لٹکی ہوئی دوربین آٹکھوں پر لگا کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ میں خاموشی سے اس کے قریب کھڑا رہا۔ آخر میں جیکب نے دوربین دونوں ٹرکوں پر فوکس کر دی۔ جارج کے موجود نہ ہونے سے وہ یقیناً جانے کیسے کیسے وسوسوں کا شکار ہو گیا ہو گا۔ بار بار اسے دورہ سا پڑا تھا اور وہ چاروں طرف گردن گھمانے لگا تھا۔ نہ جانے اس پہ کیا بیت رہی تھی۔ ادھر امیر شاہ دم سادھے ہوئے تھا۔

ٹرک اب بالکل قریب آگئے تھے اور فضا پہ ایک اعصاب شکن سناٹا طاری ہو رہا تھا۔ دیکھیں اب نہ جانے کیا ہو۔



یہ بات ظاہر ہو گئی تھی کہ جیکب ہی اسلحے کی اسمگلنگ کے اس گروہ کو کنٹرول کرتا تھا۔ حاجی غفار اور اس کے بیٹے بظاہر اس کاروبار کے فنانسر معلوم ہوتے تھے۔ وہ جیکب کو اپنا ملازم سمجھتے تھے، لیکن اصل معاملہ کچھ اور تھا۔ وہ لوگ خواہ اس معاملے میں کتنی ہی گہرائیوں میں اترے ہوئے ہوں، لیکن شاید وہ جیکب کی اصلیت کو نہیں سمجھتے تھے۔ جیکب نے انھیں اپنا آلہ کار بنا رکھا تھا اور ان کی آڑ میں شکار کھیل رہا تھا۔ بہر حال یہ ساری باتیں بعد کے سوچنے کے لیے تھیں، میں ان ٹرکوں پر نگاہیں جمائے ہوئے تھا۔ ادھر جیکب شدید سنسنی کا شکار تھا اور اس کے ذہن میں نجانے کیا کیا وسوسے پل رہے تھے۔ ادھر مجھے یقین تھا کہ کرنل امیر شاہ نے اپنے تمام منصوبے مکمل کر رکھے ہوں گے اور بہت جلد یہاں ایک خوفناک ہنگامی آرائی کا آغاز ہونے والا ہے۔

ماحول میں بڑی سنسنی پھیلی ہوئی تھی اور ٹرک برق رفتاری سے آگے بڑھتے چلے آرہے تھے۔ یہاں ان کے استقبال کے لیے معقول انتظامات تھے اور سب متحسّس نگاہوں سے انھیں دیکھ رہے تھے۔ جیکب نے اس ڈیل کے بارے میں بتایا تھا جس کی مالیت کروڑوں تھی لیکن اصل مسئلہ اس وقت بالکل ہی مختلف ہو گیا تھا۔ آخر کار انتظار کی یہ گھڑیاں ختم ہوئیں اور دیو ہیکل ٹرک جو خاص طور سے شاید ایسے ہی سفر کے لیے بنائے گئے تھے، قریب پہنچ گئے۔ ادھر سے جیکب وغیرہ کو دیکھ لیا گیا تھا اور اشارے نشر ہونے

لگے تھے۔ ان لوگوں کو اس بات کا ذرہ برابر احساس نہیں تھا کہ آج صورت حال بالکل مختلف ہے۔ جیکب نے آگے بڑھ کر ان کا استقبال کیا، میں خاص طور سے ان ٹرکوں کو دیکھ رہا تھا۔ بہت ہی شاندار طریقے سے بنائے گئے تھے اور اس قسم کے معاملات رکھے گئے تھے ان میں کہ وہ ناہموار اور مشکل راستوں پر سفر کر سکیں، پھر ان سے بہت سے آدمی نیچے اتر آئے اس کے بعد جیکب وغیرہ سے گفتگو کرنے لگے۔ جیکب مجھ سے کوئی بیس قدم آگے بڑھ گیا تھا اور اس وقت اس نے اپنی اس محبت کا اظہار نہیں کیا تھا، جو وہ اب تک مجھ سے کرتا چلا آیا تھا۔ ان لوگوں سے گفتگو کرتے ہوئے اس نے مجھے شریک کرنے کی کوشش نہیں کی تھی، ویسے بھی یہ مناسب بات تھی، میں اب اتنی بڑی شخصیت بھی نہیں تھا، اس کی نگاہوں میں۔

بہر کیف معاملات طے ہوتے رہے۔ جیکب نے غالباً کاغذات وغیرہ دیکھے اور ان لوگوں سے گفتگو کرتا رہا۔ میرے دل میں شدید خواہش تھی کہ میں ان لوگوں کی گفتگو سن سکوں تاکہ مجھے یہ اندازہ ہو سکے کہ اسلحہ لے کر آنے والے کون سے ملک سے تعلق رکھتے ہیں ان کی زبان کیا ہے اور جیکب سے ان کے کاروبار کی نوعیت کیا ہے لیکن ہر کام اپنی پسند کے مطابق نہیں ہو جاتا۔ جیکب نے چونکہ خود مجھے اپنے ساتھ آنے کے لیے نہیں کہا تھا اس لیے میں خود بھی آگے نہیں بڑھا تھا اور اتنے فاصلے سے ان لوگوں کی گفتگو سن لینا ممکن نہیں تھا۔

بہر حال یہ معاملات طے ہوتے گئے اور اس کے بعد غالباً رقم کے لین دین کا مسئلہ ہونے لگا۔ ماحول کچھ اس طرح ہو گیا تھا کہ ان لوگوں کو یہ احساس نہ رہے کہ ان کے خلاف کوئی جال بنا گیا ہے اور اس کے بعد کرنل امیر شاہ نے جس طرح اپنے کام کا آغاز کیا وہ بھی ایک قابل تحسین طریقہ تھا۔ غالباً چھ ہیلی کاپٹر تھے جو اس علاقے کے مختلف حصوں سے فضا میں بلند ہوئے تھے، لیکن ان کی مشینیں اشارت ہونے کی آواز فوراً ہی یہاں تک پہنچ گئی تھی اور چاروں طرف جھگڑا مچ گئی تھی۔ وہ لوگ جیرانی سے ایک دوسرے کی صورت دیکھ رہے تھے۔ کسی کی آواز ابھری۔

”یہ کیا ہے مسٹر جیکب۔ یہ کیا ہے؟“
 ”پپ پتا نہیں۔“ جیکب کی ہراساں آواز ابھری۔
 ”کیا ہم پر ریڈ کیا جا رہا ہے؟“
 ”مم معلوم نہیں۔“

”سنجھالو مورچہ سنجھالو..... بھاگو.....“ وہ لوگ کہنے لگے۔ اصل میں انھیں یہ احساس تھا کہ ٹرک لے کر واپس نکلنا تو کسی طور ممکن نہیں ہے، اسلحہ سے بھرے ہوئے ٹرکوں پر اگر ہیلی کاپٹر گولیاں برسنا شروع کر دیں تو ان لوگوں کا کیا حشر ہوگا، اس کا انھیں بخوبی اندازہ تھا۔ چنانچہ سب سے پہلی کوشش یہی تھی کہ ٹرکوں سے دور نکل آیا جائے، جیکب بھی خوف زدہ انداز میں بھاگا اور میرے قریب پہنچ گیا۔ اس نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”نکلو..... نکلو..... بھاگو یہاں سے نکلو۔ بہت برا ہو گیا، بہت برا ہو گیا۔“
 ہم لوگ چٹانوں پر دوڑنے لگے، لیکن ہیلی کاپٹروں جیسی تیزی انسانوں میں نہیں آسکتی تھی اور دوسری بات یہ کہ یہاں ایسے درخت اور جنگل بھی نہیں تھے جو انسانوں کو اپنی آڑ میں پوشیدہ کر سکتے۔ لے دے کر چٹانیں وغیرہ تھیں جن میں چھپا جاسکتا تھا، لیکن ہیلی کاپٹروں میں بیٹھے ہوئے لوگوں نے نئی کارروائی کی، حالانکہ پوری طرح تاریکی مسلط نہیں ہوئی تھی، لیکن ہیلی کاپٹروں سے بڑی بڑی سرچ لائٹیں روشن ہوئیں اور پورا علاقہ منور ہو گیا۔ اس طرح چٹانوں کے پیچھے چھپنے کی کارروائی بھی نہ ہو سکی۔ البتہ ان میں سے کچھ لوگوں نے مورچے ضرور سنجھال لیے تھے اور لائٹ اسٹین گنوں سے انھوں نے ہیلی کاپٹروں پر فائرنگ شروع کر دی تھی۔ یہ خاصی سنسنی خیز بات تھی لیکن بہر حال ہیلی کاپٹر بھی فوجی تھے اور انھیں اس قسم کے حربوں سے بچنا آتا تھا۔ چنانچہ خدا کے فضل سے کسی ہیلی کاپٹر کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکا اور تاک تاک کر ان لوگوں کو نشانہ بنایا گیا جو ہیلی کاپٹر پر فائرنگ کر رہے تھے۔ ان لوگوں کو ہلاک کرنا ضروری تھا۔ لمحوں میں یہ احساس ہو گیا کہ فوجی کارروائی بہت موثر اور مکمل ہے اور اب جو لوگ یہاں گھر گئے ہیں ان کا بچنا ناممکن

ہو گیا ہے، چنانچہ اب مجھے اپنے عمل کا آغاز کرنا تھا۔ جیکب بھی ادھر ادھر دوڑ رہا تھا اور بار بار پوزیشن بدل کر ہیلی کاپٹروں سے چلائی ہوئی گولیوں کی زد سے بچنے کی کوشش کر رہا تھا، پھر زمینی طور پر بھی کارروائی ہوئی اور ہم نے ٹرکوں کی گڑگڑاہٹیں سنیں۔ جیکب ان گڑگڑاہٹوں کو سن کر بالکل ہی حواس باختہ ہو گیا اور اتفاق سے دوڑتا ہوا میرے قریب آگیا۔

”ارشاد! اس نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔

”سر۔“

”گڑ بڑ ہو گئی۔“

”جی سر۔“

”اب کیا کیا جائے؟“

”سر بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہاں اگر ہم یہ سوچیں کہ صورت حال کو کنٹرول کر لیا جائے گا تو ممکن نہیں ہے۔“

”سو فیصد میرا بھی یہی خیال ہے۔“

”بہتر یہ ہے کہ اب ان لوگوں کو نظر انداز کر کے ہمیں یہاں سے کسی ایسی جگہ کی تلاش کرنی چاہیے جہاں سے ہمیں نکلنے کا موقع ملے۔“

”یار میں کچھ ندوس ہو گیا ہوں۔“ اس نے کہا۔

”میرے ساتھ آئیے سر۔“ میں نے جیکب کا ہاتھ پکڑ لیا اور اس کے بعد میں برق رفتاری سے ادھر ادھر نگاہیں دوڑانے لگا۔ میں نے کافی فاصلے پر گھرائیوں میں وہ موٹر سائیکل کھڑی ہوئی دیکھی جس کے بارے میں مجھے پہلے سے ہدایت کر دی گئی تھی اور پھر میں محتاط انداز میں جیکب کا ہاتھ پکڑے ہوئے ان گھرائیوں کی جانب بڑھ گیا۔

”ادھر کہاں؟“ جیکب نے سوال کیا۔

”آئیے سر تقدیر آزماتے ہیں۔“ میں نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔“ جیکب بولا اور مسلسل میرے ساتھ چلتا رہا۔ ہیلی کاپٹر بدستور

کارروائیوں میں مصروف تھے، انہوں نے یہ خیال بھی رکھا تھا کہ کوئی گولی ٹرک پر نہ لگے، وہاں موجود لوگوں میں سے جو جو مقابلہ کر رہا تھا اسے موت کے حوالے کرنا ضروری تھا۔ چنانچہ چیخیں بھی ابھر رہی تھیں۔

جیکب ڈھلانوں میں اترنے لگا، پھر ایک بار جھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔

”میں گر پڑوں گا۔ کہاں لے جا رہے ہو تم مجھے؟“

”سر میں نے ایک ایسی چیز دیکھی ہے کہ اگر ہم اس تک پہنچ جائیں تو شاید ہمارے

بچنے کے امکانات پیدا ہو جائیں۔“

”کہاں، کس طرف؟“

”آئیے میرے ساتھ چلے آئیے۔“ میں نے کہا اور جیکب اپنی مقدور بھر کوشش

کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم موٹر سائیکل تک پہنچ گئے۔ جیکب نے موٹر سائیکل دیکھ

لی تھی اور حیرت سے اچھل پڑا تھا۔ ”ارے یہ.....؟“

”فوجی معلوم ہوتی ہے۔“

”ہاں۔“

”آئیے۔“ میں نے کہا اور موٹر سائیکل کے قریب پہنچ گیا۔ چابی لگی ہوئی تھی۔ میں

نے جلدی سے موٹر سائیکل اسٹارٹ کی اور جیکب کو اپنے پیچھے بٹھالیا۔

”سر اس وقت آپ کی زندگی اسی میں ہے کہ مجھے مضبوطی سے پکڑے رکھیے۔“

”بے فکر رہو۔ تم چلو.....“ اور اس کے بعد میں نے موٹر سائیکل وہاں سے

آگے بڑھا دی۔ ایک ہیلی کاپٹر غوطہ لگا کر ہماری جانب آیا اور گولیوں کی لکیر بناتا ہوا آگے

نکل گیا۔ میں نے موٹر سائیکل کو نہایت مہارت سے کنٹرول کر لیا تھا۔ یہ بات کرنل امیر

شاہ نے مجھے بتائی تھی کہ مجھے شک سے بالا تر رکھنے کے لیے مجھ پر گولیاں چلائی جائیں گی،

یہ گولیاں اس طرح چلائی جائیں گی کہ ان میں سے کوئی گولی کارگر نہ ہو سکے۔ جیکب میری

کمر سے بندر کے بچے کی طرح لپٹا ہوا بیٹھا تھا اور میں موٹر سائیکلنگ کا مظاہرہ کر رہا تھا

اور واقعی اس میں بعض جگہ مجھے بڑی مہارت ہی سے کام لینا پڑا تھا۔ کیونکہ پہاڑی علاقہ

تھا اور اس پر موٹر سائیکل چلانا آسان کام نہیں تھا، بہر حال موٹر سائیکل اچھلتی کودتی آگے بڑھتی رہی۔ ہیلی کاپٹروں نے دو عین بار ہم پر فائرنگ کی اور ایک بار گولیاں ہمارے کافی قریب سے گزریں۔ میں نے دل ہی دل میں گولیاں چلانے والوں کو گالیاں دیں کہ یار کہیں نشانہ غلط ہی مت کر بیٹھنا۔ ساری مشکلات کا حل یہیں اس جگہ مل جائے گا۔

پھر اس کے بعد ہم سڑک پر آگئے اور سڑک پر پہنچنے کے بعد میں نے موٹر سائیکل کی رفتار اس حد تک تیز کر دی کہ جیکب کو آنکھیں بند کر کے بیٹھنا پڑا۔ وہ خاموشی سے مجھ سے لپٹا ہوا تھا اور میں موٹر سائیکل چلا رہا تھا۔

ہیلی کاپٹروں کی کارروائی اب اتنی دور ہو گئی تھی کہ ہمیں اس کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں ہو رہا تھا۔ آخر کار شہر کی روشنیاں نظر آنے لگیں اور شہر میں داخل ہوتے ہی جیکب کو ہوش آگیا۔ اس نے کہا۔

”ارشاد، ارشاد۔ گاڑی کسی بھی جگہ روک دو، یہاں سے ہمیں دوسری گاڑی مل جائے گی۔“

”سر ہمارا تعاقب کوئی بھی نہیں کر رہا، میرا خیال ہے اس عالم میں ہمیں کسی ایسی جگہ چلنا چاہیے جہاں ہمیں پناہ مل سکے۔ ہم اس محلے اور اس پوزیشن میں نہیں ہیں کہ سڑک پر اتر کر گاڑیاں تلاش کرتے پھریں۔“

”اوکے اوکے۔ پھر بائیں سمت چلو۔ بائیں سمت۔“ میں نے جیکب کی ہدایت پر عمل کیا اور چلتا رہا، اور اس کے بعد میری آنکھیں کسی قدر حیرت سے سکڑ گئیں جب میں نے جیکب کو حاجی غفار کی کوٹھی کی طرف جاتے ہوئے دیکھا۔

”نہیں سامنے نہیں ہمیں عقب سے چلنا ہے۔“ جیکب نے کہا، اور ہم تھوڑی دیر کے بعد حاجی غفار کی کوٹھی کے عقب میں پہنچ گئے۔ یہاں میں نے موٹر سائیکل روکی تو جیکب جلدی سے نیچے اتر گیا۔ کوٹھی کے عقب میں ایک دروازہ بنا ہوا تھا۔ جیکب اس دروازے کے پاس پہنچا اور چند لمحوں کے بعد دروازہ کھل گیا، دروازہ غالباً جیکب نے اپنے ہی کسی عمل سے کھولا تھا، میں تمام کام سنسنی خیز نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ یہ اندازہ تو خیر

پہلے ہی تھا کہ یہ سارا معاملہ حاجی غفار کا ہی ہے اور یہ سب ملی بھگت رکھتے ہیں، لیکن جیکب کا یہاں اس قدر اقتدار ہے۔ یہ بات مجھے نہیں معلوم تھی اس سے پہلے میں نے کبھی حاجی غفار کی اس عظیم الشان کوٹھی کے عقبی حصے کو نہیں دیکھا تھا، لیکن اس وقت مجھ پر نئے انکشافات ہو رہے تھے۔ جیکب نے رک کر کہا۔ ”ارشاد۔“

”جی سر۔“

”اس موٹر سائیکل سے کیسے پیچھا چھڑایا جائے۔“

”سر جیسا آپ حکم دیں۔“

”تم ایسا کرو اسے یہاں سے کچھ فاصلے پر چھوڑ آؤ۔ اس وقت میں کسی اور پر بھروسہ نہیں کر سکتا۔“

”پھر اس کے بعد۔“

”بس تم جاؤ، جس طرح بھی ممکن ہو سکے اس سے پیچھا چھڑا کے آؤ اور سنو اس پر سے اپنے ہاتھوں وغیرہ کے نشانات صاف کر دینا۔ جگہ کوئی ایسی منتخب کرنا جہاں سے اس کا اس کوٹھی سے کوئی تعلق ظاہر نہ ہو سکے۔“

”جی سر۔“

”ہوشیاری سے کام کرنا اور کام ختم ہوتے ہی واپس آجانا۔“

”جی سر۔“ میں نے کسی قدر الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔ کیونکہ یہ معاملہ ذرا خراب ہو رہا تھا اور میں جیکب کے ساتھ ہی رہنا چاہتا تھا، جیکب نے ایک لمحے میں میری الجھن کو محسوس کیا پھر بولا۔ ”اچھا خیر چھوڑ آ جاؤ، اسے اندر ہی لے آؤ۔“

میں نے کسی قدر مطمئن انداز میں گردن ہلائی اور موٹر سائیکل کا انجن بند کر کے اسے دروازے سے اندر لے آیا۔ دروازے کے دوسری جانب ایک راہداری سی تھی جو دونوں سمت چلی گئی تھی اس راہداری میں ہم نے موٹر سائیکل کو کھڑا کر دیا۔ جیکب نے دروازہ اندر سے بند کر لیا تھا۔

راہداری میں پڑے کوڑے کرکٹ کے ڈھیر سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ یہ استعمال

نہیں کیا جاتی اور شاید خاص ہی خاص موقعوں پر اسے استعمال کیا جاتا ہے۔ موٹر سائیکل کھڑی کرنے کے بعد میں جیکب کے ساتھ بائیں سمت چل پڑا۔ کیونکہ موٹر سائیکل داہنی سمت کھڑی کی گئی تھی اور ادھر سے راستہ تقریباً بند ہی ہو گیا تھا۔ راہداری کافی لمبی تھی۔ مجھے حیرت ہوئی کہ یہ راہداری دوسروں کی نگاہوں سے کیسے چکی ہوئی ہے، لیکن بہر حال یہ اتنی حیرت کی بات نہیں تھی ہم تقریباً سو قدم چلنے کے بعد داہنی سمت بنے ہوئے ایک اور دروازے سے اندر داخل ہو گئے۔ جیکب کو دیکھ کر تو یوں لگتا تھا جیسے وہ اس جگہ کاربے والا ہو، اور اسے اس گھر کے ایک ایک کونے کے بارے میں علم ہوا اور اس طرف کسی اور انسان کا گزر ہی نہ ہو، لیکن بہر حال اس وقت ان باتوں پر غور کرنا ممکن نہیں تھا۔

جس جگہ ہم داخل ہوئے، وہ بھی عجیب و غریب تھی بس دس بائی دس کا ایک چھوٹا سا کمرہ، جس میں اس دروازے کے علاوہ ایک اور دروازہ بنا ہوا تھا، لیکن جیکب اس کمرے کی ایک دیوار کے پاس رک گیا۔ یہاں رک کر اس نے دیوار میں لگے ہوئے سوئچ بورڈ سے ایک بٹن کو کئی بار نیچے دبایا اور اس کے بعد میں نے دیوار میں ایک اور دروازہ نمودار ہوتے ہوئے دیکھا۔ وہ سل اینٹوں یا پتھر کی نہیں تھی جو ایک جانب کھسک گئی تھی بلکہ شاید کسی خاص چیز سے بنی ہوئی تھی، لیکن اس کا کوئی جوڑ اس سے پہلے نظر نہیں آتا تھا، میں نے اپنے بدن میں کافی سنسنی محسوس کی، کیونکہ اس دروازے کے دوسری جانب سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں، اس کا مقصد ہے کہ حاجی غفار نے اپنے اس کام کے لیے خاصا مناسب ہندو بست کر رکھا ہے اور آسانی سے اس کے بارے میں کسی کو معلومات نہیں حاصل ہو سکتی تھیں۔

میں جیکب کے ساتھ میڑھیوں سے نیچے اترتا چلا گیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک کافی وسیع کمرے میں داخل ہو گئے۔ جیکب یہاں کے معاملات سے پوری طرح واقف معلوم ہوتا تھا۔ ایک دیوار پر سوئچ تلاش کر کے اس نے کمرے کا انٹرکنڈیشنر بھی کھول دیا اور لائٹ بھی جلا دی، پھر وہ ایک جانب بڑھ گیا۔

میں کمرے کے ماحول کا جائزہ لے رہا تھا یہاں کچھ الماریاں رکھی ہوئی تھیں، دو تین

لکھنے کی میزیں تھیں اور ایک طرف صوفہ سیٹ پڑا ہوا تھا۔ میزوں کے ساتھ کرسیاں بھی تھیں۔ جیکب نے تھکے تھکے انداز میں کہا۔

”بیٹھو اور شاؤ بیٹھ جاؤ..... بیٹھو بیٹھو..... بیٹھ جاؤ۔“

وہ کافی پریشان نظر آ رہا تھا۔ صوفے پر پشت سے سر ٹکا کر اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ میں نے ایک کرسی گھسیٹ لی اور بیٹھ گیا۔ جیکب تین چار منٹ تک آنکھیں بند کیے رہا، پھر ایک دم سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

”پکڑا گیا، کروڑوں روپے کا مال پکڑا گیا، کروڑوں کا مال پکڑا گیا۔ اود میرے خدا یہ نقصان۔ یہ..... یہ نقصان شاید ہمیں لے ڈوے، اود ہو یہ سب کچھ..... یہ سب کچھ معمولی بات تو نہیں ہے..... یہ سب کچھ معمولی بات تو نہیں ہے، لیکن..... لیکن،“

اول کچھ کرنا چاہیے..... کچھ کرنا چاہیے۔ ہمارا بیٹھے رہنا مناسب نہیں ہو گا۔“

وہ مضطربانہ انداز میں کھڑا ہو گیا۔ میں بھی کھڑا ہو گیا تھا، پھر میں نے جیکب کو ایک جانب بڑھتے ہوئے دیکھا۔ ایک الماری سے اس نے ٹرانسمیٹر نکالا تھا اور میز پر رکھ کر اس نے اسے آن کر دیا۔ ٹرانسمیٹر کے قریب چہرہ کر کے اس نے کہا۔ ”مسٹر جے..... مسٹر جے۔ میں یہاں موجود ہوں۔ فوراً میرے پاس آجائیے مسٹر جے۔“

”خیریت جیکب کہاں سے بول رہے ہو۔“ دوسری طرف سے آواز ابھری۔

”اس ٹرانسمیٹر پر کہاں سے بولا جاسکتا ہے سر۔“

”اود ہو تم واپس آگئے ہو؟“

”جی سر۔“

”لیکن کیوں؟ کوئی خاص بات ہے کیا؟“

”آپ تمام باتیں وہیں سے پوچھ لیں گے۔“

”میں آ رہا ہوں۔“

”اود کے سر۔“ جیکب نے کہا اور ٹرانسمیٹر بند کر دیا، پھر وہ دوبارہ اپنی جگہ واپس جا

بیٹھا اور گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ کافی پریشان تھا وہ، اور میں اس کی پریشانی کی وجہ ابھی

طرح جانتا تھا۔

بہر حال وہ مجھ پر اس قدر اعتماد کرنے لگا تھا کہ اس نے مسٹر جے کا راز میرے سامنے کھول دیا تھا۔ اب پتا نہیں یہ مسٹر جے کون ہے اور کہاں سے آنے والا ہے لیکن تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ اس نے خانے کی پڑھیوں پر آوازیں سنائی دیں اور اس کے بعد ایک شخص اندر داخل ہو گیا، لیکن اسے دیکھ کر میرے ذہن کو شدید جھٹکا لگا تھا۔ وہ بھی نیچے آنے کے بعد جیکب کے ساتھ مجھے دیکھ کر بری طرح ٹھٹھک گیا تھا اور ایک لمحے کے لیے اس کے چہرے پر بوکھلاہٹیں سی نمودار ہو گئی تھیں۔ یہ حاجی غفار کا بیٹا جبار تھا۔ وہی بھول سا شخص جو الٹی سیدھی باتیں کرتا رہتا تھا اور جس کے بارے میں سب کا اندازہ تھا کہ وہ ایک ناکارہ آدمی ہے، اور کم از کم حاجی غفار کے معاملات میں شریک نہیں ہے اس نے پہلے مجھے پھر جیکب کو گھور کر دیکھا تو جیکب نے کہا۔

”نہیں مسٹر جے آجائے۔ اب اس شخص سے ہم کوئی بات راز نہیں رکھ سکتے۔“

میں حیرتوں کا سفر کر رہا تھا، یہ باقاعدہ ان معاملات میں اس قدر ملوث ہے مجھے اندازہ نہیں تھا۔ جیکب نے اسے بیٹھنے کے لیے جگہ دی اور بولا۔ ”سب کچھ چوپٹ ہو گیا۔ بالکل چوپٹ ہو گیا۔“

”کیا بکو اس کر رہے ہو جیکب؟“

”چوپٹ کا مطلب چوپٹ ہوتا ہے مسٹر جبار۔“

”کیا ہوا کچھ بولو تو سہی؟“

”ملٹری حرکت میں آگئی۔ پوائنٹ پر ہیلی کاپٹروں سے حملہ کیا گیا۔ سارا اسلحہ قبضے میں لے لیا گیا ہے دوسری طرف سے آنے والے افراد کی زندگی کی کوئی ضمانت نہیں ہے۔ ہمارے آدمی بھی یقینی طور پر فوجی تحویل میں چلے گئے ہوں گے۔ سارے راز کھل گئے ہیں، اب کچھ بھی نہیں ہو سکتا، سب کچھ چوپٹ ہو گیا ہے۔“

”کیا بکو اس کر رہے ہو، کیا تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔“ جبار نے کہا اور جیکب بھویں اٹھا کر اسے دیکھنے لگا، پھر آہستہ سے بولا۔ ”اس کھیل میں یہ سب کچھ تو ہوتا ہے

مسٹر جبار ہمیں اچھے دنوں کے ساتھ برے دن بھی دیکھنے پڑتے ہیں۔

”لیکن یہ سب کیسے ہوا؟“

”ایک آدمی غدار کر گیا۔ دعویٰ سے کہتا ہوں کہ اسی کی وجہ سے یہ سب کچھ ہوا

ہے۔“

”کون.....؟“ جبار نے پوچھا۔

”جارج۔“

”جارج.....؟“

”ہاں۔“

”وہ تو تمہارا خاص آدمی تھا۔“

”ہاں کہیں ٹریپ ہو گیا۔“

”مگر کیسے؟“

”میں آپ کو پوری تفصیل بتاتا ہوں مسٹر جے۔“

”تفصیل کو جنم میں جھونکو۔ یہ بتاؤ کیا ان کے قدم ہم تک پہنچ سکتے ہیں؟“

”سو فیصد امکانات ہیں۔ ظاہر ہے جو لوگ گرفتار ہوئے ہیں انہیں زبان تو کھولنی

ہی پڑے گی۔“

”مگر بات ملٹری تک کیسے پہنچ گئی؟“

”پہنچی تو چاہیے تھی۔“

”کیوں؟“

”عجیب سوال ہے۔ وہ اپنے وطن کے محافظ ہیں اور معاملات سرحدوں سے ہو

رہے تھے۔“

”سارا معاملہ چوپٹ ہو جائے گا۔“

”ہو جائے گا نہیں ہو گیا ہے مسٹر جبار۔“

”گویا کھیل ختم؟“

”اندازہ یہی ہوتا ہے۔“

”اور وہ رقم جو میں نے دی تھی۔“

”دوب گئی۔“

”جیکب تمہارا دماغ واقعی بالکل خراب ہو گیا ہے کیا۔ میں نے جو رقم دی تھی وہ میرا کل سرمایہ ہے اور یہاں میں نے جو سوداگروں سے ڈیل کر رکھی ہے، مجھے اس کی ادائیگی کرنا ہوگی۔ تم نجانے کیا کہو اس کر رہے ہو، اگر ہم نے اسلحہ ان لوگوں تک نہیں پہنچایا تو جانتے ہو ہمارا حشر کیا ہوگا؟“

”اب جو کچھ بھی ہوگا سر وہ تو ہوتا ہی ہے۔ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ اس کھیل میں بات بگڑتی جی ہے اور جیتی بھی ہے۔“

”تو گویا سب کچھ چوپٹ.....؟“

”جی۔“

”مگر اس کے ذمہ دار تم ہو۔“

”ویری گڈ۔ مجھے اندازہ تھا مسٹر جبار آپ کروڑوں روپے کما چکے ہیں میرے ذریعے، نفع اور نقصان تو ہوتا ہی رہتا ہے، پہلے کوشش کیجئے اپنی زندگی بچانے کی۔“

”مجھ پر کوئی فرق نہیں پڑے گا، مگر میں..... میں یہ نقصان برداشت نہیں کر سکتا جیکب۔ تمہیں یہ نقصان پورا کرنا پڑے گا۔“

”آپ صرف مالی نقصان کی بات کر رہے ہیں مسٹر جبار اس نقصان کی بات کیجئے جو اس کے بعد آپ کو پہنچنے والا ہے۔“

”مجھے کیوں..... ذمہ دار تو تم ہو۔“

”ہوں اس کا مقصد ہے کہ آپ کی گنجائش صرف یہی تھی۔“

”ہاں۔ تمہیں میری ادا کی ہوئی رقم واپس کرنا ہوگی۔“ جبار نے کہا۔

”افسوس میں اس شریف شخص کی وجہ سے زندگی بچا کر یہاں تک پہنچا ہوں اور آپ صرف رقم کی بات کر رہے ہیں جبکہ بات صرف رقم کی نہیں ہے بلکہ اس کے بعد

بہت سے معاملات شروع ہو جاتے ہیں۔“

”مجھے ان سے کوئی دلچسپی نہیں ہے اب تمہیں یہاں اس وقت تک قید رہنا ہوگا

جب تک کہ میری رقم مجھے نہیں مل جاتی۔“

”قید.....؟“

”ہاں تم کیا سمجھتے ہو، میں نے یہ تہ خانے سات سال کی محنت سے بنوائے ہیں اور

یہاں ایسے انتظامات ہیں کہ میں کسی کو اپنی تحویل میں رکھ سکوں۔“

”لیکن اگر آپ رقم کی بات کرتے ہیں مسٹر جبار تو وہ میں کہاں سے ادا کروں گا۔“

”یہ بات میں نہیں جانتا۔ البتہ میں جو کھیل کھیلوں گا وہ تمہارے تصور سے بھی باہر

ہوگا۔ میں تو دنیا کی نگاہوں میں ایک شریف آدمی ہوں۔ میرا بھلا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے؟“

”ٹھیک ہے مسٹر جبار، آپ یہی مناسب سمجھتے ہیں تو ظاہر ہے میں نے تو ہمیشہ آپ

سے تعاون کیا ہے۔ یہ بھی کر لیجئے گا یہاں بھی میں آپ سے تعاون کروں گا۔“

”اٹھو..... اور اس شخص کو تم یہاں کیوں لے آئے ہو؟“

”میں نے کہا نا اس نے میری زندگی بچائی ہے۔“

”تمہاری..... میری تو نہیں۔ میں تو مشکل کا شکار ہو گیا ہوں، لیکن فکر کی بات

نہیں ہے۔ یہ تہ خانے بالکل محفوظ ہیں اور یہاں کسی کا پہنچنا ممکن نہیں ہے۔ تم یہاں قید رہو گے۔“

”تو میرے لیے کیا حکم ہے؟“

”اٹھو اے..... تم بھی ادھر آ جاؤ۔“ اس نے کہا اور میں اپنی جگہ سے اٹھ کر

جیکب کے پاس پہنچ گیا۔ جیکب بھی صوفے پر دونوں ہاتھ ٹکا کر اٹھنے لگا تھا، لیکن پھر جو کچھ ہوا اس کی توقع مجھے بھی نہیں تھی۔

جیکب اس طرح صوفے سے اٹھا، جیسے تھک گیا ہو، لیکن اس کا جھکا ہوا سر پوری

قوت سے آگے بڑھا اور جبار کے پیٹ پر لگا۔ جبار اچھل کر کئی فٹ دور جاگرا تھا۔ جیکب

نے چھلانگ لگائی اور جبار کے سینے پر سوار ہو گیا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے جبار کی

تھا۔ مجھے گزری ہوئی باتیں یاد آنے لگیں جس وقت ٹرک پکڑا گیا تھا اور ستارہ حاجی غفار سے بات کر رہا تھا تو یہ بار بار کہہ رہا تھا کہ میں وظیفہ پڑھ رہا ہوں کچھ نہیں ہوگا اور واقعی کچھ نہیں ہوا تھا۔ تو یہ ہے اس کا وظیفہ، لیکن بہر حال مارا گیا۔ اس قسم کے لوگوں کا انجام میں نے ایسا ہی دیکھا ہے۔ البتہ جیکب، اس شخص کی جانب سے مجھے بھی ہوشیار رہنا چاہیے کیونکہ بہر حال میں اس کے تمام معاملات کا رازداں بن گیا ہوں کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کے بعد میری ہی باری آجائے۔ بہر حال اگر شخص کی قربت حاصل رہی تو میں کرل امیر شاہ کے لیے اور بھی بہت سے کام کر سکتا ہوں۔ یہ کھیل تو ختم ہوا، دیکھنا یہ ہے کہ جیکب کا آگے کا کھیل کیا ہے۔ اس نے مجھے حاجی غفار کے ہاں ملازمت چھوڑ دینے کی ہدایت کی تھی اور پھر خود ہی اس پروگرام کو ملتوی کر دیا تھا۔ غالباً کچھ اور پروگرام اس کے ذہن میں آگیا تھا۔ ہو سکتا ہے وہ مجھے مزید آگے لے جانے کی کوشش کرے۔

بہر حال کافی تیار ہو گئی اور میں بڑے سلیقے سے اسے ٹرے میں لگا کر باہر نکل آیا۔ جیکب اطمینان سے اب صوفے پر پاؤں پھیلائے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر پریشانی کے آثار بھی کم ہو گئے تھے، لیکن زیادہ حیرت کی بات یہ تھی کہ جبار کی لاش اس جگہ موجود نہیں تھی، جہاں پڑی ہوئی تھی۔ میں نے کافی اس کے سامنے رکھی اور حیران لگا ہوں سے ادھر ادھر دیکھا تو جیکب مسکرا کر بولا۔ ”اپنے لیے کافی نہیں بنائی۔“

”بنائی ہے کہ لیکن آپ کے ساتھ.....“

”اوہ یار تم سے کتنی بار کہا ہے کہ اب تم میرے دست راست ہو بلکہ مجھے یہ کہنا چاہیے کہ اب تم میرے وجود کا ایک حصہ ہو کیونکہ اس وقت میری زندگی تمہاری مرہون منت ہے اگر تم ذہانت سے کام نہ لیتے تو میری کیا بساط تھی کہ میں فوج کے جنگل سے بچ کر نکل آتا، اب میں اتنا برا آدمی بھی نہیں ہوں کہ اپنے محسن کو اپنا ملازم ہی سمجھتا رہوں۔“

”پھر بھی سر میں تو آپ کا غلام ہوں۔“

”نہیں ڈیر۔ کافی لے آؤ اپنے لیے پھر بیٹھ کر باتیں کریں گے ابھی فی الحال یہاں

گردن دیوچ لی تھی۔ میں اس لمحے میں یہ فیصلہ نہیں کر پایا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے، لیکن بات آگے بڑھ چکی تھی۔ جبار کی زبان باہر نکل آئی تھی اور جیکب پوری قوت سے اس کی گردن دبا رہا تھا۔ چند ہی لمحات کے بعد جبار کے ہاتھوں پاؤں ڈھیلے پڑ گئے اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ میں خاموشی سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ جیکب یہ یقین کرنے کے بعد کہ جبار اب اس دنیا میں نہیں ہے، اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا اور پھر اس نے جبار کی لاش کو ایک ٹھوکرا مارتے ہوئے کہا۔

”ہونہ نجانے کیا سمجھتا تھا اپنے آپکو۔ ذلیل کمینہ انسان، میں نے اسے کروڑوں روپے کا فائدہ پہنچایا ہے، کروڑوں روپے کا۔ سنو ڈیئر ارشاد اس دروازے کے دوسری جانب کچن ہے اور اس کچن میں ضرورت کا سارا سامان موجود رہتا ہے۔ ہم لوگوں نے اس سے خانے کو اپنے لیے بہت کار آمد بنا رکھا ہے اور میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اگر اس کو ٹھنی میں، فوج ہی فوج بھر جائے، تب بھی اس سے خانے تک کسی کا پہنچنا ممکن نہیں ہے، کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا کہ یہاں اس کو ٹھنی میں یہ خانہ موجود ہے۔ تو میں تم سے یہ کہہ رہا تھا کہ کچن میں جا کر چائے بنا لو۔ چائے یا کافی جو کچھ بھی ہو، اس وقت بڑی طلب محسوس ہو رہی ہے۔“

”میں ابھی لاتا ہوں سر۔“ میں نے مستعدی سے کہا اور سامنے نظر آنے والے چھوٹے سے دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔

دوسری طرف واقعی ایک شاندار کچن موجود تھا۔ فریج زکھا ہوا تھا، کینسٹ بنے ہوئے تھے، اوون لگا ہوا تھا، برتن بھی موجود تھے۔ ہر چیز سلیقے کے ساتھ نظر آرہی تھی۔ میں نے تل سے پانی لیا اور کافی کے لیے پانی چڑھا دیا۔ کافی وغیرہ کے ڈبے بسکٹوں کے ساتھ پینے ہوئے تھے، یقیناً اس سے خانے کو اس قابل بنایا گیا تھا کہ اگر کسی کو یہاں چھپنے کی ضرورت پیش آئے تو وہ خاصا وقت گزار سکے، لیکن میری ذہنی کیفیت بھی اس وقت خاصی متاثر تھی۔ جبار اندر سے اس قدر مکروہ نکلے گا اس کا مجھے اندازہ نہیں تھا۔ جیکب نے اسے ختم کر دیا۔ یہ شخص اپنے آپ پر لہارہ اوڑھے ہوئے تھا اور سب کو بے وقوف بنا رہا

کوئی مشکل نہیں ہے۔ میں کافی حد تک مطمئن ہوں۔“

”جی سر۔“ میں نے کہا، واپس مڑا اپنے لیے کافی بنائی اور جیکب کے سامنے بیٹھا۔ جیکب کافی کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لے رہا تھا، پھر وہ مسکرا کر بولا۔ ”تمہاری آنکھیں جبار کی لاش تلاش کر رہی تھیں۔“

”جی سر۔“

”اس نے تمہارے سامنے ہی کہا تھا کہ یہاں اس نے قید خانے بھی بنا رکھے ہیں، لیکن اس بے وقوف کو یہ معلوم نہیں تھا کہ میں نے یہاں قبریں بھی بنا رکھی ہیں، وہ میری بنائی ہوئی قبر میں دفن ہو گیا۔ اتنی گمراہیوں میں پھنس گیا ہے وہ کہ اب اس کی لاش کو کبھی برآمد نہیں کیا جاسکتا۔“

”جی سر۔“ میں نے آہستہ سے کہا۔

”ضروری سمجھا کہ اس کی لاش ٹھکانے لگا دی جائے تاکہ ذہن پر ٹکدر نہ سوار رہے۔ بڑا دلچسپ کھیل ہے یہ ڈیئر ارشاد، اور اب تمہیں اس کے بارے میں بتانا ضروری سمجھتا ہوں۔“

”آپ کی مہربانی ہے، ویسے آپ یقین کیجئے میں تو اب آپ میں اس قدر ملوث ہو چکا ہوں کہ شاید خود بھی کوشش کروں تو آپ سے نہ ہٹ سکوں۔“

”تمہیں زندگی میں خود سے نہیں ہٹنے دوں گا ارشاد۔ تم نے اس طرح میرے ذہن میں اپنے لیے جگہ بنائی ہے، میں نے نجانے کس جذبے کے تحت تم سے کہا تھا کہ اپنی بیوی کو میکے بھیجا دو۔ حالانکہ مجھے امید نہیں تھی کہ صورتحال یہ ہو جائے گی، لیکن کبھی کبھی چھٹی حس بھی کام کرتی ہے، ویسے برا ہوا ہے، بہت برا ہوا ہے چونکہ میری تنظیم کو ابھی اس سلسلے میں اس ملک میں کافی کام کرنا تھا۔“ میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا، چند لمحات کے بعد وہ بولا۔

”تم نے میری تنظیم کے بارے میں سوال نہیں کیا؟“

”جی سر۔“

”میرا ایک باقاعدہ آرگنائزیشن ہے، یہ گدھے اس آرگنائزیشن کے جوتوں کی خاک بھی نہیں ہیں، ہم لوگ باقاعدہ ایک اسکیم کے تحت اس ملک کو اسلحہ سپلائی کر رہے ہیں تاکہ اس کی اندرونی کیفیات خراب رہیں، یہ ایک عظیم منصوبہ ہے جو تین ملکوں کے اشتراک سے عمل پذیر ہے۔“ میرے بدن میں چنگاریاں دوڑنے لگیں، کم بخت نے پھر میری اس رگ کو چھیڑ دیا تھا جو وطن کی محبت سے سرشار تھی۔ میں نے فوراً ہی اپنے آپ کو سنبھالا اور حیرت زدہ لہجے میں بولا۔ ”تین ملکوں کا اشتراک۔“

”تم کیا سمجھتے ہو، جیکب کون ہے، یہ تمہیں اب معلوم ہو گا، بس یوں سمجھ لو میں ایک ایجنٹ کی حیثیت سے یہاں کام کر رہا ہوں، تین ملکوں کے ایجنٹ کی حیثیت سے اور میرے ساتھ تم نے جن لوگوں کو دیکھا ہے ان میں سے کوئی بھی میرا عزیز یا رشتہ دار نہیں ہے، سب میرے ماتحت تھے، میں سمجھتا ہوں ارشاد کہ تم میرے ان ماتحتوں میں میرے سب سے زیادہ قریبی آدمی ہو اور تم نے جن صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا ہے اس کے بعد میں یہ سمجھتا ہوں کہ تمہیں تمام صورتحال سے آگاہ کر دیا جائے، تاکہ بعد میں تم جو کچھ بھی کرو وہ ان معلومات کی روشنی میں کرو۔“

”یہ بہت اچھی بات ہے سر، میں تو آپ کے ساتھ اب شامل ہو ہی چکا ہوں، اگر مجھے تھوڑی بہت تفصیلات معلوم ہو جائیں تو اس سے مجھے آئندہ کے فیصلے کرنے میں آسانی ہوگی۔“

”تم نے کمال کیا تھا، واقعی کمال کیا تھا، میں تو یہ سمجھ چکا تھا کہ اب ہم گھیر گئے مگر یہ کم بخت جارج اسے کس نے ٹریپ کر لیا کچھ سمجھ میں نہیں آتا، شیطان کا بچہ راستے میں اتر گیا تھا، اگر مجھے پہلے سے یہ بات معلوم ہوتی تو میں محتاط ہو جاتا۔“

”سر چونکہ مجھے ہدایات نہیں تھیں اس بارے میں، اس لیے میں نے کوئی اعتراض بھی نہیں کیا۔“

”سنو ڈیئر۔ اب تم میرے اسٹنٹ کی حیثیت رکھتے ہو، یہ بات میں صرف ادب پر دل سے یا وقتی طور پر خوش ہو کر نہیں کہہ رہا، بلکہ یہ ایک بہت بڑی حقیقت ہے تمہیں

آئندہ جو کچھ بھی کرنا ہے اپنی عقل سے کام لے کر کرنا ہے اور مجھے یقین ہے کہ تم بے پناہ ذہانت کے مالک ہو۔“

”شکریہ سر بے حد شکریہ۔“ میں نے کہا۔ وہ کسی سوچ میں ڈوب گیا، کچھ دیر خاموش رہا پھر بولا۔

”جیسا کہ میں نے تمہیں بتایا کہ میرا تعلق ایک بہت بڑے آرگنائزیشن سے ہے اور یہ آرگنائزیشن تین ملکوں کے اشتراک سے عمل میں آیا ہے ان تین ملکوں کے مفادات مشترک ہیں اور دنیا کے بیشتر ممالک میں وہ اپنے طور پر کارروائیاں کرتے ہیں ان دنوں ہمارا ٹارگٹ یہ ملک ہے، کچھ ایسی پالیسیاں چل رہی ہیں جن کے تحت اس ملک میں بد امنی پیدا کرنا ضروری ہے ہم اسی کے لیے سرگرم عمل ہیں، لوگوں کے مختلف قسم کے جذبات بھڑکا کر ہم یہاں خانہ جنگی کرانا چاہتے ہیں تاکہ یہ ملک کمزور ہو اور ہمیں میرا مطلب ہے ہمارے حلیف ممالک کو بہت سے مشکل مسائل سے نجات مل جائے، کچھ ایسے ہی چکر چل رہے ہیں جو ان ملکوں کی پالیسی کے مطابق ہیں۔ ہمیں اس پالیسی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے، ہمارا اپنا جو کام ہے وہی ہمیں سرانجام دینا ہے اور اس سلسلے میں یہاں سب سے بڑا کام ہمیں یہ سونپا گیا تھا کہ ہم یہاں اسلحہ گھر گھر میں پہنچا دیں۔ یہ اسلحہ سرحد پار کے ملک سے آتا ہے اور وہاں دوسری جگہوں سے، پھر یہ اسلحہ اس ملک میں اندرون ملک سپلائی کر دیا جاتا ہے اور ایسے تاجر جو خفیہ تجارت کرتے ہیں ان دنوں ہمارے ذریعے خاصا منافع کما رہے ہیں اور باقی کام اسی انداز میں ہو رہے ہیں، میرے پاس اسلحے کی سپلائی کا ٹھیکہ ہے اور اس سے حاصل ہونے والا منافع پچھتر فیصد مجھے ملتا ہے پچیس فیصد ان لوگوں کو جو مجھے فنانس کر رہے ہیں اور اس میں اس وقت ایک ہی پارٹی میرے ہاتھ میں ہے، یعنی حاجی غفار۔“

”سر حاجی غفار اور اس کے دونوں بیٹے آپ سے تعاون کر رہے ہیں۔“

”نہیں۔“ جیکب نے کہا اور ہنس پڑا۔ میں سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا تو

جیکب بولا۔

”حاجی غفار یا اس کا بیٹا ستار ہمارے ساتھ بالکل شامل نہیں ہیں، ہمارا اپنا کارکن ہی شخص تھا۔“

”یعنی جبار۔“

”ہاں۔ اس شخص نے اپنے طور پر اپنے آپ کو بڑا محفوظ کر لیا تھا، ایک مچھولی سی شخصیت اختیار کر کے اس نے سب کو بے وقوف بنا رکھا تھا، اور حاجی غفار اپنے بیٹے ستار کو اس سلسلے میں ملوث سمجھتا تھا۔ ستار بہت چالاک نوجوان ہے، لیکن ہم نے اسے اصل حقیقت کی ہوا بھی نہیں لگنے دی، وہ ہمارے بارے میں کھوج میں لگا ہوا ہے اور اپنے طور پر ان کوششوں میں مصروف ہے کہ کسی طرح ہمیں بے نقاب کر دے، وہ جانتا ہے کہ جبار اور میں مل کر کوئی ایسی کارروائی کر رہے ہیں جو پراسرار نوعیت کی حامل ہے لیکن ابھی تک وہ حقیقت کو نہیں پاسکا۔“ میں دل ہی دل میں عجیب سے احساسات محسوس کر رہا تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ ستار میرے ذریعے ان حقیقتوں کو پانا چاہتا تھا، جو ملک دشمنی پر مبنی ہیں اور حاجی غفار بھی محب وطن ہے، وہ سمجھتا ہے کہ اس کا بیٹا ستار برائیوں میں ملوث ہے، بہر حال جبار چالاک سے ستار کو باپ کی نگاہوں میں مشکوک کیے ہوئے تھا، مجھے اس کی بہت سے باتیں یاد آگئیں، جیکب کہہ رہا تھا۔

”میں نے ان لوگوں کے ہاں بظاہر ملازمت اختیار کر لی تھی کیونکہ مجھے ایسے ہی لوگ درکار تھے۔ بہر حال مجھے اس سے کافی فائدہ پہنچا ہے اور وہ لوگ باآسانی میرے جال میں پھنسے ہوئے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں نے یہاں رہ کر بہت کچھ کیا ہے جیسے یہ خانہ، عارضی طور پر یہ ہمارے لیے ایک بہترین پناہ گاہ ہے اور ہم اس میں کچھ وقت گزار سکتے ہیں، اصل میں دیکھنا یہ ہے کہ فوجی کارروائیاں کہاں تک پہنچتی ہیں اور ہمیں ان سے کیسے کیسے خطرات لاحق ہو سکتے ہیں۔“

”جی سر۔“

”تم بالکل بے فکر رہو، تمہاری بیوی محفوظ جگہ ہے ناں؟“

”جی سر۔“

”اور تم نے اسے سمجھا بھی دیا ہے کہ اگر تمہیں واپسی میں زیادہ وقت لگ جائے تو وہ تشویش کا شکار نہ ہو۔“

”سر بہت عرصے سے وہ اپنے میکے جانے کے بارے میں کہہ رہی تھی اور اس کی دلی آرزو تھی کہ وہ کچھ عرصے وہاں جا کر رہے، وہ تو بہت خوش ہوگی۔“

”گڈ اسے خوش ہونے دو، اگر ہم یہاں مشکوک ہو گئے اور یہ صورتحال کچھ زیادہ بگڑ گئی یعنی میں بھی روشنی میں آگیا تو پھر ہمیں سرحد پار کرنی ہوگی، کیا تم میرے ساتھ کچھ کام کرنا پسند کرو گے، دیکھو ارشاد میں تمہیں ایک بات بتا دوں، میں بھی دوستوں کا دوست ہوں، میرا عمدہ اس آرگنائزیشن میں کیا ہے یہ تو تمہیں بعد میں ہی معلوم ہوگا، لیکن بہر حال میں جس آدمی کو پسند کرتا ہوں اسے اپنے بہت قریب کر لیتا ہوں، میں ایک معمولی منیجر کی حیثیت سے ان لوگوں کے ساتھ کام کر رہا تھا، حالانکہ تم یقین کرو کہ حاجی غفار جیسے آدمیوں کو میں اپنا ملازم رکھ سکتا ہوں، لیکن کام بہر حال کام ہوتا ہے اور اس کو صحیح طور پر سر انجام دینے کے لیے مختلف روپ دھارنے پڑتے ہیں، تم جیسا آدمی اگر میرے ساتھ شامل ہے تو سمجھ لو کہ تمہاری اپنی حیثیت کیا ہوگی؟“

”سر میری تو یہ خوش قسمتی ہے کہ مجھے آپ کا سہارا حاصل ہوا۔“

”اچھا دوست اب یہ بتاؤ اس وقت ہمارے پاس اہم مسئلہ جو ہے وہ اس موٹر سائیکل کا ہے اس کا ہم کیا کریں؟“

”خیر اسے ہم آسانی سے یہاں سے لے جا کر کہیں دور چھوڑ سکتے ہیں۔“

”ہاں ایسا ہو سکتا ہے، لیکن تم.....“

”میرے لیے آپ جیسا کہیں۔“

”یہ بتاؤ کہ اگر یہاں سے ہٹ کر ہم کسی جگہ چھپنے کی کوشش کریں تو وہ سگہ کون سی ہو سکتی ہے؟“

”سر ویسے تو میری رہائش گاہ بھی ہے جہاں میں رہتا ہوں۔“

”ایں‘ ہاں ہے تو سہی۔“

”وہاں آپ کو کوئی تکلیف بھی نہیں ہوگی اور کسی کو شبہ بھی نہیں ہوگا۔“

”بات بالکل سچ کہہ رہے ہو، لیکن اگر ستار وغیرہ نے یہ نشانہ ہی کر دی کہ تم وہاں رہتے ہو اور اس معاملے میں ملوث ہو تو.....“

”سر آپ دیکھ لیجئے ویسے میرا خیال ہے ایسا ہو نہیں سکتا؟“ جیکب سوچ میں ڈوب گیا پھر اس نے کہا۔

”اصل میں یہ بات میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ اگر حاجی غفار کی کوٹھی پر ریڈ ہوا تو ہمارا یہاں چھپے رہنا کافی مشکل ہو جائے گا، کیونکہ ملٹری اس سلسلے میں ہو سکتا ہے زیادہ ذہانت سے کام لے جائے۔“

”جی سر۔“

”بہر حال تھوڑا سا وقت تو یہاں گزارنا ہی ہے اس کے بعد نکلیں گے۔“

”سر میری ایک رائے ہے۔“

”کیا؟“

”ہمیں یہاں نہیں رکنا چاہیے۔“

”کیا مطلب؟“

”میرے خیال میں اس وقت سب سے بہتر جگہ میرا گھر ہی ہے۔ ویسے آپ جیسا مناسب سمجھیں کیونکہ معاملہ ملٹری کا ہے۔“

”ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے مجھے غور کرنے دو۔“

”اور یہ بات میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ اب ہمیں جبار کی سپورٹ حاصل نہیں رہی ہے۔“

”ہاں واقعی تمہارا کہنا کافی حد تک درست ہے، تو پھر یوں کریں کہ اب ہم یہاں سے نکلتے ہیں، موٹر سائیکل کو لے جا کر کسی مناسب جگہ چھوڑ دیا جائے گا اور اس کے بعد وہاں سے ٹیکسی کر کے تمہارے گھر چلیں گے۔“

”سر یہاں سے کوئی ایسی چیز تو آپ کو نہیں حاصل کرنی جو ضروری ہو۔“ میں نے

کرا اور جیکب نے مسکرا کر گردن ہلائی۔

”نہیں میرے دوست میں بہت محتاط آدمی ہوں میں نے کسی بھی جگہ اپنے آپ کو حماقت کا شکار نہیں کیا، اگر اس مسئلے کا پورا معاملہ بھی سامنے آجاتا ہے تو پھسنے والی شخصیت صرف جبار کی ہوگی بلکہ حاجی غفار بھی اس میں ملوث ہو جائے گا میں نہیں۔“

”یہ تو بہت اچھی بات ہے۔“

”میں کچی گولیاں نہیں کھیلا ہوا میں نے جبار ہی کو سارے معاملات میں منظر عام پر رکھا ہے اور خود بس اس کے ملازم کی حیثیت سے رہتا رہا ہوں۔“

”ٹھیک ہے سر۔“

”تم ایک بار پھر سوچ لو وہ جگہ جہاں تم قیام پذیر ہو کیا مناسب رہے گی؟“

”سر میرے خیال میں وہ ایک بہترین جگہ ہے۔ اس طرف کسی کی توجہ نہیں جاسکتی اور پھر آپ جیسی شخصیت ایک ڈرائیور کے ساتھ بھلا کیسے قیام کر سکتی ہے۔“

”آئیڈیا بہت اچھا ہے تمہارا تو پھر دیر نہیں کرنی چاہیے نکلیں یہاں سے؟“

”جی سر۔“ میں نے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم اٹھ گئے پھر تہ خانے سے باہر نکل کر ہم اس راہداری میں آئے اور اس کے بعد موٹر سائیکل لیے ہوئے خاموشی سے پچھلے دروازے سے باہر نکل گئے۔ ابھی تک اس طرف کسی کی توجہ نہیں ہوئی تھی، لیکن میں سمجھتا تھا کہ ایسا لازمی طور پر ہوگا۔ بہر حال واقعات نے ایک ایسا سنسنی خیز رخ اختیار کر لیا تھا کہ میرے لیے بھی سوچنے کی بہت سی باتیں پیدا ہو گئیں تھیں۔ میں موٹر سائیکل ڈرائیو کر رہا تھا اور جیکب میرے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ وہ محتاط نگاہوں سے چاروں طرف دیکھتا جا رہا تھا، پھر ایک جگہ اس نے میرے شانے کو دہاتے ہوئے کہا۔

”یہ جگہ بہت مناسب ہے۔“ سنسان سی ایک سڑک تھی، دونوں طرف کھیت بکھرے ہوئے تھے اور تھوڑا سا ڈھلان بھی تھا۔ موٹر سائیکل سے اترنے کے بعد ایک بار پھر اس پر سے انگلیوں وغیرہ کے نشانات صاف کیے گئے اور اس کے بعد میں نے موٹر سائیکل نیچے کھیتوں میں لڑھکا دی اور میں جیکب کے ساتھ وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ کافی

دور پیدل چلنا پڑا تھا، لیکن یہ مناسب تھا۔ چاروں طرف رات کے گہرے سناٹے پھیلے ہوئے تھے اور آبادی اپنے اپنے گھروں میں خواب غرق گوش کے مزے لے رہی تھی۔ بہت دور پہنچنے کے بعد ہمیں ٹیکسی ملی اور پھر ٹیکسی میں بیٹھ کر ہم اس جگہ آ گئے، جہاں میرا یہ چھوٹا سا مکان تھا، چند لمحات کے بعد میں اپنے اس مکان میں داخل ہو گیا جہاں زندگی کے چھوٹے چھوٹے لوازمات موجود تھے اور ہم بظاہر پر سکون وقت گزار رہے تھے، لیکن میں تو ہر بار یہی کہوں گا کہ میرے لیے جو راستے منتخب کیے گئے تھے ان میں کوئی ترمیم ممکن نہیں تھی چاہے اس کے لیے کتنی ہی کوشش کر لی جائے۔

جیکب میرے ساتھ اندر داخل ہوا اور پھر مسکرا کر بولا۔

”بہت چھوٹی سی جگہ ہے لیکن بے حد پرسکون۔ ویسے ایک بات کی تم مجھے ضرور داد دو گے ارشاد۔“

”کیا سر؟“

”تمہاری بیوی کو میکے بھیجنے کی تجویز دے کر میں نے بہترین کام کیا ہے۔“

”جی واقعی سر۔ اگر وہ یہاں ہوتی تو میں اتنے سکون سے کام نہیں کر سکتا تھا۔“

”ابھی تمہیں اس سے کوئی رابطہ نہیں قائم کرنا چاہیے یہ بالکل مناسب نہیں ہوگا۔“

”سر میں نے اسے پوری طرح سمجھا دیا تھا یہ بھی کہہ دیا تھا کہ ایک طویل ترین وقت لگ سکتا ہے مجھے، وہ فکر مند نہ ہو اور میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ وہ خود اس بات کی خواہش مند تھی۔“

جیکب ہنسنے لگا، پھر بولا۔ ”بیویوں کی خواہش نچانے کیا کیا ہوتی ہیں ہم انہیں سمجھ نہیں پاتے۔ ویسے یہاں کھانے پینے کا کیا بندوبست ہے؟“

”سر گھر میں تمام چیزیں موجود ہیں، ہم لوگ بہر حال ایک پر آسائش زندگی بسر کر رہے تھے۔“

”میں نے تمہیں جو رقم دی تھی وہ تم نے اس کے حوالے کر دی۔“

”جی سر اور وہ خوشی سے پاگل ہو گئی تھی۔“

”اگر ایک شاندار جنگل اگلے درجے کی زندگی اسے حاصل ہو گئی تو پھر اس کی خوشیاں نجانے کہاں سے کہاں پہنچ جائیں گی۔“

”جی سر، مجھے یقین ہے کہ آپ کی مہربانی سے ایسا ضرور ہو جائے گا۔“

”میری مہربانی سے نہیں تمہاری کاوشوں سے۔“

”میں ہر لمحہ آپ کے احکامات کا پابند ہوں۔“

”اگر تم مناسب سمجھو تو اب میں سونا چاہتا ہوں، یہ میری عادت ہے اگر جاگتا رہا تو شدید ذہنی بحران کا شکار ہو جاؤں گا، بہتر یہ ہے کہ میں سو جاؤں۔“

”جیسا آپ مناسب سمجھیں سر۔“

”تم بھی آرام کرو۔ میں یہاں دو بستر دیکھ رہا ہوں۔“

”جی سر آپ آرام کریں میری طرف سے بالکل فکر مند نہ ہوں کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتا دیجئے۔“

”نہیں ایسی کسی خاص چیز کی ضرورت نہیں ہے مجھے، میں ہر حال میں گزارا کر لینے کا عادی ہوں۔“

جیکب ایک بستر پر لیٹ گیا۔ میں نے اسے مودبانہ انداز میں ہر سہولت پیش کر دی تھی اور پھر میں خود بھی غسل خانے میں جا کر ہاتھ وغیرہ دھو کر اپنے بستر پر آکر لیٹ گیا، جیکب مجھ سے زیادہ مختلف فطرت کا مالک تھا، تھوڑی دیر کے بعد اس کے خرائے فضا میں گونجنے لگے۔ اب میں یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ خرائے مصنوعی ہیں یا اصلی، لیکن اس شدید ہنگامہ آرائی سے نمٹنے کے بعد ایک شخص اس طرح پر سکون خند سو جائے یہ ذرا ناقابل یقین سی بات تھی، لیکن وہ سو رہا تھا، میری سوچوں کا سفر شروع ہو گیا اور میں سوچنے لگا کہ اب مجھے آئندہ کیا کرنا چاہیے۔

بہر حال سوچوں کے دائرے پھیلتے مسکراتے رہے، حاجی غفار اور اس کے بیٹے ستار کے ساتھ نجانے کیا سلوک ہو گا۔ اب مجھے حاجی غفار کی جدوجہد یاد آرہی تھی۔ وہ اپنے

بیٹے ستار کی طرف سے متفکر تھا اور اسے احساس تھا کہ ستار جیکب کے ساتھ مل کر غلط کام کر رہا ہے لیکن اس کے تصور میں بھی نہیں ہو گا کہ اس کے پہلو سے لگے بیٹھے جہاں کی اصلیت کیا ہے۔ بہت دیر تک میں انہی سوچوں کا شکار رہا اور اس کے بعد جیکب پر ایک نظر ڈالنے کے بعد اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ باہر جانا مشکوک ہو سکتا تھا اگر جیکب کی آنکھ کھل جاتی تو وہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا کہ میں کہاں گیا ہوں یا کہاں جا رہا ہوں، لیکن جو ہاتھ روم ہمارے لیے مخصوص تھا وہ ایسی جگہ تھا کہ کمرے سے اس کا کافی فاصلہ ہو جاتا تھا اور وہاں میں اپنا کام با آسانی کر سکتا تھا۔ چنانچہ اپنی جگہ سے اٹھا اور ہاتھ روم کی جانب چل پڑا۔ ہاتھ روم کی لائٹ جلا کر میں نے دروازہ اندر سے بند کر لیا اور پھر دیر تک باہر کی سن گن لیتا رہا کہ کہیں میرے اٹھ جانے سے جیکب مشکوک تو نہیں ہو گیا ہے، لیکن کوئی آواز نہیں سنائی دی۔ ہاتھ روم کے دروازے کے لاک سے بھی باہر جھانک کر دیکھا، کوئی ایسی بات نہیں تھی۔ اس کے بعد میں نے ٹرانسمیٹر نکال لیا اور اسے آن کر کے چہرے کے قریب کر لیا۔ دوسرے لمحے فوزیہ جلال کی آواز سنائی دی تھی۔

”ہاں ہیلو۔“

”فوزیہ بول رہی ہیں؟“

”کون ارشاد؟“

”جی۔“

”اوہو تم خیریت سے ہو؟“

”جی۔“

”اور وہ.....؟“

”کون؟“

”وہ جو تمہاری ساتھ تھا۔ میں نام نہیں لوں گی۔“

”کیا آپ کو امیر شاہ صاحب نے بتایا ہے؟“

”مجھے پورے آپریشن کا علم ہے۔ تمہیں معلوم ہے کہ میں امیر شاہ سے کیا تعلق

رکھتی ہوں۔“

”وہ میرے ساتھ ہے۔“

”کہاں ہو؟“

”اپنے اس فلیٹ میں جہاں میں صفیہ کے ساتھ رہتا تھا۔“

”وہ بھی ہے؟“

”ہاں۔“

”کیا کر رہا ہے؟“

”سو رہا ہے۔“

”مطمئن ہے۔“

”ہاں۔“

”تم وہاں سے صاف بچ کر نکل آئے تھے؟“

”جی آپ کو کیسے معلوم؟“

”اوہو لمحہ لمحہ میرا امیر شاہ سے رابطہ قائم ہے۔“

”امیر شاہ صاحب موجود ہیں؟“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ وہ تو آج شاید ساری رات نہ آسکیں۔“

”جی میں جانتا ہوں۔“

”ویسے وہاں آپریشن بالکل کامیاب رہا ہے، بہت سے لوگ مارے گئے ہیں اور جو

باقی تھے وہ گرفتار کر لیے گئے ہیں۔ فوج نے دور دور تک گھیرا ڈال دیا ہے، کمانڈو اس علاقے میں اتر گئے ہیں اور ہر جگہ سے ایسے لوگوں کی نگرانی کر رہے ہیں جن کے بھاگ جانے کا خدشہ ہو، سرحدی محافظوں کو بھی چوکنا کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ ٹرک جہاں سے آئے

ہیں وہاں کے بارے میں یہی اندازہ ہے کہ انھوں نے سرحد پار کی ہے۔“

”ٹھیک تو اب میں امیر شاہ صاحب سے کب ملاقات کر سکتا ہوں۔“

”تم کس پوزیشن میں ہو؟“

”اس میں کہ آپ لوگ مجھے بالکل کال نہ کریں بلکہ میرا انتظار کریں۔“

”بالکل ٹھیک ہے، میں امیر شاہ سے یہی بات کہہ دوں گی، ویسے تم کسی خطرے میں

تو نہیں ہو؟“

”نہیں۔“

”زخمی تو نہیں ہوئے۔“

”نہیں۔“

”اور کچھ.....؟“

”بس اب کچھ نہیں۔“

”تو امیر شاہ سے کب رابطہ قائم کرو گے؟“

”دیکھئے میں کچھ کہہ نہیں سکتا، لیکن کل رات کو نوبت آپ ان سے کہہ دیجئے کہ

میں ضرور ان سے رابطہ قائم کروں گا۔“

”بالکل مناسب رہے گا کیونکہ اس دوران امیر شاہ کی اپنی مصروفیات بھی کچھ زیادہ

ہی رہیں گی۔ تمہارا یہ پروگرام بالکل درست ہے۔“

”صفیہ ٹھیک ہے؟“

”بالکل۔ وہ بہت خوش ہے اتنی خوش کہ تم تصور نہیں کر سکتے۔“

”تھینک یو۔“ میں نے کہا۔

”ویری گڈ۔ ویری گڈ۔ میں بھی یہی چاہتی ہوں کہ تم خوب اسمارٹ ہو جاؤ، میرا

اور تمہارا اپنا بھی تو ایک تعلق ہے۔“

”کیوں نہیں۔“ میں نے جواب دیا، اور سلسلہ منقطع کر دیا۔ بہر حال اب اس سے

زیادہ سوچنا حماقت کی بات تھی۔ قدرت کے معاملات جو کچھ بھی ہوتے ہیں وہ تو ہوتے ہی

رہیں گے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کل صبح کا آغاز کس طرح ہوتا ہے اور کون کون سے

ہنگامے میری زندگی کی جانب رخ کرتے ہیں۔ چنانچہ غسل خانے سے باہر نکلا اور اپنے

پلنگ پر آکر لیٹ گیا۔ جیکب کے خزانے مسلسل ابھر رہے تھے، ویسے اس وقت میں ان

خراٹوں کو بھی داد و تحسین دے سکتا تھا، کیونکہ جن حالات کا وہ شکار تھا اس کے بعد اتنی گہری نیند کا آجانا ایک ناقابل یقین سی بات تھی۔ منجانب کب تک میں سوچوں میں گھرا رہا اور اس کے بعد نیند نے مجھے پرسکون کر دیا۔ دوسری صبح جبکہ ہی نے مجھے سینے پر ہاتھ رکھ کر جگایا تھا۔ منہ ہاتھ وغیرہ دھو چکا تھا اور مطمئن بیٹھا ہوا تھا۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ سامنے رکھی ہوئی چائے دانی سے چائے کی خوشبو اٹھ رہی تھی اور دو پیالیاں ایک ٹرے میں رکھی ہوئی تھیں۔

میں ہڑبڑا کر اٹھا تو اس نے کہا۔ ”ارے ارے قیامت نہیں آگئی۔ آرام سے اٹھو۔ اصل میں وقت کافی ہو چکا تھا۔ میں نے سوچا کہ تمہیں جگا دوں۔“

”سوری سر مجھے آپ سے پہلے اٹھنا چاہیے تھا۔“

”بھئی اب اس ظاہر داری کو چھوڑو، تم میرے اسٹنٹ ہی نہیں میرے دوست بھی ہو، کیونکہ تم نے اپنے آپ کو اس کا اہل ثابت کیا ہے۔“

”سر آپ نے چائے بھی بنالی۔“

”کوئی حرج نہیں ہے۔ انسان کو کچھ کام اپنے ہاتھوں سے بھی کرنے چاہئیں۔ جاؤ منہ ہاتھ دھو، پہلے چائے پیو اس کے بعد ناشتے کا انتظام تم خود کرو گے۔ میں نے دیکھا ہے یہاں ناشتے کے لیے کافی سامان موجود ہے اور کیوں نہ ہو ظاہر ہے فیملی کے ساتھ رہ رہے تھے، اچھا جاؤ منہ ہاتھ دھو کر تیار ہو جاؤ۔ میں ایک کپ چائے پی چکا ہوں دوسرا کپ تمہارے ساتھ پیوں گا۔“

میں غسل خانے میں آگیا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ بہر حال جبکہ صاحب بڑی نرم روی کا مظاہرہ کر رہے ہیں، لیکن ایک نہ ایک دن ایسا ضرور آئے گا جب انہیں میری اصلیت کا پتا چلے گا، اس وقت ان کی ذہنی کیفیت کیا ہوگی یہ وہی جان سکتے تھے۔

بہر حال میں واپس بیڈ روم میں آگیا، جبکہ نے میرے لیے چائے نکالی اور میں شکریہ ادا کر کے چائے کا کپ لے کر بیٹھ گیا۔ جبکہ نے خود بھی اپنے لیے چائے نکالی تھی اور اس کے چھوٹے چھوٹے سپ لیتے ہوئے کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔

میں نے اسے ڈسٹرب نہیں کیا اور خود بھی خاموشی سے گردن جھکائے چائے پیتا رہا، پھر جبکہ نے چائے کا کپ رکھ کر کہا۔

”اب اس طرح معطل ہو کر بیٹھنا تو مناسب نہیں ہوگا ارشاد، تمہارا کیا خیال ہے؟“

”جی سر۔“

”مجھے جانا ہوگا۔“

”جی۔“

”ہاں۔“

”تھما؟“

”ہاں ارشاد تھا۔“

”لیکن سر کہاں جائیں گے۔“ میں نے سوال کیا اور جبکہ سوچ میں ڈوب گیا، پھر بولا۔

”کچھ نکات ایسے ہیں جہاں سے میں صورتحال معلوم کرنے کی کوشش کر سکتا ہوں۔ تم میرا مطلب سمجھ رہے ہو گے ان لوگوں کے علاوہ بھی کچھ افراد میرے لیے کام کرتے ہیں، جو وہاں گئے ہوئے تھے اور ان کے بارے میں نہیں معلوم کہ ان کا کیا حشر ہوا، جو لوگ میرے لیے کام کرتے ہیں۔ بہر حال وہ محتاط ہو گئے ہوں گے۔ میں انہی سے رابطہ قائم کر کے ساری تفصیل معلوم کرنا چاہتا ہوں، یہ بھی دیکھنا ہے کہ حاجی غفار کی کوٹھی کا کیا ہوا اور وہ لوگ کس حال میں ہیں۔ یہ تمام معلومات حاصل کرنا ضروری ہیں۔ تم میرے لیے فکر مند نہ ہونا، تمہارے لیے میری یہی ہدایت ہے کہ یہیں اسی فلیٹ میں رہو۔“

”جی سر۔“

”فکر مند نہ ہونا، بہر حال میں ایک آرگنائزیشن کو ہولڈ کرتا ہوں۔ اب اس قدر چوہا بھی نہیں ہوں کہ اپنی حفاظت نہ کر سکوں۔“

دیکھنے کا ارادہ تھا اور بہر حال مجھے اس ارادے سے کوئی باز نہیں رکھ سکتا تھا۔

رخسار سے بات کرنے کو دل چاہا اور میں یہ سوچنے لگا کہ اگر میں گھر سے نکل کر کہیں جاتا ہوں تو اس کی کیا نوعیت ہوگی۔ بہر حال فوزیہ جلال سے رات کو بات ہو چکی تھی ہو سکتا ہے اس وقت بھی اس سے گفتگو ہو جائے، البتہ جو کچھ اس نے مجھے بتایا تھا یعنی رخسار سے ملاقات کے لیے، تو فوزیہ سے گفتگو کیے بغیر بھی میں یہ ملاقات کر سکتا تھا اور میں نے ان ذرائع کو ذہن میں لایا جن کے بارے میں مجھے تفصیل بتا دی گئی تھی اور پھر تیار ہو کر باہر نکل آیا۔

یہ ایک انتہائی سنسنی خیز صورتحال تھی ان حالات میں مجھے اس حد تک نہیں جانا چاہیے تھا، لیکن محبت کا ایک الگ جنون ہوتا ہے اور انسان کی سوچ اس کے سلسلے میں نجانے کیا کیا ہوتی ہے اس وقت رخسار سے ملنے کو بے حد دل چاہ رہا تھا۔ یہ بات بالکل نہیں کہی جاسکتی تھی کہ کب مجھے اس سے طویل عرصے کے لیے جدا ہو جانا پڑے۔

پھر اس جگہ پہنچا جہاں رخسار رہتی تھی اور ان ذرائع کو استعمال کیا جو مجھے بتائے گئے تھے تو نہایت آسانی سے مجھے رخسار تک رسائی حاصل ہوگی۔ رخسار خود مجھے دیکھ کر اچنبھے میں پڑ گئی اور اس کی آنکھوں میں محبت کا سمندر موجزن ہو گیا تھا۔

بہر حال چند لمحات ہم اس جذباتی کیفیات کا شکار رہے، پھر رخسار نے کہا۔

”تم اس طرح آ جاؤ گے، مجھے امید نہیں تھی فیصل؟“

”میں کسی بھی طرح آ سکتا ہوں رخسار۔“

”ہاں کیوں نہیں۔“

”اچھا اب مجھے جلدی سے یہ بتاؤ کہ یہاں کے حالات کیا ہیں؟“

”بہت ہی اچھے حالات ہیں، بہت سے ایسے لوگ ہیں یہاں، جن سے شناسائی بے

شک تازہ تازہ ہوئی ہے، لیکن کچھ اس طرح کا انداز اختیار کیا ہے انہوں نے جیسے ہم برسوں کے شناسا ہوں۔ خاص طور سے دو لڑکیاں تو میری بڑی گہری دوست بن گئی ہیں، یہیں رہتی ہیں اور ہر طرح سے میرا خیال رکھتی ہیں ابھی تھوڑی دیر پہلے اٹھ کر گئی

”سراگر آپ مناسب سمجھیں تو مجھے اپنی ساتھ رکھیں۔“

”نہیں ہم دونوں اگر پھنس گئے تو مشکل ہو جائے گی، تم جس قدر اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک ہو، مجھے تمہاری ذات سے یہ امید پیدا ہو چکی ہے کہ اگر میں کبھی کسی مشکل میں پھنس گیا تو تم مجھے اس سے آزاد کر سکتے ہو۔“

”سرا اس کام کے لیے میں اپنی زندگی ہزار بار قربان کرنے کے لیے تیار ہوں۔“

”میرے دوست اب مجھے بار بار اس بات کا یقین نہ دلاؤ جس قدر اعتبار مجھے تم پر ہو گیا ہے میں شاید الفاظ میں اسے بیان نہ کر سکوں۔“

”بہت بہت شکریہ سر۔ آپ کیا طریقہ کار اختیار کریں گے؟“

”بالکل عام ایک معمولی آدمی کی حیثیت سے میں گھنٹیا قسم کی سواریوں پر سفر کروں گا تاکہ کوئی میری جانب سے مشکوک نہ ہو سکے۔“

اس کے بعد جیکب نے تھوڑی بہت تیاریاں کیں اور باہر نکل گیا۔ میں کھڑکی میں آکھڑا ہوا تھا اور اسے جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ وہ پیدل بہت دور تک چلتا چلا گیا۔ سڑک کی کیفیت نارمل تھی اور کوئی خاص بات نہیں تھی جس سے یہ احساس ہو کہ میری جانب کسی کی توجہ ہے، لیکن اس کا چلا جانا میرے لیے ذرا ساجیرت ناک تھا۔ پتا نہیں کیا کیا سوچیں ہوں گی اس کے ذہن میں۔ بہر حال یہ تو حالات کی بات تھی۔ میں دعویٰ سے یوں نہیں کہہ سکتا تھا کہ جو کچھ میں نے سوچا ہے اس پر عمل کر بھی سکوں گا یا نہیں۔ بہر حال یہ ایک طے شدہ بات تھی کہ میں آسانی سے اس کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔ تین ملکوں کا اشتراک اور میرے وطن کے خلاف..... میں کیا اور میری اوقات کیا، لیکن اپنا فرض میں نے ہمیشہ اسی طرح پورا کیا تھا۔ دوسری جانب کی طاقت پر کوئی توجہ نہیں دی تھی بس اپنی کاوشوں کا آغاز کیا تھا اور آج تک اللہ نے مجھے کامیابی سے ہمکنار کیا تھا۔ اب بھی میں اس کی ذات سے مایوس نہیں تھا، جیکب کے ذریعے میں اس آرگنائزیشن کے بارے میں مزید تفصیلات معلوم کرنا چاہتا تھا اور پھر ایک ایسے آرگنائزیشن کو ختم کرنا تو میرا فرض اولین تھا، جو میرے وطن کے خلاف سرگرم عمل ہو اور اس کے بعد آگے بھی بہت کچھ

ہیں۔“

”رخسار مجھے بے حد خوشی ہے کہ تمہیں یہاں کوئی تکلیف نہیں ہے۔“

”اچھا چھوڑو تم سناؤ؟“

”حالات نہایت سنسنی خیز انداز میں آگے بڑھ رہے ہیں، رات کو کرنل امیر شاہ نے ایک خوفناک ریڈ کیا ہے ابھی تک اس کے نتائج مجھے معلوم نہیں ہو سکے، لیکن یہ سمجھ لو کہ یہاں جو چکر چل رہا تھا اس کا اختتام ہو گیا ہے۔“

”ہو گیا ہے۔“ رخسار حیرت سے بولی۔

”ہاں۔“

”تو پھر اب۔“

”رخسار میں تمہیں مکمل تفصیل بتا رہا ہوں، تم سے مشورہ بھی درکار ہے مجھے۔“ میں نے کہا اور پھر رخسار کو اس آرگنائزیشن کے بارے میں بتانے لگا۔ اس سے پہلے میں نے اسے وہ تمام تفصیلات بتائی تھیں، جو اس کارروائی کے سلسلے میں عمل میں آئی تھیں، رخسار حیرت و مسرت سے یہ ساری تفصیلات سن رہی تھی، پھر اس نے کہا۔ ”اس کا مطلب ہے کہ یہ لوگ اسلحے کے تاجر تھے۔“

”تاجر کہنا مناسب نہیں ہے۔ یہ ملک دشمن ہیں اور ہمارے وطن میں بد امنی پھیلانا چاہتے تھے۔“

”ظاہر ہے ان کے لیے معافی کا کوئی راستہ نہیں ہے۔“ رخسار نے پر جوش لہجے میں کہا۔

”ہاں رخسار، یہ لوگ ناقابل معافی ہیں، لیکن یہ لوگ کیفر کردار کو پہنچ بھی گئے، جبکہ بچا ہے، کرنل امیر شاہ کے تعاون کے ساتھ مجھے اب جبکہ کے ساتھ رہنا ہے اور دیکھنا ہے کہ اس کی یہ آرگنائزیشن میرے ملک کے خلاف اور کیا کیا کارروائی کر رہی ہے، نہ صرف یہ بلکہ یہ بھی دیکھنا ہے کہ دو عین ممالک کون ہیں اور کیا کیا کر رہے ہیں۔“

رخسار نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا، پھر آہستہ سے بولی۔ ”اس کا مطلب

ہے فیصل؟“

”ہاں رخسار اس کا وہی مطلب ہے جو تم سمجھ رہی ہو۔“

”تو تمہارا کیا خیال ہے، کیا میں یہ مطلب سمجھ کر ہراساں ہو رہی ہوں۔“

”نہیں رخسار، تمہاری اسی ادا نے تو مجھے دیوانہ کیا ہوا ہے۔“

”فیصل میں تمہارے ساتھ جسمانی طور پر کوئی تعاون نہیں کر سکتی، تو کیا ذہنی طور پر

بھی میں اس قدر ناکارہ ہوں۔“

”نہیں رخسار۔“

”دیکھو فیصل ہم نے زندگی کا ایک محور بنایا ہے اور ہماری زندگی کا سب سے دلکش

مرحلہ وہی ہے کہ ہم وطن کے لیے کچھ کر رہے ہوں باقی جہاں تک ہمارے اپنے جذبات اور احساسات کا تعلق ہے تو بار بار یہ کہتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے کہ میں نے کبھی تمہیں

اپنے آپ سے دور نہیں پایا۔ میں ہر لمحہ تمہیں اپنے سینے میں رکھتی ہوں، تمہارا لمس بے شک میرے لیے قیمتی ہے، لیکن تمہارا تصور بھی اس سے کم قیمتی نہیں ہوتا۔ میں تمہارے

لیے دعائیں کر کے جب دل میں سکون محسوس کرتی ہوں تو مجھے یقین ہوتا ہے کہ میری دعائیں قبول ہو گئیں۔ فیصل ہم انوکھے لوگ ہیں، ہم اس دنیا سے وہ ربطہ نہیں رکھتے جو

اس دنیا میں رہنے والے رکھتے ہیں، ہم اپنا ایک انفرادی مقام چاہتے ہیں اور تم یقین کرو اگر کبھی وطن کے لیے کوئی خدمت سرانجام دیتے ہوئے تم خواہناستہ اس دنیا میں نہیں

رہے تو میں سوگ نہیں مناؤں گی بلکہ فخر سے سینہ تان کر کہوں گی کہ فیصل تھا ہی ایسا، یہی اس کا مسلک تھا اور یہی اس کا مقصد۔“

”تھینک یو رخسار تھینک یو دیری مچ۔“ میں نے کہا۔ میرے ہونٹوں پر ایک

دلہوز مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے چند لمحات خاموش رہنے کے بعد کہا۔

”ٹھیک ہے دنیا نے میرے ساتھ بہت بہتر سلوک نہیں کیا۔ وہ لوگ ہمیشہ مجھ سے

چھینتے رہے ہیں کبھی میری شناخت، کبھی میرے دوست، کبھی میری کوششیں، لیکن وہ لوگ

ہیں میرا وطن، میرے وطن نے مجھے محبت دی ہے، پیار بھی دیا ہے، سکون بھی دیا ہے اور

رخسار بھی دی ہے۔ بہت کچھ دیا ہے، انہوں نے مجھے، جن لوگوں نے جو کچھ مجھ سے لے لیا ہے مجھے اس کی چنداں فکر نہیں ہے، زندہ رہا تو ان سے اپنا سب کچھ واپس لے لوں گا رخسار..... بہر حال تم سے ملاقات کر کے دل کو بے حد طمانیت محسوس ہوئی ہے، اصل میں میرا منصوبہ یہ ہے کہ اگر جیکب یہ ملک چھوڑنا چاہے اور مجھے اپنے ساتھ لے جانا چاہے تو میں اس کے ساتھ چلا جاؤں گا اور اس کے بعد واپسی کا کوئی صحیح تعین نہیں کیا جاسکتا۔

”میں نے تم سے پہلے بھی کہہ دیا تھا فیصل کہ میرے لیے فکر مند نہ ہونا۔“

”اب تو بالکل نہیں ہوں۔“ میں نے جواب دیا، پھر کافی وقت میں نے رخسار کے ساتھ گزارا تھا۔ کرنل امیر شاہ سے رات کے نو بجے ملاقات کرنی تھی اس لیے میں نے دوبارہ کوئی رابطہ نہیں کیا، پھر جب شام کے چھپٹے فضا میں اتر آئے تو میں نے رخسار کے ساتھ کھانا کھایا اور پھر تقریباً ساڑھے سات بجے اسے خدا حافظ کہہ کر وہاں سے نکل آیا۔ محتاط انداز میں سفر کرتا ہوا میں آخر کار اپنی رہائش گاہ پر پہنچ گیا تھا۔ پورا دن کوئی کارروائی نہیں ہوئی تھی البتہ دل میں ایک بار یہ خیال ضرور آیا تھا کہ حاجی غفار کی کوٹھی کی طرف ایک چکر لگاؤں، لیکن حد سے زیادہ آگے بڑھنا بھی بعض اوقات نقصان کا باعث بن سکتا ہے اس لیے میں نے اس خیال پر عمل نہیں کیا اور اپنی رہائش گاہ پر آکر آرام کرنے کے لیے لیٹ گیا۔ جیکب شاید کسی لمبی ہی مصروفیت میں تھا۔ بہر حال یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ واپس آیا ہو اور اگر یہاں آکر اس نے مجھے نہ پایا ہو تو وہ مجھ سے اس بارے میں سوال کر سکتا ہے اس کے لیے کوئی مناسب جواب تلاش کرنا ہوگا۔

وقت گزرتا رہا، ساڑھے آٹھ پھر نو بج گئے، ٹھیک نو بجے میں نے دروازہ مضبوطی سے بند کیا اور احتیاط کے پیش نگاہ غسل خانے میں داخل ہو کر لائٹ جلائی۔ کرنل امیر شاہ سے باتیں کرنے کے لیے محتاط طریقہ کار اختیار کرنا تھا۔ غالباً ادھر بھی فوزیہ جلال نے کرنل امیر شاہ کو یہ بتا دیا تھا کہ ٹھیک نو بجے میں اس سے رابطہ قائم کروں گا اور یہ بھی بتا دیا ہوگا اس نے کہ وہ مجھ سے رابطہ قائم نہ کرے۔ کیونکہ جب میں نے ٹرانسیٹر پر انہیں کال کیا

تو دوسرے لمحے مجھے کرنل امیر شاہ کی آواز سنائی دی تھی۔

”ہیلو۔ ہاں کرنل امیر شاہ بول رہا ہے کون ارشاد۔“

”سر آپ کا خادم۔“

”ارشاد میرا خادم نہیں، میرا دوست، میرا بھائی، میرا ہم وطن، میرے وطن کا محافظ،

وہ جس کے لیے میں اپنے پاس صحیح الفاظ نہیں پاتا۔“

”شکریہ! امیر شاہ صاحب، میں آپ سے بات کرنے کے لیے بے چین تھا، اب یہ

بتائیے کہ آپ کے معمولات ختم ہو گئے، آپ کی مصروفیات؟“

”ہاں میں نے پورا کیس اعلیٰ حکام کے سینڈ اوور کر دیا ہے اور اب اعلیٰ حکام اس

کیس کی ریڈنگ کر رہے ہیں۔“

”سر۔ سارے معاملات بخیر و خوبی ہو گئے؟“

”ہاں۔ واقعی تم نے سب سے بڑا کام وہ کیا تھا جب اس شخص کو موت کے گھاٹ

اتار دیا تھا جو ہمیں دیکھنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا کھیل ہی بگڑ گیا تھا۔“

”جی سر۔“

”میں نے فوزیہ کو بتایا تو وہ یقین کرنے پر تیار نہیں ہوئی اور شاید وہ ابھی تک میری

اس بات سے مشکوک ہے۔“

”سر جب کام کیا جاتا ہے تو پھر آنکھیں کھول کر کیے جانا ہی بہتر ہوتا ہے اب آپ

یہ فرمائیے کہ میں آپ کو تفصیلات بتاؤں یا پہلے آپ مجھے تفصیل بتائیں گے اور ایک بات

اور ذہن نشین کر لیجئے۔ اس وقت جیکب میرے پاس موجود نہیں ہے لیکن کسی بھی لمحے

آسکتا ہے وہ آجائے گا تو ہمیں سلسلہ گفتگو منقطع کرنا پڑے گا۔“

”تم فکر مت کرو، جب بھی تمہیں اندازہ ہو جائے کہ وہ آگیا ہے فوراً ٹرانسیٹر بند

کر دینا بعد میں جب تم دوبارہ مجھ سے رابطہ قائم کرو گے تو ہم لوگ بقیہ تفصیل معلوم

کر لیں گے۔“

”تو پھر آپ مجھے بتائیے، میں آپ کو بتاؤں یا آپ مجھے تفصیل بتائیں گے؟“

”یہ بھی نہیں پتا چل سکا کہ وہ یہاں سے کہاں جائے گا؟“

”ابھی نہیں سر۔“

”او کے پھر کیا خیال ہے اسے گرفتار کر لیں؟“

”نہیں سر۔“

”کیا مطلب؟“ امیر شاہ حیرت سے بولا۔

”سر آپ نے میری سائی ہوئی پوری کہانی غور سے نہیں سنی۔“ میں نے کہا۔

”میرا خیال ہے میں نے غور سے سنی ہے۔“

”اس میں ایک تنظیم کا ذکر ہے اور تین ملکوں کا جو میرے وطن کے خلاف سازش

کر رہے ہیں۔“

”ہاں۔ مجھے یاد ہے۔“

”ان سب کو چھوڑ دیں گے سر؟“

”کیا مطلب؟“

”اکیلے مجرم کو پکڑنے سے کیا فائدہ۔ مقابلے پر تنظیم اور تین ملک ہیں۔“

”وہ تو ٹھیک ہے مگر تم کہنا کیا چاہتے ہو؟“

”خود ہی پلائی ہے سر۔ اب نشہ ہوا ہے تو نشہ توڑنا چاہتے ہیں۔ اب تو چڑھی ہے

اسے شباب تک پہنچے دیں پوری تنظیم ختم ہو تو مزہ ہے۔ دشمن ملکوں کو غزل کا جواب

ملے تو مشاعرے کا لطف آئے۔“

”تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آرہی ارشاد۔“ کرنل شاہ حیرانی سے بولا۔

”آپ سے زیادہ انھیں سمجھنے والا کون ہو سکتا ہے۔ موسموں کے ہر طوفان کو بھلا

کر اپنے گھروں سے دور دشمن کی گولیوں کی چھاؤں میں کون ہوشمند زندگی گزارتا ہے۔

یہ وطن کے پیار کی شراب ہی تو ہوتی ہے جو عقل و ہوش سے بیگانہ کر کے صرف اپنے

عشق میں گرفتار کر لیتی ہے۔ ہم نے بھی پی ہے۔ اسے چڑھنے دیں کچھ کرنے دیں۔“

امیر شاہ کی آواز بھرا گئی۔ ”ارشاد! وہ آہستہ سے بولا۔“

”بہتر ہے کہ تم مجھے آگے کے بارے میں بتا دو تاکہ میں حالات سے آگاہ رہوں“

بعد میں موقع ملا تو میں تمہیں پوری تفصیل بتا دوں گا۔ موقع ملنے سے میری مراد سمجھ رہے

ہو تاکہ جبکہ نہ آجائے۔ ویسے میں تو اس وقت فارغ ہوں اور فوریہ جلال کے ساتھ پیشہ

صرف تمہاری کال کا انتظار کر رہا تھا۔“

”ٹھیک ہے سر۔ میں وہیں سے تفصیل بتاتا ہوں جہاں سے میں اسے موٹر سائیکل پر

لے کر فرار ہوا تھا۔“

”مناسب۔“ امیر شاہ نے کہا اور میں نے اسے شروع سے لے کر اب تک کی

پوری داستان سنائی۔ امیر شاہ اس طرح خاموش تھا کہ مجھے احساس ہوا کہ وہ لائن پر

نہیں ہے۔

”ہیلو۔“ میں نے اسے پکارا۔

”ہاں۔ میں سن رہا ہوں۔“

”یہ مکمل تفصیل ہے۔“

”یہ خانے کے راستے کے بارے میں بتاؤ گے؟“

”کوٹھی کے عقبی حصے سے داخل ہونا پڑتا ہے۔ جہاں سے نیچے جانے کا راستہ ہے

ایسی جگہیں سڑوں کی تعمیر میں بیکار بیچ جاتی ہیں۔“

”میں سمجھ رہا ہوں۔ ہاں تمہیں جبار کی لاش کے بارے میں معلوم ہے؟“

”وہیں کسی گہری جگہ موجود ہے۔“

”او کے اور اب وہ کیا کہتا ہے؟“

”میرا خیال ہے اب وہ سرحد عبور کرے گا۔“

”کیا مطلب؟“

”یہ میرا آئیڈیا ہے۔“

”یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ اس کے اور ساتھی کہاں ہیں؟“

”نہیں سر۔“

”لہماتے ہوئے کھیتوں کی قسم، منڈلائی ہوئی تھیلوں کی قسم، ماں کے سر پاؤں کی جوتیوں کی قسم اور ماں جائی کی چوڑیوں کی قسم کچھ کرنا ہے سر۔ اب کچھ کیہ بغیر مزہ نہیں آئے گا۔“

امیر شاہ دیر تک کچھ نہیں بولا۔ میں نے پھر اسے آواز دی۔ تو وہ بولا۔ ”تم نے پاگل کر دیا ہے ارشاد۔ تمہارے الفاظ نے دیوانہ کر دیا ہے مجھ سے ملو۔ کوئی غلط فیصلہ نہ کرو۔“

”فیصلہ تو غلط نہیں ہے سر۔“

”میری بات کو سمجھو۔ تمہاری کوئی تربیت نہیں ہے۔ بالکل تنہا ہو تم۔“

”نہیں سر۔ میرے ساتھ میرے وطن کے بارہ کروڑ ہیں۔ ان کی دعائیں ہیں۔“

”اللہ تمہیں ان دعاؤں کی چھاؤں میں رکھے لیکن میری بات تو سنو، مجھے بتاؤ تو کیا کرنا چاہتے ہو؟“

”سر، میں جیکب کی گردن اتار کر آپ کو پیش کر سکتا ہوں۔ یقین کریں بڑی آسانی سے میں یہ کام کروں گا لیکن اس نے ایک آرگنائزیشن کی بات کی ہے جو میرے وطن کے خلاف سرگرم عمل ہے میں اس کی جڑیں کھود کر پھینکوں گا۔ جیکب کو سرحد پار لے جاؤں گا۔ میں نے اس کا اعتماد حاصل کیا ہے۔ اس سے فائدہ اٹھاؤں گا۔“

”کب روانہ ہو گے؟“

”کچھ نہیں جانتا سر۔“

”خدا جانے تم نے کیا سوچا ہے۔“

”سر میں بالکل ٹھیک جا رہا ہوں۔ مجھے میرا کام کرنے دیں۔ میرا صرف ایک کام

کریں۔“

”کو ارشاد۔“

”صفیہ۔ میری امانت۔“

”خدا کی قسم ارشاد۔ وہ تو اب ایک وطن دوست کی امانت ہے۔ میرے الفاظ

تمہیں یاد ہوں گے۔“

”ہاں شکریہ۔ اب مجھے اور کچھ نہیں بتائیں گے؟“

”ہاں۔ چھاپہ مکمل طور پر کامیاب رہا لیکن افسوس ہمیں کوئی زندہ انسان نہیں مل سکا۔ انھوں نے مقابلہ کیا سب مارے گئے اسلحہ مل گیا ہے۔ شناخت نہیں ملی۔ حاجی غفار اور ستار کو گرفتار کر لیا گیا ہے مگر اب معاملہ ہی دوسرا ہے۔“

”دونوں بے گناہ ہیں۔“

”نئی رپورٹ دوں گا۔ فکر مت کرو۔ جبار کی لاش مل جانے کے بعد کیس بدل دوں گا۔ پورے ملک میں گرفتاریاں متوقع ہیں۔ حالانکہ مجھے جیکب کی ضرورت ہے۔ وہ بہت سے لوگوں کی نشاندہی کر سکتا ہے۔ ایک اور کام ہو سکتا ہے ارشاد۔“

”کیا سر؟“

”تم اسے گرفتار ہونے دو ہم اسے بعد میں تمہارے ذریعے فرار کرا دیں گے۔“

”سرفہ آرگنائزیشن کے سربراہان میں سے ہے۔ اس کھیل کو آسانی سے سمجھ جائے گا۔ آپ ایک اور کام کر لیں۔“

”ہولو۔ کیا؟“

”کچھ ٹھکانوں کے پتے نوٹ کر لیں۔ یہاں کتنے لوگ ہیں انہیں گرفتار کر لیں۔ یہاں شاید آپ کو ریکارڈ بھی ملے۔ اس سے کام چلائیں جیکب کو بھول جائیں۔“

”پتے نوٹ کراؤ۔“

”آپ کے پاس نوٹ بک اور قلم ہے؟“

”رکو۔“ امیر شاہ نے کہا اور پھر کچھ لمحوں کے بعد بولا۔ ”ہاں بتاؤ۔“ میں نے اسے کئی پتے نوٹ کرائے جن میں جیکب کی رہائش گاہ کا پتا بھی تھا۔

”اوکے مگر تم۔ کیا میں تمہارے لیے پریشان نہ رہوں گا۔“

”میں آپ کے اس مشن میں کام آچکا ہوں۔ اس وقت تک آپ سے رابطہ رکھوں گا جب تک ممکن ہو سکا اور اس کے بعد آپ صرف مجھے اپنی دعاؤں میں یاد

بولے۔ لیکن میں خاموش رہا یہ سوال اس سے کرنا مناسب نہیں تھا کہ اس سے کیا غلطیاں ہوئی ہیں پھر وہ خود ہی بولا۔ ”اصل میں جو کچھ ہوا ہے اچانک ہوا ہے۔ اس سے قبل مکمل کامیابیاں حاصل ہو رہی تھیں اس لیے کوئی خیال نہیں آیا۔ ایک الجھن سب سے بڑی ہے۔“

”کیا سر؟“

”کچھ ریکارڈ ہے۔ وہ اگر کسی کے ہاتھ لگ گیا تو بہت سے لوگ مشکل میں پڑ جائیں گے۔“

”کون لوگ؟“

”ہمارے کلائنٹ۔“

”سروہ ریکارڈ کہاں ہے؟“ میں نے نتھنے پھلا کر کہا اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا پھر مسکرا کر بولا۔

”نہیں ڈیئر۔ میں تمہیں کسی خطرے میں نہیں پڑنے دوں گا۔ معاملہ فوج کا ہے۔“

”سر میں۔“

”نہیں میری جان۔ سب ٹھیک ہے۔ ویسے بھی اب ہم یہاں نہیں رک سکتے۔ میں کچھ لوگوں کی ڈیوٹی لگا آیا ہوں۔ ہمارا یہاں سے نکلنا سب سے اہم کام ہے اور پھر کلائنٹ۔ وہ خود اپنا دفاع کریں گے۔ ہمیں جو کچھ کرنا تھا کر چکے ہیں۔ ہاں۔ کچھ کھلاؤ۔“

”جی سر۔“

باقی رات اطمینان سے گزری تھی۔ کوئی خاص بات نہیں ہوئی دوسرے دن ہم دونوں گھر میں اینڈ تے رہے تھے البتہ رات کو وہ تیار ہو گیا۔

”میں ذرا جا رہا ہوں۔ تم دروازہ کھلا چھوڑ کر سو جانا۔ میں کب آؤں گا خود نہیں جانتا لیکن آؤں گا ضرور۔“

”اوکے سر۔“ وہ چلا گیا اور میں وقت گزارتا رہا پھر رات کو نو بجے میں نے امیر شاہ کو کال کیا۔ فوریہ جلال تھی۔

رکھیں۔ سر باہر آئیں ابھر رہی ہیں۔ میرے خیال سے وہ آگیا ہے۔“

”خدا حافظ۔“ امیر شاہ نے کہا اور میں ٹرانسمیٹر بند کر کے باہر آگیا۔ میں نے غلط نہیں کہا تھا۔ جیکب اندر آگیا تھا۔ بہت تھکا تھکا افسردہ نظر آ رہا تھا۔

”سر خیریت ہے؟“

”ہاں خیریت ہی ہے۔“

”کوئی رپورٹ۔“

”نہیں کوئی خاص نہیں۔ کچھ لوگوں سے رابطے کرنا چاہتا تھا لیکن کامیابی نہیں

حاصل ہو سکی۔“

”کون لوگ ہیں سر؟“

”میرے آدمی۔“

”سر ایک سوال کرنا چاہتا ہوں؟“

”ہاں کہو۔“

”کیا ان میں کوئی ایسا ہے جو ہماری نشاندہی کر سکے؟“

”کیسی نشاندہی؟“

”جو تنظیم کے بارے میں بتا سکے؟“

”کچھ ایسے ہیں۔“

”میں اس کے لیے کچھ کر سکتا ہوں؟“

”تم؟“

”جی سر۔“

”ضرور کر سکتے ہو لیکن تم اس وقت میرے لیے ہر شخص سے زیادہ قیمتی ہو، میں تم

جیسے انمول ہیرے کی سب سے زیادہ حفاظت کرنا چاہتا ہوں۔“

”تھینک یو سر لیکن میں۔“

”نہیں ارشاد۔ مجھ سے غلطیاں ہوئی ہیں۔ بہت بڑی بڑی غلطیاں ہوئی ہیں۔“ وہ

”ارشاد ہوں۔“

”ہیلو ارشاد۔ امیر شاہ تمہارے لیے فکر مند ہیں۔“

”آپ انہیں سمجھائیے اور صفیہ کا خیال رکھیے۔“

”دیکھو تمہاری کوئی تربیت نہیں ہے۔ جو کچھ کر چکے ہو وہ وطن کے لیے کارنامہ

ہے۔ امیر شاہ تمہارے لیے بہت کچھ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔“

”میں ان سے بات کر چکا ہوں۔“

”وہ مطمئن نہیں ہوئے۔“

”میں مطمئن ہوں۔“

”خدا تمہاری حفاظت کرے۔“

”اس کے بعد کیا رہ جاتا ہے۔ بہن کی دعا کافی ہے۔“

”تم نے امیر شاہ کو کچھ پتے دیے تھے؟“

”ہاں۔ کیا رہا؟“

”زبردست کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ کچھ ایسا ریکارڈ ملا ہے جس سے ہم ترین

انکشافات ہوئے ہیں۔ امیر شاہ اسی کام میں مصروف ہیں۔“

”شکر ہے میں شاہ صاحب کے لیے کار آمد ثابت ہو رہا ہوں۔“ میں نے کہا۔

”صرف کار آمد نہیں۔ امیر شاہ تو تمہارے گن گاتے گاتے نہیں تھک رہے۔“

”اوکے سسٹر۔ نہیں کہہ سکتا کہ دوبارہ بات کرنے کا موقع حاصل ہو یا نہ ہو۔

آخری بار صرف ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔“

”ہاں کہو۔“

”صفیہ کا خیال رکھیے۔ میری کاوشوں کا اس سے بڑا صلہ اور کوئی نہ ہو گا۔“

”خدا کی قسم اسے بھی کوئی تکلیف نہ ہوگی۔“ فوزیہ جلال نے کہا اور میں نے

ٹرانسمیٹر بند کر دیا پھر بہت دیر تک جاگتا رہا پھر نیند آگئی۔ رات کا نہ جانے کون سا پر تھا کہ

کسی نے جھنجھوڑ کر جگا دیا۔ جبکہ کے علاوہ اور کون ہو سکتا تھا میں ہڑبڑا کر اٹھ گیا۔

”ارشاد۔ نیند بھگا دو۔“

”خیریت سر؟“

”چلنا ہے۔“

”جی۔ ٹھیک ہے۔“ میں نے کہا اور مستعدی سے کھڑا ہو گیا۔

”غسل خانے میں جا کر منہ ہاتھ دھولو۔“ اس نے کہا اور میں نے اس کی ہدایت پر

عمل کیا۔ وہ بہت بے چین نظر آ رہا تھا۔ بہر حال میں نے اس سے کچھ نہ پوچھا اور اس کے

ساتھ باہر نکل آیا۔

”کچھ دور پیدل چلنا پڑے گا۔“ وہ میرے ساتھ چلتا ہوا بولا۔

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بمشکل ہم چلتے رہے۔ کوئی دو فرلانگ کا فاصلہ طے

کرنا پڑا۔ اس کے بعد ہم ایک ٹرک کے پاس جا کھڑے ہوئے۔ دیو ہیکل ٹرک پر کوئی نشان

نہیں تھا جس کا مطلب تھا کہ یہ کم از کم حاجی غفار کا ٹرک نہیں ہے۔ جبکہ نے جیب

سے چابی نکال کر مجھے دی اور بولا۔

”چلو اسٹینرنگ سنبھالو۔“ میں خاموشی سے ٹرک پر چڑھ گیا۔ وہ میرے قریب آ بیٹھا

تھا۔ ”ویرا کر اس چلنا ہے۔“ اس نے کہا۔

”ٹھیک ہے سر۔“ میں نے ٹرک تیزی سے آگے بڑھا دیا۔ وہ گم صم بیٹھا تھا۔ میں

نے بھی کوئی بات نہیں کی تھی۔ کافی دیر تک خاموشی طاری رہی پھر وہ بولا۔ ”تم نیند میں تو

نہیں ہو ارشاد؟“

”نہیں سر۔ کوئی غلطی ہو گئی؟“ میں نے چونک کر کہا۔

”نہیں۔ تمہاری خاموشی کی وجہ سے کہہ رہا ہوں۔“

”نہیں سر۔ میں ٹھیک ہوں۔“

”ہم اچانک بہت سی مشکلوں میں گھر گئے ہیں۔“

”جی سر۔“

”پوچھو گے نہیں کہ وہ کیا مشکلیں ہیں؟“

ہم صرف ستاروں کی مدھم روشنی سے کام چلاتے رہے۔ اب ایسے راستے آگئے تھے جن سے میں ناواقف تھا چنانچہ وہ مجھے راستہ بتانے لگا۔ ایک درہ عبور کرنے کے بعد اس نے اچانک مجھے آواز دی اور میں اسے دیکھنے لگا۔

”ٹرک روکو۔ انجن بند کرو۔“ اس نے کہا۔ میں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا تھا۔ وہ بولا۔ ”ارشاد وہ دو پہاڑیاں نظر آرہی ہیں؟“

”جی سر۔“ میں نے اس کے اشارے پر دیکھتے ہوئے کہا۔ ”ان کے درمیان ایک پتلا درہ ہے لیکن اتنا ہے کہ ٹرک اس سے گزر سکے۔ ہمیں وہی درہ عبور کرنا ہے۔ اس کے اختتام تک پہنچ گئے تو سمجھو ٹھیک ہو گیا۔ بس یہی سب سے مشکل مرحلہ ہو گا۔“

”جی سر۔“

”تیار ہو؟“

”جی ہاں۔“

”تو میں پیچھے جا رہا ہوں۔ وہاں مشین گن فٹ ہے اگر کوئی خاص ضرورت پیش آگئی تو میں مشین گن سنبھالوں گا۔ تم ساری مہارت اس درے کو عبور کرنے میں صرف کر دینا۔“

”ٹھیک ہے سر۔“

”یار کہیں تو تشویش کا اظہار کیا کرو۔ تم بس روبوٹ کی طرح ہر بات پر جی سر کہتے ہو۔“

”اس کی وجہ ہے سر۔“

”کیا؟“

”میں آپ کے لیے ہر کام کرنا چاہتا ہوں۔ ہر اس حکم کی تعمیل کرنا چاہتا ہوں جو آپ کے منہ سے نکلے۔“ میں نے کہا اور وہ خاموش ہو گیا پھر کچھ دیر کے بعد بولا۔ ”چلو۔ ٹرک اسٹارٹ کرو۔“ میں نے انگنیشن میں چابی گھمائی اور تیار ہو گیا۔ میں

”سر آپ مناسب سمجھیں تو بتادیں۔“

”میرے تمام ٹھکانوں پر چھاپے پڑ گئے۔ وہ ریکارڈ بھی فوج کے قبضے میں آ گیا جس میں بچانا چاہتا تھا۔ اس سے ہمیں بڑے نقصانات پہنچ سکتے ہیں۔“

”سر کام بڑے پیمانے پر ہوا ہے؟“

”کچھ سمجھ میں نہیں آرہا۔“

”سر ایک سوال کروں؟“

”ہوں۔“

”آپ دیرا کر اس کیوں جا رہے ہیں۔ کیا وہاں فوج نہیں ہوگی؟“

”نہیں ہے۔ میں معلوم کر چکا ہوں۔ کارروائی کے بعد فوج وہاں سے ہٹ گئی ہے۔“

”ٹھیک۔“

”ہمیں وہیں سے سرحد عبور کرنی ہوگی۔“ اس نے کہا اور میں نے چونکنے کی ادکاری کی۔ یہ ضروری تھا کہ وہ شک کا شکار نہ ہو۔ وہ فوراً بولا۔ ”ہاں ارشاد۔ ہم سرحد عبور کر رہے ہیں لیکن میں تمہیں یہ ضرور بتا دوں کہ یہ سرحدیں عام لوگوں کے لیے حیثیت رکھتی ہیں ہمارے لیے نہیں۔“

”میں سمجھا نہیں سر۔“

”ہم کسی نہ کسی طرح کام چلا ہی لیتے ہیں۔“ اس نے گہری سانس لے کر کہا۔

”جی سر۔“

اس لیے تم فکر مند نہ ہونا۔ تمہاری یہاں واپسی کوئی مشکل کام نہیں ہو گا۔ یہ مجبوری ہے ورنہ میں کوئی اور بندوبست کرتا تم ابھی نہیں سمجھو سکو گے کہ یہاں ناکام ہونے کے بعد ہمیں کیا کیا مشکلات پیش آگئی ہیں۔“

”میں ہر خدمت کے لیے حاضر ہوں سر۔“ میں نے کہا اور وہ پھر خاموش ہو گیا پھر ہم سڑک سے اتر کر ناہموار راستوں پر چل پڑے۔ ٹرک کی ہیڈ لائٹس بجھا دی گئیں اور

نے پہاڑیوں کے راستے کو نگاہ میں رکھا تھا اور رکاوٹوں کا اندازہ لگایا تھا۔ وہ ٹرک کے پیچھے جھے میں چلا گیا اور دوسری طرف جا کر اس نے مجھے چلنے کی ہدایت کی۔ میں نے ٹرک آگے بڑھا دیا۔ رفتار کافی تیز رکھی تھی۔ طاقتور انجن راستے کی رکاوٹوں کو خاطر میں نہیں لارہا تھا اور میری ہر ہدایت پر عمل کر رہا تھا۔ میں درے میں داخل ہو گیا اور پھر میں نے اندھا دھند ٹرک دوڑانا شروع کر دیا۔

لیکن جیکب کا اندازہ بھی درست ہی تھا۔ بلند یوں سے اچانک آتش و آہن کی برسات ہو گئی۔ آگ کی سرخ لکیریں ٹرک کے آگے پیچھے زمین ادھیڑنے لگیں۔ لیکن کچھ نہیں کیا جاسکتا تھا سوائے اس کے کہ میں ٹرک کے ایکسیلیٹر کو دبائے رکھوں۔ یہ بھی زندگی کا سب سے سنسنی خیز تجربہ تھا۔ بھاری ہتھیاروں کا ایک بھی نشانہ کارگر ہو جائے تو کیا ہوگا۔ میں جانتا تھا۔ البتہ ایک بات پر مجھے حیرت ہوئی۔ جیکب نے ابھی تک مشین گن نہیں استعمال کی تھی۔ اس کی وجہ بھی میں نے خود تلاش کر لی۔ ہم پر حملہ اوپر سے ہو رہا تھا مشین گن تو صرف ان لوگوں کو نشانہ بنا سکتی تھی جو عقب سے تعاقب کریں۔

”بلندیوں سے برسنے والی آگ راستے روشن کر رہی تھی اور میں انہی کی روشنی میں تنگ درے میں ٹرک دوڑا رہا تھا۔ ہر خوف ہر احساس سے بے نیاز ہو کر۔ یہاں تک کہ پہاڑیوں کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ میں نے زندہ سلامت درہ عبور کر لیا۔ سامنے میدان تھا اور کافی فاصلے پر درختوں کا سلسلہ نظر آرہا تھا۔ اچھا خاصا گھنا جنگل معلوم ہوتا تھا۔ میں نے اب بھی ٹرک کی رفتار کم نہیں کی حالانکہ مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ میں نے سرحد عبور کر لی ہے اور اب ہم غیر سرحد میں ہیں لیکن پھر بھی جیکب نے مجھے کوئی ہدایت نہیں دی تھی۔ جنگل قریب آتا جا رہا تھا البتہ ٹرک کے انجن نے آواز بدلنا شروع کر دی۔ ویسے بھی پیروں کے پاس مجھے سخت ہیٹ محسوس ہو رہی تھی۔ ٹرک کے انجن پھر بل گئے تھے اگر وہ غیر معمولی نہ ہوتا تو اب تک کبھی کا جواب دے گیا ہوتا لیکن بہر حال اس نے جو مسافت طے کی تھی اس کے بعد اس سے اور توقع نہیں کی جاسکتی تھی پھر بھی میں نے اس کے ساتھ رعایت نہیں کی اور وہ جھٹکے لینے لگا۔ میں نے سفید دھواں رعایت نہیں کی اور وہ جھٹکے

لینے لگا۔ میں نے سفید دھواں خارج ہوتے ہوئے دیکھا۔ آخر کار انجن نے زور زور سے کئی جھٹکے لیے اور اس کے بعد دم توڑ دیا۔“

میں نے گہری سانس لی اور جیکب کے مخاطب کرنے کا انتظار کرنے لگا۔ ایک منٹ..... دو منٹ گزر گئے لیکن مجھے جیکب کی آواز نہیں سنائی دی۔ معاصیرے بدن میں سنسنی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ ٹرک کے اوپری حصے پر ترپال کا ہڈیٹا ہوا تھا اور پہاڑیوں کی بلندیوں سے ہونے والی نازنگ شدید تھی۔ میں تو بچ گیا لیکن کہیں مسٹر جیکب.....

اس خیال نے مجھے بدحواس کر دیا اور میں پھرتی سے دروازہ کھول کر نیچے کود پڑا۔ ”مسٹر جیکب۔“ میں نے آواز دی اور ٹرک کے عقبی حصے میں دیکھا۔ مجھے میری پکار کا جواب نہیں ملا۔ تو میں ٹرک پر چڑھ گیا۔ ٹرک خالی تھا۔ بالکل خالی۔ نہ اس میں مسٹر جیکب موجود تھے نہ مشین گن۔ میری عقل چکرا کر رہ گئی۔ یہ کیا ہوا۔ جیکب کہاں گیا۔ میں نے ٹرک کو خوب غور سے دیکھا۔ اس میں خون کے نشانات بھی نہیں تھے البتہ ہڈیوں میں بڑے بڑے سوراخ ضرور نظر آرہے تھے۔ کیا وہ مشین گن سمیت کہیں کود گیا مگر کہاں اور اس سے اسے کیا حاصل ہوا۔ کوئی بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ کچھ دیر وہیں رک کر کھوپڑی کھجاتا رہا۔ یہ غیر متوقع تھا اور مجھے اس واقعہ کی سنسنی خیزی کا احساس ہو رہا تھا۔ اس طرح تو سب کچھ چوپٹ ہو گیا تھا۔ اب میں کیا کروں؟ مقصد ہی فوت ہو گیا تھا اور میں دیار غم میں احمقوں کی طرح موجود تھا۔

پھر اچانک میری چھٹی حس جاگ اٹھی۔ مجھے احساس ہو گیا کہ میں سخت خطرے میں ہوں۔ میرے لئے کوئی سپورٹ نہیں ہے۔ واپسی کی کوشش بھی خطرناک ہوگی اور ظاہر ہے ادھر بھی سرحدی محافظ موجود ہوں گے۔ ابھی اس احساس کا ذہن سے گزر ہی ہوا تھا کہ دفعتاً کہیں دور ایک سرچ لائٹ روشن ہو گئی۔ گو فاصلہ زیادہ تھا اور ٹرک اس کی رینج میں نہیں آیا تھا لیکن سرچ لائٹ آہستہ آہستہ آگے بڑھتی محسوس ہو رہی تھی۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ کسی گاڑی میں فٹ ہے اور گاڑی اس طرف آرہی ہے۔

”بھاگو۔“ میرے ذہن نے نعرہ لگایا اور میں نے ٹرک سے نیچے چھلانگ لگا دی۔

جنگلوں کے علاوہ اور کدھر کا رخ کر سکتا تھا اس لیے میں نے ادھر دوڑنا شروع کر دیا اور کسی گھوڑے کی رفتار سے دوڑتا ہوا جنگل میں داخل ہو گیا۔ درخت زیادہ گھنے نہیں تھے اور ایک دوسرے سے فاصلے پر تھے جبکہ دور سے دیکھنے پر جنگل گھنا معلوم ہوتا تھا۔ بہر حال جو کچھ بھی تھا اب میرے لیے اس کے سوا چارہ کار نہیں تھا کہ دوڑتا رہوں۔ درختوں کے درمیان دوڑتا ہوا کافی دور نکل آیا۔ اس دوران مڑ مڑ کر دیکھتا بھی جا رہا تھا لیکن میرے تعاقب میں کوئی نہیں تھا۔

درختوں کا سلسلہ کچھ دور جا کر ختم ہو گیا۔ اب سامنے پہاڑی ٹیلے نظر آرہے تھے۔ درختوں کی نسبت یہ ٹیلے محفوظ تھے۔ دل چاہ رہا تھا کہ تھوڑا ریست کروں۔ کچھ سوچنے کا موقع ملے۔ آئندہ کے لیے کچھ فیصلے کروں۔ موجودہ صورت حال تو بڑی عجیب ہو گئی تھی۔ کوئی وجہ ہی نہ رہی تھی ادھر آنے کی۔

ایک سرسبز ٹیلے کی آڑ میں بیٹھ کر ہانپنے لگا۔ کچھ بھی نہیں تھا میرے پاس۔ بالکل نئی دست تھا۔ آخر جبکب کے ساتھ کیا حادثہ پیش آیا۔ وہ ٹرک سے کہاں غائب ہو گیا لیکن کیوں غائب ہو گیا۔ کیا اس نے مجھے دھوکا دیا۔ ہو بھی سکتا ہے۔ یہ دنیا بہت مختلف ہے دھوکہ تو میں بھی اسے دے رہا تھا۔ کون سی نئی بات ہے پھر میں چونک پڑا۔ کچھ فاصلے پر دو روشنیاں نظر آئی تھیں جو سیدھی جا رہی تھیں۔ بغور دیکھنے سے اندازہ ہو گیا کہ کوئی جیپ ہے اور یقیناً کسی سڑک پر دوڑ رہی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ وہاں سڑک موجود ہے۔ سرحدی علاقہ تھا۔ فوجی نقل و حرکت دن رات جاری رہتی ہوگی۔ بڑی خطرناک چویشن ہے۔ مجھے کیا کرنا چاہیے پھر اچانک مجھے اپنے عقب میں چاپ ستائی دی اور میں تڑپ کر اٹھ گیا لیکن وہ مجھ سے صرف چند گز کے فاصلے پر تھا اور اس طرف سے کسی ٹیلے کی آڑ سے برآمد ہوا تھا۔

”ہینڈ اپ۔“ وہ دھاڑا اور میں نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیے۔ وہ میرے قریب آگیا اور مجھے گھورتا ہوا بولا۔ ”جاسوس سرحد عبور کر کے آئے ہو؟“

”نہیں۔۔۔۔۔ میں تو سبزی والا ہوں۔“ میں نے گھکیانی ہوئی آواز میں

کہا۔

”کون ہو؟“

”سبزی والا۔“ میں نے کہا اور وہ مجھے گھورنے لگا۔

”یہاں سبزی بیچ رہے تھے؟“ اس نے تسخرانہ انداز میں کہا۔

”نہیں سر۔ ٹھیکیدار کے ساتھ آیا تھا۔“

”کون ٹھیکیدار؟“

”جو چھاؤنی سبزی لاتا ہے۔“

”یہاں کیا کر رہے ہو؟“ وہ گرج کر بولا۔

”پپ پانی تلاش کر رہا تھا۔ تھک کر بیٹھ گیا ہوں۔ ٹرک کا ریڈی ایٹر خالی ہو گیا

تھا۔“ میں نے بدستور سسے ہوئے لہجے میں کہا۔ وہ میرے قریب کھڑا تھا اور اس کا پستول

میرے سینے سے ٹکا ہوا تھا۔ تن و توش میں مجھ سے زیادہ تھا اور چاق و چوبند بھی نظر آ رہا تھا۔

”کوئی ہتھیار ہے تمہارے پاس؟“

”نہیں۔“

”تلاشی دو۔“

”جی سر۔“ میں نے کہا اور وہ مجھ سے آچپکا۔ اس نے پستول سیدھے کیے ہوئے

میرے لباس کی تلاشی لی اور آسانی سے میرا شکار ہو گیا۔ میں نے مناسب موقع دیکھ کر اپنا

گھٹنا استعمال کیا اور وہ اوع کی آواز کے ساتھ جیسے ہی جھکا میں نے اس کی کلائی پر ہاتھ

ڈال دیا اور اس کا پستول میرے ہاتھ میں آگیا لیکن اس نے پستول کی پروا نہیں کی اور

سنبھل کر بھینسے کی طرح میرے سینے پر نکر ماری۔ ضرب بہت شدید تھی۔ میں کئی قدم

پیچھے ہٹ گیا لیکن پاؤں کسی چیز میں الجھے اور میں توازن نہ سنبھال سکا چنانچہ چاروں شانے

چپت گرا۔ اس وقت میرا گرنا میرے حق میں بہتر ثابت ہوا۔ وہ ایک نکر مارنے کے

فوراً ہی مجھ پر چھٹا اور پھر جھونک میں میرے اوپر سے گزرتا گیا لیکن مجھ میں ہی الجھ

نیچے گرا اور زور دار آواز کے ساتھ اس کی چیخ بھی ابھری۔ اس کی پیشانی پتھر سے ٹکرائی تھی۔ میں پھرتی سے اٹھا تو وہ بھی پلٹ پڑا لیکن اس کا چہرہ خون میں نہا گیا تھا۔ میں نے اس کی گردن پر پاؤں رکھ کر پوری قوت سے اسے دبا دیا اور اس نے میری پنڈلی پکڑ لی لیکن میں نے دوسرے پاؤں سے اس کی پسلیوں پر ٹھوکر لگائی اور اس نے پنڈلی چھوڑ دی۔ پستول اب میرے ہاتھ میں تھا اور میں اسے گولی مار سکتا تھا لیکن پستول کی آواز میرے لیے کس قدر خطرناک ہوگی؟ اس کا اندازہ تھا۔ میں اس پر حاوی ہو چکا تھا اور وہ شدید ضربوں سے مضطرب تھا۔ چنانچہ میں اس پر سوار ہو گیا پھر چند لمحوں میں وہ زندگی کی بازی ہار گیا۔ اس کی طرف سے مطمئن ہو کر میں نے اس کے لباس کی تلاشی لی۔ تھوڑی سی کرنسی، اس کا ڈیوٹی کارڈ وغیرہ ہاتھ آیا تھا۔ چنانچہ میں نے کرنسی جیب میں ٹھونس لی اور پستول سنبھال کر رکھ لیا پھر اس کی لاش کو گھسیٹ کر ایک ٹیلے کی آڑ میں ڈالا اور وہاں سے آگے بڑھ گیا۔

ایک زندگی چھیننے کی بعد میری وہی حس جاگ اٹھی تھی جس نے کہ جانے کون کون سے کارنامے مجھ سے سرانجام دلوائے تھے۔ اب سب کچھ بھول کر مجھے اپنی بقا کی کارروائی کرنی تھی۔ دشمن کی سرحد میں تھا اور نہایت نازک صورت حال تھی۔ وہ سڑک یاد آئی جس پر میں نے جیپ دوڑتے دیکھی تھی۔ چنانچہ اس کی سمت کا تعین کر کے چل پڑا۔

رات کس طرح اپنا سفر طے کرتی رہی میں نے اس کا احساس نہیں کیا تھا۔ ہر آہٹ سے محتاط رہ کر میں اس سڑک کا تعین کر کے چل رہا تھا اور میں نے تھکن کے ہر احساس کو ذہن سے محو کر دیا تھا۔ میرے دل میں خیال تھا کہ سڑک کہیں نہ کہیں جاتی ہوگی اور مجھے کوئی سرحدی آبادی ضرور مل جائے گی۔ آخر کار سڑک نظر آگئی اور میں نے بسم اللہ کر کے ایک راستے کا تعین کیا مگر سڑک پر چلنے کے بجائے میں نے اس کے ڈھلان پر چلنا مناسب سمجھا تھا۔ ادھر کھیت پھیلے ہوئے تھے۔ نہ جانے کتنے گھنٹے تک یہ سفر جاری رہا پھر رات کی سیاہی ماند پڑنے لگی۔ بہت فاصلے پر مجھے کچھ چراغ سے ٹمٹماتے نظر آئے پھر برگد کا ایک درخت جس کے گرد چوڑا چبوترہ بنا ہوا تھا۔ بدن کی قوت ساتھ چھوڑ رہی تھی۔

اس لیے میں نے خود کو تقدیر کے حوالے کیا اور چبوترے کے ایک سمت لیٹ گیا۔ برگد کی ڈاڑھی مجھ پر جھول رہی تھی۔ میں نے مٹی کے ایک ڈھیر کو تکیہ بنایا اور اس پر سر رکھ کر آنکھیں بند کر لیں۔

نیند جیسے پیوٹوں کے بند ہونے کا انتظار کر رہی تھی۔ پتا نہیں نیند تھی یا بے ہوشی ایسا بے خبر ہوا کہ کوئی ہوش نہ رہا۔

برگد کے مہربان سائے نے مجھ پر چھاؤں کیے رکھی اور دھوپ کی تپش نے پریشان نہ کیا۔ جاگا تو کلائی کی گھڑی میں تین بج رہے تھے۔ کچھ دیر تو یہی اندازہ لگانے میں گزری کہ یہ کون سے تین بجے ہیں لیکن چاروں طرف پھیلے چمکدار جالے نے فوراً جواب دے دیا۔ اف۔ دس گھنٹے سویا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ نیند پوری ہو جانے سے ذہن شگفتہ تھا لیکن پیٹ شگفتہ نہیں تھا۔ بھوک لگ رہی تھی، ہونٹ اور گلا خشک ہو رہا تھا۔ میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اتنا وقت گزر گیا تھا اور میں محفوظ تھا۔ اس بات نے دل کو تقویت بخشی۔ سب ٹھیک ہے مجھے کچھ نہیں ہو گا میں نے سوچا۔

بیٹھنے سے چبوترے کا اوپری حصہ نظر آیا اور وہاں خوان نعمت دیکھ کر میں چونک پڑا۔ پتوں سے بنے ہوئے دوٹے میں پیلے پیلے لڈو نظر آرہے تھے جو آدھ سیر سے کم نہ ہوں گے۔ یہ لڈو کہاں سے آئے اور کیوں رکھے ہیں یہ سوچے سمجھے بغیر میں نے چبوترے پر چھلانگ لگائی اور دو ناقصے میں کر لیا پھر پورا پورا لڈو میرے حلق میں داخل ہونے لگا اور میں کوئی چھ لڈو کھا گیا۔ شکم سیری میں اس طرح مصروف تھا کہ عقب میں آہٹیں بھی محسوس نہ کر سکا۔ ساتویں لڈو نے پیٹ پوری طرح بھر دیا تھا۔ باقی دو لڈو بچے تھے جنہیں میں نے رکھ دیا۔ تبھی پیچھے سے آواز ابھری۔

”پانی۔“ یہ نرم و نازک نسوانی آواز ہم کے دھماکے سے کم نہیں تھی۔ میں اچھل پڑا۔ ”لو۔“ پیتل کی ایک مٹکی میری طرف بڑھائی اور میں نے مٹکی دالی کو دیکھا۔ اٹھارہ انیس سال کی عمر تھی، نقوش و نکش، رنگ تانبے جیسا، جوانی کی مہربانیوں سے سرشار، لنگا چولی پہنے ہوئے اوڑھنی سے ڈھکی شریر آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

میں نے اس کے چہرے سے اس کی سادگی کا اندازہ لگایا پھر منگی کی طرف دونوں ہاتھ بڑھائے۔

”ارے ساتھی۔ اوک بناؤ۔ برتن کو ہاتھ نہ لگانے دوں گی۔“ اس نے کہا اور بے دھڑک آگے بڑھ آئی۔ اس نے منگی اور منگی اٹھائی اور اس سے پانی گرانے لگی۔ میں نے دونوں ہاتھوں کا پیالہ بنایا اور پانی کی دھار کو حلق سے اتارنے لگا۔

”ضرورت سے زیادہ ہی پانی پی گیا تھا پھر میں نے گردن ہلائی اور اس نے منگی سیدھی کر لی پھر اس میں جھانک کر ہنس پڑی۔ ”ہائے۔ پیٹ میں ”کھو“ لگے ہیں تمہارے۔ بدری چاچا کی سناری پر شاد کھا کر آدھا منگی پانی پی گئے۔ پیٹ پھٹ نہ جائے گا تمہارا۔“ اس کے اس بے ساختہ انداز پر مجھے ہنس آگئی تو وہ آنکھیں چمکا کر بولی۔

”جھوٹ تھوڑی کہہ رہی ہوں اتنا کھا گئے اور اتنا پی گئے تو اب چلو پھرو گے کیسے؟“

”واقعی میں چل پھر نہیں سکتا۔“

”کب سے بھوکے تھے؟“ وہ بولی۔

”دو دن سے۔“

”اور پیاسے بھی؟“

”ہاں۔“

”ہوں تب تو ٹھیک ہی ہے مگر اچھے خاصے ہٹے کئے ہو پھر دو دن سے بھوکے کیوں مر رہے تھے؟“ اس نے پوچھا اور میں گہری نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ طبیعت کی صاف ستھری لڑکی معلوم ہوتی تھی، معصومیت سے ہر سوال کر رہی تھی اور میرے سلسلے میں تجسس کا شکار تھی، اسے کچھ نہ کچھ کہہ کر مطمئن کرنا ضروری تھا۔ وہ سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی پھر اس نے کہا۔

”بولو بتاؤ، کوئی کام دھندہ کیوں نہیں کرتے اور ہاں تم رہنے والے کہاں کے ہو؟“

”کافی فاصلے پر میرا گاؤں ہے۔“

”تو ادھر کیسے آئے؟“

”بس چھپا چھپا پھر رہا ہوں۔“ میں نے ایک منصوبے کے تحت کہا۔

”ہائے رام، چور ہو کیا، یا کہیں ڈاکہ ڈالا ہے؟“

”نہیں۔“

”تو پھر کیوں چھپے چھپے پھر رہے ہو؟“

”دشمنی ہو گئی ہے میری۔“

”کس سے؟“

”گاؤں کے زمیندار سے۔“

”کیوں؟“ اس نے منگی زمین پر رکھی اور خود بھی وہیں بیٹھ گئی اس کی آنکھوں سے تجسس جھانک رہا تھا۔ میں اسے اس کی کوئی من پسند کہانی سنا کر ہی اس کی توجہ حاصل کر سکتا تھا مجھے اس وقت کسی ایسے ساتھی کی ضرورت تھی جو میرے لیے تھوڑی بہت معلومات اور ایسے ذرائع مہیا کر دے جن سے میں سنبھالا لے سکوں اور آگے کچھ کر سکوں۔ میں نے ایک گہری سانس لی اور بولا۔

”تمہارا نام کیا ہے؟“

”بندو۔“ اس نے جواب دیا اور پھر جلدی سے بولی۔

”اور تمہارا نام کیا ہے؟“

”رتن۔“

”رتن لعل؟“

”ہاں۔“

”اچھا تو پھر بتاؤ کس سے دشمنی ہوئی اور کیوں ہوئی؟“

”میرے گاؤں میں ایک یتیم اور بے سہارا لڑکی رہتی تھی تمہاری طرح سندر تھی وہ، لکھی نام تھا اس کا، گاؤں کے لوگ اسے بہت محبت سے دیکھتے تھے، ماما پتا کے مرجانے کے بعد سارے گاؤں نے مل کر اسے پالا تھا۔ زمیندار کا نوجوان بیٹا شہر میں تعلیم حاصل کرتا تھا۔ بچپن میں شاید اس نے لکھی کو کبھی دیکھا بھلا ہو لیکن جوان ہو کر آیا تھا گاؤں

”چھوڑو بندو، تم کہاں پریشان ہوگی۔“

”ارے کیسی باتیں کرتے ہو، میرا نام بندو ہے بندو، میں بہت عجیب لڑکی ہوں۔ تم چننا مت کرو۔“

”اور اگر گاؤں کے آدمی میرا مطلب ہے زمیندار کے آدمی تلاش کرتے ہوئے یہاں آگئے تو؟“

”تو انھیں پتا کیسے چلے گا کہ تم یہاں ہو؟“

”مگر ایسا کیسے ہو سکتا ہے بندو، میں کہاں چھپوں گا؟“

”دھرم شالہ میں چھپ جانا۔“

”دھرم شالہ۔“

”ہاں۔“

”دھرم شالہ کہاں ہے؟“

”وہ دور دیکھو نظر آرہی ہے۔ اب ادھر کوئی نہیں جاتا لوگ ڈر کے مارے ادھر نہیں جاتے۔ پر میں سو بار ادھر جا چکی ہوں، لوگ کہتے ہیں وہاں بھوت پریت رہتے ہیں۔ کوئی بھوت پریت نہیں رہتا ہم تو وہاں جا کر خوب آرام کرتے ہیں، تم اس میں چھپ جاؤ، میں تمہیں کھانے پینے کی ساری چیزیں پہنچا دیا کروں گی۔“ میں نے بہت فاصلے پر نظر آنے والی اس کائی زدہ غمارت کو دیکھا اور دل میں سوچا کہ یہاں کچھ وقت نکال کر پھر یہاں سے آگے بڑھنے کی کوشش کروں گا۔ اب ایک مشکل تو آہی گئی ہے کم از کم تھوڑا بہت سہارا تو حاصل ہو ہی جائے تو پھر سوچوں کہ آگے کیا کرنا ہے۔ حالانکہ سارا منصوبہ خاک میں مل گیا تھا۔ بندو کہنے لگی۔

”ہو لو ہمت ہے تمہارے اندر؟“

”ہمت تو میرے اندر بہت ہے بندو لیکن میں تمہیں پریشان نہیں کرنا چاہتا۔“

”تو میں کب تمہیں یہ بات کہہ رہی ہوں کہ میں پریشان ہو جاؤں گی۔ ارے دیکھو

میں تو ادھر آتی ہی رہتی ہوں۔ تمہارے لیے بس تھوڑا بہت کھانا وغیرہ لانا ہو گا۔ اس میں

میں۔ بس لکھی اس کی نگاہوں میں چڑھ گئی۔“

”چڑھ گئی، ہائے پھر کیا ہوا؟“

”مگر وہ اچھا آدمی نہیں تھا اس نے لکھی کو بری نظر سے دیکھا۔“

”لو کیا وہ اس سے شادی نہیں کر سکتا تھا؟“

”بہت بڑا آدمی تھا نا وہ۔“

”تو پھر اس سے کیا ہوا؟“

”بس شہر سے برائیاں لے کر آیا تھا، لکھی کو اس نے ایک بار کھیت میں جا پکڑا۔“

”تو بہ تو پھر کیا ہوا؟“

”میں اتفاق سے وہاں پہنچ گیا۔“

”ارے واہ، تم نے تو لکھی کو بچا لیا ہو گا؟“

”ہاں، بس یہی تو جرم کیا ہے میں نے۔“

”کیا مطلب؟“

”میں نے زمیندار کے بیٹے کو مار مار کر ادھ مرا کر دیا اور لکھی کو وہاں سے بچا کر اس کے گھر پہنچا دیا، بس اسی بات پر زمیندار میرا دشمن ہو گیا اور اس کا بیٹا اپنے آدمیوں کے ساتھ مجھے قتل کرنے پر تل گیا۔ میں بھلا اتنے بڑے زمیندار کے بیٹے کا مقابلہ کیسے کر سکتا تھا چنانچہ وہاں سے بھاگ آیا اور دو دن سے بھاگا بھاگا ادھر پہنچ گیا ہوں، بھوکا پیاسا تھا، کھانے پینے کو کچھ نہیں تھا۔ یہاں لیٹ گیا پھر بدری کا کا کے لڈو دیکھے اور بھوک جاگ اٹھی۔“ وہ تصویر حیرت بنی ہوئی میری کہانی سن رہی تھی اور اس کی آنکھوں میں دلچسپی کے آثار تھے پھر اس نے کہا۔

”پر تم نے کیا تو بہت اچھا ہے، گاؤں والوں نے تمہارا ساتھ نہیں دیا کیا؟“

”یہی تو افسوس ہے بندو، لوگ غریب کا ساتھ کہاں دیتے ہیں۔“

”ارے واہ کیسے نہیں دیتے غریب کا ساتھ، اچھا ٹھیک ہے، تم یہاں آرام سے

رہو۔ میں تمہارا ساتھ دوں گی۔“

کون سی مشکل ہو جائے گی میری تم چتا مت کرو۔ چلا اٹھو آؤ میرے ساتھ۔“ راستہ طے کرتے ہوئے اس نے بتایا کہ بذری کا کا اکثر یہاں بڑے درخت کے نیچے پوجا پاٹ کے لڈو رکھتا ہے اور ہم لڑکیاں بالیاں آکر ان لڈوؤں کو کھاتی جاتے ہیں۔ وہ ہنس کر بولی۔

”آج یہ لڈو تمہارے مقدر کے تھے سو تم نے کھالے۔“

میں بھی ہنسنے لگا تھا، ”نوجوان لڑکی اپنی جوانی کے ہر راز سے بے نیاز میرے ساتھ اس دھرم شالہ تک پہنچ گئی، پتا نہیں یہاں کا ماحول بہت اچھا تھا یا پھر وہی خوش قسمت تھی کہ اسے کوئی برا انسان نہیں مل سکا تھا ورنہ ایک لڑکی پر کسی بری نیت رکھنے والے کا قابو پالینا کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ میں تو خیر بالکل ہی مختلف فطرت کا مالک تھا۔ میں اسے میلی نگاہ سے دیکھ بھی نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ اس نے بہر طور میرے اوپر احسان کیا تھا۔ ہم لوگ دھرم شالہ پہنچ گئے۔ صاف ستھری سی جگہ تھی، چھوٹی سی عمارت، تین سیڑھیاں، ایک چھوٹا سا چوترہ اس کے بعد ایک سائے دار جگہ جو مخصوص طرز کی بنی ہوئی تھی لیکن چاروں طرف جھاڑ جھنکار اور گرد و مٹی سے اٹی ہوئی وہ کہنے لگی۔

”ابھی میں بس اسے تمہارے لیے صاف کیے دیتی ہوں۔ میرے پاس یہاں تمہارے بچھانے کے لیے تو کچھ نہیں ہے مگر دیکھو جب اس چوترے پر لیٹو گے نا اور وہ بھی شام کو تو ایسی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا آئے گی کہ تمہیں پٹ سے نیند آجائے گی اور پھر ایسی کوئی بات ہے بھی نہیں، کوشش کروں گی کہ تمہارے لئے کوئی چادر وغیرہ بھی لے آؤں۔“

”نہیں بندو اتنی پریشانی اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے میں یہاں آرام سے سو جاؤں

گا اور سنو اب تم یہاں مت آنا۔“

”لو تو کیا یہاں بھوکے مر نہیں جاؤ گے؟“

”زیادہ دیر نہیں رہوں گا یہاں۔“

”کیوں؟“

”بس یہاں سے کہیں آگے بڑھ جاؤں گا۔“

”اطمینان سے اطمینان سے ادھر تمہیں کوئی تلاش کرنے نہیں آئے گا۔ ہو سکتا ہے آگے زمیندار کے آدمی تمہیں تلاش کر لیں ابھی ہفتہ پندرہ دن یہاں چھپے رہو پھر جہاں چاہو نکل جانا۔“

”ایک بات بتاؤ بندو یہاں سے کوئی بڑی آبادی کتنی دور ہے؟“

”ہمیں پتا نہیں ہم کبھی بستی سے باہر گئے ہی نہیں ہیں۔“

”لوگ تو جاتے ہوں گے؟“

”ہاں بہت دور تیل گاڑی میں جانا پڑتا ہے پھر وہاں لاری اڑے ہے، لاری اڑے سے

آگے کیا ہے یہ ہمیں بالکل نہیں معلوم۔ بس لوگ لاری میں بیٹھ کر چلے جاتے ہیں۔“

”ہوں۔“ میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا پھر بولا۔

”اب تم جاؤ بندو، تمہیں بہت دیر ہو گئی ہو گی، کیا پانی بھرنے آئی تھیں۔“

”تو اور کیا مٹکی کا آدھا پانی تمہیں پلا دیا یہاں بہت بڑی پوکھر ہے اور ہم اس پوکھر

سے پانی لے جاتے ہیں۔ میں راستے میں جاتے ہوئے پانی لے لوں گی اور سنو تم بالکل چتا

مت کرنا اب یہ بتاؤ بھوک لگی ہے؟“

”ارے نہیں نہیں بندو، اتنے سارے لڈو کھالے ہیں اب بھلا کیا بھوک لگے گی؟“

وہ ہنس پڑی پھر بولی۔

”ہاں مگر پھر بھی رات کو اگر موقع ہوا تو میں تمہارے کھانے کو کچھ لاؤں گی۔“

”نہیں بندو رات کو مت لانا۔“

”کیوں؟“

”رات کو میں کچھ نہیں کھاؤں گا۔“

”ہوں پھر خیر صبح کو آؤں گی میں تمہارے پاس۔“

”ٹھیک ہے آجانا۔“ میں نے کہا اور وہ وہاں سے آگے بڑھ گئی۔ اپنے آپ سے

بے نیاز برائیوں سے بے پروا یہ لڑکی مجھے کچھ عجیب سی لگی تھی۔ کچھ دیر کے بعد وہ میری

نگاہوں سے اوجھل ہو گئی اور میں دھرم شالہ کے اندرونی حصے میں آ بیٹھا۔ ایک دیوار کے

ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے میں نے اپنے مستقبل کے پروگرام پر نظر ڈالنا شروع کر دی۔ کبھت جیکب کہاں مر گیا، کیا ہوا کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ آخر وہ راستے میں اتر کیوں گیا یا پھر اب وہ اس دنیا ہی میں نہیں ہے اگر ایسا ہے تو پھر ظاہر ہے تمام کیا دھرا چوہٹ ہو گیا۔ نہ اس تنظیم کے بارے میں مجھے کوئی تفصیل معلوم ہو سکتی ہے اور نہ میں اس کے خلاف کسی کام کا آغاز کر سکتا ہوں۔ دشمن کی سرحدوں میں ہوں جس طرح بھی بن پڑا واپس تو نکل جاؤں گا لیکن کچھ ہوا نہیں اور یہ کوئی ایسی اچھی بات نہیں ہے۔ دل چاہ رہا تھا کہ کچھ کرنے کے بعد ہی یہاں سے واپسی کا فیصلہ کروں لیکن کچھ کرنے کے لیے کم از کم کوئی راستہ تو ہو۔

بہر حال یہ بہتر جگہ تھی، کھانے پینے کا کوئی مسئلہ نہیں تھا دور دور تک کھیت بکھرے ہوئے تھے، سبزیوں پر بھی گزارا کیا جاسکتا ہے اور پھر بندو یاد آگئی۔ معصوم سی لڑکی، دل سے دعا نکلی کہ خدا اسے ہر مشکل سے محفوظ رکھے ایسی بے باک لڑکیاں کبھی کبھی مشکلات کا شکار بھی ہو جاتی ہیں۔ جہاں تک اس کے کردار کا معاملہ تھا اگر میرا تجربہ بالکل ہی ناقص نہیں ہے تو اس کے اندر ایسی کوئی کھوٹ نہیں تھی۔ بہر حال گزرے ہوئے واقعات پر غور کرتا رہا۔ کرنل امیر شاہ یاد آیا، صفیہ، فوزیہ جلال ویسے تو یاد کرنے کے لیے ایک پہاڑ جیسا ماضی پڑا ہوا تھا۔ جس طرف نظر دوڑائی جائے کہانیاں ہی کہانیاں بکھری ہوئی تھیں کتنی کہانیاں سمیٹوں گا۔

رات ہو گئی، رات گزر گئی، دوسرا دن نکلا، کوئی آٹھ بجے تھے کہ بندو آگئی مجھے رتن رتن پکارتی ہوئی مجھ تک پہنچی تھی۔ ایک پوٹلی ساتھ لائی تھی۔ پانی کا برتن بھی تھا ایک چادر بھی تھی۔ یہ تمام چیزیں میرے سامنے رکھتے ہوئے اس نے گردن جھٹک کر کہا۔ ”لو یہ سب کچھ لائی ہوں میں تمہارے لیے دوپہر کو کچھ نہیں ملے گا کھانے کو۔ اس سے گزارہ کرنا۔ رات کو آؤں گی۔“

”ارے نہیں بندو، یہ تو اتنا بہت کچھ ہے کہ میں رات کو بھی اس سے کام چلا سکتا

ہوں۔“

”تو پھر کب آؤں؟“

”دن کی روشنی میں زیادہ اچھی رہے گی۔“

”مگر روزانہ تو صبح صبح نہیں آسکتی، رات کو چھپتی چھپاتی آجاؤں گی۔“

”کون کون ہے تمہارے گھر میں؟“

”میری ماما جی ہیں، دادی جی ہیں اور میں ہوں۔“

”اور پتا جی اور بھائی۔“

”نہیں پتا جی اور بھائی نہیں ہیں میرے۔“

”ہوں پھر بھی بندو۔“

”نہیں کوئی بات نہیں ہے، بھگوان کا دیا سب کچھ ہے ہمارے پاس، پتا جی بہت کچھ

چھوڑ گئے تھے ہمارے لیے۔“

”کوئی تشویش تو نہیں کرے گا؟“

”جس کا جو دل چاہتا ہے کرتا رہے ہمیں اس سے کیا۔ کوئی تم برے آدمی ہو؟“

”نہیں بندو، میں برا آدمی نہیں ہوں۔“

”اور میں بھی کوئی بے وقوف لڑکی نہیں ہوں جو کسی کے چکر میں پھنس جاؤں،

میری تو سگائی ہو چکی ہے۔“

”اچھا سگائی ہو چکی ہے تمہاری؟“

”ہاں۔“ وہ شرما کر بولی۔

”کیا نام ہے اس کا؟“

”ہم لوگ، ہم لوگ نام نہیں لیتے اپنے ہونے والے پتی کا۔“

”ارے واہ۔“ میں قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

”تو اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے، کیا تمہاری بہتی میں لوگ، میرا مطلب ہے لڑکیاں

اپنی سگائی والے کا نام لیتی ہیں۔“

”نہیں لیتیں۔“ میں نے ہنسنے ہوئے کہا۔

”تو پھر مجھ پر کیوں ہنس رہے ہو؟“

”ہرمان گئیں بندو۔“

”نہیں۔“ وہ اچانک مسکرا دی پھر بولی۔ ”سب کا سب رکھا ہوا ہے، کھاؤ تو سہی ذرا کھول کر تو دیکھو۔“

”تم یقیناً اچھی ہی چیز لائی ہوگی۔“ میں نے کہا۔ ہاجرے کی روٹیاں، مکھن اور کسی ساگ کی بھیجا تھی۔ ایسی کوئی چیز نہیں تھی جسے کھانے میں مجھے کوئی عار محسوس ہو۔ میں نے اس میں سے ایک روٹی بھیجا کے ساتھ کھائی تو وہ بولی۔

”یہ پہاڑ جیسا ذیل ڈول لیے پھرتے ہو اور ایک روٹی۔“

”بس باقی دوپہر کو کھاؤں گا۔“

”رات کی چٹا مت کرنا“ میں رات کو بھی آیا کروں گی اور سنو مجھے ڈر نہیں لگتا اور نہ ہی مجھے کوئی روکنے ٹوکنے والا ہے۔ ”بہر حال بندو کا احسان تھا میں اس سے باتیں کرتا رہا پھر وہ چلی گئی۔ میں نے سوچا کہ کچھ وقت یہاں گزار لینے میں کوئی حرج نہیں ہے، کم از کم سرحد پر میری تلاش ختم ہو جائے تو پھر واپسی کا ہی سفر کروں گا، کیونکہ اور کوئی راستہ ایسا نظر نہیں آ رہا تھا جس پر آگے بڑھ کر میں کوئی کام کر سکوں۔ یہ میری مکمل سوچ کا نتیجہ تھا۔

یہاں دھرم سالہ میں مجھے کوئی خاص تکلیف نہیں تھی۔ کھانے پینے کے لیے بندو کی طرف سے کچھ نہ کچھ آہی جاتا تھا تین، چار، پانچ پھر چھ دن گزر گئے۔ ابھی تک کوئی ایسی کارروائی نہیں ہوئی تھی جس پر مجھے کسی خوف کا احساس ہوتا۔ ویسے زندگی کے ان دنوں کا بے کار جانا بڑا عجیب سا لگ رہا تھا۔ بارہا میری آنکھیں بھیگ گئی تھیں۔ جو لوگ یاد آئے تھے ان کا نعم البدل ملنا مشکل تھا۔ رشید ناگی بہت ہی اچھا انسان تھا صحیح معنوں میں مٹھل شاہ صاحب کے بعد اگر کسی نے میری زندگی کو سنبھالا تھا اور مجھے کچھ بنایا تھا تو وہ رشید ناگی تھا۔ الیاس بھائی، نازاں باجی اور دوسرے لوگ بھی یاد آتے تھے۔ کتنے بڑے لوگ ہیں یہ سارے کے سارے۔ انھوں نے مجھ پر عرصہ حیات تنگ کر دیا ہے۔ حالانکہ

میں نے اپنے وطن کے لیے کبھی کسی بڑے انداز میں نہیں سوچا۔ وہ بات سمجھ میں ہی نہیں آتی تھی جس سے یہ احساس ہوتا تھا کہ یہ سب کچھ آخر کس بنیاد پر کیا گیا وہ کون لوگ تھے جنہوں نے میری نشاندہی اس انداز میں کی کہ سب کچھ ملایا میٹ کر دیا گیا۔ میں تو انہیں بھی وطن دشمن ہی قرار دیتا تھا۔ کیونکہ میں وطن کے لیے جو کچھ کر چکا تھا اس کا صلہ مجھے ہر قیمت پر ملنا چاہیے تھا لیکن پھر ان بھڑکتے ہوئے جذبات کو قابو میں کرنے کی کوشش کرتا تھا، جو کچھ بھی ہوا بہر حال ہو گیا۔ خدا ان لوگوں کو بھی خوش رکھے جنہوں نے میرے ساتھ یہ سلوک کیا۔ اس سے زیادہ میں اور کیا کہہ سکتا ہوں میں ان کے لیے، لیکن پھر ایک نیا مسئلہ کھڑا ہو گیا جو اس داستان میں تبدیلی کا باعث بنا۔

شام کے جھپٹے فضاؤں میں اتر رہے تھے ابھی رات بے شک نہیں ہوئی تھی۔ بندو میرے لیے کھانا وغیرہ لے کر آگئی اور دھرم سالہ میں میرے پاس پہنچ گئی اس نے میرے سامنے روٹی اور بھاجی وغیرہ رکھی اور پھر بیٹھ گئی۔

”تمہیں گرمی لگتی ہوگی یہاں؟ دیکھو میں پنکھا بھی لائی ہوں تمہارے لیے۔“

”بندو تمہارے دل میں کتنی ہمدردی ہے میرے لیے۔“

”تو تم نے بھی تو ایک لڑکی کی عزت بچائی ہے کیا تم کوئی چھوٹے موٹے آدمی ہو۔“

”بندو اب میں یہاں سے چلا جاؤں گا۔“

”اگر تمہیں کہیں جانے کا راستہ مل جائے تو ضرور چلے جانا مگر جب تک یہاں ہو

تب تک تو مجھے اپنی سیوا کرنے دو۔ میں بھی تم سے بڑا پریم کرنے لگی ہوں۔“

”ہوں، شکریہ بندو مگر افسوس میں تمہیں اس محبت کے جواب میں کچھ نہیں دے

سکتا۔“

”پریم کا جواب پریم سے تو دیا جاسکتا ہے۔ تم بھی مجھے پریم سے بندو کہہ دیتے ہو تو

اچھا لگتا ہے۔“

”اچھا یہ بتاؤ، جس سے تمہاری سگائی ہوئی ہے وہ کیسا ہے؟“

”بہت اچھا ہے۔“

”تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا بدری کا کا۔ یہ کیا کہہ رہے ہو تم، کیا سوچ رہے ہو۔“

”ارے چل چل بڑی سنی ساوتری بنی پھرتی ہے، بڑا پریم کرتے تھے ہم تم سے مگر تو یہ گل کھلا رہی ہے، ہمیں نہیں معلوم تھا گاؤں والوں کی اس طرح ناک کٹوائے گی تو۔“

”بدری کا کا ہوش میں ہو یا نہیں۔ یہ اینٹ اٹھا کر ماروں گی تمہارے سر پر اور تمہارا بھیچہ باہر نکال دوں گی۔“

”بڑی پاکیزہ ہے نا تو تو۔ ارے دیکھ کیا رہے ہو مارو اس سری کو اور اس دوسرے کو بھی۔“

”ایک منٹ، ایک منٹ۔“ میں نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور باہر نکل آیا۔ میری آنکھوں میں نہ جانے کیوں خون اتر آیا تھا۔

”دیکھو تم تعداد میں بہت زیادہ ہو لیکن اگر تم لوگوں نے بندو کے خلاف کوئی بات کی تو تم میں سے دو چار ہی زندہ واپس جائیں گے۔“

”دھمکی دے رہا ہے ہمیں؟“

”ہاں دھمکی دے رہا ہوں اس لیے کہ تم کہنے اور اذیل لوگ ہو، کیا سمجھتے ہو تم اس لڑکی کو۔ کیا معیار ہے تمہارے ہاں رشتوں کا۔ یہ میری بہن ہے، بہن ہے یہ میری۔ بہن کا نام جاتے ہو تم لوگ؟“ وہ سب ایک دم سے ڈھیلے پڑ گئے۔ میں نے آنکھیں نکال کر کہا۔

”تم چھوٹے دماغ کے چھوٹے لوگ، رشتوں کی تمیز نہیں کر سکتے۔ تم ایک لڑکی کو کسی مرد کے پاس دیکھ کر یہی سوچتے ہو کہ وہ بد چلن ہے، بندو بد چلن نہیں ہے وہ میری بہن ہے میری چھوٹی بہن، سمجھے۔ کون سی قسم کھاؤں میں تمہارے سامنے؟“

”ارے کیا کہہ رہا ہے تو؟“

”سچ کہہ رہا ہوں۔“

ایک بوڑھا آدمی آگے بڑھا اور بندو سے بولا۔ ”بندو کیا یہ سچ کہہ رہا ہے؟“

”کیا کرتا ہے؟“

”نوجی ہے۔“ بندو نے کہا اور میں ایک دم سنگ گیا لیکن پھر میں نے اپنے آپ کو سنبھال لیا۔

”کہاں ڈیوٹی ہے اس کی؟“

”اب اتنی ساری باتیں تو ہم نہیں جانتے۔“

”تمہیں اس سے پریم ہے؟“

”ہاں کیوں نہیں۔“

”کب سے جانتی ہو تم اسے؟“

”بچپن سے۔“ اس نے جواب دیا اور اچانک میرے کان کھڑے ہو گئے۔ باہر سے

بہت سی آوازیں ابھری تھیں بندو بھی چونک کر کھڑی ہو گئی تھی۔

”ارے یہ کون ہے؟“

”بپ پتا نہیں۔“ میں نے آہستہ سے کہا۔

”میں دیکھتی ہوں۔ بندو خروانہ دار کھڑی ہو گئی اور باہر نکلی۔ میں بھی اس کے پیچھے

پیچھے باہر آگیا تھا۔ باہر شاید بندو کے گاؤں کے لوگ کھڑے ہوئے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں لاٹھیاں، ڈنڈے تھے، کل بیس بائیس آدمی تھے اور وہ خونی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ ایک لمحے کے اندر اندر مجھے صورت حال کی نزاکت کا احساس ہو گیا۔“

”ہوں تو تو یہ گل کھلا رہی ہے یہاں۔ اچے کمار سرحدوں پر ڈیوٹی دے کر تیرے

گیت گاتا رہتا ہے تجھے یاد کرنا رہتا ہے۔“

”کیا ہو گیا بدری کا کا؟“ بندو نے کہا۔

”کون ہے یہ؟“ بدری کا کا نے آنکھیں نکال کر پوچھا۔

”یہ.....؟“

”ہاں یہ؟“ بدری کا کا بولا پھر دوسرے لوگوں کی طرف دیکھ کر بولا۔

”دیکھ رہے ہو تم لوگ کیسی بے باکی سے ہم سے آنکھیں ملاتے ہو سنے ہے۔“

”تو پھر ہمیں معاف کر دو۔ ہم سے بھول ہو گئی اور یہاں کیوں چھپے ہوئے ہو اگر تم نے کسی لڑکی کی عزت بچائی ہے اور تمہاری دشمنی ہو گئی ہے تو جس سے تمہاری دشمنی ہوئی ہے ہم سب بھی اس کے دشمن ہیں، آؤ ہمارے ساتھ بستی میں آؤ، ہمارے ساتھ رہو، ہم سب تمہاری رکھشا کریں گے۔“

بہر حال مجبوراً مجھے گاؤں والوں کے ساتھ ان کی بستی میں جانا پڑا۔ سیدھے سادے معصوم لوگوں کا دل صاف ہوا تو انہوں نے دل کے سارے دروازے میرے لیے کھول دیے۔ بدری کا کا تنہا آدمی تھا ایک چھوٹا سا گھر تھا اس کا۔ اس نے اپنے گھر میں نیم کے درخت کے نیچے میرے لیے چار پائی بچھوا دی اور بولا۔

”جب تک تمہارا من چاہے یہاں رہو رتن لعل۔ کوئی اگر تمہاری طرف ٹیڑھی آنکھ سے دیکھے گا تو ہم اس کی آنکھیں نکال لیں گے۔ کیا نام ہے تمہاری بستی کا؟“

”ڈروٹی“ میں نے فوراً ہی جواب دیا اور یہ جواب بس ایک دم ہی سوچ لیا تھا میں نے۔

”ڈروٹی۔ کہیں دور ہوگی آس پاس تو نہیں ہے؟“

”ہاں کا کا بہت دور ہے۔ بڑا فاصلہ طے کر کے میں یہاں پہنچا ہوں۔“

”دیکھ لو، ویسے وہاں تمہارے گھر والے تو ہوں گے؟“

”نہیں کا کا میرا کوئی نہیں ہے۔“

”ارے تو پھر چتا کس بات کی ہے؟ یہ بستی بھی بہت بڑی ہے اور ہمارے دل بھی بہت بڑے ہیں۔ تم یہاں سارا جیون بنا سکتے ہو۔ چاہو تو شادی بیاہ کر لیتا۔ کھیتی باڑی کے لیے بڑی زمینیں ہیں کسی کے ہاں بھی برکھوادیں گے تمہیں، تمہارا کام چل جائے گا۔“

”آپ کا بہت بہت شکریہ بدری کا کا، بس کچھ دن یہاں رہوں گا۔ ذرا مجھے یہاں کے آس پاس کے شہروں وغیرہ کے بارے میں بتادیں۔“

”بتادیں گے بتادیں گے۔ ابھی تو تم آرام سے رہو۔“ اور میں آرام سے رہتا رہتا لیکن میرے اندر کی جو کیفیت تھی میں اسے کن الفاظ میں بیان کروں، بہت سی باتیں

”ہاں رامو کا کا یہ میرے بھائی سان ہے، یہ سچ کہہ رہا ہے اس کی ایک الگ کہانی ہے۔“

”کیا؟“

”دشمنوں میں گھر گیا تھا یہ ایک لڑکی کی آبرو بچاتے ہوئے۔ زمیندار کے بیٹے کو مارا تھا اس نے۔ وہ زخمی ہو گیا اور زمیندار اس کا دشمن ہو گیا، بے چارہ یہاں آکر چھپ گیا ہے میں روٹی پانی دے دیتی ہوں اسے بس اور کچھ نہیں۔“

”اگر تو سچ کہہ رہی ہے تو ایک کام کر۔“

”ہاں بولو کیا کام کروں؟“

”اپنی اوڑھنی کا ایک ٹکڑا پھاڑا اور اس کے ہاتھ پر راکھی کے طور پر باندھ۔“

”بس اتنا ہی معیار ہے تمہارا۔ پھٹے ہوئے کپڑے کی راکھی بنا کر تم سچائیوں کو تلاش کرتے ہو۔ چلو ٹھیک ہے مگر اس کے بعد تم سب کو شرمندہ ہونا پڑے گا معافی مانگنا پڑے گی اس سے۔“ بندو غرا کر بولی پھر اس نے اپنی اوڑھنی کا ایک پلو پھاڑا پھر مجھ سے بولی۔

”رتن بھید میں نے اس سے پہلے تمہیں بھیا نہیں کہا تھا۔ آج سچے من سے کہہ رہی ہوں، لاؤ اپنا ہاتھ آگے لاؤ۔“ میں نے ہاتھ آگے بڑھا دیا اور اس نے دھجی میری کلائی میں باندھ دی۔ ان سب کے چہرے جھک گئے تھے۔

”معافی مانگو اب اس سے۔ میرے بھائی سے معافی مانگو ورنہ.....“ اس نے آگے بڑھ کر ایک آدمی سے لاٹھی چھین لی۔

”سر پھاڑ دوں گی تمہارا۔ تم سب کا۔ تم نے میرے اوپر شک کیا ہے۔“

”معاف کر دو بھائی اصل میں بس یہی خیال آیا تھا کئی دن سے دیکھ رہے تھے بندو کو۔ ادھر آتی ہے کچھ لے کر آتی ہے بس شک ہو گیا۔“

”نہیں دوستو یہ میری بہن ہے میری چھوٹی بہن، یہ بے شک میری ماں کے پیٹ سے نہیں پیدا ہوئی لیکن یقین کرو میرے دل میں اس کے لیے بہن ہی کا سا جذبہ ہے۔“

میں نے جواب دیا۔

میں گھرا ہوا تھا۔ کیا کروں کیا نہ کروں کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا جن سرحدوں سے گزر کر آیا تھا ان کو عبور کرنا کس قدر مشکل کام تھا۔ یہی طریقہ ہو سکتا ہے کہ پہلے شہروں میں جاؤں وہاں اپنے لئے کوئی مقام بناؤں اور اس کے بعد پاسپورٹ وغیرہ بنوا کر وہاں سے اپنے وطن نکلنے کی کوشش کروں۔ بڑا مشکل مرحلہ آگیا میرے لیے اور نہ جانے کیوں میں طبیعت پر ایک بوجھ، ایک اداسی محسوس کر رہا تھا۔

پھر اچھے کمار آگیا۔ فوجی تھا، شاندار نوجوان تھا اور مجھ سے خاص طور سے ملنے آیا تھا۔

”سالے صاحب کیا حال ہیں آپ کے؟“ اس نے پر مزاح انداز میں کہا۔ میں اسے پہچان نہیں پایا تھا لیکن اس کے منہ سے یہ الفاظ سن کر میں حیران رہ گیا۔

”سالے صاحب؟“

”ہاں بھی اتنا پلایا پلایا جوان سالا ہمیں مل گیا ہے تو ہم سے زیادہ خوش قسمت اور کون ہو سکتا ہے۔“

”میں آپ کو پہچانا نہیں جناب۔“

”اچھے کمار ہے ہمارا نام اور ہم اس باؤلی کے منگیتے ہیں۔“

”بندو کے؟“ میں نے مسکرا کر کہا۔

”ہاں۔ آؤ سالے صاحب گلے مل لو۔“ وہ بولا اور ہاتھ بڑھا کے مجھ سے لپٹ گیا۔

میں بھی ہنسنے لگا تھا۔

”ساری کہانی پتا چل گئی ہمیں، مگر..... اگر ہم یہاں ہوتے تو گاؤں والوں کی یہ مجال نہ ہوتی کہ وہ بندو کے بارے میں کوئی ایسی ویسی بات سوچ سکتے۔ ارے ہم بچپن سے جانتے ہیں اسے، من کی جتنی سند رہے وہ بھگوان کی سوگند۔ اس سے سندر شاید ہی کوئی لڑکی ہو۔“

”اس میں کوئی شک نہیں ہے اچھے کمار جی۔“ میں نے کہا۔

”اور سناؤ کیسی گزر رہی ہے تمہاری، ساری باتیں ہمیں پتا چل گئی ہیں۔ کون ہیں

وہ سسرے زمیندار۔ ذرا ہمیں ملانا ان سے۔ ابھی تو ہم خیر تھوڑے دن کے لیے آئے ہیں لیکن ابھی لمبی چھٹی ملنے والی ہے ہمیں پھر ہم ذرا جا کر دیکھیں گے اس زمیندار کے بچے کو۔ بھلا ہمارے سالے صاحب کی طرف کوئی ٹیڑھی نظر سے دیکھ جائے؟“ میں ہنسنے لگا پھر میں نے کہا۔

”اچھے جی آپ فوج میں ہیں؟“

”ہاں بھائی سرحدوں پر ڈیوٹی ہے ہماری۔ لائسنس ٹائیک ہیں ابھی مگر آہستہ آہستہ عہدہ بھی بڑھ جائے گا۔“

”میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ بندو بہت اچھی لڑکی ہے۔“

”ارے بس اس سے آپ کا رشتہ ہو گیا بس بھائی کا۔ ہمارے لیے اس سے بڑی بات اور کون سی ہو سکتی ہے۔“

اچھے کمار ایک خوش مزاج نوجوان تھا، سرحد پر تعینات تھا۔ میں ایک لمحے کے لیے سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ اس شخص سے کوئی کام لیا جاسکتا ہے مگر کیسے، بے چارہ معمولی سے عہدے کا مالک تھا۔ میرے لیے کوئی بڑا کام نہیں کر سکتا تھا۔ ویسے شکل و صورت سے کافی تیز چالاک نظر آتا تھا۔ باتوں میں بھی بڑی عمدگی تھی جسے میں نے ایک لمحے میں محسوس کر لیا تھا۔ بہر حال کوئی خاص بات نہیں ہوئی۔ میں بدری کا کا کے ساتھ رہ رہا تھا اور سوچوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ کوئی موثر قدم اٹھانا ہی مناسب رہے گا۔ اندھے اقدامات کر کے زندگی کو مشکل میں ڈالنا بیکار تھا۔

اچھے کمار جب تک یہاں رہا، مجھ سے ملتا رہا۔ بندو بھی ملتی تھی پھر وہ چلا گیا۔ بہتی کے لوگوں کا رویہ میرے ساتھ بہت اچھا تھا۔ کافی دن گزر گئے پھر اس شام بادل گھرے ہوئے تھے۔ صبح سے دو تین بار ہلکی ہلکی بوند باندی ہو چکی تھی۔ میں بدری کا کا کے گھر میں ایک جگہ بیٹھا موسم دیکھ رہا تھا کہ کئی فوجی گاڑیاں بدری کا کا کے گھر کے سامنے آکر کیں۔ ان میں سے فوجی کود کود کر گھر کے چاروں طرف پھیل گئے۔

میرا حلق خشک ہو گیا تھا، ذہن نے ایک دم خطرے کی گھنٹی بجائی تھی اور میرا خیال

درست نکلا۔ بہت سے فوجیں راکٹیں تاکے اندر گھس آئے تھے۔
 ”تم رتن کمار ہو؟“ ایک افسر نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔
 ”ہاں۔ میں ہی ہوں۔“

”اٹھو۔“ اس نے کہا اور میں اٹھ کھڑا ہوا۔ ”تمہیں ہمارے ساتھ چلنا ہے۔“
 ”جی۔“ میرے منہ سے نکلا۔

بہت سی کے دو سرے لوگ سہمے کھڑے ہوئے تھے۔ فوج کے آگے کسی کی کیا مجال تھی کہ کوئی میرے بارے میں سوال کرتا۔ بدری کا کا پھٹی پھٹی آنکھوں سے فوج کی یہ کارروائی دیکھ رہے تھے فوجیوں نے مجھ پر بندوقیں تانی ہوئی تھیں اور میں خاموشی سے ان کے ساتھ چل رہا تھا پھر جس ٹرک میں مجھے بٹھایا گیا اس میں نے اچھے کمار کو بھی دیکھا۔ پتھر ائے ہوئے چہرے کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور اس نے مجھ سے نگاہیں نہیں ملائی تھیں۔ میں ایک ٹھنڈی سانس لے کر خاموشی سے بیٹھ گیا۔ فوجی ٹرک میں داپس چڑھ آئے تھے۔ تمام گاڑیاں مجھے لے کر چل پڑیں۔ میں نے اپنے چہرے پر ایسے تاثرات پیدا کر لیے تھے جیسے کہ میں بہت زیادہ سہا ہوا ہوں۔ بس جو بھی صورت حال پیش آئی تھی اس کا ابھی صحیح طور سے تجزیہ نہیں کر سکتا تھا لیکن ذہن چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ میری گرفتاری میں اچھے کمار کا ہاتھ ہے گو یہ سب کچھ انجانے میں ہوا ہوگا اس نے کسی سے میرا تذکرہ کیا ہوگا بات آگے بڑھ گئی ہوگی اور ان لوگوں کو شبہ ہو گیا ہوگا بہر حال میں ایک فوجی کو قتل کر کے یہاں تک پہنچا تھا اور لازمی امر ہے کہ وہ لوگ کسی ایسے شخص کی تلاش میں ہوں گے جو ایک فوجی کو قتل کر کے سرحد پار کر کے یہاں تک آگیا ہے، مجھے شک کی بنیاد پر ہی گرفتار کیا گیا تھا اور اب ظاہر ہے مجھ پر جو کچھ نیتنے والی تھی اس کا اندازہ کیا جاسکتا تھا۔

بہر حال میں خاموشی سے بیٹھا۔ تقدیر کا یہ دلچسپ فیصلہ بھی مجھے قبول ہی تھا۔ فوجی گاڑیوں کا سفر جاری رہا اور کچھ دیر کے بعد مجھے سرحدی چھاؤنی پر پہنچا دیا گیا لیکن ایک ایسے جیسے میں جہاں باقاعدہ فوجی پڑاؤ تھا اور ہیرکیں بنی ہوئی تھیں گو یہ ہیرکیں قیدیوں کے لیے نہیں تھیں لیکن پھر بھی ان میں ایک ایسا پورشن ضرور رکھا گیا تھا جہاں سرحد سے

گرفتار ہونے والے جاسوسوں کو قید رکھا جاسکے اور ایسی ہی ایک ہیرک میں مجھے پہنچا دیا گیا۔ ابتدائی طور پر شاید وہ میرے بارے میں پہلے اپنی تحقیق مکمل کر لینا چاہتے تھے۔ ہیرک کے چوبی فرش پر بیٹھ کر میں نے آئندہ کے بارے میں سوچا ظاہر ہے یہ لوگ مجھے ضیافت کے لیے نہیں لائے تھے۔ میری جو درگت بننے والی تھی اس کا مجھے اندازہ تھا۔ سوال یہ تھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ کھال اتروا کر خاموش رہوں یا عقل استعمال کروں۔ فیصلہ یہی کیا کہ کھال اتروانا مناسب نہیں ہے۔ ساری حقیقت ان لوگوں کے سامنے کھول دوں اور پھر قسمت کے فیصلے کا انتظار کروں۔ یہ میرا آخری فیصلہ تھا۔

ہیرک میں مجھے چھ گھنٹے گزارنے پڑے اس کے بعد کچھ فوجی ہیرک میں آئے اور مجھے وہاں سے باہر نکال لیا گیا۔ ایک دوسرے ہیرک میں مجھے چند افسروں کے سامنے پیش کیا گیا۔ ان میں میجر کے عہدے کے ایک شخص نے کہا۔

”لباس اتار دو۔“

”جی؟“ میں نے کہا۔

”اپنا لباس اتار دو۔“

”یہ کام میں اپنے ہاتھ سے نہ کر سکوں گا۔“ میں نے سرد لہجے میں کہا۔

”حکم عدولی کی سزا جانتے ہو؟“

”میں حکم عدولی نہیں کر رہا جناب۔ آپ کسی اور سے کہیں کہ وہ میرا لباس اتار

دے۔ ویسے لباس اتار کر اگر آپ میری نوعیت معلوم کرنا چاہتے ہیں تو وہ میں خود بتا دوں گا۔“

”تمہارا نام رتن کمار ہے؟“

”نہیں۔“

”کیا؟“ میجر چونک پڑا۔

”ہاں۔ میرا نام رتن کمار نہیں ہے۔“

”کیا نام ہے تمہارا؟“

”ارشاد احمد۔“

”مسلمان ہو؟“

”ہاں۔“

”پڑوسی ملک سے تعلق رکھتے ہو؟“

”ہاں۔“

”جاسوس ہو؟“

”نہیں۔“ میں نے جواب دیا۔ وہ لوگ میری گفتگو میں بڑی دلچسپی محسوس کر رہے

تھے۔

”کچھ دن قبل سرحد عبور کر کے آئے ہو؟“

”ہاں۔“

”ایک ٹرک میں سرحد عبور کی تھی؟“

”ہاں۔“

”ایک فوجی کو قتل کیا تھا؟“

”ہاں۔“ میں نے کہا۔ اب وہ لوگ کچھ بوکھلائے ہوئے سے نظر آ رہے تھے۔

میرے ان تمام اعترافات سے ان کی آنکھیں حیرت سے پھیل رہی تھیں لیکن میں اپنے منصوبے پر عمل کر رہا تھا۔

”گویا تم ایک فوجی کے قتل کا اعتراف کرتے ہو؟“ میجر نے سوال کیا۔

”جی ہاں جناب۔“

”تم نے اسے کیوں قتل کیا؟“

”اس لیے کہ اگر میں اسے نہ قتل کرتا تو وہ مجھے قتل کر دیتا۔ وہ میری بات نہیں

سننا چاہتا تھا۔“

”لیکن تم نے سرحد کیوں عبور کی؟“ میجر نے سوال کیا۔

”دیکھئے جناب میں آپ کو وہ تمام جوابات دے رہا ہوں جو آپ سوال کر رہے ہیں

اب میں آپ سے صرف ایک درخواست کرتا ہوں۔“

”کیا؟“ میجر نے کہا۔

”جو انکشاف میں کرنا چاہتا ہوں وہ اتنا اہم ہے کہ آپ لوگ سوچ بھی نہیں سکتے۔“

میری خواہش ہے کہ میں آپ کے ہاں کے کسی افسر اعلیٰ سے گفتگو کروں، میرے پاس جو معلومات ہیں وہ آپ کے ملک کے لیے اس قدر قیمتی ہیں کہ آپ تصور نہیں کر سکتے۔ میں بے مقصد ہی یہاں نہیں آیا ہوں، بلکہ ایک پورا منصوبہ میرے ذہن میں ہے اور وہ منصوبہ آپ کے ملک کے مفاد میں ہے اگر وہ آدمی میری بات سن لیتا اور مجھے فوجی حکام کے پاس پہنچا دیتا تو میں اسے کبھی قتل نہیں کرتا۔ اب یہ فیصلہ کرنا آپ کا کام ہے کہ آپ مجھے کسی افسر اعلیٰ کے پاس پہنچاتے ہیں یا نہیں یا پھر میرے اس انکار کو اپنی توہین سمجھتے ہیں۔ میں یہ سب کچھ آپ کے سامنے بھی کہہ سکتا ہوں لیکن یہ ایک اہم فوجی راز ہے جو پوری طرح آپ کے ملک کے مفاد میں ہے۔“

ان لوگوں کے چہروں پر کشمکش نظر آنے لگی پھر وہ سرگوشیوں میں آپس میں مشورہ کرنے لگے۔ کچھ دیر کے بعد اس میجر نے کہا۔ ”اور اگر اس میں کوئی فراڈ ہوا تو؟“

”مجھے گولی مار دی جائے۔“

”ٹھیک ہے۔ اسے بیرک میں پہنچا دو۔“ میجر نے کہا اور اس کی ہدایت پر عمل کیا گیا۔ وہی بیرک تھا لیکن اب اس کے گرد سخت پہرہ کر دیا گیا تھا مجھے کوئی بارہ گھنٹے پھر گزارنے پڑے۔ دوسرے دن علی الصبح مجھے پھر بیرک سے نکالا گیا اور اس بار مجھے ایک کرنل کے سامنے پیش کیا گیا تھا۔

”کرنل چہرے ہی سے درندہ نظر آتا تھا۔ اس نے بھوکی نظروں سے مجھے دیکھتے

ہوئے کہا۔ ”سنا ہے تم کوئی انکشاف کرنا چاہتے ہو؟“

”ہاں۔“

”کیا؟“

”آپ کے آدمی مجھے غیر ملکی جاسوس سمجھ رہے ہیں جبکہ میں آپ کے وطن کے

مفاد کے لیے کام کر رہا ہوں۔“

”دیری گڈ۔ وہ کیسے؟“

”کیا میں اعتماد کے ساتھ آپ سے بات کر سکتا ہوں؟“

”ہاں۔“

”تو پھر مختصر تفصیل سنئے۔ میرا تعلق اس گروپ سے ہے جو آپ کے پڑوسی ملک کو اسلحہ سپلائی کر رہا تھا۔ اس کے سربراہ کا نام جیکب تھا۔ میں مسٹر جیکب کے اہم آدمیوں میں سے ہوں اور جب پڑوسی ملک میں اسلحے کی ترسیل کا راز کھل گیا تو تمام لوگ گرفتار ہو گئے۔ میں مسٹر جیکب کو لے کر سرحد عبور کر رہا تھا کہ راستے میں پڑوسی ملک کے سرحدی محافظوں نے حملہ کیا اور میں ان سے بچتا ہوا یہاں نکل آیا۔ مسٹر جیکب راستے سے لاپتہ ہو گئے میں بچ کر نکل آیا۔ یہاں داخل ہوا تو مجھے جاسوس سمجھ کر ہلاک کرنے کی کوشش کی گئی اور مجبوراً مجھے آپ کے ایک آدمی کو قتل کرنا پڑا پھر مجھے چھپنا پڑا مجھے مسٹر جیکب اور ان کی آرگنائزیشن کی تلاش ہے۔“

میرے ان الفاظ نے کرنل کے چہرے پر نمایاں تبدیلی پیدا کر دی تھی وہ متحس نظر آ رہا تھا اور اس کے چہرے کو دیکھ کر ہی مجھے یہ اندازہ ہو گیا کہ میرا تیر ٹھیک نشانے پر لگا ہے۔ کرنل کو ضرور جیکب کے بارے میں معلومات حاصل تھیں۔ وہ چند لمحات خاموش رہا پھر اس نے کہا۔ ”تمہارا نام ارشاد ہے؟“

”جی سر۔“

”اور مسٹر جیکب تمہیں پہچان سکتے ہیں۔“

”نہ صرف پہچان سکتے ہیں سر بلکہ ہو سکتا ہے ان کی آرگنائزیشن میں میرا نام موجود ہو کیونکہ میں مسٹر جیکب کی گڈ بک میں ہوں۔“

”ٹھیک ہے، بے شک تمہیں یہ تفصیل میرے سامنے ہی بیان کرنی چاہیے تھی

لیکن اگر اس میں کوئی غلط بیانی ہوئی؟“

”میں نے پہلے بھی عرض کر دیا ہے کہ غلط بیانی پر مجھے بے دریغ گولی مار دی جائے۔“

دیئے سر آپ سے کوئی سوال کرنے کی جرات نہیں کر سکتا ہں اتنا جانتا چاہتا ہوں کہ کیا مسٹر جیکب زندہ ہیں؟“

”اس سوال کا جواب تمہیں نہیں دیا جاسکتا۔“ کرنل نے کہا اور اس کے بعد اس نے بھی پہلے ہی کی مانند اپنے آدمیوں کو بلایا لیکن اس نے کچھ خاموشی سے ہدایات دی تھیں انہیں اور ان ہدایات کا مطلب میری سمجھ میں آ گیا تھا۔ کیونکہ اس بار مجھے اس بیرک میں نہیں بھجوا دیا گیا بلکہ ایک الگ اور کافی بہتر جگہ پہنچا دیا گیا یہاں صاف ستھرا بستر بھی تھا، غسل خانہ بھی تھا، بہر حال میری حیثیت ابھی تک ایک قیدی ہی کی تھی۔ لانے والوں میں سے ایک نے کہا۔

”تمہیں کھانا پہنچا دیا جائے گا اور کسی شے کی ضرورت ہو تو بتادو۔ ہو سکتا ہے تمہیں یہاں زیادہ وقت گزارنا پڑے۔“

”مجھے اس کی فکر نہیں ہے۔ بے حد شکریہ۔“ میں نے کہا اور بیرک کا دروازہ بند ہو گیا۔

میری تدبیر کارگر ہی تھی۔ میں نے ان کے ایک آدمی کو قتل کر دیا تھا۔ اس کا نتیجہ اچھی طرح جانتا تھا۔ وہ لوگ میری کھال اتار کر بھس بھر دیتے۔ بہر حال اب بھی کچھ نہیں کہا جاسکتا تھا لیکن دل کو کسی حد تک اطمینان ہو گیا تھا۔

غسل خانے میں جا کر غسل کیا اور تازہ دم ہو کر بستر پر آ گیا پھر کھانا پیش کیا گیا۔ بھاجی، ترکاری، پوریاں اور پھل تھے۔ میں نے دشمن کے گھرانے والے اس رزق پر اللہ کا شکر ادا کیا اور خوب پیٹ بھر کر کھایا۔ اس کے بعد میں آرام سے سو گیا تھا۔ غرض یہ کہ اب یہاں بھی عیش کی گزرنے لگی اور دو دن اسی طرح گزر گئے۔ تیسرے دن کچھ لوگ آئے۔ ان میں ایک فوٹو گرافر بھی تھا جس نے میری تصویر بنائی اور وہ لوگ چلے گئے۔ وہ جو کارروائی کر رہے تھے مجھ اس سے کوئی غرض نہیں تھی۔ مزید دو دن اور گزر گئے۔

پھر ایک دن صبح کچھ لوگ آئے جن میں وہ کرنل بھی شامل تھا۔ خلاف توقع اس

نے مسکرا کر نرم لہجے سے بات کی۔ ”ہیلو ارشاد۔“

مخصوص حصے میں ہیلی کاپٹر کو اتار دیا گیا اور چند لمحات کے بعد اس کا دروازہ کھل گیا۔ میں نے سامنے دیکھا تو میری بدن میں ایک بار پھر سنسنی سی دوڑ گئی۔ جیکب چند افراد کے ساتھ کھڑا ہوا تھا ان میں کچھ عورتیں بھی شامل تھیں۔ وہ بے حد خوش نظر آ رہا تھا اس نے ہاتھ پھیلاتے ہوئے کہا۔

”میرے دوست، میری جان ارشاد۔“ اور پھر دونوں ہاتھ پھیلا کر مجھ سے لپٹ گیا۔ میں بظاہر پرہیزگاری کا مظاہرہ کر رہا تھا لیکن دل ہی دل میں خدا کا شکر بھی ادا کر رہا تھا کہ میری کارکردگی کی جو ڈور ٹوٹ گئی تھی وہ پھر سے بڑھ گئی ہے جیکب کے مل جانے کا مطلب یہ تھا کہ اب یہاں سے کہانی آگے بڑھے گی۔



”گڈ مارنگ سر۔“

”مارنگ۔ آپ ٹھیک ہیں؟“

”تھینک یو سر۔“

”کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی آپ کو؟“

”میں شکر گزار ہوں۔“

”اوکے۔ آپ کو تھوڑا سفر کرنا ہے۔“

”میں حاضر ہوں سر۔“

”تیار ہو جائیے۔“

”میں تیار ہوں۔“ میں نے کہا پھر مجھے پیرک سے نکال لیا گیا۔ ایک بڑے ٹرک میں بٹھا کر اس سفر کا آغاز کر دیا گیا اور ٹرک کا یہ سفر کوئی آدھے دن تک جاری رہا لیکن دوران سفر چائے اور پھلوں سے میری تواضع کی گئی تھی اور ہم سفریوں کا رویہ میرے ساتھ بہترین تھا۔ کوئی تین بجے ہم ایک اور چھاؤنی پہنچے۔ یہاں ایک ہیلی پیڈ بھی بنا ہوا تھا اور ہیلی پیڈ پر تین ہیلی کاپٹر کھڑے ہوئے تھے۔ وقت ضائع نہیں کیا گیا۔ مجھے لانے والوں میں سے دو آدمی مجھے ساتھ لیے ہوئے ہیلی پیڈ کی جانب چل پڑے اور اور ایک ہیلی کاپٹر کے سامنے رک گیا۔ ہیلی کاپٹر کا پائلٹ ہیلی کاپٹر کے ساتھ کھڑا ہوا تھا غالباً اسے علم تھا کہ اسے کہاں جانا ہے۔ چنانچہ میں ہیلی کاپٹر کے پیچھے حصے میں بیٹھ گیا۔ ہر حال میرے ذہن میں شدید تجسس تھا۔ پتا نہیں یہ کارروائی کس نوعیت کی ہے اور مجھے اس میں کہاں تک ملوث رہنا ہو گا نہ جانے کیوں دل میں یہ تصور بھی ابھر رہا تھا کہ جیکب شاید زندہ ہے اور یہاں تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو میرے بارے میں اتنی آسانی سے تصدیق نہیں ہو سکتی تھی۔ غرض یہ کہ تھوڑی دیر کے بعد ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہو گیا اور ہیلی کاپٹر کا یہ سفر بھی تقریباً پینتالیس یا پچاس منٹ تک جاری رہا پھر میں نے نیچے جھانک کر دیکھا کوئی عظیم الشان پروجیکٹ تھا بہت بڑے اجاڑے میں پھیلا ہوا اور اس میں اس قسم کی عمارتیں بنی ہوئی تھیں جیسے اٹاک انرجی وغیرہ سے متعلق عمارتیں ہوتی ہیں وہیں ایک

جیکب میرے ساتھ بے حد مخلص ہو گیا تھا۔ حالات نے کچھ اس طرح ساتھ دیا تھا کہ اسے اور اس کے پورے مشن کو تباہ کرنے کے باوجود کوئی ایک لمحہ ایسا نہیں آیا تھا جب اسے مجھے پر کوئی شبہ ہو سکتا۔ سب کچھ بہترین رہا تھا۔ اور پھر بات یہاں تک آگئی تھی۔

چنانچہ اس وقت بھی اس نے نہایت خلوص کے ساتھ میرا استقبال کیا تھا اور بہت دیر تک مجھ سے لپٹا رہا تھا پھر وہ مجھے خود سے الگ کر کے سر سے پاؤں تک دیکھنے لگا پھر بولا۔

”تمہیں کوئی اذیت تو نہیں دی گئی؟“

”نہیں مسٹر جیکب میرے ساتھ تعاون کیا گیا اور میری بات سنی گئی۔“

”تب میں اپنے دوستوں کا شکر گزار ہوں۔ شاید آپ لوگ یقین نہ کریں کہ میں اس جانباز کے لیے شدید اذیت کا شکار تھا اور میرا دل اس کے لیے روتا تھا۔“ اس نے وہاں موجود دوسرے لوگوں سے کہا۔

”مبارکیاد مسٹر جیکب۔ آپ کو آپ کا دوست مل گیا۔“

”آپ لوگوں کا شکریہ۔“ جیکب نے کہا پھر ایک ہاتھ اٹھا کر اشارہ کیا اور دور کھڑی ہوئی ایک جیب اشارت ہو کر ہماری طرف چل پڑی۔ ہم دونوں کھلی جیب میں بیٹھ کر ہیلی

پیڈ سے چل پڑے۔ میں نے کہا۔

”آپ بالکل خیریت سے ہیں مسٹر جیکب؟“

”ہاں لیکن اس بار زندگی بچانے کے لیے مجھے جس قدر جدوجہد کرنی پڑی ہے میری زندگی کی تاریخ میں نہیں ہے۔“

”میں آپ کے لیے سخت پریشان تھا۔“

”اور میں تمہارے لیے، لیکن ہمارے ستارے ایک دوسرے سے ملتے ہیں اور ایک بار پھر ہمارا مل جانا اس بات کا ضامن ہے کہ تقدیر ہم دونوں سے کوئی بڑا کام لینا چاہتی ہے۔“

”بے شک۔“ میں نے خلوص سے کہا لیکن میرے خلوص کا مفہوم کچھ اور تھا۔

ہماری منزل ایک خوبصورت عمارت تھی جس کی سائنے ایک حسین لان تھا جس میں بہت ہی عمدہ سونمٹنگ پول بنا ہوا تھا۔ عمارت کے چوڑے دروازے کے دوسری طرف ایک وسیع ہال پھر ایک راہداری جس میں بہت سی لفٹ لگیں تھیں انہی میں سے ایک لفٹ نے ہمیں تیسری منزل پر پہنچا دیا اور پھر دوسری چوڑی راہداری کے ایک کمرے کا دروازہ کھول کر جیکب اندر داخل ہو گیا۔ آسانکٹوں کا جو تصور کیا جاسکتا تھا وہ اس کمرے میں موجود تھیں۔ جیکب نے ایک طرف اشارہ کر کے کہا۔

”وہ واش روم ہے۔ میں تمہارے لیے لباس کا انتظام کرتا ہوں۔“

”شکریہ۔“ میں نے کہا اور واش روم کی طرف بڑھ گیا۔ اس وقت غسل کی حاجت نہیں تھی لیکن غسل خانے میں داخل ہو کر میں سوچنا چاہتا تھا۔ میں نے لباس اتار کر نل کھول لیے لیکن نل کھول کر میں اس کھڑکی کے پاس جا کھڑا ہوا جو دوسری طرف کھلتی تھی اور چونکہ کمرہ تیسری منزل پر تھا اس لیے دور دور تک کے مناظر نظر آتے تھے۔ ان تمام چیزوں کو دیکھ کر احساس ہوتا تھا کہ یہ درحقیقت کوئی بڑا سائنسی پروجیکٹ ہے لیکن یہاں کیا ہو رہا ہے۔ ممکن ہے یہاں سے مجھے کچھ قیمتی معلومات حاصل ہو جائیں اور میں اپنے دوست کو کچھ مفید معلومات فراہم کر سکوں۔ اس کے علاوہ یہاں اپنے لیے جگہ بنانے کا

آگیا۔ اس کے انداز میں واقعی بڑی محبت اور بڑی اپنائیت تھی لیکن ذہن سے ان تمام احساسات کو دور رکھنا تھا جو مشکلات کا باعث بن جاتے ہیں کسی جذباتی کیفیت میں ہی انسان الجھنوں میں پڑتا ہے مجھے ہر قیمت پر یہ بات مددگار رکھنی تھی کہ جبکہ بہر حال میرے وطن کا دشمن تھا اور بہت عرصے تک میرے وطن میں ایسے کام کرتا رہا تھا جو میرے وطن کے لیے نقصان دہ ہوں اور اب میں اس پوزیشن میں آیا تھا کہ جبکہ کے ذریعے اپنے وطن کے دشمنوں کو نقصان پہنچاؤں۔ اس سلسلے میں میرا یہاں تک آنا ہوا تھا ورنہ کیا ضرورت تھی کہ اپنی دنیا اپنی رخسار چھوڑ کر یہاں تک آتا۔ جبکہ نے مسرور نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولا۔

”تم یقین کرو‘ جب میں تم سے جدا ہو گیا تھا ارشاد‘ تو مجھے یوں لگتا تھا جیسے میں اپنی کوئی عزیز شے کھو بیٹھا ہوں۔ بس حالات کچھ ایسے ہی تھے کہ میں کچھ بھی نہیں کر سکا تھا اور اس کے بعد میں نے یہ تصور کر لیا تھا کہ تم کسی حادثے کا شکار ہو گئے ہو گے لیکن جب مجھے تمہارے بارے میں علم ہوا تو مجھ سے زیادہ خوشی شاید تمہارے بارے میں سن کر کسی اور کو ہوئی ہوگی۔ میں تم سے کچھ سوالات کرنا چاہتا ہوں۔“

”جی سر۔ میں حاضر ہوں۔“

”یہ بتاؤ تم نے اپنی بیوی کو محفوظ جگہ چھوڑا ہے؟“

”سر جی میں نے اسے اس جگہ چھوڑا ہے جہاں سے وہ میرے پاس آئی تھی اور جہاں اس نے زندگی کے طویل ترین سال گزارے تھے۔“

”ویری گڈ۔ تم وہاں واپس جاؤ گے ارشاد‘ بلکہ بڑی شان سے واپس جاؤ گے۔ بلکہ تھوڑے بہت عرصے کے بعد یہ بہتر ہو گا کہ تم اپنی بیوی کو وہاں سے بلوا کر اپنے پاس رکھنا۔ دنیا کے کسی بھی ملک میں تمہارے لیے جگہ بنائی جاسکتی ہے تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ تم کتنا بڑا فائدہ حاصل کر چکے ہو اور تمہارے لیے کتنی شاندار جگہ نکل آئی ہے۔“

”سر جی یہ تو آپ کی مہربانی ہے ورنہ میں کس قابل ہوں۔“ میں نے کہا۔

”نہیں میں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں ارشاد کہ انسان اپنی جگہ خود بناتا ہے۔ خیر

واحد طریقہ یہ ہے کہ میں ان لوگوں سے خوب گھل مل جاؤں مگر دیکھنا یہ تھا کہ جبکہ کا پروگرام کیا ہے۔

بہر حال اس کے بعد پانی کے سحر میں کھو گیا اور خلاف توقع غسل نے خوب لطف دیا۔ لیکن اس وقت بری طرح چونک پڑا جب اچانک کوئی واش روم کا دروازہ کھول کر اندر گھس آیا۔ میں نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھا۔ ایک مقامی لڑکی تھی لیکن مغربی لباس میں۔ مجھے حیرت ہوئی کہ دروازہ کیسے کھل گیا۔ میں نے گہرا کر کہا۔

”ارے ارے میں نہا رہا ہوں۔“

”تو میں کب منع کر رہی ہوں۔ نہاؤ۔“ اس نے کہا اور ہنس پڑی۔ کبخت خوبصورت تھی اور ہنستے ہوئے اور بھی خوب صورت لگ رہی تھی لیکن بہر حال ایک عجیب و غریب انداز تھا اس کا۔ میں نے حیرانی سے کہا۔

”تم باہر جاؤ یہاں کیا کر رہی ہو؟“

”کیوں نہانے کے بعد کپڑے نہیں پہنو گے۔ میں تمہارے لیے کپڑے لائی ہوں۔“

”تو بابا کپڑے کسی جگہ رکھ دو اور باہر جاؤ۔ یہ کیا طریقہ ہے۔“ میں نے کسی قدر جھلائے ہوئے انداز میں کہا اور وہ پھر ہنس پڑی۔ پھر اس نے ساتھ لائے ہوئے کپڑے ایک جگہ لٹکائے۔ میری طرف دیکھا ہنسی اور باہر نکل گئی۔ میں کسی قدر الجھے ہوئے انداز میں دروازے کی جانب دیکھتا رہا تھا۔ دروازے کے بارے میں تو فوراً ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ اسے اندر باہر دونوں طرف سے کھولا جاسکتا ہے لیکن بہر حال یہ امید نہیں تھی کہ کوئی اس طرح گھس آئے پھر میں نے دل میں سوچا کہ یہ ان لوگوں کا کلچر ہے اور اس کلچر میں ایسے کسی مسئلے کو بہت زیادہ اہمیت نہیں دی جاتی بلکہ واقعی اگر یہاں اپنے لیے کوئی جگہ بنانی ہے تو پھر خود کو انہی کے مطابق ڈھالنا ہو گا۔ کیا میں ایسا کر سکوں گا۔ دیکھنا یہ تھا کہ یہاں اس جگہ تک پہنچنے میں میرے لیے کیا بہتر صورت حال نکلتی ہے؟

بہر حال غسل کرنے کے بعد میں باہر نکل آیا اور چند لمحوں کے بعد جبکہ واپس

میں تم سے بہت زیادہ باتیں نہیں کروں گا جو کچھ ہے تمہاری نگاہوں کے سامنے، وہ خود بخود سامنے آجائے گا۔“

”سرجی یہ کون سی جگہ ہے؟“ میں نے متحس انداز میں پوچھا اور جیکب مسکراتے لگا۔

”بہت اہم جگہ ہے۔“

”جی وہ تو ہمیں لگتا ہے۔ یہاں تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ایک نئی ہی دنیا آباد ہے۔“

ایک نئی حکومت ایک نئی مملکت۔“

”ہاں ایسا ہی سمجھو۔ یہ ایک بہت بڑا پروجیکٹ ہے اور بڑی سنسنی خیز اہمیت کا حامل۔“

”لگتا ہے سرجی لگتا ہے۔“

”ویسے تم بھی یہاں ہوشیار رہنا میرا مطلب ہے اب ہمارے مفادات اس جگہ سے منسلک ہیں۔“

”سرجی مجھے تو آپ جو ہدایات دیں گے میں آنکھیں بند کر کے ان پر عمل کروں گا۔ مجھے کیا پڑی ہے کسی بارے میں سوچنے کی آپ جو موجود ہیں۔“

”تمہیں مجھ پر بہت بھروسہ ہے ارشاد۔“

”کیسی باتیں کرتے ہیں سر۔ آپ بھروسے کی بات کرتے ہیں ہم تو یہ کہتے ہیں کہ آپ کا حکم ملے تو ہم اپنے ہاتھوں سے اپنی گردن کاٹ کر آپ کے پیروں میں ڈال دیں گے۔“

”تھینک یو ارشاد تھینک یو۔ تم واقعی انتہائی قابل اعتماد انسان ہو۔ اصل میں ارشاد یہ ایک پروجیکٹ ہے اس ملک کا۔ یہاں میزائل تیار ہو رہے ہیں اور یہ میزائل دشمنوں کے لیے بڑی تشویش کا باعث ہیں۔ دشمن اس پروجیکٹ کو پریشانی کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اس کے خلاف کبھی بھی کوئی سازش ہو سکتی ہے۔ میزائل کی تیاری میں کافی عرصہ گزر چکا ہے اور اب اس کی تکمیل ہو چکی ہے۔ تھوڑے دن کے بعد یہ لوگ اس

میزائل کا تجربہ کرنے والے ہیں اور اس سلسلے میں سخت حفاظتی انتظامات کیے گئے ہیں۔ ہماری تنظیم سے بھی رابطہ قائم کیا گیا ہے اور تنظیم کو انتہائی مناسب معاوضے پر اس کام کے لیے تیار کر لیا گیا ہے کہ وہ اس پروجیکٹ کی حفاظت کرے اور اس کے اندر ہونے والی کارروائیوں کی نگرانی کرے۔ میزائل کا تجربہ بہت جلدی ہو جائے گا اور پھر ہماری یہاں سے ڈیوٹی ختم ہو جائے گی۔ تنظیم اصل میں ٹھیکے لیا کرتی ہے مختلف ممالک سے اور مختلف ملکوں کے لیے کام کرتی ہے۔ یہی ہمارا طریق کار ہے۔ ہم اس بات کی پروا نہیں کرتے کہ کون کس ملک کے خلاف کیا کچھ کر رہا ہے اور کس کے لیے کیا کرنا چاہیے یا نہیں کرنا چاہیے۔ ہم تو صرف یہ دیکھتے ہیں کہ ہمارے معاوضے کیا ہیں اور ہمیں ہماری کاوشوں کی کیا قیمت ادا کی جاتی ہے۔“

”سمجھ رہا ہوں سر سمجھ رہا ہوں۔“

”تو یہ صورت حال ہے، بہر حال تم یہ دیکھو کہ ہماری تنظیم کی ساکھ کتنی ہے حالانکہ یہ ایک اہم ترین پروجیکٹ ہے اور یہاں قدم رکھنے کے لیے انسان کو نجانے کن کن مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ بڑے بڑے لوگوں کے اجازت نامے حاصل کرنے پڑتے ہیں اور پروجیکٹ انچارج کی جب تک اجازت نہ ہو اس وقت تک کوئی چڑیا بھی اس طرف پر نہیں مار سکتی لیکن تمہیں کتنی خوبصورت اور آسانی سے یہاں بلایا گیا۔ بس اس سے سمجھ لو کہ ان لوگوں کی نگاہوں میں میری اور ہماری تنظیم کی کیا اہمیت ہے۔“

”سردہ تو پتا چل ہی رہا ہے۔“

”اچھا ارشاد ابھی تو تم آرام کرو گے۔ سیرو سیاحت کرو گے یہاں۔ میں تمہارے لیے کوئی نہ کوئی ایسا گائیڈ مقرر کر دوں گا جو تمہیں تھوڑا بہت پروجیکٹ گھما دے۔ دیکھو جن علاقوں میں جانے کی اجازت نہیں ہے ان علاقوں میں جانے کے لیے ضد نہ کرنا۔ ایک مجبوری ہوتی ہے۔ باقی یوں سمجھ لو کہ پورا پروجیکٹ ایک شاندار تفریح گاہ ہے۔ یہاں چھوٹے چھوٹے کلب بھی ہیں اور ایسی دوسری جگہیں بھی ہیں جہاں جا کر تم آسے تفریح کر سکتے ہو۔ اب میری طرف سے تمہیں مکمل آزادی ہے۔ خوب گھومو پھرو

اور عیش کرو کسی بھی بات کی پروا نہ کرو۔ میں تمہیں ہنس رام سے ملائے دیتا ہوں۔ یہ ہنس رام بہت اچھا آدمی ہے۔ ذرا نیور بھی ہے اور یوں سمجھ لو کہ یہاں کی ایک ایک چیز سے واقف ہے۔ بس وہ تمہیں ہر جگہ کی سیرا کرادے گا۔

”سر جیسا آپ مناسب سمجھیں“ ویسے سچی بات تو یہ ہے کہ مجھے سیر و سیاحت سے کوئی خاص دلچسپی نہیں ہے۔ بس میں تو یہ چاہتا ہوں کہ آپ میرے سپرد جلد از جلد کوئی کام کر دیں۔“

”اطمینان سے رہو۔ اطمینان سے رہو۔ جب بھی کوئی مناسب موقع ہو گا میں تمہیں کوئی نہ کوئی کام سونپ دوں گا۔“

اس کے بعد کوئی ایسی اہم بات نہیں ہوئی جو قابل ذکر ہو۔ رہائش گاہ میں مجھے ہر طرح کی سہولتیں فراہم کی گئی تھیں۔ کھانا وغیرہ بھی دیا گیا تھا۔ یہ شکر ہے کہ یہ لوگ سبزیوں پر گزارہ کرتے تھے اور اس طرح یہاں میری گزر بسر آسانی سے ہو سکتی تھی۔ دودھ پھل اور سبزیاں یا پھر اناج سے بنی ہوئی اشیاء گوشت بے شک یہاں کھایا جاتا ہو گا لیکن اس کے لیے الگ اہتمام کیا جاتا ہو گا لیکن مجھے کسی چیز کی پروا نہیں تھی۔

پھر میرا ہنس رام بے تعارف کرایا گیا۔ ہنس کچھ قسم کا آدمی تھا۔ ضرورت سے زیادہ بولنے والا۔ اس نے مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا:

”آج دو قومیں یکجا ہو رہی ہیں نگریار ہم اوگوں کے ہاتھ ملا لینے سے کیا ہوتا ہے۔

ہمارے سیاستدان اور ہمارے ملک واسطے بھی ہاتھ ملائیں تو بات بنتی ہے۔“

”یہ کام سیاستدانوں کا ہے ہنس رام ہمیں ان تمام چیزوں پر توجہ نہیں دینی چاہیے۔“

”بالکل ٹھیک کہتے ہیں آؤ۔ موسم بہت اچھا ہے۔ باہر گاڑی میں بیٹھ کر سیر کریں گے۔ جیکب صاحب نے مجھے تمہارے بارے میں مکمل ہدایات دے دی ہیں۔“ میں مسکراتا ہوا اس کے ساتھ باہر نکل آیا تھا۔

کھلی چھت کی خوبصورت کار ہماری منتظر تھی۔ ہنس رام کے ساتھ میں کار میں جا

بیٹھا اور کار اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھی۔ سوئٹنگ پول پر بڑی رونق تھی اور بہت سے حسین چہرے اور حسین جسم اس کے ارد گرد نظر آرہے تھے۔ یہ ایک رہائش گاہ تھی اور یہاں پروجیکٹ پر کام کرنے والے بہت سے خاندان آباد تھے۔ بہر حال ہم بڑے گیٹ سے باہر آئے۔ ہنس رام بڑا خوش مزاج آدمی تھا۔ کہنے لگا۔

”ارشاد جی جیون کے بارے میں پتا نہیں انسان کے کیا کیا خیالات ہوتے ہیں۔ ہمارا تو ایک نظریہ ہے۔“

”وہ کیا ہنس رام جی؟“

”محنت سے کام کرو، جس پیشے سے منسلک ہو جاؤ اسے عزت کی نگاہ سے دیکھو۔ روزی حاصل کرو اور جب روزی مل جائے تو پھر جیون کا ہر لمحہ عیش سے گزارو۔ زیادہ چہتا ہی میں نہ پڑو۔“

”اچھا خیال ہے۔“

”اب دیکھو نا ارشاد جی! زندگی کے تھوڑے سے سال ہوتے ہیں بچپن نا سمجھی میں گزرتا ہے جوانی سمجھ لاتی ہے تو اس کے ساتھ ساتھ آرزوئیں بھی لاتی ہیں ان آرزوؤں کو پورا کرنے کے لیے تھوڑے سے سال ملتے ہیں۔ سو من سے کھیلو من سے کھاؤ۔ پھر بوڑھے ہو جاؤ اگر بھگوان اس کا موقع دے۔ ورنہ مرنا تو کسی بھی وقت پڑ جاتا ہے کیا خیال ہے تمہارا؟“

”ٹھیک ہے۔“

”شادی کی ہے تم نے؟“

”ہاں۔“

”ارے ارے کیوں کر لی بھائی؟“

”کیا مطلب؟ شادی نہیں کرنی چاہیے۔“

”بالکل نہیں کرنی چاہیے۔“

”کیوں؟“

”ارے بھائی خواجہ کسی کو پریشان کرنے سے کیا فائدہ۔ اس کی ذمہ داری اپنے سر لو اپنی ذمہ داری اس کے سر دو، وہ بھی مصیبت، تم بھی اس کے لیے مصیبت۔ نہ اس کی آزادی نہ تمہاری آزادی، ارے کیا فائدہ بابا۔ عورت ماں کے روپ میں ٹھیک ہے۔ چلو ماں کو زیادہ شوق ہوا تو دو چار بہن بھائی، بس باقی عورت ہی رہنی چاہیے۔ بس سمجھنے کی بات ہے۔ سمجھ سکتے ہو تو سمجھ لو۔“ میں ہنسنے لگا۔ میں نے کہا۔

”یہ آپ کی سمجھ ہے ہنس رام جی۔ میں کیا کہہ سکتا ہوں۔“ جواب میں وہ بھی ہنسنے لگا پھر اس نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”دیکھو ادھر بڑی خوبصورتی سے یہ باغ لگایا گیا ہے۔ بڑے پھل دیتا ہے یہ باغ، لیکن سچی بات یہ ہے کہ یہ ایک عجیب و غریب تجربہ گاہ ہے۔“

”کیسے؟“

”تمہارے خیال میں ان درختوں کی عمر کیا ہوگی؟“

”اس پارے میں میں کوئی تجربہ نہیں رکھتا۔“ میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”بہت چھوٹی عمر ہے ان کی۔ سائنس دانوں نے یہاں یہ تجربہ کیا تھا کہ اگر درختوں کو وقت سے پہلے اگا دیا جائے تو وہ پھل دیتے ہیں یا نہیں۔ سمجھ رہے ہو نا میری بات۔ اس نوخیزی کی عمر میں۔ وہ ایک آنکھ دبا کر ہنسنے لگا۔ مجھے بھی ہنسی آگئی تھی۔ میں نے کہا۔“

”تو پھر کیا نتیجہ نکلا؟“

”پھولوں سے بھرے ہوئے ہیں یہ باغ۔“

”گویا سائنس دانوں کا تجربہ کامیاب رہا۔“

”نہیں۔“

”کیا مطلب؟“

”ذرا ان کے پھل چکھ کر دیکھو۔ پھکے، بد مزہ، بے کار، ہر قسم کی قوت سے عاری۔ ان میں وہ بات ہی نہیں ہے جو ان کی نسل میں ہوتی ہے۔ یعنی یہ وقت سے پہلے پیدا ہو جانے والے پھل کسی مصرف کے نہیں ہیں۔“

”یہ بات تو بہت دور تک جاتی ہے ہنس رام جی۔“

”یہی تو میں کہہ رہا تھا۔“

”کیا واقعی اس باغ کے بارے میں آپ درست کہہ رہے ہیں؟“

”کہنا میں نے تمہیں اس پروجیکٹ کے بارے میں بتا رہا ہوں غلط کوئی بھی بات

نہیں ہے۔ وہ ادھر جو تمہیں گول گول گنبد نظر آ رہے ہیں نا۔“

”جی۔“

”وہ سب سے خطرناک علاقہ ہے۔ وہاں ہمارے میزائل پروجیکٹ پر کام ہو رہا

ہے۔ یار سچی بات پوچھو تو مجھے تو افسوس ہوتا ہے مگر چونکہ تم نئے آدمی ہو اس لیے کہے

دے رہا ہوں۔“

”کیا؟“

”کیوں بنا رہے ہیں ہم لوگ میزائل۔ اس لیے کہ پڑوسی ملک پر گرا سکیں۔ انسانوں

کو مار دیں۔ یا ان میں سے کون کون ہمارا دشمن ہو گا۔ ہم تو ان میں سے کسی کو جانتے بھی

نہیں ہیں۔ کیا یہ دنیا اب اسی لیے رہ گئی ہے کہ میں تمہیں مار دوں تم مجھے مار دو۔ پار کہیں

کوئی ایسی جگہ بچی ہے جہاں محبتوں کے میزائل گرائے جاسکیں جہاں ان میزائلوں میں

پھول بھر کر پڑوسی ملکوں کی آبادیوں پر گرایا جاسکے۔ انھیں محبت کا پیغام دیا جاسکے۔ کیا ایسا

نہیں ہو سکتا۔ ہم لوگ برابر والوں کو دشمن کی نگاہ سے ہی کیوں دیکھتے ہیں۔ ان نگاہوں میں

محبت نہیں آسکتی۔“

ایک لمحے کے لیے دل و دماغ پر شدید اثر ہوا تھا لیکن پھر میں نے خود کو فوراً

سنبھال لیا تھا۔ پتا نہیں یہ شخص اس مزاج کا انسان ہے یا پھر ایسے ہی بات کر رہا ہے

بہر حال دشمن ملک کا آدمی تھا اور جو کچھ بھی کہہ رہا تھا وہ ایک الگ نوعیت کی بات تھی

لیکن فکر ضرور تھی اس میں۔ واقعی یہ شخص کم از کم ہنس رام میرا دشمن نہیں تھا۔ میرا

اس سے کوئی جھگڑا نہیں تھا۔ لیکن موقع ملنے پر میں اسے بھی ہلاک کرنے سے دریغ نہ

کرتا صرف اس تصور کے تحت کہ یہ دشمن ملک کا آدمی ہے کیا ہیں انسانی خیالات کیا ہیں

وہ مجھے پورے پروجیکٹ کی سیر کراتا رہا۔ بڑی حسین جگہ بنائی گئی تھی۔ سڑکوں کے جال بچھے ہوئے تھے اور ان کے اطراف میں حسین سبزہ زار جن پر رنگ برنگے پھول لہرا رہے تھے۔ لوگ بے فکری سے سیروسیاحت میں مشغول تھے۔ کوئی کسی کی جانب سے متروک نہیں تھا سب اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ جگہ جگہ خاص قسم کے پورشن بنے ہوئے تھے ان میں سائنسی امور پر کام ہو رہا تھا۔ ہنس رام مجھے تمام چیزیں دکھاتا جا رہا تھا اور اس نے تقریباً تمام تفصیلات مجھے بتادی تھیں پھر کافی دیر کے بعد ہم ایک چھوٹے سے اوپن ایر ریسٹورنٹ میں جا بیٹھے۔ جہاں مختلف لوگ نظر آ رہے تھے ہنس رام نے کہا۔

”یہاں سب کچھ مفت ملتا ہے کیونکہ یہ جگہ صرف پروجیکٹ کے کارکنوں کے لیے ہے۔“

ایک عجیب سا ایک عجیب ماحول تھا۔ میں کافی متاثر ہوا۔ بہر حال اس کے بعد واپسی ہوئی۔ رات کو جبک نے ہنستے ہوئے مجھ سے کہا۔

”ہنس رام نے تمہارے لیے کلیرنس رپورٹ دے دی ہے؟“

”میں نہیں سمجھا سر۔“

”وہ ہوم انٹیلی جنس کا نمائندہ ہے۔ میرا مطلب ہے پروجیکٹ انٹیلی جنس جو ہر نئے آدمی کو چیک کرتی ہے۔ میرا خیال ہے تم نے اسے بھی کافی متاثر کیا ہے کیونکہ تمہارے بارے میں اس کی رپورٹ بہت اچھی ہے۔“

”اوہ مجھے نہیں معلوم تھا سر۔“

”نہیں کوئی خاص بات نہیں ہے میں اگر چاہتا تو تمہیں پہلے سے آگاہ کر سکتا تھا لیکن یہ بھی تم پر اعتماد کا اظہار تھا میری طرف سے کیونکہ میں جانتا تھا کہ تم کس قسم کے آدمی ہو۔ ان لوگوں کے لیے بے شک تم نئے ہو لیکن میرا تمہارا جو ساتھ رہ چکا ہے۔“

وہ جملہ ادھورا چھوڑ کر خاموش ہو گیا۔ میں نے ممنونیت سے کہا۔

”مجھے تو حیرت ہوتی ہے سر کبھی کبھی۔“

”کس بات پر؟“

”یہی کہ میں نے تو آپ کے لیے کچھ بھی نہیں کیا ہے یہ تو صرف آپ کی اچھائی ہے کہ آپ نے میری چھوٹی چھوٹی باتوں کو اس قدر اہمیت دی ہے۔“

”یہی تو دلچسپ بات ہے ارشاد۔ اصل میں انسان کو اوپر اوپر سے کتنا ہی دیکھ لیا جائے اگر وہ اندر سے نظر آجائے تو پھر بات ہوتی ہے۔ میں نے تمہیں اندر سے دیکھا ہے اور اوپر کی بات کی جائے تو حقیقت بھی یہی ہے کہ میری زندگی اس وقت تمہاری مرہون منت ہے۔ ورنہ کئی ایسے مواقع آئے تھے جب میں موت کا شکار ہو سکتا تھا۔“

”سر جانے دیجئے ان باتوں کو۔ مجھے شرمندگی ہوتی ہے۔“

”اب ایسا ہے ارشاد علی کہ ہمیں ایک مخصوص وقت تک یہاں قیام کرنا ہو گا۔ ان لوگوں کا میزائل کا تجربہ کامیاب ہو جائے تو پھر ہم یہاں سے آگے بڑھیں گے ہمارے سامنے تو ایک وسیع دنیا ہے۔ نیا ٹھیکہ ملے گا کام کریں گے اور آمدنی ہی آمدنی۔ سمجھ رہے ہو نا میرا مطلب۔ تمہارے ملک میں جو کام میں نے کیے ہیں ان کے بدلے ہماری تنظیم کو زبردست منافع حاصل ہوا ہے۔ اس منافع کی تقسیم ہوگی اور ہمارے حصے میں بھی بہت کچھ آئے گا۔ میں نے تمہارا نام آگے بڑھا دیا ہے۔“

”سر مجھے تو بس آپ کی خدمت کر کے خوشی ہوگی۔ میری تو یہ درخواست ہے جہاں آپ ہوں وہیں مجھے اپنے ساتھ رکھیں۔ ورنہ شاید اگر آپ نے مجھے آگے بڑھایا تو میں موثر طور پر کام نہ کر سکوں۔“

”میری جان تمہیں اپنے آپ سے جدا کون کرے گا لیکن ایک بات سنو بیوی وہاں موجود ہے اسے بھول جاؤ زندگی عیش کرنے کے لیے ہوتی ہے۔ عیش و عشرت میں بسر کرو۔ ورنہ انسان کا دل ماحول سے بہت جلد اکٹا جاتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم خوش و خرم رہو اور ماحول کو اپنی پسند کے مطابق ڈھال لو۔“

”جی سر۔“

”تم اگر چاہو تو میرے برابر کا ایک کمرہ اور خالی ہے میں تمہیں وہ دلوا سکتا ہوں۔“

اس وقت تک کے لیے جب تک کہ کسی اور ذمہ دار شخصیت کو یہ کمرہ درکار نہ ہو۔“

”سر مجھے کیا کرنا ہے؟“ میں نے سوال کیا اور جیکب ہنس پڑا۔ پھر بولا۔

”لے لو وہ کمرہ لے لو۔ نہ دل چاہے نہ رہنا۔ میرے ساتھ ہی رہنا لیکن تمہیں

اس کا کیا کرنا ہے۔ یہ بعد میں پتا چل جائے گا۔“ میں نے شانے ہلا دیے تھے۔

پھر مجھے برابر کے کمرے میں منتقل کر دیا گیا اب تک جو کچھ ہوا تھا وہ میرے لیے

بڑی اہمیت کا حامل تھا لیکن افسوس کرٹل امیر شاہ کو کوئی اطلاع دینے کی پوزیشن میں نہیں

تھا اور اتنا بڑا خطرہ مول بھی نہیں لے سکتا تھا۔ ٹرانسمیٹر وغیرہ سب میں نے اپنے آپ سے

جدا کر دیے تھے کیونکہ بہر حال دشمن ملک کے علاقے میں تھا اور وہاں بھی احمق لوگ

نہیں تھے۔ اگر ٹرانسمیٹر میرے پاس سے برآمد ہو جائے تو باقی اور کچھ نہیں رہے گا چنانچہ

خاموشی ہی سے گزارہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ البتہ دوسرے کمرے کی وجہ میری سمجھ میں آگئی

تھی۔ وہی لڑکی ایک بار پھر میرے کمرے میں آئی تھی۔ جو پہلے میرے واش روم میں

داخل ہوئی تھی۔ میں اسے دیکھ کر سنبھل گیا اور وہ میری صورت دیکھ کر ہنس پڑی۔

”تم تو مجھے دیکھ کر اس طرح سہم جاتے ہو جیسے میں کوئی جلاہ ہوں۔“

”جی نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے نہ آپ ایسی شخصیت کی مالک ہیں کہ میں آپ

کو دیکھ کر سہم جاؤں لیکن آپ کی حرکتیں بڑی عجیب ہوتی ہیں۔“

میرے ان الفاظ پر اس نے زبردست قہقہے لگائے اور بولی۔

”بھلا کیا حرکت کی تھی میں نے؟“

”واش روم میں گھس آنا کوئی اچھی بات تھی۔“

”ارے تو تم کوئی لڑکی ہو جو اس طرح شرما گئے؟“

”لڑکیاں نہیں شرمائیں۔ یہ بات میں اچھی طرح جانتا ہوں، میں مرد ہوں۔“

”ایک خرابی ہے تم میں۔“

”کیا؟“

”جس دھرم سے تم تعلق رکھتے ہو اس دھرم میں ایسی باتیں ذرا غلط سمجھی جاتی

ہیں۔“

”یہ خرابی ہے۔“

”تو اور کیا۔ جیون تو ہنسنے بولنے کے لیے ہوتا ہے۔“

”کیا نام ہے تمہارا؟“

”پریم۔“

”اصلی نام بتاؤ؟“

”پرمیکا۔“ اس نے جواب دیا۔

”یہ بھی اصل نام نہیں ہے۔“

”تو جو من چاہے رکھ لو۔ موہنی، سندری، یا پھر رضیہ، نعیمہ جو من چاہے رکھ لو۔“

میں دل ہی دل میں ہنس پڑا۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ یہ مقدس نام تیرے لیے

نہیں ہیں بے دھرم، لیکن بہر حال ایسے جذبات کا اظہار کرنا حماقت کے سوا کچھ نہیں تھا۔

میں نے کہا۔

”تو مس پریم یا پرمیکا آئیے آپ سے کچھ باتیں ہو جائیں۔“

”تو اب تک کیا ہو رہا تھا؟“

”تعارف۔“

”ہاں یہ بھی ٹھیک ہے۔“ وہ سامنے آکر بیٹھ گئی۔

”کیا کرتی ہیں آپ یہاں؟“

”پریم۔“ اس نے پھر کہا اور ہنس پڑی۔

”ہس۔“

”پریم سے بڑھ کر اور کوئی چیز ہوتی ہے سنسار میں؟“

”ہوتی تو نہیں ہے لیکن پریم کا نام کچھ اس طرح داغدار کیا جاتا ہے بس کیا کہوں

اس کے بارے میں؟“

”وقت وقت کی بات ہے۔ سوچ سوچ کی بات ہے۔ تمہارے اندر کوئی سو سال

پرانی روح بسی ہوئی ہے۔ ورنہ نئے دور میں جوان لوگوں نے یہ سارے فرسودہ خیالات ذہن سے جھٹک دیے ہیں۔“

”ٹھیک ہے، یہ تمہاری سوچ ہے نا؟“

”نہیں، یہ تمہاری سوچ بھی ہونی چاہیے۔“

”کیوں؟“

”اس لیے کہ اب تم ہم میں سے ایک ہو۔“

”دھرم تو نہیں بدلا ہے میں نے اپنا۔“

”خیال تو بدل دیا ہے۔“

”کیا مطلب؟“

”چھوڑو یہ بات ہمارے کرنے کی نہیں ہیں۔ بس میں تو یہ سوچ رہی تھی کہ تم سے دوستی کی جائے۔ سندر ہو پیارے ہو۔ دیکھنے میں اچھے لگتے ہو بلکہ بہت اچھے لگتے ہو تو کیوں نہ ہم لوگ ساتھ سے بنائیں۔“

”پریم جی آپ میرے ساتھ سے ضرور بنا سکتی ہیں پر دوستوں کی طرح۔“

”تو دشمنی میں کوئی ایک دوسرے کے اتنا قریب آتا ہے۔“ وہ برجنگی سے بولی۔

”بہت تیز ہیں آپ۔“

”ہار گئے نا؟“

”کیا مطلب؟“

”یہ جملے ہار ماننے والے ہی تو ہیں۔“

”جی نہیں۔“

”ترباہٹ دکھا رہے ہیں۔“

”جی نہیں۔“ میں نے سخت لہجے میں کہا۔

”بہت اچھے لگے ہو تم مجھے۔ تمہارے بات کرنے کے انداز میں کوئی ایسی انوکھی چیز

ہے جو من کو بھاتی ہے بھگوان کی سوگند بے قوف نہیں بنا رہی۔ پہلے بھی اچھے لگے تھے

اس سے جب واش روم میں اپنے آپ کو سمیٹ رہے تھے ایسے جیسے۔ جیسے.....“ اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا اور میں اسے شرارت آمیز نگاہوں سے دیکھنے لگا پھر میں نے کہا۔

”دال نہیں گلے گی آپ کی؟“

”گلا لیں گے۔ بڑا اعتماد ہے ہمیں اپنے آپ پر، اچھا یہ بتاؤ رات کے کھانے میں کیا

کھاؤ گے؟“

”کھانا۔“ میں نے کہا اور وہ پھر ہنس پڑی۔

”ٹھیک ہے بات ختم ہو گئی ہے۔“

”بہر حال ذہنی تبدیلی کے لیے اچھی تھی۔ باقی جہاں تک معاملہ تھا تو سچی بات یہ ہے

کہ بہت عرصے سے ذہن کو قابو میں رکھا تھا اور اب تو کچھ ذمے داریوں کا احساس بھی

ہو گیا تھا کوئی ایسی شخصیت نہیں تھی اس لڑکی کی کہ اس سے بہت زیادہ معلومات حاصل

ہو سکیں لیکن پھر بھی دوسرے دن جب وہ ناشتے پر آئی اور میری دعوت پر میرے ساتھ

شریک ہو گئی تو میں نے اس سے کہا۔“

”اب تو اپنا اصلی نام بتادو۔“

”سچ یقین کرو میرا نام پریمیکا ہے پریمیکا واس۔“

”ٹھیک تو پھر پریم کسنا کافی رہے گا۔“

”ہائے پریم سے آگے پیچھے اور ہے کیا؟“

”تم عجیب لڑکی نہیں ہو؟“

”کیوں؟“

”بہت خوبصورت ہو، ہنستی ہو تو بہت پیاری لگتی ہو۔ دیکھنے میں بہت اچھی لگتی ہو

لیکن تمہاری باتیں۔“

”کیسی ہیں میری باتیں؟“ اس نے ناز بھرے انداز میں کہا۔

”اوباش۔ آوارہ۔“ میں نے کہا اور وہ ہنس پڑی پھر بولی۔ ”یہ تو میری تعریف ہے۔“

”کیوں؟“

”اگر تم مجھے اوباش اور آوارہ سمجھتے ہو تو یقین کرو سراج میں ایسی لڑکیوں کی بڑی قدر ہوتی ہے اور انہیں بڑے بڑے مقام ملتے ہیں۔ فلمی اداکارواؤں کو دیکھ لو، جتنی بری اتنی ہی کامیاب۔ بڑے بڑے لوگ ان سے شادی کرتے ہیں۔ محل بنا کر دیتے ہیں انہیں۔ سنسار میں اب بھی کچھ باقی رہ گیا ہے۔ وہ پرانی باتیں ہیں کہ کسی کے اندر شرافت اور پاکیزگی تلاش کی جاتی تھی اب یہ سب کچھ نہیں چلتا جناب۔“

”چلو بابا ٹھیک ہے۔ تم بہت کامیاب زندگی گزار رہی ہو۔ مگر ایک بات بتاؤ؟“

”پوچھو؟“

”یہاں کیا کر رہی ہو؟“

”کیا مطلب؟“

”نوکری کر رہی ہو یہاں؟“

”ہاں۔“

”کہاں کی رہنے والی ہو؟“

”بے کار بات ہے بس سنسار میں کہیں نہ کہیں میرا بھی گھر ہو گا۔“

”ماتا پتا ہیں؟“

”سب ہیں۔“

”ان کی کچھ خواہشیں نہیں ہیں تمہارے لیے؟“

”ہیں۔“

”پھر۔“

”تو پھر کیا؟“

”میرا مطلب ہے کہ اس طرح یہاں نوکری کر کے ان سے دور رہ کر اور غیروں کی

قربت حاصل کر کے کیا تم ان کے احساسات کا خون نہیں کر رہیں؟“

”نہیں۔ میں نے ان سے اجازت لی ہوئی ہے۔“

”ان تمام باتوں کی؟“

”کن تمام باتوں کی؟“

”یہی جو تم کر رہی ہو؟“

”دیکھو میں سچ سچ کوئی آوارہ لڑکی نہیں ہوں اور نہ ہی میں نے تم سے کوئی ایسی

بات کی ہے۔ پھر تم مجھے اتنا برا کیوں سمجھ رہے ہو۔ بس میری یہ ڈیوٹی لگائی گئی ہے کہ

تمہارا یہاں دل لگا دوں۔ تم کام کے آدمی ہو۔ میں اپنی ڈیوٹی انجام دے رہی ہوں باقی اگر

کسی سے دوستی ہو جاتی ہے۔ من مل جاتا ہے کسی سے، تو انسان کا ایک الگ سے رشتہ

شروع ہو جاتا ہے کاروباری رشتے تو کاروباری رشتے ہی ہوتے ہیں ناں؟“

”ہاں یہ بات تو ہے۔“ میں نے اس کے موقف کو تسلیم کرتے ہوئے کہا۔

”اچھا چلو چھوڑو کیا بے کار باتیں لے کر بیٹھ گئے کوئی ایسی بات کہو جس سے من کو

شانتی ملے۔“

”نہیں بھی میرے پاس ایسی کوئی بات ہے نہیں۔ تم یہاں کے بارے میں بتاؤ

تمہاری کیا ڈیوٹی ہوتی ہے کون کون کیا کر رہا ہے؟“

”بے کار ہے۔ یہاں جو کچھ ہے تم خود دیکھ لو گے۔ یہاں ایک بہت بڑے

پروجیکٹ پر کام ہو رہا ہے۔ دیکھیں گے ہماری ڈیوٹی یہاں کب تک ہے۔“

میں سمجھ گیا کہ وہ اس بارے میں اور کچھ نہیں بتانا چاہتی۔ زیادہ ضد کر کے کسی کو

شک کا موقع بھی دینا نہیں چاہتا تھا۔ چنانچہ خاموش ہو گیا۔

پریم سے دوستی ہو گئی۔ ویسے بہت اچھی گفتگو کر لیتی تھی اور پڑھی لکھی معلوم

ہوتی تھی اول تو میں نے اس سے کوئی مشکوک گفتگو نہیں کی تاکہ کسی کو شک نہ ہو سکے۔

دوسرے یہ کہ مجھے اندازہ تھا کہ وہ اس بارے میں مجھے کچھ نہیں بتائے گی۔ البتہ باقی تمام

معاملات ٹھیک ٹھاک چل رہے تھے۔ جبکہ زیادہ تر مصروف رہتا تھا۔ کبھی کبھی مجھے اپنے

ساتھ بھی رکھتا تھا۔ پھر اتوار کے دن چھٹی ہوئی اور یہ دن یہاں بڑی رنگ رلیوں کا دن

تھا۔ ہر طرف ایک ہنگامہ خیزی نظر آرہی تھی۔ جبکہ کہیں چلا گیا تھا۔ پریم نے البتہ صبح

ہی صبح میرے قریب آکر کہا تھا۔

”آج میری تم پر ڈیوٹی نہیں ہے کیونکہ چھٹی کا دن ہے لیکن ایک اچھے دوست کی حیثیت سے آج کے دن کے لیے میں تمہیں آفر کرتی ہوں میرے ساتھ گزارو۔“

”مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن اگر تمہاری اپنی کچھ مصروفیات ہوں تو بے فکر رہو۔ میں تمہا بھی آسانی سے وقت گزار سکتا ہوں۔“

”نہیں، میں تمہیں تمہا نہیں رہنے دوں گی۔“

میں نے پورا دن اس کے ساتھ گزارا۔ ان لوگوں کی اپنی مصروفیات ایسی نہیں تھیں جو میرے لیے دلچسپ ہوتیں۔ میں بس سرسری طور پر ہی ان میں شامل ہوا اور وقت گزاری کرتا رہا۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ پریم بھی مصروفیات میں بہت زیادہ شامل نہیں رہی۔ بعد میں اس نے کہا۔

”شاید ہمارا تمہارا مزاج ملتا ہے۔“

میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ اس کے بعد مزید ایک ہفتہ گزر گیا۔ ہفتے کے دن جیکب نے مجھ سے کہا۔

”کل ہمیں ایک دعوت میں شریک ہونا ہے۔ تم بھی میرے ساتھ چلو گے۔ عہدہ سا لباس پہن لینا۔ میری طرف سے کسی مسئلے میں کوئی پابندی نہیں ہے۔ عیش سے زندگی گزارا کرو۔ تم نے اپنے آپ کو جس طرح محدود کر لیا ہے۔ کبھی کبھی مجھے یہ احساس ہوتا ہے کہ تم مجھ پر اعتبار نہیں کرتے۔“

”سر مجھ سے کوئی غلط ہو گئی۔“ میں نے افسردہ لہجے میں پوچھا۔

”یار کیسی باتیں کرتے ہو۔ میں تو کہتا ہوں کہ تم کھل کر زندگی گزارو“ میرے دوست۔ خواجہ اپنے آپ کو ایسی کیفیت کا شکار مت سمجھو جس سے مجھے یہ احساس ہو کہ تم اپنے آپ کو میرا خادم سمجھتے ہو۔“

”سر آپ کی مہربانیوں کا کس طرح شکریہ ادا کروں میں؟“

”اس طرح کہ پر عیش زندگی گزارو کرو۔“

”سر آئندہ خیال رکھوں گا۔ ہمیں کل کہاں جانا ہے؟“

”یہاں سے کوئی تین کلومیٹر کے فاصلے پر ایک فوجی جیل ہے جس میں خاص قسم کے لوگوں کو قید رکھا جاتا ہے۔ بس وہاں کل شام کو ایک تقریب ہے جس میں ہم شریک ہوں گے۔ پروجیکٹ کے بڑے بڑے لوگ چھٹی کل وہاں منائیں گے۔“

”جی سر۔ جیسا آپ کا حکم۔“ دوسرے دن جیکب نے مجھے اپنے ساتھ رکھا تھا۔ بڑے لوگوں کی بڑی بات ہوتی ہے۔ آج کا دن پریم کے لیے نہیں تھا۔ میں تیار ہوا تو جیکب نے مجھے تحسین آمیز نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”کوئی بے وقوف کا بچہ ہی یہ بات کہہ سکتا ہے کہ تم کوئی معمولی آدمی ہو۔ تمہاری جسامت، تمہارا لک اتنا خوبصورت ہے کہ میں بتا نہیں سکتا۔ کبھی اپنے آپ پر غور کیا ہے؟“

”سر میں نے نہیں کیا۔“ میں نے مسکرا کر کہا۔

”کیا مطلب؟“

”میری بیوی کا البتہ یہی کہنا تھا۔“

جیکب نے میری بات پر قہقہہ لگایا تھا پھر یہ تین کلومیٹر کا فاصلہ ہم نے ایک جیب میں طے کیا تھا۔ جیکب کو یہاں نمایاں مقام حاصل تھا۔ ہم جب اس جیل میں پہنچے تو جیکب کا بڑا پر جوش خیر مقدم کیا گیا تھا۔ بہت سے اعلیٰ حکام یہاں موجود تھے۔ ملکی اور غیر ملکی افراد کافی تعداد میں نظر آرہے تھے۔ جیل کے قیدی بھی باہر نکال لیے گئے تھے اور غالباً ان کے لیے بھی کھانے کا اہتمام کیا گیا تھا۔ یہاں پہنچنے کے بعد سب اپنے اپنے طور پر مصروف ہو گئے۔ جن قیدیوں کو ان کی بیروں سے باہر نکالا گیا تھا وہ ایک خاردار تاروں کی باؤنڈری کے پیچھے تھے اور آپس میں بات چیت کر رہے تھے۔ دوسری جانب شامیانے لگائے گئے تھے اور ان کے نیچے کرسیاں وغیرہ بچھی ہوئی تھیں۔ یہاں آکر آزادی مل گئی تھی اور ہر شخص اپنے اپنے طور پر کسی سے بھی گھل مل سکتا تھا۔ جیکب بھی دوسرے لوگوں میں شامل ہو گیا۔ میں صرف یونہی تنہائی کی وجہ سے چہل قدمی کرنے لگا پھر قیدیوں کی باڑھ کے سامنے سے گزرتے ہوئے میری نگاہ ایک قیدی پر پڑی۔ جوان آدمی تھا۔ چہرے پر داڑھی

تھی۔ بڑا خوبصورت چہرہ تھا۔ خاص طور سے میری توجہ کا مرکز اس لیے بنا کہ وہ میری جانب دیکھ رہا تھا اور اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ میں قریب سے گزرا تو اس نے آہستہ سے کہا۔

”السلام علیکم۔“ میں ٹھٹک کر رہ گیا اور میں نے حیران نگاہوں سے اسے دیکھ کر کہا۔

”وعلیکم السلام۔“

”بس اتنا کافی ہے۔“ وہ بولا اور میں بھی جلدی سے آگے بڑھ گیا۔ لیکن میرے دل و دماغ میں ایک ہلچل پیدا ہو گئی تھی۔ یہ کیا بات ہے۔ یہ کیا قصہ ہے۔ اس نے مجھے سلام کیوں کیا۔ اسے یہ اندازہ کیسے ہو گیا کہ میں مسلمان ہوں۔ خود وہ کون ہے۔ ایک شدید خلش دل میں بیدار ہو گئی لیکن کسی حماقت کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ وہ جو کوئی بھی ہے بہر حال مجھے اس کی طرف توجہ نہیں دینی چاہیے ورنہ میں خود مشکلات کا شکار ہو جاؤں گا۔ البتہ میرا ذہن سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ میں ایک کرسی پر بیٹھ کر یہ سوچنے لگا کہ یہ جیل کون سے قیدیوں کے لیے ہے اور یہ آدمی کون ہو سکتا ہے۔ ممکن ہے اسے کوئی غلط فہمی ہوئی ہو۔ ممکن ہے میرے اس نقلی چہرے کا شناسا اس کا کوئی ساتھی ہو۔ ایسا ہی ہوا ہے لیکن وہ خود کون ہے اور اس جیل میں کس سلسلے میں بند ہے۔ ابھی یہ سب کچھ سوچ ہی رہا تھا کہ جیکب کی آواز سنائی دی۔

”ہیلو ارشاد۔“ میں جلدی سے کھڑا ہو گیا۔ جیکب کے ساتھ ایک انتہائی خوبصورت اور نہایت پرکشش عورت تھی۔ غیر ملکی چہرہ تھا لیکن نقوش میں مشرقی رنگ جھلکتا تھا۔ گہری کالی آنکھیں، حسین نقوش، نچلا ہونٹ اور پری ہونٹ کی نسبت ذرا موٹا جو اس کی دلکشی میں اضافہ کرتا تھا۔ عمر اٹھائیس اور تیس سے زیادہ نہیں ہوگی۔ جیکب نے کہا۔

”ان سے طوارشا یہ خاتون اپنڈس ڈوریانہ ہیں۔ ہمارے پروجیکٹ کی روح رواں بہت بڑی شخصیت کی مالک، یہ سمجھ لو اس وقت یہ پروجیکٹ میں مرکزی کردار ادا کر رہی ہیں۔ تعلق تل ابیب سے ہے اور مس ڈوریانہ یہ ارشاد علی ہے اس کے بارے میں میں

آپ کو سب کچھ بتا چکا ہوں۔ انسانوں کی اعلیٰ ترین قسم کا اگر تعین کیا جائے تو اس سے نفیس اس سے اچھا دوست شاید ہی کوئی اور ملے۔“

”ہیلو۔“ ڈوریانہ نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور مجھے اس سے مصافحہ کرنا پڑا۔ میرے لیے بس اتنا ہی کافی تھا کہ اس کا تعلق تل ابیب سے ہے اور وہ اس پروجیکٹ پر کام کر رہی ہے جس کے سلسلے میں میرے ذہن میں نہ جانے کیا کیا خیالات ہیں لیکن صرف ایک لمحے میں میرے ذہن کی چرخیاں گھومیں اور میں نے ایک فیصلہ کیا۔ میں نے اپنے آپ سے کہا کہ احمق جذباتی ہو کر کوئی بڑا کام نظر انداز کر دینا نقصان دہ ہوتا ہے اگر اس عورت سے قربت حاصل ہو سکے تو بہت سے نیک کام ہو جائیں گے۔ میں نے اس کا ہاتھ نہایت گرم جوشی سے دبایا تھا اور میں نے محسوس کیا کہ مصافحہ مکمل ہونے کے باوجود اس نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ سے نہیں ہٹایا تھا۔ جیکب نے کہا۔

”ٹینٹو ڈوریانہ یہیں بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں۔ یہ شخص بڑا عجیب ہے حالانکہ اسے میرے بہترین دوستوں کا مقام حاصل ہے لیکن بے حد محدود۔“

”لیکن ان تمام باتوں کے باوجود نہایت خوبصورت، نہایت دلکش۔“

”ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے لیکن اس بے چارے کو اپنی دلکشی کا احساس نہیں ہے۔“

”ایسے لوگ اور بھی اچھے لگتے ہیں جو اپنے آپ پر ناز نہیں کرتے۔“

”گفتگو میرے بارے میں ہو رہی ہے اور میں شرمندہ ہو رہا ہوں۔“ ہم سب ہنستے ہوئے بیٹھ گئے۔ ہمارے سامنے مشروبات آگئے تھے۔ ڈوریانہ نے کہا۔

”مسٹر ارشاد، جیکب صاحب کے سامنے ہی اگر میں آپ سے باتیں کروں تو آپ میری باتوں کا جواب دیں گے؟“

”میں آپ کا احترام کرتا ہوں۔ مس ڈوریانہ۔“

”شکریہ بڑا پیچھتا ہوا سوال ہے لیکن براہ کرم جواب دیجئے گا۔“

”جی۔“ میں تیار ہو گیا۔

”آپ اپنے وطن کے خلاف مسٹر جیکب کی مدد کرنے پر کیوں آمادہ ہوئے؟“ اس نے سوال کیا۔ ایک یہودی لڑکی کا سوال تھا، بڑی اہمیت کا حامل۔ میں نے فوراً ہی کہا۔

”مس ڈوریانہ۔ اصل میں اپنے وطن میں ایک بے حقیقت انسان تھا میں۔ کوئی حیثیت نہیں تھی میری۔ ایک بڑی کمپنی میں ملازمت کرتا تھا وفا شعار میرے خون میں شامل ہے۔ جب اپنے مالک کے لیے کام کرتا تھا تو اس کا وفادار تھا جیکب صاحب کی تحویل میں دے دیا گیا تو ان کے ساتھ وفاداری کی۔ جہاں تک وطن پرستی کا تعلق ہے تو یہ کام جن لوگوں کے سپرد ہے وہ سرانجام دیتے ہیں۔ میں تو ایک عام آدمی تھا۔ جیکب صاحب نے میرے اوپر اس قدر عنایات کیں کہ میں سب کچھ بھول کر ان کے ساتھ شامل ہو گیا اور اب ان کے لیے اپنی تمام وفاؤں کو قربان کرنے کے لیے تیار ہوں۔“

”اور اس کے بعد اگر آپ کو کسی اور کی تحویل میں دے دیا جائے تو؟“

”وفادار اس کا بھی رہوں گا۔ لیکن جیکب صاحب کا معاملہ مختلف ہے۔“

”کیوں؟“

”اس لیے کہ انھوں نے میرا مالک ہوتے ہوئے مجھے دوست کا درجہ دیا ہے اور مس ڈوریانہ ہر شخص اپنے لیے جیتا ہے۔ میری ذات کو اہمیت دی گئی۔ میرے دل کے اندر جیکب صاحب کے لیے خاص مقام پیدا ہو گیا۔“

”ویری گڈ۔ جیکب صاحب یہ شخص اپنے آپ کو معمولی آدمی کہتا ہے۔ آپ اس کی گفتگو سن رہے ہیں۔“

”حیران بھی ہوں اور خوش بھی۔ کیا صاف باتیں کی ہیں اس نے۔“

”اگر تمہارے وطن کے لوگ تم سے کہیں کہ تم وطن سے غداری کیوں کر رہے ہو تو تم انھیں کیا جواب دو گے؟“

”پہلی بات تو یہ ہے کہ میں نے وطن سے کوئی غداری نہیں کی۔ دوسری بات یہ ہے کہ وطن نے کبھی مجھ سے کوئی ایسا کام ہی نہیں لیا جیکب میرا دوست ہے بس میں اس سے آگے اور پیچھے سوچنا پسند نہیں کرتا۔“

”ویری گڈ، تھینک یو ویری مچ۔ ویسے مسٹر جیکب اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ لوگ بڑے خوش نصیب ہوتے ہیں جنہیں ایک مخلص اور ایک جاں نثار مل جائے۔ آپ اس سلسلے میں بڑے خوش نصیب ہیں۔ ویسے ڈیئر ارشاد تم سے ملاقات ہوتی رہنی چاہیے۔“

بہت دیر تک وہ ساتھ رہی پھر وہاں سے اٹھ گئی اور ہم دوسروں میں الجھ گئے۔ پروگرام بہت اچھے تھے۔ ڈنر کے بعد رقص و موسیقی کی محفل تھی۔ فلمی فنکار بلائے گئے تھے۔ جیکب نے کچھ دیر کے بعد جھک کر مجھ سے کہا۔

”تمہیں اگر یہ سب کچھ اچھا لگ رہا ہے ارشاد تو یہاں رکو میں جا رہا ہوں۔ ڈرائیور جیپ لے کر واپس آجائے گا۔“

”نہیں سر۔ میں یہاں کیا کروں گا۔“

”بھئی تم جوان آدمی ہو۔ ان ہنگاموں سے تمہیں دلچسپی ہوگی میری طرف سے اجازت ہے۔“

”نہیں سر۔ میں واپسی پسند کروں گا۔“ میں نے کہا اور جیکب مسکراتے لگا۔ جیپ میں پرو جیکٹ جاتے ہوئے اس نے کہا۔

”تمہارے اندر ایک بڑا آدمی چھپا ہوا ہے۔ تم یقین کرو اکثر میں اسے دیکھتا ہوں اور یہ سوچتا ہوں کہ تقدیر کس قدر بے رحم ہے اگر تمہاری شخصیت کو پہچان کر تمہاری تربیت کی جاتی تو آج تم بہت بڑی شخصیت کے مالک ہوتے۔“

”میں نے اس بڑے آدمی کو کبھی نہیں دیکھا سر۔“

”یہ بھی تمہاری بڑائی ہے۔“

”کیوں؟“

”اس لیے کہ تم خود پر ناز نہیں کرتے۔ اب اسی وقت کی بات لے لو۔ جوان ہو کر بھی تم نے اس اچھل کود کو پسند نہیں کیا اور میرے ساتھ چلے آئے۔ خود کو ایسے کھیل تماشوں سے ہلانے والے عام لوگ ہو سکتے ہیں۔“

”اوہ۔“ میں نے ہنس کر کہا۔ ”آپ مجھ پر بہت غور کرتے ہیں سر۔“

”ہاں۔“ میں تمہیں ایک آئیڈیل انسان بنانا چاہتا ہوں بے فکر رہو۔ میں تمہیں تنظیم میں اس طرح روشناس کراؤں گا کہ تم بھی کیا یاد کرو گے پھر تنظیم تمہاری تربیت کا اعلیٰ انتظام کرے گی۔“

”شکریہ سر۔“

”ڈوریانہ نے بھی تمہیں پسند کیا ہے۔ اس سے تمہارے بارے میں کافی باتیں ہوئی تھیں۔“

”میڈم کون ہیں؟“

”بہت بڑی شخصیت۔ یہ میزائل پروگرام خفیہ طور پر اسرائیل کے تعاون سے کام کر رہا ہے اور دونوں ملک جدید ترین ٹیکنالوجی میں ایک دوسرے کے ساتھ ہیں۔ ڈوریانہ کمپیوٹر کوئن ہے اور میزائل کے کمپیوٹر نظام کی تنصیب اسی کا کارنامہ ہے۔ یوں سمجھ لو وہ اس پروگرام کی روح رواں ہے۔ اور جب میزائل کا تجربہ ہو گا تو وہی پہلا ٹین دبائے گی۔“

”تعجب ہے؟“

”کیوں؟“

”ان کی اتنی عمر تو نہیں ہے۔“

”ہاں واقعی لیکن اس کے پاس سترہ سال کا تجربہ ہے۔“

”سترہ سال کا؟“ میں نے حیرت سے کہا۔

”پورے سترہ سال کا۔“

”کیسے سر؟“

”دس سال کی عمر میں وہ کمپیوٹر کے بہت سے شعبوں کو سیکھ چکی تھی۔ وہ بہت

ذہین مانی جاتی ہے۔“

”بڑی بات ہے سر۔“

اپنے کمرے میں بستر پر لیٹ کر میں اپنی ان مسرتوں کو سنبھال رہا تھا جو میرے دل میں پیدا ہو گئی تھیں۔ تقدیر کس طرح میرے راستے ہموار کرتی ہے اس کے سیکڑوں واقعات مجھ پر گزر چکے تھے اور اب بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ میں ایک معمولی سی حیثیت سے ان واقعات میں ان ہوا تھا لیکن میری رسائی کہاں تک ہو گئی تھی۔ میں نے تجربے کی آنکھ سے ڈوریانہ کو دیکھا تھا۔ وہ شوقین مزاج عورت تھی اور جب اس کی نگاہ مجھ پر پڑتی تھی تو اس کا نچلا ہونٹ کپکپانے لگتا تھا۔ یہ ایک خاص علامت تھی جسے میں اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔ لیکن یہودی عورت کو اپنے جال میں جکڑنا میرے لیے ضروری تھا خواہ اس کے لیے رخسار سے غداری ہی کیوں نہ کرنی پڑے۔ یہ میرا فرض تھا۔“

پھر ذہنی رو اس پر اسرار قیدی کی طرف مبذول ہو گئی۔ وہ کون تھا۔ اگر میرے چہرے پر میک اپ نہ ہوتا تو شاید میرا جینا حرام ہو جاتا یہ سوچ کر کہ شاید کوئی ایسا شخص ہے جو مجھے دانش منصور یا فیصل کی حیثیت سے پہچانتا ہے لیکن ایسا نہیں تھا۔ بس یہی ہو سکتا ہے کہ اسے غلط فہمی ہوئی ہو۔ اس کے بعد وہ دوبارہ نہیں نظر آیا تھا۔ قیدی تھا اور مسلمان تھا لیکن افسوس میں اس کی کیا مدد کر سکتا تھا۔ نہ جانے بے چارہ کس جرم میں قید ہے۔

دوسرے دن کا آغاز ہو گیا۔ پریم مسکراتی ہوئی آئی تھی لیکن نہ جانے کیوں اس کی

مسکراہٹ کچھ پھینکی پھینکی سی تھی۔

”کیا بات ہے پریم؟“

”کہاں؟“

”طبیعت ٹھیک ہے تمہاری؟“

”ہاں۔“

”نہیں کوئی بات ہے۔“

”ارے واہ۔ زبردستی کوئی بات ہے۔“

”تمہاری مرضی ہے میں پوچھنا چاہتا ہوں۔ تم نہ بتاؤ تو مجبور تو نہیں کر سکتا۔“

”بس کل تمہارا اکیلے جانا اچھا نہیں لگا۔“

”کیوں؟“

”بس نہیں لگا۔ تم میرے ساتھ ہوتے ہو تو اپنے اپنے لگتے ہو۔ کل اجنبی سے

لگے۔“

”میرا قصور تھا؟“

”میں کب کہہ رہی ہوں۔“

”بہر حال میں جیکب صاحب کا ملازم ہوں ان کی ہدایات پر چلنا پڑتا ہے۔“

”ہاں مجھے پتا ہے۔“ اس نے کہا اور میں نے افسردگی سے اس لڑکی کو دیکھا۔ کہیں

بھی پہنچ جائیں کسی حیثیت کی مالک بن جائیں مگر لڑکیاں ہی رہتی ہیں۔

شام کو پانچ بجے ایک فون موصول ہوا۔ دوسری طرف مس ڈوریانہ تھی۔

”مسٹر ارشاد سے بات کرنا چاہتی ہوں۔ میرا نام ڈوریانہ ہے۔“

”ہیلو میڈم۔ میں بول رہا ہوں۔“

”اوہو مسٹر ارشاد۔ فون پر آپ کی آواز بالکل بدل جاتی ہے۔“

”شاید۔“

”کیا کر رہے ہیں؟“

”کچھ نہیں میڈم۔“

”میں نے آپ کے لیے ایک کام تلاش کیا ہے۔“

”حکم دیجئے۔“

”بس آپ کو اپنے ساتھ مصروف کرنا چاہتی ہوں۔“

”میں آپ کے کس کام آسکتا ہوں؟“

”یہ فیصلہ میں کروں گی۔“

”مجھے اعتراض نہیں ہے میڈم۔ میں خود بھی بیکار ہوتا ہوں۔ لیکن اس کے

لیے مسٹر جیکب سے اجازت ضروری ہے۔“

”تمہیں اعتراض نہیں ہے۔“

”جی نہیں۔“

”یہ گفتگو ایسے فون پر ہو رہی ہے جس کی آواز قریب بیٹھے ہوئے تمام لوگ سن

سکتے ہیں اور مسٹر جیکب اس وقت میرے پاس بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان سے بات کرو۔“

”جی۔“ میں نے آہستہ سے کہا۔ جیکب کی آواز سنائی دی۔

”ہاں ارشاد۔ تم ساحر ہو۔ ہر ایک کو مسحور کر دیتے ہو۔ مس ڈوریانہ نے تمہیں

بہت پسند کیا ہے۔ اگر تم پسند کرو تو واقعی کچھ عرصہ کے لیے ان کے پاس آجاؤ۔ مصروف

بھی رہو گے۔“

”سر آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔“

”ٹھیک ہے گاڑی آرہی ہے تم آجاؤ۔ تمہارا سامان بعد میں پریم بھجوا دے گی۔“

”جو حکم۔“ میں نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔ میں ساحر نہیں مسحور تھا۔ یہ کیا ہو

رہا ہے۔ یوں لگتا تھا جیسے کوئی پوشیدہ قوت میرے لیے راستے بناتی جا رہی تھی۔ کوئی عقل

میں آنے والی بات تھی۔ میں جو کچھ بھی تھا لیکن اس وقت تو ایک معمولی ڈرائیور کی

حیثیت رکھتا تھا جب جیکب سے ملاقات ہوئی اور پھر راستے بنتے گئے۔ جیکب کا وہ

پروجیکٹ تباہ کیا اور اسے اپنا وطن چھوڑنے پر مجبور کیا۔ اور اب یہاں پہنچ کر پروجیکٹ

کے دل میں جگہ مل رہی تھی۔ بڑی تقویت ملی تھی اس تصور سے کہ قدرت مسلسل میری راہنما ہے اور مجھے میرا منصب عطا کر رہی ہے لاکھ کچھ بھی ہو گیا تھا لیکن میرا کام جاری تھا۔ اہل وطن نے دشمن کا درجہ دیا تھا لیکن وطن کی خدمت انجام دینے کے مسلسل مواقع مل رہے تھے۔ میں نے دل میں خود کو پختہ کر لیا اور ہر قیمت پر خود کو اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے تیار کر لیا۔

گاڑی آگئی اور میں اس میں بیٹھ کر چل پڑا۔ پریم کو کچھ بتانا ضروری نہیں تھا۔ پھر بہت سے راستے طے کر کے ہم اس جگہ پہنچ گئے جو میں نے اب تک دور سے دیکھی تھی۔ یہاں چیک پوسٹ تھی جہاں سراغ رسانی کے آلات لگے ہوئے تھے۔ یہاں رکنا پڑا میرے لیے اس علاقے میں داخل ہونے کا اجازت نامہ موجود تھا۔ بس چیکنگ ہوئی اور گاڑی آگے بڑھ گئی۔ میں خاموشی سے اس بلو ایریا کو دیکھ رہا تھا۔ یہاں زبردست سیکورٹی تھی پھر گاڑی رہائشی عمارت کے پاس رک گئی اور اس جگہ ڈوریا نے میرا استقبال کیا۔ بہت ہلکا لباس پہنے ہوئے تھی اور بہت خوبصورت نظر آ رہی تھی۔

”موسٹ ویلکم ڈیر ارشاد۔“

”آپ کیسی ہیں میڈم؟“

”یہ تو تم ہی بتا سکتے ہو؟“ اس نے ہنس کر کہا اور میں بھی ہنس دیا۔ آؤ تمہیں اپنی رہائش گاہ دکھاؤں۔ وہ میرا ہاتھ پکڑ کر اندر لے گئی۔ چھوٹا سا خوبصورت اپارٹمنٹ تھا لیکن اتنا خوبصورت کہ تعریف نہ کی جاسکے۔ وہ مجھے ایک خوبصورت بیڈ روم میں لائی اور مسکرا کر بولی۔

”یہ ہماری خواب گاہ ہے اس کا انداز بہت عجیب تھا لیکن مجھے سب کچھ برداشت کرنا تھا۔ میں نے مسکرا کر گردن ہلائی۔ وہ کہنے لگی۔ ”کچھ لوگ اتنی اپیل رکھتے ہیں کہ لمحوں میں صدیوں کے فاصلے طے کر لیتے ہیں۔ تم بھی ان میں سے ہی ایک ہو۔ اس طرح میرے دل میں آئے کہ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔“

”میں خادم ہوں میڈم۔“ میں نے نیاز مندی سے کہا۔

”خادم۔“ وہ مسکرائی۔ پھر خاموش ہو گئی۔ پھر چند منٹ کی خاموشی اختیار کر کے بولی۔ ”رات کو تم سے اہم گفتگو ہوگی۔“

”آپ کی مصروفیات کیا ہوتی ہیں میڈم؟“

”مقرر نہیں ہیں۔ پروجیکشن روم میں چند گھنٹے گزارتی ہوں۔ دیکھ بھال کرتی ہوں۔ اصل میں یہاں میرا کام ختم ہو گیا ہے۔ بس انجینئر کام مکمل کر رہے ہیں اور صرف چند روز کی بات ہے ہم نے تجربے کی تاریخ مقرر کر دی ہے شاید تمہیں علم ہو۔“

”نہیں۔ مجھے اتنا علم نہیں۔“

”پھر بھی کچھ تو پتا ہوگا۔“

”جو کچھ مجھے بتا دیا جاتا ہے اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔“

”یہ اچھی بات ہے۔“ میں نے محسوس کیا کہ وہ مجھے عجیب سی نظروں سے دیکھ رہی ہے لیکن ان نگاہوں کا مفہوم میری سمجھ میں نہیں آسکا۔ پھر وہ بیڈ روم سے نکل آئی۔

اس کے بعد شام کی چائے پی گئی۔ میں اس کے چہرے پر عجیب سی اداسی پارہا تھا لیکن اس کا یہ موڈ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ وقت گزرتا رہا۔ رات کا پر تکلف کھانا کھایا گیا۔ پھر وہ مجھے ساتھ لے کر اپنے بیڈ روم میں آ گئی۔

”میرے لیے کوئی اور جگہ نہیں ہو سکتی میڈم۔“ میں نے کہا۔

”کیوں۔ میری قربت سے گریز ہے تمہیں۔“

”نہیں لیکن۔“

”لیکن ایک بے معنی لفظ ہے جس کا کوئی مفہوم نہیں ہوتا۔“ اس نے کہا اور وہاں سے آگے بڑھ گئی۔ دروازہ بند کرنے کے بعد اس نے دروازے کے قریب ایک بٹن دبایا اور دروازے کے اوپری حصے سے ایک شیلڈ نیچے اترنے لگی۔ اس نے دروازے کو ڈھک لیا۔ میں پر سحر انداز میں اس کی یہ کارروائی دیکھ رہا تھا۔ کھڑکیاں وغیرہ بند کر کے اس نے ویسے ہی بٹن دبائے اور کھڑکیاں بھی ساؤنڈ پروف ہو گئیں۔ پھر اس نے الماری سے ایک لباس نکلا اور واش روم کی جانب بڑھ گئی۔ میں ایک کاؤچ پر بیٹھا اس کی یہ پراسرار

کارروائیاں دیکھ رہا تھا۔ چند لمحات کے بعد وہ پھر نمودار ہوئی لیکن میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ باریک اور بے ہودہ لباس کے بجائے اب اس نے ایک ایسا مناسب لباس پہنا ہوا تھا جو رات کے اس ماحول کے بالکل برعکس تھا۔ اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی طاری تھی۔ مجھ سے کچھ فاصلے پر وہ ایک اور کاؤچ کے ہتھ پر بیٹھ گئی۔ پھر اس نے کہا۔

”ہاں کیا نام ہے تمہارا ڈیئر۔“

”ارشاد علی۔“

”مسٹر جیکب کا کہنا ہے کہ تم سرحد پار سے اس کے ساتھ آئے ہو اور اس کے بہترین وفاداروں میں سے ہو۔ کیا یہ کہانی سچ ہے؟“

”یہ کہانی نہیں ہے میڈم ایک سچائی ہے لیکن آپ یہ سوال کیوں کر رہی ہیں؟“

”احمد فلاح کا نام سنا ہے تم نے کبھی؟“

”جی۔“

”ہاں تم وہ نہیں ہو اور ہو بھی نہیں سکتے۔ وہ میری آنکھوں کے سامنے جام شہادت نوش کر چکا ہے لیکن انسانی ذہن کو کیا کہا جائے وہ ہمیشہ مفروضوں کی تلاش میں رہتا ہے۔“

”آپ کی گفتگو کا ایک لفظ میری سمجھ میں نہیں آ رہا۔“

”اگر جیکب کی کہانی سچی ہے تو کیا تمہیں یہ احساس نہیں کہ تم اپنے وطن اپنی قوم سے غداری کر رہے ہو۔ کیا یہ سبے شرمی کا ایسا مظاہرہ نہیں ہے جس پر انسانی گردن شرم سے جھک جائے؟“

”میں پھر وہی عرض کروں گا کہ آپ کی کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی۔“

”تو میں سمجھائے دیتی ہوں۔ زندگی کے چند لمحے تمہارے پاس ہیں اور ان چند لمحوں میں تمہیں حقیقتوں سے آشنا ہو جانا چاہیے۔“

میرے ذہن میں سنسنی کی ایک تیز لہر اٹھی۔ یہ تو پورا کیس ہی بدل گیا تھا۔ وہ مجھے گھورتی ہوئی نگاہوں سے دیکھتی رہی۔ پھر اس نے کہا۔

”کون ہو تم؟“

”جی۔“

”کون ہو کس حیثیت کے مالک ہو اور کیا کرنے آئے ہو یہاں۔ کیا جیکب ہی کی کہانی درست ہے؟“ میرے رگ و پے میں سنسنی کی لہریں دوڑ رہی تھیں۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ چالاک عورت میرے بارے میں مشتبہ ہو گئی ہے۔ میں ادھر ادھر دیکھنے لگا پھر میں نے صورت حال کو اپنے ذہن میں رکھ لیا اس پر حملہ کرنے کے لیے کون سی جگہ بہتر ہو سکتی ہے اس کا میں نے اندازہ لگالیا تھا۔ وہ پھر بولی۔

”احمد فلاح“ تم نے احمد فلاح کا روپ کیوں اختیار کیا ہے۔ تمہارا اصل چہرہ کیا ہے؟“

”احمد فلاح کون ہے؟“ میں نے سوال کیا۔

”ایک محب وطنی فلسطینی جس نے اپنے آپ کو فلسطین کی بقا کے لیے اور اسرائیل کے خلاف ہر عمل کے لیے مخصوص کر لیا تھا لیکن زندگی نے اسے موقع نہیں دیا اور وہ موت کی آغوش میں جاسویا۔ اسرائیل کا دشمن بدترین دشمن۔“ وہ عجیب سے لہجے میں بولی اور مجھے موقع مل گیا چونکہ اس نے پر خیال انداز میں گردن جھکا لی تھی۔ میں ہوا میں اڑتا ہوا اس پر جا پڑا لیکن کمال کی شخصیت تھی اس کی وہ اس طرح کاؤچ سے ہٹ گئی جیسے وہاں اس کا وجود ہی نہ ہو۔ میں کاؤچ پر گرا لیکن اس کے بعد میں نے اچھل کر اس پر قابو پانے کی کوشش کی۔ وہ تھوڑا سا جھکی۔ زمین پر ہاتھ ٹکایا اور اس بار بھی میری دسترس سے نکل گئی لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی اس نے اپنے لباس سے ایک ننھا سا پستول نکال لیا اور میری جانب رخ کر کے پھینکارتی ہوئی آواز میں بولی۔

”موت کو وقت سے پہلے نہ پکارو۔ زندگی جس قدر بھی ساتھ دے جائے بہتر ہوتا ہے اپنے بارے میں بتاؤ۔ جیکب کی کہانی کہاں تک درست ہے؟“ میں اپنے دو حملوں کو اس طرح ناکام دیکھ کر تھوڑا سا شرمندہ بھی ہو گیا تھا وہ انتہائی تربیت یافتہ عورت معلوم ہوتی تھی اس نے پستول سے اشارہ کر کے کہا۔

”جہاں کھڑے ہو وہیں بیٹھ جاؤ کچھ گفتگو کر لیں۔ ہو سکتا ہے کہ اس گفتگو میں کہیں

اسرائیلی انجینئر تھی۔ کمپیوٹر میں اس نے کمال حاصل کیا تھا۔ میں نے خود بھی زندگی کا ایک طویل حصہ جرمنی میں کمپیوٹرز کی تربیت میں گزارا ہے اور اتفاق سے مجھے یہ موقع مل گیا کہ میں اینڈس ڈوریانہ پر قابو پاسکوں۔ اینڈس ڈوریانہ کے سلسلے میں مجھے علم ہوا تھا کہ وہ یہاں آکر اس پروجیکٹ پر کام کرنے والی ہے چنانچہ ہم نے موقع پا کر اسے اغوا کیا اور خاموشی سے قتل کر دیا۔ ہمارا گروپ پانچ افراد پر مشتمل ہے۔ اینڈس ڈوریانہ کا روپ حاصل کرنے کے بعد میں اس کی حیثیت سے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ یہاں پہنچ گئی۔ احمد فلاح بھی میرا ساتھی تھا۔ میرے دو ساتھی گرفتار ہو گئے اور وہ اس جیل میں موجود ہیں جس میں میری تم سے باقاعدہ ملاقات ہوئی تھی لیکن تمہارے بارے میں مجھے کافی تفصیلات معلوم ہو چکی تھیں۔ غرضیکہ جب میں نے تمہیں وہاں دیکھا تو نہ صرف میں بلکہ میرے ساتھی بھی ششدر رہ گئے۔ احمد فلاح سرحد عبور کرتے ہوئے مقامی لوگوں کے ہاتھوں مارا گیا تھا لیکن ہم یہ یقین نہیں کر پائے تھے کہ وہ واقعی مرچکا ہے غرضیکہ احمد فلاح کی موت ایک شبہ بن کر رہ گئی جبکہ مجھے یقین تھا کہ وہ جام شہادت نوش کر چکا ہے۔ یہاں آنے کے بعد میں نے پروجیکٹ پر کام شروع کر دیا اور اینڈس ڈوریانہ کی حیثیت سے ان لوگوں کو مکمل طور سے مطمئن کر دیا۔ انھیں ذرا برابر شبہ نہیں ہے کہ میں اصل شخصیت نہیں ہوں لیکن میں یہاں اپنا کام کرنے میں کامیاب ہو گئی۔

”کیسے؟“ میں نے سوال کیا۔

”میزائل کا تجربہ ہو گا اور جس دن تجربہ ہو گا وہ دن ان کی زندگی میں ایک بدترین دن ثابت ہو گا۔ کمپیوٹرز اپنا کام کریں گے لیکن چند لمحات کے بعد ان کی ڈائریکشن بدل جائے گی اور یہاں مختلف علاقوں میں خوفناک دھماکے ہوں گے اس کا پورا پورا بندوبست کر لیا گیا ہے۔“ میرا دل خوشی سے اچھل پڑا تھا۔ میں نے کہا۔

”کیا تم یہ سچ کہہ رہی ہو لیلیٰ شبانہ؟“

”ہاں یہ ایک حقیقت ہے لیکن تم سے پھر وہی کہوں گی تم اپنے وطن دشمنوں کے ساتھ عمل پیرا ہو شرم و غیرت کا کوئی تصور ہے تمہارے ذہن میں۔ جس ملک نے تمہاری

سے زندگی جھانکنے لگے۔“ میں نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری۔ مجھے ایک دم اندازہ ہو گیا تھا کہ اب صورت حال میرے حق میں نہیں رہی ہے۔ اس کے پاس ہسٹول ہے اور میں خالی ہاتھ اور یہ جگہ سو فیصد اسی کی ملکیت ہے مجھے نقصان ہی نقصان ہو گا چنانچہ میں اپنی جگہ بیٹھ گیا۔ اس نے بھی ایک جگہ منتخب کر لی اور آہستہ سے بولی۔

”اگر ننگ انسانیت، ننگ وطن ہو تو تمہاری زندگی ضروری نہیں ہے۔ میرے لیے تمہیں قتل کر دینا بہت آسان ہو گا اور اس کے بعد میں ان لوگوں کو بتا دوں گی کہ تم اس پروجیکٹ پر دشمن بن کر آئے تھے اور اسے نقصان پہنچانا چاہتے تھے۔ سمجھ رہے ہو نا اس کے بعد وہ تمہاری لاش کتوں کے سامنے ڈال دیں گے۔“

”تم آخر چاہتی کیا ہو؟“

”سب سے پہلے تو مجھے اس بات کا جواب دو کہ تمہارے یہ نقوش تمہارا یہ چہرہ اصل ہے یا نہیں اور اگر اصل نہیں ہے تو تم نے احمد فلاح کا روپ کیوں اختیار کیا ہے؟“

”کیا اس سے پہلے تم مجھے اپنے بارے میں بتانا پسند کرو گی؟“

”ہاں تمہاری زندگی تو خیر کسی قیمت پر ممکن ہی نہیں ہے۔ تمہیں حالات سے آگاہ کر دینا میرے لیے کوئی خطرناک کام نہیں ہے۔ میرا نام لیلیٰ شبانہ ہے اور تعلق فلسطین سے ہے۔ فلسطین کے اس گروپ سے میرا تعلق ہے جن کے سپرد یہ ذمے داری ہے کہ حکومت اسرائیل جہاں کہیں اپنا اثر جمانے کی کوشش کرے جہاں کوئی قدم اٹھائے وہاں اسے ناکام بنایا جائے۔ یہاں پروجیکٹ اسرائیلی سائنس دانوں کی مدد سے تکمیل تک پہنچا ہے۔ اسرائیلی یہاں اپنے نیچے گاڑنا چاہتے ہیں۔ تمہارے ملک کے خلاف وہ یہاں ایک مضبوط مقام حاصل کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں کیونکہ یہاں سے تمہارے ملک کے خلاف سازشوں میں آسانی ہو گی۔“ میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئی اور میرے وجود میں ایک بار پھر زندگی کی لہریں دوڑنے لگیں۔ اس نے کہا۔

”سنو کسی بھی چالاکی کو ذہن میں جگہ نہ دو۔ میں حالات پر قادر ہوں۔ میں نے جو

کچھ کیا ہے اس کی تفصیل تمہیں بتائے دیتی ہوں۔ درحقیقت اینڈس ڈوریانہ ایک

طرح تم مجھے دھوکا دینا چاہتے ہو۔“

”نہیں مس لیلیٰ شبانہ بلکہ تار ہو رہا ہوں آپ پر۔ لڑکیاں اگر اپنے آپ کو اس حد تک لے آئیں اور اپنے وطن کی بقا کے لیے اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے اتنے بڑے خطرات مول لیں تو انہیں تحسین کی نگاہ سے ہی دیکھا جاتا ہے آپ بے شک مجھے قتل کر کے میری لاش کو ٹھکانے لگا دیں مجھے ذرا برابر پروا نہیں ہے۔“

”دیکھو سچ بولو۔ سچ بولو مجھے مضطرب نہ کرو۔ میں یہ سب کچھ برداشت نہیں کر سکوں گی اور واقعی تمہیں قتل کر دوں گی۔“

”میں نے انکار تو نہیں کیا مس لیلیٰ شبانہ۔“

”یہ تمہارا اصل چہرہ نہیں ہے؟“

”نہیں۔“

”تو پھر میں تمہارے اصلی نقوش دیکھوں گی۔“

”نہ دیکھنے آپ کی نوازش ہوگی۔ یا پھر آپ کو یہ وعدہ کرنا ہوگا کہ میرے اصل نقش دیکھنے کے بعد بھی آپ مجھے زندگی نہیں دیں گی۔ میں نہیں چاہتا کہ آپ مجھے زندہ حالت میں دشمن کی حیثیت سے ان لوگوں کے حوالے کریں۔“

”مطلب۔“

”میں ایک عجیب و غریب شخصیت کا مالک ہوں۔ وطن پر تار ہونے والوں میں، لیکن وطن کے لیے ایک ایسی شخصیت کا مالک جسے اہل وطن پسند نہیں کرتے۔“

”مجھے الفاظ کے جال میں پھنسا رہے ہو۔“

”نہیں جو کچھ کہہ رہا ہوں سچ کہہ رہا ہوں۔“

”تمہیں اپنا اصلی چہرہ دکھانا پڑے گا۔“

”منظور ہے لیکن آپ کو بھی وعدہ کرنا ہوگا کہ وہی کریں گی جو میں نے کہا ہے۔“

”کیوں آخر کیوں؟“

”اس لیے کہ اس کے بعد میرے پاس میک اپ کا سامان نہیں ہوگا اور میک اپ

نشوونما کی اس کے خلاف دشمنوں کا ساتھ دے رہے ہو۔“

”تعب کی بات ہے محترمہ لیلیٰ شبانہ آپ نے یہ انداز اختیار کر کے درحقیقت ایک ایسا کارنامہ سرانجام دیا ہے کہ میں اپنے آپ کو آپ کے سامنے سچ محسوس کر رہا ہوں۔ اب کیا ارادہ ہے میرے لیے آپ کے دل میں؟“

”موت، صرف موت۔ تمہیں غیرت دلانے کے بعد اور اس کے بعد بہ آسانی میں تمہیں ایک دشمن قرار دے کر ختم کر دوں گی۔ بس صرف یہ راز کھل جائے کہ تمہارے نقوش احمد قلاح جیسے کیوں ہیں؟“

”یہ صرف اتفاق ہے۔“

”کیا مطلب؟“

”میں نے کہا تھا یہ صرف اتفاق ہے کہ میں نے یہ نقوش اپنائے۔“

”مطلب؟“

”میرے چہرے پر میک اپ ہے محترمہ لیلیٰ شبانہ۔“ وہ چونک پڑی۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

”میک اپ۔“

”لعل..... لیکن کیوں؟“ اس نے سوال کیا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

”اس لیے محترمہ لیلیٰ شبانہ کہ میں غدار وطن نہیں ہوں خادم وطن ہوں اور اپنے وطن کی بہتری کے لیے میں نے جیکب کا سہارا حاصل کیا ہے اور یہاں تک پہنچا ہوں۔“

”نہیں جھوٹ بولتے ہو۔“ اس کے اندر ایک لرزش پیدا ہو گئی۔

”آپ بے شک اسے جھوٹ سمجھ لیں مجھے اس کی فکر نہیں ہے کیونکہ میرا جو مشن تھا آپ اس کی تکمیل کر چکی ہیں اور مجھے اب اس کی پروا نہیں ہے کہ زندہ رہتا ہوں یا نہیں۔“ وہ بے چین نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی پھر اس نے کہا۔

”بہت چالاک انسان ہو تسلیم کر لیا ہے میں نے۔ واقعی بہت چالاک انسان ہو۔ اس

نہیں کر سکوں گا۔“ وہ مسکرائے لگی۔ پھر بولی۔

”تمہیں میک اپ کرنا آتا ہے؟“

”جی ہاں یہ میک اپ میں نے خود ہی کیا ہے۔“

”تو پھر میں تمہیں میک اپ کا وہ سامان فراہم کر سکتی ہوں جو اعلیٰ ترین ہے اور تم

اس سے اپنا کام چلا سکتے ہو۔“ میں نے پریشان سی نگاہوں سے اسے دیکھا اور بولا۔

”اگر آپ اس کے بغیر ہی کام چلا لیتیں تو اچھا تھا۔“

”ہرگز نہیں بالکل نہیں۔“

”تو پھر آپ کی مرضی ہے لیکن آپ یہ دیکھ لیجئے کہ مجھے دوبارہ یہ شکل اختیار کرنے

میں کتنی مشکل پیش آسکتی ہے۔“

”بالکل مشکل پیش نہیں آئے گی۔ میں خود بھی میک اپ کی بہترین ماہر ہوں۔

لوگ میری مہارت کو تسلیم کرتے ہیں۔ اگر تمہیں یہی چہرہ نہ دے دیا تو میرا نام لیلیٰ شبانہ

نہیں۔“ میں چند لمحات سوچتا رہا۔ ایک عجیب و غریب کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔ ایک عجیب

احساس ذہن پر طاری ہو گیا تھا۔ اس لڑکی نے مجھے بے پناہ متاثر کیا تھا۔ اگر یہ سچ کہہ رہی

ہے تو واقعی ایک باکمال شخصیت ہے لیکن اگر یہ بھی کوئی فریب ہوا تو تو میں اس پر کیسے

قابو پاسکوں گا۔ بہر حال خود کو تقدیر کے حوالے کر دیا اس نے مجھے ہی اشارہ کیا اور ایک

الماری کی طرف رخ کر کے بولی۔

”اسے کھولو۔ تمہیں میک اپ توڑنے والا سامان مل جائے گا دیکھو میں اس کے بغیر

باز نہیں رہ سکتی۔ تمہیں میری ہدایت پر عمل کرنا ہو گا۔“

”میں خود کو تقدیر کے حوالے کر چکا ہوں اس لیے آپ کی ہدایت پر عمل کرنے

میں کوئی عار نہیں محسوس کرتا۔“ میں نے کہا دل و دماغ کچھ عجیب سی کیفیت کا شکار ہو گئے

تھے اور میں نے ایک بار پھر ان ٹیپی قوتوں کو آواز دی تھی جنہوں نے مجھے ہمیشہ مشکلات

سے محفوظ رکھا تھا اور جب میرے دل کو یہ تقویت ہو جاتی تھی کہ اب جو کچھ بھی ہو گا

تقدیر کے ہاتھوں ہو گا تو میں کسی بات کی پروا نہیں کرتا تھا۔ سائنس والی بوتل نکالی اور خود

ہی اپنے چہرے پر پھواریں مارنے لگا۔ وہ چمکدار آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ یہ میک

اپ بڑی مشکل سے کیا گیا تھا اور بہترین صفات کا حامل تھا اب اگر کوئی ایسی صورت حال

پیش آتی ہے تو جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ چاہے کچھ بھی ہو لیکن مجھے بہر حال اسے مطمئن کرنا

ضروری تھا۔ تقریباً پانچ سے لے کر سات منٹ تک صرف ہوئے اور اس کے بعد میرے

چہرے سے پلاسٹک کے ٹکڑے اکھڑنے لگے۔ جب میں نے پہلا ٹکڑا اپنے چہرے سے اتارا

تو اس کی آنکھوں میں حیرت کے تاثرات پیدا ہو گئے اور کچھ دیر کے بعد میں نے اپنا پورا

چہرہ صاف کر کے تویہ سے رگڑ دیا لیکن اس کے ساتھ ہی وہ اچھل کر کھڑی ہو گئی تھی۔

اس کی آنکھیں انتہائی حد تک پھیل گئی تھیں اور وہ سخت متحیر نظر آرہی تھی پھر وہ کئی قدم

آگے بڑھی اور اس کے منہ سے بے اختیار انداز میں نکلا۔

”میرے خدا، میرے خدا، ناممکن، ناممکن ہے۔ میرے خدا، یہ..... یہ میں کیا

دیکھ رہی ہوں۔“ میں اس کی حیرت پر خود بھی حیران ہونے لگا..... پتا نہیں کیا ہوا تھا

اسے۔ اس کے منہ سے آہستہ سے نکلا۔

”اور اگر میری یادداشت دھوکا نہیں دے رہی ہے تو آپ کا نام دانش منصور ہے

.....“ اب میری کیفیت خراب ہونے کی باری تھی میں دو قدم پیچھے ہٹا۔ یہ نام تو اس

وقت میرے لیے کسی ایسی دھماکے سے کم نہیں تھا۔ میرا کوئی شناسا اس طرح میرے

سامنے آجائے۔ اس سے زیادہ سنسنی خیز بات کوئی اور نہیں تھی۔ میں اسے سحرزدہ نگاہوں

سے دیکھنے لگا۔

”پتائیے غلط تو نہیں کہہ رہی ہیں۔ بتائیے میں غلط تو نہیں کہہ رہی ہوں؟“

”کون دانش منصور؟“ میں نے کھوکھلے لہجے میں کہا اور مجھے خود اپنے لہجے کے

کھوکھلے پن کا احساس ہو گیا۔

”آپ، سر آپ دانش منصور ہیں۔ یقیناً آپ کو لیلیٰ شبانہ یاد نہیں ہوگی۔ جنوبی

افریقہ کے پورٹ الزبتھ میں آپ نے ایک فلسطینی گروپ کو نئی زندگی سے روشناس کرایا

تھا۔ ہم لوگ بری طرح گھیر لیے گئے تھے اور آپ نے ہماری مدد کی تھی اور اس کے بعد

ہمیں یہ علم ہوا تھا کہ آپ دانش منصور ہیں۔ ایک ایسی شخصیت جو سحر کی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ سر آپ بھولے جانے والی چیز نہیں ہیں۔ سر کیا یہ حقیقت ہے یا آپ کے یہ نقوش بھی مصنوعی ہیں؟“ میں اسے خاموشی سے دیکھتا رہا۔ میں ان واقعات کو یاد کرنے کی کوشش کر رہا تھا اور مجھے یاد آتا جا رہا تھا کہ ایک فلسطینی گروپ کو ایک بار مصیبت سے بچایا تھا میں نے اور واقعی وہ انتہائی خطرناک حالات میں تھے اور موت ان سے چند قدم کے فاصلے پر تھی۔ میری کاوشوں سے یہ گروپ بچ گیا تھا لیکن خصوصاً میں لیلیٰ شبانہ کو نہیں جانتا تھا۔ نہ ہی اس کے نقوش میرے ذہن میں تھے۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

”لیلیٰ شبانہ۔“

”سر، یقیناً آپ ہمیں نہیں جانتے ہوں گے اور اگر آپ کی نگاہوں میں میرا چہرہ ہے بھی تو اس شکل میں آپ مجھے نہیں پہچان سکتے کیونکہ میرے چہرے پر بھی اینڈس ڈوریا نہ کامیک اپ ہے۔“

میں نے ایک گہری سانس لی۔ بے درپے ذہنی دھماکے برداشت کرنے پڑ رہے تھے۔ میں مذہال سا ہو کر بیٹھ گیا۔ وہ میرے قریب ہی فرش پر گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی تھی۔

”سر ہم میں ہی نہیں میرا پورا گروپ آپ سے انتہائی عقیدت رکھتا ہے۔ سر براہ کرم آپ ہماری میرا مطلب ہے میرے خیال کی تائید تو کر دیں۔ آپ دانش منصور ہی ہیں نا؟“ میں نے ایک گہری سانس لی اور ایک دم مجھے ہنسی آگئی پھر بولا۔

”جس قدر ذہنی جھٹکے مجھے برداشت کرنے پڑ رہے ہیں مس لیلیٰ شبانہ انھوں نے مجھے درحقیقت پست کر دیا ہے۔ اب کیا انکار کروں آپ سے۔ میں تو یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ اینڈس ڈوریا نہ درحقیقت کوئی دوسری شخصیت ہے۔ اگر آپ واقعی اینڈس ڈوریا نہ ہی ہیں تو اس وقت میں شاید زندگی میں پہلی بار کسی ایسی شخصیت کے بارے میں اعتراف کر رہا ہوں جس نے مجھے زیر کر لیا ہے۔“

”سوچ بھی نہیں سکتی سر۔ تصور بھی نہیں کر سکتی میں سر آپ یقین کر لیجئے خدا را

مجھ سے میرا یہ میک اپ نہ اتروا کیے۔ میرا اصل چہرہ یہ نہیں ہے لیکن جو کچھ میں کہہ رہی ہوں وہ اصلیت ہے۔ میرے خدا میں تو تصور بھی نہیں کر سکتی تھی کہ اس پروجیکٹ کے سلسلے میں آپ جیسی عظیم شخصیت بھی کام کر رہی ہوگی۔ سر ہم تو آپ کے جوتوں کی خاک بھی نہیں ہیں۔ ہم نے جو کچھ کیا ہے وہ کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ کی ان کاوشوں کے مقابلے میں جن کی کمائیاں ہم نے مختلف زبانوں سے سنی ہیں اور جن کی شخصیت کو ہم نے مشعل راہ بنایا ہے۔“

”تعجب کی بات ہے۔ تعجب کی بات ہے۔ میں بھلا آپ لوگوں کے لیے مشعل راہ کہاں سے ہو گیا۔“

”سر کچھ شخصیتیں ایسی ہوتی ہیں جو اپنے بارے میں کبھی نہیں سوچتی لیکن دنیا ان کے بارے میں سوچتی ہے۔ آپ نے تو بہت سے ایسے مرحلوں پر ہماری مدد کی ہے میری نہیں تو ہمارے مقصد کی ہمارے مشن کی۔ آپ نے ایسے ایسے لوگوں کو زیر کیا ہے سر، کیا ہمیں یاد نہیں ہے وہ واقعہ جب کچھ یہودی تاجر بھاری پانی اس ملک کو بھجوا رہے تھے اور آپ نے انھیں ناکام بنا دیا تھا۔“

”ادہ ٹھیک ہے مجھے یاد آگیا۔ بہر حال یہ حقیقت ہے کہ اس وقت آپ ہی مجھ پر حاوی ہیں۔ چاہیں میں آپ کو کیا کہوں؟“

”سر مجھے لیلیٰ شبانہ کہئے۔ شبانہ کہئے آپ مجھے میں تو آپ کے جوتوں کی خاک ہوں۔“

”نہیں لیلیٰ شبانہ اگر تم واقعی ایک فلسطینی مجاہدہ ہو تو براہ کرم اپنے لیے یہ الفاظ استعمال نہ کرو۔ جو کچھ تم اپنے وطن کی بقا کے لیے کر رہی ہو وہ کسی اہل دل کے لیے بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ چلو اچھا ہوا، لیلیٰ شبانہ تم مل گئیں مجھے، کم از کم دل کی بھڑاس نکالنے کا موقع تو ملے گا۔ بڑا بوجھ ہے میرے دل دو ماغ پر۔ بڑا وزن ہے میرے وجود پر۔“

”سر یہ آپ کے قدموں میں مجھے کہیں بھی اپنے آپ سے منحرف پائیں تو اس کی تمام گولیاں میرے سینے میں خالی کر دیں۔ یقین کیجئے آپ کے ہاتھوں سے مرنا بھی میرے

”بہت دلچسپ اور عجیب صورت حال ہو گئی ہے مس شبانہ، اور یہ قطعی مجبوری ہے کہ میں آپ کو اپنے بارے میں نہ بتاؤں مس شبانہ، دانش منصور کے لیے آپ کے دل میں جو بھی تاثرات ہوں یا جو بھی تصورات ہوں اس وقت دانش منصور اپنے وطن میں ایک مجرم کی حیثیت اختیار کر گیا ہے شبانہ، حالات میں اونچ نیچ ہوتی ہی رہتی ہے، کتنا ہی بہتر کام کر لو بعض لوگ ایسے نکل آتے ہیں جو اس سے اختلاف کر لیتے ہیں بس یوں سمجھ لیجئے کچھ ایسے اندرونی حالات ہو گئے جن کی وجہ سے دانش منصور اپنے ہی وطن میں مجرم کی حیثیت اختیار کر گیا۔ لیکن اہل وطن کی ناقصی تھی، وطن کا کیا تصور اور پھر میں نے تو کبھی نام و نمود کے لیے کچھ نہیں کیا، وطن کی مٹی کی لگاؤں ہمیشہ اپنے بیٹوں کی جانب ہوتی ہیں، میں نے ہمیشہ اپنا فرض پورا کیا اور شکل بدلنے کے بعد بھی میں اپنے منصب سے غافل نہ رہا بس یوں سمجھ لیجئے ایک ایسی تنظیم علم میں آئی جو میرے خلاف عمل پیرا تھی۔ میرے وطن کے خلاف جو کچھ بھی ہوتا ہے، میں اسے اپنی ذات کے خلاف ہی تصور کرتا ہوں۔ جبکہ اسی تنظیم کا ایک اہم رکن ہے، میں نے اس کی گود میں بیٹھ کر اپنے وطن میں اس کا ایک ناپاک منصوبہ ناکام بنایا لیکن اس طرح کہ اسے احساس نہیں ہو سکا اور اس منصوبے کی ناکامی کے بعد وہ اس طرف نکل آیا، میں اس کے ساتھ تھا اور ساتھ ہوں۔ یہاں یہ سب کچھ میری نگاہوں کے سامنے آیا، لیکن خلوص دل سے اعتراف کرتا ہوں کہ اس پروجیکٹ کو نقصان پہنچانے کا کوئی ذریعہ ابھی تک میرے ذہن میں نہیں آیا تھا۔ البتہ اس طرح جیسے ایک لالچی انسان اپنی پسند کی کوئی چیز دیکھ کر لالچ کا شکار ہو جاتا ہے میں بھی حسرت بھری نگاہوں سے اس پروجیکٹ کو دیکھتے ہوئے یہ سوچ رہا تھا کہ وہ کون سا ایسا طریقہ کار ہو جس سے میں اسے تباہ کر سکوں، زیادہ پرانی بات نہیں ہے ایسے ہی ایک منصوبے کو میں نے ناکام بنا کر تباہی کے غار میں دھکیل دیا تھا۔ لیکن اس وقت صورت حال دوسری تھی، مجھے کچھ سہارے مل گئے تھے جنہوں نے مجھے کامیابی سے ہم کنار کیا۔ البتہ اب ایسی کوئی صورت حال میری نگاہوں کے سامنے نہیں تھی اور شاید میں اس سلسلے میں کوئی موثر عمل نہیں کر سکتا، لیکن مس شبانہ آپ اس بات پر بھی ضرور یقین کر لیجئے کہ

”لیے بڑی سعادت کا باعث ہو گا۔“ اس نے پستول میرے قدموں میں رکھ دیا اور میں اس کے اقدامات سے بہت متاثر ہو گیا پھر میں نے کہا۔

”اٹھئے لیلیٰ شبانہ یہ رات میری زندگی کی ان راتوں میں سے ہے جنہیں اگر زندہ رہا تو بھول نہیں سکوں گا۔“

”سر میرے لیے بھی یہ ایک عجیب و غریب رات ہے۔ آپ یقین کیجئے میں اور اپنے وجود کا اعتراف کروں گی۔ سر میں نے تو یہاں بڑی مشکل سے اپنے لیے مقام تلاش کیا ہے۔ آہ مجھے نہیں معلوم تھا کہ اتنی بڑی شخصیت سے یہاں میری ملاقات ہو جائے گی۔“

”بیٹھے لیلیٰ شبانہ بیٹھے۔ کیا فائدہ ان تمام باتوں سے۔ یہ میرے دل کو زخم لگاتی ہیں“

”سر یہ بتائیے۔ میں کیا خدمت کر سکتی ہوں آپ کی؟“

”خدمت تو تم نے کر ڈالی ہے لیلیٰ شبانہ۔“

”شرمندہ ہوں۔ معذرت خواہ ہوں اصل میں جس ماحول میں آئی ہوں اپنے آپ کو اسی رنگ میں ڈھالا ہے لیکن خدا را یہ نہ سمجھے کہ میں آبرو باختہ ہوں اور وہی میرا اصل ہے جو میں پیش کر رہی ہوں۔ یہ صرف ایک مصنوعی عمل ہے جس سے میں نے اس قوم کی نمائندگی کی ہے جو درحقیقت ایسی ہی روایت کی حامل ہے۔“ اس کے لہجے میں نفرت بیدار ہو گئی تھی اور میں گہری سوچوں میں تھا۔ بڑا عجیب مسئلہ ہو گیا تھا۔ واقعی، بہت کم ایسے مرحلے آئے تھے جب مجھے مستقبل کے اقدامات کا فیصلہ کرنے میں دشواری پیش آئی ہو لیکن بہر حال کیا کیا جاسکتا تھا۔ یہ تو بڑے سنسنی خیز لحظات تھے۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور تھوڑے فاصلے پر بیٹھ گئی پھر اس نے کہا۔

”سر اگر میں آپ سے یہ سوال کروں کہ آپ یہاں اس پروجیکٹ کے سلسلے میں کچھ کرنے آئے ہیں تو کیا کر سکتی ہوں۔ ورنہ آپ یقین کیجئے میں کوئی سوال آپ سے نہیں کروں گی اور صرف یہ پوچھوں گی کہ میں جو کچھ کر رہی ہوں اس کے لیے آپ کی کچھ ہدایات ہیں۔“ میں نے نگاہیں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا اور بولا۔

قدرت نے مجھے میرے مخلصانہ عمل کے سلسلے میں کبھی مایوس نہیں کیا ایسے ذرائع نکال دیتی ہے وہ کہ میں تصور بھی نہیں کر سکتا آپ یقین کیجئے جوں جوں میں اس بات پر یقین کرتا جا رہا ہوں کہ اس بار بھی قدرت مجھے مایوس نہیں رکھنا چاہتی، میری مسرتوں میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے میرے بارے میں مختصر تفصیل یہی تھی اب ہم ایک دوسرے پر بھروسہ کر چکے ہیں اور اتفاق کی بات ہے کہ آپ نے مجھے یہ حیثیت بھی دے دی ہے۔ تو میں مطمئن ہوں کہ جو کچھ ہو رہا ہے بہترین ہے آپ اگر مناسب سمجھیں تو براہ کرم ایک بار پھر مجھے تھوڑی سی تفصیل بتادیں۔“

”ضرور دانش منصور صاحب جس حد تک بتا چکی ہوں وہ تو آپ کے علم میں آگیا ہے بس یوں سمجھ لیجئے کہ اب آخری مراحل ہیں۔ میں نے کمپیوٹر ہی کے حوالے سے اپنا کام سرانجام دیا ہے اور مکمل کامیابی کی امید ہے۔ اصل میں جس شخصیت کا روپ میں نے دھارا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کی موت کمپیوٹر کی دنیا میں ایک عظیم نقصان ہے، لیکن ہمیں اس کا کوئی افسوس نہیں ہے۔ میں نے ان کے آخری پروگرام کو ڈسٹرب کیا ہے اس آخری پروگرام میں وہ میزائل کو اپنے ہدف تک پہنچانا چاہتے ہیں لیکن یہاں اس پروجیکٹ میں ایسے پانچ پوائنٹ ہیں جو اس کمپیوٹر کو مس کرتے ہیں جو مین کمپیوٹر ہے، ہم نے ایک مخصوص پوائنٹ مقرر کر دیا ہے اور ان پانچوں کو ڈسٹرب کر کے ایک ایسی میموری فیڈ کر دی ہے کہ جب جنرل ہٹن دیا جائے گا تو وہ پانچوں پوائنٹ ڈسٹرب ہوں گے اور وہاں موجود تمام ساز و سامان ضائع ہو جائے گا۔ یہ ایک لازمی امر ہے کہ اس کے بعد یہ لوگ طویل عرصے تک اس پروجیکٹ کو دوبارہ زیر عمل نہیں لاسکیں گے۔ میں یہ نہیں کہتی کہ یہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گا لیکن یوں سمجھ لیجئے کہ وہ ایک عظیم نقصان سے دو چار ہو جائیں گے اور اس کے پس پردہ ایک اور دلچسپ کہانی ہے۔“

”کیا.....“ میں نے دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا اور وہ بے اختیار مسکرانے لگی، پھر بولی۔

”ایک بہت بڑا یہودی سرمایہ دار اس پروجیکٹ پر اپنی آخری پونجی تک لگا چکا ہے“

آپ کو اندازہ ہے کہ اسرائیلی سرمایہ دار کہیں بھی نفع کی بات سے نہیں چوکتے اس پروجیکٹ کی تیاری میں جب یہ معاہدہ ہوا کہ اسرائیلی ٹیکنیشن اس کی تکمیل کریں گے تو اس یہودی سرمایہ کار نے فوراً ہی یہ پیش کش کر دی کہ پروجیکٹ میں سرمایہ کاری وہ کرے گا اور اس کی کامیابی کے بعد یہ رقم مقامی حکام سے وصول کرے گا۔ یہ معاہدہ بڑی خوش اسلوبی سے طے ہو گیا اور یوں سمجھ لیجئے کہ یہ سب کچھ جو آپ کو نظر آ رہا ہے یہ اسی سرمایہ دار کی سرمایہ کاری ہے وہ اپنا سب کچھ داؤ پر لگا چکا ہے اور اگر یہاں یہ تجربہ ناکام ہو جاتا ہے تو بڑا لطف رہے گا۔ وہ سرمایہ ڈوب جائے گا اور مقامی حکام یہ ذمہ داری اسرائیل کی حکومت پر ڈالنے کی کوشش کریں گے کہ جو کچھ ہوا ہے وہ اعتماد کے زیرِ تخت ہوا ہے اور چونکہ کام مکمل نہیں ہو سکا اس لیے ادائیگی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ آپ سمجھتے ہیں نا مشروانش منصور کیا ہی دلچسپ فضا پیدا ہو جائے گی اور ہو سکتا ہے اس کے اثرات دونوں ملکوں کے داخلی اور خارجی تعلقات پر بھی پڑیں۔ ہمارے لیے اس سے بہتر بات اور کون سی بات ہو سکتی ہے۔ اب باقی مسئلہ بھی آپ سے عرض کر دوں شاید آپ کو اس حد تک علم نہ ہو کہ اب اس تجربے کی تاریخوں میں کوئی وقت نہیں رہا ہے۔ بس ان کے اپنے ہاں کچھ صورت و غیرہ کا چکر ہوتا ہے۔ پنڈت بٹھادیئے گئے ہیں اور چلے ہی اس کا اعلان ہو جائے گا۔ تجربہ کر لیا جائے گا جیسا کہ میں نے آپ کو بتایا کہ ہم لوگ پانچ افراد یہاں اس مشن پر آئے تھے۔ لیکن ہم میں سے ایک اس مشن کا شکار ہو گیا۔ باقی دو افراد جیل میں ہیں۔ ان میں سے ایک کا نام وقار بن عمر اور دوسرا حیات شہدی ہے۔ یہ دونوں جیل میں موجود ہیں۔ تیسرا آدمی فہد نظری ہیں پروجیکٹ پر موجود ہے اور اس کے سپرد اہم ذمہ داری کر دی گئی ہے تاکہ ہم یہاں سے نکل جائیں، آپ یوں سمجھ لیجئے کہ ہم ان کا ایک بہت ہی بڑا مشن ناکام بنا رہے ہیں اور اس کے بعد اس کے جو نتائج سامنے آئیں گے وہ بڑی اہمیت کے حامل ہوں گے تو جناب فہد نظری کے سپرد یہ ذمہ داری ہے کہ جس وقت اس میزائل کا تجربہ کیا جائے وہ پہلی کاپیڑ کے قریب موجود ہو۔ میں اور نظری پہلی کاپیڑ میں بیٹھ کر نکل جائیں گے اور وقاص اور حیات دونوں جیل سے نکل جائیں گے۔“

میں پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔ پھر میں نے کہا۔ ”یہ وقت پر منحصر ہے۔“

”نہیں سر کوئی ضد نہیں کر سکتی میں آپ سے۔ عزت و احترام کا رشتہ ہے میرے اور آپ کے درمیان، لیکن خواہش کا اظہار ضرور کر سکتی ہوں، سر یہاں سے نکل جانا بہتر رہے گا ہمیں آپ سے تقویت رہے گی اور آپ کو بھی اندازہ ہے اور مجھے بھی کہ اس کے بعد ہمیں اس ملک سے نکلنے کے لیے کیسے کیسے پاپڑ بیلنے پڑیں گے آپ ہمارے ہمراہ ہوں گے سر تو حوصلہ قائم رہے گا۔“

میں خاموش ہو گیا، پھر میں نے کہا۔ ”ٹھیک ہے اگر تمہاری یہ خواہش ہے تو میں نکل چلوں گا تمہارے ساتھ۔“

”سر ایک بات اور عرض کروں آپ سے وہ یہ ہے کہ میں نے بڑی ذہانت کے ساتھ جیکب سے آپ کو مانگا تھا۔ لیکن آپ سمجھ رہے ہیں کہ آپ کو مانگنے کا پس منظر کیا تھا، میرے خیال میں اب اس کی ضرورت نہیں رہی ہے آپ کو واپس جیکب کے پاس ہی چلے جانا چاہیے۔ میں آپ کو پورے منصوبے سے آگاہ کرتی رہوں گی اور سر بہت مختصر سا وقت رہ گیا ہے اس کی تکمیل میں۔“

”میں خود بھی یہی چاہتا تھا کہ ایسے حالات میں میرے اور تمہارے گٹھ جوڑ کا اندازہ کسی کو نہیں ہونا چاہیے۔ یہ صورت حال ہم دونوں کے لیے خطرناک رہے گی۔“

”بالکل سر۔“

”تو اب تم میرے چہرے پر میک اپ کر دو۔“

”سر آپ کے حکم کی تعمیل کروں گی ورنہ آپ کی شخصیت سے روشناس ہونے کے بعد تو سچی بات یہ ہے کہ میں اپنے آپ کو ایک طالب علم کی حیثیت سے زیادہ نہیں سمجھ سکتی۔“ میں مسکرا دیا اور میں نے کہا۔

”بی بی اب اس انکساری کے بجائے میری جان بچانے کی کوشش کرو۔“

وہ ہنس پڑی اور میں بھی۔ ”ٹھیک ہے سر۔“ اور اس کے بعد اس نے میک اپ کا کمال دکھانا شروع کر دیا۔ ویسے تو خیر میک اپ کا جو سامان میرے سامنے آگیا تھا اسے دیکھتے

”جیل سے نکل جائیں گے.....؟“

”ہاں..... ان کے پاس مکمل انتظامات ہیں اور وہ تین چار بار سہرسل کر چکے ہیں اور بڑے اطمینان سے جیل سے باہر آگئے ہیں لیکن پھر واپس جیل میں پہنچ گئے ہیں۔“ یہ الفاظ ادا کرتے ہوئے وہ مسکرا پڑی۔

میں نے تعریفی نگاہوں سے اسے دیکھا اور دفعتاً میری ذہن کے ایک خانے میں کھٹ کی سی آواز ہوئی۔ مجھے وہ قیدی یاد آگیا جس نے مجھے سلام کیا تھا اور میں ابھی تک یہ اندازہ نہیں لگا سکا تھا کہ وہ کون تھا۔ لیکن اب صورت حال واضح ہو گئی تھی چونکہ اتفاقیہ طور پر میرے چہرے کے نقوش اس شخص سے مشابہ تھے جو انہی کا ساتھی تھا اور یہ بھی ایک سچائی ہے کہ خود شبانہ نے مجھے یہ اہمیت انہی نقوش کی بنا پر دی تھی۔ ورنہ شاید مجھے ان کی ہوا بھی نہ لگتی، یقیناً وہ شخص وقاص بن عمر یا حیات شادی ہو گا۔ بہر حال بڑی دلچسپ صورت حال تھی۔ میں نے اس سے کہا۔

”اس کا مطلب ہے کہ تمہارا اپنا پروگرام مکمل ہے اور اس میں کوئی گنجائش نہیں ہے؟“

”سر تمام صورت حال میں ملے آپ کے سامنے پیش کر دی ہے، گنجائش ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ تو آپ ہی کر سکتے ہیں۔“

”نہیں شبانہ حقیقت یہ ہے جو میں تسلیم کر چکا ہوں، آرزو تو بے شک تھی کہ میں یہاں کچھ کروں اور ہو سکتا ہے ایک طویل منصوبہ بندی کرنی پڑتی مجھے۔ لیکن بہر حال یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ میں اس میں کوئی موثر قدم نہیں اٹھا سکا تھا اور اب یہ احساس ہوا ہے کہ میرا ہر قدم احمقانہ ہی ہوتا، کیونکہ تم لوگ مجھ سے پہلے اپنا پروگرام مکمل کر چکے ہو تے۔ بہر حال اب صورت یہی ہے کہ اپنے اس پروگرام کو جاری رکھو۔“

”سر! اب ایک درخواست تو کر سکتی ہوں میں آپ سے.....“

”کیا.....؟“

”آپ ہمارے ساتھ چلیں گے.....؟“

ہوئے میری ڈھارس بندھ گئی تھی کہ اگر وہ اپنے کام میں اتنی ماہر نہ نکلی تو میں خود یہ کام کر لوں گا۔ اصل مسئلہ میک اپ کے سامان کا تھا اور یہ بھی ایک حقیقت نکلی کہ وہ اپنے فن کی ماہر ثابت ہوئی اور خاصا وقت صرف کرنے کے بعد جب اس نے آئینہ میرے سامنے پیش کیا تو اس نے ثابت کر دیا کہ وہ اپنے فن میں مکمل ہے۔ میں نے اس میک اپ پر اطمینان کا اظہار کیا تھا۔

”لیلیٰ شبانہ چنتہ کار تھی‘ دوسرے دن جیکب خود ہی آگیا تھا۔“

”ہیلو ارشاد کیا حال ہے۔“ اس نے پوچھا۔

”ٹھیک ہوں سرا۔“

”میرے خیال میں مسٹر ارشاد میرے پاس آکر خوش نہیں ہیں۔“ شبانہ فوراً بول اٹھی۔ پھر رخ بدل کر آہستہ لہجے میں کہنے لگی۔ ”کیا بور آدمی مجھے دیا ہے مسٹر جیکب‘ یہ تو ضرورت سے زیادہ ہی شریف ہے زبردست درد سر۔“

”جیکب ہنس پڑا۔ پھر بولا۔“ تو پھر یہ میرا مجھے واپس دے دیں مس ڈوریانہ۔“

”ہاں یقیناً آپ اسے لے جاسکتے ہیں۔“

”کچھ دیر وہ دونوں باتیں کرتے رہے۔ پھر جیکب نے کہا۔“ ”آؤ ارشاد چلیں۔“

میں خوشی سے تیار ہو گیا اور ہم دونوں ایک جیب میں بیٹھ کر باہر نکل آئے۔

”تم وہاں بور ہو رہے تھے۔“

”کیا وقت آگیا تھا مجھ پر۔“ میں نے کہا اور جیکب ہنسنے لگا پھر بولا۔

”کیوں.....؟“

”سر آپ کا حکم نہیں ٹال سکتا تھا۔ لیکن آپ کو میرا مصرف معلوم ہے۔ میں کسی عورت کی غلامی کر کے تو خوش نہیں رہ سکتا اور پھر آپ جانتے ہیں سر کہ میری بیوی ہے اور میں اس کا وفادار ہوں۔“

”تم یقین کرو۔ میں بھی خوشی سے تم سے دور ہونے کو تیار نہیں ہوا لیکن یہاں پروجیکٹ میں وہ بہت بڑی پادری ہے اس کی خواہش کا رد کرنا میرے لیے ممکن نہیں تھا۔“

”جی سر مجھے اندازہ ہے۔“

”تمہارے بارے میں وہ احمق کیا جانے‘ تم واقعی ہیرا ثابت ہو گے تنظیم کے لئے۔“

”جو لوگ عورت کے جال میں نہیں پھنستے وہ ہمیشہ کامران زندگی گزارتے ہیں۔“

”میں خاموش ہو گیا۔ بہر حال جیکب کے ساتھ اور کئی دن گزرے پھر یہاں اہتمام

شروع ہو گیا۔ پروجیکٹ کے مختلف حصوں کو پھولوں اور دوسری آرائشی چیزوں سے سجایا

گیا۔ ایک مندر بنایا گیا اور اس کی تکمیل کے بعد پنڈت پجاری وہاں پہنچ گئے۔ پوجا اور

بھجن شروع ہو گئے۔ ناقوسوں کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ وہ لوگ کام کی تکمیل کا جشن

منارہے تھے۔ پھر ہیلی کاپٹر آئے شروع ہو گئے۔ اہم شخصیتوں کی آمد شروع ہو گئی۔ انہیں

زبردست پروٹوکول دیا جا رہا تھا۔

”جیکب بھی مصروف تھا اور اکثر مجھ سے الگ ہی رہتا تھا۔ میری بھی ڈیوٹی لگادی

گئی۔ اور میں بھی ان ہنگامہ خیزیوں میں مصروف ہو گیا۔ اس شام یہ سب کچھ جاری تھا کہ

میں نے لیلیٰ شبانہ کو دیکھا۔ انتظامی امور میں مصروف تھی۔ اس نے نہایت بے باکی سے

مجھے اشارہ کیا۔ کچھ اور لوگ بھی اس کے پاس موجود تھے۔ مجھے حیرت ہوئی‘ لیکن پھر بھی

میں اس کی طرف چل پڑا۔

”نیں میڈم۔“

”کیا نام ہے تمہارا‘ میں بھول گئی۔“

”جی ارشاد علی۔“

”ہاں ٹھیک یو‘ دیکھو میرے ساتھ آؤ‘ اس طرف۔“ اس نے کہا۔ اور دوسرے

لوگوں سے معذرت کر کے مجھے کچھ فاصلے پر لے گئی۔ پھر اس نے انگلی سے اشارہ کر کے

کہا۔

”وہ ہیلی کاپٹر دیکھ رہے ہیں دانش صاحب۔“

”جی!“

”اور وہ ہیلی کاپٹر جن پر نقش نشان لکھا ہوا ہے۔“

”جی“

”ایک شخص اس کے پاس کھڑا ہے۔“

”مجھے نظر آگیا۔“

”وہ فہم نظری ہے۔“

”جی۔“ میں نے اس کے تدر اور بے باکی کو تجسس کی نظروں سے دیکھا تھا۔

”پرسوں گیارہ بجے، ٹھیک گیارہ بجے، آپ کو یہاں اس ہیلی پیڈ پر اس ہیلی کاپٹر کے

پاس پہنچنا ہے۔“

”ٹھیک ہے۔“

”آپ سمجھ گئے نا؟“

”جی۔“ میں نے مسکرا کر کہا۔

”اس طرح مخاطب کرنے کی معذرت، اوکے، میں چلتی ہوں۔“ اس نے کہا اور

واپس اپنے ساتھیوں کی طرف چل پڑی۔ میں نے اس طرح قدم آگے بڑھا دیے جیسے اس

کے کسی حکم کی تعمیل کرنے جا رہا ہوں۔

بہر حال بہت دیر عورت تھی۔ اس نے جس طرح یہاں اپنا مقام قائم کیا تھا وہ

معمولی بات نہیں تھی۔ یہ علم ہو گیا تھا کہ پرسوں اس میزائل کا تجربہ ہو رہا ہے جبکہ ابھی

جیکب کو بھی صحیح وقت کا علم نہیں تھا۔

وقت کی طنائیں کھنچ رہی تھیں۔ میں سوچ کا سفر طے کر رہا تھا۔ کچھ الجھن میں تھا۔

اصل میں جیکب کو ابھی تک بڑی آسانی سے اپنے جال میں پھانسنے ہوئے تھا اور اسے مجھے

پر کوئی شبہ نہیں ہوا تھا۔ اب اس منصوبے میں شامل ہو کر اس سے علیحدگی اختیار کرنی

ہوگی۔ حالانکہ میں جانتا تھا کہ اس پروجیکٹ کی ناکامی میرے وطن کے لیے بڑی نیک فال

تھی۔ یہ سارے انتظامات میرے وطن پر دباؤ ڈالنے کے لیے تھے اور میرے وطن کے لیے

باعث تشویش بھی ہوں گے۔ یہ کام مجھے سرانجام دینا تھا لیکن لیلیٰ شبانہ اس کے لیے محنت

کر چکی تھی اور اس نے ایک جان کی قربانی بھی دی تھی۔ اس لیے اس کامیابی کا سرا اسی

کے سر رہنا چاہیے۔ ہاں اس کے ساتھ نکل جانا کچھ الجھن کا باعث تھا۔

لیکن دوسری طرف ایک اور خیال بھی تھا۔ تجربے کی ناکامی کے اسباب پر غور کیا

جائے گا۔ اگر کہیں مشتبہ افراد کی فرست میں میرا نام شامل ہو گیا اور میرے چہرے پر میک

اپ تلاش کر لیا گیا تو پھر بچنے کا کوئی امکان نہیں تھا کیونکہ نیچے دانش منصور کا چہرہ برآمد

ہوگا۔ آخری فیصلہ یہی کیا کہ اس پروگرام کو چلنے دیا جائے۔ لیلیٰ اپنے وطن جائے گی تو میں

اپنے وطن چلا جاؤں گا اور کم از کم کر تل امیر شاہ کو رپورٹ دے سکوں گا۔ رخسار بھی یاد

آئی تھی اور اس سے ملنے کی خواہش دل میں بیدار ہو گئی تھی۔

لیلیٰ شبانہ ان لوگوں کے ساتھ تھی۔ گھڑی کی سوئیاں آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہی

تھیں۔ پونے گیارہ بجے میں نے اپنا ٹھکانہ چھوڑ دیا اور آہستہ قدموں سے ہیلی پیڈ کی طرف

بڑھنے لگا۔ ہیلی کاپٹر نمبر 59 اپنی جگہ موجود تھا اور اس کا پائلٹ اس کے قریب کھڑا تھا۔

آس پاس دوسرے ہیلی کاپٹر بھی تھے اور ان کے پائلٹ بھی اسی طرح ان کے قریب نظر

آ رہے تھے۔ میرے پاس وقت تھا۔ میں ہیلی کاپٹر کے پاس جا کھڑا ہوا۔ اچانک میں نے لیلیٰ

شبانہ کو اس طرف آتے ہوئے دیکھا وہ تیز قدموں سے آ رہی تھی اس کے ہاتھ میں ایک

پرس تھا۔

میں نے اپنے قدم ہیلی کاپٹر کی طرف بڑھا دیے۔ اور اس کے نزدیک پہنچ گیا۔

”میرا نام ارشاد ہے۔“

”میں جانتا ہوں جناب۔“ پائلٹ نے ادب سے کہا۔ لیلیٰ قریب آگئی تھی۔ پھر اس

نے کہا۔

”چالیس سیکنڈ رہ گئے ہیں، آؤ!“ پائلٹ نے دروازہ کھولا اور ہم دونوں اندر بیٹھ

گئے۔ پائلٹ نے اپنی جگہ سنبھال کر ہیلی کاپٹر کی مشن اشارت کر دی اور پھر ہیلی کاپٹر

آہستہ آہستہ بلند ہونے لگا۔

پھر گیارہ بج گئے اور فضا میں ایک خوفناک دھماکا ہوا۔ اس دھماکے نے میزائل ایریا

کے اس پورشن کو اڑا دیا جہاں خاص تقریب ہو رہی تھی۔ فضا میں گرد و غبار کا بادل بلند

”لے پھر دورہ پڑ گیا، کمین کے بچے کو، اری سانولی دیکھ میا کے جنے کو۔“
 ”آئی اماں۔“ دوسری آواز سنائی دی۔

”اماں کی پلی، کیا خصم کی گود میں بیٹھی ہے، اری دیکھ وہ تڑپ رہا ہے۔“
 ”آ آ تو رہی ہوں، تم تو بس شور مچائے رہتی ہو۔“ کوئی میرے پاس آیا اور بولا۔
 ”پانی پی لو، پانی کا برتن میرے ہونٹوں سے لگا اور منہ کھل گیا۔ ٹھنڈے پانی نے زندگی بخش دی تھی میں نے برتن خالی کر دیا۔ سر کی تکلیف کم ہو گئی تھی۔“

”اندھیرا۔ اندھیرا کیوں ہے، کیا میں اندھا ہوں۔“
 میرے کانوں نے بھرائی ہوئی آواز سنی جو میری تھی۔
 ”رات کے نو بجے ہیں اور مٹی کا تیل دس روپے کی بوتل آوے ہے۔“
 ”تو پھر.....؟“

”لائسنس بھجادی ہے اماں نے۔“
 ”کیوں۔“

”تیل کیا تمہاری میا کے پیٹ سے نکلے گا۔“ جلی بھنی آواز ابھری اور میں خاموش ہو گیا۔ باقی سب ٹھیک تھا لیکن سر کی یہ تکلیف بہت زیادہ تھی اس کا کیا کروں؟“
 ”اور چیونگے یا اب مرو گے۔“ چیونٹی آواز نے کہا۔

”نہیں، اب نہیں چیونٹوں گا۔“ میں نے کہا اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھنے لگا۔
 کالی رات کی طرح وہ بھی کالی تھی۔ بس آنکھیں چمک رہی تھیں اور باقی بدن ایک ہیولا سا تھا۔ ہاں بدن سے ایک سوندھی سوندھی خوشبو اٹھ رہی تھی۔ بالکل گندھے ہوئے آٹے جیسی خوشبو۔

”کیوں چیختے ہو.....؟“ وہ نرم لہجے میں بولی۔

”پتا نہیں۔“

”نشہ کرتے ہو؟“

”نشہ.....؟“ میں نے آہستہ سے کہا۔

ہوا جس میں پتھر اینٹیں اور نہ جانے کیا کیا شامل تھا۔

ہمارا ہیلی کاپٹر ہیلی پیڈ سے کوئی بیس گز اونچا ہو گیا تھا کہ دوسرا دھماکہ ہوا اور قریب کی ایک اور عمارت اڑ گئی۔ عمارت میں استعمال ہونے والے لوہے اور پتھروں کے ٹکڑے بہت اونچے اڑ رہے تھے اور میں نے لکڑی یا لوہے کے اس دس فٹ لمبے اور کوئی سات انچ موٹے ٹکڑے کو ناچتے ہوئے ہیلی کاپٹر کی طرف آتے دیکھا۔ ایک لمبے کے ہزار دیں حصے میں مجھے احساس ہو گیا کہ ہیلی کاپٹر اس کی زد میں ہے۔ پانکٹ ایک نا تجربے کار اور احمق آدمی تھا۔ وہ کچھ بھی نہ کر سکا اور اوپر سخت کڑک پیدا ہوئی۔ ہیلی کاپٹر کے پر اس ٹکڑے کی زد میں آئے اور زوردار آواز کی ساتھ ٹوٹ گئے ہیلی کاپٹر ایک دم نوک کے بل نیچے جھکا اور میرے بدن میں بجلیاں سی دوڑ گئیں۔ میں نے برق رفتاری سے برابر کا دروازہ کھولا اور کچھ دیکھے بغیر نیچے چھلانگ لگا دی۔ مجھے شبانہ کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں ہو سکا کہ اس کا کیا بنا بس اپنا یاد تھا کہ میرے پاؤں زمین سے ٹکرائے تھے۔ اور میں گر پڑا تھا پھر اٹھا تھا اور دوبارہ گر پڑا تھا۔ شاید دوسرے دھماکوں کی وجہ سے، لیکن پھر تیسری بار اٹھا اور بے تحاشا بھاگنے لگا۔ کچھ ہوش نہیں تھا بس بھاگ رہا تھا۔ رخ کس طرف ہے اور چند گز کے فاصلے پر کیا ہے کچھ نہیں معلوم تھا۔ سوچتے سمجھنے کی قوتیں مفلوج ہو گئیں تھیں۔ ہر طرح کے احساس سے عاری ہو گیا تھا۔ بس بدن متحرک تھا اور پاؤں اپنا فرض انجام دے رہے تھے۔ پھر شاید بیٹھ گیا یا گر پڑا اور اس کے بعد کچھ خبر نہ رہی۔ پھر نہ جانے کتنا وقت گزر گیا۔ میں بے خبر سوتا رہا تھا۔ پھر آنکھ کھل گئی۔ سامنے اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ کون سی جگہ ہے۔ دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا۔ ہاتھ پاؤں سو بے سو بے محسوس ہو رہے تھے لگ ہی نہیں رہا تھا کہ یہ اپنے ہاتھ پاؤں ہیں۔ سر کے پیچھے حصے میں دکھن تھی۔ پھر کمین قریب سے ریل کی سیٹی کی آواز سنائی دی اور یوں لگا جیسے دماغ میں چھری گھس گئی ہو۔ حلق سے بے اختیار کراہیں نکل گئیں تھیں۔ آنکھیں بند ہو گئیں اور میں نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔ کسی کی آواز سنائی دی۔

”اماں کہتی ہے چرس ہو، مگر تمہارے منہ سے چرس کی خوشبو تو نہیں آتی ہے۔ منہ کھولو۔“ اس نے کہا اور میں نے منہ کھول دیا۔ نرم نرم سانس میرے چہرے سے نکلا میں پھر وہ گرم ہو گئیں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آیا وہ میرے منہ سے چرس کی خوشبو کیسے سونگھ رہی تھی۔ رات بھی کالی تھی اور وہ بھی۔ اندازہ ہی نہیں ہو پارہا تھا ہاں کچھ نمی نمی سی لگ رہی تھی۔

”چرس کی بدبو تو نہیں آوے ہے۔“ اس کی غراتی آواز ابھری۔

”سانولی.....“ دوسری آواز ابھری۔

”ہاں۔“ پہلے اس کے حلق سے آواز نکلی جو بھیجی بھیجی تھی پھر دوسری آواز پھٹی ہوئی تھی۔ ”ہاں۔“

”اس سے چپک گئی کیا۔“

”نن..... نہیں تو۔“

”پھر وہاں کیا کر رہی ہے۔“

”پانی پلا رہی ہوں اے۔“

”پلا کے آمیرے پاس دیکھ میری پیٹھ پر کسی کپڑے نے کاٹ لیا ہے، بڑی جلن ہو رہی ہے۔“

”سانپ ہو گا اماں۔“ اس نے کہا اور ہنسی ہوئی میرے پاس سے اٹھ گئی۔ دوسری طرف سے گندی گندی گالیاں سنائی دے رہی تھیں۔

”سانپ ڈسیں تجھے، پچھو لپٹیں تیرے بدن سے، یہی تو چاہتی ہے کہ مجھے سانپ کاٹ لے۔“ موٹی گالیوں کے درمیان کہا جا رہا تھا۔

”ہائے اماں، میرے بدن سے بہت سے پچھو لپٹ جائیں تو مجھے کیسا لگے گا۔“ سانولی نے ہنستے ہوئے کہا۔ لیکن اس بات کا کوئی جواب نہیں ملا۔ پھر سانولی ہی کی آواز ابھری۔ ”اوہ نہ مل چٹا تھا، تم نے بھی شور مچا دیا۔“

کیا ہے یہ سب کچھ، کون ہے سانولی، کہاں ہوں میں۔ اور پھر یہ سر کی تکلیف کیسی

ہے۔ آہ ذرا سی دھمک ہوتی ہے تو کیسا درد ہوتا ہے۔ کیا میں چرس پیتا ہوں؟ مگر یہ..... کیا ہے یہ۔ دماغ پر زور دیتا تو دکھن ہونے لگی اور میں نے جلدی سے دماغ پر زور دینا چھوڑ دیا۔

اب سانولی کی آواز بھی نہیں آرہی تھی اور شاید اماں بھی سو گئی تھی۔ میں اپنی جگہ سے اٹھا اور چاروں طرف دیکھا۔ گھر ہی تھا لیکن بے درو دیوار کا۔ کچھ چٹائیاں کچھ ٹاٹ کھڑے کر کے ایک ڈربہ سا بنالیا گیا تھا۔ اس ڈربے میں وہ ماں بیٹیاں، مرغیوں کی طرح گھسی ہوئی تھیں۔ ایک طرف کاٹھ کباڑ پڑا ہوا تھا۔ ایک طرف کولوں کا ایک ڈھیر تھا اس سے کچھ فاصلے پر میں تھا اور بس۔

میں نے وہاں سے قدم آگے بڑھا دیے۔ تنگ سی گلی تھی اور اس کے بعد ایک وسیع و عریض میدان۔ آخری سرے پر ایک جہازی پل جس کے نیچے چمکدار ناگنیں لہرا رہی تھیں یہ ریلوے لائنیں تھیں دور ایک انجن چڑی بدل رہا تھا۔ ایک طرف بہت سی بوگیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ خاصے فاصلے پر ریلوے پلیٹ فارم نظر آ رہا تھا۔ جہاں پہلی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ ”

میرے قدم اسی طرف اٹھ گئے۔ اسٹیشن پر گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ ٹکٹ گھر بند پڑے ہوئے تھے۔ پلیٹ فارم کی بنیوں پر قلی سو رہے تھے۔ یہاں کا ماحول فرحت بخش تھا۔ وہاں زمین پر سونے سے یہاں کسی بیچ پر سونا زیادہ اچھا ہوتا۔ میں نے ایک بیچ تلاش کی جس پر دو کتوں نے قبضہ جمایا ہوا تھا۔ لیکن دونوں بد معاش سو رہے تھے اور میرے قدموں کی چاپ پر سر اٹھا کر مجھے دیکھنے لگے تھے۔ میں نے اس طرح ہاتھ نیچے جھکایا جیسے پتھر اٹھا رہا ہوں، اور دونوں نے بیچ کی پچھلی طرف سے چھلانگ لگا دی۔ ان کی بزدلی پر مجھے ہنسی آگئی تھی۔ بہر حال سونے کے لیے بہترین جگہ مل گئی اور میں آرام سے بیچ پر لیٹ گیا۔ سر کی دکھن کے علاوہ اور کوئی ایسی بات نہیں تھی جو میرے لیے پریشانی کا باعث ہوتی، پھر نیند نے دکھن کے اس احساس کو بھی ختم کر دیا اور صبح ہو گئی۔ سورج نے ہی پریشان کیا تھا پھر ریلوے پولیس کا سنتری پہنچا اور اس نے مجھے جھنجھوڑا دیا۔

”اسے اوگورنر کی دم‘ سالے دنیا اپنے آدھے آدھے کام کر چکی اور تو ابھی تک شہزادوں کی طرح سو رہا ہے۔“ میں جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ سنتری کے الفاظ مجھے عجیب سے لگے تھے، کیا شہزادے ایسے سوتے ہیں، میں بیٹھ کر اس کی صورت دیکھنے لگا اور سنتری اپنی مونچھ مروڑتا ہوا بولا۔

”جاؤ بیٹا جاؤ“ صبح ہو گئی، منہ دھو، دانت صاف کرو، ناشتا کرو، چلو چلو اٹھو۔“ میں اٹھ گیا اور اٹھ کر ادھر ادھر دیکھنے لگا تب ہی مجھے سانولی نظر آئی، تیزی سے میری طرف آرہی تھی۔

”ہائے تو یہاں کیا کر رہا ہے، پھر گھر سے نکل آیا مرے گا کسی وقت ریل کے نیچے آکے اور کچھ نہیں ہوگا، میرے ساتھ چل۔“ اس نے میرا بازو پکڑا اور اس کے ساتھ مجرموں کی طرح چل پڑا، اسی گھر میں لے آئی وہ مجھے، جسے گھر کہا تو جاسکتا ہے اور کہہ کر اس پر ہنسا بھی جاسکتا ہے۔

”اماں کام پر چلی گئی ہے، تے دیکھ میں تیرے لیے کیا لائی ہوں۔“ اس نے اپنی اسی پناہ گاہ سے کچھ نکالا، پتے کے برتن پر دو پوریاں رکھی ہوئی تھیں اور ان پر آلو کی ترکاری تھی۔

”کھا جلدی سے، کوئی کبخت مارا آنہ جائے۔“ میں نے جلدی سے دونوں پوریاں کھالیں تو وہ مٹی کے پیالے میں پانی لے آئی۔

”لے پی لے۔“ میں نے پانی پی لیا اور وہ میرے سامنے خاموش بیٹھی ہوئی عجیب سی نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ رات کو کچھ زیادہ ہی کالی لگی تھی، اس وقت کالی نہیں لگ رہی تھی، ریلے ہونٹ، خوبصورت آنکھیں، بس چہرہ کچھ میلا میلا سا تھا اور بال کچھ الجھے الجھے سے۔ اگر خوب مل مل کر نہالیتی اور اچھے کپڑے پہن لیتی تو اتنی بری بھی نہ لگتی، پھر کہنے لگی۔

”کبخت مارے کبھی مجھ سے بھی پوچھ لیا کر کھانے پینے کے لیے، چلے گا میرے ساتھ.....؟“

”کہاں؟“ میں نے کہا۔

”دھندے پر وہ دیکھ عزت بھی کوئی چیز ہوتی ہے، ماں کتنا برا بھلا کہتی ہے تجھے، بھیا تو سسرال گیا ہوا ہے دیکھو کب آئے، ماں اسی بات پر تو بگڑتی ہے کہ اچھے خاصے ہاتھ پاؤں ہیں تیرے مگر کچھ کرتا نہیں ہے اور وہ تو یہ کہتی ہے کہ دور سے کا بہانا ہے تیرا، نہیں تو اب تک تیرے سر میں زخم تھوڑی ہے اب تو ٹھیک ہو گیا ہے۔ یہ پٹی کھول کر پھینک دے ورنہ سچ سچ زخم بن جائے گا چل رہا ہے دھندے پر؟“

”چلو۔“ میں نے کہا، ابھی تک میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا، سر کی یہ ٹینس جو زور دار آواز سے ابھر آتی تھیں، مجھے کچھ سوچنے کا موقع نہیں دے رہی تھیں۔ کیا دھندا تھا یہ بھی مجھے نہیں معلوم، لیکن بہر حال میں چل پڑا اس کے ساتھ، اس نے کندھے پر ٹاٹ سے بنی ہوئی ایک بوری اٹھا رکھی تھی اور دوسری بوری مجھے دے رکھی تھی۔ ہم دونوں کافی دور تک پیدل چلتے رہے اور پھر ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ آگے بڑھنے لگے۔ پھر اس نے ایک جگہ رک کر مجھ سے کہا۔

”یہ کوئلے اٹھا اٹھا کر بوری میں ڈال لو، یہی ہمارا دھندا ہے، میں دوسری پٹری کی طرف جاتی ہوں۔“

”ٹھیک ہے۔“ میں اطمینان سے ریلوے لائن کے ساتھ بیٹھ گیا اور کوئلے چننے لگا، کبھی کبھی میری نگاہیں تھوڑے فاصلے پر اس کی جانب بھی اٹھ جاتی تھیں اور جب بھی ادھر میری نگاہ اٹھتی میں اسے اپنی طرف دیکھتے ہوئے پاتا، ایک بار پھر وہی سوال میرے ذہن میں پیدا ہو گیا کہ کیا ہے یہ سب کچھ؟ میں نے ایسا تو پہلے کبھی نہیں کیا، اس سے پہلے کیا کیا ہے میں نے، بس یہیں آکر دماغ کی ٹیسس ابھر آتی تھیں اور ایک شدید تکلیف پیدا ہو جاتی تھی۔ یاد ہی نہیں آرہا تھا کچھ، سانولی سانولی کون ہے، میں اسے کیسے جانتا ہوں، یہاں کیسے رہتا ہوں، کچھ پتا نہیں چلتا تھا، کوئلے چننا رہا اور چنتے چنتے اس سے کافی دور نکل آیا، میں نے آس پاس دوسری لڑکیوں اور لڑکوں کو بھی دیکھا وہ بھی یہی کام کر رہے تھے۔ کوئی میری جانب متوجہ نہیں ہوا۔ میری کوئلے کی بوری آدھی سے زیادہ بھر گئی تو سانولی

جو پٹی بدلواتی تیری، صاف پٹی بن جائے گی، آجا آجا میرے ساتھ۔“ میں خاموشی سے اس کے ساتھ باہر نکل آیا اور اس کے ساتھ ساتھ چلتا رہا طویل فاصلہ طے کرنے کے بعد ایک ڈپٹری نظر آئی اور ہم وہاں پہنچ گئے۔ سانولی مجھے پیچ پر بٹھا کر ایک طرف چلی گئی تھی پھر وہ ایک نو عمر لڑکے کے ساتھ واپس آئی، لڑکا کچھ سامان اٹھائے ہوئے تھا اس نے کہا۔

”ادھر آجا، ڈاکٹر صاحب نے دیکھا تو میری شامت آجائے گی، آجا بھئی تو بھی آجا۔“

اس نے مجھ سے کہا اور پھر ہمیں ایک کونے میں لے گیا، میری پرانی پٹی کھولی اور زخم دیکھنے لگا پھر بولا۔

”یہ تو بالکل ٹھیک ہو گیا، بس تھوڑی سی تکلیف رہ گئی ہے۔ آخری بار پٹی کرا لے پھر ضرورت نہیں پیش آئے گی۔“

”اور تیرے پانچ روپے مارے جائیں گے۔“

”ارے بھگوان دینے والا ہے، ہم تو بس تیرے منہ سے پانچ روپے میں یہ کام کر دیتے ہیں اندر سے کرائے گی تو پچیس روپے لگیں گے۔“

”تو، تو کس دن کام آئے گا۔“ سانولی نے ایک گالی بکی اور لڑکا ہنسنے لگا، پھر اس نے میری پٹی کر دی، سانولی مجھے محبت بھری نظروں سے دیکھنے لگی، پھر بولی۔

”نئی پٹی میں کیسا اچھا لگتا ہے، چل بے تو اپنا کام کر اب کیوں کھڑا ہوا ہے؟“

”سانولی، یہ تیرا وہ ہے کیا.....؟“

”اٹھاؤں جوتی۔“ سانولی نے کہا اور لڑکا ہنسنے لگا۔ پھر بولا۔

”اپنے پیروں کی طرف تو دیکھ لے، کبھی جوتی پہنی ہے۔“ سانولی نے اپنے پیروں کی طرف دیکھا اور پھر بولی۔

”جس دن پہنوں گی نا تو سب سے پہلے تیرے ہی سر پر پانچ لگاؤں گی۔“

”مجھے کوئی خطرہ نہیں ہے، کیونکہ تو اپنے جیون میں کبھی جوتی پہنے گی ہی نہیں۔“

”اچھا جا، بک بک مت کر، بہت بولتا ہے تو، ڈاکٹر صاحب نے آواز دے دی تو بیٹا مزے آجائیں گے۔“

میرے پاس آگئی۔

”بس کر بس کر، بوجھ اٹھا کر چلے گا کون، چل کافی ہے، میرا کام بھی ہو گیا۔“ وہ اپنے گھر پہنچ گئی، میں بھی ساتھ تھا کونکے کے ڈھیر میں اور اضافہ ہو گیا اور ابھی ہم لوگ کوئی بات نہیں کر پائے تھے کہ باہر سے آواز آئی۔

”کون ہے گھر میں؟“

”ابا، بدری کا کا، میں ہوں نا، کو کیا بات ہے؟“

”کتنی مال جمع ہو گیا؟“

”کا کا، دو گٹھے ہیں۔“

”تو لے لیے ہیں؟“

”ارے تم خود تول لیتا، تم سے کبھی حساب کتاب کی بھول چوک ہوئی ہے، پر کا کا پیسے نقد چائیں، گھر میں چاول کا دانہ بھی نہیں ہے۔“

”لے لے یہ بیس روپے رکھ لے، باقی حساب دکان پر آکر کر لیجیو۔“ آنے والے شخص نے کہا اور کانڈ کے نوٹ نکال کر اس نے سانولی کو دے دیے۔ اس نے جلدی سے یہ نوٹ اپنی ساڑھی میں چھپا لیے تھے۔ بدری کا کا نے کہا۔

”چل اب جلدی سے باندھ دے کوئلہ، اماں کہاں گئی تیری؟“

”بھاڑ میں۔“ اس نے اطمینان سے کہا بدری کا کا اس طرح مطمئن ہو کر خاموش ہو گیا جیسے سانولی کی اکثر ماں اکثر بھاڑ میں جایا کرتی ہے۔ بہر حال کونکے بدری کا کا کے حوالے کر دیے، سانولی خوشی سے دیوانی ہو رہی تھی۔ کہنے لگی۔

”آج تو کسی اچھے کامنہ دیکھا تھا، بیس روپیہ کی کمائی ہو گئی، تو جو ساتھ گیا تھا، اس کتنے بھاگوان ہیں تیرے قدم، اب بول کیا کھائے گا؟“

”کچھ نہیں۔“ میں نے آہستہ سے کہا اور وہ تشویش بھری نظروں سے مجھے دیکھنے لگی، پھر وہ ایک آنکھ دبا کر بولی۔

”چل یوں کرتے ہیں، تیری پٹی بدلوادوں، پانچ روپے لگیں گے، پیسے ہی نہیں تھے

”ٹھیک ہے‘ یہ مشورہ اچھا ہے۔“ لڑکے نے کہا اور واپس چلا گیا، سانولی مسکراتی ہوئی بولی۔

”اب آ‘ میں بیٹھا رہے گا۔“ ہم پھر گھر واپس آگئے سانولی نے کہا۔

”اماں آج لمبے ہی دھندے پر نکلی ہے، تھوڑی دیر بیٹھتے ہیں پھر کاغذ چنے نکلیں گے۔“ میں بیٹھ گیا اور پھر میں نے اس سے کہا۔

”سانولی ایک گلاس پانی پلا دے۔“

”گلاس۔“ وہ حیرانی سے بولی۔

”پانی پلا دے بابا۔“

”یہ گلاس گلاس کیا کر رہا ہے تو؟“

”پانی، پانی، پانی۔“

”تو لاتی ہوں نا، بگڑ کیوں رہا ہے۔“ میں سخت پریشان ہو گیا تھا، بدن پر ایک ہلکی سی کپکپی طاری ہو گئی تھی۔ اعصاب میں شدید کھنچاؤ محسوس ہو رہا تھا، خدا را کیا ہے یہ سب کچھ کون ہوں میں، کیا ہو گیا ہے مجھے، کیا نام ہے میرا، کہاں سے یہاں آ گیا ہوں، یہ سب کچھ میرے لیے اجنبی تھا، سانولی بھی، ماں بھی، یہ گھر بھی، یہ ریلوے لائن بھی، یہ ماحول بھی، سب کچھ عجیب عجیب سا لگ رہا ہے، جیسے میں آسمان سے گر پڑا ہوں، جیسے یہ زمین میری نہیں ہے، کیا کروں، کیسے کروں، کیسے مجھے یہ پتا چلے کہ یہ سب کیا ہے میں کس ماحول میں ہوں، کیا ہو گیا ہے مجھے، ایک بات جو سمجھ میں آرہی ہو، سانولی سے پانی کا برتن لے کر میں سارا پانی چڑھا گیا۔ وہ میرے بالکل نزدیک بیٹھ گئی تھی پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

”پریم کرنے کو من کرتا ہے؟“

”نہیں۔“ میں نے جھٹکے دار آواز میں کہا۔

”تو بھاڑ میں جا‘ زندہ کیوں ہے، مرجانا، ریل کی پٹری پر سر رکھ کر۔“ وہ جھلائے

ہوئے لمبے میں بولی۔

”سانولی۔“ میں نے نرمی سے کہا اور وہ مجھے چونک کر دیکھنے لگی۔

”ہوں، بول کیا ہے۔“

”مجھے کچھ بتائے گی؟“

”کیا؟“

”کیا نام ہے میرا؟“

”بولو۔“ اس نے کہا اور ہنس پڑی۔

”بولو.....؟“

”تو اور کیا اور بھی کوئی نام ہو سکتا ہے تیرا۔“

”مم، مگر مجھے اپنا نام یاد کیوں نہیں آتا؟“

”بولو جو ہے۔“ وہ بولی اور کھل کھلا کر ہنس پڑی، مجھے احساس ہوا کہ کبھت کی

ہنسی بھی بہت خوبصورت ہے۔ لیکن میں خوبصورتیوں پر دھیان نہیں دینا چاہتا تھا، میں نے اس سے کہا۔

”سانولی میری مدد کرے گی کچھ؟“

”کیا ہو گیا ہے تجھے، تو آج بول کیسے رہا ہے؟“

”دیکھ، مجھے میرے بارے میں بتا دے۔“

”کیا بتا دوں میں۔“ وہ بولی۔

”میں کون ہوں.....؟“

”ارے بابا، مجھے کیا معلوم، دیرو کے ساتھ آیا تھا ہمارے گھر، دیرو تو بے چارہ چار

مہینے کے لیے اندر چلا گیا، تجھے یہاں چھوڑ گیا، کہنے لگا تو نے اس کی جان بچائی ہے اس کا

دوست ہے تو، تیرا خیال رکھا جائے۔ بس اس دن سے تیرا ہم خیال رکھ رہے ہیں، مگر آج

یہ سب کچھ پوچھنے کی ضرورت کیسے پیش آئی تجھے؟“

”سانولی اس سے پہلے میں کہاں تھا؟“

”بھگوان کے گھر۔“

”کیا مطلب؟“

”بھگوان کے گھر ہی ہوگا پیدا تو ہوا ہوگا اپنی اماں کے ہاں۔“

”بس پیدا ہونے کے بعد تیرے پاس آگیا؟“

”بے وقوف‘ نرے کا نرا‘ نہ کچھ جانے‘ نہ کچھ پہچانے۔“ وہ منہ بنا کر بولی۔

”وہی تو پوچھتا چاہتا ہوں تجھ سے‘ میں بے وقوف کیوں ہوں۔ کچھ جانتا کیوں

نہیں۔“ میرے لہجے میں دکھ پیدا ہو گیا تو وہ بھی چونک پڑی۔

”ارے ارے یہ آج تجھے کیا ہو رہا ہے۔“

”میں پریشان ہوں سانولی‘ تو کہتی ہے میں اپنی ماں کے گھر پیدا ہوا ہوں گا۔ کون ہے

میری ماں‘ کون ہے میرا باپ‘ کہاں ہیں وہ سب.....؟“

وہ سوچ میں ڈوب گئی پھر بولی۔ ”یہ تو مجھے بھی نہیں معلوم۔“

دھمتا مجھے کچھ خیال آیا اور میں نے کہا۔

”یہ ویرو کون ہے؟“

”شیر کا بچہ‘ بھائی ہے میرا۔“ سانولی بولی‘ پھر حیرت سے چونک کر بولی۔

”کیوں تو کیوں پوچھ رہا ہے‘ جانتا نہیں ہے اسے کیا.....؟“ میں نے بے بسی سے

سانولی کو دیکھا اور نفی میں گردن ہلا دی۔

”ارے تو ویرو کو نہیں جانتا‘ حالانکہ اس کا دوست ہے تو۔“

”شاید۔“

پھر سانولی کی ماں آگئی‘ موٹی مسٹڈی سی عورت‘ خونخوار شکل کی مالک۔

”کیا کر رہے ہو تم دونوں اور یہ کوئلے بک گئے کیا۔“

”ہاں اماں۔“

”ادھار دیے ہیں؟“

”نہیں اماں پورے دس روپے کے بک گئے اور وہ بھی نقد۔“

”تو نوٹ کہاں ہے دس روپے کا۔ انٹی میں رکھ لیا ہوگا نکال۔“ عورت نے پھر

گالیاں بکنا شروع کیں اور پھر میری طرف دیکھ کر بولی۔

”اور تو نے یہ سر پر نئی ٹوپی کہاں سے پہن لی؟“

”ٹٹ..... ٹوپی۔“ میں نے سر پر ہاتھ پھیر کر دیکھا۔

”اماں بس ڈسپنسری نکل گیا تھا۔ ڈاکٹروں نے رحم کھا کر پٹی بدل دی ہے۔“

”کام پر نہیں گئے تم دونوں‘ چلو بوریاں اٹھاؤ چلو۔“ اس نے غرائی ہوئی آواز میں

کہا اور سانولی نے جلدی سے بوری اٹھالی۔ پھر میری طرف دیکھ کر بولی۔

”بوری اٹھانا۔“ میں نے بھی بوری اٹھالی اور ہم دونوں باہر نکل آئے‘ سانولی منہ

بنا کر بولی۔

”اتی اتی اضمیم کھاتی ہے‘ مرنی بھی نہیں مسٹڈی۔“ وہ نہ جانے کیا کیا بڑبڑاتی رہی

تھی۔ ہم کاغذ چننے لگے تھے۔ زندگی کا یہی معمول تھا‘ کوئلے چننے‘ کاغذ چننے‘ بیج دیتے اور

اس سے گزارہ ہوتا۔ سانولی کی ماں اضمیم کھاتی تھی‘ سانولی میری ناز برادری میں لگی رہتی

تھی۔ میرا زخم اب بالکل ٹھیک ہو گیا تھا۔ یہ زخم کیسے لگا تھا کچھ یاد نہیں آتا تھا‘ ماضی کی

کوئی بات ذہن میں نہیں آرہی تھی اور مجبور آئیں نے اب ماضی کے بارے میں سوچنا ہی

چھوڑ دیا تھا۔ جنم میں جائے سب کچھ یہ زندگی کیا بری ہے‘ ہاں کبھی کبھی سانولی کی باتیں

پریشان کر دیتی تھیں۔ وہ نہ جانے کیا چاہتی تھی مجھ سے‘ کبھی کبھی تو اس کی حرکتیں بہت

ہی خراب ہو جاتی تھیں‘ پھر ایک دن ویرو آگیا درحقیقت شیر کا بچہ تھا‘ چوڑی چھاتی‘ لمبا

قد‘ موٹے موٹے بازو‘ کالا رنگ‘ بڑی بڑی مونچھیں اور سانولی کی طرح خوب صورت

آنکھیں۔ سب سے پہلے مجھ سے آکر لپٹ گیا تھا۔

”او میرے یار اب تو‘ تو ٹھیک نظر آ رہا ہے بولا‘ اے اماں‘ او سانولی اب تو اسے

دورے نہیں پڑتے؟“

”اس کی وجہ سے ہم سب کو جو دورے پڑنے لگے ہیں۔“

”ارے اس کی تو بات ہی نہ کر اماں بھائی ہے یہ میری جان ہے۔“

”تو چھوٹ گیا؟“

”تم لوگوں نے میرے آنے کی کوئی خوشی نہیں منائی۔ یار بولا، دنیا بڑی خراب ہو گئی ہے ایک دم انگلش سمجھتا ہے؟“

میں نے خاموشی سے گردن ہلا دی، وہ کہنے لگا۔ ”بولا تیرے ساتھ بہت سی باتیں کرنی ہیں۔ یار یوں سمجھ لے اپنا جیک پارٹ لگ گیا ہے جیک پارٹ، اری سانولی کچھ کھانے کو نہیں دے گی مجھے ویسے ایک بات کموں تم لوگوں نے بولا کو آدمی بنا دیا ہے، کیوں بولا، زخم کیسا ہے اب تیرا.....؟“

”ٹھیک ہے۔“ میں نے جواب دیا۔

”فٹ بالکل فٹ، اوکے اوکے۔“ وہ منہ میڑھا کر کے بولا۔ اور اس کے بعد ایک عجیب سا ہنگامہ برپا ہو گیا، اس نے اچھی خاصی رقم نکال کر موٹی عورت کو دی تھی اور وہ خوشی سے ناپنے لگی تھی۔ کہنے لگی۔

”ارے تو جیل یا ترا کو گیا تھا یا ولایت چلا گیا تھا، اتنے پیسے کہاں سے آئے تیرے پاس؟“

”ٹیشن ٹاک، ٹیشن ٹاک، یو نو ٹیشن ٹاک.....“

”ایس.....“ موٹی عورت نے کہا۔

”فس کلاس، فس کلاس۔ ایک دم فس کلاس ہو گیا ہے اماں بول کیا مانگتا ہے۔“

ٹاک می، ٹاک می، یو ٹاک می۔“

”پاگل ہو کر آیا ہے اس یار تو جیل سے۔“

”نہیں مم..... آئی ایم ٹاٹ پاگل، اندر اسٹینڈ تو میری شکل کیا دیکھتا ہے، ابھی

تیرے لیے اس دنیا میں بہت کچھ ہو گیا ہے ابی اپن سب کو فٹ کر کے آیا ہے، اوسانولی، چل جلدی سے چائے کا پانی چڑھا۔“

”دودھ پتی لانی پڑے گی بھیا اور چینی بھی۔“

”لے کر آ، کیش نہیں ہے تیرے پاس۔“

”کیا بھیا؟“

”کیش کیش یو نو کیش۔ اونو۔ لے یہ کیش لے۔“ اس نے سو کا نوٹ نکال کر سانولی کو دیا اور سانولی کے ہاتھوں میں نوٹ لرنے لگا۔

”سس..... سو کا نوٹ ہے بھیا۔“

”لے ایک اور لے۔“ ویرو نے دوسرا نوٹ نکال کر سانولی کو دیا اور سانولی کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا وہ ناچتی ہوئی باہر بھاگی تھی۔ بہر حال ویرو کی آمد بھی عجیب نوعیت کی حامل تھی اور سارا گھر خوشیوں میں ڈوب گیا تھا۔ پھر پہلی بار میری اور ویرو کی تنہائی میں ملاقات ہوئی۔ ریلوے اسٹیشن کی ایک خالی بوگی میں بیٹھ کر ہم دونوں نے باتوں کا آغاز کیا۔ ویرو کہنے لگا۔

”جانتا ہے تجھے الگ تھلگ کس لیے لایا ہوں؟“

”نہیں.....“ میں نے جواب دیا۔

”تجھ سے ایک بہت ضروری بات کرنا ہے۔ اس بار جیسا میں نے تیرے کو بولا، میرا جیک پارٹ لگا ہے، یار پورا لائف ایسے کسی جیک کی تلاش میں خلاص کر دیا۔ پرفسٹ ٹائم اپنا کام بنا ہے۔“

”کیا.....“

”ہمیں جاب مل گیا ہے، فیسٹ کلاس جاب اے دن اور جانتا ہے کشن سیٹھ میرے کو کیا بولتا ہے؟“

”کیا بولتا ہے؟“

”ڈی سی، ڈی سی۔ وہ بولتا ہے ڈی سی ڈپٹی کمشنر کو بھی کہتا ہے، اصل میں میرا نام دیپ چند ہے نا اس نے میرا نام شارٹ کر دیا ڈی سی، فیسٹ کلاس پگار ملے گا، عیش کا لائف، میں اس کو بول دیا کہ کشن سیٹھ اپن کو ایک اسٹنٹ بھی چاہیے اور اپن نے اسٹنٹ بھی رکھ لیا ہے۔ کون ہے میرا اسٹنٹ تیرے کو معلوم ہے؟“

”نہیں۔“

”تو..... ویرو کبھی اپنے پر احسان کرنے والے کو نہیں بھولتا اور پھر تو تو اپن کا

لائف سیٹ کیا ہے ارے باپ رے ڈھائی گز لمبا سانپ تھا وہ جس کا تو نے ”ٹوپس“ کیا اگر تو میرا جان نہ بچاتا اس دن تو کیا ہوتا۔ او مائی گاڈ، خلاص ہو جاتا اپن، ایک دم خلاص۔

”مم..... میں نے جان بچائی ہے تمہاری.....؟“

”ابی بڑا آدمی کبھی اپنا احسان یاد نہیں رکھتا یار بولا، تو بہت بڑا آدمی ہے بہت ہی بہادر بہت ہی دلیر اپن سلا شیر کے پیٹ میں چھرا مار دے گا پر یار سانپ سے بڑا ڈر لگتا ہے۔ پتا نہیں کیوں، وہ مائی گاڈ، ڈھائی گز سے کم نہیں تھا، وہ تو نے اس کا پھن پکڑا، دم پکڑا اور بچ سے کاٹ دیا اپن ایسا بہادر کبھی نہیں دیکھا۔ تیرے کو یاد نہیں ہے بولا؟“

”میں گردن کھجانے لگا پھر میں نے آہستہ سے کہا۔“

”مجھے تو کچھ بھی یاد نہیں ہے، یہ بھی یاد نہیں ہے کہ میں تیرے گھر کیسے آیا؟“

”میں لایا تھا تیرے کو۔ بارہ گڑھی سے لایا تھا، بارہ گڑھی کیس کے لیے گیا تھا، واپسی میں لوٹا تو نیند آیا سو گیا، ادھر سلا سانپ نکل آیا۔ میرے کو ڈسنا چاہتا تھا بس تو میرا پیلپ کیا اور سانپ کو مار دیا، بس میں تیرے کو لے آیا ابی یار جو لائف بچائے اس سے بڑا دوست اور کون ہو سکتا ہے بولا تیرا زخم کیسا ہے؟“

”زخم ٹھیک ہے، یہ زخم لگا کیسے؟“

”میرے کو کیا معلوم یار، تیرے کو یاد نہیں ہے؟“

”نہیں مجھے یاد نہیں ہے۔“

”پتا نہیں کیا ہوا، بٹ کوئی فکر کی بات نہیں، میرے ساتھ ہے ناتو، کشن سیٹھ بولتا

ہے کہ وہ ایک بہت بڑی میڈم کا ورکر ہے اور اس نے میرے کو پائنٹ کر لیا ہے اور تیرے کو بھی۔ ابھی تھوڑے دن کے بعد اپنی دونوں ادھر چلے گا اور کشن سیٹھ بھی ادھر پہنچ جائے گا۔ میں پورا پتا لے کر آیا ہے، کیا سمجھا؟“

”ہاں ٹھیک ہے سمجھ گیا۔“ میں نے جواب دیا۔

”ایک دم فٹ کلاس لائف ہو گا۔“

”سانولی تیری بہن ہے؟“

”ہاں، کیوں؟“

”نہیں میرا مطلب۔“

”کوئی مطلب نہیں ہے یار، ادھر کوئی کسی کا ہاں، کوئی کسی کا بہن نہیں ہے۔ میں تیرے کو بتاؤں لوگ بولتا ہے میں اپنی ماں کا بیٹا بھی نہیں ہوں، بس اماں نے کہیں سے مجھے اٹھایا اور پال لیا اور ایسا ہی لوگ سانولی کے بارے میں بولتا ہے، پر یار اچھی لڑکی ہے بہت فٹ کلاس بڑی ہمدرد اور محبت کرنے والی۔ پر کوئی پریشانی نہیں ہے اپن مال کمائے گا تو اس کو بھی بھیجے گا۔ لائف سیٹ۔“ اس نے کہا۔

اس سے بھی کوئی مسئلہ حل نہیں ہوا تھا بس اتنا بتا چلا تھا کہ کس جگہ ویرو مجھے ملا تھا ایک سانپ اسے کاٹنا چاہتا تھا۔ میں نے سانپ سے اس کی جان بچائی اور اسے مار دیا۔ ویرو میرا دوست بن گیا اور مجھے یہاں لے آیا، میرے سر کا یہ زخم کیسا ہے اور میں کون ہوں میرا نام کیا ہے، کچھ نہیں پتا چلتا تھا، سوچنا ہمیشہ نقصان دیتا تھا۔ سر کے پچھلے حصے میں جو ٹیسیں ہوتی تھیں وہ ناقابل برداشت ہو جاتی تھیں۔ حالانکہ ڈپنٹری کے کپاؤنڈر کا کہنا تھا کہ میرا یہ زخم بھر گیا ہے کم از کم اوپر سے بھر گیا ہے اندر تھوڑی سی کسر ہو تو نہیں کہا جاسکتا۔ میں نے اس سے کہا۔

”ویرو، میرے زخم میں تکلیف ہوتی ہے۔“

”میرے کو پتا ہے یار یہ مت سوچنا کہ میں تیرے سے غافل ہوں اس بار تھوڑی سی سزا ہوئی تھی جیلر صاحب سے اپنا مسئلہ سیٹ ہے، کم سے کم ہوتی چلی گئی اور اپن کا کام فٹ ہو گیا۔ انڈر اسٹینڈ، ابھی تو کچھ بھی ٹائم نہیں ہوا اور پھر ہم سچ بولے یہ کشن سیٹھ ہی کا کمال ہے۔“

”کشن سیٹھ بھی وہاں قیدی تھا؟“

”قیدی نہیں تھا جیلر کا دوست تھا، ملنے آیا تھا اس سے، اپن سے ٹیبل ٹاک ہو گیا

اور بس اس نے اپن کو پہچان لیا۔“

”تم کرتے کیا ہو ویرو؟“

”دھت تیرے کی۔ ابھی پہلے بھی تجھ کو بیس بار بتایا، اپنی تجوریاں توڑتے ہیں۔
اپن کا ہاتھ جس تجوری پر لگ جائے سمجھ لے وہ اپنا منہ کھول دیتا ہے اپنے اشارے پر چلتا
ہے۔ بڑے سے بڑا تالا ہو اپن کے ہاتھوں میں موم بن جاتا ہے۔ دعا دیتے ہیں استاد ہماری
کو، بس کیا بولیں یا۔ اپنے فن کا ماہر تھا، ہمیں اپنا فن دے گیا اور ہم اس سے آج تک
فائدہ اٹھاتا ہے۔“

ویرو کی باتیں میری سمجھ میں تھوڑی تھوڑی آرہی تھیں۔ لیکن سب سے مشکل
مرحلہ یہی تھا کہ میں خود کون ہوں اور یہاں آنے سے پہلے کیا تھا؟ یہ یاد آجاتا تو پھر کوئی
مسئلہ ہی نہیں تھا۔ جب یہ احساس ہوتا تھا تو بڑی بے بسی طاری ہو جاتی تھی دل و دماغ پر
’ویرو کے آجانے سے گھر کے ماحول میں کافی تبدیلی آگئی تھی۔ ویرو نے سانولی سے کہہ دیا
کہ اب نہ تو وہ کوئلے چٹنے جائے گی اور نہ کاغذ چٹے گی، گھر پر رہے گی اور کوئی اچھا سا
رشتہ دیکھ کر وہ اس کی شادی کر دے گا۔ ماں کو اس نے بہت سے پیسے دیتے ہوئے کہا۔
”دیکھ افیم کھائے گا تو ایک دم مرجائے گا۔ ابھی تھوڑا لائف گزار لے تو زیادہ اچھا
ہے۔ کیا فائدہ اس طرح مرنے سے۔ میں تیرے کو یہ کیش دیا، جب تک میں دوبارہ کیش
نہ بھیجوں تجھے، تیرا کام چلتا رہنا چاہیے۔ اگر سارا پیسہ خرچ کیا تو اپن تجھے خلاص کر دے
گا۔“

”نہیں ویرو، میں کہاں کھاتی ہوں۔“

”نہیں کھاتی پھر کیا کھاتی ہے؟“

”دیکھ بس کھانا کھاتی ہوں۔“

”کھانا کھاتی ہے، لا ادھر، کیش ادھر لا۔“

”کک..... کیا مطلب.....؟“

”کیش ادھر لا۔“ ویرو دباڑا اور موٹی عورت نے نوٹ ویرو کے ہاتھ پر رکھ دیے۔

ویرو نے سانولی کو بلایا اور بولا۔

”یہ گھر کا خرچ، رائٹ ہے، ماں افیم نہیں کھاتا یہ میرے کو بولا۔ جب یہ افیم نہیں

کھاتا، صرف روٹی کھاتی ہے تو یہ پیسے تو اپنے پاس رکھ، چوری نہیں ہونی چاہیے،
سمجھیں۔“

”جی ویرو بھیا۔“

”گھر کا خرچ چلا۔ اپن شہر سے باہر جاتا ہے۔ ادھر جاب کرے گا، تیرے کو رقم بھیجے
گا، تو اس رقم سے گھر کا خرچ چلائے گا، یہ پیسہ کم از کم دو مہینے چلنا چاہیے۔ یہ ٹھیک
ہے۔“

”ٹھیک ہے ویرو بھیا، مگر ماں تو افیم کھاتی ہے۔“

”یہ بولتی ہے نہیں کھاتی۔“

”کبھی کبھی کھاتی ہوں ویرو۔“ موٹی عورت نے کہا اور ویرو ہنس پڑا۔

”میرے سے جھوٹ بولتا ہے، اس، تیرے کو شرم نہیں آتا، ارے بابا روٹی کھا۔

اس سنسار میں لاکھوں انسان کو پیٹ بھر کر روٹی بھی نہیں ملے۔ تو روٹی کے ساتھ افیم بھی
کھاتا ہے شرم کر شرم کر۔“

”عادت جو لگ گئی ہے۔“

”چھوڑ دے اس عادت کو۔ تیرے کو اندر سے کھوکھلا کر دے گی یہ افیم سمجھیں؟“

”ہاں۔“

”ٹھیک ہے ٹھیک ہے، لے لے یہ رکھ لے، بس دو مہینے میں ان پیسوں کا افیم کھانے کا

ہے، کیا سمجھا؟“

”ٹھیک ہے ویرو۔“

”اور سانولی میں نے تیرے کو جو بولا شفٹ ہے شفٹ، انڈر اسٹینڈ۔“

”ہاں ویرو۔“

”اوکے۔ اب ہم ایک دو دن ادھر رہوں گا پھر میں گا بولا، ادھر چلے جائیں

گے۔“

”کک..... کہاں؟“ سانولی نے بے اختیار پوچھا۔

”اری ڈفر“ میں اور یہ دونوں اپنا کٹ ہو گیا ہے۔ انڈر اسٹینڈ؟“

”کیا مطلب.....“ سانولی نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے پوچھا۔

”ارے بولا اور میں دونوں جاب پر جائے گا۔“ ویرو نے اسے سمجھایا اور سانولی نے گردن ہلا دی۔

ویرو مجھے بازار لے گیا، میرے لیے لباس خریدے، اپنے لیے لباس خریدے۔ سوٹ کیس خریدا، دوسرا سامان لیا اور بولا۔

”اب تیرے کو پاٹلون پہننا سکھائے گا“ ایک دم اے ون ہو کر چلیں گے کشن سیٹھ کے پاس۔ یار گڈ فیوچر! اپن دونوں کا۔“

”کہاں جائیں گے؟“

”شہر اور کہاں۔“

جس دن ہمیں شہر جانا تھا اس دن ویرو مجھے حجام کے پاس لے گیا بال کٹوانے، وہیں گرم حمام میں نہایا اور پھر ویرو کو وہیں چھوڑ کر گھر آگیا۔ اس نے کہا تھا کہ میں جاؤں وہ ٹشن ٹاک ہو کر آتا ہے۔

سانولی نے ایک رات پہلے سے رونا شروع کر دیا تھا۔ اب بھی رو رہی تھی۔ میں گھر میں داخل ہوا تو اور زور زور سے رونے لگی۔ ”ہائے کتنا اچھا لگ رہا ہے۔“

”کک..... کیا ہوا؟“ میں بوکھلا کر بولا۔

”تیرا منہ سڑے“ تجھ سے خود نہ منع کیا گیا، تو کہہ دیتا ویرو سے کہ تو نہیں جائے گا۔“

”کیوں؟“

”دیکھ لینا، وہ تجھے بھی خراب کر دے گا، پھر تو بھی جیل جایا کرے گا۔“

”تیری کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی۔“

”تیرا دل نہیں چاہتا مجھ سے بات کرنے کو۔“

”تمہیں۔“ میں نے جواب دیا۔

”بھاڑ میں جا، جو دل چاہے کر، بلا وجہ ہی تیرا اتنا ساتھ دیا۔“

”ویرو آگیا،“ اس نے ہنس کر کہا۔ بڑی مشکل سے وہ اس بات پر راضی ہوا کہ میں

اسے خود کپڑے پہن کر دکھاؤں اور ٹھیک نہ ہوں تو وہ مجھے بتائے۔“

پھر جب میں کپڑے پہن کر برآمد ہوا تو وہ مجھ دیکھ کر سکتے میں رہ گیا۔ اس کے منہ

سے نکلا۔ ”اے واہ.....“

سانولی نے مجھے دیکھا اور چیخ چیخ کر رونے لگی۔ ویرو چونک کر اسے دیکھنے لگا، پھر

بولا۔ ”تجھے کیا ہوا؟“

”پیٹ میں درد ہو رہا ہے، ہائے.....“ وہ روتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔

”کچے بھٹے کھائے گی تو اور کیا ہو گا۔“ ویرو نے کہا، مگر میں جانتا تھا کہ اس نے کچے

بھٹے نہیں کھائے ہیں۔



احساس تھا کہ کچھ کچھ ہوں ضرور۔

”ویرو نے ٹیکسی روکی اور ڈرائیور کو پتا بتا دیا۔ ٹیکسی چل پڑی۔ میں گم صم بیٹھا سڑکوں پر رواں زندگی دیکھ رہا تھا۔ کچھ بھی تو اجنبی نہیں لگ رہا تھا۔ سب کچھ جانا پہچانا، بس کوئی ایک چیز گم ہو گئی تھی، وہی کمیخت یاد نہیں آرہی تھی۔“

پھر ٹیکسی ایک خوبصورت عمارت کے سامنے رکی اور ہم دونوں نیچے اترے تو عمارت کے گیٹ سے ایک قیمتی لمبی کار باہر نکلی، ٹیکسی سے راستہ روکا ہوا تھا اس لیے کار بھی رک گئی لیکن پھر کار میں بیٹھے شخص نے ہمیں دیکھا اور نیچے اتر آیا۔ یہ ایک بھاری جسامت کا خوش شکل آدمی تھا۔

”اے ویرو تو آگیا۔“

”آگیا سیٹھ!“ ویرو نے اسٹیشن ہوکر سلوٹ کیا۔

”بھاگ کر آیا ہے یا رہا ہو کر؟“

”چھٹی ہوا ہے سیٹھ۔“

”کی بات ہے؟“

”ایک دم شیٹ۔“

”یہ کون ہے؟“

”بولا۔“

”کون بولا؟“

”اپنا اسٹنٹ کو بولا تھا۔“

”ہوں۔ ٹھیک ہے، چوکیدار.....“ کشن سیٹھ نے چوکیدار کو آواز دی اور وہ قریب آگیا۔ ”ہری کو بولا انھیں دو نمبر میں ٹھہرائے۔ ضرورت کی تمام چیزیں انھیں دے۔ یہ میرے آدمی ہیں۔ اوکے ویرو، تم چوکیدار کے ساتھ جاؤ، میں کام سے جا رہا ہوں واپس آکر تم سے بات کروں گا۔“

”ٹھیک ہے سیٹھ۔“ ویرو نے کہا اور چوکیدار ہمیں ساتھ لے کر اندر داخل ہو گیا۔

ریل کا سفر مجھے اجنبی نہیں لگا تھا اور وہ شہر بھی جہاں ہم اترے تھے۔ ریلوے اسٹیشن سے باہر نکلے تو ویرو نے ایک کارڈ نکال کر ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

”کسی سے پتا پڑھاؤ، پھر ٹیکسی سے چلیں گے۔“ میں نے کارڈ اس کے ہاتھ سے لے لیا پڑھا اور بولا۔

”۳ نیڈس روڈ۔“

”ویرو اچھل پڑا۔“ اے ہاں، یہی کہا تھا کشن سیٹھ نے، تہ..... تجھے کیسے معلوم ہوا؟

”اس کارڈ پر لکھا ہے؟“

”تو پڑھ سکتا ہے؟“

”ہاں۔“

”انگریزی پڑھ لیتا ہے تو؟“

”پڑھی تو ہے۔“

”تو اپنا نام روشن کرے گا پیارے، ڈنک مار دیا ہے کھوپڑی پر، کمال ہے اے بھائی بولے تو ہے کیا؟“

میں خاموش ہو گیا۔ آہ..... یہی تو یاد نہیں آ رہا کہ میں کیا ہوں۔ ہاں بس اتنا

شاندار عمارت میں سروٹ کوارٹرز بھی شاندار تھے۔ چوکیدار نے ہمیں کوارٹرز نمبر دو میں پہنچا دیا پھر بولا۔

”تم لوگ ادھر آرام کرو، میں ہری صاحب کو خبر کر دیتا ہوں۔“

”کوارٹرز بہت اچھا تھا۔ ویرو خوش ہو کر بولا۔“ تم سے بولا تھا نا اپن کا جیک پاٹ نکلا

ہے کیسا لگا یہ بنگلہ؟

”بہت اچھا ہے۔“

”عیش کرو! میں اس بنگلے میں عیش کرنے لگا۔ کھانا پینا اور میں۔ کوئی کام نہیں تھا“

ویرو کی سیٹھ سے بات ہوئی تھی اور اس نے مجھے بتایا۔ ”میں نے تمہیں بتایا تھا کہ ہمیں ایک بہت بڑی عورت کے لیے کام کرنا ہوگا۔“

”ہاں بتایا تھا۔“

”اس کا نام شریعتی دیو کماری ہے، ابھی وہ مصروف ہیں، فرصت ملنے پر ہم سے ملاقات کریں گی۔“ مجھے ان باتوں سے کوئی غرض نہیں تھی پھر ہمیں شریعتی کے پاس لے جایا گیا، ان کی کوٹھی کشن سیٹھ کی کوٹھی سے بھی اچھی تھی۔ انہوں نے ہمیں دیکھا اور مجھے دیکھ کر بولیں۔

”یہ کون ہے؟“

”بولا کہتے ہیں اسے۔“ کشن سیٹھ نے کہا۔

”پڑھا لکھا ہے؟“

”نہیں پڑھا لکھا کہاں سے ہوگا۔“ کشن بولا۔

”جیل سے چھوٹا ہے؟“

”نہیں، جیل میں صرف ویرو تھا۔“

”ہوا..... ایسا کرو کشن، اسے میرے پاس چھوڑ جاؤ ویرو کو تم اپنے پاس رکھو“

اسے تنخواہ میں دلائی۔ دوسرے اخراجات بھی میرے ذمے لیکن سمجھنے کی کوشش کرو، یہاں ہر طرح کے لوگ آتے رہتے ہیں ممکن ہے ویرو کو کسی نے جیل میں دیکھا ہو، کوئی

کام ہوا تو.....“

”ٹھیک ہے میڈم، مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔“

”وہ سیٹھ یہ اپن کا فرینڈ ہے، اکیلا پریشان ہوگا۔ ابھی اگر اسے بھی.....“ ویرو

نے کہا۔

”نہیں پریشان ہوگا، تم فکر مت کرو اگر اس کا یہاں دل نہ لگا تو میں تمہارے پاس

پہنچا دوں گی۔ اوکے۔ اوکے کشن تم آرام سے جاؤ۔“ وہ دونوں چلے گئے تو شریعتی دیو

کماری نے مجھے بغور دیکھا، دیکھتی رہی پھر بولیں۔ ”ہاتھ آگے کرو۔“ میں نے دونوں ہاتھ

آگے پھیلا دیے تو وہ انہیں دیکھتی رہیں پھر بولیں۔

”کون ہو؟“

”جی۔“ میں نے حیرت سے کہا۔

”اصل نام کیا ہے؟“

”معلوم نہیں۔“

”کیوں؟“

”پتا نہیں۔“ میں نے جواب دیا۔

”ویرو تمہارا کون ہے؟“

”دوست۔“

”اس سے پہلے کہاں رہتے تھے؟“

”نہیں معلوم۔“ میرے چہرے پر اذیت کے آثار ابھر آئے اور پھر مجھے گھورنے

لگی پھر اچانک اس نے رویہ بدل لیا اور نرم لہجے میں بولی۔

”آؤ۔ میں تمہارے آرام کی جگہ بتا دوں، تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔“ مجھے

ایک بیڈ روم دے دیا گیا۔ میں یہاں بھی غیر مطمئن نہیں تھا۔ بیڈ روم بہت خوبصورت تھا

وہاں ہر چیز موجود تھی۔ ایک طرف واش روم بھی تھا۔ اس دن شام کو ایک ملازمہ نے

میرے بیڈ روم کی ڈرائنگ الماری میں بہت سے لباس سجا دیے۔ ان میں سیلینگ

سوٹ بھی تھا، گاؤں بھی۔ رات کا کھانا مجھے کمرے میں ہی دیا گیا، کھانے کے بعد ملازمہ نے کہا۔

”اب تم آرام کرو، تمہاری ضرورت کی دوسری چیزیں یہاں بھجوا دی جائیں گی۔ تمہارے لباس وغیرہ موجود ہیں۔ جب دل چاہے بدل لینا۔“ سونے سے پہلے میں نے سیلینگ سوٹ نکالا اسے پہنا اور گاؤں ٹنگر پر ڈال کر آرام سے سو گیا۔ دوسری صبح جاگاتو بیڈنی کے ساتھ اخبار بھی موجود تھا۔ ہاتھ روم میں داخل ہو کر میں نے غسل کیا پھر باہر آ کر گاؤں پہنا اور اخبار دیکھتے ہوئے چائے پینے لگا۔ میں اخبار کی خبروں میں کھو گیا پھر اس وقت چونکا جب دروازے سے دو خوبصورت سی لڑکیاں دیو کماری کے ساتھ اندر داخل ہوئیں۔ آخر میں ایک مرد بھی اندر آیا تھا جو چہرے سے کافی چالاک معلوم ہوتا تھا۔ میں نے اخبار رکھا اور انہیں دیکھ کر کھڑا ہو گیا۔

”بیٹھو، بیٹھو۔“ دیو کماری نے مسکرا کر کہا پھر بولی۔ ”اخبار پڑھ رہے تھے۔“

”ایں..... ہاں۔“

”کوئی خاص خبر؟“

”کوئی خاص نہیں۔“

”انگریزی پڑھنا آتی ہے؟“ دیو کماری نے بیٹھتے ہوئے کہا اور میں اس سوال پر چکرا

گیا۔ ”بولو انگریزی آتی ہے؟“

”ہاں آتی ہے۔“ میں نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا اور دیو کماری نے ساتھ آنے

والے کو دیکھا۔ مرد مجھے متجسس نظروں سے دیکھ رہا تھا پھر بولا۔

”کتنا پڑھا ہے تم نے؟“

”میں نہیں جانتا، کچھ بھی نہیں جانتا میں، مجھ سے فضول بکواس مت کرو۔ میں

تمہارے کسی سوال کا جواب نہیں دوں گا۔ کیا لگا رکھا ہے تم لوگوں نے، کون ہوں، کیا

ہوں، اصل نام کیا ہے، کچھ نہیں معلوم مجھے، سمجھ۔ مجھے کچھ نہیں معلوم۔“ مجھے شدید

غصہ آگیا۔ دیو کماری جلدی سے بولیں۔

”ارے نہیں بولا، کوئی بات نہیں۔ یہ تو ڈاکٹر ہیں، تمہیں دیکھنے آئے ہیں۔ بس ایسے ہی پوچھ لیا تھا، سوری بولا۔ رہنے دو ڈاکٹر کانتی، بولا ناراض ہو گیا ہے۔“

لیکن ڈاکٹر کانتی اچانک میرے قریب آگیا، اس کے تیز نظریں میری گردن پر جمی ہوئی تھیں پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور اس نے کہا۔

”میڈم، یہ شخص سب کو بے وقوف بنا رہا ہے۔ ایک انکشاف کروں آپ پر۔ اس کے چہرے پر میک اپ ہے، یہ اس کی اصل شکل بھی نہیں ہے۔“

دیو کماری کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ ”کیا؟“ اس نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔ ”کانتی کی آنکھیں پاتال کی گمراہیوں میں بھی جھانک لیتی ہیں اگر ایسا نہ ہو تو کانتی کس کام کا۔“

میری سمجھ میں ان لوگوں کی کوئی بات نہیں آرہی تھی۔ میں خاموشی سے ایک ایک کی صورت دیکھتا رہا۔ ڈاکٹر کانتی کے ان الفاظ پر دیو کماری مسلسل حیرت کا شکار تھی ساتھ آنے والی دونوں لڑکیوں میں سے ایک کے چہرے پر شوخی اور کھنڈرنے پن کے آثار تھے دوسری جو چھوٹی کی نسبت زیادہ حسین تھی بے حد سنجیدہ نظر آرہی تھی اور ڈاکٹر کانتی فتح مندانہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ بڑی لڑکی نے نفرت سے ناک سکونڑتے ہوئے کہا۔

”کانتی اگر مداری پن نہ کرے تو پھر کانتی کہاں سے رہے گا۔“

بڑی لڑکی کے ان الفاظ پر دیو کماری چونک پڑی اور ڈاکٹر کانتی کا منہ بن گیا۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

”میں کئی بار کہہ چکا ہوں میڈم کہ میں ایک باعزت آدمی ہوں، معاشرے میں، سماج میں اور لوگوں کے درمیان میرا ایک مقام ہے لیکن جولی ہمیشہ میری توہین کرتی ہے۔ میڈم میری خواہش ہے کہ جولی کو میرا احترام سکھایا جائے۔“

”نانہ۔“ بڑی لڑکی نے جسے جولی کے نام سے پکارا گیا تھا منہ بناتے ہوئے کہا۔

”میں مداری پن کر رہا ہوں۔“

”اوشا تم باہر جاؤ اور دیپ اور ہری کو بلا کر لے آؤ۔“ چھوٹی لڑکی خاموشی سے باہر نکل گئی تھی پھر دو اور مسٹنڈے اندر آگئے اور ڈاکٹر کانتی نے انہیں کچھ ہدایات دیں۔ وہ گردن ہلا کر کھڑے ہو گئے۔ ڈاکٹر کانتی میرے چہرے کے قریب پہنچا۔ اس نے میری گردن کو مٹولا، میں خاموش ہی رہا تھا، کوئی بات سمجھ میں آئے تو بولوں بھی لیکن پھر اس نے جو عمل کیا اس سے مجھے تھوڑی سی تکلیف ہوئی، البتہ مجھے یوں لگا جیسے میرا چہرہ ہلکا ہلکا ہو گیا ہو اور سر کی تکلیف میں بھی نمایاں کمی محسوس ہوئی تھی۔ بہر حال ڈاکٹر کانتی نے جو کچھ بھی کیا تھا مجھے اس کا رد عمل نہیں معلوم تھا لیکن وہاں موجود تمام ہی لوگوں کے منہ سے عجیب سی آوازیں نکل گئیں۔ خود جولی بھی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے دیکھ رہی تھی اور اس کے چہرے پر حیرت کے نقوش تھے، دیو کماری دو قدم پیچھے ہٹ گئی تھی اور اس کے منہ سے نکلا تھا۔

”ہائے رام..... کون ہے یہ؟“

ڈاکٹر کانتی ٹھہرے انداز میں میرے چہرے سے اکھڑا ہوا پلاسٹک ماسک ہاتھ میں لیے لہرا رہا تھا۔ میں نے دونوں ہاتھ اپنے چہرے پر بھیرے ایک عجیب سی چیکن کا احساس ہوا اور میرا جی چلا ہوا کہ میں اپنا چہرہ دھو لوں۔ میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”میں ہاتھ روم میں جانا چاہتا ہوں۔“

”کیوں؟“ ڈاکٹر کانتی نے کہا۔

”میرا چہرہ عجیب سا ہو رہا ہے۔“

”اس کا بندوبست میں کیے دیتا ہوں دوست، جاؤ تم ذرا میرے کمرے میں چلے جاؤ، بڑی الماری میں ایک بوتل رکھی ہے، بالکل ایسی ہی بوتل جیسی نائیوں کی دکان پر رکھی ہوئی ہے۔ ذرا دیکھ کر نکالنا اور خبردار اسے ہلانے جلانے کی کوشش مت کرنا، ورنہ بوتل سمیت مرجاؤ گے۔“

آنے والے دو افراد میں سے ایک باہر نکل گیا تھا اور ڈاکٹر کانتی اسی طرح کھڑا مسکرا رہا تھا۔ پھر اس نے میڈم کو دیکھ کر ایک آنکھ دباتے ہوئے کہا۔

”تو اور کیا۔ تم جہاں جاتے ہو اپنی ذہانت کا سکہ جمانے کی کوشش کرتے ہو۔“

”مس جولی، میڈم مجھے اپنا دست راست سمجھتی ہیں۔“ ڈاکٹر کانتی نے جھلا کر کہا۔

”یہ غلطی میڈم کرتی ہیں کوئی اور نہیں۔“ جولی نے کہا۔

”تو آپ کا خیال ہے میں صرف میڈم کی توجہ حاصل کرنے کے لیے ذہانت کے مظاہرے کرتا ہوں۔“

”تمہارے بارے میں میں نے کبھی سوچنا بھی ضروری نہیں سمجھا۔“ جولی نے کہا۔

”حکم دیجئے میڈم۔“

”کک کیا تم سچ کہہ رہے ہو کانتی؟“

”میں ہمیشہ اپنے دعویٰ کا ثبوت پیش کرنے کے لیے تیار رہتا ہوں۔ اجازت ہو تو میں آپ کو اس کا اصل چہرہ دکھاؤں۔“ میڈم دیو کماری نے کسی قدر پریشان نگاہوں سے کانتی کو دیکھا پھر مجھے..... میں خاموش بیٹھا ہوا تھا، جب کوئی بات سمجھ میں ہی نہ آئے تو اس میں حصہ لینا بے معنی ہوتا ہے۔ میڈم کے اشارے پر کانتی آگے بڑھا اور میرے قریب پہنچ گیا۔

”مسٹر یہاں سختیاں بھی کی جاتی ہیں اگر خیریت چاہتے ہو تو خاموش بیٹھے رہو۔ میڈم یہ میک اپ خاصا پرانا معلوم ہوتا ہے پھر بھی اگر ایسے نہ اکھڑ سکا تو ہم ماسٹن کا سارا لیں گے۔ میرے پاس وہ چیزیں موجود ہیں جو پلاسٹک میک اپ کو چہرے سے ہٹا سکتی ہیں۔“

”تو پھر؟“

”میں کوشش کرتا ہوں بشرطیکہ یہ مداخلت نہ کرے میری خواہش ہے کہ آپ کچھ اور لوگوں کو بھی بلا لیجئے تاکہ ہم اس پر قابو پائے رکھیں اور لڑکیوں کو یہاں سے جانے کی ہدایت کیجئے۔“

”میں نہیں جاؤں گی۔“ جولی نے غصیلے لہجے میں کہا اور ڈاکٹر کانتی منہ بنا کر دیوی کماری کی جانب دیکھنے لگا۔ دیوی کماری نے چھوٹی لڑکی سے کہا۔

”یہ آپ کی مرضی ہے، آپ دیکھ لیجئے جیسا مناسب سمجھیں۔“
”اسے ہمیں رہنے دیا جائے۔“

”ہاں..... اسے عیش کرانا آپ کی ذمہ داری ہے۔“ کانتی طنزیہ انداز میں بولا۔
”تو پھر فیصلہ کرو۔“

”میں نے کہا نا انچارج بنا دیجئے مجھے۔“
”اچھا بابا ٹھیک ہے جو من چاہے کرو۔ دیو کماری نے کہا۔“

”اوکے یہ ہوئی نا بات۔ جاؤ اوشا تم باہر جاؤ۔“
”ارے واہ میں کیوں باہر جاؤں۔“ دوسری لڑکی چمک کر بولی۔

”جانا پڑے گا بے بی۔ یہاں کیا کرو گی تم؟“
”میں دیکھوں گی اب تم کیا کر رہے ہو۔“

”اس سے کیا فائدہ ہو گا۔“

”اس کے بعد میں جو جولی دیدی کو بتاؤں گی کہ تم اس کے ساتھ سختیاں کر رہے ہو۔“

”اور جولی دیدی مجھے گولی سے اڑا دیں گی۔“

”اڑا بھی سکتی ہیں اگر ان کا من چاہا تو“ سمجھتے ہو نا۔ وہ ہمیشہ اپنے پاس بھرا ہوا
پستول رکھتی ہیں۔“

”میڈم جولی کو اس معاملے میں ہر طرح سے مداخلت کرنے سے روکیے۔ ورنہ شاید
میں اس سلسلے میں کچھ بھی نہیں کر سکوں۔“
”تم کرو گے کیا؟“

”اسے یہاں سے منتقل کرنا ہے اور سنو تم دونوں یہیں کھڑے رہو۔ ملنے جلنے کی
کوشش کرے تو مارنا سسرے کو آئیے میڈم آپ باہر آئیے اور اب یہ سارے معاملات
میرے حوالے کر دیجئے۔“

ڈاکٹر کانتی باہر نکل گیا۔ میں ساری باتیں سن رہا تھا ان میں سے کچھ کچھ باتیں میری

”دیکھو کسی بات کا برا مت مانو۔ پہلے سارے سلسلے کی تحقیقات کر لو اور اس کے
بعد کوئی فیصلہ کر کے بولو۔“

”تو پھر ٹھیک ہے آپ مجھے اس تحقیقات کا انچارج بنا دیجئے۔“

”چلو ٹھیک ہے بنا دیا تمہیں اس تحقیقات کا انچارج مگر..... مگر..... ہر کام
سوچ سمجھ کر کرنا۔ دیکھو کشن لال بھی معمولی آدمی نہیں ہے۔ وہ ہمارے سارے رازوں
سے واقف ہے اور اگر وہ بگڑ گیا تو ہمارے لیے باعث نقصان بھی ہو سکتا ہے۔“

”اگر آپ چاہیں تو یہ سارے معاملات کانتی پر چھوڑ دیں۔“

”کانتی میں تم پر سارے معاملات چھوڑ تو دیتی ہوں لیکن ایک بات کہے دیتی ہوں
کہ حالات بگڑنے کی ذمہ داری بھی تم ہی قبول کرو گے۔“
”دل و جان سے۔“

”مگر میں اس بات کو نہیں مانتی۔ میں ہر کام اپنے ہاتھ میں رکھنے کی عادی ہوں۔“
”پھر بھی میڈم، کم از کم اس شخص کے سلسلے میں اگر آپ چاہیں تو اس کی ساری
تفتیش میرے حوالے کر سکتی ہیں۔ میں اس کا سارا کچا چٹھا کھول کر آپ کے سامنے رکھ
دوں گا۔“

”ہوں، مجھے سوچنے کا موقع دو۔“

”اس کے لیے کیا کیا جائے؟“

”اس کے لیے..... وہ دیکھو تو سہی کیسا خاموش بیٹھا ہوا ہے جیسے ان سارے
معاملات سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔“

”یہ تو ایسا کرے گا میڈم، چونکہ اسے یہی رول دیا گیا ہے۔“

”پھر بھی کانتی نہ جانے کیوں میرا من اس کے لیے کچھ نرم ہے۔“

”اس لیے میڈم کہ آپ جج سوشل ورک کرنے لگی ہیں۔“ کانتی نے تسخرانہ
انداز میں کہا اور دیو کماری ہنسنے لگی۔ پھر بولی۔

”لیکن ابھی میں اس کے ساتھ کوئی سختی نہیں کرنا چاہتی۔“

سمجھ میں بھی آرہی تھیں لیکن اس بات پر مجھے خود بھی حیرت تھی کہ میرے چہرے میں یہ تبدیلی کیوں رونما ہو گئی ہے۔ میں بار بار اپنے چہرے پر ہاتھ پھیر کر دیکھ رہا تھا۔ پھر میں اپنی جگہ سے اٹھا۔ وہ لوگ باہر جا چکے تھے۔ میں اٹھا تو ان دونوں آدمیوں نے آگے بڑھ کر کہا۔
”اے کہاں جا رہے ہو؟“

”واش روم۔“

”کوئی واش روم داش روم نہیں۔ یہیں بیٹھے رہو۔“

”بکواس مت کرو“ میں اپنا چہرہ دیکھنا چاہتا ہوں۔“ میں نے غصیلے لہجے میں کہا اور آگے بڑھ کر واش روم کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ بڑے سے آئینے میں میں نے اپنا چہرہ دیکھا، درحقیقت سامن کی پھواریں مارنے سے میرا چہرہ بالکل شفاف ہو گیا تھا۔ لیکن پھر بھی میں نے اسے صابن سے اچھی طرح مل مل کر دھویا۔ ایک عجیب سی بو محسوس ہو رہی تھی، چہرہ دھونے کے بعد میں نے اپنے بال سنوارے، مجھے احساس ہوا کہ جو ماسک میرے چہرے پر چڑھا ہوا تھا اس نے میرے بالوں کا اسٹائل بھی تبدیل کر دیا تھا اور اب جبکہ میں نے ماسک اتارنے کے بعد بال سنوارے تو ان کا انداز بھی بدل گیا، مجھے اپنا چہرہ خود بھی بدلا بدلا محسوس ہو رہا تھا اس سے پہلے میں واش روم میں اپنا چہرہ بھی دیکھ چکا تھا اور اس چہرے سے مجھے کوئی خاص دلچسپی نہیں محسوس ہوئی تھی لیکن اب میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ میرا یہ چہرہ خاصا دلکش ہے لیکن باہر جو باتیں ہو رہی تھیں ان کا کیا مطلب ہے۔ اور میرے چہرے میں یہ تبدیلی کیسے رونما ہوئی، میک اپ، میک اپ کیا چیز ہوتی ہے، کوئی ایک بات جو سمجھ میں آرہی ہو۔ بہر حال اپنے آپ کو صاف ستھرا کرنے کے بعد میں باہر نکل آیا لیکن اس وقت باہر کانتی کے علاوہ چار آدمی اور بھی موجود تھے اور چاروں کے چاروں خونخوار نظر آرہے تھے ان میں سے ایک کے ہاتھ میں پستول بھی دبا ہوا تھا۔ اس نے سرو لہجے میں کہا۔

”دونوں ہاتھ پیچھے کر دو اور اپنے ہاتھ باندھو الو اور خبردار اگر جنبش کرنے کی کوشش کی تو پستول کی گولیاں تمہارے پورے بدن میں سوراخ ہی سوراخ کر دیں گی۔“ پتا نہیں

کیا کیا بکواس کر رہے تھے یہ لوگ، بہر حال میں نے ان کی ہدایات پر عمل کیا۔ میرے دونوں ہاتھ پیچھے کر کے پشت پر کس دیے گئے اس کے بعد ڈاکٹر کانتی مجھے اس کمرے سے نکال لایا لیکن مجھے عمارت سے باہر نہیں لے جایا گیا تھا بلکہ عمارت کی اوپری منزل کے ایک کمرے میں لے جا کر قید کر دیا گیا تھا جس میں صرف ایک روشن دان نظر آرہا تھا اور باہر جانے کے لیے صرف ایک مضبوط دروازہ کمرے میں کچھ بھی نہیں تھا بس تنگی دیواریں، نیچا فرش وہ لوگ مجھے بند کر کے باہر نکل گئے تھے

میرے ہاتھ اسی طرح پشت پر کسے ہوئے تھے میری سمجھ میں تو کچھ بھی نہیں آرہا تھا۔ یہ سارا ڈراما جو ہوا تھا میری سمجھ سے باہر تھا اور پھر طبیعت پر کچھ ایسی بیزاری سوار رہتی تھی کہ میرا خود کوئی کام کرنے کو دل نہیں چاہتا تھا اپنے تحفظ کا خیال میرے دل میں نہیں آیا تھا۔ کوئی ایسی بات نہیں ہوتی تھی جو میں اپنے طور پر کرنے کے بارے میں سوچوں۔ ہاں اگر کسی نے کچھ کہا تو میں اس کے لیے انکار بھی نہیں کرتا تھا۔ مجھے اپنی کیفیت کا جائزہ لینے کا خیال بھی نہیں آتا تھا۔

بہر حال اس وقت بھی میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا آگے بڑھا اور پھر ایک دیوار سے پشت لگا کر بیٹھ گیا لیکن ڈاکٹر کانتی پتا نہیں وہ ڈاکٹر تھا بھی یا نہیں میری جانب سے غافل نہیں رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ واپس آیا اور واپس آنے کے بعد اس نے ایک نئے کھیل کا آغاز کر دیا۔ وہ لوہے کا ایک جھولا نما فریم لایا تھا۔ یہ فریم اس نے کمرے کے وسط میں فٹ کرایا اور میری جانب مسکراتی نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ میں خاموشی سے بیٹھا اس کی یہ کارروائی دیکھ رہا تھا۔ کانتی کے ساتھ بہت سے افراد تھے جو اس کارروائی کی تکمیل کر رہے تھے۔

فریم کافی مضبوط تھا، جب وہ لوگ اسے فٹ کر چکے تو ان میں سے چند افراد آگے آئے، میری بغلوں میں ہاتھ ڈالا اور مجھے اٹھا کر فریم کے پاس لے آئے۔ پھر میری کمر میں ایک زنجیر باندھ دی گئی اور اس کے چاروں سرے فریم کے چاروں کونوں سے کس دیے گئے، تب میرے ہاتھ کھولے گئے لیکن میرے ہاتھ بھی انہوں نے فریم کے اوپری حصوں

کی زنجیروں میں پڑے ہوئے کڑوں میں ڈال دیے اور کڑے کس دیے گئے۔

اب کیفیت یہ تھی کہ میری کمر چاروں طرف سے زنجیروں میں بندھی ہوئی تھی اور دونوں ہاتھ اوپری سمت۔ میں پریشان نگاہوں سے ان کی یہ کارروائی دیکھ رہا تھا اس دوران میں نے کوئی تعرض نہیں کیا تھا، ان لوگوں کو مایوسی کا سامنا کرنا پڑا جو میری جانب پیستول تان کر کھڑے ہو گئے تھے۔ ڈاکٹر کانتی مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

”اچھا مشغلہ دیا ہے تو نے دوست، لیکن اب ذرا اپنی زبان تو کھول، کون ہے تو اور کس کا بھیجا ہوا ہے یہاں؟“

میں نے جھکی ہوئی پلکیں اٹھا کر کانتی کو دیکھا اور آہستہ سے کہا۔

”میرا نام بولا ہے، ویرو کتا تھا کہ اس کا جیکٹ پاٹ نکل آیا ہے وہ وہاں سے مجھے ساتھ لے کر آیا اور کشن سیٹھ کی پاس پہنچ گیا، کشن سیٹھ نے مجھے یہاں بھیجا اب ویرو چلا گیا ہے اور میں یہاں موجود ہوں۔“

”ہائے رے تیری معصومیت، اپنی زبان کھول دے بیٹا، ورنہ میرے بھی ہاتھوں میں بڑی کھجلی ہو رہی ہے آج کل بہت دن سے کسی کی پٹائی نہیں کی ہے۔“

”میں تو کچھ بھی نہیں کر رہا، تم لوگ کیوں میرے ساتھ یہ سلوک کر رہے ہو؟“

میں نے کہا اور جواب میں کانتی نے ایک زنانے دار تھپڑ میرے منہ پر رسید کر دیا۔ میرا چہرہ دوسری جانب گھوم گیا تھا۔ کانتی نے آہستہ سے کہا۔

”اس کی قمیص اتار دو۔“ اور ان لوگوں نے میرے اوپری بدن سے قمیص اتار دی، تب ڈاکٹر کانتی نے اپنی جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکال کر سگریٹ سلگایا اور اس کے کش لینے لگا۔ پھر وہ آہستہ آہستہ میرے قریب پہنچا اور اس نے سگریٹ کا سرا میرے پیٹ میں لگاتے ہوئے کہا۔

”ہاں اب بول کس نے بھیجا ہے تجھے؟“ میرے منہ سے اذیت ناک آوازیں نکل رہی تھیں لیکن میں کوئی جدوجہد نہیں کر رہا تھا۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

”یقین کرو میں کچھ نہیں جانتا مجھے کچھ نہیں معلوم۔“ اور اس کے بعد ڈاکٹر کانتی میرے جسم پر جگہ جگہ نشانات لگاتا رہا۔ وہ ابھی اس کام سے فارغ بھی نہیں ہوا تھا کہ ایک بار دروازہ پھر کھلا اور دیو کماری اپنی دونوں بیٹیوں کے ساتھ اندر داخل ہوئی۔ جولی نے یہ منظر دیکھا اور اس کے ہونٹوں سے عجیب سی آواز نکل گئی۔

”یہ کیا کر رہا ہے تو..... کینے کتے یہ کیا کر رہا ہے تو۔“ اس نے کہا اور ڈاکٹر کانتی کا منہ بگڑ گیا۔

”دیو کماری جی آپ یہاں ان لوگوں کو گارڈن کی سیر کرائے لائی ہیں؟“

”ارے میں کیا کروں بس یہ ضدی ہی اتنی ہیں۔“

”لیکن افسوس یہ کوئی تفریحی جگہ نہیں ہے آپ کو ان کی ضد کے سامنے مجبور نہیں ہونا چاہیے تھا۔“

”یہ۔ یہ تو نے..... یہ تو نے کیا کیا ہے۔ یہ..... ذرا دیکھئے تو سہی آپ، دیکھئے تو سہی دیوی جی، دیکھئے تو سہی دھرماتما۔ اس نے اس کینے نے اس کے پورے بدن پر سگریٹ کے نشان بنا دیے ہیں، ہائے رام کیا ہو رہا ہے اس گھر میں یہ..... یہ..... میں..... ہٹا دیجئے اسے آپ، ہٹا دیجئے۔“

”تو سن تو سہی جولی، یہ ہمیں دھوکا دینے کے لیے آیا ہے ہمارے دشمنوں کا آدمی ہے۔“

”ایک بات کہوں آپ سے۔“ جولی نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”ہاں بول کیا؟“

”یہ کھوئی ہوئی یادداشت کا مریض ہے۔“

”جی ہاں آپ آسمان سے اتری ہوئی دیوی ہیں۔“ ڈاکٹر کانتی نے کہا۔

”دیکھو تم چپ رہو ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔“

”دیو کماری جی جولی کو یہاں سے باہر نکال دیجئے ورنہ مجھ سے برا بھی کوئی نہیں

ہوگا۔“

کانتی کی پنڈلی زخمی ہو گئی تھی، وہ ایک کراہ کے ساتھ نیچے بیٹھ گیا۔ جولی نے آگے بڑھ کر پستول کی نال اس کی پیشانی پر رکھ دی اور بولی۔

”تو باہر جائے گا یا نہیں؟“

”مم..... میں زخمی ہو گیا ہوں۔“

”زندگی چاہتا ہے تو یہاں سے باہر نکل جا۔“

ڈاکٹر کانتی لڑکھڑاتا ہوا اپنی جگہ سے اٹھا اور آہستہ قدموں سے چلتا ہوا باہر نکل گیا۔

دیو کماری ہکا بکا کھڑی ہوئی تھی اس نے بہ مشکل تمام اپنے آپ کو سنبھالا اور بولی۔

”جولی یہ تو نے کیا کیا، مروا دیا تو نے ہمیں۔“

”مما انسان ہے انسان، انسانوں کے ساتھ جانوروں جیسا سلوک۔ آپ نے ڈاکٹر

کانتی جیسے لوگوں کو پال کر اپنی گردن میں پچانسی کا پھندا ڈالا ہے آپ دیکھ لیجئے ہم سب کو

اسی سولی میں لٹکنا پڑے گا۔ آہ دیکھئے تو سہی بے چارے کے جسم پر کتنے نشانات بن گئے

ہیں اور یہ..... یہ..... کھولو، اس کے ہاتھ کھولو، کہاں مر گئے ہیں سب۔ کھولو

اسے۔“

”جولی اسے نہیں کھولا جائے گا۔“

”کھولا جائے گا ممما۔“

”یہ میرا دشمن ہے۔“

”لیکن یہ انسان بھی ہے۔“

”میں تجھے حکم دیتی ہوں کہ باہر نکل جا۔“

”لیکن ایک بات سن لیجئے ممما، باہر نکلنے کے بعد میں یہاں نہیں رہوں گی اور ہو سکتا

ہے میں پولیس اسٹیشن پہنچ جاؤں۔“

”جولی.....؟“

”ہاں ممما میں اس قسم کی لڑکی ہوں، آپ ایسا کریں کہ یہ پستول لیں اور مجھے گولیاں

مار دیجئے۔ مگر میں اپنی آنکھوں سے کسی پر ایسا غیر انسانی ظلم ہوتے نہیں دیکھ سکتی، لیجئے

”ٹھیک ہے میں تمہیں بتا چکی ہوں ممما کہ یہ کھوئی ہوئی یادداشت کا مریض ہے

آنکھوں کے رنگ بتاتے ہیں کہ انسان کی ذہنی سوچ کس طرف ہے۔“

”آپ اپنا میڈکل اپنے پاس رکھئے اور یہاں سے نکل جائیے۔“

”تو مجھے یہ جملے کہنے والا کون ہوتا ہے؟“

”دیو کماری جی کیا میں واپس جاؤں؟“

”جولی تو جا.....“ دیو کماری نے کہا۔ جولی نے خونخوار نگاہوں سے ڈاکٹر کانتی کو

دیکھا اور اس کے بعد پاؤں پٹختی ہوئی باہر نکل گئی۔ ڈاکٹر کانتی گہری سانس لے کر بولا۔

”یہ بہت سخت جان ہے میڈم! آسانی سے زبان نہیں کھولے گا، مجھے اجازت دیجئے

کہ میں اس پر زیادہ تشدد کروں۔“

”میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔“

”جب آپ کی سمجھ میں آئے گا تو آپ حیران رہ جائیں گی۔“

”مم..... مگر اس نے کچھ کیا تو نہیں ہے، کیا اس طرح.....“

”آپ پلیز باہر جائیے اس کام کو میرے اوپر چھوڑ دیجئے۔“ ڈاکٹر کانتی نے کہا۔ لیکن

اسی وقت کچھ تبدیلی رونما ہوئی۔ دروازہ دھڑ سے کھلا اور جولی اندر داخل ہو گئی اس کے

ہاتھ میں پستول تھا۔

”اب بول کون باہر جائے گا تو یا میں؟“ اس نے پستول ڈاکٹر کانتی پر تانتے ہوئے

کہا۔

”ارے یہ تو کیا کر رہی ہے جولی..... جولی.....“

”اس سے کہو ممما باہر نکل جائے، ورنہ..... ورنہ.....“

”جولی میں تمہارا غلام نہیں ہوں اور جو کچھ تم کر رہی ہو اس کا نتیجہ بہتر نہیں

ہوگا۔“ لیکن جولی بھی شاید دیوانی ہی تھی اس نے ڈاکٹر کانتی کے پیر کا نشانہ لے کر گولی

دارغ دی، کمرے میں فائر کی آواز گونجی اور باقی افراد جو وہاں موجود تھے بے تحاشا باہر نکل

بھاگے۔ دیو کماری کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ اوشان ان کے پیچھے جا کھڑی ہوئی۔ لیکن ڈاکٹر

پستول لیجئے۔“ جولی نے پستول دیو کماری کے ہاتھ میں تھما دیا۔ دیو کماری چند لمحات سوچتی رہی پھر آہستہ سے بولی۔

”اچھا تو باہر تو چل میرے ساتھ۔“

”کسے کھلوادیتے۔“

”میں کھلوادوں گی۔“

”وعدہ کرتی ہیں؟“

”ہاں وعدہ کرتی ہوں۔“

”اور اگر ایسا نہ ہوا ماما تو پھر آپ دیکھیے گا کہ میں کیا کرتی ہوں۔“

”ٹھیک ہے ٹھیک ہے تو بالکل بے فکر رہ میں اسے کھلوادوں گی۔ آؤ شا تو بھی

آ۔“ دیو کماری نے کہا اور سب کو لے کر باہر نکل گئی۔ میں اپنے زخموں کی تکلیف کو محسوس کر رہا تھا لیکن پتا نہیں کیوں جلے ہوئے زخم بھی زیادہ تکلیف نہیں دے رہے تھے۔ جولی بہر حال میری ہمدرد ثابت ہوئی تھی اور اب دیکھنا تھا کہ کیا ہوتا ہے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد جولی ہی واپس آئی اس کے ساتھ دو ملازم بھی تھے اوشا بھی تھی۔ جولی اپنے ساتھ میڈیکل باکس لے کر آئی تھی اس نے میرے جسم پر جگہ جگہ مرہم لگایا اور ٹیپ چپکا دیئے۔ پھر آہستہ سے بولی۔

”تم بے فکر رہنا میں موجود ہوں۔ ڈاکٹر کا نئی زخمی ہو گیا ہے اور اس وقت ماما اس کی بڑی دلجوئی کر رہی ہیں لیکن تمہیں کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ میں تم سے معافی چاہتی ہوں کہ تمہیں یہ تکلیف برداشت کرنی پڑی ہے لیکن میں تمہیں کھلوادوں گی میں ہوں یہاں پر سمجھے۔ باقی سب درندے بن جائیں لیکن میں انسان کے ساتھ یہ ظلم نہیں ہونے دوں گی۔ ٹھیک ہے پلیز محسوس مت کرنا جو کچھ ہوا ہے کسی اور کی وجہ سے ہوا ہے میری ماما بھی اتنی بری عورت نہیں ہیں آؤ اوشا.....“ اس نے کہا اور اپنا کام مکمل کرنے کے بعد واپس نکل گئی۔ میرے دل میں اس کے لیے ممنونیت کے جذبات ضرور ابھرے تھے لیکن ایسا کوئی تصور نہیں جاگا تھا جو کسی مرد کے دل میں عورت کے لیے جاگتا

ہے۔ البتہ اب میرے زخموں میں کافی سکون محسوس ہو رہا تھا اور اس ہنگامہ خیزی سے شاید میں اپنے دماغ کی تکلیف بھی بھول گیا تھا۔

الغرض وقت گزرتا رہا کئی گھنٹے گزر گئے اور پھر رات کو دروازہ دوبارہ کھلا تھا اور اس بار جو اندر آیا تھا اسے دیکھ کر میرے دل میں اطمینان کی لہر اٹھی تھی۔ یہ ویرو تھا۔ ویرو کو اندر دھکیل کر شاید دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا تھا۔ اس نے اپنے آپ کو فرش پر گرنے سے سنبھالا اور پھر دیوار کا سارا لے کر کھڑا ہو گیا اس کے بعد اس نے مجھے دیکھا آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا اور پھر اسی طرح گھورتا ہوا میرے قریب آگیا۔

”ویرو میں ہوں بولا۔“

”کیا بکواس کرتا ہے۔“

”ہاں ویرو میں ہوں بولا۔“

”ابے تو بولا ہے تو یہ تیرا تھوڑا کیسے بدل گیا۔“

”ان اوگوں نے میرے چہرے کو بدل دیا ہے۔“

”کیا؟“

”ہاں۔“

”چہرہ بدل دیا ہے؟“

”ہاں ویرو ہاں۔“

”مم..... مگر کیسے؟“

”پپ..... پتا نہیں ایک بوتل میں کوئی چیز لائے تھے وہ میرے چہرے پر چھڑکاؤ

کیا اور اس کے بعد نہ جانے کیا کیا.....؟“

”ابے بھائی کیا بک رہا ہے وہ تو..... وہ تو بڑے خطرناک ہو رہے ہیں اور کشن

سیٹھ..... کشن سیٹھ تو بہت ہی ناراض ہو رہا ہے کتا ہے تو کسے لے کر آیا تھا یقیناً تو

کسی خاص ارادے سے آیا ہے اب میری بھی شامت آئی ہے ابے بھائی کہاں مروا دیا

یار۔ مم..... مگر تو بولا تو بولا۔“

”ہاں میں بولا ہوں۔ میں نے کہا میں بولا ہوں۔“
 ”تو بولا ہے۔“
 ”ہاں۔“

”اچھا تو پھر وہ باتیں بتا جو میرے اور تیرے ساتھ پیش آئی ہیں۔“
 ”تک کون سی باتیں۔“

”ابے میرا تیرا تعارف کیسے ہوا؟“ دیرو نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ اس وقت وہ اپنی انگریزی بھی بھول چکا تھا۔

”دیرو بھیا مجھے تو وہی باتیں یاد ہیں جو تم نے سنائی ہیں۔ وہ سانپ والی بات جس سے میں نے تمہاری جان بچائی تھی اور اس کے بعد سانولی اور ماں، تم جیل چلے گئے تھے، میں وہیں تھا، کوئلے چختے تھے ہم لوگ.....“

”ارے باپ رے باپ یہ تو چہرکار ہی ہو گیا۔ مگر بولا میری جان، تیری شکل کیسے بدل گئی؟ دیے ایک بات کہوں پہلے سے بہت سندر لگ رہا ہے، مگر یہ سارے بدن کا کیا حلیہ ہو گیا.....؟“

”ان لوگوں نے سگریٹ سے میرے بدن کو داغا ہے۔“

”ابے یار کہیں اپنی بھی ایسی ہی کوئی شامت نہ آجائے یہ تو لینے کے دینے پڑ گئے۔“

”سنو دیرو مجھے بتاؤ ان لوگوں نے مجھے کچھ نہیں بتایا بس مجھ سے الٹی سیدھی بکواس کرتے رہے۔ میری سمجھ میں کچھ بھی نہیں آیا تھا۔ پتا نہیں ان کی اس بکواس کا کیا مقصد کیا ہے؟“

”کیا کہتے ہیں وہ.....؟“

”کہتے ہیں کہ کون ہو تم..... ڈاکٹر کانٹی کہتا ہے کہ میں سندر لال کا آدمی ہوں، میں تو کسی سندر لال کو نہیں جانتا۔“

”ابے یار بھی تیری شکل کا یہ جو گھپلا ہے اس سے سارا پھڑپڑا ہے۔ پتا نہیں

تیری شکل کیسے بدل گئی۔ ابے یہ تو بتا دے میری جان کہ شکل بدلی تھی تو نے؟“
 ”میں شکل کیسے بدل سکتا ہوں؟“

”تو پھر کیسے بدل گئی۔“ دیرو رو دینے والے انداز میں بولا اور پھر کہنے لگا۔
 ”تیرے ہاتھ پاؤں کھول دوں میں؟“

”کھول دو۔“ میں نے کہا اور دیرو اٹھ کھڑا ہوا۔ میں اپنی کلاں لٹا ہوا دیرو کے ساتھ زمین پر جا بیٹھا تھا اور اس کے بعد رات بھر ہم لوگوں کی خبر نہیں لی گئی۔ لیکن یہ اندازہ ہمیں ہو گیا تھا کہ باہر ہمارے دروازے پر پہرہ دیا جا رہا ہے اور کچھ لوگ وہاں باقاعدہ گشت کر رہے ہیں۔ دیرو نے بھی ایسی کوئی کوشش نہیں کی تھی جس میں فرار کا کوئی تصور ہو تاکہ وہ دیر تک خاموش بیٹھا رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

”یار زندگی میں ایک چانس ملا تھا۔ اپن نے سوچا تھا کہ بس لائف سیٹ ہو گیا، لیکن.....“

”دیرو، ہوا کیا ہے، مجھے بھی تو بتاؤ؟“

”تقدیر کھوٹا ہو گیا ہے اور کیا بولے۔“

”کشن سیٹھ نے کیا کہا۔“

”وہ بے چارہ کیا کہے گا اس کا پوزیشن خود خطرے میں پڑ گیا ہے۔“ دیرو نے کہا۔
 ”کیوں؟“

”او باپ تیری وجہ سے، اور تیرے کو بھگوان کا واسطہ میرا مغز مت جات، میرا سارا لائف ڈوب گیا ہے۔“

”اس کے بعد میں بھی خاموش ہو گیا تھا۔ پھر سو گیا تھا۔ پھر آنکھ کھلی تو روشن دن چمک رہا تھا۔ دیرو بھی جاگ گیا۔ وہ آپس بھر رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر بولا۔“

”اپن سوچا تھوڑا کام کرے گا پھر لائف سیٹ کرے گا اس سالی کا شادی کرے گا اپنا شادی کرے گا اور میں..... میں.....!“

”مگر دیرو اب کیا ہو گیا ہے؟“

”دیکھ میرا کھوپڑی مت گھما، آؤٹ نہ کر مجھے۔“

”تو میں کیا کروں؟“

”خاموش ہو جا، پر ایک بات بول۔“

”ہاں کہو۔“

”تو انگریزی جانتا ہے۔“

”ہاں۔“

”کیسے جانتا ہے۔“

”یہ نہیں معلوم۔“

”تو نے اپنا تھوڑا بدلا تھا؟“

”نہیں۔“

”پھر کس نے بدلا.....؟“

”یقین کرو ویرو، میں تم سے جھوٹ نہیں بولتا۔“

”ہاں تو بول۔“

”مجھے نہیں معلوم۔“

”اس سے پہلے کہاں رہتا تھا؟“

”یہ بھی نہیں معلوم۔“ میں نے آہستہ سے کہا۔

”کوئی ساڑھے نو بجے تھے کہ دروازہ کھلا۔ مہربان جولی نظر آئی اس کے پیچھے دو

آدمی تھے جو چائے، ڈبل روٹی، مکھن وغیرہ اٹھائے ہوئے تھے۔“

”جولی میرے ہاتھ کھلے دیکھ کر خوش ہو گئی۔“ اس نے کہا۔ تمہارے ہاتھ کس نے

کھولے؟

”ویرو نے۔“

”بھگوان کی سوگند میم صاب، یہ سالہا بڑا معصوم آدمی ہے۔ میرے کو معاف کر دو۔“

”دوست ہے میرا۔“ ویرو نے بو کھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”نہیں، نہیں میں تو تمہارے اس کام سے خوش ہوں۔ چلو اسے ناشتا کراؤ اور خود

بھی کرو۔ اس کا خیال رکھنا۔“

”تھینک یو میم صاب۔“ ناشتا کرتے ہوئے ویرو نے کہا۔ ”شریمیتی دیو کماری کا بڑا

نام اور بڑا کام ہے۔ انہوں نے کئی آشرم کھولے ہوئے ہیں۔ بڑے ساجی کام کرتی ہیں۔“

”ہاں وہ بہت اچھی ہیں۔“ میں نے کہا۔

”پھر دوپہر ہو گئی۔ اور دوپہر کو ایک بار پھر اس کمرے میں بہت سے لوگ آ گئے۔“

”ان میں کشن سینھ بھی تھا۔ ایک وہیل چیئر پر کانتی بھی بیٹھا ہوا تھا اور اس کے

چہرے پر کبیدگی کے آثار تھے۔ کچھ نئی شکلیں بھی تھیں۔“

”یہ دونوں ہیں، مسٹر ناتھ۔“ دیوی کماری نے کہا۔ مسٹر ناتھ ایک اسارٹ سا آدمی

تھا۔ وہ آگے بڑھ کر مجھے اور ویرو کو دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔

”کیا نام ہے تیرا؟“

”ویرو مائی باپ۔“

”کیا کرتا رہا ہے اب تک؟“

”اٹھائی گیری کی ہے فادر، کوئی بڑا کام نہیں کیا۔“

”کتنی بار جیل گیا ہے؟“

”پورا لائف آتا جاتا رہا ہے۔“

”یہ کون ہے۔“

”اپن کافرینڈ۔“

”کتنے دن سے دوستی ہے؟“

”زیادہ پرانا نہیں۔“ ویرو نے اسے سانپ والا واقعہ اور پھر آخر تک کی کہانی سنائی۔

”تجھے اس کا ماضی نہیں معلوم۔“

”جتنا ہم بولا اس سے آگے کچھ نہیں معلوم فادر۔“

”ہاسٹرنے آگے آکر میرے ہاتھ دیکھے، آنکھیں دیکھیں پھر بولا۔“ ”نہیں میڈم، یہ جو

کوئی بھی ہے، کھوئی ہوئی یادداشت کا مریض ہے۔“

”میک اپ کے بارے میں کیا کہتے ہو۔“ اس بار کانتی نے زبان کھولی تھی۔

”میں نے صرف موجودہ بات کی ہے، مسٹر کانتی۔“

”بہر حال میڈم، یہ سندر لال کا آدمی نہیں ہے۔ یہ میں دعوے سے کہتا ہوں اور کسی بری نیت سے یہاں نہیں آیا۔ میں پورا لنک بتا چکا ہوں اور ذمے داری لیتا ہوں۔“

”اسے یہاں سے بھگا دو۔“ کانتی نے کہا۔ ”بات ختم ہو جائے گی۔“

”نہیں، یہ یہیں رہے گا۔“ جولی نے کہا۔

”اوکے کشن تم ویرو کو لے جاؤ۔ اسے یہیں چھوڑ دو، کچھ دن کے بعد ویرو کو بھی یہیں بلا لوں گی۔“

”ایک بات آپ کو بولے میڈم، میرے کو بھی ادھر ہی رکھ لو۔ اپن کسی کے سامنے نہیں آئے گا وعدہ کرتا ہے۔“ ویرو نے کہا اور میڈم کچھ سوچنے لگی۔ پھر بولی۔

”اوکے ٹھیک ہے۔“

پھر وہ سب کمرے سے باہر نکل گئے اور ویرو گہری گہری سانسیں لینے لگا پھر اس نے کہا۔

”تیرے کو ایک بات بولے، بولا۔“

”ہوں۔“

”جھگوان قسم، اپن کو تیرا وی تھو بڑا پسند تھا، تو یار ایک دم بدلا بدلا لگتا ہے۔“

میں ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا تھا۔ پھر اسی رات ہمیں سرونٹ کوارٹر میں منتقل کر دیا گیا۔ میڈم دیو کماری کی کوٹھی بڑی عالیشان تھی۔ بڑا سالان تھا اور یہ سرونٹ کوارٹر دوسرے سرے پر تھا۔ یہاں اور بھی ملازم رہتے تھے۔ لیکن تین دن ہو گئے ہم کسی سے بے تکلف نہیں ہوئے تھے۔ تیسری رات جولی اور اوشا آئیں۔ اوشا سرجیکل بکس اٹھائے ہوئے تھی۔

”تمہارے زخم کیسے ہیں؟“ جولی نے پوچھا۔

”زخم.....؟“ میں نے کہا۔

”بھول گئے۔“

”نہیں، لیکن ٹھیک ہیں۔“

”میں بینڈج بدلوں گی۔“

”مجھے بتائیے میں کیا کروں؟“

”شرٹ اتار دو۔“ اس نے کہا اور میں نے خاموشی سے شرٹ اتار دی۔ وہ اوشا

کے ساتھ مصروف ہو گئی۔ پھر بولی۔ ”اپنا ماضی یاد کرنے کی کوشش کرو۔“

”یاد نہیں آتا۔“

”کچھ لگتا ہے، کبھی خیال آتا ہے کہ تم کچھ اور تھے، کیا تمہارا نام بولا ہی ہے۔“

”مجھے نہیں معلوم۔“

”شاید کوئی پریشانی ہے تمہیں۔“

”نہیں۔“

”کانتی تو نہیں آیا۔“

”نہیں کبھی نہیں آیا۔“

”کوئی ضرورت ہو تو مجھے بتا دینا، میں تمہارے پاس آتی رہوں گی، چلو اوشا۔“ اس

نے کہا اور اوشا نے سرجیکل باکس اٹھالیا پھر دونوں باہر نکل گئیں۔

”یہ جولی بہت اچھی ہے، بے حد مہربان۔“ میں نے کہا۔

”ایسا نہیں ہے پارٹنر۔“ ویرو مسکرا کر بولا۔

”کیا مطلب۔“

”لگتا ہے تیرا بھی جیک پاٹ لگ گیا۔“ ویرو نے اسی انداز میں کہا۔

”پتا نہیں کیا کہتے ہو، میری سمجھ میں تمہاری باتیں نہیں آتیں۔“ میں نے الجھے

ہوئے کہا۔

”چھو کری گھائل ہو گئی ہے، ویسے تو ہے بھی فن ٹوش۔ ایک دم ہیرو لگتا ہے

”اسی وقت دروازہ دوبارہ کھلا اور جولی کی صورت نظر آئی۔ وہ ویرو کو گھور رہی تھی۔ ویرو بوکھلا کر بغلیں جھانکنے لگا۔“ ایسی بات نہیں ہے ویرو، اس طرح کی بکواس کر کے اس کا ذہن خراب نہیں کرو گے سمجھو؟“

”سمجھ گیا میڈم، ایک دم سمجھ گیا، گڈ مارننگ۔“ ویرو نے کھڑے ہو کر سلوٹ جھاڑ دیا۔ دونوں باہر نکل گئیں۔ ویرو نے زبان ہونٹوں میں دبالی پھر آہستہ سے بولا۔ ”ابے جھانک کر دیکھ کہ چلی گئیں یا اب بھی کھڑی ہوئی ہیں۔“

میں نے جھانک کر دیکھا دونوں چلی گئی تھیں۔ پھر وقت گزرتا گیا۔ میڈم ویو کماری نے کئی بار ہم سے ملاقات کی تھی۔ مجھ سے باتیں کی تھیں۔ میں بھی نارمل تھا۔ کوئی خاص بات نہیں ہوئی تھی۔ پھر پہلی تاریخ کو ہمیں تنخواہ ملی۔

”یہ تمہاری پگار ہے۔ یہ ویرو اور یہ بولا۔“ ایک شخص نے ہمیں دو لفافے دیے۔ اس کے جانے کے بعد ویرو نے لفافہ کھولا اور اس سے نوٹ نکال کر گئے۔ ”پانچ ہزار۔“ وہ پھولے ہوئے سانس کے ساتھ بولا۔ ”ابے پانچ ہزار..... تو دیکھ۔“

”یہ بھی پانچ ہزار ہیں۔“ ویرو مجھ سے لپٹ کر ناچنے لگا پھر بولا۔ ”میں بولا تھا کہ جیک پاٹ نکل آیا اپن دونوں کا ایک بات بول میرے کو۔“

”ہوں۔“

”تو ان پیسوں کا کیا کرے گا؟“

”کچھ نہیں۔“

”تم کیا کرو گے؟“

”اپن بھیا، تین ہزار ماں کو بھیج دے گا، دو ہزار اپن رکھ لے گا اور عیش کرے

”یہ پیسے سانولی کو بھیج دو۔“

”سارے۔“ ویرو اچھل پڑا۔

”ہاں۔“ میں کیا کروں گا۔“ میں نے کہا اور ویرو کچھ اداس ہو گیا۔ پھر بولا۔

”ایسا کر، ایک ہزار تو بھی رکھ لے۔ کوئی ضرورت پڑ سکتی ہے۔“

”ٹھیک ہے۔“ میں نے آہستہ سے کہا۔

ویرو نے وہ رقم مٹی آرڈر کرادی۔ پھر کئی دن گزر گئے۔ اور ایک صبح تمام نوکر لان سجانے میں مصروف ہو گئے۔ ہمیں بھی کچھ کام سونپے گئے تھے جسے ہم سرانجام دینے لگے۔ شام کو بہت سی گاڑیاں آئیں۔ ان سے بے شمار لوگ اترے اور لان کی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ ویرو کو کوارٹر بھیج دیا گیا لیکن میرے اوپر پابندی نہیں لگائی گئی۔ پھر پروگرام کا آغاز ہو گیا۔ ایک اسٹیج بنایا گیا تھا۔ ڈانس بنایا گیا تھا۔ ایک انیما جی نے ڈانس پر آکر کہا۔

”دوستو..... شرمیتی دیوی کی سماجی خدمات کسی کی آنکھ سے اوجھل نہیں ہیں۔ وہ اوتار ہیں۔ دھرماتما ہیں، انہوں نے دکھی انسانیت کے لیے جو کچھ کیا ہے میں انہیں بدھائی دیتا ہوں۔“

”بہت سے لوگوں نے اپنی اپنی کمائیاں سنائیں۔ پھر شرمیتی ڈانس پر آئیں۔ لوگ تالیاں بجانے لگے۔ پھر انہوں نے کہا۔“

میرے بھائیو، دولت بڑی بری چیز ہے۔ ایک طرف وہ منش سے اس کی ممانتا چھین لیتی ہے اور اسے سماج کا معاشرے کا مجرم بنا دیتی ہے تو دوسری طرف وہ اسے بڑی مشکلات میں بھی گرفتار کر دیتی ہے۔ پر یہ چھوٹی سوچ کا نتیجہ ہے، مجھے بھگوان نے جو کچھ دیا میرے ماتا پتا کی طرف سے دیا، وہ بہت بڑے لوگ تھے، بڑی دولت اور جائداد چھوڑی تھی انہوں نے جو میرے جھمے میں آئی۔ پتاجی نے اپنا جو کاروبار پھیلا تھا۔ میں نے اسے ختم نہیں کیا۔ حالانکہ عورت ہونے کے ناتے میں یہ کاروبار نہیں چلاتی تھی، لیکن پتاجی نے جن لوگوں کو جو جو ذمے داریاں سونپ دی تھیں وہ انہیں انجام دیتے رہے اور مجھے کبھی چٹا نہیں کرنی

پڑتی۔ بارہا من میں یہ خیال آیا کہ میرا آگے پیچھے کون ہے، بس یہ بچے اور کچھ نہیں، میرے شوہر بھی پر لوگ سدھار چکے تھے، پھر میرے من میں یہ خیال آیا کہ اگر میں یہ کاروبار ختم کر دوں تو وہ لوگ جو برسوں سے پتا جی کا نمک کھا رہے ہیں بیروزگار ہو جائیں گے اور انہیں پریشان ہونا پڑے گا۔ یہ مجھے پسند نہیں تھا، سو میں نے اپنے ساتھ کام کرنے والوں کی ساری مشکلات دور کرنے کا بیڑا اٹھایا اور بھگوان کا شکر ہے کہ اس نے مجھے کامیاب کیا۔ پر اس طرح یوں ہوا کہ وہ لوگ بھی جم کر کام کرتے لگے اور انہوں نے پتا جی کے کاروبار کو چار چاند لگا دیے۔ دولت پھر میرے لیے ایک مسئلہ بن گئی۔ میں نے سوچا کہ اب کیا کرنا چاہیے، پھر مجھے خیال آیا کہ سنسار میں اور بھی تو بہت سے ہیں جن کے لیے مشکلات کے دروازے کھلے ہوئے ہیں اور میں نے ان کے لیے کام کرنا شروع کر دیا، دھرتی بہت بڑی ہے، انسان بہت ہیں، سب کے لیے میں کچھ نہیں کر سکتی تھی، پر جو میرے سامنے آیا، جو میں نے سوچا اس کے لیے میں کام کرتی رہی اور بھگوان کی دیا ہے کہ آج بہت سے ادارے میرے نام پر کام کر رہے ہیں۔ سنسار کے لیے بڑی مشکلات ہیں اور منہش کے لیے جینا اتنا مشکل ہو چکا ہے کہ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا، ہزاروں مسائل ہیں، ہزاروں مسئلے ہیں۔ کچھ لوگ سارے لوگوں کی مدد نہیں کر سکتے، لیکن جس کی بھی مدد ہو جائے اچھی بات ہے۔ ان دونوں بڑے زور و شور سے منشیات کا چرچا ہے اور میں نے خود بھی اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، سیکڑوں جوان، بچے جو دھرتی کا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھانے کے لیے پیدا ہوئے تھے اب خود دھرتی کا بوجھ بنے ہوئے ہیں اور ان کے گھر والے ان سے پریشان ہیں، دوش ان کا نہیں ہے وہی بات جو میں نے کہی کہ کچھ بر۔

لوگوں نے برائیاں اپنائی ہیں اور منشیات کا کالا دھندہ کر کے وہ اپنی تجوریاں بھر رہے ہیں مریض بھگوان جانے دولت کے اس ڈھیر کا وہ کیا کریں گے، ہاں جو اپرا دھ وہ کر ناقابل برداشت ہیں۔ ہم ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ یہ سرکار کا کام ہے کہ بچے میں کسی قدر فخر دیکھ بھال کرے اور انہیں ان برے دھندوں سے روکے، ہاں جو ان

ان میں سے کچھ کے لیے کچھ کرنے کا بیڑا میں نے اٹھایا ہے اس اپنا ماضی نہیں یاد رکھتا۔

لوگوں کو تکلیف دینے کا باعث بنی ہوں کہ اس بارے میں سوچیں مجھے مشورے دیں کہ میں کیا کروں، کیا کرنا چاہیے مجھے، اپنی جیسی تو سب کچھ کر رہی ہوں، میں ایک ایسا ادارہ قائم کرنا چاہ رہی ہوں جس میں منشیات کے شکار نوجوانوں کو طبی سہولتیں دی جائیں۔ انہیں اس لعنت سے چھٹکارا دلانے کی کوشش کی جائے، مجھے آپ کے مشورے چاہئیں اور اسی لیے آج آپ کو میں نے تکلیف دی ہے۔“

”دھنوا۔“

شریمتی دیو کماری ڈاکس سے اتر آئیں اور لوگ آپس میں چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ ان میں سے ہر ایک شریمتی کی تعریف کر رہا تھا۔ میں بھی خاموشی سے بیٹھا ہوا۔ یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ میرے ذہن میں کچھ بھی نہیں تھا یہ جو کچھ ہو رہا ہے کیا ہے، کب تک ہوتا رہے گا، کون کیا کر رہا ہے، یہ وہی جانے، میں کیا جانوں۔ غرضیکہ تقریب ختم ہو گئی اور اس کے بعد پھر وہی روز مرہ کے معمولات، جولی واقعی اپنی ماں جیسی انسان دوست تھی، کانتی بھی نظر آتا تھا، لیکن میری جانب مخاطب نہیں ہوتا تھا، اسے بلاوجہ مجھ سے پر خاش ہو گئی تھی، یہاں تک کہ وہ دن آگیا جب ہم دونوں کو شریمتی دیو کماری نے اپنے کمرے میں طلب کیا اور اس وقت نہ جانے کیوں وہ مجھے بالکل بدلی بدلی محسوس ہوئی، کمرے میں صرف وہی آدمی تھا جسے ماسٹر کہہ کر مخاطب کیا گیا تھا، وہ خاموش بیٹھا ہوا تھا، دیو کماری نے ہم دونوں کو دیکھا اور بولی۔

”تم دونوں یہاں آرام سے ہو، کوئی پریشانی تو نہیں ہے تمہیں؟“

”نہیں دیوی جی، کیا ہے آپ کی۔“ ویرو بولا۔

”ایک مہینے کی تنخواہ لے چکے ہو تم دونوں۔“

”جی دیوی جی۔“

”اور ویسے بھی تم پر اچھا خاصا خرچ ہو رہا ہے۔“

”جی۔“

”اس کی ادائیگی کیسے کرو گے۔“

”ہم..... ہم نہیں جانتے دیوی جی، کشن سیٹھ۔“
 ”کشن سیٹھ تمہاری طرف سے بری الذمہ ہو چکا ہے اور اب تم صرف میرے لیے کام کرنے والوں میں سے ہو۔“

”دیوی جی ہم آپ پر اپنی جان بچھا کر دیتے ہیں۔“
 ”بڑی بڑی باتیں مت کرو، لوگ جتنی بڑی باتیں کرتے ہیں اتنے ہی تکتے ثابت ہوتے ہیں۔“

”ہم تکتے نہیں ثابت ہوں گے دیوی جی۔“
 ”تو پھر آج میں نے تمہیں جس کام کے لیے بلایا ہے اسے کے لیے تم اپنے آپ کو تیار کر لو۔“

”ہم تیار ہیں دیوی جی۔“
 ”تمہیں ایک ٹرک لے کر سرحد پار کرنا ہے، ہوشیاری کے ساتھ پوری ذمہ داری کے ساتھ، کوئی غلطی نہ ہونے پائے، کشن سیٹھ کا کہنا ہے ویرو کہ تم بڑی اچھی گاڑی چلا لیتے ہو؟“

”جی دیوی جی۔“
 ”اور تم بھی ڈرائیونگ کر لیتے ہو؟“

”جی۔“ میں نے آہستہ سے کہا اور دیو نکاری مجھے بغور دیکھنے لگی۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

”چلو ٹھیک ہے یہ اچھی بات ہے کہ تم دونوں ہی گاڑی چلا لیتے ہو، سفر لمبا ہوگا، خطرناک ہوگا، تمہیں ہر قیمت پر یہ ٹرک لے کر سرحد پار کرنا ہے، سرحد پر ہمارے کچھ انتظامات ہوتے ہیں، لیکن پھر بھی کہیں کچھ گڑبڑ ہو سکتی ہے، تم لوگوں کو یہ گڑبڑ سنبھالنی ہے سمجھو۔ اصل بات یہ ہے کہ ہمارے جو آدمی اب تک سرحد پار کر کے ہمارے کام سے جاتے رہے ہیں وہ سرحدی محافظوں کی نگاہوں میں آگئے ہیں اور اب ان کا جانا خطرناک ہے تم دونوں بالکل نئے ہو اگر تم کامیابی سے اپنی منزل پر پہنچ گئے اور ہمارا کام کر کے

واپس آئے تو سمجھ لو کہ سال بھر کی چھٹی ہو جائے گی تمہاری اور اس کے بعد فوری طور پر تم سے کوئی کام نہیں لیا جائے گا یا اگر لیا بھی جائے گا تو تمہیں اس کا اتنا معاوضہ دیا جائے گا کہ تم سوچ بھی نہیں سکو گے۔“

”جی دیوی جی، جیسا آپ کا حکم۔“

”تو پھر تم تیار ہو؟“

”جی بالکل، کب جانا ہے ہمیں؟“

”آج ہی رات کو۔“ شرمیستی دیو نکاری نے کہا پھر وہ بہت دیر تک ہم دونوں کو بہت کچھ سمجھاتی رہیں، ماسٹر بھی ان کی گفتگو میں شریک رہا تھا اس نے بتایا کہ ہمارے پاس ہمارے کاغذات ہوں گے اور ہمیں نہایت ہوشیاری کے ساتھ اپنا یہ کام سرانجام دینا پڑے گا۔ اس کے بعد ہمیں واپس کوارٹر میں بھیج دیا گیا تھا۔ ویرو نے پر خیال انداز میں کہا۔

”کو پارٹر میں نے بولا تھا لائری نکل آئی ہے اور ہمارا کام فرسٹ کلاس شروع ہو گیا ہے۔“

”ٹھیک ہے اب ہمیں اپنا یہ کام بڑی خوبصورتی سے سرانجام دینا ہوگا۔“ بہر حال مجھے اس بات سے کوئی دلچسپی نہیں تھی کہ وہ سب کچھ کیا ہے، میں تو خاموش ہی تھا اور بڑی عجیب سی کیفیت کا شکار، وقت گزرتا رہا۔ پھر رات کو ہم لوگوں کو طلب کر لیا گیا۔ ایک چھوٹا سا ٹرک تھا۔ بڑا مضبوط اور بالکل نیا، وہ بظاہر کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا لیکن اس کے سرحد پار بھیجنے کا کوئی خاص ہی مقصد ہوگا، دیے جس علاقے میں ہم تھے وہ سرحد سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھا، راستے بتا دیے گئے اور ویرو نے اسٹیرنگ سنبھال لیا۔ ٹرک ڈرائیو کرتے ہوئے وہ بولا۔

”میں تو پہلے ہی سمجھ گیا تھا۔ یہ سارے کام ایسے ویسے نہیں ہوتے، بولا ان میں بڑی چالاکی سے کام کرنا پڑتا ہے۔“
 ”میں سمجھا نہیں؟“

”تمہیں پتا ہے دیوی جی نے کتنا بڑا بھاشن دیا تھا؟“

”ہاں۔“

”دنیا سے بے پروائی کا اظہار کیا تھا انہوں نے؟“

”ہاں، کیا غلط کہا تھا۔“

”اب یہ کیا ہے جو ہم کر رہے ہیں۔“

”میں نہیں جانتا۔“

”جانتا تو میں بھی نہیں ہوں پارنر، لیکن اس ٹرک میں کوئی نہ کوئی ایسی چیز ضرور ہے جو ہمیں سرحد پار پہنچانی ہے اور دیوی جی کا یہی دھندہ معلوم ہوتا ہے۔“ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ہم ان پہاڑیوں کے نزدیک پہنچ گئے تھے جن کے دوسری جانب نئی سرحد شروع ہوتی تھی، لیکن سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ یہ سب کیا ہے، مجھے اپنا بدن بڑا ہلکا ہلکا محسوس ہو رہا تھا۔ ویرو ڈرائیو کر رہا تھا۔ پھر ویرو نے کہا:

”سنو پارنر! اب اسٹیرنگ تم سنبھال لو راستہ میں بتاتا جاؤں گا، میں کچھ تھکن محسوس کر رہا ہوں، یا اگر یہ تھکن نہیں ہے تو تم یہ سمجھ لو تھوڑا سا ڈر ہے۔ بہر حال ہم ایک خطرناک کام کرنے جا رہے ہیں اور میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ میں اب تک چھوٹے موٹے کام تو کرتا رہا ہوں کوئی بڑا کام میں نے آج تک نہیں کیا ہے۔“ میں نے خاموشی سے ویرو کی جگہ سنبھال لی اور ٹرک اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دیا۔ ویرو کسی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ پھر اس نے جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکالا اور ایک سگریٹ نکال کر ہونٹوں میں دبالی۔ میں نے تعجب سے اسے دیکھا۔

”ویرو، تم سگریٹ کب سے پی رہے ہو؟“

”یار، ب..... بس سمجھ لے اپنے آپ کو سنبھالا دے رہا ہوں۔“ اس نے

جواب دیا اور بولا۔

”آگے سے اٹنے ہاتھ پر مڑ جانا ہے، ایک سڑک نظر آئے گی یہی بتایا گیا ہے ہمیں۔“

لیکن جس جگہ پر مڑے وہاں سڑک نہیں بلکہ ایک کچی پگڈنڈی تھی جو نہ جانے کہاں تک

چلی گئی تھی۔ بہر طور میں نے اس پگڈنڈی پر ٹرک ڈال دیا اور ہم تیز رفتاری سے اپنا سفر طے کرنے لگے ہمیں اندازہ نہیں تھا کہ آگے ہمیں کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ پھر مشکلات کا آغاز ہو گیا۔ ہم پر ٹارچوں کی روشنی پڑی آگے ایک رکاوٹ لگی ہوئی تھی اور یہاں کچھ فوجی جوان نظر آرہے تھے۔“

”مر گئے۔“ ویرو نے آہستہ سے کہا۔ یہاں ٹرک کو روک دیا گیا۔ ہم سے نیچے

اترنے کے لیے کہا گیا اور ہم نیچے اتر گئے۔

”کانڈات۔“ ایک فوجی نے سوال کیا اور ویرو نے کانپتے ہاتھوں سے اپنی جیب سے

کانڈات نکال کر اس کے سامنے کر دیے۔ وہ لوگ ٹارچ کی روشنی میں ان کانڈات کو دیکھنے لگے تھے۔ پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

”ٹرک کی تلاشی لو۔“ اور پھر چند جوان ٹرک پر چڑھ گئے، میں خاموشی سے ان کی

یہ کارروائی دیکھ رہا تھا۔ ویرو کے بدن میں البتہ کپکپاہٹ نظر آرہی تھی۔ شیر کا بچہ اس وقت گیدڑ بن چکا تھا۔ وہ لوگ نیچے اتر آئے اور پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

”نہیں سر ٹرک ٹھیک ہے۔“

”ہوں، کانڈات بھی ٹھیک ہیں جاؤ؟“ انہوں نے کہا اور ویرو نے اطمینان کی گہری

سانس لی، اسٹیرنگ بھی اس نے خود ہی سنبھال لیا تھا۔ ٹرک اسٹارٹ ہوا۔ رکاوٹ ہٹ گئی اور وہ آگے بڑھ گیا۔

”یار ایک بھی بات جو سمجھ میں آرہی ہو، کیا ٹرک خالی ہے؟“ ویرو نے آہستہ سے

کہا۔

”پتا نہیں۔“ میں نے جواب دیا۔

”بس تیری یہی بات مجھے بری لگتی ہے، تجھے تو کسی بات کا پتا ہی نہیں۔“ دفعتاً

عقب سے سائرن کی آواز ابھری اور پھر تیز روشنی ہمارے ٹرک کو اپنے حصار میں لیے

ہماری جانب بڑھنے لگی۔

”یہ یہ..... کلک..... کیا ہوا؟“ دھتکا ہی پیچھے سے آواز آئی جو شاید میگافون کی

تھی۔

”رک جاؤ ٹرک ڈرائیور، رک جاؤ، رک جاؤ ورنہ تم پر گولی چلا دی جائے گی۔“

”ارے بے..... باپ رے، یہ کک..... کیا کڑ بڑ ہو گئی؟“

”پتا نہیں اب یہ لوگ ہمیں کیوں روک رہے ہیں؟“

”میرا خیال ہے بھاگ لینا زیادہ مناسب ہے۔“ ویرو نے کہا اور ٹرک کی رفتار بڑھا

دی۔

اب ٹرک ٹامہوار راستے پر اچھلتا کودتا دوڑ رہا تھا اور پیچھے بھی شاید کوئی گاڑی ہی آ رہی تھی، اس سے مسلسل ہمیں وارننگ دی جا رہی تھی، لیکن ویرو نے ٹرک نہیں روکا، پھر عقب سے گولیوں کی بوچھاڑ آئی اور شاید ٹرک کے ٹائر پتھر ہو گئے، ویرو جلدی سے انجن بند کر کے نیچے کود گیا اور اس نے مجھ سے کہا۔

”نیچے آ جاؤ، نیچے آ جاؤ۔“ پھر ہم دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر بری طرح دوڑ لگانے لگے۔ بڑے بڑے پتھر چٹائیں اور نہ جانے کیسے کیسے راستے سامنے آ رہے تھے۔ ویرو جان توڑ کر دوڑ رہا تھا اور میری سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی تھی کہ جب پہلے ہمیں چھوڑ دیا گیا تھا تو بعد میں کیوں روکے جانے کی کوشش کی جا رہی تھی، اور اگر روکا جا رہا تھا تو پھر ویرو بھاگنے کیوں لگا ہے، لیکن شاید ہماری شاید ہی آ رہی تھی، ہم لوگ بری طرح دوڑ رہے تھے، راستوں کا کوئی تعین نہیں تھا۔ عقب میں روشنیوں کی زبانیں لہرا رہی تھیں، غالباً وہ ہمیں تلاش کر رہے تھے۔ دفعتاً میرا پاؤں پھسلا اور میرا ہاتھ ویرو کے ہاتھ سے نکل گیا۔ نیچے کافی گہرائی تھی اور میں اپنا توازن نہیں سنبھال سکا تھا۔ پھر ایک زور دار چھپا کے کی آواز ہوئی اور میں بہتے ہوئے پانی میں گر پڑا لیکن پانی نے میرا وزن سنبھال لیا تھا۔ البتہ اس کے بہنے کی رفتار بہت تیز تھی، میں نے لاکھ کوشش کی کہ اپنے آپ کو سنبھال کر روکوں، ویرو کا اندازہ لگاؤں، لیکن نہ رک سکا اور تھوڑی دیر کے بعد میری تمام جدوجہد سست پڑ گئی میں تنکے کی طرح پانی کی دھار پر بہنے لگا۔ حالانکہ پانی کا قاتل شور، بدن کی بے وقعتی کسی بھی انسان کو ہوش و حواس سے عاری کر سکتی تھی لیکن یہ بھی ایک عجوبہ تھا کہ

میرے حواس قائم تھے۔ میں یہ بات محسوس کر رہا تھا۔ سوچ رہا تھا کہ مملکت دھارا نہ جانے مجھے کہاں لے جائے گا۔ وقت کا اندازہ بھی لگا رہا تھا۔ یہ بھی سوچ رہا تھا کہ اگر پانی کے راستے میں کوئی چٹان آگئی تو میں پاش پاش ہو جاؤں گا۔ سارے خیالات دل میں تھے۔ پھر یہ شور اور بھیانک ہو گیا، اتنا بھیانک کہ زمین آسمان ٹکراتے محسوس ہونے لگے۔ پھر اچانک یوں محسوس ہوا جیسے میں آسمان سے گر پڑا ہوں۔

بس اس سے زیادہ قوت برداشت انسانی مرشت سے باہر تھی۔ سو گیا، جاگ گیا۔ زندگی شاید سونے جاگنے ہی کا نام ہے۔ روشنی، اندھیرا، سیاہی، سفیدی اور عمر کا سفر جاری تھا۔ زندگی کے تمام آثار موجود تھے۔ دل میں ایک خوشی تھی پورے وجود میں فرحت کا احساس تھا۔ بالکل یوں جیسے اب تک کی مشقت کا بوجھ وجود سے اتر گیا ہو۔ ترو تازہ، چست و چالاک، بدن میں مسرت کی لہریں دوڑ رہی تھیں۔

پھر حواس کا عمل شروع ہوا، آنکھوں کے کیمرے نے ماحول کی تصویر کشی شروع کر دی۔

وسیع و عریض ہال تھا، ٹھنڈا، پرسکون، سفید دیواروں والا، بدن کے نیچے نرم بستر تھا۔ کچھ فاصلے پر ایک عجیب سی مشین نظر آ رہی تھی جس پر قوس و قزح کے رنگ چل رہے تھے۔ مشین سے کچھ اوپر ایک بڑا سا اسکرین لگا ہوا تھا اور اس اسکرین پر رنگین نقطے رقصاں تھے۔

”یہ کیا قصہ ہے، کہاں آگیا میں، یہ کون سی جگہ ہے، کہاں سے سفر کا آغاز کیا تھا؟ وہ لمحات جو مجھ پر بیتے کیا تھے اور میرا ذہن سوچوں میں ڈوب گیا۔ جبکہ یاد آیا، وہ پروجیکٹ یاد آیا جو میری کاوشوں سے تباہ ہوا تھا۔ پھر وہ ہیلی کاپٹر یاد آیا جس پر ہم فرار ہونے کی کوشش کر رہے تھے اور اس کے بعد فضا میں بلند ہوتا ہوا وہ انوکھا وجود یاد آیا جو ہیلی کاپٹر سے نکلایا تھا۔ میری نگاہیں بے خیالی کے عالم میں اس اسکرین پر لگی ہوئی تھیں جو میرے سامنے روشن تھا اور حیرت ناک بات یہ تھی کہ اسکرین پر مجھے وہ مناظر یاد آ رہے تھے جو پروجیکٹ کی تباہی کے آخری مناظر تھے اور اس کے بعد اچانک ہی آگے کا سلسلہ منقطع

ہو گیا۔ اسکرین پر رنگین نقطے ناچنے لگے۔ مجھے اپنے بدن کا خیال آیا۔ ہیلی کاپٹر کی تباہی کے نتائج کیا ہوئے تھے اور وہ میرے جسم پر کس انداز میں نقش ہوئے تھے۔ میں برق رفتاری سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اپنا جائزہ لینا چاہتا تھا، کیا ٹوٹ پھوٹ ہوئی میرے اندر، لیکن پھر احساس ہوا کہ میں تو ٹھیک ہوں چاق و چوبند تندرست و توانا، لیکن وہ حیرت ناک اسکرین، جو کچھ میں سوچ رہا تھا، مجھے نظر کیسے آ رہا تھا اور وہ بھی ایک غیر جگہ، ارے باپ رے یہ جگہ کون سی ہے۔ ہیلی کاپٹر کے حادثے کے بعد کیا ہوا میں نے آنکھیں بند کیں اور ایک دم میرے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ اس جھٹکے سے میں نے آنکھیں کھول دیں۔ میں ایک عجیب و غریب کیفیت میں تھا اور شاید میرا وجود کہیں اور سے کنٹرول ہو رہا تھا۔ میں بعد کے واقعات یاد کرنے لگا تو مجھے نہ جانے کیسے کیسے مناظر یاد آئے۔ پھر وہ ریلوے کالونی اسکرین پر نظر آئی۔ وہاں سانولی اور اس کی ماں بعد میں ویرہ اور اس کے بعد دیو کماری، پھر وہ سفر جو میں نے ایک تیز و تند ٹالسے پر طے کیا تھا لیکن سارے کا سارا اس اسکرین پر..... میں اپنے بدن کے روٹھے کھڑے ہوتے ہوئے محسوس کرنے لگا۔ یہ کس ظلم میں آپھنسا ہوں ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا اور میں نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسکرین کو دیکھا وہاں ایک بار پھر نقطے ناچ رہے تھے۔ میں سچ سچ سراپمہ ہو کر اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔ تب ہی سفید ہال کے سامنے والی دیوار کا دروازہ کھلا اور سلک کے سفید لباس میں ملبوس ایک پراسرار وجود اندر داخل ہوا لیکن جب وہ دو قدم آگے بڑھا اور میری بینائی کی زد میں آگیا تو میرے پورے بدن میں سنسنی کی شدید لہریں دوڑنے لگیں۔ کیسے نہ پہچانتا اسے کیسے نہ پہچانتا، اس سے تو میری زندگی کا گہرا ربط رہا تھا۔

”ہاں یہ کوئین میکوویا تھی، میری دوست، میری ساتھی ایسی قابل اعتماد دوست جسے میں زندگی کے کسی لمحے میں فراموش نہیں کر سکتا تھا۔ میں حیرت و اشتیاق کے عالم میں اسے اپنی قریب آتے ہوئے دیکھتا رہا۔ اور وہ عدم وجود، مادی شکل میں میرے سامنے آکھڑا ہوا۔“

”میرے دوست میرے پیارے دوست دانش منصور۔“

”اور تم اپنے چند الفاظ میں مجھے یہ یقین دلاؤں گی کہ میں زندہ ہوں اور ہوش و حواس کے عالم میں بھی ہوں۔“

”ہاں تم زندہ بھی ہو اور ہوش و حواس کے عالم میں بھی ہو۔ ویسے بھی وہ جو لاکھوں کیا کروڑوں کی زندگی کے لیے راہبرد راہ نما ہوتے ہیں اتنی آسانی سے نہیں مر جاتے۔ ان کی موت سے ان کا نہیں بلکہ کروڑوں افراد کا نقصان ہوتا ہے۔ تمہیں مرنا نہیں چاہیے تھا۔ ابھی تو تمہاری زندگی ایک مشن کی حیثیت رکھتی ہے، مشن ختم ہو تو موت آتی ہے، تمہارا مشن ابھی ختم کہاں ہوا ہے۔“

”کوئین میکوویا یہ تم ہی ہو؟“

”ہاں میرے دوست اور تم اس وقت بلیک چینل میں ہو۔“

”اف میرے خدا یہ سب کیسے ہو گیا۔“

”کیا تم ناواقف ہو؟“

”مطلب.....؟“

”چلو ٹھیک ہے میں جانتی ہوں تمہارا ذہن اس وقت آفاقی حیثیت رکھتا ہے وہ سب کچھ دیکھ سکتے اور سوچ سکتے ہو سمجھ سکتے ہو جو سمجھنا چاہو لیکن ہاں کچھ لحاظ ایسے ہیں جنہیں یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ تمہاری نیند کے لحاظ تھے یعنی وہ جب تم بلندی سے اس دریا سے سمندر کا سفر کر رہے تھے اور اس کے بعد باقی لحاظ بھی یقیناً تمہارے ذہن سے روپوش ہوں گے، لیکن میں نے تمہارے ان تمام سوالات کا بہتر دست کر لیا تھا جو ہوش آنے کے بعد تمہارے ذہن میں پیدا ہو سکتے تھے۔“

دنیا۔ پھٹی پھٹی آنکھوں سے کوئین میکوویا کو دیکھتا رہا اس نے ایک طرف پڑی ہوئی امکانات۔ رہ بیٹھ گئی۔ پھر بولی۔

چاروں طرف۔ کیفیت میں ہو؟

لگی کہ دانش منصوبہ آغوش ماور میں ہوں اور پیدا ہوئے زیادہ وقت نہیں گزرا۔

کوشش کیوں نہیں کی۔ دانش منصور، یہ ایک بہت بڑی سچائی بھی ہے۔

”مطلب۔“

”تم واقعی ایک نئی زندگی کے حامل ہو اور یہ نئی زندگی یوں سمجھ لو تمہارے وجود کی ساری بہتر قوتوں کے ساتھ تمہارے ہمراہ ہے۔“

”ہتاؤ گی کیسے؟“

”ہاں میں تو اس وقت کا انتظار کر رہی تھی جب تم پورے ہوش و حواس کے ساتھ جاؤ۔ ایسا ہی ایک اسکرین میرے آپریشن روم میں بھی تھا جیسے اسکرین پر تم اپنا ماضی دیکھ چکے ہو۔“

”مم..... ماضی.....“

”ہاں تم..... چلو چھوڑو۔ ہم وہاں سے ابتدا کرتے ہیں مگر نہیں۔ تمہاری تو کوئی ابتدا ہی نہیں ہے دانش منصور چلو ٹھیک ہے تم سمجھ لو کہ تم اس پروجیکٹ پر اپنے مشن کو سرانجام دے رہے تھے۔ وہ مشن جو ساری برائیوں کے باوجود تم نے اپنی زندگی کا مقصد بنایا تھا۔“

”کوئین میکوویا.....؟“

”سنو“ پہلے پوری بات سنو اور پھر وہ پہلی کا پڑتباہ ہو گیا اور تم زخمی ہو گئے۔ تمہارے سر میں چوٹ لگ گئی اور تم اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھے۔ اس عدم توازن کے عالم میں تم بھٹکتے ہوئے وہاں جا پہنچے جہاں چند کرداروں نے تمہاری پرورش کی اور پھر تم دوسرے مراحل سے گزرتے ہوئے آخر کار سمندر میں آ گئے۔ یاد ہے سب کچھ؟“

”ہاں یاد ہے۔“

”اور جانتے ہو یہ ان لمحات کی باتیں ہیں جب تم کھوئی یادداشت سبکست جسے

”تھے۔“

میں سنسنی کے عالم میں یہ سب کچھ سن رہا تھا کوئین میکوویا کے لپیرے سامنے آکھڑا پیدا ہو گیا تھا۔

”اور یہ میں نے کیا ہے“ کھوئی ہوئی یادداشت کا مرثیہ۔

لیکن کیا ہی دلچسپ تجربہ رہا۔ تمہیں اپنے دونوں پورشن یاد ہیں، سمجھ رہے ہو نا تم؟ یہ میری کاوشوں کا نتیجہ ہے، میں تمہیں زیادہ الجھاؤ کا شکار نہیں رکھوں گی، بس یوں سمجھ لو کہ میری اور تمہاری تقدیر کے تار ایک دوسرے سے منسلک ہیں۔ یہی نہیں بلکہ میں تو دعوے سے یہ بات کہوں گی کہ یہ سب کچھ ان آفاقی قوتوں کا کرشمہ ہے جو ہماری اور تمہاری ذہنی پہنچ سے بہت بلند ہیں۔ ہاں دانش منصور، قدرت نے مجھے سائنس کی ان قوتوں سے نوازا ہے جس کے لیے اس نے وعدہ کیا تھا کہ کائنات تمہارے لیے مسخر ہے محنت کرو جہاں تک جاسکتے ہو جاؤ اور حاصل کرلو، میں اس نظریے سے منکر نہیں ہوں، کچھ بھی نہیں مانتی میں، کون سا مذہب ہے، کہاں پیدا ہوئی لیکن اس ذات ایزدی کی دل و جان سے قائل ہوں جس نے انسان کو قوتوں سے نوازا ہے بس یوں سمجھ لو کہ میرا بھی ایک مشن ہے اور جب تک میں زندہ ہوں اس مشن پر کام کر رہی ہوں۔ لیکن بات یہیں ختم نہیں ہوگی بلکہ جینل میں کوئین میکوویا کے بعد ایسی درجنوں کوئین میکوویا پیدا ہو جائیں گی جو میرا مشن سنبھالیں گی۔ تو میں تم سے کہہ رہی تھی کہ اس وقت میرا ایک بحری جہاز ایک مشن کو سرانجام دے کر واپس آ رہا تھا اور اس میں ایسے لوگ سوار تھے جو دانش منصور سے واقفیت رکھتے تھے۔ دانش منصور کی زندگی کے تار اس ذات باری نے قائم رکھے اور ہمیں یہ اعزاز عطا کیا کہ ہم اسے دوبارہ قابل عمل بنائیں، سو یہی ہوا۔ ان لوگوں نے تمہیں سمندر سے نکال کر جہاز میں محفوظ کر لیا۔ مجھے اطلاع دی گئی اور میں وہاں پہنچ گئی کیونکہ میرا گمشدہ دوست مجھے دوبارہ مل گیا تھا۔“

پھر دانش منصور میں تمہیں بلکہ جینل لے آئی۔ آہ تم نہیں جانتے، میں نے شاید دنیا کے ہر گوشے میں ہر خطے میں جہاں میری پہنچ ہو سکتی تھی، جہاں تمہارے ملنے کے امکانات تھے، تمہیں تلاش کیا اور اس وقت میری مایوسیاں آخری حد تک پہنچ گئیں جب چاروں طرف سے مجھے ناکامیوں کی اطلاع ملی۔ میں انتہائی غم و اندوہ کے عالم میں سوچنے لگی کہ دانش منصور کہاں چلا گیا کہاں گم ہو گیا؟ اس نے مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کیوں نہیں کی۔ بعد کی باتیں بعد میں کروں گی دانش منصور، تمہیں وہ سب کچھ

بتادوں جو تمہاری حالیہ الجھن دور کر دے۔ میں تمہیں بلیک چینل لے آئی، یہاں لانے کے بعد میں نے سب سے پہلے تمہارے دماغ کی طرف توجہ دی۔ میں نے تمہارا دماغ تمہارے سر سے نکال لیا اور اسے سات دن تک آبرو دیشن میں رکھا۔ میں یہ جاننا چاہتی تھی کہ اس دماغ میں کیا تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں اور جب میں اس دماغ کی چھان بین کر رہی تھی تو مجھے تمہارے ماضی کے وہ تمام واقعات معلوم ہوئے، پریشان نہ ہونا تم وہ اسکرین دیکھ چکے ہو، وہ تمہارے دماغ سے منسلک کر دیا گیا ہے اور تم جو کچھ سوچو گے وہ اس پر تصویری شکل میں دیکھ سکتے ہو۔ تب مجھے تمہارے ماضی کی ایک بات معلوم ہو گئی اور اس کے بعد میں نے تمہارے دماغ کے ان ٹوٹے ہوئے خیلوں کو جوڑنے کی کوششیں شروع کر دیں، جن کی وجہ سے تمہیں بہت سی باتیں یاد نہیں آسکی تھیں۔ خدا کا شکر ہے کہ میں تمہارے دماغ کو پھر اسی کیفیت میں لاسنے میں کامیاب ہو گئی اور میں نے اسے از سر نو صاف ستھرے دماغ میں تبدیل کر دیا اور اس کے بعد آپریشن کے ذریعے اسے تمہارے سر کے خول میں رکھ دیا گیا۔ اس طرف سے مطمئن ہونے کے بعد میں نے تمہاری فزیکل اصلاح شروع کی اور تمہارے بدن میں جو جو کمی واقع ہو گئی تھی اس کی تکمیل کر دی، یہ ہے وہ سب کچھ جو میں نے ان دنوں یہاں رہ کر کیا اور آخر کار مجھے مسرت ہے کہ میں اپنے سب سے پیارے دوست اپنے سب سے قریبی ساتھی دانش منصور کو پھر وہی حیثیت دینے میں کامیاب ہو گئی جو اس کی اپنی اصل حیثیت تھی۔

میں سکتے کے سے عالم میں یہ سب کچھ سن رہا تھا۔

”اگر کوئی میکوویا کے بارے میں اب بھی کچھ شبہات ہیں تو براہ کرم انہیں دل سے نکال دو، میں تم سے کہہ چکی ہوں کہ جتنی بیماریاں اس کائنات میں پیدا کی گئی ہیں ان سب کی دوائیں موجود ہیں اسے یوں سمجھ لو کہ انسان وہاں تک پہنچ سکے تو انہیں حاصل کر لے۔ جو کچھ مجھے حاصل تھا اس کے تحت میں نے تمہارے لیے کوششیں کیں اور ان دنوں میں نے اپنے تمام کام معطل کر دیے تھے اور اب میں تمہیں اپنی آنکھوں کے سامنے صحیح سالم بیٹھا ہوا دیکھ رہی ہوں۔“

میں نے ایک گہری سانس لی، اس میں کوئی شک نہیں کہ کوئین میکوویا کا طلسمی وجود میرے لیے بڑی تقویت کا باعث تھا۔ وہ کسی بھی طرح میرے کسی اعتماد اور اعتقاد سے نہیں ٹکراتی تھی اور نہ ہی اس کے اور میرے درمیان کسی بھی قسم کا کوئی ذرہ برابر اختلاف موجود تھا۔ میرے لیے اس سے زیادہ مسرت کی بات اور کوئی نہیں ہو سکتی تھی کہ زندگی کے نہ جانے کون کون سے مرحلوں سے گزرنے کے بعد میں آخر کار ایک ایسی منزل پر پہنچ گیا جو میرے دل میں ضرور تھی، لیکن ان حالات میں جب میں مشکلات کا شکار تھا میری انا نے مجھے کوئین میکوویا کی طرف رجوع کرنے سے باز رکھا تھا میں بے کسی اور بے بسی کے عالم میں اس تک نہیں جانا چاہتا تھا۔ بہر حال اب جب کہ وقت مجھے اس تک لے آیا اور ایک عجیب و غریب کیفیت میں لے آیا تو میں وقت کی اس عنایت کو قبول کرنے سے گریز نہیں کر سکتا تھا، چنانچہ میرے ہوتوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔



”ہیں“ تم مسکرا رہے ہو جبکہ میرے دل میں اب تمہارے لیے شکوے پیدا ہو رہے ہیں“ مجھے دانش منصور، کیا مشکل ترین حالات میں ہم دونوں نے ایک دوسرے کا ساتھ نہیں دیا ہے، کیا کوئین میکویا اس قدر ناقابل اعتماد دوست تھی کہ مشکلات کا شکار ہونے کے بعد تم اس کی جانب رجوع نہیں ہوئے۔“

میں نے سر نہ نگاہوں سے کوئین میکویا کو دیکھا اور کہا۔ ”کوئین بے شک تم اس قدر قابل اعتماد دوست تھیں لیکن میں حالات سے شرمندہ ہو گیا تھا، کوئین میں جانتا ہوں کہ تمہیں تمام تفصیلات معلوم ہوں گی۔ میں اس وقت بھی اپنے وطن کو دوش نہیں دوں گا نہ ہی اہل وطن کو۔ یہ تو حالات کی تبدیلیاں ہوتی ہیں کچھ ایسے لوگ آگئے ہیں جنہیں دانش منصور سے کوئی شکوہ ہو گا۔ انہوں نے دانش منصور کے ہر منصوبے کو فاکر دیا، میں ان سے بالکل شکایت نہیں رکھتا، ہو سکتا ہے اس میں ان کی کوئی بہتری ہو۔ ہو سکتا ہے انہوں نے یہی مناسب سمجھا ہو۔ مجھے تو بس ایک دکھ تھا جو کچھ میں اہل وطن کے لیے کرنا چاہتا تھا اس کے راستے روک دیے گئے تھے اور بظاہر یہ راستے روکنے میں مجھے ان کا کوئی مفاد نظر نہیں آتا تھا اور میں یہ سمجھتا ہوں کوئین میکویا کہ اس میں ان کا کوئی قصور بھی نہیں ہو گا۔ یہ بات تم اچھی طرح جانتی ہو کہ کچھ ایسے ادارے جو ساری دنیا میں اپنی برتری اور اپنے اقتدار کے خواہاں ہیں اور تخریبی ذہن رکھتے ہیں، دانش منصور سے کس

قدر پر غاش رکھتے ہیں۔ بہکانے والے قوی ہوتے ہیں اور وہ بہک جاتے ہیں جو ذہنی طور پر ان سے کم تر پڑ جائیں۔ سو ایسا ہی ہوا اب کیا میں اپنے اہل وطن سے انتقام لینے پر تل جاتا جبکہ میں جانتا تھا کہ میری تباہی میں ان کا ہاتھ نہیں ہے بلکہ وہ طاقتور لوگ مصروف عمل ہیں جو مجھ سے بڑے درجے شکست کھا چکے ہیں اور ان کے دلوں میں میرے لیے نفرت کا سمندر کھول رہا ہے۔ وہ جو کہتے ہیں نا کوئین میکویا کہ کبھی کے دن بڑے اور کبھی کی راتیں۔ تو میں اس مقولے کا قائل ہوں کہ انہیں ایک موقع ملا اور انہوں نے مجھ پر فوقیت حاصل کر لی۔ ڈائمنڈ سٹی تباہ کر دیا گیا۔ میرے تمام ساتھیوں کو مار ڈالا گیا۔ میں سب سے زیادہ دکھی اس بات پر ہوں کہ میرے وہ قابل اعتماد دوست جنہوں نے ابتدا سے میرا ساتھ دیا تھا اور میری لیے وہ سب کچھ کیا تھا جو انسان کے بس میں ہو، وہ میری وجہ سے زندگی سے محروم ہو گئے۔ میں قدرت کے اس عمل کا بھی قائل ہوں کہ زندگی اور موت کے لمحات متعین ہوتے ہیں جیسے میں اس وقت زندہ اور بہتر حالت میں موجود ہوں اگر ان کی زندگی ہوتی تو قدرت انہیں بھی کہیں نہ کہیں سے کوئی موقع فراہم کر دیتی۔ نہیں تھی ان کی زندگی وہ اس دنیا سے چلے گئے، میں نے صبر کر لیا لیکن کوئین میکویا میری غیرت، میرا ضمیر میرا احساس مجھے تمہاری طرف آنے سے روکتا رہا۔ بس یوں سمجھ لو کہ میں سپر مین نہیں ہوں اور انسانی فطرت کا شکار ہوں، بس وہ احساس شرمندگی تھا جس نے مجھے تمہاری طرف رجوع نہ ہونے دیا۔“

کوئین میکویا مسکراتے لگی، پھر بولی۔ ”میں جانتی ہوں یہ سب کچھ جانتی ہوں لیکن تمہارے منہ سے سننا چاہتی تھی۔ بہر حال جب تمہارا ذہن تمہارا دماغ میرے قبضے میں آیا تو میں نے تمہارے ماضی کی ساری کتاب کھول لی اور وہ سب کچھ جو عالم ہوش میں تم پر گزرا تھا میرے علم میں آ گیا۔“

”تب تو پھر تمہیں یہ بھی معلوم ہو چکا ہو گا کہ میرے ہم وطنوں نے رخسار کے علاوہ میرے پاس کچھ بھی نہیں چھوڑا۔“

”ہاں کیوں نہیں، مجھے وہ بھی علم ہے اور کرنل امیر شاہ کے بارے میں بھی مجھے علم

ہے اور تمہاری ان تمام کاوشوں کے بارے میں بھی۔ سب معلوم ہے مجھے۔“
 ”تو کیا تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ رخسار کرنل امیر شاہ کے پاس ہے۔“
 ”کیوں نہیں۔“

”تو پھر مجھے کچھ اور باتیں بتاؤ۔“

”رخسار کے بارے میں.....؟“

”نہیں کیا تمہیں اس بات کا علم ہے کہ ڈائمنڈ سٹی کی کیا کیفیت ہوئی؟“

”نہایت افسوسناک‘ برا کیا ہے ان لوگوں نے کاش وہ اتنا برا نہ کرتے‘ ایسی ایسی قیمتی مشینیں ایسے ایسے قیمتی آلات کوڑیوں کے مول اسکرپ میں دے دیے گئے‘ ڈائمنڈ سٹی کو ایک تباہ شدہ جزیرہ قرار دے دیا گیا اور اب وہاں صرف جگہ جگہ سوراخوں سے پانی اہلتا ہے اور کوئی ذی روح وہاں موجود نہیں ہے۔ گھٹیا قسم کے ٹھیکیداروں نے وہاں کی مشینیں اوسے کی قیمت پر خرید لیں اور انہیں اسکرپ کر کے نہ جانے کیا کیا بنا ڈالا۔ تمہاری کوٹھی سرکاری تحویل میں لے لی گئی ہے اور پتا نہیں وہاں کیا ہو رہا ہے۔ تمہارے وہ عزیز واقارب جن سے تمہیں دلچسپی تھی اپنے طور پر اس مکان میں رہ رہے ہیں جس میں تم چھوڑ کر آئے تھے لیکن وہ اب محفوظ ہیں۔ میں نے ان سے رجوع نہیں کیا کیونکہ وہ کوئین میکویا سے واقف نہیں تھے۔“

میں خاموشی سے یہ سب کچھ سنتا رہا‘ کوئین میکویا کی مافوق الفطرت شخصیت سے میں اچھی طرح واقف تھا۔ وہ جو کچھ کہہ رہی تھی عام حالات میں ناقابل یقین تھا۔ لیکن جو اسے جانتا ہے وہ اس بات کو سچ ماننے میں ذرا بھی گریز نہیں کرے گا کہ جو کچھ وہ کہہ رہی ہے وہ سچ ہے‘ میرے دل میں ایک اور حیرت بھرا تصور ابھرا اور میں نے اس سے کہا۔
 ”کوئین‘ رخسار وہیں ہے؟“

”نہیں میرے دوست‘ رخسار نہیں ہے۔“

”کیا.....؟“ میں اچھل پڑا۔

”ہاں‘ جو چیز میرے محبوب کو محبوب ہے‘ وہ بھلا اس کی دسترس سے کیسے باہر رہے“

”جی‘ ہے‘ میں تمہیں تلاش کر رہی تھی‘ نہ پاسکی اور جب میں نے تمہیں پایا تو میں نے تمہارے ذہن کا ایک ایک راز کھول لیا اور اس راز میں رخسار بھی شریک تھی۔ کرنل امیر شاہ کے ہاں سے رخسار کو حاصل کرنا میرے لیے مشکل کام نہیں تھا۔ سنو! میرے دوست‘ میرے سب سے عزیز دوست اگر محبت کا تعلق عورت اور مزد کے کچھ خصوصی جذبات سے ہوتا ہے تو میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ میرے دل میں تمہارے لیے کبھی وہ جذبہ نہیں ابھرا جسے دسترس یا حصول کا جذبہ کہا جاتا ہے۔ انسانی فطرت میں بھی ایسے لاتعداد عناصر پوشیدہ ہیں جنہیں وہ سمجھنے سے قاصر ہے‘ میں جو اپنے آپ کو اس ماحول کی ہر شے سے واقفیت کا رازدار سمجھتی یہ راز نہیں پاسکی کہ میرے دل میں تمہارے لیے محبت کا وہ کون سا جذبہ ہے جس کے تحت میں تمہارے لیے کام کرتی ہوں۔ اسے عشق بھی کہہ سکتے ہو‘ پیار بھی کہہ سکتے ہو اور جذباتوں کا وہ سلسلہ بھی۔ جس میں ماں کی مامتا‘ بہن کا پیار‘ وہ سب کچھ ہے‘ میں تمہیں بے پناہ چاہتی ہوں لیکن تم یقین کرو تمہاری چاہتوں کو بھی چاہتی ہوں‘ رخسار تمہاری چاہت تھی‘ میرے دل میں اس کے لیے بھی وہی مقام ہے‘ ہاں مجھے افسوس کرنل امیر شاہ پر ہے جو اس بات پر سخت شرمندہ ہو گا کہ وہ ارشاد کی بیوی کی حفاظت نہیں کر سکا‘ میں اسے لے آئی چونکہ میں اسے کسی مشکل کا شکار نہیں ہونے دینا چاہتی تھی۔“

”رخسار کہاں ہے؟“

”نہیں ابھی نہیں..... ابھی تم میرے ہو‘ مجھے تم سے باتیں کرنی ہیں کم از کم اس حق کو مجھ سے نہ چھینو‘ رخسار تمہاری محبت ہے تمہاری ملکیت ہے اور اب جب تک میں تمہارے لیے کوئی فضا ہموار نہیں کر لوں گی رخسار کو یہاں سے نہیں جانے دوں گی۔ میں تمہیں وہ ماحول مہیا کرنے کا وعدہ کرتی ہوں جو تمہارا اپنا ماحول ہے اور میں نے اس کے انتظامات بھی کر لیے ہیں اور تم رخسار کے ساتھ وہی گھریلو زندگی گزارو گے جو تم گزارنا چاہتے تھے سمجھ رہے ہونا لیکن ان حالات میں تم میرے ہو۔“

”ہاں کوئین میکویا‘ میں خلوص دل سے ان لحظات میں خود کو تمہارے سپرد کرتا ہوں

اور رخسار سے طویل عرصے جدا رہنے کے باوجود اگر یہ تمہاری خواہش ہے کہ میں ابھی تمہارے ساتھ رہوں تو میں تمہاری اس خواہش کا دل و جان سے احترام کرتا ہوں۔“

”اور میں اس سلسلے میں کسی ایثار کا مظاہر نہیں کروں گی، سمجھ رہے ہو نا دانش منصور؟“

”اچھی طرح سمجھ رہا ہوں اور تم سے درخواست کرتا ہوں کہ اس کے لیے کسی ایثار کا مظاہرہ نہ کرو۔“ کوئین میکودیا نے خاموش ہو کر گردن جھکالی تھی۔ چند لمحات وہ گردن جھکائے خاموشی سے کچھ سوچتی رہی پھر آہستہ سے بولی۔

”میں تم سے یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ اپنے کھوئے ہوئے منصب کے حصول کے لیے تم کیا کرو گے؟ یہ نہ سمجھنا کہ میں نے تم سے فوراً ہی ان سوالات کا سلسلہ شروع کر دیا، تم اسے فوراً نہیں کہہ سکتے کیوں کہ مجھے جو کچھ تمہارے سلسلے میں کرنا تھا پورے اعتماد کے ساتھ کرتی رہی ہوں اور اب اس منزل میں ہوں کہ تم سے ہر وہ سوال کر سکوں جو میرے دل میں آئے۔“

”میں سمجھ رہا ہوں۔“

”تو پھر مجھے بتاؤ کہ اس سلسلے میں تمہارے اپنے ذہن میں کیا؟“

”کوئین بات زبردستی حاصل کرنے کی نہیں ہے یہ سارا معاملہ تو محبتوں کے درمیان چل رہا ہے وہ مجھ سے تعاون کرتے تھے میں ان کے لیے مصروف عمل تھا۔ بہت سے ایسے لوگ ہیں جن سے مجھے سخت دلی شکایت ہے انہوں نے وہ نہ کیا جس کی میں توقع رکھتا تھا، لیکن بہر حال وہ میرے اپنے ہیں۔ میں ان سے کسی بھی طرح گریز نہیں کر سکتا، وقت مجھے پھر آواز دے گا۔ لیکن ابھی اس کے لیے فضا سازگار نہیں ہے۔ کوئین میکودیا میں انتظار کروں گا۔ جب وہاں میرے لیے افسوسناک بیانات کا آغاز ہو، وہاں کہا جائے کہ دانش منصور کو کھو کر انہوں نے اچھا نہیں کیا وہ لوگ سامنے آئیں جو ان جذباتوں سے آشنا ہوں جن جذباتوں میں وطن کی محبت اور دوستی چھپی ہوئی ہوتی ہے اور جب وہ میرے لیے دکھ کی قراردادیں منظور کریں گے تو میں ان کے درمیان اپنی زندگی کا اعلان کروں گا اور

اس کے بعد وہ لوگ خوشیاں منائیں گے۔ کوئین انسان کی ذات میں ایک ایسی چیز چھپی ہوتی ہے جس میں خود پرستی بھی شامل ہوتی ہے۔ میں انسان ہی تو ہوں۔ میں انتظار کروں گا کہ وہ مجھے پکاریں وہ مجھے آواز دیں۔ اس وقت زیادہ لطف آئے گا اور اگر ابھی میں وہاں پہنچنے کے بعد وہی سب کچھ شروع کر دیتا ہوں جو انہوں نے کیا ہے تو کوئین میکودیا مجھے اچھا نہیں لگے گا۔“

”میں سمجھ رہی ہوں دانش میں سمجھ رہی ہوں۔“

”اور اس دوران وہ مقاصد جو پس پشت چلے گئے تھے میں انہیں دوبارہ زندہ کرنا چاہتا ہوں۔“

”کیا؟“

”بلیک چینل وہ جگہ ہے جہاں مجھے ہمیشہ تحفظ ملا ہے یہاں تک کہ وہ تحفظ جو مجھے اس جگہ نہیں حاصل ہو سکا تھا جہاں میری نمود ہوئی، بلیک چینل کے مقاصد سے دور ہونے کے عوامل کیا تھے یہ تم اچھی طرح جانتی ہو۔ اس میں کوئی ایسا جذبہ نہیں تھا جس میں اکتاہٹ کا تصور ہو۔ میں ان تمام کاموں کا آغاز پھر سے کرنا چاہتا ہوں جو ذمہ داری بلیک چینل نے میرے سپرد کی تھی۔“

”یعنی؟“ کوئین میکودیا نے مجھے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

”وہ سارا کام جو شروع میں ہوتا رہا ہے یعنی ایسے لوگوں کے خلاف کام جو کسی بھی طرح دنیا کے ماحول کے لیے حالات کے لیے نقصان دہ ہو سکتے ہیں۔“

”یعنی تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تم بلیک چینل کے لیے اس تمام کام کا آغاز کرنا چاہتے ہو جو تم کرتے رہے ہو۔“

”ہاں۔“

”لیکن اس کے لیے میں بس ایک اعتراض کروں گی۔“ کوئین میکودیا بولی۔

”کیا؟“

”رخسار سے مشورہ۔ اب وہ تمہاری زندگی کا ایک حصہ ہے۔ ہو سکتا ہے اس کے

دل میں تمہارے لیے کچھ اور ہو سکتا ہے وہ یہ چاہتی ہو کہ اب تم اس کے ساتھ زندگی کے بقیہ لمحات گزارو۔ خدا کی قسم دانش منصور اگر رخسار نے اس خواہش کا اظہار کیا تو مجھے اس پر ذرا برابر اعتراض نہیں ہوگا۔“

نیک فطرت عورت مجھے خود لے کر رخسار کے پاس نہیں گئی تھی تاکہ ممنونیت اور احسان مندی کے ان الفاظ سے دو چار ہو جو اس وقت ادا نہ کیے جانا انسانی فطرت کے خلاف ہے۔ ایک بہت ہی خوب صورت اور الگ تھلگ حسین قسم کے کانچ میں مجھے ایک شخص کے ذریعے پہنچایا گیا اور اس نے دروازے کی جانب اشارہ کر دیا میں نے دروازے کو دھکیلا تو ایک بوڑھی عورت میرے سامنے آگئی جس نے سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ میرے وطن کی عورت تھی۔

”جی صاحب جی، کس سے ملنا ہے؟“

”تم کون ہو؟“ میں نے سوال کیا۔

”حسینہ ہے ہمارا نام۔“

”یہاں کب سے رہتی ہو؟“

”صاحب جی آپ ہم سے سوال کیوں کر رہے ہو آپ بتاؤ آپ کون ہو اور کس

سے ملنا چاہتے ہو؟“

”رخسار ہیں؟“

”ہاں جی ہیں۔“

”انہی سے ملنا چاہتا ہوں۔“

”ناجی نا۔ وہ بھلا کسی سے کیوں ملیں گی۔“

”کیوں؟“

”وہ کسی سے نہیں ملتیں جی۔“

”تم یہاں کب سے ہو؟“

”لو پھر وہی سوال؟“

”کون ہے حسینہ؟“ اندر سے رخسار کی آواز آئی۔

”صاحب جی ہیں آپ سے ملنے کی بات کر رہے ہیں۔ آپ بھلا کسی سے کیوں ملیں گی بیگم جی۔“ حسینہ بولی اور اندر خاموشی طاری ہو گئی پھر چند لمحات کے بعد رخسار دروازے پر نظر آئی اور مجھے دیکھ کر ساکت ہو گئی اس کے چہرے پر عجب سے آثار پیدا ہو گئے تھے پھر وہ پاگلوں کی طرح میری جانب دوڑی اور حسینہ کی پروا کیے بغیر مجھ سے لیٹ گئی، میں بھی جذبات سے بے اختیار ہو گیا تھا، رخسار کا سر میرے سینے سے آگٹھا اور اس کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو گئیں حسینہ حیرت سے منہ پھاڑے مجھے دیکھ رہی تھی پھر وہ ایک دم سے ٹٹھا مار کر ہنس پڑی۔

”لو جی مجھے کیا معلوم تھا کہ یہ ہمارے صاحب جی ہیں ہم تو چلے۔“ وہ تیز تیز قدم اٹھاتی ایک جانب چلی گئی میں رخسار کو محبت سے گلے لگائے رہا تھا۔

بہت دیر تک خاموش جذبات کے طوفان جاری رہے پھر میں نے رخسار سے کہا۔

”کیسی ہو رخسار؟“

”خداوند! نے مجھے کبھی مایوس نہیں کیا۔ بڑی فتنیں مانی تھیں میں نے اس دن کے لیے۔“

”آؤ اندر چلیں۔“ میں رخسار کو لے کر اندر آگیا۔ کونن میکوویا نے بھلا میری محبت

میں رخسار کے لیے حسین انتظامات کرنے میں کیا کسر چھوڑی ہوگی اس کا منہ بولتا ثبوت یہ سجا ہوا کمرہ تھا جسے رخسار خواب گاہ کے طور پر استعمال کرتی تھی رخسار کی آنکھوں کے آنسو نہیں رک رہے تھے بمشکل تمام میں اسے معتدل کر سکا۔

”کہاں چلے گئے تھے آپ، کیا ہو گیا تھا آپ کو؟“

”بس رخسار زندگی تو کمائیوں کا مجموعہ ہوتی ہے جو کچھ ہوا تھا وہ بھی ایک کمائی ہے

ہم کہاں کہاں کمائیوں کے چکر میں الجھیں اب سب ٹھیک ہے میں تمہارے پاس ہوں۔“

”کونن میکوویا؟“

”ہاں کونن میکوویا ہی مجھے یہاں لائی ہے۔“

”کیا یہ واقعی انسان ہے؟“

”ہاں انسان ہی ہے بلکہ صحیح معنوں میں انسان ہے۔“

”اے احسانات کیے ہیں اس نے ہم پر کہ ہم اس کے احسانات کا صلہ نہیں چکا سکتے؟“

”ہاں رخسار واقعی اس میں کوئی شک نہیں ہے، تمہیں کس انداز میں لایا گیا؟“ میں نے سوال کیا۔

”بس ایک رات سوئی تھی پھر جاگی تو یہاں تھی۔ میں نہیں جانتی ان بیچاروں کا کیا حال ہوا؟“

”یہاں آنے کے بعد تمہاری کیا کیفیت ہوئی؟“

”صبح کو جب نیند سے جاگی تو کون مکیوویا میرے سامنے تھی۔ میں اسے دیکھ کر شدید رہ گئی۔ ایک بار پھر اس نے ہماری مشکل حل کی تھی۔ بہر حال اس نے مجھے بتایا کہ جو کچھ ہم لوگوں پر گزری ہے اسے اس کے بارے میں تمام تفصیلات معلوم ہیں اور اب مجھے فکر نہیں کرنی چاہیے، حالات کا یہی تقاضا تھا کہ وہ مجھے یہاں سے لے آئے اور اس نے ایسا ہی کیا، دانش بڑی عظیم عورت ہے وہ، اس نے یہاں میری آسائشوں کے لیے کیا کچھ نہیں کیا اور اس کے علاوہ مجھے مکمل دلا سے دیتی رہی پھر اس نے صرف میرے لیے ہمارے وطن سے کچھ ایسے لوگوں کو حاصل کیا جو میرے پاس ملازمت کر سکتے تھے۔ ان میں حسینہ ہے، اس کے اہل خاندان ہیں، یہ سب میری بڑی دلجوئی کرتے ہیں، حسینہ کا کہنا ہے کہ ایک بابو صاحب نے اسے ملک سے باہر لے جانے کے لیے اچھی تنخواہ کی پیشکش کی تھی اور کہا تھا کہ اسے اس کے پورے خاندان کے ساتھ باہر لے جایا جائے گا، اسے ایک گھرانے کی خدمت کرنا ہوگی، حسینہ یہ سمجھتی ہے کہ وہ کسی باہر کے ملک میں ہے، باہر کے اس ملک کو وہ دلالت کہتی ہے اور یہاں بہت خوش ہے۔“

”کون کون ہے اس کے ساتھ؟“

”اس کے دو بیٹے ہیں، دو بیٹوں کی بیویاں ہیں، ان بیویوں کے بچے ہیں۔“

”کہاں رہتے ہیں وہ سب۔ یہاں تو بڑی خاموشی ہے۔“

”اس مکان کے عقب میں ان کی رہائش گاہ ہے، وہ صبح کو میرے پاس آجاتے ہیں، دن بھر میرے ساتھ رہتے ہیں، الگ الگ ڈیوٹیاں دیتے ہیں اور اس کے بعد رات کو اپنے گھر چلے جاتے ہیں، صرف حسینہ رات کو میرے پاس آجاتی ہے اور وہ میرے ساتھ ہی سوتی ہے۔“

میں صحیح معنوں میں کون مکیوویا کے لیے دل میں ممنونیت کے سخت جذبات محسوس کر رہا تھا کمال کی عورت تھی وہ۔ بہر حال رخسار کے ساتھ یہ لحاظ گزرتے رہے، میں نے رخسار کو تمام تفصیلات نہیں بتائی تھیں، شاید وہ ذہنی طور پر ان تفصیلات کو برداشت کرنے کی اہلیت نہ رکھتی ہو، ہاں آہستہ آہستہ میں اسے سب کچھ بتا دوں گا۔ میں نے دل میں سوچا تھا اور یہی ضروری بھی تھا۔ بہر حال تقریباً چھ یا سات دن ہم لوگوں نے بڑے پرسکون گزارے، اس دوران میں نے کون مکیوویا سے ملاقات کی کوشش بھی کی لیکن اس کے بارے میں علم ہوا کہ وہ موجود نہیں ہے اور کسی خاص مشن پر گئی ہوئی ہے۔

پھر ایک دن میں نے رخسار کو کون مکیوویا سے ہونے والی گفتگو کے بارے میں بتایا اور آہستہ آہستہ اسے وہ تمام تفصیلات بھی بتا دی تھیں جو مجھ پر گزری تھیں۔ رخسار شدید رہ گئی پھر اس نے دکھ بھری آواز میں کہا۔

”کون مکیوویا ہو یا کوئی اور میں تو صرف ایک بات جانتی ہوں کہ قدرت نے تمہیں میرے لیے زندہ رکھا ہے اور یہ سب کچھ، یہ سب کچھ کسی کام نہیں ہے۔“

”یہ تو ہمارا ایمان ہے رخسار، ظاہر ہے انسان کی کیا مجال جو وہ یہ سب کچھ کر سکے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟“

”دانش۔“ رخسار نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور میں اسے دیکھنے لگا۔

”ہاں بولو۔“

”مجھ سے یہ سوال کر رہے ہو؟“

”کیوں؟“

”میں یہ دعویٰ رکھتی ہوں کہ دانش منصور کو شاید مجھ سے زیادہ کوئی نہ جانتا ہو۔“
”تمہارا یہ دعویٰ حق بجانب ہے۔“ میں نے تسلیم کیا۔

”اور شاید میں دانش منصور کے دل کی گہرائیوں میں جھانک سکتی ہوں، میں سمجھتی ہوں کہ دانش منصور وہ شعلہ ہے جو بجھنے کے لیے نہیں ہوتا، دانش منصور کے دل میں اس کی فطرت میں جو کچھ شامل ہے اگر اس سے وہ چھین لیا جائے تو وہ جینے میں مشکل محسوس کرے گا کاش میں یہ مشورہ بھی دے سکتی کہ تمہیں کیا کرنا چاہیے لیکن اتنا میں کہہ سکتی ہوں کہ تم وہ آتش ہو جو اگر سرد ہو جائے تو کچھ بھی نہ رہے تم مجھ سے یہ سوال کیوں کر رہے ہو دانش، کیا تم نہیں جانتے کہ میں نے تو ہر مسئلے میں اپنے آپ کو محدود کر لیا تھا سوائے ایک مسئلے کے۔“

”وہ کیا؟“

”وہ یہ کہ میں جب تک زندہ ہوں، میرے وجود میں کوئی تحریک ہے تو میں دانش کی زندگی کی دعائیں کرتی رہوں، میں نے زندگی کا یہ حق اپنے لیے محفوظ رکھا ہے۔“
رخسار درحقیقت وہی تھی جو میں چاہتا تھا اور اگر وہ میری زندگی میں شامل نہ ہوتی تو یقینی طور پر میں ادھورا رہتا۔ میں نے کہا۔

”ہاں رخسار، واقعی یہ حقیقت ہے کہ اگر میں قائم ہو گیا تو موت کی وادیوں میں چلا جاؤں گا، تحریک میری زندگی ہے اور میں اس زندگی سے الگ نہیں رہنا چاہتا۔“
”بتاؤ کیا کرو گے؟“

”کوئن میکو دیا کے پاس بے شمار مشن ہیں، وہ اپنے طور پر انسانیت کی فلاح کے لیے ایسے کام کرتی رہنا چاہتی ہے جن کا تعلق دنیا کے کسی بھی خطے میں انسانوں کی بھلائی کے لیے ہو، پہلے بھی اس نے یہ مشن مجھے سوئے تھے لیکن درمیان میں سلسلہ کچھ منقطع ہو گیا تھا، میں چاہتا ہوں کہ اب بھی وہی سب کچھ شروع کر دیا جائے۔“

”نہایت مناسب بات ہے، دیکھو دانش! ہم اپنے وطن کو کبھی فراموش نہیں کر سکتے اس کی بہتری کے لیے ہمیں جب بھی کوئی موقع ملا ہم خلوص دل سے کام کریں گے لیکن

اگر صحیح معنوں میں غور کیا جائے تو بلیک جینٹل بھی ہمارے لیے وطن ہی جیسا ہے، وہاں تھوڑے سے محدود تھے ہم، یہاں ہمارا دائرہ بے حد وسیع ہے تو ہم اپنے اس سائبان کے لیے بھی کیوں نہ سرگرداں رہیں۔“

”بالکل رخسار یہی میرا بھی مقصد ہے۔“

”میری طرف سے تمہیں اجازت ہے میں ہر طرح سے خوش ہوں اور جب تم کام کر کے واپس آیا کرو گے تو میں پر مسرت انداز میں تمہارا استقبال کیا کروں گی۔“ مجھے ہنسی آگئی تو رخسار میری صورت دیکھنے لگی پھر مسکرا کر بولی۔

”کیوں ہنسنے کیوں، کیا میں نے کوئی ایسی بات کہہ دی ہے؟“

”نہیں، اپنی اور تمہاری کیفیت پر غور کر رہا ہوں بڑے دلچسپ الفاظ ہیں تمہارے، عام طور سے ہمارے ہاں ایک تصور ہے بیوی اور شوہر کے مسئلے میں کہ شوہر جب ڈیوٹی سے واپس آتا ہے تو بیوی اس کے استقبال کی تیاریاں کرتی ہے، بلکہ محبت کرنے والے جوڑے فلموں میں اسی قسم کی باتیں کرتے ہیں اور محبوب صاحب کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ جب وہ دفتر سے واپس لوٹیں تو بیوی میک اپ کیے ہوئے انھیں ان کی منتظر ملے کیسا انوکھا فرق ہے ہمارے اور تمہارے رشتے میں، تم بھی الفاظ وہی کہہ رہی ہو لیکن بس نوعیت ذرا سنگین ہے۔“

رخسار بھی ہنس پڑی۔ خیر رخسار سے میں پہلے بھی مطمئن تھا اور مجھے یقین تھا کہ وہ میرے راستوں میں کبھی مزاحم نہ ہوگی بلکہ اس کا تو بس نہیں چلتا تھا ورنہ وہ خود بھی میری مہمات میں حصہ لینے لگتی، اب اس حد تک تو خیر میں کسی قیمت پر نہیں جاسکتا تھا کہ رخسار کو ایسے معاملات میں شریک کروں۔ بہر حال پھر کوئن میکو دیا سے رخسار کی ملاقات ہوئی اور میکو دیا نے بڑے کھرے انداز میں اس سے یہ سوال کیا کہ کیا وہ میری ان مصروفیات کو پسند کرے گی۔ تو رخسار نے بہت نفیس جواب دیا اس نے کہا۔

”جہاں سے میری محبتوں کا آغاز ہوا ہے، میں انھیں اسی معیار پر قائم رکھنا چاہتی ہوں اگر میری اپنی کوئی خواہش یا میرے راستے کی رکاوٹ اس شخصیت کو تبدیل کر دے

بن سکتا، ایسی صورت میں اس سے نمٹنے کے کیا انتظامات ہوں گے، یہ تمام تفصیلات خفیہ رکھیں گئیں اور اس کے بعد ایک تنظیم بنائی گئی جو بی سی کے نام سے منسوب ہوئی ہے، بی سی میں تیرہ ملکوں کے ممبر شامل ہیں اور ان کا کام ابھی صرف یہ ہے کہ بلیک چینل کو منظر عام پر لائیں اور اس کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کرے۔ لا تعداد ذہین لوگ اس چکر میں سرگرداں ہیں اور میں یہ چاہتی ہوں کہ ہم کبھی منظر عام پر نہ آئیں۔ میں یہ نہیں کہتی کہ لوگ مجھے نقصان پہنچانے کے درپے ہو جائیں گے لیکن پھر وہی ہوگا جو لا تعداد ایسے اداروں کا ہوا ہے جو دنیا کی فلاح و بہبود کے لیے بنائے گئے لیکن پھر کسی بڑے ملک کے زیر نگین آگئے اور ان کی تمام افادیت ختم ہو گئی وہ بڑا ملک انھیں اپنے اشاروں پر نچانے لگا، بلیک چینل میں تو خیر کوئی ایسا تصور بھی نہیں ہے لیکن ہمیں اپنے تحفظ کے لیے کچھ اور انتظامات کرنے پڑے ہیں اور میں ان انتظامات سے غیر مطمئن نہیں ہوں، ابھی طویل عرصے تک وہ لوگ بلیک چینل کی کھوج نہیں لگا سکیں گے، البتہ میں نے ذرا محتاط رویہ اختیار کیا ہے، یعنی یہ کہ جو کچھ کیا جائے اس طرح کیا جائے کہ کسی کو اس وقت تک نہ پتا چل سکے جب تک کہ بلیک چینل اپنا کام اطمینان بخش طریقے سے سرانجام دے کر اپنے ممبرز کی واپسی مکمل نہ کر لے سمجھ رہے ہونا میری بات؟“

”ہاں۔“

”اور اب میں تمہیں ان تمام ممالک کے بارے میں تفصیلات بتاتی ہوں جو بی سی کے ممبر ہیں۔“ پھر کمپیوٹر پر وہ تمام تفصیلات میرے سامنے لائی جانے لگیں۔ میں پوری توجہ کے ساتھ ان تفصیلات کو ذہن نشین کر رہا تھا۔ بہر حال مجھے اب اس سلسلے میں مخلصانہ طور پر اپنی کارروائیوں کا آغاز کرنا تھا۔ گو اب وہ تصور ذہن سے ختم ہو گیا تھا کہ میری ان کوششوں کے صلے میں کونن میکویا مجھے میرے وطن کے لیے معاوضے کے طور پر وہ نیکنالوجی فراہم کرے گی جو میرے وطن کی بہتری کے لیے کارآمد ہو، یہ تصور عارضی طور پر ختم ہو گیا تھا لیکن میری ان کوششوں کے پس پردہ البتہ یہ خواہش موجود تھی کہ جب بھی کبھی مجھے اپنے اس مسئلے میں کام کرنے کا موقع ملے میں کونن میکویا سے فرمائش کروں

جس سے میں نے محبت کی تھی تو میں ان خود غرض عورتوں سے مختلف نہیں ہوں گی جو صرف اپنی ذات کی تسکین کے لیے محبت کرتی ہیں۔“ کونن میکویا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہاں، مجھے تم لوگوں کے بارے میں پورا پورا اندازہ ہے۔“ پھر مزید کچھ دن رخسار کی معیت میں گزارنے کے بعد میں نے خود ہی کونن میکویا سے فرمائش کہ اب کام کا آغاز ہو جانا چاہیے میں معطل رہ کر اپنے آپ کو زنگ نہیں لگانا چاہتا۔ تو کونن میکویا نے مجھے اپنی ایک مخصوص رہائش گاہ میں طلب کر لیا جہاں چاروں طرف کمپیوٹر لگے ہوئے تھے اور ایک ایسا نظام قائم کیا گیا تھا جسے دیکھ کر ہی یہ اندازہ ہو جاتا تھا کہ یہ کوئی بہت عظیم انسان جگہ ہے، کونن میکویا بالکل سنجیدہ ہو گئی، اس نے اپنی جگہ سنبھالی اور مجھے سامنے بیٹھنے کا اشارہ کرتی ہوئی بولی۔

”اب میں تمہیں کچھ مختصر سے حالات سے آگاہ کرنا چاہتی ہوں مثلاً یہ کہ تمہیں یاد ہوگا پچھلی بار جب میں نے تمہارے ساتھ ایک مشترکہ مہم میں حصہ لیا تو ہمیں بلیک چینل کو منظر عام پر لانا پڑا تھا اور اگر تم میرے ساتھ ہی ہوتے تو یقیناً اس بارے میں ضرور غور کرتے کہ بلیک چینل کے منظر عام پر آنے کے بعد دنیا پر اس کا کیا رد عمل ہو سکتا ہے خصوصاً ان حالات میں جب ہم نے ایک مشکل مرحلے سے نجات حاصل کی تھی۔“

”یقیناً کونن۔“

”میں پہلے سے اس کے لیے تیار تھی اور میں جانتی تھی کہ اب اس سلسلے میں کیا ہوگا، کچھ وقت تو انتظار کیا گیا اور اس کے بعد ہر ذریعہ ابلاغ سے بلیک چینل سے رابطے کی کوشش کی گئی۔ ریڈیو سے بلیک چینل کے لیے پیغامات نشر ہوئے، وہ چاہتے تھے کہ اس پاور فل تنظیم کے ان لوگوں سے ملاقات ہو اور وہ اپنے مقاصد کا اظہار کرے اور بتائے کہ اس کی سائنسی قوتیں کیا ہیں۔ وہ کونسے پلیٹ فارم سے کام کر رہی ہے پھر جب میری جانب سے انھیں کوئی جواب نہیں ملا تو باقاعدہ خفیہ اجلاس ہوئے اور ان میں یہ غور کیا گیا کہ اگر بلیک چینل ایسی پاور فل پوزیشن میں ہے تو کیا وہ کبھی کسی ملک کے لیے خطرہ نہیں

کہ اب از سر نو وہ میرے وطن کے لیے ان کاوشوں کا دوبارہ آغاز کرے جو بحالت مجبوری ختم کر دی گئی تھیں۔ غرض یہ تمام تفصیلات ذہن نشین کرنے کے بعد خاموشی چھا گئی اور میں نے کچھ توقف کے بعد کونن میکویا سے کہا۔

”تو پھر میرے لیے اس وقت کوئی مہم منتخب کی گئی ہے اور مجھے کیا کرنا ہے؟“ کونن میکویا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اس نے کہا۔

”مزید ایک ہفتہ انتظار کرو اور رخسار کو ذہنی طور پر اتنا مطمئن کر دو کہ وہ ایک طویل وقت کے لیے تم سے جدائی پر آمادہ ہو جائے۔“

”نہیں میرا خیال ہے اس کی ضرورت نہیں ہے، ہم لوگ ذہنی طور پر بالکل مطمئن ہیں۔“ میں نے کہا اور وہ ہنسنے لگی پھر بولی۔

”اس کے باوجود میں یہ چاہتی ہوں کہ ایک ہفتہ مجھے ایسے کسی پروگرام کے انتخاب کے لیے دیا جائے جس میں تمہاری ضرورت پیش آئے۔“

”اوکے، اگر یہ بات ہے تو ٹھیک ہے۔“ میں نے کہا اور اس کے بعد میں کونن میکویا کے پاس سے اٹھ گیا۔ رخسار بالکل مطمئن تھی۔ بڑی صابر لڑکی تھی اگر اس کے ماضی پر نگاہ ڈالی جائے تو ایک ایسی خاموش جدوجہد کا سراغ ملتا تھا کہ انسان دنگ رہ جائے لیکن اصل بات یہ تھی کہ منزل پانے کے بعد بھی وہ سکون کا سمندر تھی۔ میں نے اسے کونن میکویا سے ہونے والی گفتگو کے بارے میں بتایا تو وہ مسکرا کر بولی۔

”مبارک ہو۔“

”ہاں رخسار۔ میں اس کائنات میں کچھ کرنے کے لیے ہوں اور تحریک ہی میری زندگی ہے۔“

بلیک چینل میں زندگی محدود نہیں تھی۔ یہاں موجود انسانوں کے لیے وہ سب کچھ مہیا کر دیا گیا تھا جس سے خوشی ہو۔ پکنک پوائنٹ، سیرگاہیں، جدید ترین سائنسی شعبہ گاہیں اور میں نے رخسار کو سیر کرانی شروع کر دی۔

”یہ جگہ کون سے خطہ زمین پر ہے۔“

”ایسی جگہ ہے کہ ابھی تک خلائی مصنوعی سیاروں نے بھی اس کا سراغ نہیں لگایا۔“

”کیسے یہ کوئی سیارہ ہی تو نہیں ہے؟“

”نہیں۔“

”کیسے کہہ سکتے ہو؟“

”اس لیے کہ کونن میکویا نے اس کی نفی کی ہے اور وہ مجھ سے جھوٹ نہیں بولتی۔“

”کبھی ہوش کے عالم میں یہاں آئے ہو؟“

”ہاں۔“

”کوئی اندازہ لگایا؟“

”یقین کر رہی نہیں۔“

”جان بوجھ کر؟“

”نہیں اندازہ لگا نہیں سکا۔“

”کونن میکویا نے اسے خوابوں کی جنت بنا دیا ہے۔ لوگ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے لیکن ایک بات بتاؤ۔ وہ اپنی تمام تر سائنسی قوتوں کے باوجود ہے تو انسان، ایک خاکی انسان، اس کے ختم ہونے کے بعد کیا ہوگا؟“

”اس نے ہزاروں سال کے لیے انتظام کر دیا ہے۔“

”وہ کیسے؟“

”میں تمہیں وہ جگہ بھی دکھاؤں گا۔ تم شہر رہ جاؤ گی اس نے اپنے ہم پلہ بے شمار افراد کو تیار کیا ہے جو اس کے بعد اس کی جگہ لیں گے۔“

”اوہ۔ اس نے خیال رکھا ہے؟“

”سو فیصد۔“

”تم نے ایک بات محسوس کی فیصل؟“

”کیوں؟“
 ”تاکہ کوئن یہ نہ محسوس کر سکے کہ تمہاری موجودگی نے میرے اندر تساہل پیدا کیا ہے۔“
 ”تب خدا حافظ۔“ رخسار نے کہا اور میں بالکل مطمئن ہو کر کوئن کے ٹھکانے پر چل پڑا۔ کوئن میکوویا نے اپنے مخصوص آپریشن ہال میں میرا استقبال کیا اور مجھے لے کر ایک گوشے کی طرف بڑھ گئی۔

”کیا؟“
 ”ابھی تک..... اتنی سیر کی ہے میں نے تمہارے ساتھ۔ پکنک پوائنٹ اور سیر گاہوں کے علاوہ تماشہ گاہیں بھی دیکھیں ہیں لیکن کہیں مجھے ذہنی آلودگی نہیں نظر آئی نہ عریاں رقص ہیں نہ فحش تفریح گاہیں ایک معیار ہے یہاں شرافت کا۔“
 ”تم نے محسوس کیا ہے رخسار؟“
 ”اچھی طرح۔“

”یہ کوئن میکوویا کے کردار کی جھلک ہے۔ تمہیں تعجب ہو گا اس کے افکار اس کے الفاظ بہت پاکیزہ ہیں۔ وہ ذہنی طور پر بالکل معتدل عورت ہے۔“
 ”اور جب وہ لوگوں کے درمیان ہوتی ہے تو اس کا اصل وجود کہیں اوزر ہوتا ہے۔“

”تمہیں کیسے معلوم؟“
 ”پہلے تم نے بتایا تھا۔ بعد میں میں نے خود دیکھا۔ کیا وہ غیر انسانی وجود نہیں لگتا۔“
 ”لیکن وہ انسان ہے۔“
 ”یہ تو مجھے معلوم ہے۔ اچھا یہ بتاؤ تم نے اسے کبھی اصل حالت میں دیکھا میرا مطلب ہے اس کے اصل بدن کو؟“
 ”شاید کبھی نہیں۔“

”کیسی عجیب بات ہے۔“ رخسار نے حیرت سے کہا۔ ”زندگی کے یہ سات ستہرے دن پر لگا کر اڑ گئے۔ میں تو دنوں کا حساب بھی نہ رکھ سکی تھی۔“
 ”کوئن کے بلاوے پر خیال آیا اور میں نے رخسار سے کہا۔“
 ”تو تمہاری طرف سے اجازت ہے۔ کوئن اب کوئی مشن میرے سپرد کرنا چاہتی ہے؟“

”روانگی سے پہلے مجھ سے نہیں ملو گے؟“
 ”نہیں۔“

کچھ دیر کے سنائے کے بعد کوئین نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا۔
 ”اس اسکرین کو دیکھو۔“ یہ کہہ کر اس نے ایک بٹن دبا دیا اور اسکرین پر نقطے ابھرنے لگے پھر ایک نقشہ نظر آیا۔ جو آہستہ آہستہ بدلتا رہا۔ میں بھی دلچسپی سے یہ نقشہ دیکھ رہا تھا۔ چونکہ اس پر شہروں اور علاقوں کے نام بھی لکھے نظر آرہے تھے اس لیے میں اسے بخوبی سمجھ رہا تھا پھر اسکرین سادہ ہو گیا۔
 ”مجھے یقین ہے کہ تم نے چویشن سمجھ لی ہوگی؟“ میکویا کی آواز ابھری۔
 ”ہاں۔ جس علاقے کی نشاندہی کی گئی ہے اسے میں نے سمجھ لیا ہے۔“
 ”ان کی موجودہ کیفیت تمہارے علم میں ضرور ہوگی۔ مزید میں بتاتی ہوں۔ کائنات کی تاریخ میں اس صدی کو خاص اہمیت حاصل ہے کیونکہ اس میں بہت سے عجیب العقول واقعات ہوئے ہیں۔ انہی میں ایک ناقابل یقین واقعہ اس بڑی طاقت کا خاتمہ ہے جو دنیا کی دوسری بڑی طاقت تھی۔ کیا ہوا؟ کیسے ہوا؟ یہ ایک الگ بات ہے لیکن ذرائع ابلاغ نے کسی خاص ہدایت کے تحت اس سلسلے میں بڑی پراسرار خاموشی اختیار کی اور اس عظیم واقعہ سے پیدا ہونے والے اثرات کے سلسلے میں کوئی خاص بحث نہ کی گئی لیکن سمجھنے والے اس کی وجہ جانتے ہیں اور یہ نہایت پراسرار وجہ ہے۔ خیر۔ ہم اس بحث سے بھی گریز کرتے ہیں اور اصل مقصد پر آتے ہیں۔ سائنسی طور پر کہیں آگے ہونے والا یہ ملک

مختلف ٹکڑوں میں بٹ گیا اور وہاں بہت سی حکومتیں قائم ہو گئیں۔ انہیں اپنے امور، اپنے مسائل کے لیے دست و گریباں تو ہونا ہی تھا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جہاں جہاں جو کچھ تھا۔ وہیں کی ملکیت بن گیا لیکن جو کچھ تھا اسے سنبھالنے والے نہ رہے اور اس طرح صورت حال بہت خوفناک ہو گئی۔ عالیشان دماغ عصیت میں گرفتار ہو گئے۔ میں نے اس صورت حال کو محسوس کیا اور خاص طور سے اس خیال کے تحت ادھر توجہ دی کہ کوئی غفلت بنی نوع انسان کے لیے کسی عظیم حادثے کا سبب نہ بن جائے۔ چنانچہ مختلف ذرائع سے کام لے کر میں نے وہاں الگ الگ علاقوں میں اپنے بیٹل بنائے۔ اب دیکھو۔ یہ میری کرائن ہے۔“

اسکرین پھر روشن ہو گیا لیکن اس بار اس پر زندگی متحرک نظر آرہی تھی۔ برفانی میدان، آبادیاں انسان اور ان کی مصروفیات۔ ”چند لمحات خاموشی کے بعد میکویا نے کہا۔
 ”یہ ہے میری کرائن تم نے اس کا تھوڑا سا جائزہ لیا۔
 ”ہاں۔“

”ہمارا پوائنٹ یہی ہے۔“

”ٹھیک۔ یہ فلم ہے؟“

”نہیں۔“ میکویا نے جواب دیا اور میں اچھل پڑا۔

”کیا مطلب؟“

”جو کچھ تم نے دیکھا وہ اسی لمحے کا عمل تھا۔“

”یعنی..... یعنی.....“

”ہاں۔ میں نے بہت بلندی سے اسے فوکس کیا ہے۔ لاٹک لیس لینز اسے براہ راست پیش کر رہے تھے۔“

”دیری گڈ۔“ میں نے حیرت کی گہری سانس لے کر کہا۔

”اب آگے بڑھو۔ میری کرائن لیس لینڈ سے نبرد آزما ہے اور دونوں کے درمیان طویل عرصے سے جنگ جاری ہے۔ کچھ طاقتیں میری کرائن کو لیس لینڈ کے زیر نگاہ دیکھنا

چاہتی ہیں۔ مقاصد نامعلوم ہیں لیکن کوششوں سے اندازہ ہوتا ہے۔“

”جی۔ میں سمجھ رہا ہوں۔“

”میری کرائن، لیس لینڈ کو عفرتی قوتوں سے ملنے والی امداد کے باوجود لیس لینڈ کو ناکوں چنے چبوائے ہوئے ہیں اور لیس لینڈ کے اتحادی سخت مشکل میں گرفتار ہیں اور اب کسی خاص حکمت عملی کی وجہ سے جنگ کی رفتار بے حد سست کر دی گئی ہے۔ نہ صرف سست کر دی گئی ہے بلکہ لیس لینڈ کی فوجیں کئی مقامات پر پسپا ہو کر پیچھے ہٹ گئی ہیں اور میری کرائن کی فوجوں نے ان علاقوں پر دوبارہ قبضہ کر لیا ہے۔ جو ان سے چھین گئے تھے۔ یہ ایک مختصر تفصیل تھی اب دوسرے موضوع کو شروع کیا جائے۔ کیا تمہیں ان واقعات سے کچھ دلچسپی محسوس ہو رہی ہے؟“

”ہاں یہ پراسرار ہیں۔“ میں نے مسکرا کر کہا۔

”اور کچھ وقت کے بعد مزید پراسرار ہو جائیں گے۔ میری کرائن میں ایک قدیم سائنس دان موٹی زوف کے نام سے جانا جاتا تھا۔ موٹی زوف کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ اسے کبھی کسی نے نہیں دیکھا یا یہ الفاظ دیگر اسے دنیا سے دور کر دیا گیا تھا اور اس سے سائنسی کام کرائے جارہے تھے یقیناً اس نے بھی دنیا نہیں دیکھی ہوگی۔ وہ زندہ ہے اور میری کرائن میں ہے۔ جو کچھ وہ کر رہا تھا وہ خوفناک بھی تھا اور پراسرار بھی لیکن اب اس کا کیا ہوا؟ لاوارث ہے اور کوئی اس کا پرسان حال نہیں۔ یہ ہے تمام صورت حال۔“ کوئن خاموش ہو گئی۔

”کیا موٹی زوف نے کسی سے رابطہ کیا ہے؟“ میں نے سوال کیا۔

”نہیں۔“

”پھر اس کے بارے میں کیسے معلوم ہوا؟“

”میری کرائن کے چینل نے بتایا ہے۔“

”یہ پتا چل سکا کہ وہ کیا کر رہا تھا؟“

”ہاں۔ وہ مملکت جراثیمی ہتھیار بنانے کا ماہر تسلیم کیا جاتا ہے اور زیر زمین تجربہ گاہ

میں وہ برسوں سے یہی کام کر رہا تھا۔“

”گڈ لارڈ!“ میں نے آہستہ سے کہا۔

”اب وہ بات سنو جو اصل میں میں تم سے کہنا چاہتی ہوں۔“ کوئن نے کہا اور ہنس پڑی پھر بولی۔ ”میں کتنی اصل باتیں تم سے کر چکی ہوں مگر کیا کروں ان واقعات میں کچھ ایسا ہی الٹ پھیر ہے کہ میں خود چکرا کر رہ گئی ہوں۔“

”جی۔“ میں نے آہستہ سے کہا۔

”کچھ لوگ خفیہ طور پر میری کرائن میں داخل ہوئے ہیں یا داخل ہونے والے ہیں۔ یہ تربیت یافتہ لوگ ہیں اور ایک مخصوص جگہ سے بھیجے گئے ہیں۔ ایک انتہائی خوفناک سازش کے تحت۔ سازش یہ ہے کہ وہ تجربہ گاہ تباہ کر دی جائے جہاں موٹی زوف کام کر رہا ہے۔“

”او مائی گاڈ۔“ میں نے خوف سے کہا۔

”اس سے وہ دو فائدے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ پہلی بات تو یہ کہ اس میں لیس لینڈ کا مفاد ہے۔ اس کے بعد اسے آسانی سے میری کرائن پر تسلط حاصل ہو جائے گا۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ وہ سب کچھ تباہ ہو جائے گا جس سے بہت سوں کو خطرہ ہو سکتا ہے۔ نہ جانے کب میری کرائن کے کسی ملک سے تعلقات ہو جائیں اور وہ اس فارمولے یا ہتھیاروں کو میری کرائن سے حاصل کر لے۔“

”لیکن کوئن۔ اس تجربہ گاہ کی تباہی سے جو تباہی پھیلے گی۔ کم از کم بیس لاکھ انسانوں

کی زندگی خطرے میں ہے۔“

”یقیناً۔ میری کرائن ختم ہو جائے گا۔“

”اسی لیے لیس لینڈ نے جنگ کی رفتار سست کر کے اپنی فوجیں پیچھے ہٹالی ہیں۔“

”خدا کی پناہ۔“

”ہاں۔ اس دور کے وحشی انسان سے خدا کی پناہ۔“ کوئن میکروویا نے کہا۔

”آپ نے میری کرائن میں کسی چینل کا تذکرہ کیا ہے؟“

”پانچ افراد وہاں میرے مفادات کے لیے کام کرتے ہیں۔“
 ”یہ انہی کی رپورٹ ہے؟“
 ”ہاں۔“

”کیا موٹی زوف کے بارے میں کچھ معلوم ہوا ہے؟“
 ”کیا مطلب؟“

”میرا مطلب ہے میری کرائن کے آزاد ہونے کے بعد موٹی زوف کے بارے میں کچھ اعلانات ہوئے ہیں۔“ کوئن میکویا سوچ میں ڈوب گئی۔ چند لمحات خاموش رہی اور اس کے بعد اس نے کہا۔

”نہیں بعد میں اس کا کوئی پتا نہیں چل سکا“ میں نہیں کہہ سکتی کہ حکومت میری کرائن نے موٹی زوف کے سلسلے میں کیا کچھ کیا ہے، اصل میں تم خود غور کرو یہ نو آزاد ریاستیں ابھی اپنے چھوٹے موٹے مسائل ہی قابو میں نہیں کر سکی ہیں ان کے ہاں خوراک کا مسئلہ ہے، اقتصادیات کا معاملہ ہے، تمہیں علم ہے کہ یہ دنیا سے کٹے ہوئے لوگ تھے انہوں نے اپنے اور دنیا کے درمیان ایک آہنی پردہ رکھا تھا اس پردے کے عقب میں کیا ہے یہ صرف روایتیں تھیں وہ اپنے بارے میں کہیں سے بھی معلومات حاصل نہیں ہونے دیتے تھے ان کی اقتصادیات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ اب جو وہاں کے بارے میں معلومات حاصل ہوئی ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ اندرونی طور پر وہ کس کیفیت میں مبتلا تھے، ایسے حالات میں میری کرائن کی حکومت بھلا اس قسم کے معاملات پر کیا توجہ دے سکتی تھی، یہ صرف میری قیاس آرائی ہے یا یوں سمجھ لو کہ حالات کا تجزیہ، لیکن بہر حال ہم یہ بات سوچ سکتے ہیں، کہنے کا مقصد یہ ہے کہ موٹی زوف کے بارے میں کبھی کوئی سرکاری اعلان نہیں ہوا اور نہ ہی اس کی کاوشوں کو منظر عام پر لایا گیا لیکن بہر حال میری کرائن میں موٹی زوف کا نام اجنبی نہیں ہوگا، ہمیں اصل صورت حال سے نمٹنا ہے، یعنی وہ جو میں نے تمہیں بتایا کہ کیونکہ کسی اور نے اس جانب توجہ دی ہو یا نہ دی ہو لیکن جن لوگوں کو موٹی زوف سے دلچسپی ہو سکتی ہے انہوں نے فوری طور پر اس

کی جانب توجہ دی اور اس کے بارے میں ایک ماسٹر پلان تیار کر لیا گیا۔ وہی ماسٹر پلان جو میں نے تمہیں بتایا ہے تم خود بتاؤ، بات ذہن میں اترتی ہے یا نہیں۔ وہ جراثیمی ہتھیاروں کا ماہر تھا اور یہ بات یقینی طور پر موثر ذرائع سے سامنے آئی ہوگی کہ موٹی زوف نامی سائنس دان کیا کر رہا ہے جس طرح مجھے اس کے بارے میں تفصیلات معلوم ہوئیں ایسے عالم میں کیا طاقتور حکومتوں کی توجہ اس کی جانب مبذول نہیں ہوئی ہوگی۔ یہ تو ایک فطری امر ہے اور اب وہ موٹی زوف کے حصول کے لئے کوشاں ہیں۔“

”میں سمجھ رہا ہوں، پوری طرح سمجھ رہا ہوں۔“ میں نے پر خیال انداز میں کہا اور کوئن میکویا بھی سوچ میں ڈوب گئی پھر کہنے لگی۔

”بہر حال یہ ایک اہم معاملہ ہے جو توجہ طلب ہے اور اب میں یہ چاہتی ہوں کہ تم اس سلسلے میں اپنے طور پر کام کا آغاز کرو۔“

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی میں نے کہا۔ ”بہر حال کوئن میکویا میں سوالات کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔“

”تمہیں روکتا کون ہے۔“ کوئن میکویا مسکرا کر بولی۔

”وہ پینل جس کا تذکرہ کیا گیا ہے کیا اس نے موٹی زوف کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی؟“

”یقیناً کی ہوگی اور اس سلسلے میں انہیں کوئی موثر کامیابی حاصل نہیں ہوئی ہوگی۔ حالانکہ وہ بھی ذہین لوگ ہیں اور اپنے آپ کو وہاں برقرار رکھے ہوئے ہیں۔ اس سازش کے بارے میں انہیں معلومات حاصل ہو گئیں لیکن اب اتنے بھی ذہانت کے پتلے نہیں ہیں وہ کہ موٹی زوف کے بارے میں بھی مجھے مکمل معلومات فراہم کر دیتے یہ کام تمہیں کرنا ہے۔“

”ٹھیک ہے اب آپ یہ بتائیے کہ مجھے کیا اقدامات کرنا ہوں گے؟“

”دیکھو میں یہ چاہتی ہوں کہ تم وہاں باقاعدہ حیثیت سے جاؤ، میری کرائن کی یونیورسٹیاں اور ٹیکنیکل انجینئرنگ کالج آج بھی اپنی جگہ برقرار ہیں۔ مقامی نوجوانوں کو

دیکھا۔

”ہاں جس جگہ تم موجود تھے وہاں صرف زاویے کا اندازہ لگانے کے بعد میں تم پر نگاہیں جمائے ہوئے ہوں، ورنہ تم میری نگاہوں سے او جھل ہو۔“

”کیا واقعی.....؟“

”جی جھوٹ نہیں بولتی۔“

”اوہ مائی گاڈ۔“

”میں نے پہلے بھی تمہیں کچھ تحائف دیے تھے لیکن یہ اندازہ بھی مجھے اچھی طرح ہو چکا ہے کہ اگر وہ تحائف تمہارے پاس ہوتے تو تم اس قدر مشکلات کا شکار نہ ہوتے۔“

”ہاں میں انہیں ضائع کر چکا ہوں۔“

”بہر حال کچھ نہ کچھ تمہارے پاس ہونا ہی چاہیے تھا اب ایک اور چیز دیکھو۔ وہ یہ ہے۔“ اس نے کہا اور آگے بڑھ کر وہ چھتری میرے سینے میں چھوئی۔ چھتری میرے سینے سے گزر کر میری پشت سے باہر نکل گئی تھی، لیکن مجھے اس کا کوئی احساس نہیں ہوا تھا۔ پھر اس نے چھتری واپس کھینچی اور اسے فضا میں مختلف طریقوں سے میرے جسم سے گزارا۔ اس نے پوری قوت کے ساتھ اسے ادھر ادھر کر کے میرے جسم کے آر پار کیا۔ وہ میرے بدن کے درمیان سے گزر جاتی تھی۔ گویا غیر مرئی ہونے کے ساتھ ساتھ میرا جسم ہر قسم کی چیز کو چھونے کے ناقابل ہو چکا تھا۔ میں نے واقعی متحیرانہ انداز میں منہ کھول دیا اور پھر آہستہ سے بولا۔

”لیکن کوئین، یہ..... یہ.....“

”ہاں تم اس طرح لوگوں کی نگاہوں سے روپوش ہو سکتے ہو اگر کوئی مشکل لمحہ پیش آجائے۔“

”میرے ظاہر ہونے کی صورت کیا ہوگی؟“

”ایک کے ہندسے کو اسی طرح دوبارہ دہراؤ۔“ میں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا اور کوئین مجھے دیکھ کر مسکرائے لگی۔ پھر بولی۔

تربیت دینے کے بجائے انہوں نے بیرونی دنیا کے لیے اپنے دروازے کھول دیے ہیں اور جدید ترین ٹیکنالوجی منتقل کرنے کا کام کر رہے ہیں۔ یہاں ہر عمر کے لوگ نوجوان اور عمر رسیدہ بے تکان آجاسکتے ہیں، بس صرف وہ وہاں کے معاملات پورے کر دیں میں چاہتی ہوں کہ تم عام آدمی کی حیثیت سے ہی میری کرائن میں داخل ہو اور وہاں کی کسی یونیورسٹی میں داخلہ لے لو اس کے بعد تم جانتے ہو کہ تمہیں کیا کرنا ہے؟“

”ویری گڈ، پینل؟“

”پینل کے لوگوں کو تمہاری آمد کے بارے میں اطلاع دے دی جائے گی اور وہ تم سے خود ملاقات کریں گے اور اس کے بعد تمہاری معاونت۔“

”ٹھیک ہے اب میں آدھے گھنٹے کے نوٹس پر روانہ ہونے کے لیے تیار ہوں۔“

کوئین میکوویا مسکرا دی۔ پھر اس نے ایک چھوٹا سا بکس نکالا اور اس میں سے ایک خوب صورت سی گھڑی نکال کر مجھ سے کہا۔

”اپنی یہ گھڑی اتار دو۔“ میں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا تو اس نے خود آگے بڑھ کر وہ گھڑی میرے ہاتھ پر باندھ دی۔ نہایت خوب صورت گھڑی تھی۔ اس نے کہا۔

”اس گھڑی کے بھی ایک سے لے کر بارہ تک ہندسے ہیں۔ گیارہ کا ہندسہ دو بار دہراؤ۔“

”دیشے کے اوپر سے۔“

”ہاں بس اس کو چھو لو۔“ اس نے کہا اور میں نے وہ ہندسہ چھو لیا۔ پھر کوئین میکوویا کی جانب دیکھنے لگا۔ کوئین میکوویا نے ایک چھتری اٹھائی اور کھڑی ہو گئی۔ پھر اس نے کہا۔

”کیا تم اس بات کا اندازہ لگا سکتے ہو کہ میں تمہیں نہیں دیکھ سکتی۔“

”کیا مطلب.....؟“ میں سمجھا نہیں۔

”تم نگاہوں سے او جھل ہو گئے ہو۔“

”جی.....!!“ میں نے متحیرانہ انداز میں اپنے آپ کو اور پھر کوئین میکوویا کو

”تمہیں خود بھی یہ بات بڑی حیران کن محسوس ہو رہی ہوگی، لیکن یہ ہے۔ تو یہ میری طرف سے تمہارا پہلا تحفہ۔ اس کے علاوہ مجھے بتاؤ کیا تمہیں پرانی چیزوں میں سے کچھ درکار ہے؟“

”اوکے۔“

اور اس کے بعد کوئین میکودیا نے میرے لیے روائگی کا انتظام کیا۔ رخسار سے رخصت ہونے کے بعد میں نے اپنے ذہن سے سب کچھ نکال دیا۔ ماضی کی ہر بات کو ذہن سے فراموش کر کے ہی کام کیا جاسکتا ہے اور اس وقت میں بالکل ہی ایک نئے انسان کی حیثیت سے اپنے مشن پر روانہ ہوا تھا۔

مختلف راستے مختلف مراحل طے کرنے کے بعد آخر کار میں میری کرائن انرپورٹ پر اتر گیا۔

ایک اسٹوڈنٹ کی حیثیت سے کسی یونیورسٹی میں داخلہ میرے لیے ایک دلچسپ تجربہ تھا۔ یونیورسٹی کی شاندار عمارت کو دیکھ کر آنکھیں کھل گئیں۔ کئی ملکوں کئی نسلوں کے لوگ نظر آرہے تھے۔ ان میں میرے ہم وطن بھی تھے۔

بہر حال باقاعدہ داخلے کے مراحل طے کئے گئے۔ میں نے پہلے سے طے شدہ سوالات کے جواب دیے۔ پھر دوسرے مرحلے طے ہوئے اور یونیورسٹی کے ہاسٹل میں بھاری معارضے کے تحت ایک کمرہ حاصل ہو گیا۔ مجھ سے پوچھا گیا تھا۔

”کسی کے ساتھ کمرہ درکار ہے یا نہیں؟“

”نہیں، تمہارا رہنا چاہتا ہوں۔“

”اخراجات زیادہ ہوں گے۔“

”ٹھیک ہے۔“

”کھانا میس میں کھاؤ گے یا.....“

”نہیں، اپنے طور پر۔“

”اوکے۔“

کمرہ بہت عمدہ تھا۔ سامنے ایک طویل راہداری تھی۔ جو آگے جا کر گھوم گئی تھی۔ عمارت میں صفائی کا معقول انتظام تھا۔ یہاں قیام کے بعد مجھے ایک لائحہ عمل طے کرنا تھا۔ کوئین میکودیا نے بتا دیا تھا کہ پینل کو میرے بارے میں ہدایت کر دی گئی ہے۔ وہ اس

”وہ مائیکرو پلیٹ جو میرے لیے بے حد کارآمد تھی۔“

”ٹھیک ہے وہ تمہیں مہیا کر دی جائے گی اور کچھ.....؟“

”میرا خیال ہے باقی چیزوں کی مجھے کوئی خاص ضرورت پیش نہیں آتی۔“

”چلو ٹھیک ہے۔ فی الحال ان دونوں چیزوں ہی سے کام چلاؤ اور میں سمجھتی ہوں یہ تمہارے لیے انتہائی کارآمد ہیں۔ ہاں ایک بات میں تم سے ضرور کہنا چاہتی ہوں وہ یہ کہ تم دیواروں سے گزر سکتے ہو، دروازے سے گزر سکتے ہو، لیکن ایسی جگہوں سے جہاں سے

ایک انسان گزر سکے، سمجھ رہے ہو نا میری بات۔ کسی ایسی جگہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کی کوشش مت کرنا جہاں سے تمہارا وجود گزر نہ سکے۔ گویا تم ایسی شخصیت کے مالک ہو کہ دوسروں کو نظر نہ آؤ اور تمہارے جسم کو کوئی نقصان نہ پہنچے، لیکن اگر تم نے کسی چھوٹے سوراخ میں داخل ہونے کی کوشش کی تو وہ تمہاری جسامت کا متحمل نہیں ہو سکے گا یا کوئی بھی ایسی جگہ جو خطرناک ہو، سمجھ رہے ہو نا میری بات؟“

”جی، لیکن کیا یہ انوکھی بات نہیں ہے؟“

”بس کچھ نہ کچھ تو رکاوٹیں ہوتی ہی ہیں۔ ورنہ انسان وہ نہ بن جائے کہ دوسرے انسان اس سے خوف کھائیں۔ کہیں نہ کہیں تو کوئی کمی رہ ہی جاتی ہے اور یہ کمی ہی ہمیں اپنی طاقت کی کمزوریوں کا احساس دلاتی ہے۔“

”دیری گڈ واقعی یہ ایک عظیم اور عجیب تحفہ ہے۔“

”اس کے باوجود اگر تم چاہو تو میں تمہارے لیے سب کچھ مہیا کرنے کے لیے حاضر ہوں۔“

”نہیں میڈم۔ بس آپ مجھے یہ بتائیے کہ مجھے کب روانہ ہونا ہے۔“

”جب کام کا فیصلہ کر لیا جائے تو اس کے بعد دیر کرنا مناسب نہیں ہوتا۔“

”ہاں۔“

”لڑکی ہو تو۔“

”انسان ہو اور کچھ نہیں۔“

”مجھے قبول کرو گے میرا نام اسکیلا ہے۔ آئر لینڈ سے آئی ہوں آوارہ مزاج نہیں ہوں۔ صرف دوستی چاہتی ہوں۔ تنہائی سے بری طرح گھبراتی ہوں لیکن تعلیم مکمل کرنا چاہتی ہوں۔“

میں نے حیرت سے اسے دیکھا اور پھر مسکراتے ہوئے اس کی طرف ہاتھ بڑھا دیا۔
 ”ابھی نہیں۔“ وہ بولی اور میں حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔ مجھے احساس ہوا کہ وہ ذہنی عدم توازن کا شکار ہے۔ وہ بولی۔ ”بالکل نہیں، تم میرا میڈیکل چیک اپ کرا سکتے ہو۔“ میرا منہ حیرت سے کھل گیا اور میں نے تعجب سے کہا۔
 ”کس سلسلے میں؟“

”یہی کہ میں پاگل نہیں ہوں۔ اصل میں جن لوگوں کو کچھ محرومیوں کا شکار ہونا پڑتا ہے ان کے اندر کچھ خاص حیات جاگ اٹھتی ہیں۔ چہرے پڑھنا میرا محبوب مشغلہ رہا ہے۔ اگر میں تم سے کہوں کہ عضلات کا ہر نقش بولتا ہے، لکیریں اور تاثر زبان رکھتے ہیں تو شاید تمہیں یہ بات فلسفہ محسوس ہو لیکن یہ ایک ٹھوس حقیقت ہے اگر تم قدرتی طور پر بے تاثر اور سپاٹ چہرے والے انسان نہیں ہو تو تمہارا چہرہ بولتا ہے۔ میں نے چہروں کی زبان پڑھنا سیکھا ہے۔“

”ویری گڈ۔“ مگر تم نے مجھ سے ہاتھ کیوں نہیں ملایا؟

”تم نے بہت جلد میری دوستی قبول کر لی ہے۔“

”ہاں۔“

”کیوں؟“ اس نے ضدی لہجے میں کہا۔

”اس لیے کہ مجھے انسانوں سے پیار ہے۔“

”مجھے آوارہ تو نہیں سمجھو گے۔“

وقت تک میری طرف متوجہ نہیں ہو گا جب تک میں اس سے رابطہ نہیں کروں گا۔
 رابطے کا طریقہ بھی مجھے بتا دیا گیا تھا۔

بہر حال خود میرا مقصد بھی یہی تھا کہ پہلے میری کرائن سے واقفیت حاصل کروں اور اس کے بعد پینل سے رابطہ کروں گا۔ یونیورسٹی کے معاملات بھی نگاہ میں رکھنے تھے تاکہ کسی شک کا شکار نہ ہو جاؤں۔ یہ کام بے حد احتیاط سے کرنا تھا۔ میرے سامنے والے کمرے میں بھی ایک اسٹوڈنٹ لڑکی نے قیام کیا تھا۔ یہ اسکیلا تھی۔

اسکیلا قومیت کے اعتبار سے آئرش تھی۔ خدوخال کسی قدر بد صورت کھے جاسکتے تھے لیکن قدرت نے چہرے کی کمی بدن میں پوری کر دی تھی اور وہ نہایت پرکشش بدن کی مالک تھی۔

”ہیلو۔“ اس نے کمرے سے نکلتے ہوئے کہا۔ اور میں رک گیا۔ پھر میں نے پر اخلاق لہجے میں اسے ہیلو کہا۔

”کسی ضروری کام سے جا رہے ہو؟“

”نہیں۔“ میں نے جواب دیا۔

”کہاں جانے کے لیے نکلے ہو؟“

”آوارہ گردی کے لیے۔“

”کچھ دوستوں کو وقت دیا ہو گا؟“

”نہیں ابھی یہاں کسی کو دوست نہیں بنا سکا۔“

”دوستی کے لیے کوئی معیار رکھتے ہو؟“

”ہاں، یقیناً۔“

”بتاؤ گے۔؟“ وہ مسکرائے بغیر بولی اور میں ان عجیب و غریب سوالات پر چکرا گیا۔

میں نے کچھ سوچ کر کہا۔

”نشتملیق ہو، مخلص ہو۔“

”اور؟“

”بالکل نہیں۔“ میں نے کہا اور اس نے آگے بڑھ کر میرا ہاتھ پکڑ لیا پھر اسے جھمکیا۔

”شکریہ۔“

”اب آؤ گھومنے چلتے ہیں۔“ وہ خاموشی سے میرے ساتھ چل پڑی۔

==☆☆☆==

اس کے بعد کے حالات جاننے کے لئے
 نامور سیریز کا شاہکار
 ”خونی تحریر“ پڑھیں



ایک حیرت

ایم اے راحت

تاریکی خیز

ایم اے

plotted By Muhammad Nadeem



مقبول اکادمی
پکڑو چوک اردو بازار لاہور

اجمل شاہ تقریباً ساڑھے پانچ بجے میرے پاس پہنچا پر تجسس نظر آ رہا تھا فوراً ہی میرے پاس آکر بولا۔ ”صاب آج کام ہو گیا، جنرل رباب کو اس کے گھر چھوڑ کر آیا ہوں۔ اور وہ بالکل اکیلا ہے ابھی۔ وہ صاب چوبیس گھنٹے تک وہاں سے باہر نہیں نکلے گا۔“

”تو پھر ہمیں پہنچ جانا چاہیے اس تک۔“

”جیسا آپ پسند کریں صاب میں آپ کو ادھر تک کا راستہ بتا دے گا۔“ اجمل شاہ نے کہا۔

دل جمال نے فوراً ہی گاڑی کا بندوبست کیا۔ ویسے تو خوب صورت خان کی ٹیکسی بھی موجود تھی لیکن دل جمال کو یہ آسانی حاصل تھی کہ وہ اپنی کمپنی کی بڑی اور چھوٹی گاڑیاں بہ آسانی لے آتا تھا۔ ویسے یہ خطرہ ہمیں تھا کہ کمپنی کا مونو گرام کہیں ڈولی رباب کے علم نہ آگیا ہو لیکن اب ہر لمحے تو احتیاط نہیں ہوتی جاسکتی تھی۔

اجمل شاہ ہمیں سفید رنگ کی ایک چھوٹی سی گاڑی کا پیچھا کرنے کے لئے کہہ کر آگے بڑھ گیا۔ یہ گاڑی ڈولی رباب کی تھی۔ ہم اس کے عقب میں چل پڑے۔ پھر ایک جگہ رک کر اجمل شاہ نے ایک دور دراز مکان کی جانب اشارہ کیا۔ چھوٹا سا خوبصورت مکان تھا۔ جس کے احاطے میں سبزیاں اگی ہوئی تھیں۔ بڑا سا لکڑی کا گیٹ لگا ہوا تھا لیکن کوئی چوکیدار نہیں تھا۔ اس سلسلے میں بھی ہمیں اجمل شاہ نے تفصیل بتائی۔

”جب وہ یہاں آتا ہے صاب تو کسی کو بھی اپنے پاس دیکھنا پسند نہیں کرتا۔ سب کو بھگا دیتا ہے حالانکہ یہاں عام حالات میں ایک چوکیدار موجود رہتا ہے جو گھر کا خیال رکھتا

ہے اور اس کی صفائی ستھرائی کرتا ہے۔

”اس وقت وہ اکیلا ہوگا؟“

”بالکل اکیلا صاب۔“

میں نے ان لوگوں کو واپس کر دیا تھا۔ یہ میرا اپنا معاملہ تھا اور میں اس سلسلے میں خوب صورت خال یا اجمل شاہ کو سامنے نہیں لاسکتا تھا۔ البتہ چیکاس برادرز میرے ساتھ تھے اور ننھے ننھے نوجوانوں کو اس احاطے میں داخل ہونے میں بھلا کیا رقت پیش آسکتی تھی۔ میں البتہ بڑے گیٹ سے ہی اندر داخل ہوا تھا۔

چھوٹے سے مکان کا دروازہ اندر سے بند نہیں تھا۔ میں نے ان لوگوں کو ہوشیار کیا۔ چیکاس دن اور ٹو تو باہر رک گئے تاکہ صورت حال پر نظر رکھی جائے۔ باقی تینوں چیکاس میرے ساتھ تھے اور میں اندر داخل ہو گیا۔ ایک بڑے کمرے میں پہنچ کر میں نے جنرل رباب کو دیکھا۔ وہ قالین پر بیٹھا ہوا تھا۔ قریب ہی نشہ آور ادویات کا سامان رکھا ہوا تھا۔ لمبے لمبے شانوں تک بکھرے ہوئے انتہائی خوبصورت بال، صورت سے وہ کوئی غیر ملکی نظر آتا تھا۔ نیلی نیلی آنکھوں میں اداسی تیر رہی تھی۔ ویسے خدو خال انتہائی خوبصورت تھے۔ یقینی طور پر ڈولی رباب کی بیٹیاں بھی انتہائی حسین ہوں گی۔ بیٹا بھی انتہائی حد تک شاندار تھا۔ اچھے خاصے قد و قامت کا مالک تھا لیکن جسم کسی قدر دبلا نظر آ رہا تھا۔

ہمیں دیکھ کر وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے پہلے مجھے اور پھر میرے ساتھ موجود چیکاس تھری فور ٹائیو کو دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سی حیرت نظر آرہی تھی۔ پھر دفعتاً ہی اس کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور اس کی آنکھوں میں چھپی حیرت اور گہری ہو گئی۔

وہ دو قدم آگے بڑھ کر بولا۔ ”اس عمارت میں گھسنے والوں کو اصولی طور پر گولیاں کا نشانہ بن جانا چاہیے لیکن آنے والے اگر تم جیسے ہوں تو یقیناً ان کا استقبال کیا جاسکتا ہے۔ یقینی طور پر میرے بارے میں کچھ نہ کچھ معلومات حاصل کر کے ہی آئے ہوں گے۔

میرا نام جنرل رباب ہے۔“

”جنرل رباب! بڑا اشتیاق تھا ہمیں آپ سے ملنے کا۔“

”تو پھر ہاتھ ملاؤ“ مجھے اپنے دشمنوں میں تصور نہ کرو۔ اور اگر میں تم سے یہ کہوں

کہ میں بھی تم لوگوں سے ملنا چاہتا تھا تو یقیناً تم اسے میری چالاکی اور زندگی بچانے کی کوشش سمجھو گے لیکن تمہارا جو دل چاہے سمجھتے رہو۔ مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میں واقعی تم سے ملنے کا خواہشمند تھا۔“ جنرل رباب کے ان الفاظ نے ہمیں حیران کر دیا تھا۔

میں نے گہری نگاہوں سے اس شخص کو دیکھا۔ لاپاہلی سا آدمی تھا، چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیلے ہوئے تھے۔

”بیٹھو تم اپنے تحفظ کا بندوبست کر کے آئے ہو گے اور تمہیں یہ بھی معلوم ہو گا کہ میں یہاں تنہا ہوں۔ چاہو تو میری تلاشی لے لو، میرے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے۔ میں ہتھیاروں کا قائل ہی نہیں ہوں۔ یہ دنیا ویسے ہی بہت بری ہو گئی ہے۔ انسانی زندگی بے وقعت، بے مقصد، بے مزا۔ جینے کو جی نہیں چاہتا تمہاری اس دنیا میں، میں کہتا ہوں بیٹھ جاؤ۔“

”ہمارے بارے میں تمہیں کیا معلومات ہیں جنرل رباب؟“ میں نے سوال کیا۔

”کچھ نہیں بس ان چھوٹے قد کے لوگوں کو دیکھ کر اپنے باپ کی وہ پریشانی یاد آگئی جو آج کل اسے چھوٹے قد کے لوگوں سے لاحق ہو گئی ہے۔ کیا وہ تم ہی تھے جو میرے باپ کے گوداموں تک پہنچے تھے؟ کیا کرنے گئے تھے وہاں، کم از کم مجھے تو بتا دو۔“

”تم بہت تیزی سے آگے بڑھ رہے ہو جنرل رباب۔“ میں نے کہا۔

چیکاس برادرز دیواروں سے پشت لگا کر کھڑے ہو گئے تھے۔ میں اس کے عین سامنے تھا۔

”بیٹھو تو سہی، میں جو کچھ کر رہا ہوں یا جو نہیں کر رہا، اس کے بارے میں جان تو لو۔ اے کیا تم اپنا اطمینان نہیں کرو گے؟ باہر کچھ لوگوں کو چھوڑا ہے تم نے اپنی پرے ذاری کے لئے؟“

”یہ ساری باتیں تمہیں پوچھنے کا حق نہیں پہنچتا۔“

”ٹھیک ہے جیسے تم پسند کرو، بتاؤ میرے لئے کیا حکم ہے؟“

”جنرل رباب! تم سے تمہارے باپ کے بارے میں کچھ معلومات کرنا چاہتا ہوں۔“

”کیا معلومات کرنا چاہتے ہو؟“

”کیا تم اس بات کو جانتے ہو کہ وہ ایک جرائم پیشہ آدمی ہے، کیا تم اس کے جرائم میں برابر کے شریک ہو؟“

”ایک لحاظ سے ہوں۔ وہ اس طرح کہ اس کے گھر میں رہتا ہوں، اس کا دیا کھانا ہوں اور وہ میرا باپ کہلاتا ہے اور میری رگوں میں اسی کا خون دوڑ رہا ہے۔ اس لحاظ سے شرکت تو ہوئی اس کے جرم میں برابر کی لیکن اگر تم یہ پوچھنا چاہتے ہو کہ جو کچھ وہ کرتا ہے اس میں میرا کیا عمل ہے، تو میں تمہیں اس کی تفصیلات بتانے کے لئے تیار ہوں۔ ایک بار پھر کہتا ہوں، یقین کرنا یا نہ کرنا تمہارا کام ہے اور تم جس مقصد کے لئے یہاں آئے ہو اس پر عمل کرنا، مجھے اعتراض نہیں ہوگا۔“

”کیا کرتا ہے ڈولی رہاب؟“

”اسے دولت کا خبط ہے۔ وہ زرو جواہر کا بیار ہے۔ یہ بیماری اسے آج سے نہیں ہمیشہ سے لاحق ہے۔ اس نے ہر ممکن طریقے سے دولت کمانے کی کوشش کی ہے اور پھر جب اسے ایک آسان راستہ نظر آگیا تو اس نے جرم کی جانب قدم اٹھا دیے۔ بادل گل اس کا سب سے بڑا ساتھی ہے۔ بادل گل کا کام بہت بڑا ہے لیکن ڈولی رہاب بھی کسی سے کم نہیں ہے۔ اس نے بہت سے جرائم کئے ہیں اور پیسہ کمایا ہے، اگر آج کل کی بات کرتے ہو تو آج کل اس کے دو کاروبار ہیں۔ کرنسی اور اسلحہ۔ دنیا کے مختلف ملکوں کی جعلی کرنسی اس کے پاس موجود ہے اور وہ اس کی کھپت کے راستے رکھتا ہے۔ یہ جعلی کرنسی وسطی ایشیا کے ملکوں سے تیار ہو کر اس کے پاس پہنچتی ہے اور وہ اسے مختلف ذرائع سے دوسرے ممالک کو سپلائی کر دیتا ہے۔ اس کا کمیشن اسے مل جاتا ہے۔ پہلے وہ منشیات کی تجارت کرتا تھا آج کل نہیں کرتا۔ دوسرا بڑا کام اسلحہ ہے، یہ اسلحہ بھی اس کے پاس بادل گل کے توسط سے آتا ہے اور اس سلسلے میں دونوں کا برابر کمیشن ہے۔ آج کل میرا باپ یہ دونوں کاروبار کر رہا ہے۔ اس کے پاس بے پناہ دولت جمع ہو گئی ہے، مگر اس کا دل ہی نہیں بھرتا، میں نے کتنی بار کہا کہ آخر اتنی زیادہ دولت کا کیا کرو گے۔ تمہاری بیٹیاں ہیں ان کی شادی کر دو۔ جہاں تک میرا مسئلہ ہے میں نے تو اپنی زندگی کا محور ہی بدل لیا ہے۔“

”وہ کیا.....؟“ میں نے سوال کیا۔

”جاننا چاہتے ہو تو سنو، مجھے نہ تو زندگی سے دلچسپی ہے اور نہ ہی دنیا سے، نہ حسن و جمال کا رسیا ہوں، نہ اس دنیا کی دوسری لطافتوں میں دلچسپی لینا چاہتا ہوں۔ میری صرف ایک خواہش ہے۔ ایک ہنسی ایک مسکراہٹ، یہ ہنسی اور مسکراہٹ اگر میرے ذریعے کسی کے ہونٹوں پر آجائے تو میں سمجھتا ہوں مجھے کائنات مل جاتی ہے۔ یہی میرا مقصد ہے۔ دنیا کو دکھ میں دیکھتا ہوں تو منشیات کا سہارا لیتا ہوں، خود کو بھول جاتا ہوں۔“

”جواب میں، میں ہنس پڑا۔“ تم تو ایک طرح سے فرشتہ صفت ہو۔

میری ہنسی کے جواب میں اس نے ایک زبردست تہققہ لگایا اور کہنے لگا۔ ”فرشتوں کی عظمت کو اس طرح داغدار کرتے ہوئے تمہیں شرم آنی چاہیے۔ کیا فرشتے ایسے ہوتے ہیں؟“

میں ایک دم سنجیدہ ہو گیا۔ اس کے لہجے میں ایک عجیب سی کیفیت تھی میں نے اس سے کہا۔ ”سنا ہے، تم ڈولی رہاب کے اکلوتے بیٹے ہو۔ اور وہ تمہیں بے پناہ چاہتا ہے تو پھر تم اسے اس کے جرائم سے روک نہیں سکتے؟“

”نہیں۔“

”کیوں؟“

”اس لئے کہ وہ میرا باپ ہے اور صرف اس مسئلے میں وہ یہ کہتا ہے کہ جو کچھ وہ کر رہا ہے وہ درست ہے۔ وہ میری بات نہیں مانتا اور میرے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے اس سے اپنی بات منوانے کا۔“

”تم نے اسے علیحدگی کی دھمکی کیوں نہیں دے دی۔“

”دھمکی..... میں اس سے علیحدہ ہی تو ہوں۔ میرا اور اس کا کوئی ساتھ نہیں ہے دوست۔ دنیا کے مختلف ملکوں کی سیر کرتا رہا ہوں۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس نے اس سلسلے میں میری مدد بھی کی ہے۔ مگر جانتے ہو میری سب سے بڑی آرزو کیا ہے؟“

”بتا دو۔“

”میں چاہتا ہوں کہ کاش میرے باپ کی دولت کچھ ہونٹوں پر مسکراہٹ لانے کا باعث بن جائے۔ سنو..... تم لوگ تم بھی جرائم پیشہ ہو، کیا کرتے ہو تم لوگ..... ڈولی رہاب اور تمہاری، آج کل کیوں چل رہی ہے۔ کیا تم کرنسی اور اسلحے کا

کاروبار اپنے ہاتھ میں لینا چاہتے ہو۔ یا دشمنی برائے دشمنی ہے۔“

”تمہارا کیا خیال ہے.....؟“

”ہم سب کا ایک ہے خیال ہے میری مراد ڈولی رباب اور بادل گل وغیرہ سے ہے۔ وہ یہ کہ یا تو تم سرکاری آدمی ہو لیکن اس کے امکانات صرف پانچ فیصد ہیں کیونکہ عموماً جب سرکاری آدمی ڈولی رباب یا بادل گل کے لئے کام کرنے آتے ہیں تو کہیں نہ کہیں سے ان دونوں تک کوئی اطلاع پہنچ جاتی ہے۔ اس بار کسی سرکاری آدمی کے بارے میں کوئی اطلاع ان کے پاس نہیں پہنچی، چنانچہ وہ یہی سوچ رہے ہیں کہ کسی غیر ملکی اشتراک سے تم یہاں اپنے قدم جما چاہتے ہو۔ مطلب یہ کہ ان دونوں کے دشمنوں نے مشترکہ طور پر کوشش کر کے تم لوگوں کو یہاں بھیجا ہے تاکہ ان کے کاروبار کو ختم کر کے اس پر قبضہ کر لو۔“

”ہوں اور ہم تم سے یہ کہیں کہ ہمارا تعلق صرف حکومت سے ہے تو.....“

”تو پھر میں تمہیں سر آنکھوں پر بٹھاؤں گا اور تمہارے قدموں میں سر رکھ کر کہوں گا کہ خدا کے لئے میرے باپ کو جرم کی دنیا سے نکال دو۔ اسے جیل میں ڈال دو، پھانسی دے دو، اسے لیکن وہ جو کچھ کر رہا ہے وہ بہتوں کے لئے نقصان دہ ہے۔ یہ اسلحہ ملک بھر میں پھیل رہا ہے اس سے دہشت گردی ہوتی ہے، لوگ موت کا شکار ہوتے ہیں۔ بڑے بڑے شہروں سے نوجوان یہاں آتے ہیں اسلحے کی خریداری کے لئے..... اور یہ اسلحہ وہ کسی اچھے کام کے لئے نہیں خریدتے بلکہ اس کے ذریعے وہ جرم کرتے ہیں۔ طرح طرح کے جرم نجانے کتنے افراد ڈولی رباب کی وجہ سے موت کے گھاٹ اتر چکے ہیں، جہاں تک کرنسی کا معاملہ ہے وہ ایک الگ چیز ہے اس کے لئے بات ہی دوسری ہو جاتی ہے اور میں نہیں چاہتا کہ میرا باپ یہ سب کچھ کرے..... اور اس کے لئے میں تمہاری ہر طرح سے مدد کرنے کے لئے تیار ہوں۔ مجھے تو سڑکوں پر گھسٹی ہوئی زندگی پسند ہے۔ جس طرح میری اس دنیا کے کروڑوں افراد بسر کر رہے ہیں۔ بتاؤ ہم میں خوشحال افراد کتنے ہیں۔ سب کے سب مصیبتوں کا شکار۔ میں ان سے الگ رہنا نہیں چاہتا۔ میری ایک آرزو ہے کہ ایک آرزو ہے۔ سو میرا ایک مشورہ بھی ہے مجھے لے جاؤ یہاں سے، یہاں سے مجھے لے چلو اور اس کے بعد مجھے اذیتیں دو، شدید اذیتیں یوں سمجھو، مجھے تمہاری تلاش تھی۔“

مجھے اذیتیں دے کر تم میرے باپ کو مجبور کرو کہ وہ تمہاری پسند کے مطابق کام کرے۔ سنو اگر کر سکتے ہو تو یہ کام کر لو، اس سے تمہیں فائدہ ہو گا اور یقین کرو، مجھے اسی لئے تمہاری شدت سے تلاش تھی۔“

میں حیرت سے اس شخص کو دیکھ رہا تھا، لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی میرے ذہن میں ایک تصور یہ بھی تھا کہ ممکن ہے یہ چالاک نوجوان مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش کر رہا ہو، اب کیا کرنا چاہیے میں چند لحظات سوچتا رہا، پھر میں نے اس سے کہا۔ ”فرض کرو اگر میں تمہاری بات مان لو، تمہارے باپ کو مجبور کروں، تو کیا تمہیں یقین ہے کہ وہ بادل گل کے مشورے کے بغیر اس کام کے لئے تیار ہو جائے گا۔“

”ساری دنیا میں وہ سب سے زیادہ مجھے چاہتا ہے اور میرے لئے وہ دنیا کا ہر کام کرنے کو تیار ہو جائے گا۔ تم میری اس تجویز پر عمل کر کے دیکھ لو، تھوڑے دن تجربہ کرنے میں کیا حرج ہے؟ میں تو خود اپنے آپ کو تمہاری تحویل میں دے رہا ہوں، چاہو تو اذیتیں بھی دے دینا چاہو تو جسم پر جگہ جگہ داغ ڈال دینا اور میری تصویر بنا کر اس کے سامنے پیش کر دینا اور اگر ایسا نہیں کر سکتے تو سنو، وہ سامنے جو ایک چھوٹی سی میز بڑی ہوئی ہے، اس کی دراز میں انسٹافون موجود ہے۔ وہ انسٹافون تم نکال لو۔ رابطے کا بہترین ذریعہ بن جائے گا اسے استعمال کرو اور میری آواز ڈولی رباب کو سنو دو۔ تمہارے لئے اس سے عہدہ تجویز اور کوئی نہیں ہو سکتی۔“

میں پر خیال انداز میں رخسار کھجانے لگا واقعی عجیب و غریب اور بہترین تجویز تھی۔ مجھے اس بات کی امید نہیں تھی کہ ایسا کوئی کردار مجھے مل جائے گا۔ بہر حال چند لمحے سوچتے رہنے کے بعد میں نے اس سے کہا۔ ”کیا یہ عمارت محفوظ ہے.....؟“

”نہیں بالکل نہیں..... یہاں ڈولی رباب کے آدمی آسکتے ہیں۔ اگر تم مجھ پر اعتبار کرو تو ایک ایسی جگہ لے چلوں جس کی نشاندہی میں کروں گا بلکہ یقین کرو وہ تمہارے لئے بھی محفوظ ترین جگہ رہے گی، یوں سمجھو میرا اصل اڈہ وہی ہے اور اس کے بارے میں ڈولی رباب کو بھی معلوم نہیں ہے۔“

ایک حتمی فیصلہ کرنا تھا اور یقینی طور پر جہز رباب کی یہ پیش کش میری لئے انتہائی سنسنی خیز تھی اور اب سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ میں اس پر بھروسہ کروں یا نہ کروں لیکن

یہاں بھی متانے ہی تھے ہم لوگ، کون اس بات کی پروا کرے کہ مستقبل میں کیا ہوگا چنانچہ میں نے جنرل رباب کا مشورہ قبول کر لیا۔

میں نے آگے بڑھ کر اس سے ہاتھ ملایا۔ ”اب میں تم پر اعتبار کر رہا ہوں جنرل رباب، میں زیادہ سے زیادہ تمہیں موت کے گھاٹ اتار سکتا ہوں۔ تمہاری کسی بد عمدی پر..... لیکن اطمینان رکھو ایسا کبھی نہیں کروں گا کیوں کہ دوست کہہ رہا ہوں تمہیں..... ہاں اگر تمہاری آرزو سکتے چروں پر مسکراہٹیں لانا ہے، تو یقین کرو اس میں..... میں تمہارا بہترین ساتھی ثابت ہوں گا۔“

اس نے ایک لمحے مجھے دیکھا پھر منشیات کی طرف اور اس کے بعد بولا۔ ”اگر تم مجھے وہ نشہ مہیا کرنے کا وعدہ کرو تو میں یہ نشہ ترک کر سکتا ہوں کیا سمجھے.....؟“

بڑے عجیب الفاظ تھے میں نے اس پر اعتبار کر لیا۔

”تو پھر کیا خیال ہے تمہارا.....؟“ اس نے پوچھا۔

”اگر تم پسند کرتے ہو تو چلو، پھر اب مجھے وہ جگہ دکھاؤ جہاں تم ایک قیدی کی حیثیت سے محفوظ رہو گے حالانکہ یہ ایک مضحکہ خیز بات ہے لیکن جب اعتبار ہی کا معاملہ ٹھہرا تو میں اس سے بھی زیادہ مضحکہ خیز بات پر اعتبار کر سکتا ہوں۔“

”وہ انسٹافون نکال لو، جس کے بارے میں میں نے تم سے کہا ہے۔“ جنرل رباب نے کہا اور میں نے اس کی نشاندہی پر انسٹافون اپنے قبضے میں لے لیا۔

اس کے بعد ہماری واپسی انتہائی حیرت ناک تھی۔ پانچوں ساتھی میرے ساتھ تھے اور ہم سب ایک نامعلوم منزل کی جانب سفر کر رہے تھے۔

ہمارا یہ نیا ٹھکانہ بھی عجیب تھا۔ آبادی کا یہ سلسلہ پہاڑی ٹیلوں تک جا کر ختم ہو جاتا تھا۔ پہاڑی کے دامن میں بھی مکانات بنے ہوئے تھے۔ یہ غریب لوگوں کی آبادی تھی۔

جس مکان کے سامنے ہم جا کر رکے وہ ایک ٹوٹا پھوٹا بوسیدہ مکان تھا۔ جنرل رباب نے دروازے پہ دستک دی تو ایک بوڑھی عورت نے دروازہ کھولا جنرل رباب کو دیکھ کر اس کے چہرے پر محبت کا نور پھوٹ آیا۔ پھر اس نے پیار بھری نظروں سے ہمیں دیکھا۔

”آؤ.....“ جنرل رباب بولا، ہم سب جھجکتے ہوئے اندر داخل ہو گئے۔

بوسیدہ مکان سے غریب ٹپک رہی تھی بڑا سا صحن جس میں چار درخت لگے ہوئے

تھے پھر ایک برآمدہ۔ اس میں تین دروازے کھلتے تھے، برآمدے میں تخت پڑے ہوئے تھے۔

”کون ہیں یہ جنرل؟“ بوڑھی نے پوچھا۔

”سب دوست ہیں، مہمان ہیں۔“ جنرل نے کہا ہم نے بوڑھی کو سلام کیا۔

”بیٹھو۔“ بوڑھی عورت نے کہا۔

”شامہ کہاں ہے؟“

”شامہ!“ بوڑھی نے آواز دی۔

”کون آیا ہے ماں.....“ اندر سے نسوانی آواز ابھری۔ اور پھر دروازہ کھول کر ایک لڑکی باہر نکل آئی۔ اسے دیکھ کر ایک عجیب سا احساس ہوا تھا۔ لڑکی کبھی خوبصورت ہو گی لیکن اب اس کا چہرہ جلا ہوا تھا۔ آدھا چہرہ بہت بھیاں تک تھا، باقی آدھا خوبصورت، وہ اندھی تھی۔

”کون ہے ماں.....؟“

”جنرل آیا ہے۔ دوستوں کے ساتھ۔“ لڑکی ٹھنک کر رک گئی۔

”آجاؤ شامہ، میرے دوست ہیں آجاؤ۔“ جنرل رباب نے آگے بڑھ کر لڑکی کا بازو پکڑ لیا وہ جھجکتی ہوئی شرماتی ہوئی آگے بڑھی اور اس نے سمت کا تعین کئے بغیر ہمیں سلام کیا۔ جنرل رباب کہنے لگا۔ ”شامہ، میری بیوی ہے میری زندگی کی مالک۔“

ایک لمحے کے لئے ہمارے منہ حیرت سے کھلے۔ بہر حال یہ ذرا ناقابل یقین سی بات تھی اور کافی حد تک پراسرار بھی۔

جنرل رباب مسکرا کر بولا۔ ”شامہ بہت حسین ہے میری نگاہ میں اس کائنات کی سب سے حسین لڑکی، میں نے اپنی پسند سے اس سے شادی کی ہے۔ ایک حادثہ پیش آگیا تھا، اسے دس بارہ سال پہلے اور یہ آنکھوں سے محروم ہو گئی۔ میرا ارادہ ہے کہ اسے یورپ لے جاؤں اور وہاں اس کی آنکھوں کا علاج کراؤں۔ پھر اس کے چہرے کی سرجری کرا دوں۔ تم لوگ دیکھ لینا، ایک دن یہ اپنی اصلی شکل میں واپس آجائے گی۔“

ہم میں سے کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔

شامہ کہنے لگی۔ ”مہمانوں کے لئے کیا تیار کروں شاہ.....؟“

”بندوبست ہو جائے گا..... میں انہیں اندر لئے جا رہا ہوں۔ بعد میں میں آکر بتاؤں گا کہ تمہیں کیا کرنا ہے۔ آؤ دوستو، شامہ اور میری ساس سے مل لئے۔ چونکہ تمہیں یہاں کچھ عرصے قیام کرنا ہے اس لئے ان سے تمہارا تعارف ضروری تھا۔ آؤ اندر آجاؤ۔“

میں تمام لوگوں کو اشارہ کر کے جنرل رباب کے ساتھ اٹھ گیا۔ سامنے والے دروازے سے اندر داخل ہو کر ہم ایک وسیع و عریض کمرے میں پہنچ گئے جہاں ٹوٹی پھوٹی چارپائیاں پڑی ہوئی تھیں۔ درمیان میں ایک الماری رکھی ہوئی تھی۔ جنرل رباب نے الماری کا دروازہ کھولا اور پھر ایک چٹ کی آواز کے ساتھ وہاں روشنی ہو گئی۔ حیرت کا دوسرا لمحہ تھا۔ الماری سے اندر داخل ہو کر جنرل رباب چند سیڑھیوں کے قریب پہنچ گیا جو گہرائی میں اتر جاتی تھیں۔ غالباً یہ کوئی تہہ خانہ تھا۔ ہم لوگ حیران سے اس جگہ سے اندر داخل ہو گئے۔ اندر پہنچ کر احساس ہوا کہ یہ جگہ ایئر کنڈیشنڈ ہے دس بارہ سیڑھیاں طے کر کے نیچے پہنچے اور جنرل رباب نے ایک پار پھر دیوار ٹٹول کر روشنی کر دی۔ یہاں ہم نے جو کچھ دیکھا وہ ناقابل یقین تھا۔

تہہ خانہ تھا یا ایک عظیم الشان ہال جس میں اعلیٰ درجے کا فرنیچر سجا ہوا تھا۔ کمرے سین جنریٹر بے آواز چل رہے تھے اور انہی کے ذریعے ایئر کنڈیشنڈ ریفریجریٹر اور ٹیپ فریڈر وغیرہ کام کر رہے تھے۔ چھت میں بہت ہی خوب صورت قسم کے فانوس لگے ہوئے تھے۔ جن میں جنریٹر سے پیدا ہونے والی برقی روشنی موجود تھی۔ ایک جانب سیڑھیاں سی جاتی تھیں اور یہ حصہ اوپر تک چلا گیا تھا۔ اندازہ لگانے سے احساس ہوا کہ پہاڑی ٹیلے کو اندر سے کھوکھلا کر کے یہ جگہ بنائی گئی ہے۔ ناقابل یقین سی جگہ تھی۔ جنرل رباب نے مسکرا کر کہا۔ شادی کی تو ضرورت پیش آئی، ایک جگہ عروسی کی..... اور میں نے یہ جگہ تیار کروائی۔

”کمال ہے، جنرل رباب کمال ہے!“

”یہ سب محبت کا کمال ہے۔“

”بے شک اس میں کوئی شک نہیں۔“ میں نے کہا۔

”ظاہر ہے میرا باب ایک ایسی غریب اندھی لڑکی کو قبول نہیں کر سکتا تھا جو اپنا کوئی

ماضی نہ رکھتی ہو لیکن میں نے اسے قبول کیا تھا اور پھر میں نے اسے اس کے شایان شان زندگی دی۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ دہری زندگی گزار رہی ہے لیکن ہم اس ماحول کی دلکشی کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔“

”تم نے ہمیں حیران کر دیا۔“ میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ میں ہی نہیں ہم سب حیران تھے۔

جنرل رباب واقعی بڑی انوکھی شخصیت تھی، سیڑھیوں کی طرف اشارہ کر کے اس نے کہا۔ ”یہ سیڑھیاں اوپر تک جاتی ہیں، اوپر ایک ایسی چٹان ہے، جہاں سے باہر جانے کے لئے راستہ کھلتا ہے، تم وہاں سے دور دور تک کا منظر دیکھ سکتے ہو۔“

”دیکھ سکتا ہوں؟“

”ضرور..... آؤ.....“ اس نے کہا اور ہم سب سیڑھیاں عبور کرنے لگے اس خوفناک جگہ کو دیکھ کر ہم دنگ رہ گئے تھے۔ یہاں سے تاریک جنگلات نظر آتے تھے وہ ہوٹل بھی جہاں میں نے خوبصورت خان کے ساتھ کھانا کھایا تھا۔ نیچے گہرائیوں میں شہر دل کا مکان بھی نظر آرہا تھا۔ بڑا سنسنی خیز نظارہ تھا۔

”جنگلات دیکھ رہے ہو۔ وہاں پر بادل گل کا ٹھکانہ ہے اور وہ بادل گل میرے باپ سے بڑا جرائم پیشہ ہے۔ وہ ان دنوں ویجی ٹیل کنگ کہلاتا ہے۔ وطن میں روغن کی قیمت آسمان پر پہنچ گئی ہے۔ پروڈکشن کا تیس فیصد وہ پڑوسی ملک سمگل کر دیتا ہے اور کروڑوں روپے کما رہا ہے بہت سے آئٹم اس کی لسٹ پر ہیں۔ مگر ان دنوں وہ گھی اور تیل سے سونا بنا رہا ہے۔“

”وہ ڈولی رباب کا دوست ہے۔“

”ایسے لوگ صرف دولت کے دوست ہوتے ہیں، ان کا نہ کوئی دوست ہوتا ہے نہ

وطن۔ بہر حال میں دوسروں کے بارے میں کیا کہہ سکتا ہوں میرا گریبان ہی گندا ہے۔“

”نہیں جنرل رباب۔ تم روشنی کا وہ مینار ہو جو تاریکیوں میں اجالے کرتا ہے، تمہارا

گریبان گندا نہیں بلکہ اس گریبان میں چھپا سینہ نمونہ روشنی ہے۔ ڈولی رباب چھ بیٹیوں

کا باپ ہے ایک گھرانہ ہے اس کا اس کی سوچ بھٹک گئی ہے لیکن اس نے تم جیسی اولاد

پیدا کر کے اپنے سارے گناہوں کا ازالہ کر دیا ہے۔ تم نے نا صرف اسے بلکہ اس کے

پورے خاندان کو بچالیا ہے۔ میری اس سے جنگ ختم ہو گئی ہے۔ تم سے ملنے کے بعد اب میں صرف اسے نیکوں کے راستے پر واپس لانا چاہتا ہوں۔ ہمارے ہاتھ کمزور نہیں ہیں، جنرل رباب، بہت لمبے ہاتھوں کے ساتھ میں یہاں آیا ہوں۔ ڈولی رباب اور بادل گل کو ان ہاتھوں کی گرفت میں آتا تھا۔ مگر تم نے انہیں بچالیا ہے۔“

جنرل رباب خاموشی سے میری صورت دیکھتا رہا پھر اس نے کہا۔ ”اب کیا کرو گے؟“

”تم مل گئے ہو تو ڈولی رباب اب دوسرے نمبر پر آگیا ہے، پہلے مجھے بادل گل کو دیکھنا ہے۔“

”یہ تم پر منحصر ہے۔“

”ایک بات بتاؤ جنرل؟“

”پوچھو۔“

”تاریخ کے ان جنگلات میں سے گزر کر تم کبھی بالی گل کی رہائش گاہ پر گئے ہو؟“

”کبھی نہیں۔“

”وہ تمہیں جانتا تو ہوگا۔“

”بادل گل۔ کیوں نہیں مگر وہ مجھے ایک سرکش اور اپنے مقاصد کے لئے بالکل ناکارہ انسان کی حیثیت سے جانتا ہے۔ اکثر میرے باپ سے کہتا رہتا ہے اس نے کسی نر کو جنم نہیں دیا۔“

”دراصل میں اس راستے کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ اس کی رہائش گاہ تک کیسے پہنچا جاسکتا ہے؟“

”میں نہیں جانتا۔ البتہ تمہیں ایک مشورہ دے سکتا ہوں۔“

”چور تک پہنچنے کا راستہ چور سے معلوم کرو۔“

”میں سمجھا نہیں۔“

”ڈولی رباب تمام راستوں کے بارے میں جانتا ہے اگر تم پہلے ڈولی رباب کو اپنے شکنجے میں کس لو، تو بادل گل کے خفیہ ٹھکانوں کے بارے میں وہ تمہاری رہنمائی کر سکتا

ہے۔“ جنرل رباب نے کہا۔

میں درحقیقت اس شخص سے بہت زیادہ متاثر ہو گیا تھا۔ اس نے صرف سطحی طور پر میری مدد نہیں کی تھی بلکہ انتہائی گمراہیوں سے صرف انسانیت کے نام پر وہ برے لوگوں کی سچ کئی پر آمادہ ہو گیا تھا۔

میں نے آہستہ سے کہا۔ ”جنرل رباب آؤ نیچے چلتے ہیں۔“

ہم واپس اس ایئر کنڈیشنڈ تہہ خانے میں آ گئے۔ اس کی شخصیت نے سب ہی کو مسحور کر رکھا تھا ایک جگہ بیٹھنے کے بعد میں نے کہا۔ ”تم اس انداز میں اپنے باپ کے بارے میں گفتگو کر رہے ہو، جیسے اس سے تمہارا کوئی تعلق نہ ہو۔“

”خدا کی قسم اپنے باپ کو باپ ہی کا درجہ دیتا ہوں لیکن اس باپ کو جو مجھ سے شفقت سے بات کرتا ہے لیکن ڈولی رباب سے نہیں، جو صرف اپنی تجوریاں بھرنے کے لئے ملک کی عزت کو داؤ پر لگائے ہوئے ہے۔ اس ڈولی رباب سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے، وہ صرف ایک ملک دشمن انسان کی حیثیت سے میری نگاہوں میں ہے۔ ہاں جب وہ اپنے جرم کی پاداش میں سزا پا رہا ہو گا تو میں بلک بلک کر روؤں گا۔ اس کے لئے کیونکہ وہ میرا باپ ہے، میں اس سے کہوں گا کہ میرے باپ تو نے انسانیت کے تمام رشتے توڑ دیئے تھے دنیا کے رہنے والوں سے، یہ ان رشتوں کو توڑنے کی سزا ہے۔“

”میں تمہاری عظمت کو سلام کرتا ہوں، جنرل رباب! تم نے اپنے باپ کی پیشانی کے تمام داغ دھو دیئے ہیں۔ بہر حال میری ایک آرزو ہے۔ ڈولی رباب اگر بڑائیوں کے راستے سے واپس آجائے تو مجرمانہ طور پر ہی سہی میں اس کے تمام گناہ چھپا سکتا ہوں لیکن اس کا معاوضہ اسے ادا کرنا ہو گا، تم نے جنرل رباب اور وہ بستیاں دیکھی ہوں گی، جو تمہارے اپنے لوگوں کی بستیاں ہیں لیکن وہاں زندگی کے مصائب سے سسکتی ہوئی لاشوں کے علاوہ کچھ نہیں ہے، وہاں انسان نما جانور رہتے ہیں۔۔۔۔۔۔ ان جانوروں کے لئے زندگی کی تمام مشکلات مہیا کر دی گئی ہے۔۔۔۔۔۔ ان سے انسانوں کی مانند جینے کا حق چھین لیا گیا ہے۔۔۔۔۔۔ میں چاہتا ہوں جنرل رباب کہ تمہارے باپ کی جمع کی ہوئی تمام دولت ان

بستیوں پر خرچ ہو جائے۔ بولو جنرل رباب اس دولت کا ایک پیسہ بھی میں کسی اور مصرف میں استعمال کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہوں۔ حکومت اپنے معاملات خود دیکھتی ہے اور

معزز مہمان کا درجہ دیتا ہوں۔“

چیکا اس برادرز نے ممنونیت سے گردن جھکا دی تھی۔

رات کو جنرل رباب کہنے لگا۔ ”میرا خیال ہے میرے باپ سے ابتدا کرو، آؤ اس بلند جگہ چلتے ہیں جہاں سے ہمیں اس سے بات کرنے میں لطف آئے گا۔“

میں نے گردن خم کر دی اور اس کے بعد ہم اس ٹوپی نما چٹان کے پاس پہنچ گئے، جس کے چاروں طرف سنسان رات بھیلی ہوئی تھی۔ مدہم مدہم روشنیوں میں منظر بے حد عجیب نظر آ رہا تھا، جنرل رباب مسکرا کر میرے پاس بیٹھ گیا اور پھر میں انسٹافون پر ڈولی رباب کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔

چند لمحوں کے بعد دوسری طرف سے رابطہ قائم ہو گیا اور آواز آئی۔ ”کون ہے؟“

”ڈولی رباب سے بات کراؤ۔“

”کون بول رہا ہے؟“

”اس کا بدترین دشمن۔“ میں نے پروگرام کے مطابق غراتے ہوئے کہا۔

”کیا بکواس کرتے ہو، ڈولی رباب کے دشمن یہاں جی نہیں سکتے۔“

”مگر میں زندہ ہوں اسے صرف اتنا بتا دو کہ وہ بات کرنا چاہتا ہے جس کے لئے وہ پریشان ہے۔“ دوسری طرف سے خاموشی چھا گئی۔

جنرل رباب مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا میں انتظار کرنے لگا پھر آواز آئی۔ ”تھوڑی دیر انتظار کرو، ابھی رابطہ قائم ہوا جاتا ہے۔“

”میں انتظار کر رہا ہوں۔“ ذرا دیر بعد سیٹ پر ایک غراتی ہوئی آواز سنائی دی۔

”کون ہے تو؟ میں ڈولی رباب بول رہا ہوں؟“

”فی الحال دشمنوں میں شمار کرو مجھے، ڈولی رباب ہو سکتا ہے یہ دشمنی دوستی میں بدل جائے، فی الحال مجھے اپنا بدترین دشمن سمجھو۔“

”میری بہتی میں، میرے علاقے میں تو کب تک جی سکتا ہے کتے۔ کہاں چھپا ہوا ہے سامنے آکر بات کر، مردوں کی طرح۔“

”ایسی باتیں مجھے متاثر نہیں کرتیں جہاں بھی چھپا ہوا ہوں، محفوظ سمجھتا ہوں اپنے آپ کو، لیکن تم بالکل غیر محفوظ ہو، میں نے تمہارے تمام گوداموں کی تصاویر بنالی ہیں اور

بہت سے ایسے منصوبے بناتی ہے جس کے لئے اسے مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں ڈولی رباب کی بے پناہ دولت اس کے سارے مسائل کا حل نہیں ہے لیکن یہ دولت ان چھوٹی بستیوں کے مسائل ضرور حل کر سکتی ہے۔ جنرل رباب! جب ڈولی رباب اپنے تمام منصوبوں میں ناکام ہو جائے گا تو اس کے بعد ان کے ولی عہد تم ہی ہو گئے۔ تم مجھ سے وعدہ کرو کہ اس دولت کا ایک ایک پیسہ تم ان غریب بستیوں پر خرچ کرو گے۔ کیا تم اس کا وعدہ کرتے ہو؟“

”کاش میری کھال کے جوتے بھی ان کے کام آجائیں۔“

”تو پھر تم نے اپنے باپ کی زندگی محفوظ کر لی۔ تم نے اس کی عزت اس کی آن محفوظ کر لی، بس اسے اس کام کے لئے تیار کرنا ہے۔“

”کاش یہ سب کچھ تمہاری پسند کے مطابق ہو جائے اگر میرے دل کی بات پوچھنا چاہتے ہو تو میری بیوی شامہ کو دیکھ لو۔ دنیا کی ٹھکرائی ہوئی ماں اور اس کی مظلوم بیٹی کسی کے لئے قابل اعتناء نہیں تھیں مگر میں نے..... میں نے انہیں سینے سے لگالیا اور وہ سارا مان دیا جو دنیا میں جینے والوں کو دیا جاتا ہے۔ لیکن یہ دیگ کا ایک چاول ہے۔“

”میں جانتا ہوں جنرل رباب، میں تمہیں اچھی طرح جان چکا ہوں۔“

”اب یہ بتاؤ آئندہ کیا کرنا ہے؟“ جنرل رباب نے پوچھا۔

”بس یہی سوچ رہا ہوں کہ کیا کرنا چاہیے۔“ میں پر خیال انداز میں رخسار کھجائے

لگا۔

اسی وقت بوڑھی عورت اندر داخل ہو گئی اور اس نے کہا۔ ”کھانا کہاں کھاؤ گے

کھانا تیار ہو گیا ہے؟“

”اتنی جلدی، مادر مہربان؟“

”ہاں۔ مہمانوں کے لئے فوراً تیاریاں شروع کر دی گئی تھیں۔“

”تو پھر ہم کھانا یہیں لے آتے ہیں، میں ذرا مادر مہربان کے ساتھ جا رہا ہوں، تم

لوگ انتظار کر لو۔“

کھانا سادہ لیکن بہت پر لطف تھا۔ جنرل رباب نے چیکا اس برادرز کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”دوستو یہ خانہ بے تکلف ہے، آرام کے لئے جو جگہ چاہو منتخب کر لینا۔ میں تمہیں ایک

اگر میں یہ تصویریں سرکاری حکام کو فروخت کرنا چاہوں تو مجھے ان کی شاندار قیمت مل سکتی ہے۔ میں اگر چاہوں تو اخبارات کو بھی یہ تمام تصاویر فراہم کر سکتا ہوں۔ ان تمام تفصیلات کے ساتھ اور اس کے بعد ڈولی رباب تمہیں اپنے اس تمام کاروبار سے محروم ہونا پڑے گا۔ کیا سمجھے، میرا خیال ہے کہ اب تم سمجھ چکے ہو گے کہ میں کون ہوں۔“

”میرے خیال میں تجھے کسی ایسی کتیا نے جنم دیا ہے جو خارش زدہ ہوگی ایک بار میرے ہاتھ آ..... بس ایک بار۔ میں تجھ سے پورا تعارف کراؤں گا اپنا۔“

”تم کوشش تو کر رہے ہو مجھے پکڑنے کی اور تمہارے ساتھ بادل گل تعاون کر رہا ہے۔“

”بہت خوش ہے تو اس بات پر کہ ابھی ہمارے ہاتھ نہیں آیا، خوش ہوئے مگر تیری یہ خوشی عارضی ہوگی۔“

”ابھی تک تو تم کچھ نہیں کر سکے۔“

”ابھی وقت ہی کتنا گزرا ہے، تیری یہ خواہش پوری ہو جائے گی، پورے شہر کی ناکہ بندی کر دی ہے ہم نے۔“

”اور میں تمہاری شہ رگ پر بیٹھا ہوا ہوں۔“

”کتے کی اولاد..... کب تک چوہے کے بل میں چھپا رہے گا، نکال لیں گے ہم تجھے۔ نر کا بچہ ہے تو سامنے آکر بات کر۔“ ڈولی رباب نے کہا۔

”افسوس کچھ ایسی بات ہو گئی ہے کہ اب تمہارے لئے کوئی برا لفظ استعمال نہیں کر سکتا۔“ میں نے مسکرا کر جنرل رباب کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”اور کیا کہنا ہے تجھے۔“

”ایک اہم انکشاف کرنا چاہتا ہوں۔ تمہاری چھ بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے۔ دنیا میں نسلیں بیٹوں سے چلتی ہیں۔ کیا تم دولت کے لئے اپنی نسل کشی کرنا پسند کرو گے۔“

”کتے کے بچے۔ تیری بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔“

”کاش میں بھی جواب میں تمہیں یہی کہہ سکتا۔“ میں نے اپنا غصہ دباتے ہوئے کہا۔

”سنو تمہاری نسل تباہ ہو رہی ہے، اسے بچانا چاہتے ہو تو مجھ سے بات کرو۔“

”تو کیا بکواس کر رہا ہے میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا۔“

”تمہارا بیٹا جنرل رباب میرے قبضے میں ہے، اس وقت وہ جس حالت میں ہے اس کی تصویر زبانی سن لو وہ الٹا لٹکا ہوا ہے اس سے چار فٹ کے فاصلے پر انجیکشن میں کوئلے دیکر رہے ہیں، اس کا بدن بے لباس ہے، ابھی اس پر اذیتوں کا آغاز نہیں کیا گیا ہے۔“

”کک۔ کیا بکواس کر رہا ہے؟“

”اگر تم مہذب نہ ہوئے اور اس کے بعد تمہاری زبان سے ایک بھی گالی نکلی تو اس پر عذاب شروع ہو جائے گا۔“

”بکواس..... جھوٹ۔“ ڈولی رباب کی آواز سے خوف جھلک رہا تھا۔

”تو پھر سنو۔“ میں نے جنرل رباب کو اشارہ کیا اور فون اس کے قریب کر دیا۔

جنرل رباب تو بہترین صدا کار تھا اس نے فوراً کہا۔ ”آہ..... آہ..... میری پنڈلیاں ٹوٹ جائیں گی۔ کھول دو خدا کے لئے مجھے کھول دو۔ کھول دو میرا سر چکرا رہا ہے۔ مر رہا ہوں میں۔ آہ..... آہ.....“

ایسی اذیت میں ڈولی آواز تھی کہ میں بھی دنگ رہ گیا۔

دوسری طرف سے ڈولی رباب کی تڑپتی ہوئی آواز سنائی دی۔ ”یہ تو ہے.....؟“

میرے بچے جنرل

”بچالو بابا جان، بچالو مجھے..... آہ میری پنڈلیاں ٹوٹ رہی ہیں۔ بابا جان مرجاؤں گا میں..... مجھے بچالو، خدا کے لئے مجھے بچالو۔“

”کیا ہو رہا ہے یہ..... کہاں ہے تو..... کون لوگ ہیں یہ؟“

”بچالو مجھے بابا جان بچالو..... آہ مجھے بچالو۔“ جنرل رباب اس بلا کی صدا کاری کر رہا تھا کہ اسے داد دینے کو جی چاہ رہا تھا.....

ڈولی رباب کی آواز سنائی دی۔ ”دشمن کہاں ہے تو..... میری بات سن..... فون اپنے چہرے کے قریب کر میں تجھ سے بات کرنا چاہتا ہوں۔“

میں زیادہ دور نہیں ہوں تمہارے لخت جگہ سے ڈولی رباب..... بولو کیا بات کرنا چاہتے ہو۔“

”کیا چاہتا ہے تو؟ آہ تو نے کیا سلوک کر رکھا ہے، میرے بچے کے ساتھ..... سن فوراً کھول دے اسے ورنہ تیری نسلوں کو تباہ کروں گا میں ہر اس شخص کو تباہ کروں گا

جو تیرا نام بھی جانتا ہوگا۔“

”ضرور تباہ کر دینا لیکن اس وقت جب تمہارے بیٹے کی لاش تمہارے پاس پہنچ جائے۔ تم سے گفتگو آخری مراحل میں ہے، اس کے بعد اس پر اذیتوں کا آغاز ہو جائے گا۔ ہم اس کی دونوں آنکھیں نکال دیں گے، اس کے ہاتھوں اور پیروں کی انگلیاں کاٹ دیں گے، اس کے جسم پر جگہ جگہ اتنے داغ لگائیں گے کہ تم وہ داغ گن نہ پاؤ گے اور اس کے بعد تمہارا یہ ٹوٹا پھوٹا بیٹا تمہارے پاس واپس پہنچا دیں گے۔ ابھی یہ زندہ سلامت ہے لیکن بہت تھوڑا سا وقت لگے گا، اس میں بہت تھوڑا سا وقت لگے گا۔“

ڈولی رباب اتنے کرب سے چیخا کہ خود مجھے اس کی دلدوز چیخوں پر دکھ ہوا۔

میں نے کہا۔ ”سوچ لو ڈولی رباب، فیصلہ کر لو۔“

”نہیں معافی چاہتا ہوں، تجھ سے، معاف کر دے مجھے، جو کچھ کہہ چکا ہوں اسے بھول جا۔ جو سزا چاہے دے لینا، میری ان باتوں کی مجھے پہلے اسے کھول دے، الٹا لٹکے لٹکے اس کی پنڈلیاں ناکارہ ہو جائیں گی، کھول دے اسے، یوں سمجھ لے کہ جو کچھ تو کہے گا میں مان لوں گا، اپنی گردن پیش کر دوں گا تجھے۔ اگر یہ سلوک تو میرے ساتھ کرنا چاہیے، جو تو نے میرے بیٹے کے لئے اپنی ناپاک زبان سے کہا ہے، تو میں اس کے لئے اپنے آپ کو پیش کر دوں گا۔“

”نہیں ڈولی رباب۔ اگر تو میری بات مان لے، تو نہ تیرے بیٹے کو کوئی اذیت پہنچے گی اور نہ تجھے، میں بھول جاؤں گا سب کچھ، کہ تو نے کیا کیا نقصانات پہنچائے ہیں میرے وطن کے لوگوں کو۔ بول ڈولی رباب اپنے بیٹے کے عوض یہ سودا کر رہا ہے؟“

”دیوانے، بے وقوف۔ جنرل رباب کے لئے تو میں اپنی ساری کائنات کا سودا کر سکتا ہوں سب کچھ دے سکتا ہوں، بہت دولت ہے میرے پاس، اتنی دولت ہے کہ تو سوچ بھی نہیں سکتا، اس جیسے دو شہر آباد کر دوں گا میں۔ دو شہر آباد کر دوں گا۔ میرے بچے کو پہلے کھول دے، اس کی زبان سے یہ کہلوادے کہ اب وہ بہتر حالت میں ہے۔“

”ٹھیک ہے اچھے تعاون کے لئے میں تیری اس خواہش پر عمل کر رہا ہوں۔ کھول دو اسے۔“ میں نے اس طرح کہا جیسا اپنے ساتھیوں کو حکم دے رہا ہوں، پھر چند لمحات کے بعد میں نے ٹیلی فون سیٹ جنرل رباب کے سامنے رکھ دیا۔

”اس کی بات مان لو بابا..... بابا جان اس کی بات مان لو..... یہ جو کچھ کہہ رہا ہے وہ کر دو..... ورنہ ورنہ یہ بڑے وحشی لوگ ہیں..... بابا جان یہ مجھے بڑی تپتی دے دے کر ہلاک کر دیں گے..... اس کی بات مان لو غصہ کے لئے اس کی بات مان لو۔“

”انہوں نے تجھے کھول دیا.....؟“

”ہاں بابا جان، مگر میں اپنے پیروں سے کھڑا نہیں ہو سکتا، آہ میری پنڈلیاں..... گئی ہیں۔“

”دیکھو۔ کون ہو۔ تم کسی سے اس کی پنڈلیاں ملوا کر اس کا دوران خون بحال کرادو، تمہارا احسان ہو گا مجھ پر، اسے فوری طبی امداد دو، یوں سمجھ لو غلام بن گیا ہوں تمہارا، میری زندگی اب تمہاری منہمی میں ہے۔“

”ایک عظیم باپ کی شکل میں تمہیں سلام کرتا ہوں ڈولی رباب، تمہاری یہ خواہش بھی پوری کی جائے گی، اب سنو اس ٹیلی فون سے ایک ٹیپ ریکارڈ منسلک ہے، جس پر تمہاری تمام گفتگو ریکارڈ ہو رہی ہے۔ یہ اعتراضات تمہارے انحراف کی شکل میں جس طرح بھی ممکن ہوئے تمہارے خلاف استعمال کئے جائیں گے، لیکن تمہیں اپنا اسٹیٹمنٹ دینا ہو گا، اپنے بیٹے کی زندگی کے لئے۔“

”فون اسے دو۔“ ڈولی رباب نے کہا اور میں نے فون جنرل کے سامنے کر دیا۔

جنرل کی آنکھوں میں نمی آگئی تھی۔

”بابا جان۔“ اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”جنرل، میرے بیٹے! تکلیف کم ہوئی؟“

”ہاں بابا جان۔ اب ٹھیک ہوں۔“

”فکر مت کرو، میری جان میں تجھے زندگی دے کر بھی بچاؤں گا، فکر نہ کرنا سب ٹھیک ہو جائے گا، فون اسے دے دو۔“

”ہاں! ڈولی رباب۔“

”بولو، کیا چاہتے ہو؟“

”تمہارے جرائم کی تفصیل۔“

”کہاں سے شروع کروں؟“

”جہاں سے تم نے مجرمانہ زندگی کا آغاز کیا۔“

”تفصیل طویل ہو جائے گی، مختصر مگر کام کی بات ہو میں ڈولی رباب، جانم رباب کا بیٹا اعتراف کرتا ہوں کہ پچھلے تیرہ سال سے میں منشیات کا تاجر ہوں۔ میں نے کروڑوں روپے کی ہیروئن مختلف ملکوں کو فروخت کی ہے۔ اس کے بعد میں نے دوسرے ناجائز کاروبار کئے۔ اس وقت ملک کے دوسرے شہروں کے تمام بینکوں میں میری کوئی چار ارب روپے کی دولت جمع ہے۔ سوئٹزرلینڈ کے بینکوں میں میرے ڈیڑھ ارب ڈالر جمع ہیں۔ میں اب اسلحہ کی تجارت کر رہا ہوں، اس کے علاوہ جعلی کرنسی کا بہت بڑا تاجر ہوں۔ یہ کرنسی کئی ملکوں سے چھپ کر میرے پاس آتی ہے اور میں اس کا سب سے بڑا مقامی ڈیلر ہوں۔ یہ تمام اعترافات میں پورے ہوش و حواس میں کر رہا ہوں۔“

==☆☆☆☆==

”اٹمینان بخش اعتراف ہے۔“

”اور کیا چاہتے ہو؟“

”بادل گل کے بارے میں معلومات۔“

”بادل گل مجھ سے بڑا اسمگلر ہے۔ وہ اس وقت سویا بین کی بڑی اسمگلنگ کر رہا ہے۔“

”کیا طریقہ کار ہے اس کا؟“

”خدا کی قسم میں نہیں جانتا۔ اگر جانتا تو اس وقت تم سے کچھ نہیں چھپاتا۔ اس کا طریقہ کار مجھے نہیں معلوم۔“

”تاریہین کے جنگلات میں اس کی رہائش گاہ ہے۔“

”ہاں سب کچھ وہیں سے ہوتا ہے۔ وہ بہت چالاک آدمی ہے۔ اس نے اپنا صرف ایک پوائنٹ بنا رکھا ہے۔ باقی اس کا کسی جگہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس پوائنٹ کو اس نے سب سے مضبوط جگہ بنا رکھا ہے۔“

”کیا تم تاریہین کے جنگلات میں اس کے گھر گئے ہو؟“

”ہاں جاتا رہتا ہوں۔“

”اس جگہ تک پہنچنے کا کیا راستہ ہے؟“

”تاریہین کے جنگلات سے گزرنا ہوتا ہے اور کوئی راستہ نہیں ہے۔“

”کیا ان جنگلات سے گزرنا ممکن نہیں؟“

”بالکل وہ سب جانتا ہے کہ کون کب ادھر داخل ہوا ہے۔“

”کوئی طریقہ ایسا بتاؤ جس سے اس تک پہنچا جاسکے؟“

”میں نہیں جانتا۔“

”کیا اسے وہاں بیٹھ کر یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ جنگلوں میں کون داخل ہوا؟“

”وہ اپنے بارے میں کسی کو کچھ نہیں بتاتا۔ میری بات پر یقین کرو اگر معلوم ہوتا تو میں تم سے کچھ نہ چھپاتا۔“ ڈولی رباب نے بھرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ اس کی آواز سے بے پناہ خوف ٹپک رہا تھا۔

”مسٹر ڈولی رباب یہ تمام اعترافات ریکارڈ ہو چکے ہیں۔ کیا تمہیں اندازہ ہے کہ ان اعترافات کے بعد تمہاری کیا پوزیشن ہو گئی ہے؟“

”صرف..... میرے بچے اس سے متشنی ہیں۔“

”کیا مطلب ہے؟“

”ان سے صرف میں پھنستا ہوں میرے بچے نہیں پھنتے اور یہ سچ بھی ہے۔ جنرل بالکل بے گناہ ہے تم اسے چھوڑ دو۔ سنو میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ.....“

”ڈولی رباب، جنرل شاہ کو ابھی نہیں چھوڑا جاسکتا۔“

تمہیں بادل گل کے خلاف ہماری مدد کرنی ہوگی۔ اس کے علاوہ تمہیں جرم کی یہ زندگی بھی ختم کرنی ہوگی۔ بہت سے کاموں کے بعد تمہیں اپنے بیٹے کی صورت دیکھنا نصیب ہوگی۔ یہ سب اتنا آسان نہیں ہے۔“

”آہ میں..... میں اس تصور سے ہی مر جاؤں گا کہ وہ..... وہ کسی کی قید میں ہے۔“

”اس کی زندگی تمہارے آئندہ تعاون سے بچے گی۔ ہاں یہ وعدہ ہے تم سے کہ اسے کوئی تکلیف نہیں پہنچائی جائے گی لیکن صرف اس شرط پر کہ تم تعاون کرو گے۔“ میں نے فون بند کر دیا۔

جنرل شاہ کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ اس کا مفہوم میری سمجھ میں آگیا۔

”ہاں جنرل شاہ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔“ میں نے کہا۔

”کیا؟“

”وہ ایک قابل رشک باپ ہے۔ میں نے اس سے قبل محبت کا یہ معیار نہیں دیکھا۔“

”جنرل رباب مجھے دیکھتا رہا پھر بولا۔“ اسے معاف کر دو دوست، تمہارے اس حکم کی تعمیل میں کروں گا اور میں جھوٹا انسان نہیں ہوں۔“

”جنرل رباب نے یہ جگہ خوب بنائی تھی۔ تین چار دن ہم نے بالکل خاموشی سے گزارے۔ راتوں کو ہم تاریں کے جنگلات کا تجزیہ کرتے رہے۔ اس دوران ایک رات ہنگامہ خیز رہی تھی۔ اس رات ٹرکوں کی ایک لمبی قطار ان جنگلوں میں داخل ہوئی تھی۔ کوئی سو کے قریب ٹرک تھے جو جنگل میں غائب ہو گئے تھے۔ پھر دوسری رات وہ واپس ہوئے تھے، اندازہ ہو گیا تھا کہ ان میں کیا آیا ہے۔ بیرونی خبریں، خوبصورت خان اور اجمل شاہ دیتے رہتے تھے۔ اجمل شاہ نے بتایا کہ اس کی بھانج زریہ بہت غمزہ ہوئی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ ہم سب بادل گل کے ستائے ہوئے ہیں۔ اجمل شاہ نے اسے حقیقت نہیں بتائی تھی۔“

اس وقت بھی ہم ٹیلے کی بلندی سے تاریں کے جنگلات کا جائزہ لے رہے تھے اسی موضوع پر بات ہو رہی تھی۔ اچانک چیکاس برادرز ایک قطار میں کھڑے ہو گئے۔ ”کچھ کہنا ہے چیف۔“

میں اور جنرل رباب چونک کر انہیں دیکھنے لگے۔

”کیا بات ہے؟“

”ہم نے فیصلہ کر لیا ہے کہ تاریں کے جنگلات میں داخل ہو کر بادل گل کا یہ ٹھکانہ تباہ کریں گے۔ بہت انتظار ہو گیا۔ اب عمل ضروری ہو گیا ہے۔“

”مگر کیسے.....؟“ میں نے حیرت سے پوچھا۔

جواب میں انہوں نے اپنی جیب سے وہ نیلی پٹیاں نکال لیں جو ان کے لئے ایک مقدس قسم کا درجہ رکھتی تھیں۔ یہ پٹیاں ماتھے پر باندھ کر وہ کمر تک جھکے اور سیدھے ہو گئے۔ ”جس طرح بھی ممکن ہو سکا۔“ انہوں نے بیک وقت کہا۔ چھوٹے قامت کے یہ نوجوان بے حد پراسرار محسوس ہو رہے تھے۔ جنرل رباب کے چہرے پر بھی حیرت تھی۔

مجھے وہ لحات یاد آرہے تھے۔ جب انہوں نے جبار گھنی ڈال کی لاش حاصل کی تھی۔

چیکاں برادرز چھوٹے قدم و قامت کے مالک تھے لیکن اس وقت ان کا قد بہت بڑا لگ رہا تھا۔ جو عزم ان کے چہروں پر کھیل رہا تھا وہ ناقابل تسخیر تھا۔ یہ نیلی پٹیاں ان کے لئے زندگی اور موت کا درجہ رکھتی تھیں۔ یعنی جب انہیں باندھ لیا تو پھر یا تو جو کام وہ کرنا چاہتے تھے وہ لازمی طور پر ہونا چاہیے ورنہ پھر موت کو گلے لگا لینا ان کے لئے سب سے آسان تھا۔

کافی دیر خاموش گزر گئی۔ وہ سب جنگلات کی جانب دیکھ رہے تھے۔ جو رات کی تاریکیوں میں دھندلے دھندلے سایوں کی شکل میں نظر آرہے تھے۔ بالآخر یہ پراسرار سکوت جنرل رباب نے توڑا۔

”میری سمجھ میں کچھ آیا نہیں مسٹر دانش۔“

”اُو ویسے بھی یہاں رکنا اب ضروری نہیں رہا ہے۔“

”ہم سب نیلے سے واپس آگئے۔ جنرل رباب نے شانہ سے کہا کہ عمدہ قسم کا قہوہ

تیار کر کے پلائے۔“

شانہ ایک عظیم لڑکی تھی۔ ایک ایسا پروقار کردار جس سے دل خود بخود متاثر ہو جاتا تھا۔ آنکھوں سے محروم ہونے کے باوجود وہ ہزار آنکھوں کی مالک معلوم ہوتی تھی۔ کہیں بھی اسے لڑکھڑاتے ہوئے نہیں دیکھا گیا تھا۔ ہم لوگوں نے ایک عمدہ جگہ نشست جمائی۔ چیکاں برادرز گھٹنوں کے بل اس طرح بیٹھے کہ عام آدمی کا بیٹھنا ناممکن ہو جائے۔ عجیب و غریب طریقے سے انہوں نے ٹانگیں موڑ لی تھیں۔ جنرل رباب نے ان کے بیٹھنے کے اس انداز کو بھی تعجب سے دیکھا۔ میں نے بھی حیرانی ہی سے دیکھا تھا۔ اتنے عرصے سے ان لوگوں کے ساتھ تھا۔ لیکن بسا اوقات یہ پراسرار وجود مجھے بھی حیران کر دیا کرتے تھے۔ پوچھ ہی بیٹھا اس بارے میں تو چیکاں دن نے مدھم لہجے میں کہا۔

”چیف دراصل یہ ہماری بہن کا سکھایا ہوا ایک آسن ہے۔ اس طرح بیٹھنے سے ہمارا جسم تکلیف محسوس کرتا ہے لیکن نیلی پٹیوں کی قسم جب بھی کھائی جاتی ہے تو ہر طرح کے عیش و عشرت حرام ہو جاتے ہیں۔ آپ کو شاید اس بارے میں معلومات حاصل ہوں۔ بڑی عجیب و غریب کہانی ہے۔ زمانہ قدیم کی ایک کہانی جسے مختصر الفاظ میں میں آپ کے

سامنے بیان کر دوں۔ وہ ظالم تھے اور انہوں نے معصوم انسانوں پر ظلم کے پہاڑ توڑ رکھے تھے۔ انہوں نے معصوم انسانوں کو ہتھیار بھی نہ دیئے تھے۔ تب بزرگوں نے کہا کہ ان کا مقابلہ خالی ہاتھوں سے کیا جائے لیکن اس طرح کہ روحانیت کا عمل ہو، ظلم کے خلاف عمل ہو، اپنے ذاتی مفاد کے لئے کچھ نہ کیا جائے اور چیف ان بزرگوں کے پیروکار اپنے جسم کو ڈھک کر اپنے چہرے کو ڈھک کر پتھر کے ٹکڑے، لکڑی کے ڈنڈے، لوہے کے ہتھیار، لوہے کے ستارے، غرض وہ ہر چیز لے کر کمر بستہ ہو گئے جس سے ظالموں کو نقصان پہنچایا جائے۔ جدید دور میں انہیں نچا کھا جاتا ہے لیکن نچاؤں کی کہانیاں قدیم ترین ہیں۔ وہ مظلوم اپنا چہرہ چھپائے ہوئے ظالموں کے مد مقابل آتے۔ رات کی تاریکیوں کا لباس پہنتے اور انہی تاریکیوں میں وہ ظالموں پر قہر بن جاتے۔ ان کے ہاتھوں سے نکلے ہوئے ستارے ظلم کی کمر میں سوراخ کر دیتے۔ ان کی گردن اتار دیتے۔ ان کے ہاتھوں میں پکڑے ہوئے لمبے لمبے ڈنڈے اس طرح گردش میں آتے کہ کئی کئی افراد اپنے قدموں پر کھڑے نہ رہ پاتے۔ ان کی تلواریں ان کے نیزے روحانیت کے سمندر میں ڈوبے ہوئے تھے اور بھلا سمندر کا مقابلہ ندی نالے کیسے کر سکتے ہیں اور زمانہ قدیم کا یہ روحانی مزاج ان کے تن میں آج تک کھلا ہوا ہے اور جب ہم لوگ اپنی بہن چیکاں کو یاد کرتے ہیں تو ہمیں یاد آ جاتا ہے کہ اس کے احکامات کیا تھے۔ نیلی پٹیاں اس وقت باندھی جاتی ہیں چیف جب مشکل حد سے گزر جائے اور اس کے بعد صرف ایک تصور رہ جائے۔ عمل اور اس کا نتیجہ چاہے وہ موت کی شکل میں ہی کیوں نہ نکل آئے تو چیف اس وقت تک ہم پر عیش و آرام حرام ہوتا ہے۔ ہم بستروں پر لیٹیں گے تو ہمارے جسموں کے نیچے ایسے نوکیلے پتھر ہوں گے جو ہمارے جسموں کو چبھتے رہیں گے۔ اس طرح ہم اپنی قسم سے غافل نہیں ہوں گے۔ ہم اگر زمین پر بیٹھے ہیں تو اس لئے اس طرح سے بیٹھے ہیں کہ ہمارے مڑے ٹڑے پاؤں ہمیں تکلیف دیتے رہیں اور کہیں ہماری پسند کا کوئی لمحہ ہمارے ذہنوں سے ان قسموں کو فراموش نہ کر دے۔ یہ ہمارے بیٹھنے کا جواز ہے چیف اور اس وجہ سے ہم اس انداز میں بیٹھے ہیں۔“

جنرل رباب پھٹی پھٹی آنکھوں سے انہیں دیکھ رہا تھا اس نے متاثر لہجے میں کہا۔

”جب ایسی قسم کھالی جائے مسٹر دانش تو میں یہ بات دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ کامیابیوں

کے راستے کون روکے۔

”ہوں، بہر حال تمہیں مجھ سے زیادہ اب شاید کوئی نہیں جانتا اگر میں تمہیں اپنا بھائی کہوں تو مجھے کبھی یہ احساس نہیں ہوتا کہ میں غلط کہہ رہا ہوں۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ جو قسم تم نے کھائی ہے تم بے شک اس پر عمل کرو لیکن مجھے یہ پتا چل جانا چاہیے کہ تم کرنا کیا چاہتے ہو؟“

”چیف ابھی تک ہمارے ذہن میں کوئی منصوبہ نہیں ہے۔ بس یہ بات ہمارے علم میں آئی ہے کہ تاربین کے ان چھوٹے اور گھنے درختوں سے گزر کر ہمارا مرکز ایک ایسی عمارت ہے جہاں سے ہمارے اس ملک کی معاشی زندگی کے لئے بدترین کارروائیاں ہوتی ہیں۔ ہم کارروائیوں کے اس مرکز کو جس طرح بھی بن پڑا کر دیں گے۔“

”میں یہ چاہتا ہوں کہ تم جو کچھ بھی کرو۔ اس کی منصوبہ بندی اتنی مضبوط ہو کہ ہماری کامیابی کا امکان نہ ہونے کے برابر ہو۔ خدا نخواستہ تم ناکام رہے تو اس ناکامی کے اثرات پورے وطن پر پڑیں گے۔ بادل گل ہو شیار ہو جائے گا اور ہم نے اب تک جو کچھ کیا ہے وہ سب مٹی میں مل جائے گا۔“

چیکاس براڈرز نے ایک دوسرے کی جانب دیکھا۔ آنکھوں ہی آنکھوں میں صلاح و مشورے کرتے رہے۔ پھر چیکاس فائیڈ نے کہا۔ ”چیف آج کی رات ہماری منصوبہ بندیوں کی رات ہے۔ آج ہم کوئی کام کرنے نہیں جارہے لیکن کل ہم کوئی ایسا موثر منصوبہ تیار کریں گے جس سے ہم تاربین کے جنگلات میں داخل ہو کر اپنا فرض پورا کر سکیں۔“

”میں بھی یہی چاہتا ہوں۔“ میں نے جواب دیا۔ وہ سب آرام کرنے چلے گئے تو جنرل رباب نے مجھ سے کہا۔

”آپ کو بھی ٹینڈ آرہی ہے؟“

”نہیں، کو کچھ کہنا چاہتے ہو۔“

”ہاں میں آپ لوگوں سے بہت متاثر ہوا ہوں۔ بہت جذباتی ہو گیا ہوں۔ ایک بار دل میں پھر کچھ سوالات جاگ رہے ہیں کچھ کہنے کو جی چاہ رہا ہے۔ یہ چھوٹے نوجوان عجیب و غریب ہیں۔ آپ نے مختصر ان کے بارے میں جو کچھ بتایا ہے وہ مجھے بڑا سنسنی خیز محسوس ہوتا ہے۔ خیر جیسا کہ انہوں نے کہا کہ یہ آپ کو اپنے منصوبے سے آگاہ رکھیں

گئے۔ یقینی طور پر مجھے بھی تھوڑی بہت تفصیلات معلوم ہو جائیں گی اور چیف سواری مسٹر وائش میں بھی آپ کو چیف کہہ جاتا ہوں۔ مطلب میرا یہ ہے کہ میرا اس نیک کام میں کیا کردار ہو گا؟“

میں نے گہری نگاہوں سے جنرل شاہ کو دیکھا اور پھر کہا۔ ”جنرل رباب تم نے اپنا فرض تو پورا پورا ادا کر دیا ہے۔ کم از کم اس وقت تو ڈولی رباب ہمارا مد مقابل نہیں ہے کیا یہ کم ہے کہ ہم تمہاری وجہ سے دو طاقتوں کے درمیان پسے سے بچ گئے اور اس وقت صرف بادل گل کے خلاف عمل کر رہے ہیں۔ یہ آسانی تم نے فراہم کی ہے ورنہ شاید یہ سب کچھ اتنا آسان نہ ہوتا۔“

”آپ مجھے ٹال رہے ہیں مسٹر وائش میں دل کی تمام تر سچائیوں کے ساتھ یہ کام کرنا چاہتا ہوں۔ جہاں تک آپ نے مجھے بتایا ہے کہ اس میں میرے وطن کی بقا مضمر ہے۔ میں بھی اپنی اس زمین سے پیار کرتا ہوں۔ اس کے لئے شخصیتوں تک بات کا محدود رہنا مناسب نہیں ہے۔ مجھے بھی میری اس زمین کے لئے کچھ کرنے کا موقع دیجئے۔ جو ہوا ہے وہ تو ایک تجویز تھی ایک تدبیر تھی لیکن میں عمل کرنا چاہتا ہوں۔“

”وعدے کرتے ہو کہ جو کچھ میں کہوں گا وہی کرو گے۔“

”وعدہ کرتا ہوں اور اس وعدے کے لئے نہ کوئی قسم کھاؤں گا اور نہ ہی اعتماد

دلاؤں گا۔ یہ دل سے دل کا معاملہ ہے آپ کا دل گواہی دے تو مجھ پر یقین کر لیجئے۔“

”یقین نہ کرنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ وعدہ کیا ہے تو سنو تم یہاں مقیم رہو، شامہ اور اس کی والدہ کا خیال رکھو۔ اپنے آپ کو ہمارے لئے محفوظ رکھو تاکہ ڈولی رباب فوراً کوئی عمل نہ کر سکے اور جب ہم کامیاب ہو کر واپس آئیں گے تو تم سے دل کی وہ بات کہیں گے جو ہمارے سینے میں تمہارے لئے ہے اس وقت تک کے لئے تم نہ کوئی ضد کرو گے اور نہ ہی برا مانو گے اور نہ یہ سمجھو گے کہ ہم نے تمہاری خواہش کی تکمیل نہیں کی۔ بس یوں سمجھو کہ اس مہم کے مختلف حصے ہیں اور اس مہم کے لئے کام کرنے والوں کی مختلف ذمہ داریاں ہیں۔ خوب صورت خان اور جمال شاہ دونوں باہر کے معاملات سے نمٹ رہے ہیں۔ تمہیں ان سے بھی رابطے رکھنے ہوں گے اور یہاں تم ہمارے کامیابی کے منتظر رہو۔ یہی اس وقت تمہارا سب سے بڑا کارنامہ ہو گا۔“

جنرل رباب نے گہری سانس لے کر گردن ہلائی اور بولا۔ ”ٹھیک ہے اس ہدایت پر عمل کروں گا۔“ اس کے بعد میں بھی آرام کرنے چلا گیا تھا۔

چیکاس برادرز رات بھر نجانے کیا منصوبہ بندیاں کرتے رہے لیکن میں نے ایک دوبار ان کی آہٹیں محسوس کی تھیں۔ جیسے وہ سوئے نہ ہوں جاگ رہے ہوں اور کچھ کر رہے ہوں۔ صبح کو البتہ جنرل نے بتایا کہ پانچوں کے پانچوں گہری نیند سو رہے ہیں۔

چیکاس برادرز کے ہاریک خراٹے کمرے کے نیم تاریک ماحول میں ابھر رہے تھے۔ ہم نے اس کمرے کے ایک کونے میں درختوں کی شاخوں اور ٹہنیوں کے ڈھیر دیکھے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی کوئی تین تین فٹ لمبی لکڑیاں جن میں سے کوئی کوئی چار اور پانچ فٹ کی بھی تھیں نظر آئیں۔ یہ لکڑیاں مضبوط اور ایک خاص طریقے میں چھیل کر بنائی ہوئی تھیں۔ نہ صرف میں نے بلکہ جنرل رباب نے بھی اس انوکھے ذخیرے کو دیکھا اور خاموشی سے باہر نکل آئے۔ جنرل شاہ بولا۔ ”اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ تاریک جنگلات تک پہنچ گئے۔ یہ پتے اور ٹہنیاں تاریک جنگلات کے درختوں کی ہیں۔“

”وہ سب کچھ کر سکتے ہیں۔“ میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

”اچھا اب یہ بتائیے کہ ناشتا ان کے بغیر کریں گے یا پھر ان کا انتظار کیا جائے۔“

”نہیں بھئی مجھے تو بھوک لگ رہی ہے اور ان کے انداز سے یہ پتا چل رہا ہے کہ

ابھی وہ دیر تک سوئیں گے۔“

”تو پھر آئیے ہم ناشتا کریں۔“ جنرل نے کہا۔

شامہ نے ناشتہ تیار کیا اور پھر ہم دونوں نے ناشتا کیا اس دوران باتیں کرتے رہے تھے۔ پھر ہم حیران رہ گئے کیونکہ ناشتا کر کے ہم چائے کے گھونٹ پی رہے تھے کہ پانچوں شریر ہمارے سامنے پہنچ گئے لیکن اس طرح تیار جیسے صبح سے تیار بیٹھے ہوں۔ جنرل رباب بے اختیار ہنس پڑا تھا اور وہ بھی ناشتے میں شامل ہو گئے پھر میں نے ان سے پوچھا۔

”تم لوگ رات کو کیا کرتے رہے؟“

”تاریک کے آس پاس چکراتے رہے یہ جائزہ لیتے رہے کہ وہاں انتظامات کس قسم کے ہوتے ہیں۔ حیران کن بات یہ ہے کہ وہاں عام طور سے انسان نظر نہیں آتے یا ہوتے بھی ہیں تو اس طرح ساکت اور اپنی جگہ محدود کہ ہم انہیں گشت پر نہیں کہہ سکتے۔

جہاں تک میرا اندازہ ہے تاریک جنگلات میں باقاعدہ ایسے انتظامات کئے گئے ہیں کہ اگر کوئی ان میں داخل ہو تو اپنے آپ ہی مصیبتوں کا شکار ہوتا رہے۔ شکنجے جگہ جگہ پھیلے ہوئے ہیں۔“

”لازمی بات ہے مگر تمہارے کمرے میں لکڑی اور پتوں کے انبار کس لئے ہیں؟“

”ہم اپنے منصوبے کی تمام تفصیل آپ کو بتا دیں گے اور اس کے ایک مرحلے پر عمل کر چکے ہیں۔“

”وہ کیا.....“

”ضروری ساز و سامان تاریک جنگلات کے ابتدائی سروں پر پہنچا دیا گیا ہے۔ ہم اب پوری طرح مستعد ہو کر وہاں جائیں گے۔ یہ ضروری سامان ہیڈ کوارٹر کی تباہی کے کام آئے گا۔“

”تم وہ چیزیں تاریک جنگلات میں چھوڑ آئے ہو؟ اگر تمہارا خیال ہے کہ وہاں سائنسی ذرائع سے حفاظت کا بندوبست کیا گیا ہے تو کیا تمہارا پہنچایا ہوا سامان کسی کی نگاہوں میں نہیں آئے گا؟“

”چیف دراصل ہماری عقل زمین سے بہت زیادہ اونچی نہیں ہے اور ہم نے اسی کا کھیل کھیلا ہے۔“

”مطلب۔“

”جن کی عقل پانچ فٹ سے زیادہ بلند ہوتی ہے وہ پانچ فٹ سے زیادہ بلندی پر چڑھتے ہیں۔ ہم نے چیف ساڑھے تین فٹ کی بلندی سے سوچا ہے اور ظاہر ہے ہماری سوچ ان سے نیچی ہے اور اس طرح ان کی عقلی سطح ہماری سطح سے نہیں ٹکرائے گی۔“

”آپ مطمئن رہیں ہمارا ساز و سامان محفوظ رہے گا۔“ اس فلسفیانہ بات پر جنرل رباب نے ایک بھرپور قہقہہ لگایا تھا۔

”معاہدہ کے مطابق چیف ہم آپ کو اپنا منصوبہ بتانے کے لئے مجبور ہیں۔ تشریف لائیے۔“ چیکاس ون نے کہا۔

وہ لوگ مجھے اور جنرل کو ایک کھلی جگہ لے گئے۔ چیکاس ون نے باقی چاروں کو اشارہ کیا اور وہ چاروں اندر چلے گئے۔ کچھ دیر کے بعد وہ لکڑیاں اور پتے وغیرہ اٹھا کر

ہمارے پاس آگئے پھر انہوں نے زمین پر بیٹھ کر مختلف سائز کی لکڑیاں اپنے پیروں میں باندھنا شروع کر دیں۔ انہیں خاص طریقے سے قسموں کے ذریعے انہوں نے اپنے پیروں سے باندھا تھا۔ جس جگہ وہ یہ مظاہرہ کر رہے تھے وہ خاصی وسیع و عریض تھی۔ پتے اور شاخیں انہوں نے اپنے جسم میں اس طرح سے باندھیں کہ وہ چھوٹے موٹے درختوں کی شکل اختیار کر گئے اور کچھ دیر کے بعد وہ اپنے اس کام سے فارغ ہو گئے۔ نہ صرف جنرل رباب بلکہ عقبہ میں شامہ اور اس کی ماں بھی اکھڑے ہوئے تھے۔ حالانکہ شامہ دیکھ نہیں سکتی تھی لیکن شاید اسے کوئی احساس ہو گیا تھا اس کی ماں آہستہ لہجے میں اسے کچھ بتا رہی تھی۔ چیکاس برادرز نے لکڑیوں کے سہارے اپنے جسم کو سادھا اور اس کے بعد یقینی طور پر وہ چھوٹے چھوٹے درختوں کی شکل میں نظر آنے لگے۔ انہوں نے نہایت مہارت سے دونوں پاؤں اس طرح جوڑ لئے کہ ایک ناقابل یقین شکل سامنے آگئی۔ اگر کوئی سرسری نگاہ سے دیکھے تو وہ درخت کا نچلا حصہ ہی محسوس ہو۔ شاخیں اس طرح جسم میں اگائی گئی یا سجائی گئی تھیں کہ وہ درختوں سے پھوٹی ہوئی شاخیں محسوس ہوں۔ جنرل رباب کے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔

”اوہ خدایا، دانش صاحب مجھے اب یقین ہو گیا ہے کہ یہ زمین کی مخلوق نہیں ہے۔ آپ ذرا ٹیلے پر چل کے دیکھئے تاریں کے جنگلات میں اونچے اور گھنے درختوں کے ساتھ ساتھ بالکل ایسے درختوں کی بھی بہتات ہے۔ جن کی شکل انہوں نے اس وقت اختیار کی ہے اور اگر سرسری نگاہ سے دیکھا جائے تو یہ تاریں کے جنگلات میں کھڑے ہوئے درخت ہی محسوس ہوتے ہیں۔“

جنرل یہ کہہ ہی رہا تھا کہ دفعتاً بونے شیطان متحرک ہو گئے۔ وہ برق رفتاری سے اپنی جگہ تبدیل کر رہے تھے۔ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا کہ لکڑی کے ان ٹکڑوں پر اس برق رفتاری سے چلا جاسکتا ہے لیکن جو لوگ انہیں ان باریک تاروں پر دوڑ لگاتے ہوئے دیکھ چکے تھے انہیں البتہ ان کے اس کارنامے پر حیرت نہیں ہونی چاہیے تھے۔ وہ لوگ ایسی دھماچو کڑی مچائے ہوئے تھے کہ ہماری نگاہیں ان پر نہیں ٹک رہی تھیں لیکن اس طرح مشتق تھی انہیں کہ محال ہے کسی کو ذرا سی بھی لغزش ہو جائے۔ تقریباً دس منٹ تک وہ اپنی اس حیرت انگیز صفت کا مظاہرہ کرتے رہے اور اس کے بعد آہستہ آہستہ زمین

پر بیٹھ گئے۔ لکڑیاں اور پتے کھول دیئے پھر ہمارے سامنے آکر گردنیں خم کیں۔ چیکاس دن نے کہا۔

”ہم اس طرح جنگلوں میں اپنے لئے جگہ بنائیں گے وہاں ہمیں متحرک ہونے میں کوئی دقت پیش نہیں آئے گی، اگر کسی کو یہ شبہ ہو گیا کہ کوئی جنگل میں داخل ہوا ہے تو اسے داخل ہونے والے کو تلاش کرنے میں دانتوں پسینے آجائیں گے اور یہ ننھے ننھے زہریلے بتارے اسے زندگی سے محروم کر دیں گے، یہ دیکھئے ان ستاروں کے چہ کوئے ہیں اور ان میں ایک خاص قسم کے جانور کا زہر پوشیدہ ہی، آپ کو شاید اس زہریلے پہاڑی بچھو کے بارے میں علم ہو جو پتھر پر ڈنگ مارتا ہے تو پتھر جل کر خاک ہو جاتا ہے اور اس پتھر کا ایک ریزہ انسانی زبان تک پہنچ جائے تو وہ کچھ بتانے کے لئے زندہ نہیں رہتا، یہ پہاڑی بچھو ہمیں چلی کے نواح میں دستیاب ہو گیا تھا اور ہم نے اس کا زہر محفوظ کر لیا تھا۔“

”کہاں.....؟“ میں نے بے اختیار پوچھا۔

چیکاس برادرز میں سے ایک بولا۔

”ہمارے جسم میں ایسے بے شمار ننھے ننھے خالص پوشیدہ ہیں جو ایسی چیزیں چھپا سکتے ہیں۔“

جنرل رباب پھر ہنس پڑا تھا، اس نے کہا ”میں صرف ایک بات کہوں گا۔ دانش صاحب کہ یہ لوگ بہت ذہین ہیں اور بادل گل کی شامت ہی آگئی ہے۔“

”میں نے تشویش زدہ نگاہوں سے چیکاس برادرز کو دیکھ کر کہا۔ ”اس طرح تم ان کے ہیڈ کوارٹر تک پہنچ جاؤ گے اور اسے تباہ کر دو گے۔“

”اسے تباہ کرنے کے بعد ہم آپ کے پاس پہنچیں گے اور سرخرو ہو کر گردنیں خم کر دیں گے۔“

”میں اس تجویز میں تھوڑی سی ترمیم کرنا چاہتا ہوں۔ تم اپنا کام بے شک جاری رکھو گے لیکن تمہاری تمام تر کوشش یہی ہوگی کہ تم اس ہیڈ کوارٹر کے آس پاس رہو اور تمہارے ٹرانسمیٹر آن رہیں گے میں تمہیں اس صورت حال کی اطلاع دیتا رہوں گا جو درپیش آرہی ہو، بلکہ جو کچھ مجھے پیش آ رہا ہو گا وہ تمہارے کانوں سے دور نہ رہ سکے گا۔“

تم میرا مطلب اچھی طرح سمجھ رہے ہو گے۔ میں تاریں کے جنگلات میں جا کر گرفتار ہونا چاہتا ہوں۔" سب حیرت سے میرا منہ تک رہے تھے اور پریشان تھے کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔ "میں یہ بات اچھی طرح جانتا ہوں کہ یہ پانچوں ذہن لوگ ہر کام کر سکتے ہیں لیکن میں جو کچھ کرنا چاہتا ہوں وہ میرے پورے پروگرام پر مشتمل ہے، بادل گل سے ایک ملاقات اور اس کے بعد اس کے اغراض و مقاصد اس کی پہنچ اور اس کا عمل میرے علم میں آنا ضروری ہے اور اس کے لئے مجھے اپنے آپ کو اس کی تحویل میں دینا ہو گا۔"

جنرل رباب سرد نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے بولا۔

"لیکن بادل گل دیوانہ ہے اگر اس نے اس دیوانگی میں آپ پر حملہ کر دیا تو آپ کی جان خطرے میں بھی پڑ سکتی ہے اور اس طرح تو سارا کھیل ختم ہو جائے گا۔"

"نہیں دوست، اب مجھے اس قدر ناکارہ بھی نہ سمجھو اور یہ درخواست میں اپنے ان ننھے ساتھیوں سے کروں گا، میرا کام بہت ضروری ہے اور اس میں کوئی ترمیم میرے لئے ناقابل قبول ہوگی، جبکہ میں تم لوگوں کا منصوبہ مسترد کر سکتا ہوں، تم لوگ سمجھتے نہیں یہ انتہائی ذاتی معاملہ ہے اور یہ سب کچھ کرنا میرے لئے اشد ضروری، تاریں کے جنگلات میں داخل ہونے کا منصوبہ تو میرے ذہن میں بھی تھا، بس اتنا وقت اسی لئے صرف کیا کہ وہاں تک پہنچنے کی کوئی ایسی صورت حال ہو کہ مجھے تھوڑا سا بیرونی تحفظ بھی مل سکے۔" چیکاں برادرز ایک دم مستعد ہو گئے، جنرل رباب سے زیادہ وہ مجھے جانتے تھے۔

چیکاں دن نے کہا۔ "اگر یہ بات ہے تو ہم بھلا ان لمحات کو بھول سکتے ہیں جو ہمارے ہماری زندگی بچانے کے لئے آپ کے عمل کی شکل میں ہماری نگاہوں کے سامنے آئے، ٹھیک ہے چیف اب منصوبے میں ذرا سی تبدیلی یوں ہوگی کہ ہم لوگ جنگلات میں داخل ہو کر اپنے آپ کو مستعدی سے ہیڈ کوارٹر کے قریب کریں گے اور آپ کی حرکت سے آگاہ رہیں گے۔" غالباً وہ میری باتوں سے مطمئن ہو گئے تھے۔

جنرل رباب نے سرد آہ بھر کر کہا۔ "میں ان دلکش لمحات کا ساتھ ہی نہ بن سکوں گا مجھے تو اس کا بے حد افسوس رہے گا۔"

"دوست ہم پکنک پر نہیں جاز رہے اور نہ ہی تمہیں ایسی بات سوچنی چاہیے، عمل کامل ہونا چاہیے، بس یہی ہم سب کی خواہش ہے۔"

جنرل رباب نے سمجھ جانے والے انداز میں گردن ہلا دی تھی اور اس کے بعد چیکاں برادرز ہم سے اجازت لے کر اپنی رہائش گاہ میں جا گھسے تھے۔ طے یہ ہوا تھا کہ اب اس منصوبے میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی اور اس کا آغاز آج رات ٹھیک نو بجے کر دیا جائے گا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ میں نے چیکاں برادرز کو لا جواب کر دیا تھا اور اپنی ٹانگ اس پروگرام میں گھسیڑ دی تھی، اگر ان کی جگہ رشید ناگی ہوتا تو میری زبردست مخالفت کرتا، لیکن جو فیصلہ میں نے کیا تھا وہ بھی بہت موثر تھا، بادل گل کو اس طرح قتل کر دینا یا اس کا ہیڈ کوارٹر تباہ کر دینا بے شک ایک بڑا کام تھا لیکن اس کے بعد یہ خیال ستاتا رہتا کہ کہیں کوئی خامی نہ رہ گئی ہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ بادل گل اس سلسلے میں کوئی اور راہ ڈھونڈ لے اور بعد میں وہ اپنا کام اسی انداز میں پھر سے جاری کر دے، میں تو اطمینان بخش تکمیل چاہتا تھا۔ تاکہ اس منصوبے میں کوئی خامی نہ رہ جائے۔ چاہے اسے ایک بری بات ہی کیوں نہ کہہ لیا جائے۔ میں نے باقی دن پر سکون گزارا تھا ہاں تھوڑی سی منصوبہ بندی میں نے بھی اپنے ذہن میں کر لی تھی اور تمام تیاری مکمل کر لی تھی وہ اشیاء جن کی مجھے ضرورت پڑ سکتی تھی سب جمع کر لی گئی تھیں اور ساتھ ہی قمیص میں لگنے والے چھوٹے ٹرانسیٹر بھی آپس میں بانٹ لئے تھے۔ ایک کیمرو بھی احتیاط کے لئے رکھ لیا تھا۔ یہ تمام چیزیں وہ تھیں جنہیں اصل میں میں نے بادل گل کے لئے اپنے پاس رکھی تھیں، ورنہ اصولی طور پر تو دشمن کی کچھار میں داخل ہونے کے لئے بہت زبردست بندوبست کرنے تھے، اپنے طور پر تو اپنے آپ کو ہر طرح سے مکمل کر لیا تھا۔

جنرل رباب کافی دیر تک خاموش رہنے کے بعد بولا۔ "آپ ان پانچوں کے لئے پریشان ہیں کیونکہ وہ آپ کے چھوٹے بھائی ہیں مگر اپنے اس بھائی کی آپ کی نظر میں کیا اہمیت ہے؟"

"میں نے جنرل رباب سے کہا۔" کاش میں تمہیں تمہارا مقام بتا سکتا، جو پیشکش تم نے مجھے کی اور جس طرح اپنے وطن کی بقاء کے لئے تم نے اپنے باپ تک سے انحراف کیا، کیا میرے دل میں اس کا کوئی مقام نہیں ہو گا، ہاں تم یہاں رہو، میری واپسی کی دعا کرو اور میری کامیابی کی بھی، ہو سکتا ہے میں تمہیں خوش خبری ہی سناؤں۔" اس نے آہستہ سے گردن ہلائی اور پھر اس نے ہم سب کو خدا حافظ کہا۔

آسمان پر بادلوں کی تاریکیاں پھیلی ہوئی تھیں، حالانکہ دن میں مطلع بالکل صاف تھا لیکن جو نہی رات ڈھلی، آسمان پر گہرے بادل جمع ہونے شروع ہو گئے۔ میں نے انہیں اپنے لئے نیک فال قرار دیا کیونکہ اس طرح دشمن کی نگاہوں سے چھپنے کا موقع مل سکتا تھا پھر ہم سب تاریک تاریکیوں میں داخل ہو گئے۔ اب چیکاس برادرز کا شبہ بھی نہیں ہو رہا تھا۔ ہولناک جنگل اپنی روائتی کیفیت میں میرے سامنے تھے۔ مجھے شکبہ بھی یاد تھا۔ جس نے جبار گینی ڈال کو جکڑ لیا تھا۔ ایسے شکبہ عموماً درختوں کے سائے میں لگائے جاتے ہیں اس لئے میں خصوصی طور پر ان درختوں سے بچ رہا تھا۔ اس وقت میری تمام حسیات کام کر رہی تھیں۔ جو تربیت مجھے دی گئی تھی وہ اس وقت میرے کام آرہی تھی۔ زمین، درخت آس پاس کا ماحول سب کچھ میری نگاہوں میں تھا اور پھر میری چھٹی حس نے مجھے احساس دلایا کہ میں جنگل میں تنہا نہیں ہوں۔

اس محتاط سفر کو تقریباً بیس منٹ گزر گئے۔ جنگل میں بہت دور نکل آیا تھا۔ پھر اس وقت میں ایک تباہ گھنے درخت کے پاس سے گزر رہا تھا کہ معرکہ شروع ہو گیا۔ پستول پر ویسے بھی میں نے سخت گرفت نہیں رکھی تھی لیکن اس پر پڑنے والے ہاتھ میں بھی مہارت تھی کیونکہ وہ نہایت صفائی سے میرے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ فوراً ہی عقب سے تین ہاتھ میرے بدن کے مختلف حصوں کو چھونے لگے۔ ایک گردن کو دو سر اکیٹی اور تیسرا کمر کو۔ پھر ایک کرخت آواز سنائی دی۔

”تم تین پستولوں کی زد پر ہو۔ ہم تمہیں زندہ رکھنا چاہتے ہیں اس لئے بہتر ہے کہ زندہ رہو۔“ میرے دونوں ہاتھ بلند ہو گئے تھے۔

”تلاشی لو۔“ وہی آواز سنائی دی اور کمر پر سے پستول کا دباؤ ختم ہو گیا۔ سیاہ لبادے میں لپٹے ہوئے شخص نے سامنے سے آکر میری جیبوں سے لے کر ٹخنوں تک کی تلاشی لے ڈالی۔ فالتو رائونڈ کے علاوہ میرے پاس سے اور کیا برآمد ہو سکتا تھا۔

”ٹھیک ہے۔“ تلاشی لینے والے شخص نے کہا۔ ”چلو۔ سردار بادل گل تم سے ملنا چاہتے ہیں۔ ان سے اجنبیت کا اظہار کرو گے؟“ وہی آواز سنائی دی۔ بولنے والا صاف اردو بول رہا تھا۔

”کیا مطلب.....؟“

”وقت ضائع کرنا چاہتے ہو۔ یا کسی کا انتظار..... سنو۔ یہ نہیں کہہ سکتے تم کہ کون بادل گل، تاریک میں خفیہ طور پر پستول لے کر داخل ہونے والا کوئی مسخرہ نہیں ہو سکتا۔“

”چلو۔“ میں نے آہستہ سے کہا۔

”پستول کے نشانے پر چل رہے ہو۔ اگر کوئی غلط جنبش کی تو دونوں پنڈلیوں میں گولی مار دی جائے گی اور اس کے بعد تمہیں اٹھا کر لے جائیں گے۔ تمہارے زخموں پر ایک ایسا کیمیکل اسپرے کر دیا جائے گا کہ تم تکلیف محسوس نہیں کر سکو گے اور خون بھی نہیں بہے گا۔ اس طرح تم پورے حواس میں بادل گل تک پہنچو گے وہ تم سے باتیں کریں گے اور پھر تم مرجاؤ گے۔ وقت سے پہلے مرجانا دانشمندی نہیں ہے۔“

”میں وقت سے پہلے نہیں مرنا چاہتا۔“ میں نے خوش دلی سے کہا۔

”سمجھدار ہو بائیں سمت مڑ جاؤ۔“

”کوئی دس منٹ تک سفر کرنا پڑا تھا۔ پھر کچھ مدھم روشنیاں درختوں سے چھننی نظر آئیں اور پھر ہم ایک عمارت کے دروازے پر پہنچ گئے۔ تاریکی کی وجہ سے عمارت کا حدود اربعہ تو نظر نہیں آ رہا تھا لیکن بڑے دروازے سے اندر داخل ہوتے ہی رات کی زانی کی مہک نے استقبال کیا۔ بہت تیز خوشبو تھی۔“

”چلتے رہو۔“ میرے راہرہ نے کہا۔ عمارت کے سامنے والے حصے کے بجائے وہ مجھے بغلی سمت سے لے کر اندر داخل ہو گئے۔ شاید پوری عمارت میں قالین بچھے ہوئے تھے۔ پاؤں نرم قالین پر ہی پڑے تھے۔ پھر روشنی میں آگیا۔ نہایت نفیس عمارت بنی ہوئی تھی۔ کئی بیچ در بیچ راستے اختیار کئے۔ پھر ایک بڑے کمرے میں داخل ہو گیا۔ وہاں ایک آدمی موجود تھا۔

”خان آپریشن ہال میں ہے۔“ اس نے کہا۔

”مہمان کے بارے میں کوئی ہدایت۔“

”آپریشن ہال میں لے جاؤ۔“

”آؤ؟“ وہ شخص بولا اور مجھے گھورنے لگا۔ اب میں ان تینوں کو بخوبی دیکھ رہا تھا۔ قوی ہیکل اور خطرناک آدمی تھے۔ ایک لفٹ میں داخل ہو کر پہلی منزل پر پہنچ گئے۔

بڑی ڈرامائی پچویشن پیدا کی گئی تھی۔ آئن فلمنگ کی فلموں والا کوئی منظر معلوم ہوتا تھا جس میں اعلیٰ سینٹ لگائے جاتے ہیں۔ یہاں بس چند قدم چلنا پڑا تھا اور اس کے بعد ایک ایسے کمرے میں داخل ہوا تھا جہاں تیز دودھیا روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ ہر چیز چاندی جیسی چمکتی محسوس ہو رہی تھی۔ کوئی باقاعدہ سائنسی تجربے گاہ لگ رہی تھی۔ کوئی چار انچ موٹا قالین بچھا ہوا تھا اور ایک خاص قسم کی چوڑی کرسی پر ایک شخص شلوار قمیص میں ملبوس بیٹھا تھا۔ سرخ و سفید رنگت۔ روشن آنکھیں بس ناک انتہائی بھدی تھی۔ مونچھیں جبروں سے باہر تک پھیلی ہوئی تھیں۔

”میرا نام بادل گل ہے۔“ وہ بولا۔

”ہیلو۔“ میں نے کہا اور وہ استہزائیہ انداز میں ہنسا۔ پھر بولا۔

”بیٹھ جاؤ۔“ اشارہ ایک کرسی کی طرف تھا۔ میں شکریہ ادا کر کے بیٹھ گیا۔

”جیمز بانڈ ہو.....؟“ اس نے پوچھا۔

”جو آپ سمجھ لیں ڈاکٹر نو۔“

”ڈاکٹر نو.....؟“ وہ حقارت سے بولا۔ ”وہ ایک فرضی کردار تھا میں حقیقت

ہوں۔“

”جیمز بانڈ ایک اداکار تھا اور میں سچائی۔“ میں نے جواب دیا۔

”جواو۔“ اس نے میری بات نظر انداز کر کے کہا۔

”جی خان جی۔“

”اس کی آواز سن رہے ہو۔“

”وہی ہے خان اور تم جانتے ہو جواو صرف ایک بار ہی شکل دیکھ لے اور آواز سن

لے اس کے دماغ سے کبھی مٹ نہیں سکتی۔“

”تب تو کام کی چیز ہاتھ آئی ہے۔“

”ساری مشکلوں کا حل ہے خان جی۔“

”مشکل.....“ اچانک بادل گل کا لہجہ خون خوار ہو گیا۔

”میرا مطلب ہے خان.....“

”یہ جملہ حساب میں درج کرو۔ تمہیں اس بات کی جوابدہی کرنا پڑے گی۔“ بادل

گل نے کہا اور اس شخص کا چہرہ تاریک ہو گیا۔ بادل گل میری طرف متوجہ ہو گیا۔ پھر اس نے کہا۔ ”تمہیں کس نام سے مخاطب کروں.....؟“

”فیصل۔“

وہ ہنسا پھر بولا۔ ”دسی جیمز بانڈ.....!“

”سردار بادل گل۔ جب میں اس عمارت میں داخل ہوا تھا تو مجھے اس عمارت کی ڈرامائی پچویشن کا احساس ہوا تھا اور تم یقین کرو میرے ذہن میں آئن فلمنگ کا خیال آیا تھا۔“

”تمہارے ذہن پر وہی فلمیں سوار ہیں۔“

”ہاں میں اس سے متاثر ہوں۔“

”اندازہ ہو رہا ہے۔“

”یہ باتیں تو ہوئیں میرے بارے میں اب اپنے بارے میں بتاؤ۔“

”میں حاضر ہوں سردار بادل گل۔“ میں نے مطمئن لہجے میں کہا۔

”سیکریٹ ایجنٹ ہو۔“

”بالکل نہیں۔“

”کیا.....“ وہ چونک پڑا۔ ”تو پھر کون ہو۔“

”تم میرے بارے میں کیا جانتے ہو۔“

”میں جھوٹ بہت کم بولتا ہوں۔ تمہارے بارے میں مجھے کچھ معلوم نہیں ہے۔“

”یہ اچھی بات ہے۔ اس طرح ہم ایک دوسرے سے سچ بول سکیں گے۔“

”تم وقت ضائع کر رہے ہو۔ ابھی تک تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔“

”ایک بڑا آدمی جب دوسرے بڑے آدمی سے ملتا ہے تو گفتگو میں کچھ اقدار ہونے

چاہئیں۔“

”اوہ۔ میں سمجھا۔“ اچانک بادل گل کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ پھر اس نے ایک دائرے میں اٹھا کر اس کاغذ پر آئن کیا اور بولا۔

”ٹاپ۔“

”کیا پوزیشن ہے۔“

”مارل ہے خان جی۔“

”ایک کام کرو۔ آسمان پر بھی نگاہ رکھو۔ ہو سکتا ہے ہمارے خلاف فضائی کارروائی کی جارہی ہو اور ہر طرف کی نگرانی سخت کر دو۔“ بادل گل خاموش ہو کر میری طرف متوجہ ہوا۔“

”کیا خیال ہے۔ میں نے تمہاری امیدوں پر پانی پھیر دیا ہے۔“

”نہیں سردار! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔“

”سچ کی بات کی تھی ابھی ہم نے۔“

”یقیناً۔“

”کیا تمہیں اپنے ساتھیوں کا انتظار نہیں ہے۔“

”بالکل نہیں۔“

”میرا یہ اندازہ ہے کہ تم نے کوئی فضائی بندوبست کیا ہے اور اپنے آدمیوں کے پہنچنے کا انتظار کر رہے ہو۔“

”نہیں خان بادل خان۔“

”خیر جو ہے اس کا پتا چل جائے گا۔ ہاں اب تم اپنے بارے میں سچ بتادو۔“

”میرا نام فیصل خان ہے اور دولت کے حصول کی اس جنت میں اپنے لئے جگہ تلاش کر رہا ہوں۔“ سونے کی اس زمین پر صرف تم چند افراد نے قبضہ کر رکھا ہے دوسروں کو بھی تو موقع دو سردار۔“

”اوائے خانہ خراب۔ بالکل نئی بات کہی ہے تو نے میں نے ادھر سوچا بھی نہیں تھا۔“

”کیا سوچا تھا تم نے میرے بارے میں سردار۔“

”اوائے میں تجھے کوئی سر پھرا جاسوس سمجھتا تھا۔ جس پر دیوانگی کا دورہ پڑا ہو۔ مگر کیا ضمانت ہے اس بات کی کہ تم سچ بول رہے ہو؟“

”میں نے تم سے کوئی ضمانت مانگی ہے سردار!“

”میری بات پتھر کی لکیر ہوتی ہے اور میری بات کی ضمانت آج تک کسی نے نہیں مانگی اور میری زبان ایک تاریخ ہے جو منہ سے نکل گیا اگر وہ سچ نہ بھی ہو تو ہزاروں لوگ

اسے سچ بنا دیتے ہیں۔“

”میں یہی ظلم توڑنا چاہتا ہوں سردار۔“

”تمہارے پاس کتنے ہزار آدمی ہیں؟“

”صرف پانچ اور چھٹا میں ہوں۔“

”جانتا ہے میرے لئے کتنے آدمی کام کرٹے ہیں۔ بارہ سو آدمی ہیں میرے پاس‘

پورے بارہ سو۔“

”اسی عمارت میں؟“ میں نے حیرت سے پوچھا۔

”پورے ملک کی بات کر رہا ہوں۔“

”ہوں گے بادل گل مجھے اس سے کیا۔“

”چونکہ تو بادل گل سے ٹکرانے چلا تھا۔ اس لئے اب ضروری ہو گیا ہے کہ میں

بادل گل کا تجھ سے پورا تعارف کرادوں۔ کیا تو بادل گل کو جانتا ہے؟“

”کوئی اور بھی بادل گل ہے؟“ میں نے تسخرانہ لہجے میں کہا۔

”ہاں ہے۔ اسے دیکھ۔ اس سے مل۔“ بادل گل نے کہا اور پھر اس نے دونوں

ہاتھ بلند کر دیئے۔ اچانک ہی مجھے اپنا جسم سرکتا محسوس ہوا۔ یوں لگا جیسے یہ کرسی جنبش کر

رہی ہے جس پر میں بیٹھا ہوں۔ میں چکرا گیا۔ کرسی نے راؤنڈ لیا تھا اور میں نے پورے

کمرے کا ماحول بدلتے دیکھا تھا۔ کسی شاندار مشینی نظام کے تحت دیواریں رخ تبدیل کر

رہی تھیں، فرش اپنی جگہ سے کھسک رہا تھا۔ نئی چیزیں سامنے آتی جارہی تھیں اس میں

کنٹرول بورڈ اور بڑے بڑے اسکرین شامل تھے۔ میں دلچسپی سے یہ پورا منظر دیکھتا رہا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس دور دراز پہاڑی علاقے میں اس قسم کا کوئی مشینی نظام تیار

کرنا آسان کام نہیں تھا لیکن ظاہر ہے بادل گل یہاں اقتدار رکھتا تھا اس کا اندازہ بخوبی

ہو گیا تھا۔ پھر سرحد پار سے بھی اس کا رابطہ تھا اور ادھر سے اس قسم کی ٹیکنالوجی ادھر

منتقل ہو جانا کوئی مشکل امر نہیں تھا یہاں تک کہ بادل گل کی کرسی کے سامنے ایک کنٹرول

بورڈ بھی استعادہ ہو گیا۔ بادل گل کے ہونٹوں پر فاتحانہ مسکراہٹ تھی اور وہ میری دلچسپی کو

محسوس کر کے خوش ہو رہا تھا۔

انسانی فطرت کا ایک حصہ ہے یہ کہ کوئی شخص اگر کوئی بڑا کارنامہ بہر انجام دے لیتا

ہے تو اس کی خواہش ہوتی ہے کہ اسے دیکھنے والے اور اس پر حیران ہونے والے بھی ہوں، میں نے اپنے چہرے پر اس طرح دلچسپی کے آثار پیدا کر لئے تھے جیسے میں ان تمام چیزوں سے بہت زیادہ مرعوب ہو گیا ہوں اور یہ بات بادل گل کے ذہنی گوشوں کو نرم کر رہی تھی۔ میرے چہرے کا اشتیاق اسے میری جانب دوستی کی نگاہ سے دیکھنے پر مجبور کر رہا تھا۔ پھر یہ رد و بدل کا عمل ختم ہو گیا اور بادل گل نے میرے چہرے کا بغور جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

”کیسا لگایہ سب کچھ، کیا ڈاکٹر نو کی لیبارٹری اس سے زیادہ شاندار تھی؟“

میں نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔ ”اب مجھے کیا کرنا چاہیے، کیا کہنا چاہیے آپ کے بارے میں، اگر تعریفی الفاظ استعمال کروں گا تو آپ یہ تصور کریں گے کہ شاید میں آپ سے اپنے لئے کوئی رعایت مانگ رہا ہوں، حالانکہ ایسی بات نہیں ہوگی۔“

”حقیقتوں کو حقیقتوں کے ہی الفاظ دو۔ یہی ایک سچے آدمی کا کام ہوتا ہے۔ تم یہاں اس میرے علاقے میں اپنے پاؤں گاڑنا چاہتے ہو اور وہ بھی صرف چند افراد پر مشتمل گروہ بنا کر، یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟ ہاں اگر یہاں داخل ہوتے ہوئے تم کچھ کرنا ہی چاہتے تھے تو سب سے پہلے بادل گل کی خدمت میں حاضر ہو کر اس سے درخواست کرتے کہ بادل گل تمہیں اپنے زیر پناہ لے لے..... مگر احمق ہو تم۔ تم نے میرے سترہ آدمیوں کو ہلاک کر دیا اور اپنی دانست میں بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا۔ بارہ سو آدمیوں میں سے اگر سترہ آدمی کم ہو جائے تو آٹے میں نمک کا حساب بھی نہیں بنتا مجھ پر کیا اثر پڑا لیکن تمہارا مستقبل خطرے میں پڑ گیا..... ارے وہ تو معمولی لوگ تھے۔ سڑکوں پر میرے لئے کام کرنے والے۔ بھلا ان کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے میری نگاہوں میں، تمہیں مجھے پوری طرح جان لینا چاہیے تھا اور اگر بات کرتے ہو ڈولی رباب کی تو وہ۔“ بادل گل استہزائیہ انداز میں ہنسا۔ پھر بولا۔ ”اچھا آدمی ہے، مجھ سے ہمیشہ وفا دار بھی رہا ہے، کام بھی کر لیتا ہے ٹھیک ٹھاک۔ چنانچہ میں نے اسے موقع دے دیا اور کہا جا کھا کما، مجھے تجھ پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ باقی جو چھوٹے چھوٹے تھے وہ اپنی موت آپ مر گئے، یقین کرو میں نے اپنے ہاتھوں سے کسی کو نہیں مارا لیکن رفتہ رفتہ وہ خود اس طرح فنا ہو گئے کہ اب ان کا نام و نشان باقی نہیں ہے، ڈولی رباب بھی اس وقت تک جی رہا ہے جب تک میرے سامنے سر

جھکائے ہوئے ہے، جس دن اس نے مجھ سے نگاہیں ملائیں وہ نابینا ہو جائے گا، اور تم اس بادل گل کے مقابلے پر آئے تھے۔ ٹیلی فون پر کیا کہا تھا تم نے مجھ سے.....“

”ان حالات میں تو میں معافی بھی نہیں مانگنا چاہتا۔“ میں نے جواب دیا اور بادل گل کا گھن گرج قہقہہ فضا میں بلند ہو گیا۔ پھر اس نے کہا۔

”خیر میرے اور تمہارے درمیان تو بہت سی باتیں بعد میں ہوں گی۔ آؤ میں تمہیں اپنا پورا نظام دکھاؤں، دیکھو اور غور کرو۔ تم نے مجھے ڈاکٹر نو ہونے کا طعنہ دیا تھا نا اور کہا تھا کہ میں آئن فلیمنگ کی فلموں سے بہت زیادہ متاثر ہوں، بے شک آئن فلیمنگ نے بہت اچھے ناول لکھے، اور مختلف ڈائریکٹرز نے ان پر بہت اچھی فلمیں بنائیں لیکن پیارے جاسوس تم نہ اس انداز میں کام کرنے کی اہلیت رکھتے ہو اور نہ تم جاسوس ہو، یہاں پر اگر تو کہانی بدل جاتی ہے، کیا خیال ہے تمہارا.....“

”میں اپنے الفاظ محفوظ رکھنا چاہتا ہوں خان بادل گل۔“

”ٹھیک ہے، اس نے کہا، یہ ساری باتیں بعد میں ہوں گی۔ آؤ میں تمہیں دکھاؤں کہ بادل گل کیا ہے۔“

اس نے اپنے سامنے آکر نصب ہو جانے والے کنٹرول بورڈ پر کچھ رد و بدل کی اور کمرے میں تاریکی پھیل گئی۔ میرے سامنے وہ بڑا سا اسکرین روشن تھا جو ایک دیوار کے پلٹ جانے سے سامنے آیا تھا۔ اسکرین پر روشن نقطے ترتیب رہے تھے اور اس کے بعد یہ نقطے آپس میں ملنا شروع ہو گئے پھر ایک رنگین منظر ابھرا، یہ تاریک جنگلات کا منظر تھا، حالانکہ باہر جنگلات پر تاریکی چھائی ہوئی تھی لیکن اسکرین پر پورا جنگل روشن نظر آ رہا تھا، گو یہ روشنی بہت زیادہ تیز نہیں تھی اور رات کا منظر پیش کرتی تھی، تاہم اتنی ضروری تھی کہ اسے دیکھا جاسکے، البتہ اس میں سرخ رنگ شامل تھا، جس کا مطلب تھا کہ وہاں الٹرا وائلیٹ کیمرے نصب ہیں، الٹرا وائلیٹ کیمرے رات کی تاریکی کے مناظر پیش کر دیا کرتے ہیں لیکن ان کی روشنی سرخ ہوتی ہے، یہ رنگین مناظر ہلکے ہلکے رنگ اختیار کئے ہوئے تھے لیکن ان پر سرخ رنگ نمایاں تھا۔ میں نے سمجھنے کے باوجود بھی اس کا اظہار نہیں کیا..... بادل گل کی آواز ابھری۔

”یہ تاریک جنگلات ہیں، میری ملکیت، ان کی سرحدوں میں اندر داخل ہونے

بادل گل غالباً کسی مشینی عمل کے تحت ہی مناظر تبدیل کر رہا تھا اور درختوں اور زمین کے مناظر اسکرین پر نمایاں ہو رہے تھے۔ "افتحنا" ہی میرا دل اچھل کر حلق میں آگیا۔..... میں نے ایک درخت کو جنبش کرتے ہوئے دیکھا تھا لیکن میرا خوف اس لئے تھا کہ مجھے اصلیت معلوم تھی جب کہ بادل گل سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس کی اس مملکت اس کی اس ملکیت میں کچھ ایسے لوگ موجود ہیں جن کے کارناموں پر یقین نہ کیا جائے۔ اس نے بے شک یہ لیبارٹری بنا کر ایک بیش بہا کارنامہ سرانجام دیا تھا لیکن اس سے زیادہ قیمتی کارنامے سرانجام دینے والے اس کے علاقے میں بھٹک رہے تھے۔ درخت اپنی جگہ ساکت ہو گیا تھا لیکن مجھے یہ اندازہ بھی ہو گیا کہ جہاں چیکا اس نظر آیا ہے مجھے وہ جگہ اس عمارت سے زیادہ فاصلے پر نہیں ہے اس کا مطلب ہے کہ وہ لوگ عمارت کے پاس بھٹک رہے ہیں۔ دل میں خوشی کی لہریں اٹھی تھیں لیکن میں نے انہیں ظاہر نہ ہونے دیا اور بادل گل سے متاثر ہونے کا اظہار کرتا رہا بادل گل نے منظر تبدیل کر دیا اور اب ایک عمارت کا حصہ نظر آ رہا تھا اس کی آواز ابھری۔

”تم نے میری ملکیت دیکھی۔ یہ جنگل محفوظ ترین ہے۔ آؤ اب میں تمہیں کچھ اور دکھاتا ہوں۔ پہلے یہ چند تصویریں دیکھو۔“ اسکرین پر کچھ ٹرک نظر آنے لگے۔ یہ صرف تصویریں تھیں۔ بادل گل نے کہا۔

”ویجی ٹیل کنگ۔ لوگ مجھے ویجی ٹیل کنگ کہتے ہیں۔ لیکن یہ میرا اپنا نام ہے۔“ اصل میں جو بھی کام کرتا ہوں اس کو بڑے پیمانے پر ترتیب دیتا ہوں اور میرے شناسا میری اس ترتیب سے بہت متاثر ہوتے ہیں۔ یہ میرا ذہنی مسئلہ ہے، میں سوچتا ہوں کہ جو کام بھی کیا جائے اس میں اس طرح ندرت اور جدت پیدا کی جائے کہ دوسرے اس کی حقیقت کو نہ پاسکیں اور جب حقیقتیں ان کے سامنے نمایاں ہوں تو وہ ششدر رہ جائیں۔ یہی میرا پسندیدہ کام ہے۔ آؤ میں تمہیں بتاؤں کہ میرا طریقہ کار کیا ہے..... دراصل ان دنوں پڑوسی ملک میں گھی کی زبردست مانگ ہے، بنا سیتی گھی کی وہاں شدید قلت ہے اور وہ لوگ ہمیں اس کی اچھی قیمت ادا کرتے ہیں۔ میں نے ایک طویل ترین منصوبے کے تحت کام کا آغاز کیا۔ ملک میں گھی کی قیمتیں آسمان تک پہنچ چکی ہیں لیکن یہ میں نے جان بوجھ کر کیا ہے تاکہ پڑوسی ملک ہمیں اس کی زیادہ سے زیادہ قیمت ادا کرے، اپنے ملک میں کیا ہوتا ہے مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہے لیکن یہ ایک سچ ہے کہ اگر میں نے گھی کی قیمتیں نہ بڑھائی ہوتیں تو اس وقت اس سے ادھی قیمت پر گھی بک رہا ہوتا لیکن مجھے اس سے عظیم نقصان ہوتا کیونکہ میری تجارت میں منافع کی شرح بہت کم ہو جاتی۔ میرے پاس ملکی پروڈکشن کا بہت بڑا حصہ پہنچ جاتا ہے اور میں اسے پڑوسی ملک میں سپلائی کر دیتا ہوں۔ اصل کام وہ ہے جو میں نے سپلائی کے لئے متعین کیا ہے دیکھو اور میرے ذہن کی

داد دو۔“

اس نے پھر کوئی ٹن دبایا اور اسکرین پر مجھے ایک بڑا ہال نما کمرہ نظر آیا۔ یہاں پر چند افراد کام کر رہے تھے، اور مختلف کاموں میں مصروف تھے۔ پھر مجھے بڑے بڑے گول سورخ نظر آئے۔ ان کے ساتھ ہی ساتھ بڑا عجیب سا ماحول نظر آ رہا تھا۔

”یہ دیکھو یہ میرا سپلائی روم ہے۔ یعنی وہ جگہ جہاں سے میں گھی پڑوسی ملک کو سپلائی کرتا ہوں‘ اس بڑے سپلائی روم میں گھی منتقل کر دیا جاتا ہے اور پھر یہاں سے یہ مشین گاڑھے اور جھے ہوئے گھی کو اس پائپ لائن میں منتقل کرتی ہے پائپ لائن جب روبہ عمل ہوتی ہے تو اس میں ایک برقی نظام دوڑا دیا جاتا ہے۔ یہ برقی نظام اس گاڑھے اور جھے ہوئے گھی کو گرم کر کے پتلے سیال میں تبدیل کر دیتا ہے کیونکہ یہ پائپ لائن جس کے ساتھ ساتھ تم سفر کرو گے خاص قسم کی بنائی گئی ہے‘ اس طرح گھی اس میں رکنے

نہیں پاتا، ویسے بھی اس کے ڈھلان اس طرح بنائے گئے ہیں کہ کوئی چیز ان میں رک نہ سکے، یوں یہ گرم گھی ایک لمبا سفر طے کر کے ان پائپ لائنوں کے ذریعے پڑوسی ملک کی سرحدوں سے اندر چلا جاتا ہے اور ان کا منظر بھی دیکھ لو، یہ وہ بڑے بڑے ٹینک ہیں جن میں یہ گھی جا کر گرتا ہے اور پھر وہاں سے پڑوسی ملک کے افراد اس کی پیکنگ اپنے ڈبوں میں کرتے ہیں اور پڑوسی ملک میں یہ ایک نئے نام سے فروخت کرتا ہے۔“

”یہ عظیم الشان نظام قائم کرنے میں مجھے خاصا وقت لگا تھا لیکن اب میرا یہ کاروبار انتہائی منافع بخش ہے اور میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ کب تک جاری رہے گا اگر کوئی خاص وجہ سے یہ کاروبار بند ہو جاتا ہے تو میرے پاس اور بھی بے شمار ذرائع ہیں تم مجھے اس بات پر داد دو گے کہ میں کس طرح ملکی فیکٹریوں میں پام آئل سے تیار ہونے والا گھٹیا درجے کا گھی ان پائپ لائنوں کے ذریعے پڑوسی ملک میں منتقل کر دیتا ہوں اور مجھے اس کے بدلے جو کچھ ملتا ہے وہ کوئی بھی تصور نہیں کر سکتا ہے۔ اس طرح میرا یہ کام ہوتا ہے اور میں نے فی الحال..... اپنے آپ کو وِجی ٹیل کنگ کہنے پر ہی اکتفا کیا ہے، کیا خیال ہے تمہارا۔“

”واہ، جواب نہیں خان جی آپ کا کہ آپ کس ذہانت سے یہ کام کر رہے ہیں۔ اب تو مجھے اپنے آپ سے شرم آرہی ہے کہ میں نے غلط قدم اٹھایا ہے اور اب تو میں اپنے کئے کی معافی بھی نہیں مانگ سکتا اگر میں بھی آپ کی جگہ ہوتا تو آپ کو کبھی معاف نہ کرتا۔ بہر حال یہ جگہ دنیا کی عجیب جگہ ہے یہ سب حیرت انگیز ہے۔“ بادل گل میری باتوں سے کچھ کچھ متاثر نظر آ رہا تھا پھر میں نے گردن جھکا لی۔

چند لمحات کے بعد بادل گل بولا۔ ”دلچسپ بات یہ ہے مسٹر فیصل کہ یہ سارا نظام بہت سے لوگوں کے علم میں ہے، سرکاری حکام میری جانب نظر اٹھانے کی ہمت نہیں کر سکتے۔ میں اطمینان سے اپنا یہ کام کر رہا ہوں حالانکہ بہت سے لوگوں کو میرے اس کام کا علم ہے لیکن بس مل جل کر کام ہو جاتا ہے لیکن اگر میرے خلاف کسی سازش کی کوشش بھی کی جائے تو میں نے اس جگہ پر ایک اسلحہ خانہ بھی بنا رکھا ہے۔ میرا اسلحہ خانہ دیکھو گے.....“

”ضرور خان جی.....“

تب اس اسکرین پر مجھے اس اسلحہ خانے کے مناظر نظر آئے اور میں سنسنی خیز نگاہوں سے اس عظیم الشان اسلحہ خانے کو دیکھنے لگا جس میں سب کچھ موجود تھا میری نگاہیں ہر چیز کو پہچان سکتی تھیں۔ بارودی سرنگیں رییموٹ کنٹرول بم، خود کار رائفلیں، چھوٹے پستول، غرض ہر وہ چیز یہاں موجود تھی جو ایک باقاعدہ اسلحہ ڈپو میں ہوتا ہے۔ میری نگاہیں ان سب کا جائزہ لیتی رہیں اور میرے ذہن میں طرح طرح کے منصوبے بننے رہے۔ تاہم میں نے اپنے چہرے پر کسی بھی قسم کے تاثرات پیدا نہ ہونے دیئے اور ایسا بنا رہا جس سے بادل گل کو یہ احساس ہوا کہ میں ذہنی طور پر اس کا غلام بن کر رہ گیا ہوں۔ تاہم میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور آہستہ سے کہا۔

”یہ اسلحہ ڈپو بھی اس عمارت میں ہے؟“

”ہاں۔ تارین کے ان جنگلات کو میں نے اس قدر محفوظ کر رکھا ہے کہ اگر کبھی میرے خلاف فوجی کارروائی بھی ہو تو ایک طویل عرصہ فوجوں کو مجھ تک پہنچنے میں لگ جائے۔ تم نے بادل گل کو واقعی بہت غلط سمجھا تھا اور اب میں اس بات پر پریشان ہوں کہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے..... ایک ناواقف آدمی اگر کسی مینڈک کی طرح اچھلتا ہے تو اس پر فوراً ہی پاؤں رکھنے کو جی نہیں چاہتا۔ تمہارے بارے میں سوچوں گا۔“ اس نے کہا اور اس کے بعد مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا۔ میرے چہرے سے اسے جو کچھ مل رہا تھا وہ اس کی تسلی کے لئے کافی تھا اس نے ان تمام چیزوں میں رد و بدل کا عمل شروع کر دیا اور تھوڑی دیر کے بعد کمرہ پھر پہلے جیسا ہو گیا۔

اچانک دروازہ کھلا اور دفعتاً ہی ایک آدمی اچھل کر اندر آگرا وہ بری طرح تڑپ رہا تھا اور اس کے سینے سے خون کا فوارہ بلند ہو رہا تھا۔ بادل گل نے انتہائی حیرت سے اسے دیکھا اور اچھل کر کھڑا ہو گیا لیکن اس کے پیچھے ہی ننھے قد کے دو بونے اندر داخل ہوئے جن کے ہاتھوں میں ہلکی اشین گنیں دبی ہوئی تھیں ایک نے اندر آتے ہی کمرے کی ہر چیز پر فائرنگ شروع کر دی اور دوسرے نے بادل گل کو اشین گن سے کور کر لیا۔ چیکاس تھری اور فور تھے۔ چیکاس فور نے بادل گل سے کہا۔

”اگر تم نے ایک جنبش کی تو گولیاں تمہارے جسم میں ہزاروں آنکھیں پیدا کر دیں گی۔“

بادل گل ایک لمحے کے لئے نروس ہو گیا تھا، اس نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے ان دونوں کو دیکھا اور پھر اپنے آدمی کو اور اس کے بعد ساکت ہو گیا۔ چیکاس تھری فوراً ہی اس کے قریب پہنچ گیا تھا، اس نے عقب سے بادل گل کی کمر پر اپنی چھوٹی سی مشین گن کی ٹال رکھ دی۔

بادل گل نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”کون ہیں یہ کتے کے پلے؟“

”یہ میرا پروجیکٹ ہے تمہیں پتا ہے کہ میرے ساتھ صرف سات افراد کا گروہ تھا۔ ایک کو تم نے ہلاک کر دیا۔ چھ یہ ہیں۔ یہ یہاں کس طرح پہنچے یہ تمہیں بعد میں بتاؤں گا۔“

باقی تین چیکاس نجانے عمارت میں کیا کیا کرتے پھر رہے تھے۔

چیکاس فوراً نے اچانک ہی ایک لمبی چھلانگ لگائی اور بادل گل کے پیچھے پہنچ گیا۔ اس نے نجانے کس طرح انتہائی برق رفتاری سے اپنے ہاتھوں کو جنبش دے کر ایک پھندا تیار کر لیا تھا اور اسے بادل گل کے پیروں میں ڈال کر زور سے کھینچ لیا، بادل گل ایک دھاڑ کے ساتھ اوندھے منہ گر پڑا تھا۔ اپنے آپ کو فرش سے ٹکرانے سے بچانے کے لئے اس نے دونوں ہاتھ زمین سے ٹکائے تھے لیکن چیکاس تھری نے ٹھوکر لگا کر اس کے دونوں ہاتھ سامنے کر دیئے اور اس کے بعد ان پر پاؤں رکھ کر کھڑا ہو گیا۔ بادل گل خوفناک آواز میں غرایا لیکن میں نے یہ بھی دیکھا کہ اس نے اپنی تمام تر قوت صرف کی کہ اپنے ہاتھ چیکاس کے پیروں کے نیچے سے نکال لے لیکن اس میں کامیاب نہیں ہوا تھا البتہ چیکاس نے اپنی ایڑیوں کو ایک مخصوص انداز میں جنبش دی اور بادل گل دھاڑ کر چٹ لیٹ گیا۔ اسے شاید اپنے ہاتھوں میں بہت زیادہ تکلیف محسوس ہوئی تھی۔ وہ دونوں ہاتھ ایک دوسرے سے ملنے لگا۔

چیکاس نے آہستہ سے کہا۔ ”یہ تکلیف تمہارے جسم کے مختلف حصوں میں پیدا ہو سکتی ہے۔ اس لئے اپنے ہاتھ سیدھے کر لو۔ فوراً۔“

بادل گل نے کسی قدر بدحواسی کے عالم میں چیکاس کی ہدایت پر عمل کیا تھا، چیکاس نے اسے پاؤں کی ٹھوکر سے اوندھا کیا اور اس کے بعد اس کے دونوں ہاتھ پشت پر باندھ

دیئے۔ یہ کام وہ نہایت اطمینان سے کر رہا تھا لیکن میری نگاہیں دروازے پر جمی ہوئی تھیں۔ وہ شخص جو زخمی ہو کر نیچے آکر گرا تھا دم توڑ چکا تھا اور اس کی ٹیڑھی میڑھی لاش فرش پر پڑی ہوئی تھی۔ میں نے جلدی سے کہا۔

”باہر کی کیا پوزیشن ہے؟“ یہاں اس کے کافی آدمی موجود ہیں۔“

”موجود تھے کم بختوں نے کوئی رعایت ہی نہیں کی۔ ان میں سے چھ کو ختم کرنا پڑا، پانچ باندھ کر ڈال دیئے گئے ہیں اور ایک یہ ہے جو مرنے سے قبل یہاں پہنچ گیا تھا۔ یہ سارے کے سارے کل بارہ تھے اس عمارت میں۔ چار وہ تھے جو آپ کو لے کر یہاں آئے تھے، انہوں نے شدید مداخلت کی تو ہمارے ہاتھوں مارے گئے۔“

”باقی چیکاس فائیو پوری عمارت کے گشت پر ہے۔“

”تم لوگ آخر چاہتے کیا ہو؟ میں تیرے بارے میں سوچ رہا تھا کہ تیرے ساتھ بہتر سلوک کیا جائے لیکن میرا بھی وقت آئے گا۔ تم سب کو دیکھ لوں گا۔“

چیکاس فوراً نے کہا۔ ”چیف اگر اس کی آواز ناگوار گزر رہی ہو تو اس کے منہ میں کپڑا ٹھونس دیا جائے۔“

”نہیں بولنے دو اسے، لیکن اس سے پہلے میں خود بھی اس کی عمارت کا ایک چکر لگانا چاہتا ہوں۔“

چیکاس نے گردن خم کر دی تھی۔ پھر میں نے انہی سے ایک پستول لیا اور اسے سنبھالے ہوئے دروازے سے باہر نکل آیا۔ میں محتاط نگاہوں سے چاروں طرف دیکھتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا، دلچسپ ہی میرے ذہن کو ایک شدید جھٹکا لگا مجھے وہ لوگ یاد آگئے تھے جو سپلائی روم میں تھے یعنی ان پائپ لائنوں کے پاس جہاں سے گھی کی ترسیل کی جاتی تھی، یقیناً چیکاس برادرز ان کا سراغ نہ پاسکے ہوں گے چیکاس دن نے مجھے دیکھ لیا تھا اور دوڑتا ہوا میرے قریب آگیا۔

میں نے آہستہ سے کہا۔ ”عمارت کی کیا پوزیشن ہے۔“

”یوں لگتا ہے جیسے اب یہاں کوئی موجود نہ ہو، لیکن آپ کا کیا خیال ہے مزید تلاشی

لی جائے؟“

”یہاں ایک ایسی پوشیدہ جگہ موجود ہے جہاں کچھ افراد ہیں۔“

”تو پھر اس میں کوئی مشکل ہے۔ آئیے ہم معلوم کئے لیتے ہیں۔“

چیکاس نے کہا اور میں ایک لمحے کے لئے اس کی صورت دیکھتا رہ گیا، وہ آگے بڑھا اور ایک دوسرے کمرے میں پہنچ گیا، تب مجھے یاد آیا کہ یہاں پانچ افراد ایسے بھی موجود ہیں جو زندہ ہیں اور بندھے ہوئے پڑے ہیں۔

چیکاس برادرز جو بھی کام کرتے تھے مکمل کرتے تھے، جس تار سے انہیں باندھا گیا تھا دیکھنے میں ایک رسی محسوس ہوتا تھا لیکن ایسا تھا کہ اگر اسے کھولنے کے لئے جدوجہد کی جائے تو نسوں ہی کو کاٹ کر رکھ دے اور یہ بھی ایک بہت اچھا طریقہ کار تھا، ورنہ بندشیں کھولنے کی جدوجہد کی جاسکتی تھی۔ اس نے ان میں سے ایک کے منہ سے کپڑا نکالا اور اسے بالوں سے گھسیٹتا ہوا دوسرے لوگوں سے کچھ فاصلے پر لے آیا، میں اس کے سامنے بیٹھ گیا تھا، گرفتار شدہ آدمی کے چہرے پر خوف کے آثار تھے، تب میں نے غرائی ہوئی آواز میں اس سے پوچھا۔

”سیلائی روم کا دروازہ کونسا ہے؟“ اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری، دہشت زدہ نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھا اور پھر بولا۔

”روم نمبر فائو میں، سامنے کی دیوار پر لگے ہوئے تین سرخ بٹن، ایک دو تین کی ترتیب سے دبائے جائیں تو روم کا دروازہ کھل جاتا ہے۔“

”وہاں کتنے آدمی موجود ہیں اس وقت؟“

”پانچ آدمی ہر وقت وہاں ڈیوٹی پر رہا کرتے ہیں۔“

”کیا باہر سے ان کا رابطہ نہیں ہے؟“

”اگر خان چاہے تو.....“

”جھوٹ تو نہیں بول رہے ہو۔“

”نہیں، سچ۔“

”ہوں ٹھیک ہے اسے اس کی پوزیشن میں واپس لے آؤ۔“

روم نمبر فائو تلاش کرنے میں مجھے اور چیکاس کو کوئی دقت نہیں ہوئی، دیوار پر تین سرخ بٹن بھی نظر آ رہے تھے اور اندازہ ہو رہا تھا کہ اس شخص نے جو کچھ بتایا ہے غلط نہیں ہے، میں نے چیکاس کو ہوشیار کیا اور اس کے بعد ترتیب سے ایک دو تین نمبر کے

بٹن دبائے، دیوار میں ایک چوکور راستہ کھل گیا تھا اور ہم دونوں نہایت برق رفتاری سے اندر داخل ہوئے تھے۔ سامنے ہی دو آدمی اطمینان سے بیٹھے ہوئے شاید رمی کھیل رہے تھے ہمیں دیکھ کر اٹھے مگر ہم کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتے تھے چیکاس برادرز نے فوراً ہی مشین گن کا منہ کھول دیا اور وہ وہی ڈھیر ہو گئے۔ وہ تینوں آدمی بھی دوڑے چلے آئے تھے جنہیں پہلی نگاہ میں نہیں دیکھا جاسکتا تھا وہ جگہ جیسا کہ سکرین پر نظر آئی تھی بالکل ویسی ہی تھی اور وہاں کوئی کام نہیں ہو رہا تھا، لیکن ان تینوں نے صورت حال کو دیکھ کر پستول نکالنے کی کوشش کی اور ان میں سے ایک شخص میرے پستول کی گولی کا نشانہ بن گیا، البتہ اس کی پیشانی کے چپٹھڑے دیکھ کر باقی دونوں نے خوفزدہ انداز میں ہاتھ بلند کر دیئے تھے اور دہشت بھری نگاہوں سے ہم کو دیکھنے لگے تھے چیکاس کے ہاتھ میں دہائی اسٹین گن ان لوگوں کے لئے زیادہ خوف کا باعث تھی، ان میں سے ایک نے بقیہ دو لاشوں کو دیکھ کر کہا۔

”نہیں۔ تم ہمیں جان سے نہیں مارو گے۔ ہم تمہاری اطاعت کرنے کے لئے تیار ہیں۔“

چیکاس نے میری جانب دیکھا اور میں نے گردن ہلا دی اور اس کے بعد ان دو افراد کو بھی اس طرح باندھ کر زمین پر ڈال دیا گیا تھا، ہمیں بہترین کامیابیاں حاصل ہوتی جا رہی تھیں۔ ان تینوں افراد کو بھی اٹھا کر اس کمرے میں پہنچا دیا گیا، جہاں باقی لوگ موجود تھے اس کے بعد ہم نے بڑے دروازے کی خبر لی، دو چیکاس وہاں جھے ہوئے تھے، میں نے ان سے گفتگو کی اور اندر کی پوزیشن کے بارے میں بتایا تو چیکاس دن نے کہا۔

”جیف، میرا خیال ہے یہاں ہم فائو کو چھوڑ دیتے ہیں ایک آدمی کافی ہے، نگرانی رکھے گا، بلکہ بہتر یہ ہے کہ دروازے کو اندر سے بند کر کے بلندی سے جائزہ لیا جائے اور ماحول پر نظر رکھی جائے، باقی پوری عمارت کی تلاشی لے ڈالتے ہیں۔“

”ایسا کر لو لیکن ہمیں اس بات سے بے خبر نہیں رہنا چاہیے کہ رات کے کسی بھی حصے میں یہاں اور افراد آسکتے ہیں، دروازہ اور عمارت کے دوسرے حصوں پر بھرپور نظر رکھنا ہوگی۔“

”اگر اندرونی کنٹرول درست رہے تو پھر ظاہر ہے پوری توجہ دروازے پر ہی دی

جائے گی۔“

”ٹھیک ہے، فی الحال فائیو کو یہاں چھوڑ دو“ آؤ ایک بار پھر پوری عمارت کا جائزہ لئے لیتے ہیں، تھوڑے سے کام بھی ہیں۔“

چنانچہ چیکاس فور کو بھی ساتھ لے لیا گیا، باقی لوگ بھی اکٹھے ہو گئے اور اس کے بعد ہم نے برق رفتاری سے اپنے آئندہ مراحل طے کرنے شروع کر دیئے، لاشوں کو اکٹھا کر کے ایک ایسی جگہ ڈال دیا گیا جو ناکارہ سامان سے بھری ہوئی تھی اور یہاں کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ باقی آٹھ افراد قیدیوں کی حیثیت سے موجود تھے، انہیں بھی ایک کمرے میں بند کر دیا گیا۔ جہاں فرنچر نام کی کوئی چیز نہیں تھی بس فرش پر قالین بچھا ہوا تھا اور دیواروں کے ساتھ گاؤں تکئے لگے ہوئے تھے، یہ غالباً نشست کا کمرہ بنایا گیا تھا۔

تمام کاموں سے فراغت کے بعد ہم بادل گل کے سامنے پہنچ گئے۔ بادل گل کے چہرے پر مرونی چھائی ہوئی تھی۔ اسے دیوار سے پشت لگا کر بٹھا دیا گیا تھا۔ میں نے گہری نگاہوں سے اس کا جائزہ لے کر کہا:

”تعجب کی بات ہے خان بادل گل آپ نے اتنی بڑی آرگنائزیشن بنالی۔ بارہ سو افراد آپ کے لئے کام کرتے ہیں اور یہاں اس عمارت میں صرف سترہ افراد تھے۔ اب یہ بتائیے کہ رات کے اس آخری حصے میں یہاں اور کون کون آسکتا ہے؟“

”کوئی نہیں آئے گا۔“ بادل گل بھرائی ہوئی آواز میں بولا پھر کہنے لگا۔ ”میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں فیصل۔“

”ٹھیک ہے میرا خیال ہے آپ کو یہاں سے کسی اور کمرے میں منتقل کر دیا جائے۔“ کچھ دیر کے بعد ہم بادل گل کے سامنے جمع تھے۔ بادل گل کہنے لگا۔

”تم نے کہا تھا کہ یہاں تم بھی اپنی کوئی ٹیم بنا کر کام شروع کرنا چاہتے ہو۔ تمہارے اندر بے پناہ صلاحیتیں ہیں اور یہ ایک سچائی ہے کہ تم نے مجھے قیل کر کے یہ سب کچھ اپنے قبضے میں لے لیا ہے کیا مجھ پر تھوڑا بہت اعتبار کر سکو گے۔ میں تمہیں اپنے کاروبار میں آدھا شریک بنا سکتا ہوں۔ اپنے ان آدمیوں کے ساتھ میرے لئے کام کرو۔ اربوں ڈالر کی آمدنی ہے مجھے اور تم تصور بھی نہیں کر سکتے کہ تمہیں میرے ساتھ مل کر کیا کچھ حاصل ہو سکے گا۔“

”نہیں“ افسوس یہی ہے کہ میں تمہا کام کرنے کا عادی ہوں اور اب ذرا صورت حال بدل بھی گئی ہے مثلاً یہ کہ میں جرائم پیشہ نہیں ہوں اور پہلے جو میں نے تم سے کہا تھا وہ غلط تھا۔“

”کیا مطلب.....؟“ بادل گل کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ ”میں دراصل صرف ایک محب وطن ہوں جسے ملک کے خلاف ہونے والی ہر سازش سے نفرت ہے۔ جو وطن پاک کی ایک اینٹ کو نقصان پہنچتے دیکھ کر دیوانہ ہو جاتا ہے۔“

”تم اب جھوٹ بول رہے ہو۔“ بادل گل نے کہا۔

”نہیں یہ ایک حقیقت ہے۔“

”ذہانت اور حماقت کیسے یکجا ہو سکتے ہیں۔ تم نے مجھے بے بس کر کے وہ سب کچھ کر ڈالا ہے جو کسی کے بس میں نہ تھا تم اور تمہارے یہ ساتھی دنیا کے شاطر ترین آدمی ہیں۔ اور تم ایسی حماقت کی بات کرتے ہو۔ پورے ملک میں صرف تم محب وطن ہو تو دوسرے کون ہیں۔“

”جو کچھ تم کہنا چاہتے ہو میں سمجھ رہا ہوں۔ تم ملکی حالات پر طنز کرنا چاہتے ہو۔ ماننا ہوں لیکن گئے چنے افراد تو پورے وطن کی نمائندگی نہیں کرتے۔ میرا دلیس۔ میرا وطن اپنی زمین پر بسنے والوں کی محبت سے مالا مال ہے۔ اس کے ہرے بھرے کھیتوں کی ہریالی اس میں رہنے والوں کو زندگی بخشی ہے۔ ہم ہیں وہ جنہیں اپنے وطن کے چپے چپے سے پیار ہے اور ہم جیسے کروڑوں ہیں جو ہمارے ہم آواز ہیں اگر تم بات کرتے ہو ان خود پرستوں کی جو اپنی ذات کے لئے، اپنے اقتدار کے لئے وطن کے خلاف سازشوں میں مصروف رہتے ہیں جنہیں وطن کے مفاد سے زیادہ اپنا مفاد عزیز ہے تو ان کی تعداد انگلیوں پر گنی جاسکتی ہے اور اتنے کم افراد اپنے اختیارات سے کام لے کر وطن کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اس کی بنیادیں کمزور نہیں کر سکتے۔ یہ نقصان بھی وہ صرف وقتی طور پر ہی پہنچا سکتے ہیں اور بالا آخر ان کی ریشہ دوانیاں ختم ہو جاتی ہیں اور پیارا وطن اپنی راہ پر گامزن رہتا ہے۔ بادل گل مختلف طریقوں سے میرے وطن کو نقصان پہنچایا جا رہا ہے۔ میں اپنے وطن کا ایک ادنیٰ خادم ہونے کی حیثیت سے جتنی میری بساط ہے وطن دشمنوں کے خلاف کام کر رہا ہوں۔“

”تم بھی انہی میں سے ایک ہو۔ میں جانتا ہوں کہ تم کیا کر رہے ہو۔ تم وطن کے دشمنوں کا مختلف انداز ہے۔ مختلف عمل ہے۔ ان کے مختلف کام ہیں اور ان میں تمہارا کام جو کچھ ہے وہ تم خود مجھے دکھا چکے ہو۔ دولت بے شک ایک اہم چیز ہے اس کی ضرورت ہر انسان کو ہوتی ہے لیکن وطن کو نقصان پہنچا کر جو دولت حاصل کی جائے اسے کبھی کسی کے کام نہیں آنا چاہیے۔ بادل گل ماضی میں تم جو کچھ کر چکے ہو اور اس سے وطن والوں کو جو کچھ نقصان پہنچا ہے تمہیں اس کا اندازہ نہیں ہو گا یا ہے تو تم ایک بے ضمیر انسان ہو۔ میں صرف ایک چھوٹی سی بات کا تذکرہ کرنا چاہوں گا تم سے جس پر تم عمل پیرا ہو۔ سوچو ذرا میرے وطن میں کتنی غربت ہے کتنا افلاس ہے۔ چھوٹے چھوٹے گھروں میں رہنے والے زندگی کی مسکراہٹوں سے محروم ہو گئے ہیں۔ منگائی کا مہیب عفریت انہیں خوف کا شکار کئے ہوئے ہے۔ ان کا کوئی پرسان حال نہیں ہے۔ بازاروں میں قیمتیں آسمانوں پر پہنچ رہی ہیں۔ ہر دن منگائی کا دن ہوتا ہے اور تم جیسے بے ضمیر لوگ منافع خوری کا جینار قائم کر رہے ہیں۔ ہاں میرے وطن کے لوگوں کی آہیں کراہیں اور سسکیاں سننے والا کوئی نہیں ہے۔ سسکتے ہوئے جاگتے ہیں روتے ہوئے سو جاتے ہیں۔ لیکن اس میں سب سے بڑا ہاتھ تم جیسے لوگوں کا ہے۔ اپنی تجوریاں بھرنے کے لئے تم نے منگائی مسلط کی ہے۔ تم ویجی ٹیبل پر دسی ملک کو دے رہے ہو اس ملک کو جو ہمارا بدترین دشمن ہے۔ جس نے کبھی ہمارے وجود کو تسلیم نہیں کیا۔ تم اس کی ضروریات پوری کر رہے ہو اپنے وطن کے لوگوں کی حق تلفی کر کے اور اس سے تمہیں دولت حاصل ہو رہی ہے۔“

”تم..... تم اتنے بڑے مجرم ہو بادل گل کہ مہوت جیسی چیز تمہارے لئے ناکافی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہیں کون سی سزا دی جائے۔ سرکاری آدمی ہونا ضروری نہیں ہے ایک وطن پرست ہر قوت پر بھاری ہوتا ہے۔ تمہارے لئے بدترین سزا تجویز کرتا ہوں۔ وہ بدترین سزا جو ابھی تک میرے ذہن میں نہیں ہے۔ میرے بارے میں اور کیا جانا چاہتے ہو.....؟“

”جو دل چاہے کرتے رہو۔ دیکھوں گا تمہیں اس کا کیا صلہ ملتا ہے۔ یہاں کبھی کسی کو کسی کی نیکی کا صلہ نہیں ملتا۔“

”چھوڑو کیوں بچوں جیسی باتیں کر رہے ہو۔ ارے صلہ تو اسی لئے مل جاتا ہے

جب کسی نیک کام سے تمہارا ضمیر مطمئن ہو کر تمہیں سکون کا ایک لمحہ میسر کر دیتا ہے۔ وطن عزیز کی سرزمین پر بکھرے ہوئے انسانوں میں صرف ایک معصوم بچے کی مسکراہٹ اگر تمہارے لئے ہو تو اس سے بڑا صلہ اگر تمہارے ذہن میں کچھ اور ہے تو ہو گا۔ میرے لئے وہ مسکراہٹ ہی بہت کافی ہے کیا سمجھے“

”ہاں دیوانگی کی مختلف اقسام ہوتی ہیں اور اگر تم اس قسم کے دیوانے ہو تو واقعی میں تم سے خوفزدہ ہوں۔ کسی ہوشمند کو سمجھایا جاسکتا ہے کسی پاگل کو نہیں.....“ بادل گل نے کہا اور میں قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

”میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ ہاں بادل گل مجھے اپنی اس دیوانگی پر فخر ہے۔“

”تو پھر جہنم میں جاؤ جو دل چاہے کرو میں کیا کروں۔“

”دوستو! بادل گل ہمارے کام کی چیز ہے جہنم میں جانے کے لئے ابھی ہمیں اس کا سارا درکار ہے۔ چنانچہ ایسا کرو دن تم یہاں رک جاؤ۔ میں باہر کے معاملات دیکھتا ہوں۔ مگر بادل گل کا خیال رکھنا یہ اونچی چیز ہے۔“ چیکاس دن نے گردن ہلا دی۔

میں نے اپنا کام شروع کر دیا اور عمارت کے چپے چپے اور گوشے گوشے کا جائزہ لینے لگا۔ میرے ساتھ چیکاس برادرز بھی تھے۔ رات کے تقریباً پونے ایک بجے دو افراد وہاں پہنچے اور چیکاس برادرز انہیں اپنی اسٹین گنوں سے کور کر کے اندر لے آئے۔ انہیں بے لباس کیا اور زندہ قیدیوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیا۔ اس دوران ہم نے اس عمارت کے تقریباً سب حصوں کا جائزہ لے لیا تھا۔ یہاں ایک باقاعدہ اسلحہ خانہ موجود تھا۔ وہ سارا نظام بھی ہم نے کنٹرول سسٹم کے تحت دیکھ لیا جس سے گلی کو پگھلا کر پائپ لائنوں میں بہایا جاتا تھا اور وہ طویل راستہ طے کر کے ان ٹینکروں میں پہنچ جاتا تھا جو دشمن ملک کی سرحدوں میں تھے۔ سارا نظام یہیں سے کنٹرول ہوتا تھا اور اسے اسکرین پر دیکھا جاسکتا تھا۔ اسلحہ خانے میں کافی اسلحہ موجود تھا۔ یہاں کا نظام جنریٹروں سے جاری رہتا تھا۔ باقاعدہ بجلی تاربین کے جنگلات میں نہیں آئی تھی۔ ان جنریٹروں کو متحرک رکھنے کے لئے پٹرول استعمال کیا جاتا تھا اور تقریباً سوا دو بیجے جس گاڑی کی آواز ہمیں سنائی دی تھی اور جسے سن کر ہم مستعد ہو گئے تھے۔ وہ پٹرول ٹینکر تھا۔ جو غالباً انہی جنریٹروں کے لئے پٹرول لے کر آیا تھا۔

دو افراد تھے جو ٹینکر سے اتر کر نیچے آئے تھے اور چیکاس برادرز نے بڑے پیار سے انہیں بھی اپنی تحویل میں لے لیا تھا۔ ظاہر ہے ان کا ٹھکانہ اس عمارت کے علاوہ اور کہاں ہو سکتا تھا جس میں باقی افراد تھے لیکن پٹرول ٹینکر کو دیکھ کر دفعتاً ہی میرے ذہن میں چرخیاں سی چلنے لگی تھیں اور میں ایک گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ یہ بات طے تھی میرے دل میں کہ بادل گل ایک بدترین ملک دشمن انسان ہے بلکہ اس کا نام تو ان دشمنوں کی فہرست میں شامل تھا جو مجھے ممالک غیر میں ملی تھی یعنی بادل گل ایسا شخص تھا جس کے بارے میں ملک کے دشمن بڑی اچھی رائے رکھتے تھے اور اس کا نام ان لوگوں کے پاس موجود تھا کہ کبھی ملک کے خلاف کوئی بڑی سازش مقصود ہو تو بادل گل جیسے آدمی کا سہارا لیا جائے۔ ایسے کسی شخص کی زندگی وطن کے لئے جس قدر خطرناک ہو سکتی تھی اس سے چشم پوشی حماقت کے علاوہ اور کچھ نہیں اور یہ لوگ جو یہاں موجود ہیں کسی بھی طور رحم کے مستحق نہیں ہیں۔ اس عمارت کو فنا ہو جانا چاہیے۔ بادل گل سمیت ان کے ان ساتھیوں سمیت جس جس کی موت اسے گھیر کر یہاں لا رہی ہے اسے بھلا کیسے نظر انداز کیا جاسکتا ہے اور میں نے اپنے اس منصوبے کی تفصیلات چیکاس برادرز کو بتائیں تو وہ شدت حیرت سے گنگ ہو کر رہ گئے۔ دیر تک ان کے منہ سے آواز نہیں نکل سکی تھی۔ پھر ان کے چہروں پر مسرت کے آثار نظر آئے اور سب ہی نے میرے منصوبے سے اتفاق کیا۔

”تو پھر تم میں سے کون میرے اس منصوبے کی تکمیل میں میرا مددگار ہے۔“

”ویسے تو ہم سب ہیں لیکن جسے آپ پسند کریں۔“

”چیکاس برادرز فائینو کو میں نے اپنے ساتھ لیا اور اس کے بعد ہم نے ایک انوکھے عمل کا آغاز کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم جو کچھ کرنے جا رہے تھے اس کے نتائج سے نا آشنا تھے ہو سکتا ہے ہم اس انداز میں وہ سب کچھ نہ کر پائیں جس انداز میں فوری طور پر سوچا ہے لیکن یہاں تو سارے اقدامات ہی اندھے تھے۔ کیا جاسکتا تھا کوئی باقاعدہ نظام تو تھا نہیں کہ جس کے تحت کچھ کیا جاتا۔ بس یہی تھا کہ جو دل میں آئے وہ کر ڈالا جائے اور نتائج تقدیر پر چھوڑ دیئے جائیں۔ چنانچہ اسی طریقہ کار پر عمل کرنے لگے جس کی نشان دہی بادل گل نے کی تھی۔ باہر سے آنے والے گھی کے ٹرک جس طرح پائپ لائنوں میں گھی

منتقل کرتے تھے ہم نے اسی کے طرز عمل پر کام شروع کیا۔ پٹرول ٹینکر سے لے لے پائپ اتار کر انہیں جوڑا اور بڑی محنت سے انہیں اس جگہ تک لے آئے جہاں پائپ لائنیں تھیں اور جہاں سے گھی کے ذخائر سائنسی طریقے سے دشمن ملک میں منتقل ہو جاتے تھے۔ میں نے بالآخر ٹینکر پٹرول، ان پائپ لائنوں میں منتقل کرنا شروع کر دیا پٹرول کی موٹی دھار پائپ لائن سے گزرتی رہی۔ اس وقت چونکہ پائپ لائن کا ہیڈر سسٹم عمل پذیر نہیں تھا اس لئے پٹرول کے آگ پکڑ لینے کا بھی کوئی خطرہ نہیں تھا اس کے باوجود جو کچھ ہونا چاہیے ہو جائے۔ مجھے یا چیکاس برادرز کو اس کی پروا نہیں تھی۔ ہم تو دیوانہ وار اپنے منصوبے پر عمل کر رہے تھے۔ پٹرول کا سارا ذخیرہ ان پائپ لائنوں سے گزر کر ایک طویل فاصلہ طے کر کے ان ٹینکوں میں پہنچ گیا جن میں ہو سکتا ہے گھی کی بڑی مقدار موجود ہو یا ہو سکتا ہے وہ خالی ہوں۔ ظاہر ہے وہاں کے علاوہ یہ پٹرول اور کہاں جاسکتا تھا اس سارے کام سے فارغ ہونے میں اچھا خاصا وقت لگ گیا۔ کہیں سے پٹرول لیک نہیں ہوا تھا اور اس کا اندازہ بخوبی ہو رہا تھا۔ بادل گل کو پتا بھی نہیں تھا کہ ہم لوگ کیا کچھ کر چکے ہیں۔ آہ کاش یہ منصوبہ اسی طرح عمل پذیر ہو جائے جس طرح ہم نے سوچا ہے۔“

اس کام سے فراغت حاصل کر کے منصوبے کے مطابق چیکاس برادرز اسلحہ خانے سے کئی ریموٹ کنٹرول بم لائے اور بڑی مہارت سے انہیں اپنے علم کے مطابق تیار کرنے لگے۔ بموں کو خصوصی طور پر اس طرح پیک کیا گیا تھا کہ اپنا سفر طے کرتے ہوئے وہ راستے میں ہی نہ پھٹ جائیں۔ چیکاس برادرز اس سلسلے میں بھی بہترین معاون ثابت ہوئے تھے۔ میں نے ان کے بارے میں غلط اندازہ نہیں لگایا تھا۔ ان کی اعلیٰ کارکردگی تو لمحہ لمحہ نمایاں ہوتی رہی تھی اور میں نے انہیں ہر کام میں اس قدر مستعد پایا تھا کہ بعض اوقات مجھے خود بھی حیرت ہونے لگی تھی۔ نہایت طاقتور ریموٹ کنٹرول بموں کو بالآخر ہمت کر کے ان پائپ لائنوں میں ڈال دیا گیا جن سے تھوڑی دیر قبل پٹرول ٹینکوں تک پہنچایا گیا تھا۔ اس کام سے ہم نے فراغت حاصل کر لی۔ دل خوشی سے اچھل رہا تھا۔ کامیابی اس طرح ہمارے قدم چومے گی۔ یہ تو ہم نے خواب میں بھی نہیں سوچا تھا۔ اگر رات نہ ہوتی تو دن کا وقت ہوتا تو ہمیں اپنے اس کام میں اس قدر آسانیاں حاصل نہیں ہو سکتی تھیں۔ آنے والے تو رات میں بھی آئے تھے اور اب ہم اپنے کام کے لئے تیار

تھے۔ پھر جب یہ سارا کام مکمل ہو گیا تو پراطمینان انداز میں ہم لوگ ایک بار پھر بادل گل کے پاس پہنچ گئے۔ وہ فرش پر نیم دراز تھا اور اس کے چہرے پر فکر کے سائے رقصاں تھے۔

”اٹھو بادل گل۔ آؤ یہ رات تمہارے لئے بے حد مصروف اور قیمتی رات ہے۔ اس رات کی بہت سی کہانیاں تم اپنے سینے میں محفوظ کر کے اس جہاں سے رخصت ہو گے۔“

”باز آ جاؤ۔ مان جاؤ، دنیا کو سمجھو، جوش کے بجائے ہوش سے کام لو۔ تم جو کچھ کر رہے ہو مانتا ہوں وہ ایک نیک کام ہے لیکن آج نہیں تو کل یاد رکھنا کہ تمہیں یہ سب کچھ کرنے پر افسوس ہو گا جبکہ تمہیں تمہارے ان جذباتوں کا وہ جواب نہیں ملے گا جو ملنا چاہیے۔“

”آؤ بادل گل۔ اتنی نصیحتیں سن لی ہیں تمہاری کہ اب مزید کچھ سننے کو جی نہیں چاہ رہا۔“ میں نے کہا۔

ہم لوگ بادل گل کو سہارا دے کر ایک بار پھر اسی کنٹرول روم میں لائے۔ یہاں کا نظام چیکاس برادرز نے سمجھ لیا تھا۔ بادل گل کو کچھ فاصلے پر ایک کرسی پر بٹھا دیا گیا۔ ننھے سے چیکاس نے وہ کرسی سنبھال لی جس سے وہ آٹو بینک نظام کنٹرول ہوتا تھا جسے بادل گل نے واقعی بڑی محنت سے تیار کرایا تھا لیکن وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس کے علاوہ کوئی اور بھی ایسا ہو سکتا ہے جو اس نظام کو کنٹرول کرے۔ جب کرسیاں متحرک ہوئیں جب دیواروں نے جگہ چھوڑنا شروع کی۔ جب ماحول نے اپنے اندر تبدیلیاں پیدا کیں۔ تو بادل گل شدت حیرت سے کانپ اٹھا۔ پھٹی پھٹی آنکھوں سے چیکاس کو دیکھنے لگا اور پھر خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولا۔

”یہ..... یہ ان تمام باتوں کے بارے میں کیسے جانتا ہے؟“

”تعجب ہے تم اب بھی یہ سوال کر سکتے ہو جب ہم تم جیسے شاطر آدمی کو اپنے قابو میں کر سکتے ہیں۔ تو اس قسم کے تماشے کو ہم نہیں سمجھ سکتے۔“

”یہ گھٹیا تماشا نہیں ہے اور ایسا کوئی جملہ نہ کہو اس کے بارے میں۔ یہ میری پوری زندگی کی محنت ہے مگر تم کر کیا رہے ہو۔ یہاں ایسی چیزیں بھی موجود ہیں جن سے تمہیں

نقصان پہنچ سکتا ہے۔ دیکھ لو..... یہ ہے تمہارا وہ نظام جس پر تمہیں ناز تھا۔ اگر غور کرتے تو تمہیں خود ہی اندازہ ہو جاتا۔ اب تم اس کا خمیازہ بھگتو گے۔ ہم تمہیں نہیں چھوڑیں گے۔ اب یہ دیکھو کہ تمہارا یہ نظام کس خوب صورتی سے ختم کیا جا رہا ہے تم اس کا جائزہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔“ میں نے کہا اور دھڑکتے دل سے ایک ریموٹ کنٹرول کا بٹن دبا دیا اسکرین پر اب وہ ٹینک نمایاں تھے جو دشمن ملک کے علاقے میں تصور کئے جاسکتے تھے۔

ایک ہولناک دھماکہ ہوا اور اسکرین شعلوں میں نہا گیا۔ بادل گل ایک بار پھر اچھل پڑا تھا اس کے منہ سے کوشش کے باوجود آواز نہ نکل سکی لیکن اب انتظار نہیں کیا جاسکتا تھا۔ چیکاس نے دوسرا ریموٹ کنٹرول استعمال کیا اور ایک بار پھر خوفناک دھماکے کے ساتھ شعلوں کے بادل بلند ہونے لگے۔ یکے بعد دیگرے جتنے بھی ریموٹ کنٹرول بم اس پائپ لائن کے ذریعے ان ٹینکروں تک پہنچائے گئے تھے اپنا کام مکمل کرنے لگے۔

بادل گل نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ اسکرین پر شعلے اور دھوئیں کے علاوہ اور کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ بمشکل تمام بادل گل نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ آہ یہ تو.....“

میں نے تہقہ لگا کر کہا۔ ”ہاں بادل گل۔ تمہارے آقاؤں کے علاقے میں ان کے گھی کی ذخیرہ گاہیں تباہ ہو رہی ہیں۔ ابھی تو بہت کچھ تباہ ہونے کے لئے باقی ہے۔ آنکھیں کھلی اور دل مضبوط رکھو تاکہ خود اپنی تباہی کا نظارہ کر سکو۔ برے کام کا ہمیشہ برا انجام ہوتا ہے بادل گل، تو نے نہ جانے کتنے افراد کو نقصان پہنچایا ہو گا۔ تیرے یہ ساتھی جن کی کچھ لاشیں یہاں پڑی ہوئی ہیں اور جن کی بقیہ لاشیں کچھ دیر کے بعد تاریں کے جنگلات میں جگہ جگہ بکھری پڑی ہوں گی۔ یہ بدترین لوگ تھے۔ انتہائی قابل نفرت۔ وطن دشمن تھے۔ میں نے سوچا ہے کہ وطن دشمنوں کو زندہ ہی نہ چھوڑا جائے تاکہ وطن عزیز کو خطرات لاحق نہ رہیں۔ بادل گل اب اس سے زیادہ میرے پاس کہنے کو کچھ بھی نہیں ہے جس طرح وہ ٹینکر تیرے ہی اسلحہ خانے میں موجود ریموٹ کنٹرول بموں سے اڑائے گئے ہیں۔ اسی طرح تھوڑی دیر کے بعد یہ پوری عمارت فضا میں پرواز کر رہی ہوگی اور یہاں جو اسلحہ موجود ہے وہ تاریں کے جنگلات کو بھی نہیں چھوڑے گا۔ بہت بڑا کام ہونے والا ہے اب

یہاں۔ یہ ریموٹ کنٹرول ہمارے پاس آچکے ہیں چنانچہ اب چلتے ہیں۔

بادل گل دہشت بھرے انداز میں چیختے لگا لیکن ہمیں اس کا اندازہ تھا کہ اس کے بندھے ہوئے ہاتھ پاؤں اس قابل نہیں ہیں کہ وہ خود کو چھڑانے کی کوشش کر سکے۔ چنانچہ ہم برق رفتاری سے وہاں سے نکل آئے۔ تاریں کے جنگلات میں دوڑتے ہوئے اور آہنی شکنجے سے بچتے ہوئے کافی فاصلے پر نکل آئے اور ریموٹ کا بٹن دبا کر بم بلاسٹ کر دیئے۔ اس قدر تیز دھماکے تھے کہ آس پاس کے علاقے بل کر رہ گئے۔ ایک نہ ختم ہونے والا دھماکوں کا سلسلہ چل پڑا تھا۔ ہر طرف دھواں ہی دھواں تھا۔ کان پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ ہم دوڑتے ہوئے اس مقام تک آگئے تھے جہاں جنرل رباب ہمارا منتظر تھا۔ قیامت مچی ہوئی تھی۔ پوری آبادی ان دھماکوں کو سن رہی تھی۔ جنرل رباب نے ہمارا استقبال کیا۔ وہ بری طرح کپکپا رہا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھ پھیلائے اور زور سے مجھے بھیج لیا۔ اس کے منہ سے آواز نہیں نکل پارہی تھی۔ ویسے بھی آوازیں سننے کا وقت نہیں تھا۔ ہماری یہ جائے پناہ غیر محفوظ بھی ہو سکتی تھی۔ اگر یہ پہاڑی مقام نہ ہوتا۔ اسلحے کی رینج بہت زیادہ تھی۔ غالباً "شہری آبادی پر بھی اس کے نقصان دہ اثرات مرتب ہوئے تھے لیکن ان سب کو بھی یہ برداشت کرنا تھا۔ تاریں کے جنگلات میں رات بھر دھماکے ہوتے رہے اور ہم ان دھماکوں کو سنتے رہے۔ رباب آہستہ آہستہ اعتدال پر آتا چلا گیا اس نے بمشکل تمام کپکپاتی آوازیں پوچھا تھا۔

”کیا وہاں بادل گل موجود تھا؟“

”ہاں بادل گل کی کہانی اب زمین کی گہرائیوں میں جاسوئی ہے۔ اب اس کا وجود باقی نہیں رہا ہے اور اس دشمن کو بھی بہت نقصان پہنچا ہے جس سے بادل گل کا رابطہ تھا اور جس کی وجہ سے ہماری ملکی معیشت کو ایک عظیم نقصان سے دوچار ہونا پڑ رہا تھا۔“

”صرف پانچ افراد نے تمہارے ساتھ مل کر یہ حیرت ناک کارنامہ سرانجام دے دیا جو.....“ جنرل رباب نے جملہ ادھورا پھوڑ دیا۔

اس کے بعد ذرا محتاط طریقہ کار اختیار کر لیا گیا تھا رات کی تاریکیوں میں چاروں طرف سے گاڑیوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ یقینی طور پر یہ انتظامیہ تھی جو تاریں کے جنگلات کی صورت حال معلوم کرنے جا رہی تھی۔ تاریں کے پورے جنگل

میں آگ لگ گئی تھی اور ایک عجیب ہنگامی کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔

دوسری صبح بڑی دھواں دھار تھی۔ پورے شہر پر دھوئیں کے بادل چھائے ہوئے تھے۔ سارے کاروبار بند تھے۔ ہر شخص تجتس میں مبتلا نظر آ رہا تھا۔ خوبصورت خان اور دل جمال ہمارے پاس آگئے تھے۔ انہیں کم از کم اس کا اندازہ ہو گیا تھا کہ جو کچھ ہم کرنا چاہتے تھے وہ کر چکے ہیں۔

دل جمال نے کہا۔ ”یہ جگہ کافی خطرناک ہے۔ انتظامیہ کے افراد یہاں پہنچ سکتے ہیں۔ اگر مناسب سمجھو تو یہاں سے نکل چلو۔“

”جنرل رباب نے اس کی مخالفت کی اور بولا۔ ”نہیں یہ جگہ انتہائی مناسب ہے اور یہاں تمہارے ہر قسم کے تحفظ کی ذمہ داری میں لے سکتا ہوں۔ اطمینان سے یہاں رہو۔ ہاں ذرا جنگلات کی تپش اور دھواں برداشت کرنا پڑے گا۔“

پورا انتظامی عملہ تاریں کے جنگلات پر فروکش ہو گیا تھا۔ ہر قسم کی کوششیں جاری تھیں۔ رات بھر میں اسلحہ جل کر خاک ہو گیا تھا۔ وہ جگہ جہاں عمارت تھی۔ زمین کی گہرائیوں میں اتر گئی تھی وہ پائپ لائنیں جو زیر زمین دشمن ملک تک پہنچائی گئی تھیں۔ زمین سے اوپر آگئی تھیں اور انتظامیہ کے افراد اس بات پر شدید حیران تھے۔ یہ صورت حال براہ راست فوجی مداخلت کو دعوت دیتی تھی۔ چنانچہ دن کے تقریباً ساڑھے بارہ بجے لاتعداد فوجی گاڑیاں تاریں کے جنگلات کی جانب چل پڑیں اور پھر نچانے کہاں تک کے علاقے کو کنٹرول میں لے لیا گیا۔ شہری آبادی کو وہاں سے دور کر دیا گیا تھا۔ اس طرح میرا وہ پہلا عمل تکمیل تک پہنچ گیا تھا جس کے لئے شدید جدوجہد کی تھی اور جس کے لئے جبار گینی ڈال کی قربانی دی تھی۔ اس قربانی کو میں کبھی نہیں بھول سکتا تھا اور غالباً یہی قربانی تھی جس نے ہمارے اندر دیوانگی کا وہ جذبہ پیدا کیا تھا جس کے نتائج آج ہمارے سامنے تھے۔ اب ڈولی رباب رہ گیا تھا جس سے نمٹنا تھا لیکن اس کے لئے دو دن تک مکمل خاموشی اختیار کی گئی۔ ڈولی رباب کی کیا کیفیت تھی اس کے بارے میں ہمیں کچھ نہیں معلوم تھا۔ خوبصورت خان اور دل جمال بھی نہیں بتا سکے تھے۔ غرضیکہ وقت گزرتا رہا۔ تاریں کے جنگلات کی آگ بجھا دی گئی تھی اور وہ دور ہی سے دیکھنے پر ایک بھیانک منظر پیش کرتا تھا۔ جب بھی ہم پہاڑ کی بلندیوں سے ادھر کا جائزہ لیتے نہ جانے کیا احساسات

ذہن میں جاگ اٹھتے تھے۔ چیکاس برادرز کے لئے گویا جیسے یہ کوئی ایسی اہم بات نہیں تھی۔ وہ اپنی مخصوص شرارتوں میں مصروف رہتے اور طرح طرح کی نت نئی حرکتیں کرتے رہتے۔ تیسرے دن جنرل رباب سے مشورے کے بعد میں نے ڈولی رباب سے رابطہ قائم کیا۔ انسٹافون پر اس سے رابطہ قائم کر کے میں نے اسے مخاطب کیا۔ ڈولی رباب کی نجیف آواز سنائی دی۔

”کون ہو بھائی کہاں سے بول رہے ہو؟“

”تمہارا دوست، تم سے تعزیت کرنا چاہتا ہوں تمہارے دوست بادل گل کی لیکن وہ میری لسٹ پر تھا۔ تم لوگوں سے اپنے وطن عزیز کو پاک کرنا میری زندگی کا اولین مقصد ہے اور خدا کا شکر ہے کہ ایک ناپاک ستون اکھاڑنے میں کامیاب ہو گیا ہوں میں اور اب تمہاری باری ہے۔“

”ارے میں تو پہلے میں ہتھیار ڈال چکا ہوں۔ میرے بچے کی کیا حالت ہے۔ اس کی آواز سنا دو مجھے۔ میں بیمار ہوں بستر پر پڑا ہوں۔ میں زندگی اور موت کی کشمکش میں گرفتار ہوں۔ مجھے اس کی آواز سنا دو۔ آہ مجھے اس کی آواز سنا دو۔ تم نے اسے تو کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔“

”نہیں ڈولی رباب تم سے سودا کئے بغیر بھلا اسے کوئی نقصان پہنچایا جاسکتا تھا؟“

”تو پھر مجھے اس کی آواز سنا دو۔ بعد میں ساری باتیں کر لوں گا۔“

میں نے جنرل رباب کو دیکھا اس کی آنکھیں بند تھیں اور چہرے پر جذبات کے سائے لرزاں تھے۔ تب میں نے آہستہ سے اس سے کہا۔ ”بات کر لو کوئی حرج نہیں ہے۔“ جنرل رباب نے ایک جھٹکے سے ٹیلی فون میرے ہاتھ سے لے لیا اور پھر خود کو سنبھال کر بولا۔

”میں جنرل رباب بول رہا ہوں۔“ جواب میں ڈولی رباب کی چیخیں سنائی دیں۔ بہت محبت کرتا تھا وہ اپنے بیٹے سے، اس نے کہا۔

”تو ان لوگوں سے وعدہ کر لے یہ جو کچھ چاہیں گے میں کروں گا۔ میں اپنی ساری دولت انہیں دینے کے لئے تیار ہوں۔ جو سودا تو ان سے کرے گا میں اس کی تکمیل کروں گا۔ اگر تم میری بات سن سکتے ہو تو سنو۔ اپنا مقصد اپنی ساری باتیں اسے بتا دو اور اسے

میرے پاس بھیج دو اگر میں اس سے انحراف کروں تو تم اسے قتل کر دینا۔ میرے خاندان کو اور مجھے اسی طرح تباہ کر دینا جس طرح تم نے بادل گل کو ختم کر دیا ہے۔ میری بات مان لو میری بات مان لو۔“

”ٹھیک ہے ڈولی رباب بہت جلد تمہیں اس سلسلے میں ہم اپنے آخری فیصلے سے آگاہ کریں گے۔“ میں نے کہا اور جنرل رباب کو اشارہ کیا۔ اس نے ٹیلی فون کا سلسلہ منقطع کر دیا تھا۔

میں نے معذرت آمیز لہجے میں کیا۔ ”معاف کرنا جنرل رباب یقیناً تمہیں اپنے باپ کی اس حالت سے صدمہ پہنچا ہو گا۔ اس کے لئے میں تم سے شرمندہ ہوں۔“ جنرل نے گہری سانس لے کر کہا۔ ”ایسی باتیں مت کرو دوست۔ وہ کام کیا ہے تم نے جو میں نے خوابوں میں دیکھا تھا۔ کاش تم میری کیفیت سمجھتے۔“

”ڈولی رباب تمہارے عوض اپنی ساری دولت خرچ کرنے کو تیار ہیں۔“

”ہاں اب مجھے امید ہے کہ وہ ایسا کرے گا۔“

”مجھے اس دولت میں سے ایک پیسہ درکار نہیں ہے ہاں نقدی دولت کا مصروف میرے ذہن میں ہے۔“

”خوبصورت خان مجھے ایک بستی میں لے گیا تھا وہاں خوبصورت باغات بکھرے ہوئے تھے اور ان میں موجود درخت پھلوں سے لدے ہوئے تھے۔ پھلوں کے گٹے سڑے ڈھیر بچے ٹوٹے پڑے تھے کہ ان کا گزارا انہیں پھلوں پر ہوتا ہے۔ غربت و افلاس سے سکتے ہوئے لوگ زندگی کی ہر ضرورت سے محروم ہیں۔ میں چاہتا ہوں ان کو انسانی زندگی مل جائے۔ اپنے باپ کی دولت سے تم ان کی بستی بکری بنو دو۔ وہاں چھوٹی صنعتوں کے جال بچھا دو۔ بجلی، پانی، زندگی کی عام سہولتیں انہیں فراہم کر دو۔ بس میں صرف اتنا چاہتا ہوں۔“

”بس“ جنرل رباب حیرت سے بولا۔

”ہاں اس سے زیادہ میری اور کوئی خواہش نہیں ہے۔“

”تم آخر کون ہو۔ مجھ سے اپنا تعارف نہیں کراؤ گے۔ یہ سب کون ہیں تمہارے جن کے لئے تم نے یہ محنت کی ہے۔“

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ”یہ سب میرے ہم وطن ہیں میرے ویس کے رہنے والے، ہر شخص کچھ نہ کچھ کرتا ہے، اپنا فرض ادا کرتا ہے وہ مختلف فرائض مختلف لوگوں نے اپنے ذمے لئے ہوئے ہیں۔ میں نے اپنی زندگی کا نصب العین یہی بنالیا ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ میرے اس نصب العین کی تکمیل میرے ہم وطنوں کے لئے کس قدر ضروری ہے۔ مجھے ہر قیمت پر اپنا یہ فرض سرانجام دینا ہے۔“

جنرل رباب نے مدہم لہجے میں کہا۔ ”ہر شخص کی کچھ نہ کچھ ذمہ داریاں ہوتی ہیں لیکن قابل عزت ہوتے ہیں وہ لوگ بلکہ خوش نصیب ہوتے ہیں وہ جنہیں اپنی زندگی میں کچھ کرنے کا موقع مل جائے۔ میں تم سے بہت متاثر ہوں میرے دوست، کاش میں خود بھی تمہارے کسی کام آسکتا۔“

”کسر نفسی سے کام لے رہے ہو اگر صحیح معنوں میں دیکھا جائے تو تم نے جس طرح میرا ساتھ دیا ہے میں اسے کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔ اپنی آرزو میں تمہیں بتا چکا ہوں کاش اس کی تکمیل میری خواہش کے مطابق ہو جائے۔“

جنرل رباب نے گہری سانس لی اور آہستہ سے بولا ”میں صرف اس کے لئے دعا کر سکتا ہوں کہ تم جیسے انسان کی نگاہوں میں سرخرو رہوں۔“



تاریخ کے جنگلات میں اب فوجی کارروائی تیز رفتاری سے شروع ہو گئی تھی بلکہ وہاں ہنگامہ خیزیاں بڑھ گئی تھیں۔ ان سارے انتظامات سے یہ پتا چلتا تھا کہ ملک کی اہم ترین شخصیتیں یہاں پہنچ رہی ہیں۔ ظاہر ہے ایک بہت بڑی سازش پکڑی گئی تھی۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ کوئی بھی عموماً سے یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس سازش کو ختم کرنے والا کون ہے۔

شہری زندگی میں کچھ تبدیلی رونما ہو گئی تھی اور یہ تمام تر تنصیلات مجھے خوب صورت خان اور دل جمال سے ملتی رہتی تھیں، دل جمال نے خود ہی ایک دن کہا۔

”بھالی خانم آپ سے ملنا چاہتی ہے ہم نے احتیاطاً وہ جگہ نہیں بتائی جہاں آپ موجود ہیں لیکن انہوں نے کہا ہے کہ جب بھی آپ سے ملاقات ہو ان کا پیغام آپ تک پہنچا دوں اور میں جے انہیں وہ بات بتا دی تھی آپ محسوس تو نہیں کریں گے صاب؟“

”نہیں اب ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہے اور جہاں تک خانم سے ملنے کا تعلق ہے تو تم جب چاہو میں تمہارے گھر پہنچ سکتا ہوں۔“

”اگر یہ بات ہے صاب تو پھر آج ہی رات کو کیوں نہیں۔“

”ٹھیک ہے میں آج ہی پہنچ جاؤں گا۔“

”شہہ دل کی بیوہ نے کھڑے ہو کر میرا خیر مقدم کیا تھا۔ کہنے لگی۔“

”تم نے ایک طویل عرصے کا ظلم توڑا ہے۔ میں اپنے جذبات کا اظہار نہیں کر سکتی، جو کچھ ہوا ہے ناقابل یقین ہے تو نے بادل گل کا ظلم توڑ کر فضا کو آزاد کر دیا ہے

مگر ابھی ایک عفریت باقی ہے۔ ڈولی رباب! یہ نام بھی کسی طرح بادل گل کے نام سے نہیں ہے اگر کر سکتے ہو تو اس کے لئے بھی کچھ کر ڈالو۔ میں سمجھتی ہوں کہ اس کے بعد علاقہ گندگی سے پاک ہو جائے گا۔

”اگر آپ تعاون کریں گی خانم تو میں آپ کا شکر گزار ہوں گا۔“ میں نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے جب بھی کبھی موقع ملے کل رات تھوڑی دیر کے لئے میرے پاس آجاؤ۔ کھانا میرے ساتھ کھانا۔ لیکن تم تنہا آؤ گے۔“

”ٹھیک ہے خانم میں تنہا آؤں گا۔“

”میں تمہارا انتظار کروں گی۔“

شہہ دل کی بیوہ کے لئے میرے دل میں بڑا احترام تھا۔ اس نے جس طرح زندگی کو سنوارا تھا وہ ایک قابل فخر بات تھی۔ نفیس عورت تھی چہرے سے ہی پر وقار معلوم ہوتی تھی۔

ادھر میں جنرل رباب اور چیکا س برادرز سے اجازت لے کر شہہ دل کی بیوہ کے پاس چل دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں مکان کے دروازے پر پہنچ گیا چونکہ پہلی بار میں نہیں آیا تھا اس لئے کوئی دقت نہیں ہوئی خانم نے دروازے پر ہی میرا استقبال کیا تھا۔ سفید لباس میں ملبوس وہ ایک پروقار شخصیت نظر آ رہی تھی میرا شکریہ ادا کرتے ہوئے اس نے کہا۔ ”ہمارے ہاں مسمان کا ایک خاص تصور ہوتا ہے۔ میں تمہیں اس غریب خانے پر خوش آمدید کہتی ہوں۔“

بڑے سے کمرے میں جہاں سادہ سا سامان موجود تھا، خصوصی طور پر ایک میز لگائی تھی جو یقیناً میرے اعزاز میں تھی۔

”خانم اس میز کے گرد کرسی پر بیٹھ گئی کہنے لگی۔ قہوہ پیو گے.....؟“

”آپ کا مسمان ہوں خانم جو دل چاہے پلائیں۔“ تھوڑی دیر کے بعد قہوہ آکر زینہ خانم نے میرے ساتھ قہوہ پیتے ہوئے کہا۔

”ہماری زندگی بھی عجیب ہے تم دیکھ رہے ہو اس مکان میں کس قدر خاموش ہے۔ یہاں میری ان دو بیٹیوں کے علاوہ اور کوئی نہیں رہتا۔ زندگی کے چھ سال میں

جس کرب میں گزارے ہیں۔ کاش میں کسی ایک دن کا بھرپور تصور تمہیں پیش کر سکتی۔“

”اس کے باوجود آپ سر بلند ہیں خانم کہ آپ کا شوہر ملک پرستی میں شہید ہوا ہے اس نے وطن عزیز کے لئے جان دے کر اپنے آپ کو امر کر لیا ہے۔“

خانم کے ہونٹوں پر ایک طنزیہ مسکراہٹ پھیل گئی میں اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔ اس طنزیہ مسکراہٹ کی وجہ میری سمجھ میں نہیں آسکی تھی۔ جب اس نے اس سلسلے میں کچھ نہ کہا تو میں نے خود ہی اس سے پوچھ لیا۔

”میں نے محسوس کیا ہے خانم کہ اس تذکرے پر آپ کی کیفیت کچھ عجیب ہو گئی ہے۔“ زینہ خانم نے نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا اور بولی۔

”جاننا چاہتے ہو اس بارے میں۔“

”ہاں خانم۔“

”ابھی نہ جانو تو بہتر ہے ورنہ غمزہ ہو جاؤ گے کھانا کھالیا جائے۔“

”میرا خیال ہے ابھی جلدی نہیں ہو جائے گی۔“

”نہیں کھانے سے فراغت حاصل کرلو۔ گفتگو کے لئے اس سے بہتر موقع اور کوئی نہیں ہو گا۔“

”جیسا آپ پسند کریں۔“

کھانا پر تکلف تھا لیکن زینہ خانم کی دونوں بیٹیاں ہمارے ساتھ کھانے میں شریک نہیں تھیں۔ غالباً یہ بھی یہاں کی روایات کا ایک حصہ تھا۔ ویسے کوئی حرج بھی نہیں میں ان بچیوں کی موجودگی میں کچھ نروس ہی رہتا۔ خانم سے البتہ کھانے کے دوران بھی مختلف موضوعات پر باتیں ہوتی رہی تھیں۔ ڈولی رباب کے بارے میں بھی انہوں نے کچھ تذکرے کئے اور جب کھانے سے فراغت ہو گئی تو ہم پھر اس جگہ آگئے جہاں پہلے نشست جمی ہوئی تھی۔ خانم کہنے لگی۔

”شہہ دل ہمیشہ سے وطن پرستی کا شکار تھا اسے ملک کے چپے چپے سے محبت تھی وہ دشمن کی ٹیڑھی آنکھ کو نکال دینا چاہتا تھا۔ میں بھی اس کی ہم نوا تھی اور اکثر ہمارے درمیان اس موضوع پر گفتگو ہوتی رہا کرتی تھی بادل گل اور ڈولی رباب دونوں انتہائی خطرناک آدمی تھے شہہ دل کو ان کی ذات سے بھی خطرہ رہتا تھا اور بالآخر وہ اپنی

جذباتیت کا شکار ہو گیا۔ میں یہ نہیں کہتی کہ اس کی موت کے اسباب کیا تھے لیکن ایک بات دعوے سے کہہ سکتی ہوں کہ بادل گل کا بھی اس میں ضرور ہاتھ تھا خدا ان لوگوں کو غارت کر دے۔ جنہوں نے میری بچیوں کو بے سہارا کر دیا۔۔۔۔۔ لیکن یہ ساری بدعائیں میں صرف دے ہی سکتی ہوں کیونکہ بہتر وہی جانتا ہے کہ قبولیت کیا چیز ہوتی ہے۔ میں نے کبھی ان دعاؤں کی قبولیت کو عملی طور پر محسوس نہیں کیا۔ ”خانم کے الفاظ بڑے عجیب تھے۔ میں نے گہری نگاہوں سے انہیں دیکھا اور کہا۔

”شہادت کا درجہ بھی معمولی نہیں ہوتا خانم۔“

”پھر ہم پر وہ وقت آگیا کہ تین تین وقت میری بچیوں کو فاقے کرنے پڑے۔ میں نے ہر اس شخص سے مدد مانگنا چاہی جس سے میرا تھوڑا سا بھی رابطہ تھا لیکن چونکہ سب بادل گل سے ڈرتے تھے اس لئے کسی نے بھی میرا ساتھ نہیں دیا اور جب فاقہ کشی انتہا کو پہنچ گئی تب میرے ذہن میں بغاوتیں جنم لینے لگیں، بے شک میرا شوہر وطن پرست تھا۔ وطن پرستی کے صلے میں اسے کچھ تو ملنا چاہیے تھا لیکن کسی اخبار میں اس کے بارے میں کوئی خبر نہیں چھپی کسی نے اپنی زبان سے اسے محب وطن نہیں کہا اور میں جانتی تھی کہ آنے والا وقت تو اس کا نام تک گننا کر دے گا اور جب میری تمام الجھنیں انتہا کو پہنچ گئیں تو یہ بغاوت بھی اپنے عروج پر آگئی اور اس وقت میری بغاوت نے مجھے ایک نئی شکل دی، کچھ ایسے لوگوں سے ملاقات ہو گئی تھی میری جو وطن دشمن تھے۔“

یہ لوگ وطن دشمن تھے لیکن بظاہر نہیں تھے۔ نام لینے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن کیا فائدہ کہ انہوں نے مجھے سہارا دیا۔ فوری طور پر میری تمام ضروریات پوری کیں اور مجھے بھیک کے لئے ہاتھ نہ پھیلائے پڑے۔ میں نے ان سے کہا کہ میں ان کی ان عنایتوں کا صلہ کبھی نہیں دے سکتی لیکن وہ میرے لہو کا ایک ایک قطرہ طلب کریں تو میں انہیں پیش کر سکتی ہوں۔ انہوں نے آہستہ آہستہ میری ذہنی تربیت شروع کر دی انہوں نے کہا۔ کہ شہر دل بے شک ایک اچھا انسان تھا اور اچھے انسانوں کو زندگی بہت کم موقع دیتی ہے اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ان کی اچھائیاں قبول نہیں کی جاتیں۔ وہ اپنی ذات کو فنا کر دیتے ہیں کسی مقصد کے لئے لیکن جس کا اس مقصد سے تعلق ہوتا ہے وہ بس ایک جھوٹی سی تقریر کر کے خاموش ہو جاتا ہے، کوئی صلہ نہیں ملتا۔ حالانکہ شہر دل کی

قربانی کے نتیجے میں اسے ایک عظیم حیثیت سے دیکھا جانا چاہیے تھا اس کے نام کی پوجا کی جانی چاہیے تھی۔ مجھے اس انداز میں یہ احساس دلایا گیا کہ میں طوفانی حیثیت اختیار کر گئی۔ میں نے ان سے اتفاق کیا تو انہوں نے کہا کہ بہتر طریقہ یہ ہے کہ جو کچھ کیا جائے اپنی ذات کے لئے اور اپنے آپ سے منسلک لوگوں کے لئے کیا جائے۔ اگر میں چاہوں تو وہ لوگ اس سلسلے میں میری مدد کر سکتے ہیں اور میں نے فوراً ”آماوگی“ کا اظہار کر دیا جس کے نتیجے میں مجھے سرحد پار لے جایا گیا اور ایک غیر قوم کے درمیان مجھے وہ عزت اور وہ مقام دیا گیا کہ میں اسے الفاظ میں بیان نہیں کر سکتی، مجھے اور میری بیٹیوں کو انتہائی احترام کی نگاہ سے دیکھا گیا اور بالا آخر انہوں نے اپنے مقصد کا اظہار کر دیا۔

”انہوں نے کہا کہ زندگی گزارنے کے لئے اور ایک بہتر زندگی گزارنے کے لئے اگر ان بچیوں کو بھی تھوڑی سی تربیت دی دی جائے تو ان کا بھی مستقبل سنور جائے گا۔ جو لوگ میرے محسن تھے انہوں نے اس کی تائید کی اور کہا کہ احتمالہ سوچوں سے کچھ نہیں ملے گا۔ بہتر یہ ہے کہ بچیوں کا حسین مستقبل تعمیر کیا جائے، پھر اس سلسلے میں ایک پیش کش کی گئی مجھے، غور کرنے کے لئے کہا گیا۔ میری بچیوں کو جو مقام دیا جائے والا تھا اس کا تصور کر کے میرے دل کو ڈھارس ہو گئی۔ کم از کم وہ ایک بہترین مستقبل کی مالک بن سکتی ہیں تھوڑی سی محنت کرنے کے بعد اور پھر میری اجازت سے گل چمن اور روشن چمن کی تربیت ہو گئی۔ انہیں ایک تخریب کار ایجنسی میں سرگرم کارکن کے طور پر رکھ لیا گیا تھا اور یہ طے کر لیا گیا تھا کہ ان کا اصل گھر سرحد پار ہی ہے، مگر تربیت پانے کے بعد انہیں اس سمت آنا ہو گا۔ یہاں رہ کر کام کرنا ہو گا۔ ان کے کام کی ایک معیاد مقرر کر دی گئی تھی جس کے بعد ان کی چھٹی ہو جائے گی اور وہ اچھی اور شریف و نیک عورتوں کی مانند چاہیے سرحد کے اس حصے میں چاہے اس حصے میں اپنی حیثیت بدل کر زندگی گزار سکتی ہیں۔ بہت عمدہ پیش کش تھی۔ گل چمن اور روشن چمن تربیت لینے لگیں، تم نے ان معصوم بچیوں کو دیکھا ہو گا، بظاہر شرمیلی اور لجائی لجائی نظر آتی ہیں لیکن اگر اسلحہ ان کے ہاتھ میں دے دو تو ان کا ایک بھی نشانہ خالی نہیں جاتا۔ اگر جسمانی جنگ کی بات کرو تو یقین کرو ان میں سے ایک ایک دس دس افراد پر بھاری ہے۔ ذہانت کی بات کرو تو حیران رہ جاؤ گے اور انہوں نے اپنی تربیت کے یہ مراحل مکمل کر لئے پھر اس کے بعد مجھے

واپس یہاں بھیج دیا گیا۔ پورے چھ سال گزارے تھے میں نے مختلف کاموں میں صرف کرتے ہوئے، مجھے ہر طرح کی آسائشیں فراہم کر دی گئیں، گل چمن اور روشن چمن بھی خوش تھیں، جو تربیت وہ لے کر آئی تھیں یوں سمجھ لو کہ اس سے ان کی شخصیت میں بے پناہ نکھار آگیا تھا۔ یہاں ہم مطمئن زندگی گزار رہے ہیں کوئی دقت نہیں ہمیں، میں جانتی تھی کہ شہمہ دل کا قاتل بادل گل ہے لیکن اس سلسلے میں مجھے انہی سے ہدایات ملی تھیں، مجھ سے کہا گیا تھا کہ بادل گل جیسی شخصیت کو چیخڑنا مناسب نہیں ہوگا کیونکہ یہاں وہ پڑوس ملک کے مفادات کی نگرانی بھی کرتا ہے۔ چنانچہ میں مجبور ہو گئی اپنی بچیوں کے بہترین مستقبل کے لئے مجھے اپنے دل میں سلگتی ہوئی انتقام کی آگ سرد کرنی پڑی۔ تاہم میرے دل کے گوشے میں یہ آرزو ضرور تھی کہ میں نہ سہی کوئی اور بادل گل اور ڈولی رباب کو کیفر کردار تک پہنچا دے اور پھر تم نے میری وہ خواہش پوری کر دی۔ میں اس کے لئے تمہاری احسان مند ہوں۔ مگر کیا کروں بعد میں جو حالات پیدا ہوئے وہ ایسے ہی تھے جیسے میرے اپنے دشمن بادل گل کے معاملے میں میرے ہاتھوں کو باندھ دیا گیا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ میں دل سے تمہاری عزت کرتی ہوں اور یہ بہت بڑا کارنامہ ہے کہ تم نے بادل گل جیسے شیطان کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور یہ بھی جانتی ہوں میں کہ اگر تم یہاں کچھ اور عرصے رہ گئے تو ڈولی رباب بھی تمہارے ہاتھوں سے نہیں بچ سکے گا لیکن میں کیا کروں، ادھر احکامات ہی ایسے آگئے ہیں اور میری زندگی اس میں ہے کہ میں ان احکامات کی پابندی کروں مجھے معاف کرنا۔

”میں ایک بار پھر بھونچکا رہ گیا تھا“ میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ ”میں آپ کے آخری الفاظ نہیں سمجھا خانم؟“

”کیا تمہارا نام دانش منصور ہے۔“ خانم نے پوچھا اور میرا پورا بدن ہل کے رہ گیا۔ بڑا غیر متوقع اور اچانک سوال تھا، اعصابی طور پر متاثر کرنے والا میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے خانم کو دیکھنے لگا۔ اس نے ہنسنے لگے میں کہا۔

”ہاں مجھے پڑوسی ملک کی نمائندہ ہونے کی حیثیت سے بڑی تفصیلی اطلاعات فراہم کی گئی ہیں۔ دانش منصور تم اس ملک میں شاید کچھ ایسے کام سرانجام دے رہے ہو جو پڑوسی ملک کے مفادات کے خلاف ہیں۔ مجھے کہا گیا ہے کہ جس طرح بھی بن پڑے۔

تمہیں قابو کر لوں اور ان کے حوالے کر دوں۔“

میں اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ میرے بدن میں چنگاریاں سی دوڑ گئی تھیں میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں خانم.....؟“

”ہاں دانش۔ مجھے واقعی زندگی بھر دکھ رہے گا کہ تم جیسے محب وطن انسان کو۔ تم جیسے شخص کو میرے ہاتھوں کوئی نقصان پہنچا لیکن اب۔ اب وہ وقت گزر چکا ہے جب مجھے جذباتی دورے پڑا کرتے تھے میں مجبور ہوں، تمہیں ان لوگوں کی تحویل میں جانا ہوگا۔“

”یہ کیسے ممکن ہے خانم۔“ میں نے کہا۔

اچانک ہی میری کمر میں ایک تیز ٹیس اٹھی۔ بڑی شدید تکلیف ہوئی تھی مجھے، میں ایک عجیب سی آواز کے ساتھ واپس پلٹا اور میرا ہاتھ کمر کے اس حصے کی جانب پہنچ گیا۔ میری کمر میں کوئی نوکدار چیز چھبی ہوئی تھی یہ اس قسم کا کیل تھا جیسا بچوں کے کھیل میں استعمال ہوتا ہے جس سے ٹارگٹ پر نشانے لگائے جاتے ہیں۔ اس کی نوک بہت باریک تھی اور یہ نوک میرے بدن میں پیوست تھی، میں نے وہ کیل نکال لی اور پھٹی پھٹی نگاہوں سے پلٹ کر دیکھا۔

گل چمن اور روشن چمن غنچی دروازے پر کھڑی مسکرا رہی تھیں غالباً انہوں نے ہی یہ مشق کی تھی لیکن اس کے نتائج دوسرے ہی لمحے برآمد ہو گئے۔ بڑا زور کا چکر آیا اور پورا کمرہ گھومتا ہوا محسوس ہوا۔ کیل میرے ہاتھ سے نکل کر نیچے گر پڑا اور میں نے دونوں ہاتھ پھیلاتے ہوئے کہا۔

”خانم یہ تم۔ یہ تم نے.....“ لیکن اس کے بعد غالباً تیر کی نوک پر لگے ہوئے کسی ایسے خواب آور مادے نے جو ایک لمحے میں انسانی عقل و ہوش چھین لیتا تھا مجھے بھی عقل و ہوش سے عاری کر دیا تھا۔ مجھے کچھ یاد نہیں رہا تھا۔

ہوش و حواس کا یہ سلسلہ نجانے کب تک منقطع رہا۔ پھر جب حواس کی واپسی ہوئی تو ایک مدہم مدہم روشنی میرا اطراف میں بکھری ہوئی تھی۔ بدن کے نیچے کوئی نرم شے موجود تھی۔ ہاتھ مجھے ٹٹول کر دیکھا تو غالباً ایک موٹا قالین تھا، جس جگہ میں اس قالین پر پڑا ہوا تھا وہ ایک لمبوتر سا کمرہ تھا جس کی دیواریں سلور کلر کی تھیں۔ مدہم

روشنی کے باوجود میں دیواروں کو دیکھ سکتا تھا کچھ عجیب سی ساخت تھی اس کمرے کی سامنے کے حصے میں عجیب سی جالیاں بنی ہوئی تھیں جن کے نیچے بلب لگے ہوئے تھے۔
 ننھے ننھے بلب بس اس کے علاوہ اس کمرے میں کچھ نہیں تھا میں نے دروازہ کی تلاش میں لگا ہی دوڑا نہیں، عجبی حصے میں دروازہ تھا لیکن بند تھا اندر سے اسے کھولنے کے لئے نہ کوئی پیڈل لگا ہوا تھا نہ کوئی اور ایسی شے میں اپنے حواس پر قابو پانے لگا اور رفتہ رفتہ ماضی کے واقعات مجھے یاد آتے چلے گئے۔ ایک لمحے کے لئے دل ڈوب سا گیا میں اپنوں کا شکار ہوا تھا اتنے اپنوں کا کہ بتا نہیں سکتا تھا میں اپنی کمر میں اس تکلیف کو بھی محسوس کر رہا تھا جو اس تیر نماشے کے کمر میں چھپنے سے پیدا ہو گئی تھی۔ ذرا سا ابھار بن گیا تھا اور اس ابھار میں ہلکی ہلکی ٹیسس ابھر رہی تھیں غالباً کوئی خواب آور زہر تھا جسے تیر کی نوک سے لگا کر میری کمر میں اتار دیا گیا تھا۔ اب بھی اگر کوئی مجھ سے سچی بات پوچھتا تو ان لڑکیوں کے لئے یا ان کی ماں کے لئے میرے دل میں نفرت کا کوئی جذبہ نہیں بیدار ہوا تھا بلکہ ایک غم آلود کیفیت تھی، البتہ حواس نے اشارہ کیا کہ اب اس کیفیت کا شکار ہونے کی بجائے یہ دیکھنا چاہیے کہ اس کے بعد کی صورت حال کیا ہوئی ہے، یہ جگہ خانم کے گھر کا کون سا حصہ ہے اور وہ کیا چاہتی ہے۔

اپنی جگہ سے اٹھا اور اپنے قید خانے کے دروازے پر پہنچ گیا اسے ٹٹول کر دیکھا کوئی رختہ نہیں تھا البتہ یہ احساس فوراً ہی ہو گیا کہ دروازہ کسی دھات سے بنا ہوا ہے اور یہ چھوٹا سا کمرہ بھی پورے کا پورا دھات ہی کا بنا ہوا ہے۔ ابھی اس پر غور ہی کر رہا تھا کہ دفعتاً سامنے کی جالیوں میں نیچے لگے ہوئے کچھ بلب روشن ہو گئے۔ یہ نیلے بلب تھے۔ میں چونک کر ان کی جگہ دیکھنے لگا پھر آہستہ آہستہ ان کے قریب پہنچ گیا۔ نیلے چند لمحات اسپارک کرتے رہے اس کے بعد سرخ ہو گئے پھر جالیوں سے مدھم مدھم آوازیں ابھرنے لگیں اور پھر یہ آوازیں انسانی شکل اختیار کر گئیں۔

”کون ہے؟“

”جنرل میں بریگیڈیئر مان سنگھ بول رہا ہوں ایک اہم رپورٹ دینا ہے۔“

”ہاں کو کیا بات ہے؟“

میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ غالباً یہ کوئی وائریس ٹرانسمیٹر تھا جس پر

کوئی کسی سے رابطہ قائم کر رہا تھا لیکن اس فریکوئنسی کا ٹرانسمیٹر میرے پاس بھی موجود تھا اور نجانے کس طرح آن رہ گیا تھا۔ دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

”جنرل آپ کو یاد ہو گا دانش منصور نامی ایک شخص جو پچھلے کافی دنوں سے ہماری لسٹ پر ہے۔ ہماری نگاہوں میں تھا اور ابھی پچھلے دنوں اس نے ہمارے لئے آنے والے ہیوی وائر کے سلسلے میں جو اقدامات کئے تھے ان کی بناء پر آپ نے ہمارے لئے کچھ احکامات جاری کئے تھے۔“

”ہاں ہاں مجھے یاد ہے سب کچھ، تفصیل میں جاننے کی ضرورت نہیں ہے۔“

”سر ہماری ایک رکن نے دانش منصور کو ہمارے حوالے کر دیا ہے اور سراسر اس کے سلسلے میں اور بھی بہت سے انکشافات ہوئے ہیں۔“

”ادہ! وہ کیا.....“ دوسری طرف سے پوچھا۔

”یہی وہ شخص ہے جس نے ہمارے ایک اور ساتھی بلڈ گل کو ہلاک کر دیا ہے اور ویجی ٹیبل ونگ تباہ کر دیا ہے۔“

”کیا بکو اس کر رہے ہو.....“

”ہماری ایجنٹ نے ہمیں یہی اطلاع دی ہے حالانکہ سرحدی معاملات جس قدر مشکل چل رہے ہیں آپ کو اس کا علم ہے، لیکن جب ہماری ایجنٹ نے ہمیں اطلاع دی کہ اس نے اس شخص کو بے ہوش کر کے گرفتار کر لیا ہے تو ہمارے لئے اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں رہا کہ سخت ترین مشکلات کا سامنا کر کے دانش کو حاصل کر لیں۔ سر ہمارے پاس اس کا وہ کارڈ موجود ہے جو آپ کی طرف سے جاری کیا گیا ہے ہم تصویر سے اس کا چہرہ ملا کر دیکھ چکے ہیں۔ یہ وہی شخص ہے۔“

”تو کیا تم نے سرحد پار جا کر اسے حاصل کر لیا ہے؟“

”لیس سر، ایجنٹ کی اطلاع پر ہم فوراً ہی اس تک پہنچے اور انتہائی مشکلات کا سامنا کرتے ہوئے ہم اسے اپنے علاقے میں لے آئے۔ اس وقت وہ بے ہوش ہے اور ٹرالر نمبر میں اسے قید کر دیا گیا ہے لیکن سرحدی حالات کے بارے میں آپ جانتے ہیں۔ اسے وادی سے گزار کر ہیڈ کوارٹر تک لانا اس وقت موت سے کھیلنے کے برابر ہو گا۔“

”اگر یہ شخص واقعی وہی دانش منصور ہے جس نے ایک خوفناک چال چل کر ہیوی

واٹر کا وہ ذخیرہ ہمارے دشمن ملک کے حوالے کر دیا ہے تو پھر وہ ہمارے لئے قیمتی چیز ہے۔ اگر تم وادی کو عبور کرنے میں خوف محسوس کرتے ہو تو میں تمہیں امداد بھیجوں۔“

”جیسا آپ حکم کریں لیکن رات کو وادی انتہائی خوفناک ہوتی ہے اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کہاں سے ہم پر مجاہدین کی گولیوں کی برسات ہو جائے۔ آپ جانتے ہیں کہ کشمیر کے لئے لڑنے والے اس وقت وادی کے چپے چپے پر مورچہ بندی کئے ہوئے ہیں۔ جیسا آپ کا حکم ہو جنرل۔ اگر آپ یہ فرمائیں کہ ہم خود لے کر اسے چل پڑیں تو.....“

دفعہ ۱۱: ہی ٹرانسمیٹر بند ہو گیا۔ بلب بجھ گئے اور اس کے ساتھ ہی مجھے گولیوں کی تڑتڑاہٹ سنائی دی میں تو شدت حیرت سے منہ پھاڑے یہ تفصیلات سن رہا تھا۔ میرے ہوش و حواس گم ہوئے جا رہے تھے۔ یعنی یہ کہ میں دشمن کی مملکت میں ہوں۔ اس کی سرحد میں ہوں۔ خانم نے راتوں رات مجھے ان کے حوالے بھی کر دیا ہے اور میں اس وقت کسی ٹرالر میں پڑا ہوں۔ واقعی یہ ٹرالر ہی ہے۔ دھات کی دیواروں سے پہلے یہ تصور میرے ذہن میں نہیں آسکا تھا اور پھر سرحدی علاقہ میں ان جغرافیائی حدود کو یاد کرنے لگا جو اس شہر کے اطراف میں تھیں جہاں بادل گل اپنا عمل کر رہا تھا۔

اس سے زیادہ سنسنی خیز تصور اور کیا ہو سکتا ہے میں اپنے ملک کی سرحدوں میں ہی نہیں ہوں اور دشمن کی قید میں ہوں لیکن اس وادی میں جہاں مجاہدین کشمیر زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہے ہیں، بلاشبہ یہ وہی علاقہ ہو سکتا ہے مجھے دانش منصور کی حیثیت سے شناخت کر لیا گیا ہے، ہیوی واٹر کا سلسلہ پڑوسی ملک کی فوجی قوت کے ہاتھوں میں چلا گیا ہے اور اس عظیم نقصان کے خلاف کارروائیاں ہو رہی ہیں جو میرے ہاتھوں اس ملک کو پہنچا ہے، دل میں خوشی کی ایک لہر بھی اٹھی کہ کم از کم میں ان کے کرب سے واقف ہو گیا اور اس کے ساتھ ساتھ ہی تشویش ہو گئی کہ میں ان کی قید میں آچکا ہوں، لیکن یہ گولیاں چلنے کی آوازیں، یہ کیا ہیں، ٹرانسمیٹر کا سلسلہ درمیان سے منقطع ہو گیا تھا، اس کا مقصد ہے کہ کوئی اہم بات، دفعہ ۱۱: ہی ٹرالر کو جھٹکے لگے جس میں، میں موجود تھا، اور وہ ایک سمت سے جھٹکا چلا گیا، بات ایک لمحے کے لئے سمجھ میں نہیں آئی تھی لیکن دوسرے لمحے سب کچھ پتا چل گیا، ٹرالر کے ٹائر غالباً گولیوں کی زد میں آ گئے تھے، میں فوراً ہی نیچے فرش پر لیٹ گیا۔

کہیں ایسا نہ ہو کہ ٹرالر کی چادر پھٹ جائے اور گولیاں میرے جسم میں بیوست ہو جائیں۔ گولیاں چاروں طرف برس رہی تھیں اور ان کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ دفعہ ۱۱: ہی میرے خدشے کی تصدیق ہو گئی، ٹرالر پر بھی گولیوں کا برسٹ پڑا تھا، اس سے اور کوئی فائدہ ہوا ہو یا نہ ہوا ہو، پہلی بات تو یہ کہ مجھے نقصان نہیں پہنچا تھا۔

میری دور اندیشی کی بناء پر، دوسری بات یہ کہ اچانک ہی ٹرالر کا عقبی دروازہ کھل گیا تھا اور اس کے بعد کوئی احمق ہی ہوتا جو ٹرالر میں موجود رہتا، میں نے سوچے بغیر ٹرالر سے باہر چھلانگ لگا دی تھی اور اس کے بعد یہ اندازہ لگائے بغیر کہ رخ کس سمت ہے، اس کے پاس سے دوڑ بھی لگا دی تھی، بالکل اجنبی جگہ، ناواقف، صرف سنی ہوئی، جو ہونا تھا وہ تو ہونا ہی تھا، اچانک ہی میرے پیروں کے نیچے سے زمین نکل گئی اور میں اپنے بدن پر توازن نہیں قائم کر سکا، غالباً گہرے ڈھلان تھے جن پر ابھرے ہوئے پتھر میرے جسم کو رگڑنے لگے، لیکن ان ڈھلانوں پر رک جانا میرے بس کی بات نہیں تھی، ہاں یہ خوش بختی ضروری تھی کہ ڈھلان بہت زیادہ گہرے نہیں تھے اور تھوڑی ہی دور جانے کے بعد مجھے لڑھکنے سے نجات مل گئی تھی، جسمانی توازن سنبھالا اور اسی وقت ڈھلان کے اوپر ایک خوفناک دھماکہ سنائی دیا۔ شعلے ابھرے اور فضا خوب روشن ہو گئی، اندازہ ہو گیا تھا کہ ٹرالر کے پٹرول ٹینک میں گولی لگی ہے اور وہ پھٹ گیا ہے۔ کچھ اڑتے ہوئے شعلے ڈھلان کی سمت بھی آئے تھے، غالباً ٹرالر کے کچھ ٹکڑے ہوں گے میں نے اپنے آپ کو ان کی زد سے بچایا اور اپنی جگہ سے آگے چھلانگ لگا دی۔

روشنی کے جھماکے اب بھی ہو رہے تھے اور اس روشنی میں مجھے ڈھلان کے بعد کا سپاٹ میدان نظر آ گیا تھا جو خاصی دور تک چلا گیا تھا، اطراف میں جھاڑیوں کے جھنڈ، گھاس اور خوشنما درخت بکھرے ہوئے تھے حالانکہ کسی سمت کا کوئی تعین نہیں تھا اور نہ ہی یہ تصور کہ اس طرح دوڑ کر میں کہاں پہنچ سکتا ہوں، لیکن ٹرانسمیٹر پر جو کچھ سنا تھا اس سے قدرتی طور پر بہت سے انکشافات ہو گئے تھے نجانے یہ ان کی بدحواسی تھی یا کوئی اور تصور کہ انہوں نے بے تھکان گفتگو کر ڈالی تھی اور مجھے ہوشیار ہونے کا موقع دے دیا تھا، جہاں تک اس کارروائی کا تعلق تھا جو یہاں ہوئی تھی تو اسے احمقانہ طور پر بھی مصنوعی نہیں سمجھا جاسکتا تھا کیونکہ ٹرالر کے پرچے اڑ گئے تھے، یقینی طور پر یا تو کشمیری مجاہدین کی

جانب سے کوئی حملہ ہوا تھا یا پھر کوئی اور بات ہوگی۔

اس سٹش خیر کیفیت میں بھی سوچنے کی کوئی گنجائش رہ جاتی ہے، اس عمل کے بعد انہیں اس بات کا احساس بھی ہو گیا ہو گا کہ یا تو میں ٹرالر ہی میں سر گیا ہوں، یا پھر وہاں سے فرار ہو گیا ہوں، میری جانب توجہ ضرور دی جائے گی کیونکہ جس بریگیڈیئر نے کسی جہز سے رابطہ قائم کر کے اسے میری شخصیت کا حوالہ دیا تھا وہ اپنی ذمے داریوں سے نہیں ہٹ سکتا تھا، میرے لئے بہتر ذریعہ یہی تھا کہ راستے کا تعین کئے بغیر اس جگہ سے دور نکل جاؤں۔ ہو سکتا ہے کوئی بہتر جگہ مل جائے کہ اچانک ہی دو تیز چیزیں چمکتی نظر آنے لگیں۔ تھوڑا اور اس کے قریب ہوا تو ویگن صاف نظر آنے لگی۔ تیزی کے ساتھ میں نے قدم بڑھائے اور سڑک کے عین بیچ میں پہنچ گیا۔ ویگن والا مجھے دیکھ کر رک گیا اور تیزی کے ساتھ ڈرائیونگ سیٹ کے ساتھ والا دروازہ کھلا اور میں بے اختیار ویگن میں جا بیٹھا۔ یہ بات اطمینان بخش تھی کہ یہ ویگن سول ویگن ہی تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر ایک شخص منہ پر کپڑا باندھے بیٹھا تھا اس کی صرف آنکھیں ہی کھلی ہوئی تھیں۔ پچھلے حصے کی درمیانی رکاوٹ سے اسے آزاد کر کے ایسولینس جیسی شکل دے دی گئی تھی۔ پچھلے حصے میں کچھ کلبلا بیٹیں اور کراہیں سنائی دے رہی تھیں۔ میری گردن گھوم گئی۔ دھتتا، ہی مجھے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

”عقبی حصے میں چلے جاؤ اور علی شاہ کو دیکھو وہ زخمی ہو گیا تھا۔“ نسوانی آواز نے مجھے شدید حیران کر دیا۔ گویا ڈرائیونگ کرنے والی کوئی لڑکی ہے۔ بہر حال میں نے فوراً ہی اس کی ہدایت پر عمل کیا جو نام اس نے لیا تھا اسے سن کر ایک لمحے کے لئے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔ اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو ان کا تعلق کشمیری مجاہدین سے ہے اور یہ احساس میرے لئے اتنا روح بخش تھا کہ ہتا نہیں سکتا۔ تقدیر کی اس یاوری کو کمال ہی کی حیثیت حاصل تھی کہ دشمن کی قید میں چند لمحات سے زیادہ نہیں رہ سکا تھا اور وہ اسے سرفروش جنہوں نے ایک بہت بڑی قوت کو اپنی ایماندارانہ جدوجہد کے ذریعے بڑھال کر رکھا تھا میرے ہم رکاب تھے۔ عقبی حصے میں جو شخص فرش پر لیٹا ہوا تھا یہ ایک قوی ہیکل جسم والا کشمیری تھا اس کی دونوں ٹانگیں گولیوں سے چھلنی ہو گئی تھیں اور ان سے خون بہہ بہہ کر ویگن میں بچھے ہوئے قالین میں جذب ہو رہا تھا لیکن وہ ہوش میں تھا۔ اس کے

دانت شدت کرب سے بھنچے ہوئے تھے اور آنکھیں بند تھیں۔ میں نے جھک کر ایک نظر اس پر ڈالی۔

”کیا میں پچھلی روشنی جلا دوں؟“

”ہاں بستر ہو گا لیکن باہر سے دیکھ لئے جانے کا خطرہ پیدا ہو جائے گا۔“

”مجبوری ہے ہیڈ لائٹس بھی تو جل رہی ہیں۔“ لڑکی نے کہا

”تو پھر ٹھیک ہے جلا دو۔“ اندر روشنی ہو گئی اور اس روشنی میں میں نے پوری طرح علی شاہ کا چہرہ دیکھا۔ اچھی صحت کا مالک تھا پھر میں اس کے زخموں کو دیکھنے لگا۔ میرے ہاتھ اس کے پیروں سے لگے تو اس کے حلق سے کراہیں بلند ہونے لگیں۔ میں نے کہا۔

”ہمت سے کام لو علی شاہ کاش میں تمہاری تکلیف دور کر سکتا۔“

”میرے جسم کا لباس پھاڑ لو اور اس کی پٹیاں میری پنڈلیوں سے کس دو۔ میری پنڈلیوں کی ہڈیاں چور چور ہو گئی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ.....“

مگر میں نے اس کی ہدایت پر عمل نہیں کیا۔ ظاہر ہے اس سے اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ البتہ میں نے اس کی گردن کے پاس دونوں ہاتھ رکھے اور اس کی گردن کی رگوں کو ٹولنے لگا پھر اچانک ہی میں نے اس کی مخصوص رگوں پر شدید دباؤ ڈالا اس کا سر ایک طرف ڈھلک گیا اور وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ اس لڑکی نے مڑ کر کہا۔

”کیا بات ہے اس کی آوازیں بند کیوں ہو گئی ہیں؟“

”اس لئے کہ میں نے اسے بے ہوش کر دیا ہے۔ ٹانگ میں شدید تکلیف کے باعث میں نے ایسا کیا ہے۔“

لڑکی نے میری بات پر غور کیا اور پھر گہری سانس لے کر بولی۔ ”تم زمان گل نہیں ہو۔ تمہاری آواز بدلی ہوئی کیسے ہے؟“

”کیا زمان گل وہاں پر خطرے میں تھا؟“ میں نے سوال کیا۔

مگر میری اس بات کا کوئی جواب نہیں ملا۔ لڑکی نے ویگن کی رفتار سست کر دی تھی۔

میں نے خود ہی کہا ”میری طرف سے پریشانی کا شکار نہ ہو۔ اگر زمان گل کی تلاش

میں واپس چلنا چاہتی ہو تو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ میں زمان گل نہیں ہوں۔ کون ہوں میں کیا ہوں اس کے بارے میں بتانا ایک لمبی گفتگو ہوگی اگر تمہارا تعلق کشمیری مجاہدین سے ہے تو میں تمہارا دشمن نہیں بلکہ ایک ادنیٰ خادم ہوں۔ ”مگر وہ میری باتوں پر غور کرتی رہی پھر غالباً ان باتوں سے مطمئن ہو گئی اور اس نے ویگن کی رفتار تیز کر دی۔ اس کے منہ سے سرسراتی ہوئی سی آواز نکل۔

”خدا زمان گل کی حفاظت کرے کسی نہ کسی طرح پہنچ ہی جائے گا۔ میں غالب تری جارہی ہوں۔ غالب تری میں ہی علی شاہ کی پوری دیکھ بھال ہو سکتی ہے۔“ میں نے کوئی جواب نہیں دیا کیونکہ میں غالب تری کے بارے میں کچھ جانتا ہی نہیں تھا تو کیا جواب دیتا۔ علی شاہ کی بے ہوشی اس کے لئے فائدہ مند ثابت ہوئی۔ زخموں سے بننے والے خون کو تو میں نہیں روک سکتا تھا البتہ جس حد تک بھی ممکن ہو سکا اسی کے لباس کی پٹیاں پھاڑ کر اس کے زخموں پر کستا رہا۔ لڑکی خاموشی سے ویگن چلا رہی تھی اور میں گہری سوچوں میں گم تھا۔

اچانک ہی گاڑی کسی چیز سے زور وار انداز میں ٹکرائی اور ویگن ایک جھٹکالے کر رک گئی۔

غالباً ”ریڈی ایٹر میں سوراخ ہو گیا ہے۔ ہیٹ بتانے والی سوئی اوپر ہو گئی ہے۔ ویگن کو روک کر ریڈی ایٹر کو دیکھا تو سارا پانی نکل چکا تھا۔

لڑکی بھی پھرتی سے میری جانب آئی تھی۔ اس نے بھی یہ صورت حال دیکھی اور پریشان ہو گئی۔ پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا۔

”گاڑی تو اب بیکار ہو گئی ہے علی شاہ کو دیکھو۔“

ہم لوگ ویگن کے عقبی حصے میں آگئے۔ لڑکی کی عمر میرے اندازے کے مطابق چھبیس ستائیس سال سے زیادہ نہیں ہوگی۔ وہ خاصی دلکش شخصیت کی مالک تھی۔ گو میں اس کے چہرے کے خدوخال مکمل طور پر نہیں دیکھ سکا تھا لیکن اس کی گفتگو کے انداز سے یہ پتا چلتا تھا کہ وہ خوبصورت ہونے کے ساتھ ساتھ تعلیم یافتہ بھی ہے۔ علی شاہ کے قریب پہنچ کر لڑکی نے اس کے رخسار تھپتھپائے۔

”علی شاہ..... علی شاہ کیا تم ہوش میں ہو۔ گاڑی ہمارا ساتھ چھوڑ چکی ہے۔“

ہٹ کر علی شاہ ”آؤ گاڑی سے نیچے اترو۔“

لیکن علی شاہ بے ہوش ہی تھا۔ میں نے اسے بغور دیکھا اور اچانک ہی میرے ذہن کو ایک خطرے کا احساس ہوا۔ علی شاہ کے چہرے پر پھیلی ہوئی مردنی بتاتی تھی کہ وہ صرف بے ہوش نہیں ہے بلکہ..... شاید مرچکا ہے میں نے لڑکی سے کہا۔

”روشنی کرو۔“

”نک..... کیوں رخ..... خیریت تو ہے؟“

”روشنی تو کرو۔“ لڑکی نے ایک بار پھر پچھلی روشنی جلا دی۔ میں نے جھک کر علی شاہ کی نبض دیکھی۔ سینے سے کان لگائے چہرہ تھپتھپایا دل کی مائش کی لیکن علی شاہ شاید بہت دیر پہلے زندگی سے محروم ہو چکا تھا۔ لڑکی میری ان کوششوں کو دیکھ رہی تھی اور اس کے چہرے پر اضطراب کے آثار تھے پھر اس کی سرسراتی آواز ابھری۔

”شاید..... شاید..... یہ.....“

”ہاں۔“ میں نے افسوس بھرے لہجے میں کہا۔ میرا اندازہ تھا کہ شاید لڑکی پر ہریان طاری ہو جائے وہ علی شاہ کی موت سے بہت زیادہ دلبرداشتہ ہو جائے۔ لیکن وہ کافی حد تک اپنے آپ کو سنبھالے رہی پھر ایک گہری سانس لے کر بولی۔

”علی شاہ کی موت بہت تکلیف دہ ہے۔ وہ ہمارے لئے ایک اہم ستون تھا لیکن ہم لوگوں میں سے کوئی کسی بھی وقت اس مرحلے سے گزر سکتا ہے۔ علی شاہ خدا تمہیں تمہاری اس جدوجہد اور آزادی وطن کے جہاد کے لئے اپنی رحمتوں کا سایہ دے۔ افسوس ہم تمہیں قبر بھی نہیں دے سکتے افسوس.....“ لڑکی نے میری جانب دیکھا۔

”آؤ اب یہاں رکنا بیکار ہے۔ گاڑی ہمارا ساتھ چھوڑ چکی تھی۔ ہمیں پیدل ہی آگے بڑھنا ہوگا۔“

میں نے گرون جھٹکی اور افسرہ سائیچے اتر آیا۔ نہ علی شاہ کو جانتا تھا میں اور نہ اس لڑکی کو لیکن جتنی واقفیت ان چند لمحات میں ہو چکی تھی اس سے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ آزادی کشمیر کے لئے جانفروشی کرنے والوں میں سے وہ افراد تھے یہ میرے دل میں ان کے لئے احترام تھا جو خبریں اب تک ان کے بارے میں میرے کانوں تک پہنچ چکی تھیں ان سے میرا دل بھی لرزتا تھا لیکن ہر طور میں اپنے وطن ہی میں جہاد کر رہا تھا اور جب

بھی کبھی ان لوگوں کا تصور دل میں آتا تھا انہیں کامیابیوں کی دعاؤں کے علاوہ اور کیا دے سکتا تھا لیکن تقدیر کی خوبی دیکھتے کہ تقدیر نے عجیب و غریب حالات میں لپیٹ کر مجھے یہاں تک پہنچا دیا تھا۔ میں لڑکی کے ساتھ ایک سمت متعین کر کے چل پڑا۔ اس کے انداز میں اضمحلال بے شک تھا لیکن چال میں تیزی تھی۔ اس نے دور دور تک نگاہیں دوڑاتے ہوئے کہا۔

”دائیں سمت۔“ ہم نے وہیں سے رخ تبدیل کر دیا۔

”میں کافی دیر تک خاموشی سے اس کے ساتھ چلتا رہا پھر اچانک ہی لڑکی گردن جھٹک کر بولی۔“

”مجھے تم نے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا ویسے ہم لوگ رات کی تاریکیوں میں جس قدر دور نکل جائیں ہمارے حق میں زیادہ بہتر ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مجاہدین کا کوئی قافلہ ہمیں راستے میں مل جائے اگر ایسا ہو جائے تو بہتر رہے گا ورنہ اللہ مالک ہے۔“

”ہاں ٹھیک ہے لیکن کیا رات میں تم مجاہدین کے کسی قافلے کو دیکھ سکتی ہو۔“

”اس کے بارے میں تمہیں بعد میں بتا دوں گی۔“ لڑکی نے کہا اور میں ایک گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔

پھر بہت دیر تک یہ خاموشی طاری رہی اور اس کے بعد وہ چونک کر بولی۔

”خالبا“ تم مجھے اب بھی اپنے بارے میں نہیں بتانا چاہتے حالانکہ تم نے ہماری مخلصانہ مدد کی ہے۔ میں تم پر کوئی شبہ نہیں کر سکتی اور اگر تم کوئی غلط انسان نکلے بھی تو یہ ہماری تقدیر ہوگی جو کچھ تقدیر میں لکھا ہوتا ہے اسے کوئی نہیں ٹال سکتا۔ کوئی بھی نہیں۔“

”میرا نام دانش ہے پڑوسی ملک کا باشندہ ہوں۔“

”پاکستان کا.....؟“ وہ چونک کر بولی اور مجھے دیکھنے لگی۔

”ہاں۔“

”اوہ میں سمجھ گئی۔ جذبہ جہاد سے سرشار نوجوان نجانے کیسی کیسی مصیبتیں اٹھاتے ہوئے سرحد پار آجاتے ہیں اور اپنا دینی فرض ادا کرتے ہیں لیکن نہ تو ہم یہ چاہتے ہیں کہ ایسا ہو اور نہ ہی حکومت پاکستان لیکن یہ انفرادی کوششیں مقامی حکومت تمہاری حکومت کے نام لکھ دیتی ہے۔ بہر حال غلام حسین فاضل اس بات کو ناپسند کر رہے ہیں۔ وہ نہیں

چاہتے کہ ہماری امنگوں کے مرکز پاکستان کو ہماری ذات سے کوئی نقصان پہنچے۔“

میں گہری سانس لے کر گردن ہلانے لگا۔ لڑکی جو کچھ کہہ رہی تھی وہ سب میری سمجھ میں آ رہا تھا۔

”میرا نام شہ نور ہے۔“ اس نے کہا۔

”یہ زمان گل کون ہے؟“

”ایک مجاہد، اہم فریضہ سرانجام دینے آیا تھا۔ اسے اپنا کام کر کے اسی راستے سے واپس جانا تھا۔ مرحوم علی شاہ اگر زخمی نہ ہوتا تو ہم ایک بڑی کامیابی حاصل کر لیتے مگر اللہ کو ایسا ہی منظور تھا۔ میں اس صدمہ میں اپنے ہاتھ کھو بیٹھی ہوں۔ علی شاہ اور زمان گل میرے بازو تھے۔“

میں خاموشی سے اس کی باتیں سنتا رہا۔ کافی دور چل کر وہ رک گئی۔

”تھک گئے ہو گے؟“

”نہیں۔“ میں نے نرم لہجے میں کہا۔

”صبح ہونے سے قبل ہم جتنا راستہ طے کر لیں اچھا ہے۔ دن کی روشنی میں گن شب گشت پر نکل آتے ہیں۔“

”تمہیں کہاں جانا ہے؟“

”شاہ گلی وہاں میرا گھر ہے۔“

”تمہیں راستوں کا اندازہ ہے؟“

”ہاں بالکل ہے۔ اگر گاڑی ساتھ دیتی تو ہم صبح ہونے سے قبل وہاں پہنچ سکتے تھے لیکن اب دیر کرنی ہوگی۔“

”میں تمہارے ساتھ ہوں ابھی۔ صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ تم تنہا نہیں ہو۔ میں نہیں سمجھتا کہ میں تمہارے کس کام آسکتا ہوں لیکن کم از کم اس سفر میں اپنے گھر تک واپس جاتے ہوئے میں تمہاری تنہائی کا ساتھی ہوں۔“

اس نے نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا۔ میں نے ابھی تک صحیح معنوں میں اس کا چہرہ نہیں دیکھا تھا مگر اب جو نگاہیں ملیں تو میں نے ایک سرخ و سفید زندگی سے بھرپور جوانی کی بے مثال عمر کا شاہکار دیکھا جس کا تناسب قابل دید تھا لیکن جس نے اپنی امنگوں کے دنوں کو

ترک کر کے اپنے وطن کی آزادی کا سرخ لباس پہن لیا تھا جو خون میں ڈوبا ہوا تھا۔ میری آنکھیں احترام سے جھک گئیں۔ اس نے ایک لمحہ مجھے دیکھ کر کہا۔

”نہیں، پاکستانی نوجوان تم جو جذبے سے لے کر دور دراز اور مشکل ترین سفر طے کر کے یہاں تک پہنچے ہو ہم ان جذبوں کو اپنے سینے میں محسوس کرتے ہیں۔ ہمیں یہ احساس ہے کہ ہماری آواز پر تم نے کیا جواب دیا ہے اور اب اس وقت بھی جو مہارت تم نے دکھائی ہے اس نے میرے دل کو بڑی ڈھارس دی ہے۔“

میں بھی خاموش ہو گیا۔ ہم نجانے کب تک سفر کریتے رہے تھے۔

شہ نور نے کہا ”اگر مناسب سمجھو تو تھوڑی دیر رک جاؤ۔ یہ جگہ میری جانی پہچانی ہے اور اگر یہاں دن بھی نکل آئے اور ہم سفر کا آغاز کریں تو پچھتے پچھتے شاہ گلی پہنچ سکتے ہیں۔“

”جیسا تم مناسب سمجھو۔“

اس نے ایک ایسی چٹان کا سہارا لیا جو سبزے سے ڈھکی ہوئی تھی۔ اس کے عقب میں ایک چھوٹی سی جگہ بنالی گئی اور وہ وہاں بیٹھ گئی۔

مجھ سے بولی۔ ”یہاں بیٹھو۔“

رات ہماری توقع سے کہیں زیادہ گزر چکی تھی۔ دور سے مدھم مدھم اجالے پھوٹنے لگے لیکن یہ ابھی ابتدا تھی اور تیز روشنی ہونے میں بہت وقت باقی تھا لیکن اچانک ہی فضا میں تیز روشنی پھیل گئی اور ہم دونوں چونک پڑے۔ سفید روشنی کا ایک گولہ بلند ہو رہا تھا اور اس کی روشنی وادی میں پھیل گئی تھی۔ اس کے فوراً بعد دوسرا گولہ روشن ہوا اور پھر گولیاں بڑبڑانے لگیں۔ وہ اچھل کر کھڑی ہو گئی لیکن میں نے بے اختیارانہ انداز میں اس کا بازو پکڑ لیا اور اسے چٹان کی جانب گھسیٹ لیا۔ اس نے میرے چوڑے پنجے کی گرفت محسوس کر کے میری طرف گردن گھما کر دیکھا اور پھر ایک ہلکی سی آواز کے ساتھ ساکت ہو گئی۔ گولیاں مسلسل چل رہی تھیں اور یوں لگ رہا تھا جیسے باقاعدہ جنگ ہو رہی ہو۔ یعنی گولیوں کے جواب میں گولیاں برسائی جا رہی تھیں۔ ایک لمحے کے بعد اس نے گہری سانس لے کر کہا۔

”ہم ان کا نشانہ نہیں بنیں بلکہ کوئی اور گروہ نبرد آزما ہو گیا ہے۔“

ایک لمحہ بھی نہیں گزرا تھا کہ اس کے الفاظ کی تصدیق ہو گئی۔ اللہ اکبر کے فلک برفانی نعروں سے وادی گونج اٹھی لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی لاتعداد چیخیں بھی ابھری تھیں۔ وہ صبر و سکون سے سب کچھ سنتی رہی۔

میرے کان اس سمت کا اندازہ لگا رہے تھے۔ جہاں یہ ساری ہنگامہ آرائی ہو رہی تھی۔ اس ہنگامہ آرائی کی عمر تقریباً بائیس تیس منٹ رہی اور اس کے بعد رفتہ رفتہ سکون چھاتا چلا گیا۔ کوئی آواز اب نہیں آرہی تھی۔ کافی دیر اسی طرح گزر گئی۔

”غالباً کھیل ختم ہو گیا۔“ اس کے لہجے میں کوئی خاص بات تھی میں نے چونک کر اسے دیکھا۔

”مجاہدین تھوڑی تعداد میں تھے۔ بمشکل ہی ان میں سے کوئی نکلنے میں کامیاب ہوا ہوگا۔“

”اور دشمن۔“ میں نے سوال کیا۔

”دیکھنے ہی سے پتا چلے گا۔“

”سمت کا اندازہ ہو چکا ہے تمہیں شہ نور؟“

”ہاں بائیں سمت آگے چل کر ڈھلان ہیں۔ یہ معرکہ وہیں ہوا ہے۔“ اس نے جواب دیا۔

اس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہ اس علاقے کے چپے چپے سے واقف ہے۔ تھوڑا سا سفر طے کرنے کے بعد شہ نور کے خیال کی تصدیق ہو گئی۔ نیچے ڈھلان میں جو کچھ نظر آرہا تھا وہ انتہائی دلہوز تھا۔ تقریباً آٹھ افراد جو کے مخصوص لباس میں ملبوس تھے۔ جام شہادت نوش کر چکے تھے۔ ان کا اسلحہ ادھر ادھر بکھرا پڑا تھا اور ان کی مڑی مڑی لاشیں پتھروں کو خون میں ڈبوئے ہوئے تھیں لیکن فاصلے پر بھی منظر اس سے کسی طرح کم نہیں تھا۔ وہاں کوئی اٹھارہ انیس فوجی تھے جو ہلاک ہو چکے تھے۔ دو گاڑیاں پڑی ہوئی تھیں اور ان کے ٹائروں کے آس پاس بھی انسانی لاشیں موجود تھیں۔ میں نے گہری نگاہوں سے انہیں دیکھا اور پھر شہ نور کو۔ شہ نور نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”تسلی بخش معرکہ ہے۔ یہ تو چپے چپے پر ہو رہا ہے لیکن خوشی کی بات یہ ہے کہ ہمارے دلیر ساتھیوں نے بھی ان میں سے ایک کو زندہ واپس نہیں جانے دیا۔ آؤ ذرا اپنے

ان شہیدوں کی زیارت کر لیں۔“

وہ برق رفتاری سے ڈھلانوں پر دوڑنے لگی۔ مجھے بھی اس کا بھرپور ساتھ دینا پڑا تھا۔ کشمیر کے بارے میں تمام تر داستانیں کانوں تک پہنچ رہی تھیں۔ پہلا موقع تھا کہ میں نے ایک ایسا خونیں معرکہ دیکھا۔ مجاہدین کے پاس پیچھے وہ ایک ایک کی صورت دیکھتی رہی کئی افراد کی پیشانی اس نے جھک کر چومی تھی اور ان کی کھلی ہوئی آنکھوں کو بند کر دیا تھا۔ بڑے اطمینان بخش لہجے میں بولی۔ ”ہم ان کی تدفین تو نہیں کر سکتے علی شاہ کو بھی قبر نہیں دے سکے تھے ہم۔ لیکن احتراماً انہیں پاس پاس لٹا دیا جائے۔“

میں نے فوراً ہی اس کی خواہش کی تکمیل شروع کر دی تھی۔ زخموں سے چور خون میں ڈوبے ہوئے مجاہدین کی لاشوں کو ہم نے سیدھا سیدھا کر کے ایک ترتیب سے لٹا دیا اور اس کے بعد شہ نور نے میری جانب دیکھ کر کہا۔

”فاتحہ خوانی۔“ ہم نے ہاتھ اٹھا دیئے۔ شہ نور فاتحہ خانی کرنے لگی۔ اس کی آنکھیں بند تھیں اور چہرے پر ایسے جذبات کے سائے لرزاں تھے کہ میرے رونے لگے۔ کھڑے ہو گئے۔ میری ذہنی سوچ نجانے کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔ اس قدر بے خونی سے وہ یہاں کھڑی فاتحہ خوانی کر رہی تھی جیسے اپنے گھر میں کھڑی ہوئی ہو۔ اس کے بعد اس نے چہرے پر ہاتھ پھیرے میری جانب دیکھا۔

”اسلحہ کافی موجود ہے۔ میرا خیال ہے ہمیں یہ اسلحہ سمیٹ لینا چاہیے۔“ میں نے اسے دیکھا تو وہ بولی۔

”زندگی ایک مکمل خطرہ ہے چنانچہ خطرات سے کیا ڈرنا۔ ہاں کامیابی ہو گئی تو خوشی کا احساس ہو گا۔“

”ٹھیک ہے۔“ میں نے جواب دیا۔

ان سترہ اٹھارہ افراد کا اسلحہ بہت زیادہ تھا۔ جسے سمیٹنے میں کافی دقت ہوئی۔ دشمن کا اسلحہ سمیٹ کر ایک گاڑی میں رکھا گیا پھر مجاہدین کا اسلحہ بھی ان سے حاصل کر لیا گیا اور اسے بھی گاڑی میں بار کر دیا گیا۔ دوسری گاڑی کا جائزہ لے کر اس میں جو کچھ ملا وہ بھی اسی گاڑی میں منتقل کر دیا گیا اور اس کے بعد اس نے ایک کمیشن میں لگی ہوئی چابی کا سونپ دیا کر غالباً فیول کا جائزہ لیا پھر بولی۔

”بہت ہے۔“ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے میری طرف دیکھ کر کہا۔ آؤ دانش چلیں۔ اب بہت دیر ہو چکی ہے کوئی بھی لمحہ خطرہ پیدا کر سکتا ہے۔“ وہ سفر کرتی رہی۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد اس نے کہا۔

”اس دادی سے گزرنے کے بعد اگر میں داہنی سمت کا راستہ اختیار کر لوں تو باقی آسانی تھوڑی دیر کے اندر اندر شاہ گلی پہنچ سکتی ہوں لیکن جو کچھ ہمارے پاس موجود ہے میں اسے تحفظ دینا چاہتی ہوں۔ یہ دشمن کی فوجی گاڑی ہے۔ اگر اسے شاہ گلی کے آس پاس دیکھا گیا تو دشمن ہم سے دقت ہو جائے گا۔ میں اسے بہت فاصلے پر کسی ایسی جگہ تباہ کر دینا چاہتی ہوں جہاں سے اس کا صحیح اندازہ نہ کیا جاسکے۔“

”اور یہ اسلحہ۔“

”اس کو چھپانے کا بھی معقول بندوبست ہے۔“

”ٹھیک ہے۔“

”میں چونکہ ابھی ان حالات سے بالکل ناواقف ہوں شہ نور اس لئے براہ کرم میری خاموشی کو محسوس نہ کرنا۔“ اس نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا دی اور گاڑی کی رفتار بہت تیز کر دی۔ ناہموار راستوں پر گاڑی بری طرح اچھلتی کودتی چلی جا رہی تھی۔ تقریباً سوا گھنٹہ ہم نے اس برق رفتار سفر میں گزارا اور اب ایک ایسی جگہ آگئی جہاں تیز در تیز چٹانیں استادہ تھیں اور ان کے درمیان راستہ بنا ہوا تھا۔ یہاں ڈرائیونگ ایک انتہائی مشکل کام تھا بلکہ صحیح معنوں میں ڈرائیونگ کا یہاں امتحان لیا جاسکتا تھا۔ اس نے رفتار کم کر دی اور پھر ایک جگہ گاڑی روک دی۔ یہ ایک بڑا سا چٹانی سلسلہ تھا جو عقب میں دور تک چلا گیا تھا۔ اس نے میری جانب گہری نگاہوں سے دیکھا اور پھر بولی۔

”آؤ اب اسلحہ اتارنے میں مہری مدد کرو۔“

میں فوراً ہی اس پر آمادہ ہو گیا تھا۔ اس نے اسلحہ اتارا اور ہم اسے لئے ہوئے اس بڑی سی چٹان کے ایک ایسے درے میں پہنچ گئے جس کا ایک نگاہ دیکھنے سے صحیح تعین بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ چٹان میں ایک ایسا موڑ تھا جسے دور سے دیکھا نہیں جاسکتا تھا لیکن جس سے گزرنے کے بعد غار کے ایک وسیع و عریض دہانے کی صورت نظر آ جاتی تھی اور اس دہانے کے دوسرے حصے میں انتہائی کشادہ غار بنا ہوا تھا۔ اسلحہ اسی غار میں منتقل کیا گیا۔

خاصی تیز رفتاری سے ہم نے یہ کام سرانجام دیا۔ اب سورج خوب چڑھ چکا تھا اور دادی میں دھوپ پھیل گئی تھی۔ اس کام سے فراغت حاصل کرنے کے بعد تقریباً دو میل کا سفر گاڑی کے ذریعے طے کیا گیا اور اس کے بعد ایک ایسی گہری گھائی نظر آئی جس میں نیچے ہر نما چٹانیں منہ کھولے اوپر کی جانب نگراں تھیں۔ شہ نور نے گاڑی روک دی اور ہم دونوں اتر گئے پھر دونوں نے مل کر گاڑی کو ڈھلاؤں کی طرف دھکیل دیا اور کچھ دیر بعد ایک زوردار دھماکہ ہوا اور گاڑی سے شعلے بلند ہونے لگے۔

چند لمحات خاموش رہنے کے بعد اس نے پھر کہا۔ ”جس جگہ تک میں تمہیں لے آئی ہوں وہاں بڑے بڑوں کو نہیں لایا جاسکتا۔ چونکہ یہ چٹانیں ہمارے اہم راز اپنے سینے میں پوشیدہ رکھتی ہیں اور یہ انتہائی اہم راز افشا ہو جانے کا مقصد یہ ہے کہ ہمارے مشن کا تیس فیصد حصہ ختم ہو جائے، لیکن نجانے کیوں دل نے تمہارے اوپر پورا بھروسہ کیا ہے۔ اس امید کے ساتھ کہ تم اسے نہیں نہ پہنچنے دو گے۔“

”میں سمجھ رہا ہوں لیکن خدا اور اس کے حبیب“ کو گواہ بنا کر یہ کہتا ہوں کہ میری ذات سے تم لوگوں کو کوئی فائدہ پہنچے یا نہ پہنچے لیکن نقصان نہیں پہنچے گا۔ ”انشاء اللہ“ مجھے پورا پورا اعتماد ہے۔“ اس نے وثوق سے کہا۔

اس کے بعد شاہ گلی نظر آنے لگی، چھوٹی موٹی جگہ نہیں تھی، اچھے خاصے مکانات بنے ہوئے تھے۔ گو بلند و بالا عمارتیں نہیں تھیں لیکن پھر بھی کچے مکانات کافی خوبصورت

انداز میں بنے ہوئے تھے، البتہ ان کا طرز تعمیر کشمیری ہی تھا۔ گلیاں اور بازار بھی تھے ان میں اور ان گلیوں اور بازاروں میں رونق شروع ہو گئی تھی اس نے آہستہ سے کہا۔

”بہتر یہ ہے کہ اب مجھ سے ذرا کچھ فاصلے پر ہو جاؤ مگر میرے پیچھے پیچھے چلتے رہنا۔ اصل میں یہاں اچھی خاصی فوجی نگرانی رہتی ہے، پولیس بھی بہت بڑی تعداد میں گھومتی پھرتی رہتی ہے، ویسے یہ جگہ عام جگہوں کی نسبت ذرا پر امن ہے۔“

میں اس سے فاصلہ پر ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم آبادی میں داخل ہو گئے۔ کسی نے ہماری جانب توجہ نہیں دی تھی، میں نے خود بھی محسوس کیا کہ جگہ جگہ پولیس کی گاڑیاں گھومتی پھر رہی ہیں، ایک جگہ فوجی چھاؤنی بھی نظر آئی لیکن فوجی اپنی جگہ محدود تھے، البتہ پولیس کڑی نگاہ سے ہر شخص کو دیکھ رہی تھی، میں اسے نگاہوں میں رکھے رہا

اور پھر ایک ایسی عمارت کے پاس وہ رکی۔ اس نے میری جانب دیکھا جو سامنے سے بڑی بد نما اور بھدی سی بنی ہوئی تھی لیکن وسیع و عریض علاقے میں تھی۔ اس نے آنکھ سے مجھے اندر آنے کا اشارہ کیا اور خود دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئی، لیکن اس نے دروازہ کھلا رہنے دیا تھا، ادھر ادھر دیکھنے کے بعد میں بھی غراب سے اندر داخل ہو گیا اور اس نے جلدی سے دروازہ بند کر لیا، پھر میری جانب دیکھ کر مسکرا کر بولی۔

”یہ میرا گھر ہے۔“

میں نے ایک نگاہ اس وسیع و عریض گھر پر ڈالی مخصوص طرز تعمیر کا نمونہ تھا، میں آگے بڑھا اور اندر سے دو بچیاں باہر نکل آئیں، ایک عمر کی گیارہ سال کے قریب ہو گئی، دوسری کوئی تیرہ سال کی تھی، دونوں نے حیرت سے مجھے اور شہ نور کو دیکھا، شہ نور آگے بڑھ کر بولی۔

”یہ میری دونوں بہنیں ہیں، اندر میری والدہ موجود ہیں۔ ہم چار افراد اس گھر کے فرد ہیں۔“

شہ نور کی والدہ بھی باہر نکل آئیں، ایک معمر خاتون تھیں، دودھ جیسے سفید چہرے کی مالک، لیکن اس چہرے پر غم کے سائے کھنڈے ہوئے تھے، آنکھوں میں ویرانیاں اس طرح آہی تھیں جیسے کبھی ان میں بہا رہی نہ آئی ہو، مجھے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا تو شہ نور نے کہا۔

”ماں یہ ہمارے مہمان ہیں، مجاہد ہیں۔“

”آؤ بیٹے اندر آ جاؤ۔“ عورت نے کہا۔ ”اندر اس کمرے میں چلے جاؤ۔“

”شہ نور بولی“ میں تمہیں وہ جگہ دکھا دوں جہاں تم آرام کر سکو کیونکہ یہاں آئے دن تلاشی ہوتی رہتی ہے۔ آؤ؟“

پچاری شہ نور کے فرشتوں کو بھی یہ معلوم نہیں تھا کہ مقامی پولیس کے لئے میں کیا ہوں، شہ نور مجھے مکان کے عقبی حصے میں لے گئی پھر وہاں سے ایک پتلی سی گلی سے گزار کر واپس اس جگہ آئی جہاں سے ایک سوراخ سے باہر دیکھا جاتا تو مکان کے احاطے کا دروازہ نظر آتا تھا۔ یہ پتلی گلی بظاہر کوڑا کرکٹ ڈالنے کے لئے بنائی گئی تھی اور اس کے ابتدائی حصے میں ایسا کوڑا کرکٹ پڑا بھی ہوا تھا جسے ہٹا کر راستہ بنایا جاسکتا تھا، لیکن اس میں

بھی ایک خفیہ راستہ رکھا گیا تھا، بڑی مہارت سے دیکھنے والے کو دھوکہ دیا جاسکتا تھا اور اس جگہ جہاں اب ہم پہنچے تھے زیر زمین ایک چھوٹا سا تہ خانہ بنایا گیا تھا۔ یہ جگہ کسی کے پوشیدہ رہنے کے لئے انتہائی کارآمد تھی۔ تہ خانے میں ایک پلنگ بچھا ہوا تھا۔ ایک ٹکے میں پانی رکھا ہوا تھا۔ جائے نماز اور تسبیح موجود تھی، چند برتن، یہ اس کی کل کائنات تھی۔ ”شہ نور نے کہا ”خدا نخواستہ اگر کبھی یہاں کی تلاشی ہو تو تمہارے لئے اس سے بہتر جگہ اور کوئی نہیں ہوگی، یہ جگہ محفوظ ہے۔“

”اس کا مجھے احساس ہے۔“

”اب آجاؤ۔“ اس نے کہا اور میں واپس جھاڑ جھنکار کے نیچے بنے ہوئے خفیہ راستے سے اس کمرے میں پہنچ گیا جو میرے لئے مخصوص کیا گیا تھا اس دوران شہ نور کی ماں ناشتے کی تیاریوں میں مصروف تھی۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد مجھے ناشتا دے دیا گیا تقریباً ایک گھنٹے کے بعد شہ نور کی والدہ نے کہا۔

”بہتر ہے کہ تم آرام کر لو، خدا نخواستہ اگر کوئی بات ہوئی تو میں تمہیں جگا دوں گی اور اپنی جگہ چھپ جانا ورنہ یہاں آرام سے سوتے رہو۔“

میں نے کہا۔ ”اس کے بجائے کہ آپ کو تکلیف ہو ماں، کیا یہ مناسب نہیں کہ میں اسی تہ خانے میں جا کر آرام کروں؟“ معمر عورت نے ایک لمحے کے لئے کچھ سوچا پھر بولی۔

”موافق میں ہے، اچھا ہے زیادہ آسانی رہے گی، ویسے بھی وہ جگہ ہوا دار ہے ہم نے اس ناخاس بندوبست رکھا ہے کہ وہاں ٹھٹھن نہ محسوس ہو۔“

شہ نور نہیں آئی تھی، جھاڑ جھنکار کے راستوں سے گزر کر میں پھر اسی جگہ پہنچ گیا اور تہ خانے کے اندر بچھے ہوئے پلنگ پر لیٹ کر گزرے ہوئے واقعات پر غور کرنے لگا۔ نجانے کس وقت مجھے نیند آگئی۔ آنکھ کھلی تو دوپہر ڈھل چکی تھی۔ طبیعت پر کچھ اضمحلال سا تھا۔ دیر تک اسی طرح بیٹھا رہا پھر کچھ آہٹیں ابھری تو اس طرف متوجہ ہو گیا۔ شہ نور نے آہستہ سے کہا۔

”کیا جاگ رہے ہو؟“

”ہاں۔ آؤ شہ نور۔“

”نیند تو اچھی طرح پوری ہو گئی۔“

”اچھی طرح اور باہر کے حالات ٹھیک ہیں؟“

”فی الحال۔“ اس نے کہا پھر جلدی سے بولی۔ ”ہاں ایک خوشخبری بھی ہے۔ وہ زبان گل آگیا ہے۔ بالکل خیریت کے ساتھ آیا ہے۔“ اس کے چہرے سے خوشی عیاں تھی۔

”چند منٹ تک ہم وادی کے حالات پر تبصرہ کرتے رہے تھے کہ اچانک شہ نور کو کچھ یاد آگیا۔“

”ارے ہاں والدہ نے کہا تھا کہ میں تمہیں دیکھو جاگ رہے ہو یا سو رہے ہو جاگ گئے ہو تو ہاتھ دھلوانے کا بندوبست کروں اور اس کے بعد کھانا، ویسے بھی دوپہر ہو گئی ہے، تمہیں بھوک لگ رہی ہوگی؟“

”بالکل بھوک نہیں ہے، کیونکہ عمدہ ناشتے کے بعد گھری نیند سو گیا تھا اس وقت بالکل حاجت نہیں ہے چنانچہ اس تکلف میں تو نہ پڑو۔“

”اچھا قہوہ تو پیو گے نا ویسے بھی کشمیری چائے تمام ذہنی کمزوری دور کر دیتی ہے۔ میں ابھی لاتی ہوں۔“

وہ تھوڑی ہی دیر میں قہوہ کے ساتھ حاضر تھی۔ اس نے کنا شروع کیا۔

”وادی کشمیر کی ایک ایک بیٹی چاہے اس کی عمر کتنی ہی کیوں نہ ہو اپنے باپ اور بھائیوں کے دوش بدوش آزادی کے جہاد میں مصروف ہے، بارہا ایسے واقعات ہوئے ہیں کہ انہیں فوج نے پکڑا ہے۔ ان کے جسم کی دھجیاں اڑا دی گئی ہیں۔ زندہ جلا کر راکھ کر دیا گیا ہے مگر کسی نے اپنی زبان نہیں کھولی۔ جذبے جب اجتماعی طور پر سینوں میں پروان چڑھتے ہیں تو زندگی بے مقصد ہو جاتی ہے ہم لوگ اس وقت زندگی کی کوئی اہمیت نہیں سمجھتے ہم نے اپنے وجود کا ذرہ ذرہ وطن کو سونپ دیا ہے۔ آزادی یا موت ہمارا ایک ہی نعرہ ہے۔“

میں نے جذبات سے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ ”اس قوم کی آزادی کبھی کوئی نہیں جھین سکا ہے شہ نور جس کے اندر یہ جذبہ بیدار ہو جائے۔“

شہ نور نے گردن جھکالی۔ چند لمحات خاموشی رہی پھر بولی۔ ”ایک بات بتاؤ دانش کہ

دیکھنا ہے، دراصل کوئی سوچ بھی نہیں سکتا کہ میں جہاد کشمیر میں حصہ لے رہی ہوں۔ میری فطرت میں ہمیشہ ایک نرمی اور گھریلو پن رہا ہے لیکن جب فطرتیں بدلتی ہیں تو بہت کچھ ہو جاتا ہے۔ غالباً بہت زیادہ باتیں کر چکی ہوں۔ آرام کرو تمہیں یہاں اس لئے محفوظ کیا گیا ہے کہ تم نئے نئے یہاں پہنچے ہو، ہو سکتا ہے تمہارے بارے میں دوسری جانب سے کوئی اطلاع ہو۔ بھارتی فوجی کسی بھی وقت گھروں میں گھس کر تلاشیاں لے سکتے ہیں۔“

”کوئی حرج نہیں ہے۔ میں خود بھی یہاں مطمئن ہوں اور تشریف میں سوچ کر اپنے مستقبل کا کوئی فیصلہ کرنا چاہتا ہوں۔“

”فیصلہ کرنے کے بعد کوئی عمل نہ کر ڈالنا فوری طور پر ہم سے مشورہ ضرور کر لینا۔“

”ضرور۔“ میں نے مسکرا کر کہا اور وہ باہر چلی گئی۔

یہ بات میں نے بالکل درست کہی تھی فیصلہ تو کرنا تھا اور جو فیصلہ کرنا تھا اس کے احساسات میرے ذہن میں جلوہ گر ہو چکے تھے۔ رات کو وہ میرے پاس آئی اور اس نے کہا۔

”تمہارے بارے میں کوئی اطلاع پہنچی ہے غلام حسین فاضل نے میرے پاس پیغام بھیجا ہے کہ وہ رات کو حجرے میں میرا انتظار کریں گے، یہ بھی کہا ہے انہوں نے کہ اگر کوئی مہمان میرے ساتھ ہو تو اسے بھی لیتی آؤ۔ اس سے تم کیا نتیجہ اخذ کر سکتے ہو؟“

”ان کے علم میں کوئی بات ہوگی تمہارے کسی ساتھی نے یا ہو سکتا ہے زمان گل نے اطلاع دی ہو۔ میرے بارے میں شاید تم نے اس سے تذکرہ کیا ہو؟“

زمان گل سے میری ملاقات نہیں ہوئی وہ پوشیدہ ہے۔ ”کیونکہ جب ہمیں یہ خطرہ ہوتا ہے کہ ہمارے بارے میں کوئی شناخت ہو گئی ہے تو پھر ہم زیر زمین چلے جاتے ہیں اور انتظار کرتے ہیں کہ تفصیلات معلوم ہوں۔ ویسے بھی فاضل صاحب کے بے شمار ذرائع ہیں، اب یہ تو انہی سے معلوم ہوگا۔ ہم رات کو گیارہ بجے حجرے میں جائیں گے۔“

کوئی خاص تیاریاں تو کرنی نہیں تھیں، البتہ یہاں سے نکلتے ہوئے، شہ نور نے مجھے ایک ہلکی سی اسٹین گن دے دی تھی اور فالتوا ایمونیشن بھی۔ گھر سے باہر نکلتے ہوئے اس

تعلیم یافتہ ہو؟“

”تھوڑا بہت۔“ یہی سوال میں تم سے کر سکتا ہوں شہ نور.....؟“

”ہاں میں نے انٹری پاس کیا ہے، سری نگر کے کالج سے۔ آگے پڑھنے کا ارادہ بھی رکھتی تھی لیکن پھر آزادی وطن کے جانب دل مائل ہو گیا اور یہاں اپنے علاقے میں غلام حسین فاضل کے قدموں میں پہنچ گئی۔“

”یہ غلام حسین فاضل کون ہیں؟“

”مجاہد آزادی کشمیر، مسجد میں پیش امام ہیں اور مجاہدین کی سربراہی بھی کرتے ہیں۔ ہماری بستی شہ گلی سے جن مجاہدین نے سروں سے کفن باندھے ہیں۔ غلام حسین فاضل انہیں تربیت دیتے ہیں، سابق فوجی ہیں اور انگریز کی فوج میں نمایاں کارنامے سرانجام دے چکے ہیں۔ ریٹائرڈ زندگی گزار رہے ہیں اور اب اپنے تجربات صرف دینی تعلیمات اور مجاہدین کے لئے وقف کر چکے ہیں۔“

”میں موقع ملتے ہی تمہیں فاضل صاحب سے ملواؤں گی وہ خوش ہوں گے، حالانکہ ہندوستانی حکومت پاکستان کو بلیک میل کر رہی ہے۔ اقوام عالم میں فریاد کرتی پھر رہی ہے کہ پاکستان کشمیری مجاہدین کی مدد کر رہا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اکا دکا جوش جہاد سے سرشار افراد تمہاری طرح سرحدیں عبور کر کے ہزاروں وقفوں کے ساتھ یہاں تک پہنچ جاتے ہیں، بس انہی کی بناء پر یہ ساری باتیں گھڑی جارہی ہیں۔ جو بالکل جھوٹ ہیں! اودھ میں کس کمائی کو لے کر بیٹھ گئی۔ تمہاری چائے ٹھنڈی ہو رہی ہے، لوٹا۔“

”ہاں لے رہا ہوں۔“ میں نے جواب دیا۔ دیر تک وہ بیٹھی مجھ سے گفتگو کرتی رہی پھر بولی۔

”ہم لوگوں کو ویسے بھی اپنے مشن کی رپورٹ فاضل صاحب کو دینی ہے، ہم ایک مقصد کو لے کر گئے تھے اور اس میں ناکام واپس آئے ہیں۔ البتہ ہماری کامیابی یہ ہے کہ ایک مجاہد ہم میں شامل ہو گیا ہے تو میرا خیال یہ ہے کہ فاضل صاحب اسے بھی سراہیں گے، کسی بھی مقصد میں کامیابی یا ناکامی تو تقدیر کا کھیل ہوتی ہے لیکن تمہارا مل جانا بھی تو ایک کام تھا، خدا کا شکر ہے کہ تم محفوظ مقام تک پہنچے ہو۔ اب آگے تمہیں کیا کرنا ہے کہ اس کا بہتر جواب تمہیں فاضل صاحب ہی دے سکیں گے۔ اچھا اب میں چلتی ہوں باہر بھی

نے کہا۔

”کسی بھی وقت ضرورت پیش آسکتی ہے، لیکن ہم لوگ یہ کوشش کرتے ہیں کہ اپنی بستیوں کو شک کا نشانہ نہ بنے دیں۔ ویسے ہی کیا کم مظالم ہوتے ہیں۔“

تیج در تیج راستوں سے ہوتے ہوئے جھاڑیوں اور ٹوٹی پھوٹی دیواروں کا سارا لیتے ہوئے ہم اس مسجد تک پہنچ گئے جو شاہ گلی کی جامع مسجد تھی، سامنے کا راستہ روشن اور کھلا ہوا تھا لیکن حجرے کے عقب کا راستہ بالکل مختلف تھا۔ ہم جب وہاں پہنچے تو اندھیرے سے دو افراد نکل کر ہمارے قریب آئے۔ شہ نور کو پہچان کر ہمیں سلام کیا گیا اور ہم اس حجرے کے اندر داخل ہو گئے وہاں مدھم مدھم روشنی نظر آرہی تھی، فاضل صاحب کو ایک نگاہ میں ہی پہچانا جاسکتا تھا، معمر آدمی تھے، ان کے ساتھ چند افراد اور بیٹھے ہوئے تھے۔ سب نے سلام دعا کی اور اس کے بعد فاضل صاحب نے ان سے میرا تعارف کرایا، کہنے لگے۔

”یہ سب ہمارے رازدار اور ایک ہی مشن کے شریک ہیں، آؤ بیٹھو۔“

میرا استقبال انہوں نے اس طرح کیا جیسے میرے قدیم شناسا ہوں، مجھ سے میری خیریت پوچھی اور پھر کہنے لگے۔

”پاکستانی ہو؟“

”الحمد للہ۔“ میں نے جواب دیا۔

”اللہ تعالیٰ پاکستان کو تابعد زندہ و پائندہ رکھے۔ نوجوان تمہارے بارے میں، میرے ایک سکھ دوست ڈوگر سنگھ نے کچھ اطلاعات فراہم کی ہیں۔ میں تم سے ان کی تصدیق چاہتا ہوں۔ اگر تم وہی شخص ہو، تب بھی مجھے تم سے مل کر بے پناہ مسرت ہوئی۔ جو کچھ میں نے سنا ہے پہلے میں اس کی تفصیلات تمہیں بتا دوں۔ میجر ڈوگر سنگھ کا یہ کہنا ہے کہ ایک ایسا شخص اس سمت آیا ہے جس نے ہندوستان کو بہت بڑے نقصان سے دو چار کیا ہے اسے نہایت زبردست جدوجہد کے ساتھ حاصل کیا گیا تھا لیکن یہاں پہنچتے ہی وہ مجاہدین کے ایک حملے سے فائدہ اٹھا کر نکل بھاگا ہے۔ میں پوری تفصیلات معلوم کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ شاہ گلی سے جو لوگ اس خصوصی مقصد کے لئے گئے تھے جسے سر انجام دینے میں وہ ناکام رہے۔ ہو سکتا ہے وہ نوجوان انہی کے ساتھ آیا ہو دیکھو عزیز میں میں صرف ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔ اگر تم وہ ہو تب بھی اور اگر تم وہ نہیں ہو تب بھی

تمہارا مقصد جو کچھ بھی رہا ہو۔ تمہارا تعلق جس ادارے سے بھی ہو۔ اپنے معمولات کا اگر اتنا کر دو تو اس احتیاط کے ساتھ کہ ہم لوگ اس میں ملوث نہ ہونے پائیں۔ کیونکہ ہم اپنے الگ ہی مقصد کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ میں بس اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہنا چاہتا۔“

میں نے خاموش نگاہوں سے استاد غلام حسین فاضل کو دیکھا اور اس کے بعد گردن جھکا۔ غلام حسین فاضل اور دوسرے افراد مجھے بغور دیکھ رہے تھے غالباً شہ نور کی آنکھوں میں بھی حیرت تھی۔ غلام حسین فاضل نے کہا۔

”بیٹی شہ نور، مہمان مسلمان ہے، ہمارا برادر ہے پاکستانی ہے اور پھر جو کچھ بھی ہے، کم از کم ہمارے دشمن کے خلاف ہمارے ساتھ ہماری جدوجہد میں مصروف ہے اس لئے ہماری آنکھوں کی روشنی ہے۔ تم اگر اس کے مقصد میں بہتر ثابت ہو سکتی ہو تو بے شک اسے اپنے ساتھ رکھو اور اگر اس کے تحفظ میں تمہیں کسی دقت کا سامنا کرنا پڑ رہا ہو تو یہ ہم میں سے ہر شخص کے لئے قابل احترام ہے اور ہم اسے ہر طرح کا تحفظ پیش کرنے کے لئے تیار ہیں۔“

”محترم بزرگ تھوڑا سا حیران بھی ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ متفکر بھی، کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ آپ لوگ جن مصائب سے گزر رہے ہیں میری وجہ سے ان میں اضافہ ہو۔ میری تو دلی آرزو ہے کہ میں آپ کے مقاصد کے کسی کام آسکوں، حقیقت یہی ہے جو آپ نے سنی۔ خوش بختی سے میرا رخ ایک ایسی سمت ہو گیا جہاں آپ لوگ اپنے مقاصد کی تکمیل میں مصروف ہیں اور جب یہاں پہنچا ہوں تو میری دلی آرزو ہے کہ تھوڑا بہت اپنا یہ دینی فرض بھی ادا کرنا چلا جاؤں۔ اب جب کہ آپ نے یہ فرمایا ہے کہ یہاں جتنے افراد ہیں وہ سب ہر طرح سے قابل اعتماد ہیں تو مجھے اپنے بارے میں بتانے میں کوئی عار نہیں ہے۔ اس وقت میں ایک ایسا کام سرانجام دے کر آیا ہوں جس نے ان لوگوں کو شدید نقصانات سے دو چار کیا ہے، تفصیل میں نہیں جاسکتا۔ ہاں اس سے پہلے میں ایک اور کارنامہ سرانجام دے چکا ہوں جو درحقیقت ان لوگوں کے دل میں سوراخ کرنے کا باعث بن گیا ہے، آپ کو علم ہے کہ یہودی ہندوستان سے گٹھ جوڑ کر کے میرے وطن عزیز کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں، یہ بات بھی بار بار دہرانے کی نہیں ہے کہ عرصہ دراز سے

یہودیت عالم اسلام کے خلاف اور خصوصاً پاکستان کو تشویش کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ بہت عرصے کی سوچ بچار بہت غور و خوض کے بعد کشمیری جدوجہد کے دوران اس سے پہلے خفیہ طور پر اسرائیلی حکمران ہندوستان کے گٹھ جوڑ سے مختلف سازشیں کرتے رہیں ہیں۔ را اور موساد دونوں ایجنسیاں سرگرم رہیں ہیں اب یہ کام کھلم کھلا ہو گیا ہے۔ خصوصی طور پر کشمیر میں موساد اور اسرائیلی حکام کی خصوصی دلچسپی نے دنیا بھر کو اس بات سے آگاہ کر دیا ہے کہ اب اسرائیلی کھل کر پاکستان کے خلاف اور خصوصاً مسلمانوں کے خلاف کشمیریوں کی جدوجہد کو فلسطینیوں ہی کے انداز میں کچلنے کے لئے ہندوستان کی مدد کر رہا ہے۔ یہ تمام باتیں ایسی ہیں جن پر ایک پاکستانی ہونے کے ناتے پر گشت ہونا چاہیے۔ میں نے ان لوگوں کو ایک بدترین نقصان سے دو چار کیا ہے، ایک ایسے نقصان سے جیسے یہ کبھی نہیں بھلا سکتے اور اس بنیاد پر ان کی تمام مشینری میرے خلاف عمل پیرا ہو گئی ہے لیکن محترم فاضل صاحب انشاء اللہ العزیز اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے وطن اور دین کی خدمت کرنے کے لئے کچھ اور وقت دیا ہے تو ان لوگوں کی مجال نہیں ہے کہ مجھ پر قابو پا سکیں، میں اپنے ان کاموں کے ساتھ ساتھ تقدیر کے راستے پر چلتا ہوا وادی کشمیر میں آپنچا ہوں۔ میری دل آرزو ہے کہ آپ کی اس جدوجہد میں شامل ہو کر تھوڑا سا اپنا فرض پورا کروں اور اپنے دل کو مطمئن اور مسرور کر سکوں میں اپنی صلاحیتوں کا آپ سے کوئی ذکر کرنا نہیں چاہتا۔ میری آرزو ہے کہ مجھے کوئی ایسا مشن سونپیں جو جدوجہد آزادی کشمیر میں میرا حصہ بن جائے ہو سکتا ہے میں طویل عرصے یہاں نہ رہ سکوں لیکن جس قدر بھی اپنی خدمات سرانجام دے سکا، مجھے مسرت ہوگی۔

سب خاموش تھے، ساکت تھے، میرا جائزہ لے رہے تھے۔ تب فاضل صاحب نے اپنے سامنے بیٹھے ہوئے لوگوں سے کہا۔

”آپ لوگوں کا کیا کہنا ہے؟“

”محترم جذبہ جماؤ جوش شجاعت اور شہادت ہر مسلمان کا دینی حق ہے اگر وہ اس میں حصہ لینا چاہتا ہے تو اسے روکنا مناسب نہیں ہوتا۔ نوجوان کو اس کا موقع دیا جائے اور اس کے لئے کوئی ایسا مقصد متعین کیا جائے جو اس کی خواہش کے مطابق ہو۔“

”ٹھیک ہے مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ عزیزی کیا تم عزیزہ شہ نور کے مہمان بننا

بند کرو گے۔ اب تو تم سارے کشمیر کے مہمان ہو، اگر وہاں وقت محسوس کرتے ہو تو پھر تمہارے لئے یہ حجرہ حاضر ہے، یا پھر مجھ سے رابطہ رکھو، بہت جلد میں تمہیں کوئی مقصد سونپ دوں گا لیکن وہ تمہارے شایان شان ہی ہو گا۔ ہمارے پاس بندوق کی لبلبی پر انگلیاں دبا کر سچے نشانے لگانے والے ایسے بے جگر نوجوان تو لاتعداد موجود ہیں جو ضرورت پڑنے پر اپنا سینہ دشمن کی گولیوں کے لئے کھول دیتے ہیں لیکن ذہنی طور پر کچھ ایسے معاملات بھی ہیں جن کے لئے ہمیں ذہین افراد کی ضرورت پڑتی ہے۔ میں اس سلسلے میں ان افراد سے رجوع کروں گا جو یہ مشن چلا رہے ہیں اور اس کے لئے دن رات اپنے آپ کو وقف کر چکے ہیں، انہیں تمہارے بارے میں تفصیلات معلوم ہوں گی تو وہ تم سے استفادہ کریں گے۔ میرے معاملات تو بہت مختصر اور محدود ہیں، لیکن ایسی ایک اہم شخصیت کو میں یقینی طور پر ان لوگوں کے سامنے لاؤں گا، باقی فیصلہ وہی کریں گے۔“

میں اور شہ نور حجرے سے نکل آئے اور وقت ست رفتاری سے گزرنے لگا تھا۔ دوسرا دن معمول کے مطابق تھا البتہ دوسری شام معمول کے مطابق نہیں تھی کیونکہ مجھے دو افراد سے ملاقات کرنا پڑی جو فاضل صاحب کا پیغام لے کر آئے تھے، شہ نور نے بیرونی کمرے میں میری ان سے ملاقات کا انتظام کیا تھا، اس نے دونوں کا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ یہ بالکل قابل اعتماد اور برسوں کے جانے پہچانے لوگ ہیں، مجاہدین آزادی کشمیر ہیں اور ان کی باتوں پر مکمل بھروسہ کیا جاسکتا ہے، ان میں سے ایک نے مجھ سے کہا۔

”فاضل صاحب نے فرمایا ہے کہ آپ کا یہاں سے نکل جانا ضروری ہے، بہت سی فوجی گاڑیوں کی نقل و حرکت دیکھی گئی ہے جو ایک وسیع و عریض دائرے میں رہ کر شاہ گلی کو اپنے گھیرے میں لے رہی ہیں۔ جہاں تک فاضل صاحب کی معلومات کا تعلق ہے اور ان کے ایک خاص شاگرد ڈوگر سنگھ نے انہیں بتایا ہے کہ ناکہ بندی اس بنیاد پر کی جا رہی ہے کہ کوئی بہت ہی اہم شخصیت اس علاقے میں آچھپی ہے اور اس کی تلاش نہایت ضروری ہے۔“

”اوہ! آپ کا مطلب ہے کہ وہ میں ہوں۔“

”فاضل صاحب کا کہنا یہی ہے۔“

”تو پھر انہوں نے میرے لئے کیا حکم عطا کیا ہے؟“

”ایک منصوبہ تیار کیا گیا ہے جس کی تفصیل ہمارے ہی سپرد ہے۔ یعنی یہ کہ ہم آپ کو اس سے آگاہ کر دیں۔“ منصوبہ یہ ہے کہ ایک فوجی ٹرک جو یہاں ڈیوٹی پر متعین ہے، چند قیدیوں کو لے کر جیل جا رہا ہے، اس عارضی جیل میں جو مجاہدین کشمیر کے لئے تیار کی گئی ہے، آپ کو قیدی کی حیثیت سے پہنچا دیا جائے گا، آپ کا نام حسن عادل ہو گا اور آپ وہاں حسن عادل کی حیثیت سے درج کر دیئے جائیں گے، یہاں تلاشیاں ہوں گی اور آپ انہیں ملیں گے نہیں آپ کے لئے جیل سے فرار کا بندوبست با آسانی کر دیا جائے گا۔ لیکن بہتر ہو گا کہ کچھ وقت وہاں گزار لیں تاکہ ان لوگوں کی آپ کی تلاش کی جدوجہد ختم ہو جائے، فاضلی صاحب نے یہ منصوبہ بڑی ذہانت اور چند افراد کے مشوروں سے تیار کیا ہے، اس طرح آپ کو دشمن ہی کے پاس تحفظ مل جائے گا اور یہ ایک انتہائی بہتر قدم ہو گا، فاضلی صاحب کا کہنا ہے کہ اس وقت آپ کو وہاں سے بہتر تحفظ اور کہیں نہیں مل سکے گا۔“

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی، میں نے کہا۔ ”مجھے فاضلی صاحب کے اس منصوبے سے مکمل اتفاق ہے۔“

”تو پھر آپ تیار ہو جائیں قیدیوں کی کھیپ جن لوگوں کی نگرانی میں لے جانی جارہی ہے ان میں ہمارا اپنے افراد بھی شامل ہیں، آپ کو کوئی مشکل نہ ہوگی، کچھ دیر کے بعد وہ ٹرک ادھر سے گزرے گا اور آپ خاموشی سے اس میں سوار ہو جائیں گے۔“

میں نے آمادگی کا اظہار کر دیا، ان لوگوں کے جانے کے بعد شہ نور ایک دم غمزدہ ہو گئی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

”ہمارا ساتھ تو بہت ہی مختصر رہا دانش۔“ اس نے کہا۔

”کوئی بات نہیں ہے نجانے کتنی بار ملیں گے، کتنی بار چھڑیں گے اب یہاں مسئلہ

کسی کا ساتھ دینے کا نہیں ہے بلکہ اس جدوجہد کا ہے جو ہم سب کا مشترکہ کام ہے۔“

”میں اگر تمہیں کبھی نہ بھی ملوں تو یہ نہ سوچنا کہ تم میرے ذہن سے نکل گئے۔“

میرے دل پر تم نے اپنی ذات کا جو نقش چھوڑا ہے میں حیات کے آخری لمحے تک اسے

ذہن نشین رکھوں گی۔“ میں نے اس کا شانہ تھپتھپایا۔

بوڑھی عورت دونوں بچیوں سے بھی ملا اور تیار ہو گیا، مقررہ وقت پر فوجی ٹرک ادھر سے گزرا اس کی رفتار ست ہوئی میرے لئے بس یہی کام تھا کہ میں اس پر چڑھ جاؤں ایک عجیب و غریب کیفیت تھی جب اتنا کچھ تھا تو یہ لوگ ان قیدیوں کو رہا کیوں نہیں کر دیتے جو اس وقت ٹرک میں موجود تھے، میری وہاں شمولیت کو بے شک حیرت کی نگاہوں سے دیکھا گیا لیکن کسی نے کوئی تذکرہ نہیں کیا، پھر وہ سپاہیوں نے اوپر آکر میرے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں، اور پیروں میں بیڑیاں ڈال دیں، اس کی مجھے توقع تھی، لیکن یہ ایک دلچسپ منصوبہ تھا، سفر کرتے ہوئے میں نے سوچا کہ اگر رشید ناگی کو اس بات کا علم ہو جائے تو وہ قیامت برپا کر دے گا اور مجھ سے اختلاف بھی کرے گا کہ میں نے اپنے آپ کو کس مصیبت میں گرفتار کر لیا ہے، غرضیکہ یہ سفر جاری رہا۔ وہ عارضی جیل میں جس کا مجھ سے تذکرہ کیا گیا تھا۔ شاہ گلی سے تقریباً ساٹھ ستر میل کے فاصلے پر تھی، کیونکہ رات کا آخری پہر تھا جب ہم جیل پہنچے راستہ چونکہ ناہموار تھا اس لئے ٹرک کا یہ سفر بہت ست روی سے ہوا تاہم اس وقت اس عارضی جیل میں جسے خاردار تاروں سے لکڑیاں گاڑھ کر ترتیب دیا گیا تھا مکمل خاموشی طاری تھی۔ دروازہ کھول دیا گیا۔ اوپر سرچ لائٹیں روشن تھیں جو اطراف کی نگرانی کر رہی تھیں۔ مچان بنے ہوئے تھے، جن پر مسلح سپاہی فروکش تھے، عارضی بیرکیں بنائی گئی تھیں جو لکڑی کی دیواروں پر مشتمل تھیں اور ان پر کھیرل کی چھتیں ڈالی گئی تھیں۔ بظاہر اسے ہر لحاظ سے مکمل کر لیا گیا تھا۔ جن سات قیدیوں کو میرے ساتھ لایا گیا تھا انہیں اور مجھے ایک ہی بیرک میں منتقل کر دیا گیا۔ ہاتھوں کی ہتھکڑیوں میں سے بیڑیاں نہیں نکالی گئی تھیں، نجانے وہ کون لوگ تھے جو ہمیں یہاں تک لائے تھے، ہو سکتا ہے اس کے بعد ان سے ملاقات نہ ہو، میں یہ سوچ رہا تھا کہ ایک کشمیری مجاہد کی حیثیت سے قید کی یہ زندگی کیسی گزرے گی بہر طور مجھے اپنا نام اچھی طرح یاد تھا۔

باقی رات بھلا سونے کا کیا تصور کیا جاسکتا تھا، زندگی کے ان دلچسپ مراحل پر غور کر رہا تھا، پچھلی رات بڑے آرام اور سکون کی رات تھی اور اس میں شہ نور سے ہونے والی گفتگو، عمدہ قسم کا قہوہ، کشمیری چائے شامل تھی اور اب یہ لکڑی کا فرش اور یہ بوسیدہ سا ماحول ہاتھوں میں پڑی ہوئی ہتھکڑیوں، پیروں میں چھپنے والی لوہے کی بیڑیاں، یہ سب، زندگی کے بدلتے ہوئے نقوش پر انہی آگئی۔ گیارہ بجے کے قریب ہم لوگوں کو ایک ایک کر کے

ایک جگہ طلب کیا گیا اور یہاں ہمارا اندراج ہو گیا میں نے اپنا نام حسن عادل ہی لکھوا دیا تھا اندراج کرنے والا ایک بد نما سی صورت کا ہندو افسر تھا لیکن اس جیل کا کمانڈر ایک دلچسپ لہجے چوڑے قد و قامت کا مالک سکھ تھا اور گرچہ سگھ سے ملاقات نہ ہونے کے باوجود مجھے اس بات کا علم ہو گیا تھا کہ یہاں اگر ہمارا تھوڑا بہت خیال کیا جاتا ہے تو وہ صرف یہ ہے کہ افسر کرتے ہیں جو ہندوستانی فوج میں ہونے کے باوجود ہمارے مقصد سے کافی حد تک اتفاق کرتے ہیں بلاشبہ سب نہ سہی لیکن جتنے بھی تھے وہ بھی باعث تقویت تھے اور چہ ہی دنوں کے بعد میں نے محسوس کیا کہ بلاشبہ جیل میں ہمیں قیدیوں ہی کی مانند رکھا جاتا ہے لیکن ہمارے ساتھ وہ بدترین سلوک نہیں ہوتا جس کی روایتیں باہر پھیلی ہوئی ہیں۔ بعض اوقات رات کی تنہائیوں میں یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا کہ کہیں کوئی حماقت تو نہیں ہو گئی ہے میرے آگے کے اقدامات بھی معطل ہو گئے ہیں۔ یہ اٹھارہ بیس دن جس انداز میں گزر گئے تھے اسے بالکل بیکار کہا جاسکتا تھا اگر اس جدوجہد میں میرا کوئی عمل قدم ہو جاتا تو مجھے اس کی پروا نہیں تھی لیکن اب تو معطل ہو کر بیٹھ گیا تھا۔ ایک دن مجھے گرچہ سگھ نے اپنے کمرے میں طلب کر لیا اس وقت اس قوی ہیکل سکھ کے علاوہ اور کوئی ہمارے پاس موجود نہیں تھا میں اس کے سامنے پہنچا تو اس نے مسکراتی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بیٹھنے کی پیشکش کی اور کوئی تمہید باندھے بغیر ہی شروع ہو گیا۔

”تمہارے بارے میں مجھے کوئی تفصیل معلوم نہیں ہے، البتہ اب فاضل صاحب کی ہدایت ملی ہے مجھے کہ تمہیں اس قید سے آزادی دے دی جائے بد قسمتی یہ ہے کہ یہاں میرے ماتحت افسر سارے کے سارے ہندو ہیں اور سب کے سب نہایت چالاک اور شاطر قسم کے ہیں ان کی موجودگی میں میں کوئی ایسا کام اپنے طور پر سرانجام نہیں دے سکتا البتہ تمہیں ایسے مواقع فراہم کر سکتا ہوں کہ تم اپنا یہ کام خود کرو اور اس کے لئے چاہے تم مجھے ہی اپنا آلہ کار کیوں نہ بناؤ۔“ میں بدستور سنسنی خیز نگاہوں سے گرچہ سگھ کو دیکھ رہا تھا پھر میں نے کہا۔

”لیکن کیا اس کے بعد کے احکامات بھی میرے لئے موجود ہیں؟“

”نہیں فاضل صاحب نے کہا ہے کہ حسن عادل کو فرار کرا دو وہاں سے بعد کے حالات وہ خود دیکھ لیں گے۔ تمہارے ساتھ دو آدمی اور رہتے ہیں نا جمال اکبر اور ایمان

شاہ!“

”ہاں۔“

”غالباً ایمان شاہ کو اس سلسلے میں ہدایات مل چکی ہیں۔ اب چاہو تو یہ تم اس سے پوچھ لینا اور اگر نہیں ملی ہیں تو مل جائیں گی۔“ فاضل صاحب نے اس کی سمت اشارہ بھی کیا ہے۔

”اوہ۔“ میں نے آہستہ سے کہا۔

”ہمیں یہ تیاریاں کب تک کرنی ہوں گی۔“

”پروگرام تم تک پہنچ جائے گا۔ وہیں واپس جاؤ اور مناسب وقت کا انتظار کرو۔“ جب میں گرچہ سگھ کے پاس سے واپس پیرک میں پہنچا تو ایمان شاہ اور اکبر جمال جاگ رہے تھے۔ دونوں نے مسکراتی نظروں سے مجھے دیکھا۔ پھر ایمان شاہ نے کہا۔

”گرچہ سگھ سے ملاقات ہو گئی۔“

”تمہیں ہدایات مل چکی ہیں؟“

”ہاں یہی سمجھو۔“ ہم لوگ اپنی طور پر تیار ہیں۔ وہ مناسب پروگرام بتائے گا۔

”ہوں۔“ میں نے پر خیال انداز میں گردن ہلائی۔

”گرچہ سگھ نے کوئی ایک ہفتے کے بعد ایمان شاہ کو بلا لیا۔ میں منتظر رہا کہ شاید کوئی کام کی بات ہوں۔ ایمان شاہ ایک گھنٹے کے بعد واپس آگیا تھا۔ اس کے چہرے پر جوش کے آثار تھے۔“

”کیا ہوا؟“ مجھ سے پہلے جمال اکبر نے پوچھا۔

”اس نے ایک منصوبہ دیا ہے۔ ہولی کا تہوار آ رہا ہے اور یہ ہی مناسب ہو گا۔“

”ہوں۔ بات تو ٹھیک ہے مگر۔ بیشک ہندو فوجی تہوار مناتے ہیں لیکن قیدیوں پر تو ڈیوٹی ہوتی ہے۔“

”اس کا انتظام گرچہ سگھ کرے گا۔“

”بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی۔ اس نے تفصیل نہیں بتائی۔“

”پورا پروگرام شاید خود اس کے ذہن میں بھی نہیں ہے۔ بس اس نے اتنی ٹپ دی ہے کہ یہ کام ہولی کے دن بہتر ہو سکے گا۔“

میں نے ان دونوں کی باتوں میں دخل نہیں دیا تھا اور خاموشی سے سنتا رہا تھا۔ اس گفتگو کے تیسرے دن جب بیرک میں کھانا آیا تو ہم نے ایک نئی صورت دیکھی۔ ایک مدقوق سا آدمی تھا۔ ٹرے کے نیچے سے اس نے ایک ریوالور اور کچھ گولیاں دیتے ہوئے کہا۔

”اسے سنبھال کر رکھنا تمہارا کام ہے۔ گرو نے بھیجا ہے۔“ ایمان شاہ نے پستول لے لیا۔ اکبر جمال نے کارتوس اٹھائے۔ پھر بولا۔

”مگر ایک پستول.....؟“

”آہستہ آہستہ۔ ہی سب کچھ ہو گا۔“

بہر حال پستول کی موجودگی ہمارے لئے بڑی تقویت کا باعث تھی، میں ان حالات میں کافی دلچسپی لے رہا تھا۔ پھر چند روز کے بعد ہمیں مزید دو پستول مل گئے اور اس کے ساتھ ہی فالتو ایمونیشن بھی، جس کی مقدار بہت زیادہ تو نہیں تھی لیکن ضرورت پڑنے پر کام آسکتی تھی ان تین پستولوں کی حفاظت ہم نے بڑی محنت سے کی اور ایک ایک گولہ انتظار کرتے رہے حالانکہ بیرکوں میں قیدیوں پر خصوصی نگاہ رکھی جاتی تھی۔ بیرکوں کی تلاشی بھی ہوتی رہتی تھی اور اس سلسلے میں وہی دونوں پیش پیش تھے اور ہر طرح سے قیدیوں پر نظر رکھتے تھے۔ بہر حال یہ سارا مسئلہ چلتا رہا اور ہولی کا تسوار قریب آتا رہا۔

پھر اس دن صبح ہی صبح جیل میں تیاریاں شروع ہو گئی تھیں۔ تمام سپاہی ڈیوٹی پر خوش نظر آ رہے تھے۔ ہمیں بھی دھلے ہوئے صاف لباس پہننے کے لئے دیئے گئے اور ان ڈھیلے ڈھالے لباسوں میں چھوٹے چھوٹے پستول چھپا لینا ہمارے لئے زیادہ مشکل ثابت ہوا۔

گرچہ سگھ ہر طرح سے ہمارے ساتھ تعاون کر رہا تھا اور طے یہ کیا گیا تھا کہ گرچہ سگھ کو قابو کر کے ہم اپنا یہ فرض سرانجام دیں گے۔ ہماری آنکھیں گوشے گوشے کا جائزہ لے رہی تھیں۔ تسوار کا آغاز ہو گیا۔ گرچہ سگھ اس مسئلے آگیا۔ جہاں سے ہمیں اپنا کام سرانجام دینا تھا، اس نے ہم لوگوں کو بھی ہولی کے تسوار میں شرکت کی اجازت دے دی تھی۔

گرچہ سگھ نے آنکھ سے اشارہ کیا اور پھر آہستہ آہستہ چلتا ہوا ہمارے قریب آ گیا۔ یہی منصوبہ تھا اچانک ہی میں نے پھرتی سے پستول نکالا اور ایک لمبی جھلانگ لگا کر گرچہ سگھ کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے پستول کی نال اس کی گردن پر لگا دی۔ ایمان شاہ

نے اس شخص کو فوراً ہی پستول کے ذریعے قابو میں کر لیا جس کے بارے میں ہمیں بتا دیا گیا تھا یہ اورل رام تھا اور اس کے ساتھ ساتھ ہی اکبر جمال نے پستول باقی لوگوں کے سامنے تان لیا۔ جو ہتھیاروں کے بغیر کھڑے ہوئے تھے۔ اس نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”ہر شخص دونوں ہاتھ اوپر کر کے ایک طرف کھڑا ہو جائے، ورنہ ہمارے پاس گولیوں کی کمی نہیں ہے۔“

کام منصوبے کے مطابق ہوا تھا۔ پستول کی نال گرچہ سگھ کی پیٹانی سے لگائے ہوئے اور اس کی صدری کا کالر پکڑے ہوئے میں پیچھے ہٹنے لگا۔ اس دوران ڈیوٹی پر موجود سپاہی جو ہولی کے پروگرام میں حصہ نہیں لے رہے تھے، سامنے آئے تو میں نے انہیں غرا کر حکم دیا کہ وہ ہتھیار پھینک دیں ورنہ گرچہ سگھ فوراً ہی مارا جائے گا۔ گرچہ سگھ نے خوفزدہ نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھا اور پھر دہشت بھرے لہجے میں بولا۔

”خبردار رانکھلیں پھینک دو، کوئی چالاکی دکھانے کی کوشش نہ کرے۔“

گرچہ سگھ نے یہ بات زور دار آواز میں کہی تھی وہ لوگ شور شرابہ مچانے لگے۔ ہولی کا تسوار ختم ہو گیا۔ پچکاریاں ہاتھوں میں رہ گئیں، رنگوں میں رنگے ہوئے ہدمست سپاہی جنہوں نے شاید شراب بھی پی ہوئی تھی خوفزدہ سی نگاہوں سے ہمیں دیکھنے لگے، ہم لوگ بڑی پھرتی سے چاروں طرف موجود لوگوں کو کور کئے ہوئے تھے۔ پھر ہم لوگ گرچہ سگھ کو ڈھکیلتے ہوئے کافی پیچھے لے گئے اس کی آواز نے ہر شخص کو ہوشیار کر دیا تھا اور اب ان کی ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ ہم پر گولیاں چلا سکیں۔

ہم تینوں آہستہ آہستہ پیچھے ہٹ رہے تھے کہ دفعتاً کسی طرف سے فائرنگ کی آواز سنائی دی اور ایمان شاہ کے بدن میں کئی گولیاں لگیں اس کی گرفت میں پھنسا ہوا اورل رام چھوٹ گیا اور گرتے گرتے ایمان شاہ نے کئی گولیاں چلا دیں۔ چند افراد زخمی ہوئے اور اس کے بعد زبردست بھگدڑ مچ گئی لیکن یہ صورت حال میرے لئے بھی کافی خطرناک ثابت ہوئی تھی۔ بہت سے لوگ مجھ سے ٹکرائے اور گرچہ سگھ اپنے آپ کو نہ سنبھال سکا اور اور نیچے گر گیا۔ ہم اگر چاہتے تو پستول سے گولیاں برسا سکتے تھے لیکن صورت حال ہماری توقع کے برعکس ہو گئی، گرچہ سگھ گرا تو میں پوری طرح محافظوں کی رانکھلیوں کی زد پر آ گیا، نتیجہ یہی ہوا کہ میں بھی گرچہ سگھ کے اوپر ہی گر پڑا۔ پتا نہیں ایمان شاہ اور اکبر

جمال کا کیا ہوا تھا..... لیکن بے شمار افراد مجھ پر اور گرچن سنگھ پر چڑھ گئے تھے۔ پھر کس کس طرح پٹائی ہوئی۔ کس کس طرح زخمی ہوا اور کب بے ہوش ہوا اس کا کوئی اندازہ نہیں رہا۔ البتہ بے ہوشی نے ہوش سنبھال لئے تھے۔ پھر آنکھ کھلی تو ایک کھردری ٹھنڈی زین اور تاریک ماحول جہاں سے سرد ہوائیں گزر رہی تھیں۔ ان میں کراہوں کی آواز بھی شامل تھی۔ میں نے دونوں ہاتھ آگے بڑھا دیئے۔ ہمارے فرار کا منصوبہ فیل ہو گیا اور ساتھ ہی میرا ایک آدمی بھی مارا گیا۔ ہمیں پھر جیل میں ڈال دیا گیا اور تشدد کیا گیا۔ اس سارے معاملے میں گرچن سنگھ بے بس تھا۔ ہم نے وہاں سے فرار ہونے کی ایک بار اور کوشش کی مگر وہ بھی ناکام ہو گئی اور بدلے میں سوائے تشدد کے اور کچھ نہ ملا۔ آخری بار جب ہم فرار کی کوشش میں شدید زخمی ہو گئے۔ مگر جب طبیعت بحال ہوئی تو ہمیں جیل کی عدالت میں پیش کر دیا گیا اس عدالت میں گرچن سنگھ موجود نہیں تھا اور اس کی غیر موجودگی اس بات کا احساس دلاتی تھی کہ اس بار تقدیر کوئی مہربانی نہیں کرے گی۔ ہمارے مقدمے کی سماعت کرنے کے لئے جو شخص بیٹھے تھے وہ بہت خوفناک شکلوں کے مالک تھے۔ کچھ لوگوں نے ہمارے فرار کی تفصیلات بتائیں اور یہ سن کر مجھے بہت تعجب ہوا کہ مجھے اور اکبر جمال ہی کو اس فرار کے منصوبے کا سربراہ قرار دیا گیا۔ دوسرے جو لوگ منصوبہ ساز تھے انہیں اس سلسلے میں طلب نہیں کیا گیا اور نہ ہی ان کا نام فرار ہونے والوں میں شامل تھا۔ ایک خونخوار شکل کے آدمی نے ساری تفصیل سننے کے بعد کہا۔

”یہ لوگ دوبار بھاگنے کی کوشش کر چکے ہیں اور ان کی کوشش میں ان کا ایک ساتھی مارا گیا ہے کیوں یہی بات ہے نہ۔ تم لوگ فرار ہو کر کہاں جانا چاہتے ہو، کیا منصوبہ ہے تمہارا کشمیری جنگ بازوں کے کون سے گروہ سے تمہارا تعلق ہے اس کا جواب دو ورنہ تمہارے ساتھ جو سلوک کیا جائے گا تم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔“

”ہم صرف فرار ہونا چاہتے تھے اس قید خانے سے نکلنا چاہتے تھے۔“

”ہوں تاکہ ہمارے خلاف منظم کارروائی کرو گولیاں چلاؤ اپنے آپ کو حریت پسند کہو اور کشمیر کی آزادی کا جھنڈا ہاتھ میں لئے پھرو۔ یہی مقصد ہے نا تمہارا“ خونخوار شخص نے کہا۔

اکبر جمال نے اور میں نے گردن جھکا لی۔

اس شخص نے کہا۔ ”اب تم لوگوں کا زندہ رہنا مشکل ہے۔ ہم اوپر سے اجازت حاصل کر کے تمہیں گولیوں سے بھون دیں گے۔ انہیں سخت قید میں رکھا جائے“ تاوقتیکہ ہم ان کے لئے موت کا پروانہ حاصل کر لیں۔“

نیا کھیل شروع ہو چکا تھا مجھے اور اکبر جمال کو ایک ایسی جگہ رکھا گیا جو کچی مٹی سے بنی ہوئی تھی۔ یہاں شدید ٹھٹھن اور تاریکی تھی اور درحقیقت ہماری زندگی کے بدترین دور کا آغاز ہو چکا تھا۔

وہ الفاظ مجھے یاد تھے جن میں کہا گیا تھا کہ اب وہ ہماری موت کا پروانہ حاصل کرنے والے ہیں اس سے پہلے ہی کچھ ہو جانا چاہیے تھا لیکن ہماری یہ سوچ پائیداری حاصل نہ کر سکی اور اس سے پہلے ہی ادھر سے کچھ ہو گیا ہمیں وہاں سے نکالا گیا اور ایک بند گاڑی میں بٹھا کر کہیں لے جایا جانے لگا۔ گرچن سنگھ بھی شاید اب کچھ نہ کر سکتا تھا لیکن پھر بھی ہمارا خیال تھا کہ اس نے اطلاع دے دی ہوگی غلام حسین فاضل کو کہ وہ ہماری آزادی اور رہائی کی کوششوں میں ناکام رہا ہے ظاہر ہے اس سے زیادہ وہ کچھ کر بھی نہیں سکتا تھا۔ بند گاڑی کا یہ سفر تقریباً چھ گھنٹے تک جاری رہا ہمارا جوڑ جوڑ دکھ گیا تھا اس سفر کے بعد ہمیں ایک دوسری جیل میں لایا گیا۔ اس جیل میں قدم رکھنے کے بعد جن لوگوں کو میں نے دیکھا انہیں دیکھ کر مجھے یہ اندازہ ہو گیا کہ یہ جیل زیادہ خطرناک قیدیوں کے لئے بنائی گئی ہے کشمیر مجاہدین کے لئے ایسی جیلیں جگہ جگہ قائم کر لی گئی تھیں اور انہی کا گھرانہ کے لئے جیل خانہ بنا دیا گیا تھا۔

نئے قید خانے میں پہلا گھنٹہ خاموشی سے گزر گیا۔ ہم دونوں کو ایک جگہ ہی رکھا گیا تھا۔ اکبر جمال نے جھرجھری لیتے ہوئے کہا۔

”یہ علاقہ زیادہ خطرناک ہے اور یہاں موجود افراد یوں لگتا ہے جیسے انہیں منتخب کر کے یہاں بھیجا گیا ہے دیکھو تو سہی کیسی خطرناک صورتوں والے ہیں۔“

”ہاں۔“ میں نے خاموشی سے گردن ہلائی۔

تھوڑی دیر کے بعد ہمیں کھانے پینے کے لئے کچھ دیا گیا۔ وہ رات گزر گئی اور دوسری صبح کا سورج نکل آیا۔ چل پھل شروع ہو گئی تھی۔ ہماری بیرک کا دروازہ کھلا ہوا تھا غالباً ان لوگوں کو اطمینان تھا کہ اس جگہ سے کوئی نکلنے یا بھاگنے کی جرات نہیں کر

پر کوئی خاص تاثر نہ پیدا کیا۔

”بیٹھ سکتا ہوں یہاں۔“

”کیسے احمقانہ سوالات کر رہے ہو، کیا یہ میرے گھر کا ڈرائنگ روم ہے، جس میں تم

مجھ سے بیٹھنے کی اجازت طلب کر رہے ہوں؟“

”آپ کا تعارف حاصل کر سکتا ہوں؟“

”میرا نام مبارک محمودی ہے۔“

”محمودی صاحب میں آپ سے کچھ سوالات کرنا چاہتا ہوں۔“

”میاں جو کھیل کود تم نے دکھایا بہت اچھا تھا، وقتی طور پر لوگ خوش ہو گئے لیکن

اس کے نتائج کیا ہوں گے تم جانتے ہو، میرے خیال میں اگر سمجھداری سے کام لیتے تو

اپنے آپ کو اس پر بھاری ثابت نہ کرتے بلکہ اس سے مغلوب ہو جاتے، اس طرح سے

اپنی برتری کا احساس رہتا اور وہ تمہارا دشمن نہ بننا یہ خاموشی صرف اس وقت تک طاری

ہے جب تک وہ ہوش میں نہیں آ جاتا۔“

”آپ کا فرمانا بجا ہے محمودی صاحب، لیکن آپ سمجھ دار بزرگ ہیں، میں آپ

سے اس سلسلے میں کوئی مشورہ لینا چاہتا ہوں۔“ مبارک محمودی نے ایک طائرانہ نگاہ مجھ پر

ڈالی پھر کہنے لگے۔

”جس کارکردگی کا مظاہرہ نمائشی طور پر کر چکے ہو اس کا عقل سے بھی کوئی تعلق

ہے۔“

”کوشش کروں گا کہ عقل کا تعلق بھی ظاہر کر دوں۔“

”تو پھر سنجیدگی سے سوچو اصل میں تمہاری زندگی کو خطرہ لاحق ہو گیا ہے، میں خود

تمہارے لئے پریشان بیٹھا ہوا تھا، مگر تم پر جوش نوجوانوں میں گہرے ہوئے تھے جو

تمہارے لئے قسمیں کھا رہے ہیں کہ تمہیں نقصان نہ پہنچنے دیں گے لیکن اس کے بعد کیا

ہوگا، وہ یہ نہیں سوچتے۔“

”میں خود یہاں اپنے لئے کسی کی زندگی کو داؤ پر لگانے کے لئے تیار نہیں ہوں۔“

مبارک محمودی نے گردن جھکانی دونوں انگوٹھے آنکھوں پر رکھ کر کسی سوچ میں

ڈوب گئے ان کے انگوٹھے ان کی پیشانی کو سہلا رہے تھے، چند لمحات کے بعد انہوں نے

سکتا۔ ہم لوگ خاموش بیٹھے رہے اور اپنے اوپر آنے والی مصیبتوں کا انتظار کرتے رہے۔

تھوڑی دیر کے بعد ایک مارشل آرٹس میں ماہر آدمی ہماری طرف آیا اس کا جسم ورزشی تھا

اور سخت بھی۔ اس نے آتے ہی اکبر جمال کو اپنا نشانہ بنایا مگر مجھ سے برداشت نہ ہو سکا۔

میں نے اس کی زبردست پٹائی کر ڈالی اور وہ بے ہوش ہو گیا چند آدمی آئے اور اسے اٹھا کر

کر چلے گئے۔ اس لڑائی کو دیکھنے کے لئے کافی لوگ جمع ہو گئے تھے ہر طرف سے شور ہو رہا

تھا اور سب ہی مجھے داد دے رہے تھے مگر میں معاملے کی سنگینی کو سمجھ رہا تھا اور ان کے

اس ایکشن کا انتظار کر رہا تھا۔ کافی وقت گزرنے کے بعد بھی کوئی کارروائی نہ ہوئی تو میں

آرام سے بیٹھ گیا اور آنے والے وقت کا انتظار کرنے لگا۔

اکبر جمال سے خاموش نہ بیٹھا گیا اور اس نے کہا۔

”تم نے جس طرح اس کی مرمت کی ہے کیا اس میں اس کی موت کے امکانات

ہیں؟“

”ہو بھی سکتے ہیں۔“ میں نے جواب دیا۔

”اگر وہ مرجائے تو کارروائی اس کے بغیر نہیں ہوگی بلکہ آگے اطلاع دی جائے گی

اور ہمیں کچھ سوچنے اور کرنے کا موقع مل جائے گا۔“

”بے شمار کوششیں کر چکے ہیں اگر تقدیر میں موت ہی لکھی ہوئی ہے تو اسے روکی

کبیں بھی نہیں ٹال سکتا۔ فکر کرنے سے کیا فائدہ؟“

”اس بات سے میں اختلاف نہیں کرتا مگر کم از کم اس طرح خاموشی سے تو موت

کی آغوش میں جانا مناسب نہیں ہوگا۔“

میں نے پر خیال انداز میں گردن ہلائی اور پھر طائرانہ نگاہوں سے پورے قید خانے

کا جائزہ لینے لگا، قیدیوں کی تعداد کافی تھی اور یہ قیدی وہ تھے جنہیں خطرناک قرار دیا گیا

تھا، یعنی جس طرح ہم دونوں فرار کی کوششوں کے بعد یہاں پہنچائے گئے تھے یہاں آئے

والے بھی ایسے ہی ہوں گے، میں نے ایک باریش شخص کو تازا سفید لباس میں ملبوس

پیشانی پر نماز کا نشان، ایک جانب خاموش بیٹھا ہوا تھا میرے قدم اس کی جانب بڑھ گئے

اور میں اس کے قریب پہنچ گیا، اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک تھی اور چہرے

بے حد رعب، میں نے سلام کیا تو اس نے چونک کر میرے سلام کا جواب دیا، لیکن چہرے

کہا۔

”یہ نوجوان تم سے اس قدر خوش ہو گئے ہیں کہ اگر تم انہیں کوئی ہدایت کرو تو اس پر عمل کر ڈالیں گے، کیا تم ایسے کسی کام کے لئے تیار ہو؟“

”کیسی ہدایت؟“

”مطلب یہ ہے کہ ان کا سہارا لے کر اگر ہم زندگی کی بقاء کی ایک کوشش کریں تو؟“

”یعنی یہاں جنگ و جدل ہنگامہ؟“

”ہاں، میرے پاس ایک پورا حساب کتاب ہے یہاں جتنے کشمیری نوجوان قید ہیں ان کی تعداد ایک سو ستاون ہے اور سپاہی تقریباً سینتالیس ہیں، بہت بڑا فرق ہے یہ..... اگر ہم اس فرق سے فائدہ اٹھائیں تو کیسا رہے گا؟“ میں سنسنی خیز نگاہوں سے مبارک محمودی کو دیکھنے لگا، پھر میں نے کہا۔

”فائدہ کیسے اٹھایا جاسکتا ہے؟“

”میں اصل میں لوگوں کے سامنے گردنیں خم کر کے صرف ان کا جائزہ لیتا رہا ہوں، یہ قید خانہ بے شک عارضی بنایا گیا ہے لیکن انہوں نے اپنی دانست میں اسے بہترین تحفظ دیا ہے اور اسے مضبوط سمجھتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں جتنے خطرناک قیدی موجود ہیں اتنے ہی خطرناک پولیس افسران کو تعینات کیا گیا ہے لیکن وہ لوگ تھوری سی لاپرواہی کا شکار رہے ہیں وہ سرخ، سرخ نشانات دیکھ رہے ہو جو لکڑی کی ان بیرکوں پر لگے ہوئے ہیں۔“

”جی۔“

”وہ اسلحہ خانہ ہے، وہاں ان کا تمام اسلحہ موجود ہے اگر ہم اس تک پہنچ جائیں تو ان درختوں کو دیکھو جو ہمارے لئے سد راہ بنے ہوئے ہیں مطلب یہ کہ ان درختوں کے پیچھے مورچہ بندی کر کے ہم صورت حال کو سنبھال لیں تو ان کا عقبی ٹیلہ ہمارا محافظ بن سکتا ہے کیونکہ وہ لوگ کسی بھی قیمت پر عقب میں جا کر ہم پر حملہ آور نہیں ہو سکتے، اگر یہ تھوڑی سی جنگ ہمیں کامیابی سے ہمکنار کر دے تو ہمیں یہاں سے فرار کا بہتر موقع مل سکتا ہے۔“

مبارک محمودی کے بارے میں میں نے صحیح اندازہ لگایا تھا میرا خیال تھا کہ میں ان سے مشورہ کر کے یہی فیصلہ کروں کہ آگے کیا قدم اٹھانا چاہیے لیکن انہوں نے ایک بہترین منصوبہ میری سامنے پیش کر دیا تھا، میں نے اس کی تفصیلات ان سے طلب کیں تو وہ کہنے لگے۔

”اسلحہ خانے کے ارد گرد آٹھ پولیس والے یا محافظ تعینات ہیں، بے شک یہ راتلوں سے مسلح ہیں لیکن اگر تھوڑے سی کوشش کی جائے تو ان تک پہنچا جاسکتا ہے تمام قیدی اس کے لئے تیار ہیں کہ جو نہی ہم ان آٹھ آدمیوں کو اپنے قابو میں کریں تمام قیدی بھاگ کر اسلحہ خانے کے قریب پہنچ جائیں اور پہلے اسلحہ خانہ خالی کر دیا جائے اس کے بعد جو کچھ بھی ہو گا وہ بعد کی کارروائی ہوگی۔“

”اگر تمام قیدیوں میں یہ بات پھیلا دی گئی محمودی صاحب تو ہو سکتا ہے ان لوگوں کے علم میں بھی آجائے۔“

”ہوں یہ بھی درست ہے تو پھر اس کے لئے کچھ لوگوں کو تیار کر لو جلد بازی کی ضرورت نہیں ہے، ابھی وہ زخمی شخص تمہارے بارے میں کوئی ہدایت جاری نہ کر سکے گا یہاں کوئی ایسی جگہ نہیں بنائی گئی ہے جہاں کسی کو قید تھائی میں رکھا جاسکے البتہ وہ لوگ نگرانی ضرور رکھیں گے دیکھو اس وقت بھی دو آدمی تمہیں دیکھ رہے ہیں۔“

”خیر اس میں کوئی حرج نہیں ہے، تو پھر کیا حکم ہے آپ کا۔“

”میاں ایسے چند افراد تیار کر لو، کوشش کرو، میں بھی تمہیں چار آدمی ایسے دے سکتا ہوں جن پر پورا پورا بھروسہ کیا جاسکتا ہے، دیکھو ذرا انہیں نگاہوں میں رکھ لو اور ان سے کہو کہ تم اپنی کارروائی کا آغاز کر رہے ہو۔“

مبارک محمودی نے مجھے چند لوگوں کی طرف متوجہ کیا اور میں ان کا جائزہ لینے لگا پھر میں نے آہستہ سے گردن ہلا کر کہا۔

”میں آپ کا منصوبہ سمجھ گیا ہوں اور مجھے خوشی ہے کہ میں نے آپ کی جانب رخ کر کے غلطی نہیں کی۔“

”اللہ تعالیٰ ہمیں کامیابیوں سے ہمکنار کرے۔“

ایک بار پھر نئے سرے سے جدوجہد کا آغاز ہو گیا تھا، اس وقت جب میں مبارک

محمودی سے گفتگو کر رہا تھا اکبر جمال میرے ساتھ موجود نہیں تھا، لیکن ابھی میں اکبر جمال کو بھی صورت حال نہیں بتانا چاہتا تھا اتنی بار کی ناکامیوں کے بعد اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ اب شاید ہم کبھی زندگی میں کامیابی سے دو چار نہ ہونے پائیں لیکن میں اس خیال سے متفق نہیں ہو سکتا تھا۔ ایک بار پھر نئے سرے سے جدوجہد کرنی تھی اور میں اس عمل سے ناامید نہیں تھا۔



امید انسان کا آخری سہارا ہوتی ہے۔ اس میں تائید ایزدی کا شامل رکھا جائے تو ناکامی کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ قدرت نے مبارک محمود کی شکل میں ایک بہترین مددگار فراہم کیا تھا۔ قید خانے سے فرار، سنسنی خیز حالات میں دن رات زندگی بچانے کی جدوجہد، تقدیر کے فیصلوں پر انحصار نے لاتعداد واقعات سے گزارا۔ پھر جنرل کیر تک رسائی جس نے مجھے ہریش کہہ کر مخاطب کیا تھا اور میں نے موقع کی نزاکت کے تحت خود کو ہریش قبول کر لیا تھا۔ بیٹھار نی شناسائیاں ہوئیں جن میں سدھا دیوی، ایرا شامل اور ایک خوفناک آرگنائزیشن سے واقفیت حاصل ہوئی جس کا نام بلیک کیٹ تھا۔ بلیک ہاؤس نامی عمارت کا بلیک کیٹ سے گہرا تعلق تھا۔ بہر حال ہریش کی حیثیت نبھا رہا تھا۔ ہر صبح ایک نئی جہت کی حامل ہوتی تھی۔

آج کی مصروفیات بھی کوئی خاص نہیں تھیں۔ سدھا دیوی الگ آوارہ گردی کی شائق تھیں ان کی گاڑی میں نے اپنی کھڑکی سے باہر نکلتے ہوئی دیکھی تھی۔ جنرل کیر شاید اپنے کمرے میں سو رہے تھے۔ میں کوٹھی میں داخل ہو گیا۔ یہاں کئی ٹیلی فون لائنیں تھیں جن کے نمبر الگ الگ تھے۔ میں نے ایک فون پر سلیک ہاؤس کے نمبر ڈائل کئے اور اسے کان سے لگا لیا۔ ایک آواز آئی۔

”بی سی۔“

میں ایک لمحے کے لئے چکرا کر رہ گیا لیکن پھر فوراً ”بی سی کا مطلب سمجھ گیا۔ یعنی بلیک کیٹ..... یقیناً یہ بلیک کیٹ کا ہیڈ کوارٹر تھا یا پھر ہو سکتا ہے براچ آفس ہو۔“

”میڈم ایرا شامل سے بات کرنا ہے۔“

”کون صاحب بول رہے ہیں؟“

”ہریش ہنرجی“

”ہولڈ آن پلیز۔“

میں انتظار کرتا رہا پھر ایرا کی آواز سنائی دی۔ ”ہیلو ہریش۔ کیسے ہو تم؟“

”ٹھیک ہوں۔ تمہاری یاد آگئی فون کر لیا۔“

”اوہو اچھا تو میں یاد آنے والی چیز ہوں۔“

”اس کا مطلب گستاخی ہو گئی شائل۔“

”ایک تو تم ہندوستانیوں میں یہ بہت بری بات ہوتی ہے کہ تم خود تعین نہیں کر سکتے۔“

پاسے اپنی صلاحیت کا اگر اس بات کا جواب گستاخی ہے تو پھر مجھے فون کرنے کی وجہ بتاؤ؟“

”تم نے ملاقات کی خواہش ہوئی تو فون کر لیا۔ کیا ایسا ممکن ہو سکتا ہے شائل۔“

”میں نے تو تمہیں خود دعوت دی تھی۔“

”لیکن آپ کو معلوم ہے کہ میں کیر سنگھ کا ملازم ہوں۔“

”اوہ..... میں سمجھی۔ ملنا چاہتے ہو مجھ سے ملاقات کا مقصد بتا سکتے ہو؟“ اس نے

کے لہجے میں اشتیاق تھا۔

میں دل ہی دل میں ہنس پڑا۔ یہ عورت کی آواز تھی۔ صرف عورت کی جو کسی بھی

مرد کے دل میں خود کو دیکھنا چاہتی ہے۔

”نہیں بتاؤں گا۔“

”اچھا!“ وہ ہنس پڑی پھر بولی۔ ”تو ٹھیک ہے میں خود کوئی ترکیب کرتی ہوں۔“

”میں انتظار کروں گا۔“

”اوکے۔“ شائل نے جواب دیا۔

کیر سنگھ کی کوٹھی میں میرے لئے بڑی گنجائش پیدا ہو گئی تھی بلکہ میرا خیال تھا کہ

یہاں میں جو مقاصد رکھتا تھا ان کی تکمیل کے لئے اس سے بہتر جگہ اور کوئی نہ تھی۔ کچھ

وقت کے بعد کیر سنگھ نے مجھ سے کہا۔

”ہریش تمہارے لئے میں بہت کچھ سوچتا ہوں۔ کیا تمہیں فوجی زندگی پسند ہے۔“

”بے حد سر۔“

”لیکن تم باقاعدہ فوجی نہیں بن سکتے کیونکہ تمہاری عمر زیادہ ہے۔ میں نے تمہارے

لئے ایک چھوٹا راستہ منتخب کیا ہے۔ اگر تم خود چاہو۔ ان دنوں ہندوستان کے حالات جن

مراحل سے گزر رہے ہیں ایک ہندوستانی ہونے کے ناطے تم بھی ان سے ناواقف نہیں

ہو گے۔ ہندوستان بے شمار مشکلات میں پھنسا ہوا ہے۔ جگہ جگہ آزادی کے نعرے لگائے

جارہے ہیں۔ مشرقی پنجاب میں خالصتان کا کھیل ہو رہا ہے۔ تو تامل ناڈو میں الگ آزادی

کی تحریک جاری ہے۔ جگہ جگہ مشکل ترین محلات حکومت کو پریشان کئے ہوئے ہیں۔ کشمیر

کا معاملہ اس معاملے میں سب سے بڑی اہمیت رکھتا ہے اور پاکستان الگ ہندوستان کو

مہویت میں گرفتار کئے ہوئے ہے۔ ایسے حالات میں رضا کارانہ طور پر بہت سے جوان

خدمات پیش کر رہے ہیں اور انہیں قبول بھی کیا جا رہا ہے۔ ہمیں مخلص اور دلش سے پیار

کرنے والوں کی ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں اگر ذہین افراد حکومت سے رجوع کرتے

ہیں تو انہیں اہمیت دی جاتی ہے۔ اسرائیلی نمائندے ہمارے دلش بھگتوں کو تربیت دے

رہے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ انہوں نے کشمیر کے حالات میں ہماری بھرپور

مدد کی ہے۔ تم ایرا شائل سے متعارف ہو چکے ہو گوئل ہارپن بھی تم سے نا آشنا نہیں

ہے اور یہ بات ہم پورے دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ اسرائیلی حکام نے ہماری مدد کے

لئے جن لوگوں کو بھیجا ہے وہ معمولی لوگ نہیں ہیں۔ انہوں نے دنیا بھر میں ایسے کارنامے

انجام دیئے ہیں جنہیں سن کر یقین نہیں آتا۔“

”گوئل ہارپن وہ شخص ہے جس نے یوگنڈا کے ارپورٹ سے اسرائیلی نمائندوں کو

رہا کر لیا تھا اور اس کا دوسرا بڑا کارنامہ عراق کے ایٹمی پلانٹ کی تباہی ہے۔ تمہیں علم ہے

کہ پاکستان کا ایٹمی پلانٹ دنیا بھر کے لئے ایک ہوا بنا ہوا ہے۔ گوئل ہارپن کو خصوصی طور

پر ہندوستان اس لئے بھیجا گیا ہے وہ ہمارے ساتھ مل کر پاکستان کے ایٹمی پلانٹ کے سلسلے

میں پلاننگ کر رہا ہے۔ اتنے بڑے کام کرنے والوں کے ساتھ اگر تمہیں منسلک کر دیا

جائے تو کیا خیال ہے تم پسند کرو گے؟“

ایک بار پھر میرے وجود پر زلزلہ سا طاری ہو گیا اعصاب کو سنبھالنا اتنا مشکل ہو رہا

تھا اس وقت میرے لئے کہ بیان نہیں کر سکتا۔ ایک فوجی جنرل کے سامنے تھا کوئی معمولی

آدمی بھی میرے سامنے نہیں تھا کوئی بھی لمحہ موت کا باعث بن سکتا تھا میں اب سپرٹین

بھی نہیں تھا کہ ہر طرح کے حالات سے آسانی سے نمٹ لیتا۔ بڑی مشکل سے اعصاب قابو پایا تھا۔

جنرل کیر سنگھ نے کہا۔ ”تم نے جواب نہیں دیا ہریش بزرگی۔“

”سر میرے پاس الفاظ نہیں ہیں اور میری زبان میرے جذبات کا ساتھ نہیں دے سکے گی، آپ نے کتنے احسانات کئے ہیں مجھ پر بے لوث، بے غرض، میں تو آپ کے کسی بھی کام نہیں آیا لیکن آپ میرے لئے اتنی بڑی باتیں سوچتے ہیں۔ میری زبان اس لئے نہیں کھل رہی کہ کیا جواب دوں میں آپ کو ان باتوں کا، ایک دیش بھگت کے لئے اس سے بڑا اعزاز اور کوئی ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے دیش کے کسی کام آئے اگر میں اس قابل ہوں اور آپ مجھے اس قابل سمجھتے ہیں سر تو میرے لئے سنسار میں اس سے بڑا اعزاز اور کوئی نہیں ہو گا۔“

”تمہارا انتخاب خود ایرا شائل نے کیا ہے۔ وہ دنیا کی خطرناک ترین عورتوں میں شمار ہوتی ہے مجھ سے کہنے لگی کہ جنرل یہ جو شطرنج کا ماہر ہے کیا آپ اسے یہیں تک محدود رکھیں گے، میں نے حیرانی سے کہا کہ میں سمجھا نہیں شائل، تو وہ کہنے لگی۔ اگر آپ میری نگاہوں پر بھروسہ رکھتے ہیں تو میں دعوے سے یہ بات کہہ سکتی ہوں کہ ایک بہت ہی ذہین نوجوان کو آپ نے صرف شطرنج کی بساط تک محدود رکھا ہوا ہے، وہ آپ کے وطن کے لئے بہترین خدمات انجام دے سکتا ہے۔ یہ میرا تجربہ ہے۔ میں نے جواب دیا کہ اگر تم یہ سمجھتی ہو کہ ہریش کسی کام آسکتا ہے تو بھلا میرے لئے اس سے زیادہ خوشی کی اور کیا بات ہو سکتی ہے۔ اس پر شائل نے کہا کہ اسے ہمارے حوالے کر دیجئے میں کمانڈر مارشل کینن سے اس کے بارے میں بات کہنے لیتی ہوں، ہم اسے تربیت دیں گے اور انتہائی کارآمد بنالیں گے۔ میں نے اس سے اتفاق کر لیا۔ ہریش تمہیں تو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔“

”میں آپ سے کہہ چکا ہوں کہ میں دیش بھگت ہوں اور اپنے دیش کے لئے ہر وہ کام کرنے کو تیار ہوں جس سے دیش کا فائدہ ہو۔“

جنرل نے گردن ہلائی اور بولا۔ ”ٹھیک ہے میں تمہاری آمادگی کے بعد گونل سے اس بارے میں بات کر لوں گا۔“

میرے لئے راستے ہموار ہوتے جا رہے تھے۔ ٹیلی فون پر ایرا سے ہونے والی گفتگو کے نتائج امید افزا نکلے تھے۔ ویسے یہ ایک دلچسپ مسئلہ تھا۔ کامیابی کے راستے بعض اوقات ایک ہی انداز رکھتے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ عورت کو چاہے کچھ بھی بنا دیا جائے مصیبت کی جڑ وہی بنتی ہے۔ اس وقت ایرا ایک بہت بڑا کام انجام دے رہی تھی۔ ناقص العقل نہ ہوتی تو کبھی اتنا بڑا رسک نہ لیتی، لیکن خود ہی اپنے خیال کی تھوڑی سی تردید بھی کرنا پڑی، اصل میں انسان صرف اپنے شوق کی خاطر جیتا ہے جیسے جنرل۔ ایک ایسے مشتبہ شخص کو اس نے اپنی قربت میں جگہ دے دی تھی جس کی شناخت بھی نہیں ہو سکی تھی، لیکن جنرل نے شطرنج کے شوق کی خاطر مجھے اتنا بڑا مقام دے دیا تھا۔ ایک عظیم فوجی افسر کے گھر میں تو کوئی معمولی سا جوتے صاف کرنے والا ملازم بھی ہوتا ہے تو اس کی ہر طرح چھان بین کی جاتی ہے کہ کہیں وہ کسی دشمن کا آلہ کار نہ ہو لیکن جنرل کیر سنگھ نے میرے بارے میں ہر طرح سے حکام کو مطمئن کر دیا تھا اور مجھے کوئی وقت پیش نہیں آئی تھی۔ بڑے دلچسپ حالات تھے سدھا دیپوی مجھ پر بدستور جال ڈالنے میں کوشاں تھیں۔ شری کا وہی عالم تھا وہ میری جانب مائل نظر آتی، مجھ سے بہت لگاؤٹ سے گفتگو کرتی، لیکن میری تاک میں بھی رہتی تھی۔

جنرل سنگھ نے خود ہی ایک دن اپنے ساتھ لے جا کر میری ملاقات مارشل کینن سے کرائی۔ جس کے پاس میری تفصیلات پہنچ چکی تھیں۔ تجربے کار، یہودی کمانڈر نے جو موساد کا ایک سرگرم رکن تھا اور ہندوستان میں ہندوؤں کے ساتھ مل کر پاکستان دشمنی کر رہا تھا گہری نگاہوں سے میرا جائزہ لیا اور ان کاغذات پر دستخط کر دیئے جس کی رو سے میں موساد کا ایجنٹ چن لیا گیا تھا۔ اس کے بعد مجھے اس کی ہدایت کے مطابق ایرا شائل کے پاس بھیج دیا گیا۔ سارا کھیل اسی کا شروع کیا ہوا تھا۔ ایک غیر متعلق شخصیت کی حیثیت سے گونل ہارپن کے ساتھ اس نے میرا استقبال کیا۔

”آپ نے ان کاغذات کو پڑھ لیا ہے مسٹر ہریش، جن کے تحت آپ نے موساد کے نمائندے کی حیثیت سے دستخط کئے ہیں۔“

”نہیں میڈم اس کی وجہ یہ ہے کہ جنرل سنگھ نے میرے اس عمل پر اطمینان کا اظہار کیا ہے۔“

”ساری باتیں اپنی جگہ لیکن ہم انفرادی طور پر رابطے رکھتے ہیں آپ براہ کرم ہماری شرائط پڑھ لیجئے۔ ہندوستان میں آپ کا تعلق را سے بھی ہو سکتا ہے۔ موسا کے ایجنٹ کی حیثیت سے ہم آپ کو بلیک کیٹ گروپ میں بھی شفٹ کر سکتے ہیں۔ آپ کی اپنی پسند کیا ہوگی؟“

”عمل صرف عمل۔“ میں نے جواب دیا۔

گوگل ہارپن نے مطمئن انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ ”وہ لوگ نہایت قابل اطمینان ہوتے ہیں جو اپنے اعلیٰ افسران پر اعتماد کرتے ہیں“ میں مسٹر ہریش کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے پسندیدگی کے کالم میں اپنے دستخط کئے دیتا ہوں۔“

ایرا شامل کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ”ٹھیک ہے میں آپ کو بلیک کیٹ کے لئے طلب کرتی ہوں اور یہ فیصلہ مارشل کینن تک پہنچا دیا جائے گا۔“

یہ سب رسمی کارروائیاں تھیں اس کے بعد میرے لئے پروگرام منتخب کئے گئے۔ ہفتے میں چار دن مجھے بلیک کیٹ ہیڈ کوارٹر میں ٹریننگ لینی تھی لیکن مجھے اصول اور ضوابط سے آگاہ کر دیا گیا تھا۔ اپنی شخصیت کے بارے میں کسی کو ایک لفظ بتانے کی سزا موت ہو سکتی تھی۔ اس کے علاوہ میرے مشاغل محدود ہونے چاہیے تھے یعنی یہ کہ میں اپنی مرضی سے کہیں نہیں جاسکتا تھا۔ کسی غیر متعلق شخص سے نہیں مل سکتا تھا اور اس کے لئے مجھ پر پابندیاں عائد کر دی گئی تھیں۔

جب میں واپس جنرل سنگھ کے پاس پہنچا تو اس نے کہا۔

”میں تمہیں ایک اہم عہدے پر پہنچنے کی مبارک باد دیتا ہوں۔ بے شک یہ غیر فوجی عہدہ ہے لیکن تمہاری حیثیت کسی بھی طور ایک فوجی سے کم نہیں ہوگی۔ ہم تمہارے بارے میں مکمل رپورٹ ملنے کے بعد تمہارے مستقبل کا فیصلہ کریں گے۔ ایک بات کا خاص طور سے خیال رکھنا میں نے تمہارے پتا سجاس بنرجی کو اپنا تیس سال پرانا دوست بتایا ہے اور اس طرح تمہاری ساری عمر کو جاننے کی ضمانت دی ہے۔ تمہیں بھی یہی کہنا ہے۔“

”جی سر۔“

”دراصل جو اہم ذمہ داری تمہیں دی گئی ہے اس کے لئے بڑی چھان بین چاہیے

ہوتی ہے کسی ایرے غیرے کو اتنی اہم جگہ نہیں دی جاسکتی لیکن چونکہ تم میرے پسندیدہ نوجوان ہو اور کم از کم میں ذاتی طور پر تم پر پورا بھروسہ رکھتا ہوں اس لئے میں نے یہ مہانت نامہ بھر دیا ہے“ مجھے یقین ہے ہریش کہ تم میرے اعتماد کو کبھی دھوکہ نہیں دو گے۔“

میں نے آنکھیں بند کر کے گردن جھکا لی۔ جنرل سنگھ کو کوئی اطمینان بخش جواب دینے ہوئے دل کو ہلکے سے دکھ کا احساس ہوا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ شخص دشمن کا آدمی تھا اور ان لوگوں میں سے تھا جو میرے مسلمان بھائیوں کو نقصان پہنچانے میں پیش پیش تھے لیکن جنرل نے وسیع تر مفاد کے سلسلے میں میری جس طرح راہنمائی کی تھی وہ میرے اوپر تھوڑا سا احسان بھی تھا۔ چنانچہ منہ سے غلط الفاظ نکالتے ہوئے مجھے اچھا نہیں لگا۔ شاید یہ میری اس اندرونی فطرت کا ایک حصہ تھا جو نجانے کہاں سے مجھ میں نقل ہو گئی تھی۔ حالانکہ ایک ایسا شخص جس کے نام کے ساتھ لاتعداد دھبے وابستہ تھے۔ اقدار سے دور ہی ہونا چاہیے۔ مگر میں نہیں تھا۔ یہ خاموشی دہری کیفیت کا اظہار کرتی تھی۔ میں نے جنرل سے کوئی غلط بات نہیں کہی تھی اور جنرل نے اپنے طور پر یہ سمجھ لیا تھا کہ یہ میری سعادت مندی کی دلیل ہے، بہر حال جنرل پر ایک احسان تو میرا تھا وہ یہ کہ سدھادیوی کی لاکھ کوشش کے باوجود میں نے اس کی امانت میں خیانت نہیں کی تھی۔

بلیک کیٹ ہیڈ کوارٹر میں دوسرے ہی دن پہنچ گیا۔ وہ چار دن مسلسل ہوا کرتے تھے جنہیں تربیت کے دن کہا جاتا تھا۔ جہاں تک مجھے معلومات حاصل ہو سکیں ان دنوں میں تبدیلیاں بھی کی جاسکتی تھیں۔ پروگرام کے مطابق ایرا شامل مطلق العنان تھی اور بلیک کیٹ ڈیپارٹمنٹ کو تربیت دے رہی تھی۔ یہاں کوئی کسی کو نہیں جانتا تھا کیونکہ دوران تربیت سب کے چہروں پر ہلی کی سی مشابہت کے ماسک موجود رہتے تھے۔ تربیت کا پہلا دن نظریاتی تھا اور مجھے نظریاتی کلاس میں بھیجا گیا تھا جہاں مجھے یہ بتایا گیا کہ ہمارے مقاصد اور ہمارا کام کیا ہو گا۔ میں نے اس کی تفصیلات سنیں اور میرے بدن میں چنگاریاں دوڑ گئیں۔ ان لوگوں کا رابطہ کسی سے نہیں تھا اور ان کا ٹارگٹ صرف میرا وطن تھا۔ ویسے تو دنیا بھر کے سیاسی حالات سامنے رکھے گئے اور ان کے بارے میں تفصیلی بحث کی گئی لیکن ساری مذموم سرگرمیوں کا ہدف پاکستان ہی تھا اور اس سے بڑی دیرینہ روایات

کی تصدیق ہوتی تھی۔ یعنی ہندوستان نے روز اول ہی سے پاکستان کو دل سے تسلیم نہیں کیا تھا لیکن یہ بھی بڑا احسان تھا خدائے رحیم کا کہ ہندوؤں کی تمام تر کارروائیوں کے باوجود پاکستان پائیدار باد تھا اور دشمن کے مذموم ارادے کبھی اس کے خلاف کامیاب نہیں ہو پائے تھے۔

سچی بات یہ ہے کہ یہاں نظریاتی کلاس لینے کے بعد میرے دل میں اپنے وطن کی محبت اس طرح بڑھی جس طرح کسی ماں کے دل میں اپنے بچے کو دیکھ کر یا اسے کسی تکلیف کے احساس کا شکار پا کر ممتا پھوٹ پڑتی ہے۔ اور اس کے سینے میں محبت کے جذبے پھوٹنے لگتے ہیں۔ میرے پورے بدن میں ہيجان برپا ہو گیا تھا۔ یہ میرے بچے کو اس طرح سے نقصان پہنچانے کے درپے ہیں۔ جان بچھاؤ کروں گا۔ ہزار بار لاکھ بار۔ لیکن انہیں ان کے مذموم مقاصد میں کامیاب نہیں ہونے دوں گا۔ آج کی اس نظریاتی کلاس نے میرے عزائم کو جو تقویت بخشی تھی وہ میرے لئے انتہائی حوصلہ افزا تھی۔ چونکہ اس طرح میں اپنا حقیر سا فرض سرانجام دینے کے لئے ہزار گنا زیادہ طاقت حاصل کر چکا تھا اور میرے دوسرے احساسات تقریباً فنا ہو گئے تھے۔

نظریاتی کلاس سے واپسی کے بعد میں نے دل ہی دل میں سوچا تھا کہ زندگی کتنی ہی بار قربان ہو جائے میں اپنا فرض پورا کئے بغیر نہیں رہوں گا۔ یہ نظریاتی کلاس اٹینڈ کرنے کے بعد مجھے احساس ہوا تھا کہ میں نے اپنی زندگی کو بے مقصد ضائع نہیں کیا بلکہ تل برابر بھی جو کچھ کیا ہے وہ میرا اپنا فرض تھا اور مجھے اس فرض کی ادائیگی سے خوشی ہونی چاہیے۔

دوسرا دن جو تربیت کا دن تھا وہ شوٹنگ کی مشق کے لئے تھا۔ معمول کے مطابق ہاسک لگا کر ہمیں پستول دیئے گئے۔ انسپکٹر ہمارے درمیان گھوم رہے تھے انہوں نے ہمیں پستول کے استعمال کا طریقہ بتایا۔ ظاہر ہے ایک عام آدمی پستول نہیں استعمال کر سکتا۔ انہوں نے مجھے صحیح معنوں میں پستول پکڑنا سکھایا اور اس کے بعد مجھ سے نشانے لگوائے۔ انٹری پن کا مظاہر کرنا بے حد ضروری تھا اس لئے میں نے انٹری پن سے بہت نشانے لگائے۔ لیکن وہاں بہت آسانیاں فراہم کی گئیں تھیں۔ چنانچہ چھ گھنٹے کی تربیت کے بعد جب ساتویں گھنٹے کا آغاز ہوا تو میرے سارے نشانے ٹارگٹ پر بیٹھے تھے 'شام کو اسی سلسلے میں

رپورٹ کارڈ دیئے جاتے تھے۔ میں نے اپنے رپورٹ کارڈ میں اپنے لئے انتہائی شاندار ریمارکس دیکھے تھے۔

تربیت کے چار دن مکمل ہوئے اور چوتھے دن مجھے بھاری ہتھیار تھما دیئے گئے تھے کیونکہ ان چار دنوں میں میں نے جس شاندار کارکردگی کا مظاہرہ کیا تھا وہ قابل افتخار تھی۔ ان چار دنوں میں ایرا شائل نے ایک بار بھی مجھ سے رابطہ قائم نہیں کیا تھا۔ چیف انسٹرکٹر کی حیثیت سے وہ یقینی طور پر ان لوگوں کے درمیان گھومتی پھرتی ہوگی، لیکن مخصوص ہاسک اور لہادے کی وجہ سے میں کسی بھی شخص کو نہیں پہچان سکتا تھا البتہ اسی رات آرام کرنے کے لئے لیٹا تھا کہ ایرا شائل کا فون موصول ہوا۔

”ہیلو“

”ہیلو ہریش اسپکنگ۔“

”آواز نہیں پہچانتے۔ میں ایرا شائل ہوں۔“

”اوہ میڈم آپ۔“

”میڈم نہیں صرف ایرا شائل کہو۔“

”کیسی ہو ایرا۔“

”تم سناؤ کیسی جا رہی ہے تمہاری ٹریننگ۔“

”یہ فیصلہ تو میرے اساتذہ ہی کر سکتے ہیں۔“

”تم نے حیرت انگیز کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے۔ تمہارے بارے میں ریمارکس اعلیٰ

سے اعلیٰ ہو جاتے جا رہے ہیں حالانکہ کوئی نہیں جانتا کہ تم میرے منظور نظر ہو۔“

”جی۔“ میں نے کہا اور ایرا شائل ہنس پڑی۔

”ان جملوں پر حیرت ہوئی۔“

”میڈم یہ تو بہت بڑا اعزاز ہے میرے لئے۔“ مگر میں نے دل میں سوچا اس جیسی

خطرناک عورت کی دعوت تو سدھا دیوی کی دعوت سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔

”کل شام۔ ڈنر میرے ساتھ ہی کرو گے۔ میں انتظار کروں گی۔“

”بہتر ہے لیکن کہاں؟“ جواب میں ایرا شائل نے اپنا پتہ فونٹ کرا دیا تھا۔

میں اس نئی افتاد پر غور کرنے لگا۔ جان عذاب میں گرفتار تھی۔ سدھا دیوی سے تو

کسی نہ کسی طرح پتہ چلا رہا تھا لیکن اب یہ ایراشائل..... یہ تو بے حد خطرناک عورت تھی۔ اس سے چھٹکارا کیسے ممکن ہو گا۔ کوئی حل نہیں نظر آتا تھا۔

سدھا دیوی سے ملاقات ہوئی۔ موڈ خراب نظر آ رہا تھا۔ ”تم جیسا گدھا میں نے اس سے قبل کبھی نہیں دیکھا۔“

”خیریت تو ہے دیوی جی۔“

”پوچھا جا رہے ہیں ہم لوگ۔ جنرل کو اپنے رشتے داروں سے ملنے کا شوق چرایا ہے۔“

”کیا اکیلے؟“

”میں نے تو لاکھ کوشش کی کہ کم بخت اکیلا ہی چلا جائے لیکن مجھے اور شری کو بھی جانا پڑے گا۔“

”اوہو یہ معاملہ ہے۔ کتنے عرصے کے لئے جا رہے ہیں؟“

”کہا نہیں جاسکتا۔ وہ دیوانہ آدمی ہے اگر جی لگا تو نجانے کتنے دن کے لئے رک جائے اور اگر جی نہ لگا تو واپس آجائے گا۔“

”ہوں، کب جا رہے ہیں آپ لوگ؟“

”کل دوپہر کو روانگی ہے۔“

میں خاموش ہو گیا، لیکن دل ہی دل میں، میں نے سوچا تھا کہ یہ تو بہت ہی اچھی بات ہے۔ سدھا دیوی سے ویسے تو نجات ملنا مشکل تھا۔ اس طرح کچھ دن ٹل جائیں گے۔

دوسرے دن شری نے صبح ہی سے روانگی کی تیاریاں شروع کر دیں۔ سدھا کی نسبت وہ بہت خوش نظر آ رہی تھی چونکہ مجھ سے اس کے کوئی ذہنی تعلقات قائم نہیں ہو سکے تھے۔ اس لئے میں اس خوشی کی وجہ نہ جان سکا تھا انہی تیاریوں کے درمیان ایک بار اس کا مجھ سے سامنا ہوا تو رک گئی۔ مجھے دیکھ کر بڑے طنزیہ انداز میں مسکرائی۔ میری نگاہوں میں سوالیہ تاثرات ابھر آئے تھے۔ وہ چند قدم آگے بڑھ کر میرے پاس پہنچ گئی۔ پھر کہنے لگی۔

”تمہیں تو ہمارے جانے کا بہت دکھ ہو گا ہریش۔“

”نہیں دیوی جی دکھ کی کیا بات ہے۔ آپ خیریت کے ساتھ واپس آجائیں گی۔“

”ہاں واپس تو آجائیں گے لیکن تمہارے یہ دن کیسے گزر رہے گے۔“

میں نے ایک گہری سانس لے کر اسے دیکھا۔ پھر آہستہ سے بولا۔ ”آپ جانتی ہیں اچھی طرح سے جانتی ہیں کہ میں آج تک منیل نہیں بن سکا۔ میں تو خود پریشانیوں کا شکار رہتا ہوں۔“

”میرے سامنے مظلوم بننے کی کوشش مت کرو۔ حقیقتوں کو قبول کرنا واقعی مشکل کام ہوتا ہے۔ میں خوش ہوں اور جانتے ہو یہ خوشی کس لئے ہے؟ وہ اس لئے کہ تم بھی کچھ بہتر وقت گزار لو، بلکہ میں تمہیں ایک مشورہ دوں۔ یہ موقع ہے تمہیں یہاں سے نکل جانے کا.....“

سدھا دیوی سامنے سے آتی ہوئی نظر آئی تو شری نے اپنے جملے ادھورے چھوڑ دیئے۔ سدھا دیوی کسی کام سے آئی تھیں۔ سیدھی چلی گئیں۔ لیکن شری نے انہیں دیکھتے ہی واپسی کے لئے قدم اٹھا دیئے تھے۔ وہ ہمیشہ ایسا ہی کرتی تھی۔ ماں کے سامنے میرے قریب بہت کم رکتی تھی۔ بہر طور یہ دلچسپ معاملات تھے۔ میں نے ان باتوں پر کوئی توجہ نہیں دی۔ دوپہر کو ڈھائی بجے البتہ میں ان تمام لوگوں کو چھوڑنے کے لئے ریلوے اسٹیشن گیا تھا۔

جنرل سنگھ نے مجھے مختلف ہدایات دی تھیں جن میں سے کچھ بلیک کیٹ ڈیپارٹمنٹ سے متعلق تھیں، کچھ اس کوٹھی کے بارے میں تھیں۔ مجھے مکمل طور پر احتیاط برتنے کے لئے کہا گیا تھا اور خصوصی طور پر یہ بھی کہا گیا تھا کہ خیال رکھا جائے میں بہت سی نگاہوں میں آسکتا ہوں۔ کوئی بھی خطرناک دشمن میرے قریب پہنچنے کی کوشش کر سکتا ہے اس کے لئے مجھے ہوشیار رہنا چاہیے۔

میں نے اس کی ذرا سی وضاحت چاہی تو پاکستانی ایجنٹوں کا حوالہ دیا گیا۔ جنرل سنگھ کے ان جملوں نے میرے دل میں ایک نیا احساس بیدار کیا تھا۔ اگر ایسی بات ہے تو واقعی کسی پاکستانی ایجنٹ سے میرا رابطہ قائم ہونا ضروری ہے اگر جنرل کیر سنگھ کا یہ خدشہ درست ہے تو پھر میرے لئے کارآمد بھی ہو سکتا ہے۔ اور اس کے لئے چاہے مجھے تھوڑی سی خلاف ورزی کرنی پڑے بلیک کیٹ ڈیپارٹمنٹ کے احکامات کی، لیکن میرا کسی سے

رابطہ قائم اس طرح ہو سکتا ہے میرا کوئی پیغام رشید ناگی تک پہنچ سکے۔ کم از کم اتنا میں ضرور کھلوانا چاہتا تھا وہاں کہ میں جہاں بھی ہوں خیریت سے ہوں اور میرے بارے میں کوئی تشویش نہ کی جائے۔

ٹرین روانہ ہو گئی اور اس کے بعد میں جنرل کی شاندار گاڑی میں بیٹھ کر واپس چل پڑا۔ آج رات ایرا سے ملاقات کرنا تھی اور میں ذہنی طور پر اپنے آپ کو اس کے لئے تیار کر رہا تھا کہ اس شاطر عورت سے کس طرح بچوں۔ تقدیر کے فراہم کردہ اس موقع کو نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ ایرا سے دوستی کا مقصد یہ تھا کہ ان انکشافات کا آغاز ہو جائے جن کے لئے میں سرگرداں تھا۔ یقینی طور پر بلیک کیٹ کی سربراہ یا انسٹرکٹر مجھے یہودی منصوبوں کے بارے میں تفصیلات بتا سکتی تھی۔ شرط یہ تھی کہ میں اسے شیٹے میں اتارنے میں کامیاب ہو جاؤں۔ اس کے بعد ایرا کے پاس جانے کے لئے تیار ہوا۔ ایرا نے جو پتا بتایا تھا وہ میرے ذہن میں محفوظ تھا۔ جب وہاں پہنچا تو اپنے آپ کو ایک خوبصورت عمارت کے سامنے پایا جو اچھے علاقے میں تھی۔ بڑے بڑے اور کشادہ فلیٹ تھے۔ پہلی ہی منزل کے فلیٹ نمبر ایک سو اکیانوے کے سامنے رک کر میں نے ادھر ادھر دیکھا۔

شفاف، راہداری خالی پڑی تھی اس میں سرخ قالین بچھا ہوا تھا۔ رہائشی علاقوں میں اتنے اعلیٰ قسم کے فلیٹوں کا ہونا ایک ناممکن امر تھا لیکن میں جانتا تھا کہ حکومت ہندوستان نے ان کے لئے بہترین بندوبست کیا ہوگا۔ البتہ یہ نہیں معلوم تھا کہ ایرا شائل کے لئے یہ فلیٹ کس اہمیت کا حامل ہے۔ آیا وہ یہاں باقاعدہ رہتی ہے یا پھر عارضی طور پر اپنے مقاصد کے لئے اسے یہ فلیٹ دیا گیا ہے ان تمام باتوں میں الجھنے کی بجائے بہتر یہ تھا کہ ایرا شائل سے ملاقات کروں۔

گھنٹی پر انگلی رکھی تو ایک ہندو لڑکی نے دروازہ کھولا اگر غور کیا جاتا تو یہ مست شباب ایرا شائل سے کہیں زیادہ حسین تھی۔ صاف ستھری ساڑھی میں ملبوس ماتھے پر بندیا لگاسنے اس نے سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھا تو میں نے اس سے کہا۔

”اگر میڈم ایرا شائل موجود ہیں تو ان سے کہو کہ ہریش ان سے ملنا چاہتا ہے۔“
لڑکی مجھے دیہیں چھوڑ کر واپس چلی گئی۔ دروازہ اندر سے بند ہونے کی آواز صاف سنائی دی تھی اور پھر فوراً ہی دروازہ کھل گیا۔ ایرا شائل لڑکی کے پیچھے ہی پیچھے آگئی

تھی۔ غالباً اس نے لڑکی سے یہ پوچھا تھا کہ بیل بجانے والا کون ہے اور جب لڑکی نے میرا نام پکارا تو وہ دوڑی چلی آئی تھی۔ کھلے ہوئے دروازے کو دیکھ کر میں نے نگاہیں اٹھائیں تو ایرا جلدی سے مسکرا کر بولی۔

”سوری ہریش دراصل میں نے اسے یہ نہیں بتایا تھا کہ تم آنے والے ہو۔“
”کوئی بات نہیں ہے۔“

”آؤ اندر آجاؤ۔ بہت خوب صورت لگ رہے ہو اور تم سنو لڑکی جاؤ کافی بنا کر لاؤ۔“ ایرا نے کہا اور ہندو لڑکی کچن کی طرف چلی گئی۔ ایرا مجھے لئے ہوئے ایک خوب صورت کمرے میں آگئی تھی جو خواب گاہ کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ بڑا رومانی ماحول تھا۔ کمرے میں ایرا کے علاوہ اور کوئی موجود نہیں تھا۔ مجھے بیٹھنے کا اشارہ کر کے وہ میرے سامنے کے صوفے پر بیٹھ گئی مکمل لباس پہنے ہوئے تھی اور اس کے چہرے پر ہنسکے پن کے آثار نہیں تھے۔ کہنے لگی۔

”میں تم ہندوستانیوں کو اچھی طرح جانتی ہوں فوراً ہی میں نے تمہیں شراب پیش نہیں کی۔ ویسے اگر تم چاہو تو میں اسے کافی کے لئے منع کر سکتی ہوں۔“

میں نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا اور کہا۔ ”اتفاق کی بات ہے ایرا کہ میں شراب پیتا بھی نہیں ہوں۔“

”کیوں کیا کسی برہمن کے بیٹے ہو؟“

”نہیں اور میں ان حالات کا انسان نہیں ہوں جہاں ان چیزوں سے شغل کیا جاتا ہے۔“

”لیکن ہندوستان کے گوشے گوشے میں شراب عام ہے۔“

”ہاں ہے۔“ لیکن میں شراب نہیں پیتا۔ کیونکہ میری فطرت کبھی گھٹیا پن کی طرف مائل نہیں ہوگی۔

”بہت خوب دوسرا سوال میں تم سے یہی کرنے والی تھی۔ دیکھتے ہیں تم ایک ایسے گھرانے کے فرد معلوم ہوتے ہو جس نے عیش و آرام میں زندگی بسر کی ہو حالانکہ جہاں تک میرے پاس تمہارے بارے میں رپورٹیں ہیں وہ یہ ہیں کہ تم انتہائی ذہین شخص ہو۔ جو بھی کام تمہارے سپرد کیا جاتا ہے اسے تھوڑی ہی دیر میں تم پک کر لیتے ہو۔ تمہارے

ہو گئی۔

موسم ان دنوں ویسے ہی خوب صورت چل رہا تھا۔ آسمان پر زیادہ تر بادل چھائے رہتے تھے۔ مہینے بھی بارش ہی کے شروع ہو چکے تھے۔ آج بھی موسم کی شراب آسمان سے زمین تک کا سفر کر رہی تھی۔ ایرا شامل رفتہ رفتہ مجھ سے بے تکلف ہوتی جا رہی تھی۔ پھر اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

”ہندوستانیوں کے بارے میں بہت سی باتیں کہی تھیں میں نے جن میں کچھ پسندیدگی کی باتیں بھی تھیں۔ ان میں ایک خاصیت اور بھی ہے۔“

”کیا؟“ میں نے سوال کیا۔

”تم لوگ لڑکیوں سے زیادہ شرمیلے ہوتے ہو اور تمہیں راہ راست پر لانے کے لئے مرد بننا پڑتا ہے۔“

میں نے گردن جھکالی۔ قدرت کو میری یہ ادا پسند آگئی۔ ہندوستانی ملازمہ نے اسے کسی فون کی اطلاع دی تھی۔ اس کا موڈ بہت خراب ہو گیا۔ لیکن کوئی ایسا نام لیا گیا تھا جس کی وجہ سے اسے اٹھنا پڑا۔ واپس آئی تو چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔

”سوری ہریش۔ ایک نہایت ضروری کام آ پڑا ہے۔ آج میں تمہیں وقت نہ دے سکوں گی۔ تم چاہو تو یہاں رک سکتے ہو۔ میری ملازمہ تمہیں کمپنی دے گی۔“

”نہیں مجھے اجازت دو۔“

اب اس احمق کو کیا معلوم تھا کہ اس وقت اس فون یا اطلاع نے میری کس طرح مدد کی ہے۔ ایک بڑا خطرہ عارضی طور پر تو ٹل گیا تھا۔ ادھر جنرل سنگھ سیاحت کا لطف اٹھا رہا ہو گا۔ میری تربیت کے دوسرے بہت سے مرحلے میرے سامنے آتے رہے ان دنوں بارش شروع ہو گئی تھی اور ماحول زیادہ تر جل تھل رہتا تھا۔ اس دن صبح ہی صبح دھوپ نکلی تھی تو کچھ عجیب سی لگی تھی۔ شام کے کوئی ساڑھے پانچ بجے ہوں گے۔ میری ٹریننگ کا وقت نہیں تھا پاروٹی، شری سے ملنے آئی تھی۔ پاروٹی، رام دیو کی بیٹی تھی اور رام دیو وہ شخص تھا جو میری ہٹ لسٹ میں شامل تھا۔ میں نے یہاں آنے کے بعد کچھ اور سوچا تھا۔ ون لوون والا مسئلہ بدستور میرے ذہن میں جاگزیں تھا اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ زیادہ طوالت میں پڑنے کی بجائے اپنے وطن کے ان دشمنوں کو کم از کم اس روئے زمین

انسٹرکٹرز تک کو حیرانی ہوتی ہے۔ ان کی رپورٹ میں یہ بات شامل ہے کہ تمہارے اندر فوراً ہی کسی چیز کو اپنے اندر سمو لینے کی صلاحیت ہے۔ خیر چھوڑو ان باتوں کو میں کہیں سے کہاں بھٹک گئی۔ دراصل یہ لمحات تو ایسی باتوں کے لئے ہیں ہی نہیں۔ تو میں یہ کہہ رہی تھی کہ تم نے.....؟“

”ہاں تھوڑا سا تذکرہ کر چکا ہوں اپنے ابتدائی دور کا بس یہ سمجھ لیجئے کہ جب یہ لمحات تھے کہ بھٹک جاؤں اور دوسرے مشاغل میں دلچسپی لوں تو جیہیں خالی تھیں اور جب جیہیں میں کچھ آیا تو ان تمام چیزوں کی عادت نہ رہی۔“

میں ہنسنے لگا۔ ایرا شامل میرے ساتھ بہت دلچسپ گفتگو کرتی رہی۔ وہ بار بار عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگتی تھی۔ پھر اس نے کہا۔

”حقیقت بتاؤں تمہیں، یہاں طلب کرنے کے سلسلے میں اصل میں پہلی ہی نگاہ میں تمہیں دیکھ کر ایک عجیب سی دلکشی کا احساس میرے دل میں جاگا تھا۔ تم اسے پسندیدگی کی ایک آفر کہہ سکتے ہو۔ ورنہ عام طور سے لوگوں سے ملاقاتیں ہوتی رہتی ہیں۔ ہمارا پیشہ ہی ایسا ہے کہ ہمیں عام لوگوں سے دور رہنا پڑتا ہے لیکن تم سے میں نے فوراً رابطہ کیا تھا۔“

”ہنسنے کے علاوہ اور میں کیا کر سکتا ہوں ایرا۔“

”چھوڑو ان باتوں کو اپنی سناؤ۔“

”کیسی بیت رہی ہے؟“

”بہت اچھی۔“

”بلیک کیٹ میں شامل ہونے کے بعد کیا عجیب سا نہیں لگتا؟“

”نہیں.....“

”تم جس قدر تیزی سے اپنی تربیت کے معاملات طے کر رہے ہو اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ تمہیں بلیک کیٹ ڈیپارٹمنٹ میں کوئی اچھا عمدہ بھی مل سکتا ہے۔“

”میں اس کا متنبی ہوں۔“ میں نے جواب دیا۔

”ہوں.....“ وہ کچھ اور کہنا چاہتی تھی کہ ملازمہ کافی لے کر آگئی۔ کافی کے ساتھ اور بھی بہت سے لوازمات موجود تھے۔ پھر ایرا میری خاطر مدارات میں مصروف

سے مٹا ڈالوں۔ جن کے بارے میں مجھے یقین ہو گیا ہے۔ جو فہرست مجھے فراہم کی گئی تھی اس میں ہندوستان میں دو ہی نام تھے۔ رام دیو اور بابو ہیرالال۔ اور رام دیو اتفاقیہ طور پر میرے سامنے آچکا تھا۔ چنانچہ اس وقت میں نے پاروتی کا بہت ہی پر جوش استقبال کیا۔ پاروتی سے میری ملاقات شری کے ساتھ ہو چکی تھی۔ غالباً شری نے اسے اپنے جانے کی اطلاع نہیں دی تھی۔

ملازم اس وقت پاروتی کو شری کے موجود نہ ہونے کے بارے میں بتا رہے تھے کہ میں اچانک ہی باہر نکل آیا۔ پاروتی نے مجھے دیکھا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ غالباً وہ ملازموں سے پوری بات نہیں سن سکی تھی۔ وہ ملازموں کو نظر انداز کر کے میری جانب بڑھ آئی۔

”ہیلو ہریش جی۔“

”ہیلو پاروتی جی۔“ میں نے ترکی بہ ترکی کہا اور وہ ہنس پڑی۔

”کیوں اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟“ میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”میں نے تو تم پر اپنا اثر ڈالنا چاہا تھا۔“

”آپ کا اثر تو مجھ پر اسی دن پڑ گیا تھا پاروتی جی جس دن آپ نے مجھ سے پہلی ملاقات کی تھی۔“

”بہت تیز معلوم ہوتے ہو۔ میں دوسرے اثر کی بات کر رہی تھی۔“

”کیا؟“ میں نے سوال کیا۔

”میں دیکھ رہی تھی کہ اپنا نام میری زبان سے سن کر تمہیں کیسا لگتا ہے؟“

”سمجھا نہیں۔“

”بھئی میں یہ بتانا چاہتی تھی تمہیں کہ میں نے تمہیں یاد رکھا۔“

”تو جواب میں آپ نے بھی دیکھ لیا کہ آپ مجھے کس طرح یاد ہیں۔“

”ہاں مجھے اندازہ ہو گیا یہ شری کہاں چلی گئی ملازم نے کچھ عجیب سے الفاظ کے

ہیں۔“

”آپ کو پتا نہیں ہے شری کے بارے میں؟“

”نہیں۔“

”وہ اپنے پتا اور ماما جی کے ساتھ پونا گھومنے گئی ہیں۔“

”مجھے بتائے بغیر؟“

”یہ تو ان کا قصور ہے۔“

”اپنا قصور جانتے ہو؟“ پاروتی نے بے تکلفی سے کہا۔

”میں سمجھا نہیں۔“

”تمہارا قصور یہ ہے کہ میں اب تک یہاں کھڑی ہوئی ہوں اور تم نے مجھے بیٹھنے کے لئے بھی نہیں کہا۔“

میں پاروتی کو اپنے سروٹ کو اڑھٹ میں لے آیا۔ کافی دیر تک ہم دونوں ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے انہی باتوں کے درمیان مجھے علم ہوا کہ شری پاروتی کو میرے اور اپنی ماں کے بارے میں بھی تفصیلات بتا چکی ہے۔ مجھے زیادہ حیرت اس لئے نہیں ہوئی کہ وہ دونوں آپس میں بہت گہری دوست تھیں۔ باتوں ہی باتوں میں پاروتی سے بے تکلفی کی دیوار گر چکی تھی۔ اس کے ہر انداز سے مجھے اس دعوت کا علم ہو رہا تھا جو صنفِ کرخت کے لئے دلکشی کا باعث بن سکتی تھی۔ ہمیں باتیں کرتے کرتے کافی وقت گزر گیا تھا کہ اسی وقت زور سے بادل گرے اور پھر تیز تیز بوندیں آنے لگیں۔ پاروتی نے جھانک کر باہر کا باخول دیکھا اور پھر جلدی سے کھڑی ہو گئی۔

”افوہ یہ تو برا ہوا بارش اچانک ہی شروع ہو گئی۔“

”نہیں بادل تو شام ہی سے چھائے ہوئے تھے۔“

”یہ پتہ نہیں تھا کہ بارش ہو جائے گی مجھے گھر پہنچنا چاہیے۔“

”ایسی جلدی کیا ہے؟“

”بھئی دیکھو بات سنو تمہیں اگر مجھ سے کوئی دلچسپی ہے تو میرے گھر آ جانا کیا سمجھے۔ جب بھی آؤ مجھے فون کر کے آنا۔ میں ویسے تمہارا انتظار کروں گی۔“ اس کی باتوں سے مجھے ایک خاص قسم کی دعوت کی بو محسوس ہو رہی تھی۔ وہ دروازے کے پاس رکی اور باہر نکل گئی۔

میں دروازے تک آیا تھا۔ پاروتی اپنی کار میں بیٹھی اور پھر کار اسٹارٹ ہو کر باہر نکل گئی۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

میں چونک کر اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ ایک بڑے سے پتھر کے پیچھے سے یہ آواز آئی تھی جب میں اس طرف پہنچا تو میں نے اپنے چھ نمبر کے دشمن کو دیکھا جس کے سر کے پچھلے حصے سے خون بہہ رہا تھا اور وہ چکرا رہا تھا۔ تربیت اپنی جگہ الگ چیز تھی اس کا زخمی ہو جانا میرے لئے باعث تشویش تھا میں فوراً اس کے قریب پہنچ گیا۔ اس پاس کوئی موجود نہیں تھا۔ میں نے اسے سنبھالا۔ ورنہ وہ اور زخمی ہو جاتا پھر میں نے اس کا ماسک اس کے چہرے سے ہٹا دیا لیکن جب میں نے اسے سنبھالا تھا تبھی مجھے احساس ہو گیا تھا کہ وہ کوئی مردانہ جسم نہیں ہے۔ اس بات کو نظر انداز کر کے میں نے جب اس کے چہرے کا ماسک ہٹایا تو یہ دیکھ کر میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئی کہ وہ پاروتی تھی۔ یہ بہت زیادہ انوکھی بات نہیں تھی ظاہر ہے کوئی بھی ایک دوسرے کو اپنی تربیت کے بارے میں نہیں بتاتا تھا اور پھر پاروتی سے میرے اتنے گہرے تعلقات بھی نہیں تھے کہ وہ مجھے اس حد تک تفصیل بتا دیتی، البتہ حیرت ضرور ہوئی تھی۔ پاروتی ہوش میں تھی اور اس کا سر پتھر سے ٹکرا گیا تھا ایک نوکیلے پتھر نے اسے زخمی کر دیا تھا۔ خون بہنے کی رفتار بہت زیادہ تو نہیں تھی لیکن اسی جیسی لڑکی کو نقصان بھی پہنچ سکتا تھا۔ میں نے فوراً ہی اس کے سر پر پٹی کسی اور اسے سنبھالا دینے لگا۔ اس نے نقاہت بھری آواز میں کہا۔

”سوری“ بے خیالی میں میرا سر ایک کونے والے پتھر سے ٹکرا گیا لیکن آپ براہ کرم میرا ماسک میرے چہرے پر لگا دیجئے کیونکہ یہ تربیت کے اصولوں کے خلاف ہے۔“ میں نے اس کے سر کے زخم پر پٹی مضبوطی سے کتے ہوئے کہا۔ ”میں آپ کو اس طرح سے نظر انداز بھی تو نہیں کر سکتا تھا پاروتی دیوی۔“ اسے شاید میری آواز پر کچھ شبہ ہو گیا تھا وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھنے لگی پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

”ہریش۔“

”میں اپنے چہرے سے ماسک نہیں ہٹا سکتا۔“

”لیکن تم ہریش ہو۔“

”ہاں۔“

”اوہ مائی گاڈ! اس کا مطلب ہے کہ تم بھی بلیک کیٹ کی تربیت لے رہے ہو؟“

”ہاں۔“

پاروتی دیوی آپ کے پاس مجھے آنا ہے یقیناً“ آنا ہے لیکن شاید اس میں کچھ وقت لگ جائے“ اصل میں آپ سے زیادہ مجھے آپ کے پتا رام دیو سے دلچسپی ہے۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا تھا۔ مجھ اس تربیت سے بہر طور نمٹنا تھا حالانکہ جتنا وقت صرف ہوا جارہا تھا۔ میرے اضطراب میں اضافہ ہو رہا تھا لیکن اب یہاں آکر کوئی کام نامکمل چھوڑنا بھی تو مناسب نہیں تھا اور جلد بازی میرے سارے پروگرام فیل کر سکتی تھی۔ کئی منصوبے ذہن میں تھے اور میں فارغ اوقات میں ان کی تکمیل کے بارے میں سوچتا رہتا تھا۔

ادھر میرے تربیتی مراحل بڑی تیزی سے طے ہو رہے تھے۔ اس تربیت کے بہت سے دلچسپ کورس ہوا کرتے تھے۔ ہمیں دہشت گردی کے لئے مختلف قسم کے آئٹم بنا کر دیئے جاتے تھے جن کی تکمیل ہمیں کرنا ہوتی تھی۔ عموماً ”سلیک ہاؤس“ میں یہ تربیت ہوتی تھی اور یہاں بڑے دلچسپ ترین واقعات پیش آتے تھے۔ دوبار آؤٹ ڈور ٹریننگ بھی دی گئی تھی۔ اس ٹریننگ میں ہمیں ان دشمنوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا جو ہماری موجودگی سے واقف ہوتے تھے۔ تربیت کے دوران مختلف قسم کے نئے ہتھیاروں کا استعمال بھی سامنے آیا تھا۔ جو بلاشبہ میرے لئے اجنبی تھا۔

ان دنوں دہلی سے دور ایک خاص علاقے میں جہاں شاہی زمانے کے کھنڈرات بکھرے ہوئے تھے تربیت دی جا رہی تھی اور اس تربیت کے دوران ایک دلچسپ واقعہ پیش آگیا۔ کھنڈرات میں بڑے بڑے پتھروں کے درمیان ہمیں چند دشمنوں سے مقابلہ کرنا تھا جو ہماری موجودگی سے واقف تھے۔ سب کے چہرے کالے نقابوں میں چھپے ہوا کرتے تھے اس لئے ایک دوسرے کی صورت آشنائی کسی طور ممکن نہیں تھی۔ مجھے چھ نمبر کا وہ دشمن دیا گیا تھا جو انہی کھنڈرات میں ردپوش تھا اور میں اس کی تاک میں تھا۔ ادھر میرا دشمن میری تاک میں تھا ہم دونوں ایک دوسرے کو قتل کر دینے کے درپے تھے اور اس سلسلے میں مخصوص طریقہ کار بتایا گیا تھا، اگر ہم اس منزل تک پہنچ جاتے تو جو بھی فاتح ہوتا اسے تربیت کے دوسرے مرحلے میں داخل ہو جانا پڑتا۔

چھ نمبر کا یہ دشمن بہت چالاک محسوس ہوتا تھا۔ پتھروں کی آڑ میں ہم ایک دوسرے کی تاک میں لگے ہوئے تھے، اسی وقت اچانک مجھے ایک دلہوز چیخ سنائی دی اور

میں نے اپنی تربیتی اصول کے مطابق سبز جھنڈا لہرایا اور انسٹرکٹر وہاں پہنچ گئے، انہوں نے پاروتی کو دیکھا اور پھر اس کے جسم پر بکھرے ہوئے خون کے نشانات کو دیکھ کر بولے۔

”یہ کیا ہو گیا؟“

”ان کا سر زخمی ہو گیا ہے۔“

”کیا تمہارے ہاتھوں؟“

”نہیں، پتھر سے ٹکرا کر۔“

”تم نے اس پر غلبہ حاصل کر لیا۔“

”ان کا یہی کہنا ہے۔“

”ہاں، میں اعتراف کرتی ہوں۔“ پاروتی نے جواب دیا۔

انسٹرکٹر مطمئن ہو کر پاروتی کو سنبھالے ہوئے وہاں سے آگے بڑھ گئے، میں اپنی

تربیت کے دوسرے مرحلے میں مصروف ہو گیا تھا لیکن میرا ذہن اس بات پر حیرانی کا شکار

تھا کہ پاروتی بھی یہی تربیت لے رہی ہے۔ نجانے کون کون ان کالی نقابوں کے پیچھے ہو گا؟

خیر مجھے اس سے کوئی غرض نہیں تھی، اس تربیت کا آج آخری دن تھا پھر اس کے بعد تین

دن کی چھٹی تھی۔ چوتھے دن سے نئے سرے سے نیا کورس ہمارے سپرد کیا جانے والا تھا۔

چنانچہ دوسرے دن میں نے زبردست اہتمام کیا۔ میں نے سوچا کہ جب رام دیو کی

کوٹھی میں جا ہی رہا ہوں تو اپنا یہ نیک فرض بھی سرانجام دے کر وہاں سے واپس پلٹوں،

اس کے لئے کوئی موثر منصوبہ درکار تھا اور میں مسلسل اس بارے میں سوچتا رہا تھا، دوپہر

تک میں نے اپنے منصوبے کی تکمیل کر لی، شام کے کوئی ساڑھے چار بجے مجھے پاروتی کا

ٹیلی فون ملا۔

”ہریش ہیں۔“

”جی ہاں ہیں اور بول رہے ہیں۔“ میں نے جواب دیا اور وہ منہ پڑی پھر اس نے

”پروگرام یاد ہے نا؟“

”ہاں۔“

”ماسک میرے چہرے پر لگا دو پلیز، مجھے حیرت ہوئی ہے۔“

میں نے ماسک اس کے چہرے پر مضبوطی سے کس دیا تاکہ کسی کو شبہ نہ ہو سکے

اس کے ساتھ ہی وہ گول دائرہ اس کے سینے پر بنا دیا جو سرخ رنگ کا ہوتا تھا اس طرح

ظاہر ہوتا تھا کہ ہم نے اپنے حریف پر قابو پالیا ہے۔ اس نے مسکراتی نگاہوں سے میرا

اپنے سینے پر دیکھا اور کہنے لگی۔

”مجھے اس دائرے کی بالکل فکر نہیں ہے۔ ظاہر ہے ہم دونوں میں سے ایک

ایک کو تو مغلوب ہونا ہی تھا مگر مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ میرے دوست کو لمحاتی طور پر

دشمن بنا دیا گیا ہے، لیکن تم سے شکایت ہے مجھے۔“

”وہ کیا.....؟“

”اس دوران ایک دن بھی تمہیں وقت نہیں ملا کہ تم مجھے فون کر لیتے؟“

”بس تمہیں تو پتا ہے تربیت پر ہوں۔“

”مجھے یہ ساری باتیں اچھی طرح پتہ ہیں لیکن یہ اچھی بات نہیں ہے کہ تم

مجھے نظر انداز کیا ہے۔“

”اگر یہ بات قابل معافی ہے تو پھر معاف کر دینا مجھے۔“

”کب آؤ گے یہ پتاؤ؟“

”کسی بھی دن۔“

”کل آجاؤ۔“

”کوشش کروں گا۔“

”آج لاسٹ ڈے ہے اور پھر مجھے تو اب چند دن آرام بھی کرنا ہو گا۔“

”ہوں، ٹھیک ہے میں کل آپ کے پاس پہنچ جاؤں گا۔“

”دس بجے میں تمہارا انتظار کروں گی۔“

”اوکے۔“

”اچھا اب اپنی فتح کا اعلان تو کر دو، میں بے ہوش ہوئی جاتی ہوں۔“

”نہیں میں فتح کا اعلان نہیں کروں گا چونکہ آپ کا سر زخمی ہو گیا ہے۔“

”اس میں یہ بات کوئی حیثیت نہیں رکھتی، تم براہ کرم گرین فلیگ لہرا دو۔“

کر مجھے گناہ کی اس وادی میں قدم رکھنے کا شوق نہیں تھا۔ پاروتی سے اگر میرا جسمانی رابطہ نہ بھی ہوتا تو مجھے اس کی طلب قطعی نہیں تھی ہاں اگر میرا منصوبہ صحیح معنوں میں پھیل پا جاتا تو آج کی رات ذرا مختلف قسم کی رات تھی۔ یہ تو طے تھا کہ پاروتی کی زندگی میرے اس عمل کے لئے خطرناک ثابت ہوگی۔ رام دیو سے نمٹنے کے لئے پاروتی کا قتل بھی لازمی امر کی حیثیت رکھتا تھا میں نے ذہنی طور پر اپنے آپ کو آج رات دو انسانی زندگیوں سے کھیلنے کے لئے تیار کر لیا تھا۔ حالانکہ بعض معاملات میں ذہن اس طرف آمادہ نہیں ہوتا تھا لیکن جو کچھ میرے علم میں تھا اس کے تحت یہ سب کچھ نہایت ضروری تھا۔ میری تیاریاں مکمل تھیں۔ میں مقررہ وقت پر پاروتی کے بتائے ہوئے پتے پر پہنچ گیا۔ بڑے سے گیٹ پر رام دیو شرما کی سختی لگی ہوئی تھی اور دو مسلح چوکیدار موجود تھے۔ میں وہاں سے گزرتا چلا گیا۔ عقبی سمت تھوڑی سی گہرائیاں تھیں جو ایک ناہموار پلاٹ کی وجہ سے تھیں۔ ان گہرائیوں کو عبور کرنے کے بعد میں اس دروازے پر پہنچ گیا جس کی نشاندہی پاروتی نے کی تھی۔

دروازے کے قریب پہنچنے کے بعد میں نے ادھر ادھر دیکھا وقت وہی تھا جو مجھے دیا گیا تھا۔ دروازے کو آہستہ سے اندر دبایا تو وہ دہتا چلا گیا۔ میں نے دروازے پر انگلی رکھی تھی لیکن اس طرح کہ رومال میرے ہاتھ میں موجود تھا۔ کوئی نشان نہیں چھوڑنا چاہتا تھا یہاں اپنا۔ دروازے سے اندر داخل ہونے کے بعد میں نے اسے اندر سے بند کر دیا۔ اسی راستے سے واپس آنا تھا جو کچھ بھی کرنا تھا نہایت خفیہ طور پر کرنا تھا۔ پاروتی نے مجھے جس طرح دعوت دی تھی اس سے یہ اندازہ ہو جاتا تھا کہ وہ مجھے سب کی نگاہوں سے پوشیدہ رکھ کر اپنے پاس بلا رہی ہے۔ میں خود بھی یہی چاہتا تھا کہ میری یہاں آمد کسی کے علم میں نہ آئے، حالانکہ میں ان سب کے لئے اجنبی تھا لیکن احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے تھا۔

ایک کمرے میں مجھے روشنی نظر آگئی۔ یہ کمرہ ادیری منزل پر تھا۔ نیچے سے اندر داخل ہونے کے لئے دروازہ موجود تھا۔ یہ دروازہ بھی کھلا ہوا تھا۔ میں نے اسی انداز میں اسے کھولا۔ البتہ اس دروازے کو میں نے اندر سے بند نہیں کیا تھا۔ پھر سیڑھیاں تلاش کرنے میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی کیونکہ سیڑھیاں چند قدم کے فاصلے پر ہی تھیں اور

”کس وقت آؤ گے۔“

”دس بجے۔“

”آجاؤ، ویسے مجھے شدید بخار ہو گیا ہے۔“

”بخار؟“

”ہاں، وہ کینٹ چوٹ جو ہے نا وہ بعد میں زیادہ تکلیف دہ ہو گئی، اس وقت زحمت احساس بھی نہیں ہوا تھا۔“

”تب تو میرا دل چاہتا ہے کہ میں بہت جلد تمہارے پاس پہنچ جاؤں۔“

”نہیں ٹھیک وقت پر ہی آنا۔“

”میرے آنے کا انداز کیا ہو گا؟“

”جو دس بجے آنے والوں کا ہوتا ہے۔“ اس نے کہا اور ہنس پڑی۔

”کیا آپ کی کوٹھی میں داخلہ آسان ہو گا۔“

”میں اس داخلے کو آسان بنائے دیتی ہوں، پہلے اصل میں میں نے یہ سوچا تھا کہ

تمہیں ڈنر پر اپنے پاس بلاؤں، اپنے ڈیڈی سے ملاؤں لیکن اب اس عالم میں مناسب نہیں ہو گا ڈیڈی بھی مخالفت کریں گے۔ میری چوٹ سے وہ سخت پریشان ہیں۔“

”تو پھر آج کا پروگرام کینسل کئے دیتے ہیں۔“

”بالکل نہیں جناب، میں آپ کا انتظار کروں گی۔“

”تو پھر میرے آنے کا طریقہ کار کیا ہو گا؟“

”بتائے دیتی ہوں ہماری کوٹھی میں ایک عقبی دروازہ بھی ہے جو عموماً بند رہتا ہے۔“

”تم ہماری کوٹھی کے سامنے والے گیٹ سے گزر کر پچھلی سمت چلے جاؤ گے۔ پچھلی سمت

تمہیں ایک دروازہ ملے گا بند دروازہ میں کھلوا دوں گی۔ یہ میری ذمہ داری ہے۔ ان

کے بعد بند دروازے کے بالکل سامنے ایک کھڑکی میں تمہیں روشنی نظر آئے گی، بس وہاں

میرا کمرہ ہے، تم وہاں تک پہنچ سکتے ہو۔“

اس خفیہ دعوت کا جو مقصد تھا وہ میرے علم میں پوری طرح تھا لیکن میرے ذہن

میں جو بھیانک منصوبہ ترتیب پایا تھا اس کی نوعیت ہی بالکل مختلف تھی۔ میں بحالت

مجبوری تو کسی ایسے مرحلے کو قبول کر سکتا تھا جسے میرا ذہن نہ تسلیم کرتا ہو لیکن جان بوجھ

با آسانی اوپر چلی جاتی تھیں۔ بیروں میں میں نے خاص قسم کے جوتے پہنے ہوئے تھے جن کے نشانات کہیں نہیں رہ سکتے تھے۔ پھر اس کھڑکی کو تلاش کرنا میرے لئے مشکل کام نہیں ہوا جو باہر سے مجھے نظر آئی تھی۔ ویسے اس کے آس پاس کمروں میں اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ کوٹھی بہت بڑی تھی اور لگتا تھا کہ اس میں رہنے والے مکینوں کی تعداد بہت کم ہے۔

میں پھونک پھونک کر قدم آگے بڑھاتا ہوا اس روشن کمرے کے دروازے کی جانب چل پڑا، لیکن ابھی میں اس کے قریب پہنچا بھی نہیں تھا کہ دروازہ اچانک کھل گیا۔ میں ساکت رہ گیا تھا لیکن دروازے میں مجھے پاروتی ہی نظر آئی تھی۔ سفید لباس میں ملبوس بدن سے اٹھتی ہوئی بھینی بھینی خوشبو سر پر کسی ہوئی پٹی۔ اس نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر آہستہ سے بولی۔

”اندر آ جاؤ۔“

میں اندر داخل ہو گیا۔ پاروتی کی خواب گاہ بے حد حسین تھی۔ انتہائی قیمتی فرنیچر سے آراستہ۔ میں نے پسندیدہ نظروں سے اس ماحول کو دیکھا۔

”تمہارا بیڈ روم بہت خوب صورت ہے۔“

”شکریہ۔ اور میں.....“

”تم.....“ میں نے ایک گرمی سانس لے کر کہا۔ ”تمہارے بارے میں میری رائے محفوظ ہے۔“

”کیوں.....؟“

”جلد بازی نہیں کرنا چاہتا۔“

”اوہ۔“ وہ ہنس دی۔

”تمہارے ڈیڈی موجود ہیں؟“

”پتا جی! ہاں ہیں کیوں.....؟“

”محبوبان کے باپ سے تو ڈرنا ہی پڑتا ہے۔ تمہارے کمرے سے کتنی دور ہے ان کا کمرہ۔“

”اس راہداری کے آخری سرے پر۔ کافی دور ہے یہاں سے۔“

”اور ماما جی؟“

”ماما جی سو رگباش ہو چکی ہیں۔“

”بہت کم لوگ معلوم ہوتے ہیں یہاں۔“

”تو کر چاکر بہت ہیں۔“

”تم اکلوتی ہو؟“

”نہیں اور بھی بہت ہیں۔ مگر تم ان سب کے بارے میں کیوں پوچھ رہے ہو؟“

”معلوم تو ہونا چاہیے۔“ میں نے کہا اور ہنس دیا۔ ”ماحول کا اندازہ ضروری ہوتا ہے۔“

پاروتی نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری۔ پھر آہستہ سے بولی۔ ”میرے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟“

”سمجھا نہیں؟“

”کیا میں کوئی آوارہ لڑکی ہوں۔“

”یہ خیال تمہارے دل میں کیوں آیا؟“

”ہاں ایسے ہی میں نے سوچا کہیں تم کسی غلط قسمی کا شکار نہ ہو جاؤ۔“

”یہی سوال میں تم سے اپنے بارے میں کرنا چاہتا ہوں پاروتی۔“

”اوہ۔ تم اس سے انکار نہیں کر سکتے کہ اور کچھ نہ سہی لیکن تم سدھا دیوی کے منظور نظر ضرور رہے ہو۔“

”اس کی وجہ تمہیں معلوم ہے۔“

”مجبوری۔ کیوں یہی نا۔“ وہ نیلے انداز میں مسکرا کر بولی۔

”ہاں پاروتی۔ ایک ایسی مجبوری جو تمہارے تصور میں بھی نہیں ہوگی۔“ میرے

ذہن پر خون سوار ہونے لگا۔ بدن میں کھنچاؤ پیدا ہو گیا۔ پاروتی کو احساس نہیں ہو سکا۔ اس نے بدستور شریر لہجے میں کہا۔

”بھلا ہم بھی تو جانیں وہ کیا مجبوری تھی؟“

”مجھے وہاں قدم جمانے تھے۔ اپنے پیارے وطن کے لئے کچھ کرنے کے لئے مجھے

تم لوگوں کا سہارا درکار تھا۔“

”دیش کے لئے تو تم بہت کچھ کر رہے ہو۔“

”میں تمہارے اس دلش کی بات نہیں کر رہا پاروتی۔ اپنے پیارے وطن کی بات کر رہا ہوں۔“

”کون سا وطن؟“

”پاکستان!“

”کیا؟“ وہ اچھل پڑی۔

اس نے اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کی لیکن میں نے اس کے شانوں پر دباؤ ڈال کر اسے لیٹے رہنے پر مجبور کر دیا۔ وہ لیٹ کر خوف زدہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ ”یقیناً تم مذاق کر رہے ہو لیکن یہ مذاق کا وقت نہیں ہے۔ تم پاکستانی کیسے ہو سکتے ہو؟“

”سوری پاروتی کبھی کبھی گیسوں کے ساتھ گھن بھی پس جاتے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ رام دیو کے کرتوتوں سے تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے لیکن پاروتی رام دیو وہ آدمی ہے جو میرے وطن پاکستان کے خلاف سازشوں میں مصروف ہے۔ میری لسٹ میں اس کا نام موجود ہے اور میرے لئے یہ مجبوری ہے کہ اسے زندگی کی اسکرین پر سے ہٹا دوں۔ وہ بین الاقوامی سازشی ادارے روز آرگنائزیشن کا ممبر ہے اور دنیا کی معاشی زندگی پر اس کی گرفت ہے۔ خصوصاً اس کا پروگرام پاکستان کی معیشت کو نقصان پہنچانا ہے کیونکہ اس طرح وہ اپنی دانست میں اپنی دلش بھگتی بھی کر رہا ہے لیکن ہم لوگ بھی چوڑیاں پن کر نہیں بیٹھے ہوئے۔ مجھے افسوس ہے کہ میں تمہارے سہارے کے بغیر رام دیو تک نہیں پہنچ سکتا تھا اور ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا۔ یہ وقت جذبات میں ڈوبنے کا نہیں ہے میرے لئے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ تم جیسی دلکش لڑکی کو کسی طرح کا نقصان پہنچانا ایک تکلیف دہ عمل ہے۔“

پاروتی کے چہرے پر ایک ہیجانی کیفیت نمودار ہو گئی تھی۔ اس نے سخت ہيجان کے عالم میں کہا۔ ”تم..... تم پاکستانی ایجنٹ ہو؟“

”ہاں۔ جو تم چاہو کہہ لو۔ میرا اصل کام پاکستان کے ان دشمنوں کو فنا کرنا ہے جو میرے اس ننھے سے نواز سیدہ ملک کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ ابھی تو وہ ترقی کی منازل طے کر رہا ہے۔ ہمارے وسائل ہی کتنے ہیں کہ تم جیسے بھیڑیے ہماری معیشت کو تباہ کر دینا چاہتے ہیں میری مراد رام دیو جی سے ہے اور تم بھی اسی کی نسل سے ہو۔“

”دیکھو میرا سیاست سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں تو..... میں تو.....“ پاروتی کے چہرے پر خوف کے آثار منجمد تھے۔

”تم بلیک کیٹ کی تربیت لے رہی ہو۔ اور اس وقت دنیا کا محور عالم اسلام ہے۔ تم سب ایک دوسرے سے گٹھ جوڑ کر کے ہماری نسلوں کو برباد کر دینا چاہتے ہو۔ اپنے بچاؤ کا حق تو ہمیں بھی ہے نا؟ یہ کوئی جرم نہیں ہے..... کوئی جرم نہیں ہے۔ رام دیو ایک شیطان صفت آدمی ہے اور میں نے ان شیطانوں کو فنا کرنے کی قسم کھائی ہے۔“

اچانک ہی پاروتی نے جھرجھری سی لی اور پھر ایک دم تن کر کھڑی ہو گئی اس کے چہرے کے تاثرات بدلتے جا رہے تھے پھر اس نے تلخ لہجے میں کہا۔ ”اور تم اس بات کا اعتراف کرتے ہو کہ میں بلیک کیٹ کی تربیت لے رہی ہوں۔ کیا اتنا آسان ہے تمہارے لئے مجھے یا میرے پتا جی کو نقصان پہنچا دینا۔“ اس نے زہریلے لہجے میں کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے کہا۔

”ہاں پاروتی۔ بلیک کیٹ ڈیپارٹمنٹ میں تم یقیناً مجھ سے کافی سینئر ہو۔ اپنا بچاؤ کرو تاکہ مجھے یہ احساس نہ رہے کہ میں نے ایک بے بس لڑکی کو قتل کر دیا ہے۔“

دفعۃً پاروتی زمین پر بیٹھ گئی اور اس نے دونوں ہاتھ ٹکا کر سوپ لگانے کی کوشش کی اور میرے پیروں کو الجھا کر مجھے گرانا چاہا لیکن بلیک کیٹ والے ابھی پندرہ سال تک تربیت دیتے تب بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکتے تھے جہاں تک میں پہنچا ہوا تھا روز آرگنائزیشن والوں نے مجھے کمپیوٹر بنا دیا تھا اور ان کا یہ احساس تھا مجھ پر کہ میں نہ صرف اپنا بچاؤ کر سکتا تھا بلکہ آفاقی انداز میں دشمن پر وار بھی کر سکتا تھا۔ کوئی خاص جدوجہد نہیں کی میں نے، اس کے پاؤں جیسے ہی مجھ تک پہنچے میں نے اپنی جگہ کھڑے کھڑے ایک پاؤں اٹھا کر پاروتی کی پنڈلی پر مارا اور پاروتی کا حلق دہشت بھرے انداز میں کھل گیا۔ پنڈلی کی ہڈی چور چور ہو گئی تھی، لیکن ساتھ ہی میں اس پر گر پڑا۔ میں اسے چیخنے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔ اس کے کھلے ہوئے حلق سے نکلنے والی چیخ کو میں نے اپنے چوڑے پنچے کی گرفت میں لے لیا اور پھر دوسرا ہاتھ اس کی گردن پر جما دیا۔ پھر میں اس وقت تک پاروتی کی گردن دباتا رہا جب تک کہ اس کا خوب صورت چہرہ بھیانک نہ ہو گیا اور آنکھوں کی روشنی کم نہ ہو گئی۔ اس کے بھیانک چہرے کو اس کے بے جان جسم کے ساتھ چھوڑ کر

میں سیدھا کھڑا ہو گیا تھا۔ کوئی احساس نہیں تھا میرے دل میں کوئی افسوس کوئی تردد نہیں تھا۔ بس ایک چالاک چیتے کی مانند میں ہر طرح سے اپنا تحفظ چاہتا تھا۔ میں نے کمرے کے ماحول پر ایک نظر ڈالی کوئی جگہ ایسی نہیں تھی جہاں میرے ہاتھوں کے نشانات باقی رہ جانے کا امکان ہو۔

رومال ہاتھ میں پکڑ کر میں دروازے کا ہینڈل کھول کر باہر نکل آیا۔ پاروتی نے اپنے باپ کے کمرے کی جانب میری راہنمائی کر دی تھی۔ رام دیو کا مسئلہ بھی جلد از جلد نمٹا لیا جائے تاکہ اپنے کام سے فراغت حاصل کر کے میں اپنے گھر واپس جاؤں آخری کمرے میں مدہم روشنی ہو رہی تھی۔ دروازے پر ہلکی سی دستک دی تو دروازہ اندر سے کھلا ہوا محسوس ہوا۔ کھلے ہوئے دروازے سے میں اندر داخل ہو گیا۔ رام دیو شاید چوکنی نیند سونے کا عادی تھا، معمولی سی دستک نے ہی اسے جگا دیا۔ اس نے تھوڑی سی گردن اٹھا کر مجھے دیکھا۔ حالانکہ بھاری بھر کم جسم کا آدمی تھا لیکن پھرتیلا تھا۔ میں نے اس کی جنبش دیکھ لی تھی۔

میں اپنی جگہ سے اچھلا اور بغیر کسی سمت کا تعین کئے ہوئے رام دیو کے اوپر سے پرواز کرتا گزر گیا لیکن دوران پرواز میری بھرپور ٹھوکر رام دیو کے اس بازو پر پڑی تھی جسے وہ سیدھا کرنے ہی جا رہا تھا اور اسی بازو میں سیاہ رنگ کا آٹو میٹک نظر آ رہا تھا جو اس نے تنکے کے نیچے سے نکالا تھا لیکن میری انتہائی پرفیکٹ ٹھوکر نے آٹو میٹک اس کے ہاتھ سے نکال دیا اور رام دیو مسہری کے دوسری جانب لڑھک گیا۔ آٹو میٹک دوسری جانب گرا تھا اور اچھی خاصی آواز پیدا ہوئی تھی۔

پاؤں ٹکا کر میں کسی ماہر غوطہ خور کی مانند اپنی جگہ سے اچھلا اور ڈائیو لگانے والے انداز میں پھر اس کے جسم پر گرا تھا اس کے حلق سے ایک آواز نکلی تھی۔ اس نے چیخ کر کسی کو بلانا چاہا تھا لیکن میں نے اپنا گھٹنا اس کی گردن پر رکھ دیا اور غرائے ہوئے لہجے میں بولا۔

”رام دیو جدوجہد کا وقت ختم ہو گیا ہے۔ اگر تمہارے منہ سے آواز نکلی تو میں تمہارے حلق میں تیزاب انڈیل دوں گا خاموش رہو۔ چیخنے کی کوشش نہ کرو۔“ میں نے ایک زور دار گھونسا اس کے جڑے پر رسید کر کے اسے سیدھا کر دیا۔ رام دیو خوفزدہ

نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ بلند ہوئے پھر زمین پر سیدھے ہو گئے۔

”اپنا تعارف کرانا ضروری سمجھتا ہوں رام دیو، مجھے جاننا چاہو گے۔ دانش منصور ہے میرا نام اور تم روز آرگنائزیشن کے ممبر ہو، بلکہ مقامی طور اس کے لئے سب کچھ کرنے والے یقینی طور پر تمہیں میرے بارے میں معلومات ضرور فراہم کر دی گئی ہوں گی۔“

رام دیو کے بدلے ہوئے چہرے کے تاثرات نے مجھے بتا دیا کہ رام دیو میرے بارے میں سب کچھ جانتا ہے۔ میں نے مسکرا کر کہا۔

”یہ اچھی بات ہے رام دیو کہ تم اپنی موت کو پہچان لو۔ پاکستانی معیشت کو تباہ کرنا چاہتے ہو نا تم۔ دلش بھگت ہو اپنا فرض سرانجام دے رہے ہو لیکن یہ نہیں سوچا تم نے کہ ہم بھی محب وطن ہیں تم جیسے را کہش اگر ہماری سرزمین کو ٹیڑھی نگاہ سے دیکھیں گے تو ہم تمہاری آنکھیں سلامت کیسے چھوڑیں گے۔ میں اپنے وطن کے نام پر تمہیں کتے کی موت مارنا چاہتا ہوں رام دیو۔ سمجھے۔“ میں نے اس کے سینے پر سوار ہو کر کہا۔

رام دیو نے کچھ کہنا چاہا لیکن خوف کی وجہ سے اس کی آواز نہ نکل سکی۔

اس سے زیادہ ڈرامہ کرنا میرے لئے ممکن نہیں تھا میں نے اس کی گردن پر گرفت قائم کر لی اور حقیقتاً یہ میری جسمانی قوت نہیں تھی ورنہ اتنی موٹی گردن اس طرح کسی کے ہاتھوں میں دب کر پتلی نہیں ہو جاتی، رام دیو کی زبان کئی انچ باہر نکل آئی تھی اور آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔ میں نے اسے کوئی موقع نہیں دیا تھا، چند لمحات تک اپنی کش مکش میں مصروف رہنے کے بعد میں رام دیو کا مکروہ بدن چھوڑ کر اٹھ گیا۔ اپنے وطن کے دشمنوں سے مجھے کوئی ہمدردی نہیں تھی۔ یہ اپنے ایوانوں میں بیٹھ کر پاکستان کی تباہی کے خواب دیکھتے تھے۔ ان کی دس نسلیں پاکستان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی تھیں۔ یہ میرا ایمان تھا۔ یہاں بھی میں نے اپنے نشانات پر پوری پوری نظر ڈالی۔ ابھی یہاں بہت کچھ کرنا تھا ورنہ مجھے ایسے کسی نشان کی کوئی پروا نہیں ہوتی۔

مطمئن ہو کر میں وہاں سے واپس آ گیا۔ پاروتی کا دل ہی دل میں شکریہ ادا کیا جس کی دعوت نے مجھے میرے ایک اہم مقصد میں کامیاب کرایا تھا اور پھر وہ پچھلا دروازہ جو میں کھلا چھوڑ گیا تھا میرا معاون بنا۔ اس دروازے سے باہر جا کر میں نے ایک بار پھر پاروتی کا

شکریہ ادا کیا جس کی لاش ہو سکتا ہے رات کے کسی جھمے میں ورنہ کل صبح تک دریافت ہو جائے گی۔ اور اس کے بعد میں نے واپسی کا سفر اختیار کیا۔

دوسرا دن ٹرنگنگ کا دن نہیں تھا اور مجھے آزادی تھی۔ جنرل سنگھ کی کوٹھی کے آرام دہ کمرے میں، میں نے تقریباً "سارا ہی دن اینڈرے ہوئے گزارا تھا۔ یہ جانتا تھا کہ اخبارات رام دیو کی خبر آج نہیں چھاپیں گے لیکن پھر بھی دوپہر کے بعد کے اخبارات میں یہ خبر دیکھنے کی تمنا لے ہوئے باہر نکل آیا اور میری توقع پوری ہو گئی۔

رام دیو کے بھیانک قتل کی اطلاع دوپہر کے تمام اخبارات میں بڑی بڑی شہ پرخیوں کے ساتھ تھی ان کی تصاویر ان کی بیٹی کی تصاویر۔ ایک ہنگامہ مچا دیا تھا اخبارات نے۔ ویسے بھی شام کے اخبارات سنسنی خیز خبروں کے لئے ہی ہوتے ہیں۔ میں ان اخبارات کا مطالعہ کرتا رہا اور پھر ایک خوب صورت سے ریسٹورنٹ میں جا بیٹھا۔ دل ہی دل میں مسکرا رہا تھا اور اپنے خدا کا شکرا ادا کر رہا تھا کہ جس فرض کو میں نے اپنایا ہے ہر طور اس کی تکمیل میں کہیں نہ کہیں سے میری غیبی امداد ہو رہی ہے۔

بہت دیر تک یونہی آوارہ گردی کرتا رہا۔ پھر نجانے جی میں کیا سمائی کہ رات کو سیدھا اس فلیٹ پر جا پہنچا جس کی نشاندہی مجھے کر دی گئی تھی۔ ایک فیصد بھی امید نہیں تھی کہ ایراشا نکل فلیٹ پر مل جائے گی۔ میں نے سوچا تھا کہ اس کی ملازم کو اپنی آمد کی اطلاع دے کر اپنے نمبر بڑھالوں گا لیکن دروازہ ایراشا نکل ہی نے کھولا تھا اور مجھے دیکھ کر دنگ رہ گئی تھی۔ اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اندر لے جاتے ہوئے کہا۔

"تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ ایک لمحے قبل میں نے تمہیں یاد کیا تھا؟"

"کیا واقعی ایسا ہوا تھا؟"

"ہاں یقین کرو۔"

"تو پھر میں تم سے جو کچھ کہوں گا اس پر یقین کر لینا۔"

"کر لوں گی۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آج کا دن بھر گزرا ہے۔ میں نے تقریباً "سارا ہی دن گھر پر سوتے ہوئے گزرا ہے

بس کچھ طبیعت خراب سی تھی۔ غالباً "نزلے کا اثر تھا۔ پھر میں باہر نکل آیا اور بہت دیر

تک سڑکوں پر آوارہ گردی کرتا رہا ابھی ایک لمحے قبل میں نے یہ سوچا تھا کہ اگر میں

تمہارے فلیٹ پر آؤں تو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اسے گستاخی تصور کر لو، کسی بھی مسئلے میں حد سے آگے بڑھ جانا مناسب نہیں ہوتا میں جانتا ہوں تم بڑی شخصیت کی مالک ہو۔ تم نے مجھے اس قدر اہمیت دی ہے لیکن مجھے تمہاری اصل حیثیت کو مدنگاہ رکھنا چاہیے۔ پھر دل نہ مانا اور یونہی چلا آیا کہ تمہاری ملازمہ کو اپنے آنے کی اطلاع دے کر واپس چلا جاؤں۔" ایراشا نکل مسکراتی رہی تھی۔

اس نے مجھے اندر کمرے میں بٹھاتے ہوئے کہا۔ "وعدہ کرو کہ ایسی باتیں نہیں سوچو گے انسان کسی بھی حیثیت کا مالک ہو اس کا منصب اس کا عہدہ کچھ بھی ہو لیکن ہوتا تو انسان ہی ہے اور جب ہم اپنی ڈیوٹی پر نہیں ہوتے تو ہمارے مقاصد نیک ہی ہوتے ہیں۔ میرا مطلب ہے کہ ہم صرف دوست ہی ہوتے ہیں۔

"تم نے برا نہیں مانا ایراشا نکل اس کے لئے شکر گزار ہوں۔"

"تم نے شہام کے اخبارات دیکھے۔" ایراشا نکل نے موضوع بدل دیا۔

"نہیں، کوئی خاص۔"

"بلیک کیٹ کی ایک ممبر قتل کر دی گئی مع اپنے باپ کے۔"

"کون؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"تم اسے نہیں جانتے ہو گے، پاروتی ہے اس کا نام، اس کا باپ آرن اینڈر اسٹیل

کنگ تھا۔ بہت بڑا دولت مند، بہت بڑی حیثیت کا مالک، صحیح معنوں میں ہندوستان کے

ستونوں میں سے ایک، ساری انتظامی مشنری بل کر رہ گئی ہے۔ بڑے اعلیٰ پیمانے پر اس کی

موت کی تحقیقات کے لئے کیڑیاں بنائی گئی ہیں۔ پاروتی اور اس کے باپ کو ان کی کوٹھی

میں گردن دبا کر مار دیا گیا۔ تفتیش ابھی سامنے نہیں آئی ہے لیکن را کے چند ایجنٹ اس

سلسلے میں خود بھی تحقیقات کرنے کے لئے چل پڑے ہیں۔ مجھے صرف اسی بات کا افسوس

ہے کہ پاروتی بلیک کیٹ کی ممبر تھی باقی معاملات ان کے اپنے ہیں۔"

"بات واقعی افسوس کی ہے، لیکن اس قتل کی کچھ وجوہات تو ہوں گی؟"

"ہمیں اس میں کوئی دلچسپی نہیں ہے، یہ ان کے اپنے معاملات ہیں۔ اچھا یہ بتاؤ کیا

مصروفیات ہیں آج کیا ہو گے؟"

"بس یاد آگئی، حاضر ہو گیا۔"

نکلنے کے بارے میں سوچوں گا۔ خوش قسمتی نے ساتھ دیا تھا کہ جہز لکیر سنگھ سے واسطہ پڑ گیا تھا۔ ورنہ شاید اس ملک میں اس طرح وقت گزارنا میرے لئے آسان نہ ہوتا۔

ٹیننگ بدستور جاری تھی۔ ایراجھ پر فخر کرتی تھی گوئل ہارپن نے بھی بارہا میری تعریف کی تھی۔ وہ لوگ میری کارکردگی سے بے حد خوش نظر آتے تھے لیکن پھر بھی میں نے احتیاط برتی تھی۔

جو کچھ میں کر رہا تھا وہ تو میرے لئے بچوں کا کھیل تھا میری صلاحیتوں کو بھلا وہ لوگ کہاں پہنچ سکتے تھے، پورے ڈیپارٹمنٹ میں میرے مقابلے کا کوئی شخص نہیں تھا، بعد میں کچھ اور حالات کا انکشاف بھی ہوا۔ مثلاً یہ کہ را کے ایجنٹ، موساد کے ساتھ مل کر سربراہوں کے سیکورٹی کے انتظامات بھی کیا کرتے تھے۔ پر دھان منتری کے تامل ناڈو کے دورے پر جاتے ہوئے ہم آٹھ افراد کا انتخاب کیا گیا، جنہیں وہاں ان کا خفیہ تحفظ کرنا تھا ہمیں بہت ہی اعلیٰ قسم کی ایم جی ایم آئیٹک رائٹیں دی گئیں، جن کے ذریعے ہمیں دور دورہ کر پورے مجمع پر نظر رکھنی تھی۔ یہ کام خاصا دلچسپ ثابت ہوا، ہمارا چیف ہمیشہ پر بھا کر نامی ایک شخص تھا جو را کا بہت سرگرم رکن تھا۔ مسامتری کے اس دورے کو ہم نے پوری طرح کامیاب بنایا اور اس کے بعد تین مواقع ایسے آئے جن میں ہمیں ایسے ہی لوگوں کی حفاظت کے لئے مامور کیا گیا۔ پھر ایک دن ایراشائل، گوئل ہارپن اور ہمیشہ پر بھا کر کی سرکردگی میں ایک میٹنگ ہوئی اور اس میٹنگ میں خصوصی طور پر مجھے بھی شریک کیا گیا۔ بلیک کیٹ کے پانچ افراد جو شاندار کارکردگی کے حامل تھے اس میٹنگ میں شریک کئے گئے تھے۔ ایراشائل نے ان سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

”آپ لوگوں کو مبارکباد دی جاتی ہے کہ آپ کا انتخاب بلیک کیٹ کے ان لوگوں میں کیا گیا ہے جنہیں ہم یوکر اس کا اعزاز دیتے ہیں۔ یوکر اس کا اعزاز ان لوگوں کے لئے ہوتا ہے جنہیں اعلیٰ ترین کارکردگی کا حامل سمجھا جاتا ہے اور آپ پانچوں افراد کو مسٹر ہمیشہ پر بھا کر آپ کی کارکردگی کی رپورٹ پر یہ اعزاز دینا چاہتے ہیں ہماری تقاریب خفیہ ہوتی ہیں کیونکہ یہ ضرور ہوا کرتا ہے۔ آج آپ پانچ افراد کو اس لئے ماسک کے بغیر اکٹھا کر لیا گیا ہے کہ آپ سے اہم ترین کام لئے جائیں اور آپ اپنا ایک پینل بنائیں۔ آئندہ آپ لوگ مل جل کر ہی کام کیا کریں گے اور آپ کو خصوصی ذمے داریاں دی جائیں

”بعض اوقات انسان اپنی تمام شخصیت کسی کے لئے کھو بیٹھتا ہے، ہریش، اور میں ان دونوں انہی لمحوں سے دو چار ہوں۔ حالانکہ میرا نسب میرا مقصد مجھے اس کی اجازت نہیں دیتا کہ میں اس حد تک کسی سلسلے میں ملوث ہو جاؤں اور وہ بھی ایک غیر ملک میں ایک غیر ملکی کے ساتھ، لیکن تم نے میرے ذہن و دل پر اس طرح قابو پالیا ہے کہ بعض اوقات مجھے خود پر غصہ آنے لگتا ہے۔“

”اگر میں تمہارے ان الفاظ کا جواب اس قسم کے الفاظ میں دوں شائل تو صرف یہ سمجھ لو کہ میں وہی الفاظ دہرا رہا ہوں۔ میرے جذبات میرے سینے میں ہی رہتے دو۔“

”میں یہ سوچتی ہوں کہ اپنا مشن ختم کر کے جب میں تل ابیب واپس جاؤں گی تو تمہیں کس طرح فراموش کر سکوں گی۔“

”میرے لئے کوئی گنجائش نہیں نکال سکو گی تم؟“

”پسند کرو گے؟“

”کیوں نہیں۔“

”وعدہ کرتے ہو؟“

”ہاں۔“

ایرا شائل مجھے محبت بھری نگاہوں سے دیکھتی رہی پھر آگے بڑھ کر اس نے میرا ہاتھ چومتے ہوئے کہا۔

”میں بہت کچھ کھو دوں گی تمہارے لئے ہریش، بہت کچھ کھو دوں گی بس اطمینان میرے لئے بڑا جان بخش ہو گا۔ یہ میرا وعدہ ہے۔“

کچھ دیر کے بعد وہاں سے چل پڑا کوئی کام نہیں تھا۔ کوٹھی میں پہنچ کر اپنے کمرے میں آرام کرتے ہوئے جہز لکیر سنگھ کے بارے میں سوچتا رہا۔ ان لوگوں کا جانا میرے حق میں بہتر ہی ثابت ہوا تھا۔ اول تو مجھے آزادی حاصل ہو گئی تھی اپنے ہر عمل کے لئے۔ دوم یہ کہ یہاں مجھے مکمل تحفظ حاصل تھا۔ اور اب بابو ہیرا لعل کے بارے میں پلاننگ کرنی تھی۔ یہ کام اور نمٹالوں اس کے بعد سوچوں گا کہ مزید کیا کرنا ہے۔ ایراشائل جس طرح پنجے میں آ پھنسی تھی اگر اس کی مکمل مضبوطی کا اطمینان ہو جائے تو یہاں سے کئی ایسے راز حاصل کروں گا جو میرے وطن کے لئے سود مند ہوں گے اور اس کے بعد یہاں سے

پھر ہم سب کا ایک دوسرے سے تعارف کرایا گیا اور اس کے بعد مسٹر ریش پر بھاگنے پر ہم لوگوں کو یلو کر اس دیئے، ہمیں مبارک بادیں دی گئی تھیں، میں نے ایرا شائل کی نگاہوں میں خوشی کے وہ تاثرات دیکھے تھے جو کسی اپنے کے لئے ہوتے ہیں لیکن میرے دل کے دروازے اپنے وطن کے دشمنوں کے لئے اس طرح بند تھے کہ کرا بھی جذبہ انہیں نہیں کھول سکتا تھا۔ پھر ریش پر بھاگنے کہا۔

”یلو کر اس ملنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ لوگوں کو بہت بڑی شخصیت تسلیم کر لیا گیا ہے، اب میں آپ کو کچھ ایسی باتیں بتانا چاہتا ہوں جو بڑی اہمیت کی حامل ہیں، خاصے دن پہلے کی بات ہے کہ ایک شخص کو ہمارے کچھ ایجنٹوں نے پاکستان کے سرحدی علاقے سے اغواء کر کے ہندوستان روانہ کیا، لیکن اس میں ایک ذرا سی مشکل پیش آگئی جس علاقے سے اس شخص کو سرحد پار بھیجا گیا تھا وہ کشمیر کی سرحد تھی اور وادی کشمیر میں داخل ہونے ہی کشمیریوں کے ایک حملے نے اس شخص کو آزادی وادی۔ بعد میں اس کا پتا نہیں چل سکا اور ہماری ایجنسیاں اس کی تلاش میں ماری ماری پھرتی رہیں۔ دو تین جگہ کشمیر میں ہونے والی جھڑپوں میں اس کے نشانات ملے لیکن بعد میں پھر کہیں اس کا پتا نہیں چل سکا۔ ایجنسیاں مسلسل اس کی تلاش میں مصروف رہیں اور ہمیں ناکامی رہی، اب چند روز قبل ایک قتل ہوا بلکہ ایک دہرا قتل ہوا، آپ لوگوں کو علم ہو گا کہ رام دیو ہمارے لئے بہت بڑی ہستی رکھتے تھے، رام دیو مہاراج کو ان کی بیٹی سمیت قتل کر دیا گیا، ایجنسیوں نے اس سلسلے میں بڑی گہرائی سے سراغ لگایا تو یہ شبہ پیدا ہوا کہ وہی شخص رام دیو کا قاتل ہو، اس کی وجوہات آپ لوگوں کو نہیں بتائی جاسکتیں، یہ ایک طویل ترین مسئلہ ہے اور اس کا انکشاف ہندوستانی حکومت کی پالیسی کے خلاف ہے، لیکن اب ہمیں جو خدشہ پیدا ہو گیا ہے وہ ایک اور شخص کے بارے میں ہے اس کا نام بابو ہیرا لعل ہے۔“

”آپ لوگ اگر بابو ہیرا لعل کے بارے میں جانتے ہیں تو آپ کو اس بات کا علم ہو گا کہ بابو ہیرا لعل بہت بڑی سماجی کارکن اور دھرم سیوک ہیں انہوں نے دیش کی انی سیوا کی ہے کہ اگر وہ الیکشن میں کھڑے ہو جائیں تو ہو سکتا ہے پردھان منتری کے عہدے تک پہنچ جائیں اگر مہا منتری نہ بن سکے تو کسی بھی صوبے کے منتری تو وہ بنائے ہی جاسکتے

ہیں، مگر وہ غیر سیاسی آدمی ہیں اور صرف دھرم سیوا کرتے ہیں، باری مسجد کے سلسلے میں انہوں نے انتہا پسند ہندو دھرم داسیوں کو جس طرح اپنی دولت دی اس کا علم آپ سب لوگوں کو ہو گا۔ ہم ایسے کسی آدمی کی زندگی کے لئے خطرہ نہیں مول لے سکتے، اس بات کے مکمل امکانات ہیں کہ پاکستانی ایجنٹ کسی بھی طور بابو ہیرا لعل کو فراموش نہیں کریں گے، یہ شبہ رام دیو کے قتل کے بعد دل میں پیدا ہوا ہے، چنانچہ طے یہ کیا گیا ہے کہ بابو ہیرا لعل کے علم میں لائے بغیر ان کی رکھشا کی جائے۔“

”جہاں دوسری ایجنسیوں کو خبردار کر دیا گیا ہیں وہیں ہم را کے خاص ڈیپارٹمنٹ کے کچھ افراد کو بھی اس کام کے لئے منتخب کر رہے ہیں اور اسی ناٹے ایرا شائل جی سے درخواست کی گئی ہے کہ وہ بھی ہمیں بلیک کیٹ کے کچھ ایجنٹ دیں جو اعلیٰ کارکردگی کے حامل ہوں۔ آپ لوگوں کی شمولیت کے بعد تیرہ آدمیوں کا ایک ہینل جن میں پانچ آپ ہیں اور آٹھ آدمی ہمارے ہیں ترتیب دیا گیا ہے اور اس کے سپرد سب سے خاص کام کئے گئے ہیں آپ لوگوں کو یہ ساری تفصیلات میں نے بتادی ہیں اور اس کے بعد میں آپ کے مشوروں کا منتظر ہوں۔“

دوسرے لوگوں نے کیا سوچا، کیا تصور ان کے ذہن میں ابھرا، یہ تو میں نہیں جانتا لیکن میرے پورے وجود میں لہو کھولنے لگا تھا، یہ میری نشاندہی کی جارہی تھی، یہ میرے بارے میں بتایا جا رہا تھا، اور میں ان لوگوں کے سامنے موجود تھا، ان میں سے کسی کی آنکھوں میں بھی شے کے آثار نہیں تھے وہ سب سادگی سے مجھ سے بات کر رہے تھے اس کا مطلب ہے کہ ان کے پاس میرا ریکارڈ موجود نہیں ہے، میری تصویر کسی طرح ان سے مخو ہے اور اس وقت اسی میں میری بچت تھی ورنہ زندگی کے وہ خوفناک لمحات قریب آگئے تھے جو مجھے کسی بھی لمحے حادثے سے دو چار کر دیتے ہیں، میں نجانے کس طرح اپنے اعصاب پر قابو پائے ہوئے تھا ایرا شائل نے چند لمحات کے بعد کہا۔

”میں نے جن لوگوں کو آپ کے سپرد کیا ہے مسٹر ریش پر بھاگ کر ہم لوگ ان پر ناز کرتے ہیں اور یہ اعلیٰ ترین کارکردگی کے مالک ہیں، آپ یوں سمجھ لیجئے کہ اگر باقی لوگوں کو آپ اس کام کے لئے نہ بھی مخصوص کریں تو میں پورے اعتماد سے ان کا نام لے سکتی ہوں۔“

”آپ کی جو مہربانیاں ہم پر ہیں ایراجی، بھلا انہیں ہم کیسے بھول سکتے ہیں، آپ کا پیشگی شکریہ ادا کرتے ہیں، اب ایک اور تھوڑی سی تفصیل میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں، تیرہ آدمیوں کا یہ ہینل ایک طرح کی ریسرسل کرے گا اور ہم اس کے لئے ایک پروگرام ترتیب دیں گے، اس میں یہ ہوگا کہ بابو ہیرا لعل کے جتنے مشاغل ہیں، پہلے انہیں نوٹ کر لئے جائے گا اور اس کے بعد ہم بابو ہیرا لعل پر ایک مصنوعی قاتلانہ حملہ کرانا چاہتے ہیں اگر ابھی سے ہم بابو ہیرا لعل کو اس بات سے آگاہ کر دیں کہ ان پر کوئی قاتلانہ حملہ ہو سکتا ہے تو وہ اس کا اعلان بھری سبھا میں کر دیں گے اور اس طرح ہندو دھرم والوں کے جذبات بھڑک اٹھیں گے، خون خرابہ ہوگا، فسادات ہوں گے، یہ ایک بلاوجہ کی بات ہوگی لیکن اگر اہم ایک قاتلانہ حملہ ان پر کر دیں اور وہ حملہ مصنوعی ہو تو کم از کم بابو ہیرا لعل اپنے طور پر ہوشیار ہو جائیں گے، یہ ایک منصوبہ میرے ذہن میں ہے، آپ اس کے بارے میں کیا رائے دیتے ہیں؟“

گوئل ہارپن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ریمیش پر بھلا کر کوئی معمولی منصوبہ بنا سکتے ہیں، میں آپ سے پورا اتفاق کرتا ہوں، یہ کام ہو جائے تو بابو ہیرا لعل جی ہوشیار ہو جائیں گے۔“

”تو پھر آپ کے ان ساتھیوں کے ساتھ میں کام شروع کئے دیتا ہوں، ایراجی آپ انہیں میرے حوالے کر دیجئے کچھ دن کے لئے۔“

”یہ آپ کے حوالے ہیں ریمیش جی، بھلا ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔“ ایراجی شائل نے کہا۔

اس کے بعد رسمی گفتگو ہوئی۔ پھر ہم پانچوں کو بتا دیا گیا کہ ہمیں کہاں پہنچنا ہے۔ پھر یہ میٹنگ برخاست ہو گئی لیکن میرے اعصاب بری طرح کشیدہ ہو گئے تھے میں یہ سوچ رہا تھا کہ کیا خوفناک لمحات آگئے ہیں، ذہن بری طرح ڈانواں ڈول ہو رہا تھا، ان لوگوں کے پاس میرا ریکارڈ کیوں نہیں ہے، اگر ان کے پاس میرا ریکارڈ آجائے تو..... تو میرے لئے کس قدر مصیبت بن سکتا ہے، جو کچھ کرنا ہے جلد کرنا چاہیے۔

یہ رات میرے لئے بڑی جان لیوا تھی، کسی کروٹ نیند ہی نہیں آتی تھی، بہت سے منصوبے ذہن میں بناتا رہا تھا اور پھر جب صبح کی روشنی پھوٹنے لگی تھی تو میرا ذہن ایک

منصوبے پر آکر ٹھہر گیا تھا، ہرچند کہ یہ ایسا منصوبہ نہیں تھا جس کی تکمیل کا پورا پورا یقین کر لیا جائے لیکن اس کے باوجود اس پر عمل کیا جاسکتا تھا، بہت ہی شاندار بہت اعلیٰ پائے کا منصوبہ تھا چنانچہ میں اس پر پوری طرح متفق ہو گیا۔

باقی دن سوتے ہوئے گزرا تھا، ہمیں یہ اطلاع دے دی گئی تھی کہ ہمیں انفرادی طور پر ٹیلی فون کر دیئے جائیں گے کہ کب ہمیں ریمیش پر بھلا کر کے پاس پہنچنا ہے۔

تیسرے دن صبح گیارہ بجے ٹیلی فون موصول ہوا کہ شام چار بجے مقرر جگہ میٹنگ بلائی گئی ہے، میں بھی تیار ہو کر اس میٹنگ میں پہنچ گیا، یہاں ہمارا تعارف را کے ان آٹھ ایجنٹوں سے کرایا گیا جو ہمارے ہینل میں شریک تھے، باقی چار افراد جن کا تعلق بلیک کیٹ سے تھا وہاں موجود تھے، ریمیش پر بھلا کر نے اس میٹنگ میں سربراہی کی اور منصوبہ بندیاں ہونے لگیں، بابو ہیرا لعل کے مشاغل کے بارے میں تھوڑی سی رپورٹ موجود تھی لیکن ہماری ٹولیاں بنا دی گئیں اور ہمیں ہدایت کی گئی کہ ہم بابو ہیرا لعل کا مسلسل پیچھا کرتے رہیں اور سات دن تک ان کے مشاغل کے بارے میں تفصیلات معلوم کریں۔ میرے ساتھ جو دو افراد شریک تھے ان میں سے ایک را کا ایجنٹ لالت پال تھا اور دوسرا ایک عیسائی ہندوستانی جون پاسکل، پاسکل اور لالت پال، دونوں خوش مزاج آدمی تھے لیکن اپنے مسلک سے پوری طرح متفق، باقی لوگوں کے ناموں سے میری شناسائی ہو گئی تھی۔ پھر میں نے پہلی بار بابو ہیرا لعل کو دیکھا جو ایک دھرم سبھا کی صدارت کرنے کے بعد واپس لوٹا تھا۔

دھوتی اور کرتے میں ملبوس یہ عفریت جس کی آنکھوں میں میرے دین کے لئے میرے پاکستان کے لئے نفرت کی روشنی تھی، میرے لئے انتہائی قابل نفرت تھا، یہ معلوم ہونے کے بعد کہ بابری مسجد کی شہادت میں اس کا اتنا بڑا ہاتھ ہے، میرے دل میں اس کے خلاف انتقام کا لاوا کھول رہا تھا ویسے بھی مجھے اس کے بارے میں ساری حقیقتیں معلوم ہو چکی تھیں، بہر حال ہوش کو جوش پر حاوی رکھنا تھا، چنانچہ میں اس تمام منصوبے میں حصہ لیتا رہا اور اس کے ساتھ ساتھ ہی میں انتہائی جانفشانی سے اپنے مقصد کی تکمیل میں بھی لگ گیا، مجھے اپنے ان ساتھیوں میں سے کسی سے کوئی ہمدردی نہیں تھی، یہ سب میرے دشمن تھے، میں جلد از جلد اس کام کی تکمیل کر لینا چاہتا تھا، میرے ذہن میں یہ خوف بھی

تھا کہ ہو سکتا ہے وہ کسی نہ کسی ذریعے سے میرے بارے میں معلومات حاصل کریں، یہاں مجھے میک اپ کی سہولت حاصل نہیں تھی اگر ایسا ہوتا تو شاید مجھے پریشانی نہیں ہوتی لیکن حالات ہی ایسے تھے، گنجائش ہی نہیں رہی تھی اور اب چہرے کو بدلنا کم از کم اس وقت تک ناممکن تھا، جب تک کہ میرے کام کی تکمیل نہ ہو جائے۔

اگر صورت حال میں کوئی نمایاں تبدیلی ہوئی تو پھر دیکھا جائے گا، فی الحال تو میرا مقصد بابو ہیرا لعل کو موت کے گھاٹ اتارنا تھا۔ میری انتہائی کوششوں سے مجھے وہ مطلوبہ اشیاء حاصل ہو گئیں جنہیں استعمال کر کے میں اپنے اس شاندار منصوبے کی تکمیل کر سکتا تھا۔ میں نے نہایت محنت کے ساتھ لمحے لمحے پر نگاہ رکھی تھی اور ان دنوں میری ساری توجہ اپنے اسی منصوبے کی جانب تھی۔ بابو ہیرا لعل پر مصنوعی حملے کا منصوبہ تقریباً تمام مراحل سے گزر چکا تھا۔ ہمیں اس کے مشاغل کا علم ہو گیا تھا اور اس حملے کے لئے ایک ایسی سڑک بھی منتخب کر لی گئی تھی جہاں یہ حملہ کیا جانے والا تھا۔ ایک عجیب رہبر سل تھی جس کی سربراہی رمیش پر بھا کر کر رہا تھا۔

پھر وہ دن آگیا جب شام کو ساڑھے سات بجے سورج چھپنے کے بعد ہلکے ہلکے اندھیرے میں ہمیں بابو ہیرا لعل پر مصنوعی قاتلانہ حملہ کرنا تھا، قرعہ فال جس شخص کے نام نکلا، اس کا نام دھیرج چند تھا، ویسے بھی متعجب آدمی تھا اپنے آپ کو بہت کچھ سمجھنے والا۔ ایم جی ایم رافلز لوڈ کی گئیں، ان میں مصنوعی کارتوس ڈالے گئے تھے جو صرف دھماکے کرتے تھے اور انسانی جسم کو نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے، لیکن دھیرج چند کو جو رافلز ملی یہ وہ رافلز تھی جس میں اصلی کارتوس لوڈ کئے گئے تھے کسی کے فرشتوں کو بھی پتا نہیں تھا کہ دھیرج چند کی رافلز میں اصلی کارتوس ڈال دیئے گئے ہیں۔ یہ کام میں نے نہایت صفائی سے کیا تھا۔ اس رافلز کو نگاہ میں رکھا تھا کہیں ایسا ہی نہ ہو کہ یہ رافلز میرے ہاتھ آجائے لیکن میں پوری طرح مستعد تھا مجھے اس قسم کی کسی مشکل کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔

ہم لوگ اپنے اپنے پوائنٹس پر تعینات ہو گئے اور بابو ہیرا لعل کی کار کا انتظار کرنے لگے جو منصوبہ تھا وہ یہی تھا کہ بابو ہیرا لعل کی کار کو باقاعدہ نشانہ بنایا جائے تاکہ انہیں اس حملہ کا پورا پورا احساس ہو۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس کار کو ان کارتوسوں سے کوئی

نقصان نہیں پہنچ سکتا تھا۔

میں دل ہی دل میں دعائیں مانگ رہا تھا کہ دھیرج چند کوئی حماقت نہ کر بیٹھے، رافلز کے رخ بالکل سیدھے تھے۔ بابو ہیرا لعل کی کار جب ہماری رینج میں آئی تو اچانک ہی فائر کھول دیا گیا، دھیرج چند نے بھی اپنا فرس اسی طرح سہرا انجام دیا جس طرح دوسروں لوگوں نے بابو ہیرا لعل کی کار پر فائرنگ ہوئی اور اچانک ہی کار ڈرائیور سے بے قابو ہو گئی اور تھوڑے فاصلہ پر جا کر الٹ گئی تمام لوگ دوڑ پڑے۔ کار کا الٹنا ممکن نہیں تھا لیکن یہی تصور کیا گیا تھا کہ ڈرائیور کی حماقت سے ایسا ہوا ہے۔ منصوبے کا یہ مرحلہ ایک ایسی شکل اختیار کر گیا جو ان لوگوں کی توقع کے مطابق نہیں تھا۔ تمام کے تمام لوگ دوڑ پڑے۔ ہیرا لعل کی کار کو سیدھا کیا گیا، یہ بھی شکر تھا کہ پیٹرول نے آگ نہیں پکڑی تھی لیکن جب ڈرائیور اور ہیرا لعل کو باہر نکالا گیا تو ان کے جسموں میں لاتعداد سوراخ تھے اور دونوں مر چکے تھے۔ میرا دل خوشی سے بلیوں اچھلنے لگا۔ ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ رمیش پر بھا کر خود اس پروگرام کی نگرانی کر رہا تھا۔ ساری رافلز قبضے میں لے لی گئیں۔ صاف اندازہ ہو گیا تھا کہ دھیرج چند نے جس رافلز سے فائرنگ کی ہے اس میں اصل گولیاں تھیں۔

چنانچہ رمیش پر بھا کر کے اشارے پر فوراً ہی دھیرج چند کو حراست میں لے لیا گیا۔ ہیرا لعل اور ان کے ڈرائیور کی لاشیں ہسپتال لے جائی گئیں۔ رمیش پر بھا کر کا چہرہ فٹ تھا۔ تمام لوگوں کو ایک مخصوص ٹھکانے پر پہنچنے کی ہدایت کر کے وہ لاشوں کے ساتھ ہی روانہ ہو گیا تھا۔ میں بالکل مطمئن تھا۔ بہر حال ہم لوگ اس مخصوص جگہ پر پہنچ گئے جہاں ہمیں واپس جانا تھا سب شہر تھے اور دھیرج چند کے ساتھ کوئی دھوکہ دہی ہوئی ہے۔ پر بھا کر اس دن واپس ہی نہیں آیا۔ البتہ یہ ہدایت کر دی گئی تھی کہ ہم سب ایک ہی جگہ پر جمع رہیں۔ ایراشائل کو بھی شاید اس واقعے کا علم ہو گیا تھا۔

رات کو تقریباً پونے گیارہ بجے ایراشائل، گوئل ہارپن کے ساتھ وہاں پہنچ گئی اور اس نے تمام لوگوں سے صورت حال معلوم کی میں بھی انہی لوگوں میں شامل تھا جو حیران انداز میں اسے تفصیلات بتا رہے تھے، میں نے کہا۔

”ہم خصوصاً دھیرج چند کو اس سلسلے میں مجرم نہیں قرار دے سکتے میڈم شائل، کیونکہ وہ رافلز ایک ہی جگہ رکھی ہوئی تھیں جنہیں فوری طور پر تقسیم کیا گیا تھا، اس

میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہم نے اپنی اپنی رائفل اٹھائی تھی لیکن جہاں تک میرا اندازہ ہے رائفلوں میں کوئی تخصیص نہیں کی گئی تھی۔ جس کے ہاتھ جو رائفل آئی اس نے اسے اٹھالی۔“

ایرا شامل پر خیال نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر اس نے کہا۔

”میں تمہارا موقف سمجھ رہی ہوں اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ ایک ٹھوس بنیاد پر مبنی موقف ہے اس کا مطلب ہے کہ کوئی بھی رائفل کسی کے بھی ہاتھ میں جاسکتی تھی۔ بس جو رائفلیں وہاں رکھی گئیں۔ ان میں سے ایک رائفل میں اصلی گولیاں لوڈ کر دی گئی تھیں۔ بات بہت دور تک پہنچ جاتی ہے لوڈ کون تھے؟“

ایرا شامل کی ہدایت پر کچھ اور لوگوں کو زیر حراست لے لیا گیا۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے گولیاں فراہم کی تھیں اس سلسلے کی مکمل تفتیش تو ریش پر بھا کر ہی کو کرنا تھی۔ خصوصاً یہ محکمہ مصیبت میں گرفتار ہو گیا تھا اور اعلیٰ حکام ریش پر بھا کر پر بھی شبہ کرتے رہے تھے۔

بہر حال ہمیں رات بھر وہیں رہنا پڑا۔ دوسرا دن بھی وہیں گزارنا پڑا۔ دوسرے دن کی رات کو کچھ تفتیشی افسر ہمارے پاس پہنچے اور ایک ایک شخص سے معلومات حاصل کرنے لگے۔ مجھ سے بھی تفصیلی معلومات حاصل کی گئیں تھیں اور مجھے وہی کہانی سب کے سامنے دہرائی پڑی تھی جو پہلے جنرل سنگھ کو سنائی تھی اور جنرل سنگھ نے اس میں تھوڑے سے رد و بدل کے بعد دوسرے لوگوں کو کسی کا شبہ میری جانب نہیں کیا تھا۔

تقریباً ایک ہفتہ اس سلسلے میں ہمیں مختلف مراحل سے گزرنا پڑا اور آخر یہ بات پایہ تکمیل کو پہنچادی گئی کہ اس تحریک کا سرغنہ دھیرج چند ہی تھا اور اس نے یہ سازش کی تھی۔ میری تاویل کے بارے میں یہ جواب دیا گیا تھا کہ دھیرج چند جو تیسرے نمبر پر رائفل اٹھانے پہنچا تھا۔ پہلے ہی اس رائفل پر نگاہ رکھے ہوئے تھا۔ جس میں گولیاں لوڈ کی گئی تھیں۔ بہر حال لینے کے دینے پڑ گئے تھے۔ بابو ہیرا لعل کی موت پر را کے ان ذمے دار لوگوں کو معاف نہیں کیا جاسکتا تھا۔ ہم لوگوں کو تو بلیک کیٹ سے سیلکٹ کیا گیا تھا۔

دھیرج چند را کا آدمی تھا چنانچہ گول ہارپن نے بلیک کیٹ کے پانچوں نمائندوں کو صاف نکال لیا تھا اور ان کے خلاف کسی قسم کی تفتیش کو مزید جاری رکھنے سے صاف انکار کر دیا

تھا۔ اس سلسلے میں کچھ تلخیاں بھی ہوئیں لیکن یہودی مہمانوں کو فوقیت دی گئی اور بلیک کیٹ کے افراد کو ہر قسم کے شے سے مستثنیٰ قرار دے دیا گیا۔ اس ہنگامہ آرائی میں ایرا شامل سے ملاقات نہ ہو پائی تھی۔ ادھر جنرل کیر سنگھ تھا کہ آنے کا نام ہی نہیں لیتا تھا۔

بہر حال یہ بات بھی سوچی جا رہی تھی کہ رام دیو کے قتل کے بعد بابو ہیرا لعل کا قتل اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے اور اس میں بھی میرا نام دوسری بار شامل کیا گیا تھا۔ اب میں یہ سوچ رہا تھا کہ میرا آگے کا قدم کیا ہو؟ کوئی نہ کوئی فیصلہ کر لینا تھا یا تو ہندوستان کی وسعتوں میں گم ہو جاؤں اور کسی بھی طرح اپنی واپسی کو ممکن بناؤں یا پھر را اور موساد کی ان سرگرمیوں پر اس وقت تک نگاہ رکھوں جب تک کہ کوئی خطرہ سر پر نہ آجائے۔ پھر خطرہ سر پر آگیا۔

اس رات ایرا شامل سے گفتگو ہوئی تھی اور اس نے مجھ سے کہا تھا کہ فرصت کے لمحات میں اس کے ساتھ ہی گزاروں۔ اسے پہلی بار کچھ وقت کے لئے مکمل فرصت نصیب ہوئی ہے۔ ایک بار پھر مجھ پر وحشت سوار ہو گئی تھی۔ کہیں جانا پڑا تھا۔ ہو سکتا ہے تقدیر پھر کوئی معجزہ دکھا دے۔

ساڑھے آٹھ بجے میں ایرا شامل کے فلیٹ پر پہنچا تو ہندو ملازمہ نے مجھے بتایا کہ مس شامل ابھی تھوڑی دیر پہلے کہیں گئی ہیں اور کہہ گئی ہیں کہ میں آؤں تو انتظار کر لوں اور مجھ سے معذرت کر لی جائے۔ میری خاطر مدارات کی جائے۔ ایرا شامل تقریباً ساڑھے دس بجے واپس آئی۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں اور وہ خاصی متوحش نظر آرہی تھی۔ اس نے ایک چھوٹا سا ہینڈ بیگ ساتھ رکھا ہوا تھا۔ اندر پہنچی تو مجھے دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ نجانے کیوں میری جھٹی حس نے اعلان کر دیا کہ ایرا شامل اس وقت کچھ بہتر پوزیشن میں نہیں ہے اور اس کی آنکھوں کے زاویے بدلے ہوئے ہیں۔ وہ پتھرائی ہوئی سی کھڑی تھی۔ میں نے اپنے آپ کو سنبھالا اور مدھم سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

”خیریت کیا بات ہے شامل۔“

”تم..... تم.....“ اس نے میرے سینے کی جانب انگلی اٹھائی۔

”تم دانش منصور ہو۔“

نے اس سے پہلے پستول کو اپنے قبضے کرنے کو شش نہیں کی بلکہ ایک ہلکی سی ٹھوکر سے اسے آگے دھکیل دیا اور ایرا کی کلائی پر پاؤں رکھ دیا وہ بری طرح مچلی۔ لیکن یہاں بھی اس نے بدحواسی کا مظاہرہ کیا تھا۔ اگر وہ چیخ پڑتی تو باہر موجود ہندو ملازمہ کسی نہ کسی شکل میں اس کی مددگار بن سکتی تھی۔ البتہ یہ ایک حقیقت تھی کہ ایرا شائل خود بہت بڑی شخصیت کی مالک تھی اور مجھ جیسے ایک آدمی کے لئے وہ دوسروں کی امداد قبول نہیں کر سکتی تھی۔ میں برق رفتاری سے عمل کر رہا تھا۔ ایرا شائل کے ذہن میں وہ ہندو ملازمہ نہیں آسکتی تھی، لیکن میرے دماغ میں ضرور آگئی تھی۔ چنانچہ اب میں نیچے جھکا اور پھرتی سے ایرا شائل کا منہ بھینچ لیا۔ فوری فیصلہ میں بھی نہیں کر پا رہا تھا کہ ایرا شائل کے ساتھ کیا سلوک کروں۔ چنانچہ میں نے یہی مناسب سمجھا کہ عارضی طور پر اسے بے ہوش کر دوں۔ حالانکہ بلیک کیٹ کی ٹریزر کا درجہ اتنا معمولی نہیں تھا کہ وہ ایک لمحے میں مار کھا جاتی۔ لیکن بہر طور عورت تھی اور اس وقت اس کے اندر عورت پن زیادہ تھا ورنہ اصولی طور پر اسے اگر میرے بارے میں معلومات حاصل ہو گئی تھیں تو اسے چالاکی سے کام لینا چاہیے تھا۔ مجھے ہوشیار کئے بغیر قابو میں کرتی تو شاید اس کے لئے یہ مشکل نہ ہوتا لیکن میری کاوشوں نے اسے ہوش و حواس سے بے گانہ کر دیا تھا۔ چند لمحات میں وہ بے ہوش ہو گئی۔ میں نے اسے اٹھا کر مسہری پر ڈالا اور سب سے پہلے آگے بڑھ کر پھرتی سے کمرے کا دروازہ بند کر دیا۔ اعصابی طور پر میں بھی بہت بہتر نہیں تھا۔ ایرا شائل سے یہ پوچھنا ضروری تھا کہ آخر اسے مجھ پر شبہ کیسے ہوا لیکن اس کا موقع ہی نہیں مل سکا تھا۔ فوری طور پر ذہن میں جو کچھ آیا کرتا چلا گیا اور اب ایرا شائل میرے سامنے بے ہوش پڑی ہوئی تھی۔ ایرا شائل کے بے ہوش ہونے کے بعد سب سے پہلے میں نے وہ چھوٹا پستول اٹھا کر اپنے قبضے میں کیا اور اس کے بعد کمرے کے وسط میں کھڑے ہو کر یہ سوچا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ ظاہر ہے سب سے پہلے ہندو ملازمہ ہی ذہن میں آئی تھی۔ میں نے ایک لمحے میں یہ فیصلہ کرنا ضروری سمجھا کہ ہندو ملازمہ کا کیا کیا جائے۔ بہر حال ایرا کی جانب سے فی الحال کوئی خطرہ نہیں تھا چنانچہ میں دروازہ کھول کر باہر نکل آیا اور میں نے ملازمہ کو آواز دی، وہ شاید اسی بات کی منتظر تھی کہ اب کسی کام کے لئے اسے بلایا جائے گا۔ میں نے نرمی سے اس سے کہا۔ ”مادام شائل تمہیں طلب کر رہی ہیں۔“

میری چھٹی حس اب اس قدر ناچستہ کار بھی نہیں تھی کہ میں ایرا شائل کی کیفیت کو سمجھ نہ پاتا، جو شبہ میرے ذہن میں تھا وہ لفظوں میں ڈھل گیا تھا۔ تاہم میں نے حیرانی سے اس کا چہرہ دیکھا۔

”شائل آپ خیریت سے تو ہیں؟“ میرے اس سوال کا اس نے کوئی جواب نہیں دیا بلکہ دو قدم اور آگے بڑھ آئی اور میرے بالکل قریب پہنچ کر بولی۔

”اوہ میرے خدا، میرے خدا، سوچ بھی نہیں سکتی تھی یہ بات خواب میں بھی نہیں سوچ سکتی تھی کہ تم ایک ایسی شخصیت ہو گے بناؤ مجھے، اعتراف کرو میرے سامنے کہ تم..... تم دانش منصور ہو۔“

”کہاں سے آرہی ہو ایرا..... کیا تم نشے میں ہو؟“

”نہیں میرا نشہ ٹوٹ گیا ہے، میں ہوش میں آگئی ہوں۔ سمجھے میں ہوش میں آگئی ہوں۔ دیکھو تمہارے لئے کیا تحفہ لائی ہوں میں۔“ اس نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے پرس کو کھولا اور اس میں سے کوئی شے نکالنے لگی لیکن میں یہ بات اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ شے کیا ہو سکتی ہے؟ حماقت ہو گئی تھی ایرا سے وہ میرے اتنے قریب آگئی تھی اور اس نے میرا صحیح طور سے تجزیہ نہیں کیا تھا۔ جو نہی اس کا ہاتھ باہر آیا۔ میں نے پہلے سے طے شدہ منصوبے کے تحت اپنا کھڑا ہاتھ اس کے ہاتھ کی کلائی پر مارا اور اس کے ہاتھ میں رہا ہوا ہتھیار سا پستول نیچے گر پڑا۔

وہ چیخ مار کر پیچھے ہٹی اور پھر اس نے زمین پر لوٹ لگا کر پستول پر ہاتھ مارنا چاہا۔ میں

ملازمہ اندر کی جانب بڑھی تو میں بھی اس کے پیچھے ہی پہنچ گیا۔ جیسے ہی وہ اندر داخل ہوئی میں نے عقب سے اس کی گردن میں ہاتھ ڈال کر اسے اپنے قابو میں کر لیا اور پھر اسے بھی بے ہوش کرنا میرے لئے مشکل ثابت نہ ہوا۔ میں نے اسے بے ہوش کر کے ایک گوشے میں ڈالا چیراسی کی دھوتی کا ایک بڑا ٹکڑا بھاڑ کر اس کے منہ میں ٹھونس دیا اور دوسرے حصے سے اس کے ہاتھ اور پاؤں پشت پر کر کے باندھ دیئے تاکہ اگر وہ ہوش میں آجائے تو میرے لئے مشکل نہ بنے پائے۔ اس کے بعد میں ایرا کی جانب متوجہ ہوا اسے قبضے میں کرنا، ہندو ملازمہ سے زیادہ ضروری تھا کیونکہ وہ اعلیٰ کارکردگی کی مالک تھی اور کوئی بھی خطرناک قدم اٹھا سکتی تھی۔ میرا ذہن برق رفتاری سے کام کرتا رہا کچھ دیر کے بعد میں نے وہیں سے ایک رسی تلاش کر کے ایرا شامل کو بھی اس مضبوطی سے کساکہ کسی بھی طرح وہ اپنے ہاتھ پاؤں آزاد نہ کرا سکے۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد میں نے اپنے اگلے قدم کے بارے میں سوچا۔ یہ سب کچھ اضطراری طور پر ہوا تھا۔ مجھے یہ تک معلوم کرنے کی مہلت نہ مل سکی تھی کہ ایرا شامل کو میرے بارے میں تفصیلات کہاں سے حاصل ہوئیں حالانکہ میں جانتا چاہتا تھا لیکن انسان ہی ہوں، خود بھی تھوڑا سا اعصابی شج کا شکار ہو گیا تھا۔ اب میں نے یہ سوچا کہ ہو سکتا ہے کہ کوئی ایرا شامل سے ملاقات کے لئے آجائے یا پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی اسے ٹیلی فون ہی کرے، اس لئے میں نے ٹیلی فون کا ریسیور اٹھا کر نیچے رکھ دیا اس کے بعد دروازے پر جا کر اس کی اندر سے مضبوطی کا جائزہ لیا۔ یہ سچویشن بھی ذہن میں محفوظ کر لی کہ اگر کوئی اتفاقہ طور پر یہاں پہنچ جائے اور اس کی تعداد ایک یا دو سے زیادہ نہ ہو تو مجھے کیا کرنا ہے، زیادہ افراد کے آنے پر بھی انہیں کس طرح قابو میں کرنا ہوگا، یہ تمام باتیں پہلے سے سوچ لینا ضروری تھا۔ اس تمام پروگرام کی تکمیل کے بعد میں نے سوچا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ واپس پہنچا، پہلے ایرا شامل کے پاس اس پرس کو دیکھا جسے وہ ساتھ لے کر آئی تھی اور یہاں مجھے نمایاں کامیابی حاصل ہوئی۔ ایک برقیہ تھا جس میں دانش منصور کے بارے میں مختصر سی تفصیل تھی۔ یہ برقیہ تل ابیب سے آیا تھا۔ ساتھ ہی ساتھ ایک چھوٹے لفافے میں دو تصویریں بھی رکھی ہوئی تھیں اور یہ دونوں تصویریں میری تھیں پتا نہیں کب حاصل کی گئی تھیں لباس میرا تھا لیکن اتنا پرانا کہ اب وہ میرے ذہن میں بھی نہیں تھا۔

میں انہیں دیکھتا رہا اور اس کے بعد اس برقیے کے الفاظ کو پوری طرح ذہن نشین کیا۔ لکھا تھا۔

”دانش منصور اس وقت ہندوستان میں ہے اور یقینی طور پر وہ کوئی ایسا عمل سر انجام دے رہا ہوگا جو نہایت اہمیت کا حامل ہوگا۔ چنانچہ اسے ہر ممکن طریقے سے تلاش کیا جائے۔“

میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ یہ چیزیں اپنے لباس میں رکھیں اور سوچنے لگا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ ظاہر ہے ایرا شامل کو زندہ چھوڑ دینے کا مطلب یہ ہے کہ میری کہانی عام ہو جائے۔ ابھی تو یہ بھی علم نہیں تھا کہ کون کون اس کہانی سے واقف ہو چکا ہے ایرا شامل کو یہ سب کچھ کس طرح موصول ہوا ہے اور جس ذریعے سے اس نے یہ سب کچھ حاصل کیا ہے کیا وہ بھی ان تفصیلات سے واقف ہے۔ لیکن اب اس سوچ میں وقت گنونا حماقت کے سوا کچھ نہیں تھا۔ میں نے یہ فیصلہ کیا کہ پہلے ایرا شامل کے فلیٹ کی مکمل تلاشی لے لی جائے۔ کوئی کام کی چیز مل جائے تو ٹھیک ہے ورنہ ان دونوں کو قتل کر کے خاموشی سے یہاں سے نکال جائے اور یہاں اپنی آمد کا ہر نقش مٹا دیا جائے، پہلے تو اس بارے میں غور نہیں کیا، لیکن اب ذہن میں وہ تمام چیزیں تازہ کر لی تھیں جن پر میرے ہاتھوں کے نشانات تھے یا جن کے ذریعے میری نشاندہی ہو سکتی تھی۔

پھر میں نے اس فلیٹ کے چپے چپے کی تلاشی لینا شروع کر دی ایرا شامل جیسی ذہین عورت کے ذہن کو سامنے رکھ کر ہر اس جگہ کا جائزہ لیا جہاں اس کے کاغذات اور راز پوشیدہ ہو سکتے تھے۔ ایک الماری کے عقبی خانے میں مجھے کچھ مخصوص کاغذات ملے۔ یہ بلیک کیٹ کے خفیہ لوگوں کی تفصیل تھی لیکن ساتھ ہی ساتھ مجھے ایک اور فائل دستیاب ہوئی۔ اس کے اوپری حصے پر پلاسٹک ٹیپ سے جو الفاظ کندہ تھے انہیں دیکھ کر میں شدید رہ گیا۔ یہ فائل میرے لئے شدید سنسنی کا باعث بنی اور میں اسے لے کر ڈرائنگ روم میں آ بیٹھا، جہاں تیز روشنی میں میں نے بغور اس کا جائزہ لیا اور بہت عرصے سے سنی جانے والی اس داستان کا اصل منظر میرے سامنے آ گیا۔ کمبوہ پلانٹ اسرائیلی حکومت کی نگاہوں میں بری طرح کھٹک رہا تھا۔ حکومت امریکہ کی تمام پالیسی اس پلانٹ کی وجہ سے میرے وطن کے خلاف ہو گئی تھی اور یہاں سے جس تشویش کا طوفان اٹھا تھا اس نے مغربی اقوام

کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا کیسی انوکھی بات ہے کہ دنیا کے ترقی یافتہ ترین ممالک ایک چھوٹے سے ملک کی ایسی قوت سے پریشان تھے۔ بظاہر کچھ بھی کہا جائے لیکن اس پریشانی کے ڈانڈے بہت دور تک نکل جاتے تھے۔ خصوصاً اسرائیل کے سرپرست اس منصوبے سے بہت خوفزدہ تھے یا پھر اگر دور کی نگاہوں سے دیکھا جائے تو عالم اسلام کا یہ مضبوط قلعہ جو یورپی اقوام کے لئے اور امریکہ کے لئے بڑی تشویش کا باعث تھا، وہ صرف اسے اپنا دست نگر دیکھنا چاہتے تھے خود اس کی اپنی قوتوں کو وہ زیادہ آگے بڑھتا دیکھنا پسند نہیں کرتے تھے۔ ایک عظیم الشان سلسلہ تھا جو نجانے کہاں سے شروع ہو کر کہاں تک پہنچا تھا۔ یورپی اقوام صلاح الدین ایوبی کے بعد جس احساس کا شکار تھیں وہ آج بھی اسی طرح ان کے ذہن میں زندہ تھا۔ میں اس منصوبے کا ایک ایک لفظ پڑھتا رہا عراق کے ایسی پلانٹ کی تباہی نے اسرائیل کے حوصلے بلند کر دیئے تھے اور اس کے بعد جو کارروائی جاری تھی اس کی مختصر تفصیلات اس میں موجود تھیں اور اب ہندوستانی سوریماؤں سے مل کر اسرائیل کے بڑے بڑے ذہن کوٹھ پلانٹ کے سلسلے میں مصروف عمل تھے اور ہر چیز پر اسے نیست و نابود کر دینا چاہتے تھے۔ دلچسپ بات یہ تھی کہ جو نیا منصوبہ بنایا گیا تھا اس کا آغاز یہیں سے ہوتا تھا اور اس سلسلے میں اسرائیلی حکام بھرپور مدد کر رہے تھے۔ چنانچہ چند نام مخصوص کئے گئے تھے اور ان کی مکمل تفصیل اس میں موجود تھی۔ تین افراد کو یہاں سے روانہ ہونا تھا اور باقی چند افراد میرے وطن عزیز کی سرزمین پر اسرائیل اور ہندوستان کے نمائندوں کی حیثیت سے موجود تھے۔ یہ تین افراد جو یہاں سے روانہ ہوئے والے تھے اعلیٰ ترین کارکردگی کے حامل بتائے جاتے تھے اور اس میں اگر تھوڑے بہت فرق کی کوئی بات ہو سکتی تھی تو وہ یہ تھی کہ اس میں میرا نام بھی شامل تھا یعنی..... ہرگز۔

یہ سفارش ایراشاٹل کی تھی جس نے میری اعلیٰ ترین کارکردگی پر بھرپور اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے اپنی رپورٹ شامل کی تھی اور ان تین افراد کی فہرست میں میرا نام سرفہرست رکھا گیا تھا جنہیں کوٹھ پلانٹ کی تباہی کے لئے بھیجا جانا منظور کر لیا گیا تھا۔ تمام تفصیل اس فائل میں موجود تھی اور میں اس میں ایسا کھویا کہ مجھے کوئی احساس نہیں رہا پھر میں اس وقت چونکا جب مجھے ہلکی ہلکی آہٹوں کا احساس ہوا۔ میں نے پھرتی سے

فائل بند کر کے سینئر ٹیبل کے نچلے حصے میں رکھا اور پستول ہاتھ میں لے کر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ روشنی بجھا کر میں ان آہٹوں پر غور کرنے لگا اور چند ہی لمحات میں اندازہ ہو گیا کہ یہ آہٹیں بیرونی نہیں ہیں بلکہ شاید اس کمرے سے آرہی ہیں جس میں ایراشاٹل اور ہندو ملازمہ کو بند کر آیا تھا۔ میں برق رفتاری سے باہر نکلا اور اس کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ یہاں کا منظر دیکھ کر میرے بدن میں سنسنی دوڑ گئی تھی۔

ایراشاٹل بلاشبہ ایک خطرناک عورت تھی وہ اپنی جگہ سے نیچے گر کر اور ہندو ملازمہ کے قریب پہنچ گئی تھی جو ہوش میں آچکی تھی اور اب ایراشاٹل نے اس طرح اپنے ہاتھ ہندو ملازمہ کے قریب کئے ہوئے تھے کہ اس کے بندھے ہوئے ہاتھ ایراشاٹل کے ہاتھوں کی بندشیں کھول لیں اور ہندو ملازمہ جو خود بھی ہوش میں آچکی تھی۔ اسی کوشش میں مصروف تھی۔ دونوں مجھے دیکھ کر ساکت رہ گئیں۔ میں نے پہلے ایراشاٹل کے ہاتھوں کا جائزہ لیا۔ اب میری باندھی ہوئی بندشیں اتنی کمزور بھی نہیں تھیں کہ ہندو ملازمہ بہتر پوزیشن میں نہ ہونے کے باوجود انہیں کھول دیتی۔ میرے منہ سے ایک قہقہہ نکل گیا۔ میں نے کہا۔

”بہت اچھے..... دیری گڈ، دیری گڈ مس ایراشاٹل آپ نے واقعی بلیک کیٹ کا جو نظام سنبھالا ہوا ہے آپ اس کی اہل کمی جاسکتی ہیں۔“

میں نے ہندو ملازمہ کی کمر پر ایک لات ماری کیونکہ اس کے منہ میں کپڑا ٹھنسا ہوا تھا اس لئے اس کی چیخ تک نہ نکل سکی۔ ایراشاٹل کے منہ سے البتہ گالیوں کا طوفان بلند ہوا تھا۔ میں خاموشی سے اس کی گالیاں سنتا رہا اور جب وہ بولتے بولتے تھک گئی میں نے اس کے قریب پہنچ کر مسکراتے ہوئے اس سے کہا۔

”حیرت ہے ڈنیر شاٹل اتنی بڑی شخصیت ہونے کے باوجود تم گھٹیا انسانوں کی طرح گالیاں بک رہی ہو۔“

جواب میں ایراشاٹل نے بچی کچی گالیاں بھی سنائی تھیں۔ وہ بے بسی سے مجھے دیکھنے لگی۔ میں نے کہا۔

”اب کیا خیال ہے تھوڑی سی دوسری گفتگو ہو جائے مجھے تمہارا اس طرح بندھا رہنا پسند نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں ایراشاٹل کہ ہم کوئی مناسب سمجھوتا کر لیں اس بات

سے تو میں انکار نہیں کروں گا کہ تم بہت بڑی شخصیت کی مالک ہو اور جو کچھ بھی کر رہی ہو میں تمہاری قدر کرتا ہوں اور دل سے یہ چاہتا ہوں کہ میرے اور تمہارے درمیان کوئی مصالحت ہو جائے میری رائے ہے میڈم ایراشائل کہ عقل سے کام لیجئے یہ سب کچھ آپ کی شخصیت پر زیب نہیں دیتا۔

ایراشائل پر وہی رد عمل ہوا جس کی توقع میں نے کی تھی۔ تقریباً اس نے فوری طور پر یہ بات سوچی تھی کہ اگر میرے الفاظ کے مطابق وہ مجھ سے تعاون کا مظاہرہ شروع کر دے تو اس کی زندگی بھی بچ سکتی ہے اور آئندہ کے لئے کوئی بہتر صورت بھی نکل سکتی ہے۔

وہ مجھے گھورتی رہی۔ پھر اس نے کہا۔ ”مفاہمت کا یہی طریقہ ہوتا ہے؟“
”مجھے یقین ہے کہ اب آپ مجھے میرے نام سے ہی مخاطب کریں گی میڈم ایراشائل لیکن آپ کس بات سے برا فروختہ ہیں۔ ہاتھ پاؤں باندھ دینے سے یا بے ہوش کر دینے سے۔“

”تم نے میرے ساتھ میرے ساتھ.....“ ایراشائل کو فوراً ہی احساس ہو گیا تھا کہ اس نے کس طرح مجھ سے شناسائی کا آغاز کیا تھا۔ یعنی وہ پستول جو اب میرے قبضے میں تھا اس نے نکالا تھا۔ میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔
”ہاں آپ کا سوچنا بالکل درست ہے۔ آپ نے پستول مجھ پر تان کر کیا دوستی کا آغاز کیا تھا؟“

”میں..... میں شدید جذباتی ہو گئی تھی اس احساس کے ساتھ کہ تم نے دنیا کو کیسے ہی دھوکا دیا ہو میرے ساتھ بھی اس سے مختلف عمل نہیں کیا۔ اگر تم مجھے بتا دیتے کہ تم پاکستانی جاسوس ہو، میرا مطلب ہے تم دانش منصور ہو، تو تمہارا کیا خیال ہے کہ تمہاری جو محبت میرے دل میں بیدار ہو گئی ہے میں اسے نکال پھینکتی۔ میں شدید ذہنی ہیجان کا شکار تھی اور اس ہیجان کے عالم میں میں نے تم پر پستول تان لیا۔“

”تو پھر یوں سمجھ لیجئے میڈم ایراشائل کہ یہ سب کچھ اس کا رد عمل ہے۔“
”کھولو میرے ہاتھ۔ میرے ہاتھ کھول دو۔“

”بہتر ہے۔“ میں نے جواب دیا۔ اور یہ بھی خود اعتماد کی بات تھی کہ میں نے اس

کے ہاتھ اور پیر کھول دیئے۔ ہندو ملازمہ بے بسی کی نگاہوں سے ہم دونوں کو دیکھ رہی تھی لیکن ایراشائل نے اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں کہا۔ وہ اپنی کلائیوں کو مسل رہی تھی اور غیر محسوس انداز میں ادھر ادھر دیکھ رہی تھی۔ غالباً یہ فیصلہ کرنا چاہتی تھی کہ میرے خلاف کس طرح عمل کرے۔ پھر اس نے ٹیلی فون کے نیچے رکھے ہوئے ریسیور کو دیکھا۔ میں اس کی ایک ایک حرکت کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس کے بعد وہ ایک ٹھنڈی مائیں لے کر کرسی پر جا بیٹھی، میں اس کے سامنے ہی مسہری سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا تھا۔
”آپ کو کیسے علم ہوا کہ میں۔ دانش منصور ہوں؟“

”تم اس کا اعتراف کرتے ہو۔“
”ہاں۔ جو بات آپ کی زبان سے نکلے میں بھلا اس سے کیسے انحراف کر سکتا ہوں۔“
”یہ ایک لمبی کہانی ہے اگر تم دانش منصور ہی ہو تو یوں سمجھ لو کہ ڈان سینٹر سے ہمارا براہ راست واسطہ ہے اور ڈان سینٹر کے پاس دانش منصور کے بارے میں خاصی معلومات موجود ہیں۔ یہاں دانش منصور کا کوئی مسئلہ نہیں تھا کیونکہ تم جانتے ہو کہ ہم تو ایک کیٹ پر کام کر رہے ہیں لیکن پتا یہ چلا کہ کسی طرح تمہیں اغوا کر کے یہاں لایا گیا تھا اور اس کے بعد تم غائب ہو گئے تھے۔ تمہاری شخصیت ڈان سینٹر کے لئے بڑی عجیب و غریب اور سنسنی خیز ہے، تل ابیب سے مجھے ڈان سینٹر کے نمائندوں کی رپورٹ پر تمہارے بارے میں چھان بین کی ہدایت ملی اور جب ایک اطلاع کے ساتھ تمہاری تصویریں مجھے موصول ہوئیں تو میں ششدر رہ گئی۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تم ہرلش ہرجی کی حیثیت سے میرے اس قدر قریب ہو گے تم یقین کرو مجھ پر جو عالم گزرا ہے میں اسے الفاظ میں بیان نہیں کر سکتی۔“

”لیکن ڈیر ایراشائل کیا حکومت اسرائیل ڈان سینٹر کی سرپرستی کرتی ہے میرے علم میں تو بات نہیں تھی۔“

”تب تمہارا علم بے حد محدود ہے، کیا تم یہ نہیں جانتے کہ ڈان سینٹر کے تمام کردہ افراد سرمایہ دار اور ان میں سے بیشتر امریکی حکومت سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ سرمایہ دار جن کا تعلق تو اسرائیل سے ہے یا پھر کچھ مغربی اقوام سے یا ان میں سے چند تمہارے ملک کے دشمن دوسرے طریقوں سے ہیں اور یہ سب ظاہر ہے تمہارے ملک

کے لئے اسی انداز میں سوچتے ہیں ویسے ڈان سینٹر پوری دنیا میں اپنی برتری کا خواہاں رہا اور سرمایہ کاری پر چھایا ہوا ہے لیکن خصوصاً تمہاری جانب اس کی نگاہ سے میری داری یہ تھی کہ تمہارے خلاف موثر کارروائی کر کے تمہیں اپنے قبضے میں کر لوں اس بات کو اگر برداشت کر لیتی تو تم سے تمہارے بارے میں سوالات نہ کرتی بلکہ پہلے تمہیں قبضے میں کرتی اور اس کے بعد تفتیش کرتی لیکن لیکن واقعی عورت ہوں۔ اس جذبات سے مار کھا گئی۔" میں مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔ پھر میں نے کہا۔

"لیکن اب یہ بتائیے میڈم ایراشائل کہ آپ مجھے چھپا دے گئیں اور میں ہر طرف سے آپ کے سامنے ہتھیار ڈال دوں گا لیکن دوسرے لوگوں کا ہم کیا کریں گے؟" "کون دوسرے لوگ؟" اس نے بے اختیار پوچھا۔

"جو دانش منصور کی تلاش میں ہیں۔" "جو کچھ مجھے معلوم ہو گیا ہے وہ ابھی کسی اور کو نہیں معلوم۔" "کیا مطلب؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"تم نے مجھے سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں لیکن اصولی طور پر مجھے وہی کرنا چاہیے تھا جس کے لئے مجھ پر اعتماد کیا گیا ہے یعنی یہ کہ میں تمہیں گرفتار کر لوں۔" "اس کے بعد۔"

"تمہیں ڈان سینٹر کے حوالے کر دوں۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے میڈم۔ آپ یقیناً ایسا ہی کریں۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"بکواس مت کرو پاگل کر دیا ہے تم نے مجھے، واپسی میں راستے بھر تمہارے بارے میں سوچتی آئی ہوں۔ تم بے حد خطرناک انسان ہو، واقعی بے حد خطرناک انسان۔ ایک عالم کو بے وقوف بنایا ہے تم نے، میرے لئے یہ کتنا مشکل کام تھا۔ تم نے، تم نے ایک ملک کے پورے نظام کو ناکارہ کر دیا ہے آخر تم نے یہ سب کچھ کس طرح کر ڈالا؟"

"آپ کو بتا دوں میڈم؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ ہے کہ آپ تو مجھے گرفتار کر کے ڈان سینٹر کے حوالے کرنا چاہتی ہیں۔"

"ہیں۔"

"اور میں نے یہ کر ڈالا تمہارا کیا خیال ہے کہ مسٹر دانش منصور، تمہیں نام سے پکارتے ہوئے مجھے کتنا عجیب محسوس ہو رہا ہے، تمہارا کیا خیال ہے اگر میرے دل میں یہ سب کچھ ہوتا تو کیا میں تم سے یہ سوال کرتی کہ تم دانش منصور ہو، پھر وہی بات کر رہی ہوں میں، اصولی طور پر تمہیں دھوکہ دے کر گرفتار کر لینا چاہیے تھا مجھے۔"

"او تھینک یو، تھینک یو ویری مچ اس کا مطلب ہے کہ یہ معاملہ براہ راست ہو چکا ہے۔"

"تمہیں اس پر یقین نہیں ہے۔"

"سو فیصد یقین ہے میں جانتا ہوں جو کچھ آپ کہہ رہی ہیں وہ ایسا نہیں ہے اصل میں کہانی تو بہت لمبی ہے لیکن میں صرف اس مرحلے کی بات کروں گا جس سے گزر کر میں آپ تک پہنچ گیا، ہم کچھ ایسے ساتھی تھے جن میں سے وہ شخص مجھے نہیں جانتا تھا جو بہت بڑا بھاری پانی کا ذخیرہ لے کر اس ملک آ رہا تھا۔ میں نے وہ ذخیرہ اپنے ملک کی جانب منتقل کر دیا اور اس شخص کو ہلاک کر دیا۔ بعد میں کچھ ایسے حالات سے سابقہ پڑا کہ کچھ ایسے لوگوں نے مجھے قابو میں کر کے اس حکومت کے حوالے کر دیا جن کے بارے میں میں یہ نہیں سوچ سکتا تھا کہ وہ مجھ سے غداری کر سکتے ہیں، لیکن ایک اتفاقہ حملے میں میں کشمیری مجاہدین کے ہاتھوں میں پہنچ گیا اور پھر وہاں سے فرار ہو کر جنرل کیر سنگھ تک آ گیا۔ جنرل کیر سنگھ سے میری ملاقات بالکل اتفاقہ تھی لیکن اس شریف آدمی کے ذریعے مجھے بے حد شاندار مراعات حاصل ہو گئیں اور یہ بات تم اچھی طرح جانتی ہو ڈیر ایراشائل کہ جنرل کیر سنگھ ہی کی معرفت میں تم تک پہنچا ہوں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی میرے اپنے ذہن میں کچھ اور منصوبے تھے میرے خاص وطن دشمنوں میں دو نام سرفہرست تھے۔ رام دیو اور بابو ہیرا لعل یہ دو آدمی میرا ٹارگٹ تھے اور اگر اس طرح اتفاقہ حادثے کا شکار ہو کر میں یہاں تک نہ پہنچتا تب بھی میرا سفر اس ملک کی طرف ضرور ہوتا کیونکہ ان دو آدمیوں کو شکار کرنا تھا مجھے، لیکن شکر ہے کہ میرا راستہ خود بخود بنتا چلا گیا اور یہاں میں اس مقصد میں بھی کامیاب ہو گیا۔"

ایراشائل کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے تھے اس نے کہا۔

"گو کیا حکام کا یہ شبہ بالکل درست تھا کہ ان دونوں افراد کے قتل میں دانش منصور کا

ہاتھ ہو سکتا ہے۔ تم یقین کرو کہ اس سلسلے میں تمہارا نام صرف مفروضے کے طور پر لیا گیا تھا۔ کچھ ذہین ایجنسیوں نے اس بات کی نشاندہی کی تھی کہ یہ دونوں افراد ہو سکتا ہے دانش منصور کے ہاتھوں ہلاک ہوئے ہوں، پالیسیاں تو سبھی سمجھتے ہیں ناں لیکن تم سب شامل شخصیت کے مالک ہو۔ یہ سب کیسے کر ڈالا؟“ ایرا شامل نے پوچھا اور میں مزے لے لے کر اسے رام دیو اور بابو ہیرا لعل کے بارے میں تفصیلات بتاتا رہا۔

”اور اس طرح سے تم نے ہندوستانی افواج کا اعزاز یلو کر اس بھی حاصل کر لیا اور ابھی تک محفوظ ہو۔ اگر میں تمہارے نام کو چھپا جاؤں تو تم کسی کی نگاہوں میں نہیں آسکو گے کیونکہ سارے رابطے اس سلسلے میں میرے ہی ہیں، ابھی کسی اور نے اس طرح تمہارے بارے میں بیرونی ممالک سے رابطہ نہیں قائم کیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تم بے مثال شخصیت کے مالک ہو لیکن میرا اور تمہارا ایک ایسا قدرتی مسئلہ ہے کہ اسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ میرا تعلق جس نسل سے ہے اس کی ابتدا تمہارے ہم نسلوں کے خلاف تربیت سے ہوتی ہے اور ہماری گھٹی میں یہ بات ڈال دی جاتی ہے کہ اگر دنیا میں ہمیں کسی سے ہوشیار رہنا ہے یا کسی کو نقصان پہنچانا ہے تو وہ مسلمان ہیں۔ میں اپنے خیر اپنے خون میں شامل اس جذبے سے کیسے منحرف ہو سکتی ہوں۔ مائی ڈیر دانش منصور۔“

ایرا شامل نے اچانک ہی اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے چھلانگ لگائی اور مجھ پر آرہی، یہودی عورت اپنے آپ کو بہت ذہین سمجھتی تھی لیکن اس نے یہ نہیں سوچا تھا کہ مسلمان بھی یہودیت سے پوری طرح ہوشیار ہیں اور ان کے اس مقولے کے قائل ہیں کہ اس کائنات میں کسی پر اعتبار نہ کیا جائے چنانچہ ایرا شامل کو جھکائی دے کر میں نے اطمینان سے کمر سے پکڑ لیا۔ پھرتی سے کاندھے پر اٹھایا اور دھپ سے زمین پر دے مارا۔ اگر فرش پر قابیل نہ ہوتا تو اس کی ریڑھ کی ہڈی چکنا چور ہو چکی ہوتی۔ یہ ایک مخصوص داؤ تھا جو ریسنگ میں لگایا جاتا ہے۔ میں نے اسے عورت سمجھ کر اس کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کی تھی۔ زمین پر مارنے کے بعد میں نے اس کے دونوں پاؤں ٹخنوں کے قریب سے پکڑے اور انہیں پوری قوت سے دبوچے ہوئے اس کے اوپر سے گزر کر اسے الٹا کر دیا۔ کیفیت یہ تھی کہ ایرا شامل کا سر اور کمر زمین سے ٹکی ہوئی تھی۔ دونوں پاؤں سر سے

لے ہوئے تھے اور میں اس کے چہرے کے قریب بالکل تھا اور اس طرح میں نے اسے بے بس کیا ہوا تھا کہ وہ اپنی جگہ سے جنبش بھی نہیں کر سکتی تھی۔ اس کا چہرہ میرے عین سامنے تھا میں نے مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

”بلیک کیٹ ڈیپارٹمنٹ کو یقینی طور پر مجھ جیسا شاگرد کبھی نہ ملا ہوگا اور اس بات کا اعتراف آپ نے بھی کیا ہے مس ایرا شامل لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی جو کچھ میں نے آپ سے کہا وہ بھی قابل غور ہے افسوس آپ کو اب اس بات کا موقع نہیں ملے گا کہ آپ اپنی قوم کو اس بھیانک ایسے سے آگاہ کر سکیں کہ کم از کم مسلمان یہودیت سے پوری طرح ہوشیار ہیں اور انہیں نقصان پہنچانا آسان کام نہیں ہے اس کے علاوہ مس ایرا شامل میں اس بات کا بھی دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے کھونٹہ پلانٹ کی تباہی کے منصوبے کے لئے میرا نام سر فرسٹ رکھا ہے۔ میرا مطلب ہے ہریش بنرجی اور اب یوں ہوگا ڈیر ایرا شامل کہ ہریش بنرجی آپ کے بنائے ہوئے منصوبے کے مطابق کھونٹہ پلانٹ کی تباہی کے لئے بقیہ دو افراد کے ساتھ پاکستان جائے گا اور وہاں جو لوگ اس منصوبے پر کام کرنے کے لئے ان تین آدمیوں کا انتظار کر رہے ہیں وہ ہمارا استقبال کریں گے اور اس کے بعد ہم سب بہ آسانی پاکستانی سیکوریٹی کے ہاتھ لگ جائیں گے کیونکہ انہیں اس منصوبے سے آگاہ کرنے والا میں ہوں گا۔ آپ کو یہ بات سن کر بہت افسوس ہوا ہوگا بعض اوقات ایسے بھیانک مرحلے آجاتے ہیں ڈیر ایرا شامل کہ انسان جاتے وقت ایک ایسی غلٹ دل میں لے جاتا ہے جو موت کے بعد بھی اسے بے چین کئے رہتی ہے۔“

ایرا شامل کا سارا خون سمٹ کر اس کے چہرے پر آگیا تھا۔ اس وقت جس پوزیشن میں تھی وہ بڑی مضحکہ خیز تھی۔ اسے اپنی مضحکہ خیز کیفیت کا احساس بھی تھا اور اس کے ساتھ ساتھ ہی اپنی بے بسی کا اس نے پوری قوت سے میرے چنگل سے نکلنے کی کوشش کی لیکن میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”یہی ایک خرابی ہے آپ جس پوزیشن میں ہیں اور اس پوزیشن میں آپ کو دیکھنے والا کوئی نہیں ہے ورنہ یقین کریں کہ مرتے دم تک یہ دلکش منظر نگاہوں میں محفوظ رکھے رہتا اور آپ کے بارے میں سوچتا رہتا، البتہ آخری الفاظ آپ کو اور بتا دوں وہ یہ کہ عورت ہمیشہ مفتوح ہے چاہے وہ کسی بھی منصب پر پہنچ جائے۔ ڈیر ایرا شامل بہت زیادہ

وقت ضائع کرنا میرے خیال میں مناسب نہیں ہے چنانچہ اب ان آخری لمحات کو ذہن میں لے کر آپ اس جہاں سے رخصت ہو جائیے۔

میں نے اچانک ہی اس کے پاؤں چھوڑ دیئے وہ کچھ اس طرح ان بلیںس ہوئی کہ اس نے اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کی اور میں نے اسے اس مقصد میں کامیاب ہونے کیونکہ اس طرح میں عقب سے اس کی گردن اپنی گرفت میں لے سکتا تھا۔ میرے ہاتھ پوری قوت سے اس کی گردن سے لپٹ گئے اور پھر میں نے دیر نہیں کی میں نے اس کی گردن پوری قوت سے گھما کر اس کی گردن کے منکے توڑ دیئے ایراشائل کے چہرے سے ایک بھیاںک تاثر ظاہر ہوا، منہ سے آواز بھی نہیں نکل سکی تھی البتہ خون کی دھار اس کے منہ سے باہر نکل پڑی اور آنکھیں فوراً ہی اپنا زاویہ تبدیل کرنے لگیں، پھر وہ بڑے اطمینان سے زمین پر آ رہی گردن کی ہڈی جس طرح ٹوٹی تھی اس کے بعد بھلا ایک لمحے کی زندگی بھی کس طرح ممکن تھی البتہ ہندو ملازمہ جو اب تک بندھے بندھے یہ تمام منظر دیکھ رہی تھی بری طرح خوفزدہ ہو گئی اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے ایراشائل کو دیکھنے لگی۔ میں نے پہلے ایراشائل کا بھرپور جائزہ لیا اور اس کے بعد وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس ہندو ملازمہ کو بھی چھوڑنا مناسب نہیں تھا کم از کم میں اپنے لئے کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔ چنانچہ اس کے قریب پہنچ گیا اس بیچاری سے کچھ کہنا بیکار تھا۔ میں نے اس کی ساڑھی اس کی گردن پر رکھی اور پھر دونوں ہاتھوں سے اس کی گردن دبوچ لی۔ ہندو ملازمہ تڑپا پھڑکی اور اس کے بعد بے جان ہو گئی۔ اس کی موت کا مجھے افسوس ہوا تھا لیکن ایسے لمحات میں اس قسم کے جذباتی پن..... کو نظر انداز کرنا ہوتا ہے۔ ان دونوں کو قتل کرنے کے بعد میں ہاتھ جھاڑتا ہوا اٹھ کھڑا ہو گیا۔ اب میں اتنا ہی سفاک انسان بن چکا تھا کہ آدمیوں کے قتل کے بعد میرے ذہن پر کوئی خاص اثر طاری نہیں ہوتا تھا میں نے لاپرواہی سے ان دونوں لاشوں کو دیکھا۔ ابھی کچھ اور کام باقی تھا یہاں چنانچہ اس کے بعد میں نے انتہائی تندہی سے ایراشائل کے پورے فلیٹ کی تلاشی لے ڈالی اور پھر کوئی خاص چیز پانے کے بعد وہ تمام چیزیں اس قریب سے ان کی جگہ رکھ دیں کیونکہ اس کے بعد کا بھی منصوبہ میرے ذہن میں تھا۔ اب جبکہ یہ خطرہ مول لیا ہے تو اسے آخری حد تک پہنچا دینا ہی مناسب تھا۔ میں بھی میدان نہیں چھوڑنا چاہتا تھا اس وقت تک جب تک کہ کوئی

خاص خطرہ سر پر ہی نہ آجائے چنانچہ ہر جگہ سے اپنے نشانات مٹانے کے بعد میں ایراشائل کے فلیٹ سے واپس نکل گیا اور پر اطمینان قدموں سے چلتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

کچھ دیر کے بعد میں اپنی منزل پر تھا۔ یعنی جنرل کیر سنگھ کا مکان جو بہر طور ابھی میرے لئے ایک محفوظ پناہ گاہ تھا۔ جنرل کیر سنگھ غیر متوقع طور پر ہی دوسرے دن اپنے خاندان کے ساتھ واپس آگیا اور کوٹھی کی رونقیں لوٹ آئیں۔ میں یہاں رہ رہا تھا لیکن بس کچھ عجیب سا انداز تھا۔ ان لوگوں نے مجھے جو حیثیت دے دی تھی۔ وہ بھی ایک طرح سے ناقابل یقین سی تھی کچھ نہ ہونے کے باوجود میں اس گھر کا ایک فرد بن کر رہ گیا تھا۔ بہر طور سدھا دیوی اور شری دیوی نے سارا چارج سنبھال لیا۔ آنے والوں میں میں نے ایک نئی شکل بھی دیکھی تھی، خالص دیہاتی نوجوان تھا۔ لمبا چوڑا قد، چوڑا سینہ، گلے میں تعویذ، خالص دیہاتی لباس پہنے ہوئے تھا۔ رنگ بھی گورا چٹا، مونچھیں گھنی مگر آنکھوں میں چوڑا چوڑا کاجل لگا ہوا تھا۔ خوبصورت نقوش کا مالک، پتا نہیں کون تھا مجھے تو خیر پوچھنے کا کوئی حق ہی نہیں تھا اسے کوٹھی کے اندرونی حصے میں رکھا گیا۔ جنرل کیر سنگھ نے اس رات میرے ساتھ شطرنج کی دو بازیاں کھیلیں اور پھر کہنے لگا۔

”میری چھٹیاں ختم ہو گئی ہیں اور مجھے واپس ڈیپٹی پر جانا ہے۔ یہ سوچ رہا ہوں کہ تمہیں اپنے ساتھ لے جاؤں یا نہ لے جاؤں ویسے وہاں سے حالات ابھی تک بہت خراب چل رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں مجھے واپس پہنچنے کے بعد ایک لمحے کی فرصت نہیں ملے گی اور پھر یہاں تمہاری تربیت بھی ہو رہی ہے تمہیں تو یہاں کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہے نا؟“

”نہیں مہاراج آپ نے تو مجھے سارا سنسار دے دیا ہے۔ میں تو یہ سوچ رہا تھا کہ وہ کون سے لمحات تھے اور میں نے ایسا کون سا کام کیا تھا جس کے نتیجے میں مجھے آپ کا ساتھ حاصل ہو گیا، جیون بنا دیا ہے آپ نے میرا۔“

”چل ٹھیک ہے تیرا کام ہو گیا ہریش، ہمیں تو یہ خوشی ہے پر تو بڑا فنکار ہے بھائی، پتا نہیں کہاں سے تو نے یہ شطرنج کھیلنا سیکھا ہے، تیری یاد آتی ہے اور آتی رہے گی۔“

جنرل کیر سنگھ کو دو دن کے بعد واپس جانا تھا اور اس نے مجھے ساتھ لے جانے پر اصرار نہیں کیا تھا اور یہ بات میرے حق میں بہتر تھی ورنہ کہیں بھی روپوش ہونا پڑتا اور

اس طرح وہ چانس ختم ہو جاتا جس کے لئے میں ابھی تک یہاں موجود تھا۔ شری دیوی حسب معمول تھیں، سدھا دیوی نے ابھی اچانک مجھے اپنی پسندیدگی کی فہرست سے نکال دیا تھا۔ البتہ شری دیوی کے پیٹ میں بھلا بات کہاں سے رکتی، موقع مل گیا۔ مسکراتی ہوا میرے پاس پاس پہنچ گئی۔

”تمہارے دن رات تو بڑے کٹھن گزر رہے ہوں گے ہریش جی۔“

”سمجھا نہیں شری دیوی۔“

”حالانکہ سب سمجھ رہے ہو تمہارا چہرہ بتاتا ہے۔“

”آپ ہمیشہ ہی مجھ پر شک کرتی رہی ہیں۔“

”میرے جوتے کو غرض پڑی ہے شک کرنے یا نہ کرنے کی، بس جو من میں آتا ہے کہہ دیا تھا تم سے، تم سے کون سا میرا ناٹھ ہے۔“

”بہر حال۔“

”اور اب اب بھی تمہاری دال نہیں گلے گی، کیونکہ سدھا دیوی نے ایک کھلونا“

اور خرید لیا ہے۔“

”کھلونا۔“

”دیکھا نہیں۔“

”وہ رسائی۔“

”ہاں، دیکھ ہے اس کا نام، جلانا جانتا ہے انسان کے من کو سدھا دیوی نے اسے“

بیس ہزار میں خریدا ہے۔“

”کیا؟“ میں نے حیرت سے اچھل کر کہا۔ اور شری ہنسنے لگی۔

”پورے بیس ہزار اس کے گھر والوں کو دیئے ہیں، پتا جی کے فرشتوں کو بھی نہیں ہے وہ تو اسے اپنی بستی والوں کا تحفہ سمجھ رہے ہیں، گھر کے کام کاج کے لئے بستی والوں نے پتا جی کو دیکھ دیا ہے لیکن یہ دیکھ کس کے من میں جل رہا ہے اس کا علم پتا جی کے فرشتوں کو بھی نہیں ہے۔“

میں صورتحال سمجھ گیا، میں نے آہستہ سے کہا۔

”تو وہ سدھا دیوی کا منظور نظر ہے۔“

”رقابت محسوس کر رہے ہو اس سے۔“

”جب آپ میری بات پر یقین ہی نہیں کرتیں شری دیوی تو کچھ کہنا بیکار ہے۔“

”مطلب؟“

”رقابت کی بات جہاں تک آپ نے کہی میرا سدھا دیوی سے ایسا کوئی واسطہ ہی نہیں رہا ہے جس کی بنا پر میں کسی نوجوان کو اپنے لئے رقیب سمجھوں۔“

جواب میں شری ہنس پڑی تھی، پھر کہنے لگی۔

”تم بھی بڑے مستقل مزاج ہو ہریش، مان کر ہی نہ دیتے۔“

”کوئی حقیقت ہو تو مان کر دوں۔“

”اگر تم سچ کہہ رہے ہو تو یہ اس سنسار کا سب سے بڑا جھوٹ محسوس ہوتا ہے، خیر مجھے کیا؟“

میں نے شری دیوی کے جانے کے بعد دیکھ کو غور سے دیکھا اس معیار پر پورا اترتا تھا جو کسی کو جلانے کے لئے کافی ہوتا ہے اگر شاندار لباس پہنا دیا جاتا اس کو تو اعلیٰ ترین شخصیت کا مالک تھا لیکن یہ دوسری بات ہے کہ ابھی تک اس میں کوئی ایسی نمایاں خوبی نہیں پیدا ہوئی تھی، شاید جنرل کیر سنگھ کی غیر موجودگی میں سدھا دیوی اسے ایک معیاری انسان بنانے میں کامیاب ہو جائیں۔

اوہر ایرا شائل کے قتل کی بازگشت گونج رہی تھی، تعزیتی پروگرام میں میری شمولیت بھی ہوئی تھی اور میں نے بھی چند منٹ کی خاموشی اختیار کی تھی، لیکن اندرونی معاملات مجھے بھی پتا نہیں چل سکے تھے، گو کل ہارپن بہت زیادہ متاثر نظر آتا تھا۔

تحقیقات شروع ہو گئی تھی اور ماہرین ایرا شائل کے قتل کا سراغ لگانے میں مصروف تھے۔ چونکہ میں اب اعزاز یافتہ تھا اس لئے میری ذاتی حیثیت بھی اچھی خاصی ہو گئی تھی اور خصوصی محکموں میں میرے اپنے بہت سے شناسا بھی تھے۔ جنرل کیر سنگھ چلا گیا اور اس کے گھریلو معاملات کی تھوڑی بہت ذمہ داری میرے شانوں پر بھی آگئی میں نے بہت سے معاملات سے خود کو لا تعلق رکھنا بھی بہتر سمجھا تھا جو تحقیقات ہو رہی تھی اس سے مجھے بہت سے خطرات لاحق تھے اب ان لوگوں کے ڈیپارٹمنٹ اتنے احمق بھی نہیں تھے، میرا نام دانش منصور کی حیثیت سے ان لوگوں کے لئے خالص حواہنا ہوا تھا، اور

خفیہ ایجنسیاں مسلسل یہ سراغ لگانے میں مصروف تھیں کہ دانش منصور جسے اغوا کر کے یہاں بھیجا گیا تھا، آخر کہاں روپوش ہو گیا، اصل میں میرے لئے بچت کا ایک راستہ یہ نکل آیا تھا کہ میں کشمیری مجاہدین کے ہاتھوں لگ گیا تھا، چنانچہ جب کبھی یہاں شناساؤں میں دانش منصور کا تذکرہ میرے سامنے ہی ہوتا تو لوگ اپنی رائے یہی دیا کرتے تھے کہ دانش منصور کشمیری مجاہدین کے ساتھ مصروف عمل ہے، میرے رجحانات کا اندازہ کر کے بعض ایسے واقعات کو میرے نام سے منسوب کیا جاتا تھا جن میں مجاہدین کشمیر کوئی شاندار کارنامہ سرانجام دیا کرتے تھے لیکن یہ بات میرے لئے مسلسل خوف کا باعث تھی کہ بالآخر ایک نہ ایک دن ایسا ضرور آجائے گا جب انہیں میری نشاندہی ہو جائے گی، وہ تو شکر تھا کہ ایرا شائل نے براہ راست یہ ساری معلومات حاصل کی تھیں اور بات اسی تک محدود رہی تھی، احمق یہودی جاسوسہ اگر عورت نہ ہوتی تو اس طرح مار نہ کھا جاتی، یہ بھی ایک دلچسپ تجربہ تھا۔

پھر یوں ہوا کہ ایک دن مجھے گوئل ہارپن نے طلب کر لیا اس کی اس طلبی نے میرے ذہن میں شدید تجسس بیدار کر دیا تھا ہر پہلو پر غور کرنے کے بعد گوئل ہارپن کے پاس پہنچا تھا، گوئل ہارپن غالباً ایرا شائل سے کوئی خاص نسبت رکھتا تھا، اس دوران اس سے ملاقات تو نہیں ہوئی تھی، لیکن اس کی مصروفیات علم میں آتی رہی تھیں، اس کا چہرہ سنت گیا تھا اور وہ شگفتگی رخصت ہو گئی تھی جو اس کی شخصیت میں پہلے پائی جاتی تھی وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ یہ ملاقات پرائیویٹ نوعیت کی ہے، مجھ سے اچھی طرح ملا اور بھاری لہجے میں بولا۔

”ایرا شائل ہمارے درمیان سے نکل گئی ڈیر ہریش، لیکن تمہارے مسئلے میں بہت جذباتی تھی اور کئی بار اس نے مجھ سے تمہارے بارے میں گفتگو کی تھی۔“ میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

”میں شائل کے بارے میں سر، آج پہلی بار آپ کے سامنے دل کی بات کر رہا ہوں ورنہ کوئی اور ایسا تھا ہی نہیں جسے میں اپنے جذبات سے آگاہ کر سکتا، حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے میری بہت رہنمائی کی تھی اور مجھے یہاں تک لانے میں انہی کا ہاتھ تھا میں ان کی بے پناہ عزت کرتا تھا۔“

”ایک بات بالکل سچ بتاؤ گے ہریش؟“

”سر آپ کے سامنے جھوٹ بولنے کی جرات نہیں کر سکتا۔“

”کیا ایرا شائل تم سے محبت کرنے لگی تھی؟“

”وہ مجھ سے محبت کرتی تھیں لیکن ایک اچھے اسٹوڈنٹ کی حیثیت سے، ان کی مہربانیاں ہمیشہ میرے ساتھ رہتی تھیں۔“

”اس سے زیادہ۔“ گوئل ہارپن نے میرا چہرہ دیکھتے ہوئے کہا۔

”نہیں سر، میں نے ہمیشہ ان کا احترام ایک استاد کی حیثیت سے کیا، وہ درحقیقت میری استاد تھیں۔“

”فطری طور پر وہ بہت اچھی عورت تھی اور اگر یہ انکشاف تم پر نہیں ہوا تو حیرت کی بات ہے یا تو اسے تمہارے سادگی کما جائے یا پھر ایرا شائل نے تم سے گریز کیا ورنہ جہاں تک میرا اندازہ تھا وہ تم سے محبت کرنے لگی تھی، تمہیں چاہئے لگی تھی، کیا اس نے کبھی تم سے اس کا اظہار نہیں کیا، تم اس کے فلیٹ پر تو گئے ہو گے۔“

”تین بار سر انہوں نے مجھے طلب کیا لیکن کبھی بھی انہوں نے کسی قسم کی ایسی کیفیت کا اظہار نہیں کیا مجھ پر، مجھے آپ کی بات پر حیرت ہے۔“

”خیر ہم ایرا شائل کے وجود کو کبھی فراموش نہیں کر سکتے، اسی لئے اس وقت میں تم سے اس کا تذکرہ نکال بیٹھا ہوں جبکہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ اب تمہیں ایک اور مہم سرانجام دینے کے لئے تیار ہو جانا چاہیے، شاید یہ بات کبھی تم سے ایرا شائل نے نہ کہی ہوگی کیونکہ اس کا منصوبہ اس کے اپنے ذہن ہی میں تھا اور اس سے کبھی باہر نہیں آیا، تمہیں ایک خاص مہم کے لئے اس نے منتخب کیا ہے اور اب تمہیں اس کی موت کے بعد بھی اس کی اس مہم کی تکمیل کرنی ہے۔“

”میڈم شائل نے اگر کوئی ذمے داری میرے شانوں پر رکھی ہے تو زندگی کی قیمت پر اسے سرانجام دینے کی کوشش کروں گا۔“

”کل صبح تمہاری ملاقات مقامی فوج کے ایک افسر اعلیٰ جنرل مدھو کر سنہا سے ہوئی ہے اور مسٹر مدھو کر سنہا تمہیں تمہاری آئندہ مصروفیات کی تفصیل بکھریں گے۔“

”جی سر میں حاضر ہوں۔“ میں نے جواب دیا۔ گوئل ہارپن دیر تک مجھ سے بات کرتے رہے۔

کرتا رہا اس نے مجھے بتایا کہ کل صبح میں تیاریوں کے بعد وہاں پہنچوں، ہو سکتا ہے وہ ذمہ داری وہیں میرے سپرد کر دی جائے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کے سلسلے میں مزید تفصیلات کے لئے مجھے کہیں اور جانا پڑے۔ میں نے آمادگی کا اظہار کر دیا۔

واپسی میں شدید سنسنی کا شکار رہا اور یہ سنسنی مجھ پر ساری رات طاری رہی۔ دوسرے دن صبح گوئل ہارپن کی ہدایت کے مطابق اس جگہ پہنچ گیا جہاں سے ایک فوجی گاڑی مجھے لے کر چل پڑی، گاڑی میں 'میں تھا تھا' ڈرائیور کے ساتھ ایک شخص بیٹھا ہوا تھا۔ فوجی چھاؤنی کے ایک مخصوص علاقے میں مجھے پہنچا دیا گیا جہاں میری ملاقات دو افراد سے ہوئی، یہ لوگ بھی میرے ساتھ ہی اس مہم کے شریک تھے کیونکہ انہوں نے میرا استقبال تین نمبر کی حیثیت سے کیا تھا، ان میں ایک شاطرانہ شخصیت کا مالک تیرتھ رام تھا اور دوسرا ایک یہودی نسل کا نوجوان ڈین شیرر۔

ڈین شیرر بھی ذہانت کا پتلا معلوم ہوتا تھا، خدوخال ظاہر ہے یہودیوں جیسے ہی لیکن وہ بہترین اردو اور بہترین پشتو بولتا تھا۔ وہ اتنی صاف اردو میں مجھ سے باتیں کرتا تھا کہ میں نے کئی بار اس پر حیرت کا اظہار کیا تیرتھ رام ہنس کر بولا۔

”لیکن ڈین شیرر بہترین اداکاری کر لیتا ہے خالص قسم کے پٹھانوں والی اور ہمارے ساتھ یہ پٹھان ہی کی حیثیت سے چلے گا، اگر کوئی پشتو بولنے والا اس کی پشتو سن لے تو خواب میں بھی نہیں سوچ سکتا کہ یہ پٹھان نہیں ہے۔“

میں نے ہنس کر کہا۔

”یقینی طور پر مسٹر ڈین شیرر مجھے حیران کن قوتوں کے ملک معلوم ہوتے ہیں اور ان کا رنگ و روپ اور خدوخال سو فیصدی پٹھانوں سے ملتے جلتے ہیں، یہ ایک بہترین کردار منتخب کیا گیا ہے۔“

جنرل مدھوکر بہت خوبصورت جسم کا آدمی تھا، عمر پینتالیس یا پچاس کے درمیان ہوگی لیکن صحت نوجوانوں جیسی تھی، گہری نگاہوں کے مالک اس شخص نے ہم تینوں کا جائزہ لیا اور سرد لہجے میں ہمارا انٹرویو لینے لگا، اس نے ہم میں سے ہر ایک کے بارے میں معلومات جاہل کیں، میرے ساتھ تو جنرل کیر سنگھ کی چھاپ موجود تھی، چنانچہ اس سے بڑا کوئی عہدہ میرے بہتر انسان ہونے کے لئے نہیں تھا، جنرل مدھوکر سنہانے ہم سے کہا۔

”اور جس مقصد کے لئے تمہارا انتخاب کیا گیا ہے، اسے ابھی تمہارے علم میں لانا مناسب نہیں ہے، البتہ تمہیں تربیت کے لئے ڈیلو کیمپ بھیجا جا رہا ہے، ڈیلو کیمپ جہاں بھی ہے اور جو کچھ بھی ہے اس کی تفصیلات تمہیں معلوم ہو جائیں گی وہاں پر تم تربیت حاصل کرو گے اور پھر وہیں سے تمہیں آئندہ کے لئے معلومات فراہم کر دی جائے گی، میں نے تمہارا انتخاب مناسب طور پر کر لیا ہے تمہیں ایک ایک بات ڈیلو کیمپ ہی میں بتائی جائے گی چنانچہ اب تم یہاں سے براہ راست وہاں روانگی کی تیاریاں کرو۔“

ہمیں ایک ہیلی کاپٹر کے ذریعے ڈیلو کیمپ بھیجا گیا، ہیلی کاپٹر کا سفر اتنا طویل تھا کہ ہمیں یہ اندازہ ہو گیا کہ ہم اپنی رہائش گاہ سے کتنے فاصلے پر پہنچ گئے ہیں، ڈیلو کیمپ بھی ایک فوجی علاقہ تھا اور اسے دور دراز جنگلوں میں بنایا گیا تھا لیکن وہاں کے اطراف جس قدر خوبصورت تھے ان سے دلی فرحت ہوتی تھی، چاروں طرف سبزہ زار اونچی اونچی برف پوش پہاڑیاں نجانے کون سا علاقہ تھا، ویسے ہندوستان کی وسعتوں کے بارے میں مجھے علم تھا اور ایسا کوئی ایک علاقہ وہاں نہیں تھا بلکہ اس کا ایک ایک چپہ ایسے ایسے حسین علاقوں سے بھر پور تھا۔

ڈیلو کیمپ میں چند افراد نے ہمارا استقبال کیا اور ہمارا چارج لے لیا گیا، رہائش، عمدہ کھانا، عیش و عشرت کی زندگی البتہ اس کے ساتھ ساتھ ہی وہ تربیت بھی جاری تھی جو ایک مخصوص سمت کی جانب اشارہ کرتی تھی اور غالباً میرے علاوہ کسی اور کے علم میں یہ بات نہیں تھی کہ جس مہم پر ہمیں بھیجا جانے والا ہے اس کی نوعیت کیا ہے، غرضیکہ مختلف قسم کے تجربات جاری رہے ہماری تربیت ہر طرح سے کی جا رہی تھی، ہمیں علاقائی نوعیتیں سمجھائی جا رہی تھیں، ہمارا یہاں کا مقامی چیف بھی ایک سکھ میجر تھا جس نے ہماری تربیت کی ذمہ داری سنبھالی ہوئی تھی، میجر ہرنام سنگھ بہت اچھا انسان تھا اور اس کا رویہ ہمارے ساتھ بہت ہی مخلصانہ تھا لیکن جہاں تک صورت حال کا معاملہ تھا اس نے ہمیں نہیں بتایا گیا تھا کہ کون آرہا ہے۔ جنرل مدھوکر سنہانے ہم سے ہاتھ ملایا اور میجر ہرنام سنگھ سے ہماری تربیت کے بارے میں تفصیلات معلوم کرتا ہوا اس جگہ تک آگیا جہاں ڈیلو کیمپ کا بہت بڑا دفتر بنا ہوا تھا، ایک بڑے سے کمرے میں تین افراد بیٹھے ہوئے تھے یہ ہمارے لئے اجنبی تھے۔ بڑی سی میز کے سامنے انہوں نے کچھ کاغذات سجائے ہوئے تھے۔

تھا، میں بہت زیادہ متجسس تھا اور میری دلی آرزو تھی کہ جلد از جلد مجھے میرے وطن کی سرحدوں کے دوسری جانب دھکیل دیا جائے، حالانکہ میں یہاں سے ایک اور اہم ذمے داری لے کر جا رہا تھا، جس کی تکمیل میرا فرض نہیں تھا لیکن میں نے یہ غلط سوچا، اصل میں میرے وجود کا ذرہ ذرہ تو اپنے وطن کے لئے وقف ہو گیا تھا، اس دوران میں نے یہ تصور اپنے ذہن سے نکال دیا تھا کہ میری اصل شخصیت کیا ہے، میں فیصل تھا، دانش منصور تھا جو کچھ بھی تھا اس وقت تک تھا جب تک کہ میں اپنے وہ کارنامے سرانجام دے رہا تھا، لیکن اس وقت جو ناپاک منصوبہ میرے علم میں آیا تھا اصل میں اپنی شخصیت سے اس منصوبے کو ناکام بنا دینا چاہتا تھا اور یہ سمجھتا تھا کہ فرض کی ادائیگی کا ایک بہت بڑا حصہ میرے سر سے ٹل جائے گا اور میں اپنا فرض ادا کر کے خوشی محسوس کروں گا چنانچہ اپنی تمام تر توجہ اسی جانب مبذول کئے رہا۔

چوبیس گھنٹے کی وہ تربیت بھی مکمل ہو گئی اور اس وقت رات کے تقریباً ساڑھے گیارہ بجے تھے جب ہمیں تیار ہونے کے لئے کہا گیا، شام ہی کو ہلکا پھلکا کھانا دیا گیا تھا اور اس کے بعد کھانا پینا بند کر دیا گیا تھا وہ ساز و سامان ہمارے حوالے کر دیا گیا تھا جس سے ہمیں کام لینا تھا، ہلکی سب مشین گئیں، چھوٹے چھوٹے گرینیڈ جو خاص طریقے سے بنائے گئے تھے، ٹرانسیٹر وغیرہ۔

سامان بہت زیادہ وزنی نہیں تھا لیکن بڑا موثر تھا اور اس کے بعد ہمیں فوجی جیب لے کر چل پڑی، تین افراد ہمارے ساتھ تھے جن میں میجر ہرنام سنگھ بھی تھا، ہمیں وہ راستے بتادیئے گئے تھے جہاں سے ہمیں اپنا کام سرانجام دینا تھا۔ مخصوص جگہ پہنچانے کے بعد میجر ہرنام سنگھ نے ہمیں ست سری اکال کہنا اور اس کے بعد جیب واپس لوٹ گئی اب یہاں سے ہمارے آگے کے سفر کا آغاز ہو گیا تھا۔ پہلے ہمیں ایک بہت بڑا درہ عبور کرنا تھا جو انتہائی دشوار گزار تھا، پتھر پلے راستوں سے گزر کر درے کے دوسری جانب پہنچنے کے بعد ہمیں اطلاع دی گئی تھی کہ ہم ایک وادی میں جا نکلیں گے جو ویران پڑی ہوئی ہے لیکن اس وادی میں ہمیں دوسری جانب سے دیکھ لئے جانے کا خطرہ پیش آسکتا ہے۔

اس سنسنی خیز سفر کا پہلا مرحلہ طے ہو گیا، ہم تینوں نہایت جانفشانی سے اپنی منزل کی جانب بڑھ رہے تھے وہ وادی زیادہ وسیع و عریض نہیں تھی جس کی طرف سے ہمیں باخبر

میجر ہرنام سنگھ کو واپس کر دیا گیا اور اس کے بعد جنرل مدھو کر سنہا نے ہم تینوں کو سامنے بٹھا کر کہا۔

”اور اب تمہیں اس خفیہ مہم کی تمام تفصیلات بتائی جا رہی ہیں دوستو! جسے سرانجام دینے کے لئے تمہیں یہاں سے روانہ ہونا ہے، تمہیں ہلکا پھلکا بھیجیں بدلنا پڑے گا اور اس کے بعد تمہیں سرحدی علاقوں سے دوسری طرف پہنچا دیا جائے گا، تینوں جہاں تک ممکن ہو سکے ساتھ ساتھ رہنے کی کوشش کرنا کیونکہ بہر طور تمہیں خفیہ طور پر دشمن کے علاقہ میں داخل ہونا ہے۔ خطرات جس طرح تمہارا استقبال کریں گے تمہیں اس کا پورا پورا اندازہ ہونا چاہیے اور یقینی طور پر میجر ہرنام سنگھ نے تمہیں ان خطرات سے نمٹنے کے تمام گر سکھا دیئے ہوں گے، تمہارا رابطہ ٹرانسیٹر پر ایک دوسرے سے رہے گا بظاہر ہم احمق قسم کے دیہاتی بن کر وہاں داخل ہو گے لیکن اس کے بعد تمہیں جب یہ احساس ہو جائے کہ تم نے ہر شے کو ختم کر دیا ہے تو پھر وہاں تمہیں چند افراد سے رابطہ قائم کرنا پڑے گا۔“ ان افراد کے جو نام بتائے گئے مجھے اس کے بارے میں پوری تفصیل پہلے سے معلوم تھی لیکن ہم بڑی توجہ اور دلچسپی سے جنرل مدھو کر سنہا کے یہ الفاظ سن رہے تھے اس لئے کہ۔

”اور اگر تم نے اس مہم کو شاندار طریقے سے سرانجام دے لیا تو یوں سمجھو کہ ایک عظیم الشان کارنامہ سرانجام دینے کا باعث بنو گے اور اس کا صلہ تمہیں جو کچھ ملے گا اس کے بارے میں بھی تمہیں اچھی طرح علم ہو جانا چاہیے۔“

”سر اپنے دلش کی خدمت کرنا ہمارا فرض ہے اور دلش کی خدمت کا صلہ یہی ہوتا ہے کہ دلش پھلے پھولے۔“ تیرتھ رام نے کہا اور جنرل مدھو کر سنہا گردن ہلانے لگا۔ آخری ہدایت ہمیں جنرل مدھو کر سنہا نے دی اور اس کے بعد ہرنام سنگھ کو طلب کر لیا گیا، بقیہ ذمے داریاں ہرنام سنگھ کو پوری کرنی تھیں، میجر نے اسے ہدایت دی کہ ہمیں چوبیس گھنٹے تک وہ تمام علاقے اور نام دکھائے جاتے رہیں اور ذہن نشین کر لیا جائے جہاں ہمیں اپنے بقیہ ساتھیوں کو تلاش کر کے بالآخر اپنا اہم کام سرانجام دینا تھا۔ جنرل مدھو کر سنہا کے جانے بعد میجر ہرنام سنگھ نے اپنا کام شروع کر دیا، بڑی دلچسپ شخصیت کا مالک تھا وہ دوران تربیت وہ ہم سے مذاق بھی کرتا جاتا تھا، لطیفے بھی سنا جاتا

کیا گیا تھا۔ رات کا دوسرا پہر شروع ہو چکا تھا اور تاحد نگاہ ویرانی پھیلی ہوئی تھی، ہمارے لباس خصوصاً اس قسم کے تھے کہ رات کی تاریکی میں ہمیں دیکھنا نہ جاسکے سامنے ہی پہاڑی ٹیلے نظر آ رہے تھے، وادی کو عبور کرنے کے بعد ہمیں ان پہاڑی نیلوں تک پہنچنا تھا اور یہاں سے تھوڑا تھوڑا سفر طے کرنے کے بعد بالا آخر اس آبادی تک جو دوسرے ملک یعنی میرے اپنے وطن عزیز کی آبادی تھی، میرا دل بلیوں اچھل رہا تھا اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ وہاں پہنچنے کے بعد مجھے سب سے پہلا عمل کیا کرنا ہوگا، ایک ایک قدم پھونک پھونک کر رکھا جا رہا تھا اور ہم کسی کو یہ احساس نہیں ہونے دینا چاہتے تھے کہ وادی میں کوئی شے متحرک ہے، چنانچہ اس وادی کو عبور کرنے میں ہمیں خاصا وقت صرف ہو گیا اور پھر ہم ان چٹانوں کے قریب پہنچ گئے جہاں سے ہمیں فاصلے اختیار کرنے تھے ڈین شیر نے اس سلسلے میں بائیں سمت کا انتخاب کیا، تیرتھ رام درمیان میں رہا اور مجھے دائیں سمت روانہ ہونے کے لئے کہا گیا، لیکن ابھی ہم اپنے سفر کو آگے نہیں بڑھا سکے تھے کہ دفعتاً تیز روشنیاں پہاڑوں کی چٹانوں سے ہم پر ڈالی گئی تھیں اور لازمی امر تھا کہ یہ دوسری سمت کے فوجیوں کا کارنامہ تھا، تاہم یہ بات میرے علم میں تھی کہ وہ لوگ دوست اور دشمن کا اندازہ نہیں لگا پائیں گے اور میں بھی ان کی زد میں آجاؤں گا لیکن شیر اور تیرتھ رام نے ان روشنیوں پر فائرنگ شروع کر دی تھی اور اس کے ساتھ ہی کچھ چیخیں بھی بلند ہوئی تھیں۔ دفعتاً ہی میرے بدن میں جھرجھری سی پیدا ہو گئی وہ چیخیں میرے وطن کے فوجیوں کی تھیں اور یقینی طور پر ان دونوں کتوں نے ان فوجیوں کو نشانہ بنایا تھا، پہاڑی چٹانوں پر لگی ہوئی سرچ لائٹیں بھی بجھ گئی تھیں اور میں ان کی زد سے نکل آیا تھا، لیکن میرا جنون عروج کو پہنچتا جا رہا تھا، میری نگاہوں کے سامنے میرے وطن کے فوجیوں کو نقصان پہنچایا گیا تھا، یقیناً وہ ان گولیوں سے زخمی ہوئے ہوں گے، دفعتاً ہی روشنیاں پھر نمودار ہوئیں اور اس بار وہ گردش کر کے چاروں طرف گھوم رہی تھیں، میں نے فضا میں فائرنگ کی اور کافی گولیاں چلا دیں، ڈین اور تیرتھ رام دونوں ہی پھر گولیاں برسانے لگے تھے اور اس نتیجے میں کچھ اور چیخیں سنائی دی تھیں، دفعتاً ہی میں نے ڈین کو نگاہوں میں رکھا اور اس پر گولیوں کی بارش کر ڈالی، یہ کبخت کچھ بھی ہے لیکن میں اسے اپنے وطن کے فوجیوں کو نقصان پہنچانے کے لئے زندہ نہیں چھوڑوں گا، چنانچہ میں نے ڈین شیر کو بھون کر رکھ دیا

اور اس کے بعد تیرتھ رام کی ناک میں لگ گیا، مجھے اس کی ڈائریکشن پتا تھی چنانچہ میں نے پھرتی سے اپنی جگہ تبدیل کر کے تیرتھ رام پر بھی گولیاں کا طوفان نازل کر دیا۔ یہ صورتحال غیر متوقع ہوئی تھی لیکن کس دل سے یہ برداشت کرنا کہ دو دشمن میرے وطن کے فوجیوں کو بھون رہے ہیں، میں نے ان دونوں کو خاک و خون میں نہلا دیا اب میری جو کیفیت ہو مجھے اس کی پروا نہیں تھی، دوسری جانب سے بھی گولیاں چلائی جا رہی تھیں، لیکن میں نشانہ نہیں بن سکا تھا اس کے بعد ایک بار پھر روشنیاں بجھ گئیں، میں گہری گہری سانس لینے لگا جو کچھ میں کر چکا تھا اس کا نتیجہ ابھی دیکھنا مناسب نہیں تھا کیونکہ ڈین اور تیرتھ رام کی لاشوں کا کافی فاصلہ تھا، میں اپنی جگہ انتظار کرتا رہا۔ پھر اچانک ہی عقب سے کچھ گاڑیوں کی آوازیں سنائی دیں اور میں ششدر رہ گیا، عقب سے آنے والے کون ہو سکتے ہیں یہ تو عین سرحدی علاقہ تھا کیا ہندوستانی فوجی یہی اندازہ کیا جاسکتا تھا۔ بڑی عجیب پوزیشن ہو گئی تھی، میری ایک اکیلے کی زندگی ہی کیا، اگر ادھر سے باقاعدہ فائرنگ شروع ہوئی اور جھڑپ کا آغاز ہو گیا تو خطرناک صورت حال پیدا ہو جائے گی اس کے علاوہ اور کچھ نہ کر سکا کہ ایک محفوظ جگہ دیکھ کر سیدھا سیدھا لیٹ گیا، فوجی گاڑیاں باقاعدہ ہیڈ لائٹس جلائے ہوئے آ رہی تھیں اور پھر ان سے بہت سے افراد نیچے اتر آئے اور اس کے بعد تیز روشنیوں کی زد میں یہ لوگ آگے بڑھنے لگے پھر میگا فون سے کہا گیا۔

”مسٹر ہریش بنرجی، ڈین شیر اور تیرتھ رام، آپ لوگ جہاں بھی کہیں ہیں ہمیں اپنی موجودگی کی اطلاع دیں، مسٹر ہریش بنرجی، تیرتھ رام اور ڈین شیر۔“

یہ آواز ہر نام سنگھ کی تھی میں نے اسے پہچان لیا، آزادانہ طور پر بول رہا تھا جیسے اسے اتنے قریب دشمن کی موجودگی کا احساس ہی نہ ہو میں نے پھٹی پھٹی نگاہوں سے چٹانوں کی جانب دیکھا، ادھر سے بھی ٹارچوں کی روشنیاں بلند ہو رہی تھیں اور پھر ہر نام سنگھ کی آواز سنائی دی۔

”آپ تینوں میں سے کوئی ایسی حرکت نہ کرے جس سے آپ کو نقصان پہنچ جائے ہم اپنے ہی علاقے میں ہیں اور کوئی خطرہ نہیں ہے۔“

اچانک ہی میرے بدن میں سنسنی دوڑ گئی اور میرے مسامات نے ٹھنڈا پسینہ چھوڑ دیا، ایک انوکھا تصور میرے ذہن میں بیدار ہوا تھا اور میرا وجود تھر تھر کانپنے لگا تھا، ایک لمحے

کے لئے مجھ پر خوف کا غلبہ رہا لیکن اس کے بعد کسی قسم کے احساس کا موقع ہی نہیں ملا۔ دونوں طرف سے بے شمار فوجی ہمارے نزدیک پہنچ گئے تھے، البتہ یہ دیکھ کر میری آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں کہ ڈین شیرر اور تیرتھ رام بھی اٹھ کر سیدھے کھڑے ہوئے تھے اور آگے بڑھنے لگے تھے، ہمارے پاس چند فوجی پہنچے اور انہوں نے بڑے احترام سے ہمیں گاڑیوں تک چلنے کے لئے کہا۔ عقل حیران رہ گئی تھی۔ پھر میں نے ایک گاڑی کے پاس ہر نام سنگھ کو کھڑے دیکھا جو مسکرا رہا تھا۔ اس نے کہا۔

”آپ لوگ اپنی کوششوں میں مکمل طور پر کامیاب قرار دیئے گئے ہیں، اصل میں یہ ایک ڈرامہ تھا بلکہ یوں کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا کہ ایک تجربہ تھا جو آپ لوگوں کی تربیت کے آخری مرحلے کے طور پر کیا گیا، اور یقینی طور پر آپ نے اطمینان بخش حالات کا ثبوت دیا ہے، گویا آپ دشمن کی حد میں داخل ہونے کے لئے پوری طرح فٹ ہیں، اب آئیے آپ کو واپس چھاؤنی لے جایا جا رہا ہے، جہاں آپ کو مزید ہدایات دی جائیں گی۔“ کسی کے منہ سے کوئی آواز نہیں نکل سکی البتہ میری حالت سب سے زیادہ خراب تھی اور میں ڈین شیرر اور تیرتھ رام کو دیکھ رہا تھا۔ جو بالکل درست حالت میں نظر آ رہے تھے۔ اب اس وقت کسی قسم کے استفسار کا تو موقع تھا نہیں چنانچہ میں خاموشی سے ایک گاڑی میں بیٹھ گیا، ڈین اور تیرتھ بھی میرے ساتھ ہی تھے، میں نے محسوس کیا کہ وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگتے ہیں، میری سمجھ میں ایک بات جو آرہی ہو، اس وقت عقل نے ساتھ چھوڑ دیا تھا۔

تھوڑا سا فاصلہ طے کر کے ہم کوئی آدھے گھنٹے کے اندر اندر ذیلی چھاؤنی میں پہنچ گئے، یہ ایک کیمپ تھا جس کے چاروں طرف خاردار تاروں کی باڑھ لگائی گئی تھی اور ایک دروازہ بنایا گیا تھا، وہیں پر کیبن نما بیرکیں بنی ہوئی تھیں، مجھے ایک کیبن میں پہنچا دیا گیا، ڈین اور تیرتھ دوسرے کیبنوں میں چلے گئے تھے۔ میجر ہرنام سنگھ نے کہا تھا کہ ہم آرام کریں بقیہ رات ہمارے آرام کے لئے ہے۔ لیکن آرام کا کیا تصور کیا جاسکتا تھا، میرے ہوش و حواس ہی گم تھے جو عمل میں نے کیا تھا اس نے صورت حال بہت خوفناک کر دی تھی بشرطیکہ ان لوگوں کو اس بات کا احساس ہو جائے کہ میں نے کیا کیا ہے، میری چلائی ہوئی گولیوں نے ان دونوں پر آخر اثر کیوں نہیں کیا، میں تو جوش جذبات میں ان پر بھرپور

علی کرچکا تھا، یہ سمجھ کر کہ وہ میرے وطن کے فوجیوں کو نقصانات پہنچا رہے ہیں لیکن میں کوئی نقصان نہیں پہنچا تھا۔ کیوں آخر کیوں اور اس کیوں کا میرے پاس کوئی جواب نہیں تھا میں ساری رات بے چینی سے بستر پر کروٹیں بدلتا رہا تھا، کس کبخت کی پلکیں ایک لمحے کے لئے جڑی تھیں۔

”دوسری صبح کا آغاز ہوا، ایک ملازم نے مجھے ناشتہ پہنچایا، چائے کے دو کپ پی کر میں مطمئن ہو گیا، بھوک کا نام و نشان نہیں تھا، بس میں یہ سوچے جا رہا تھا کہ میرے اس عمل کا کیا رد عمل ہوگا، کہیں ایسا نہ ہو کہ میں ان لوگوں کی نگاہوں میں آجاؤں، دن کے دس بجے مجھے ایک بیرک میں طلب کیا گیا جہاں ہم لوگ موجود تھے۔ یہاں کچھ انتظامات کیے گئے تھے۔ میں نے اپنے آپ کو سنبھال لیا اور پر اعتماد قدموں سے چلتا ہوا آگے بڑھا ایک کوٹ میرے لئے بھی تھی۔ جنرل مدھو کر سنہا نے گفتگو کا آغاز کیا۔“

”خفیہ مشن کے سلسلے میں آپ لوگوں کو بہترین تربیت مکمل کرنے پر بدھائی دیتا ہوں۔ آپ لوگوں نے خود کو اس مشن کا اہل ثابت کر دیا ہے اور اب ہم آپ پر اس سلسلے میں مکمل اعتماد کر سکتے ہیں۔ اصل میں جو کچھ ہوا ہماری تربیت کا ایک حصہ تھا۔ آپ لوگوں کو حقیقت سے لاعلم رکھا جائے یہاں ہم آپ کی کارکردگی کا جائزہ اس طرح لینا چاہتے تھے کہ آپ کو اصلیت کا علم نہ ہو اور آپ خود کو دشمن کے علاقے میں تصور کریں اور آپ نے نہایت کامیابی سے اپنا یہ کام پورا کر دیا۔ جو ہتھیار آپ کو دیئے گئے ہیں وہ نقلی تھے اور جو ایمونیشن آپ کے پاس ہے وہ خاص قسم کا بنا ہوا ہے جو دھماکے بھی کرتا ہے اور اصل کی طرح چلتا ہے لیکن انسانی جسم کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ ظاہر ہے ہمارے فوجی جو اس تجربے میں دشمن کے فوجیوں کی حیثیت سے حصہ لے رہے تھے اصل ایمونیشن سے نقصان اٹھا سکتے تھے۔ اس لئے ہم نے یہ نقلی اسلحہ استعمال کیا۔ آپ لوگوں کی کارکردگی کی پوری فلم تیار کی گئی ہے۔ جو ایک بار دیکھی جا چکی ہے دوسری بار پھر دیکھی جائے گی، فلم دکھائی جائے!“ جنرل مدھو کرنے کہا اور ایک آدمی اٹھ کر پروجیکٹر کے پاس پہنچ گیا۔

میرا دم گھٹ رہا تھا۔ صاف ظاہر تھا کہ جنرل سنہا میرے ساتھ جو ہے ملی کا کھیل کھیل رہا تھا۔ اسے مجھ پر شبہ ہو گیا تھا لیکن اب کیا کیا جاسکتا ہے جو ہوگا دیکھا جائے گا۔

رات کی تاریکی میں بنی ہوئی فلم بھی کسی خاص تکنیک سے بنائی گئی تھی۔ مناظر دھندلے اور تاریکی میں ڈوبے ہوئے تھے لیکن ہم تینوں کے دھندلے خاکے پہچانے جاسکتے تھے۔ ہم اپنے مخصوص انداز میں آگے بڑھ رہے تھے۔ درے میں داخلے سے فلم کا آغاز ہو گیا تھا۔ اس کے بعد ہم وادی میں پہنچے۔ پھر ان چٹانوں کے پاس پہنچے یہاں سے ہم پر روشنی پڑی۔ سرچ لائٹ کے دائرے روشن ہوئے اور ہم پوزیشن لینے لگے۔ اس کے بعد ہم نے گولیاں چلانا شروع کر دیں۔ پھر وہ مرحلہ آیا جب میں نے فضا میں گولیاں چلائیں اس کے ساتھ ہی ایک سفید ایرو نے میری کارکردگی کی خصوصی نشاندہی کی وہ میری چلائی ہوئی گولیاں کا رخ آسمان کی طرف ظاہر کر رہا تھا۔ یہ شبہ ختم ہو گیا۔ یہ میرے عمل کی نشاندہی کی جارہی تھی۔ میرے اعصاب کشیدہ ہو گئے۔ اس کے بعد وہ منظر بھی نظر آیا جس میں ڈین شیرر اور تیرتھ رام پر میں نے گولیاں برسائی تھیں۔ یہاں بھی کمرے نے میرے عمل کی نشاندہی کی تھی۔ میرا کھیل ختم ہو گیا اور اب کسی نئے کھیل کا آغاز ہونے والا تھا۔

”فلم ختم ہو گئی“ جنرل سنہا نے کہا۔ ”تربیت یافتہ تینوں افراد نے بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے لیکن جو عجیب بات ہوئی اسے سب نے محسوس کیا ہے۔ ہمیں اس کا کھوج لگانا ہو گا۔ مسٹر ہریش نہرجی کو حراست میں لے لیا جائے۔“

پہلے سے تیار کھڑے ہوئی ملٹری پولیس کے چار افراد میرے ارد گرد آکھڑے ہوئے۔ ان میں ایک نے مجھ سے کھڑے ہونے کے لئے کہا اور پھر میرے ہاتھ پشت پر کس دیئے گئے۔

”اس عجیب بات کی کہانی ڈین شیرر اور تیرتھ رام نے سنائی وہ خود حیران تھے۔ پھر فلم نے پوری تصدیق کر دی۔ مسٹر ہریش کو آبرزویشن روم میں پہنچا دیا جائے۔“

”آؤ۔“ ملٹری پولیس آفیسر نے کہا اور میں خاموشی سے ان کے ساتھ باہر نکل آیا۔ آبرزویشن روم ایک بیک ہی تھا۔ لکڑی سے بنا ہوا ایک وسیع کمرہ جہاں تشدد کے آلات نظر آرہے تھے۔ ایک چھوٹے سے جھے کو قید خانہ بنایا گیا تھا جس میں سلاخیں لگی ہوئی تھیں۔ مجھے ان سلاخوں کے پیچھے پہنچا کر تالا لگا دیا گیا۔ اندر ایک لوہے کا اسٹول پڑا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔

مجھے لانے والے پیرک سے باہر نکل گئے اور میں اسٹول پر بیٹھ کر سوچنے لگا کہ اب

ایک دلچسپ کھیل کا آغاز ہو گا۔ اس کھیل میں میرا کیا کردار ہونا چاہیے۔ زندگی سے دلچسپی کیا تھی جو آنے والے وقت کا خوف ہوتا لیکن پھر بھی کچھ کرنا تو چاہیے۔ مگر کیا! آلات تشدد کا جائزہ لیا دلچسپ چیزیں تھیں، گویا اب مجھے تشدد کے ان لمحات سے بھی گزرنا پڑے گا، میں آنے والے وقت کے لئے خود کو تیار کرنے لگا، حقیقت یہ تھی کہ انہیں مطمئن کرنے کے لئے اب میرے پاس الفاظ نہیں تھے، فلم دیکھنے کے بعد اس بات کا کوئی شبہ نہیں رہ جاتا تھا کہ کسی غلط فہمی کی بنیاد پر میں نے یہ کارروائی کی، اگر میں ان سے کسی بات کا تذکرہ بھی کرتا تو ظاہر ہے اسے تسلیم نہیں کیا جاتا، پھر کیا کیا جائے، اعتراف کر لوں کہ اصل میں میں کون ہوں، عقل نے یہاں ساتھ چھوڑ دیا تھا اور جب کوئی بہتر فیصلہ نہ کر پایا تو میں نے خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دیا، جو ہو گا دیکھا جائے گا۔

وقت گزرتا رہا، ساری دوپہر گزر گئی، پسینے اور گرمی نے برا حال کر دیا تھا، لیکن میں صبر و سکون سے وقت گزارتا رہا۔

شام کے غالباً پانچ بجے تھے جب جنرل مذہو کر سنہا دو افراد کے ساتھ یہاں پہنچا، دونوں کے شانوں پر میجر کے پھول لگے ہوئے تھے وہ اندر داخل ہو گئے، جنرل سنہا نے میرے قریب آکر مجھے بغور دیکھا پھر سرو لمبے میں بولا۔

”ہریش نہرجی ہے تمہارا نام؟“

”جی سر۔“

”اور تم جنرل کیر سنگھ کے ساتھ رہتے تھے؟“

”جی سر۔“ میں نے جواب دیا۔

”جنرل کیر سنگھ سے تمہارا کیا رشتہ تھا؟“

”کیر سنگھ میرے دور کے عزیز ہیں؟“

”اور اپنی کارکردگی کی بنا پر تمہیں یلو کراس ملا ہے۔“

”جی سر۔“

”لیکن اس کے بعد تم نے یہ کارروائی کیوں کی جس سے صاف یہ اندازہ ہوتا ہے کہ تم نے اپنے دونوں ساتھیوں کو ہلاک کرنے کی کوشش کی اور ہمارے سپاہیوں کو دشمن کے سپاہی سمجھ کر ہلاک کرنے کے بجائے گولیاں فضا میں چلائیں۔“

”رات کی تاریکی میں میں نے صرف غلط فہمی کی بنیاد پر یہ کیا ہے جنرل، میں خود کی حیران ہوں کہ ایسا کیوں ہوا، لیکن شاید اس سچ کو میں بھی تسلیم نہ کر سکوں، مجھے اپنی اس کارروائی کا بہت افسوس ہے لیکن اگر فوج کے اصولوں میں ایسی احقانہ کارروائی کو معاف کر دینے کا کوئی پہلو نہیں ہے تو میں اپنی اس حماقت کی سزا بھگتنے کے لئے پوری طرح تیار ہوں۔“

”نہیں ڈیر یہ صحیح جواب نہیں ہے، تمہاری اعلیٰ تربیت کی سفارش اتنے بڑے لوگوں نے کی ہے کہ ہم انہیں نظر انداز نہیں کر سکتے، ہم صرف اس بات پر حیران ہیں کہ تمہارے اندر یہ تبدیلی کیوں رونما ہوئی یا تو تم کوئی بہت گہرے انسان ہو یا پھر ذاتی طور پر ابنا رمل، لیکن ہم پر لازم ہے کہ تمہارے بارے میں مکمل تفتیش کی جانی میں اگر تم پر کوئی سختی نہیں کرنا چاہتا، البتہ اگر تم خود یہ بتانا پسند کرو کہ کیا تم اپنے وطن میں پاکستان ایجنٹ کی حیثیت اختیار کر چکے ہو تو شاید تمہارے ساتھ کوئی رعایت کی جاسکے۔“

”براہ کرم مجھ پر یہ الزام نہ لگایا جائے، جب میں اپنے آپ کو سزا کے لئے پیش کر رہا ہوں اور اگر وہ سزا سزائے موت ہو تب بھی میں اس سے گریز نہیں کروں گا، تو ہنر ہے کہ مجھے اور کچھ نہ کہا جائے، بس ایک ایسی غلطی ہو گئی جسے میں کسی ساحرانہ قوت کے زیر اثر سمجھتا ہوں اور یہ سحر مجھ پر کیسے طاری ہوا یہ میں نہیں جانتا۔“ میں نے اپنے چہرے پر اس طرح اعتماد قائم رکھا تھا کہ جنرل مدھو کر سنہا بھی حیران رہ گیا، چند لمحات انتظار ہوئی نگاہوں سے میری صورت دیکھتا رہا پھر گردن جھٹک کر بولا۔

”جو کچھ بھی ہے کم از کم اس جگہ اس کا فیصلہ نہیں کر سکتا مسٹر ہریش بنرجی، بہت سے تحقیقاتی مراحل سے گزرنا ہو گا اور اس کے بعد میں تمہاری صفائی سامنے آسکتی ہے لیکن ہم اس بات کو تسلیم نہیں کریں گے کہ یہ جو کچھ بھی ہوا ہے صرف ایک اتفاق ہے، خیر میجر کنول ان لوگوں کو بلا لو۔“ عقب سے مزید دو آدمی اندر آ گئے، جن میں ایک فوٹو گرافر تھا اور دوسرا غالباً انگلیوں کے نشانات وغیرہ کے حصول کے لئے آیا تھا۔ میرے ہاتھوں پر سیاہی لگا کر میرے بے شمار فنگر پرٹس، پورے ہاتھوں کے نشانات کاغذ پر اتارے گئے، مختلف زاویوں سے میری تصویریں بنائی گئیں، دل ہی دل میں اس بات پر خدا کا شکر گزار تھا کہ وہ لوگ میرے صورت آشنا نہیں ہوئے تھے یعنی دائیں منہ کی

حیثیت سے ان میں سے کوئی مجھے نہیں پہچانتا تھا، کم از کم یہاں میری غیبی امداد ہوئی تھی، میں تو یہ سوچ رہا تھا کہ شدید تشدد کر کے مجھے زبان کھولنے پر مجبور کیا جائے گا۔ ان تمام معمولات سے فارغ ہونے کے بعد جنرل مدھو کر سنہا نے کہا۔

”مسٹر ہریش بنرجی بہتر یہ ہو گا کہ ہر طرح سے تعاون کرو۔ ہم مکمل تحقیقات کے بعد تمہیں بے قصور بھی قرار دے سکتے ہیں، لیکن اگر تم نے کوئی حرکت کی تو اس کے نتائج تمہارے حق میں بہتر نہیں نکلیں گے۔“

”تھینک یو سر، میں جانتا ہوں بلکہ میں اپنی اس کوتاہی کے لئے ہر قیمت پر سزا کا خواہش مند ہوں، اصل میں سر میں اپنی اس کیفیت کو خود بھی نہیں سمجھ پایا جو شاندار کارنامہ سر انجام دینے کے لئے میں جا رہا تھا اس میں ایک غیر حقیقی رکاوٹ پیدا ہوئی ہے، بہر حال میں اسے اپنی تقدیر بھی کہہ سکتا ہوں۔“

میں ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا، جنرل مدھو کر سنہا میرے ان الفاظ پر جذباتی نہیں ہوا تھا، اس نے دونوں میجرز کے ساتھ واپسی کے لئے قدم اٹھا دیئے اور قید خانے کا دروازہ پھر سے بند کر دیا گیا، وہ لوگ چلے گئے اور میں حیرت سے بند دروازے کو دیکھنے لگا۔

یہ تو سب کچھ واقعی غیر متوقع طور پر ہو گیا تھا، کوئی بات ہی سمجھ میں نہیں آرہی تھی، جنرل کا انداز بھی میرے ساتھ بہت زیادہ برا نہیں تھا جبکہ وہاں جہاں فلم دیکھی جا رہی تھی جنرل نے میرا خاص مذاق اڑایا تھا، پتا نہیں ایسا کیوں ہوا ہے، بہر طور میں اسے اپنی تقدیر کی خوبی ہی سمجھتا تھا، اس کے بعد پھر وہی خاموشی اور تنہائی۔

تقریباً ساڑھے سات بجے کا وقت تھا جب اچانک ہی قید خانے کا دروازہ کھلا اور تین آدمی ایک انسانی جسم کو اٹھائے ہوئے اندر داخل ہوئے، میں چونک کر کھڑا ہو گیا تھا، آنے والے تینوں افراد مقامی فوجیوں کی وردیوں میں تھے اور ان کے چہرے کچھ اس طرح چھپے ہوئے تھے کہ خدو خال واضح طور پر نہیں دیکھے جاسکتے تھے، انسانی جسم کو انہوں نے ایک سمت لٹا دیا اور اس پر ایک چھوٹی سی چادر ڈال دی۔ میں ایک گوشے میں کھڑے ہو کر ان کی کارروائی دیکھنے لگا تھا، پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

”خاموشی سے ہمارے ساتھ چلے آؤ، آؤ جلدی دیر مت کرو۔“ میں بھونچکے سے

انداز میں ان کے پیچھے چل پڑا تھا، لیکن اس بیرک کے سامنے والے دروازے کے گزرنے کے بجائے انہوں نے عقبی حصے کا رخ کیا، چند قدم آگے گئے اور اس کے ایک جگہ رک گئے۔

”سنجھل کر“ یہ ایک خشک گٹر لائن ہے تمہیں اس میں اتر کر سفر کرنا ہے، گھٹن اور جھاڑ جھنکار ہیں، تھوڑی سی تکلیف کے لئے خود کو تیار کر لینا۔“

میں اب سنبھل گیا تھا، ان لوگوں کے پاس روشنی کا کوئی انتظام نہیں تھا، لیکن ان میں سے ایک نے میرا ہاتھ پکڑ لیا تھا اور تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا، باقی دو میرے عقب میں تھے جگہ واقعی بہت ہی خطرناک تھی بس دس بارہ قدم ہی ہم کھڑے ہو کر چل سکے، اس کے بعد گھٹنوں کے بل بیٹھ کر بڑھنا پڑا، نیچے خشک گھاس، کانٹے اور نجانے کیا کیا چیزیں بدن کو چھیل رہی تھیں، گھٹن تھیں کہ سانس بند ہوا جا رہا تھا، اور یہ احساس ہوا تھا کہ اگر پانچ منٹ بھی اسی طرح سفر کیا تو دم نکل جائے گا لیکن شکر تھا کہ سفر ختم ہو گیا اور ہم کھلی جگہ نکل آئے۔ کھلی ہوا میں گہری گہری سانس لینے سے کیفیت بہتر ہوئی۔ فاصلے پر کوئی شے نظر آرہی تھی۔ غور سے دیکھا تو وہ ایک دیو ہیکل ٹرک تھا۔ جس کے پیچھے حصے میں سامان لدا ہوا تھا۔

مجھے لانے والوں میں سے ایک نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

”کچھ فاصلے پر بہت سے لوگ موجود ہیں۔ تمہیں احتیاط رکھنا ہوگی چیف!“

”چیف۔“ میں نے سرسراہٹ آواز میں کہا۔

”نہیں پہچانے۔“ وہ سرگوشی میں بولا۔

”کون ہو تم؟“

”چیکاس فور۔“ اس نے جواب دیا اور میرے دماغ میں بادل گزرانے لگے۔

شدید اعصابی جھٹکا لگا تھا۔ وہ سب تو ننھے سے قد و قامت کے تھے لیکن یہ لوگ، پھر مجھے یاد آیا کہ وہ بازی گر ہیں اور اپنے بدن میں مصنوعی اضافہ کر لیتے ہیں اس طرح کہ کسی کو احساس بھی نہ ہو مگر یہاں۔ اس جگہ وہ؟ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ میرے منہ سے کوشش کے باوجود کوئی آواز نہیں نکل سکی تھی۔ دوسرے چیکاس نے کہا۔

”ہم تمہارے کتے ہیں چیف۔ تمہاری بو پہچانتے ہیں۔ تمہیں ہر جگہ سونگھتے پھر

رہے تھے بالآخر تم تک پہنچ گئے۔ ہمارے اس طرح پہنچ جانے پر حیرت نہ کرو۔ تمہیں ضروری تفصیلات بتائے دیتے ہیں باقی باتیں بعد میں ہوں گی۔“

”ہاں بتاؤ۔“ میں نے یہ مشکل کہا۔

”چیف۔ رات کے کسی بھی حصے میں یہ ٹرک سفر کرے گا۔ اس میں وہ دو افراد سفر کریں گے یہ ٹرک ہمارے وطن کی سرحدوں کے دوسری طرف جائے گا۔ اسے لہو ترانہ آدی ڈرائیور کرے گا اور ڈین شیرر اور تیرتھ رام ناہی آدی اس کے ساتھ ہوں گے۔ کچھ لوگ اس کی حفاظت کے لئے بھی ساتھ ہوں گے لیکن وہ ٹرک میں نہیں ہوں گے۔ ٹرک میں جو سامان ہے تمہیں اس میں چھپنا ہوگا ہم نے جگہ بنا دی ہے۔ بس یہ مشکل سفر کر کے تم اپنی سرحد میں پہنچ جاؤ گے۔“

”لیکن وہ؟“

”جسے تمہاری جگہ دی گئی ہے۔“

”ہاں!“

”ایک مقامی فوجی ہے جسے ہلاک کرنا پڑا۔ ہماری کہانی لمبی ہے بعد میں سنا دیں گے چیف۔“

”تم میں سے کون کون یہاں موجود ہے۔“

”پانچوں۔“

”باقی کہاں ہیں۔“

”دوسری انتظامات کر رہے ہیں۔“

”کیسے انتظامات؟“

”تم انہیں حفاظتی انتظامات کہہ سکتے ہو۔“

”تم کیسے واپس پہنچو گے۔“

”تمہارے ساتھ ہی پہنچیں گے۔“

”اوہ گویا تم بھی اس ٹرک میں۔“

”نہیں چیف۔“

”کوئی اور انتظام کیا ہے۔“

”ہاں۔“

”اپنا تحفظ کرنا۔“ میں نے کہا۔ اس کے بعد انہوں نے مجھے ٹرک میں لدے ہوئے

سامان کے نیچے وہ جگہ بتائی جو میرے چھپنے کے لئے بے حد موزوں تھی۔ ٹرک میں جانے کیا کیا کاٹھ کباڑ لدا ہوا تھا۔ میرے لئے کافی نیچے جگہ بتائی گئی تھی اور اسے اس طرح رکھا گیا تھا کہ مجھے ہوا ملتی رہے۔ میں نے اپنا ٹھکانا بنالیا اور وہ مجھے خدا حافظ کہہ کر چلے گئے لیکن میرے ہواں ابھی تک ٹھکانے نہیں آئے تھے یہ سب کچھ واقعی خواب میں ہی تصور نہیں کیا جاسکتا تھا۔ چیکاس برادرز اس وقت بالکل غیر متوقع طور پر یہاں آگئے تھے۔ کیسے۔ آخر کیسے؟

اب ان کے بارے میں سوچنے کے علاوہ میرے پاس اور کوئی کام نہیں تھا۔ تین دنوں سے یہاں تک میرا سفر اس کے بعد کے حالات اس طرح تو کوئی بھی میرا نشان نہیں پاسکتا تھا پھر آخر وہ کیسے یہاں آگئے۔ بالکل سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ دماغ اس طرح تھکا گیا سوچتے سوچتے کہ مجھے نیند آگئی۔ پھر اس وقت چونکا جب ٹرک اشارٹ ہو کر آگے بڑھا۔ نہ جانے کتنی دیر سویا تھا۔ گہری کالی رات سے وقت کا تعین ہو رہا تھا۔ گھڑی دیکھی سوا گئے۔ ساکت رہنے کے سوا اور کوئی کام نہیں تھا اسی طرح ساکت و جاہل رہا۔ ٹرک آہستہ آہستہ رفتار بڑھاتا جا رہا تھا۔ پہلے کچھ دیر وہ کسی قدر ہموار راستے پر چلتا رہا۔ پھر پہاڑی کا لطف آنے لگا۔ خوب جھٹکے لگ رہے تھے۔ میں ان جھٹکوں کی تکلیف سے ذہن ہٹانے کے لئے پھر سوچوں کا ساتھ دیتا رہا۔ ڈین شیر اور تیرتھ رام اپنے مشن کی تکمیل کے لئے نکل پڑے ہیں۔ ظاہر ہے اس مشن کو میری وجہ سے لیٹ نہیں کیا جاسکتا کیونکہ وہاں دوسرے لوگ منتظر تھے۔ ویسے ان لوگوں کی تفصیل میرے پاس موجود تھی۔ دل بہانے اچھلنے لگا۔ کاش میں صحیح سلامت پہنچ جاؤں اور اپنے فوجی حکام کو ان لوگوں کی نشاندہی کر سکوں۔

سفر جاری رہا۔ پھر ٹرک ایک جنگل سے گزرا جہاں گھنے اور نیچے درخت تھے اچانک مجھے کچھ آہٹیں سی محسوس ہوئیں۔ یوں لگا جیسے کوئی چیز کسی درخت سے ٹرک میں گڑی ہو۔ کئی بار ایسا شبہ ہوا اس کے بعد اس شے کی تصدیق ہو گئی۔ ایک سرگوشی سنائی دلا تھی۔

”چیف۔ آپ ٹھیک ہونا۔“

”کون؟“ میں نے سرگوشی میں کہا۔

”ون!“

”تم بھی موجود ہو؟“

”ابھی موجود ہوئے ہیں چیف۔“

”کیا مطلب۔“

”درختوں سے ٹپکے ہیں!“ چیکاس ون نے کہا اور میں خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا۔ ان لوگوں نے واقعی عقل گم کر کے رکھ دی تھی۔ ذہانت اعلیٰ کارکردگی سب بے مثال جسمانی صلاحیتوں کا ایسا مظاہرہ کر رہے تھے کہ واقعی ان کے انسان ہونے پر شبہ ہونے لگتا تھا۔ پانچوں درختوں سے ٹپک ٹپک کر ٹرک میں آگئے تھے لیکن کیا انداز تھے ان کے اور کس قدر شاندار معلومات تھیں۔ میں نے کچھ اور کہنا چاہا تو ون بولا۔

”خاموشی مناسب ہے چیف۔ ماحول سنان ہے سرگوشی بھی سنی جاسکتی ہے۔“ میں ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ خاصا سفر طے کرنے کے بعد ٹرک رکا اور ہم مستعد ہو گئے۔ پھر ٹرک دوبارہ آگے بڑھ گیا۔ اب اس کی رفتار طوفانی تھی عقبی سامان الٹ پلٹ ہو رہا تھا۔ چیکاس نے میرے اوپر سے تھوڑا سامان سرکایا اور مجھے اوپر آجانے کے لئے کہا۔

”ہم اپنی سرحدوں میں داخل ہو گئے ہیں چیف اور اب یہ لوگ اندھا دھند ٹرک دوڑا کر اسے کہیں چھوڑ دیں گے اور انہی چٹانوں میں گم ہونے کی کوشش کریں گے۔“

”اوہ۔ پھر؟“ میں نے تشویش سے کہا۔

”انہیں فرار کون ہونے دے گا چیف؟“ چیکاس تھری بولا میں نے انہیں ٹرک کے کناروں پر پوزیشن سنبھالتے ہوئے دیکھا۔ سرکس کے پلے ہوئے بدن برق رفتاری سے ناہموار راستوں پر دوڑتے ہوئے ٹرک کے کناروں پر سیلاھے کھڑے تھے۔ ان کا اندازہ بالکل درست نکلا۔ اچانک ہی ٹرک کو بریک لگے اور اس کے اگلے حصے سے تین آدمی نیچے کودے لیکن ان کے ساتھ ہی چیکاس برادرز نے بھی نیچے چھلانگیں لگا دیں۔ ننھے منوں نے ان کی ٹانگوں سے لپیٹ کر انہیں نیچے گرا دیا اور ان کے حلق سے چیخیں نکل گئیں۔

پتھریلی زمین پر گرنے سے چوٹیں بھی لگی ہوں گی اس کے باوجود وہ سنبھل کر اٹھے۔ لیکن یقین تھا کہ ان کے پاس خطرناک اسلحہ بھی ہوگا اور اس بار یہ اسلحہ نقلی نہیں ہوگا لیکن چیکاس برادرز زافعی تھے انہوں نے ایسے داؤ لگائے کہ وہ دوبارہ گر پڑے۔ اوپر ٹرک بیٹھے ہوئے چیکاس فائیو نے اچانک پستول سے فائر شروع کر دیئے یہ ہوائی فائر تھے چیکاس فور نے ایک ٹارچ روشن کر لی۔ یہ سرحدی محافظوں کو جگہ کی نشاندہی کے لئے کیا گیا تھا۔ ادھر سے فوراً ہی تحریک ہوئی اور کئی سرچ لائٹیں روشن ہو کر گردش کرنے لگیں۔ پھر مشین گن بھی گڑگڑائی لیکن ہمیں نشانہ نہیں بنایا گیا تھا۔ چیکاس مخصوص انداز میں ٹارچ لہرا رہا تھا۔



گرے ہوئے لوگ زندگی کی شدید ترین جدوجہد کر رہے تھے انہیں اندازہ تھا کہ وہ دشمن کے علاقے میں ہیں اور سرحدی محافظ اب اس قدر غافل بھی نہیں ہوں گے کہ اس تمام ہنگامہ خیزی کو نظر انداز کر دیں۔ وہ اپنے آپ کو ان چھوٹے چھوٹے ہونوں سے آزاد کر کر پہاڑوں میں فرار ہو جانا چاہتے تھے لیکن مقابلہ چیکاس برادرز سے تھا اور چیکاس برادرز میں سے ایک بھی ایسا نہیں تھا جو جسمانی طور پر ان سے مقابلہ کر سکتا۔

سرکس کے تربیت یافتہ نوجوان تیز نگاہوں سے ان کا جائزہ لے رہے تھے انہوں نے انہیں زمین پر گرا دیا تھا اور اس کوشش میں مصروف تھے کہ وہ زمین پر ہاتھ ٹکا کر یا جسم کی قوت سے اٹھ نہ پائیں وہ بس اتنا کر رہے تھے کہ ان لوگوں کی معمولی سے معمولی حرکت پر نظر رکھ رہے تھے۔

ان میں سے کوئی ہاتھ نہ نکاتا تو وہ اچھل کر ہاتھ پر ضرب لگا دیتے کوئی گھٹنا ٹیڑھا کر کے اٹھنے کی کوشش کرتا تو ان کی مضبوط ٹھوکرا اس کی ران پر پڑتی۔

وہ لوگ شدید تکلیف میں تھے لیکن چیخ بھی نہیں پا رہے تھے کیونکہ ان کے خیال کے مطابق یہ چیخیں سنی جاسکتی تھیں غالباً ٹرک ڈرائیور نے اٹھنے کی کوشش کی تو چیکاس برادرز میں سے ایک نے عقب سے اس کے بال پکڑ لیے اور ان سے جھول گیا۔ وہ پھر نیچے گر پڑا اور یہی ان لوگوں کی جیت تھی۔ ورنہ ان کے بمقابلہ جسمانی طور پر ان سے کہیں زیادہ طاقتور تھے۔

چیکاس فائیو اپنی کوششوں میں مصروف تھے متحرک سرچ لائٹیں بالآخر ہم پر مرکوز

ہو گئیں اور میگا فون پر کہا گیا۔ ”ہر قسم کی جدوجہد ترک کر دو ورنہ مشین گن کی یہ گولیاں تمہیں بھی نشانہ بنا سکتی ہیں ساکت ہو جاؤ اپنے ہاتھ فضا میں بلند کر دو۔ اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو ہم تمہیں گولیوں سے بھون ڈالیں گے۔“

وارننگ چیکاس برادرز کے لئے پریشان کن تھی کیونکہ جدوجہد کرنے والے جدوجہد سے باز نہ آتے اور انہیں روکنا لازمی تھا لیکن پھر دوسری طرف سے زیادہ دیر نہیں کی گئی سرچ لائٹوں کے دائرے انہیں روشنی میں لیے ہوئے تھے اور فوجی گاڑیاں اشارت ہو کر آگے بڑھنے لگیں۔

اب غالباً ان لوگوں کو بھی احساس ہو گیا تھا کہ وہ پوری طرح جال میں پھنس چکے ہیں اور اس جال سے نکلنا ان کے بس سے باہر ہے چنانچہ ان کے جسم ست پڑ گئے۔ یہ بھی خدشہ تھا کہ اگر اٹھ کر بھاگنے کی کوشش کی تو چاروں طرف سے برسنے والی گولیاں انہیں چھلنی کر ڈالیں گی چنانچہ وہ ساکت ہو گئے اور تھوڑی دیر کے بعد تین فوجی جیپیں قریب پہنچ گئیں۔

مسلم محافظ ہر سمت سے مطمئن تھے۔ پھر بھی انتہائی احتیاط کا مظاہرہ کر رہے تھے چنانچہ ہی لمحوں کے اندر ان سب کو انتہائی پھرتی سے گرفتار کر لیا گیا۔ چیکاس برادرز اور میں بھی گرفتار ہونے والوں میں شامل تھا۔ ہم سب کو برق رفتاری سے جیپوں میں بٹھایا گیا اور جیپیں اشارت ہو کر واپس چل پڑیں۔

پہاڑی ٹیلوں سے گزرنے کے بعد ہمیں ایک وسیع میدان عبور کرنا پڑا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم اس فوجی کیمپ میں پہنچ گئے جو سرحدی فوجی کیمپ تھا۔ یہاں لکڑیوں کی بیرکیں بنی ہوئی تھیں ہم سب کو ایک ہی بڑی بیرک میں پہنچایا گیا اور ہمارے ارد گرد پہاڑ مسلط کر دیا گیا جو سنتری ہمارے بالکل سامنے پہرے پر موجود تھا میں نے اسے اشارے سے اپنے پاس بلایا تو وہ مجھے گھورتا ہوا میرے قریب آ گیا۔

”سنو اس کیمپ کے انچارج کو میرا ایک پیغام دے دو کہ میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔“

سنتری نے مجھے گھورا ”کیا کام ہے؟“ اس نے کرخت لہجے میں سوال کیا۔

”بہت ضروری کام ہے فوراً انہیں میرے پاس پہنچا دو۔“

سنتری چلا گیا۔ غالباً کیمپ انچارج خود بھی صورت حال کا جائزہ لینے کے لئے ہمارے پاس آنے والا تھا۔ سب سے پہلے ہم سب کی تلاشی لی گئی اور جس کے پاس سے جو کچھ برآمد ہوا اسے قبضے میں لے لیا گیا پھر ایک نوجوان جس کے جسم پر میجر کے اعزازات سجے ہوئے تھے سنتری کے بتانے پر میرے پاس آ گیا۔ ”تم کچھ کہنا چاہتے ہو؟“ اس نے سوال کیا۔

”ہاں میجر۔۔۔۔۔۔“ آپ نے یقینی طور پر وہ ٹرک اسے قبضے میں لے لیا ہو گا جس سے ہم لوگ یہاں تک پہنچے ہیں۔

”ہاں کیوں؟“

”اس ٹرک کی پوری طرح تلاشی لیں۔ ہو سکتا ہے اسے دوبارہ چھیننے کی کوشش کی جائے حالانکہ آپ کی موجودگی میں یہ ممکن نہیں پھر بھی میں آپ کو یہ اطلاع دے رہا ہوں۔ براہ کرم اسے نہایت احتیاط سے کیمپ میں لے آئیں اور اس کی ایک ایک چیز کا جائزہ لیں۔ ہو سکتا ہے اس میں کچھ ایسی اہم چیزیں موجود ہوں جو آپ کے لئے کارآمد ہو سکتی ہوں۔“

میجر نے مشکوک نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولا۔ ”کیا اس میں بارود یا ڈائنامائٹ کا ایذا خیرہ ہے جو کیمپ میں لانے کے بعد پھٹ جائے اور تم اپنا کوئی اور کام سرانجام دے سکو یا نہ دے سکو کم از کم اس کیمپ کی تباہی کی خواہش پوری کر لو۔“

”نہیں میجر ایسا نہیں ہے آپ اس ٹرک کی ابتدا اسی انداز میں کریں جس کا آپ کو شبہ ہے پہلے اس کا اچھی طرح جائزہ لے لیں اس کے بعد اس میں موجود اشیاء کو اپنی تحویل میں لے لیں۔“

میجر نے گردن ہلائی۔ ایک لمحے کے لئے مجھے دیکھا اور پھر خاموشی سے واپس چلا گیا۔ وہ دونوں زمین پر بیٹھ گئے تھے جن کا یہاں اصل کام تھا یعنی ڈین شیر اور تیرتھ رام۔ وہ پچھلی پچھلی نگاہوں سے ہم دونوں کو دیکھنے لگتے تھے لیکن منہ سے کسی نے کچھ نہیں کہا شاید اس تصور کے تحت کہ کہیں ان کی کوئی بات انہیں ہی نقصان نہ پہنچا دے البتہ چیکاس برادرز ہوشیار تھے اور اب ڈین شیر اور تیرتھ رام کی اتنی ہمت نہیں تھی کہ ان سے الجھنے کی کوشش کریں غالباً ان کے ننھے فتنوں کا انہیں بخوبی اندازہ ہو گیا تھا لیکن وہ تھے

میجر نے ایک بار پھر مشکوک نگاہوں سی مجھے دیکھا لیکن ساتھ ہی سامنے رکھی ہوئی لوہے کی گھنٹی پر ہاتھ مار دیا فوراً ہی ایک سپاہی اندر داخل ہوا۔ ”بہت عمدہ سی چائے لے کر آؤ جلدی۔“ پھر وہ میری طرف پلٹا۔ ”اور یہ بات طے ہے کہ تم چائے پینے کے بعد ہی مجھ سے گفتگو کرو گے۔“

”نہیں۔ میجر آپ نے میری بات مان لی اس کا انتہائی شکریہ، میں آپ کو بڑے فخر کے ساتھ یہ بات بتانا پسند کرتا ہوں کہ میں ایک محب وطن پاکستانی ہوں اور آپ کے لیے ایک انتہائی شاندار اطلاع لے کر آیا ہوں۔ دو افراد جو ہمارے درمیان ہیں میری مراد بوٹوں کے علاوہ دو افراد سے ہے۔ ان میں سے ایک کا نام ذین شیر ہے اور دوسرے کا تیرتھ رام۔ دونوں دشمن کے جاسوس ہیں اور انتہائی بھیانک منصوبے لے کر ہمارے وطن کی سرحدوں میں داخل ہوئے ہیں۔ میرا کام ذرا تفصیلی تھا اس کے لیے میں آپ کو کچھ خصوصی نشانات فراہم کروں گا لیکن جن کاغذات کے بارے میں میں آپ سے عرض کر رہا ہوں وہ ٹرک یا ان لوگوں کے پاس ہونے چاہیے تھے، ان کاغذات میں اس بھیانک منصوبے کی تفصیلات ہیں جو ہمارے ایٹمی پلانٹ کے سلسلے میں بنایا گیا ہے۔ ان تمام لوگوں کی فرست بھی ہے جنہیں یہاں ان لوگوں کے ساتھ کوٹہ پلانٹ کے سلسلے میں کام کرنا تھا۔ اپنے سلسلے میں آپ سے ایک درخواست ہے کہ وزیر صنعت شاہ نواز صاحب کو یہ اطلاع بھیجا دیں کہ رائل منصور آپ کی تحویل میں موجود ہے اگر آپ فوری طور پر یہ کام کر لیں تو یقین کریں کہ آپ کو اپنی کارکردگی پر خوشی ہوگی۔“

میجر غالباً میرے الفاظ سے متاثر ہو گیا تھا اس نے کہا۔
”وزیر صنعت شاہ نواز صاحب سے آپ کا کیا تعلق ہے مسٹر رائل منصور؟“
”آپ سے عرض کر چکا ہوں کہ ایک محب وطن پاکستانی ہوں، پاکستان کی ایک انجمن زمین کے لیے جس طرح آپ زندگی کی بازی لگائے ہوئے ہیں آپ یقین فرمائیے کہ میرے جذبات بھی آپ سے کم نہیں ہیں اور میں ان لوگوں کو گھیر کر یہاں تک لایا ہوں وہ مجھے بوسنے میرے ساتھ ہیں اور انہوں نے میری معاونت کی ہے وزیر صنعت غالباً اس سلسلے میں زیادہ تفصیل سے آپ کو بتا سکتے ہیں۔“
اتنی دیر میں چائے آگئی، میجر کے انداز سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اسے میری باتوں

شدید حیران۔

رات آہستہ آہستہ آگے بڑھتی رہی۔ ہمارے لئے یہ ممکن نہیں تھا کہ ہم جائیں۔ ذین شیر اور تیرتھ رام کوئی بھی حرکت کر سکتے تھے۔ کم از کم اور کچھ نہیں ہمارے خلاف وہ کچھ نہ کچھ کرنے میں یقیناً کامیاب ہو جاتے پھر صبح کا اجالا نمودار ہونے لگا اور اس کے بعد تیز روشنی چاروں طرف پھیل گئی۔

صبح سب سے پہلے میجر نے مجھے طلب کیا۔ میجر کا آفس بھی لکڑی کی بیرک ہی میں تھا اس نے مجھے گہری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ”میرا نام میجر غلام حیدر ہے اور میں تم سے کچھ سوالات کرنا چاہتا ہوں۔ بیٹھ جاؤ۔“ اس نے ایک کرسی کی جانب اشارہ کیا۔ مسلح محافظ دونوں سمت الٹ تھے۔ میں پر اطمینان انداز میں بیٹھ گیا۔ میجر غلام حیدر پھر بول اٹھا۔ ”تم نے مجھے سے ٹرک کی خصوصی طور پر تلاشی لینے کے لیے کہا تھا۔ لیکن ٹرک سے کوئی بھی خاص چیز نہیں ملی۔ تمہارا کسی خاص چیز کی جانب اشارہ تھا؟“

”ہاں میجر..... لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی میں آپ سے یہ بھی عرض کروں گا کہ اگر ٹرک سے آپ کو کوئی خاص چیز نہیں ملی تو کیا ان لوگوں کی تلاشی کے دوران کچھ کاغذات وغیرہ آپ کے ہاتھ لگے ہیں؟“

میجر نے بغور مجھے دیکھا پھر بولا۔ ”تمہارا نام کیا ہے؟“
”بہت سے نام ہیں میرے میجر..... لیکن اگر میں آپ سے یہ کہوں کہ میرا نام رائل منصور ہے تو آپ کو شاید ٹھوڑی سی حیرت ہو۔“

”یعنی مسلمان ہو کر دشمن کے لیے کام کر رہے ہو؟“ میجر نے میرے نام پر چونک کر مجھے دیکھا۔

”خدا نخواستہ۔“ میں مسکرا کر بولا۔
”تفصیل بتاؤ دوست، میں ذرا تند مزاج ہوں بہت زیادہ الجھاؤ مجھ سے برداشت نہیں ہوتے۔“

”تفصیل پوچھنے سے پہلے آپ کو مجھے ایک پیالی گرم چائے پلانا ہوگی میجر یہ وعدہ ہے کہ جو تفصیل میں آپ کو بتاؤں گا وہ آپ کے لیے انتہائی سنسنی خیز اور چونکا دینے والی ہوگی۔“

ضرورت تم نے پوری کر ڈالی یہاں سے واپس دارالحکومت جانے کی مہلت تو نہیں ملی ہوگی میرا مطلب وہاں کے حالات سے تھا۔

”نہیں چیف اس دن کے بعد ہم نے خود پر کھانا پینا حرام کر لیا تھا اور یہ طے کر لیا تھا کہ جب تک آپ ہمیں نہیں مل جائیں گے ہم سکون کی نیند نہیں سوئیں گے ہم نے اپنا مشن پورا کر لیا چنانچہ اب ہم آرام سے سونا چاہتے ہیں۔“

کم بخت عجوبے تھے سوئے تو ایسے سوئے کہ دن گزر گیا رات گزر گئی، دوسرا دن بھی گزر گیا بس یوں لگتا تھا جیسے پانچ چھوٹے چھوٹے مردے زمین پر دراز ہوں۔ نجانے کیوں میرا بھی دل انہیں جگانے کو نہیں چاہا تھا پھر نیند پورے کرنے کے بعد رات کے وقت وہ جاگے اور میں انہیں دیکھ کر ہنسنے لگا۔

”میں تو یہ سمجھا کہ تم لوگ اللہ کو پیارے ہو چکے ہو۔“

”چیف اس دوران ہمارا کھانا تو آیا ہوگا۔“

”ہاں اب بھی وہ سامنے موجود ہے۔“

غرض یہ کہ چیکا س برادرز کے ساتھ اچھا خاصا وقت گزرا، میجر غلام حیدر نے کئی بار ہم سے ملاقات کی بس ہم سے ہماری خیر و عافیت پوچھتا رہا پھر اس شام پانچ ساڑھے پانچ بجے فوجی کیمپ میں بڑی گہما گہمی نظر آئی اور کچھ دیر کے بعد شاہنواز نے بیرک کے دروازے سے اندر قدم رکھا مجھے دیکھ کر دونوں ہاتھ پھیلا لیے اور میرے سینے سے لپٹ گیا۔

”اللہ کا احسان ہے کہ میں آپ کو زندہ سلامت دیکھ رہا ہوں دانش منصور صاحب۔ واقعی آپ میری خوشیوں کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔ رشید ناگی سخت افسردہ ہے لیکن میں نے یہاں آتے ہوئے اسے اس بارے میں کوئی اطلاع نہیں دی ورنہ وہ یقینی طور پر یہاں آنے کی کوشش کرتا اور یہ مناسب نہیں تھا میں دعوے سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ حالات کیا ہیں۔“

میجر غلام حیدر مطمئن انداز میں مسکرا رہا تھا غالباً اسے اس بات کی خواہش تھی کہ اس نے مجھ پر اعتماد کر کے میرے ساتھ اچھا سلوک کیا تھا۔

شاہنواز ہی کے ساتھ وہاں سے واپس ہوئی تھی اور اب میں نے ان واقعات کو

پر یقین آگیا ہے اس کے ویسے میں خاصی تبدیلی پیدا ہو گئی تھی۔ میں نے چائے پی اس کا شکریہ ادا کیا۔

”اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو آپ کے ان پانچوں ساتھیوں کے ساتھ کسی اور بیرک میں منتقل کر دوں۔“ میجر نے پیشکش کی۔

”یہ بہتر رہے گا کیونکہ ڈین شیرر اور تیرتھ رام ہماری وجہ سے قبضے میں آئے ہیں ورنہ شاید ممکن نہیں ہوتا۔“ میں نے مختصر الفاظ میں میجر کو ٹرک کے بارے میں تفصیل بتائی۔

میجر ششدر رہ گیا اس نے متاثر لہجے میں کہا۔ ”کاش آپ ٹھیک کہہ رہے ہوں اگر ایسی بات ہے تو آپ کی خدمت کر کے مجھے بے انتہا خوشی ہوگی کیونکہ آپ نے بہر طور ایک عظیم کارنامہ سرانجام دیا ہے۔“

میجر نے میری ضرورت پوری کر دی تھی، چیکا س برادرز میرے پاس آگئے تھے بیرک تھی تو قیدیوں ہی کی لیکن اس میں ہمیں تمام سہولتیں مہیا کر دی گئی تھیں۔

میں نے چیکا س برادرز سے ان کی طلسمی آمد کے بارے میں سوال کیا، پانچوں مسرور تھے کہنے لگے۔ ”یہ حقیقت ہے چیف کہ ہم آپ کی بوسہ لگتے ہوئے آپ تک پہنچے آپ کے گم ہونے کے بعد وہاں بڑے انوکھے حالات پیدا ہو گئے تھے۔ اس لیے اپنے طور پر کام کرنے لگے۔ آپ ہم سے یہ سوال نہ کریں چیف کہ ہم نے کس طرح آپ کا سراغ لگایا۔ اگر یقین کریں تو یوں سمجھ لیں کہ ہمارا آپ سے روحانی رشتہ قائم ہو چکا ہے۔ ہم سرحدی اطراف میں ہی بھٹکتے رہے۔ دشمن کے علاقے میں بارہا ہماری فوجوں سے جھڑپ ہوئی لیکن کسی نہ کسی طرح ہم اپنے آپ کو بچانے میں کامیاب ہو گئے۔ ہم نے نجانے کہاں کہاں کی خاک چھانی ہے ہم آپ کو تفصیلی رپورٹ پیش کر دیں گے۔“

”اس بات سے کوئی وضاحت تو نہیں ہوئی چیکا س میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ آخر تم نے کون سا طریقہ کار اختیار کیا جس کے تحت تم مجھ تک پہنچ گئے۔“

”عرض کیا ناباس اس کی تفصیلی رپورٹ پیش کر دیں گے آپ کو۔“

”چلو ٹھیک ہے بہر حال میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے میرے مشن کا بھرپور ساتھ دیا میں مفلوج ہو چکا تھا اور یقینی طور پر مجھے کسی بیرونی مدد کی ضرورت تھی اور یہ

ذہن سے بالکل محو کر دیا البتہ وہیں فوجی کیمپ میں 'میں نے ایک چھوٹی سی میٹنگ میں ہر غلام حیدر کے ساتھ ساتھ فوج کے بڑے اعلیٰ افسران کو اس فہرست کے بارے میں تفصیلات بتائی تھیں اور فوجی حکام نے ان لوگوں کی گرفتاری کی پوری پوری ذمہ داری قبول کر لی تھی جن کی تفصیلات فہرست میں تھیں۔ ظاہر ہے ایک سو بیس آدمی کو اس سے زیادہ سرکاری اور خصوصاً فوجی معاملات میں شریک نہیں کیا جاسکتا تھا۔ البتہ میں نے ان سے یہ وعدہ لے لیا تھا کہ وہ ان لوگوں کی گرفتاری کا مشن مکمل کرنے کے بعد مجھے صرف اتنا بتادیں گے کہ کھوٹا پلانٹ محفوظ ہے اور اس کی طرف بری نگاہ سے دیکھنے والوں کی آنکھیں نکال لی گئی ہیں۔

وہاں کے حالات سے فراغت حاصل کرنے کے بعد واپسی ہوئی تو شاہنواز نے کہا: "آپ فوری طور پر کوٹھی جائیں گے دانش صاحب۔"

"نہیں شاہنواز ضرورت نہیں ہے، کو کوئی خاص بات ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"کچھ وقت میری ساتھ گزارئیے، مجھے خوشی ہوگی۔"

"ٹھیک ہے مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔"

"شاہنواز بڑے احترام سے مجھے اپنے گھر لایا تھا ڈرائنگ روم کے بجائے وہ مجھے اپنے گھر کے اندرونی حصے میں لے گیا تھا وہ واقعی بہت خوش تھا۔ مٹی کا پیار انسانی فطرت کا ایک حصہ ہوتا ہے اپنی زمین پر قدم رکھ کر جس فرحت کا احساس ہوتا ہے اسے ہر صاحب دل محسوس کرتا ہوگا۔ شاہنواز کے گھر ایک طویل نشست رہی۔"

یہاں شاہنواز نے مجھے بتایا کہ میرے عمل کا علم اسے ہو گیا تھا کیونکہ جو ذمے داری اس نے مجھے سونپی تھی خود اس سے غافل نہیں تھا اس نے مجھے بتایا۔ "اس کے نتائج بھی فوری برآمد ہوئے ہیں۔"

"مثلاً..."

"گھی کی قیمتیں گر گئی ہیں وہ علاقہ گھی کی اسمگلنگ کا سب سے بڑا پوائنٹ تھا۔"

"ان لوگوں کا طریق کار سن کر حیران رہ جاؤ گے شاہنواز۔" میں نے ہنس کر کہا۔ پھر میں نے شاہنواز کو اس کی پوری تفصیل بتائی۔

شاہنواز ششدر رہ گیا۔ "میں وزیراعظم کو اس کی پوری تفصیل بتاؤں گا۔"

"مجھے نام و نمود سے کوئی دلچسپی نہیں ہے شاہنواز، میں تو اپنی زندگی کے ان مختصر لمحات کو اپنے وطن کی بہتری کے لیے وقف کر دینا چاہتا ہوں۔"

"وہ آپ کا احساس ہے اور باقی میرا فرض۔"

"اب مجھے اجازت دو۔ میرے ساتھی شاید میری فاتحہ پڑھ چکے ہوں گے۔"

شاہنواز نے ہمیں خدا حافظ کہا اور میں چیکاس برادرز کے ساتھ کوٹھی چل پڑا۔ ہماری گاڑی کوٹھی میں داخل ہوئی تو چاروں طرف سے لوگ دوڑ پڑے ناگی بھی کوٹھی میں موجود تھا اور میری صورت میں سعید خان بھی۔

ناگی نے کہا۔ "آپ کو کافی وقت لگ گیا چیف۔"

"ہاں تم لوگ تو میرا چہلم وغیرہ بھی کر چکے ہو گے۔"

"ہمیں اپنے آپ سے اتنا ناواقف سمجھتے ہیں چیف۔" ناگی خود ہی سنجیدگی سے بولا۔

"کیا مطلب؟"

"یہ سب موجود ہیں۔ ان میں سے کسی کے خواب و خیال میں بھی یہ بات موجود نہیں ہے کہ خدا نخواستہ آپ کو کوئی نقصان پہنچ گیا ہے۔ آپ ایک فرد نہیں ہیں چیف۔ آپ تو ایک تحریک ہیں اور سچی تحریک کبھی نہیں مرتی۔"

"اس قدر اعتماد ہے تمہیں مجھ پر۔"

"اس سے بھی زیادہ چیف۔"

"مگر بھائی اس تحریک کو زندہ رکھنے کے لیے مجھے جو پاپڑ بنینے پڑے ہیں میں ہی جانتا ہوں۔"

"مبارک عمل ہے چیف۔ میں صرف ایک بات جانتا ہوں۔"

"وہ کیا؟"

"آپ کی زندگی طویل ہے کیونکہ ابھی وطن کو آپ کی ضرورت ہے اور یہ وطن، یہ ملک قائم و دائم رہے گا۔ جب تک یہ اپنے مضبوط قدموں پر کھڑا نہ ہو جائے آپ کیسے مر سکتے ہیں۔ اس پر سایہ خدائے ذوالجلال ہے اور اہم ذمے داریاں اللہ اپنے بندوں ہی کے شانوں پر رکھتا ہے پھر خود ان کا محافظ و نگران ہوتا ہے۔"

”اللہ رب العزت مجھے وہ دن دکھائے جب میں اپنے وطن کو اقوام عالم میں ستاروں نہیں چاند کی طرح دکھتا ہوا پاؤں۔“

ایک ایک شخص نے مجھ سے ملاقات کی۔ اس کے بعد تنہائی نصیب ہوئی لیکن تنہائی کا مطلب یہ تھا کہ ناگی میرے پاس ہو۔ میں نے کچھ کہنا چاہا تو وہ مسکرا کر بولا۔ ”رپورٹ تیار ہے چیف۔ زبانی پیش کرتا ہوں۔“

”ہاں میں سبے چھین ہوں۔“

”پہلے کاروباری رپورٹ یا؟“

”پہلے سب لوگوں کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔“

”غزنوی صاحب انا ماں کے ساتھ بدستور ملک سے باہر ہیں ان کے بچوں کے کاروبار سیٹ ہو چکے ہیں اور وہ معتدل زندگی گزار رہے ہیں۔ البتہ رخسار بیمار ہے اور ہسپتال میں داخل ہے۔“ ناگی نے مجھے ہسپتال کا نام اور پتا بتا دیا۔

”ہوں۔ نازو باجی، الیاس بھائی؟“

”سب لوگ خیریت سے ہیں۔ میں نے بتا دیا تھا کہ آپ ملک سے باہر ہیں۔“

”رفیق احمد جاگیردار۔“

”پھر سے جوان ہو گئے ہیں۔ صنعتی اور کاروباری حلقوں میں ان کا نام گونج رہا ہے۔“

”ہے۔“

”عافیہ بیگم؟“

”وہ بھی ٹھیک ہیں۔“

”نادرہ یا محل شاہ کے بارے میں کوئی رپورٹ؟“

”نہیں چیف۔“ ناگی نے کہا۔

”کاروباری تفصیل۔“

”چیف سارے کاروبار شاندار چل رہے ہیں۔ گل شیر نے قمر سیٹھ کی حیثیت سے

اپنا لوہا منوا رکھا ہے۔ ملک بھر کے اسمگلروں پر اس کا خوف طاری ہے۔ سب دبے دبے نظر آتے ہیں۔ بے شمار اسمگلروں کے کارکن قمر سیٹھ کی تلاش میں ہیں۔ پولیس اور انتظامیہ کے پاس بھی قمر سیٹھ کے فائل کھل گئے ہیں اور شاید اس کے سلسلے میں تحقیق

شروع ہو گئی ہے۔“

”گڈ۔ فنڈ کیسے چار ہے ہیں؟“

”خدا کا شکر ہے۔ ملک بھر کے اسمگلر ہمیں خراج ادا کر رہے ہیں۔“ ہمیں اپنا بینک قائم کرنا ہو گا۔“

”بہت خوش ہوں میں ناگی۔ اب کچھ کام کرنے ہیں۔“

”حکم دیں چیف۔“

”تم شادی کرلو۔“ میں نے اچانک کہا اور ناگی کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ ”میرا تصور تو بتا دیں چیف۔“ ناگی رندھی ہوئی آواز میں بولا اور مجھے ہنسی آ گئی۔

”بھئی تمہاری تنہا زندگی اب ختم ہونی چاہیے۔“

”خدا کے لئے چیف۔ میرے خلوص میرے پیار کی اتنی بڑی سزا نہ دیں۔ اوہ میرے خدا! شادی بیوی بچے! ناز برادریاں اور پھر بچوں کی دیکھ بھال۔ نہیں چیف میں خوش ہوں ہر طرح سے خوش۔“

رخسار ذہن میں آئی۔ اس کا کردار ان تمام شخصیتوں پر بھاری تھا۔ پہلے بھی کئی بار اپنا تجربہ کر کے یہ اندازہ ہو چکا تھا کہ رخسار میری زندگی کا ایک حصہ بن چکی ہے، حالانکہ اپنے آپ کو دھوکا دینے کی لاکھ کوششیں کی تھیں لیکن ان میں کامیاب نہیں ہو سکا تھا۔ رخسار کا وجود کہیں نہ کہیں دینے کے بعد پھر اس طرح ابھرتا کہ دل و دماغ پر حاوی ہو جاتا۔

لیکن وہی ایک خیال کہ رخسار کو اگر اپنی زندگی میں شامل کرنے کی کوشش کروں بھی تو ہو سکتا ہے اس میں کامیابی حاصل ہو جائے لیکن کیا ایک ایسے گمنام شخص کو اس کے حوالے کروں جو اپنے اصل نام تک سے اس کی زندگی میں شامل نہیں ہو سکتا اگر مجھے میری حیثیت مل جاتی تو میں اپنے آپ کو رخسار کے سامنے پیش کر دیتا اور کہتا کہ رخسار مجھے قبول کرلو جو کچھ بھی ہوں جس حالت میں ہوں تم سے محبت کرتا ہوں۔

میرا دل تڑپنے لگا، رخسار سے فوراً ملنے کو جی چاہا لیکن اس وقت مناسب نہیں تھا۔ دل میں یہ فیصلہ کیا کہ سب سے پہلے اس سے ملاقات کروں گا۔

رات کے کسی حصے میں نیند آ گئی۔ خیالات کا سفر ختم ہوا اور اس کے بعد دوسری

صبح کا انتظار ہونے لگا لیکن دنیا و مافیہا سے بے خبری کے عالم میں روشنی نے احساس دلایا کہ جاگنے کا وقت ہو گیا ہے۔

کوٹھی میں ہر شخص مستعد تھا اور میری آمد پر خوش و خرم، دیر سے جاگا تھا رشید ناگی میرے سلسلے میں، تمام انتظامات کر رہا تھا۔ ہاتھ روم سے باہر آیا تو ناگی کو منتظر پایا اس سے سلام و دعا کی اور ناشتے کے کمرے میں پہنچ گیا ناگی نے کہا۔ ”میں نے خاصے کام کر لیے ہیں چیف اس دوران۔ اب میں آپ سے آج کی مصروفیات کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا ہوں

”پہلے رخسار سے ملاقات کروں گا، باقی کسی کو میری آمد کی اطلاع نہ دینا۔ گاڑی کی چابی دلو دو کوئی سی، میں خود ہی سب لوگوں سے ملاقات کر لوں گا۔“

”سیکورٹی ضروری ہے چیف۔ اب آپ معمولی حیثیت کے حامل نہیں ہیں۔“ ناگی نے کہا اور میں اس کے لہجے پر ہنس پڑا۔

”میں جانتا ہوں تم بھلا کہاں میرا پیچھا چھوڑنے والے ہو۔“ ناگی بھی ہنسنے لگا اور بولا۔ ”جو ذمے داریاں میری اپنی ہیں چیف میں انہیں سرانجام دے کر مطمئن رہتا ہوں۔“ لیکن مجھے تنہا رہنے دینا۔“

”آپ مطمئن رہیں۔“

”تقریباً“ ساڑھے دس بجے میں سادہ سے لباس میں ملبوس کار لے کر باہر نکل آیا۔ وہی جانی پہچانی سڑکیں وہی جانا پہچانا ماحول، غزنوی صاحب کی کوٹھی کے سامنے ایک لمحے کے لئے رکا اس کوٹھی سے میری زندگی کی لاتعداد یادیں وابستہ تھیں۔ بھلا اسے کیسے نظر انداز کر سکتا تھا لیکن اب وہاں کوئی اور خاندان آباد تھا۔ کچھ اجنبی چہرے نظر آئے۔ وہاں رکنا مناسب نہ سمجھ کر میں وہاں سے آگے بڑھ گیا۔“

غزنوی صاحب کے عجیب و غریب کردار کے بارے میں غور کرنے لگا انا ماں سے ہمیشہ ہی دلچسپی محسوس ہوتی تھی اور وہ جب بھی مجھے یاد آتیں۔ میرے ذہن و دل پر ایک عجیب سا احساس طاری ہو جاتا تھا اس وقت بھی انا ماں کو یاد کرتا رہا نجانے کیا کیا سوچتی ہوں گی نجانے کس انداز میں زندگی گزارتی ہیں۔ بہر طور یہ سارا کیا دھرا غزنوی صاحب کا تھا نجانے کس قسم کے انسان ہیں وہ، برا ہوا ہے جو کچھ بھی ہوا ہے لیکن اس برائی کا آغاز

انہوں نے کیا تھا۔ نجانے انہیں مجھ سے کیا دشمنی تھی۔ سارے کے سارے یاد آتے رہے اور راستے بھرا انہی کے بارے میں سوچتا رہا بڑے غزنوی صاحب، انا ماں اور اس کے بعد دوسرے افراد جن کا الگ الگ کردار تھا۔ کامران غزنوی، عرفان غزنوی، نعمان غزنوی، نوشاب، نوشین، دلشاد، حنا، رومانہ باجی نجانے کیسے کیسے کردار تھے، لیکن سب ہی ایک تھیلی کے چٹے بٹے، ایک ہی انداز میں سوچنے اور غور کرنے والے۔

بالا آخر اس ہسپتال میں پہنچ گیا۔ جہاں ناگی کی فراہم کردہ معلومات کے مطابق رخسار موجود تھی۔ مجھے فوراً ہی اس کے بارے میں علم ہو گیا۔ کمرہ نمبر وغیرہ معلوم کرنے کے بعد میں دھڑکتے دل اور لرزتے قدموں کے ساتھ رخسار کے کمرے کے دروازے پر پہنچ گیا۔ آہستہ سے دستک دی، کوئی جواب نہیں ملا تو دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔

سامنے ہی جو سب سے پہلی شکل نظر آئی تھی وہ رومانہ باجی کی تھی جو ایک سیٹی پر بیٹھی غالباً کوئی رسالہ دیکھ رہی تھیں، دستک پر وہ یہی سمجھی ہوں گی کہ نرس آئی ہے مجھے لگاں اٹھا کر نہیں دیکھا، میری نظریں بستر کی جانب اٹھ گئیں جہاں رخسار کروٹ لیے سو رہی تھی پھر رومانہ باجی نے یہ محسوس کر کے کہ آنے والے نے کچھ کہا نہیں، گردن اٹھا کر مجھے دیکھا اور رسالہ ان کے ہاتھ سے گرتے گرتے بچا شاید وہ مجھے نہیں پہچان سکی تھیں اور ایک اجنبی کو اس طرح دیکھ کر حیران رہ گئی تھیں۔“

”رومانہ صاحبہ میں دانش منصور ہوں۔“ میں نے کہا۔ اب انہوں نے مجھے پہچان لیا۔ ادھر اس نام نے رخسار کے جسم میں شاید کرنٹ دوڑا دیا۔ اس نے تڑپ کر کروٹ بدلی اور پیٹھی پیٹھی آنکھوں سے مجھے دیکھنے لگی پھر جلدی سے اٹھ کر بستر پر بیٹھ گئی اور خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگی۔

ادھر رومانہ باجی کا موڈ بگڑ گیا تھا۔ ”کیا آپ کو اس طرح اندر آنا چاہیے تھا؟“ انہوں نے کرخست لہجے میں کہا۔

”میں نے دروازے پر دستک دی تھی۔“

”نام بھی بتانا چاہیے تھا۔“

”سوری، یہ غلطی ہو گئی مجھ سے۔“

”اور مسلسل غلطی کیسے ہو سکتی ہے۔“

”کیا مطلب؟“

”آپ فوراً باہر نکل جائیں اور اندر آنے کی اجازت مانگئے لیکن یہ سمجھ لیں آپ کو اندر آنے کی اجازت نہیں ملے گی۔“

”میں ایسے ڈرامے نہیں کر سکتا۔“ میں نے کہا۔

”اوہ ہاں مجھے علم ہے آپ کے ڈرامے ذرا مختلف ہوتے ہیں لیکن دانش صاحب آپ یہاں کیسے تشریف لائے؟“

”میں رخسار سے ملنے آیا ہوں۔“

”کیوں؟“

”یہ میں آپ کو نہیں بتا سکتا۔“

”مجھے بتانا ضروری ہے۔“

”آپ غیر ضروری جھٹ کر رہی ہوں۔“ میرے اندر کسی قدر جھنجھلاہٹ پیدا ہو گئی۔

”کیا ضروری ہے، کیا غیر ضروری کم از کم رخسار کی حد تک میں جانتی ہوں باقی آپ کے معاملات سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے مسٹر دانش منصور۔“

”میں تنہائی میں رخسار سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں رومانہ صاحبہ۔“ میں نے کہا۔

”کس حیثیت سے؟“ رومانہ باجی نے کہا۔

”وہ میری دوست ہے۔“ میں نے بے چین ہو کر کہا۔

”لیکن ہم تمہیں دشمن سمجھتے ہیں، میں کسی دشمن کے ساتھ رخسار کو تنہا نہیں چھوڑ سکتی۔“ رومانہ باجی ہمیشہ کی انتہا پسند تھیں مجھے بچپن کی بے شمار باتیں یاد تھیں۔

”رخسار تم میری مدد کرو۔“

”میں مسٹر دانش منصور اگر وہ نا سمجھی میں اس بات پر رضامند بھی ہو جائے تو میں اسے اجازت نہیں دوں گی کیونکہ میں اس کی بیمار دار ہوں۔“ رومانہ باجی نے کہا۔

”رخسار اگر اس وقت مجھے تم سے باتیں کرنے کا موقع نہ ملا تو شاید پھر کبھی زندگی بھر تمہارے سامنے نہ آؤں۔“ میں نے سرد لہجے میں کہا اور رخسانہ جیسے چوہک سی پڑی۔

”رومانہ باجی پلیز۔“ رخسار نے آہستہ سے کہا۔

”تم اس مسئلے میں نہیں بولو گی رخسار۔“

”رومانہ باجی میں دانش سے باتیں کرنا چاہتی ہوں۔“

”میں اجازت نہیں دوں گی۔“

”مجھے آپ کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے آپ کیوں ضد کر رہی ہیں۔“ رخسار

نے کسی قدر خشک لہجے میں کہا اور رومانہ باجی تلملا گئیں وہ چند لمحات رخسار کو گھورتی رہیں پھر اٹھ کر خاموشی سے باہر نکل گئیں۔

”بیٹھے دانش۔“

”شکریہ رخسار“ میں اس کے قریب بیٹھ گیا۔

”کیسے آتا ہوا؟“

”میں یہاں موجود نہیں تھا۔“

”بہوتے تو آتے؟“ اس نے سوال کیا۔

”آیا تو ہوں رخسار، جو نہی تمہاری بیماری کی اطلاع ملی، میں فوراً تمہارے پاس پہنچا

ہوں۔“

”اطلاع کہاں سے ملی؟“

”کچھ لوگوں کو میں نے تمہاری خبر گیری کے لیے مخصوص کر دیا ہے انہی سے پتا چلا

تھا۔“

”اتنی زحمت کیوں کی ہے دانش صاحب؟“

”رخسار بڑا عجیب مسئلہ ہے، بارہا یہ سوچا کہ تم سے اجتناب کروں اس کی وجوہات

ناگزیر تھیں لیکن جب بھی تمہاریوں میں اپنے آپ کو تلاش کیا تو خود کو تم سے دور نہیں پایا۔ بالآخر ہار گیا ہوں۔ تم سے یہ اعتراف کرنا چاہتا ہوں رخسار کہ میری زندگی تمہارے

بغیر نامکمل ہے۔ شاید تم اس بات پر یقین نہ کرو کہ میری زندگی میری اپنی نہیں ہے اگر میں اس پر اپنا ذرا سا بھی حق سمجھتا تو تمہیں اپنی زندگی کے لیے حق سمجھ لیتا۔ بارہا اس

ادھار کی زندگی کو میں نے اپنی زندگی سمجھنے کی کوشش کی لیکن وقت نے موقع ہی نہیں دیا البتہ وجود کے کچھ حصے ایسے ہوتے ہیں جنہیں سرکش کہا جاتا ہے اور یہ سرکش گوشے اپنی

ایک الگ دنیا رکھتے تم انہی سرکش گوشوں میں آباد ہو اور آج میں مجبور ہو گیا ہوں کہ ان

رخسار لرز گئی لیکن اس نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ سے چھڑانے کی کوشش نہیں کی۔
البتہ اس کی آنکھوں میں دو آنسو جگمگانے لگے، اس کے ہونٹ کچھ کھنا چاہ رہے تھے۔
عالی ہونٹوں کی یہ کیکپاہٹ میری روح میں اتر گئی، ایسا حسین منظر اس کائنات میں یقیناً
کوئی دوسرا نہیں ہو گا خوب صورت تراش کے ہونٹوں کی یہ کیکپاہٹ مجھے دنیا کی سب
سے حسین شے لگی میں اسے دیکھنے لگا وہ مجھے دیکھتی رہی پھر میں نے آہستہ سے ہاتھ آگے
بڑھا کر اس کے آنسو خشک کر دیے۔ ”کچھ بولو گی نہیں رخسار؟“

”بولنا چاہتی ہوں لیکن یہ احساس خاموش رہنے پر مجبور کر رہا ہے کہ جو کچھ بولوں
گی اس کی تکمیل نہ ہو پائے گی۔“

”رخسار! آج میں نے اپنی کائنات تمہارے قدموں میں ڈال دی ہے، جو اعتراف
میں نے کیا ہے یوں سمجھ لو کہ میری زندگی کی پہلی شکست ہے خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں
کہ اس سے پہلے کبھی ہار نہیں مانی، نہ اپنے آپ سے نہ کسی اور سے نہ کسی بھی قسم کے
حالات سے۔ آج پہلی بار اس کا مزہ چکھا ہے میں نے، کہو رخسار، جو جی چاہے کہو۔“

میں واقعی جذباتی ہو گیا تھا اور اس وقت اپنے آپ میں نہیں تھا۔ انسان کی اپنی
ذات کا ایک خاص پہلو ہوتا ہے چاہے وہ امریکہ کا صدر ہو یا سلطانہ ڈاکو، اس کے اپنے
اندر جو ایک حقیقت پوشیدہ ہوتی ہے کبھی نہیں مرتی۔ میں اس وقت واقعی بے بس ہو گیا
تھا جذبات کا یہ لمحہ ہو سکتا ہے زندگی میں کبھی نہ آئے لیکن اس وقت آگیا تھا۔
”تم فیصل ہو؟“ رخسار نے سوال کیا۔

میں نے سر دنگا ہوں سے اسے دیکھا، پھر آہستہ سے بولا۔ ”ہاں رخسار میں فیصل
ہوں، میں فیصل ہی ہوں وہی بے بس اور نادار لڑکا، جو غزنوی صاحب کی کوٹھی کے
ملازموں کے کوارٹر میں شہزادی نامی ایک عورت کے پہلو میں پل رہا تھا لیکن جس نے ہمیشہ
پر محسوس کیا کہ یہ آغوش ماں کی آغوش نہیں ہے یہ ایک اجنبی گود ہے جس میں
کرائے پر پل رہا ہوں ہوش کی پہلی منزل میں اس احساس نے میرے اندر سرکشی پیدا کر
دی کوئی ماں اپنے بچے سے اتنا اجتناب نہیں برت سکتی جتنا شہزادی مجھ سے برتی تھی۔
بارش کی ہولناک راتوں میں جب بادلوں کی کڑک دلوں کو دہلا دیتی تھی میرا دل چاہتا تھا کہ
میرے قریب میری ماں ہو اس کی آغوش میں تمام بجلیاں سو جاتی ہیں، کوئی چیز نقصان نہیں

سرکش باغی گوشوں کے سامنے ہتھیار ڈال دوں تم نے میرے منہ سے اس سے پہلے ایسے
الفاظ کبھی نہیں سنی ہوں گے، میں اعتراف کرنے آیا ہوں رخسار کہ اگر کبھی زندگی کی
تکمیل کے بارے میں سوچا تو تمہیں اس کا حصہ سمجھوں گا، بے شک تم یہ سوچنے میں حق
بجانب ہو کہ آخر میرا تم پر کیا حق ہے میں اپنی زندگی کے طویل راستے منتخب کرنے کے بعد
کیوں یہ چاہتا ہوں کہ تم بھی میرے ساتھ ساتھ دوڑتی رہو۔ ان راستوں میں میری
ہمراہی رہو، تمہاری اپنی ایک الگ دنیا ہے، تمہارا اپنا ایک الگ مقام ہے تم بہت سے
دوسرے لوگوں سے منسلک ہو، میرا تم پر کوئی ایسا حق نہیں ہے جس کی بنا پر میں تم سے
کہہ سکوں کہ تم میرا انتظار کرو لیکن یہ سرکش گوشے مجبور کرتے ہیں مجھے کہ کم از کم دل
کی بات تم سے کہہ دوں، ہر شخص کو فیصلہ کرنے کا حق ہوتا ہے کم از کم تمہارے انکار پر
میں یہ تو کہہ سکوں گا ان سرکش گوشوں سے کہ میں بے بس تھا معاملہ میری اپنی ذات کا
نہیں تھا بلکہ فیصلہ دوسری طرف سے سنایا گیا ہے رخسار! اگر سمجھ سکتی ہو تو میرے دل کی
بات سمجھ لو۔ آج میں تم سے یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں، شاید
تمہارے علم میں بھی یہ بات ہے کہ بہت سے ایسے کردار میری نگاہوں کے سامنے آئے
جنہوں نے میری قربت حاصل کرنا چاہی بعض جگہ میں انہیں کا شکار ہو گیا کہ ان کا
کرداروں کا میری زندگی میں کس حد تک دخل ہے پھر جب غور کیا تو اندازہ ہوا کہ ان کا
مجھ سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے نہ تو میں ان کے لئے مجبور ہوں اور نہ ہی میں انہیں اپنی
قربت میں جگہ دے سکتا ہوں، اپنے حالات اپنے واقعات کے مطابق یہ بھی سوچا میں نے
کہ میں خود کچھ نہیں ہوں اور کچھ نہ بننے کی کوشش کروں تو زیادہ بہتر ہے۔ ساری باتیں
حقیقت سہی لیکن اس حقیقت کو کبھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ تم سے دور رہ کر زندگی
کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔“

رخسار کا چہرہ سرخ ہوتا جا رہا تھا وہ پہلے کی طرح اب بھی حسین تھی بس بیماری نے
چہرے کو کمزور کر دیا تھا لیکن اس وقت یہ سرفی اتنی بھلی لگ رہی تھی کہ اسے چوم لینے کو
جی چاہ رہا تھا میں نے ایک ہاتھ آگے بڑھایا اور اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ رخسار
نے مزاحمت نہیں کی اس کے انداز خود سپردگی نے مجھے مزید دیوانہ کر دیا اس کا ہاتھ بے
پناہ نوب صورت تھا میں نے اسے آہستہ سے ہونٹوں کے قریب کیا اور چوم لیا۔

لوگ شدت پسند ہیں اور ان کی شدت پسندی نے مجھے اس خاندان سے نفرت پر مجبور کر دیا ہے میں کم از کم کچھ اور نہیں کر سکتا تو انہیں اس الجھن کا شکار تو کر سکتا ہوں کہ دانش منصور، فیصل کا اس قدر مشکل کیوں ہے..... وہاں ہر شخص جیسا کہ ابھی رومانہ اپنی نے اظہار کیا یہ بات جانتا ہے کہ دانش منصور ہی اصل میں فیصل ہے لیکن وہ اس بات کو ثابت نہیں کر سکتے غزنوی صاحب نے ایسی ایسی کوششیں کی ہیں، مجھے فیصل ثابت کرنے کی کہ میں زندگی اور موت کے درمیان متعلق ہو گیا ہوں لیکن وہ انتہا پسند اور اپنے عمل میں شدت رکھ سکتے ہیں تو کیوں سوچ لیتے ہیں لوگ یہ بات کہ دوسرا ان سے کمتر ہے۔ میں نے دانش منصور بن کر غزنوی صاحب کو اس منزل پر پہنچا دیا کہ آج اس خاندان کا شیرازہ بکھر گیا ہے اور بات یہیں ختم نہیں ہوئی ہے رخسار میں اس مسئلے کو اور آگے بڑھاؤں گا، مجبور کروں گا، غزنوی صاحب کو کہ وہ مجھے میری اصلیت بتائیں لیکن رخسار یہ الفاظ تم سے کہتے ہوئے درحقیقت میں خود کو احمق سمجھ رہا ہوں میں جانتا ہوں کہ غزنوی صاحب تمہارے دادا ہیں اور یقینی طور پر اگر تم مجھ سے تھوڑی بہت محبت کرتی بھی ہو تب بھی تمہیں میرے یہ الفاظ پسند نہیں آئیں گے میری لڑائی ختم ہو سکتی ہے رخسار لیکن اس وقت جب مجھے یہ پتا چل جائے کہ میں کون ہوں، اس خاندان سے میرا کیا تعلق ہے۔

میری الجھن سمجھو۔ میں نے مخلصانہ طور پر تم سے اپنی محبت کا اظہار کر دیا اور تحفے کے طور پر تمہیں یہ انکشاف دیا ہے کہ وہ جو مجھے اپنا سب کچھ لٹا کر فیصل ثابت نہیں کر سکے، تمہارے سامنے ہیج ہیں۔ تمہیں میں نے اپنی اصلیت بتادی انہیں نہیں اور اگر کل وہ مجھ سے پوچھیں گے کہ کیا میں وہی بے بس اور نادار لڑکا فیصل ہوں تو میں انکار کروں گا اور ہنس کر ان کا مذاق اڑاؤں گا۔ یہ تحفہ ان کے لئے نہیں صرف تمہارے لئے ہے اور اس بات کا حق بھی حاصل ہے تمہیں کہ اپنے خاندان کے اس دشمن کو نفرت کی نگاہ سے دیکھو، یہ جاننے کے بعد کہ وہ دانش منصور نہیں بلکہ فیصل ہے تم ایک ایک شخص سے کہہ سکتی ہو کہ دیکھو تم نے کتنا بڑا انکشاف کر دیا ہے۔ وہ تسلیم کر چکا ہے تمہارے سامنے کہ وہ فیصل ہے۔ یہ سچ ہے اور یہ سچ بھی تحفہ ہے تمہارے لئے ایک ایسے شخص کا جو تمہیں چاہتا ہے کیا سمجھیں؟

پہنچا سکتی لیکن میں نے وہاں اپنے آپ کو تنہا پایا کیونکہ وہ میری ماں نہیں تھی پھر اس کے بعد کوٹھی میں میرے ساتھ ایک انوکھا سلوک ہوتا تھا۔ انا ماں چھپ چھپ کر مجھ سے پار کرتی تھیں۔ غزنوی صاحب علی الاعلان مجھ سے نفرت کرتے تھے باقی لوگوں کا رویہ بہت عجیب تھا اگر میں اپنے آپ کو ایک نوکر ہی سمجھ لیتا اور یہ بات پایہ تکمیل تک پہنچ جاتی تو شاید میرے وجود میں کوئی تشنگی نہ ہوتی۔ اس تشنگی نے مجھے دیوانہ کر دیا تھا رخسار پھر واقعات بدلے، شہزادی ایک باورچی کے ساتھ بھاگ گئی اس نے اپنا ماں کا منصب چھوڑ دیا تھا۔ میں تنہا رہ گیا تھا ایک طرح سے اب میں ایک بے مقصد چیز تھا چنانچہ اس کوٹھی سے نکل آیا میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ زندگی کو کہاں تلاش کروں، کون اپنا ہے کون پرانا۔ رخسار شاید اس تشنگی نے میرے اندر ایک نئے انسان کو جنم دیا اور اس نئے انسان نے اپنی منزل کی تلاش شروع کر دی بعض اوقات اگر کچھ چیزوں کو ٹھکرا دیا جائے تو وہ مزید شدت سے چمٹنے لگتی ہیں۔ دولت، عزت، شہرت اس سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں تھی، میں تو خود اپنی شناخت میں سرگرداں تھا، ضمنی طور پر ہی یہ تمام چیزیں میری زندگی میں داخل ہوتی چلی گئیں اور میں فیصل سے دانش منصور بن گیا لیکن وہ سکون آج بھی مجھے حاصل نہیں ہے رخسار! جو عام انسانوں کو حاصل ہوتا ہے، انہیں کم از کم یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ قلاں کے بیٹے ہیں فلاں کی اولاد ہیں، ماں باپ زندہ ہیں یا مر چکے ہیں وہ کون تھے بہت ہی گھٹیا لوگ تھے یا بہت ہی عام زندگی گزارتے تھے لیکن رخسار کم از کم ان کے پاس ایک نام اور ایک شناخت ہوتی ہے جبکہ میں تمام دنیا کی ہر سہولت ہونے کے باوجود اس اعتماد سے عاری ہوں اور ماں باپ کے ہونے کا یا ان کے نام کا اعتماد مجھے حاصل نہیں ہے اگر تم غزنوی خاندان سے انحراف یا ان لوگوں سے اپنے آپ کو چھپانے کو میرا جرم سمجھتی ہو تو مجھے یہ کہنے کی اجازت دو کہ اصل جرم کی پرورش ڈیفنس کی اس کوٹھی میں ہوئی ہے جس کے کوارٹر میں فیصل رہتا تھا۔ وہیں مجھ سے میری شناخت چھینی گئی تھی اس گھر کے لوگ فطری سے بات ہے کہ فیصل کو جانتے ہیں۔ غزنوی صاحب کو اس بات کا علم ہے کہ فیصل کون ہے، انا ماں جانتی ہیں اور کون کون جانتا ہے یہ مجھے نہیں معلوم، لیکن انا ماں کا مجھ سے پیار غزنوی صاحب کی مجھ سے نفرت یہ چیزیں صاف ظاہر کرتی ہیں کہ انہیں کچھ نہ کچھ میرے بارے میں ضرور معلوم ہے۔ آخر کہیں تو پایا ہو گا انہوں نے مجھے.....

نے بولی۔

”جو کچھ میں تم سے چاہوں مجھے دو گی رخسار؟“

”ہاں۔ تم نے میری ذات میں میرے اطراف میں میرے وجود میں جو کچھ پایا ہے وہ

تمہارا ہے فیصل۔ تنائی میں مجھے اپنے آپ کو فیصل کہنے کا حق دو۔ میں نے وہ سب کچھ نہیں سوچ دیا ہے مجھ سے کچھ نہ مانگو، میرا تو ہر ذرہ تمہاری ملکیت ہے۔“

”تو پھر رخسار سنو اپنے آپ کو میرے لئے قائم رکھنا تمہیں بیمار نہیں ہونا چاہیے نہیں میرے لیے جینا ہو گا۔ اس انکشاف کے بعد جو رومانہ باقی کے ذریعے بھی ہو سکتا ہے لیکن ہے تم پر بھی سختیاں کی جائیں۔ رخسار ساٹھ دینا میرا میری شناخت کے حاصل کرنے میں اور جب میں اپنے آپ کو پالوں گا تو ساری دنیا سے کٹ کر تمہارے قدموں میں آؤں گا۔ میں اپنے آپ کو تمہارے سپرد کر دوں گا۔ رخسار! یہ میرا وعدہ ہے تم سے۔“

”شکریہ فیصل بے حد شکریہ۔“ رخسار نے ممنون لہجے میں کہا۔

ایک لمحے میں اس کی کیفیت بدل گئی تھی وہ ستا ہوا چہرہ جو مغموم مغموم نظر آتا تھا، زندگی سے محروم محروم نظر آتا تھا، روشنیوں کا ہالہ بن گیا تھا اور میں اس کی یہ کیفیت اچھی طرح محسوس کر رہا تھا۔

مجھے اپنے دل کا بوجھ ہلکا لگ رہا تھا ایک عجیب سا احساس ہو رہا تھا، یہ ایک کے لیے سب کچھ تھا میری اپنی ذات کے لیے صحیح معنوں میں کچھ نہیں تھا لیکن اب..... ان چند لمحات کے بعد کچھ میرا بھی ہو گیا تھا وہ میرا اثاثہ تھا۔

”اب میں کیا کروں فیصل؟“ کچھ دیر کے بعد رخسار نے معصومیت سے پوچھا۔

”پہلے تندرست ہو جاؤ۔“

”وہ تو ہو گئی۔“

”اتنی جلدی۔“ میں نے مسکرا کر پوچھا۔

”بیماری ہی تمہاری تھی اب کہاں بیمار ہوں۔“

”بس اور کوئی ذمہ داری ابھی تم پر نہیں ڈال سکتا۔“

”اپنا فرض ضرور پورا کروں گی۔“

رخسار کی آنکھیں خشک تھیں وہ عجیب سے انداز میں مجھ دیکھ رہی تھی، پھر اس نے آہستہ سے کہا۔ ”تمہارا شکریہ فیصل تھوڑا سا اپنے بارے میں بتا دوں، خدا کی قسم اب سے ماں باپ کی قسم کیونکہ ان کی زندگی میں میرے علاوہ اور کوئی شامل نہیں ہوا تھا۔ تمہاری قسم فیصل کیونکہ اس کے بعد اگر میں کسی کو اپنا سمجھنے لگی تھی وہ تم تھے مجھے نہیں معلوم ان واقعات کے بارے میں، میں کچھ بھی نہیں جانتی۔ یقین کرو مجھے کچھ بھی نہیں معلوم۔ میں یہ بھی نہیں سمجھ رہی کہ اگر میں اس سلسلے میں کام شروع کر دوں تو مجھے آغاز کہاں سے کرنا چاہیے مجھے حیرت ہے کہ وہ لوگ اتنی شدت کیوں اختیار کئے ہوئے ہیں تمہارے بارے میں۔ یہ کیوں نہیں بتا دیتے تمہیں تمہارے بارے میں فیصل مجھے گائیڈ کرو، مجھے بتاؤ کہ مجھے کیا کرنا چاہیے، کیسے میں یہ معلوم کروں۔“

”نہیں رخسار ایسے نہیں، میں یہ نہیں چاہتا۔ اصل میں میں نے اپنی زندگی کے بہت سے محاذ کھول رکھے ہیں، دل کی اتنی باتیں کر رہا ہوں تم سے تو تمہیں یہ بھی بتا دوں کہ میں اپنے وطن کے لئے اپنی اس پاک دھرتی کے لئے اپنی ہستی کو فدا کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں اور یہ بھی میری اس تشنگی یا محرومی کا ایک حصہ ہے۔ میں نے اپنی ماں کو نہ پا کر وطن کی ساری ماؤں کو اپنی ماں سمجھ لیا ہے اور ان کا بیٹا بن کر اپنا فرض پورا کر رہا ہوں۔ میرے ذہن میں باپ کا جو تصور ہے اس کے میں نے بہت سے بت بنا رکھے ہیں، مصروف ہوں لیکن کیا کروں انسان بھی ہوں جذبے میں سرکشی سے سرا بھارتے ہیں تو دل سے آنسو ٹپکنے لگتے ہیں بے بس ہو جاتا ہوں میں اور اس کے بعد سرگرداں ہو جاتا ہوں اپنی تلاش میں۔ ہر شے سے نفرت ہو جاتی ہے مجھے۔ رخسار یہ میری زندگی کا ماحصل ہے اور اس میں تمہارا بھی ایک مقام ہے۔ اس اعتراف کے بعد یوں سمجھ لو کہ میں نے اپنے آپ کو تمہارے ہاتھوں بچ دیا ہے اب میں تمہاری ملکیت ہوں مجھے جس انداز میں بھی چاہو استعمال کرو لیکن رخسار، ان باتوں کو بچ سمجھ کر قبول کرنا۔ خدا کے لیے ان میں سے ایک بھی بات کو جھوٹ مت سمجھنا۔“

”نہیں دانش، ان میں سے ایک بھی بات جھوٹ نہیں ہے۔ کیا کہوں کیا جواب دوں کس طرح شکر گزاری کے الفاظ ادا کروں اس انمول تحفے کے لئے، جسے اعتماد کہا جاسکتا ہے۔ کاش میں تمہاری مشکلات کا حل تمہارے سامنے لاسکوں۔“ رخسار، خلوص

ایکپورٹ کا دفتر شہر کے معروف ترین کاروباری علاقے میں تھا اور اس کی بیوی صائمہ شیرازی اس کو ٹھہری کے مالکوں کی حیثیت سے رہنے لگے کوئی اجنبی اندر داخل ہوتا تو اسے ایک پرسکون گھر نظر آتا جس کا ڈرائنگ روم بے حد حسین لیکن نہایت خطرناک تھا اس میں لاتعداد ڈیکوریشن ہیں موجود تھے جو ہر خطرے کی نشاندہی کر دیتے تھے ایک عمدہ خواب گاہ تھی اور پھر کوٹھی کا اندرونی حصہ اور پوری کوٹھی کے نیچے پھیلا ہوا عظیم خانہ یہاں ناگی نے پوری لیبارٹری بنا رکھی تھی۔

ناگی کو بلا کر میں نے تفصیل بتائی اور ناگی مسکرانے لگا۔ ”چیف اس لیے مجھے شادی کا مشورہ دیا جا رہا تھا۔“

”تمہیں رخسار کا خیال رکھنا ہو گا ناگی۔“

”اب تو وہ وی آئی پی ہیں چیف ان پر پوری سیکوریٹی رکھی جائے گی۔“

”یہ ایک اور وجہ سے بھی ضروری ہے۔“

”وہ کیا چیف؟“

”وہ مجھ سے واقف ہو چکی ہے۔“

”مجھے اس کا اندازہ ہے۔“

”تین چار دن گزر گئے۔ رخسار سے فون پر روزانہ بات چیت ہوتی تھی۔ وہ

ہسپتال سے گھر منتقل ہو گئی تھی لیکن کمزوری کی وجہ سے اس پر پابندی عائد تھی۔“

پانچویں دن دوپہر کو شاہنواز کا فون موصول ہوا۔ ”دانش منصور صاحب سے بات

کرنا چاہتا ہوں۔“

”میں بول رہا ہوں۔“

”آج شام سات بجے فارغ ہیں دانش صاحب۔“

”بالکل۔“

”کچھ انتہائی خاص لوگ آپ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔“

”میں حاضر ہوں۔“

”مزید تفصیل نہیں بتا سکوں گا۔ شام ساڑھے چھ بجے سیاہ رنگ کی مرسدیز آپ

کے پاس پہنچ جائے گی۔ میجر ناصر آپ کو اپنا شناختی کارڈ دکھائیں گے۔ آپ ان کی رہنمائی

”جلد بازی نہ کرنا۔“

”کیسی جلد بازی۔“

”رومانہ جی آفت کی پرکالہ ہیں اس ملاقات کو بہت سے رنگ دیں گی اگر تم نے

فیصل کے بارے میں کھوج شروع کر دی تو سب کو شک ہو سکتا ہے۔“

”ہاں یہ تو ہے۔ ٹھیک ہے میں کچھ وقفے کے بعد یہ کام شروع کر دوں گی۔“

”اب میں جاؤں۔“

”جاؤ گے؟“ وہ بے کسی سے بولی۔

”جاننا ضروری ہے۔“

”میں کوٹھی آسکتی ہوں نا؟“

”ضرور لیکن ایک ترمیم کرلو۔ تم میری کوٹھی کے سامنے والی کوٹھی میں آیا کرو۔“

وہاں کوئی بھی اجنبی نہ ہو گا اور کسی کو یہ بھی نہ معلوم ہو گا کہ تم میرے پاس آئی ہو۔“

”وہاں کون ہے؟“

”میرے ساتھی۔“

”میں ان سے کیا کہوں گی؟“

”تمہیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں پیش آئے گی۔“

”تم بے حد پراسرار ہو گئے ہو فیصل آخر کیسے؟“

”گزرنے والا وقت بہت سے انکشاف کرے گا رخسار! کوٹھی کا نمبر چار سو گیارہ ہے۔“

خیال رکھنا۔“

”ٹھیک ہے۔“ رخسار نے کہا پھر اس نے کمرے کے دروازے تک آکر مجھے خدا

حافظ کہا تھا بہت فاصلے پر رومانہ نظر آئیں شکر ہے انہوں نے کوئی انتہائی قدم نہیں اٹھایا تھا

ورنہ اس بات کے امکانات بھی تھے کہ غزنوی خاندان کے افراد اب تک یہاں جمع ہو

جاتے۔“

”بہت مطمئن، بہت مسرور، کوٹھی میں داخل ہوا تھا ناگی نے ان دنوں اپنا ہیڈ کوارٹر

چار سو گیارہ میں بنا رکھا تھا چار سو گیارہ کی کیفیت بے حد شاندار تھی اس کے گیٹ پر محسن

علی شیرازی کی تختی لگی ہوئی تھی میرے دو کارکن محسن علی شیرازی جس کا ایکپورٹ

قبول کیجئے گا۔

”ٹھیک ہے شاہنواز صاحب۔“

”شاہنواز نے فون بند کر دیا۔ اس کے بعد کوئی اور پروگرام رکھنا میرے لیے ممکن نہیں تھا۔ ناگی کو البتہ اس کی اطلاع دے دی تھی۔ ناگی اپنے معاملات خود مناسب سمجھتا تھا۔“

ٹھیک ساڑھے چھ بجے کو ٹھی کے ہاؤس کیپر رحمان بیگ نے ایک نوجوان میجر کا استقبال کیا۔ جو سیاہ مرسدیز میں آیا تھا اور سادہ لباس میں تھا۔ میجر ناصر نے شناختی کاغذات مجھے دکھائے اور میں اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔

مرسدیز کا سفر ایک خوبصورت عمارت پر ختم ہوا تھا جہاں فوجی جوان پہرہ دے رہے تھے۔ بڑے سے گیٹ سے مرسدیز اندر داخل ہو گئی۔ پارکنگ پر کئی شاندار گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ لیکن عمارت کے صدر دروازے پر وردیوں میں ملبوس اور سویلین ڈریس میں بہت سے لوگوں کو دیکھ کر مجھے سنبھلنا پڑا۔ یہ بہت بڑی ہستیاں تھیں جن کی تصاویر میں نے اخبارات میں دیکھی تھیں۔ اتنے بڑے لوگ میرا استقبال کر رہے تھے۔ میں آگے بڑھا تو فوجی جوانوں نے ایڑیاں بجا کر سلوٹ کیا۔

ایک میجر نے آواز لگائی۔ ”مملکت عزیز کے لیے جان کی بازی لگا کر عظیم کارنامے سرانجام دینے والے جوان، دانش منصور کو فوج کا سلام۔“

”میرے بدن میں پھریریاں دوڑ رہی تھیں۔ میرے دل کی آواز نے اب گونج اختیار کر لی تھی اور یہ گونج وطن کے محافظوں کی آواز میں سنائی دے رہی تھی۔ شاہنواز بھی وزیر صنعت کی حیثیت سے وہاں موجود تھا۔ اس نے میرا تعارف سب سے کرایا۔ مجھے کانفرنس ہال میں لے جایا گیا جو پھولوں کی خوشبو سے مہک رہا تھا۔ یہاں مجھے ایک احترام نشست دی گئی۔ پھر ایک فوجی افسر نے سپاسنامہ پڑا۔“

”مسٹر دانش منصور۔ وطن عزیز کے لیے ناقابل فراموش کارنامے سرانجام دینے والے افواج کی طرف سے آپ کو دلی مبارکباد پیش کی جاتی ہے۔ آپ کے بارے میں تیار شدہ ریکارڈ کی جانچ پڑتال سے پتا چلا ہے کہ آپ ایک سرمایہ دار ہونے کے باوجود وطن کے پیار سے سرشار نوجوان ہیں۔ جس نے ملک میں صنعتی انقلاب لانے کی کوشش کے ساتھ

ساتھ اعلیٰ پیمانے پر ملک کی دفاعی ضروریات کے لیے کاوشیں کی ہیں۔ خصوصی طور پر ہوی دائر کی ایک بڑی مقدار کو دشمن ملک تک نہ پہنچنے دینے کے ساتھ اسے اپنے ملک کے لیے لے آنا ایک قابل قدر کارنامہ ہے اس کے بعد سکیورٹائن میں گھی کی اسمگلنگ کے عظیم الشان پلانٹ کو تباہ کرنا آپ کا دوسرا بڑا کارنامہ ہے اور تیسری بار اسرائیل اور انڈیا کے گٹھ جوڑ سے ہمارے ایٹمی پلانٹ کے خلاف ایک خطرناک سازش کو بلیا میٹ کر کے آپ نے جو عظیم کارنامے انجام دیے ہیں وہ ناقابل فراموش ہیں افواج پاکستان آپ کو خراج تحسین پیش کرتی ہے اور آپ کے اس کارنامے کو سراہتے ہوئے، جی ایچ کیو آپ کے لیے ایک فوجی عہدے کا اعزاز تجویز کر رہا ہے، ہم اس کے لیے آپ کو پیشگی مبارکباد پیش کرتے ہیں۔“

”میں آپ سب کا خلوص دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں اور آپ کے سامنے اپنے اس عہد کی تجدید کرتا ہوں کہ انشاء اللہ وطن عزیز کے لیے میری زندگی اگر ہزار بار بھی کام آئے گی تو میں اسے پیش کرنے سے دریغ نہیں کروں گا۔“

رسمی گفتگو ہوتی رہی اور اس کے بعد مجھے کچھ خاص اعزازات سے نوازا گیا پھر میری کاوشوں کے سلسلے میں مجھے مختصر تفصیل بتائی گئی، مجھے بتایا گیا کہ ان دو افراد کے علاوہ جنہیں میں نے اپنی ذہانت سے گرفتار کرایا تھا ان کے پاس سے موجود فہرست کے مطابق باقی تمام افراد کو بھی گرفتار کر لیا گیا ہے ایک میجر نے ہی یہ ساری تفصیلات بتاتے ہوئے کہا۔

”وہ تمام لوگ مضبوطی سے اپنی پاؤں گاڑ چکے تھے اور انہوں نے چند مقامی لوگوں کو اپنے ساتھ شامل کر لیا تھا ان کی گرفتاری فوج ہی کے ذریعے عمل میں آئی ہے اور فوج نے انتہائی کوشش کر کے ان سے متعلق افراد کو بھی اپنی تحویل میں لے لیا ہے اس طرح جو بھی معلومات حاصل ہوئی ہیں وہ انتہائی سنسنی خیز ہیں۔ ملک بھر میں را اور یہودی ایجنٹوں کے گٹھ جوڑ سے جو تخریبی کارروائیاں عمل میں آئی ہیں ان کی تفصیلات بھی موصول ہو رہی ہیں اور بات صرف یہی نہیں بلکہ ان انکشافات سے کچھ ایسی غلط فہمیوں کے دور ہونے کا امکان بھی ہے جو مختلف افراد کے خلاف تھیں اور جن پر تحقیق ابھی تک نامکمل تھی۔ میجر نے افواج کی طرف سے مجھے مزید خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا۔“

”اس طرح مسٹر دانش منصور ایک سویلین آدمی نے جس طرح اعلیٰ بیٹا نے پرانی
کی مدد کی ہے اسے خلوص دل سے سراہا جاتا ہے۔ ہم آپ کو یہ تمام تفصیلات فراہم کر کے
خوشی محسوس کرتے ہیں گھی کے پلانٹ کی تباہی سے ملک میں گھی کی صنعت کو جس طرح
استحکام حاصل ہوا ہے اور آنے والے وقت میں مزید ہوگا“ اسے اگر عرف عام میں نہ سمجھ
تو کم از کم فوجی ریکارڈ میں تحسین کی نگاہوں سے دیکھا جائے گا اور آپ کے نام ہی سے
منسوب کیا جائے گا۔ بھاری پانی کا جو ذخیرہ آپ نے ہماری اٹاک ٹیکنالوجی کو منتقل کیا ہے وہ
آنے والے وقت میں ہماری بہت سی مزید ضروریات پوری کرے گا۔ بہر حال آپ کے ان
بیش بہا کارناموں پر ایک بار پھر خلوص دل سے آپ کو مبارکباد پیش کی جاتی ہے اس بات
کے امکانات ہیں کہ وزیراعظم آپ سے باقاعدہ ملاقات کریں کیونکہ یہ تفصیلات وزیر دفاع
کے حوالے کر دی گئی ہیں۔“

”یہ آپ لوگوں کی مہربانی ہے مجھ پر‘ ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ میں نے جو کچھ بھی
کیا ہے اپنا فرض سمجھ کر‘ وطن سے محبت کا قرض اتارا ہے میں نے صرف اپنے
دل کی آواز پر ہر خواہش اور نام و نمود سے آزاد ہو کر اپنے وطن کے لیے یہ چند کام کئے
ہیں البتہ اس بات کا میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آنے والے وقت میں‘ میں اپنے کام
کی رفتار تیز کر دوں گا۔“

اس پروکار تقریب کا اختتام ہو گیا۔ مجھے نہایت عزت و احترام کے ساتھ واپسی کی
اجازت دی گئی اور واپسی میں میرے ساتھ وزیر صنعت شاہنواز تھے۔ میں راستے میں ان
سے باتیں کرتا آیا تھا۔ شاہنواز صاحب کی اپنی گاڑی پیچھے پیچھے آرہی تھی ان کے ساتھ
باقاعدہ سیورٹی تھی۔ پھر میں اپنی کونٹری میں داخل ہوا‘ میں نے انہیں پیشکش کی کہ وہ
میرے ساتھ اندر آئیں لیکن انہوں نے معذرت کر لی تھی۔ رشید ناگی کو میں نے تمام
تفصیلات سنائیں وہ بھی خوشی سے پھولا نہیں سلایا تھا کہنے لگا۔

”جیف یہ ساری باتیں تو اپنی جگہ ہیں‘ لیکن آپ کو اندازہ ہے کہ میرا ذہن بھی
اسی سلسلے میں گھومتا رہتا ہے۔“

”اچھی طرح اندازہ ہے مجھے۔“ میں نے مسکرا کر کہا۔

”آپ کا نام وزیراعظم اور جی ایچ کیو تک پہنچ گیا ہے‘ یہ بڑی مسرت کی بات ہے مگر

”بات دراصل یہ ہے جیف کہتے ہوئے عجیب لگتا ہے لیکن کہے بغیر بھی نہیں رہ
سکتا‘ دوست اور دشمن ہر جگہ ہوتے ہیں‘ دانش منصور کی حیثیت سے آپ کا نام صنعت
اور کاروبار کی دنیا میں ایک پراسرار حقیقت رکھتا ہے لائقِ شکر ہے کہ جن میں سے کچھ کا
تعلق ڈان سینٹر سے تھا کچھ روز آرگنائزیشن کے نمائندے تھے آپ کے ہاتھوں مشکلات کا
شکار ہو گئے ہیں آپ کا کیا خیال ہے کہ کیا جھوٹ کھلتے ہوئے آپ سے محبت کرنے لگے
ہوں گے بس ان کی بد قسمتی یہ ہے کہ وہ آپ کے خلاف کوئی ایسا عمل کرنے میں ناکام
رہتے ہیں جس سے آپ کو نقصان پہنچ جائے لیکن وہ اپنے مقصد سے پیچھے نہیں ہٹے ہوں
گے۔ جیف اب کچھ خاص حوالوں کے ساتھ آپ کا نام منظر عام پر آئے گا۔ یقینی طور پر جی
ایچ کیو سے یا کسی خاص ذریعے سے۔ اخبارات کو تو آپ کے بارے میں تفصیلات مہیا
نہیں کی جائیں گی لیکن زبانِ خلق والی بات ہے۔ ہو سکتا ہے یہ نام اس حیثیت سے باہر
آجائے۔ حالانکہ جو واقعات آپ کو پیش آچکے ہیں اس سے یہ اندازہ تو بخوبی ہو جاتا ہے
کہ بھاری پانی کی گمشدگی‘ گھی پلانٹ کی تباہی وغیرہ سے ان لوگوں کو اس بات کا علم ہو گیا
ہے کہ اس کے پس پردہ کون سی شخصیت کارفرما تھی۔ را اور موساد کے ایجنٹ یقینی طور پر
بہاں بھی مستعد ہوں گے اور صرف چند افراد کی گرفتاری سے یہ سمجھ لینا کہ تمام لوگ
قبضے میں آگئے ہیں غیر مناسب بات ہے‘ جیف آپ کو اس حیثیت سے نگاہوں میں بھی
رکھا جاسکتا ہے اور آپ کو نقصان بھی پہنچایا جاسکتا ہے۔“

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”لگتا ہے رشید ناگی تم کچھ اور کہنا چاہتے ہو جس سے

منسلک یہ ساری باتیں کی جارہی ہیں۔“

”بالکل جیف ایسی ہی بات ہے۔“

”تو پھر بے فکر ہو کر کہو۔ کیا نیا منصوبہ ہے تمہارے ذہن میں۔“ میں نے کہا۔

”جیف ہمارے اس شہر کے اطراف میں سمندر ہے اور سمندر میں بہت سے ایسے

معاملات چھپے ہوئے ہیں جن سے اس شہر کی ایک الگ حیثیت ظاہر ہوتی ہے۔ مشرقی حصے کے جنوب میں آپ اسے جنوب مشرق کہہ سکتے ہیں، ایک چھوٹا سا ویران پڑا ہوا ہے۔ اب سے تقریباً آٹھ سال پہلے یہاں کچھ خاص پروگرام ترتیب دیے گئے تھے لیکن موجودہ حکومت نے اپنے مشیروں کے ساتھ اس موضوع پر گفتگو کر کے یہ اندازہ لگایا کہ چونکہ وہ جگہ براہ راست دشمن ملک کے کچھ جرائم کی زد میں آتی ہے۔ چنانچہ وہ پوری کارروائی اسی علاقے میں نہیں ہونی چاہیے جس کا تعلق اس ضروری امور سے تھا۔ جیسے اس کے بعد سے وہ ٹاپو کیونکہ ہم اسے باقاعدہ جزیرہ نہیں کہہ سکتے بدستور ویران پڑا ہوا ہے۔ وہاں تھیسر کی جھاڑیاں اگی ہوئی ہیں، آپ کو تھیسر کے بارے میں معلوم ہوگا۔ سمندری گھاس جو خشکی پر بھی اگ آتی ہے اور بڑی بڑی جھاڑیوں کی شکل اختیار کر لیتی ہے، تھیسر کی یہ جھاڑیاں چیف بارہ بارہ فٹ تک بلند ہیں اور انہوں نے سمندر میں ایک عجیب سا پیدا کر دیا ہے، دلچسپ بات یہ ہے کہ ان کی جڑوں میں صاف ستھری پتھری زمین ہے جس میں صرف حشرات الارض رہتے ہیں۔

میں دلچسپی سے ناگی کا یہ انکشاف سن رہا تھا، میں نے اس سے کہا۔ ”ناگی تمہیں اس کے بارے میں کیسے معلوم ہو گیا؟“

”ایک اہم کارروائی کے سلسلے میں چیف مجھے ایک بار ایک ہیلی کاپٹر ملا تھا، چنانچہ میں نے اس سے دور دور تک کا جائزہ لیا تھا اور اس وقت یہ ٹاپو میری نگاہوں میں آیا۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ ایک غیر محفوظ جگہ ہے کیونکہ سمندری حدود میں ہماری بحری افواج کے دائرہ عمل سے الگ تھلگ جگہ ہے۔ ہمارے سمندری گشتی جہاز اس علاقے سے نہیں گزرتے بلکہ اس سے آگے سے وہ سمندر کی نگہداشت کرتے ہیں۔ اس وقت یونہی یہ خیال میرے ذہن میں آیا تھا کہ اگر کسی طرح اس ٹاپو پر کوئی کارروائی کی جائے اور اس کا تعلق کسی پرائیویٹ شخصیت سے ہو تو غلط نہیں ہوگا۔ غیر ممالک میں

چیف بے پناہ سرمایہ دار جزیروں کے مالک ہوتے ہیں ہمارے ہاں ابھی تک ایسی کوئی روایت نہیں پڑی ہے یہ دوسری بات ہے کہ چند جزائر پر چند لوگ حکمران ہیں۔ میرا مطلب ہے کہ وہاں زیادہ تر ان کی اپنی کارروائیاں ہوتی ہیں، اگر ہماری حکومت یہ جزیرہ ہمارے ہاتھ فروخت کر دے تو میں سمجھتا ہوں کہ وہاں ہم اپنا ایک شاندار ہیڈ کوارٹر قائم

کر سکتے ہیں چیف اس آئیڈیہ کی تفصیل پر میں مکمل طور پر غور کر چکا ہوں میرے ذہن میں یہ ہے کہ آپ قمر سیٹھ کے نام پر وہ جزیرہ خرید لیں اور پھر وہاں ہم اپنا جدید ترین ہیڈ کوارٹر بنائیں میں سمجھتا ہوں چیف۔ وہاں ہم ایسے ایسے شاندار کارٹائسے سرانجام دے سکتے ہیں، جن کی مثال ممکن نہ ہو، دانش منصور کو اب آہستہ آہستہ عام سطح پر آجانا چاہیے، گو اس کے پس منظر میں آپ ہی ہوں لیکن پیش منظر میں اگر قمر سیٹھ رہے تو میرے خیال میں بہت مناسب ہوگا۔ میری رائے تو یہی ہے چیف کہ اب اس وقت ان حالات میں جب کہ آپ کو افواج پاکستان کی نگاہوں میں بھی ایک اعلیٰ مقام حاصل ہو چکا ہے آپ اس جزیرے کے حصول کی پوری پوری کوشش کریں۔ میرا خیال ہے اس کے لئے مسٹر شاہنواز بھی آپ کے بہترین دست راست ثابت ہو سکیں گے۔“

میں حیرت کی نگاہ سے رشید ناگی کو دیکھ رہا تھا۔ کیسا انوکھا تصور پیش کیا تھا اس نے۔ دانش منصور یعنی میں یعنی میں قمر سیٹھ یعنی فیصل ایک جزیرے کا مالک بھی ہوگا۔ رشید ناگی جیسی شاندار کارکردگی کا مالک اس جزیرے کو کیا سے کیا بنا سکتا ہے اس کا بھی مجھے اندازہ تھا، کوٹھی نمبر چار سو گیارہ کو اس نے ایک عجیب و غریب جگہ بنا دیا تھا۔ دنیا کے جدید ترین ممالک میں بڑے بڑے دولت مند اس قسم کی کارروائیوں میں شامل ہوتے ہیں لیکن میں خالی ایک سرمایہ دار ہی نہیں تھا بلکہ میرا تو مشن ہی کچھ اور تھا۔ درحقیقت بہترین جگہ ہوگی وہ پناہ کے لیے بھی..... اپنی کارروائیوں کو بھی شہری آبادی سے الگ تھلگ کر لوں گا۔ قمر سیٹھ کی حیثیت سے اور بھی بہت سے کارٹائسے سرانجام دیے جا سکتے ہیں وہاں رہ کر..... میں کافی دیر تک رشید ناگی سے اس سلسلے میں بات چیت کرتا رہا۔ جزیرے کی خریداری اور وہاں پر کئے جانے والے عمل کے بارے میں اس سے تفصیلات معلوم کرتا رہا۔ رشید ناگی نے مجھے جو کچھ بتایا جی کو لگتا تھا۔ چنانچہ میں نے رشید ناگی سے کہا۔

”ٹھیک ہے ناگی۔ میں تم سے متفق ہوں ہم اس کام کے لیے کارروائی شروع کئے دیتے ہیں۔“

”کیسے جانے کا ارادہ ہے چیف۔“

”ہاں۔ الیاس بھائی کے یہاں جانے کے بارے میں سوچ رہا ہوں، مجھ سے کوئی کام

تو نہیں ہے؟“

”نہیں چیف۔ بس یونہی پوچھ لیا تھا۔ ویسے آپ نے میرے اس منصوبے پر غور کیا ہوگا۔ معافی چاہتا ہوں، نجانے کیا موڈ تھا آپ کا میں نے درمیان میں اپنا یہ سوال داخل کر دیا ہے؟“

”نہیں ناگی۔ میں نے بہت غور کیا ہے تمہارے اس منصوبے پر، درحقیقت ہم لوگ اس پوزیشن میں ہیں کہ اس قسم کا کام کر سکتے ہیں۔“

”چیف میں نے اس جزیرے کی جغرافیائی پوزیشن تیار کر لی ہے جس وقت بھی مناسب سمجھیں، مجھ سے طلب کر سکتے ہیں۔“

”اس وقت تو نہیں ناگی۔ میں نے مسکرا کر پوچھا۔“

”نہیں چیف واقعی، قطعی نہیں۔ ناگی نے کسی قدر شرمندگی سے کہا۔“

”میری زندگی کے نجانے کتنے رخ ہیں ناگی، کسی ایک سمت منہ کرتا ہوں تو بس یہ احساس ہوتا ہے کہ اس راستے سے گزر کر میری منزل آجائے گی، پھر جب اچانک رخ بدلتا ہے تو یہ احساس ہوتا ہے کہ میں اپنی اصنیت تو پیچھے چھوڑ آیا ہوں۔ دل چاہ رہا ہے ناگی کہ اپنے ماضی کے سارے کردار ایک جگہ جمع کر لوں اور سب کے درمیان خود کو محسوس کروں۔ دل خوش ہو گا میرا۔ اب اس میں کوئی حرج تو نہیں ہے۔“

”حرج۔“

”پہلے تو ہم دانش منصور اور فیصل کو ایک دوسرے سے چھپایا کرتے تھے اب ان دونوں کرداروں کو اتنا زیادہ خفیہ رکھنے کی ضرورت نہیں ہے، میں غلط تو نہیں کہہ رہا؟“

”تو کیا چیف آپ سب کو یہ بتا دیں گے کہ دانش منصور اور فیصل ایک ہی کردار ہیں؟“

”نہیں ناگی کسی کو کچھ بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ کوئی اپنے دل میں جو چاہے سوچ لے۔ میں نے صرف رخسار کو یہ حقیقت بتائی ہے۔“

ناگی پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگا پھر آہستہ سے بولا۔ ”جیسا آپ پسند کریں چیف۔“

میں باہر نکل آیا اور کار لے کر اس کو ٹھنی کی جانب چل پڑا جہاں یہ سب رہتے تھے

کچھ دیر کے بعد کو ٹھنی میں داخل ہو گیا۔

الیاس بھائی بھی موجود تھے۔ یہ گھر خوب پھل پھول رہا تھا۔ دیکھ کر دل خوش ہو جاتا تھا۔ سب میرے گرد جمع ہو گئے۔ طرح طرح سے محبتوں کا اظہار کیا جانے لگا۔ بڑے کمرے میں اجتماع ہو گیا۔ نازو باجی ابھی تک نہیں آئی تھیں۔

”نازو باجی کہاں ہیں؟“ میں نے پوچھا اور بھائی ہنس پڑیں۔ میں حیرت سے انہیں دیکھنے لگا۔ نہ جانے کیوں الیاس بھائی جھینپ گئے تھے۔ میں نے پھر اپنا سوال دہرایا تو بھائی نے کہا۔

”وہ سامنے ان کا کمرہ ہے تمہیں معلوم نہیں ہے کیا؟“

”کیا انہیں میرے آنے کا علم نہیں ہوا؟“

”ہمیں کیا معلوم؟“

”نجانے کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ بھائی، میں خود چلا جاتا ہوں۔“ میں نے کہا اور بھائی منہ پر ہاتھ رکھ کر ہنس پڑیں، میں نے پھر ان کی ہنسی کو حیرت سے دیکھا تھا اور اس کے بعد میں دندناتا ہوا نازو باجی کے کمرے کی جانب چل پڑا، درحقیقت نازو باجی کا اپنا ایک الگ مقام تھا، یہ وہ خاتون تھیں جنہوں نے مجھے صحیح معنوں میں ان راستوں کا راہی بنایا تھا اور ان راستوں پر چلنا سکھایا تھا، دردانہ زور سے کھول کر میں غراب سے اندر داخل ہو گیا، نازو باجی ایک موٹی چادر اوڑھے ہوئے لیٹی تھیں، مجھے دیکھا اور پھر چادر میں منہ چھپالیا، میں ان کے قریب پہنچ گیا۔

”نازو باجی میں ہوں، یہ مجھے دیکھ کر منہ کیوں چھپایا جا رہا ہے۔“ میں نے آگے بڑھ کر ان کے چہرے سے چادر گھسیٹ لی۔

”کیا ہے بھئی آرہی تھی میں؟“ نازو باجی جھینپتے ہوئے لہجے میں بولی۔

”میں ہوں فیصل آپ شاید میری آواز بھی بھول گئیں۔“

”فیصل چلو بڑے کمرے میں آرہی ہوں۔“

”گویا گویا آپ کو میرے آنے کے بارے میں معلوم تھا اور آپ ابھی تک میرے پاس نہیں آئیں۔“

”آرہی تھی بس تم چلو تو سہی۔“

”کیا پروگرام خیریت تو ہے؟“

”آپ لوگوں کی ایک دعوت مجھ پر ڈیو ہے، میں سوچ رہا تھا کہ ان تمام لوگوں کو میرا ذاتی تعلق ہے ایک جگہ جمع کر لوں وہ دن ایک بہترین دن کی حیثیت سے گزارا جائے، شام کے کھانے کا اہتمام کیا جائے، ضروری نہیں ہے کہ سب کا ایک دوسرے سے تعارف کرا دیا جائے، لیکن ایک دلچسپ اجتماع رہے گا یہ۔“

”تو پھر اس میں پریشانی کیا ہے؟“

”اگر میری نازو باجی اس میں شامل نہ ہوئیں تو سب کچھ بے مقصد رہے گا۔“

”کیوں نہیں شامل ہوں گی؟“

”ہوں گی ناں؟“ میں نے خوش ہو کر پوچھا۔

”ہاں بھی کوئی ایسی خاص بات نہیں ہے۔“ بھابی نے کہا۔ الیاس بھائی بولے۔

”اچھا اب فضول باتیں ہو چکی میرے کمرے میں آؤ ذرا تم سے معلومات حاصل کی جائیں۔“

”نہیں بالکل نہیں یہ ساری باتیں آپ بعد میں کر لیجئے گا ابھی چند منٹ تو ہوئے

ہیں آئے ہوئے اور آپ کو فوراً تنہائی کی سوچھی۔ بھابی نے کہا اور میں ہنسنے لگا، میں نے کہا۔“

”اگر کوئی بہت پرائیویٹ بات نہیں ہے تو سب لوگوں کے سامنے ہو جائے۔“

”بالکل۔“ کوئی بات بند کمرے میں نہیں ہوگی۔ بھابی بولیں۔

الیاس بھائی نے کہا۔ ”اب تمہارا نام اس قدر غیر معروف نہیں رہا ہے فیصل۔

دانش منصور ایک پراسرار کردار کی حیثیت سے تو پہلے ہی منظر عام پر تھا اب اس کے نام

سے کچھ اور داستانیں بھی وابستہ ہو گئی ہیں۔“

”بھلا کیا۔“ میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

”وہ جو حقیقت ہیں۔“

”مثلاً۔“

”بھئی اللہ کی مہربانیوں سے اور تمہاری کاوشوں سے اب ہمیں بھی معزز حلقوں میں

عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے لوگوں کو علم ہے کہ ہم دانش منصور کے قریبی عزیز ہیں۔“

”کیسی ہو رہی ہیں آپ نازو باجی اور یہ یہ یہ آپ نے اپنا حشر کیا بنا رکھا ہے؟“

کھا کر موٹی ہوتی جا رہی ہیں، خدا کی پناہ آپ نے تو اپنا حلیہ ہی بگاڑ لیا۔“

”بد تمیزی کرو گے تو تھپڑ مار دوں گی چلو باہر نکلو۔“ نازو باجی شرکیں احساس میں

بولیں اور دھتکتا ہی مجھے اپنی حماقت کا احساس ہوا، میرے منہ سے بے اختیار نکل آیا

”ارے توبہ خدا کی قسم نازو باجی سمجھا نہیں تھا، میں تو بس میں، تو بس یہی سوچ رہا تھا کہ

آپ کھا کھا کہ دنبہ ہوتی جا رہی ہیں، معافی چاہتا ہوں جا رہا ہوں، لیکن آج ایسے اگر کوئی

جلدی نہ ہو تو۔“

”جاؤ ورنہ ماروں گی۔“ نازو باجی نے کہا اور میں اٹے قدموں ان کے کمرے سے

باہر نکل آیا، اب مجھے بھابی کے ہنسنے کی وجہ اور الیاس بھائی کے جھینپنے کی وجہ معلوم ہوئی

تھی، میں خود بھی جھینپ سا گیا، نازو باجی سے ایسا ہی مقدس رشتہ تھا کہ ان کی اس کیفیت

پر ہنس بھی نہیں سکتا تھا، کمرے میں پہنچا تو سب کے سب ہنس رہے تھے، میں نے بھی ہال

سے کہا۔

”ماشاء اللہ آپ تو کافی شریر ہو گئی ہیں بھابی۔“

”لو بھئی اس میں میری کیا شرارت ہے، میرا کیا قصور ہے اس میں۔“

”چھوڑیے آپ نے مجھے نازو باجی کے سامنے شرمندہ کر دیا۔“ بھابی بے تحاشہ

لگیں۔

کچھ دیر کے بعد نازو باجی ایک موٹی چادر اوڑھے ہوئے اندر آگئیں اور تھپتھپ

طوفان پر رہا ہو گیا۔

”یہ کیا گڑ بڑ ہے بھئی، آپ لوگ میری نازو باجی کو نروس کر رہے ہیں۔“

”لو ہم کیوں کریں گے، ہمارا اس میں کیا قصور۔“

”بھابی پلیز۔“ نازو باجی نے ناز بھرے انداز میں کہا۔ یہ وہ جگہ تھی جہاں آکر

یاد آ جاتا تھا، میں ان لوگوں کے ساتھ بچوں ہی کی طرح گھل مل گیا پھر میں نے بھابی سے

کہا۔

”بھابی میں نے تو ایک اور پروگرام بنایا ہے، لیکن اب ایسا لگ رہا ہے جیسے اس میں

کوئی گڑبڑ ہو جائے گی۔“

”پیشک۔“

”فصاحت اللہ بیگ کو جانتے ہو؟“

”نہیں میں نے جواب دیا۔“

”ایک بڑے خاندان کے فرد ہیں۔ حقیقتاً بڑے خاندان کے۔ لکھنؤ کے رہنے والے ہیں وہاں بڑی جائیدادیں تھیں ان کی اب بس سو لاکھ کے رہ گئے ہیں۔“

”جی۔ پھر۔“

”ہم سے بہت پرانے تعلقات ہیں۔ خود آئے تھے ہم سے ملنے۔ چھوٹا موٹا کاروبار کرتے ہیں ایک چھوٹی صنعت لگانا چاہتے تھے میرے پاس آگئے پوچھنے لگے کہ میرا دانش منصور سے کیا تعلق ہے۔ میں نے کہا کہ میرے کرم فرماؤں میں ہیں تو بولے کہ اگر میں ان سے کچھ کہوں تو میری بات مان لیں گے۔ میں نے تفصیل پوچھی تو بولے کہ ایک چھوٹی انڈسٹری لگانا چاہتے ہیں لیکن ان دنوں پورے ملک کے صنعتکار دانش منصور سے این ادسی لیے بغیر کوئی کاروبار نہیں کرتے۔“

”ارے۔ نہیں ایسا تو نہیں ہے۔“ میں حیرت سے بولا۔

”میں نے بھی اس حیرت کا اظہار کیا تو بولے۔“

”نہیں یہ حقیقت ہے؟“

”آخر کیسے میں نے سوال کیا۔“

”الیاس میاں، وہ چھوٹے عمر کا ایک معصوم صورت لڑکا ہے لیکن لگتا ہے کوئی قدیم روح اس کے وجود میں حلول کر گئی ہے۔ تمام کاروباری حلقے اسی کی مریدی اختیار کر چکے ہیں۔ کوئی اس سے ہٹ کر کچھ کرنے پر آمادہ ہی نہیں ہے وہ اب صنعت کی دنیا کا بے تاج بادشاہ ہے۔“

”آخر دوسرے لوگ اس سے مقابلہ کیوں نہیں کرتے؟“ میں نے سوال کیا۔

”ان کے غزنوی ہو جانے کا اندیشہ رہتا ہے۔ فصاحت اللہ بیگ صاحب نے کہا۔“

”سب جانتے ہیں کہ ایک زمانہ تھا جب رفیق صاحب بہت اچھے کاروباری تھے

غزنوی صاحب نے انہیں آدھے جسم سے قبر میں دفن کر دیا اور پھر یہ نام ہی غائب ہو گیا لیکن مردے کو قبر سے نکال کر دوبارہ اپنے پیروں پر کھڑا کرنے والا دانش منصور ہی ہے اور

پھر رفیق احمد نے غزنوی صاحب کو ڈبو دیا۔“

”پھر آپ نے کیا کہا ان سے الیاس بھائی۔“

”این او سی جاری کر دیا۔“

”آپ کے دوست ہیں وہ؟“

”ہاں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔“

”تو پھر ان سے کہیں کہ جو کچھ وہ کر رہے ہیں دھڑلے سے کریں لیکن صرف ایک

بات کا خیال رکھیں۔“

”وہ کیا؟“

”وہ جو کچھ بھی تیار کریں جس قیمت پر چاہیں ایکسپورٹ کریں مجھے اعتراض نہیں ہوگا لیکن پہلے وہ اپنی صنعت سے میرے وطن کے لوگوں کی ضرورت پوری کریں۔ انہیں اتنے معمولی منافع پر وہ اشیاء مہیا کریں کہ انہیں کوئی پریشانی نہ ہو۔ آپ انہیں تجارت کرنا سکھائیں الیاس بھائی۔“

”اصل میں ہمارے سرمایہ کار محنت سے جی چراتے ہیں۔ وہ کم مدت میں زیادہ منافع کمانے میں کوشاں رہتے ہیں حالانکہ یہ زیادہ منافع بخش بات نہیں ہے۔ زیادہ پروڈکشن ہو زیادہ فروخت ہو تو شرح منافع برابر ہو جاتی ہے اور خریداروں کو دقت نہیں پیش آتی اس طرح انہیں زیادہ پروڈکشن کے لیے پیشک محنت زیادہ کرنا ہوگی لیکن نتائج ان کی خواہش کے مطابق نکلیں گے۔ اس کے علاوہ اشیاء باہر سے منگانی کی ضرورت نہیں پیش آئے گی اگر ہمارے پاس اس کی پروڈکشن زیادہ ہو جاتی ہے تو ہم اسے بہتر منافع پر ایکسپورٹ کر سکتے ہیں۔“

”ہاں، جی لگتی بات ہے۔“

”اس کے لیے، الیاس بھائی! انہیں زیادہ سرمائے کی ضرورت ہوگی۔ ہم انہیں

سرمایہ بھی فراہم کر سکتے ہیں۔“

”شرائط کیا ہوں گی؟“

”ملکی ضروریات سے زیادہ پروڈکشن کریں اور اس منافع پر جو وہ ملک میں وصول کرتے ہیں زائد پروڈکشن ہمیں فروخت کر دیں یا اگر وہ خود مارکیٹ تلاش کر کے

ایکسپورٹ کرتے ہیں تو ہمارا سرمایہ اپنے پسندیدہ وقت میں ہمیں واپس کر دیں۔“

”کچھ منافع ہو گا اس پر؟“

”بالکل نہیں۔ منافع صرف یہ ہو گا کہ ملک میں اس شے کی قیمت کم سے کم ہوگی۔“

اس کے لیے ہم نے الگ فنڈ جاری کر رکھا ہے۔“

”اس کی کوئی پبلسٹی تو نہیں ہو نہیں۔ الیاس بھائی نے پوچھا۔“

”نہیں۔ ہمارا اپنا اخبار وقتاً فوقتاً ہمارے افکار شائع کرتا رہتا ہے۔ میں نے کہا۔“

”خدا کی قسم..... کمال ہے یہ تو بڑا نیک کام ہو رہا ہے۔“

”تعجب ہے ہمارے ایڈووکیٹ کو یہ بات معلوم نہیں۔“

”ایک بات بتا دوں دانش۔ معاف کرنا فیصل۔“

”جی الیاس بھائی.....“

”یہ سب کچھ بھی تمہیں نازو نے سکھایا ہے۔“

”سو فیصدی۔“

”کیوں نازو۔“ الیاس بھائی نے نازو باجی سے پوچھا۔

”آپ یہ سوال مجھ سے کر رہے ہیں الیاس بھائی۔ میں ایک معمولی سی اسکول ٹیچر۔“

جس کی سمجھ میں اب بھی یہ کاروباری باتیں نہیں آرہیں۔ نازو باجی فخریہ انداز میں بولیں۔“

”تب..... کچھ نہیں کہا جاسکتا سوائے ایک بات کے۔“

”وہ کیا۔“ بھابی نے دلچسپی سے پوچھا۔

”یقیناً“ یہ کسی بہت بڑے بزنس مین کی اولاد ہے۔ اس کا باپ کوئی بزنس ٹائفون ہوگا۔“

”ہوگا۔“

الیاس بھائی نے یہ بات بڑی سادگی سے کی تھی اور اس میں صرف تحسین کا جذبہ

تھا لیکن میرے دل پر گھونسا سا لگا۔ غالباً میرا چہرہ بھی اس احساس کی چغلی کھا گیا تھا۔ سب

کے رنگ فق ہو گئے۔ الیاس بھائی ایک لمحہ کے لیے تو بھونچکے ہو کر ایک ایک کی صورت

دیکھتے رہے پھر خود انہیں بھی اپنے جملوں کا احساس ہوا اور وہ کہنے لگے۔

”خدا کی قسم۔ میں خدا کی قسم میرا یہ.....“

”اسی بزنس مین کی کمینگی کا تو شکار ہوں الیاس بھائی۔ جو اپنی دیانت تو میرے وجود

میں چھوڑ گیا لیکن اپنے سارے نشان لے گیا نہ جانے کبخت کون تھا۔“

”فیصل۔ بیٹے مجھے معاف کر دو۔ جوش محبت میں یہ الفاظ کہہ گیا۔ درحقیقت مجھے

نہیں کہنا چاہیے تھا..... الیاس بھائی بے چارے سخت شرمندہ ہوئے تھے۔“

”آپ مجھے ذلیل کر رہے ہیں الیاس بھائی۔“

”بھئی ایک کارروائی ہوتی ہے اسمبلیوں میں جس کا تذکرہ اکثر اخبارات میں آتا رہتا

ہے۔“

”وہ کیا نازو باجی۔“

”وہ جو کہا جاتا ہے کہ یہ الفاظ حذف کر دیے گئے ہیں چنانچہ ہمارے بھائی جان کے

یہ الفاظ اس کارروائی سے حذف کر دیے جائیں۔“

”کیسے..... میں مسکرا کر بولا۔ ماحول پر ایک دم جو سناٹا چھا گیا تھا اسے ختم کرنا

ضروری تھا۔ اس کے بعد گفتگو ذرا محتاط رہی۔ الیاس بھائی بہر طور مخلص انسان تھے پھر

وہی موضوع نکل آیا۔ کہنے لگے۔“

”فیصل ملک میں تو تم جو کچھ کر رہے ہو کر ہی رہے ہو بیرون ممالک بھی جانا ہوتا

ہے تمہارے پاس لاتعداد وسائل ہیں کیا ان وسائل سے کام لے کر تم اپنے آپ کو تلاش

نہیں کر سکتے.....؟“

میں نے چونک کر الیاس بھائی کو دیکھا۔ وہ جلدی سے ہاتھ اٹھا کر بولے۔

”دیکھو خدا کی قسم میری ہر بات کو برائی کی سمت نہ لے جاؤ اس میں بالکل سچائی

ہے میرا مطلب صرف یہ ہے کہ اب تمہارے پاس بہترین وسائل ہیں تم ان وسائل سے

کام لے کر ہر وہ مشکل حل کر رہے ہو جو کسی بھی شکل میں مشکل ہے تو کیا ایسا نہیں

ہو سکتا کہ تم اپنے لیے بھی اس پیمانے پر کام کرو۔ ایک شعبہ مقرر کر دو اس میں اتنے ذہین

آدمیوں کو شامل کرو جو آسمان میں سوراخ کر دیں، سمندر کی گہرائیاں چھان ماریں اور ان

میں تمہاری اس مشکل کا حل تلاش کریں۔ دنیا میں کوئی کام ناممکن نہیں ہوتا فیصل۔ دنیا

میں کچھ بھی ناممکن نہیں ہے۔ ہر بات کا پتا چل سکتا ہے ضرور پتا چل سکتا ہے۔“

”لیکن اس کے بعد الیاس بھائی جب لوگ میرا نشان لے کر مجھ تک پہنچیں گے تو

=====☆☆☆☆☆=====

دعوت کے لیے جو منصوبہ بنا کر آیا تھا، اس پر مجھے خود ہی کام کرنا تھا۔ چنانچہ دوسرے دن میں نے اپنے قریبی شناساؤں کی ایک فہرست ترتیب دی۔ شاہد بھائی، پیرو استاد کچھ اور ایسے جو بالکل اپنے تھے الیاس بھائی کا گھرانا، رفیق احمد جاگیردار یہ سارے کے سارے وہ افراد تھے جنہیں میں یکجا کر سکتا تھا۔ رشید ناگی نے ایک خوبصورت پروگرام ترتیب دیا اور اس کے بعد ہم نے دعوت نامے تقسیم کر دیے۔ پیرو استاد اور شاہد بھائی کے پاس میں سب سے پہلے پہنچا تھا۔ شاہد بھائی ترقی کی منازل طے کرتے جا رہے تھے۔ پیرو

نہیں انہوں نے، بڑی سمجھداری کی باتیں کی تھیں، لیکن تمنائی میں کچھ حالات بگڑ گئے۔
سننے لگیں۔

”سنو شادی نہیں کرو گے تم؟“ ان کے سوال ہمیشہ ایسے ہی بے تنگے ہوا کرتے تھے اور میں اپنے آپ کو ان کے لیے تیار پاتا تھا، میں نے کہا۔
”ضرور کروں گا۔“

”کوئی لڑکی منتخب کر لی ہے؟“

”ابھی تک نہیں۔“

”آہ! دیر ہو گئی، کچھ دیر ہو گئی، میری تو جوانی ہی کہیں کھو گئی۔ سچ جانو پچی تھی، آہستہ آہستہ جوان ہو رہی تھی۔ میری راتیں بھی پرستان کے اسی شہزادے کے خوابوں سے بچی ہوئی تھیں جو آسمان کی بلندیوں سے سفید گھوڑے پر سوار نیچے اترے گا، گھوڑے کے پٹک پھیلے ہوئے ہوں گے، پھر وہ میرے قریب پہنچے گا۔ ہاتھ بڑھا کر مجھے اٹھائے گا اور گھوڑے پر سوار کر کے آسمان کی بلندیوں میں واپس چلا جائے گا، پچپن کے یہ خواب جوانی کی طلب میں آگے بڑھے تو اچانک ہی جوانی ہی کھو گئی۔ میں گہری نیند سو گئی تھی بس سوتے ہوئے یہ سب کچھ ہو گیا اور جب جاگی تو سر میں سفید بال نمودار ہو چکے تھے، میری جوانی کہاں چلی گئی تم بتا سکو گے؟“

بڑا الجھا ہوا نفسیاتی معاملہ تھا۔ رفیق احمد جاگیر دار نے عافیہ بیگم کے بارے میں کھوج سے منع کر دیا تھا، کیا پوچھتا کس سے پوچھتا اس مظلوم عورت کے بارے میں جو اپنے اندر دکھوں کا سمندر سمیٹے ہوئے تھی، کیا ہوا ہے اس بد نصیب کے ساتھ کہتی ہے جوانی ہی کھو گئی۔ عافیہ بیگم پھر بولیں۔

”تمہیں دیکھ کر نجانے کیوں مجھے پرستان کا وہ شہزادہ یاد آ جاتا ہے بالکل اس جیسا جو ہے تمہارا مگر میری عمر بڑھ گئی ہے میں کیا کروں، خیر تم شادی کر لینا جہاں تمہارا جی چاہے کر لینا، میرے سر میں تو چاندی کے تار نمودار ہو چکے ہیں۔“

رفیق احمد جاگیر صاحب کو تمام اہل خاندان کے ساتھ مخصوص دن کے لیے اپنے گھر میں دعوت دی، نیاز احمد کہنے لگے۔

”بھئی! بہت بڑی بات ہے یہ، پہلی بار وائش منصور صاحب کے ہاں معزز مہمانوں

استاد نے بھی اپنا الگ دفتر بنالیا تھا۔ دونوں کے درمیان گہری دوستی تھی۔ پیرو شادی کر چکا تھا مجھے مسز پیرو سے بھی ملایا گیا۔ پیرو ہی کے خاندان کی تھیں، شکل و صورت تو اللہ کی بنائی ہوئی ہوتی ہے اور پھر معیار حسن انسان کی اپنی نگاہوں کا ہوتا ہے لیکن عادت کی بہت اچھی خاتون تھیں۔ پیرو نے اپنے مخصوص انداز میں ان سے میرا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

”اڑے یہ اپن کا یار ہے ابی تمہارے کو کیا بولے اس نے اپن کا تقدیر بنالیا خدا قسم میرے کو فرش سے اٹھا کر وڑی آسمان پر پھینک دیا۔ ابی یہ سب کچھ جو تم دیکھتا ہے ناں یہ اس کا کیا دھرا ہے۔“

”پیرو استاد تمہارے اندر کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ابھی تک۔“
”اڑے چھوڑو اڑے، ابی تبدیلی ہوتا اپن کے اندر تو اپن خلاص ہو گیا ہوتا، تم اپن کو جیسا دیکھتے ہو اپن پہلے دن بھی ویسا ہی تھا۔ اڑے سن! تیرے کو کیا بتائے اپنے فیصل بھائی کے بارے میں بہت بڑا آدمی ہے۔ خدا قسم ہر طرح سے بڑا ہے جس کا دل بڑا ہو جس کا خون سرخ ہو وہی سب سے بڑا ہوتا ہے۔ اڑے ابی اس کو کچھ چاول ماول کھاؤ ناں۔“

میں نے بڑی مشکل سے پیرو استاد کے چاولوں سے نجات حاصل کی تھی۔ شاہد بھائی بھی اپنی محبت میں آسمان بن گئے تھے اور ان محبتوں کو میں اپنے وجود میں خون کی شکل میں موزن پاتا تھا۔ یہ سچے لوگ اگر اس کائنات میں نہ ہوتے تو دنیا کی صورت سے نفرت ہو جاتی۔ جھوٹ کے غارے میں لپٹے ہوئے چہرے، مصنوعی مسکراہٹیں ہونٹوں پر سجائے، دلوں میں بغض اور آنکھوں میں کینہ لیے بظاہر محبت کے ڈوگرے برساتے ہوئے یہ انسان اتنے قابل نفرت تھے کہ انہیں دیکھنے کے بجائے خود کشی کر لینا زیادہ مناسب ہو لیکن انہی کے درمیان لگینوں کے مانند چمکتے ہوئے یہ موتی جو کافی تعداد میں مجھے حاصل تھے، دنیا کی بد صورتی کو بہت کم کر دیتے تھے۔

اس کے بعد رفیق احمد جاگیر دار کے ہاں پہنچا ان سب سے ملاقات ہوئی۔ عافیہ بیگم کی صحت ان دنوں بہت اچھی ہو رہی تھی۔ ذہنی توازن بھی خاصی حد تک درست محسوس ہوتا تھا۔ سب سے ملاقات کے بعد ان سے ملاقات بھی ہوئی۔ بظاہر اب تک جو باتیں کی

کی حیثیت سے جائیں گے۔“

”نیاز احمد صاحب، میرے گھر کے دروازے کی دوسری جانب قدم رکھنے والا ہوں۔
ہی ایک معزز مہمان ہوتا ہے۔ یہ آپ نے کون سی نئی بات کی؟“

رفیق احمد ہنس کر بولے۔ ”نیاز احمد کو کبھی باتوں کے سنے یا پرانے ہونے کا احساس
نہیں ہوتا، بس یہ بولنا چاہتے ہیں، لیکن نہ ان کے دل میں کچھ ہوتا ہے نہ دماغ میں
بیچارے بہت سی چیزوں سے خالی ہیں۔ بہر حال ہم لوگ آئیں گے۔“

”تمام افراد کو آنا ہوگا۔“

”یقیناً، یقیناً۔“

اس کے بعد الیاس بھائی کے ہاں اس دعوت کو کنفرم کرنے کے لیے گیا، البتہ عرفان
غزنوی یا نعمان غزنوی کے ہاں جانے کی جرات نہیں ہوئی تھی۔ رخسار کے بارے میں
البتہ معلومات حاصل کیں۔ ٹیلی فون پر بلا لیا میں نے اسے اصل نام کسی کو نہیں بتایا تھا۔
رخسار جب ٹیلی فون پر پہنچی تو میں نے اس سے کہا۔

”رخسار میں دانش منصور بول رہا ہوں۔“

”کیسے ہو؟“

”بہت اچھا ہوں، ایک الجھن درپیش ہے۔“

”کیا؟“

”اپنی کوٹھی میں دعوت کی ہے میں نے اپنے شناساؤں کی جن کا میرے ماضی سے
گہرا تعلق ہے۔ جنہیں میں اپنا کہہ سکتا ہوں، رخسار چونکہ میں نے تمام اینوں کو یکجا کیا
ہے اس لیے اس دعوت میں اگر تم نہ ہوئیں تو ایک بہت اپنے کی تشنگی رہے گی، کیا میں
تمہارے گھر آکر اس دعوت کا دعوت نامہ دوں؟“

”مت آنا مناسب نہیں ہوگا، لوگو کو پتا چل گیا ہے کہ تم میرے پاس آئے تھے۔“

رومانہ باجی نے ایک کی دس لگائی ہیں اور اچھی خاصی مشکل فضا پیدا ہو گئی ہے گھر میں، کیا
کیفیت عرفان بتایا کے ہاں ہوئی ہے یوں سمجھ لوئے سرے سے تمہاری دشمنی کا آغاز ہو گیا
ہے لیکن بات اپنوں کی ہے ناں، وہ اپنے کہاں ہیں وہ تمہیں فیصل سمجھتے ہیں۔ اب بھی
اس بات پر تیار نہیں ہیں کہ تمہیں فیصل کے بجائے دانش منصور سمجھیں اور فیصل سے

انہیں نفرت ہے وہ کبھی یہ بات بتانے پر تیار نہیں ہوں گے اگر وہ فیصل کے بارے میں
جانتے ہیں تو اس کی اصلیت بھی کھول دیں، تو یہ صورت حال ہے۔“
”تم بھی نہیں آسکو گی۔“

”مجھے اگر وہ دونوں ٹانگوں سے معذور کرویں یا میری آنکھیں پھوڑ دیں، تب بھی
اپن کرو میں کسی کا سہارا لے کر وہاں پہنچ جاؤں گی، بات جب اپنوں کی ہے تو میں بھلا اس
اپنے گھر سے کیسے دور رہ سکتی ہوں۔ اس تقریب کی میزبانی تو میں ہی کروں گی کیونکہ وہ
میرے فیصل کا گھر ہے۔“

رخسار اب بے حجاب ہو گئی تھی لیکن اس کے ان الفاظ نے مجھے مسرتوں کا ایک ایسا
عظیم خزانہ دیا کہ میں دیر تک ان الفاظ کے سحر میں ڈوبا رہا جب میں کچھ نہ بولا تو رخسار
نے کہا۔

”ہیلو فیصل۔“

”ہاں رخسار میں لائن پر ہوں۔“

”تمہیں تم مجھے لائن سے ہٹے ہوئے محسوس ہو رہے ہو۔“

”نہیں، صحیح معنوں میں اب مجھے سیدھا راستہ ملا ہے۔“

”خاموش کیوں ہو گئے تھے؟“

”تمہارے الفاظ کی چاشنی نے منہ میں ایسی مٹھاس گھول دی تھی کہ زبان اس کے
ذائقے میں گم ہو گئی اور میں منہ نہ کھول سکا۔“ رخسار ہنسنے لگی پھر بولی۔

”چرب زبانی خوب آگئی ہے تمہیں لڑکے۔“

”اب اتنی ساری پیاری پیاری باتیں فون پر ہی کر لو گی تو قریب بیٹھ کر کیا باتیں کرو
گی؟“

”اتنا کچھ ہے دل میں کہ پریشان ہو جاؤ گے میری باتوں سے۔“

”وعدہ کرتا ہوں رخسار کبھی پریشان نہیں ہوں گا۔“

”میں نے اس وعدے کو دل کی گہرائیوں میں اتار لیا ہے، میں بے بس، بے کس
اور بے سہارا ہوں مجھے میری منزل تک لانا تمہاری ہی ذمہ داری ہوگی۔“

”ہاں میں سمجھتا ہوں لیکن تمہیں انتظار کرنا ہوگا۔“

”اگر یہ سنو کہ میں نزع کے عالم میں ہوں اور بس دم نکلنے والا ہے تو میرے پاس پہنچ جانا کیونکہ اس لمحے بھی میں تمہارا ہی انتظار کر رہی ہوں گی۔“ رخسار جذباتی لہجے میں بولی۔

”اچھا رخسار میں فون بند کر رہا ہوں اس سے زیادہ کچھ سن نہیں سکتا۔“

”خدا حافظ“ میں آؤں گی بالکل بے فکر رہنا۔“

”میں بالکل بے فکر ہوں۔“ میں نے جواب دیا۔

رخسار کی باتوں نے دل کی دھڑکنوں میں ایک نئی دھڑکن کا اضافہ کر دیا تھا، انسانوں کی زندگی کو کچھ نہ سمجھنے والا، مشکل حالات میں دشمنوں کے لیے موت کا ہر کارہ بن جانے والا، ہزاروں مشکلوں اور خطرناک واقعات میں اپنے آپ کو ثابت قدم رکھنے والا، لاکھوں منصوبے ذہن میں پروان چڑھانے والا دانش منصور یا فیصل ایک معمولی سی، کمزور سی، بے بس سی لڑکی باتوں سے جس طرح سرشار ہوا تھا، وہ اس کے شایان شان نہیں تھا لیکن انسان اتنا ہی کمزور، اتنا ہی معصوم اور اتنا ہی بے بس ہے کہ ایک جملہ، ایک لفظ اس کی زندگی میں مسرتوں کا طوفان موجزن کر دیتا ہے اور غم کا ایک لمحہ اسے زندگی سے بیزار کر دیتا ہے۔

ناگی دعوت کے انتظامات میں مصروف تھا۔ بڑے دلچسپ پروگرام ترتیب دیے تھے اس نے اور پھر جس دن دعوت کا پروگرام تھا اس دن وہ صبح ہی صبح کوٹھی کی تزئین میں مصروف ہو گیا تھا۔ میں جب جاگا تو بے شمار آوازیں کوٹھی سے ابھر رہی تھیں۔ یہ لوگ کوٹھی کو سجانے والے تھے۔ لیکن دلچسپ بات یہ تھی کہ سارے کے سارے وہ افراد تھے جو کسی نہ کسی طور مجھ سے وابستہ تھے، ناگی اجنبی لوگوں کو اس کوٹھی میں لانا پسند نہیں کرتا تھا لیکن یہ بھی اسی کا کارنامہ تھا کہ اس نے ہر شعبے کے لیے لوگ اکٹھے کر رکھے تھے اور ان سے اپنی ضرورت کے مطابق کام لیا کرتا تھا۔ میں نے تو کسی معاملے میں مداخلت ہی نہیں کی تھی مجھے یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ ناگی نے شام کی دعوت کے لیے کیا اہتمام کیا ہے۔ پھر طور آج کا دن عام معمولات سے بالکل ہٹ کر تھا۔ میں بھی اپنے آپ کو کسی ذہنی الجھن کا شکار نہیں کرنا چاہتا تھا۔ یہ میرا بہت پرانا تصور تھا جو آج پایہ تکمیل کو پہنچ رہا تھا۔ بہر حال شام ہو گئی۔ مہمان آئے۔ شاہد بھائی اپنے پورے خاندان کے ساتھ تھے۔

حالات چونکہ خاصے بہتر تھے ان کے، حالانکہ ایک بار میں ان کے گھرنیو کراچی رہ چکا تھا لیکن یہ بھی ایک بہت بڑا سچ ہے کہ دولت آتی ہے تو عقل بھی ساتھ لاتی ہے اور اسے استعمال کرنے کا طریقہ خود بخود ہی آجاتا ہے، کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ کبھی پس ماندہ خاندان رہ چکا ہو گا۔ دلچسپ بات یہ تھی کہ پیرو استاد اور مسز پیرو بھی بہت عمدہ لباس میں آئے تھے۔ وہ مہمانوں میں نمایاں حیثیت رکھتے تھے کیونکہ پیرو نے اپنا انداز گفتگو تبدیل نہیں کیا تھا۔ وہی بے تکلفی، وہی ہر چیز میں دلچسپی لینا، داخل ہوتے ہی وہ میرے گلے لگ گیا۔ چونکہ یہ دن ہر قسم کے تکلفات سے آزاد تھا اور میں نے ایک طرح سے خود کو نمایاں کر دیا تھا۔ البتہ پیرو سے اتنا ضرور کہہ دیا تھا کہ مجھے دانش کہہ کر مخاطب کیا جائے چنانچہ اس نے بڑی بے تکلفی سے میرے سینے سے لپٹے ہوئے کہا۔

”اڑے ماں قسم تو تو سچ بچ بہت بڑا آدمی ہو گیا ہے۔ اپنا یار ابی دانش بولے گا تیرے کو کمال ہے اڑے کیا فس کلاس کوٹھی بنایا ہے اڑے میں تیرے کو ایک بات بولے،“ وہ مجھے فیصل کہتے کہتے رک گیا، میں نے اس کا شانہ دباتے ہوئے کہا۔

”تم مجھے سب بات بولو پیرو بھائی، بس اس وقت فیصل نہ کہنا۔“

”اڑے خدا قسم اگر تیرے کو فیصل نہیں بولتا تو اپن کو ایسا لگتا ہے جیسے کسی غلط جگہ آگیا۔“

”یہ ایک مجبوری ہے پیرو استاد، بس آج کا دن یہاں اس جگہ کیونکہ یہاں سارے لوگ مجھے دانش ہی کے نام سے جانتے ہیں۔“

”ٹھیک ہے اڑے خیال رکھیں گے تو میں تیرے کو بولتا یار کہ ابی بس تیرے کو ایک دیوی مانگتا ہے۔ یار بوڑھا ہو جائے گا شادی کر لے۔ چار چھ بچہ پیدا کر ابی اس کوٹھی کو بھر دے یار بس زندگی خلاص اور کیا مانگتا ہے انسان کو زندگی میں۔“

”تھوڑے دن انتظار کر لو پیرو بھائی، بہت جلد تمہیں یہ خوشخبری سناؤں گا۔“

”چھوڑو اڑے ابی کتنا اور انتظار کرنا پڑیں گا، ابھی میں تمہارا بھائی کو بولیں گا کہ اس کے لیے چھو کری موکری تلاش کرو، تم خود تو ایسا نہیں کریں گا۔“

میں ہنس کر خاموش ہو گیا تھا۔ شاہد بھائی بھی تعریفی نگاہوں سے میری اس کوٹھی کو دیکھ رہے تھے پھر رفیق احمد جاگیر دار صاحب اپنے پورے خاندان کے ساتھ آگئے۔ عافیہ

”نہیں ابھی۔“ میں نے ضد کی اور وہ ہنسنے لگی۔ پھر آہستہ سے بولی۔
 ”ہم لوگوں کی توجہ کا مرکز بنے ہوئے ہیں۔ غالباً اس لیے کہ تم دوسرے لوگوں
 کے بجائے صرف میری طرف متوجہ ہو۔“
 ”میری اپنی ذات کے لیے اس وقت کوئی دوسرا تم سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔“
 ”شکریہ!“ رخسار خوش ہو کر بولی۔
 ”بتاؤ۔“ میں نے کہا۔
 ”ضد کیسے جاؤ گے؟“

”اس وقت تک جب تک بتانہ دو گی۔“
 ”کیا کہہ کر تعارف کراؤ گے۔ اگر صرف رخسار غزنوی تو لوگ سوچیں گے کہ تنہا
 کیوں آئی ہوں۔“ اس نے آہستہ سے کہا۔
 ”کچھ اور مہمان آئے تو ہماری گفتگو کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ الیاس بھائی، نازاں باجی،
 آصف نور، سارے لوگ جمع ہو گئے تھے۔ بس انہی مہمانوں کو آنا تھا۔ کوئی خاص تقریب تو
 تھی نہیں کہ پروگرام ہوتے۔ مطلب مل بیٹھتا تھا۔ میری کوٹھی کا جائزہ لیا گیا۔ سب خوش
 تھے اور جو ایک دوسرے سے متعارف نہیں تھے خود ہی متعارف ہو گئے تھے۔
 پیرو استاد نے میرے شانے پر ٹھوڑی رکھ کر کہا۔ ”ارے دانش ایک بات پوچھو تم
 سے؟“

”جی پیرو بھائی۔“ میں نے کہا۔

”اڑے وہ چھو کری ہو کری کون ہے اڑے۔“

”کون سی پیرو بھائی؟“

”اڑے وہی تایار وہ جو ساڑھی باندھے ہوئے ہے۔“

”رخسار ہے اس کا نام۔“

”تیری کون ہے؟“

”کوئی نہیں ہے۔“

”اڑے ماتم تیرا بھائی بولتا پڑا وہ چھو کری بہت فس کلاس ہے۔ تیرے ساتھ کھڑا

ہوا بہت اچھا لگتا تھا۔ شاوی نہیں ہوا اس کا؟“

بیگم بھی تھیں، ایک خوبصورت ساڑھی میں ملبوس، ان خاتون کو دیکھ کر واقعی دل کو ایک
 عجیب سا احساس ہوتا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے ان کے ساتھ کوئی زیادتی ہو گئی ہو کوئی ایسی کی
 رہ گئی ہو ان کی تشکیل میں جس میں انکا اپنا کوئی قصور نہ ہو، جسم کے تمام نقوش اس قدر
 جاذب نگاہ تھے کہ دیکھنے والوں کی آنکھیں دیکھتی کی دیکھتی رہ جائیں، لمبے بال پنڈلیوں تک
 آتے تھے بس اگر چہرے پر عمر آگے بڑھنے کے آثار نہ ہوتے تو بیک نگاہ انہیں ایک
 نوجوان اور بھرپور جسم کی مالک دو شیزہ کہا جاسکتا تھا۔ آج ذرا کچھ سنجیدہ سی تھیں۔ میں
 نے رفیق احمد جاگیر صاحب کا استقبال کیا تو وہ بھی آگے بڑھ کر بولیں۔

”یہ تمہاری کوٹھی ہے۔“

”آپ ہی کی ہے عافیہ بیگم۔“

”کیوں حسرتوں میں مبتلا کر دیتے ہو ہماری کہاں سے آئی؟“

بس انہوں نے آج اتنا ہی کہا تھا لیکن ان جملوں میں بھی ایک کہانی تھی، میں اس
 وقت کسی کہانی میں نہیں ڈوبنا چاہتا تھا۔ چنانچہ ذہن کو جھٹک کر خاموش ہو گیا۔ رفتہ رفتہ
 تمام مہمان آنے لگے پھر جب رخسار اندر داخل ہوئی تو میرے قدم ساکت ہو گئے رخسار
 نجانے کیسے آئی تھی۔ میں جانتا تھا کہ اسے یہاں تک پہنچنے کے لیے کیسے کیسے آگے
 دریاؤں سے گزر کر آنا پڑا ہو گا۔ میں نے بے اختیار آگے بڑھ کر اس کا استقبال کیا تھا۔
 ”میری تقریب اب مکمل ہوئی ہے، کوئی اور نہیں آیا؟“

”میں آگئی ہوں۔“

”شکریہ نہیں ادا کروں گا۔“

”کرنا بھی نہیں چاہیے، اور ہاں سنو کسی سے تعارف نہ کراتا۔“

”کیوں؟“

”بس میں نہیں چاہتی۔“

”وجہ بتاؤ گی؟“

”نہ پوچھو۔“

”بتا دو رخسار۔“

”اچھا پھر کبھی بتاؤں گی۔“

”ابھی تک نہیں پیرو بھائی۔“

”یار چانس مانس ہے تو خدا قسم شادی کر لے۔ اپن کو بول اپن اس کے گھر تیرا رشتہ وشتہ لے کر جائے گاڑے“ ابھی سالا وہ لوگ نہ مانے تو چھو کری کو تڑی پار کر دے ابھی یار وہ تیرا بھائی کو بہت پسند آیا ہے۔“

”ٹھیک ہے پیرو بھائی اگر میری بھائی کو وہ لڑکی میرے لیے پسند آگئی ہے تو بس سمجھ لے کہ وہ مجھے بھی پسند ہے۔ میری بھائی کی پسند کوئی ایسی ویسی تو ہو نہیں سکتی اس نے میرے پیرو بھائی کو پسند کیا ہے۔“

”اڑے چھوڑو یار۔ اپن کا کالا تھوڑا۔ ابی میرا مذاق اڑاتا پڑا ہے کیا تو۔“

”نہیں پیرو بھائی“ خبردار اگر آپ نے میرے پیرو بھائی کو کوئی ایسا ویسا جملہ کہہ کر پکارا۔ بہر حال آپ کو تو پتا ہی ہے کہ ابھی میرا شادی کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ دیکھیں گے۔ سوچیں گے اگر دل میں یہ بات آئی تو پھر میں اپنی بھائی سے کہوں گا کہ وہ میرا رشتہ لے کر جائیں۔“

”ابی یار میرے کو بھی بہت پسند آیا ہے“ بہت اچھا چھو کری ہے اس کا خیال رکھنا۔“

”جی پیرو بھائی۔“

دلچسپ واقعات کے دوران یہ تقریب جاری تھی، رخسار سے قربت بھی ہو جاتی تھی۔ عافیہ بیگم نے بھی ایک دلچسپ گل کھلایا۔ میں اس وقت رخسار کے قریب ہی موجود تھا، عافیہ بیگم زور زور سے اسے سوگنھنے لگیں اور رخسار مدھم سی مسکراہٹ کے ساتھ انہیں دیکھنے لگی۔

”کون سا سینٹ لگاتی ہو تم۔“ انہوں نے رخسار سے پوچھا۔

”جی۔“ رخسار چونک کر بولی۔

”تمہارے بدن سے اپنائیت کی خوشبو محسوس ہوتی ہے۔ پتا نہیں یہ کون سا سینٹ کی خوشبو ہے، کیون اپنی اپنی لگتی ہو؟“ میں نے ہنس کر عافیہ بیگم سے کہا۔

”عافیہ بیگم یہ رخسار ہے۔“

”ہوگی۔ ہمیں کیا۔“ عافیہ بیگم نے رخ بدلا اور آگے بڑھ گئیں۔ رخسار حیران

نگاہوں سے انہیں دیکھتی رہی، پھر سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھا تو میں نے کہا۔

”بے چاری ایک ٹریجڈی کا شکار ہیں بس ایسے ہی کبھی بہکی بہکی باتیں کرتی ہیں۔“

”اوہ! افسوس کئی بار میں نے انہیں دیکھا بڑی سنجیدہ اور پروقار خاتون ہیں۔ بہت

اچھی لگی تھیں مجھے تو۔ دیکھو کیا کیا ہو جاتا ہے اس دنیا میں، یہ ٹریجڈی کا شکار ہیں حالانکہ صہبن شخصیت کی مالک ہیں۔“

میں گردن جھٹک کر خاموش ہو گیا تھا پھر کھانے کا دور چلا اور کھانے کی تعریفیں ہوتی

رہیں۔ اس کے بعد سب سے پہلے رفیق احمد جاگیردار نے جانے کی اجازت مانگی تھی۔ ہم

نے بڑے احترام سے انہیں رخصت کیا۔ دوسرے لوگ بھی جانے لگے۔ الیاس بھائی کا

خاندان موجود تھا۔ شاہد بھائی اور پیرو استاد چلے گئے۔ الیاس بھائی نے کہا۔

”بھئی! بڑی شاندار دعوت رہی تمہاری تو آج ہم نے اس دعوت میں بڑی عجیب و

غریب باتیں محسوس کی ہیں ایک انوکھا حلقہ ہے تمہارا۔ یہ پیرو شاید مجھے پہچان نہیں سکا

تھا۔“

”اچھی طرح جانتا ہے الیاس بھائی۔ زندگی کے اتنے اہم واقعات اتنی آسانی سے تو

فراموش نہیں کیے جاسکتے۔“ الیاس بھائی نے الجھی ہوئی نگاہوں سے رخسار کو دیکھا تو میں

نے جلدی سے کہا۔

”الیاس بھائی آج کی اس دعوت میں صرف وہ لوگ شامل تھے جو میری اصلیت

سے واقف ہیں سوائے رفیق احمد جاگیردار وغیرہ کے لیکن چونکہ یہ بھی مجھ سے اتنے قریب

ہیں کہ میں انہیں اپنی اس ذاتی تقریب سے دور نہیں رکھ سکتا تھا۔“

الیاس بھائی نے ایک بار پھر رخسار کو دیکھا تو میں نے آہستہ سے کہا۔

”جی یہ رخسار ہیں، میں انہیں اپنے بچپن کی ساتھی تو نہیں کہہ سکتا لیکن یہ میرے

بچپن کی ساتھی ہیں الیاس بھائی۔ غزنوی صاحب کی پوتی ہیں۔ نعمان غزنوی صاحب کی

ساجزادی۔ حالانکہ جس وقت میں اس کو ٹھی میں تھا یہ بھی اپنا ننھا سا وجود لیے وہاں پھرتی

تھیں لیکن میرا اور ان کا ساتھ اس لیے نہیں تھا کہ میں اس وقت اس کو ٹھی میں ایک

لوکر کی حیثیت رکھتا تھا۔“

سب کے چہرے پر حیرت کے نقوش پھیل گئے۔ نازاں باجی نے سرگوشی کے سے

رہی ہوں۔“

”خدا کی قسم نازاں باجی، محبت کا یہ انکشاف تو ابھی بس تھوڑے سے دن پہلے ہوا ہے، مجھے اچانک ہی احساس ہوا ہے کہ میں رخسار کو چاہتا ہوں۔ اچانک ہی یہ اندازہ ہوا ہے مجھے کہ اگر میں نے زندگی میں کبھی صرف اپنے بارے میں سوچا تو رخسار سے الگ ہٹ کر نہیں سوچوں گا۔ ہمارے درمیان ایک معاہدہ ہوا ہے نازاں باجی، وہ یہ ہے کہ اگر ہم زندگی کا آغاز کریں گے تو ساتھ ساتھ۔ ورنہ پونہی زندگی کا سفر طے کر ڈالیں گے۔ ملائکہ میں نے کبھی کسی پر اپنا حق مسلط نہیں کیا لیکن جب میں نے رخسار کو محسوس کیا تو اسے۔ ”کسی“ نہیں پایا بلکہ درحقیقت وہ میری بائیں پسلی ہے اس لیے میں اسے ہر طرح سے استعمال کرنے کا حق رکھتا ہوں۔“

”ٹھیک ہے بہت اچھا کیا تم نے مجھے بتا دیا۔ رخسار اب ہماری ذمہ داری بن گئی ہے۔“ نازاں باجی نے کہا۔

”ہاں۔ اس دن کے انتظار میں کچھ وقت لگے گا ناں! جب تم اپنے بارے میں سوچو گے اور اس کے بعد رخسار کی جانب نگاہ اٹھاؤ گے۔ اس وقت تک رخسار کو وہ تحفظ تو درکار ہو گا ناں جو دوسروں کے سلسلے میں ہوتا ہے۔ یہ تم نے بہت اچھا کیا جو مجھے اپنا رازدار بنالیا، میں اب اپنا فرض پورا کروں گی اور تم اس سلسلے میں مجھ سے کچھ نہیں کہو گے۔“

”میں نے تو کبھی آپ سے کسی سلسلے میں کچھ نہیں کہا نازاں باجی۔“

”اس طرف سے مطمئن رہو۔“ نازاں باجی بولیں۔ پھر میں نے رخسار کے علاوہ تمام لوگوں کو خدا حافظ کہا۔ اب صرف رخسار رہ گئی تھی۔

”خلائکہ رات کافی ہو گئی تھی، مگر رخسار کے انداز میں کوئی گھبراہٹ نہیں تھی۔ اسے گھر واپس جانے کی کوئی جلدی نہیں تھی۔ اس نے مجھے دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔“

”میں کافی پیوں گی۔“

”ابھی بنواتا ہوں۔“ میں نے کہا اور ایک ملازم کو اشارے سے بلا کر کافی کے بارے میں کہہ دیا پھر رخسار کو لیے ہوئے ایک خوبصورت گوشے میں آ بیٹھا۔ رخسار مجھے

انداز میں کہا۔

”ذرا الگ چلو، تم سے باتیں کرنا چاہتی ہوں۔“

”آؤ رخسار۔“ میں نے رخسار کو آواز دی۔ اب اتنی سمجھ تو مجھ میں تھی کہ نازاں باجی کی سرگوشی کا یہ انداز سمجھ لوں۔ نازاں باجی رخسار کو دیکھ کر ایک لمحے کو ٹھنکیں تو میں نے آہستہ سے کہا۔

”آپ نے مجھے الگ اور تنہائی میں بلایا تھا نازاں باجی، رخسار سے تعارف حاصل کچھ یہ میری تنہائی کا الگ ہیں۔“

”کیا۔“ نازاں باجی سر کھجاتے ہوئے بولیں۔

”جہاں یہ ہوں وہاں صرف میں ہوتا ہوں سمجھیں۔“

”ہوں، محسوس کر لیا تھا میں نے، بڑے کینے ہو اتنی بار پوچھا۔ اتنی بار منت نہ سماجت کی تمہاری، کبھی بتا کر نہ دیا۔ نازاں باجی نے رخسار کا بازو پکڑ کر اسے اپنے قریب کر لیا اور رخسار مسکراتے لگی تھی۔ میں نے نازاں باجی سے کہا۔“

”اور آپ یہ جانتی ہیں نازاں باجی کہ میں نے دنیا سے جھوٹ بولا آپ سے کبھی نہیں بولا۔ رخسار پہلے نازاں باجی کا تعارف کرادوں۔ فیصل جب غزنوی صاحب کی کوٹھی سے در بدر ہو کر نکلا تو اس نے ایک بس میں اپنا ٹھکانہ بنایا جسے وہ رات کو دھوتا تھا۔ استاد کے ساتھ اور اسی میں سو جاتا تھا۔ پھر ایک واقعہ ہوا اور اس واقعہ نے مجھے الیاس بھائی کے گھر پہنچا دیا۔ ایک معمولی نوکر کی حیثیت سے اس گھر میں پہنچا تھا لیکن اس گھر کے لوگ آسمان کے باشندے تھے۔ انہوں نے ایک بے کس، لاچار اور لاوارث لڑکے کو ساری زندگی کے لیے بسیں دھونے یا گھروں میں نوکری کرنے کے قابل نہیں سمجھا بلکہ اسے عزت و احترام سے زمین سے اٹھا کر عرش پر پہنچا دیا۔ نازاں باجی میری استاد ہیں۔ میری بہن ہیں میری ماں ہیں میری اتالیق ہیں۔ میرے مستقبل کی معمار ہیں۔ مجھے انہوں نے سب کچھ بنایا ہے، یقین کرو رخسار اگر میری ماں ہوتی تو شاید مجھے نازاں باجی سے زیادہ نہ چاہتی، بس میں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہوں گا۔“

”آپ عظیم ہیں نازاں باجی میں آپ کی عظمت کو سلام کرتی ہوں۔“

”لیکن مجھے شکایت ہے۔ مجھے کیوں نہیں بتایا فیصل نے، میں آج تک تردد کا شکار

دیکھ کر مسکرائی تو میں بھی مسکرا دیا۔ وہ بولی۔

”تم سوچ رہے ہو گے کہ میں جانے کا نام نہیں لے رہی۔“

”نہیں الفاظ بدل لو۔“

”کیا تبدیلی کروں۔“

”میں سوچ رہا ہوں کہ کہیں دیر سے جانے پر تم سے باز پرس نہ ہو۔“

”نہیں۔ البتہ اب مجھ پر خاندان کی پہلی آوارہ لڑکی کی چھاپ لگ جائے گی۔“

میں نے چونک کر اسے دیکھا پھر میں نے کہا۔ ”تفصیل بتاؤ۔“

”مجھ سے باز پرس ہوئی تھی۔“

”کیا؟“

”یہی کہ میرا دانش منصور سے ربط کیوں ہے۔ میں بتا چکی ہوں کہ رومانہ باجی نے

ساری باتیں نمک مرچ لگا کر کہی تھیں پھر تمہاری دعوت ملی۔ مجھ سے کہا گیا کہ دانش

منصور ہمارا دشمن ہے۔ اس نے ہمارے خاندان کو برباد کر دیا ہے پھر میرا اس سے تعلق

کیوں ہے؟“

”تم نے کیا کہا؟“

”میں نے کہا کہ اب میرا شناختی کارڈ بن چکا ہے۔“

”اوہ!“ میں اس محبت پر بے اختیار مسکرا دیا۔

”خدا کی قسم میں نے انتہائی سخت رویہ اختیار کیا ہے۔ میں نے کہا کہ ان میں سے

کوئی مجھے مجبور نہ کرے کہ میں اس شناختی کارڈ کے فوائد حاصل کرنے کی کوشش کروں۔“

اس کے سہارے مجھے بالغ تصور کیا گیا ہے اور بلوغیت کے تمام حقوق دیے گئے ہیں۔“

میرے اوپر کوئی سختی کی گئی تو میں فوراً ”قانون کا سہارا حاصل کروں گی۔“ مجھ سے کہا گیا کہ

وہ اصل میں فیصل ہے جو کسی پرائیویٹ طریقے سے دانش منصور بن گیا ہے۔ تو میں نے

سوال کیا کہ آخر فیصل کون ہے۔ وہ بتاتے کیوں نہیں کہ فیصل کو ان سے اور انہیں فیصل

سے کیا پر خاش ہے۔“

”پھر؟“

”بس۔ کسی نے کچھ نہیں بتایا۔ گالیاں بکنے لگتے ہیں۔“

”کیا کہتے ہیں؟“

”وہ جو میں تمہیں نہیں بتا سکتی۔“

”بتاؤ رخسار۔“

”فیصل۔“ رخسار ہنسنے لگی۔

”پلیز رخسار۔“

”بس وہ کہتے ہیں کہ تم..... شہزادی کا گناہ ہو..... مگر فیصل کیا یہ بات ماننے

والی ہے۔“

”کیوں رخسار۔ ہو سکتا ہے یہ سچ ہو۔“

”ہرگز نہیں۔ میں بھی اس خاندان میں پرورش پانے والوں میں سے ایک ہوں۔“

”مطلب۔“

”بڑے غزنوی میری مراد دادا جان سے ہے۔ انہوں نے اپنے گھر میں اقدار کا تاج

محل بنا رکھا تھا۔ وہ تو کیاریوں کا ایک گملا غلط جگہ دیکھنا پسند نہیں کرتے پھر ایک گناہ گار ماں

کو انہوں نے اپنی کوٹھی میں جگہ کیسے دے دی اگر ایسا ہوتا تو فیصل تو وہ اسے گولی مار

دیتے۔ اپنے ہاں ایک لمحہ نہ رکھتے مگر وہاں تمہاری پرورش ہوئی۔ تم بڑے ہوئے۔“

میرے ذہن میں چراغ روشن ہو گئے۔ معمولی مگر بڑی روشن دلیل تھی۔ میرے منہ

سے بے اختیار نکل گیا۔

”رخسار..... یہ..... یہ تو واقعی۔ یہ تو واقعی قابل غور بات ہے۔“

”خدا کی قسم فیصل شہزادی تمہاری ماں نہیں تھیں۔“

”پھر آخر اصلیت کیا ہے؟“

”بتانا پڑے گا۔ انہیں بتانا پڑے گا فیصل۔ میں انہیں بلیک میل کروں گی۔ دیکھنا

اصل بات میں ہی معلوم کروں گی۔ اب یہ تمہارا نہیں میرے مستقبل کا معاملہ ہے۔“

میں عجیب سی نظروں سے رخسار کو دیکھتا رہا۔ اس دوران کافی آئی۔ کافی پیتے ہوئے میں نے

کہا۔

”رخسار۔ میں نے ملک و ملت کی بہتری کے لیے بہت سے محاذ کھول رکھے ہیں۔

ایک نظریہ حیات بنایا ہے میں نے۔ اس پر عمل میری زندگی کا مطمح نگاہ ہے۔ رخسار میں

بہت دور نکل گیا ہوں اس میں یہ تو نہیں کہہ سکتا میں کہ پوری زندگی اس میں بسر کروں گا، لیکن وقت لگے گا۔ تمہیں اس وقت تک میرا انتظار کرنا ہوگا۔“

”جو کچھ میں کہوں گی اس پر یقین کر دو گے۔“

”اس طرح رخسار جیسے اپنی آنکھوں کی بینائی پر۔ اس طرح جیسے اپنے سانسوں کی آمد و رفت پر۔“

”تو پھر یوں سمجھ لو کہ میری روح تم سے منسوب ہے۔ میری محبت میں کوئی جسمانی طلب نہیں ہے۔ تمہاری قربت صرف تمہارا خیال اور تم سے اپنی منسوبیت ہے۔ لوگ مجھے تمہارے نام سے پکارتے ہیں۔ بس میرے لیے سب کچھ ہے اور کبھی کچھ نہ چاہوں گی۔ اس وقت تک جب تک تم فرصت نہ پالو گے۔“

”تمہیں سب کچھ بتاؤں گا اپنے بارے میں۔ بتاؤں گا رخسار کہ فیصل نے دانش منصور بننے کا سفر کس طرح طے کیا اور اس کی زندگی کے کیا نظریات ہیں۔“

”اطمینان سے فیصل، فرصت کے وقت اور میری طرف سے بالکل فکر مند نہ ہونا۔

جسم کی پوری قوت کے ساتھ لڑوں گی ان لوگوں سے جو میرے اور تمہارے درمیان آئیں گے۔“

”نہیں رخسار۔ تمہیں اس دنیا کے رحم و کرم پر تو نہیں چھوڑوں گا۔ ساٹھ ہزار کی آرمی ہوگی تمہارے تحفظ کے لیے۔ پورے ساٹھ ہزار کی فوج۔ تمہارا ہر لمحہ محفوظ ہے۔ بے فکر ہو جاؤ۔ اس ملک کی حکومت تمہاری حفاظت کرے گی۔ ایک دنیا اب تمہارے لیے مستعد ہے۔“

”میں اس کے بارے میں پوچھتے بغیر مطمئن ہوں۔“

رخسار کو میں خود اس کے گھر کے دروازے پر چھوڑ آیا۔ اسے ہدایت کی کہ ایک گھنٹے کے بعد مجھے فون کرے۔ اگر اس کا فون نہ ملا تو میں وہاں پہنچ جاؤں گا۔ وہ اندر داخل ہو گئی تو میں واپسی کے لیے پلٹا۔ تھوڑی دور نکلا تھا کہ ناگی کی کار نظر آگئی۔

”ارے تم؟“ میں نے اپنی کار کو ناگی کی کار کے قریب روک کر کہا۔

”ضروری تھا چیف۔ یہ سب معمول کے مطابق ہے۔ ایک اور گاڑی وہاں چھوڑ دی گئی ہے جس میں چار آدمیوں کی ڈیوٹی ہے۔“ ناگی نے جواب دیا۔

”کہاں؟ رخسار کے گھر پر۔“

”ہاں۔“

”اوہو۔ کیوں؟“

”چیف، یہ سوال نہ کریں تو شکر گزار ہوں گا۔ میرا اپنا ایک طریقہ کار ہے۔ مجھے اس کے مطابق کام کرنے دیں۔“

”بہتر ہے، چلو!“ میں نے کار آگے بڑھا دی۔ ناگی کے خلوص پر کوئی شک نہیں کر سکتا تھا۔ ٹھیک ایک گھنٹے کے بعد رخسار کا فون موصول ہوا۔

”سب ٹھیک ہے۔ سب سو گئے تھے۔ ایک ملازمہ میرے لیے جاگ رہی تھی۔ میں اپنے کمرے میں آرام سے ہوں۔“

”کل بارہ بجے مجھے اپنی خیریت بتانا۔“

”اوکے۔ خدا حافظ۔“ رخسار نے کہا اور میں نے اسے خدا حافظ کہہ کر فون بند کر دیا۔

تین دن تک کوئی اہم بات نہیں ہوئی۔ چوتھے دن رخسار نے فون کر کے بتایا کہ گھر والوں کا رویہ حیرت انگیز طور پر بہتر ہے۔ غالباً وہ بہتر سلوک کر کے میرا برین داش کرنا چاہتے ہیں۔ یقیناً زمانے کے سرد و گرم دیکھ کر یہ دانشمندانہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ میرے ساتھ نرم رویہ اختیار کیا جائے اور اس پر عمل ہو رہا ہے۔

”گڈ! اب کل رات دس بجے فون کرنا۔“

”اوکے۔“ رخسار کے فون مجھے پروگرام کے مطابق موصول ہو رہے تھے۔ رشید ناگی جزیرے کے سلسلے میں کام کر رہا تھا۔ اس نے تمام تفصیلات مجھے فراہم کر دیں۔ اسی دن میں نے شاہنواز سے رابطہ قائم کر کے اس سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا اور اس نے مجھے میری پسند کے مطابق وقت دے دیا۔ میں نے اس کی رہائش گاہ پر اس سے ملاقات کی۔

”اصل میں مسٹر شاہنواز۔ میں آپ کی حکومت سے اپنی کاوشوں کا ایک صلہ چاہتا ہوں۔“

”آپ اسے میری حکومت کیوں کہہ رہے ہیں دانش صاحب! اصل میں اب تو

آپ خود اس حکومت کے ایک وزیر کی حیثیت اختیار کر گئے ہیں۔ وزیر بے قلمداں بنے شمار لوگ آپ سے مخلص ہو گئے ہیں۔ آپ سوچ بھی نہیں سکتے کہ آپ پر کتنا کام ہو رہا ہے۔“

”کیا میرے دوست کی حیثیت سے آپ مجھے اس بارے میں کچھ بتا سکتے ہیں مسٹر شاہنواز؟“

”ہاں بیشک۔ وزارت داخلہ نے خصوصی اسکوڈ کے ذریعہ آپ کے بارے میں ایک تحقیقی رپورٹ حاصل کی ہے۔ حکومت کے بہت سے اصلاحی امور میں خصوصاً صنعتی میدان میں آپ نے جو کچھ کیا ہے اس کے کوائف حاصل ہو چکے ہیں۔ آپ کو اعزازی وزیر کا عہدہ پیش کیا جانے والا ہے۔ اس کے علاوہ جی ایچ کیو نے آپ کے لیے اعزازی کرائل کا عہدہ تجویز کیا ہے۔ بہت جلد ایک فوجی تقریب میں یہ اعزاز آپ کو پیش کر دیا جائے گا۔“

”خوب بہر حال میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ ہاں ایک بہت اہم سلسلے میں مجھے حکومت کی مدد درکار ہے اور ڈیر شاہنواز اس سلسلے میں سب سے پہلے میں آپ کو اعتماد میں لینا چاہتا ہوں۔“

”میری خوش نصیبی ہے۔“

”میں جنوب مشرقی علاقے کے اس جزیرے کو خریدنے کا خواہش مند ہوں جس کی تفصیل تحریری شکل میں میرے پاس موجود ہے۔ میں اس بارے میں آپ کو بعد میں بتاؤں گا پہلے اس کے حصول کے مقاصد آپ کو بتا دوں۔ میں وہاں ایک خفیہ نام سے اپنی ضروریات پوری کرنا چاہتا ہوں۔ یہ تمام ضروریات اپنے وطن کی بہتری کے لیے ہیں۔ جن کی مکمل تفصیل متعلقہ محکمے کو فراہم کر دی جائے گی اور اس کے ضروری کوائف طے کر لیے جائیں گے۔“

”فٹاسٹک“ میرے خیال میں آپ کو بالکل مشکل نہیں پیش آئے گی۔ اب آپ پر آنکھیں بند کر کے اعتماد کیا جاتا ہے۔ اس سے قبل کہ آپ مجھے میری ذمہ داریاں بتائیں میں خود کچھ پیشکش کرنے کا اعزاز حاصل کرنا چاہتا ہوں۔“

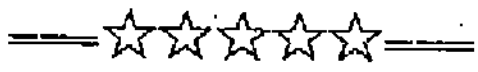
”جزیرے کے حصول کے لیے تمام ضروری امور پر غور کر کے اس کی تفصیل آپ

مجھے فراہم کر دیں۔“

”میں نے اسی لیے آپ سے ملاقات کی ہے مسٹر شاہنواز۔“

”خلوص دل سے حاضر ہوں۔“

شاہنواز کو مکمل تفصیل تحریری شکل میں فراہم کرنے کے بعد میں مطمئن ہو گیا اور وہاں سے واپس چل پڑا۔ زندگی، دوست دشمن، محبت اور نفرتوں سے پر زندگی اپنی منزل کی جانب رواں ہے۔ شاید ہی کسی ایک شخص کی حیات سے اتنی داستانیں وابستہ ہوں۔ اس داستان حیات کے بہت سے باب باقی ہیں۔



خود بھی حیرانی سے مجھے بتاتی تھی کہ وہ یہاں چھپ کر نہیں آتی بلکہ جب بھی آتی ہے علی الاعلان آتی ہے۔ لوگوں کے منہ تو بن جاتے ہیں دانش منصور کا نام سن کر لیکن کوئی روکنے کی کوشش نہیں کرتا۔

”اس کی کوئی خاص وجہ ہے؟“ میں نے پوچھا۔

”میرا تو ایک خیال ہے اس سلسلے میں، وہ لوگ تمہاری حیثیت سمجھتے ہیں انہیں اس بات کا احساس ہے کہ اگر تمہاری مخالفت پر کمر باندھی تو وہ تباہی کا شکار ہو جائیں گے۔“

”گویا وہ مجھ سے خوفزدہ ہیں؟“

”ہاں۔“

”کاش ایسا نہ ہوتا۔ وہ مجھ سے خوفزدہ نہ ہوتے بلکہ مجھ سے اپنائیت کا اظہار کرتے، وہ مجھے اپنے قریب لائے۔“

”یہ ان کی فطرت میں نہیں ہے، میں کیا کروں؟“

”رخسار اکثر آجاتی تھی۔ ناگی اپنے کاموں میں مصروف تھا، یہ شخص بھی ایک کمپیوٹر تھا جس میں بہت سے کام فیڈ تھے۔ میں اس کی زندگی کی دعائیں مانگتا رہتا تھا اور یہ سوچتا تھا کہ جو ذمے داریاں اس نے اپنے آپ میں سمور رکھی ہیں اگر وہ اس دنیا میں نہ رہا تو بھلا میں ان ذمے داریوں کو کیسے سنبھال سکتا ہوں۔“

وقت گزرتا رہا۔ ناگی، شاہنواز کی مدد سے جزیرے کے سلسلے میں بھی کام کر رہا تھا۔ میرے لیے جو اعزازات تجویز کیے گئے تھے ابھی ان پر عمل نہیں ہوا تھا لیکن ظاہر ہے مجھے بھلا ان چیزوں سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی۔

پھر ایک دن ناگی کچھ سازو سامان کے ساتھ کوٹھی میں آیا۔ دلی پتلی جسامت کا بچکے گالوں والا ایک نوجوان اس کے ساتھ موجود تھا۔ ناگی جس بڑی ویگن میں یہاں آیا تھا۔ وہ میں نے پہلی بار دیکھی تھی۔ اس وقت میں چیکاں برادرز کے ساتھ اپنی کوٹھی کے بیرونی حصے میں بیٹھا ہوا تھا، وہ نوجوان کو وہیں لے کر میرے پاس پہنچ گیا، اس نے نوجوان کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

”یہ جالب نعمان ہے۔“

میں نے پرتپاک انداز میں اس نوجوان کا استقبال کیا اور اس سے ہاتھ ملایا، نوجوان

چیکاں برادرز اعلیٰ پائے کی زندگی گزار رہے تھے، ویسے بھی ان کے مشاغل محدود تھے، کوٹھی کے لوگوں کے لیے وہ دلچسپی کا باعث تھے، کوئی کھیل کھیلتے تو ایسا انوکھا کہ لوگ اس میں کھو جاتے، پنگ پانگ کا کھیل تو میں دیکھ ہی چکا تھا، ان کے مشاغل بیشہ ہی بے تنگے رہتے تھے لیکن کیا ہی نایاب نوجوان تھے، اکثر میری ان سے دلچسپ باتیں ہوتی رہتی تھیں۔ ایک دن رخسار کی موجودگی میں، میں نے ان سے سوال کر ڈالا۔

”تم لوگوں کو زندگی میں کس شے کی طلب محسوس ہوتی ہے؟“

”صبح کو ناشتے کی، چیف، دوپہر اور رات کو کھانے کی۔“ رخسار ہنس پڑی تھی۔

”اس کے علاوہ.....؟“

”اس کے علاوہ میڈم، خواہشیں تو اتنی ہیں کہ اس کے لیے ساری زندگی کم ہے اور جب انسان کو اپنی حد سے زیادہ مل جاتا ہے تو وہ بالکل خالی دامن رہ جاتا ہے۔“

”خدا کی پناہ، اتنے چھوٹے چھوٹے سے ہو لیکن کتنا فلسفیانہ ذہن رکھتے ہو۔“

چیکاں برادرز ہنس کر خاموش ہو گئے تھے۔

”اس کا کہنا بالکل درست ہے، رخسار، اگر زندگی کا ایک مقصد بنالیا جائے تو راہ کی رکاوٹیں دوسری خواہشات ہی بن سکتی ہیں اگر بے شمار خواہشات میں نہ الجھا جائے تو ایک محور انسان کو ہمیشہ پرسکون رکھتا ہے۔“

”میرا سر بہت بڑا ہو جائے گا۔ یہ باتیں سنتے سنتے۔“

میں ہنس کر خاموش ہو گیا۔ رخسار حیرت انگیز طور پر میرے قریب آگئی تھی، نجانے اس کے اہل خاندان کو کیا سوچھی تھی۔ انہوں نے اسے بہت مراعات دے رکھی تھیں، وہ

کی آنکھوں میں محبت کے آثار نظر آرہے تھے۔

”بیٹھو جالب، اپنا باقی تعارف تم خود مجھ سے کراؤ۔“

ناگی بھی جالب کے ساتھ ہی بیٹھ گیا، نوجوان نے کہا۔

”تفصیلی تعارف ضروری ہے جناب تو میں یہ بتانا چاہوں گا کہ میں زمین پر رہتا ہوں۔“

ہوا ایک معمولی سا کیرا تھا۔ میرے ذہن میں کائنات کی وسعتیں پوشیدہ تھیں لیکن میرے

ہاتھ پاؤں نہیں تھے۔ میں رینگ ہی رہا تھا، جو تصورات میں نے اپنے دل دماغ میں بسائے

تھے وہ صرف تصورات تھے اور میں یہ بات جانتا تھا۔ کہ میں ان تصورات کو لے کر کسی

دن زمین کی گہرائیوں میں پہنچ جاؤں گا لیکن پھر مجھے سہارا ملا جناب وہ سہارا آپ کا تھا۔ وہ

اس طرح کہ ناگی صاحب سے میری اتفاقہ ملاقات ہوئی۔ اصل میں ایک بہت ہی گھٹیا قسم

کا رسالہ تھا جو میرے ایک دوست کی ملکیت تھا میرا وہ دوست خود بھی کسمپرسی کا شکار تھا

لیکن مجھ سے بڑی عقیدت رکھتا تھا اس نے رسالے میں میرے افکار و خیالات چھاپے اور

نجانے کس طرح میری خوش بختی اس رسالے کو ناگی صاحب کی نگاہوں کے سامنے لے

گئی۔ انہوں نے اسے پڑھا، مجھے میرے اس دوست کی معرفت تلاش کیا اور یہیں سے

میری اس سنہری زندگی کا آغاز ہو گیا۔“

”ویری گڈ۔“

”اس سے آگے کی اب داستان مجھ سے سن۔“ ناگی نے ایک فلمی مصرع پڑھا اور

میں مسکراتی نگاہوں سے اس کو دیکھنے لگا۔

”جالب نعمان قدرتی طور پر ایک سائنس داں ہے، اس نے صرف انٹر کیا ہے لیکن

اس کے اندر بے پناہ صلاحیتیں ہیں۔ اس نے اپنے لیے ایک نظریہ قائم کیا اور اس

نظریے پر یہ کام کرتا رہا تھا۔ اس نے بہت بڑی تھیوری تیار کی تھی اور یہ تھیوری

نہیں تھی بلکہ اس کے لئے اس نے جو تمام چیزیں متعین کی تھیں ان کے نام بھی رکھے

تھے، میں نے جب اس کے بارے میں پڑھا تو مجھے اس سے دلچسپی پیدا ہوئی، میں نے اس

سے رجوع کیا۔ اس کی تین بہنیں ہیں، والدہ ہیں اور یہ لوگ انتہائی معمولی سے گھرانے

سے تعلق رکھتے ہیں۔ خاندان والوں کی بے اتفاقی کا شکار کیوں کہ غربت کی آغوش میں

سانس لے رہے تھے لیکن اس نوجوان کی بے مثال صلاحیتیں چیخ چیخ کر کہہ رہی تھیں کہ

کچھ بن کر ہی دکھائے گا۔ جناب آپ کے حکم کے مطابق میں نے اسے سہارا دیا، اس

کے افکار و خیالات سے اور سب سے پہلے اسے وہ ذہنی سکون نصیب کیا جو اس کی خواہش

تھی، یعنی میں نے اسے ایک فلیٹ خرید کر دیا اور اس کی والدہ اور تین بہنوں کی کفالت کی

ذمے داری قبول کر کے اس سے کہا کہ وہ ہمارے سائنس انسٹیٹیوٹ میں اپنی اس تھیوری

پر عمل کرے۔ تقریباً ستاون لاکھ روپے کا ساز و سامان میں نے اس کی سنائی ہوئی ایک

گمانی پر خرچ کر دیا اور اسے ہر وہ چیز مہیا کی جو اس کی آرزو تھی، تین معاون سائنس

داں اسے دیے اور بہت سی کوششوں کے بعد اس نے اپنی اس تھیوری کو عمل شکل پہنا

دی جو اس کے ذہن میں قدرتی طور پر پیدا ہوئی تھی یا پھر کچھ ایسے عوامل تھے جنہوں نے

اسے اس تھیوری کی جانب راغب کیا، یہ ایک عجیب و غریب مشین ایجاد کرنے میں

کامیاب ہو گیا اور اس کی تکمیل کے بعد آپ کے پاس اس کا مظاہرہ کرنے کے لیے لایا

ہے۔ آپ اس نوجوان سے اس مشین کے بارے میں تفصیلات معلوم کر سکتے ہیں۔“

”اب یہ بتاؤ جالب نعمان کہ تم جو کچھ چاہتے تھے اس کی تھوڑی بہت تکمیل ہوئی

یا نہیں۔ میرا مطلب ہے تم نے اپنی کوششوں کو عمل شکل دی، یا ابھی اس میں کچھ مشکلات

باقی ہیں۔“

”نہیں جناب میں بڑی مسرت کے ساتھ آپ کی خدمت میں اپنی کوششیں لے کر

حاضر ہوا ہوں، جو کچھ میں نے کیا ہے اس کے پس پردہ میرے کچھ تصورات ہیں، کچھ

تجربات ہیں، کچھ جذبات ہیں۔ میں نے کسی خاص تجربے کے تحت ہی اس تھیوری پر سوچنا

شروع کیا تھا اور خدا کا شکر ہے کہ اس میں کامیاب ہو گیا اگر آپ حکم دیں تو میں اپنے

تجربے کی تفصیلات آپ کے سامنے پیش کروں۔“

”کیا خیال ہے ناگی اس جگہ بیٹھنا مناسب ہو گا یا اندر چلیں۔“

”مشین اس وگین میں موجود ہے اور اسے کسی کمرے میں ہی نصب کرنا ہو گا، وہیں

اس کا تجربہ کیا جاسکتا ہے۔ آپ کو اس وقت کوئی مصروفیت تو نہیں ہے؟“ نعمان جالب

نے مجھ سے پوچھا۔

”بالکل نہیں..... بھلا اس سے بڑی مصروفیت اور کیا ہوگی کہ ایک باصلاحیت

نوجوان سے میری ملاقات ہو رہی ہے میں چاہتا ہوں کہ پہلے ہمارے اس معزز مہمان کی

تھوڑی بہت خاطر مدارت کی جائے۔ بعد میں اس سے اس مشین کے بارے میں گفتگو کریں گے۔

”میں مشین اندر پہنچانے کا بندوبست کرتا ہوں آپ براہ کرم جہاں بھی مناسب سمجھیں تشریف رکھیے۔“ ناگی نے کہا۔ میں جالب نعمان کو لے کر اندر چل پڑا۔ اس کے انداز میں بہت زیادہ احترام پایا جاتا تھا۔ ایک مخصوص نشست گاہ میں بیٹھ کر میں نے جالب سے کہا۔

”تمہارا کیا خیال ہے جالب، تمہاری یہ ایجاد ہمارے وطن کے کس حد تک کام کی جاسکتی ہے؟“

”جناب عالی، اصل میں ملکی بنیاد پر جو کچھ بھی کیا جاتا ہے اور ان کے پس پردہ جو جذبات کار فرما ہوتے ہیں۔ وہ ایسی چیزوں کو جنم دیتے ہیں۔ خاصی پرانی بات ہے، میں آٹھویں کلاس میں پڑھ رہا تھا۔ ایک غریب سے علاقے کا رہنے والا ہوں اور ایسے علاقے میں جہاں ذہنی جھلاہٹیں مجرمانہ ذہن کی تلقین کرتی ہیں صاحب اقتدار اپنے لیے کھل کھینچنے والے کے سامان پیدا کرتے ہیں، محکمہ پولیس کے افراد بڑی عجیب و غریب ذہنی کیفیت کے حامل ہوتے ہیں۔ ہوا یوں کہ میرے پڑوس میں ایک خاندان آباد تھا۔ بہت نیک اور شریف لوگ تھے۔ دو نوجوان تھے اس خاندان میں، باپ نے محنت مزدوری کر کے اور اپنے خون کا آخری قطرہ نچوڑ کر اپنے بچوں کو پروان چڑھایا تھا، کوئی ایسی صورت حال ہو گئی جس کی وجہ سے پولیس نے ان دونوں نوجوانوں کو پکڑ لیا۔ کوئی واردات ہو گئی تھی جس کی تفتیش کی جا رہی تھی انہیں لاک اپ میں لے جایا گیا اور پولیس نے اپنے بے رحم رویے سے ان میں سے ایک کو زندگی سے محروم کر دیا۔ اپنے بچاؤ کے لیے جو کچھ بھی ادھر کیا جاسکا، کیا گیا لیکن نوجوان زندگی سے گہرا اس کی موت کے بعد فوراً ہی غالباً چوبیس گھنٹے کے اندر اندر اس کا باپ اپنے بیٹے کی جدائی کا صدمہ برداشت نہ کر کے دنیا سے رخصت ہو گیا اور وہ دوسرا بھائی پاگلوں کی طرح سڑکوں پر آواہ بھرنے لگا۔ وہاں سے یہ تصور میرے ذہن میں

پھرا کہ یہ دہشت، یہ درندگی پولیس کو روا نہیں ہے۔ وہ کون لوگ ہوتے ہیں جو یہ غیر انسانی حرکتیں کرتے ہیں..... ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ آٹھویں کلاس کا طالب علم حیثیت کیا رکھتا ہے۔ دانش منصور صاحب، میں نے اپنے دل میں نفرت کے وہ جذبے نہ

کئے، جو بغاوت اور جنون کو جنم دیتے ہیں بلکہ میں نے سوچا کہ اس کے پس پردہ عوامل کیا ہیں اور بہت چھوٹی سی عمر میں یہ کھوج میری زندگی کا ایک حصہ بن گئی۔“

”میٹرک کے بعد معلومات حاصل کرتا رہا۔ سائنس کی جانب میرا ذہن راغب تھا۔ بہت ہی گھٹیا قسم کی کتابیں بھی پڑھی تھیں اس سلسلے میں، جن میں ٹیلی پیٹھی، پٹائٹزم اور دوسرے ایسے پراسرار علوم کے بارے میں تفصیلات ہوا کرتی تھیں۔ شمع کے شعلوں کا ذکر، عمل تنویم کی دوسری قوتیں، میری دلچسپی ان سے بڑھتی چلی گئی تھی۔ یورپ میں فوئی قوتوں کو سائنس کی شکل دی گئی اور میں نے اخبار میں اس موضوع پر پڑھا تو میرے ذہن میں ایک نکتہ جاگا۔ میں نے انہی مفروضہ کہانیوں کو عملی شکل دینے کی کوششیں شروع کر دیں۔ ایچ جی ویلز نے ایک ناول لکھا تھا ”چاند پر پہلا آدمی۔“ اور دنیا جانتی ہے کہ اس پر کتنا ہنسا گیا تھا لیکن بالآخر چاند پر پہلا آدمی پہنچ گیا۔ پرانے زمانے میں الف لیلا لکھی گئی جس میں کہا جاتا تھا کہ جادوگر نے جادو کا گولہ دشمن شہر پر پھینکا اور شہر تباہ ہو گیا..... ہیرو شیمیا اور ناگا ساگی پر وہ جادو کا گولہ پھینکا گیا اور دونوں شہر تباہ ہو گئے۔ مزاحیہ مضمون کو سامری جادوگر نے اپنے جادو کے گولے میں دیکھا اور پھر اسے اغوا کر لیا۔ جادو کا وہ گولہ اب ٹیلی ویژن کی شکل میں موجود ہے، میں نے سوچا کہ فوئی قوتیں کسی کو مکور کر سکتی ہیں تو انہیں سائنسی شکل کیوں نہیں دی جاسکتی۔ پولیس کے بارے میں مجھے معلومات کرنے پر یہ اندازہ ہوا کہ پولیس کے بارے میں مجھے معلومات کرنے پر یہ اندازہ ہوا کہ پولیس میں سب ہی درندے نہیں ہوتے، جرم کرنے والا اور جرم کو چھپانے والا، کئی بعض اوقات اتنا ہی تکلیف دہ ہوتا ہے کہ پولیس والے بھی جھنجھلا جاتے ہیں اور یہی جھنجھلاہٹیں دیوانہ دار تشدد کا ذریعہ بنتی ہیں کیونکہ انہیں بھی اپنے فرائض کی تکمیل کرنی پڑتی ہے۔ بس جناب یہی چند واقعات میری اس ایجاد کا باعث بنے۔ گو میں نے ابتدا کہانی لکھنے کے انداز میں کی تھی لیکن مجھے کامیابی نصیب ہونے لگی اور بالآخر آج میری یہ کامیابی اس شکل میں موجود ہے۔

”میں نے ایک ایسی مشین ایجاد کی ہے جناب، جو رنگوں کے امتزاج سے ایک خاص حیثیت حاصل کر چکی ہے پٹائٹزم کے لیے رنگوں کا ایک خاص تناسب ہے۔ رنگوں کا انسان کو مسحور کرنے کے بے پناہ صلاحیتیں ہوتی ہیں۔ دماغ میں اگر کوئی تحریک پیدا کرے

موجود تھا اور دلچسپی اور توجہ سے مشین دیکھ رہا تھا۔ جالب نے کہا۔

”یہ مشین کا اوپری حصہ ہے۔ میں اس کے نیچے لگے ہوئے اس سفید بٹن کو دباؤں گا تو یہ تمام شیشے روشن ہو جائیں گے۔ ان میں چھ رنگوں کا خصوصی امتزاج رکھا گیا ہے۔ نیلا اور سرخ رنگ نمایاں ہے۔ باقی رنگ سپورٹنگ کلر کہلا سکتے ہیں۔ نیلا اور سرخ رنگ شیشی قوتوں میں سب سے طاقتور رنگ ہوتا ہے۔ جس کمرے میں ہم اس مشین کا تجربہ کریں گے۔ آپ اس کا فٹلشن دیکھیں گے اس کے دو دروازے ہونے چاہئیں جیسا کہ ناگی صاحب نے خصوصی طور پر اس وقت خیال رکھا ہے۔ اس دروازے سے جہاں سے کوئی شخص اندر داخل ہوگا۔ دوسرے دروازے تک پہنچتے ہوئے ہم پر اس کی تمام ذہنی قوتیں آشکارا ہو جائیں گی، جب ہم یہ شیشے روشن کر دیں گے تو اس کمرے کی فضا شیشی ہو جائے گی، اجنبی لوگوں کو اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ہوگا۔ ہم اگر کوئی مخصوص سوال پوچھنا چاہیں گے ان سے تو وہ سوال نمایاں الفاظ میں تحریر کر کے ایسی جگہ آویزاں کر دیا جائے گا جہاں اندر داخل ہونے والے کی پہلی نظر اس پر پڑے۔ مشین کے دوسرے حصے میں یہ سفید اسکرین ہے۔ یہ اسکرین روشن ہو جائے گی اور اس پر نقوش کی ایک لکیر چلے گی۔ اسکرین کا رنگ نیلا ہٹ مائل ہوگا اور اس پر سفید نقطوں کا طرز ہوگا لیکن جہاں کہیں ہماری اس تحریر کا کنٹراسٹ ہوگا وہاں یہ نقطہ سیاہ ہو جائے گا اور ہمیں یہ پتا چل جائے گا کہ ہم میں کالی بھیڑ کون ہے یا یہ کہ کس شخص کے ذہن میں اس کر کے غلاف لیکٹیو خیالات ہیں۔ گویا ہم نے مشکوک شخص کا انتخاب کیا۔“

”فرض کچھ کوئی مجرم، مجرم نہیں ملزم ہے اور ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ جرم اس کے نام سے منسوب کیا گیا ہے یا نہیں تو اس جرم سے متعلق سوال ہمیں تحریر کرنا ہوگا۔ اب اس کی پہلی نظر اس سوال پر پڑے گی تو اس کے دماغ کے خلیے متحرک ہو جائیں گے اور اس پر وہی رد عمل ہوگا جو ہم چاہتے ہیں اس طرح ہمارے سامنے وہ حیثیت آجائے گی جسے نیگیٹو یا پازیٹو کہا جاسکتا ہے۔ یہاں جناب اس سیاہ نقطے کو تلاش کر کے ہم اپنی پسندیدہ حیثیت کا انتخاب کر لیں گے اور اس کے بعد ہم اسے مشین کے اس دوسرے پورشن کے سامنے لے آئیں گے۔ یہاں اسے کرسی پر بٹھا کر بالکل ہپناٹوم کے معمول کی کیفیت کے مطابق اس سے سوالات کیے جائیں گے۔ یہ روشنیاں اس کے ذہن کو اپنی گرفت میں لے

دی جائے تو پھر انسان لاشعوری طور پر اس کے بارے میں سوچتا ہے۔ میں نے جو مشین ایجاد کی ہے اس کا انداز یہ ہے کہ وہ ذہنوں کو متحرک کر دیتی ہے اور انسان کے ذہن میں سچ بیدار کرتی ہے وہ لاشعوری طور پر اپنے عمل کا اعتراف کرتا ہے اور یہ مشین اس اعتراف کی حقیقت کو عیاں کر دیتی ہے۔“

”وہ ذرا نل..... انتہائی حیرت انگیز..... اب تو تم نے مجھے اپنی اس ایجاد دیکھنے کے لیے دیوانہ کر دیا ہے جالب۔“

”میں نے جناب یہ مشین ایجاد کی ہے۔ ذہن میں تو بہت کچھ تھا..... لیکن اب تھوڑا بہت تجربہ بھی ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس سے ناجائز فائدے بھی اٹھائے جاسکتے ہیں۔ بلیک میلنگ بھی ہو سکتی ہے اگر یہ مشین میں محکمہ پولیس کے حوالے کر دوں تو وہاں بھی بہت کچھ ہو سکتا ہے، بہر حال یہ آپ کی ملکیت ہے کیونکہ میں تو ستر بار مر کر بھی اپنی اس ایجاد کی تکمیل نہیں کر سکتا تھا..... اور کسی بھی قیمت پر اسے تیار نہیں کر سکتا تھا۔“

”میں خدا کا شکر ہی ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے تم جیسے باصلاحیت نوجوان کی خدمت کرنے کی سعادت عطا کی، صحیح کہتے ہو جالب..... اصل میں انسانی فطرت نے رخ اختیار کیا ہے وہ تباہی کا رخ ہے، ہم انفرادی طور پر سوچتے ہیں۔ ہماری یہی خواہش ہوتی ہے کہ ہم اپنے لیے جو کچھ کریں اس میں ہمارا فائدہ ہو۔ ہم دیکھیں گے کہ اس مشین کا صحیح استعمال کیا ہو سکتا ہے۔“

ناگی نے ہم دونوں کے لیے کافی اور کچھ دوسرے لوازمات بھجوا دیے تھے۔ ہم ان سے شغل کرنے لگے پھر جالب نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ اگر مشین وہاں سے آگئی تو اس پر کام شروع کر دیا جائے۔

میں نے ناگی کو طلب کیا اور اس سے مشین کے بارے میں پوچھا تو اس نے جالب کو مشین ایک بڑے کمرے میں پہنچائی جا چکی ہے، تب میں اور جالب نعمان اس کمرے کے جانب بڑھ گئے جہاں وہ مشین رکھوائی گئی تھی..... اسے دنیا کے کسی بھی بڑے ملک کا فینسی پروڈکشن کہا جاسکتا تھا لاتعداد ڈائل، بٹن اور بہت سی ایسی چیزیں تھیں جو اس مشین کی کم از کم دیکھنے کی حد تک ہیئت کا اظہار کرتی تھیں۔ میں جالب کے ساتھ مشین کے پاس پہنچ گیا۔ وہ مجھے اس کے بارے میں تفصیلات بتانے لگا..... ناگی بھی میرے ساتھ

چکی ہوں گی اور اس وقت اس کی زبان جو الفاظ ادا کرے گی وہ بالکل سچائی پر مشتمل ہوں گے۔ آپ جس قدر چاہیں تجربات کر سکتے ہیں۔ میں اس مشین کی جانب سے پوری مدد ملتی ہے۔ مطمئن ہوں، اگر کسی طرح ہم اسے محکمہ پولیس کے مفادات کے لیے استعمال کریں تو میں سمجھتا ہوں کہ اس کے بعد پولیس والوں کو اس تشدد کی ضرورت پیش نہیں آئے گی جو انہیں انسانوں پر کرتے ہیں۔ کوئی بے گناہ ہے تو اس کو ایک تھپڑ تک نہیں لگنا چاہیے جو گناہ گار ہیں، قانون انہیں سزا دے۔ شرط یہی ہے کہ مشینی شناخت کو تسلیم کیا جائے اس سے انحراف ممکن نہ ہو۔“

میں دلچسپی سے یہ تفصیلات سن رہا تھا۔ میں نے کہا۔ ”بلاشبہ یہ ناقابل یقین حد تک شاندار ایجاد ہے۔ بہر حال یہ تو ہم بعد میں طے کریں گے کہ اس کی افادیت کو ہم محکمہ پولیس کے لیے کیسے استعمال کریں، لیکن اس کا تجربہ ہونا چاہیے۔“

ناگی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”بالکل چیف بلکہ جالب سے میری اس موضوع پر بہت بار گفتگو ہو چکی ہے۔ خود میرا ایک کام اس مشین سے منسلک ہے۔“

”وہ کیا ناگی؟“

”ہم اس کا تجربہ کرنا چاہتے ہیں۔ اصل میں اس وقت یہاں چار سو گیارہ میں جتنے افراد موجود ہیں، وہ سب میرے لیے قابل اعتماد اور قابل بھروسہ ہیں لیکن چیف جو اہم کام ہم کر رہے ہیں اس کے لیے ہمیں مکمل مخلص اور راز دار افراد کی ضرورت ہے اس مشین کے ذریعے کم از کم ابھی اپنے اس ہیڈ کوارٹر میں اور بعد میں اس جزیرے میں جتنے ہم ایک مثالی جزیرہ بنانا چاہتے ہیں ہمیں اس مشین کی ضرورت ہوگی۔ یہ ایجاد فی الحال ہمارے اس جزیرے کے لئے ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ تجربہ کر لیا جائے اور ان تمام افراد کا جائزہ لے لیا جائے جو ہمارے ہاں کام کر رہے ہیں۔“

”تمہارے کسی معاملے میں مداخلت کا تو خیر میں تصور بھی نہیں کر سکتا لیکن لوگوں کو علم ہو گا کہ ہم ان کی وفاداریوں کو پرکھ رہے ہیں تو کیا وہ لوگ برا نہیں کریں گے؟“

”ایک شخص بھی برا نہیں مانے گا کیونکہ اگر وہ مخلص ہے تو اپنے خلوص کو پوری طرح ظاہر کرنا پسند کرے گا اور ہم اس بات کی پروا بھی نہیں کریں گے کیونکہ یہ ہماری

عامیہ ہے۔“ میں پر خیال نگاہوں سے ناگی کو دیکھنے لگا۔

”اگر تم مناسب سمجھتے ہو تو پھر ٹھیک ہے، ہاں جالب کیا ہم اس مشین کو اس جگہ سے دور بھی رکھ سکتے ہیں جہاں ہمیں اپنا یہ عمل کرنا ہو؟“

”بالکل چیف ہمیں اس کی یہ اسکرین ایک جگہ نصب کرنا پڑے گی اور اس کی حیثیت کمرے جیسی ہوگی جسے خوبصورت ڈیکوریشن کے طور پر بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اصل میں اگر اسے محکمہ پولیس کے حوالے نہ کیا جائے اور کہیں الگ مانیٹرنگ کے لیے استعمال کیا جائے کہ اسے لوگوں کے سامنے تو نہیں لایا جاسکتا، باقی مشین کسی بھی جگہ ہو، اس اسکرین کو ایک جگہ رکھنا پڑے گا۔ اب جیسے یہی کمرہ ہے اس کے اوپر یہ پینٹنگ لگی ہوئی ہے۔ اس حسین پینٹنگ کے اوپر اس اسکرین کو لگا دیا جائے۔ چھوٹا سا خوبصورت اسکرین ہے اور بس اس سے شعاعیں نکلتی ہیں۔ جو کمرے کی فضا کو ہلکی سی روشنی بخش دیں گی کوئی غور بھی نہیں کر سکے گا کہ اس کا مقصد کیا ہے اور یہ اپنا کام کرتا رہے گا۔ مشین ہم کسی بھی کمرے میں رکھ سکتے ہیں۔ وہ وہاں اپنا کام کرتی رہے گی۔“

”پھر تو یہ زیادہ مناسب ہے ناگی، بجائے اس کے کہ ہم کسی کی کبیدہ خاطری کا خطرہ مول لیں۔ یہ کام کیسے لیتے ہیں۔“

”ٹھیک ہے، تو پھر جالب آپ اس تجربے کی تیاریاں کریں میں اپنا کام کرتا ہوں۔“

”تھوڑا وقت مجھے دے دیجئے اور اب وہ سوال طے کر لیں جو آپ کو اپنے وفاداروں سے کرنا ہے۔“

”یہ میرا شعبہ نہیں ہے اس کے لیے بھی ناگی کام کریں گے۔“ میں نے شانے ہلاتے ہوئے کہا۔

بہر حال ہم سب اس تجربے کے لیے آمادہ ہو گئے۔ بات ہی ایسی دلچسپی کی تھی، رشید ناگی نے ایک بڑے سے سفید کانڈ پر چمکدار سرخ الفاظ میں لکھا۔

”کیا تم مکمل طور پر دانش متصور کے وفادار ہو؟“

جالب نعمان نے اس جملے کو پسند کیا تھا اس کی اپنی خواہش کے مطابق ایک چھوٹے سے اسٹینڈ پر یہ کانڈ پیسٹ کر دیا گیا اور اسٹینڈ دروازے کے عین سامنے رکھ دیا گیا۔ دروازے سے داخل ہوتے ہی لازمی طور پر اس کانڈ پر سب کی نگاہ پڑتی۔ جالب نعمان

ہوتی تھی۔ پھر پہلا آدمی اندر داخل ہوا اور اس کے ساتھ ساتھ سفید نقطہ اسکرین پر سفر کرنے لگا۔ اندر داخل ہو کر وہ پہلا آدمی ٹھٹکا اس نے تحریر پڑھی۔ بے خیالی کے انداز میں ڈانے ہلائے اور آگے بڑھ کر دوسرے کمرے سے باہر نکل گیا۔ پھر یکے بعد دیگرے سفید نقطے سفر کرتے رہے۔ میری آنکھوں میں فخر و انبساط کی کیفیت تھی۔ ایک بھی سیاہ نقطہ نہیں گزرا تھا۔ اس طرح میرے دل کی مضبوطی بھی بڑھتی جا رہی تھی۔ یہ سب میرے وفاداروں کا انجمن تھی۔ بھلا کون ایسا تھا جس کے دل میں میرے لیے کوئی کھوٹ ہو لیکن پھر ذہن کو ہلکا سا جھٹکا لگا۔ انسان کو کبھی غور نہیں کرنا چاہیے۔ اپنے کسی عمل پر ابھی چند لمحات قبل میں فتح مندانہ انداز میں یہی سوچ رہا تھا کہ خود جالب پر میری شخصیت کے اچھے تاثرات مرتب ہوں گے اسے یہ احساس ہو گا کہ میں کتنا ہر دلعزیز انسان ہوں، میرے وفاداروں میں کوئی بھی مجھ پر کسی قسم کی بد اعتمادی کا اظہار نہیں کرتا وہ سب مخلص ہیں۔ میرے لیے جان دینے والے چیکا س برادرز کو بھی ایک ایک کر کے گزار دیا گیا تھا۔

لیکن پھر ایک شخص جو کمرے میں داخل ہوا اس نے وہ تحریر پڑھی اور ٹھٹک گیا مسکرایا اور آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا لیکن اسکرین پر اب ایک سیاہ نقطہ سفر کر رہا تھا خود جالب بھی آنکھیں پھاڑنے لگا تھا۔ میں نے اس شخص کو دیکھا۔ چار سو گیارہ کا آدمی تھا اور رشید ناگی کے تحت کام کرتا تھا۔ نام امتیاز احمد تھا۔ ہم نے خوب غور سے اسے دیکھا۔ جالب خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا تھا۔ بالآخر وہ سیاہ نقطہ اسکرین سے گزر گیا، لیکن اس کے بعد بہت دیر تک یہ سلسلہ جاری رہا تھا اور کسی نقطے پر کوئی سیاہی نہیں آئی تھی۔ میرے دل میں شدید غلش پیدا ہو گئی تھی۔ ناگی اس دوران ہمارے پاس نہیں آیا تھا بلکہ انہی لوگوں کو کنٹرول کرتا رہا تھا۔ غرضیکہ آخری آدمی بھی کمرے سے گزر گیا اور اس کے بعد خود ناگی نے بھی یہی سفر کیا۔ نعمان پھیکے سے انداز میں مسکرانے لگا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

”اس ایک نقطے کے علاوہ اور کوئی سیاہ نقطہ نظر نہیں آیا۔“

”ہاں۔“ میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

اس کے بعد یہ دلچسپ کھیل ختم ہو گیا۔ چار سو گیارہ نمبر والے چار سو گیارہ میں پلے گئے اور ہم لوگ اپنا ساز و سامان سمیٹنے لگے۔ رشید ناگی مسکراتا ہوا میرے پاس آ گیا۔

نے دوسرے کمرے میں وہ مشین لے جا کر رکھوائی اور اسکرین کو اس تصویر کے زیرِ نصب کرنے لگا۔ وہ تار البتہ نہیں چھپائے جاسکے تھے جو اسکرین سے گزرتے ہوئے دوسرے کمرے کی کھڑکی سے نکال کر مشین سے منسلک کیے گئے تھے لیکن ان کا اتنا زیادہ چھپانا بھی ضروری نہیں تھا۔ بس اتنا ہی کافی تھا کہ آنے والا اس تحریر کو پڑھے اور دوسرے دروازے سے باہر نکل جائے، ظاہر ہے کسی کو کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ تمام انتظامات مکمل کر لیے گئے۔

پھر ناگی مجھ سے اجازت لے کر وہاں سے چلا گیا۔ ہم لوگوں نے ایک طریقہ کار متعین کر لیا۔ یہ بھی اندازہ لگانا تھا کہ اگر کوئی بلیک پوائنٹ ہے تو وہ کون ہو سکتا ہے۔ اس کے لیے برابر کے کمرے کی وہ کھڑکی کھول لی گئی تھی۔ جس سے دوسرے کمرے میں دیکھا جاسکتا ہے۔ میں اور جالب کرسیوں پر مشین کے سامنے بیٹھ گئے اور ناگی کا انتظار کرنے لگے۔ اس دوران میں جالب سے مشین کے بارے میں مزید تفصیلات حاصل کرتا رہا۔ اس نوجوان کے ذہن میں اس مشین کے علاوہ اسی شعبے سے متعلق دوسرے منصوبے بھی تھے۔ میں نے اس سے کہا کہ وہ اس ضمن میں اپنے ان خیالات کو وسعت دے اور ایک پورا پروجیکٹ تیار کرے جس میں وسیع پیمانے پر اس سلسلے میں کام ہو سکے۔ بہت سے نئے آئیڈیے میں نے اسے دیے اور اس نے خلوص دل سے انہیں سراہا۔

ناگی نے ٹرانسمیٹر پر ہمیں اطلاع دی کہ وہ اپنا کام مکمل کر چکا ہے۔ چار سو گیارہ میں ہر طرح کا کام بند کر دیا گیا ہے اور وہ خفیہ راستہ کھل گیا ہے جس سے لوگ ادھر آ رہے ہیں۔ خود اس کو ٹھی میں جتنے افراد ہیں سب کو جمع کر لیا گیا ہے۔ غرضیکہ اس دلچسپ تماشے کا صرف آغاز ہونا تھا۔ ناگی نے سینما کے ٹکٹوں جیسی لائن اس کمرے کے دروازے کے باہر بنا دی۔ تمام لوگ حیرت و دلچسپی کا شکار تھے اور یہ جاننا چاہتے تھے کہ یہ ہو کیا رہا ہے۔ یہاں تک کہ سعید خان وغیرہ کو بھی اس پریڈ میں شامل کر لیا گیا تھا۔ کمرے کو پوری طرح مکمل کر لیا گیا تھا۔ کیفیت یہ تھی کہ اب ایک ایک آدمی کو اندر داخل ہونا تھا اور دوسرے دروازے سے باہر نکل جانا تھا۔ اس دوسرے دروازے سے باہر نکل کر اسے ہدایت کر دی گئی تھی کہ وہ کمرے سے نکل جائے اور اپنے کام میں مصروف ہو جائے۔

کمرے میں اسکرین سے روشنی منتقل ہو رہی تھی اور واقعی ایک عجیب سی فضا محسوس

رشید ناگی پر جوش ہو گیا اس نے کہا۔ ”چیف‘ پھر تو فوری طور پر امتیاز احمد کا پوسٹ آرٹم ہو جانا چاہیے۔ اصل میں یہاں کسی رعایت کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ ہمیں مذاق ہی مذاق میں ایک ایسی حقیقت معلوم ہوئی ہے جو ہمارے لیے موت کا سبب بن سکتی ہے۔ اس وقت جب میں جالب کو یہاں لایا تھا۔ میرے ذہن کے کسی گوشے میں یہ تصور بھی نہیں تھا کہ یہ مشین عملی طور پر ہمیں کوئی ایسا فائدہ پہنچا سکتی ہے لیکن اب میں خوش ہوں کہ ہم اسے ایک بہترین مصروف میں لارہے ہیں۔“

”تم جذباتی ہو گئے ناگی۔“

”سمجھا نہیں چیف۔“

”میں تمہارے چہرے کے عضلات میں کچھ عجیب سی کیفیات محسوس کر رہا ہوں۔“

”جی مجھے ذہنی جھٹکا لگا ہے۔ وہ ہم سے اتنا قریب ہے۔ ہماری عظیم الشان تجربے گاہ میں وہ ہر جگہ آ جاسکتا ہے۔ وہ کیا ہے‘ اس کے دماغ میں کیا ہے وہ کس کا آلہ کار ہے۔ وہ کس کس کو ہمارے بارے میں تفصیلات بتا چکا ہے‘ یہ ساری چیزیں معلوم ہونا بے حد ضروری ہیں۔ چیف میں تو یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جس طرح قدرت غیب سے ہماری رہنمائی کرتی رہی ہے اسی طرح مسٹر جالب کا انتخاب اور ان کے لیے جو عمل کیا گیا اور اس کے نتیجے میں ہمیں جو کچھ حاصل ہوا قدرت ہی کی طرف سے ایک انعام ہے۔“

”اس میں کوئی شک نہیں ہے ناگی تم نے جو کچھ جالب کے ساتھ کیا انہوں نے ایک لمحے میں ہمیں سودور سود واپس کر دیا۔“

”نہیں آپ نے میری زندگی کی وہ سب سے بڑی خواہش پوری کر دی جس کے بارے میں میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ اس زندگی میں کبھی نہ کرپاتا۔ بہر حال میری خدمات ہر طرح حاضر ہیں۔ میں اس مشین کے آپریٹر کی حیثیت سے زندگی بھر آپ کے لیے خدمات انجام دے سکتا ہوں یا اگر آپ اس کے علاوہ بھی کچھ اور پسند کریں تو میں اس کے لیے حاضر ہوں۔“

”ہمارے پروگراموں میں بڑی وسعتیں ہیں جالب۔ ابھی اس کی تفصیلات بیکار ہیں لیکن تم جیسے لوگ آپریٹر بن کر زندگی گزارنے کے لیے پیدا نہیں ہوتے۔ تمہیں اس مشین کو بہت وسیع پیمانے پر دوبارہ تیار کرنا ہوگا اس کے لیے تمہیں اپنے ساتھ کچھ اور

اس نے میرا چہرہ دیکھا اور اس کی پیشانی شکن آلود ہو گئی۔ اس نے مشکوک نگاہوں سے ہمیں دیکھا اور بولا۔

”کیا اسکرین پر سیاہ نقطے بھی نمودار ہوئے؟“

”صرف ایک ناگی صاحب۔“

ناگی ہونٹ سکوڑ کر رہ گیا۔ اس کی آنکھوں میں تشویش کی پرچھائیاں نظر آئی تھیں۔ اس نے جھل سی نگاہوں سے مجھے دیکھا پھر مدھم لہجے میں بولا۔

”کون ہے وہ چیف؟“

”امتیاز احمد۔“

رشید ناگی نے پر خیال نگاہوں کو مشین پر جما کر امتیاز احمد کے بارے میں سوچا پھر کسی قدر الجھے ہوئے سے انداز میں بولا۔

”یہ نوجوان بیروزگار تھا۔ باصلاحیت تھا۔ میں نے اسے لیکن غلطی ہو سکتی ہے۔“

”البتہ ناگی صاحب میری اس مشین سے غلطی نہیں ہو سکتی۔ آپ جو کچھ سوچیں

بس اس انداز میں سوچیں کہ آپ کے ہاں ایک نیگیٹو موجود ہے۔“

”یہ اعتماد قابل تحسین ہے جالب۔“ میں نے پر اعتراف لہجے میں کہا۔

رشید ناگی گہری سانس لے کر ہمارے قریب ہی بیٹھ گیا تھا۔

”چیف مجھے تعجب ہے کہ میں دھوکا کھا گیا۔ نجانے اس کے ذہن میں کیا ہے؟ ہاں

جالب تمہارا کہنا ہے کہ تم اپنی اس مشین کے ذریعے کرپے کرپے کھول سکتے ہو۔ کیا یہ ممکن ہے

کہ ہم امتیاز احمد کے دماغ سے وہ سیاہی حاصل کر سکیں جو اس کے دماغ میں موجود ہے؟“

”آپ یہ سوال کر رہے ہیں ناگی صاحب‘ مشین کے دو ہی تو پہلو ہیں۔ مشکوک

شخصیت کو تلاش کرنا اور اس کے بعد اس کی ذہنی گہری کھول لینا۔ البتہ اس کے لیے

اسے ہمارے پاس آنا ہوگا۔ دراصل دانش صاحب جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے کہ

پولیس کے لیے یہ مشین خصوصی طور پر اسی لیے کارآمد ہے کہ وہ اس کے ذریعے لازم

مجرم کی زبان کھلوا کر جرم کی تمام حقیقتیں معلوم کر سکتی ہیں۔ وہ سیاہ نقطہ وسعتیں اختیار

کر لے گا اور اس مشین کا دوسرا عمل اس شخص کو مکمل طور پر سچ بولنے پر آمادہ کر دے

گا۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ اس کے بعد اس کا رد عمل کیا ہو۔“

ذہن سائنس دانوں کو شامل کرنا ہو گا۔ ہمارے پاس نوجوانوں کی کمی نہیں ہے۔ انہی میں سے چند کو تم آپریٹر کے طور پر ٹریننگ دے سکتے ہو۔“

”میرے ذہن میں بھی یہی خواہش ہے جناب میں اس میں مزید کوششیں کرنا چاہتا ہوں تاکہ یہ اور موثر ہو سکے۔ ویسے اگر آپ پسند کریں تو اس شخص کا ذہنی تجزیہ کر لیں تاکہ ہم حقیقتوں کو شناخت کر سکیں اور اس مشین کی افادیت بھی مکمل طور پر آپ کے علم میں آجائے۔ آپ اس کے دوسرے پورشن کو بھی دیکھ لیں۔“

”تمہارا طریقہ کار کیا رہتا ہے؟“ میرا مطلب ہے ماں اور بہنوں کے ساتھ بھی تو تمہیں وقت دینا ہوتا ہو گا۔“

”جی سر اس کے لیے ناگی صاحب ہی نے میرا طرز عمل متعین کیا ہے۔“ میں نے سوالیہ نگاہوں سے ناگی کی طرف دیکھا۔

”قیمتی ہیروں کو دنیا کی نگاہوں سے بچا کر رکھنا ضروری ہوتا ہے چیف۔ میں نے جالب نعمان کے ساتھ بھی یہی طرز عمل اختیار کیا ہے۔ یہ ایک فلیٹ میں رہتے ہیں۔

درمیانہ طرز زندگی ہے ان کا، تاہم ان کی تمام ضرورتیں ان کی پسند اور خواہش کے مطابق پوری ہو رہی ہیں۔ ہماری ایک فرم میں یہ کلرک کی حیثیت سے اپائنٹ کیے گئے ہیں۔ معمولی سی قمیص پتلون میں بس میں سوار ہو کر یہ عام آدمی کی حیثیت سے اپنی اس فرم میں پہنچتے ہیں۔ جہاں ان کے لیے ایک سیٹ مخصوص ہے۔ فرم میں انہیں آؤٹ ڈور

کلرک کی حیثیت دی گئی ہے۔ مختلف امور کے سلسلے میں انہیں وہاں کی سرکردہ شخصیتوں سے ہدایات ملتی ہیں اور ان ہدایات کے ساتھ یہ وہاں سے باہر نکل آتے ہیں پھر یہ اپنی اس لیبارٹری میں پہنچ جاتے ہیں جو ایک مکان میں بنائی گئی ہے۔ وہاں ان کا نعم البدل

موجود ہوتا ہے اور جو آؤٹ ڈور کام ان کے سپرد کیے جاتے ہیں۔ وہ ان کی تکمیل کرتا ہے جبکہ مسٹر جالب اپنی اس لیبارٹری میں پہنچ کر سات آدمیوں کے ساتھ اپنے کام کا آغاز کر دیتے ہیں۔ وہاں ان کی حیثیت ایک انچارج کی سی ہوتی ہے۔ وہاں وہ اپنے مخصوص وقت

تک اپنا کام کرتے ہیں اور اس دوران ان کا نعم البدل وہ ذمہ داریاں پوری کر کے واپس آکر اس فرم کے آفس پہنچتے ہیں اور وہاں اپنی کارکردگی پیش کر دیتے ہیں۔ بس اس کے بعد ان کی چھٹی ہو جاتی ہے۔ چونکہ یہ کام کرنے کے شوقین ہیں اس لیے چھٹی کے بعد

گھر پہنچتے ہیں اور تفریحی انداز میں باہر نکل آتے ہیں پھر خفیہ طور پر اپنی لیبارٹری میں پہنچ جاتے ہیں۔ وہاں جب تک ان کا دل چاہتا ہے کام کرتے ہیں۔ اصل میں یہ طریقہ کار اس لیے اختیار کیا گیا ہے کہ ان کی شخصیت پوشیدہ رہے اور انہیں تحفظ بھی حاصل رہے۔ ہم

اپنے ان دشمنوں کو نظر انداز نہیں کر سکتے جو ہم پر کڑی نگاہ رکھتے ہیں۔“

میں نے گردن ہلائی۔ رشید ناگی ایسے ہی ناقابل یقین کارنامے سرانجام دیتا تھا لیکن اس وقت بے چارہ خاصا بددل نظر آ رہا تھا۔ مجھ سے کہنے لگا۔

”چیف آپ کی ہدایت اگر نہ بھی ہو تب بھی آپ سے درخواست کروں گا کہ امتیاز احمد کا تجزیہ فوری طور پر کر لیا جائے۔ ہمیں علم تو ہو کہ ہمارے درمیان جو کالی بھیڑ موجود ہے وہ کہاں تک اپنا عمل کر چکی ہے اور اس نے کس کے ایما پر یہ سب کچھ کیا ہے۔ چیف

ہری خواہش ہے کہ اس سلسلے میں تساہل نہ برتا جائے۔“

”تمہیں اختیار ہے جیسا مناسب سمجھو کرو، میں تمہارے راستے کب روکتا ہوں۔“

”جالب آپ تیاریاں کریں۔ میں اس شخص کو لے کر آتا ہوں۔“

ناگی باہر نکل گیا اور جالب نے مشین کو درست کرنا شروع کر دیا۔ یہ جادو کا پٹارا درحقیقت بڑا کارآمد تھا اور اگر اس کی کارکردگی واقعی اتنی ہی شاندار ہے تو خود میرے ذہن میں یہ تصور موجود تھا کہ اس سے عظیم الشان کام لیے جاسکتے ہیں۔ درحقیقت یہ

مشین اس جزیرے کی چیز تھی جس کا آئیڈیا ہمارے ذہنوں میں موجود تھا۔

جالب برق رفتاری سے اپنے کام کی تکمیل کر کے فارغ ہو گیا پھر کچھ دیر کے بعد ناگی امتیاز کے ساتھ اندر داخل ہوا۔ ”دوستانہ انداز میں اس سے گفتگو کرتا ہوا آ رہا تھا۔ اس نے امتیاز کو یہ احساس نہیں ہونے دیا تھا کہ کوئی اہم بات ہو گئی ہے۔ اندر آکر اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

”مسٹر امتیاز اس بات پر حیران ہیں کہ آج کے اس کھیل کی کیا نوعیت تھی۔ بہتر یہ ہو گا کہ آپ بھی اس سلسلے میں کچھ تفصیلات بتا دیں۔“

”بیٹھو امتیاز۔“ میں نے بے تکلفی سے اس نوجوان کو دیکھ کر کہا۔ اچھی شکل و صورت کا مالک، بھرے بھرے جسم والا وہ میرے اشارے پر متوجہ سا ایک کرسی پر بیٹھ گیا جسے جالب نے خصوصی طور پر مشین کے بالکل سامنے رکھا تھا۔ اس نے مجھے وہ طریقہ

کار بھی بتا دیا تھا جس کے تحت امتیاز احمد کی شخصیت کھل کر سامنے آتی۔ جالب نے کہا۔
 ”امتیاز یہ ایک دلچسپ مشین ایجاد کی ہے ہم نے..... اور خصوصی طور پر آپ کو اس بارے میں بتانا چاہتے ہیں کیونکہ آپ کے اندر وہ خصوصی صلاحیتیں موجود ہیں جو کسی دوسرے کی چیز کی نوعیت کو سمجھ سکیں۔ اب دیکھئے اس مشین میں یہ لینس کسی کمرے کے لینس کے مانند ہے۔ میں اسے آپ پر فوکس کرتا ہوں اس کے بعد آپ ذرا اس کا فلکشن دیکھیں اور پھر ہمیں بتائیے کہ یہ آپ کو کیسا لگا۔“

امتیاز کی نگاہیں بے اختیار ہی اس لینس کی جانب اٹھ گئیں۔ جو ابھی چند لمحات قبل ہی جالب نعمان نے مشین سے برآمد کیا تھا۔ اس نے اسے فوکس کیا اور اس کے بعد اچانک لینس روشن ہو گیا۔ نیلے رنگ کی ایک ٹھوس شعاع امتیاز کی پیشانی پر پڑی اور اس کی آنکھیں ساکت ہو گئیں۔ حالانکہ اس کا چہرہ ایک نیلے دائرے کی زد میں آ گیا تھا اور روشنی براہ راست اس کی آنکھوں پر پڑی رہی تھی۔ وہ خاص چمکدار نہیں تھیں بلکہ اس میں مخصوص قسم کے ٹھوس ذرات گردش کر رہے تھے لیکن پھر بھی اتنی تیز ضرورت تھی کہ آنکھیں بند ہو جائیں لیکن امتیاز احمد کی آنکھیں بند نہیں ہوئی تھیں۔ البتہ اس کا جسم دو تین بار کھسکا تھا اور اس کے بعد وہ پتھرا گیا تھا۔ جالب نے اس عمل کے بعد نیچے کے چند بٹن آن کیے اور پھر وہ سفید اسکرین روشن ہو گئی جو پہلے سے نظر آرہا تھا۔ جالب نے آہستہ سے کہا۔

”آپ کا نام کیا ہے؟“

”اسکرین پر تحریر آگئی۔“ امتیاز احمد۔

”والد کا نام؟“

”ریاض احمد۔“ اسکرین پر فوراً ہی امتیاز احمد کے دماغ سے موصول شدہ جواب تحریر ہو گیا۔

”تعلیم کہاں تک حاصل کی؟“

”گریجویٹ۔“

”امتیاز احمد صاحب کیا آپ دانش منصور کے خلاف کوئی نفرت رکھتے ہیں۔“

”نہیں۔“

”لیکن آپ دانش منصور کے مفادات کے خلاف کام کر رہے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟“

”فلیکس رابنس اور شیریں رابنس۔“ اسکرین پر تحریر ابھری میں اور ناگی چونک پڑے۔ نعمان نے کہا۔

”یہ کون لوگ ہیں؟“

”میں انہیں ان کے ناموں سے جانتا ہوں۔ وہ کسی مغربی ملک کے باشندے ہیں۔“

”آپ سے ان کا تعارف کیسے ہوا؟“

”ایک رستوران میں۔ اس وقت جب میں اپنی محبوبہ کے ساتھ بیٹھا چائے پی رہا تھا۔ انہوں نے مجھ سے ملاقات کی تھی۔“

”اس کے بعد کیا ہوا؟“

”فلیکس رابنس نے مجھے اپنے ہوٹل میں مدعو کیا۔ مقررہ وقت پر میں نہ چاہنے کے باوجود تنہا اس کے پاس پہنچ گیا اور پھر نہ جانے کیا ہوا۔ اس نے مجھ سے طرح طرح کے سوالات کیے۔ میں نے اسے جواب دیے۔ یہ سوالات دانش منصور کے بارے میں تھے۔ وہ جانتا تھا کہ میں دانش منصور کا ملازم ہوں۔ اس نے یہاں کے بارے میں بہت سی باتیں معلوم کی ہیں۔ مجھے جو کچھ معلوم ہوا ہے میں اسے بتائے دیتا ہوں۔“

جالب نے ہماری طرف دیکھا۔ ہم دونوں ہی مضطرب تھے۔ ناگی نے کہا۔ ”اس سے پوچھو یہ کیا کیا بتا چکا ہے؟“

”غور کرو سوچ کر بتاؤ تم اسے کیا کیا بتا چکے ہو؟“

”اس نے مجھ سے پوچھا تھا دانش منصور کون ہے؟ تو میں نے اسے بتایا کہ وہ بہت بڑا سرمایہ دار ہے۔ وہ بے شمار منصوبے چلا رہا ہے۔ جب وہ ملک سے باہر ہوتا ہے تو اس کا ساتھی اس کی شکل میں یہاں ہوتا ہے اور سارا نظام سنبھالتا ہے۔ اس نے پوچھا کہ وہ اور کیا کرتا ہے میں نے اسے ان دونوں کو ٹھپوں کی تفصیلات بتا دیں۔ میں نے اسے یہاں کام کرنے والے تمام لوگوں کے بارے میں بتا دیا۔“

ناگی کا چہرہ بگڑ گیا تھا۔ اس نے کہا۔ ”اس کا مطلب ہے کہ ہمارے بہت سے راز باہر پہنچ چکے ہیں۔“

”جالب اس سے پوچھو کہ یہ کتنے عرصے سے فلیکس رائس کے لیے کام کر رہا ہے؟“ جالب کے سوال کے جواب میں اس نے کہا۔

”ستائیس دن ہو گئے۔“

”صرف ستائیس دن۔“

”ہاں۔“

”کیا اس سے قبل بھی تم دانش منصور کے خلاف کام کر چکے ہو؟“

”نہیں۔“

”تم ان سے کہاں ملاقات کرتے ہو؟“

”پیرل کانٹی نینٹل ہوٹل کے کمر نمبر نو اسی میں۔“

”روزانہ۔“

”نہیں۔ منگل کو آٹھ بجے۔“

”اس کے ساتھ اور کون ہوتا ہے۔“

”صرف شیریں رائس۔“

”کیا فلیکس رائس کی بیوی ہے؟“

”نہیں بیٹی۔“

”میں نے گردن ہلا کر ہاتھ اٹھا دیا۔ اس سے زیادہ اور کیا پوچھا جاتا۔“

تب جالب بولا۔

”اسے مزید یہاں روکنا ہے؟“

”نہیں۔“

”یہ واقعات مکمل طور سے اس کے ذہن سے صاف کر لے ہیں۔“

”ہاں۔ ایسا ہو جائے تو اچھا ہے۔“ میں نے کہا۔ جالب نے امتیاز کو یہی حکم دیا۔

اس کے تحت وہ واقعات امتیاز کے ذہن سے خارج کر دیے گئے جن میں وہ ناگی کے ساتھ

یہاں آیا تھا۔ اب وہ اپنے وقت کو وہیں سے شروع کرتا جہاں سے ناگی نے اسے حاصل کیا

تھا۔ جالب کی ہدایت کے مطابق وہ کمرے سے نکل گیا۔

”اس کا سحر وہیں جا کر ٹوٹے گا جہاں وہ ناگی صاحب سے ملاقات سے پہلے موجود

تھا۔“ جالب نے کہا۔

ناگی اور میں خاموش رہے تھے۔ ہم دونوں سوچ میں گم تھے۔ اس میں کوئی شک

نہیں تھا کہ یہ ایک فکر انگیز مرحلہ تھا۔ حالانکہ ناگی صرف اس مشین کی کارکردگی دکھانے

کے لئے جالب کو یہاں لایا تھا لیکن جو کارکردگی اس مشین نے پیش کی تھی اس نے چھکے

ہزار دیے تھے۔ میں نے کچھ دیر کے بعد کہا۔

”ناگی، اب اس مشین کے لیے کیا سوچا ہے؟“

”اسی کے بارے میں سوچ رہا تھا چیف۔ میرے خیال میں اس کی حفاظت ضروری

ہے۔ اس کے علاوہ چار سو گیارہ میں بھی کچھ ضروری کارروائیاں کرنی ہوں گی۔“

”جالب کی والدہ اور بہنوں کو ان کے فلیٹ سے ہٹا دو۔“ انہیں نازاں باجی کے ہاں

نقل کردہ میں انہیں فون کروں گا۔

”بہتر ہے۔“

”جالب تم اس مشین کے ساتھ یہیں قیام کرو۔ ناگی انتظام کر لیں تو اپنے گھر والوں

کو فون کرو۔ میں انہیں تحفظ کے خیال سے اپنی بہن کے پاس بھجوا رہا ہوں وہاں سب

ان کی خبر گیری رکھیں گے۔“

رشید ناگی نے جالب نعمان کے لیے یہاں بندوبست کیا۔ اوہر میں الیاس بھائی کی

رائش گاہ فون کرنے لگا۔ بھابی نے فون ریسپونڈ کیا تو میں نے ان سے کہا کہ میں چند مہمانوں

کو بھیج رہا ہوں۔ ذرا ان کی پذیرائی کریں۔ بھابی نے خلوص سے اقرار کیا تھا۔ میں نے

آصف نور کی ڈیوٹی لگائی کہ وہ ان مہمانوں کو لے آئے۔ اس کے بعد میں نے جالب سے

کہا کہ وہ اپنی والدہ کو فون کرے اور انہیں بتائے کہ تمام لوگ آصف نور نامی شخص کے

ساتھ چلے آئیں کچھ ضروری کام ہے۔ جالب نے میری ہدایت کے مطابق یہ کام کر دیا پھر

جب ہمیں جالب کی والدہ کے منتقل ہونے کی اطلاع مل گئی تب ہم نے سکون کا سانس لیا۔

”اصل میں جالب میں خطرے پالنے کا عادی نہیں ہوں بلکہ انہیں ختم کر کے آگے

بڑھانا پسند کرتا ہوں۔“

”دانش منصور کا ہر قدم قابل تقلید ہوتا ہے کیونکہ وہ کامران ہے۔ مجھے اندازہ ہے

کہ اب یہ حصہ محفوظ ہو گیا ہے۔“

کے بارے میں تفصیلات بتاؤ؟

”چیف آپ میک اپ میں پرل کانٹی نینٹل میں مقیم ہو جائیں اور ایسی شخصیت کا مظاہرہ کریں جس سے شیریں رائنس جیسی لڑکیاں متاثر ہو جائیں۔ پہلے ان لوگوں سے ٹھوڑی بہت واقفیت حاصل کریں اس کے بعد ان لوگوں پر ہاتھ ڈالنا مناسب ہو گا۔ دوسری طرف آپ کے میک اپ میں ایک آدمی اعجاز شامی یہاں موجود رہے گا۔ وہ آپ کی یہاں کی غیر موجودگی کی جگہ کو پر کرے گا۔ سفید بھی آپ کے میک اپ میں ہو گا۔ اس طرح دو دانش منصور ہو جائیں گے اور ہمارا کام بھی آسان ہو جائے گا۔“

رشید ناگی تو اپنے کام کی تکمیل کے لیے چلا گیا۔ میں آنے والے وقت کے لیے خود کو تیار کرنے لگا۔ بظاہر ہمارے درمیان گفتگو گفتگو ہوئی تھی لیکن اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ ان واقعات کی سنگین نوعیت نظر انداز نہیں کی جاسکتی تھی۔ آج تک چار سو گیارہ کو بہترین تحفظ حاصل رہا تھا اور اس کی کہانی باہر نہیں پہنچی تھی لیکن جو انداز اختیار کیا گیا تھا وہ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ بات معمولی نہیں ہے۔ بہر حال اس سلسلے میں کام کرنا تھا۔

رخسار کی یاد آئی اسے آگاہ کر دینا ضروری تھا اب جب بھی اس کا جی چاہتا تھا بے دھڑک چلی آتی تھی چنانچہ میں نے رخسار سے رابطہ قائم کیا۔ ویسے کامران غزنوی کی رہائش گاہ میں میرے فون کی فوری پذیرائی ہوتی تھی۔ ذہنی طور پر میں اس بات سے متفق ہو گیا تھا کہ یقینی طور پر غزنوی خاندان کے یہ نوجوان کسی گہری منصوبہ بندی میں مصروف ہیں ورنہ میری اس شدت سے مخالفت اور اس کے بعد رخسار کو یہ آزادی، آسان کام نہ ہوتی۔ میں نے رخسار سے بھی اس سلسلے میں بات کی تھی اور وہ کسی قدر الجھ گئی تھی۔

”اس سلسلے میں میں نے اپنے پیور ہمیشہ خراب رکھے۔ ڈیڈی اور می مجھ سے ہمیشہ خوفزدہ رہتے ہیں کیونکہ میں ذرا مختلف طبیعت کی مالک ہوں۔ ہمارے گھر پر اگر کوئی انتہا پسند مسلط تھا تو وہ دادا جان تھے۔ باقی لوگ خاصی حد تک نارمل ہیں۔ رومانہ باجی نے جو آگ لگائی تھی اس کے شعلے کچھ دیر بھڑکے اور اس کے بعد سرد ہو گئے۔ میں پہلے بھی ایک بات کہہ چکی ہوں فیصل۔ وہ یہ کہ وہ لوگ تمہاری دانش منصور کی حیثیت سے تھوڑے سے خوفزدہ ہیں۔ انہیں اس بات کا پوری طرح علم ہے کہ تمہارے وسائل لا محدود ہیں اگر وہ کسی طرح تمہارے مقابلے پر آتے ہیں تو انہیں خطرات درپیش ہوں

”اب تم سکون سے آرام کرو۔ یہاں تمہیں اس مشین کے ساتھ مکمل تحفظ حاصل ہے۔“ اس کے بعد میں رشید ناگی کو ساتھ لے کر کمرہ مشاورت میں آ بیٹھا۔

”معاملہ بہت سنگین ہے ناگی، جن لوگوں نے اتنی کامیاب کوشش کی ہے وہ معمولی لوگ نہیں ہوں گے۔ ہم ابھی ان کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے۔ ہمارے ہی ایک آدمی کو اس طرح رائنس میں لے کر اسے ہم سے باغی کر دینا اور اس کے بعد اتنی کامیابی سے ہمارے بارے میں معلومات حاصل کرنا، معمولی لوگوں کا کام نہیں لگتا۔ ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ وہ کتنے افراد ہیں اور انہوں نے ہمارے خلاف مزید کیا کارروائیاں کر رکھی ہیں چنانچہ عام انداز میں ان پر ہاتھ ڈالنا مناسب نہیں ہو گا۔ ویسے تو ہم ان پر قابو پاسکتے ہیں لیکن اصل میں ہمیں یہ معلومات حاصل کرنا ہوں گی کہ ہمارے بارے میں یہ تفصیل کہاں تک پہنچ چکی ہے۔“

رشید ناگی کچھ سوچنے لگا پھر یک بہ یک اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا تو وہ بولا۔ ”طریقہ کار بہت پرانا ہے۔ لیکن اب کیا کیا جائے کہ انسانی فطرت اور مزاج یکساں ہوتے ہیں۔ چیف بڑا فرسودہ سا خیال ہے لیکن کامیابی کے امکانات ہو سکتے ہیں۔ اصل میں اگر وہ پیناٹ نہ ہوتا تو ہم یہ آسانی اس پر ہاتھ ڈال سکتے تھے لیکن اب اس کے بارے میں تھوڑی سی معلومات حاصل کرنا ضروری ہے اور اس کے لیے میرے خیال میں شیریں رائنس مناسب رہے گی۔ وہ اس طرح کہ یورپین صاحبزادیاں بہت آزاد مزاج ہوتی ہیں۔ بشرطیکہ کوئی انہیں متاثر کرنے میں کامیاب ہو جائے۔“ رشید ناگی کی بات سمجھ کر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

”تم ان دنوں خاصے رومان پسند ہو گئے ہو۔“ ناگی بری طرح جھینپ گیا۔

”نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے ایک خیال ذہن میں آیا اور یہ تجویز پیش کر دی ہے۔“

رشید ناگی کے اس طرح جھینپے ہوئے انداز میں بولنے پر میرے بے شمار قہقہے آزاد ہوئے۔ وہ بھی میرے ساتھ ہنس رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

”جو کچھ کریں گے آپ ہی کریں گے۔ میں نے اپنی خدمات تو نہیں پیش کیں۔“

میں پھر ہنس پڑا۔ ”بھئی بہت دلچسپ آدمی ہو اچھا تو پھر ارادہ کیا ہے ذرا مجھے اس

”حالانکہ مجھے اس بات کا افسوس ہے میں تو یہ چاہتا تھا کہ وہ مجھ سے محبت کریں اور اس محبت کے تحت مجھے اپنے دل میں جگہ دیں، لیکن آنے والا وقت شاید میری اس خواہش کی بھی تکمیل کر دے۔“ رخسار کو اس وقت میں نے فون پر بتایا کہ میں چند روز کے لیے مصروف ہو رہا ہوں اس دوران وہ کو بھی کا رخ نہ کرے۔

”ملک سے باہر جا رہے ہو؟“

”نہیں شہر سے باہر جا رہا ہوں۔ کچھ بہت ضروری مصروفیات ہیں۔ جو کچھ میں کر رہا ہوں اسی سلسلے کی چند ذمہ داریوں میں سے ایک ذمہ داری نکل آئی ہے۔“

”واپسی کب تک ہو جائے گی؟“

”جو نہی واپس آیا سب سے پہلے تمہیں اطلاع دوں گا۔“

”اللہ نگہبان۔“ رخسار نے پر خلوص انداز میں کہا۔ چند مزید باتوں کے بعد میں نے فون بند کر دیا۔

رشید ناگی اپنے کام سے نکل گیا تھا۔ فرصت کے یہ لمحات بہت سی سوچوں کا مرکز بن گئے اور میں سوچوں میں گم ہو گیا پھر جب رشید ناگی آیا تو میں بالکل مطمئن تھا اور اپنے نئے کام کے لیے تیار۔ ناگی نے اپنے مطلب کے بے شمار افراد حاصل کر لیے تھے چنانچہ اس وقت بھی دو افراد کے ساتھ آیا ان میں سے ایک وہ تھا جسے میرے میک اپ میں آکر میری شخصیت کو سنبھالنا تھا دو سرا وہ جسے میرے چہرے اور دوسرے شخص کے چہرے پر میک اپ کرنا تھا چنانچہ وہ اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔

ناگی اس کام کی نگرانی کرتا رہا تھا۔ ماہر میک اپ مین نے جدید ترین ساز و سامان کے ساتھ میرے چہرے پر مہارت سے ماسک بنانی شروع کر دی۔ ناگی نے اس سے میرا تعارف کراتے ہوئے بتایا کہ اس شخص کو بہترین میک اپ مین ماہروں سے تربیت دلائی ہے اور اب یہ چہرے بدلنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ اس کے پاس جو ساز و سامان ہے وہ براہ راست جرمنی، فرانس اور انگلینڈ سے امپورٹ کیا گیا ہے اور پلاسٹک سرجری وغیرہ میں استعمال ہوتا ہے۔

گویا یہ عام قسم کا میک اپ نہیں تھا۔ ناگی زمانہ ساز تھا اور ہر چیز کے پہلو کو سمجھتا تھا

چنانچہ مجھے اپنے آدھے بدن پر میک اپ کرانا پڑا اور جب چہرے کے علاوہ جسم کے میک اپ کی نوبت آئی تو میں اس تصور سے جھینپ گیا جس کی بنا پر رشید ناگی نے میرے جسم تک کا میک اپ کرایا تھا۔ رشید ناگی نے ان لمحات کو نظر انداز کیا تھا پھر میں اپنے کام سے فارغ ہو گیا۔ آئینہ میرے سامنے تھا اور یہ ایک حقیقت ہے کہ جو کچھ اس میک اپ مین نے مجھے بنا دیا تھا۔ یہی ہونے کی آرزو ایک لمحے کے لیے میری دل میں جاگ اٹھی۔ مشرقی چہرہ لیکن اتنا پرکشش کہ بس ایک نظر دیکھنے کے بعد نگاہ ہٹانا مشکل ہو جائے۔ میک اپ مین نے بالا آخر میرے چہرے پر آخری اسپرے کیا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ یہ میک اپ اتار کس طرح جاسکتا ہے تو اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”سر اس سے مکمل نجات کے لیے بھی تین دن درکار ہوں گے۔ یہ مرحلے وار اتارا جاسکتا ہے اور کسی بھی قسم کی کی شعاعیں اس میک اپ کو عبور نہیں کر سکتیں۔ یہ پلاسٹک سرجری کی ایک قسم ہے لیکن اتنا فرق ہے کہ پلاسٹک سرجری چہرے کے اپنے گوشت کو تحلیل کر کے کی جاتی ہے اور یہ بیرونی کیمیکلز کا نتیجہ ہے چنانچہ اسے اتارا جاسکتا ہے اگر کوئی لینس یا کسی قسم کی شعاعیں اس میک اپ کو عبور کرنے کے لیے استعمال کی جائیں تو وہ کارگر نہیں ہوسکتیں، ابھی تک کے لٹریچر میں اس میک اپ کو عبور کرنے کی کوئی چیز سامنے نہیں آئی ہے۔“

”اگر مجھے فوری طور پر اپنی اصلی شکل میں کسی کے سامنے آنے کی ضرورت پیش آئے تو۔“ میں نے ہنس کر کہا۔

”تو آپ کو اس چہرے پر اپنا میک اپ کرانا پڑے گا۔“

”گویا میرے خد و خال مجھ سے چھن گئے۔“

”جیف ان خد و خال میں آپ تباہی مچا سکتے ہیں۔“

یہ دلچسپ نوک جھونک جاری رہی میک اپ مین نے اب اس شخص کے چہرے پر میک اپ شروع کر دیا تھا جسے میری جگہ لینی تھی۔ سعید خاں تو خیر تھا ہی لیکن یہ شخصیت بھی مجھے بڑی جاندار نظر آئی تھی۔ اسے کچھ اس طرح تربیت دی گئی تھی کہ اس نے میرے چلنے کا انداز میری مخصوص عادتیں مثلاً ”سوچتے وقت میں داہنے کان کی اوکھجانے لگتا تھا یا پھر اٹنے ہاتھ سے بھدوں کو مسلنے لگتا تھا“ میرے کھانسنے تک کا انداز اس نے اپنا

ہاں تھا کہ میں انہیں اس کمرے سے نکلتے ہوئے دیکھوں۔ میں ان کوششوں میں مصروف ہو گیا۔ لباس وغیرہ تبدیل کر کے میں نے راہداری کے دو تین چکر لگائے۔ یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ کمرے کے ٹکین کمرے میں موجود ہیں۔ پتا نہیں ان لوگوں کے کیا مشاغل ہوتے ہیں۔ بہر حال دیر طلب کام تھا لیکن کیا کیا جائے مجبوری تھی البتہ اس دوران میں نے اپنی شہرت کے لیے کام شروع کر دیا۔ شام کی چائے کمرے میں منگائی تو ویٹر کو اچھی خاصی ٹپ دے ڈالی۔ شام کا اخبار طلب کیا تو ٹپ دی۔ ویٹر ایسی باتیں خوب مشہور کر دیتے ہیں اور بڑے مخلص ہو جاتے ہیں۔ ایک ویٹر کو میں نے خاص طور سے تاڑ لیا۔ وہ مجھ پر غار ہو رہا تھا۔ مغرب کے وقت وہ میرے کمرے میں آیا تو میں نے پوچھا۔

”کیا نام ہے تمہارا؟“

”غلام احمد حضور۔“

”کتنے کمروں پر سروس کرتے ہو؟“

”آٹھ پر جناب۔“

”اس لائن میں یا سامنے والی لائن میں بھی؟“

”آہٹے سامنے کے آٹھ کمروں میں۔“

”یہ سامنے نو سو اسی کے لوگ کچھ عجیب سے نہیں ہیں۔“ میں نے ٹکا مارا۔

”وہ گورے لوگ.....؟“

”ہاں۔“

”دونوں باپ بیٹی ہیں۔“

”کیسے لوگ ہیں؟“

”بڑے میاں اندھے ہیں۔ لڑکی خوش مزاج ہے۔ میں انگریزی بولتا ہوں تو ہنستی ہے۔“

”بڑے میاں اندھے ہیں؟“ میں چونک کر بولا۔

”کچے جی۔ صاحب جی پہلا سنا تھا اب دیکھ بھی لیا مگر آنکھوں والوں سے زیادہ

ہوشیار ہے۔ لیا مجال کہ کہیں چوک جائیں۔ آرام سے لفٹ میں جاتے ہیں سیڑھیاں

بڑھنے سے ڈرتے ہیں۔ آدمی کی خوشبو پہچان کر بات کرتے ہیں۔ پرسوں جبار علی کی ڈیوٹی

لیا تھا میں نے جنتے ہوئے رشید ناگی سے کہا۔

”تم نے دیکھ لیا ہے ناگی کہ ایک شخص کسی کے ٹرانس میں آکر ہمارے لیے کالی بھیر

بن گیا اگر تمہارا تربیت یافتہ ساتھی کوئی شخص ہمارے دشمنوں کے قبضے میں آجائے تو وہ

مجھے بھی لیل کر سکتا ہے۔“ ناگی نے ہنس کر کہا۔

”اگر ان لوگوں کو صحیح معنوں میں یہ دھوکا دی کرنی ہے تو اس کے لیے پہلے انہیں

رشید ناگی کو اپنے ٹرانس میں لینا ہوگا کیونکہ آپ کے بارے میں ناگی کبھی دھوکا نہیں کھا

سکتا۔“

”میں نے اس بات کا اعتراف کیا تھا پھر ناگی نے مجھے بتایا کہ پرل کانٹی نینٹل میں

معلومات حاصل کرنے سے مسٹر فلیک رائنس اور شیری رائنس کے بارے میں تفصیلات

معلوم ہو چکی ہیں۔ نو سو اسی نمبر ان کے پاس ہے اس سے بس تھوڑا سا ہٹ کر نو سو اکیا

نوے نمبر آپ کے لیے حاصل کر لیا گیا ہے اور اس میں آپ مسٹر فراز انصاری کے نام سے

پہنچ سکتے ہیں۔ مسٹر فراز انصاری ایک سرحدی علاقے کے باشندے ہیں اور کاروباری سلیبلے

میں یہاں آئے ہوئے ہیں۔ ان کا وسیع کاروبار ہے جس کی تفصیلات میں آپ کو فراہم

کروں گا۔“

”کب روانہ ہونا ہے؟“

”شام کو ساڑھے آٹھ بجے۔“

میں نے گردن ہلا دی تھی اور اس کے بعد میں اس دلچسپ تجربے کے لیے چل

پڑا۔ ٹھیک ساڑھے آٹھ بجے میں نے پرل کانٹی نینٹل کے روم کاؤنٹر پر اپنی انٹر کرائی۔

جدید ترین سازو سامان سے آراستہ یہ ایک بہترین ہوٹل تھا۔ پورٹرنے میرا سوٹ کہیں

سنبھال رکھا تھا اور وہ بریف کیس بھی جو میں اپنے ساتھ لایا تھا اس کی رہنمائی میں میں

کمرہ نمبر نو سو اکیانوے میں پہنچ گیا۔ اس کے لیے مجھے نو سو اسی کے سامنے سے گزرنا پڑا

تھا۔ نو سو اکیانوے بہت خوبصورت کمرہ تھا۔ پورٹرنے لے کر چلا گیا۔ اس کے بعد ایک

نوجوان لڑکی آئی اور اس نے میرا سامان سوٹ کیس سے نکال کر الماری میں بچھا دیا۔ میں

نے اسے بھی ٹپ دی۔

سب سے اہم مسئلہ ان دونوں کی شناخت کا تھا۔ انہیں بھی اسی شکل میں شناخت کیا

تھی۔ بعد میں جب میں پہنچا تو چونک کر بولے کہ پرانا ویٹر کہاں ہے؟ میں تو حیران رہ گئی۔
صاحب جی۔

”تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ وہ اندھے ہیں۔“

”ہمیشہ کالا چشمہ چڑھائے رہتے ہیں۔“

”اوہ بس یہی بات ہے؟“

”جی صاحب جی۔ وہ مس صاحبہ کہتی ہیں کہ ان کے ڈیڑی اندھے ہیں۔“

”تم نے انہیں چشمے کے بغیر کبھی دیکھا۔“

”نہیں۔ وہ تو رات کو بھی چشمہ لگا کر سوتے ہیں۔“ ویٹر ہنس کر بولا۔

”کمال ہے کتنے دن سے ہیں وہ لوگ یہاں تمہارے ہوٹل میں؟“

”ایک مہینے سے زیادہ ہو گیا۔“

”لوگ آتے جاتے ہیں ان کے پاس؟“

”ہاں۔ آتے رہتے ہیں۔ وہ بھی جاتے ہیں۔“

”گورے لوگ آتے ہیں یا یہاں کے رہنے والے۔“

”ہم نے کسی گورے کو نہیں دیکھا۔“

”چلو ہو گا ہمیں کیا۔“ میں نے بے پردائی سے کہا۔ اس معلومات کا بھی ویٹر کو خافہ

معاوضہ ملا تھا۔ اس کی باتوں سے میں نے اندازہ لگایا تھا کہ سیاہ چشمے کا کیا راز ہے۔ فلیک

راہنس یقیناً پینانزم کا ماہر ہے۔ اب کیا کرنا چاہیے۔

”رات کو میں نے انہیں دیکھ لیا۔ ہوٹل کے ڈائنگ روم میں چائے کے لیے نکلا

تھا۔ اس وقت وہ دونوں بھی باہر آئے تھے۔ فلیک معمر آدمی تھا۔ دبے پتلے بدن کا مالک

ساتھ سال کے قریب عمر ہوگی۔ بہترین سوٹ پہنے ہوئے تھا۔ اس کے ساتھ بیس بائیس

سالہ شیریں راہنس تھی۔ بلاشبہ ایک خوبصورت لڑکی اور بھرپور حسن کی مالک تھی۔ اس

نے آہٹ پر ٹھٹھک کر مجھے دیکھا تھا اور پھر دیکھتی رہ گئی تھی۔ ایک نگاہ میں محسوس ہو گیا تھا

کہ ناگی کی کارکردگی بھرپور رہی ہے۔ لڑکی کی آنکھوں میں تحسین کے جذبات تھے۔ میں

اس کے سامنے سے گزرا تب بھی وہ میٹھی نظروں سے مجھے دیکھتی رہی۔ میں نے خوش

اخلاقی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے ”ہیلو“ کہا تو وہ جلدی سے بولی۔

”ہیلو۔“ بوڑھا اس کی آواز پر چونکا اور اس نے کہا۔

”کون ہے؟“

”شاید ہمارے نئے پڑوسی نائن نائنٹی دن میں آئے ہیں۔“

”تو پھر۔“ بوڑھے نے کسی قدر خشک لہجے میں کہا۔

”نہیں کچھ نہیں۔“ لڑکی سرد لہجے میں بولی۔

”چلو اپنے کام سے کام رکھو۔“

لڑکی نے میری طرف دیکھ کر مسکرا کر مجھے اشارہ کیا اور پھر بوڑھے کے ساتھ آگے

بڑھ گئی۔ میں نے بوڑھے سے زیادہ تیر رفتارمی کا مظاہرہ کیا کیونکہ ویٹر مجھے بتا چکا تھا کہ وہ

بہترین حیات کا مالک ہے۔ سیاہ چشمے کے پیچھے اگر آنکھیں نہیں بھی ہیں تب بھی بوڑھے

کی حیات سے خطرہ ہو سکتا تھا۔ لڑکی نے جس انداز میں اشارہ کیا تھا اس سے ویٹر کی بات

کی تصدیق ہوتی تھی کہ شاید بوڑھا اندھا ہے لیکن جو تفصیل امتیاز احمد سے حاصل ہوئی

تھی وہ کچھ اور ہی تھی۔ ہو سکتا ہے لڑکی بھی اسے اندھا ثابت کرنے کے لیے ہر ایک کے

سامنے اداکاری کرتی رہتی ہو۔ بہر طور لفٹ میں وہ میرے ساتھ ہی تھی۔ بوڑھا بالکل

خاموش تھا۔ میں نے اس کی حرکات و سکنات سے اندازہ لگایا کہ وہ اگر اندھا بھی نہیں ہے

تو کم از کم اندھے پن کی شاندار اداکاری کر سکتا ہے۔ اندھوں کے چہرے پر جو سوتا سوتا پن

پایا جاتا ہے وہ اس کے چہرے پر بھی تھا اور وہ لفٹ میں لگے ہوئے آئینے کی جانب متوجہ

تھا۔ یہ بھی ایک ترکیب ہو سکتی تھی۔ اپنے آپ کو اندھا ظاہر کرنے کے لیے وہ بظاہر ماحول

سے بے خبر رہتا تھا لیکن یقیناً اس وقت بھی وہ اس آئینے میں میرا بھرپور جائزہ لے رہا

ہوگا۔

لڑکی البتہ اب بھی مسکرا رہی تھی۔ اس نے مجھے مبہم سا اشارہ کیا۔ میں اس

اشارے کو نہیں سمجھ سکا تھا۔ بہر حال میں لفٹ سے باہر نکلا تو میرا شناسا ویٹر فوراً ہی

میرے پاس پہنچ گیا۔ اس نے مجھے نو سو اکیانوے نمبر کے کمرے کی میز بتائی تھی اور یہ بھی

ایک دلچسپ بات تھی کہ وہ میز ان لوگوں کی میز سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھی۔ میں اپنی

ٹیبل پر جا بیٹھا۔ وہاں زیادہ تر سیٹیں بھری ہوئی تھیں۔ مختلف قسم کے لوگ اپنی اپنی

تفریحات میں مشغول تھے۔ ان کے سامنے برتن سجے ہوئے تھے، سامنے ہی چوبی فرش بنا

اسے میں میں صحیح طور پر اندازہ نہیں لگا سکا تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ میز سے اٹھنے کے بعد وہ تھوڑی سی واہنی سمت گئی اور اس کے بعد کئی میزوں کا چکر لگا کر میرے پاس پہنچی۔
 نے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے تھے اور بس کوئی لمحہ جا رہا تھا جب کوئی نہ کوئی مجھ تک رد لگا دیتا۔ لڑکی نے بھی شاید یہ بات محسوس کر لی تھی چنانچہ اس نے تیزی اختیار کی اور برق رفتاری سے میرے پاس پہنچ گئی۔

”میں آپ کے ساتھ بیٹھنا چاہتی ہوں۔ اس نے مدھم سی سرگوشی میں کہا۔“
 میں نے فوراً اجازت دے دی۔ جب اوکھلی میں سر دے ہی رہا تھا تو موسل کا کیا زلزلہ! البتہ میں نے ایک نگاہ اس کی آنکھوں پر ڈالی تھی۔ یہ حسین آنکھوں پیناٹسٹ کی آنکھیں نہیں ہو سکتی تھیں۔
 ”اس وقت میں نے تمہیں جھپٹ لیا ورنہ تمہاری ایک ایک وطن خاتون تو تم تک پہنچ ہی گئی تھیں۔“

”مگر میں آپ سے ملاقات کا خواہش مند تھا۔“

”اوہ تھینک یو۔ میرا نام شیریں راہنس ہے۔“

”اور میں فراز انصاری۔“

”مجھ سے نہیں بنے گا۔ فراز مسٹر فراز۔“

”کام چل جائے گا۔“ میں نے ہنس کر کہا۔

”وہ میرے ڈیڈی ہیں مسٹر فلیک راہنس۔“

”وہ رات میں بھی کالا چشمہ کیوں لگاتے ہیں؟“

”اوہ سوری۔ وہ بلائینڈ ہیں۔ مکمل طور پر نابینا۔“

”مجھے افسوس ہے۔ میں نے بھی یہی محسوس کیا تھا۔“

”تم کیا کرتے ہو؟“ وہ بولی۔

”برنس۔“ میں نے جواب دیا۔ چند لمحات کے لیے مکمل خاموشی چھا گئی تھی۔

”میں نے تمہاری مشکلات کا اندازہ لگایا ہے۔“ اچانک وہ شوخی سے بولی۔

”مشکلات کا.....؟“

”ہاں۔“ وہ ہنس پڑی۔ ”بہت سی مشکلات تمہیں اب بھی گھور رہی ہیں۔ خاص

ہوا تھا جس کے عقب میں سازندوں کی گردنیں نظر آرہی تھیں۔ مدھم موسیقی ہال میں بکھری ہوئی تھی۔ ویٹر ادھر سے ادھر آ جا رہے تھے۔ میں پر اطمینان نگاہوں سے پورے ہال کا جائزہ لیتا رہا۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ لڑکی مسلسل میری جانب متوجہ ہے۔ بہت ہی بے تکلف قسم کی لڑکی تھی۔ بوڑھے شخص جس کا یقیناً نام فلیک راہنس ہو گا خاموشی سے میز کی سطح پر کہنیاں ٹکائے بیٹھا تھا۔ میں یہ اندازہ لگانے لگا کہ ویٹر کا کہنا کہاں تک درست ہے۔ اندازہ یہی ہو رہا تھا کہ بوڑھا اندھا ہے لیکن یہ کیسے ممکن ہے۔ اچانک ہی مجھے ایک اور احساس بھی ہوا کہ بوڑھے کے بجائے شاید یہ لڑکی پیناٹرم کی ماہر ہو اگر یہ بات ہے تو پھر تو میں شدید خطرے کا شکار ہو سکتا ہوں۔ یہ تصور کیوں کر لیا کہ پیناٹسٹ بوڑھا راہنس ہے۔ لڑکی بھی ہو سکتی تھی بہر حال اس بات نے مجھے بہت زیادہ محتاط کر دیا اگر شیریں پیناٹسٹ ہے تو پھر شاید اس پر قابو پانا مشکل ہو جائے۔ یہاں سارا کھیل ہی الٹا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

وقت گزرتا رہا اور اس دوران مجھے بڑی عجیب سی کیفیات سے گزرنا پڑا۔

قرب و جوار میں بیٹھی ہوئی چند معزز خواتین جو اپنے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ تھیں دلکش اور دلچسپ نگاہوں سے میرا جائزہ لے رہی تھیں۔ اس وقت میں بے شمار نگاہوں کا مرکز بنا ہوا تھا۔ ہنسی بھی آنے لگی کسی زمانے میں یہ خطرات صرف خواتین کو لاحق ہوا کرتے تھے اور انہیں بری نگاہوں سے بچنے کے لیے مختلف نصیحتیں کی جاتی تھیں لیکن موجودہ دور آزادی کا دور تھا۔ عورت کو مرد کے برابر کے حقوق حاصل تھے اور ان حقوق کا مکمل فائدہ اٹھایا جاتا تھا۔ اس وقت ہی نہیں بے شمار بار یہ تجربہ ہوا تھا کہ اب خواتین بھی آزادی سے کسی کو اپنا مرکز نگاہ بنا سکتی ہیں اور اگر کوئی شخص عصمت ماب ہے تو درحقیقت اسے بھی شریف زادیوں کی طرح چھپنا پڑتا ہے پھر ویٹر کو طلب کر کے میں نے اپنے لیے کافی منگالی۔ میں نے مہذب طریقہ کار اختیار کیا تھا۔ لڑکی میری جانب متوجہ ضرور ہوئی تھی لیکن میں نے اس پر زیادہ توجہ نہیں دی۔ ہاں میں نے محتاط انداز میں اسے ایک دوبار ضرور دیکھا تھا اور یہ اظہار کیا تھا کہ جیسے میں نے اس کی طرف نہیں دیکھا۔ وہ مسلسل میری طرف متوجہ تھی پھر رقص کے لیے موسیقی شروع ہوئی تو اس کی مشکل حل ہو گئی اور میرے لیے مشکلات کا آغاز کیونکہ نئے تصور نے مجھے خوفزدہ کر دیا تھا۔ لڑکی کے

طور سے وہ خاتون جو تمہارے ہی ملک کی باشندہ معلوم ہوتی ہیں۔" میں نے اس کے اشارے پر دیکھا۔ درحقیقت ایک ٹارزن قسم کی خاتون تھیں جو اپنے آپ سے بہت قامت ایک شخص کے ساتھ بیٹھی تھی۔ میں نے بھی ہنس کر گردن ہلا دی۔ "ان کا قصور بھی نہیں ہے اگر تم یورپ میں نکل آؤ تو تمہارے لیے کشت و خون ہو سکتا ہے۔"

"تم مجھے شرمندہ کر رہی ہو۔"

"یہ بھی مشرق کی ایک حسین روایت ہے۔ کسی کی تعریف کرو تو وہ شرمندہ ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں ایسا نہیں ہوتا۔ ویسے سچ بتاؤ تمہیں تو بہت مشکلات پیش آتی ہوں گی۔"

"حماقت ہے سب کچھ۔"

"میرے بارے میں کیا کہتے ہو؟" وہ بیباکی سے بولی۔

"تمہاری ہنسی اور ٹھوڑی کا یہ گڑھا ہزاروں کے حسن پر بھاری ہے۔"

"اوہ تھینک یو۔" اس نے بدستور شوخی سے کہا اور پھر ہنس پڑی۔

"ویسے تمہارے ڈیڈی خالص مشرقی ذہن رکھتے ہیں۔"

"وہ کیسے.....؟"

"ہمارے ہاں بھی حسین لڑکیوں کے باپ کافی دہشت گرد ہوتے ہیں اور اگر وہ جسامت بھی اچھی رکھتے ہوں تو پھر انہیں پسند کرنے والے دور ہی سے دل بہلا سکتے ہیں۔"

"اس طرح ان لڑکیوں کو تو بہت مایوسی ہوتی ہوگی، مگر تم نے میرے ڈیڈی کے بارے میں غلط اندازہ لگایا ہے۔ انہیں یہ احساس رہتا ہے کہ میرے گرد غلط لوگ نہ بھل جائیں۔ ویسے مسٹر فراس تم سے مل کر بہت خوش ہوں گے۔"

"کسی وقت ان سے ضرور ملوائے۔"

"ضرور۔" اس نے کہا۔ "تمہارے ساتھ گزرا وقت بہت یادگار رہا ہے، اصل میں میرے ڈیڈی ضرورت سے زیادہ حساس ہیں۔ وہ تمہارے بارے میں جانتا چاہیں گے۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، میں انہیں مطمئن کر دوں گی۔" شیریں اپنی میز پر واپس چلی گئی اور میں اپنی میز پر آگیا۔

دفعت ہی مجھے اپنی جیب میں ہلکی ہلکی سیٹی کی آواز محسوس ہوئی اور میں چونک پڑا۔

وہ بڑا ٹرانسمیٹر تھا جسے ناگی ہر وقت میرے ساتھ رکھتا تھا۔ اس وقت اس نے کوئی اشارہ دیا تھا اور یہ ضروری تھا کہ میں اس کی کال موصول کروں۔ چنانچہ میں اپنی جگہ سے اٹھا اور... نے والے ہاتھ روم کے سلیپ کی جانب بڑھ گیا۔ اس طرح اپنے کمرے میں واپس چلے جانا مناسب نہیں تھا۔ میں ہاتھ روم کا دروازہ بند کر کے ٹرانسمیٹر پر ناگی کی کال کا جواب دینے لگا۔

"ہاں ناگی۔" میں نے مدھم سرگوشی کی۔

"ونڈر فل۔ ونڈر فل بہت شاندار چار ہے ہیں۔ اصل میں شکل و صورت کا بہتر ہونا کوئی اتنی بڑی بات نہیں ہے۔ انسان کے اندر کسی کو متوجہ کرنے کی دوسری صلاحیتیں بھی ہونی چاہیں۔"

"کہاں سے بول رہے ہو؟"

"آپ سے زیادہ فاصلہ نہیں ہے، باہر پارکنگ میں کھڑی ہوئی کار میں ہوں۔"

"گویا تمہاری سیکورٹی جاری ہے؟"

"چیف میں اپنی ذمہ داریاں پوری کر رہا ہوں۔"

"کوئی اور خاص بات۔"

"ہاں، خاص بات یہ ہے کہ میں نے فلیک راہنس کے کمرے میں ڈکٹافون لگا دیا ہے اور اس کا ریسپور آپ کے کمرے کی مسہری کے عقبی حصے میں موجود ہے، آپ اسے اٹھا سکتے ہیں۔"

"کیا.....؟" میں حیرت سے اچھل پڑا۔

"ہاں چیف موقع مل گیا تھا لیکن اس کمرے کی تلاشی لینے کا موقع نہیں مل سکا۔"

"مضروف جگہ ہے اور وقت بھی زیادہ نہیں مل سکا۔"

"میں نے ایک گہری سانس لی اور آہستہ سے بولا۔ "تھینک یو ناگی۔"

"ویسے چیف تھوڑا بہت اندازہ تو آپ نے بھی لگایا ہوگا؟"

"ہاں۔ وہ لوگ پوری طرح مشکوک ہیں۔ باقی تفصیلات تو وہ خود ہی بتائیں گے۔"

"میں آپ سے مناسب وقت پر دوبارہ رجوع کروں گا۔"

میں نے ٹرانسمیٹر بند کیا اور ہاتھ روم سے نکل آیا۔ شیریں اور فلیک راہنس بھی

غالبا اپنی جگہ سے اٹھ کر ڈنر روم کی جانب بڑھ گئے تھے۔ میں نے ان کا تعاقب کرنا مناسب نہیں سمجھا اور کافی دیر تک یہاں بیٹھا رہا، پھر جب مجھے بھی بھوک لگنے لگی تو میں نے اپنا رخ ڈنر روم کی جانب کر لیا۔ ان لوگوں سے کافی دور میں نے ایک جگہ حاصل کی اور وہاں بیٹھ کر ڈنر طلب کر لیا۔ پھر تقریباً سو گیارہ بجے تک میں وہاں کی تفریحات سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ پھر شیریں اور فلیک اپنی جگہ سے اٹھے تو میں بھی پھرتی سے اٹھ گیا۔ لفٹ نے انہیں ان کی منزل پر اتار دیا تھا۔ میں انتظار کرتا رہا تھا اور جب دوبارہ لفٹ نیچے آئی تو میں اس سے اپنی منزل پر پہنچ گیا۔ میں نے برق رفتاری سے اپنے کمرے کا رخ کیا تھا۔ دونوں کے کمرے میں روشنی جھلک رہی تھی۔ پھرتی سے اندر داخل ہو کر میں نے دروازہ بند کیا اور مسہری کے عقب میں ہاتھ ڈال کر ڈکٹافون کا ریسپور تلاش کرنے لگا جو مجھے فوراً ہی مل گیا۔ ہم نے اب اس قسم کی بے شمار چیزوں کا بندوبست کر رکھا تھا اور اس کا روح رواں رشید ناگی ہی تھا جو الہ دین کے چراغ کے مانند میرے احکامات پر عمل کرتا تھا۔

ریسیور آن کر کے میں نے اسے اپنی گود میں رکھ لیا۔ دوسرے کمرے سے مدھم مدھم آوازیں آرہی تھیں۔ ابھی تک ان لوگوں نے کسی قسم کی گفتگو کا آغاز نہیں کیا تھا پھر فلیک رائس کی آواز ابھری۔

”جاؤ تم لباس تبدیل کرو۔“ جواب میں کوئی آواز نہیں سنائی دی۔ کچھ دیر کے بعد غالباً شیریں لباس تبدیل کر کے آگئی تھی۔

”کیا تمہیں اس وقت کسی اجنبی سے رابطہ بڑھانے کا موقع حاصل ہے۔“

”اس میں غیر مناسب کیا بات ہے؟“

”اوہ بے وقوف لڑکی! ہم اس پوزیشن میں نہیں ہیں، ہمیں ہر شخص سے محتاط رہنا چاہیے۔“

”مسٹر فلیک! اس سے پہلے بھی کئی بار میں آپ سے کہہ چکی ہوں کہ آپ صرف میرے ان معاملات میں دخل انداز ہو سکتے ہیں جن کا تعلق آرگنائزیشن کے مفادات سے ہے۔ باقی معاملات میں آپ بار بار کیوں ٹانگ اڑانے لگتے ہیں۔ میں نے پہلے بھی یہ بات آپ سے ہی نہیں بلکہ دوسرے لوگوں سے بھی کہی تھی۔“

”تم میری ماتحت ہو شیریں۔“

”ماتحت ہوں۔ لیکن میرا نام شیریں رائس نہیں شیریں ریڈم ہے۔ آپ میرے باپ نہیں ہیں بلکہ صرف ساتھی ہیں، ذاتی زندگی پر میں کسی کا بوجھ قبول نہیں کرتی اور نہ ہی یہ ہمارے ادارے کا قانون ہے۔“

”گویا تم اس شخص سے متاثر ہو گئی ہو؟ تم میری بات کو غلط سمجھ رہی ہو اگر اس طرح کوئی غلط آدمی تم تک پہنچ گیا تو ایک مصیبت کھڑی ہو سکتی ہے۔“

”میں آپ کو آپ کا عہدہ یاد دلانا چاہتی ہوں۔ میں آپ کے کنٹرول میں بے شک ہوں لیکن آپ کی ہر ہدایت پر عمل کرنا میرے لیے ممکن نہیں ہے۔ آپ سے آخری بار درخواست کر رہی ہوں کہ میری ذاتی زندگی میں کوئی مداخلت نہ کریں۔“

”تم دیوانی ہو گئی ہو۔ میرا مقصد یہ نہیں ہے کہ میں تمہاری ذاتیات پر کوئی تسلط قائم کروں۔ میں تو تمہیں صرف ان معاملات سے ہوشیار کر دینا چاہتا ہوں جو ہمارے لیے نقصان دہ ہو سکتے ہیں اور تھوڑے دن کی بات ہے اس کے بعد ہم آزادی سے یہاں سے نکل جائیں گے۔ بہت تھوڑا وقت رہ گیا ہے اس سے زیادہ معلومات ہمارے لیے مشکل ہی ہیں جو ہم نے جمع کی ہیں۔“

”وہ ساری باتیں اپنی جگہ ہیں مسٹر فلیک۔ وہ نوجوان مجھے پسند ہے اور میں آئندہ بھی اس کے ساتھ کچھ وقت گزاروں گی۔“

”اس کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کی ہیں تم نے.....“

”اتنی جلدی معلومات حاصل نہیں ہو تیں لیکن سیدھا سادا آدمی ہے میرے معیار کے مطابق، اچھی شخصیت کا مالک ہے۔ اس کا نام فراس ہے۔ سرحد کے کسی علاقے میں کاروبار کرتا ہے اور ان دنوں یہاں آیا ہوا ہے اور اسی ہوٹل میں اس کا قیام ہے۔ وہ بھی ہمارے سامنے والے کمرے میں۔“

”وہ کب آیا ہے یہاں؟“

”اتنی تفصیلات میں نے معلوم نہیں کیں اور نہ ہی ان کی ضرورت محسوس کی ہے۔ تھوڑی سی انسان شناسی کا دعویٰ مجھے بھی ہے۔ بس وہ ایک سیدھا سادا نوجوان ہے جو زندگی کی تفریحات میں دلچسپی لے رہا ہے۔“

”کال میزری اس سے ملاقات کراؤ۔“ فلیک نے کہا۔

پھر میں بہت دیر تک انتظار کرتا رہا لیکن اس خاموشی میں کوئی رخصت اندازی نہیں ہونی تھی۔ اس کا مقصد تھا کہ وہ لوگ آرام کرنے کے لیے لیٹ گئے ہیں۔ میں شدت حیرت سے گہری گہری سانسیں لیتا رہا۔

”ابھی تک یہ اندازہ نہیں ہو پایا تھا کہ فلیک واقعی اندھا ہے یا صرف چشمہ لگا کر اندھا بنا رہتا ہے تاکہ اس کی آنکھیں دوسروں کی نگاہوں سے محفوظ رہیں۔ البتہ اس کے چند جملے مجھے مشکوک کر رہے تھے۔ مثلاً اس نے کہا کہ دیکھو ہر چیز اپنی جگہ موجود ہے یا نہیں، گویا وہ خود نہیں دیکھ سکتا لیکن ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔ ایک اندھا آدمی بھلا پیناٹوم کا ماہر کیسے ہو سکتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ان کے پاس بھی ایسی ہی کوئی مشین ہو جس کے ذریعے کسی کو پیناٹومز کیا جاسکے۔ اب یہ سب کچھ بہت جدید ہو چکا ہے لیکن رشید ناگی نے واقعی یہ بڑا شاندار کام کیا تھا اس طرح مجھے فوراً ہی یہ پتا چل گیا تھا کہ بوڑھا شخص میرے بارے میں کیا سوچ رہا ہے۔ کچھ اور باتیں بھی ایسی تھیں جنہیں مشکوک قرار دیا جاسکتا تھا۔“

ڈکٹا فون کا ریسپور میں نے اسی جگہ رکھ دیا جہاں سے اٹھایا تھا اور اس کے بعد لباس وغیرہ تبدیل کر کے اپنے بستر پر آگیا۔ دل چاہا کہ رخصت سے نیلی فون پر بات کروں لیکن پھر یہ خیال ملتوی کر دیا۔ دشمن کو احمق سمجھنا بہت بڑی حماقت ہوتی ہے۔ کوئی بھی ذرا سی جذباتی حرکت نقصان کا سبب بن سکتی ہے۔

دوسرے دن صبح ہی صبح دروازے پر دستک ہوئی تو میں یہ سمجھا کہ کوئی ویٹرو وغیرہ آیا ہے۔ شیرری کو دیکھ کر اچنبھے سے میری آنکھیں پھیل گئی اور پھر فوراً ہی میں نے پرتا کب انداز میں اس کا استقبال کیا اور نہیں کر بولا۔

”ہمارے ہاں ایک تصور ہوتا ہے شیرری کہ صبح اگر کوئی چھپی شکل دیکھ لی جائے تو دن بے حد خوشگوار گزرتا ہے اور شکر ہے کہ ابھی تک کوئی ویٹرو وغیرہ یہاں نہیں آیا۔“

”میں اسی لیے پریشان تھی اور سوچ رہی تھی کیسے کہیں تم ناشتا نہ کر چکے ہو۔ رات کو نجانے کب تک تمہارے بارے میں سوچتی رہی ہوں۔ اب میں ناشتا تمہارے ساتھ ہی کروں گی۔“

”میرے لیے اس سے زیادہ خوشی کی بات اور کیا ہو سکتی ہے شیرری۔“ میں نے محبت بھرے انداز میں کہا اور روم سروں کو نیلی فون کر کے ناشتے کا آرڈر بک کرا دیا۔ شیرری نے کہا۔

”تمہارے اندر ایک ایسی انوکھی کشش ہے کہ انسان ذہنی طور پر جکڑ سا جاتا ہے۔“

”میرے لیے دلچسپ انکشاف ہے۔“ میں نے مسکرا کر کہا۔

”رات کو میں ڈیڈی سے تمہارے لیے لڑ گئی۔“

”کیوں؟“

”بس وہ محتاط آدمی ہیں۔ میرے خیال میں تم سے اس کے مطمئن ہو جائیں گے۔

وہ تمہارا یہاں کب تک قیام ہے؟“

”زیادہ تو نہیں تھا۔ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ سرحدی آدمی ہوں۔ کچھ کاروباری

امور کے سلسلے میں یہاں آیا تھا۔ کام تقریباً ہو چکا ہے لیکن اب کنا ہو گا۔“

”کیوں.....؟“ وہ چونک کر بولی۔

”تمہاری وجہ سے.....“ میں نے جواب دیا۔ وہ خوش ہو گئی۔

”میں بھی یہی چاہتی ہوں۔“

”تمہارا یہاں کب تک قیام ہے؟“

”تقریباً ایک ماہ۔“

”او۔! یہ خوشی کی بات ہے۔ ویسے تمہارا تعلق کہاں سے ہے؟“

”ہم اسپین سے آئے ہیں۔“

”اسپینش ہو؟“

”نہیں۔ انڈورا کے باشندے ہیں۔ میں انڈورا میں پیدا ہوئی، مگر ہم اسپین میں آباد

ہو گئے۔ ڈیڈی کی وہیں پیٹرو کیمیکل کی انڈسٹری ہے۔“

”یہاں کسی کاروباری سلسلے میں آمد ہوئی ہے؟“ میں نے سوال کیا۔

”کاروباری ہی سمجھ لو۔“

”مجھے حیرت ہے وہ ناپینا ہونے کے باوجود کاروبار ڈیل کر لیتے ہیں۔“

”تمہیں اگر ان سے قربت کا موقع ملے تو تم سخت حیران جاؤ گے۔ ڈیڈی انکی خصوصیات کے مالک ہیں۔ وہ آنکھوں والوں سے زیادہ حیات رکھتے ہیں۔“

”ہاں میں نے سنا ہے کہ اس طرح کے افراد بہت زیادہ حساس ہو جاتے ہیں اور اس وقت ان کے کارنامے ناقابل یقین ہوتے ہیں۔ کسی وقت مجھے ان سے ملاؤ۔“

”آج میں صبح ہی صبح اسی لیے نکل آئی ہوں کہ آج پورا دن تمہارے ساتھ گزاروں گی۔ شام کو سات بجے کے قریب ڈیڈی سے تمہاری ملاقات کراؤں گی اور اس کے بعد ان سے اجازت لوں گی کہ میری واپسی کا وقت تعین نہ کیا جائے۔“

اس کی آنکھوں میں عجیب سی چمک پیدا ہو گئی۔ وہ اپنی کیفیات کا اظہار کر رہی تھی۔ میرے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت گزارنے کا مطلب یہ تھا کہ وہ رات کو بھی میرے ہی کمرے میں قیام کرے۔ اس کا چونکہ یورپ سے تعلق تھا اس لیے یہ کوئی اہم بات نہیں تھی کہ لیکن میں اس جھگڑے میں نہیں پڑنا چاہتا تھا جو کچھ بھی کر لینا تھا وہ آج ہی کرنا تھا۔ ان لوگوں کو زیادہ وقت نہیں دیا جاسکتا تھا۔

کافی دیر وہ میرے ساتھ بیٹھی۔ میں پرسکون ہو کر اس سے باتیں کرتا رہا اور یہ بھی سوچتا رہا کہ اب کیا ہونا چاہیے۔ اس منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے کیا طریقہ اختیار کیا جائے۔ رشید ناگی سے مشورہ کر لینا ضروری تھا پھر وہ بولی۔

”تم کتنی دیر میں تیار ہو جاؤ گے؟“

”دس منٹ میں۔“

”تو بس پھر میں تمہارے پاس آتی ہوں تیار ہو کر۔“

”ٹھیک ہے۔“

وہ چلی گئی تو میں نے دروازہ بند کر لیا سب سے پہلے ڈکٹافون ریسیور اٹھا کر اپنے سامنے رکھا اور انتظار کرنے لگا۔ وہ اپنے کمرے میں پہنچی تھی۔ بوڑھے فلیک کی آواز ابھری۔

”اس کے پاس سے آرہی ہو؟“

”ہاں مسٹر فلیک۔“

”کوئی پروگرام ترتیب دیا ہے؟“

”اس کے ساتھ آوارہ گردی کروں گی۔“

”مجھے اس سلسلے میں رپورٹ تیار کرنا پڑے گی۔ میرے خیال میں یہ ایک

تشویشناک عمل ہے۔“

”آپ رپورٹ تیار کر لیجئے مسٹر فلیک۔ مجھے اس پر اعتراض نہیں ہے۔ نہ ہی مجھ پر اس قسم کی کوئی پابندی آرگنائزیشن نے لگائی ہے۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ میں آرگنائزیشن ہی کو اس کے ذریعے کوئی فائدہ پہنچا دوں۔“

”کیا مطلب؟“ فلیک نے چونک کر پوچھا۔

”ہمیں ہر ملک میں ممبروں کی ضرورت پیش آتی ہے، ہو سکتا ہے یہ شخص مقامی طور پر ہمارے کام کا آدمی ثابت ہو جائے۔ رفتہ رفتہ میں اس کے بارے میں تمام معلومات حاصل کر لوں گی۔ یہ بھی اندازہ لگا لوں گی کہ اس کی مالی حیثیت کیا ہے۔ ویسے یہاں وہ جس شان اور جس کروفر سے رہ رہا ہے اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اچھی حیثیت کا مالک ہے۔ بہر حال یہ کوئی اہم بات نہیں ہے۔“

”واپسی کب تک ہو جائے گی۔“ رائس نے پوچھا۔

”چھ بجے تک۔“

”امتیاز احمد کی طرف سے کوئی اور رپورٹ موصول نہیں ہوئی۔“

”اس نے ایک ہفتے کا پروگرام رکھا ہے اور ابھی منگل میں کئی دن باقی ہیں۔“

”ہوں۔“ بوڑھا آدمی خاموش ہو گیا۔

لیکن میرے ذہن کو ایک جھٹکا لگا تھا۔ بات کنفرم ہو گئی تھی کہ امتیاز احمد کا نام منگل کا دن گڈ ویری گڈ اور اس سے زیادہ گفتگو سننے کی ضرورت نہیں تھی مجھے۔ پتا نہیں دن میں موقع ملے یا نہ ملے، البتہ ٹرانسمیٹر لے کر میں باتھ روم میں داخل ہو گیا تھا۔ ڈکٹافون اس کی جگہ رکھ دیا تھا۔ میں نے رشید ناگی کو کال کیا۔ الہ دین کے چراغ کا جن ٹرانسمیٹر پر موجود تھا۔

”ایس چیف۔“

”ناگی اب اس مسئلے کو بہت زیادہ طول دینا میرے خیال میں مناسب نہیں ہے۔“

شام کو سات بجے میری ملاقات فلیک سے رکھی گئی ہے۔ آج کا بقیہ دن ہم لوگ باہر

ہوں۔ ہم لوگ پورا دن آوارہ گردہ کرتے رہے۔ ساحل سمندر پر بھی گئے اور مختلف جگہوں پر چمپ قدمی کرتے رہے پھر دوپہر کو ایک شاندار ہوٹل میں لچک کر۔ کوئی ساڑھے پانچ بجے تک ہم یہیں آوارہ گردی میں مصروف رہے تھے پھر وہ چلی گئی۔

میں نے رشید ناگی سے رابطہ قائم کرنے کے بارے میں سوچا لیکن پھر یہ سوچ کر ارادہ ملتوی کر دیا کہ یہ اس کی کارکردگی پر شک کرنے کے مترادف ہے۔ میری اس سے آخری گفتگو ہو چکی ہے اور اب کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں رکھنی چاہیے۔ اگر وہ کسی تردد کا شکار ہوتا تو خود ہی مجھ سے رابطہ کرتا۔ آج کی تفریحات کے دوران بھی میں نے مختلف لوگوں کو دیکھا تھا جنہیں مشکوک قرار دیا جاسکتا تھا۔ وہ سب مقامی تھے ورنہ یہ بھی سوچا جاسکتا تھا کہ ان کا تعلق فلپک رابنس وغیرہ سے ہو البتہ اس بات نے جنس کا شکار رکھا تھا کہ رشید ناگی نے وہ کون سے ہنگامی اقدامات کیے ہیں جن کے تحت بغیر کسی دقت کے وہ آج ہی ان لوگوں کو اپنی تحویل میں لے لے گا۔

ٹھیک سات بجنے میں چار منٹ پہلے اس نے میرے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔ میں نے اسے اندر آنے کے لیے کہا تو وہ دروازہ کھول کر بولی۔
”میں اندر نہیں آؤں گی اور تم یقیناً تیار ہو گے۔“

میں خاموشی سے کمرے سے باہر نکل آیا۔ فضاؤں میں تاریکیاں اتر آئی تھیں۔ موسم ٹھنڈا سا تھا۔ میرے ذہن میں کوئی خاص تردد نہیں تھا اور میں بالکل مطمئن تھا۔ اس کے کمرے کے دروازے سے اندر داخل ہونے میں کوئی مشکل نہیں پیش آئی وہ دروازہ کھلا ہی چھوڑ آئی تھی۔ سامنے ہی صوفے پر مسٹر فلپک پاؤں پر پاؤں چڑھائے بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کی آنکھوں کا سیاہ چشمہ تو ان کے بدن کا ایک حصہ ہی تھا۔ میں نے اسے سلام کیا تو انہوں نے سرد لہجے میں مجھے جواب دیا پھر دوسرے صوفے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولے۔

”بیٹھ جاؤ۔“

میں بیٹھ گیا۔ مسٹر فلپک نے مجھ سے مصافحہ کرنے کی کوشش بھی نہیں کی تھی اور اس بات پر شیریں کے چہرے پر کسی قدر برہمی کے آثار نمودار ہو گئے تھے۔ اس نے بھی سرد لہجے میں کہا۔

گزارشیں گے اور اس کا کوئی خاص مقصد نہیں ہو گا۔ تاہم میں ہوشیار رہوں گا۔ تم مستعد رہنے کے لیے کہنا تمہاری توہین ہے۔“

”نہیں چیف میں اپنا فرض سرانجام دوں گا۔“

”جو کچھ کرنا ہے آج ہو جانا چاہیے۔ ہم مزید رسک نہیں لے سکتے۔“

”لیس چیف ذرا سی الجھن درپیش ہے وہ یہ کہ فلپک کمرے سے باہر نہیں نکلتا یا تو دن میں ہی پہلے اس لڑکی سے نجات حاصل کر لی جائے اور اس کے بعد فلپک کو وہاں سے حاصل کر لیا جائے یا پھر جیسا آپ کہیں۔“

میں کسی قدر سوچ میں گم ہو گیا پھر میں نے کہا ”فلپک سے میں مل بھی لینا چاہتا تھا۔ یہ بات تو کھل گئی ہے کہ فلپک نے امتیاز سے رابطہ قائم کیا ہوا ہے اور جیسا کہ امتیاز نے تفصیل بتائی منگل کے منگل ان لوگوں کی ملاقات ہوتی ہے۔ اس کا تذکرہ میں ڈکٹافون پر سن چکا ہوں لیکن اس کے باوجود میں فلپک سے ایک ملاقات بھی کرنا چاہتا تھا۔ میرا مطلب ہے اسے تحویل میں لینے سے قبل۔“

رشید ناگی چند لمحات خاموش رہا پھر اس نے کہا۔ ”اوسکے چیف ٹھیک ہے۔ آپ مطمئن رہیں کام ہو جائے گا۔“

”کوئی اور بات رشید ناگی۔“ میں نے کہا۔

”نہیں چیف۔“ رشید ناگی نے کہا اور سلسلہ منقطع ہو گیا۔

رشید ناگی کی یقین دہانی میرے لیے مکمل طور سے اطمینان بخش تھی۔ میرے نزدیک اس کے لیے یہ کام بہت چھوٹا تھا۔ ایسی ہی صلاحیتوں کا مالک تھا وہ اور مجھے اس کی صلاحیتوں پر مکمل اعتماد تھا پھر میں نے ٹرانسمیٹر وغیرہ بند کر کے تیاریاں شروع کر دیں اور لباس وغیرہ پہن کر تیار ہوا ہی تھا کہ وہ میرے پاس پہنچ گئی۔ کمرے کا دروازہ میں نے کھول دیا تھا تاکہ اسے کسی قسم کا شبہ نہ ہو سکے۔ وہ بغیر کسی دستک کے اندر آ گئی تھی۔ میں نے مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھا اور اس نے تعریفی انداز میں گردن ہلائی اور میرے لیے کچھ تعریفی کلمات ادا کئے پھر ہم دونوں باہر نکل آئے۔ میرا اپنا شہر تھا۔ وہ شہر جہاں کے گلی ”کوئیپے“ جہاں کی ایک ایک شے میری شباسا تھی۔ تاہم اس کے سامنے میں نے بعض جگہوں سے اجنبیت کا اظہار کیا کیونکہ اس نے است باور کرنا چاہتا تھا کہ میں بھی یہاں نیا ہی

شیری آہستہ آہستہ آگے بڑھ گئی۔ اس نے دروازہ کھولا تو دو بارودی انجکٹر اندر داخل ہو گئے ان کے پیچھے فائو اشار ہوٹل کا منیجر بھی تھا۔ عملے کے کچھ اور افراد کے علاوہ باہر غالباً کچھ پولیس کانسٹیبل بھی تھے۔ آگے آنے والے پولیس آفیسروں نے ہم سب پر اسٹول تان لیے۔

”آپ اپنے ہاتھ اٹھا دیں کوئی جہنش نہ کرے ورنہ سب کے لیے نقصان دہ ہو گا۔“

فلک کے دونوں ہاتھ اٹھ گئے تھے۔ میں نے بھی اضطراری طور پر یہی عمل کیا تھا۔ البتہ شیری پولیس آفیسر کو گھور رہی تھی۔ اس نے تلخ لہجے میں کہا۔

”یہ کیا بد تمیزی ہے؟ کیوں آئے ہیں آپ لوگ یہاں اور یہ کیا طریقہ ہے؟ یہ کوئی نایو اشار ہوٹل ہے یا.....“

”میڈم پولیس آپ پر شک کرتی ہے۔ آپ ہمارے لیے معزز ہیں مگر پولیس کا شک دور کر دیں۔“ مینیجر نے کہا۔

”ہم آپ کے کمرے کی تلاشی لینا چاہتے ہیں۔“ پولیس آفیسر نے کہا۔

”ہمیں اس پر اعتراض نہیں ہو گا جناب۔“ ایک آفیسر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”پھر وہ دوسرے افسر سے بولا۔ ”تلاشی لو۔“ دوسرے آفیسر نے مسٹر رابنس کے قریب پہنچ کر ان کے لباس کی تلاش لی۔ ان کے بغلی ہولسٹر سے ایک جدید ترین آٹوینک پستول برآمد ہوا تھا۔

”یہ ہیں میرے دوست اب آپ ان سے گفتگو کر لیجئے ڈیڈی۔“

”کاروبار کیا ہے تمہارا؟“

”کئی ہیں ہم پہاڑی لوگ ہیں اور ہمارا نظریہ ہے کہ نیکی اور ایمانداری سے جس طرح بھی جو کچھ حاصل ہو سکے حاصل کر لیا جائے۔ اس کے لئے سلیکشن ضروری نہیں۔“

”ہم دونوں کے درمیان کئی امور پر باتیں ہوں گی۔ آخر میں نے فلک سے پوچھا۔“

”آپ کی آنکھیں کیا کسی حادثے میں ضائع ہو گئیں۔“

”حادثہ ہاں وہ ایک حادثہ ہی تھا اور اس حادثے نے مجھ سے بہت کچھ چھین لیا۔“

”مسٹر فلک نے ہاتھ اوپر اٹھایا اور میں ایک دم مستعد ہو گیا۔ غالباً اب کام کا آغاز ہو رہا تھا۔ انہوں نے چشمہ اتار لیا لیکن یہ دیکھ کر ایک بار پھر میرے بدن میں جھرجھری سی دوڑ گئی کہ مسٹر فلک کی دونوں آنکھوں کی جگہ گہرے گڑھے نظر آرہے تھے۔“

”آنکھیں اپنے حلقوں سے غائب تھیں اور چشمہ اتارنے سے ان کا چہرہ بے حد بھیانک لگ رہا تھا۔ اتنی دیر میں شیری نے بہت ہی نازک سی ڈیٹا فلک کے ہاتھ پر رکھ دی۔ جب اسے کھولا تو اس میں دو مصنوعی آنکھیں تھیں لیکن چمکدار بالکل پانی کے مانند۔ مسٹر فلک نے ایک ایک کر کے یہ دونوں آنکھیں اپنی آنکھوں کے حلقوں میں فٹ کر لیں اور اس کے بعد بکس ایک جانب رکھ دیا پھر اس نے اپنا چہرہ میرے چہرے کے سامنے کیا۔“

”اچانک ہی مجھے بادلوں جیسی گرج محسوس ہوئی۔ ان بھیانک آنکھوں نے میرے ذہن میں ایک عجیب سی چمک بیدار کر دی تھی اور میں ایک لمحے کے لئے اچھل پڑا تھا۔“

”مجھے ایک دم یہ احساس ہوا کہ جو کچھ ہوتا ہے انہی مصنوعی آنکھوں کے ذریعے ہوتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی مجھے شدید خطرے کا احساس بھی ہوا۔ گویا اب مجھ پر تنویدی عمل کیا جائے گا اور ان خوفناک آنکھوں کے ذریعے مجھے پٹاناڑ کیا جائے گا۔ میں نے اپنی قوت ارادی سے کام لے کر ان آنکھوں پر سے نگاہیں تو ہٹا لی تھیں۔ لیکن میں جانتا تھا کہ کوئی بھی لمحہ میرے لیے بھیانک لمحہ ہو سکتا ہے۔ البتہ ان لمحات میں ناگی میرے ذہن سے محو ہو گیا تھا۔ وہ غافل نہیں تھا کیونکہ عین اسی لمحے دروازے پر دستک ہوئی تھی۔ اور شیری چونک کر ادھر دیکھنے لگی تھی۔“

”کون ہے؟“ شیری نے سوال کیا۔ ”پولیس۔“ باہر سے جواب ملا۔

”آپ غیر ملکی ہیں مسٹر لیکن یہ پستول۔ کیا آپ کے سفارت خانے نے اس کی لائسنس جاری کیا ہے؟“ آفیسر کے طنزیہ لہجے میں کہا۔ مسٹر رائنس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ مینجر کی آنکھیں کس کی تھیں اور پھر وہ مستعد ہو گیا تھا۔ دوسرے آفیسر نے کمرے کی تلاشی لینے کے لیے باہر بھڑے ہوئے کانشیلوں کو طلب کر لیا۔ شیریں کو پوری طرح پستول کی زد میں رکھا گیا تھا اور اس پر کڑی نگاہ رکھی جا رہی تھی۔

پھر ایک کانشیل نے ایک پیکٹ لا کر آفیسر کے سامنے کیا۔ ”سریہ دیکھیے۔“ آفیسر نے پیکٹ کھول کر دیکھا تو آنکھیں چکا چوند ہو گئیں۔ اس میں ہیرے جگمگا رہے تھے۔ ”یہ ہیرے ہیں مسٹر مینجر۔ ہمیں یہی اطلاع ملی تھی یہ لوگ ہیروں کے اسمگلر ہیں۔“ مانی گاؤ! آئی ایم سوری آفیسر۔“ مینجر نے کہا۔

فلیک رائنس نے غرا کر کہا۔ ”یہ سازش ہے۔ ہمارے خلاف کوئی سازش کی جا رہی ہے۔ میں اپنے سفارت خانے سے رابطہ کرنا چاہتا ہوں۔ مسٹر مینجر مجھے اس کی سہولت فراہم کی جائے۔“

”ہمارے ہاں اس کا رواج نہیں ہے جناب۔ پہلے ہماری میزبان قبول کیجئے۔ اس کے بعد آپ کے سفارت خانے سے بھی رابطہ ہو جائے گا۔“ پولیس آفیسر نے تمسخرانہ لہجے میں کہا۔

”یہ قانون ہے۔ مسٹر مینجر یہ ایک اعلیٰ درجے کا ہوٹل ہے آپ پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔“

”اس کا تو افسوس ہے جناب کہ آپ جیسے اسمگلر شناخت نہیں کیے جاسکتے ورنہ ہم انہیں اپنے ہوٹل کا رخ بھی نہ کرنے دیں۔“

”میں آپ سب پر مقدمہ قائم کر دوں گا۔ حکومت اسپین سے آپ کے ملک کے تعلقات خراب ہو جائیں گے۔ میں کوئی معمولی آدمی نہیں ہوں۔“

”اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ اتنے قیمتی ہیرے اسمگل کرنے والا کوئی معمولی آدمی نہیں ہو سکتا۔“ آفیسر نے مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔

”آپ کے پاس سے پستول برآمد ہوا ہے جناب اور ہیروں کا یہ پیکٹ بھی۔ ہیرے اگر آپ کی جائز ملکیت بھی ہیں تب بھی یہ پستول آپ کو مجرم ثابت کرتا ہے۔ ہم کس

مہمان کو پستول رکھنے کی اجازت نہیں دیتے۔ بہر حال یہ آپ کا اور پولیس کا معاملہ ہے۔“

”ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دو۔“ آفیسر نے کہا۔

شیریں کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دی گئی تھیں۔ میری طرف کوئی متوجہ نہیں ہوا تھا۔ البتہ جب لوگوں کو باہر لے جایا گیا تو میں نے آہستہ سے آفیسر سے کہا۔

”کمرے کی مکمل تلاشی لینی ہے آفیسر۔“

”لیس چیف۔“ آفیسر نے ادب سے کہا۔

”تلاشی کے دوران مجھے یہیں رہنا ہے۔“

”بہت بہتر۔“

شیریں اور رائنس کو باہر لے جایا گیا۔ پولیس آفیسر نے چند کانشیل باہر تعینات کیے پھر کمرے کا دروازہ بند کر کے تلاشی لی جانے لگی۔ میں نے باریک بینی سے ہر اس جگہ کا جائزہ لیا جہاں چھوٹی سے چھوٹی شے چھپائی جاسکتی تھی۔ ہمیں نمایاں کامیابی حاصل ہوئی۔ مسہری کے عقبی حصے میں سے چار فائل اور ایک مائکرو فلم اسپول بھی احتیاط سے رکھا ہوا ملا۔ جن کے ہمراہ مائکرو کیمرہ اور چند دوسری اشیاء بھی تھیں۔ ڈکٹافون بھی نکال لیا گیا تھا۔ آخری جائزہ لینے کے بعد ہم کمرے سے باہر نکل آئے اور کمرے کو سیل کر دیا گیا۔ مینجر نے کئی بار مجھے عجیب نظروں سے دیکھا تھا۔ پہلے وہ مجھے شیریں اور رائنس کے ساتھ دیکھ کر یہی سمجھا ہو گا کہ میں ان کا ساتھی ہوں۔ اب اس نے مجھے پولیس افسروں کے ساتھ دیکھا تھا۔ یقیناً اس کا خیال ہو گا کہ میں پولیس کا جاسوس ہوں اور یہ مخبری میں نے کی ہے جبکہ مجھے آفیسر کے مودبانہ رویے اور مجھے چیف کہنے سے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ ناگی کے آدمی ہیں۔ ناگی نے یقیناً ایک طوفانی عمل کیا تھا جس کے نتائج شاندار نکلے تھے۔ ہم سب ہوٹل سے باہر آگئے۔ چند کاریں کھڑی ہوئی تھیں۔ ایک آفیسر نے پیلے رنگ کی ایک کار کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

”ناگی صاحب اس کار میں ہیں چیف۔ براہ کرم آپ وہاں تشریف لے جائیے۔“

میں پہلی کار کے قریب پہنچا تو ناگی نے نیچے اتر کر دروازہ کھولا۔ میں اندر بیٹھا تو اس نے ڈرائیونگ سیٹ سمجھا کر کار اشارت کر دی۔

”میرے کمرے کا کیا ہوا ناگی؟“

”صفائی۔“ ناگی مسکرا کر بولا۔

”کیا مطلب؟“

”وہاں سے تمام سامان نکال لیا گیا ہے چیف۔ جو نہی آپ لڑکی کے ساتھ باہر نکلے ہمارے ساتھیوں نے آپ کے کمرے میں داخل ہو کر وہاں سے آپ کا سب سامان نکال لیا۔“

”گڈ..... ویسے یہ گاڑیاں نگاہوں کا مرکز رہی ہوں گی جن میں آکر پولیس نے ریڈ کیا ہے۔“

”یقیناً چیف۔“

”ہو سکتا ہے کسی نے نمبر بھی نوٹ کر لیے ہوں۔ ہم ان کے دوسرے ساتھیوں کی موجودگی کو بھی نظر انداز نہیں کر سکتے۔“

”زندگی بھران گاڑیوں کا رجسٹریشن تلاش نہیں کر سکتے۔ تمام پلیٹیں جعلی ہیں۔“

”ایکسیلنٹ۔ ممکن ہے اسپیشل سفارت خانہ اس گرفتاری میں ملوث ہو جائے۔“

”اس طرح یہ دو افراد کے اغوا کا کیس قرار دیا جائے گا جنہیں کچھ پراسرار افراد نے پولیس کے بھیس میں آکر اغوا کر لیا ہے۔ ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں۔“ ناگی نے ہر پہلو کو مد نظر رکھا تھا۔

”ان دونوں کو چار سو گیارہ میں بھیجا ہے۔“

”ہاں چیف۔“

”ہو سکتا ہے ان کے نگران تعاقب کریں۔“

”راستے میں کچھ نہیں کر سکیں گے۔ چار سو گیارہ میں ہم ان کے استقبال کے خواہش مند ہیں۔ ویسے میرا خیال ہے چیف کوئی ہے نہیں۔ یہ لوگ جو کچھ کر رہے خود کر رہے ہیں۔“

”فلک رائٹس سچ مچ اندھا ہے۔“

”ہاں اس بارے میں آپ سے پوچھنا چاہتا تھا چیف۔“

”اس کی آنکھوں کے حلقے خالی ہیں لیکن اس کے پاس دو خطرناک مصنوعی آنکھیں جو پناٹزم کی قوت رکھتی ہیں۔“

”مشینی آنکھیں۔“

”سو فیصد۔“

”ایک دلچسپ صورت حال ہے۔“ رشید ناگی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ کچھ دیر کے بعد ہم لوگ کوٹھی میں داخل ہو گئے۔ یہاں وہ تمام پولیس افسران دریاں تبدیل کر چکے تھے۔ جنہوں نے ہوٹل میں ریڈ کیا تھا۔ میں دل ہی دل میں یہ اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکا تھا کہ اس وقت اس سے بہتر اور کوئی طریقہ کار نہیں ہو سکتا اور رشید ناگی نے نہایت محفوظ انداز میں یہ سب کچھ کر ڈالا تھا۔ حالانکہ رسک تھا۔ اصل پولیس کے کچھ افراد بھی متوجہ ہو سکتے تھے اور اس سے خاصی پریشانیاں اٹھانا پڑتی لیکن ناگی بھی یہ بات جانتا تھا کہ ہم ان پریشانیوں کو دور کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں پھر وہ تمام اشیاء ہمارے حوالے کر دیں گئیں جو فلک رائٹس اور شیری ریڈم کے کمرے سے برآمد ہوئی تھیں۔ انہی میں مصنوعی آنکھوں کا وہ پیکٹ بھی تھا جسے فلک رائٹس کی جیب سے نکال لیا گیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی قاتل کے علاوہ سب سے زیادہ باعث دلچسپی وہ مائیکرو فلمیں تھیں جو ایک ڈبے میں پیک تھیں۔ میں نے رشید ناگی سے کہا کہ ان فلموں کو دیکھنے کے لیے پروجیکٹر کا بندوبست کیا جائے۔ ناگی نے فوراً ہی میرے اس حکم کی تعمیل کرائی۔ اس کے آدمی تھوڑی دیر کے بعد چار سو گیارہ سے ایک طاقتور پروجیکٹر لے آئے اور اس کی ہدایات پر عمل کرنے لگے پھر ہم نے مائیکرو فلموں کو پروجیکٹر پر چڑھا کر دیکھا۔ اسپول میں کافی فلم تھی اور حیران کن بات یہ تھی کہ اس میں چار سو گیارہ نمبر کوٹھی کے بارے میں تمام تفصیلات الفاظ کی شکل میں موجود تھیں۔ یہ وہی تفصیلات تھیں جو امتیاز احمد کے ذریعے ان لوگوں کو حاصل ہوئی تھیں۔ امتیاز احمد نے جو کچھ بتایا تھا اسے تحریر کر کے ان مائیکرو فلموں میں محفوظ کر لیا گیا تھا۔

فائلوں میں موجود کاغذات میں بھی یہی تمام چیزیں موجود تھیں۔ البتہ ایک مونو گرام کارڈ دیکھ کر میں اچھل پڑا۔ یہ روز آرگنائزیشن کا تعارفی کارڈ تھا۔

”دیکھ رہے ہو ناگی؟“

”ہاں چیف! یہ بھی ملاحظہ فرمائیے۔“ ناگی نے ایک اور کارڈ نکال کر میرے سامنے کر دیا۔ کارڈ پر فلک رائٹس کی تصویر چسپاں تھیں اور اس پر روز آرگنائزیشن کا مونو گرام

بنا ہوا تھا۔ ان دو چیزوں کے علاوہ اس پر اور کچھ نہ تھا۔

”یہ اس کا شناختی کارڈ ہے۔“ میں نے کہا۔

”یقیناً“ لڑکی کا کارڈ بھی ہو گا۔“ ناگی نے کہا اور دوسرا کارڈ بھی مل گیا۔ ”اس کا مطلب ہے چیف کہ یہ دونوں روز آرگنائزیشن کے نمائندے ہیں۔“

”اب تو کوئی شک نہیں رہا۔ ڈان سینٹر اور روز آرگنائزیشن کو ہمارے ہاتھوں جو نقصانات اٹھانے پڑے ہیں وہ اتنے معمولی نہیں ہیں کہ وہ ہمیں نظر انداز کر دیں۔“

”اچھا ہے انہوں نے ہوشیار کر دیا۔“

”ان سے معلومات حاصل کریں گے ویسے اندازہ یہ ہوتا ہے کہ ہمارے بارے میں انہوں نے جو کچھ معلوم کیا ہے وہ ابھی تک کہیں منتقل نہیں کیا۔ یہ ہماری خوش بختی ہے کہ ہمیں قابل از وقت اس کے بارے میں پتا چل گیا۔“

”ویسے چیف یہ بالکل اتفاق ہے۔ یوں سمجھ لیں کہ یہ قدرت کی جانب سے امداد تھی۔ نہایت مناسب وقت پر جالب نعمان یہاں آیا اور اس نے کالی بھیڑ تلاش کر لی۔“

”قدرت مجھ پر ہمیشہ مہربان رہی ہے۔ خیر ان لوگوں کو ابھی آرام سے سونے دیا جائے۔ ہاں اس بات کا خیال رکھنا کہ انہیں کوئی نقصان نہ پہنچے۔ وہ خود کشی بھی کر سکتے ہیں۔ ڈان سینٹر کے مقابلے میں روز آرگنائزیشن کو یہ فوقیت حاصل ہے کہ وہ جدید ترین سائنسی لوازمات سے آراستہ ہے۔ اس کا ایک احسان بھی ہے مجھ پر۔ وہ یہ کہ اس نے مجھ پر بے شمار تجربات کیے تھے۔ مجھے اپنے قابل بنانے کے لیے اور ان تجربات سے بہر حال مجھے فائدہ پہنچا ہے۔“

”حقیقتاً“ چیف۔ ویسے یہ آنکھیں ہماری لیے باعث دلچسپی ہیں۔ ان کے اندر بھی کوئی مشینی میکنیزم ہی ہو گا۔ میرا خیال ہے جالب نعمان کے لیے یہ خاصی دلچسپی کا باعث ہوں گی اور اس کے تجربات میں اضافے کا موجب بھی۔“

”یقیناً“ کہاں ہے جالب نعمان۔“

”اپنے کمرے میں آرام کر رہا ہے۔ بڑا مختصر نوجوان ہے۔ یہاں آکر کافی مطمئن ہے اور اس بات سے بے حد خوش کہ اسے اتنے بڑے لوگوں کے درمیان ایک نمایاں حیثیت حاصل ہے۔“

”ناگی۔ اصولی طور پر اگر تم غور کرو تو وہ گریٹ ہے اور اس نے ایک ایسا کارنامہ

سرا انجام دیا ہے کہ یہاں کے علاوہ وہ دنیا کے کسی بھی ملک میں ہوتا تو اسے نجانے کتنا بڑا درجہ حاصل ہوتا۔ یہ مشین تو سب سے پہلے محکمہ پولیس کے لیے ہی انتہائی اہمیت کی حامل ہے اس کے علاوہ اگر اس کا دائرہ کار بڑھا دیا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت سے امور میں کام آسکتی ہے۔“ میں نے کہا اور رشید ناگی گردن ہلانے لگا۔

”یقیناً“ چیف۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔“ رشید ناگی نے کہا۔

پھر ہم لوگوں نے جالب نعمان سے ملاقات کی۔ فی الحال یہ معاملہ اتنی دلچسپیوں کا حامل تھا کہ کسی اور مسئلے کی جانب متوجہ ہونے کی گنجائش ہی نہیں رہی تھی۔ جالب نعمان کو یہ آنکھیں دکھائی گئیں اور اسے اس بارے میں تفصیلات بتائی گئیں تو وہ شدید حیران رہ گیا۔ اس نے بغور ان کا تجزیہ کیا اور کافی دیر تک وہ آنکھوں کی ساخت پر غور کرتا رہا پھر بولا۔

”آپ یقین کیجئے کہ بڑی اعلیٰ تکنیک ہے یہ، مصنوعی آنکھوں کے ذریعہ دماغ کی ہمیں کھولنا، لیکن ان کا طریقہ کار میری سمجھ میں آ رہا ہے۔ درحقیقت چیف آنکھیں تو ایک کمرے کے لینس کے مانند ہوتی ہیں جن کا کام کسی شے کی تصویر کو دماغ تک پہنچانا ہوتا ہے۔ اس کا تجزیہ تو دماغ ہی کرتا ہے۔ یہ آنکھیں اس لحاظ سے بڑی حیثیت رکھتی ہیں کہ یہ بغیر رابطے کے دیکھتی ہیں اور دماغ کو منتقل کرتی ہیں۔ غالباً ان کی کیفیت ریموٹ جیسی ہے۔ وائر لیس ریموٹ جیسی۔“

”تمہارا کیا خیال ہے جالب۔ کوئی شخص اگر اپنے ذہن میں پینٹنزم کی قوت نہ رکھتا ہو۔ تو کیا وہ ان آنکھوں کی مدد سے کسی کو پینٹنا کر سکتا ہے؟“ میں نے سوال کیا۔

جالب سوچ میں پڑ گیا پھر بولا۔ ”میں یقین سے نہیں کہہ سکتا چیف، ویسے ممکن ہے ایسا ہو سکتا ہو۔“

”اچھا یہ بتاؤ۔ جو شخص ان آنکھوں کو استعمال کرتا ہے اسے پینٹنا کر کیا جاسکتا ہے۔“

”کو شش کی جاسکتی ہے۔“

”آنکھیں کسی شے کو دیکھتی ہیں تو دماغ کو منتقل کرتی ہیں، اگر وہ شخص نابینا ہو تو۔“

”کوئی مشکل نہیں چیف۔ آنکھوں سے جو کام لیا جاسکتا ہے۔ وہ کانوں سے بھی لیا

جاسکتا ہے۔ ہم اس سے کوئی سوال کریں گے تو اس کے دماغ میں تحریک ہوگی اور دماغ آسانی سے ہماری گرفت میں آجائے گا۔

”تمہاری مشین یہ کام کر سکتی ہے؟“

”بہ آسانی۔“

”گڈ..... ہمیں یہ تجربہ کرنا ہے۔“

”میں تیار ہوں۔“ جالب نے کہا۔

بعد میں ناگی اور میں تیار بن کر رہے تھے میں نے اپنے چہرے کا یہ ماسک ختم کرنے کے انتظامات کر لیے تھے۔ میک اپ فورا ختم نہیں ہو سکتا تھا۔ ناگی نے مجھ سے کہا۔

”رہتے دین چیف۔ آپ کو تجربہ ہو چکا ہے کہ یہ چہرہ کتنے کام کا ہے۔“

”سیرے لیے سخت نقصان دہ ہے ناگی۔“

”کیوں چیف؟“

”میرا مرکز دل رخسار ہے۔ ہم اپنے درمیان وہی رشتہ رکھنا چاہتے ہیں۔“ میں نے کہا تو ناگی ہنسنے لگا۔

”رخسار صاحبہ کے سلسلے میں آپ واقعی بے حد سنجیدہ ہیں چیف۔“

”ہاں ناگی اگر کبھی مجھے میری شناخت مل گئی اور میں اس قابل ہوا کہ کسی کو اپنی زندگی میں شریک کر سکوں تو وہ رخسار ہوگی۔“

”آپ کو خوش کرنے کے لیے نہیں کہہ رہا۔ درحقیقت وہ بے حد نفیس خاتون ہیں۔“

اس رات ہم نے فلیک راہنس اور شیریں ریڈم کو آرام کرنے دیا البتہ ان کی بھرپور نگرانی کی جارہی تھی۔ ان پر باقاعدہ ایک مانیٹر لگا دیا گیا تھا جو دوسرے کمرے میں ان کی حرکات و سکنات کی تصاویر پیش کر رہا تھا اور ایک آدمی اسے باقاعدہ آپریٹ کر کے ان کے بارے میں رپورٹیں تیار کر رہا تھا۔ دوسرے دن بھی تقریباً گیارہ بجے تک انہیں پریشان نہیں کیا گیا۔ اس کے بعد جب جانب نعمان اپنے سارے کاموں سے فارغ ہو گیا تو پھر کوٹھی اور چار سو گیارہ نمبر کی درمیانی سرنگ کے ذریعے ان دونوں کو یہاں لایا گیا۔

شیریں ریڈم کا چہرہ بری طرح اترا ہوا تھا۔ ویسے یہ بات بھی مانیٹر آپریٹر کی رپورٹ میں شامل تھی کہ فلیک راہنس نجانے کب تک شیریں ریڈم کو برا بھلا کہتا رہا تھا۔ شیریں ریڈم کا کہنا تھا کہ آخر اس سلسلے میں اس کا کیا قصور ہے اگر پولیس کسی طرح اس کی جانب متوجہ ہو گئی تو بھلا شیریں یا اس کا وہ دوست اس میں کہاں ملوث ہوتے ہیں لیکن فلیک راہنس اس بات کو تسلیم نہیں کر رہا تھا۔ اس کا کہنا یہی تھا کہ شیریں کی بے پروائی نے ان پر یہ لمحات مسلط کئے ہیں۔ اور پھر جب شیریں ریڈم اور فلیک راہنس اس کمرے میں داخل ہوئے تو فلیک راہنس نے شیریں کا شانہ دہاتے ہوئے کہا۔

”وہ شخص اس کمرے میں موجود ہے؟“

”کون؟“ شیریں جھنجھلائے ہوئے انداز میں بولی۔ ابھی تک میری پشت اس کی جانب تھی اور اس نے میرا چہرہ نہیں دیکھا تھا۔

”وہی جس پر تم فدا ہو گئی تھیں۔“ فلیک راہنس نے کہا۔

”آپ کچھ دیر کے لیے اپنی زبان بند نہیں رکھ سکتے مسٹر راہنس۔“

”آہ۔ وہ یہاں موجود ہے۔ میں اس کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں۔“ یہ الفاظ سرگوشی میں کہے گئے تھے لیکن میں نے انہیں سن لیا تھا۔ راہنس نے دیکھا پھر چونک کر

کہا۔ ”سازش یقیناً کوئی سازش۔“

”مسٹر فلیک یہاں دوسرے افراد بھی موجود ہیں۔“ شیریں نے کہا۔

”اس وقت میں نے کہا تھا جب ہم اس جگہ سے اٹھ کر کمرے میں آئے۔ جہاں تم

نے اپنے لیے ایک محبوب کا انتخاب کیا تھا۔ میری مراد ہوٹل کے بال روم سے ہے۔ تب

میں نے ایک اجنبی خوشبو کا تذکرہ کیا تھا۔ وہ اجنبی خوشبو بھی یہاں ہے۔“

”تو پھر؟“

”کچھ ہونے والا ہے شیریں ضرور کچھ ہونے والا ہے۔“

شیریں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اب وہ اس کمرے کا جائزہ لے رہی تھی۔ اس نے

مجھے اور ناگی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”آپ لوگ کون ہیں۔ کیا پولیس آفیسر۔ دیکھیے براہ کرم ہمارے ساتھ کوئی غیر

قانونی عمل نہ کیجئے۔ ہمارے خلاف سازش کی گئی ہے۔ آپ ہمارے سفارت خانے سے

ضرور رجوع کیجئے۔“

میں اور ناگی نے ایک ساتھ ہی رخ بدلا تھا۔ شیریں مجھے دیکھ کر اچھل پڑی۔ اس نے بے اختیار کیا۔ ”اوہ فراس آپ بھی ان لوگوں کی حراست میں ہیں۔“

”ہاں ڈیئر شیریں ریڈم..... ایسا ہی ہے۔“

”رین..... رین ڈم..... مم میں شس شیریں!“ وہ میرے منہ سے اصل نام سن کر گھبرا گئی۔

”آپ شیریں رائنس نہیں ریڈم ہیں۔ شیریں ریڈم۔“ میں نے کہا اور وہ تعجب سے آنکھیں پھاڑنے لگی۔

”آپ کیا کہنا چاہتے ہیں اور آپ۔ میرا مطلب ہے۔“

”احتمق لڑکی۔“ رائنس آہستہ سے بڑبڑایا۔

”آپ براہ کرم تشریف رکھیے۔“ پھر نعمان جالب نے فلیک کا بازو پکڑ کر اسے صوفے پر بٹھا دیا۔ شیریں کے پیروں کی جیسے جان نکل گئی تھی۔ وہ خود بخود ہی فلیک کے ساتھ صوفے پر بیٹھ گئی اور خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگی لیکن اس کی نگاہیں بار بار میری جانب اٹھ جاتی تھیں۔ فلیک نے سر سراتے ہوئے لمبے میں پوچھا۔

”کیا یہ واقعی پولیس اسٹیشن ہے۔ آپ لوگوں کی گفتگو اور آپ کے اندازے سے تو یہ احساس ہوتا ہے کہ یہ پولیس اسٹیشن نہیں ہے۔“

”آپ کا خیال بالکل درست ہے مسٹر فلیک۔ اصل میں یہ وہ جگہ ہے جہاں کے بارے میں آپ اپنی ہینا ٹیم آئیز (Eyes) سے کام لے کر امتیاز احمد نامی شخص سے معلومات حاصل کر رہے تھے۔ آپ کو خوشی ہوگی مسٹر فلیک رائنس کہ آپ خود بھی اسی جگہ پہنچ گئے ہیں۔“ فلیک رائنس کے بدن کی لرزش نمایاں تھیں۔ اس نے اپنا ایک ہاتھ شیریں ریڈم کے بازو پر رکھ دیا تھا۔ منہ سے کچھ کہا بھی تھا لیکن صحیح طور پر آواز نہیں نکل پائی تھی۔ شیریں ریڈم بھی اب بری طرح نروس ہو رہی تھی۔ اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر کہا۔

”کک..... کیا مسٹر فراس۔ مسٹر فراس.....“

”ڈیئر شیریں ریڈم میرا نام اصل میں رائنس منصور ہے۔ میں وہی شخصیت ہوں جس

کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے مسٹر فلیک رائنس نے یہ سفر اختیار کیا ہے۔ آپ لوگوں نے ہمارے ایک آدمی کو ہینا ٹیم کے ذریعے اپنے ٹرانس میں لیا اور ہمارے بارے میں معلومات جمع کرنا شروع کر دیں۔ آپ نے شاید صحیح طور پر یہ اندازہ نہیں لگایا تھا کہ ہماری اپنی قوت کیا ہے اور حقیقتوں کا کھوج لگانے کے لیے ہمارے پاس کیا ذرائع موجود ہیں۔ یہ علم ہونے کے بعد مجھے آپ کے خلاف کام شروع کرنا پڑا۔ اور مس شیریں ریڈم بالا آخر میں آپ تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا اور آپ مجھے مسٹر فلیک رائنس تک پہنچانے کا ذریعہ بنیں۔“

فلیک رائنس ایک دم ٹرپ سا گیا اور اس کے منہ سے انگریزی میں ایک موٹی سی گالی نکل گئی۔ یہ گالی اس نے یقیناً ”شیریں ریڈم کو دی تھی۔ شیریں نے اس گالی کا لوٹس نہیں لیا۔ عجیب سی نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھیں۔ اس وقت وہ صرف عورت تھی۔ اپنے محبوب سے شاکی عورت۔ اول تو وہ میری محبوبہ نہیں تھی بلکہ دشمن تھی، پھر یہ کہ جن حالات کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا ان کے بارے میں شاید وہ صحیح طور پر اندازہ نہیں لگا سکتی تھی کہ وہ میرے لیے کس قدر بھیانک تھے۔ ہم نے بروقت اس صورت حال پر قابو پایا تھا ورنہ نجانے اس کے کیا نتائج بھگتنا پڑتے فلیک رائنس جس قدر بدحواس نظر آ رہا تھا اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ اندر ہی اندر کس قدر تلملا رہا ہے۔ یہ ابتدائی گفتگو کرنے کے بعد میں نے فلیک رائنس سے سوال کیا۔

”آپ کو اندازہ ہو گیا ہوگا مسٹر فلیک رائنس کہ آپ کا کھیل کس طرح مٹی میں مل گیا ہے ہمیں وہ تمام معلومات حاصل ہو چکی ہیں جنہیں آپ نے نجانے کیسے کیسے جتن سے حاصل کیا تھا۔ افسوس آپ اپنی کاوشوں میں کامیاب نہیں ہو سکے اور جب ایک شعبہ ناکام ہو جاتا ہے تو پھر انسان کو وہی کرنا پڑتا ہے جو کامیاب لوگوں کی خواہش ہو۔“

”میں زندگی بھر یہی کہتا رہا ہوں کہ دنیا کے جتنے کام بگڑتے ہیں ان میں عورت کا ہاتھ ہوتا ہے..... نجانے کیوں یہ لوگ سمجھتے نہیں ہیں۔ اگر اس وقت یہ احمق عورت میرا راستہ نہ روکتی تو میں اپنی کامیابی کے آخری مرحلے میں تھا۔ میں نے انکار کیا تھا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے لیکن شاید یہ بھی عورت ہی کا بگاڑ تھا کہ مجھے اس احمق لڑکی کا ساتھ زبردستی دیا گیا۔ لعنت ہے لعنت ہے۔“ فلیک رائنس اس قدر حواس باختہ ہو

بن آں کیا اور تیز شعلے نے فلیک راہس کو اپنے حصار میں لے لیا۔ ہم اس رد عمل کا جائزہ لے رہے تھے۔ اس میں مکمل کامیابی ہوئی وہ سبکت ہو گیا۔ جالب نے کہا۔
 ”اور اب آپ کو اس گفتگو کی روشنی میں جواب دینے ہوں گے۔ آپ یہاں دانش منصور کے خلاف کس کے ایما پر کام کر رہے ہیں؟“
 ”میں روز آرگنائزیشن نامی ایک ادارے کا کارکن ہوں۔“ فلیک راہس نے کہا۔
 ”آپ دانش منصور کے بارے میں کیا جانتا چاہتے تھے؟“
 ”یہی کہ اس کا پھیلاؤ کتنا ہے۔ اس کا طریقہ کار کیا ہے۔ حکومتی پیمانے پر اسے کس قدر تعاون حاصل کیا۔“

”روز آرگنائزیشن کا اس میں کیا مفاد تھا؟“
 ”میں نہیں جانتا۔ میں صرف احکامات پر عمل کرتا ہوں۔“
 ”آپ کتنے افراد کے ساتھ یہاں آئے ہیں؟“
 ”روز آرگنائزیشن کی ایک رکن شیری ریڈم کے ساتھ۔“
 ”اور کوئی نہیں ہے یہاں؟“
 ”نہیں۔“

”مقامی طور پر آپ کو کس کا تعاون حاصل ہے؟“
 ”کسی کا نہیں۔“

”کیا آپ اپنا کام مکمل کر چکے ہیں۔“
 ”ابھی نہیں۔“

”آپ کو مزید کیا کرنا تھا؟“

”صرف دانش منصور کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کر کے جمع کرنا۔“

”اس کا کیا طریقہ کار ہوتا ہے؟“

”شیری کی ذمہ داری تھی کہ وہ دانش منصور کے قریبی لوگوں کو تلاش کرے اور انہیں مجھ تک پہنچا دے۔ اس کے بعد میرا کام شروع ہوتا تھا۔“
 ”بہت آسان اور عام طریقہ کار تھا۔ اس کی وجہ۔“

رہا تھا کہ وہ اپنے آپ ہی کو گالیاں دے رہا تھا، رشید ناگی نے جالب نعمان کو اشارہ کیا اور جالب نعمان نے گردن خم کر دی مطلب یہ تھا کہ اب اپنے کام کا آغاز کر دیا جائے۔ جالب نعمان نے مشینوں کے بٹن آن کیے۔ شیری میں تو اب اتنی سکت نہیں رہی تھی۔ ویسے ہم اس کی جانب سے بھی غافل نہیں تھے۔ پتا نہیں جالب نعمان نے دونوں کے ذہنوں کو ایک ساتھ ٹرانس میں لینے کا فیصلہ کیا تھا یا پھر اس کی پوری توجہ فلیک راہس کی جانب تھی۔

طے شدہ منصوبے کے تحت میں نے اسے سوالات کی فہرست بنا کر دے دی اور اپنی فہرست میں ’میں نے شیری اور راہس دونوں ہی کو ساتھ رکھا تھا۔ یہ سوالات جالب نعمان کو ان لوگوں سے کرنا تھا۔ بالا آخر کام کا آغاز ہو گیا۔ جالب نعمان نے کہا۔
 ”مسٹر فلیک راہس آپ کو یہ اندازہ ہو گیا ہے کہ جس طرح بھی ہوا، ہر حال یہ خطرناک کام ہو چکا ہے۔ آپ نے خاص قسم کی مصنوعی آنکھوں کے ذریعے اس لڑکی کا سہارا لے کر دانش منصور کے لیے کام کرنے والے ایک شخص امتیاز احمد کو اپنے ٹرانس میں لیا اور اس سے دانش منصور کی کاوشوں کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ یہ معلومات آپ کے پاس سے فائلوں اور مائیکرو فلموں کی شکل میں دانش منصور کو مل گئی ہیں۔ ہم نے جوابی کارروائی کر کے بالا آخر آپ کو اپنے قبضے میں لے لیا ہے اور اب آپ کو اپنے بارے میں تمام تفصیلات بتانا ہوں گی۔“

”تم لوگ احمق ہو، جو کہو اس تم کر رہے ہو میری سمجھ میں بالکل نہیں آ رہی۔ میں ایک اندھا آدمی ہوں ایک معذور شخص۔ اپنی بیٹی کے ساتھ اس کی خوشی کے لیے سیاحت پر نکلا ہوں اور اس ملک میں آیا ہوں۔ میرا سفارت خانہ میرے تحفظ کا ضامن ہے۔ اگر تم لوگوں نے میرے ساتھ کوئی غیر مناسب کارروائی کی تو تمہارا پچھا مشکل ہو جائے گا۔“
 بوڑھے فلیک راہس نے کہا۔

”مسٹر فلیک راہس جس طرح آپ کے پاس یہ روشن آنکھیں ہیں۔ جنہیں میں بھی طور پر کسی بہت بڑی سائنسی لیبارٹری نے تیار کیا ہے اور جن کے ذریعے آپ اپنے مد مقابل کو ٹرانس میں لے کر اس کی زبان کھلواتے ہیں۔ اسی طرح ہم نے بھی کچھ کاوشیں کی ہیں۔ اب آپ کو انہی کاوشوں کے تحت ہمیں جواب دینے ہوں گے۔“ جالب نے

”دانش کے خلاف اعلیٰ پیمانے پر کئی بار کام ہو چکا ہے لیکن اس میں ناکامی ہوئی۔
پلاننگ ڈیپارٹمنٹ نے اس بار ایک سادہ طریقہ کار اختیار کر کے یہ کام کرنا چاہا ہے۔“
”پلاننگ ڈیپارٹمنٹ.....؟“

”ہاں۔ روز آرگنائزیشن نے دانش منصور کے لیے ایک الگ شعبہ ترتیب دیا ہے جس کا اپنا پلاننگ ڈیپارٹمنٹ ہے۔ اس سلسلے میں روز آرگنائزیشن کا ایک دوسرے بڑے ادارے ڈان سینٹر سے معاہدہ ہو گیا ہے۔ دانش منصور ان دونوں اداروں کو بدترین نقصانات پہنچا چکا ہے۔ یہ نقصانات ملک تک ہی محدود نہیں ہیں بلکہ اس نے دنیا کے کئی ممالک میں ان اداروں کے مفادات کو شدید نقصانات پہنچائے ہیں پھر چونکہ اس کا تعلق ایک بڑے اور طاقتور اسلامی ملک سے ہے جس کے دوسرے اسلامی ممالک سے گہرے تعلقات ہیں۔ یہ خدشہ ہے کہ اس نے اپنا دائرہ کار بڑھایا کر دوسرے ممالک تک پھیلا دیا تو ان اداروں کو شدید نقصانات اٹھانے پڑیں گے۔ اس سلسلے میں کئی یورپی حکومتیں بھی ہم سے تعاون کر رہی ہیں جنہیں اپنے مفادات خطرے میں نظر آ رہے ہیں۔ ابھی کچھ دن قبل اس نے ہیوی وائر کا ایک ذخیرہ چرا کر اپنے ملک کو فراہم کیا ہے۔ اس کے اس عمل کو بڑی تشویش کی نگاہ سے دیکھا جا رہا ہے۔ اس کی وجہ سے اس کے ملک میں دونوں اداروں کو اپنے اپنے مفادات سمیٹنے پڑے ہیں اور اس وقت یہ ملک ان دونوں عظیم الشان اداروں کے تسلط سے آزاد ہے جس کی وجہ سے اس کی حکومتی پالیسیاں آزاد ہو گئی ہیں۔ بڑے ممالک اس بات کو پسند نہیں کرتے۔“

”گویا دانش منصور کو ختم کرنے کے لیے ایک باقاعدہ ادارہ قائم کر دیا گیا ہے؟“
”ہاں۔“

”اس کا ہیڈ کوارٹر کہاں ہے؟“

”اسپین کے شہر سویلے میں۔“

”اس کا کوئی الگ سربراہ ہے؟“

”ہاں۔ مسٹر لیچہ اشمیر۔“

”یہ کہاں رہتے ہیں؟“

”بارسلونا میں۔“

”کیا یہ بارسلونا کی کوئی معروف شخصیت ہے؟“
”ہاں وہاں اسے ایک طبقے کے روحانی پیشوا کی حیثیت حاصل ہے۔ یہ لوگ
اشمیرس کہلاتے ہیں۔“

”لیچہ اشمیر کے تعلق سے۔“

”ہاں۔“

”اسپین کے نواحی علاقوں کے قبائلی جن کا اپنا ایک الگ نظریہ ہے اشمیرس کہلاتے
ہیں۔“

”لیچہ اشمیر نے اپنا ہیڈ کوارٹر سویلے میں قائم کیا ہے؟“

”ہاں۔“

”جو ادارہ روز آرگنائزیشن کے تحت دانش منصور کے خلاف کام کر رہا ہے اسے
کوئی الگ نام دیا گیا ہے۔“

”ہاں۔“

”کیا نام ہے اس کا؟“

”کرش ڈی ایم۔ یہی اس کا سلوگن بھی ہے۔“

”ڈی ایم سے کیا دانش منصور بنتا ہے؟“

”ہاں۔“

”کتنے افراد اس ادارے میں شامل ہو چکے ہیں؟“

”اس وقت اٹھائیس آدمی ہیں جن میں آٹھ عورتیں اور بیس مرد ہیں۔“

”کیا یہ لوگ مختلف طریقوں سے دوسرے ممالک میں کام کر رہے ہیں یا صرف
سویلے میں ہی جمع ہیں؟“

”یہ میں نہیں جانتا۔“

”آپ بھی اس ادارے کے رکن ہیں؟“

”جی ہاں۔“

”کیا اس ادارے یا روز آرگنائزیشن کے مفادات کے لیے اس ملک میں کچھ افراد
موجود ہیں؟“

تعلق کوئی بات ہے؟“

”مٹھل شاہ نامی شخص کو اب سے دو ماہ پہلے میں نے دیکھا تھا۔ یہ آدمی غالباً مٹھل شاہ کے پاس مٹھل میں موجود تھا اور اس کے بارے میں مٹھل میں نے مجھے بتایا تھا کہ یہ اس ملک کا باشندہ ہے اور بڑی عجیب و غریب خوبیوں کا مالک ہے۔“

”میرا اضطراب حد سے زیادہ بڑھ گیا۔ میں نے اس سے کہا۔“

”مٹھل میں روز آرگنائزیشن کے مفادات کا نگران۔“

”مٹھل شاہ ہی تھا اس شخص کا نام؟“

”ہاں سو فیصد۔“

”کیا اب بھی مٹھل میں ہی کے پاس ہو گا؟“

”یہ میں نہیں کہہ سکتا۔“

”وہاں تم نے اسے کس حالت میں دیکھا تھا؟“

”وہ مٹھل میں کا قیدی تھا اور مٹھل میں اس سے کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔“

”اور وہ لڑکی نادرہ؟“

”نہیں میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔“

میرے سوالات ختم ہو گئے تھے کوئی اور بات ذہن میں نہیں تھی مٹھل شاہ کا حوالہ

انجمن عالم میں ملا تھا اس سے کم از کم یہ اندازہ ہوتا تھا کہ بات غلط نہیں کہی گئی ہے۔

میرے جسم میں شدید سنسنی دوڑ رہی تھی۔ میں نے جالب نعمان کو اشارہ کیا اور کہا کہ

اب اس شخص سے مزید معلومات حاصل کرنے کی ضرورت باقی نہیں جتنا ہم لوگ معلوم

کرنا چاہتے تھے وہ معلوم ہو چکا ہے۔ جالب نعمان نے اس شخص کو حکم دیا۔

”مسٹر فلک رابنس آپ اپنی اصل ذہنی حالت میں واپس آجائیں گے اور کسی قسم

کی کوئی احمقانہ کارروائی نہیں کریں گے۔“

پھر اس نے لینس کا رخ شیریں رابنس یا شیریں رینڈم کی جانب کیا تو وہ دونوں ہاتھ

تھکے تھکے لہجے میں بولی۔

”مجھ پر یہ طریقہ کار استعمال مت کرو۔ اب اس کے بعد رہ کیا گیا ہے تمہیں بتانے

کے لیے ایسا نہ کرو جو کچھ مجھ سے پوچھنا چاہتے ہو میں خود تمہیں بتا دوں گی۔“

”اس وقت کوئی نہیں ہے یا اگر ہے تو ہمیں اس کی نشاندہی نہیں کی گئی۔“

”کیا جو معلومات آپ نے وائٹس منصور کے بارے میں حاصل کی ہیں۔ انہیں مانگو۔“

فلسوں اور فائلوں کے علاوہ کہیں اور بھی محفوظ کیا گیا ہے۔“

”کیس نہیں۔“

میں اور ناگی دلچسپی اور حیرت سے جالب نعمان کے سوالات سن رہے تھے حالانکہ

سوالات کی جو فہرست جالب نعمان کو فراہم کی گئی تھی اس میں یہ سوالات نہیں تھے جو

جالب نعمان نے فلک رابنس سے کیے لیکن اندازہ یہ ہو رہا تھا کہ جالب نعمان کی اپنی

ذہنی صلاحیتیں بے پناہ ہیں۔ وہ اس گفتگو کے بعد نئے سوال تراشنے کی اہلیت رکھتا ہے۔

یہ سوال ہمارے اپنے نظریے کے مطابق بالکل اطمینان بخش تھے۔ تقریباً ساری معلومات

حاصل ہو چکی تھیں اور ان کا لب لباب نہایت سنگین تھا۔ اچانک ہی میرے ذہن میں ایک

خیال آیا اور میں نے اسے تحریر کر کے جالب نعمان کے حوالے کر دیا۔ شیریں رینڈم پر ابھی

تو یہ مشین کا حربہ استعمال نہیں کیا گیا تھا لیکن وہ بے حد بڑا حال نظر آرہی تھی اور اس کی

کیفیت بہت خراب تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے اعصابی طور پر وہ بالکل ناکارہ ہو گئی ہو اور اسے

اپنا مستقبل نظر آنے لگا ہو۔ میری نئی تحریر کے مطابق جالب نعمان نے سوال کیا۔

”مسٹر فلک رابنس آپ کتنے عرصے سے روز آرگنائزیشن سے منسلک ہیں؟“

”تیرہ سال سے۔“

”آپ کی آنکھیں کس طرح ضائع ہوئیں؟“

”دشمنی میں میری آنکھوں پر تیزاب ڈال کر انہیں ختم کر دیا گیا۔ میں قریب المرگ

تھا لیکن ادارے کے سائنس دانوں نے مجھے زندگی بخش دی اور اس کے بعد میرے لیے

یہ آنکھیں ایجاد کی گئیں جن سے نہ صرف میں ہر چیز دیکھ سکتا ہوں بلکہ ان کے ذریعے

میں کسی بھی شخص کو پتہ چلا بھی کر سکتا ہوں۔“

”اس دوران آپ نے مختلف جگہوں پر روز آرگنائزیشن کے لیے کام کیا ہو گا؟“

”ہاں۔“

”کیا آپ مٹھل شاہ نامی کسی ایسی شخصیت کو جانتے ہیں جس کا تعلق اس ملک سے

ہے۔ اس کے علاوہ ایک لڑکی جس کا نام نادرہ ہے کیا آپ کے علم میں ان دونوں سے

”انہیں طویل عرصہ مسمان رکھنا ہوگا۔ اس کے علاوہ اور کیا کریں گے۔ انہیں کوئی نشان پہنچانا بے سود ہے۔“

”چیف ان واقعات پر آپ کے احساسات کچھ بھی ہوں میں بڑی خوشی محسوس کر رہا ہوں۔ دانش منصور ان لوگوں کے لیے اس قدر خوفناک ہے کہ وہ سب یکجا ہو گئے ہیں۔ ہر سب ممالک اس سے پریشان ہیں۔“

”ہمیں بہت سے نئے اقدامات کرنے ہوں گے ناگی۔ تمہارا نیا آدمی میرے میک اپ میں کیسا جا رہا ہے۔“

”بہت شاندار چیف مگر سعید خان بھی مسلسل محنت کر رہا ہے وہ بہت امپروو کر گیا ہے۔“

”اس انداز میں سوچا جا رہا ہے ناگی۔ اس لیے اب میرے دو ہم شکل مستقل ہونے چاہئیں۔ میں اس میک اپ کو باقاعدہ استعمال کرنا چاہتا ہوں۔ میرا خیال ہے میں اسپین جاکر خود اپنے خلاف استعمال ہونے والے ادارے کو دیکھوں۔“

”جی.....“ ناگی اچھل پڑا۔

”میں اس ادارے کو تباہ کرنا چاہتا ہوں۔“

”اس کے لیے دوسرے لوگ کام کر سکتے ہیں چیف۔“

”نہیں ناگی لیتھ اسٹیمپر کو میں خود دیکھنا چاہتا ہوں اگر اس کیس میں کامیاب ہو گیا تو پھر مٹا کو جاکر مٹھل شاہ کو تلاش کروں گا۔“ ناگی تشویش بھری نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے بولا۔

”یقیناً“ چیف وہ بہتر ہے جو آپ سوچیں گے یہاں کے بارے میں کیا پروگرام ہے۔“

”صرف سرکاری امور میں خیال رکھنا ورنہ میری ڈی میرے باقی امور سرانجام دیں گی۔ دوسرے منصوبے پروگرام کے مطابق جاری رکھوں۔“

”اوکے چیف۔ آپ کے ساتھ کچھ اور لوگ ہوں گے۔“

”ٹل آرمی۔ یعنی چیکاس برادرز۔“ میں نے مسکرا کر کہا۔ ٹل آرمی کرش ڈی ایم کے خلاف کام کرے گی۔“ میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ ناگی کے پاس کچھ اور کہنے کی

”ٹھیک ہے ڈیئر جالب بس اب یہ کام ختم کرو۔“ جالب نے مشین کے بٹن آف کر دیے تھے پھر وہ سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا تو میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”ناگی ان دونوں کو میں تمہاری تحویل میں دے رہا ہوں۔ ان کا مناسب انتظام کرنے کے بعد میرے پاس آؤ۔“

ناگی نے مودب انداز میں گردن خم کر دی۔ جب میں وہاں سے واپس پلٹا تو شیری ریڈم نے آہستہ سے کہا۔

”سنو میں تنہائی میں تم سے ملاقات کرنا چاہتی ہوں مجھے کچھ وقت دے سکو گے۔“

”ابھی نہیں شیری معذرت خواہ ہوں لیکن تمہاری یہ خواہش ضرور پوری کروں گا۔“

”ہمیں ہمارا مستقبل تو بتاتے جاؤ۔“

”اس کے لیے بھی جلدی نہ کرو مجھے فیصلے کرنے دو۔“ میں نے کہا اور اس کمرے سے باہر آگیا۔ پھر میں اپنی آرام گاہ میں پہنچ گیا تھا۔ دماغ میں سنسنی ہو رہی تھی روز

آرگنائزیشن ایک بار پھر میرے مقابلے پر آگئی تھی۔ جو انکشافات ہوئے تھے۔ وہ بے حد حیران کن تھے۔ یہ دونوں ادارے مجھے سے اس قدر خوفزدہ ہو گئے تھے میرے سلسلے میں انہوں نے بڑے بڑے اقدامات کر ڈالے تھے۔ بہت دلچسپ صورتحال تھی۔ مٹھل شاہ کے بارے میں معلوم ہوا تھا۔ پتا نہیں کیا پوزیشن ہے۔ چونکہ اس نے نیوی عمل کے درمیان یہ بات بتائی تھی اس لیے غلط نہیں ہو سکتی تھی۔ اب کیا کرنا چاہیے۔

ناگی بہت دیر کے بعد آیا تھا۔ میں نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا تو وہ بولا۔

”انہیں چار سو گیارہ میں بلیک ہاؤس میں پہنچا دیا ہے۔ لڑکی بہت مضحکہ خیز ہے۔ مجھ سے پوچھ رہی تھی کہ یہ شخص کون ہے۔ کیا خود دانش منصور۔“

”انہیں میری تصویریں تو دکھانی گئی ہوں گی۔“

”یقیناً“ چیف وہ پوچھ رہی تھی کہ کیا واقعی آپ میک اپ میں تھے بوڑھا ہے مسلسل برا کہہ رہا تھا۔

”ہوں۔“ میں نے پر خیال لہجے میں کہا۔

”ان دونوں کا کیا کرنا ہے چیف۔“

گنجائش نہیں تھی اس کے بعد میں تیاریوں میں مصروف ہو گیا۔ رخسار سے کئی دن مسلسل ملاقاتیں رہیں میں نے اسے بتایا کہ ایک طویل عرصے کے لیے میں ملک سے باہر جا رہا ہوں۔ میری شکل میں اسے میرے ساتھی نظر آئیں گے جب تک میں خود اس سے نہ ملوں وہ کسی سے رابطہ نہ کرے۔

تیاریوں میں کوئی مشکل نہ ہوئی۔ اپنی روانگی سے ایک ہفتے قبل میں نے چیکاس برادرز کو میڈرڈ روانہ کر دیا۔ اور ایک ہفتے کے بعد بے شمار تیاریوں کے ساتھ میں خود بھی اسپین چل پڑا۔

دوران سفر میں اسپین میں اپنی ہنگامہ آرائیوں کے بارے میں غور کرتا رہا تھا، مجھے بہت ہی خصوصی انداز میں وہاں کام کرنا تھا، حالات نے اپنے آپ پر اتنا اعتماد بخش دیا تھا کہ درحقیقت اب مجھے کسی چیز سے خوف نہیں محسوس ہوتا تھا، میرا ذہن لیتھ اسٹیر کے بارے میں سوچ رہا تھا، ایک باقاعدہ نواحی قبیلے کا روحانی پیشوا جس قدر حیثیت کا حامل ہوگا اس کا اندازہ مجھے لگانا چاہیے، مقابلہ نہایت سخت ہوگا، اس میں کوئی شک نہیں کہ چیکاس برادرز پر میں کافی بھروسہ کر سکتا تھا، وہ لوگ ناقابل یقین صلاحیتوں کے مالک تھے اور میں نے انہیں ٹل آرمی کا نام بے مقصد ہی نہیں دے دیا تھا، وہ بے شمار افراد کا مجموعہ تھے، ذہانت اور اعلیٰ کارکردگی کی بے مثال تاریخ رکھتے تھے اور اس کا مجھے بارہا تجربہ ہو چکا تھا، لیکن کسی بھی چیز پر نازاں ہو جانے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ انسان اپنے راستے سے ہٹک گیا، دشمن کو کمزور سمجھنے کا تصور ہمیشہ تاریکیوں کی جانب دھکیل دیتا ہے، چنانچہ اپنا ایک ایک لمحہ ایک ایک قدم محتاط رکھنا چاہتا تھا۔ لیتھ اسٹیر کو روز آرگنائزیشن اور ڈان سینٹر نے مشترکہ طور پر میری تباہی کے لیے مقرر کیا تھا اور اس نے بڑے پیمانے پر اعتماد انداز میں کام کا آغاز کیا تھا، اگر غور کیا جائے تو میں نے ہمیشہ ہی تقدیر کو خود پر مہربان پایا تھا، اب یہ دلچسپ اتفاق تھا کہ رشید ناگی کو جالب کی کارکردگی دکھانے کا خیال آیا اور اس نے مجھے اس مشین سے روشناس کرایا جو جالب نے تیار کی تھی اور پھر اس مشین نے امتیاز کو پیش کیا اس طرح بات سے بات بنتی چلی گئی، میرا آدمی بالکل بے تصور تھا، امتیاز کے سلسلے میں اپنے ذہن میں ذرہ برابر کوئی برا نہیں پاتا تھا، اسے انتہائی مضبوط طریقہ کار کے تحت میرے خلاف کام کرنے پر آمادہ کیا گیا تھا۔ ورنہ وہ غداری پر کبھی آمادہ نہ ہوتا لیکن ایسا

کرنے والوں کے بارے میں پوری طرح غور کر لینا ہی مناسب تھا، اگر یہ اتفاق میرا ساتھ نہ بنتا تو لازمی امر تھا کہ لیتھ اسٹیر کو میری دونوں کونٹیوں کے بارے میں تفصیلات معلوم ہو جاتیں اور پتا نہیں آنے والے وقت میں میری کون کون سی کارکردگی ان لوگوں کے علم میں آجاتی، غرض یہ کہ تقدیر نے میرا ساتھ دیا تھا اور میں اب ان لوگوں کے خلاف کمر بستہ تھا، لیکن یہ احساس بھی دل میں موجود تھا کہ ایک غیر ملک میں دو خطرناک اور بین الاقوامی اداروں کے کارکنوں سے نبرد آزمائی آسان نہیں ہوگی ایک ایک لمحہ محتاط رہنا ضروری ہے اور ہر طرح کا خیال رکھنا ہوگا۔ چیکاس برادرز کو میں نے میڈرڈ روانہ کرتے ہوئے ہدایات کی تھیں کہ میں خود ان سے رابطہ قائم کروں گا، وہ اعلیٰ درجے کے ہوٹلوں میں قیام کریں، البتہ میں نے انہیں منتشر رہنے کے لیے نہیں کہا تھا کیونکہ اگر وہ منتشر بھی ہوتے تو کسی بھی جگہ نگاہوں کے سامنے آجاتے، میں نے انہیں مختصر صورت حال بتائی تھی اور ان سے کہا تھا کہ اپنے بارے میں وہ خود ہی فیصلہ کریں، خود میں نے اپنے لیے راستے ہی میں طے کیا تھا کہ میں اپنی شخصیت کو نمایاں نہیں رکھوں گا بلکہ ایک معمولی سے کردار کی حیثیت سے سامنے آؤں گا اور اسی انداز میں، میں نے سفر کا آغاز کیا تھا، وہ میک اپ جس نے شیریں ریڈم کو بری طرح چیت کر دیا تھا میں نے اپنے چہرے پر قائم رکھا تھا، نہ صرف یہ کہ قائم رکھا تھا بلکہ اسی ماہر سے اس میں مزید پختگی پیدا کر لی تھی اور اس میک اپ کا توڑ کرنے کے لئے اس سے وہ تمام معلومات حاصل کر لی تھیں جو ضروری تھیں، باقی اس میک اپ کے بارے میں مجھے بہت اطمینان دلایا گیا تھا، میں نے اس سفر میں اپنے ساتھ بہت مختصر سامان رکھا تھا، گھٹیا قسم کے لباس، استعمال کی دوسری اشیاء بھی بہت معمولی تھیں، البتہ میڈرڈ کے لیے رشید ناگی نے کافی رقومات منتقل کر دی تھیں، تاکہ مجھے اس ضمن میں کوئی پریشانی نہ ہو۔

بالآخر میں میڈرڈ پہنچ گیا، مزید قیام کے لیے میں نے میڈرڈ کے ایک بک اسٹال سے ایک نقشہ حاصل کیا اور مجھے اس نقشے سے ہوٹلوں کے علاوہ مختلف کیمپنگ کے پتے مل گئے، زندگی کا یہ اندازہ مجھے ہمیشہ ہی سے پسند تھا اور میں نے اس سے پہلے کبھی اس معمولی طرز زندگی کو اختیار نہیں کیا تھا، ذرا تبدیلی کا احساس ہوتا تھا اور تبدیلی بہر طور دلکش ہوتی ہے، چنانچہ ایک آوارہ گرد سیاح کے مانند میں ایک ٹیکسی کے ذریعے میڈرڈ

کے نواحی علاقے میں ایک کمپننگ تک پہنچ گیا، وسیع و عریض کمپننگ تھی اور ان تمام روایتوں سے آراستہ جو کمپننگ کے بارے میں سننے کو ملتی ہیں، اسپین کی اس کمپننگ پر ہی آوارہ گردوں کا قبضہ تھا، منشیات کے امثال لگے ہوئے تھے، کھانے پینے کی اشیاء کے چھوٹے چھوٹے پوچ جگہ جگہ بکھرے ہوئے تھے، یہاں مختلف قسم کے کھانے مل جایا کرتے تھے اور بہت زیادہ منگے نہیں تھے، ڈالر اور دوسری کرنسی تبدیل کرنے کے لیے معقول انتظامات تھے غرض یہ کہ کمپننگ میں ہر طرح کی آسانیش میا کر دی گئی تھیں، بالکل ہی غریب اور تلاش آوارہ گرد کھلے آسمان کے نیچے پناہ گزیں تھے اور جو اخراجات کر سکتے تھے ان کے لیے چھوٹی چھوٹی کمپنیاں خیموں کا بندوبست کر دیتی تھیں، ان کمپنیوں کے پاس اپنے اپنے پلاٹ تھے جن پر وہ خیمہ زنی کر دیتی تھیں یہ تو ٹھیک ہے کہ میں ایک درمیانے درجے کے انسان کی حیثیت سے یہاں وقت گزارنا چاہتا تھا، لیکن اب اتنا بھی نہیں کہ اپنے لیے خیمہ نہ حاصل کر لیتا، سب سے پہلے میں نے اپنا ایک چیک کیش کرایا اور رقم کا انتظام کر کے ایک کمپنی سے اپنے لئے ایک خیمہ حاصل کیا۔ جن چیزوں کی ضرورت پیش آسکتی تھی۔ ان کی تفصیل کے لیے میں نے انگریزی زبان کا وہ فارم بھر دیا جس میں ان چیزوں کی تفصیلات موجود تھیں۔

میں خیمے میں مقیم ہو گیا، فضا کافی خوشگوار تھی، لیکن ہوا کے دوش پر چرس اور دوسری منشیات کی بدبو کی لہرس بھی رتھیں رہتی تھیں، آوارہ گرد اپنی اپنی خریداریوں میں مصروف چرس کے نشے میں ڈوبے ہوئے وہاں موجود تھے، انہوں نے جگہ جگہ سوانگ رچار رکھے تھے، میرے خیمے سے صرف چند گز کے فاصلے پر ایک چھوٹے سے خود رو درخت کے نیچے آوارہ گردوں کا ایک خاندان آباد تھا، ایک دراز قامت مرد اور ایک خوبصورت سی لڑکی جس کی گود میں ننھا سا بچہ موجود تھا۔ بہت خوبصورت بچہ تھا۔ لیکن مفلسی اور بے کسی میں لپٹا ہوا۔ کمپننگ کی پہلی ہی رات میرے لیے ایک واقعے کی محرک ثابت ہوئی، کم از کم مجھ جیسے حساس آدمی نے اس واقعے سے بہت اثر لیا، رات کا وقت تھا، عورت کی گود کا بچہ مسلسل روئے جا رہا تھا اور عورت اسے خاموش کرانے میں مصروف تھی ہی آوارہ گردوں نے جگہ جگہ الاؤ روشن کر رکھے تھے اور الاؤ کی اس روشنی میں ان کے بدست قدموں کی آوازیں ابھر رہی تھیں، کہیں کوئی ٹین کا ڈبہ بجا کر

رقص کر رہا تھا، کہیں اجتماعی رقص ہو رہا تھا اور کہیں صرف دھویں کے مرغولے فضا میں بلند کیے جا رہے تھے۔ میں کھانے پینے سے فارغ ہو کر خیمے کے پاس بیٹھا ہوا ان مناظر سے لطف اندوز ہو رہا تھا کہ سامنے والے درخت کے نیچے کی وہ لڑکی آہستہ آہستہ چلتی ہوئی میرے سامنے آ پہنچی، یہاں مدھم روشنی پھیلی ہوئی تھی، لڑکی نے اپنا بچہ شاید اپنے ساتھ ہی کو دے دیا تھا، اپنے قریب آنے پر میں نے چونک کر اسے دیکھا، اس کے چہرے پر ایک عجیب سی کیفیت نظر آرہی تھی، وہ میرے قریب ہی دو زانو زمین پر بیٹھ گئی اور میں چونکے ہوئے انداز میں اسے دیکھنے لگا۔

”النگش مین؟“ اس نے مجھ سے سوال کیا۔

”نہیں ایسرن۔“ میں نے جواب دیا۔

دیری گڈ۔“ اس کے دانت چمکے بڑا دلکش چہرہ تھا، لیکن مفلسی اور

منشیات کا امیزش میں ڈوبا ہوا، اس نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

”کیا تم میرے ساتھ یہ رات گزارنا پسند کرو گے؟“ میں چونک پڑا اور میں نے اسے

بغور دیکھا کہا۔

”کیوں؟“

”مجھے مشرق بہت پسند ہے۔“

”تو پھر؟“

”اور تم بہت خوبصورت انسان ہو۔“

”شکریہ لیکن تم نے یہ کیسے تصور کر لیا کہ میں تمہارے ساتھ وقت گزارنا چاہوں

گا۔“

”میں بہت دلکش ہوں، یہ بھدا لباس میرے بدن کو چھپائے ہوئے ہے، لیکن جب

تم اپنے خیمے کے اندر مناسب روشنی کر کے میرے اس بدن کو دیکھو گے تو تمہیں احساس

ہو گا کہ کبھی کبھی تقدیر اس طرح کھل جایا کرتی ہے، اگر تم ایک سمجھدار مرد ہو تو میرے

جسم کی چٹائش کرو۔“ اس نے بڑے بیجاابی انداز میں اپنے جسم کے مختلف حصوں کو نمایاں

کرتے ہوئے کہا۔

میں سرد نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا پھر میں نے کہا۔

”کیا نام ہے تمہارا؟“

”میریٹا۔“ اس نے جواب دیا۔

”تم اس سامنے والے درخت کے نیچے رہتی ہو ناں؟“

”ہاں تم نے ہمیں دیکھا تھا۔“

”تمہاری گود میں تمہارا بچہ تھا وہ کہاں گیا؟“

”سہل اسے لے گیا ہے وہ اس طرف ادھر جہاں کمیونگ کے اسٹال ہیں۔“

”سہل تمہارا کون ہے؟“

”ساتھی۔“

”بچہ تمہارا ہے؟“

”ہاں مگر ہمیں ان فضول سوالات سے کیا لینا سناؤ میں تمہیں ایک حسین رات دوں گی اگر یہ رات دلکش نہ ہو تو تم میرے چہرے پر تھوک دینا مجھے کچھ پیسے چاہئیں۔“

میں نے ایک بار پھر چونک کر اسے دیکھا ایک لمحے میں صورت حال میری سمجھ میں آگئی تھی، بہر حال ساری باتیں اپنی جگہ لیکن انسانیت کہیں بھی تقسیم کی جاسکتی ہے اس کے لیے بس انسان ہونا کافی ہوتا ہے، رنگ، نسل، مذہب سب اس کے بعد شروع ہوتے ہیں اور ہر اچھائی کا درس انسانیت کے نام سے شروع کیا جاتا ہے۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

”تمہیں پیسوں کی کیا ضرورت پیش آگئی؟“

”ایشیائیوں کے بارے میں جو کچھ سنا تھا آج اس کی تصدیق ہو رہی ہے تم لوگ آم کھانے سے زیادہ پیٹر گننے میں دلچسپی رکھتے ہو۔“ اس کے انداز میں کسی قدر جھٹکا پیدا ہو گئی تھی۔ میں نے جیب میں ہاتھ ڈال کر کچھ کرنسی نوٹ نکالے، جن کی تعداد اچھی خاصی تھی اور اس کی جانب بڑھا دیے، اس نے جیل کی طرح جھپٹا مار کر وہ نوٹ میرے ہاتھ سے لے لیے تھے اس کے بعد وہ بے اختیار واپس مڑی، لیکن پھر ٹھٹھک کر مجھے دیکھنے لگی پھر آہستہ سے بولی۔

”مجھ پر مکمل بھروسہ کرو میں ابھی تھوڑی دیر میں واپس آ جاؤں گی یہ نہ سمجھنا کہ تمہیں دھوکا دے کر تم سے رقم لے کر فرار ہو رہی ہوں۔“

”ٹھیک ہے۔“ میں نے جواب دیا اور وہ تیز تیز واپس پلٹ گئی، اس میں کوئی شک

نہیں تھا کہ وہ بھرے بھرے خوبصورت جسم کی مالک تھی اور عقب سے بھی کافی دلکش نظر آ رہی تھی۔ میں اس کے بارے میں سوچتا رہا، تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ میں نے اسے پلٹ کر واپس آتے ہوئے دیکھا، وہ مسکرا رہی تھی، پھر وہ میرے قریب آ کر آرام بیٹھ گئی اور اس نے چمکدار آنکھوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

”میں نے وہ بات جھوٹ نہیں کہی تھی تم دلکش شخصیت کے مالک ہو، اچھا اب ایک دلچسپ بات بتاؤ کیا مجھے ساری رات اپنے پاس رکھنا پسند کرو گے یا وقتی قرب کے

ادعاؤں مند ہو، آؤ چلو خیمے کے اندر چلیں، تمہارے پاس خیمہ موجود ہے، میں نے طویل عرصہ کسی چھت کے نیچے نہیں گزارا کھلے آسمان تلے پڑے پڑے طبیعت خراب ہو گئی ہے، چلو ناں مجھے اپنے خیمے میں لے کر چلو اور ہاں وہ بات رہ گئی، میں صبح سورج نکلنے تک بخوشی تمہارا ساتھ دے سکتی ہوں اگر تمہارا یہ ارادہ ہو تو پہلے مجھے اجازت دو کہ کسی اسٹال

سے کھانے پینے کی چیز خرید کر کھالوں اس کے بعد میرا موڈ زیادہ خوشگوار ہو جائے گا اور اگر تمہاری اجازت ہو تو تھوڑی سی چرس بھی، سنو یہ نہ سمجھنا کہ میں اس کے لیے تم سے مزید رقم مانگوں گی، سیل کمیونگ انسان ہے، لیکن بچے سے محبت کرتا ہے اور میں نے اسے اتنی رقم دے دی ہے کہ وہ خود بھی کھالے اور بچے کے لیے دودھ خرید لے اوہو، میں

تمہیں یہ بتانا تو بھول ہی گئی کہ میرا بچہ کل رات سے بھوکا ہے اور میں اور سیل پورے دو دن سے۔ لوگ اتنے کجخت ہو چکے ہیں کہ خوراک کے ڈبے تلے تک خالی کر کے

پھینکتے ہیں، ہم نے خوراک کے تقریباً دو سو ڈبے جمع کئے، لیکن ان کی تہہ سے ہمیں کچھ

بھی نہیں حاصل ہوا اصل میں سب لوگ اب اخراجات کے معاملے میں احتیاط برتنا جان

گئے ہیں خوراک بھی ضائع نہیں کی جاتی اور میں تمہیں یہ بھی بتا دوں کہ اس وقت میں

نے جو تم سے پیسے طلب کیے ہیں اصل میں اپنے لیے نہیں بلکہ زیادہ ضرورت مجھے بچے

کے دودھ کے لیے تھی اور جو رقم تم نے مجھے دی ہے میں اس میں بہ آسانی ایک ہفتہ

گزار سکتی ہوں، ہم لوگ ابھی کافی دن تک اس کمیونگ میں ہیں، میں ایمانداری سے

تمہیں ایک ہفتہ تک اس رقم کے معاملے میں کہنی دے سکتی ہوں جو تم نے مجھے دی

ہے، مزید کچھ نہیں مانگوں گی۔“

میرا بدن کانپ گیا تھا، انسانیت کا یہ روپ بے حد بھیانک تھا، ویسے تو میرا واسطہ ہزار ہا داستانوں سے پڑا تھا، لیکن یہ اپنی نوعیت کی انوکھی داستان تھی، میں نے اسے اپنے ساتھ خیمے میں آنے کے لیے کہا، میرے پاس بھی خوراک کا اتنا ذخیرہ بچ گیا تھا کہ اس کا پیٹ بہ آسانی بھر سکے، وہ اندر آگئی تو میں نے الیکٹرک لمپ روشن کر دیا جسے میں باہر نکلتے ہوئے بچھا گیا تھا، یہ لمپ بھی میری ضرورت کے مطابق مجھے فراہم کر دیا گیا تھا، پھر اس روشنی میں میں نے اسے بچی ہوئی خوراک کی جانب متوجہ کر کے کہا۔

”اگر یہ تمہیں ناپسند نہ ہو تو کھاؤ۔“

”کیسی باتیں کرتے ہو، اگر میں اپنے طور پر کھانا کھانے جاؤں تو اس قیمتی خوراک کا تصور بھی نہیں کر سکتی تھی، آؤ اگر تم پسند کرو تو میرے ساتھ بھی شریک ہو جاؤ۔“

”نہیں شکریہ میں کھا چکا ہوں۔“

”کھانے کے بعد یہ خوراک بچ گئی تھی تمہارے پاس۔“

”ہاں۔“

”تب تو تم بہت دولت مند آدمی معلوم ہوتے ہو پھر تم نے اس کمپ میں کیوں قیام کیا ہے، آہا سمجھ گئی، غالباً جس کے شوقین ہو، کسی بڑے ہوٹل میں جس پر پنا کچھ اچھا نہیں لگتا اس کے لیے انسان کو ایسی ہی جگہوں پر جانا پڑتا ہے۔“ وہ اپنے طور پر قیاس آرائیاں کرتی رہی پھر کچھ دیر کے بعد کھانے سے فارغ ہو گئی پھر اس نے عجیب سے نچلے انداز میں مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

”زندگی کا لطف اسی شکل میں دوبالا ہو سکتا ہے جب کچھ دم لگے غم منے۔“

”نہیں۔“ میں نے سختی سے کہا۔

”کیا مطلب؟“

”میں جس نہیں پیتا۔“

”پھر کیا پیتے ہو؟“

”کچھ نہیں۔“

”تو پھر تمہارا یہاں کمپننگ میں قیام کرنے کا مطلب، سواری میں تمہارے ذاتی معاملات کو کرید رہی ہوں، آئی ایم سواری ویری سواری ویسے میں اب تمہاری ہر خواہش کی

محیل کے لیے حاضر ہوں۔“

”سیل تمہارا ساتھی ہے، کیا تم لوگ شادی شدہ ہو؟“ میرے اس سوال کے جواب میں وہ ہنس پڑی پھر بولی۔

”ہم دونوں میں سے کوئی احمق نہیں ہے، اس لیے ایسی کسی عداوت کا شکار نہیں ہوئے۔“

”تو پھر یہ بچہ؟“

”میرا اور سیل کا مشترکہ بچہ ہے۔“

”اوہو اچھا سیل تمہارا دوست ہے؟“

”ہاں بچپن سے، اس دن سے جب میں نے پہلی بار ہوش سنبھال کر دیا کو دیا تھا، سیل میرا ساتھی ہی ہے چھوڑو تمہیں ان باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہونی چاہیے، مجھے بتاؤ اب میں کیا کروں؟“

”تمہارا پیٹ بھر گیا؟“

”ہاں۔“

”اور تمہارے بچے کو دودھ بھی مل گیا۔“

اس نے اس بات کا جواب نہیں دیا، بس عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی۔ میں نے کہا۔

”بس اب تم جاؤ غالباً سیل اپنی جگہ واپس آگیا ہو گا اور تمہارا انتظار کر رہا ہو گا۔“

وہ ایک بار پھر متعجب رہ گئی اس نے کہا۔

”تو پھر یہ رقم کس حساب میں جائے گی؟“

”اس کا کوئی حساب نہیں جاؤ، تمہارے بچے کو تمہاری ضرورت ہوگی اور کیا سیل تمہاری رات بھر کی گمشدگی کو محسوس نہیں کرے گا؟“ اس نے اب کوئی جواب نہیں دیا، بس مجھے دیکھتی رہی پھر کسی قدر یقین نہ کرنے والے انداز میں انہی اور بولی۔

”کیا میں واقعی جاؤں؟“

”جاؤ۔“

وہ حیران سی خیمے سے باہر نکل گئی اور میں گہری گہری سانسیں لینے لگا، بہر حال اس

قسم کی باتیں ذہن و دل کو تندر کا شکار کر دیتی تھیں لیکن دنیا کے لاکھوں رنگ ہیں کون سا رنگ کہاں ہے، کون جانے۔ بس جو کچھ کبھی کبھی نظر آ جاتا ہے وہ طبیعت پر بوجھ بن جاتا ہے۔ اس بوجھ کو ذہن سے جھٹک کر میں اپنے روبرو کے بستر پر کبل اوڑھ کر لیٹ گیا اور سونے کی کوشش کرنے لگا اس کوشش میں مجھے نیند آگئی تھی۔

کمپنگ کے قیام میں درحقیقت لطف آ رہا تھا یہاں چاروں سمت دلچسپیاں بکھری ہوئی تھیں۔ دوسرے دن خوراک کی تلاش میں نکلا، ناشتا کیا، رات کے واقعات ابھی تک ذہن میں تھے لیکن خیے سے نکلے ہوئے درخت کی جانب نظر اٹھی تھی تو وہاں تین افراد پر مشتمل وہ خاندان نظر نہیں آیا تھا، یا تو وہ لوگ بھی ناشتے وغیرہ کے چکر میں نکل گئے تھے یا چم ہو سکتا ہے جگہ ہی بدل دی ہو انہوں نے مجھے ان باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اخبار پچنے والا لڑکا ادھر سے گزرا تو میں نے اسے اشارہ کیا، اس کے پاس اسپینی، سکو اور کیشاں زبان کے اخبارات کے علاوہ انگریزی زبان کے اخبارات بھی موجود تھے، میں نے ان میں سے ایک اخبار خرید لیا اور اسے لے کر ایک جانب بیٹھ گیا لیکن پہلے ہی صفحے پر ایک چھوٹا سا اشتہار دیکھ کر میری باچھیں خوشی سے کھل گئیں۔ اخبار اس مقصد کے لیے نہیں خریدا تھا لیکن جو کچھ نظر آیا اسے دیکھ کر جی خوش ہو گیا، پہلے صفحے کے ایک گوشے میں چیکاس برادرز کی تصویر چھپی ہوئی تھی، ہوٹل لیڈونا کا اشتہار تھا جس میں پانچ ننھے فنکاروں کے بارے میں تفصیلات دی گئی تھیں، میں حیرانی سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس اشتہار کو دیکھتا رہا، چیکاس برادرز کی ذہانت کسی بھی طرح مشکوک نہیں تھی لیکن اس طرح وہ لوگ سناٹے آجائیں گے اس کی امید نہیں تھی، پانچ ننھے فتنوں کے کمالات کا تذکرہ ہوٹل لیڈونا کی انتظامیہ کی جانب سے خصوصی طور پر کیا گیا تھا اور اس میں ان کی شمشیر زنی کے کمالات کا خصوصی طور پر تذکرہ تھا، پروگرام کو ساتھ بے شروع ہونا تھا، بہر حال ان لوگوں کو تلاش کرنے کی ضرورت نہیں پیش آئی، ٹرانسپیر سب کے پاس موجود تھے اور ان کی جو ساخت تھی اس سے مجھے یہ اطمینان تھا کہ اسپین آتے ہوئے وہ کسی مشکل کا شکار نہیں ہوئے ہوں گے، خود میرے پاس بھی ویسا ہی ایک سیٹ موجود تھا، لیکن ابھی چیکاس برادرز سے رابطہ مناسب نہیں تھا، ذرا دیکھوں تو سہی کس تھاں میں ہیں۔ اسپین بہت دلکش تھا، روایتوں کا حامل، سارا دن مختلف جگہوں پر تفریح کرتے ہوئے وقت گزارا

شام کو خصوصی طور پر تیار ہوا اور کمپنگ سے باہر نکل آیا۔ میرا پڑوسی خاندان شاید وہاں سے فرار ہی ہو گیا تھا، لڑکی کو میں نے جو کچھ دیا تھا اس کے خیال میں وہ کافی تھا ہو سکتا ہے اس نے سوچا ہو کہ میں کسی قسم کے نشے میں مدہوش تھا اور اب اس سے کہیں اپنی رقم کی واپسی کا مطالبہ نہ کر ڈالوں چنانچہ وہ فرار ہو گئی تھی، لیکن یہ صرف ایک احتمالہ خیال تھا جو میرے دل میں آیا، رقم اب اتنی بھی نہیں تھی کہ وہ وہاں سے بھاگ جاتی اور پھر یورپ کی تخلیق جس نے مجھ سے نہایت شرمناک انداز میں اپنے بچے کے باپ کا تعارف کرایا تھا اسے بھلا بھاگنے کی کیا ضرورت تھی۔ میں نے کمپنگ سے باہر آکر ٹیکسی روکی اور ہوٹل لیڈونا چلنے کے لیے کہا۔ لیڈونا بہت خوبصورت ہوٹل تھا سب سے دلکش چیز اس کا جائے وقوع تھا، چاروں طرف حسین سبزہ زار پھیلے ہوئے تھے، جن پر مختلف قسم کی عمارتیں نظر آرہی تھیں۔ لیڈونا ان کے درمیان بنا ہوا تھا۔ احاطے میں کار پارکنگ تھی اور وہاں سلیقے سے کاریں پارک کی گئیں تھیں، ٹیکسی سے اتر کر میں لیڈونا کے بیرونی حصے سے گزرتا ہوا، اندر داخل ہو گیا، خوب رونق تھی یہ بھی میری خوش قسمتی تھی کہ مجھے سیٹ مل گئی ورنہ وہاں اچھا خاصا رش تھا ہو سکتا ہے یہ رش ان پانچ ننھے فتنوں کے لیے ہو جن کی اخبار میں پبلیٹی کی گئی تھی، پتا نہیں چیکاس برادرز نے وہاں تک کیسے رسائی حاصل کی، اتنا میں ضرور جانتا تھا کہ بے مقصد ہی انہوں نے یہ سب کچھ نہیں کیا ہو گا۔ لیڈونا کے وسیع و عریض ہال میں زیادہ تر اسپینش جوڑے تھے، تھوڑی سی تعداد دوسرے ممالک کے افراد کی بھی تھی۔ ایک بڑے سے اسٹیج پر آرکسٹرا موسیقی بکھیر رہا تھا اور ایک نیگرو لڑکی مشہور اسپینش گیت گا رہی تھی، لوگ اس کے گیت کی دھن پر تال دے رہے تھے۔ ٹرالیاں گردش کر رہی تھیں میں نے اپنے لیے بلیک کافی طلب کر لی اور ماحول سے لطف اندوز ہونے لگا۔ مجھے سے تھوڑے سے فاصلے پر اسٹیج کارنر پر ایک دراز قامت عورت بیٹھی ہوئی تھی، اسپینش حسن کا خصوصی شاہکار رنگ میں سنو لائٹ لیکن آنکھیں ایسی قیامت کہ ایک بار نظر پڑے تو نگاہ ہٹانے کو جی نہ چاہے، قد و قامت بے مثال تھی، عمر کسی طرح پینتیس سال سے کم نہیں ہوگی لیکن دلکشی ایسی کہ بس دیکھتے ہی رہا جائے، اس کے سامنے شراب کے نفیس برتن سجے ہوئے تھے اور تمام کرسیاں ہٹی ہوئی تھیں تاکہ کوئی اس کی تنہائی میں مداخلت نہ کرے۔ گلنے والی نے اپنا گانا ختم کیا اور اس کے بعد چند

نوجوان اچھلتے کودتے اسٹیج پر آگئے، ایک باڈی سی شکل کا سوکھا مدقوق شکر گاتا ہوا اسٹیج پر آگیا اور بندر کی طرح اچھل کود مچانے لگا، یہ ایک عجیب بیجانی گانا تھا جس کے بول بالکل میری سمجھ میں نہیں آ رہے تھے، لیکن لوگوں کو یہ بھی پسند تھا، ساڑھے سات، آٹھ اور پھر ساڑھے آٹھ بج گئے، میں چیکاس برادرز کا انتظار کرتا رہا، اس کے بعد اناؤنسر نے انگریزی میں اعلان کیا کہ اب لیڈونا کا خاص آئٹم پیش کیا جا رہا ہے اور یہ لیڈونا کی دلچسپی کا ایک خاص حصہ ہے۔ لوگ پوری طرح متوجہ ہو گئے تھے، اس کے بعد میں نے چیکاس نو کو دیکھا جس نے انتہائی مناسب انداز میں ایک اچھے قد و قامت کے انسان کا روپ دھارا ہوا تھا، بس اس کا چہرہ ہی چھوٹا لگتا تھا اور نہ شانوں کی چوڑائی ہموار کی گئی تھی اور لباس کو اس طرح ترتیب دیا گیا تھا کہ وہ آدھے آدھے حصوں میں تقسیم محسوس ہو، کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ ایک عام قد و قامت کا آدمی نہیں ہے چہرے کے چھوٹے پن کو بس نظر انداز کرنا پڑتا اور نہ باقی جسم بالکل مناسب تھا اور یہ ترتیب کا کمال تھا اور نہ چیکاس اس قد کا بالکل آدھا تھا، وہ لازمی طور پر جسم سے مصنوعی ٹانگیں باندھے ہوئے تھے۔ ایک شمشیر زن کے لباس میں وہ اسٹیج پر نمودار ہوا تھا میں نے خصوصی طور پر اس عورت کو چیکاس نو میں دلچسپی لیتے ہوئے محسوس کیا، پھر ایک اور بے ہنگم شخصیت اندر داخل ہوئی، یہ ایک ضرورت سے زیادہ لمبے قد کا آدمی تھا، لیکن اس کا چہرہ دیکھ کر مجھے شدید حیرت ہوئی یہ چیکاس فائیو تھا، اس بے ہنگم قد و قامت کے ساتھ وہ اپنی کمر سے شمشیر لٹکائے ہوئے تھا، عورت کے حلق سے بے اختیار قمقمہ نکل گیا، سریلی اور کھٹک دار آواز تھی۔ فاصلہ چونکہ زیادہ نہیں تھا، اس لیے میں اس کی دلچسپی کا بھرپور جائزہ لے رہا تھا، چیکاس فائیو نے نچانے کیوں یہ بے ہنگم شکل اختیار کی تھی۔ اناؤنسر نے اعلان کیا کہ دو شمشیر زن ایک دوسرے کے مد مقابل ہیں اور اب شمشیر زنی کے اعلیٰ درجے کے کمالات دکھانے کے سامنے آئیں گے، کسی قدر مزاحیہ انداز تھا ان کا۔ دونوں نے تلواروں سونت لیں، چیکاس فائیو کو کافی نیچے جھکنا پڑ رہا تھا، تلواریں آپس میں ٹکرائیں اور ایک انوکھا مقابلہ ہونے لگا، کیونکہ چیکاس فائیو چیکاس نو کی نسبت بہت زیادہ بلندی پر تھا، اس لیے اسے آدھا جھک جھک کر تلوار پر تلوار ماری پڑ رہی تھی اچانک ہی چیکاس نو نے مائیک پر کہا کہ مقابلہ برابر کا نہیں ہے۔ اس لیے اسے اپنے مد مقابل کا قد چھوٹا کرنا پڑے گا، اس کے بعد اس نے دو

میں قلابازیاں کھائیں اور پھر ایک بھرپور وار چیکاس فائیو کے نچلے حصے پر کیا، میں نے دیکھا کہ چیکاس فائیو کے نچلے حصے کا ایک حصہ کٹ گیا اور وہ زمین پر آ رہا لیکن کٹا ہوا حصہ دوڑ کر ایک جانب ہو گیا اور میری آنکھیں حیرت سے پھیلی کی پھیلی رہ گئیں اب مجھے اندازہ ہوا کہ باقی چیکاس اوپر نیچے اس لباس میں پوشیدہ ہیں لیکن اس تصور سے چلر آگیا تھا کہ اگر تلوار کا وار ایک آدھا نیچے اوپر نیچے ہو گیا ہوتا تو یا تو کسی کے سر کا خول کٹ جاتا یا پھر اوپر والے کے پاؤں، مقابلہ پھر جاری ہو گیا کٹا ہوا حصہ ایک جگہ ساکت تھا، لوگ دم جمادھے اس مقابلے کو دیکھ رہے تھے چیکاس نو نے پھر اعلان کیا کہ ساڑھے اب بھی مناسب نہیں ہے چنانچہ اس نے ایک بار پھر چیکاس فائیو کے نچلے بدن پر وار کیا اور دوسرا حصہ بھی اسی طرح دوڑتا ہوا ایک طرف کھڑا ہو گیا، لوگوں نے خوفزدہ انداز میں قہقہے لگائے، لیکن عورت بے اختیار ہنس رہی تھی، اس بار پھر وہی ہوا اور چیکاس تھری بھی درمیان سے الگ ہو گیا، لیکن اب اس نے یعنی چیکاس فائیو نے مائیک پر یہ اعلان کیا کہ اس کا قد بہت چھوٹا ہو گیا ہے اس کے مد مقابل اس کے برابر ہونا چاہیے چنانچہ اس بار اس نے چیکاس نو کے نچلے بدن پر وار کیا تھا، چیکاس نو کی پتلون کمر کے پاس سے کٹ گئی اور ایک طرف لڑھک گئی، دونوں کے قد برابر ہو گئے تھے، لوگوں پر سبے ہوشی کی حد تک حیرت طاری تھی، دونوں چھوٹے چھوٹے قد کے آدمی شمشیر زنی کے بہترین کمالات دکھانے لگے اور پورا ہال تالیوں سے گونج اٹھا، لیکن یہ بات لوگوں کی سمجھ میں نہیں آئی تھی کہ ایک دروازہ قامت آدمی کے جسم کے چار ٹکڑے کر دیے گئے پھر بھی وہ زندہ سلامت ہے اور لڑ رہا ہے اور دوسرے کا آدھا بدن کاٹ دیا گیا اس کے باوجود وہ شمشیر زنی کر رہا ہے پھر جب شمشیر زنی کا یہ مقابلہ اختتام کو پہنچا تو باقی چیکاس بھی اپنے اپنے اوپر چڑھے ہوئے لباس کے خول اتار کر اسٹیج پر قلابازیاں بھرنے لگے، آئٹم واقعی حیرت انگیز اور ناقابل یقین تھا۔ مہارت اور اعلیٰ شمشیر زنی کا بے مثال نمونہ، عورت حلق بھاڑ پھار کر ہنس رہی تھی، اس کا چہرہ خوشی سے سرخ ہو رہا تھا، میں خود بھی اس کمال کا معترف ہوئے بغیر نہیں رہ سکا۔ اناؤنسر نے ایک بار پھر اسٹیج پر آکر اعلان کیا کہ لیڈونا کے معزز مہمانوں نے ان ننھے ننھے فنکاروں کی شمشیر زنی کا یہ مظاہرہ دیکھا اور اس آئٹم سے لطف اندوز ہوئے اس کا بے حد شکریہ اب لیڈونا کی جانب سے وہ خصوصی اعلان کیا جا رہا ہے جو ہر شخص کے لیے ہے اگر

کارنامے دیکھ رہا تھا جبکہ چاروں سمت شورو غوغا کا طوفان برپا تھا اور ننھے فنکاروں کو خراج تحسین پیش کیا جا رہا تھا۔

پھر وہی حکیم حکیم عورت اپنی جگہ سے اٹھی اور اسٹیج پر گئی، اناؤنسر نے اعلان کیا کہ لیڈونا کی مالک میڈم میریسا ہارٹی دس ہزار سیٹا کا یہ انعام پانچوں شمیر زنیوں میں تقسیم کرتی ہیں کیونکہ ان کا یہ مقابلہ یہ انعام نہیں جیت سکا تب مجھے علم ہوا کہ یہ عورت میریسا ہارٹی، لیڈونا کی مالک ہے۔ بہر طور چیکاس برادرز نے ایک بار پھر مجھے بری طرح متاثر کر لیا تھا اور میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا کہ جتنے لوگ میرے ساتھ منسلک ہیں وہ سب اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک ہیں اور اگر ایسا نہ ہوتا تو شاید میں اپنا کام اتنی عمدگی سے سرانجام نہ دے پاتا۔ اب یہ بھی لازمی امر تھا کہ میں فوری طور پر چیکاس برادرز کے سامنے نہیں آسکتا تھا۔ البتہ ان سے گفتگو کرنے کے لیے میرے پاس وسائل موجود تھے۔

خاصی دیر ٹیک میں لیڈونا ہی میں رہا۔ اس آئٹم کے بعد گانے بجانے کے بہت سے پروگرام ہوئے۔ میریسا ہارٹی پھر یہاں نہیں آئی تھی اس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ اسے چیکاس برادرز سے بہت زیادہ دلچسپی ہے۔ اخبارات میں پبلسٹی بھی چیکاس برادرز ہی کی گئی تھی اور ان کے پروگرام کے بعد میریسا وہاں نہیں رکی تھی۔

بہر حال انہوں نے خوب ہاتھ مارا تھا۔ میں نے کیمپنگ کی جانب واپس جاتے ہوئے سوچا کہ بارہ بجے تک انتظار کروں گا اور اس کے بعد چیکاس برادرز سے رابطہ قائم کروں گا، انہیں مبارکباد دوں گا کہ انہوں نے بہر طور میڈرڈ میں اتنے مختصر سے وقت میں اپنے لیے شاندار جگہ بنائی ہے۔ کیمپنگ کے حالات جوں کے توں تھے، میرا خیال اپنی جگہ موجود تھا، درخت کے نیچے والا خاندان اب بھی دبا نہیں تھا بلکہ ان کی جگہ یہاں چند اور بے فکر آکر آباد ہو گئے تھے اور خاصا شور مچا رہے تھے۔

میں لباس وغیرہ تبدیل کر کے آرام کرنے لیٹ گیا، گیارہ بج کر میں منٹ ہوئے تھے جب مجھے اپنے مانیٹر پر اشارہ موصول ہوا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ظاہر ہے چیکاس برادرز اندھے نہیں تھے، انہوں نے مجھے دیکھ لیا تھا اور یہ بھی اچھا ہوا کہ انہوں نے خود ہی مجھے مخاطب کیا۔ ورنہ مجھے ٹرانسمیٹر پر انہیں کال کرتے ہوئے یہ ترانہ رہتا کہ کہیں وہ کسی اور پوزیشن میں نہ ہوں، میں نے فوراً ہی ٹرانسمیٹر کا سوچ آن کیا اور

کوئی ماہر شمیر زنی ان ننھے فنکاروں میں سے ایک کے ساتھ شمیر زنی کا مقابلہ کرنا چاہے تو اس کے لیے دس ہزار سیٹا کا انعام لیڈونا کی طرف سے ہے وہ اس انعام کو فوراً حاصل کر سکتا ہے اسے شمیر زنی کے تحفظ کے تمام ذرائع مہیا کیے جائیں گے، ایک سیاہ فام ہی اپنی جگہ سے اٹھا تھا۔ یہ اچھے قد و قامت کا مالک تھا اس نے اسٹیج پر پہنچ کر مائیک پر کہا۔

”میں شمیر زنی کے مقابلے میں حصہ لینے چاہتا ہوں لیکن اس طرح نہیں کہ میرا آدھا جسم کٹ دیا جائے اور اس ننھے سے شخص سے مجھے مقابلہ کرنے میں کافی وقت ہوگی اس بات کا بھی خیال رکھا جائے۔“ جواب میں اناؤنسر نے کہا ننھا آدمی اس کے قد و قامت میں اس سے مقابلہ کرے گا اور اس کے لیے اسے اپنے جسم سے مصنوعی پاؤں باندھنا ہوں گے جیسا کہ اس نے پہلے باندھ رکھے تھے وہ ان پانچوں میں سے کسی کا انتخاب کر سکتا ہے، سیاہ فام نے اپنا نام چارلس بتایا تھا اس نے کہا کہ ان پانچوں میں سے کوئی بھی شمیر زنی اس کا یہ مقابلہ ہو سکتا ہے چنانچہ چیکاس ٹو ہی منتخب ہو گیا۔ لوگوں کے سامنے اس نے اپنے جسم سے وہ علیحدہ شدہ حصہ دوبارہ منسلک کیا جسے چیکاس فائبرو نے شمیر زنی کرتے ہوئے اس کے جسم سے علیحدہ کیا تھا، قد و قامت اس سیاہ فام کے برابر ہو گیا، سیاہ فام کو بھی اس کی حفاظتی خود وغیرہ فراہم کیا گیا اور اس کے بعد اسٹیج پر شمیر زنی کا مقابلہ شروع ہو گیا، لوگوں کی سسکاریاں ابھر رہی تھیں، لیڈونا نے واقعی اس پروگرام میں بہترین شہرت حاصل کر لی ہوگی اور چیکاس برادرز نے بلاشبہ میڈرڈ آکر اپنے لیے ایک بہترین ماحول فراہم کر لیا۔ میں ان لوگوں کی شمیر زنی سے زیادہ واقف نہیں تھا لیکن بہر حال مجھے اس بات کی امید تھی کہ یہ ناقابل یقین مخلوق کوئی بے مثال ہی کارنامہ سرانجام دے گی، سیاہ فام کوئی باقاعدہ شمیر زنی تھا۔ اس نے پہلے اپنی شمیر زنی کے کمالات دکھائے اور اس کے بعد مقابلے کا آغاز ہو گیا، شمیر زنی کا بہترین مظاہرہ کیا گیا، ننھا سا وجود برق کی طرح کوند رہا تھا کسی کو یہ احساس بھی نہ ہو سکا کہ وہ اپنے پیروں سے کھڑے ہو کر نہیں لڑ رہا بلکہ مصنوعی پاؤں برق رفتاری سے گردش میں ہیں اور وہ انہی سے کام لے رہا ہے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ فیصلہ ہو گیا، سیاہ فام شخص کو کئی بار اس کی تلوار سے بچنے کے لیے محنت کرنا پڑی تھی، کوئی صاحب ظرف آدمی تھا، شکست کھانے کے بعد اس نے مائیک پر آکر اپنی شکست کا اعتراف کیا اور ننھے شمیر زنی کو داد و تحسین پیش کی، میں خاموشی سے اپنی اس ٹل آرمی کے یہ

اسے چہرے کے قریب کر لیا۔

”ہیلو چیف، ہیلو۔ ہیلو۔ ہیلو۔ ہیلو۔ ہیلو۔ ہیلو۔“

”ہاں چیف اس میں ریسو کر رہا ہوں۔“

”ہم نے آپ کو لیڈونا میں دیکھ لیا ہے چیف، بہت خوبصورت لگ رہے تھے آپ بہت شاندار۔ آپ کو لیڈونا میں ہماری موجودگی کا علم پہلے سے تھا یا پھر اتفاقاً طور پر آپ وہاں پہنچ گئے تھے۔“

”نہیں، میں نے اخبار میں تمہاری پبلسٹی دیکھی تھی۔“

”دیری گڈ۔۔۔۔۔۔ ہمارا یہ قدم غیر تسلی بخش تو نہیں ہے چیف۔“

”مطلب۔۔۔۔۔۔؟“

”مطلب یہ ہے کہ ہماری پبلسٹی کسی طور ہمارے مشن کے لیے نقصان دہ تو نہیں ہے۔“

”میرے خیال میں بالکل نہیں۔“

”تو پھر چیف آپ کو یہ اندازہ تو ہو ہی گیا ہو گا کہ یہاں ہم نے اپنے لیے ایک دلچسپ مقام پیدا کر لیا ہے۔ آپ کی بات سننے سے پہلے ہم اپنی رپورٹ آپ کو پیش کر دیں۔“

”ضرور۔۔۔۔۔۔ میں سن رہا ہوں۔ میں نے کہا۔“

”ہم پانچوں ایک خوبصورت عمارت میں مقیم ہیں اور یہ عمارت لیڈونا کی مالک میریہا ہارٹی کی ہے، میریہا ہارٹی میڈرڈ کی ایک خطرناک عورت تسلیم کی جاتی ہے یہ بہت بڑی گنگسٹر ہے اور اس کا گینگ اسپین میں بہت سے مجرمانہ کام سرانجام دیتا ہے۔ ہوٹل لیڈونا ان مجرمانہ کاموں کی آڑ ہے میریہا کا مقامی پولیس پر بھی کافی اثر ہے اور یہ اپنے طور پر ایک خطرناک عورت تسلیم کی جاتی ہے اس کی خصوصیت بھی بتا دوں چیف۔ انتہائی معذرت کے ساتھ کیونکہ ہم آپ کا بے حد احترام کرتے ہیں یہ عورت حسن پرست ہے اور اگر اس کی نظر آپ پر پڑ جاتی تو میں، عموماً سے کہتا ہوں کہ آپ اس وقت اس کے قریب ہوتے اس کے ہاتھوں سے بچنا مشکل ہو جاتا ہے۔ سوری چیف، دیری سوری لیکن آپ کا اس سے تعارف ضروری تھا۔ چیف اصل میں اگر یہاں میڈرڈ میں اس کا سہارا

حاصل ہو جائے تو آپ یوں سمجھ لیجئے کہ آپ کو ایک بہترین تحفظ مل جاتا ہے۔ ہم نے بھی یہاں معلومات حاصل کر کے اس کی شمشیر زنی کے شوق سے فائدہ اٹھایا اور اسے اپنے کمالات دکھا کر متاثر کر لیا۔ اب صورت حال یہ ہے کہ ہمیں پانچ ہزار ہستانی ہفتے کے حساب سے ملازم رکھ لیا گیا ہے اور تمام اخراجات اس عورت نے اپنے ذمے لے لیے ہیں۔ رہائش گاہ، ایک گاڑی اور ڈرائیور بھی اس نے ہمیں دیے ہوئے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو میڈرڈ کا حکمران کہتی ہے۔ بہر حال چیف اب آپ زیادہ مناسب سمجھ سکتے ہیں کہ کیا کیا جائے، آپ کے آنے کے بعد ہمیں سرپرستی مل گئی ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمیں آئندہ کالانچ عمل بتا دیں۔ فی الحال ہم میڈرڈ تک ہی محدود ہیں اس سے آگے کی بات آپ ہمیں بتائیں گے۔“

”تم لوگ بہت شاندار جا رہے ہو، مجھے یقین نہیں تھا کہ تم میرے لیے اتنا آسان ماحول فراہم کرو گے۔ اگر وہ ایک گنگسٹر ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے لیے بے حد کارآمد ثابت ہوگی مگر مجھے بتاؤ میں اس تک کیسے رسائی حاصل کروں؟“

”نہایت آسان طریقہ ہے چیف۔ اس کے لئے آپ کو چوبیس گھنٹے انتظار کرنا پڑے گا، کل پھر لیڈونا میں آجائے، شمشیر زنی کا مقابلہ ہو گا آپ ہمیں چیلنج کر دیجئے اور ہمارے ساتھ شمشیر زنی کیجئے۔ ہم آپ سے ہار جائیں گے اور جہاں تک ہمارا تجربہ ہے یہ عورت آپ کی جانب ضرور متوجہ ہو جائے گی۔“

”مگر تمہیں یہ بات کیسے معلوم کہ میں شمشیر زنی کر سکتا ہوں۔“ میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”چیف آپ کو شاید یاد نہیں ہے ایک مرتبہ آپ اس کا ہمارے سامنے مظاہرہ کر چکے ہیں۔ بلاشبہ ہم نے بھی شمشیر زنی سیکھی ہے لیکن آپ کے ہاتھ ہم نے دیکھے تھے بہت شاندار لڑتے ہیں آپ۔“

”خیر تم سے اچھا نہیں ہوں۔“

”نہیں چیف معذرت کے ساتھ یہ جھوٹ نہیں ہے۔ بہر حال اس وقت ایک

ضرورت ہے ہم انتہائی مہارت سے آپ سے ٹکست مانیں گے اور اس طرح آپ میریہا ہارٹی تک رسائی حاصل کر سکیں گے۔“

”اور اگر بات یوں نہ بنی تو.....“

”جیف ویسے تو ہمیں سو فیصد امید ہے لیکن اگر ہمارا یہ منصوبہ کارگر نہ ہو تو پھر کوئی اور طریقہ سوچا جائے گا۔ میری اپنی رائے ہے جیف کہ یہاں اسپین میں کچھ کرنے سے پہلے اگر ہمیں ایسا کوئی سہارا حاصل ہو جائے تو ہمارے لیے کارآمد رہے گا یہ بات تو آپ بھی جانتے ہوں گے کہ ہمیں اپنے اصل ٹارگٹ تک پہنچنے کے لیے یہاں مضبوطی سے پاؤں جمانے ہوں گے۔ براہ راست اس تک پہنچ کر اسے للکارنا آسان نہیں ہوگا۔“

”میں ہنسنے لگا پھر میں نے کہا۔“ بہر طور تم مجھے مشورے دیتے رہا کرو۔“

”سوری جیف دیری سو رہا تھا آپ نے ہمیں اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا تھا چنانچہ ہم پر فرض عائد ہوتا ہے کہ ہم ان آسانیوں کا تذکرہ کر دیں جو ہمارے چھوٹے چھوٹے ذہنوں تک پہنچی ہیں۔“

”میں تم سے پورا پورا اتفاق کرتا ہوں چیکاس ون۔ تو ٹھیک ہے پھر تمہاری ہدایات کے مطابق کل ہم مل رہے ہیں باقی دیکھتے ہیں کہ آگے کیا ہوتا ہے۔“

”ہمارے لیے اور کیا حکم ہے جیف۔“

”بس کچھ نہیں، کیا تمہیں علم ہے کہ میں نے کہاں قیام کیا ہوا ہے۔“

”علم تھا نہیں جیف اب ہو گیا ہے۔“

”کیا مطلب؟“

”آپ غالباً کیمپنگ میں ہیں۔“

”کیوں کیا ٹرانسپیر سے تمہیں چرس کی بو آ رہی ہے۔“ میں نے ازراہ تسخر پوچھا۔

”نہیں جیف لیکن آوارہ گردوں کی بدست چھینیں ضرور سنائی دے رہی ہیں۔“

چیکاس ون نے کہا اور میں ہنستا رہا اس کا کہنا بالکل درست تھا۔ تھوڑی دیر تک گفتگو ہوتی رہی پھر میں نے کہا۔

”بس تو پھر ٹھیک ہے، کل میں تم سے شمشیر زنی کا مقابلہ کر رہا ہوں۔“

”جیف ذرا ٹپ ٹاپ سے آئیے گا آپ کی شخصیت بھی شاندار ہونی چاہیے۔“ میں

نے ہنس کر گردن ہلائی اور اس کے بعد اسے خدا حافظ کہہ کر ٹرانسپیر بند کر دیا، پھر دیر تک

میں چیکاس برادرز پر غور کرتا رہا۔ بے لوث، مخلص، وفادار، ذہین، انہیں اپنے مستقبل

کے لیے کسی شے کی ضرورت نہیں ہے۔ ویسے ان لوگوں کا نظریہ بھی میرے علم میں تھا۔ خود کشی کر رہے تھے، میں نے انہیں نئی زندگی کی جانب راغب کیا تھا چنانچہ اب وہ سچے دل سے میرے وفادار تھے اور یقینی طور پر میرے لیے انتہائی کارآمد تھے جس کا مظاہرہ بار بار ہو چکا تھا۔ رات کو نجانے کتنی دیر تک ان لوگوں کے بارے میں سوچتا رہا۔

میریسا ہلڈنی، کمال ہے میری نظر اس پر بس یونسی سی پڑ گئی تھی۔ بعد میں اس کے بارے میں عجیب و غریب انکشافات ہوئے، جلو ٹھیک ہے، دیکھتے ہیں یہ خاتون کس حد تک میرے لیے کارآمد ثابت ہوتی ہیں ویسے اس بات کا مجھے بھی اندازہ تھا کہ یہ لمبا کام ہے۔ چند روز میں ختم نہیں ہوگا۔ غرض یہ کہ میں مطمئن ہو کر سو گیا۔ یہاں کیمپنگ میں آکر میں غیر مطمئن نہیں رہا تھا لیکن اگر میریسا ہلڈنی سے رابطہ ہو جائے تو خالص فائدے ہوں گے..... کیا مجھے اپنی یہ جگہ تبدیل کر دینی چاہیے، لیکن اس خیال کی تردید میں نے خود ہی اپنے اندر کر لی۔ مجھے اپنے آپ کو ایک درمیانہ درجے کا آدمی ظاہر کرتے رہنا چاہیے تاکہ اگر میریسا کی توجہ مجھے حاصل ہو جائے تو اس حیثیت سے اس کی قربت میں رہنے کا موقع بھی مل جائے۔

کیمپنگ کا قیام معمولی لوگ ہی کر سکتے ہیں لیکن معاملہ کچھ ٹپ ٹاپ کا بھی تھا۔ بہر طور میرے پاس ایک دو لباس ایسے تھے جو میری شخصیت کو دلکش بنا دیتے، دوسرے دن کچھ اور تیاریاں بھی کیں اور اس کے بعد مقررہ وقت پر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر لیڈونا چل پڑا۔

لیڈونا کی رونقیں شباب پر تھیں اور مجھے وہاں ایک سیٹ حاصل ہو گئی تھی۔ ہال خاصا وسیع تھا، یہاں میڈرڈ میں بہت سی ایسی تفریحی جگہیں تھیں جہاں لوگ اپنی پسند کی تفریحات کر لیا کرتے تھے۔ غالباً یہ بھی چیکاس برادرز ہی کی وجہ تھی کہ لیڈونا میں اس قدر رش ہو رہا تھا۔ اس وقت وہ میز خالی پڑی ہوئی تھی جب میں یہاں پہنچا لیکن تھوڑی دیر کے بعد میریسا ہلڈنی اپنی میز پر آ گئی۔ آج البتہ میرے اور اس کے درمیان اتنا فاصلہ تھا کہ میں بخوبی اسے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ چیکاس برادرز کا آئٹم شروع ہو گیا، آج انہوں نے اپنے آئٹم میں کچھ اور تبدیلیاں بھی کی تھیں۔ ذہین تھے اور پھر سرکس میں باقاعدہ کام کر چکے تھے اس لیے جانتے تھے کہ کس طرح لوگوں کو متاثر کیا جاسکتا ہے۔ آج کے آئٹم میں بھی

کرنا چاہتا ہوں۔ میریسا نے فوراً ہی اس کی اجازت دے دی اور اس کے بعد چیکاس فوراً
اور فائیو بھی میرے ہاتھوں ہار گئے تو میریسا نے اسٹیج پر پہنچ کر خود میری فتح کا اعلان کیا۔ وہ
اپنی شراب بھری آنکھوں سے مجھے دیکھتی ہوئی بولی۔

”بہت عرصے کے بعد میں نے ایک ایسے شمشیر زن کو دیکھا جو اپنا ثانی نہیں رکھتا۔
میں ان ہار جانے والوں سے بددل نہیں ہوں کیونکہ فن محدود نہیں ہوتا۔ ایک سے ایک
بڑھ کر ہے۔ میں خود بھی شمشیر زن ہوں لیکن آج تلوار کے جو داؤ تپتے مجھے دیکھنے کو ملے
تھے میں اعتراف کرتی ہوں کہ وہ میرے لیے اجنبی ہیں۔ تم انعام کے حقدار ہو نوجوان
کس نام سے تمہیں مخاطب کیا جائے۔“

”میں ایشیائی باشندوں ہوں اور میرا نام فراز ہے۔“ میں نے وہی نام اسے بتایا جس
کا نام کے پاسپورٹ سے میں نے اسپین کا سفر کیا تھا۔

میریسا ہارٹی نے دس ہزار ڈیٹا کا انعام میرے حوالے کیا جسے میں نے بڑے احترام
کے ساتھ قبول کر کے میریسا ہارٹی کو واپس کرتے ہوئے کہا کہ مجھے شمشیر زنی کا شوق ہے
انعام کا شوق نہیں۔ یہ انعام میری جانب سے ان ننھے فنکاروں کو دے دیا جائے۔ میریسا
ہارٹی نے مائیک میرے ہاتھ سے لیتے ہوئے کہا۔

”انعام صرف اسی کا ہوتا ہے جس کے لیے تجویز کیا جاتا ہے۔ یہ پانچوں فنکار
میرے ساتھی ہیں اور نادار نہیں کہ کوئی اپنا انعام ان کے حوالے کرے۔ تاہم میں اس
مذہب کو سراہتے ہوئے اپنے نوجوان دوست فراس سے درخواست کرتی ہوں کہ وہ یہ
انعام قبول کر لیں۔“

میں نے شکریہ کے ساتھ یہ انعام لے لیا تھا۔ میریسا ہارٹی نے فوراً ہی مجھے سے کہا۔
”اور اس کے بعد تمہیں اپنے ساتھ کافی پیسے کی دعوت دوں گی۔ کیا تم اس دعوت
کو قبول کرو گے؟“

”دل و جان سے۔“ میں نے جواب دیا اور مسکراتا ہوا اس کے ساتھ اس کی میز پر
آگیا۔ تماشاویوں کو ہمارے اس تعارف سے کوئی دلچسپی نہیں تھی وہ نئے آئٹم کی طرف
توجہ ہو گئے تھے۔ میریسا ہارٹی نے میز پر بیٹھ کر ایک انگلی اٹھائی اور ایک ویٹر فوراً اس کے
پاس پہنچ گیا۔

حیرت اور تجسس کا عنصر شامل تھا اور لوگ اس سے پوری طرح محفوظ ہو رہے تھے یعنی
طور پر میریسا ہارٹی آج کے آئٹم سے بھی اتنی ہی خوش ہو رہی ہوگی۔ غالباً انعام کا معاملہ
روزانہ ہی ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ آج بھی اعلان ہوا۔ اور جو نئی اعلان ہوا میں جلدی
سے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس خیال سے کہ کہیں اور کوئی مجھ سے پہلے نہ پہنچ
جائے۔ میں نے اسٹیج پر پہنچ کر اس چیلنج کو قبول کیا اور مائیک لے کر انگریزی زبان میں یہ
اعتراف کیا کہ بے شک یہ ننھے نوجوان بہترین شمشیر زن ہیں، لیکن میں ان سے مقابلہ کرنا
چاہتا ہوں۔ انعام جیتنے کے لیے نہیں، بلکہ ان کی مہارت دیکھنے کے لیے پھر یہی سرسری
سی نظر میں نے میریسا ہارٹی پر ڈالی تھی اور مجھے احساس ہو گیا تھا کہ اس کی چمکدار آنکھیں
مجھ پر جمی ہوئی ہیں اور وہ تجسس ہے۔

چیکاس تھری تلوار لے کر میرے مقابلے پر آیا تھا۔ شمشیر زنی سے بھلا میرا کیا
واسطہ ہوتا، میں تو دوسری ہی دنیا کا انسان تھا لیکن یہ عنایت بھی روز آرگنائزیشن کی تھی
کہ اس نے جب میری تربیت کی تھی تو مجھے ہر طرح کی تربیت فراہم کی گئی تھی۔ اس میں
شمشیر زنی بھی تھی اور چونکہ میں کمپیوٹر رازنڈ برین رکھتا تھا یعنی مجھے دماغی طور پر شمشیر
زنی سے بھی روشنا کرایا گیا تھا اور اس کے سارے داؤ تپتے میرے ذہن میں فیڈ کر دیے
گئے تھے۔ چنانچہ مجھے اس میں بھی اچھی خاصی مہارت تھی اور مشق نہ ہونے کے باوجود
جب میرے ذہن کے بیس ہزار خلیوں میں سے ایک خلیہ جس میں یہ تربیت محفوظ تھی زیر
عمل آیا تھا تو مجھے احساس ہو گیا کہ میں اچھی طرح تلوار چلا سکتا ہوں۔

چیکاس میرے مقابلے پر آیا تو میں بڑی فراخ دلی سے اس کی تلوار کے دار ناکام
بناتا رہا۔ یہ بھی اس کی خوبی تھی کہ اپنے طور پر بھرپور وار کرنے کا مظاہر کرتے ہوئے وہ
اس بات کا بھی خیال رکھ رہا تھا کہ وار بھرپور نہ ہو لیکن پبلک کی سنسنی برقرار رہے۔ اس
نے کئی ایسے خطرناک وار مجھ پر کیے جنہیں اگر میں مہارت سے نہ روک لیتا تو وہ مجھے
نقصان پہنچا سکتے تھے لیکن میں نے نہ صرف اپنے آپ کو بچایا بلکہ اس کے داروں کا جواب
بھی دیا اور پھر یہ بھی غالباً اس کی اپنی ہی مہارت تھی کہ اس نے اپنی تلوار میری تلوار پر
اس طرح ماری کہ اس کی اپنی تلوار درمیان سے دو ٹکڑے ہو گئی۔ وہ ہار گیا تھا۔

میں نے کہا کہ مجھے لطف نہیں آیا۔ میں دوسرے شمشیر زنیوں کے ساتھ بھی مقابلہ

”کافی۔“ میری نے اسے حکم دیا اور ویٹر گرون فم کر کے چلا گیا۔ میری مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی، پھر بولی۔

”بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ کسی ایک انسان میں دو خوبیاں جمع ہو جائیں تم انسانی خوبصورت نوجوان ہو اور اس کے ساتھ اعلیٰ پائے کے شمشیر زن بھی مردوں میں مردوں جیسی بات ہونی چاہیے۔ ورنہ دل چاہتا ہے کہ انہیں اس دنیا سے رخصت کر دیا جائے۔ موجودہ دور میں نوجوان اپنی مردانگی کھو چکے ہیں۔ وہ نسوانیت کی طرف بھی مائل نہیں ہوتے بلکہ کچھ یوں لگ رہا ہے جیسے ایک تیسری ہی جنس اس دور کی شناخت بنتی جا رہی ہے۔ میں کچھ الگ نظریات رکھتی ہوں ممکن ہے تمہیں ان سے اتفاق نہ ہو لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہر شخص کو اپنی رائے کی آزادی ہوتی ہے۔ زمانہ قدیم کا یہ فن جسے شمشیر زنی کہتے ہیں۔ میری فطرت سے میل کھاتا ہے اس میں جسمانی طاقت کا بھی مظاہرہ ہوتا ہے اور مردانہ دلیری کا بھی۔ آتشیں ہتھیاروں کے اس دور میں طاقت کا توازن تو ختم ہو گیا ہے۔ ہسپتال بھر کر کسی چھوٹے سے بچے کے ہاتھ میں دے دو کم از کم چھ افراد ہلاک کر دے گا۔ حالانکہ اس میں اس کی اپنی طاقت کا کیا دخل جبکہ شمشیر زنی، خنجر بازی اور دوسرے جسمانی قوتوں کے کھیل، انسان کی اپنی شخصیت کا اظہار کرتے ہیں ویسے ان چھوٹے قد کے نوجوانوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟“

”ایک بات کا اعتراف کروں میڈم میری۔“

”ہاں ضرور۔“

”شمشیر زنی میرا بھی شوق ہے اور میں نے صرف اپنے شوق سے اسے سیکھا ہے۔“

میرا کوئی استاد نہیں ہے۔ بہت سی جگہوں پر میں نے بڑے بڑے ماہرین سے شمشیر زنی کی ہے لیکن ان ننھے ننھے شیطانوں کے ساتھ جس فن کا مظاہرہ کر کے مجھے اپنی جان بچانی پڑی ہے۔ میں نہیں بتا سکتا۔ اگر ان کے قدو قامت بھی عام انسانی قدو قامت جیسے ہوتے تو آپ یقین کیجئے ان پر قابو پانا ناممکن ہو جاتا۔ اب یہ جسمانی قوت سے مار کھا جاتے ہیں اور بعض جگہ میں نے انہیں زیر کرنے کے لیے صرف جسمانی قوت سے کام لیا ہے اگر فکر برابر کی ہوتی تو شاید میں ان سے نہ جیت پاتا۔“

”تمہیں حیرت ہوگی یہ جسمانی طور پر بھی کمزور نہیں ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ

تم مضبوط بدن کے مالک ہو ان میں سے کسی ایک کو اگر کسی شمشیر زن کے سامنے چھوڑ دیا جائے اور وہ خاص جسمانی قوت نہ رکھتا ہو تو یہ ان پر حاوی آجائیں گے پھر ان میں مزید خوبیاں ہیں مثلاً ”ذہانت“ اب تم دیکھو نا شمشیر زنی ایک الگ فن ہے لیکن کاش پچھلے دن تم ان کا کارنامہ دیکھ لیتے۔ ان میں سے چار ایک دوسرے کے شانے پر کھڑے ہو کر اسٹیج پر آئے۔ ایک نے قد بڑا کر کے ان چاروں کے چار ٹکڑے کیے۔ اب تم یوں دیکھو کہ نیچے والوں کو بالکل نہیں معلوم کہ وار کس سمت ہونے والا ہے۔ وہ سر سے پاؤں تک ایک کپڑے میں ملبوس تھے۔ تلوار چلانے والے کو بھی یہ علم نہیں کہ وہ کتنے زاویے سے تلوار مارے گا اور کس وقت۔ تیسرا آدمی باقی دو آدمیوں کو لے کر اتنا اونچا اچھلے گا کہ سب سے نیچے والے کے سر اور اوپر والے کے پیروں میں خلا پیدا ہو جائے اور تلوار کپڑے پر پڑے یہ جمناسٹک کا بھی کمال ہے اور اعتماد کا بھی۔ میں اپنے آپ کو بہت دلیر سمجھتی ہوں اور دلیر ہوں بھی لیکن یقین کرو ان کے اس فن کو دیکھ کر میری آنکھیں بند ہو جاتی تھیں اور ہر لمحہ میں خون کا فوارہ بلند ہونے کی توقع کرتی تھی۔ یہ ایسا فن تھا جس پر میں، خود، عیش عیش کر اٹھی۔ پانچوں عظیم الشان انسان ہیں ان کے بھجھوٹے قدو قامت پر حیرت جاؤ۔ وہ لاتعداد خوبیوں کے مالک ہیں۔“

”بلاشبہ میڈم مگر کیا یہ پانچوں آپس میں کوئی رشتہ رکھتے ہیں۔ میں نے محسوس کیا

کہ پانچوں کی صورت میں یکسانیت ہے اور پانچوں ایک ہی مزاج کے معلوم ہوتے ہیں۔“

”یہ پانچوں بھائی ہیں اور تمہیں شاید یہ بات بھی معلوم نہیں ہوگی کہ ان کے

والدین نے ان کے نام نہیں بلکہ انہیں نمبر دیے ہیں ایک سے لے کر پانچ تک، ان کا کوئی

نام ہی نہیں ہے اور ان کے انٹرنیشنل پاسپورٹس پر فرضی نام لکھے ہوئے ہیں یہ بات انہوں

نے مجھے بتائی ہے۔“

”بہت خوب کیا یہ کہیں باہر سے آئے ہوئے ہیں آپ نے خصوصاً پاسپورٹس کا

تذکرہ کیا ہے۔“

”ہاں میری ان کی زیادہ عرصے کی شناسائی نہیں ہے۔ بس پونہ ایک دن شمشیر زنی

کا مظاہرہ ہو رہا تھا لیڈونا میں کہ ان لوگوں نے خود بھی اس میں شمولیت اختیار کی اور کچھ

ایسی تلوار چلائی کہ میں ان پر فریفتہ ہو گئی اور جس پر میں فریفتہ ہو جاؤں سمجھ لو وہ میرا بن

جاتا ہے۔ ”میڈم میریسا نے آخری الفاظ میرے چہرے پر نظر ڈال کر مسکراتے ہوئے ادا کیے تھے۔ میں نے کسی قدر شربانے کی اداکاری کی اور اس نے گھن گرج کر قہقہہ لگایا۔

”کہاں سے تعلق ہے تمہارا۔ مائی ڈیئر مسٹر فراس۔“

”میڈم سے کہا تھا میں نے کہ ایشیائی ہوں۔“

”اپنی تمام تر روایتوں کے ساتھ۔“

”جی؟“

”ہاں۔ تمہارے چہرے پر شرم کے جو تاثرات نظر آئے وہ خالص ایشیائیوں کا کام ہے ورنہ یورپ اور امریکا اب شرم و حیا سے عاری ہو چکے ہیں اور یہاں کے لوگوں میں چاہے وہ مرد ہوں یا عورت۔ یہ چیز ہے ہی نہیں۔ شرم سے عاری بے تاثر لوگ ہیں ان جنگوں کے۔ خیر چھوڑو اور بھی بہت سی باتیں کرنی ہیں تم سے۔ میں ایک بات کا کھل کر اظہار کردوں۔ تم مجھے بہت پسند آئے ہو اور جو چیز مجھے پسند آتی ہیں وہ میری ہوتی ہے۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ اس کے لیے عرصے کا تعین نہیں کیا جاسکتا۔ لو کافی پیو۔“ ویٹر کے قریب آجائے پر اس نے کہا۔

ویٹر نے بڑے احترام سے کافی بنا کر ہم دونوں کے سامنے رکھی اور پھر ادب سے پیچھے ہٹ گیا۔ ظاہر ہے وہ لیڈونا کی مالک تھی۔ میں نے کافی کا ایک چھوٹا سا گھونٹ لیا اور بولا۔

”میڈم میریسا بہت بڑے لوگوں کے سامنے زبان کھولتے ہوئے تھوڑے سے خوف کا احساس ہوتا ہے۔ آپ یقیناً بہت بڑی ہستی ہیں۔ اس لیے بہت سی باتیں میں آپ سے نہیں کہہ سکتا۔“

”ارے چھوڑو۔ اگر میں بڑی ہوتی تو تمہارے ساتھ بیٹھ کر کافی نہ پی رہی ہوتی۔ یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ میرے ذہن میں بڑے چھوٹے کا تصور نہیں ہے اور پھر تم سے تو میں اپنائیت کا اظہار کر چکی ہوں۔ اب تم میرے دوست ہو مائی ڈیئر فراس۔ اچھا یہ بتاؤ صرف شمشیر زنی میں مہارت رکھتے ہو یا کوئی اور بھی فن آتا ہے۔“

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے کہا۔ ”اگر کبھی آپ سے تفصیلی ملاقات ہوئی تو اپنے بارے میں مکمل تعارف کراؤں گا میڈم۔ ویسے ان فنون میں نشانہ

بازی بھی آتی ہے مجھے۔ اگر میں آپ کے سامنے یہ دعویٰ کروں کہ میرے ہاتھ میں دبے ہوئے پستول کی کوئی گولی بے نشانہ نہیں ہوتی تو اس کا مقصد یہ ہے کہ میں اس کا امتحان دینے کے لیے تیار ہوں۔ فنون کی بات نہیں کرتا۔ اگر فطرت کی بات پوچھیں تو دوستوں کے لیے زندگی قربان کر دینے پر تیار رہتا ہوں۔ یہ دوسری بات ہے کہ تقدیر میں دوست نہیں لکھے۔“

”کرتے کیا ہو۔“ میریسا نے اپنی کافی کی پیالی سے کھیتے ہوئے پوچھا۔

”آوارہ گردی۔ دنیا کی سیاحت کا شوق ہے لیکن بہت زیادہ وسائل نہیں ہیں بس کہیں بھی کسی بھی جگہ وقت گزارتا ہوں۔ محنت مزدوری کرتا ہوں۔ تھوڑے سے پیسے اکٹھے ہو جاتے ہیں تو وہاں سے آگے بڑھ جاتا ہوں۔ کافی عرصے کے بعد اپنے وطن سے باہر نکلا ہوں اسپین دیکھنے کا بے حد شوق تھا۔ ابھی مجھے یہاں آئے ہوئے صرف چند گھنٹے گزرے ہیں۔“

”دیری گڈ“ کہاں رہتے ہو، میرا مطلب ہے کس ہوٹل میں قیام کیا ہے؟“

میں پھر ہنسا اور کہا۔ ”نہیں میڈم اس لیے تو آپ کے سامنے احساس کمتری کا شکار ہوں۔ اب یہ دس ہزار ہسٹا آپ نے مجھے دیے ہیں تو یہ سوچ رہا ہوں کہ اسپین میں کچھ وقت اچھا گزر جائے گا۔ ویسے فی الحال تو میں نے کمپننگ ہی میں قیام کیا ہے۔“

”لیکن تم انعام کی یہ رقم ان لوگوں میں بانٹ رہے تھے جبکہ تمہیں اس کی زیادہ ضرورت تھی۔“

”میں ان کے فن سے متاثر ہوا تھا میڈم اور میں نے یہی سمجھا تھا کہ وہ اس طرح کے مظاہرے کر کے پیسے اکٹھے کرتے ہیں اگر میں انہیں شکست نہ دیتا تو یہ دس ہزار ہسٹا ان کی ملکیت ہوتے کسی فنکار سے اس کا حق چھیننا مجھے ناپسند ہے۔“

”گریٹ۔ بہت خوشی ہوئی تم سے مل کر مائی ڈیئر فراس لیکن اسے تم کیا کہو گے کہ یہاں تمہاری ملاقات ہو گئی اسپین کی اصل حکمران سے اور جب اتنے بڑے لوگوں سے ملاقات ہو جاتی ہے تو کوئی تلاش نہیں رہتا۔ اسپین میں اب تم میرے مہمان ہو ایک لامحدود مدت کے لیے۔ میرا تعارف آہستہ آہستہ تم سے ہو جائے گا۔ ابتدائی طور پر صرف تمہیں ایک بات بتانا چاہتی ہوں وہ یہ کہ نہ تو مجھے زیادہ تکلف پسند ہے اور نہ ہی اپنی بات

کی تردید۔ کیا سمجھے؟

میں ہنسنے لگا پھر میں نے کہا۔ ”میڈم آپ نے مجھے اجازت دی تھی کہ میں آپ کے سامنے زبان کھول سکوں۔ جو کچھ میں کہنا چاہتا تھا وہ تو میرے دل میں ہی رہ گیا۔ آپ نے کہا تھا کہ دو خوبیاں کسی ایک انسان میں یکجا نہیں ہوتیں۔ میڈم آپ نے وہ الفاظ میرے لیے کہے تھے اور میں ان کے لیے آپ کا شکریہ ادا کر چکا ہوں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ لاتعداد خوبیاں کسی ایک شخصیت میں اکٹھا نہیں ہو سکتیں۔ آپ کو اس میں خطو طے ہیں ہم ایشیائیوں کی نظر میں ان خطوط میں ایک خاص دلکشی ہوتی ہے۔ آپ کے چہرے کی تانبے جیسی رنگت۔ آپ یقین کیجئے ہم اس کے شیدائی ہوتے ہیں پھر یہ قیمتی نوادارت جو آپ کے چہرے پر آنکھوں کی جگہ جڑے ہوئے ہیں۔ اگر کوئی ماہر جوہری ان چیزوں کو دیکھ لے تو میں سمجھتا ہوں ان کے حصول کے لیے خود کشی پر آمادہ ہو سکتا ہے اور پھر اس کے بعد میڈم انتہائی معذرت کے ساتھ آپ کے نقوش یہ میرا خاص موضوع ہے۔ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر شہری یا ملکی نہیں بلکہ بین الاقوامی مقابلہ حسن ہو تو میں آپ کو اس کے جج کی حیثیت سے ہزاروں نمبر دے دوں گا بلکہ شاید یقین نہیں کر پاؤں گا کہ آپ کو کتنے نمبر دیے جائیں۔

”وہ پھر ہنس پڑی۔ چند لمحات ہنستی رہی پھر بولی۔“

”چلو ٹھیک ہے تم نے بدلہ لے لیا لیکن افسوس ہم لوگ شرابے نہیں ہیں۔ مجھے تمہاری یہ بات دل سے پسند آئی ہے۔ یہ انسانی کمزوری ہے۔ چاہے وہ ذہنی طور پر کتنا ہی طاقتور کیوں نہ ہو لیکن اپنی تعریف سن کر تھوڑا بہت ضرور متاثر ہوتا ہے۔ خیر اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہم دونوں ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں تو ہماری دوستی زیادہ پائیدار ہوگی۔ چنانچہ اب تو تم اس بات سے انکار نہیں کرو گے کہ تم اسپین میں میرے مسمان ہو۔“

”اپنی خوش بختی سے کون انکار کر سکتا ہے میڈم۔“ میں نے جواب دیا۔

”اوہ سوئیٹ سوئیٹ سوئیٹ۔ تمہاری باتیں بھی بے حد دلکش ہیں اور مجھے بے حد پسند ہیں۔ اب تھوڑی دیر کے بعد ہم یہاں سے اٹھیں گے۔ تم میرے ساتھ کیمپنگ چلو گے۔ اپنا مختصر سا سامان اٹھاؤ گے اور میرے ساتھ ہی واپس آ جاؤ گے۔ میں تمہیں تمہاری

رہائش گاہ تک پہنچا دوں گی۔“

”میڈم مجھ سے پہلے ہی کہہ چکی ہیں کہ ان کے کسی حکم سے انکار ان کے لیے ناپسندیدہ ہوگا۔“

اس نے محبت بھرے انداز میں میری کلائی پر اپنا ہاتھ رکھ دیا اور ایک لمحے کے لیے میری بدن میں جھرجھری سی پیدا ہو گئی۔ یہ ہاتھ آگ کی طرح دھک رہا تھا اور زمانہ قدیم میں میری اتالیق مسر خان مجھے ایسے بھگے ہوئے گرم ہاتھوں کے بارے میں بہت سی اہم باتیں بتا چکی تھیں کیونکہ ان کے ہاتھ بھی پسینے میں تر رہا کرتے تھے لیکن وہ پیوند گرم ہوتا تھا۔ میں ہاتھ کے اس لمس سے کافی دیر تک متاثر رہا۔ کافی ختم ہو گئی اور اس کے بعد میری سب کچھ نظر انداز کر کے کہا۔

”اٹھو۔“

میں اٹھ گیا تھا۔ مجھے اندازہ تھا کہ چیکاس برادرز میری جانب سے غافل نہیں ہوں گے۔ انہوں نے خود ہی اس جانب نشاندہی کی تھی۔ اس لیے وہ میری اس کاوش کے نتائج بھی جاننا چاہتے ہوں گے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ کسی تشویش کا شکار ہو کر میرے پیچھے چل پڑیں۔ یہ مناسب نہیں ہوگا۔ بہر حال ان حالات میں انہیں کوئی ہدایت بھی نہیں دی جاسکتی تھی۔ میں خود بھی محسوس کر چکا تھا کہ وہ کام کی عورت ہے اور اسے میرے ساتھ ہونا چاہیے۔ آئندہ بہت سی آسانیاں حاصل ہو جائیں گی۔ اب اتنا تجربہ تو مجھے تھا کہ میں اس قسم کی کسی عورت کو پنڈل کر سکوں۔ باقی دوسرے چند معاملات تھے تو بعض اوقات انسان کو کچھ ایسی کارروائیاں بھی کرنا پڑتی ہیں جن کے لیے ضمیر تیار نہیں ہوتا لیکن مصلحت ایسے کام کرنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ تھوڑا بہت احساس مجھے یہ بھی تھا کہ ممکن ہے میری ہارٹی اس وقت مجھے اپنے ساتھ کیمپنگ لے جا کر میرے الفاظ کی تصدیق کرنا چاہتی ہو۔ جس ٹائپ کی وہ عورت ہے اس کے لیے اسے محتاط بھی رہنا پڑتا ہوگا۔ اپنا شوق اپنی پسند الگ لیکن اس کا واسطہ غلط اور خطرناک لوگوں سے بھی پڑ جاتا ہوگا چنانچہ وہ میرے بیان کی تصدیق چاہتی ہے۔

ہم دونوں باہر نکل آئے اس کی چال بھی بے حد دلکش تھی۔ خاص قسم کا لباس پہنا ہوا تھا اس نے لیکن اس وقت مجھے شدید خیرت ہوئی جب میں نے اسے ساڑھے چار

ہارس پاور کی ایک عظیم الشان موٹر سائیکل کی جانب بڑھتے ہوئی دیکھا۔ اس نے موٹر سائیکل کو اسٹینڈ سے اتارا اور میں سر جھکانے لگا۔ ایسی کوئی عورت ایک موٹر سائیکل پر سفر کرے اور میں اس کے پیچھے بیٹھا نظر آؤں تو اس سے زیادہ حماقت آمیز منظر شاید ہی کبھی دیکھنے کو ملا ہو۔ ہمارے ہاں تو خیر خواتین کے موٹر سائیکل چلانے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ چہ جائیکہ ان کے پیچھے کوئی مرد بھی بیٹھا ہو اس نے اپنے دونوں لمبے پاؤں زمین پر ٹکائے۔ موٹر سائیکل ہی کی ایک کٹ سے ایک چوڑا چشمہ نکال کر چہرے پر لگایا اور مجھ سے بولی۔

”بیٹھو انتظار کیا کر رہے ہو؟“

میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور اس کے پیچھے موٹر سائیکل پر بیٹھ گیا۔ اس نے موٹر سائیکل کو سیلف لگایا اور موٹر سائیکل اسٹارٹ ہو گئی۔ آہستہ آہستہ اس نے پاؤں نکال کر اسے موڑا اور پھر ہونٹل کے بڑے گیٹ سے باہر نکل آئی۔ باہر اس نے موٹر سائیکل روکی اور ایک واک ٹاکی قسم کا کلب نکال کر مجھے دیا اور کہنے لگی۔

”اسے کانوں پر چڑھاؤ۔“ میں نے اس سے کچھ پوچھے بغیر اس کے حکم کی تعمیل کی تھی۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ موٹر سائیکل کے اس سفر میں وہ مجھ سے گفتگو کرتے رہنا چاہتی ہے اور یہ ہیڈ فون اس کے لباس میں موجود کسی اسپیکر سے منسلک تھا۔ ایسا ہی دوسرا ہیڈ فون اس نے اپنے کانوں پر چڑھالیا تھا پھر اچانک ہی موٹر سائیکل نے ایک جھٹکا لیا اور ایک لمبی چھلانگ لگا کر سڑک پر دوڑنے لگی۔ اس عورت کے بارے میں مجھے بخوبی اندازہ ہو گیا تھا اس لیے موٹر سائیکل پر محتاط بیٹھنا تھا۔ میرے خیال کی تصدیق چند ہی لمحات میں ہو گئی۔ موٹر سائیکل ایک بھیانک آواز کے ساتھ سڑکوں پر فراٹے بھرنے لگی اور اس کی اسپید تیز سے تیز تر ہوتی چلی گئی۔

ساڑھے چار ہارس پاور کی ہیوی موٹر سائیکل ظاہر ہے سست روی سے سڑکوں پر چلانے کے لیے نہیں ہوتی لیکن چند ہی لمحات کے بعد مجھے چکر آنے لگا۔ موٹر سائیکل کی اسپید قیامت خیز تھی۔ وہ بھری پری سڑکوں پر چل رہی تھی لیکن اس طرح گاڑیوں کے درمیان سے موٹر سائیکل نکال رہی تھی کہ کسی بھی لمحے کوئی بھیانک حادثہ ہو سکتا تھا۔ پتا نہیں کس قسم کی عورت تھی۔ میڈرڈ جیسے مہذب اور بین الاقوامی شہر میں اس طرح کی

موٹر سائیکل ڈرائیونگ ایک انسانی سی بات تھی۔ میں نے جگہ جگہ پولیس کی گاڑیاں بھی دیکھیں۔ یہ اسپید شہر میں گاڑی چلانے کی نہیں تھی۔ میرا خیال تھا کہ چند ہی لمحات کے بعد سائرن بجاتی ہوئی گاڑیاں ہمارے پیچھے لگ جائیں گے اور کہیں نہ کہیں اسے روک لیا جائے گا لیکن اس وقت میں نے دل ہی دل میں ایک ٹھنڈی سانس بھری جب کئی جگہ اس نے ٹریفک سگنل توڑا اور آگے نکل گئی۔ کوئی پولیس کار یا موٹر بائیک اس کے پیچھے نہیں لگی تھی۔ درحقیقت اس نے غلط نہیں کہا تھا۔ وہ اسپین کی بے تاج بادشاہ تھی اور غالباً پولیس بھی اس کی موٹر سائیکل سے واقف تھی۔ ہر جگہ طاقت ہی کی حکمرانی ہوتی ہے اس کا اظہار یہاں بخوبی ہو رہا تھا۔ ساری کی ساری تہذیب خاک میں مل گئی تھی۔ ایک عورت نے ان سب کو بے بس کر رکھا تھا۔ بہر حال ان ساری سوچوں کے ساتھ ساتھ زندگی بچانے کا تصور بھی نمایاں حیثیت رکھتا تھا۔ اس لیے اس وقت میں سوچوں میں گھرنے کے بجائے اپنی زندگی کی فکر میں سرگرداں تھا۔ وہ ایسے ایسے بھیانک موڑ کاٹ رہی تھی کہ بعض اوقات آنکھیں ہی بند کرنی پڑ رہی تھیں لیکن کبھت ماہر تھی ہر جگہ سے صاف بچ کر نکل جاتی تھی۔ آخری بات جو میں نے اس کے بارے میں سوچی وہ یہی تھی کہ اگر اس کی دوستی میں مجھے اس کے ساتھ موٹر سائیکل پر سفر کرنا پڑا تو شاید میرے لیے ممکن نہ ہو۔ باقی تمام معاملات برداشت کر جاؤں گا کوئی ایسی اہم بات نہیں ہے لیکن اس کے بعد موٹر سائیکل پر اس کے ساتھ سفر میرے لیے ممکن نہیں ہو گا پھر اس وقت جان میں جان آئی کہ جب میں نے کمپننگ کی روشنیاں دیکھیں۔ یہاں اس کبھت نے موٹر سائیکل کی رفتار سست کی اور مجھ سے میری رہائش گاہ کا پتا پوچھنے لگی۔ میں اسے اپنے خیمے تک لے آیا تھا۔ خیمے میں داخل ہو کر میں نے اپنا سامان وغیرہ نکالا جو ایک آوارہ گرد کے سامان ہی کی حیثیت رکھتا تھا وہ گہری نگاہوں سے میرا جائزہ لیتی رہی تب مجھے احساس ہوا کہ اصل میں وہ میری بات کی تصدیق کرنا چاہتی تھی۔ چالاک عورت تھی۔ غالباً سوچ رہی ہوگی کہ جو کچھ میں نے کہا وہ سچ بھی ہے یا نہیں۔ میں نے دبی زبان میں اس سے کہا کہ کیا اس سامان کے ساتھ موٹر سائیکل پر سفر مناسب رہے گا تو وہ ہنس کر بولی۔

”میں سمجھتی ہوں کہ بڑے بڑے شمشیر زن میرے ساتھ موٹر سائیکل پر بیٹھتے ہوئے کتراتے ہیں لیکن تم بے فکر رہو تمہیں زندہ سلامت لے جاؤں گی کیونکہ مجھے خود

بھی تمہاری ضرورت ہے۔“

میں ہنس کر خاموش ہو گیا تھا لیکن حقیقت یہی ہے کہ اپنے مختصر سامان کو اپنے جسم کے ساتھ منہاننا میرے لیے بے حد مشکل ثابت ہوا تھا۔ موٹر سائیکل ایک بلڈنگ کے سامنے رکی تھی اور میری ہارٹی نے اسے بلڈنگ ہی کی پارکنگ لائٹ پر پارک کر دیا تھا۔ اس کے بعد وہ میرے ساتھ بلڈنگ میں داخل ہو گئی اس کا فلیٹ فرسٹ فلور پر ہی تھا۔ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی۔ فلیٹ جھلمل جھلمل کر رہا تھا۔ انتہائی قیمتی اشیاء سے آراستہ تھا مجھے ساتھ لیے ہوئے وہ اندر آگئی پھر ایک کمرے کا دروازہ کھول کر روشنیاں جلائیں اور مجھے بیٹھنے کا اشارہ کر کے کہنے لگی۔

”آدھا گھنٹہ دیتی ہوں تمہیں اپنے آپ کو بالکل تروتازہ کر لو وہ سامنے ہاتھ روم ہے اس کے بعد بیٹھ کر باتیں کریں گے۔“

میں نے گردن ہلا دی۔ وہ چلی گئی اور میں ہاتھ روم کی طرف بڑھ کر یہ سوچنے لگا کہ ان کوششوں سے کیا نتائج حاصل ہو سکتے ہیں۔ مجھے ویسے چیکاس برادرز نے اس کی طرف سے ہوشیار کر دیا تھا اور کہا تھا کہ اس کا ساتھ بہترین ثابت ہو سکتا ہے میں ان کے اس دعوے کی تصدیق چاہتا تھا اور اس کے لیے مجھے کچھ خاص مراحل سے گزرنا تھا۔ بہر حال اک سادہ سالباں بہن کر میں آئینے کے سامنے سے ہٹ گیا۔ رشید ناگی کے کرائے ہوئے میک اپ نے پہلے بھی بڑا کام دیا تھا اور اس وقت بھی اگر اس سے کوئی فائدہ حاصل ہو سکتا ہے تو مجھے اعتراض نہیں تھا۔

وہ ایک ناکئی پنہ ہوئے اندر داخل ہو گئی۔ ہاتھ میں کچھ برتن لیے ہوئے تھے جنہیں اس نے سینٹر ٹیبل پر رکھ دیا۔ میری طرف کچھ دیر دیکھتی رہی پھر عجیب سے انداز میں ہنسی اور میرے بالکل سامنے بیٹھ گئی۔

”میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ دو خوبیاں کسی ایک انسان میں جمع ہو جانا۔ بہت بڑی بات ہے لیکن پتا یہ چلا کہ کیمپنگ کے قیام نے تمہارا حلیہ ہی بدل دیا تھا۔ چند منٹ میں تم جو کچھ نکل آئے ہو میں سمجھتی ہوں شروع ہی سے اگر تمہاری حفاظت کی جاتی تو تم اس سے کہیں زیادہ دلکش ہوتے۔ کیا کہتے ہو اس بارے میں مسٹر فراس؟“

”میں نے خود کبھی اپنے آپ پر غور نہیں کیا میڈم۔“

”میں نہیں مانتی اس بات کو۔“

”کیوں؟“

”تم نے بے شک خود پر غور نہ کیا ہو گا لیکن لڑکیوں نے تمہیں خود سے ضرور متعارف کرایا ہو گا۔“

”اب اگر میں آپ سے یہ کہوں کہ ایشیا یوں کے بارے میں آپ کی معلومات کچھ کم ہیں میڈم تو ہو سکتا ہے آپ برا مان جائیں۔“

”اوہو نہیں نہیں میں تمہارا مطلب سمجھ رہی ہوں۔ ہاں مجھے اس بات کا علم ہے اصل میں شاید تمہیں بھی اس پیش لوگوں کے بارے میں تفصیلات نہیں معلوم۔ یہاں پر خاصا ایشیائی اثر ہے ہماری ہاں کے عام نوجوان میری مراد ایسے لوگوں سے ہے جن کو زندگی میں بہت زیادہ کھل کھیلنے کا موقع نہیں ملا ہے یورپ سے خاصے مختلف ہیں۔ ان میں یورپین نوجوانوں جیسی بے باکی نہیں ہے۔ ویسے تم شراب تو پیتے ہو ناں؟“

”نہیں میڈم آپ کے سامنے سب کچھ دیکھ کر میں نے یہی سوچا تھا کہ آپ سے کن الفاظ میں اس کے لیے انکار کروں؟“

”اکیلے پینا دنیا کا سب سے مشکل کام ہے لیکن اور کون کون سی چیزوں سے پرہیز کرتے ہو۔ کہیں میرا موڈ تو خراب نہیں کرو گے؟“

میں ہنس کر خاموش ہو گیا۔ وہ مجھے دیکھتی رہی پھر میں اس کے بارے میں اندازے قائم کرتا رہا۔ کافی چالاک عورت تھی۔ ایک ایک چیز کو نوٹ کرتی تھی مجھے یہ اندازہ نہیں تھا کہ یہاں اس فلیٹ میں وہ بالکل تنہا ہوگی۔

بہر حال دوسری صبح اس نے اپنے ہاتھ سے ناشتہ تیار کیا۔ بہت خوش نظر آرہی تھی اور مجھ پر بے حد مہربان تھی۔ اس دوران اس نے میرے بارے میں بہت سے تعریفی جملے بھی ادا کیے تھے اور میں صحیح معنوں میں ان جملوں پر جھینپتا رہا تھا لیکن شکر تھا کہ صرف میں ہی انہیں سن رہا تھا اور کسی کے سامنے شرمندگی نہیں اٹھانی پڑی تھی۔ بعد میں اس نے بتایا کہ یہ فلیٹ اس کی مستقل رہائش گاہ نہیں ہے بلکہ عارضی طور وہ کبھی کبھی یہاں وقت گزار لیتی ہے۔ اس وقت جب اسے وہنی سکون درکار ہوتا ہے۔ ناشتے کے دوران وہ بولی۔

سے وہ کوئی خاص کام لے سکتی ہے۔ میں اس کی پر خیال نگاہوں کا تجزیہ کرتا رہا لیکن کوئی بات سمجھ میں نہیں آئی۔ کچھ دیر کے بعد وہ آہستہ سے بولی۔

”مسٹر فراس ایک بات پوچھوں تم سے؟“

”جی میڈم۔“

”میرے لیے دل میں کوئی برائی تو نہیں رکھتے۔“

”جی۔“ میں متحیرانہ انداز میں بولا۔

”میرا مطلب ہے کہیں دل میں کوئی ایسا تصور جو تمہیں مجھ سے بغاوت پر آمادہ کر دے۔“

”ہرگز نہیں آپ۔ نے یہ بات کیوں سوچی۔ آپ نے مجھے دوست بنایا ہے۔ میں بھی اتنا کینہ انسان نہیں ہوں کہ دوستی کا مطلب نہ سمجھ سکوں۔“

”اصل میں تمہارے کئے الفاظ پر مجھے ایک خیال آیا ہے۔ ایک کام ہے جو میں تمہارے ذریعے لے سکتی ہوں لیکن اس سلسلے میں تم سے کچھ سوالات کرنا ضروری ہیں۔“

”جی فرمائیے۔“

”اگر میں تمہیں کچھ ایشیائیوں کے خلاف استعمال کروں تو کیا تم علاقائی تعصب برتو گے۔ انہیں مجھ پر ترجیح دو گے یا میرے مخلص اور وفادار ساتھی کی حیثیت سے میرا کام سر انجام دو گے۔“

”میڈم دوستی دوستی ہوتی ہے اگر ایک دوست کی حیثیت سے آپ مجھ سے کوئی کام لیں گی تو آپ خود تصور کر لیجئے ان ایشیائیوں سے میرا کیا تعلق ہے؟“

”ہو سکتا ہے وہ تمہارے ہی وطن کے آدمی ہوں؟“

”اپنا وطن چھوڑے ہوئے تو مجھے عرصہ گزر گیا۔ وہاں اتفاق سے میرا نہ کوئی عزیز و اقارب ہے نہ دوست اور نہ شناسا۔ ایک آوارہ گرد کے خاندان نہیں ہوتے۔ اس لیے ان کا تعلق کہیں سے بھی ہو آپ اگر ان کے سلسلے میں مجھ سے کوئی کام لینا چاہتی ہیں تو یوں سمجھ لیجئے کہ میں ہر لحاظ سے آپ کا وفادار اور آپ کا ساتھی ہوں۔“

”بہت اہم بات ہے یہ لیکن مجھے یوں لگتا ہے کہ شاید تم سے میرا کوئی کام بن جائے اس کے باوجود میں کیتھ اسٹروڈی سے مشورہ کر لینا ضروری سمجھتی ہوں۔“

”میں نے اسپین میں وسیع کاروبار پھیلایا ہوا ہے۔ ملکی اور غیر ملکی ضرورت مند مجھ سے مدد لیتے ہیں۔ میرا اپنا بھی خاصا کاروبار ہے جن سے فوراً ہی تمہیں روشناس نہیں کراؤں گی۔ اس سلسلے میں میرا دست راست کیتھ اسٹروڈی ہے۔ یوں سمجھ لو وہ میرا نائب ہے۔ بہت کام کا آدمی۔ بڑا خردماغ ہے۔ اصل میں اس کا تعلق اسپین کے ایک نواحی قبیلے سے ہے۔ حیرانی کی بات یہ ہے کہ عموماً قبیلوں میں رہنے والوں کے دماغ ست اور بیکار ہوتے ہیں لیکن اسٹروڈی نے یہ روایت غلط ثابت کر دی ہے۔ وہ چھپتے کی طرح پھرتیلا اور طاقتور ہے اور لومڑی کی طرح چوکنا اور چالاک ہے میں اس سے کسی وقت تمہارا براہ راست تعارف کراؤں گی۔ تمہیں میرے ساتھ وقت گزارنے میں کوئی پریشانی نہیں ہوگی یوں سمجھ لو اسپین میں تم پیش کرو گے کیونکہ تم مجھے پسند آئے ہو۔ میں چاہتی ہوں کہ تمہاری دوسری خویوں سے بھی واقف ہو جاؤں۔“

”میڈم میں اسپین میں کب تک قیام کر سکوں گا۔“

”زندگی بھر کیوں؟“

”میرا مطلب ہے میں تو ایک سیاح کی حیثیت رکھتا ہوں۔“

”جن لوگوں کا تعلق میریسا ہارٹی سے ہو جاتا ہے وہ صرف میریسا ہارٹی کے آدمی ہوتے ہیں اور کچھ نہیں ہوتے۔ میرے آدمی کی حیثیت سے کوئی تمہیں اسپین سے باہر نکال سکتا ہے۔ میری درجنوں رہائش گاہیں ہیں اور تمہارے لیے فی الحال میں نے یہ جگہ منتخب کی ہے۔ ہماری تمہاری ملاقاتیں ہوتی رہیں گی۔ ویسے میں تمہیں بتاؤں میں بہت مصروف رہتی ہوں۔ کبھی تم سے ملاقاتیں ہوں گی تو مسلسل ہوتی رہیں گی اور کبھی کہیں نکل گئی تو پھر یہ سمجھ لو کہ اچھا خاصا وقت لگ جاتا ہے۔“

میں نے گہری سانس لے کر گردن ہلائی اور بولا۔

”میڈم میریسا بہتر یہ ہے کہ آپ مجھے مصروف رکھیں۔ میں بیکار بیٹھنے کا عادی نہیں ہوں۔ میں تو یہاں سیاحت کرتا اسپین کے مختلف گوشے دیکھتا اور یہاں سے باہر نکل جاتا لیکن اگر آپ نے مجھے اپنے خاموشوں کی حیثیت سے منتخب کیا ہے تو پھر مجھ پر کچھ ذمہ داریاں بھی ڈالی جائیں۔“

وہ پر خیال انداز میں میرا چہرہ دیکھنے لگی۔ اچانک ہی اسے یہ احساس ہوا تھا کہ مجھ

”آپ مجھے کچھ بتائیں گی نہیں میڈم کہ وہ کام کیا ہو سکتا ہے؟“
”جلد بازی ہو جائے گی۔“

”اس کا مطلب ہے کہ آپ کو ابھی تک مجھ پر کوئی اعتماد نہیں ہوا۔ خیر ٹھیک ہے چند لمحات میں اعتماد نہیں قائم ہو جاتا۔ بہر حال یہ آپ پر منحصر ہے اگر مناسب سمجھیں تو مجھے اس سلسلے میں مصروف کر دیں میں آپ کا ہر کام کرنے کے لیے تیار ہوں۔ وہ مجھے دیکھتی رہی پھر اس نے کہا۔“

”چار آدمی ہیں وہ کچھ خاص حیثیت کے حامل ہیں ہم نے ان کے ساتھ کافی سختیاں کی ہیں۔ وہ زبان نہیں کھولتے اور جو کچھ ہم ان سے معلوم کرنا چاہتے ہیں اس پر آمادہ نہیں ہوتے تم ان کے ہم وطن ہو اگر کسی بھی طرح تم ان سے اس بارے میں معلومات حاصل کر لو تو ہمارے لیے بڑا کار آمد ہو گا۔“

”میں تیار ہوں میڈم یہ تو کوئی بڑا کام ہی نہیں ہے۔“

”ہے تم اس کی اہمیت نہیں سمجھ رہے لیکن میں کیتھ اسٹروڈی سے مشورہ کرنے کے بعد تمہیں اس بارے میں اطلاع دوں گی۔ فی الحال یہیں قیام کرو۔“
”جیسا آپ پسند کریں۔“ میں نے کہا۔

وہ دن کے ساڑھے گیارہ بجے مجھ سے اجازت لے کر چلی گئی۔ جاستے وقت وہ مجھے بتا گئی تھی کہ یہاں فلیٹ میں کیا کیا کچھ موجود ہے۔ ایک کار کی چابی بھی اس نے مجھے دی تھی اور کہا تھا کہ اگر جی گھبرائے اور میں یہاں سے کہیں گھومنے کے لیے جانا چاہوں تو جاسکتا ہوں۔ لائسنسوں وغیرہ کی بالکل فکر نہ کی جائے گاڑی پر میڈم میریسا کا مونو گرام لگا ہوا ہے اسے دیکھ کر کوئی پولیس مین گاڑی کو نہیں روکے گا۔ وہ اپنی موٹر بائیک پر ہی گئی تھی اور مجھے کار کے بارے میں تفصیلات بتا گئی تھی لیکن خیر مجھے ابھی یہاں سے کہاں جانا تھا۔ البتہ میں اس کے الفاظ میں کھو گیا تھا۔ میرے چار ہم وطن جو اس کے قبضے میں ہیں وہ ان سے کچھ معلوم کرنا چاہتی ہے اور وہ زبان نہیں کھولتے۔ کیا قصہ ہے یہ کون ہو سکتے ہیں وہ۔ ایک نیا ہی کھیل میری نگاہوں کے سامنے آیا تھا لیکن بس اتنا ہی کافی تھا کہ میرے کچھ ہم وطن اسپین کی ایک جرائم پیشہ عورت کے قبضے میں ہیں اور وہ ان پر تشدد کر رہی ہے۔ میں اس سلسلے میں کسی قسم کی کوئی رعایت یا احتیاط برتنے کا عادی نہیں تھا۔ جہاں

ہم احتیاط ضروری اور ممکن ہے وہ تو بے شک کی جائے گی لیکن اگر میرے آدمیوں پر کبھی قسم کا تشدد ہو رہا ہے تو پھر تو یہ میرے لیے مشکل تھا کہ میں ان کی مدد کرنے سے باز رہوں چنانچہ تھوڑا سا اضطراب دل میں پیدا ہو گیا تھا۔ یہ اندازہ لگا لینے کے بعد کہ وہ جانچتی ہے میں نے اس فلیٹ کی نہایت محتاط انداز میں تلاشی لینا شروع کر دی میں نے ایک ایک چیز کا جائزہ لیا۔ خصوصاً ایسی چیزوں پر میں نے غور کیا جیسے وژن کیمرے ہوتے ہیں جن سے کسی کی حرکات و سکنات کو کہیں دور بیٹھ کر دیکھا جاسکتا ہے۔ ہو سکتا ہے اس جدید عورت نے یہاں اس قسم کے انتظامات کر رکھے ہوں۔ میں نے ہر چیز کا باریک بینی سے جائزہ لیا لیکن ایسی کوئی چیز یہاں سے دستیاب نہیں ہوئی تھی اس کا مطلب تھا کہ یہ بالکل بالکل مناسب ہے۔ چنانچہ اس کے بعد میں نے ٹرانسمیٹر پر جو ایک بٹن کی شکل میں میرے سوٹ کے کالر میں لگا ہوا تھا اور ہمیشہ ہی لگا رہتا تھا چیکاس برادرز کو کال کیا۔ وہ لوگ شاید میری طرف سے کسی قسم کے اشارے ہی کے منتظر تھے۔ چیکاس ون نے میری کال ریسپو کی تھی۔

”ہیلو۔ تم لوگ بالکل مناسب جگہ پر ہو میرا مطلب ہے میں تم سے بات کر سکتا ہوں۔“

”ہاں چیف اور ہمیں اس بات کا علم ہو چکا ہے کہ آپ میڈم میریسا کی قربت حاصل کر چکے ہیں۔ ہم نے اسی لیے آپ کو مخاطب نہیں کیا۔ کیا اس وقت میڈم میریسا آپ کے پاس موجود نہیں ہیں۔“

”نہیں تم لوگ کہاں رہتے ہو؟“

”پہلے بھی ہم نے آپ کو بتایا تھا چیف کہ اس نے ہماری رہائش کے لیے ایک پراپرٹیٹ رہائش گاہ میں بندوبست کیا ہے۔ یہ ایک چھوٹا سا مکان ہے لیکن بے حد خوبصورت اور زندگی کی ضروریات سے آراستہ۔ یہاں ہمیں ہر طرح کی سہولتیں فراہم کی گئی ہیں۔“

”اس سے کس حد تک رابطہ ہو چکا ہے تمہارا؟“

”کچھ نہیں چیف ابھی تو ہم اس کے ہوٹل میں یہ شو کر رہے ہیں اور وہ ہم سے بہت خوش ہے۔ اصل میں وہ کھلندری قسم کی عورت ہے۔ مطمئن ہے اور اپنے وسیع و

عریض ذرائع رکھتی ہے۔ اس لئے ایسے پانچ آدمیوں کو پالنا اس کے لئے کوئی مشکل کام نہیں ہے اور پھر لیڈونا میں ہمارے شو کافی پسند کیے جاتے ہیں اور اس کی وجہ سے وہاں لوگوں کی آمد بڑھ گئی ہے چنانچہ وہ مزید خوش ہے۔“

”ابھی تک اس نے تمہیں کوئی ایسا کام تو نہیں بتایا جو اس کا ذاتی کام ہو؟“

”بالکل نہیں چیف لیکن ہمیں یقین ہے کہ آہستہ آہستہ وہ ہمیں اپنی راہ پر لے آئے گی۔ یہ اچھا ہوا چیف کہ آپ یہاں پہنچ گئے۔ پہلی بات تو یہ پوچھنی ہے آپ سے کہ ہم نے اس قسم کا انداز اختیار کر کے غلطی تو نہیں کی؟“

”بالکل نہیں بلکہ تم نے مجھے بھی ایک راستہ دکھایا ہے۔ اچھا یہ بتاؤ میریسا کی کتنی رہائش گاہیں تمہارے علم میں آچکی ہیں؟“

”نہیں چیف ابھی ہم نے کام نہیں شروع کیا۔ آپ ہمیں اس کی اجازت دیں گے تو ہم اس کا بھی آغاز کر دیں گے۔“

”نہیں جلد بازی کی ضرورت نہیں ہے تم محدود رہو۔ اصل میں میں ایسے افراد کے بارے میں جاننا چاہتا تھا جو اس کے قبضے میں ہیں اور جو ہمارے ہم وطن ہیں۔“

”ہمیں اس بارے میں کچھ نہیں معلوم لیکن چیف آپ کو؟“

”یہ تذکرہ بھی میریسا ہی نے مجھ سے کیا ہے بہر حال محتاط رہو میں تم سے رابطہ رکھوں گا۔“

”چیف کیا یہ ممکن نہیں کہ ہم اور آپ یکجا ہو جائیں۔“

”ہو سکتا ہے وہ خود ہی اس پر غور کرے لیکن میں سمجھتا ہوں ہمیں جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہیے۔ ہم آہستہ آہستہ یہاں اپنا قدم جمائیں گے جس کام کے لیے ہم یہاں پہنچے ہیں وہ بہت بڑا کام ہے اور ہو سکتا ہے ہمیں خاصا وقت یہاں گزارنا پڑ جائے۔ ایسے عالم میں میریسا جیسی طاقتور عورت کا ساتھ ہمارے لیے نہایت مناسب ہے۔“

”چار آدمیوں کا پورا قصہ کیا ہے؟“

”کچھ نہیں ابھی مجھے اس بارے میں تفصیل نہیں معلوم صرف اس نے چند الفاظ کہے ہیں کہ ہو سکتا ہے میں اس کے لیے ان چار آدمیوں کی زبان کھلوانے میں ایک کارآمد آدمی ثابت ہو سکوں جن سے وہ کچھ معلوم کرنا چاہتی ہے اور جن پر تشدد کر چکی ہے۔“

”ہوں چیف ہمیں حالات سے باخبر رکھیے گا۔“

”میں انتہائی کوشش کروں گا کہ یہ ٹرانسمیٹر میرے ساتھ ہی ہے۔“

”ہاں چیف اس کا ساتھ ہونا بے حد ضروری ہے۔“

”اور کوئی خاص بات۔“

”بالکل نہیں چیف۔ کیا آپ آج رات کو لیڈونا میں آئیں گے؟“

”یہ میریسا پر منحصر ہے۔“

”اوکے چیف اور کوئی حکم ہمارے لیے؟“

”نہیں کیا تمہیں اسپین میں تفریحات کی اجازت ہے؟“

”ہے تو سہی چیف۔ لیکن ہم لوگ نکلتے نہیں ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے

قد و قامت تمام لوگوں کے لئے دلچسپی کا باعث بن جاتے ہیں پھر اگر ایک ادھ ہو تو لوگ

توجہ نہ دیں لیکن جب پانچ ایک قد و قامت اور ایک شکل و صورت کے افراد سامنے آتے

ہیں تو ہر ایک کی توجہ اپنی جانب کھینچ ہی لیتے ہیں اس لیے ہم ذرا عام نگاہوں میں آنے

سے گریز کر رہے ہیں۔“

”اوکے چیف اس مجھے کوئی خاص ضرورت پیش آئی تو میں کسی نہ کسی شکل میں تم

سے رابطہ کروں گا۔“

”ٹھیک ہے چیف۔“ دوسری طرف سے جواب ملا اور میں نے ٹرانسمیٹر آف کر

دیا۔

اس قسم کے معاملات میں یہی ضروری نہیں تھا کہ سب کچھ ہماری مرضی کے

مطابق ہی ہو جائے اسپین میں قدم بٹانے کا موقع ملا تھا اور میں نے یہ بات غلط نہیں کہی

تھی کہ اگر ہمیں اسپین کی ایک مضبوط عورت کا سہارا حاصل ہو جائے تو کم از کم دوسرے

معاملات سے مطمئن ہونے کے بعد ہم اپنے کام کا بہتر طریقے سے آغاز کر سکتے ہیں جہاں

تک مجھے اندازہ ہوا تھا ہمیں ایک بہترین سہارا حاصل ہوا تھا اور اس میں بھی کوئی شک

نہیں تھا کہ میڈم میریسا چیف کاں برادرز کی دریافت تھی اور اندازہ یہی ہو رہا تھا کہ وہ

ہمارے لیے نہایت کارآمد عورت ثابت ہوگی شرط یہ ہے کہ ہم اس کے لیے اپنے آپ کو

موزوں قرار دے دیں اور اس وقت تو میرے سامنے سب سے بڑا مسئلہ یہ آگیا تھا کہ

میں نے اپنے طور پر ان سے تعارف حاصل کرنے کی کوشش کی تھی، لیکن اگر آپ اس بات کی خواہش مند ہیں کہ تعارف آپ کی اپنی پسند کے مطابق ہو تو بھی مجھے اس پر اعتراض نہیں ہے۔“

”کو ڈارلنگ تمہارا دن کیسا گزرا لگتا ہے کہیں باہر نہیں نکلے۔ کار اسی طرح کھڑی ہوئی ہے۔“

”ہاں میڈم میریسا، تنہا آوارہ گردی کرنا مجھے کچھ پسند نہیں ہے، کہپنگ کی بات دوسری تھی۔ وہاں نہ کوئی شناسا تھا اور نہ ہی میرے پاس اتنے وسائل، کسے مسٹر کیتھ اسٹروڈی آپ کی صحت کیسی ہے؟“

”جس طرح ظاہر ہوتی ہے۔“

”میں سمجھتی ہوں کہ دوران گفتگو اگر کافی کا دور چلے تو گفتگو زیادہ پر لطف ہو جائے گی اور مجھے بہت اچھی کافی بنانا آتی ہے اور پھر مردوں کے درمیان ایک عورت ہی کو اس قسم کے کام سرانجام دینے چاہئیں۔“ جب وہ بچن میں چلی گئی تو کیتھ اسٹروڈی عقابی نگاہوں سے مجھے دیکھتا ہوا بولا۔

”عورت بہر طور عورت ہے چاہے اسے کتنا ہی بڑا مقام کیوں نہ حاصل ہو جائے یا ذہنی طور پر وہ کتنی ہی برتر کیوں نہ ہو جائے ہم مرد بہ آسانی اسے اپنے ٹرائس میں لیتے ہیں آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے مسٹر فراس؟“

”ہو سکتا ہے آپ کا تجربہ مجھ سے زیادہ ہو مسٹر اسٹروڈی لیکن اگر میڈم میریسا کے بارے میں آپ بات کرتے ہیں تو ان میں کچھ خوبیاں بڑی نمایاں ہیں۔“

”مثلاً.....؟“

”مثلاً وہ بہت منکسر المزاج ہیں بہت بڑی شخصیت کی مالک ہونے کے باوجود ان کا برتاؤ ہر شخص کے ساتھ دوستانہ ہوتا ہے۔“

”ہاں جب لوگوں کے مفادات کسی سے منسلک ہو جاتے ہیں تو سب سے پہلے وہ اس شخصیت میں خوبیاں تلاش کرتے ہیں یہ بھی ایک حقیقت ہے مسٹر فراس۔“

”آپ طنز تو کرتے ہیں مسٹر اسٹروڈی، لیکن طنز کا انداز زیادہ خوبصورت نہیں ہوتا جبکہ طنز کا مزہ ہی یہ ہے کہ اسے خوبصورت انداز میں کیا جائے۔“

میرے چار ہم وطن ان کے قیدی ہیں، میرا دل ان سے فوراً ملاقات کے لئے تڑپنے لگا ساری باتیں اپنی جگہ۔ میرا معاملہ میرا ذاتی تھا، لیکن اگر کوئی ملکی مسئلہ ہے تو وہ میرے لیے باقی تمام معاملات پر فوقیت رکھتا تھا البتہ انتظار کیے بغیر چارہ کار نہیں تھا۔ چیکا اس برادر کو بھی میں نے خود سے دور رکھنا مناسب ہی سمجھا تھا۔ کیونکہ اس طرح وہ بالکل اجنبی شخصیت بن کر میرے مفادات کا تحفظ کر سکتے تھے۔ پورا دن کہیں نہ گیا، جانا ہی کہاں تھا کار لے کر اسپین کی سڑکوں پر دوڑاتے پھرنے سے کوئی فائدہ نہیں تھا، بہر حال اپنے معمولات میں یونہی مصروف رہا۔ ٹیلی وژن دیکھتا رہا۔ شام کو چار بجے کے قریب دروازے پر بیل ہوئی۔ میں نے دروازہ کھولا تو میریسا ہارٹی ایک دراز قامت، کھلاڑیوں جیسے ورزشی جسم کے مالک، لیکن انتہائی خطرناک چہرے والے شخص کے ساتھ موجود تھی۔ یہ بھی نسلاً اسٹینش ہی معلوم ہوتا تھا۔ البتہ اس کے ہاتھوں کی بناوٹ دیکھ کر مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ سخت محنتی اور طاقتور آدمی ہے، خوبصورت سوٹ میں ملبوس تھا، چہرے پر ایک ٹھوس اعتماد نظر آتا تھا، میریسا نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور کیتھ اسٹروڈی کو دیکھتے ہوئے بولی۔

”یہ مسٹر فراس ہیں۔“

”ہیلو۔“ کیتھ اسٹروڈی نے اپنا چوڑا پنجہ میرے ہاتھ کی جانب بڑھا دیا۔ میں نے محسوس کیا کہ اس نے میرے ہاتھ پر غیر معمولی قوت صرف کی ہے، بعض اوقات کچھ لوگ اپنی طاقت کا مظاہرہ کرنے کے لیے ایسا کیا کرتے ہیں، تاہم میں نے اپنے ہونٹوں پر مسکراہٹ برقرار رکھی۔

اسٹروڈی اندر آگیا اور ہم لوگ ڈارلنگ روم میں جا بیٹھے، اس نے فوراً ہی مجھ پر ایک طنزیہ جملہ پھینکا۔ کہنے لگا۔

”مرد جب عورتوں کے مہمان ہوتے ہیں اور اس قسم کے مہمان مسٹر فراس، جس طرح تم ہو، تو ان کے احساسات کیا ہوتے ہیں۔ میں جانتا چاہتا ہوں۔“

”یہ ایک غیر متعلق بات ہے کیتھ اور میں تمہیں اس سوال کی اجازت نہیں دوں گی۔ اپنا سوال واپس لو۔“

”اؤکے میڈم۔ آپ نے کہا تھا کہ آپ مسٹر فراس سے میرا تعارف کرائیں گی۔“

”دیکھو ڈیئر میں میڈم میریسا کا دست راست ہوں۔ یوں سمجھ لو، میڈم میریسا جہاں عورت بن کر کچھ فیصلے کرتی ہیں وہاں میں مرد کی نگاہوں سے ان کے فیصلوں کو دیکھتا ہوں اور وہ میرے فیصلے قبول کرتی ہیں، سمجھے، مطلب یہ ہے کہ آخری فیصلہ میرا ہی ہوتا ہے۔ چنانچہ بہترین ہو گا کہ تم اپنا مکمل تعارف مجھ سے کرا دو۔“

”کیا میرا تعارف میڈم میریسا نے تم سے نہیں کرایا؟“

”میڈم میریسا اس وقت صرف ایک عورت کی زبان بول رہی تھیں اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ کوئی بھی عورت جو خاص طور سے حسن پرست ہو تمہیں دیکھ کر پسندیدگی کی زبان ہی بولے گی۔ تم جیسے لوگ اپنے اس مردانہ حسن سے میڈم میریسا جیسی عورت سے بہ آسانی فائدہ اٹھاتے ہوں۔“

”آپ کا کیا خیال ہے مسٹر کیتھ، کیا میں میڈم میریسا سے کوئی فراڈ کر رہا ہوں۔“

”ہو سکتا ہے ایسا نہ ہو، ہو سکتا ہے تم نے یہ سوچا ہو کہ میڈم میریسا یہاں اپہن میں تمہاری بہترین کفالت کر سکیں گی۔ ویسے میرے دوست جیسا کہ میڈم میریسا نے مجھے بتایا ہے کہ تمہارا قیام کمپننگ میں تھا اور تم ایک سیاح ہو؟“

”ہاں!“

”میڈم میریسا اس بات پر کبھی اعتراض نہیں کریں گی کہ میں تمہارے کاغذات تم سے طلب کر لوں۔“

”اصولی طور پر مجھے تمہارے ساتھ یہ تعاون نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اگر میڈم میریسا نے میرا تعارف تم سے کرایا ہے، تو تمہیں یہ بھی پتا چل گیا ہو گا کہ میں نے خود ان کی قربت حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی تھی بلکہ انہوں مجھ سے رابطہ قائم کیا۔ میں نے خود ان کی تحویل میں نہیں آنا چاہا تھا بلکہ انہوں نے ضد کر کے مجھے اپنے ساتھ شامل کیا اور ان کی خواہش پر میں یہاں تک پہنچا۔“

”ہاں مجھے یہ بات معلوم ہے لیکن اس کے باوجود چونکہ تمہارا رابطہ اب صرف تفریحی نہیں رہا ہے اس لیے میں یہ جاننا چاہوں گا کہ تمہاری تفصیل کیا ہے۔“

”مجھے اپنے کاغذات دکھانے میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔“ میں نے کہا اور کاغذات کا بیگ لا کر اس کے سامنے ڈال دیا۔ اس نے خود ہی بیگ کھولا اور میرا پاسپورٹ

وغیرہ دیکھنے لگا۔ میرے انداز میں نیاز مندی نہیں تھی بلکہ اکھڑپن تھا اور اس وقت یہی میرے لیے ضروری تھا۔ ابھی وہ میرے کاغذات کا جائزہ لے ہی رہا تھا کہ میریسا کافی کی ٹرالی دھکیلاتی ہوئی اندر آگئی، اس پر ڈرائی فروٹس اور کافی کے برتن سجے ہوئے تھے۔ اس نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے اور کیتھ اسٹروڈی کو دیکھا اور کہنے لگی۔

”یہ کیا ہو رہا ہے؟“

”مجھے نہیں معلوم تھا میڈم میریسا کہ آپ کیتھ اسٹروڈی کی شکل میں انتظامیہ کے کسی افسر کو لے کر آئی ہیں جو مجھ سے سخت ترین سوالات کرتے ہوئے غالباً یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ میں مجرمانہ طور پر کوئی منصوبہ لے کر آپ تک پہنچا ہوں اور آپ کی دولت اور حیثیت سے کوئی فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں۔“ میریسا نے قہقہہ لگایا اور بولی۔

”کیتھ کی یہ شخصیت اس کی اپنی نہیں ہے بلکہ میری تربیت دی ہوئی ہے اس کے اندر احقانہ تجسس حد سے زیادہ بڑھا ہوا ہے ڈیئر فراس اسے محسوس نہ کرو، یہ کچھ دیر کے بعد تم سے بالکل نارمل گفتگو کرے گا۔ بہر حال یہ اگر تمہیں ناگوار گزارا ہے تو میں اس کے لیے تم سے معذرت خواہ ہوں۔“

”ٹھیک ہے میں نے مسٹر کیتھ کی خواہش کے مطابق اپنے کاغذات ان کو پیش کر دیے ہیں اور اس بات کا بالکل برا نہیں مانا۔“

”میں تمہارے لیے کافی بناتی ہوں۔“

”کیتھ اسٹروڈی نے میرے کاغذات دوبارہ بیگ میں رکھے اور پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگا، پھر بولا۔“

”میڈم میریسا، میں نے اس بات سے قطعی انحراف نہیں کیا کہ میری فطرت میں تجسس کا یہ مادہ آپ ہی کا پیدا کیا ہوا ہے لیکن جو چیز آپ نے پیدا کی ہے یا جس درخت کی آبیاری آپ نے کی ہے اب اس کے مضرات بھی آپ ہی کو بھگتتے ہیں۔ میں آپ سے مسٹر فراس کے سلسلے میں مزید کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں معاف کیجئے گا مسٹر فراس۔ میڈم نے آپ کا تعارف کراتے ہوئے مجھ سے کہا تھا کہ آپ بہترین شمشیر زن ہیں اور آپ کے ذریعے میڈم کچھ ایسے ہم کام لے سکتی ہیں جو میڈم کے حق میں ہوں۔ میں آپ سے پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ میڈم ہی کے دیے ہوئے اختیارات نے مجھے اتنی جرات فراہم

کی ہے کہ اپنے ذہن میں آنے والا ہر سوال میں آپ سے کردوں۔“

”ٹھیک ہے میڈم نے مجھے اس بارے میں تفصیلات نہیں بتائی تھیں لیکن ایک اچھے دوست کی حیثیت سے میں اس قسم کے کسی تعاون کو برا نہیں سمجھتا۔“

”کیا کسی انسان کا صرف شمشیر زن ہونا اس کی اہمیت کا ثبوت ہوتا ہے۔ کیتھ اسٹروڈی نے سوال کیا۔“

میں نے اس کی بات صبر و سکون سے سنی اور پھر کہا۔ ”مسٹر کیتھ اسٹروڈی میں ایک بار پھر اپنے الفاظ دہراؤں گا۔ وہ یہ کہ میں نے میڈم میریسا سے درخواست نہیں کی تھی کہ وہ مجھ پر عنایات کی بارش کریں۔ میڈم میریسا کے کلب میں میرا مطلب ہے ہوٹل لیڈونا میں شمشیر زنی کا مظاہرہ ہو رہا تھا اور وہاں عام لوگوں کو چیلنج کیا گیا۔ میں نے اس چیلنج کو قبول کیا اور اتفاق سے ان کے شمشیر زنوں کو شکست دے دی بس اس کے بعد میڈم میریسا نے مجھ پر عنایت کیں اور بہر طور ایک انسان کی حیثیت سے میں ان عنایات سے متاثر ہوا۔“

اب اس سلسلے میں اس قدر مجھ سے چھان بین کی جا رہی ہے میں اسے ایک طرح زیادتی سمجھتا ہوں۔ میڈم کی عنایات جس قدر مجھ پر ہو چکی ہیں ان کا ایک بار پھر شکریہ ادا کروں گا۔ ایک سیاح کی حیثیت سے میں اسپین کے مختلف گوشے دیکھنا چاہتا ہوں، اپنے وسائل سے انہیں دیکھوں گا۔ اب میں اس قدر تلاش بھی نہیں ہوں آپ میرے پاس موجود رقومات کا جائزہ لے سکتے ہیں۔ اس کے بعد شروع ہوتی ہے میری اپنی شخصیت کی بات تو آپ کے خیال میں مسٹر اسٹروڈی ایک اچھی شخصیت کے مالک شخص میں کیا کیا خوبیاں ہونی چاہئیں۔“

”نہیں نہیں میرا مطلب یہ ہے کہ اگر فرض کرو تم میڈم میریسا کے ساتھ ان کے کاموں میں مصروف ہو جاتے ہو، جیسا کہ میڈم نے مجھے بتایا تو ہم اس بات سے کیسے مطمئن ہو سکتے ہیں کہ تم ذہنی اور جسمانی طور پر ہمارے لیے کارآمد ثابت ہو گے۔“

”ذہنی طور پر کارآمد ثابت ہونے کا معاملہ تو اس وقت سامنے آئے گا“ مسٹر کیتھ اسٹروڈی، جب کوئی ذہنی کام مجھ سے لیا جائے گا جہاں تک جسمانی طور پر کارآمد ثابت ہونے کا معاملہ ہے تو آپ میڈم میریسا کے دست راست ہیں، ظاہر ہے آپ نے بھی

جسمانی طور پر اپنے آپ کو اس کا اہل ثابت کیا ہوگا، یا پھر میڈم میریسا نے آپ کو اس قابل بنایا ہوگا۔

میں سمجھتا ہوں میری جسمانی موزونیت کا اندازہ آپ اس طرح سے لگا سکتے ہیں کہ مجھ سے جسمانی طور پر مقابلہ کر لیں۔ اگر میں اپنے آپ کو جسمانی طور پر آپ سے برتر ثابت کر سکا تو اس کا مطلب ہے کہ ایک مرحلہ طے ہو گیا۔ دوسرے مرحلے کے لیے بعد میں آزمائش کرنی جائے گی۔“

کیتھ اسٹروڈی ہنسنے لگا، پھر بولا۔ ”میڈم یہاں پر اس شخص سے ایک غلطی ہوئی ہے آپ نے اسے نوٹ کیا؟“

مجھے خصوصی طور پر میریسا ہارٹی پر حیرت ہو رہی تھی۔ وہ اس تمام گفتگو کے درمیان نہایت پرسکون تھی اور کہیں بھی میں نے اس کے چہرے پر اضطراب کے آثار نہیں پائے تھے۔ کہنے لگی۔ ”“

”تمہارا مطلب ہے کہ اس نے بہت بڑی بات کہہ دی ہے!“

”ہاں میڈم اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ آپ نے اس شخص سے میرا پورا تعارف نہیں کرایا۔“

”میڈم بعض لوگ اپنے آپ کو ضرورت سے زیادہ بلندیوں پر محسوس کر لیتے ہیں، آپ کو اس وقت خوشی ہوگی جب میں اس شخص کو اس کی بلندیوں سے نیچے اتار لاؤں گا۔“ میں نے کسی قدر سخت لہجے میں کہا۔

”اوہو گفتگو شاید غلط رخ اختیار کر چکی ہے، میرا خیال ہے اس میں تھوڑی بہت تبدیلی ہونی چاہیے۔“

”نہیں میڈم یہ خالص مردانہ معاملہ ہے، جب دو مرد کسی خوب صورت عورت کے سامنے یکجا ہوتے ہیں تو پھر اس پر اپنی برتری کا مظاہرہ ضروری سمجھتے ہیں۔ میرا خیال ہے مسٹر کیتھ اسٹروڈی ایسی کیفیت کا شکار ہیں میں بھی اپنے آپ کو اس سے الگ نہیں پاتا۔ چنانچہ کیا یہ بہتر نہیں رہے گا کہ پہلے ہم ایک دوسرے سے اپنا مکمل تعارف کرا دیں اس کے بعد باقی گفتگو ہو۔“

میڈم میریسا نے ایک بار پھر گن گرج کر قہقہہ لگایا اور بولی۔ ”خیر میں تم لوگوں سے

معاملات کے درمیان کسی طور نہیں آؤں گی حالانکہ میرے خیال میں کیتھ اسٹروڈی اس وقت سخت ذہنی ہيجان کا شکار ہے۔ ہم ایک کارکن کو اپنے درمیان شامل کر رہے ہیں ڈیئر کیتھ، تمہارے کسی ہم پلہ شخص کو نہیں۔“

”میڈم کیا آپ یہ پسند کریں گی کہ ایک شخص کیتھ اسٹروڈی کو چیلنج کرے اور آپ اس معاملے کو یہ کہہ کر ختم کر دیں کہ یہ مناسب نہیں ہے۔ کیتھ اسٹروڈی اس جہک کو ہمیشہ محسوس کرتا رہے گا۔ میں پھر اپنے وہی الفاظ دہراتا ہوں کہ کسی شخص کا اچھا شمشیر زن ہونا یہ ثابت نہیں کرتا کہ وہ باقی معیار پر بھی پورا اترتا ہے۔“

”خیر تم یہ جملے کہہ رہے ہو اسٹروڈی۔ کیا تمہیں اس بات کا علم نہیں ہے کہ میں ہیرے تراشتی ہوں اور تمہیں بھی میں نے ہی تراشا ہے، کیا تم یہاں اسی کیفیت میں نہیں آئے تھے لیکن اب تم وہ حیثیت اختیار کر چکے ہو جو کسی معاملے میں بھرپور مداخلت کر سکتی ہے۔“

اگر تم دونوں جسمانی مقابلے کے لیے تیار ہو تو میں درمیان میں نہیں آؤں گی لیکن اس کے لیے کیا یہ فلیٹ مناسب رہے گا؟ یہ تو بہت چھوٹی سی جگہ ہے۔“

”بالکل مناسب نہیں رہے گا میڈم، لیکن ہم باقی معاملات کا فیصلہ اسی وقت کریں گے، جب یہ شخص اپنے آپ کو اس کا اہل ثابت کر دے۔ میرے خیال میں کل دن کا وقت ہم دونوں کے درمیان مقابلے کے لیے مناسب رہے گا اور ظاہر ہے اس وقت تک ہمیں مزید کوئی گفتگو نہیں کرنی چاہیے۔“

”اوکے۔ اوکے۔ میں پہلے ہی کہہ چکی ہوں کہ میں تمہارے معاملات میں مداخلت کا ارادہ نہیں رکھتی۔“

میں نے ایک لمحے میں یہ محسوس کر لیا تھا کہ یہ عورت وحشیانہ فطرت کی مالک ہے، موٹر بائیک کی ڈرائیونگ اور اس کے بعد اس کی شخصیت کے مختلف پہلو اظہار کرتے تھے کہ وہ اذیت رساں بھی ہے اور اذیت پسند بھی اسے روم کی ملکہ اولیمپیاں کے مانند مردوں کے جسمانی مقابلے پسند ہیں اور اپنے آپ کو ایک وحشی ملکہ ثابت کرنے کا شوق بھی ہے۔ بہر حال نہایت کام کی عورت تھی اور مجھے اس کا ساتھ ہر قیمت پر حاصل کرنا تھا۔

کیتھ اسٹروڈی اٹھ گیا۔ کہنے لگا۔ ”تو پھر آپ سے بقیہ گفتگو مسٹر فراس بعد میں ہی میں ہوگی۔ میڈم کیا آپ مجھے اجازت دیں گی؟“

”کیتھ اسٹروڈی باہر نکل گیا۔ وہ ہنسنے لگی تھی پھر اس نے کہا۔“

”یہ ایک دلچسپ شخصیت ہے ڈیئر فراس، اس وقت یہ تمہیں برا انسان نظر آئے گا لیکن یہ اس کی عادت ہے۔ آخری حد تک یہ کسی میں کیڑے نکالتا ہے لیکن جب دوست بنتا ہے تو ایسا کہ اگر اس کے پاس ہزاروں زندگیاں ہوں تو یہ دوستوں پر قربان کر دے۔“

”میں کیا عرض کر سکتا ہوں میڈم۔ اصل میں بات ذرا غلط رخ اختیار کر گئی تھی اس لیے مجھے جواب دینا پڑا، لیکن بہر طور اب جو کچھ بھی ہو چکا ہے اور جس کی اجازت آپ بھی دے چکی ہیں اس کی تکمیل ہو جانا بہتر ہے۔“

میڈم میریسا کے چہرے پر کچھ عجیب سے تاثرات پھیل گئے وہ نیم باز آنکھوں سے مجھے دیکھتی رہی پھر بولی۔

”اور میں نے یہ بھی کہا تھا کہ اس سے کہ میں ہیرے تراشتی ہوں اور ہیروں کی شناسا ہوں، تمہارے چہرے کی لکیریں بتاتی ہیں کہ تم بھی معمولی آدمی نہیں ہو، شمشیر زنی کا فن تم نے معیاری طور پر سیکھا ہے اس کا مطلب ہے کہ تمہیں دوسری جسمانی قوتیں بھی حاصل ہوں گی، لیکن بے فکر رہنا۔ اگر کیتھ اسٹروڈی تمہیں شکست دے دیتا ہے تب بھی میرے پاس تمہارے لیے جگہ موجود ہے۔ بہر حال وہ میرا محکوم ہے مجھ پر حاکم نہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس کی ذہانت اور اعلیٰ کارکردگی اور ان ساری چیزوں پر بھاری اس کی وفاداری کے نتیجے میں میں نے اسے بہترین اختیارات دے رکھے ہیں اور ڈیئر فراس آج میں تمہارے پاس قیام نہیں کروں گی میں چاہتی ہوں کہ تم ذہنی طور پر بھی اور جسمانی طور پر بھی اپنے آپ کو اس مقابلے کے لئے تیار کر لو، لیکن ہاں ایک بات ضرور سن لینا۔ یہاں سے نکل بھاگنے کی کوشش نہ کرنا۔ اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ میں تم پر کوئی قبضہ جمانے کی کوشش کر رہی ہوں۔ مقابلہ کے بعد تم جہاں جانا چاہو جاسکتے ہو، لیکن ابھی تم مجھے درکار ہو۔ یہ مناسب ہو گا کہ ابھی تم یہاں سے فرار ہونے کی کوشش نہ کرو۔ میڈم سے کہیں بھی جاؤ گے۔ مجھے حاصل ہو جاؤ گے۔“

”اگر آپ میری توہین نہیں کرنا چاہتی ہیں میڈم تو مجھے افسوس ہے کہ ایک دوستانہ

کیفیت کو آپ دل شکنی میں تبدیل کر رہی ہیں۔“

”اوہ نہیں سوری۔ مائی ڈئیر سوری دیری سوری میرا یہ مقصد نہیں تھا کہ تم ڈر کر فرار ہو جاؤ گے۔ خیر میرا خیال ہے میں ضرورت سے زیادہ بات کر رہی ہوں، تو پھر کل میرے آدمی تمہیں اپنے ہاتھ لے جائیں گے۔ ویسے کل کا دن دلچسپ رہے گا میں تمہیں بتاؤں مجھے مردوں کے درمیان جسمانی مقابلے دیکھنے کا شوق ہے۔“

==☆☆☆☆☆==

کچھ دیر کے بعد وہ وہاں سے چلی گئی اور میں مسکراتے ہوئے مسٹر کیتھ اسٹروڈی کے بارے میں سوچنے لگا۔ میں نے اپنی ذہنی قوتوں کو مجتمع کیا۔ بہر حال ماضی کی طرف قدرے جانا ایک بے مقصد بات تھی۔

دوسرے دن تقریباً ساڑھے دس بجے فلیٹ کی بیل بجی اور دروازہ کھولنے پر مجھے دو آدمی نظر آئے۔ انہوں نے مجھے مودبانہ انداز میں سلام کیا اور کہنے لگے۔

”میڈم میریپا نے آپ کو طلب کیا ہے جناب۔ کیا آپ ہمارے ساتھ چلنا پسند کریں گے؟“

”ہاں میں تیار ہوں۔“ میں نے جواب دیا۔

میں تیار ہی بیٹھا تھا۔ چنانچہ میں ان کے ساتھ باہر نکل آیا۔ دروازے کو تالا لگا کر میں نے چابی اپنے ہاتھ میں لے لی تھی۔ اس فلیٹ کے مکمل اختیارات مجھے دے دیے گئے تھے۔ کچھ دیر کے بعد میں ایک لمبی شاندار کار میں بیٹھا ہوا اسپین کی عظیم الشان سڑکوں سے گزر رہا تھا۔ باہر کا ماحول مقامی ثقافت کی بنیاد پر دلکش نظر آ رہا تھا۔ میں اس سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ یہ بھی غور نہیں کیا تھا میں نے کہ کار کہاں کہاں سے گزر رہی ہے۔ اب یہ سب کچھ بے کار تھا۔ مجھے سنبھالنے والے موجود تھے۔ رات بھر کی سوچوں نے مجھے یہ سمجھایا تھا کہ جس طرح بھی بن پڑے میڈم میریپا کا تعاون حاصل کر لیا جائے یہی طریقہ ان چاروں کی مدد کرنے کا ذریعہ بن سکے گا اور اگر ذہانت سے کوئی کام کر گیا تو ہو سکتا ہے لیتھ اسمیر تک رسائی میریپا ہی کے ذریعے حاصل ہو جائے۔

بہت دلچسپ صورت حال تھی۔ بہت ہی شاندار اور پھر کار ایک نواحی علاقے میں داخل ہوئی سرسبز و شاداب علاقہ تھا اور وہ عمارت بھی بہت حسین تھی۔ جس تک پہنچنے کے لیے دونوں سمت سے ڈھکی ہوئی ایک سڑک کے درمیان سے گزرنا پڑا۔ عمارت کے بڑے گیٹ پر چند افراد موجود تھے جنہوں نے دروازہ کھولا اور کار اندر جا کھڑی ہوئی۔ سامنے ہی ایک خوب صورت لان تھا جس پر بہت سے افراد نظر آرہے تھے۔ مجھے کار سے اتار کر لان کی جانب لے جایا گیا۔ میڈم میریسا بھی وہاں موجود تھیں۔ ایک خوب صورت لباس میں ملبوس، چہرے پر بے پناہ شگفتگی لیے ہوئے لیکن انتہائی دلچسپی مجھے اس وقت پیدا ہو گئی جب میں نے چیک اس برادرز کو بھی وہاں دیکھا۔ پانچویں چیک اس وہاں موجود تھے۔ اور دوسرے لوگوں کے مانند غیر متعلق لیکن دلچسپ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے مجھ سے اجنبیت برقرار رکھی تھی۔ میں نے وہیں پر کیتھ اسٹروڈی کو بھی دیکھا جو چست لباس میں ملبوس تھا۔ غالباً اسی میں وہ مجھ سے مقابلہ کرنا چاہتا تھا۔

”میریسا نے مجھے خوش آمدید کہا۔ بیٹھنے کے لیے کرسی پیش کی اور کہنے لگی۔“

”کیتھ رات بھر تم سے مقابلہ کرنے کے لیے بے چین رہا ہے وہ مجھ سے پوچھ رہا تھا کہ مقابلے کا انداز کیا ہوگا۔ اب تم مجھے بتاؤ کہ تم کون کون سے جسمانی فنون جانتے ہو۔“

”میری خواہش ہے کہ ہم دونوں کو ہر قسم کی پابندیوں سے آزاد کر دیا جائے۔ ہمیں صرف ایک دوسرے کو شکست دینی ہے۔ اگر اس میں آتشیں اسلحے کا استعمال بھی ضروری ہو تو مجھے اس سے بھی انکار نہیں ہے۔“

”نہیں ہتھیاروں میں تم دونوں کو صرف شمشیر زنی کی اجازت دی جاسکتی ہے۔ خنجر یا چاقو وغیرہ بالکل استعمال نہیں ہوگا اور پستول وغیرہ کے استعمال کا تو تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس طرح دونوں میں سے کسی کو نقصان پہنچ جانے کا خطرہ رہتا ہے۔ میں یہ بالکل نہیں چاہتی اور ویسے بھی میں تمہیں بتائے دیتی ہوں کہ اگر تم ایک دوسرے پر حاوی ہو جاؤ تو کسی کو شدید جسمانی نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کی جائے۔ یہ ہدایت میں نے کیتھ اسٹروڈی کو بھی دے دی ہے میرا مطلب ہے کہ.....“

”نہیں میڈم۔ میرا خیال ہے کہ پھر ہم بے دھڑک ہو کر نہیں لڑ سکیں گے۔“

”نہیں۔ میں نے کہا نا شدید نقصان۔ اگر تم کیتھ پر حاوی ہو جاؤ تو اسے نقصان پہنچانے کی کوشش مت کرنا۔ ویسے کیتھ تم سے شمشیر زنی کا مقابلہ بھی کرنا چاہتا ہے اس کے لیے بھی میں نے تمام حفاظتی اقدامات کیے ہیں۔ مقابلہ بے شک کرو لیکن میں نگرانی ہوں اس کی۔ میں تم دونوں میں سے ایک کی برتری کو کھلے دل کے ساتھ قبول کر لوں گی۔“

مقابلے کی گھنٹی بجی اور کیتھ نے ایک لمحہ ضائع کئے بغیر مجھ پر تلوار کا بھرپور وار کیا لیکن میں بھی ہوشیار تھا اور اس وقت روز آرگنائزیشن کی مشینی تربیت کے زیر اثر عمل اپنے اعصابی حروں سے کام لے رہا تھا روز آرگنائزیشن میں مجھے جو خاص تربیت دی گئی تھی وہ یہ تھی کہ ذہن اگر کسی کام کی جانب مائل نہ بھی ہو تو اعصابی طور پر میں ہر حملے سے بچاؤ کروں اور اعصابی طور پر بھی جواب دوں۔ چیک اس برادرز سے تلوار زنی میں وہ بات نہیں تھی جو اس وقت مجھے پیش کرنی تھی۔ چنانچہ میں نے اس کے اس بے ساختہ وار کو روکا اور یکے بعد دیگرے بے شمار وار میں نے انتہائی بے پروائی سے رد کر دیے اور اس کے بعد ایک بھرپور وار اس پر مارا تلوار اس کے ”خود“ پر پڑی۔ اگر جسم پر یہ ”خود“ نہ ہوتا تو یقینی طور پر اس کا سینہ بغل کے پاس سے درمیان تک کٹ چکا ہوتا۔ وہ اس دہشت ناک وار سے بری طرح بوکھلا گیا۔ پیچھے ہٹا اور ٹھوکر کھا کر گر پڑا۔ میں نے اسے اٹھنے کا موقع دیا۔ وہ اٹھا تو پھر میں نے پے درپے دو تین وار اس پر کیے جو سارے کے سارے کاری دار تھے وہ یہ بات جانتا تھا کہ مجھے اس کے جسم کے کھلے ہوئے حصوں کا پتا ہے اگر میں ایسے ہی کارگردار اس کے جسم کے کھلے ہوئے حصوں پر کر دیتا تو ایک لمحے میں اس کا تپا پانچا ہو سکتا تھا میری پہلی ہی وحشیانہ کوشش سے اس پر میرا رعب طاری ہو گیا تھا لیکن اس نے تلوار کی جنگ کے ساتھ ہی مارشل آرٹ کا مظاہرہ بھی شروع کر دیا۔ یہ اس وقت تو بہتر ہوتا جب ہمارے درمیان ایک نمائشی مقابلہ نہ ہو رہا ہوتا بلکہ ہمیں ایک دوسرے کے سلسلے میں فیصلہ ہی کرنا ہوتا۔ کیتھ بدحواس ہو چکا تھا۔ اس نے تلوار پھینک کر ”خود“ بھی اتار پھینکا اور پھر مارشل آرٹ کے انداز میں دونوں ہاتھ سیدھے کر کے کھڑا ہو گیا۔ میں نے میڈم میریسا کے چہرے پر ایک عجیب سی کیفیت پائی تھی اس نے مجھ سے کہا۔

”مقابلہ کرو۔“

میں نے بھی کیتھ ہی کی تقلید کی اور اپنا وہ سارا لباس اتار پھینکا جو میرے جسم کی حفاظت کے لیے تھا، بھی میں نے اپنی پنڈلیوں کے فولادی حفاظتی ماسک اتارے ہی تھے کہ کیتھ نے مجھ پر حملہ کر دیا۔ اس نے میرے شانے پر کھڑے ہاتھ کی ضرب لگائی اور اپنے پاؤں کے پٹے سے بوشو کا ایک ڈاؤ میری ران پر مارا۔

پتا نہیں کیوں میرے اندر بھی ایک جنونی کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔ میں نے اس کی ان دونوں ضربوں کو نظر انداز کر کے ایک دم سے اس پر حملہ کیا اور میری لات اس کی کمر پر پڑی۔ وہ کئی قدم اچھل کر اوندھے منہ زمین پر جا گرا۔ دوسرے لمحے میں نے اچھل کر ایک اور لات اس کی کمر پر ماری اور اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ پھر میں نے اسے اپنی ٹھوکروں میں رکھ لیا اور تھوڑی ہی دیر میں اسے لہولہان کر دیا۔

میرسا بالکل ساکت کھڑی ہوئی تھی اور غالباً ”میری وحشت انگیزی دیکھ رہی تھی کیتھ نے دونوں ہاتھ سامنے کر کے مجھے رکنے کے لیے کہا تب مجھے ہوش آیا اور میں رک گیا۔ میرسا نے آگے بڑھ کر مجھے فاتح قرار دے دیا۔ اب اس کا موڈ ایک دم بدل گیا تھا۔ اس نے اپنے آدمیوں سے کہا۔

”کیتھ کو لے جاؤ اور اس کی مرہم پٹی کرو۔ ویری گڈ مسٹر فراس تم نے تو اپنے آپ کو وہ ثابت کر دیا جس کا میں تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔ آؤ میرے ساتھ۔“ اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے گھسیٹتی ہوئی اس عمارت کے اندرونی حصے کی جانب لے جانے لگی۔ تماشائی دلچسپی کی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ کیتھ سے کھڑا نہیں ہوا جا رہا تھا۔ وہ آدمیوں نے سہارا دے کر اس کے ہاتھ اپنے شانوں پر رکھے اور وہ لنگڑاتا ہوا ان کے ساتھ عمارت کے دوسرے حصے کی جانب بڑھ گیا۔

میرسا مجھے عمارت کی پہلی منزل کے ایک عظیم الشان کمرے میں لائی اور پھر مجھے دیکھتے ہوئے بولی۔

”بڑی حیران کن جنگ لڑی ہے تم نے“ سچ مجھے بھی حیرت زدہ کر دیا ہے تم نے۔“

”کیا مجھے اپنی ایک صلاحیت کا تذکرہ کرنا چاہیے آپ سے حقیقت یہ ہے کہ میں

کوئی جنگجو نہیں ہوں لیکن اپنی اس لاابالی زندگی کے درمیان بارہا میرا واسطہ خطرناک قسم کے جرائم پیشہ لوگوں سے پڑ چکا ہے اور مجھے اپنی مدد کرنی پڑی ہے۔ ہاتھ پاؤں کو تھوڑا سا کھلے تو رہنا چاہیے نا اور پھر شمشیر زنی میرا شوق بھی ہے۔ اس کے لیے بھی اپنے آپ کو جسمانی طور پر فٹ رکھنا پڑتا ہے۔ ویسے آپ برا نہ مانیں میری بات کا۔ آپ نے جس شخص پر اتنا زیادہ انحصار کیا ہے اس کی جنگی مہارت ایسی نہیں ہے کہ اسے تشویش کی نگاہوں سے دیکھا جاسکے۔ میرا خیال ہے کہ میں اسے ہر بار شکست دے سکتا ہوں۔“

میرسا کی آنکھوں میں عورت جاگ اٹھی۔ وہ محبت بھری نظروں سے مجھے دیکھتی رہی پھر اس نے کہا۔ ”سچی بات تو یہ ہے کہ تم لمحہ لمحہ دل میں اترتے جا رہے ہو۔ نجانے کون ہو اور نجانے اب تک تم نے کوئی ڈھنگ کا کام کیوں نہیں کیا، لیکن میں تم جیسی فطرت کے مالک افراد کو جانتی ہوں بہت کچھ حاصل ہو جانے کے بعد تم جیسے لوگ اپنے آپ سے بے پروا ہو جاتے ہیں ہاں اگر انہیں کوئی صحیح گائیڈ مل جائے تو پھر وہ بے مثال ہوتے ہیں اور ہاں اب مجھے تم سے گلو خلاصی ممکن نہیں ہے لیکن میں چاہتی ہوں کہ تم ذہنی طور پر بالکل مکمل ہو جاؤ۔ تمہارے لیے ایک خبر یہ بھی ہے کہ تم اس فلیٹ میں قیام نہیں کرو گے یہ جگہ کیسی ہے؟“

میں پھر ہنسنے لگا میں جہاں بیٹھا تھا اس جگہ کا بھرپور جائزہ لیا اور کہا۔ ”میری خواہشات سے کہیں زیادہ خوبصورت بس اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے۔“

”اچھا تو پھر اب مجھے اجازت دو اس نئی جگہ تمہیں بہت سے خادم بھی ملیں گے اور اگر مجھے فرصت ہوئی تو اس رات بھی میں تمہارے ساتھ تمہاری خواب گاہ میں رہوں گی۔“

جب وہ چلی گئی تو میں نے دلچسپی سے ان تمام واقعات کے بارے میں سوچا۔ کوئی بوجھ بھی نہیں محسوس ہو رہا تھا۔ ذہن پر طبیعت لگ رہی تھی۔ اب کوئی ایسی دیوانگی بھی طاری نہیں تھی میرے اوپر کہ میں فوراً ہی کام کے بارے میں سوچنے لگتا۔ ہر عمل مختلف مدارج سے گزرتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اسپین میں آنے کے بعد انتہائی مختصر وقت میں مجھے جو آسانیاں حاصل ہو گئی تھیں وہ میری توقعات سے زیادہ تھیں۔ بات آہستہ آہستہ ہی آگے بڑھے تو زیادہ بہتر رہتی ہے۔ البتہ چیکا اس برادرز کے بارے میں یہ خیال دل میں تھا

کہ ذرا ان سے معلومات حاصل کر لوں کیا وہ بھی اس عمارت میں مقیم ہیں۔

جب میریسا چلی گئی تو میں بھی اس کمرے سے باہر نکل آیا۔ چند افراد موجود تھے انہیں غالباً "میرے بارے میں ہدایت کر دی گئی تھیں۔" مودب انداز سے پیش آئے خصوصاً ایک خاتون جن کے انداز میں بڑی مسکینیت تھی۔ میں نے رک کر انہیں دیکھا تو گردن خم کر کے آگے بڑھ آئیں عمر اٹھائیں تیس سال کے قریب ہوگی۔ شکل و صورت واجبی سی تھی لیکن انداز میں بڑی دلربائی تھی۔ گردن خم کر کے بولیں۔

"میری خدمات آپ کے سپرد کی گئی ہیں حکم کریں سر۔"

"میرا نام ریٹا ہے۔"

"فی الحال تو میں ذرا اس عمارت کی سیر کرنا چاہتا ہوں کتنے افراد رہتے ہیں اس عمارت میں؟"

"سر مختلف لوگ آتے جاتے رہتے ہیں۔ میڈم میریسا کے مہمان اور بعض اوقات وہ جن کا تعلق ضروری امور سے ہوتا ہے۔ پانچ ملازم ہیں ہم۔ یہاں جن کے سپرد ان کی اپنی اپنی ذمے داریاں ہیں ایک نے کچن سنبھالا ہوا ہے ایک گارڈز ہے۔ باقی لوگ بھی مختلف کاموں میں رہتے ہیں۔ سر آئیے میں آپ کو یہ عمارت دکھا دوں۔"

میں ریٹا کے ساتھ عمارت کے مختلف گوشے گھومتا رہا اور پھر باہر لان پر نکل آیا۔ اصل میں چیکاس برادرز کے بارے میں جاننا چاہتا تھا کہ کیا وہ بھی اسی عمارت میں مقیم ہیں لیکن موجود نہیں تھے۔ بہر حال ریٹا کی معیت ہی میں واپس آگیا۔ ان سے کہا کہ وہ آرام کریں جب بھی ضرورت ہوئی انہیں زحمت دوں گا۔ وہ چلی گئیں تو میں باتھ روم میں پہنچ گیا اور پھر میں نے ٹرانسپیر پر چیکاس برادرز کو ٹرائی کیا۔ ہمارے درمیان ایک مخصوص معاملہ طے تھا۔ اگر چیکاس برادرز کسی ایسی جگہ ہوتے جہاں وہ ٹرانسپیر پر گفتگو نہ کر پاتے تو ٹرانسپیر کے ایک باریک سے مخصوص بٹن کو دبا دیا جاتا اور دوسری جانب یہ اشارہ موصول ہو جاتا کہ اس وقت گفتگو کرنے کا موقع نہیں ہے اور اگر میدان صاف ہوتا تو پھر بات ہو سکتی تھی۔ دوسری طرف سے چیکاس برادرز نے کال ریسیو کی تھی۔ میں نے چیکاس ون کو کال کیا تھا کہنے لگا۔

"ہیلو چیف، ہم یہی سوچ رہے تھے کہ پتا نہیں میڈم میریسا نے آپ کو چھوڑا بھی

ہے یا نہیں۔ بہر حال ہم آپ کو کال نہ کرتے کیونکہ ہمیں نہیں معلوم تھا کہ وہ آپ کے ساتھ ہیں یا نہیں۔"

"تم لوگ کہاں ہو؟"

"اسپین کا ایک خوبصورت علاقہ ہے لیکن ہم یہ نہیں بتا سکتے کہ اس کا جائے وقوع کیا ہے؟"

"خیر یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے یہاں اس عمارت میں یہ مقابلہ دکھانے کے لیے کیا تمہیں خاص طور سے بلایا گیا تھا؟"

"میڈم نے اطلاع بھجوائی تھی کہ شمشیر زنی کا ایک خوبصورت مقابلہ اسی شخص کے اور مسٹر کیتھ کے درمیان ہو رہا ہے ہم لوگ بھی اسے دیکھیں۔ اس کے بعد ہمیں واپس ہماری جگہ پہنچا دیا گیا۔ چیف آپ نے تو ہمارے دل موہ لیے ہیں۔ بہت خوبصورت مقابلہ کیا تھا آپ نے، وہ جھلا گیا تھا اور اس نے اپنی برتری قائم کرنے کی کوشش کی لیکن آپ نے اسے بری طرح ناکام بنا دیا۔ بہت بہت مبارک۔"

"شکریہ چیکاس اور تو کوئی خاص بات نہیں۔"

"نہیں چیف باقی سب ٹھیک ٹھاک ہے۔"

میں نے گفتگو کا سلسلہ منقطع کر دیا اور اس کے بعد شام تک کوئی ایسا واقعی پیش نہیں آیا جو قابل ذکر ہوتا۔

رات کو تقریباً ساڑھے آٹھ بجے جبکہ ریٹا نے مجھ سے کھانے کے بارے میں پوچھا تھا۔ میریسا وہاں پہنچ گئیں۔ بڑے تپاک سے مجھ سے ملیں بہت خوبصورت نظر آرہی تھیں۔ کھانے کے بارے میں پوچھا تو میں نے کہا کہ ابھی ابھی ریٹا نے مجھ سے کھانے کے لیے کہا ہے۔

میریسا ہنسنے لگی پھر بولی۔ "میں یہ فیصلہ کر کے آئی تھی کہ آج کھانا تمہارے ساتھ کھاؤں گی۔"

"آپ لیڈونا نہیں گئیں میڈم؟" نے پوچھا۔

"نہیں آج موڈ نہیں ہوا ادھر جانے کا ویسے وہاں کے پروگرام حسب معمول جاری ہیں۔ یوں بھی میں وہاں روزانہ نہیں جاتی۔ جن دنوں فرصت ہوتی ہے۔ ان دنوں

چلی جاتی ہوں کہو تمہارا دن کیسا گزرا اس نئی جگہ پر؟“
”حسب معمول۔“

”میں یہ سوچ کر آئی تھی کہ تم سے آئندہ کے بارے میں گفتگو کروں گی کیا تم ذہنی طور پر اس کے لیے تیار ہو؟“

”میڈم کی ہر ہدایت پر عمل کرنے کے لیے میں ذہنی طور پر تیار ہوں۔“
”مگر خیر چھوڑو پہلے کھانا کھاتے ہیں۔“

کھانے کی میز پر کوئی ایسی اہم گفتگو نہیں ہوئی۔ میڈم کا موڈ اچھی طرح سمجھ رہا تھا پھر وہ میرے ساتھ میری خواب گاہ میں آگئیں۔ وسیع و عریض مسہری پر رات کے استعمال کا لباس پہن کر وہ میرے نزدیک تنکے سے کمر کا کر بیٹھ گئیں اور پھر بولیں۔

”ڈائیر اب میں تمہیں وہ تفصیلات بتانا چاہتی ہوں جس کے لیے مجھے تمہاری مدد درکار ہے۔ ہمارے پاس چار ایسے ایشیائی قیدی ہیں جن سے ہم خصوصی طور پر کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں اور وہ تمہارے ہی ہم وطن ہیں۔ دیکھو کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم وطنوں کو دیکھ کر تم مجھ سے منحرف ہو جاؤ ایک بار پھر میں اپنے اس خدشے کا اظہار کرتی ہوں۔“

”میڈم میں کہہ چکا ہوں کہ وطن سے میرا تعلق واجبی ہی سا رہا ہے اور پھر سچ بات یہ ہے کہ انسان اپنی ذات کے لیے سب سے زیادہ سوچتا ہے میرا مفاد چونکہ آپ کی قربت سے وابستہ ہے اس لیے ایک بار پھر یہ کہنا پسند کروں گا کہ آپ ہر قسم کے خدشات کو ذہن سے نکال دیجئے۔“

”تھینک یو ویری مچ اب میں تمہیں اس بارے میں تفصیلات بتاتی ہوں۔ یہاں اسپین میڈرڈ میں ایک بہت بڑی شخصیت نے مجھ سے رجوع کیا ہے۔ یہ ایک بین الاقوامی شخصیت ہے۔ دنیا کے مختلف گوشوں میں اس کا کاروبار پھیلا ہوا ہے اور اس کی رہائش گاہ یہیں اسپین میں ہے۔ اس کا نام روڈنی اولیاس ہے۔ نسلا“ یہودی ہے اور یہودی مقاصد کے لیے عام یہودی سرمایہ داروں کی طرح خلوص دل سے کام کرتا ہے۔ روڈنی اولیاس کا بہت بڑا کاروبار امریکہ میں بھی ہے۔ فرانس، سلیم، لندن اور دوسرے ممالک میں بھی۔“
جو تفصیلات اس نے مجھے بتائیں وہ یوں ہیں کہ تمہارے ملک کے ایٹمی پلانٹ کے لیے چار

افراد خفیہ طور پر سلیم اور فرانس کی ایک مشترکہ کمپنی سے کاروباری امور طے کر رہے تھے۔ ایٹمی پلانٹ کے لیے انہیں کچھ ایسے خفیہ فاضل پرزے درکار تھے جو غالباً تمہارے ملک کے ایٹمی پلانٹ کے لیے انتہائی ضروری حیثیت رکھتے ہیں۔ پچھلے دنوں جو سیاسی معاملات چلے اور حکومت امریکہ نے تمہارے وطن کے بہت سے مفادات کو اپنی امداد سے مشروط کر دیا۔ خصوصاً ایٹمی پلانٹ کے سلسلے میں امریکہ نے جو سخت پالیسی اختیار کی اس کے تحت تمہارے ملک کے ایٹمی پلانٹ کے لیے کچھ مشکلات پیدا ہو گئیں۔ چنانچہ خفیہ طور پر کارروائیوں کا آغاز ہو گیا اور بہت سے لوگ سرکاری ایما پر مختلف ممالک میں وفود کی شکل میں بھیجے گئے اور وہاں سے ضرورت کے مطابق فاضل پرزے حاصل کرنے کی کوششیں شروع ہو گئیں۔ یہ بالکل مختلف معاملات ہیں اور تم جیسے آدمی کو ان سے کوئی دلچسپی نہیں رہی ہوگی۔ کچھ عرصہ قبل فرانس نے یہ فاضل پرزے دینے پر آمادگی کا اظہار کیا تھا لیکن بات پھر کھٹائی میں پڑ گئی چونکہ غالباً حکومت فرانس پر امریکی دباؤ پڑا۔ بعد میں اس بارے میں کوئی اطلاع نہیں ملی کہ اس مسئلے پر کیا ہوا۔ بہر حال یہ خالص سیاسی معاملہ ہے۔ روڈنی اولیاس کو کسی طرح اس بات کا علم ہو گیا کہ سلیم اور فرانس کی مشترکہ کمپنی نے خفیہ طور پر وہ ضروری فاضل پرزے تمہارے وطن کے کچھ لوگوں کے حوالے کیے ہیں اور وہ ان کی ذیوری لینے کے بعد انہیں انتہائی خفیہ طریقہ سے اپنے وطن منتقل کرنے کی جدوجہد کر رہے ہیں۔

”روڈنی اولیاس نے اس سلسلے میں جو بھی کارروائی کی ہو وہ ایک الگ حیثیت رکھتی ہے اور ہمیں اس کے بارے میں بالکل علم نہیں ہے لیکن اسے کوئی خاطر خواہ کامیابی نہیں حاصل ہو سکی۔ اسرائیل کے محکمہ خفیہ نے روڈنی اولیاس سے رابطہ قائم کیا یا شاید روڈنی نے ان لوگوں سے بہر حال ان کا سراغ لگایا جاتا رہا۔ وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکے لیکن اچانک ہی روڈنی اولیاس کو اس بات کا علم ہوا کہ وہ چاروں افراد جو یہ فاضل پرزے اپنے وطن تک پہنچانے میں کوشاں ہیں اس وقت اسپین میں موجود ہیں اور ان کے پاس فاضل پرزوں کے وہ کارٹن موجود ہیں جنہیں وہ نجانے کن کن راستوں سے نکال کر اسپین تک لائے ہیں اور اس کے بعد یہاں سے آگے لے جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ روڈنی کو اتفاقیہ طور پر ان لوگوں کے بارے میں معلومات بھی حاصل ہو گئیں اور اس نے فوراً“

ہی مجھ سے رابطہ قائم کیا۔ اس نے میرے لیے معاوضے کے دروازے کھول دیے اور مجھ سے کہا کہ اس سلسلے میں جو کچھ بھی میں اس سے طلب کرنا چاہوں طلب کر سکتی ہوں لیکن ان لوگوں کو اپنی اس کوشش میں کامیاب نہیں ہونا چاہیے۔“

”بہر حال مجھے ایک نیا کلائنٹ مل رہا تھا میں نے اس پر بھرپور توجہ دی اور کیتھ کی بے مثال صلاحیتوں نے بالآخر ان لوگوں کو تلاش کر لیا جن کی نشاندہی روڈنی نے کی تھی ہم نے ان لوگوں کو اپنے قباو میں لے لیا ہے حالانکہ اس سلسلے میں ہمیں حکومت اسپین کا تعاون حاصل نہیں ہوا بلکہ ایک طرح سے ہم نے مجرمانہ طور پر یہ عمل کیا ہے اور شاید سرکاری طور پر ان لوگوں کی یہاں آمد درج ہے اور ان کے سفارتخانے نے ان کی گمشدگی کے لیے حکومت اسپین سے رابطہ قائم کیا ہے۔ لیکن اب وہ ہمارے قبضے میں ہیں چاروں بے حد سخت جان ہیں۔ ابتدا میں تو انہوں نے اعتراف ہی نہیں کیا کہ ان کا تعلق ایسے کسی مشن سے ہے بلکہ انہوں نے اپنے آپ کو بالکل ہی غیر متعلق شخصیت ظاہر کرنا چاہا لیکن جب انہیں اس بات کے ثبوت فراہم کر دیے گئے کہ وہ ایٹمی پلانٹ کے لیے فاضل پرزوں کی خفیہ خریداری کے معاملے میں ملوث ہیں تو انہوں نے خاموشی اختیار کر لی جہاں تک روڈنی اولیاس کے ذریعے ہمیں اطلاعات ملی ہیں وہ فاضل پرزوں کے یہ کارٹن لے کر یہاں تک پہنچے ہیں لیکن اس کے بعد انہوں نے یہ کارٹن کہاں چھپائے ہیں اس کا کوئی پتا نہیں چل سکا۔“

”کیتھ نے ہر وہ ممکن کوشش کر لی جن سے ان کی زبان کھلائی جاسکے لیکن کیتھ اس میں کامیاب نہ ہو سکا اور ہر قسم کا تشدد ان پر بے اثر رہا ہے۔ یہاں تک کہ ان میں سے ایک کی حالت بے حد خراب ہے وہ کیتھ کے ہاتھوں شدید زخمی ہو گیا ہے لیکن باقی اب بھی ذرا سے بھی متاثر معلوم نہیں ہوتے اور کچھ بتانے پر آمادہ نہیں ہیں۔ ہمارا آدھا کام ہو چکا ہے اور روڈنی ہم لوگوں سے مسلسل رابطہ قائم کر رہا ہے کہ جس طرح بھی بن پڑے ہم ان کی زبان کھلوائیں اور یہ معلوم کریں کہ وہ فاضل پرزے انہوں نے کہاں چھپائے ہوئے ہیں۔“

”ڈیئر یہ منصوبہ تمہیں دیکھ کر میرے ذہن میں آیا کہ جس طرح بھی بن پڑے تم ان کی زبان کھلاؤ اور مجھے یقین ہے کہ تم میرے لیے یہ کام ضرور کرو گے۔“

”میرے دل و دماغ کی جو کیفیت ہو سکتی ہے کہ آپ کو اس کا اندازہ بخوبی ہو گا۔“

میرے دل میں تو اپنے وطن کے ایک ایک ذرے کی محبت موجود تھی۔ ایک ایک شخص کے لیے میرے دل میں نجانے کیا تصورات تھے اور پھر وہ لوگ جو میرے وطن کی فلاح و بہبود کے لیے کام کر رہے تھے اور جو یقیناً اتنے ہی اہم ہوں گے کہ ہماری حکومت نے انہیں یہ ذمے داری سونپی وہ مشکل کا شکار تھے۔ دل تو یہی چاہا کہ اسی وقت عمل کروں اور اس کتیا کو اس کے بدن کی پوری کھال سے محروم کر دوں اس سے پوچھوں کہ بتا کہاں ہیں وہ لوگ اور اس کے بعد انہیں ہر قیمت پر یہاں سے نکال دوں۔ مع ان کی ان کاوشوں کے جو انہوں نے میرے وطن کے لیے کی تھیں لیکن اس مسئلے میں کوئی بھی جذباتی قدم بالکل ہی احمقانہ ہوتا۔ مجھ پر تو یہ اہم ذمے داری دیار غیر میں آپڑی تھی کہ میں اپنے ہم وطنوں کی مدد بھی کروں انہیں اس مصیبت سے بھی نکالوں اور وطن کے لیے وہ خدمت بھی سرانجام دوں جس کے لیے یہ تمام افراد سرگرداں تھے۔ چنانچہ مکاری ہی سے کام لینا تھا اور مصلحت ہی مجھے کامیابی سے روشناس کرا سکتی تھی۔

میں پر خیال انداز میں گردن ہلاتا رہا پھر میں نے کہا۔

”ٹھیک ہے میڈم میں یہ ذمے داری قبول کرتا ہوں اور آپ دیکھیں گی کہ میں یہ کام بہ آسانی سرانجام دے لوں گا۔“

”تمہاری صلاحیتیں جس طرح آہستہ آہستہ میرے سامنے آتی جا رہی ہیں ان سے مجھے یہی احساس ہوتا ہے کہ تم نہ صرف اس سلسلے میں بلکہ آئندہ پتا نہیں میرے لیے کیا حیثیت اختیار کر جاؤ ویسے اس سلسلے میں تمہارے اپنے ذہن میں کوئی منصوبہ آتا ہے۔ میں جلد بازی نہیں کرنا چاہتی۔ ہر کام سوچ سمجھ کر کرنا ہے کیونکہ اب میری مسلسل ناکامی مجھے نقصان پہنچانے کی منزل میں آگئی ہے۔ روڈنی جیسے سرمایہ کار جن کے پاؤں پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں صرف ایک اس مسئلے ہی میں نہیں بلکہ دنیا کے مختلف گوشوں میں ہمارے لیے کارآمد ہو سکتے ہیں اور ہم ان کے لیے کام کر کے بہت کچھ حاصل کر سکتے ہیں نہ صرف یہ کہ بلکہ اگر ہمارا روڈنی سے یہ تعلق ہو جائے تو ہم اس کے ذریعے دنیا کے مختلف ممالک

میں اپنے کچھ کام بھی بہ آسانی کر سکتے ہیں وہ معمولی آدمی نہیں ہے تو میں یہ کہہ رہی تھی کہ اگر کوئی منصوبہ تمہارے ذہن میں ترتیب پاتا ہے تو براہ کرم مجھے اس کے بارے بتاؤ

سوچو اس پر غور کرو میں کوئی موثر عمل چاہتی ہوں۔“

میں نے ایک گہری سانس لی اور کہا۔ ”میڈم چونکہ میں ایسے معاملات میں مہارت نہیں رکھتا اس لیے نا تجربہ کاری کا ثبوت دوں گا ایک خیال میرے ذہن میں ہے اس کا اظہار کر دینا ضروری سمجھتا ہوں لیکن آپ اس پر غور کر لیجئے گا۔ اگر یہ احتمالہ محسوس ہو تو آپ اسے مسترد کر سکتی ہیں کیونکہ یہاں آپ ہی استاد ہیں۔“

”بتاؤ میں سن رہی ہوں۔“

”ہم اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں کہ میں انہی کا ہم وطن ہوں۔ ظاہر ہے وہ میری شخصیت سے ناواقف ہوں گے۔ آپ اگر یوں کریں مجھے تھوڑا سا زخمی کر کے اس قید خانے میں ڈلوادیں جہاں آپ نے انہیں رکھا ہوا ہے۔ کوئی کہانی گھڑی جائے جس کے ذریعے میں ان کی ہمدردیاں حاصل کر لوں گا پھر ان میں شامل ہو کر میں اپنی مظلومیت کا رونا روتے ہوئے ان سے ان کے بارے میں پوچھوں گا اور اتنا کام میری صلاحیتوں پر چھوڑ دیجئے کہ میں ان کی زبانیں کھولالوں۔ ظاہر ہے وہ میرے ہم وطن ہیں اور مجھے ان کے بارے میں بھی معلومات حاصل ہیں۔ میں بھی خود کو ایک سرکاری اہل کار یا اگر ممکن ہو سکا اور وہ لوگ براہ راست ایسے محکموں سے متعلق نہ ہوئے جن کے بارے میں مجھے معلومات حاصل نہیں ہیں تو میں اپنے آپ کو اس ملک کا سیکرٹ ایجنٹ کہہ سکتا ہوں جو آپ کے ہتھے چڑھ گیا ہے اس طرح میں ان کی زبان کھولانے میں کامیابی حاصل کر لوں گا اور مجھے یقین ہے کہ اگر میرا منصوبہ زیر عمل آجائے تو میں یہ کام بہ آسانی کر لوں گا۔“

میریا بڑی طرح چونک پڑی تھی۔ وہ چند لمحات پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھتی رہی۔ پھر بولی۔ ”اور تم کہہ رہے ہو کہ تم اس معاملے میں بالکل مہارت نہیں رکھتے..... اوه میرے خدا کس برق رفتاری سے سوچتے ہو تم..... میں سمجھتی ہوں کہ اس سے زیادہ موثر منصوبہ ہو ہی نہیں سکتا۔ مجھے کیتھ اسٹروڈی سے اس معاملے میں ڈسکس کرنا ہے میں اس سے اس پروگرام کو فائل کر لوں اس کے بعد تمہیں اسی حیثیت سے وہاں پہنچا دیا جائے گا جو تم نے تجویز دی ہے میں سمجھتی ہوں کہ اس سے زیادہ شاندار کوئی اور طریقہ ہو نہیں سکتا۔“

”تھینک یو میڈم“ تھینک یو ویری مچ۔“ میں نے نیاز مندی سے کہا اور اس کے

بعد میریا مجھ سے اپنی عقیدت کا ثبوت دینے لگی۔ میں نے دانتہ ڈال دیا تھا انہیں اور اب چڑیا کے جال میں آنے کا انتظار کر رہا تھا۔

لیکن دوسری صبح جب وہ چلی گئیں تب میرا دل ان لوگوں کے لیے تڑپنے لگا جو اس سلسلے میں قیدی بنائے گئے تھے۔ کاش! میریا میری تجویز مان لے اور کوئی ایسی رکاوٹ درمیان میں نہ ہو جس سے مجھے ان لوگوں کی مدد کرنے میں کوئی دقت پیش آئے۔ نجانے کون کون لوگ ہوں گے اور نجانے کس کس طرح انہوں نے اپنے اس منصوبے کو عمل تک پہنچایا ہو گا لیکن ایک بات طے تھی اب جبکہ یہ سب کچھ میرے علم میں آچکا تھا تو اور کچھ ہونے پائے یا نہ ہونے پائے لیکن یہ نہیں ہو سکتا تھا کہ میڈم میریا ان پر مسلسل تشدد کرتی رہے اور زندہ رہ جائے میں ان سب کو قتل کر دوں گا۔ سب کو موت کے گھاٹ اتار دوں گا لیکن انتظار کرنا تھا۔

دوسرے دن تقریباً ساڑھے گیارہ بجے چیکاس برادرز کی طرف سے ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا اور میں نے فوراً ہی ان کی کال ریسیو کی۔ چیکاس ون ہی بول رہا تھا۔ ”کہو، کیا ہو رہا ہے کیسی گزر رہی ہے؟“

”چیف بہت عمدہ گزر رہی ہے رات کو لیڈونا میں شو پیش کرتے ہیں دادو تخمین وصول کرتے ہیں اور اچھے خاصے انعامات حاصل کر لیتے ہیں ابھی تک کوئی مشکل پیش نہیں آئی لیکن آپ کے لیے انتہائی دلچسپ اطلاعات ہیں ہمارے پاس۔“

”آپ نے غالباً کسی مسئلے میں ان لوگوں کو کوئی تجویز پیش کی ہے۔ براہ کرم اس کی کچھ تفصیلات ہمیں بتائیے۔“

”بعد میں بتاؤں گا تم اس سلسلے میں کوئی خاص بات کہنا چاہتے ہو۔“

”ہاں چیف بہت خاص بات ہے شاید ان کے پاس کچھ ایسے افراد موجود ہیں جن کا تعلق ہمارے ملک سے ہے۔“

”ہاں بالکل۔ میں انہی کی بات کر رہا ہوں لیکن ان کے انداز میں ان چاروں سے کوئی راز اگھوانے کی کوشش کرنی ہے آپ کو اور اس سلسلے میں آپ کو زخمی حالت میں ان تک پہنچانا ہے اور ان کی ہمدردیاں حاصل کرنی ہیں۔ یہ منصوبہ آپ نے پیش کیا ہے۔“

”بالکل۔“

”کیتھ نے اس منصوبے کی مخالفت کی ہے۔“ چیکاس ون نے کہا۔
”تمہیں کیسے معلوم؟“

”چیف جس کمرے میں وہ میٹنگ کر رہے ہیں وہ ہمارے کمرے کے بالکل برابر ہے اور وہاں سے ان کی گفتگو آسانی سے سنی جاسکتی ہے۔ ہم لوگ ویسے بھی کوششوں میں مصروف رہتے ہیں کہ جب کیتھ اور میڈم میریبا یکجا ہوں تو ہم ان کی باتیں سنیں۔ کیتھ کا کہنا ہے کہ اس طرح آپ پر بھروسہ کر کے میڈم غلطی کر رہی ہیں۔ وہ لوگ آپ کے ہم وطن ہیں اور کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ ان کی مدد پر آمادہ ہو جائیں۔ اس بات پر میڈم میریبا نے کیتھ کو ڈانٹ دیا ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ چیف اس نے ہم سے رابطہ قائم کیا ہے۔“

”کیا مطلب؟“

”کیتھ کا کہنا ہے کہ اگر ہم اس طرح میڈم میریبا کے ہوٹل میں کام کرتے رہے تو ہمیں اس سے کیا حاصل ہوگا ایک بہتر طریقہ یہ ہے کہ ہم خفیہ طور پر مسٹر کیتھ کے لیے کام کریں اس طرح مسٹر اسٹروڈی ہمیں ایک شاندار معاوضہ پیش کریں گے اور چیف ہم نے ان کی یہ پیشکش قبول کرلی ہے۔“

میرا منہ حیرت سے کھل گیا تھا۔ چند لمحات خاموش رہنے کے بعد میں نے کہا۔
”لیکن وہ تم سے کیا کام لینا چاہتے ہیں؟“

”اس کے لیے انہوں نے ہم سے نہایت رازدارانہ طور پر کہا ہے کہ ہمارا تعلق صرف اس کی ذات سے ہوگا اگر وہ چاہیں گے تو ہمیں میڈم میریبا کے خلاف بھی استعمال کر سکتے ہیں لیکن اگر ہم نے ان سے غداری کی تو ہم پانچوں کو موت کے گھاٹ اتار دینا ان کے لیے کوئی مشکل کام نہیں ہوگا۔ کہتے ہیں کہ ہماری زندگی بنادیں گے ہمارے لیے بے شمار کام نکالیں گے۔ ہم نے ان کی یہ پیش کش قبول کرلی ہے اور اب آپ کو یہ سن کر خوشی ہوگی کہ ہم کیتھ کے خفیہ ایجنٹ ہیں۔“

میرے منہ سے قہقہہ نکل گیا میں نے انتہائی خوشی کے عالم میں کہا۔ ”ویری گڈ میں تم سے بہت خوش ہوں۔“

”چیف ہمیں ایک بڑی رقم ایڈوانس کے طور پر دی گئی ہے اور یہ رقم ایک بینک

میں جمع کر دی گئی ہے جس کی چیک بک ہمارے حوالے کر دی گئی ہے۔ میرا خیال ہے مستقبل میں وہ بہت بڑے بڑے کام ہم سے لینا چاہتے ہیں لیکن فی الحال ہمارا کام صرف اتنا ہے کہ میڈم میریبا کے اقدامات پر پوری پوری نظر رکھیں اور اس کے لیے کوششیں بھی کریں اور خفیہ طور پر ایک ٹیلی فون نمبر پر انہیں اس بارے میں اطلاع دیں۔“
میں بہت زور سے ہنس پڑا تھا۔ میں نے کہا۔

”یہ اچھی بات ہے کہ تم ان کے ساتھی ہو اور میں میڈم میریبا کا دست راست۔ میرا خیال ہے ہم لوگ بہت خوبصورتی سے اپنی منزل کی جانب بڑھ رہے ہیں بہر حال اب تم مجھے اس بات سے آگاہ رکھو گے کہ کیتھ نے کیا ذمے داریاں تمہارے سپرد کی ہیں۔“
”لازمی بات ہے چیف اور اس کے لیے کوئی وقت مقرر کر لیجئے تاکہ آپ کو رپورٹ دی جاتی رہے۔“

”رات کو گیارہ بجے کا وقت ٹھیک رہے گا اور اگر کوئی بہت ہی اہم مسئلہ ہو تو تم ٹرائی کر سکتے ہو۔“

”بہت مناسب چیف اور کوئی حکم؟“

”نہیں۔ تم نے ایک دلچسپ بات مجھے بتائی ہے۔“ میں نے کہا۔ ”پھر مزید کچھ گفتگو کے بعد ٹرانسمیٹر کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ میرا دل بے اختیار قہقہے لگانے کو چاہ رہا تھا۔ یہ دونوں ہی حماقتوں کا شکار ہو گئے تھے۔ ظاہر بات ہے کہ اسٹروڈی میرے ہاتھوں اپنی شکست برداشت نہیں کر سکا تھا اور میرے خلاف ہو گیا تھا جبکہ میریبا مجھ سے بہت زیادہ متاثر ہو گئی تھی بلاشبہ ان دونوں نے یہ اختلاف پیدا کر کے ہمارے لیے بہت سی آسانیاں فراہم کر دی تھیں اور ہمارے کام کا ایک انداز بننا جارہا تھا۔ مجھے اب صرف اس بات کا انتظار تھا کہ کب میریبا کی جانب سے مجھے ان لوگوں تک پہنچنے کی ہدایت کی جاتی ہے۔ میں شدت سے اس کے لیے بے چین تھا اس کے علاوہ دل میں روڈنی کا تصور بھی آرہا تھا یہ اچھی بات ہے کہ وہ ہمیں اسپین میں موجود ہے اور اسے شکار کرنا میرے لیے ایک دلچسپ مشغلہ ہوگا۔ وطن کے کسی بھی دشمن کو علم میں آجانے کے بعد چھوڑنا میرے لیے کبھی بھی ممکن نہیں رہا تھا۔ روڈنی یہ بہت اچھی بات ہے کہ تمہارا میرا سامنا ہوگا۔ تم میرے وطن کو ان مراعات سے محروم کر دینا چاہتے ہو جس پر تمہارے مستقبل کا دارومدار ہے۔“

میں تمہاری زندگی کو کسی بھی طرح آزاد نہیں چھوڑ سکتا۔ نہ جانے اس کے بعد تم میرے وطن کے خلاف کیا کیا کچھ کرو۔

بہر حال یہ میرے جذبات تھے لیکن ان جذبات کو کنٹرول میں کرنا تھا۔ میرا ذہن منصوبے بندیاں کرتا رہا اور میں یہ سوچتا رہا کہ کس کس طرح مجھے اس سلسلے میں کام کرنا ہے۔ اب انتظار تھا تو صرف اس بات کا کہ مجھے کب ان لوگوں تک پہنچایا جاسکتا ہے۔ چیکا س برادرز سے جو انفارمیشن ملی تھی اس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ کیتھ اور میریہ اس سلسلے میں ایک دوسرے سے متفق نہیں ہوں گے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ کیتھ بظاہر خاموش ہو جائے۔ میریہ کے بارے میں میں نے یہ اندازہ لگایا تھا کہ وہ مجھ سے پوری طرح متفق ہو گئی ہے۔ یقیناً وہ اس سلسلے میں مجھے استعمال کرے گی۔ اس کا اظہار اس رات اس کی گفتگو سے ہو گیا، کہنے لگی۔

”کیتھ اسٹروڈی مجھ سے اتفاق نہیں کرتا۔ فراں میں چونکہ تم سے مکمل طور پر مخلص ہوں اس لیے تمہیں یہ بتانا ضروری سمجھتی ہوں کہ وہ تم پر شک کا اظہار کرتا ہے خیر میں یہ سمجھتی ہوں کہ یہ اس کی وفاداری کا ایک حصہ ہے اس لیے میں اس سے اختلاف نہیں کر رہی ہاں اتنا میں جانتی ہوں کہ مجھے جو کچھ کرنا ہے اس سے اگر مجھے اتفاق ہے تو ظاہر ہے میں ایک حد تک ہی کسی کا مشورہ قبول کر سکتی ہوں میرا خیال ہے کل تمہیں اپنے اس مشن کے لیے کام شروع کر دینا چاہیے۔ تم نے کہا تھا کہ تمہیں زخمی حالت میں ان لوگوں تک پہنچایا جائے۔ کیا تم یہ ضروری سمجھتے ہو۔“

”نہیں میڈم یہ اتنا زیادہ ضروری نہیں ہے اگر آپ مجھے بے ہوشی ہی کے عالم میں وہاں پہنچا دیں تو اتنا کافی ہے۔ میں اپنے آپ کو ایک گرفتار شخص کی حیثیت سے ان کے سامنے پیش کروں گا۔“

”یہ مناسب رہے گا کیونکہ تمہیں کوئی زخم لگانا میرے لیے کسی طور ممکن نہیں ہے اور مصنوعی زخم ان لوگوں کو مشکوک کر سکتے ہیں کیونکہ جو لوگ اتنے بڑے مشن پر نکلے ہیں وہ احمق نہیں ہوں گے۔ مصنوعی زخموں کو وہ اچھی طرح جانچ لیں گے لیکن یہ بتاؤ کہ تم ان تک کون سی کہانی پہنچاؤ گے۔“

”اتنا ہی کافی ہے میڈم، بہت زیادہ گہرائی میں جانے کی ضرورت نہیں ہے کہ میں

اپنے ملک کے لیے کام کر رہا ہوں بلکہ بہتر یہ ہو گا کہ میں ان سے یہ کہہ دوں کہ میں روڈی اولیاس کے خلاف کام کر رہا ہوں کیونکہ وہ اسرائیلی ہے اور ہمارے وطن کے مفادات کے خلاف، میرا خیال ہے اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے۔ میرا اور ان کا ایک رابطہ بن جاتا ہے۔“

”بہت مناسب ہے۔ میں تم سے اس بارے میں اتفاق کرتی ہوں۔“

”تو پھر کل کا کیا پروگرام رہے گا، دوپہر کو لنچ کے بعد تمہیں یہاں سے وہاں منتقل کر دوں گی۔ اس سلسلے میں کوئی اہم طریقہ اختیار نہیں کیا جائے گا بس میرے آدمی تمہیں بے ہوشی کے عالم میں وہاں پہنچا دیں گے اور دوپہر کے کھانے میں تمہیں ایک خوب آور دوا دے دی جائے گی تاکہ یہ بے ہوشی بھی غیر حقیقی نہ ہو۔“

میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی تھی اور دل ہی دل میں اس پروگرام سے سلسلی محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکا تھا کیونکہ بہر حال انسان تھا۔ البتہ اس پروگرام کے لیے میں دل و جان سے آمادہ تھا۔ اب چونکہ مجھ پر اس کام کا بھوث سوار ہو گیا تھا اس لیے میری سوچیں بھٹک گئی تھیں۔ مجھے پوری طرح محتاط رہنا ہو گا۔ یہ ٹرائسٹر بھی مجھے اپنے پاس رکھنا تھا چونکہ وہ بے ہوشی کے عالم میں مجھے وہاں پہنچائے گی اس لیے بے ہوشی کے عالم میں کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ دوسری صبح کا آغاز ہی میرے لیے کھچاوت کا سبب بن گیا تھا۔ غسل خانے میں داخل ہو کر میں نے اس ٹین کو اپنے کار سے علیحدہ کیا اور ایک ایسی جگہ محفوظ کر لیا جہاں صرف میرے ہاتھ پہنچ سکتے تھے پھر کسی خیال کے تحت میں نے چیکا س برادرز کو بھی اس کیفیت سے آگاہ کر دینا ضرور سمجھا۔“

”کون؟“

”تھری سر۔“

”ایک خاص اطلاع نوٹ کرو۔ مجھے ان لوگوں کے پاس منتقل کیا جا رہا ہے جن کے بارے میں تمہیں بتا چکا ہوں۔“

”کب چیف۔“

”آج دوپہر۔“

”ہمیں اس قید خانے کے بارے میں معلوم ہے چیف۔“

”کیٹھ نے ہمیں اس کی تفصیل بتادی ہے۔“ تھری نے کہا۔

”کیا وہاں تک تمہاری رسائی ممکن ہے؟“

”ممکن ہو سکتی ہے چیف۔ ہم نے کیٹھ کو اپنی افادیت کا یقین دلایا ہے بلکہ چیف ہم نے ایک اور کام شروع کر دیا ہے۔ ہم نے نہایت احتیاط کے ساتھ کیٹھ کے دماغ میں یہ بات بٹھانا شروع کر دی ہے کہ وہ بلاوجہ ایک عورت کے آلہ کار بتے ہوئے ہیں۔ ہم ان کے جانثار ہیں اور ان کے لیے کچھ بھی کر سکتے ہیں جو دوسروں کے لیے ممکن نہ ہو پھر مسٹر اسٹروڈی خود اپنی آرگنائزیشن کیوں نہیں بناتے؟ مسٹر اسٹروڈی اس وقت صرف سوچ میں ڈوب گئے ہیں بلکہ انہوں نے ایک کام بھی ہمارے سپرد کیا ہے۔“

”وہ کیا؟“ میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

”چیف۔ یہ عورت بے حد خطرناک ہے۔ اپنے قریب ترین لوگوں پر بھی پورا اعتماد نہیں کرتی۔ ان لوگوں کے لیے اس نے ایسا مواد اپنے پاس محفوظ کر رکھا ہے جس سے ان کی ناک میں ٹکیل پڑی رہے اور وہ انہیں کنٹرول کرتی رہے۔“

”ہوں پھر“

”اس کاریکارڈ روم ایک خاص عمارت میں ہے۔ مسٹر کیٹھ نے ہم سے فرمائش کی ہے کہ ہم اپنی صلاحیتوں سے کام لے کر اس عمارت میں داخل ہوں اور وہ ریکارڈ مسٹر کیٹھ کے لیے حاصل کر لیں۔ مسٹر کیٹھ کا کہنا ہے کہ اگر وہ ریکارڈ قبضے میں آجائے تو پھر میڈم میریسا کچھ بھی نہ رہیں گی۔“

”تم نے کیا کیا؟“

”ان کے جانثار ان کے لیے سب کچھ کرنے پر تیار ہیں۔“

چیکاں تھری نے کہا اور میں سوچ میں ڈوب گیا۔ ایک نئی راہ سامنے آئی تھی اور مستقبل میں اس سے بہت سے فائدے حاصل ہونے کی امید تھی۔ بلاشبہ میری ٹل آر می میرے لیے بے حد کارآمد تھی۔ کچھ دیر سوچنے کے بعد میں نے کہا۔

”میری طرف سے اس پروگرام کی منظوری دی جاتی ہے لیکن یہ سب کچھ بے حد ہوشیاری سے ہو۔“

”ہم پوری کوشش کریں گے۔“

”اوکے تھری۔ اب میں تمہیں دوسری بار اسی وقت مخاطب کروں گا جب یہ مرحلہ طے ہوگا“ میں نے کہا اور ٹرانسمیٹر بند کر کے محفوظ کر لیا۔ باہر سے میریسا کی آواز سنائی دی تھی۔

”فراس ڈارلنگ میں آگئی ہوں۔“

میریسا کی آواز پر اعصاب میں تھوڑا سا کھنچاؤ پیدا ہو گیا میں جانتا تھا کہ اب اس انوکھی مہم کا آغاز ہو گیا ہے جس کی منصوبہ بندی کی گئی تھی۔ بس ایک معمولی سا اعصابی کھنچاؤ تھا جس پر میں نے فوراً ہی قابو پالیا اور مسکراتا ہوا ہاتھ روم سے باہر نکل آیا۔ میریسا نے آگے بڑھ کر میرے رخسار پر بوسہ دیا تھا۔ وہ مجھے عجیب سی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی پھر وہ محبت بھرے انداز میں میرا ہاتھ پکڑے ہوئے ایک صوفے پر آ بیٹھی اور مجھے والہانہ سی نگاہوں سے دیکھنے لگی۔ میں نے اس سے آنکھیں ملائیں اور مسکرا کر بولا۔

”کیا بات ہے آپ مجھے اس طرح کیوں دیکھ رہی ہیں؟“

”اصل میں تم مشرقیوں کی طرح بات کو گھما کر نہیں کر سکتی میں اپنے دل میں تمہارے لیے نرم گوشے رکھتی ہوں اور وہ نرم گوشے مجھے اس بات پر مجبور کر رہے ہیں کہ میں تم سے یہ کہہ دوں کہ میں تم سے محبت کرنے لگی ہوں۔“

”محبت کو انسانی زندگی سے کبھی علیحدہ نہیں کیا جاسکتا اور جو شخص محبت سے خالی ہو جائے پھر وہ اپنے آپ کو انسان نہیں کہہ سکتا اور نہ ہی سمجھ سکتا ہے۔ میرے خیال میں اس کی ذہنی ساخت بدل جاتی ہوگی۔“

”بالکل سچ کہا تم نے خیر چھوڑو ہم ایک ایسی گفتگو کرنے بیٹھ گئے۔ جس کا اس وقت بالکل موقع نہیں ہے میں صرف یہ بتانا چاہتی تھی تمہیں کہ اس عارضی جدائی کا میرے ذہن پر بہت اثر ہے۔“

”میڈم آپ بھی شاید اس بات پر یقین نہ کریں یا شاید کر لیں کہ میں آپ کے لیے ہر خدمت سرانجام دینے کے لیے تیار ہوں مگر بس یہ سوچتے ہوئے ذرا سا ایک احساس ہوتا ہے کہ کوئی بھی کام ہو لیکن آپ سے دور رہ کر نہ ہو۔“

”نہیں ڈارلنگ ہم بالکل ایک دوسرے سے دور نہیں ہیں۔ میری محبت کے جواب میں تمہارے یہ الفاظ میرے دل کو بڑی ڈھارس دیتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ مستقبل ہمارے

چارے خود ہی اتر حالت میں تھے۔ جسم زخموں سے چور چور بال بکھرے ہوئے اور گرد سے اٹے ہوئے۔ آنکھوں کے گرد حلقے۔ ہونٹوں پر پیڑیاں جمی ہوئیں۔ ان میں سے ایک کے سر پر پٹی بھی بندھی ہوئی تھی۔ بدن پر جھولتے ہوئے بوسیدہ لباس اور وہ سارے کے سارے پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ میں نے یہ چیخ پکار اردو زبان میں ہی کی تھی اور اب بھی میں اردو میں ہی ان سے رحم کی بھیک مانگ رہا تھا۔

ان سب نے حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھا پھر ان میں سے ایک جو اچھی جسامت کا مالک تھا قید نے اس کی صحت پر اتنا برا اثر نہیں ڈالا تھا۔ چند قدم آگے بڑھ کر کہا۔

”تم مطمئن رہو ہم تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے ہم تو خود تمہاری طرح مصیبت زدہ ہیں اور جن لوگوں نے تم پر تشدد کیا ہے ہم بھی ان کے قیدی ہیں اس لیے ہم سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ تم اپنے حواس کو درست کرو ہم تمہارے دشمن نہیں دوست ہیں۔“

میں سہمی ہوئی آنکھوں سے انہیں دیکھنے لگا پھر میں نے پورے کمرے پر نظر ڈالی۔ تنگی دیواریں۔ جگہ جگہ سے پلاسٹر ادھڑا ہوا۔ فرش بھی بالکل ننگا تھا۔ ایک جانب ٹوائلٹ بنا ہوا تھا۔ جگہ عجیب و غریب تھی یہاں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ نہ اوڑھنے کے لیے نہ بچھانے کے لیے لیکن کمرے کا ماحول تھوڑا سا گرم تھا۔ سردی بالکل نہیں محسوس ہو رہی تھی۔ میں اس وقت بھی اپنی آنکھوں میں وہی دہشت پیدا کیے ہوئے تھا۔ آگے بڑھ آنے والے شخص نے مسکرانے کی کوشش کی۔ اس کے ہونٹ پھڑپھڑائے تھے اور ان میں سرخی نظر آرہی تھی۔ اس نے ایک افسردہ سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

”ہم تمہارے دوست ہیں ہم چاروں میں سے کوئی تمہارا دشمن نہیں۔“

”وہ کہاں گئے۔ آہ انہوں نے۔ انہوں نے مجھے ذہنی اذیت کا شکار کر رکھا ہے نہ سو سکتا ہوں نہ جاگ سکتا ہوں۔ میرے چاروں سمت کبھی بہت تیز روشنی کر دی جاتی ہے اور کبھی گھور اندھیرا۔ میں..... میں..... میں“ میری مٹھیاں بھجنے اور کھلنے لگیں۔

”انہوں نے مجھ پر انتہا تشدد کیا ہے۔“ وہ شخص دو قدم اور آگے بڑھ آیا۔ اس نے جھپکتے ہوئے اپنا ہاتھ میرے شانے پر رکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔

”بہت خوش آئندہ ہو اور کوئی ایسا عمل ہو جائے جو اس وقت ہمارے ذہنوں میں نہیں ہے۔ اچھا خیر اب یہ بتاؤ تم اپنے مشن کے لیے تیار ہو۔“

”مکمل طور پر اور یہ مشن اس لیے نہیں ہے کہ مجھے اس سے مستقبل میں کچھ فائدے حاصل ہوں گے بلکہ اس لیے ہے کہ میری بے بسی مجھے یہ کام سونپا ہے۔“

میری بے بسی بے اختیار ہونے کا مظاہرہ کیا اور ان کی بے اختیاری نے میرے چہرے پر لپ اسٹک کے نشانات بنا دیے جنہیں بعد میں مجھے صاف کرنا پڑا۔ میری بے بسی لگی۔

”ڈیئر یہ مہم مشکل ہے اب سے تھوڑی دیر بعد اس کا آغاز ہو جائے گا۔ مجھے یقین ہے کہ تم بہت ذمہ داری اور ہوشیاری کے ساتھ اسے سرانجام دو گے۔“

اس موضوع پر ہماری بہت دیر گفتگو ہوتی رہی تھی۔ اس کے بعد میری بے بسی ہوئے اپنے پرس سے ایک آئینہ نکال کر میرے سامنے کر دیا۔

”تم خوش ہو جاؤ اس کے بعد کھانا کھائیں گے پھر میں تمہیں تمہاری منزل پر پہنچا دوں گی۔ کیا سمجھتے؟“

میں ہنستا ہوا ہاتھ روم کی جانب بڑھ گیا تھا۔ دوپہر کا کھانا کھانے کی میز پر ہی شاید مجھ پر غنودگی طاری ہو گئی تھی۔ مجھے یاد نہیں تھا کہ میں کھانے کی میز سے اٹھا بھی تھا اور یہ غنودگی بالآخر گہری بے ہوشی میں تبدیل ہو گئی تھی۔ بہت مشکل کام تھا یہ سب کچھ لیکن مشکل کام سرانجام دینے میں ہی مجھے مزہ آتا تھا۔

نجانے میں کتنی دیر تک بے ہوش رہا مگر جب ہوش آیا تو خود کو اس جگہ پایا جہاں پہلے طے تھا اب میں نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی تو کچھ آہٹیں محسوس ہوئیں میں ایک بار پھر آنکھیں بند کر کے لیٹ گیا۔

”شاید ہوش میں آ رہا ہے۔“

”دیکھو۔“ اور اس کے بعد میں نے کچھ آہٹیں اپنے قریب آتے ہوئے محسوس کیں۔ میرے ہونٹوں سے ہلکی ہلکی کراہیں نکل رہی تھیں۔ ہاتھ پاؤں شکنجی انداز میں ہل رہے تھے۔ پھر کسی نے میرے سینے پر ہاتھ رکھا تو میرے حلق سے دہشتناک چیخ نکل گئی۔

”نہیں نہیں۔ خدا کے لیے نہیں۔ اب نہیں خدا کے لیے نہیں۔“ میں بری طرح تڑپنے اور مچلنے لگا تھا۔ میں نے وحشت زدہ نگاہوں سے ان چاروں کو دیکھا۔ وہ بے

”ہاں میں جانتا ہوں اور اس بات کو بھی جانتا ہوں کہ میں میریسا کی قید میں ہوں۔“
ان سب نے پھر ایک دوسرے کی شکل دیکھی پھر وہی شخص جو مجھ سے اب تک باتیں کرتا رہا تھا کہنے لگا۔ ”جب انسان ایک ہی کشتی کا سوار ہوتا ہے تو اپنے ہمسفروں سے اسے کافی دلچسپی پیدا ہو جاتی ہے اگر ہم تمہیں یہ بتائیں کہ ہم بھی میریسا ہی کے قیدی ہیں تو یقیناً تمہیں ہم سے اپنائیت محسوس ہوگی۔ وطن کا رشتہ تو ہے ہمارے درمیان لیکن اب مصیبت کا رشتہ بھی قائم ہو گیا اور دوست اپنے بارے میں بتانے سے اور کچھ فائدہ حاصل ہو نہ یا ہو لیکن دل ہلکا ہو جاتا ہے تم میریسا کے قیدی کیوں بنے ہو؟“

میں نے سنجیدگی سے انہیں دیکھا پھر آہستہ سے پوچھا۔
”اسمگلر!“ اس شخص نے چونکتے ہوئے دیکھا اور پھر میرے چہرے پر نگاہیں جما کر بولا۔

”کیا تم بھی اسمگلنگ کرتے ہو؟“

میں نے ٹھنڈی سانس لے کر گردن جھکالی اور آہستہ سے کہا۔ ”ہاں بہت پرانی بات ہے۔ پہلے میں ایسا نہیں تھا لیکن حالات نے مجبور کر دیا کہ یہی راستے اپناؤں۔ بہت کوششیں کی کہ بہتر زندگی کے حصول کے لیے لیکن کامیاب نہیں ہو سکا اور بالآخر انہی راستوں کا راہی بن گیا۔“

”ہوں تو تم اسمگلنگ کرتے ہو۔ تنہا یا کسی گروہ کے لیے؟“

”میں کسی باقاعدہ گروہ سے منسلک نہیں ہوں لیکن بس مختلف لوگوں کے لیے کام کرتا ہوں۔ بڑے لوگوں میں آپس میں چلتی رہی ہے لیکن ان کی اس جنگ کے نتیجے میں بعض اوقات کے لیے میں کچھ مال لے کر جاپان سے یہاں پہنچا ہوں لیکن میریسا کے ہاتھ لگ گیا اور اب مجھ سے اس گروہ کے بارے میں مکمل تفصیلات معلوم کرنا چاہتی ہے۔ اس سلسلے میں مجھے شدید اذیتیں دی گئی ہیں لیکن میں کچھ جانتا ہوتا تو بتایا۔ مگر آپ لوگ یقین کریں میرا تعلق اس گروہ سے صرف اتنا ہی تھا کہ میں نے اس کے لیے چند کام کیے تھے میں تو ان کے کسی ایک فرد کو بھی نہیں جانتا۔“

ان چاروں کے الفاظ میں ایک دم بے رخی سی پیدا ہو گئی اور پھر اس شخص نے

آہستہ سے کہا۔

”تمہارا کیا نام ہے؟ کہاں کے رہنے والے ہو؟“

”میرا نام قرازا انصاری ہے اور مسلمان ہوں۔ تعلق پاکستان سے ہے۔“

ان چاروں نے ایک دوسرے کی صورت دیکھی۔ میں ان کی ہر کیفیت کا جائزہ لے رہا تھا لیکن ابھی اتنی گہری نگاہیں نہیں جمائی تھیں میں نے ان پر کہ انہیں یہ شک ہو جائے کہ میں ان کی شخصیتوں کو پڑھ رہا ہوں۔ البتہ ان کے متجسس چہرے اس بات کا اظہار کر رہے تھے کہ وہ میرے بارے میں سب کچھ جان لینا چاہتے تھے۔ میں نے اپنے آپ کو درست کرنے میں پانچ دس منٹ لگائے۔ آنکھیں بند کر لیں اور دیوار سے نگاہری گہری سانسیں لیتا رہا۔ اس ساری ادکاری کے لیے مجھے خاصی محنت کرنا پڑی تھی۔ میرا اندازہ تھا کہ میں اب تک کی کوششوں میں کامیاب ہو چکا ہوں۔ ان کی شخصیتوں سے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ محبان وطن اعلیٰ ترین سرکاری عہدوں پر فائز رہ چکے ہیں اور ظاہری بات تھی جس مشن کے لیے وہ لوگ نکلے تھے وہ معمولی نہیں تھا۔ بہر حال مجھے ان لوگوں کو دھوکا تو دینا نہیں تھا اصل دھوکا تو میریسا کو دے رہا تھا لیکن بعض اوقات کام ایسا گھماؤ پھراؤ اختیار کر جاتے ہیں کہ انسان کو خود اپنی دماغی حالت پر شبہ ہونے لگتا ہے۔

پھر میں نے کافی حد تک اپنے آپ کو پر سکون ظاہر کیا اور آنکھیں کھول کر ان لوگوں سے بولا۔

”آپ لوگوں کی محبت اور ہمدردی کا شکریہ۔ خدا را مجھے یہ بتائیے کہ یہ کون سی جگہ ہے اور آپ لوگ کون ہیں؟“

”یہ معلوم کرنے کے بعد میرے دوست کہ تمہارا تعلق کون سے ملک سے ہے۔ ہمارے دلوں میں تمہارے لیے کچھ عجیب سے جذبات پیدا ہو گئے ہیں کیا تم اس بات کو محسوس نہیں کرتے کہ ہم لوگ اردو بول رہے ہیں اور ہمارے چہرے ایک دوسرے سے شناسائی رکھتے ہیں۔ ہمارا تعلق بھی پاک وطن سے ہے جس کا نام تم نے لیا اور جس کے لیے مرٹنے کا جذبہ ہمارے لیے دنیا کی ہر خواہش سے افضل ہے۔“ جس شخص نے یہ الفاظ کہے تھے میں نے اس کے چہرے پر نگاہیں جمادیں پھر تھوک نکل کر بولا۔

”کیا آپ لوگ اسپین ہی میں ہیں؟“

ہاں..... تمہیں بھی اس بات کا علم ہے کہ تم اسپین میں ہو۔“

”کاش تم ہمارے ہم وطن نہ ہوتے۔“
”کیا مطلب؟“

”وطن عزیز کا نام کتنا بڑا درجہ رکھتا ہے دل والے ہی جانتے ہیں لیکن جب وطن کا ایک ایسا نوجوان جسے اپنی زندگی تعمیر وطن کے لیے صرف کر دینی چاہیے دیار غیر میں وطن کے نام پر گندگی اچھالتا ہوا نظر آتا ہے تو صحیح معنوں میں گردنیں شرم سے جھک جاتی ہیں۔ معاف کرنا دوست ہماری تم سے ہمدردی اور دلچسپی یکسر ختم ہو گئی ہے۔“

”مم..... مگر..... کنگ..... کیا آپ لوگ؟“

”نہیں ہم وطن کے سینے میں سوراخ کرنے والے نہیں بلکہ وطن کے ناسوروں کا علاج کرنے والے ڈاکٹر ہیں۔ ہم وطن پرست اور وطن دوست ہیں۔ وطن دشمن نہیں۔ ہمیں افسوس ہے کہ تمہیں یہاں لے آیا گیا۔ کاش ہمارے دل پر یہ داغ نہ لگتا چلو بھی آرام کریں بلاوجہ وقت ضائع کیا۔“

وہ اپنی جگہ سے اٹھ گئے۔ میرے سینے میں جیسے ٹھنڈک اتر رہی تھی۔ رسی جلی ہوئی تھی لیکن بل جوں کے توں تھے جو حال ہو رہا تھا ان کا وہ دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ ابتدائی طور پر میں نے ایک محتاط قدم اٹھایا تھا بہر حال اس کے بعد وہ لوگ مجھ سے بیزاری کا اظہار کرتے رہے۔ شام کو ساڑھے چھ بجے کے قریب ہمارے اس قید خانے کا دروازہ کھلا اور ایک ٹرے میں چائے کے برتن اندر پہنچا دیے گئے۔
”اپنی چائے لے لو۔“

میں نے آگے بڑھ کر چائے لے لی اور بسکٹ کھانے لگا۔ اس دوران میری نگاہیں اس پورے کمرے کا طواف کرتی رہی تھیں اور میں نہایت محتاط انداز میں وہاں موجود ایک ایک شے کا جائزہ لے رہا تھا۔ ایک جگہ مجھے شبہ ہوا تھا یہاں پلاسٹر ادھر اڑا ہوا تھا اور یہ جگہ خاص لگتی تھی۔ اصل میں میرے ذہن میں یہ خیال تھا کہ ہو سکتا ہے یہاں ڈکٹا فون لگائے گئے ہوں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی ایسا کیمرہ موجود ہو جو کمرے میں موجود لوگوں کا جائزہ لیتا ہو۔ اس بات کے پورے پورے امکانات مد نظر رکھے تھے میں نے حالانکہ میڈم میریسا نے ان باتوں کا کوئی تذکرہ نہیں کیا تھا لیکن میں جانتا تھا کہ یہ تذکرہ کرنے کی بات نہیں ہے۔ میریسا نے بھی اتنا فاصلہ ضرور رکھا ہو گا مجھ سے۔ چنانچہ نہ تو میں نے ایسا کوئی

کام کیا تھا نہ کوئی ایسی حرکت جس سے اس کو کوئی شبہ ہو سکے۔ جب تک اس کا بھرپور جائزہ نہ لیا جائے میں ان لوگوں سے گفتگو کا آغاز نہیں کر سکتا ہوں وہ گفتگو ضرور کی جاسکتی تھی ان سے جو میریسا کے حق میں ہو۔ چائے ہی کے دوران میں نے ان سے کہا۔

”آپ لوگوں نے اچانک جو مجھ سے علیحدگی اختیار کر لی ہے میں اس پر افسردہ ہوں لیکن آپ سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔“
”کہو۔“ ایک اور آدمی نے کہا۔

”برے راستوں پر نکل جانے والے برے عوامل سے گزر کر ان کا شکار ہوتے ہیں۔ انسانیت کے نام پر اس برے وقت میں اور کچھ نہ سہی لیکن آپ مجھ سے اپنا نیت کا اظہار تو کر سکتے ہیں۔“

”ہاں تمہیں کوئی ضرورت ہو تو ہمیں بتاؤں اصل میں ہمیں تمہارا یہ انداز پسند نہیں آیا۔“

”آپ لوگ میڈم میریسا کے قیدی کیسے بن گئے؟“

”اب تمہیں بتانا بیکار ہے۔ یہ سمجھ لو معاملہ تم سے بالکل مختلف ہے تم جرم کے راستے سے گزر کر یہاں تک پہنچے ہو اور ہم حب الوطنی کے شکار ہیں لیکن ہمیں اس طرح اپنے شکار ہونے پر مسرت ہے۔“

”کوئی راستہ کسی بھی وقت تبدیل ہو سکتا ہے بعض اوقات صرف کسی مسیحا کا انتظار ہوتا ہے صرف ایک ناصح درکار ہوتا ہے جو صحیح راستہ دکھادے۔“

”تم نے اپنی زندگی کا اتنا بڑا دور گزار لیا اس کے بعد کسی ناصح کو تلاش کر رہے ہو پھر ہماری نصیحتوں سے تمہیں حاصل بھی کیا ہو گا۔ ہم تو خود زندگی اور موت کی کشمکش میں گرفتار ہیں بہر حال اگر تمہیں یہ احساس ہوا ہے کہ ہم تم سے بیزار ہیں تو اسے نظر انداز کر دو بس ایک جذبہ تھا جس نے دل میں تمہارے لیے کچھ ایسے تاثرات پیدا کر دیے آؤ بیٹھو باتیں کرو کہاں رہتے ہو کیا کرتے ہو میرا مطلب ہے باقی مشاغل کیا ہیں کیوں اس چکر میں پڑ گئے۔“

”جانے دیجئے جناب میں اس تعارف سے ہی متغیر ہو گیا ہوں جو میں نے آپ سے کرایا کاش میں آپ کو اپنے بارے میں سچ نہ بتاتا۔ اس وقت میرا جھوٹ میرے لیے

کار آمد ثابت ہو سکتا تھا۔

”نہیں دوست اب اتنے جذباتی نہ ہو چھوڑو ان باتوں کو تم نے اپنا تعارف کرا دیا اپنا نام بتا دیا اب ہمارے نام بھی سن لو۔ میرا نام سلطان ہے فوج میں میجر ہوں۔ ملٹری انٹیلی جنس سے تعلق ہے۔ یہ کیپٹن تیمور ہیں میرے ساتھی اور یہ دونوں سول انتظامیہ کے افراد ہیں۔“

فیروز اور راحیل زہیری، فیروز وہ شخص تھا جو بہت زخمی تھا ویسے تو ان سبھی کے چلنے بری طرح خراب کر دیے گئے تھے۔ لیکن فیروز کے بارے میں میریسا ہی نے بتایا تھا کہ ان میں سے ایک شخص کی حالت خراب ہے۔ فیروز خاصا زخمی نظر آتا تھا لیکن ہمت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا تھا۔ میں نے ان سے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو سبھی نے میرے ہاتھ میں اپنے ہاتھ دے دیے تھے پھر ان میں سے ایک یعنی کیپٹن تیمور نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا۔

”کاش تم بھی کسی وطنی جذبے سے متاثر ہو کر یہاں تک پہنچے ہوتے خیر۔“

”لیکن جناب آپ لوگ تو اعلیٰ عہدے دار ہیں۔ ملٹری انٹیلی جنس معمولی چیز تو نہیں ہوتی پھر آپ میریسا کے ہاتھ کیسے لگ گئے؟“

”یہ تو ایک الگ ہی کہانی ہے جو نہ تمہاری سمجھ میں آئے گی اور نہ تمہیں اس سے کوئی دلچسپی ہو سکتی ہے۔“

”میریسا آپ سے کیا چاہتی ہے؟“

”جو کچھ وہ چاہتی ہے وہ زندگی کے عوض بھی ہم اسے نہیں دے سکیں گے۔ میرا مطلب ہے کہ اگر وہ ہماری زندگیوں کو ختم کرنے پر تلی جائے تو ہم مرجانا پسند کریں گے اسے کچھ نہیں بتائیں گے۔“

میں نے گہری سانس لے کر انہیں دیکھا اور خاموش ہو گیا۔ میں کوئی ایسی بات نہیں کرنا چاہتا تھا جس سے کہیں کوئی گڑبڑ ہو جائے۔

رات کو ساڑھے آٹھ بجے ہم لوگوں کو کھانا دیا گیا اور جب کھانے سے فراغت ہو گئی تو میں ہاتھ روم میں داخل ہو گیا۔ ہاتھ روم میں پہنچنے کے بعد میں نے روشنی جلا کر ہاتھ روم کے گوشے گوشے کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ تلوں کی ٹوئیاں فلش چھت اس

چھوٹے سے حصے کی ہر وہ شے دیکھ لی جس سے کسی قسم کے شے کو تقویت ہوتی اگر کمرے میں کہیں کوئی گڑبڑ ہوتی بھی تو کم از کم ہاتھ روم کا دروازہ اس سے محفوظ ہے۔ چنانچہ میں نے اپنے طور پر ایک فیصلہ کر لیا۔ ہاتھ روم کا دروازہ کھولا روشنی کی کرن باہر نکلی تو میں نے میجر سلطان کو انگلی سے اشارہ کیا اور دوسری انگلی ہونٹوں پر رکھ لی۔ میجر سلطان نے میری طرف دیکھا اور ایک لمحے کے لیے اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ وہ آہستہ آہستہ ہاتھ روم میں داخل ہو گیا۔

تب میں نے ہاتھ روم کا دروازہ مضبوطی سے بند کر دیا۔

”یہ کیا بد تمیزی ہے تم کیا کہنا چاہتے ہو کیا کرنا چاہتے ہو؟“

”میجر سلطان۔ میں اب بھی یہ محسوس کر رہا ہوں کہ میں نے ایک خطرہ مول لیا ہے لیکن اب اس کے سوا چارہ نہیں تھا۔ ہو سکتا ہے مجھے یہاں بہت زیادہ وقت گزارنے کی مہلت نہ مل سکے۔ میں آپ سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ اس جگہ کا انتخاب صرف اس لیے کیا ہے کہ اس سے زیادہ محفوظ کوئی اور جگہ نہیں تھی۔ کیونکہ میرے خیال میں اس ہاتھ روم کو چھوڑ کر پورا کمرہ کمرے کی ریچ میں ہے اور میں نہیں چاہتا کہ میں جو کچھ بھی کہوں وہ کہیں اور سنا جائے اور ہم سب مارے جائیں۔“

میجر سلطان بدستور عقابانہ نگاہوں سے میرا جائزہ لے رہا تھا پھر اس نے کہا۔ ”لیکن ایسی کون سی گفتگو ہے جو تم مجھ سے اس طرح کرنا چاہتے ہو۔“

”میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں۔ میجر کہ اصلیت وہ نہیں ہے جو میں نے آپ کو اس کمرے میں بتائی۔ میں نے وہاں گفتگو صرف اس لیے کی تھی کہ میریسا اگر ہماری باتیں سن رہی ہے تو وہ اصلیت نہ سمجھ پائے۔“

”تو کیا تم اسمگلر نہیں ہو؟“

”نہیں لیکن ابھی میں آپ کو مزید تفصیلات نہیں بتاؤں گا۔ آپ براہ کرم خود بھی یہاں کا جائزہ لیجئے اور اپنے تجربے سے کام لے کر مجھے یہ بتائیے کہ یہاں کوئی ایسی چیز موجود تو نہیں ہے۔“

میجر نے ہونٹ بھینچ کر گردن ہلائی۔ پھر بولا۔ ”جہیں معلوم ہے کہ میرا تعلق فوج سے ہے اور فوج میں بھی میں اس شعبے سے متعلق رہ چکا ہوں جس میں میرا اس قسم کے

واقعات سے واسطہ پڑتا رہتا ہے۔ بہر حال تمہاری اس نشاندہی پر تجربہ کر کے دیکھ لیتے ہیں۔“

”ٹھیک ہے تو ہم باہر چلتے ہیں۔ اب آپ باہر نکل جائیے پھر میں باہر آتا ہوں۔“

”نہیں پہلے تم باہر جاؤ میں تمہارے عقب میں آتا ہوں۔“

میں نے اس میں کوئی دقت محسوس نہیں کی اور باہر نکل گیا۔ میجر چند لمحات کے بعد باہر آیا تھا۔ ظاہری بات ہے کہ اسے ان چند باتوں سے مجھ پر اعتبار نہیں آسکتا تھا۔ مجھے اندازہ تھا کہ ان لوگوں پر کافی محنت کرنا پڑے گی۔ باہر آنے کے بعد بھی میجر نے اپنا رویہ بہتر بنی رکھا۔ مجھ سے اشاروں سے پوچھا کہ وہ جگہ کون سی ہے جہاں مجھے شبہ ہے اور میں نے اسے اس جگہ کی نشاندہی کر دی۔ یہاں میجر سلطان کیپٹن تیمور کے شانے پر کھڑا ہو کر اس ادھڑے ہوئے پلاسٹر تک پہنچا جس کے بارے میں مجھے شبہ تھا اور وہ کوئی عیسائی پینتیس سیکنڈ تک اس جگہ کا جائزہ لیتا رہا پھر نیچے کود گیا اور اس بار اس نے مجھے اشارہ کیا تھا۔

میں نے معذرت کے ساتھ کیپٹن تیمور کے شانے پر کھڑے ہو کر اس ادھڑے ہوئے پلاسٹر کو دیکھا اور میرے شبہ کی تصدیق ہو گئی۔ وہاں ایک جالی سی لگی ہوئی تھی اور وہاں وہ مائیکروفون تھا جس سے یہاں ہونے والی گفتگو بہ آسانی سنی جاسکتی تھی۔ میجر نے اپنے لباس سے سگریٹ کا ایک پیکٹ نکالا۔ اس نے اس پیکٹ سے ایک پنی پھاڑی اور ایک بار پھر کیپٹن تیمور کو سیڑھی کے فرائض سرانجام دینے پڑے۔ میجر نے پنی کا وہ ٹکڑا غالباً تھوک سے مائیکروفون پر چپکا دیا تھا۔ میں نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی۔ میں جانتا تھا کہ پنی رائف کی بنی ہوئی ہوتی ہے اور اگر ایسی کوئی دھات مائیکروفون پر چپکا دی جائے تو وہ کام کرنا چھوڑ دیتا ہے۔

میجر اپنے کام کے بعد نیچے کود آیا۔ تمام لوگ حیران تھے بہر حال میجر نے عارضی طور پر یہ مائیکروفون بند کر دیا تھا لیکن اس کے باوجود ہم نے سرگوشی میں ہی گفتگو کی تھی۔ میجر نے کہا۔

”تمہارا تجربہ اس بارے میں کافی زیادہ ہے۔ لیکن ان تمام باتوں سے تم کیا ظاہر کرنا چاہتے ہو؟“

”صرف اتنا میرے دوست کہ میری ایک شاطر عورت ہے۔ جو کچھ بھی اس نے کیا اور آئندہ کرے گی اس میں ہمیں ان تمام باتوں کا خیال رکھنا ہوگا۔“

”ہمیں.....! مطلب یہ ہے کہ تم اپنے آپ کو بھی اس میں شامل کر رہے ہو۔“

”ہاں میجر سلطان۔“

”لیکن کیوں تمہارا ہم سے کیا تعلق؟“

”میجر سلطان میں آپ سے اب جو کچھ کہنے والا ہوں براہ کرم اسے غور سے سنئے، میں نہیں چاہتا کہ اس عمل میں بہت زیادہ وقت ضائع ہو۔ اگر میں آپ سے یہ کہوں میجر سلطان کہ میں بھی ایک محب وطن ہوں اسمگلنگ کی دنیا سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے اور میں بھی ایک اہم مقصد کے لیے اسپین تک پہنچا ہوں تو کیا آپ میری اس بات پر یقین کریں گے۔“

میجر سلطان نے پر خیال نگاہوں سے کیپٹن تیمور کو دیکھا۔ کیپٹن تیمور کسی سوچ میں ڈوب گیا۔

”تم ہمیں احمق سمجھتے ہو کیا ہمیں نہیں معلوم کہ تمہیں یہاں کس لیے بھیجا گیا ہے اور تم یہاں کیوں آئے ہو؟ میریسا نے یقیناً اپنی دانست میں ایک بہت موثر پلاننگ کی ہے۔ ہمارے ہی وطن کے ایک شخص کا انتخاب کر کے اس نے تمہیں اس حالت میں یہاں بھیجا ہے کہ ہم تم سے متاثر ہو جائیں اور اس کے بعد تم ہم میں گھل مل جاؤ اور پھر وہ راز معلوم کرو جسے معلوم کرنے میں میریسا آج تک ناکام رہی ہے اور زندگی بھر ناکام رہے گی۔“ میں بدستور مسکراتا رہا۔ میں نے کہا۔ ”اپنے وطن کے ذہین لوگوں کو سلام کرتا ہوں۔ میں اور مسرور ہوں کہ ہم عظیم سرمایہ رکھتے ہیں آپ جیسے لوگوں کی شکل میں۔“

بہت مشکل مرحلہ درپیش تھا۔ مجھے یہ احساس تو تھا کہ بلٹری انٹیلی جنس سے تعلق رکھنے والے یہ چاروں افراد آسانی سے مجھ پر بھروسہ نہیں کریں گے۔ لیکن انہیں مطمئن کرنے کے لیے اس قدر پاپڑ بنانی پڑیں گے اس کی امید نہیں تھی۔ اب آخری مرحلہ آگیا تھا۔ دقت چونکہ ایسا تھا کہ اس وقت میریسا ہمارے بارے میں یہ بھی سوچ سکتی تھی کہ ہم آرام کرنے لیٹ گئے ہیں اس لیے کوئی آواز نہیں آ رہی۔ اس مسئلے کو حل کر لینا ضروری

تھا۔ کافی دیر تک سوچتے رہنے کے بعد میں نے انہیں دیکھا اور میرے ہونٹوں پر ہنسی آگئی۔

”میرے عزیز دوستو! اب میں آپ کو ان تمام کمائیوں سے ہٹ کر ایک اصل بات بتانے جا رہا ہوں اگر آپ لوگ یقین کرنا چاہیں تو کر لیں میں آپ کے یقین کے لیے صرف صدق دل سے کلمہ ہی پڑھ سکتا ہوں۔“

میں نے نیچی آواز کے ساتھ خدا کو حاضر و ناظر جان کر کلمہ پڑھا اور ان سے کہنے لگا۔

”میں وطن پاک ہی کا رہنے والا ہوں۔ وہاں مجھے ایک سرمایہ دار کی حیثیت سے جانا جاتا ہے اور میں نے اپنے وطن کی بہتری کے لیے کچھ چھوٹے چھوٹے کام کیے ہیں ان چھوٹے چھوٹے کاموں کے سلسلوں میں میری مڈ بھیر دو ایسے بڑے اور خطرناک اداروں سے ہو گئی جو دنیا بھر میں اجارہ داری رکھتے ہیں اور جن میں زیادہ تر تعداد یہودی سرمایہ داروں کی ہے پاکستان کے حوالے سے یہودی سرمایہ دار ہر اس شخص سے پر خاش رکھتے ہیں جس کا تعلق وطن پاک سے ہو۔ وہ ادارے جن میں سے ایک کا نام روز آرگنائزیشن ہے اور دوسرا ڈان سینٹر کے نام سے جانا جاتا ہے اس شخص کے ہاتھوں بدترین نقصانات سے دو چار ہوئے۔ جس کا نام دانش منصور ہے۔ ان اداروں نے باقاعدہ دانش منصور کے لیے ایسے کام کیے ہیں جن کی تفصیل سنلے بیٹھ جاؤں آپ کو تو صبح ہو جائے۔ یہ ساری باتیں بے کار ہیں۔“

”دانش منصور کو ایک ولچسپ اطلاع ملی۔ وہ اطلاع یہ کہ ڈان سینٹر اور روز آرگنائزیشن جو آپس میں کاروباری رقابت بھی رکھتے ہیں کم از کم ایک معاملے میں متفق ہو گئے ہیں وہ یہ کہ دانش منصور ان اداروں کے لیے بہت بڑا خطرہ ہے اور اس طرح انہوں نے مشترکہ مشورے سے ایک اور ادارہ بنا ڈالا۔ جسے کرش ڈی ایم کا نام دیا جاتا ہے یعنی دانش منصور کو چکنا چور کر دو اور اس کے لیے باقاعدہ انہوں نے ایک شخص کو تیار کیا ہے جو اسپین میں بہت بڑی حیثیت کا مالک ہے۔ اور اس شخص نے دانش منصور کے خلاف مہم کا آغاز کر دیا۔ دانش منصور کو جس وقت یہ معلوم ہوا کہ یہ ادارہ اس کے خلاف کام کر رہا ہے تو اس نے سوچا کہ اپنے گھر میں بیٹھ کر وہاں سے آنے والوں سے

جنگ کرنے کے بجائے اس ادارے ہی کو کیوں نہ فنا کر دیا جائے۔ چنانچہ وہ اسپین چل پڑا اور یہاں اس نے انتہائی موثر ذرائع سے ایک ایسی شخصیت تک رسائی حاصل کر لی جو اسپین میں بڑی پاور رکھتی ہے۔ وہ شخصیت ہے میریسا ہارٹی کی۔ دانش منصور نے میریسا کی قربت حاصل کر کے اس پر شخصیت کا سکہ جمالیا۔ میریسا اس سے بہت متاثر ہو گئی ہے اور جب اس شخص نے میریسا ہارٹی کا اعتماد حاصل کر لیا تو میریسا ہارٹی نے بتایا کہ اس وقت چار ایسے آدمیوں کا معاملہ اسے سرانجام دینا ہے جو فرانس اور یٹیم کی ایک فرم سے ایٹمی ٹیکنالوجی کے کچھ ایسے فاضل پرزے اور دوسری چیزیں لے کر خفیہ طور پر اسپین کے راستے اپنے وطن جا رہے تھے روڈنی اولیاس نامی ایک یہودی سرمایہ دار کو یہ تفصیلات معلوم ہو گئیں۔ یہودی سرمایہ دار نہیں چاہتا تھا کہ وہ لوگ اتنی قیمتی اشیاء لے کر ایک ایسے ملک پہنچ جائیں جس سے اسرائیل کو شدید خطرات لاحق ہیں چنانچہ روڈنی اولیاس نے لاکھوں ڈالر خرچ کر کے ان لوگوں کے پیچھے سراغ رساں لگا دیے اور سراغ رسانوں نے بالآخر روڈنی اولیاس کو یہ اطلاع دی کہ وہ لوگ اسپین میں موجود ہیں۔“

”روڈنی اولیاس نے اسپین کی خطرناک عورت سے فوراً رابطہ قائم کیا اور اسے منہ مانگے معاوضے کی عوض یہ کام سرانجام دینے کی ہدایت کی۔ میریسا ہارٹی نے جس طرح بھی بن پڑا چاروں افراد کو اپنے قبضے میں لے لیا لیکن اس کا کہنا ہے کہ ان چاروں افراد پر شدید ترین تشدد کے باوجود وہ ان کی زبان کھلوانے میں ناکام ہے دانش منصور کو وہ فراز کے نام سے جانتی تھی اسے علم تھا کہ وہ کون سے ملک سے تعلق رکھتا ہے اس نے یہ بات خود اسے بتادی تھی۔ چنانچہ پہلے میریسا ہارٹی نے دانش منصور کا یعنی فراز کا جائزہ لیا کہ وہ کہیں محب وطن تو نہیں ہے اور اپنے ہم وطنوں کے خلاف غداری کر سکتا ہے یا نہیں لیکن دانش منصور نے چالاکی سے اسے اس بات کا یقین دلادیا کہ وہ صرف ایک عام آدمی ہے اور صرف دولت کے حصول پر یقین رکھتا ہے۔ چنانچہ میریسا ہارٹی نے ایک پروگرام ترتیب دیا اس نے کہا کہ وہ چونکہ ان کا ہم وطن ہے چنانچہ اسے بے ہوشی کی حالت میں وہاں پہنچا دیا جائے وہ ان لوگوں کی ہمدردیاں حاصل کرے تاکہ رفتہ رفتہ وہ ان سے اس سامان کے بارے میں معلوم کرے جو انہوں نے یہاں اسپین میں کہیں چھپایا ہوا ہے اب اس کے بعد آپ لوگ سوالات کر سکتے ہیں۔“

اچانک ہی کیپٹن کی تیوری چڑھ گئی۔ اس نے کرخت لہجے میں کہا۔ ”تو کیا اب تم اپنے آپ کو دانش منصور کو گے؟“

”ہاں کیپٹن میں ہی دانش منصور ہوں۔“

”تم دانش منصور ہو؟“ کیپٹن تیمور طنزیہ انداز میں بولا۔

”بتاؤ حال ہی میں انہوں نے کون سا ایسا بڑا کارنامہ انجام دیا ہے جو ہماری ایٹمی ٹیکنالوجی کے لیے ہو؟“

وہ لوگ سوال کرتے رہے اور میں انہیں بھرپور انداز میں مطمئن کرتا رہا سوال جواب کا سلسلہ کافی دیر تک چلتا رہا آخر کار وہ اس بات پر متفق ہو گئے کہ میں ہی دانش منصور ہوں۔“

کیپٹن تیمور اور میجر سلطان حیرت سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ پھر دونوں ہی میرے قریب پہنچے کیپٹن تیمور نے کہا۔

”لیکن میں تو دانش منصور کو جانتا ہوں میں نے تو اسے دیکھا ہے؟“

”مجھے اپنے چہرے پر میک اپ کرنا پڑا ہے۔ میں اپنی اصل حیثیت سے یہاں نہیں آیا۔“

”اوہ میرے خدا میرے خدا جس قسم کے حوالے تم نے دیے ہیں ان میں سے ایک ایک بات سے مجھے واقفیت حاصل ہے اور میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں میجر کہ کسی بھی غیر فوجی آدمی کو یہ تفصیلات نہیں معلوم۔“

”ہم تو سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ اتنی عظیم شخصیت سے ہمارا رابطہ قائم ہو جائے گا۔ یہ باقی اور کچھ ہو یا نہ ہو لیکن آپ سے ملاقات ہمارے لیے ایک بڑا اعزاز ہے۔“

”مجھے تو صرف یہ مسرت ہے کہ آپ لوگوں کو مجھ پر اعتبار آگیا۔ وطن کے لیے سینہ سپر ہر شخص خواہ وہ کسی بھی شکل میں اپنی خدمات سرانجام دے رہا ہو۔ عظمت کا مینار ہوتا ہے۔ آپ لوگوں کو جس تشدد کا سامنا کرنا پڑا ہے میں اس کے لیے غم زوہ ہوں لیکن انشاء اللہ ہم اپنے مشن میں کامیاب ہوں گے۔ جن کاوشوں سے آپ نے یہ تمام کارروائی کی ہے وہ قابل احترام ہیں۔ میں اپنی خدمات بھی آپ کو پیش کروں گا اور آج تک میں نے جو کچھ کیا ہے اس میں مجھے اللہ کی تائید حاصل رہی ہے۔ ایک اعتماد ہوتا ہے میرے

دل کو کہ میرا مقصد چونکہ نیک ہے کامیابی دیر ہی سے ملے لیکن ملے گی اور میرے اس اعتماد کو کبھی شکست نہیں ہوئی ہے۔“

”ہم مایوس اور بددل ہو گئے تھے لیکن آپ یقین کریں۔ ہمارے دلوں میں از سر نو انگلیں جاگ اٹھیں ہیں اور ہمیں یقین ہو گیا ہے کہ ہمارا مقصد ضرور پورا ہو جائے گا۔“

غرضیکہ بہت دیر تک اسی قسم کی جذباتی باتیں ہوتی رہیں۔ میں نے کہا۔

”اب ہمیں آئندہ کے پروگرام ترتیب دے لینے چاہیں۔ میرا خیال ہے ابھی مجھے یہاں کوئی مشکل درپیش نہیں ہے۔ میریسا کو بڑی کاوشوں سے شیشے میں اتارا ہے اور اسے یقین ہے کہ میں آپ لوگوں سے معاملات حاصل کر لوں گا۔ وہ میری صلاحیتوں پر بھروسہ کرتی ہے ابھی اس کی جلدی نہیں ہے۔ کل دن کی روشنی میں ہم مختلف گفتگو کریں گے اور اس کا لائحہ عمل پہلے سے تیار کر لیں تو زیادہ مناسب ہے تاکہ اسے یہ اطمینان ہو جائے کہ میں کام کر رہا ہوں بعد میں ہم لوگ دوسرے موضوعات پر گفتگو کریں گے۔“

”آپ بتائیے کہ اس کے بعد ہمیں کیا کرنا ہوگا؟“

پھر میں دیر تک انہیں دوسرے دن کا منصوبہ بتاتا رہا تھا کافی رات گئے ہم لوگوں نے سونے کا فیصلہ کیا۔

دوسرے دن تقریباً ساڑھے نو بجے جب ہمیں ناشتا دیا گیا ہماری کارروائیوں کا دوبارہ آغاز ہو گیا۔ مائیکرو فون پر سے پنی ہٹادی گئی تھی اور یہ کام علی الصبح کر لیا گیا تھا تاکہ وہ لوگ ہماری تمام مصروفیات سے آگاہ رہیں۔ میریسا نے احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا تھا۔ ظاہر ہے جس طرح کی عورت تھی اسے یہ سب کچھ کرنا ہی تھا اور پھر مائیکرو فون اس وقت نہیں لگایا گیا تھا جب میں یہاں منتقل ہوا۔ غالباً پہلے سے اس قید خانے میں ان لوگوں کی باتیں سننے کے لیے یہ کارروائی کی گئی تھی۔

پھر منصوبے کے مطابق ہم لوگوں نے اپنی گفتگو کا آغاز کر دیا۔ اپنی گفتگو کو اس انداز پر رکھا جس سے میریسا سمجھ جائے کہ میں ان کی قربت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔

”آپ لوگ میرے ہم وطن ہیں میجر سلطان ہم نہیں کہہ سکتے کہ تقدیر ہمارے بارے میں کیا فیصلہ کرے۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کس مشن پر نکلے تھے؟“

”چھوڑو دوست ہمارا مشن ہمارے وطن کے مفاد ہی کے لیے تھا لیکن تقدیر نے یادری نہیں کی۔ یہاں تک تو پہنچنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ اس کے آگے حالات مشکل ہو گئے ہیں۔“

”میں اس لیے آپ سے یہ گفتگو کر رہا ہوں میجر کہ ہو سکتا ہے مجھے رہائی نصیب ہو جائے۔ میریسا کی نگاہوں میں میرا جرم اتنا شدید نہیں ہے کہ وہ مجھے یہاں رکھ کر ہلاک کر دیں۔ اگر آپ مجھے بتا دیں کہ صورت حال کیا ہے تو شاید میں آپ کی کچھ مدد کر سکوں۔ بہر حال آپ میرے ہم وطن ہیں۔“

”ہم تھوڑا سامان فرانس اور بیلجیم سے لے آئے تھے۔ ہمیں انتہائی مشکلات سے گزر کر اسپین تک پہنچنا نصیب ہوا۔ یہاں سے ہم کوئی پلان بنانے کے بعد اس سامان کے ساتھ اپنے وطن جانا چاہتے تھے لیکن اس کی نشاندہی ہو گئی اور اب میریسا ہم سے یہ معلوم کرنا چاہتی ہے کہ وہ سامان ہم نے کہا چھپایا ہے؟“

”کیا یہ ممکن نہیں ہو سکتا میجر سلطان کہ آپ مجھے اس جگہ کا پتا بتا دیں۔ میں اپنے طور پر کوشش کروں اور وطن پہنچنے کے بعد ان لوگوں کو بتا دوں کہ آپ اس طرح میڈرڈ میں قید ہیں۔“

”یہ ابھی ممکن نہیں ہے۔ ہم نے شدید تشدد برداشت کر کے اس راز کو محفوظ رکھا ہے۔ ہاں اگر آپ کو یہاں سے رہائی حاصل ہو جائے اور آپ اس سلسلے میں کوئی موثر قدم اٹھا سکیں تو پھر ہم مشورے کے بعد آپ کو اس جگہ کے بارے میں بتا دیں گے لیکن اس وقت جب آپ کو یہاں سے رہائی حاصل ہو گی۔“

”گویا وہ سامان اسپین میں محفوظ ہے۔“

”ہاں، لیکن اس جگہ کا پتا ابھی آپ کو بتانا ممکن نہیں ہے۔ ویسے آپ کو کچھ ذمے داریاں سونپی جاسکتی ہیں۔ آپ یہاں ہمارے سفارت خانے ہی کو ہمارے بارے میں اطلاع دے دیں تاکہ وہ ہماری یہاں سے بازیابی کوشش کریں۔“

”میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے اس جگہ کی نشاندہی کر دیں۔ دونوں میں سے کوئی بھی کام ہو جائے سفارت خانے سے رابطہ قائم کر کے ہم یہ کوشش کر سکتے ہیں کہ وہ سامان اس جگہ سے حاصل کر کے سفارت خانے میں منتقل کر دیا جائے۔“

”ہمیں اس کے لیے وقت دیجئے تاکہ ہم آپس میں مشورہ کر لیں۔ بہت سوچ سمجھ کر کوئی قدم اٹھانا ہو گا۔“

”اس کا آپ کو پورا پورا حق ہے۔ لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ کام جلد از جلد کر دیا جائے۔ کیونکہ میریسا مجھے یہاں زیادہ عرصے قید نہیں رکھیں گی۔“

اس گفتگو کے بعد خاموشی طاری ہو گئی تھی اور ہم لوگ اپنے اپنے مشاغل میں مصروف ہو گئے۔ اس کے بعد کئی گھنٹے خاموشی سے گزر گئے پھر ٹرانسپیر پر اشارہ موصول ہوا اور میں میجر سلطان کو انگلی سے اشارہ کر کے باتھ روم کی جانب بڑھ گیا۔

باتھ روم کا دروازہ اندر سے بند کر کے میں نے ٹرانسپیر آن کیا تو چیکاس ون کی آواز سنائی دی۔

”چیف مسٹر کیتھ نے وہ تمام نقشے مہیا کر لیے ہیں جن کے تحت ہمیں ان کاغذات کے لیے کام کرنا ہے مسٹر کیتھ کا کہنا ہے کہ یہ کام جس قدر جلد ہو جائے بہتر ہے۔ ہماری کوششیں مکمل طور پر کامیاب رہی ہیں اور اب وہ باقاعدہ اپنا ایک الگ گروہ بنانا چاہتے ہیں۔ چیف بات آگے بڑھ رہی ہے۔ اب آپ یہ بتائیے کہ ہمیں اس سلسلے میں کیا کرنا چاہیے۔“

”میرا خیال ہے چیکاس تم میڈم میریسا کو اپنی وفاداری کا ثبوت دے ڈالو۔ آخر تم ان کے نمک خوار ہو۔ میڈم میریسا کا نائب شاید پوری طرح سمجھ میں نہ آیا ہو لیکن میرا اپنا یہ خیال ہے کہ اگر ٹھوس بنیاد پر اسے یہ اطلاعات فراہم کی جائیں اور یہ باور کرا دیا جائے کہ کیتھ اس سے غداری کرنا چاہتا ہے تو مجھے یقین ہے کہ وہ نہ صرف تم پر اعتماد کرے گی بلکہ ایک نیا کھیل شروع ہو جائے گا۔ یہ خیال اچانک ہی میرے ذہن میں آیا ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت موثر رہے گا۔ ویسے تمہاری اپنی رائے بھی اس سلسلے میں حیثیت رکھتی ہے۔ مجھے بتاؤ تمہارا اپنا ارادہ کیا ہے؟“

”نہیں چیف بات تو نہایت شاندار ہے لیکن میریسا کہیں ہم سے اس بات کی تصدیق کرانے پر نہ تل جائے۔“

”تم اس کا اظہار اس سے کر سکتے ہو۔ اسے ان کاغذات اور جگہ کی تفصیل بتا دو۔ ظاہر ہے وہ تمہارے علم میں نہیں ہو گی اور ہاں اس رقم کے سلسلے میں بھی میڈم میریسا

سے گفتگو کرو جو تمہارے نام بینکوں میں جمع کرائی گئی ہے۔ میرا خیال ہے اگر اسے سارے ثبوت اسے فراہم کر دیے جائیں تو وہ تم پر پورا یقین کرے گی۔ تم اس سے کہہ سکتے ہو کہ تم پانچویں بھائی فطرتاً وفا پرست ہو اور جس سے تعلق رکھتے ہو اس کے لیے جان کی بازی لگا دیتے ہو۔“

”چیکاس یہ تو بہت اچھا موقع ملا ہے ہمیں۔ میڈم میریسا کا اعتماد تمہیں بھی حاصل ہو جائے گا اور میں سمجھتا ہوں کہ ہم نے جس کام کا آغاز کیا ہے۔ میریسا کی مدد سے ہمیں اس میں بہت سی آسانیاں حاصل ہو جائیں گی۔ یہ تو ظاہر ہے کہ ہمیں ایک طویل منصوبہ بندی کے تحت اپنا کام کرنا ہے۔ اصل کام کی جانب تو ابھی ہم نے رخ ہی نہیں کیا ہے۔ لیکن خیر یہ مسئلہ جسے میں سرانجام دے رہا ہوں۔ اصل کام سے بھی بڑی حیثیت رکھتا ہے۔“

”چیف کیا آپ محفوظ علاقے سے بول رہے ہیں۔ میرا مطلب ہے ایسی جگہ ہماری گفتگو ہمارے درمیان ہی رہ سکے۔“

”ہاں یقیناً“ کہو کوئی خاص بات ہے۔“

”نہیں میں یہ کہہ رہا تھا کہ اگر ہمیں اس جگہ کی نشاندہی ہو جائے تو ہم اپنے طور پر بھی ان لوگوں کی مدد کر سکتے ہیں۔ آخر انہیں کسی نہ کسی طور پر کام سرانجام دینا ہی ہے۔ ہم ان کے پورے پورے مددگار ہو سکتے ہیں۔“

”مقصود ہی یہی تھا چیکاس۔ بہر حال یہ بھی ہو جائے گا۔ ہمیں ایک ایک قدم کام کرنا ہے۔ فوری طور پر یہ سب کچھ ممکن نہیں ہوگا۔“

”اوکے تو پھر آپ کا حکم ہے کہ ہم میریسا کو اپنی وفا پرستی کا یقین دلا دیں کہ اصل میں ہم دولت کے پرستار نہیں ہیں بلکہ وفاداری کو مقدم رکھتے ہیں۔“

”اس طرح چیکاس ون میں تو میریسا کی قربت حاصل کر ہی چکا ہوں۔ ہو سکتا ہے تمہیں میرے ساتھ منسلک کر دیا جائے اور میریسا ہم لوگوں کو ایک الگ حیثیت دے دے۔ بڑی احتیاط سے کام کرنا ہوگا لیکن اگر کام بن گیا تو یوں سمجھ لو کہ ہمارے حق میں بہت بہتر رہے گا۔“

”اوکے چیف میں فوری طور پر یہ کارروائی کرتا ہوں اور اس کے بعد آپ کو اطلاع

کروں گا۔“

اس گفتگو کے بعد سلسلہ منقطع ہو گیا۔ میجر سلطان کیپٹن تیمور، فیروز اور راحیل زہیری کو اعتماد میں لینا ضروری تھا۔ میں تقریباً انہیں تمام تفصیل بتا چکا تھا اور اب وہ لوگ مجھ پر مکمل اعتبار کرنے لگے تھے۔ چنانچہ میں نے چیکاس ون سے ہونے والی گفتگو کی تفصیل بھی میجر سلطان کو بتاتے ہوئے کہا۔

”کیٹھ اسٹروڈی میریسا کا دست راست ہے۔ پانچویں چیکاس میرے یہاں آنے سے قبل ہی یہاں آچکے تھے۔ انہوں نے یہاں ایک مقامی ہوٹل میں اپنی بازی گری دکھانی شروع کر دی اور ہوٹل لیڈونا میریسا ہارٹی کی ملکیت ہے۔ وہ بظاہر مجھ سے بالکل الگ ہو کر میریسا کے لیے خدمات انجام دے رہے ہیں لیکن ایک دلچسپ کارروائی کا آغاز ہو گیا ہے۔ کیٹھ انہیں مناسب معاوضے پر اپنے لیے حاصل کرنا چاہتا ہے اور اس کی خواہش ہے کہ میریسا سے ہٹ کر اپنا ایک گروہ بنائے۔ میں سمجھتا ہوں مائی ڈیر میجر سلطان کہ اگر ایسا ہو جائے تو ہمیں ایک دلچسپ کارروائی کا موقع ملے گا۔ روڈنی اولیاس نے میرے وطن کے معاملات میں جس طرح ٹانگ اڑائی ہے اور جس کامیابی سے اس نے آپ کو یہاں روک لیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اسے اس کا بھرپور معاوضہ ادا کرنے پڑے اور یہ معاوضہ اس کی زندگی ہی ہو سکتا ہے۔ میجر آپ لوگ یہ بات کان کھول کر سن لیں کہ اگر آپ کو رہائی حاصل ہو گئی اور ظاہر ہے یہ ہونا ہے انشاء اللہ تب بھی میرے بہت سے کام یہاں باقی رہ جاتے ہیں۔ انہی میں ایک روڈنی اولیاس کی زندگی کا خاتمہ بھی ہے۔ میں اپنے وطن کے دشمن کو فنا کے گھاٹ اتارے بغیر یہاں سے واپس نہیں جاؤں گا۔ یہ میرا اٹل فیصلہ ہے۔“

وہ لوگ بہت متاثر نظر آرہے تھے۔ یہ ساری گفتگو سرگوشی کے عالم میں کرنی پڑی تھی لیکن ہمیں ان سرگوشیوں سے بھی ہوشیار رہنا تھا۔ کون جانے وہ مائیکروفون کتنا طاقتور ہے جو یہاں لگایا گیا ہے لیکن وہ بڑی بہرطور سنبھال کر رکھی گئی تھی کیونکہ وہ بڑی کار آمد تھی۔ خاطر مدارت کا جہاں تک معاملہ تھا تو میریسا اپنے منظور نظر کو قید میں بھیجنے کے بعد وہ آسائش کیوں نہ فراہم کرتیں جس کی انہیں ضرورت تھی۔ چنانچہ کھانے کا معیار بلند ہو گیا تھا اور میجر سلطان وغیرہ اس پر ہنستے رہتے تھے کیونکہ میری وجہ سے ان کے لیے

”میڈم اسی عمارت کے ایک کمرے میں آپ کی منتظر ہیں۔ ہم انہی کے پاس آپ کو لیے جا رہے ہیں۔“ اس شخص نے جواب دیا۔ اب سب میرے پیچھے ہو گئے تھے اور ان کے انداز میں احترام پایا جاتا تھا۔

”یہ لوگ بھی خاصے چالاک تھے۔ مجھے ایک بہت ہی عالیشان کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ جو انتہائی رومانی انداز میں سجا ہوا تھا۔ یہاں سرخ قالین، سرخ پردے اور بہت اعلیٰ قسم کی ڈیکوریشن کی گئی تھی۔ میڈم میری اس سرخ کمرے میں سفید لباس میں ملبوس ایک کرسی پر پاؤں پر پاؤں رکھے بیٹھی ہوئی تھیں۔ ڈھیلے ڈھالے سفید کپڑوں میں اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ بے حد خوبصورت نظر آرہی تھیں۔ بڑے پر جوش انداز میں اس نے میرا استقبال کیا۔ مجھے لانے والے دروازے کے باہر ہی رہ گئے تھے اور یہاں کمرے میں میری کے علاوہ اور کوئی موجود نہیں تھا۔ کوئی تین منٹ کے بعد اس نے مجھے چھوڑا تھا اور میرے پورے وجود میں چنگاریاں دوڑ رہی تھیں۔ کم از کم اس سے یہ اندازہ تو ہو گیا تھا کہ مجھے کہ وہاں تمہ خاٹے جو ڈکٹاؤن لگائے گئے تھے۔ ہماری توقع کے مطابق ہی کام ہوتا رہا تھا اور ہماری اصل بات ان تک نہیں پہنچی تھی۔ میری ساری طرف سے بے پروائی نہیں برتی ہوگی۔ وہ محبت بھرے انداز میں مجھے اپنے قریب بٹھا کر بولی۔“

”اب تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے تمہاری جدائی کا ہر لمحہ مجھ پر شاق ہے۔ تم ساحر ہو ڈیر فراس میں نے تم جیسا ساحر اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ لگتا ہے میرا تمہارا ساری زندگی کا ساتھ ہو گا۔“

”اگر مجھے اس بات کا یقین ہو جائے میڈم تو میرے لیے اپنی خوشیوں کو برداشت کرنا مشکل ہو جائے۔“

”اوہ سوئیٹ ہارٹ۔“ وہ میرے ان الفاظ پر فریفتہ ہو گئی اور مجھے اس کے جذبات مزید کئی منٹ تک برداشت کرنے پڑے۔ خیر کاروباری بنا ہوا تھا اور میرا ہر قدم کاروباری تھا۔ میری کچھ سکون ہوا تو اس نے کہا۔

”اتنی پریشان ہوں فراس، اتنی پریشان ہوں کہ بیان نہیں کر سکتی۔ میں نے تم سے دعویٰ کیا تھا کہ اسپین پر میری بے تاج حکومت ہے۔ خصوصاً میڈرڈ اور اس کے اطراف میں تو یوں سمجھو کہ میرے نام کا ڈنکا بجاتا ہے۔“

بھی یہ تمام آسانیاں فراہم کر دی گئی تھیں۔ وہ دن اور دوسری رات بھی گزر گئی۔ تیسرے دن کوئی خاص بات ایسی نہیں تھی جو ہمیں کرنا ہوتی۔ بس وہی ست دن ست راتیں۔ میں منتظر تھا کہ میجر سلطان وغیرہ اس سلسلے میں مجھے متصل تفصیل بتائیں لیکن ابھی تک وہ شاید کشمکش کا شکار تھے۔ بہر حال یہ انسانی فطرت کا ایک حصہ ہے۔ جس مقصد کے لیے انہوں نے اپنی زندگیاں داؤ پر لگا دی تھیں اسے اتنی آسانی سے کسی دوسرے کو منتقل کر دینا انتہائی مشکل کام تھا۔

پھر اگلے ہی دن ایک اور اہم واقعہ ہو گیا۔ ہم ناشتے وغیرہ سے فراغت حاصل کر کے بیٹھے ہوئے دوستانہ ماحول میں باتیں کر رہے تھے کہ ہمارے قید خانے کے دروازے پر آہٹیں ہوئیں یہ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ لوگ مختلف کاموں سے یہاں آتے رہتے تھے۔ ناشتا کھانا چائے اور کبھی کبھی صفائی وغیرہ کے لیے لیکن اس وقت جو چار آدمی یہاں پہنچے تھے۔ وہ بالکل اجنبی تھے۔ لمبے قد و قامت کے مالک کرخت چہروں والے ان میں سے ایک نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

”کھڑے ہو جاؤ۔“ لہجہ میں بہت سخت تھا۔ ”ہمارے ساتھ آؤ۔“ مجھے حیرت تو ہوئی تھی لیکن کسی قسم کی کوئی مداخلت غلط تھی۔ خاموشی سے ایک نگاہ اپنے ساتھیوں پر ڈالی اور ان لوگوں کے ساتھ باہر نکل آیا۔

”سوری مسٹر فراس وہاں ان لوگوں کے سامنے جس انداز میں پیش آیا۔ اس کی ہدایت مجھے میڈم نے ہی کی تھی۔ تاکہ ان لوگوں کو یہ احساس رہے کہ آپ وہاں انہی لوگوں کے مانند ایک قیدی ہیں ورنہ ہم سب جانتے ہیں کہ میڈم آپ کی کس قدر عزت کرتی ہیں۔ ہماری گفتگو کو معاف کر دیجئے گا۔ جو ہم نے آپ سے کی تھی۔ ہم آپ کا حد احترام کرتے ہیں۔“

”اوہ۔“ میں نے آہستہ سے کہا۔ ورنہ واقعی میں سنسنی کا شکار ہو گیا تھا کہ یہ نیا کینا چکر ہے اور اس طرح یہ لوگ مجھے کہاں لیے جا رہے ہیں لیکن یہ سوال اب بھی تشنہ تھا۔ میں نے پوچھا۔

”لیکن آپ جا کہاں رہے ہیں؟“ کیا میڈم نے آپ کو کوئی اس بارے میں تفصیل

آخر کار وہ اس بات پر آگئی جو میں سننے کے لیے بے چین تھا۔ اس نے کیتھ کی غداہی کے بارے میں مجھے وہ تمام باتیں بتائیں جن کی ہدایت میں چیکا س کو کر چکا تھا۔

”کیتھ کے بارے میں مختصر الفاظ میں تمہیں بتا چکی ہوں۔ مزید تھوڑی سی تفصیل یہ سن لو کہ وہ ایک جرائم پیشہ آدمی ہے اور ہم برے لوگ یا تو ایک دوسرے کے ساتھ بہت مخلص ہوتے ہیں یا پھر اگر تھوڑا سا مفاد سامنے آجائے تو ہم آپس میں ہی ایک دوسرے کے دشمن بن جاتے ہیں۔ وہ بہت عرصے سے میرے ساتھ کام کر رہا ہے اسے میری قوت کا بھی اندازہ ہے لیکن وہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ سب وہ اپنی قوت کی وجہ سے کر رہا ہے مگر اب اس کے ذہن میں غلط سوچ بیدار ہو گئی ہے۔ وہ اپنا گروہ الگ بنانا چاہتا ہے اور میری مخالفت کی ابتدا کسی ایسے کام سے کرنا چاہتا ہے جو میں کر رہی ہوں اور اس وقت روڈنی اولیاس ہی وہ مرغی ہے جو سونے کے انڈے دے رہی ہے لیکن میں نے کیتھ کو اپنی مٹھی میں رکھنے کے لیے ابتدا میں کچھ کارروائیاں کی تھیں اس نے کچھ ایسے اقدامات بھی کیے تھے جو اسے حکومت اسپین کا مجرم بنا دیتے ہیں اور وہ تمام کاغذات منظر عام پر آجائیں جو اس کے جرائم کے سلسلے میں ہیں تو حکومت اسپین اسے فوراً گرفتار کر لے گی اور شاید اس پر مقدمہ چلا کر اسے پھانسی کی سزا دے دی جائے۔ وہ کاغذات میں نے اپنے قبضہ میں رکھے ہیں۔“

”کیتھ کے ذہن میں نہ جانے کب سے یہ لاوا پک رہا تھا مجھ سے تو خیر کبھی وہ ان کاغذات کا مطالبہ نہیں کر سکتا تھا کیونکہ اس کی اتنی جرات ہی نہیں ہے لیکن اب اس نے ایسے لوگوں کو پایا جو اس کے لیے کارآمد ثابت ہو سکتے تھے۔ ہو سکتا ہے ڈیئر فراس کہ اگر ہم اس کے ہاتھ لگ جاتے تو وہ تمہارے ذریعے بھی یہ ثرائی کرتا اصل میں گروہ کے افراد ہیں وہ انہیں کنٹرول تو کرتا ہے لیکن یہ بات وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ وہ سب میرے وفادار ہیں اور سب سے پہلے میرے مفاد کو نگاہوں کے سامنے رکھیں گے۔ چنانچہ گروہ کے افراد سے وہ اس قسم کی کوئی بات نہیں کر سکتا تھا۔ ہاں اجنبی لوگ جو میرے قریب بھی ہوں اور اس کے جال میں بھی پھنس سکیں اس کے لیے کام کے آدمی ثابت ہو سکتے تھے اور اس نے یہ تجربہ ننھے آدمیوں پر کر ڈالا ہے۔“

”یعنی..... یعنی اس نے رابطے کر لیے ہیں۔“

”تمہیں بتا چکی ہوں۔ اس نے انہیں ایڈوانس رقم بھی پیش کر دی ہے اور جانتے ہو وہ ان سے پہلا کام کیا لینا چاہتا ہے۔“

پھر اس نے مجھے کیتھ کے منصوبے سے آگاہ کر دیا۔ میں نے اس کی بات سن کر کہا۔ ”اس کا مقصد ہے کہ ننھے افراد قابل اعتماد ہیں اور انہوں نے اس وقت نہایت نیک نیتی کا ثبوت دیا ہے۔ ورنہ میڈم ہاتھ آئی ہوئی دولت کون چھوڑتا ہے۔“

”ہاں اور بعد میں“ میں یہ بھی جانتی ہوں کہ اگر اس کو یہ بات معلوم ہو گئی کہ انہوں نے مجھ سے رابطہ قائم کر لیا ہے تو اس قدر صلاحیتیں وہ بے شک رکھتا ہے کہ جس طرح بھی بن پڑے وہ ان فنکاروں کو ختم کر دے اب وہ مجھے بہت عزیز ہیں۔ میں ان کی بھی زندگی چاہتی ہوں۔“

”تب تو میڈم ایک بات ہی میری سمجھ میں آتی ہے جسے آپ سرانجام دیں اور میرے خیال میں یہ خاصی کارآمد رہے گی آپ کے لیے فوری طور پر ان کاغذات کی نقول تیار کریں وہاں رکھیں اور اصل کاغذات اپنی تحویل میں رکھیں۔ ننھے فنکاروں کو اجازت دیں کہ وہ کیتھ اسٹوڈی کو پیش کریں اس طرح اگر کیتھ اسٹوڈی کو کاغذات کی ڈپلی کیشن بھی مل گئیں تو اسے کم از کم یہ احساس ہو جائے گا کہ اصل کاغذات آپ کے پاس موجود ہیں اگر وہ آپ سے اس بارے میں یہ سوال کر بھی لے تو آپ اسے یہی جواب دیں کہ اب تو اس کے اور آپ کی تعلقات اس جگہ ہیں جہاں اس قسم کا کوئی تردد ضروری نہیں ہے۔“

”ڈپلی کیٹ کاغذات کے بارے میں آپ اسے یہی بتائیں کہ یہ بہت پہلے آپ نے تیار کر رکھا روم میں محفوظ کر دیے تھے اور اصل کاغذات آپ کے خفیہ ریکارڈ روم میں ہیں جس کا تذکرہ آپ نے کبھی کسی سے نہیں کیا۔ کیتھ اسٹوڈی اس طرح منظر عام پر بھی آجائے گا اور آپ جب چاہیں اسے اس سلسلے میں سزا دے سکتی ہیں۔ ننھے فنکاروں کی جانب بھی کیتھ اسٹوڈی کی غلط نظر نہیں پڑے گی کیونکہ وہ تو اپنا کام اسی انداز میں سر انجام دے چکے ہوں گے۔ جس میں انہیں ہدایت کی گئی تھی ان سے یہی کہیں کہ وہ بدستور کیتھ اسٹوڈی کے لیے اپنی وفاداری کا اظہار کرتے رہیں اور ان سے کہیں کہ وہ اس کے ہر کام کے لیے تیار ہیں۔ میرا مطلب آپ سمجھ رہی ہیں ناں میڈم۔ اس طرح

ڈپٹی کیٹ کاغذات اس کے پاس پہنچ بھی گئے تو وہ آپ کے خلاف کوئی فوری قدم اس طرح نہیں اٹھاسکے گا جس طرح اٹھانا چاہتا تھا بلکہ اس بات سے خوفزدہ رہے گا کہ اصل کاغذات آپ کے پاس موجود ہیں اور ہو سکتا ہے کہ پھر وہ انہیں ننھے فنکاروں کے ذریعے وہ کاغذات واپس دیں ریکارڈ روم تک پہنچوا دے کیونکہ اس کا یہ حربہ ناکام رہے گا۔“

میرپسا کے چہرے پر شدید حیرت کے آثار نمودار ہو گئے تھے۔ اس کا منہ کھلا ہوا تھا اور وہ آہستہ آہستہ گردن اٹھا کر میرے چہرے پر نظریں جم رہی تھیں۔ اس کی آنکھیں پر خیال انداز میں پھیلی ہوئی تھیں اور اس وقت وہ عجیب ہونق سی لگ رہی تھی۔ غالباً گہری سوچوں نے اس کا یہ حلیہ بنا دیا تھا۔ دیر تک وہ اسی انداز میں بیٹھی رہی پھر آنکھیں بند کر کے گردن جھٹکنے لگی اور اس کے بعد مجھے دیکھ کر مسکراتی ہوئی بولی۔

”تمہیں تو ابتدا ہی سے میرے پاس ہونا چاہیے تھا۔ میرے ساتھ‘ اومانی گاڈ تمہارا ذہن کس قدر برق رفتاری سے سوچتا ہے۔ تمہاری سوچیں عام لوگوں سے کس قدر مختلف ہیں۔ کس طرح تم باریک سے باریک بات کا حل نکال لیتے ہو۔ مانی ڈیئر فراس تم لمحہ لمحہ میرے دل میں اترتے جا رہے ہو۔ میں تو سوچنے لگی ہوں کہ تمہیں کیتھ اسٹروڈی کی جگہ ہونا چاہیے تھا۔“

”میں آپ کے ساتھ ہوں میڈم۔“ میں نے آہستہ سے کہا۔

”تم اس کا شاندار بدل ثابت ہو سکتے ہو۔ وہ اگر مجھ سے منحرف ہو رہا ہے تو میں اسے یہ بتا دوں گی کہ میں اسے بنا سکتی ہوں تو مٹا بھی سکتی ہوں۔ ویسے میں پہلے بھی وان دولا کی روحانی قوتوں کی قائل تھی۔“

”وان دولا۔“ میں نے سوالیہ انداز میں کہا۔

”ہاں۔ لیتھ اشمیر۔ بارسلون کا مالک۔ لیتھ اشمیر۔ وہ ہمارا روحانی پیشوا ہے۔“

میں دھک سے رہ گیا تھا۔ لیتھ اشمیر میرا اصل دشمن جس کے لیے میں نے میرپسا سے گٹھ جوڑ کیا تھا۔ میرپسا کی زبان سے اس کا نام سن کر میں دھک سے رہ گیا تھا لیکن میں نے ایک لمحے میں خود کو سنبھال لیا اور اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ وہ خود خیالات میں ڈوبی ہوئی تھی۔ چند لمحات کے بعد بولی۔

”وان دولا نے اسے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ یہ شخص قابل اعتبار نہیں ہے میرپسا۔“

اس کی آنکھیں دھوکا دیتی ہیں۔ میں نے اس کی اس بات کو قبول نہیں کیا تھا لیکن وان دولا بہت بڑا آدمی ہے۔ بہت عظیم ہے وہ۔ لیتھ اشمیر ہے اس کا نام۔ اس کے پیرو کار اشپرس کہلاتے ہیں۔“

”وہ روحانی پیشوا ہے۔“

”ہاں میں بھی اشمیرس ہوں۔“

”تب واقعی بڑا آدمی ہو گا۔“ میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

”اس سے ملو گے؟“

”کیوں نہیں۔“

”میں تمہیں کسی بھی مناسب وقت پر ملا دوں گی۔“ اچھا اب میں چلتی ہوں۔ بہت کام کرنے ہیں۔

میرپسا نے ان لوگوں کو ہالا آخر مجھے واپس قید خانے پہنچانے کی ہدایت کر دی۔ وہ سب میرے منتظر تھے۔ میں تہہ خانے میں داخل ہوا تو ان کے چہرے کھل اٹھے۔

”شکر ہے آپ آگئے ہم آپ کی طرف سے بے حد فکر مند ہو رہے تھے۔“

”کیوں؟“ میں نے پوچھا اور پھر اشارے سے ڈکٹافون کے بارے میں پوچھا۔

”ویسے پروگرام میری مرضی کے مطابق چل رہا ہے۔ ابھی تک تو اللہ کا شکر ہے۔

کوئی ایسی بات ظاہر نہیں ہوئی جس سے یہ اندازہ ہو کہ اسے مجھ پر کوئی شبہ ہے۔“

”ہمارے بارے میں آپ سے پوچھ رہی ہو گی۔“

”نہیں دراصل مسئلہ کچھ اور تھا۔“ میں نے میرپسا سے ہونے والی ساری گفتگو سنا دی۔

”آپ ہماری دعاؤں میں شامل ہیں مسٹر دانش منصور لیکن کیا ہم اس مشن کو کامیاب کر سکیں گے۔“

”میں زندگی کی قیمت پر آپ کے اس مشن کو کامیاب بناؤں گا۔ یہ میرا عہد ہے میجر سلطان۔“ میجر سلطان نے گردن جھکا لی۔

کچھ دیر سوچتا رہا پھر آہستہ سے بولا۔ ”دراصل ایسی پلانٹ کو رواں رکھنے کے لیے ہمیں انتہائی اہم پرزوں کی ضرورت تھی۔ بہت عرصہ سے ان کی ضرورت محسوس کی

”وزن کتنا ہے۔“

”کافی ہے۔“

”انہیں غاروں تک کیسے پہنچایا گیا؟“

”موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر۔“

”جزیرہ کیزی کے اس علاقے کی جغرافیائی کیفیت کیا ہے؟“

”علاقہ ناقابل استعمال ہے۔ سیاہ کا ہی زدہ بد صورت پہاڑیوں کا ایک وسیع سلسلہ

ہے۔ آس پاس جنگل پھیلا ہوا ہے۔“

”اسپین سے انہیں آگے بڑھانے کے لیے کیا منصوبہ تھا؟“

”آج گیارہ تاریخ ہے۔ سولہ تاریخ کو ایٹ لاس نامی جہاز خلیج بسکے میں لنگر انداز

ہوگا۔ کارٹن ایٹ لاس پر پہنچانے ہیں۔ وہاں سے ہمیں مدد حاصل ہونی تھی۔“

”آپ کے دونوں ساتھیوں کو اس کا علم ہے۔“

”پورا منصوبہ بنالیا گیا تھا۔ انہیں یہ معلوم ہے کہ ہم کارٹن کیزی میں محفوظ کریں

گے سولہ تاریخ کو رات دو بجے اسٹیمر کیزی کے ساحل پر رے گا۔ ہمیں اشارہ دے گا اور

ہمیں جواب دینا ہوگا۔“ میجر کاسالس پھول گیا تھا۔

”آپ کے دونوں ساتھیوں کے نام کیا ہیں؟“

”میجر ابراہیم۔ کیپٹن فرحان۔“

میں خاموش ہو کر سوچ میں ڈوب گیا۔ میں خود شدید سنسنی کا شکار تھا۔ کچھ دیر

خاموش رہنے کے بعد میں نے کہا۔ ”اللہ پر ہمیں بھی بھروسہ ہے میجر اور آپ کو بھی۔ اب

سب کچھ اس پر چھوڑ دیجئے۔ ہم اپنی بقا کی جنگ لڑ رہے ہیں اور اس کے لیے اللہ کی مدد

مانگتے ہیں۔ میرے ذہن میں ابھی کوئی منصوبہ نہیں ہے لیکن صرف ایک اطمینان دلانا چاہتا

ہوں آپ کو۔ آپ وقت مقررہ پر یہ کارٹن لے کر اپنے وطن جائیں گے۔“

میجر سلطان نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ اس کے بعد ایک طویل بو جھل سی خاموشی

چھا گئی۔

جاری تھی اور امریکی ذرائع نہایت باریک بینی سے ہماری کوشش کا جائزہ لے رہے تھے۔

ہمارے تمام راستے بند کر دیے گئے تھے جبکہ ان پرزوں کی ضرورت ناگزیر ہو گئی تھی۔

چنانچہ کچھ ایسے ذرائع اختیار کیے گئے تھے جو نہایت خفیہ تھے۔ بہت سے ایسے لوگوں نے

ہمارے لیے کام کیا جن سے بظاہر ہمارے رابطے نہیں تھے۔ اور ان کی طرف کسی کی توجہ

نہیں جاسکتی تھی۔ دو ملکوں کی پرائیوٹ کمپنیوں نے تعاون کیا اور نہایت مشکلات سے

گزرنے کے بعد ان پرزوں کا حصول ممکن ہوا۔ اس شرط پر کہ ہمیں خود انہیں اپنے ملک

تک لے جانا ہوگا۔ ہمیں اس لیے نہایت خفیہ طور پر روانہ کیا گیا۔ ہم نے ڈیوری لے لی

لیکن وہاں سے روانہ ہوتے ہی ہمیں شبہ ہو گیا تھا کہ ہمیں تلاش کر لیا گیا ہے۔ چنانچہ ہم

میں سے دو آدمی علیحدہ ہو گئے اور ہم نے اپنے پلان میں کچھ تبدیلی پیدا کر لی۔ ہم مال کے

ساتھ اسپین آ گئے۔ ان دونوں کو ایٹ لاس نامی جہاز سے اسپین آنا تھا اور یہاں سے وہ

کارٹن ایٹ لاس پر لوڈ کرنا تھے۔ ایٹ لاس کا کیپٹن نیلسن کرٹ معقول معاوضہ دے کر

ہمیں بحفاظت ہمارے وطن پہنچانے کی ذمہ داری قبول کر چکا تھا۔ ہم جو نئی اسپین میں

داخل ہوئے ہمیں علم ہو گیا کہ ہم نظروں میں آ گئے ہیں۔ چنانچہ سب سے پہلے ہمیں ان

کارٹن کو محفوظ کرنے کے انتظامات کرنے تھے۔ ہم نے انہیں محفوظ کر لیا اور پھر میڈرڈ

آ گئے۔ میڈرڈ میں داخل ہوتے ہی ہم میریسا ہارٹی کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے۔“

”آپ کو یقین ہے کہ کارٹن اب بھی محفوظ ہیں۔“ میں نے پوچھا۔

”اللہ پر بھروسہ ہے۔“

”وہ کہاں ہیں؟“ میں نے سوال کیا تو سلطان پھرا سا گیا پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

”جزیرہ کیزی کے ایک غیر آباد ساحل پر جہاں چٹانیں بکھری ہوئی ہیں۔ ہم نے

انہیں پانی کی گھرائیوں میں اتار دیا ہے۔ ان چٹانوں کی کچھ چٹانیں پانی میں ڈوبی ہوئی

تھیں۔ ان میں غار بھی ہیں۔ کارٹن انہی غاروں میں محفوظ ہیں۔“

”کیا ان میں موجود اشیاء کو نقصان نہیں پہنچ سکتا؟“

”نہیں۔ کارٹن مکمل طور پر دائرہ پروف ہیں۔“

”ان کا حجم کتنا ہے؟“

”پانچ ہائی چار کے دو کارٹن ہیں۔ تین ہائی تین کے دو۔“